رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفٰے ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست — بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام — دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
مہرِ او با شیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانامؐ — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا بود

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْــًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اخبار پیغامِ صلح لاہور

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ما از دیا ہیم ہر نوروکمال — وصلِ دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قولِ او در جان ماست — ہر چہ زو ثابت شود ایمانِ ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد — ہر چہ گفت آں مرسلِ رب العباد
آں ہمہ از حضرتِ احدیت است — منکراں مستحقِ لعنت است
معجزاتِ او ہمہ حق اندر است — منکراں موردِ لعن خدا است
معجزاتِ انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست — ہر کہ انکار کرد از اشقیاست
یک قدم دوری از آں روشن کتاب — نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

قیمت: سالانہ للعہ ، ششماہی ۸عہ ، سہ ماہی ۵عہ ، ماہوار ۹ (؟)

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

جلد ۳ | سنۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۲۷ شعبان سنہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۱ جولائی سنہ ۱۹۱۵ء | نمبر ۱

خبریں

آسٹریلیا میں مساجد سید جلال شاہ صاحب ساکن کراچی ولیم سٹریٹ شہر پرتھ سے اخبار مدینہ میں حسب ذیل اطلاع بھیجتے ہیں کہ: ۔ ۱۰ جون کو شہر پرتھ کے بازار ولیم سٹریٹ کی مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ مسماۃ فاطمہ نو مسلمہ نے جو پہلے انگریز تھیں بڑے جوش و خروش سے اسلام کے متعلق ہمدردی و محبت کا اظہار کیا۔ ان کے علاوہ ایک دوسری نومسلم خاتون نے بھی جو پہلے فرانسیسی تھیں۔ اسی قسم کے خیالات ظاہر کئے۔ ہر دو خواتین انگریزی اور فرانسیسی میں خاص قابلیت رکھتی ہیں۔ ہر دو خواتین نے برضا و رغبت افغانوں سے نکاح کر لئے ہیں۔

اسی جلسہ میں سردار محمود خان صاحب طرزی مدیر و سر محرر سراج الاخبار افغانیہ کے لئے بڑے خلوص سے دعا مانگی گئی۔ اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ جو وہ تمدن افغانیہ کی ترقی کیلئے بذریعہ اخبار انجام دے رہی ہیں شہر پرتھ میں مسجد افغانیہ سراجیہ چار ہزار پونڈ سے زیادہ کی لاگت میں وسیع پیمانہ پر تیار ہوئی ہے جس کی شوکت و رفعت دیکھ کر یورپین سیاح دنگ رہجاتے ہیں۔ شہر آڈلیڈ کے مقام گلبٹ اسٹریٹ میں بھی ایک مسجد تین ہزار پانسو پونڈ کے زائد خرچ سے تعمیر ہوئی اس میں دو مینار بھی ہیں جو بہت لمبے اور اونچے ہیں اور دیکھنے والوں کے دل پر خاص اثر ڈالتے ہیں شہر برسبن کے مقام ماؤنٹ گمراوٹ اور شہر ناریتھ بروکن ہیل میں بھی ایک ایک وسیع و بارونق مسجد موجود ہے جہاں سے تبلیغ و اشاعت اسلام کا مبارک کام بخوبی و خوش اسلوبی سے انجام دیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ سراج الاخبار کابل کی تحریرات و تعلیمات کا نتیجہ ہے جس کے لئے سردار محمود خان طرزی شکریہ و مبارکباد کے مستحق ہیں امید ہے کہ ہندوستان کے باشندے بھی سراج الاخبار کو خرید کر طرزی صاحب کے کام میں مدد دیں گے۔ اور بلوچستان کے باشندوں سے بھی جن کے نام لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اسی قسم کی توقع ہے۔

مسلم سپاہیوں کی اعانت اسلامک سوسائٹی لنڈن نے یکم جولائی کو ایک نہایت پر زور اپیل شایع کیا ہے۔ جن میں اُن مسلمان سپاہیوں کی بیواؤں اور یتیموں کی امداد کے لئے استدعا کی گئی ہے۔ جنہوں نے تاج برطانیہ کی عزت و حرمت کے برقرار رکھنے کے لئے میدان جنگ میں جانیں دی ہیں۔ اپیل میں مسلمانان ہند کی تاریخی و طبعی فرض شناسی و ایثار پر خاص زور دیا گیا ہے۔ اور ہمکو امید ہے اس نیک کام میں اپنی سعی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرینگے۔

مسیحی مبلغین جذامیوں کے لئے کیا کر رہے ہیں مسیحی مشنری بنی نوع انسان کی بہبودی کیلئے جو کچھ کر رہے ہیں۔ خواہ وہ کتنی ہی خود غرضی پر مبنی کیوں نہ ہو ہر طرح لائق ستائش و قابل قدر ہے آج سے ۴۰ سال پیشتر برطانیہ کے پادریوں نے جذامیوں کی بہتری اور علاج کے متعلق نہایت چھوٹے پیمانہ پر کام شروع کیا تھا۔ اس تحریک کی چالیسویں سالانہ رپورٹ حال میں شائع ہوئی ہے جس سے عیاں ہے کہ ستمبر سنہ ۱۸۷۴ء میں آئرلینڈ کی مس شارلٹ پیم اور مسٹر بیلی نے جو اس زمانہ میں ہندوستان سے رخصت پر گئے تھے یہ تجویز کی۔ کہ ہندوستان کے کوڑھیوں کی مدد اور علاج کے لئے ہر سال ایک چھوٹی سی رقم فراہم کی جائے۔ اس تجویز سے اس بڑے مفید کام کی ابتدا ہوئی تھی۔ جس کا آج کل دنیا بھر میں چرچا ہے۔ شروع شروع میں کوڑھیوں کی مدد اور بہتری کا کام ہندوستان تک محدود تھا مگر بعد میں بڑھتے بڑھتے وہ چین۔ جاپان۔ کوریہ۔ سیام اور دوسرے ممالک میں پھیل گیا۔ حتّٰے کہ اب ۱۵ مختلف ممالک اس کے زیر اثر ہیں۔ جن میں کام کرنے کے ۸۷ مرکز ہیں۔ اس فنڈ میں ولایت سے حاصل ہونیوالی آمدنی جس میں سرکاری امداد بھی شامل ہے پہلے سال میں تو ۵۷۹ پونڈ تھی۔ مگر سنہ ۱۹۱۴ء میں وہ ۴۲۳۱۷۵ پونڈ ہو گئی۔ باوجود جنگ کے خوفناک اثرات کے اس کام میں کوئی تخفیف نہیں ہوئی۔ البتہ جنگ کا آغاز ہونے کے بعد کام کے متعلق نئی تجاویز کو ضرور ملتوی کرنا پڑا۔ آجکل کوڑھیوں کی اس ہمدرد انجمن کے زیر اہتمام صرف ہندوستان میں ۴۷۰۰ کوڑھیوں کی مدد ہو رہی ہے۔ علاوہ ازیں کوڑھیوں کے بچوں کو مرض جذام سے بچانے کے لئے نہایت شاندار پیمانہ پر کام کیا جا رہا ہے کیا مسلمانوں کو مسیحیوں کی اس سرگرمی سے کچھ عبرت حاصل نہیں ہوگی۔ (وکیل)

ہندوستانی شرفا کے لڑکوں کیلئے جدید مدرسہ ہیسٹنگز ہاؤس کلکتہ میں ایک سرکاری مدرسہ قائم کیا گیا ہے جس میں ہندوستانی شرفاء کے لڑکے تعلیم پائینگے یہ مدرسہ انگلستان کے پبلک مدرسوں کے اصول پر چلایا جائیگا۔ لیکن ہندوستانی مضامین پر زیادہ زور دیا جائیگا اور ایک ہندوستانی زبان سیکھنی لازم ہوگی

ہالینڈ کو برآمد اشیا کی ممانعت گورنمنٹ ہند نے ہالینڈ کو ہر قسم کی اشیا کی برآمد بند کر دی ہے لیکن اگر نیدرلینڈ اوورسیز ٹرسٹ کے توسط سے ہالینڈ کی بندرگاہوں کو کوئی مال بھیجا جائے تو اس کے لئے لائسنس مل سکتا ہے۔

سرکاری قرضے کے متعلق کانفرنس ۱۳ جولائی کو شملہ میں ایک کانفرنس منعقد ہوگی جس میں مہتمم کرنسی اور صوبہ وار بنکوں کے نمائندے شریک ہوں گے۔ اور گورنمنٹ کے ۴½ کروڑ روپیہ کے قرضے کے متعلق مناسب قواعد وضع کریگے۔

جلپائیگوری کے ڈاکو کی گرفتاری ۵ جولائی کو بنگال کے محکمہ تفتیش جرائم نے کلکتہ میں ایک سکھ کو گرفتار کیا ہے جو جلپائیگوری کے ڈاکہ کا مفرور ملزم بتایا جاتا ہے۔ اس کے پاس سے سو سو روپیہ کے ۲ نوٹ برآمد ہوئے ہیں جو مال مسروقہ کا جزو بتائے جاتے ہیں

چائے کا عطیہ : ۔ لفٹنٹ کرنل مہاراجہ سر پرتاب سنگھ جی سی ایس آئی۔ جی سی وی او۔ ریاست سر مور نے سفر مینا کی پلٹنوں کو جو میدان جنگ میں موجود ہیں ایک ہزار پونڈ چاء کا عطیہ پیش کیا ہے تین ہفتے انکی اپنی پلٹن کو ملتے ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - مورخہ جولائی ۱۹۱۵ء نمبر ۲

اسلامی لٹریچر کی قلت اشاعت اور موجودہ مسلمانوں کی غفلت

ناظرین پیغام صلح کی خدمت میں ایک ضروری عرضداشت

علم کی تحصیل اور اشاعت اسلام کے ان پاک اصولوں کا ایک جزو لاینفک ہے۔ جنہیں تمام کامیابیوں اور ترقیات کی جڑ کہا جاسکتا ہے۔ اور جن پر عامل ہوکر ایک گری ہوئی قوم ترقی کے اعلےٰ معراج پر پہنچ سکتی ہے۔ اسلام نے تحصیل علم اور اس کی اشاعت کے لئے اپنے پیروؤں کو جیسی سخت تاکید کی ہے اور پھر مسلمانوں کے وجود سے زمانہ ماسبق میں تمام دنیا کو جیسے کچھ اعلیٰ علمی فوائد حاصل ہوتے رہے ہیں، شاید ہی کسی اور مذہب نے اپنی قوم کو ایسی تعلیم دی ہو۔ اور دنیا میں شاید ہی کسی دوسری قوم کے افراد نے ایسی جانفشان کوششوں سے مفقود شدہ علوم کو رواج دیا ہو۔ قل رب زدنی علما کا قرآنی ارشاد ہمیں کس بات کی تلقین کرتا ہے۔ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ کس چیز کو نصب العین بنانے کا سبق دیتا ہے۔ اطلبوا العلم ولو کان بالصین کس چیز کے لئے سخت صعوبتیں اور محنت ہائے شاقہ برداشت کرنے اور سفر جیسے سقر کو بھی اپنے اوپر جھیلنے کا حکم دے رہا ہے۔ یہ وہی گوہر بے بہا اور اسلامی رفعت و منزلت کا بلند ترین زینہ ہے۔ جو جہالت کی تاریکی کو صبح جہانتاب سے بدل کر بے علم نتواں خدا را شناخت کا فتوےٰ لوگوں کے سر سے اٹھاتا اور انہیں خداشناسی کا مرتبہ بخشتا ہے۔ یا یوں کہو کہ اس پر چڑھکر انسان اوج کمال پر پہنچ جاتا ہے۔ آہ! ذرا قرون اولےٰ کے ان بزرگترین اسلاف کی طرف جنہیں نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ غیر مذاہب کے معقول پسند افراد بھی عزت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، سبق آموز زندگی پر ایک گہری نظر ڈالو۔ اور پھر ان کا مقابلہ اپنے حالات سے کرکے دیکھو۔ کہ ہم میں اور ان میں کسقدر فرق بیّن اور صریح تغیر دکھائی دیتا ہے۔ اسلام کی اس پاک تعلیم سے متاثر ہوکر ان بزرگان سلف نے کیا کچھ تحیر خیز کارنامے دکھائے۔ اس کا کسی قدر سرسری حال ذیل کے چند الفاظ سے معلوم ہوسکتا ہے۔ جو یورپ کے اس علمی زمانہ کے چند مایۂ ناز افراد نے کس ل صداقت سے لکھے ہیں۔

مسٹر جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب اپالوجی فار دی محمد اینڈ قرآن میں تحریر فرماتے ہیں :-

"ہر ایک طرح کی شہادت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن شخصوں نے فلسفہ اور علوم و فنون کو سب سے پہلے زندہ کیا جو قدیم اور زمانہ حال کے علم ادب کے درمیان میں بطور ایک سلسلہ کے بیان کئے گئے ہیں۔ بلاشبہ وہ ایشیا کے مسلمان اور اندلس کے مور تھے۔ جو خلفائے عباسیہ اور بنی امیہ کے عہد میں وہاں رہتے تھے علم جو ابتداءً ایشیا سے یورپ میں آیا تھا اس کا وہاں دوبارہ رواج مذہب اسلام کی دانشمندی سے ہوا یہ امر مشہور و معروف ہے۔ کہ اہل عرب میں چھ سو برس کے قریب سے علوم و فنون جاری تھے۔ اور یورپ میں جہالت اور وحشیانہ پن پھیلا ہوا تھا اور علم ادب قریباً نیست و نابود ہوگیا تھا۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی تسلیم کرنی چاہئے۔ کہ تمام علوم طبیعات ہیئت۔ فلسفہ۔ ریاضی۔ جو دسویں صدی میں یورپ میں جاری تھے۔ ابتداءً عرب کے علما سے حاصل ہوئے تھے۔ اور خصوصاً اندلس کے مسلمان یورپ کے فلسفہ کے موجد خیال کئے جاتے ہیں"

پھر ایک دوسرے موقعہ پر لکھا ہے کہ :-

"اہل یورپ کو یہ بات بھی یاد دلانی چاہئے۔ کہ وہ حضرت محمد (صلعم) کے پیروؤں کے (جو قدیم اور زمانہ حال کے علم ادب کے درمیان میں بطور سلسلہ کے ذریعہ ہیں) اس لحاظ سے بھی ممنون ہیں۔ کہ مغربی تاریکی کی مدت دراز میں یونانی حکما کی بہت سی کتابیں انہی کی کوششوں سے فنون اور علم ریاضی طب وغیرہ کے بعض نہایت بڑے بڑے شعبوں کی اشاعت ہوئی"!!

چیمبرز انسائیکلوپیڈیا کے ایک آرٹیکل نویس کا بیان ہے کہ :-

"ہم اسبات پر غور نہیں کرسکتے ہیں۔ کہ اسلام نے تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے کیا کیا۔ لیکن اگر نہایت ٹھیک ٹھیک کیا جاوے۔ تو یورپ میں علوم و فنون کی ترقی میں اسی کا حصہ تھا۔ مسلمان علی العموم نویں صدی سے تیرہویں صدی تک وحشی یورپ کے لئے روشن ضمیر معلم کہے جاسکتے ہیں۔ خاندان عباسیہ کے خلفا کے نہایت عمدہ زمانہ سے یونانی خیالات اور یونانی تہذیب کا از سر نو سرسبز ہونا شمار کیا جاسکتا ہے۔ قدیم علم ادب ہمیشہ کیواسطے بغیر کسی علاج کے مفقود ہوجاتا۔ اگر مسلمانوں کے مدرسوں میں اسکو پناہ نہ ملتی۔ عربی فلسفہ۔ قدرتی چیزوں کی تواریخ جغرافیہ۔ علم تاریخ۔ صرف و نحو علم کلام اور فن شاعری کی جسکی تعلیم پرانے استاد دیتے تھے بہت سی کتابیں پیدا ہوگئیں۔ جن میں سے اکثر اسوقت تک جاری رہینگی۔ اور تعلیم بھی دی جاویگی۔ جب تک نسلیں تعلیم ہونے کیواسطے پیدا ہوتی رہینگی"!

یہ تو حال ہے ان لوگوں کا جو اسلام کے نہایت ابتدائی ایام میں جبکہ مسلمانوں کی تعداد دنیا میں کالملح فی الطعام تھی پیدا ہوئے۔ اور دنیا میں اسوقت کوئی چھاپہ خانے کوئی لتھو یا ٹائپ سے چھپنے والی مشینیں کوئی ریلیں اور تار برقیاں نہ ہی کوئی ڈاک خانہ وغیرہ تھے جو اسوقت کوئی ایسے سامان راحت و آرام مہیا نہ تھے جیسے کہ آج ہمارے وقت میں موجود ہیں جو [illegible] اشاعت کے [illegible] کوئی ایسے سہل الحصول ذرائع موجود تھے جن سے آج ہم متمتع ہوتے ہیں۔ اسوقت کوئی اخبارات وغیرہ کا سلسلہ نہ تھا۔ نہ ہی ایک ملک کی خبریں ایسی آسانی اور سہولت سے اس تعجیل کے ساتھ پہنچ سکتی تھیں جیسے کہ آج ظہور پذیر ہوتا ہے۔ تحصیل علم کے ذرائع نہایت محدود تھے۔ اور معمولی معمولی اسباق کی تحصیل کے لئے دور و دراز کے سفر برداشت کرنے پڑتے تھے۔ لیکن دیکھو۔ کہ باوجود ان سب مشکلات اور دقتوں کی موجودگی کے انہوں نے نہایت ہمت و استقلال اور اپنے عزم مقبلانہ سے وہ وہ حیرت انگیز کام کر دکھائے۔ کہ جن پر نہ صرف اسلامی دنیا کو ہی بجا فخر و ناز ہے۔ بلکہ جیسا کہ اوپر کے حوالجات سے ظاہر ہوتا ہے۔ یورپ کے اس علمی زمانہ کے قابل ترین افراد بھی ان کی وجہ سے اسلام اور آنحضرت صلعم کی تعریف میں رطب اللسان ہیں مگر اس کے بالمقابل ذرا اپنے گریبان میں بھی منہ ڈالکر دیکھو کہ ہم نے ان نیکدل و پاک باطن اسلاف کے نقش قدم پر کہاں تک قدم مارا۔ ہم نے ان کے اعلیٰ نمونہ سے کسقدر فائدہ اٹھایا۔ ہم نے جو ان کے فرزند ہونے کے دعویدار ہیں۔ الولد سر لابیہ کی صفات حسنہ اپنے آپ میں کہاں تک پیدا کیں۔ میرے خیال میں اس کا نہایت موزون و برمحل جواب قرآن کریم کے الفاظ میں یہی ہوسکتا ہے کہ فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات۔ آج دنیا میں ناولوں اور گندہ قصے کہانیوں کی اشاعت تو اس زور و شور اور کثرت سے ہوتی ہے کہ ایک ایک ناول کئی کئی لاکھ کی تعداد میں بیسیوں مرتبہ چھپتا اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوجاتا ہے۔ لیکن ان قیمتی جواہرات اور انسان کے جسم و جان کی روح حیات کو کوئی پوچھتا تک بھی نہیں۔ جنسے کسی وقت نہایت محنت نہایت عرقریزی اور صرف کثیر کیساتھ صفحہ قرطاس کو مزین اور مردہ اقوام کو زندہ کیا گیا تھا۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ فخرت بفضلات خیر منہ باصلک۔ ترا اپنی زندگی پر فخر کرنا آباؤ اجداد کے کارنامے دنیا میں پیش کرکے اپنا رعب جمانا چاہتے ہیں۔ پھر بھی بہت کم لوگ اس بات کے درپے ہوتے ہیں۔ کہ جو ان کے کارناموں کی عام اشاعت سے ہی دنیا کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں۔ یہ ایک فرق بیّن ہے جو ہمارے نیکدل اسلاف کو ان کے موجودہ اخلاف سے متمیز کردکھاتا اور ان ہر دو کے اعمال کے نتائج کو ہمارے سامنے رکھدیتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ آج دوسری قوموں اور دیگر ملکوں کو دیکھکر مسلمانوں میں بھی ایک قسم کے علم کی تحصیل کا شوق پیدا ہورہا ہے لیکن علم کی جس نوع کیطرف مرقومہ بالا سطور میں ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اس کو تو کوئی بھی پوچھتے والا نہیں ہمارے بزرگان دین اگر فلسفہ و سائنس میں کمال حاصل کرتے یا فنی میں اول نمبر پانے یا حکمت میں بہت بڑھ چڑھ کر کوشش کرتے تھے۔ تو ان کی غرض اس میں کوئی نشہ فلسفی کوئی شوق ریاضی دان یا کوئی اعلیٰ درجہ کا علم منطق اور دانی و ذات عظمت منوانا بیمرگ مقصود نہ تھا۔ بلکہ وہ اعلیٰ ملبو داللہ [illegible]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

احمدیہ جماعت کے بعض بزرگوں سے خدا واسطہ ایک شہادت کی درخواست

ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ اٰثم قلبہ

میرا لیکچر بعنوان "اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب" بہت سے امور کو روشنی میں لے آیا۔ جناب میاں محمود احمد صاحب نے دو کتابیں القول الفصل اور حقیقت النبوت شائع کیں۔ اُس کے مقابل حضرت مولوی محمد علی صاحب نے ٹریکٹ کی صورت میں بعض تنقیدی امور شائع فرمائے۔ جو کچھ میاں صاحب نے تا حال لکھا ہے۔ وہ اِس وقت تک میرے لئے اطمینان بخش نہیں کاش مجھے فرصت ہوتی تو جو کچھ میری سمجھ میں آتا میں جواباً عرض کر دیتا۔ میں جسدن سے ہندوستان پہونچا۔ بہت ہی کم مجھے لاہور ٹھیرنا ملا۔ لیکچر دینے کے بعد شاید ہی کسی وقت ایک عشرہ بَس یہاں رہا ہوں۔ بہرحال میں اِس فرض کی ادائیگی کے لئے عنقریب وقت نکالوں گا۔

جہاں تک فریقین کی تحریرات کو دیکھا جاوے۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر فریقین کی متفق علیہ حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں ہیں ہر ایک دوسرے کو حضرت اعلےٰ کی تصنیف اپنے رنگ اور روشنی میں پڑھانا چاہتا ہے۔ کوئی خیال نہیں کرتا۔ کہ ہم سب نے مہینوں نہیں برسوں یہ تمام کے تمام سبق خود حضرت مسیح موعود سے پڑھے ہیں۔ حضرت اعلےٰ کی تصانیف تو دُنیا کے قیام تک رہیں گی اور اُن کے معنے کرنے والے خود بخود دُنیا پیدا کرلے گی نہ محمد علی کی محتاج ہو گی نہ محمود کی۔ لیکن اس وقت جب ایک ہی مصنف کی تصنیف کے معنے کرنے میں ذاتیات نے حقیقت کو محجوب کر دیا ہے۔ تو پھر اس امر کے انفصال کی ایک اور راہ میرے دل میں ڈالی گئی ہے۔ امور متنازعہ کے تصفیہ کے لئے ایک خاص شہادت اس وقت تک ہمارے پاس موجود ہے جو دنیا سے بہت جلد مفقود ہو جاوے گی وُہ وُہ بزرگ ہیں جو حضرت صاحب کی خدمت میں اکثر قادیان حاضر ہوئے۔ ہفتوں اور مہینوں ساتھ رہے۔ سفر حضر میں ہر طرح شریک حال رہے بلکہ ہر طرح فیض صحبت سے مستفید ہوئے۔ بالمقابل حضرت اقدس کا یہ طریق تھا۔ کہ جن مسائل کی وہ تعلیم کرنا چاہتے تھے اُس کو وُہ اپنی تصنیف تک ہی محدود نہ رکھتے تھے۔ بلکہ ایام تصنیف میں بعض مسائل جو اُنھوں نے لکھے ہوئے تھے اپنی مجلس میں اُن کا رات دِن چرچا رکھتے۔ ایک ہی مسئلہ کو دنوں نہیں مہینوں تک بیان کرتے رہتے اور اس مسئلہ کو نہ چھوڑتے۔ جب تک ادنےٰ سے ادنےٰ اور موٹی سی موٹی عقل کا انسان حضور والا کا ما فی الضمیر آسانی سے نہ سمجھ لیتا۔ بالمقابل حضرت کی تقریریں ڈائری کے رنگ میں شائع ہو جاتیں جو لوگ قادیان سے مستفید ہوتے وُہ گھروں میں جا کر ان علوم کو پہنچاتے۔ جن کو کوئی دقت ہوتی وہ بذریعہ خطوط اپنے شکوک رفع کراتے۔ الغرض وُہ بزرگ جنھوں نے حضرت کو دیکھا اور برسوں آپ کی خدمت میں رہ کر فیض اندوزی کی۔ اُنھوں نے ان طریقوں سے اس قدر علم حاصل کر لیا۔ کہ اگر حضرت صاحب کی کتابیں بھی نہ ہوتیں تو پھر بھی یہ بزرگ اپنے ذاتی علم سے بہت کچھ ان مسائل پر روشنی ڈال سکتے۔ اب جب اعلےٰ حضرت کی تصنیفات کے معنے کرنے میں جو حالانکہ زیادہ تر اُردو زبان میں ہیں تنازع ہو رہا ہے۔ نہ کوئی نئی دلیل ہے نہ کوئی نیا عرفان ہے۔ ہر ایک انھیں کتابوں کو بار بار اپنے اپنے رنگ میں پڑھانا چاہتا ہے۔ تو کیوں ہم اُن سے دریافت نہ کریں جنھوں نے یہ باتیں خود حضرت والا سے پڑھیں سنیں اور سیکھیں۔

خدا تعالےٰ کا اُمت محمدیہ پر خاص احسان ہے۔ کہ احمد صلعم کے غلام مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے متعلق اس وقت فساد ہوا ہے جب کہ مسیح محمدی کے فیض یافتہ دنیا میں موجود ہیں اور مسیح ناصری کے متعلق غلو ایسے وقت شروع ہوا۔ جب واقعہ صلیب پر ڈیڑھ صد برس کے قریب گذر چکا تھا۔ اِس وقت کوئی ایسا نہ تھا۔ جو یہ کہے کہ میں نے مسیح علیہ السلام سے یہ سیکھا ہے اور اس لئے یہ قلق آج تک نہ مٹ سکا ہمارے ہاں وُہ صورت نہیں۔ اِس لئے ان بزرگوں کی موجودگی اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا تو ہمارے لئے ضرور برکت کا موجب ہو گی۔

فریقین کے سرکردوں کو چھوڑ کر بدقسمتی سے یہ بحث ایسے ہاتھوں میں آ رہی ہے جو اسکے اہل نہ تھے۔ اور تماشہ یہ ہے کہ جن بزرگوں کا میں ذکر کرتا ہوں وہ اِس وقت مُہر خاموشی مُنہ پر لگائے بیٹھے ہیں اور حیرت و استعجاب سے دیکھ رہے ہیں کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔

اِس وقت کے مباحث میں زیادہ تر تین قسم کے اصحاب نے حصّہ لیا ہے۔ اوّلاً۔ وہ جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی زندگی میں بالکل کم سن تھے جو ہمارے ہاتھوں پیدا ہوئے۔ اور غالباً حضرت کی وفات کے بعد سن رشد کو پہنچے ہیں۔ اعلےٰ حضرت کی زندگی میں اِن نوعمروں کے دن کھیل کود کے لئے زیادہ موزون تھے اور یہ اُس میں رہے۔ اُنکو بہت ہی کم موقعہ حضرت کی مجلس میں بیٹھنے کا ملا۔ اگر کبھی بطور شغل حضرت کی مجلس میں بیٹھ بھی گئے تو ابھی عقل کی پختگی یہاں تک نہ پہنچی تھی کہ وہ حضرت کی منشاء کو ابھی سمجھ سکتے۔ ثانیاً وُہ اصحاب ہیں جنھوں نے نہ حضرت اقدس کو دیکھا نہ اُن سے فیض صحبت حاصل کی۔ وہ حضرت اعلےٰ کے وصال کے بعد بدقسمتی سے ان ایام میں داخل بیعت ہوئے جب نزاعات شروع ہو چکے تھے۔ اور ریشہ دوانیاں جاری تھیں۔ تیسرا گروہ خاص کانشنس رکھنے والا گروہ ہے۔ اُنہیں سے بعض حضرت کی صحبت میں برسوں بیٹھے۔ انھوں نے جو کچھ حضرت صاحب سے سیکھا وُہ خود اپنی قلموں سے حضرت اعلےٰ کی زندگی میں ہی شائع کیا۔ اُن کی تحریریں بھی موجود ہیں۔ ان میں سے بعض نے مستقل کتابیں اعلیحضرت کے وصال کے بعد بھی لکھیں آج یہی لوگ اپنی تحریروں کے خلاف عقاید تبلیغ کر رہے ہیں بعض ایسے بھی ہیں جو ایک وقت غیر احمدیوں کے اعتراضات پر جن باتوں کی تردید کرتے۔ وہی باتیں وہ آج تبلیغ کر رہے ہیں۔ ان سے نہ ہمارا خطاب پہلے تھا نہ اب ہے۔ ہم ان کو خدا کے سپرد کرتے ہیں

مینے اس تحریر کی اغراض کے لئے یکصد آدمی انتخاب کئے ہیں جو ہر دو فریق سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ اِس فہرست میں اُن دوستوں کی تعداد زیادہ ہے جو میاں صاحب سے بیعت کر چکے ہیں۔ اُنہیں سے زیادہ حصہ اُن بزرگوں کا ہے جو اکثر قادیان آتے رہے اور مدتوں حضرت کی خدمت میں رہتے رہے۔ اِس سے مراد یہ نہیں کہ جماعت میں اِن کے سوا اور نہیں ہیں لیکن میرے نزدیک یہ تعداد کافی سے بھی زیادہ ہے۔

میں ان بزرگوں سے عقائد متنازعہ کے متعلق حلفاً دریافت کرتا ہوں کہ اُن کا علم اور عقیدہ ان مسائل کے متعلق اعلیحضرت جناب مسیح موعودؑ کی زندگی میں اُنکی تاریخ وفات تک کیا تھا۔ میں اُن سے نہیں پوچھتا۔ کہ آج اِن امور پر اُنکی رائے یا عقیدہ کیا ہے۔ نہ میں اُن سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ آج اعلےٰ حضرت کی تصانیف کو اُنھوں نے حضرت مولوی محمد علی صاحب یا جناب میاں صاحب کی شاگردی میں کس طرح پڑھا ہے اور کیا سمجھا ہے۔ نہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آج فریقین کی تصانیف نے اُن کے دل و دماغ میں کیا کیفیات پیدا کر دی ہیں۔ میں اُن سے یہ بھی سننا نہیں چاہتا۔ کہ ہم تو آج تک غلطی پر رہے یا ہم نے تو آج تک غور ہی نہیں کیا [illegible] آج حضرت مولوی صاحب یا جناب میاں صاحب

* پولوس نے یسوع کی شان بڑھانے میں جو غلو کیا۔ اب جدید تحقیق مغرب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کتابیں پولس کی نہیں ہیں۔ بلکہ اور لوگوں نے لکھکر پولس سے منسوب کر دیں۔ ابتدائی تاریخ کلیسیا میں ایسا اکثر ہوتا رہا ہے۔

کی تحریریں لکھکر یا آج پیغام صلح یا الفضل کی حکر ہمنے صحت عقاید کی ہے۔ بلکہ وہ خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنا وہ عقیدہ یا ایمان یا علم بتلائیں جو حضرت کی وفات پر یہ بزرگ امور ذیل پر رکھتے تھے۔ آیا اسوقت اُن کا یہ عقیدہ یا اُنکے علم و یقین میں یہ اُمور تھے۔ کہ :-

(اوّل) حضرت مسیح موعود و جناب مرزا صاحب ظلی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب جزوی نبی نہیں بلکہ کامل نبی ہیں۔ (دوم) یہ کہ معاملہ نبوت میں حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے برابر ہیں (سوم) عالیحضرت مرزا صاحب کے الہام پر قرآن کا الہام متقدم نہیں۔ (چہارم) آیت مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد میں احمد سے مراد حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بلکہ خود حضرت مرزا صاحب اصالتاً ہیں۔ یعنے یہ عقیدہ غلط ہے کہ آنحضرت صلعم کا ایک نام محمد اور دوسرا نام احمد تھا۔ اور جناب مرزا صاحب شان احمدیت کے ظل اور بروز ہیں بلکہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ اس آیت میں احمد سے مراد ہی حضرت مرزا صاحب ہیں۔ نہ کہ حضرت محمد صلعم۔ (پنجم) مرزا صاحب کی بیعت میں جو کلمہ گو داخل نہیں ہؤا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ خواہ ایسے کلمہ گو نے نہ حضرت اقدس کی تکفیر کی نہ تکذیب کی۔ نہ بے ادبی کی۔ خواہ نام بھی نہ سُنا ہو۔ (ششم) ایسے کلمہ گو جنکا ذکر نقرہ پنجم بالا میں ہے اُن کے لئے دُعائے مغفرت کرنا یا جنازہ پڑھنا ایک احمدی کیلئے درست اور جائز نہیں۔ (ہفتم) اعلیحضرت مرزا صاحب نے اپنی نبوت کی حقیقت کو ۱۹۰۱ء تک نہیں سمجھا اور اس مسئلہ میں آپ غلطی میں پڑے رہے ۱۹۰۱ء میں آپکو انکشاف ہوا اور پھر اُنھوں نے اپنا عقیدہ بدلا۔ اور اپنے پہلے عقیدہ کی اصلاح کی۔ (ہشتم) معاملہ نبوت عالیحضرت مرزا صاحب میں آپ کی کل تحریرات جو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں۔ وہ اُس تاریخ یعنے ۱۹۰۱ء کو منسوخ ہو گئیں۔ اور بعد میں قابل سند نہیں رہیں۔

میں پھر تاکیداً عرض کرتا ہوں کہ حلف لینے والوں نے یہ نہیں بیان کرنا۔ کہ اب اُن کا عقیدہ یا علم کیا ہے۔ بلکہ امور بالا کے متعلق اونکا بروقت وفات حضرت مسیح موعود کیا علم و عقیدہ تھا۔ مثلاً ان آخری دو امور ہشتم اور نہم کے متعلق وُہ یہ نہ لکھیں کہ اب ہم نے حضرت کے اشتہار ایک غلطی کا ازالہ کو پڑھ کر یا آپ کی کتاب حقیقت الوحی کا فلاں صفحہ پڑھ کر یہ سمجھ لیا ہے کہ حضرت نے عقیدہ ۱۹۰۱ء میں بدلا۔ اور اس معاملہ میں حضرت کی کتابیں ۱۹۰۱ء سے پہلے کی منسوخ ہو گئیں اور اُنکا حوالہ دینا درست نہیں۔ بلکہ یہ کہ حضرت کی وفات پر اُن کا ایسا عقیدہ تھا۔ یا نہیں۔ مثلاً مسئلہ وفات مسیح کے متعلق اعلیحضرت کی وفات کے وقت ہم سب کو علم اور یقین تھا۔ اور ہم سب کے ذہن میں یہ بات تھی کہ حضرت اعلےٰ کا وفات مسیح کے متعلق فلاں وقت تک یہ عقیدہ تھا۔ اور پھر الہام الٰہی کے ماتحت اُنھوں نے اپنا عقیدہ بدلا۔ آیا مسئلہ نبوت حضرت اعلےٰ کے متعلق بھی ہمکو بروقت وفات یہ علم تھا۔ کہ اوّل یہ عقیدہ تھا اور فلاں تاریخ کو وُہ عقیدہ بدل گیا

میں ان بزرگوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ مینے اُن سے خدا کے نام پر شہادت طلب کی ہے۔ اُن پر خدا تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے کہ وہ بلا کم و کاست امور دریافت طلب کے متعلق شہادت دیں۔ اصلی شہادت کو چھپا کر الٹ شہادت دینا یا شہادت کی طلب پر شہادت سے احتراز کرنا یا ٹال دینا یا خاموش رہنا یہ سب من یکتمها فانه اثم قلبه کے غضبناک وعید کے نیچے آجاتا ہے۔ شہادت ایک علم کے متعلق اور ایک واقعہ کے متعلق ہوتی ہے نہ رائے کے متعلق شہادت کے معاملہ میں کسی سے مشورہ لینا کہ میں کیا شہادت دوں کسی سے اجازت لینا کہ میں شہادت دوں یا نہ دوں اور اگر دوں تو کیا دوں۔ یہ سب باتیں خطرناک گناہ ہیں۔ ایسا ہی جو شخص شہادت دینے والے کو یا اُسکو جس سے شہادت طلب کی ہے صریحاً یا کنایتاً براہ راست یا من وجہ شہادت کے متعلق کچھ کہتا ہے یا روکتا ہے وُہ بھی اخفاء شہادت کے جرم اور گناہ میں بطور اعانت آجاتا ہے یہ شہادت خدا واسطے ہر دو فریق کے بعض بزرگوں سے طلب کی گئی وہ بلا کم و کاست بلا خطرہ لوم ولائم۔ بلا مشورہ و بلا استصواب خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ شہادت دے دیں میں میاں صاحب کو بھی کہتا ہوں کہ وہ بھی اسمعاملہ میں صحیح تقویٰ سے کام لیں بالکل خاموش رہیں۔ اگر کوئی بیوقوفی سے یا اظہار جوش مریدی میں اُن سے اجازت مانگے یا استفسار کرے تو اُس کو ہدایت کریں کہ وہ شہادت دے۔ بیچینی اور اضطراب کی کوئی ضرورت نہیں جماعت کے بعض دوسرے کارکن بھی اپنی ریشہ دوانیوں سے خدارا اسمعاملہ میں باز آویں۔ اخبار نویس بھی اپنے کالم اس بحث پر سیاہ نہ کریں۔ یہ معاملہ شہادت کا ہے نہ یہ کہ یہ عقاید کس کے ہیں میاں صاحب کے یا مولوی محمد علی صاحب کے۔ ان معاملات میں کسی کا کیا عقیدہ ہے۔ اس سے ہمکو اسوقت تعلق نہیں۔ اسوقت اسلامی شرافت اور تقویٰ سے کام اس معاملہ کو خدا پر اعتماد جن بزرگوں سے شہادت طلب کی ہے اُنکے ایمان پر یکصد بن گوئی اور پہلو نکالکر اس اشتہار یا اسکے کسی حصّہ کے خلاف کاروائی کرے تو اُس سے بھی سمجھا جاویگا کہ وہ صداقت کی راہ میں روڑا اٹکا رہا ہے۔ اسیطرح یہ بھی عرض ہے کہ تجویز کردہ امور کے الفاظ کو بدلکر اگر کسی نے حلف لیا تو وہ سب بے سود ہوگا۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو۔ میں کوئی مسئلہ نہیں دریافت کرتا کہ یہ کہو کہ یہ سوال ہو ہی نہیں سکتا یا یہ سوال یوں ہونا چاہیئے۔ میں ایک امر کے متعلق حلفیہ شہادت چاہتا ہوں۔ اگر تمھیں کچھ علم ہے تو کہدو ہاں ورنہ حلفاً کہدو کہ ہمیں اس معاملہ میں کچھ علم نہیں۔

جن بزرگوں سے میں حلفاً شہادت طلب کرتا ہوں۔ اُنکے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) ڈاکٹر محمد اسلم جے پور۔ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہہ۔ مولوی شیر علی صاحب قادیان۔ مفتی محمد صادق صاحب قادیان۔ ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب قادیان۔ مولوی احمد نور صاحب تاجر کابلی قادیان۔ قاضی امیر حسین صاحب قادیان۔ سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی۔ سید عابد علیشاہ صاحب بدوملی۔ چوہدری سرافراز حسین صاحب بدوملی۔ چوہدری نصر اللہ خانصاحب وکیل۔ شیخ مولا بخش صاحب تاجر بوٹ سیالکوٹ۔ منشی عبدالعزیز صاحب دہلوی۔ منشی عبدالعزیز صاحب سہارنپوری۔ چوہدری نظام دین صاحب سکنہ جوڑہ۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب لاہور۔ خلیفہ رجب الدین صاحب لاہور۔ صوفی احمد دین صاحب لاہوری۔ مولوی عبدالماجد صاحب بھاگلپوری۔ مولوی محمد سعید صاحب حیدرآبادی۔ مولوی سید محمد رضوی صاحب حیدرآبادی۔ سید امیر علیشاہ صاحب سب انسپکٹر پنشنر سیالکوٹ۔ شیخ رحمت اللہ صاحب لاہور۔ شیخ نیاز احمد صاحب وزیرآباد۔ چوہدری غلام حسن صاحب پنشن ماسٹر شبیر شاہ۔ خواجہ جمال الدین صاحب کشمیر۔ شہزادہ عبدالمجید لدھیانہ۔ مولوی مبارک علی صاحب۔ خلیفہ نورالدین صاحب جموں۔ حافظ فضل احمد صاحب لاہور۔ بابو غلام محمد صاحب فورمین ریلوے پریس لاہور۔ مولوی محمد بخش صاحب وہب گراں۔ شیخ نور احمد صاحب وکیل ایبٹ آباد۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ ڈاکٹر سید ستار شاہ صاحب رعیہ۔ شیخ حافظ غلام رسول صاحب تاجر وزیرآباد۔ ملک بشیر محمد صاحب کشمیر۔ منشی ذوالفقار علی خانصاحب رامپور۔ ماسٹر غلام محمد صاحب میانوالی۔ مرزا خدا بخش صاحب لاہور۔ مولوی قطب الدین صاحب قادیان۔ ماسٹر ہدایت اللہ صاحب گجرات۔ مولوی غلام حسن صاحب سب جسٹرار پشاور۔ منشی نذر علی صاحب پشاور۔ شیخ محمد جان صاحب وزیرآباد۔ چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب نائب تحصیلدار لاہور۔ مولوی فضل دین صاحب کھاریاں۔ محمد شریف خانصاحب سب انسپکٹر پولیس پشاور۔ میاں محمد یوسف صاحب مردان۔ ماسٹر رکن دین صاحب گوجرانوالہ۔ مولوی عبداللہ صاحب وکیل کشمیر۔ حکیم محمد شاہنواز صاحب ملتانی۔ چوہدری نواب خانصاحب تحصیلدار پنشنر۔ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب تاجر لائل پور۔ شیخ مولا بخش صاحب لائلپور۔ شیخ محمد حسین صاحب لائلپور۔ اکبر شاہ خانصاحب نجیب آباد۔ صوفی شمس الدین صاحب شملہ۔ نبی بخش صاحب پنشنر شملہ لاہور۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب لاہور۔ تبریز ہے شاہ صاحب داتہ پشاور۔ مولوی عزیز بخش صاحب ڈیرہ غازیخان۔ سید غلام اکبر صاحب وکیل حیدرآبادی۔ میاں چراغ دین صاحب لاہوری۔ حکیم سردار خانصاحب راولپنڈی۔ بابو عبدالرحمن صاحب ہیڈ کلرک شملہ۔ مولوی خدا بخش صاحب محمدیہ پرنٹنگ پریس لاہور۔ مولوی غلام محمد صاحب امرتسری قادیان۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب امرتسری۔ حافظ نور محمد صاحب فیض اللہ چک۔ شیخ فیض قادر صاحب فیض اللہ چک۔ بابا ہدایت اللہ صاحب لاہوری۔ مولوی الٰہی بخش صاحب بنارس۔ عبدالرزاق صاحب بنارس۔ مولوی علی احمد صاحب ایم۔ اے الہ آباد۔ میاں غلام رسول صاحب پولیس انسپکٹر لاہور۔ مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر مہندر کالج پٹیالہ + آپ سب سے پہلے میں اپنا حلفیہ بیان شائع کرتا ہوں۔

میں خدا کو حاضر ناظر جانکر شہادت دیتا ہوں کہ حضرت صاحب کی وفات کے دن تک میرا کبھی یہ عقیدہ نہیں رہا کہ عالیحضرت مرزا صاحب کامل نبی تھے یا امر نبوت میں وہ آنحضرت صلعم کے برابر تھے۔ بلکہ جو حضرت اقدس سے خود سُنا یا اُن کی تصانیف پڑھیں اُس سے میرا یہی عقیدہ رہا اور اب بھی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو جو نبوت خدا تعالیٰ نے عطا کی وہ ایک جزوی ظلی۔ مجازی۔ بروزی نبوت تھی نہ حقیقی۔ یہ اس قسم کی نبوت ہے جو حسب مدارج کامل افراد امت کو ملی ہے اور ملتی رہیگی اور یہ وہ نعمت ہے کہ جسکے حاصل کرنیکا دروازہ ہر ایک امتی کے لئے کھلا ہے۔ والا نبوت کاملہ مستقلہ اور حقیقی آنحضرت صلعم کی وفات ختم ہو گئی ہے۔ میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جانکر شہادت دیتا ہوں کہ حضرت اعلیٰ کی زندگی میں ایک ایک کو آیت اسمه احمد سے مینے یہی سمجھا اور یہی حضرت صاحب نے اپنے علم و یقین میں ہمیں تعلیم کیا کہ اسم محمد ہر دو نام آنحضرت صلعم کے تھے۔ ایکا جلالی نام محمد اور جمالی نام احمد تھا۔ اور حضرت مرزا صاحب آنحضرت کی شان جمالی کے بروز تھے۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میرے علم اور یقین میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے الہام کو قرآن کے آگے پیش کیا اور اپنے الہام پر قرآن کو مقدم رکھا۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کی وفات کے دن تک مینے حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کی منشاء یہی سمجھی کہ کلمہ گویوں میں صرف حضرت اعلیٰ کا مکفر مکذب یا حضرت کو مفتری جاننے والا ہی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے اور کوئی کلمہ گو صرف اسلئے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ کہ مینے حضرت کی بیعت نہیں کی۔ یہ مسئلہ اپنی وفات تک حضرت کا تھا۔ حضرت اقدس کے مکان میں میری موجودگی میں حضرت اقدس نے دوکانداروں کے متعلق یہ بیان کیا۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میرے علم میں کبھی کسی ایسے غیر احمدی کے جنازہ پڑھنے یا اُسکے لئے دُعا مغفرت مانگنے سے حضرت نے نہیں روکا جنے مرزا صاحب کی نہ تکفیر کی نہ تکذیب کی جنانچہ بعض نے کبھی کوئی گالی دی بلکہ اُنکی اجازت سے لوگوں نے ایسے غیر احمدیوں کے جنازے پڑھے۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ نہ صرف حضرت صاحب کی وفات تک ہی بلکہ گذشتہ فروری سے پہلے بھی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا نہ کسی سے مینے سُنا کہ حضرت مرزا صاحب کا عقیدہ اپنی نبوت کے متعلق ۱۹۰۱ء تک کچھ تھا اور اُسکے بعد کچھ یعنے اپنی نبوت کے متعلق آپکے عقیدہ میں ۱۹۰۱ء میں تبدیلی آگئی۔ ۱۹۰۱ء والا اشتہار ایک غلطی کا ازالہ میرے علم و یقین میں اسلئے شائع کیا گیا تھا کہ لوگوں کی غلطی کی اصلاح کیجاوے نہ کہ حضرت صاحب کو خود کوئی غلطی لگی ہوئی تھی اور آپنے اپنی کسی غلطی کا ازالہ کیا۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ حضرت کی وفات

احمد سرہندی لاہور

قرآن کریم کا بول بالا

تحریف بائبل کا مسلّم ہونا

ڈاکٹر منگانا۔ اور قرآن کریم کو محرّف ثابت کرنے کی ایک بیہودہ کوشش

از قلم جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی
مسلم مشنری

آج یہ امر تحقیق میں آگیا۔ کہ بائبل محرّف و مبدّل ہے۔ جو بات تیرہ صد برس ہوئے قرآن نے کہی وہ ثابت ہو گئی۔ کیا عجب بات ہے۔ قرآن ایک وقت عیسائیوں کے نزدیک اس لئے انسانی کتاب سمجھا گیا۔ کہ اس نے انجیل و توریت پر تحریف کا حرف رکھا۔ کہا یہ گیا۔ کہ بائبل کا تو لفظ لفظ الہامی ہے۔ اور روح القدس کی تائید سے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ ممکن نہیں کہ اس میں تحریف ہو۔ لہذا اگر قرآن خدا کی طرف سے ہوتا تو بائبل کو محرّف نہ کہتا۔ لیکن آج گذشتہ پچاس برس کے اندر بعض انکشافات نے روشنی میں آکر یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا۔ کہ جو کچھ قرآن نے انجیل و توریت کے متعلق کہا وہ صحیح اور درست تھا۔ بائبل کی تحریف جو آج ثابت ہوئی۔ وہ لفظی تبدیلی تک ہی محدود نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ ایک واقع کو اگر ایک جگہ ایک قسم کے الفاظ میں لکھا گیا۔ تو پھر اس واقعہ کو دوسرے الفاظ میں دوہرایا گیا۔ اور اس کا مفہوم و معانی پر کوئی اثر نہ ہوا اور اصل میں یہ تو کوئی تحریف نہیں۔ بلکہ آج جو تحریف بائبل اپنے حقیقی معنوں میں ثابت ہو گئی ہیں بعض آیات اور عبارتیں جو مدتوں سے اناجیل میں درج ہو رہی تھیں۔ وہ بالکل جعلی اور الحاقی ثابت ہوئیں۔ اور ان کا نام نشان تک قدیم نسخوں میں پایا نہیں جاتا۔ انہیں ایسی آیات بھی ہیں جو بعض عقائد اور اعمال کی بنیاد ہیں کیا یہ حیرت ناک امر نہیں ہے۔ کہ اٹھارہ انیس سو برس سے یہ کتابیں چلی آئیں ان کے تراجم بھی متواتر ہوں۔ اور کوئی مترجم یا کلیسیا کا افسر زمانہ کو اس جعل کی اطلاع نہ دے۔ زمانہ خود بخود ہی تحقیق پر اتر آئے۔ اور جب تحقیق تنقید کے بعد معترضین کا ایک شور عظیم اٹھے۔ کہ مروجہ تراجم انجیل میں جو بعض آیات ہیں۔ وہ قدیم نسخوں میں نہیں اس وقت جا کے ان آیات کو آخری اصلاح شدہ ترجمے سے نکال دیا جائے۔ کیا یہ واقعہ قرآن کو منجانب اللہ ثابت نہیں کرتا۔ قرآن سے صدیوں پہلے انجیل اسی شکل میں ہو۔ قرآن کے نزول تک اس کی صحت پر کوئی حملہ نہ ہو تا آنکہ اٹھارہ انیس صدیوں کے بعد یورپ کے فضلاء تمام قدیمی ذخائر علمی اور خزائن کتب کو چھان ماریں۔ پرانے سے پرانے صحیفے اور نسخے بہم پہنچا دیں۔ مقابلہ پرانے میں اور موجودہ اناجیل میں نہ صرف یہی فرق ہو جیسے کہ ہمیشہ پادری صاحبان کہا کرتے ہیں کہ واقعی مضمون تو در اصل ایک ہی ہے۔ ہاں قدیمی نسخوں نے اسکو جن الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اسے اور لفظوں میں مروجہ نسخوں نے ذکر کر دیا ہے۔ بلکہ آیات پر آیات کی تحریف ثابت ہو۔ اور غضب تو یہ کہ جن آیات پر موجودہ مسیحیت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ان کا نام و نشان تک بھی قدیمی نسخجات میں نہ ہو۔ یہ ہے وہ خطرناک تحریف انجیل جو ابتدا سے چلی آئی اور جس پر آج تک سترجمین نے پردہ ڈالے رکھا۔ کیا جن امور کی تحقیق تدقیق پر صدیاں خرچ ہوں۔ اور جن کے لئے صدہا سلجھے ہوئے دماغ اور اعلیٰ سے اعلیٰ قابلیتیں خرچ ہوں۔ کیا اس امر کی اطلاع اور بھی حکمی طور پر دنیا کو ایک امی لقب ہو سکتا ہے۔ اگر علیم خبیر خدا اس پر الہام نہ کرے۔ کیا آنحضرت صلعم کے وقت موجودہ تحقیق و تدقیق کے ذرائع موجود تھے۔ کیا وہ کبھی ان تحقیقوں میں پڑے۔ کیا اس وقت کا زمانہ انجیل کی صحت پر شک رکھتا تھا۔ کیا اس وقت کی کوئی ایسی کتاب یا قول یا روایت دنیا میں موجود ہے۔ جس میں انجیل و توراۃ میں تحریف ہونے کے متعلق اشارہ کنایہ تک بھی ہو۔ اگر یہ واقعات اس وقت نہ تھے۔ تو کیوں ایک متدین اور شریف محقق اس بات پر یقین نہ کرے۔ کہ آنحضرت صلعم نے محض عالم الغیب سے علم پا کر دنیا کو اطلاع دی کہ انجیل اور توریت محرّف و مبدّل ہیں۔

عقیدہ تثلیث کی بنیادی آیت

کاش یہ تحریفیں مسیح کے معمولی واقعات زندگی کے متعلق ہوتیں تو چنداں مضائقہ نہ تھا۔ غضب تو یہ ہے کہ یہ تحریفیں اور یہ الحاقات ایسی آیات کے متعلق ہیں جن پر موجودہ عیسائی مذہب کی بنیاد ہے کل اناجیل چھان مارو عقیدۂ تثلیث کی مدار صرف ایک ہی آیت ہے۔ جو یوحنا کا پہلا خط۔ پانچویں باب کی ساتویں آیت میں بالفاظ ذیل ہے:۔

"کیونکہ صرف تین ہی ہیں۔ جو آسمان پر لکھے گئے ہیں۔ باپ کلمہ (بیٹا) اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں"

یہی ایک آیت کل انجیل میں ہے۔ جس پر عقیدہ تثلیث کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یہی مقدس الفاظ اس نہ سمجھ آنے والے قول کے ذمہ وار ہیں۔ یعنی تین ایک ہیں اور ایک تین ہیں۔ یہی وہ صداقت ہے۔ جس کا اعلان روح القدس کی مدد سے یوحنا کرتا ہے۔ انہیں الفاظ کو اٹھارہ انیس سو برس سے خدا کا الہام اور خدا کے وحی کردہ الفاظ تسلیم کیا گیا ہے۔ انھیں الفاظ کو اس انگریزی ترجمہ انجیل میں پاتے ہیں جو جیمس شاہ انگلستان کے وقت ایک کمیٹی نے کیا اور جو آئندہ اردو انگریزی تراجم کا ذمہ وار ہے۔ لیکن آج جو بعد از اصلاح آخری ترجمہ ہمارے سامنے آیا ہے تو اس آیت کے ترجمہ پر ہم زبان کی اصلاح ہی نہیں دیکھتے بلکہ سرے سے اس آیت کو ہی ہم انجیل سے خارج پاتے ہیں۔ اور یہ تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ کہ پرانے اور قدیمی نسخوں میں اس آیت کا نام و نشان تک نہ تھا۔

مسیح کا مشن کل دنیا کے لئے نہ تھا

اناجیل کے پڑھنے سے یہ امر صاف پایا جاتا ہے۔ کہ مسیح نے اپنی زندگی میں اسرائیلیوں سے باہر کسی کو مخاطب نہیں کیا۔ وہ صرف یہودہ کی پراگندہ بھیڑوں کو جمع کرنے آیا تھا۔ اس نے غیر مختونوں یعنی رومی وغیرہ کو اپنی شاگردی میں لینے سے بڑی سختی سے ساتھ انکار کیا۔ جب کسی غیر اسرائیلی نے اس کی اتباع چاہی یا اس سے مستفید ہونا چاہا تو اس نے (بالفاظ مسیح) "بچوں کی روٹی کتوں کے آگے" اور سوروں کے آگے موتی پھینکنے نہ چاہے خود کتاب اعمال کے دیکھنے سے بھی یہی سمجھ آتا ہے کہ بعض حواریوں نے ہمیشہ اسرائیلیوں کے علاوہ کسی اور تک مسیح کا حکم پہنچانا صحیح نہ سمجھا۔ بلکہ جب ان کو معلوم ہوا کہ پولوس غیر مختونوں (یونانیوں) کو عیسائی بنا رہا ہے تو دوسرے حواریوں نے اسکا یہ طریق عمل غلط قرار دیا۔ اور اسکو ایسا کرنے سے روکا۔

یہ امور مسلّمہ ہیں اور پادری صاحبان کو ماننا پڑا کہ بیشک مسیح کا مشن مدۃ العمر اسرائیلیوں تک ہی محدود رہا اور اس نے غیر اسرائیلی لوگوں کو اپنی جماعت میں داخل کرنے سے ہمیشہ انکار کیا۔ لیکن انجیل مرقس کے آخری باب کی بنیاد پر کہا جاتا ہے۔ کہ مسیح نے صلیب کے واقعہ سے کچھ وقت پہلے اپنے حواریین کو کہا۔ کہ تم کل دنیا میں جاؤ۔ اور کل دنیا کی قوموں میں انجیل کی منادی کرو۔ یہی ایک آیت ہے جس کی بنا پر یہ عیسائی مشن کل دنیا میں پھیلائے گئے ہیں۔ یہ آیت ان گیارہ آیات میں سے ہے۔ جو انجیل مرقس کے آخری باب کی نویں آیت سے چل کر بیسویں آیت پر ختم ہوتی ہیں۔ اسمیں مسیح کے حواریین کو وعدہ دیا ہے کہ ان میں معجزہ کرنے کی طاقت ہو گی۔ ان پر زہر اور سانپ اثر نہ کریگا۔ وہ مختلف بولیاں بولینگے۔ وہ مریضوں کو اچھا کرینگے۔ انھیں گیارہ آیات میں ایک یہ بھی آیت ہے "جو ایمان لائیگا اور بپتسمہ پائیگا وہی نجات پائیگا لیکن جو ایمان نہ لائیگا۔ وہ ہمیشہ کے لئے ہلاک کیا جاویگا"

ان آیات کا عیسائی دنیا پر نہایت گہرا اثر ہوا۔ وہ مذہب جو صرف یہودیوں کی اصلاح کے لئے دنیا میں آیا۔ اس کو کل دنیا کے کانوں میں پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ وہ مذہب جو ایک منکسر المزاج انسان کا تعلیم کردہ تھا جو دشمنوں سے محبت کرنا۔ اور دائیں گال پر مار کھا کر بائیں گال پیش کرنے کا سبق دیتا تھا۔ اسی مذہب کیلئے محض انہی آیت کی بنیاد پر کہ جو ایمان نہ لائیگا ہلاک کیا جاویگا۔ دنیا کشت و خون سے بھر دی گئی۔ کیا اس عقیدہ نے کہ ایمان نہ لانے والا ہلاک ہو گا یورپ کے عیسائیت کے نام پر وہ مظالم نہیں کرائے جن کی نظیر دنیا میں نہیں۔ قتل مقاتلہ ہلاکت۔ زندہ آگ میں جلانا اور وہ مظالم کہ ذکر کرتے ہوئے انسان کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک کلیسیا نے دوسرے کلیسیا کے مقابل کیے ان سب کا ذمہ وار بھی ایک یقین تھا کہ آخر خدا تعالےٰ نے بھی ان بے ایمانوں کو ابدی جہنم دینا ہے۔ کیوں نہ خدا کا فعل یہاں ہمارے ہاتھ سے ہی ہو جاوے۔ پھر یہی آیات ان دروغ آمیز داستانوں اور کذب سے معمور روایات کی بنیاد ہیں جنہیں ابتدائی عیسائی راہبوں اور احبار کی کرامتیں اور معجزے مندرج کئے گئے کیوں ان آیات میں حواریوں سے معجزانہ طاقت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ مریضوں کو اچھا کریں گے۔ سانپ اور زہر کا ان پر اثر نہ ہو گا۔ وہ مختلف بولیاں بولینگے۔ پھر ہم کتاب اعمال باب دوم میں حواریوں پر روح القدس کا نزول دیکھتے ہیں۔ جب کل حواری مختلف قسم کی بولیاں بولنے والے اور دیگر اعجازی طاقتوں کے مالک ہو گئے۔ یہ باتیں سب کی سب بے اصل سمجھی جاتی ہیں۔ اگر کلیسیا کی آئندہ تاریخ میں ان اعجازی واقعات کا تکرار نہ ہوتا چنانچہ ہزار در ہزار روایات ابتدائی تاریخ کلیسیا میں موجود ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ اکثر ابتدائی قسیسین اور راہبین سے وہ تمام اعجازی باتیں ظاہر ہوا کرتی تھیں جن کا وعدہ مسیح نے حواریوں سے کیا تھا۔ لیکن زمانہ دن بدن اپنی تحقیق میں بڑھتا گیا۔ اور جب مسیح کے خاص الخاص پیرو مخالف محققین کے مطالبہ پر ان طاقتوں کے دکھلانے سے عاجز اور عاری ثابت ہوئے۔ تو ان آیات کی تشریح ہونے لگی۔ (باقی دارد)

نجیب آباد میں آریوں کی شکست فاش

نجیب آباد کے آریوں نے ہندی کے اخبار آریہ متر میں ایک چیلنج چھپوایا جس میں لکھا تھا کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو چیلنج دیا جاتا ہے وہ نجیب آباد کے جلسہ آریہ کمار سبھا میں ۲۸ و ۲۹ جون ۱۹۳۱ء کو آکر تقریری یا تحریری مباحثہ کریں۔ اس چیلنج میں خاص طور پر مولوی اکبر شاہ خانصاحب ایڈیٹر پیغام صلح اور ناظم صاحب برنالہ ریاست پٹیالہ کو دعوت دی گئی تھی۔ یہ بھی لکھا تھا کہ ۱۵ جون تک منظوری کی اطلاع آجانے۔ اتفاق سے جبکہ ہم لوگ یعنی مولوی اکبر شاہ خان صاحب ایڈیٹر پیغام صلح اور راقم الحروف اور صوفی مبارک علی صاحب تینوں ۲۱ جون کو نجیب آباد پہونچے تو تیسرے دن یعنی ۲۳ جون بوقت ۵ بجے ایک شخص جو آریوں کا ہم پیالہ و ہم نوالہ تھا آیا اور اخبار آریہ متر لایا اور وہ چیلنج پڑھکر سنایا۔ اسی وقت بلا توقف مولوی صاحب موصوف نے آریہ کمار سبھا کے سکریٹری کو منظوری چیلنج کا خط لکھکر بھیجدیا اور اس میں لکھا کہ جس چیلنج میں میرا نام لکھکر مجھکو مباحثہ کے لئے طلب کیا ہے تمہارا فرض تھا کہ وہ چیلنج میرے پاس پہونچاتے اور اردو اخبار میں اسکو چھپواتے۔ ہندی اخبار کو تو کوئی مسلمان پڑھتا بھی نہ ہوگا۔ اس خط میں یہ بھی لکھا کہ فوراً شرائط مباحثہ لکھکر بھیجدیجئے۔ اس کے جواب میں سکریٹری آریہ کمار سبھا کا خط آیا کہ آپ ۲۶ جون بوقت ۱۲ بجے سماج مندر میں آکر شرائط مناظرہ طے کرلیں۔ اس خط کے آنے سے تعجب ہوا کہ ۲۴ جون یا ۲۵ جون کے دو دن کیوں بیچ میں خالی چھوڑ دیئے گئے حالانکہ ۲۶ و ۲۷ جون کو آریہ سماج نجیب آباد کے سالانہ جلسہ کی تاریخیں تھیں۔ لیکن بعد میں اس حقیقت کا انکشاف ہوگیا جو آگے چلکر معلوم ہوگا۔ اس خط کے جواب میں مولوی صاحب نے خط لکھا کہ ۲۶ جون کو آریہ سماج کا جلسہ اور ۲ بجے دوپہر کے بعد کا وقت شنکا سمادہان کا وقت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ شنکا سمادہان (رفع شکوک) کے وقت آریہ سماج کے جلسہ میں موجود رہوں۔ کوئی دوسرا وقت شرائط مناظرہ کے طے کرنے کا رکھئے۔ یا آریہ سماج میں شنکا سمادہان کا وقت تبدیل کرادیجئے۔ اسی اندیشہ سے آریوں نے ۲۶ جون کو شرائط مناظرہ طے کرانے کو بلایا تھا۔ کہ شنکا سمادہان کیوقت مولوی اکبر شاہ خان صاحب آریوں پر کوئی اعتراض نہ کرسکیں۔ (جیسا کہ پارسال کا اُن کو تلخ تجربہ تھا کہ جب سوامی تلسی رام صاحب کو مولوی صاحب کے مقابلہ میں سخت ہزیمت ہوئی تھی) ادھر اُسی شنکا سمادہان میں اپنے موجود ہونے کے لئے اُنکو اطلاع دی گئی۔ چنانچہ آریہ لوگ تبدیلی پر رضامند نہ ہوئے۔ اور قصہ مختصر ۲۶ جون کو جبکہ ۱۲ بجے سے بارش شروع ہوکر ایک بجے تک رہی۔ مولوی صاحب مع ہم دونو ہمراہیوں کے ایک بجے آریہ سماج مندر کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں محمد یعقوب خان صاحب اور شیخ کریم اللہ صاحب بھی ہمارے ساتھ ہوئے۔ ہم پہنچے۔ ہمکو آریوں کے سماج مندر کے قریب سڑک کے دوسری طرف ایک مکان میں لیجا کر بٹھادیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پنڈتوں میں سے جو باہر سے آئے ہوئے تھے تین پنڈت شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے آبیٹھے۔ ادھر سے مولوی صاحب نے تقریر کی کبھی کبھی مجھے بھی بولنے کا موقع ملا۔ اُدھر سے وہ تینوں پنڈت اور بعد میں اور بھی بہت سے آریہ آکر زور لگاتے رہے۔ اور قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک یہ بھی ایک بڑا دلچسپ اور سرگرم مباحثہ رہا جس میں پنڈتوں کو اچھی طرح اندازہ ہوگیا کہ ہم کس شخص سے مباحثہ کرنے والے ہیں۔ تمام شرائط طے ہوگئیں۔ صرف ایک شرط پر طرفین سے طول کھینچا۔ شرائط میں یہ چند شرطیں قابل تذکرہ ہیں مباحثہ تحریری ہوگا۔ دو جدا پلیٹ فارم ہونگے۔ طرفین اپنے اپنے پریسیڈنٹ خود منتخب کرلیں۔ آریہ اپنے عقیدۂ تناسخ کے صحیح ہونیکا ثبوت دیں اور مسلمان اس کا غلط ہونا ثابت کریں۔ طرفین کے برابر پرچے ہوں۔ ہر پرچہ کے لئے ۴۵ منٹ ہونگے۔ پریسیڈنٹ اور مباحثہ کرنیوالوں کے دستخطوں سے تین تین نقلیں ہر پرچہ کی ہونگی جس میں ایک پریسیڈنٹ کی دو فریقین کی۔ مباحثہ دو دن تک ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک ہوگا۔ اور حسب ضرورت تیسرا دن بھی بڑھالیا جاویگا آریوں نے کہا کہ مسئلہ الہام پر بھی بحث ہو۔ لہذا بعد میں فریقین کی رضامندی سے طے ہوگیا کہ تناسخ کے بعد الہام پر بھی مباحثہ ہو اور اسطرح مباحثہ پانچ دن تک جاری رہے۔ بس ایک شرط پر جھگڑا تھا وہ یہ تھی کہ مسلمان کہتے تھے۔ کہ تناسخ کے متعلق جو مباحثہ ہو وہ محض منقولی ہو۔ آریہ کہتے تھے۔ کہ نہیں معقولی ہو۔ جب آریوں نے معقولی پر بہت زور دیا تو انکی خاطر سے اور اس لئے کہ کہیں اس بہانہ سے یہ نہ بھاگ جائیں۔ مولوی صاحب نے منظور کرلیا کہ اچھا پہلے معقولی دلائل کی بنا پر مباحثہ ہو اور اُسکے بعد اسی مسئلہ تناسخ پر آپ اپنی منقولی دلائل کی بنا پر بھی مباحثہ کرلیں اسطرح مسئلہ تناسخ پر گویا دو مباحثے ہوجائینگے اور اس کے بعد تیسرا مباحثہ مسئلہ الہام پر ہوگا آریہ نہ مانے اور برابر ضد کرتے رہے آخر اسی حالت میں تھے۔ اور اس علیحدہ مکان میں ہم چند مسلمان اور چند آریہ ان شرائط مباحثہ کے جھگڑے میں اُلجھے ہوئے تھے۔ کہ دوسری طرف آریوں نے جلسہ کی کاروائی شروع کردی اور اعلان کردیا کہ یہ شنکا سمادہان کا وقت ہے۔ جسکا جی چاہے اعتراض کرے نجیب آباد میں اور کوئی ایسا شخص موجود نہ تھا۔ اور ہم دوسرے مکان میں شرائط مناظرہ طے کرنے میں مصروف تھے ہمیں خبر بھی نہ ہوئی کہ سماج مندر میں کیا ہورہا ہے مگر اتفاقاً ہم سب لوگ یہ کہکر اُس مکان سے اُٹھے کہ اس ایک شرط کو جو باقی ہے آپ اور سوچیں اور دوسرے پنڈتوں سے بھی مشورہ کرلیں اور شام تک ہمکو جواب دیں۔ ہم جب وہاں سے اُٹھکر سماج مندر میں پہنچے۔ تو یہاں مسلمان اور ہندو تماشائیوں کو منتظر پایا۔ آتے ہی مولوی صاحب نے اعتراض پیش کرنا چاہا۔ اور وہ کھڑے ہوگئے کہ تقریر کریں۔ مگر پنڈت جی صاحب پریسیڈنٹ نے اُن سے کہا کہ آپکو صرف پانچ منٹ دیئے جائینگے۔ اور اسی طرح پانچ پانچ منٹ کے صرف تین موقع دیئے جاوینگے۔ (اس کے بعد) مباحثہ ختم شدہ سمجھا جائیگا۔ اور پھر کسی دوسرے شخص کو اعتراض کا موقع دیا جائیگا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ پہلی دفعہ پندرہ منٹ اور بعد میں دس دس منٹ تقریر کا موقع دیا جاوے۔ اور اس طرح شنکا سمادہان کا سارا وقت مجھکو دیا جاوے کیونکہ میرے سوا کسی دوسرے شخص کو اعتراض پیش کرنا نہیں ہے۔ اس معقول بات کے تسلیم کرنے سے آریہ پریسیڈنٹ نے قطعی انکار کردیا۔ اس پر تمام جلسہ میں بے چینی پھیل گئی اور سب یک لخت اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم بھی اُٹھکر چلے آئے اور صرف تھوڑے سے آدمی جو آریہ تھے بیٹھے رہ گئے دن ایک شخص سے معلوم ہوا کہ آریہ پنڈت کہتے تھے کہ یہ پانچ منٹ کی شرط اور صرف تین دفعہ بولنے کی قید مولوی اکبر شاہ خان کیلئے ہی تھی۔ کوئی دوسرا شخص اگر کوئی بولنے والا ہو۔ تو ہمکو پورا وقت دینے میں کوئی عذر نہیں۔ پھر جب ۲۶ جون کی شام کو آریوں کا خط آیا کہ ہم معقولی دلایل پر مباحثہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اُن کو جواب میں لکھا گیا کہ معقولی مباحثہ نہایت پُر امن اور بہترین طریقہ مباحثہ کا ہے لہذا پہلے معقولی طور پر تناسخ کے مسئلہ کی تحقیق ہو لینے دیجئے۔ منقولی مباحثہ میں یہ قوی اندیشہ ہے کہ بات اصل مرکز سے ہٹ کر کہیں کی کہیں چلی جاتی ہے اور اصل مسئلہ تحقیق ہونے سے رہجاتا ہے۔ نیز آریوں کی اس عادت کا بارہا تجربہ ہوچکا ہے۔ کہ وہ دوسروں پر بیجا اور نادرست اور اشتعال انگیز حملے کرنیکے عادی ہیں اور بجز گالی گلوچ کے کسی علمی اور تحقیقی میدان میں تہذیب اور متانت کے ساتھ نہیں جمتے۔ معقولی مباحثہ میں یہ اندیشہ کم ہوجاتا ہے اور خلط مبحث کا موقع کسی کو بہت ہی کم ملسکتا ہے دوسرے یہ کہ تناسخ کے مسئلہ کی تحقیق کیلئے سوائے معقولی مباحثہ کے اور کوئی طریقہ موزون ہی نہیں۔ میں یہ بات لکھنی بھول گیا ہوں کہ جب ۲۶ جون کو ۲ بجے آریوں کے مکان پر ہم گفتگو کررہے تھے تو پنڈتوں کو خاموش کرنے کے لئے میں نے ستیارتھ پرکاش سے پنڈت دیانند صاحب کا ایک قول پیش کرنا چاہا کہ وہ منقولات پر معقولات کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن مولوی اکبر شاہ خان صاحب نے مجھکو یہ کہکر روکدیا کہ جبکہ ہم معقولی مناظرہ پر زور دے رہے ہیں تو ہم اس وقت معقولی دلیل ہی پیش کرینگے۔ اور یہ منقولی دلیل جو بڑی زبردست ہے۔ پنڈت صاحب کی خدمت میں پیش نہیں کرتے۔

الغرض ان چار پانچ دنوں میں آریوں اور جناب مولوی اکبر شاہ خانصاحب کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ آریوں کا زور آخر تک منقولات اور مولوی صاحب موصوف کا معقولات پر رہا۔ آریوں نے اپنے بعض خطوط میں بہت ہی عامیانہ لب و لہجہ رویہ بھی اختیار کیا اور ناجائز طعن و تشنیع سے کام لیکر مباحثہ سے گریز کر جانے کی راہ بھی تلاش کرتے رہے۔ لیکن مولانا اکبر شاہ خان صاحب نے ایسی مضبوطی کیساتھ آخر تک [illegible] کہا کہ اُنہیں فرار کی کوئی گنجائش نہ ملی [illegible] مولوی صاحب موصوف مع اپنے ہمراہیوں کے [illegible] لے گئے تو خود بھی ان کے مکان پر تشریف لیگئے۔ لیکن [illegible] علیحدہ مکان میں بٹھا کر اپنی معقولات و منقولات [illegible]

وقت کو ضائع کیا۔ اور پھر واپسی پر ہمیں جلسہ گاہ کی طرف کے راستہ کے علاوہ ایک دوسرے راستہ سے گذار کر جلسہ میں یہ اعلان کر دیا۔ کہ دیکھو یہ لوگ چھپکر دوسرے راستہ سے بھاگ گئے ہیں۔ اتفاق سے ہمارا ایک خط سماج مندر میں چند شخصوں کے بھی سُننے میں آیا تو انہوں نے ہمارے دلائل کو سُن کو انہیں معقول تسلیم کیا اور آریوں کو غیرت دلائی۔ تو بارے خدا خدا کر کے انہوں نے معقولی بحث پر بھی آمادگی ظاہر کی۔ لیکن بدیں شرط کہ بعض مواقع پر قرآن کریم کا ذکر سرسری طور پر ضرور کرینگے مگر اسکے ساتھ ہی انہوں نے اپنی پہلی تسلیم کردہ شرائط متعلقہ وقت مناظرہ اور فریقین کے جُدا جُدا پریسیڈنٹان سے انکار کر دیا۔ اور اپنا ہی ایک پریسیڈنٹ رکھنے پر ضد کی اور اس طرح سے مباحثہ سے عملاً گریز کر کے اپنی شکست فاش ہو جانے پر مہر لگا دی۔

مذکورہ بالا روداد پر نظر ڈالنے سے بآسانی یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ آریوں نے باوجود ہندوستان میں مشہور و عظیم الشان پنڈت باہر سے بلا لینے کے صرف ایک مسلمان کے مقابلہ میں کیسی کمزوری اور بزدلی دکھائی۔ اور ان کے تمام پنڈت لوگ تناسخ کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ ہماری طرف سے صبر و سکون و درگذر سے پورا پورا کام لیا گیا۔ آریوں نے چالاکیوں اور روباہ بازیوں سے کام لینے میں ذرا دریغ نہیں کی اور اُنکے یہاں شاید کچھو سے کیطرح سر و پا کو چھپا لینا اور موقع پا کر یا دھوکا دیکر وار کرنا قابل تعریف بات ہو۔

لیکن باوجود ان سب باتوں کے انہوں نے اصلیت کے خلاف تمام شہر میں یہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی کہ مسلمان مباحثہ سے گریز کر گئے۔ ہم نے ان غلط اتہامات کی تردید کرنے کے لئے بعض ان لوگوں کو جو ان غلط فہمیوں کا شکار ہوتے نظر آتے تھے۔ اور جنہیں اصل حالات کا ذرہ بھی علم نہ تھا۔ ہاں وہ مرغ بازی دیکھنے کے شیدائی تھے۔ ایک بہت بڑے جم غفیر کے ساتھ موتی مسجد میں لیجا کر فریقین کی تمام خط و کتابت سُنائی اور اُن کو آریوں کی کمزوری اور اُن کی روباہ بازیوں کا بخوبی پتہ دیا جس پر سب کی تسکین ہو گئی۔

یہ بات بھی قابل تذکرہ ہے کہ اُن کے یہاں آریہ سماج بھیر آریہ کمار سبھا کے سالانہ جلسہ کی وجہ سے کام کرنے والے آدمیوں کی کمی نہ تھی۔ لیکن ہمارے مسلمان بھائیوں کی سرد مہری اور بے پروائی کسقدر قابل حسرت ہے کہ آریوں کے ہر ایک خط کا جواب انہیں کے خط لانیوالے آدمی کو لکھکر خود اس لئے دیدیا جاتا تھا کہ اُن کے پاس خط بھیجنے کے لئے کوئی معقول آدمی ہمارے پاس موجود نہ ہوتا تھا۔ مولوی اکبر شاہ خان صاحب کا گو یہاں مکان ہے۔ لیکن وہ خود مہمانانہ یہاں آئے اور لطف یہ کہ اپنے ساتھ ہم دو مہمانوں کو لائے۔ کبھی کبھی اگر آریوں کا آدمی خط دیکھتے ہی بھاگ گیا۔ تو مجبوراً مجھکو یا صوفی مبارک علی صاحب کو آریوں کے پاس خط لیکر جانا پڑتا تھا۔ اور نجیب آباد کے مسلمانوں میں سے کوئی بہت ہی کم اس کام کیواسطے ہمکو ملسکتا تھا یہاں کے مسلمانوں میں تعلیم کی کمی ہے بے پروائی اور مذہبی باتوں کی طرف سے بے توجہی بہت ہی قابل افسوس ہے کاش وہ اپنے فرائض کو پہچانیں۔

آریوں سے جو خط و کتابت ہوئی ہے اور جس کیطرف اس مضمون میں اشارہ ہے وہ تمام خط و کتابت بجنسہ ایک رسالہ کی شکل میں چھپکر انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہو جائیگی۔ جس کا مطالعہ لطف سے خالی نہ ہوگا۔

والسلام
راقم عبدالحق امرتسری نزیل نجیب آباد۔
یکم جولائی ۱۹۱۶ء۔

حضرت مسیح موعود

اور آپ کے متعلق نبی کریم صلعم کی پیشگوئیاں

احادیث نبوی میں نزول مسیح موعود کی ذیل میں جن علامات کا تذکرہ ہے۔ ان سب پر حضرت مسیح موعود نے اپنی کتب اور دیگر تحریرات و ملفوظات نیز آپ کی جماعت کے اکثر افراد نے کافی اور مدلل بحث کر کے انکا اصل مطلب قائم کر دیا ہوا ہے۔ لیکن تاہم ان میں سے بعض پیشگوئیاں ایسی بھی ہیں جن کے ظاہری الفاظ اگر اُن کو حقیقت پر حمل کیا جائے تو بظاہر بہت دھوکا میں ڈالنے والے ہوتے ہیں اور اسی لئے مخالفین سلسلہ عالیہ اکثر اوقات ان لوگوں کے سامنے جو سلسلہ کے لٹریچر سے قطعاً ناواقفیت رکھتے ہیں۔ ان الفاظ کو پیش کر کے دھوکا دیتے اور حضرت اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب کے دعوئے مسیحیت کے متعلق شک میں ڈالدیتے ہیں۔ یہی حال ہمارے امرتسری معاصر اہلحدیث کا بھی ہے۔ وہ آئے دن ایسے ہی حیلوں بہانوں سے لوگوں کو حق اور حقیقت سے دور رکھنے میں کوشاں رہتا ہے۔ اور ذرا نہیں سوچتا۔ کہ جن باتوں کو آج پیش کر کے خواہ مخواہ چاند پر خاک ڈالنے کی وہ کوشش کرتا ہے انکے جواب اس سے پیشتر سینکڑوں دفعہ دئیے جا چکے ہیں۔ اور اس لئے وہ خاک اُلٹی اُسکے اپنے مُنہ پر پڑے گی۔

۹ جولائی ۱۹۱۶ء کے اہلحدیث میں بھی ایک احمدی اور محمدی کے فرضی مکالمہ کے رنگ میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث احمدیوں کے سامنے پیش کر کے اور خود ہی احمدی کو لاجواب بنا کر اسکا احمدیت سے تائب ہو جانا بیان کیا ہے۔ حالانکہ جس حدیث کو انہوں نے پیش کیا ہے وہ احمدیہ لٹریچر کا ایک جزو لاینفک رہی ہے۔ اور ہمیشہ اس پر خوب وضاحت سے بحث ہوتی رہی ہے۔ لیکن اب مولوی ثناء اللہ صاحب نے اسے خواہ مخواہ ایک نئی دلیل بنا کر اسے لاجواب ظاہر کیا ہے تاکہ ناواقف لوگوں پر رعب ڈالکر انہیں سلسلہ عالیہ سے زیادہ بدظن کر دیا جائے مولوی ثناء اللہ صاحب کی پیش کردہ حدیث تو حسب ذیل ہے

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لینزلن ابن مریم حکماً عادلاً فلیکسرن الصلیب لیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیۃ ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیہا ولتذھبن الشحناء والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال فلا یقبلہ احد۔ رواہ مسلم"۔ اس حدیث کا ترجمہ اہلحدیث نے یوں کیا ہے "حضرت عیسیٰ ابن مریم ضرور تم میں اتریں گے۔ حاکم منصف ہوکر صلیب کو توڑ دیں گے۔ اور خنزیروں کو قتل کر دیں گے۔ یا بحکم قتل کرا دیں گے۔ اور کفار سے جزیہ موقوف کر دیں گے۔ اور اونٹوں پر کوئی سوار نہ ہوگا۔ لوگوں کے کینے اور عداوتیں سب جاتی رہینگی۔ اور حسد سب دور ہو جاویگا اور وہ لوگ اتنے غنی ہو جاویں گے۔ کہ ان کو مال کیطرف بلایا جاویگا۔ تو اسکو قبول نہ کریں گے"۔

اس حدیث کا صحیح مطلب کیا ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے حقیقت کو چھپا کر کسقدر خلاف بیانی سے کام لیا ہے۔ اس کو میں کسی آئندہ اشاعت پر ملتوی کرتا ہوں۔ اور یہاں سب سے پہلے پیشگوئی کے فلسفہ پر ایک مبسوط مقدمہ لکھنا چاہتا ہوں تاکہ ایسے امور کو پیش ہوتے وقت ناظرین اس کے ظاہر و باطن میں فرق کر لیا کریں۔

پس واضح ہو کہ صحف آسمانی یا مامورین ربانی کے کلام میں کسی امر کے متعلق پیشگوئی اسوقت کی جاتی ہے جب اسکے کوئی آثار دنیا میں رونما نہیں ہوتے۔ دنیا میں اس بات کا وہم و گمان تک بھی نہیں ہوتا۔ اور اس کے ظہور پذیر ہونے میں بظاہر بہت ہی مشکلات بلکہ ویسا ہونا محالات سے نظر آتا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے عقلمند اور ذی فہم آدمی بھی موجودہ آثار و قرائن کو اس کے خلاف پا کر اکثر اوقات اس کے ناممکن الوقوع ہونیکا فتویٰ دیدیتے اور اس مامور الٰہی پر کذب پر مہر لگا دیتے ہیں۔ یہ کیوں ہوتا ہے۔ اور کیوں اللہ تعالیٰ ایسی باتوں کو بیان کرتا ہے جو تمام دنیوی نگاہ سے کلیتاً اوجھل ہوتی اور اس لئے وہ ناممکن الوقوع دکھائی دیتی ہیں۔ لوگوں کو شک میں ڈالدیتا ہے۔ اور اسی لئے اکثر لوگ اس سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت مضمر ہوتی ہے۔ کہ دنیا میں اس مامور الٰہی کی صداقت کو اسطرح سے قائم کیا جاتا ہے کہ ایک ایسی بات جسکے آئندہ وقوع پذیر ہونیکے متعلق وہ ایسے وقت میں پیشگوئی کرتا ہے کہ دنیا میں اسکا نام و نشان تک بھی نہیں ہوتا۔ نہ اسکے کوئی آثار و قرائن ہی پائے جاتے ہیں پھر ایکطرف اس مامور کی اپنی حالت یہ ہوتی ہے کہ دنیا کا ایک کثیر حصہ اسکے جھٹلانے پر تُلا رہتا ہے۔ اور دوسری طرف دنیا کے بڑے بڑے عقلمند اور سیانے لوگ اس کی اس پیش کردہ بات کو اپنی عقل و فہم کے رو سے ناممکن الوقوع پا کر فوراً انکار کر دیتے اور جھٹلاتے ہیں۔ وہی ایک وقت پوری ہو کر اور اپنی ہیئت و کمیت کے رو سے بھی ثابت ہو کر اسپر ایسی مہر صداقت لگا دیتی ہے۔ کہ اس کو پیشتر سے بیان کرنیوالا شخص واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور تھا۔ اور اس نے اسکا علم اسی ربانی چشمہ سے حاصل کیا تھا۔ جو کہ علام الغیوب اور تمام گذشتہ و آئندہ واقعات کا صحیح علم رکھتا ہے۔ اسکی پیشگوئی اٹکل و اندازہ پر مبنی نہ تھی بلکہ آسمانی کلام نے اسے اسبات کے بیان کرنے پر مامور کیا تھا۔

(باقی آئندہ)

قُلْ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

اخبار پیغام صلح لاہور

حمد و تصلیہ رسولہ الکریم

[illegible]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کا مذہب

[illegible]

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ [illegible]

جلد ۳ | [illegible] لاہور سہ شنبہ مورخہ ۲۹ شعبان ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۱۵ء | نمبر ۲

اقتباسات

مسلمانوں کی فوقیت کا راز

کسی زمانہ میں مسلمانوں کو تمام دوسری قوموں پر فوقیت تھی۔ لیکن اب تمام جماعتوں کو اُن پر فوقیت ہے اِس پر بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ مسلمان موجودہ حالت میں بھی بعض دوسری قوموں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ معنف ہمعصر ہندوستان ہندوؤں کے اسباب زوال پر بحث کرتا ہوا اُن میں روحانی و اخلاقی طاقت کے فقدان کو بھی ایک وجہ تنزل قرار دیتا ہے اور لکھتا ہے۔ کہ اس بارہ میں مسلمانوں کو ہندوؤں پر فضیلت حاصل ہے اسکو یقین ہے کہ ”موجودہ زمانہ کے ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمان بھائیوں میں دل کی طاقت زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ۹۰ فیصدی سے زیادہ ہر روز خدا کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں۔ جبکہ عام طور پر ہندوؤں نے سندھیا تو ایک طرف مندروں میں جانا بھی چھوڑ دیا ہے۔

مسلمان قادر مطلق۔ رحمان و رحیم کی صفات کا دن میں پانچ بار دھیان کرتے ہیں وہ کسی دنیاوی طاقت کا بھروسہ نہیں کرتے۔ بلکہ براہ راست اس سے التجا لاتے ہیں۔ جو تمام طاقتوں کا منبع ہے۔ تم تجربہ سے دیکھتے ہو کہ بھوں کا دھیان کرنیسے بعض لوگوں کے مُنہ میں پانی بھر آتا ہے۔ ناول پڑھتے ہوئے یا ڈراما دیکھتے ہوئے لوگ رونے لگتے ہیں۔ بہادروں کا قصہ سُننے سے انسان کے دل میں شجاعت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بھگتوں کے جیون پڑھنے سے بھگتی اور پریم کی لہریں اُٹھنے لگتی ہیں۔ تو کیا خدائے پاک کی حضوری میں بار بار حاضر ہونے کا دل پر کوئی اثر نہیں ہوگا یہ ہے بھید مسلمانوں کی ہندوؤں پر فوقیت کا یہی سبب ہے۔ اس کی ہمسائیگی اور ہندوؤں کے حوصلے پست ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ہم ان کو مسلمان نہیں کہتے جو ہمسایوں کو لوٹ لیتے ہیں۔ اسلام میں تو ہمسایہ کے بڑے حقوق ہیں۔ سچے مسلمان کبھی کسی کو تکلیف نہیں دے سکتے۔ یہ تو لٹیرے ہیں جنہوں نے ہندوؤں پر ظلم کیا ہے۔ مذہب سے اتنے ہی دور ہیں جس قدر کہ وہ جو ستائے گئے ہیں۔ (وکیل)

قسطنطنیہ کے حالات

نیئر ایسٹ کا نامہ نگار خصوصی مقیم ایتھنز اپنے ۳۱ مئی کے مُراسلہ میں رقمطراز ہے۔ کہ برطانوی آبدوز کشتی ای ۱۱ کی بحیرہ مارمورا میں موجودگی سے ٹرکی کے سرکاری حلقوں میں بہت اضطراب پھیل رہا ہے اور جب کشتی مذکورہ نے بندرگاہ میں نمودار ہو کر جرمن اسٹیمر ”استامبول“ پر تارپیڈو پھینکا۔ تو قسطنطنیہ کی آبادی پر ایک عجیب خوف و ہراس طاری ہو گیا اور دوکانیں فوراً بند کر دی گئیں۔ جہاز ”استامبول“ اس وقت غلطہ کے گھاٹ کے پاس لنگر انداز تھا۔ دو اور بڑی کشتیاں غرق ہو گئیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جن دوکانداروں نے دوکانیں بند کر دی تھیں انہیں پولیس نے عوام میں بدگمانی اور بےچینی پھیلانے کے جرم میں ماخوذ کر لیا ہے۔

شہر میں حالت روز بروز زیادہ نازک ہوتی جاتی ہے۔ پولیس کی اجازت حاصل کئے بغیر کوئی شخص باسفورس کے جہازات میں سفر کرنے اور حیدر پاشا اور قاضی کوئی میں جانے کا مجاز نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اگر کسی کو قسطنطنیہ سے باہر جانا مطلوب ہو تو اس کیلئے بھی پولیس کی اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔ تازہ ترین خبریں مظہر ہیں کہ روئی کا سخت قحط ہے اور گو غلہ گندم کی شہر میں کافی مقدار موجود ہے۔ لیکن چکیاں کوئلہ نہ ہونے کے باعث بند پڑی ہیں۔ کچھ کوئلہ باقی ہے۔ وہ بحری سپاہ کی ضروریات اور فوجی گاڑیوں کیلئے محفوظ ہے۔ آبدوز کشتیوں کے خوف سے گیلی پولی میں بحری راستہ سے سپاہ نہیں بھیجی جاتی۔ لہٰذا جو فوج اب مقام مذکور کو جاتی ہے۔ وہ نصف راستہ تو ریلگاڑی پر اور نصف پیدل طے کرتی ہے۔ معمولی گاڑیوں کی آمد و رفت بھی بند ہے جہاز گوبین حسب معمولی خلیج سٹینیا میں لنگر انداز ہے۔ باقی تمام جہازات آبدوز کشتیوں کے حملے سے بچنے کے لئے شاخ طلا کے اندر چلے گئے ہیں۔

زخمی سپاہیوں کے علاوہ جو کثرت سے قسطنطنیہ میں آتے رہتے ہیں۔ اور جن کے رہنے کے لئے جگہ نہیں ملتی اب دردانیال کے قصبات و دیہات سے بکثرت پناہ گزین آنا شروع ہوتے ہیں لہٰذا تمام خالی مکانات اور لیسٹر وغیرہ ان لوگوں کے استعمال کے لئے قبضہ میں لائے جا رہے ہیں۔

ایشیائے کوچک اور تھریس کی جبر آرمینی اور یونانی آبادی نہایت تکلیف میں ہے ان لوگوں میں سے اکثر گرفتار کئے جا رہے ہیں اور ترک اُن کے ساتھ بدسلوکی کر رہے ہیں۔ سمرنا کی حالت میں سوائے اسکے اور کوئی قابل ذکر تبدیلی وقوع پذیر نہیں ہوئی۔ کہ گاڑیوں کی آمد و رفت رُک جانے کے باعث اندرون ملک سے غلہ آنا بند ہو گیا ہے۔ کوئلہ کا سخت قحط ہے اور جتنا بھی ملتا ہے وہ فوجی گاڑیوں کے استعمال کیلئے محفوظ رکھا جا رہا ہے۔ پٹرولیم سمرنا نیز قسطنطنیہ میں بہت کمیاب ہے۔ اور بہت مہنگے داموں ہاتھ لگتا ہے۔ دردانیال سے لیکر ساموس تک ساحل کی ناکہ بندی کر دی گئی ہے۔

ایک سادھو تو پوں کو بیکار کرتا ہوا پکڑا گیا

پچھلے ہفتہ پھلی کے لاہ قلعہ کے ملحقہ قلعہ سلیم گڈھ میں جو دوسری طرف ریلوے پل کے ساتھ ملا ہوا ہے اور جس کے اندر رات دن ٹرینوں کی آمد و رفت رہتی ہے اس قلعہ میں پُل کی حفاظت کی غرض سے متعدد توپیں رکھی رہتی ہیں۔ جو حوادث موسم سے بچاؤ کے لئے ترپالوں سے ڈھکی رہتی ہیں۔ ایک نوجوان سادھو کو ایک سپاہی نے اسوقت پکڑا۔ جبکہ وہ ترپالیں اُٹھانے کے بعد چار پانچ توپوں کے پیتل کے چھوٹے پرزے نکال کر کہیں پھینک چکا تھا۔ اطلاع ہونے پر تمام ذمہ وار حکام موقعہ وارادات پر پہنچے۔ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سادھو کے بیان لئے ہیں۔ جس سے پایا گیا ہے۔ کہ وہ سادھو [illegible] یا مخبوط الحواس بن گیا ہے۔ بہرحال اسکو ڈاکٹری معائنہ کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (زمیندار)

تازہ برقی پیغامات

برطانی آبدوز کشتیوں کی سرگرمی

لندن ۹ر جولائی۔ قسطنطنیہ سے جو لوگ صوفیہ میں وارد ہوئے ہیں ان کا بیان ہے کہ بحیرہ مارمورا میں برطانی آبدوز کشتیاں فوجی جہازوں کی نقل و حرکت میں خلل اندازی ہو رہی ہے۔ مگر مسافروں کے جہازوں سے کسی قسم کا تعارض نہیں کرتیں مسافروں کا ایک جہاز جو قسطنطنیہ سے سقوطری کو جا رہا تھا۔ سطح آب پر ایک آبدوز کشتی سے ملاقی ہوا جس پر یونین جیک لہرا رہا تھا۔ مسافر بہت گھبرائے۔ مگر آبدوز کشتی نے جہاز سے کچھ تعارض نہ کیا۔

کیلے میں برطانی اور فرانسیسی وزرا کی کانفرنس

لندن ۹ر جولائی۔ محکمہ اخبارات نے اعلان کیا ہے کہ مسٹر ایسکوئتھ لارڈ کریو لارڈ کچنر مسٹر بالفور اور سر مالفرنچ نے بمقام کیلے موسیو ویویانی موسیو ڈلکاسی موسیو ملرینڈ موسیو اگینیر موسیو طامس اور جنرل جافری کے ساتھ ملکر کانفرنس کی۔

سپاہ کا معاینہ:۔ فیلڈ مارشل سرجان فرنچ کی معیت میں مسٹر ایسکوئتھ اور لارڈ کچنر نے منگل سے جمعرات کی صبح تک میدان جنگ کا معائنہ کیا وہ ہر جگہ تشریف لے گئے۔ اور ہر قسم کی سپاہ کا معائنہ کرتے رہے اس کے بعد انہوں نے شاہ بلجیم سے ملاقات کی اور اول و دوم افواج کے ہیڈکوارٹر کی سیر کی اور ہندوستانی رسالہ کے جیش کا بھی معائنہ کیا۔ لارڈ کچنر ایپرس کے علاقہ میں فرانسیسی سپاہ کا معائنہ کرنے کے لئے بھی گئے۔

واسجز میں فرانسیسیوں کی ترقی:۔ لندن

۹ر جولائی۔ پیرس کا تار مظہر ہے کہ ایرس پر گولہ باری جاری ہے۔ سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے کہ ہم نے دشنت سیٹر میں دوبارہ ۵ اور زمین پر قبضہ کر لیا۔ کل شام جرمنوں نے ۳۵۰ گز کے محاذ پر بھر جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ اور ہوائی تارپیڈو اور سیال آگ پھینکتے رہے اسی طرح انہوں نے ہماری پہلی لائن میں قدم جمالئے مگر ہم نے فوراً جوابی حملہ کر کے انہیں پسپا کر دیا۔ فرانسیسیوں نے واسجز میں نمایاں ترقی کی۔ اپنی پرانی قائم شدہ لائن کے ایک حصہ سے غنیم کو خارج کر کے ہم نے ۶۰۰ گز کے محاذ میں ۶۰۰ گز تک جرمنوں کے تمام دفاعی مقاموں پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۹ افسر جن میں ایک بٹالین کا کمانڈر بھی تھا۔ اور مختلف رجمنٹوں کے ۷۷۰ سپاہی گرفتار کئے۔ فرانسیسی ڈویژن پر دار الے مشین گنیں اور جرمن زخمی اٹھائے۔ قیدیوں کے علاوہ میدانی توپیں بھی۔ توپوں کا بارود جس ہم چھیننے کے [illegible]

اور گولی بارود کی عظیم مقدار ہمارے ہاتھ آئی۔ غنیم نے علی الصباح کھوئے ہوئے موقعوں پر شدت سے گولہ باری کی۔

پیرس ۱۰ر جولائی۔ شب گذشتہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ سارے دن نسبتاً خاموشی رہی۔ پیدل سپاہ کی کوئی لڑائی نہ ہوئی مگر غنیم ایرس پر بھاری توپوں سے گولہ باری کرتا رہا۔ دیگر مقامات پر توپخانہ کی لڑائیاں ہوتی رہیں۔

ایپرس کے قریب جرمنوں کی ناکامی:۔ لندن ۹ر جولائی۔ ۸ر جولائی کے بعد کی فرانسیسی اطلاعیں مظہر ہیں۔ کہ غنیم نے ایپرس کے شمال کی کھوئی ہوئی خندقوں پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کی مگر ان کے تمام حملے ہمارے اور فرانسیسی توپخانہ کی مدد سے پسپا کر دیئے گئے۔ ۲ شبانہ روز کی لڑائی کے بعد غنیم صبح کو پسپا ہو کر نہر پر جا پڑا جس سے ہمیں اپنے علاقہ کی توسیع کا موقعہ مل گیا۔ اور ایک کلمار اور تین خندقوں کی توپیں ہمارے ہاتھ آئیں۔ غنیم کو بالخصوص جوابی حملوں میں شدید نقصان برداشت کرنا پڑا۔

تجارتی جہاز کی غرقابی:۔ لندن ۹ر جولائی ویلسن کمپنی کا جہاز گالیکڈ جو ہل سے آرکینجل (شمالی روس) کو جا رہا تھا۔ سکاٹ لینڈ کے شمالی سمندر میں تارپیڈو سے غرق کر دیا گیا۔

ہاؤنسلو کا دھماکہ:۔ لندن ۹ر جولائی ہاؤنسلو کے کارخانہ اسلحہ سازی کے دھماکے میں خوش قسمتی سے صرف ایک آدمی ہلاک ہوا۔ مگر سامان کو شدید نقصان پہنچا۔

قرضہ جنگ:۔ لندن ۹ر جولائی۔ برطانی جنگی قرضہ کے لئے حال میں ذیل کی درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ لندن کاونٹی بینک ۲ کروڑ پونڈ لندن سٹی اینڈ مڈلینڈ بینک ۳ کروڑ ۱۰ لاکھ پونڈ۔ لائڈز ۳ کروڑ ۱۰ لاکھ پونڈ۔ نیشنل بینک آف انڈیا ۱۰ لاکھ پونڈ۔ اس کے علاوہ آخر الذکر بینک نے اپنے گاہکوں کی طرف سے ۵ لاکھ پونڈ قرضہ خرید ا ہے۔

غنیم کی پسپائی:۔ لندن ۱۰ر جولائی۔ پیٹرو گراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ لبلین کے جنوب میں تمام محاذ پر جارحانہ کارروائی وسعت پذیر ہو رہی ہے۔ اور غنیم پسپائی کی حالت میں ہمارے حملوں کو روکنے کی بے سود کوشش کر رہا ہے۔ اب تک ہم نے ۱۱ ہزار قیدی گرفتار کئے ہیں۔

آسٹروی حملے پسپا کیے گئے:۔ لندن ۱۰ر جولائی۔ روم کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ آسٹرویوں نے محاذ کے مختلف حصوں میں حملے کئے مگر سب پسپا کر دیئے گئے۔

سلطان مصر پر [illegible] اسکندریہ کا تار مظہر ہے۔ کہ سلطان مصر آج ادائے نماز کے لئے جا [illegible] کی کھڑکی پر ایک بم پھینکا گیا جو گھوڑوں کے قدموں پر گر پڑا اور نہ پھٹا۔ حملہ آور بھاگ نکل گیا۔ سلطان نماز پڑھنے کے بعد واپس چلے آئے اور سہ پہر کو حسب معمول [illegible]

جرمن تجارت اور جنگ:۔ لندن [illegible] ناروے کے اخبارات مظہر ہیں کہ [illegible] لائن نے دیوالہ کا اعلان کر دیا۔

تجارتی جہاز پر آتشزدگی:۔ لندن ۸ر جولائی۔ نیویارک کا ایک ہوائی جہاز جو لندن کو آ رہا تھا۔ وسط اٹلانٹک سے بذریعہ ہوائی جہاز اطلاع دیتا ہے۔ کہ اسے آگ لگ گئی ہے۔

۸ر جولائی کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ فرو کر دی گئی ہے اور جہاز مذکور ہیلی فیکس کو واپس چلا گیا۔ جہاز کے کپتان کے بابت رپورٹ پہنچی ہے۔ کہ سٹیمر سے اس کا دم گھٹ گیا تھا۔

برآمد جوٹ کی بندش:۔ لندن ۸ر جولائی لندن گزٹ میں اعلان کیا گیا ہے۔ کہ جوٹ کے ریشے تھیلے اور بوریاں وغیرہ آئندہ کسی غیر ملک کو نہ بھیجی جا سکینگی۔

جنوب مغربی افریقہ میں جنگ کا خاتمہ لندن ۹ر جولائی پریٹوریا کا تار مظہر ہے کہ جنوب مغربی افریقہ کے گورنر ڈاکٹر سیٹز نے اپنے اطاعت قبول کرنے کے ارادہ سے آج ۲ بجے علی الصباح اطلاع دی۔

۱۰ر جولائی اطاعت قبول کرنے والی جرمن سپاہ میں ۲۰۴ افسر ۳۱۶۶ سپاہی ۳۷ میدانی اور ۲۲ کلدار توپیں شامل تھیں۔

جنرل بوتھا کو دنیا کے تمام حصوں سے مبارکباد کے پیغامات موصول ہو چکے ہیں۔ جنرل بوتھا کا بیان ہے۔ کہ میری بہادر سپاہ کو شب و روز تگ و دو کرنے کے بعد فاصلہ دراز طے کرنا پڑا اور کئی مقامات پر پانی تک دستیاب نہ ہوا جب کہیں جا کر ہم غنیم کی سپاہ کو محصور کرنے میں کامیاب ہوئے۔

فرانسیسی صلیب احمر کی تقریب لندن ۱۳ر جولائی۔ آج انگلستان میں فرانسیسی دن کی تقریب پر امید ہے۔ کہ فرانسیسی صلیب احمر کو معتدبہ فائدہ پہنچیگا۔ تقریب مذکور کے لئے وسیع پیمانے پر تیاریاں ہو رہی ہیں ویسٹ منسٹر ایبے اور ویسٹ منسٹر کیتھیڈرل میں خاص نمازیں پڑھی جائیں گی۔ اور شاہی خاندان [illegible] ہاؤس میں ایک ضیافت میں شریک ہوگا۔

اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳۔ مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۱۵ء نمبر ۲

صیام رمضان اور اُن کی اصل غرض

روحانی ترقی کا ایک اعلیٰ ذریعہ

خطبہ جمعہ

جو گذشتہ ۹ جولائی ۱۹۱۵ء کو حضرت امیر جناب مولنا مخدومنا حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے مسجد احمدیہ لاہور میں پڑھا۔

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ یاایہا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم ....

الی ...... فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلکم یرشدون۔ البقرہ رکوع ۲۳

چونکہ ماہ رمضان شروع ہونے والا ہے۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ چند باتیں اس کے متعلق سنا دوں گو یہ باتیں اس سے پیشتر بار ہا سنائی جا چکی ہونگی۔ لیکن جس طرح سے انسان بار بار کھاتا اور پیتا ہے۔ اسی طرح یہ روحانی سلسلہ بھی ہے۔ یہ روحانی غذائیں ہیں۔ جو بار بار ملنی چاہئیں انسان کی جسمانی ضروریات جس طرح سے اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ اسی طرح سے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے وقتاً فوقتاً وہ باتیں یاد دلائی جائیں جو اس کی بھلائی کی ہوں۔ انسان کی عادت ہے کہ وہ بعض وقت پرانی باتوں کو بھول بھی جایا کرتا ہے یا بعض دفعہ دیر ہو جانے پر اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ خود صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ جب ہم آپ کی صحبت میں ہوتے ہیں۔ تو اس وقت جو ربودگی اور کیفیت ہم پر ہوتی ہے وہ یہاں سے جا کر نہیں ہوتی صحابہ رضی اللہ عنہم نے جس طرح سے اس بات کو محسوس کیا۔ اسی طرح درحقیقت ہر ایک انسان اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ وہ محتاج ہے کہ اس کو کوئی نصیحت کرنے والا ہو۔ انسان کا دل اور دماغ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ بار بار اس پر زور ڈالا جائے۔

رمضان کے مہینے میں ۲۹ یا ۳۰ دن ہوتے ہیں اگرچہ اس زمانہ میں لوگ پورے ۳۰ دن ہونے نہیں دیتے یا واللہ اعلم رمضان ہوتا ہی ۲۹ دن کا ہے یا لوگ جھوٹی قسمیں کھا لیتے ہیں۔ بہرحال میرے تجربہ میں یہی بات آئی ہے۔ خیر جو شخص ۲۹ دن کے روزے رکھ سکیگا۔ اسے ایک اور رکھنے میں کیا دقت ہو سکتی ہے۔

سحری اور افطار کا وقت صبح ایک وقت ہوتا ہے جس کو پو پھٹنا کہتے ہیں۔ یہ صبح سے ایک اور سوا ڈیڑھ گھنٹہ کے درمیان یا ایک گھنٹہ بائیس منٹ پہلے کا وقت ہوتا ہے اس وقت سے لیکر مغرب کے وقت تک روزہ رکھے۔ بعض لوگ سب جلدی کھا لیا کرتے ہیں۔ لیکن ایک تو اجازت سے فایدہ اٹھانا چاہیئے دوسرے نبی کریمؐ اس وقت کا انتظار کرتے اور پو پھٹنے کے قریب کھاتے تھے۔ آجکل چاہیئے۔ کہ انسان دو بجے اٹھے۔ آدہ گھنٹہ تک نماز پڑھے۔ پھر ڈیڑھ گھنٹہ کھا[illegible] دیگر ضروریات سے فارغ ہو کر چار بجے کھانا کھالے جب صبح بین ہو جائے۔ اس وقت کھانا ترک کر دینا چاہیئے۔ بعض لوگ اذان سنکر چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن تحقیق کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ گو آجکل زیادہ تر اذان ہی کا خیال کیا جاتا ہے۔ مگر اذان اگر بعض وقت غلطی سے پہلے ہی مل جائے تو اٹھکر دیکھ لینا چاہیئے۔ اور پو پھٹنے کی انتظار کرنا چاہیئے۔

روزہ غروب آفتاب کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افطاری پہلے پیشتر تیار کرا رکھتے تھے۔ ہمارے ملک میں لوگ اندہیرے کا انتظار کرتے ہیں۔ مگر جس وقت آفتاب غروب ہو جائے۔ روزہ کھول لینا چاہیئے۔ سرخی کو غروب آفتاب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

ممنوعات صوم:۔ روزہ میں کھانا پینا اور عورتوں کے قریب جانا ترک کر دینا چاہیئے۔ اس کے علاوہ بعض اور چھوٹی چھوٹی باتیں بھی ہیں لیکن وہ اسقدر ضروری نہیں۔

روزوں کی غرض۔ روزہ رکھنے کی کیا غرض ہے؟ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں۔ کہ جس میں کوئی غرض یا مقصد نہ ہو۔ اسلام ہرگز ایسا مذہب نہیں کہ اس نے بغیر غرض و مقصد کے کوئی حکم دے دیا ہو پھر اگر حکم دیا جائے اور غرض نہ بتائی جائے۔ تو انسان ٹھوکر کہا سکتا ہے کہ وہ اس کام کو اصل غرض تک نہ پہنچائے۔ لیکن اگر غرض بھی ساتھ ہی بتا دی جائے تو پھر اگر خلاف ورزی کرے تو اس کا اس کام کو کرنا نہ کرنا برابر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یاایہا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ تم پر روزے لکھے گئے جس طرح سے پہلے لوگوں پر لکھے گئے۔ تاکہ تم تقوےٰ اختیار کرو معلوم ہوا روزہ رکھنے کی اصل غرض تقوےٰ اختیار کرنا ہے اب اگر کوئی شخص بھوکا اور پیاسا رہے لیکن تقوےٰ اختیار نہ کرے تو اس نے کچھ نہ کیا۔ جس کو جس کام پر لگایا جائے اور اس کو اس کام کی غرض اور غایت بھی بتا دی جائے وہ اس کام کو تو کرے لیکن اسے اس غرض و غایت تک نہ پہنچائے۔ جو اسے بتائی گئی تھی۔ یا جو اس کا مقصود اصلی تھا۔ اس نے اس کام کو کیا ہی نہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص کو مالیہ وصول کرنے پر لگایا جائے تو وہ اسے وصول تو کرے۔ لیکن اسے سرکاری خزانہ میں داخل نہ کرے تو اس کا وہ وصول کرنا کس کام کا

نہیں ہوگا۔ بلکہ الٹا پکڑا جائیگا۔

اسلام کے تمام احکام ایک ظاہری پابندی کے اندر ایک حقیقت رکھتے ہیں لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولٰکن ینالہ التقویٰ منکم۔ یعنی تمام قربانیوں کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کا تقوےٰ اختیار کرنا ہے رمضان کے اندر حکم دیا جاتا ہے کہ ایک حلال چیز کو ایک وقت کیلئے ترک کر دو ایک تمہاری حلال اور طیب کمائی ہے جس سے پانی یا ٹھنڈا شربت تم نے بنایا ہے تم سخت پیاسے ہو پھر تمہیں بھوک ہے روٹی بھی موجود ہے تم ایک ایسی کوٹھڑی میں ہو جہاں خدا کے سوائے تمہیں کوئی دیکھنے والا بھی نہیں۔ پھر باوجود اسکے تم نہ کچھ کھاتے ہو نہ پیتے ہو۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ تم جانتے ہو کہ خدا کا یہ حکم ہے کہ کچھ کھانا پینا نہیں۔ غرض تقوےٰ اختیار کرنا روزوں کی غرض و غایت ہے روزے رکھکر تم متقی بن سکتے ہو۔ یہ تمہیں دن مجاہدے اور ریاضت کے دن ہیں دنیا کے بہت کاروبار تمہیں لاحق رہتے ہیں ایک مہینہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے روحانی قوےٰ ترقی کریں۔ انسان دوسری باتوں میں اللہ تعالیٰ سے غافل رہتا ہے اس لئے اسے کسقدر بھوکا رکھکر اللہ تعالیٰ اپنی طرف جھکانا چاہتا ہے

رمضان میں دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں اسی لئے فرمایا واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ یہ آیت کو رمضان کے ذکر کے اندر لانا بتاتا ہے کہ اس کو روزوں کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں تو اسے اس سے فایدہ اٹھانا چاہیئے۔ کتنے لوگ ہیں جو دوسروں کی دعاؤں کے محتاج رہتے ہیں خدا نے تمہیں راستہ بتا دیا ہے من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر جو لوگ روزے رکھتے ہیں اور اصل غرض کو نہیں سمجھتے وہ بیشک کمزور رہجاتے ہیں

رمضان میں اعتکاف رمضان کے آخری دس یوم میں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق دے تو حکم ہے کہ دس دن مسجد میں بیٹھے [illegible] دنیوی اشغال کو ترک کرے ہماری اس مسجد میں بھی خدا کرے اس سال کوئی اعتکاف میں بیٹھے۔ انسان کو جسقدر اپنے قوےٰ پر بھروسہ ہوتا ہے وہ کرے بیمار کے قوےٰ چونکہ مضمحل ہوتے ہیں اسلئے اسکی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ اسلئے

امیروں کو زیادہ مجاہدہ کی ضرورت ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ سوئی کے ناکہ سے اونٹ کا نکل جانا آسان ہے لیکن دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل حدیث میں بھی ہے کہ غریب پانچسو سال پہلے بہشت میں داخل ہونگے انہیں مال کی محبت نیکی کے قریب آنے سے روک دیتی ہے۔

رمضان میں سخاوت بہت کرنی چاہئے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ اسکا ایک خاص تعلق ہے۔ فرمایا علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ جو طاقت رکھتا ہو۔ وہ کچھ خرچ بھی کرے مسکین کو کھانا کھلائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آیا ہے کہ کان اجود الناس یعنی آپ تمام لوگوں سے بڑھکر سخی تھے لیکن رمضان میں آپکی حالت یہ بتائی گئی ہے کہ [illegible] رمضان میں آپ [illegible] سے بڑھکر [illegible]

قرآن کریم کا بول بالا

تحریف بائیبل کا مسلّم ہونا

ڈاکٹر منگانا اور قرآن کریم کو محرّف ثابت کرنے کی ایک بیہودہ کوشش

از قلم جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی کی مسلم مشنری

(گذشتہ سے پیوستہ)

آج سے بیس پچیس سال پہلے عام طور پر تشریحاً پادری صاحبان کہا کرتے تھے۔ کہ ان وعدہ کردہ طاقتوں سے مراد یہ ہے۔ کہ پادری صاحبان مختلف زبانیں سیکھ لیں گے چنانچہ پادری صاحبان کا ہی گروہ ایسا گروہ ہے۔ جو اور قوموں کے مقابل غیر زبانیں زیادہ تر جانتا ہے سانپ اور زہروں کے اثر کے متعلق یہ تشریح کی گئی کہ دنیا میں عیسائی قومیں طبی تحقیقات میں اس قدر بڑھ جاوینگی کہ وہ زہروں اور سانپوں کے مقابل تریاق اور فادزہر ادویات دریافت کریں گے۔ یہ تشریحات جس قدر بیہودہ اور بے معنی تھیں وہ تو ظاہر ہے۔ لیکن ان شارحین نے کبھی یہ غور نہ کیا۔ کہ کلیسیا کی ابتدائی تاریخ میں تو جن بزرگ اور مقدس عیسائیوں کا ذکر ہے۔ ان کے متعلق وہاں لکھا ہے کہ وہ تو معجزانہ طریق پر مختلف زبانیں بولتے اور سانپوں سے کھیلتے تھے۔ نہ کہ طالبعلمانہ طریق پر یونیورسٹیوں میں جاکر مختلف زبانیں سیکھتے اور فادزہر ادویات کا علم حاصل کر کے سانپ اور زہر کی تاثیروں سے بچ جاتے تھے۔ اور پھر اس میں عیسائیوں کی خصوصیت کیا ہے۔ غیر عیسائی بھی زبانیں سیکھ سکتے اور حکیم اور ڈاکٹر بن سکتے ہیں۔ اور پھر انہی آیات کی بناء پر چند سال ہوئے عیسائی دنیا میں ایک اور جماعت موسوم بہ ریوائی ویلسٹ (مجدّد دین) پیدا ہوئی جو اس وقت بھی ویلز اور امریکہ اور یورپ میں بکثرت موجود ہے۔ ان میں عورتیں کثرت سے ہیں وہ ایک وقت اکٹھے ہوتے ہیں پھر جوش اور جذبہ میں آکر مختلف حرکات کرتے ہیں۔ اور اُن میں سے بعض اجنبی اور بے معنی الفاظ منہ سے نکالتے ہیں اور ان الفاظ کو دیگر زبانوں والا معجزہ قرار دیا جاتا ہے جسکا وعدہ ان آیات زیر بحث میں ہے۔

الغرض انجیل مرقس کی آخری فصل کی آیت نو سے لیکر آیت بیس تک یعنے گیارہ آیات ان تمام تکلیف دہ امور کی ذمہ دار ہوئیں۔ اسی سے عیسوی مشن کو یہودی قوموں سے باہر اور قوموں تک بھیجا گیا۔ اور دنیا پر زبردستی مسیح کا مذہب پیش کیا گیا یہی آیات یورپ میں خطرناک خونریزی کا ذمہ دار تیسری صدی سے لیکر آج تک رہیں۔ اور یہی آیات ان مبالغہ آمیز داستانوں اور حکایات کو دنیا میں لائیں جن میں ابتدائی عیسائیوں کے معجزات اور کرامتیں مندرج ہیں۔ کس قدر حیرت انگیز یہ امر ہے کہ آج یہ گیارہ کی گیارہ آیات قطعی جعلی اور الحاقی ثابت ہوئیں۔ صدیوں تک تو یہ آیات انجیل کے تراجم میں درج ہوتی رہیں۔ لیکن آج جو آخری اصلاح شدہ ترجمہ دنیا کے آگے پیش ہوتا ہے تو اس میں سے یہ گیارہ کی گیارہ آیات بڑی خاموشی کے ساتھ نکال دیجاتی ہیں۔ اور حاشیہ پر ذیل کا نوٹ دیدیا جاتا ہے۔

"دو قدیمی یونانی نسخوں میں اور ایسا ہی دیگر مستند نسخوں میں یہ نو سے لے کر بیس کی اخیر تک آیات موجود نہیں اور بعض دیگر نسخے اس انجیل کو کسی اور طریق پر ختم کرتے ہیں"

آہ کس قدر ظلم دنیا پر ہوا۔ پھر یہ مترجم جو آئے دن ترجمے پر ترجمے شائع کرتے رہے۔ کیا ان کی نگاہ تلے یونانی نسخے نہ تھے۔ پھر حیرت آتی ہے۔ کہ جب انجیل مرقس کے دیگر نسخے اس کے آخری باب کو کسی اور بیان پر ختم کرتے ہیں۔ تو کیا یہی خدا کا کلام اور روح القدس کے رشد سے لکھی ہوئی کتاب تسلیم کی جاتی تھی۔ جو انکشاف آج دنیا پر ان آخری مصلحین ترجمہ کے طفیل ہوا۔ اگر متقدمین کے سامنے تھی تو یہ قدیمی یونانی نسخے موجود ہونگے پھر کیوں آج تک خاموشی اختیار کی گئی۔ اور کیوں برسوں سے اس جعل پر پردہ ڈالا گیا اور خلق خدا کو دھوکہ میں رکھا گیا۔ لیکن ہم کیا کریں۔ اور کس کس بات کو روئیں۔ ابتدائی کلیسیا میں تو یہ عیب مدت تک جاری رہا خدا کے جلال کو دنیا میں قائم کرنے اور اسکو پھیلانے کے لئے کذب و فریب سے کام لینا ان کے ہاں ایک ثواب کا کار صدیوں تک سمجھا گیا تھا۔

ان حالات کے باعث اگر ابتدائی کلیسیا کے پرستار مذہب کی عزت اور اس کے استحکام کے لئے تقدس مآب کذب و افترا کو استعمال کریں تو چنداں مضائقہ نہ ہوگا بدقسمتی سے بعض مقدس صحائف میں بھی اپنے کذب کو خداوند کی سچائی کو جلال تک پہونچانے کا آلہ بنانے میں چنداں تامل نہیں کیا گیا۔

غلط واقعات کا لکھنا تو ابتدائی کلیسیا میں کچھ ایسا دائر اور سائر تھا۔ کہ آخر کار بشپ ایلی کاٹ کو تسلیم کرنا پڑا۔ کہ ابتدائی عیسائیت میں مقدس فریب کا اصول برابر جاری تھا۔ سینٹ یوسی بس بڑے فخر سے لکھتا ہے کہ میں نے وہ تمام باتیں لکھیں۔ جن سے عیسائیت کا جلال قائم ہو اور ان تمام باتوں کو چھپایا۔ جن سے اس مذہب کی ذلت ہوسکتی تھی افسوس اس تقدس پر اور اس فخریہ اعلان پر!

وہ زمانہ جس میں عیسائیت نے یورپ میں آکر نشوونما پایا۔ وہ زمانہ بالفاظ بشپ ایلی کاٹ ادبی اور علمی فریب کا ایک زمانہ تھا۔ کتابوں کی کتابیں اور مسودوں کے مسودے طیار ہوتے اور دوسروں کے نام پر منسوب کر کے شہرت دیے جاتے۔ اور جب کبھی ان مقدس مصنفین پر ان تصنیفی جعلوں کا الزام دیا جاتا تو بقول جرمن ڈاکٹر گیسی لر۔ یہ لوگ اپنے ضمیر کو یہ کہہ کر ٹھنڈا کر لیتے کہ۔ جو کچھ کیا گیا نیک نیتی سے کیا گیا

یہ امر مسلمہ ہے کہ جب ان اناجیل اربعہ کو کلیسیا نے انتخاب کیا تو صدہا اور نسخہ جات بھی ان کے علاوہ موجود تھے جو ان چار انجیلوں سے مختلف تھے۔ کن وجوہ پر ان کا انتخاب ہوا۔ اور کن وجوہ پر دوسرے نسخہ جات کو جعلی قرار دیا گیا۔ یہ امر خود بہت سے امور پر روشنی ڈالتا ہے کیا اگر باقی نسخہ انجیلیں دروغگو و قانع لکھنے والوں نے لکھی ہوئی تھیں۔ تو ان چار انجیلوں کی صحت پر کونسی دلیل تھی۔ کم از کم یہ امر تو ظاہر ہے۔ کہ صدہا انجیلیں لکھنے والے دروغگوئی پر کمر بستہ تھے جس مذہب کے ابتدائی بزرگ سینکڑوں نسخے جعلی طیار کر سکیں اور پھر جو ان میں سے چار انتخاب ہوں۔ وہ بھی آخر کار جعل سے خالی ثابت نہ ہوں۔ اس مذہب کو دنیا میں پیش کرنا اور ایسی کتابوں پر اخلاق اور اعمال کا حصر رکھنا کس قدر غلطی ہے

مذہب عیسوی کے جلال کو قائم کرنے کے لئے بعض نے ایسی ایسی خطرناک جعلسازیوں سے کام لے لیا۔ کہ جن کو سن کر انسان حیرت میں چلا جاتا ہے۔ کتب خانہ جنیوا میں اس وقت ایک چٹھی رکھی ہوئی ہے جو پیلا طوس کے قائم مقام لینطولوس کی لکھی ہوئی ظاہر کی جاتی ہے اور اس پر رومی گورنر کے دستخط بھی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ چٹھی اس نے رومی سینٹ کو لکھی تھی اس میں ذیل کا فقرہ بھی موجود ہے۔

"یہودا میں ایک انسان پیدا ہوا ہے جو بہت سی طاقتیں رکھتا ہے اور اسکا نام یسوع مسیح ہے"

آج یہ چٹھی جعل ثابت ہو لی ہے اور اس پر رومی گورنر کے دستخط بھی جعلی۔ ایک چٹھی یا کتاب کا از سر نو لکھ لینا اور اس کو کسی بڑے آدمی کے نام پر منسوب کر دینا تو ایک معمولی کھیل تھا۔ غضب یہ ہے کہ دیگر اقوام کے مستند مصنفین کی کتابوں میں اس زمانہ کے بعض عیسائی مصنف عبارت کی عبارت الحاق کر دیتے تھے۔

یہودیوں میں ایک مشہور مصنف جوزی فس نامی گذرا ہے اس نے اپنے وقتوں کی تاریخ لکھی ہے۔ اس میں ذیل کا فقرہ بھی ہم پاتے ہیں۔

"اس وقت یسوع۔ ایک دانا آدمی ظاہر ہوا ہے بشرطیکہ اس کو آدمی کہنا صحیح سمجھا جاوے۔ کیونکہ اس سے معجزنما کام سرزد ہوتے تھے۔ اور وہ ایسے آدمیوں کا معلم تھا جو اس سے بخوشی صداقت قبول کرتے تھے۔ اس کے متبع بہت سے یہودی اور رومی تھے یہی آدمی مسیح تھا۔ اور اگرچہ ہماری قوم کے بڑے فاضلوں کے فیصلہ پر پیلاطوس نے اسے صلیب پر کھینچا۔ لیکن وہ تیسرے دن پھر جی اٹھا"

یہ وہ مشہور فقرہ ہے جو مدتوں دنیا کے ہر حسن حال میں گونجتا رہا کتابوں میں اقتباساً آتا رہا۔ مدتوں سن کالجوں میں ہمیں سنایا گیا۔ اور اس سے مسیح کی صداقت کا استدلال کیا گیا۔ اس میں جوسی فس جو ایک دشمن قوم یعنے یہودیوں میں سے ہے۔ وہ یسوع کے مسیح ہونے اور بے صلیب پر چڑھنے اور تیسرے دن پھر جی اٹھنے کی شہادت دیتا ہے اناجیل نویس تو آخر یسوع کے پیرو اور کے حامی تھے۔ ان پر تو طرفداری کا الزام بھی آسکتا تھا لیکن جوسی فس جیسا مشہور مؤرخ جو یہودی الاصل تھا نہ صرف ایک فقرہ میں کل انجیل نگاروں کی تحریرات کا خلاصہ دیتا ہے۔ نہ صرف انجیلوں کا خلاصہ ہی بلکہ کل مسیحی مذہب کے بنیادی اصولوں کی شہادت دیتا ہے

سیر فی الارض

سامانہ

میں گذشتہ سال کے اسی موسم برسات میں ہندوستان کے اکثر مقامات میں سیاحانہ پہنچا اور اپنی اس سیر وسیاحت کا حال ناظرین پیغام صلح کو سیر فی الارض کے کالم میں مسلسل سناتا رہا۔ اس سفر کے بعد ضروری اور دلچسپ حالات ابھی باقی تھے۔ (مثلاً آگرہ وغیرہ) کہ اس کالم کو دوسرے مضامین نے بند کر دیا۔ اور بات ادھوری رہ گئی۔ اس سال مجھکو خالص دینی اغراض نے پھر وقف گشت وگرداور بنایا۔ اور ایکی مرتبہ احباب کو خصوصیت کے ساتھ سفر سے پہلے ہی اطلاع ہو گئی۔ کہ اکبر آشفتہ سر بعض احباب کی معیت میں نکلا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں اپنے حالات سے لگتے ہاتھوں ساتھ کے ساتھ اطلاع دیتا رہوں۔ مولوی عبدالحق صاحب امرتسری صوفی مبارک علی صاحب لدھیانوی اور یہ عاجز ہم تینوں ۱۵ر جون کو لاہور سے روانہ ہوئے اور لدھیانہ میں چند گھنٹہ کے لئے محمد حسن صاحب اور محمد بخش صاحب اور غازی محمود دھرمپال سے ملتے ہوئے پٹیالہ رات کے دس بجے مولانا مولوی عبداللہ خانصاحب کے مکان پر پہنچے مولوی محمد مصطفیٰ خانصاحب کی معقول اور سنجیدہ باتوں اور مولانا عبداللہ خانصاحب کی شفقت بزرگانہ سے قریباً دو دن تک مسرور وشادکام ہوکر سامانہ کا قصد کیا۔ سامانہ پٹیالہ سے قریباً سترہ میل کے فاصلہ پر جانب جنوب واقع ہے۔ دس میل تک تانگہ میں پختہ سڑک پر سفر کرنا پڑا۔ اور سات میل کچی سڑک ہے۔ سامانہ کے [illegible] جب دور سے نظر آنے لگے تو میں یہ دعا پڑھنے لگا اللھم رب السموات السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن

صوفی مبارک علی صاحب سامانہ میں مدت دراز تک رہ چکے تھے۔ اور اسی لئے انکو سامانہ سے ایسی ہی محبت ہے۔ جیسی کسی انسان کو اپنے وطن سے ہوتی ہے۔ وہی ہمارے رہبر اور سامانہ کے سفر کے محرک تھے۔ ہمکو خلیفہ محمد اکرام صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ سامانہ کا حال معلوم تھا۔ اور ان کے اوصاف حمیدہ سے اطلاع تھی لیکن ملاقات جسمانی کی پہلی ہی مرتبہ توقع تھی۔ چنانچہ وہ ملے انکے بھتیجے شریف الحسن صاحب اور شریف الحسن صاحب کے بھتیجے محمد شفیع صاحب دونوں ایسے جوان صالح ہم نے دیکھے۔ جن کی صورت اور جن کے اخلاق سے رشد وشرافت پھوٹ پھوٹ کر ٹپکی پڑتی تھی۔ ان دونوں دوستوں نے ہم مہمانوں کو کئی روز تک جب تک کہ ہم وہاں رہے اپنی شریفانہ محبتوں کے احسانات میں

قریباً مدفون کر دینے میں کمی نہیں کی سامانہ میں چالیس کے قریب احمدی ہیں۔ بدقسمتی سے وہاں بھی دو فریق ہیں۔ ایک فریق کے اخلاق بہت ہی عجیب وغریب ہیں۔ مہمانوں کو بھی بعض بزرگوں نے اپنے حیرت انگیز اور مضحکہ خیز اخلاق فاضلہ کا تھوڑا بہت نمونہ دکھانا ضروری سمجھا۔ رحیم بخش صاحب خیاط اور رحمت اللہ صاحب آہنگر کی شرافت کے البتہ ہم ویسے معترف اور مداح ہیں جیسے ملکہ ہم خلاف توقع خوش ہوئے۔ اسطرح بعض شریف آدمی اور بھی اس دوسرے فریق میں ہمکو نظر آئے جنہیں صرف ایک مولوی عبدالرشید صاحب ہیڈ ماسٹر بڑی چان کا نام اور رہ گیا ہے۔ جنھوں نے بڑیچان کے بعض تاریخی حالات سناکر ہم پر بڑا احسان کیا۔ احمدی احباب کے سوا ہم سامانہ کے بعض شیعہ اور غیر احمدی لوگوں سے بھی ملے۔ سامانہ میں مجھکو تین لکچروں کا موقعہ ملا جنکو حاضرین نے محبت اور توجہ سے سنا میرے دوست صوفی مبارک علی صاحب نے بھی ایک لطیف لیکچر دیا۔ ۱۷ر جون سے ۲۰ر جون تک ہم سامانہ رہے اور روانگی کے وقت ہمکو شرفائے سامانہ جو شہر سے باہر تک بطریق مشایعت ہمارے ساتھ آئے ان سے رخصت ہوتے ہم نے قلب میں محبت کی وجہ اذیت محسوس کی سامانہ ایک بڑا پرانا اور تاریخی شہر ہے۔ ہندوستان کا مشہور شہنشاہ اور دولت خلجیہ کا بانی جلال الدین خلجی بادشاہ ہند بننے سے پہلے اسی سامانہ کا نائب ناظم تھا۔ اس زمانہ میں سامانہ ایک صوبہ کا دارالحکومت ضرور تھا۔ لیکن تحقیقی طور پر یہ نہ معلوم ہو سکا۔ کہ اس کی وجہ تسمیہ کیا تھی۔ اور کس نے اس کو آباد کیا۔ صرف اسقدر معلوم ہوا۔ کہ بادشاہ کے حرب کا بڑا ذخیرہ یہاں رہتا تھا۔ اس لئے سامانہ نام مشہور ہوا۔ دوسرے روایت یہ ہے کہ اسمٰعیل سامانی کوئی بزرگ تھے۔ انھوں نے آباد کیا اس لئے سامانہ نام مشہور ہوا۔ لیکن یہ دونوں باتیں ابھی محل تامل ہیں۔ جب تک معتبر تاریخی ذرایع سے تحقیق نہ ہو جائے۔ اور مجھ کو ابھی اسقدر مہلت نہیں کہ تاریخی کتابوں کی چھان بین کروں۔ سامانہ میں ہر طرف پختہ عمارات نظر آتی ہیں۔ لیکن ان پختہ اور کہنہ مکانوں سے تعداد میں بہت زیادہ خرابے اور ویرانوں کے ٹیلے ہیں۔ وہاں کے اکثر اشخاص سے سنا گیا کہ جب کبھی کسی جگہ زمین کھودنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ تو اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ زمین کے نیچے سے کسی دیوار کی بنیاد نکلتی ہے۔ جس کا رخ اوپر والی بنیاد کی اینٹیں نکال چکتی ہیں۔ تو اس کے نیچے سے ایک اور دیوار کی بنیاد نکلتی ہے۔ جسکا رخ اوپر والی بنیاد کے خلاف ہوتا ہے۔ مثلاً اوپر کی بنیاد شمالاً جنوباً ہے۔ تو نیچے کی بنیاد شرقاً غرباً ہوتی ہے۔

اور یہ دلیل اسبات کی ہے کہ یہ شہر کئی دفعہ آباد اور برباد ہوا ہے۔ موجودہ شہر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ لیکن ایک سیاح اس کو دیکھکر ایسا ہی مرعوب ومتاثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ نئی دہلی سے پرانی دہلی کو جاتے ہوئے۔ راستہ میں موجودہ آبادی گنجان نہیں ہے۔ جابجا آباد مکانوں کے بیچ میں ویران قطعات زمین پڑے ہوئے اور اینٹوں کے انبار دبے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سامانہ جب کبھی آباد اور اپنی اصلی حالت میں ہوگا۔ تو یقیناً لاہور دہلی وغیرہ شہروں کا ہمسر سمجھا جاتا ہوگا۔ اطراف میں میلوں تک کھیتوں کے نشانات اور مکانات کی پختہ بنیادیں نکلتی ہیں۔ اور افسوس ہے۔ کہ اس عبرت گاہ سے عبرت حاصل کرنے والے لوگ سامانہ میں آجکل نظر نہیں آتے۔ سامانہ میں ایک بہت ہی پرانا قلعہ تھا جس کا صرف ایک برج باقی ہے۔ اور وہاں اب تھانہ ہے دیواریں جو ابتک باقی تھیں مسمار کیجا رہی ہیں۔ اور تین گز کے قریب چوڑی بنیاد میں سے مزدوروں کو اینٹیں نکالتے ہوئے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور بے اختیار زبان سے آہ نکل گئی کہ کسی زمانہ میں اسکی تعمیر ہو رہی ہوگی اور آج ہم معلوم نہیں کر سکتے۔ کہ اس مضبوط شاندار عمارت کا بانی کون تھا۔ اور کس سنہ میں اس کی تعمیر ہوئی۔ غالباً یہ سب سے پرانی عمارت اور دولت خلجیہ سے پہلے کی تعمیر کسی سلطان کی ہوگی۔ ایک برج جو باقی ہے اس میں ایک قبر ہے۔ جو پیر جھنڈا کی زیارت کہلاتی ہے۔ قلعہ کے قریب ایک اور بھی قبر ہے جو اسمٰعیل سامانی کی زیارت مشہور ہے۔ پنجاب میں ہیر رانجھا کا ایک مشہور قصہ ہے جو نظم میں ہے اس میں سامانہ کے ایک بادشاہ کا ذکر آیا ہے۔ جس کا نام عدلی بادشاہ تھا۔ خدا جانے کہاں تک صحیح ہے۔ لودیوں کی حکومت کے زمانہ میں سامانہ اپنی اصلی رونق اور اعلیٰ درجہ کی شان وشوکت پر ہوگا۔ کیونکہ پرانی عمارتیں اور مسجدیں جو ابتک باقی رہ گئی ہیں۔ اور بستی سے باہر کھیتوں میں ٹوٹی پھوٹی حالت میں پڑی ہیں۔ یا بعض مقبرے جو بہت پرانے اور شکستہ حالت میں نظر آتے ہیں آتے ہیں۔ انکی طرز تعمیر وہی ہے۔ جو تغلقوں اور لودیوں کے زمانہ کی عمارتوں اور مقبروں کی ہے حصار کے نواح میں جو تغلقوں کے عہد کے مقبرے ہیں انکی اور لودیوں کی مقبروں کی جو لودھی اور پرانی دلی کے درمیان سر رہگذر نظر آتے ہیں۔ ایک ہی سی شکل وشباہت ہے ان سے پہلے اور بعد کے مقبروں میں یہ نمونہ نظر نہیں آتا سامانہ میں بھی بعض مقبرے ایسے ہی موجود ہیں جو ضرور تغلقوں اور لودیوں کے زمانہ کے ہیں۔ لیکن لودیوں کے زمانہ میں سامانہ کی حالت سب سے بہتر ہوگی [illegible]

دیکھیں جنہیں سلطان سکندر لودھی کے عہد سے کتبے موجود تھے ایک مسجد جو سامانہ کے محلہ ملکانہ میں مسمار ہو کر کچھ تھوڑی ہی سی باقی ہے - اور کتبہ کا پتھر اب تک موجود ہے۔ اسمیں اسطرح عبارت کندہ ہے کہ " بناء هذا المسجد المبارك في الزمان سلطان السلاطين السكندر شاه بن بهلول شاه سلطان خلد الله ملكه وسلطنته "

دوسری مسجد جو ہمارے خلیفہ حکیم محمد اکرم صاحب کے قریب ہے اور امان اللہ حسینی کی مسجد کے نام سے سامانہ میں مشہور ہے اس کے اندر محراب کے قریب جو کتبہ ہے اسمیں بعض الفاظ پڑھے نہیں گئے وہ اسطرح ہے بتوفیق اللہ الحق رحمان طفیل مصطفےٰ در عہد سلطان سکندر شاہ بن بہلول شاہ ہم امان اللہ .... احسان بنا کرد مسجد محض للہ .... در عین قربان

اسی مسجد کے باہر کی طرف یہ کتبہ لگا ہوا ہے کہ -

بدور جہانگیر عادل و غازی
کہ بہر چو حوض بنائے خیر آمد
قدیم مسجد بود از زمان اسکندر
سنہ بناش نو بعد آئے خیر آمد
بنائے قدوہ سادات امیر امان احمد
کہ از صفاش برائے بنائے خیر آمد
کنوں از ہمت صدیق ابن عبد الصمد
ز سر بنا شدہ ہم سعودہائے خیر آمد
ز بہر سال بنائش قلم چو بگر قسم
نوشتہ خامہ کہ مسجد بنائے خیر آمد

معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر کے زمانہ تک سامانہ اچھی حالت میں آباد تھا۔ اور ایسا آباد تھا۔ کہ آج جو مسجدیں ویران پڑی ہیں - جہانگیر کے زمانہ میں انکی مرمت کرنا اور درست حالت میں رکھنا ضروری تھا۔ اور یقیناً یہ مسجدیں آباد ہونگی - جو کہ اب ویران اور کھیتوں میں پاس دھرتے تکیے دے رہی ہیں۔ اور آنکھوں والے اندھے ہو کر کانوں والے بہرے ہو کر ان کے پاس سے گذر جاتے ہیں - ملکانہ کی حوض والی یا شتیمر والی مسجد بھی سلطنت مغلیہ کے زمانہ کی یادگار ہے - جس کا کتبہ اس طرح ہے -

مبارک باد این مسجد مکرم
مرتب گشتہ از توفیق باری
بگو تتمیم تاریخ بنا لیتس
خود گفتا زہے این خیر جاری

سامانہ کے محلہ امام گڈھ کی شاندار اور خوبصورت مسجد بھی جہانگیر کے زمانہ کی شاندار اور جاذب توجہ یادگار ہے جسکا کتبہ اسطرح ہے

بدور شاہ نور الدین جہانگیر
کہ عکس مہر بہر روئے زمین است
بنائے خیر مرزا مومن افراخت
کہ سعیش دائماً در راہ دین است
بتاریخش عطارد خوش رقم زد
[illegible] للمسلمین [illegible]

شاگرد کہ عبد الغنی صاحب بڑی متقی پرہیزگار و بزرگ تھے انکا مقبرہ ہے جو تقریباً پانچ سو برس کا پرانا ہے۔ اور اپنی بارہ دری کے اندر [illegible] سے ایک اونٹ کے مرنے کی خبر سنکر اور سکر [illegible] لگے تو آپ نے تمام لا [illegible] کو رقم [illegible] کردیا - اور خود فقیرانہ حالت میں اسنگر رہنے لگے ...... [illegible] کے نزول [illegible] کے جمع ثقات و کرام ہیں ۔ اور شاہ عبد الغنی صاحب کے نام سے پکارے جانے لگے تاریخ وفات جو ایک دیوار پر لکھی ہوئی ہے [illegible] ہے مقبرہ کے احاطہ میں ایک طرف خوبصورت مسجد ہے۔ جسکی اناری شکل کے گنبد کو دیکھکر معلوم ہوا کہ ریاست رامپور کی جامع مسجد کے اناری گنبد کیلئے عہد جہانگیری یا اس سے بھی پہلے کے نمونے موجود تھے - مسجد اور مقبرہ کے درمیان ایک خوشنما حوض خشک پڑا ہوا ہے جو ہماری پیاس اور حسرت کی تصویر تھی۔ سامانہ سے مغرب کی جانب محلہ ملکانہ میں نواب فیض علی خان صاحب رئیس کرنال کا قلعہ جو پرانے زمانہ کی یادگار ہے۔ ملکانہ اور سامانہ کی شان میں اضافہ کرنے والی چیز ہے جسکی دیوار کے نیچے ہمنے شام کے وقت میلے لباس والوں کا ایک مجمع دور سے دیکھا جنکے درمیان ایک رنڈی ناچ اور گا رہی تھی - یہ معلوم ہو کر کہ کسی مسلمان کی بارات کا جلسہ ہے افسوس ہوا کہ مسلمانوں کی شادیوں میں یہ بیہودہ نظارے اب بھی دیکھے جاتے ہیں۔ سامانہ سے مغرب کی جانب آبادی سے کچھ فاصلہ پر ایک مقبرہ ہے جو امام شہید کا مقبرہ مشہور ہے ۱۲۲۲ سنہ ہجری ایک پتھر پر لکھا ہوا دیکھا۔ لیکن بعد التحقیق ثابت ہوا کہ شیعہ حضرات نے یہ پتھر کہیں سے لا کر اس مقبرہ میں رکھدیا ہے - اس مقبرہ کی عمارت بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ سامانہ سے جانب شمال قریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی بستی بڑیچان ہے - جو ایک خوبصورت شاندار مگر شکستہ شہر پناہ سے محصور ہے - ہم لوگ بڑیچان بھی گئے - بڑیچان کے حالات اور سامانہ کے بقیہ حالات انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں مذکور ہونگے

والسلام

راقم اکبر شاہ خان نجیب آبادی

سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آپ کے متعلق اور نبی کریم صلعم کی پیشگوئیاں

پیشگوئیوں کی حقیقت

گذشتہ اشاعت میں پیشگوئیوں کے متعلق یہ بتایا گیا تھا کہ جس وقت کوئی پیشگوئی کی جاتی ہے اسوقت کے آثار و قرائن اس کے اسقدر مخالف ہوتے ہیں کہ دنیا کے بڑے بڑے عقلمند اس کے ناممکن الوقوع ہونے پر فتوےٰ صادر کر [illegible] لیکن [illegible]

ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اور پیشتر اس کے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی پیشکردہ حدیث کی تشریح کی جائے۔ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ پیشگوئیوں کی اصل حقیقت کو سمجھنا ایک بہت مشکل امر ہوتا ہے - اور تو اور خود وہ لوگ بھی جو کسی امر کے متعلق کوئی پیشگوئی کرتے ہیں۔ یقینی اور قطعی طور پر رائے قائم نہیں کر سکتے کہ یہ معاملہ بعینہ اسی صورت میں رونما ہو گا۔ جیسے کہ پیشگوئی کے الفاظ سے مترشح ہوتا ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے ذیل کے الفاظ قابل غور ہیں :-

" پیشگوئیوں کے سمجھنے میں قبل اس کے جو پیشگوئی ظہور میں آوے بعض اوقات نبیوں نے بھی غلطی کھائی ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فراست اور فہم تمام امت کی مجموعی فراست اور فہم سے زیادہ ہے بلکہ اگر ہمارے بھائی جلدی سے جوش میں نہ آجائیں تو میرا تو یہی مذہب ہے جس کو دلیل کے ساتھ پیش کر سکتا ہوں کہ تمام نبیوں کی فہم اور فراست آپ کی فہم اور فراست سے برابر نہیں مگر پھر بھی بعض پیشگوئیوں کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اقرار کیا ہے کہ میں نے انکی اصل حقیقت کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔ میں پہلے اس سے چند دفعہ لکھ چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرمایا تھا کہ میری وفات کے بعد میری بیبیوں میں سے پہلے وہ مجھ سے ملیگی جسکے ہاتھ لمبے ہونگے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہی بیبیوں نے باہم ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس پیشگوئی کی اصل حقیقت سے خبر نہ تھی اس لئے منع نہ کیا کہ یہ خیال تمہارا غلط ہے آخر اس غلطی کو پیشگوئی کے ظہور کے وقت نے نکالا اگر زمانہ اُن بیبیوں اُمہات المومنین کو مہلت دیتا اور وہ سب کی سب ہمارے اس زمانہ تک زندہ رہتیں۔ تو صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کے عہد سے لیکر آجتک تمام اُمت کا اسی بات پر اتفاق ہوجاتا کہ پہلے لمبے ہاتھ والی بیبی فوت ہوگی اور پھر ظہور کے وقت جب کوئی ایسی ہی بی بی پہلے فوت ہو جاتی جس کے دوسروں کی نسبت لمبے ہاتھ نہ ہوتے تو اس تمام اجماع کو کیسی خجالتیں اٹھانی پڑتیں اور کسطرح ناحق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کراتے اور اپنے ایمان کو شبہات میں ڈالتے

دراصل پیشگوئیاں حاملہ عورتوں سے مشابہت رکھتی ہیں اور مثلاً ہم ایک حاملہ عورت کی نسبت تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کے پیٹ میں کوئی بچہ ضرور ہے اور یقیناً وہ نو مہینے اور دس دن کے اندر اندر پیدا بھی ہو جائیگا - مگر یہ نہیں کہہ سکتے

کہ وہ کیا شکل رکھتا ہے اور اس کی حالت جسمی کیسی ہے اور اس کے نقوش چہرہ کس طرز کے واقع ہیں۔ اور لڑکا ہے یا ملاشبہ لڑکی ہے۔

شائد اس جگہ کسی کے دل میں یہ اعتراض خلجان کرے کہ اگر پیشگوئیوں کا ایسا ہی حال ہے تو لائق اعتبار نہ رہیں اور اس لائق نہ رہیں کہ نبی کی نبوت پر بطور دلیل اور شاہد ناطق کے تصور کیجائیں یا کسی مخالف منکر کے سامنے پیش کی جائیں تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ یہ بات کہ پیشگوئیاں کبھی اپنے ظاہر پر ہی پوری ہو جاتی ہیں اور کبھی باطنی طور پر اُن کا ظہور ہوتا ہے اس سے ربانی پیشگوئیوں کی عظمت میں کچھ بھی فرق نہیں آتا۔ بلکہ باہریک بینوں کی نظر میں اور بھی عظمت کھلتی ہے کیا اگر ایک فلاسفر کا قول کوئی موٹی عقل کا آدمی اُلٹے طور پر سمجھ لیوے اور پھر اس کے معقول معنی جو نہایت مدلل اور ثابت شدہ ہیں کھل جائیں تو اس غلطی سے ان صحیح معنوں کو کچھ حرج پہنچ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔؟

ماسوا اس کے پیشگوئیوں میں ایک قدر مشترک بہرحال ایسا باقی رہتا ہے۔ کہ خواہ وہ حقیقت پر محمول سمجھی جائیں اور یا بالآخر کوئی مجازی معنے نکل آویں۔ وہ قدر مشترک بدیہی طور پر ظاہر کر دیتا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی درحقیقت سچی اور انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔

مباحثہ شملہ کے ضروری حالات

ازابو عبدالحق صاحب مناظر احمدیان

دوران مباحثہ میں جن واقعات کا اظہار اخبار الفضل میں کیا گیا ہے۔ اور جس قسم کی اُلٹی سیدھی تاثیرات کے نامہ نگار نے لا دی ہیں۔ ان سب کو پڑھنے سے اہل شملہ اپنے دل میں جو خط و لطف اٹھا سکتے ہیں۔ کوئی دوسرا کسی اور جگہ کا رشاید اس حسن بیانی کی داد نہ دیسکیگا۔ وجہ اس کی صاف ہے کہ وہ بیچارے عالم مجبوری سے عدم شمولیت مباحثہ ان معاملات کو جو عالم نیستی سے ہستی کے وجود میں جلوہ گر ہوئے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہیں کر سکے۔ اور پھر یہ تو ہر ایک کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ والی ضرب المثل بھی بالکل درست ہے۔

یہ مباحثہ کیوں شروع ہوا کیسے شروع کیا گیا۔ اس کے اغراض و مقاصد کیا تھے۔ اور پھر اسکا انجام کیسے ہوا بہت لوگوں کی خواہش ہوگی۔ کہ مذکورہ بالا باتوں کو معلوم کیا جاوے۔ لیکن قبل اس کے کہ مختصراً ان باتوں کا ذکر کیا جاوے۔ جن کو جاننے کے لئے ہر ایک کی طبعی خواہش ضرور ہے ضرور جوش مارے گی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے اس کے متعلق عرض کروں کہ اخبار الفضل میں جو کچھ کہ متعلق نکلا ہے۔ اسکا ایک شمہ تک بھی درمیر میری نسبت لکھا گیا ہے۔ کہ گویا میں نے مباحثہ فریق مخالف کو گالیاں دی ہیں۔ حالانکہ یہ صرف غلط بیانی ہی نہیں بلکہ ایک قسم کی دل آزار تہمت میرے پر لگائی ہے۔ جناب حکیم صاحب مرہم عیسےٰ مجاہد فی سبیل اللہ کو تو پانی پی پی کر کوسا گیا ہے۔ اور جو جو باتیں انکی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ وہ ساری کی ساری صداقت سے بالکل عاری ہیں۔ رہی سہی کسر میرے مکرم دوست منشی سعدی صاحب نے پوری کر دی۔ میری چار گھنٹے کی تقریر پر تو کوئی نقص پڑھ سکتا تھا ہاں جو کچھ اس کی نسبت آپ نے کمال مہربانی سے ریمارک فرمایا۔ کہ حضرت صاحب کی کتب میں سے صفحوں کے صفحے پڑھکر یونہی انکا قیمتی وقت ضائع کیا اور نتائج جو نکالے گئے۔ وہ بالکل مہمل اور لغو تھے۔ اسکی تو مجھے پرواہ نہیں۔ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں۔ کہ دن حاضرے کم از کم تیس چالیس معززین شملہ کی آنکھوں میں خاک جھونکنے میں وہ ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے یعنی عقل حیرت کے دریا میں ایسا غوطہ کھاتی ہے داس کا اس سے باہر نکلنا اگر محال امر نہیں۔ تو کار دارد والا ضرور بضرور ہے۔ جو جناب حکیم صاحب کی طرف ایک افترا کا منسوب ہونا دیکھتے ہیں۔ کہ گویا حکیم صاحب نے ان سب کو گالیاں دیں۔ کیا جناب سعدی صاحب خدا کو حاضر ناظر جان کر سچی قسم کھا سکتے ہیں۔ کہ جناب حکیم صاحب نے ۲۰ رجون ۱۹۱۵ء کو ان کو یا کسی ان کے دوسرے احباب کو گالی دی تھی۔ میرے خیال میں وہ ایسا ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے۔ حالانکہ جو واقعات ہیں۔ وہ بالکل اس کے برعکس ہیں۔ ان معززین شملہ کے علاوہ جن کی تعداد کم از کم چالیس کے قریب ہوگی۔ خود ہمارے وکیل صاحب شیخ محمد عمر صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل بی۔ پلیڈر چیفکورٹ پنجاب باوجود اپنی نیک وسعید فطرت کے جو خدا نے انکو چشم پوشی کرنے کی عطا فرمائی ہے۔ صاف کہہ دیا کہ . . . . تشریف فرما رہے ہیں۔ اسی دن سے بدمزگی مباحثہ میں ہو گئی ہے۔ اور پھر مجھے بار بار فرمایا کہ تم ان کے سوالوں کا جواب دو جو میرے دوران لیکچر میں کرتے تھے مت دو۔ وغیرہ وغیرہ۔ میرا اپنا خیال ہے کہ چند ایک سعید الفطرت مبائعین دوست بھی ان امور حقہ کے متعلق اپنی سچی گواہی دے سکتے ہیں۔ تو جب یہ واقعات یہ ہیں۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ میرے مکرم دوست نے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والی ضرب المثل کو سچا کیوں کر دکھلایا۔

اب اس سوال کے جواب میں جسکو معلوم کرنا انسان کا ایک طبعی امر ہے۔ عرض ہے۔ کہ مولوی عمرالدین صاحب ماہ مارچ ۱۹۱۵ء سے ہی جب کہ وہ قادیان میں تشریف فرما تھے مجھے سخت مجبور کر رہے تھے۔ کہ ہمارے ساتھ مباحثہ کر لو۔ کر لو۔ کر لو۔ اور یہ جوش شاید ان کو اس واسطے آیا۔ کہ جب خاکسار شملہ میں آیا۔ تو انکی پارٹی میں سے تین چار اصحاب کو علیحدہ کیا اور حقیقی احمدیت کا رستہ حضرت مسیح موعود کی کتب سے پیش کیا۔ اور باقی چند ایک دوستوں نے صاف فرمایا۔ کہ ہمارے اعتقادات کیسی ہیں۔ جنکو تم پیش کر رہے ہو۔ باقی آیندہ۔

مباحثہ مابین حضرت امیر الملت مولانا محمد علی صاحب و میاں محمود احمد صاحب

الفضل کے عذرات لنگ

میاں محمود احمد صاحب کے لاہور آنے پر ان کے لاہوری مریدین نے احباب احمدیہ کو جو دعوت دی تھی۔ اس کے جواب میں انہیں کچھ سننے اور کچھ سنانے کے لئے لکھا گیا تھا۔ جس کی اجمالی اطلاع گذشتہ اشاعت میں دی جا چکی ہے۔ اس کے متعلقہ شرائط پر تا حال خط و کتابت ہو رہی ہے۔ اور مفصل روئداد کی اطلاع باہمی تصفیہ کے بعد دیجائیگی۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ الفضل نے تصفیہ سے پیشتر لوگوں کو خوامخواہ دھوکا دینے کے لئے یہ لکھ مارا ہے کہ

"پیغامی احباب سے زبانی و تحریری نامہ و پیام ہو رہے ہیں۔ ادھر سے ہر طرح ان پر اتمام حجت کیا جا رہا ہے۔ لیکن وہ عذرات لنگ سے ٹالتے ہیں نہایت حیرانی اور تعجب کا مقام ہے۔ کہ جس حالت میں تا حال کوئی شرائط طے نہیں ہوئیں۔ اور متواتر دو تین دن کی بات چیت اور خط و کتابت کے باوجود محمودی کسی پہلو پر نہیں بیٹھتے۔ پبلک جلسہ میں اپنے عقائد بیان کرنے سے وہ گھبراتے ہیں۔ اور عوام کو حضرت مسیح موعود کی صحیح پوزیشن بیان کر کے غلط فہمیوں سے نکالنا نہیں چاہتے

. . . .

. . . .

تو پھر معلوم نہیں۔ الفضل نے کیونکر عذرات لنگ کا غلط الزام ہم پر دیکر لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ اے کاش ہمارے غلطی خوردہ بھائیوں کو حق و صداقت سے کبھی کام ہوتا۔ لیکن ان کے ہاں تو وہی حرکت کی ایک تانگ والا حساب ہے۔ اور وہ دوسروں پر الزام دیکر اپنا مطلب نکالنے کے لئے خوامخواہ عذرات لنگ تراشتے ہیں۔ اور وہ بھی اصل معاملہ متنازعہ کے تصفیہ اور اس کے پبلک میں آنے سے پیشتر الفضل نے جس دعوت کے قبول نہ کرنے کا الزام ہم پر دیا ہے۔ معلوم نہیں۔ وہ خود الفضل کے اس فتویٰ کے رو سے جو خواجہ صاحب کے نکاح کے موقعہ پر لا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار کے ماتحت مکالمت۔ مجالست۔ مواکلت وغیرہ کے حرام ہونے کے متعلق دیا گیا تھا۔ اب کس طرح سے جائز ہو اور اسکا قبول کرنا سنت نبوی علیہ السلام کیونکر ہو گیا ہم نے محمودیوں نے اپنے ایک خط میں اسکا یہ جواب دیا کہ خواہ آپ اسکو ہمارے پہلے طریق کے مطابق سمجھیں یا مخالف۔ ہماری یہ دعوت ضروری دینی مصالح پر مبنی ہے۔ . . . . مگر ہم نے انکو بدیں شرط قبول کیا۔ کہ اس کے ساتھ ہی مباحثہ حضرت میاں صاحب ایدہ اللہ کی پبلک تقاریر . . . .

* . بالفاظ راقم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا
احمد مرسل پیش آمدہ از ما دلیم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
آن رسول کش محمد ہست نام
مہر او باشیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و الہامے بود

مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
بادۂ عرفان ما از جام اوست
دامن پاکش بدست ما مدام
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہر نبوت را برو شد اختتام
زو شدہ سیراب سیراب کہ ہست
آن نہ از خود از ہمان جائے بود

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ما از و یابیم ہر نور و کمال
اقتدا بر قول او در جان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
معجزات او ہمہ حق اندر است
معجزات انبیائے سابقین
ہر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
گر قدم دوری از روشن کتاب

وصل دلدار ازل بے او محال
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
منکر آن مستحق لعنت است
منکر آن عدو این خداست
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
ہر کہ انکار کند از اشقیاست
نزد ما کفر است خسران و تباب

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت
سالانہ دو روپے ششماہی (۵) سہ ماہی (۴) ماہوار (۶)

ہر ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | بیت المسیح لاہور پنجشنبہ مورخہ یکم رمضان ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء | نمبر ۳

اقتباسات

جرمن جاسوس کی باقاعدہ تعلیم
یونیورسٹی کا پُراسرار طرز عمل

اخبار سیلن کی ایک حال کی اشاعت میں اس طریقہ کے متعلق حالات درج ہیں۔ جس میں کہ جرمن جاسوسوں کی یونیورسٹی کے اُن کالجوں میں تعلیم ہوتی ہے جو خاص اسی مقصد کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔

ان سب میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا کالج ہے۔ جو برلن میں ہے۔ طلباء کی نئی بھرتی حسب ذیل طریقہ پر عمل میں آتی ہے۔

اخباروں کے متلاشیان روزگار کے صیغہ فہرست میں نہایت ہوشیاری کیساتھ اشتہار درج کئے جاتے ہیں۔ نہایت اعلیٰ معاوضہ کا عہدہ اُس شخص کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ جو قابل بھروسہ ہو اور فرانسیسی و انگریزی اور روسی زبانیں بخوبی جانتا ہو امیدوار اُس کے قبول کرنے کے بعد یونیورسٹی میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں ایک ڈاکٹر ہاتھ پکڑ کر اُس کو لے جاتا ہے۔ اور غیر ملکوں کے جنگی معاملات لوٹ لانے کے اعلیٰ فن کی اُس کو تعلیم دیتا ہے۔ نصاب کے ختم ہونے پر جو طالب علم کی قابلیت کے موافق مختلف مدت کا ہوتا ہے۔ طلباء کو ایک سند دی جاتی ہے۔ اور تصدیق کر دی جاتی ہے۔ کہ یہ سرکاری خدمات انجام دینے کے قابل ہو گئے ہیں۔ اس کے تھوڑے سے عرصہ بعد یہ طلباء ۔۔۔۔۔۔ پورا کام انجام دینے والے ہو کر سلطنت کے تنخواہ دار ملازموں کی فہرست میں نظر آنے لگتے ہیں۔

عملی تعلیم

تعلیم اصولی اور عملی دونوں قسم کی ہوتی ہے۔ اوّلاً نقشوں اور تصویروں کے ذریعہ سے طلبا کو نہایت تفصیل کے ساتھ فرانسیسی، روسی اور انگریزی فوجوں کی وردیاں شناخت کرائی جاتی ہیں۔ اس کے بعد اُن کو رائفلوں کلدار توپوں اور گولوں وغیرہ کے فوٹو دکھائے جاتے ہیں۔ ایک مناسب مدت میں اُن کو اُس ملک کا اندرونی فوجی نظام سکھا دیا جاتا ہے جہاں کہ اُن کو کام کرنا ہوگا اُن کو اُس مقام کے سلحہ خانے قلعہ بند مقامات کا طرز بھی بتایا جاتا ہے۔ ماہرین اُن کو ریلوں سے دانشمندانہ طریقہ پر فائدہ اُٹھانے مختلف ریلوے اسٹیشنوں پر اجتماع کے مقاصد کی اہمیت اور اسی قسم کے دیگر مضامین کی تعلیم دیتے ہیں اس کے بعد اطلاع حاصل شدہ کے ضروری حصّہ کو تیزی اور اختصار کے ساتھ نوٹ کرنا سکھایا جاتا ہے۔

منجملہ دیگر بیسیوں طریقوں کے ایک طریقہ حسب ذیل ہے:۔ مثلاً ایک جاسوس فرانسیسی یا انگریزی شہر میں سے گذرنے پر چار رجمنٹوں اور دو رسالوں اور ایک توپخانے کو دیکھتا ہے۔ اب جاسوس کو یہ کام انجام دینا ہے کہ وہ اپنی ریلوے گائیڈ میں اس شہر پر پنسل سے نشان لگا دے اور اُسی صفحہ پر ۴ و ۲ و ۱ کے ہندسوں پر جو موجود ہوں ایک پیشتر سے فرض کیا ہوا نشان بنا دے۔ اسی طور پر وہ صرف ایک کتاب میں ایک بڑے ملک کا حال لکھ سکتا ہے۔ اور نہایت دوربین شخص بھی اُس پر کبھی شبہ نہیں کرے گا۔

جاسوس کو اُس کی سند۔ اُس کا حلیہ، پروانہ راہداری اور دیگر کاغذات دئے جاتے ہیں۔ جو اُس کے کام میں معاون ثابت ہوں اور کچھ روپیہ بھی دیا جاتا ہے۔ اور پھر وہ اپنے مشن پر روانہ ہو جاتا ہے۔

اُس کو کہا جاتا ہے کہ جتنی بار ممکن ہو۔ تم ہمارے پاس آنا اور اطلاع دینا۔ اُس کا خیال رکھنا۔ کہ تم کو آزادی حاصل ہو۔ خود تم کو کچھ بھی طریقہ کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔ ہم کو معقول معاوضہ دیں گے اگر تم مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔ تو یہ تمہارے حق میں بہت بُرا ہوگا۔ ہم تم سے بالکل دستبردار ہو جائیں گے۔ لو اچہ کی یونیورسٹی کا یہی راز ہے جو علاوہ بیسیوں دیگر کالجوں کے جو تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ محض بطور ایک نمونہ کے ہے۔ (بدعلیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ)

پنڈت منشی رام لاتالی گر ہنتی کی نظر بندی

۱۰ جولائی کو صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور نے ایک آریہ اپدیشک منشی رام لاتالی گر ہنتی کو طلب فرما کر پنجاب گورنمنٹ کا حکم سُنایا کہ گورنمنٹ کے نزدیک یہ باور کرنے کی وجوہات موجود ہیں کہ تم نے ایسے کام کئے ہیں جن سے حفاظت ہند خطرہ میں ہے۔ اس لئے حکم دیا جاتا ہے کہ تم اتوار کی شام سے پہلے لاہور سے چلے جاؤ اور لاہور اور امرتسر کے ضلعوں میں نہ رہو۔ اور اپنے مستقل قیام کے لئے کوئی جگہ تجویز کرو۔ پنڈت منشی رام نے کہا میں اپنے وطن موضع کوئی ضلع فیروزپور میں اقامت گزین ہونا چاہتا ہوں۔ یہ بھی حکم دیا گیا ہے۔ کہ اس کو موضع مذکور کی حدود سے باہر جانے کا اختیار نہ ہوگا نہ کسی جلسہ میں شریک ہونے یا لیکچر دینے یا کسی اخبار کو مضمون لکھنے کا اختیار ہوگا۔ اس حکم کے سُنانے سے پیشتر پنڈت منشی رام کو کپتان صاحب پولیس کے دفتر میں بُلایا گیا تھا۔ جہاں انہیں بتلایا گیا کہ نظر بندی کا حکم اس وجہ سے دیا جاتا ہے کہ تم نے حال میں

ہیں ہو۔ لیکن چونکہ اس غربی اسلامی مشن کی مالی حالت کو درست کرنا اور استحکام پیدا لانا - ایک فرض اولین تھا۔ اس لئے ڈاکٹر منگانا کی کتاب کا جواب لکھنا تعویق میں پڑ گیا لیکن اسی رسالہ میں دوسری جگہ ایک مضمون مولینا مولوی صدر الدین صاحب کے قلم سے شائع کیا جاتا ہے۔ جو ڈاکٹر منگانا کی تحقیقات کے پول کو کھولنے کے لئے کافی ہے۔ اس کے علاوہ دو اور مضامین بھی اس کتاب کے جواب میں اسلامک ریویو میں نکلے ہیں۔ جو اگلے نمبر میں ہدیۂ ناظرین ہوں گے اور اس کے بعد جب اللہ تعالے مجھے فرصت اور سکون عطا فرمائے تو ایک مکمل جواب بھی دیا جاوے گا۔

میں جب سے انگلستان سے آیا ہوں مجھے ایک دن بھی چین اور سکون سے گھر بیٹھنے کا موقعہ نہیں ملا مشن کی مالی حالت کا استحکام مجھے ایک مقام پر ٹھیرنے کی اجازت نہیں دیتا لیکن بہرحال اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو کچھ وقت نکال کر میں اپنی تحقیق کو بر عایت اختصار اسلامک ریویو میں لکھدوں گا۔ ہاں ان تمام امور کی تفصیل ایک مستقل کتاب میں کر دیجاویگی جس کو بحولہٖ وقوتہٖ ایسے طریق پر لکھا جاویگا - کہ مخالفین کا یہ آخری حملہ جو اس رنگ میں محض ہمارے نومسلم انگلش نژاد بھائیوں کو دھوکہ دینے کے لئے کیا گیا ہے۔ ہمیشہ کیلئے مرجاوے اور پھر مخالف سر نہ اٹھائے ؁

خواجہ کمال الدین

مطالعہ بائبل

(۶)

از مولوی فضل الٰہی صاحب پروفیسر اشاعت اسلام کالج لاہور

پیدائش کی کتاب باب ۴۹

حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) روبن (۲) شمعون (۳) لاوی (۴) زبولن (۵) اشکار (۶) دان (۷) جد (۸) آشر (۹) نفتالی (۱۰) بن یمین (۱۱) یوسف (۱۲) یہودا انہیں بارہ کے نام نامی پر بنی اسرائیل کے بارہ فرقے تھے۔ کتاب پیدائش باب ۴۹ میں تحریر ہے۔ کہ حضرت یعقوب (اسرائیل) نے دم آخرین کے وقت اپنے بیٹوں کو بلایا۔ اور ہر ایک کو برکت یا لعنت جس کا کہ وہ مستحق تھا دی چنانچہ رابن کے حق میں درج ہے۔ کہ "اے رابن تو میرا پہلوٹا ہے۔ میری قوت اور میری شہ زوری کا پہلا۔ اور قدر میں بڑا اور دولت میں افضل ہے۔ لیکن تو پانیوں کا سا جوش کھا کر بڑا نہ ٹھہر یگا" (ورس ۳ و ۴)

شمعون اور لاوی کے حق میں درج ہے کہ "ان کی تلواریں ظلم کے ہتھیار ہیں۔ اے میری جان ان کے مجمع میں دخل نہ کر۔ اے میرے دل ان کے مجمع میں شامل نہ ہو" (ورس ۵ و ۶)

زبولن کے حق میں تحریر ہے۔ کہ "زبولن کا مسکن سمندر کا کنارہ اور جہازوں کا بندر ہوگا۔ اور اسکی سرحد صیدا تک پہنچیگی" (ورس ۱۳)

اشکار کے بارے میں لکھا ہے کہ "اشکار مضبوط گدھا ہے جو دو بھیڑ سالوں کے درمیان بیٹھا ہے۔ اور جب دیکھے کہ آرامگاہ خوب اور زمین دلپسند ہے۔ تو اپنا کاندھا بوجھ اٹھانے کو جھکائیگا۔ اور خراج گذار رہیگا" (ورس ۱۴ و ۱۵)

دان کے حق میں لکھا ہے۔ کہ "دان راہ کا سانپ ہے اور راہ گذر کا افعی" (ورس ۱۷)

جد کے واسطے مرقوم ہے۔ کہ "جد ایک فوج سے مغلوب ہوگا۔ پہ آخر کو غالب ہوگا" (ورس ۱۹)

آشر کے واسطے لکھا ہے۔ کہ وہ "جد کا خادم ہوگا" (ورس ۲۰)

نفتالی کے بارے میں مسطور ہے۔ کہ "وہ چھوٹا ہؤا ہرن ہے۔ جو لطف سے کلام کہیگا" (ورس ۲۱)

بن یمین کے حق میں لکھا ہے۔ کہ "وہ پھاڑنے والا بھیڑیا ہے۔ صبح کو شکار کھائیگا۔ اور شام کو غنیمت بانٹیگا" (ورس ۲۷)

یوسف کے بارے میں لکھا ہے کہ "(۲۲) یوسف ایک پھلدار پودا ہے۔ وہ پھلدار پودا جو سوتے پر لگا ہو جسکی شاخیں دیوار پر چڑھ جاتی ہیں۔ (۲۳) تیر انداز اس کو چھیڑتے ہیں۔ اور مارتے اور ستاتے تھے۔ (۲۴) لیکن اس کی کمان زور میں پائیدار رہی۔ اور اس کے ہاتھوں کے بازوؤں نے یعقوب کے خدائے قادر کے ہاتھوں سے قوت پائی۔ (۲۵) تیرے باپ کے خدا سے جس نے تیری مدد کی اور اس قادر مطلق سے جس نے اوپر سے آسمان کی برکتیں اور نیچے سے گہراؤ کی برکتیں اور چھاتیوں اور رحموں کی برکتیں تجھکو دے کے متبرک کیا (۲۶) جو برکتیں تیرا باپ تیرے لئے چاہتا ہو سو پرانے پہاڑوں کی برکتوں سے اور قدیم کوہوں کی برکتوں سے بڑھ جاتی ہیں۔ وے یوسف کے سر پر بلکہ اس کے سر کی چاندی پر جو اپنے بھائیوں سے جدا ہو آویں گا"

یہوداہ کے حق میں تحریر ہے "(۸) اے یہودا تیرے بھائی مدح کرینگے۔ تیرا ہاتھ تیرے دشمنوں کی گردن میں ہوگا۔ تیرے باپ کی اولاد یعنے تیری قوم) تیرے حضور جھکیگی (۹) یہودا شیر ببر کا سا بچہ ہے۔ اے میرے بیٹے تو شکار پر سے اٹھ چلا ہے۔ وہ شیر ببر بلکہ پرانے شیر ببر کی مانند جھکتا اور بیٹھتا ہے۔ کون اس کو چھیڑیگا (۱۰) یہودا سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ حاکم اس کے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہیگا جب تک کہ سیلاہ نہ آوے۔ اور قومیں اس کے پاس اکٹھی ہونگی (۱۱) وہ اپنا گدھا انگور کے درخت سے اور اپنی گدھی کا بچہ خاصہ انگور کے درخت سے باندھیگا۔ وہ اپنا لباس مے میں اور اپنی پوشاک آب انگور میں دھوئیگا۔ (۱۲) اسکی آنکھیں مے سے لال ہونگی۔ اور اس کے دانت دودھ سے سفید ہونگے"

یہودا کا بیان جو بائیبل کی مذکورہ بالا ورسوں میں مذکور ہے۔ اسکی ورس تک قابل غور ہے۔ ورس ۱۰ کا ترجمہ یہ ہے "لا یزول القضیب من یہوذا والمشترع من بین رجلیہ حتی یاتی الذی لہ الکل وایاہ تنتظر الامم" (عربی بائیبل مطبوعہ بیروت سنہ ۱۸۷۰ء)

(عربی کا اردو ترجمہ) یہودا کے خاندان میں ہمیشہ سلطنت رہیگی۔ اور اسکی اولاد سے سیاست کرنے والے ہونگے۔ جب تک کہ وہ نہ آوے جو تمام کا مالک ہے اور جس کی انتظاری تمام قومیں کرتی ہیں" اب جائے تامل ہے کہ اردو ترجمہ اور عربی ترجمہ میں کس طرح فرق ہے۔ ہماری ایک ایشیائی ضرب المثل ہے کہ زیادہ تعبیروں سے خواب ہی پریشان ہو جاتی ہے۔ تعبیروں سے خواب پریشان ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ لیکن مترجمان بائیبل نے اس پرانی تاریخی کتاب کا جو پہلے ہی محرف ومبدل تھی۔ وہ ستیاناس کیا ہے کہ اس کا مطلب ضرور خبط ہو گیا ہے۔ خیر یہ تو ترجمہ کا حال ہے

اب مطلب کا حال سنئے۔ اس پیشگوئی کو حضرت المسیح پر چسپان کیا جاتا ہے۔ اور لفظ شیلاہ سے المسیح مراد لی جاتی ہے۔ سبحان اللہ لفظ شیلاہ کے معنے ولیم گسنیئوس صاحب لغات عبرانی میں صلح وسلامتی سے کرتا ہے۔ بتاؤ تو حضرت المسیح نے کب کہا تھا کہ صلح سلامتی میں ہوں۔ بلکہ انہوں نے تو فرمایا ہے کہ "یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔ کیونکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کر دوں۔ (دیکھو انجیل متی باب ۱۰ ورس ۳۴ و ۳۵)

ہاں صالح اور مصلح صاحب السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارک ہیں اور عملی طور سے بھی آپ نے صلح وسلامتی کو پورا کیا۔ اور آپ ہی صاحب الکل ہے کیونکہ آپ ہی نے مصر اور فارس وعرب اور حبش یورپ اور سو چتا سے غرض کل دنیا کو سلامتی اور اسلام کے میں ایک کر کے فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانا کا خطاب دیا۔ اور حضرت المسیح ہمارے تعلیم [illegible]

قادیان کا ایک خط اور اسکا جواب

از مرزا عبدالکریم صاحب "تاجر پونچھ"

اخویم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کارڈ پہنچا .... آپ نے جو القول الفصل کا جواب لکھا بڑی غلطی کھائی۔ آپ کے لئے اچھا نہیں ہوا۔ بھلا نبی زادہ کی مخالفت کرکے آپ کامیابی کی راہ دیکھ سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ حضرت مسیح موعود کی کتب کے جس جس نے جوابات دیئے ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان کا انجام اچھا ہوا جو آپ لوگ سمجھے ہوئے ہیں۔ یہ غلط راہ ہے۔ کیا آپ نے حضرت مسیح موعود کے ان شعروں پر بھی کبھی غور فرمایا ؎

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد	بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہونگے یہ برباد	بڑھینگے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر تو نے یہ مجھ کو بارہا دی	فسبحان الذی اخزی الاعادی

آپ نے القول الفصل کا تو کیا جواب دیا ہوگا۔ جو حقیقۃ النبوۃ کے جواب پر کمر باندھی ہے۔ قاضی اکمل اور محمد سعید کی منطق شاید آپ کو اس لئے بری معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ مسیح موعود اور خلیفۃ المسیح اول کی تحریر صداقت خلافت ثانی میں جو پیش کر دیتے ہیں فقط ذرا غور کرو حضرت مسیح موعود کے اس کلام پر جن کو آپ لوگ سچا مسیح موعود اور راستباز انسان مانتے ہیں اس سے کیا نعوذ باللہ خدا تعالےٰ جھوٹا وعدہ کرتا ہے ؎ "کہا ہرگز نہیں ہونگے یہ برباد" پھر فرمایا "خبر تو نے یہ مجھکو بارہا دی" پھر اس کے علاوہ ذرا تھوڑی دیر گردن جھکا کر دل میں اپنے تئیں ملامت کرو۔ ہم کس کی کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں۔ اور کس کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ پیارے مسیح کا جایا ہے۔ آہ! آپ لوگوں نے مسیح موعود کی تحریر پر کچھ بھی عمل نہ کیا اور کچھ بھی قدر مسیح موعود نہ جانی۔ ہمیشہ راستبازوں کی مخالفت ہوتی آئی ہے چنانچہ محمود کی مخالفت کوئی نئی مخالفت نہیں خدا کا خوف کرنے سے بھلا ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں میری تھوڑی تحریر پر آپ ضرور توجہ فرمائیں گے فائدہ ہوگا +

جواب

برادرم مکرم .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خدا تعالےٰ نے قیامت تک کے واسطے ایک ہی نبی اور ایک ہی رسول بھیجا صلے اللہ علیہ وسلم، اب کوئی دوسرا نبی شرعی اصطلاح میں جو قرآن کریم نے بتائی نہیں ہے (اُمتی آنحضرت صلعم کے بعد قیامت تک) ہاں جزوی نبی اس اُمت میں جو خیر الامم ہے بیشمار ہیں اور مسیح سے بڑھ کر بھی ہزارہا ہیں۔ حضرت صاحب کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں۔ دیکھو چشمہ معرفت صفحہ ۲۹۸ و ۲۹۹ و براہین پنجم صفحہ ۱۳۹ و ۱۸۱ و ۱۸۳ و ۱۸۴۔ اس قسم کی نبوت میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں ہوتا۔ جس کو دوسرے لفظوں میں انذار و تبشیر کہہ لو یا مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر امور غیب کہہ لو یا ظلی و بروزی نبوت کہہ لو یا مجازی و غیر حقیقی نبوت نام رکھ لو۔ اسی کو لغوی معنوں کے رو سے حقیقی نبوت بھی کہتے ہیں۔ مگر شریعت اسلام جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لائے اس کا نام حقیقی نبوت نہیں رکھتی۔ صرف نبی کا نام الہامات میں پانا یا نبی پیغمبر کے نام سے موسوم کیا جانا کسی کی حقیقی نبوت کی دلیل نہیں (یعنے از روئے شریعت کے) ازالہ اوہام کو دیکھو بایزید بسطامیؒ کی نسبت حضرت صاحب لکھتے ہیں کہ ان کا علی الاعلان یہ دعوے تھا۔ کہ میں ہی ابراہیم ہوں۔ میں ہی موسیٰ ہوں میں ہی عیسیٰ ہوں میں ہی نوح ہوں میں ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اور معین الدین چشتی اجمیری کہتے ہیں کہ ہر وقت مجھکو روح القدس یعنے الہام بتاتا ہے۔ کہ میں عیسیٰ ثانی بن گیا ہوں اور حقیقت الوحی میں حضرت صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ادنےٰ خادم مسیح سے بڑھ کر ہیں۔ مگر انکو شرعی اصطلاح کی رو سے حقیقی نبی ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم سلسلۂ نبوت و رسالت ہیں۔ دیکھو اعجاز المسیح صفحہ ۹۹ و ۱۰۰۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ خیر ھذہ الامۃ ہیں۔ یعنے اُن سے بڑھ کر اُمت محمدیہ میں کوئی دوسرا نہیں۔ جب وہ اس مرتبہ کے ہوکر حقیقی نبی نہیں۔ تو کوئی دوسرا کیونکر ہو سکتا ہے۔ آپ نے شرکیہ عقاید سے بھرا ہوا کارڈ دھکیل دیا۔ ابھی صاحبزادہ صاحب چار پانچ سال کے ہونگے۔ کہ یہ عاجز حضرت صاحب کا خادم ہوا ہے اور مدتوں صحبت میں رہ چکا ہے پھر حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم رضی اللہ عنہ کا بھی تربیت یافتہ غلام ہے۔ قادیان کی موجودہ پارٹی .... جن کو دُنیا نے اور اغراض نفسانیہ نے حق پوشی پر مائل کیا ہوا ہے .... اگر خدا تعالےٰ کا بھی خوف کرتے تو یہ فتور نہ پڑتا۔ مگر فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات کی پیش گوئی پوری ہونی تھی۔ اور مثیل مسیح کی مماثلت اس طرح بھی ثابت ہونی تھی کہ قوم کا اکثر حصہ اندھی تقلید کرکے کچھ کا کچھ بنا دیتا۔ کیونکہ جس مسیح کے حضرت صاحب مثیل ہیں اُن کے متبعین نے اُن کو انسان سے خدا بنا دیا۔ یہاں بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ تاکہ مماثلت پوری ہو (سو ایسا ہی ہوا) آپ حیران ہونگے کہ ہم تو اُن کو نبی مانتے ہیں۔ خدا تو نہیں مانتے تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جب ایسا نبی گذشتہ انبیاء میں سے بھی کوئی اُمتی نہیں ہوا۔ اور آنحضرت صلعم سے لے کر آج تک کوئی دوسرا اُمتی بھی ایسا نبی نہیں بنا۔ اور آئندہ قیامت تک بھی بننا مشکل ہے۔ کیونکہ مسیح موعود خاتم الاولیاء اور خاتم الخلفاء ہیں۔ لہٰذا جو ہوگا آئندہ آپ سے کم درجہ پر ہی ہوگا نہ کہ مساوی۔ پھر ثابت ہوا کہ آپ بھی (یعنے بقول میاں صاحب) واحد لاشریک ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ ونعوذ باللہ منہا۔ پھر خدا ہوئے۔ آپ لوگوں کو یہ غرہ ہے کہ ہم ضالین نہیں ہو سکتے کیونکہ حضرت صاحب نے غیر احمدیوں کو ہی ضالین بھی کہا ہے اور یہود بھی کہا ہے۔ مگر تحفہ گولڑویہ (حاشیہ صفحہ ۱۵) میں آپ پیش گوئی کر گئے ہیں کہ تم بھی ایسا ہی کرو گے۔ اگرچہ نصاریٰ اور غیر احمدیوں کو بھی مغضوب و ضالین کا مصداق ٹھیرایا ہے۔ مگر یہ مت کہو کہ کسی دوسرے کے ضال بننے کی آپ کوئی نفی کر گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من تشبہ بقوم فھو منھم جو جیسے اطوار اختیار کرے گا وہ ویسا ہی بن جاوے گا۔ سو اول تو قرآن شریف سے حضرت صاحب کو حقیقی نبی ثابت کرو پھر اسکے بعد میاں صاحب کو نبی زادہ کہو۔ پھر نبی زادوں کی بےحد عظمت قرآن و حدیث سے ثابت کرو کہ وہ بھی مثل نبی کے سمجھے جاویں۔ میاں صاحب نے حضرت صاحب کی تعلیم اور تحریر کے برخلاف معنے گھڑے ہیں اور تحریف سے کام لیا ہے پس (یہ اہل اسلام کا مسلم عقیدہ ہے کہ) مخالف نبی کا ہے دشمن خدا کا۔ نوح کا بھی ایک بیٹا تھا بحذف الیزال میں ان کا (یعنے صاحبزادہ صاحب کا) مخالف نہیں۔ اُن کے خیالات سے نبوت کا مخالف ہوں۔ جو قرآن و حدیث کے بلکہ خود حضرت صاحب کی تحریرات کے مخالف ہیں شعر کہا "ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد" کا اگلا مصرعہ بھی غور سے پڑھو "بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد" اسی کے مطابق براہین پنجم میں بھی کہا کہ "اور میں ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار" جس سے صرف ترقی اولاد مراد ہے اور کچھ نہیں افسوس نہ حضرت صاحب کی کتابیں پڑھتے ہیں نہ ہماری تحریرات پھر سراسر بےخبر ہو کر یکطرفہ ڈگری یہ سراسر ظلم عظیم ہے جو بخشا نہ جائے گا۔ دین اسلام خواہ تباہ ہی ہو جائے مگر آپ کی بنائی ہوئی خلافت ثابت ہو جاوے تاکہ میاں صاحب خوش ہو جاویں +

(باقی آئندہ)

مُباحثہ شملہ اور اُس کا اختتام

مولوی علم الدین صاحب کٹھانوی شاید اس خیال سے کہ ملتان میں بحث نہیں ہو سکا ادھر تو مجھے مباحثہ سے ذلیل کرینگے اور ادھر انکی جماعت کی ٹوٹی ہوئی کمر پھر مضبوط ہو جائیگی۔ اس خیال پر انہوں نے مجھکو مجبور کیا کہ ضرور بالضرور مباحثہ کرو۔ خود ہی مولوی صاحب نے جناب شیخ محمد عمر صاحب بی اے کا نام [illegible] کہ انکو ثالث مقرر کر لو وہ جو فیصلہ دیں۔ اسپر ہم دونو کو کاربند ہونا ہوگا۔ مجبوراً میں نے بتوکل علی اللہ انکی خدمت بابرکت میں عرض کیا کہ بہت اچھا۔ جو آپ فرمائیں۔ مجھے بسر و چشم منظور ہے لیکن بحث جو ہوگی مسئلہ کفر و اسلام پر ہوگی کیونکہ اگر حضرت صاحب کی تحریروں سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ گئی۔ کہ انہوں نے غیر احمدی احباب کو بھی خارج از دائرہ اسلام کہا ہے۔ تو اس سے نبوت خود بخود ہی حل ہو جائیگی۔ انہوں نے بھی خاکسار کی بات کو

سمجھا کہ احتیاطاً یہ خبر پوشیدہ رکھی جائے۔ یہاں تک کہ یثرب کے حاجیوں کی ایک بڑی جماعت جو ساتھ تھی، اور ان کے مقصد سے ناواقف تھی، حاجیوں کی نو مسلم جماعت کے ساتھ حصہ بھی تھے۔ اور نبی کریم صلعم اور نو مسلموں کے درمیان خبر رسانی کا وہی ذریعہ تھے۔

دشمنان اسلام کو خبر پہنچ جانے اور ان کے حملہ کر دینے کے اندیشہ سے حضرت نبی کریم صلعم اور نو مسلموں کے درمیان نصف رات کو ملاقات کا وقت قرار پایا۔ اور اس خیال سے کہ اگر شبہ پڑ جائے۔ اور کفار دشمنی اور جنگ پر آمادہ ہو جاویں۔ تو یہ نو وارد لوگ جلدی ہی ان کے دائرہ اقتدار سے باہر نکل جا سکیں حج کے اختتام پر اس ملاقات کو رکھا گیا کیونکہ بوجہ حج کے مراسم ختم ہو جانے کے اگلی صبح کو تمام مخلوق یوں بھی اپنے گھروں کو لوٹنے والی ہوتی ہے۔ ملاقات کے لئے جو جگہ تجویز کی گئی۔ وہ وہی عقبہ کی سنسان گھاٹی تھی۔ جو بارہ ماہ پہلے بارہ آدمیوں کی ایک مختصر جماعت بیعت سے مشرف ہو چکی تھی۔ اور اس ملاقات میں سب شامل ہونے والوں کو ہدایت کر دی گئی کہ وہاں نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے پہنچ جائیں۔ سوتے ہوئے کو نہ جگائیں اور غیر حاضر اور سست کا انتظار نہ کریں۔ آنحضرت صلعم اپنے چچا عباس کے ساتھ (جو ابھی تک کافر تھے لیکن بوجہ متشہر ہونے کے اس موقعہ پر وہ بھی موجود تھے) نصف شب سے ایک دو گھنٹہ پہلے ہی مقررہ ملاقات کی جگہ پر جا پہنچے اور آنے والوں کا انتظار کرنے لگے۔

ابھی زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ رات کی تاریکی میں لوگ ایک ایک دو دو تین تین چپ چاپ برہنہ پیشانوں اور پتھریلی وادیوں پر سے اس مقدس مقام کی طرف بڑھتے ہوئے نظر آنے لگے۔ یہاں تک کہ تہتر مخلص شاگرد (جن میں سے باسٹھ بنی خزرج میں سے تھے۔ اور گیارہ بنی اوس میں سے تھے) بمعہ دو عورتوں کے جمع ہو گئے۔ ان میں وہ بارہ نو مسلم بھی شامل تھے۔ جو کہ پچھلے سال اسی مقام پر رسول اللہ صلعم سے مل چکے تھے حضرت عباس نے ان سب کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ اور اپنے بھتیجے رہنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم . . .

. . . .

. . . .

. . . .

کے پاس خود بیٹھ کر جو بھی آ جائیں مجمع کو یوں مخاطب کیا۔

"اے اہل یثرب اور معاشر بنی خزرج۔ آپ لوگ میرے بھتیجے محمد (صلعم) کے اس معززانہ و مستانہ مقام سے خوب واقف ہیں۔ جو اسے میرے اعزا و اقارب و قبیلے میں حاصل ہے۔ اگرچہ ہم وہ ہیں کہ تیرے مذہب کے مخالف ہیں مگر ہمارا اس کی حمایت کرتے۔ ہیں کیونکہ یہ ہمارا خون اور جگر ہے۔ اور اسی طرح اس کی حمایت کرتے رہیں گے۔ لیکن یہ تم لوگوں کی آنکھوں میں اب مقبول و محبوب ہو گیا ہے۔ اس لئے یہ اب تم ہی میں سے ہی ایک بننے کو تیار ہے۔ مگر اسے بنی خزرج میں نہیں تاکید ہوا کہ اس معاملہ پر پہلے خوب غور کر لو۔ اگر تم اس قدر مضبوط ہو کہ ان سب کے مقابلہ پر جو اس کو اور تم کو نقصان دینے کے لئے اٹھیں۔ اپنا اور اس کا بچاؤ کر سکتے ہو۔ اگر تم اتنے قوی اور بہادر ہو کہ اگر ضرورت پڑے تو اس کی حمایت کے لئے اپنی جانیں اور مال قربان کر سکتے ہو۔ تو پھر یہ تجویز احسن اور عمدہ ہے لیکن اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم اسے ابھی چھوڑ دو۔ تا بعد میں اس کو دشمنوں کے حوالہ کر کے اپنی عزت و نیکنامی کی پیشانی پر ہمیشہ کے لئے کلنک کا ٹیکہ نہ لگا لو۔ اے اہل یثرب اب بتلاؤ کہ تم کیا کہتے ہو؟"

تب براء نے جو بنی خزرج میں ایک بوڑھا سردار تھا۔ جواب دیا کہ "ہم نے ان باتوں کو سنا۔ ہم سب ایک ہی رائے رکھتے ہیں۔ ہمارے عزم کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ ہماری خواہ جان چلی جائے مگر ہم اپنے عہدوں پر اور محمد (صلعم) کے ساتھ وفادار رہیں گے۔ ہم قطعی فیصلہ کر چکے۔ اب اے خدا کے رسول آپ اپنا فیصلہ ارشاد فرمائیں۔"

حضرت خیر البشر صلعم نے جواب میں پہلے تو چند آیات قرآنی تلاوت فرمائیں اور آخر میں آپ نے مذکورہ بالا تجویز پر رضامندی کا اظہار فرمایا۔ لیکن اس شرط پر کہ حاضرین عہد کریں کہ وہ آپ کی حمایت و حفاظت بھی اسی طرح کریں گے جس طرح اپنی بیبیوں اور بچوں کی حفاظت و حمایت کرتے ہیں۔"

جونہی نبی کریم صلعم نے تقریر ختم کی۔ چاروں طرف سے ہر ایک شخص بڑے جوش و خروش سے چلا اٹھا۔

کہ ہم ایسے معاہدہ کے لئے تیار ہیں جو اور رسول (صلعم) کے استقبال اور حمایت و حفاظت کے لئے نہ صرف اپنا مال و دولت بلکہ جانیں تک قربان کر دینے کے لئے آمادہ ہیں۔ تب عباس نے اپنے ایک ہاتھ میں آنحضرت صلعم کا ہاتھ پکڑا۔ اور دوسرا ہاتھ بلند کر کے زور سے کہا۔ "خاموش! ممکن ہے کہ ارد گرد کوئی جاسوس لگا ہوا ہو۔ چاہئے کہ تم میں سے دو سمجھ دار نمائندہ تمہاری طرف سے بولیں۔ کیونکہ اگر ہماری قوم کو تمہارے یہاں جمع ہونے کا پتہ لگ گیا تو تمہاری سلامتی معرض خطر میں پڑ جائے گی۔ پس جلدی اسی وقت اور اسی جگہ پکا عہد کر دو اور اس عہد کے بعد جس قدر جلد ہو سکے۔ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے ڈیروں کو رخصت ہو جاؤ۔"

تب ان میں سے قبائل کے خاص آدمی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور براء نے سب کی طرف سے وکیل بن کر کہا۔ "اے محمد خدا کے سچے رسول اپنا ہاتھ پھیلائیے"۔ آنحضرت صلعم نے ہاتھ پھیلایا۔ اور براء نے آپ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ جیسا کہ وفاداری کی حلف اٹھاتے وقت عربوں میں دستور تھا۔ تب عورتوں کے سوا باقی کے تمام لوگوں نے باری باری سے اسی طرح بیعت کی۔ اس کے بعد عورتیں آگے آئیں۔ اور عقبہ کی بیعت اول کے الفاظ دہرائے۔ مگر آنحضرت (صلعم) کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھا۔ جب یہ ہو چکا۔ تو رسول اللہ صلعم نے خاص آدمیوں میں سے بارہ نقیب مقرر کئے۔ جن میں سے چار تو قبیلہ اوس میں سے تھے۔ اور باقی کے قبیلہ خزرج میں سے۔ اور فرمایا "موسیٰ نے اپنی امت میں سے بارہ نقیب منتخب کئے تھے۔ اسی طرح تم بھی نقیب ہو۔ اور باقیوں کے لئے ضامن ہو۔ جس طرح عیسیٰ کے رسول (حواری) ضامن تھے۔ اور میں اپنے لوگوں کے لئے ضامن ہوں۔" اس پر سب نے عرض کی کہ اے حضور جیسا فرمایا ایسا ہی ہو۔ آمین۔ تب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ اور مجلس منتشر ہو گئی۔ اور ہر ایک شخص اپنے اپنے ڈیرے کو چلا گیا۔ اور اس طرح عقبہ کی بیعت ثانی کی بے مثال پر عظمت و تکریم تقریب کا خاتمہ ہوا۔

قرآن کریم کا بول بالا

تحریف بائبل کا مسلم ہونا

ڈاکٹر منگانا اور قرآن کریم کو محرف ثابت کرنے کی ایک بیہودہ کوشش

(از قلم جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

کوئی شخص مسیح نام تھا وہ معجزات دکھاتا تھا وہ صلیب پر کھینچا گیا وہ مرنے کے بعد جی اٹھا اور اس کا بھی چرچا ہوا جس کا ذکر اناجیل اربعہ میں ہے یہ عیسائی مذہب کی بنیاد ہے۔ اب یہ مسئلہ انجیل کی طرف اور مرقس کا یہ فقرہ ایک طرف یہ جو کسی شخص کی شہادت ایک نہایت ... شہادت تھی جو ہمارے سامنے بار بار پیش کی گئی۔ لیکن آج یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا۔ کہ یہ سارے کا سارا فقرہ جو مرقس کی کتاب میں مقدس عیسائی بزرگوں نے الحاق کر دیا۔ جس کا سبب کا افشاں اور آغاز ایسے مقدس ہاتھوں سے ہوں جو خداوند خدا کا جلال قائم کرنے کے لئے غلط بیانی جعلسازی و الحاق کو جائز سمجھیں جو کتابوں کی کتابیں فرضی لکھ ڈالیں جو اوروں کی مستند کتابوں میں اپنے مطلب کے الحاق لگا دیں پھر کس قدر حیرتناک بات ہے۔ کہ وہ کمیٹی جو ہمیں کے زمانہ میں بیٹھی اور اس کے سامنے کل قدیمی نسخے ہوں گے۔ جن میں بہت سے قدیمی یونانی نسخوں میں ان آیات زیر بحث کا نام تک بھی نہ ہوگا۔ جو اس وقت بعض امور مذہبی کی بنیاد ہیں۔ پھر یہ کمیٹی ان قدیمی نسخوں کی تو پرواہ نہ کرے اور بعد کے نسخوں کی ان ملحقہ آیات کا ترجمہ کر دے پھر آئے دن ان تراجم کی اصلاح ہو اور وہ اصلاحی کمیٹی قدیمی نسخوں کا معائنہ کر لے۔ اور جیسی اول کے زمانہ سے لے کر آج تک کسی بھلے مانس کو خیال نہ آیا کہ دنیا کو اس غلطی سے بچایا جاوے اور اطلاع دی جاوے کہ جن آیات پر تثلیث اور عیسائی مشن کو غیر قوموں تک پہنچانے اور ... ایمان کو ابدی جہنم کا وارث قرار دینے کی بنیاد ہے وہ بالکل جعلی اور الحاقی ہیں۔ ہاں جب خود متشککین کا ایک گروہ پیدا ہوگیا۔ ان تمام اناجیل کی تنقید کرے اور ان جعلسازیوں اور الحاقوں کو زمانے کے علم میں لائے تو اس وقت نہایت خاموشی سے نئے اصلاح کردہ ترجمہ میں سے ان آیات کو نکال دیا جاوے اور تسلیم کر لیا جاوے کہ یہ آیات قدیم نسخوں میں نہیں۔ کیا کسی مذہب کی بنیاد اس کی الہامی کتاب ... مذہب کی تاریخ ہی ہمیں ... پھر جب الہامی کتاب اس کی تاریخ کا یہ حال ہے۔ تو پھر اس کی بنیاد پر مذہب کی تبلیغ دنیا میں ہو رہی ہے۔ کیا کسی عدالت میں وہ دستاویز قابل عزت سمجھی جاتی ہے جس کا ایک حصہ جعلی سمجھا جاوے۔ کیا یہ دلیل کسی ہوشمند کے سامنے قابل پذیرائی ہوتی ہے کہ دستاویز کا جعلی حصہ چھوڑ دیا جاوے اور باقی کا حصہ شہادت میں لیا جاوے۔ کوئی عقلمند اس بات کی اجازت نہیں دیتا پھر مذہب جیسے اہم معاملہ میں کیوں ایسی ظرافت کو کیا جاتا ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ ایسی ناقابل اعتبار کتاب میں اس کا وہی حصہ جعلی ثابت ہوتا ہے جو اس دین اور مذہب کی بنیاد ہے۔ عیسائی صاحبان اب کیوں دنیا کو تثلیث کا غلط عقیدہ تعلیم کرتے ہیں۔ جب اس کی بنیاد وہی آیت انجیل میں جعلی نکلی۔ بہرحال کیوں عیسائی مذہب غیر اقوام تک پہنچایا جاتا ہے جب جناب مسیح کھلے کھلے الفاظ میں اپنی تمام مدت عمر غیر اسرائیلیوں کو اپنا مذہب سکھلانے سے پرہیز کرتے رہے اور اس امر سے نفرت کرتے رہے۔ اور جن آیات مندرجہ انجیل مرقس کی بنیاد پر پادری صاحبان نے یہ حق سمجھ رکھا تھا کہ مسیح کی انجیل دنیا کی کل قوموں تک پہنچا دیں وہ آج جعلی اور الحاقی ثابت ہو گئیں تو پھر کیا دیانت اور ایمانداری کا تقاضا نہیں کہ کل عیسائی مشن بند کر دیئے جاویں۔ اگر عیسائی مشن کے چلانے والے جناب مسیح کے قول پر چلنا ایمانداری سمجھتے ہیں۔ اور اس کے کھلے الفاظ کے خلاف کرنا بے ایمانی اور مکروہ باطنی جانتے ہیں۔ تو آؤ پھر اس معاملہ پر ... مشن پر غور کریں۔ انجیل مرقس کے آخری باب کی گیارہ آیتوں کو انجیل سے نکال دو۔ پھر مسیح کا ایک قول بھی کل اناجیل میں ایسا نظر نہیں آتا۔ کہ جس میں دنیا کی غیر قوموں تک عیسائی مذہب پہنچانے کی اجازت دی گئی ہو۔ پھر تو وہی مسیح کے اقوال رہ جاتے ہیں جن میں اس نے غیر مختونوں کو تبلیغ مذہب کے معاملہ میں کتے اور سور قرار دے کر کہا کہ سوروں کے آگے موتی اور کتوں کے آگے بچوں کی روٹی نہیں ڈالی جاتی۔ کیا کوئی ہے کہ جو استاد کے ان وصایا پر عمل کرے۔ آہ یہ کیا مذہب ہے۔ کہ جس نے صدیوں غلط راہ پر قدم مارا۔ اور آج جب صداقت کھل گئی۔ تو ان کے لئے اختیار کردہ قدموں سے واپس ہونا ایک مصیبت ہو گئی۔ آج خدا کی باتیں سچ ہو گئیں۔ اور قرآن کا بول بالا ہو گیا۔ جو بات تیرہ صد برس ہوئے۔ اس خدا کی آخری کتاب نے کہی وہ سچ ثابت ہو گئی۔ جب یہ باتیں انگلستان میں مبلغین اسلام نے پیش کیں اور انگریز نومسلموں نے پادریوں سے جائز طور پر مطالبہ کیا۔ کہ جب خدا کا مذہب ہم نے خدا کی کتاب سے سیکھنا ہے۔ کہ ان مسلمان مذہب ہے۔ اور خدا کی جو کتاب عیسائی مذہب پیش کرتا ہے وہ اب جعلی ثابت ہو چکی ہے اور قابل اعتبار نہیں رہی اور یہ امر متحقق ہو گیا ہے کہ مسیح سے دو تین صدیوں کے اندر اندر یہ کتابیں محرف و مبدل ہو گئی تھیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ وہ خدا جو انسانی ہدایت کے لئے ہمیشہ کتاب پہ کتاب بھیجتا رہا۔ جب کوئی کتاب مفقود ہو گئی اس کی طرف سے دوسری کتاب آئی۔ اور اس لئے آئندہ نسلاً بعد نسل آتی رہی۔ اب اگرچہ تعلیم و تلقین جناب مسیح چھوڑ گئے وہ مخدوش و مشتبہ ہو گئی۔ تو کیوں خدا تعالیٰ نے پھر نو ایک اور کتاب نہ بھیجی۔ یہ ایک جائز مطالبہ تھا جو مغربی نومسلموں نے پادری صاحبان سے کیا۔ اس کا جواب کیا ہو سکتا تھا صرف یہ کہ ان اعتراضوں کو تو تسلیم کیا جاتا۔ اور قرآن پر من وجہ اسی قسم کے الزام لگانے کی کوشش کی جاتی۔ چنانچہ چند صفحات کیمبرج یونیورسٹی پریس میں ڈاکٹر منگانا اور مرزا کینز الگنیس نے نکالے اور جن میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ کہ ان کے قبضہ میں ایسے اوراق قرآن کے موجود ہیں جو سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت سے پہلے کے ہیں اور ان میں اور مروجہ نسخہ جات قرآن میں اختلاف ہے اور اس طرح قرآن کے محرف ہونے کا من وجہ اشارہ کیا گیا ہے یہ اسی بات کا نتیجہ ہے جو اختلاف پیش کئے گئے ہیں۔ اور جو دلائل اس کے متعلق دیئے گئے ہیں وہ اس قدر بودے اور بیہودہ ہیں کہ در اصل ان کا جواب دینا بھی تضیع اوقات ہے لیکن ہم نے یورپین مصنفین کا ان معاملات میں یہ طریق عمل دیکھا ہے کہ وہ پہلے نہایت ہی معمولی طریق پر کسی امر کا جو در اصل بے بنیاد ہوتا ہے اپنی تحریر میں اشارہ کر دیتے ہیں پھر اگر فریق ثانی خاموش رہے۔ تو کچھ مدت بعد اس پر کچھ اضافہ کر کے بعد نئے امور سمجھاتے ہیں پھر کچھ عرصہ بعد مختلف تصویریں اور قیاس پیش کرتے ہیں اور آخر کار اس امر کو جو پہلے اشارۃً کنایۃً بیان کیا گیا تھا وہ بطور امر مسلمہ تسلیم کر لیتے ہیں اور رائی کا پہاڑ بنا دیتے ہیں یہ ڈاکٹر منگانا کی کتاب قرآن کریم کے متعلق اس وقت ابتدائی حالت میں ہے چند نہایت ہی بیہودہ باتیں پیش کر دی گئی ہیں لیکن اگر ہماری طرف سے آج خاموشی اختیار کی گئی تو ایک دن کو قرآن کا محرف ہونا بھی ہی تسلیم کر لیا جاوے گا۔ راقم الحروف اس غرض سے مصر اور شام اور بعض جا کر اور ایسا ہی ہندوستان کے بعض مقامات سے ایسے نسخہ جات قرآن کا فوٹو لیا۔ جو پہلی اور دوسری صدی ہجری کے بتلائے جاتے ہیں۔ ارادہ یہ ہے کہ ڈاکٹر منگانا کی کتاب کا مکمل جواب کتاب کی صورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ٣ ۔ مورخہ ۵ جولائی ١٩١٥ء نمبر

عقبہ کی بیعت ثانی

از پروفیسر حارون مصطفی لیون

ہمارے ناظرین یہ بات معلوم کر کے محظوظ ہونگے ۔ کہ برادرم پروفیسر ہارون مصطفےٰ لیون ایم ۔ اے پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ ایل ایل ڈی ۔ ایف ایس پی عرصہ ٣٢ سال سے سچے مسلمان ہیں آپ نے ١٨٨٢ء میں اسلام قبول کیا تھا ہمارے مکرم بھائی یورپ اور امریکہ کی بہت سی علمی سوسائیٹیوں کے فیلو اور آنریری ممبر ہیں ۔ آپ علم اللسان کے ایک نہایت ماہر اور فاضل عالم ہیں ۔ اور حال میں رسالہ ایجیل آف مان انگریزی میں آپ نے جزیرہ مان کی زبان کے ماخذ پر مضامین کا ایک سلسلہ جاری کر رکھا ہے ۔ سائنس کی اس شاخ میں آپ کی خدمات کا اعتراف بہت سی علمی مجلسوں نے کیا ہے ۔ اور حال ہی میں صوبجات متحدہ امریکہ کی پوٹوٹک یونیورسٹی نے آپ کو ایم ۔ اے کی ڈگری عطا کی ہے ۔ آپ علم اللسان کی بین الاقوامی سوسائٹی کے سیکرٹری جنرل کے عظیم الشان عہدہ پر مامور ہیں ۔ اور فیلوتھ جیسے سائنٹفک میگزین کے جو لنڈن سے نکلتا ہے ۔ آپ ایڈیٹر ہیں ۔ ڈاکٹر لیون کو بہت سے تمغہ جات سلطان عبد الحمید خان شاہ ایران سابق اور شہنشاہ آسٹریا کی طرف سے عطا ہوئے ۔ کئی سالوں کا عرصہ ہوا آپنے لورپول کی مسجد میں بھی کئی بار لکچر دئیے ہیں ۔ اڈیٹر

ہمارے نبی کریم صلعم کی زندگی کے نہایت دل ربا اور اہم واقعات میں سے ایک واقعہ وہ بھی ہے ۔ جب آپ کی جبل عقبہ کے دامن میں آدھی رات کی جادو بھری گھڑیوں میں انصار سے ملاقات ہوئی ۔ اور اس جگہ مخلص مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت سے جو خون اور نسل کے اعتبار سے تو غیر تھے ۔ گر دین اور ایمان کے لحاظ سے قریش کی سب سے اونچی ذات کے بہترین قابل فخر فرزند کے عزیز و اقارب تھے ۔ ایک معاہدہ کیا گیا ۔ جس کے رُو سے ان کی قسمت اور وفاداری ہمیشہ کے لئے خدا کے بزرگ ترین آخری نبی کے ساتھ متحد ہو گئی ۔ آنحضرت صلعم کی مبارک زندگی کا باونواں سال تھا ۔ (٦٢١ء) جو حج کے ایام آ گئے ۔ اور یثرب (مدینہ) کے نومسلموں کو پھر موقعہ ملا ۔ کہ امن اور سلامتی کے ساتھ مکہ کا سفر کریں ۔ اور الامین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و خلفائہ وسلم کی زبان مبارک جو حق و حکمت کے موتی لٹاتی تھی ۔ اُن سے اپنی رُوح کے دامن کو بھر کر مالا مال ہو جائیں ✣

یہ موقع نہایت نازک تھا ۔ کیونکہ قریش آنحضرت صلعم کے ساتھ دشمنی کرنے میں حد سے گذر گئے تھے ۔ اور بے طرح بپھرے ہوئے تھے ۔ اور موقع ڈھونڈتے تھے کہ کوئی بہانہ ملے تو ایذا دہی کی تلوار کو نیام سے نکالیں ۔ اور بابرکت احمد صلعم اور آپ کے صحابہ کے مقدس خون سے اُسے رنگیں ✣

اس سال کے بعد بہت سے واقعات گذر چکے تھے ۔ جس سال کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے پہلی دفعہ وادی منا میں مدینہ کے حجاج کے سامنے یقین و معرفت سے بھری تقریر فرمائی تھی ۔ اور جسے سُن کر اور آپ کی پر شوکت و عظمت شخصیت اور بے نظیر فصاحت سے متاثر ہو کر آپ کے سامعین بے اختیار ایک دُوسرے سے یوں بول پڑے تھے ۔ کہ یقیناً یہ وہی نبی ہے ۔ جس کی یہود ہمیں دھمکیاں دیا کرتے تھے ۔ اور حق یہی ہے کہ ہمارا اب یہ فرض ہے ۔ کہ دیر نہ کریں ۔ اور سب سے پہلے آپ کے متبعین میں داخل ہونے کا فخر حاصل کریں ✣

اس موقعہ پر آنحضرت کی تبلیغ کا نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ بارہ اشخاص کی ایک جماعت نے آپ کو خدا کا نبی تسلیم کیا ۔ اور اسلام کے مقدس دائرہ میں داخل ہوئے ۔ جن میں سے دس تو قبیلہ خزرج میں سے اور باقی دو قبیلہ اوس میں سے تھے ✣

اس وقت وفاداری کا حلف جن الفاظ میں اُٹھایا گیا تھا ۔ وہ مفصلہ ذیل ہیں :۔
"ہم خدائے واحد کے سواء کسی کی پرستش نہ کریں گے ۔ ہم چوری نہ کریں گے ۔ نہ زنا کریں گے ۔ اور نہ بچوں کو قتل کریں گے اور ہم کسی رنگ میں بھی افترا اور بہتان نہیں باندھیں گے ۔ اور امر بالمعروف میں کبھی رسول کی نافرمانی نہ کریں گے" ✣

جب یہ بارہ اشخاص یہ معاہدہ کر چکے ۔ تو نبی کریم صلعم نے اپنے ہاتھ اٹھا کر ان کو برکت دی ۔ اور فرمایا " جو بیعت یعنی معاہدہ ابھی تم نے کیا ہے ۔ اگر تم اس پر پوری طرح ثابت قدم رہے تو فردوس تمہارا اجر ہوگا اور جو کوئی اس معاہدہ کے کسی حصہ کو توڑیگا تو اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے ۔ خواہ سزا دے یا معاف کر دے" ✣

اسلام کی ناقابل زوال تاریخ میں یہ واقعہ جو ہمیشہ یادگار رہے گا "عقبہ کی بیعت اوّلین" کہلاتی ہے ۔ اور یہ نام اس ٹیلہ کی وجہ سے پڑا ۔ جس پر آنحضرت صلعم نے کھڑے ہو کر بارہ نومسلموں سے بیعت وفاداری لی تھی ۔ اس تاریخی مقام پر اب ایک مسجد بنی ہوئی ہے ✣

یہ بارہ نومسلم جب مدینہ واپس گئے ۔ تو نہایت سرگرمی سے وہاں تبلیغ شروع کر دی اشاعت دین میں اُن کے جوش اور اُن کی محنت نے ایسا عظیم الشان اثر دکھایا ۔ کہ خدا کی طرف سے جو سچائی نازل ہوئی تھی ۔ وہ گھر بہ گھر اور قبیلہ بہ قبیلہ پھیلنے لگی ۔ اُن کے آباؤ اجداد کے بُت پھینک دئے گئے ۔ اور چمگادڑوں اور چھچھوندروں کی طرح خارج اور ذلیل ہو گئے ۔ اور لوگ کثرت سے ایمان لانے لگے ۔ اور دعوت الہٰی کو قبول کر کے دار الامان میں داخل ہونے لگے ۔ یثرب مدینہ میں یہ تحریک ایسی کامیاب ہوئی ۔ کہ مبلغین کی وسعت سے کام زیادہ بڑھ گیا ۔ جس پر اُن کو آنحضرت صلعم کی خدمت میں لکھنا پڑا ۔ کہ ایک معلم بھیجیں جو قرآن پڑھ سکتا ہو ۔ اور دین سکھا سکتا ہو ۔ ایک جوشیلا نوجوان صحابی مصعب نامی جو ہاشم کا پڑپوتا تھا ۔ اور ہجرت حبشہ سے ابھی واپس آیا تھا ۔ اس کام کے لئے منتخب ہوا ۔ اور بعد میں بھی بتدریج دُوسرے آدمی امداد کے لئے روانہ کئے گئے ۔ جن میں وہ نابینا ولی بھی تھا ۔ جس کا نام عبد اللہ بن ام مکتوم ہے ۔ اور جس کا قرآن شریف کی سورۂ عبس (نمبر ٨٠) میں تذکرہ ہے ✣

یثرب میں اسلام کی اس حیرت انگیز کامیابی کی رپورٹیں حضرت نبی کریم صلعم کو پہنچتی تھیں چونکہ آپ قریش کی خطرناک مخالفت سے واقف تھے ۔ اور نہ چاہتے تھے ۔ کہ وہ بھڑک کر جنگ پر آمادہ ہو جائیں ۔ اس لئے خدا کے رسول نے یہ منصوبہ

منظور فرمایا (ان سب باتوں کا تحریری ثبوت خاکسار کے پاس موجود ہے۔) لیکن بعد میں منظور شدہ فیصلے کے متعلق فرمایا۔ کہ وہ ہم دونوں کے لئے Binding نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ لا اکراہ فی الدین [illegible] جائز نہیں۔ میں نے جواباً عرض کر دیا کہ جو کچھ جناب فرماویں۔ مجھے بسر و چشم منظور ہے۔ مولوی عمر الدین صاحب کے فرمانے کے مطابق جناب شیخ صاحب کو ثالث مقرر کر کے مباحثہ شروع ہوا۔ مولوی عمر الدین صاحب نے جو [illegible] Position اختیار کی۔ وہ حسب ذیل ہے۔

"میں (عمر الدین) مرزا صاحب کے منکر کو کافر کہتا ہوں (یعنی خارج از دائرہ اسلام) کیونکہ حضرت مرزا صاحب نبی تھے۔ ان معنوں میں جن معنوں میں انبیائے سابق نبی تھے۔" اس کے بالمقابل میں نے جو راہ اختیار کی۔ وہ مندرجہ ذیل ہے:-

"میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر کو کافر بمعنی خارج از دائرہ اسلام قرار نہیں دیتا۔ (۱) مرزا صاحب نبی [illegible] نہیں تھے۔ جن معنوں میں صحف الاولیٰ والے (۲) یا سوائے صاحب شریعت یا جدید احکام لانیوالے نبی کے کسی دیگر ملہم یا متکلم خواہ وہ خدا کی درگاہ میں کتنا ہی بڑھا ہوا کیوں نہ ہو۔ اور کتنی ہی [illegible] کیوں نہ ہو محض انکار انسان کو کافر بمعنی خارج از دائرہ اسلام نہیں بنا دیتا۔"

جناب وکیل صاحب نے مولوی عمر الدین صاحب کو حکم دیا کہ حضرت مسیح موعود کی کتب سے پہلے انکا دعوٰی نبوت پیش کرو۔ انہوں نے دو دن کی تقریروں میں مسئلہ نبوت اور مسئلہ کفر کو پیش فرمایا۔ (یہ دلائل کیسے تھے۔ ان کو بعد میں بوقت فرصت عرض کرونگا۔) اس کے بعد خدا کے فضل و رحم سے خاکسار نے مولوی عمر الدین صاحب کے لفظ بلفظ کی تردید حضرت مسیح موعود کی کتابوں سے کر کے دکھلائی۔ اور یہ سب کچھ اللہ کا رحم اور کرم ہی تھا۔ کہ ان سب باتوں کا اثر بہت سے احباب پر نیک پڑا۔ اور صحیح احمدیت کا نقشہ مسلمانوں کے سامنے پیش ہو گیا۔ اور پھر مسئلہ کفر کی تقریر کو سن کر بہت سارے مسلمان ایسے محظوظ ہوئے کہ انہوں نے خاکسار کو صاف فرمایا کہ جناب [illegible] صاحب تو جب [illegible] سو دینگے۔ مگر آج ہم نے اس بات کا قطعی طور پر فیصلہ کر لیا ہے کہ حضرت مسیح موعود راست باز مجدد تھے۔ اور وہ ریفارمر تھے اور انہوں نے صرف اپنے مخالفوں کو ہی کافر کہا ہے اور وہ بھی بموجب حدیث لا تکفروا اہل قبلتکم دیگر خاموش مسلمان جو آپکو مفتری علی اللہ قرار نہیں دیتے ہرگز ہرگز کافر نہیں کہا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ہماری اس تقریر کو مسکر مولوی عمر الدین صاحب نے بھی مانا کیونکہ میں مباحثہ کے دن جب کہ وکیل صاحب نے مولوی عمر الدین صاحب کو بڑی تاکید اور مزید تاکید کے ساتھ حکم دیا ہوا تھا۔ کہ تم نے حضرت مسیح کی کتابو

سے اس بات کا ثبوت دینا ہوگا۔ کہ ایسا غیر تشریعی نبی جو احکام جدیدہ کچھ بھی نہ لائے۔ اس کا انکار بھی انسان کو دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرا دیتا ہے مولوی صاحب نے اس دن صاف فرمایا۔ کہ ہم تو مسئلہ نبوت پر ہی بحث کرینگے۔ کیونکہ جب نبوت ثابت ہو جائیگی۔ تو پھر کفر بھی خود بخود ثابت ہو جائیگا۔ (حالانکہ ان کا قرار داد (جو میرے پاس اور جناب وکیل صاحب کے پاس موجود ہے) یہ تھا۔ کہ مسئلہ کفر پر ہی گفتگو ہوگی) جناب وکیل صاحب کے حکم کے مطابق میں نے عرض کیا۔ کہ اچھا جیسے مولوی صاحب کی مرضی ہو ویسے ہی عمل میں آوے۔ آپ کو اس سے کبھی مضائقہ نہیں۔ جناب مجاہد فی سبیل اللہ حکیم مرہم عیسیٰ صاحب نے چند ایک شرائط کو جو نبی کے اندر ہونی چاہئیں۔ حضرت مسیح موعود کی کتابوں سے پیش فرمایا۔ ان باتوں کا جو جواب انہوں نے دیا۔ وہ بالکل من چہ میسرایم و طنبورہ من چہ میسراید کا مصداق تھا۔ اور پھر اس کے دوسرے دن بعد ہی ان کی طرف سے ایک تحریر پیش ہوئی جس پر کہ خاکسار نے ابھی تک دستخط نہیں کئے۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ مباحثہ بند ہونا چاہئے۔ جناب حکیم صاحب نے اس پر دستخط کر دیئے۔ اور مجھے انہوں نے کہا۔ کہ شریعت کا مسئلہ ہے کہ جب ابتدا بھی اسی طرف سے ہوئی۔ اور اب صلح کی بھی خواہش مند ہیں۔ اس لحاظ سے اس مباحثہ کو ختم ہی کرنا چاہیئے۔ میں نے سنا ہے کہ جناب بابو برکت علی صاحب دو تین دفعہ خاکسار کے غریب خانہ پر برائے دستخط یعنی اس کاغذ پر تشریف فرما ہوئے تھے۔ مگر میں اسوقت باہر تھا۔ اور آج میں بھی اس پر دستخط کر دونگا۔ انشاء اللہ۔

یہ ہے مختصر کارروائی مباحثہ متعلقہ کی۔ مسئلہ کفر و اسلام پر تقریر خاکسار نے کی ہے وہ ساری کی ساری میں خود قلمبند کر کے ایک پمفلٹ کی شکل میں بھیج دونگا۔ تاکہ شائع ہو کر دوسرے بھائیوں کو بھی اس سے فائدہ پہنچ سکے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام

خاکسار عبد الحق احمدی

مباحثہ کو بند کرنے کے لئے جو تحریر محمد سعید لاہوری کے قلم سے لکھی جا کر فریقین کی دستخطوں سے دی گئی۔ وہ یہ ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

جناب عالی - السلام علیکم!

چونکہ فریقین نے اس بات پر رضامندی ظاہر کی ہے کہ جو کچھ آج تک مسئلہ نبوت مسیح موعود وغیرہ کی نسبت آپ کو دلائل وغیرہ سنائے جا چکے ہیں اور نیز حوالجات کے انڈیکس وغیرہ بھی دیئے جا چکے ہیں آپ ان کو ہماری طرف سے کافی خیال فرما کر اپنا فیصلہ فرماویں۔ فیصلہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ آج ہی آپ فیصلہ فرماویں۔ بلکہ جب آپ کا دل چاہے اپنا فیصلہ صادر فرما سکتے ہیں۔ اب ان مسائل پر ہماری رائے میں زیادہ اور مزید روشنی ڈالنا ضرورت نہیں لیکن اگر آپ کو کوئی مسائل متعلقہ کے متعلق فریقین میں سے دریافت کرنا ہو۔ تو آپ بذریعہ تحریر دریافت کر سکتے ہیں۔ الغرض ہماری غرض صرف یہ ہے کہ اب زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ فریقین نے اپنے اپنے دلائل دے دیئے ہیں۔ آپ اب ہماری پیش کردہ دلائل پر ہی اکتفا کر کے فیصلہ صادر فرماویں۔ فقط۔ المرقوم ۶ جولائی ۱۹۱۵ء

الملتمسان

عبد العزیز بقلم خود۔ محمد سعید احمدی بقلم خود۔ عمر الدین احمدی حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ بقلم خود۔ 6-7-15

الفضل کی ژاژ خائی

اور

مباحثہ کے متعلق محمودیوں کی دہائی

گزشتہ اشاعت میں الفضل کے ایک افترا متعلقہ تجویز مباحثہ مابین حضرت امیر الملت و صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب کا مختصر سا جواب دیا گیا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ ایک طرف الفضل اور دوسری طرف اس کے ہمعقیدہ برادران یعنی گروہ محمودیہ نہایت غلط افواہوں کے ذریعہ حضرت امیر الملت اور دیگر برادران احمدیہ کے گریز کا یقین دلاتا پھرتا ہے۔ حالانکہ کوئی منصف مزاج اور صاحب عقل انسان اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ وہ جماعت جو کھلے سینہ ان میں نکل کر با آواز بلند اپنے عقائد بیان کر کے عوام کو حضرت مسیح موعود کے متعلق غلط فہمیوں سے نکالنے کی خواہشمند ہے اسکی اس خواہش کا نام عذرات لنگ یا گریز رکھا جا سکتا ہے بجائیکہ فریق مقابل یعنی گروہ محمودیہ نہ صرف نشست لگا کر اور اس طرح سے جلسہ کو پرائیویٹ بنا کر اپنے عقائد کو چھپانا چاہتا ہے بلکہ گورنمنٹ سے مباحثہ کی اجازت طلب کرنے کا بار بھی گروہ احمدیہ پر ڈالکر نہیں [illegible] بنانا اور اس طرح سے اپنی غیر ذمہ داری سے فائدہ اٹھا کر اپنے لئے فتنہ و فساد کی راہ نکالنا چاہتا ہے پرائیویٹ طور لکھنے کی ضرورت اسلئے محسوس ہوئی ہے جبکہ اخبار بالکل تیار ہو چکا تھا اسلئے ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں اور شرارتوں کے تفصیلی حالات آئندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین کئے جائینگے اسکے بعد لاہور میں میاں محمود احمد صاحب اور ان کے مریدین

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او | بادۂ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن | جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا می بود

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح لاہور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وصل دلدار از رہ او محال | ما ازو یابیم ہر نور و کمال
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست | اعتقاد قول او در جان ماست
ہر چہ گفت از حکم رب العباد | از ملائک و ز خبرہائے معاد
منکر آں مستحق لعنت است | آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مورد لعن خداست | معجزات او ہمہ حق اند راست
آنچہ معروف از انبیاء الیقین | معجزات انبیائے سابقین
ہر کہ انکار کند از اشقیاست | بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
نزد ما کفر است و خسران و تباب | پاک قوم دوری از روشن کتاب

سالانہ [illegible] ششماہی [illegible] ماہوار [illegible]

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | [illegible] المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۴ رمضان ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۱۵ء | نمبر ۴

اقتباسات

نقصانات جنگ:- تازہ ترین ولایتی اخبارات کے مطابق وزیر اعظم نے دیوان عام میں اواخر مئی تک نقصانات کے حسب ذیل اعداد پیش کئے ہیں:-

جرمنی ۱۶۰۰۰۰۰ - آسٹریا ۱۲۵۰۰۰۰ - ٹرکی ۴۳۵۰۰۰ - اور برطانیہ عظمی ۲۵۸۰۶۹ -

ان نقصانات میں مقتولین - مجروحین اور اسیران جنگ بھی شامل ہیں برٹش نقصانات میں بحری نقصانات شامل نہیں ہیں جو ۱۲ ہزار سے زیادہ نہیں - صرف بری افواج کے مقتولین کی تعداد یہ ہے:- برٹش افواج جن میں ہندوستانی فوجیں بھی شامل ہیں ۵۰۰۰۰ - جرمنی ۳۶۰۰۰۰ - آسٹریا ۲۷۰۰۰۰ - ٹرکی ۱۱۰۰۰ -

مجروحین و گم شدگان کی تعداد کو بھی بلحوظ رکھا جائے تو برٹش افواج کے نقصانات گذشتہ نو ماہ میں ایک ہزار آدمی روزانہ کے حساب سے ہوتے رہے ہیں) - یہ اعداد اگرچہ افسوس ناک ہیں مگر حالت جنگ کے اعتبار سے کچھ بہت زیادہ نہیں ہیں - علاوہ ازیں زخمیوں میں سے بہت سے صحتیاب ہونیوالے ہیں - اور بہت سے صحتیاب ہوکر دوبارہ میدان کارزار میں پہنچ چکے ہیں - ویسٹ منسٹر گزٹ رقمطراز ہے کہ گذشتہ سات ہفتوں میں نقصانات کی اوسط ۱۷۰۰۰ فی ہفتہ رہی ہے - لڑائی کے ابتدائی ایام میں جبکہ مصروف پیکار فوج کی تعداد - موجودہ تعداد کا صرف چھٹا حصّہ تھی - نقصانات کی اوسط فی ہفتہ ۴۴۰۰ تھی - جس میں اب بہت کمی واقع ہوگئی ہے - ان اعداد کا ایک عجیب پہلو یہ ہے کہ مقتولین کی تعداد مجروحین سے نسبتاً زیادہ ہے جس کی طرف سر جان فرنچ نے بھی نہایت افسوس کے ساتھ توجہ دلائی ہے -

برطانوی اور ہندوستانی افواج کے نقصانات ۲۵۸۰۶۹ کا پانچواں حصّہ لڑائی میں ضائع ہوا ہے - اور پانچواں حصّہ ایسا ہے جو اب تک لاپتہ ہے - اس میں سے اکثر کو بے شبہ مقتولین کی فہرست میں شمار کرنا چاہئے -

وزیر اعظم کی تیار کردہ تفصیل اعداد حسب ذیل ہے:-

مقتول	۳۳۲۷	افسر
مجروح	۶۴۹۸	"
لاپتہ	۱۱۳۰	"
مقتول	۴۷۰۱۷	سپاہی
مجروح	۱۴۷۴۸۲	"
لاپتہ	۵۲۶۱۵	"
کل افسر	۱۰۹۵۵	
کل سپاہی	۲۴۷۱۱۴	
میزان کل یکم جون تک	۲۵۸۰۶۹	

جنوبی افریقہ میں کل اموات ۲۲ ہزار ہوئی ہیں اور کل نقصانات (مع مجروحین) ۹۵ ہزار ہیں" (وکیل)

برطانیہ کی اسلام کے ساتھ ہمدردی عراق عرب کی لڑائی میں جو اسیران جنگ انگریزی سپاہ کے ہاتھ آئے تھے - اگرچہ قانون بین الاقوام کے رو سے وہ تا اختتام جنگ چھوڑ دیئے جانے کا کوئی استحقاق نہیں رکھتے تھے - تاہم جنرل آفیسر کمانڈنگ افواج انگریزی نے ان میں سے ۲۸ قیدیوں کو ۲ جولائی کو رہا کردیا - ان رہا ہونے والوں میں ترکی فوجوں کے پیش امام - کئی ایک ترکی فوجی پیشوایان دین اور کربلا اور دیگر اماکن مقدسہ کے کچھ مجاہدین شامل ہیں - یہ تمام کارروائی ایک عام مجمع میں نہایت موثر پیرایہ میں عمل میں آئی جس میں برٹش گورنمنٹ کی رحمدلی اور اسلام کے ساتھ دلی ہمدردی کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی گئی برٹش جنرل کا یہ فعل ہم کو یقین ہے کہ مسلمانوں اور بالخصوص ترکوں میں عام طور پر بنظر استحسان دیکھا جائیگا - اور اُن کو انگریزی حکومت کی اخلاقی قوت کا اور بھی زیادہ یقین ہو جائیگا -

یاد رہے کہ ایک ایسی پالیسی جو مادی زور و قوت پر مبنی ہو کبھی پائدار اور اصلی جذبہ وفا نہیں پیدا کر سکتی - اور حقیقت میں یہی وہ افعال ہیں جن کے ذریعہ سے کشور دل پر مستقل قبضہ کی امید ہو سکتی ہے - برٹش جنرل کی طرف سے جو طرز عمل اس موقع پر ظہور میں آیا ہے - وہ برٹش گورنمنٹ کی روایات کے عین مطابق ہے - اور اس کا اثر یقیناً دور رس ہوگا ؎

قیصر جرمنی بطور مسیح موعود:- قیصر جرمنی کے پر عقلی جنون میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے - اور وہ ہر روز ایک نئی شخصیت کے لباس میں جلوہ گر ہوتا ہے کچھ مدت پیشتر اُس نے اپنے آپ کو اسلام کا مربی ظاہر کیا تھا - پھر حاجی کا لقب اختیار کیا - اس کے بعد اُس نے ملہم ہونے کا دعویٰ کیا - اور تازہ ترین خبر یہ ہے کہ وہ مسیح موعود کے بھیس میں ظاہر ہوا ہے - چنانچہ اخبار جیوش ورلڈ جو یہودیوں کا اخبار ہے لکھتا ہے کہ ہمیں سے خبر آئی ہے کہ جب قیصر جرمنی لوڈز میں گیا تو وہ ایک یہودی عبادتخانہ میں داخل ہوا - اور یہودیوں کی کتاب القانون کو اُٹھا کر کہنے لگا کہ میں مسیح ہوں اور مجھے خدا نے تمہارے بچانے کے لئے بھیجا ہے - کون کہہ سکتا ہے کہ قیصر آئندہ خدائی کا دعویٰ نہیں کریگا؎ [illegible]

باہتمام [illegible] پرنٹر و پبلشر نے انجمن احمدیہ پیغام پریس لاہور میں [illegible] لاہور سے شائع ہوا

نوٹ اور رائیں

مسافر کو ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہئے آگرہ کے آریہ ہمقلم مسافر کو ہماری اس مجبوری سے بہت مایوسی لاحق ہوئی ہے جسکی وجہ سے ہمیں بعض اشاعتہائے ماقبل میں اس کے مضمون تنقید قرآن کے جواب کو تعویق میں ڈالنا پڑا اس لئے وہ اپنی ۷ر جولائی کی اشاعت میں ہماری اس عارضی خاموشی سے بظاہر مایوس نظر آتا ہے لیکن درحقیقت میں میدان مقابلہ سے گریز کرنیوالا جانکر خوشی کے جامہ میں پھولا نہیں سماتا - حالانکہ ہمارے جس نمبر کو آخری تصور کرکے اُس نے اسکا حوالہ دیا ہے - وہ محض ایک مختصر سی تمہید تھی - جس کے بعد ایک مبسوط مضمون میں مسئلہ طلاق و خلع میں آریہ اور منو کے نکتہ خیال سے وضاحت کیساتھ روشنی ڈالی جاچکی ہے اور ابھی آئندہ اس پر بہت کچھ لکھا جائیگا الاہی اس لئے ہم اپنے لایق ہمقلم کی اس جلد بازی اور جوش و خروش یا نازو ادا پر، جو اُسے اپنے مخالفین کے ساتھ اپنی فطرت سے مجبور ہوکر چار و ناچار برتنی پڑتی ہے - یہ اطمینان دلانا چاہتے ہیں کہ پیغام صلح بفضل خدا اسی طرح خم ٹھونک کر میدان مقابلہ میں ڈٹا ہوا ہے - اور گریز یا فرار کا آجتک وہمہ بھی اُسے نہیں ہوا - اور نہ ہی آئندہ ہونے کی اُسے توقع ہے اس لئے مسافر کو اپنے حریف کی عارضی خاموشی سے فائدہ اٹھاکر اپنے کوتاہ ہتھیاروں سے خوب لیس اور مسلح ہو جانا چاہئے - تاکہ علمی دُنیا میں اس کے بہادرانہ علمی جوہروں کی قلعی بخوبی کھل جائے اور اُس کی قرآن دانی کی کوئی لیاقت چھپی ڈھکی نہ رہ جائے - ہاں ہم اسے بڑے زور کے ساتھ چیلنج دیتے ہیں کہ جہانتک اُس کی طاقت ہے وہ اپنی تنقید کا کوئی پہلو اٹھا نہ رکھے ہم انشاء اللہ تعالےٰ اس کے ہر ایک رطب و یابس کا بخوبی و خوش اسلوبی جواب دینے کو تیار ہیں -

وما توفیقی الا باللہ -

ایک مسلمان انسپکٹر پولیس پر مسافر کا بیجا تخفنہ ہمارے آریہ معاصرین نے ایک مدت سے یہ اپنا شیوہ بنا لیا ہوا ہے - کہ جب وہ واقعات عالم پر اپنی رائے زنی شروع کرتے ہیں تو سب سے پہلے یہ امر بالخصوص اُن کے مدنظر ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی مسلمان کو اپنی دشنام دہی کا نشانہ بنایا جائے - ان کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر کہیں کسی مسلمان سے کوئی ناشدنی حرکت سرزد ہوگئی ہے - یا کہیں ڈاکہ پڑگیا ہے تو وہ فوراً قلم ہاتھ میں لیکر مسلمانوں کو گالیاں دینا اور اسلام کو ان ناشدنی حرکات کا موجب قرار دینا شروع کردیتے ہیں - یا اگر کسی مسلمان پر کسی ایک یا دوسری وجہ سے کوئی مصیبت آنازل ہوئی ہے - تو اُس کی خبر شائع کرتے وقت بھی صرف اُسکا نام ہی لکھ دینے پر اکتفا نہیں کیا جاتا - بلکہ اس کے ساتھ مسلمان کا لفظ ایزاد کرکے اِس وجہ اہل اسلام کو اپنی طعن و تشنیع کا مورد بنانا چاہتے ہیں - لیکن اگر ایسے واقعات میں کوئی ایک بھی اُن کے زیر نظر نہو - تو پھر وہ اور کچھ نہیں تو کسی نہ کسی مسلمان کے کسی ایک جائیز فعل کو بھی جو مسلمانوں کے مذہبی - معاشرتی اقتصادی یا تمدنی پہلو سے تعلق رکھتا ہو مذہبی تعصب کا الزام لگاکر ناجائیز ثابت کرنے کی کوشش کرتے اور انہیں ذلیل کردینا چاہتے ہیں ایسا ہی مسلمان سرکاری ملازم ہیں کو وہ متعصب بتاکر حکام کی نظروں سے گرا دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے حالانکہ اس مذہبی آزادی کے زمانہ میں کسی بھی سرکاری ملازم کو اپنے مذہبی احکامات پر عمل کرنا یا مذہبی کاموں میں شریک ہونا ہرگز ممنوع نہیں اسی قسم کا ایک قابل اعتراض مضمون مسافر آگرہ نے اپنی تازہ ترین اشاعت میں جھیرہ کے انسپکٹر پولیس بابو اختر علی خان صاحب کے متعلق تحریر کیا ہے اور صرف اس ایک بات کو کہ انسپکٹر موصوف نے ایک مذہبی جلسہ کے انعقاد کا بندوبست کیا - اور اس میں آریوں کے اعتراضات کا جواب دیا گیا - مذہبی تعصب پر محمول کیا ہے اور انسپکٹر موصوف کو آریوں کا دشمن قرار دیکر اُنکے عہدہ اور ملازمت کو اس کے منافی بتایا ہے - ہم نہیں جانتے کہ کوئی شخص سرکاری ملازم ہوکر اپنے مذہبی احساسات کو کیسے نظر انداز کرسکتا ہے - اور گورنمنٹ کے کس قانون میں اس بات کو ناجائیز قرار دیا گیا ہے - ایسا ہی کسی شخص کا اپنے مذہب کی حمایت میں کوئی جلسہ کرنا سرکاری ملازمت کے منافی کیوں ہے اور مسافر کی آنکھ میں ہر ایک مسلمان کے جائیز افعال بھی کیوں خار ہوکر کھٹکتے ہیں - یہ عجیب بات ہے - کہ اگر آریہ مسافر یا اُسکے برادران ہمعقیدت کوئی جلسہ منعقد کرکے مسلمانوں اور اسلام پر طرح طرح کی گندی گالیوں کی بوچھاڑ کریں تو وہ تو جائیز اور حق بجانب ہو - لیکن جب ایک مسلمان انسپکٹر پولیس ان کے اعتراضات کا دفعیہ تہذیب اور شائستگی کے ساتھ مجمع عام میں کرنا چاہے تو اُس کے اس ذاتی فعل کو جسکا کہ اس کے عہدہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں قانون سیاست کے تحت میں لاکر اور اس کے انسپکٹر پولیس ہونے کی حیثیت کو پیش کرکے ناجائیز قرار دیدیا جائے - مسافر نے بابو اختر علی خان صاحب کے اس ذاتی فعل کو جو اُن کے عہدہ کے ساتھ کوئی لگاؤ نہ رکھنے کے باعث بالکل جائیز اور روا بھی ہے - پولیٹکل رنگ چڑھاکر اور اس جرم کا مرتکب دیگر مسلمان افسروں کو بھی قرار دیکر ایک خطرناک غلطی کا ارتکاب کیا ہے جو بہت برے نتائج اپنے اندر رکھتا ہے۔

اہل بنگال کے خیراتی کام بنگال جہاں علم و دولت کے لحاظ سے آج ہندوستان کی ناک سمجھا جاتا ہے وہاں بیہودہ توہمات اور بیجا رسم و رواج کے میدان میں بھی اسکا قدم اب تک سب سے آگے ہے لیکن اہل بنگال کی یہ خوش قسمتی ہے کہ جہاں انکے ملک میں اول الذکر چیز کا روز بروز بدن بدن روبترقی ہے - اسکے ساتھ ہی توہمات باطلہ اور ان ناجائیز رسوم سے ملک میں عام طور پر نفرت ہوتی جاتی ہے - اور کثیر التعداد نفوس جن میں صنف نازک کا عنصر غالب ہے اس منبج پر قربان ہوکر ملک کا رجحان دوسری طرف پھیرتے چلے جاتے ہیں اس سے پیشتر بارہا ان لڑکیوں کی خودکشی کی خبریں سننے میں آچکی ہیں - جنہوں نے اپنے والدین کی پریشانی اور دُکھ کا موجب محض اپنی زندگی کو دیکھکر یعنی محسوس کرکے کہ انکے والدین کو انکی شادی کے اخراجات کیلئے بہت پریشانی لاحق ہورہی ہے - اپنے آپ کو قربان کردیا جس سے ملک میں جانوں کے ضائع ہوجانیکا خوف پیدا ہوکر ایسے رسم و رواج کو ترک کرنیکا خیال لوگوں میں عام ہوتا جاتا اور خوشگوار نتیجہ اب آئے دن یہ دیکھنے میں آتا ہے - کہ وہی رقوم جو اس سے پیشتر ان رسوم پر صرف ہوتی تھیں اب ملک کی بہت ہی مفید عام انسٹیٹیوشنوں پر صرف ہونے لگی ہیں - اس کی ایک اعلیٰ سی مثال تازہ ہمعصر ہندوستان میں ان الفاظ شائع ہوئی ہے :-

رائے پرو موتھ ناتھ نے اپنے لڑکے کی شادی کی تقریب پر بجائے فضول اسراف کے انیس ہزار روپیہ بتفصیل ذیل رفاہ عام کیلئے عطا فرمایا ہے :-

البرٹ وکٹر ہسپتال چھ ہزار - بنارس سام کشنا میں ۵ ہزار - کنگس ہسپتال ایک ہزار - مہاتما پاٹھ شالہ ایک ہزار کلکتہ رفیوج ایک ہزار - سینٹ جیمس چیریٹیبل سوسائیٹی ایک ہزار - باقی چار ہزار روپیہ مختلف ہسپتالوں - تعلیمی مدرسوں بنگال امبولینس کور - اور اسٹیشن بنگال کے قحط فنڈ میں دیا گیا -

کیا پنجاب کے ذی ہوش افراد اور بالخصوص مسلمان جنہیں اسلام نے بہت ہی سادگی کی دعوت پر ہمیشہ سادگی اختیار کرنے اور قومی تحفظ اور فوائد انسانی کے لئے بیش قرار رقوم خرچ کرنے کا حکم دیا ہے - اس نیک مثال سے فائدہ نہ اٹھائیں گے - کاش اگر اور نہیں تو اسلامی مسئلہ ہی کو صحیح معنوں میں کاربند ہوں تو شاید بہت قومی کام خوش اسلوبی

نجیب آباد میں عیسائیوں سے مباحثہ

نجیب آباد کے بعض دوستوں سے معلوم ہوا کہ یہاں ایک عیسائیوں کا مشن ہے اور وہ ہر بدھ کو شہر کے لوگوں کو اپنی منادی میں بلاتے ہیں نیز انہوں نے شہر کے بہت سے لوگوں پر اپنا اثر اور رعب ڈال رکھا ہے۔ اور نجیب آباد بھر میں کسی مسلمان کو جرأت نہیں کہ اُن سے کلام کر سکے۔ مسلمان اکثر وہاں جاتے ہیں اور اُن کی سپیچ سے بہت متاثر ہوتے جاتے ہیں کئی لوگ اُن کے دام تزویر میں پھنس بھی چکے ہیں شہر میں بھی دو لیڈی ڈاکٹر دن مکان کرایہ پر لے رکھے ہیں اور وہ مستورات کے گھروں میں جا جا کر دجل پھیلاتی ہیں۔ غرض سارے شہر میں ان لوگوں نے طوفان بے تمیزی مچا رکھا ہے۔ ان باتوں کو سنکر ہم لوگ بدھ مورخہ ۲۳ جون کو وہاں پہنچے۔ وہاں ایک یورپین مشنری سپیچ کر رہے تھے سپیچ اور دُعا کے بعد مولوی اکبر شاہ خانصاحب نے اعتراض پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ مگر پادری بدھ سنگھ۔ یورپین مشنری مسوں اور لیڈیوں پر خان صاحب کا کچھ ایسا رعب چھایا۔ کہ انہوں نے اعتراض سننے سے قطعی انکار کر دیا۔ ہر چند خانصاحب نے اصرار کیا اور نہایت تہذیب اور متانت سے انہیں سمجھایا مگر وہ رضامند نہ ہوئے۔ لاچار وہاں سے اُٹھے مگر اس کا اثر حاضرین پر اچھا پڑا۔ اور انکو یقین ہو گیا۔ کہ عیسائی صاحبان حقیقی اسلام کے خادموں کے سامنے میدان مناظرہ میں آنے سے کس طرح گھبراتے ہیں۔ گویا عیسائیوں کو یقین ہو گیا۔ کہ اسلامیوں کے دم سے ہمارا دم نکل جائے گا۔ گذشتہ بدھ یعنی ۳۰ جون کو راقم الحروف اور صوفی مبارک علی صاحب پھر وہاں پہنچے وعظ کے ختم ہوتے ہی میں نے کفارہ مسیح پر اعتراض شروع کر دیئے۔ جنکو سنکر وہ ایسے مبہوت ہوئے کہ سوائے ادھر ادھر کی باتوں کے اور اُن سے کچھ نہ بن پڑا۔ اور میرے اعتراضوں کا جواب دینے سے عاجز آکر حیات مسیح کو [illegible] مذہب کی نجات کے ثبوت میں پیش کیا۔ اس کے جواب میں جب میں نے وفات مسیح کو ثابت کیا تو وہ حیران ہو گئے کہ یہ کس قسم کا مسلمان ہے جو حیات مسیح کا قائل نہیں آخر انہوں نے پہلو بچایا کہ تنہائی میں گفتگو کرنے کا وعدہ کیا اور اس کے لئے اتوار کو ۵ بجے کا وقت مقرر ہوا۔ کل اتوار کو گو بارش تھی مگر میں اور صوفی صاحب وہاں پہنچے۔ اور مسٹر آر۔ پی۔ مورس صاحب سے گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے اعتراض پیش کیا کہ اگر کفارہ مسیح پر نجات منحصر ہے تو دنیا کے شروع میں خدا نے کیوں نہ اپنے فرزند دلبند کو صلیب پر لٹکا دیا۔ تاکہ اوّلین و آخرین سب ہی اس پر ایمان لاکر صرف اسی دوا نسخہ سے فائدہ اٹھاتے۔ اور دنیا میں مختلف نبیوں کو خواہ مخواہ مصائب برداشت کرنے کی نہ زحمت گوارا نہ کرنی پڑتی۔ جب بائیبل سے یہ ثابت ہے کہ پہلے مختلف وقتوں میں منجی آئے۔ اور قوموں نے اُن کے ذریعہ سے نجات کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا تو کیا وجہ ہے کہ قریباً چار ہزار سال کے بعد جو نجات کا لٹکا خدا کو یاد آیا۔ اسے اس سنت قدیمہ پر ترجیح دیجائے ابھی میں اسقدر کہنے پایا تھا۔ کہ مس صاحبہ فوراً بول اٹھیں کہ گذشتہ انبیاء کی قربانیوں میں مسیح کی قربانی کا نشان تھا۔ چنانچہ انہوں نے قابیل اور ہابیل کی قربانی کا حال بائیبل سے پڑھکر سنایا۔ جس کا صوفی صاحب نے فوراً دندان شکن جواب دیا۔ کہ ان کو قربانی یا نذر گذراننے کا حکم ہی کب خدا نے دیا تھا نیز یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ کل گذشتہ انبیاء قربانیوں کو کفارہ مسیح کا نشان سمجھتے تھے۔ اور نہ ہی انہوں نے اپنی امتوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ تم کفارہ مسیح پر ایمان لاؤ۔ اور قربانیوں کو اسکا نشان سمجھو اس کے بعد انہوں نے انسان کے فطرتی گنہگار ہونیکا مسئلہ چھیڑ دیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ شیطان پہلے فرشتہ تھا جسکے جواب میں ہمنے کہا کہ ہم شیطان کو فرشتہ نہیں مانتے۔ انہوں نے ثبوت میں حزقیل $\frac{28}{15-16}$ کو پیش کیا۔ مگر صوفی صاحب نے اس کا نہایت اعلیٰ درجہ کا جواب دیا۔ اور اُن سے منوا کر چھوڑا کہ حزقیل نبی کا الہامی کلام صور کے بادشاہ کے متعلق ہے۔ اس کے بعد وہ پھر کفارہ کے مسئلہ کی طرف لوٹے اور رومیوں کے خط سے کفارہ ثابت کرنا چاہا۔ جس کے جواب میں صوفی صاحب نے فرمایا کہ ہم سینٹ پولوس کی تحریروں کو نہیں مانتے۔ اسقدر گفتگو ہو چکی تھی کہ مولوی اکبر شاہ خانصاحب بھی تشریف لے آئے۔ اور اور بھی بہت سے مسلمان اکٹھے ہو گئے۔ خان صاحب نے انہیں معقولی بحث کرنے کے لئے ہر چند کہا۔ اور اصرار کیا۔ مگر وہ کسی طرح رضامند نہ ہوئے اور ان کے جواب میں ایک پرچہ لے دیا جو عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتا تھا۔ کہا کہ عقل سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ میرے ہاتھ میں بائیبل نہیں مگر لوگ دیکھ رہے ہیں۔ کہ میرے ہاتھ میں بائیبل ہے۔ اس پر خان صاحب نے انہیں سمجھایا۔ دھوکا کھا گئے سمجھ گئے ہوں گے کہ عقل تو کہتی ہی رہتی ہے جو غلطیوں سے بچائے اور پھر مفصل طور پر متانت سے عقل کو کام میں لانے کی ہدایت کی۔ اس کے بعد مسٹر آر۔ پی۔ مورس اور پادری بدھ سنگھ وغیرہ نے اقرار کیا کہ ہم عقل سے اپنے مذہب کو سچا ثابت نہیں کر سکتے۔ ہم تو جو کچھ سنوائینگے یہ کہکر سنوائیں گے کہ ہماری کتاب میں ایسا لکھا ہے۔ اس کے بعد میں نے اُٹھتے وقت مسٹر مورس صاحب کو کہا کہ آپ "اسلام" کا ضرور مطالعہ کریں۔ اور اس غرض کے لئے مسلم انڈیا بہتر رسالہ ہے جس پر انہوں نے رضامندی ظاہر کی اور مجھے اپنا ایڈریس لکھدیا۔ والسلام۔ خاکسار عبدالحی نزیل نجیب آباد

اخبار احمدیہ

۱۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ گذشتہ ۱۳ جولائی کی شب کو رات کے دس بجے ایبٹ آباد تشریف لیگئے۔ سٹیشن پر اچھا خاصہ مجمع آپکو رخصت کرنیکے لئے موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ حضور کو بخیریت و عافیت رکھے۔ اور ان جدائی کی گھڑیوں کو بہت جلد ختم کر کے جلد زیارت سے مشرف فرمائے۔

۲۔ حضرت خواجہ صاحب بھی ایبٹ آباد میں تصنیف و تالیف کے ضروری کاموں میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ اس پاک وجود کی خیر جاری اور پاک تبلیغی کوششوں کو بہت بارآور فرمائے۔ اور احسان سے ہمیں متمتع فرماتا رہے۔ آمین

۳۔ مسجد احمدیہ لاہور میں گذشتہ ۱۴ جولائی کی شب سے جو کہ ماہ رمضان المبارک کی پہلی رات تھی۔ ۹ سے ۱۰ بجے تک نماز تراویح ادا ہوتی ہے۔ حافظ فضل احمد صاحب قرآن کریم سناتے ہیں۔ اسوقت تک ڈھائی سپارے پڑھے جا چکے ہیں۔

۴۔ سید اکبر میاں صاحب موضع چارسدہ ضلع پشاور سے مبلغ ۵۰ روپیہ چندہ برائے ترجمۃ القرآن ارسال فرماتے ہیں جزاہ اللہ۔ دیگر دوستوں کو بھی توجہ کرنی چاہئے۔

۵۔ زکوٰۃ فنڈ میں راولپنڈی سے حسب ذیل رقوم موصول ہوئی ہیں:۔

بابو امام الدین صاحب پوسٹل کلارک	۵؍
بابو ثناء اللہ صاحب	۵؍
ہیڈ ماسٹر غلام محمد صاحب	۵؍
مستری الٰہی بخش صاحب	۵؍
مسرز احمد دین اینڈ برادرس معرفت شیخ محمد اسمٰعیل صاحب	۵؍
میزان کل	۲۵؍

۶۔ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ گذشتہ ۱۲ جولائی کو شملہ سے واپس لاہور تشریف لے آئے۔ آج جمعۃ المبارک کو نماز جمعہ کے بعد مسجد احمدیہ میں انہوں نے مباحثہ کی مختصر روئداد سنائی۔ مفصل روئداد بمع فریقین کی تقاریر کے وہ ایک علیحدہ پمفلٹ یا المہدی میں شائع کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں۔

۷۔ ایک ہندو .... برضا و رغبت خود جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے ہاتھ پر بروز جمعہ مسلمان ہوا۔ اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشے۔

مسئلہ طلاق و خلع

نمبر ۲

ویدک تعلیم متعلقہ طلاق از روئے عقائد دیانند

گذشتہ ۱۶ جولائی کی اشاعت میں ہم نے مسئلہ طلاق و خلع کے متعلق مسافر کے اعتراضات پر نظر ڈالتے ہوئے منوسمرتی کے ایک شلوک کو پیش کیا تھا۔ اور یہ بتایا تھا کہ آریہ مسافر کے اعتراضات سب سے پہلے منوجی کی اس تعلیم پر وارد ہوتے ہیں۔ جس میں انہوں نے کسی مرد کے دوسرے بیاہ کر لینے اور اس وجہ سے عورت کے گھر سے نکل جانے پر مرد کو طلاق کا مجاز ٹھہرایا ہے۔ مگر ہمارے آریہ معاصرین کی حالت بھی عجیب ہے۔ یہ لوگ مذہبی عقائد میں گرگٹ کی طرح آئے دن رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ اور کوئی ایک اعتراض جو ان کی کسی مسلمہ کتاب پر کیا جائے۔ وہ یہ کہکر رد کر دیتے ہیں کہ یہ ہماری مسلمہ کتاب ہی نہیں۔ یعنی اگر ان کے آگے منوسمرتی کا حوالہ پیش کیا جائے تو وہ جھٹ یہ کہدیتے ہیں کہ منوسمرتی ہماری مسلمہ کتاب نہیں۔ اور اگر ان کے سامنے سوامی دیانند کی تعلیم کو پیش کیا جائے۔ تو اُسے یا تو الحاقی کہکر رد کر دیا جاتا ہے یا اس کے جواب میں وید کا کوئی منتر یا منوسمرتی کا کوئی حوالہ پیش کر دیا جاتا ہے جیسا کہ یہی نظارہ آریہ سماج لاہور کے گذشتہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر مولوی ثناء اللہ صاحب اور ایک آریہ مناظر کے درمیان حقوق النسواں پر مباحثہ کے دوران میں دیکھنے میں آیا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منوسمرتی کے پیش کردہ حوالہ پر اکتفا نہ کر کے ہم سوامی دیانند کی پیش کردہ ویدک تعلیم کو بھی جس کو ہمارا مخاطب آریہ معاصر بھی تسلیم کرتا ہے۔ ہدیہ ناظرین کر دیں۔

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۳ پر "خاوند اور عورت کی جدائی دو قسم کی ہوتی ہے" کے عنوان سے سوامی دیانند صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"(۱) کہیں کام کے لئے ممالک غیر میں جانا اور (۲) مرنے سے جدائی ہو جانی۔ ان میں سے اول کا علاج یہی ہے کہ دور ملک میں سفر کو جائے تو عورت کو بھی ساتھ رکھے۔ (۲) کا مدعا یہ ہے کہ بہت زمانہ تک جدائی نہ رہنی چاہئے" اور مرد و عورت کی جدائی کی ان دو اقسام کے بیان کرنے کے بعد اور ان میں سے صرف ایک ہی کا علاج بتانے کے بعد سوامی صاحب نے نیوگ یعنی ازدواج ثانی کا نیا جھگڑا چھیڑ دیا ہے۔ اور اسکے چند نقائص بتائے ہیں۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ سوامی صاحب کے نزدیک صرف مذکورہ بالا دو صورتیں ہی ایسی ہیں جن میں عورت و مرد کی جدائی ممکن ہے اور ان صورتوں میں سے بھی ایک ایسی ہے۔ کہ جس میں "بہت زمانہ تک جدائی نہ رہنی چاہئے"۔ قطع نظر اس بات کے کہ سوامی صاحب کا یہ خیال واقعات اور مشاہدات کے کہاں تک خلاف ہے ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ سوامی صاحب نے عقد ثانی کو کیوں حرام قرار دیا ہے اور اس سے مسئلہ زیر بحث کے متعلق سوامی صاحب کے خیال کا ہمیں صاف طور پر پتہ لگ جائیگا کہ کیا ہے۔ سو اس کے متعلق سوامی نے چار بڑے نقص بتائے ہیں جو بالفاظ ہا حسب ذیل ہیں۔ (۱) عقد ثانی کے جواز سے عورت و مرد میں محبت کم ہو جائیگی۔ کیونکہ جب چاہے تب مرد کو عورت اور عورت کو مرد چھوڑ کر دوسرے کیساتھ تعلق کر لینگے (۲) دونوں میں سے کسی ایک کے مرنے کے بعد جب دوسرا عقد ثانی کرنا چاہے تو متوفی کی جائیداد کو اڑا لیجائیگا اور اس کے کنبہ والے اس سے جھگڑا کریں گے۔ (۳) بہت سے اچھے خاندانوں کا نام و نشان بھی مٹ کر ان کی جائیداد کا برباد ہو جانا۔ (۴) پتی برتا اور استری برت دھرم کا یعنی وہ حلف جو خاوند اور زوجہ نے بوقت بیاہ دوسرا نکاح اپنی جیون حیات تک نہ کرنے کے متعلق اٹھائی تھی۔ برباد ہونا۔ یہ وہ چار نقائص ہیں جو سوامی دیانند صاحب نے ازدواج ثانی کے متعلق بیان فرمائے ہیں اور ان سب کو زیر نظر رکھنے کے بعد صاف طور پر پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ سوامی صاحب کے اعتقاد میں عورت و مرد میں کبھی اور کسی حالت میں بھی جدائی نہیں ہو سکتی۔ اور اس لئے کوئی طلاق وغیرہ جائیز نہیں چنانچہ اسی صفحہ ۱۴۳ کے ذیل کے الفاظ اس امر کو اور بھی زیادہ واضح کر دیتے ہیں۔ کیونکہ سوامی صاحب منو ادھیائے ۹ شلوک ۱۳ کا حوالہ دیکر فرماتے ہیں:- "عورت یا مرد کا بچھوڑا کبھی نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ شراب گوشت وغیرہ نشہ دار چیزوں کا پینا (۲) بُرے آدمیوں کی صحبت۔ (۳) خاوند سے جدائی (۴) اکیلی ادہر اُدہر بے فائدہ پاکھنڈی وغیرہ کے درشن کے بہانہ سے پھرتے رہنا۔ (۵) اور پرائے گھر میں جاکر سونا (۶) پرائے گھر میں رہائش اختیار کرنا۔ یہ چھ عیب عورت کو داغ لگانیوالے ہیں۔ [illegible]" شائد اس قیاس عقلی کے مطابق سوامی جی اور اُن کے بزرگ منوجی مہاراج نے یہ عیب تمام مردوں اور سب عورتوں میں دیکھ لئے ہوں گے۔ ورنہ ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔ کہ کس طرح سے ایک شخص کا الزام دوسرے پر دیا جا سکتا ہے۔ اگر تو سب مردوں اور عورتوں میں یہ عیوب پائے جاتے۔ تو شائد الخبیثات للخبیثین کے ماتحت سوامی صاحب کا یہ فتوی صحیح اور درست ٹھہر جاتا لیکن جب دنیا میں کروڑہا ایسی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اور خود سوامی صاحب اور اُنکے کئی ایک چیلے چانٹے بھی آپ کو ان عیوب سے بری بتلاتے ہیں۔ تو سمجھ نہیں آتی کہ سوامی صاحب نے یہ فتوے سب النساؤں کے سر کیوں جڑ دیا۔ سوامی صاحب نے ان چھ عیوب میں گوشت کا کھانا بھی ایک عیب بتلایا ہے لیکن اس وقت ہم گوشت کی حلت و حرمت کی بحث میں پڑکر اصل موضوع سے پرے نہیں ہٹنا چاہتے۔ اگر پھر کبھی موقع ملا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ عقل و نقل کے ذریعہ سے اس مسئلہ پر کافی وضاحت سے روشنی ڈالی جائیگی۔

الغرض مذکورہ بالا عبارات سے سوامی دیانند صاحب کا عقیدہ متعلقہ طلاق یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوائے موت کے کسی حالت میں بھی عورت و مرد کی جدائی پسند نہیں کرتے۔ اور اس رشتہ کو ہمیشہ کے لئے ناقابل انقطاع سمجھتے ہیں اسکے متعلق جو دلایل سوامی صاحب نے دئیے ہیں اُن کی تشریح اوپر ہو چکی ہے۔ اور ۱۶ جولائی کی اشاعت میں ہم بتا چکے ہیں۔ کہ طلاق یا ازدواج ثانی کے جواز کے خلاف باہمی محبت کے کم ہونے کا عذر پیش کرنا کیسا لایعنی امر ہے جو صریح مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے۔ باقی رہا ایک دوسرے کی جائیداد کا اڑا لیجانا یا خاندانوں کے نام و نشان کا مٹ جانا یہ بھی بہت لغو امر ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں کیونکہ جیسا کہ ہم آگے چلکر اس مسئلہ پر از روئے اسلام بحث کرتے وقت بتائیں گے کسی عورت یا مرد کو کوئی حق نہیں کہ دوسرے کی اس جائیداد کو جس کی ملکیت نہیں دی گئی۔ اڑا لیجائے۔ اور ازدواج ثانی تو خاندان کو بڑھانے اور نام و نشان کے پیدا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے نہ کہ مٹانے کے لئے اور پتی برت اور استری برت اس بات کے سچا ثابت نہ ہونے کی دلیل ہیں جو انسان کے مختلف حالات و واقعات کو پیش نظر نہ رکھکر ان سے ایسا معاہدہ لینا ہے۔ جو انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔

گروہ محمودیہ کا فرار

گذشتہ اشاعت میں مباحثہ مابین حضرت امیر الملت اور مرزا محمود احمد صاحب کے متعلق جو نوٹ شائع کیا گیا تھا۔ اس میں اس موضوع پر مفصل حالات کو شائع کرنا اس اشاعت ملتوی کیا گیا تھا۔ لیکن اس امر پر خود کچھ لکھنے کے بجائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فریقین کی باہمی خط و کتابت اور شرائط مناظرہ کو جو ابھی طے نہیں ہوئیں۔ اور ان کے متعلق ہماری ترمیمات کا محمودیوں کی طرف سے تحریری جواب کا انتظار ہے (جو با وجود کئی ایک یاد دہانیوں کے تا حال موصول نہیں ہوا) شائع کر دی جائیں جس سے پبلک خود اندازہ کریگی کہ کس فریق نے مباحثہ سے گریز کیا ہے اور کون میدان مقابلہ میں تا حال منتظر ہے۔ لہذا اس کیلئے ناظرین کو آیندہ اشاعت کا منتظر رہنا چاہیئے اسکے ساتھ ہی میاں صاحب [illegible]

قادیان کا ایک خط اور اسکا جواب

از مرزا عبد الکریم صاحب تاجر پونچھ

(گذشتہ سے پیوستہ)

بقیہ چند باتیں جن کا جواب کارڈ میں درج نہ ہو سکا۔ یہ ہے کہ قاضی اکمل صاحب اور محمد سعید صاحب کی تحریرات کا جواب بھی انشاء اللہ تعالے اپنے محل پر دیا جاویگا۔ مگر یہ تو ہرگز صحیح نہیں ہے کہ ہم نے کوئی تحریر حضرت اقدس کی یا حضرت خلیفۃ المسیح اول کی نبوت یا صداقت خلافت میں پیش کی ہے۔ آپ سراسر دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

حبالھم وعصیھم یخیل الیھم من سحرھم انھا تسعی اُن کی رسیاں اور سانپ محض خیالی پلاؤ ہیں جنکو حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ ان بیجان باتوں پر کوئی ذی عقل بشرط تقویٰ ہرگز اعتماد نہیں کر سکتا۔ کیا مسیح موعود نے اپنے آپکو کسی جگہ آخری خلیفہ سلسلہ محمدیہ کا نہیں لکھا؟ تم آپ لوگ ہمیں الزام دیتے ہیں کہ ہم حضرت صاحب کی تحریرات پر غور نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ عیب خود آپ لوگوں میں اس شدت سے پایا جاتا ہے کہ ایک چھوٹی سی چھوٹی تحریر بھی حضرت صاحب کی بغیر تحریف کے آپ لوگ پیش نہیں کر سکتے۔ (الا ما شاء اللہ) جیسا کہ مثلاً آپ ہی نے اس مصرعہ کہا ہرگز نہیں ہونگے یہ برباد کے یہاں تک معنے وسیع کر لئے کہ گویا قیامت تک انکی ہدایت کی کنجی آپ ہی کے ہاتھ میں آگئی ہے۔ کیا حضرت ابراہیم کے ساتھ اس قسم کے وعدے خدا تعالے کے نہ تھے۔ ذرا قرآن مجید کو تو اٹھا کر دیکھو۔ پھر کیا وہی ابراہیمی نسل نہ تھی جس نے ۳۶۰ بت بیت اللہ میں رکھکر پوجے۔ پھر آپ میاں صاحب کی کتابوں کا جواب دینے والے کو مخالفین مسیح موعود سے تشبیہ دیکر دھمکاتے ہیں کہ دیکھو انکا انجام کیا ہوا۔ میں کہتا ہوں وہ تو مامور من اللہ تھے اور با علام الٰہی مخالفین کے لئے منذر تھے۔ ان کی مخالفت صداقت کی مخالفت اور خدا تعالے سے دوری و مہجوری کا باعث تھی کیونکہ وہ خود خدا تعالے کے مقرر کردہ خلیفہ اور مامور تھے مگر کیا آپ کے میاں صاحب بھی اسی رتبہ کو پہونچ گئے ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو لیجیوں الفظوں نے خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ چاہیئے کہ اپنے مامور من اللہ ہونے کا علی الاعلان دعوے کریں اور اپنے دعوے کو قرآن و حدیث سے مثل مسیح موعود علیہ السلام ثابت کر دکھاویں۔ ورنہ رسیوں کو سانپ تصور کرنا کوئی عقلمندی ہے۔ یوں تو بعض لوگوں کو اندھیری کوٹھڑی میں بھی دیو نظر آ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ ہم تو ان سے پوچھتے ہیں۔ جو رسی اور سانپ میں تمیز کرنا جانتے ہیں۔ محض مادی جسمانی تعلقات سے نہ کبھی ولایت ملتی ہے اور نہ نبوت مل سکتی ہے۔ اور نہ ان خونی تعلقات کی بغیر تقویٰ اللہ کے خدا کے ہاں کوئی قدر و قیمت ہے۔ اگر کوئی قدر و قیمت ہوتی تو خدا تعالے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بیشمار لڑکے دیکر زندہ رکھ لیتا جو قیامت تک دین کی آبیاری کرتے پھر علی کو چوتھے مرتبہ یہ خلافت نہ ملتی بلکہ سب سے پہلے وہی خلیفہ بنتے پھر نوح کا بیٹا غرق نہ ہوتا۔ اور قابیل ہابیل پر قاتلانہ حملہ آور ہو کر جہنمی نہ بنتا۔ اور تمام انبیاء و اولیاء کے گھر نبی اور ولی ہی پیدا ہوتے۔ کیا مسیح موعود کا حال بھول گئے ہو۔ وہ کون تھے جو عاق ہوئے۔ بس حسبنا کتاب اللہ اس کو ہم کسی کی دھمکی سے چھوڑ نہیں سکتے نہ گفتہ ندارد کسے با تو کار۔ ولیکن چو گفتی دلیلش بیار۔ کے مطابق ہمارا حق ہے کہ ہم ہر بات پہلے دلائل مانگیں۔ اور جس بات کو ہم خلاف شریعت پائیں شریعت کی پابندی کے مدعیوں سے اس کا ثبوت مانگیں۔ ہمارا ہرگز یہ ایمان نہیں ہو سکتا۔ کہ مسیح موعود عمر بھر ہم سے جھوٹ کہتا رہا۔ کہ میں نبی نہیں ہوں۔ اور آنحضرت خاتم الانبیاء ہیں۔ ان کے بعد خواہ کوئی نیا ہو یا پرانا ہو کوئی نبی نہیں۔ اور اور خدا تعالے کہتا ہے کہ کوئی نبی امتی نہیں ہوتا۔ مگر ہم اندھوں کی طرح نابینا ہو کر مان لیں۔ کہ مرزا صاحب کے لئے خدا تعالے نے اپنی اس سنت کو پس پشت ڈال دیا۔ اور مسیح ابن مریم کو تو خاتم الانبیاء کر کے اپنے سلسلہ موسویہ کا بھیجا۔ تو اس کے بعد تو کوئی فرد بشر بھی بنی اسرائیل سے نبی ہو کر نہ آ سکا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خاتم الاولین والآخرین خاتم سلسلہ نبوت کر کے بھیجا تو ایک غلام نے ہی انکے برابری کا دم بھرنا شروع کر دیا۔ (کیونکہ میاں صاحب کے نزدیک منافر یا ملحد اور کافر بامسیح دونوں برابر ہیں) اور نبوت کا مدعی بن بیٹھا پس اگر یہی سچ ہے تو کوئی عقلمند ہمیں بتلائے تو سہی کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء ہوئے۔ خاتم الانبیاء تو وہ ہوگا جو سب سے آخر ہو ہاں ہوگا نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم؟ پھر ہم پہلے بھی ایک خاتم کو دیکھ چکے ہیں جس نے ختمیت کے معنے خوب حل کر دیئے ہیں۔ اس لئے کوئی صاحب عقل سلیم ان ڈھکوسلوں کا اعتبار نہیں کر سکتا۔ گالیاں سننا۔ اور کافر و فاسق کہلانا اور منافق اور زندیق کہلانا قدیم سے سنت ابرار ہے۔ اور اسکی اچھی طرح سے ہم بیس پچیس برس تک مشق کر چکے ہیں۔ اس کا ہمیں کوئی خوف نہیں۔ ع

کیست مومن کیست کافر خود گمر زد اشکار

وہ حاجی ہی تھا۔ جو حد سے بڑھ گیا۔ خدا تعالے ہمیں کتاب و سنت کا پورا پورا پابند رکھے۔ **رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا و بالقرآن کتابا** اس سے ذرا ادھر ادھر ہونا ہمارے نزدیک ضلالت ہے۔ خدا تعالے مجھکو اور آپ کو ہدایت بخشے۔ میں نے کبھی اپنی وصیت پر بھروسہ نہیں کیا۔ میری ہمیشہ یہ دعا رہی کہ بار الٰہا جدھر تو ہے ہم کو بھی ادھر ہی کھینچ لے ہم یہ جانتے ہیں کہ ضلالت کیا ہے جس سے بچنا چاہیئے۔ سو تو ہی

نوٹ:۔ یہ نوٹ لکھا جا چکا تھا کہ تازہ الفضل سے معلوم ہوا کہ خود محمودیوں نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ ابھی تک یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ کس فریق نے گریز کیا ہے؟ نا بہ شرائط کے تصفیہ کا انتظار ہے۔

دربار خلافت سے ایک بے ہنگام آواز

اولیائے کرام و مجددین اسلام کی شان میں گندے اور گستاخانہ کلمات

۱۳ر جولائی ۱۵ء کے الفضل میں "دربار خلافت" کے عنوان سے میاں صاحب کی ایک تقریر درج کی گئی۔ جو انہوں نے کسی "رئیس اور پیرزادہ" لیکن "ان پڑھ اور دینی مسائل سے ناواقف" شخص کو سمجھانے کے لئے مسئلہ نبوت مسیح موعودؑ پر فرمائی۔ اس تقریر کے دو حصے ہیں حصہ اول میں تو مجددوں کی بعثت اور اُن کے ماننے کی ضرورت بتائی ہے۔ جس میں میاں صاحب نے حسب عادت خود نفاق سے کام لیکر اور حدیث ان اللہ یبعث لهذه الامة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لها دینها پیش کرکے اور قرآن کریم کی حفاظت معنوی کی ضرورت بتاکر مجددین کی ضرورت کو ثابت کیا ہے اور پھر اس چودہویں صدی میں سوائے حضرت صاحب کے کسی اور مدعی مجددیت کے پیدا نہ ہونیکا ذکر کرکے آپ کے دعوے کو حق بہ قبولیت بتایا ہے اور دوسرے حصہ میں آپ کی نبوت کو اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ حضرت صاحب نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے ایک ایسا شخص جو آپ کو مجدد مانتا ہے۔ اُس کو چاہئے۔ کہ آپ کے اس دعوے کو فوراً مان لے۔ کیونکہ جو انسان خدا کی طرف سے دین کی تجدید کے لئے آتا ہے۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔" مگر افسوس ہے کہ میاں صاحب نے ساری تقریر میں کہیں یہ نہ بتایا کہ حضرت صاحب نے کہاں یہ تحریر فرمایا ہے کہ میں حقیقی۔ کامل اصلی اور مستقل نبی ہوں۔ اور مجازی۔ ناقص بروزی و غیر مستقل نہیں ہاں جس بات پر میاں صاحب نے بہت زیادہ زور دیا ہے۔ وہ حضرت اقدس کے وہ الہامات ہیں جن میں آپ کو نبی کہا گیا ہے۔ حالانکہ اس سے پیشتر ان الہامات کے متعلق بارہا بدلائل لکھا جاچکا ہے کہ ان میں حضرت صاحب کی اپنی تشریح سمیت نبیًا من اللہ تعالیٰ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقة۔ کے مطابق مجازی طور پر آپ کا نام نبی رکھا گیا ہے نہ حقیقی طور پر ضرورت نہیں کہ ان تمام دلائل کو یہاں دوبارہ دُہرایا جاوے۔ جو حضرت صاحبؑ کے اس دعوے کے ثبوت اور میاں صاحب کے ادعائے باطل کی تردید میں اکثر دفعہ دی جاچکی ہیں۔ ہاں ہم یہاں میاں صاحب کی اس لایعنی توجیہ کا ذکر نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ جو آپ نے خاتم النبیین کی تشریح کرتے ہوئے حضرت اقدس کی نبوت کے ثبوت میں نہایت گندے اور بیہودہ الفاظ میں پیش کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"آپ یہ بتائیے۔ کہ آپ جو آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ تو اس لئے کہ آپ کی عزت ہو۔ یا (نعوذ باللہ) ذلت۔ آپ حضرت عیسٰے۔ حضرت موسٰے۔ وغیرہ انبیا کو کیوں یہ درجہ نہیں دیتے۔ اِس لئے کہ آنحضرت صلعم کی شان ان سے بہت بلند تھی اور خدا تعالے نے آپ کو سب نبیوں سے بڑا بنایا تھا لیکن بتائیے کہ آپ کے نزدیک بڑا وہ ہوتا ہے جس کے ماتحت بڑے بڑے لوگ ہوں۔ یا وہ جس کے ماتحت کوئی نہ ہو۔ بڑا وہی ہوتا ہے جس کے ماتحت بھی بڑے ہوں۔ مثلاً ایک تحصیلدار ہے اور ایک ڈپٹی کمشنر۔ تو ڈپٹی کمشنر اس لئے تحصیلدار سے بڑا ہے کہ اس کے ماتحت کئی تحصیلدار ہیں۔ پس ماتحتوں کے بڑا ہونے سے افسر کا درجہ معلوم ہوتا ہے۔ کبھی کوئی اپنی بڑائی کا اس طرح اظہار نہیں کرتا کہ میں اتنا بڑا آدمی ہوں کہ چالیس پچاس چوہڑے (بھنگی) میرے ماتحت کام کرتے ہیں۔ بلکہ اپنی بڑائی کے بتانے کے لئے یہی کہا جاتا ہے کہ میں اتنا بڑا آدمی ہوں۔ کہ فلاں فلاں بڑے آدمی میرے ماتحت ہیں اور دنیا میں یہی بڑائی کا معیار ہے۔ لیکن آنحضرت صلعم کی بڑائی عجیب طرح پر ثابت کی جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کی امتوں سے تو نبی ہوسکتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلعم کی امت سے کوئی خدا کا پیارا اور نبی نہیں ہوسکتا۔ کیا یہی بڑائی کی تعریف ہے"

نہیں میاں صاحب! بیشک بڑائی کی یہ تعریف نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آپنے جو تعریف بڑائی کی کی ہے۔ واقعات کے رُو سے اور آپ کے اعتقادات کو مدنظر رکھ کر نہ صرف غلط اور بیمعنی ٹھہرتی ہے بلکہ جن جلی قلم الفاظ میں آپنے مسیح موعودؑ کے نبی نہ ہونے کی حالت میں آنحضرت صلعم کو (اس وجہ (نعوذ باللہ) چوہڑوں (بھنگی) کا سردار ٹھیرایا اور یہ ناپاک گندے اور گستاخانہ الفاظ اولیائے کرام و مجددین اسلام کی شان میں استعمال کرکے کل اہل اسلام کا دل دکھایا ہے۔ ان سے آپ کے ان اخلاق کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ جو آپ اور تو اور بزرگان دین اور تمام ائمہ وصلحا اور مجددین کے ساتھ برت رہے ہیں۔ آپ نے مسیح موعودؑ کی نبوت کو آنحضرت صلعم کی بڑائی اور آپ کے نبی نہ ہونے کو آپکی ذلت ٹھیرایا۔ اور اسکے ثبوت میں یہ مثال دی ہے کہ کبھی کوئی اپنی بڑائی کا اس طرح اظہار نہیں کرتا۔ کہ میں اتنا بڑا آدمی ہوں کہ چالیس پچاس چوہڑے (بھنگی) میرے ماتحت کام کرتے ہیں" تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آپ مسیح موعودؑ کے سوائے باقی تمام ائمہ وصلحا اور اولیائے کرام کو (نعوذ باللہ ونستغفر اللہ نقل کفر کفر نباشد) چوہڑے (بھنگی) قرار دیتے ہیں۔ تکاد السموات یتفطرن وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا

اے کاش میاں صاحب ایسے نازک معاملات پر اپنے لغو اعتقادات کے مطابق رائے زنی کرنے سے پیشتر ذرا سوچ وبچار کے ساتھ اتنا دیکھ لیا کریں کہ وہ کس قدر نازک مقام پر کھڑے ہیں اور کس قدر خطرناک الفاظ منہ سے نکالتے ہیں مانا کہ بڑا وہی ہوتا ہے کہ جس کے ماتحت بھی بڑے ہوں۔ مانا ایک ڈپٹی کمشنر تحصیلدار سے اس لئے بڑا ہوتا ہے۔ کہ اس کے ماتحت کئی تحصیلدار ہیں لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوگیا کہ آنحضرت صلعم کے جو کہ خود نبی ہیں ماتحت نبی ہونے چاہئیں کیا کبھی کسی ڈپٹی کمشنر کے ماتحت کوئی دوسرا ڈپٹی کمشنر بھی کسی نے دیکھا ہے۔ یا تحصیلدار کے ماتحت بھی کسی نے اور تحصیلدار دیکھے ہیں۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ ہاں ڈپٹی کمشنر کے ماتحت تحصیلدار اور تحصیلدار کے ماتحت نائب تحصیلدار وغیرہ ہوتے ہیں پس یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک نبی کے ماتحت دوسرا نبی مبعوث کیا جائے۔ جو من حیث النبوت اس متبوع نبی کے برابر ہو۔ ہم حیران ہیں کہ میاں صاحب کی یہ مثال کہ ڈپٹی کمشنر اس لئے تحصیلدار سے بڑا ہے کہ اس کے ماتحت کئی تحصیلدار ہیں اس اعتقاد کیساتھ کیسے چسپاں ہوسکتی ہے کہ آنحضرت صلعم اس لئے نبیوں سے بڑے ہیں کہ آپ کے ماتحت کوئی شخص نبی ہوکر آیا۔ یہ تو اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ پہلے آنحضرت صلعم کو خدا بنایا جائے۔ پھر یہ کہنا بھی غلط ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کی امتوں سے نبی ہوسکتے ہیں "کیونکہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی امتی نبی نہیں بن سکتا (ازالہ اوہام)۔

پس یہ قانون جو حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت عیسیٰ کی نسبت بیان کیا ہے یہی دیگر انبیائے بنی اسرائیل پر بھی عائد ہوتا ہے اور اسلئے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ براہ راست خدا تعالیٰ سے فیض نبوت حاصل کرنے والے تھے نہ کہ کسی کے امتی ہوکر اور اگر بالفرض محال یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کی امت میں سے ہی بنی اسرائیل میں نبی مبعوث ہوتے تھے تو یہ مماثلت امت محمدیہ پر کیسے صادق آتی ہے جبکہ میاں صاحب کے اعتقاد کے مطابق جب اس امت میں صرف ایک ہی نبی آچکا اور باقی تمام اولیا و مجددین نے درجہ نبوت کو حاصل نہ کیا اور وہ نعوذ باللہ ...... تھے۔ حیرانی اور تعجب کا مقام ہے کہ ایک طرف تو امت محمدیہ کو سلسلہ موسویہ کیساتھ تشبیہہ دیجاتی اور اس سلسلہ میں بہت نبیوں کا آنا بتایا جاتا ہے مگر دوسری طرف امت محمدیہ میں صرف ایک ہی نبی کا ہونا ظاہر کیا جاتا اور باقی تمام صلحا و مجددین کو ...... کے گندے خطاب دئے جاتے ہیں۔ میاں صاحب! خدارا اپنی حالت پر غور کرو۔ اپنے دلائل کو ضد اور ہٹ سے نہیں بلکہ عقل کیساتھ جانچو اور پھر دیکھو کہ آپنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

پیغام صلح

اخبار لاہور

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ما از و یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبرہائے معاد — ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است — منکر آں مورد کین خدا ست
معجزات انبیائے سابقیں — آنچہ در قرآں بیابی با یقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکار کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت
سالانہ (۶ روپے) ششماہی (للعہ) سہ ماہی (عہ) ماہوار (۹)

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ مورخہ ۶ ماہ رمضان ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۱۵ء | نمبر ۵

اقتباسات

اڈیٹر صاحب پیغام صلح اسلامی مشنری کی حیثیت سے

ہمارے دوست مولانا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی اڈیٹر پیغام صلح لاہور ایک اسلامی مشنری کی حیثیت سے آجکل صوبہ متحدہ کا دورہ کرکے اشاعت اسلام کا مقدس فرض ادا کر رہے ہیں۔ ہم اپنے دوست کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اور صوبہ متحدہ کے لوگوں کی خوش قسمتی سمجھتے ہیں کہ ایک باحمیت عالم نے باوجود موسمی خرابیوں کے مصائب سفر برداشت کرکے صرف زر اور صرف وقت سے نور اسلام پھیلانے کے لئے چار ماہ کے لئے خود کو وقف کر دیا ہے۔ مولانا صاحب دیہاتوں اور قصبوں میں دورہ کرکے اس سمی اثر کے لئے تریاق کا کام دیں گے۔ جو ہمارے ساجی دوستوں نے اس نواح میں پھیلا رکھا ہے۔ چنانچہ آپ جا بجا مناظروں اور وعظ کے ذریعہ سے اس مبارک کام کو انجام دینگے۔ فی الحال موصوف مین پوری۔ فرخ آباد اور بلند شہر سکندر کے اضلاع کا دورہ کریں گے۔ آپ محض مذہبی فرائض انجام دیں گے۔ سیاست کے متعلق آپکی تقریریں نہ ہونگی بلکہ ہمیشہ اشاعت اسلام آپ کا مقصد ہے۔ مولانا صاحب چاہتے ہیں۔ کہ اس کا اعلان ہو جائے کہ آپ کسی قسم کا چندہ تحصیلنے یا اسکی تحریک کرنے کے لئے یہ سفر نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ محض قومی ہمدردی آپکے اس سفر کا باعث ہوئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ جن جن مقامات پر موصوف تشریف لیجائیں گے۔ وہاں کے باحمیت مسلمان انکے اس نیک ارادے میں ان کا ہاتھ بٹائینگے۔

مولانا صاحب کے رفیق سفر مولانا عبدالحق صاحب ایک عالم ہیں جنہوں نے لاہور کے اشاعت اسلام کالج سے اعلیٰ سند حاصل کرکے بذریعہ وعظ مذہبی خدمات انجام دینے کے لئے خود کو وقف کر دیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہر دو صاحبان کے لکچر اور وعظ مسلمانوں کے ہر گروہ میں دلچسپی سے سنے جائیں گے اور ہر عقیدہ کے لوگ ان سے محظوظ ہونگے۔

(البیان)

فرار شدہ ملزموں کی گرفتاری

لاہور کے مقدمہ سازش کے متعلق جن ملزموں کی ضرورت تھی۔ وہ مقام ذیل میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ نوآبادیوں سے واپس آئے ہیں۔

نمبر	نام	مقام گرفتاری
(۱)	سجن سنگھ	لائل پور
(۲)	ایس ان سانیال	بنارس
(۳)	پیارا سنگھ	ضلع ہوشیارپور
(۴)	بیر سنگھ و بوٹا سنگھ	ضلع جالندھر
(۵)	سمالا سنگھ	ریاست کپورتھلہ

مسئلہ ہائی کورٹ پنجاب

پنجاب چیفکورٹ

بار ایسوسی ایشن کی ایک غیر معمولی جنرل میٹنگ بروز چہارشنبہ بتاریخ ۱۴ ماہ جولائی لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس جلسہ کے میر مجلس آنریبل خاں بہادر میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹرایٹ لا وائس پریزیڈنٹ ایسوسی ایشن مذکور نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ کچھ عرصہ ہوا پنجاب گورنمنٹ نے گورنمنٹ آف انڈیا کو ایک تحریر بھیجی تھی۔ کہ پنجاب چیفکورٹ کو ہائیکورٹ بنایا جائے۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے اس تحریک سے اتفاق کرکے سیکرٹری آف اسٹیٹ کو لکھا۔ لوگوں کو نہایت تعجب ہوا جبکہ ان کو یہ معلوم ہوا کہ سکرٹری آف اسٹیٹ نے اس تجویز کو اس بنا پر نامنظور کیا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ مگر حالت یہ ہے۔ کہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔

اشاعت اسلام

یہ رسالہ جناب خواجہ صاحب مشہور آفاق مسلم مشنری کے زیر ادارت لاہور احمدیہ بلڈنگس سے ماہوار شائع ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب کے انگریزی رسالہ مسلم انڈیا اسلامک ریویو کا ترجمہ معہ مضامین زائد اسمیں ہوتا ہے۔ اسلام اور غیر مذاہب کا مقابلہ۔ اسلام کی صداقت۔ تبلیغ اسلام کے بہترین نمونے۔ اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ۔ اسلام کے برکات۔ مبلغین اسلام کے لئے مناسب ہدایات۔ نو مسلموں کے لکھے ہوئے مضامین غرضکہ نہایت قیمتی مضامین اپنی بغل میں لئے ہوئے ہر مہینہ ظاہر ہوتا ہے۔ بہت ہی ارزاں ہے۔ ہر کہ شائق ہوکے قیمت ...

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

دردانیال کی جنگ :- (لندن ۱۶- جولائی) دردانیال کی کامیابی کے متعلق فرانس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ فرانسیسی رسالہ اور قارن لیجن کے سپاہیوں نے شاندار حملہ کے بعد ترکوں کی دوسری لائن پر ہلہ کیا۔

پیرس کی روزانہ رپورٹ - (پیرس- ۱۶- جولائی) آج سہ پہر کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمنوں نے شب گذشتہ کوارگون میں صرف ایک مرتبہ حملہ کرنے کی کوشش کی جسے شدید آتشباری سے پسپا کر دیا۔ مگر لنیسٹری واقع لوریں میں شدید جنگ وقوع میں آئی۔ اور جرمنوں نے اپنی سابقہ کھوئی ہوئی خندقوں پر ۳ کیلومیٹر کے محاذ میں سرکاری اطلاع میں لکھا ہے کہ اس حملہ کے ساتھ انہوں نے وسیع محاذ پر گولہ باری کی۔ اور مظاہرہ کے طور پر پیدل سپاہ کے متفرق حملے وقوع میں آئے۔ مگر غنیم کو سب جگہ پسپا کر دیا گیا۔ غنیم نے ایک جگہ بہاڑیوں میں قدم جما لئے مگر اسے فوراً وہاں سے نکال دیا گیا۔ دشت پراسے میں جرمن ہمارے تار دار جنگلوں کے قریب پہنچ گئے مگر ہمارے توپخانہ کی آتشباری

دردانیال کی جنگ (لندن ۱۵- جولائی) جنرل سر آئین ہملٹن کی رپورٹ مظہر ہے کہ ۱۲- جولائی کو علے الصباح برطانی سپاہ کے میمنہ نے فرانسیسی جیش کی مدد سے غنیم پر حملہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارا دن شدید لڑائی ہوتی رہی اور گھمسان کا رن پڑا اور ۲۰۰ سے ۴۰۰ گز تک نہایت مستحکم اور قلعبند لائینوں پر قابض ہو گئے۔ اسکی روز برطانی بیسرہ نے بھی ۲ لائنوں پر قبضہ کیا۔ اور ۴۰۰ گز تک پیشقدمی کی۔ غنیم کے شبخون پسپا کر دئیے گئے۔ اس عرصہ میں فرانسیسی دریائے کریوس درکے دہانہ تک پہنچ گئے۔ غنیم کے تمام جوابی حملے آسانی کے ساتھ پسپا کر دئیے گئے۔ اور ۴۲۲ قیدی ہمارے ہاتھ آئے۔

شمالی پولینڈ پر حملہ :- (شملہ ۱۶ جولائی) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے کل کی تاریخ کا مفصلہ ذیل تار لندن سے موصول ہوا ہے۔

جنوب مشرقی پولینڈ میں آسٹریا و جرمنی کی جارحانہ کارروائی کے مزید نقوش نمایاں ہونے کے آثار دکھائی نہیں دیتے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی دریائے وسا کے شمال اور شمال مشرق میں پچاس ساٹھ میل کے فاصلہ پر جارحانہ کارروائی کی ابتدا کر رہے ہیں۔ ۱۴ ماہ رواں کی روسی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ لونزا کی سمت میں غنیم نے نہایت شدید گولہ باری کی اور دریائے پیسیا کے دائیں کنارے پر جرمنوں نے روسی خندقوں پر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ بعد میں انہیں وہاں سے نکال دیا گیا۔ دریائے نرکو کے دونوں کناروں پر خونریز جنگ وقوع میں آئی۔ اور دریائے اورزی اور لڈنیا کے مابین پرزانیز کے نواح میں غنیم کی زبردست جمعیتوں نے جارحانہ کارروائی شروع کر دی ہے۔ اور روسی فیصلہ کن جنگ سے پہلوتہی کر کے اپنی دوسری لائن کے مورچوں کی طرف ہٹ گئے ہیں۔

مغرب میں جنگ :- یپرز کے شمال میں برطانیوں نے ۵ جولائی کو جن خندقوں پر قبضہ کیا تھا ان پر جرمنوں نے حملہ کیا مگر پسپا کر دیئے گئے۔ ایرس کے شمال میں جرمنوں نے سوشیز کے قریب اپنی خندقوں سے باہر نکلنے کی بے سود کوشش کی۔ انہوں ایوس اور سایسان پر بھی بھاری وزن کے گولے پھینکے دریائے این کی وادی میں توپخانہ کی شدید لڑائی ہوئی۔ ارگون میں جرمنوں کا دعوٰے ہے کہ ان کا حملہ پوری طرح کامیاب ہوا۔ مگر فرانسیسیوں کا بیان ہے کہ غنیم کی پیشقدمی کسی مقام پر ۴۳۰ گز سے زیادہ نہیں بڑھی۔ اور دشت ارگون کے مغرب میں بھی فرانسیسیوں نے جرمن خندقوں پر حملہ کر کے کسیقدر قدم جمائے ہیں۔

فرانس کے ہوائی جیش نے ہوا میں سے بم گرانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور لیبر کورٹ ریلوے جنگشن پر بہت نقصان پہنچایا۔ ڈوئی اور ریل کے مابین جنگی ہوائی جہازوں نے جو ایک ہوائی دستہ کے ہمراہ تھے ایک ٹرین پر گولہ باری کی۔

پیرس کی روزانہ رپورٹ :- (لندن ۱۶- جولائی) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ سارا دن نسبتاً خاموشی رہی۔ ارگون میں دو جرمن حملے پسپا کئے گئے۔ دیگر مقامات میں توپخانہ کی لڑائیاں وقوع میں آئیں۔

ناروے کے سٹیمر کی غرقابی - (لندن ۱۵- جولائی) ناروے کا بڑا سٹیمر موسومہ یم شب گذشتہ کو بلا اطلاع بحیرہ شمالی میں تارپیڈو پھینک کر دس منٹ کے اندر غرق کر دیا گیا۔ دوم انجینئر دھماکہ سے ہلاک ہو گیا۔

عملے کے آدمی یار بوٹ میں پہنچا دیئے گئے۔

واشنگٹن کا تار مظہر ہے کہ جرمنی نے ۲۶ مئی کو جہاز نبراسکا پر تارپیڈو پھینک کر غرق کر دینے کی ذمہ واری کا اعتراف کیا ہے اور اس کا معاوضہ پیش کر رہا ہے۔

ناگہانی حملہ کی ناکامی - (لندن ۱۷ جولائی) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ اراس کے شمال میں توپخانہ کی شدید لڑائی ہوتی رہی غنیم نے دریائے این کے دائیں کنارے پر سالسان کے مغرب میں شب گذشتہ کو فانٹینائے کے علاقہ میں ۳ ہزار گولے پھینکے اور اس کے بعد ہماری ایک قلعہ بندی پر اچانک حملہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ ادگون کے علاقہ میں نسبتاً خاموشی رہی۔ فرانس کے دس ہوائی جہازوں نے چانی کے فوجی سٹیشن پر بم پھینکے اور سامان حرب کے عظیم ذخیرہ کو نقصان پہنچایا۔

غنیم کی زبردست جارحانہ کارروائی

(لندن- ۱۴- جولائی) پیٹرو گراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ غنیم نے زبردست کمک کی مدد سے ۱۴ جولائی کو ریگا اور شاولی کے علاقہ میں جارحانہ کارروائی کی۔ ہمارا ہراول دستہ غنیم کو دریائے ونڈاوا کے مقام وانٹا اور دیگر مناسب موقعوں پر روک رہے ہیں۔ دریائے اورجیز اور وکرا کے مابین ہماری سپاہ نے سرزسینز کے جنوب میں ۱۴- جولائی کو غنیم کے متعدد حملے پسپا کئے۔ آسٹروی سپاہ نے ۱۳ ماہ رواں کو پھر جارحانہ کارروائی شروع کی ہے اور کئی موقعوں پر دریائے نیسٹر کو عبور کر گئی۔

اطالیوں کا شاندار کارنامہ :- (لندن ۱۴ جولائی) چند روزہ سکوت کے بعد اطالی محاذ پر پھر سرگرمی شروع ہو گئی ہے۔ سرکاری اطلاع میں ایک پیدل دستہ کے کارنامہ کا ذکر ہے جس نے ایک ندی کے کناروں پر چڑھ کر کوہ قلزارگ کی چوٹی پر دفعتہ غنیم پر حملہ کر دیا۔ اور بالاخر اس چوٹی پر قبضہ کر لیا۔ آسٹریوں نے رات کو نہایت جانبازانہ شبخون مارا۔ مگر شدید نقصان کے ساتھ پسپا کئے گئے۔ بالائی کیڈور کے علاقہ میں اطالیوں کی بھاری بار برداری قلعہ بلینیس وغیرہ پر مؤثر گولہ باری کر رہی ہیں۔

آسٹریلیا اور جنگ :- (لندن ۱۵ جولائی) گورنمنٹ آسٹریلیا ایک نئی فوجی دستہ کی ترتیب کے متعلق جو عنقریب میدان جنگ کو روانہ کیا جائیگا ماہ پیشتر گورنمنٹ نے ایک جنرل کو مقرر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۳ مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۵ء - نمبر ۶

آنحضرت صلعم کی اسوۂ حسنہ کا اثر صحابہؓ پر

گذشتہ اشاعت میں پادری ڈبلیو ہیلین صاحب کے ایک خطبہ اور مسٹر گبن کی ایک تحریر متعلقہ پیغام بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتباس کرتے ہوئے آخر میں موجودہ مسلمانوں کا اپنا عملی نمونہ ان آراء کے مطابق نہ ہونے پر مختصر الفاظ میں اظہار افسوس کیا گیا تھا۔ آج ہم چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر ذرا زیادہ وضاحت سے روشنی ڈالی جائے۔ اور یہ بتایا جائے کہ قرون اولے کے مسلمان یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال و افعال اور حرکات وسکنات پر آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کا کیا اثر تھا۔ اور موجودہ مسلمانوں کا رویہ اس کے کسقدر متغایر و متضاد ہے۔

سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں ارقام فرماتے ہیں۔ کہ " خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص اور ہر ایک جگہ احاطہ کی ہوئی قدرت حضرت محمدؐ کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہوگیا۔ جیسے کہ خاص محمدؐ کے دل میں تھا" یہ ایک حقیقت ہے۔ جسکا اظہار سر ولیم میور نے مذکورہ بالا الفاظ میں نہایت صداقت کیساتھ کیا ہے اور خود قرآن کریم نے حضرت ابوبکرؓ کو ثانی اثنین کا معزز خطاب دیکر بتا دیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کا اثر آپ کے معتقدوں اور بالخصوص حضرت ابوبکرؓ پر کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جو کارہائے نمایاں دکھائے۔ اور اپنے اعمال وافعال سے اسوۂ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جو شاندار نمونہ دکھایا۔ وہ تو خیر اسقدر اعلیٰ و ارفع ہے۔ کہ اس تک پہنچنا اب کسی فرد بشر کا مجال ہے۔ چہ جائیکہ ان عظیم الشان مدارج کو حاصل کیا جائے۔ جو آپ کو بالخصوص اللہ تعالے نے عنایت کئے۔ لیکن ذرہ ان چھوٹے درجہ کے آدمیوں پر نظر ڈالو۔ جنہوں نے سخت مصائب اور تکالیف برداشت کرکے اپنی جانوں پر ہزار ہا دکھ اٹھا کر اپنی گردنوں پر چھریاں چلوا کر اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے [illegible] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے نرغہ سے

محفوظ رکھنے۔ ہاں اس عظیم الشان عالمگیر پیغام کو جس کے ذریعہ آپؐ کل دنیا جہان کو اسلام کے دار الامن والامان میں داخل کرنے آئے تھے۔ دنیا کے چاروں کونوں تک پہنچانے کے لئے اس سرسبز وشاداب باغ کی ابتدائی کیاریوں کی اپنے خونوں سے آبیاری کی اور اس طرح سے ہمیں اپنا شرمندۂ احسان بنا کے چھوڑا آج ہم میں بہت ہیں جو عمر ثانی بننے کے شایق ہیں۔ اکثر ہیں۔ جو اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کے ماتحت مثیل صحابہؓ اور جماعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بننے کے شیدائی ہیں۔ بہت ہیں۔ جنکو ملہم کہلانے اور ایک ذراسی خواب کو کشف سے تعبیر کرنے اور اسی خواب وخیال کی بنا پر اپنا مذہب بدل لینے کا از حد شوق ہے۔ بہتیرے ہیں۔ جو ایک خواب کو ہی اپنی بزرگی و برتری کا باعث جانتے اور اس طرح اپنے آپکو نجات یافتہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ لیکن ذرہ اپنے گریبانوں میں منہ ڈالکر دیکھو۔ اور اپنے روزانہ اعمال کو نہایت ٹھنڈے دل کے ساتھ ان پاک بزرگان دین کے حالات سے ملاؤ۔ جنہوں نے خود اللہ تعالیٰ سے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا خطاب پایا۔ جنکو تمام امت سے اعلیٰ و برتر تسلیم کیا گیا۔ جن کے خاکپائے ہونے پر حضرت مسیح موعودؑ نے فخر کیا اور ذرا دیکھو کہ ہم نے دین کے لئے کس قدر مصائب اور دقتیں برداشت کیں۔ تلوار کے حملہ سے تو آج اسلام بفضلہ تعالےٰ محفوظ ہے۔ مگر زبان وقلم کے کس قدر حملوں کا ہم نے مستعدی کے ساتھ بالاستقلال اندفاع کیا۔ توریت وانجیل کے کروڑہا نسخہ جات کے بالمقابل قرآن کریم کی اشاعت میں ہم نے کہاں تک حصہ لیا اور کس قدر زبانوں میں اس کا ترجمہ کرایا۔ ان سب سوالوں کا جواب آج افسوس ہے کہ سوائے نفی کے ہمارے پاس کچھ نہیں۔ اور ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ ہم نے ان کاموں میں کما حقہ حصہ لیا۔ پس ایسی حالت میں اپنی بڑائی اور برتری کے متعلق ہمارا دعوے بالکل بے بنیاد ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قرآن کریم نے بڑائی اور برتری کا معیار اور نجات کا اصلی باعث صرف زبان سے لا الٰہ الا اللہ کا پڑھ لینا۔ اور اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم پا عمر ثانی ہونے کا دعوے کر دینا یا خدا سے الہام پا لینا نہیں رکھا۔ بلکہ بلکہ وہ تو صاف لفظوں میں فرماتا ہے احسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا

معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب مانا کہ آج مسلمانوں پر بہت سی مصائب ہیں۔ مانا کہ دینی و دنیوی طور پر ہر چہار اطراف سے ان پر حملے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ مانا کہ اس وقت ان کی کس مپرسی کی حالت زبان حال سے متی نصر اللہ کا نعرہ مار رہی ہے۔ لیکن کیا دین اسلام کی حفاظت یا اشاعت کے کام کرتے ہوئے یہ مشکلات ان پر وارد ہوئی ہیں کیا انہوں نے خود بھی لوگوں کے سامنے اسلام کا پاک اور درخشندہ چہرہ پیش کرکے اس کے قبول کرنے کی دعوت دی۔ جس کے جواب میں انہیں یہ روز بد دیکھنا پڑا یا یہ محض دین کی طرف سے سستی اور لاپرواہی کا نتیجہ تھا۔ کہ ہمیں اس حال تک پہنچایا گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ ہماری بدعملی نے ہی ہمیں نقصان پہنچایا۔ جب حالت یہ ہے تو خوب یاد رکھو۔ کہ ہمارے اس متی نصر اللہ کے جواب میں الا ان نصر اللہ قریب کی خوشگوار و تسلی بخش حالت پیدا نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ ہم ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم کے ماتحت خود ہی اپنے حالات کو بدلکر دین کی راہ میں قدم نہ اٹھائیں۔ اور دین کی ترقی وخیر خواہی کے لئے ٹھوکریں نہ کھائیں۔ بیشک ان دونوں قسم کی راہوں میں ایک ہی جیسے حالات میں سے ہو کر انسان کو گذرنا پڑتا ہے۔ بلکہ موخر الذکر راہ میں کانٹے بہت ہیں۔ لیکن اختلاف نیات و اعمال کے لحاظ سے نتیجہ دونوں کا مختلف ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہر ایک کام کے انتہائی نتیجہ کی طرف دیکھیں اور درمیانی حالات کو نظر انداز کرکے عمدہ نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ دیکھو ان سابقون الاولون لوگوں نے کس قدر مصائب کو برداشت کرکے اس خوشگوار نتیجہ کو حاصل کیا۔ گرمیوں کے دن عرب کا ریگستان اور اسپر تیز وتند لو کی۔ لیکن ان جری دل بہادروں نے کسی جرات کے ساتھ اس میں حصہ لیا اور اپنی جانوں عزیز و اقارب اور ہر ایک پیاری سے پیاری چیز کی ذرا پرواہ نہ کرکے اپنے سروں کو تلوار خونخوار کے نیچے کسی جبر و اکراہ سے نہیں۔ بلکہ بڑی خوشی و رغبت کے ساتھ رکھ دیا۔ اور یہی نہیں بلکہ ان کو اس جان گداز موت کا کچھ ایسا مزا آیا مرنا پیرا و وصل حق ہو کر بھی جب خود پرواہ نہ تولے اُن سے جواب ہو کر کلام کرتا ہے۔ اور جو دل سے چاہے مانگنے کو کہتا ہے تو پھر یہی خواہش [illegible]

نوٹ اور رائیں

بُت پرستی کی حمایت

مارواڑی چیمبر آف کامرس کلکتہ کے اس ریزولیوشن کی کہ ممالک غیر سے آتے ہوئے مال پر جا بجا یعنے کپڑوں کے تھانوں۔ صندوقوں۔ بکسوں ٹین لیبلوں اور ٹکٹوں وغیرہ پر ہندو دیوتاؤں کی تصویریں چسپاں کی جاتی ہیں۔ اور اس طرح سے عموماً لاپرواہی سے پاؤں تلے روندی جاتی ہیں۔ ایک پکے ہندو کے جذبہ کو یہ صدمہ شاق گذرتا ہے۔ لہٰذا یورپی سوداگروں کو ایسی تصویروں کے شائع کرنے کے لئے منع کرنا چاہیئے۔ لوکل ہمعصر آریہ گزٹ یہ کہہ کر حمایت کرتا ہے۔ کہ "اصل بات یہ ہے۔ کہ اول اول تو ہندو ایجنٹ ہی ایسی تصویروں کو مروّج کرنے کے لئے مختلف نمونے ولایت کو روانہ کرتے رہے ہے۔ خیر یہ بھی اچھی بات ہے۔ کہ اب ہوش آگیا ہے اور وقت پر سنبھل چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہندی ایجنٹوں کو سخت تاکید کرنی چاہیئے۔ کہ وہ اس قسم کی تصویروں کے نمونے بالکل کسی صورت میں روانہ نہ کریں" معلوم نہیں کہ بُت شکنی کے رندانہ ادعا کے برخلاف بت پرستی کی یہ قبیح طرز آریہ گزٹ نے کب اور کہاں سے سیکھی۔ اور کیوں اختیار کی۔ جبکہ آریہ سماج کی بُت شکنی کو وہ اس سے پیشتر خود ہی اسلام کے موحدانہ کارناموں کے بالمقابل بہت بڑھ چڑھکر کامیاب بتا چکا ہے۔ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولون مالا تفعلون ؏

موجودہ جنگ میں پنڈتوں اور دیگر معلمین کی اعلیٰ خدمات

چھٹا گاؤں کی سنسکرت انسٹی ٹیوشن کا معائنہ کرتے ہوئے لارڈ کارمائیکل نے ایک بہت ہی دلچسپ تقریر فرمائی ہے جس میں کالج کے پنڈتوں کو مخاطب کرکے ان کی ان خدمات پر اعتماد کا اظہار فرمایا ہے۔ جو وہ نوجوانوں کے معلم ہونے کی حیثیت سے اُنہیں برٹش گورنمنٹ کی عظیم روایات کو قائم رکھنے کے قابل بنا کر سرانجام دے رہے ہیں۔ درحقیقت کسی سکول یا کالج کے معلمین اور بالخصوص مذہبی واعظین کا طبقہ اپنے حلقہ اثر میں اپنی مہربان و محسن گورنمنٹ کی جیسی دلی خدمت سرانجام دے سکتا ہے۔ شائد بہت کم لوگ اس سے زیادہ بہتر کام کر سکتے ہوں۔ نوجوان طلباء کا پود ہی ایک ایسا بیج ہے۔ کہ جسے پھول اور درخت یا کانٹوں دار جھاڑیاں بنا لینا ان لوگوں کا کام ہے۔ جو اس خوشگوار باغ کے مالی کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں امید ہے کہ لارڈ کارمائیکل کا یہ اعتماد کل ہندوستانی معلمین و مدرسین کی خاص توجہ کا موجب ہوگا اور مسلمان مدرسین و علمائے اسلام بالخصوص (جنکو حکومت وقت کی وفاداری و پاسداری کا خاص طور پر حکم ہے) لارڈ موصوف کے مذکورہ بالا الفاظ پر غور فرما کر ان کے اعتماد کو سچا ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھینگے ؏

اردو پر آریہ گزٹ کی ناراضگی

اردو ہندی کا جھگڑا ہندوستان میں ایک مدت سے چھڑا ہوا ہے۔ اور باوجود ہندو مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کی خواہش کے اظہار کے ہمارے ہندو معاصرین وقتاً فوقتاً اس ناخوشگوار اور مردہ بحث کو پھر تازہ کرکے نفاق کی خلیج کو اور بھی وسیع کرتے چلے جاتے ہیں۔ اردو ہندوستان کی مشترکہ زبان ہے۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ بہت ہی سہل اور زود فہم زبان ہے جو ہر ایک شخص بہت جلد بخوبی پڑھ اور سمجھ سکتا ہے لیکن اس کے بالمقابل ہندی کو جو پایہ ہندوستان میں حاصل ہے۔ اور جس دلچسپی اور قدر کی نگاہ سے خود ہندو لوگ اسے دیکھتے ہیں وہ ان ہندی اخبارات کی حالت سے ظاہر ہے جو نہایت کس مپرسی کی حالت میں شائع ہوتے اور پھر بہت جلد بند ہو جاتے ہیں۔ لوکل ہمعصر کشمیری گزٹ نے اپنی تازہ اشاعت میں پنجاب کے بعض ایسے ہندی اخبارات کی فہرست بھی دی ہے۔ جو بہت تھوڑی دیر جاری رہکر بند ہو گئے۔ ہاں دوسری طرف ہندوؤں کے ہی اردو اخبارات کی کثرت اشاعت پر ذرا نظر ڈالو۔ تو صاف طور پر پتہ چل جاتا ہے کہ ملک میں اردو کی عملی طور پر کسقدر حمایت اور اس کے ساتھ لوگوں کو کتنی دلچسپی ہے۔ اور ہندی کا پہلو کتنا کمزور ہے۔ ان حالات میں لوکل ہمعصر آریہ گزٹ کا ریاست الور کے دفاتر میں اجرائے ہندی پر خوشی منانا اور مسلمانوں کی جائز چیخ و پکار پر "اب چاہے کچھ ہی کرو۔ سب بے سود ہے۔ اردو کو رخصت کرنا تھا سو کر دیا۔ سانپ نکل گیا۔ لکیر کو پیٹا کرو" کے نفرت انگیز فقرات چسپت کرنا اور بہت غصہ ور لہجہ میں غریب مسلمانوں پر لے دے کرنا۔ سخت ناواجب اور نالائق حرکت ہے جو ہمعصر موصوف کے اس ناجائز بغض و تعصب کا پتہ دیتی ہے۔ جو ہمارے آریہ معاصرین کی فطرت ثانیہ ہو چکا ہے۔ اے کاش شیش محلوں میں بیٹھنے والے بزرگوار دوسروں پر پتھر پھینکنے سے پہلے ذرا اپنی نازک حالت پر بھی نظر ڈال لیا کریں۔ ایسا نہ ہو کہ بالمقابل ایک چھوٹا سا کنکر ہی ان کے مکان کو چکنا چور کر دے۔

مستند اور غیر مستند کی بحث اور آریوں کے ساتھ مباحثات میں ہماری حیثیت

۱۷ر جولائی ۱۹۱۵ء کا مسافر بھی ہمارے پاس پہنچا ہے اسکو کھولتے ہی جن دو مضمونوں پر سب سے پہلے نظر پڑی انہیں سے ایک تو پیغام صلح کے مضمون مسئلہ طلاق و خلع مندرجہ ۶ر جولائی ۱۹۱۵ء کا جواب ہے اور دوسرا ۱۰ر جولائی کے پیغام صلح کے مضمون "نجیب آباد میں آریوں کی شکست فاش" کا۔ ان میں سے اول الذکر مضمون میں مسافر نے مستند اور غیر مستند کتب کا وہی جھگڑا چھیڑ دیا ہے جسکا ذکر ہم نے پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت میں کیا تھا۔ اور بعینہٖ گرگٹ کی طرح رنگ بدلکر اور یہ کہکر پیچھا چھڑانا چاہا ہے کہ منوسمرتی کا جو حوالہ ۶ر جولائی ۱۹۱۵ء کے پیغام صلح میں دیا گیا ہے وہ اس وجہ سے قابل بحث نہیں کہ "آریہ سماج موجودہ منوسمرتی کو قابل تسلیم اور مستند نہیں مانتا"۔ اور پھر اسکے ساتھ ہی منوسمرتی کے پیش کردہ شلوک کا اپنے مطلب کے موافق ترجمہ کرکے ہمارے ترجمہ کو غلط ثابت کرنا چاہا ہے مگر مؤخر الذکر مضمون میں مسافر نے نجیب آباد کے آریوں اور مولوی اکبر شاہ خان صاحب کے منقولی و معقولی کے جھگڑا کو تسلیم کرکے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ آریوں نے کہا تھا کہ مسلمان آریوں کے خلاف اپنے دعاوی کی تائیدیں وید اور شاستروں کے حوالے پیش کر سکتے ہیں اور آریہ قرآن شریف کے حوالے۔ لیکن اسکے برخلاف مسلمان مولوی یہ چاہتے تھے۔ کہ مباحثہ صرف عقلی ہو اور قرآن کا درمیان میں ذکر تک نہ آوے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ قرآن کی بنا پر مباحثہ کرکے وہ آریوں سے کبھی جیت نہیں سکتے آریوں کا یہ زعم باطل جیسی اصلیت اپنے اندر رکھتا ہے وہ تو انکے آئے دن کے مباحثات سے ہی ظاہر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پر لغو اور لایعنی اعتراضات کرکے اور اسکے الفاظ کو توڑ مروڑ کر اور غلط ترجمہ کرکے وہ من سے غلط نتیجہ اخذ کر لیا کرتے ہیں۔ لیکن غور طلب امر یہاں یہ ہے۔ کہ ایک طرف آریوں کا مسلمانوں کے پیش کردہ حوالجات کو غیر مستند قرار دیکر اڑا دینا اور منوسمرتی جیسی مستند کتاب کو غیر مستند کہنا اور دوسری طرف وید اور شاستروں کے (جنکو کہ پڑھنا بھی کوئی نہیں جانتا اور جنکا کوئی مستند ترجمہ آج تک آریہ سماج کیطرف سے شائع نہیں ہوا) حوالوں کا مطالبہ کرنا چہ معنی دارد۔ کیا ہمارے آریہ دوست اور بالخصوص مسافر اگرچہ خود قرآن کریم پر لایعنی اعتراضات کرکے اور مسلمانوں کی غیر مستند تفاسیر کو پیش کرکے اپنی ٹانگ کو اونچی کرنا اور مسلمانوں کے وید وغیرہ کا کوئی حوالہ بسبب اسکی نہ سمجھ آنیوالی عبارت کے پیش نہ کر سکنے یا ان کے پیش کردہ پر غیر مستند قرار دیکر ٹال دینے سے خلاصی بحث کر دینا چاہتا ہے۔ یہ ایک واقع حقیقت ہے جسکا اب مسلمانوں کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے اور اسی لئے اب وہ آریوں کو معقولیت کی میدان میں پکارنے لگے ہیں۔ مگر آریوں نے جو عقل چیستی است کو پیش دیا نندیاں بپایہ۔ کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے۔ اس لئے اب وہ بھلا کب میدان مقابلہ میں ٹھہر سکتے ہیں۔

مطالعۂ بائیبل

(۷)

(از مولوی فضل الٰہی صاحب سپرنٹنڈنٹ اشاعت
اسلام کالج لاہور)

گذشتہ نمبر میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ حضرت یعقوب کے ۱۲ بیٹے تھے۔ جن میں سے سب سے چھوٹے سے بڑے کا نام یوسف تھا۔ بائیبل نویس نے یوسف کا حال طول وطویل لکھا ہے۔ اور بعض غیر ضروری باتیں درج کر دی ہیں۔ اور ضروری ترک کر دی ہیں۔ یوسف کا قصہ یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے ہاں ایسا مشہور و معروف واقعہ ہے۔ کہ جس کو دوہرانے کی چنداں ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ صرف اتنا یاد رکھنا کافی ہے۔ کہ جب یوسف کو اس کے بھائی جنگل کے ایک اندھے کنوئیں میں پھینک آئے۔ تو خدا نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے۔ کہ وہ مصر میں پہنچا یا گیا حتٰے کہ بادشاہ وقت کا مقرب بن گیا۔ پھر ملک کنعان میں قحط پڑنے کے باعث اس کے بھائی مصر میں اس سے ملتے ہیں آخر کار وہ اپنے والدین اور خاندان کو مصر میں بلا لیتا ہے اور بادشاہ وقت سے جشن کا علاقہ بطور جاگیر ان کو دلاتا ہے۔ جہاں وہ لوگ امن وآسائش سے سادے طریق سے مدت تک اپنی زندگی گذارتے ہیں حتیٰ کہ یوسف اور اس کے سب بھائی اور سارے لوگ اس قرن کے مر مٹے (خروج کی کتاب باب ۱ ورس ۶)۔

خروج کی کتاب

توراۃ کے پانچ حصوں میں سے یہ دوسرے حصہ کا نام ہے۔ یہ ایک عبرانی لفظ والہ شموت کا ترجمہ ہے۔ جس کے معنے نکلنا یا ہجرت کرنا ہے۔ صورت اور مضامین میں یہ کتاب پیدائش کی کتاب سے بہت متفرق ہے۔ اس میں ایک خاندان کا بیان نہیں بلکہ ایک امت کا بیان ہے اور مسلسل قصہ نہیں۔ بلکہ تواریخ اور شریعت گڈمڈ ہے۔

مخفی نہ رہے۔ کہ جہاں پیدائش کی کتاب کا خاتمہ ہوا۔ وہاں سے خروج کی کتاب شروع نہیں ہوتی بلکہ بڑا زمانہ گذر چکا ہے۔ جس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ (انٹروڈکشن پادری رابرٹسن صاحب) اور یہ نہایت نا مکمل تاریخ ہے۔ پیدائش کی کتاب باب ۱۵ ورس ۱۳۔ اور خروج کی کتاب باب ۱۲ ورس ۴۰۔ ۴۱ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چار سَو یا چار سَو تیس برس کی تاریخ بائیبل نویس نے چھوڑ دی ہے اور ایسی حالت میں بائیبل کا بیان بالکل نا قابل اعتبار معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ اتنے بڑے عرصے کا بیان متروک ہونا ایک تاریخی کتاب کیواسطے بڑا بدنما دھبّہ ہے۔

اس کتاب کو ہم دو حصوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ (الف) مصر سے نکلنا۔ باب ۱ سے باب ۱۸ تک۔ (ب) کوہ سینا پر شریعت کا دیا جانا۔ باب ۱۹ سے باب ۴۰ تک

موسےٰ کا بیان

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ خروج کی کتاب اُس جگہ سے شروع نہیں ہوتی جہاں سے کہ پیدائش کی کتاب ختم ہوتی ہے بلکہ جیساکہ خروج کی کتاب باب ۱۲۔ ورس ۴۰ و ۴۱ سے معلوم ہوتا ہے۔ مصنف نے چار سَو تیس برس کی تاریخ چھوڑ دی ہے۔ چنانچہ خروج باب ۲۔ ورس ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ میں ہے "اور ایک مدت کے بعد یوں ہوا۔ کہ مصر کا بادشاہ مر گیا اور بنی اسرائیل مشقت سے آہ بھرنے لگے۔ اور روئے۔ اور اُن کا رونا جو اُن کی مشقت کے باعث تھا خدا تک پہنچا۔ خدا نے اُن کا کراہنا سُنا۔ اور خدا نے اپنے عہد کو جو ابرھام اور اضحاق اور یعقوب کے ساتھ تھا یاد کیا۔ اور خدا نے بنی اسرائیل پر نظر کی اور اُن کے حال کو معلوم کیا"

اب بنی اسرائیل کی مصیبت کے وقت خدا نے موسیٰ کو فرمایا "دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لئے خدا سا بنایا۔ اور تیرا بھائی ہارون تیرا پیغمبر ہوگا۔ سب کچھ جو میں تجھے حکم کروں۔ سو تو کہنا۔ اور تیرا بھائی ہارون فرعون سے کہیگا۔ کہ بنی اسرائیل کو اپنے ملک سے جانے دے" (باب ۷ ورس ۱ و ۲)

اور خروج باب ۴۔ ورس ۲۲ و ۲۳ میں یوں مسطور ہے۔ کہ "تو فرعون کو یوں کہیو۔ کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا ہے۔ بلکہ میرا پہلوٹا ہے۔ سو میں تجھے کہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے۔ تاکہ وہ میری عبادت کرے۔ اور اگر تو اُسے جانے نہیں دیتا ہے۔ تو دیکھ میں تیرے بیٹے کو بلکہ تیرے پہلوٹے کو مار ڈالوں گا"

لیکن فرعون نے اس حکم کو نہ مانا۔ حتےٰ کہ اس پر دس آفات یکے بعد دیگرے نازل ہوئیں۔ آخر کار بنی اسرائیل رات کیوقت بھاگ جاتے ہیں۔ اور جشن کی زمین سے چند منزل چلکر جب وہ سینا کے بیابان میں پہونچتے ہیں۔ تو اُن کو خدا کی جانب سے موسیٰ کی معرفت شریعت ملتی ہے۔ اس شریعت کا ایک حصہ تو احکام عشرہ (یا دس حکم) کہلاتا ہے۔ جو خروج کی کتاب باب ۲۰ ورس ۳ سے ۱۷ تک میں مذکور ہے۔ وہ یہ ہیں:-

(۱) میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہوگے۔

(۲) تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے سطح زمین پر یا پانی میں زمین کے اندر ہے مت بنا۔ تو اُنکے آگے اپنے تئیں مت جھکا۔ اور نہ اُن کی عبادت کر کیونکہ میں خداوند تیرا خدا۔ غیور خدا ہوں

(۳) تو خداوند اپنے خدا کا نام بیفائدہ مت لے کیونکہ جو اُس کا نام بے فائدہ لیتا ہے۔ خداوند اُسے بے گناہ نہ ٹھہرا دے گا۔

(۴) تو سبت کا دن پاک رکھنے کے لئے یاد کر۔ چھ دن تو محنت کرکے اپنے سارے کام کاج کر۔ لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے۔ اس میں کچھ کام نہ کر۔ نہ تو نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی۔ نہ تیرا غلام۔ نہ تیری لونڈی۔ نہ تیری مواشی نہ تیرا مسافر۔ جو تیرے پھاٹکوں کے اندر ہو

(۵) تو اپنے ماں باپ کو عزت دے "تاکہ تیری عمر اُس زمین پر جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہووے۔

(۶) تو خون مت کر۔

(۷) تو زنا مت کر۔

(۸) تو چوری مت کر۔

(۹) تو اپنے پڑوس پر جھوٹی گواہی مت دے

(۱۰) تو اپنے پڑوس کے گھر کا لالچ مت کر۔ یعنے تو اپنے پڑوس کی جورو اور اس کے غلام اور اُس کی لونڈی اور اُس کے بیل اور اس کے گدھے اور کسی چیز کا جو تیرے پڑوسی کی ہے۔ لالچ مت کر۔

مندرجہ بالا دس احکام شریعت موسوی کا ملخص ہیں۔ اور اسی کے بارے میں حضرت المسیح نے فرمایا ہے کہ "میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں (یا قسمیہ کہتا ہوں) کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلیگا۔ جب تک کہ سب کچھ پورا نہ ہو۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھلائیگا۔ وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ لیکن جو اُن پر عمل کرے گا اور اُن کی تعلیم دے گا۔ وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا"

(دیکھو انجیل متی باب ۵ ورس ۱۸ و ۱۹)

سُبحان اللہ۔ اِن حکموں کی نسبت تو حضرت المسیحؑ فرماتے ہیں۔کہ ایک نقطہ یا شوشہ نہ ٹلیگا۔ لیکن عیسائی صاحبان نے خوب اِن احکام عشرہ کی گت بنائی۔

پہلا حکم یہ تھا۔کہ " میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہووے "۔ عیسائیوں نے تین خدا بنائے۔

دوسرا حکم یہ تھا۔کہ " تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے سطح زمین پر۔ یا پانی میں زمین کے اندر ہے۔مت بنا۔ تو ان کے آگے اپنے تئیں مت جھکا۔ اور نہ اُن کی عبادت کر۔ کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں "۔

اُس کے حکم پر بھی عیسائی صاحبان نے خوب عمل کیا ہے۔ کیتھولک گرجاؤں میں جا کر دیکھو۔ تو یہ معلوم ہوگا۔ کہ بڑا اچھا بت خانہ یا کسی سنگ تراش کی دوکان ہے۔ پراٹسٹنٹ بھی تصویر بغیر کوئی کام نہیں کرتے سنڈے سکول کا سبق۔ میجک لالٹین کے لیکچر۔ ہینڈبل۔ ہولی بائیبل۔ سب باتصویر ہی ہیں۔ حتیٰ کہ تصویری زبان علم کا ایک خاص شعبہ بن گیا ہے۔

اس کے علاوہ انگشتریوں میں۔ گھڑیوں میں بروچوں میں۔ سٹینڈز میں۔ ضرور کسی پیارے کی تصویر رکھنا فیشن میں داخل ہے اور کمرہ کی سجاوٹ کیواسطے مہذب سوسائٹی نے تصویرات آویزاں کرنا جزو اعظم قرار دیا ہوا ہے

تیسرا حکم یہ تھا۔ کہ تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ مت لے۔ اس حکم کو بھی عیسائی صاحبان نے خوب سمجھا ہے۔ کہیں تو خدا کو کبوتری بنا کر اُڑا دیا جاتا ہے۔ کہیں عورت کے رحم میں داخل کیا جاتا ہے۔ کہیں صلیب پر لٹکایا جاتا ہے۔ کہیں تثلیث بنایا جاتا ہے۔

چوتھا حکم یہ تھا۔ کہ " تو سبت کا دن پاک رکھنے کے لئے یاد کر۔ چھ دن تو محنت کرکے اپنے سارے کام کاج کر۔ لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے۔ اس میں کچھ کام نہ کر۔ نہ تو۔ نہ تیرا بیٹا۔ نہ تیری بیٹی۔ نہ تیرا غلام۔ نہ تیری لونڈی۔ نہ تیرے مواشی۔ نہ تیرا مسافر۔ جو تیرے پھاٹکوں کے اندر ہو۔

حیران ہوں کہ پادری صاحبان ہر روز سکولوں میں بار بار اس حکم کو سُناتے ہیں۔ لیکن عملی حالت یہ ہے کہ خانساماں بیچارے پر روزانہ کام کی نسبت سبت کے روز زیادہ بوجھ رہتا ہے۔ گاڑی بغیر گرجے جا نہیں سکتے۔ سوشیبل اور نوکروں کو خوب آرام ملتا ہے۔

پانچواں حکم یہ تھا۔ کہ تو اپنے ماں باپ کو عزت دے "۔ عیسائی ملکوں کے اولڈ ہوسس (Old Houses) ملاحظہ ہوں

چھٹا حکم یہ تھا کہ تو خون مت کر۔ اس حکم کی تشریح انجیل متی باب ۵ ورس ۲۱ سے ۲۶ تک میں ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ جو کوئی کسی کا دل دُکھاتا ہے یا اُس پر الزام لگاتا ہے وہ اُس کا خون کرتا ہے۔

عیسائیوں نے تو نبیوں اور رسولوں کو الزام بغیر نہیں چھوڑا۔ پھر آئے دن ایسے ٹریکٹ طبع ہوتے رہتے ہیں۔ جس سے ہزارہا خلق اللہ کا دل دُکھتا ہے۔

ساتواں حکم یہ تھا۔ کہ تو زنا نہ کر۔ اس کی تشریح انجیل متی باب ۵ ورس ۲۹۔ میں یوں کی گئی ہے۔ کہ جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی، وہ اپنے دل میں اس کیساتھ زنا کر چکا ہے۔"

ڈرائنگ روم۔ کلب۔ سنیما۔ ریستوران۔ [illegible] شاپ۔ پرائیویٹ روم۔ وغیرہ مقامات جہاں عورتیں اور مرد اکٹھے ہوتے ہیں اور آزادی سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔ جس کی نسبت سینٹ پال فرماتا ہے۔ کہ اے بھائیو۔ تم آزاد کئے گئے ہو لیکن آزادی کو بدی کا پردہ نہ بناؤ) اُن کے دل کے حالات عقلمندوں پر پوشیدہ نہیں۔ اور مشاہدات میں جو سنیمات آتے ہیں وہ بھی عیاں ہیں۔

آٹھواں حکم یہ تھا۔ کہ تو چوری مت کر۔ شاید جن سلطنتوں میں صرف مسیحی رعایا آباد ہے۔ اُن میں چوری نہ ہوتی ہوگی۔ لیکن ہمارے ہندوستانی مسیحی بھائی تو خدا کے کام میں چوری کرنے سے باز نہیں آتے۔ ۱۹۱۲ء سیالکوٹ کنونشن میں پادری۔ بی۔ بی۔ داسے صاحب ایک طول طویل لیکچر مسیحی مناددں کی عملی حالت کا سُنایا جس میں یہ بھی موجود تھا۔ جس کا جی چاہے وہ لیکچر ان سے منگوا کر پڑھ لے۔

نواں حکم یہ تھا کہ تو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے۔

پڑوسی بچارے تو بجائے خود رہے۔ یہاں بڑے بڑے انبیاء کے حق میں سرباز اور جھوٹی گواہیاں اور جھوٹے الزام لگائے جاتے ہیں۔

دسواں حکم یہ تھا کہ تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ مت کر۔ یعنی تو اپنے پڑوسی کی جورو۔ اور اُس کی لونڈی اور غلام وغیرہ کا لالچ مت کر۔ یہاں تو آئے دن مسیحی صاحبان اپنے غریب پڑوسیوں کی جورواں اور بیٹیاں اور بیٹے عیسائی بنانے کے واسطے لیجاتے ہیں۔ اور ہر وقت اسی لالچ میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح مدراہ کریں۔ حتے کہ اس مقصد [illegible]

کے واسطے سکول۔ کالج۔ ریڈنگ روم۔ ہسپتال کھول رکھے ہیں۔ ہر طرف مشنیں پھیلائی ہوئی ہیں:

اسلامی مشنریوں کو مشورہ

مجھکو نجیب آباد میں آریوں کی کارروائیوں کے دیکھنے اور اُن کے کثیر التعداد مذہبی مناظروں کا پر غور نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ تجربہ حاصل ہوا ہے۔ کہ آریہ لوگوں نے گویا اپنے لئے لازم کرلیا ہے۔ کہ جب کبھی مسلمانوں سے مذہبی مباحثہ در پیش ہو تو وہ اپنے عقائد اور اپنے مذہب کو تحقیق نہ ہونے دیں بلکہ جسطرح ممکن ہو اسلام پر اپنے نادرست اعتراضوں کی بوچھاڑ کریں۔ اس میں اُنکے لئے یہ فائدہ ہے۔ کہ اُنکا بودا مذہب اور عجیب و غریب تعلیمات سے پُر کتابیں معرض بحث نہیں قرار پاتیں۔ اور اُن کا پردہ ڈھکا رہتا ہے۔ اُن کی جارحانہ کارروائی سے مسلمان مناظر کو اپنی تمام طاقت مدافعت میں ہی صرف کرنی پڑتی ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ آریوں کی اس ہوشیاری یا چالاکی سے اُن کو بیجا فائدہ نہ اُٹھانے دیا جائے۔ یعنی مباحثہ اُن سے ہمیشہ تحریری کیا جائے۔ اور معقولی دلائل سے کیا جائے منقولی مباحثہ کیا جاوے تو اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ غیر ضروری باتوں اور الزامی جوابات کیلئے اُن کی کتابوں سے ایک معقول ذخیرہ پیشتر سے مہیا کرلیا جائے بلکہ ترکی بہ ترکی مہیا کردیا جائے۔ لیکن اس طرح منقولی مباحثہ لطافت اور متانت سے بہت گر جائیگا اور اسکا الزام آریوں پر ہوگا۔ اپنی طرف سے کسی بد تہذیبی اور بدتمیزی کی ابتدا ہرگز نہیں ہونی چاہئے۔ مباحثہ میں پریسیڈنٹ اپنا علیحدہ ہو یا ایسا شخص ہو جو مقبول فریقین ہو۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ آریہ پریسیڈنٹ بسا اوقات باوجود نہایت متین و سنجیدہ ہونیکے عین اسوقت جبکہ فریقین کی زور آزمائی کا انتہائی نتیجہ ظاہر ہونا ہے اپنے ہم مذہب فریق کیلئے کوئی نہ کوئی سہولت اور فریق مخالف کے لئے کوئی دقت پیش کردینے میں دریغ نہیں کرتے۔ جہاں آریوں کے سالانہ جلسے ہوں۔ وہاں کے مسلمانوں کو غلط فہمیوں سے بچانے کے لئے انہیں ایام میں اسلامی لیکچروں کا سلسلہ بھی ضرور جاری کرنا چاہئے۔ اُن لیکچروں میں آریوں کی اعتراضوں کے جوابات خصوصیت سے بیان کئے جائیں۔ اور یہ نہایت عمدہ طریقہ ہے۔ اُن کے مفسد اثر کو زائل کرنے کا۔ والسلام

اکبر شاہ خان نجیب آبادی

از مقام نجیب آباد۔ ۷ جولائی ۱۹۱۵ء

مضامین متعلقہ اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ*

محمودیت یا یہودیت

جب تک میں حیدر آباد میں تھا بشارت احمد صاحب محمودی سکرٹری کتب خانہ حیدر آباد نہ صرف میرے مداح خواں ہی تھے۔ بلکہ اپنے خلیفہ کے نام کامل آدھے صفحہ میں ہی تعریف میں خاکہ فرسائی کی تھی۔ اور کوئی ایسا لفظ نہیں چھوڑا۔ جو ایک پرجوش سچے مسلمان کی نسبت استعمال کیا جاسکتا ہو۔ چنانچہ وہ درخواست قادیان کے سکرٹری کے دفتر میں موجود ہے اگر کسیکو دیکھنا ہے دیکھ لے۔ جب میں جماعت محمودیہ کو تنزلو کے گڑھے میں گرتے ہوئے دیکھکر مرکز احمدیت طرف واپس آگیا یعنی جماعت احمدیہ میں داخل ہوگیا تو اب یہ وہی بشارت احمد ہیں۔ جو ایک بازاری بنکر مجھکو فتنہ پرداز دھوکہ باز۔ عہد دل شکنی کرنے والا کہہ رہے ہیں مجھے اس الزام کی پروا نہیں۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ میرا ایک ہموطن بھائی یہودیوں کے قدم بقدم چل رہا ہے۔ چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب حضرت ابو سفیانؓ مسلمان ہوئے تو یہود مدینہ نے جو آپ کے مرید اور مداح خوان تھے۔ اسی قسم کا حملہ کیا تھا مگر اللہ جل شانہٗ اس بہتان کے خلاف آپ کو جنت کی بشارت دیتا ہے۔ غرض برائے انکشاف اصل واقعات یہ چند کلمے بشارت احمد صاحب کو مخاطب کرکے لکھے جاتے ہیں۔

قولہ:۔ "ایک جگہ ناجز کو دھوکہ سے بچاکر ایک نواب کے مکان میں بحث کے لئے کھڑا کردیا۔"

اقول۔ میاں بشارت احمد صاحب اس واقعہ کے پیشتر آپ کو جانتا ہی کون تھا۔ نہ میں آپ کے نام سے واقف تھا۔ اور نہ آپ کی لیاقت سے۔ میں نے صرف چودھری نواب علی صاحب کو ...... اطلاع دی تھی چنانچہ انھوں نے ترپ بازار کی مسجد میں شام کی نماز میں ملنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ حسب وعدہ میں مسجد آکر نماز پڑھ چکا تھا۔ کہ دیکھا کہ چودھری صاحب کے ساتھ آپ کی ذات بھی آرہی ہے۔ میں نے چودھری سے آپ کی نسبت دریافت کیا آپنے جواب دیا کہ یہ احمدی ہیں۔ اور ان کا نام مولوی بشارت احمد صاحب ہے۔ آج یہ خود مباحثہ کریں گے۔ پھر میں بہت خوش ہوگیا۔ اب یہ آپ کی ایمانداری ہے۔ کہ یہ کہتے ہیں کہ عاجز کو دھوکہ دیکر لیگیا افسوس ایسے مسلمانوں پر۔

قولہ۔ "دوسرے وقت چند آدمیوں کی مجلس بتلاکر قریباً ۲۰۰ سو آدمی جو مخالفین اور مباحثین اور جنگجو تھے۔ ان کے درمیان صرف مجھکو اور حضرت حافظ صاحب کو لیگیا۔"

اقول:۔ یہ پہلے ایمانی کس دن کے لئے اور کس دین کے لئے۔ کیا جمعہ کے دن مولوی محمد سعید صاحب سے اجازت لیکر آپ اور حافظ صاحب نے مولوی لقیف خاں صاحب اور مولوی سید احمد صاحب سے تبادلہ خیالات کے شرائط طے نہیں کروائے تھے؟ اور خود تیسرے دن کیا آپنے جلسہ نہیں مقرر کیا تھا؟ ایمانداری سے کام لو۔ یہانتک کہ قرائن مصارفہ کا بھی تصفیہ ہوگیا تھا۔

قولہ: "یہ شخص بلا اطلاع ملاقات قادیان چلا گیا۔"

اقول:۔ بھائی صاحب یہودیت یہی ہے۔ کیا جب میری درخواست کے جواب میں دیری ہوئی تو مولوی محمد سعید صاحب کے الفاظ یہہ نہیں تھے۔ کہ اہل اللہ درخواست وغیرہ نہیں بھیجا کرتے ہیں جب آپ کو مبلغ بننا ہے تو خیر دریافت چلے جاؤ۔ اللہ تعالے وہاں کوئی صورت نکال دیگا؟ کیا میں نے جمعہ کے دن مولوی صاحب اور آپ سے اور دیگر صاحبوں سے یہ نہیں کہدیا تھا۔ کہ میں پیر کے دن قادیان جانے والا ہوں؟ کیا چودھری نواب علی صاحب نے میرے زاد راہ کا کچھ تکملہ نہیں کیا تھا؟ کیا چودھری صاحب اسٹیشن تک چھوڑنے نہیں آئے تھے؟ کیا چودھری صاحب کے آخری الفاظ یہ نہیں تھے۔ کہ خلیفہ صاحب کو میری قرضداری اور ترقی علم دین کی نسبت دعا کرنے کے لئے کہدینا۔ افسوس ہے۔ ایسی ایمانداری پر کہ کہتے ہیں کہ یہ شخص بلا اطلاع وملاقات قادیان چلا گیا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۝

اے بشارت احمد صاحب کیا آپ مجھے پھر صورت دکھا سکوگے۔ جب میں نے مندرجہ بالا الفاظ اخبار میں دیکھے تو آپ میری نظر میں ایسے ذلیل وخوار نظر آئے۔ کہ جو میرے وہم وگمان میں نہیں تھا۔ اپنے پیر کی خوشامد کے لئے کیوں دین و دنیا خراب کرتے رہتے ہو۔ کیا آپ حلفیہ کہہ سکتے ہو۔ کہ مندرجہ بالا الزامات سے ایک بات بھی صحیح ہے۔ افسوس ہے آپ اپنے ہاتھوں سے ذلیل ہوگئے۔ اب آپ جب میرے تصور میں آتے ہو تو گردن جھکی ہوئی رہتی ہے اور ہاتھ باندھے ہوئے لئے ہو۔ یا درکھو آپ کی روح پر برا اثر پڑگیا ہے۔ توبہ کرو! افسوس ہے مجھ ناچیز انسان کے سامنے منہہ دکھلاتے اتنا شرماتے ہو تو خدا کو کیا منہہ دکھاؤ گے۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء ۝

اے اہل بصیرت دیکھو! خدا کی برگزیدہ جماعت کی یہ نشانی ہے۔ اس جماعت کا ہر فرد سرخرو رہیگا۔ اے بھائیو! ہمارے حضرت امیر المؤمنین کی مخالفت اندھے بنکر مت کرو۔ ذرا تامل سے کام لو! نمازوں میں دعا کرو! حضرت ممدوح کے رسالے دیکھو۔ یہ وہی بابرکت ذات ہے جسکو طاعون کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مکان میں جگہہ دی تھی۔ یہ وہی پہلوان دین ہے جسکو مسیح موعود عؑ نے اپنا زور بازو کہا تھا۔ یہ وہی فیضمآب ہے جسکی نسبت مسیح موعود عؑ کو الہام ہوا تھا کہ یہ مجدد الدین ہے۔ یہ وہی ذات مقدس ہے جسکو طاعون کے زمانہ میں جب بخار آگیا تھا تو مسیح موعود نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر ایک مجمع کے سامنے باواز بلند کہتے ہیں۔ اگر یہ طاعون سے مرجائے تو میرا سلسلہ باطل ہے۔ اللہ اللہ مسیح موعود عؑ جس کے وجود کو سلسلہ کے حق وباطل کا مدار ٹھیراتے ہیں ایک ظالم جماعت ہے۔ کہ اسے گالیاں دے رہی ہے۔ یاد رکھو یہ وہی معزز بزرگ ہیں جس کو خلیفۃ المسیح نے حکم دیا تھا کہ ۲۲

*یہہ صفحہ جیسا کہ اس سے پیشتر اعلان ہوچکا ہے۔ تبلیغ احمدیت کے لئے مقرر ہے۔ لیکن چونکہ سلسلہ کے اندرونی اختلافات پر چند ایک مضامین بہت مدت سے آئے پڑے ہیں۔ اور لیٹ ناجز نہ صرف انکے لکھنے والوں کو ہی بہت ناگوار گذر رہی ہے بلکہ انکے عدم اندراج سے فریق مقابل کو اپنی باتوں کے جواب نہ سننے کی وجہ سے زیادہ دلیری اور حوصلہ ہوتا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کو یکے بعد دیگرے یکجا اس صفحہ پر درج کردیا جائے۔ اور اس طرح سے اپنے محترم نامہ نگاروں کے تقاضوں سے فارغ ہوکر اس صفحہ کے اصلی موضوع کی طرف جلد پورے طور پر توجہ کی جاسکے۔ گو صفحہ آئندہ جس کا موضوع اختلافات پر سلسلہ پر بحث کرتا ہے چند دن کے لئے محمودیوں کی تقاریر لاہور پر ریویو کرنے کے لئے وقف کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

میاں صاحب کی اتباع میں قرآن اور احادیث اور قول مسیح موعود عؑ بت چھوڑ کر غور کرد۔ اللّٰہ یہدی من یشاء ویضل من یشاء۔ خاکسار صدیق میمن

مرزا محمود احمد صاحب کی تقریر لاہور پر

ایک ناقدانہ نظر

گذشتہ ۸- جولائی ۱۹۱۶ء کو لاہور کی جماعت محمودیہ کی طرف سے ایک اشتہار شہر میں جا بجا تقسیم کیا گیا تھا- کہ رات کے وقت ان کے مرشد مرزا محمود احمد صاحب حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی پیغام اہل لاہور کو سنائیں گے- یہ پیغام کیا اور کس قسم کا تھا- میں چاہتا ہوں کہ اپنے ناظرین کو اس کے متعلق تفصیلی حالات سے آگاہ کروں- اور بتاؤں کہ وہ عقاید جو ایک مدت سے قادیان سے مرزا محمود احمد صاحب کی متعدد تقاریر- تحریرات- یا کتب و رسائل کے ذریعہ سے تعلیم کئے جاتے رہے- ان کو لاہور کے اس پبلک جلسہ میں میاں صاحب نے کیونکر فراموش کر دیا- اور حضرت مرزا صاحبؑ کو حاضرین کے سامنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کے طور پر پیش کیا- پیشتر اس کے کہ میں اس موضوع پر کچھ عرض کروں میں اس قدر بتا دینا چاہتا ہوں کہ محمودیوں نے حسب عادت خود حال میں پیسہ اخبار میں اس تقریر کا ذکر کرتے ہوئے- ایک بہت ہی غلط خبر شائع کی ہے- اور وہ یہ ہے کہ "احمدیہ بلڈنگس کے رہنے والے اس لیکچر میں شامل نہ ہوئے" حالانکہ ان کو خوب معلوم ہے کہ میں خود ان کے ہر ایک جلسہ میں جا کر ان کے لیکچروں کے نوٹ لیتا رہا- جن پر وقتاً فوقتاً آئندہ اشاعتوں میں تنقید کروں گا- علاوہ ازیں احمدیہ بلڈنگس سے (۱) مولوی فضل الٰہی صاحب (۲) صوفی مبارک علی صاحب (۳) منشی عبد المجید صاحب (۴) بابو الٰہی بخش صاحب (۵) مولوی ہدایت اللہ صاحب- اور دیگر بہت سے افراد احمدیہ جن کے نام مجھے اس وقت یاد نہیں- شامل تھے- پھر شہر میں سے جناب خانصاحب میاں غلام رسول خاں انسپکٹر (۲) شیخ غلام قادر صاحب (۳) خواجہ عبد المجید صاحب- (۴) خواجہ عبد الحق صاحب اور (۵) میاں داد خاں صاحب وغیرہ بھی شامل جلسہ تھے- اس قدر افراد احمدیہ کی شمولیت کے باوجود یہ کہنا کہ احمدیہ بلڈنگس کے رہنے والے لیکچر میں شامل نہیں ہوئے- ایک صریح بہتان ہے- جس کی کوئی اصلیت نہیں- باقی رہا حضرت امیر الملت ایدہ اللہ بنصرہ کے شامل جلسہ ہونیکا معاملہ- سو یہ بالکل الگ امر ہے- اس کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے شامل جلسہ ہونے سے انکار کر دیا" اول تو اس لحاظ سے ایک بالکل بے معنے فقرہ ہے کہ ان کو دعوت ہی کس نے دی تھی- جس کا انہوں نے انکار کیا- اور پھر ان کا شامل ہونا اس وجہ سے بھی ناموزون امر تھا- کہ ان کے مخلصین اور میاں صاحب کے مریدین کے درمیان اس وقت مقابلہ تقاریر کے لئے خط و کتابت ہو رہی تھی- اور آپ کا شامل ہونا اس شرط پر مبنی تھا- کہ بالمقابل آپکی بھی کوئی تقریر ہو- پھر میں پوچھتا ہوں- کہ صاحبزادہ صاحب کی تقریر اس قابل ہی کہاں تھی- کہ حضرت امیر الملت جیسا فاضل اجل- عالم بے بدل- فصیح البیان و مفسر القرآن اس کے سننے میں اپنے قیمتی وقت کو ضائع کرتا- اور پھر ان ناپسندیدہ کلمات کو سنتا- جو میرزا محمود احمد صاحب نے انکی نسبت بیان کئے- اور خواہ مخواہ لوگوں کی شمع خراشی کی- باقی رہی اس لیکچر کی دلچسپی اور لوگوں کا جگہ کے نہ ہونے کے باعث مایوسی کے ساتھ واپس چلا جانا یہ اگر یوں کہا جاتا- کہ لیکچر کی عدم دلچسپی کے باعث مایوسی کے ساتھ بہت لوگ واپس چلے گئے- اور رفتہ رفتہ جلسہ سے اٹھکر اس عدم دلچسپی اور مرزا محمود احمد صاحب کی لاقابلیت کی داد دیتے رہے تو بجا [illegible] بات ہوتی- خیر بہر حال ان رپورٹوں کی صداقت و عدم صداقت کا اندازہ جلسہ میں شامل ہونے والے لوگ بخوبی کر لینگے- مجھے صرف میاں صاحب کی تقریر کے متعلق بیان کچھ عرض کرنا ہے- اور وہ یہ کہ میاں صاحب نے حضرت مرزا صاحب م کو اپنے عقاید کے مطابق ایک نبی کی حیثیت سے پیش کرنے کے بجائے صرف ایک مامور نائب رسول کریم صلعم اور آپکے خلیفہ کی حیثیت سے پیش کیا- انہوں نے صاف الفاظ میں یہ بیان کیا کہ:-

"وہ (یعنے حضرت مسیح موعود ع م) خدا کی طرف سے مامور اور آنحضرت صلعم کا نائب ہو کر آیا"

پھر میاں صاحب نے یہ الفاظ نہ صرف میری نوٹ بک میں ہی اسی وقت کے لکھے ہوئے ہیں- بلکہ ابتک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں جن میں انہوں نے آنحضرت صلعم کو آخری نبی کرکے پکارا اور کھلے لفظوں میں آپ کی یوں تعریف کی

"آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم- جو سب نبیوں کے سردار ہیں"

اب معلوم نہیں- میاں صاحب کی ان ہر دو فقرات سے جن میں آنحضرت صلعم کو آخری نبی اور حضرت مسیح موعود م کو آپ کا ایک نائب کرکے پکارا ہے کیا مراد ہے- جبکہ میاں صاحب صاف طور پر حضرت مسیح موعودؑ کو من حیث النبوۃ آنحضرتؐ کے برابر بلکہ بعض اوقات درجہ میں بھی ان کے مساوی بنا دیتے ہیں- کیا کسی نبی کا نائب بھی اس کے برابر کبھی ہوا ہے- یا کبھی اس شخص کو بھی آخری نبی کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے کہ جس کے بعد ایک اور نبی اسی منصب اور شان کا آ جاوے- کیا کسی شخص کی عقل و دانش اس بات کو قبول کر سکتی ہے- کہ آخری نبی کے بعد بھی کوئی نبی آسکے- یا وہ شخص آخری نبی کہلائے جس کے بعد ایک اور نبی .... کیا یہ تعجب انگیز امر نہیں کہ ایک طرف تو بھرے مجمع میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی کہا جائے- اور حضرت مسیح موعود ع م کو آپ کا نائب اور دوسری طرف گھر میں جا کر یہ شور مچایا جائے کہ وہ آنحضرت صلعم کے برابر ہیں اور ان کی نبوت اور آنحضرت صلعم کی نبوت میں کوئی فرق نہیں-

ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

پھر یہیں تک بس نہیں- مجھے حیرانی آتی ہے- کہ کس طرح سے مرزا محمود احمد صاحب نے نبیوں کے آنے کی غرض اور ملائکہ کا سوال کی تشریح کرتے ہوئے ان کو حضرت مسیح موعودؑ پر چسپاں کرنے اور اس طرح سے انکو بھی نبی ثابت کرنے کے بجائے لوگوں سے ڈر کر اپنی تقریر میں پیچ ڈالنے شروع کئے- اور اصل موضوع سے ہٹکر لفظ اسلام اور ایمان کی تشریح ان کے معنوں میں بلاغت اور انکے مخارج اور ان سے بھر کردہ الفاظ کے معنوں میں حفاظت کے پائے جانے پر دور دیکر اور قریباً ایک گھنٹہ اس علیحدہ بحث پر صرف کرکے اصل مطلب کو خبط کر دیا- حالانکہ ایمان اور اسلام کے معنوں میں حفاظت اور امن پایا جاتا ہے- اگرچہ اس کے ثبوت میں جو مثالیں مرزا محمود احمد صاحب نے پیش کیں وہ تعلیم یافتہ حاضرین کے لئے مضحکہ خیز تھیں) مثلاً کہ زبان عربی سب زبانوں سے افضل اور تمام بولیوں کی ماں ہے- مثلاً کہ اس کے الفاظ

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

درد انیال کے نقصانات :- (لندن ۱۶ جولائی) ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :-

مقتولین :- لفٹنٹ ۲- زخموں سے ہلاک - کپتان ۱- لفٹنٹ ۱- دوم لفٹنٹ ۱- ان کے علاوہ ایک کپتان مرگیا - اور ایک لفٹنٹ تازہ رپورٹ میں مقتول دکھایا گیا ہے

مجروحین :- کپتان ۲- لفٹنٹ ۲- دوم لفٹنٹ ۱-

مفقود الخبر :- لفٹنٹ ۱-

وارسا پر فوج کشی - (شملہ ۱۸ جولائی) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے ۱۶ جولائی کا مفصلہ ذیل تار موصول ہوا ہے -

پولینڈ کے شمالی علاقہ میں وارسا کے خلاف جرمنوں کی جدید جارحانہ کارروائی نشوونما پا رہی ہے - ۱۵ جولائی کی جرمن سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ پرزنا سینز جہاں ماہ فروری میں پُر زور لڑائی جاری رہی اور جسے بعد ازاں روسیوں نے اچھی طرح مستحکم کر لیا تھا - اب ہمارا قبضہ ہوگیا ہے

اسی تاریخ کی روسی سرکاری اطلاع مظہر ہے - کہ روسی سپاہ اب اس شہر کے جنوب میں ایک محاذ پر صف آرا ہے - اور شمال مشرق کی طرف غنیم نے چند خندقوں پر قبضہ کر لیا ہے - ۱۳ جولائی کو شدید نقصان اٹھانے کے بعد غنیم نے اپنے حملہ کی تجدید نہ کی ۱۴ جولائی کو روسیوں لومزا کی سمت میں غنیم کا حملہ پسپا کیا - اور ضلع آزروے کے ضمن میں غنیم وسیع محاذ پر توپ خانہ اور رائفلوں سے آتشباری کرتا رہا مگر پیدل سپاہ کے قلیل دستوں کے سوا اس نے جارحانہ کارروائی اختیار نہ کی - یہ خفیف حملے سب جگہ پسپا کر دیئے گئے

صوبجات بالٹک میں جنگ :- اور شمال کی طرف دیگا اور شاولی کے علاقوں میں غنیم کو کمک پہنچ گئی - اور اس نے پیشقدمی شروع کر دی ہے - اور روسی رسالہ اور ہراول گارڈ انہیں دریائے ڈنڈاوا اور وزشا کے گھاٹوں اور دیگر مناسب موقعوں پر روک رہا ہے - جنوب مشرقی پولینڈ میں اور کسی قسم کی نقل و حرکت وقوع میں نہیں آئی - مگر دریائے نیسٹر پر آسٹروی سرگرمی کا اظہار کر رہے ہیں - اور دریائے مذکور کو اوسنجوجاوا اور کوسٹنا کی ہنکو کے علاقوں میں عبور کر گئے ہیں -

ارگون میں جنگ :- فرانسیسی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ انھوں نے سوشیز کے مغرب میں خندقوں کی متعدد لائنوں پر قبضہ کر لیا ہے - ارگون میں جنگ جاری ہے اور جرمنوں نے مسلسل جوابی حملوں کے بعد دشت بورین میں پھر قدم جمائے ہیں - اس علاقہ میں جرمنوں کے دو حملے پسپا کئے گئے - دیگر مقامات پر صرف توپخانہ کی آتشباری ہوتی رہی -

اطالیوں کا مقصد - "اطالیوں کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ بالائی کینڈور میں ان کی جارحانہ کارروائی باقاعدہ نشوونما پا رہی ہے اور ان کا فوری مقصد کارنک الپس کے علاقہ میں غنیم کے دو قلعوں پلیٹس وغیرہ اور لینڈ وور کو کامل طور پر منہدم کر دینا ہے - محاذ کے باقی حصہ میں کسی قسم کی تبدیلی وقوع میں نہیں آئی"

جرمن حملے پسپا کئے گئے - (لندن ۱۷ جولائی) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ سوشیز کے شمال میں رات کو توپخانہ کی گولہ باری جاری رہی - اور ارگون میں میری تھریسی کے علاقہ میں دستی بموں کی لڑائی وقوع پذیر ہوئی - غنیم نے مقام بوریلی کے مغرب میں ہمارے مورچوں پر دو مرتبہ حملہ کیا - مگر پسپا کیا گیا - اس کے علاوہ اس نے دشت پیرائے میں اور شبخون مارا - اور مقامات بینڈی سیٹ اور یون ہوم پر بھی حملے کئے مگر سب جگہ ناکام رہا -

۱۸ جولائی - پیرس کی سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے کہ تمام دن نسبتہً خاموشی رہی - ارگون میں پیدل سپاہ کی کوئی لڑائی وقوع میں نہیں آئی - جرمنوں نے دریائے سیوز کی گھاٹیوں پر شدید حملے کئے مگر شدید نقصان کے ساتھ پسپا کر دیئے گئے - غنیم صرف ایک موقع پر اس خندق کے ایک حصہ میں قدم جما سکا جس پر فرانسیسیوں نے ۶ جولائی کو قبضہ کیا تھا -

برطانیہ کی فلاحی - (لندن ۱۶ جولائی -) ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے

مقتولین ۶ کپتان ۳- لفٹنٹ ۲- دوم لفٹنٹ ۸-

زخموں سے ہلاک - دوم لفٹنٹ ۱-

مجروحین - میجر ۱- کپتان ۳- دوم لفٹنٹ ۵-

برطانی چشمدید گواہ کا بیان :- (لندن ۱۹ جولائی) برطانی ہیڈ کوارٹر کا چشم دید گواہ ۶ جولائی کی صبح کو برطانیوں کے پیپرز کی خندقوں پر قبضہ کرنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ جب برطانی توپخانہ نے ابتدائی گولہ باری شروع کی - تو نہر پیپرز کے تمام نشیبی رقبہ پر کہر کا غلیظ سفید پردہ چھایا ہوا تھا - مگر جب حملہ کا وقت قریب آیا تو یہ پردہ اٹھ گیا - اور پیدل سپاہ کو جو پیشقدمی کے حکم کے انتظار میں دبکی پڑی تھی - غنیم کی خندقوں کا راستہ صاف طور پر نظر آنے لگا کیونکہ وہ بہت قریب واقع تھیں برطانیوں نے اس حملہ کی ایسی خوبی سے تیاری کی کہ جرمنوں کی اگلی صف کو چنداں لڑنے کا موقع نہ ملا - اور اسی وجہ سے برطانی حملہ آوروں کو شتاب زدگی سے کام لینے کی ضرورت پیش نہ آئی - برطانی اور فرانسیسی توپخانہ کی آتشباری نہایت موثر ثابت ہوئی جو مورچے جو بہت گہرے تھے جا بجا تباہ ہوگئے اور جو سپاہی ان میں باقی رہ گئے تھے بھاگ نکلے - ان خندقوں میں سامان وغیرہ کی حیرت انگیز مقدار دستیاب ہوئی - معلوم ہوتا ہے کہ جرمنوں کو اس حملہ کی مطلق خبر نہ ہوئی - کیونکہ خندقوں میں گرم قہوہ اور بند چھٹیاں پائی گئیں - لاشوں کی تعداد اور قیدیوں کے بیانات سے پایا جاتا ہے کہ جرمنوں کو شدید نقصان اٹھانا پڑا -

پیرس کی روزانہ رپورٹ - (لندن ۱۹ جولائی) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ شب گذشتہ کو نسبتہً خاموشی رہی اور صرف توپخانہ کی آتشباری ہوتی رہی -

اردونہ کے کپتان کا بیان - (لندن ۱۸ جولائی) اردونہ کے کپتان ٹیلر کا بیان ہے کہ علی الصباح کوئنز ٹاون سے ۲۱ میل کے فاصلہ پر جہاز ایک آبدوز کشتی ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر دکھی - اس کے ۵ منٹ بعد اس نے ایک تارپیڈو چھوڑا - کشتی کا اوپر کا حصہ سطح آب سے صرف چند انچ باہر ہوگا کیونکہ متعدد آدمی مختلف موقعوں پر اس کی نگرانی کر رہے تھے - تارپیڈو کا نشانہ خطا گیا جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ جرمنوں نے اردونہ کی رفتار کا اندازہ کرنے میں غلطی کھائی ہے - مطلق متنبہ نہ کیا گیا اور تقریباً تمام مسافر اس وقت سو رہے تھے - تارپیڈو فیر کئے جانے کے بعد نوکروں نے مسافروں کو بیدار کیا جو جان بچانے والی پیٹیاں لے کر بالائی گوشہ پر جمع ہوگئے اور کشتیوں میں بیٹھنے کی تیاریاں کرنے لگے ادھر مسافروں کے سر پر گولے سر پر سے گذر رہے تھے ادھر کپتان ہوائی تار کے ذریعہ سے امداد طلب کر رہا تھا - مسافروں نے بعد میں کپتان کی اعلیٰ قابلیت کی قدردانی کا رزولیوشن پاس کیا -

اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۱۵ء نمبر ۶

سائنس اور اسلام

(شیخ فیروز الدین مراد صاحب ایم۔ ایس۔ سی۔ بی۔ اے کے ایک انگریزی مضمون مندرجہ ہندوستان ریویو کا ترجمہ)

سائنس اور اسلام گو جداگانہ چیزیں ہیں لیکن وہ ایک دوسرے سے متضاد نہیں ہیں دونو کے اثر کے دائرے اور تحقیقات کے طریقے بالکل مختلف ہیں لیکن کسی صورت میں متنازعہ فیہ نہیں ہیں۔ ابتدائی زمانہ اسلام کے مسلمان سائنس کے گرویدہ تھے۔ اور انہیں سے جدید فنون اور علوم یورپ کی ابتدا ہوئی۔ یہ امر محض ہماری کم علمی اور سطحی معلومات پر مبنی ہے کہ ہم تعلیمات اسلام اور قوانین سائنس کو ایک دوسرے سے منافی سمجھتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ دونوں میں مصالحت نہیں ہو سکتی

تعریف اسلام:۔ اسلام ایک عقلی اور جمہوریت پسند مذہب ہے۔ لیکن اس میں ایک جاہل کا گذارہ نہیں ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ علم حاصل کرے۔ یہ دوسری بات ہے کہ آج کل کے مسلمان تعلیم کے بہت شائق نہیں ہیں۔ لیکن یہ خاصکر ان کے علم مذہبی اور بے توجہی اور بے پروائی کا ثمرہ ہے یہ انکی کمزوری اور غلطی کی بات ہے۔ یا تو انہوں نے اپنے مذہب کے اصل منشاء میں غلط فہمی کی ہے یا وہ قصداً جاہل بنے ہیں اسلام تو وہ مذہب ہے جس میں علوم اور سائنس کی تعلیم اس قدر ہے کہ غیر مسلم بھی اس کے مداح اور ثناخوان ہیں۔ پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنالڈ نے اپنی کتاب "اشاعت اسلام" میں ایک فرانسیسی مصنف کے قول کا حوالہ دیا ہے۔ وہ لکھتا ہے "اسلام علمی اور تاریخی ہر دو اعتبار سے ایک معقول پسند مذہب ہے۔ اور عقلیت کی اصلاح جس کی بنا مذہبی اصولوں کے دلائل اور براہین پر قائم کرنا ہے اسلام پر عین صادق ہے"

تعلیمات اسلام کی سادگی اور صفائی۔ یقیناً تعلیمات اسلام کی سادگی اور صفائی اس مذہب کی اشاعت میں نمایاں ذرائع کامیابی میں سے ہے۔ اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بہت سے اصول و بہتان اللہ نیز بہت سے توہمات جن میں پیروں اور مرشدوں کی پرستش سے لے کر تسبیح۔ مالا اور تعویذ گنڈوں کے استعمال تک شامل ہوں۔ ایسے ہیں جو مذہب اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ لیکن اس کے اصلی جزو نہیں ہیں۔ جس مذہب کے اصول اسقدر بدیہی اور پیچیدگیوں سے پاک ہوں کہ معمولی فہم کی بھی رسائی ہو سکے۔ تو اس کی بابت ضرور یہ گمان کیا جا سکتا ہے۔ اور درحقیقت یہ درست بھی ہے کہ اس کے اندر انسان کے دلوں کو مسخر کرنے کی تعجب انگیز طاقت ہے۔

علماء کی تعریف قرآن پاک سے:۔ قرآن مجید جو کلام اللہ ہے علماء اور ان لوگوں کی تعریف سے پر ہے جو اس کی مخلوق اور خلقت ارض و سما پر غور و خوض کرتے ہیں۔ وہ جو عالم ہیں اور الراسخون فی العلم کی خدا کی نعمتوں کی قدر بہ نسبت ان لوگوں کے جو جہالت کی تاریکی سے گھیرے ہوئے ہیں۔ کہیں زیادہ احسن طریقہ سے کر سکتے ہیں۔ کلام پاک میں ایک آیت ہے "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" یعنی درحقیقت عالم لوگ خدا سے خوف کھاتے ہیں یہاں پر یہ بھی فرمایا ہے کہ راس الحکمۃ مخافۃ اللہ یعنی اللہ کا خوف فلسفہ کی ابتداء ہے۔ یہ بات بالکل صاف ہے کہ جسقدر انسان معجزات آفرینش کی کنہ کو پانے کی کوشش کرتا ہی اسی قدر زیادہ وہ نظام الٰہی کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے۔ خالق اکبر کا تصور جس قدر زیادہ بلندی پر پہنچتا ہے۔ اسی قدر زیادہ اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ "نیم حکیم خطرہ جان۔ نیم ملا خطرہ ایمان" کی مثل کا مصداق بنکر اس کا سر نہ پھر گیا ہو۔

خدا کی عظمت کا اعتراف عظیم الشان منظروں میں۔ ایک عام مثال دینے کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دماغ انسانی ہموار میدانوں اور روزمرہ کی [illegible] عبادت کرنے کی بہ نسبت بڑے عظیم الشان پہاڑوں اور مثل ان کے اور رعب داب والے قدرتی منظروں میں عبادت کرنا زیادہ پسند کرتا ہے۔ محض اس وجہ سے کہ قدرت باری تعالیٰ کی عظمت کا خیال ہماری ہستی کو اس کی مخلوق کے بڑے سمندر کے ایک [illegible] قطرہ کی صورت میں دکھاتا ہے۔ چنانچہ ایک سائنسدان جو ہر لمحہ ان [illegible] جلال والی قدرتوں کے روبرو رہتا ہے۔ اور ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز میں جس کا مشاہدہ کرتا ہے حتیٰ کہ خوردبین سے دیکھنے جانے والے چھوٹے سے چھوٹے جانور اور دقیقات [illegible] لیکر بے تعداد نجمی دنبلوں تک میں اس کا ظہور پاتا ہے بغیر ایک خدا پرست اور خدا ترس انسان بنے نہیں رہ سکتا۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ یہی وہ راز ہے جو رسول مقبول [illegible] ہیں جو مسلمین کی رہبری کے واسطے بیان ہے۔

تحصیل علم کی ہدایتیں:۔ ہمکو علم سیکھنے کی نہ صرف علم ہدایت ہی کیواسطے ترغیب دی گئی ہے۔ بلکہ ہم سے یہ بھی وعدہ کیا گیا ہے کہ تحصیل علم خود ایک تقویٰ اور زہد کا کام ہے اور تعلیم دینا ایک بڑی سخاوت ہے۔ مسلمانوں کو بار بار اسرار الٰہی کے علم کے وسیلہ سے تحقیق کرنے کی تاکید کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ لفظ علم مجموعی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ در اصل ایک مسلمان کی تعلیم کے ابتدائی مراحل علوم اسلامی کم از کم قرآن پاک اور احادیث شریف پر کامل دسترس حاصل کرنا ہیں۔ لیکن اس کا علم بہ حیثیت ایک دنیاوی آدمی ہونے کے اس وقت تک تکمیل کو نہ پہنچیگا۔ جب تک کہ وہ سائنس سیکھ کر قدرت سے شناسائی نہ پیدا کرے۔

مسلم عقیدہ۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے تمام کاموں کا نتیجہ خیر و شر کی نیک و بد نیت پر مبنی ہے۔ "الاعمال بالنیات" اس لئے اگر ایک مسلمان سائنس اس غرض سے سیکھتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے زیادہ واقفیت پیدا کرے۔ تو اس کو اس کی نیت کے مطابق ہی انعام ملیگا۔ اور یہی باعث ہے کہ ہمکو خدا اور رسول صلعم کے حقیقی طالب بننے کا حکم دیتے ہیں۔

حوالہ احادیث:۔ ہم یہاں چند احادیث نقل کرتے ہیں۔ جو سائنس کی عظمت پر دال ہیں اور طلب علم کو مسلمانوں کے لئے [illegible] ہیں۔ لاحسد الا فی اثنتین رجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ہلکتہ [illegible] ورجل اتاہ اللہ الحکمۃ فہو یقضی بہا [illegible] یعنی دو شخص [illegible] قابل رشک ہیں [illegible] دولتمند ہے اور اپنی دولت کو نیکی کے کاموں میں صرف کرتا ہے۔ اور دوسرا وہ [illegible] فلسفہ کی حکمت [illegible] کے مطابق [illegible] کام کرتا [illegible] لیتا ہے۔ مسلم کی [illegible] قیمت [illegible] گئے ہیں (باقی آیندہ)

نوٹ اور رائیں

بیگم صاحبہ بھوپال کی فیاضی

بیگم صاحبہ بھوپال کی علمی قدردانی اور مسلمانوں کے تمدنی و اقتصادی حالات کو خوشگوار بنانے کے لئے آئے دن کی مالی قربانی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ہر ایک نازک موقع پر جبکہ مسلمانوں کو اپنے کسی قومی کام میں امداد کی ضرورت ہو۔ ہر ہائینس کا قدم سب سے آگے ہوتا ہے۔ اور ممدوحہ قومی کاموں میں نمایاں امداد دینے میں حتی الوسع کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب مسلمانوں کو بھی یہ حوصلہ اور جرأت پیدا ہوگئی ہے۔ کہ جب کبھی کسی قومی ضرورت کے رفع کرنے میں انہیں کوئی مالی دقت درپیش ہوتی ہے۔ تو وہ اس کے رفع کے لئے خدا پر توکل کرکے فوراً سب سے پہلے ہر ہائینس موصوفہ کے آگے ہی دست سوال دراز کرتے ہیں۔ اور نہایت خوشی کا مقام ہے۔ کہ علیا حضرت بیگم صاحبہ نے آجتک ایسے کسی سائل کو بھی محروم جانے نہیں دیا۔ اس کی ایک تازہ مثال علیگڑھ کے "نادار طلبہ فنڈ" میں ہر ہائینس کا ایکہزار روپیہ بطور قرض حسنہ عطا فرمانا ہے۔ ہمعصر علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ رقمطراز ہے کہ فنڈ مذکور میں روپیہ بہت تھوڑا اور درخواستیں بہت زیادہ آئی ہوئی تھیں۔ اس لئے نواب مزمل اللہ خان صاحب آنریری جنرل سکریٹری نے ہر ہائینس سے بذریعہ تار امداد کی درخواست کی جسپر ہر ہائینس نے ایک ہزار روپیہ کی پیش قرار رقم مرحمت فرمانے کا بذریعہ تار وعدہ فرمایا۔ ہر ہائینس کی یہ فیض رسانی اور نادار مسلمان طلبا کی امداد جمیع مسلمانان ہند کے شکریہ کی مستحق ہے۔ خدا کرے۔ کہ اس اسلامی جوش اور ہمدردیٔ مسلمانان کے نیک نمونہ سے فائدہ اٹھاکر دیگر مسلمان والیان ریاست بھی اس طرف متوجہ ہوں۔

پرنس حاجی حمید اللہ خانصاحب بی اے

اسی ضمن میں اس بات کا تذکرہ کردینا بھی شاید بیجا نہ ہوگا۔ کہ ہر ہائینس بالقابہ کے فرزند اصغر پرنس حاجی حمید اللہ خان صاحب بی اے علیگ بھی اپنی محترم والدہ کیطرح بہت فیاض دل واقع ہوئے ہیں۔ اور گذشتہ چند ایام کے بعض پیش قرار عطیات بتاتے ہیں۔ کہ پرنس مذکور کے دل میں بھی اسلام و اسلامیان کا نمایاں جوش و ہمدردی مرکوز ہے۔ اس کی ایک تازہ مثال پرنس مذکور کا علیگڈھ کے اسی نادار طلباء فنڈ میں پانسو روپیہ عطا فرمانا ہے۔ اللہ تعالیٰ پرنس مذکور کے دل میں مسلمانوں کی اس سے بھی بڑھکر امداد کرنے کا جوش ڈالے اور انہیں قومی کاموں میں بیش از بیش حصہ لینے اور مسلمانوں کا ناصح بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!!

دارالمصنفین کا قیام اور تنقید کتب کا کام

پیغام صلح کی گذشتہ اشاعتوں میں ہمارے مکرم و محترم بھائی محمد مصطفیٰ خان صاحب بی اے ایڈیٹر ادب پٹیالہ نے ایک نادر مضمون میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو ایک اکاڈمی یا دار المصنفین قائم کرنے اور مختلف دینی کتب کو جو تاریخ۔ علم ادب۔ فلسفہ۔ سائینس یا مختلف مسایل اسلام اور دیگر علوم و فنون پر مشتمل ہوں لکھوانے اور شایع کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی یہ مضمون اخبار میں چھپا۔ لوگوں نے پڑھا۔ اور جہاں تک ہمیں علم ہے نہایت دلچسپی سے پڑھا اور بہت پسند کیا۔ لیکن افسوس ہے کہ عملی رنگ میں اس پر آج تک کوئی توجہ نہ کیگئی۔ اور یہ معاملہ یونہی ایکدو روز میں رفت گذشت ہوگیا خیر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب لکھنؤ سے یہ مسرت انگیز خبر سننے میں آئی ہے۔ کہ وہاں علامہ شبلی نعمانی مرحوم کی یادگار میں ایک دار المصنفین قائم کیا گیا ہے۔ جس میں مضامین مذکورہ بالا پر مبسوط کتابیں لکھنے اور ان کے شایع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک آخر اس تجویز کے بروئے کار ہونے کی کوئی نہ کوئی صورت اللہ تعالیٰ نے پیدا کرہی دی خواہ وہ کسی کے ہاتھ سے ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی اس بات کا ذکر کردینا بھی بیجا نہ ہوگا۔ کہ لوکل ہمعصر زمیندار میں اس اکاڈمی کے مقاصد میں اس مقصد کو داخل کرنے کی بھی خواہش کی گئی ہے۔ کہ آئیندہ جو کتابیں علم تاریخ یا دیگر اسلامی علوم پر شایع ہونیوالی ہوں وہ اس دار المصنفین کی تنقید یا منظوری کے بعد شایع کی جایا کریں۔ کیونکہ جیساکہ مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی نے ایک طویل مضمون میں بالتفصیل لکھا ہے۔ بہت سی کتب دینیہ میں بعض غلط روایات اور بے بنیاد قصے غیر معتبر ہاتھوں سے لکھے جاکر اسلام کو بہت حد تک مورد اعتراض بنا رہی ہیں۔ اور ناواقف حلقوں میں اُن کی وجہ سے اسلام کی نسبت بدظنی پیدا ہو رہی ہے۔ بلاشبہ مولوی صاحب موصوف کی یہ رائے جو انہوں نے زمیندار کے "سعید" نامی کا پنوری نامہ نگار کی تائید میں لکھی ہے۔ بہت قابل قدر ہے۔ اور ضرورت ہے کہ قوم اس کی طرف متوجہ ہو۔ ہم نے پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں آریہ معاصر مسافر کی تنقید قرآن پر بحث کرتے ہوئے اس قسم کی غلط روایات اور اُن سے آریوں کے ناجائز فائدہ کے اٹھانے کا تذکرہ کیا تھا۔ اور جہاں تک ہم سمجھتے ہیں۔ انہی غلط روایات کی اشاعت اسوقت بہر اعتبار آج اسلام کی ترقی کی راہ میں بہت بڑی روک کا موجب ہو رہا ہے۔ اس لئے اگر دار المصنفین لکھنؤ کو اس قسم کے قابل آدمی میسر آسکیں جو ایسی روایات و غلط باتوں پر ناقدانہ نظر ڈالکر ان کی پوری چھان بین کریں اور پھر صحیح باتوں کو اخذ کر لینے کے قابل ہوں۔ تو بلاشبہ یہ کام ایک بہت ہی عظیم الشان کام ہوگا۔ جو اس چودھویں صدی کی یادگار کے طور پر قایم رہ کر نہ صرف موجودہ لوگوں کو ہی اسلام کا صحیح اور سچا نقشہ دکھانیوالا ہوگا۔ بلکہ آنیوالی نسلوں کو بھی اس سے بہت کچھہ فوائد حاصل ہوں گے۔ اور اس کا ثواب صدقہ جاریہ کے طور پر اس کام کے مہتمموں کو ہمیشہ ملتا رہیگا۔

اخبار احمدیہ

۱۔ المہدی نمبر ۳ و ۴۔ ۱۹۸ صفحات پر چھپکر شایع ہوچکا ہے۔ یہ دو نمبر ایک ہی مبسوط کتاب کی شکل میں حقیقۃ النبوت کے جواب پر مشتمل ہیں۔ حکیم مرہم عیسیٰ صاحب نے جس محنت۔ عرقریزی اور قابلیت کیساتھ چندہی یوم میں یہ جواب لکھا ہے۔ (گو اس کی کتابت اور طبع میں غیر معمولی دیر واقع ہوئی) اس کیلئے وہ جماعت کے خاص شکریہ کے مستحق ہیں حکیم صاحب کو اللہ تعالیٰ موجودہ محمودی عقائد کو پاش پاش کرنے کے لئے چن لیا ہے۔ اور یہ انہی کا کام تھا۔ کہ انہوں کی تین سو صفحات کی کتاب کا ۱۹۸ صفحات میں دندان شکن جواب دیا ہے احباب اس رسالہ کو ۴ قیمت پر دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے بہت زیادہ تعداد میں منگواکر مفت تقسیم کریں۔ تا ناواقف لوگوں کی غلط فہمیوں کے ازالہ کا موجب ہو۔

۲۔ جناب مرزا مظفر علی صاحب سکرٹری جماعت احمدیہ پشاور کی معرفت مفصلہ ذیل رقوم زکوٰۃ فنڈ میں موصول ہوئیں:-
مورخہ ۵/۷ ۱۳۔ غلام حسین صاحب و اکرم الدین پشاور ... ۲۲ ... اسمٰعیل خانصاحب پشاور ...

۳۔ **غلطی کی اصلاح** - گذشتہ سے پیوستہ اشاعت یعنی پیغام صلح نمبر ۴ کے صفحہ ۶ پر حاشیہ میں تفصیل سے نقل کردہ فقرہ میں قبل از وقت کی جگہ قبل موت چھپ گیا ہے۔ احباب درست کرلیں۔

۴۔ **جناب اکبر شاہ خان صاحب** نجیب آبادی اور مولوی عبد الحق صاحب آجکل یوپی میں اپنے تبلیغی کام میں مصروف ہیں۔ اُن کی شکوہ آباد سے متعلق آئی ہوئی ایک چٹھی دوسری جگہ درج کی جاتی ہے۔ احباب اُن کی

رسالہ مسیح یا محمدؐ پر ایک تنقیدی نظر

از جناب مولوی فضل الٰہی صاحب پروفیسر اشاعت اسلام کالج لاہور۔

"مسیح یا محمد" کے نام سے عیسائیوں کی طرف سے ایک ٹریکٹ شائع ہوا ہے۔ جو ناواقف مسلمانوں اور دیگر مختلف حلقوں میں بکثرت مفت تقسیم ہو رہا ہے۔ جس سے بہت سی غلط فہمیاں پھیلنے کا احتمال ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ذیل میں قولہ اقول کے رنگ میں اس پر تنقید کر کے اسکی غلط باتوں کو آشکارا کر دیا جائے۔ اور بدلائل ثابت کیا جائے۔ کہ آج دنیا میں واجب الاطاعت رسول حضرت محمد مصطفیٰ۔ احمد مجتبیٰ صلعم ہیں۔ نہ کہ مسیح۔ وما توفیقی الا باللہ۔

(دفعہ اول)۔ **قولہ**۔ "مسلمان اور مسیحی..... دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔

اقول۔ "یہ بات بالکل مغالطہ کی غرض سے لکھی ہے۔ عیسائی لوگ تو نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو ایک میں تین۔ تین میں ایک کر کے مثلث متساوی الاضلاع کی شکل میں مانتے ہیں حالانکہ حضرت عیسےٰ بیچارے سچے موحد تھے معلوم نہیں یہ تثلیث عیسائیوں میں کہاں سے آ گئی۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ عیسائیوں کی مسلمہ کتاب میں باوجودیکہ دست برد زمانہ نے اور پوپوں کی آئے دن کی مجلس نے اس کا ایسا ستیاناس کر دیا ہے۔ کہ محققین علماء مسیحی خود تسلیم کر گئے ہیں کہ یہ مجموعہ وہی کتاب نہیں ہے جو پیارے یسوع پر نازل ہوئی تھی۔ بلکہ بعض کے نزدیک پانچ آیتیں اور بعض کے نزدیک تین اور بعض کے نزدیک ایک ہی اصلی فقرہ اس میں پایا جاتا ہے تاہم تثلیث یا اقانیم ثلاثہ کا لفظ تک اس میں موجود نہیں اور اگر بقول مؤلف رسالہ موجودہ عیسائی خدا واحد کی پرستش کرنے والے ہیں۔ تو پھر ہمارا اور ان کا کوئی جھگڑا ہی نہیں۔ لیکن پھر عیسائیت کی دونوں ٹانگیں (الوہیت مسیح اور روح القدس) ٹوٹ جاتی ہیں۔

(دفعہ دویم)۔ **قولہ**۔ "مسلمانوں اور عیسائیوں میں اصلی تفاوت اور اختلاف اسی بات میں ہے۔ کہ عیسائیوں کے نزدیک مسیح۔ مسلمانوں کے نزدیک محمد نبی آخر الزمان افضل الانبیاء اور نجات دہندہ ہیں۔

اقول۔ "مسلمانوں اور عیسائیوں میں اصلی تفاوت یہ ہے۔ کہ مسلمان تو توحید کے قائل ہیں عیسائی ذات الٰہی میں شریک کرتے ہیں۔ باقی رہا نبی آخر الزمان۔ سو حضرت عیسےٰ تو نبی آخر الزمان سے چھ سو برس پہلے گذر چکے ہیں۔ وہ کیسے نبی آخر الزمان ہو سکتے ہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ نبی آخر الزمان ہوتے تو وہ ایک نبی آخر الزمان کی بابت پیشین گوئی کیوں کرتے دیکھو۔ یوحنا کی انجیل باب ۱۴۔ آیت ۱۵۔ "اور میں باپ سے درخواست کروں گا۔۔ تمہیں دوسرا شفیع بخشیگا۔" نیز آیت ۲۶ "لیکن شفیع جسے باپ میرے نام سے بھیجیگا وہی تمہیں سب باتیں سکھائیگا۔ جو کچھ میں نے تمہیں کہا ہے وہ سب یاد دلا دیگا۔"

نیز باب ۱۶۔ آیت ۷ "لیکن میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں (قسمیہ کہتا ہوں) کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں۔ تو وہ شفیع تمہارے نہ آویگا۔ لیکن جاؤنگا تو اُسے تمہارے پاس بھیجدوں گا۔"

(نوٹ) مندرجہ بالا آیتوں کی نسبت عیسائی صاحب کہتے ہیں۔ کہ ان سے مراد روح القدس ہے۔ جو مسیح کے اٹھائے جانے کے بعد حواریوں کو ملی۔ یہ ایک نہایت بودی تاویل اور حق پوشی ہے۔ کیونکہ مسیح پر تو روح القدس کی کبوتری اسی وقت نازل ہو گئی تھی۔ جس وقت وہ یوحنا کی مریدی میں داخل ہوا۔ ملاحظہ ہو انجیل یوحنا۔ باب ۱۔ آیت ۳۲۔ باقی رہے شاگرد۔ ان کو مسیح کے وسیلہ روح القدس مل چکی تھی۔ انجیل لوقا۔ باب ۶۔ نیز انجیل متی باب ۱۰۔ نیز انجیل مرقس۔ باب ۳۔

نکتہ "جس لفظ کا ترجمہ یہاں شفیع کیا گیا ہے۔ اصل یونانی لفظ **پیرو کلیٹاس** ہے جس کے معنے لائق تعریف۔ ستودہ صفات احمدؐ یا محمدؐ ہے۔ لیکن مترجمان بائیبل نے اسکو **پیری کلیٹاس** پڑھا ہے جس کے معنے وکیل یا شفیع یا مددگار کے ہیں۔ چونکہ یہ ہر دو لفظ **پیرو کلیٹاس** اور **پیری کلیٹاس** یونانی میں قریباً شکل میں ایک ہی جیسے ہیں۔ اور بائیبل کے پرانے قلمی نسخوں سے پتہ لگانا مشکل ہے۔ لہٰذا اگر ہم یہی تسلیم کر لیں کہ یہ لفظ **پیری کلیٹاس** ہے۔ تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اس کے معنے وکیل یا شفیع یا مددگار شخص کے ہیں۔ اور وہ روح القدس نہیں ہو سکتی۔ روح القدس مسیح کا صلیب پر مددگار نہ بنا۔ فلپی میں روح القدس نے پولوس کی کوئی مدد نہیں کی۔ شاہ اگرپا کے سامنے کوئی وکالت نہیں کی ستفنوس پتھراؤ کیا گیا۔ اور روح القدس نے شفاعت نہیں کی۔ علیٰ ہٰذا القیاس مسیح اور اس کے حواریوں سے لیکر شہیدان کا سچ اور عہد کو تین میری کے مسیحیوں تک اس کے مصائب اور تکالیف کے وقت میں روح القدس نے نہ کسی کی شفاعت کی اور نہ وکالت اور نہ کسی کا مددگار بنا۔ پس واضح ہوا۔ کہ پیرو کلیٹاس سے مراد روح القدس کی کبوتری نہیں ہے۔ بلکہ وہ ذات ستودہ صفات مراد ہے۔ جس کا لقب شفیع المذنبین ہے۔

افضل الانبیاء۔ حضرت عیسےٰ تو بن نہیں سکتے کیونکہ وہ صرف قوم یہود کی بکھری ہوئی بھیڑوں کیواسطے آئے تھے پھر باوجود اس کے وہ اپنے مشن میں زندگی تک کامیاب نہ ہو سکے۔ بلکہ افضل الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں :۔

(۱) جو کل دنیا کے واسطے نذیر و بشیر ہو کر آئے۔ برخلاف حضرت عیسےٰ کہ وہ صرف قوم یہود کے مصلح تھے۔

(۲) کامل کتاب اُن کو ملی۔ برخلاف انجیل کے کہ اس میں صرف چند اخلاقی باتیں ہیں۔

(۳) زندگی میں اپنی غرض بعثت سے کامیاب ہوئے۔ برخلاف مسیح کے۔

(۴) روحانی لیڈر ہونے کے علاوہ ملکی سلطنت بھی رکھتے تھے۔

(۵) مہمات عظیمہ کیوقت خدا تعالےٰ نے ان کی نصرت کی۔ برخلاف مسیح کے کہ مصیبت کے وقت اُن کی دعا ایلی ایلی لما سبقتانی مقبول نہیں ہوئی۔

نجات دہندہ۔ عیسائی لوگ تو نجات دہندہ کے یہ معنے کرتے ہیں کہ اگر زید کے سر میں درد ہو اور بکر اپنے سر کو پتھر سے پھوڑ دے تو زید کا درد سر جاتا رہیگا۔ لیکن یہ معانی بائیبل سے ثابت نہیں ہوتے۔ بائیبل کی اصطلاح میں ہر ایک قومی لیڈر جس نے بنی اسرائیل قوم کو غیر اقوام بادشاہ کی ماتحتی سے نکالا ہے اس کو نجات دہندہ کہا گیا ہے۔ سب سے پہلے موسےٰ کے وسیلے سے خدا نے فرعون شاہ مصر کی غلامی سے بنی اسرائیل کو نجات دی۔ تو اُس وقت کا موسےٰ نجات دہندہ تھا۔

دیکھو۔ خروج باب ۳۔ درس ۸۔ نیز باب ۶ ورس ۶۔ و باب ۱۴۔ ورس ۱۳۔ نیز باب ۱۵ ورس ۱۔ نیز دیکھو قاضی سب اپنے اپنے وقت کے نجات دہندہ تھے بلکہ قاضیوں کی کتاب باب ۱۴۔ ورس ۵ شمشون کی نسبت تو اس کے منجی ہونے کی پیشگوئی بھی تحریر ہے علیٰ ہٰذا القیاس مسیح تک سب نبیوں کو اپنی قوم میں نجات دہندہ کہا گیا ہے۔ نہ کہ جسطرح عیسائی مانتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

دعوت الی الخیر

اشاعت اسلام کالج کا تبلیغی مشن ہندوستان میں

خطوط آمدہ از شکوہ آباد و مین پوری

مرقومہ جناب مولنا اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی

(۱)

معزز پیغام صلح کی اطلاع و آگاہی کے لئے گذارش پرداز ہوں کہ یوپی اور بندیل کھنڈ میں تبلیغ اسلام کے عزم سے انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے ہم تین شخص یعنی عاجز۔ مولوی مبارک علی صاحب مولوی عبدالحق صاحب روانہ ہوئے۔ راستہ میں پٹیالہ۔ سامانہ ہوتے ہوئے نجیب آباد پہونچے نجیب آباد میں آریوں نے ہفتہ عشرہ تک شرائط مباحثہ کے طے کرنے میں ہمکو پھنسائے رکھا اور آخر میں بلاکسی شرم و حیا کے صاف طور پر کہدیا۔ کہ ہم کسی شرط وغیرہ کی ضرورت نہیں سمجھتے جس طرح چاہینگے کرینگے اس طرح وہ نہایت بزدلی کے ساتھ ہمارے مقابلہ سے فرار ہوگئے مولوی مبارک علی صاحب لاہور واپس ہوئے کیونکہ اُن کی اس جگہ ضرورت تھی ہم دونوں نجیب آباد سے منڈاور۔ بجنور۔ نگینہ ہوتے ہوئے مرادآباد پہونچے۔ اور مرادآباد میں مولوی فضل حسین صاحب ایڈیٹر المشیر نے اسی طرح ہم کو مفید معلومات بہم پہونچائیں جس طرح بجنور میں مولوی خلیل الرحمان صاحب ایڈیٹر الخلیل نے اور علیگڈہ میں جناب مخدومی خواجہ میر علی صاحب ایڈیٹر المیزان نے۔ مرادآباد سے علیگڈہ آئے اور خواجہ صاحب موصوف اور ڈاکٹر محمد اشرف خانصاحب سے ملکر بہت خوش ہوئے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب سے بھی ملے جنہوں نے بڑی مفید باتیں ہم کو بتائیں اور فرمایا کہ آجکل ایک خاص گروہ ایسے لوگوں کا پیدا ہوگیا ہے کہ وہ کچھ روز دن کے لئے مسلمان بن جاتے اور مسلمانوں سے خوب اپنی مدارات کراتے ہیں اور پھر اس کے بعد عیسائی ہوجاتے ہیں پھر آریہ غرضیکہ وہ تر نوالوں کی غرض سے مذہب کو تبدیل کرتے رہتے ہیں ایسے بدمعاش لوگوں کے نہ آریہ ہونے کا افسوس نہ عیسائی ہونے کا نہ اُن کی طرف التفات اور توجہ کی مطلق ضرورت ہاں سب سے زیادہ قابل رحم اور قابل امداد اور قابل توجہ سیدھے سادھے دیہاتی مسلمان ہیں اُنہیں کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے۔ صاحبزادہ صاحب کی ان پختہ باتوں سے ہمکو بڑی بصیرت حاصل ہوئی۔ علیگڈہ سے ہم شکوہ آباد آگئے ہیں۔ اب مین پوری کا قصد ہے۔ اور ہم اس علاقہ میں پہونچ گئے ہیں۔ یہاں سے ہمارا اصل کام شروع ہوجانا چاہئے یعنی تبلیغ اسلام۔ سفر میں مفصل لکھنے کا موقع بہت ہی کم ملتا ہے بہرحال مجمل طور سے اطلاع دیتا رہونگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام۔

اکبر شاہ خان از شکوہ آباد۔ ۱۴ جولائی۔

(۲)

ہم علیگڈھ سے شکوہ آباد پہونچے اور یہ معلوم ہوا کہ ریل کی دنیا میں پہونچے اسٹیشن کے قریب کی سرائے میں اسباب رکھکر شہر میں گئے اور بڑی کوشش اور تجسس نگاہوں سے بمشکل چند ادنیٰ طبقہ کے مسلمانوں کی صورتیں ہمکو شہر میں نظر آئیں۔ ایک جگہ سائین بورڈ پر لکھا ہوا تھا کہ "مطب حکیم اصلح الدین شکوہ آبادی" لیکن افسوس کہ مطب میں اسوقت حکیم صاحب موجود نہ تھے شکوہ آباد دارا شکوہ کا آباد کیا ہوا شہر ہے۔ یہاں کایستھ لوگوں کی آبادی سب سے زیادہ ہے مسلمان بھی ہیں مگر بہت کم۔ مدرسہ میں جو تحصیل اسکول ہے دو سو کے قریب طالبعلم ہیں مگر ہندو۔ ہیڈ ماسٹر اور سکنڈ ماسٹر اور بورڈر اور مہتمم بورڈنگ سب ہندو۔ مسلمان سب کے سب ذلیل حالت میں اور ذلیل کام کرنیوالے شکوہ آباد کی سرائے میں ہم نے دو رات قیام کیا دن میں دیکھا کہ سرائے کا ٹھیکہ دار بھٹیارہ اور یکہ والے جو بہت سے سرائے ہی میں رہتے ہیں فحش مذاق اور بیہودہ باتوں میں مصروف رہتے ہیں اور سب کے سب مسلمان ہیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہندو اور مسلمانوں کا مابہ الامتیاز یہ ہے کہ جو آوارہ مزاج فحش گفتار۔ بد اطوار۔ کج خلق۔ بدزبان رذائل میں مبتلا ہو وہ مسلمان ہوتا ہے اور اس کے خلاف ہندو۔ دو رات اور ایک دن مجھکو مسلسل یہی نظارہ شکوہ آباد شہر اور شکوہ آباد کی سرائے میں نظر آیا اور دیکھتے دیکھتے میرا کلیجہ منہ کو آنے لگا رات کو پندرہ بیس یکہ بان اور بھٹیارے مل کر بیٹھتے اور بارہ یا ایک بجے تک نہایت فحش اور گندے گیت گاتے اور اس طرح مسافروں کو جو بہت ہی کم اس سرائے میں مقیم ہوتے ہیں سونے نہ دیتے دوسرے دن رات کو جب وہی پہلی رات کی طرح بیہودہ مجلس گرم ہوئی تو گیارہ بجے تک تو میں لیٹا رہا۔ مولوی عبدالحق صاحب کو میں نے سمجھا کہ سو گئے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ جاگتے تھے گیارہ بجے کے بعد۔ میں اپنی چارپائی سے اٹھا جو اُن لوگوں سے بہت دور سرائے کے ایک گوشہ میں تھی۔ اس بیہودہ مجمع میں پہونچا اور اُن سے کہا کہ بھائی تم لوگ تمام دن اور تمام رات یا ہنسی ٹھٹھے میں مصروف رہتے ہو یا غزلیں اور گیت گاتے ہو۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اگر تم سننا چاہو تو میں بھی تم کو ایک غزل سناؤں وہ سب کے سب بڑی شکرگذاری کے ساتھ سنبھل بیٹھے حسن اتفاق سے اسی وقت کی گاڑی سے تین چار ہندو مسافر بھی آگئے اور وہ بھی ہمارے اس مجمع میں شریک ہوگئے میں نے اپنی غزل اس طرح شروع کی کہ اول خدا تعالے کا وجود ثابت کیا پھر یہ بتایا کہ انسان کی خدمت کے لئے یہ سب کچھ ہے انسان کی پیدائش کی غرض خدا تعالیٰ کی معرفت و عبادت ہے اس کے بعد اُن کی بداعمالیوں اور فضولیات کی طرف توجہ دلائی اور موت کے بعد کچھ پیش آنے والا ہے۔ اس سے ڈرایا۔ خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ سب نے شروع سے لیکر آخر تک بہت خاموشی اور توجہ سے میری باتوں کو سُنا اور معلوم ہوتا تھا کہ کئی شخص بہت زیادہ متاثر ہوئے ہندو صاحبان نے تقریر کے ختم ہونے کے بعد سب سے زیادہ خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ میں اپنی جگہ آکر لیٹا اور چونکہ بہت ہی تھکا ہوا ہوچکا تھا لیٹتے ہی سو گیا صبح اٹھا اور سرائے والے کو کرایہ ادا کرکے ہم دونوں اسٹیشن پر پہونچے ٹکٹ لیا۔ مین پوری پہونچ گئے شکوہ آباد میں ہم لوگ صرف اس لئے ٹھہرے تھے کہ ذرا آرام کرکے بعد مسلسل سفر کی تکان اور بیداری کی کوفت رفع کریں اور ضروری مطالعہ سے فارغ ہوجائیں چنانچہ ایک حد تک یہ کام ہوئے۔ مین پوری کے حالات بعد میں لکھونگا یہاں سے آریوں کی خاص قسم کی سرگرمیوں کے علامات اور مسلمانوں کی غفلتوں کے نمونے نمایاں طور پر نظر آنے لگے ہیں اور اس طرح گویا ہم ایسے علاقہ میں پہونچ چکے ہیں جہاں ہم کو کام کرنا چاہئے۔ والسلام

دعاؤں کا سخت تر محتاج اکبر شاہ خان نجیب آبادی

اشاعت اسلام

کے عنوان سے ہمعصر المشیر مرادآباد رقمطراز ہے کہ تمام بندیلکھنڈ اور اضلاع فرخ آباد مین پوری وغیرہ کے متعلق عموماً مسلم مبلغین و واعظین کی ضرورت کا اظہار کیا جا رہا ہے خوشی کا مقام ہے کہ مولانا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی جو مدت تک پیغام صلح کو اڈیٹ کرتے رہے ہیں حال میں محض اس ضرورت سے ہی ۴ ماہ کی رخصت اپنے کام سے حاصل کرکے عازم بندیلکھنڈ ہوئے ہیں کہ وہ مقامات مذکورہ بالا کے چھوٹے چھوٹے قصبات و گاؤں میں دورہ کریں اور تبلیغ و اشاعت کی صحیح خدمت انجام دیں امید ہے کہ ہم آئندہ مولنا ممدوح کی بیش بہا رپورٹ کو المشیر کے قارئین کے روبرو پیش کر سکینگے

بقیہ خبریں

پیغام صلح کے نامہ نگار [illegible] صاحب [illegible] لکھتے ہیں [illegible] کہ [illegible] ہندوستان کے [illegible] کے متعلق [illegible]

پورا خاندان زہر سے ہلاک ہوگیا [illegible] کے ایک ہندو خاندان کے تمام افراد جس میں [illegible] کی والدہ اور ایک بہن تھی [illegible] زہر سے ہلاک ہوگئے۔

خطوں میں غلط خبریں لکھنے پر ضمانت اخبار سندھ ہاسی سے معلوم ہوا ہے کہ [illegible] ضلع حیدرآباد نے چار کاریگروں سے [illegible] ضمانت لی ہے کیونکہ انہوں نے جنگ کے متعلق خطوں میں مبالغہ آمیز اور غلط خبریں لکھیں۔

مضامین متعلقہ اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ

سعدی لاہور کی افترا پردازی

سعدی لاہور نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کی غرض سے میری اصلی تحریر چھپاکر افترا اور کذب سے کام لیا ہے۔ پہلا یہ کذب کہ "مسیح موعودؑ کی بات ہمارے لئے حجت نہیں"۔ دوسرا یہ کذب کہ "مسیح موعودؑ نے اپنی نبوت کے ثبوت میں قرآن سے جو استدلال پیش کیا ہے وہ محض بیہودہ ہے"۔ افسوس ہے ایسی مسلمانی پر اتنا صریح افترا اور اتنا کذب۔ پھر ساتھ ہی منہ پھاڑ کر بے لگام صدائیں لگاتے ہیں۔ کہ صدیق حسین صاحب نہ صرف کاذب اور کذاب ہی ہیں۔ بلکہ مکذب مسیح موعود بھی ہیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ ہاں ضرور میں نے مسیح موعود کی اجتہادی غلطی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مگر مندرجہ بالا جملوں میں سے کوئی جملہ ایمانداری سے نہیں لکھا گیا ہے۔ سعدی لاہور کی ایمانداری پر افسوس آتا ہے۔ وہ یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اگر حضرت صاحب کی اجتہادی غلطی کو غلطی کہیں تو ایمان میں فرق آجاتا ہے اور وہ مکذب مسیح موعود ہو جاتا ہے۔ اس کو ٹھوکر اس وجہ سے لگی ہے کہ ان کا علم حضرت صاحب کی کتابوں تک محدود ہے اگر ان کو معلوم ہوتا کہ نبیوں سے بھی اجتہادی غلطی ہوا کرتی ہے تو پھر یہ زباندرازی نہ کرتے۔ اگر تکذیب اسی کا نام ہے تو سعدی لاہور خود مکذب ٹھیرے کیونکہ آپ نے نصف سے زائد کتابوں کو منسوخ ٹھیرایا ہے۔ صرف مسیح موعود سے ہی یہ معاملہ نہیں کیا بلکہ احمد والی حدیث اور لا نبی بعدی والی حدیث وغیرہ وغیرہ احادیث سے منکر ہیں۔ اتنے پر ہی کفایت نہیں بلکہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ الخ والی آیت اور کئی آیات سے منکر ہیں۔ سعدی لاہور کی یہ تحریر ہے کہ "مسیح موعودؑ علاوہ تجدید دین کرنے کے تکمیل بھی کی ہے"۔ اس کے برخلاف مسیح موعود فرماتے ہیں "از قرآن ہر کہ زیادہ و کم کرد بس او از شیطان است کہ بد کار اند" مواہب الرحمن صفحہ ۶۹۔ سعدی لاہور کی تحریر ہے کہ "وحی مسیح موعود شرعی حجت ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف ہے"۔ اس کے برخلاف مسیح موعود فرماتے ہیں "قرآن مقدم بر ہر چیز است۔ ... ... بعد" مواہب الرحمن صفحہ ۶۶ سعدی لاہور نے گول گول لفظوں کے بعد لکھدیا ہے کہ مرزا صاحب حقیقی نبی ہیں"۔ اس کے برخلاف مسیح موعود فرماتے ہیں "مَنْ قَالَ بَعْدَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اِنِّیْ نَبِیٌّ اَوْ رَسُوْلٌ ... کَافِرٌ کَاذِبٌ" "وَاِنْ ھُوَ اِلَّا قَدِ افْتَرَوْا عَلَیَّ وَقَالُوْا اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ یَدَّعِیْ اِنَّہٗ نَبِیٌّ ...... اِنَّھُمْ مِنَ الدَّجَّالِیْنَ" حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹ (جو شخص ہمارے سید ہمارے نبیؐ کے بعد یہ کہے کہ میں نبی ہوں رسول ہوں ..... کافر ہے کاذب ہے۔ ان لوگوں نے یہ مجھ پر افترا کیا ہے کہ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اس شخص نے نبوت کا دعوے کیا ہے ... تحقیق ایسا کہنے والے دجالوں میں سے ہیں۔) افسوس ہے ایسے افترا کرنے والے دوسروں سے بدظن ہونے کے بیشتر اپنے ایمان کا اندازہ نہیں کرتے بہتر ہے کہ وہ اب بھی دیکھ لیں۔ کہ مسیح موعود نے شیطان مفتری۔ دجال۔ کافر کاذب کن لوگوں کے لئے کہا ہے۔ اگر سعدی میرے اس اظہار حق پر اعتراض کریں تو ان کی تحریرات میرے پاس موجود ہیں جو دوران مباحثہ لکھائی گئی تھیں۔ اخبار میں شائع کردی جائینگی۔

غرض یہ مسلمانوں کا کام نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو کافر اور کاذب کہیں۔ کیونکہ ہمارے پیر و مرشد نے ایسی تعلیم نہیں دی۔ ہمارا کام یہ ہے کہ دنیا داروں کی سخت کلامی کو سنتے جائیں۔ اور اپنا کام کریں۔ جیسے جیسے دنیا داروں کی طرف سے گندے خلق بات سنائیں گے ویسے ویسے ہمارے ایمان اور روحانیت میں اضافہ ہوتا جائیگا۔ بیچارے سعدی لاہور بھی کیا کرینگے۔ وہ بھی مجبور ہیں۔ کیونکہ ان کے پیر کی تعلیم ہے کہ: "دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر کہدو۔ ان کو دائرہ اسلام سے خارج کردو"۔ "اب یہ خطاب کے قابل نہیں"۔ پس ایسے پیر کے مرید کیا اتنا بھی حق نہیں رکھتے۔ کہ لوگوں کو کاذب۔ کذاب اور مکذب مسیح موعود کہیں مثل مشہور ہے۔ جیسی روح ویسے فرشتے۔ دیکھو ہمارے مرشد کی شرافت یہ تھی کہ "میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا۔ میں کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ اگر محمد حسین بٹالوی مجھے کافر نہ کہے تو میں بھی اسے کافر نہیں کہتا"۔ "میں اپنی طرف سے کسی کو کافر نہیں کہتا۔ لوگ مجھکو کافر کہکر از روے حدیث خود کافر ہوجاتے ہیں"۔ غرض ہم اسی تعلیم پر ہیں جس تعلیم پر مسیح موعود تھے۔ ہم یہ گندے خیالات کیونکر یار رہے ہیں۔ ہم کو احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ کی محبت رد کتا ہے ہم کو ان لوگوں سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم نے عشق احمد میں دنیا دار لوگوں سے گالیاں کھانے میں بیڑا اٹھایا ہے۔ میرے مرشد مسیح موعود نے کیا خوب کہا ہے "تیرے منہ کی قسم لے میرے پیارے احمد۔ تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے"۔ ہم احمد کی محبت پر تم لوگوں کی محبت کو اور تمہارے اربابًا من دون اللہ کی محبت کو اور دنیا و مافیہا کے اشیا کی محبت کو قربان کرتے ہیں۔ یہ وہ محبت ہے جسکی طفیل مرزا صاحب آج عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو عام طور سے اطلاع دیتا ہوں اور مکرر اپنے مضمون "ایک دکھنی کی ہجرت" مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۱۵ء پیغام صلح صفحہ ۹ کی طرف توجہ مبذول کرتا ہوں کہ اگر احباب کو میرے اظہار کی تصدیق کی ضرورت ہے اور نظر تحقیق ہے تو برائے خدا صرف پندرہ یوم کے لئے قادیان تشریف لیجائیں۔ اور بذات خود ان گندے عقیدوں کا اطمینان کرلیں۔ یہ تب معلوم ہوجائیگا۔ آیا میں جھوٹا ہوں یا میرے مخالف۔ اگر ایک سعدی لاہور مکر جائیں تو خدا کے فضل سے بڑے بڑے بزرگ ایسے پاک خیالات اور سعید اعتقادات والے قادیان میں بکثرت موجود ہیں۔ چنانچہ حال میں اسی تحقیق کی غرض سے ایک میرے دوست قادیان تشریف لے گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ ان سعید روحوں کی سعادت میں حسب ذیل گندے اعتقادوں کے ساتھ اضافہ ہوا ہے۔ نعوذ باللہ اگر حضرت عیسےٰؑ کا کوئی باپ نہیں ہے۔ ضرور وہ ولد الزنا ہونگے۔ (۲) نبوت اکتسابی ہے ہر ایک شخص اس امت میں نبی ہوسکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ چند دن پیشتر کا ذکر ہے۔ بلوچستان سے ایک احمدی صاحب نے حضرت امیر المؤمنین کے نام یہ تحریر بھیجا ہے کہ میں بارہ سال سے احمدی ہوں میں اب تک یہی سمجھتا رہا تھا۔ کہ مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے خادم ہیں۔ ایک صاحب مبائعین میں سے میرے پاس آئے۔ اور فرمایا کہ یہ آپ کا عقیدہ خطرناک ہے حضرت اسکو نہیں کہتے۔ بلکہ عقیدہ یہ چاہیئے کہ مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے ہم پلہ ہیں بلکہ ایک حیثیت سے بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ (نعوذ باللہ) دین کو ناقص چھوڑ گئے تھے۔ مسیح موعودؑ نے تکمیل کیا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔" اسے عاشقان رسول اللہ۔ دیکھو۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے مسلمانوں میں بدقسمتی سے ایک ایسا ہی فرقہ پیدا ہوگیا ہے

مرزا محمود احمد صاحب کی تقریر لاہور پر ایک ناقدانہ نظر

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے مریدوں کا یہ ایک اعتراض تھا۔ جو بہت مدت سے جماعت احمدیہ لاہور پر کیا جا رہا تھا۔ کہ یہ جماعت حضرت مسیح موعودؑ کے درجہ کو بہت گھٹا کر لوگوں کے سامنے بیان کرتی ہے۔ اور اس لئے ان کو شروع شروع میں یہ ایک مصلحت وقت اختیار کرنی پڑی تھی۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے صریح ارشاد کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ (حقیقۃ الوحی) کے خلاف انہیں صرف نبی کہنا شروع کر دیا۔ گو وہ مصلحت بعد میں بدل کر ان کا اصل اعتقاد بن گئی۔ اور جیسا کہ خود مرزا محمود احمد صاحب نے اپنے ایک خط میں اسبات کا خطرہ ظاہر کیا تھا۔ (دیکھو خط بنام بابو عثمان لکھنوی) ہوتے ہوتے اس نے جماعت محمودیہ کے دماغوں میں حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت مستقلہ کا اعتقاد جما دیا۔ اور اسی کی حمایت میں قادیان سے القول الفصل اور حقیقۃ النبوۃ بھی شائع ہوئیں۔ لیکن آج ہم حیران ہیں کہ یہ نبوت مستقلہ پر زور دینے والا شخص اور حضرت مسیح موعودؑ کو تمام امت محمدیہ سے الگ کر کے ایک کامل نبی ٹھیرانے اور تمام مجددین و ائمہ کرامؑ سے آپ کو علیحدہ بتا کر آنحضرت صلعم کے برابر منصب نبوت پر بٹھانے والا الوالعزم کس طرح سے بھرے مجمع میں بڑے زور سے چلا کر حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلعم کے غلاموں میں سے ایک غلام بتاتا اور یہ اعلان کرتا ہے کہ:—

"اس زمانہ میں اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کے غلاموں میں سے ایک غلام کو کھڑا کیا۔ اور دنیا کو یہ بتا دیا کہ اس کا غلام بھی دلائل کے ساتھ دنیا کو فتح کر سکتا ہے تو وہ تو آقا ہی ہے۔"

بات تو یہ بالکل سچ ہے۔ اور ہمارا یہ ہمیشہ سے اعتقاد ہے کہ حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے غلاموں میں سے ایک غلام ہی تھے۔ لیکن تعجب تو یہ ہے کہ یہ الفاظ آج ایک ایسے منہ سے نکلتے ہیں۔ جو اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے انہی الفاظ پر معترض تھا۔ اور وہ ایسا کہنے والوں کو حضرت مرزا صاحبؑ کے درجہ کو گھٹانے والے کہا کرتا تھا۔ آہ! یہ کیا غضب کی بات ہے۔ کہ جس بات پر گھر میں بیٹھکر اعتراض کیا جائے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ جو حضرت مرزا صاحب کو آنحضرت صلعم کے غلاموں (یعنے اولیائے کرام) میں سے ایک سمجھیں اسی ایک بات پر مناقشات اور جھگڑے برپا کئے جائیں۔ اسے پبلک میں آکر خود بڑے دعوے کے ساتھ بیان کیا جائے۔ کیا مرزا محمود احمد صاحب بتا سکتے ہیں۔ کہ اس فقرہ "غلاموں میں سے ایک غلام" کے کیا معنے ہیں کیا لفظ "غلاموں" انکی مراد امت کے اولیائے کرامؒ میں سے ایک قرار دیا ہے۔ یا اس وقت لفظ "غلاموں" سے انکی مراد نبی تھے۔ اور فقرہ "غلاموں میں سے ایک" کے معنے "نبیوں میں سے ایک" تھا۔ ظاہر ہے کہ یہاں غلاموں سے مراد کوئی نبی وغیرہ نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اولیائے کرام یہاں مراد ہیں۔ پس ایسی حالت میں مرزا صاحب کی نبوت کے دیگر مجددین سے علیحدہ بنانے کے کیا معنے اور حضرت صاحب کو ایسا نبی کہ جیسے محمد خدا کا [illegible] قرار دینے کا کیا مطلب؟

میاں صاحب نے گذشتہ انبیاء کی کتب میں اس آخری زمانہ میں آنے والے کی پیشگوئی کا تو ذکر کیا۔ اور یونہی ہر ایک قوم کی کتب مقدسہ میں ایسی پیشگوئی کا پایا جانا بھی فرض کر لیا۔ لیکن افسوس ہے کہ انھوں نے یہ نہ بتلایا کہ وہ آنیوالا منصب نبوت پر مامور ہو کر آئیگا۔ کسی عظیم الشان مصلح کے آخری زمانہ میں پیدا ہونے کی پیشگوئیوں کا پایا جانا ایک دوسری بات ہے۔ اور اسکو نبی کر کے بیان کرنا ایک دوسرا امر۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہو گیا۔ کہ وہ آنے والا بالضرور نبی ہو گا۔ اور وہ قرآن و حدیث کی نص صریح کے خلاف نبوت کاملہ کے منصب پر فائز ہو کر ختم نبوت کی حد کو توڑ دیگا۔ پھر جن پیشگوئیوں کی طرف مرزا محمود احمد صاحب نے اشارہ کیا۔ اور انہیں حضرت مرزا صاحب پر چسپاں کرنا چاہا۔ انکے متعلق یہ بھی تو ابھی تحقیق طلب امر ہے۔ کہ آیا وہ واقعی حضرت اقدس کے متعلق ہیں بھی یا نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ مرزا محمود احمد صاحب اور انکے مریدین کے گذشتہ طرز عمل سے ظاہر ہے۔ وہ عیسائیوں کی طرح ہر ایک پیشگوئی کو جو کسی آنے والے نبی کے متعلق گذشتہ کتابوں میں پائی جاتی ہو۔ یا قرآن کریم سے ثابت کی ہو۔ خواہ مخواہ حضرت مرزا صاحب پر چسپاں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی سے جو قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ کی زبانی آنحضرت صلعم کے حق میں بیان کی ہے۔ ظاہر ہے۔ پھر بہرحال یہ کوئی ایسا امر نہیں۔ جو حضرت مرزا صاحب کی نبوۃ کاملہ کو ثابت کرنے والا ہو۔ اور اس لئے اس بارہ میں بھی مرزا محمود احمد صاحب نے حضرت صاحب کی نبوت پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ میاں صاحب نے نبیوں کے آنے کا وقت بتلا کر اسبات کو ضرور بیان کیا ہو کہ وہ کس غرض کے لئے آتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ جو نشانات نبیوں کے آنے کے وقت کے انھوں نے بتلائے۔ اور جو کچھ ان کی اغراض بیان کیں۔ وہ تمام مجددین اسلام پر منطبق ہوتی ہیں۔ اور اس لئے بھی حضرت مرزا صاحب کو ان سے علیحدہ کرنا اور باہر نکالنا کسی صورت میں جائز نہیں ٹھیر سکتا۔ میاں صاحب نے یہ بتایا کہ نبی کے آنے کا وقت وہی ہوتا ہے۔ جب آپس میں جھگڑے ہوں۔ یا خدائے تعالے سے قطع تعلق ہو جائے تو۔ لیکن کیا میاں صاحب بتا سکتے ہیں کہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے آنے کے وقت مسلمانوں میں آپس میں جھگڑے نہ تھے۔ یا خدائے تعالے سے ان کا قطع تعلق نہ ہو چکا تھا۔ کیا اس وقت مسلمانوں میں آپس میں جھگڑے نہ تھے۔ اور علماء ایک ذرا ذرا سے اختلاف پر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے کو تیار نہ ہو جاتے تھے۔ کیا خود شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ پر کئی لاکھ علماء نے کفر کے فتوے نہیں دیئے۔ اور کیا ایسی حالت میں طرح طرح کے فسق و فجور کے باعث اس وقت کے لوگوں کا تعلق اللہ تعالے سے قطع نہیں ہو چکا تھا۔

تاربرقی پیغامات

کوائف جنگ

جنگ کی خبریں براہ شملہ- ۲۱ جولائی- ہز ایکسلنسی والیسرائے کو سکریٹری آف سٹیٹ کی جانب سے ذیل کا برقی پیغام مورخہ ۲۰ جولائی موصول ہوا ہے:-

دریائے ناریو کی جنگ- آسٹروی و جرمن جارحانہ کارروائی نے تقریباً تمام محاذ پر ترقی اور پیشقدمی کی ہے ایک جرمن سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ونڈاؤ واقع بحیرہ بالٹک پر قبضہ کر لیا گیا ہے ایک روسی رپورٹ معترف ہے کہ غنیم تکم اور دوبلن میں پہنچ گیا ہے اول الذکر ریگا سے ۶۰ میل مغرب کو ہے اور موخر الذکر مٹاؤ سے ۱۶ میل مغرب کو روسیوں نے کامیابی کے ساتھ شاولی پر جرمن حملوں کو پسپا کیا اور غنیم کو ایک خندق سے نکال دیا- جو اس نے ۱۵ تاریخ کو چھینی تھی-

ناریو کے محاذ پر روسی کہتے ہیں کہ ہم دریا کی جانب ہٹتے آتے ہیں ایک جرمن رپورٹ مظہر ہے کہ جنرل گلوینزا کی فوج اب دریائے ناریو پر آسٹرولنکا اور نووجارجیوسک کے جنوب مغربی کنارے پر کھڑی ہے اور روسی دریائے ناریو کو عبور کر کے پیچھے ہٹ گئے ہیں۔

جنوب مشرقی پولینڈ کی حالت: جرمن کہتے ہیں کہ پولینڈ میں دریائے وسچولا اور پلیکا کے درمیان روسی مشرق کی جانب پسپا ہو رہے ہیں جنوب مشرقی پولینڈ میں روسی کہتے ہیں کہ غنیم نے کراسنوشاف پر قبضہ کر لیا ہے اور ہم نے فوج کو کراسنوشاف کے شرق میں جو کہ دوسری قطار کی طرف ہٹا لیا ہے۔

غنیم کی زبردست جارحانہ کارروائی:- (شملہ ۲۲ جولائی) ہز ایکسلنسی والیسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے کل کی تاریخ کا مفصلہ ذیل لندن سے موصول ہوا ہے:-

روسیوں کے خلاف آسٹروی اور جرمن افواج کی جارحانہ کارروائی شمال کی طرف جنرل وان ہنڈن برگ اور جنوب کی طرف جنرل وان میکنسن کے زیر کمان تمام محاذ پر جاری ہے- جنرل وان بوئیلو کی فوج نے جو ۱۴ جولائی کو صوبجات بالٹک میں دریائے ونڈاو کو عبور کر گئی تھی- پیشقدمی کر کے دریا کے مشرقی کنارہ پر قدم جما لئے ہیں- اور مقام موسیم کی طرف جو ریگا کے مغرب میں واقع ہے اور الٹ کی طرف جو مٹاؤ کی طرف واقع ہے پیشقدمی کر رہی ہیں-

روسی سپاہ پر زاسینسز واقع شمالی پولینڈ کو خالی کرنے کے بعد ان مورچوں کی طرف جو پیشتر سے مستحکم کئے گئے تھے پیچھے ہٹ آئی- مگر جرمنوں نے ان مورچوں پر بھی ۱۵ جولائی حملہ کیا- علاوہ ازیں ۱۶ جولائی سے دریائے پیسا اور وسچولا کے درمیان تمام محاذ پر میزیو کی طرف پسپا ہو رہے ہیں-

دریاؤں کی جنگ:- روس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ روسیوں کے پیچھے ہٹ جانے کی وجہ یہ تھی کہ غنیم نے اپنی مستحفظ سپاہ کی تعداد دوچند کر دی تھی- اس لئے وہ پیچھے ہٹ کر دریائے میزیو کے قریب آ پڑے- اور دریائے وسچولا کے مغرب کی افواج کو ازسرنو مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئی- چنانچہ یہ کارروائی بلا مزاحمت عمل میں آ رہی ہے- جنرل وان وویرش نے وارسا کے جنوب میں دریائے وسچولا کے مغربی کنارے سے پر جارحانہ کارروائی شروع کی اور روسی دریائے الزانکا کے عقب میں دولن کے جنوبی علاقہ کی طرف پسپا ہو گئے- جو ریڈوم کے مشرق میں ۲۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے- جنوب مشرقی پولینڈ میں بھی غنیم کی ترقی جاری ہے- اور جرمنوں کی ایک سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے کہ دریائے وسچولا اور بگ کے درمیان جنرل وان میکنسن کے ماتحت وسطی محاذ پر جنگ نشوونما پا رہی ہے- روسی کراسنوستوف کی بلندیوں سے پیچھے ہٹ گئے ہیں- اور ان کا بیان ہے کہ غنیم نے دریائے بگ کو عبور کر کے دائیں کنارے تک پہنچنے کی کوشش کی- مگر پسپا کر دئے گئے-

مغربی رزمگاہ میں جنگ:- سر جان فرنچ کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ برطانی محاذ پر کسی قسم کی تبدیلی وقوع میں نہیں آئی- غنیم نے دم بند کرنے والی گیس کے کثیر التعداد گولے پھینکے- فرانسیسی محاذ کا قابل ذکر واقعہ یہ ہے- کہ جرمنوں نے لی ایارجی پر جو سینٹ میل شمال مشرق میں ۱۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے شدید حملہ کیا اور پہلے جرمن خندقوں میں گھس گئے- مگر بعد میں پسپا کر دیئے گئے- جرمنوں نے آتشین سیال مادہ سے ازسرنو حملہ کیا- مگر پسپا کر دیئے گئے-

اطالی کیڈور کے محاذ پر کامیابی سے پیشقدمی کر رہے ہیں۔

پیرس کی روزانہ رپورٹ:- (پیرس ۲۰ جولائی) شب گزشتہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے- کہ سوشیز کے گرد و نواح میں گولہ باری ہوتی رہی اور ارگون کے علاقہ میں بموں کی لڑائی جاری رہی دریائے میوز کی گھاٹیوں پر جرمنوں کے متعدد حملے شدید نقصان کے ساتھ پسپا کئے گئے- ایک فرانسیسی ہوائی جہاز نے غنیم کے ایک ہوائی جہاز کا تعاقب کر کے مٹرلیوز توپ سے اس پر گولہ باری کی جس سے وہ سانسان کے قریب ترین لائنوں میں جلتا ہوا گر پڑا- اور فرانسیسی توپخانہ نے اس کی تباہی کو تکمیل پر پہنچا دیا-

(لندن ۲۰ جولائی) پیرس کا مظہر ہے- کہ مغربی جہاز کی جنگی کارروائی زیادہ تر گولہ باری تک محدود رہی ہے- سانسان پر پھر گولہ باری کی گئی- سرکاری اطلاع میں یہ بھی لکھا ہے- کہ جرمنوں نے متعدد حملے آسانی کے ساتھ پسپا کئے گئے ہیں-

برطانیہ کے فدائی- (لندن ۱۹ جولائی) ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے

مقتولین:- کپتان ۱- لفٹنٹ ۱-

زخموں سے ہلاک:- دوم لفٹنٹ-

مجروحین:- میجر ۱- لفٹنٹ ۲- دوم لفٹنٹ ۵-

جن کے علاوہ ایک پادری صاحب بھی مجروح ہوئے-

وارسا پر عظیم فوجکشی:- لندن ۱۹ جولائی) روسیوں کے تمام جنگی محاذ پر عام خونریز جنگ جاری ہے- یہ محاذ بحیرہ بالٹک سے بسربیا تک ایک ہزار میل کی وسعت میں پھیلا ہوا ہے- اور جمعرات سے جنرل ہنڈن برگ نے شمال میں اور میکنسن نے جنوب میں جارحانہ کارروائی شروع کر دی ہے- روسیوں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ کہیں کہیں پیچھے ہٹ گئے ہیں- گر اس حالت میں انھوں نے غنیم کو سخت نقصان پہنچایا ہے- روس اور جرمنی کی سرکاری اطلاعوں میں صوبجات بالٹک کے اندر رسالہ کی فوج کے عظیم معرکوں کا تذکرہ ہے- اور لکھا ہے- کہ جنرل بائیلو دریائے ونڈاؤ کو عبور کر کے شاولی کے شمال اور جنوب کی طرف پیشقدمی کر رہا ہے-

غنیم پیدا سینز کے علاقہ میں خاص طور پر کوشش کر رہا ہے- اور وسیع محاذ پر جنگی کارروائی سرانجام دے رہا ہے- روسیوں کو اعتراف ہے- کہ انہیں مختلف مقامات سے پیچھے ہٹ کر اپنی فوجی جمعیت کو دریائے نیریو کے جنوب مرکوز کرنا-

اور اس سے دریائے وسچولا کے قریب کی سپاہ کو ازسرنو مرتب کرنا پڑا ہے- یہ پسپا کارروائی کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر عمل میں آ رہی ہے-

جنرل میکنسن نے جو دریائے وسچولا اور بگ کے درمیان کارروائی کر رہا ہے دستہ کے ساتھ کراسنک کے قریب جو لبلن کے جنوب میں واقع ہے جارحانہ حملہ کیا- اور روسیوں نے دن بھر میں لبلن کے جنوب کی طرف جرمنوں کے دس سے زیادہ حملے پسپا کئے- روسی اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۱۵ء نمبر ۷

سائنس اور اسلام

گذشتہ سے پیوستہ

(شیخ فیروز الدین مراد صاحب - ایم - ایس - سی - بی - اے کے ایک انگریزی مضمون مندرجہ ہندوستان ریویو کا ترجمہ)

عالم کی برتری ؛ فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علیٰ سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء - یعنی ایک عالم کی ایک زاہد پر برتری کی ایسی مثال ہے - جیسے پورے چاند کی ستاروں پر اور عالم لوگ انبیاء کے وارث ہیں - تمام مسلمانوں پر تحصیل علم لازمی ہے - ابوہریرہؓ سے روایت ہے - عن ابی هریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلثۃ - من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ - یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کو تین چیزوں کے علاوہ اور ہر چیز کا صلہ ملنا بند ہوجاتا ہے - اور تین چیزیں یہ ہیں :-

ایک تو کوئی ایسی سخاوت جو قائم رہنے والی ہو مثلاً مسجد - کنواں وغیرہ - دوئم وہ علم اور تجربات جو انسان کیواسطے مفید ہوں - مثلاً کوئی تصنیف یا کوئی ایجاد یا تحقیق اور تیسری چیز اولاد صالح ہے "

ماسوا اس کے علم کے مفاد اور ضرورت پر زور دینے کے لئے یہ فرمایا گیا ہے - کہ ایک طالب علم کی روشنائی ایک شہید کے خون سے زیادہ متبرک ہے - اور نیز یہ کہ "من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی ترجع - یعنی جو شخص اپنے وطن کو علم کی تلاش میں چھوڑتا ہے وہ تادم واپسی راہ خدا میں سفر کرتا ہے خالق کے انتظام اور قدرت پر گھنٹہ کا مراقبہ ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے - مسلمانوں کو ان علوم کی تحصیل کیطرف بیحد متوجہ ہونا چاہئے - جن سے تعلیمات اسلام کا کچھ بھی تعلق ہے کیونکہ رسول مقبول صلعم کا فرمان ہے کہ جو شخص اسلام کی طرفداری کی غرض سے حصول علم میں فنا ہوجاتا ہے اس کے اور پیغمبروں کے درمیان بہشت میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا - "من جاءہ الموت وھو یطلب العلم یحیی بہ الاسلام فبینہ وبین النبیین درجۃ واحدۃ فی الجنۃ"

علم کے ناجائز استعمال سے پرھیز } اور آخر میں علم کے ناجائز استعمال سے پرہیز اور بچاؤ کرنے کے لئے رسول مقبول صلعم فرماتے ہیں :-

الا ان شر الشر شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء - یعنی علما کا بد ہونا ان کو بد سے بدتر بنا دیتا ہے اور ان کا باعمل اور نیک ہونا افضل سے افضل تر کر دیتا ہے ؛

اصل منشاء اسلام :- اوپر بیان شدہ حوالہ قرآن مجید و حدیث سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اسلام کا خاص منشاء ہرگز حصول علم کے منافی نہیں ہے - بلکہ سائینس کا مطالعہ مسلمانوں کے واسطے خاص طور پر مفید بتلایا گیا ہے ؛

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا علمی شوق } ہم اپنے ایک دوسرے مضمون "سیرت اسلامی" میں کسی قدر تفصیل کیساتھ قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں علم کے صادق طالبوں کی چند مثالوں کا تذکرہ کر چکے ہیں - آپ کوئی اسلامی تاریخ لے لیجئے - اس میں آپ کو بہت سے ایسے لوگ نظر آئینگے جنہوں نے تمام عمر سائنس کی تکمیل میں صرف کر دی - انہوں نے پیدل ہی ہزارہا میل کا سفر محض ان جڑی بوٹیوں کے خواص جاننے کی غرض سے کیا جو ان کے ملک میں نہیں پائی جاتی تھیں فی الحقیقت انہیں لوگوں میں علمی جوش تھا -

ھماری جہالت کی وجھہ } ہمارے موجودہ تنفر علمی کی وجہ محض ہماری قابل افسوس مذہبی بےتوجہی ہے - قرون اولیٰ کے مسلمان اپنے مذہبی علوم و فنون میں کامل مہارت رکھتے تھے - اور اس وجہ سے تحصیل علم میں بہت کوشاں تھے ؛

خلیفہ منصور اور حقیقت میں چند اور مسلمان حکمران بھی سائینس کے بڑے شایق تھے - ان کے یہاں ان کے ذاتی رصد خانے تھے - چنانچہ ایک روایت ہے - کہ بادشاہ شارلمین شاہ فرانس نے مسلمانوں سے ایک نادر تحفہ حاصل کیا تھا - یہ تحفہ بارہ دروازوں کی ایک گھڑی تھی جس میں ہر گھنٹہ کے گذرنے پر ایک سوار ہر دروازہ سے نکل آتا تھا - جس سے دن کے اوقات کا اندازہ کیا جاتا تھا - فرانس کے باشندے اس متعجب خیز گھڑی کی ساخت کے سمجھنے سے قاصر تھے ؛

علم ھیئت :- علم ہیئت کا مسلمانوں نے خاص طور پر مطالعہ کیا تھا - اور زمین کے قطر کی پیمائش منصور کے عہد میں ایک [illegible] طریقہ سے کی گئی تھی - یعنی ایک صحرا میں سفر میں مسافت طے کرنے کے بعد قطب ستارے جائے مقام میں جو فرق ہوجاتا تھا اس کے فاصلہ کو ناپ لیا جاتا تھا -

عربی اعداد :- وہ اعداد جن کو عربی اعداد سے موسوم کرتے ہیں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے علمی عروج کے قائم رہنے والی یادگاریں ہیں ڈاکٹر الیفریڈ رسل ویلیس کا خیال ہے کہ انسان نے تمام قرنوں میں صرف بیس معلومات اور اختراعات اعلیٰ درجہ کی کی ہیں (کتاب "عجیب و غریب صدی" حجم ۲۰۰ صفحہ - قیمت فی جلد ۱۰ / دفتر العصر منیروا پریس لکھنؤ) ؛

وہ اس میں سے تیرہ کا شمار انیسویں صدی عیسوی میں کرتا ہے - اور صرف سات کی بابت لکھتا ہے - کہ یہ وہ ہیں جنکی تحصیل انسان نے تمام پچھلے زمانوں میں کی ہے - ان سات میں ہی نے عربی اعداد کو ایک نہایت ممتاز جگہ دی ہے - اگر ہم ایک لمحہ کیواسطے اس اعدادی پیمانہ کے فوائد پر غور کریں - اور پہلے زمانہ کے تکلیف دہ طریقہ شمار کے مقابلہ میں اس کی سادگی اور سہولت کا اندازہ لگائیں - اور نیز اس واقعہ پر خیال کریں کہ عربی طریقہ کی ان ایام تبدیلی و ترقی تک میں بھی کوئی اصلاح نہیں ہوئی - تو ہم کو معلوم ہو جائیگا کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے علمی شوق کا دنیا پر ایک گرانبار احسان ہے - اور ہم یقین کرتے ہیں کہ ڈاکٹر ویلیس نے جو اس کو "تاریخ تہذیب میں انسان کی عظیم الشان کامیابیوں میں شمار کیا ہے تو بالکل حق بجانب ہے - اگر عربوں کے ایجاد کردہ حروف تہجی و اعداد شمار نہ ہوتے تو دنیا کی ترقی میں بڑی بھاری رکاوٹ پیدا ہو جاتی ؛

علم جبر مقابلہ و کیمیا :- نیز جیسا کہ خود لفظ الجبرا سے ظاہر ہوتا ہے جبر مقابلہ مسلم ذہانت ہی کا نتیجہ ہے - موسیٰ ابن جابر کا کمال علم کیمیا میں کسی سے پوشیدہ نہیں ہے - اس زمانہ میں چھاپہ خانہ کی قسم سے کوئی چیز نہ تھی اس وجہ سے بہت افسوس ہے کہ مسلمان ان خزانوں کو کھو بیٹھے جن کو ان آباؤ اجداد نے بڑی محنت و جانفشانی سے حاصل کیا تھا - ان کی طلب علم اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ان لوگوں کو جو علم ہیئت اور علم تشریح الابدان میں کامل دسترس نہ رکھتے تھے - ذات باری تعالیٰ کو اچھی طرح پہچاننے کے لائق نہ سمجھتے تھے - من لم یعرف الھیئۃ والتشریح فھو عنین فی معرفۃ اللہ ؛

(باقی آئندہ)

نوٹ اور رائیں

آسام میں طغیانی اور پنجاب میں خشک سالی

آجکل آسام سے طغیانی کی متواتر خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہولناک اور سنسنی خیز واقعات سننے میں آئے ہیں جو بدن پر رونگٹے کھڑے کر دینے والے ہیں کہیں ریلوں کی سڑکوں کے بہ جانے ۔ پلوں کے ٹوٹنے اور ریلیا ؤں کے مسمار ہونے سے مسافر جنگلوں میں آوارہ اور سرگرداں ہیں۔ کہیں فصلوں کی بربادی ۔ مکانوں کی چھتوں کے بہ جانے ۔ اور تیز و تند بارش کے سیلاب سے گاؤں کے گاؤں بہ جانے سے غریب و بیکس کسان خاندان برباد ہو رہے ہیں ۔ ایکطرف یہ حالت ہے ۔ اور دوسری طرف پنجاب بالخصوص اہل لاہور پر ایک نظر ڈالو ۔ تو ان غریبوں کو بارش نہ ہونے کیوجہ سے ایک طرف گرمی کی شدت اسپر رمضان المبارک کا زور ۔ اور دوسری طرف قحط سالی کی روز افزوں بدتر حالت نے اس قدر پژمردہ کر رکھا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ۔ اگر کہیں آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نظر آجاتا ہے ۔ تو اسوقت ان غریبوں کی حالت امید و بیم کا نظارہ دیکھنے کے قابل ہوتا ہے ۔ رات دن بیچارے درگاہ الٰہی میں دست بدعا ہیں اور شدت گرمی سے کراہ رہے ہیں ۔ الغرض آسام اور پنجاب کی تباہی کے یہ مختلف اور تباہی خیز حالات بہت ہی عبرت انگیز ہیں ۔ کاش اب بھی ہمیں دنیا کے لامتناہی بکھیڑوں اور ناواجب مصروفیتوں سے اتنی فرصت ہو ۔ کہ ہم درگاہ الٰہی میں عجز و نیاز کیساتھ سر جھکا کر اپنے گناہوں کی معافی کے خواستگار ہوں اور عملی طور پر صراط مستقیم پر قائم ہو کر ان آئے دن کی مصائب سے چھوٹیں ۔

عوام کی طرف سے اصلاح کی خواہش

آج کے صیغہ اقتباسات میں لوکل ہمعصر سنیدار پنجاب "امرت سر میں شراب کی دوکانیں" کے عنوان سے جو نوٹ مقتبس ہے ۔ اس میں ذیل کے فقرات ہندوستانی پبلک کے خاص طور پر قابل غور ہیں :

"مسٹر چارلس رابرٹس سے بحیثیت نائب وزیر ہند دیوان عام میں سوال کیا گیا کہ امرتسر کی آب کاری اصلاح کو دیگر مقامات میں بھی وسعت پذیر ہونے کی اجازت دی جائے ۔ جس کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ لارڈ کریو کے مراسلہ بنام گورنمنٹ ہند کے چھٹے پیراگراف میں ان تمام مقامات میں ایسا کرنے کی اجازت ہے ۔ جہاں عوام کیطرف سے اس قسم کی اصلاح کی خواہش ظاہر کی جائے ۔"

منقولہ بالا فقرات سے ظاہر ہے کہ گورنمنٹ اس سخت مصروفیت کے عالم میں بھی اپنی ہندوستانی رعایا کی اصلاح و بہتری کیلئے کسقدر فکرمند اور کوشاں ہے اور جلی کردہ الفاظ بتاتے ہیں کہ گورنمنٹ کی ہمدردی اور مصلحانہ امداد کو حاصل کرنے کے لئے کن وسائل کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے ۔ ہندوستان اپنی پیداوار نیز تمدنی و اقتصادی اعتبار سے ایک زرخیز ملک ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ اگر اس کی اس زرخیزی سے جائز فائدہ اٹھانے کی پورے طور پر کوشش کی جائے ۔ تو ہندوستانی بہت جلد مالدار اور ذی وجاہت ہو سکتے ہیں ۔ لیکن افسوس ہے کہ ان باتوں کی طرف سے منہ پھیر کر اور انہیں دانایان یورپ کے غور و فکر کے لئے ترک کر کے آج ہمارے ہندوستانی بھائی بالعموم عیش پرستی اور استعمال مسکرات سے اپنے علم و عقل کو بالائے طاق رکھدینے کے درپے ہیں ۔ اور اس طرح سے اپنے بہت سے روپیہ کو ضائع کرتے چلے جاتے ہیں ۔ ایسی حالت میں کیا یہ ضروری نہیں ۔ کہ گورنمنٹ کی مذکورہ بالا رعایت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہر شہر میں صدائے احتجاج بلند کی جائے ۔ اور عوام کی طرف سے نہ صرف اس بات کی ہی خواہش ہو ۔ کہ شراب کی دوکانیں ہر شہر میں سے اٹھوا کر باہر نکال دی جائیں ۔ بلکہ ان دوکانوں کے قطعًا بند کر دینے کے لئے گورنمنٹ کو مجبور کر دیا جائے ۔ گورنمنٹ تو ہماری ہر ایک خیر خواہی و بھلائی پر آمادہ ہے ۔ ہاں کسر صرف اس بات کی ہے ۔ کہ ہماری طرف سے کوئی خواہش نہیں کی جاتی ۔ اور یہ تو مسلمہ امر ہے ۔ کہ بغیر روئے نہ ہی ماں اپنے بچے کو دودھ دیتی ہے ۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اپنے افضال کی بارش نازل فرماتا ہے ۔ ہاں اپنے اندر ایک اضطراری حالت پیدا کرو ۔ اور مضطر ہو کر اس سے مانگو ۔ تو دیکھو پھر اس کا فضل کیسے دستگیری فرماتا ہے ۔

ایک پرائیویٹ سکریٹری چور کی حیثیت سے عدالت میں

الہ آباد کا ۹ جولائی کا یہ تار بہت ہی تعجب انگیز ہے ۔ کہ ریاست نیپال کے پرائیویٹ سیکریٹری مسٹر روس جائنٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک چور کی حیثیت میں پیش ہے ملزم پر راجکمار نیپال کے کیش بکس سے پچاس ہزار کی مالیت کے جواہرات اور کرنسی نوٹ چرا کر بہت دنوں سے مفرور تھا ۔ اب مدراس میں عیاشانہ طور پر بے تحاشا روپیہ صرف کرتا ہوا پکڑا گیا ۔ اور اس کے پاس سے چوری کا مال برآمد ہوا ۔ اس چوری کی کہانی یوں بیان کی جاتی ہے ۔ کہ ملزم پرنس کرم شاہ کیساتھ نیپال گرانڈ ہوٹل الہ آباد میں تھا ۔ کہ اچانک راجکمار نے اپنے بستر سے اٹھکر دیکھا کہ وہ گم ہے ۔ اور چالیس ہزار کے موتی اور دس ہزار کے کرنسی نوٹ بھی چرا لیگیا ۔ اس واقعہ کی اطلاع پولیس کو دی گئی ۔ جس پر تفتیش شروع ہوئی ۔ اور اب ہوتے ہوتے خود ملزم کے افعال نے اُسے پکڑوا دیا ۔ افسوس کہ ایسے ہی پرائیویٹ سکریٹریوں نے اپنی کمینہ خصلت کے باعث ملک کو بدنام کر رکھا ہے ۔

توہین مذہب اور مسلمان

توہین مذہب ایک ایسی ناواجب اور ناجائز حرکت ہے کہ جسکی اسلام نے کسی حالت اور کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دی کسی دوسرے مذہب کے بتوں کو مذہبی جوش تعصب میں توڑ پھینکنا تو ایکطرف رہا ان کو گالیاں دینے سے بھی قرآن کریم نے صاف الفاظ میں منع فرمایا ہے ۔ لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ لیکن باوجود اس کے بعض مسلمانوں کی طرف سے ایسی ناواجب حرکات کا سرزد ہونا کہ جن سے دوسروں کے مذہب کی توہین ہو ۔ اس قرآنی حکم کی صریح خلاف ورزی ہے ۔ ہم نہیں کہہ سکتے ۔ کہ علی پور بنگال میں ایک ہندو مسمی گریش چندر بورا اور ملا نصیر الدین کی درمیان جو توہین مذہب کا مقدمہ چل رہا ہے وہ کن واقعات پر مبنی ہے اور اس لئے ملا نصیر الدین کے کسی فعل پر جب تک اس کی صحت روایت کا ثبوت نہ ہو کوئی رائے نہیں دی جا سکتی لیکن اگر صورت واقعات اسی طرح ہے ۔ جیسا کہ ایک لوکل ہمعصر نے بیان کی ہے ۔ کہ ملا نصیر الدین معبد اور مسلمانوں کے ایک مندر میں گھس گیا ۔ اور مندر سے مورتیاں نکال کر شارع عام پر پھینک کر توڑ دیں " تو اس میں شک نہیں ۔ کہ یہ بہت ہی نفرت انگیز حرکت ہے ۔ جو اسلام کے صریحًا خلاف ہے ۔ اور اس لئے کوئی سچا مسلمان ملا نصیر الدین کے اس فعل کو جائز قرار نہیں دے سکتا ۔

حضرت امیر الملت جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب
حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ایدھما اللہ تعالیٰ
کا پتہ یہ ہے : بمقام ایبٹ آباد بنگلہ شہزادہ بجارا

رسالہ مسیح یا محمدؐ پر ایک تنقیدی نظر

(گذشتہ سے پیوستہ)

قولہ - "قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس امر کا ذکر ہے - کہ جب کفار نے محمدؐ صاحب سے نشان طلب کیا - تو اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ کو میرے ذریعے نشان دکھلانا منظور نہیں"

اقول - الزامی جواب - جب خداوند یسوع مسیح سے فریسی اور فقیہی نشان طلب کرتے ہیں تو وہ بھی آگے سے انکار ہی کرتا ہے - ملاحظہ ہو متی کی انجیل باب ۱۲ ورس ۳۸ و ۳۹ "بعض فقیہوں اور فریسیوں نے اس سے کہا اے استاد ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں اس نے جواب دیکر اُن سے کہا اس زمانے کے بُرے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان اُن کو نہ دیا جا دے گا"

حقیقی جواب - نادان انسان غور نہیں کرتا - کہ نشان دکھلانا ایمان پیدا نہیں کر سکتا - بلکہ صرف اس سے تصدیق ایمان ہوتی ہے اور نہ صرف نشان سے نبی کی پہچان ہوتی ہے - مسیح کے وقت میں بہت سے جھوٹے نبی نشان دکھلاتے تھے جو کہتے تھے - کہ ہم بعلزبول کی مدد سے یہ کام کرتے ہیں - تو اگر محض نشان کوئی چیز ہے تو اُن سب کو عیسائی لوگ مسیح کے برابر رتبہ میں کیوں نہیں گردانتے -

جن آیات قرآن کریم کیطرف معترض نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہیں - ایک تو سورۂ عنکبوت کی انچاسویں آیت ہے :- وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ ط قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝ (ترجمہ) اور وہ کہتے ہیں کہ جب تک اُس کے خدا کی طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو - ہم ایمان نہیں لاویں گے، کہدو کہ نشان خدا کے پاس ہیں - اور میں ایک نذیر ہوں - اور حق کو ظاہر کرنیوالا ہوں -

دوسری آیت سورۂ بنی اسرائیل کی اکسٹھویں آیت ہے یعنی - وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ط (ترجمہ) اور نشانات کے ساتھ بھیجنے میں ہمیں کوئی چیز کم نہیں ہوا ہے اس کے کہ زمانہ قدیم کے لوگوں نے اُن کو جھٹلا دیا - ان آیات شریفہ میں کفار مکہ و یہود و نصاریٰ کے اُن مُنہ مانگے نشانات کیطرف اشارہ ہے جو آئے دن وہ طلب کرتے رہتے تھے - اور اُن کا جواب فرمایا ہے کہ تمہارے باپ دادوں کو جو نشان دکھلائے گئے تھے - وہ تو اُن کے حق میں مفید نہ ہوئے اب تم نشان سے کیا فائدہ اٹھاؤ گے -

دفعہ (۴) - قولہ - پھر سورہ انبیاء کی ۹۱ آیت میں مندرج ہے کہ ہم نے اس میں اپنی روح پھونکدی -

اقول - اس آیت کے ماقبل اور مابعد کیطرف مؤلف رسالہ نے غور نہیں کی اور نہ ہی بوجہ ناواقفیت بائیبل و قرآن کے روح پھونکنے کا محاورہ سمجھا ہے - سورہ انبیا - آیت ۸۹-۹۰-۹۱

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ ط إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ط وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ۝ وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ۝

آیات مذکورہ بالا میں انہی دو شخصوں کا ذکر ہے جن کا سورہ مریم رکوع اول و دوئم میں ذکر ہے - (یعنی زکریا اور مریم) حضرت زکریا پر رؤیا میں فرشتہ ظاہر ہوا اور بیٹے کی بشارت دی تو اُس نے اپنی بیوی کے بانجھ ہونے کی رکاوٹ پیش کی اس کے بارہ میں آیت ۹۰ میں لکھا ہے وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ ط کہ ہم نے اس کی بیماری کو دور کیا جب مریم کو رؤیا میں فرشتہ نے بشارت دی - تو اس نے مس بشری کی رکاوٹ پیش کی اس میں آیت ۹۱ میں لکھا ہے کہ اس نے شادی کر لی أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا محاورہ کے معنے عربی زبان میں شادی کر لینا ہے - دیکھو کتاب اقرب الموارد فی فصح العربیۃ والشوارد مطبوعہ بیروت جو تمہارے عیسائیوں کی مرتب کی ہوئی ہے -

نفخ الرّوح کے معنے زندگی ڈالنا ہے نادان انسان غور نہیں کرتے - ہر ایک حیوان میں خدا تعالےٰ نفخ روح کرتا ہے یعنی زندگی ڈالتا ہے - ہم نے تو سیکڑوں عورتیں اور حیوانات مشاہدہ کئے ہیں کہ جب خدا نے ان کے پیٹ میں نفخ روح نہیں کیا تو اُن کو مُردہ بچے پیدا ہوئے - دیکھو آدم علیہ السلام کی نسبت بھی قرآن کریم میں یہی محاورہ استعمال کیا ہے - نیز بائیبل میں بھی یہی لکھا ہے - خدا نے آدم میں نفخ روح کی وہ جیتی جان ہوا - نیز بنی نوع انسان کے لئے بائیبل میں مندرج ہے جب خدا نفخ روح کرتا ہے تو وہ جیتے ہیں جب اپنی روح پھیر لیتا ہے تو وہ مر جاتے ہیں -

دفعہ (۳) قولہ - قرآن صاف بتلاتا ہے کہ حضرت جبرئیل اللہ جلشانہ کی طرف سے حضرت مریم صدیقہ کو یسوع مسیح کی پیدائش کے قبل از وقوع خبر دینے کے لئے آئے - اور وہ جس نے در حالیکہ اس نے کسی آدمی کی صورت نہیں دیکھی -

اقول - قرآن کریم نے یہ تو کہیں نہیں لکھا - کہ مریم صدیقہ کے بطن سے بغیر مباشرت حضرت عیسٰیؑ پیدا ہوئے تھے - بلکہ صرف اتنا تحریر ہے حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش سے پہلے فرشتہ نے مریم صدیقہ کو ایک بیٹا پیدا ہونے کی خبر دی تھی - جن آیات قرآنی کیطرف مؤلف رسالہ نے اشارہ کیا ہے وہ سورۂ مریم آیت ۱۷ لغایت ۲۲ - وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۝ قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذَٰلِكِ ج قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ - وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا - وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا ۝

کیا معنے - یاد کرو تم مریم کا واقعہ جبکہ الگ ہوئی وہ اپنے خاندان سے مشرق کی جانب - پس اختیار کیا اُس نے اُن سے پردہ - پس بھیجا ہم نے اُس کی طرف اپنا فرشتہ - پس شکل اختیار کی اُس نے اُس کے لئے ایک کامل مرد کی - کہا مریم نے میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو پرہیزگار ہے - کہا فرشتہ نے تحقیق میں تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ بخشوں تجھے (خوشخبری) ایک نیک بیٹے کی - کہا مریم نے کیسے ہو سکتا ہے میرے لئے بیٹا - حالانکہ نہیں چھوا مجھے بشر نے - اور نہ ہوں میں بدکار - کہا فرشتہ نے یہ بات اسی طرح ہے (لیکن) فرمایا ہے تیرے پروردگار نے کہ یہ امر (یعنی مس بشر کرا دینا) ہم پر آسان ہے - تاکہ بنا دیں ہم اُس کو نشان واسطے لوگوں کے - اور یہ تھا امر قضا و قدر میں (باقی آئندہ)

وید اور آریہ سماج

دنیا کی شائد ہی کوئی مذہبی کتاب ہوگی جسکے ماننے والوں میں اس کے ملہمین اور تعداد میں اتنا اختلاف عظیم ہو جتنا کہ وید کے ماننے والے ہندوؤں اور آریوں کے درمیان ہے۔ سوامی دیانند صاحب فرماتے ہیں کہ پرمیشور نے شروع دنیا میں۔ چار ویدوں کو۔ اگنی۔ وایو۔ آدیتہ اور انگرس رشیوں پر الہام کیا۔ (رگوید بھاشیہ بھومکا صفحہ ۱)

مگر اس کے خلاف سناتن دھرم اور قریباً جملہ منقدیاں ہنود یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ "منڈک اپنشد و دیگر دھرم شاستروں و اتہاسوں (تواریخوں) اور پرانوں سے سری برہما جی کا سب سے پہلے ظاہر ہونا اور ویدوں کا الہام اُن کے ہردیہ (دل) میں ہونا پایا جاتا ہے۔ اور سری وید بیاس جی ویدانت سوتر کے پہلے ادھیائے کے تیسرے پاد میں صریح ویدکو نیتر (ابدی)، انادی اور قدیم ازلی اور سری برہما جی پر ظاہر ہوا مانتے ہیں"

(ہندو دھرم کی پہلی کتاب صفحہ ۳)

یہ اختلاف تو ملہمین کا تھا۔

سوامی دیانند صاحب ویدوں کی تعداد چار مقرر کرتے ہیں (رگوید بھاشیہ بھومکا صفحہ ۶) مگر سناتن دھرمی صاحبان صرف ایک وید مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسے موکش دھرم وغیرہ شانتی پرب کے اجزا ہیں اور شانتی پرب وغیرہ مہابھارت کے اجزاء ہیں ایسے ہی رگ و یجر و سام و اتھرب وید کے حصے ہیں۔ دراصل وید ایک ہی کتاب ہے۔ (آریتو پرکاش صفحہ ۳۳) خیر اس اختلاف کو تو ایک معمولی اختلاف کہا جا سکتا ہے۔ مگر سب سے مشکل امر یہ ہے کہ سوامی دیانند صاحب صرف ان چاروں ویدوں کو الہام الٰہی مانتے ہیں۔ مگر سناتن دھرمی صاحبان برہمن بھاگ بھی الہامی مانتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔ رگوید کے دو برہمن بھاگ (۱) اتریہ (۲) کوشتکی یجر وید کے دو منتر بھاگ (۱) شکل یجر وید (۲) کرشن یجر وید۔ شکل یجر وید کا برہمن بھاگ شت پتھ اور کرشن یجر وید کا برہمن بھاگ تیتریہ ہے۔ اتھرو وید کا ایک برہمن بھاگ گوپتھ ہے سام وید کے آٹھ برہمن بھاگ ہیں۔ آرشی شام۔ چھاندوگیہ۔ کٹھ۔ بنش۔ دیوت۔ بنش برہمن پراوڑھ۔ سنگھت۔ اوپنشد۔ یہ اختلاف کچھ کم نہیں۔ مگر اس سے بھی بڑھ کر قابل غور امر یہ ہے۔ کہ سوامی دیانند صاحب کے عقیدہ کو مدنظر رکھ کر اصل ویدوں کا بھی پتہ ملنا مشکل ہے جو ان چار رشیوں پر آغاز دنیا میں نازل ہوئے۔ سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش سملاس گیارہ دفعہ ۲۰ میں لکھتے ہیں:-

"وے جینی وید کے معنی نہ جان کر بیدوں کی لوپ لیلا کی بنیا دغلطی سے ویدوں پر مان کر ویدوں کی بھی مذمت کرنے لگے۔ اُس کے پڑھنے پڑھانے یگیوپویت وغیرہ اور برہمچریہ وغیرہ اصولوں کو بھی تباہ کیا۔ جہاں جتنی کتابیں وید وغیرہ کی پائیں اُن کو تلف کیا۔ آریوں پر بہت سا حکومت کا زور بھی چلایا تکلیف دی۔" اسی طرح اُپدیش منجری صفحہ ۱۳۱ پر سوامی صاحب فرماتے ہیں:-

"ان کی ہمت سے ورن آشرم وغیرہ کل مجلسی قواعد بگڑ گئے۔ اور ہزاروں پرانی آریہ کتابیں جلا دی گئیں۔" سوامی صاحب اسی پر بس نہ کرکے لکھتے ہیں کہ "مسلمانوں نے لکڑی کی جگہ کتابوں کو جلایا۔ جینیوں نے بھی ایسا ہی انرتھ کیا۔ (یعنی ودّیا کے پستکوں کو نشٹ کر دیا) سنا جاتا ہے کہ جب ۱۸۵۷ء میں دنگہ فساد ہوا تھا اُس وقت کسی ایک یورپین نے امرت سر اڈر بیشوا کے ضخیم کتب خانہ میں آگ لگا دی تھی۔" اُپدیش منجری صفحہ ۴۲۔ جب ویدوں کی نسبت اتنی تباہی سوامی صاحب خود تسلیم کرتے ہیں تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ خود وید اس سے کیسے بچ نکلے۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ وید بھی نابود ہو گئے ہوئے ہیں موجودہ کتب موسومہ وید چونکہ ایک مردہ زبان میں لکھے ہوئے ہیں اس لئے ناواقفوں کے سہارے کے لئے انہیں ہی وید کے نام سے مشہور کیا جا رہا ہے۔ ورنہ سوامی دیانند صاحب و سوامی درشنانند صاحب کی تحریروں سے پایا جاتا ہے کہ اوّل الذکر سوامی صاحب ۱۸۷۵ء تک اصل ویدوں کی زیارت سے بالکل محروم تھے۔ اور ادھر اُدھر تلاش میں تھے کہ کہیں سے اصل وید ہاتھ آ جائیں۔ مگر جب اُن کو ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑا تو ناچار ویدوں کی شاکھاؤں میں سے چار کو وید کا نام دے دیا۔ چنانچہ اُپدیش منجری صفحہ ۱ پر سوامی صاحب بیان کرتے ہیں کہ "رگوید کی اکیس شاکھا۔ یجر وید کی ۱۰۱ شاکھا۔ سام وید کی ایک ہزار شاکھا۔ اتھرو وید کی ۹ شاکھا تھیں۔ اس طرح یہ گیارہ سو اکتیس شاکھا پڑھنے پڑھانے کے لئے تھیں" اتنی ہی تعداد سوامی درشنانند جی نے ٹریکٹ موسومہ رگوید کے پہلے منتر کی ویاکھیا صفحہ ۲ پر نائی ہے۔ مگر اوّل الذکر سوامی صاحب جب اصل وید کے ملنے سے مایوس ہو گئے۔ تو ان شاکھاؤں میں سے چار کو تو وید قرار دے دیا اور شاکھاؤں کی تعداد ۱۱۳۱ سے ۱۱۲۷ قرار دے دی (دیکھو رگوید آدی بھاشیہ بھومکا)، سوامی دیانند صاحب کے ویدوں کو شاکھا قرار دینے میں ہمارے پاس مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔ (۱) سوامی دیانند صاحب کا مقرر کردہ رگوید حسب تحریر آشولائن گرہیہ سوتر کے شاکل شاکھا ہے۔ (۲) سوامی دیانند صاحب کا یجر وید۔ مادھینڈن شاکھا ہے چنانچہ اُس کے ہر ادھیاکے آخر میں یجر وید مادھینڈن شاکھا لکھا ہوتا ہے۔ اور شت پتھ برہمن کے ہر صفحہ پر اُس کو مادھینڈن شاکھا کا برہمن لکھا ہے۔ مہیدھر و اوبٹ بھاشیہ کاروں نے اپنی بھومکا میں اُس کو مادھینڈن شاکھا لکھا ہے کاتیائن منی نے اپنے بنائے پرتگیا سوتر اور سروانو کرم سوتروں کے شروع میں اُسکو مادھینڈن شاکھا ہی لکھا ہے۔ (۳) سوامی صاحب کے سام وید کو جین ہیوہ ہیں کوتھومی شاکھا لکھا ہے۔ (۴) سوامی صاحب کے اتھرب وید کو سائناچاریہ نے اپنے بھاشیہ کے اول میں شونکیہ شاکھا لکھا ہے۔ مندرجہ بالا شہادتوں سے ظاہر ہو گیا کہ آریہ صاحبان کے مول چار وید حقیقت شاکھا ہیں۔ جو منجملہ ۱۱۳۱ کے ہیں اور شاکھائیں حسب اعتقاد سوامی صاحب (دیکھو بھومکا) الہامی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آریہ صاحبان پر وہی مثل صادق آتی ہے۔ ؎

نہ دیکھا نہ بھالا صدقے گئی خالہ

آئندہ نمبروں میں ہم سوامی دیانند صاحب کے تسلیم کردہ ویدوں پر اُن کی مسلمہ تحریروں کی بنا پر مفصل لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں انشاء اللہ۔ اور اندرونی شہادتوں کی بنا پر ثابت کریں گے۔ کہ وید کا سہارا نرا ڈھکوسلا بازی ہے

(خاکسار خادم اسلام)

مرزا محمود احمد صاحب کی تقریر لاہور پر ایک ناقدانہ نظر

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

الغرض کسی ایک مجدد کا نام سمیں بتایا جائے جو ایسے وقت دنیا میں آیا۔ جب لوگوں میں آپس میں لڑائی جھگڑے نہ تھے۔ اور خدا تعالےٰ کے ساتھ قطع تعلق نہ ہو چکا تھا۔ لیکن اگر ایسا کوئی بھی مجدد نہیں جو دنیا میں امن وامان اور اتفاق و اتحاد کے وقت آیا ہو۔ اور اس وقت لوگوں کے تعلقات بھی خدائے تعالےٰ کے ساتھ پورے طور پر وابستہ ہوں۔ تو پھر اس لڑائی جھگڑے یا اللہ تعالےٰ کے ساتھ قطع تعلق کے وقت کو نبیوں کی بعثت کے وقت کے ساتھ مخصوص قرار دینا کسی صورت میں بھی درست نہیں ٹھیر سکتا۔ یہ تو ایک نشان ہے جو نبیوں اور دیگر ماموریں کے وقت میں بالاشتراک پایا جاتا ہے۔ اور درحقیقت دنیا کی یہی حالت کسی مامور کی متقاضی ہوتی ہے۔ خواہ وہ نبی ہو یا مجدد۔

پھر نبیوں کا جو یہ کام بتایا گیا ہے کہ وہ لوگوں سے دنائت (بزدلی) کو دور کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اور ہر نبی نے لوگوں کو دنائت سے بچایا۔ کیونکہ جھگڑے اور فساد دنایت کی وجہ سے ہوتے ہیں اور جن کے حوصلے بڑے ہوتے ہیں۔ انکے خدائے تعالےٰ سے تعلقات بھی بڑے ہوتے ہیں۔" اور اس دنائت کے ثبوت میں هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم پڑھکر اسبات پر زور دیا گیا۔ کہ جس وقت کوئی رسول مبعوث ہوتا ہے تو لوگ بوجہ دنائت کے کہدیتے ہیں کہ: "اجی ہم میں سے نبی" اور اس سے من وجہ حضرت مسیح موعود عم کی نبوت ثابت کی گئی۔ اور کہا کہ "کیونکہ جب دیر ہو جاتی ہے تو کم حوصلگی ہو جاتی ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود عم آئے۔" اس کے متعلق بھی اول تو یہ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ یہ دنائت کا پیدا ہونا نبیوں کی بعثت کے وقت کے ساتھ کیوں مخصوص ہے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام اولیائے کرام ومجددین اسلام کے وقت لوگوں میں عام طور پر یہی دنایت پائی جاتی ہے اور اسی کے دور کرنے کے لئے وہ بھی مبعوث ہوتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے حضرت اقدس کو نبی قرار دینا کسی صورت میں جائز نہیں ٹھیر سکتا۔ اور پھر هو الذی بعث فی الامیین رسولا کی آیت حضرت اقدس پر کیسے چسپاں ہو سکتی ہے۔ جبکہ فی الامیین کا لفظ صاف بتا رہا ہے۔ کہ اس میں ایک ایسے نبی کی طرف اشارہ ہے۔ جو ام القریٰ میں مبعوث ہوا۔ میاں صاحب کو چاہیئے کہ پہلے قادیان کو ام القریٰ یا وہاں کے لوگوں کو امی قرار دیں۔ اور پھر اس آیت سے حضرت اقدس کی نبوت پر استدلال کریں۔ اس آیت کے بعض دیگر الفاظ بھی میاں صاحب کے اس غلط استدلال کی تردید کر رہے ہیں۔ مگر وہ زیادہ بحث طلب ہیں۔ اس لئے ہم فی الحال انہیں نظر انداز کر کے اور طرف رخ کرتے ہیں۔ میاں صاحب نے ایک گول مول فقرہ میں یہ بھی بیان کیا کہ جو غرض تمام دنیا کے نبیوں کی تھی۔ وہی حضرت مسیح موعود عم کی تھی۔ اور جس بات کی طرف وہ بلاتے تھے اسی کا پیغام حضرت مسیح موعود عم نے دیا۔" اس کے جواب میں مجھے میاں صاحب سے یہ دریافت کرنا ہے۔ کہ تمام دنیا کے نبیوں کی غرض قرآن کریم نے ایک یہ بھی بتائی ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله۔ اور حضرت مسیح موعود عم اس کے متعلق ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۵ میں فرماتے ہیں کہ "جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ حدیثیہ کے رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔" اب میاں صاحب بتائیں کہ حضرت مرزا صاحب مطاع تھے۔ یا مطیع وہ خود فرماتے ہیں۔ کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی" اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ "صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس خود ایک دوسرے نبی کے مطیع تھے۔ نہ کہ مطاع اس لئے نبیوں کے آنے کی یہ غرض ان میں پوری نہیں ہوئی پھر قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه۔ جس سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے۔ کہ نبی ہمیشہ اپنی قوم کی زبان میں الہام کئے جاتے ہیں۔ مگر حضرت صاحب کو عربی۔ انگریزی۔ اردو غرض مختلف زبانوں میں الہام ہوئے۔ اس لئے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ باقی رہا یہ امر کہ جس بات کی طرف وہ بلاتے ہیں۔ اسی کا پیغام حضرت مسیح موعودؑ نے دیا" سو اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نبیوں کا ایک یہ کام بتاتے ہیں۔ کہ وہ چند پہلے احکام کو منسوخ کرتے ہیں۔ اور چند نئے احکام سُناتے ہیں (تریاق القلوب)

اب میاں صاحب بتائیں۔ کہ حضرت اقدسؑ نے کونسے پہلے احکام کو منسوخ کیا۔ اور کونسے نئے احکام دیئے۔ . . .

. . . .

میاں صاحب کی تعلّیاں

دوران تقریر میں مرزا محمود احمد صاحب نے چند ایسی باتیں بھی بیان کیں۔ جن کو تعلیوں کے نام سے موسوم کرنا شاید زیادہ موزوں ہو۔ انہوں نے اہل لاہور کو ایک مذہبی کانفرنس کے قیام اور حضرت اقدس کے آخری پیغام "پیغام صلح" پر کاربند ہونے کی دعوت دیتے ہوئے اپنے آپ کو کئی لاکھ کی جماعت کے خلیفہ کی حیثیت سے پیش کیا۔ مگر کیا میاں صاحب شمار وا عداد کے ذریعہ سے ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ وہ فی الواقعی کئی لاکھ کی جماعت کے خلیفہ ہیں۔ میں میاں صاحب کو بڑے زور کیساتھ چیلنج دیتا ہوں۔ کہ میدان میں اتریں۔ اور اپنے اس بیان کی صداقت میں اپنی تمام جماعت کے نام معہ پتہ وسکونت وغیرہ شایع کریں۔ اور کئی لاکھ تو ایک طرف صرف ایک لاکھ مریدوں کی فہرست ہی پیش کر دیں۔ حیرانی اور تعجب کا مقام ہے کہ کس طرح سے ایک بھرے جلسہ میں کھڑے ہو کر اسقدر سفید جھوٹ مرزا محمود احمد صاحب نے بولا اور دروغ گوئیم بر روئے تو کی ضرب المثل کو زندہ کیا۔ یہ ہے وہ خلافت مآب جس کا خدا کی طرف سے اس منصب پر مقرر کیا جانا بتایا جاتا ہے۔ اگر خدا کی طرف سے مقرر شدہ خلیفے اسی طرح جھوٹ بولا کرتے ہیں اور بھرے مجمعوں میں جھوٹی بڑیں ہانکا کرتے ہیں تو پھر یاد رکھو۔ کہ مریدان تمام خواہ شدہ والا معاملہ ہے۔ میں دیکھوں گا کہ اس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے جناب خلافت سے کیا کارروائی عمل میں آتی ہے۔ ورنہ یہی ایک امر اس خلافت مآب کے جھوٹا ہونے پر دال ہے۔

(باقی آئیندہ)

خلیفہ حبیب الدین پرنٹر پبلشر منیجر کے اہتمام سے احمدیہ پرنٹنگ پریس بلڈنگس لاہور چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے لئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست — بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
مہرِ او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت

سالانہ للعہ ششماہی ہے سہ ماہی عہ ماہوار ۹ر

رجسٹرڈ ایل ۱۰۹۳

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ

اخبار پیغامِ صلح لاہور

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ما ز نعمایم ہر نور و کمال — وصلِ دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قولِ او در جانِ ماست — ہر چہ زو ثابت شود ایمانِ ماست
از ملائک وز خبرہائے معاد — ہر چہ گفت آں مرسلِ رب العباد
آں ہمہ از حضرتِ احدیت ست — منکرِ آں مستحقِ لعنت ست
معجزاتِ او ہمہ حق اندر ست — منکرِ آں مورد لعنِ خدا ست
معجزاتِ انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست — ہر کہ انکار کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | بعثۃ المسیح | لاہور یکشنبہ ۲۵ جولائی ۱۹۱۵ء مطابق ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ | نمبر ۸

اقتباسات

ہندوستان کی تازہ خبریں

ایک پوسٹماسٹر کو چھ ماہ قید کی سزا: مسٹر ڈوویل ایڈیشنل سشن جج علی پور نے چک بلیاگھاٹ سب پوسٹ آفس کے پوسٹ ماسٹر لب ڈوداس چیٹرجی کو ایک رجسٹری شدہ چٹھی چھپا لینے کے جرم میں ۶ ماہ قید سخت کی سزا دی۔

مغویانہ پرچے چسپاں کرنے کے جرم میں گرفتاری: ڈھاکہ کی ایک تار مظہر ہے کہ ایک شخص عبدالعزیز نامی ۲۰ جولائی کی صبح کو مغویانہ پرچے چسپاں کرنے کے الزام میں پکڑا گیا۔

ڈاک گاڑی میں چوری: ملتان سے ۲۱ جولائی کی خبر ہے کہ ۱۸ جولائی کی رات کو ڈاک کے سات تھیلے جن میں رجسٹری شدہ چٹھیاں اور نقدی وغیرہ تھی لودھراں پاک پٹن لائن پر ریلوے میل سروس کے کمرہ سے چرائے گئے پولیس مصروف تحقیقات ہے۔

ایک مفرور نامی ڈاکو کو سزا: ملتان سے ۲۱ جولائی کی خبر ہے کہ جاٹن المعروف سردار راجو کئی فوجداری مقدمات میں مفرور تھا جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ خوفناک ڈاکوؤں کے ایک گروہ سے تعلق رکھتا ہے اور جو مجرم مالک کے گھر اکثر اوقات جاتا تھا۔ یہ شخص بھی مقدمات ڈاکہ زنی ضلع جھنگ کے متعلق مفرور ہے۔ خانیوال سٹیشن پر گرفتار کیا۔ اس وقت اس کے پاس ایک چھوی تھی۔ زیر دفعہ ۱۹-۲۰ قانون اسلحہ اس کا چالان کیا گیا۔ اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ملتان نے ملزم کو سات سال قید کی سزا دی۔

آسام میں سیلاب: آسام میں سخت سیلاب آیا ہے جس کی تفاصیل اب معلوم ہوئی ہے ان کا سلسلہ کنڈی تہ آب ہو رہا ہے۔ ۱۹۱۳ء کے سیلاب سے ۲ فٹ زیادہ پانی چڑھ گیا ہے۔ اور شاہراہیں تہ آب ہو رہی ہیں۔ آمد و رفت کے سلسلہ مسدود ہو جانے کے باعث سامان خوراک وغیرہ ناقابل حصول ہو رہا ہے۔ بعض حصص میں ریل اور تار کے سلسلے بالکل معطل ہو گئے ہیں۔ اور بنگلے اور دیگر مکانات سیلاب کے باعث گر گئے ہیں۔ کئی جانوں کا نقصان ہوا۔ کئی مکان معہ رہنے والوں کے سیلاب میں بہ گئے۔ چاول بھی دستیاب نہیں ہوتے۔ سخت گرانی ہو رہی ہے۔ کئی لوگ خانماں برباد ہو رہے ہیں۔ کئی مویشی غرقاب ہو گئے ہیں۔ سلسلہ ڈاک بھی منقطع ہو گیا ہے۔

سیلون میں کثرت باراں اور سیلاب: سیلون کے کئی حصوں میں سخت بارش ہوئی اور دریا سے کیلانی بسرعت تمام چڑھ رہا ہے اور کولمبو کے نواح میں نشیبی زمینیں غرقاب ہو رہی ہیں۔ کل مدیلکے دہانہ کا ریتلا بند ٹوٹ گیا ہے جس سے جمع شدہ پانی نکل پڑا لیکن کل رات کی بارش نے امدادی کارروائیوں کی وقعت بہت کچھ گھٹا دی ہے۔ تاہم ابھی گذشتہ سال جیسے تباہ کن سیلاب کا کوئی خوف نہیں ہے کسی نقصان جان کی خبر نہیں آئی۔

ایک فوجی کلرک کے خلاف مقدمہ غبن: ملتان ایک شخص بدری پرشاد نامی جو ملٹری کلرک ہے۔ عرصہ سے اس پر غبن کا مقدمہ چل رہا تھا۔ ابتداً ۲ جولائی کو عدالت سے اسپر زیر دفعہ ۴۰۹ تعزیرات ہند فرد جرم لگا دیا ہے۔

گورنر بمبئی حیدر آباد کو:- لارڈ اور لیڈی ولنگڈن ہز ہائینس حیدر آباد کے ساتھ ملاقات کرنے حیدر آباد تشریف لے جا رہے ہیں۔ ۲۵ جولائی کو پونہ سے روانہ ہونگے۔

ڈاکوؤں کی گرفتاری کے لئے انعام:- ضلع باقرگنج میں واقعہ موضع غزالپور بندر جو تھانہ بھولا سے ۸ میل شمال کی طرف واقع ہے اس میں گذشتہ دنوں ایک سخت خوفناک ڈاکہ پڑا تھا اسکے متعلق اب انسپکٹر جنرل پولیس بنگال نے اعلان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی اطلاع بہم پہنچائیگا جس سے ان ڈاکوؤں کی گرفتاری عمل میں آسکے تو پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔

ایک سٹیشن ماسٹر کی بریت:- ہرمولس بینرجی سٹیشن ماسٹر تارکشور کو ایک مسافر گاڑی اور ایک مالگاڑی میں تصادم ہو جانے کے باعث ایک سو روپے جرمانہ کی سزا ہوئی جس کے خلاف ملزم نے سٹیشن ماسٹر کو بری کر دیا کہ تصادم کے وقت وہ ڈیوٹی پر نہ تھا۔

جالندھر میں ایک وکیل پر اغوا کا مقدمہ: جالندھر میں لالہ کرم چند وکیل پر جو ایک عورت کے اغوا کا مقدمہ چل رہا ہے۔ اس میں بروز شنبہ شہادت صفائی پیش ہوئی کئی گواہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے ملزم کو عورت کے ساتھ تانگے پر سوار ہوتے نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی کوئی چیخ سنی۔ ایک اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے بیان کیا کہ ملزم موضع دگھوڑی کے پٹھانوں اور انکے کاشتکاروں کے کئی باہمی مقدمات میں موخر الذکر کی طرف سے پیش ہوتا رہا ہے چنانچہ اس وجہ سے پٹھان لوگ اسے پسند نہیں کرتے۔ صفائی کے گواہ

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

پیرس کی سرکاری رپورٹ: (لندن- ۲۴ جولائی پیرس) کل شام کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دن کو بالعموم سکون رہا- دشت پر بیٹر پر جمعرات کی شب کو فرانسیسیوں نے حملہ کرکے خندقوں کی ایک لائن واپس لے لی- جرمنوں کے دو جوابی حملے پسپا کیے گئے- ایک ہوائی دستے نے کانفلانس ایں گارنس کے سٹیشن پر بم گرائے انہوں نے دو ہوائی جہازوں کو نیچے اترنے پر بھی مجبور کیا-

وارسا کے لیے شدید جنگ- (لندن ۲۴- جولائی) بجکر ۵ منٹ شام- ا سٹرڈم- برلن کی آج شب کی سرکاری اطلاع سے ظاہر ہوتا ہے- کہ وارسا کے لیے جنگ ویسی ہی تندی سے جاری ہے- اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ روسی تمام محاذ پر ہر ایک ضروری اور اہم موقع پر کامیابی سے جمے ہوئے ہیں- تمام قلعے جرمنوں کو پیچھے دھکیل رہے ہیں- اور ضروری ضروری ریلیں تا حال صحیح سالم ہیں-

جرمن کہتے ہیں کہ ہمیں صوبجات بالٹک میں کامیابی ہوئی ہے- لیکن اپنے عظیم حملے کی نسبت جو دریائے ناریو کے روسی قلعوں کی لائن پر کیا گیا ہے جرمنوں کا قول ہے کہ غنیم نے اپنے بے سود جوابی حملے بند کر دیے ہیں-

روسی تارپیڈو کشتیوں کی سرگرمی- (لندن ۲۰- جولائی) پیٹروگراڈ- روس کی تارپیڈو کشتیوں نے ٹرکی کے بار برداری کے ۹۰ جہازوں کو تباہ کر دیا ہے- جو طرابزون کو سامان حرب لے جا رہے تھے-

دردانیال کے برطانی نقصانات- (لندن ۱۹- جولائی) ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-

مقتول:- کپتان ۲- دوئم لفٹنٹ ۲-

زخموں سے ہلاک:- لفٹنٹ ۱-

اور جو زخموں سے ہلاک بتلائے جاتے ہیں- کپتان ۱-

مجروح:- میجر ۱- دوئم لفٹنٹ ۳-

مفقود الخبر:- کپتان ۱- لفٹنٹ ۲- دوئم لفٹنٹ ۲ (متذکرالذکر دونوں دوم لفٹنٹ کل کی فہرست میں مجروح اور مفقود الخبر دکھائے گئے تھے- اب رائٹر نے اسکی صحت کر دی ہے-

(لندن ۲۰- جولائی) ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے-

مقتول:- کپتان ۱- دوم لفٹنٹ ۲-

زخموں سے ہلاک ۱- لفٹنٹ ۱-

مجروح:- میجر ۳- کپتان ۲- لفٹنٹ ۱- دوئم لفٹنٹ ۱-

مفقود الخبر کپتان ۱-

(لندن ۲۱- جولائی) ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے-

مقتول کپتان ۱- لفٹنٹ ۲- دوئم لفٹنٹ ۳-

زخموں سے ہلاک:- کپتان ۱- لفٹنٹ ۴-

مفقود الخبر:- کپتان ۲- لفٹنٹ ۱-

(لندن ۲۲- جولائی) دردانیال کے حسب ذیل ہندوستانی نقصانات کا اعلان کیا گیا-

بحیرہ روم کی مہم کی ۳۳ ویں فہرست-

مقتول:- کپتان ایم- ایف- ریٹے آئی ایم- ایس (۵ گورکھاز)

خلیج فارس کے نقصانات کی ۶۶ ویں فہرست

مقتول:- میجر ایچ ڈبلیو- ایف کروک- میجر ایس مارٹن- کپتان جی مسلی سمتھ لفٹنٹ ایم برک بیک لفٹنٹ جے سی ہیورفیلڈ (۴۸- پنجابیز) دوئم لفٹنٹ این ایم ہتھورن (۹۰ پنجابیز)

مجروح:- دوئم لفٹنٹ اے آر ڈینس (۴۸ پایونیرز)

مفقود الخبر:- کپتان سی- ایچ لی ایم نکلسن (۲۴ پنجابیز)

خلیج فارس کے نقصانات کی زاید فہرست

(لندن ۲۱ جولائی) کپتان بی بی ہیروچا انڈین میڈیکل سروس کے مجروح ہونے کا اعلان کیا گیا ہے-

جنگ کی خبریں براہ شملہ

(شملہ ۲۳- جولائی) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو سکرٹری آف سٹیٹ ہند سے ذیل برقی پیغام مورخہ ۲۲- ماہ حال موصول ہوا ہے-

صوبجات بالٹک کی جنگ:- آسٹروی جرمن جارحانہ کارروائی مزید ترقی کر گئی ہے- ایک روسی رپورٹ مظہر ہے- کہ صوبجات بالٹک میں ریگا شاولی کے علاقہ میں ایک معرکہ وقوع پذیر ہوا- اور ایک جرمن اطلاع مظہر ہے کہ روسی پسپا ہو رہے ہیں اور شاولی کے مغرب کو آخری خندقیں چھین لی گئی ہیں- مشرق کی سمت میں تعاقب جاری ہے- جرمنوں کا دعوے ہے کہ ہم نے مریم پول کو والو سٹرک پر ۳ روسی مورچوں پر قبضہ کر لیا ہے- جو ایک دوسرے کے پیچھے واقع تھے-

ناریو کا محاذ- ناریو کے محاذ کے بارے میں ایک روسی اطلاع مظہر ہے کہ غنیم نے آسٹرولنکا پر گولہ باری کی اور ۲ ایک پل کے مورچہ بند سرے کی جانب بڑھنے کی کوشش کی جو روزانی اور پلوٹسک کے درمیان واقع ہے روسیوں نے دریا کے مغربی کنارہ پر مقامی طور پر حملے کیے- اور غنیم کو کچھ فاصلہ تک پیچھے ہی ہٹا دیا-

ایک جرمن سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ اس مورچے کے خلاف جس میں تا حال روسی جمے ہوئے ہیں- اور جو نوووگوراڈ کے شمال کو ناریو نوسٹرا کے محاذ پر واقع ہے ہمارے حملے کامل طور پر کامیاب ہوئے- اور روسی پسپا ہو گئے- جرمن یہ بھی کہتے ہیں کہ ناریو پر مزید جنوب کو بمقام روزان جو دریا کے مغربی کنارے پر واقع ہے- ایک مضبوط مورچہ ہم نے لے لیا- روسیوں نے ناریو پر سخت مقاومت کی- لیکن ان کے جانبازانہ جوابی حملے ناکام رہے- روسیوں نے ان حملوں کے لیے روزان کے مورچہ بند سروں پلوٹسک اور نوووجارجیوسک سے فوج نہایت عجلت کے ساتھ فراہم کی تھی-

وارسا کے جنوب مغرب کی حالت- ایک جرمن سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ بلونی گراجک محاذ پر جو وارسا کے مغرب کو اور ہزورارڈ کا لائن کے عقب میں ہے- روسیوں کو صرف مختصر آرام ملسکا ہے- اور روسیوں نے گراجک کے مغرب کو مستحکم و قلعبند مورچے دینے شروع کر دیئے- اور خود مشرق کی جانب پسپا ہو رہے ہیں-

وارسا کی ریل معرض خطر میں- ویچولا اور بگ کے درمیان غنیم بظاہر اس ریلوے لائن کے قریب آ پہنچتا جاتا ہے- جو وارسا کو جاتی ہے- ایک روسی اطلاع مظہر ہے کہ بیلن کی سمت میں روسیوں نے غنیم کی پیش قدمی کو روک دیا- ہیلم ... کے محاذ پر جو ریلوے سے ۸ میل جنوب کو واقع ہے غنیم کی جارحانہ کارروائی روک دی-

ایک اور روسی رپورٹ سوکوڈوز کے نواح میں خونریز جنگ کی مختصر نسبت ہے- مقام مذکور اس ریلوے سے ۵ میل جنوب کو واقع ہے- جو موضع ریکوویز کی سمت میں جو ہم سے بجانب غرب دس میل دور ریلوں پر واقع ہے-

خندقوں کا لین دین- جرمنوں نے دشت ایپریلونٹ میں فرانسیسی مورچوں پر حملہ کیا جو سینٹ میہل سے تین میل بجانب جنوب مشرق ہے- لیکن انہیں پسپا کر دیا گیا- ارگون کے مغربی کنارے پر غنیم نے کچھ فرانسیسی خندقوں پر قبضہ کر لیا- لا دی واسجیز میں منسٹر کے قریب مجنٹ پر دست بدست جنگ ہوئی اور فرانسیسیوں نے کچھ جرمن دفاعی کاموں پر قبضہ کر لیا-

فرانسیسی ہوابازوں کی سنعدی- فرانس کے ہوابازوں نے کانفلانس کے اہم ریلوے سٹیشن پر جو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغامِ صلح لاہور

جلد ۳ - مؤرخہ ۲۷ جولائی ۱۹۱۵ء - نمبر ۸

سائنس اور اسلام

(شیخ فیروز الدین مراد صاحب ایم - ایس - سی - بی ٹی کے ایک انگریزی مضمون مندرجہ ہندوستان ریویو کا ترجمہ)

(گذشتہ سے پیوستہ)

یورپ کا اخلاقی تنزل: - جب یورپ کی مسیحی سلطنتیں اخلاقی طور پر تنزل پذیر حالت میں آئیں اور بدیہات سائنس کا معیار انجیل تھی تب یہ مسلمانوں ہی کا کام تھا کہ انہوں نے سائنس کا مطالعہ جاری رکھا - اور اس کو یورپ کے قرون مظلمہ کی حرام موت سے بچایا - ایک مشہور فلسفی (شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی مرحوم سے مراد ہے) کا نہایت محققانہ قول ہے - کہ یونانی فلسفہ اور جدید سائنس کے درمیان ایک ناقابل گذر دریا حائل ہے اور دونوں کے درمیان اگر کوئی رابطہ اتصال ہے تو وہ فلسفہ اسلام ہے - ڈاکٹر ویبرلی کے قول کے مطابق قرون وسطی میں یورپ کے اوپر ایک جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی - یہ وہ وقت تھا جبکہ خیالات فاسد ہوگئے تھے - اور جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے اجتہادات مذہبی و مسائل سائنس بلا دلیل قبول کرانے سے علمی روح بالکل مردہ ہوگئی تھی قدرتی واقعات بجائے اس کے طبیعی اسباب سے منسوب کئے جاتے اخلاقی وجودوں سے منسوب کئے جاتے تھے - اور قوت متخیلہ نے علمی غور و خوض کی جگہ لے لی تھی - چونکہ پاتال کے رہنے والوں کا انجیل میں کہیں تذکرہ نہ تھا - اس لئے ان کے وجود سے انکار کیا جاتا تھا - جب اس طرح رکاوٹیں پیدا کی گئی تھیں - تو سائنس کے ہونے کی کیا امید کی جا سکتی تھی - بالآخر یورپ میں ایک مدت دراز تک علمی تحقیق کا مذاق قطعی بند رہا - جس کا نتیجہ دماغی سستی اور بیکاری ہی نکلا ؂

اسلامی علم ادب اور تہذیب کا نشو و نما: - ایسے نازک موقع پر جب کہ تمام یورپ ناشائستگی وجہالت میں غرق تھا مسلمان ہی تھے جو علوم و فنون کا بیج بو رہے تھے - اور مشعل علم سے دنیا کی رہنمائی کر رہے تھے - اسلامی تہذیب اس وقت جبکہ یورپ کی تہذیب محض ابتدائی مدارج طے کر رہی تھی اپنے شباب پر تھی - یہ اسلام ہی کے اثرات کا ظہور تھا

یورپ نے اسلامی سپاہ سے صلیبی جنگوں میں ملتے اور اسپین کے مسلمانوں کے وسیلہ سے بڑھا ہوا جس سے یورپ کی آنکھوں میں روشنی کی جھلک پڑی - یہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہم باوجود اس قدر شاندار ترقی حاصل کر چکنے کے اب اپنے آپ کو ایسا بنا لیں - کہ ہمارا شاگرد (یورپ) اسلام کو وہ مذہب بتلائے جو ترقی اور سائنس کے خلاف ہے ؂ معزز ناظرین کی دلچسپی اور نیز سیاق تحقیق کا سلسلہ قائم رکھنے کی غرض سے ہم اپنے مضمون "ترقی سائنس" میں سے جو ہندوستان ریویو بابت اگست ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا تھا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں -

یونان و اٹلی کا علمی تنزل: - جب یونان اور اٹلی جہالت میں ڈوبے - تو قرون اولی کے مسلمانوں نے علم کی شمع روشن کی اور یہاں تک عروج کیا - کہ ایک نئی سائنس کے موجد بن گئے - مصر سے جہاں وہ ارسطو کے فلسفہ و علم کیمیا سے واقف ہوئے تھے - شمالی افریقہ میں ہوتے ہوئے اسپین میں داخل ہوئے - اور یہاں ادب اور علوم ان کی زیر حکومت سلطنتوں میں سرسبز و شاداب ہوئے ؂

اسپین کے مدارس علوم: - اسپین کے مدارس علوم تھوڑے سے عرصہ میں تمام اطراف و جوانب کی مسیحی سلطنتوں کے طلباء سے بھر گئے - تعلیم یورپ کے تمام مشہور ملکوں میں جاری ہوگئی اور تیرھویں صدی عیسوی میں عربی طرز کے تعلیمیافتہ فن کیمیا کے استاد مقرر کئے گئے - اس سے یہ ثابت ہوگیا - مسیحی قرون وسطی کی علمی خشک سالی میں عربی ذہانت کس پیمانہ پر کام کر رہی تھی - اسپین میں مسلمانوں کے داخل ہوتے ہی ترتیب منشق نظم علم اور حسن مذاق نے پنپ سکتا تھا - جب ایک مسیحی کسان کسی مرض سے لاچار ہو کر گرجا کی طرف رخ کرتا تھا ایک مسلمان ایک طبیب حاذق سے رجوع کرتا تھا -

عربی عنصر جدید سائنس میں: - عربی عنصر جدید سائنس کی اصطلاحات میں بھی پایا جاتا ہے - یہ الحسن ایک عربی سائنسدان ہی تھا جس نے افلاطون کے اس بیہودہ خیال کو کہ روشنی کی شعاعیں آنکھ سے نکلتی ہیں جڑ و بنیاد سے کھود کر پھینکدیا - الحسن نے انحراف کو بھی معلوم کیا اور بطور ایک نتیجہ کے ثابت کیا کہ ہم سورج اور چاند کو ان کے غروب ہو جانے کے بعد بھی دیکھتے رہتے ہیں - اس نے سورج اور چاند میں جو افق کے نزدیک بظاہر فراخی پیدا ہو جاتی ہے اس کی بھی تشریح کی - اس نے مرکز ثقل کے اصول کو بخوبی سمجھ لیا تھا - اور اس کی امداد سے میزانوں اور دیہاتی پیمانوں کی تحقیقات سے کام لیا ؂

اس نے ثقل کو محض ایک کشش قرار دیا اور بستگی قوت کا انحصار (اگرچہ اپنی غلط فہمی سے) فاصلہ کی کمی و بیشی پر مبنی رکھا - اور اس کا تعلق محقق طور پر بتلایا - الحسن نے مقیاس الہارکی اصل کے نسبتی اوزان جنکو الحسن نے معلوم کیا تھا تقریباً ہمارے موجودہ زمانہ کے اوزان سے ملتے جلتے ہیں ان امر کو دیکھتے ہوئے اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ ڈاکٹر ڈریپر اس طریق عمل اور ان تجویزوں پر اظہار افسوس کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے یورپ کے علم ادب سے ان احسانات کو جو مسلمانوں نے یورپ پر کئے ہیں نظر انداز کرنے اور مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے -

موجودہ زمانہ کے مسلمانوں میں سائنس کی قلت: اس زمانہ کے مسلمان سائنس میں اسقدر پیچھے ہیں کہ یہ تصور کرنا بہت دشوار ہے کہ وہ کبھی اس علم میں دنیا کے رہنما تھے ؂

ڈاکٹر ڈریپر کا قول: - امر مابعد کے ثبوت میں ہم ڈاکٹر ڈریپر کے قول کا ایک اور حوالہ دیتے ہیں - "عربوں کی سائنس ان کے علم ادب کے ساتھ ہی ساتھ چل رہی تھی - جو نصرانی سلطنتیں جنوبی فرانس اور سسلی کے راستوں سے داخل ہوگئے تھے یورپ کا ان کو جلاوطن کیا جانا اور مذہبی اختلاف کا پھیل جانا اس کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا - کیونکہ پھر اس نے اٹلی کے شمالی حصص میں اپنا قدم بڑے استقلال سے جما لیا - جب ابن رشد (ابن رشد کا بگڑا ہوا انگریزی نام) نے ارسطو کے استقرائی فلسفہ کو عربی جامہ پہنا کر پیش کیا تو اس کے نہ صرف چند ظاہری بلکہ بہت سے خفیہ دوست پیدا ہو گئے اور بہت آدمیوں میں اس سے دلچسپی اور ان کے حصول کی قابلیت پائی گئی - منجملہ ان کے لیفارڈ ڈیوس تھا - جس نے ایک اصول بنیادی کا اس طرز پر اظہار کیا تھا - کہ صرف تجربہ اور مشاہدہ دلائل سائنس کے لئے قابل اعتماد بنیادیں ہیں اور یہ کہ صرف تجربہ ہی قانون فطرت کا قابل اعتبار ترجمہ ہے اور وہی فطرتی قوانین کی تحقیقات میں لازم و ملزوم سے ہے ؂

دوسرے نمبر میں ہم ان قوانین سائنس کی ماہیت پر بحث کرینگے جن سے اصلیت کی تحقیقات ہوتی ہے اور اصل تعلیمات اسلام سے ان کا مقابلہ کریں گے اور ان مسائل کو بتائیں گے کہ جہاں سائنس اور مذہب میں عام طور پر تناقض پیدا ہوتا ہے اس طریقہ سے ہمکو امید ہے کہ ہم اس امر کو ثابت کر دکھائینگے کہ حقیقت اسلام اور سائنس دو متضاد چیزیں نہیں ہیں اور نیز یہ کہ اس مسئلہ پر بحث صرف اس وقت ممکن ہے جب اصول اسلام کو بگاڑ کر اور تحریف کر کے دھکیل دیا جائے ؂ (سید علی اختر طالب علم بی اے سی کلاس مدرستہ العلوم - علی گڑھ)

(ازعلیگڑھ منتھلی گزٹ)

نوٹ اور رائیں

قماربازی میں معزز لوگوں کی شمولیت

ہندوستانیوں کی اخلاقی کمزوری اور عدم روحانیت

افسوس ہے کہ انہیں اس غربت کے عالم میں بھی رجوع الی اللہ کی طرف راغب بنانے کے بجائے دن بدن انہیں اور بھی پستی کی طرف لیجا رہی ہے - اور بہت سے معزز اشخاص بھی آئے دن طرح طرح کے فریبل اور ناروا سب الزامات میں ملوث پائے جاتے ہیں حال ہی کا ایک تازہ واقعہ ہے - کہ لکھنؤ میں بہت سے قمارباز گرفتار کئے گئے ہیں - جن میں بہت سے معزز اور کانپور تک کے لوگ شامل ہیں - معلوم نہیں - کہ یہ اعزاز کا طرہ مال و دولت کی کثرت نے انکے سر لگایا ہے - یا کہ کوئی خاندانی عزت و وجاہت انہیں حاصل ہے - کسی شخص کی اخلاقی و روحانی حالت کا پتہ اسی وقت لگتا ہے - جب اس کو ایسے وسایل میسر ہوں - جن سے وہ ایک غلط اختیار کر سکے یورپ کی روحانی کمزوری پر آج بہت سے شایستہ دماغ تبصرہ کرنے کو تیار ہیں - لیکن بہت ہی تھوڑے اسباب و وسایل کے میسر آنے پر خود ان کی شایستگی کا جو نظارہ دیکھنے میں آتا ہے - وہ بہت ہی قابل رحم ہوتا ہے - ایسی حالت میں اس شخص سے زیادہ رذیل کون ہے - جو اپنی مالی آسودگی یا خاندانی وجاہت کو پیش نظر رکھ کر اللہ تعالے کو بھلا دے اور اپنی ہوا و ہوس کو معبود بنا لے

ہندو مسلمانوں کا اتحاد اور مہاراجہ دربھنگہ کی کوشش

ہندو مسلمانوں کے اتحاد کے متعلق ایک مدت سے چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں - اور گو ان خوشنما تجاویز نے الفاظ سے نکلکر ابھی تک عملی پہلو اختیار نہیں کیا - مگر تاہم دونوں قوموں کے بعض ممتاز و سربرآوردہ اشخاص کا اس بارہ میں آواز بلند کرنا ان کے کامیاب مستقبل کا پتہ دیتا ہے لیکن قطع نظر اس بات کے کہ اس بارہ میں آجکل کے مجوزین و موئیدین کی رائے میں وجوہ نفاق کیا ہیں اور ان کے نزدیک صورت اتفاق کیا ہو سکتی ہے اور وہ کہاں تک صحیح ہے ہم اسقدر بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں - کہ مذہبی مناقشات اور اختلاف اعتقادات کو جب تک افراط و تفریط سے بچا کر حد وسط پر نہ لایا جائے - اور دونوں قوموں کی ناجائز عصبیت کو اس اتفاق کے مذبح پر قربان نہ کر دیا جائے - اس وقت تک دنیا کی کوئی چیز اس اختلاف کی خلیج کو بند نہیں کر سکتی - بہرحال مہاراجہ صاحب دربھنگہ کی اس بارہ میں سعی و کوشش (جنکا تذکرہ انہوں نے مسلمانوں کے ایک جلسہ میں کیا ہے) بہت ہی قابل قدر ہے ! - اور ہمیں امید ہے کہ بقول مہاراجہ صاحب یہ نیک اور پاک تجویز ابتدائی مخالفت کے بعد بالآخر کامیاب ضرور ہوگی - ہاں شرط یہ ہے کہ ہمت نہ ہار دی جائے - الاستقامت فوق الکرامت

نتائج جنگ کے متعلق ایک پادری کا بیان

جنگ اور عیسائیت کے مضمون پر نیو کیسل میں ڈرہم کے ایک پادری نے تقریر کرتے ہوئے جنگ کے بعض آئیندہ نتائج کا تذکرہ کیا ہے - اور عیسائیت کو موجودہ مشکلات سے بہت متاثر بتایا ہے - دوران تقریر میں پادری صاحب نے لوگوں کی امور مذہبی میں بیش از پیش دلچسپی اور اس کے ساتھ ہی بدیوں کی ترقی کے باعث اخلاقی حالت کے گر جانے کا بھی بطور آئیندہ نتائج کے ذکر کیا ہے - اس میں شک نہیں - کہ موجودہ جنگ کی وجہ سے عیسائیت کی حالت بہت ہی کمزور اور پتلی پڑ گئی ہے اور عیسائی دنیا میں عام طور پر اس کے مخدوش و متزلزل ہونے کا تذکرہ موجودہ جنگ نے چھیڑ رکھا ہے - لیکن ڈرہم کے پادری صاحب کا ایک طرف امور مذہبی میں لوگوں کی بیش از پیش دلچسپی اور دوسری طرف بدیوں کی ترقی اور اخلاقی حالت کے گر جانے کا تذکرہ کرنا انکے متناقض دماغ کا پتہ دیتا ہے - یا شاید پادری صاحب کے نزدیک امور مذہبی میں دلچسپی کے معنے اخلاقی حالت کا گر جانا اور بدیوں میں ترقی کرنا ہی ہو - یا وہ شاید ان باتوں کو مذہبی دلچسپی کا ہی باعث خیال کرتے ہوں - اگر ایسا ہے - تو ان باتوں کی آج بھی کمی نہیں - اور یورپ کے بہت سے موجودہ مناظر ان آنے والے نتائج کو پیشتر سے ہی پادری صاحب کے سامنے رکھے ہوئے ہیں ✽

امرتسر شہر کے ڈاکہ اور سردار بہادر اچھر سنگھ کے قتل کے مقدمات کا فیصلہ

بہت دنوں سے لاہور میں ڈاکہ اور قتل نیز سازش وغیرہ کے بہت سے مقدمات چل رہے ہیں - جن کی سماعت کے لئے ایک خاص عدالت مقرر ہے - انہیں مقدمات میں سے ایک مقدمہ زیر عنوان بھی بہت دنوں سے دائر تھا - جس کا آخری فیصلہ ۲۲ جولائی ۱۵ء کو سنایا گیا - ذیل میں سرکاری وکیل اور ملزموں کے پیروکار کی آخری تقاریر کا خلاصہ اور عدالت کا آخری حکم درج کیا جاتا ہے - وھو ھذا ✽

سرکاری وکیل کی تقریر

ملزمان کے وکلاء نے کہا - کہ ہم کوئی گواہان صفائی طلب کرنا نہیں چاہتے - اس کے بعد سرکاری وکیل نے گواہان استغاثہ کی شہادت پر سرسری ریویو کرتے ہوئے کہا - کہ ملزمان کا بیان ہے کہ ہم نے ایک فوجی سپاہی اور نائک چھتر کو قتل کیا ہے لیکن ملنگ اور گلاب کو قتل نہیں کیا - استغاثہ کی شہادت بہت زبردست ہے - چونکہ دونوں وارداتیں نہایت ظالمانہ طریقہ پر ہوئی ہیں - لہذا انہیں سخت سزائیں ملنی چاہئیں - نیز ان کی جائیدادیں بھی بحق سرکار ضبط کی جانی چاہئیں

مسٹر سانڈرس کا جواب

مسٹر سانڈرس نے جوابی تقریر میں کہا - کہ اگرچہ میرے موکلوں نے بہت سی باتوں کا اقبال کیا ہے مگر انہوں نے گلاب اور ملنگ کو قتل نہیں کیا لہذا اگر انہیں پھانسی کی سزا سے کوئی کمتر سزا دیجائے تو عین انصاف ہوگا ✽

شیخ میران بخش نے اپنے موکل کیلئے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہا - کہ بنتا سنگھ کے خلاف ایسی مکمل شہادت نہیں گذری کہ اسے پھانسی کی سزا دی جائے -

اس کے بعد سردار اچھر سنگھ کے قتل پر وکلاء کی اسی قسم کی تقریریں ہوئیں ✽

پانچوں کو پھانسی اور جائیداد ضبط

کمشنر صاحبان نے حکم سناتے وقت کہا کہ پانچوں ملزموں کالا سنگھ - بنتا سنگھ - چنن سنگھ - پریام سنگھ اور آتما سنگھ پر نائک چھتر گلاب اور ملنگ کے قتل کا جرم ثابت ہے - اس لئے ان سب کو زیر دفعات ۳۹۶ و ۳۰۲ و ۱۴۹ تعزیرات ہند پھانسی کی سزا دی جاتی ہے - کالا سنگھ اور چنن سنگھ کو سردار بہادر اچھر سنگھ کے قتل کے جرم میں بھی پھانسی کا حکم سنایا - نیز فرمایا کہ تمام ملزموں کی جائیدادیں بحق سرکار ضبط کر لی جائیں ✽

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

فہرست زر چندہ جماعت احمدیہ شملہ

بابت ماہ جون ۱۵ء

معرفت شیخ اللہ دین صاحب کمپاؤنڈر ٹیشر

نمبر شمار	اسمائے چندہ دہندگان	رقم (پائی)	(آنے)	(روپے)
۱	جناب مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے میڈیکل سپاہی	۰	۰	۲۵
۲	شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس	۰	۰	۲
۳	خواجہ خضر محمد صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴	شیخ عبدالحق صاحب کلرک اگزیمنر آفس	[illegible]	[illegible]	۱
۵	بابو دلاور خان صاحب پشاوری	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶	بابو فضل محمد صاحب محکمہ حرفت و تجارت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷	ماسٹر محمد شہباز خان صاحب اسلامیہ سکول شملہ	[illegible]	۸	[illegible]
۸	بابو جہنڈو خان صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس	۹	۱۲	[illegible]
۹	منشی محمد لطیف صاحب کمپوزیٹر	۹	۱۲	[illegible]
۱۰	شیخ اللہ دین صاحب	[illegible]	۸	[illegible]
۱۱	شاہ محمد خان صاحب کمپوزیٹر	[illegible]	۱	[illegible]
۱۲	رحمت علی صاحب	[illegible]	۱	[illegible]
۱۳	حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسی لاہور	[illegible]	[illegible]	[illegible]
	میزان	۶	۳	۳۵

رسالہ مسیح یا محمدؐ پر ایک تنقیدی نظر

(از مولوی فضل الٰہی صاحب پروفیسر اشاعت اسلام کالج لاہور)

(گذشتہ سے پیوستہ)

قولہ ۔ پھر دیکھئے کہ محمدؐ نے اپنے گنہگار ہونے کا اقرار کیا ہے ۔ بلحاظ پیدائش اور طرز زندگی کے وہ اور لوگوں کی مانند تھے ۔ اُس نے کئی مرتبہ شادی (نکاح) کی اور اپنے لئے بہت سی جوروئیں رکھیں ۔ اس کے متبنے زید کی مطلقہ بیوی زینب بھی اُن میں سے ایک تھی ۔ علاوہ ازیں محمد صاحب نے بہت سے خون کئے ۔

اقول ۔ ایک اعتراض نہیں بلکہ پانچ اعتراضات ہیں جو ایک جگہ جڑ دیئے ہیں ۔

(۱) "محمد صاحب نے اپنے گنہگار ہونے کا اقرار کیا ہے" **الجواب** ۔ مؤلف رسالہ کا اشارہ اس آیت شریف کی طرف معلوم ہوتا ہے :۔ فاستغفر لذنبک وللمؤمنین ۔ ترجمہ ۔ معافی مانگو اپنے گناہوں کیواسطے اور مومنوں کے گناہوں کیواسطے ۔

(الف) اس آیت شریفہ میں خطاب عمومیت کے رنگ میں ہے ۔ گو بظاہر بصیغہ مفرد ہے ۔ لیکن حقیقت میں تمام مسلمان مخاطب ہیں ہر ایک مومن کا کام ہے کہ دوسرے مومن بھائی کیواسطے دُعا مانگے ۔ دیکھو ! نماز جنازہ ۔ بیماری میں دُعا مانگنا وغیرہ ۔

(ب) اگر خدا سے معافی طلب کرنا گنہگار ہونے کی علامت ہے ۔ تو المسیح نے بھی یہی دُعا مانگی دیکھو خداوندی دعا "تو ہمارے گناہوں کو معاف کر جس طرح ہم اپنے گنہگاروں کو معاف کرتے ہیں"

(۲) "بلحاظ پیدائش اور طرز زندگی کے اور لوگوں کی مانند تھے ۔"

الجواب ۔ اگر محمد صلعم بلحاظ پیدائش کے اور لوگوں کی مانند تھے ۔ تو کیا مسیح کوئی انوکھی طرز سے پیدا ہوئے ہیں ۔ کیا وہ مدت معینہ تک شکم مادر میں نہیں رہے ۔ یا گندے خون سے پرورش نہیں پائی یا کیا مسیح زمین پر نہیں چلتے تھے ۔ یا کھانا نہیں کھاتے تھے ۔ یا پاخانہ پیشاب کی اُن کو حاجت نہ ہوتی تھی ۔ باقی رہا یہ جھگڑا ۔ کہ وہ بے باپ تھے ۔ سو اناجیل میں تو صاف لفظ لکھے ہیں کہ وہ یوسف نجار کا بیٹا تھا ۔ ملاحظہ ہو ۔ انجیل متی فارسی ترجمہ اندہنری مارٹن مطبوعہ کلکتہ ۱۸۴۲ء "ولد و یوسف شوہر مریم است و یسوع کہ مسیح موسوم است از وے زائیدہ شد"

باب ۲ ۔ ورس ۱۶

(اردو ترجمہ) متان سے یعقوب پیدا ہوا اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا ۔ جو شوہر تھا مریم کا جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا ۔ (انجیل متی باب ۲ ۔ ورس ۱۶)

کیا یہ یوسف بڑھئی کا بیٹا نہیں ہے ۔ اور اُس کی ماں مریم نہیں کہلاتی اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسیس اور شمعون اور یہودا اور اس کی سب بہنیں ہمارے ساتھ نہیں انجیل متی باب ۱۳ ورس ۵۵ و ۵۶ ۔

جس کا ذکر موسےٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے ہم نے اسے پایا ۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے ۔ انجیل یوحنا باب ۱ ورس ۴۵

باقی رہا قرآن کریم کا بیان ۔ سو قرآن کریم میں تو ہرگز یہ نہیں تحریر کہ حضرت المسیح بغیر باپ پیدا ہوئے تھے ۔ اور نہ ہی کسی اور نبی کا نسب نامہ لکھا ہے ۔ قرآن کریم میں تو متعدد مقامات پر انسانی پیدائش کا قانون قدرت تحریر کر دیا ہے ۔ چنانچہ فرمایا ۔ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۔ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ (ترجمہ) پس انسان کو غور کرنا کرنا چاہئے ۔ کہ کس طرح وہ پیدا کیا گیا ۔ وہ پیدا کیا گیا ٹپکنے والی منی سے جو صلب اور سینہ سے نکلتی ہے ۔

حضرت عیسےٰ کی نسبت قرآن کریم کا آخری فیصلہ سورہ آل عمران آیت ۵۲ لغایت ۵۵ میں حسب ذیل ہے ۔ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۝ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝

(ترجمہ) بیشک عیسےٰ کی مثال خدا کے نزدیک نوع انسان کی سی مثال ہے کہ اُس (نوع انسان) کو مٹی سے پیدا کیا ۔ پھر اُس کو کہا کہ ہو پھر وہ ہو گیا ۔ یہ سچ ہے تیرے پروردگار کی طرف سے پھر تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو ۔ پھر جو لوگ تجھ سے (حضرت عیسےٰ) کی ولادت کے بارے میں جھگڑا کریں ۔ بعد اس کے کہ العلم (قرآن) تیرے پاس آگیا ہے ۔ تو اُن سے کہو ۔ کہ آؤ ۔ حاضر کرتے ہیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور ہم خود حاضر ہوتے ہیں اور تم بھی حاضر ہو پھر ہم تم ہر ایک فیصلہ چاہتے ہیں ۔ پھر جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں گے ۔

ان آیات شریف میں چند الفاظ حل طلب ہیں ۔

اوّل آدم اس کے معنے جنس انسان ہیں ۔ ابو البشر نہیں ہیں ۔

دوئم ۔ ابتہال ۔ اس کے معنے دوسرے پر فیصلہ چھوڑنا ہیں ۔ مطلب یہ ہے ۔ کہ جب نجران کے عیسائی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے سوال پیش کیا تھا ۔ کہ حضرت عیسےٰ چونکہ بن باپ پیدا ہوئے ہیں ۔ لہذا وہ خدا ہیں ۔ اس کا جواب یوں خداتعالےٰ نے دیا کہ عقل کے اندھو ۔ مناظر قدرت اور مشاہدات فطرت کو دیکھو کہ باقی نوع انسان کی پیدائش جس طرح ہوئی ہے ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کی بھی ہوئی ہے ۔ اگر تم کو شک ہے تو ہم اپنے لڑکے لڑکیاں میدان میں نکالتے ہیں ۔ اور عیسائی اپنے لڑکے لڑکیاں میدان میں لا دیں یا تو ہمارے لڑکے لڑکیوں سے کوئی نکال کر دکھلا دیں کہ کون سا بے باپ ہے یا اپنا کوئی بچہ بے باپ نکال کر دکھلا دیں ۔ نیز ہم مسلمان اپنی عورتوں کو باہر لاتے ہیں اور عیسائی بھی اپنی عورتیں باہر لادیں ۔ پس یا ہمارے میں سے کوئی عورت دکھلاؤ ۔ جو بے شوہر بچے جنتی ہے ۔ یا کوئی عیسائی لیڈی دکھلاؤ ۔ جس کو بغیر شوہر کے بچے ہوتے ہوں پھر ہم خود بھی بیٹھتے ہیں اور تم بھی باہر آؤ ۔ یا تو ہم میں سے کوئی آدمی بتاؤ ۔ کہ وہ بغیر باپ پیدا ہوا ہے ۔ یا کوئی رشید کرسچین بول اُٹھے ۔ کہ وہ بے پدر پیدا ہوا ۔ فقد پس جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے ۔

(۳) "اُس نے کئی مرتبہ شادی کی اور اپنے لئے بہت سی جورواں رکھیں ۔"

الجواب ۔ شادی کرنا منصب نبوت کے برخلاف کام نہیں بلکہ عین قانون فطرت کے مطابق ہے ۔ دیکھو تمہاری بائیبل کیا کہتی ہے "اور خداوند خدا نے کہا ۔ اچھا نہیں کہ آدم اکیلا رہے میں اس کے لئے ایک ساتھی اس کی مانند بناؤنگا" (پیدائش باب ۲ ۔ ورس ۱۸) ۔

اور پھر لکھا ہے کہ "خدا کے بیٹوں نے آدمی کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وے خوبصورت ہیں ۔ اور ان سبھوں میں سے جسے جو پسند آئیں اپنے لئے جورواں کیں" (پیدائش باب ۶ ورس ۲)

نیز دیکھو ۔ اور خدا نے نوح کو اور اُس کے بیٹوں کو برکت دی اور انہیں کہا کہ پھلو اور بڑھو اور زمین کو بھرو ۔ (پیدائش باب ۹ ورس ۱)

نیز دیکھو خدا نے ابراہام کو کہا کہ تیری نسل کو زمین کی ریت کی مانند بناؤنگا ۔ (پیدائش باب ۱۳ ورس ۱۶)

اور پھر کہا کہ تیری نسل کو آسمان کے ستاروں کی تعداد میں بڑھاؤنگا ۔ (پیدائش باب ۱۵ ورس ۵)

اور متعدد بیبیاں تو ہر ایک نبی نے رکھیں ۔ دیکھو !

نوح - ابراہیم - لوط - اسحاق - موسیٰ - سلیمان داؤد - وغیرہ سب کو بائیبل نے نبی تسلیم کیا ہے اور سب کی متعدد جوروئیں تھیں۔

کیا سچا لیڈر وہی ہوتا ہے - جو صرف برہمچریہ زندگی کی تعلیم دیوے۔ یا انجیل کی طرح متضاد تعلیم دیوے - اور ایک طرف تو یہ کہے کہ "آختہ بن جاؤ" اور دوسری طرف یہ سکھاوے - کہ خادم الدین کے واسطے شادی شدہ ہونا لازمی ہے - اور بیوی میاں کبھی الگ نہ ہوں مگر صرف دعا کیواسطے تاکہ غلبہ شیطان میں نہ پھنس جاویں

اگر انجیل مقدس کا مذکورہ بالا بیان واقعی سچا ہے - تو مسیح نے بھی ضرور شادی کی ہوگی کیونکہ وہ اتنا بزرگ خادم الدین ہو کر اس شادی کے حکم کو کس طرح ٹال سکتا تھا۔ اور موجودہ سوانح عمریاں تو ناقص ہیں ان میں مسیح کی پوری لائف درج نہیں ہے چنانچہ یوحنا اپنی انجیل کے خاتمہ پر صاف اقرار کرتا ہے کہ "مسیح نے اتنے کام کئے - کہ اگر لکھے جائیں تو کتابیں زمین و آسمان میں نہ سماویں"

ٹ۔ اس کے متبنّٰے زید کی مطلقہ بیوی زینب بھی ان میں سے ایک تھی۔

الجواب - جاہل عرب اور خاصکر یہودیوں میں دستور تھا - کہ جس کو ایک دفعہ بیٹا کہتے تھے - اسکی بیوی کو اپنے اوپر حرام خیال کرتے تھے - لیکن عملی رنگ اس کے برخلاف تھا - اس واسطے اس امر کو رسول اکرم صلعم نے عملی رنگ میں صاف کر دیا - کہ جسکو بیٹا صرف زبانی کہا جاوے وہ اسکی بیوی - یا جسکو زبانی کبھی بیٹی یا بہن کہدیویں - صرف اتنا کہدینا نکاح کے امر میں مانع نہیں ہے۔

میں نے تو عمر کا ایک حصہ عیسائی صاحبان میں صرف کیا ہے - کہ جسکو سسٹر (بہن) کر کے پکارتے ہیں پھر اس سسٹر سے منگنی ہوتی ہے اور شادی کرکے تو مادر (ماں) کہنا شروع کر دیتے ہیں - اور منگیتر اور سالی کو بھی سسٹر کہا جاتا ہے - لیکن کبھی کسی پادری صاحب نے نکاح پڑھنے کے وقت اعتراض نہیں اٹھایا - کہ کیوں سسٹر کو وائف بناتے ہو۔

الزامی جواب - مسیح کے آباؤ اجداد میں سے یہودا نے اپنے سگے بیٹے کی بیوی تمر کو انگشتری اور بازوبند اور عصا دیکر جماع کیا - (ملاحظہ ہو پیدائش کی کتاب باب ۳۸)

نیز ملاحظہ ہو روت کی کتاب باب ۳ - ورس ۱۰)

بوعز - روت کو بیٹی کہتا ہے -

"وہ بولا خداوند تجھے برکت دے میری بیٹی"

اور پھر آگے چلکر اسی بیٹی کو وہ بیوی بناتا ہے - (ملاحظہ ہو - روت کی کتاب باب ۴ - ورس ۱۳ - ۱۷)

"تب بوعز نے روت کو لیا - سو وہ اس کی جورو ہوئی - اور جب اس نے اس سے خلوت کی - تو وہ خداوند کے فضل سے حاملہ ہوئی اور بیٹا جنی - اور انہوں نے اس کا نام عوبید رکھا - وہ یسّی کا باپ ہوا - جو داؤد کا باپ تھا"

ث قولہ - محمد صاحب نے بہت سے خون کئے

الجواب - محمد رسول اللہ نے ہرگز کوئی خون ناحق نہیں کیا - اُن کے جنگ صرف دفاعی طور سے تھے - جبکہ کفار کئی منزلیں طے کر کے اُن کے گھر لڑنے کیواسطے آئے تو حفظ امن کیواسطے رسول صلعم نے جنگ کا حکم کیا - یا اُس میں شامل ہوئے - پھر بھی اسیروں اور مفتوح اقوام سے وہ سلوک کیا جو کہ مہر تاباں کی طرح صفحہ تاریخ پر چمک رہا ہے۔

اور پھر دوسری طرف تو بائیبل نے صاف طور سے کفار کے قتل کرنے کا فتوے دیدیا ہے - بلکہ اُن کے مال و اسباب مکانات - باغات تک ختم کرنے کا حکم کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو گنتی کی کتاب :-

"اور اُن کو جو اُس زمین کے بسنے والے ہیں خارج کر دو - اور وہاں آپ بسو - کیونکہ میں نے وہ سرزمین تمہیں دی ہے - کہ اس کے مالک ہو" (گنتی باب ۳۳ - ورس ۵۳)

نیز ملاحظہ ہو :-

"جبکہ خداوند تیرا خدا تجھ کو اُس سرزمین میں جس کا وارث تو ہونے جاتا ہے - داخل کرے - اور تیرے آگے سے اُن بہت سی قوموں کو دفع کرے - یعنی - حتّیوں - جرجاسیوں - اموریوں - کنعانیوں - فرزیوں - حویوں اور یبوسیوں کو جو سات قومیں بڑی اور قوی تجھ سے ہیں - اور جبکہ خداوند تیرا خدا اُنہیں تیرے حوالے کرے - تو تو انہیں مار لیو اور حرم کیجیو - نہ تو اُن سے کوئی عہد کر لیو - اور نہ اُن پر رحم کر لیو - نہ اُن سے بیاہ کرنا - اُسکے بیٹے کو اپنی بیٹی نہ دینا - نہ اپنے بیٹے کیلئے اُن کی کوئی بیٹی لینا - (ملاحظہ ہو - کتاب استثناء باب ۷ - ورس ۱ و ۲ و ۳)

پھر ملاحظہ ہو کہ موسیٰ کے جانشین یشوعہ نے یریحو کے باشندوں سے کیا سلوک کیا "اور انہوں نے اُن سبکو جو شہر میں تھے - کیا مرد کیا عورت - کیا جوان کیا بوڑھا - کیا بیل کیا بھیڑ اور گدھا سب کو یکلخت تہ تیغ کر کے حرم کیا"

عی کے باشندوں سے یشوع کا سلوک :- "اور ایسا ہوا - کہ جب اسرائیل میدان میں اس بیابان کے درمیان جہاں اُن کا پیچھا کیا - عی کے لوگوں کو قتل کر چکے اور جب وے سب تہ تیغ ہوئے - یہاں تک کہ بالکل کھپ گئے - تو سارے بنی اسرائیل عی کو پھرے اور اُسے تلوار کی دھار سے مارا چنانچہ وے جو اُس دن مارے گئے مرد اور عورت بارہ ہزار تھے ...... اور یشوع نے عی کو جلا کر ہمیشہ کے لئے راکھ کا تودہ کر دیا۔ ...... اور اُس نے عی کے بادشاہ کو پھانسی دے کے شام تک درخت پر لٹکا رکھا - اور جونہیں سورج ڈوب گیا - یشوع نے حکم کیا کہ اس کی لاش کو درخت سے اُتاریں اور شہر کے پھاٹک کے رہگذر پر پھینک دیں اور اُس پر پتھروں کا بڑا تودہ کریں سو وہ آج کے دن تک ہے" (ملاحظہ ہو یشوع کی کتاب باب ۸ ورس ۲۴ لغایت ۲۹)

"اور ایسا ہوا کہ جب یشوع اور بنی اسرائیل نے اُن کو بہ شدت قتل کرتے ہوئے اس کام کو تمام کیا تھا - یہاں تک کہ وہ نیست و نابود ہوگئے" (یشوع باب ۱۰ ورس ۲۰)

اموریوں کے پانچ بادشاہوں سے یشوع کا سلوک :- "آخر یشوع نے اُنہیں مارا اور قتل کیا - اور پانچ درختوں میں پانچوں کو لٹکا دیا - سو وے شام تک درختوں میں لٹکے رہے" (باب ۱۰ ورس ۲۶)

مقیدہ کے باشندوں سے یشوع کا سلوک :- "اور اسی دن یشوع نے مقیدہ کو لیا اور اُسے تہ تیغ کیا اور اُس کے بادشاہ کو اور اُس کے سارے ذی روحوں کو ہلاک کیا - اُن سب میں سے اُس نے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا - اور مقیدہ کے بادشاہ سے وہی کیا جو یریحو کے بادشاہ سے کیا تھا - باب ۱۰ ورس ۲۸ -

لبنہ کے باشندوں سے یشوع کا سلوک :- "بعد اس کے یشوع نے اور اس کے ساتھ سارے بنی اسرائیل نے مقیدہ سے لبنہ کو کوچ کیا - اور لبنہ سے لڑا - اور خداوند نے اُسکو بھی اُس کے بادشاہ سمیت بنی اسرائیل کے قابو میں کر دیا اور اُس نے اُسے اور اُسکے سب ذی روحوں کو تہ تیغ کیا - اس میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑا - اور وہاں کے بادشاہ سے وہ کیا جو یریحو کے بادشاہ سے کیا" (ملاحظہ ہو یشوع کی کتاب باب ۱۰ ورس ۲۹ - ۳۰)

لکیس سے سلوک "اور خداوند نے لکیس کو اسرائیل کے قبضے میں کر دیا - اُس نے دوسرے دن اُس پر فتح پائی اور اُسے تہ تیغ کیا - اور سارے ذی روحوں کو جو اُس میں تھے - قتل کیا" (ملاحظہ ہو باب ۱۰ ورس ۳۱ و ۳۲)

(باقی آئندہ)

باش باش کر دیا جائے۔ نہ یہ کہ لکڑی یا پتھر کی صلیب لیکر توڑ دیجائے۔ ایسی صلیب کے ٹوٹنے سے کیا صلیب کا وجود دنیا سے مفقود ہو سکتا ہے؟ ایک کی بجائے اور ہزارہا لاکھوں صلیبیں بن جائینگی۔ اصل حقیقت صلیب توڑنے کی یہی ہے کہ صلیبی مذہب کو بیخ و بنیاد سے مع دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ توڑا جائے۔ سو کون نہیں جانتا کہ جسقدر صلیبی مذہب کے بخیے حضرت مرزا صاحب نے ادھیڑے ہیں۔ اس کی نظیر کہاں مل سکتی ہے۔ حتیٰ کہ خود صلیب پرستوں کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ مرزا غلام احمد عیسائیت کا قاتل دشمن ہے۔ اور فیصلہ کیا ہے کہ اس جماعت کے ساتھ کوئی عیسائی مشنری بحث نہ کرے۔ اس سے بڑھکر اور کیا صلیب توڑنا ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی قتل خنزیر کا معاملہ ہے۔ اہل حدیث کے خیال میں حضرت مسیح خنزیروں کو قتل کرتے پھرینگے یا حکماً اور وں سے قتل کرائینگے۔ اہل حدیث کو اتنا بھی خیال نہ آیا کہ ایسا ذلیل کام ایک مقدس عظیم الشان مامور من اللہ کا ہو سکتا ہے۔ جو چوہڑے و چمار بھی پسند نہ کریں اور جبکہ سور موذی جانور ہے لوگ دیکھتے ہی اسکو قتل کر دیا کرتے ہیں۔ پھر مسیح کے قتل کرنیکے کیا معنے۔ اگر کہو حرمت ظاہر کرنے کے لئے تو حرمت تو اس کی پہلے ہی سے مسلم ہے۔ مسلمان تو اسکو سخت ترین حرام سمجھتے ہیں۔ باقی رہ غیر قوموں کے لئے۔ جب وہ اسلام قبول کرلیں گی تو خنزیر خود ہی چھوٹ جائیگا۔ اور جو نہ کریں گی۔ وہ کب چھوڑ سکتی ہیں۔ پھر بھی قتل خنزیر ثابت نہ ہوا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا جو فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اعطیت جوامع الکلم کیا بے معنے ہو جاتا ہے۔ اصل معنے اس کے یہ ہیں کہ خنزیری خصلت انسانوں کو قتل کریگا اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہو کہ بہت سو خنزیری خصلت انسان آپکی دعا سے ہلاک اور قتل ہوئے۔ اور اسی کی طرف ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ ہے۔ ایسا ہی جزیہ کا معاملہ ہے۔ آپ کے وقت میں ایسی حکومت ہوگی کہ جزیہ کی تجویز کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔

باقی رہا معاملہ اونٹوں کے متروک ہونے اور ان سے سواری نہ لینے کا سو یہ امر بھی روز روشن کی طرح ہویدا ہے۔ کہ جب سے ریلگاڑی نکلی ہے۔ لوگوں نے اونٹوں کی سواری سے ایسی نفرت کرلی ہے۔ کہ ہرگز ان پر سواری نہیں کرتے۔ اگر شک ہو تو جہاں جہاں ریلیں جاری ہیں وہاں جاکر دیکھ لو۔ رہا یہ امر دشمنی اور تحاسد و تباغض کا نہیں رہے گا۔ مشرق و مغرب کے لوگ باہم اس محبت اور الفت سے ملنے کہ گویا حقیقی بھائی ہیں۔ اور اگر یہ کہو جیسا کہ اس کی تحریر سے ظاہر ہے۔ لاہوری اور قادیانی جماعتوں میں سر پھٹول ہو رہا ہے اس لئے یہ علامت پوری نہیں ہوئی۔ یہ بھی آپ کی حسن فہمی کا ثبوت ہے۔ حدیث میں لکھا ہے کہ قیامت تک ہی تحاسد و تباغض دور ہو جائیگا اگر آپ کا یہی ایمان ہے تو پھر آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم بلکہ خدا تعالے کو چھوڑنا پڑے گا۔ کیونکہ خدا تعالے قرآن کریم میں قریش کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔

وکنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ آپس میں دشمن تھے۔ تمہارے دلوں میں الفت ڈالدی گئی۔ اور تم بھائی بھائی ہوگئے۔ اب ظاہر ہے کہ بحیات آنحضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم واقعی ان لوگوں میں بڑی سخت محبت اور الفت پیدا ہوگئی تھی۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد علی اور معاویہ کی عداوت اور بغض کو خیال کرو تو آیت مذکورہ مشکوک ہو جاتی ہے۔ لیکن خدا کے کلام اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں نقص نہیں۔ کیونکہ نفس مضمون تو وقت پر پورا ہو گیا تھا۔ یہ اپنی سمجھ کی غلطی ہے کہ اس کو غیر وقت پر چسپاں کر لیا جائے یہی حال یہاں ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں واقعی تحاسد و تباغض کا فور تھا۔ اب اجتہادی اختلاف جماعت میں پیدا ہو گیا ہے۔ تو اس سے مسیح موعود کی علامت میں کیا فتور واقع ہو سکتا ہے۔ اگر اہل حدیث کے نزدیک یہ معنے ہیں کہ دنیا میں تحاسد و تباغض نام کو ہی نہ رہے گا۔ تو آیت واغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامہ مانع ہے۔ جب اصلی یہودیوں اور عیسائی میں قیامت تک بغض و عداوت رہے گی۔ مجازی یہودیوں اور مجازی عیسائیوں میں تو عداوت کا اٹھنا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔

اب صرف اخیر میں یہ امر رہگیا ہے جیتے مال کی طرف بلانا۔ اہلحدیث کے نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی مال ہوگا۔ اور آجکل علماء میں حرص و آز زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ اس لئے دنیاوی مال کے بڑے خواہاں ہیں۔ حالانکہ مال ظاہر کرتا ہے۔ کہ کوئی خاص قسم کا مال ہے۔ اور مسلم پاس ہوسکے روحانی مال کے اور مال ہی کیا ہو سکتا ہے جن کے پاس دنیاوی مال بکثرت پہلے ہی موجود ہے۔ وہ تو سب کو فارغ خطی دے چکے ہوئے ہیں۔ اگر مسیح بھی غریبوں کو مالدار کرتا ہے تو گویا ان کو دین کی طرف سے اور بھی غافل کر دیتا ہے جو مامور کی شان سے بعید ہے یہاں مال سے اس مال کی طرف اشارہ ہے جو فی الحقیقت لوگوں کے پاس نہ ہوگا اور جس کے لوگ محتاج ہونگے۔ وہ مال کیا ہے۔ وہ مال حقائق و معارف قرآن کریم ہیں جن کی طرف مسیح موعود اپنی ساری زندگی میں بلاتا رہا۔ اور اب لوگوں نے اسے قبول نہ کیا۔

اب اہل حدیث بتائے کہ جو کام مسیح کے سپرد کرنے والے تھے۔ وہ کر گئے کہ نہیں۔ دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب واقع ہوا ہے کہ لوگ مسیح ناصری کی آمد کے منتظر تھے۔ لاکھوں آدمی اس عقیدہ سے بیزار ہوگئے لاکھوں آدمی صلیب پرستی کو قبول کرتے چلے جاتے تھے۔ آپ کے آنے پر قبول کرنا تو درکنار خود صلیب کے پرستاروں نے صلیب کی مصیبت کو اپنی گردن سے اتار پھینکنا شروع کر دیا ہے۔ اگر شک ہو تو وہ کتنک میں جاکر دیکھ لو۔ آگے اس ملک سے پریچ کے لئے آتے تھے۔ اب اس ملک سے ان کے ملک میں پریچ کر رہے ہیں۔ وہ لوگ صدیوں سے اسلام پر ظالمانہ حملے کرتے تھے۔ اب حملے تو درکنار۔ خود اسلام کی عظمت اور بزرگی ان کے دلوں میں گھر کرتی چلی جاتی ہے اور صلیب سے سخت بیزاری ہوتی جاتی ہے اسلامی فرقوں میں اختلافی مسائل میں حق اور حقیقت سے بھرے ہوئے فیصلے کر دئے ہیں۔ قبول کرنا یا نہ کرنا۔ آپ لوگوں کا کام ہے۔ ان کا کام فیصلہ دینا تھا۔ سو وہ دے گئے۔ پھر آپ کہتے ہیں۔ کہ مسیح نے کیا کیا۔ اگر کیا تو اتنا ایک عالم یا صوفی بھی کرسکتا ہے۔ تعجب کہ آپ کس منہ سے فرماتے ہیں۔ کہ آنیوالے سے مسلمانوں کی کسی حالت دینی یا دنیوی میں تغیر و تبدل بہتری کی طرف نہیں ہوا۔ آنیوالے نے تو ایک عظیم انقلاب پیدا کرکے دکھلا دیا۔ اور آپ کو اتنا نظر نہ آیا۔ مسلمان دین اور دنیا دونوں میں غافل تھے۔ آپ نے ان کو ایسا جگا دیا۔ اور ایسا جگا دیا کہ جو مرد اور عورتیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ یہاں ہیں دینی فراق جو کالے کوسوں انگلستان اسلام کے نوجوانوں کو چھیڑ کر جاتے تھے۔ یہاں میں وہ مشنری جو گاؤں گاؤں جاکر گھاتے اور بھولوں بھٹکوں کو دام تزویر میں پھنساتے تھے۔ کیا یہ کم انقلاب ہے کہ آج ہند کا بچہ ایک گرگ کہن یا دری کا منہ کھٹا کر دیتا ہے۔ یہ کم انقلاب ہے کہ اسلام کے مشنری پادریوں کے گھر میں جاکر ان کے میتی مال کو چھین رہے ہیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ما ازو یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد — ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است — منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکار کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

پیغام صلح

اخبار — لاہور

قیمت

سالانہ ۔ ششماہی ۔ سہ ماہی ۔ ماہوار

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ — مدینۃ المسیح لاہور یوم پنجشنبہ ۲۹ جولائی ۱۹۱۵ء مطابق ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ — نمبر ۹

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

جنگ کی خبریں براہ شملہ

شملہ ۲۵ جولائی ۔ ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو سکرٹری آف سٹیٹ ہند کی جانب سے ذیل کا برقی پیغام مورخہ ۲۳ ماہ حال موصول ہوا ہے۔

وارسا کے رزمگاہ جنگ:۔ آسٹروی اور جرمن جارحانہ کارروائی کی ترقی ایسی نمایاں نہیں اگرچہ غنیم نے کسی قدر وارسا اور آیون گورا ڈ کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ ایک روسی اطلاع مظہر ہے کہ صوبجات بالٹک میں غنیم ان خطوط کی طرف مجتمع ہو رہا ہے۔ جو شاولی کی سڑک سے بجانب غرب ہیں۔ جرمنوں کا دعویٰ ہے کہ ہم نے شاولی کے شمال مشرق کو فاتحانہ پیشقدمی کی ہے۔ اور مرین پول کو وونو کی سڑک کے جنوب کو کچھ زمین پر قبضہ کیا ہے۔

ناریو کے محاذ پر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی وارسا کے مغرب کو بلونیا زا دکی لائین چھوڑ دی گئی ہے اور روسی وارسا کے قریب تر ایک مقام پر جم گئے ہیں۔

ایک جرمن اطلاع مظہر ہے کہ روسیوں کو وارسا بل کے ایک وسیع مورچہ بند سرے کی طرف دھکیل دیا گیا ہے جو اس خط پر ہے جو بلونی سے نزار نائن اور کا واکلوار یا ۱۴ میل جنوب مشرق کو ہے۔ دریائے وسچولا پر بھی روسی اسی طرح پسپا

ہو کر آیون گورا ڈ کے دفاعی استحکامات کی طرف آ گئے ہیں۔

جرمنوں کی جنگ:۔ ایک جرمن سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ ہم نے بل کے ایک مورچہ بند سرے کو سر کر لیا ہے۔ جو آیون گورا ڈ سے ۱۱ میل جنوب مغرب کو ہے۔ اور روسی تمام محاذ پر سے قلعہ کی طرف پسپا کر دیئے گئے ہیں جس کا اب سختی سے محاصرہ ہو رہا ہے لیکن ایک روسی اطلاع میں صرف یہ لکھا ہے۔ کہ روسی آیون گورا ڈ کے بیرونی دفاعی استحکامات میں موجود ہیں سوچو اور بگ کے مابین جنگ بدھ کے روز بہت نہایت خونریز صورت اختیار کر گئی اور بہت جگہوں پر گئی موضع کبھی ہمارے کبھی غنیم کے قبضے میں جاتے رہے۔ غنیم نے اپنی اہم کوشش بال مش کی جو لبلین سے ۳۴ میل جنوب مغرب کو ہے۔ ستراد یلی کی جانب جو اس ریلوے لائن پر ہے۔ جو دریائے وییپرز کو عبور کرتی ہے۔ ودلس لادس کی جانب جو خولم سے ۱۵ میل جنوب کو ہے۔ اور گرو بیشو کی جانب جو دریائے بگ کے مغربی کنارے پر ۱۳ میل سرحد گیشیا سے شمال کو ہے مرکوز کر دیں۔

ایک آسٹروی اطلاع مظہر ہے کہ روسی سختی سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور ہمیں کوئی خاص ترقی نصیب نہیں ہوئی۔ دریائے بگ پر شدید جنگ رونما ہوئی ہے۔ اور روسی کہتے ہیں کہ ہم نے ایک وسیع محاذ پر سوکل کے اوپر کو دریا کا دایاں کنارہ غنیم سے پاک کر دیا ہے۔

مغربی رزمگاہ کی حالت:۔ مغربی رزمگاہ

سے کوئی اہم رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔ سیوز اور موزل کے مابین شدید گولہ باری ہوئی خونریز جنگ کے بعد جزیرہ سنڈر کے شمال کو فرانسیسیوں نے جرمنوں کے ایک سلسلہ پر قبضہ کیا جو ۲ ہزار فٹ بلند ہیں۔ ابتک کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

اٹلی اور آسٹریا کا محاذ۔ ایک اطالوی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ اسانزو کے محاذ پر جوابی حملوں کے باوجود جن کا مقصد اطالوی میسرہ کو اسانزو کے پلوں سے منقطع کرنے کا تھا۔ اطالوی اپنی اصلی جگہوں پر قائم رہے۔ اور بعض مقامات پر انہوں نے قابل لحاظ ترقی بھی کی۔ لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ غنیم کو بہت سے کمک پہنچ رہی ہے۔ آسٹروی کہتے ہیں کہ ہم سطح مرتفع کارسو کے مورچوں پر گوریزیا کے جنوب مغرب کو مینز پل کے مورچہ بند سرے پر قائم ہیں۔ اور ہم نے تمام حملے پسپا کئے ہیں۔

اطالویوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سطح مرتفع کے کنارے کے کئی مقامات پر حملے کئے لیکن ان کے تمام حملے بڑی خونریزی کے ساتھ جمعرات کے روز پسپا کر دئے گئے۔ مشرقی سرحد ایشیا میں جو پیرا ڈسکا کے مشرق کو ہے آسٹریوں نے جوابی حملے کر کے اپنے تمام اصلی مورچے چھین لئے۔

آبدوز کشتیوں کی سرگرمی۔ لندن ۲۵ جولائی۔ بحیرہ شمالی کے بالکل شمالی حصہ میں ایک موسمی او دایک ملکی اسٹیمر اور چھ ماہی گیر جہاز آبدوز کشتیوں کے حملے سے غرق ہو گئے ایک ماہی گیر جہاز کے عملہ کے تمام آدمی جو تعداد میں ۹ تھے اس

امریکہ کا اپیل اور تنبیہ :۔ (لندن ۲۴۔ جولائی) واشنگٹن ۔ امریکن نوٹ بنام جرمنی مظہر ہے کہ جرمن آبدوز کشتیوں کی حال کی کارروائیاں ظاہر کرتی ہیں کہ ایسی جنگ کو بین الاقوامی قانون کے اصولوں کے مطابق جاری رکھنا بالکل ممکن ہے نوٹ مذکور میں یہ بھی مندرج ہے کہ جرمنی اس کمانڈر کے ظالمانہ فعل کا رد کرے جو لوسی ٹینیا کی غرقابی کا ذمہ وار ہے ۔ اور جو تلافی ممکن ہے عمل میں لائے۔

علاوہ ازیں یہ بھی لکھا ہے کہ جرمنی کے بحری کمانڈروں نے اگر ایسی کارروائیاں کیں۔ جو غیر جانب داروں کے حقوق کے منافی ہیں تو جب ان کی زد اہل امریکہ پر پڑتی ہو۔ انہیں دانستہ غیر دوستانہ تصور کیا جائیگا۔

جہاز بنالا کی آمد :۔ (لندن ۲۳۔ جولائی) جہاز بنالا ڈربن میں پہنچگیا ہے

سٹرائک کا تصفیہ :۔ (لندن ۲۰۔ جولائی) ویلز کے کوئلہ کی سٹرائک کا تصفیہ ہو گیا ہے۔ اور کارکنوں کے مطالبات بجز ایک کے منظور ہو گئے ہیں۔

سٹرائک کی باہمی قرارداد :۔ (لندن ۲۱۔ جولائی) مسٹر لائڈ جارج کے کارڈف جانے کی وجہ سے جنوبی ویلز کے کوئلہ کی سٹرائک کا عملاً خاتمہ ہو گیا ہے۔ کارکنوں کے مطالبات عارضی طور پر منظور کر لئے گئے ہیں۔ البتہ ایک مطالبہ منظور نہیں ہوا۔ جس کی نسبت غالباً باہمی قرارداد ہو جائے گی۔ امید ہے کہ آج کانکنوں کے ڈیلیگیٹوں کی کانفرنس اس انتظام کی قبولیت کی تصدیق کرے گی۔

مسٹر لائڈ جارج کی پر اثر تقریر :۔ (لندن ۲۱۔ جولائی) بمقام کارڈف آج سہ پہر کو مسٹر لائڈ جارج نے کانکنوں کے ڈیلیگیٹوں سے خطاب کیا۔ انہوں نے تنازعہ کے قابل اطمینان تصفیہ پر قوم اور سلطنت کو مبارکباد دی اور کہا کہ تنازعہ میں اپنے بہترین دوستوں کے خلاف شرکت کرنا جن کی رگوں میں ایک ہی خون ہے بہت ہی خوفناک ہوتا ہے اور یہ مسرت کا موقعہ ہے کہ میں اپنے جنوبی ویلز کے کاریگر بھائیوں سے مصافحہ کرکے واپس جا رہا ہوں۔ ہم اس وقت تاریخ کی ایک نہایت عظیم الشان جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اور مجھے بالکل یقین نہیں کہ اس کے عظیم نتائج کو محسوس کیا جاتا ہو۔ یا یہ کہ آئندہ نسلوں کے لئے اس کے کیا نتائج ہوں گے۔ ایک بیش قیمت ہفتہ ضائع ہو چکا ہے

مسٹر لائڈ جارج نے یہ بھی کہا کہ فرانس کے [illegible] کی کانیں اب غنیم کے قبضہ میں ہیں۔ فرانس اب کوئلے کے لئے آپ کا دست نگر ہے۔ مدد کے زمین پر کوئی ایسا ملک نہیں جس نے ویلز سے بڑھ کر جمہوری حکومت کے لئے کام کیا ہو۔ وہ اب آپ سے کوئلہ بھیجنے کی التجا کر رہا ہے۔ تاکہ اس کے مجاہد اور فرزند ظالم کے خلاف میدان جنگ میں جا سکیں۔ آپ ضائع شدہ وقت کی تلافی کے لئے بہترین کوشش کریں۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ آپ برطانیہ کی بحری طاقت کی خاطر بھی ایسا کریں۔ جو ہمارے ساحلوں کی محافظ ہے۔ اور جو بے رحم جرمنوں کو اس قابل نہیں چھوڑتی کہ وہ ہمارے کوئلے کے میدانوں اور کھیتوں کو پامال کر سکیں۔ آپ ان بہادر آدمیوں کو بھی فراموش نہ کریں۔ جو میدان جنگ میں ہیں اور جو آپ سے درخواست کر رہے ہیں۔ کہ آپ غنیم کے ساتھ لڑنے کے لئے ان کی مدد کریں۔ یہ سب کارروائی گولوں گولیوں۔ توپوں۔ کلدار توپوں۔ اور رائفلوں پر منحصر ہے۔ غنیم کے پاس سب سامان موجود ہے۔ اپنے ہمراہیوں کو بھی ویسا ہی سامان دو۔ ہمیں ملک بھر میں ہر ایک مرد اور ہر ایک عورت کی طاقت کی ضرورت ہے۔ آپ اہل ویلز کو سچا ہے جنہوں نے میدان جنگ میں اپنے کارناموں سے اپنی روایات کو برقرار رکھا ہے۔ ان کی مدد کرو۔ (چیئرز) اگر آپ اپنی وادیوں میں یہاں ایسی کارروائی کریں۔ اور اہل برطانیہ ہر ایک حلقہ میں ان کے لئے کوشاں ہوں تو ہمیں یورپین آزادی کے لئے ایسی فتح حاصل ہوگی جس کی صدائے بازگشت صدیوں تک دنیا میں گونجتی رہے گی۔

(لندن ۲۳۔ جولائی) پیرس۔ کل جنگ زیادہ تر توپوں کی گولہ باری پر مشتمل رہی اور کچھ دستی گولوں سے بھی لڑائی ہوتی رہی لیکن ایک سرکاری اطلاع میں ان مورچوں پر شدید گولہ باری اور حملے کا تذکرہ ہے جو ہم نے مٹزرال کے مشرق کو فتح کئے تھے۔ جرمن ہماری لائنوں کے قلب تک بھی پہنچ گئے لیکن انہیں فوراً پسپا کر دیا گیا۔

روس کی سرکاری اطلاع :۔ (لندن ۲۳۔ جولائی) ۵ بجکر ۲۴ منٹ صبح پیٹروگراڈ۔ ایک سرکاری اطلاع میں دریائے نیمن کے مغرب کو اور دریائے ناریو پر خونریز جنگ کا تذکرہ ہے۔ اور لکھا ہے کہ روسی دریائے وسچولا کے بائیں کنارے پر آئیون گوراڈ کے بیرونی قلعوں کے استحکامات پر قابض ہیں۔ دریائے وسچولا اور دریائے بگ کے درمیان بہت خونریز جنگ وقوع میں آئی ہے۔ متعدد گاؤں کبھی ایک کے قبضہ کبھی دوسرے کے قبضے میں گئے۔ دشمن نے موکل کے اوپر ایک وسیع محاذ پر دریائے بگ کا دایاں کنارہ صاف کر دیا۔ اور ہزار قیدی گرفتار کئے۔

وارسا کو بچانے کی عظیم جدوجہد :۔ (لندن ۲۳۔ جولائی) ایمسٹرڈم۔ روسی وارسا کو بچانے کے لئے عظیم الشان جنگ کر رہے ہیں۔ دریائے ناریو پر عظیم قلعوں کی قطار صحیح سالم کھڑی ہے۔ رات کے حملوں میں روسیوں نے جو کچھ لیا تھا اس سے زیادہ دیدیا۔

برلن کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہم نے ایک گاؤں اور روشن کے سامنے ایک مقام کو بلا کر بنوک سنگین لے لیا۔ اور ۲۹۰ قیدی گرفتار کئے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اطلاع مذکور میں خود وارسا یا آئیون گوراڈ کے نواح کی جنگی کارروائیوں کا کچھ تذکرہ نہیں۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ مزید جنوب کو جنگ وسچولا کے مغرب کو جنگل کے علاقہ میں جاری ہے۔

آسٹرویوں کا شدید نقصان :۔ (لندن ۲۴۔ جولائی) روما۔ ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جنگ اسانزو کے تمام محاذ پر جاری ہے۔ اطالویوں کی کامیابی زیادہ زیادہ نمایاں ہوتی جاتی ہے گوریزیا کے قریب زیادہ خندقیں چھین لی گئی ہیں۔ آسٹرویوں کے متواتر جوابی حملے جو سطح مرتفع کارسو پر بدھ کی رات کو اور جمعرات کی صبح کو کئے گئے تھے۔ غنیم کو سخت نقصانات پہنچا کر پسپا کئے گئے۔ اطالویوں نے ۱۵۰۰ قیدی گرفتار کئے۔

جرمنی اور امریکہ :۔ (لندن ۲۲۔ جولائی) واشنگٹن۔ اضلاع متحدہ نے جرمنی کو مطلع کر دیا ہے کہ امریکن جانوں کا مزید نقصان جو جرمن آبدوز کشتیوں کے توسل سے عمل میں آئیگا غیر دوستانہ کارروائی کا فعل متصور ہوگا۔ نوٹ مذکور میں جرمنی کو مطلع کیا گیا ہے کہ اپنی آبدوز کشتیوں سے بین الاقوامی قانون کا احترام کرانا لازم ہے ان امریکن جانوں کے نقصان کی تلافی پر بھی اصرار کیا گیا ہے۔ جو جہاز لوسی ٹینیا میں ضائع ہوئی تھیں۔ نیز جرمنی کی ان تجاویز کو مسترد کر دیا گیا ہے کہ جب امریکن جہازوں پر ممنوعات جنگ بار نہ ہوں گی۔ تو وہ ان سے متعرض نہ ہوگا۔ یا مستثنیات کے چار جہازوں کو بحیرہ ظلمات کی آمد و رفت کے لئے امریکہ کے رجسٹروں میں منتقل کر دیگا امید ہے کہ نوٹ جمعہ کے روز برلن کو روانہ کر دیا جائیگا

کوئلے کا عطیہ :۔ (لندن ۲۴۔ جولائی) پریٹوریا۔ ٹرانسوال کے مالکان کوئلہ کی ایسوسی ایشن نے امپیریل گورنمنٹ کی خدمت میں ایک لاکھ ٹن سٹیمر کا کوئلہ پیش کیا ہے۔

باغی جرنیل کو سزا :۔ (لندن ۲۴۔ جولائی) پریٹوریا۔ باغی جرنیل کیمپ کو سات سال قید اور ایک ہزار پونڈ جرمانہ کی سزا دی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۱۵ء نمبر ۹

مسلمانان ہند کیلئے ایک زبردست مسیحی مشن کی تیاریاں

عنوان بالا سے معزز ہمعصر وکیل نے اپنی ۲۴ جولائی کی اشاعت میں ایک زبردست لیڈر لکھا ہے - جو اپنی اہمیت اور نوعیت کے لحاظ سے تمام جماعت احمدیہ اور بالخصوص احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی خاص توجہ کا مستحق ہے - و ہو ھذا - (ایڈیٹر)

مسلمانان ہند اس خبر کو غایت دلچسپی کے ساتھ سنینگے کہ مسیحی دنیا کے سرگرم کارکن اُن کے لئے ایک زبردست تبلیغی مشن تیار کر رہے ہیں -

چند سال پیشتر جنوبی ہند میں اس بات کی کوشش کی گئی تھی - کہ مسیحیت کے تمام کلیساؤں کو مسلمانان ہند میں زیادہ ہمت اور زور و قوت کیساتھ کام کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے - لیکن بعض ذمہ دار کارکنوں کا خیال تھا - کہ اس قسم کی مشترکہ مساعی کی ضرورت ہندوستان کی نسبت افریقہ میں زیادہ ہے - اور ہمیں اپنی تمام طاقتیں وہیں صرف کرنی چاہئیں ؛

بمبئی میں اس مسئلہ کو دوبارہ زیر غور لایا گیا ہے اور ریورنڈ اے جے - پی فسنچ نے پیر پادری سے درخواست کی ہے کہ وہ اس معاملہ کو اینگلیکن چرچ (انگلستان) کے ارباب حل و عقد کے روبرو پیش کریں

بہت سے مسیحی مبلغین نے اپیل کی تائید کی ہے اور کیپٹن سیل نے تحریک کی ہے کہ تمام مشنوں کے اتفاق سے ایک آل انڈیا مشن قائم کیا جائے جس میں مبلغین کو تبلیغ کے کام کی پوری تعلیم دی جائے - اور کام کرنے والوں کو ہندوستان کے ہر حصہ میں تقسیم کر دیا جائے - جن کو وقتاً فوقتاً ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کیا جا سکے -

اپیل میں بیان کیا گیا ہے - کہ گذشتہ دس سال کے زمانہ میں چالیس ہزار ہندو مسلمان ہو چکے ہیں - اور بعض عیسائی بھی اس عرصہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں - تبلیغی کام میں مغربی ساحل کے موپلا بڑی مستعدی دکھا رہے ہیں - جن کا مطمح نظر زیادہ تر ہندو ہیں -

اپیل میں یقین ظاہر کیا گیا ہے کہ مسیحی مشنریوں کی غفلت و سہل انگاری جو وہ مسلمانان ہند کے متعلق برت رہے ہیں نہایت افسوسناک نتائج پیدا کر رہی ہے - کیونکہ مسلمان اسوقت شک و شبہ کی حالت میں ہیں اور حیف ہے کہ غیر متیقن دلوں پر اثر ڈالنے کے لئے بہت کم کوشش کی جا رہی ہے -

ضرورت ایسے نکتہ رس مصلحت اندیش اور روحانی کام کرنیوالوں کی ہے - جو اسلامی ممالک اور مسلمانوں کے خیالات و آراء سے کما حقہ واقفیت رکھتے ہوں - اور جو آجکل کے مسلمان نوجوانوں پر یہ ثابت کر سکیں - کہ یسوع مسیح اُن کی حاجت روائی ایک ایسے طریقہ میں کر سکتا ہے - کہ اُن کا اپنا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی نہیں کر سکتا -

اپیل میں اس قدر خیالات کے اظہار کے بعد توقع ظاہر کی گئی ہے کہ اگر تمام کلیسا مل کر اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں - تو مسلمانان ہند پر اس کا اثر نہایت اہم اور دور رس ہوگا - ضرورت ہے کہ ہندوستان کے اہم مراکز میں اقامت اختیار کی جائے - کارکنوں کی تعلیم کا وسیع پیمانہ پر بندوبست کیا جائے - اُردو اور دیگر دیسی زبانوں میں کافی رسالہ تیار کر کے شائع کیا جائے - اور یسوع مسیح کو ہندوستانی مسلمانوں کے روبرو پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے - کیونکہ اُن میں سے بہت سے لوگ کسی ایسے مذہب کی تلاش میں سرگرداں ہیں جو اُن کے آبائی مذہب سے زیادہ تسلی بخش ہو -

مسیحی مبلغین نے اپیل میں ہندوستانی مسلمانوں کی جو حالت بیان کی ہے - ہم کو افسوس کیساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے - کہ وہ غلط نہیں ہے مذہبی تعلیم و تربیت کے فقدان نے اُنہیں مادیت کی طرف مائل کر دیا ہے - اور اگرچہ ایک محدود طبقہ پابندی مذہب کو موجودہ حالت میں بھی دنیا و عقبےٰ کے لئے ضروری خیال کرتا ہے تاہم مذہب کی عملی پابندی اسلامی آبادی کے حصہ اعظم سے مفقود ہو چکی ہے - ہر شہر اور گاؤں میں پانچوں وقت اللہ اکبر کی جذبہ انگیز آواز تو ضرور بلند ہوتی ہے مگر آہ مسجدوں میں وہ اگلی سی رونق کہاں ؟

مسجدوں کی جگہ کلبوں نے لے لی ہے اور جو اعضا اس سے پیشتر پانچوں وقت خدا کے حضور میں جھکتے تھے وہ ٹینس اور بیڈمنٹن کے لئے وقف ہو چکے ہیں - اور یہ کچھ بری بات نہ تھی اگر مغرب پرستی کیساتھ خدا پرستی بھی قائم رہتی لیکن حیف ہے کہ مغرب کی خاطر خدا کو بالکل فراموش کر دیا گیا ہے

اس صورت میں اگر مسیحی یا دلیل کی نکتہ وہ آنکھ مسلمانوں کو دین سے ناآشنا پاتی ہے - اور وہ اُن کی اس حالت سے فائدہ اٹھانے کیلئے ایک عظیم الشان تبلیغی مشن بھیجنے کی تیاریاں کر رہی ہیں تو وہ بالکل حق بجانب ہیں - اب یہ سوچنا مسلمانوں کا کام ہے - کہ وہ اس مشن کا کس صورت میں استقبال کریں گے - آیا وہ موجودہ حالت کو قائم رکھ کر مشن کو کامیابی کا موقع دینگے - یا اپنی حالت کو درست کر کے اس کی کوششوں کو بے اثر ثابت کرنے کی سعی کریں گے - ہم یہ جاننے کے خواہشمند ہیں - کہ جن انجمنوں اور درسگاہوں نے تحفظ دین یا اشاعت مذہب کو اپنا مقصد اولین قرار دے رکھا ہے - وہ اس موقع پر اپنی فرض شناسی کا کیا اور کہاں تک ثبوت دیتی ہے -

ہماری رائے میں مجوزہ مشن کے اثرات سے بچنے کے لئے سب سے پہلے موجودہ مسلمانوں کو پابندی دین کی طرف مائل کرنے کی ضرورت ہے اور یہ ہو نہیں سکتا - تاوقتیکہ تعلیم و تربیت میں مذہبی عنصر کو غلبہ حاصل نہ ہو - اس لئے ہم کو بچوں اور نوجوانوں کی مذہبی تربیت کی طرف بیش از بیش توجہ کرنی چاہئے - اور موجودہ افسوسناک حالت کا قلع قمع کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے - اور اگر ایسا نہ کیا گیا - تو ہماری بھی وہی کیفیت ہوگی - جو ہمارے برادران دین مقیم فجی کی ہے -

مسلمانان فجی کی حالت نہایت قابل رحم ہے اُن کی تعداد ۱۵ ہزار سے زیادہ نہیں ہے - یہ وہ لوگ یا اُن لوگوں کی اولاد ہیں جو ہندوستان سے بطور مزدوروں کے گئے تھے - اور معاہدہ ختم ہونے کے بعد وہیں مقیم ہو گئے تھے - لیکن چونکہ وہاں کی تمام آب و ہوا میں عیسائیت سرایت کئے ہوئے ہے - اس لئے وہاں کے مسلمان - مسلمانان ہند سے بھی گئے گذرے ہیں - وہاں کوئی مسجد نہیں ہے - اور نہ کوئی نماز پڑھتا ہے - ماہ رمضان میں کوئی شخص روزہ نہیں رکھتا اور نہ کسی کو اسلامی ایام مقدسہ کی خبر ہے - فجی کے ایک مولوی سے جب پوچھا گیا - کہ تم نماز پڑھتے ہو - تو اُس نے جواب میں کہا کہ " اس ملک میں نماز کون پڑھتا ہے " ایک پادری کا بیان ہے - کہ وہ ایک شام کو ایک مولوی کے پاس گیا تو اُس نے فی الفور پانی کا پیالہ طلب کیا - دریافت کرنے پر بتایا کہ یہ وضو کے لئے ہے - جب اُس سے کہا گیا کہ یہ پانی وضو کے لئے ناکافی ہوگا - تو اُس نے کہا کہ مجھے صرف منہ صاف کرنے کی ضرورت ہے - باقی سمجھ لیجئے کہ جب ایک تعلیم یافتہ طبقہ مولوی کا یہ حال ہے تو اسی طرح اسلام وہاں کس مپرسی کی حالت میں ہے -

مسلمانان ہند کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگر موجودہ حالت کو بہتر بنانے کی کوشش نہ کی گئی تو انہیں

اور مسلمانان فجی میں کوئی فرق نہ رہجائیگا۔ اور جس طرح بقول ریورنڈ فرینکلن ایل۔ ن وہاں مسیحی مبلغین کو مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں بے حد کامیابی ہورہی ہے۔ اسی طرح ہندوستانی مسلمانوں میں بھی اُن کی کامیابی یقینی ہوگی۔ جس کے آثار اب بھی نظر آرہے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی مسیحی ممالک میں اشاعت اسلام کی غرض سے اسلامی مشنری تیار کرنے کی ہمیشہ آرزو اور کوشش کرتے رہے۔ اور اُنہیں اِس مقصد میں جو کچھ کامیابی ہوئی وہ اظہر من الشمس ہے۔ لیکن شاید انہی کوششوں کا جواب تھا۔ کہ خود اُن کے اپنے وطن اعظم گڈھ میں اُن کی زندگی ہی میں ایک مشن قائم کیا گیا تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ یورپین مبلغین کو مسلمانان فجی میں تبلیغ عیسائیت کے لئے تیار کیا جائے۔ یہ جماعت دیگر مسیحی مشنوں کے ساتھ ملکر اپنا کام نہایت سرگرمی سے کررہی ہے اور جزیرہ فجی کے بیچارے نام مسلمان ان کی مہتم بالشان مساعی کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہورہے ہیں۔

فجی کے مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت کو درست کرنے کے لئے اگر مسلمانان ہند کے پاس کافی وسائل نہیں ہیں۔ یا اُن میں یہ بار گراں اٹھانے کی ہمت ہی نہیں ہے۔ تو کیا وہ اُن کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے؟ اُن کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ جن قوموں میں مذہبی امور کے متعلق غفلت کا میلان پیدا ہوجاتا ہے۔ وہ انجام کار مذہب کو بالکل ہی پس پشت ڈالدیتی ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زیادہ اولوالعزم و حوصلہ مند قومیں ان کو اپنا ہم خیال بنالیتی ہیں۔ پس مسلمانوں کو سب سے پہلے اس ہلاکت آفرین میلان کے روکنے کے لئے پوری قوت صرف کردینی چاہئے۔ اور مجوزہ مشن کا استقبال ایک عظمت شعار جماعت کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک حساس و فرض شناس قوم کی حیثیت سے کرنا چاہئے۔ اور اراکین مشن پر ثابت کردینا چاہئے کہ مسلمانان ہند اسلام کو دنیا کا بہترین مذہب سمجھتے ہیں اور اُس کی موجودگی میں انہیں کسی دوسرے مذہب کی ضرورت نہیں ہے۔

نوٹ اور ریمارکس

نزلہ بر عضو ضعیف ہمارے بعض ہندو معاصرین کی نظروں میں مسلمانوں کا وجود بیجا خار ہوکر کھٹکتا ہے۔ کہ جس سے اُنہیں ... بھی آرام اور چین نصیب نہیں

اگر مسلمان اپنے شعار مذہبی پر عمل پیرا ہوتے اور احکام اسلام کو بجالاتے ہیں تو وہ اپنی دلآزاری اور توہین مذہب کا بہانہ پیش کرکے اُن سے آمادہ پیکار ہونے کو تیار رہیں۔ اگر اشاعت اسلام کیلئے کوئی مسلمان اٹھے۔ اور اپنے جان و مال کی قربانی پیش کرے۔ تو اُسکے بالمقابل اس دین متین اور اس کے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے ناجائز حملے کرکے اور گندے اتہامات لگاکر انہیں بدنام کرنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ اگر کوئی شامت کا مارا مسلمان کسی ایک یا دوسری وجہ سے کسی مصیبت میں گرفتار ہوجائے۔ تو تمام مسلمانوں کو اسی کے ساتھ ... ل کرلیا جاتا اور مذہب اسلام کو اس کا موجب قرار دیا جاتا ہے۔ ایسا ہی سرکاری دفاتر میں اگر کسی مسلمان کو کوئی معزز عہدہ ملجائے۔ یا شاذ و نادر کسی محکمہ میں اُن کی تعداد زیادہ ہو۔ تو یہ امر بھی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اور وہ اس بات کے لئے سخت مضطرب اور بے چین رہتے ہیں۔ کہ کسی نہ کسی طرح سے حکام کو اُن کے خلاف اُکسایا جائے۔ اور جس طرح سے بھی ہوسکے۔ انہیں چن چن کر باہر نکالدیا جائے۔ حال میں ہمارے لوکل معاصر لائل گزٹ نے بھی باوجود مساوات مذہب رکھنے کے اسی ہندوانہ روش کو اختیار کیا ہے۔ اور محکمہ پولیس میں مسلمانوں کے غالب عنصر کو "مسلمانوں کے خطرناک غلبہ" سے تعبیر کیا ہے۔ جس پر معزز معاصر دکیل نے یہ بہت معقول اور برمحل سوال کیا ہے کہ "جن دفتروں یا محکموں میں ہندوؤں یا سکھوں کا غلبہ ہے۔ کیا وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے؟ اور اگر مسلمان اس کی شکایت کریں تو کیا وہ لائل گزٹ کے قائم کردہ اصول کے مطابق حق بجانب نہیں ہوں گے؟" لیکن بات در اصل یہ ہے۔ کہ مسلمان چونکہ ضعیف اور کمزور ہیں۔ اور مالی۔ تمدنی و اقتصادی حالات میں اپنے معاصرین سے بہت پیچھے۔ اس لئے بمصداق نزلہ بر عضو ضعیف میریزد۔ ان سب کی نظر ان غریبوں پر ہی پڑتی۔ اور وہ ہر ایک شعبہ زندگی میں اپنے "خطرناک غلبہ" کو بھلاکر غریب مسلمانوں کے ہی منہ آتے ہیں۔ لیکن ہم اُن کے جواب میں صرف اسقدر کہنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں کہ ؎ دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

مسافر کے اعتراض کا جواب ۱۰ جولائی سنہ ۱۵ء کے پیغام صلح کے ایک مضمون بعنوان مسئلہ طلاق و خلع کا جواب دیتے ہوئے ہمارے معاصر مسافر آگرہ نے منوسمرتی کے غیر مستند ہونے کے عذر کیساتھ ایک یہ اعتراض بھی کیا ہے۔ کہ گویا پیغام صلح مسئلہ طلاق و خلع کو اس لئے جائز قرار دیتا ہے۔ کہ منوجی نے اُسے جائز ٹھہرایا ہے۔ اور یہ کوئی دلیل نہیں۔ مگر ہم اپنے لائق معاصر سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے کس فقرہ یا کس لفظ سے اُس نے اِس بات کا احساس کیا۔ کیونکہ جہاں تک ہمیں یاد ہے۔ ہم نے منوسمرتی کا حوالہ صرف الزامی جواب کیلئے پیش کیا تھا۔ نہ کہ اسلامی مسئلہ طلاق و خلع کے لئے بطور دلیل۔ ہم نے منوسمرتی کا یہ حوالہ پیش کرکے کہ:۔

"جس عورت کے اوپر دوسرا فرد اہ شوہر نے کیا۔ اور وہ عورت غصہ ہوکر گھر سے نکل جاتی ہو۔ تو اُس کو روک کر گھر میں رکھنا۔ خواہ خاندان کے روبرو نذرک کرنا چاہئے"۔

اپنے لائق معاصر سے یہ دریافت کیا تھا کہ:۔

"مسئلہ طلاق پر جو اعتراض اُس نے پیش کئے ہیں۔ وہ سب سے پیشتر منوجی کی اس تعلیم پر کیوں عاید نہیں ہوسکتے۔ اور اس کے ان حملوں سے منوجی کیوں اور کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں"۔

اب ظاہر ہے۔ کہ اس میں ہم نے مسئلہ طلاق و خلع کی صداقت میں کوئی دلیل نہیں دی۔ بلکہ صرف الزامی طور پر دہی اعتراضات مسافر کی مذہبی کتاب منوسمرتی پر کئے ہیں۔ جو اُس نے اسلامی تعلیم پر کئے تھے۔ مگر مسافر نے چالاکی سے انہیں بطور دلیل کے ظاہر کرکے دھوکا دینا چاہا۔ اور لوگوں کو بدظن کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کا کوئی علاج نہیں ہوسکتا۔ باقی رہا یہ امر کہ منوسمرتی سے پیش کردہ حوالہ کا ترجمہ ہم نے درست نہیں کیا۔ اس پر فدا تو زیادہ وضاحت کے ساتھ بحث کرنے کے لئے ہم اسے کسی آئیندہ اشاعت پر ملتوی کرتے ہیں جسکے ساتھ ہی منوسمرتی کے مستند و غیر مستند ہونے پر بھی کافی روشنی ڈالی جائیگی۔

دیپک کا اجرا بند آنکھے ناسہ ہمعصر روزانہ دیپک میں ہمنے نہایت افسوس کیساتھ اس اعلان کو پڑھا کہ ہمارے اس لوکل ہندو معاصر کو سیکریٹری کان نے بوجہ قابل ہندو ایڈیٹوریل سٹاف کی نہ مل سکنے کے چند ہفتوں کیلئے بند کردینے کی تجویز کی ہے۔ دیپک کو اس پر چیئیں آن ہندو ایڈیٹر کا نہ مل سکنے پر افسوس کیا گیا ہے جو موجودہ قانون مطابع کی باریکیوں کو سمجھ سکتے ہوں۔ اور بیخطر کیا گیا ہے کہ اسوجہ سے وہ تین مرتبہ اخبار خطرہ میں پڑجانیکے اندیشہ کی میں ڈالنے سے رکگیا گیا۔ کیونکہ اس میں ایسا مواد مطربیں یا الفاظ خلاف مصلحت درج تھے۔ مالکان دیپک نہیں چاہتے کہ اس روزانہ ہندو اخبار میں کسی مسلمان ایڈیٹر

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ایک اور نو مسلم اور ایک ملٹن طبقہ کا گھرانا

اور ان کا اسلام

مبارک! مبارک!! مبارک!!!

پہلا جمعہ لنڈن کے نئے مکان میں جو پندرہ سو روپے سالانہ کرایہ پر لیا گیا ہے۔ بڑا مبارک ہوا۔ ایک شخص نے عین خطبہ کے درمیان اعلان اسلام کیا۔ نماز کے بعد ایک خبر بذریعہ انڈیا آفس آئی کہ میجر لیگ کے ہاں ان کی بیوی کی دادی فوت ہو گئی ہیں اور وہ مسلمان تھیں ان کی پوتی بیتاب ہیں کہ آیا انگلستان میں کوئی مسلمان میسر آ سکتا ہے۔ جو جنازہ وغیرہ کا انتظام کر دے۔ ہم نے اُن کو امام انگلستان کی بابت اطلاع دے دی ہے۔ اور وہ آج آپ کی انتظار میں ہیں۔ بغیر کھانا کھائے میں خوشی کی وجہ سے اس طرف بعد از نماز چل دیا۔ وہاں جا کر عجیب مسرت حاصل ہوئی۔ ایک نہایت ہی شاندار مکان کے اندر گیا۔ جہاں ایک نہایت ہی شاندار خاتون بیٹھی تھیں۔ میں نے یہ فرض کر کے کہ دادی کا رنگ پوتی پر بھی ضرور ہو گا بجائے انگریزی سلام کے السلام علیکم کہا۔ انہوں نے اسی لہجہ سے وعلیکم السلام کہا کہ گویا اُن کے ہاں رواج ہی اس سلام کا ہے۔ اُن کو دادی صاحبہ کے فوت ہونے سے بڑا درد تھا۔ کہا کہ بےنظیر نیک مسلم خاتون تھیں۔ مجھے اُن سے عشق تھا آؤ اُن کی زیارت کراؤں۔ دوسرے کمرے میں لے گئیں۔ وہاں اس پاک صورت کو آرام میں لیٹے ہوئے دیکھا۔ اُن کے لئے دعا کی وہاں جا کر اُن کے ایمان کی کیفیت نظر آئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اُن کی چھاتی پر قرآن کریم رکھا ہے اور قرآن کریم پر اُن کے ہاتھ رکھے ہوئے تھے یہ عجب اخلاص و ایمان کا نقشہ دیکھا۔ ہاں قرآن کریم کی خوبصورتی دیکھ کر بھی بڑی خوشی ہوئی وہ قرآن کریم اس قیمت کا ہے کہ مغلیہ شاہان کے سوا نہیں مل سکتا۔ جلد اور صفحات سب کے سب نہایت ہی قیمتی ہیں۔ اور سنہری اور بہتر طرز کے کام کی خوبصورتی بےنظیر ہے۔ یہ بھی اُن کے ایمان اور اُن کی حیثیت کی دلیل تھی۔

کہا کہ یہ قرآن کریم اُن کے ساتھ دفن کرونگی میں نے پسند نہ کیا۔ کہ ایسی خوبصورت اور ایسی قیمتی چیز مدفون ہو جائے۔ اس کے عوض میں نے اُن کو ایک قرآن کریم دیا ہے کہ ساتھ دفن کر دیں۔ مجھے اس کا بی کے بچانے میں خود غرضی تو بالکل نہیں تھی۔ اس لئے میں نے اُن کو ساتھ یہ بھی کہہ دیا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے خاندان میں یہ نسخہ بطور وراثت چلا جائے۔ اب انہوں نے اُسے محفوظ کر لیا ہے۔ یہ بھی اُن کی محبت اپنی دادی صاحبہ کے لئے۔ ان کے وفا ان کی محبت اور عشق پر بھی طبیعت قربان ہو گئی۔ ظاہری حسن بھی اُن کو اللہ تعالےٰ نے بہت بڑا دیا ہے۔ لیکن باطنی خوبصورتی سے بھی بڑا حصہ پایا ہے۔ عورت ہو یا مرد ہو اگر اس میں اخلاص اور وفا ہو تو وہ وجود دنیا کے لئے بڑا قیمتی وجود ثابت ہوتا ہے۔ پھر اپنا شاندار مکان دکھایا۔ بڑا آراستہ پیراستہ تھا۔ پر مجھے خوش کرنے والی اور میرے دل میں انبساط کی لہریں اٹھانے والی چیزیں ان کے اعلےٰ درجے کے عربی قطعات تھے جو مکان کی دیواروں کو مزین کر رہے تھے۔ اور اُن کے ایمان اور اخلاص پر شاہد تھے۔ اور آپ سمجھ سکتے ہیں یہ خوشی کتنی بڑھ جاتی ہے۔ جب کہ یہ خیال کیا جائے۔ کہ یہ اسلامی مکان انگلستان میں موجود ہے۔ ایک قطعہ یہ تھا۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا ...... ربنا ولا تحمل علینا اصرًا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین۔ یہ قطعہ لکڑی کے تختہ پر اس طرح سے کندہ کیا ہوا تھا۔ کہ لکڑی کے حروف بڑے نستعلیق خط میں بجائے گہرا ہونے کے اُبھرے ہوئے تھے۔

جہاں وہ خاتون بڑی ہمت اور مردانہ طبیعت رکھتی ہیں۔ وہاں محبت سے بھرا ہوا دل اور اخلاق بھی اعلیٰ درجہ کے رکھتی ہیں خوشی دیر میں خاطر و تواضع سے مجھے گرویدہ کر لیا اور بڑا اکرام اور عزت کی بہت دیر تک بٹھا رکھا۔ اپنی اور اپنے کنبہ کے اسلام کی داستانیں سنائیں۔ کہا میرے دادا بھی مسلمان تھے۔ ان کا نام احمد فیرس تھا۔ اور میرے باپ مسلمان تھے۔ اور وہ فرانس میں کانسل تھے۔ اپنے خاوند کو میں نے مسلمان کیا۔ پیشتر اس کے کہ اُن سے نکاح کرتی۔ وہ اس وقت میجر ہیں۔ جزیرہ مالٹا میں ہیں۔ اُن کا نام بھی میں نے خود رکھا۔ اُن کا نام نور جمال الدین ہے۔ میرے بچے سب مسلمان ہیں۔ میں نے کہا۔ انہیں بلائیے۔ وہ آئے اور مجھے آکر لپٹ گئے۔ ایک کا نام احمد ہے۔ لڑکی کا نام صفیہ ہے۔ تیسرے بچے کا نام سلیم ہے اور چوتھے بچے کا نام ابھی نہیں رکھا۔ یہ تمام باتیں انتہا درجے کی روحانی فزا تھیں۔ ان کو اس بات کی بڑی خوشی ہوئی کہ اسلامی جنازے کا سامان ہو سکتا ہے۔ اور یہاں ایک بہت مسلمان انگریز مرد اور خواتین موجود ہیں۔ انہوں نے اپنے خاوند میجر لیگ نور جمال الدین صاحب کو تار دیا۔ وہ پرسوں پہنچے۔ کل قبر کی زمین دیکھنے کے لئے مقام بروکوڈ جا رہے تھے مجھے تار دیا۔ کہ ہم وہاں جا رہے ہیں۔ آپ چلیں۔ خیر میں نے اُن کو ووکنگ میں اُتار لیا۔ وہ مسجد میں آئے۔ خانہ خدا کو دیکھ کر ان کو بڑی خوشی ہوئی۔ گھر میں تشریف لائے چاء وغیرہ نوش کی۔ یہ دوسری ملاقات تھی۔ لیکن اُن کے اخلاق ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ گویا مدتوں کا تعلق ہے۔ اب بڑے زور سے میاں اور بیوی کی درخواست ہے کہ جب کبھی میں لنڈن جاؤں۔ کھانا اُن کے ہاں کھاؤں۔ اُن کے ہاں آرام کروں۔ ان کو معلوم ہے۔ پرسوں جمعہ کا دن ہے۔ پہلے سے دعوت دے رکھی ہے۔

جو خاتون فوت ہو چکی ہیں انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے۔ نامکمل چھوڑ کر فوت ہو گئیں۔ اُن کے خاوند احمد فیری نے بھی لکھی تھی۔ یہ کتابیں غالباً مجھے مل جائیں گی۔ یا انہیں کو ندوہ دوبارہ نکلا کر شائع کردو۔ والسلام۔ خ صدر الدین

حضرت مولینا مولوی صدرالدین صاحب کے منقولہ بالا خط کو پڑھ کر دل بے تحاشہ شکر و امتنان سے بھر گیا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے مندرجہ ذیل اشعار نے اس قلبی کیفیت کا اظہار کرنے میں تھوڑی بہت مدد دی

اے سبز گر جہاں شود در راہ تو اے جان نثار
این چہ یک جان ہست قربانت اگر باشد ہزار
این چہ افضال این چہ احساں اینچہ الطاف عمیم
خیر تم مارا۔ چہ دیری دُرمن افتادہ کار
للہ الحمد آمدہ ابر کرم یک دم بہ جوش
نغمہ وزد باد محبت از یمین و از یسار
وقت آمد در خیابان خیمہ ہائے خود زنیم
نغمۂ توحید بسرائید مستند فصل بہار
مدتے شد خشک مے بخلے کہ تثلیث ہست نام
تخل بستان حجازی آورد صد برگ و بار
ہاں ہزاران عرب خیزید یکدم از خواب گران
بہر صیدِ ما غزالان منزلگی صد ہزار
نصرت ما منحصر بر اتفاق قوم ما
تا بکے این خانہ جنگی این فساد این نفاق

کثیر الازدواجی اور ویدک دھرم

سوامی دیانند صاحب اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش سملاس چہارم نمبر ١٠٨ اور رگوید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ٣٤٤ مضمون "بیاہ کا بیان" میں لکھتے ہیں کہ "مرد کو ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ اور نیز عورت کو ایک سے زیادہ مرد کے ساتھ بیاہ کرنے کی ممانعت ہے۔ اس میں دلیل یہ ہے کہ وید کے منتروں میں مرد اور عورت کا لفظ واحد میں آیا ہے" سوامی صاحب جیسے مدعی عالم سنسکرت کے لئے کثیر الازدواجی کے خلاف یہ دلیل وید سے بیان کرنا سخت حیرت ناک امر ہے۔ آپ نے کثیر الازدواجی کی ممانعت وید سے صرف اس دلیل کی بنا پر کی ہے کہ چونکہ منتروں میں لفظ واحد آیا ہے۔ اس لئے صرف ایک ہی عورت کا حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ مناسب یہ ہونا چاہئے تھا۔ کہ کوئی عقلی یا نقلی دلیل کثیر الازدواجی کی برائیوں اور ہر صورت میں ایک ہی نکاح کرنے کی خوبیوں پر وید سے دی ہوتی سوامی صاحب اگر خود اپنے ہی بیان کردہ اصولوں کی پیروی کرتے تو اُن کو معلوم ہو جاتا۔ کہ منتروں کے فعل میں تغیر و تبدل ہو جایا کرتا ہے اس کی ایک مثال آپنے رگوید آدی بھاشیہ بھومکا ترجمہ نہال سنگھ صفحہ ٢٢١ (٢) میں دی ہے۔ کہ اس میں (دکاشتا ہے) واحد آیا ہے۔ دراصل (دکاشتے ہیں) جمع چاہئے تھا۔ کیونکہ اس کا فاعل (جو لوگ) جمع ہیں ہے۔ یہیں تک بس نہیں۔ بلکہ وید منتروں میں تو تذکیر و تانیث اور ضمیروں کے بدلنے کے بھی آپ قائل ہیں (بھومکا صفحہ ٢٢٢) پھر صفحہ ٢٢٨ پر مثال (١) میں آپ نے حوالہ دیا ہے کہ "اس مثال میں اسم فاعل جمع کی علامت کی جگہ اسم فاعل واحد کی علامت آئی ہے"۔ جب وید کے قواعد یہاں تک ناقابلِ اعتبار ہیں۔ تو چند ایک منتروں میں اگر عورت مرد کا لفظ واحد اس بنا پر آگیا۔ کہ عورت سے مراد تمام جنس عورت اور مرد سے مراد تمام جنس مرد ہے۔ نہ کہ صرف ایک ہی شخص تو سوامی صاحب کی یہ دلیل نہایت بودی معلوم دیتی ہے۔ بہتر ہوتا کہ سوامی صاحب اپنے بزرگان سلف کے طرز عمل سے جو بڑے بڑے عالم ہو گذرے ہیں ایسے منتروں کے معانی حل کرتے"۔

ذیل میں ہم چند ایک حوالے اس بارہ میں دیکر سوامی صاحب کے پیروؤں سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ وہ عقل سلیم اور نقل صحیح کی بنا پر اِن وفاداری کی تردید کریں۔ ورنہ زبانی لفاظی کر وہ ہارتے مقابلہ پر انشاء اللہ تعالیٰ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ سوامی دیانند صاحب کی اپنی تحریر کی بنا پر بعض آریہ یہاں تک بڑھ گئے ہیں کہ وہ کثیر الازدواجی کو خلاف قانون قدرت لکھنے سے ذرا نہیں جھجکتے۔ چنانچہ آریہ مسافر جالندھر نے جنوری ١٩٠٨ء کے پرچہ میں اسی عنوان پر ایک مضمون دھر گھسیٹا تھا۔ اگر یہ مسئلہ فی الحقیقت خلاف قانون قدرت ہے تو سب سے زیادہ ملزم آریوں کے نقطۂ خیال سے خود وید ہی ٹھہرتا ہے۔ جس نے اس مسئلہ کی تائید میں وید میں مثالیں دیں اور جس کے مطابق ویدک رشیوں نے عمل کر کے دکھا دیا۔

(١) سوامی دیانند صاحب کی کتب کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس مسئلہ کثرت ازدواجی کی بنا سب سے اول وید کی تعلیم پر ہے۔ چنانچہ پُرش سوکت یعنی یجر وید ادھیائے اکتیس منتر بائیس سندھیہ رگوید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ١٤٥ - باب بید ایشٹ عالم کا ترجمہ سوامی دیانند صاحب نے یہ کہا ہے:-

"اے پرمیشور۔ شری اور لکشمی دو پیاری بیویوں کی مثال تعلیم گناہ ہے تو ایسی بیہودہ اور خلاف قانون قدرت مثال دینے سے ویدک ایشور کی کون سی عقلمندی ظاہر ہوتی ہے۔ بقول آریہ صاحبان وید جیسی اعلیٰ درجہ کی کتاب میں ایسی لغو اور خلاف عقائد مسلمہ مثالیں نہایت نامناسب ہیں۔ اس وید منتر کی بنا پر بڑے بڑے ویدک بزرگوں نے جو عمل کر کے دکھایا اُس کا نمونہ ذیل میں ہے:-

(٢) ستپتھ براہمن کا مصنف رشی یاگیولکیہ دو پیاری بیویاں۔ میترئی اور کاتیائنی رکھتا تھا۔ اور یہ رشی حسب اعتقاد آریہ صاحبان ایشور کا سچا جاننے والا گذرا ہے (بھارت کی شجاع استریاں۔ حصہ اول صفحہ ٦) پھر اسپر رشی بھی تھا۔ جس کے معنے تمام علوم کے ماہر ہو کر دوسروں کو پڑھانے والے کے ہیں۔ اگر بقول آریہ صاحبان کثیر الازدواجی ازروئے ویدک تعلیم خلاف قانون قدرت تھی۔ تو ایسے بزرگ کا طرزِ عمل اُسے رشی کے درجہ سے گرانے والا ثابت ہوتا ہے۔ ایسے بزرگ شخص عالم وید ورشی کا بلا کسی خاص وجہ کے کثرت ازدواجی کا پابند ہونا ظاہر کرتا ہے۔ کہ اُس زمانہ میں کثرت ازدواجی ازروئے وید جائز تھی کیونکہ یہ رشی ویدک عروج کے زمانہ میں ہو گذرا ہے۔

(٣) شوجی مہاراج جو ویدوں کی رکھشا کرنے والے اور سچانے والے تھے دو پیاری بیویاں بنام پاربتی اور پاروتی رکھتے تھے (بھارت کی شجاع استریاں حصہ ششم و ہفتم صفحہ ٥٢)۔ اس بزرگ کی جو عزت ویدک پیروؤں میں ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

(٤) جناب سری کرشن جی مہاراج کی آٹھ بیویاں تھیں

(٥) بھیم جی کی دو عورتیں بنام ھدمبا اور بلندھرا تھیں

(٦) مہاراجہ دہنراشٹ صاحب کی گیکئی کے علاوہ دو اور رانیاں تھیں۔

(٧) مہاراجہ اوتان پاد بن سوئمبھو منو۔ دو رانیاں سہوروچی اور سونیتی رکھتے تھے۔

(٨) مہاراجہ شری دلتں کی دو رانیاں بھدرا اور جینتا نامی تھیں۔

(٩) مہاراجہ دھرد جو سوئمبھو منو کا پوتا اور اوتان پاد کا لڑکا تھا۔ پانچ رانیاں رکھتا تھا۔ جنکے نام یہ ہیں (١) اِھلیا۔ (٢) نمرمی۔ (٣) اکالا (٤) دھنیا۔ (٥) وسجی۔ (آریہ گزٹ ٢٢ دسمبر ١٩٠٧ء صفحہ ٥)

(١٠) پانڈو کی دو عورتیں۔ کنتی اور مادری تھیں۔

(١١) مہاراجہ ارجن کی دروپدی کے علاوہ ناگ خاندان کی شہزادی منی پور کے راجہ کی لڑکی چترانگد۔ سری کرشن جی کی ہمشیرہ سبھدرا نامی تھیں۔

(١٢) رشی نارد کے زمانہ میں راجہ باہو نے کئی عورتوں سے بیاہ کیا۔

(١٣) وچترویریہ کی دو عورتیں تھیں جن سے بیاس جی نے ہم صحبت ہو کر لڑکے پیدا کئے۔

(١٤) بھیشم کے باپ کی دو عورتیں تھیں۔

یہ ایک نہایت مختصر فہرست ہے ایسی قوم کے مسلمہ لٹریچر سے جس کی تاریخ کبھی نہیں لکھی گئی۔ اگر ہم مہابھارت اور رامائن سے اس فہرست کو وسعت دینا چاہتے تو یہ اچھی خاصی ہو جاتی۔ تاہم موجودہ صورت میں یہ کافی ہے۔ اگر کسی بھولے بھٹکے مسافر نے الول جلول بکا۔ تو اس پر زیادہ لکھا جائیگا۔ (خادم اسلام)

اشاعت اسلام

یہ رسالہ جناب خواجہ صاحب مشہور آفاق مسلم مشنری کے زیر ادارت لاہور احمدیہ بلڈنگس سے ماہوار شائع ہوتا ہے خواجہ صاحب کے انگریزی رسالہ مسلم انڈیا اسلامک ریویو کا ترجمہ بعض زائد مضامین ہوتا ہے۔ اسلام اور غیر مذاہب کا مقابلہ۔ اسلام کی صداقت۔ تبلیغ اسلام کے بہترین نمونے۔ اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ۔ اسلام کے برکات۔ مبلغین اسلام کے لئے مناسب ہدایات۔ نو مسلموں کے لکھے ہوئے مضامین غرضکہ نہایت قیمتی مضامین اپنی بغل میں لئے ہوئے حسن ظاہری سے بھی آراستہ ہو کر شائع ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ ایک روپیہ

اشاعت اسلام کے مشرقی وفود کا خط

مکرم معظم! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ
گرمی کا موسم گرم ملک۔ پھر رمضان کا مہینہ ہونے مقام پر ہمارا ابلا کسی تعارف سابقہ وارد ہو کر اکثر خلاف توقع ناگوار حالات و واقعات کا مقابلہ کرنا اور اس طرح ہمت شکن ناگوار مناظر کا تسلسل غیر متناہی سا نظر آتا اور ہمکو اپنے حوصلہ کا زیادہ بلند کرنا اور تاریکی کو چشمہ حیوان سے مبتدل کرنے پر آمادہ رہنا ضرور کوتاہ قلمی کے لئے کافی سفارشی اور جلد بجلد تفصیلی حالات سے مطلع نہ کر سکنے کے لئے قابل قبول عذر ہے۔ آج یوم الجمعہ ہے فتحگڈھ سے فرخ آباد جانیکو تھا کہ وہاں کے بعض روشن خیال سنجیدہ مزاج مسلمانوں کے حسب خواہش جامع فرخ آباد میں جمعہ کے بعد کوئی تقریر کر دیں۔ لیکن گرمی کی شدت سے پریشان لوگوں کی دعا ٹھیک اس وقت قبول ہوئی۔ جبکہ ہم دونوں یہاں سے روانہ ہونے کو تھے۔ مدعا یہ کہ بارش کے سبب ہم رک گئے۔ گو پانی کی مقدار زیادہ ۹ بجے سے دو بجے تک کچھ زیادہ نہیں برسی۔ لیکن کالی کالی گھٹاؤں اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں نے پہلے ہی سے ہم مسافروں کو تین میل کے سفر پر آمادہ ہونے سے اس لئے ڈرا دیا تھا کہ جامع فرخ آباد میں خدا جانے کیا صورت پیش آئے۔ بہر حال۔ ہر چہ از دوست میرسد نیکوست۔ جی چاہا کہ اس فرصت میں آپ کو خط لکھوں۔ میں اس وقت فتحگڈھ کی سرائے پختہ میں اس طرح بیٹھا ہوں کہ مجھ سے کوئی بات چیت کرنیوالا نہیں ہے۔ لہذا میں آپ سے مخاطب ہوں۔ ؎

کچھ سناؤں درد دل کی داستاں
پاس آ بیٹھو کلیجہ تھام کر

منڈاور :۔ نجیب آباد سے چند کسٹیشن پر اتر کر آٹھ نو میل کی پختہ سڑک پر خاک تو نہیں پھانکی۔ مگر دھوپ اور گرمی کا لطف اٹھاتے ہوئے یکہ پر منڈاور پہونچے۔ یہ وہ منڈاور ہے۔ جہاں کے منشی شہامت علی صاحب مرحوم ممالک متوسط کی بعض ریاستوں کے پولیٹیکل ایجنٹ اور گورنمنٹ انگریزی میں بڑی عزت رکھتے تھے۔ یہ منڈاور ہے جو بودھوں کے زمانہ میں خاص مذہبی مرکز تھا اور جینی سیاح فاہیان نے اس کا تذکرہ اپنے سفرنامہ میں کیا ہے۔ یعنی سنہ عیسوی سے کئی سو برس پیشتر یہ مقام بدھ مذہب کا قابل تذکرہ مرکز تھا۔ مسعود سالار غازی جنکی قبر بہرائچ میں ہے اسی طرف سے ہوکر گذرے تھے اور ایک مقام انھوں نے یہاں بھی کیا تھا۔ اب بودھوں کی صرف اس قدر علامت موجود ہے کہ منڈاور کی جامع مسجد میں جانے والے کو چند ایسے پتھر نظر آتے ہیں۔ جن پر ویسی ہی تصویریں کھدی ہوئی ہیں۔ جیسی رانچی اور سارناتھ میں اشوک کے زمانہ کی نظر آتی ہیں منڈاور تاریخی زمانہ سے مسلمانوں کی بستی سمجھی جاتی ہے۔ اور یہاں مسلمانوں کا ہمیشہ زور رہا ہے۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ مسلمانوں کے محلوں اور مسلمانوں کے گھروں پر نحوست ہی نحوست برستی ہے۔ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہ۔ منشی شہامت علی صاحب مرحوم کے مکان کو دیکھکر رونا آتا ہے۔ اور ان کے خاندان والوں کے حالات اور انکی فلاکت کی داستان سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ہم نے چاہا کہ مسلمانوں کو اسلام کی طرف توجہ دلائیں۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا وعظ سنائیں۔ لیکن معلوم ہوا کہ نمازیوں کی تعداد مسجدوں کی تعداد سے نسبت نہیں رکھتی۔ جن کو مخاطب کیا جائے۔ وہ مسجدوں میں کم آتے ہیں۔ اور آپس کی جنگ و جدل یا جاہ طلبی میں تمامتر ہمت صرف ہوتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ عزیز میزبان مولوی عبدالجلیل خان صاحب نے فرمایا کہ فوراً یعنی آج ہی ایسے وعظ کا بندوبست ممکن نہیں۔ جس میں دس بیس یا زیادہ آدمی موجود ہوں۔ ہم وہاں زیادہ ٹھیر نہیں سکتے تھے۔ شام کو گئے تھے۔ رات بھر کے قیام کے بعد علی الصباح بجنور کی طرف روانہ ہوئے۔

بجنور :۔ منڈاور سے مالن ندی اتر کر بمشکل ہی اسکی ریتی سے باہر ہوئے تھے۔ کہ پیچھے پھر کر جو دیکھتے ہیں۔ تو شمال کی جانب سے ابر تیرہ سرمہ کے پہاڑ کی طرح جلد جلد بلند ہوتا ہوا نظر آیا۔ اور ہم ایک فرلانگ بمشکل آگے بڑھے تھے۔ کہ آدھے آسمان پر کالی گھٹا کا شامیانہ چھا گیا۔ اور پھر یکا یک چاروں طرف تاریکی چھا گئی۔ ہوا کا ایک سرد جھونکا آیا۔ اور اس کے بعد ہی موسلا دھار بارش اور تند ہوا نے ہمارے لئے راستہ کے درختوں کو بھی جائے پناہ ہونے نہ دیا میں نے کمبل اتارا۔ اور اسکی جیب کے کاغذوں کو بچانے کے لئے اسکو لپیٹ کر بغل میں دبایا۔ پاؤں تک پانی بہ رہا تھا۔ چھتری کو ہوا نے بیکار کر دیا تھا۔ جسم کے کپڑے بھیگ کر بدن کو چمٹ گئے تھے۔ اور خدا جانے ہم کیوں کھانستے تھے۔ لیکن بھیگے ہوئے کپڑے اور پاجامے کے جھول پھیلنے سے منع کر رہے تھے۔ میرے پنجابی پاجامہ نے مجھکو اس عجیب قسم کی دوڑ میں مولوی عبدالحق صاحب سے پیچھے رکھا۔ کیونکہ ان کا پاجامہ بھیگ کر بھی انکو دوڑنے سے نہیں روکتا تھا۔ منڈاور سے بجنور قریباً آٹھ میل ہے۔ بجنور میں پہونچنے سے پہلے ہی ہوا نے ابر بارندہ کو صاف کر دیا دھوپ بھی نکل آئی۔ ہم خشک بھی ہو گئے کپڑے اچھی طرح سوکھ گئے۔ صحیفہ والخیل کے اڈیٹروں نے بڑی محبت و ہمدردی کا برتاؤ کیا۔ جزاھم اللہ واحسن الجزاء۔ بجنور میں جب کوئی شخص نگینہ یا نجیب آباد سے روانہ ہو کر داخل ہوتا ہے تو سب سے پہلے بائیں ہاتھ کو اسے ایک بڑا دروازہ نظر آتا ہے جو آریہ سماج مندر ہے۔ اس مکان میں داخل ہو کر معلوم ہوتا ہے کہ آریہ سماج ایک زندہ قوم ہے۔ اور مذہبی جدوجہد میں پوری طاقت کے ساتھ مصروف ہے۔ ہم نے تلاش کیا کہ مسلمانوں کی بھی کوئی مذہبی انجمن ہے لیکن اس مسلمانوں کے خاص شہر میں ہمکو قسم کھانے کے لئے بھی نہ مسلمانوں کی کوئی انجمن نظر آئی نہ کوئی اس قسم کا مذہبی اعتنا کا نمونہ دیکھا گیا عام طور پر لوگ پیروں کے پنجہ میں گرفتار ہیں۔ اور پیر پرستی اخلاقی حالت کو بہت پست کرتی جاتی ہے۔ پیروں اور پیر پرستوں کو بدنظری۔ زنا۔ قمار بازی۔ رقص و سرود وغیرہ کسی چیز سے پاک نہیں۔ روشن خیال اور خوش عقیدہ واقف کار تعداد میں کم ہیں اور کام کرنے یعنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کی ادائیگی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے انکی تن آسانی اور سہل انگاری نے بہت کچھ انکی ذمہ داریوں کو فراموش کر رکھا ہے میں نے ان لوگوں سے جو مسلمانوں میں تعلیم یافتہ اور روشن خیال نظر آئے۔ ملکر دریافت کیا۔ کہ آپ لوگوں نے مسلمانوں میں دین کی طرف توجہ پیدا کرنے کے لئے کیا کیا کام کئے ہیں۔ تو اصل فقرے جواب میں اسی مفہوم کے الفاظ سننے میں آئے کہ یہ کوئی ضروری کام نہیں ہے۔ بازار میں ایک بالاخانہ پر پبلک لائبریری کا بورڈ دیکھکر ہم دونوں اوپر چڑھتے چلے گئے۔ وہاں ایک نوجوان ہندو کو دیکھا۔ جس کا نام اودھے سنت شاہ تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ لائبریرین ہیں۔ انہوں نے لائبریری کے متعلق ضروری واقفیت بہم پہنچانے میں ہمارے ساتھ کسی بخل کو روا نہیں رکھا اور انہی کے ذریعہ ہم شکر گذار ہیں۔ معلوم ہوا کہ لائبریری میں ہندو۔ مسلمان عیسائی سب چندہ دیتے ہیں اور

پانچ روپیہ ماہوار میونسپل ایڈ بھی ملتی ہے۔ سکرٹری بابو جے نرائن اور بابو ہر پرشاد صاحب وکیل اور دوسرے ہندو اصحاب لائبریری کے روح رواں ہیں۔ فہرست کتب کے تین رجسٹر ہیں اور اس طرح زبان کے اعتبار سے اردو۔ ہندی۔ انگریزی تین بڑی تقسیمیں کتابوں کی ہیں۔ ہمنے تینوں رجسٹروں کو دیکھا۔ اردو رجسٹر میں شروع ہی سے آریہ مذہب کی کتابیں نظر آئیں۔ اور جہاں تک ہم نے تلاش کیا۔ مذہب اسلام کے متعلق کوئی کتاب نظر سے نہ گذری۔ اگر تھیں تو ایسی کتابیں جو آریوں نے اسلام کے خلاف لکھی ہیں مختصر یہ ہم کو جلد ہی معلوم ہو گیا۔ کہ یہ درحقیقت آریہ لائبریری ہے جو اس طرح پبلک لائبریری کے رنگ میں اپنا کام کر رہی ہے۔ ایسی کتابیں بھی نظر پڑیں جو کسی مسلمان نے غالباً لائبریری کو دی ہونگی اور وہ سب کی سب ناول اور بیہودہ جھوٹی کہانیاں تھیں۔ کاش مسلمانوں کی طرف سے کوشش ہوتی۔ اور اسلام کے متعلق ضروری کتابیں اس لائبریری میں مسلمان داخل کرتے مثلاً سرمہ چشم آریہ۔ تصدیق براہین۔ ملفوظ الدین۔ چشمہ معرفت۔ نسیم دعوت۔ مولوی ابو رحمت حسن کے رسالے۔ مولانا مولوی محمد قاسم صاحب کے رسالے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب۔ میر قاسم علی ابو الفرح پانی پتی۔ آزاد سبحانی وغیرہ کے وہ رسالے جو آریوں کے خلاف لکھے گئے ہیں۔

نگینہ۔ نگینہ اس لئے مشہور ہے کہ دس گیارہ برس ہوئے جب وہاں آریوں سے ایک مباحثہ ہوا تھا۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ سنڈ یا سکا ابال تھا۔ اور اس کے بعد اب کسی ابال کی بہت ہی کم امید ہے۔ ہم بجنور سے نگینہ آئے۔ اور صرف تین چار گھنٹہ ہی شہر سے مولوی فیض محمد خانصاحب ہیڈ ماسٹر تحصیل اسکول سے مجھکو قدیمانہ نیاز مندی کے تعلقات ہیں اسی طرح مولوی علیم الدین صاحب نائب مدرس تحصیل اسکول سے ان دونوں نے محبت سے میری باتوں کو سنا۔ اور معمولی رسمی مدارات و ملاقات میں وقت ملاقات ختم ہو گیا۔ شہر میں بھی ہم چلے پھرے مسلمانوں کے اشغال ہندو اور مسلمانوں کے اخلاق اور طرز تکلم اور دوسرے ذرائع سے بجنور والی حالت ہی کا یہاں بھی قیاس کیا جا سکا۔ گو ممکن ہے کہ تفصیلی تحقیق میں اس کے خلاف ثابت ہو۔ جس طرح بجنور میں سبز رنگ زنگار گالیاں بکتے بد تہذیبی سے مناظرہ ایک دوسرے سے منی طیبہ ہوتے ہوئے دیکھکر ایک سیاح مسلمانوں کے اخلاقی طبقہ کی اخلاقی حالت کو بہت قابل رحم یقین کرتا ہے۔ اسی طرح نگینہ میں بھی اور افسوس ہے کہ اصلاح کی طرف کسیکو توجہ نہیں۔

مراد آباد۔ نگینہ سے ہم نجیب آباد دریا اسباب لینے گئے۔ اور مراد آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔ مراد آباد میں ہم کسی سے واقف نہ تھے سرائے میں اسباب رکھکر شہر میں سیر کرتے ہوئے اس لئے دل خوش ہوا کہ یہاں کے مسلمانوں کی تمدنی حالت کچھ اچھی نظر آئی۔ بازار میں بکثرت مسلمان چہرے نظر پڑے جو اپنی دکانوں پر خوش اور شستین حالت میں تھے۔ ہمنے المشیر اخبار کا دفتر دریافت کیا۔ کیونکہ مراد آباد کا صرف یہی ایک اخبار پیغام صلح کے تبادلہ میں جاتا ہے۔ دفتر المشیر میں پہونچے۔ وہاں مولوی فضل حسین صاحب ابو الافضال اور ان کے بھائی اشفاق حسین صاحب سے ملکر دل خوش ہو گیا۔ اور ان دونوں بھائیوں نے ہم سے ہمدردی و اخوت کا برتاؤ کرنے میں کمی نہیں کی۔ یہیں بیٹھکر ہمنے اپنا پروگرام تیار کیا جو ٹھیک ہر جگہ ترمیم ہوتا رہا ہے رات کو سرائے میں رہکر صبح علیگڈھ کا ٹکٹ لیکر روانہ ہوئے۔

علیگڈھ:۔ علیگڈھ میں خواجہ میر علی صاحب اڈیٹر المیزان اور جناب صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کی ملاقات کا حال پیشتر لکھ چکا ہوں۔ علیگڈھ میں ہر دو مذکور الصدر بزرگ اور تیسرے ڈاکٹر محمد اشرف خانصاحب تینوں بڑے ہی قیمتی الشان ہیں جن سے ملکر ہمنے بہت کچھ بصیرت اور خوشی حاصل کی۔ ڈاکٹر محمد اشرف خانصاحب آریوں کی سرکوبی کے لئے تمام ضلع علیگڈھ میں کافی موجود ہیں۔ کالج میں بھی ہم گئے۔ لیکن تعطیلوں کی وجہ سے ہر طرف بے رونقی اور ہو کا عالم نظر آیا۔ لا کلاس کے چند طالب علم ایک جگہ یکجا میرک میں بیٹھے ہوئے ملے۔ اور وہ اخلاق سے پیش آئے۔ سر سید کی قبر اور مسجد کو دیکھا۔ کالج کی مسجد بڑی خوبصورت عمارت ہے۔

شکوہ آباد۔ علیگڈھ سے شکوہ آباد پہنچے۔ یہاں دو مرتبہ شہر کی خوب سیر کی۔ مدرسہ کو دیکھا۔ مگر کسی سے نہیں ملے یا یوں کہئے کہ کوئی ملنے کی قابل نہیں مل سکا سنا ہے ایک مولوی صاحب شکوہ آباد میں رہتے ہیں۔ مگر وہ شکوہ آباد سے باہر گئے ہوئے تھے۔ یہ شہر ہے تو دار الشکوہ کا آباد کیا ہوا مگر کاشتہ لوگوں کی بستی کہنا چاہیئے۔ یہاں کا شہر سب سے زیادہ آباد میں سے بازار میں ہو کر ہم گذرے تو شہر کے ایک طرف سے دوسری طرف نکل گئے۔ مگر ایک بھی مسلمان نظر نہ آیا۔ جب پورلٹا در سے بازار میں آئے تو چند مسلمان نظر پڑے۔ مگر سب کی حالت تباہ تھی کوئی تعلیم یافتہ مسلمان دو دن کی سیر و گردش میں ہم کو نہیں ملا۔ ہم کو کسی سے ملنا بھی مقصود نہ تھا۔ کیونکہ ہم سرائے کی تنہائی میں آرام کرنا۔ اور آزاد رہنا چاہتے تھے۔

راقم۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی

از شکوہ آباد ۲۳۔ جولائی یوم الجمعہ

چندہ اشاعت اسلام از پشاور

نمبر شمار	نام چندہ دہندہ	رقم
۱	خانصاحب مولوی غلام حسن خاں	[illegible]
۲	مرزا اندر علی صاحب	للعہ/
۳	مرزا رمضان علی صاحب	عہ/
۴	بابو ہدایت اسد صاحب	للعہ/
۵	ایڈل جی صاحب	عہ/
۶	مثال خاں صاحب	عہ/
۷	میاں عبد العزیز صاحب مستری	عہ/
۸	بابو ہدایت اسد صاحب ہیڈ منشی	مدرکھند [illegible]
۹	میاں شہاب الدین صاحب	چندہ اشاعت اسلام عہ/
	میزان کل	[illegible]

اخبار احمدیہ

۱۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کے خطوط ایبٹ آباد سے بہتر سے خیریت کی خوشخبری سنتے ہوئے آتے ہیں۔ اور حضور کو اپنے دینی کاموں میں منہمک پاتے ہیں۔

۲۔ حضرت خواجہ صاحب بھی بفضلہ تعالے بخیریت ہیں۔ اور اشاعت اسلام کے پاک کام میں مصروف۔ اللہ تعالے ان ہر دو مخدومان ملت کو بیش از بیش کارہائے حسنہ کی توفیق دے۔ اور بہت سے تشنہ کام لوگوں کو انکے ذریعے سے سیراب فرمائے۔ آمین

۳۔ لاہور کے دیگر پاک ممبر بھی بفضلہ تعالے بڑے خلوص کے ساتھ اپنے مفوضہ دینی فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالے انکو نیکی توفیق عطا فرمائے۔

۴۔ جناب مرزا نیاز بیگ صاحب والد بزرگوار جناب حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب بیمار ہیں۔ اور لاہور میں اپنے لائق فرزند کے زیر علاج۔ احباب انکے لئے دعا فرمائیں۔

۵۔ جناب بابو منظور الٰہی و حافظ جان محمد صاحب بھی بہت دنوں سے بیمار ہیں۔ احباب انکی صحت کے لئے بھی دعا فرمائیں۔

(خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا)

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

روسی پیچھے ہٹا دیئے گئے:۔ (شملہ ۲۷ جولائی) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے کل کی تاریخ کا مفصلہ ذیل مراسلہ موصول ہوا۔

صوبجات بالٹک میں روسیوں کو پیچھے ہٹانے اور دریائے نیریو و دریا کے شمال کی طرف سے عبور کر جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ مگر جنوب مشرقی پولینڈ میں روسی ہنوز اپنے مورچوں پر قائم ہیں۔ اور وارسا کو جانے والی جنوبی لائن کی حفاظت کر رہے ہیں۔ صوبجات بالٹک کے متعلق روسیوں کا بیان ہے کہ شاؤلے کے علاقہ میں کوئی تبدیلی نہیں۔ مگر غنیم شاولی کے شرق میں مقام پونیوگز کی طرف ترقی کر رہا ہے۔ جرمنوں کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جنرل موشلونے روس کی پانچویں فوج کو شکست دیدی ہے۔ دریائے نیرو کے متعلق ۲۵ جولائی کی روسی رپورٹ مظہر ہے کہ جمعہ کی رات اور ہفتہ کی صبح کو غنیم نے دریائے پیسا کے مشرقی کنارے پر شدید اور جانبازانہ حملے کئے مگر شدید نقصان اٹھایا اور ناکام رہا۔ پیسا لومزا کے مغرب میں دریائے نیریو کا مغربی معاون ہے۔ جرمنوں نے اوستر ولنکا اور روژان کے اور پلٹسک کے مابین دریائے نیریو کو عبور کرنے کی سر توڑ کوشش کی مگر ناکام رہے۔ مگر وہ روژان اور پلٹسک کے مابین جمعہ کے روز دریائے نیریو کو عبور کر گئے۔ اور وہاں قدم جمانے کی کوشش کی۔

۲۴ جولائی کو جرمنوں کا بیان ہے کہ جنرل گلویز روژان اور پلٹسک کے درمیان دریائے نیریو کو عبور کر گیا۔ اور ۲۵ جولائی کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمن اوسٹرولنکا کے جنوب سے پلٹسک تک دریائے نیریو کو عبور کر گئے ہیں۔ اور پلٹسک کے جنوب مشرق میں دریائے بگ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ اور پلٹسک کے جنوب مغرب میں وہ مقام ناسیلسک تک پہنچ گئے ہیں۔ جو دریائے دیچولا اور بگ کے درمیان واقع ہے۔

روسیوں کا بیان ہے کہ جنوب مشرقی پولینڈ میں غنیم رک جانے پر مجبور کیا گیا۔ اور آسٹریا یا جرمنی میں سے کوئی بھی پیشقدمی کرنیکا دعوے نہیں کر سکتا۔

مغربی رزمگاہ:۔ "فرانسیسیوں نے ...... کے مقام بینڈی بیٹ میں مزید کامیابی حاصل کی اور جرمنی کی بعض نہایت مستحکم قلعبندیوں پر قبضہ کر لیا۔

یورپ کے جنوب میں بار ہی سرنگ کے پھٹنے سے جو گڑھا پیدا ہو گیا تھا۔ اسپر غنیم نے ۲۳ ...... ۲۴ جولائی کو حملے کئے۔ جو پسپا کر دیئے گئے۔ اور برطانیوں نے زلی بیک کے جنوب مشرق میں کامیابی سے ایک سرنگ اڑائی اور غنیم کی خندقوں کو تباہ کر دیا۔

جنوبی رزمگاہ:۔ اطالیوں کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ سطح مرتفع کارسو کی جنگ ان کی موافقت میں جاری ہے اور غنیم نے ان کے میمنہ پر جو عظیم جمیت سے حملہ کیا تھا وہ پسپا کر دیا گیا۔

"آسٹریا کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ اطالیوں نے سطح مرتفع کے کنارے پر نہایت جانبازی سے حملے کئے۔ مگر ناکام رہے"

جنوبی افریقہ کے متعلق جرمنی کے خواب:۔ جنرل بوتھا نے کیپ ٹاؤن میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جنوب مغربی افریقہ جرمن علاقہ میں اس قسم کے جرمن علاقہ میں اس قسم کے نقشے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن میں خط رت ...... کے تمام جنوبی حصہ کو "گریٹر جرمنی" یا المانیہ عظمی سے نامزد کیا گیا ہے۔ اور منتہائے جنوب میں انگریزوں کے لئے ایک چھوٹا سا ٹکڑا محفوظ رکھا گیا ہے۔ جنرل بوتھا نے کہا کہ مفتوحہ علاقہ کو یونین کے قبضہ میں رکھنے کی سب بڑی وجہ یہ ہے کہ اس علاقہ کی جرمن پالیسی یونین کے حق میں سخت اندیشناک اور تہدید آمیز ہے اور جرمن حکام دیسیوں پر اس قدر ظلم کرتے ہیں۔ کہ اس کا انسداد از بس ضروری ہے جرمنوں کے شمار و اعداد سے پایا جاتا ہے کہ وہ ابتک ہیررو قوم کے ۱۲ ہزار اشخاص کو ہلاک کر چکے۔ جنرل بوتھا کے اس اصرار پر نہایت گرمجوشی کا اظہار کیا گیا۔ کہ یورپ میں جرمنوں کی سرکوبی میں مدد دینے کے لئے جنوبی افریقہ کو قربانی کرنے کے لئے تیار ہونا چاہئے"

ہندوستانی ہسپتالوں کا معائنہ:۔ لارڈ کچنر برائٹن کے ہندوستانی ہسپتالوں کا معاینہ کرنے کے لئے بلا اطلاع تشریف لے گئے۔ جہاں مجروحین اور مریضوں کے معالجہ اور مرہم پٹی وغیرہ کے لئے ۳۳۰۰ بستر مہیا کئے گئے ہیں۔ لارڈ کچنر ان ہسپتالوں کے حسن انتظام کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے۔ اور دیسی افسروں سے ملاقات کرنے کے علاوہ انہوں نے ان کو مخاطب کر کے ایک مختصر اور ہمدردانہ تقریر فرمائی"

پیرس کی روزنامہ رپورٹ:۔ (لندن ۲۶ جولائی) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ توپخانہ کی آتشباری کے علاوہ دستی بموں سے متفرق معرکے وقوع میں آتے رہے۔ فرانس کے ہوائی جہازوں نے تانشی لاسے کے جرمن فوجی سٹیشن پر بھاری بم اور آہنی تیر برسائے۔

۲۷ جولائی۔ پیرس کی ایک سرکاری اطلاع میں لکھا ہے کہ محاذ کے مختلف حصوں پر صرف توپخانہ کی گولہ باری اور سرنگوں کی لڑائی ہوتی رہی۔

ایک اور امریکن جہاز کی غرقابی:۔ (لندن ۲۶ جولائی) امریکن سٹیمر لیلانا اور برطانی سٹیمر گرینج ووڈ کو جرمن آبدوز کشتیوں نے غرق کر دیا ہے۔ عملے کے آدمی اپنی ہی کشتیوں میں بچ گئے۔

(۲۷ جولائی) کرک وال کا تار مظہر ہے کہ لیلانا دیرسن لدی ہوئی تھی۔ اس کے عملے کے آدمی پہلے تہدیدکنی پر سوار کر لئے گئے۔ اور پھر اپنی کشتیوں میں منتقل کر دیئے گئے اور یہ سب کچھ جزائر اورکنی کے قریب ہی وقوع میں آیا۔ آبدوز کشتی نے لیلانا پر ۱۲ گولے پھینکے۔ مگر جب وہ کارگر نہ ہوئے تو سے تار پیڈو پھینک کر غرق کر دیا گیا۔

ابیرڈین کا ایک اور ماہی گیر جہاز غرق کر دیا گیا ہے۔ گزشتہ سہ روز کے اندر ماہی گیر جہازوں کے ۱۹ آدمی ہلاک ہوئے ہیں۔

واشنگٹن ۔۔ امریکن حکام لیلاناد کی غرقابی سے ششدر رہ گئے ہیں۔ مگر مزید کیفیت مزید نہ ہونے کی وجہ سے کسی قسم کی رائے زنی سے انکار کرتے ہیں۔ تاہم اس امر پر اظہار اطمینان کیا گیا ہے کہ عملے کے آدمی آدمی بچ لئے گئے۔

اعلان جنگ کی سالگرہ۔ (پیرس ۲۷ جولائی) گورنمنٹ اور پارلیمنٹ نے ۴ اگست کو اعلان جنگ کی سالگرہ منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس موقع پر فوج کی خدمات کا شکریہ ادا کیا جائیگا۔ اور قانون آزادی اور تہذیب کی قطعی فتح حاصل کرنے کے عزم بالجزم کا اعلان کیا جائیگا۔

گذشتہ سہ ماہی میں برآمد گندم: حکومت ہند کے محکمہ شمار و اعداد نے جو حسابات اندنوں شائع کئے ہیں۔ ان سے پایا جاتا ہے کہ ہندوستان سے گندم کی برآمد گذشتہ سہ ماہی میں اپریل سے جون تک گورنمنٹ کے حساب میں ۳ لاکھ ۴۴ ہزار ٹن ہوئی۔ جس کی قیمت ۴ کروڑ ۴۵ لاکھ روپے تھی۔ ان میں سے ۴۵ ہزار تین سو ٹن گیہوں ممالک متحدہ برطانیہ کو ۲ لاکھ ۵۴ ہزار ٹن جبرالٹر کو اور ۵ ہزار ٹن آسٹریلیا کو بھیجے گئے۔ ان کے علاوہ ۳۴ ہزار ٹن گیہوں اسی زمانہ میں پرائیویٹ اشخاص نے جہازوں پر لاد کر باہر بھجوائے جن کی مجموعی قیمت ۴۸ لاکھ روپے تھی۔ ان میں ۶ ہزار سات سو ٹن ممالک متحدہ برطانیہ اور ۵ ہزار ۹ سو ٹن فرانس کو ارسال کئے گئے۔ جبرالٹر کو ۲ لاکھ ۵۴ ہزار ٹن گندم کا بحساب گورنمنٹ صرف ایک سہ ماہی میں بھیجا جانا ظاہر کرتا ہے۔ کہ مذکور کو ایک تقسیم کنندہ مرکز کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور وہاں سے یہ گیہوں حسب ضرورت دیگر مقامات کو روانہ ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ یکم اگست ۱۹۱۵ء نمبر ۱۰

ویدک تھیالوجی اور اسلام

(از جناب مولانا مولوی عبدالحق صاحب متعلم اشاعت اسلام کالج لاہور حال مبلغ علاقہ یوپی ہندوستان)

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيرًا۔ (ترجمہ) آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اللہ ہی کی ملکیت ہے اس لئے کہ اسی نے یہ سب چیزیں پیدا کی ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ پیدا شدہ چیز کا اندازہ اور حدود مقرر ہیں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو اجرام فلکی کس طرح اپنی اپنی حدود دایام گردش تاثیرات اور مفوضہ امور کے ادا کرنے میں کیسے محتاط ہیں اس برہمانڈ کے سردار کیطرف دیکھو کس طرح باقاعدہ روز طلوع ہوتا ہے دنیا کی کوئی صحیح سے صحیح گھڑی اس باقاعدگی میں اسکا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ٹھیک ۳۶۵ دن کے بعد کسطرح وہ اسی نقطے پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں سے وہ روانہ ہوا تھا۔ نہ سفر کا طول اور نہ کوئی اور چیز اسے چند لمحوں کے لئے روک کر اسے لیٹ کرسکتی ہے۔ چاند اپنی تگ و دو میں کیسا محتاط ہے۔ اور ایک ماہ کے عرصے میں اپنے دورے کو پورا کرلیتا ہے۔ سورج کو یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنے مفوضہ اور مقررہ فرائض کو چاند سے بدل لے اور نہ چاند کو یہ جرأت کہ وہ سورج کی برابری کا دم مار سکے یہ فضائے آسمانی کا ہر ایک روشن سیارہ اور ستارہ قدرتی [illegible] یا امر الٰہی کے ماتحت اپنے اپنے مستقر کے گرد دیوانہ وار چکر لگا رہا ہے اور کوئی کسی دوسرے کے رستے میں حائل اور حارج نہیں ہوتا۔ کرہ ارضی کے ہر فرد میں اختلاف الوان اور اشکال کا نظارہ بغور ملاحظہ کرو۔ جمال کائنات پیکر قدرت اور شاہد طبیعیہ کا ہر جزو کس انتظام اور ترتیب ابلغ کا پتہ دے رہا ہے۔ پیپل کے درخت کے بیج سے تمام دنیا کے باغبانی کے ماہر بڑ کا درخت نہیں پیدا کرسکتے۔ ایک کبوتر کے بچے کو علم الحیوانات کے ماہر خواہ کوئی دقیقہ پرورش کا فروگذاشت نہ کریں۔ طاؤس نہیں بنا سکتے۔ ان مختلف حدود اور قوانین میں موجودات عالم کو مربوط دیکھ کر لامحالہ کسی محدود اور حد باندھنے والے اور مقنن کا ضرور قائل ہونا پڑیگا۔ پھر اس قدرتی مینا بازار کی تمام اشیاء میں ایک اور حیرت انگیز تطابق نظر آئیگا کہ ہر ایک چیز کا کوئی نہ کوئی مثنی ضرور ہوگا۔ ہر ضرورت کے مقابل اس کا دفعیہ اور سامان موجود ہے۔ اگر بازار کے ایکطرف علل اور امراض کا اسباب پھیلا پڑا ہے۔ تو اس کے مقابل کی صف میں ان کی دوائیاں موجود ہیں۔ بخار کے لئے کونین زہر کے لئے تریاق اگر انسان کو ایکطرف بھوک کا مکلف پاؤگے۔ تو دوسری طرف اس کے کھانے کے لئے ہزار در ہزار شیریں اور لذیذ کھانے پیاس بجھانے کے لئے کنوئیں اور چشمے اور نہریں موجود ہیں آنکھیں ہیں تو ان کے لئے دلچسپ نظارے بھی موجود ہیں۔ آنکھ اگر انسان کیلئے سب سے زیادہ ضروری چیز تھی تو اس کی صحت کو بحال رکھنے کے لئے سب سے زیادہ سامان بکثرت سبزہ زار موجود ہیں کان ہیں تو نغمۂ شیریں بھی موجود ہے۔ بقائے نسل کے لئے عورتیں۔ الغرض جسقدر نظر کو وسیع کرتے جاؤگے ہر ایک تنہا۔ خواہش اور حاجت کے بالمقابل اسکا مثنیٰ ضرور نظر آئیگا۔ اور دوسری طرف ہر چیز کا مصرف بھی ضرور ہوگا۔ اس سے نہ صرف ایک منتظم علیم اور ترتیب دینے والی ہستی ثابت ہوتی ہے بلکہ یہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ وہ ہستی کن صفات والی ہونی چاہئے۔ آدسرشٹی یا شروع دنیا سے ابتک تمام قوموں نے ناقص یا کامل طور پر ہستی باریتعالے کا اقرار ضرور کیا ہے۔ ہاں اقوام عالم نے اور قریبا کل اقوام عالم نے صفات باریتعالے کے متعلق ٹھوکر کھائی ہے۔ صفات باریتعالے کے وہ مباحث ہیں جنہیں ہزارہا صفحوں پر پھیلا کر لکھئے تب بھی سمٹ نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام مذاہب کے باقی اندرونی اختلافات اسی اصل کے فروع ہیں انتظام عالم جذبات مخلوقات اور خصوصاً نوع انسانی کے فطرتی تقاضوں اور میلانوں کی حیثیت کذائی کیسی قسم کا خدا چاہتی ہے۔ غور کرو۔ اور خوب غور کرو تو اسی سوال کے جواب پر مذاہب کی نزاعوں کا فیصلہ منحصر ہے۔ اس عظیم الشان سوال کا اگر کوئی صحیح جواب دیا تو صرف قرآن کریم نے دیا۔ صفات باریتعالے کے مباحث کی طول طویل صنف کو ایک چھوٹا سا جملہ کہکر لپیٹ دیا۔ ہاں ایسا چھوٹا جملہ جس سے مختصر جملہ ممکن نہ تھا فرمایا الحمد للہ یعنی جسقدر محامد صحیحہ اور کمالات تامہ کہ عقل کسی عاقل کی سوچ سکتی ہے یا فکر کسی متفکر کا ذہن میں لاسکتا ہے۔ وہ سب صفات اور خوبیاں اللہ تعالے میں موجود ہیں۔ اور کوئی ایسی خوبی نہیں کہ عقل اس کے امکان پر شہادت دے اور اللہ تعالی بدقسمت انسان کی طرح اس خوبی سے محروم ہو۔ اللہ تعالے نے یہ ایک ایسا معیار اپنی صفات کے جانچنے کا مقرر فرمایا جس سے ہر مذہب کے ہستی باریتعالے کے متعلق عقاید کا آسانی سے فیصلہ ہوسکتا ہے۔ آؤ ہم اس معیار پر جس کے صحیح ہونے کو ہر عقل سلیم اقرار کرے گی۔ ویدک مذہب کو جانچ کر دیکھ لیں۔ اہل ہنود یا سناتنی صاحبان اپنے بیشمار دیوتاؤں کو کارخانۂ قدرت میں دخیل اور شریک باریتعالے سمجھتے ہیں ایک طرف دیوتاؤں کی یہ عزت اور دوسری طرف خدا کی یہ ذلت کہ وہ عام انسانوں کی طرح جونیں بھگتتا رہتا ہے۔ ساری کی ساری انسانی کمزوریاں اس میں موجود۔ تھکتا ہے تو پاربتی جی پاؤں دباتی ہیں۔ ایسے تمام عقائد خدا کی خدائی کو بٹہ لگاتے ہیں۔ مگر سناتن دھرم کے خلف دیانند جی نے ایشور کے رہے سہے اختیارات بھی چھین لئے۔ ایشور کے متعلق ان کے عقائد ملاحظہ ہوں۔

روح اور مادے کو خدا نے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ وہ خدا کی طرح خدا (خود آ) ہے۔ تمام روحیں اور مادہ غیر مخلوق واجب الوجود اور موجود بوجود حقیقی ہیں اور ان کی صفات کو خدا نے ان میں نہیں رکھا اور نہ ان کے خواص اور صفات میں خدا تغیر و تبدل کرسکتا ہے۔ وہ آگ کی حرارت اور پانی کی برودت کو دور کرنے سے انسان کی طرح قاصر ہے۔ بقول ستیارتھ رشی کو آگ نے نہیں جلا پاسکتا۔ اور ہر صادق القول شخص کو آگ نہیں جلا سکتی۔ گویا ستیں رشی اور ہر ایک صادق القول شخص میں یہ قدرت ہے کہ آگ کی حرارت کو جلانے سے روک دیں۔ مگر ایشور بدقسمت جھوٹے انسان کی طرح آگ کو اس کی جلانے کی صفت سے باز نہیں رکھ سکتا۔ ایشور سرشٹی بنانے کے لئے مادہ اور روح کا ایسا ہی محتاج ہے۔ جیسا کمہار برتن بنانے کے لئے مٹی کا۔ موجودہ دنیا کا نظام اور ترتیب ایشور جی کی مصلحت اور ارادے سے نہیں بلکہ اگر کوئی خوبصورت ہے تو گذشتہ اعمال کے سبب سے اور بدصورت ہے تو پچھلے جنم کے کرموں سے غرض ہر چیز اپنے سابقہ جنم کو رو رہی ہے یا ہنس رہی ہے۔ دنیا کا یہ سلسلہ ایشور کی ایک باریک مکر پر ہے اور وہ یہ کہ وہ کسی کو ایک لاکھ چوراسی ہزار جون بھگتنے کے بعد بھی پوری جزا نہیں دیتا کیونکہ اگر پوری جزا سزا دیدے تو آئندہ جنم میں جو تکلیفیں اور شکل اسے ملے گی۔ اس کے لئے اعمال کہاں سے آئیں۔ غرض کنجوس بنیا بھی اس کو فکر رہتی ہے۔ کہ کہیں ارواح اپنے اعمال کا پورا پھل نہ کھالیں۔ بے ایمان بنئے کی طرح مزدور کی کچھ مزدوری رکھ لیتا ہے تا ایسا نہ ہو کہ مزدور فرنٹ ہو جائے دائمی نجات کا تو ذکر کیا محنت کا پورا صلہ بھی نہیں دیتا۔ وہ کسی شخص کے معمولی سے معمولی گناہ کو بھی معاف نہیں کرسکتا۔ تاہم تو ایشور جی ہم بہت سے سنگدل سے بھی بدتر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حکم قرآن ــــ برخلاف ــــ حکم پیر

لا تکتموا الشہادۃ (شہادت مت چھپاؤ) ــــ **(خواجہ صاحب کو فرداً فرداً جواب دو)**

دو ہفتے گذرے جب میں نے اُن عقائد جدیدہ کے متعلق جو میاں محمود احمد صاحب پکے عرصہ سے تعلیم کر رہے ہیں۔ احمدی احباب سے حلفیہ شہادت طلب کی تھی۔ میں نے ہر دو جماعت کے بعض اصحاب سے یہ حلفاً دریافت کیا تھا۔ کہ ہمارے احباب اُن تعلیم جدید کے متعلق جو میاں صاحب آج کل دے رہے ہیں۔ اپنا وہ عقیدہ بیان کریں جو یہ احباب حضرت مسیح کی وفات کے وقت رکھتے تھے۔ میں نے ان احباب کو دوسروں کی دھوکہ دہی سے بچانے کے لئے تشریحاً لکھدیا تھا۔ کہ میں یہ نہیں پوچھتا۔ کہ ان کا اسوقت کیا عقیدہ ہے۔ یا در اصل صحیح عقیدہ کیا ہے۔ بلکہ پوچھا یہ گیا ہے۔ کہ حضرت اعلیٰ کی وفات کے دن تک اُن کا عقیدہ ان امور میں کیا تھا۔ باوجود اسکے اس سے کہ وہ عقیدہ صحیح تھا۔ یا نادرست۔ احمدی جماعت اسقدر قرآن سے ناواقف نہ تھی۔ کہ وہ ایک حلفیہ شہادت کے مطالبہ سے اعراض کر سکتی۔ ہاں دھڑہ بندی کی قید میں ہمارے دوست بالضرور اس وقت مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس لئے میں نے ان دوستوں کو یاد دلایا تھا۔ کہ شہادت سے انکار گویا حکم قرآنی سے انکار ہے۔ **لا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمھا فانہ اٰثم قلبہ**۔ شہادت مت چھپاؤ۔ اور جس نے شہادت چھپائی وہ دل کا کھوٹا ہے۔ میاں صاحب مکرم کو بھی احتیاطاً لکھدیا تھا۔ کہ وہ اس حکم قرآن کے خلاف کسی قسم کی کوشش نہ کریں۔ اُن کو عرض کیا گیا تھا کہ وہ بیرے اس مطالبہ پر نہ گھبرائیں اور اس بات کی پرواہ نہ کریں کہ اُنکے مرید حلفاً کیا بیان دیتے ہیں۔ یہ تو حلف کا معاملہ ہے۔ کسی کی رائے نہیں پوچھی گئی تھی۔ بلکہ امر واقعہ کا مطالبہ تھا۔ اور اُس کیفیت سے آگہی چاہی گئی تھی۔ جو کسی کے دل کی حضرت اعلیٰ کی وفات کیوقت تھی جس سے واقف نہ میاں صاحب اور نہ کوئی اور ہو سکتا ہے۔ یہ باتیں بہت ہی صاف اور عام فہم تھیں۔ اور یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ قادیان کے موجودہ لوگ کسی واقعہ کے متعلق حلفیہ شہادت میں اُس کے صحیح یا غلط ہونے کے متعلق کچھ کہنے میں تمیز نہ کر سکیں گے۔ لیکن ان سب توقعات کے برخلاف آج ہم الفضل میں ذیل کی تحریر پاتے ہیں۔ اور ہم حق رکھتے ہیں کہ اسے ہم من وجہٖ میاں صاحب کیطرف سے سمجھیں۔

ضروری اطلاع

ہمارے احباب خواجہ صاحب کو فرداً فرداً جواب نہ دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے بارہ میں جو حلفیہ شہادتیں خواجہ صاحب نے ان دونوں احمدی برادران وبزرگان ملت سے طلب کی ہیں۔ اُن کی نسبت جُدا جُدا طبع آزمائی کی ضرورت نہیں سلسلہ عالیہ کے مرکز اور مقام خلافت ہی سے سب کا یک جائی جواب ان شاء اللہ کافی و شافی تخبش ہو جائیگا۔ جس کے شائع ہونے کی عنقریب امید کی گئی ہے۔ وباللہ التوفیق احباب کی اطلاع کے لئے ان چند سطور کا اعلان ضروری سمجھا گیا۔ جن دوستوں کی نظر سے یہ اعلان گذرے۔ وہ دوسرے بھائیوں کو بھی آگاہ کریں والسلام۔

(ایڈیٹر الفضل)

اب یہ دو تحریریں ہمارے سامنے ہیں۔ ایک شخص کسی معاملہ میں شہادت طلب کرتا ہے۔ جس پر قرآن تم کو یہ کہتا ہے۔ کہ شہادت مت چھپاؤ۔ شہادت سے انکار مت کرو۔ دوسرا شخص تمہیں کہتا ہے۔ کہ شہادت مت دو۔ وہ خود جواب دیدیگا۔ اب اگر اس تحریر کا یہ اثر ہو۔ کہ تم شہادت مطلوبہ سے انکار کرو۔ تم ہی بتلاؤ۔ کہ **ولا تکتموا الشہادۃ** کا حکم کہاں تک قبول کیا۔ قرآن تو یہ کہے۔ **ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا** جب شہادت کے لئے طلب کئے جاؤ۔ تو انکار نہ کرو۔ اور ایک شخص تمکو یہ کہے۔ کہ شہادت مت دو۔

الفضل کی اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ میرے مطالبہ کے جواب میں یا تو خود میاں صاحب یا کوئی اور دیگر مبائعین کی طرف سے حلفیہ بیان دیگا۔ یا مطالبہ حلف کو ٹال کر چند باتیں جواباً لکھ دی جائیں گی۔ صورت دویم ایک بیہودہ اور عبث فعل ہوگا اور خدا اور اسکے شہادت کو ٹالنے کا ایک راستہ سمجھا جائیگا۔ ہم نے ایک حلفیہ شہادت طلب کی ہے۔ جس کے متعلق جماعت میں اس وقت تنازعہ ہے۔ نہ اپنے مخاطبین کو لکھا ہے کہ وہ ہمارے بعض سوالوں کا جواب دیں اور اس لئے چونکہ میاں صاحب ان کو جواب دینے کے ناقابل سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ بوجھ وہ اپنے سر پر لے رہے ہیں۔ یہ تو اسی قسم کی خوش فہمی ہے کہ میں نے اپنے دسمبر والے لیکچر میں میاں صاحب سے دریافت کیا۔ کہ اُن کے عقائد کیا ہیں اور اس مطالبہ کو مباحثہ کا چیلنج سمجھا گیا۔ رہا یہ کہ اگر کوئی شخص سب کی طرف سے حلفیہ بیان دینے کو تیار ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ کیا ایسا حلف لینے والا دوسرے شہادت دینے والوں کے اُس ایمان اور اعتقاد سے بھی واقف ہے جو آٹھ سال ہوئے وہ رکھتے تھے۔ اور کیا یہ شرعاً جائز ہے۔ کہ شہادت ایک سے طلب کی جائے اور دوسرا اُسکے لئے شہادت دینے کو تیار ہو۔ خدا کیلئے سوچو تمکو کیا ہو گیا۔ ہم تو ایک فہیم اور بارسوخ جماعت تھے۔ کیا تم قرآن سے ایسے ناواقف ہو یا خود ایسے پیر پرست ہو گئے ہو۔ کہ الفضل میں ایسی بے محابا تحریریں نکلنی شروع ہوئی ہیں کیا یہ بھی میاں صاحب کی اقتضائے رائے کا معاملہ ہے کہ وہ ان معاملات میں حکمت دیتے ہیں۔ یہ تو شہادت ہے۔ مثلاً اگر میں تم سے مطالبہ کروں کہ تم کلمہ شہادت پڑھکر اپنے ایمان کی شہادت دو۔ تو کیا اُس وقت تم قادیان کی طرف دیکھو گے کہ میاں صاحب کا حکم اس شہادت پر کیا ہے۔ یا میاں صاحب کا تمہاری جگہ کلمہ شہادت پڑھ لینا کافی ہوگا۔ اگر الفضل کے لکھنے والے میں ذرا بھی خوف خدا ہوتا۔ تو شہادت دینے کے معاملے کے متعلق الفاظ طبع آزمائی استعمال نہ کرتا۔ مگر ممکن ہے کہ اُسکو اسقدر سمجھ ہی نہ ہو۔ کہ حلفیہ شہادت

میں طمع آزمائی نہیں ہوتی۔ بلکہ حلف میں امر دریافت شدہ کے متعلق جو پتہ معلوم ہو۔ بلے کم و کاست بیان کرتا ہو تا تو الفضل کی اس تحریر کی خواہ کچھ تعبیر کی جاوے۔ وہ لا تکتموا الشہادۃ کی وعید سے باہر نہیں جاتی۔ اس میں صاف صاف لکھدیا گیا ہے۔ کہ میاں صاحب کے مرید طلب شدہ شہادت سے ابا کریں۔

اب میں میاں صاحب سے ایک بات دریافت کرتا ہوں۔ بالفرض اس وقت ایک عدالت میں مقدمہ ہوتا اور وہاں یہی امور جن کے متعلق میں نے شہادت چاہی ہے تنقیح طلب ہوتے۔ یہ امر آپ فرضی نہ سمجھیں۔ کرم دین والے مقدمہ گورداسپور کی مثل موجود ہے۔ اسی قسم کی باتوں پر وہاں مہینوں شہادت ہوتی رہی تھی۔ اب اگر ان امور تنقیح کے متعلق میں آپ کو یا آپ کے بعض مریدین کو شہادت میں طلب کرتا۔ تو پھر آپ مجھے بتلائیں۔ کہ کیا شہادت سے پہلے آپ کو اس قسم کی تحریر نکالنے یا نکلوانے کی جرأت ہوتی۔ اس معاملہ میں آپ یاد رکھیں کہ اگر الفضل میں اشارہ تک بھی ہوتا کہ آپ کے مرید شہادت نہ دیں۔ تو یہ قانوناً جرم ہوتا۔ اور اس جرم کی شرکت سے آپ کی بریت صرف ایک ہی امر پر ہو سکتی۔ کہ الفضل کے مالک تو آپ ضرور ہیں۔ لیکن آپ کو کوئی علم نہیں۔ کہ اس میں کیا چھپتا یا لکھا جاتا ہے یہ وہ باتیں ہیں جو کوئی مشیر قانونی آپ کو بتلا سکتا ہے پھر آپ خود ہی سوچیں۔ کہ یہی الفضل والی تحریر کہاں تک آپ کو یا اس کے لکھنے والے کو خدا کی عدالت سے بری الذمہ کرا سکتی ہے۔ آخر ان دونوں صورتوں فرق کیا ہے اگر یہ تحریر قانوناً قابل مؤاخذہ ہو سکتی ہے تو پھر کیوں خداوند کی عدالت میں فانہ آثم قلبہ کا وعید اس پر اطلاق نہیں پاتا کیا یہ چھوٹے اور معمولی امور ہیں۔ جن پر شہادت طلب کی گئی ہے۔ یہ تو وہ باتیں ہیں جو ہم نے حضرت اعلیٰ کی زندگی میں نہ تو سنیں نہ سمجھیں۔ اور آج اسی نے جماعت کا ستیاناس کر دیا جس بے چینی اور اضطراب سے الفضل میں آپ نے یہ تحریر نکلوائی اس سے پتہ نہیں چلتا کہ آپ کے مریدین کی حلفیہ شہادت لینے پر آپ کے تعلیم کردہ عقائد کی حقیقت کھل جائیگی۔ خیر یہ تو وہ باتیں ہیں۔ کہ جن پر آئندہ بہت کچھ لکھا جائیگا۔

سردست میں میاں صاحب کے مریدین کی طرف دیکھ رہا ہوں یہ اُن کا امتحان کا موقعہ ہے۔ وہ تو کہا کرتے ہیں کہ ہم نے امر بالمعروف میں بیعت کی ہے۔ اب معلوم ہو جاویگا۔ کہ وہ حکم لا تکتموا الشہادۃ کے مقابل الفضل کی تحریر کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض بدقسمتی سے ایسے ہیں جو میاں صاحب کے حکم کو حضرت اعلیٰ مرزا صاحب کے حکم پر ترجیح دینے کو تیار ہیں۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ وہ خدا کے حکم پر میاں صاحب کے حکم کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اے دوستو سوچو۔ تم سلسلہ حقہ کے ممبر ہو۔ اس سلسلہ نے تم میں حریت پیدا کی تھی۔ دھڑہ بندی کو چھوڑ کر اپنے ایمان کو بچاؤ۔ کیا تم میں کوئی ہے۔ جو خدا کے حکم کے مقابل اس میاں صاحب کی باتوں کو دیوار پر پھینکے۔ تم تو اسے خلافت عمرؓ کہتے ہو۔ اور اپنے آپ کو لما یلحقوا کے مصداق ٹھہراتے ہو۔ پھر کیا تمہاری حالت مدینہ کی اس ضعیف العمر عورت سے بھی گئی گذری ہے جو فاروق اعظمؓ کے اس خطبہ پر کہ مدینہ کی عورتوں کا زیادہ

حق مہر نہ ہو۔ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور اُسے خلیفۃ المومنین بھی نہیں کہتی۔ بلکہ اسے خطاب کے بیٹے کہکر پکارتی ہے اور قرآن کی یہ آیت پڑھکر وان اٰتیتم احدٰہن قنطارًا

جناب عمرؓ کو ڈرا دیتی ہے۔ کیا تم میں کسی کو جرأت ہے کہ اسوقت اُٹھ کھڑا ہو۔ اور اس خلیفہ سے دریافت کرے۔ کہ الفضل کی یہ تحریر ولا تکتموا الشہادۃ کی عزت کو کہاں تک قائم کرتی ہے۔ قرآن کہے کہ ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا اور الفضل لکھے۔ کہ شہادت نہ دو۔ لیکن وہ سچا ہے۔ کہ وہ روح تم میں نہیں رہی جو حضرت مسیح موعودؑ نے پیدا کی تھی۔ میں یہ باتیں آج اسلئے لکھ رہا ہوں کہ میں الفضل کی اس تحریر میں قرآن کریم کی صریح گستاخی دیکھتا ہوں خدا را حق اور راستی کو نہ چھوڑو۔ محمود تو امور بھی نہیں۔ وہ تو ایک خلیفہ ہونے کا مدعی ہے۔ اس کی حیثیت ایک منتظم کی ہے وہ معصوم عن الخطا نہیں۔ اس کا اجتہاد معمولی غلطیوں سے خالی نہیں۔ انتظامی معاملات میں اگر ضرورت ہو تو اسکی پیروی کرو۔ لیکن شرع اور دین کے معاملہ میں قرآن کو حکم ٹھہراؤ۔ اگر بیعت خلافت کے ساتھ غیرت دین کو بیچ نہیں کیا تو اب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کہاں تک ولا تکتموا الشہادۃ کی عزت کرو گے۔

الفضل کی اس تحریر نے میرے مطالبہ کردہ حلف کو تو اپنے احباب کی گردن سے ٹالنے کی کوشش کی۔ اب میں ذیل میں خود حضرت میاں صاحب سے عرض کرتا ہوں۔ کہ ذیل کے امور میں اپنے حلفیہ بیان سے روشنی ڈالیں ہمیں کوئی اُن سے ضد نہیں۔ اور خدا بھی جانتا ہے۔ کہ اس بات میں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں۔ کہ کیوں میاں صاحب امیر قوم ہوا۔ ہاں جو عقائد میاں صاحب نے تعلیم کئے ہیں وہ میرے ایمان و یقین میں حضرت اقدسؑ کے نہیں اور نہ ہمارے کبھی تھے۔ یہ سب جدید باتیں ہیں جو ضرورت موجودہ نے پیدا کی ہیں۔ لہٰذا اگر اور کے لئے نہیں۔ تو ہم اپنے اطمینان کے لئے معاملہ کو صاف کرنا چاہتے ہیں وہی ہمارے امور متنازعہ میں جیسے حضرت اقدسؑ کے صحبت یافتہ احباب کی شہادت طلب کی تھی۔ جسکو اسطرح پر ٹالنے کی کوشش کی گئی۔ مثلاً میاں صاحب کا یہ عقیدہ کہ حضرت اقدسؑ کی کل تحریرات مسئلہ نبوت مسیح موعودؑ پر جو سنہ ۱۹۰۱ء و سنہ ۱۹۰۲ء کے پہلے کی ہیں وہ منسوخ ہیں اور قابل حجت نہیں یہ عقیدہ حاشا وکلا فروری سنہ ۱۹۱۰ء سے پہلے نہیں سنا گیا ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اور ہمارا گمان ہے کہ خود میاں صاحب کو ہماری تحریرات اس عقیدے پر مجبوراً لے آئیں۔ اب اس کا فیصلہ میاں صاحب حلفاً کر دیں۔ کہ خود اُن کے علم و یقین میں یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی نبوت کی حقیقت کا صحیح علم سنہ ۱۹۰۱ء و سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے نہ تھا کب پیدا ہوا۔ ایسا ہی میاں صاحب خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنا بیان شائع فرما دیں کہ میاں صاحب کو فروری سنہ ۱۹۱۵ء سے کسقدر پہلے اور کس سنہ میں یہ سمجھ آئی۔ کہ حضرت اقدس جناب مرزا صاحبؑ کی کل تحریرات اپنی نبوت کے متعلق منسوخ ہیں۔ اور سند اور حجت کے قابل نہیں۔

میری پہلی تحریر ان سب کے پاس پہونچ چکی ہے۔ جن سے شہادت طلب کی تھی۔ لیکن ممکن ہے۔ کہ الفضل کی تحریر پر بعض نے اُسے ضائع کر دیا ہو۔ اس لئے ذیل میں میں اُن امور کو پھر لکھدیتا ہوں:-

خواجہ کمال الدین

از ایبٹ آباد۔ کوٹھی شاہ سجاد ۔ ۲۶ جولائی سنہ ۱۹۱۵ء

امور مستفسرہ حسب ذیل ہیں:- *

* اول) حضرت مسیح موعود جناب مرزا صاحب ظلی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں حضرت مرزا صاحب جزوی نبی نہیں بلکہ کامل نبی ہیں (دوم) یہ کہ معاملہ نبوت میں حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے برابر ہیں (سوم) عالیحضرت مرزا صاحب کے الہام پر قرآن کا الہام مقدم نہیں (چہارم) آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں احمد سے مراد حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بلکہ خود حضرت مرزا صاحب ہیں [illegible] یہ عقیدہ غلط ہے کہ آنحضرت صلعم کا ایک نام محمدؐ اور دوسرا نام احمد تھا بلکہ جناب مرزا صاحب شان احمدیت کی ظل اور بروز نہیں بلکہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ اس آیت میں احمد سے مراد ہی حضرت مرزا صاحب ہیں کہ حضرت محمد صلعم [illegible]

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

مکالمہ مابین مولوی صدر الدین صاحب و پادری ذویمر صاحب

(از شیخ نور احمد صاحب بلال ووکنگ)

۸ر جون سنہ ۱۹۱۵ء کی صبح کو ۹ بجے کے قریب پادری ذویمر صاحب معہ زوجہ خود ایک اور دوست کو ہمراہ لئے ہوئے مسجد ووکنگ کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ پادری ذویمر صاحب کو کون نہیں جانتا۔ اُنہوں نے اسلام کو گندی سے گندی تصاویر میں پیش کیا ہے۔ اور اپنے پرچے اور رسائل کو نہایت فریب دہ اسماء سے موسوم کیا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور اُمّت محمدیہ کو خوب پیٹ بھر کر گالیاں دی ہیں۔ کارڈ ملاقات کے واسطے مولانا صاحب یعنی امام مسجد کی خدمت میں پہونچایا۔ ملاقات ہوئی۔ اس اثنائے میں جو گفتگو مابین مولانا صاحب اور پادری صاحب ہوئی اُسکو برائے ضیافت طبع احباب اپنے الفاظ میں تحریر کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ گفتگو بزبان انگریزی تھی۔

پادری صاحب۔ میں آپ سے ملکر بہت خوش ہوا میری خواہش ہے کہ آپ میری دوستی قبول کریں گے

مولوی صاحب۔ یہ بات تو آپ نے صحیح نہیں فرمائی۔ آپ مجھ سے کس طرح سے دوستی کا تعلق رکھ سکتے ہیں۔ میں محمدؐ رسول اللہ کا خادم ہوں اور آپ آنحضرتؐ کے سخت دشمن ہیں۔ اور ہمیشہ گالیاں دینے کے عادی ہیں لیکن ہم اہل اسلام کو بڑی فراخدلی کا سبق دیا گیا ہے۔ کل انبیا علیہم السلام کو صادق راستباز خدا کے مرسل مانتے ہیں۔ ہمیں قرآن کریم نے یہ تعلیم دی ہے کہ کوئی ملک اور قوم خالی نہیں ہے۔ جہاں خدا تعالےٰ نے اس وقت کے لوگوں کی تعلیم کے واسطے کوئی نبی مبعوث نہ کیا ہو۔ ہاں یہود اور نصاریٰ نے بعض انبیا کو مانا ہے اور بعض کا انکار کیا ہے۔ دیکھئے۔ یہود نے حضرت عیسیٰ کی کیا حالت بنائی اور اُن کی والدہ صدیقہ پر کیا ناگفتنی قبیح الزام لگائے۔ اُن واقعات کو دوہرانے سے بھی ایک سچے باغیرت مسلم کی جان کانپ جاتی ہے۔ سبحان اللہ قرآن کریم اور نبی اسلام کا از حد احسان اُن پر ہے۔ ایک طرف تو اُن پر سے جھوٹے الزامات کا دفعیہ کیا اور دوسری طرف اپنے خدام کو تاکید کر دی کہ کبھی کسی نبی کی شان میں کوئی بے ادبی کا لفظ استعمال نہ کریں۔ چنانچہ ہم اہل اسلام جب کسی نبی کا نام لیتے ہیں تو اُن کے نام کے ساتھ لفظ علیہ السلام کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور ہمارے روبرو اگر کوئی غیر مسلم حضرت عیسےٰ علیہ السلام یا اُن کی والدہ ماجدہ کو بے ادبی سے یاد کرے تو ہم ہرگز برداشت نہیں کر سکتے فوراً اُس غلط اعتراض کو رفع کر کے اُن کی عزت کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ تو نعوذ باللہ اس تعریف کا مستحق نہ تھا۔ بلکہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا۔ مگر ہم سے جہانتک بن پڑتا ہے اُس کی عزت حفاظت کرتے ہیں۔ جملہ انبیا پر ایمان لانا ہمارا جزوِ ایمان ہے۔ اسیواسطے ہمکو کامل یقین ہے۔ کہ فردا قیامت کو کسی نبی علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کے حضور ہم مسلموں کے خلاف شکایت کا موقعہ نہ ملیگا۔ ہاں یہود اور نصاریٰ کے لئے وہ گھڑی سخت تکلیف دہ ہوگی۔ کیونکہ اُنہوں نے اکثر انبیا علیہم السلام کو چور اور بٹ مار کہکر رد کیا اور کئی بے گناہ قتل کئے۔

پادری صاحب۔ عیسےٰ موسےٰ سے بڑھکر تھے۔ کیونکہ موسےٰ نے گناہ کیا اور عیسےٰ گناہ سے پاک تھا۔

مولوی صاحب۔ دیکھو پادری صاحب میں نے آپ سے اول ہی عرض کر دیا تھا۔ کہ ہمارے برحق ہادیؐ نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ کسی نبی کی شان میں بُرا لفظ مت بولو۔ مگر آپ نے میرے روبرو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گنہگار کہکر مجھے دُکھ دیا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام ایک اولوالعزم نبی گذرے ہیں۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام ایک خلیفہ خادم شریعت موسوی کا ہوا ہے۔ آپکا یہ دعوےٰ۔ کہ عیسےٰ حضرت موسےٰ سے افضل تھا۔ محتاج ثبوت ہے۔ جسکا ثابت کرنا آپ کے ذمہ ہے۔ باقی رہا حضرت موسےٰ کا گناہگار ہونا اس قسم کی غلطیاں جنکو آپ لوگ گناہ خیال کرتے ہیں۔ حضرت عیسےٰ سے بھی بکثرت سرزد ہوئی ہیں۔ ان غلطیوں کو گناہ سے تعبیر کرنا بھی گناہ ہے۔

پادری صاحب۔ محمد (صلعم) گناہگار تھے۔ جا بجا قرآن نے اُن کو تعلیم دی ہے (چند آیات پادری صاحب نے تلاوت کیں۔ جن میں لفظ استغفار آتا ہے) کہ گناہوں سے معافی طلب کرو۔

مولوی صاحب۔ پادری صاحب آپ نے تو ماشاء اللہ عربی زبان خوب تحصیل کی ہے۔ بلکہ جیسا کہ ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ شام۔ بیروت اور یمن وغیرہ میں رہ کر عربی پڑھی ہے۔ مگر مجھے تو افسوس ہی آیا کہ آپ جیسا علم والا انسان اس لفظ غفر کے معنے نہ جانتا ہو۔ اور اگر آپ نے اس لفظ کے معنے غلط نہیں سمجھے۔ تو کم از کم یہ تو میں ضرور کہوں گا کہ آپ نے عمداً غلط معنے بیان کر کے دوسرے انسان کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ علاوہ ازیں یہ فقرہ پر مولوی صاحب نے چند آیات قرآن شریف سے تلاوت کیں اور سورۃ النصر کی بہت لطیف تفسیر کرتے ہوئے پادری صاحب کو ملزم کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا۔ اے محمد صلعم جب خدا تعالےٰ کی نصرت اس رنگ میں آ جاوے کہ لوگ جوق در جوق دائرۂ اسلام میں آ جائیں یعنے شرک اور بت پرستی سے مجتنب ہو کر سچے واحد خدا کی پرستش میں سرنگون ہو جائیں۔ اور اللہ اکبر کا شور مچ جائے تو پھر تم نے استغفار کرنا بقول پادری صاحب کیونکہ یا محمد (صلعم) تم نے سخت گناہ کیا ہے۔ کیوں پادری صاحب یہ معنے آپ کے نزدیک درست ہیں۔ پھر اگر یہی معنے استغفار کے گناہ سے معافی مانگنے کے کریں گے۔ تو ایک اندھیر مچ جائیگا جس عظیم الشان کام کیواسطے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مامور تھے۔ اُس کام کو آپؐ نے بوجہ احسن سرانجام دیا۔ حتّٰی کہ خود اللہ جل شانہ نے فرمایا۔ کہ جب فوج در فوج لوگوں کو اسلام میں داخل ہوتے ہوئے اے محمدؐ تو دیکھ لیگا۔ تو پھر تم نے استغفار اور حمد الٰہی کرنا۔ اس سے یہ مُراد ہرگز نہیں کہ تمؐ نے اُن لوگوں کو توحید سکھا کر اپنا ہمخیال بنا لیا یہ ایک گناہ کا کام کیا۔ یہ معنے صحیح نہیں ہیں۔ بلکہ استغفار کے یہ معنے ہوئے۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب خدا تعالےٰ کی نصرتیں آپ کے شامل حال ہوں تو آپؐ نے اُن دُنیاداروں کے ناقص خیالات اور توہمات سے بچنے کے لئے بطور حفظ ماتقدم۔ خدا سے استغفار کی دعا کرنا کہ الٰہی مجھے اُن متکبّران اور سرکش انسانوں کے ناقص خیالات اور نکمے توہمات سے بچاؤ۔ جن میں یہ اہل دنیا گر جاتے ہیں۔ کیونکہ فتوحات کے بعد اکثر لوگ تکبّر اور خود پسندی وغیرہ وغیرہ امراض میں مُبتلا ہو جاتے ہیں۔ وہ نصرتیں جو خدا تعالےٰ کی طرف سے انعامات کے رنگ میں شامل حال ہوئی تھیں وہ اُن کو ہی ہُنرمندی اور کارکردگی کیطرف منسوب کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایسا نہ تھا۔ اب آپ نے سمجھ لیا۔ کہ استغفار کے معنے آنے والے مصائب سے خدا تعالیٰ کے حضور غفر کی دُعا کرنا ہے۔ کہ وہ ذات پاک ہمکو ڈھانپ لیوے۔ وہ ہمارے لئے خود ڈھال بنجاوے غفر ڈھال کو بھی کہتے ہیں۔ ہم تو نماز کے بعد بھی ربّنا اغفر وارحم وانت خیر الراحمین پڑھتے ہیں۔ تو کیا اس سے ہماری یہ مُراد ہوتی ہے کہ ہم نے جو ابھی نماز پڑھی ہے وہ بہت گناہ کا کام کیا ہے۔ اب توبہ کرتے ہیں اور معافی طلب کرتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اس استغفار سے ہماری مُراد یہ نہیں ہوتی۔ لفظ غفر کے معنے ڈھانپنے اور دبانے کے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ نہایت ہی برگزیدہ مطہر انسان تھے اور خدائے قدوس کے مظہر اتم تھے۔ اور حضرت باری تعالیٰ کے

[illegible]

عمل سے علم اخلاق کو نہایت بلند درجہ تک پہنچا دیا۔ انسان کو اگرچہ خدا تعالےٰ نے دماغ اور عقل عطا کی ہے۔ اور قوت ارادی بخشی ہے۔ لیکن اس کی خلقت میں ایک حصہ ہے جسکو جذبات کہتے ہیں وہ جذبات نہ علم اور عقل کی حکومت کو مانتے ہیں اور نہ قوت ارادی سے ہمیشہ دب کر چلتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء اور بڑے بڑے ابدال ایک وقت میں ایک چھوٹے سے جذبہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پیر شیکسپیر بائیرن سکیٹ وغیرہ وغیرہ علماء جذبات پر قابو نہ پا سکے۔ استغفار مومن سپاہی کے لئے ایک زبردست ہتھیار ہے۔ وہ خدا کے حضور دعا کرتا رہتا ہے کہ الٰہی میرے بڑے جذبات کو دبائے رکھیو۔ اللہ اکبر محمد رسول اللہ کی معرفت کس قدر بلند ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں۔ کہ کسی نبی یا ریفارمر جو اخلاقی تعلیم کا معلم ہو۔ اس کی تعلیم میں یہ بات دکھلا دیویں۔ کہ اس نے اپنے شاگرد معلم آنیوالے سرکش خیالات سے بچنے کیواسطے کوئی نسخہ استغفار جیسا بتلایا ہو۔ کسی ایک کا نام تو لو۔

پادری صاحب۔ میں نے مسلمانوں کی حالت اسلامی ممالک میں اچھی نہیں دیکھی اب آپنے اس عیسائی ملک کو دیکھا اب آپ مقابلہ کر کے دیکھیں کہ کون سی تعلیم بہتر ہے آیا انجیل بہتر ہے یا قرآن۔

مولوی صاحب۔ مجھے اس عیسائی ملک کو دیکھکر بہت شرم آئی جو کچھ ان لوگوں کا حال ہے وہ انجیل کی تعلیم کے نامکمل اور ناقص ہونیکی زبردست دلیل ہے۔ اگر انجیل کامل کتاب ہوتی تو آج ان عیسائی ممالک کی اخلاقی طور پر یہ ناقص حالت نہ ہوتی کیا پادری چرچوں میں کیا لیکچرار لیکچر ارموں میں اور اخبار نویس اپنی اخباروں میں سب کے سب اسی بات کا رونا روتے ہیں کہ اخلاقی حالت دن بدن گندی اور ابتر ہوتی جاتی ہے جو محتاج تشریح نہیں۔ عیاں راچہ بیان۔

پادری صاحب۔ آپنے نہیں دیکھا کہ ان ممالک میں سب عورت اور مرد کیسے پڑھے لکھے ہیں برخلاف کے اسلامی ممالک میں بکثرت لوگ جاہل ان پڑھ ہیں۔

مولوی صاحب۔ پادری صاحب کیا مجھے آپ کوئی حکم انجیل کا تحصیل علم کے متعلق دکھا سکتے ہیں جو کہ اس قسم کا ہو۔ ربّ زدنی علماً۔ یا ایسا تاکیدی فرمان ہو کہ ہر مسلم مرد اور عورت کو علم سیکھنا فرض ہے ساری انجیل کو پڑھ جاؤ۔ آپ کو ایسا کوئی فقرہ نہیں ملیگا جس میں تحصیل علم پر زور دیا گیا ہو پھر اس ملک کے مرد و زن کا علم سیکھنا انجیل کی تعلیم کے ماتحت تو نہ ہوا۔ بلکہ کا سرچشمہ کوئی اور ہے۔ میرا یہ کہنا کوئی بیجا نہ ہوگا۔ کہ عیسائی ممالک کے مدبران نے مسلمانوں سے حسب تعلیم قرآن کریم بیانات اخذ کی ہے اور انجیل کی تعلیم کو نامکمل اور ناقص کو سمجھ کر قرآن کی تعلیم کے ماتحت تعلیم عام کر دی جسکا یہ نتیجہ ہے ورنہ انجیل تحصیل علم کے متعلق ساکت ہے۔

وید اور آریہ سماج

(۳)

پہلے نمبر میں ناظرین نے ویدوں کے بارہ میں دیکھ لیا ہے کہ کس طرح یہ آریوں کی یہ الہامی پستک غیر معتبر ہے۔ اس نمبر میں ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ جن چار ویدوں کا دعوٰئے الہامی ہونے کا کیا گیا ہے ان کی اندرونی شہادات کیا ظاہر کرتی ہیں۔ سو جہاں تک وید منتروں کو مطالعہ کیا جائے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اتھروید نامی کتاب کسی بہت بعد کے زمانہ کی تصنیف ہے اور پہلے تین ویدوں کی تصنیف کیوقت اسکا وجود نہ تھا۔ چونکہ اتھروید کی تصنیف خود زیر بحث ہے۔ اس لئے اس کی اپنی شہادت کہ "ہم پانچوں سوار دلی سے آئے ہیں" قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔ ہمنے دیکھنا یہ ہے کہ دوسرے وید بھی اُسے اپنا ساتھی قرار دیتے ہیں یا نہیں

سب سے اول یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ملاحظہ کیجئے "اُس یگیہ یعنی ہستی مطلق عین علم اور عین راحت وغیرہ صفات سے موصوف محیط کل پرمیشور سے جو سروہت (سب کا پوجیا یا معبود) اور قادر مطلق پربرہم ہے۔ رگوید یجروید۔ سام وید اور چھند یعنی اتھروید چاروں ظاہر ہوئے"

اس منتر میں یجروید کے مصنف نے اتھروید کا نام ہرگز نہیں لیا۔ بلکہ چھند کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ کل ویدوں کا مترادف ہے۔ اور بموجب تحریر سوامی دیانند صاحب رگوید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۳۰۵ چھند اور منتر کو دو حصے بنانا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ چھند۔ وید۔ نگم۔ منتر۔ شرتی۔ یہ سب مترادف الفاظ ہیں"

سوامی صاحب موصوف نے اپنی کسی تصنیف میں چھند کے معنے اتھروید نہیں لکھے۔ بلکہ اس لفظ کو وید کا مترادف قرار دے کر تمام ویدوں پر اُس کا استعمال کیا ہے۔ پھر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کس خاص وجہ کی بنا پر چھند سے مراد اتھروید لی گئی ہے۔ سوائے اس کے کہ چوتھے وید کا نام بھی پانچوں سوانوں میں ٹانک دیا جاوے اگر چھند سے مراد وید کی گائیتری وغیرہ بحر لیا جاوے۔ تو یہ بھی اتھروید سے مخصوص نہیں۔ سوامی صاحب نے صرف یہی ایک منتر چاروں ویدوں کے الہامی ہونے کے بارہ میں اپنی کتاب رگوید آدی بھاشیہ بھومکا میں دیا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۱۱ پر بھی ایک حوالہ دیا ہے۔ جس میں لکھتے ہیں کہ "رگوید سے ستتی یعنی اشیاء کی ماہیت کا اور یجروید سے اُن کے استعمال کا علم حاصل کرتے پھر اور سام وید سے گاتے ہیں" یہاں بھی اتھروید غائب ہے

اس کے بعد منوسمرتی جو قدیم کتاب ہے۔ اس کا حوالہ سوامی صاحب نے ستیارتھ پرکاش میں دیکر اُس کا ترجمہ اپنے مطلب کے موافق بالکل غلط کیا ہے۔ چنانچہ سوامی صاحب منوسمرتی ادھیائے اول شلوک ۲۳ کا ترجمہ کرتے ہیں "پرماتما نے شروع پیدایش میں آدمیوں کو پیدا کر کے اگنی وغیرہ چاروں مہارشیوں کے ذریعہ چاروں وید برہما کو حاصل کرائے اور اُس برہما نے اگنی۔ وایو۔ آدیتہ۔ اور انگرا سے رگ۔ یجر۔ شام۔ اور اتھروید کو حاصل کیا۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳)

حالانکہ سوامی درشنانند جی آریہ سماجی نے منوسمرتی کے اسی اشلوک کا ترجمہ یہ کیا ہے " یجر یگیہ کے پورا کرنے کیواسطے اگنی۔ بایو۔ آدی نامک دیو رشیوں کے دل میں وید کا پرکاش کیا" ناظرین سوامی دیانند صاحب کے خود ساختہ ترجمہ کا مقابلہ اصل منوسمرتی کے شلوک سے کر کے اس کے جھوٹ کی داد دیں۔

اسی شلوک کا ترجمہ سوامی دیال صاحب نے یہ کیا ہے۔ " یجر یگیہ سدھ ہونے کے لئے اگن سے رگوید اور بایو سے یجروید اور سورج سے سام وید کو نکالا"

گویا اس حوالہ سے بھی اتھروید غائب ہے۔ منوسمرتی ادھیائے دوم شلوک ۷۶-۷۷ میں بھی تینوں ویدوں کا ذکر ہے۔ منوسمرتی ادھیائے دوم شلوک ۱۱۸ میں بھی تینوں ویدوں کا ذکر ہے۔ منوسمرتی ادھیائے دوم شلوک ۲۳۰۔ ادھیائے ۳ شلوک اول۔ ادھیائے چار شلوک ۱۲۴۔ وغیرہ میں تینوں ویدوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اگر کوئی آریہ اتھروید کے سوائے دوسرے ویدوں میں ہر چہار ویدوں کے نام معہ اُن کے ملہمین کے ناموں کے صاف اور صریح طور پر دکھا دے تو ہم اپنا دعوےٰ واپس لینے کو تیار ہیں۔ متانت کو ہاتھ سے نہ دیکر ثبوت بہم پہونچا دیں۔

(خادم اسلام)

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک پیشگوئی
اور
اہلحدیث

۳۰ جولائی ۱۹۱۵ء کے اہل حدیث میں ایک عظیم الشان تباہی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی اس پیشگوئی پر جس کا تذکرہ اس سے پیشتر بارہا پیغام صلح میں کیا جا چکا ہے۔ نہایت عامیانہ الفاظ میں جرح و قدح کی گئی ہے۔ اور کسی احمدی کے ایک اشتہار کو جو اس پیشگوئی پر مشتمل ہے اور جس میں لوگوں کو اس امام وقت کو ماننے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ جس کے منہ بولے الفاظ آج ہماری آنکھوں کے سامنے پورے ہو رہے ہیں۔ نقل کر دینے کے بعد اڈیٹر اہلحدیث نے اس کی نقل کردہ عبارات کو محرف و مبدل بتایا ہے۔ ہم نے اس اشتہار کو ابھی تک نہیں دیکھا نہ ہی وہ ہمیں موصول ہی ہوا ہے۔ اور اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اہلحدیث کا دعوےٰ کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن جس ایک لفظ کی بنا پر اہلحدیث نے اس پیشگوئی کو موجودہ واقعات پر منطبق تسلیم نہیں کیا۔ وہ زلزلہ ہے۔ اور اہلحدیث کے الفاظ سے پایا جاتا ہے کہ اس کے نزدیک زلزلہ کا لفظ سوائے جنبش ارض کے اور کسی ہولناک واقعہ پر لگ نہیں سکتا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

"نثر کے شروع میں اور درمیان میں زلزلہ کا ذکر ہے۔ اور نظم کے تیسرے شعر میں اور حاشیہ پر مذکور ہے۔ غرض نظم و نثر دونوں میں صاف زلزلہ کا ذکر ہے جس کو راقم اشتہار نے اپنا طلسم دکھانے کو حذف کر کے بشکل دیگر اس کو جنگ کی پیشگوئی بنا کر مرزا صاحب کی نیابت کا حق ادا کیا ہے"...... ہاں اس پیشگوئی کے الفاظ کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابھی تک اس کا ظہور نہیں ہوا۔ کیونکہ ایسا زلزلہ خدا کے فضل سے نہیں آیا۔ جس کا نقشہ مرزا صاحب نے بتلایا ہے اور خدا سے امید ہے کہ نہ آئیگا۔"

اہلحدیث کے الفاظ جس قدر پیچدار اور ذو معنی ہیں اسی قدر واقعات اور عقل و نقل کے سراسر خلاف دکھائی دیتے ہیں۔ ان الفاظ میں اہل حدیث نے جس حقیقت کا انکار کیا ہے۔ وہ دراصل زلزلہ کے لفظ کا موجودہ جنگ پر منطبق نہ ہو سکنا ہے۔ کیونکہ موجودہ جنگ کی شدت اور اس کے سخت نقصان دہ اور ہمہ گیر تاثیرات کو پیش نظر رکھ کر آج کوئی عقلمند اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ پیشگوئی کے دیگر الفاظ جن میں نہایت ہولناک تباہی کا ذکر ہے۔ اس شدید جنگ پر منطبق نہیں

پس اہلحدیث کا یہ کہنا کہ "ایسا زلزلہ خدا کے فضل سے نہیں آیا" یہ معنے نہیں رکھتا کہ پیشگوئی کے بیان کردہ واقعات موجودہ جنگ سے رونما نہیں ہوئے بلکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو زلزلہ کے لفظ نے دھوکا میں ڈال دیا ہے۔ یا شاید وہ جان بوجھ کر لوگوں کو اس مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں کہ زلزلہ کا لفظ ہمیشہ جنبش ارض پر عاید ہوتا ہے اور اس کے علاوہ کسی ہولناک امر پر عاید نہیں ہوتا۔ حالانکہ قرآن کریم میں جا بجا ایسے الفاظ ملتے ہیں جن میں جنبش ارض کے سوا کسی ایک ہولناک واقعات بالخصوص شدید جنگوں کا ذکر ہے۔ اور ان پر زلزلہ کا لفظ عاید کیا گیا ہے۔ مثلاً دوسرے ہی پارہ میں اللہ تعالےٰ جنگ کا ذکر فرماتے ہوئے فرماتا ہے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ

(کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ درحالیکہ تم پر پہلوں کی سی حالت وارد نہیں ہوئی۔ انکو دکھ اور تکلیفیں پہنچیں۔ اور وہ زلزلہ دئے گئے۔ یہانتک کہ رسول اور اس کے ساتھی۔ ایمانداروں نے کہا کہ کب اللہ کی مدد آئیگی۔ خبردار اللہ کی نصرت قریب ہے) اس آیت پر تفسیر وحیدی میں یہ نوٹ لکھا ہے کہ:-

"یہ آیت جنگ احزاب میں اتری۔ کافر چار طرف سے مسلمانوں پر چڑھ آئے۔ اور وہ ایک خندق میں گھر گئے۔ خود مدینہ میں بے امنی ہو گئی۔ تب بعضے لوگ کہنے لگے کہ پیغمبر صاحب تو روم اور ایران کے فتح ہونے کی خوشخبری دیتے تھے۔ یا اب یہ حال ہے کہ اپنے بال بچوں میں بھی جانا محال ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے جب مدینہ منورہ میں ہجرت کی تو اکثر مفلس اور نادار ہو گئے۔ اور زیادہ صبر کی طاقت ان میں نہ رہی تب خدا نے رحم کیا۔"

پھر دوسری جگہ سورۃ احزاب میں ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا

اے ایمان والو اس نعمت کو یاد کرو جو اللہ نے تم پر کی جب تم پر ایک لشکر چڑھ آیا پس ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور وہ لشکر جن کو تم دیکھتے نہ تھے اور اللہ تعالیٰ اس بات کو دیکھنے والا ہے۔ جو تم کرتے تھے۔ جب وہ تم پر اوپر کی طرف اور نیچے کی طرف سے ٹوٹ پڑے اور جب آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے حلق تک آ گئے۔ اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس موقعہ پر مسلمانوں کی آزمایش کی گئی۔ اور وہ سخت شدید زلزلہ دیئے گئے

اب دیکھو ان دونوں آیتوں میں جنگ کا ہی ذکر ہے۔ اور اس جنگ کی شدت و تکلیف کو زلزلہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پہلی آیت میں بھی زلزلوا کہکر مسلمانوں کی شدت تکلیف کا اظہار کیا ہے نہ کہ جنبش ارض کا۔ اور دوسری میں بھی جنگ کا ہی تذکرہ ہے۔ اور اسے بھی زلزلہ ہی بتلایا ہے۔ چنانچہ اس پر بھی صاحب تفسیر وحیدی لکھتا ہے کہ:-

"یہ غزوہ خندق کا ذکر ہے جس میں ابو سفیان قریش کے لوگوں کے علاوہ اور بہت سے کافروں کو مدینہ پر چڑھا لایا تھا۔ ادھر مدینہ والوں میں سے بنی قریظہ اور بنی نضیر نے بھی دغا بازی کی تھی یہ وقت مسلمانوں پر نہایت تنگ تھا"

پس جب حالت یہ ہے اور قرآن کریم بار بار زلزلہ کے لفظ کو سخت مصائب اور تکالیف کے وارد ہونے یا شدید جنگوں پر بولتا ہے تو معلوم نہیں احمدیوں کیلئے زلزلہ کا لفظ کسی جنگ پر بولنا کیوں جائز نہیں۔ خصوصاً اس وقت جبکہ اس زلزلہ کے متعلقہ واقعات اس جنگ پر بعینہ چسپاں ہوتے ہوں۔ کیا موجودہ جنگ میں دنیا نے ایک قیامت کا نظارہ نہیں دیکھا۔ کیا اکثر مقامات ایسے زیر و زبر نہیں ہو گئے۔ کہ گویا ان میں آبادی نہ تھی کیا آج یورپ امن میں یا ایشیا محفوظ کیا ع

نالیاں خون کی چلینگی جیسے آب رود بار۔

کا ہولناک نظارہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں کیا آج کی گھڑی ہر مسافر پر سخت اور گراں نہیں اور یہ نشان ایک ربانی قہر کا نمونہ نہیں بن گیا۔ بن گیا ہے اور ضرور بن گیا ہے۔ آج آسمان ہوائی جہازوں کی صورت میں اپنی کٹار کھینچ رہا ہے اور امساک باران و قحط کے ذریعہ ایک زلزلہ شدید بپا کر رکھا ہے۔ پھر معلوم نہیں ایسے ظاہر اور کھلے واقعات کی موجودگی میں اہلحدیث نے کیونکر کہدیا۔ کہ "ایسا زلزلہ خدا کے فضل سے نہیں آیا" زلزلہ کا لفظ صرف جنبش کے معنے رکھتا ہے۔ اور اس وقت کے واقعات لوگوں کے دلوں اور تمام دنیا کو جیسی ہولناک جنبش دے رہے ہیں۔ ظاہر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۱۵ء نمبر ۱۱

ویدک فلاسفی اور اسلام

جناب مولانا مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی مسلم استاد اسلامیہ کالج لاہور

(گذشتہ سے پیوستہ)

ہاں مجھے یہاں آریوں کے ایک وہم کا بھی ازالہ کردینا چاہئے کہ اگر انسان کو یہ تعلیم دی جائے کہ جس قدر تم گناہ کروگے وہ معاف ہو جائینگے۔ تو اس طرح دنیا میں گناہ اور پاپ کی کثرت ہوجائیگی۔ اور لوگ بڑے دھڑلے سے گناہ کرنے لگ جائیں گے۔ سنو اسلام ہرگز ہرگز ایسے لوگوں کے گناہوں کے معاف ہونے کی تعلیم نہیں دیتا۔ جو اس نیت سے افعال بد کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو گناہ غفلت سستی اور نفس کی کمزوری کے سبب سے ہوں۔ اور پھر انسان سچے دل سے اقرار کرے کہ میں آئندہ ایسا فعل نہ کرونگا وہ ضرور ضرور قابل معافی ہے۔ یاد رکھو قصور اور سرکشی میں صریح فرق ہے۔ اور جرم اور بغاوت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ خدا اپنے قصوروار بندوں کو معاف کردیتا ہے پر اپنے سے باغیوں کو معاف نہیں کرتا یہی معنی ہیں اس آیۂ کریمہ مشہورہ کے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اور مثقال ذرۃ شرا یرہ کے۔ ہاں جو شخص شرارت اور بغاوت سے ایک ذرہ بھر گناہ بھی کرتا ہے۔ وہ ہرگز ہرگز معاف نہ ہوگا آریہ سماج کی طرح ہمارا یہ اعتقاد نہیں کہ کوئی گناہ خواہ وہ غیر ارادی ہی کیوں نہ ہو قابل معافی نہیں جیسا کہ سوامی دیانند فرماتے ہیں کہ سانس لینے اور چلنے پھرنے سے جو جانور مرتے ہیں یا ہوا خراب ہوتی ہے (منوسمرتی میں اکھلی اور چکی کے گناہ کا بھی کفارہ لکھا ہے) ان کا پاپ بھی انسان کی گردن پر ہے اور وہ بھی قابل معافی نہیں۔ ظاہر ہے کہ سانس لینے کے لئے انسان مجبور ہے جس گناہ سے بچنا انسان کے لئے ممکن نہ ہو وہ گناہ کیا۔ گناہ نام ہے اختیاری فعل کا۔ پیارو سوچو غور کرو۔ درگاہ خداوندی بے ایمان بنیوں کی منڈی نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آریہ مذہب اپنے برادر کلاں دہریہ مذہب سے ملنے کی سر توڑ کوشش کر رہا ہے اور اس غرض کے لئے اس نے جو سب سے پہلا قدم اٹھایا ہے وہ یہی ہے کہ وہ خدا کی مالکیت خالقیت رحمانیت اور رحیمیت کا منکر ہو بیٹھا ہے اور خدا کو صرف منصف یا جج کی حیثیت سے مانتا ہے اور یہ امر بدیہی ہے کہ منصف کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ وہ لوگوں کے حقوق اپنے ذمہ تسلیم کرے اور ہر ایک فرد بشر اپنے حق واجب کا اس سے مطالبہ کر سکے۔ اور پھر اگر وہ حقوق ادا نہ کرے یا خود مدعی کو یہ شبہ گذرے کہ اس نے میرے حقوق کما حقہٗ ادا نہیں کئے تو ظالم کہلاوے۔ منصف اور مالک کا مفہوم بالکل ایک دوسرے کے ضد پڑا ہوا ہے کیونکہ مملوک کا کوئی حق واجب مالک پر نہیں ہوتا۔ کیا آریہ لوگ اپنی مملوکہ اشیاء کے منصف کہلا سکتے ہیں۔ کیا یہ کہا جائیگا کہ وہ اپنی گایوں اور گھوڑوں کے منصف ہیں۔ یا یہ مہربان مالک ہیں۔

آہ بڑا ہی بدبخت ہے وہ انسان جو اپنے اعمال کے گھمنڈ پر خدا سے انصاف کا مطالبہ کرتا ہے اور بڑا ہی مبارک ہے وہ شخص جو اپنی فروگذاشتوں اور کمزوریوں کا اقرار کرکے رحم اور معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کی شان میں آریہ سماج کی ایسی دیدہ دلیریاں۔ جرأت اور شوخیوں سے یقین پڑتا ہے کہ وہ ایک دن انسانی شرارتوں کی انتہا پسند کانگریس قایم کرکے ایشور کو سیلف گورنمنٹ یا سوراجیہ دینے کے لئے نوٹس دیگی مگر وہ یاد رکھے کہ وہاں سے ایسے لوگوں کو وہی سزا ملیگی جو گورنمنٹ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو ملا کرتی ہے وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔

قصہ مختصر آریہ سماج جس کو ایشور مان بیٹھی ہے۔ وہ انتظام عالم۔ جذبات مخلوقات اور خصوصاً نوع انسانی کے فطرتی تقاضوں اور میلانوں کی ہیئت کذائی کے لئے جن صفات کا خدا چاہئے۔ وہ ان سب صفات سے خالی خدا ہے۔ ظاہرا پیاس کے بجھانے کے لئے تو اس نے پانی بنایا مگر انسانی روحانی تشنگی اور روحانی پیاس یعنی الہام الٰہی کی تڑپ کے لئے وہ کوئی بارش نہیں برساتا۔ وید دنیا میں آئے مگر ان پر عمل کرکے کوئی کامل انسان پیدا نہ ہو سکا۔ کیونکہ کسی پر الہامی بارش ہونا ہی اس کے کامل ہونے کی دلیل ہے۔ جیسا کہ شروع دنیا کے چار رشی کامل سمجھے جاتے ہیں۔ تناسخ کا مسئلہ نہایت بیہودہ اور لغو مسئلہ ہے۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ تمام حیوانات اور نباتات کے وجود کا دارومدار انسانی گذشتہ اعمال پر ہے اور خاص قسم کے انسانی گناہوں سے خاص جنم حیوانات کا ملتا ہے تو لامحالہ یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ ایک قسم کے گناہ کے عدم ارتکاب سے اس کی سزا کی جون بھی گم ہوجائے اور ایک خاص قسم کے حیوان کی عدم موجودگی سے اس گناہ کا ارتکاب معدوم ہوجائے جس کے ارتکاب سے وہ حیوان بنتا تھا مثلاً برہمنی کے ساتھ زنا کرنے سے گائے کا جنم ملتا ہے تو اگر دنیا سے گائے کی موجودہ نسل کو برباد کردیا جائے۔ تو اس دنیا کے اخیر تک گائے کا وجود دنیا میں نہ ہوگا مگر کیا گائے کی عدم موجودگی سے برہمنیوں کے ساتھ زنا کا ارتکاب بھی جاتا رہیگا نیز اب جبکہ آریہ مہاشوں نے جابجا خلاف معمول گؤشالائیں کھول لی ہیں اور گائے کی نسل کو بڑھا رہے ہیں تو کیا گائے کی کثرت کے ساتھ ساتھ برہمنیوں سے زنا کے واقعات کی بھی کثرت ہو رہی ہے۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ آریوں کا گائے کی افزائش کے لئے ہر طرح مدد کرنا اور ویدک دعاؤں کو پڑھنا اس کا مترادف نہیں کہ وہ برہمنیوں سے زنا کی کثرت کے لئے دعائیں کر رہے ہیں اگر یہ سچ ہے تو برائے خدا وہ آئندہ مسلمانوں سے نہ الجھا کریں بلکہ جہاں تک ممکن ہو برہمنیوں سے زنا کی کثرت کے لئے تدابیر سوچیں تاکہ گایوں کی تعداد میں معقول اضافہ ہو۔ . . . . . .

. . . . اور بھارت میں دودھ اور گھی کی نہریں چل جائیں تناسخ کو ماننے سے یہ بھی ماننا پڑیگا کہ تمام ایگریکلچرل ڈویلپمنٹ cultural development یعنی زراعتی اور بوٹینیکل Botanical اور محکمہ آبپاشی کی ترقی دنیا میں کثرت گناہ کا باعث ہوگی میرے خیال میں آریہ سماج کو ایک رزولیوشن اس مضمون کا پاس کرکے گورنمنٹ کو بھیجنا چاہئے کہ حضور جو اسقدر روپیہ ان محکموں پر برباد کر رہے ہیں فقط فلاں فلاں گناہوں کو رواج دینے سے ان مطلوبہ چیزوں زراعت حیوانات وغیرہ میں خود بخود ترقی ہوجائے۔ تو ہینگ لگے نہ پھٹکڑی رنگ چوکھا ہو۔ سماجیو کیا آسان ترکیب ہے۔

صفات باریتعالیٰ کے متعلق قرآن کریم کی تعلیم

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

تمام محامد صحیحہ اور صفات کاملہ سے موصوف اور ہر ایک عیب سے منزہ جس کا نام اللہ ہے اس کے سوا کوئی بھی معبود۔ مطلوب۔ مقصود اور محبوب نہیں۔ تنہا وہی ذات لیسا کہ دائم زندہ۔ سب اسی کے سہارے سے قائم اور وہ خود قائم بالذات ہے جسکو کبھی سستی اور اونگھ اور نیند نہیں آتی کے تصرف ملک اور خلق میں ہیں آسمان و زمین اور سب اسی کی ہستی اور یکتائی کو ثابت کرتے ہیں کوئی بھی نہیں کہ اس کی کبریائی اور عظمت کے باعث اس پاک ذات کی اجازت کے سوا کسی کی سفارش کرسکے۔ پس کسیکو مقابلہ اور حمایت کی تو کیا سکت ہوگی وہ جانتا ہے تمام جو کچھ آگے ہوگا اور جو کچھ گذر چکا ہے۔ موجودات کی کیا حقیقت کوئی بھی اس کے علم سے کسی چیز کا اس کی مشیت کے سوا احاطہ نہیں کرسکتا اس کا

ظلم آسمانوں اور زمینوں پر حاوی ہے اور مخلوق کی حفاظت اور ضروریات کے پورا کرنے سے کبھی بھی نہیں تھکتا۔ شریک اور جوڑے سے وہ بہت بلند ہے۔ والسلام۔ خاکسار عبدالحق متعلم اشاعت اسلام کالج لاہور۔ متوطن فتحگڈھ یوپی ہندوستان۔

نوٹ اور رائیں

ویدک دھرم یا دیانند ازم آریہ لوگ جو اپنے مت کو گوروڈم کا سخت مخالف جانتے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں خود ایسے گوروڈم میں مبتلا ہو گئے۔ کہ اُن کا مت عملی طور پر بجائے ویدک مذہب کے دیانندی مذہب کہلائے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ یہ رائے نہ صرف ہماری ہے۔ بلکہ آریوں کا اکثر سمجھدار حصہ اس بارے میں ہمارا ہمخیال ہے۔ گذشتہ اشاعت میں پنڈت راج نرائن صاحب ارمان ایڈیٹر ارجن کے متعلق جو دیانند ازم کے بڑے حامی مانے جاتے تھے۔ لکھا جا چکا ہے کہ وہ آخر بعد تحقیقات و تجربہ بسیار اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ آریہ سماجی جس مذہب کو ویدک دھرم بتلا کر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ فی الحقیقت ویدک دھرم نہیں۔ بلکہ دیانند ازم یعنی سوامی دیانند جی کا خود ساختہ مت ہے۔ ویدوں میں ہرگز بیان نہ تھا۔ جیو آتما۔ اور پرکرتی کو تین مختلف پدارتھ نہیں مانا گیا۔ بلکہ وید کی تعلیم عام طور پر وہی ہے جو ویدانت کہلاتی ہے۔ اور جسے سوامی دیانند جی نے غلطی سے ستیارتھ پرکاش میں رد کیا ہے۔ پنڈت صاحب کے اس اعلان کے بعد سنا گیا ہے کہ یوپی میں بھی ایک آریہ سماجی مہاتما نے مکتی کو دائمی بتلایا ہے۔ اور انہوں نے اپنی تحقیقات کے دائرہ کو یہاں تک وسیع کیا ہے۔ کہ خود وید منتروں میں انہوں نے کمی بیشی تسلیم کی ہے۔ یہ مہاتما بھی ارمان صاحب کی طرح اس بارہ میں مقیم و مسافر ہر قسم کے آریوں سے مباحثہ کرنیکو تیار ہیں۔ امید ہے۔ کہ آریوں کا بیرا مسافر ان ہر دو سماجی بھائیوں سے سیدھا راستہ معلوم کرنے کی کوشش کریگا۔

ہم خوش ہوں گے اگر کوئی آریہ ویدیہ کوئی ایسا منتر پیش کرے۔ جس میں روح۔ مادہ اور ایشور کی قدامت کے دلائل درج ہوں۔

اسلام مغربی افریقہ میں ایک اردو ہمعصر ریورنڈ جے ڈینی رسل کے ایک مضمون مندرجہ رسالہ مشن فیلڈ بابت ۱۸ اپریل کے حوالہ سے معترض ہے۔ اسلام مغربی افریقہ کے باشندوں میں روز افزوں ترقی کر رہا ہے جبشی آبادی میں اس کا اثر نہایت زبردست ہے وجہ یہ ہے کہ اس کے اصول سادہ ہیں اور نومسلم کو سوسائیٹی میں ممتاز حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ افریقہ میں یورپین افسر دیسی عیسائیوں سے مسلمانوں کی زیادہ قدر کرتے ہیں ان ممالک میں مسلمانوں کی تعداد بسرعت تمام ترقی کر رہی ہے۔ تین سال کا زمانہ گذرا کہ قماصی میں صرف دو مسجدیں تھیں۔ لیکن اس وقت اُنکی تعداد پانچ تک پہنچ گئی ہے۔ اشانٹی مشرقی افریقہ کا ایک شہر جو برطانوی علاقہ برٹش گولڈ کوسٹ میں واقع ہے، کا محلہ زونگو جہاں مسلمان بستے ہیں سب سے زیادہ آباد حصہ ہے۔ ہر ایک گاؤں اسلامی تعلیم کے زیر اثر آ رہا ہے۔ ہر ایک سردار کے گھر میں دفع شر کے لئے علاوہ ان کی اپنی کتابوں کے قرآن کی آیتیں بھی معلق رہتی ہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ اس سرزمین کے بعض حصص میں اسلام کا قوی اثر موجود ہے۔" ریورنڈ جے ڈینی رسل کا مغربی افریقہ میں اسلام کی ترقی کا موجب یورپین افسروں کا مسلمانوں کی زیادہ قدر کرنا بتلانا لغا ہر ایک پادریانہ چال ہے۔ جو افریقہ میں اسلام کی حیرت انگیز ترقی کے اس اثر کو جو دیگر حصص بالخصوص مسیحی دنیا میں رونما ہے۔ زائل کرنے کے لئے اختیار کی گئی ہے۔ نیز سرداروں کے گھروں میں دفع شر کیلئے قرآن کی آیتوں کے ساتھ اُن کی اپنی کتابوں کا بھی معلق ہونا ایک بے جوڑ سا فقرہ ہے جو اس لئے صحیح نہیں ٹھہر سکتا۔ کہ وہاں کے باشندگان پہلے وحشی حبشی تھے۔ جن کا کوئی مذہب نہیں ہوتا تو اُن کی اپنی کتابیں کیسی۔ مسٹر ڈبیو ایچ آر ڈلونڈ ایک یورپین مصنف صاف طور پر اس بستی کو The warlike ... — Negro State کا خطاب دیتا ہے اور خود ریورنڈ جے ڈینی رسل اسلام کا زبردست اثر ان حبشیوں میں ہی بتلاتے ہیں پھر معلوم نہیں ریورنڈ موصوف کا قرآن کی آیتوں کے ساتھ اُن کی اپنی کتابوں کا بھی معلق بتانا اس پادریانہ چال کے سوائے کہ ان کے قبول اسلام کو دنیاداری کے طور پر رسمی اور اُن کے اپنے (مفروضہ) مذہب کے ساتھ مخلوط بتا کر مسیحی دنیا سے اسلامی ترقی کے اثر کو مٹایا جائے۔ اور کیا معنے رکھتا ہے۔ بہرحال مغربی افریقہ میں اسلام کی یہ روز افزوں ترقی قابل امتنان و اطمینان ہے اور اس اسلامی زوال کے زمانہ میں مسلمانوں میں تبلیغانہ کوششوں کی محرک۔ لعلهم يتفكرون

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر شائع کی جاتی ہے کہ ہمارے مکرم دوست اور بھائی شیخ محمد جان صاحب تاجر سیالکوٹ چھاؤنی کی اہلیہ لمبی علالت کے بعد اس دارفانی سے رحلت فرما گئیں۔ مرحومہ اعلےٰ درجہ کی متقیہ اور کثیر اولاد رکھتی تھیں۔ ان کے اس صدمہ کا دلی افسوس ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ مرحومہ کا جنازہ غائب کل بعد جمعہ ہماری کل جماعت نے لاہور میں پڑھا۔ بیرونجات کے احباب بھی انکا جنازہ غائب پڑھیں اور انکے لئے دعائے مغفرت کریں۔

(۲) حافظ حاجی محمد صاحب لاہوری جنکی عمر قریب ستر سال کے تھی۔ جمعرات کے روز پیچش کے عارضہ سے انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہایت ہی مخلص اصحاب سے تھے۔ اور سلسلہ کیلئے اپنے اندر خاص درد رکھتے تھے اور عالم باعمل تھے۔ آپکے جنازہ کے ساتھ ہماری جماعت کے اکثر اصحاب تھے۔ اور انکے غیر احمدی رشتہ دار اور دوست بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ آپ کا جنازہ ہر دو جماعتوں نے اپنے اپنے اماموں کے پیچھے یکے بعد دیگرے پڑھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔ بیرونجات کے احباب بھی آپکے لئے دعائے مغفرت کریں۔ اور نماز جنازہ غائب پڑھیں۔

الراقم۔ خاکسار مرزا یعقوب بیگ ۳۱ جولائی

اشاعت اسلام کالج لاہور کا داخلہ

عام اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ یکم اکتوبر سے اشاعت اسلام کالج کی ابتدائی کلاس کی پڑھائی جاری ہوگی۔ جو طلبا کالج میں داخل ہونا چاہیں۔ انکے لئے ضروری ہے کہ درخواستیں ۳۰ اگست ۱۹۳۵ء سے قبل دفتر سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں بھیجدیں۔ ہر ایک مسلمان اس کالج میں داخل ہو سکتا ہے۔ جو آئندہ خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنا چاہتا ہو۔ داخلہ کیلئے مفصلہ ذیل شرائط ضروری ہیں۔ (۱) انٹرنس کا امتحان پاس ہو جن طلبا نے اس امتحان میں عربی کا مضمون بھی لیا ہوگا۔ انکو ترجیح دیجائیگی۔ (۲) مولوی فاضل یا منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی پاس ہو۔ یا اسکے برابر کا امتحان پاس ہو اور امتحان میں انگریزی بھی لی ہو۔ کالج کی پڑھائی دو سال کی ہے۔ جو طالبعلم اپنے اخراجات کی وسعت نہیں رکھتے انکو کل اخراجات انجمن بصورت وظیفہ دیتی ہے جنکی تعداد بارہ روپے بیس روپیہ ماہوار تک ہو۔ اور کالج سے پاس ہونے کے بعد کامیاب طلبا کو واعظ مقرر کرکے ہندوستان و دیگر ممالک میں بھیجتے ہیں درخواستیں جہانتک جلدی ممکن ہوں موصول ہو جانی چاہئیں۔

(نوٹ) مدراس و بنگال کے طلبا کیلئے خصوصیت ہے۔

خدا تعالےٰ کے بارہ میں ویدک تعلیم

کسی مذہب کی سچائی پرکھنے کے لئے ہمیں سب سے اوّل یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس مذہب میں خدا تعالےٰ کی نسبت کیا تعلیم دی گئی ہے یعنی اُسکی توحید - قدرت - علم - کمال - عظمت اور سزا و رحمت و دیگر لوازم و خواص الوہیت کی نسبت کیا بیان کیا گیا ہے - کیونکہ اگر کوئی مذہب خدا کو وحدہٗ لاشریک قرار نہیں دیتا اور آسمان کے اجرام یا زمین کے عناصر یا کسی انسان یا دیگر اشیاء کو خدا جانتا ہے یا خدا کا ہمرتبہ قرار دیتا ہے اور ایسی پرستشوں سے منع نہیں کرتا - یا خدا تعالیٰ کی قدرت کو ناقص خیال کرتا ہے اور جہاں تک امکان قدرت ہے وہاں تک قدرت کے سلسلہ کو نہیں پہنچاتا - یا اُسکے علم کو ناتمام جانتا ہے یا اُسکی قدیم عظمت کے خلاف کوئی تعلیم دیتا ہے یا سزا اور رحمت کے قانون میں افراط یا تفریط کی راہ اختیار کرتا ہے - یا اُس کی رحمت عامہ جیساکہ جسمانی طور پر محیط عالم ہے اسکے برخلاف کسی خاص قوم سے خدا کا خاص تعلق اور روحانی نعمت کے وسایل کو مخصوص رکھتا ہے - یا الوہیت کے خواص میں سے کسی خاصہ کے برخلاف بیان کرتا ہے تو وہ مذہب ہرگز خدا تعالیٰ کی طرف سے کہلائے جانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

ہم اسی بات کو مدنظر رکھکر ویدک تعلیم و اسلامی تعلیم دربارہ خدا تعالےٰ درج ذیل کرتے ہیں - ناظرین خود اندازہ لگالیں - کہ دیانندیوں کا عوام جہال اور لاعلم اشخاص کو اپنے دام تزویر میں پھنسانا کہاں تک سچائی پر مبنی ہوسکتا ہے جب اس پنتھ کی بنیاد ہی ریت کے تودے پر رکھی گئی ہے - تو عمارت کے دیگر حصص کی کمزوری تو صاف عیاں ہے - تاہم ہم وقتاً فوقتاً اس پنتھ کی اُس تعلیم کی جو اسکے گرو گھنٹال نے دنیا کے سامنے پیش کی کمزوریاں پیش کرتا رہونگا - اُس تعلیم سے ہمیں سروکار نہیں جو موجودہ دیانندی اعتراضات سے بچنے کی خاطر نئے طرز پر بیان کرتے ہیں کیونکہ ہم پنڈت دیانندجی کے مقابلہ پر کسی معمولی دیانندی کے بیان کردہ اصول کی پیروی نہیں کرسکتے اب ویدک تعلیم دربارہ خداوند تعالےٰ ملاحظہ کیجئے ؀

وحدانیت خداشناسی کی سب سے پہلی علامت توحید ہے - یعنی خدائے برحق کو اُس کی ذات و صفات میں واحد یکتا ماننا اور کسی خوبی میں اُس کا کوئی شریک قرار نہ دینا - لیکن دیانندی تعلیم کی رو سے دیانندی لوگ تین تین کو خدا تعالیٰ کی ازلیت کی صفت میں شریک قرار دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش سملاس ۸ فقرہ ۸)

اور جس طرح خدا تعالےٰ اپنے وجود اور ہستی میں کسی خالق کا محتاج نہیں اسی طرح اُنکے نزدیک جیو یعنی روح اور پرکرتی یعنی ذرات اجسام بھی اپنے وجود اور ہستی میں کسی خالق کی محتاج نہیں بلکہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ قدیم اور انادی ہیں - اور اپنے اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہیں - اب ظاہر ہے کہ اس عقیدہ کی رُو سے نہ خدا کی توحید رہتی ہے نہ اُس کی عظمت میں سے کچھ باقی رہ سکتا ہے - بلکہ اس صورت میں اُس کی شناخت پر کوئی دلیل بھی قائم نہیں ہوسکتی - کیونکہ صانع اپنے مصنوعات سے ہی شناخت ہوتا ہے - پس جبکہ روحوں اور جسموں کی تمام قوتیں خودبخود اور قدیم ہیں تو پھر خدا کے وجود پر کونسی دلیل قائم ہوئی - اور عقل انسانی نے کیونکر سمجھا کہ وہ موجود ہے یہ کہنا بیجا ہے کہ وہ ان ذرات کو جوڑتا ہے اور روح و جسم کو تعلق بخشتا ہے اور اسی سے وہ پہچانا جاتا ہے - کیونکہ صرف جوڑنے سے کوئی شخص خدا نہیں کہلا سکتا وجہ یہ کہ اگر صرف جوڑنے سے کوئی خدا کہلا سکتا ہے تو اس صورت میں تمام نجار - معمار - کمہار خدا کہلا سکتے ہیں - کیونکہ جوڑنے کا کام تو انہیں بھی آتا ہے دیکھو زمانہ حال میں کیسی کیسی عمدہ صنعتیں یورپ کے صناعوں نے ایجاد کی ہیں - یہاں تک مادرزاد اندھوں کے دیکھنے کے لئے بھی ایک آلہ نکالا ہے اور آئے دن کوئی نہ کوئی نئی صنعت نکال دیتے ہیں یہانتک کہ ایک قسم کے مُردہ جانوروں میں روح ڈالنے کا طریق بھی انہوں نے ایجاد کیا ہے یعنی جب کوئی جانور ایسے طور سے مرجائے - جو اُس کے اعضائے رئیسہ کو صدمہ نہ پہونچے اور اُس کی موت پر کچھ زیادہ عرصہ بھی نہ گذرے تو وہ اُس کو اپنی حکمت عملی سے دوبارہ زندہ کرتے ہیں - گو حقیقی طور پر وہ زندگی نہیں ہوتی تاہم اعجوبہ نمائی میں کیا شک ہے - امریکہ میں آج کل یہ شغل کثرت سے پھیل رہا ہے - مگر کیا ایسی صنعتوں سے وہ خدا کہلا سکتے ہیں۔

پس اصل بات یہ ہے کہ خدا کی قدرت میں جو ایک خصوصیت ہے - جس سے وہ خدا کہلاتا ہے - وہ روحانی اور جسمانی قوتوں کے پیدا کرنے کی خاصیت ہے شلاً جاندار مثل کے جسم کو جو اُسنے آنکھیں عطا کی ہیں اُس کام میں اُس کا اصل کمال یہی نہیں کہ اس نے یہ آنکھیں بنائیں بلکہ کمال یہ ہے کہ اُس نے ذرات جسم میں پہلے سے ایسی پوشیدہ طاقتیں پیدا کر رکھی تھیں جن میں بینائی کا نور پیدا ہوسکے پس اگر وہ طاقتیں خودبخود ہیں تو پھر خدا کچھ بھی چیز نہیں - بقول شخصے ؎

گھی سنوارے سالنا بڑی بہو کا نام

اس بینائی کو وہ طاقتیں پیدا کرتی ہیں - خدا کو اس میں کچھ دخل نہیں اور اگر ذرات عالم میں وہ طاقتیں نہ ہوتیں تو خدائی بیکار رہ جاتی - پس ظاہر ہے کہ تمام خدائی کا مدار اسی پر ہے - کہ اس نے روحیں اور ذرات عالم کی تمام قوتیں خود پیدا کی ہیں اور کرتا ہے اور خود ان میں طرح طرح کے خواص رکھے ہیں اور رکھتا ہے - پس وہی خواص جوڑنے کے وقت اپنا کرشمہ دکھلاتے ہیں اور اسی وجہ سے خدا کے ساتھ کوئی موجد برابر نہیں ہوسکتا - کیونکہ گو کوئی شخص ریل کا موجد ہو یا تار کا یا فونوگراف کا یا پریس کا یا کسی اور صنعت کا اسکو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ ان قوتوں کا موجد نہیں جن قوتوں کے استعمال سے وہ کسی صنعت کو تیار کرتا ہے بلکہ یہ تمام موجد بنی بنائی قوتوں سے کام لیتے ہیں - جیساکہ انجن چلانے میں بھاپ کی طاقتوں سے کام لیا جاتا ہے - پس فرق یہی ہے کہ خدا نے عناصر وغیرہ میں یہ طاقتیں خود پیدا کی ہیں مگر صناع لوگ خود طاقتیں اور قوتیں پیدا نہیں کرسکتے - پس جب تک خدا کو ذرات عالم اور روح کی تمام قوتوں کا موجد نہ ٹھہرایا جائے اُسوقت تک خدائی اس کی ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی اور اس صورت میں اس کا درجہ ایک معمار یا نجار یا حداد سے ہرگز زیادہ نہیں ہوگا - یہ ایک بدیہی بات ہے جو رد کے قابل نہیں - پس دانش مند کو چاہئے کہ سوچ سمجھکر جواب دے کہ بغیر سمجھ کے جواب دینا صرف بکواس ہے۔

نادر مندرجہ بالا نمونہ دیانندی صاحبوں کی وحدانیت کے ماننے کا تھا اب دوسرا امر یہ ہے کہ وہ اپنے پرمیشور کو قادر کس درجہ تک سمجھتے ہیں خود ظاہر ہے کیونکہ جب کہ اُن کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ اُن کا پرمیشور نہ ارواح کا خالق ہے نہ ذرات اجسام کا تو اس سے ظاہر ہے کہ اُس کی قدرت اُنکے نزدیک صرف اس حد تک ہے کہ وہ باہم جسم اور روح کو جوڑتا ہے - اور جو ارواح اور اجسام میں گُن اور خواص اور عجیب وغریب قوتیں ہیں وہ اُن کے نزدیک انادی اور خودبخود ہیں پرمیشور کا ان میں کچھ بھی دخل نہیں - اب اس سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک انکے پرمیشور کی قوت اور قدرت نجاروں اور آہنگروں وغیرہ صناعوں سے کچھ زیادہ نہیں کیونکہ زیادتی تو تب ہو کہ وہ ان قوتوں اور گنوں اور خاصیتوں کا پیدا کرنیوالا بھی ہو - اور جبکہ وہ سب خاصیتیں اور قوتیں اور گُن اور طرح طرح کی طاقتیں ارواح اور اجسام میں قدیم اور انادی ہیں جیساکہ خود ارواح اور ذرات اجسام قدیم اور انادی ہیں - تو اس صورت میں ماننا پڑتا ہے کہ جس پرمیشور نے ان ارواح اور ذرات کو پیدا نہیں کیا اسنے انکی قوتوں کو بھی پیدا نہیں کیا کیونکہ کوئی چیز اپنی قوتوں سے الگ نہیں رہ سکتی (ستیارتھ پرکاش ملا) (باقی آئندہ)

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

مکالمہ مابین مولوی صدر الدین صاحب و پادری زویمر صاحب

(از شیخ نور احمد صاحب بی اے ایل ووکنگ) (گذشتہ سے پیوستہ)

پادری صاحب۔ مسلمان کثرت سے بیویاں کرتے ہیں اور ان کے حقوق نگاہ نہیں رکھتے۔

مولوی صاحب۔ افسوس پادری صاحب آپ لوگوں نے تو اسلام کو بدنام کرنے اور مسلمانوں پر ناواجب الزام لگانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ جو زبان پر آتا ہے کہہ ڈالتے ہو۔ خواہ وہ غلط اور جھوٹ بھی کیوں نہ ہو کاش یہ اعتراض کثرت ازدواج پیدا کرنے سے پہلے آپ ہندوستان کے ملک کی رپورٹ مردم شماری جو سرکاری کاغذات میں شائع ہو چکی ہے دیکھتے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ یہ لغو اعتراض میرے روبرو نہ کرتے۔ میں ملک ہندوستان کا باشندہ ہوں اور اپنے علم سے کہتا ہوں کہ وہاں کئی ہزار کے بعد آپ کو ایک آدھ گھر ملیگا۔ جہاں ایک سے زیادہ بیویاں ایک مرد کے نکاح میں ہونگی۔ اس کے برخلاف ان عیسائی ممالک میں جہاں پر ایک کے سوا دوسری زوجہ کا نکاح میں لانا گناہ اور جرم خیال کیا گیا ہے۔ بہت برا حال ہے یہاں بے نکاحی ماؤں کی بے شمار تعداد دیکھی جاتی ہے۔ جنہیں Unmarried mathers کا لقب ملا ہوا ہے۔

آجکل عام گرجاؤں میں وعظ ہوتے ہیں کہ فوجی سپاہی ملک میں عام خدمات پر پھرتے ہیں۔ عنقریب بہت سے ناجائز بچے پیدا ہونگے۔ ماؤں کو چاہئے کہ اپنی نوجوان ناکتخدا لڑکیوں کو بحفاظت رکھیں۔ ظاہر تو یہ کیا جاتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیوی کرنا جرم۔ مگر عمل کا یہ حال ہے۔ کہ جو ناجائز اور بلا نکاح رکھی جاتی ہیں ان کی تعداد بیسیوں ہیں۔ پھر میں یا آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنا حرام ہے تو کبھی آپ نے اس نسب نامہ کی طرف بھی توجہ کی جو شروع انجیل شریف میں حضرت عیسٰی کے آباؤ واجداد کا دیا گیا ہے۔ ماشاء اللہ ان جملہ بزرگواروں میں سے تو کوئی ایک بھی نظر نہیں آتا۔ جس نے ایک سے زیادہ بیویاں نہ کی ہوں۔ حضرت داؤد اور سلیمان نے تو سینکڑوں تک کی نوبت پہنچائی ہے۔ پھر اگر یہ بات صحیح ہو کہ خود حضرت عیسٰی علیہ السلام کی جنکو آپ خداوند کہتے ہیں وہ مائیں تھیں یعنی مریم صدیقہ سے جس شخص کا نکاح ہوا تھا۔ اس کے گھر اول زوج موجود تھی۔ تو نہ معلوم آپ اُن لوگوں کی شان میں کیا فتوے صادر کرتے ہیں۔ اسلام تو ضرورت کے ماتحت تعدد ازدواج کو جائز قرار دیتا ہے۔ لیکن اس ملک کے لوگ اس کام کو تو کرتے ہیں۔ کیونکہ فطرتی تقاضا ہے۔ لیکن عوام طور پر۔

پادری صاحب (پادری صاحب سٹ پٹا گئے اور گھبرائے ہوئے لہجے میں) میں تو ان کو گنہگار ہی کہوں گا۔ جنہوں نے ایک سے زیادہ بیویاں کیں

مولوی صاحب۔ اناجیل میں تعدد ازدواج کے خلاف کوئی حکم نہیں اور حضرت عیسٰی کے آباؤ اجداد کا عمل شاہد ہے۔ جو اسلام کے مطابق ہے۔ پھر کون دانا ہے جو آپ کے اس غلط فتوے کو صحیح تسلیم کریگا۔ پھر رہا حقوق نسوان کی نگاہداشت قرآن کریم نے جسقدر عورت کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ اس کا عشر عشیر بھی کسی دیگر مذہب میں نہیں ہے۔ دیکھئے خداوند عالم نے تو ایک مستقل سورۃ قرآن کریم میں نازل فرما کر عورت کی عزت کو دنیا میں قائم کیا۔ جس کا نام سورۃ النساء ہے۔ جس میں فرمایا ہے۔ عورت اپنے باپ بھائی۔ ماں اور خاوند فرزند کی جائیدادوں سے حصہ لینے کی مستحق ہے۔ یہ مساوات جو آپ لوگ کہتے ہیں اس کے معنے ہمیں سمجھ میں نہیں آتے۔ عورت اور مرد کس طرح برابر ہوسکتے ہیں۔ جبکہ فطرت نے مرد اور عورت کو مختلف قوائے عطا کئے ہیں جن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پھر وہ مساوات جو آپ لوگ کہتے ہیں بالکل لغو اور بیہودہ ہے۔ آپ کے نزدیک تو عورت کی ذات سرچشمہ گناہ ہے۔ اور رات دن گرجاؤں میں یہ کہکر ذلیل کیا جاتا ہے۔ کہ گناہ عورت کے ذریعہ دنیا میں آیا۔ اگر عورت کی ذات گناہ کا آلہ ہے تو پھر اس گناہ کے آلہ کو دن رات بغل میں لئے ہوئے کیوں پھرتے ہو۔ وہ انسان سخت احمق ہے جس کا قول تو یہ ہے کہ عورت آلہ گناہ ہے۔ اور فعل اس کا یہ کہ بغیر اس کے چین دم بھر نہیں لیتا۔ دن رات اس آلہ گناہ کی پوجا میں لگا رہتا ہے۔ جس انسان کا قول اور فعل یکساں نہ ہو وہ کب قابل بھروسہ و اعتبار ہے۔ جس قوم کا یہ دین و مذہب ہو۔ وہ عورت کے حقوق کی خاک حفاظت کرے گی وہ خاتون کبھی اپنی قوم کے مردوں سے مطمئن نہیں رہ سکتی۔ جس کے کانوں میں ہمیشہ یہی آواز پہنچی ہے۔ کہ عورت کی ذات منبع گناہ ہے۔ اس کے ذریعہ سے گناہ دنیا میں آیا ہے۔ پھر وہ یہ بھی دیکھتی ہے۔ کہ ایک طرف تو اسکو آلہ گناہ کہکر بیعزت کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف اس امر کا کوئی علاج نہیں سوچا جاتا کہ کس طرح سے یہ داغ ملامت اس کی پیشانی سے دور کیا جاوے۔ جس قوم کے مردوں کا یہ حال ہو اس کا کیا حق ہے کہ وہ اصول اسلام پر ناجائز حملہ کریں۔ کہ مسلمان عورتوں کے حقوق کی حفاظت نہیں کرتے۔ غور فرماویں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہکر کہ "ماں کے پاؤں تلے بہشت ہے" عورت کی عزت قائم کردی۔ بھلا اس قسم کا کوئی جملہ انجیل شریف سے تو دکھلادیں۔ میں تو عورت کی ذات کو بے گناہ خیال کرتا ہوں۔ کہ اس کے ذریعہ سے دنیا میں گناہ آیا ہو۔ عورت ذات کی بریت اس ایک زبردست دلیل سے بھی ہوتی ہے۔ کہ آخر اس کو حضرت عیسٰی کی ماں بننے کا فخر حاصل ہوا۔ نہ کسی مرد کو۔

پادری صاحب۔ کیا آپ اپنے دین کا انحصار قرآن اور حدیث و اقوال و آثار سیر پر رکھتے ہیں؟

مولوی صاحب۔ میرے مذہب کا انحصار قرآن کریم اور فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ہے۔

پادری صاحب۔ تو کیا آپ حدیث کے منکر ہیں؟

مولوی صاحب۔ وہ حدیث جو قرآن کریم کی تفسیر و تشریح ہے۔ میرا اس پر ایمان ہے۔ باقی جو حدیث قرآن کریم اور فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو۔ میں اس کو تسلیم نہیں کرتا۔

پادری صاحب۔ (ایک وضعی حدیث پڑھکر) دیکھئے مولوی صاحب نبی اسلام نے جان بچانے کی خاطر جھوٹ بولنا جائز رکھا ہے۔

مولوی صاحب۔ (جو پہلے سے تاڑ گئے تھے کہ اب پادری صاحب کوئی وضعی حدیث پیش کرینگے وہ سچ نکلا) یہ حدیث وضعی ہے۔ اور جھوٹی ہے۔ اس کی تردید قرآن شریف اور فعل رسول کریمؐ سے یوں ہوتی ہے کہ قرآن شریف بار بار سچ بولنے کی تاکید کرتا ہے اور جھوٹ سے پرہیز کرنا سکھاتا ہے اور اسی کے مطابق فعل رسول کریمؐ ہے۔ دیکھئے یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ کہ ایک دن جنگل میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سایہ تلے آرام فرماتے تھے کہ ایک مشرک بدوی نے تلوار سونت کر سر پر کھڑے ہو کر آپ کو بیدار کیا اور کہا یا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ کو کون میری تلوار سے بچا سکتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ۔ دیکھو جان جاتی ہے۔ مگر جھوٹ نہیں بولا۔ اس واقعہ کے بالمقابل جب حضرت عیسٰی کو جان کے لالے پڑے اور عدالت میں پیشی ہوئی۔ جج سوال کرتا ہے کہ کیا تم ہی وہ ہو جو کہتے ہو کہ میں داؤد کی سلطنت دوبارہ قائم کرنے آیا ہوں۔ تو انجیل کے مطابق حضرت عیسٰی نے جواب یہ دیا۔ کہ آپ ہی یہ کہتے ہیں...... پھر دوسرے موقعہ پر شاگردوں سے منت کہتا ہے کہ یہ مت کہو کہ میں یہاں ہوں۔ جائے غور ہے جھوٹ کی تعلیم کس نے دی قرآن نے یا انجیل نے۔

پادری صاحب۔ محمد رسول اللہ (صلعم) نے کثرت سے بیویاں کیں۔ حتے آپ نے اپنے متبنٰی زید کی زوجہ بھی نہ چھوڑی۔

مولوی صاحب۔ کثرت ازدواج کے متعلق میں ابھی عرض کر چکا ہوں۔ جس کے جواب میں آپ نے یہ جواب دیا ہے کہ آپ کے نزدیک کل انبیاء علیہم

اسلام گنہگار ہیں۔ جس کو کوئی شریف عقلمند انسان صحیح قرار نہیں دے سکتا۔ باقی زید کی زوجہ کے متعلق جو آپ نے اعتراض کیا ہے۔ اس کا جواب سُن لیجئے۔

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو رحمتہ للعالمین تھے۔ انہوں نے غلامی کو دور کرنے کے لئے بہت زور لگایا۔ اور اُن کو سادات عطا کی اور اُس پر سب سے پہلے خود کاربند ہوئے۔ دوسروں کے لئے قانون تجویز کرنا بہت سہل ہوتا ہے مگر اس پر عمل کرنا نہایت مشکل۔ عرب میں غلام کی کوئی حیثیت نہ تھی وہ جانوروں سے بدتر سمجھے جاتے تھے۔ محمد رسول اللہ ایک سب سے معزز خاندان کا انسان ہے پھر عرب کا بادشاہ ہے۔ اپنی پھوپھی کی لڑکی آزاد شدہ غلام کے نکاح میں دیتا ہے۔ یہ ہیں رسول کریم صلعم کے اخلاق اور شان۔ لیکن وہ لڑکی جو اپنے بلند خاندان کی لخت جگر ہے۔ خاوند کیلئے دردِ سر ہو گئی۔ وہ گفتگو میں زیادتی کرتی تھی زید اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ جب یہ صورت واقعہ ہو گئی تو زید کو مجبوراً طلاق دینی پڑی۔ اب بے ایمانوں نے یہ تو نہ سمجھا کہ رسول اللہ نے کیوں اُس سے نکاح کیا۔ لیکن اس رحیم کریم انسان کی مصیبت کو نہیں جانتے کہ آنحضرتؐ کی مرضی خود نکاح کرنے کی ہوتی تو وہ اُسکو اس طرح مطلقہ بنا کر نکاح نہ کرتے۔ بلکہ باکرہ سے نکاح کرتے وہ خود اُس کے ولی تھے۔ اُن کی پھوپھی کی لڑکی تھی اور خود آنحضرت نے زید کی عزت بڑھانے کی خاطر اسکا نکاح زید سے کیا تھا۔ جب زید نے طلاق دیدی۔ تو وہ خاندان ایک مصیبت میں آگیا۔ اور مطلقہ عورت کی عزت وہ نہیں رہتی تھی۔ اس کے وارثین جنہوں نے حسب الحکم نبی کریمؐ شادی کی تھی۔ سب ابتلا ہو گئے۔ اُن کی دلجوئی کی خاطر رسول کریم صلعم نے زینب سے اپنا نکاح کیا۔ ایک تو اس لئے کہ مطلقہ کی عزت قائم ہو جائے۔ دوئم اسکے لواحقین کی دلجوئی ہو جاوے اگر اس نکاح میں رسول کریم صلعم کے نفس کا دخل ہوتا یا معاذ اللہ کوئی چال ہوتی تو زید جو آخری دم تک آنحضرت صلعم کا سچا خادم مسلم رہا کبھی نہ رہتا بلکہ ایسے نازک معاملہ میں رسول اللہ صلعم سے ضرور بگڑ جاتا

پادری صاحب۔ مجوسی لوگ اپنے آپکو پاک خیال کرتے ہیں اور عیسائی لوگ اپنے آپ کو گنہگار خیال کرتے ہیں مولوی صاحب۔ سچ ہے مسلموں کے نزدیک گناہ اور عارضی مرض ہے جو دُور ہو سکتی ہے۔ یہ دور کر دی گئی۔ اور عیسائیوں کے نزدیک گناہ انسان کی سرشت میں ہے گناہ کا انسان سے ایسا تعلق ہے جیسا سورج کا جسم سے یا پھول کا رنگ و بُو سے جو اگر ایک دوسرے سے جدا ہوں تو فنا ہو جاتے ہیں۔ مسلمان اسلامی تعلیم پر چلکر خدا کا قرب حاصل کر لیتے ہیں۔

پادری صاحب چلتے وقت ہفتہ کے دن واپس تشریف لانے کا وعدہ کر گئے اور کہا ڈاکٹر مسٹاک کے قرآن کا جواب جو آپ نے لکھا ہے وہ بہت عمدہ اور صحیح جواب ہے۔ افسوس پادری صاحب واپس تشریف نہ لائے۔ داسخم۔

تکفیر المسلمین اور الفضل

کل مسلمان کافر ہیں

مسلمانوں کی تکفیر میں سجادہ نشین قادیان کے زیر اثر بستگان کا غلو دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ خدا ان کی حالت پر رحم کرے۔ الفضل مورخہ ۱۵۔ جولائی ۱۹۱۵ء میں ایک غالی پیر پرست کا جو شرک کا خیالات کو فخر سے اپنی طرف منسوب کرنیکا عادی ہے خطبہ جمعہ چھپا ہے۔ جس کے ذیل کے الفاظ قابل غور ہیں:۔

"غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھنا آخرین منہم پر حملہ اور صحابہ کی حیثیت کو ملیا میٹ کرتا ہے۔۔ .... اب مسیح موعود کے منکروں کو بھی مسلمان ہی سمجھنا اور مسیح موعود کی جماعت کی طرح انکو بھی دائرہ اسلام میں داخل سمجھنا گویا آنحضرت کے منکروں کو مسلمان سمجھنا ہے اور مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے ساتھ آپ کے منکروں کو اسلام میں شریک سمجھنا گویا آنحضرت کے منکروں کو آپ کے صحابہ کے اسلام میں شریک ٹھیرانا ہے۔"

ان پیر پرستوں نے ایسی پٹی آنکھوں پر باندھی ہے۔ کہ فتوے دیتے وقت حضرت مسیح موعودؑ کے فتوی کی کھلی مخالفت اور آپ کے تعامل کی صریح ہتک کرنے سے بھی نہیں رکتے۔ مسیح موعود تو اپنے اس "مخالف" کے جنازہ کو بھی جائز قرار دیں "جو برا نہ بولتا ہے"۔ اور یہ بیباک کل دنیا کے مسلمانوں کے سوائے چند پیر پرستوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہے۔ مسیح موعود خود ان لوگوں کا جنازہ پڑھتا ہے۔ جو کافر یا مفتری کہنے والے نہ تھے مگر یہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر نہ کہنے والے کو کافر قرار دیتا ہے۔

توجیہ تکفیر یہ تو مرید کے خیالات تھے۔ اب پیر اپنے خطبہ جمعہ میں مسئلہ کفر و اسلام کا آسان نقشہ پیش کرتا ہے۔ دیکھو فضل مورخہ ۱۸۔ جولائی ۱۹۱۵ء

"ہاں انکار یہ ہوتا ہے کہ ایک انسان خدا کی طرف سے آتا ہے۔ لیکن نادان کہتا ہے۔ کہ خدا کی طرف سے نہیں آیا۔ یہ انکار اس انسان کا انکار نہیں۔ بلکہ اس کے بھیجنے والے یعنے خدا تعالے کا انکار ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک بیوقوف کہتا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم تھے۔ اس لئے یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ انکا انکار کافر بناوے۔ ہم کہتے ہیں مسیح موعود کا انکار بحیثیت آپ کے انسان اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خادم ہونے کی وجہ سے کفر نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ خدا تعالے نے آپ کو بھیجا ہے۔ اور ہیں کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ پس نادان اپنی نادانی سے انسانوں سے فرق کرتے اور کہتے ہیں۔ کہ ایک کا انکار بڑا اور دوسرے کا چھوٹا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ تو خدا کا انکار ہے۔ اور وہ بہت بڑا ہے چھوٹا نہیں"

پھر اسی دلیل کی مزید تشریح ان الفاظ میں کی ہے:۔

"ہم بدرجہ تنزل یہ بھی مان لیتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ مگر یہ تو منکران خلافت بھی مانتے ہیں۔ کہ آپ خدا تعالے کی طرف سے پیغام لیکر آئے تھے۔ پس چونکہ انکے بھیجنے والا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے والا ایک ہی ہے۔ اس میں کچھ فرق نہیں اس لئے خدا تعالے کا حکم جسطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ماننے کے لئے تھا اسی طرح حضرت مسیح موعود کے لئے ہے"

اب یہ تو صاحبزادہ کا فتویٰ ہے۔ مگر ان کا مقدس والد فرماتا ہے۔ "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالے کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا" تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ حاشیہ اور اسی عبارت کے آگے چلکر لکھتے ہیں:۔

"اور یہی احادیث نبویہ سے مستنبط ہے"۔

اب اس پر صاحبزادہ کے فتوے کو منطبق کیجئے "پس نادان اپنی نادانی سے انسانوں میں فرق کرتے اور کہتے ہیں۔ کہ ایک کا انکار بڑا اور دوسرے کا چھوٹا ہے" گویا صاحبزادہ اپنے والد مقدس کو نعوذ باللہ من ذالک نادان ٹھیراتا ہے۔ کہ وہ سارے خدا کے بھیجے ہوؤں کا انکار کفر کیوں نہیں کہتے اور بعض کا نہیں۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ صاحبزادہ کو یہ بہت شوق ہے کہ بات بات پر دوسروں کو نادان لکھا جائے حالانکہ دوسری طرف یہ بھی یقین دلانا چاہتے ہیں۔ کہ مجھے اپنے علم پر ناز نہیں۔ میں نالائق ہوں مگر اس شوق کو اس قدر نہ بڑھائیں کہ بازی بازی باریش بابا ہم بازی کا مصداق ہو جائے۔ اب چاہو اس دلیل کو منسوخ کر لو۔ کیونکہ یہ بھی اسی غالی جماعت کی اصطلاح ہے۔ کہ دلائل بھی منسوخ ہو جایا کرتے ہیں۔ مگر یہ کس قدر گستاخی

جلد ۳ | مقام دار المسیح لاہور ـ یوم پنجشنبہ ۵ اگست ۱۹۱۵ء مطابق ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ | نمبر ۱۲

ایک مسیحی پادری کی رائے اسلام کے متعلق

انگلستان کے نامور پادری ریورنڈ آر میکسویل "دین اسلام" پر ایک مبسوط و دلچسپ تقریر کے دوران میں اپنے ہم مذہبوں اور پیروان عیسائیت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ کہ دنیا کی مجموعی آبادی میں مقتدایان ملت بیضا کی تعداد ۳۰ کروڑ سے زائد ہے۔ جو دنیا کے مختلف حصوں میں اقامت گزین ہیں۔ حلقہ بگوشان اسلام "محمدی" کہلانے کے بجائے "مسلم" کہلانا زیادہ پسند کرتے ہیں اسلام کے لغوی معنے اطاعت الٰہی ہیں۔ جب کوئی مسلمان "اللہ" کہتا ہے تو اس کی مراد اسی ذات پاک سے ہوتی ہے۔ جس کی پرستش یہود و نصاریٰ بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا اس لفظ پر غور کرنے اور اپنی زبان کے مترادف لفظ سے اس کی تطبیق کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہنا نہ صرف ایک غلطی ہے۔ بلکہ ایک ناقابل آمرزش گناہ ہے۔

مسلمان۔ یہودی اور عیسائی سب اسی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اسلام نے سب سے پہلے چھٹی صدی عیسوی کی تعلیم عیسائیت کی تردید کی۔ مسئلہ تثلیث نے کچھ ایسی صورت اختیار کر لی تھی۔ کہ خدائے تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ دلوں سے بالکل اٹھ گیا تھا۔ اور پیروان عیسائیت کے ایک گروہ نے تو اس قدر غلو سے کام لیا تھا۔ کہ مریم علیہا السلام کو بھی الوہیت کا ایک جزو قرار دیتے تھے۔ گویا تین کی حد سے بھی گذر کر چار خدا مانتے تھے۔

اسلام نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے محسوس کیا کہ انہیں خدائے تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے موحدانہ مذہب کی تلقین و تبلیغ کرنے کا حکم ہوا ہے۔ ابتدا میں ان کا تامل اور سلسلہ الہام کے آغاز پر ان کا عجز و انکسار پہلے انبیاء علیہم السلام کے طرز عمل سے ان کی مشابہت ظاہر کرتا ہے۔ اور یہ کہنا بالکل حقیقت پر مبنی ہے۔ کہ ان کی ابتدائی زندگی بلحاظ جد و جہد نہ صرف ان تمام انبیاء کی زندگی سے مماثلت تامہ رکھتی ہے جن کا ذکر عہد نامہ قدیم میں ہے۔ بلکہ ان کے حالات کو ہر زمانہ کے انبیاء و اولیاء کے حالات سے پوری پوری مطابقت ہے اور ان کے حالات بھی ویسے ہی ہیں۔ ممکن ہے کہ زمانۂ موجودہ میں ان کی الہامی تعلیم سلف کی ساری ہماری نگاہوں میں نہ جچے لیکن اگر ان کی تعلیم پر انصاف و ایمانداری سے تنقیدی نظر ڈالی جائے، تو یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ وہ مرسل و مامور من اللہ تھے۔

اسلام کی آسمانی کتاب قرآن ہے جو (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ نبوت کے الہامات کا مجموعہ ہے۔ اس میں نہ صرف مذہب اسلام کے اصول و قوانین مندرج ہیں۔ بلکہ اخلاق کی تعلیم روزمرہ کے کام کاج کے متعلق ہدایات اور قانون بھی اس لحاظ سے مسلمانوں کو عیسائیوں پر فوقیت ہے کہ اسلام کی مذہبی تعلیم اور قانون علیحدہ چیزیں نہیں اسلام کسی ایسے شخص کو اس کے کیفر کردار کی سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ جو قانون سے بے خبر ہونے کا عذر پیش کرے۔ اور اگر عیسائیت اسے اپنا مابہ الامتیاز قرار دے تو یہ قرین انصاف نہیں۔

ارکان اسلام حسب ذیل ہیں (۱) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (۲) ادائے نماز پنجگانہ (۳) ماہ رمضان میں پابندی صوم۔ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

فقہ اسلام کی تعلیم بہت سادہ ہے اس میں خدا تعالیٰ کو قادر مطلق تسلیم کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سورۂ اخلاص کے معانی پر غور کیجئے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ۔ اللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ۔ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔ کہو کہ اللہ واحد ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی اس کی نظیر ہے۔

سورۂ فاتحہ کو دیکھ لیجئے (الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ..... الخ) ہر ایک مسلمان دن رات میں پنجوقتہ نماز ادا کرتا ہے۔ اوقات مقررہ ہیں اور سچے مسلمان ان اوقات پر ادائے فریضہ میں سستی نہیں کرتے۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ روزانہ خیرات دینے کے لئے اجر عظیم ہے اور کہ جن کا عمل میں محبت و اخوت کی جھلک ہو ان سے خدائے تبارک و تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

اہل اسلام کے باقی عقائد جزءا یہ ہیں۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کو جب ان میں پیدا کیا ہر ایک جسم میں اس نے روح داخل کی۔ اس نے روح اور جسم کی ترکیب کو قائم رکھا۔ بعد از مرگ جسم تو مٹی میں مل جاتا ہے۔ اور روح پر ایک خواب یا بے خبری کا سماں طاری ہو جاتا ہے۔

قیامت کے دن اسرافیل صور پھونکیں گے۔ جس کی آواز دہشت افزا سے زمین ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ ارواح کو پھر اجسام حاصل ہونگے خدا خود اپنے جاہ و جلال کے تخت پر جلوہ فرما ہوگا اعمالنامے کھولے جائیں گے۔ اور ہر ایک آدمی اپنا دفتر اعمال خود ملاحظہ کریگا۔

بقیہ صفحہ

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

(شملہ ۱۲۔ جولائی) ہز ایکسیلنسی والیسرائے کو ذیل کا برقی پیغام مورخہ ۳۰ جولائی سکرٹری آف سٹیٹ ہند کی جانب سے موصول ہوا ہے۔

محاربہ پولینڈ ۔ آسٹروی جرمن جارحانہ کارروائی نے کوئی مزید ترقی نہیں کی۔ ایک روسی سرکاری اطلاع مورخہ ۲۹۔ جولائی مظہر ہے۔ کہ صوبجات بالٹک میں اہم تبدیلی ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ اور ناریو کے محاذ پر جہاں خونریز جنگ کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ عام خط مصاف بہی جوں توں ہے۔ غنیم نے دریائے ناریو کے بائیں کنارے پر ڈگوا کے دہانہ کے قریب توپخانہ کی مدد سے اپنے قدم جمانے کی کوشش کی لیکن اسے سخت نقصان پہنچا۔ ناریو کے دیگر محاذ میں غیر مستقل نوعیت کی جنگ واقع ہوئی۔ طرفین نے اپنی عمومی حالت کو بدلے بغیر ایک دوسرے پر حملہ کیا اور اپنی محافظت کی۔ وارسا کے جنوب میں بہی کچھ جنگ ہوئی جس کا کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلا۔

وبیپرز اور بگ کے درمیان غنیم نے ٹوبے ٹین اور انوپول کے محاذ پر جو لبلن چولم ریلوے سے ۲۰ میل جانب جنوب ہے ۲۷ جولائی کو نہایت شدید اور مسلسل حملے کئے۔ لیکن اسے بے شمار نقصان اوٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔

ایک جرمن سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جنگ کی حالت غیر متغیر ہے۔ البتہ سوکلا واقع دریائے بگ پر کچھ جنگ ہوئی تہی۔ آسٹرویوں نے دریا کے پار مزید فوج بھیجنے کی کوشش کی۔ لیکن روسیوں نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا۔

فرانسیسی محاذ ۔ سرجان فرنچ کہتے ہیں۔ کہ گذشتہ چند روزوں سے طرفین سرگرمی سے سرنگیں کہود رہے ہیں۔ بیچ بیچ میں کسی توپخانہ کی جہڑپ بہی ہوجاتی ہے۔ لیکن پیدل فوج کا کوئی حملہ نہیں ہوا۔ ارگون میں بوں اور ہوائی تارپیڈو کی جنگ ہوئی ہے وا بجیز میں فرانسیسیوں نے بہت سخت حملے پسپا کئے ہیں۔ ان کا مقصد یہ تہا۔ کہ غنیم ان مورچوں پر دوبارہ قبضہ کرے جو حال میں چھینے گئے تہے۔

آسٹرویوں کی پسپائی ۔ اطالوی بیان کرتے ہیں کہ ۲۸ جولائی کو غنیم نے سطح مرتفع کارسو پر زیرین رسانزو کے مشرق کثیر التعداد افواج بکہیر دیں۔ ان کی امداد پر توپخانہ کی شدید گولہ باری بہی انہوں نے اطالویوں کو ان مورچوں سے نکالنے کی کوشش کی جو اطالویوں نے قبل ازیں فتح کرلئے تہے لیکن آسٹرویوں کو شدید نقصانات اٹہاکر پسپا ہونا پڑا

آزادی کی قیمت ۔ مسٹر لائیڈ جارج نے کونسل کی ایک کمیٹی کے روبرو تقریر ہوتے زیادہ جدوجہد کی ترغیب دلائی اور کہاکہ پولینڈ کے واقعات سے ہمارے بوجہ میں اور بہی اضافہ ہوگیا ہے۔ یہ جنگ برطانیہ کلان کے کندہوں پر ڈالی جائیگی۔ فتح میں ہمارے ملک کی زندگی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ آزادی آیندہ قرنہا قرن تک قائم رہے گی۔ ہم اس کے لئے خواہ کتنی ہی قیمت ادا کیوں نہ کریں۔ وہ بڑی نہیں کہلا سکتی۔ اب وقت ہے کہ مردوزن جو قابلیت رکہتا ہو اپنے وطن کی امداد کرے۔

رومہ کی سرکاری اطلاع ۔ (لندن ۱۳۔ جولائی) رومہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ ٹرول اور ترنٹینوں کے علاقوں اور کیڈور اور کارسو کی سطح مرتفع پر خفیف معرکے وقوع میں آئے۔ کارسو کی سطح مرتفع پر غنیم نے ۲۸۔ جولائی کی شکست کے بعد اپنی کوشش ہماری پیشقدمی کی مزاحمت تک محدود رکہی مگر اس مقصد میں ناکام رہے۔ ہم نے بھاری توپوں اور رائفلوں کی آتشباری سے مزید خندقوں پر حملہ کیا۔ غنیم کے تیر ولی دستوں نے جمعرات کی شب کو دشت کیوشیو میں آگ لگانے کی کوشش کی۔ جہاں ہماری سپاہ مستحکم طور پر مورچہ زن تہی۔ مگر ہمارے کاروں کی ہوشیاری سے ان کی کوشش رائیگاں گئی۔ کل ۱۲۴ قیدی ۴۳۶ رائفلیں اور دیگر سامان حرب ہمارے ہاتھ آیا۔

کارسو کی سطح مرتفع پر جنگ :۔ (لندن ۱۳ جولائی) سطح مرتفع کارسو کی جنگ کا نتیجہ یہ نکلا ہے۔ کہ ساگرڈو اور مونفا لکن کے درمیان اطالی لائن جو پہلے نصف دائرہ کی صورت میں تہی اب سیدہی اور وسعت پذیر ہوگئی ہے۔ اب یہ بالکل شمالاً جنوباً واقع ہے۔ اور ہم نے دشوار گذار کوہستانی علاقہ پر جو نہایت مستحکم طور پر قلعہ بند کیا ہوا تہا۔ اور جو شمال سے جنوب تک کم از کم ۵ میل اور مشرق کی طرف ۳ میل تک پھیلا ہوا تہا قبضہ کرلیا ہے۔

اب اطالی توپیں مختلف قلعوں پر موثر گولہ باری کررہی ہیں۔ گوریزیا کے آسٹروی ہیڈ کوارٹر پر اس وقت گولے پڑے جبکہ آسٹروی جرنیل کہانا کہا رہے تہے یساچ سے جنیوا میں جو برقی پیغام موصول ہوئے ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ جو آسٹروی سپاہ کارسو کی سطح مرتفع پر ۲۶ جولائی کو اطالویوں پر حملہ کرنے میں ناکام رہی تہی اس کی تعداد ۱۰۰۰۰۰ تہی جس میں ۳۰۰۰۰ بویریا کے سپاہی تہے۔

روسی وارسا سے پیچہے ہٹ گئے۔ کافی گولے فراہم ہونے پر پہر لڑینگے ۔ (لندن ۲۹۔ جولائی) پیٹروگراڈ کے فوجی مبصر وارسا پر قبضہ قائم رکہنے کے فوائد و نقصانات کے متعلق سرگرمی سے بحث کررہے ہیں بعض اہل الرائے ہیں۔ بعض اہل الرائے اس چہوٹے محاذ پر ہٹ آنیکی صلاح دے رہے ہیں۔ جو روسی مدبرین نے ۱۹۱۰ء میں تجویز کیا تہا۔ ڈوما کا جو اجلاس اتوار کے روز منعقد ہوگا۔ اس میں گورنمنٹ کی طرف سے جدید فوجی حالت پر کامل روشنی ڈالی جائیگی۔

لندن ۳۰ جولائی۔ ۱/۲ ۶ بجے صبح پیٹروگراڈ کے نامہ نگار رائیٹر کے نامہ نگار مقیم پیٹروگراڈ کے اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ روس عنقریب ایک اہم فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور اغلب ہے۔ کہ اس وقت تک یہ فیصلہ ہوچکا ہو۔

مارننگ پوسٹ کا نامہ نگار اس امر پر زور دیتا ہے کہ روس نے اپنے حلیفوں کے مشورہ سے (محولا بالا) فیصلہ کردیا ہے اور لکہتا ہے کہ وارسا کے قلعوں اور دریائے وسچولا کے خط محاذ کو چہوڑ دینے سے روسی محاذ پر جرمنوں کی موجودگی متیقن رہیگی۔ کیونکہ یہ امر اس وقت نہایت اہمیت رکہتا ہے۔

ڈیلی نیوز کو پیٹروگراڈ سے اس مضمون کا مراسلہ پہنچا ہے کہ دریائے نیرو کے تمام محاذ پر جرمن توپخانہ اس طرح بکہیر دیا گیا ہے۔ کہ حالت ناقابل مدافعت ہوگئی ہے اور روسیوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ وارسا کی بے سود مدافعت کے لئے کثیر التعداد سپاہ کا نقصان اٹہانا فضول ہے۔ کیونکہ یہ بالکل ایک غیر قلعہ بند شہر ہے۔

ڈیلی پیٹروگراڈ کا ایک مراسلہ شائع کیا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ جرمن شدید نقصان اٹہاکر مختلف مقامات سے دریائے نیرو کو عبور کرگئے۔ اور جنرل میکنسن قلعہ برسٹ لٹوسک کو محصور کرنے کی غرض سے دریائے بگ کو عبور کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ اس لئے روسیوں کے لئے ضروری ہے کہ پیچہے ہٹ جائیں۔ اور اس طرح غنیم کو ان کا عقب منقطع کرنے کی کوشش میں کامیاب نہ ہونے دیں۔ روسی سپاہ اسی طرح جرمنوں کا قافیہ تنگ کرنے کی کوشش کرتی رہیگی اور جب غنیم اس طرح تہک کر چور ہوجانے کے بعد پولینڈ کی رزمگاہ پر قبضہ کرلیگا۔ تو وہ اسے ایک معمور آبادی ویرانہ پائیگا۔

محکمہ جنگ کی طرف سے ایک نیم سرکاری بیان شائع کیا گیا ہے جس میں موجودہ حالت کا ۱۸۱۲ء کی جنگی حالت کے ساتھ مقابلہ کرنیکے بعد لکہا ہے۔ کہ روس اسی طرح ہوشیاری سے چالیں چلتا رہیگا یہاں تک کہ جارحانہ کارروائی اختیار کرنے کے لئے اس کے پاس گولوں کا کافی ذخیرہ فراہم ہوجائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - مؤرخہ ۵ اگست ۱۹۱۵ء نمبر ۱۲

ڈاکٹر منگانا کی اوراق قرآنی پر ایک نظر

از قدوائی

ڈاکٹر منگانا نے جو چند اوراق قرآنی کی عبارتوں کو پیش کیا - انھیں بوجوہ ذیل کوئی وقعت نہیں دی جاسکتی ؛

اوّل - اُن اوراق کے لکھے جانے کا زمانہ جو درحقیقت اُن کی قدر و قیمت کا فیصلہ کرنے میں سب سے اہم سوال ہے - بلا فیصلہ چھوڑ دیا گیا ہے اور چونکہ کوئی عکس سارے اوراق کا نہیں دیا گیا - کوئی دوسرا شخص بطور خود معائنہ کرکے ان اوراق کی اصل تاریخ کا کوئی پتہ نہیں لگا سکتا اور نہ یہ کوئی فیصلہ کرسکتا ہے کہ اُن کے حضرت عثمانؓ سے پہلے کے ہونے کا بقول ڈاکٹر منگانا "امکان" بھی ہے یا نہیں ؛

دوئم - اندرونی شہادت جو ڈاکٹر منگانا کی اپنی تحریر سے اور ان تین اوراق کے فوٹو سے جو ڈاکٹر منگانا نے اپنی کتاب میں دیا ہے - پیدا ہوتی ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اوراق حضرت عثمانؓ سے پہلے کے نہیں ہیں ؛

(الف) اعراب جو حضرت عثمانؓ کے وقت سے پیچھے لگائے گئے ہیں - وہ اُن میں موجود پائے جاتے ہیں ؛

(ب) طرز تحریر اور رسم الخط حضرت عثمانؓ سے پہلے کے نہیں ہیں اور طرز تحریر کو مدنظر رکھ کر ان اوراق کی تحریر آٹھویں صدی مسیحی سے پہلے کی نہیں ہوسکتی ؛

(ج) کوفی نسخی خط جس میں ڈاکٹر منگانا کے قول کے بموجب ان اوراق کا ایک حصّہ لکھا ہوا ہے - حضرت عثمانؓ سے پیچھے مروّج ہوا ؛

سوئم - جو وجوہات ڈاکٹر لیوس نے اُن کو حضرت عثمانؓ سے پہلے کا یقین کرنے کے لئے دی ہیں - وہ جہالت پر مبنی ہیں ؛

قرآن کریم کے ارشادات میں سے ایک ارشاد ہے "لا یمسّہ الا المطہّرون یعنی" سوائے اس کے کہ انسان حالت طہارت میں ہو - اُسے چھوئے نہیں - پس کوئی مسلمان کسی کافر کے ہاتھ ان اوراق کو فروخت نہیں کرسکتا تھا - ڈاکٹر لیوس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ قرآن کریم کا لکھنا ایک مقدس کام سمجھا جاتا تھا اور بڑے سے بڑے عظیم الشان مسلمان بادشاہوں تک جیسے کہ عبدالملک اور اورنگ زیب قرآن کریم کی کتابت کو ایک مقدس کام سمجھکر اس طرح اختیار کرتے تھے جیسے ایک پیشہ ور کسی کام کو کرتا ہے - چنانچہ ڈاکٹر لیوس کی ناواقفیت کا پتہ اس کے اس فقرہ سے لگتا ہے کہ "ہم خیال میں بھی نہیں لاسکتے کہ کسی شخص نے ایک ایسا بے فائدہ کام حضرت عثمانؓ کے وقت کے بعد کیا ہو کہ وہ ہمارے ان اوراق جیسے مسوّدہ کو لکھتا"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی مقدس مقامات میں یعنی مکّہ و مدینہ میں کوئی کافر باقی نہ رہا تھا - اس لئے یہ لغو قیاس کہ حضرت عثمانؓ کے وقت کسی مسلمان نے ان اوراق کو کسی عیسائی کے ہاتھ فروخت کردیا ہوگا - خود ہی اپنی بیہودگی پر شاہد ہے -

چہارم - یہ اوراق مشتبہ ہاتھوں سے خریدے گئے ہیں - اور اس لئے اُن کی قانونی قیمت کچھ بھی نہیں - قدامت کے لحاظ سے بھی بہت بڑا امکان ہے کہ یہ محض ایک جعل ہو -

پنجم - اندرونی شہادت جو قرآن کریم کے الفاظ کو مٹانے اور اُس کے اوپر بعض مسیحی پندونصائح کے لکھنے سے پیدا ہوتی ہے - اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ یہ اوراق سخت متعصّب غیر مسلم ہاتھوں میں تھے - اور اس لئے اگر اُن کے ناقابل وقعت ہونیکا - اور کوئی ثبوت نہ بھی ہو تو صرف یہ امر ہی اس کی اصلیت کی ساری قدر و قیمت کو کالعدم کرنے کے لئے کافی ہے - کہ یہ اوراق سخت متعصّب مسیحی ہاتھوں میں رہے - اور کتنا بھی ان اوراق کی قدر و قیمت کو بڑھا چڑھا کر اور مبالغہ کرکے پیش کیا جائے - کیا یہ چند منتشر اوراق کسی عقلمند کے نزدیک قرآن کریم کی مسلّم تیرہ سَو سال کی صحت اور صداقت پر حملہ کرنے کے لئے آلہ بنائے جاسکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں اس سے بڑھ کر لغو ادعا ہی کوئی نہیں ہوسکتا - ایکطرف قرآن جیسی محفوظ کتاب جس کے لئے جو ممکن کوشش انسانی قدرت کے حیطہ میں ہے - کی گئی - نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اور آپ کے بعد بھی - جس پر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا - کہ اس ایک سے لیکر جس پر یہ کتاب نازل ہوئی لاکھوں انسانوں تک اس کی حفاظت میں پوری کوشش صرف نہ کرتے رہے ہوں - اور دوسری طرف چند منتشر اوراق جن کے نہ لکھنے والے کا پتہ نہ اُن کی حفاظت کا کوئی ثبوت - بلکہ متعصّب مسیحی ہاتھوں میں پڑکر جن کی رہی سہی وقعت بھی کھوئی جاچکی ہے - بھلا ان دونوں کا مقابلہ ہی کیا ہوسکتا ہے اور سوائے اس کے کہ تعصّب سے انسان اندھا ہو جائے - یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ مؤخر الذکر کو اوّل پر کوئی شخص ترجیح دے -

ششم - ان اوراق کے لکھنے والے کے نہ نام کا پتہ ہے نہ زمانہ کا نہ اس کی حیثیت کا - اندرونی شہادت صاف بتاتی ہے کہ اگر وہ کوئی مسلمان بھی تھا - تو فن تحریر میں بالکل نو آموز تھا اور بہت سی کتابت کی غلطیاں اس نے کی ہیں - غالباً کسی شخص نے اپنے حافظہ سے چند اوراق حضرت عثمانؓ کے زمانہ کے بہت بعد لکھے ہونگے - مگر وہ اسقدر پڑھا ہوا یقیناً نہ تھا - کہ کتابت کی غلطیوں سے بچ جاتا - چنانچہ تتلوا واحد اور جمع جو پڑھنے میں ایک ہی طرح پڑھا جاتا ہے مگر لکھنے میں دونوں صورتوں میں فرق ہے ان اوراق کے لکھنے والے کو اس فرق کا علم بھی نہ تھا -

ہفتم - ڈاکٹر منگانا جن کو اختلافات کہتا ہے - ان سب کے سب آسانی سے تشریح کی جاسکتی ہے کہ یا تو وہ تحریر کی غلطیاں ہیں یا پڑھنے میں اشتباہ واقع ہوگیا ہے - یعنی یا لکھنے والے کو بعض موقع پر خود صحیح لفظ لکھنا نہیں آیا - اور اس سے غلطی ہوگئی ہے اور یا چمڑے پر سے تحریر قرآن کریم کو مٹانے کی کوشش میں بعض حروف یا الفاظ کی شکلیں بگڑ گئی ہیں - یا جو اُس کے اوپر تحریر لکھی گئی ہے - اُس نے کچھ اشتباہ پیدا کردیا ہے -

ہشتم - ان اوراق میں ایک حرف یا لفظ بھی ایسا نہیں جس کو ڈاکٹر منگانا کی "تیز اور نوعمری کی بصارت" نے اختلاف قرار دیا ہو اور اُس کی کوئی توجیہہ بھی نہ ہوسکے پھر موجودہ قرآن کے معانی میں کوئی قابل توجہ پیدا کرتا ہو نہ ہی یہ اختلافات ان امور میں سے کسی امر کے متعلق ہیں جن میں اوامر و نواہی ہیں یا جن پر دین کی بُنیاد ہے - یا جو قرآن کی تاریخ یا اس کے قوانین یا مسلمانوں کے طرز عمل میں کوئی تغیر پیدا کرسکتے ہوں یا جن میں قرآن کریم کے مقاصد میں سے کوئی مقصد زیر بحث ہو -

نہم - ڈاکٹر لیوس نے یقیناً ان اوراق کے پڑھنے کے لئے غلط آدمی کا انتخاب کیا - ڈاکٹر منگانا پُر جوش عیسائی تو ضرور ہیں نہ صرف اُن کی بصارت میں ہی تیزی ہوگی - بلکہ وہ سر سے پاؤں تک تیز معلوم ہوتے ہیں - عربی اُن کی زبان ہو تو ہو - اور عام بول چال کے شامی زبان میں وہ ماہر بھی ہوں گے - وہ ایک

حالانکہ اور طبائع مصنف بھی ضرور ہو سکتے ہیں مگر ان کی تحریر صاف بتاتی ہے۔ کہ وہ اسلامی تاریخ اور روایات سے محض ناآشنا ہیں۔ اور وہ کھلی کھلی تشریحات کی طرف سے بھی آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اور وہ اعلےٰ درجہ کی۔ علمی۔ ادبی۔ زبان سے ناواقف ہیں۔ اور زباندانی اور طرز تحریر کی واقفیت انکی فضیلت میں سب کمزور باتیں ہیں۔

دہم۔ جو دیباچہ ڈاکٹر سنگانا نے لکھا ہے وہ اس بات پر کھلی کھلی شہادت ہے۔ کہ ڈاکٹر سنگانا اگر اس راہب سے جس نے چمڑے پر سے قرآنی تحریر کو مٹا کر اس پر عیسائی پند و نصائح لکھیں بڑھ کر متعصب نہیں تو کم بھی نہیں۔ ڈاکٹر سنگانا نے یہ دیباچہ لکھ کر ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ علمی تحقیقات کے ایک کام کے لئے جو ٹھنڈا دل اور منصفانہ رائے چاہتا ہے موزون آدمی نہ تھا۔ کیونکہ اسکی ساری تحریر سخت ترین تعصب میں رنگیں ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ انھوں نے قرآنی اوراق کو تعصب کی رنگ دار عینک لگا کر پڑھنا شروع کیا۔ اور جہاں کوئی اختلاف نہ تھا۔ وہاں بھی اُن کو اختلاف نظر آیا۔ انہوں نے مشکوک الفاظ کے پڑھنے میں صرف آنکھوں سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اپنے واہمہ کو آنکھوں پر بھی ترجیح دی ہے۔

لوٹ اور رائیں

مسافر کی تلملاہٹ

پیغام صلح کی چند گذشتہ اشاعتوں میں جبکہ ہم کے آریہ ہمعصر مسافر کی قرآن کریم پر ایک مدت کی نکتہ چینی کا جواب دیتے ہوئے مسئلہ طلاق و خلع پر از روے منوسمرتی اور ستیارتھ پرکاش دیانند کسی قدر روشنی ڈالی تھی۔ اور ابھی بہت کچھ لکھنے کا ہمارا ارادہ ہے لیکن مسافر اس مضمون کے صرف دو ہی نمبر دیکھ کر چوکڑی بھول گیا۔ اور سخت اپنا پیچ پا کے نہایت تلملاہٹ اور بیقراری کی حالت میں اس نے ایک اور غلط راہ اختیار کی ہے۔ اور پیغام صلح کے دندان شکن جوابات کے بالمقابل منہ کی کھا کر اس پر ناحق گالی گلوچ کا الزام لگانا شروع کر دیا۔

ہم حیران ہیں کہ پیغام صلح نے کس مضمون میں مسافر کو بازاری گالیاں دیں۔ اور کب اس نے آریوں کے رشی مہارشی سوامی دیانند جی مہاراج کی تحقیر کی کاش ہمارا لائق ہمعصر پیغام صلح پر یہ غلط الزام لگانے سے پیشتر اپنی آنکھ کے شہتیر کو بھی ملاحظہ کر لیتا۔ اور ان مضامین پر غور کرتا جن میں نبی ایک اسلامی بزرگ کا ذکر جن اور بنیند ایمان ملت کے اسلاف سے لکھتا رستا ہے کہنا حضرت ابوہریرہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کو صرف ابوہریرہ صرف جابر اور صرف ابن عباس لکھنا ابلی استاخی اسکی قسم کی توہین اور دلازاری نہیں کہ جیسی کہ سوامی دیانند جی مہاراج کو صرف دیانند لکھنے سے مسافر آگرہ کی ہوتی ہے۔ ہم پیغام صلح کے بیسیوں حوالے ایسے پیش کر سکتے ہیں۔ جن میں ہم نے دیانند کو "سوامی دیانند" لکھا۔ اور منو کو منو جی مہاراج کہا ہے۔ لیکن اسکے بالمقابل ہمارا آریہ ہمعصر ایک بھی۔ ایسا حوالہ نہیں دیکھا۔ جس میں اس نے اسلامی بزرگوں کو ایسی ہی عزت کے ساتھ یاد کیا ہو۔ معلوم نہیں۔ مسافر کی ڈکشنری میں گالی اور توہین آمیز الفاظ کے کیا معنے ہیں۔ اور تمسخر اور گالیوں کا معیار کیا ہے۔ ورنہ ہم یہاں ان گندے اور بازاری تمسخرانہ الفاظ جسا فرنے اسلام و اہل اسلام کی تحقیر میں متعدد مرتبہ لکھے ہیں۔ ہدیۂ ناظرین کر دیتے۔ اور پھر ہم سفارش کرتے کہ پھکڑ بازی اور گندہ دہانی کے امتحان میں۔ مسافر نے جو اعلےٰ نمبر حاصل کئے ہیں۔ وہ اس قابل ہیں کہ اسے اسکی سند عطا کر دیجائے اور اسے زیادہ تلملاہٹ میں رہنے نہ دیا جائے۔ مگر تاہم مسافر کو زیادہ پریشان خاطر نہیں ہونا چاہئیے۔ اسکی علمی قابلیت کا راز کھلنے کے دن انشاءاللہ تعالےٰ آگئے ہیں۔ اور پبلک خود دیکھ لیگی۔ کہ اس فن میں زیادہ طاق کون ہے اور کس نے تمسخر آمیز کلمات اور گالیوں سے اجتناب کر کے دلائل سے کام لیا ہے۔

منوسمرتی کے شلوک پر مسافر کا اعتراض

ہاں ہم یہاں مسافر کے اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جو اس نے منوسمرتی کے ایک شلوک پر کیا ہے۔ اور اسے غیر مستند قرار دیکر ہمارے پیش کردہ ترجمہ کو غلط بتایا ہے۔ اس وقت آریہ سماج کے مشہور ممبر کرپارام جگراؤنی کی ترجمہ کردہ منوسمرتی ہمارے سامنے ہے جس میں قابل نوٹ باتوں پر مہاشا کرپارام نے حاشیہ میں تنقید بھی کی ہے۔ اس نے ادھیائے ۹ شلوک ۸۳ کا ترجمہ حسب ذیل الفاظ میں لکھا ہوا موجود ہے:۔

"جس عورت کے اوپر دوسرا دوا ہ شوہر نے کیا۔ اور وہ عورت غصہ ہو کر گھر سے نکل جاتی ہو۔ تو اسکو روک کر گھر میں رکھنا خواہ خاندان کے روبرو ترک کرنا چاہئیے۔"

اس کے بالمقابل ۸ جولائی ۱۹۱۵ء کے پیغام صلح میں اس شلوک کا ترجمہ ہم نے حسب ذیل کیا ہے:۔

"جس عورت کے اوپر دوسرا دواہ شوہر نے کیا۔ اور وہ عورت غصہ ہو کر گھر سے نکل جاتی ہو۔ تو اسکو روک کر گھر میں رکھنا خواہ خاندان کے روبرو ترک کرنا چاہئیے۔"

ان دونوں تراجم کے بالمقابل مسافر آگرہ کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو۔ دیکھتا ہے:۔

"دوسری آنیسے روٹھی ہوئی یو واستری گھر سے نکل جاوے تو وہ اس سے روک کر رکھنی چاہیئے۔ یا ماں باپ کے گھر میں پہنچا دو"۔

اب ناظرین ان ہر سہ تراجم سے خود ہی اس بات کا اندازہ کر لیں۔ کہ انمیں صحیح ترجمہ کونسا ہے۔ اول الذکر ترجمہ ایک آریہ فاضل کرپارام جگراؤنی کا ہے۔ اور دوسرا پیغام صلح کا جو اس پہلے ترجمہ کی ہی ہوبہو نقل ہے۔ اور تیسرا ترجمہ ہمارے لائق دوست پنڈت بھوجدت صاحب ایڈیٹر مسافر آگرہ کا۔ جو پیغام صلح کے ترجمہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے انہوں نے کیا ہے۔ اب ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ غلط ترجمہ کرنے کا الزام مسافر آگرہ نے کس پر دیا ہے۔ پیغام صلح پر یا اپنے آریہ سماجی مہاشا کرپارام جگراؤنی پر۔ ہم امید ہے کہ اس معمہ کو ہمارا لائق ہمعصر حل کئے بغیر نہ رہنے دیگا۔

باقی رہا مستند و غیر مستند ہونے کا سوال وہ اس بات سے خود بخود رفع ہو جاتا ہے۔ کہ منوسمرتی کا منقولہ بالا حوالہ ایک مشہور آریہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اور اپنے نوٹ کردہ حواشی میں اس پر کسی قسم کی تنقید نہیں کی۔ ہم نہیں جانتے کہ مہاشا کرپارام صاحب کے بالمقابل پنڈت بھوجدت نے کس حیثیت سے اس ترجمہ کو غلط ٹھیرایا۔ اور آریوں کی اس مسلمہ منوسمرتی کو غیر مستند قرار دیا ہے کیا مسافر کا بیراہ ایڈیٹر اب بھی سید ہا راستہ چلنے میں پس و پیش کریگا

آسام میں طغیانی کی مصیبت

انگلشمین کا نامہ نگار آسام میں طغیانی کی مصیبت کا حسب ذیل دردانگیز نقشہ کھینچتا ہے۔

طغیانی آخر کار رو بہ تخفیف ہے۔ لیکن اس نے بےانتہا نقصان پہنچایا ہے۔ جیسے کہ اکثر باغوں میں جیسے کہ پودے پانی میں بالکل ڈوبے ہوئے ہیں اور لوگ اس کشتی سالکی پہنے ہیں بطور بیمنوں اور نشہ و شانون الغرض ہر فرد کو مختلف طریقوں سے نقصان پہنچا ہے اول الذکر کو تو کئی روز تک متصل ڈبل روٹی یا دیگر سامان نہیں پہنچ سکا چاول ہی بہت کمیاب ہیں بلکہ مخصوص جاتے ہے بالکل ہی مفصل بستیوں میں تمام لوگ فاقہ کشی کر رہے ہیں سنیچر اجناس بڑھ گیا ہے کم استطاعت لوگ جو چاول خرید نہیں سکتے مجبوراً مقروض ہو رہے ہیں یا بہو کی [illegible] برداشت کر رہے ہیں۔ طغیانی [illegible]

عیسائیوں کا خدا اور اُس کے ہمسر

عیسائی کیوں یسوع مسیح کو خدا مانتے ہیں اسکے چند وجوہات ہیں۔ جو عیسائی بیان کرتے ہیں۔ میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ بائیبل سے ہی یہ دکھلاؤں کہ آیا وہ وجوہات معقول ہیں۔ جن سے عیسائیوں نے مسیح ناصری کو خدا بنایا۔ یا کہ عیسائیوں کی خام خیالی ہے۔ وجہ اول (۱) مسیح کو خدا ماننے کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ جیسے خدا باپ آسمان پر زندہ بیٹھا ہے ویسے ہی یسوع مسیح بھی آسمان پر زندہ باپ کے دہنے بیٹھا ہے مگر ہمکو بائیبل یہ بتاتی ہے۔ کہ صرف مسیح ہی ایسا شخص نہیں جو آسمان پر اٹھایا گیا اور وہاں موجود ہے بلکہ اس رتبے کو دو اور شخصوں نے بھی پایا ہے۔ یعنی مرفوع الی السماء ہوئے۔ ان میں سے اول شخص جس کا آسمان پر رفع ہوا وہ حنوک ہے۔ جس کا ذکر کتاب پیدایش باب ۵ آیت ۲۴ میں یوں ہے۔ "اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور غائب ہوگیا۔ اس لئے کہ خدا نے اسے اٹھا لیا"۔ اس حنوک کے قصے پر سب عیسائی متفق ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ اٹھایا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص یعنی حنوک یسوع مسیح سے زیادہ پاک و معصوم تھا۔ کیونکہ خدا نے اس کو بلا سزائے موت جو از روئے بائیبل نتیجہ گناہ ہے لعنت جدی سے بچا کر اپنے پاس اس کی پاکیزگی کی وجہ سے جگہ دی۔ اور اس لعنت سے اس کو بری رکھا۔ مگر مسیح یسوع کو نہ صرف سزائے موت ہی ملی۔ بلکہ موجب قول عیسائیاں تین دن دوزخ کا مزہ بھی بباعث گنہگار ہونے چکھنا پڑا۔ اب آپ ہی انصاف فرما کر یہ بتائیے۔ کہ حنوک افضل ہوا یا کہ مسیح۔ اور حق خدائی بموجب معیار آپ کے حنوک کو حاصل ہے یا مسیح کو۔ اور اگر حنوک کا یہ حق نہیں تو مسیح کا تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ مجرم بھی ہے اور سزایاب بھی ہے حنوک از روئے بائیبل مسیح سے ہر طرح سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ پس چاہیے کہ مسیحی صاحبان بجائے مسیح کے حنوک کو خدا مانیں۔

حضرت مسیح کا دوسرا ہمسر ایلیا نبی ہے۔ جو نہ صرف آسمان پر جانے میں ہمسر ہے۔ بلکہ معجزات دکھانے میں بھی ہمسر ہے۔ اس کے آسمان پر جانے کا حال۔ دیکھو کتاب ۲ سلاطین باب ۲ آیت ۱۱ میں۔ جہاں لکھا ہے۔ "اور ایسا ہوا کہ جونہی وے دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے (یعنی ایلیا اور الیسع) تو دیکھو ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آکر ان دونوں کو جدا کر دیا۔ (یعنی ایلیا اور الیسع کو) اور ایلیاہ بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا"۔ پس عیسائیوں کو چاہیے۔ کہ ایلیا کو حنوک اور مسیح ہر دو سے افضل جان کر خدا مانیں۔

وجہ دویم۔ یسوع مسیح کو اس لئے خدا کہا جاتا ہے کہ وہ معجزے دکھاتا تھا۔ کیونکہ اس میں خدائی طاقت تھی۔ مگر جب بائیبل کو پڑھا جاتا ہے تو کئی ایک اور بھی شخص ہیں جو مسیحی خدا کی مانند نظر آتے ہیں۔ ان میں سے پہلا شخص یعقوب علیہ السلام ہے۔ جس سے بڑھکر اور کسی نے معجزہ بھی نہیں دکھایا۔ یہانتک کہ انہوں نے خدا کو عاجز کر دیا۔ دیکھو کتاب پیدایش باب ۳۲ - آیت ۲۱ - ۲۴۔ "اور یعقوب اکیلا رہ گیا۔ اور وہاں پو پھٹنے تک ایک شخص اس سے کشتی لڑا کیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ اس پر غالب نہ ہوا (یعنی خدا نے) تو اس کی ران کو بھیتر وار سے چھوا یعنی (خدا نے یعقوب کی ران کو) اور یعقوب کی ران کی نس اس کے ساتھ کشتی کرنے میں چڑھ گئی تب وہ بولا کہ مجھے جانے دے۔ وہ بولا کہ میں تجھے جانے نہ دوں گا۔ (یعنی یعقوب بولا) مگر جبکہ تو مجھے برکت دیوے۔ تب اس نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے۔ (یعنی خدا نے یعقوب سے پوچھا) وہ بولا کہ یعقوب۔ اس نے کہا کہ آگے کو تیرا نام یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا۔ کیونکہ تو نے خدا اور خلق پاس قوت پائی اور غالب ہوا۔ (یعنی خدا نے یعقوب کو کہا) تب یعقوب نے پوچھا۔ اور کہا۔ کہ میں تیری منت کرتا ہوں۔ کہ اپنا نام بتائیے۔ وہ بولا کہ تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے اور اس نے اُسے وہاں برکت دی (یعنی خدا نے یعقوب کو)......

اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا۔ اور کہا کہ میں نے خدا کو رو برو دیکھا اور میری جان بچ رہی"۔ یہ پہلا ہمسر معجزے میں ہے۔ جس نے خدا باپ کو عاجز کر دیا لطیفہ۔ یعقوب کی اس کشتی سے یسوع مسیح کی خدائی پر ایک دلیل پیدا ہوتی ہے اور وہ یہ کہ خدا باپ یعقوب سے کشتی میں عاجز آگیا تو اُس کا بیٹا یسوع بھی۔ الولد سر لابیہ کے مطابق اولاد یعقوب یعنی یہودیوں کے بالمقابل ناکام رہا۔ یسوع کی خدا کے ساتھ یہ مشابہت شاید اُس کی خدائی کی دلیل ٹھیر سکے ٭ (خاکسار مبارک علی نومسلم (دبا قیدار))

بقیہ مضمون از صفحہ ۱ - کالم ۳ :-

ہر شخص کے داہنے ہاتھ میں اس کے اعمال نیک کا اور بائیں میں اعمال بد کا محضر دیدیا جائیگا۔ یہ اعمال ایک میزان میں وزن کئے جائیں گے جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔ اس کے لئے ہمیشہ باغ جنت میں عیش و راحت کا سامان ہے اور جس کی برائیاں نیکیوں سے زیادہ ہونگی وہ جہنم میں بھیجدیا جائیگا۔ جہاں اُسے ہر طرح کے جسمانی و روحانی عذاب سے سابقہ پڑے گا۔

شر انسان کے وجود میں ودیعت کی گئی تھی جس سے مقصود یہ تھا کہ اس کا امتحان کرنا تھا کہ وہ شر کا مادہ رکھتے ہوئے کہاں تک اس سے احتراز و اجتناب کرتا ہے۔ اور ملائک پر جو اسے فضیلت دی گئی اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ملائک خیر محض ہیں اُن سے شر کا ارتکاب ممکن ہی نہیں اس مادہ شر کو شیطان نے تحریک دی۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ایسے فعل کے ارتکاب پر اکسایا۔ جس سے خدائے تعالیٰ نے انہیں منع کر رکھا تھا۔ اس کی پاداش میں وہ پہلے تو نعمائے الٰہیہ سے محروم کر دیئے گئے۔ مگر آخر ان کا قصور معاف کر دیا گیا۔ اور پھر خدائے تعالیٰ نے انہیں مورد الطاف بنانے کے لئے منتخب کیا۔

قرآن نے یہودیوں۔ عیسائیوں۔ زرتشتیوں کے مذاہب پر پوری پوری روشنی ڈالی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے غیر مسلم لوگوں کو جبر اور زبردستی کے نام سے یاد نہیں کیا۔ برخلاف اس کے انہوں نے اس بات کے تسلیم کرنے سے فراخدلی کا اظہار کیا کہ خدا نے تمام اقوام کی طرف پیغمبر بھیجکر اپنی کتابیں اُن پر نازل کیں تاکہ وہ اُس کی عظمت و جلال سے آگاہ ہوں۔ جس طرح اُس نے یہودیوں کی تورات سے۔ عیسائیوں کی انجیل سے رہنمائی کی۔ اسی طرح مسلمان کو قرآن سے صراط مستقیم دکھایا۔

خدا نے پیغمبروں کو بھیجا۔ اور اُن پر وحی نازل کی تاکہ وہ لوگوں کو ہدایت کریں۔ اکثر انبیاء کے اسماء قرآن شریف میں موجود ہیں۔ مثلاً آدم موسیٰ۔ عیسیٰ۔ (علیہم السلام) مسلمان حضرت محمد صلعم کو نہ صرف پیغمبر مانتے ہیں بلکہ خاتم النبیین بھی خیال کرتے ہیں۔ اہل اسلام تمام پیغمبروں کی بڑی تکریم و تعظیم کرتے ہیں اور جب کسی پیغمبر کا نام کسی اسلامی مجمع میں لیا جائے۔ تو جملہ حضار مجلس یکزبان ہو کر "علیہ السلام" کہتے ہیں اسی طرح اگر لکھنے کا اتفاق ہو تو یہ بھی اعزازی جملہ ساتھ شامل کر دیتے ہیں:۔

یہ کہنا واقعیت پر مبنی ہے کہ حضرت مسیح کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور جن کتابوں کو وہ حضرت مسیح کی الہامی کتابیں خیال کرتے ہیں۔ اُن کو مقدس خیال کرتے ہیں وہ انہیں یوسف اور مریم کا بیٹا اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا پیغمبر مانتے ہیں۔ قرآن میں جو مسلمانوں کی الہامی کتاب ہے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۔ (ترجمہ) یہ پیغمبر (جو ہم نے بھیجے) ان میں سے بعض کو بعض پر برتری دی ان میں سے کوئی تو ایسے ہیں جن کے ساتھ خود اللہ نے کلام کیا۔ اور بعض کے درجے (اور طرح پر) بلند کئے اور مریم کے فرزند عیسیٰ کو ہم نے کھلے کھلے معجزے دیئے اور روح القدس سے ان کی تائید کی ٭ (دوکنگ)

خدا تعالیٰ کے بارہ میں ویدک تعلیم

(گذشتہ سے پیوستہ)

ہر ایک چیز کی قوتیں اُس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اور وہی اس کی صورت نوعیہ کو قائم رکھتی ہیں اور جب وہ قوت اور گن باطل ہو جائے تو ساتھ ہی وہ چیز باطل ہو جاتی ہے۔ پس اگر یہ مانا جائے۔ کہ پرمیشور نے رُوحوں اور ذرات عالم کو پیدا نہیں کیا تو ساتھ ہی ماننا پڑتا ہے کہ اس نے ان کی قوتوں اور گنوں اور خاصیتوں کو بھی پیدا نہیں کیا اور اس صورت میں بدیہی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ پرمیشور کی قدرت اور قوت انسانی کی قدرت اور قوت سے بڑھکر نہیں کیونکہ ہم بار بار کہتے ہیں کہ انسان سے زیادہ پرمیشور میں یہی بات ہے۔ کہ وہ قوتوں اور گنوں اور خاصیتوں کا اپنی قدرت سے پیدا کرنیوالا ہے۔ مگر انسان گو کیسا ہی انواع و اقسام کی ایجادات میں سبقت لے جائے مگر وہ قوتوں اور گنوں اور خاصیتوں کو اپنے مطلب کے موافق ارواح اور اجسام میں پیدا نہیں کرسکتا۔ ہاں جو خدا کی طرف سے پہلے ہی سے قوتیں اور گن اور خاصیتیں موجود ہیں ان سے کام لیتا ہے مگر خدا نے انسانوں میں جس مطلب کا ارادہ کیا ہے پہلے سے اس مطلب کی تکمیل کے لئے تمام قوتیں خود پیدا کر رکھی ہیں۔ مثلاً انسانی روحوں میں ایک قوت عشقی موجود ہے اور گو کوئی انسان اپنی غلطی سے دوسرے سے محبت کرے اور اپنے عشق کا محل کسی اور کو ٹھہرائے۔ لیکن عقل سلیم بڑی آسانی سے سمجھ سکتی ہے کہ یہ قوت عشقی اس لئے روح میں رکھی گئی ہیں تاکہ وہ اپنے محبوب حقیقی سے جو اُس کا خدا ہے اپنے سارے دل اور ساری قوت اور سارے جوش سے پیار کرے۔ پس کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قوت عشقی جو انسانی روح میں موجود ہے۔ جس کی موجیں ناپیداکنار ہیں اور جس کے کمال تموج کے وقت انسان اپنی جان سے بھی دست بردار ہونے کو تیار ہوتا ہے۔ اور یہ خود بخود روح میں قدیم سے ہے۔ ہرگز نہیں اگر خدا نے انسان اور اپنی ذات میں عاشقانہ رشتہ قایم کرنے کے لئے روح میں خود قوت عشقی پیدا کر کے یہ رشتہ آپ پیدا نہیں کیا تو گویا یہ امر اتفاقی ہے کہ پرمیشور کی خوش قسمتی سے روحوں میں قوت عشقی پائی گئی۔ اور اگر اسکے مخالف کوئی اتفاق ہوتا یعنی قوت عشقی روحوں میں نہ پائی جاتی تو کبھی لوگوں کو پرمیشور کیطرف خیال بھی نہ آتا۔ اور نہ پرمیشور اس میں کوئی تدبیر کرسکتا۔ کیونکہ نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی (بقول دیانندی صاحبان) لیکن ساتھ ہی اس بات کو بھی سوچنا چاہئے۔ کہ پرمیشور کا بھگتی اور عبادت اور نیک اعمال کے لئے مواخذہ کرنا اسبات پر دلیل ہے کہ اُس نے خود محبت اور اطاعت کی قوتیں انسان کی روح کے اندر رکھی ہیں لہٰذا وہ چاہتا ہے۔ کہ انسان جس میں خود اُس نے یہ قوتیں رکھی ہیں اُسکی محبت اور اطاعت میں محو ہو جائے ورنہ پرمیشور میں یہ خواہشیں پیدا کیوں ہوئیں کہ لوگ اُس سے محبت کریں اس کی اطاعت کریں اور اُس کی مرضی کے موافق رفتار اور گفتار بناویں ہم دیکھتے ہیں کہ باہمی کشش کے لئے کسی قسم کا اتحاد ضروری ہے۔ انسان انسان کیساتھ اُنس رکھتا ہے اور بکری بکری کیساتھ اور گائے گائے کے ساتھ اور ایک پرندہ اپنے ہمجنس پرندہ کیساتھ پس جبکہ انسان کی روحانی اور جسمانی قوتوں کو پرمیشور سے ساتھ کوئی بھی رشتہ نہیں تو کس اشتراک سے باہمی کشش درمیان ہے صرف جوڑنے کا اشتراک کافی نہیں کیونکہ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں جو [illegible] ہیں پرمیشر اور ایک سنگتارہ ود آہنگر برابر ہیں۔ اگر ہمارا کوئی عضو اپنے ٹھکانہ سے اُتر جاوے اور کوئی شخص اُس کو اصل جگہ سے جوڑ دے۔ یا مثلاً اگر کسی دشمن اسلام کی ناک کٹ جائے۔ اور کوئی شخص زندہ گوشت اس ناک پر چڑھا کر ناک کو درست کردے تو کیا وہ اُسکا پرمیشور ہو جائیگا خدا کو پہلی کتب میں استعارہ کے طور پر پتا یعنے باپ قرار دیا گیا ہے (ستیارتھ ص۲۴) اور قرآن شریف میں بھی فرمایا ہے فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم یعنی تم خدا کو ایسا یاد کرو جیسا کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔ اور پھر فرمایا اللہ نور السمٰوات والارض یعنی خدا اصل نور ہے اصل نور زمین و آسمان کا اُسی سے نکلا ہے پس خدا کا نام استعارۃً پتا رکھنا اور ہر ایک نور کی جڑ اُس کو قرار دینا اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ انسانی روح کا خدا سے کوئی بھاری علاقہ ہے عربی میں آدمی کو انسان کہتے ہیں یعنی جس میں دو اُنس ہیں ایک اُنس خدا کا دوسرا اُنس بنی نوع کا اور اسی طرح سنسکرت میں اُس کا نام مانس ہے جو مانوس کا مخفف ہے اس سے ظاہر ہے کہ انسان اپنے خدا سے طبعی اُنس رکھتا ہے اور مشرک کا نہ فطرتی بھی دراصل اُسی سچے خدا کی تلاش کی وجہ سے ہے ہم اپنے کامل ایمان اور پوری معرفت سے یہ گواہی دیتے ہیں کہ دیانندیوں کا یہ اصول ہرگز درست نہیں کہ ارواح اور ذرات اپنی تمام قوتوں کے ساتھ قدیم اور انادی اور غیر مخلوق ہیں۔ اس سے وہ تمام رشتہ ٹوٹ جاتا ہے جو خدا میں اور اس کے بندوں میں ہے یہ ایک نیا اور نکردہ مذہب ہے۔ جو پنڈت دیانند جی نے پیش کیا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وید سے کہانتک اس نئے مذہب کا تعلق ہے۔ لیکن ہم اسپر بحث کرتے ہیں کہ یہ اصول جو دیانندیوں نے اپنی ہاتھ سے شائع کیا ہے یہ عقل سلیم کے نزدیک کامل معرفت اور کامل عقد و خوض کے بعد ہرگز درست نہیں۔ مخلوق کا خدا سے حقیقی تعلق تب ہی ٹھہرتا ہے جب مخلوق خدا کے ہاتھ سے نکلنے والی ہوں۔ جس پر غیریت کا داغ ہے اُس میں یگانگت کبھی نہیں آسکتی۔ ہم نے کئی سناتنی پنڈتوں کی تصانیف دیکھی ہیں جو لکھتے ہیں کہ لالہ دیانند نے جو مذہب پیش کیا ہے یہ اس ملک کے خودرائے لوگوں کا مذہب تھا۔ جو محض اپنی ناقص عقل کے پیرو تھے جیسے یونان کے گمراہ فلاسفر اسی لئے وہ وید کی چنداں پرواہ نہیں کرتے تھے غایت کار عوام کو مائل کرنے کے لئے تاویلوں کیساتھ کوئی وید کی شرتی اپنی تائید میں سُناتے تھے۔ تا اس طرح پر اپنے فاسد عقائد کو عوام میں پھیلا دیں۔ بات یہ ہے کہ جو لوگ خدا کے ہو جاتے ہیں اور واقعی اپنا وجود اور ذرہ ذرہ اپنی جسم کا خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں اُن کو خدا اور بھی نعمت دیتا ہے اور جو لوگ اپنا روح اور اپنے جسم کا ذرہ ذرہ خدا کی طرف سے نہیں جانتے اُن میں تکبر ہوتا ہے۔ اور وہ دراصل خدا کے گہرے احسان اور اُسکی کامل پرورش سے منکر ہوتے ہیں بلکہ اُن کے نزدیک جسقدر باپ کو اپنے بیٹے سے روحانی تعلق ہے اسقدر بھی خدا کو اپنے بندہ سے تعلق نہیں کیونکہ وہ مانتے اور قبول کرتے ہیں کہ بیٹا اپنی ماں اور باپ سے اسقدر روحانی تعلق رکھتا ہے کہ اُنکے اخلاق سے حصہ لیتا ہے۔ مثلاً جب بیٹے کا باپ شجاعت کی صفت سے موصوف ہے۔ بیٹے میں بھی وہ صفت کسی قدر آجاتی ہے۔ اور جس باپ میں مادہ فراست اور عقل کا بہت ہے بیٹا بھی اس میں سے کسیقدر حصہ پاتا ہے۔ لیکن دیانندیوں کا یہ مذہب نہیں ہے کہ انسانی روح میں جو اخلاق اور صفات اور قوتیں ہیں وہ خدا سے اُسکو ملی ہیں کیونکہ اگر وہ ایسا کہیں تو پھر انہیں رُوح کو مخلوق ماننا پڑے۔ حالانکہ انسانی اخلاق خدا کے اخلاق کا پرتو ہیں۔ جب خدا نے روحوں کو پیدا کیا تو جس طرح باپ کے اخلاق کا بیٹوں پر اثر آجاتا ہے۔ ایسا ہی بندوں میں اپنے خدا کا اثر آگیا۔

اوپر ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ خدا نے جو انسان کو اپنی طرف بُلایا ہے اس لئے اُس نے پہلے سے پرستش اور عشق کی مناسب حال قوتیں اس میں رکھدی ہیں۔ پس وہ قوتیں جو خدا کی طرف سے ہیں۔ خدا کی آواز کو سُن لیتے ہیں اسی طرح جب خدا نے چاہا کہ انسان خدا کی معرفت میں ترقی کرے۔ تو اس نے پہلے سے ہی انسانی رُوح میں معرفت کے حواس پیدا کر رکھے ہیں اگر وہ پیدا نہ کرتا تو پھر کیونکر انسان اسکی

معرفت حاصل کرسکتا تھا۔ انسان کی رُوح میں جو کچھ ہے در اصل خدا سے ہے۔ اور وہ خدائی صفات ہیں جو انسانی آئینہ میں ظاہر ہیں۔ اُن میں سے کوئی صفت بُری نہیں۔ بلکہ ان کی بداستعمالی اور اُن میں افراط تفریط کرنا بُرا ہے۔ شاید کوئی جلدی سے یہ اعتراض کرے کہ انسان میں حسد ہے بغض ہے۔ اور دوسری صفات ذمیمہ ہوتی ہیں پھر وہ کیونکر خدا کی طرف سے ہو سکتی ہیں۔ پس واضح رہے۔ کہ جیسا ہم ابھی بیان کر چکے ہیں دراصل تمام انسانی اخلاق الٰہی اخلاق کا ظل ہیں۔ کیونکہ انسانی روح خدا سے ہے۔ لیکن کمی یا زیادتی یا بداستعمالی کی وجہ سے وہ صفات ناقص انسانوں میں مکروہ صورت میں دکھائی دیتی ہیں۔ مثلاً حسد انسان میں ایک بہت بُرا خلق ہے۔ جو چاہتا ہے کہ ایک شخص سے ایک نعمت زائل ہو کر اس کو مل جائے لیکن اصل کیفیت حسد کی صرف اسقدر ہے کہ انسان اپنے کسی کمال کے حصول میں یہ روا نہیں رکھتا۔ کہ اس کمال میں اس کا کوئی شریک بھی ہو۔ پس درحقیقت یہ صفت خدا تعالیٰ کی ہے۔ جو اپنے تئیں ہمیشہ وحدہٗ لاشریک دیکھنا چاہتا ہے۔ پس ایک قسم کی بداستعمالی سے یہ عمدہ صفت قابل نفرت ہو گئی ہے۔ ورنہ اس طرح پر یہ صفت مذموم نہیں۔ کہ کمال میں سب سے زیادہ سبقت چاہے۔ اور روحانیت میں تفرد اور یکتائی کے درجہ پر اپنے تئیں دیکھنا چاہے پھر اس کے اگر خدا تعالیٰ در نہ مانا جاوے تو پھر اس سے ساری امیدیں باطل ہو جاتی ہیں کیونکہ ہماری دعاؤں کی قبولیت اس بات پر موقوف ہے کہ خدا تعالیٰ جب چاہے ذرات اجسام میں یا ارواح میں وہ قوتیں پیدا کر دے جو ان میں موجود نہ ہوں مثلاً ہم ایک بیمار کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور بظاہر مرنے والے آثار اس میں ہوتے ہیں تب ہماری درخواست ہوتی ہے۔ کہ خدا اس کے ذرات جسم میں ایک ایسی قوت پیدا کر دے جو اوس کے وجود کو موت سے بچالے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر وہ دعا قبول ہوتی ہے بسا اوقات اول ہمیں علم دیا جاتا ہے کہ یہ شخص مرنے پر ہے اور اوس کی زندگی کی قوتوں کا خاتمہ ہے۔ لیکن جب بہت دعا کی جاتی ہے اور انتہا تک پہونچ جاتی ہے۔ اور شدت دعا قلق اور کرب سے ہماری حالت ایک موت کی سی ہو جاتی ہے تب ہمیں خدا سے علم ہوتا ہے کہ اس شخص میں زندگی کی قوتیں پھر پیدا کی گئیں۔ تب وہ ایک دفعہ ہمت سے

چند حل طلب معموں کے جواب میں غیر احمدیوں کی تقلید

خلاصہ جواب نمبر ا۔ مندرجہ اخبار الفضل

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتے ہیں۔ جس طرح اس کلمہ کے مفہوم میں جیسا کہ تمام انبیائے سابقین پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح احمد جری اللہ قادیانی پر ایمان لانا لازمی ہے۔ اگر کوئی شخص کلمہ پڑھے۔ اور کسی اصول دین سے ایک اصل کا منکر ہو مثلاً انبیاء مذکورہ میں سے کسی ایک کو نہ مانے۔ یا جیسا تشریح معترض مسلمان کو کافر کہدے تو اس وجہ کفر کے پیدا ہو جانے سے انسان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح احمد جری اللہ پر ایمان نہ لانے سے کفر پیدا ہو جاویگی۔ ....

....

.... جس سے وہ شخص مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اس پر یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ تمام امور نواہی پر ایمان لانا اصول اسلام میں داخل ہے۔ اور قرآن شریف فرماتا ہے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ الخ اس صورت میں کسی ایک امر و نہی کے نظر انداز کرنے سے بھی وجہ کفر پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ان کفروں کی تقسیم کا رواج بھی حد سے بڑھ گیا تھا۔ اس کی اصلاح بھی مسیح موعود نے فرمائی۔ کلمہ گویاں را چرا کافر ہمی نام اے اخی۔ اور یہی الفاظ تریاق القلوب میں تحریر فرمائے۔ کہ میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا۔ اور اسی کی تشریح حقیقۃ الوحی میں فرمائی۔ کہ میں اب بھی کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ یہ وہی حقیقۃ الوحی ہے۔ جسکو سابقہ تحریرات کا آپ ناسخ قرار دیتے ہیں۔ اس میں بھی اب کا لفظ قابل غور ہے۔ اسی اصول پر تو ہم ہو کر جب ہمیں غیر احمدی کافر کہتے تھے تو ہم یہ جواب دیتے تھے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ اور غیر احمدی آپ جیسی ہی تشریحات پیش کرتے تھے۔ آخر ہمکو کہنا پڑتا تھا۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوائے کفر کے آپ کے پاس اور کچھ نہیں رہا۔ جو کچھ جس کے پاس ہوتا ہے وہی تقسیم کرتا ہے جو چیز کسی کے پاس ہو ہی نہیں وہ کس طرح دوسرے کو دے سکتا ہے۔ اس لئے آپ لوگ مجبور ہیں جو چاہیں کہیں۔ لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ۔ عزیزو! جب یک شخص کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اس پر کفر کا فتوے نہ دیں۔ ہمیں اپنے مرشد کی پیروی کرنی چاہیئے۔ جو کہتے تھے۔ کہ یہ مولوی لوگ بہشت اور دوزخ کے ٹھیکہ دار بن رہے ہیں۔ یہ خطرناک ہے۔ میری دانست میں اسی واسطے انہوں نے واضح کر دیا تھا۔ کہ میاں صاحب بھی کفر اور اسلام کے مسئلہ کو نہیں سمجھتے۔ اگر ایسی تکلیفات سے ان مسائل کی چھان بین کی جائے۔ تو دُنیا میں ایک مسلمان بھی نہیں پایا جاسکتا۔ دوئم اگر ایک شخص کہتا ہے۔ کہ میں تمام انبیائے کرام اور حضرت مرزا صاحب کو مانتا ہوں۔ مگر مسلمان نہیں ہوں مجھے مسلمان نہ کہا کرو۔ آپ اسکو کیا کہینگے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ ایک شخص کہتا ہو کہ میں مسلمان ہوں۔ خواہ اسمی ہو یا رسمی۔ اسکو کافر کہنے کی کیا وجہ۔ کفر کا ٹھیکہ تو آپ نے نہیں لیا۔ کہ خسارہ کا اندیشہ ہے۔

کیا حضرت مسیح موعود نے یہ صحیح نہیں فرمایا کہ جو شخص میری کامل پیروی نہ کرے۔ وہ احمدی نہیں۔ اب آپ کوئی ایک احمدی کامل پیرو کا پیش کریں۔ اور میں انشاء اللہ تعالیٰ مبائعین سے اکثر حصہ پیش کرسکتا ہوں جو کہ کامل طور پر پیروی نہیں کرتا جس طرح ان کو غیر احمدی نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی کافر کہنے سے احتراز کریں۔ عام مسلمانوں کو مسلمان کہنا جائز سمجھ کر حضرت صاحب نے اپنی جماعت کا امتیازی نام احمدی رکھا۔ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ پر نگاہ ڈالو۔ وہاں احمدی المسلمین تو نہیں ہے اور آپ یہ بھی تو مانتے ہیں کہ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ کے تحت حضرت صاحب نے یہ تفسیر فرمائی ہے۔ کہ یَاْتِیْ عَلٰی جَھَنَّمَ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی فِیْہِ اَحَدٌ اور صاحبزادہ صاحب کا ایک مضمون بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جیسے کسی کے اعمال ویسی ہی اسکی پڑتال اور مواخذہ یہ فعل الٰہی ہے۔ اس میں دخل نہ دو بکمی بحثوں میں وہی لوگ گرفتار ہوتے ہیں۔ جو اصل غرض سے درکنار ہو جاتے ہیں۔ مسیح موعود کی بعثت کا اہم ترین مقصد یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر پر مختص تھا۔ اس پر سب مل کر کام کرتے تو لغویات سے نجات مل جاتی۔ اسی واسطے تو حضرت صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ جب تک تم میں کوئی روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو سب ملکر کام کرو۔ روح القدس کی طرف آپ دھیان نہیں کرتے۔ اور ایک شخص کو کھڑا کر دینے کا فعل ملکر کام کرنے کے معنوں میں لاتے ہیں یا یہی وجہ کہ جب تک تمام جماعت ایک امام کے ماتحت نہ ہو۔ ملکر کام کرنا مشکل ہے۔ اب میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ یہ بات تو حضرت صاحب کو خوب معلوم تھی۔ جو وہ خود صاحب حال تھے۔ مگر ساتھ ہی انکو بھی معلوم تھا۔ کہ میری یا کسی کی خاطر ہی اللہ تعالےٰ اپنی سنت کو تبدیل نہیں کرتا۔ نیز دیر آمدہ از راہ دور آمدہ کا راز انپر ظاہر ہو گیا کہ وہ وقت دُور ہے۔ اسی اندیشہ کو مدنظر رکھکر اس مشکل مرحلہ کے طے کرنے کیلئے یہ وصیت فرمائی کہ سب ملکر کام کریں۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا تو ان الفاظ

میں یہ نصیحت نہ ہوتی۔ قبل ازیں غیر احمدی ہی کفر کے ٹھیکہ دار تھے۔ اور یقولون ھذا من عند اللہ وما ھو من عند اللہ کے وہ مصداق تھے۔ اب تشابھت قلوبھم کا موقعہ پر حال کھل گیا

خلاصہ جواب نمبر ۲۔ جو شخص حضرت مسیح موعود ؑ کے دعاوی کو مانتا ہے وہ احمدی ہے یہی احمدی کی تعریف ہے۔ البتہ جو خلیفہ وقت کی بیعت نہیں کرتا۔ وہ فاسق احمدی ہے۔ اگر کہو کہ فسق اور احمدیت کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔ تو یہ سمجھو کہ مامور خلیفہ کا منکر آپ کے فتوے میں فاسق مسلمان کہلائیگا۔ اسی طرح فاسق احمدی کہلائیگا"۔ اب ذرا غور فرمائیں۔ یہی وہ اصول ہے۔ جس کی طرف ہم آپ کو بلاتے ہیں۔ اور آپ مان چکے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ خواہ مخواہ لوگوں کو اپنے پیچھے لگانے سے آپ کو مزہ آتا ہے وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ اس جگہ یہ بات قابل توجہ ہے کہ ہم لوگ تو حکم الٰہی کے مطابق فتوے دیتے ہیں۔ اور آپ اپنی دلی خواہشات کی بنا پر فتوے بازی کرتے ہیں۔ . . . .

. . . .

. . . . ہے کچھ تو خوف خدا کرو لوگو۔ ہم دونوں فریق امت محمدیہ میں سے ہیں اس امت کے لئے خلافت منجانب اللہ دو ہی قسم کی ہے۔ روحانی اور جسمانی قسم اول کے لئے ارشاد یَا بَنِی آدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ۔ (س اعراف رکوع ۴)

قسم دوم واولی الامر منکم کے ماتحت ہے جن کا اشارہ کما استخلف الذین من قبلھم میں پایا جاتا ہے۔ اور بتفصیل جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا (س مائدہ رکوع ۴) میں ہے یہ خلافت جو آپ منوانا چاہتے ہیں کس آیت کے ماتحت ہے۔ تقلید شخصی کی مرض ہی تو اہل اسلام میں انتہائی درجہ پر چلی گئی تھی۔ اسکی بیخکنی ہی حضرت صاحب کا یہی فرض منصبی تھا۔ جو وہ ادا کر گئے۔ اور اس وقت اس خلافت کے منوانے میں آپ ایسے دلائل اور ایسا طرز عمل اختیار کرنے میں غلطی پر پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ غیر احمدی حضرت صاحب کے مقابلہ میں کورانہ تقلید چاہتے اور قرآن کریم کو حکم قرار نہ دیتے۔ اور حضرت صاحب کی تحریرات کو پڑھنے۔ تقریرات کو سننے سے روکتے۔ اور محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے لگ جاتے اور سیاق و سباق عبارت کا خیال چھوڑ کر لفظوں پر اڑ جاتے اور حسین وغیرہ کے مراتب پر نکمی بحث کرتے اور . . . اشاعت اسلام میں حضرت صاحب کو چندہ دینے سے روکتے اور بجائے تطبیق دینے آیات اللہ کے ناسخ منسوخ کا مسئلہ مقدم سمجھتے۔ اور ان کی مجلس میں جانے اور درس قرآن سننے سے منع کرتے مطاعن والزامات لگاتے اور مسیح موعود پر حقیقی نبوت کا دعویدار ہونے اور اپنے ماتحتوں کو اپنے پنجہ سے نکل جانے کے خطرہ کو محسوس کر کے بدگمانیاں پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ ان ہی باتوں پر اب آپ کا سب دارومدار آگیا۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ یہ سب مماثلتیں جو میں نے تحریر کر دی ہیں۔ اگر آپ اصلاح کو مدنظر رکھکر ثبوت چاہیں۔ اور میرے جوابات حرف بحرف اخبار الفضل میں شائع کرنیکا وعدہ کریں تو ثبوت تحریری انشاء اللہ تعالے پیش کر سکتا ہوں

خلاصہ جواب نمبر ۳"۔ اعتراض ہے۔ کہ باوجود بار بار الہام ہونے پندرہ سال تک کے آپ یہ نہ سمجھ سکے۔ کہ میں نبی ہوں تو اس کا مواخذہ مسیح موعود ؑ کو کیوں نہیں۔ اور اب لوگ اس دعوے کے نہ سمجھنے میں کیوں معذور نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باوجود کھلی کھلی وحی کے جس میں آپکو مسیح موعود کہا گیا۔ آپ بارہ سال تک یہ نہ سمجھ سکے کہ میں مسیح موعود ؑ ہوں۔ اسی طرح اپنے نبی ہونے کو بھی آپ نہ سمجھ سکے تو اُن کو مواخذہ نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب خدا کی طرف سے حجت نیرہ ظاہر ہو جاوے تو پھر کوئی عذر نہیں ہو سکتا"۔

اب یہ سوال پیش کرتا ہوں کہ آپ کے پیش کردہ اصول کے مطابق ایک ایسے شخص کا کیا جواب ہو سکتا ہے جس کا مدعا ہو کہ مرزا صاحب اپنے تمام الہاموں کو بھی مرتے دم تک نہیں سمجھے۔ اور ہزاروں لوگ ایسے ہیں بھی جو کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب بڑے پارسا اور بزرگ خدا رسیدہ ہیں۔ مگر اپنے الہاموں کے مطلب کو نہیں سمجھ سکتے۔

(۳) اس جگہ بھی دانستہ یا نادانستہ آپنے اصلیت پر پردہ ڈالا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ براہین احمدیہ میں جو حضرت صاحب الہام درج فرماتے تھے۔ اپنے مقام کو جو پر وہ اس وقت تھے خوب جانتے تھے۔ کیونکہ ان کا نور انکے اعمال کی وجہ سے خوب روشن تھا۔ ظلمت ملنے کا فور ہو رہی تھی۔ آدم ؑ۔ نوح ؑ۔ عیسیٰ بن مریم۔ موسیٰ ؑ کے ناموں سے انکو الہام ہوتے رہے۔ جو وہ بیان اور ارقام فرماتے رہے۔ اور اپنے آپ کو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مصداق سمجھتے رہے۔ جبکہ وہ خود صاحب حال تھے۔ تو اظہر اولیائے کرام سابقین کا حال اظہر من الشمس تھا۔ اور اس قدر تو ہم کو بھی معلوم ہے کہ اس امت میں غیر ماموروں کو بھی ایک قسم الہامات اور مبشرات ہوتے رہے ہیں۔ جیسا کہ کنتم خیر امۃ سے ظاہر ہے۔ یاد کرو کسی وقت لوگوں کو ہم یہ بھی سناتے تھے۔ کہ دمبدم روح القدس اندرمی دمد من نمی گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم نیز ع۔ چوں بدادی دست خود در دست پیر۔ کو مصرعہ کہ نبی وقت باشد اے مرید +

ع کہ ید اللہ فوق ایدیھم بود۔ وغیرہ وغیرہ آپ جو لکھتے ہیں کہ کھلی کھلی وحی اور حدیث سے حضرت صاحب کو مسیح موعود کہا گیا۔ آپ ۱۲ سال تک نہ سمجھے یا آپ کا خیال خام یا افترائے محض سمجھا جاویگا۔ جب تک کہ معہ قید تاریخ اس زمانہ کا سند و مد کو چھوڑ کر صرف یہی الہام پیش نکریں کہ **تو مسیح موعود ہے**۔ خواہ کسی کتاب یا تحریر میں ہو۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ الہام میں ابن مریم کا لفظ نہو۔ کیونکہ اس لفظ کا انہوں نے خود یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ شعر

در آں ابن مریم خدائی نبود + ز موت ز فوتش رہائی نبود
رہا کرد خود را ز کبر و خودی + تو ہم کن چنیں ابن مریم تُئی

ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ سنت اللہ کے مطابق جس دن حضرت صاحب مامور قرار دیئے گئے اسی دن وہ سمجھ گئے تھے کہ میں مسیح موعود ہوں اور مرتے دم تک اس اعتقاد پر قائم رہے۔

خلاصہ جواب نمبر ۴۔ چشمۂ معرفت میں حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ بیس کروڑ مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے آج دنیا میں موجود ہیں۔ جب مکفر و مکذب بھی شامل ہیں۔ جو تمہارے نزدیک ہی وہ کافر ہیں۔ تم پر کیا حجت۔ یہاں ایسے طور پر اس لفظ کا استعمال ہوا۔ اس جگہ آپ عین حق پر آگئے اگر آئندہ کوئی اور پہلو نہ بنا دیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

ہر کہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از ہزار رسوائی

یاد رہے کہ حکم ہمیشہ کثرت کی طرف ہوتا ہے قلت کی طرف نہیں ہوتا۔ حضرت صاحب کو معلوم تھا۔ کہ مکفر و مکذب تھوڑے ہیں۔ جو کالعدم کا حکم رکھتے ہیں۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانی در گور مسلمان در کتاب۔ تو اس سے یہ ثابت ہو گیا۔ دنیا میں کوئی مسلمان نہیں اگر آپ کے اصول کے مطابق ایسا ہی ہے۔ تو کونوا مع الصادقین کی کیا تعمیل ہو سکتی ہے۔ دیکھو حضرت مولوی محمد علی صاحب مسیح موعود کو تو سب سے پہلے جانتے ہیں۔ اور ان کے نہ ماننے والوں کو یہ حدیث سناتے ہیں۔ کہ وَمَن لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔

تار برقی معلومات

کوائف جنگ

آسٹریا اور اٹلی کی جنگ لنڈن ۴ اگست۔ اخبار ڈیلی کرانیکل کا نامہ نگار مقیم سویٹزرلینڈ رقمطراز ہے کہ مبوگھیو کا بیرونی ڈیفنس یعنی قلعہ بندیاں اٹلی کی گولہ باری سے بالکل تباہ کردیا۔ قلعہ نشین فوج سنیفنہ کیطرف ہٹ گئی ؛

ترکوں کی خندقوں پر قبضہ لنڈن ۳ اگست جنرل سر آئن ہیملٹن رپورٹ کرتے ہیں کہ ۲ اگست کو آسٹریلین اور نیوزی لینڈ کور کے دائیں طرف ترکوں کی خندقوں پر کامیاب حملہ کیا گیا۔ گولہ باری اور تین سرنگوں کے پھٹنے کے بعد ان خندقوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ اور ایک خندق پر سنگینوں سے حملہ کیا گیا۔ ترکوں نے جوابی حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی ؛

پیرس کی سخت لڑائی لنڈن ۳ اگست پیرس کا ایک میمو ناک مظہر ہے کہ علاقہ آرس میں دستی گولوں سے جنگ جاری ہے۔ آرگون کی لڑائی میں ابھی کوئی کمی نہیں ہوئی۔ جرمنوں نے کئی حملے کئے لیکن بیتقہ نہ کر سکے۔

فرانسیسیوں نے واسگس میں چار شدید حملے رد کئے۔

ایمسٹرڈم۔ کورٹرائے سے آمدہ ایک تار مظہر ہے کہ بیلجیم کے فرنٹ پر شدید جنگ شروع ہو گئی ہے۔ نکالا ہیون کی طرف زور سے سرنگوں کے پھٹنے سے دھماکے کی آواز سنائی دیتی ہے زخمیوں کا ایک طویل سلسلہ کورٹرائے میں پہنچ رہا ہے۔

۳ اگست پیرس۔ کل شام کا اعلان مظہر ہے کہ تمام فرنٹ پر توپخانہ سرگرمی سے کام کر رہا ہے۔ مغربی آرگون میں بموں کی ایک سرگرم لڑائی ہوئی۔ حالتوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ؛

برٹش آبدوز کشتی کا کارنامہ لنڈن ۳ اگست سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ مشرقی بحیرہ روم میں کمان کرنے والے نائب امیر البحر کی رپورٹ مظہر ہے کہ ایک برٹش آبدوز کشتی نے بحیرہ مارمورا میں تین ہزار ٹن کے ایک جہاز کو تارپیڈو کیا جو قسطنطنیہ کے اسلحہ خانہ کے پاس پل کے جو لائیٹر ز ہیں۔ انپر بھی تارپیڈو پھینکے گئے۔ بھاری دھماکے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس آبدوز کشتی نے قسطنطنیہ کے مقابل ... کی ریلوے پر بھی گولہ باری کی ؛

روسی تباہ کن جہازوں کی سرگرمی لنڈن ۳ اگست بحیرہ اسود میں روسی تباہ کن جہاز بحیرہ سودا کے ترکوں کے کوئلہ کی سپلائی کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اب تک انہوں نے ۲۱۰ جہاز غرق کئے ہیں۔ جن پر کوئلہ لدا ہوا تھا اور تین احاطہ تباہ کئے جہاں پر جہاز بنائے گئے تھے۔

۴ اگست۔ ایک روسی تباہ کن جہاز نے تمام ساحل اناڈیہ پر دھاوا کیا۔ اور ۵۰ چھوٹے جہاز غرق کئے۔ اور ۴ بحری احاطے تباہ کئے ؛

وارسا کے نزدیک جنگ لنڈن ۴ اگست پیٹروگریڈ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ بروز یکشنبہ ایک عام شدید جنگ ہو رہی تھی۔ روسیوں نے بوینو سینر کے مشرق میں دشمن کے ریڈ ولنس کارڈ کو دبانا جاری رکھا۔ اور ۵۰۰ قیدی اور ماکسیم توپیں گرفتار کر لیں اس پر جرمن اپنی فوج قلب لے آئے۔ اور ایک ایسی لڑائی ہوئی جس میں دونوں طرف سے حملہ ہوتا تھا۔

ناریو فرنٹ پر دشمن چند روز کی شدید جنگ کے بعد دریائے ناریو کے دائیں کنارے کیطرف آگے بڑھنے میں کامیاب ہوا۔ اور اس نے ضلع اوزن میں بہت سی فوج جمع کر لی۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ آسٹرولنیکا کے جنوب کی ریلوے کو حاصل کرے۔

یہاں جنگ نہایت شدید اور خونخوار ہو رہی ہے۔ وسچولا پر جو لڑائی ہو رہی تھی اس کا آخر یہ نتیجہ ہوا کہ بلونی کے شمال مغرب میں اور گورکالوریا کے جنوب میں روسیوں کا پلہ بھاری رہا یہ دونوں مقامات وارسا سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ دشمن کی فوج جس نے میکیتو سنیف کے نزدیک وسچولا کو اس مقام پر جو وارسا اور انگورو ڈ۔ نصف راستہ پر واقع ہے۔ عبور کیا تھا پسپا کی گئی۔ بائیں کنارے پر روسی او نگورو ڈ میں دریا کے پل کے نزدیک سخت لڑائی کے بعد زیادہ مضبوط پوزیشن پر واپس ہٹ آئے۔

وسچولا اور بگ کے درمیان ایک شدید جنگ جاری ہے۔ جہاں دشمن کے تمام حملے پسپا کئے گئے۔ روسیوں نے بگ کے بائیں طرف بغیر کسی مزاحمت کے چولم کے شمال میں ایک نئے فرنٹ پر قبضہ کر لیا ہے ؛

جرمنوں کا نقصان کثیر لنڈن ۴ اگست پیٹروگریڈ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ وارسا کے گرد سخت لڑائی ہو رہی جرمن صرف نقصان کثیر اٹھا کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ ناریو کے فرنٹ پر دشمن نے دریائے ننگو کے دہانہ پر جہاں روسی خندقیں کبھی کسی کے ہاتھ آتی تھیں اور کبھی کسی کے پیچھے پسپا کئے گئے اور سنگینوں کا آزادانہ طور پر استعمال کیا گیا۔ اوزن کے شمال مشرق کی لڑائی ابھی تک جاری ہے۔ اور اس کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ جرمنوں نے بروز یکشنبہ ایک شدید نقصان کے بعد وسچولا کو عبور کر لیا۔ اور میٹنری دٹز کے شمال میں واقع جنگل کا ایک حصہ حاصل کر لیا۔

اب بوینو سینر کے مشرق میں ایک بڑی لڑائی جاری ہے۔ کو دنو کے مغرب میں کئی لڑائیاں ہو رہی ہیں ؛

سمندر میں روسی نہایت سرگرمی دکھلا رہے ہیں۔ آبی ہوائی جہازوں نے ونڈاؤ کے نزدیک ایک اگن بوٹ پر حملہ کیا۔ اور اسے کنارے لگا دیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے ایک زیپلین اور دو ہوائی جہازوں کو پرواز کے لئے مجبور کیا۔ جن میں سے ایک نیچے گرا لیا گیا۔

لنڈن ۳ اگست۔ ایک مستند جرمن ذریعہ سے یہ خبر ملی ہے کہ مشرقی فرنٹ پر مئی اور جون کے درمیان جرمنوں کے ۲ لاکھ ۷۰ ہزار آدمیوں کا نقصان ہوا۔

وارسا کی حالت لنڈن ۳ اگست پیٹروگریڈ کی آمدہ خبروں سے پتہ لگتا ہے کہ وارسا کی سول زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا لوگ بدستور مرغزاروں اور باغوں میں جاتے ہیں البتہ ہوٹل خالی پڑے ہیں۔

اس وقت تک روسی افواج کی ترتیب دہی کے متعلق تمام کام نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام پائے ہیں۔ پولینڈ کے سیلان فنگ میں پوزیشن رفتہ رفتہ تنگ ہو رہی ہے لیکن کئی شدید لڑائیوں میں جرمنوں کا بہت بھاری نقصان ہوا ہے۔ جنرل ہنڈنبرگ ناریو پر کمک بھیجنے کے لئے مجبور ہوا ہے۔ کیونکہ اس مقام پر دریائے ادجی جو ایک معاون دریا ہے ریلوے کے متعلق جرمنوں کی تجاویز میں ایک بڑی سخت رکاوٹ ثابت ہو رہا ہے۔

اگر جرمن برانچ لائن پر اوسٹروِن کے سٹیشن پر پہنچ بھی گئے۔ تو بھی اسکے آگے جو ملک ہے وہ اسقدر دشوار گذار ہے کہ صرف خندق نشین ہو سکینگے۔ اور سرنگیں لگا کر آگے بڑھ سکیں گے۔

جرمنوں نے روسی وردیاں پہن کر دائیں فرنٹ پر اچانک حملہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تباہ کر دئے گئے۔

برٹش سپاہیوں کیلئے ٹوپیاں لنڈن ۴ اگست پیرس میں بیان کیا گیا ہے کہ برٹش فوجی حکام فرانسیسی فوج کی ۵۰۰ لوہے کی ٹوپیاں برائے تجربہ عاریتہ لے رہے ہیں ؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ مورخہ ۸ اگست ۱۹۱۵ء نمبر ۱۳

عادات کا اثر اعتقادات پر

اسلام نے اپنے پیروؤں کو جیسی سادہ تعلیم دی ہے اور توحید الٰہی کا جو دلنشین سبق مسلمانوں کو پڑھایا ہے۔ اشد سے اشد دشمنان اسلام نے بھی اس کا نہایت پر زور الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔ اور اسے اسلام کا ایک اعجاز بتایا ہے۔ لیکن دنیا میں ہر زمانہ اور ہر ملک کے مختلف حالات و واقعات نے آئے دن مسلمانوں کے اخلاق و اعمال پر جو نمایاں اثر ڈالا ہے۔ اور اسلام کے تعلیم کردہ اعتقادات کے برخلاف جن باتوں کا مسلمانوں کو عامل ہونا پڑا ہے۔ اس نے ہوتے ہوتے انکے ان سادہ اور پسندیدہ اعتقادات میں بھی ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ جو قرون اولے کے مسلمانوں کے تھے جو اسلام نے تعلیم کئے تھے۔ کسی ایک ایسی تعلیم کو ہی لو۔ جو مسلمانوں میں عام طور پر رائج ہو۔ اور پھر اس کا مقابلہ اصل اسلامی تعلیم کے ساتھ کر کے دیکھو کہ ان دونوں میں کتنا بڑا نمایاں فرق ہے۔ شادی و غمی تمدن و معاشرت اور اقتصادیات غرض کسی شعبہ زندگی پر غور کرو مختلف ممالک کے مسلمانوں کے مختلف حالات و واقعات آج اس اسلامی وحدت و یکرنگی کا نہیں۔ بلکہ ہر ملک و ہر بستی کا ہر باد کن نقشہ دکھا رہے ہیں یہی معنے ہیں اسلام کے۔ مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب کیونکہ اصل اسلامی تعلیم اگرچہ باوجود امتداد زمانہ کے تا حال بفضلہ تعالیٰ بعینہ محفوظ ہے۔ لیکن اسکا عملی نقشہ آج نظر نہیں آتا۔ وہ بزرگترین اور پاکباز نفوس جو اس پاک تعلیم کے ابتدائی عامل تھے۔ افسوس ہے کہ اپنا باعمل زمانہ ختم کر کے آج مدفون ہیں۔ لیکن انکے موجودہ اخلاف نے اس ورثہ مقدسہ کو کتابوں میں ہی بند کر رکھا اور رات دن اسکی خلاف ورزی کر کے اپنی عادت بنا رکھا ہے۔ اس وقت دوسرے مختلف ممالک سے قطع نظر کر کے میں صرف ہندوستان کی طرف ہی رجوع کرتا ہوں اور دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہاں کے مسلمانوں نے اعمال کو کس رنگ میں نمایاں کیا ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ انکے افعال نے عادات کا لباس پہنکر ان کے اعتقادات پر کیا اثر ڈالا ہے۔ مسلمانان ہندوستان میں کیا کچھ لیکر آئے اسکو کس حد تک بحال رکھا۔ اور دوسروں تک پہنچایا اور کیا کچھ کھو دیا۔ اور یہاں سے کون سی باتوں کو لیکر اپنا جزو ایمان قرار دیا۔ اور کیوں؟ یہ وہ چند سوالات ہیں جن پر غور کرنے سے ہمارے بہت مذہبی مسائل جو آج سیاست اور بین الاقوامی تنازعات کی پیچ در پیچ گتھیوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ بخوبی و خوش اسلوبی سلجھ سکتے ہیں۔

ہم مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں۔ اور اسلام کو اپنا نصب العین قرار دیتے ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنا چنداں مشکل نہیں کہ مسلمان ہندوستان میں وہی کچھ لیکر آئے۔ جو آج بھی ہماری کتب مقدسہ میں پایا جاتا ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ تحفہ مقدسہ کو لانے اور یہاں کے باشندگان کے پیش کرنے یا بالفاظ دیگر ہمیں مسلمان بنانے میں ان کو کیا کیا دقتیں اور مشکلات برداشت کرنی پڑیں کن صعوبتوں اور جانکاہیوں سے انہوں نے پیارے اور مقدس اسلام کو ہندوستان میں تبلیغ کیا۔ اور اس کی آبیاری کے لئے کیا کیا سامان بہم پہنچائے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہم اُن کے پیش کردہ اسلام کو لیکر اسکی کیا ہیئت کذائی بنائی اور اس ترمیم مذہب کے اسباب کیا تھے۔ اقوام عالم کی تاریخ پر اگر غور کیا جاوے اور ان مختلف اسباب و وسائل کی غور و پرداخت کی جائے۔ جو مختلف اقوام کی شکل و شباہت اور انکے دین و ملت کو بدل دینے کا باعث ہوتے ہیں۔ تو سب سے پہلے اور سب سے بڑھکر جو بات ہمیں معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب ایک قوم کسی اجنبی ملک میں آکر آباد ہوتی ہے۔ تو ایک مدت کی رہائش اور ہمسائیگی سے ملک کی دوسری اقوام سے وہ متاثر ہو جاتی ہے انکے اعمال و افعال کو دیکھ دیکھکر انکے رسوم و رواج کا مشاہدہ کر کے وہ آہستہ آہستہ اثر پذیر ہونے لگتی ہے۔ اور کچھ اس ہمسایہ قوم کا پاس و لحاظ کچھ اس کی ظاہری اور دنیوی قوت و شوکت بعض بری اور ناپسندیدہ باتوں کو خاموشی سے دیکھنے بلکہ بعض توہمات اور ناجائز رسوم و رواج میں خود مبتلا ہونے اور بعض نہایت پسندیدہ اور مفید قوم مذہبی شعار کو ترک کرنے کی عادت بنا دیتی ہے جس کا نتیجہ بالآخر یہ ہوتا ہے کہ ایک مدت تک اپنی قوم پر کاربند رہنے اور ان کا عادی ہو جانے سے امتداد زمانہ کے باعث وہ مذہبی اعتقادات میں داخل ہو جاتی ہیں اور شعار مذہب سمجھی جانے لگتی ہیں اس وقت یہ حال ہوتا ہے کہ جب کوئی نیکدل انسان ان قبیح امور کو کتب مقدسہ میں نہ پاکر انسے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو بالمقابل اسے اور اس کے پاک پند و نصائح کو ما وجدنا علیہ آباءنا کہکر ٹالنے کی کوشش کی جاتی ہے اور عام طور پر اپنے ان بزرگوں کے کچھ [illegible] سے ان غلط باتوں کے محرک تھے۔ اعمال و افعال کو ہی حقیقی مذہب خیال کیا جاتا ہے۔

آہ! کس قدر افسوس اور غم کا مقام ہے کہ آج یہی حالت مسلمانان ہندوستان کی ہو رہی ہے۔ ہم اپنی آنکھوں سے اپنی ہمسایہ قوم اور برادران وطن کو کئی ایک تعصبات میں مبتلا پاتے ہیں۔ لیکن اتنی توفیق نہیں کہ وعظ و تبلیغ اور پند و نصائح کے ذریعہ انہیں ان سے روکنے کی کوشش کریں۔ جھٹکہ اور ہولی دسہرہ پر بہت سے غیر متمدن مسلمانوں کی غیرت بیشک جوش میں آتی اور انہیں مرنے مارنے پر آمادہ کر دیتی ہے۔ کیونکہ اول الذکر کی نفارگی انکے مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچاتی اور موخر الذکر کا شور و غوغا اور اجتماع عظیم ان کی عبادات میں مخل ہوتا ہے۔ لیکن آہ! کوئی بھی ایسا نہیں جو اس بیفائدہ جوش و خروش اور مضر ہنگامہ و غوغا کے بجائے ان کے مضرات اور بد نتائج و نقصانات سے آگاہ کر کے اُن سے روکنے کی پند و نصیحت کرے اور اسلام کے پاک مذہبی شعار کی خوبیوں کو آشکارا کر کے ان کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرے۔ ہاں اس کے ساتھ اپنے ہمسائیگان کے توہمات اور رسوم و رواج کی تو کچھ پوچھو ہی نہیں۔ ہم پر آج وہی مثل صادق آتی ہے کہ گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز۔ جھٹکہ اور ہولی وغیرہ پر تو اتنے برہم ہوتے ہیں۔ کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہیں لیکن بالمقابل بیسیوں موت اور شادی و غمی کے مواقع پر بیشمار توہمات اور ناجائز رسوم جنکا اسلام میں نام تک نہیں۔ اور جو انہی ہمسایوں سے لی گئی ہیں۔ ہمیں ہر وقت گھیرے رکھتی ہیں۔ گنڈے تعویذ۔ ٹونا اور جھاڑ پھونک وغیرہ کو نفع و مضرت کی امید اور اُن کو استعمال نہ کرنے سے نقصان کا خوف مسلمانوں کو خدا پرستی سے نکال کر توہم پرستی میں مبتلا کر رہا ہے اور وہ ان باتوں کو عین اسلام سمجھ رہے ہیں پھر یہیں تک بس نہیں سال کے سال مسلمانوں میں عید الضحےٰ آتی ہے۔ جس کو کہ بقر عید بھی کہتے ہیں۔ اس عید پر خصوصیت کیساتھ اونٹ گائے۔ بھیڑ بکری کی قربانی کرنا مسلمانوں کا ایک مذہبی و قومی شعار ہے۔ لیکن ابھی اس تیوہار میں سال کا بڑا حصہ بھی گذرنے نہیں پاتا کہ برادران وطن کی زبردست شخصیت و جوش

مذہبی ایسے خشمگین پیرایہ میں رونما ہوتا ہے کہ غریب مسلمانوں کی روحیں پہلے ہی سہمی ہوئی نظر آتی ہیں۔ وہ بھی ان بیوقوف اور ناواقف۔ لیکن بہت تھوڑے سے مسلمان کی طرح جو بعض جگہ جھٹکہ اور ہولی وغیرہ پر [illegible] اسکے [illegible] تو [illegible] مسلمانوں [illegible] مذہبی شعار سے روکنے کی کوشش کرتے اور پھر حکام [illegible]

نوٹ اور رائیں

سوامی دیانند کی کتابیں بھی قابل حجت نہیں!

آریوں کا مذہب بھی ایک عجیب قسم کا گورکھ دھندا ہے۔ اس کے آئے دن کے بناؤ سنگار اور ترمیم و تنسیخ کو پیش نظر رکھکر اسے بیت عنکبوت سے تشبیہ دینا چنداں خلاف محل نہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارے آریہ معاصرین بالخصوص آگرہ کا بیراہ مسافر جہاں کہیں اپنے مذہب پر کوئی اعتراض ہوتا ہوا دیکھتا ہے۔ اور وہ اعتراض آریوں کی اپنی مسلمہ کتب کی بنا پر ہی ہوتا ہے۔ فوراً اس کتاب کو غیر مسلمہ قرار دیکر اسکے حوالجات کو ناقابل حجت ٹھہرا دیتا ہے۔ منوسمرتی کے متعلق اس سے پیشتر ناظرین مسافر کے خیالات کو ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب ایک اور تازہ انکشاف ہوا ہے۔ جو اس پہلے سے بھی عجیب تر ہے پنڈت راج نرائن صاحب ارمان کے چیلنج مناظرہ کے جواب میں مسافر نے جو قبولیت کا اعلان کیا تھا۔ اب وہ اس کو اس بہانہ سے ٹالنا چاہتا ہے کہ پنڈت صاحب کی پیش کردہ کتب میں سے چار کتابیں جو سوامی دیانند کی تصنیف ہیں مسافر کے نزدیک قابل حجت نہیں۔ پنڈت راج نرائن صاحب نے جن کتابوں کی بنا پر مناظرہ کی تجویز کی تھی وہ حسب ذیل ہیں۔ وید۔ اپنشد۔ درشن۔ منوسمرتی کے صرف وہ شلوک جنکو سوامی دیانند نے تسلیم کیا ہے۔ اور کتب سوامی دیانند مثلاً (۱) ستیارتھ پرکاش۔ (۲) رگوید آدی بھاشیہ بھومکا۔ (۳) آریہ بھونے۔ (۴) سنسکار ودھی۔ پنڈت راج نرائن صاحب نے مسافر کے اس انکار پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ اور اسے مناظرہ سے گریز بتایا ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ "سوامی دیانند کی اپنی کتب کو وہ کس لئے بطور برہان (ثبوت) نہیں مانتے" بلاشبہ یہ ایک حل طلب معمہ ہے اور سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس شخص کی تصنیف جو کہ آریوں کا مذہبی پیشوا اور موجودہ آرین عقائد کا بانی مبانی ہے۔ کیوں قابل حجت نہیں ہم پنڈت صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے مباحثہ کا چیلنج دیکر مسافر کے اس خفیہ اعتقاد کو الم نشرح کر دیا جس سے اس کی بے دردی کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ اور مسافر کی تلملاہٹ اضطراب کی موج آنے دل سے نعرات پر بے اختیار کہنا پڑتا ہے ؎

ابتدائے عشق ہے ابھی روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے ....کیا

مسئلہ حج اور مسلمان

حجاج کے متعلق آجکل بمبئی کے مسلمانوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ اور اگرچہ گورنمنٹ نے تاحال اس بارہ میں کچھ فیصلہ نہیں۔ جیسا کہ انجمن ضیاء الاسلام بمبئی کے ریزولیوشنز متعلقہ بہم رسائی جہازات اور اسباب سہولت کے جواب میں گورنمنٹ نے تصریح کی ہے۔ مگر بعض مسلمان والیان ریاستہائے موجودہ خطرات اور پولیٹیکل پیچیدگیوں کو پیش نظر رکھکر اپنی رعایا کو اس سال حج کرنے سے روک دیا ہے۔ ادھر بمبئی میں غریب عقیدت مند مسلمان پانچ چھ سو کی تعداد تک جمع ہو چکے ہیں اور ہمارے معاصر ہمدرد کی ہدایت کے مطابق وہ وہاں گورنمنٹ کے احکام کی انتظار میں اپنی پونجی کو برباد کر رہے ہیں۔ دوسری طرف ۴ اگست ۱۵ء کے زمیندار میں انجمن خدام کعبہ کا یہ اعلان شائع ہوا ہے۔ کہ "ٹرنر ماریسن کمپنی کا جہاز "اکبر" ۱۵ اگست کے قریب حاجیوں کو لیکر بمبئی سے جدہ کیطرف روانہ ہوگا۔ جہانگیر سٹیمر ۲۵ اگست کے قریب روانہ ہوگا۔ عرشہ جہاز کا کرایہ آمدورفت صرف ۲۳۵ روپیہ ہے" ان مختلف و متضاد حالات میں کوئی صحیح رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ اور جب تک گورنمنٹ کیطرف سے صاف طور پر حاجیوں کے جان و مال کی حفاظت کا وعدہ نہ دلایا جائے۔ اور ایسی سہولتیں بہم نہ پہنچائی جائیں کہ جن سے متمتع ہو کر عازمان حج بہ آسانی اس مذہبی فریضہ کو ادا کرکے اپنے گھروں میں واپس آ جائیں۔ اسوقت تک حالت بہت مخدوش ہے۔ پس گورنمنٹ عالیہ کو بہت جلد اس معاملہ کی طرف پوری توجہ کرکے اسکا فیصلہ کرنا چاہئے اور ان مخدوش صورت حالات میں حجاج کو بھیجنے یا نہ بھیجنے کا دو ٹوک فیصلہ کرنا چاہئے۔ تاکہ تشویش کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔

قرآن کریم ہندی میں

معزز ہمعصر ہمدرد کے ایک بندیلکھنڈ کا نامہ نگار راشد علی صاحب نے ایک طویل الذیل مضمون میں قرآن کریم کے ایک ہندی ایڈیشن پر جو کسی صاحب عبدالحمید نامی نے انجمن اسلامیہ جبلپور سے پریس میں طبع کرایا ہے سخت اظہار ناراضگی کیا ہے اور اسے قرآن کریم کی صریح توہین بتا کر اس کے شائع کنندہ کو ڈاکٹر منگانا سے تشبیہ دی ہے۔ نامہ نگار موصوف نے ثابت کیا ہے۔ کہ قرآن کریم کی عربی عبارات کا تلفظ ہندی رسم الخط میں بالکل بدل جاتا ہے۔ اور اس طرح سے لفظی و معنوی ہر دو تحریفات لازم آتی ہیں چنانچہ انہوں نے اس کے ثبوت میں عربی لفظ رب العٰلمین کا تلفظ ہندی میں رب بل آلمین اور والضالین کا ودا ولا لین بتایا ہے۔ اور اسی قسم کی اور بھی کئی ایک مثالیں دی ہیں۔ قرآن کریم کے بارہ میں ایک مسلمان کا یہ فعل بلاشبہ سراسر ناجائز اور قابل نفرت ہے۔ قرآن کریم کا متن عربی رسم الخط میں قائم رہنا بہرحال ضروری ہے۔ اور اسکو کسی اور رسم الخط میں تبدیل کرتے وقت خواہ تلفظ میں کوئی تغیر نہ بھی واقع ہو۔ تو بھی ہم اسے ناجائز سمجھتے ہیں۔ جب خود عربی رسم الخط میں ایک ذرا سے اختلاف پر ڈاکٹر منگانا کا سیحی قلب جوش میں آ جاتا ہے۔ اور اصل قرآن کو دیکھے بغیر فرضی مکتوبات کو قابل سند قرار دینے لگتا ہے تو کسی دوسرے رسم الخط میں لکھا جانے سے تو جتنا بھی شور مچایا جائے تھوڑا ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ رسم الخط کیساتھ تلفظ و معانی پر بھی نمایاں اثر پڑے۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ مولوی عبدالحمید صاحب نے کیوں اور کس نیت سے قرآن کریم میں ایسی تحریف کی۔ اور انجمن اسلامیہ جبلپور نے کیوں اپنے پریس میں اسے چھاپا۔ یہ کہنا کہ علاقہ بندیلکھنڈ میں مسلمان ہندی کے سوائے کچھ نہیں جانتے۔ اور اس لئے انہیں ہندی رسم الخط میں ہی قرآن پڑھانے کی کوشش کی گئی ہے کوئی معقول وجہ نہیں۔ جبکہ کئی ایک بالکل ان پڑھ اور ہندی سے بھی نابلد محض مسلمان قرآن کو پڑھتے اور اسے حفظ بھی کرتے ہیں کیا انجمن اسلامیہ جبلپور اپنے ہاں قرآن کو عربی رسم الخط میں پڑھانے کا انتظام نہیں کر سکتی۔

آخر میں ہم نامہ نگار ہمدرد کو یقین دلانا چاہتے ہیں۔ کہ انھوں نے اشاعت اسلام کالج کے جس وفد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بدگمانی کی ہے۔ کہ چونکہ مسلمان بڑے بڑے سٹیشنوں پر اترکر دعوت بازی میں ہی مصروف رہتے ہیں اور دیہاتوں اور قصبات میں جہاں پیدل سفر کرنا پڑتا ہے اور کوئی کھانا نہیں ملتا۔ جا کر وعظ نہیں کرتے۔ اس لئے یہ وفد بھی وہی کام کرے گا۔ غلط ہے۔ ہمیں جہاں تک علم ہے مولینا اکبر شاہ خان صاحب کا بندیلکھنڈ کے بے آب و گیاہ علاقوں میں بھی پہنچنے کا پختہ ارادہ ہے اور جیسا کہ وہ خود بھی اخبارات میں اعلان کر چکے ہیں۔ وہ انشاء اللہ اپنے عمل سے سچی ایثار نفسی کا ثبوت دینگے اور کسی چھوٹی سی چھوٹی جگہہ میں اسلام کا پاک پیغام پہنچانے اور حقیقی اسلام کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے میں عدم سہولت و آرام کی کوئی سبب سے سبب صعوبتیں انکی سد راہ نہ ہونگی ؛

ریویو

ارمغان عید یہ ایک ۶۲ صفحہ کا خوبصورت رسالہ ہے جس میں مولینا محمد عبداللہ منہاس ایڈیٹر اخبار وکیل اور منشی غلام قادر صاحب فرخ ایڈیٹر رسالہ انسان امرتسر نے ڈاکٹر اقبال۔ سید اکبر حسین صاحب اکبر۔ منیر ذوق۔ حالی۔ عرفی۔ حکیم عمر خیام وغیرہم جیسے نامی مشاہیر قوم کے متعدد مضامین اور نظمیں جمع کرکے دار الاشاعت امرتسر سے شائع کرایا ہے۔ عید بین اور یوم الحجہ کی فلاسفی پر ایک مبسوط آرٹیکل بھی جو مولینا محمد عبداللہ صاحب منہاس کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے

خدائے تعالیٰ کے بارہ میں ویدک تعلیم

(گذشتہ سے پیوستہ)

علیم: اب ہم کو یہ دیکھنا ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ کے علم کے بارے میں دیانندیوں کا کیا عقیدہ ہے واضح ہو کہ عقل سلیم اس بات کی ضرورت سمجھتی ہے کہ خدائے تعالیٰ عالم الغیب ہے اور کوئی ایسا مخفی امر نہیں ہے جس پر اوس کا علم محیط نہ ہو لیکن دیانندیوں کے عقیدہ سے یہی لازم آتا ہے کہ اُن کا پرمیشور ارواح اور ذرات کی مخفی در مخفی قوتوں اور خاصیتوں کا علم نہیں رکھتا کیونکہ ابھی تک اسکو اس قدر خبر ہے۔ کہ جو کچھ کسی انسان اور حیوان میں گن اور قوت اور خوبی ہے۔ وہ گزشتہ اعمال کی وجہ سے ہے۔ پس اسکو اگر یہ بھی علم ہوتا کہ علاوہ جسم دار جانداروں کے خود روحوں میں بھی انواع واقسام کی قوتیں اور گن اور خوبیاں ہیں جو کبھی ادن سے دور نہیں ہوتیں تو وہ اُن کے لئے بھی کوئی گزشتہ جنم تجویز کرتا اور اُنکو انادی قرار نہ دیتا۔ ظاہر ہے کہ کسی چیز کے خواص اس سے منفک نہیں ہوتے۔ پس فرض کے طور پر اگر انسانی روح گدھے میں آجاتی ہے۔ تو وہ اپنے طبعی خواص کو کسی طرح چھوڑ نہیں سکتی گو اس جون میں اُن خواص کو ظاہر کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ اگر کسی جون کے بدلنے سے اصلی خواص اور قوتیں روح کی قطعاً اس سے دور ہو جائیں۔ تو پھر بقول دیانند یاں اعادہ اس کا محال ہوگا۔ کیونکہ نیستی سے ہستی نہیں سکتی جو قوت درحقیقت روح میں سے معدوم ہو گئی۔ اسکا دوبارہ روح میں موجود ہو جانا درحقیقت نیست سے ہست ہو جانا ہے۔ اور اگر تناسخ کے چکر میں آکر روح کی قوتیں معدوم نہیں ہوتیں تو تناسخ کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پس جبکہ پرمیشور نے اِن غیر منفک قوتوں کو تناسخ کے چکر سے باہر رکھا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کو ان مخفی قوتوں اور خوبیوں کی خبر ہی نہیں ورنہ یہ معلوم ہے کہ کن عملوں کی پاداش میں یہ قوتیں اور یہ گن اور خوبیاں روحوں کو مل جاتی ہیں۔ علاوہ اس کے اگر پرمیشور کو اس بات کا کامل علم ہے کہ روح کیا چیز ہے اور اس کے خواص اور قوتیں کیا ہیں تو پھر وہ کیوں ان کے بنانے پر قادر نہیں۔ یہ تو دیانندیوں کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ کہ ارواح اپنے شمار میں محدود ہیں اور محدود وقت تک اپنا دورہ پورا کرتی ہیں پس محدود اور معلوم کے بنانے پر کیوں خدا قادر نہیں اور کس نے ان روحوں کو شمار بقید تک محدود کر دیا ہے۔ اگر خدا انکا محدود نہیں اگر وہ روحیں خدا کی بنائی ہوئی نہیں تو انکی نسبت خدا کا علم ایسا کیونکر لازم ہو سکتا ہے جیسا کہ بنانے والے کا علم ہوتا ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ بنانے والے اور غیر بنانے والے کا علم برابر نہیں ہوتا مثلاً جو لوگ اپنے ہاتھ سے کوئی صنعت بناتے ہیں جیسے۔ وہ لوگ اس صنعت کی دقیق کیفیتوں پر واقف ہوتے ہیں دوسرے لوگ ایسی اطلاع نہیں رکھتے۔ اور اگر کامل طور پر اطلاع رکھتے تو بنا بھی سکتے۔ یہ بات مسلم اور مقبول ہے۔ کہ جو بنانے والے کو ایک قسم کا علم ہوتا ہے۔ وہ دوسرے شخص کو نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ خیال بھی کرے کہ میں علم رکھتا ہوں تب بھی وہ اس کا خیال غلط ہے اور دور از ایک قسم کی ناواقفی کا پردہ اوس پر ضرور رہتا ہے مثلاً ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ روٹی اس طرح پکاتے ہیں اور ہمارے روبرو وہ روٹی بنائی جاتی ہے اور عمدہ اور لطیف پھلکے اور نان اور کلچے تیار ہوتے ہیں لیکن اگر ہم کبھی اپنے ہاتھ سے یہ کام کرنا چاہیں تو اول غالباً یہی ہوگا کہ ہم گوندھنے کے وقت اول آٹے کو ہی خراب کرینگے اور وہ پتلا ہو کر روٹی پکانے کے قابل ہی نہیں رہیگا یا گاڑھا اور سخت ہو کر اس کام کے ناقابل ہو گا اور یا اسمیں آٹے کی گلٹیاں پڑ جائینگی۔ اور اگر ہم نے مطلب کے موافق آٹا گوندھ بھی دیا۔ تو پھر روٹی ہم سے ہرگز درست نہیں آئے گی۔ غالباً بیچ میں اس کے ایک لگی رہے گی۔ اور گرد اوس کے بڑے بڑے کان نکل آئیں گے۔ اور کسی جگہ سے موٹی اور کسی جگہ سے پتلی اور کسی جگہ سے کچی اور کسی جگہ سے پکی ہوئی ہوگی۔ پس کیا سبب ہے کہ باوجود ہر روز مشاہدہ کے ہم صاف روٹی پکا نہیں سکیں گے۔ اور باوجودیکہ وقت بہت خرچ کرینگے لیکن کام بگاڑ دینگے اس کا یہی سبب ہے کہ ہمارے پاس وہ علم نہیں جو اس شخص کو ہے جو بیس برس سے ہر قسم کی روٹیاں اپنے ہاتھ سے پکا رہا ہے۔ اسی طرح دیکھ لو کہ تجربہ کار ڈاکٹر کیسے کیسے نازک اپریشن کرتے ہیں۔ گردہ میں سے پتھریاں نکال لیتے ہیں اور بعض ڈاکٹروں نے انسان کے سر کی بیکار اور زخم رسیدہ کھوپری کو کاٹ کر اسیقدر حصہ کسی اور جانور کی کھوپری کا اس سے پیوست کر دیا ہے۔ اور دیکھو کہ وہ کیسی عمدگی سے بعض نازک اعضا کو چیرتے ہیں یہانتک کہ انتڑیوں میں جو بعض پھوڑے پیدا ہوتے ہیں نہایت صفائی سے اُن پر عمل جراحی کرتے ہیں اور نزول الماء کے موتیا کو کیسی صفائی سے کاٹتے ہیں۔ اب اگر یہی عمل ایک دہقان لے کر اور علم کے کرنے لگے تو اگر آنکھوں پر کوئی نشتر چلا دے تو یہیں بعض اعضا کو کاٹ کر زندگی کا خاتمہ کر دیگا اب ظاہر ہے کہ اس دہقان اور ڈاکٹر میں فرق صرف علم کا ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر کو کثرت تجربہ اور عملی مزاولت سے ایک قسم کا علم حاصل ہو گیا ہے۔ جو اس دہقان کو حاصل نہیں۔ دیکھو ہمیشہ شفا خانوں میں بیماروں کے لئے خدمت کرنے والے اور سقے وغیرہ موجود ہوتے ہیں اور وہ ہمیشہ دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر کس کس قسم کے اپریشن کرتا ہے لیکن اگر وہ آپ کرنے لگیں۔ تو بیشک کسی انسان کا خون کر دینگے۔ پس اس میں کچھ شک نہیں کہ عملی مزاولت میں ایک خاص علم ہو جاتا ہے کہ دوسرے کو نہیں ہوتا۔ اسی طرح دیانندیوں کو اس بات کا اقرار کرنا پڑیگا۔ کہ اگر اُن کا پرمیشور روحوں اور ذرات عالم کا خالق ہوتا تو اس کا علم موجودہ حالت سے بہت زیادہ ہوتا۔ اسی اقرار سے اونکو یہ بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اُن کے پرمیشور کا علم ناقص ہے کیونکہ بنانے والا اور نہ بنانے والا حقیقت شناسی میں برابر نہیں ہو سکتے اور خود جب مان لیا جائے کہ پرمیشور نے نہ روحوں کو بنایا نہ اون کی قوتوں کو نہ اُن کی خاصیتوں کو اور نہ پرمانو یعنی ذرات اجسام کو بنایا اور نہ ان کی قوتوں اور خاصیتوں اور گنوں کو تو اس پر کیا دلیل ہے کہ ایسے پرمیشور کو اُن قوتوں اور خاصیتوں اور گنوں کا علم بھی ہے۔ یہ کہنا کافی نہیں ہے۔ کہ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ اوسکو علم ہے۔ کیونکہ محض عقیدہ پیش کرنا کوئی دلیل نہیں ہے اور بفرض محال اگر کسی قدر علم مان بھی لیں۔ تو وہ علم اس علم کی برابر کب ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اس حالت میں ہوتا جبکہ پرمیشور نے روحوں اور ذرات عالم اور ان کی قوتوں اور خاصیتوں کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوتا۔ کیونکہ تمام عقلمندوں کی یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ بنانے والے اور نہ بنانے والے کا علم برابر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے لیکن قرآن شریف ہمیں سکھلاتا ہے کہ وہ روحوں اور ذرات عالم کی تمام اندرونی کیفیتیں اور قوتیں اور خاصیتیں جانتا ہے نہ اسلئے قرآن شریف میں خدا فرماتا ہے کہ میں اس لئے اندرونی حالات ارواح اور ذرات کے جانتا ہوں کہ میں اُن سب چیزوں کا بنانیوالا ہوں لیکن ویدکا پرمیشور کوئی دلیل نہیں دیتا کہ بلا تعلق اور بلا واسطہ کیوں اور کس وجہ سے ارواح کی طرح ذرات اجسام کے نہاں در نہاں خواص اور طاقتوں اور گنوں پر اسکو اطلاع ہے۔ (باقی آئیندہ)

نجات دہندہ

اسی طرح دیانندی خود اقراری ہیں کہ ان کے پرمیشور نے لئے اپنے فیض الوہیت میں کبھی اتمام حاصل نہیں کیونکہ وہ ہمیشہ ناقص طور پر لوگوں کو مکتی خانہ میں داخل کرتا ہے اور پھر کچھ مدت کے بعد ناکردہ گناہ مکتی خانہ سے باہر نکالدیتا ہے تاکہ سلسلہ تناسخ میں کچھ فرق نہ آوے اس لئے اس کی سزا اور رحمت کا قاعدہ بھی خود غرضی کی آمیزش اپنے رکھتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر میں رحمت تامہ سے کام لوں اور سب کو ہمیشہ کے لئے نجات دیدوں تو سلسلہ تناسخ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیگا اور پھر بعد میں بیکار بیٹھنا پڑیگا۔ کیونکہ جس حالت میں روحیں محدود ہیں۔ یعنی انکے شمار کی ایک مقدار تک حد مقرر ہے۔ تو اس صورت میں اگر ایک بھگت کو جو عبادت میں اپنی تمام عمر بسر کرتا ہے۔ نجات ابدی دیجائے تو ظاہر ہے۔ کہ جو روح نجات پا گئی وہ ہاتھ سے گئی اور تناسخ کے چکر سے آزاد ہوئی پس بالضرورت ایک دن ایسا آجائیگا کہ سب روحیں ہمیشہ کے لئے نجات پا جائینگی۔ اور یہ تو خود مسلمہ مسئلہ ہے۔ کہ پرمیشور روح پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ پس اس صورت میں بجز اس کے کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی دن تمام روحوں کے دائمی مکتی پالنے کے بعد پرمیشر گری کا تمام سلسلہ معطل پڑجائے اور تناسخ کے لئے ایک روح بھی اس کے ہاتھ میں نہ رہے پس اس تمام تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ ویدک پرمیشور جیسا کہ روحوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں کیونکہ اگر وہ روحوں کو نجات ابدی دیدے تو اس کا تمام سلسلہ ٹوٹتا ہے اس لئے اپنی تمام عملداری کے محفوظ رکھنے کے لئے بخل کی عادت کو اس نے لازم پکڑ لیا ہے۔ اور اپنے راستبازپرستاروں کے ساتھ بخیلوں کی طرح کاروائی کرتا ہے اور بار بار عزت کے بعد انکو ذلت دیتا ہے۔ اور تناسخ کے چکر میں ڈال کر مکروہ در مکروہ جونوں میں انکو ڈالتا ہے محض اس لئے کہ تا اس کی عملداری میں فرق نہ آوے اس بات کا دیانندیوں کو خود اقرار ہے کہ اس نے بارہا دُنیا کے کل انسانوں کو نجات دی ہے۔ مگر پھر کچھ مدت کے بعد اس نجات خانہ سے باہر نکالکر طرح طرح کی جونوں میں انکو ڈالدیا ہے۔ اب دیانندی ناراض نہ ہوں ہم ادب سے عرض کرتے ہیں اور جہانتک ہمیں نرم الفاظ مل سکتے ہیں انہیں ہماری گزارش یہ ہے کہ اس عقیدہ پر ایک سخت اعتراض ہوتا ہے۔ اور ہم امید نہیں کرتے کہ اس اعتراض کا کوئی دیانندی صفائی سے جواب دیسکے اور اگر جواب دے تو ہم خوشی سے سنینگے وہ اعتراض یہ ہے کہ جبکہ خود غرضی کی ضرورت کی وجہ سے پرمیشر کی یہ عادت ہے کہ وہ مکتی خانہ میں ہمیشہ لوگوں کو رہنے نہیں دیتا۔ اور پھر طرح طرح کی جونوں میں ڈالتا ہے تو ان مختلف جونوں سے ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی یعنی جو لوگ پرمیشور کے سچے بھگت ہو کر نجات پا چکے ہیں۔ اب مکتی خانہ سے باہر نکالنے کے وقت کیکو مرد بنایا اور کیکو عورت اور کسی کو گدھا اور کیکو بیل وغیرہ میں تمیزی اس میں خلاف عدالت طریق معلوم ہوتا ہے۔ خصوصاً جس حالت میں ہر ایک مکتی پانیوالا سخت امتحان کے بعد مکتی پاتا ہے۔ اور کروڑہا برس تناسخ کے چکر میں رہ کر کہیں اس مراد تک پہنچتا ہے تو کم سے کم اس کے لئے یہ رعایت تو ہونی چاہیئے تھی۔ کہ وہ انسان بنایا جاتا۔ یہ کیا معاملہ ہے کہ پہلا پیارا بنا کر اور اپنے قریب سے شرف بخش کر پھر آخر کار اس کو حیوان بنا کر مکتی خانہ سے باہر نکالدیا گیا۔ اور اس کے ساتھ کے اشخاص کو حیوان نہ بنایا بلکہ انسان بنایا حالانکہ مکتی پانے کی شرائط سب نے برابر پوری کرلی تھیں پرمیشر کا کسی پر احسان نہ تھا۔ پھر کیا وجہ کہ مکتی خانہ سے نکال کر کسی کو انسان اور کسیکو حیوان بنایا گیا اس صورت میں نہ سزا عدل کے طور پر ہوئی اور نہ رحمت۔

عیسائیوں کا خدا اور اس کے ہمسر

(گذشتہ سے پیوستہ)

پھر اول ایلیا نبی کا معجزہ مسیح کے اس معجزہ کے مقابلہ پر جو مسیح نے پانچ روٹیوں سے پانچہزار آدمیوں کو سیر کیا تھا۔ قابل غور ہے۔ اسی طرح ایلیاہ نے صیدا کے ساریت کی بیوہ کے ہاں رہکر ۳½ سال تک مٹکے کا آٹا اور لوٹے کا تیل ختم نہیں ہونے دیا۔ دیکھو کتاب (۱) سلاطین باب ۱۷ آیت ۱۰ سے ۱۶ اور پھر اگر مسیح نے مُردوں کو زندہ کیا ہے تو ایلیا نے بھی مردہ زندہ کیا ہے دیکھو (۱) سلاطین باب ۱۷ آیت ۱۲ سے ۲۴ اور اگر مسیح دریا پر چلا ہے تو ایلیاہ نے دریا کو اپنی چادر سے پھاڑ کر دو ٹکڑے کردیا اور اس سے پار ہو گیا دیکھو کتاب (۲) سلاطین باب ۲ آیت ۸

(۳) اور الیسع نے بھی دریا کو دو ٹکڑے کیا ہے دیکھو کتاب (۲) سلاطین باب ۲ آیت ۱۴

اگر مسیح نے انجیر کے درخت کو بے پھل کیا تھا تو الیسع نے بھی شور چشموں کے پانیوں کو میٹھا کیا ہے۔ دیکھو (۲) سلاطین باب ۲ آیت ۱۹ سے ۲۲ تک۔

اگر مسیح نے ہزار کو کھانا کھلایا تو الیسع نے تیل بنا کر ایک عورت کا قرض اتار دیا۔ بلا تیل کے تیل کے مٹکے بھر دیئے۔ دیکھو (۲) سلاطین باب ۴ آیت ۱ سے ۸ تک۔ اگر مسیح نے لوگوں کو ہاتھ پھیر دیئے ہیں تو الیسع نے لوگوں کو بیٹے دیئے۔ دیکھو کتاب (۲) سلاطین باب ۴ آیت ۱۴ سے ۱۸ تک۔ پھر اسی لڑکے کا مرنا اور الیسع کا زندہ کرنا دیکھو کتاب (۲) سلاطین باب ۴ آیت ۲۸ سے ۲۹ سے ۳۶ تک

اخبار احمدیہ

(۱) **حضرت امیر رض اور حضرت خواجہ صاحب** بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔ اور خدمات دین میں ہمہ تن مصروف۔

(۲) **مولوی الہ دین صاحب** سکول ماسٹر راولپنڈی حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے ہاتھ پر احمدیت کی بیعت میں داخل ہوئے۔

(۳) **مسٹر یوسف ڈینیل** ساکنہ لکھنؤ گذشتہ ۲۴ جولائی کو بعد نماز جمعہ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے ہاتھ پر عیسائیت سے مشرف باسلام ہوئے۔ ان کی خواہش کے مطابق نواب علی اسلامی نام رکھا گیا۔

(۴) **جناب مولنا اکبر شاہ خانصاحب** نجیب آباد سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"نجیب آباد کی گولہ والی مسجد میں بعد نماز تراویح ایک لیکچر ہوا۔ اور حاضرین کی معقول تعداد آخر تک پوری توجہ اور شوق سے سنا دو تین روز کے بعد گاڑی خانہ والی مسجد میں بعد نماز تراویح ۱۰ بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک لیکچر ہوا اس لیکچر میں شہر کے حصہ کے کثیر التعداد مسلمان موجود تھے اور لیکچر کے بعد بعض اشخاص اس طرح اظہار حیرت کرتے تھے کہ نجیب آباد میں یہ پہلا ہی وعظ ہوا ہے۔ جسمیں دوران تقریر میں ایک شخص بھی اٹھکر نہیں گیا۔ اور سب کے سب محویت کے عالم میں آخر تک ہمہ تن گوش بنے رہے۔ ان دونوں میں قرآن کریم کی طرف خصوصیت سے مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی۔"

(۴) **یہ روپیہ کس کا ہے۔** ۲۰ جولائی کو ہوشیارپور سے کسی صاحب کا مبلغ ۱۰ روپیہ کا منی آرڈر وصول ہوا ہے۔ جو غالباً اخبار پیغام صلح کی قیمت ہے۔ مگر کوپن پر فرستندہ کا نام نہیں۔ جس صاحب کا ہوں بذریعہ کارڈ دفتر محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں اطلاع دیں۔ تاکہ انکے حساب میں رقم جمع کی جاوے۔

مہدی و مسیح کے متعلق آنحضرتؐ کی پیشگوئیاں

اور

اہلحدیث

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنے اس جبلی بغض اور حسد کی وجہ سے جو انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہے بعض اوقات ایسی لایعنی باتوں پر اتر آتے ہیں کہ جو واقعات اور عقل و نقل کے سراسر خلاف ہونے کے ساتھ خود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی ذات پر بھی اعتراض پیدا کرنے والی ہوتی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت میں ایک مسیح و مہدی کے پیدا ہونے کی پیشگوئی کی تھی۔ اور اسکی چند علامات بھی بتائی تھیں۔ اس پیشگوئی کا مصداق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے آپ کو بتایا۔ اور ان علامات کو بھی اپنے پر منطبق ثابت کیا۔ ان کا یہ اطلاق صحیح تھا یا غلط۔ اس کے متعلق اہلحدیث ہمیں ایک معیار بتاتا ہے اور افسوس ہے .... کہ ایسا معیار بتاتا ہے۔ جو تمام سلسلہ نبوت کو نیست و نابود کر دینے والا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ پیشگوئیوں کی تاویل کرنی جائز نہیں۔ اور جو شخص کسی پیشگوئی کی تاویل کرتا ہے۔ وہ سچا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ اپنی ۶۔ اگست کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ:۔

"دنیا جانتی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کی تاویلات تحریفات کے درجے تک پہنچائی تھیں۔[ف] اس کا بدلہ انکو دنیا میں بھی ملنا تھا۔ جو علاوہ ان بے عزتیوں کے جو مخالفوں کے مقابلہ میں الہامی تحدیوں میں ناکام رہنے پر آپ کو نصیب ہوئیں۔ یہ ایک بڑی سزا ہے کہ انہوں نے جو خود پیشگوئی کی تھی کہ میرے بعد ایک مصلح پیدا ہوگا۔ اس پیشگوئی کی ایسی مٹی پلید ہوئی کہ آج چھ دعویدار اس کے موجود ہیں۔"

اس کے بعد اہلحدیث نے ان چھ کے نام لیکر ان میں سے ایک کے اشتہار کا کچھ اقتباس کیا ہے۔ ہم یہاں ان چھ دعویداروں میں سے کسی ایک کی صداقت وعدم صداقت پر بحث کرنا نہیں چاہتے۔ ہاں اہلحدیث کے بیان کردہ معیار کو واقعات کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں۔

اہلحدیث اس بات پر ناراض ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کی تاویل کی جس کا نتیجہ وہ یہ بتاتا ہے کہ خود ان کی ایک پیشگوئی کے مصداق کے چھ کس دعویداران پیدا ہو گئے۔ گویا دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیئے کہ مثلاً مسیح کے متعلق آنحضرت صلعم کی ایک پیشگوئی یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر یعنی وہ صلیب کو توڑیگا۔ اور خنزیر کو قتل کریگا۔ اب اہلحدیث کا ایمان ہے کہ جس وقت حضرت مسیح دنیا میں نازل ہونگے۔ وہ یا تو عیسائیوں کے گرجوں میں جا کر صلیب کی لکڑیوں کو توڑتے پھرینگے۔ اور یا سانسیوں کی طرح جنگلوں میں پھر کر سوروں کو قتل کریں گے۔

یہ وہ دو کام ہیں جو حضرت مسیح دنیا میں آکر کریں گے۔ اب اہل انصاف ذرا اس بات کو سوچیں اور غور کر کے دیکھیں کہ کیا یہ کام جو اہلحدیث ایک عظیم الشان نبی کے سپرد کرتا ہے اس نبی کی شایان شان ہے۔ آخر صلیبوں کی لکڑیوں کو توڑنا۔ اور سوروں کو مارتے پھرنا کوئی ایسا اعلےٰ کام ہے۔ جو حضرت مسیح کی بعثت ثانی کی اغراض میں سے بتایا گیا ہے اہلحدیث کے اصول کے مطابق ہم اس بات کے مجاز نہیں کہ اس پیشگوئی کی کوئی تاویل کریں کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اس بات پر ناراض ہیں۔ اور ان کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں اس لئے ناظرین خود ہی اس عظیم الشان کام کا اندازہ کریں۔ جو اس حدیث کے الفاظ کو حقیقت پر محمول کرنے اور تاویل سے اجتناب کرنے سے ایک نبی کے ذمہ باقی رہ جاتا ہے۔

فتفکروا وتوجروا۔

باقی رہا یہ امر کہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مصداق ہونے کے چھ کس دعویدار پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کی ان تاویلات کی جو حضرت مرزا صاحب نے کیں۔ سزا ہے۔ بہت اچھا صاحب مگر ذرا یہ بھی تو بتا دیجئے۔ کہ اس سے پیشتر جو صد ہا دعویداران مہدویت مختلف اوقات میں پیدا ہوتے رہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی پیشگوئیوں کو اپنے آپ پر چسپاں کرتے رہے۔ وہ بھی آنحضرت صلعم کی ان تاویلات کی جو کتب سابقہ کی پیشگوئیوں کو اپنے آپ پر چسپاں کرنے کے لئے آپ نے کیں۔ (نعوذ باللہ) بطور سزا ہی کے وارد ہوا ہوگا۔ کیونکہ اہل حدیث کا اصول ہے۔ کہ کسی کی پیشگوئی کے دعویدار پیدا ہونا اس کے لئے بطور سزا کے وارد ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کو بھی (نعوذ باللہ) اللہ تعالےٰ نے سزا دی۔ کیونکہ ان کی پیشگوئی متعلقہ مہدی و مسیح کے مصداق ہونے کے بہت سے دعویداران امت محمدیہ میں پیدا ہوئے۔ فی الحال اس ایک ایک بات کی طرف جو بطور نتیجہ وارد ہوتی ہے ارباب عقل کو توجہ دلانا کافی ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو پھر مزید حوالجات بھی پیش کر دیئے جائینگے باقی مخالفوں کے بالمقابل الہامی تحدیوں میں ناکام رہنے کا اعتراض قابل ثبوت ہے۔

اشاعت اسلام کالج لاہور کا داخلہ

عام اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ یکم اکتوبر سے اشاعت اسلام کالج کی ابتدائی کلاس کی پڑھائی جاری ہوگی جو طلباء جو کالج میں داخل ہونا چاہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ درخواستیں ۲۰۔ اگست ۱۹۱۵ء سے پہلے دفتر سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں بھیج دیں ہر ایک مسلمان اس کالج میں داخل ہو سکتا ہے جو آئندہ اشاعت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنا چاہتا ہو دار خلہ کے لئے مفصلہ ذیل شرائط ضروری ہیں۔

(۱) انٹرنس کا امتحان پاس ہو۔ جن طلباء نے اس امتحان میں عربی کا مضمون بھی لیا ہوگا ان کو ترجیح دیجائیگی۔

(۲) مولوی فاضل یا منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی یا اس کے برابر کا امتحان پاس ہو۔ اور امتحان میں انگریزی بھی لی ہو۔

کالج کی پڑھائی دو سال کی ہے جو طالب علم اپنے اخراجات کی وسعت نہیں رکھتے۔ ان کے کل اخراجات انجمن بصورت وظیفہ دیتی ہے جسکی تعداد ۱۲ روپیہ سے ۲۰ روپیہ ماہوار تک ہے اور کالج سے پاس ہونے کے بعد کامیاب طلباء کو واعظ مقرر کر کے ہندوستان و دیگر ممالک میں بھیجتے ہیں۔ درخواستیں جہاں تک جلدی ممکن ہو موصول ہونی چاہئیں۔

(نوٹ) مدراس۔ بنگال کے طلباء کے لئے جو کنڑی۔ تلیگو یا بنگالی جاننے والے ہوں داخلہ میں خاص رعایت بھی دی جا سکتی ہے۔

(خاکسار مرزا یعقوب بیگ
آنریری سکریٹری احمدیہ انجمن
اشاعت اسلام لاہور)

ف یہ فقرہ قابل تشریح ہے کیا ہر کسی پیشگوئی کے معنوں کی تاویل کرنا اسکو تحریفات کے درجہ تک پہنچانا ہوتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کیا مرزا صاحب نے ہر پیشگوئی کی تحریف کی۔

مہدی و مسیح کے متعلق آنحضرت صلعم کی پیشگوئیاں

اور

اہلحدیث

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنے اس جبلی بغض اور حسد کی وجہ سے جو انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے بعض اوقات ایسی لا یعنی باتوں پر اتر آتے ہیں کہ جو واقعات اور عقل و نقل کے سراسر خلاف ہونے کے ساتھ خود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی ذات پر بھی اعتراض پیدا کرنے والی ہوتی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت میں ایک مسیح و مہدی کے پیدا ہونے کی پیشگوئی کی تھی۔ اور اس کی چند علامات بھی بتا دی تھیں۔ اس پیشگوئی کا مصداق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو بتایا۔ اور ان علامات کو بھی اپنے پر ہی منطبق ثابت کیا۔ ان کا یہ اطلاق صحیح تھا یا غلط۔ اس کے متعلق اہلحدیث ہمیں ایک معیار بتاتا ہے اور افسوس ہے .... کہ ایسا معیار بتاتا ہے۔ جو تمام سلسلہ نبوت کو نیست و نابود کر دینے والا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ پیشگوئیوں کی تحویل کرنی جائز نہیں۔ اور جو شخص کسی پیشگوئی کی تاویل کرتا ہے وہ سچا نہیں ٹھہر سکتا۔ چنانچہ وہ اپنی ۶۔ اگست کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ:۔

"دنیا جانتی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کی تاویلات تحریفات کے درجے تک پہنچائی تھیں۔* اس کا بدلہ انکو دنیا میں بھی ملنا تھا۔ جو علاوہ ان بے عزتیوں کے جو مخالفوں کے مقابلہ میں الہامی تحدیوں میں ناکام رہنے پر آپ کو نصیب ہوئیں۔ یہ ایک بڑی سزا ہے کہ انہوں نے جو خود پیشگوئی کی تھی کہ میرے بعد ایک مصلح پیدا ہوگا۔ اس پیشگوئی کی ایسی مٹی پلید ہوئی کہ آج چھ دعویدار اس کے موجود ہیں۔"

اس کے بعد اہلحدیث نے ان چھ کے نام لیکر ان میں سے ایک کے اشتہار کا کچھ اقتباس کیا ہے۔ ہم یہاں ان چھ دعویداروں میں سے کسی ایک کی صداقت و عدم صداقت پر بحث کرنا نہیں چاہتے۔ ہاں اہلحدیث کے بیان کردہ معیار کو واقعات کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں۔

اہلحدیث اس بات پر نارض ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کی تاویل کی۔ جس کا نتیجہ وہ یہ بتاتا ہے کہ خود ان کی ایک پیشگوئی کے مصداق کے چھ کس دعویداران پیدا ہو گئے۔ گویا دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیئے کہ مثلاً مسیح کے متعلق آنحضرت صلعم کی ایک پیشگوئی یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر یعنی وہ صلیب کو توڑیگا۔ اور خنزیر کو قتل کریگا۔ اب اہلحدیث کا ایمان ہے کہ جس وقت حضرت مسیح دنیا میں نازل ہونگے۔ وہ یا تو عیسائیوں کے گرجوں میں جا کر صلیب کی لکڑیوں کو توڑتے پھرینگے۔ اور یا سانسیوں کی طرح جنگلوں میں پھر کر سوروں کو قتل کریں گے۔

یہ وہ دو کام ہیں جو حضرت مسیح دنیا میں آکر کریں گے۔ اب اہل انصاف ذرا اس بات کو سوچیں اور غور کر کے دیکھیں۔ کہ کیا یہ کام جو اہلحدیث ایک عظیم الشان نبی کے سپرد کرتا ہے اس نبی کی شایان شان ہے۔ آخر صلیبوں کی لکڑیوں کو توڑنا۔ اور سوروں کو مارتے پھرنا کونسا ایسا اعلےٰ کام ہے۔ جو حضرت مسیح کی بعثت ثانی کی اغراض میں سے بتایا گیا ہے۔ اہلحدیث کے اصول کے مطابق ہم اس بات کے مجاز نہیں۔ کہ اس پیشگوئی کی کوئی تاویل کریں کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اس بات پر نارض ہیں۔ اور ان کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں اس لئے ناظرین خود ہی اس عظیم الشان کام کا اندازہ کریں۔ جو اس حدیث کے الفاظ کو حقیقت پر محمول کرنے اور تاویل سے اجتناب کرنے سے ایک نبی کے ذمہ باقی رہ جاتا ہے۔

فتفکروا وتوجروا۔

باقی رہا یہ امر کہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مصداق ہونے کے چھ کس دعویدار پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کی ان تاویلات کی جو حضرت مرزا صاحب نے کیں۔ سزا ہے۔ بہت اچھا صاحب مگر ذرا یہ بھی تو بتا دیجئے۔ کہ اس سے پیشتر جو چھ دعویداران مہدویت مختلف اوقات میں پیدا ہوتے رہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہی پیشگوئیوں کو اپنے آپ پر چسپاں کرتے رہے۔ یہ بھی آنحضرت صلعم کی ان تاویلات کی جو کتب سابقہ کی پیشگوئیوں کو اپنے آپ پر چسپاں کرنے کے لئے آپ نے کیں۔ (نعوذ باللہ) بطور سزا ہی کے وارد ہوا ہوگا۔ کیونکہ اہل حدیث کا اصول ہے۔ کہ کسی کی پیشگوئی کے دعویدار پیدا ہونا اس کے لئے بطور سزا کے وارد ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کو بھی (نعوذ باللہ) اللہ تعالے نے سزا دی۔ کیونکہ ان کی پیشگوئی متعلقہ مہدی و مسیح کے مصداق ہونے کے بہت سے دعویداران امت محمدیہ میں پیدا ہوئے۔ فی الحال اس ایک ایک بات کی طرف۔ جو بطور نتیجہ وارد ہوتی ہے۔ ارباب عقل کو توجہ دلانا کافی ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو پھر مزید حوالجات بھی پیش کر دیئے جاینگے باقی مخالفوں کے بالمقابل الہامی تحدیوں میں ناکام رہنے کا اعتراض قابل ثبوت ہے۔

اشاعت اسلام کالج لاہور کا داخلہ

عام اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ یکم اکتوبر سے اشاعت اسلام کالج کی ابتدائی کلاس کی پڑھائی جاری ہوگی جو طلباء جو کالج میں داخل ہونا چاہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ درخواستیں ۲۰۔ اگست ۱۹۱۵ء سے ماقبل دفتر سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں بھیجدیویں ہر ایک مسلمان اس کالج میں داخل ہو سکتا ہے جو آئندہ اشاعت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنا چاہتا ہو داخلہ کے لئے مفصلہ ذیل شرائط ضروری ہیں۔

(۱) انٹرنس کا امتحان پاس ہو۔ جن طلباء نے اس امتحان میں عربی کا مضمون بھی لیا ہوگا ان کو ترجیح دیجائیگی

(۲) مولوی فاضل یا منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی یا اس کے برابر کا امتحان پاس ہو۔ اور امتحان میں انگریزی بھی لی ہو۔

کالج کی پڑھائی دو سال کی ہے جو طالب علم اپنے اخراجات کی وسعت نہیں رکھتے۔ ان کے کل اخراجات انجمن بصورت وظیفہ دیتی ہے جس کی تعداد ۱۲ روپیہ سے ۲۰ روپیہ ماہوار تک ہے اور کالج سے پاس ہونے کے بعد کامیاب طلباء کو باقاعدہ مقرر کر کے ہندوستان و دیگر ممالک میں بھیجتے ہیں۔ درخواستیں جہاں تک جلدی ممکن ہوں موصول ہونی چاہئیں۔

(نوٹ) مدراس۔ بنگال کے طلباء کے لئے جو کنٹری تلیگو یا بنگالی جاننے والے ہوں داخلہ میں خاص رعایت بھی دی جا سکتی ہے۔

(خاکسار مرزا یعقوب بیگ
آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن
اشاعت اسلام لاہور)

* یہ فقرہ قابل تشریح ہے۔ کیا کسی پیشگوئی کے معنوں کی تاویل کرنا اسکو تحریفات کے درجہ تک پہنچانا ہوتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کیا مرزا صاحب نے کسی پیشگوئی کی تحریف کی۔

تار برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

(شملہ ۲ اگست) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو سیکرٹری آف سٹیٹ سے ذیل کا برقی پیغام مورخہ ۵ اگست موصول ہوا ہے:۔

محاربات یولینڈ:۔ روسی برزسا اور آیون گوراڈ کی بیرونی لائنوں سے پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ لیکن وہ دیگر مقامات پر آسٹرو جرمن جارحانہ کارروائی کا جم کر مقابلہ کر رہے ہیں۔

صوبجات بالٹک میں دریائے ڈسا پر گنگ اور ریگا کی سمت میں ۳ اگست کو معرکے وقوع میں آئے۔ جرمن کہتے ہیں۔ کہ ہماری سپاہ ضلع کیونو سکی میں پہنچ گئی ہے۔ جو یوانی ویزر سے ۳۰ میل شرق کو ہے۔

ایک روسی سرکاری اطلاع سے ظاہر ہے کہ ۳ اگست کو دریائے نیرید پر رو میوں شئےلومزا اور کولنو کی سمت میں مسلسل حملے پسپا کئے۔ خچرالذکر لومزا سے ۲۰ میل بجانب شمال مغرب ہے۔ لیکن نرکوا اور میرنیو کے مقام انقال کے قریب روسی جوانمردی سے لڑتے ہوئے وارسا کے مغرب کی طرف نئی جگہ پر ہٹ گئے۔ روسی احکام کے مطابق بادلی ناز زرائن کے محاذ سے پسپا ہو کر وارسا کے مورچے کی طرف آ رہے ہیں۔ یہ نقل و حرکت غنیم کی مزاحمت کے بغیر عمل میں آئی۔

ایک مجوزہ تجویز کے مطابق روسی دریائے وسچولا کے بائیں کنارے پر آیون گوراڈ کے سامنے اینڈوا زکوبٹرج چھوڑ کنارے سے ہیں۔ جرمن سپاہ نے جو دریائے وسچولا کو آیون گوراڈ کے شمال مغرب میں عبور کر گئی تھی ۳ اگست کو پر زور اور بے سود حملے کئے۔ اور پیشقدمی کی بیفائدہ کوشش کی۔

جانبازی کی انتہا:۔ وسچولا اور بگ کے مابین ... پر غنیم قابض ہے۔ وہاں غنیم نے کثیر افواج سے جبیل ڈراؤف کے نزدیک روسی محاذ کو چیرنے کی کوشش کی۔ یہ مقام لیتیزنا کے محاذ سے ۳ میل شمال مشرق کو ہے۔ یہاں جنگ جانبازی کی انتہائی صورت اختیار کر گئی جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ دن بھر روسی خندقوں پر غنیم کے گولوں کی بارش ہوتی رہی لیکن روسی بہت مستقل مزاج رہے۔ اور گولوں سے گڑھوں میں پناہ لیتے رہے۔ نیز انہوں نے غنیم کی کثیر افواج کے حملے بہادری سے اور سینہ بسینہ پسپا کئے۔ ساتویں رات کے وقت لشکر در جنگی شجاعت سے جارحانہ کارروائی شروع کر دی جس سے جرمنوں کی گنجان صفیں شکست کھا گئیں۔ اور بے ترتیبی سے پسپا ہو گئیں۔

ایک جرمن سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ۳ اگست

کی صبح سے روسی وسچولا اور بگ کے درمیان شمال کی طرف پسپا ہو رہے ہیں۔ علاوہ ازیں آسٹی لوگ کے نزدیک بگ کے مشرق کو اور ولاڈی والسکی کے نواح میں بھی روسی ہٹ رہے ہیں۔

فرانسیسی کہتے ہیں۔ کہ ہم نے ارگون میں غنیم کے دو حملے پسپا کئے۔ اور دستی گولوں وغیرہ سے جنگ ہوئی

اطالوی محاذ پر کوئی اہم تغیر واقع نہیں ہوا۔ اگرچہ بہت سے حملے جاری ہیں۔

مسٹر بالفور نے ایک قومی جلسے میں برطانیہ کے بحری تفوق کی قدر و قیمت پر زور دیا۔ اور کہا کہ ہماری دفاعی عمارت کی بنیاد محض اس امر پر واقع ہے کہ ان مہینوں میں حلیفوں کو بحری تفوق حاصل رہا ہے

ولیعہد جرمنی کے نقصانات:۔ (لندن ۵ اگست) ولیعہد جرمنی ارگون پر بے سود حملے کر کے اپنی بہترین سپاہ کو کام میں لا رہا ہے۔ یہاں جنگلوں میں شدید لڑائیاں ہوئی ہیں۔ اور جرمنوں نے زہریلی گیس اور سیال آتش استعمال کی جرمنوں کو فرانسیسی توپوں کی خوفناک آتشباری سے عظیم نقصانات پہنچے۔

پیرس۔ فرانسیسیوں کو بانارسے سپیتہ میں ایک تازہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جہاں ۹۰ جرمن قیدی گرفتار کئے گئے تھے۔ اس سے فرانسیسی پیدل فوج کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے۔ فوج مذکور جرمنوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ ایک جرمن حملے کے بعد ایک پہاڑی کے ڈھلوانوں پر سے ہزار سے زیادہ جرمن لاشے اٹھائے گئے تھے۔ فرانسیسیوں کے صرف ۴ مقتول اور ۲۵ مجروح ہوئے تھے۔

خونریز معرکے:۔ (لندن ۶ اگست) پیرس کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ مغرب میں توپوں نے متوسط درجے کی سرگرمی دکھائی۔ ارگون کے علاقے میں بموں سے جنگ نہایت خونریز تھی۔ واسجز کے معرکوں میں ان چوٹیوں پر جو دریائے فجیٹ پر حاوی ہیں غنیم نے ایک مورچہ بند مکان پر قبضہ کر لیا۔ لیکن جوابی حملے سے فوراً نکال دیا گیا۔ ہمارے شرپنل گولوں نے جرمنوں کو شدید نقصان پہنچایا۔

برطانی جہازوں کی غرقابی:۔ (لندن ۶ اگست) برطانی سٹیمر کا سٹلر وغرق کر دیا گیا ہے۔ اس کا صرف ایک آدمی ڈوبا ہے۔ دوسرا آدمی مفقود الخبر ہے۔

۶ اگست۔ لورپول کا جہاز یور ملیا غرق کر دیا گیا ہے۔ ۱۴ جانیں بچا لی گئیں۔

امارت بحری نے اعلان کیا ہے کہ ہفتہ مختتمہ ۴ اگست میں ۶ تجارتی جہاز اور ۱۰ ماہی گیر جہاز ڈبوئے گئے ہیں۔

پیٹروگراڈ کی سرکاری اطلاع:۔ (لندن ۴ اگست) پیٹروگراڈ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر

ہے۔ کہ روسی احکام موصولہ کے بموجب بلونی نئیا زیلیا کے محاذ سے ہٹ کر وارسا کے مورچوں کی طرف چلے گئے ہیں۔ غنیم نے کوئی مزاحمت نہیں کی

جرمنوں نے یونی ویزر کے مشرق کو اپنی افواج جمع کر کے جوابی جارحانہ کارروائی شروع کر رکھی ہے۔ یہاں کچھ دنوں سے جنگ کا پلہ زیر و زبر ہوتا رہا ہے کو لنو اور لومزا کی سمت میں جو نیرید کے محاذ پر ہے غنیم کے مسلسل حملے پسپا کئے گئے لیکن آسٹرو لنکا کے حملہ میں روسی لڑتے لڑتے ایک جدید محاذ کی طرف ہٹ گئے۔ جو جرمن نائیڑوور کے نواح میں وارسا اور آیون گوراڈ کے مابین وسچولا کو عبور کر گئے تھے۔ انہوں نے ۳ اگست کو متعدد حملے کئے۔ اور آگے بڑھنے کی بے سود کوشش کی۔

آیون گوراڈ کے نواح میں روسی جنگی کارروائیوں کی تجویز کے مطابق دریائے وسچولا کے بائیں کنارے پر اپنے محاذ کو رفتہ رفتہ چھوڑا کر رہے ہیں۔ غنیم کی افواج کثیر نے دیپز کے بائیں کنارے پر جولم اور والڈ وا کے درمیان ۳ اگست کو روسی محاذ کو چیر ڈالنے کی کوشش کی۔ یہاں جنگ بے انتہا خونریز ہوئی ۴۰ روسی توپخانے اور ... گولوں کی بارش میں تمام دن اپنی خندقوں میں جمع رہے۔ رات کے وقت انہوں نے جوابی حملہ کیا۔ جو جرمنوں کی ٹڈی دل فوج کو شکست دی۔ جو بے ترتیبی سے پسپا ہو گئی۔

محاربہ لینڈ کے متعلق جرمن رپورٹیں:۔ (لندن ۴ اگست) ہاسٹرڈم۔ جرمن تسلیم کرتے ہیں کہ واسجز میں ہمیں نقصان پہنچا ہے۔ لیکن برلن کی سرکاری اطلاع میں نہایت اہم حملہ یہ ہے ہینڈاد کے محاذ کے ساتھ ساتھ اور وارسا کے سامنے جنگ خفیف نوعیت کی ہے۔"

جرمنوں کا دعوے ہے کہ ہم نے شمالی علاقے میں قدرے ترقی کی ہے۔ لیکن جنرل وڈرشی کی فوج آیون گوراڈ کے شمال میں پہنچ کر قطعاً رکی ہوئی ہے۔ اطلاع مذکور میں یہ بھی لکھا ہے کہ جنرل لان کیولس نے آیون گوراڈ کے مغربی محاذ پر کامیابی حاصل کی اور جنرل میکنسن کو پھر شدید مزاحمت پیش آئی۔ جرمن کہتے ہیں۔ کہ ہمیں ایک دن کی جنگ کے بعد کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ نیز روسی نئے مورچوں میں جمتے جاتے ہیں لیکن اطلاع مذکورہ میں لمبے لمبے اور قلیل التعداد قیدیوں کی گرفتاری سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنوں کو کوئی بڑی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

ہنگامہ میکسیکو کے تصفیہ کی تجویز:۔ (لندن ۴ اگست) واشنگٹن۔ ارجنٹائن۔ برازیل۔ چلی۔ گواٹیمالا۔ بولیویا۔ اور یوروگوئی نے پریزیڈنٹ ولسن کی یہ دعوت قبول کر لی ہے۔ کہ ہنگامہ میکسیکو کو ختم کرنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۱۵ء نمبر ۱۴

عادات کا اثر اعتقادات پر

گذشتہ سے پیوستہ

ذبیحہ بقر اور بنی اسرائیل

گذشتہ اشاعت میں مسلمانوں کے عام حالات پر نظر ڈالکر یہ بتایا گیا تھا۔ کہ مسلمانوں کے تمدن پر ہندوانہ رسوم و رواج کا کتنا نمایاں اثر پڑ رہا ہے۔ اب ہم ذبیحہ بقر کے خاص بحث کیطرف رجوع کرکے یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اسبارہ میں بعض مسلمانوں کا طرز عمل کسقدر نادرست ہے اور ان کا قدم کس طرح سے رفتہ رفتہ افراط کی طرف چلا جارہا ہے۔

قوموں کی گذشتہ تاریخ آیندہ زندگی کے لئے ایک رہبر کا کام دے سکتی ہے۔ اور گذشتہ نقائص آیندہ خوبیوں کا موجب ہو سکتے ہیں۔ لیس ہمارے لئے ضروری ہے کہ کسی مسئلہ کے مفید و مضر پہلوؤں پر غور کرنے سے پہلے قوموں کی گذشتہ تاریخ پر بھی ایک نظر ڈال لیا کریں۔ قرآن کریم نے بار بار پہلی امتوں کے قصے دہرا کر ہمیں اس اصل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور گذشتہ قصص و روایات سے فائدہ اٹھانے کی نصیحت کی ہے۔ وہ ہمیں کوئی مسئلہ سمجھانے اور اسکے نفع و نقصانات سے واقف کرنے کے لئے اس کے متعلق کسی گذشتہ قوم کا طرز عمل اور اس کے نتائج بتاتا ہے اور پھر آخر میں نہایت لطافت اور خوبصورتی کیساتھ ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الالباب کہکر ہمیں ان پر غور و فکر کرنے اور اس مسئلہ کے مضر پہلوؤں کو ترک کرنے اور مفید پہلوؤں پر عمل کرنے کی ترغیب دلاتا ہے یہی روش فرقان حمید نے مسئلہ زیر بحث کو سمجھانے کے لئے بھی اختیار کی ہے۔ اور قوم بنی اسرائیل کا حال بیان کرتے ہوئے ان کی اس حالت کا ذکر کیا ہے۔ جب کسی شخص سامری نے ان کو ایک بچھڑا بنا کر دیا۔ اور انہوں نے باوجود ایک نبی کی معیت کے جھٹ پٹ اس کی پرستش شروع کردی۔ اور ذرا بھی اس موحدانہ تعلیم کی پروا نہ کی جو اس نبی نے ان کو دی تھی۔ بنی اسرائیل کی قوم حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر میں شاہانہ حیثیت میں داخل ہوتی ہے۔ اور ایک مدت تک وہاں آباد رہنے کے بعد گردش ایام سے اُسے تخت شاہی کو چھوڑ ظلم و ستم کا تختۂ مشق بننا پڑتا ہے فراعین مصر انہیں ایک اجنبی قوم پاکر انکے ساتھ غلامانہ برتاؤ کرتے ہیں اور طرح طرح کی خدمات اُن سے لیتے ہیں۔ اس غلامانہ زندگی میں انہوں نے آباؤ اجداد کے مذہب کو کس حد تک قائم رکھا۔ اور اُن کے تمدن پر اسکا کیا اثر ہوا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے۔ کہ وہ رفتہ رفتہ خدائے واحد کی پرستش سے غافل ہوکر انہیں فراعنہ کے مذہب پر عامل ہوتے چلے گئے۔ اُنہوں نے خدا رسیدہ لوگوں کی صحبت سے محروم ہونے اور اپنے اردگرد بسنے والے فراعنہ کے مشرکانہ طرز عمل کو دیکھ دیکھ کر بالآخر خود وہی روش اختیار کرلی اور دین حنیف کو بالکل بھلا دیا۔ اس غلامانہ حالت میں اصلی باشندگان مصر کے ظلم و ستم سے وہ ازحد تنگ آگئے۔ اور یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم (وہ تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے) کا دردانگیز نقشہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ ہاں جب مصریوں نے اُنکے مردوں کو ذبح کرنے کے ساتھ اس ابراہیمی ملت کے مردانہ صفت عقائد توحید کو بھی شرک کی کند چھری کیساتھ ذبح کرنا شروع کیا۔ تو خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی۔ اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کے ذریعہ اس مُردہ قوم کو پھر زندہ کیا جاتا ہے اور دین حنیف کو دوبارہ ان میں رائج کرنے کی طرح ڈالی۔ اللہ اللہ وہ بھی کیا عجیب سماں تھا۔ جب سرزمین مصر میں چار سو تیس برس تک آباد رہنے کے بعد بنی اسرائیل کے چھ لاکھ نفوس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام طرح طرح کی مشکلات و تکالیف سے لیکر باہر نکلتے ہیں اور انہیں توحید الٰہی کا دل افروز سبق پڑھاکر وہی حاکمانہ اقتدار حاصل کرنے اور ملک کنعان کو فتح کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ مگر آہ! یہ وہ وقت تھا کہ بت پرستی اور گاؤ پرستی نے (جو ملک مصر کا ایک بہت پرانا دستور تھا) ان کو اپنا غلام بنا رکھا تھا اور اگرچہ فراعنہ مصر کی غلامی سے اب وہ نکل چکے تھے۔ لیکن مذہب فراعنہ انکے ریزہ ریزہ میں سرایت کرچکا تھا۔ کہ اس کی غلامی سے باہر آنا انکے لئے اگر ناممکن نہیں۔ تو محال ضرور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں جاتے جاتے راستہ میں ایک قوم کو بتوں کی پرستش کرتے ہوئے وہ دیکھتے ہیں۔ تو وہی غلامانہ خیالات ان کے دماغ میں پھر عود کر آتے ہیں اور وہ فوراً اُنکار اُٹھتے ہیں۔

یا موسیٰ اجعل لنا الٰها کما لهم اٰلهة

اے موسے ہمیں بھی ایسے ہی معبود بنا دیجئے جیسا کہ ان لوگوں کے پاس ہیں۔ اس سوال کا کیا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیا۔ فرمایا۔

قال انکم قوم تجهلون ان هؤلاء متبر ما هم فیه وبٰطل ما کانوا یعملون۔ قال اغیر الله ابغیکم الٰها وهو فضلکم علی العالمین۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم تو جاہل قوم ہو تحقیق یہ دین باطل کے پیرو ہیں اور انکے عمل بھی باطل ہیں۔ پھر کہا (حضرت موسیٰ نے) کیا میں تمہارے لئے اللہ کے سوائے اور معبود چاہوں حالانکہ اس نے تمہیں جہان پر فضیلت دی ہے۔

اللہ اللہ جس حقیقت و صداقت کا اظہار حضرت موسے علیہ السلام نے اس پاک کلام میں کیا ہے۔ اور جن براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ ان نہایت مختصر الفاظ میں اپنی مخاطب قوم کو قائل کرنا چاہا ہے وہ بت پرستی و مشرکانہ توہمات کیلئے ایک خنجر قاتل کا کام دے سکتے ہیں اور ایک عقلمند قوم ان سے فائدہ اٹھاکر ترقی و اقتدار کے اوج کمال پر پہنچ سکتی ہے۔ حضرت موسے علیہ السلام نے وهو فضلکم علی العالمین کہکر بتادیا کہ بت پرستی اس حاکمانہ اقتدار کے جو اللہ تعالیٰ تمہیں بخشنا چاہتا ہے سخت منافی ہے۔ اور کوئی قوم جو بتوں کے آگے سجدہ کرتی ہو کبھی فضیلت تابت نہیں ہوسکتی۔ لیکن آہ! وہ قوم جسکے رگ و ریشہ میں بت پرستی سرایت کرچکی تھی جو صدیوں سے انہی عادات قبیحہ میں مبتلا ہوکر اپنے موحدانہ اعتقادات کو بالکل کھو چکی تھی۔ اور اسی لئے بالآخر اب یہی مذموم حرکات اسے مرغوب خاطر تھیں۔ کب چین لے سکتی تھی اور اپنے غلامانہ افعال کو ترک کرکے سچا عاقلانہ روش کیسے اختیار کرسکتی تھی۔ اس لئے ان کا دامنگیر موسی کا جواب (اُنھا) ان کا ... نہ چھوڑنا تھا۔ نہ چھوڑا۔ اور ذرا اور آگے جاکر جب ان کے نبی نے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوکر ان کے لئے احکام شرعیہ حاصل کرنے چاہے جن پر کاربند ہوکر وہ عروج حاصل کریں۔ تو اس کی غیر حاضری میں باوجود ہارون علیہ السلام کی موجودگی کے انہی پرانے مصری اعتقادات پر عامل ہونا شروع کردیا۔ اور قرآن کریم کے الفاظ میں

واتخذ قوم موسیٰ من بعده من حلیهم عجلا جسدا له خوار الم یروا انه لا یکلمهم ولا یهدیهم سبیلا۔ اتخذوه وکانوا ظالمین

قوم موسے نے اس کی عدم موجودگی میں اپنے گہنوں سے ایک بچھڑا بنایا۔ جس کی گائے کی سی آواز تھی۔ کیا انہوں نے نہ دیکھا۔ کہ وہ ان سے نہ تو کلام کرتا۔ اور نہ راستہ دکھاتا ہے۔ اسے انہوں نے پکڑ لیا (معبود) اور وہ ظالم تھے۔ الغرض بنی اسرائیل ایک مدت تک مصر میں رہکر وہاں گائے کی محبت کے عادی ہوگئے تھے۔ جسکا اثر انکے اعتقادات پر یہ ہوا کہ وہ اس کی پرستش کرنے لگ گئے۔

(باقی)

آیندہ اشاعت میں عید الفطر۔ صدقۃ الفطر اور عید نمبر یہ ایک ضروری مضمون ہدیہ ناظرین ہوگا۔

نوٹ اور رائیں

وہ لوگ جاپان میں آئیں جو مذہب کی اشاعت کرنا چاہتے ہوں

جاپان سے ایک عرصہ سے مذہبی رجحان بالخصوص اسلامی روح حیات کی دل آویز آوازیں آرہی ہیں۔ ان آوازوں کا سب سے پہلے آریہ صاحبان نے خیر مقدم کہا اور ۱۹۰۵ء میں لاہور میں جاپانی زبان سکھانے کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ سے کتنے طالب علم فارغ التحصیل ہوکر باہر نکلے۔ اس کا تو ہمیں علم نہیں ہاں ایک آریہ اخبار کے ایڈیٹر کی جاپان سے آئی ہوئی چٹھی سے ظاہر ہوتا ہے کہ جاپان میں ان لوگوں کا دم قدم موجود ہے۔ اس آریہ مہاشے نے اپنی چٹھی میں یہ بتایا ہے۔ کہ جاپان میں کن لوگوں کو آنا چاہئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جاپان میں وہ لوگ آئیں جو کہ تجارت کرنا چاہیں۔ یا وہ لوگ جاپان میں آئیں۔ جو مذہب کی اشاعت کرنا چاہتے ہوں" اس فقرہ کے خط کشیدہ الفاظ مسلمانوں کی خاص توجہ اور غور کے قابل ہیں۔ گذشتہ چند سالوں میں اگرچہ مسٹر برکت اللہ صاحب نے اپنے مواعظ حسنہ کے ذریعہ اسلام کا پاک پیغام جاپانیوں کو پہنچانے کی کوشش کی۔ اور بعض سعید فطرت نفوس نے ان کی اس دعوت کو قبول بھی کیا۔ لیکن جاپان کے حالات اس بارہ میں ایک خاص جد و جہد اور کوشش کو چاہتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ قابل ترین مبلغین اسلام کا ایک وفد جاپان میں بھیجا جائے۔ جو وہاں کے حالات کو مطالعہ کرنے کے بعد مناسب صورت میں تبلیغ اسلام کی طرح ڈالے۔ مجھے یاد ہے۔ کہ ۱۹۰۵ء میں ہی جب شاہ جاپان کا رُخ خاص طور پر اسلام کی طرف بتایا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خصوصیت کیساتھ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کو مخاطب کرکے فرمایا تھا۔ کہ "جاپان کے لئے ایک کتاب لکھو" حضرت مسیح موعود کے اس حکم کو اگرچہ بعد کے پیدا ہونیوالے حالات نے معرض التوا میں ڈالدیا۔ لیکن ہمیں یقین رکھنا چاہئے۔ کہ اس خدا کے برگزیدہ کی یہ پاک خواہش اور اس کا یہ حکم انشاء اللہ پورا ہوکر رہیگا۔

تبلیغی ٹریکٹ سندھی زبان میں

شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور اپنے دل میں اسلام کا خاص درد اور جوش رکھتے ہیں۔ انہوں نے گذشتہ چند سالوں میں وعظوں اور ٹریکٹوں کے ذریعہ سے سکھوں میں تبلیغ اسلام کے لئے خاص طور پر جد و جہد کی ہے جس کا ذکر بارہا پیغام صلح میں بھی کیا جاچکا ہے اندنوں شیخ صاحب کی توجہ سندھ کے نانک پنتھیوں کی طرف خاص طور پر ہے۔ جس کی وجہ شیخ صاحب کے چند لیکچروں پر ان لوگوں کا اسلام کیطرف اپنی رغبت ظاہر کرنا ہے۔ اس کام کو ایک اعلےٰ اور مستقل پیمانہ پر چلانے کے لئے شیخ صاحب وقتاً فوقتاً عام تحریکات کے ذریعہ مسلمانوں کو جگاتے رہتے ہیں۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ کہ انہوں نے نانک پنتھیوں میں تبلیغ اسلام کے لئے ایک انجمن قائم کرنے کی تحریک کی تھی اور ایک گشتی چٹھی کے ذریعہ سے اس تحریک کو تمام اسلامی اخبارات میں طبع کراکر جمیع مسلمانان سے امداد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن قادیان کے بعض تنگدل اخبارات نے ان کی اس وسیع القلبی کو ان تعلقات کے منافی پاکر جو موجودہ قادیانی گدی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اس کارِ خیر میں انہیں دیگر مسلمانوں کو شامل کرنیسے روکا۔ اور ویسی ہی تنگدلی اختیار کرکے جو موجودہ قادیانی اخبارات کا شیوہ ہے۔ انہیں انجمن ترقی اسلام کے ماتحت کام کرنے کی تحریک کی۔ جس کو انہوں نے طوعاً و کرہاً قبول بھی کرلیا۔ گو بمصداق نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی ان کی اس قبولیت پر تاحال کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔ اب پھر انہوں ایک سرکلر لیٹر کے ذریعہ ایک ضخیم سندھی کتاب کی طبع و اشاعت کے لئے عام امداد کی خواہش کی ہے۔ یہ کتاب ایک سندھی آریا کے کسی ٹریکٹ کے جواب میں شیخ صاحب کے زیر تصنیف ہے۔ اور جہاں تک شیخ صاحب کے نام سندھ سے آئی ہوئی چٹھیوں سے پتہ لگتا ہے۔ اس کی کثیر اشاعت کی از حد ضرورت ہے اور اگر قادیان کے انہی تنگدل لوگوں نے شیخ صاحب کو بھی تنگدلی کی طرف مائل نہ کردیا۔ تو ہمارے خیال میں ذی مقدرت اصحاب کا اس کام میں ان کی امداد کرنا بیجا نہ ہوگا۔

حضرت مولینا مولوی صدر الدین صاحب

اپنی ایک تازہ چٹھی بنام "ہمدرد" میں انگلستان کے اس گھرانے کا حال لکھتے ہوئے جس کا ذکر پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہوچکا ہے۔ رقمطراز ہیں کہ: "اہلیہ میجر لیگ کا اخلاص اور اسلامی تعشق اور گھر کی یہ شان اور وسط لنڈن میں حسب قدر تعجب انگیز تھی اسی قدر فرحت افزا بھی تھی۔ یہ خاتون بہت بڑے پایہ کی ہیں ان کے والد ماجد سلیم فارحی فرانس میں قونسل تھے ان کے علاوہ وہ بزرگ ہیں جو الجوائب کے ایڈیٹر تھے۔ اور بہت سی اعلیٰ درجہ کی مذہبی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی عربی گرامر آکسفورڈ یونیورسٹی میں کورس ہے۔ ان کی ایک کتاب جس کا نام سر اللیالی ہے۔ علم لغت اور علم فلالوجی میں سب سے اعلیٰ پایہ رکھتی ہے۔ اس کتاب کو میں نے اول مرتبہ قادیان کے اس بینظیر کتب خانہ میں دیکھا۔ جو زر کثیر کے صرف سے حضرت استاذی فاضل جلیل عالم ادب عربیہ و عالم نبیل علم قرآن و حدیث حکیم شاہی حاجی الحرمین الشریفین حضرت خلیفۃ المسیح حضرت مولینا مولوی نور الدین صاحب طاب اللہ ثراہٗ و رفع اللہ مقامہ فی العلیین نے جمع کیا۔ اس قلیل عرصہ میں دو تین مرتبہ مسجد و کنگ میں معہ اپنے شوہر کے جو اسوقت ایک دستہ فوج کے میجر ہیں۔ اور جنہیں انہوں نے شادی کرنیسے پیشتر خود مسلمان کیا۔ تشریف لائیں۔ انکے شوہر کا نام میجر نور جمال الدین ہے۔ ان کے بڑے صاحبزادے کا نام احمد ہے صاحبزادی کا نام صفیہ ہے۔ چھوٹے صاحبزادے کا نام سلیم اور سب سے چھوٹے صاحبزادے کا نام مجھ سے رکھوایا۔ اسکا نام جمیل ہے۔ ان کی دادی صاحبہ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جو یہ ناکمل چھوڑ کر محبوب حقیقی کے پاس تشریف لے گئی ہیں۔ اس کا نام ہے روح اسلام۔

دادا صاحب کی کتاب تناقض انجیل بھی ابھی طبع نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے۔ یا اس گھر کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ تو یہ کتابیں شائع ہوکر انشاء اللہ مفید ثابت ہونگی۔ اس کے علاوہ ایک ایک پروفیسر کی تجدید اسلام کی خوشخبری ہے جو آپ تک پہنچاتا ہوں۔ پروفیسر نور الدین سٹیفن تھوڑی خط و کتابت کے بعد تجدید اسلام کی ہے۔ اور اس رسالہ اگست کیلئے انہوں نے ایک عالمانہ مضمون بھی لکھا ہے

فالحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد المصطفےٰ احمد المجتبےٰ

والسلام (خاکسار صدر الدین) ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء

ایک سناتن دھرمی کا چیلنج آریہ سماج کو

ایک شخص پنڈت ... جوائنٹ سکریٹری سناتن دھرم سبھا گوجرانوالہ نے پنجاب بھر کی آریہ سماجوں کے نام اخبار عام میں چیلنج شائع کیا ہے کہ ہندو دھرم میں قدیم سے چھوٹوں بڑوں کیلئے بلا تمیز ایک ہی قسم کا سلام نہیں بلکہ مختلف تعلقات کیلئے مختلف سلام مقرر ہیں "لیکن کیا وجہ ہے کہ نمستے کا لفظ جو کہ سوائے ایشور یا دیوتا کے اور کسی جگہ پر استعمال نہیں ہوسکتا اسکو زبردستی سب کیلئے استعمال کرنے لگ گئے ہیں" وہ مختلف تعلقات کیلئے قدیم دستور کیمطابق مختلف قسم کے سلام کے دستور کی عمدگی کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ "میں تمام آریہ سماجی ممبروں میں سے کسی ایک کو مبلغ ... روپیہ انعام دونگا جو مجھے کسی پراچین گرنتھ سے نکالکر دکھائے کہ لفظ نمستے کا استعمال پراچین لوگ آپس میں کیا کرتے تھے" اس کے ساتھ ہی آریہ سماج کی نسبت اس نے یہ ریمارک پاس کیا ہے۔ کہ "اگر سچ پوچھئے۔ تو ... دھرم کے نیست و نابود کرنے کے درپے اگر کوئی سوسائیٹی ہے تو وہ آریہ سماج ...

خدا تعالیٰ کے بارہ میں ویدک تعلیم

(گذشتہ سے پیوستہ)

ایک اور بات ہے جو ہمیں سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا کوئی شریف دیانندی ہے جو اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ بموجب اس قاعدہ کے جو مکتی یا بہشت کو ایک مدت کے بعد تناسخ کے چکر میں ڈالا جاتا ہے اور طرح طرح کی جونوں کی ذلت انکو دیکھنی پڑتی ہے۔ لازم آتا ہے کہ دیانندیوں کا کوئی مقدس بزرگ اس ذلت سے باہر نہ ہو۔ گو ہماری یہ رائے نہیں ہے کہ ہم کسی قوم کے بزرگوں کو ذلت کے داغ کیطرف منسوب کریں بلکہ ہماری یہ رائے ہے کہ جس شخص کو خدائے کریم اپنے فضل عظیم سے اپنی معرفت اور محبت اور اپنے پاک تعلق سے حصہ کامل بخشتا ہے اور اپنے عزت والے گروہ میں داخل کرتا ہے پھر اسکو کبھی ذلیل نہیں کرتا اور ممکن نہیں کہ وہ خدا کے قرب کا اتنا بڑا درجہ پاکر پھر ناپاک حیوان بنایا جاوے مگر دیانندیوں کا یہ قاعدہ چاہتا ہے کہ ضرور مقدس لوگ ان جونوں میں آتے ہیں۔ خواہ وہ کتنے ہی وید کے رشی یا مہرشی کے درجہ تک پہونچیں ہم بادب دریافت کرتے ہیں کہ کیا وید کے رشی جن پر چاروں وید نازل ہوئے تھے اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو کیا وجہ اور اگر نہیں تو اُن کو عزت سے یاد کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ کیا عقل سلیم اس بات کو چاہتی ہے کہ ایک کتاب کو تو عزت دیجائے اور اسکو آسمانی کتاب سمجھا جاوے مگر جن پر وہ کتاب نازل ہوئی تھی اُنکی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ رذیل سے رذیل جونوں میں چکر کھاتا پھرتا ہے۔

غرض جو لوگ خدا کی جناب میں ایک مرتبہ عزت پا گئے۔ پھر اُن کو تناسخ کے چکر میں ڈالنا اور کتے بلی سور بنانا یہ اُس قدوس خدا کا فعل نہیں ہے۔ جو پاک بنا کر پھر پلید بنانا نہیں چاہتا ورنہ اس صورت میں دیانندیوں کا کوئی بزرگ بھی یقینی طور پر قابل تعریف نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ کیا معلوم کہ وہ کس جون میں ہے غرض اس عقیدہ کی رُو سے دیانندیوں کا پرمیشور نہ صرف تجلی کی صفت لازمہ سے موسوم ہوتا ہے۔ بلکہ سخت دل اور ظالم اور کینہ ور بھی ٹھہرتا ہے۔ کہ جن لوگوں نے اس کے ساتھ سچے دل سے محبت کی اور اس کی راہ میں فدا ہوئے اور اُسکو ہمیشہ کے لئے اختیار کیا وہ اُن کو بھی مکتی خانہ سے نکال کر اُسیوقت یا کچھ دن بعد کتے یا سور بنا دیتا ہے اور ان کے لئے کوئی نجات کا ذریعہ نہیں

صفت کلام یا الہام

دیانندیوں کا عقیدہ ہے کہ گو دنیا کے لئے ایک ازلی اور ابدی سلسلہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا لیکن پرمیشور نے قدیم سے یہی طریق مقرر کر رکھا ہے کہ ہمیشہ وہ سنسکرت زبان میں اور آریہ ورت میں آسمانی کتاب پیدائش کی ابتدا میں بھیجتا رہتا ہے۔ یہ مقولہ تین طور سے غلط ہے۔ اول خدا تعالیٰ کی رحمت عامہ کے برخلاف ہے۔ یعنی جس حالت میں دنیا میں مختلف بلاد اور مختلف زبانیں پائی جاتی ہیں۔ اور ایک ملک کے باشندے دوسری قوم کی زبان سے ناآشنا ہیں بلکہ اس زمانہ سے پہلے تو یہ حالت رہی ہے۔ کہ ایک ملک دوسرے ملک کے وجود سے بھی بے خبر تھا اور آریہ ورت میں یہ خیال تھا کہ ہمالہ پہاڑ کے پرے کوئی آبادی نہیں اسی لئے اسکو دنیا کا مان ڈنڈ یعنی دنیا کا لپٹہ کہا جاتا تھا تو اس صورت میں جبکہ دنیا کے تفرقہ کی یہ صورت تھی ہمیشہ اور کروڑہا برسوں سے آسمانی کتاب کو ایک ہی ملک تک محدود رکھنا یہ خدا کی اُس رحمت کے برخلاف ہے جو اس کے رب العالمین ہونے کی شان کو زیبا ہے اور اس کے برخلاف جو قرآن شریف نے فرمایا ہے وہ نہایت معقول اور قرین انصاف ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ فرماتا ہے وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ یعنی کوئی بستی اور کوئی آباد ملک نہیں جس میں پیغمبر نہیں بھیجا گیا اور پھر فرماتا ہے۔ يَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيۡهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ۔ یعنی یہ کتاب جو قرآن شریف ہے یہ مجموعہ اُن تمام کتابوں کا ہے جو پہلے بھیجی گئی تھیں۔ اس آیت سے مطلب یہ ہے کہ خدا نے پہلے متفرق طور پر ہر ایک امت کو جُدا جُدا دستور العمل بھیجا اور پھر جب چاہا کہ جیسا ایک ہوں۔ وہ بھی ایک ہو جاویں۔ تب سب کو اکٹھا کرنے کے لئے قرآن کو بھیجا۔ اور خبر دی کہ ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ خدا تمام قوموں کو ایک قوم بناویگا۔ اور تمام ملکوں کو ایک ملک کر دیگا۔ اور تمام زبانوں کو ایک زبان بناویگا سو ہم دیکھتے ہیں کہ دن بدن دُنیا اس صورت کے قریب آتی جاتی ہے اور مختلف ملکوں کے تعلقات بڑھتے جاتے ہیں سیاحت کیلئے وہ سامان میسر آ گئے ہیں جو پہلے نہیں تھے خیالات کے تبادلہ کے لئے بڑی بڑی آسانیاں ہو گئی ہیں ایک قوم دوسری قوم میں ایسی دھنس گئی ہے کہ

گویا وہ دونوں ایک ہونا چاہتی ہیں۔ بڑے اور مشکل سفر بہت سہل اور آسان ہو گئے ہیں اور خبر رسانی کے خارق عادت ذریعے پیدا ہو گئے ہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان مختلف قوموں کو جو کسی وقت ایک تھیں پھر ایک ہی بنانا چاہتا ہے۔ تا پیدائش کا دائرہ پورا ہو جائے اور تا ایک ہی خدا ہو اور ایک ہی نبی ہو۔ اور ایک ہی دین ہو۔ یہ بات نہایت معقول ہے کہ تفرقہ کے زمانہ میں خدا نے جُدا جُدا ہر ایک ملک میں نبی بھیجے اور کسی ملک سے بخل نہیں کیا۔ لیکن آخری زمانہ میں جب تمام ملکوں میں ایک قوم بننے کی استعداد پیدا ہو گئی تب سب ہدایتوں کو اکٹھا کر کے ایک ایسی زبان میں جمع کر دیا جو ام الالسنہ ہے یعنی زبان عربی کیا کوئی کانشنس اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے کہ سنسکرت زبان اور آریہ ورت میں تو کروڑہا مرتبہ وید نے جو بقول دیانندیاں پرمیشور کا کلام ہے جنم لیا لیکن کسی اور زبان میں اور کسی اور ملک میں ایک مرتبہ بھی اُس کا ظہور نہ ہوا۔ اگر تناسخ کا مسئلہ کچھ چیز ہے تو اس سے ہی ثبوت دینا چاہئے۔ کہ پرمیشور نے اس ملک کے لوگوں سے کیوں پیار کیا۔ اور دوسرے ملکوں سے کیوں ایسی بیگانگی ظاہر فرمائی۔ کون سے عمدہ اور پاک کرم یہ ملک ہمیشہ کرتا رہا ہے۔ جن کی وجہ سے یہ وید کی عزت ہمیشہ اس کو دی جاتی ہے۔ کیا پرمیشور جانتا ہے یا نہیں کہ دوسرے ملک بھی اس بات کے محتاج ہیں کہ کبھی اُن کی زبان میں بھی کلام الٰہی نازل ہو اور اُن میں بھی وحی الٰہی پانے والے پیدا ہوں۔ اور اگر جانتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ ہمیشہ وید آریہ ورت میں ہی آتا ہے اور سنسکرت زبان میں ہی ہوتا ہے۔ بیان تو کرنا چاہئے۔ کہ یہ بخشش بات کیوں ہے اور دوسرے ملکوں کا کیا گناہ ہے۔ جن کی قسمت میں یہ نعمت نہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے وہ اس فخر سے بے نصیب ہیں کہ اُن کے ملک میں اور اُن کی زبان میں خدا کی کتاب نازل ہو۔

پھر دوسرا پہلو اعتراض کا یہ ہے کہ اگر بفرض محال یہ بھی خیال کیا جائے کہ وید کل دُنیا کے لئے آیا ہے اور خدا تعالیٰ نے یہ بخل جائز رکھا جائے کہ اُس نے دوسرے ملکوں اور قوموں کو اپنے شرف مکالمہ سے ہمیشہ کے لئے محروم رکھا۔ تو اس صورت میں اس قدر تو چاہئے تھا۔ کہ پرمیشور وہ زبان اختیار کرتا جو تمام زبانوں کی ماں ہے اور زندہ زبان ہے۔ جس کی نسبت کسی طرح وہ تمام زبانوں کی ماں نہیں کہلا سکتی اور نہ وہ زندہ زبان ہے۔ بلکہ مدت ہوئی کہ مر گئی۔

اور کسی ملک میں وہ بولی نہیں جاتی۔ ہاں یہ درجہ ام الالسنہ ہونیکا عربی زبان کو حاصل ہے اور وہی آج اُن تمام زبانوں میں سے جن میں آسمانی کتابیں بیان کی جاتی ہیں۔ زندہ زبان ہے اس لئے وہی زبان اس لائق ہے کہ کل قوموں کو اس زبان میں مخاطب کیا جاوے۔

وید کی یہ تعلیمیں ہم نے بطور نمونہ کے بیان کی ہیں اور ہم لکھ چکے ہیں کہ قرآن شریف کی تعلیمیں اس کے مخالف ہیں وہ دنیا میں توحید قائم کرنے آیا ہے۔ اس میں توحید کی تعلیم شمشیر برہنہ کی طرح ہے۔ اسکو اول سے آخر تک پڑھو وہ یہ نہیں سکھلاتا کہ خدا کے بغیر کسی چیز کی پرستش کرو اور اس سے مُرادیں مانگو اور اس کی مہا اور استتی بیان کرو۔ وہ نہ خدا کی کتب کو کسی خاص مُلک سے محدود کرتا ہے نہ کسی خاص قوم سے وہ بیان کرتا ہے کہ وہ ایک دائیرہ کو ختم کرنے آیا ہے۔ جس کے متفرق طور پر تمام دنیا میں نقطے موجود تھے۔ اب وہ اُن تمام نقطوں میں خط کھینچکر ان سب کو ایک دائرہ کی طرح بناتا ہے اور اس طرح پر تمام قوموں کو ایک قوم بنانا چاہتا ہے۔ لیکن نہ وقت سے پہلے بلکہ ایسے وقت میں جبکہ خود وقت گواہی دیتا ہے۔ کہ اب ضرور یہ تمام قومیں ایک قوم ہو جائیں گی ۞ (خادم اسلام)

عیسائیوں کا خدا اور اسکے ہمسر

(گذشتہ سے پیوستہ)

۳۔ اگر مسیح ہوا و آندھی اور طوفان کو ڈانٹ کر ہٹاتا ہے۔ تو یشوع جنگ کے دن آفتاب کو غروب ہونے سے اور ماہتاب کو چڑھنے سے تا اختتام جنگ روکے رکھتا ہے اور آفتاب کو غروب نہیں ہونے دیتا۔ حالانکہ یعقوب سے کشتی کے دن خدا بھی ایسا نہ کر سکا تھا کہ آفتاب کو نہ چڑھنے دیتا۔ تاکہ ہار کر برکت نہ دینی پڑتی ۞

۴۔ مسیح کے وہ شاگرد بھی معجزے و نبوت کرتے اور بد روحوں کو مسیح کی طرح نکالتے نظر آتے ہیں۔ جو قیامت کو راندۂ درگاہ ہونگے (دیکھو انجیل متی باب ۷ آیت ۲۲ و ۲۳)

۵۔ پھر جیسے مسیح میں بیماروں کو شفا دینے کی طاقت تھی۔ ویسے ہی بیت حسدا کے حوض میں بھی وہ طاقت تھی۔ دیکھو انجیل یوحنا باب ۵۔ آیت ۲ و ۷

۶۔ پھر وہ اشخاص ہیں جو مسیح کی مانند معجزہ کرتے ہیں اور مسیح کی زبانی وہ معجزے کرنیوالے معلوم ہوتے ہیں۔ جن کی بابت مسیح کہتا ہے۔ کہ تمہارے بیٹے کس کی مدد سے بد روحوں کو نکالتے ہیں۔ دیکھو۔ لوقا۔ باب ۱۱۔ آیت ۱۹۔

۷۔ پطرس رسول مسیح کی مانند ایک لنگڑے کو اچھا کرتا ہے۔ دیکھو۔ کتاب اعمال باب ۳ آیت ۲۔ ۷۔ ۸ و باب ۹۔ آیت ۳۴۔

۸۔ پھر فلپس معجزے کرتا ہے۔ مسیح کی مانند کتاب اعمال باب ۸۔ آیت ۱۳۔

پھر ایک وجہ یسوع مسیح کو خدا ماننے کی روح القدس کا پانا ہے مگر سوائے عیسائیوں کے خدا کے اور شخصوں کو بھی جو انسان ہیں روح اللہ و روح القدس سے معمور دیکھا جاتا ہے۔ ان میں سے پہلا بضلی ایل ہے۔ جس نے روح اللہ کو حاصل کیا۔ دیکھو کتاب خروج باب ۳۱ آیت ۳۔ و باب ۳۵۔ آیت ۳۱۔

پھر غتنی ایل قاضی کو خدا کی روح ملی۔ دیکھو کتاب قاضیوں باب ۳۔ آیت ۹ و ۱۰۔ یہ شخص نہ صرف روح القدس پانے کے سبب سے یسوع مسیح کا ہمسر ہوا ہے۔ بلکہ بنی اسرائیل کو آرام کے بادشاہ کوشن سے رہائی دلانے اور بنی اسرائیل کو آزاد کرانے کے سبب سے مسیح سے افضل بھی۔ پھر جدعون قاضی کو بھی روح عنایت ہوئی۔ (دیکھو کتاب قاضیوں باب ۶۔ آیت ۳۴) اس نے بنی اسرائیل کو مدیانیوں سے رہائی دلائی۔ اس کے بعد سمسون قاضی کو روح اُٹھانے لگی۔ دیکھو کتاب قاضیوں باب ۱۳۔ آیت ۲۵۔ اور اسی کتاب کے باب ۱۴۔ آیت ۱۹ میں ہے کہ سمسون کو روح ملی یا اُسپر نازل ہوئی۔

پھر باب ۱۵۔ آیت ۱۴ میں بھی سمسون پر روح کے نزول کا ذکر ہے۔ اس نے بنی اسرائیل کو فلستیوں سے رہائی دلائی۔ پھر ساؤل یا طالوت پر روح نازل ہوئی۔ جب وہ بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر ہوا۔ دیکھو کتاب (۱) سموایل باب ۱۰ آیت ۱۰۔ اس کے بعد داؤد پر بوقت مسح روح کا نزول ہوا۔ یہ نہ صرف بادشاہ ہی تھا بلکہ نبی بھی تھا۔ اور اپنے اور بنی اسرائیل کے دشمنوں پر غالب اور فاتح تھا۔ یہ بات عیسائیوں کے خدا کو نصیب بھی نہ ہوئی۔ حالانکہ مسیحی مدعی ہیں کہ مسیح کے حق میں یہ پیشگوئی ہے۔ کہ تو میرے داہنے بیٹھ۔ جب تک کہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کی چوکی کروں۔ ذرا انصاف کیجئے۔ کہ اس پیشگوئی کا مصداق مسیح تھا۔ یا محمد صلعم۔ پھر خدا کی روح کا نزول ساؤل کے ہرکاروں پر ہوا۔ دیکھو کتاب (۱) سموایل باب ۱۹۔ آیت ۲۰۔

پھر عماسی پر خدا کی روح کا نزول ہوا۔ یہ عماسی ساؤل کے ان سرداروں میں سے ایک تھا۔ جو داؤد کی تلاش میں ساؤل نے روانہ کئے تھے۔ تاکہ اس کو مار دیں۔ دیکھو کتاب (۱) تواریخ باب ۱۲۔ آیت ۱۸۔

پھر یحزی ایل نامی ایک لاوی پر روح کا نزول ہوا۔ جبکہ بنی عمون و بنی موآب شاہ یہوسفط سے لڑنے کے لئے چڑھ آئے تھے۔ پھر حزقی ایل ایک قوم کی یعنی بنی اسرائیل کی حالت دکھانے کے لئے جس کا ذکر قرآن کریم پ ۲۔ رکوع ۳ میں بھی ہے۔ روح میں اُٹھایا جاتا ہے۔ دیکھو کتاب حزقی ایل باب ۳۷۔ آیت ۱ و ۱۴ میں بنی اسرائیل پر روح کے نزول کا وعدہ ہے۔ پھر زکریا کے روح القدس پانے کا ذکر انجیل لوقا باب ۱۔ آیت ۶۷ میں ہے اور پھر یوحنا روح میں قوت پاتا گیا۔ آیت ۸۰۔ پھر شمعون پر روح القدس تھا۔ لوقا باب ۲۔ آیت ۲۵۔ پھر مسیح کے ان تمام شاگردوں پر روح کا نزول ہوا۔ دیکھو۔ کتاب اعمال باب ۲۔ آیت ۴۔

اب بتائیے۔ کہ مسیح میں کیا خصوصیت ہے۔ جو آپ اس کو خدا بناتے اور اوروں کو انسان مانتے ہیں۔ نہ صرف انسان ہی مانتے۔ بلکہ گنہگار انسان تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ روح القدس یا روح اللہ تو سب نے پائی۔ اور مسیح سے بڑھ چڑھ کر کام کئے۔ یہ ناانصافی نہیں تو کیا ہے ۞

وجہ چہارم مسیح کو خدا ماننے کی پاکیزگی و معصومیت ہے حالانکہ حنوک کا خدا کے ساتھ ساتھ چلنا اور آسمان پر اُٹھایا جانا حنوک کی بھی معصومیت پر دال ہے۔ ورنہ عیسائیوں کا فرض ہے کہ اسکا کوئی گناہ بائبل سے ثابت کریں آسمان پر اٹھائے جانیکا حوالہ پہلے نمبر میں آچکا ہے۔ اور نوح بھی صادق و معصوم تھا۔ دیکھو کتاب پیدائش باب ۷۔ آیت ۲ میں یوں ہے (کیونکہ میں نے تجھ ہی کو اپنے حضور میں اس زمانے کے درمیان صادق دیکھا ہے) ۔ اور ایلیا کا رفع آسمانی بھی اسکی معصومیت کی دلیل ہے۔ ورنہ عیسائیوں کا فرض ہے کہ ایلیا کا کوئی قصور ثابت کریں اور پھر ایوب کی بابت کتاب ایوب باب ۲۔ آیت ۳ میں تحریر ہے کہ وہ صادق و کامل اور لاثانی انسان تھا۔ اس لئے یہ بھی معصوم تھا اور اگر یہ گنہگار ہے تو بتاؤ کہ کیا گناہ کیا۔ پھر دانیال باب ۶۔ آیت ۲۲ میں بیان کرتا ہے کہ مجھے شیروں نے اس لئے نہیں کھایا کہ مجھ میں بیگناہی پائی گئی یہ بھی سراسر معصوم ہی نظر آتا ہے۔ پھر زکریا کی بابت کتاب لوقا باب ۱ آیت ۶ میں یوں تحریر ہے (اور وہ دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سارے حکموں اور قانونوں پر بے عیب چلنے والے تھے)۔ یہ ہر دو شوہر زوجہ بھی معصوم معلوم ہوتے ہیں پھر یوحنا اصطباغی ہے جسکو مسیح نے نہ صرف معصوم مانا بلکہ اپنے سے بھی

اشاعت اسلام کا کام

بڑا ہی مبارک کام اور مسلمانوں کا فرض اولین ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں رات دن مصروف رہیں۔ مسلمانوں نے جب سے اپنے اس ضروری فرض کی بجا آوری میں غفلت اور بے پروائی سے کام لیا ہے۔ اسی وقت سے ہر قسم کے ادبار اور ہر قسم کی ناکامیوں کا شکار ہیں کس قدر افسوس اور درد ناک مقام ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو تھیئٹر دیکھنے اور تھیئٹر میں لیجانے کی ترغیب دینے میں جس قدر محنت برداشت کرتا ہے۔ اس سے چوتھائی کوشش بھی کسی بے نمازی کو نماز کی ترغیب دینے میں نہیں کرتا۔ ایک بے حیا زنانہ عورت کے لئے ایک مسلمان جس قدر روپیہ جسقدر ہمت جسقدر وقت جس قدر توجہ صرف کرتا ہے قرآن شریف کے لئے اس سے آدھی تہائی کوشش بھی نظر نہیں آتی مسلمانوں کی غیور و حمیت قوم کی آج یہ حالت ہے کہ اسکی غیرت کا اظہار رنڈیوں کی ناک کاٹنے میں بازاروں میں بدمعاشوں کی طرح گالی گلوچ کا برتاؤ کرنے میں سمجھا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے خدا کو مسلمانوں کے رسول کو مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن شریف کو علانیہ برا کہا جاتا۔ اور گالیاں دیجاتی ہیں۔ اور مسلمان ایسے بدلگام معترضوں کو جواب دینے اور دنداں شکن جواب دینے کی طرف قطعًا ملتفت نہیں ہوتے بے غیرتی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ مسلمان ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ مذہب پر ہونے والے حملوں کا جواب دینا یا جواب دینے والوں کے لئے سہولتیں بہم پہنچانا میرا نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کا فرض ہے۔ اور اس طرح اس فرض کو جو ہر مسلمان پر عاید ہوتا ہے۔ کوئی بھی ادا نہیں کرتا۔

جیلخانوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے اور مدرسوں میں ہندو زیادہ ہیں۔ فقیروں اور فاقہ زدوں میں مسلمان سب سے زیادہ ملینگے۔ اور تاجروں میں ہندو سب سے زیادہ نظر آئیں گے۔ اخلاقی بیماریاں مسلمانوں میں زیادہ ہونگی۔ اور شریفانہ اخلاق دوسروں میں زیادہ نظر آئیں گے۔

بر درحقیقت قوم کی تباہی اور سخت قسم کی ذلت کے سامان ہیں۔ اس ایسی حالت میں ایک اور مصیبت ہے جو بڑی ہی خطرناک ہے۔ کہ کچھ جاہل آوارہ مزاج لوگوں نے مولویوں اور صوفیوں کا لباس پہنکر مسلمانوں کو لوٹنا کھسوٹنا شروع کر دیا ہے۔ کوئی مسجد کے لئے چندہ کرنے کو نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ کوئی کنواں بنوانا چاہتے ہیں۔ کسی نے تعویذ بیچنے کا پیشہ اختیار کیا ہے اور کوئی مدرسہ کر لئے روپیہ تحصیل کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ سارے اچھے اور نیک کام ہیں بشرطیکہ نیک نیتی اور خلوص سے کئے جائیں۔ لیکن ایسے کاموں کے لئے جو لوگ کار ثواب سمجھکر چندہ کریں۔ انکو چاہیئے کہ وہ صاف صاف اپنا مدعا ہر شخص سے بیان کر دیں۔ اور واعظوں کی شکل ہرگز نہ بنائیں۔ وعظ کا کام خالص رہنا از بس ضروری ہے جسقدر دھوکہ باز اور زر پرور لوگ چندہ وصول کرتے ہیں وہ عام طور پر اپنے آپ کو واعظنا یا مولوی و خوان ظاہر کرتے ہیں۔ یا صوفی منش بنکر اور رنگین کپڑے پہنکر نکلتے ہیں۔ وعظ بیان کرنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور چند جعلی سچی روایتیں بیان کرنے کے بعد آخر میں اپنا مقطع کا بنا سنا دیتے ہیں۔ کہ چندہ دلواؤ۔ اس کا نہایت مضر نتیجہ یہ نکلا کہ اب لوگ جب سنتے ہیں کہ کوئی واعظ صاحب تشریف لائے ہیں۔ تو بیاختہ کہدیتے ہیں کہ ضرور روپیہ مانگیں گے۔ اور چندہ کی فہرست کھولینگے۔ اس طرح ملک میں عام طور پر واعظوں کا اعتبار اٹھ گیا ہے۔ اور لوگ پہلے ہی سے واعظوں کی نسبت خیال کر لیتے ہیں کہ کوئی اپنی ذاتی غرض ضرور بیان کریں گے۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ واعظ صاحب کی اچھی باتوں کا بھی کوئی اچھا اثر نہیں ہو سکتا۔

صوفیوں اور درویشوں کی یہ حالت ہے کہ فی ہزار ایک بھی کوئی اہل دل اور با خدا ملنا مشکل ہے۔

چوں بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند

کے مصداق ہیں۔ امیروں کو اپنی جاہ طلبی اور سیر و تفریح باگ کانے بجانے وغیرہ سے فرصت کہاں کہ دین کی طرف متوجہ ہوں۔ غرض اونٹ کی کوئی کل سیدھی نظر نہیں آتی۔ اس ایسے نازک وقت میں بہت ہی کم کوئی بہادر نظر آسکیگا جو اسلام کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں پر مقدم رکھے آجکل جنگ کی وجہ سے لوگوں کی توجہ واعظوں اور لیکچراروں کی طرف سے بالکل ہٹ گئی ہے۔ کسی واعظ کا دورہ کرنا آجکل اس لئے بھی دشوار ہے۔ کہ رمضان کا موسم ہے اور کسی مجلس اور مجمع کا موقع نہیں ملسکتا۔ لیکن خوشی اور مسرت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ہمارے دوست مولوی اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی مع اپنے رفیق کے اشاعت اسلام کے لئے دورہ پر ہیں۔ اور انجمن اشاعت اسلام لاہور نے انکے اخراجات کی کفالت اپنے ذمہ لیکر تمام انجمنوں کے لئے ایک بہترین اور قابل تقلید نمونہ قائم کیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف پیغام صلح اخبار کے اڈیٹر اور اشاعت اسلام کالج کے پروفیسر ہیں۔ چار برس کے لئے لاہور کی آرام و آسائش کی زندگی پر انہوں نے اس سخت قسم کی جفاکشی کو ترجیح دی ہے۔ وہ لاہور سے روانہ ہوکر بندیل کھنڈ اور صوبہ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے دوسرے اضلاع کے دورے کرنکلے ہیں۔ اس صوبہ میں داخل ہوکر بجنور مرادآباد علیگڈھ مین پوری فرخ آباد کے اضلاع میں وہ ابھی تک پہونچ چکے ہیں۔ آجکل فرخ آباد میں ہیں۔ اور شاید وہاں سے روانہ ہوکر دوسرے اضلاع میں بھی داخل ہو چکے ہوں۔

مولوی صاحب موصوف نے مذکورہ بالا تمام باتوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور اسی لئے وہ ہر جگہ پہلے یہ کہدیتے ہیں کہ ہم کوئی چندہ وصول نہیں کرتے۔ انکا نمونہ اور ان کا لوگوں سے ملنا اور اپنے مقصد کو بیان کر دینا درحقیقت بڑا کام ہے۔ لوگ ایسے نمونوں کے سخت محتاج ہیں۔ اور بڑی ضرورت ہے کہ اسی طرح ہمارے دوسرے واعظ بھی جفاکشی پر آمادہ ہوں۔ مولوی صاحب پیدل سفر کرتے۔ گاؤں میں پہونچتے کسی سے کسی قسم کا چندہ وصول نہ کرنے بلکہ ضیافت وغیرہ کو بھی حتی الامکان قبول نہ کرنے اور مسلمانوں کو تمام اسلامی اخلاقی وعظ سنانے۔ آریوں کے زہریلے اثر کو مٹانے اور اس مقصد کے لئے لیکچر دینے اور جہاں ضرورت ہو اور اسلام کے مفید ہو۔ وہاں آریوں سے مباحثہ بھی کرنے کے ارادہ سے نکلے ہیں ہمکو اطمینان ہے کہ وہ انشاء اللہ تعالٰے توقع سے بڑھکر کامیابی حاصل کرینگے۔ لیکن ہمارا مشورہ یہ ہے کہ وہ اپنے دورے کے لیکچروں اور وعظوں ہی کو ضروری کام نہ سمجھیں بلکہ سب سے زیادہ ضرورت یہ ہے کہ ہر جگہ اور ہر مقام پر پہنچکر لوگوں سے ملیں اور مقامی حالات کا صحیح علم حاصل کرکے وہاں کے لئے جو ضروری طرز عمل ہو اس کا مشورہ وہاں کے مسلمانوں کو دیں۔ اور بجائے اس کے کہ عام واعظوں کی طرح دھوم دھام مچائیں۔ خاموشی سے کام کے مسلمانوں کو دینی کاموں کی طرف متوجہ کرتے اور اس پہلے سفر میں صرف حالات کا صحیح علم حاصل کرتے ہوئے گذر جائیں۔ اس طرح خود آئندہ کام کر سکے [illegible] یا دوسرے کام کرنے والوں کے لئے وہ ایک مفید تر اور بہتر پروگرام شائع کر سکینگے جس کا ہمکو ابھی سے انتظار ہے۔

امید ہے کہ ہر فرقہ اور ہر گروہ کے مسلمان انکے ساتھ ہمدردی اور محبت کا برتاؤ کرینگے۔ کیونکہ وہ کسی اندرونی اختلافی مسئلہ کو چھیڑنے پر ہرگز آمادہ نہیں ہیں۔ شاید اسباب کا بیان کرنا خالی از دلچسپی نہ ہو کہ مولوی صاحب موصوف بجنور میں پیدل چلکر سی آئے تھے۔ ہم کمال سے ہمدردی ہے اور کامیابی کی دعا کرتے ہیں۔ اور انجمن اشاعت اسلام لاہور سے توقع ہے کہ وہ ایسے مفید کام کو اور ایسے کام کرنیوالوں کو ہمیشہ اہمیت کی نگاہ سے دیکھتی رہیگی۔ (محیط)

پیغام صلح:۔ اس میں شک نہیں کہ وعظ کرنا آجکل ایک پیشہ بن گیا ہے۔ اور اکثر واعظین نے اپنی بعض شہرت اور وسیلی اغراض کے لئے وعظ کر کے لوگوں کو عام طور پر بدظن کر دیا ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں ان کے اس مضر اثر سے ڈر کر بعض مفید صورتوں کو بھی ترک نہیں کر دینا چاہیئے۔ اشاعت اسلام کا کام آخر اخراجات کو چاہتا ہے۔ اور بغیر چندوں کے ان اخراجات کا پورا ہونا محال ہے۔ اس جائز صورت کو لوگوں کے ذہن نشین کرا کر حسب موقع اشاعت اسلام کے لئے چندہ وصول کرنا ہمارے خیال میں کوئی ناجائز امر نہیں۔

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

شملہ ۸ اگست۔ حضور وائسرائے کو سکریٹری آف سٹیٹ ہند کی جانب سے ذیل کا برقی پیغام مورخہ ۷ اگست موصول ہوا ہے:۔

تخلیہ وارسا و آیول گوراڈ روسیوں نے وارسا اور آیول گوراڈ خالی کر دیا ہے۔

ایک روسی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ بلحاظ حالت عمومی وارسا کی محافظ روسی فوج جمعرات کی صبح کو پیچھے ہٹ گئی اور دیچولا کے دائیں کنارے پہنچ گئی۔ نہایت بے ہنگم ہوگئی غنیم نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ روسی فوج نے واپسی کے وقت دیچولا کے تمام پل بھی اڑا دیئے۔

آیول گوراڈ کے ضلع میں روسی بلا مزاحمت دیچولا کے دائیں کنارے چلے گئے اور انہوں نے پلوں کو توڑ ڈالا۔

دیگر محاذوں پر روسی کہتے ہیں کہ ریگا کے قریب غنیم دریائے منشا پر جنگ کر کے دریائے رکا ڈی کی جانب پسپا ہو گیا۔

پینی وینیز کے مشرق کو جرمن پھر کسی قدر بڑھ گئے اور اب وہ لگیا سے ۳۵ میل بجانب شرق ہیں۔

جرمنوں کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دریائے نیرو کے محاذ پر غنیم نے لومزا کی سمت میں اور آسٹرولنکا سے روزان کے محاذ پر حملے اور کثیر افواج سے آسٹروکی سڑکوں پر جارحانہ کارروائی کرتا رہا۔ جنگ نہایت خونریزی سے جاری ہے۔ بدھ کے روز غنیم کئی مقامات پر دریائے نیرو کو عبور کر گیا۔

ایک جرمن رپورٹ مظہر ہے کہ جرمن لومزا آسٹرو اور دیانود کی سڑک کی جانب دیچولا اور دریائے بگ کے بائیں کنارے پر بلا مزاحمت ایک جدید اور بہتر محاذ پر قائم ہونے کے قابل ہو گئے۔ علاوہ ازیں انہوں نے ولاڈیمیر والنگسی اور کوول کی سمت میں بھی بگ کے مشرق کو اپنے قدم جمائے۔ جرمن کہتے ہیں کہ ہمارا رسالہ ولاڈیمیر والنگسی میں داخل ہو گیا ہے۔

مغربی رزمگاہ فرانسیسی کہتے ہیں کہ علاقہ واسجیز میں ... جنوب مشرق کی طرف سے دریائے موسیل پر ... میں نہایت شدید حملے ہوئے۔ اور فرانسیسیوں نے اپنے تمام مورچے قائم رکھے۔

اطالی رزمگاہ اطالوی کہتے ہیں کہ غنیم نے سطح مرتفع کارسو میں دشنت لیپر یکیو پر شدید حملہ کیا۔ اطالوی اس صدمہ کو برداشت کر گئے مزید برآں انہوں نے سخت جارحانہ کارروائی کر کے وسیع خندقوں پر قبضہ کر لیا جہاں سے سان مرینو ڈل کارسو کو راستہ جاتا ہے جو سگرادو واقع دریائے اسانزو سے ۳ میل مشرق کو ہے۔

شملہ ۸ اگست۔ ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو سکریٹری آف سٹیٹ سے ذیل کا برقی پیغام مورخہ ۷ اگست موصول ہوا ہے:۔

روسیوں کی پسپائی روسی آہستہ آہستہ پسپا ہو رہے ہیں۔ اور قدم بقدم بہ جانبازی سے مقابلہ کرتے ہیں۔

ایک روسی رپورٹ مظہر ہے کہ صوبجات بالٹک میں دریائے ڈوینا اور نیمن کے درمیان کوئی قابل لحاظ تغیر واقع نہیں ہوا۔ ۴ اگست کو دریائے نیریو کے مشرقی کنارے پر روزان۔ آسٹرولنکا اور آسٹرو کی سڑکوں پر رات بھر شدید جوابی حملوں نے غنیم کو ایک وسیع محاذ پر دریا سے ۷ میل کے فاصلے پر روکے رکھا۔

ایک جرمن رپورٹ مظہر ہے کہ دریائے بگ اور نیسک کے درمیان جو لوڈو جاجیوسک سے ۲۰ میل شمال مشرق کو ہے۔ فوج کا ایک دستہ بلند وستو کے مورچے کو چیر گیا۔ جو نیسک سے ۷ میل مشرق کو ہے اور وسطی دیچولا کے ساتھ ساتھ مزید پیشقدمی کر گیا۔ اس کے بعد سے سکوت طاری رہا ہے۔

دریائے دیچولا اور بگ کے درمیان ۵ اگست کو ولوڈوا کی سڑک کے ساتھ ساتھ معرکے ہوئے جن میں نہایت جانبازی سے جنگ ہوتی رہی۔ مگر غنیم کی مجتمع توپخانہ کی گولہ باری نے روسیوں کو شمال کی طرف پسپا ہونے پر مجبور کر دیا دریائے بگ۔ زلوٹا لیپہ اور نیشر کے دائیں کناروں پر کوئی تبدیلی ظہور پذیر نہیں ہوئی۔

مغربی رزمگاہ فرانسیسی کہتے ہیں کہ ارگون میں اور ریوز کی چوٹیوں پر توپخانے کی شدید جھڑپیں ہوئیں۔ غنیم نے دو مرتبہ ناکام حملے کئے۔ اطالوی محاذ پر کوئی اہم امر قابل تذکرہ نہیں

مشرقی رزمگاہ

تخلیہ وارسا کی کیفیتیں لنڈن ۷ اگست وارسا کے مکمل تخلیہ کا ثبوت ایک امریکن نامہ نگار کے بیان سے ملتا ہے جو ۲۵ جولائی کو وارسا سے روانہ ہوا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ۱۳ جولائی کو روسی حکام نے برطانوی کونسل سے ... اپنی برطانوی لسٹ کے لئے ... وارسا کے اخبارات نے بھی ۱۵ جولائی کو اعلان کر دیا تھا کہ تین روز بعد تخلیہ کی ابتدا ہو جائیگی۔ لیکن اس وقت سے پہلے ہی مجمع خلائق ہزارہا مال گاڑیوں میں سوار ہو کر جو وہاں جمع کر لی گئی تھیں مشرق کی طرف چل دیا ہزارہا کسانوں کے علاوہ جو اپنے گھروں کے جل جانے اور فصلوں کے نیست و نابود ہو جانے کے بعد وارسا میں آ گئے تھے۔ شہر کی پوری نصف آبادی نکل گئی۔ تمام نیم آبادی علاقہ عملاً خالی ہو گیا اور وہاں کا ایک ایک تنکا تک نکال کر باہر بھیج دیا گیا۔ جس میں برقی تار و ٹیلیفون۔ گرجاؤں کے گھنٹے۔ کارخانوں کی کلیں شامل تھیں۔ کارخانوں کی عمارت کو منہدم کر دیا گیا تھا۔ مصوری اور آثار قدیمہ کے خزائن ماسکو بھیج دئے گئے۔ جن میں شوپن کا قلب ... سرزمین پولینڈ کا پیانو بجانیوالا اور شہرہ آفاق تھا اس کا سال پیدائش و وفات ۱۸۱۰ء و ۱۸۴۹ء ہے۔ (رنہیدار) جو صلیب مقدسہ کے گرجا کے خزائن میں سے ایک تھا۔ اور میونسپل و سرکاری قدیم مسکوکات شامل تھے۔ ۳۰ لاکھ پونڈ نقد اس کے علاوہ تھا۔

وارسا ۱۷ جولائی کو خالی ہو گیا تھا اور وہاں کوئی گاڑی یا گھوڑا تک باقی نہ رہا تھا۔ ہزارہا مکانات پیوند خاک کر دیئے گئے تھے۔ اور پانی کی بہم رسانی عامہ کا کوئی انتظام نہ تھا کیونکہ تمام پمپ نکال لئے گئے تھے۔ روسی جرمنوں کے داخلے تک پولینڈ کی شہری کمیٹی کو شہر کے انتظام کی خاطر پیچھے چھوڑ گئے۔ اکثر سربرآوردہ شہری بھی وہاں سے روانہ ہو گئے۔ کیونکہ ان کے نام خارج البلد ہونیوالے اشخاص کی جرمن فہرستوں میں مندرج تھے۔ پولینڈ کے ہزارہا مفرورین اندرون ملک کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ انہیں آسٹریوں اور جرمنوں کی زیادتیوں کا خوف ہے۔ کیونکہ وہ اہل پولینڈ پر وسط یورپ کی اغراض کیساتھ بیوفائی کا الزام لگاتے ہیں۔

تخلیہ وارسا کے قبل جو پیغامات وارسا سے موصول ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ پولیس اپنے افسر اعلیٰ سمیت آخری دن تک وہیں تھی جرمن ہوا باز شہر پر روزانہ بم گراتے تھے۔ سامان خوراک قحط کے نرخوں پر فروخت ہوتا تھا جرمن افواج کی ایک جماعت نے دریائے دیچولا کو عبور کر لیا تھا۔ لیکن وہ گرفتار ہو گئی۔ جرمنوں کا پیشقدمی کے وقت بے شمار آتشزدگیوں سے سامنا ہوا۔ ان کے آگے آگے فوجی فہرستوں کے دستے چلتے تھے۔ جس وقت غنیم نے جرار ڈوف۔ گروانیز اور دیلونی پر قبضہ کیا۔ تو یہ شہر آگ سے مشتعل ... +

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۱۵ء - نمبر ۱۵

عید الفطر صدقۃ الفطر اور عید فنڈ

اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا فَھٰذَا عِیْدُنَا

وہ دن کیا ہی پاک اور مبارک دن ہے - جب کثیر التعداد انسان مہینہ بھر کی محنت شاقہ اور بھوک و پیاس اور تسبیح و تہلیل کی ریاضات کے بعد روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز المرام ہو کر اپنے مولیٰ کریم کے آگے نہایت عجز و نیاز سے سجدات شکر بجا لاتے ہیں - وہ کیا ہی بابرکت اور مسرت اندوز دن ہے - جب انسان کئی ایک نعمات زندگی سے مہینہ بھر محروم رہنے کے بعد بالآخر اس قابل ہو جاتا ہے - کہ وہ اپنے غریبوں اور ناداروں کی حالت کا بھی کچھ اندازہ لگا سکتا - اور ان کی دستگیری و امداد کے لئے دست سخا سے کام لینے لگتا ہے - وہ کیا ہی خوش نصیب اور فرحت افزا روز عید ہے جب ایک پرانی اور لایعنی رسم کو خیر آباد کہہ کر اس کی جگہ ایک ایسے قومی شعار کی بنیاد ڈالی جاتی ہے - جس میں نہ صرف مسرت قلب کی تقاریب بلکہ باقیات الصالحات کا نقشہ ہی نظر آتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے آگے سر نیاز خم کر کے ہر ایک خوشی کے موقعہ پر بھی اس کو بھول نہ جانے کی تعلیم دی جاتی ہے - ہاں وہ کیا ہی وقت سعید ہے - جب دنیا میں سب سے پہلی مرتبہ کثیر التعداد مخلوق کو ورطۂ ضلالت سے باہر نکالنے اور انہیں ہلاکت کی راہوں سے بچانے کے لئے پیغام رحمت سنایا گیا اور ان کو اسلام کے آب حیات کی دعوت دی گئی - عید الفطر در اصل اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا پہلا دن ہے اور دعوت نبوی کا روز اولین - آج کے دن سے اس نبی مقدس - خاتم النبیین - رحمۃ للعالمین نے دنیا کو رحمت و امن کا پیغام سنانا شروع کیا اور اسلام کی راہ کیطرف خلق خدا کو دعوت دی - اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رمضان شریف کے فضائل تذکرہ میں اس بات کا ذکر فرمایا ہے - کہ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ - رمضان شریف کے مہینہ میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا - حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کلام الٰہی کو دوسروں تک سب سے پہلے ماہ شوال ہی میں تبلیغ کرنا شروع کیا - آج کا دن اس مسرت افزا پیغام رحمت پر اظہار تشکر و امتنان کا دن ہے - مگر یہیں تک بس نہیں - عید الفطر کا دن بہت سی گوناگون تقاریب کا جامع ہونے کا باعث اپنی خصوصیات میں ایک نرالا دن ہے - آج جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے - اس حصول قرب اور نزول رحمت ایزدی پر جو رمضان شریف کے مہینہ میں مومنین کو حاصل ہوئیں - اس جود و سخا کے ثواب پر جو اہل کرم آج غریبوں اور مسکینوں پر خصوصیت سے کرتے ہیں - اس خوشحالی و فارغ البالی پر جو غربا کو مال کے ملنے یا قومی فنڈوں کے استحکام سے حاصل ہوتی ہے - ہم جسقدر بھی خوشی منائیں - جسقدر سجدات شکر بجا لائیں - جتنا بھی اپنے پاک دین پر جس نے ہمیں طاعت لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کی کامل تعلیم دی - فخر کریں - بجا ہے -

عید الفطر سے ایک سبق

عید الفطر کا دن جہاں خوشی و شادمانی اور تشکر و امتنان کے لئے خاص ہے - وہیں مسلمانوں کو ایک ضروری سبق بھی دیتا ہے - ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ اس مہینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام شروع کی تھی - جانتے ہو کہ آپ کے اس پیغام حق کے سنانے میں آپ کو کس قدر سخت تکالیف برداشت کرنی پڑی تھیں - جس سختی سے اہل مکہ نے آپ کے ساتھ سلوک کیا - جس ظالمانہ برتاؤ سے آپکو کئی سال تک ستایا گیا - اور طرح طرح کی ناشدنی حرکات سے آپ کی جان کو دکھ دیئے گئے یہاں تک کہ آپ کو اپنے وطن مالوف سے نکل جانا پڑا - ان سب کے درج کرنے کی یہاں گنجائش نہیں لیکن ذرا اس صبر و استقلال - اس فدا دہمت و شجاعت اور بے نظیر استقامت و ذہن میں لاؤ - جو آپنے اختیار کی - اور بالآخر اہل ہو گیا - کل دنیا میں اس دعوت حق کو پہنچا کر اپنے تسلط و اقتدار کا سکہ بٹھا دیا - دوسری طرف ذرا اپنے حالات پر بھی نظر کرو - ہمیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں - خدا تعالےٰ کے فضل سے ایک ایسی سلطنت ہمیں میسر آئی ہے - جس نے سب کو مذہبی آزادی دے رکھی ہے - اور پھر ہر طرح کے سامان سہولت موجود ہیں مگر باوجود ان سے فائدہ اٹھانا تو ایک طرف رہا - کوئی شخص اپنے مال و منال اور عیش و آرام کو چھوڑ کر اس راہ میں فدا ہونا بھی - ہے اسکے راہ میں کوئی ایک روڑا اٹکانے کو تیار ہیں - اے کاش ہم اپنی حیرت انگیز حالت پر غور کریں - اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کو اپنا فرض اولین سمجھ کر تن من اور دھن سے اس مبارک کام کی یادگار کو تازہ کریں - جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ میں شروع کیا تھا -

مسائل عید اور تقرری عیدین کی ایک اور وجہ

عید کے فضائل کو ان نہایت مختصر الفاظ میں بیان کرنے کے بعد اب ہم اس کی وجہ تسمیہ اور مسائل عید کیطرف رجوع کرتے ہیں -

حدیث شریف میں ہے کہ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدٌ فَھٰذَا عِیْدُنَا - ہر ایک قوم کے لئے ایک عید ہے پس ہماری عید یہ دن ہے - عید کے کیا معنے ہیں اور عید الفطر اس کا نام کیوں ہے - لفظ عید کے معنے ہیں - جو پھر کر دوبارہ آئے - چونکہ یہ دن لوگوں کے لئے ہر سال فرحت و سرور لانیوالا ہے اس لئے اسے عید کہتے ہیں - فطر کے معنے کھولنے اور پھاڑنے کے ہیں - چونکہ اس دن لوگ اپنا روزہ کھولتے ہیں اس لئے اسکو عید فطر کہتے ہیں -

حضرت خلیفۃ المسیح جناب مولانا مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ تقرری عیدین کی حسب ذیل وجہ بیان فرماتے ہیں -

"ہر قوم میں کچھ دستور - رسمیں اور عادات ہوتی ہیں - منجملہ انکے میلے بھی ہیں - جن کا متمدن اور غیر متمدن قوموں میں رواج ہے - میلے کے دن خوراک لباس - میل ملاقات - تفریحات اور کاموں میں تبدیلی ہوتی ہے - یہ فطرتی چیز تھی مگر اس میں بڑھتے بڑھتے ہوا و ہوس کو بہت دخل ہو گیا - بہت سے میلے تو عورت کی بدنامی پر قائم ہیں - ہندوستان میں تو عورت کے لئے بہت میلے ہوتے ہیں - چنانچہ ہر ہفتہ کسی نہ کسی گاؤں میں میلہ ہوتا ہے - اور بعض میلوں میں جانوروں کو جمع کرتے ہیں - جسے مویشی کہتے ہیں - غرض ان میلوں کی تہہ میں عجیب عجیب مقاصد کام کر رہے ہیں - بعض تو اپنے گنہگار ہونے کے لئے میلا لگاتے ہیں - بعض خاص چندے اور نذر و نیاز کے لئے اور بعض محض اپنی عظمت و عبرت کے اظہار کے لئے - ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں اور بڑے بڑے احسانات ہیں - ان میں سے ایک یہ بھی ہے - کہ آپنے ان میلوں کی اصلاح کر دی ہے - چونکہ یہ ایک فطرتی بات تھی - اس لئے انکو ضائع نہیں کیا صرف اصلاح کر دی - اور وہ یوں ہے کہ آپنے جہاں ہر رسم و رواج کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے اظہار کے لئے دو لفظ مقرر کیا جس سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں ہے - اور جامع جمیع صفات کاملہ ہونے کے لحاظ سے اللہ سے بڑھ کر اس مفہوم کو کوئی لفظ ظاہر نہیں کر سکتا - یہ تو تعظیم لامر اللہ ہے - اور مخلوق پر شفقت کرنے کے لئے رمضان کی عید میں صدقہ فطر کو لازم ٹھیرایا - یہاں تک کہ نماز میں جب جاوے تو ادا کر کے جاوے اور پھر یہ صدقہ خاص جگہ جمع کرے تاکہ مساکین کو

زمانۂ حال کی عید

(از مولانا شفیق عماد پوری)

مہینہ بھر کے پیاسے ہمیں جی بھر پلا ساقی
یہ صبح عید ہے جام صبوحی جلد لا ساقی

جزاک اللہ خم کی خیر آنا کا بھلا ساقی
رہے بیکدہ تیرا سلامت مرحبا ساقی

دعائیں دیں گلے مل مل کے تجھ کو کیف مستی میں
مزا ہو ہم کو سوجھے حق پرستی مے پرستی میں

خوشی کا دن نہیں ہے پر تو عید ہے ٹھنکر
خبر کیا ہی رکھتے ہو کہ کیا کیا فرض تھے تم پر

تمہارے بھائی ایسے مفلس و نادار ہیں اکثر
کہ روزے رکھتے ہیں ان تو فاقہ کرتے ہیں شب بھر

ملے دو چار دانے یا کیا افطار پانی سے
غریبوں نے گذارے تیس دن کس جانفشانی سے

ہو تمہیں فرض تھے سلئے ہمیں یہ شہر اد
ادا صوم ہی قوم کی ہمدرد بن جاؤ

کھلاؤ بھوکوں کو اپنے خود دنیا کا غم کھاؤ
یہاں کے رکاوباغ پھر جنت کے پھل پاؤ

خدا نے دی روزی کہئے ہو روزہ فیاست ہے
بقول حضرت اکبر مگر افطار جنت ہے

مہینے بھر کا فاقہ ہو گیا روزہ نہیں کیوں ہو
کہ امت جسکی ہو باندھا تھا اس نے پیٹ پر پتھر

کبھی تھا گینہ تھا کا اور خاک کا بستر
مقام فخر ہی الفقر فخری قول پیغمبر

وہاں نان جویں تھی عمر بھر فاقوں پہ فاقے بھی
یہاں سو نعمتیں دشوار اسپر تیس روزے بھی

غذا ؤں سے تمام گو تمہارا زور جسمانی
مگر گھٹتی چلی جاتی ہے جو قوت ہے روحانی

نہ تم نے مسلم بنا ہی جوش ایمانی
صلوٰۃ و صوم غائب اور دعوٰی مسلمانی

پھنسایا نفس نے تن پروری کے ساز و ساماں میں
نہ رکھا فرق باقی ہم نے کچھ انسان و حیواں میں

دکھا کر کے طلسمی شعبدہ دنیا کی ہستی کا
بلندی سے گرا کر دے رہا ہے خواب پستی کا

بھرا ہے سر میں نشہ بادۂ نخوت پرستی کا
سہیں فاقے جو جائیں حال قومی فاقہ مستی کا

اذیت ہی میں راحت کا مزا بھی یاد آتا ہے
مصیبت ہی میں بندے کو خدا بھی یاد آتا ہے

اگر روزہ ہو عید ہم لیکے کیا کرتے
ادا ہم حق کا شکریہ کس منہ سے ادا کرتے

جو سو راتیں بھی پہ یونہیں کہا پیا کرتے
تو پھر کس کام کے بندے نہیں کب یاد خدا کرتے

ترانے ہی نہیں سنتے ترا و یح و جماعت کے
تو گاتے عید میں کیا خاک ہم نغمے مسرت کے

کریں کیا عید کا سامان ہم سے سر و ساماں
کریں کس کی خوشامد کسکی شفقت کا لیں احساں

لٹاتے ہیں جو محتاجوں کی خاطر نعمت الوان
وہ اسراف کے ہاتھوں تہیدستی سہی میں نالاں

سخی داتا جو تھے ان کا خزانہ آپ خالی ہے
فقیروں مفلسوں کی عید کا اللہ والی ہے

یتیموں کی نہ پوچھو عید بھی انکو محرم ہے
پدر کا داغ دل پر مادر غمخوار سے غم ہے

مربی سرپرست انکا نہ کوئی ہے نہ ہمدم ہے
پھٹے کپڑے ہیں اترا ہوا چشم پرنم ہے

میسر ہیں کہاں رومال اشکوں سے بھگونے کو؟
کہ دامن تنگ نہیں منہ ڈھانک کر غربت میں رونے کو

شفیق اب بھی ہو تم یہ کیا دکھڑا انکا
بجائے نغمۂ عیش و طرب کیوں لب پہ نالا ہے

سنا ہو کسی تم کون اسکا سننے والا ہے
زمانہ کا چلن کچھ اور ہے عالم نرالا ہے

نہ پرسش ہے یتیموں کی نہ محتاجوں اسیروں کی
نہ وہ روزہ غریبوں کا نہ وہ عید اب امیروں کی

عید کی تقریب سعید

پر پیغام صلح اپنے قدردان کرام و معاونین عظام سے خاص امداد کا امیدوار ہے۔ کیا ہمارے احباب اس مبارک موقع پر اپنے دست کرم کو وا کر کے رقت دیگر دوستوں کو ہی اس عاجز ہمدم خادم کی خریداری کے لئے تحریک نہ فرمائینگے؟ اگر ہر ایک خریدار اس سعادت اندوز تقریب پر کم از کم چار نئے خریدار بہم پہنچا دے تو یہ موجب ثواب دارین ہونے کے ساتھ قومی بہبودی میں بھی بہت حد تک ممد و معاون ہوسکتا ہے۔ بکوشید اے جوانان تا بدین قوت شود پیدا ÷ بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

مسئلہ طلاق و خلع

نمبر ۳

منوسمرتی کا ایک اور شلوک

مسئلہ طلاق کی تائید میں اس سے پیشتر ہم منوسمرتی کے ایک شلوک سے دکھا چکے ہیں۔ کہ منوجی مہاراج بھی طلاق کے مؤید ہیں۔ اور اس لئے مسافر کے وہ اعتراضات جو اس نے اسلامی مسئلہ طلاق پر کئے ہیں۔ سب سے پہلے منوسمرتی پر عاید ہوتے ہیں۔ ہمارے اس ادعا کے جواب میں اگرچہ مسافر نے منوسمرتی کو غیر مستند قرار دیکر ناقابل حجت ٹھہرایا ہے لیکن پیشتر ازیں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ دیگر آریہ سماجیوں نے اسے قابل حجت تسلیم کیا ہے۔ اور ناقابل حجت شلوکوں پر ایک مشہور آریہ سماجی پنڈت کہ پارام جگرالوی نے حاشیہ میں تنقید کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں۔ کہ خود سوامی دیانند نے اپنی مشہور تصنیف ستیارتھ پرکاش میں جابجا منوجی کے شلوک پیش کئے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ بھی منوسمرتی کو تسلیم کرتے تھے باقی رہا یہ امر کہ مسئلہ زیر بحث کے متعلق چونکہ سوامی دیانند کا عقیدہ منوجی کے خلاف تھا۔ اس لئے اس کے متعلق منوجی کے شلوک قابل تسلیم نہیں۔ اس بارہ میں ہم صرف اسقدر کہنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ کہ آج محقق آریہ یہ مان چکے ہیں کہ سوامی دیانند کا مذہب ویدوں کے بالکل خلاف تھا۔ یہانتک کہ اس بارہ میں پنڈت راج نرائن صاحب ارمان کے چیلنج پر خود مسافر نے بھی سوامی دیانند کی کتب کو قابل حجت تسلیم نہیں کیا۔ پس اس لحاظ سے ہم ہرگز سوامی دیانند کے خیالات اور دلائل کو منوسمرتی جیسی مستند کتاب کے سامنے جو قدیم سے ہندوؤں کا دھرم شاستر ٹھہر چکا ہے۔ اور آج بھی عدالتوں میں منوجی کے قوانین کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے کوئی وقعت نہیں دے سکتے اس لئے ہم اپنے اس مضمون میں ان تمام حوالجات کو جو منوسمرتی یا آریوں کی کسی اور مستند کتاب سے دستیاب ہوں۔ وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہینگے۔ ذیل میں اس بارہ میں منوسمرتی سے ایک اور شلوک نقل کیا جاتا ہے۔

منوجی مہاراج ادھیائے ۹ شلوک ۷۹ میں رقمطراز ہیں کہ :-

"امنت اور اپنے ورن کے دھرم کو نہ کرنے والا تھنت کسی بیماری کی وجہ سے نطفہ نہ رکھنے والا و پاپ روگی ایسے شوہر سے فساد کرنیوالی عورت کو ترک کرنا۔ مگر اس کی دولت نہ لینا"

شلوک مندرجہ بالا میں الفاظ "ترک کرنا" اور اس ترک کرنے کی وجوہات قابل غور ہیں منوجی مہاراج - امنت - اپنے ورن کے دھرم کو نہ کرنے والے کسی بیماری کی وجہ سے نطفہ نہ رکھنے والے اور پاپ روگی شوہر کو حکم دیتے ہیں۔ کہ اس سے فساد کرنے والی عورت کو وہ "ترک کرے" اب ہم نہیں جانتے کہ منوجی مہاراج کا یہ حکم جس میں طلاق کو جائز ٹھہرایا گیا۔ انہی لایعنی اعتراضات کا مورد کیوں نہیں جو مسافر نے اپنی ۲۳ اپریل ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں کئے ہیں کیا یہ حکم شادی کی اس علت غائی کے منافی نہیں۔ جو مسافر نے ہمیں "سنتان اتپتی" کے الفاظ میں بتائی ہے۔ کیا اس حکم پر عمل کرنے سے "اس پاک فرض کی ادائیگی" اور "پاک معاہدہ" (یعنی بیاہ) ٹوٹ نہیں جاتا - ہاں ہم مسافر ہی کے الفاظ میں یہ پوچھتے ہیں کہ "انسانی قانون اس امر کا مقتضی ہے۔ کہ چاہے کسی کا نقصان ہو۔ چاہے فائدہ۔ ایک معاہدہ جو ایک بالغ شخص نے بہ ثبات و قائمی ہوش وحواس کسی دوسرے شخص سے باندھا ہے۔ اُسے اختیار نہیں۔ کہ وہ اسے فسخ کر سکے۔ ایسی صورت میں کیا منوجی مہاراج کا ایک ایسا حکم جو نہ صرف "انسان ضعیف البنیان" کے اس قانون کے ہی خلاف ہے۔ بلکہ حسب عقاید مسافر آگرہ و سوامی دیانند ویدک دھرم کے مطابق شادی کی علت غائی کے بھی منافی۔ کیونکر صحیح سمجھا جا سکتا ہے۔ پس ہم مسافر سے گذارش کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ اسلامی مسئلہ طلاق پر اعتراض کرنے سے پیشتر ذرا اپنے گریبان میں بھی منہ ڈالے۔ اور منوجی کے اس حکم کو اسی پیمانہ سے ناپے۔ جس سے اس نے اسلامی عقاید کو ناپنا شروع کیا ہے۔

اسلامی عقاید متعلقہ طلاق و خلع اور مسافر کے اعتراضات کا رد

اب ہم مسئلہ زیر بحث کے متعلق اسلامی عقاید کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قرآن کریم نے بعض خاص حالات میں اس مسئلہ کی ترویج سے نسل انسانی پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ اور بغیر اس کے انسانی زندگی کس قدر تلخ ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم بتائینگے کہ اس مسئلہ کو اسلام نے کس نظر سے دیکھا ہے اور اسے کس درجہ پر رکھا ہے۔

گذشتہ ۷ جولائی کی اشاعت میں ہم بتا چکے ہیں۔ کہ انسانی طبایع اور اخلاق و اعمال کا اختلاف بعض اوقات ایک انسان کو دوسرے سے متنفر کر دیتا ہے۔ اور اس تنفر کی حالت میں ان دونو کی زندگی باہم ملکر گذرنی مشکل ہو جاتی ہے۔ پس مسافر کے اعتقاد یا اس کی پیش کردہ ویدک تعلیم کے بموجب عورت و مرد پر ایسی حالت میں جبکہ وہ کسی ایک یا دوسری وجہ سے ایک دوسرے سے متنفر ہو چکے ہیں اور ان کا باہم کوئی سلوک نہیں یہ بوجھ ڈالا جائے۔ اور انہیں اس خطرناک شکنجہ میں جکڑا جائے۔ کہ نہیں تم دونوں نے باہم مل کر ہی رہنا ہوگا۔ اور ہرگز تمہارا ایکدوسرے سے قطع تعلق نہیں ہو سکتا۔ تو اوّل تو اس تکلیف مالایطاق کی برداشت ناممکن۔ اور دوسرے اگر وہ طوعاً و کرہاً ملکر رہیں بھی۔ تو ان کا باہمی تنفر یا عدم سلوک اس گھر کو دوزخ بنانے کے ساتھ اپنی خواہشات یا بالفاظ مسافر "سنتان اتپتی" کی اغراض کو پورا کرنے کے لئے کوئی اور راہ تجویز کرنے پر مجبور کریگا۔ یہ راہ اگرچہ سوامی دیانند اور ان کے پیروؤں کے اعتقاد میں نیوگ کی صورت اختیار کر کے جائز قرار پائے۔ لیکن اسلام اس کو زنا سے بھی بدتر خیال کرتا۔ اور اس کی حیاسوز تعلیم کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کیا یہ قابل شرم بات نہیں۔ کہ ایک عورت یا اسکا خاوند ایک دوسرے کے سامنے یا اس سے اجازت طلب کر کے کسی اور کے پاس جا کر ہم آغوش ہو۔ اور پھر بھی ان کا آپس میں خاوند اور زوجہ کا تعلق قائم رہے۔ ہم یہاں مسئلہ نیوگ پر بحث کر کے اس بے حیائی کے مرتکب ہونا نہیں چاہتے جو اس کی تعلیم میں مضمر ہے۔ اور اس کی خوبی کا انصاف آریوں پر ہی چھوڑ کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام نے ایسے ناخوشگوار تعلقات کی صورت میں جنکا اوپر تذکرہ ہوا۔ خواہ یہ مرد و عورت کے کسی جسمانی نقص کیوجہ سے ہی ظہور پذیر ہوں یا کوئی اور امر اس کا باعث ہو۔ باہمی طلاق یا خلع کا حکم دیا ہے۔ یعنے وہ ایکدوسرے سے قطع تعلق کر کے الگ الگ ہو جائیں۔ طلاق ہمیشہ مرد کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور خلع وہ طلاق ہے جو عورت اپنی مرضی سے مرد سے حاصل کرے۔ یہ قانون جیسا اعلےٰ اور نسل انسانی کیلئے جس برکت اور رحمت کا موجب ہے۔ وہ ان متقابل نتائج سے ظاہر ہے جو ایسے تعلقات کے منقطع نہ ہونے اور طلاق یا خلع سے منقطع ہو جانے کی صورت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ایکطرف مسافر کی پیش کردہ اس ویدک تعلیم کو رکھو۔ جو عورت و مرد کو بہرحال قطع تعلقات سے روکتی ہے اور پھر اس کے ان نتائج پر غور کرو جو نیوگ کی صورت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف اسلام کے مسئلہ طلاق و خلع کو بھی ذہن میں لاؤ۔ تو صاف پتہ لگ جائیگا کہ اول الذکر

(بقیہ صفحہ ۳)

یقین ہو جاوے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کی جاوے گی۔ پھر عید قربان میں مساکین و غیرہم کے لئے سید الطعام لحم کی مہمانی کی ہے۔ یہ چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسبات کے لئے مقرر کی تھیں کہ اللہ تعالے کی نسبت فرائض جو انسان پر ہیں۔ اور جو فرائض مخلوق کے ہیں انکو پورا کریں۔ دنیا کے کسی میلے کو دیکھ لو۔ ان میں یہ حق و حکمت کی باتیں نہیں پائی جاتی ہیں۔ جو عیدین میں ہیں۔

عید کے دن نہا دہو کر اور اجلے کپڑے پہنکر اور اگر میسر آئے۔ تو خوشبو بھی لگا کر تا کہ مجمع کثیر میں متعفن ہوا نہ پہیلے۔ شہر کی جامع مسجد عیدگاہ میں جانا چاہئیے۔ آجکل بعض ملانے شہر کی چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں جہانتک جمعہ بھی کبھی نہیں پڑھا گیا۔ محض روپے جمع کرنے کے لئے عید پڑھا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر ناجائز ہے اسلام نے جمعہ عیدین اور حج میں مسلمانوں کی عظیم الشان کانفرنسوں کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور اسی لئے جمعے کے دن تمام شہر کے لوگوں کو ایک مسجد میں (اگرچہ آجکل بوجہ تفرقہ مسلمانان ایسا ہونا محال ہے) عیدین کو شہر اور اس کے مضافات کے لوگوں کو ایک جگہ اور حج کے دن تمام دنیا کے مسلمانوں کو جو استطاعت رکھتے ہوں۔ خانہ کعبہ میں اکٹھے ہو کر تعظیم لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ کے احکام کی بجا آوری کے ساتھ ضروریات قوم کو متعلق مشورہ حسنہ سننے کی تعلیم دی ہے۔

صدقۂ فطر

عیدگاہ میں جمع ہو کر سب سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا چاہئیے۔ صدقہ فطر ہر آزاد و مرد و عورت چھوٹے بڑے پر جو مسلمان ہوں واجب ہے۔ گھر کا مالک اپنے کنبہ کی طرف سے جسکی پرورش کا وہ ذمہ وار ہے

خواہ اس میں دودھ پیتا بچہ ہی ہو ایک صاع جو یعنے ۲ سیر یا نصف صاع گیہوں یعنے ۱ سیر ... یا اس کی قیمت بیت المال میں ادا کرے۔ جہاں سے مساکین میں تقسیم کرنے یا حسب ضرورت اشاعت اسلام کے کام آسکتا ہے۔ آج گو مسلمانوں کا کوئی مشترکہ بیت المال نہیں لیکن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اشاعت اسلام کے لئے ایک بیت المال قائم کر رکھا جس سے بعض نومسلم اور مساکین بھی گذر اوقات کرتے ہیں۔ پس چاہئیے کہ تمام صدقۃ الفطر جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں جمع کرایا جائے فرداً فرداً خرچ کرنا اسلام میں مستحسن نہیں۔

عید فنڈ

پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا وسع اللہ فاوسعوا جب اللہ تعالے نے وسعت عطا کرے تو تم بھی صدقہ دینے میں فراخی اختیار کرو۔ اس حکم کے ماتحت حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کو کم از کم کس قدر ادا کر دینے کا حکم دیا ہے۔ اور اس کا نام عید فنڈ رکھا ہے اسلام ان دنوں بہت بیکس اور بیکس ہے۔ پس ضرورت ہے کہ حامیان اسلام ان ہر دو فنڈوں میں پوری وسعت قلب کے ساتھ چندہ دیں۔ تا کہ احکام اسلام کی بجا آوری کے ساتھ اپنی بہبودی کا بھی سامان ہو سکے۔

صدقۂ فطر اور عید فنڈ کی ادائیگی کے بعد نماز عید پڑھنی چاہئیے امام پہلے جماعت کرائے۔ اور پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں نیت باندھنے کے بعد کہے اور نمازی اس کے ساتھ ہاتھ اوٹھائیں۔ اس کے بعد امام قرأت پڑھے۔ اور دو رکعت پڑھ چکنے کے بعد امام خطبہ پڑھے۔ اور مقتدی خطبہ ضرور سنیں خطبۂ عید میں جمعہ کی طرح بیٹھکر دوبارہ اٹھنا نہیں۔ بلکہ ایک ہی خطبہ ہے۔ ایسا ہی کوئی کوئی اذان اور اقامت وغیرہ بھی نہیں۔ یہی اجتماع مسلمانوں کا قومی میلہ اور شعائر دینی ہے اور اس کے سوا باقی تمام میلے وغیرہ لوگوں کا اپنا اختراع ہے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اور احمدی احباب سے ایک التماس

اس موقعہ پر ہم احمدی احباب کو بالخصوص مخاطب کرنا چاہتے ہیں۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے عظیم الشان کاموں کی طرف متوجہ کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ انجمن کس قدر امداد کی مستحق ہے۔ ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ صدقۃ الفطر اور عید فنڈ اسلامی بیت المال میں جمع ہونے چاہئیں۔ اور یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ ایسا بیت المال احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے قائم کر رکھا ہے۔ اسلام کی ضروریات اسکی مسکینی اور بیکسی آج جیسا دردانگیز نقشہ ہمیں دکھا رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ آج تمام مساکین اور بیکسوں سے بڑھکر اسلام خود مسکین و بیکس ہے۔ اشاعت اسلام کی طرف آج مسلمان غافل ہیں۔ اور غیر مسلم طرح طرح کے تیر ... سے مسلح ہو کر اسپر حملے کر رہے ہیں۔ اسکی بیکسی و مسکینی کیحالت میں ... کے چندوں اور تمام قومی ضرورتوں بلکہ اشاعت اسلام کو مقدم سمجھا جائے۔ اور نیز اموال اس انجمن کے سپرد کئے جائیں جو دنیا میں اس مقدس کام کو سرانجام دینے کا بیڑا اوٹھائے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ قریباً ڈیڑھ سال کی قلیل مدت میں بہت حیرت انگیز کام کر دکھائے ہیں لاہور میں اشاعت اسلام کالج کا قیام اپنی نوعیت میں یک بے نظیر اور نہایت ضروری کام ہے جو اس انجمن نے بہت اعلے پیمانہ پر کیا ہے۔ اس کالج کی طرف سے آجکل بھی ایک مبلغین ہندوستان کی مختلف اطراف میں کام کر رہے ہیں۔ بہت گم گشتگان راہ ہدایت نے اس انجمن کے ذریعہ اسلام قبول کیا ہے۔ اور انجمن نے انکی امداد بھی وظیفے کر کے کی ہے۔ پس اس مقدس کام کو چلانے اور اسکی تمام دیگر ضروریات پر مقدم رکھنے کے لئے احمدی احباب کی بالخصوص اور دیگر مسلمانوں کی بالعموم خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ اور اسلام بزبان حال ہر طرف بلا رہا ہے

(بقیہ صفحہ ۔)

تھے سینے مجددیت حضرت مرزا صاحب کی آپ کے نزدیک امر ثابت شدہ ... تھا۔ جو شک و شبہ سے زائل نہیں ہو سکتا۔

بعد ہمیداں - ان مقدمات ثلثہ کے میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے اس اشتہار میں وہ کونسا دعوے کیا ہے جو ان مقدمات ثلثہ کے مخالف ہو۔ بتیئنوا توجروا اگر آپ کہیں کہ مرزا صاحب نے اس میں دعوے رسول ہونے کا کیا ہے تو گذارش یہ ہے کہ جب آپنے حضرت مرزا صاحب کو مجدد مان لیا۔ اور جب مبعوث تسلیم کر لیا تو ظلی رسول بھی مان لیا۔ کیونکہ رسول اور مبعوث دونوں لفظ مترادف ہیں۔

ہاں وہ رسالت جو مختص بجناب رسالت مآب ہے اس سے تو وہ تحاشی کرتے ہیں۔ کما مر مفصلاً اور جبکہ آپ حضرت مرزا صاحب کو مان چکے ہیں کہ مکالمات آپ کو مشتمل غیوب کے ان کو نصیب حاصل ہے تو نبی لغوی بھی ہی مان لیا۔ دیکھو ہر سہ مقدمات مذکورہ کو ہاں وہ اس نبوت سے تحاشی کرتے ہیں۔ جو مخصوص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے پس وہ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کا بروز اپنے تئیں قرار دیتے ہیں جیسا کہ اصل شئے کا عکس آئینہ میں ہوتا ہے۔ کہ بجز اصلیت اور ظلیت کے کوئی فرق ذوالظل اور ظل میں نہیں ہوتا ہے۔

مولوی سید محمد احسن صاحب کے اس خط میں اور بھی بہت سی ایسی عبارات ہیں جن میں انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت اقدس نے ایک غلطی کا ازالہ میں نبوت سے انکار کیا ہے اور اس کے ثبوت میں اشتہار مذکور سے عبارات انہوں نے نقل کی ہیں۔ مگر ہم نے فی الحال بوجہ عدم گنجائش اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور کسی آئندہ اشاعت میں مولوی صاحب کا یہ خط تمام و کمال درج کریں گے اس شہادت سے کہ جو حضرت خواجہ صاحب نے طلب کی ہے انشاء اللہ انہی کے الفاظ میں ادا کر دینگے۔ وما توفیقی الا باللہ

نکات عجیبہ

ایک غلطی کا ازالہ کی تشریح حضرت اقدس سے

آج اثبات پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ اور میاں صاحب کے دعاوی کا دار ومدار اس بات پر ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے ۱۹۰۱ء میں مجازی وجزوی نبوت کے دعوی کو بدل کر حقیقی نبوت کا دعوے کیا۔ اور اس کا اعلان اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں کیا۔

میاں صاحب اور انکے مریدوں نے اپنے اس بے حقیقت دعوے کے ثبوت میں بہت سی لغو تشلیات سے کام لیا ہے۔ اور اپنی طرف سے ایک غلطی کا ازالہ کو حقیقی نبوت کے دعوے کا اعلان ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی انہوں نے حقیقۃ النبوت میں اس اشتہار کو تمام وکمال نقل کر کے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ اس میں حضرت اقدس اپنی پہلی غلطی کا جو انہیں اپنے دعوی کے بارہ میں لگی رہی سالہا سال اپنے آپ کو ایک جزوی ناقص اور ظلی وغیر حقیقی نبی سمجھتے رہے۔ اظہار کر کے حقیقی نبوت کا اعلان کیا ہے۔ اگرچہ میاں صاحب کے اس لغو دعوے کی تردید میں خود اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کی متعدد عبارتیں پیش کی جا چکی ہیں۔ اور کئی ایک شواہد قطعیہ سے ان کے اس دعوے کو بے بنیاد ثابت کیا جا چکا ہے۔ لیکن ذیل میں ہم دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ خود حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کا کیا مطلب بیان کیا ہے۔ نومبر ۱۹۰۱ء میں جبکہ اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" شائع ہوا۔ حافظ محمد یوسف مکذب نے اسکو پڑھکر ایک نتیجہ نکالا جو میاں صاحب کے دعاوی کے عین مطابق ہے۔ ہم پہلے میاں صاحب کے خیالات اور اس کے بالمقابل حافظ محمد یوسف کے خیالات کو درج کر دیتے ہیں۔ پھر اسی اشتہار کے متعلق حضرت اقدس کی اپنی کی ہوئی تشریح لکھکر یہ دکھائینگے۔ کہ آج کس کا عقیدہ حضرت اقدس کے عین بالمطابق ہے۔ اور کون مخالفین اور غیر احمدیوں کے قدم بقدم چل رہا ہے۔

میاں صاحب حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱ میں فرماتے ہیں "اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے۔ اور چونکہ "ایک غلطی کا ازالہ" ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے **نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے** اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ **۱۹۰۱ء میں آپنے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی**۔ اس کے مقابل حافظ محمد یوسف صاحب مولوی محمد احسن صاحب کو لکھتے ہیں:

"اشتہار ایک غلطی ازالہ۔ دیکھنے سنا ہے **اس میں نبوۃ کا دعوے مرزا صاحب نے کیا ہے**۔ اور تم اب مقلد ہو گئے ہو۔ اس لئے میں تم سے ملاقات کرنی نہیں چاہتا۔"

اب ناظرین ان دونوں بزرگوں کے خیالات سے خود اندازہ لگالیں۔ کہ ان میں کس قدر تطابق ہے۔ میاں صاحب کا دعوے ہے "**ایک غلطی کا ازالہ**" ...... **میں آپ نے نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے**"۔ بعینہ وہی الفاظ حافظ محمد یوسف کے ہیں کہ "اس میں **نبوت کا دعوے مرزا صاحب نے کیا ہے**"۔

ان دونوں کے خیالات بالمقابل جو آپس میں بالکل متحد متفق ہیں۔ خود حضرت اقدس مسیح موعود کی اس تشریح کو بھی سن لیا جائے جو حضرت اقدس نے ۱۹ نومبر ۱۹۰۱ء کو کی ہے۔ اور حافظ محمد یوسف کے متذکرہ صدر خیال کے جواب میں الحکم نمبر ۴۲۔ جلد ۵۔ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء میں چھپی ہوئی موجود ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام ڈائری یہاں نقل کر دیجائے۔

حضرت اقدس حسب معمول سیر کو نکلے۔ احباب ساتھ تھے۔ مولانا مولوی جناب سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی نے عرض کیا کہ حافظ محمد یوسف صاحب کا ایک خط آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ:- **اشتہار ایک غلطی کا ازالہ میں نے سنا ہے۔ اس میں نبوت کا دعوے مرزا صاحب نے کیا ہے**۔ اور تم اب مقلد ہو گئے ہو اس لئے میں تم سے ملاقات کرنی نہیں چاہتا یہ گویا اس کارڈ کا مفہوم تھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس خط کا جواب مفصل انکو لکھدیا جاوے۔ تاکہ تبلیغ ہو جاوے۔ فرمایا کہ **تعجب کی بات ہے**۔ یہ لوگ اسے دعوٰی جدید کہتے ہیں۔ براہین میں ایسے الہامات موجود ہیں۔ جن میں نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے۔ چنانچہ ہُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی اور جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ وغیرہ پر غور نہیں کرتے۔ اور پھر **افسوس** یہ نہیں سمجھتے کہ ختم نبوت کی مہر مسیح اسرائیلی کے آنے سے ٹوٹتی ہے یا خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے۔ ختم نبوت کا انکار وہ لوگ کرتے ہیں جو مسیح اسرائیلی کو آسمان سے اوتارتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں۔ نہ نیا نبی نہ پرانا نبی بلکہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی چادر دوسرے کو پہنائی گئی ہے۔ اور وہ خود ہی آئے ہیں۔ کیا اگر ایک شیشہ میں حافظ صاحب اپنی تصویر دیکھیں۔ تو کیا عورتوں کو پردہ کر لینا چاہیئے کہ یہ کون غیر محرم گھس آیا۔ آپ ان کو خوب مفصل اور واضح خط لکھیں۔"

منقولا بالا الفاظ میں حضرت اقدس اپنے اس دعوے کی خود ہی تشریح کرکے اور یہ کہکر کہ تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ اسے دعوے جدید کہتے ہیں۔ براہین میں ایسے الہامات موجود ہیں۔ جن میں نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے۔ صاف طور پر میاں صاحب کے اس خیال کا کہ نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے۔ اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپنے بڑے زور سے نبوت کا اعلان کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے" رد کیا ہے اور بتایا ہے کہ ایک غلطی کا ازالہ میں کوئی جدید دعوے نہیں نہ ہی اپنے عقیدہ میں کوئی تبدیلی ہی کی ہے بلکہ شروع سے ایک ہی دعوے ہے

کوئی شخص حضرت اقدس کے ان الفاظ سے کہ "ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں۔ نہ نیا نبی نہ پرانا نبی۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر دوسرے کو پہنائی گئی ہے۔ اور وہ خود ہی آئے ہیں" دھوکا نہ کھائے۔ کسی نبی کی بعثت ثانی یا اسکی چادر دوسرے کو پہنائے جانے سے بعینہ اسی نبی کا اس عہدہ پر دوبارہ آجانا مراد نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ تو تناسخ ہے جو بالبداہت غلط ہے اور ہم کسی آئندہ اشاعت میں پہلی نظائر سے ثابت کرینگے کہ انبیاء کی بعثت ثانی سے کیا مراد ہوتی ہے یہاں ہم نے الحال اسکے مطلب معانی کو نقل کر دیتے ہیں۔ جو مولوی سید محمد احسن صاحب نے حضرت اقدس کے ان الفاظ کے سمجھے۔ اور انہوں نے حضرت اقدس کے اس ارشاد کی تعمیل میں کہ "آپ ان کو خوب مفصل اور واضح خط لکھیں۔" اپنے خط مندرجہ الحکم جلد ۵ نمبر ۴۳-۴۴ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء میں اسکی یوں وضاحت کی:-

"مقدمہ اوّل

خواص واقرادامت مرحومہ کے مکالمات اور مخاطبات الہیہ سے بے نصیب نہیں ہیں۔ اور امور غیبیہ پر بذریعہ الہامات حسب ضرورت ازمنہ مشرف ہوتے ہیں۔ اور رؤیا مومن کی چالیسواں جز نبوت کا ہے۔ کما جاء فی الحدیث الصحیح

مقدمہ دوم

نبی کے معنے ہیں خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ اور رسول کے معنے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا۔ یہ مقدمہ بھی آپ کو مسلم اور ہر ایک صداقت ثابت شدہ ہے۔ کیونکہ لفظ نبی نباء سے مشتق ہے۔ جو معنے خبر کے ہے۔ اور لفظ رسول رسالت سے نکلا ہوا ہے۔ جو معنے بھیجنے اور مبعوث کرنے کے ہے۔

مقدمہ سوم

حضرت مرزا صاحب کو آپ بطور یقین کے مجدد مان چکے ہیں۔ اور الہامات براہین احمدیہ کو تسلیم کرینگے۔

لؤلؤ والمرجان

(دروے سخن بطرف شیعیان آخر نے)

(گذشتہ سے پیوستہ)

ایسٹری کا منتہی علو یہ ہے کہ فلاں فاسق۔ فلاں کافر زبانی گہوڑ دوڑ ہے وہی مساجد کے ملا نے کی چال ہیلا دیکھو تو یہ امارت ہے فلاں اخبار مت خریدو لاہور میں مت اترو۔ امرتسر کی طرف مت جاؤ پیغام صلح نہ پڑھو۔ چندہ اشاعت اسلام میں مت دو۔ فلانسے سے بائیکاٹ کرو۔ ذالك مبلغهم من العلم اگر باحیا اور باشرم لوگ ہوتے تو کم از کم عملی حالت سے ہم پر یہ ثابت کردیتے کہ دیکھو ہمارے افعال اور اعمال کو ہم کو ان کے اعمال سے رشک پیدا ہوجاتا اور ہم طوعاً ان کی طرف جھک پڑتے۔ ایسی بے انصافی کہ پانچ منٹ پیشتر ایک شخص متقی۔ مجاہد فی سبیل اللہ گنا جاتا ہے۔ جب بمجرد حال سے ایک کی بیعت نہیں کرتا۔ فاسق۔ مرتد۔ ملعون بنجاتا ہے۔ حالانکہ اسکی اعتقادی اور عملی حالت میں سرمو فرق نہیں آیا۔ ہم خوش اعتقاد لوگ نہیں آیا ہم خوش اعتقاد لوگ نہیں۔ ہم بصیرت رکھتے ہیں۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ قیام خلافت کے لئے کیسے ناواجب امور کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ قوم کے اموال جو انہوں نے خدا کے دین کی خدمت اور اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام کے لئے دیئے ہوئے تھے بلا سوچے سمجھے اڑائے گئے جس کے اظہار سے شرم آتی ہے جس قدر مال اشاعت دین اسلام کا ناواجب اور غیر محل صرف ہوا وہ سب غلول ہے۔ قیامت کے دن جب یوم ندعو کل اناس بامامہم کے ماتحت رب العالمین کے ہاں وہ سب حاضر ہونگے۔ اس وقت اس مال کی بازپرس ہوگی۔ اور کتنے ہی یات بما غل یوم القیامۃ کی مصائب میں مبتلا اور گرفتار ہونگے۔ بات بہت صاف اور آسان تھی۔ مالی انتظام کے متعلق جو کچھ مسیح موعود علیہ السلام الوصیت میں فرماگئے ہیں۔ وہ بدستور سابق اسی طریق پر قائم رہے۔ اور اسی کے مطابق عمل کیا جاوے۔ میاں صاحب امیر قوم ہمارے بہائی اس انجمن کے پریذیڈنٹ۔ غیر احمدیوں سے سلسلہ میں داخل کرنے کے لئے بیعت لیویں۔ جو احمدی خوشی سے کسی فیض حاصل کرنے کے لئے جسکو شرح صدر میاں صاحب کے متعلق حاصل ہوجاوے میاں صاحب سے بیعت کرتا ہے کرے جو نہیں کرتا امیر کوئی مواخذہ اور جبر نہیں۔ امیر حاکم ہے۔ یا انجمن حاکم ہے۔ یہ سوال لایعنی زیر بحث لانے کی ضرورت ہی نہیں۔ میاں صاحب کو کوئی نذرانے دیتا ہے دیوے ہمکو کیا۔ پہلے بھی وہ نذرانے لینے کے عادی ہیں اور لوگ دینے کے۔ یہ امیری یا ایسی خلافت کوئی خدا یا رسول کی خلافت نہیں۔ کسی حدیث میں ایسی خلافت کا ذکر نہیں۔ قرآن میں اس کا نام و نشان نہیں قوم اتحاد اور اتفاق سے جگہ بجگہ ایسے خلیفہ جنکی اجازت الوصیت میں ہے تو اگرچہ بنائے۔ مگر وہ ایک ہی شخص کو اس کام کے لئے منتخب کرتی ہے اور یہ درست ہے۔ وامرہم شوریٰ بینہم بشرطیکہ قوم سب اتفاق کرلے۔ ایک معمولی انسان کی وصیت کو تبدیل کرنا گناہ ہے پھر مسیح موعود علیہ السلام کی الوصیت کو بنا بخدا۔ پس پشت ڈالنا الوصیت سے سرمو تجاوز کرنا گناہ عظیم ہے۔

ہم علیٰ وجہ البصیرۃ دیقین اس اصل پر قائم ہیں کہ ایسے خلفا اور مجددین کے بعد کوئی شخصی خلافت نہیں ہوتی۔ اور تیرہ سو سال کی شہادت واقعاتی اسپر دلیل ہے۔ جب ایسا مجدد دنیا سے گذرجاتا ہے تو اس کے بعد قوم بطور جماعت بحیثیت مجموعی اتفاق سے کام کرتی رہتی ہے۔ اور اس کے مشن کو حتی الوسع چلاتی رہتی ہے۔ اگر وہ قوم اپنی باہمی قرارداد سے کسی ایک شخص کو اپنا امیر یا نمبردار مقرر کرلے جسپر اتفاق ہوجائے۔ تو کوئی ہرج کی بات نہیں۔ اور ایسی جماعت کا ذکر حدیث میں موجود ہے۔ ولا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاهرين لا يضرهم من خالفهم حتى ياتى امر الله (رواہ ابوداؤد والترمذی) اسی واسطے حضرت مسیح موعودؑ نے بھی کہا۔ کہ بعد میرے تم میری جماعت سب ملکر کام کرو۔ اور اس حدیث میں بھی طائفۃ کا لفظ موجود ہے۔ وہ جماعت ہمیشہ رہیگی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ ملکر کام اس وقت تک کرتے رہو جب تک مصلح موعود تم میں الہام اور وحی کے ذریعے کھڑا ہو۔ حدیث کے آخر میں بھی الفاظ حتی یاتی امر اللہ۔ اسی طرف مشیر ہیں۔ نفہم بیشک صاف لفظوں میں کہہ دو کہ ہماری بھی ویسی ہی خلافت ہے جیسی خواجہ اللہ بخش صاحب۔

خواجہ سلیمان صاحب مہرہ شریف اور تونسہ شریف کی دعلیٰ ہذا القیاس جو لوگ ہمیشہ سے ایسی گدیوں کو سنجیدہ کرنے کے عادی ہیں۔ وہ بیعت کرلیں گے۔ اور جو لوگ تابع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہیں وہ الگ ہوجائیں گے ہم تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابتہ سے ایک انچ بھی ادہر ادہر منحرف ہونے کو ضلالت اور گمراہی سمجھتے ہیں ایسا پیری مریدی نے اسلام کو کچھ کم نقصان نہیں پہونچایا ہے۔ بلکہ پہونچا رہی ہے۔ کہ اب ہم امیر اور اضافہ کریں۔ مل پر معرفت اور چشم بصیرۃ جاتی ہے۔

ہم کو اپنے انصار اللہ بہائیوں سے تعجب آتا ہے کہ وہ خلافت احمدیہ میں۔ خلافت موجودہ پر آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم الخ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ جیسا صحابہ کرام میں خلافت تھی۔ اس جماعت میں بھی ویسی ہی خلافت ہونی چاہئے۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ ویسی خلافت تم کو کس طرح نصیب ہوسکتی ہے کیا تم بادشاہ اور حاکم بن سکتے ہو۔ کیا تم حدود دابت الٰہی کو قرآن کریم کے مطابق دنیا میں قائم کرنے کی طاقت رکھتے ہو۔ تمہارا امیر تو اپنے دو مریدوں میں بھی ان کا ایک معمولی مقدمہ دیوانی یا فوجداری کا بھی فیصلہ نہیں کرسکتا اور تھانہ میں رپورٹ کرنے کی مجالس کرے تاہم اگر وہ دس روپے کے واسطے بھی ایسا کرے یا ایسا کرنیکا ارادہ کرے تو تمام حاشیہ نشین بموجب حکم مجرم ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسی آیت سے اپنی متعدد کتابوں میں استدلال فرمایا ہے۔ مگر کسی جگہ ایماء تک بھی نہیں کیا۔ کہ میرے بعد کوئی خلافت علےٰ منہاج النبوۃ ہوگی۔ وہ مثیل عیسیٰ ہے اور حضرت عیسیٰ کے بعد کوئی خلافت نہ تھی۔ وہ بروز احمد ہے صفت جمال کے تحت اس لئے اس اسم جمالی کے نیچے کوئی خلافت سوائے مجددین کے سلسلہ خلافت کے بروحانی استخلاف اپنے نہیں اور ضرور ہے کہ مجدد اپنی میعاد پر الہام اور وحی کے ذریعہ کھڑا ہو فالمسیح الموعود مع جماعتہ مظہر من اللہ لصفتہ الرحیمیہ والاحمدیتہ لیتم قولہ واخرین منہم ولیتم حقیقۃ المظاہر البروزیۃ اتحاد المسیح)

(باقی آئندہ)

سلہ ہم نے دلائل قویہ سے ثابت کردیا ہے کہ یہ امیری اور یہی خلافت قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں آیت استخلاف کی یہ مصداق نہیں پھر جب بنیاد ہی نہیں تو لایعنی اور غیر معقول دلائل پر جو خلافت احمدیہ وغیرہ میں کھینچ تان کر ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ اور جس کی مثال وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت۔ سے بڑھکر نہیں توجہ کرنا تضیع اوقات ہے۔ اگر ہم ایسی خلافتوں کے قائل ہوتے تو خواجہ کمال الدین صاحب کے وجود میں مسیح موعود کی پیشگوئیاں سب سے عمدہ اور بہترین طور پر پوری ہوئی ہیں انکو خلیفہ بنانے اللہ اسید پالی ہیں اگر بے را اور دینی غیرت ہو اور راستیاں ہوں تو خلافت احمدیہ میں اپنی تحریر کو پڑھکر خواجہ صاحب کی بیعت کرلیں وہ تو اپنی تحریر سے ملزم ہوچکے ہیں (المولف)

سلہ اب خلافت کا سوال تو پیچھے رہ گیا۔ اب تو اعتقادات کا مسئلہ درپیش ہے۔ اور میاں صاحب اور ان کے مریدان خاص ایسے اعتقادات اختراع کررہے ہیں کہ سرے سے اسلام ہی کے برخلاف ہیں۔

سلہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی متعدد کتابوں میں اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ مگر کسی جگہ پر بھی تشریح کرتے ہوئے نہیں فرمایا کہ میرے بعد کوئی سلسلہ خلفاء ہوگا۔ اسکے انصار اللہ اپنے قیاس سے خلافت نکال رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مامسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا مے بود

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

اخبار پیغام صلح لاہور

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ما ز دو بیم از نور یکساں — وصل دلدار ازل بے او محال
آں خدائی قول او در جان ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد — ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آنچہ از حضرت احدیت آمدست — منکر آں مستحق لعنت ہست
معجزات او ہمہ حق اندرست — منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقیں — آنچہ در قرآں بیانش ہا یقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکاری کند از شقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفرست و خسران و تباب

قیمت

سالانہ دس روپے ششماہی پانچ روپے سہ ماہی ۲ روپے ۹ آنے ماہواری ۱ روپے

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | سنہ ۸ المسیح لاہور یوم سہ شنبہ ۱۷ اگست ۱۹۱۵ء مطابق ۵ شوال ۱۳۳۳ ہجری | نمبر ۱۶

اشاعت اسلام کی منشرقی و شمالی خطوں کا خط

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ علیگڈھ سے روانہ ہو کر ہم دونوں قنوج پہنچے۔ قنوج کا اسٹیشن جس بستی سے قریب ہے اس کا نام سرائے میران ہے۔ اور یہاں ایک شاندار پختہ سرائے عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے استاد شاہ میراں کی بنائی ہوئی موجود ہے مگر تعجب کہ یہ بستی بجائے اس سرائے کے بھٹیاروں کے سب کی سب ہندوؤں کی ہے۔ مسلمان امتداد زمانہ سے سب تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔ سرائے کا اندازہ بتاتا ہے کہ یہ بہت بڑا اسلامی شہر آباد کیا گیا ہوگا۔ ہم رات کے وقت پہنچے۔ اور سرائے میراں کی سرائے میں مقیم ہوئے۔ قنوج یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ صبح اٹھکر قنوج کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں قدیم آبادی کے علامات کھیتوں میں ہزاروں برس کی پورانی عمارات کی بنیادیں ہر مقام پر چاروں طرف اس کثرت سے نظر آتی تھیں کہ میرے ہمراہ اگر مولوی عبدالحق صاحب جنکا مذاق دوسری قسم کا ہی نہ ہوتے تو میں گو کتنی ہی جلدی جلدی گذرتا لیکن پھر بھی یہ دو میل کا راستہ شاید چار پانچ گھنٹہ سے کم میں طے نہ ہوتا۔ کیونکہ آثار قدیمہ کے جنگل میں ہر قدم پر کوئی نہ کوئی نشان میرا دامن پکڑنے اور چلتے چلتے روک دینے کو موجود تھا۔ مگر رفیق سفر کی تیزروی نے اجازت نہیں دی کہ دامن دل کو جو جنگل کی کسی جھاڑی میں الجھتا تھا میں احتیاط سے چھڑاؤں۔ مجبوراً کہیں دامن کو شگافتہ اور کہیں کانٹوں کو شکستہ کرتا ہوا بڑھا چلا گیا اور خواجہ امیر علی صاحب نے علیگڈھ میں یوسف علی خان صاحب آنریری مجسٹریٹ جو نام بتایا تھا ان کے مکان کی تلاش میں قنوج قصبہ کی موجودہ آبادی میں داخل ہوا۔ سوء اتفاق نہیں بلکہ حسن اتفاق سے قنوج کی جس سمت سے ہم داخل ہوئے تھے ٹھیک اس کے مقابل دوسری سمت لب شہر یوسف علی خان صاحب کا مکان ملا۔ اور اسطرح انکے مکان تک پہونچنے میں قنوج شہر کو ہم نے ایک نظر دیکھ لیا۔ محمود غزنوی۔ شہاب الدین غوری۔ قطب الدین ایبک۔ جے چند وغیرہ چند نام یاد آگئے۔ جے چند کا قلعہ جو اب مٹی کا ایک ٹیلہ ہے۔ میں نے دیکھا۔ اور لاہور کے انارکلی بازار کے متصل قطب الدین ایبک کی قبر جو کس مپرسی کی حالت میں حسرت و یاس کی ایک دلگداز تصویر ہے یاد آگئی۔ کیونکہ جے چند قطب الدین ایبک ہی کے تیر سے مارا گیا تھا۔ قنوج کی جامع مسجد جسکو بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے جے چند کے قلعہ کی متصلہ عبادت گاہ یعنی سیتا کی رسوئی تھی دیکھی۔ یہ مسجد سلطان ابراہیم شرقی یعنی سلطان جونپور کی یادگار ہے۔ جس کا کتبہ اس طرح ہے:

شکر للہ کہ بتوفیق خداوند کریم
بوالمظفر سر شاہان جہان ابراہیم
ہمدم عیسےٰ و ہمنام خلیل الرحمان
آنکہ بنمود جہاں را ید بیضا چو کلیم
مسجدے ساخت برتب کہ بدیں رفعت و اوج
چو اساس است معلےٰ چو بنا ثابت عظیم
سلخ ذیقعد سن ہشت صد و نہ ہجری
سر فرازی ہمہ زیر قدمش گشت مقیم

اسی طرح اور بھی چند اسلامی یادگاریں جو ہمارے راستہ میں آگئیں ہم نے دیکھیں۔ یوسف علی خانصاحب کے دولتخانہ پر پہونچے۔ اور ان کی نشستگاہ کے کمرہ میں ہمکو تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا کہ وہ خود ہی باہر تشریف لائے۔ ہم دونوں کو مسلمان اور مولوی کی صورت میں دیکھکر انہوں نے بلا توقف اپنے صندوقچہ میں سے کچھ پیسے جو غالباً سو روپے ہونگے۔ نکال کر ہمارے سامنے آگے بڑے ادب سے پیش کئے۔ اور اسوقت مجھکو اپنی یہ فروگذاشت محسوس ہوئی کہ انکو دیکھتے ہی میں نے فوراً کیوں گفتگو شروع نہیں کردی کہ ہم کون ہیں۔ کیوں آئے ہیں۔ تاکہ ہماری اس خموشی کو وہ ان کے اطمینان سے بیٹھ چکنے کے انتظار میں تھی وہ سائلانہ خموشی نہ سمجھتے۔ بہرحال میں نے عرض کیا۔ کہ ہم سوالی نہیں ہیں۔ اگر آپ اخلاق سے مخاطب ہوسکتے۔ تو آپ سے دوستانہ و برادرانہ طور پر کچھ باتیں کرینگے۔ ورنہ خیر یہ سنکر وہ کچھ محجوب سے ہو کر بیٹھ گئے اور ایک ضروری کام کے لئے ہمیں مصروف ہوگئے تاکہ بالکل فارغ اور مطمئن ہو کر [illegible] ہیں۔ وہاں اخبار وکیل رکھا ہوا تھا [illegible] اپنے دیکھیا [illegible] مسلمانوں کو [illegible] اور وناشتہ کہانتک [illegible] مسلمانوں [illegible] دیکھکر [illegible] آدمی کو [illegible] کاش [illegible] غلط۔ صرف اس تمام سوال کو عملی طور پر ہٹانے کی کوشش کریں۔ جب یوسف علیخاں صاحب سینڈ منٹ میں اپنے تحریر کے کام سے فارغ ہو کر ہماری طرف متخاطب ہوئے تو میں نے اپنے تمام حالات۔ اغراض سفر۔ اور خواجہ امیر علی صاحب کے بتائے ہوئے پتہ کی موافق حاضر ہونے کو بیان کیا۔ انہوں نے سب باتوں کو توجہ اور محبت سے سنا اور اپنے علم کے موافق ہمکو مفید باتیں بتائیں جن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ خاص قنوج میں آریوں کا کوئی ایسا اثر نہیں ہے جس سے کسی قسم کا اندیشہ کیا جا سکے۔ عام طور پر ہندوؤں کا اثر مسلمانوں سے زیادہ نہیں ہے۔ اور قنوج کے مسلمان ایک حد تک بیدار ہیں یعنی اپنی مذہبی و تعلیمی ذمہ

دار یوں سے کم وبیش واقف ہیں۔ مگر سامان ایسے نظر آتے ہیں کہ ہندو مسلمان دونوں جو اسوقت کانٹے کی تول برابر نظر آتے ہیں۔ چند روز کے بعد ہندو زبردست اور مسلمان کمزور نظر آنے لگیں گے۔ ماہ صیام کی وجہ سے کسی جلسہ اور اجتماع کا اہتمام دشوار ہے۔ صاحب موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ مضافات میں دورہ کرکے دیہاتی مسلمانوں کو اسلامی مسائل سکھلانیوالے ایک صاحب درد مخلص شخص کی قدر ضرورت ہے۔ جو قنوج میں جمعہ کو وعظ و خطبہ سنائے اور ہفتہ کے باقی دنوں میں اردگرد کے مقامات میں کام کرے۔ اور اس طرح مستقل طور پر قنوج میں رہے۔ یوسف علیخاں صاحب قنوج کے مسلمانوں میں خصوصیت سے سرآمدہ اور نہایت قیمتی انسان ہیں انہوں نے ایک اپنا اسکول بھی جاری کر رکھا ہے۔ جس کے نہایت ہی دلربا اور سچے اصول سنکر دل کو خوشی حاصل ہوئی بچے کے درجہ سے شروع کیا ہے ہر سال ایک درجہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ ہشتماہی میں قرآن کریم اور ضروری علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ غیر ضروری علوم جنکا بار بلا ضرورت بچوں کی گردنوں پر سرکاری مدارس میں ڈالا جاتا ہے نہیں رکھے ہیں۔ اس طرح نویں جماعت تک تعلیم ہوگی اس کے بعد دسویں درجہ کو رگگنا کر ڈاکر کالجوں میں جانے کے لئے بہترین طلباء تیار ہونگے۔ قنوج میں حاجی بھگو خاں صاحب اور حاجی معشوق علی صاحب سے نہ مل سکنے کا افسوس ہے۔ یہ دونوں بزرگ بھی سنا ہے کہ قنوج میں قابل زیارت ہیں ہم جب رخصت ہونے لگے تو یوسف علی خانصاحب نے نذرانہ کے طور پر ایک روپیہ پیش کیا اور میں نے اسکے لینے سے انکار۔ مگر ان کے اصرار شدید نے اسکے قبول کرنے پر مجبور کیا جسکی رسید غالباً احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے دفتر سے ان کے پاس پہنچ چکی ہوگی۔ حاجی شریف زندنی جو سنا ہے کہ خواجہ معین الدین اجمیری کے دادا پیر تھے ان کا مزار۔ بالا پیر صاحب اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے پوتے کا مزار۔ جامع مسجد وغیرہ دیکھتے ہوئے سرائے میراں کی سرائے میں پہنچے وہاں رات کیوقت سرائے کی مسجد میں دس بارہ نمازی نظر آئے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ ان کو کچھ نصیحت کروں چنانچہ کی اور سب نے سنی۔ سرائے میراں کے محرر پولس فیاض علی صاحب جو سرائے میں مسافروں کو لکھنے آتے ہیں بڑے شریف آدمی معلوم ہوتے ہیں ان کے بعض اخلاق فاضلہ اور مسلمانہ طرز عمل کو دیکھکر دل بہت خوش ہوا۔ ہم جس بھٹیاری کے کمرہ میں ٹھہرے تھے وہ بیچاری بڑی غریب اور شریف تھی اسکا پوتا بیمار تھا اور تمام خاندان

اس ایکسالہ بچے کی علالت سے بیچین۔ مجھکو معلوم ہوا۔ تو میں نے اسکے حالات دریافت کئے۔ اور معلوم ہوا کہ سرائے میراں میں ایک بھی طبیب نہیں اور قنوج میں جو طبیب صاحب ہیں وہ التفات کم کرتے ہیں۔ افسوس ہوا۔ کہ سرائے کی ساری بھٹیاریوں اور بھٹیاروں نے تعویذ گنڈوں اور بھوت پریت کے لپٹ جانے کا یقین کر رکھا تھا۔ میں نے ان کو سمجھایا اور بچہ کیلئے دوا بتائی اسکو کئی روز سے قبض تھا اور قبض کی وجہ سے دوسرے عوارض۔ میں نے روغن بید انجیر ایک تولہ دودھ میں پلانے اور پیٹ پر املتاس و اجوائن کا لیپ کرنیکو کہا اور عجیب بات ہے کہ ہم جب اگلے دن وہاں سے رخصت ہوئے تو بچہ اسی علاج سے دست آجانے کے بعد اچھا خاصا قابل اطمینان حالت میں تھا۔ اور بھٹیاری کا خاندان ہمکو محبت و شکر گذاری کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا قنوج کے اسٹیشن سے ریل نے ہمکو اٹھاکر کانپور کے اسٹیشن پر لا کھڑا کیا۔ یکہ والے سے ہم نے کہا کہ سرائے میں پہنچادو۔ اس نے بیگم گنج کی بڑی سرائے میں ہمکو پہنچایا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بیکن گنج کو بیگم گنج کہا جاتا ہے۔ اس بڑی سرائے کو ہم نے بہت ہی چھوٹا دیکھا۔ اور جبکہ کمرہ کی تاریکی کو ناقابل برداشت پایا۔ تو دوسرے دن ہم نے ایک اور سرائے کا پتہ لگایا۔ اور اسطرح بیگم گنج کی سرائے سے پریڈ کی سرائے میں آ گئے۔ اس پریڈ کی سرائے کو بھی بیگم گنج کی سرائے سے کچھ تھوڑا ہی سا اچھا پایا۔ کانپور میں مولوی فضل حسین صاحب ایڈیٹر اخبار البشیر ملگئے۔ اور انکے ذریعہ سے حافظ احمد اللہ صاحب سوداگر چرم اور سید فضل الرحمن صاحب وکیل سے ملاقات ہوئی۔ حافظ احمد اللہ صاحب سے زیادہ باتیں کرنے کا موقع ملا اور انکو بہت روشن خیال اور اشاعت اسلام کے کام سے دلچسپی لینے والا پایا۔ اس موقع پر مجھکو یہ بتادینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سفر میں علیگڈھ سے کانپور تک راستہ میں ہمنے جس اسٹیشن پر خیال کرکے ہمکو اترنے کا اتفاق ہوا۔ ٹائم ٹیبل اور سائن بورڈ وغیرہ اور دوسرے ریلوے اعلان جو تمام اسٹیشنوں پر آویزاں ہوتے ہیں انگریزی اور ناگری میں دیکھے۔ اردو میں کوئی تحریر نظر نہ آئی حتیٰ کہ ہمکو فتحگڈھ اور قنوج سے جو ریلوے ٹکٹ ملے ان میں مقامات کے نام اور کرایہ کی رقم انگریزی اور ناگری ہی میں تھی۔ اردو میں کچھ نہ تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی کوششیں کہاں کہاں تک اثر انداز ہوتی ہیں اور مسلمانوں کو کن کن دقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

(راقم اکبر شاہ خان نجیب آبادی از کانپور)

تازہ ترین پیغامات

کوائف جنگ

ساحل گیلی پولی پر مزید فوج اتاری گئی

(لندن ۱۰ اگست) جنرل سر آین ہملٹن کی رپورٹ مظہر ہے۔ کہ گذشتہ چند روز کی جنگ میں ہم نے خاص ترقی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جنوبی رقبہ میں قرتیہ کی سڑک کے مشرق میں ۳۰۰ گز کے محاذ پر ہم نے ۲۰۰ گز ترقی کی۔ اور اس جگہ پر سخت جوابی حملوں کے باوجود قابض رہے۔ حملے پسپا کئے گئے دیگر مقامات پر بھی ترکوں کے حملے پسپا ہوئے ایسا سر آین ہملٹن فرانسیسیوں کے بجان و دل مدد دینے کے مداح ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ انزاک کے حصہ میں ایک اہم کامیابی حاصل ہوئی ہے (لفظ انزاک آسٹریلین نیوزیلینڈ آرمی کور کے انگریزی الفاظ کے ابتدائی حروف ملاکر بنایا گیا ہے) کوہستان ساری بیر کے حصہ چنک بیر پر بھی قدم جمائے گئے ہیں۔ شدید جنگ کرنے اور مضبوط مورچوں کو کامیابی سے سر کرنے کے بعد پہاڑی کی چوٹی پر قبضہ کیا گیا تھا غنیم کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ ۶۳۰ ترک قیدی پکڑے گئے۔ اور ایک نارٹن فیلڈ توپ۔ دو خندقوں کی توپیں ۹ کلدار توپیں۔ اور کثیر التعداد بم۔ بندوقیں وغیرہ چھینیں گئیں۔ برطانوی فوج نے ساحل پر کامیابی کے ساتھ پھر فوج اتاری۔ (لندن ۱۰ اگست) استرڈم سے ایک ترکی سرکاری اطلاع میں ایک نہایت اہم بیان شائع ہوا ہے۔ اس میں کہا ہے۔ کہ حلیفوں نے بہت کی امداد کوشرے کی امداد سے کراجلی میں فوج اتاری مقام مذکور خلیج سارو س کے منبع پر سرزمین ترکی میں اس سڑک پر واقع ہے جو اکوس سے بولائر کو جاتی ہے۔ اطلاع مذکور میں انزاک کے حصہ کے نواح میں دوبارہ فوج اتارنے کا تذکرہ ہے۔

ایک پہاڑی چوٹی پر قبضہ:۔ (لندن ۱۰ اگست) جنرل سر آین ہملٹن کی ایک رپورٹ مظہر ہے کہ دردانیال کی کامیابی بہت دل خوش کن ہے کیونکہ سرلے پیر سر بلند پہاڑ ہے۔ جن کی اونچائی ۹۷۱ فٹ ہے۔ اور یہاں سے تمام جزیرہ نما اور آبنائے کے تنگ ترین حصہ پر زد پڑتی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں سے جنوبی علاقہ کی ترکی فوج بھی جو عقب میں ہے معرض خطر میں پڑ سکتی ہے۔ انزاک سے حملہ جات کے وقت شروع ہوا تھا۔ تباہ کن جہاز سے جس روشنی پڑ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک نئے مقام پر فوج اتار دی گئی۔ اور معتد بہ ترقی کی گئی۔ تمام

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۱۵ء نمبر ۱۶

عادات کا اثر اعتقادات پر

(بسلسلۂ اشاعت مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۱۵ء)

ذبیحہ بقر اور مسلمان

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے بنی اسرائیل کی ان عادات کا تذکرہ کیا تھا - جو چار سو برس تک مصریوں کے ساتھ آباد رہنے کے بعد ان میں پیدا ہو گئی تھیں - اور یہ بتایا تھا - کہ ان عادات نے بنی اسرائیل کے موحدانہ اعتقادات پر ایسا نمایاں اثر کیا کہ بالآخر انہیں باوجود ایک برگزیدہ اور عظیم الشان نبی کی معیت اور اسکی موحدانہ تعلیم کے شرک کی جانب بڑے زور کے ساتھ رغبت کئے رکھا - اس کا کیا نتیجہ ہوا - اور بارگاہ ایزدی سے انکی ان کرتوتوں پر کیا سزا تجویز ہوئی - وہی جو مشرکین کے لئے ازل سے مقرر ہے یعنی غربت اور مسکنت کی مار۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ - ان پر ذلت اور مسکنت کی مار ماری گئی - اور وہ اللہ کے غضب کے واپس آئے - شرک اور بت پرستی سے انسان کے اعضاء و جوارح خالق کو چھوڑ کر مخلوق کے تابع ہو جاتے ہیں - الٰہی احکام سے منحرف ہو کر یا دوسری چیزوں کو اپنا خدا ماننے سے انسان کے اندر سے بلند پروازی اور حکومت کی طاقت سلب ہو جاتی ہے - وہ دوسروں کی تقلید کا ہی گرویدہ رہتا ہے - اور خود کسی کا حاکم بننا نہیں چاہتا - یہی حال بنی اسرائیل کا تھا - چار سو برس تک ایک مشرک اور غیر حاکم قوم کے زیر اثر رہنے کے بعد وہ مشرکانہ اعتقادات کے حامی ہو گئے - اور ایسے ہوئے کہ موسیٰ علیہ السلام کی معرفت اللہ تعالےٰ نے جس ارض مقدس کا حاکم بننے کا انہیں وعدہ دلایا تھا - اسے فتح کرنے سے وہ بالکل ناکام رہے - چالیس سال تک جنگلوں اور ویرانوں میں آوارہ و سرگرداں پھرنے کے بعد جب غلامانہ و مشرکانہ خیالات رکھنے والی نسل مفقود ہو گئی - اور وہ لوگ پیدا ہوئے - جنھوں نے ان مصریوں کا نام و نشان تک نہ دیکھا تھا - اور کسی کی حکومت کا ان پر ذرہ بھر اثر نہ تھا - وہ آزاد تھے - آزادی کی حالت میں پیدا ہوئے - اور آزادانہ ہی انہوں نے زندگی بسر کی تو یہ وہ لوگ تھے - جن کے ہاتھ پر ارض مقدس یعنی فتح کنعان کا وہ وعدہ پورا ہوا جسے ان کے آباؤ اجداد پورا نہ کر سکے تھے - قال فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتيهون في الارض فلا تاس على القوم الفسقين - فرمایا اللہ تعالےٰ نے تحقیق وہ سرزمین تم پر چالیس سال تک حرام ہے - زمین میں سرگرداں پھرینگے - پس فاسقوں کی قوم پر غم نہ کھاؤ -

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا یہ حال جو قرآن کریم نے ہمارے سامنے کھول کھول کر بیان کیا ہے - ہمارے لئے عبرت انگیز ہے - آج مسلمان بھی ایک قوم کے زیر اثر ہیں - اور وہ آج سے نہیں ایک طویل مدت سے ہندوستان میں آباد ہونے کے باعث اپنے ہمسایوں کی خدمت مصروف ہیں - گو اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہماری حالت ایسی بدتر نہیں - جیسی کہ ان بنی اسرائیل کی تھی - ہم پر کوئی ظلم و ستم کرنے والا نہیں - اور کسی کا حاکمانہ جبر و اقتدار ہمارے جسمانیات پر اثر پذیر نہیں - ہمیں آج خدا کے فضل سے ایسی انصاف پسند حکومت میسر آئی ہے - کہ جس کے ماتحت ہندو اور مسلمان ایک نظر سے دیکھے جاتے ہیں - وہ کسی کے مذہبی اعتقادات و احساسات میں دخل انداز نہیں - اس نے ہر ایک کو اپنے مذہبی و قومی شعار کی ادائیگی کے لئے پوری آزادی عطا کر رکھی ہے -

لیکن تاہم اپنے ہمسایوں اور ایک مدت سے چولی دامن کا ساتھ رکھنے والوں کے دولت و شمار میں نسبتاً زیادہ طاقتور ہونے کے باعث ان کے غلط عقائد و اعمال اور فضول رسوم و رواجات کا جن کا اسلام میں کوئی نام و نشان نہیں جن سے اسلام کوسوں دور بھاگنے کی تعلیم دیتا ہے جو توحید کے شجاعانہ عقائد کو مٹا کر شرک و بت پرستی کو رائج کرتے ہیں - ہمیں عادی بنا دیا ہے - اور اس مذموم عادت نے ہوتے ہوتے عقائد کا رنگ اختیار کرنا شروع کر دیا ہے - پیر پرستی - قبر پرستی شجر پرستی - بعض دھاگے پرستی اور توہمات باطلہ کی پرستش اپنے پورے زور کے ساتھ اس وقت مسلمانوں میں رائج ہے -

اب صرف ایک گاؤ پرستی کی کسر باقی ہے - اور مسلمانوں کی کمزوری اور غلط طرز عمل اور برادران وطن کا اپنے اثر اور رسوخ کو کام میں لانا آہستہ آہستہ اس مذموم حرکت کی طرف بھی انہیں مائل کر رہا ہے - اور خدا وہ دن نہ لائے جب ہم ان کا سر اقتدار بنی اسرائیل کی طرح گائے جیسی ایک عاجز مخلوق اور ایک وحشی غلام کے آگے جھکتے ہوئے دیکھیں گے - آج یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ بعض شہروں میں جہاں برادران وطن کا زور ہے - اور ان کا مذہبی اقتدار (اپنی) معزز ماتا کو ذبح ہوتے دیکھنا نہیں چاہتا - اور وہ اس میں اپنی توہین خیال کرتے ہیں - بقر عید کے موقع پر ذبیحہ بقر سے اجتناب کیا جائے - مگر یہ پاسداری اور گاؤ پرستی کیوں؟ آخر کتنی ایسی رسوم ہیں جو برادران وطن نے ہماری خاطر ترک کی ہیں - کیا بت پرستی شجر و حجر پرستی اور خود گاؤ پرستی اور جھٹکا وغیرہ اور سب سے بڑھکر ہمارے ہادی و رہبر نبی کریم محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص اور تمام دیگر انبیاء کو بالعموم گالیاں دینا اور قرآن کریم پر تمسخر کرنا مسلمانوں کے نزدیک مذموم نہیں اور ان کے ارتکاب سے انکی مذہبی توہین نہیں ہوتی؟ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تمام دنیوی نعمائے اور عزت و عظمت نیز ہر ایک قسم کے راحت و آرام سے بڑھکر مسلمانوں کو اپنے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت منظور ہے - قرآن کریم اور نبی مقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ اپنے جسم و جان اور مال باپ سے بڑھکر سمجھتے اور مانتے ہیں - وہ بات بات پر جہاں اس ہادی کامل کا نام آجائے - فداہ روحی و ابی و امی کے الفاظ ایزاد کرتے ہیں - پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان تمام اعتقادات کے باوجود ان کے متعلق گالیوں سے بھرے ہوئے اور ہتک آمیز الفاظ سنیں اور چپ رہیں - پھر کتنے ہندو ہیں جنہوں نے کبھی مسلمانوں کی خاطر ان میں سے کسی ایک بات کو بھی ترک کیا - ذرا آریہ مسافر آگرہ اور آریوں کے دیگر مذہبی اخبارات کو پڑھو - آریہ سماجوں کے لیکچروں کو سنو کس قدر دل کو پھاڑنے اور چیر ڈالنے والے الفاظ ہوتے ہیں - قرآن کریم پر تنقید کسی مسلمان کو چین سے بیٹھنے نہیں دے سکتی کیونکہ اس کا ایک ایک لفظ مسلمانوں کے دلوں کو باعث غم و رنج کرنے والا ہوتا ہے - اس کے بالمقابل مسلمانوں نے آجتک پاسداری کرتے کرتے کس حد تک اپنی نوبت پہنچائی ہے - آخر صاحبان بصیرت گذشتہ حالات و واقعات سے ایک سبق عبرت حاصل کر سکتے تھے اور دونوں قوموں میں صلح و اتحاد کی کوئی

اور دہ جو کسی قوم کے مذہبی اعتقادات اور شعائر دین اثر انداز نہ ہو۔ تجویز کر سکتے ہیں۔ ذبیحہ بقر کو ترک کرنے کی ایک شرط حضرت مسیح موعود نے آج سے سات سال بیشتر کی تھی۔ اور وہ ایسی اعلیٰ تجویز تھی کہ جس میں کسی فریق کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچتا تھا۔ بلکہ اس پر عامل ہونے سے دونوں قوموں میں صلح کو توجہ دلانا اور ان سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا اس اعلیٰ تجویز پر عامل ہو کر تمہارے سنہری مقاصد نہایت خوشگوار نتائج پیدا نہیں کر سکتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"کہ تمام بغضوں اور کینوں کی جڑ درحقیقت اختلاف مذہب ہے۔ یہی اختلاف مذہب قدیم سے جب انتہا تک پہنچتا رہا ہے تو خون کی ندیاں بہاتا رہا ہے۔ اے مسلمانو! جبکہ ہندو صاحبان تمہیں بوجہ اختلاف مذہب کے ایک غیر قوم جانتے ہیں۔ اور تم بھی اس وجہ سے ان کو ایک غیر قوم خیال کرتے ہو۔ پس جب تک اس سبب کا ازالہ نہ ہوگا کیونکہ تم میں اور انمیں ایک سچی صفائی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ منافقانہ طور پر باہم چند روز کے لئے میل جول بھی ہو جائے۔ مگر وہ دلی صفائی جسکو درحقیقت صفائی کہنا چاہیئے۔ صرف اسی حالت میں پیدا ہوگی جبکہ آپ لوگ وید اور دیگر رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کر لیں گے اور ایسا ہی ہندو لوگ بھی اپنے بخل کو دور کر کے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کریں گے۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تم میں اور ہندو صاحبوں میں سچی صلح کرانے والا صرف یہی ایک اصول اور یہی ایک ایسا پانی ہے۔ جو کدورتوں کو دھو دیگا۔ اور اگر وہ دن آگئے ہیں کہ یہ دونوں بچھڑی ہوئی قومیں باہم مل جائیں تو خدا ان کے دلوں کو بھی اس بات کے لئے کھول دیگا جس کے لئے ہمارا دل کھول دیا ہے۔

مگر اس کے ساتھ ضرور ہوگا۔ کہ ہندو صاحبان کے ساتھ سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ اور سلوک اور مروت اپنی عادت کرو۔ اور ایسے کاموں سے اپنے تئیں باز رکھو جن سے ان کو دکھ پہنچے۔ مگر وہ کام ہمارے مذہب میں نہ واجبات سے ہوں اور نہ فرائض مذہب سے۔ پس اگر ہندو صاحبان اپنے صدق دل سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سچا

نبی مان لیں اور اس پر ایمان لاویں

تو یہ تفرقہ کہ جو گائے کی وجہ سے ہے اسکو بھی درمیان سے اٹھا دیا جائے جس چیز کو ہم حلال جانتے ہیں ہم پر واجب نہیں کہ ضرور اسکو استعمال بھی کریں۔ بہتیری ایسی چیزیں ہیں کہ ہم حلال تو جانتے ہیں۔ مگر کبھی ہم نے استعمال نہیں کیں۔ ان سے سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آنا ہمارے دین کے وصایا میں سے ایک وصیت ہے .... پس ایک ضروری اور مفید کام کے لئے غیر ضروری کو ترک کرنا خدا کی شریعت کے مخالف نہیں۔ حلال جاننا اور چیز ہے اور استعمال کرنا اور چیز۔ دین یہ ہے کہ منہیات سے پرہیز کرنا اور اسکی رضامندی کی راہوں کی طرف دوڑنا اور اسکی تمام مخلوق سے نیکی اور بھلائی کرنا اور ہمدردی سے پیش آنا اور دنیا کے تمام مقدس نبیوں اور رسولوں کو اپنے اپنے وقت میں خدا کی طرف سے نبی اور مصلح ماننا اور ان میں تفرقہ نہ ڈالنا اور ہر یک نوع انسان سے خدمت کے ساتھ پیش آنا ہمارے مذہب کا خلاصہ یہی ہے مگر جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں ان سے ہم کیونکر صلح کریں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔

سود کی ظلم آرائیاں

کہا جاتا ہو کہ اسلام نے سود کو حرام قرار دیکر ایک اقتصادی غلطی کی ہے کیونکہ اسکی بغیر خصوصاً اس زمانہ میں کاروبار تجارت و حکومت کا چلنا محال ہے لیکن جن لوگوں کی تقلید میں یہ آواز بلند کی جا رہی ہے۔ وہ خود سود کی ظلم آرائیوں سے چیخ اٹھے ہیں اور اسکے انسداد کی تدابیر سوچ رہے ہیں۔ دو سال قبل امریکہ میں ماہرین اقتصادیات کی ایک کانگریس نے بھاری شرح سود کی خرابیوں کو پورے زور کے ساتھ طشت از بام کیا تھا۔ اور انگلستان تو ان خرابیوں سے اس درجہ متاثر ہوا ہے کہ اس نے شرح سود کی حد بندی کر دی ہے۔ لیکن ہندوستان میں اس قسم کی ساعی منوز بار آور نہیں ہوئیں تاہم واقعات بڑے زور سے اس امر کے متقاضی ہیں کہ گورنمنٹ اور معزز عمائد ملک اس جانب پوری توجہ کے ساتھ مائل ہوں حال ہی میں بمبئی ہائیکورٹ میں ایک مقدمہ پیش ہوا تھا جسکے مختصر واقعات یہ ہیں۔ کہ مدعی نے ۲۲۵ روپے سنہ ۱۹۰۶ء میں مدعا علیہ کی جائیداد غیر منقولہ کے رہن پر قرض دیئے۔ اور سود دو روپیہ فیصدی کی شرح سے قرار پایا اور یہ اگست سنہ ۱۹۰۸ء تک ادا نہ ہوا۔ جبکہ مدعی نے ۲۲۵ روپیہ اصل اور ۱۸۲۵ زر سود از ۵ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء لغایت ۲۰ کرمعہ اخراجات کا دعویٰ دائر کر دیا۔ مقدمہ کچھ عرصہ تک چلتا رہا۔ اور آخر فروری سنہ ۱۹۱۱ء میں شرائط راضی نامہ کی ڈگری صادر ہوئی جسکا یہ مضمون تھا کہ مدعا علیہ تاریخ ڈگری سے چھ ماہ کے اندر ۷۰۰ روپیہ دعویٰ کے اس تصفیہ میں ادا کریں لیکن اگر وہ اس سے قاصر رہے تو مدعی کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ ۱۱۰۰ روپیہ جائداد مرہونہ نیلام کر کے خرچہ سمیت وصول کرے مدعا علیہ غریب جیسا کہ اکثر قرضخواہوں کا حال ہوتا ہے۔ راضی نامہ کے بموجب قرار پائی ہوئی رقم چھ ماہ کی میعاد کے اندر ادا نہ کر سکا اور اس کے بعد مدعی نے ۳ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء کو آخری ڈگری کے لئے عدالت میں درخواست دی۔ اس پر مدعا علیہ کیطرف سے یہ عذر اٹھایا گیا۔ کہ جو دفعہ مدعی کو سات سو روپیہ معہ خرچہ جائداد کو نیلام کر کے وصول کرنے کا حق عطا کرتی ہے وہ تعزیری ہے اور اسنے دو ماہ کی مزید مہلت سات سو روپیہ ادا کرنے کے لئے مانگی۔ سب جج احمد آباد نے جسکے روبرو معاملہ پیش ہوا اقرار دیا کہ عدالت شرائط راضی نامہ پر مبنی انتہائی ڈگری صادر کر دینے کے بعد بھی ایک ایسی دفعہ کے ماتحت رعایت دینے سے ممنوع نہیں ہوئی ہے جو تعزیری نظر آتی ہے پس اس نے سات سو روپیہ کی ادائیگی کی میعاد دو مہینہ دربڑھا دی۔ اور مدعی کو بطور معاوضہ ۱۲ فیصدی سالانہ کی شرح سے سود ۲۲ اگست سنہ ۱۹۱۱ء سے دلایا۔ مدعی نے اس حکم کے برخلاف صاحب ڈسٹرکٹ جج احمد آباد کے ہاں اپیل دائر کیا۔ جو مسترد ہو گیا۔ اور ڈسٹرکٹ جج نے سب جج کی رائے سے اتفاق کیا۔ مگر افسوس ہے کہ عدالت ہائیکورٹ بمبئی نے دعویٰ کو اس بنا پر تسلیم کر لیا کہ سابق راضی نامہ کی ڈگری ایک اقرار نامہ کی صورت رکھتی ہے اور اقرار نامہ صرف فریقین کی رضامندی سے بدلا جا سکتا ہے لہذا انہوں نے مدعی کا ۱۱۰۰ روپیہ معہ خرچہ دلاپانیکا دعویٰ جائز قرار دیا۔ اور مدعا علیہ کو ہائیکورٹ کے فیصلہ کے بموجب جو یقیناً آخری و قطعی ہے۔ اب قریباً دو ہزار روپیہ مع خرچہ لگا کر شاید اس سے زیادہ صرف سوا دو سو روپیہ کے قرضہ کے عوض دینے پڑینگے۔

یہ تازہ ترین واقعہ اثبات کی ایک بین دلیل ہے کہ سود کی بھاری شرح اقتصادی لحاظ سے سخت مضر ہے۔ اس لئے اسکی تحدید کے بارہ میں جو کچھ کیا جائیگا۔ وہ بلا افلاس کی

مسئلہ طلاق و خلع

(گذشتہ سے پیوستہ)

گذشتہ اشاعت اس موضوع پر جو مضمون شروع کیا گیا تھا افسوس ہے کہ بوجہ عدم گنجایش وہ ادھورا ہی چھوڑنا پڑا۔ اور اس کا آخری فقرہ جس کا ایک حصہ اگلے صفحہ پر لکھا جانا چاہیئے تھا۔ ادھورا ہی رہ گیا۔ اور غلطی سے اسکو ختم نہ کیا جا سکا۔ لہذا ہم ذیل میں اپنا مضمون اس آخری فقرہ سے جسکا ایک حصہ گذشتہ اشاعت کے صفحہ ۶ پر مندرج ہے شروع کرتے ہیں

ایک طرف مسافر کی پیش کردہ اس ویدک تعلیم کو رکھو۔ جو عورت و مرد کو بہر حال قطع تعلقات سے روکتی ہے۔ اور پھر اس کے ان نتائج پر غور کرو۔ جو نیوگ کی صورت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف اسلام کے مسئلہ طلاق و خلع کو بھی ذہن میں لاؤ۔ تو صاف پتہ لگ جائیگا۔ کہ اول الذکر تعلیم ملحاظ غیرت وتمیز وفوائد نسل انسانی مفید ہے یا موخر الذکر ہم یہاں نیوگ کی حیا سوز تعلیم کے بد نتائج کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرکے اپنے ناظرین کو پراگندہ خاطر کرنا نہیں چاہتے۔ مگر صرف دو ایک ایسی باتوں کو گنا دینا چاہتے ہیں جو بوجہ عدم طلاق اور نیوگ کے رواج ہونے کے رونما ہوتی لازمی ہیں

...... اور پھر پوچھنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کونسی تعلیم نسل انسانی کے لئے مفید اور غیرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ اور کونسی اس کے برعکس

طلاق کی علت غائی اور اس کے فواید پر غور کرنے سے پیشتر جو بات زیادہ تر قابل غور ہے۔ وہ نکاح کے لوازمات اور اس کے قائم رکھنے کے اصول ہیں۔ مسافر اور سوامی دیانند نے نکاح کی علت غائی از روے ویدک دھرم سنتان اتپتی یعنے اولاد پیدا کرنا بتائی ہے اور مسافر کا قول ہے کہ نکاح اس پاک فرض کی ادائیگی کا ایک معاہدہ ہے؟ ایسا ہی سہی لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ اس معاہدہ کو قائم رکھنے کے لئے کوئی اور بھی لوازمات ہیں۔ یا نہیں جنکو نظر انداز کرنے سے یہ معاہدہ فسخ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمیشہ معاہدات کے برقرار رہنے کا باعث ان کی علت غائی کو پورا کرنا ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے ساتھ چند اور باتیں بھی ہوتی ہیں۔ جو اس علت غائی کے لئے بطور ممد و معاون ہوتی ہیں۔ اور اصل لئے دراصل اس علت غائی کا ایک جزو ہی ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص کسی سے کوئی مکان کرایہ پر لے۔ اب اس کی علت غائی اس کا اس مکان میں رہنا یا اس مکان کا اس کے قبضہ میں رہنا ہے۔ اور مالک کی علت غائی اس سے اس کا کرایہ وصول کرنا۔ پس جبتک مکان اس کے قبضہ میں رہیگا۔ اور جب تک مالک کو اس کا کرایہ ملتا رہیگا۔ دونوں کے اس معاہدہ کی علت غائی پوری ہوتی رہیگی۔ لیکن اس کے درمیان میں چند اور باتیں بھی ہیں جو اس علت غائی کے پورا کرنے کے لوازمات ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ کرایہ دار مکان کو ستھرا رکھے۔ اور اسکو توڑ پھوڑ نہ دے۔ ایسا ہی مالک مکان مکان کی ضروری مرمت کرا دیا کرے تاکہ اسکی رہائش میں کوئی ہرج اور نقصان واقع نہ ہو۔ اب ایک کرایہ دار مکان کا کرایہ ماہ بماہ ادا کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی مکان کی شکل و صورت بگاڑ دے۔ یا مالک مکان کرایہ لیتا جائے۔ لیکن اسکی ضروری مرمت نہ کرائے تو ایسی حالت میں موخر الذکر کے مکان کرایہ دار سے لینے یا اول الذکر کے مکان کو چھوڑ دینے پر کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ انہوں نے اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔ ایسا ہی شادی کی علت غائی سنتان اتپتی کے ساتھ اس کے لوازمات نان و نفقہ حسن معاشرت۔ اور عفت و عصمت یا پاکدامنی و نیک چلنی بھی ہے۔ اب جو شخص شادی کی علت غائی سنتان اتپتی کو تو پورا کرتا ہے۔ یا حسب عقاید سوامی دیانند او مسافر اگر وہ بذریعہ نیوگ پورا کراتا ہے لیکن ان لوازمات کو پورا نہیں کرتا۔ تو ایسے اگر کوئی عورت الگ ہونا چاہے۔ یا کوئی مرد ایسی عورت کو طلاق دے تو کون عقلمند ان کے اس فعل کو خلاف معاہدہ قرار دے سکتا ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے پتی برت۔ اور استری برت کی خلاف ورزی کی۔

اب میں اس مسئلہ کے ایک اور پہلو پر غور کرتا ہوں۔ مسافر کا یہ کہنا یا ویدک دہرم کا اسکو یہ تعلیم دینا کہ "شادی کی علت غائی سنتان اتپتی ہے" یہ بہت ہی غلط بات ہے جو ہرگز قابل قبول نہیں۔ کیونکہ اگر شادی کی علت غائی صرف سنتان اتپتی ہی ہوتی۔ تو یہ غرض تو ہم ہر روز حیوانات میں بھی بغیر کسی معاہدہ کے پوری ہوتی ہوئی دیکھتے ہیں۔ حیوانات میں کسی شادی یا معاہدہ نکاح کا کوئی دستور نہیں لیکن تاہم اولاد ان کے ہاں بھی پیدا ہوتی ہے۔ پس اگر انسانوں میں بھی شادی کی علت غائی صرف سنتان اتپتی (اولاد کا پیدا کرنا) ہی ہے۔ تو کیوں انہیں پتی برت اور استری برت وغیرہ میں جکڑا جاتا ہے۔ اور ایسے جوڑے معاہدے ان سے لئے جاتے ہیں۔ مسافر کو صاف لفظوں میں اس عقدہ کو کھول دینا چاہیئے۔ کہ سنتان اتپتی کی علت غائی بغیر معاہدہ کے کیوں پوری نہیں ہو سکتی جبکہ ہمارا روزانہ مشاہدہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔ یہی ایک غلط فہمی یا ناسمجھی ہے۔ جس نے مسافر اور اس کے گرو رشی ۰۸ مہرشی سوامی دیانند کو مخالف طلاق اور حامی نیوگ ہونے پر مجبور کیا۔ جس سے صاف طور پر وہ بد نتائج برآمد ہونے کا احتمال ہے جو ہم حیوانات میں آئے دن دیکھتے ہیں کیونکہ حیوانات میں گو بوہ کی علت غائی سنتان اتپتی تو باحسن وجوہ پوری ہو جاتی ہے۔ لیکن اس سلسلہ توالد و تناسل میں نسلوں کا خلط ملط ہونا بے غیرتی کا رونما ہونا اور ایک دوسرے کے بد تاثرات کا پھیلنا ظاہر ہے۔ یہی نقائص طلاق کو چھوڑنے اور نیوگ کے رائج کرنے میں لاحق حال ہیں۔ جو عورت کسی غیر مرد سے جاکر اولاد حاصل کرتی ہے اور اسکی وہ اولاد اسکے اصلی خاوند کی اولاد کہلاتی ہے وہ اپنے خاندان کو خلط ملط کرتی ہے۔ اور اس خاندان میں اس غیر مرد کے خاندان کے بد تاثرات آ جائیں گے۔ ایسا ہی وہ اولاد اپنے اصل باپ سے فطرتی تعلق رکھنے کے باعث اپنے مورث کی جو کہ سوامی دیانند نے اس عورت کا اصلی خاوند بتایا ہوا ہوگا اس غیر خاندان پر ترجیح کریگا اور اپنے مورث کے خاندان کی بربادی کا باعث ہوگا۔ پھر انسانوں کی شادی کی علت غائی جیسا کہ میں اوپر بتا آیا ہوں سنتان اتپتی کے ساتھ حسن معاشرت اور پاکدامنی و خوش خلاقی بھی ہے۔ اب سوامی دیانند یا حسب عقاید مسافر ویدک دہرم نے سنتان اتپتی کے پورا کرنیکا ذریعہ تو نیوگ بتا دیا۔ لیکن باقی اغراض حسن معاشرت پاکدامنی و خوش اخلاقی وغیرہ کے فقدان کا کوئی علاج نہ بتایا۔ ہم حیران ہیں جس عورت کے ہاں اولاد کی کمی ہو۔ لیکن ان میں مذکورہ بالا تینوں باتیں مفقود ہوں۔ ان کی زندگی کو سدھارنے اور اس دوزخ کے گڑھے سے نکالنے کے لئے ویدک دھرم نے کیا علاج تجویز کیا ہے۔ ہم اپنے لائق دوست پنڈت بھوجدت کے شکر گزار ہونگے۔ اگر وہ مسئلہ زیر بحث کے اس پہلو پر روشنی ڈالکر طلاق کی عدم ضرورت کو ثابت کر دکھائینگے۔ (باقی ہے)

ہمارا خدا کیسا ہونا چاہئے

خدا کیا چیز ہے۔ اور اُسکو اپنی مخلوق پر کس قسم کا اقتدار حاصل ہے۔ آیا وہ ایک ہی ہے یا متعدد ہیں یہ چند سوالات ہیں جن پر غور کرنا کسی مذہب پر کاربند ہونے کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک اس بات کا اطمینان نہ ہوجائے کہ خدا کیا ہے اور کتنے ہیں۔ اسوقت تک انسان اُسکی رضامندی یا نارضامندی معلوم کرنے کی فکر نہیں کرسکتا۔ جب تک خدا کا وجود ہی ثابت نہ ہو تب تک کہا جاسکتا ہے کہ مذہب ایک انسانی ایجاد انتظام دُنیا درست رکھنے کی غرض سے بنایا گیا ہے۔ اس لئے سب سے اول ہم ہستی باریتعالیٰ پر چند ایک دلائل بطور سوال و جواب درج ذیل کرتے ہیں

سوال۔ دنیا قدیم ہے یا حادث۔ اگر حادث تو اُس کا بنانیوالا کون ہے اور اُس کے وجُود کی کیا دلیل ہے +

جواب۔ دنیا متغیر ہے اور ہر متغیر چیز حادث ہے پس دنیا حادث ہے۔ حادث شئے اپنی پیدایش میں کسی سبب کی ضرور محتاج ہوتی ہے جو اُسے حادث کرے۔ اس لئے جب یہ عالم حادث ہے تو ضروری ہے کہ وہ بھی اپنے حدوث میں کسی سبب کا محتاج ہوگا۔ حادث کا اپنے حدوث میں کسی سبب کا محتاج ہونا ایک بدیہی امر ہے کیونکہ جو حادث ہے وہ کسی وقت سے خصوصیت رکھتا ہے۔ اس لئے اس کا خاص وقت کیساتھ مخصُوص ہونا اور اس سے پہلے یا بعد وقت سے مخصُوص نہ ہونا کسی سبب سے ہوگا۔ کیونکہ عقل میں اس خاص وقت سے اسکا پہلے اور پیچھے ہونا آسکتا ہے۔ اور ہمارے اس قول پر کہ دنیا حادث ہے۔ یہ دلیل ہے کہ جملہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہیں اور حرکت و سکون ہر دو حادث اشیاء ہیں اور جو شئے کہ حوادث سے خالی نہ ہو وہ بھی حادث ہے۔ پس یہ جہان حادث ہے جس پر ذیل کی دلایل ہیں۔

(۱) اجسام کا حرکت اور سکون سے خالی نہ ہونا بدیہی امر ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص کسی جسم کی نسبت یہ خیال کرے کہ نہ وہ متحرک ہے اور نہ ساکن وہ سخت بے عقل ہے۔

(۲) حرکت اور سکون کے حادث ہونے پر یہ دلیل ہے کہ حرکت سکون کے بعد اور سکون حرکت کے بعد آتا ہے۔ یعنی ایک کا وجود دوسرے کے بعد ہوتا ہے۔ اور یہ بات جملہ اجسام میں مشاہدہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جو ساکن ہے اُسکو عقل یقین کرتی ہے کہ حرکت کرسکتا ہے اور متحرک چیز کا ساکن ہونا عقل مان سکتی ہے۔ اس لئے جو حالت اُسوقت ان دونوں میں سے جسم پر طاری ہوگی۔ وہ طاری ہونے کی جہت سے حادث ہوگی۔ اور اس سے پہلی حالت بسبب عدم کے حادث ٹھہریگی۔ اسوجہ سے کہ اگر وہ حادث نہ ہو۔ قدیم ہو۔ تو اس کا عدم محال ہوگا۔

(۳) جو چیز کہ حوادث سے خالی نہ ہو۔ وہ بھی حادث ہے۔ بدیں دلیل کہ اگر ایسا نہ ہو۔ تو ہر حادث سے پہلے بہت سے حوادث ہونگے جن کا شروع نہ ہوگا۔ اور اگر یہ حوادث مل کر منقطع نہ ہونگے۔ تو جو حادث اب موجود ہے اُسکے وجود کی نوبت نہ پہنچیگی۔ اور جس چیز کی نہایت نہ ہو اُسکا منقطع ہونا محال ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا جو حوادث سے خالی نہیں وہ بھی حادث ہے اُسکے حادث ہونیکے باعث اُسکا اپنے حادث کرنیوالے کا محتاج ہونا ظاہر ہے جس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ اسکا کوئی حادث کرنیوالا نہیں ہے اب یہ جاننا کہ وہ حادث کرنیوالا قدیم ازلی ہے جس کے وجود کی ابتدا نہیں بلکہ ہر ایک شئے سے پہلے وہی ہے اس دلیل سے ثابت ہے کہ اگر وہ قدیم نہ ہو بلکہ حادث ہو تو وہ خود بھی کسی حادث کرنیوالے کا محتاج ہوگا یہانتک کہ دَور تسلسل لازم آئیگا اور جو شئے متسلسل ہوتی ہے وہ شئے حاصل نہیں ہوتی اور یہ تسلسل ہمارے اعداد و شمار مقررہ کے ختم ہوجانے کی وجہ سے بے نہایت کہا جاسکتا ہے۔ ورنہ یہ اخیر نتیجہ نکلیگا کہ ایک ایسے حادث کرنیوالے پر نوبت پہنچیگی۔ کہ وہ قدیم اور سب سے اوّل ہو۔ اسی کو ہم خدا کہتے ہیں۔ اسکے وجود کا انجام نہیں بلکہ وہی اول ہے وہی آخر ہے۔ اس لئے کہ جسکا قدیم ہونا ثابت ہوگیا اس کا معدوم ہونا محال ہے۔ اُسکی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ معدوم ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا خود بخود معدوم ہوجائے یا کسی معدوم کرنیوالے کے مقابل کے باعث ہے۔ امر اول باطل ہے کیونکہ جس چیز کا دوام متصوّر ہے۔ اُسکا خود بخود معدوم ہونا جائیز ہو تو یہ بھی جائیز ہوگا کہ کوئی شئے خود بخود موجود بھی ہوجایا کرے۔ اِسوجہ سے کہ جیسے وجود کا حادث ہونا سبب کا محتاج ہے۔ اسیطرح عدم کا طاری ہونا بھی محتاج سبب ہے اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ کسی معدوم کرنے والے مقابل کی وجہ سے اُسکا وجود معدوم ہو۔ اس وجہ سے کہ اگر یہ مقابل قدیم ہے تو اُسکے ہوتے ہوئے وجود کیسے ہوا۔ اور پہلی دلائل سے وجود ہونا اور اسکا قدیم ہونا ثابت ہوچکا تو جس صورت میں مقابل ساتھ تھا۔ وجود کیسے ہوسکتا ہے اور اگر مقابل حادث ہے تب بھی باطل ہے اسلئے کہ وجود اس حادث کا اسی قدیم کے باعث سے ہے تو یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ حادث تو قدیم کے مقابلہ میں پڑکر اُسکے وجود کو قطع کردے اور قدیم اُسکی ضد میں اُسکے وجُود کو دفع بھی نہ کرسکے۔ حالانکہ دفع کرنا بہ نسبت قطع کرنے کے آسان تر ہے اور قدیم بہ نسبت حادث کے قوی اور اولے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مکان و جہت سے پاک ہونے پر یہ دلیل ہے کہ جو ایک جگہ میں گھرا ہوا ہو۔ وہ اُس جگہ سے خصوصیت رکھتا ہے اور ضرور ہے کہ یا تو اُس جگہ ساکن ہوگا یا متحرک۔ اور یہ دونوں حادث ہیں۔ اور جو شئے حوادث سے خالی نہ ہو وہ حادث ہوتی ہے اس لئے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مرکب جواہر سے نہیں اس لئے کہ جسم اُسی کو کہتے ہیں جو جواہر سے مرکب ہو۔ اور جبکہ اُسکا جوہر ہونا اور کسی خاص مکان میں ٹھہرا ہوا ہونا باطل ٹھہرا تو اُس کا جسم ہونا بھی باطل ہوا کیونکہ ہر ایک جسم ایک مکان کیساتھ مخصوص ہے اور مختلف جواہر سے مرکب ہے اور اُسکا خالی ہونا علیحدہ ہونے اور جمع ہونے اور حرکت اور سکون اور صورت اور مقدار سے محال ہے کیونکہ یہ سب حادث ہیں غرض یہ کہ اللہ تعالےٰ عرض نہیں کہ کسی جسم سے قائم ہو یا کسی محل میں حلول کئے ہوئے ہو۔ اسوجہ سے کہ جملہ اجسام تو یقیناً حادث ہیں اور اُن کا حادث کرنیوالا اُن سے پہلے موجُود ہوگا۔ پس خدا تعالیٰ کسی جسم میں کیسے حلول کرسکتا ہے وہ تنہا سب سے پہلے ازل میں موجود تھا۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالےٰ۔ موجُود اور اپنے آپ قائم ہے نہ جوہر ہے نہ جسم ہے نہ عرض اور دنیا جوہر جسم عرض سے خالی نہیں۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کسی کے مشابہ نہیں۔ نہ کوئی اُس کے مشابہ کہیں خالق مخلوق کے یا قادر مقدور کے مشابہ ہوسکتا ہے؟ جوہر۔ جسم۔ عرض۔ سب اُس کی صنعتیں ہیں اس لئے ان کو اس کے مثل اور مشابہ کہنا محال ہے۔

جواب دوم۔ انسان خود اپنے ہی وجود کی کیفیت پر غور کرے یہ بات ظاہر ہے کہ انسان کو اپنے وجود کا علم سب سے اول ہوتا ہے اس کے بعد دیگر اشیاء کا۔ اُسکے اپنے وجود کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ہرگز دائم و قائم نہیں۔ کسی وقت عدم تھا پھر اس دُنیا میں ظاہر ہوا کوئی زمانہ آئیگا کہ وہ پھر نیست ہوجائیگا یعنی اس کی ہستی دو نیستیوں کے درمیان ایک محدود چیز ہے گویا اُسکا اپنا وجود کسی دوسرے کا عطا شدہ ہے۔ کیونکہ اگر یہ خانہ زاد ہوتا تو کبھی تغیر پذیر نہ ہوتا جیسے کہ دھوپ اور حرارت آگ اور سورج کو لازم ملزوم رہتی ہیں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ دھوپ سورج سے اور حرارت آگ سے علیحدہ ہوجائے۔ اس لئے دھوپ اور حرارت آگ اور سورج کی صفت خانہ زاد سمجھی جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کا سلسلہ عالم اسباب میں انتہا پر ختم ہوجاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ انسان کے وجود کا سلسلہ بھی کسی ایسے موجود پر ختم ہوجائے

جس کا وجود ہر وقت اس کے ساتھ لازم و ملزوم رہے - اور اس کا وجود اس کے حق میں خانہ زاد ہو۔ دوسرے کا عطا شدہ نہ ہو - ہم اسی کو خدا تعالیٰ کہتے ہیں اور اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا وجود عطائے غیر نہیں خود اسی کا ہے

جواب سوم - نظام دنیا پر غور کرنے سے انسان کو معلوم ہو سکتا ہے - کہ یہ زمین - آسمان - حجر - شجر انسان - حیوان ضرور کسی کے بنانے سے بنے ہیں جو انکے نیست سے ہست کرنے کا موجب ہوا پھر جس طرح چاہتا ہے - اس میں تصرف کرتا ہے مثلاً ایک میز کو دیکھنے سے اس بات کا یقین کامل ہو جاتا ہے - کہ ضرور اس کا کوئی نہ کوئی بنانے والا موجود ہے - اسکا خود بخود بنجانا محال امر ہے - جب ایک میز کے بنانیوالے کا بغیر اسے آنکھ سے دیکھنے کے یقین ہو جاتا ہے - تو دنیا کی جملہ اشیاء سورج چاند ستارے زمین درخت وغیرہ دیکھ کر کیسے یقین نہیں ہو سکتا - کہ ان کے بنانے والا ضرور موجود ہے -

نوٹ - آیندہ ٹریکٹوں میں ہم انشاء اللہ مزید عقلی ثبوت ہستی باریتعالےٰ کے دیکر پھر آئندہ سلسلہ میں از روئے اسلام اس کی ہستی و صفات کا ثبوت پیش کریں گے ۔

لؤلؤ والمرجان

گذشتہ سے پیوستہ

اب ہمارا امام خدا کی طرف مرفوع ہوا - ہم سب ملکر کام کریں گے - اور ہم سب اسم بحیثیت اور اسم احمدیت کے مظہر ہیں - منصوص خلیفہ قرآن اور حدیث رسول اللہ کے ماتحت وہی ایک مجدد و ہمارا امام تھا - اور جس کا زمانہ کم و بیش ۱۰۰ سال تک جاری رہیگا - کسی کا کوئی حق نہیں - کہ اس کے ساتھ زمانہ میں اس کے اشتراک کا دعویٰ کرے اور غاصب بنے - بیشک قوم ایک خواہ دو اور خواہ چار پانچ یا زیادہ ان سے مطابق مصالح اور واقعات پیش آمدہ انتظاماً حسب ارشاد الوصیت ایسے بیعت لینے والے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے کے لئے مسیح موعود علیہ السلام کے نام پر بیعت لیں منتخب کر سکتے ہیں اور ایسے خلفاء مسیح نہ تو خلیفۃ اللہ ہیں اور نہ خلیفۃ الرسول - کوئی نص ایسے بیعت شدہ خلفاء کے لئے نہ تو قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں بلکہ الوصیت مسیح کے تتبع میں وامرہم شوریٰ بینہم کے تحت ایک تجویز ہے اور انتظامی امر ہے جو نظام قومی سے تعلق رکھتا ہے - ایسے اشخاص کو خلیفۃ اللہ یا خلیفۃ الرسول کہنا قرآن اور احادیث رسول اللہ کی ہتک ہے -

ایک واقعہ گذشتہ پر تبصرہ

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص تھے ان کے خلفاء متعدد تھے - ایک مولوی شمس الدین صاحب سیال میں تھے - ان کے مرید پیر مہر علیشاہ صاحب ہیں جنہوں نے گولڑہ میں علیحدہ گدی بنالی ہے - سیال شریف میں علیحدہ گدی ہے فقیر صاحب میرہ والے خواجہ صاحب تونسوی کے مرید تھے - اب ان کے خلیفے احمد خان صاحب میرہ میں علیحدہ گدی کے مالک ہیں - فاضل شاہ صاحب گھڑے والے بھی ایک علیحدہ گدی کے مالک ہیں - حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے خواجہ اللہ بخش صاحب تونسہ شریف میں علیحدہ گدی پر بیٹھے ان کے دو بیٹے تھے - بڑے بیٹے کا بیٹا اب گدی نشین ہے اس کے چچا نے چیف کورٹ تک آمدنی گدی پر دعویٰ چلایا اور ناکام رہا - غرضکہ ایک شاخ سے دیکھو کسقدر شاخیں جدا جدا ہو گئیں اور تمام خلیفوں نے اپنے ذرائع حصول دنیا کے لئے علیحدہ علیحدہ ہیڈ کوارٹر بنائے - ان سے علاوہ پیرانی گدیاں اجمیر شریف اور دیگر اطراف ہند میں ہزارہا ہیں جنکا کوئی شمار نہیں - پیر جماعت علی شاہ صاحب دس بارہ سال سے ایک نئی گدی کے موجد ہو بیٹھے ۔

اے احمدی جماعت تمہارا امام مسیح موعود امام الوقت خلیفۃ الرسول مجدد صدی چہاردہم ہے - وہ قرآن اور احادیث کے ماتحت منصوص خلیفۃ اللہ ہے اس کی جگہ کو گدیوں کی ہمشکل مت بناؤ - کفران نعمت کا فتویٰ تم پر بھی لگ جاویگا - مسیح موعود علیہ السلام کی الوصیت اور تجویز کو مقدم رکھو نذرانے اور چڑھاوے چڑھنے کے دستورات بہت جگہوں پر ہیں جو تنفر کا موجب ہیں - اپنے ہاتھوں کو بوسے دلوا دلوا کر ید اللہ اور ید الرحمان مت بناؤ - حشر کے دن اس سے پوچھے جاؤ گے اس دنیا میں ایک فریب خوردہ شخص کیطرح زندگی بسر مت کرو آخر پشیمانی ہوگی - اس قسم کی سب گدیاں ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و اباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطان کی مصداق ہیں - خدا کی طرف سے جو خلافت اہل اسلام کے لئے موعود تھی - وہ بادشاہی اور مجددیت ہے - اور یہ دونو شاخیں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شروع ہو گئیں اور قیامت تک جاری رہینگی - مجدد صاحب کو وحی اور الہام ہوتا ہے اور وہ خدا کا خلیفہ ہوتا ہے - اس کی جماعت بیشک صلحاء اور شہداء متقیوں کی ہوتی ہے - اور ایک وقت تک وہ سب ملکر کام کرتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اور یہی وہ گروہ ہوتا ہے جو حدیث میں ولا تزال طائفۃ من امتی الخ کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔

کان رکھکر سنو اور اس پر غور کرو - حضرت صاحب ان پیرزادوں اور گدی نشینوں کی نسبت کس قسم کی اظہار رائے فرماتے ہیں۔

(کلام المسیح الموعود علیہ السلام بمقابلہ)

"ماسواء اسکے عوام الناس میں جسقدر بدعتیں پھیلی ہوئی ہیں جو مخلوق پرستی تک پہونچ گئی ہیں ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں - بعض پیر پرستی میں اسقدر حد سے بڑھ گئے ہیں جو اپنے پیروں کو معبود قرار دیدیا ہے - بعض قبروں کی نسبت اسقدر غلو رکھتے ہیں - کہ قریب ہے کہ ان کی قبروں ہی کو اپنا خدا تصور کر لیں - بلکہ کئی لوگ قبروں پر سجدہ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو پیر اور سجادہ نشین کہلاتے ہیں - اکثر لوگوں میں ان میں سے بدعملی حد سے بڑھ گئی ہے - اور وہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف نہیں بلاتے بلکہ اپنی طرف بلاتے ہیں اور اکثر ان میں بڑے چالاک اور دین فروش ہوتے ہیں اور طرح طرح کے مکر اور فریب کر کے دنیا کماتے ہیں اور ان فریبوں کو اپنی کرامات قرار دیتے ہیں اور جو کچھ اپنے مریدوں کو سکھلاتے ہیں وہ ایسے امور ہیں جو کتاب اللہ اور سنت نبویہ سے بالکل مخالف ہیں ...... اور مال جمع کرنے اور اپنی دنیا کے فراہم کرنے میں دن رات مصروف رہتے ہیں - اور اگر کوئی غلطی ان پر ظاہر کیجاوے تو سخت کینہ دل میں پیدا کرتے ہیں اور اگر ممکن ہو تو ایسے آدمی کو ہلاک کرنے تک بھی فرق نہیں کرتے اور بعض فقراء صالح اور رشید بھی ہیں مگر وہ تھوڑے ہیں الخ (صفحہ ۳۱۱، چشمہ معرفت -)

اب یہ صحیح واقعات جو حضرت صاحب نے گدی نشینوں کے ظاہر فرمائے ہیں یہ ان کے ظاہری افعال اور اقوال پر منطبق نہیں ہوتے بلکہ ان کا ظاہر بہت پابند شرع اور صلاحیت سے آراستہ اور پیراستہ دکھائی دیتا ہے۔ مگر دقیق النظری سے ان کی دنیا داری اور مکاری کا راز اہل نظر پر منکشف ہو جاتا ہے مگر عوام لوگ جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں اس راز کو معلوم نہیں کر سکتے - اس راز کا انکشاف فکر صحیح کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے اور لیاقت نظر پر منحصر ہے - خدا کرے کہ ہمارے بھائیوں کو اسکے متعلق شرح صدر حاصل ہو جاوے -

---

۱؎ ایسے امیر یا خلیفہ اور پریزیڈنٹ کو ہم اس لئے اس قسم کے خلیفۃ الرسول نہیں کہہ سکتے کہ خلافت قرآن اور احادیث میں کوئی موعود نہیں۔

۱؎ میں نے خود میاں صاحب کو جبکہ وہ ابھی جوان بچہ تھے دیکھا کہ اپنے ہاتھ کو بوسہ دلوانے کیواسطے لوگوں کے سامنے آگے کرتے تھے - یہی خیال انسان میں ترقی کرتے کرتے انسان کو پیر بننے پھر دیرینہ رنگ میں مجبور کرتا ہے جسکو وہ محسوس تک نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس غلطی پر علم پا سکتا ہے۔

الہامات

چونکہ ہمارے امام مغفور علیہ السلام ملہم. الہام اور وحی تھے۔ ضرور تھا کہ ان کی اس کرامت کی بھی ان کی جماعت وارث ہوتی مگر جیسا اور باتوں میں افراط اور غلو کیا گیا اور نفسانی خواہشات کو دخل دیا گیا۔ اس شعبہ فیض میں بھی غلو کرنے سے باز نہ رہے۔

معاملہ خلافت اور جانشینی درپیش۔ خواہشمند دل پہلو میں لیکر رات کو سوتے ہیں پھر خلافت کی خوابیں نہ دیکھیں تو اور کیا کریں۔ جھٹ زناپ شناپ اپنی خوابوں کو الہام اور وحی قرار دینے لگتے ہیں۔ حاشیہ نشین اس پر تیل ڈالتے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب کو میں نے دیکھا حضور گھوڑے پر سوار ہاتھ میں تلوار آسمان پر اڑ رہے تھے۔ دوسرا کہتا ہے صاحب اپنے بھی خواب دیکھی ہے حضور محمد رسول اللہ صلعم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب مرزا صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے صاف کہدیا کہ میاں صاحب حق پر ہیں۔ تیسرا کہتا ہے کہ مجھے القاء ہوا۔ چوتھا کہتا ہے خود خدا سے بعد وکلام کے ذریعہ معلوم ہوا کہ میاں صاحب حق پر ہیں۔ پانچواں کہتا ہے صاف طور پر یہ عبارت لکھی ہوئی دیوار پر دیکھی کہ میاں صاحب حق پر ہیں اور یہ خواب نہ تھی۔ بلکہ بیداری تھی۔ غرضیکہ ایسی مختلف خوابیں تائید میں موجود۔ خود خلیفہ صاحب انہی باتوں کا خواہشمند۔ کاش حقیقت الوحی کو پڑھ لیتے۔ کہ امام علیہ السلام نے الہام اور وحی خوابوں کے متعلق کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔ پھر اس معیار پر انہی خوابوں کو کسوٹی پر لگاتے اور دیکھتے کہ ہماری خوابیں اور الہام کسقدر صداقت سے نزدیک ہیں ان میں اضغاث احلام اور شیطانی القاء کا کسقدر حصہ ہے۔ پیراں نے پرند مریداں مے پرانند۔

یہ ایک طبعی بات اور انسانی فطرت ہے کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ چومتے رہو۔ اس کے پیچھے پیچھے چلو۔ اس کی ہر ایک بات کو مقدم رکھو ضرور اسکو خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ میرے پیچھے پیچھے آ اپنی خوابیں اور حاشیہ نشینوں کی خوابیں مؤید خود دیکھکر وہ خود بیچارہ حیران اور ششدر رہ جاتا ہے کہ بات کیا ہے۔ جب عمر اور تجربہ دور اندیشی کی دستگیری نہیں کر سکتی۔ لامحالہ ترغیبات نفس کیطرف ڈھل پڑتا ہے۔ اور اسکا پابند ہو جاتا ہے۔ سوائے ناموس الٰہی کے اور کوئی اس مرحلہ سے جان بر نہیں ہو سکتا۔

مدعیان خلافت کے دلائل پر رد

اگرچہ ہم مکمل بحث اصل مقصد پر لکھ چکے ہیں کہ کسی خلیفہ کا سلسلہ استخلاف نہ قرآن سے ثابت ہے نہ احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم میں صرف ایک آیت (استخلاف ہے) جس کے متعلق خیر القرون صحابہ سے لیکر ائمہ مفسرین، متکلمین اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک اس کے معنے سب نے بادشاہی یا روحانی خلافت کے لئے ہیں۔ اور روحانی خلافت کے واسطے الہام اور وحی اللہ لازمی اور ضروری ہے۔ تیسری قسم کی خلافت نہ ہی آیت سے ثابت ہے اور نہ قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اور کسی آیت اور حدیث سے ثابت ہے۔ اور جب ایک بات کی بنیاد اور اصل قرآن اور آثار نبوی میں نہیں مل سکتی۔ تو اس کی نسبت بحث کرنا لاحاصل ہے۔ ولو فرضنا اگر مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں اس قسم کا اشارہ کہیں پایا بھی جاتا تو اہل حق کا یہ فرض تھا۔ کہ اسکو قرآن اور احادیث اجماع پر پیش کرتے۔ اور اگر وہ قرآن سے مطابقت نہ کھا سکتا تو ضرور اس کی تاویل کرتے نہ کہ قرآن کو تاویل کا آماجگاہ بناتے اور اس آیت کا مصداق بنتے۔ مگر یہ شکر کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کلام میں قطعاً اس بات کا ذکر تک نہیں کہ میرے بعد میری کوئی خلافت بشکل خلافت محمدی ہوگی۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم

جسقدر دلائل خلافت احمدیہ میں اور دیگر اور ٹریکٹوں میں حامیان خلافت نے پیش کئے ہیں وہ سب اسی قسم کے ہیں۔ منطبق نہیں جیسے جیسے ایک ڈوبتا تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ وہ کسی اصل میں صرف یہ ہیں خیال کہ کوئی بادی الرائے محض یہ خیال نکرلے کہ ان کا جواب نہیں دیا گیا۔ اسکا جواب لکھتا ہوں ورنہ یہ سب دلائل ہزلیات کی قسم سے ہیں۔ اور ان دلائل پر بحث کرنا اس طرح پر ہے جیسے موم کی ناک جسطرف چاہو اونچ نیچ کر کے پھیر لو۔

(۱) - رہا یہ سوال کہ خلافت کی تعریف کیا ہے اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ اسکا جواب مسیح موعود کی زبان سے حسب ذیل ہے۔

"اے لوگو! جو مسلمان کہلاتے ہو برائے خدا سوچو کہ اس آیت استخلاف کے یہی معنے ہیں کہ ہمیشہ قیامت تک تم میں روحانی زندگی اور باطنی بینائی رہیگی اور یہ روحانی زندگی اور باطنی بینائی جو غیر مذاہب والوں کے حق کی دعوت کرنے کے لئے اپنے اندر لیاقت رکھتی ہے یہی وہ چیز ہے جسکو دوسرے لفظوں میں خلافت کہتے ہیں۔ (شہادت القرآن صفحہ ۵۶)

افسوس ایسے خیال پر جنہوں والے خلیفہ کے لفظ کو بھی جو استخلاف سے مفہوم ہوتا ہے تدبر سے نہیں سوچتے۔ کیونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے۔ جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہے (شہادت القرآن صفحہ ۵۷)

یہ دلائل ٹریکٹ ہینڈبل (۱۹) میں میاں صاحب کے مبایعین نے دیئے ہیں۔ اب یہی دلائل ان پر حجت ہیں کیونکہ ان دلائل میں حضرت صاحب نے یہ معنے خلافت کے کر کے انہوں نے اپنی خلافت روحانی ثابت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ میں کیسے محمد رسول اللہ صلعم کا حقیقی خلیفہ اور جانشین ہوں۔ پس حضرت مسیح موعود میں وہ کونسی خصوصیت تھی اور سب سے زائد ہر الٰہی تھی۔ جس نے ظلی طور پر ان کو تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بنا دیا اور ہم نہ بنے۔ ظاہر ہے کہ وہ صرف الہام اور وحی ہی ہے جس خصوصیت نے جناب مسیح موعود علیہ السلام کو خلیفۃ الرسول بنادیا۔ اب جس میں وحی اور الہام پایا جاوے بیشک وہ محمد رسول اللہ صلعم کا (جانشین) خلیفہ ہے۔ اور چونکہ تمہارے خلیفہ میں یہ نہیں پایا جاتا اس لئے وہ خلیفہ نہیں ہے کیونکہ حضرت صاحب نے خود خلیفہ کے یہ معنے کئے ہیں ؟ -

"وہ شخص جو ظلی طور پر کمالات نبوت و رسالت اپنے اندر رکھتا ہو - وہ حقیقی جانشین اور خلیفہ اس نبی کا ہوتا ہے"۔ پس جو علت مخصوص خلیفہ بننے کے لئے موجودہ زمانہ میں ہے وہ تو کمالات نبوت کا حاصل کرنا ہے اور وہ وحی اور الہام ہے نہ اور کچھ۔

(۲) - وان من النبوۃ الاتبعھا الخلافۃ

اس حدیث کو ہم نہیں مانتے۔ اول اسکی صحت ثابت کرو۔ اور یہ واقعات الٰہیہ کے بالکل خلاف ہے۔ حضرت زکریا۔ حضرت یحییٰ۔ حضرت لوط۔ حضرت ہارون حضرت عیسیٰ ان کے بعد کوئی خلافت نہ تھی۔ تمام انبیاء بنی اسرائیل موسوی شریعت کے تابع اور اس کے خلفاء ہیں جو ہزارہا ہوئے ہیں۔ انکی جدا جدا اپنی خلافت کا ثبوت تمہارے ذمہ ہے۔ یہ حدیث صحاح میں نہیں ہے اگر بالفرض ہم تسلیم ہی کر لیں تو اس سے مراد نبوت تشریعی ہے یعنی صاحب شریعت نبی کی خلافت ہوتی ہے۔ نبی غیر شارع کی کوئی خلافت نہیں۔

اشاعت اسلام

یہ رسالہ جناب خواجہ صاحب مشہور آفاق مسلم مشنری کے زیر ادارت لاہور احمدیہ بلڈنگس سے ماہوار شائع ہوتا ہے خواجہ صاحب کے انگریزی رسالہ مسلم انڈیا اسلامک ریویو کا ترجمہ معہ تائیدات ہوتا ہے اسلام اور غیر مذاہب کا مقابلہ۔ اسلام کی صداقت تبلیغ اسلام کے بہترین نمونے۔ اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ اسلام کے برکات مبلغین اسلام کے لئے مناسب ہدایات نو مسلموں کے لکھے ہوئے مضامین غرضیکہ نہایت قیمتی مضامین اپنی بغل میں لئے ہوئے حسن ظاہری سے بھی آراستہ ہو کر شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ ... درخواستیں: شیخ رحمت اللہ مالک انگلش ویرہوس لاہور کے پتہ پر آنی چاہئیں۔

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا

نوٹ اور رائیں

ایک سو ہندوؤں کا قبول اسلام اور آریہ گزٹ

معاصر آریہ گزٹ اس خبر کو نوٹ کرتے ہوئے کہ گجرات کاٹھیاواڑ میں ایک سو گجراتی ہندوؤں نے کھلم کھلا اسلام قبول کر لیا ہے۔ اور اپنے اصلی ہندو ناموں کو اسلامی ناموں سے تبدیل کر لیا ہے۔ یہ سب بیاہ گوبرہمن اور بنیا اور دوسری اعلیٰ ذاتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ چند ماہ پہلے مہاجنوں نے ان لوگوں کو برادری سے خارج کر دیا تھا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی یقین دلایا تھا۔ کہ اگر وہ آغا خانی مذہب کو ترک کر دیں گے تو پھر انکو دوبارہ اپنے میں شامل کر لیا جائیگا۔ مگر انہوں نے اپنا قبول کیا ہوا مذہب ہی قائم رکھا۔ ان لوگوں کو کتیس کہتے ہیں۔ ان دہرم تیاگنے والوں میں سے تین چار گریجوایٹ ہیں۔ جن میں ایک بمبئی کے وکیل کا بھتیجا ہے۔ اور دوسرا احمد آباد میں سرکاری یکسیٹڈر ہے۔ اور یہ بھی سُنا ہے کہ سورت اور بھڑاسچ میں بھی آریہ سماج کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اسپر یوں رمہ زنی کرتا ہے۔ کہ جس پوتر بھومی میں آریہ سماج کی لاٹا کو دوبالا کرنیوالے رشی دیانند پیدا ہوئے۔ آہ۔ اس مبارک سرزمین میں آج ہمارے بھولے بھٹکے بھائی غیر مذہب کے ہم آغوش ہو رہے ہیں۔ مگر کیا معاصر موصوف بتا سکتا ہے۔ کہ "آریہ سماج کی لاٹا کو دوبالا کرنے" سے اسکی کیا مُراد ہے۔ کیا رشی دیانند نے نوجوان ہندوؤں میں تعصب کی نفرت انگیز لہر پیدا کر کے اور گالی گلوچ اور غیر مذاہب والوں خصوصاً اہل اسلام کو ہر شعبہ میں جائز ناجائز طور پر نقصان پہنچانے کا عادی بنا کر اور اس طرح سے ہندوستان کے خرمن امن کو آگ کی نذر کر کے آریہ سماج کی جس لاٹا کو دوبالا کیا ہے۔ وہ اس پیام امن اور سرچشمہ رفق و مدارات سے جو اسلام اپنے پیہم مطلبوں کے آگے پیش کرتا ہے۔ اور ملک کو دار الامن والامان بنا دینا چاہتا ہے۔ زیادہ خوشگوار ٹھیر سکتا ہے۔ اسلام اور آریہ سماج کا طرز عمل بتا رہا ہے کہ کس مذہب میں انسان کو سلامتی اور امن میسر آ سکتا ہے۔ اور کس کی لاٹا ہمارے خرمن امن و اماں کو راکھ بنا دے سکتی ہے +

آریہ سماج کی جادلانہ سپرٹ کے ناخوشگوار نتائج

لوکل معاصر پیسہ اخبار آریہ سماج کے طرز عمل اور اسکے اپدیشکوں کی دلازار جادلانہ سپرٹ پر رمہ زنی کرتا ہوا ان دو تازہ ترین نتائج کو جو پنڈت دہرم دیر اپدیشک آریہ سماج آگرہ اور آریہ مسافر لاہور کی موجودہ قابل رحم حالت کی صورت میں رونما ہیں پیش کر کے لکھتا ہے کہ ا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ اس میں کونسی حمایت دہرم اور اشاعت مذہب کی بات ہے۔ کہ دوسرے مذاہب کو شرمناک گالیاں دیجائیں کبھی گالیاں دینے اور لڑنے جھگڑنے سے کسی مذہب نے ترقی نہیں کی۔ آریہ سماج کی یہ پالیسی بطور ایک جماعت کے نہایت غلط ہے۔ کہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں پر ناگوار مذہبی حملے کئے جائیں آریہ سماج اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے۔ نہ کہ دوسرے مذاہب کے فرضی عیوب۔"

پیسہ اخبار کا یہ مشورہ حقیقت میں بہت قابل قدر ہے۔ اور وہ مذہب جو خدا کی طرف سے ایک کامل روشنی لیکر آنے کا مدعی ہے۔ اسے کبھی اس ناگوار کوشش میں مصروف نہیں ہونا چاہیئے کہ پہلے دوسرے مذاہب کو جو اس کے نزدیک بالکل تاریکی کا گھر ہیں۔ دنیا سے نیست و نابود کر دیا جائے۔ تو پھر وہ اپنی روشنی کو پھیلائے۔ آفتاب کی روشنی کے پھیلنے کے لئے کبھی ستاروں کو پہلے سے گم کر دینے کی کوشش نہیں کیجاتی۔ بلکہ آفتاب خود اپنی عالمگیر روشنی سے انکی مدہم روشنی کو مات کر دیا کرتا ہے۔ پس ہم نہیں جانتے کہ آریہ سماج کے اس دعوے کی موجودگی میں کہ ویدک دہرم ایک عالمگیر قانون اور کامل روشنی اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسکی غیر مذاہب کے خلاف کی یہ ناگوار جادلانہ روش اور اپنی خوبیوں کی تیز شعاعوں سے دوسروں کو مات کرنے کی بجائے انکو خود تاریک کرنے کی ناگوار کوشش کیسے مستحسن ہو سکتی ہے۔ پس آریہ سماج کا یہ طرز عمل اس کے تمام ان دعاوی کی حقیقت کو جو وہ ویدک دہرم کے عالمگیر ہونے کے بارہ میں رکھتے ہیں کھول دیتا ہے۔ اور بہت سے آریہ سماجیوں کے اس خیال کے باوجود (جسکا معاصر پیسہ اخبار کو یقین دلایا گیا ہے) کہ "ترقی مذہب کے لئے ہمسایوں سے ہمیشہ آمادہ پیکار رہنا ضروری نہیں ہے" اور پھر آریہ سماج میں ایک ایسے گروہ کی موجودگی میں جس کا خیال ہے کہ مہاراج دیانند سرستی کا ستیارتھ پرکاش انکے لئے بمنزلہ ویدوں کے ناقابل لغزش نہیں ہے۔ اور اگر سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش میں سکھوں اور مسلمانوں وغیرہ کے مذاہب پر ناگوار حملے کئے ہیں۔ یہ تو ان کے لئے جزو مذہب اور قابل تقلید نہیں ہو سکتے۔ پھر ایک دوسرے اور بڑے گروہ کا اسپر مُصر ہونا ستیارتھ پرکاش کی تقلید کرتا

ایک عجیب اور معنی خیز بات ہے۔ جو آریہ سماج کی ہستی کے اسباب کو آشکارا کر دیتا ہے ہمارے خیال میں جہانتک آریہ سماج کی ہستی کا سوال ہے یہ آخری گروہ جو ہمیشہ جنگ و جدال پر تلا رہتا ہے کسی حد تک سچا ہے۔ کیونکہ جس مذہب کے پاس خود کچھ نہ ہو وہ کبڑی عورت کی طرح دوسروں سے بھی سب کچھ چھین جانے میں ساعی نہ ہو۔ تو وہ ان کے سامنے تحقیر کیسے پا سکتا ہے۔

اس کے بالمقابل اسلام کا نہایت خوشگوار طرز عمل

آریہ سماج کی اس ناگوار روش کے بالمقابل ہم اسلام کا پاک اور خوشگوار طرز عمل بھی دکھا دینا چاہتے ہیں۔ جو اس کے عالمگیر مذہب ہونے پر شاہد عادل ہے ہم نے اوپر بتایا ہے کہ عالمگیر مذہب کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ غیر مذاہب کی خوبیوں کو زائل کرنے کی کوشش کیا کرے اور انہیں تسلیم نہ کرے۔ کیونکہ اس کی کامل روشنی کی شعاعیں اسقدر تیز ہوتی ہیں کہ اس کے بالمقابل وہ تمام خوبیاں خود بخود ماند پڑ جاتی ہیں۔ اسلام کو جب ہم اس اصل پر پرکھتے ہیں۔ تو ہمیں صاف لفظوں میں یہ تعلیم دکھائی دیتی ہے۔ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ یعنی تم غیر مذاہب کے بتوں کو بھی گالیاں نہ دو۔ کیونکہ وہ تمہارے خدا کو گالی دیں گے۔ پھر اہل کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وقالت الیہود لیست النصاریٰ علیٰ شیئ۔ وقالت النصاریٰ لیست الیہود علیٰ شیئ کذٰلک قال الذین لایعلمون مثل قولہم گویا یہود و نصاریٰ کے ایک دوسرے کو خوبیوں سے محروم قرار دینے کو جاہلوں کا قول کہکر اور پھر یا اہل الکتاب لستم علیٰ شیئ حتیٰ تقیموا التوراۃ میں تورات کی خوبیوں کو تسلیم کر کے نیز تمام انبیا پر ایمان لانے اور لا نفرق بین احد منہم کا حکم دیکر یہ سکھایا ہے کہ دوسروں کی خوبیوں کو تسلیم کرنے سے ہچکچایا نہ کرو۔ اور جادلہم بالتی ھی احسن۔ انکے ساتھ نہایت اچھے اور احسن طریق سے مجادلہ کیا کرو۔ اور حکمت کے ساتھ انہیں موعظت کیا کرو۔ اس اسلامی حکم کے ماتحت ہم ہمیشہ گالیوں سے محترز رہکر دوسرے مذاہب کے بزرگوں کا نام عزت سے لیتے اور انہیں حضرت سوامی۔ اور رشی وغیرہ کے معزز القاب سے یاد کرتے اور نہایت ادب سے انکی تعلیم کو درج کر کے اس کے بالمقابل اسلام کی خوبیوں کو پیش کر دیا کرتے ہیں تا کہ ان دونوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - مورخہ ۱۹ ؍ اگست ۱۹۱۵ء نمبر ۱۷

نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی مصلحانہ کوششوں کا چشمہ کیا تھا

گردو پیش کے خیالات یا خداوند تعالےٰ

جولائی ۱۹۱۵ء کا ریویو آف ریلیجنز کل میرے زیر مطالعہ تھا اس میں "اسلام" پر پادری سیل کا ایک جواب میری نظر سے گذرا - جو حضرت امیر جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے اسکا ایک حصہ جو موضوع بالا پر مشتمل ہے بہ تبدیل چند الفاظ ناظرین کے تفنن طبع کے لئے ذیل میں درج کرنا چاہتا ہوں امید کہ یہ بہت کارآمد ثابت ہو گا ؎ (ایڈیٹر)

یہ سوال سب سے ضروری ہے - کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے عرب میں وہ حالات پیدا ہو چکے تھے جنہوں نے عرب کی حالت میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کی جو اپنی عظمت اور کمال اور سرعت میں دنیا کی کسی قوم میں نظیر نہیں رکھتی اور یہ محض ایک اتفاقی امر تھا کہ آنحضرت صلعم نے بھی عین اسی وقت بت پرستی کے خلاف وعظ شروع کر دیا یا کہ اس عظیم الشان تبدیلی کے ظاہر ہونے کی پہلے سے کوئی علامت موجود نہ تھی اور کوئی غور کرنے والی طبیعت عرب کی حالت پر غور کر کے اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکتی تھی کہ یہ وحشی قوم یکایک اس اوج ترقی پر پہنچ سکتی ہے اور اسکا ظہور صرف ایک ہی کامل انسان کے انفاس طیبہ اور قوت قدسی کی برکت سے ہوا - عرب کی حالت آنحضرت صلعم کے ظہور سے پہلے جیسی بدی اور وحشیانہ تھی وہ تاریخ سے ظاہر ہے - اس میں جو عظیم تبدیلی ہوئی اس کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے میں یہ بیان کرونگا کہ آپ سے پہلے ملک میں اتفاق پیدا کرنے اور اسکی اخلاقی تمدنی اور مذہبی حالت کی اصلاح کرنیکے لئے کس کس قسم کی کوششیں ہو چکی تھیں بعد اسکے کہ عرب حضرت اسمٰعیل کے پاک مذہب کو چھوڑ کر بت پرستی پر جم گئے - تین بڑی تحریکیں آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے انکی اصلاح کیلئے ہو چکی تھیں یعنی اول یہودیوں کی کوشش دوئم عیسائیوں کی کوشش اور تیسرے حنفیوں کی جنہیں سے تیسری کوشش ایک نہایت کمزور کوشش تھی اور پہلی دو طاقتور اور زبردست کوششیں تھیں جنکے ساتھ حکومت کا رعب بھی تھا ان تینوں کا میں الگ الگ ذکر کرونگا -

سب سے پہلی کوشش یہودی مذہب کی طرف سے تھی آنحضرت صلعم سے قریباً سات سو سال پہلے یہودی عرب میں آباد ہو گئے تھے اور غالباً بخت النصر کی تکلیف دہی کی وجہ سے اس ملک میں انہیں امن تلاش کرنا پڑا - سب سے پہلے وہ خیبر میں آباد ہوئے جہاں حضرت عمرؓ کے زمانے تک وہ آباد رہے - پہلے جلاوطنوں کے بعد طیطوس اور ہیڈرین کے وقت میں اور بہت سے یہودیوں نے عرب میں پناہ لی جب انکے قدم اس جگہ جم گئے تو انہوں نے یہودی مذہب کی تبلیغ اہل عرب کو شروع کی - ان کا مذہب خالص توحید تھی اور اسلئے عرب کی بت پرستی اور دوسری اشیاء کی پرستش سے بہت بڑھکر فوقیت رکھتی تھی علاوہ بریں بنی اسرائیل اور عرب دو بھائیوں کی طرح تھے کیونکہ عرب بنی اسمٰعیل تھے اور اسی طرح پر دونوں کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے ایسی قرابت کی صورت میں عرب کا سلوک بنی اسرائیل سے وہ نہ ہو سکتا تھا جو اجنبیوں کے ساتھ وہ کرتے تھے یہود کو اول اول اپنی کوششوں میں کامیابی بھی ہوئی کیونکہ کئی امور میں پہلے بھی انکا اشتراک تھا لیکن یہودی مذہب کے اندر سے وہ قوت زائل ہو گئی - جو مذہب میں ایک روح کے طور پر ہو تیسے دوسروں کو اپنی طرف کھینچنے کا ذریعہ ہوتی ہے چنانچہ ابتدا میں بعض عرب اقوام کے اندر یہودی مذہب کو قبولیت حاصل ہوئی مگر یہ سلسلہ جاری نہ رہا - اور عرب کی عام حالت میں یہودی مذہب کے اثر سے کچھ بھی تغیر واقع نہ ہوا اور وہ اسی جہالت اور توہم پرستی میں غرق رہے جس میں یہود کے آنے سے پہلے وہ غرق تھے -

یہودیت کی ناکامی کے بعد عیسائیت کا دورہ شروع ہوا تیسری صدی عیسائی میں جب اندرونی فسادوں کے سبب سے ایک فرقہ کو دوسرے سے اذیت پہنچنے لگی تو بہت سے عیسائیوں نے ملک عرب میں آکر پناہ لی اور ممکن ہے کہ اس سے پہلے بھی یہاں عیسائی موجود ہوں - کیونکہ پولوس نے بھی عرب میں انکا ذکر کیا ہے مذہب عیسوی شروع سے ہی اپنے پھیلانے کے لئے مضبوط اور باقاعدہ ذرائع اختیار کرتا رہا ہے مگر باوجود تمام کوششوں کے عرب میں عیسائیت کو کبھی ترقی نہیں ہوئی - حالانکہ کئی صوبوں میں اسکی حکومت بھی ہو گئی تھی اور ادھر قسطنطنیہ کے عیسائی قیصر کا دباؤ بھی عرب پر پڑتا تھا - اور دوسری طرف نجاشی شاہ حبش کا جو وہ بھی عیسائی تھا بلحاظ قرب اور تعلقات تجارتی وغیرہ اسباب کے عرب پر اثر تھا - غسان کی سلطنت جو شمال میں واقع تھی اور حیرا کی سلطنت جو شمال مشرق میں واقع تھی یہ بھی معقول عیسائی سلطنتیں تھیں - جنوب میں ایک مدت تک عیسائیت کا تسلط رہا تھا - اور اسطرح پر چاروں طرف سے عرب پر عیسائیت کا اثر پڑ رہا تھا - اور ادھر وعظ کا سلسلہ بھی باقاعدہ جاری تھا - مگر یہ تمام طاقتیں اور تمام اسباب ناکام ثابت ہوئے اور عرب کی حالت کو کچھ بھی نہ سنوار سکے - پوری پانچ صدیاں اسلام سے پہلے عیسائی مذہب کو ملی تھیں کہ وہ عرب میں اپنے آپ کو قائم کرے اور عرب لوگوں کو اخلاقی پستی سے نکالکر اوج ترقی پر لا دے - مگر ان پانچ صدیوں میں بھی عیسائی مذہب کچھ نہ کر سکا - کیونکہ عرب کی بت پرستی اور وحشیانہ حالتیں ایسا قوم میں اثر کر چکی تھیں - کہ کوئی انسانی کوشش انکے دور کرنے میں کامیاب نہ ہو سکتی تھی - چنانچہ میور لکھتا ہے - کہ مدعیسائی مذہب کے پانچسو برس کے وعظ کے بعد خال خال عیسائی ہمیں نظر آتے تھے - جیسے نجران میں بنی حارث - یمامہ میں بنی حنیفہ اور تیمہ میں بنی طے اور انکے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا"

اسطرح پر دنیا کے دو بڑے مذہب عرب کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کر کے ناکام ثابت ہو چکے تھے - مگر آنحضرت صلعم کی پیدائش سے تھوڑا عرصہ پہلے ایک اور فرقہ بھی پیدا ہو گیا تھا جنکو حنیف کہتے ہیں - جو نہ یہودی مذہب کو مانتے تھے اور نہ عیسائی مذہب کو بلکہ خدا تعالیٰ کی توحید کے قائل تھے اور بت پرستی اور دوسری چیزوں کی پرستش کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے - یہ تیسری کوشش عرب کی حالت کو اصلاح پر لانے کی تھی جس میں کسی دوسرے مذہب کو قبول نہ کرنا تھا - بلکہ صرف بت پرستی کو چھوڑ کر ایک ہی خدا کا اقرار کرنا ضروری تھا اور لوگوں کو باقی رسوم عرب سے بھی چنداں تعلق نہ تھا وہ یہ کہتے تھے کہ ہم اصل ابراہیمی مذہب کے پیرو ہیں اس وقت اس بحث کی ضرورت نہیں کہ آیا ان لوگوں پر یہودی مذہب کا اثر ہوا تھا یا عیسائی مذہب کا - میری غرض صرف اسقدر ہے کہ یہ ایک تیسری تحریک اصلاح کی خود ملک عرب کے اندر پیدا ہوئی تھی - اور یہودیت اور عیسائیت کیطرح بیرونی تحریک نہ تھی اور اسکی غرض یہ بھی نہ تھی کہ ملک کے رواجوں اور رسموں کو توڑے بلکہ صرف بت پرستی کی اصلاح کرنا انکا مقصود تھا - اور توحید کیطرف لوگوں کو بلاتے تھے - مگر انکو بھی وہی ناکامی ہوئی جو انسے پہلے دو بڑے مذہبوں کو ہو چکی تھی اور اس لئے آنحضرت صلعم کے ظہور کے وقت عرب اس پستی کی حالت میں گرے ہوئے تھے - جس میں وہ ہمیشہ سے چلے آتے تھے - اور کسی تحریک اصلاح سے انکی حالت میں کوئی بھی تغیر بہتری کی طرف نہ آیا تھا -

الغرض اصلاح کی تمام کوششیں عرب کی حالت بدلنے میں بالکل ناکام ثابت ہوئیں - یہودی مذہب کی خالص توحید اور اسکی پابندی شریعت عیسائی مذہب کا مسئلہ کفارہ اور اسکے ساتھ عملی زندگی میں آزادی حنیفوں کا ابراہیمی مذہب اور اسکے ساتھ عرب کی پرانی رسوم اور رواج - ان میں سے کوئی بات بھی عربوں کے لئے باعث کشش ثابت نہ ہوئی - ان سب کوششوں کی ناکامی ایک غور کرنے والی طبیعت کو اس نتیجہ پر پہنچا لیتی ہے کہ عرب کی اصلاح قریباً ناممکن سی ہو گئی تھی - حالانکہ ان کا اپنا مذہب مقابلہ ان مذہبوں کے جنکی طرف سے یہ کوششیں کیجاتی تھیں - نہایت گری ہوئی حالت میں تھا - تعجب ہے کہ عیسائی صاحبان ہر بات میں تاریخ کے خلاف پہلو اختیار کرتے ہیں - وہ کہتے ہیں کہ

آنحضرت صلعم نے دیکھ لیا تھا کہ عرب اسوقت ایک تبدیلی قبول کرنے کے لئے تیار ہے اور صرف اشارے کی ہی ضرورت ہے حالانکہ تاریخ صاف بتاتی ہے کہ اگر آنحضرت معمولی انسانی دوراندیشی سے کام لیتے تو وہ دیکھ سکتے تھے کہ ان لوگوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھانا ایک ناممکن امر کے حصول کیلئے ہاتھ ڈالنا ہے کیونکہ اصلاح کی کوئی صورت بھی انکے لئے کارگر ثابت نہ ہوئی تھی پس ایسے وقت میں اصلاح کا بیڑا اٹھانا ایک انسان کا کام نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا خاص ارادہ تھا تا وہ دکھادے کہ جہاں بڑی سے بڑی انسانی طاقتیں دولت اور حکومت کیساتھ ناکام ہوئیں وہاں اسنے اپنے ایک عاجز بندے سے جسکا سارا جزیرہ نما دشمن تھا۔ کیسا عظیم الشان کام کردکھایا یہ بجائے خود اللہ تعالیٰ کی ہستی کا عظیم الشان ثبوت ہے۔ ان باتوں کو کہ واقعی عرب کیحالت کسی اصلاح کی امید نہ ... تھی سیور صاحب نے بھی قبول کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "آنحضرت صلعم کی جوانی کے ایام میں جزیرہ نمائے عرب کیحالت کسی تبدیلی یا ترقی کے قبول کرنیکے لائق نہ تھی شاید اس سے پہلے کسی زمانہ میں ان لوگوں کی اصلاح سے اسقدر ناامیدی پیدا نہیں ہوئی جیسی آپکے وقت میں بعض وقت جب ایک سبب کو ایک نتیجہ کے پیدا کرنے کیلئے ناکافی سمجھ لیا جاتا ہے تو اسکے لئے اور وجوہ اکٹھے کئے جاتے ہیں مثلاً حضرت محمد صلعم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انکا اٹھنا تھا کہ ساتھ ہی سارے کا سارا عرب ایک نئے اور روحانی ایمان کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ عرب اسوقت ایک بڑی بھاری تبدیلی کیلئے جوش میں تھا اور اسکے قبول کرنیکے لئے بالکل تیار تھا۔ ہمارے نزدیک جب ٹھنڈے دل کیساتھ اسلام سے پہلے کی تاریخ کو مطالعہ کرتے ہیں تاریخ اس نتیجہ کو جھٹلاتی ہے۔ پانچ صدیوں تک عیسائیوں کی لگاتار کوششوں اور وعظ کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ چند آدمی بعض اقوام سے اس مذہب میں داخل ہوئے یہودی مذہب جو اس سے بھی بڑھکر طاقتور تھا اس نے بھی متفرق زمانوں میں تھوڑی تھوڑی کوشش کرکے چند لوگوں کو اپنے اندر شامل کیا مگر یہودی مذہب تبلیغ میں بہت سست ہو گیا تھا اسطرح پر عرب کی مذہبی سطح پر عیسائیت کی کمزور سی کوشش کی کبھی کبھی کوئی چھوٹی سی لہر نمودار ہوتی تھی بعض وقت زیادہ گہری موجوں میں یہودیت کا اثر نمودار ہوتا تھا۔ مگر اندرونی بت پرستی اور اسمٰعیلی توہم پرستی کی موجیں نہایت بلند تھیں۔" پھر دوسری جگہ وہی مصنف لکھتا ہے کہ "آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے عرب کیحالت مذہبی تبدیلی کے قبول کرنیکے لیے ہی دور پڑی ہوئی تھی جیسے باہمی اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے سے دور تھی عربوں کے مذہب کی بنیاد ایسی سخت بت پرستی تھی جس کی جڑیں نہایت گہری لگ چکی تھیں جس نے صدیوں تک مصر اور شام کے عیسائیوں کی تمام کوششوں کا ایسا مقابلہ کیا تھا کہ گویا انکا اسپر کچھ اثر ہی نہ تھا"۔ پس اس امر سے کسیطرح انکار کی گنجائش نہیں بلکہ مخالفین نے بھی اسکا اقرار کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے عرب میں کوئی واقعات ایسے پیدا نہیں ہو چکے تھے جو اسکی حالت میں کسی تبدیلی کے پیدا ہونے کی امید دلاتے بلکہ برعکس اسکے تمام حالات ایسے تھے جنسے عرب کی اصلاح کا کام دن بدن مشکل سے مشکل ہوتا چلا جاتا تھا اور کوئی انسانی تجویز انکو راہ راست پر لانے میں کامیاب نہ ہوئی تھی۔

ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص ارادہ اور منشاء سے اس قوم کی دستگیری فرمائی۔ سیل کہتا ہے کہ اسلام خاص وحی الٰہی کو اپنی بنا قرار دیتا ہے مگر اسکا یہ دعویٰ سچا نہیں اسکے نزدیک اسلام کا منبع یہودیوں اور عیسائیوں کی تحریریں ہیں نہ کہ وحی الٰہی۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کیلئے یہ ممکن تھا کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کی روایتوں سے چند باتیں نقل کرکے اور عرب کی چند رسوم کو لیکر ملک عرب میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردے۔ انقلاب بھی وہ جسکی نظیر دنیا میں نہیں ملتی تو پھر خود یہودی اور عیسائی انہیں روایتوں کو اپنے ہاتھ میں لیکر اور طرح طرح کے حیلے اور کوششیں کرکے کیوں کامیاب نہ ہوسکے یہ کیونکر ہو گیا کہ یہودی اور عیسائی اپنی روایتوں اور تحریروں کو لیکر صدیوں تک برابر چلاتے رہے اور اپنی گورنمنٹوں کا رعب بھی دکھاتے رہے مگر عرب کیحالت میں ایک سر مو کے برابر بھی فرق نہ آیا۔ اسیطرح ایک یونیٹیرین مذہب بھی تو آخر عرب میں پیدا ہوا تھا۔ جو عرب کی رسوم کو دور نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ صرف بت پرستی کو دور کرکے توحید کو قائم کرنا چاہتا تھا۔ اسے بھی اسی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا جو یہودی اور عیسائی اس سے پہلے دیکھ چکے تھے۔ پس اگر یہودی اور عیسائی روایتوں میں کوئی قوت قدسی موجود تھی تو یہ کیا ہوا کہ انکی قوت قدسی تو صدیوں تک ظاہر نہ ہوئی اور ایک شخص نے جو انکے نزدیک جھوٹا ہے انہیں روایتوں کو جمع کرکے وہ پاکیزگی کی روح ایک قوم کی قوم میں پھونک دی جو دنیا میں اپنی نظیر آپ ہی ہے اور جہاں صدیوں تک انکی متفقہ کوششیں ایک بدی کو بھی دور نہ کرسکیں ایک اکیلے آدمی نے چند سال کے عرصہ میں ہی تمام بدیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر دکھا دیا۔ پس اگر آنحضرت صلعم کی وہی باتیں تھیں جو صدیوں تک یہودی اور عیسائی بھی کہتے چلے آئے تھے۔ تو نتیجہ کے فرق سے ظاہر ہے کہ اندرونی طور پر ... اور اس نتیجہ سے کسیکو انکار نہیں ہوسکتا یہودیوں اور عیسائیوں کے منہ میں ان باتوں نے کوئی نیک اثر نہ دکھایا اور کوئی پاکیزہ تبدیلی پیدا نہ کی۔ جس سے ظاہر ہے کہ انکی باتوں کا سرچشمہ خود انسانی تھا مگر آنحضرت صلعم کے منہ سے جب یہ باتیں نکلیں۔ تو انہوں نے تمام دلوں کے گندے حصوں کو انکو صاف اور پاکیزہ کر دیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سرچشمہ جس سے آپ بولتے تھے الٰہی طاقت اور قدسیت کا سرچشمہ تھا۔ اور یہی باعث تھا کہ ان الفاظ نے وہ قوت قدسی دکھائی جو نہ یہود اور نہ عیسائیوں کے الفاظ دکھا سکے تھے۔ یہودی عیسائی حنیف بھی توحید کیطرف ہی بلاتے تھے پر جس سرچشمہ سے انکا کلام نکلتا تھا وہ معمولی سرچشمہ تھا اور جب ہی توحید کیطرف آنحضرت صلعم نے بلایا تو اسکا اثر حیرت انگیز اور بے نظیر پیدا ہوا۔ کیونکہ آپکا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات تھی جو خاص ... نتائج کا فرق منجو نکے فرق کو صاف بتاتا ہے اگر سیل اور میور صاحب نہیں اور اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا ہے جو اپنی پر حکمت مرضی اور اپنی طاقتور ارادہ کیمطابق کرتا ہے جو کچھ کرتا ہے تو انکو تسلیم کرنا پڑیگا کہ وہ منبع جس سے اسلام کی تعلیم نکلی اس منبع سے بہت برتر اور پاک ہے جس سے یہودیوں اور عیسائیوں کے الفاظ نکلتے تھے تعجب ہے کہ اس صریح ثبوت کے ہوتے ہوئے وہ اسلام کے الٰہی سرچشمہ سے ہونے سے انکار کرتے ہیں کیا خدا تعالیٰ نے اپنے خاص منشا اور ارادہ سے یہ کام نہیں کیا۔ کہ جس پاک تبدیلی کے پیدا کرنے میں یہودی اور عیسائی ناکام ہوں وہی عظیم الشان پاک تبدیلی بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ملک عرب میں ہو۔ غور کا مقام ہے کہ اگر آنحضرت صلعم صرف اسقدر کرتے کہ کوئی کہانی یہودیوں سے لیکر اور کوئی کہانی عیسائیوں سے لیکر کچھ جوڑ توڑ کر لیتے تو جو کام یہودی اور عیسائی نہ کرسکے تھے وہ کیونکر اسے ایک صریح نرالے طریق میں کر دکھاتے پھر غور کرو کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ حکومت اور طاقت بھی تھی مگر ہمارے نبی صلعم بالکل اکیلے تھے۔ اور چاروں طرف سے انکو دکھ دیا جاتا تھا پھر یہ بھی غور کرو۔ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو عرب نے تبلیغ مذہب سے روکا نہیں بلکہ ان کو پوری آزادی تھی کہ جس طرح چاہیں تبلیغ کریں مگر آنحضرت صلعم کا اٹھنا تھا کہ ساتھ ہی چاروں طرف سے مخالفت کا شور اٹھ کھڑا ہوا یہاں تک کہ وہ لوگ جو پہلے مصلح بنکر دکھاتے تھے وہ بھی انہیں بت پرستوں کے ساتھ ملگئے اور انکی بت پرستی اور بدکاریوں کے حامی بن کر اسلام کو جڑ سے کاٹنا چاہا۔ اب ایک شخص جس کے چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہوں۔ جو اس کے خون کے پیاسے ہوں اور دنیا میں اسکا حامی کوئی بھی نہ ہو۔ اگر خدا بھی اس کا حامی نہ ہو تو وہ کیونکر کامیاب ہوسکتا ہے۔ کامیاب رہا تو ایک طرف وہ تو ایک دن بھی اپنے دشمنوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اگر انسانوں سے بالاتر کوئی ہستی اس کی حافظ اور ناصر نہ ہو۔ اور یہ کیونکر وہ ان لوگوں کو جو اس کے اور حقیقی پاکیزگی کے دشمن ہوگئے ہیں راہ راست پر لاسکتا ہے۔ اگر اس کے الفاظ میں خدائی طاقت اور الٰہی جذبہ نہ ہو۔ عیسائیوں نے بہت سا وقت اس بات کے ثابت کرنے میں خرچ کیا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ان کی یہ تمام محنت اکارت گئی ہے اور ان کا وقت محض ضائع ہوا ہے کہ قرآن کریم کا فلاں قصہ فلاں یہودی یا عیسائی کی تحریر سے ملتا ہے۔ اگر ہم تطابق کو مان بھی لیں۔ تو اس سے کوئی نتیجہ خیز بات پیدا نہیں ہوتی۔ اسلام کا سرچشمہ معلوم کرنے کے لئے اس کی تعلیم کے نتیجہ کو دیکھو۔ اور یہودی اور عیسائی تعلیم کے نتیجہ سے مقابلہ کرو۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اگر اسلامی تعلیم کا ماخذ یہودی اور عیسائی تحریریں ہی تھیں تو اسکا اثر کم سے کم ان اصلی تحریروں سے کم ہونا چاہیئے تھا مگر یہودیوں اور عیسائیوں کو جو عرب میں ناکامی ہوئی اسکے بالمقابل اسلام کی عظیم الشان کامیابی کچھ اور ہی بتاتی ہے اور اسے قطعی اور یقینی طور پر پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کا منبع یہودیوں اور عیسائیوں کی تحریریں نہیں ہے

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

بلال ووکنگ کا تازہ خط

ووکنگ کا ہفتہ وار اجتماع اور ایک اور معزز خاتون کے دل پر اسلامی مشن کا اثر

خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے یہاں ووکنگ میں دن بدن رونق ہوتی جاتی ہے۔ ۲۵ جولائی ۱۹۱۵ء کو اتوار کے دن یہاں قریبًا سارا دن ایک مجمع رہا۔ اس میں لفٹنٹ ملک محمد ممتاز خاں صاحب ٹوانہ۔ معہ ملک محمد فیروز خاں و ملک سلطان علیخاں صاحبان وغیرہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس موقع پر نومسلم مرد اور خاتونیں بھی رونق افروز تھیں۔ مولوی صاحب نے اس موقعہ پر ایک لطیف خطبہ بزبان انگریزی پڑھا۔ جس سے حاضرین سامعین نے بہت حظ اٹھایا۔ امید ہے کہ ملک صاحب خود ان حالات کو قلمبند فرمائیں گے۔ اس واسطے نظر انداز کرتا ہوں۔ ہاں ۲۸ جولائی ۱۹۱۵ء کو بدھ کے دن کا جلسہ بھی ایک کامیاب جلسہ تھا۔ اسکا اس کا کسیقدر حال عرض کرتا ہوں۔

ہمارے یہاں اتوار کے علاوہ بدھ کے دن نصف دن کی تعطیل ہوتی ہے۔ اس دن اکثر سعید لوگ جو مذہبی دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہمارے ہاں آجایا کرتے ہیں۔ اور ہم لوگ حتی الوسع انکی تواضع کرتے ہیں۔ روحانی غذا کے واسطے تقریر مولوی صاحب کی ہوتی ہے۔ اور جسمانی غذا کے واسطے چار وغیرہ سے خاطر کی جاتی ہے۔ گھر میں آکر یہ لوگ اپنے دلی شکوک وشبہات بے تکلف بتلاتے جاتے ہیں۔ اور مولوی صاحب بفضلہ تعالےٰ ان کے جوابات بتلاتے ہیں۔ جن سے ان کی تسلی ہو جاتی ہے۔ اس موقعہ پر اہلیہ مسٹر سمتھ صاحب جن کی عمر ۵۰۔۶۰ کے درمیان ہے معہ اپنی تین دختران اور ایک نواسی کے ایک اور سعید خاتون کو ہمراہ لیکر تشریف لائی ہوئی تھیں۔ نو وارد خاتون سے مولوی صاحب کا تعارف کرایا۔ تو مولوی صاحب نے اہلیہ سمتھ صاحب سے کہا کہ کیا میڈم آپنے ان سے ہمارے مشن کے متعلق بھی کچھ ذکر فرمایا ہے۔ اہلیہ سمتھ صاحب نے عرض کیا کہ افسوس مجھے موقعہ نہیں ملا۔ ورنہ میں آپکا ذکر خیر ان سے کرتی۔

مولوی صاحب:۔ تو پھر کیا اچھا ہو کہ آپ میرے روبرو ان کے سامنے ہمارے مشن کا حال بیان کریں کہ آپنے آجتک ہمارے مشن کا کیسا مقصد سمجھا ہے۔

اہلیہ مسٹر سمتھ:۔ ہاں بڑی خوشی سے جو کچھ ان ۶ ماہ کے اندر آپ کے خطبوں سے سمجھ آیا ہے بیان کر سکتی ہوں۔ مذہبی میرا عقیدہ ہو گیا ہے۔

قبل ازیں کہ اہلیہ سمتھ کی تقریر کو عرض کروں صرف اس قدر تحریر کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔ کہ یہ خاتون معزز گھر کی خاتون ہے۔ عمر رسیدہ مغرب اور عشا کی نمازوں میں شامل ہوتی رہتی ہے۔ اگرچہ ان میں سے کسی نے تاحال اختیار اسلام کا اعلان نہیں کیا۔ مگر دعا ہے کہ خدا تعالےٰ مسٹر ہول کے خاندان کی طرح اس گھر کو بھی مسلمان بنا دیوے۔ **آمین**۔ یہہ سارا گھر کا گھر شیدائے اسلام ہو چکا ہے۔

اہلیہ سمتھ صاحب نے حسب ذیل تقریر فرمائی جسکو میں نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

اہلیہ مسٹر سمتھ صاحب۔ میں چند ماہ سے یہاں آتی ہوں۔ میرے دل میں اسلام کے متعلق بہت سے شکوک تھے۔ مولوی صاحب نے رفتہ رفتہ باتوں ہی باتوں میں میرے دل سے یکے بعد دیگرے سب کے سب زائل کر دیئے۔ میرے دل کو اس اسلامی مشن کی بات جو پہلی معلوم ہوئی وہ یہ ہے۔ کہ یہ مسلم لوگ صرف ایک خدائے واحد کی پرستش کرتے ہیں۔ عیسائیوں کے تین خداؤں پر اعتقاد نہیں رکھتے۔

دوئم۔ عیسائیوں کی طرح یہ مسلم لوگ عیسیٰ کو خدا یا خدا کا اکلوتا فرزند نہیں مانتے بلکہ ایک خدا کا نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اور اسکی بہت عزت کرتے ہیں۔ میں نے بارہا سنا ہے۔ کہ مولوی صاحب جب عیسیٰ کا نام لیتے ہیں تو بڑے ادب اور عزت سے لیتے ہیں۔ تیسری بات جس نے میرے دل پر بہت زبردست اثر کیا ہے وہ کفارہ کا مسئلہ ہے جسکی مجھے بخوبی سمجھ آگئی ہے۔ کہ عیسیٰ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ بیہوشی کی حالت میں صلیب پر سے اتار لئے گئے۔ اور ہوادار جگہ میں رکھے گئے۔ صرف ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں لگائی گئی تھیں۔ جس کے صدمہ سے وہ بیہوش ہو گئے۔ اس بیہوشی کی حالت میں جبکہ سخت آندھی آگئی تھی۔ اور دوسرے دن عید تھی۔ جس کے باعث کوئی شخص صلیب پر نہیں رکھا جا سکتا۔ وہ اتار دیئے گئے۔

عیسیٰ مسیح واقعی مر نہیں چکے تھے۔ بلکہ بیہوشی کی حالت تھے۔ اس بات کو یقین کرنے کیلئے کہ وہ واقعی فوت نہیں ہوئے تھے۔ میرے پاس بہت سے دلائل ہیں۔ اور ان میں سے سب سے بڑی زبردست دلیل یہ ہے۔ جو گرجاؤں کی دیواروں پر لکھی جاتی ہے تم نے عام طور پر دیکھا ہوگا کہ عیسیٰ مسیح کی پسلی کو نیزہ مار کر چھید اگیا ہے۔ اور اس میں سے خون نکلا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مرے نہ تھے۔ اگر وہ مر چکے ہوتے تو خون کی بوند ان کے مردہ جسم سے ہرگز نہ نکلتی۔ خون کا نکلنا ان کے زندہ ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ دوسری دلیل عیسیٰ کے صلیب پر سے زندہ اتارے جانے کی یہ ہے۔ کہ اگر وہ واقعی فوت ہو چکے تھے تو انکی لاش کو قبر میں رکھتے نہ کہ کسی ہوادار جگہ میں۔ ہوادار جگہ میں رکھنا انکی زندگی کی دلیل ہے۔ تیسری دلیل انکی زندگی کی یہ ہے کہ عیسیٰ مسیح کے شاگردوں نے مرہم بنائی جو ان کے زخموں پر لگائی گئی۔ مردہ انسان کے واسطے استعمال مرہم کبھی نہیں سنا۔ ان دلائل سے میری تسلی ہو گئی۔ کہ جب عیسیٰ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ تو پھر کفارہ کا مسئلہ بالکل باطل ہو گیا۔ اگرچہ کفارہ کے مسئلہ کے غلط ہونے کے متعلق مختلف موقعوں پر مولوی صاحب نے تقریریں کی ہیں مگر میرے دل میں اس بات نے بڑا زبردست اثر کیا ہے۔ کہ جب عیسیٰ مسیح صلیب پر فوت ہی نہیں ہوئے تو پھر کس طرح سے مانا جاوے کہ وہ ہمارے گناہ لئے گئے۔ اس کفارہ کے مسئلہ کے متعلق میں نے اپنے شوہر سے بھی گفتگو کی ہے۔ اس نے بھی بہت بحث کے بعد مان لیا۔ کہ واقعی مسئلہ کفارہ کا باطل ہے۔ اگرچہ میں نے اعلان نہیں کیا۔ کہ میں مسلم ہوں مگر زور سے کہتی ہوں کہ میں عیسیٰ پرست نہیں ہوں۔ بلکہ خدا پرست ہوں۔"

جس وقت یہ تقریر اس خاتون نے کی۔ اس وقت اسکی دختران اور نو وارد خاتون محو حیرت تھیں۔ اور مولوی صاحب دل ہی دل میں خدا تعالےٰ کا شکر بجا لا رہے تھے۔ کہ الحمد للہ ان لوگوں نے واقعی دل سے ہماری باتوں کو سنا ہے۔ اور قدر کی ہے۔ **دعا** ہے کہ خدا تعالےٰ ان کو لوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نیچے آنے کی توفیق بخشے۔ **آمین**۔ والسلام۔

بلال نور احمد

خدا تعالےٰ کی ذات و صفات

مذہب اسلام کی خدا شناسی نہایت صاف صاف اور انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ اگر دیگر تمام مذاہب کی کتب نابود ہوکر انکے جملہ تعلیمی خیالات اور تصوّرات بھی محو ہو جائیں۔ تب بھی وہ خدا جسکی طرف اسلام رہنمائی کرتا ہے۔ آئینہ قانون قدرت میں صاف صاف نظر آئیگا اور اسکی قدرت اور حکمت سے بھری ہوئی صورت ہر یک ذرہ میں چمکتی ہوئی دکھائی دے گی۔ وہ اپنی موجودات میں صرف قہری حکومت نہیں رکھتا بلکہ ہر یک ذرہ ذرہ اپنی طبیعت اور روحانیت سے اس کا حکم بردار ہے اسکی طرف جھکنے کے لئے ہر ایک طبیعت میں ایک کشش پائی جاتی ہے۔ اور یہہ ایک زبردست دلیل اس بات پر ہے کہ وہ ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ کیونکہ نور قلب اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ وہ کشش جو اسکی طرف جھکنے کے لئے جملہ اشیاء میں پائی جاتی ہے۔ وہ بلاشبہ اُسی کی طرف سے ہے۔ اگر خدا ان چیزوں کا خالق نہیں تھا تو ان چیزوں میں خدائی طرف کشش کیوں پائی جاتی ہے۔ اگر وہ تعلق خدا کا خالق ہونا نہیں تو وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کے سوا دیگر اشیاء مثل مادہ و ارواح کو ازلی و ابدی اور غیر مخلوق مانتے ہیں۔ اس بات کا جواب دیں کہ اس تعلق کی انسان کے نزدیک کیا ماہیت ہے اور اس کا نام کیا ہے۔ کیا یہی سچ ہے کہ خدا صرف زبردستی ہر ایک چیز پر حکومت کر رہا ہے۔ اور ان چیزوں میں کوئی طبعی قوت اور شوق خدا تعالےٰ کی طرف جھکنے کا نہیں ہے۔ معاذ اللہ ہرگز ایسا نہیں۔ افسوس کہ ان لوگوں نے خدا تعالےٰ کی خالقیت سے انکار کرکے اس روحانی تعلق کو قبول نہیں کیا۔ جس پر طبعی اطاعت ہر ایک چیز کی موقوف ہے۔ کسی سرگذشت کے باعث یہ سچا فلسفہ اُن سے پوشیدہ رہا۔ اسلام نے خدا تعالےٰ کی صفات کاملہ کی تیز رو دھاروں سے کہیں نہیں روکا۔ وہ ایسے عقیدے کی تعلیم نہیں دیتا کہ زمین و آسمان کی ارواح اور ذرات اجسام اپنے اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہیں۔ اور خدا کسی نامعلوم سبب سے محض ایک راجہ کے طور پر ان پر حکمران ہے۔ اور نہ بعض لوگوں مثل عیسائیوں کے یہ سکھاتا ہے کہ خدا نے انسان کی طرح ایک عورت کے پیٹ سے جنم لیا۔ اور نہ صرف ۹ ماہ تک خون حیض کھا کر ایک گنہگار جسم سے (حسب عقیدہ عیسائیان جملہ نسل آدم گنہ گار ہے) خون ہڈی اور گوشت کو حاصل کیا بچپن کی عمر میں بیماریاں و تکالیف مثل خسرہ چیچک دانتوں کی تکالیف وغیرہ برداشت کیں۔ اور بہت سا حصہ عمر کا معمولی انسانوں کی طرح کھو کر آخری عمر میں خدائی کا دعوٰے یاد آگیا۔ مگر چونکہ صرف دعوٰے ہی دعوٰے تھا۔ اور خدائی طاقتیں ساتھ نہیں تھیں۔ اس لئے دعوٰے کے ساتھ ہی پکڑا گیا۔ اور مصلوب کیا گیا۔ اسلام ان سب نقصوں اور ناپاک حالتوں سے اللہ تعالےٰ کو منزہ اور پاک سمجھتا ہے۔ اور اس وحشیانہ عقیدے سے بھی اسکی ذات کو منزہ قرار دیتا ہے۔ کہ جب تک کسی کے گلے میں پھانسی کا رسہ نہ ڈالے تب تک اپنے بندوں کے بخشنے کے لئے کوئی سبیل اسکو یاد نہ آوے۔ خدائے اسلام کی قدرت اور رحمت اور عظمت اور تقدس بے انتہا ہے۔ اور اسلامی تعلیم کے رو سے یہ کتنا سخت مکروہ گناہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی قدرتیں اور عظمتیں اور رحمتیں ایک حد پر جاکر ٹھہر جاتی ہیں۔ یا کسی موقعہ پر پہنچکر اس کا ضعف اسے مانع آجاتا ہے۔ بلکہ اس کی تمام قدرتیں اس مستحکم قاعدہ پر چل رہی ہیں کہ باستثناء ان امور کے جو اس کے تقدس اور کمال اور صفات کاملہ کے مخالف ہیں۔ یا اس کے مواعید غیر متبدلہ کے منافی ہیں۔ باقی جو چاہتا ہے۔ کر سکتا ہے۔ مثلاً یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے اپنے تئیں ہلاک کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ بات اسکی صفت قدیم حیؔ و قیوم ہونے کے مخالف ہے وہ پہلے ہی اپنے فعل اور قول میں ظاہر کر چکا ہے۔ کہ وہ ازلی۔ ابدی۔ اور غیر فانی ہے۔ اور موت اس پر جائز نہیں۔ ایسا ہی یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی عورت کے رحم میں داخل ہوتا اور خون حیض کھاتا اور اس کے پیٹ سے پیدا ہوکر روٹی کھاتا۔ پانی پیتا۔ پاخانہ پیشاب کرتا۔ اور تمام دکھ اس فانی زندگی کے اٹھاتا ہے۔ اور آخر چند ساعت جان کندنی کا عذاب اٹھا کر اس جہان فانی سے رخصت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام امور نقصان اور منقصت میں داخل ہیں اور اس کے جلال قدیم اور کمال تام کے برخلاف ہیں۔

یہ بھی جاننا چاہیئے کہ چونکہ اسلامی عقیدہ میں درحقیقت خدا تعالےٰ ہی تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے اور کیا ارواح اور کیا اجسام سب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ اور اسی کی قدرت سے ظہور پذیر ہوئے ہیں لہٰذا اسلام کا عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ جیسا خدا تعالےٰ ہر ایک چیز کا خالق اور پیدا کنندہ ہے اسی طرح وہ ہر ایک چیز کا واقعی اور حقیقی طور پر قیوم بھی ہے یعنے ہر ایک چیز کا اس کے وجود کے ساتھ بقا ہے۔ اور اس کا وجود ہر ایک چیز کے لئے بمنزلہ جان ہے۔ اور اگر اس کا عدم فرض کرلیں تو ساتھ ہی ہر ایک چیز کا عدم ہوگا۔ غرض ہر ایک وجود کے بقا اور قیام کے لئے اس کی معیت لازمی ہے۔ لیکن وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کو ارواح اور اجسام کا خالق نہیں جانتے۔ اور ہر ایک چیز سے ایسا تعلق اس کا نہیں مانتے جس سے ثابت ہو کہ ہر ایک چیز اسی کی قدرت اور ارادہ کا نتیجہ ہے۔ اور اس کی مشیئت کے لئے بطور سایہ کے ہے۔ بلکہ ہر ایک چیز کا وجود ایسے طور سے مستقل خیال کرتے ہیں۔ جس سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ ان کے زعم میں تمام اشیاء اپنے وجود میں مستقل طور پر قدیم اور انادی ہیں۔ ایسے خیال کی موجودگی میں اگر خدا تعالےٰ کا مرنا بھی فرض کر لیا جائے۔ تب بھی روحوں اور جسموں کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ ان کا خدا صرف معمار کی طرح ہے اور جس طرح اینٹ اور گارہ معمار کی ذاتی قدرت کے ساتھ قائم نہیں تا ہر ایک حال میں اس کے وجود کا تابع ہو یہی حال ایسے خیال کے لوگوں کے خدا کی چیزوں کا ہے۔ سو جیسا کہ معمار کے مرجانے سے ضروری نہیں ہوتا کہ جس قدر اس نے اپنی عمر میں عمارتیں بنائی ہوں وہ ساتھ ہی گر جائیں ایسا ہی یہ بھی ضروری نہیں کہ ایسے لوگوں کے خدا کے مرجانے سے کچھ بھی صدمہ دوسری چیزوں کو پہنچے (کیونکہ وہ اُن کا قیوم نہیں کیونکہ جو چیز قدرت کے سہارے سے پیدا نہیں ہوئی وہ اپنی بقا میں بھی قدرت کے سہارے کی محتاج نہیں) اگر قیوم ہوتا تو ضرور ان کا خالق بھی ہوتا کیونکہ جو چیزیں پیدا ہونے میں خدا کی قوت کی محتاج نہیں وہ قائم رہنے میں بھی اسکی قدرت کے سہارے کی حاجت نہیں رکھتیں۔ عیسائی اعتقاد کی رو سے بھی ان کا مجسم خدا قیوم الاشیاء نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قیوم ہونے کے لئے معیت ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عیسائیوں کا خدا یسوع اب زمین پر نہیں کیونکہ اگر زمین پر ہوتا تو ضرور لوگوں کو نظر آتا۔ جیسا کہ پیلاطوس کے زمانہ میں اس کے ملک میں موجود تھا۔ پس جبکہ وہ زمین پر موجود نہیں تو زمین کے لوگوں کا قیوم کیونکر ہو۔ رہا آسمان سو وہ آسمانوں کا بھی قیوم نہیں کیونکہ اُسکا جسم تو صرف چند سات بالشت کے قریب ہوگا پھر وہ سارے آسمانوں پر کیونکر

اخبار پیغام صلح لاہور جلد ۳ نمبر

موجود ہو سکتا ہے تا اُنکا قیام ...

عیسائیوں کا خدا اور اسکی ہمسر

(بہ سلسلۂ اشاعت مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۱۵ء)

وجہ چہارم۔ عیسائیوں کے نزدیک مسیح کو خدا بنانے کی یہ ہے۔ کہ مسیح چونکہ آزمایش میں ثابت قدم رہا تھا۔ اس لئے وہ خدا تھا۔ لہٰذا اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کیا بائیبل صرف مسیح کی ہی ثابت قدمی کا ذکر کرتی ہے یا کسی اور شخص کا بھی۔ بائیبل کا مطالعہ کرنیسے پتہ لگتا ہے کہ اس میں اور بھی کئی ایسے اشخاص کا ذکر ہے۔ جو آزمایش میں ثابت قدم رہے۔ مثلاً اوّل ابراہیم علیہ السلام ہیں جنہوں نے اپنے بیٹے کو قربان کرنے سے ذرا دریغ نہ کیا اور ثابت قدمی کا نہایت پختہ اور قابل اطمینان ثبوت دیا۔ اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ثابت قدمی کا ہو سکتا تھا۔ دیکھو (کتاب پیدایش باب ۲۲۔ آیت ۹ سے ۱۴ تک)۔ دوم۔ یوسف علیہ السلام ہیں جنہوں نے قید کو گوارا کیا۔ مگر اُس شیطان کے دام تزویر میں نہ آئے جو ایک حسینہ و جمیلہ و دلربا کی صورت میں فریب دے رہا تھا۔ اور ثابت قدم رہکر فتح حاصل کی۔ دیکھو کتاب پیدایش باب ۳۹۔ آیت ۸ سے ۱۱ تک)۔ سوم۔ ایوب علیہ السلام ہیں جنکو خدا ہی نے شیطان کے حوالہ کر دیا تھا اور شیطان نے بھی خوب اپنے دل کے حوصلے نکالے۔ مگر اللہ رے ثابت قدمی کہ اُف تک بھی نہ کی۔ یہاں پر ذرا خدا اور انسان کا مقابلہ کیجئے۔ خدا تو بوقت آزمایش یہہ کہہ اٹھتا ہے کہ یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے اور ایلی ایلی لما سبقتانی۔ مگر ایوب ایسا صابر و ثابت قدم رہتا ہے۔ کہ اُف تک بھی نہیں کرتا۔ دیکھو کتاب ایوب باب ۱۔ آیت ۶۔ باب ۲ کی آیت ۱۰ تک۔ چہارم۔ سدرک۔ میسک۔ عبد النجوم۔ یہ تینوں اشخاص مشرک بادیوں کی آزمایش میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ اور نبوکدنظر بادشاہ کے بت کے آگے سجدہ نہیں کرتے اور خدائے واحد کی پرستش نہیں چھوڑتے۔ بلکہ جلتی بھٹی میں جانا منظور کرتے ہیں پس خدا بھی اُنکی ثابت قدمی کے باعث نار کو اُنکے لئے گلزار کر دیتا ہے۔ دیکھو کتاب دانی ایل باب ۳ آیت ۱ سے ۲۷ تک)۔ پنجم۔ دانی ایل نبی کو دارا بادشاہ کے سوار بباعث حسد بادشاہ سے مشورہ کر کے حکم نافذ کراتے ہیں کہ جو کوئی سوائے بادشاہ یا اُس کے بتوں کے کسی اور خدا کی پرستش کرے۔ وہ شیروں کی ماند میں ڈالا جائے دانی ایل نبی پر مذکورہ بالا گناہ ثابت کر کے شیروں کی ماند میں ڈلواتے ہیں پس دیکھو دانی ایل کی ثابت قدمی کہ اس سخت مصیبت کے باوجود بادشاہ یا اُسکے بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا دیکھو دانی ایل باب ۶۔ آیت ۱ سے ۱۰ تک۔

اب ان ثابت قدموں کی طرف اور پھر اپنے خدا کی طرف نظر انصاف سے دیکھئے۔ اور بتائیے کہ مسیح میں کیا فوقیت ہے جو اُسکو خدا یا اقنوم خدا مانا جائے اور ان مذکورہ بالا پانچ شخصوں کو انسان

وجہ پنجم۔ مسیح کو خدا بنانے کی یہ ہے۔ کہ مسیح معصوم ہے۔ مگر بائیبل سے ہمیں اور بھی کئی ایک معصوموں کا پتہ چلتا ہے۔ جن کے کسی قصور کا ذکر نہیں ہے مثلاً اول حنوک ہے۔ جس کا خدا کے ساتھ ساتھ چلنا اور مرفوع الی السماء ہونا اور اس کے کسی گناہ کا ذکر نہ ہونا۔ اس کی معصومیت پر دال ہے۔ دوم ایلیاہ نبی کا آسمان پر جانا۔ اور اُسکے کسی قصور کا ذکر نہ ہونا۔ اور معجزات کرنا۔ یہ سب اس کی معصومیت پر دلیل ہیں۔ ورنہ عیسائی صاحبان دکھلائیں کہ انکا کیا گناہ تھا۔ سوم۔ نوح علیہ السلام بھی معصوم ہیں جن کی معصومیت کا ثبوت کتاب پیدایش باب ۷ آیت ۱ میں یوں ہے۔ اور خداوند نے نوح سے یوں کہا کہ تو اپنے سب خاندان سمیت کشتی میں آ۔ کیونکہ میں نے تجھ ہی کو اپنے حضور میں اس زمانہ کے درمیان صادق دیکھا۔ چہارم۔ ایوب علیہ السلام بھی معصوم ہیں۔ اُن کی معصومیت کے ثبوت میں بائیبل یوں گویا ہے۔ کہ " پھر خداوند نے شیطان سے کہا کہ کیا تو نے میرے بندے ایوب کا حال غور کیا کہ زمین پر اُس سا کوئی شخص نہیں ہے وہ کامل اور صادق ہے۔ اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا ہے دیکھو کتاب ایوب باب ۱۔ آیت ۱۸۔ باب ۲۔ آیت ۳ پنجم۔ معصوم دانی ایل نبی ہے جنکی بابت بائیبل یوں شہادت دیتی ہے۔ " تب دانی ایل نے بادشاہ سے کہا اے بادشاہ تا ابد زندہ رہ۔ میرے خدا نے اپنے فرشتے کو بھیجا ہے اور شیروں کے مُنہ کو بند کر رکھا ہے۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے مجھے ضرر نہ پہنچایا اسلئے کہ اس کے آگے مجھ میں بے گناہی پائی گئی۔ اور تیرے آگے اے بادشاہ میں نے خطا نہیں کی"۔ دیکھو کتاب دانی ایل باب ۶۔ آیت ۲۱ و ۲۲۔

پس مسیحیوں کا فرض ہے۔ کہ اگر ان سب کی پاکیزگی و معصومیت میں شبہ ہے تو اُن کا کوئی قصور بتائیں ورنہ میں مسیح کا قصور پیش کرتا ہوں۔

عیسائی صاحبان جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بنا پر قصوروار ٹھہراتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ اس چٹان کو اپنے عصا سے ایکدفعہ مار تو اس سے پانی نکلیگا۔ مگر موسیٰ علیہ السلام نے دو دفعہ مارا۔ اس قصور کی سزا یہ ہوئی کہ اُن کو ملک کنعان میں داخل ہونا نہ ملا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ مسیح کو جب حکم ہوا تھا۔ کہ تم بنی آدم کے لئے کفارہ ہو جاؤ اور مسیح نے قبول بھی کر لیا تھا۔ تو کیا۔ یہ مسیح کا سراسر قصور نہیں کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے دعائیں کرتا اور کفارہ ہونا نہیں چاہتا ہے اور اُس عہد کو جو اُس نے باپ سے کیا تھا توڑنے پر آمادہ ہے

اس سے ایک تو عہد شکنی اور دوئم نافرمانی کا قصور مسیح پر عائد ہوتا ہے۔ پس باوجود اس قصور کے اگر مسیح پاک ہے تو تمام نبی بھی پاک ہیں اور اگر تمام نبی گنہگار ہیں۔ تو مسیح بھی گنہگار ہے۔ مسیح کے بہت سے دیگر گناہ بھی جو اس سے زیادہ اہم ہیں میں گنوا سکتا ہوں۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں صرف مذکورہ بالا قصور کا ذکر کر دینا ہی کافی خیال کر کے باقی کو بخوف توہین مذہبی نظر انداز کرتا ہوں۔

وجہ ششم۔ مسیح کو خدا بنانے کی یہ ہے کہ اُسکو خدا نے اپنا بیٹا کہا ہے۔ اور وہ اکلوتا بیٹا تھا۔ مگر خدا تو بائیبل میں کئی ایک اور کو بھی بیٹا اور اکلوتا بیٹا کہتا ہے۔ مثلاً اوّل۔ بنی شیث کی بابت یوں لکھا ہے۔ کہ "خدا کے بیٹوں نے آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وے خوبصورت ہیں" دیکھو کتاب پیدایش باب ۶۔ آیت ۲۔ پھر بنی اسرائیل کی بابت یوں تحریر ہے۔ " تب تو فرعون سے یوں کہیو کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے۔ کہ اسرائیل میرا بیٹا ہے بلکہ میرا پلوٹھا"۔ دیکھو کتاب خروج باب ۴۔ آیت ۲۲ پھر سلیمان کی بابت یوں بیان ہے جو داؤد کی زبانی ہے۔ "اس نے مجھے یوں کہا۔ کہ تیرا بیٹا سلیمان میرے لئے گھر اور بارگاہیں بنائیگا۔ کیونکہ میں نے اُسے چن لیا کہ میرا بیٹا ہو اور میں اُس کا باپ ہونگا"۔ یہی عبارت دوسری جگہ بھی ہے۔ دیکھو کتاب (۱) تواریخ باب ۲۸۔ آیت ۶ و کتاب مذکور باب ۲۲۔ آیت ۱۰ پھر مسیح اپنے شاگردوں کا باپ خدا کو بتاتا ہے دیکھو۔ انجیل متی باب ۵۔ آیت ۱۶-۴۸۔ اتنے بیٹوں کی موجودگی میں سب سے چھوٹے بیٹے کو خدائی کی پگڑی دینا الٰہ خدا کا پھر ماننا عیسائیوں کی نا انصافی نہیں تو اور کیا ہے۔ پس مونت ثر مذہبی وجوہات کا لحاظ رکھکر حقیقی بنیادی میں بتایئے ما بہ الامتیاز بتائیے جس سے مسیح کی خدائی ثابت ہو۔

اے صاحبان خداوند تعالیٰ تو قادر مطلق حی و قیوم ہے۔ پھر آپ کیوں اس دردسری میں پڑے ہیں۔ کہ خواہ مخواہ ایک ضعیف البنیان انسان کو خدا بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی حلال کمائی کو اس ناجائز کوشش میں ضایع کرتے ہیں۔ آؤ محمد صلعم کا نمونہ اختیار کرو۔ جو تمہاری طرح انسان ہے۔ مگر اپنی ہوسوں میں اور نمونہ میں فرد واحد ہے۔ صلیب کو چھوڑ دو۔ تثلیث کو توڑ دو موحد ہو۔ تب تم اُس اصلی کنعان کے وارث ہو گے۔ جس کا وعدہ ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تمہیں دلایا گیا تھا۔ (باقی)

(خاکسار مبارک علی نو مسلم)

"ایک غلطی کا ازالہ"
کی تشریح مولوی سید محمد احسن صاحب مرحوم کے قلم سے

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں نکات عجیبہ کے عنوان سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ تشریح سنائی گئی تھی جو آنحضور نے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کی کی تھی۔ اور اس کے ساتھ مولوی محمد احسن صاحب کے چند فقرات بھی جو حضرت اقدس کے مطلب کی وضاحت کرتے تھے ان کے ایک خط سے نقل کئے گئے تھے

چونکہ وہ خط اسی اشتہار ایک غلطی کا ازالہ کی تشریح میں لکھا گیا تھا۔ اور حضرت اقدس کے حکم سے مولوی محمد احسن صاحب نے اسے لکھکر ایک مخالف شخص حافظ محمد یوسف کو بدیں مطلب بھیجا تھا۔ کہ حضرت اقدس نے "ایک غلطی کا ازالہ" میں کوئی جدید دعوے نبوت نہیں کیا۔ بلکہ جا بجا نبوت سے انکار کیا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں وہ تمام تشریح جو مولوی محمد احسن صاحب نے کی ہے۔ نقل کر دی جائے کیونکہ آج محمد یوسف کی طرح میاں محمود احمد صاحب اور خود مولوی محمد احسن صاحب کا بھی یہ خیال ہے۔ کہ حضرت صاحب نے ایک غلطی کا ازالہ میں جدید دعوے نبوت کیا ہے۔ اور پہلے انہیں اپنی نبوت کے بارہ میں غلطی لگی رہی تھی۔

اس خط کی چند تمہیدی عبارات کو چھوڑ کر اصل مطالب کو جو موضوع بالا پر مشتمل ہیں ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ہذا:-

آنحضرت جس اشتہار کے حوالہ سے آپ فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کا کیا ہے۔ اسی اشتہار میں حسب ذیل عبارتیں موجود ہیں جن میں صاف وصریح اس دعوےٰ سے انکار ہی کیا ہے۔ افسوس ہے کہ آپ نے نہ دعویٰ کو سمجھا اور نہ انکار دعوے کو تفصیل عبارات یہ ہے۔

(۱)

بے شک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا۔ دیکھو ص۲ سطر ۱

(۲)

بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے۔ اور آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور حدیث شریف لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔

(۳)

"ہم اس قسم کے عقاید کے سخت مخالف ہیں" دیکھو کس شدت سے انکار ہے

(۴)

"ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں" یعنی آیت خاتم النبیین پر۔

(۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے۔ الی قولہ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنا فی الرسول کی پیشہ استخلاف کامل جسکو دوسرے لفظوں میں بروز کہتے ہیں۔

(۶)

ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی۔ یا عیسائی۔ یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے یعنے بغیر حصول مرتبہ فنا فی الرسول کے

(۷)

نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ یعنے بغیر فنا فی الرسول ہونے کے۔

(۸)

وَلَا سَبِیْلَ اِلٰی فُیُوْضِ اللّٰہِ مِنْ غَیْرِ تَوَسُّطٍ یعنی اللہ تعالےٰ کے فیوض کے حاصل کرنیکا اب کوئی طریقہ نہیں ہے۔ بغیر توسط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے

(۹)

"ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو" دیکھو اس عبارت میں نبی شارع کی نفی بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قیامت تک موجود ہے۔

(۱۰)

وَمَنِ ادَّعٰی فَقَدْ کَفَرَ یعنے جو شخص نبوت تشریعی کا دعوے کرے وہ کافر ہو گیا

(۱۱)

"میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں" اے حافظ صاحب ذرا آنکھیں کھولو۔

(۱۲)

اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں حافظ صاحب اللہ کے واسطے اس فقرہ کو پڑھو۔

(۱۳)

میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ خدا کے لئے خوب غور کر کر اسکو پڑھو۔

(۱۴)

یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں۔ بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۵)

غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی ہے اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے ... قدر انکار ... ہے۔

(۱۶)

اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے۔ دیکھو دو ورقہ اشتہار میں کس قدر بار بار انکار ہے

(۱۷)

جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونیکا دعوےٰ کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں۔ حافظ صاحب باوجود ایسے انکاروں کے پھر بھی یہ الزام لگانا کس قدر بیباکی ہے

(۱۸)

اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہوں۔

(۱۹)

پس جو شخص میرے پر شرارت سے الزام لگاتا ہے کہ دعوے نبوت اور رسالت کا کیا ہے وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔

اے حافظ صاحب اگر آپ میں کچھ خوف خدا اور تقویٰ اللہ ہے تو آپ ایسے شخص کو جسکی عبارات اس قدر کثرت سے دو ورقہ اشتہار میں انکار دعویٰ نبوت مستقل کے لئے موجود ہیں۔ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مدعی نبوت مستقل کا ہے یا کوئی عاقل بالغ کہہ سکتا ہے کہ اس فنا فی الرسول نے بھی نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا ہے جس کا انکار اجماع امت کر رہا ہے۔ آپ اور میں دونوں لب گور بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر کیونکر آپ کو ایسے الزام ... جرات ہوئی ہے۔ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا اب بعد اس کے ... وہ مقدمات عرض کرتا ہوں جو تمام اہل اسلام کو مسلم ہیں۔ اور کتاب اللہ اور سنت صحیحہ اور اجماع امت اسی بحث میں ہے اور چونکہ وہ مقدمات آپ کو بھی مسلم ہیں لہذا ان کے ادلہ کی تفصیل کا حوالہ رسائل مؤلفہ خاکسار پر ہے۔ تاکہ اس مقام پر تطویل لا طائل باعث ملالت جناب نہ ہو۔

اشاعت اسلام

یہ رسالہ جناب خواجہ صاحب ممدوح اور اتفاق مسلم مشنری کے زیر ادارت لاہور احمدیہ بلڈنگس سے ماہوار شائع ہوتا ہے خواجہ صاحب کے انگریزی رسالہ مسلم انڈیا اسلامک ریویو کا ترجمہ معہ زائد اس میں شائع ہوتا ہے۔ اسلام اور دیگر مذاہب کا مقابلہ اسلام کی صداقت تبلیغ اسلام کے بہترین نمونے اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ اسلام کے برکات مبلغین اسلام کے لئے مناسب ہدایات۔ نومسلموں کے لکھے ہوئے مضامین غرضکہ نہایت قیمتی مضامین ... ظاہری حسن سے بھی آراستہ ہو کر شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ ... درخواستیں ... شیخ رحمت اللہ انگلش ویر ہاوس

خلیفہ قمر دین ... پرنٹر و پبلشر کے اہتمام سے ... پریس ... میں چھپ کر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

جلد ۳ | مبلغ المسیالے لاہور یکشنبہ مورخہ ۹ شوال المکرم ۱۳۳۳ ہجری مطابق ۲۲ اگست ۱۹۱۵ء | نمبر ۱۸

اُسوۂ حسنہ (اقتباس)

(نوشتہ جناب مولوی الف دین صاحب وکیل کیمبل پور)

جھکا اللہ کے آگے۔ جھکایا ساری دُنیا کو
یہ رازِ عظمت مسلم تھا سجدہ میں نہاں باقی

دُنیا کی تاریخ میں ۶۱۰ء یعنی سالِ اول نبوت وہ پہلا مبارک و مسعود دن ہے۔ جب "دورِ مشرکانہ" کا خاتمہ اور "دورِ موحدانہ" کا آغاز ہوا۔ وحشیوں کی "اشیاء پرستی" (فیٹش ازم) "بت پرستی" (پیگن ازم) کی صورت قبول کرتے ہوئے "تعدد معبودین" (پالی تھی ازم) کی شکل میں تمام دُنیا پر محیط تھی۔ جس کو اسلامی اصطلاح میں ہم "دورِ مشرکانہ" کہتے ہیں۔ تمام روئے زمین پر شرک کا تسلط تھا۔ اور شرک ہی وہ ظلم عظیم ہے۔ جسے تمام سیاہ کاریوں اور انواع و اقسام کی بدکرداریوں کا سرچشمہ کہنا چاہیئے۔ اِس قاتلِ انسانیت اور ہادمِ آدمیت کے زیر حکومت جہان اور جہانیاں کی روحانیت کا کیا ذکر۔ دنیا بلحاظ سیاست اخلاق معاشرت اور تمدن کے بھی مرچکی تھی۔ آڈ فاران کی بلند چوٹیوں پر چڑھیں۔ اور "توحید" (مانو تھی ازم) کی مشعل جہان افروز کی روشنی میں ظلمت کدہ دنیا کے فسق و فجور کا جائزہ لیں۔ "توحید" کی سطح مرتفع سے جب ہم دنیا کے تاریک اور بھیانک غاروں پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو باعتبار سیاست ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا میں صرف دو سلطنتیں تھیں۔ جو باہم ایک دوسری سے برسر پیکار رہیں ایک ایران اور دوسری روما۔ یہ دو شہنشاہیاں تھیں۔ جن پر شہنشاہی یعنی لفظ ایمپائر کا اطلاق ہوسکتا ہے ایرانی میگو زرتشتی یعنی مجوسی تھے۔ اور رومانی عیسائی مذہب کے پیرو تھے۔ مجوسی اپنی مسیحی رعایا پر اور رومانی مجوسیوں پر سخت گیری کرتے تھے۔ دونوں سلطنتوں میں رعایا کی نہایت ردی حالت تھی۔ شاہی ٹیکس امرائی ٹیکس۔ فوجی ٹیکس اور انواع و اقسام کے جبر و قہر سے روپیہ وصول کیا جاتا تھا۔ جس سے غریب رعایا مفلوک الحال ہوگئی تھی۔ قیصر ہارڈین نے پچاس ہزار یہودی ہسپانیہ میں جلاوطن کر دیئے تھے۔

"مسیحیت"۔ الوہیت۔ ابنیت اور تثلیث حضرت مسیح کے جھگڑوں میں پڑکر سینکڑوں فرقوں میں تقسیم و تقسیم ہوگئی تھی۔ منکس اور رہبان لاکھوں کی تعداد میں آوارہ گرد اور ملک کے لئے خطرناک صورت اختیار کرچکے تھے۔ عراق عرب میں دو قومیں غسان اور حیرہ جو نیم مسیحی تھیں آباد تھیں۔ غسان رومیوں کے اور حیرہ ایرانیوں کے حلیف تھے دونوں سلطنتوں میں شخصی حکومت تھی۔ کبھی ایرانی غالب آتے تھے۔ کبھی رومی۔ رعایا آئے دن کی لڑائیوں اور ٹیکسوں کی وجہ سے برباد اور خستہ حال ہوگئی تھی۔

اس وقت دنیا کی تمام قومیں مذہباً مشرک اور بت پرست تھیں۔ ہر ایک قوم اپنے قومی بتوں کی پرستش اور اُن کی تعظیم اور تکریم میں مبالغہ آمیز اور بے سر و پا افسانے بیان کرتی تھی۔ بتوں پر انسانی قربانیوں کا دستور عالمگیر تھا۔ بادشاہ وقت بھی کبھی اپنی پرستش کراتے اور اپنے دیوتاؤں کی اولاد کہلاتے تھے۔ جمشید و کیکاؤس ایران کے فراعنہ مصر کے سکندر یونان کا چندر بنسی۔ اور سورج بنسی ہندوستان کے اور نمرود بابل اور نینس نینوا کا معاذ اللہ خدا۔ یا دیوتاؤں کی اولاد کہلاتے تھے۔ قسطنطین اعظم نے جو چوتھی صدی عیسوی کے پہلے ربع میں گذرا ہے۔ ایک بلند مینار بنوایا۔ اور اس میں حضرت عیسےٰ کی تصویر کے ساتھ اپنا نام مراد اللہ خدا لکھوایا۔ مختصر یہ کہ زمانہ "البتہ الاصنام" تھا۔ اخلاق و معاشرت کے لحاظ سے یہ بدترین زمانہ تاریخ دنیا میں شمار ہوتا ہے۔ شراب خوری۔ زناکاری۔ قماربازی عالمگیر اور قریباً تمام ممالک میں دختر کشی اور ہمدردستی مستحسن خیال کی جاتی تھی۔ بابلیوں۔ کلدانیوں۔ اسوریوں یونانیوں اور ایرانیوں میں خواجہ سراؤں۔ لونڈیوں اور بے تعداد عورتوں کے ساتھ نکاح کرنیکا دستور تھا۔ عورتیں نیلام اور قماربازی میں ہاری یا جیتی جاتی تھیں۔ یونانیوں میں الیغزینڈ ائٹ کی رومانیوں میں وینس کی۔ بابلیوں۔ کلدانیوں اور اسوریوں میں اشتاد ئی اور مائی لٹا کی جن کی اتباع میں اشارتی اور مائی لٹا کی۔ تمام مغربی اور متوسط ایشیا میں حیا سوز اور مخرب اخلاق پرستش جاری تھی۔

اگر نینس نینوا میں۔ اور کیکاؤس بہرام گور اور خسرو پرویز ایران میں محو لہو و لعب اور منہمک بعیش و نشاط ہیں۔ تو ہندوستان میں بھی اس قسم کے نظارے دکھائے گئے ہیں۔ یہودیوں میں کثیر الازدواجی کا رواج تھا۔ اگر اکانیا اور اسیریا میں افعال ناپاک کے مندر تھے۔ تو ہندوستان اور دیگر ممالک میں بھی ان کی کمی نہ تھی۔

میگو زرتشت یعنی مجوسیوں کے ہاں بخلاف دیگر ممالک ماں بہن اور دختر کا امتیاز بھی اٹھا دیا گیا تھا۔ جو شراب جام جمشید میں ڈالی گئی۔ وہی بہرام گور اور خسرو پرویز کی گرمئی محفل کی موجب تھی۔ اور اسی کے ساتھ سکندر اعظم نے پرسی پولس کو برباد کرکے چہل منار میں جشن منایا اور وہی ہندوؤں کے ہاں "سوما رس" کہلاتے تھے۔

الغرض یہ تینوں اُم الخبائث یعنی شراب مکاری اور قماربازی سوسائٹی کے لئے موجب فخر و مباہات تھے۔ فرقہ دانوری ہندوستان میں اور مزدکیہ ایران میں عورت اور جائیداد میں سب آدمیوں کو حصہ دار سمجھتے اور کہتے تھے۔ کہ جب انسان آگ پانی اور ہوا سے یکساں مستفیض ہوتے ہیں تو کیوں جائیداد اور عورت سے یکساں حظ نہ اٹھائیں۔ (باقی پھر)

تار برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

(شملہ ۱۷ اگست) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو ذیل کا برقی پیغام مورخہ ۱۶ حال سکرٹری آف سٹیٹ کی جانب سے موصول ہوا ہے:-

جرمنوں کی پیشقدمی - ایک روسی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ریگا کی سمت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی لیکن جیکب سیٹڈ اور ڈونسک کی سمت میں ۱۳ اور ۱۴ تاریخ کو جنگ اور بھی شدت پکڑ گئی - روسیوں نے کوونو کے مغربی محاذ پر حملے پسپا کئے - نیریوا اور بگ کے درمیان جرمن بہت بڑھ گئے ہیں - وہ کہتے ہیں کہ ہم دریائے سلینا پر پہنچ گئے ہیں - اور نووزرکن کے گرد اسکے بالمقابل ہیں - دریائے سلینا جنوب کی طرف سے بہہ کر نیریو میں گرتا ہے - اور لوبرا سے ۲۰ میل مشرق کو ہے - دریائے نووزرک شمال کی طرف سے دریائے بگ میں گرتا ہے - اور سکولوں سے ۱۸ میل شمال مشرق کی طرف ہے -

نووو جارجیوسک تا حال روسیوں کے ہاتھ میں ہے - جرمن بھاری توپوں سے اس پر گولہ باری کر رہے ہیں -

دریائے مشرق کی حالت :- دریا کے مشرق میں جرمنوں کا دعوےٰ ہے کہ لوزائس کے نواح اور شمال میں اور لوزائس و میز ریس کے مابین جرمن آسٹری افواج روسی مورچوں کو توڑ کر نکل گئی ہیں - وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جنرل میکنسن کی فوجیں روزانہ سے میز ریس تک روسیوں پر دھاوا ڈال رہی ہیں - لوزائس اور میز ریس برسٹ لٹوسک سے علی الترتیب ۲۳ اور ۴۶ میل شمال مغرب میں واقع ہیں - روزانکا دریائے بگ پر برسٹ لٹوسک سے ۴۴ میل جنوب میں ہے -

سرویا پر حملہ :- سرویا کا محکمہ اخبارات رقمطراز ہے کہ ۱۲ اگست کو غنیم نے بھاری ہوٹنرز توپوں سے بلغراد پر گولہ باری کی - سرویوں نے اس کا جواب دیا - آسٹریوں نے دریائے سیوا اور دریائے ڈینیوب کے بائیں کنارے خندق زنی کی کوشش کی جسے سرویوں نے روک دیا -

گیلی پولی میں مزید برطانی فوج - ایک فرانسیسی رپورٹ مظہر ہے کہ ۶ اگست کے بعد برطانیوں نے خلیج سولا کے ساحل پر کامیابی سے فوج اتاری اور بقیا تپہ کے مزید جنوب میں کچھ ترقی کی - جس سے سلسلہ سرائے بیر کے ڈھلوانوں پر اپنے قدم بھی جمائے -

مغربی رزمگاہ - مغرب میں غنیم نے علاقہ ارگون میں میری تھریسی کے مقصیں مشام محاذ پر حملہ کیا - لیکن ہر جگہ اسے پسپا کیا گیا - اور غنیم کو قابل لحاظ نقصان پہنچا -

۱۹ - فرانسیسی ہوائی جہازوں نے ایک جرمن پارک اور ڈپو پر جو سینٹ میہل کے علاقہ میں واقع ہیں - ۱۰۵ بم پھینکے -

اطالوی محاذ پر کوئی اہم بات واقع نہیں ہوئی -

دردانیال میں فوج اتارنے کی کارروائی

(لندن ۱۶ اگست) دردانیال میں فوج اتارنے کے متعلق نائب امیر البحر ڈی روبیک کی رپورٹ شائع ہو گئی ہے - اس میں جزیرہ نما گیلی پولی پر اترنے کی اصطلاحی اور بحری داستان کا تذکرہ ہے - جس میں کوئی موت وقوع پذیر نہیں ہوئی - نائب امیر البحر بری فوج کی شجاعت کا بھی اعتراف کرتا ہے - اور کہتا ہے کہ سدالبحر کو سر کرنے کی کارروائی جو ۲۹ ویں ڈویژن کی طرف سے عمل میں آئی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگی - بہادری حوصلہ مندی اور مروت سے قطعاً بےخوفی کا اظہار کیا گیا - اور انہیں کی بدولت یہ کارروائیاں ممکن ہوئیں - آسٹریلوی سپاہ بھی شاندار ترقی کی ہوئی اور ان لوگوں کو سند کی منہ سکتا تھا - انہوں نے ایسا اعلے معیار قائم کیا ہے - جو دنیا میں کسی سپاہ کے لئے قائم کرنا ممکن ہے - اور جس پر سلطنت ہر طرح سے فخر و ناز کر سکتی ہے -

مردانگی کے کام :- امیر البحر ڈی روبیک نے اخیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ بحری فوج کی اعلیٰ روایات سمجھ کر قائم رکھا گیا - لیکن ناموں اور صفارشوں کی فہرست میں بہت ایسے شجاعانہ کام درج نہیں ہونگے جو کسی کے دیکھے بغیر عمل میں آئے - ان کا معیار بہت اعلیٰ تھا -

امیر البحر لکھتا ہے "اگر میں خاص طور پر کسی ایک واقعہ کو بیان کروں تو میں کمانڈر انون اور ان لوگوں جوان افسروں اور ملاحوں کا تذکرہ کروں گا - مؤخر الذکر نے انون کو مدد دی اور اس لائٹر کو جہاز کو رکلائیڈ اور سدالبحر کے کنارے کے درمیان سلسلہ آمد و رفت قائم کر دیا"

گزٹ میں مذکورہ بالا پانچوں اشخاص کو عطائے وکٹوریہ کراس کا اعلان ہوا ہے - رپورٹ مذکورہ میں مندرج ہے کہ جب جہاز جن سے ریور کلائیڈ سے لیکر ساحل تک پل بنانا مقصود تھا - اپنی مقررہ جگہ سے بہنے لگے تو کمانڈر انون صورت حالات بھانپ کر شدید گولہ باری کے دوران میں کمر تک گہرے پانی میں کھڑا رہا - اور ہلکے جہازوں کو اپنی جگہ پر قائم کر دیا - مڈشپمین ڈریوری آئی وردی کی دستعلقہ

فوج نمبر ۲ ڈبلیو ایس ملیسن دستعلقہ فوج ... ڈبلیو سی ولیمز ملاح اور جی ایم سیمسن ملاح دستعلقہ فوج نمبر ۵) نے اسکی مدد کی -

گزٹ میں کمانڈر ایرک رابنسن کو عطائے وکٹوریہ کراس کا اعلان ہوا ہے - جو ۲۶ فروری کو شدید گولہ باری کے درمیان تنہا غنیم کے مورچہ میں دشمنوں کے بیچ گھس گیا تھا - کہ ان پر بخوبی قبضہ ہو سکتا تھا - اور اس نے ایک ۱۲ انچی توپ کو تباہ کر دیا پھر وہ واپس چلا آیا - اور دوسری مرتبہ حملہ آور ہوا جس سے ایک اور توپ تباہ ہو گئی - کمانڈر ایرک نے انہدام کی جماعت کو اپنے ہمراہ آنے کی اجازت نہ دی کیونکہ ان کی سفید وردیاں انہیں نمایاں بنا دیتیں۔

کمانڈر رابنسن نے بحری سرنگوں کے تختے پر ہمیشہ شدید گولہ باری کے درمیان ۱۴ مرتبہ حملہ آور ہونے میں حصہ لیا - یہ یاد رہے کہ رابنسن اس کشتی کی جماعت کا کمانڈر تھا - جس نے آبدوز کشتی ای ۱۵ کو اڑا دیا تھا - اور اسی کے صلے میں اسے

بقیہ صفحہ ۴

میں ڈال رکھتی ہے - ہم اس سے پیشتر بارہا اس سوال پر مفصل لکھ چکے ہیں - اور بارہا حضرت خواجہ صاحب بھی اپنے مشن کی طرف توجہ دلا چکے ہیں - اس لئے ہم اب قوم سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس قدر اتمام حجت کے بعد یہ عدم توجہ کب تک - بیشک یہ سب کام خدا تعالیٰ نے ہی آجتک چلائے ہیں اور وہی آئندہ بھی چلاتا رہیگا -

لیکن اے قوم!

کیوں تیرے ہی ہاتھ سے یہ سب کام نہ چل نکلیں - اور کیوں دنیا و عاقبت میں تو بھی اس عزت و منزلت اور اجر عظیم کی سزاوار نہ ہو - جس کا **اولٰئک ہم المفلحون** میں وعدہ دیا گیا ہے - کیا تیرے لئے وہ دن ماتم کا دن نہ ہوگا - کہ **یستبدل قوماً غیرکم** کی وعید خدا نخواستہ تجھ پر پورا ہوگا - اور یہ سعادت کسی اور کے حصہ میں آئیگی جو **لا یکونوا امثالکم** کی مصداق ہوگی - دیکھو اسکے آثار نظر آ رہے ہیں - اور خدا تعالیٰ اس قوم کو پیدا کر رہا ہے - لیکن کوشش کرو کہ وہ پیچھے تمہاری جگہ لینے کے تمہاری ہمدرد و معاون ہو - اور تم دونوں ملکر اسلام کا نام دنیا میں بلند کرو - اور دنیا و آخرت میں

ہو جاتی ہے۔ میں یہ بھی تجربہ سے جانتا ہوں کہ اگر مسلم بھائیوں کو تحریک کی جاوے تو اس طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن آمادہ کون کرے۔ میں تو ہر جگہ جانے سے رہا۔ ہاں میرے ذہن میں ایک اور تجویز آئی ہے۔ اس رسالہ کے قارئین کرام میں اکثر ذی اثر ذی وجاہت احباب ہیں۔ اگر ہر ایک بزرگ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اسکی اشاعت بڑھانے کی کوشش کریں۔ جیسے کہ بعض کرتے بھی ہیں۔ ہر ایک رسالہ کا پڑھنے والا اوسطاً دو دو خریدار بھی اپنی طرف سے دے تو کچھ ہزار خریدار اردو کے آسانی سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

انگریزی رسالہ کے بھی خریدار بڑھنے چاہئیں یا کم از کم ایسے اہل کرم پیدا ہونے چاہئیں۔ جو اپنی طرف سے انگریزی رسالہ بلاد مغرب میں مفت تقسیم کرا دیں۔ ایسے بزرگوں سے صرف پانچ روپیہ سال بجائے سات روپیہ کے لئے جاویں گے۔

امریکہ انگلستان یورپ۔ غرض ہر جگہ مذہب کی تلاش از سر نو پیدا ہو گئی ہے۔ لوگ اپنے مذہب سے بیزار اور متنفر ہو چکے ہیں۔ آئینہ بالکل صاف ہے۔ گزشتہ عقاید یا تعصبات کا کوئی زنگ اس پر نہیں۔ پھر یہ قومیں تعلیم یافتہ ہیں۔ کسی مذہب کی وہمی یا حقیقی خوبیوں میں تمیز کر سکتے ہیں۔ میں نے جس نگاہ سے اسلام اور یورپ کے اندر مستدائر خیالات کا مقابلہ مطالعہ کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ مغربی دل و دماغ صرف اسلام کے ہی قبول کرنے کے لئے طیار ہو رہا ہے۔ وہ لوگ خود بخود ان اصولوں کو دریافت کر چکے ہیں۔ یا ان کے قریب آ رہے ہیں۔ کہ جو اسلام نے ہی بوجہ احسن حق تقسیم کئے ہے۔

یورپ میں اسلام کی راہ سے روکیں مٹتی جاتی ہیں

پھر خدا تعالے نے خود ایسے سامان پیدا کئے ہیں جن سے وہ روکیں دور ہو گئی ہیں۔ جو اسلام کی راہ میں تھیں۔ وہ امور جو خطرناک طور پر یورپ میں اسلام کے سد راہ تھے۔ وہ شراب تھی۔ مسئلہ کثیر الازدواجی اور مسئلہ اسلامی جنگ تھا۔ آج یہ تینوں امور تھوڑے عرصہ میں دور ہو گئے۔ اسلامی جنگوں کی حقیقت اور صداقت پر آج انگلستان اور فرانس نے مہر لگا دی۔ خود ہی ہماری سرکار دولت مدار پر وہی وقت آ گیا کہ جس کے دفعیہ کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ کئے۔ آج ایسے جنگ کی حمایت میں گرجاؤں میں وعظ ہو رہے ہیں۔ کثیر الازدواجی کی ضرورت خود بخود سامنے آ رہی ہے۔ آخر اسلام نے یہ مسئلہ صرف خاص خاص ضرورتوں کے لئے ہی تعلیم کیا تھا وہ ضروریات اس وقت نہایت خوفناک شکل میں سامنے کھڑی ہیں۔ شراب کے متعلق آج ہمارے شہنشاہ اعظم جارج خامس نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اپنے محل سے اس موذی چیز کو نکال کر۔ شراب سے نفرت کرنا۔ ایک قسم کا فیشن ہونے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ شراب کا متوالا فرانس اس سے علی الاعلان متنفر ہو رہا ہے۔ روس نے کروڑہا روپیہ کا نقصان برداشت کرنا قبول کر لیا لیکن اس پلید چیز کو علاوطن کرنیکا اسے فکر ہے۔

کیا ایک اہل بصیرت ان واقعات سے کچھ سمجھ نہیں سکتا کہ عین اس وقت جب خدا تعالے کے علم میں وہ وقت آ گیا کہ یہ روکیں خود بخود اسلام کے راہ سے دور ہو جاویں اس وقت بعض کے دل میں تحریک ہوتی ہے۔ کہ اسلام کی تبلیغ مغربی ممالک میں شروع کریں۔ ربانی اشارات کے پڑھنے والی قوم۔ نظر عبرت سے واقعات عالم کا مطالعہ کرنے والی قوم اٹھ اور جاگ۔ اور خدا کے پیدا کردہ سامانوں سے مستفید ہو۔ اور یاد رکھ کہ

گفت ایں اجر نصرت را سندت اہ احمی در تر
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اس رسالہ کا یہ نمبر بعض ایسے احباب کی خدمت میں بھی بھیجا جاتا ہے۔ جو اس وقت تک اس کے خریدار نہیں ہوئے۔ بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے خریداری کی رضامندی تو ظاہر کی تھی۔ لیکن کسی وجہ سے وی پی واپس آ گئے۔ یہ نہیں کہ انہوں نے انکار کیا بلکہ دیگر وجوہ سے واپس آ گئے وہ اس میری عرضداشت پر غور کریں۔ وہ اگر انگریزی رسالہ خریدنا پسند نہ کریں تو اردو رسالہ خرید لیں۔

یہ معاملات تو اللہ تعالے کے ہاتھ میں ہیں۔ جو جو فضل اللہ تعالے نے مجھ پر آج تک کئے اور جس جس طرح سے اس نے مشکل کشائی کی ہے۔ وہی ان موجودہ دقتوں کا کفیل ہے۔ بہرحال میرا فرض ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو اس کار خیر میں شریک کرنے کے لئے صلائے عام دوں۔

خواجہ کمال الدین عفی عنہ
نولکھا لاہور ۔ ۳ ۔ جولائی ۱۹۱۵ء

پیغام صلح

حضرت خواجہ صاحب کی یہ اپیل انکے اردو رسالہ اشاعت الاسلام سے نقل کر دینے کے بعد میں خود بھی ناظرین اکرام کی خدمت میں ایک دو باتیں عرض کرنی چاہتا ہوں۔ حضرت خواجہ صاحب نے جس درد مند دل کے ساتھ اشاعت اسلام کے مقدس کام کو شروع کیا۔ اور جن خوشگوار نتائج کو پیدا کر کے انکی مخلصانہ کوششیں بارآور ہوئیں وہ محتاج بیان نہیں۔ ان کوششوں کو بیشک قوم کے ایک کثیر حصہ نے قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔ اور ہر چہار اطراف ملک میں حضرت خواجہ صاحب کی ستائش و نمائش بھی سنائی دیتی ہے۔ لیکن اس تشکر و امتنان۔ اس قصیدہ خوانی و مدح گوئی اس عزت افزائی و قدر فرمائی کے عملی پہلو پر بھی ذرا نظر ڈال کر دیکھو۔ تو ہمیں بے اختیار قرآن کریم کے الفاظ قلیل ما تشکرون ہی دہرانے پڑتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے ووکنگ مشن پر اپنا سرمایہ صرف کر دینے کے بعد قوم پر اگر نگاہ ڈالی اور اسلام کے اس پیارے اسلام کی تخم ریزی کے بعد اس کی آبیاری کے لئے سیم و زر کے پانی کو قوم سے طلب کیا۔ تو یہ ان کا حق تھا۔ اور انکو نہیں بلکہ مقدس اسلام کو امید سے بہت بڑھ چڑھ کر امداد دینا قوم کا اپنا فرض ہے۔ کیا خواجہ صاحب نے ووکنگ میں کوئی اپنا ذاتی کام شروع کر رکھا ہے کیا اشاعت اسلام کے کام کو چلانا قوم کے ہر فرد کا اولین فرض نہیں۔ کیا اس فرض کو نظر انداز کر دینے سے ہم نے اپنے تنزل کے اسباب خود ہی پیدا نہیں کئے۔ اور کیا ہمارے اسباب ترقی کا سب سے پہلا اور مقدم کام اشاعت اسلام نہیں (ہم بسے آئندہ افتتاحیہ میں اس موضوع پر انشاء اللہ مفصل لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں پیر ان سوالات کے جواب میں نہیں) جانتا کہ کوئی مسلمان اور بہی خواہ اسلام نفی میں دے۔ پھر میں پوچھتا ہوں کہ اس مقدس کام کی طرف سے عام طور پر یہ سہل انگاری اور غفلت شعاری کیوں۔ ووکنگ مشن کا کام جہاں تک میں سمجھتا ہوں ان عظیم الشان کاموں کا پیش خیمہ ہے۔ جو آئندہ اشاعت اسلام کے مقصد کو سرانجام دینے کے لئے مسلمانوں کو کرنے ہونگے۔ اس کام نے اب بڑھنا ہے۔ اور اسکا حلقۂ اثر مختلف اطراف عالم میں آہستہ آہستہ وسیع ہو کر مسلمانوں کی جیبوں پر ہمیں اثر پیش پڑ رہا ہے۔ ابھی خود ہندوستان میں اشاعت کا کام وسیع پیمانہ پر شروع ہونیوالا ہے۔ اور ان سب ضروریات کو پورا کرنے کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی شکل میں مستقبل آرگنائزیشن لاہور میں آج ڈیڑھ سال ہوا قائم کر دیگئی۔ جس نے آنیوالی ضروریات کو محسوس کر کے پیشتر سے مبلغین کو تیار کرنے کے لئے ایک کالج بھی کھولدیا ہے۔ اور جیسا کہ قبل ازیں بارہا ذکر ہو چکا ہے نومسلمین کی امداد کا ذمہ بھی لے رکھا ہے پھر آج کسی مسئلہ کی ترویج کے لئے اخبارات جیسا کام دے سکتے ہیں۔ وہ تقریر سے بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اخبار پیغام صلح کو جاری کیا گیا۔ لیکن افسوس یہ سب کام ابھی نہایت ابتدائی حالت میں ہیں۔ لہٰذا انکی مالی حیثیت انکی ہستی و ترقی کو ہمیشہ معرض خطر میں

ہندوؤں کے زوال کے اسباب

عنوان بالا سے مسٹر رام رچھپال صاحب شیدا دہلوی ہندوستان لاہور میں ایک زبردست افتتاحیہ لکھتے ہوئے یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ہندوؤں کی مانند عجیب و غریب قوم روئے زمین پر نہ ہوگی جس کی قدامت کا سراغ لگانے میں تاریخی تحقیقات عجز کا اقرار کرتی ہے۔ یہ ارشاد کسی قدر اصلاح طلب ہے۔ کیونکہ وید مقدس کا نزول ابتدائے آفرینش عالم میں اسی قوم کے چار رشیوں پر ہوا ہے۔ جبکہ وہ بزرگ خود بھی اس الہام ربانی کا مفہوم سمجھنے سے معذور تھے اس لئے کہ زبان سنسکرت اس وقت ملکی زبان نہ تھی۔ بلکہ کوئی زبان بھی اس زمانہ تک پیدا ہی نہ ہوئی تھی۔ !!! یا اس قوم کے زمانہ عروج میں اس کے بہترین صدہا عالموں نے وید منتر تصنیف کئے ہیں اول الذکر صورت میں ہندو قوم کی قدامت ایک ارب ۹۶ کروڑ برس سے ثابت ہوگی۔ (دیکھو رشی اعظم سوامی دیانند صاحب اور دوسرے آریہ متکلمین کی تحریریں) اور دوسری صورت میں اس عظیم الشان قوم کی تہذیب و ترقی دس ہزار سال سے شمار کی جائیگی۔ (دیکھو محققین یورپ کی عالمانہ تحقیقات) مگر دونوں صورتوں میں اگر ہندوؤں کی تدریجی ترقی اور ارتقائے ذہنی کا کامل طور پر پتہ نہیں چلتا۔ تو اس کا الزام تاریخ کو نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس میں ہندوؤں کے تاریخی مذاق کی عدم موجودگی کا قصور ہے غالباً شاعری اور دوسرے فنون لطیفہ کے بڑھے ہوئے شوق نے ہندوؤں کو کبھی تاریخ جیسے ضروری علم کی طرف توجہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس لئے جو دو چار تاریخی نظمیں ملتی بھی ہیں۔ ان میں فسانے کا رنگ غالب ہے ہندوؤں کی قدامت کا ذکر کرنے کے بعد شیدا صاحب لکھتے ہیں کہ:-

کئی براعظم تھے۔ جو سمندر کی تہ میں چھپ گئے۔ طوفان نوح آیا۔ دنیا الٹ پلٹ ہوئی۔ بڑے بڑے انقلاب آئے۔ زلزلوں سے زمین تہ و بالا ہوئی۔ مگر ہندو قوم زندہ و سلامت رہی۔ صدہا نئے مذہب نکلے۔ بدھ ازم نے سارے ملک پر برسوں غلبہ رکھا مگر ویدک دہرم کا آفتاب پھر کہیں سے نکل آیا۔ بعض نے تلوار کے زور سے عقیدہ کو بدلنا چاہا۔ بعض نے قتل و غارتگری سے ان کا نام مٹانا چاہا مگر ابر سیل کی طرح وہ برابر پھیلتے بڑھتے رہے ہر طرح کے ظلم اٹھانے پر طرح طرح کے مظالم سہنے پر ہزار طرح پامال کئے جانے پر بھی ان کی ہستی جاتی نہ رہی اور نہ مٹ سکی۔ آئی۔

کئی براعظموں کے بننے اور بگڑنے کا زمانہ بھی تاریخ بتلاتی ہے۔ اور طوفان نوح کا وقت بھی معین کر لیا ہے۔ مگر ہندو قوم کی قدامت کا زمانہ تاریخ سے معین نہیں ہو سکتا۔ تو یہ صریح اس بات کا ثبوت ہے کہ انہوں نے تاریخ نگاری کو کبھی جزو تہذیب نہیں سمجھا یا وہ تاریخی زمانے میں خود ایسی کس مپرسی میں رہے کہ تاریخ نے ان کے حالات کی تدوین کو غیر ضروری جانا۔ مگر یہ مسئلہ اس وقت زیر تنقید نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ شیدا صاحب نے جو ہندو مذہب اور ہندو قوم کو مخلوط کر دیا ہے۔ اسکی تحلیل و تجزیہ کی ضرورت ہے۔ بیشک بعض وقت تلوار نے بھی کام دیا ہے۔ اور گاہ گاہ قتل و غارت بھی ہوا ہے مگر وہ ہندو قوم کا نام مٹانے کے لئے نہیں ہوا۔ مثلاً بودھوں نے اگر صدیوں ویدک دہرم کو دبائے رکھا اور پھر ویدک دہرم نے غلبہ پا کر بودھوں کو دیس نکالا دیا۔ تو دونوں حالتوں میں یہ ہندوؤں کا مقابلہ ہندوؤں سے تھا۔ یا پرسرام جی نے اگر ۲۱ مرتبہ کھشتریوں کو بیخ و بن سے غارت کیا تو یہ ایک ہندو گروہ کا دوسرے گروہ کے مقابل جہاد تھا۔ ہندو نیشن کے برباد کرنے کا کوئی تہیہ نہ کیا گیا تھا۔ اسی طرح مہابھارت میں جس شمشیر نے جوہر بسالت دکھلائے وہ آرین شمشیر تھی اور جس کے خلاف یہ جوہر دکھلائے گئے وہ لوگ بھی آریہ قوم ہی کا ایک جزو تھے۔ بیرونی حملہ آور جس میں ایرانی۔ یونانی۔ سیتھین۔ مسلمان شامل ہیں۔ ان میں سے تین اول الذکر قومیں تو آریہ ورت میں رہکر آریہ قوم کا ایسا جزو بن گئیں کہ اب کوئی گروہ اطمینان کے ساتھ خالص آرین خون رکھنے کا دعوے نہیں کر سکتا۔ مسلمان فاتحین گو علیحدہ رہے۔ مگر ان کا بڑا حصہ بھی اپنی رعایا پر شاہانہ و پدرانہ عنایت کرتا رہا۔ جس کی وجہ سے ہندو وزارت و امارت کے درجوں تک پہنچے۔ اور اس کار و بار سلطنت میں سہیم و شریک رہے۔ جس طرح آج عام ہندوستانی برٹش نظم و نسق میں شریک ہیں۔ اور اپنی معدلت گستر سلطنت کی خدمت ادا کر رہے ہیں۔ بالآخر مسلمان حکمرانوں نے اپنے الطاف خسروانہ کا دائرہ ایسا وسیع کیا کہ راجوں مہاراجوں نے اپنی نوردیدہ شہزادیوں کا شاہی خاندان میں بیاہا جانا اپنے لئے باعث فخر و مباہات جانا اور دوسرے سردار و شرفا نے بھی ان کی تقلید میں مغل ایا کین سلطنت سے سلسلہ مصاہرت و مناکحت قائم کر کے اتحاد و اتفاق کو اور مضبوط کیا۔ غرض تاریخ بتلا رہی ہے۔ کہ خوش قسمتی سے آریہ ورت کو عموماً نیکدل۔ صاف باطن۔ شفیق و مرلی حاکم ملے ہیں

اگر خدانخواستہ چنگیز جیسا کوئی فاتح ملتا تو نہ کسی معبد کا نام و نشان پایا جاتا۔ نہ لودین کی کسی شہر میں کوئی کتب خانہ باقی رہتا۔ یہ سچ ہے کہ ہندوستان کے اصلی باشندوں کے بالمقابل قریباً ایک ہزار سال تک آرین شمشیر اپنی آبداری دکھلاتی رہی ہے اور قتل و غارت کا بازار مسلسل گرم رہا ہے۔ مگر غالباً حضرت شیدا اپنے آرٹیکل میں اس پر رائے زنی نہیں کرتے۔ بلکہ ہندو آریوں کے خلاف جو اصلی و فرضی مظالم ہوئے ہوں جناب ممدوح کا اشارہ ان کی طرف ہے۔ اس اشارہ کا کوئی مضائقہ نہیں لیکن ہمہ وقت گذشتہ تکالیف کو یاد رکھنا خود اپنے دل کو تکلیف دینا اور اپنی قوم کے جاہل افراد کو انتقامی جذبات سے بھر دینا ہے ہندوؤں کی سخت جانی یا قوت برداشت کا خاکہ کھینچنے کے بعد ان کی قربانی کا ذکر ہے اور بتلایا گیا ہے۔ کہ کسی ملک میں ۱۰۔۲۰ سو دو سو آدمی ایسے گذرے ہوں گے جنہوں نے ان کے لئے جان دی ہو۔ مگر ہندوستان کے ایک ایک ذرہ میں ان بیشمار بہادروں کا خون پیوست ہے جو اصول کی خاطر۔ دہرم کی خاطر۔ کمزوروں کی خاطر۔ جان قربان کرتے رہے ہیں۔ جو کچھ حضرت شیدا نے فرمایا اس کے صحیح ہونے میں ہمیں تو مطلق کلام نہیں مگر جب آریہ متکلم یہ کہتے ہیں کہ ان کے لاکھوں بھائی بخوف جان یا بطمع نان مسلمان ہوئے ہیں۔ اور اسلام کے زریں اصول کا ان کے تبادلہ مذہب میں کچھ دخل نہیں۔ تو پھر قربانی و ایثار کا دعوے محض خالی الفاظ رہجاتا ہے۔ بتلایا جاتا ہے کہ مسلمان ہند میں نوے (۹۰) فیصدی وہ لوگ ہیں جن کی رگوں میں آرین خون دوڑ رہا ہے۔ اور ان کا بڑا حصہ وہ ہے جو اصول کی خاطر نہیں۔ دہرم کی خاطر نہیں۔ قول کی خاطر نہیں۔ گذشتہ روایتوں کی خاطر نہیں۔ بلکہ تلوار سے ڈر کر اور پلاؤ زردہ کی خوشبو پر فریفتہ ہو کر مسلمان ہوا ہے تیل مرحوم مزا خا کہا کرتے تھے۔ کہ مجھے کباب مرا مسلمان کرد" آریہ متکلم اپنی غلط شماری یا کج بحثی سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ زر و زن زمین کی طمع نے یا شمشیر و خنجر کے خوف نے رشی سنتان کو ویدک دہرم چھوڑنے پر مجبور کیا ہے۔ ان هذا الشئ عجیب۔ بعد آریوں کی آن۔ بان۔ شان۔ کا ذکر کر کے مسٹر شیدا ان کے زوال کا سبب زر پرستی بتلاتے ہیں لیکن یہ زر پرستی کب شروع ہوئی۔ اس کا ذکر نہیں کرتے۔ چونکہ آریہ متکلمین کے نزدیک آریہ ورت پر مہابھارت سے ایک ہزار سال پیشتر زوال آنا شروع ہو گیا تھا۔ اس سے زر پرستی کی ابتدا بھی وقت سے سمجھنا چاہیئے۔ یہ خیال صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسا نہ ہوتا تو غریب پانڈوؤں کے حقوق غصب نہ کئے جاتے۔ یہ زر پرستی اور ہوس ہی تھی کہ یہ نامور راجہ لاہور دالیس ہو کر دعدہ خراج گذاری

انکا رہی ہو بیٹھا۔ جس نے محمود کی یلغار کا دروازہ کھول دیا۔ اور اس نے یلغار کی۔ جس کا داغ آج بھی بہت مہاشوں کے دل پر ہے۔ اور جس کا اظہار بار بار ہر لوٹ مار کے موقعہ پر ہوتا رہتا ہے۔ مسٹر رشید کو افسوس ہے۔ کہ ہندو زر پرستی کے ہاتھوں بک گئے۔ اور روحانیت بلکہ انسانیت سے دور نکل گئے ہیں۔ یہاں تک کہ سماجی حضرات بھی صرف اتوار کو سماج مندر میں جاتے اور اپدیس سنتے ہیں۔ ۱۰-۱۵ فیصدی سندھیا کرتے ہونگے۔ برخلاف اسکے مسلمان ۹۰ فیصدی سے زیادہ پرماتما کی حضوری میں جاتے ہیں اور دن میں پانچ بار اس نرنکار جوتی سروپ کا دھیان کرتے ہیں۔ وہ کسی دنیاوی طاقت کا بھروسہ نہیں کرتے۔ بلکہ براہ راست اس سے التجا لاتے ہیں۔ جو تمام طاقتوں کا منبع ہے۔ یہ ہے بھید مسلمانوں کی ہندوؤں پر فوقیت کا یہی سبب ہے۔ کہ ان کی ہمتیں اعلٰے اور ہندوؤں کے حوصلے پست ہیں"۔ مسٹر رشید نے مسلمانوں کی بابت حسن ظن کا اظہار کیا۔ ہم اس کے مشکور ہیں۔ کاش وہ اس کے متصل ہی مسلمان ڈاکوؤں کا ذکر نہ کرتے۔ بلکہ یہ سوچتے۔ کہ آریہ سماج جیسا پر جوش فرقہ بھی روحانی طور پر اسقدر کیوں کمزور ہے۔ کہ ۱۰-۱۵ فیصدی سے زائد سندھیا نہیں کرتا۔ اور یہ مہاشے جس نماز کی نسبت بطور تمسخر فرمایا کرتے ہیں کہ:- ع

چہ سود از حرکت ہا کہ بنشینی و برخیزی

یہی حرکت مسلمانوں کے لئے باعث خیر و برکت کیوں بن رہی ہے۔ ہندوؤں کے زوال کے اسباب پر مسٹر رشید کو یہ بھی دیکھنا چاہئے تھا۔ کہ باوصف اسقدر چیخ و پکار اور سماج کی ان تھک سعی کے وہ عیسائیت میں تیزی کے ساتھ اور اسلام میں آہستگی کے ساتھ کیوں جذب ہو رہے ہیں۔ اور کیوں پنڈت رام بھجدت صاحب جیسے دور اندیش لوگوں کو اس کا اندیشہ ہے کہ یہی لیل و نہار ہیں۔ تو آٹھ دس کروڑ ہند اور جاتی کی گود سے نکل جائیں گے۔ اگر ویدک دھرم میں پولیٹیکل اصول کا اشتراک اس خرابی کا ذمہ دار ہے۔ تو ان اصول کو خیرباد کہدینا چاہئے۔ اگر ہائے محمود۔ ہائے غوری ہائے اورنگ زیب کے نعرے سندھیا کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ تو ان نعروں کو عارضی طور پر چھوڑ دینا چاہئے۔ مسٹر رشید کا مضمون بہت طویل اور معلومات سے پر ہے۔ اس کے ہر حصہ پر اس مختصر تحریر میں بحث نہیں ہو سکتی مگر اسباب زوال کو کسی قدر غائر نظر سے دیکھنا

جائے تو مناسب ہے۔ مسٹر رشید نے آگے بڑھکر لکھا ہے۔ کہ عام ہندوؤں میں فی دس ہزار ایک شخص بھی سندھیا نہیں کرتا۔ جب حضرات باوصف اس جوش و سرگرمی اور ویدک دھرم کے فدائی ہونے کے ۱۰-۱۵ فیصدی سے زیادہ سندھیا نہیں کرتے تو عام ہندوؤں کی حالت اور بھی خراب ہونا چاہئے۔ مگر اصلیت اس کے خلاف ہے۔ ہر جگہ سناتنی اپنی پوجا پاٹ میں مصروف پائے جاتے ہیں۔ جبکہ سماجیوں کا بڑا حصہ دوسرے مذاہب کی نکتہ چینی اور ہادیان ملت کی عیب گیری میں اپنی طاقت صرف کرتا ہوا ملتا ہے۔ غالبًا اسی وجہ سے پنڈت رام بھجدت صاحب چودھری بی اے نے پہلی بحث میں تقریر کرتے ہوئے آریوں کی شردھا کی کمی کی نسبت فرمایا تھا کہ فی ہزار ۹۹۹ ناستک رکافر ہیں۔ جس پر لائل گزٹ مطبوعہ ۱۱ جولائی ۱۹۱۵ء یہ حاشیہ چڑھاتا ہے کہ ہم بھی تو یہی رونا رو رہے ہیں۔ کہ آریہ سماجیوں کو سوامی دیانند کی تعلیم سے ہٹا کر استنا (ایمانداری) کی طرف لایا جائے"۔ اگر پنڈت رام بھجدت صاحب کی تقریر کا مطلب صحیح سمجھا گیا ہے اور دس ہزار سماجیوں میں صرف دس مومن اور باقی ۹۹۹۰ ناستک رکافر ہیں تو یہ صورت بھی کچھ زیادہ اطمینان دہ نہیں اور آریہ ورت کا ایمانی تنزل نمایاں ہے۔

مگر حضرت رشید کی تحقیقات صحیح ہو یا مسٹر چودھری کی یعنی ۱۰-۱۵ فیصدی سماجی روزمرہ سندھیا کرتے ہوں۔ یا دس ہزار کے منجملہ صرف دس صاحب ایمان اور باقی دہریہ اور ملحد ہوں۔ ایک جماعت اور ہے جو آریہ سماج کے ایمان و دہریت کی بحث میں پڑنا نہیں چاہتی۔ بلکہ سرے سے سماج کے وجود ہی کو ہندوؤں کے لئے مضر خیال کرتی ہے۔ چنانچہ اس جماعت کا ایک فرد مولوی شیخ احمد حسن صاحب کنٹ میرٹھی کو ہفتہ وار اخبار عالم (جلد ۲۵ شمار ۲۶ مطبوعہ ۱۴ مئی ۱۹۱۵ء) میں مخاطب کرتا ہوا لکھتا ہے "مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اگر تمام ہندو جاتی آریہ سماج کی شاکرت ہو تو سخت بے انصافی ہے کیونکہ یہ قلیل گروہ ان کو ابھار رہا ہے۔ مولوی صاحب نے یہ سمجھ کر بالا اعتراضات طرفین کیا ہے اس لئے ہمکو اس میں کلام ہے۔ یہ فقرہ مولوی صاحب کے قلم سے یا تو سہوًا نکلا ہے۔ یا اس میں کوئی راز سربستہ ہے۔ بہرحال آریہ ہندوؤں کو ابھارتے نہیں بلکہ سخت اکثر نے کو پہنچا رہے ہیں۔ بلکہ ہندو دین کا نام معدوم کرنے کے درپے ہیں۔ ہندوؤں کو یہ صدمہ مسلمانوں سے پہنچا ہے نہ عیسائیوں سے جو آریہ عنایت فرما رہے ہیں۔ وہ فرقے علیحدہ رہتے تھے۔ کسی کو اپنے پنجہ میں پھنساتے تھے۔ مگر یہ فرقہ مار آستین کی طرح ہر دم زخم لگا کر ہندوؤں کو ہلاک کر رہا ہے تنگ آمد... سرنام کے آریہ ہیں۔ مہاتما ہن آدلوں کا استیصال کرتے ہیں۔ بقول مولوی صاحب اگر ہندوؤں کو توجہ

ابھارنے کے آریوں کا شاکرت ہونا لازمی ہے۔ تو اس سے بدرجہا اہل اسلام اور عیسائیوں کا شکر کرنا ہے۔ کیونکہ ہر دو فرقہ صدہا سال سے ابھار رہے ہیں۔ اور وہ آریہ بیچارے ابھی بیس تیس برس سے ابھارنے لگا ہے...... ایک پادری نے لکھنؤ میں لکچر دیا تھا کہ اب ہمارے فرقہ کو وعظ کرنے اور تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ ہم سے عمدہ کام آریہ کر رہے ہیں ہم بیگانے تھے۔ وہ یگانہ ہوکر برباد کر رہے ہیں اور جو سلوک یہ فرقہ ہمارے ساتھ ان دونوں فرقوں جیسا برتاؤ کر رہا ہے۔ سب جانوں کو ملا رہا ہے۔ حالانکہ چھوت ہندوؤں کا اصل اصول تھا۔ تیرتھوں دیوتاؤں اور پچھلے رشی منیوں کی توہین کر رہا ہے۔ ہر دو اقوام کسی وقت کرتے ہونگے۔ یہ ہر دم وظیفہ پڑھتے ہیں۔ مندر اور مورتی پوجا کے جانی دشمن ہیں۔ جو پرماتما کی ہستی کے الف ب ہیں۔ برہمنوں کی شکل سے بیزار ہیں جنکے ہم قدم دھوکر پیتے ہیں۔ پورانوں وغیرہ گرنتھوں کو گپوڑے اور ان کے مصنفوں کو جھوٹے وغیرہ کے خطاب دیتے ہیں۔ برت نیم وغیرہ جملہ عقائد کے مخالف بالذات ہیں۔ فقط ایک وید وید پکارتے ہیں مگر اس کے معنے طبعزاد بناتے ہیں جو اپنے خیال میں آتا ہے الٹ پھیر کرکے وہی مطلب وید سے نکالنے کے ساعی ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں پتی برت دھرم کی از حد تاکید ہے۔ یہ گیارہ خصم تک کی اجازت دیتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر قابل افسوس نیوگ کا مسئلہ ہے سوامی دیانند سرسوتی ان کے پیغمبر ہیں۔ ستیارتھ پرکاش ان کی آسمانی کتاب ہے۔ لیکھرام وغیرہ ہم ملا کی تصنیفات تو ان کی احادیث اور تواریخ ہیں۔ بی اے۔ ایم اے ان کے اچارج یعنی مجتہد اور امام ہیں۔ ان میں سے جو دلالت پاس کرادے وہ سورگ کا دیوتا ہے۔ نیچ جات کو شامل کرنا ان کا یگ ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب مولوی صاحب فرمائیے۔ جبکہ ہندوؤں کو ابھارنے کے ان کے پاس یہ اسباب ہیں تو آپ کس بر تے پر تتا پانی خیال کرکے ہندوؤں کو ان کے شاکرت اور بادج ہونیکا ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ تو مجدد السنہ ہیں شائید سنسکرت سے واقف ہوں گے۔ کیا واقعی یہ اسباب ہمارے ابھارنے کے ہیں۔ یا ڈبونے کے ہم ان کی مدح کریں یا قدح"

صاحب مضمون نے ابھی بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر عبارت بالا ہی یہ بات ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ کہ بہت سے ہندوؤں کی نظر میں آریہ سماج بھی ہندوؤں کے زوال کے اسباب میں داخل ہے ؎

میرے غمخانہ کی قسمت جب رقم ہونے لگی
لکھدیا منجملہ اسباب ویرانی مجھے

اب یہ مسٹر رشید اور ان جیسے روشن ضمیر مہاتماؤں کا کام ہے کہ صحیح اسباب زوال کی تلاش کریں۔ اور ان کا علاج جس میں ہندوؤں کی سخت تباہی جسکا یہ شدید اظہار کیا جاتا ہے مسلم۔ مگر یہ بھی تو دیکھنا چاہئے۔ کہ ویدک دھرم میں

ضروری اطلاع:- حضرت خواجہ صاحب کا مضمون بجواب اشتہار مفتی صاحب وغیرہ جسمیں محمودیوں نے شہادت دینے سے گریز کیا تھا - ہمارے پاس پہنچ چکا ہے - مضمون لمبا ہے لکھا جا رہا ہے۔ [illegible] بطور رسالہ شائع کر دیا جائیگا۔ (ایڈیٹر)

ایک افترا کا جواب

مکرمی اڈیٹر صاحب پیغام صلح - السلام علیکم
براہ عنایت حسب ذیل سطور کو اپنے اخبار میں جگہ دیکر ممنون فرمائیں - کچھ عرصہ ہوا حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک اشتہار شائع فرمایا تھا - اور اس کے ذریعہ سے بعض احمدی احباب سے چند امورات کے متعلق شہادت طلب فرمائی تھی اس فہرست میں میرا نام بھی تھا - چونکہ شہادت حقہ کا چھپانا گناہ ہے اور خصوصاً جبکہ وہ اہم امور مذہبی کے متعلق ہو - میں نے اپنی حلفیہ شہادت تحریر کرکے خواجہ صاحب کی خدمت میں ارسال کردی تھی مگر اب ایک اشتہار میری نظر سے گذرا ہے جو مفتی محمد صادق صاحب - مولوی شیر علی صاحب - احمد نور صاحب کابلی - ڈاکٹر عبداللہ صاحب اور اور میاں غلام محمد صاحب امرتسری کی جانب سے شائع ہوا ہے - اس اشتہار کے لٹریچر کی پاکیزگی تو اس کے پڑھنے سے ہی معلوم ہوتی ہے - ایک صفحہ کے اشتہار میں خواجہ صاحب کو بیسیوں گالیاں سنا دی گئیں ہیں - اور بیشمار الزامات کا مورد بنا دیا گیا ہے - اور جو پر منطق دلائل اس اشتہار میں دئیے گئے ہیں - انکو ان مشتہرین خمسہ کی معجون مرکب ہی سمجھ تو سمجھے - میرے جیسے معمولی انسان کا کام نہیں ہے کہ ان کی تہ تک پہونچ سکے - لیکن اس اشتہار میں میرا ذکر بھی ان بزرگوں نے کیا ہے بلکہ تمام فہرست میں بڑی عنایت سے مجھکو ممتاز جگہ عنایت فرمائی ہے - میں سمجھتا ہوں کہ اپنی ذات کے متعلق خاموشی اختیار کرنا میرے لئے مناسب نہیں ہے - اس واسطے یہ چند سطور لکھنے پر مجبور ہوا ہوں ورنہ جھگڑوں میں پڑنے سے مجھے نفرت ہے اور اخبار کے کالموں میں ظاہر ہوکر پانچوں سواروں میں شامل ہونیکا شوق نہیں۔

خواجہ صاحب نے چند ایک اصحاب کے نام جن میں مبائعین - غیر مبائعین شامل تھے اپنے اشتہار میں درج کئے تھے - اور ان سے بعض مختلف فیہ مسائل کے متعلق ان کے عقاید جن پر وہ حضرت مسیح موعود کے وقت میں قائم تھے دریافت کئے تھے - یہ تمام نام ان اصحاب کے تھے جو حضرت صاحب کی رحلت سے ایک معتد بہ عرصہ پہلے بیعت میں داخل ہو چکے ہوئے تھے - اور حضرت صاحب کی صحبت بابرکت سے بہرہ اندوز ہوئے تھے - یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا گیا تھا - کہ ان سے بہتر نام نہیں مل سکتے یا اس میں اور زیادتی نہیں ہو سکتی - اس فہرست میں ان مشتہرین صاحبان کے نام نامی بھی تھے - انہوں نے بجائے صاف طور پر جواب دینے کے طرح طرح کے عذرات پیش کئے ہیں - ان میں سے بعض عذرات پر تو محض ہنسی آتی ہے -

علاوہ اس کے خواجہ صاحب کی فہرست میں سے کوئی تینتیس نام انتخاب کئے ہیں - اور اس کے متعلق لکھا ہے - کہ ان پر خواجہ صاحب کے الفاظ صادق نہیں آتے یعنے یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں کافی عرصہ نہیں رہے ہیں - اور یہ تینتیس نام درج کرکے انکے ساتھ وغیرہ وغیرہ کی ایزادی بھی فرمائی ہے - اس قسم کی جرح بالکل بے معنی تھی - صاف ظاہر ہے کہ یہ تمام لوگ حضرت صاحب کے وقت بیعت میں داخل تھے - اور ان مختلف فیہ مسائل کے متعلق ان کا ایک ایمان تھا - جسکو ظاہر کرنیکا وہ ہر ایک طرح سے حق رکھتے ہیں - اگر مفتی محمد صادق صاحب وغیرہ مشتہرین کے خیال میں کوئی اور اصحاب ایسے تھے - کہ وہ ان سے زیادہ موزون تھے - تو کوئی امر ایسا نہ تھا - جو ان کو ایسے اصحاب کی شہادت درج کرنے سے روکتا تھا - مگر ان بزرگوں نے فہرست پر اعتراضات کرنا ضروری سمجھا ہے - خواجہ صاحب کی فہرست میں تو میرا نام بہت پیچھے تھا - مگر ان بزرگان خمسہ نے پہلے نمبر پہ مجھکو رکھا ہے - اور اسی پر اکتفا نہیں کیا - بلکہ میرے متعلق خاص طور پر ریمارکس تحریر کرنے کی بھی زحمت گوارا فرمائی ہے - فرماتے ہیں: "چوہدری محمد اسمعیل کی شمال بھی قابل غور ہے چوہدری صاحب شاذونادر طور پر قادیان میں تشریف لائے ہونگے - اس عبارت میں لفظ ہونگے بہت پر معنے ہے - اور حضرت مشتہرین کی حق پژوہی و صداقت جوئی کی ایک بین دلیل ہے یہ لفظ ظاہر کرتا ہے کہ ان حضرات کو میرے شاذ ونادر طور پر بھی قادیاں جانیکا علم نہیں ہے - جب میں نے یہ لفظ پڑھا - تو میں نے مشتہرین کے اسماء گرامی کو بغور دیکھا - اور میرے تعجب اور حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے ان میں اپنے پیارے بھائیوں مفتی محمد صادق صاحب و مولوی شیر علی صاحب بی اے کے نام پڑھے اس اشتہار میں خواجہ صاحب پر تو دہوکا بازی چالاکی - بد دیانتی - دروغگوئی وغیرہ وغیرہ - کے الزام اس بناء پر لگائے ہیں - کہ انہوں نے لفظ "غلو" کی تعریف نہیں کی ہے - مگر اس صنعت لطیفہ کا کیا نام رکھا جائے - جو لفظ "ہونگے" میں مفہوم ہے - افسوس انہایت ہی معمولی بات کے لئے اس قوم کے افراد جو دنیا میں حق و صداقت پھیلانے کے لئے مامور کیجاتی ہے - اس قسم کی کجروی اختیار کر رہے ہیں - میں حیران ہوں کہ میرے پرانے رفیق مولوی شیر علی صاحب کا حافظہ کیسا کمزور ہوگیا - اور وہ اس زمانہ کو کس طرح بھول گئے جب ہم ایک ہی وقت میں مہینوں قادیان میں ٹہیرا کرتے تھے - مفتی صاحب بھی اگر ذرا اپنے حافظہ کو تکلیف دیں گے - تو ان کو بھی وہ زمانہ یاد آجائیگا -

اے بزرگو! تمہیں میرا قادیان میں شاذ ونادر طور پر جانا بھی یاد نہیں رہا - مجھے سخت رنج ہے - کہ آپنے باوجود علم کے ایک سچ بات کو چھپانے کی کوشش کی - ذرا اپنے حافظوں کو آپ سے ۲۰-۱۹ سال پہلے کی طرف لے چلو - اور میں آپکو اپنے قادیاں میں آنے جانے کی نسبت بتلاتا ہوں پھر امید ہے آپ کو یاد آجائیگا - لو سنو! میں اس وقت حضرت مسیح موعود پر ایمان لایا ہوا تھا جب میں بالکل ایک طفل صغیر تھا - اور مڈل میں تعلیم پاتا تھا - اور میرا یہ ایمان محض خدا کے فضل سے تھا - میرا کوئی بزرگ اس وقت حضرت کا پیرو نہ تھا - میں نے حضرت کی بیعت گذشتہ صدی کے آخری عشرہ کے نصف کے قریب کی - بیعت کرنے سے پہلے جب میں سیالکوٹ میں پڑھا کرتا تھا حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی صحبت سے فیض اندوزی کرتا رہا - جب لاہور میں آکر کالج میں داخل ہوا - تو دو دفعہ بیعت کرنے سے پہلے قادیاں میں گیا - پھر جب بیعت کی تو اکثر عیدین کے موقعہ پر اور دیگر تعطیلات کے وقت قادیاں میں جاتا رہا - اور موسم تعطیلات کا زیادہ حصہ اکثر قادیاں میں ہی گذارہ کرتا تھا - صرف چند دنوں کے لئے گھر جایا کرتا تھا سنہ ۱۹۰۱ء میں جبکہ میں نے بی اے کا امتحان دیا - تقریباً ۶ ماہ قادیان میں رہا - غرض بیعت کرنے کے بعد ۱۹۰۲ء تک میں سال میں کئی کئی دفعہ قادیان میں جاتا رہا - اور کئی دفعہ متواتر دو دو تین تین ماہ رہا - ہاں ۱۹۰۲ء میں میں ملازمت میں داخل ہوا - اور ملازمت بھی محکمہ بندوبست کی تھی - اور پھر تعیناتی بھی اتفاق سے دور دراز اضلاع ہزارہ - رہتک وغیرہ میں ہوتی رہی اس واسطے قادیان کا آنا جانا بہت کم ہوگیا - اور سوائے سالانہ جلسوں کے حاضر نہ ہو سکا - بلکہ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ کئی سالانہ جلسوں میں بھی شریک نہ ہو سکا - لیکن تم کس طرح میرے شاذونادر طور پر قادیان جانے کے متعلق بھی شک ظاہر کرتے ہو - خدا کا بھلا اور حیا دو - تین دفعہ کا جانا تو بہت ہی قریب کا ہے دسمبر ۱۹۱۳ء کے سالانہ جلسہ پر میں گیا - پھر حضرت خلیفۃ المسیح کے ایام بیماری میں میں گیا - پھر حضرت مغفور کی رحلت کے وقت

حضرت امیر

بہت دنوں سے بیمار ہیں - آجکل اسہال وغیرہ کی شکایت ہے - احباب خلوص دل کے ساتھ دعائیں کریں - کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد شفا عنایت فرمائے بیماری کی وجہ سے ہی حضور تمام خطوط کا جواب لکھ نہیں سکتے۔ (ایڈیٹر)

میں گیا۔ اور جہانتک مجھے یاد پڑتا ہے میں آپ ملا۔ پھر اسی اشتہار میں ان بزرگوں نے میرا مقابلہ میرے والد صاحب دام ظلہ سے کیا ہے۔ معلوم نہیں ہما مقابلہ کی کیا ضرورت تھی۔ فرماتے ہیں۔ مگر خواجہ صاحب کا انصاف دیکھئے۔ چوہدری صاحب کے والد صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے مخلصوں میں سے ہیں اور صاحب علم و فضل ہیں۔ مگر خواجہ صاحب نے انتخاب کیوقت باپ پر بیٹے کو ترجیح دی اسلئے کہ بیٹا خواجہ صاحب کا ہمخیال ہے۔ باوجودیکہ اسکو حضرت صاحب کی خدمت میں رہنے کا موقعہ کم ملا ہے۔ یہ نمونہ ہے خواجہ صاحب کے انتخاب کا۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ انہوں نے اس انتخاب میں صحیح تقوٰی سے کہاں تک کام لیا ہے۔ یہ عبارت بھی قابل غور ہے۔ الفاظ تو ایسے استعمال کئے گئے ہیں کہ ظاہر طور پر پڑھنے سے یہ معلوم ہوجائے کہ گویا مجھے اپنے والد صاحب کے مقابلہ میں حضرت صاحب کی صحبت میں رہنے کا موقعہ کم ملا ہے۔ مگر طرز ایسی رکھی گئی ہے۔ کہ اگر اس امر کی تردید ہو جائے۔ تو جھٹ ان معنوں سے انکار کرنے کی گنجایش نکل آئے۔ مگر چونکہ یہاں بحث صرف حضرت صاحب کی صحبت میں رہنے کی ہے اسواسطے میں اسی بات کو لیتا ہوں۔ مجھے اپنے والد صاحب دام ظلہ کے علم و فضل۔ زہد و اتقاء کا اعتراف ہے اور مجھے فخر ہے۔ کہ میں ایک ایسے باپ کا بیٹا ہوں لیکن میرے دوستو! عبارت بالا کے تحریر کرنے میں تم خود اس الزام کے نیچے آگئے ہو جو تم نے خواجہ صاحب پر لگایا۔ اور مجھے افسوس ہے کہ تمہاری اس طرز تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تم محض اپنے حریف کو زک دینے اور اپنے ہمخیالوں کو خوش کرنے کیلئے وہ باتیں کہہ رہے ہو۔ جنکا تمہیں مطلق علم نہیں ہے۔ یا تم باوجود علم کے اخفاء کر رہے ہو۔ اور یہ دونوں طریق تقوٰی سے دور ہیں۔ میرے تو شاذونادر طور پر قادیاں جانے کے متعلق بھی کہیں بتک ہے۔ حالانکہ تمنے مجھے سینکڑوں دفعہ قادیاں میں دیکھا۔ اور تم مجھے کم از کم سترہ۔ اٹھارہ سال سے قادیان میں آتا جاتا دیکھتے ہو۔ اور مجھے شک ہے کہ تم میرے والد صاحب کو پہچانتے بھی ہو یا نہیں کیونکہ وہ قادیان میں بہت کم آتے جاتے رہے ہیں اور وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو خواہ مخواہ اپنی شخصیت لوگوں پر ظاہر کرنے کے شایق ہوتے ہیں۔ جاؤ تم مہربانی کرکے انہیں سے دریافت کرو کہ ہم دونوں میں سے کون حضرت صاحب کی صحبت میں زیادہ عرصہ رہا ہے۔ اور وہ تمہاری غلطی کو دور کردیں گے۔ لو میں بتاتا ہوں میرے والد صاحب مجھ سے بہت پیچھے حضرت صاحب کی بیعت میں داخل ہوئے اور جہانتک مجھے معلوم ہے بیعت بھی بذریعہ خط کے کی تھی۔ اور حضرت صاحب کی زندگی میں تین یا چار دفعہ یا شاید اس سے کسی قدر

کم و بیش دفعہ صرف سالانہ جلسوں کے موقعوں پر قادیان میں تشریف لائے اور کبھی انہوں نے خاص طور پر حضرت صاحب کی صحبت میں رہنے کا موقعہ حاصل نہیں کیا۔ سالانہ جلسوں کیوقت بھی تو اکثر جلسہ کے دن ہی ٹھہرے۔ حضرات مشتہرین نے خواجہ صاحب کے متعلق سہ

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

کا مصرع چسپاں کرکے اپنی سخندانی کی داد دی ہے مگر سچ یہ ہے کہ یہ مصرع خود انہیں پر چسپاں ہوتا ہے خود تو مصاحب نے تو مجھکو فہرست میں اسواسطے رکھا کہ ان کو علم تھا کہ میں نے حضرت صاحب کی حیات میں ایک کافی عرصہ آپ کی خدمت میں گذارا اور میرا قادیان میں بارہا جانا ان کے علم میں تھا۔ اور آپ کی رائے میں میرے والد صاحب کا نام فہرست میں آنا چاہئے تھا۔ حالانکہ مجھکو یقین ہے کہ آپ نے حضرت صاحب کی زندگی میں ایکدفعہ بھی ان کو قادیان میں نہیں دیکھا ہوگا۔ اور میں آپ پر یہ بات ظاہر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ جہانتک میرا علم ہے۔ اگر میرے والد صاحب کی شہادت ہوگی تو بھی غالبًا آپ کو مایوس ہونا پڑیگا بیشک انہوں نے حضرت میاں صاحب کی بیعت کرلی ہے مگر ان کے عقائد وہی ہیں جو حضرت صاحب کے وقت میں ان کے اور دیگر تمام احمدیوں کے تھے۔ وہ نہ تو حضرت صاحب کو حقیقی نبی سمجھتے ہیں اور نہ ایسے غیر محتاط ہیں کہ حضرت فخر کائنات سرور عالم محمد مصطفٰے و احمد مجتبٰے کے نام لیواؤں کو خواہ مخواہ کافر بنانے پھریں۔ سیالکوٹ ایک مجلس میں میرے روبرو انہوں نے فرمایا تھا۔ کہ میں میاں صاحب کا مقلد نہیں ہوں

برادران من! ہر ایک بات پر طیش میں آکر واہی تباہی کہنے سے تو فیصلہ نہیں ہوتا۔ برائے خدا قوم پر رحم کرو۔ جس کا شیرازہ اس تفرقہ نے بکھیر دیا ہے۔ ٹھنڈے دل سے صدق و دیانت کے خیال سے ان مختلف فیہ مسائل کو طے کرو۔ اپنے نفسوں کو اس خیال سے دھوکا مت دو۔ کہ جن لوگوں نے بیعت کرلی ہے۔ وہ ہر ایک بات میں تمہارے ہمخیال ہیں۔ یقین جانو کہ ایک بڑا گروہ سمجھدار لوگوں کا باوجود بیعت میں داخل ہونے کے اب تک اصلی عقائد پر قائم ہے۔ جدید عقائد تو پھیلتے ہی پھیلینگے۔ کوئی بڑے ہی دل گردے کا احمدی ہوگا۔ جو حلف اٹھاکر یہ کہدے کہ حضرت صاحب کے وقت میں یہی عقائد تھے۔ جن کی اشاعت اب آپ کر رہے ہیں یہی جدید عقائد تو ہیں جو ہمیں بیعت سے روکے ہوئے ہیں۔ ورنہ اپنے امام کی اولاد سے زیادہ ہمارا کس سے تعلق ہے۔ کہ ان کو چھوڑ کر اوروں سے ملیں۔ ہمارے دل میں تو سخت رنج ہے۔ کہ ہمیں اس طرح سے علیحدگی کرنی پڑی۔ مگر کیا کریں دل نہیں مانتا۔ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت ان عقائد کی بنا پر کی تھی۔ اور انکی

زندگانی میں انہیں عقائد پر قائم رہے اور اب کچھ اور ہی بتایا جارہا ہے۔ ہم تو خود حیران ہیں کہ کیا کریں۔ اور تم اس قسم کی بے سروپا باتیں کرکے اور بھی پریشان کر رہے ہو۔ ذرا اب بھی ہوش کرو۔ کیا کر رہے ہو؟ (خاکسار محمد اسمٰعیل)

مندرجہ بالا سطور تحریر کر چکنے کے بعد اخبار الفضل مورخہ ۸ر اگست ۱۹۱۵ء میری نظر سے گذرا۔ اس میں وہ مفصل مضمون درج ہے۔ جس کا خلاصہ اشتہار میں دیا گیا ہے مگر افسوس کہ خلاصہ سے بڑھکر مفصل مضمون مایوس کن ہے۔ اس میں حضرت خواجہ صاحب کو خوب دل کھولکر کوسا گیا ہے اور بنا ایک انگریز کی چٹھی پر جو معلوم نہیں کہ [illegible] نام اور کس غرض کے واسطے لکھی گئی ہے رکھی گئی ہے۔ اس انگریز کی چٹھی سے ایک عبارت نقل کی گئی ہے۔ جس میں وہ خواجہ صاحب کو ریشنلسٹ کے معنے ڈکشنری سے نقل کئے گئے ہیں۔ اور انگریز کی روایت کو صحیح تسلیم کرکے خواجہ صاحب کو خوب گالیاں دی گئی ہیں۔ خواجہ صاحب کی بے شمار تحریروں کو جن میں وہ اپنا مذہب بارہا ظاہر کر چکے ہیں نظر انداز کردیا گیا ہے۔ اور کسی انگریز (جسکا نام ظاہر کرنے کی جرأت بھی نہیں ہوسکی) کی چٹھی پر ایسا انحصار کیا گیا ہے۔ کہ گویا وہ الہام ربانی ہے۔ اور پھر مکسن کے لفظ کو لیا گیا ہے اور اس پر خوب حاشئے چڑھائے گئے ہیں۔ اور اپنے ہمخیال لوگوں کے جذبات کو خوب بھڑکایا گیا ہے۔ حالانکہ اصل اشتہار پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے ہرگز کسی قسم کا اشارہ میاں صاحب کی ذات کی طرف نہ تھا۔ لیکن اگر اس لفظ سے کوئی فایدہ اٹھایا نہ جاتا۔ تو مشتہرین کی دیانت اور خوش عقیدگی پر دھبہ آنے کا اندیشہ تھا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس قسم کی حالت پر کیا کہا جائے۔ جو اصلی مطلب کو چھپانے کے لئے اس قسم کے حیلے تلاش کرے۔ خواجہ صاحب کو گالیاں دینے اور میاں صاحب کے حق میں سرٹیفکیٹ پیش کرنے سے اصل مضمون پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

ضروری اعلان

بعض احباب خط لکھتے ہوئے صرف اپنا نام ہی لکھدیتے ہیں۔ جس سے ان کے ارشاد کی تعمیل مشکل سے ہوتی ہے۔ اس لئے یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ [illegible] احباب خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری دیا کریں۔ تاکہ ان کے ارشاد کی تعمیل میں دقت نہ ہو۔

خاکسار [illegible]
مینجر اخبار پیغام صلح

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و مینجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام
دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
مہرِ او باشیر شد اندر بدن
جاں شود با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت

سالانہ (ے/) ششماہی (ہے) سہ ماہی (۱۲) ماہوار (۹)

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یک شنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ — بمقام لاہور شنبہ ۱ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۹۱۵ء — نمبر ۱۹

اقتباسات

اُسوۂ حسنہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

اگر ہندوستان میں ذاتوں کی درجہ بندی نے انسان کو انسان سے جدا کر دیا تھا۔ تو ایران میں بھی یہی امتیاز نے جمشید کے وقت سے چلا آتا تھا۔ نوشیرواں جیسے دادگر اور انصاف پسند بادشاہ کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ ایک موچی کے لڑکے کو لکھنے پڑھنے کی اجازت نہ دے۔ فردوسی۔ ؎

ہنر یا بد از مرد موزہ فروش ✦ سپارد بد و چشم بینا و گوش
بدستِ خرد مند مرد نژاد ✦ چہ ماند بجز حسرت و سرد باد

یونانیوں کے ہاں ضعیف اولاد پہاڑ پر سے گرائی جاتی یا قتل کیجاتی تھی۔ رومانیوں میں عورت کی کچھ حیثیت نہ تھی۔ وہ شوہر کی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ نہ مال حاصل کر سکتی تھی اور نہ عہدہ۔ نہ ضامن ہو سکتی تھی۔ نہ معاہدہ نہ وصیت نہ ادائے شہادت کر سکتی تھی۔ باتباع رومن لا یورپ میں آج تک عورت کی کوئی علیحدہ شخصیت تسلیم نہیں کی گئی عورت ایک حیوان بلکہ حیوان سے بھی بدتر خیال کی جاتی تھی۔ ۵۸۶ء میں ایک کونسل منعقد ہوئی جس میں بڑی بحث و مباحثہ کے بعد یہ امر طے ہوا کہ اس میں روح ہے۔ ورنہ اس سے پہلے وہ بے روح سمجھی جاتی تھی۔ یہودیوں میں خرید و فروخت عورات کا رواج تھا۔ ہندوؤں میں بعینہٖ یہی رواج تھا جو رومانیوں کا تھا۔ عورتیں قمار بازی میں ہاری اور جیتی جاتی تھیں۔ ایک عورت کے کئی خاوند۔ نیوگ کی رسم جیو سے عورت محروم ہستی اور فدائی بیوگی۔ نینوا اور بابل میں عورتیں نیلام۔ یونانیوں۔ بابلیوں۔ کلدانیوں اور آسوریوں کے پجاری۔ ہندوؤں کے برہمن۔ یہودیوں کے احبار۔ عیسائیوں کے پادری اور پوپ۔ تورانیوں کے ماگھی اور ایرانیوں کے موبد کل سیاہ و سفید کے مالک اور بہشت و دوزخ کے ٹھیکہ دار سمجھے جاتے تھے۔ عوام کا کیا ذکر۔ خواص بلکہ بادشاہ تک اُن کے محکوم تھے اس کے علاوہ "اوتار" کا تصور یعنی خدا انسانی شکل میں ہندوؤں میں عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ فیضی بھگوت گیتا کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ ؎

چو آئین دیں سست گردد بسے
نمایم خود را بشکل کسے

عیسائی مؤرخ پانچویں صدی عیسوی سے لیکر ساتویں صدی عیسوی تک کے زمانہ کو جس میں بادشاہوں اور لوگوں نے عقل و فہم ذہانت و فطانت۔ فراست و درایت کا قتل عام کر دیا تھا۔ "ازمنہ مظلمہ" کہتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس دن سے پہلے یعنی ۶۱۱ء جب محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے کل روئے زمین کی انسانی جماعت کے متعلق یہ لفظ صادق آتا ہے۔ یہ وہ مبارک و مسعود دن تھا کہ "ازمنہ مظلمہ" اور "ازمنہ منورہ" میں حد فاصل قائم ہوئی۔ اور "لعنۃ الاصنام" کا اصولی طور پر خاتمہ اور "دور توحید" یعنی لا الٰہ الا اللہ کا آغاز ہوا۔ ایہا الکرام۔ ہم تو مسلمان ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس وجہ سے مسلمان نہیں کہ ہم مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں۔ بلکہ علیٰ وجہ البصیرت مسلمان ہیں۔ ثم الحمد للہ علیٰ ذالک۔ تعلیم اسلامی اور اس کے رموز و نکات پر غور کرنے سے ہماری عقیدت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ مگر اس وقت میں اس حیثیت سے نہیں بلکہ تاریخی لحاظ سے غیر مسلم دنیا کو خطاب کرتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ کیا وہ تاریخ عالم میں کسی ایسے انسان کا پتہ دے سکتے ہیں۔ جس نے کیسی بیکسی اور بے بسی کے عالم میں ایسی عالمگیر ضلالت۔ ہمہ گیر تمرد و طغیان اور ایسے پر آشوب زمانے میں جس میں روحانیت سیاست۔ اخلاق و معاشرت بالکل فنا ہو گئے تھے۔ اصلاح دنیا کا بیڑا اُٹھایا۔ اور پھر اپنی زندگی میں ہر ایک اعتبار کے لحاظ سے اُسے بار آور کر دیا۔ اگر جواب نفی میں ہے۔ تو پھر کیسی بوالعجبی ناحق ناشناسی اور ناشکر گذاری ہے کہ ہم ایسے بزرگ انسان کی عزت و احترام میں کوئی دقیقہ اُٹھا رکھیں۔

ہمیں بتایا جائے۔ کہ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ کون انسان تھا جس نے "بیرونی طاقت" کی مشرکانہ عبادت چھڑائی۔ اور "اندرونی طاقت" کی عاقلانہ پرستش سکھلائی۔ "بیرونی طاقت" کا تعبد دنیا کو "شرک" کی تاریک غار میں لیگیا۔ اور "اندرونی طاقت" کی اطاعت اس پر فضا میدان میں لے گئی جسکا نام توحید ہے۔ گم گشتگان بادیہ ضلالت کو قوت ضمیر سے کام لینا سکھایا گیا۔ اور عالمگیر قومیت کی بنیاد وطن پر نہیں۔ آب و ہوا پر نہیں۔ شہر یا گاؤں پر نہیں۔ خونی رشتہ پر نہیں۔ رنگ و روپ پر نہیں۔ اور نہ کسی اور عارضی بنیاد پر (جیسا کہ حملہ بیرونی) رکھی اور اپنی زندگی میں اس نکتہ کا حل یوں کر دیا کہ گو مسقط وطن مالوف ہے مگر جہاں قوت ضمیر اور دل کی اطاعت آزادانہ طور پر نہیں کیجا سکتی بموجب "ان الارض واسعۃ" اس عارضی وطن سے وہاں جانا چاہئیے جہاں ضمیر یعنی قوت ضمیر سے آزادانہ کام لیا جا سکے چنانچہ ۶۲۲ء ہجرت کے واقعہ میں دنیا کے لئے یہی بصیرت موجود ہے کہ اسی اصول پر عمل پیرا ہو کر وابستہ کرنا چاہئیے۔ ظاہری وطن کی خاطر ضمیر اور دل جیسی بے بہا نعمت کو ضائع نہیں کرنا چاہئیے۔ مسلمان ہم باوجودیکہ بیت اللہ ہمارا قومی مرکز ہے۔ مگر کہتے ہیں یہ کعبہ ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنیادِ خلیلِ آذر است
دل گذرگاہِ جلیلِ اکبر است

پس اسلامی قومیت کا مرکز موحدانہ تقویٰ ہے خواہ عربی ہو یا عجمی ہم تاریخ دنیا میں اصلی سیاست کے مفہوم سے ناآشنا تھے اور ملکی اقتباسات سوائے تبلیغی مذہب کے کسی اور مذہب میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ ایک ہمہ گیر اصول سیاست قائم کر سکے۔

(باقی صفحہ ۵ کالم تین پر)

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

تسخیر کوونو۔ (شملہ ۲۰ اگست) ہز ایکسلنسی وائسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے کل کی تاریخ کا جو برقی مراسلہ موصول ہوا ہے اس میں ذیل کی خبر درج ہے۔

جرمنوں کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ کوونو اور اس کے تمام قلعے غنیم کی شدید مقاومت کے باوجود حملہ کرکے سر کر لئے گئے۔ مگر روس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دریائے نیمن کے دائیں کنارے پر روسی تمام قلعہ بندیوں پر قابض ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ مقام کوونو میں ۱۱ روز کی شدید لڑائی کے بعد جس میں جرمنوں کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ جرمن دریائے نیمن کے مغربی قلعوں کے کنارے پر قابض ہو گئے جرمن اب اس ندی کو عبور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جہاں روسی ریگا اور جیکب سٹیٹ کی سمت میں ہنوز بعض قلعہ بندیوں پر قابض ہیں۔ ڈونسک کی جانب کوئی اہم تبدیلی وقوع میں نہیں آئی۔

بالائی نیریو کے محاذ پر جرمنوں نے جارحانہ کارروائی کرنے کی جو کوشش کی تھی اسے روسیوں نے ناکام بنا دیا ہے جس میں کبھی ایک فریق کا پلہ بھاری رہتا ہے۔ اور کبھی دوسرے کا غنیم نے سنغز کی طرف سے بیلوسٹاک اور بیسک کی سڑکوں پر شدید حملے کئے۔ جرمنوں کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمنوں نے روسیوں کو بریسٹ لٹوسک کے بیرونی مورچوں اور ولوڈاوا کے مشرق کی طرف پسپا کر دیا۔ جرمنوں نے چولم اور بریسٹ لٹوسک کے درمیان ریلوے لائن کو عبور کرکے مشرق کی طرف پیشقدمی کی اور دریائے بگ کے مغربی کنارے پر پہنچ گئے۔ آسٹریوں کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ مغربی کنارے پر محاصرہ کا حلقہ بند کر دیا گیا ہے۔

مغربی محاذ۔ فرانسیسی رپورٹ مظہر ہے کہ ان مورچوں پر جو انہوں نے حال میں علاوہ دا بجینز میں فتح کئے تھے۔ انہوں نے غنیم کے شدید جوابی حملے پسپا کئے۔

اطالی محاذ۔ اطالیوں نے ٹولمینو کے قریب اور کارسو کی سطح مرتفع پر ترقی کی ہے۔ آسٹریوں کے جوابی حملے کو کے مارکو ٹیئی کے مغرب میں ایک اہم موقع پر قبضہ کر لیا گیا۔

ایک اور عظیم جہاز کی غرقابی۔ (لنڈن ۱۹ اگست) وہائیٹ سٹار کمپنی کا جہاز "عربی" تارپیڈو سے غرق کر دیا گیا ہے۔ کمپنی مذکور نے اعلان کیا ہے کہ جہاز کے مسافروں سے ۳۷۵ آدمی بچا لئے گئے اور ۴۸ ہنوز مفقود الخبر ہیں۔ محکمہ اخبارات نے اس خبر کی تصدیق کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ جہاز پر ۲۶ امریکن سوار تھے۔

جہاز "عربی" جو ۱۵ ہزار ٹن کا تھا کل سہ پہر کو لورپول سے نیویارک کو روانہ ہوا تھا۔ سٹنٹ کے قریب ۹ بجے اس پر تارپیڈو پھینکا گیا جس کے بعد وہ صرف ۱۱ منٹ تیرتا رہا۔ یہ تارپیڈو اس پر بلا اطلاع پھینکا گیا۔ اس پر اول درجہ کا کوئی مسافر سوار نہ تھا۔ البتہ دوسرے درجہ کے ۱۳۲ اور ۴۸ دیگر مسافر تھے عملے کے ۲۴۳ آدمی ان کے علاوہ تھے۔ جہاز پر کثیر التعداد مسافروں کے لئے کشتیاں موجود تھیں۔ اور جس قدر پانی میں ڈالی گئیں ان پر مذکورہ بالا تعداد نہایت آسانی سے سوار ہو سکتی تھی۔

(لنڈن ۲۰ اگست) کل شام کو دو جہاز ۱۷۵ سوار اور ۱۴۶ عملے کے آدمی لیکر کوئینز ٹاؤن میں پہنچے۔ یہ سب ۱۰ کشتیوں میں سوار تھے صرف پانچ چھ مسافر مفقود الخبر تھے۔ ان لوگوں کی ہیئت کذائی نہایت قابل رحم تھی۔ اکثروں کے سر اور چہرے پر چھبیس آئیں جس کی وجہ سے انہیں موٹر کاروں میں سوار کرا کر ہوٹلوں میں پہنچایا گیا۔ جہاں ڈاکٹروں نے ان کی مرہم پٹی کی۔

تارپیڈو کے حملے سے پیشتر مسافروں نے ایک برطانی سٹیمر پر تارپیڈو پڑتے دیکھا جس پر وہ خوفزدہ ہو کر جان بچانے کی پیٹیوں کے لئے دوڑے اور ابھی پیٹیاں پہن کر فارغ ہی ہوئے تھے۔ کہ عربی پر بھی تارپیڈو پھینکا گیا۔ اس پر فوراً کشتیاں پانی میں اتار دی گئیں۔ اور مسافران میں اتر کر جمع ہو گئے۔ اور کئی اس کوشش میں پانی میں گر گئے۔ دو ملاحوں نے پانی میں تیر کر کئی عورتوں کو جو مدد کے لئے چیخ رہی تھیں کشتیوں میں سوار میں سوار کرانے میں مدد دی۔ کئی عورتیں تارپیڈو پھینکے جانے کے وقت اپنے کمروں میں سو رہی تھیں۔ چنانچہ وہ اس حالت میں عرشہ کی طرف بھاگ اٹھیں آخر انہیں کمبل بہم پہنچائے گئے۔ ایک امریکن مسافر کا بیان ہے کہ اگر ملاح مستعدی سے کام نہ لیتے۔ تو ۱۰۰ سے زیادہ مسافر ہلاک ہو جاتے۔

وہائیٹ سٹار کمپنی کے منتظمین کا بیان ہے کہ آٹھ کے سوا جہاز کے باقی تمام مسافر بچا لئے گئے اور کوئینز ٹاؤن میں اتار دئیے گئے۔ ان میں چار امریکن بھی تھے۔

کپتان کا بیان۔ (لنڈن ۲۰ اگست) عربی کا کپتان جس کی ٹانگ کو چوٹ آئی ہے بیان کرتا ہے کہ مجھے آبدوز کشتی دکھائی نہ دی بلکہ میں نے جہاز کی طرف صرف تارپیڈو کو آتے ہوئے دیکھا اس وقت بچاؤ مشکل تھا۔ کشتیاں اتارنے کے لئے صرف آٹھ منٹ رہ گئے تھے۔ نائب پرسر کا بیان ہے کہ تارپیڈو انجن کے کمرے کے قریب لگا جس سے بائیلر پھٹ گئے۔ اکثر مسافروں نے ابھی طعام چاشت سے فراغت ہی پائی تھی۔ جہاز کا تمام پہلو تارپیڈو سے پھٹ گیا۔

اب صرف ۲ امریکن عربی کے مسافروں سے مفقود الخبر ہیں۔

مزید جہازوں کی غرقابی۔ (لنڈن ۱۹ اگست) ولسن کمپنی کا جہاز سربیٹیوا اور ۲ چھوٹی برطانی سٹیمر غرق کر دئیے گئے ہیں عملے کے تمام آدمی بچا لئے گئے۔

کرسٹیانا کا اخبار آفٹن پوسٹ مظہر ہے کہ جرمن آبدوز کشتی نے ناروے کی ڈاک کے جہاز کے ساتھ جو سلوک کیا اس پر اہل ناروے سخت چیں بہ جبیں ہو رہے ہیں۔ اور راس شمالی سے لنڈسکیپ تک اس پر صدائے احتجاج بلند کی جائیگی ناروے کی ڈاک پکڑ لینے سے انگلستان کو جو نقصان پہنچا ہے وہ ہمارے نقصان کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ غیر جانبدار ممالک کی ڈاک کا سرقہ مہذبانہ جنگ کا جزو نہیں۔

کوپن ہیگن۔ ڈنمارک کے پوسٹ ماسٹر جنرل نے اعلان کیا ہے کہ آئندہ ناروے کی راہ سے انگلستان کو ڈاک روانہ نہ کی جائیگی۔ بلکہ اس کے ملکی جہازوں میں بھیجنے کا انتظام کیا جائیگا۔

(لنڈن ۲۰ اگست) برطانی سٹیمر ہیرن ارسکاٹن (۱½ ہزار ٹن) اور سٹورل (۳ ہزار ٹن) غرق کر دئیے گئے ہیں عملے کے آدمی بچا لئے گئے۔

انڈیا کے عملے کے آدمی۔ (لنڈن ۱۹ اگست) گورنمنٹ ناروے نے امدادی کروزر انڈیا کے ۲۲ افسروں اور ۱۳۶ آدمیوں کو جو اپنی کشتیوں میں خشکی پر اترے تھے۔ نظر بند کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو آدمی غیر جانبدار جہازوں کے ذریعہ سے ساحل پر اترے تھے۔ وہ انگلستان کو واپس بھیج دئیے جائیں گے۔

برلن کی سرکاری اطلاع۔ (لنڈن ۱۹ اگست) ایمسٹرڈم کا تار مظہر ہے کہ برلن کی سرکاری اطلاع میں انگری اور سوئیزر کے درمیان فرانسیسیوں کی مسلسل گولہ باری کا ذکر کیا گیا ہے۔ جرمنوں کو اعتراف ہے کہ اس کے بعد فرانسیسی جرمن لائنوں میں گھس گئے۔

(۲۰ اگست) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ارگون میں دستی بموں کی جنگ کے سوا مغربی محاذ پر سکوت طاری ہے۔ جرمنوں نے متعامات بیج کرف اور فشر مزر مانڈیس شدید نقصانات اٹھایا۔ دوران کے مورسے ۲۵۰ میٹر کے رقبہ میں منتشر ہو گئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۳ - مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۱۵ء نمبر (۱۹)

سیاسی اور مذہبی آزادی

جو حضرت نبی کریم محمد مصطفٰے صلعم نے اپنی عیسائی رعایا کو عطا فرمائی

ماخوذ از اشاعت اسلام

اسلام کے نبی کا دعوٰے تھا - کہ وہ اُس خدا کی طرف سے آیا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے - لہذا آپ کی شفقت و ہمدردی بھی خدا کی کل مخلوق کیساتھ یکساں تھی - قومی اور ذاتی امتیاز آپ کی نگاہ میں ہیچ تھا - آپ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے مامور تھے اور اسی لئے آپ نے خدا کی ساری مخلوق کے ساتھ یکساں شفقت فرماکر اپنے رحمت اللعالمین ہونے کا ثبوت دیا - جس طرح تمام عالم کا خدا اپنے فضل اور انعامات اور ضروریات زندگی کے عطا فرمانے میں خواہ وہ جسمانی ہو یا روحانی کسی قوم کا خاص لحاظ نہیں کرتا - اسی طرح اُس کے رسول کی بھی یہی شان ہونی چاہیئے تھی - کہ مذہبی و سیاسی معاملات میں وسیع الخیالی - اور عالی حوصلگی سے کام لینا - اور لوگوں کو مختص بالقوم خداؤں اور خود مختار شخصی حکمرانوں کے پنجہ سے آزادی بخشنا ان مختص بالقوم خداؤں کی غلامی سے آزاد کرنے اور ایک مشترکہ خالق مالکِ دو جہاں کے آگے سر جھکانے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تمام دنیا ایک عالمگیر اخوت میں منسلک ہو جائے - مگر ایسے بلند خیال کو عمل میں لانے کے لئے محمد رسول اللہ صلعم کا ہی دل گردہ ہونا چاہیئے تھا جو کہ ایمان کی نسبت عمل کے زیادہ قائل تھے - آپ اس خاص اور اہم مقصد کو لے کر مبعوث ہوئے - اور خارق عادت استقامت سے کام کرتے رہے بحیثیت نبی کے - تو اُنھوں نے یہ وعظ کیا - کہ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصٰری والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحًا فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۰ یعنے بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی اور عیسائی اور صابی ہیں - جو ایمان لاتا ہے اللہ اور یوم آخر پر اور نیک عمل کرتا ہے - پس اُس کا اجر اُس کے رب کے حضور میں ہے اور اُن پر کوئی خوف اور حزن نہیں ہوگا - اس کے بعد جب آپ کل عرب کے شہنشاہ بن گئے - تو بھی آپ نے اپنے اُن فیاضانہ خیالات میں ذرا بھی تبدیلی نہیں کی جن کا آپ نے شروع بعثت میں اظہار فرمایا تھا - آپکے قلب میں کبھی حکومت پسندی کا خیال بھی نہیں گذرا - آپنے کبھی اپنی عیسائی اور یہودی رعایا کو ہیل ڈالنا نہ چاہا اور نہ کبھی اُن کو غلام بنانے کی کوشش کی اور نہ کبھی اس طرف توجہ کی کہ ان کو تلوار کے ذریعہ مسلمان بنایا جائے - آپنے اُن کے اپنے حاکم بحال رکھے اور اُن کو ایک ایسا عہدنامہ لکھ کر دیا - اور اس میں اس قدر مراعات اُن کے ساتھ روا رکھیں کہ اس سے بڑھ کر عالی حوصلگی اور فیاضی کی نظیر تاریخ آج تک پیش کرنے سے عاجز ہے ✦ حضرت نبی کریم صلعم نے ایک ایسا عہدنامہ لکھا - اور اس میں اپنے شریف اور فیاض قلب کا ایسا نقشہ دکھایا - کہ دُنیا کی حکمران قوموں کے لئے ایک بے نظیر مثال ہے - ہم اس عہدنامہ کو کل کا کل نقل کرتے ہیں جو امید ہے ہمارے ناظرین کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا ✦ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) از جانب محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) بنام راہبان کوہ سینا و عیسائیان بالعموم - اللہ سب سے اعلٰے اور بڑی عظمتوں والا ہے - جس نے انبیاء و رسل کو بھیجا اور اُس کی ذات اس سے پاک ہے - کہ اس کی طرف ظلم منسوب کیا جائے خدا کے فضلوں کے ماتحت جو بندوں پر ہوتے ہیں محمد بن عبداللہ خدا کا رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنے تمام قومی اور مذہبی لوگوں کے لئے یہ ہدایت نامہ تحریر کیا ہے - جو عیسائیوں کے ساتھ ایک مضبوط و مستحکم عہد ہے اور جس کا پورا کرنا ہم میں سے ہر ایک پر فرض ہے خواہ وہ عیسائی امیر ہو یا غریب معزز یا اور کوئی اور وہ ہدایتیں اور عہد یہ ہیں :- (۱) میری اُمت میں سے جو کوئی میرے عہد یا میری قسم کو توڑنا چاہے گا - جو اس عہدنامہ میں درج ہے وہ خدا کے عہد کو توڑنے والا ٹھیریگا - اور اسطرح وہ قسم کو توڑ کر خدا کے دین کا مخالف قرار پائیگا (خدا نہ کرے کوئی ایسا) اور سزا کے قابل ہوگا - کہ اُس کی قطعًا عزت نہ کی جائے خواہ وہ بادشاہ ہو یا کوئی بازاری آدمی یا جو کچھ بھی ہو - (۲) جب کوئی راہب اپنے سفر و سیاحت میں کسی پہاڑ یا ٹیلہ پر یا کسی گاؤں یا قابل سکونت مقام پر خواہ سمندر میں ہو یا جنگل میں یا کسی خانقاہ - گرجے یا عبادتگاہ میں قیام پذیر ہو تو خود اُس کی اور اُس کے تمام مال و اسباب کی حفاظت اور اُس کی ہر قسم کی امداد مجھ پر اور میرے تمام لوگوں پر فرض ہے کیونکہ وہ میرے اپنے آدمی - اور میرے لئے قابل فخر ہیں ✦ (۳) میں حکم دیتا ہوں کہ تمام حکام اُن سے کسی قسم کا جزیہ یا خراج وصول نہ کریں - کیونکہ وہ ان باتوں کے لئے مجبور نہیں کیے جا سکتے ✦ (۴) انکے جج یا حکام کی تبدیلی کا سوا اُن کے اور کسی کو حق نہیں اور وہ اپنی جگہوں پر بدستور بحال رہیں گے ✦ (۵) جب وہ سفر کر رہے ہوں تو اُن کا کوئی مزاحم نہ ہو اور ایذا نہ دے - (۶) کسی کا حق نہیں ہوگا - کہ اُن کے گرجے اُن سے چھینے - (۷) میری اُمت میں سے جو کوئی میرے ان معاہدوں کو توڑے گا - وہ خدا کے عہد کو توڑیگا ✦ (۸) اُن کے جج حاکم ملازم - شاگرد یا جس کسی کی روزی کے وہ کفیل ہوں اُن سے جزیہ نہیں لیا جائیگا - اور کسی قسم کی اُن کو تکلیف نہ دیجائے - کیونکہ یہ سب میری پناہ معاہدہ اور قسم میں شامل ہیں ✦ (۹) اور اُن لوگوں سے کہ جو امن کے ساتھ تنہائی میں پہاڑوں پر بستے ہیں مسلمان اُن سے نہ تو جزیہ لے سکتے ہیں اور نہ اُن کی آمدنی میں سے عشر لے سکتے ہیں اور کوئی مسلمان اُن کے مال میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتا - کیونکہ وہ صرف اپنے گذارہ کیلئے محنت کرتے ہیں ✦ (۱۰) بلکہ جب فصل عمدہ اور کثرت سے ہو تو باشندگان کے لئے ضروری ہے کہ مَیں کے پیچھے ایک خاص مقدار اُن لوگوں کو بھی دیں ✦ (۱۱) دوران جنگ میں اُن کو اپنے خلوت کے مقاموں سے نکالا نہیں جا سکتا اور نہ جنگ میں شامل ہونیکے لئے یہ مجبور کیے جا سکتے ہیں اور نہ اُن سے کوئی جزیہ لیا جا سکتا ہے ✦ (۱۲) وہ عیسائی لوگ جو شہری باشندے ہیں اور دولت و تجارت سے اس قدر بہرہ وافر رکھتے ہیں - کہ جزیہ ادا کر سکتے ہیں اُن سے جزیہ صرف اس قدر لیا جائیگا جو معقول اور انصاف پر مبنی ہوگا ✦ (۱۳) سواء اس رقم کے خدا کے صریح کلام کے مطابق وہ اور کچھ ادا نہیں کریں گے ✦ (۱۴) اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان سے شادی کرے گی تو وہ مسلمان اپنی بی بی کی مرضی کے خلاف اُس کو گرجے جانے اور اپنی مذہبی عبادات اور ارکان کے ادا کرنے سے روک نہیں سکتا ✦ (۱۵) کوئی شخص ان کو گرجوں کی مرمت سے روک نہیں سکتا اگر عیسائیوں کو اپنے گرجوں یا خانقاہوں کی مرمت یا اور کسی مذہبی معاملہ میں مدد کی ضرورت ہو تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اُنکی مدد کریں (۱۶) جو کوئی میرے اس عطیہ کے خلاف کرتا ہے یا اُس کے خلاف کسی بات پر اصرار کرتا ہے - وہ خدا اور رسول سے مرتد ہو چکا کیونکہ یہ عطیہ میرے اس عہد کے مطابق ہے ✦ (۱۷) کوئی شخص ان کے خلاف ہتھیار نہیں اُٹھا سکتا - بلکہ برخلاف اسکے مُسلمانوں کو چاہیئے کہ ان کی خاطر جنگ کریں - اگر مُسلمانوں کی باہر کے عیسائیوں کے ساتھ جنگ ہو تو اُن عیسائیوں کے ساتھ جو مُسلمانوں کے ماتحت ہیں اُن کے مذہب کی وجہ سے اُن سے حقارت و ذلت کا سلوک نہ کیا جائے - (۱۸) اور میں وصیت کرتا ہوں کہ میری امت میں سے کوئی شخص قیامت تک اس معاہدہ کے خلاف نہ کرے اور نہ کرنے کی کوشش کرے اور جو کوئی مسلمان اس کے خلاف کریگا تو وہ خدا اور رسول کا مخالف ٹھیرے گا ۔" (انتہٰے کلامہٗ) ✦

جو کچھ حقوق عیسائی رعایا کو اس عہدنامہ کے ذریعہ دیئے گئے ہیں وہ اِس بات کی کافی تردید ہے - کہ اسلام نے اشاعت مذہب میں جبر سے کام لیا - اِس شاہی فرمان کے مطالعہ سے صاف پتہ لگتا ہے کہ غیر مُسلموں کے حقوق کی پوری نگہداشت ہوا کرتی تھی بلکہ یہ کہ اُنکی ضمیر کو کامل آزادی دیگئی تھی اور اُنکی سیاسی حالت اہل اسلام کے ساتھ ساتھ مشترکہ طور پر برابر ترقی کرتی تھی کوئی دو رُخی چالیں عیسائیوں کے حقوق کو نقصان پہنچانے کے لئے اختیار نہ کی گئی تھیں - ان کے احکام کو قطعًا معزول نہ کیا گیا تھا - اور ان کے بشپ اسی طرح قائم اور بحال تھے - بلکہ اُن لوگوں کو سزائیں ملا کرتی تھیں جو اُن کے مذہبی معاملات میں کچھ بھی دخل دیتے تھے اور یہ تمام مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا تھا - کہ عیسائی گرجوں کی مرمت میں امداد کیا کریں محمد رسول اللہ صلعم کے اس عہدنامہ سے آج مہذب قوموں کو سبق لینا چاہیئے کہ کس طرح پر عرب کے ایک آدمی نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر مساوات کے اصول کو دُنیا میں قائم کیا اور دکھلایا

نوٹ اور رائیں

ہندو مسلم اتحاد کی ایک ناگوار صورت

ہم قبل ازیں اس موضوع پر نہایت تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔ کہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے بعض لوگوں نے جو یہ طریق عمل اختیار کر رکھا ہے۔ کہ برادران وطن کی پاسداری کی خاطر اپنے شعائر مذہبی کو ترک کر دیا جائے۔ حالانکہ اُن کی طرف سے وہی نفاق آفرین طرز عمل برابر اور بدستور جاری ہے۔ اور وہ مسلمانوں کے جذبات و احساسات کا ذرا بھی پاس و لحاظ نہیں کرتے۔ یہ ایک بہت ہی غلط رویہ ہے جو ہماری قومی ہستی کے لئے بہت مضر ثابت ہوگا۔ حال میں ہمیں مراد آباد سے ایک اس سے بھی زیادہ ناگوار خبر موصول ہوئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنے شعائر مذہبی کو ترک کرنا تو ایک طرف رہا مسلمانوں نے دوسروں کی ان رسوم میں بھی جو ان کے عقائد میں سراسر ناجائز ہیں۔ اسی پاسداری کے لئے شامل ہونا شروع کر دیا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ گذشتہ ہولی کے موقع پر ہندوؤں نے کوچہ و بازار میں پانی۔ پان اور سگرٹ وغیرہ اور رقص و سرود کا مسلمانوں کی خاطر انتظام کیا۔ بظاہر تو فریقین کا یہ طرز عمل بہت دل خوش کن معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ کہ مسلمانوں کا یہ رویہ از روئے اسلام کہاں تک جائز ہے۔ ہم ہندو مسلمانوں کے اتحاد کے مخالف نہیں۔ بلکہ سب سے پہلے اور سب سے بڑھکر اس کے حامی ہیں۔ لیکن وہ طرز عمل جو اس تجویز اتحاد کو بار آور کرنے کے لئے مذہب سے علیحدہ ہو کر اختیار کیا جائے۔ ہمارے نزدیک سخت ناپسند ہے۔ اور اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ آجکل افسوس ہے کہ قوم اور مذہب دو جدا جدا چیزیں خیال کی جاتی ہیں۔ اور یہی سبب ہے۔ کہ مسلمان اپنے مذہب کو برقرار رکھنے کی اتنی کوشش نہیں کرتے۔ جتنے کہ قوم کو برقرار رکھنے میں وہ ساعی ہیں۔ لیکن ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی شخص مسلمان کیسے کہلا سکتا ہے۔ اور اہل اسلام اور مسلمان میں کیا فرق ہے۔ پھر کیوں مسلمان اپنی تجاویز کو کامیاب بنانے کے لئے مذہب کا کوئی پاس و لحاظ نہیں رکھتے۔ اور ہولیوں جیسے تیوہاروں میں جنکی بہت سی رسومات کی اسلام میں قطعاً کوئی اجازت نہیں۔ بلکہ اسلام اُن سے روکتا ہے کیوں شامل ہوتے ہیں۔ کیا ان تجاویز کے علاوہ مسلمان اور کوئی ایسا طرز عمل اختیار نہیں کر سکتے جو دونوں قوموں کے مذہبی شعار میں دخل انداز نہ ہو کر اتحاد کے خوشگوار خواب کو پورا کر دے۔ اے کاش صاحبان بصیرت اور بہی خواہان اسلام اس جانب متوجہ ہو کر اس غلط رویہ کو بدلنے کی کوشش کریں اور اس کے بجائے اس نہایت ہی پاک تجویز پر کار بند

ہوں۔ جو حضرت مسیح موعود نے ایک دوسری قوم کے ہادیان مذہب پر ایمان لانے اور اُن کی کتب مقدسہ کو خدا تعالے کی طرف سے یقین کرنے کے متعلق کی تھی۔ اور پھر دیکھیں۔ کہ بیطرح سے ایکدوسرے کے پیشواؤں اور کتابوں کا نام عزت کیساتھ لینے سے یہ اتحاد کا پہیہ کیسی تیزی کے ساتھ چل نکلتا ہے +

اہل حدیث سے ایک سوال

۲۷ جولائی سنہ ۱۹۱۵ء کے پیغام صلح میں ۹ جولائی کے اہلحدیث کے اس مکالمہ کا جواب دیا گیا تھا جس میں ایک حدیث کی بنا پر چند علامات کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ پر اہلحدیث نے غیر منطبق بیان کیا تھا۔ اب پھر ۲ اگست کے اہلحدیث میں اس کا جواب الجواب شائع ہوا ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب حدیث کے الفاظ حکمًا عادلًا ..... ولتذھبن الشحناء والتباغض والتحاسد۔ ولیدعون الی المال سے استدلال کرتے ہوئے پھر اسی بات پر زور دیا ہے کہ۔

"حدیث کے الفاظ اپنے اصلی معنے سے صاف بتلا رہے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود باسیاست حاکم ہونگے۔ اُن کے زمانہ میں لوگ دولتمند ہونگے ان میں باہمی بغض و عداوت۔ حسد اور کینہ دور ہو جاوینگے۔ اور مرزا صاحب میں ان میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ رہی الفاظ کی تاویل سو جسکا جی چاہے آسمان کو زمین کہہ لے"

اہلحدیث کے اس استدلال کا جواب پہلے بھی دیا جا چکا ہے اور اب پھر مفصل جواب جناب مرزا خدابخش صاحب رقم فرمائینگے۔ لیکن ہم یہاں مولوی ثناء اللہ صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حدیث کو بیان کرنے میں آپ نے کہیں تحریف تو نہیں کر دی۔ حدیث میں مذکورہ بالا علامات کے ساتھ صاف طور پر فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر۔ (وہ صلیب کو توڑیگا اور خنزیر کو قتل کریگا) لکھا ہوا ہے۔ پھر نہ معلوم آپ نے ترجمہ کرتے وقت ان الفاظ کو کیوں حذف کر دیا ہے۔ ہم مشکور ہونگے۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ٹھنڈے دل کیساتھ۔ ان الفاظ پر بھی غور فرماکر اسکا صحیح ترجمہ لکھدینگے۔ اور اپنے اصول کے مطابق کسی "تاویل سے کام نہ لیکر اُن کے ظاہری معانی کو مسیح موعودؑ کی شایان شان ثابت کرینگے +

ضروری اطلاع

آیندہ نمبر میں حضرت خواجہ صاحب کا ایک ضروری مضمون جو مفتی محمد صادق صاحب اور ... کے استفسار متعلقہ طلب شہادت کے جواب پر مشتمل ہے۔ شائع ہوگا۔ چونکہ یہ مضمون طویل ہے اور اس کا اکٹھا شائع ہونا۔ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے آئندہ پرچہ ڈبل ہوگا۔ اور یہ ڈبل نمبر دو اشاعتوں کے قائم مقام ہوگا۔

ایک اور ضروری مضمون

جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب کی طرف سے ۲۶ اگست کے زمیندار میں شائع ہونیوالا ہے۔ اس میں میاں صاحب کے موجودہ عقائد کا حضرت مسیح موعود کے عقائد کے ساتھ موازنہ کیا گیا ہے۔ اور غیر احمدی پبلک کو اس غالیانہ راہ ضلالت اور میاں صاحب کی دورنگی چال سے متنبہ کیا گیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کے صحیح عقائد پیش کر کے انہیں قبول کرنے کی راہ بتائی گئی ہے +

ریویو

"عذر شکوہ" نامی ایک چھوٹا سا رسالہ ہمارے پاس بغرض "ریویو" پہونچا ہے۔ جو جناب پیرزادہ محمد عبد العزیز صاحب مخدومی امرتسری کے زور طبع کا نتیجہ ہے۔ "عذر شکوہ" کے مطالعہ سے ہمکو از حد خوشی ہوئی۔ حضرت عزیز مخدومی صاحب نے جس خوبی اور عمدگی سے اُسکو لکھا ہے وہ ہر آئینہ لائق صد ستائش ہے۔ جناب عزیز نے اس میں آداب خداوندی کو بہت اچھی طرح ملحوظ رکھا ہے اور ہم مسلمانوں میں بدقسمتی سے جو کجیاں و بدراہیاں گھر کر گئی ہیں اُن کا اظہار نہایت حسرت و افسوس سے مؤثر پیرایہ میں کیا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے جو عمدہ اور لائق تعریف کام مسلمانوں سے از منہ گذشتہ میں ہوگئے ہیں انکا ایسے طور پر اظہار فرمایا ہے کہ جس میں شیخی و تکبر اور تعلی کا کوئی شائبہ نظر نہیں آتا۔ ایسے ہی مسلمانان سلف کے اچھے کاموں سے خدا تعالیٰ پر احسان جتانے کے عیب سے بھی یہ کلام پاک و صاف ہے۔ خداوند کریم کے حضور مسلم قوم کا حال زار پیش کرتے ہوئے یہ دکھلایا ہے کہ در اصل قرآن کریم کے ارشادات کو پس پشت ڈالنے سے ہماری قوم پستی کے تنگ و تاریک غار میں گری ہے۔ پھر اپنی قوم کو نہایت عاجز و لاچار کمزور و ناتوان سمجھتے ہوئے درد دل سے کل رذائل اور بُرائیوں کے دور ہونیکے لئے بھی اُسی زبردست لا فتیٰ کے حضور دست دعا دراز کئے ہیں کہ جس نے ہمکو اس سے پہلے قعر مذلت سے رہائی دے کر بام ترقی کی سیر کرائی تھی۔

غرضکہ جہانتک ہمنے حضرت عزیز مخدومی صاحب کے کلام کو مطالعہ کیا ہم اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جناب ممدوح کی محنت داد کے لائق ہے۔ جن حضرات نے جناب اقبال کا "شکوہ بحضور رب العلےٰ" پڑھا ہے۔ وہ حضرت عزیز مخدومی صاحب کے "عذر شکوہ" کو ضرور ہی ملاحظہ فرمادیں تاکہ وہ یہ اندازہ کرنے قابل ہو سکیں کہ مالک الملک خالق الکل کے حضور اپنی حالت زار کو بیان کرنے اور اگلی کامیابیوں اور اپنی بداطواری کے باعث پچھلی نامرادیوں کے اظہار اور اُن کے دور کرنے کے لئے التجا کا کونسا موزون طریق ہے۔ لکھنے کو تو زیادہ

انسانی روح کا منتہائے ترقیات

روح انسانی اپنی تکمیل میں ہمیشہ ترقی کرتی رہتی ہے مگر اس کا اس زندگی میں کسی ایسے کمال پر پہنچ جانا جس کے آگے ترقی نہ ہو محالات میں سے ہے لیکن برخلاف روح کے جسم خاکی کسی نہ کسی حد پر پہنچ کر رک جاتا ہے صحت ۔ وقوت وحسن میں ترقی کرتے کرتے ایسی ترقی حاصل کرتا ہے جس سے زیادہ ترقی اس کے لئے ممکن ہی نہیں ۔ عمدہ سے عمدہ صحت والا انسان بھی چالیس سال سے باہر قدم رکھتے ہی ہمیشہ تنزل وادبار کا مہمان ہو جاتا ہے ۔ بال سفید ہونے شروع ہو جاتے ہیں ۔ مختصر دن بدن نحیف بصارت کمزور ۔ اور حسن پھیکا پڑ جاتا ہے اور اس کی وہ قوت جس پر اسے بے حد ناز تھا ۔ آنکھ چرانے لگتی ہے ۔

آپ خوب جانتے ہیں ۔ کہ بڑے بڑے پہلوان جو اپنی جسمانی پرورش ہی کو مقصد زندگی سمجھا کئے آخر انہیں کس قدر مایوسی کا مونہہ دیکھنا پڑا اور جب انہیں ہوش آیا ۔ تو سمجھے کہ انہوں نے اس محدود زندگی کی عزیز گھڑیاں ایک خشک ریگ کی بے بنیاد دیوار بنانے میں ضائع کر دیں ۔

لقمان حکیم کا ایک نہایت عزیز دوست جب فوت ہونے لگا ۔ تو اس نے لقمان سے دریافت کیا ۔ کہ کیا موت کی کوئی دوا نہیں ۔ لقمان نے جواب دیا کہ اس سے بہتر اور مفید دوا انسان کے لئے کوئی نہیں ۔ کہ وہ اس حیات عنصری سے کوچ کر کے حقیقی زندگی حاصل کرے ۔

مگر روح وہ روح جس کو آپ ظل اللہ کہتے ہیں ۔ وہ ستم کی تمنائیں اپنے اندر رکھتی ہے کہ اس کا کسی کمال پر پہنچ کر رک جانا ممکن ہی نہیں ۔ آپ غور کرو کہ وہ کونسا راجہ ہے جسکو بادشاہ بننے کی تمنا نہیں ۔ اور کونسا بادشاہ ہے جو اپنے آپ کو شہنشاہ بنانے کی کوشش نہیں کرتا ۔ ہر ایک ساہوکار کی دلی خواہش یہی ہے کہ وہ سارے لاہور کا روپیہ سمیٹ کر اپنے گھر لے آئے ۔ ملاں بھی چاہتا ہے ۔ کہ سارے شہر کی ملانیاں تیرے ہی ختم کے لئے آویں ۔ ایک طالب علم اپنی کامیابی کے لئے کس قدر زحمت اٹھاتا ہے ۔ مگر جونہی تعلیم ختم ہوئی تو مقصد زندگی نے کسی مستقل آمدنی کی تلاش کے لئے مجبور کیا ۔ اور جہاں یہ مرحلہ طے ہوا شادی کی ۔ بچے ہوئے ۔ پھر تو اور بھی مصیبت کا سامنا ہوا ۔ اور دن رات انہیں خیالات میں غرق ہو گیا کہ کسی اچھی ملازمت ۔ یا کسی فائدہ بخش تجارت کا جلد کھوج لگا لوں ۔ پہلا ایک سو روپیہ ماہوار میں بیوی بچوں کی اور اپنی پوشاک ۔ خوراک نہل کا کرایہ نوکر کی تنخواہ اخبار کی قیمت ۔ بائیسکل کی مرمت اور آنے کے دن تو یہ چندوں کو کیونکر پورا کروں ۔ یہانتک کہ سو کے دو سو ۔ دو سو کے ۔ چار سو ۔ چار سو سے پانچ سو اور ۔ پانچ سو سے ہزار کی خواہش کرتا ہے آخر ایک دن پاؤں پھیلا کر رونے لگتا ہے ؟

اے روح پاک اے الطف اے جان زار رخصت
اے میرے گلستاں کی باد بہار رخصت
اے ہمنشین وہمدم اے غمگسار رخصت
ہے آج اپنی تیری انجام کار رخصت

مگر آپ غور کرو ۔ کہ اس وقت بھی جبکہ اس عارضی عمارت کا شہتیر جس پر یہ کھڑی ہے ۔ ٹوٹنے کو بالکل تیار ہے ۔ جسم کا ایک ایک عضو ٹھنڈا ہو چکا ہے ۔ معدہ مارے کمزوری کے ہر قسم سے ہضم غذا کا متحمل نہیں ہو سکتا ۔ مغز خالی ہو گیا ہے ۔ دل کو افکار وحوادث زمانہ نے چھلنی کر دیا ہے مگر روح ہے کہ اب بھی اس کا پیچھا چھوڑنا نہیں چاہتی ۔ اور بار بار کسی ایسی دوا کی خواہش کرتی ہے ۔ جس سے یہ بے سروسامان گھر کچھ عرصہ کے لئے اور محفوظ ہو جاوے ۔

ایک بچہ جو ابھی چلنا نہیں جانتا اور سے گئے ایک دو دفعہ گر کر چوٹ لگنے پر گو دل کی خواہش ہوتی ہے ۔ کہ اب نہ چلے ۔ مگر روح نہیں مانتی اور کس طرح اس بیچارے کو گر سے اٹھا اٹھا کر چلنے کی تحریک کرتی ہے ۔

آپ کو یاد ہے کہ آپ نے اپنی کامیابی کے لئے اتنک دنیا میں کس قدر کوششیں کیں ۔ اور کس قدر ناکامیوں کا سامنا آپ کو ہوا ۔ مگر پھر بھی روح نے آپ کو مایوس نہیں ہونے دیا ۔ اور آپ باوجود اتنی ٹھوکروں کے بھی اپنی کوششوں میں ہمہ تن مصروف ہیں ۔ آپ جب کبھی کسی ناگہانی واقعہ سے سخت صدمہ اٹھاتے ہیں ۔ تو آپ کا دل آپکو کس قدر شرمندہ اور مایوس کر دیتا ہے ۔ مگر روح آپکو ہرگز مایوس نہیں ہونے دیتی ۔ اور کن مکر و فریب سے آپ کے دل کو بہلاتی ہے کہ آپ کچھ عرصہ کے بعد ویسے کے ویسے ہی اولوالعزم ہو جاتے ہیں ۔

جن لوگوں نے تواریخ بغور مطالعہ کیا ہے ۔ وہ روح کی حقیقت کو خوب سمجھتے ہیں ۔

ہمایوں کو آپ جانتے ہیں ۔ کہ روح نے اسے کہاں کہاں خستہ و ویران کیا ۔ حالانکہ دل نے سو بار سمجھایا کہ خدا تعالےٰ نے جو کچھ لکھا تھا ۔ ہو چکا ۔ اب کہیں چپ چاپ چند دن زندگی کے گذار لو ۔ مگر روح نے اپنی ہی منوا کر چھوڑی اور اس بے تخت و تاج شہنشاہ کو کہاں کہاں بے سروسامان لئے پھری اور غضب یہ کہ دل ودماغ کی ان جانکاہیوں اور کٹھن منزلوں کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ پھر بھی روح کے لئے باعث اطمینان نہ ہوا اور جسم سے جدا ہوتے وقت اس طرح بیقراری اور اضطراب کا اظہار کیا کہ گویا وہ اس دنیا سے بالکل ناکام ونامراد جاتی ہے ۔ قارون جب اپنے آخری ایام میں سخت بیمار ہو گیا ۔ اور اس سے طبیبوں نے دیکھا کہ اب اسکی خیر نہیں تو وزیر نے عرض کیا کہ اے شہنشاہ اعظم خدا اگر چاہے تو تیرے اقبال کو دوگنا کرے اور تیری عمر کو اتنا ہی اور بڑھا دے ۔ جتنی کہ تو گذار چکا ہے ۔ مگر ہمارا خیال ہے ۔ کہ آپ اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکیں گے ۔ لہذا وقت ہے کہ خیرات کا حکم دیں ۔ قارون کے دل نے وزیر کی اس بات کو بسر وچشم قبول کیا ۔ مگر روح فوراً ہی بول اٹھی کہ مجھے ابھی دنیا میں بہت عرصہ رہنا ہے ۔ خیرات کو دیکھ لیا جاوے گا ۔

(باقی آئندہ) خاکسار الہ بخش ۔ متعلم اشاعت اسلام کالج لاہور

بقیہ دو نور (ایک)

ساتویں صدی کے آغاز میں دونوں سلطنتوں یعنی ایران اور روم کو جنکی بنیاد استبداد پر تھی اسلامیوں نے نیچا دکھایا اور سنہ ۹۹ ہجری میں جب عمر بن عبدالعزیز تخت خلافت پر بیٹھے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیائے معلومہ کے ہر حصہ میں اسلامی سلطنت موجود تھی ۔ رومانیوں کی سلطنت کا ⅔ حصہ اور ایرانیوں کی سلطنت کلیتہً مملکت اسلام میں داخل تھی ۔ قادسیہ میں سنہ ۱۴ و ۱۵ ھ اور نہاوند میں سنہ ۲۰ و ۲۱ ھ میں ایرانی شکست کھا کر حضرت عمر فاروق رضی کے عہد میں حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے ۔ ہمیں بتایا جائے کہ باعتبار اخلاق ومعاشرت اور اعلیٰ تمدن کے وہ کون تھا ۔ جس نے دنیا کو صراط مستقیم دکھایا ۔ وہ کون تھا جس نے مغرب میں لوتھر اور مشرق میں بابا نانک اور ایران میں فدایان اسلام پیدا کئے ۔ یہ سلسلہ غیر متناہی ہے ۔ اور ہم نے پچھلے دو سالوں میں اس سلسلہ کا تعلق مضمون ہندوستان وترکستان اجمالی استقصا کیا تھا ۔

جب واقعات کی یہ حالت ہے ۔ تو پھر وہ اسوہ حسنہ اور محسنہ انسانیت کیا ہے ۔ جو ذات واحد پر بھروسہ کرتے ہوئے جان جوکھوں میں ڈالکر تمام دنیا کے مقابلہ میں سیرت الٰہیہ سے متخلق ہو کر باواز بلند صداقت وحقانیت کا علم نصب کرتے ہوئے یہ کہے ۔ کہ قل انی ھدانی ربی الی صراط مستقیم ۔ دینا قیما ملۃ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین ۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین ۔ پھر عزم واستقلال ۔ صبر واستقامت سے فرائض رسالت بجا لاتا ہوا کافۃ الناس کو یہ حقیقت نواز پیغام سنائے کہ " انا بشر مثلکم یوحی الی " میں تم جیسا انسان ہوں ۔ میرے دل پر القا ہوا ہے ۔ اور وہ یہ ہے " انما الٰھکم الٰہ واحد " تمہارا معبود صرف خدائے واحد لاشریک ہے ۔ فمن کان یرجوا لقاء ربہ

فلیعمل عملاً صالحًا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدًا " پس جو خدا کو ملنا چاہے اُسے نیک عمل کرنا چاہئے۔ اور کسی کو اپنے معبود کی عبادت میں شریک نہ بنانا چاہئے۔ ایمان بغیر عمل بیچ ہے۔ اور عمل بغیر ایمان مستحکم بنیاد نہیں رکھتا یعنی اعتقاد اور عمل بالاعتقاد دونوں کو ملا کر ذریعہ نجات قرار دے۔ نہ محض اعتقاد سے نجات حاصل ہو سکتی ہے اور نہ عمل صالح بغیر اعتقاد کئے جا سکتے ہیں پس "ایمان" اور "عمل صالح" دونوں کے مجموعہ کو معیار انسانیت ٹھہرائے۔ توحید کے ماتحت مساوات عامہ اور اخوت تامہ دنیا میں لائے۔ انسان کو انسان اور با خدا انسان بنا کر احسن التقویم کی مسند پر بٹھائے۔

کیا انسان عزت و احترام کا مستحق نہیں ہے؟ اور ضرور ہے جب تک انصاف پسندی راستبازی اور احساس شکر گذاری موجود رہیگا۔ انسانیت ذات والا کی ممنون رہیگی۔ منصف مزاج اور غیر متعصب محققین طوعاً متعصب اور ہٹ دھرم مؤرخین کرہاً اس مجسم مکارم اخلاق کی صفت و ثناء میں رطب اللسان رہینگے۔ وصلے اللہ علیٰ نور کزو شد نورہا پیدا۔ ۵

کمال عبدیت میں تھا جلال سلطنت مضمر
یہ نکتہ سیرت احمدؐ سے ہے یکسر عیاں باقی
وہ احمدؐ ہیں رسول کافۃ للناس عالم میں
عیاں ہے رحمۃ للعالمین سے جس کی شان باقی

عیسائیوں کا خدا اور اس کے ہمسر

مسیح کو خدا بنانے کی چند پیشگوئیاں ہیں جن پر عیسائیوں کو بڑا ناز و فخر ہے۔ ان میں سے چند ایک میں پیش کر کے انصاف کا طالب ہوں اول وہ پیشگوئی پیش کرتا ہوں۔

یسعیاہ نبی کی کتاب کے باب ۷ آیت ۱۴ میں لکھی ہے "دیکھو کنواری حاملہ ہوگی۔ اور بیٹا جنے گی۔ اور اس کا نام عمانوئیل رکھیگی۔ وہ دہی و شہد کھائیگا جس وقت کہ وہ برا ترک کرنے کا اور بھلا پسند کرنیکا اختیار رکھے۔ یہ سرزمین جسے تو برباد کرتا ہے۔ اپنے دونوں بادشاہوں سے چھوڑی جائیگی۔" اول تو اس میں غور طلب بات یہ ہے کہ مسیح کا نام کبھی عمانوئیل نہیں رکھا گیا۔ نہ مریم کی طرف سے اور نہ کسی اور کی طرف سے اور نہ مسیح نے خود اس پیشگوئی کو اپنے پر چسپاں کیا۔ اور نہ مسیح کے دہی و شہد کھانیکا ذکر ہے۔ اور نہ مسیح کے دنوں میں اور بعد مسیح کے زمین کنعان کو غیر اقوام سے رہائی ہوئی۔ اس لئے اس پیشگوئی کا مصداق مسیح نہیں ٹھہر سکتا۔

ہاں اگر آپ یسعیاہ کے باب ۶ سے شروع کر کے باب ۹ کی آیت تک پڑھیں تو آپ پر ظاہر ہو جائیگا۔ کہ یہ پیشگوئی مسیح کے حق میں نہیں ہے۔ واضح ہو کہ یسعیاہ نبی کا زمانہ وہ تھا۔ جس میں یہودا کے چار بادشاہ گذرے ہیں ایک عزیاہ۔ دوسرا یوتام تیسرا آخز چوتھا حزقیاہ۔ دیکھو کتاب یسعیاہ باب ۱ آیت ۱ اور یہ چاروں بادشاہ بابل کی اسیری سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ ان میں سے عزیاہ۔ یوتام کچھ نیک تھے۔ مگر آخز نہایت مشرک و خراب تھا۔ اس کے ثبوت کے لئے دیکھو کتاب ۲ تواریخ باب ۲۸ آیت ۱ سے اخیر تک اس کے دنوں میں (یعنے آخز کے دنوں میں) آرامی رضین اور رملیاہ کا بیٹا فقح یہود پر چڑھ آئے۔ جو ۲ لاکھ آدمیوں۔ عورتوں۔ بچوں کو اسیر کر کے سمرون میں لے گئے۔ یہی دو بادشاہ ہیں جن سے رہائی کی پیشگوئی یسعیاہ باب ۷ آیت ۱۶ میں ہے اور آخز کے وقت میں نہ صرف یہی دو بادشاہ تھے جنہوں نے چڑھائی کی۔ بلکہ ادومی اور فلستیوں نے بھی چڑھائی کی۔ جس پر آخز نے اسور کے بادشاہ سے مدد مانگی۔ اس آیت میں رہائی کی پیشگوئی ہے۔ جو یسعیاہ باب ۷ آیت ۴ سے ۱۶ تک ہے۔ جس وقت یسعیاہ نے جا کر آخز سے یہ کہا خدا اب اس قوم کو رہائی دیگا۔ تو اس نے یقین نہ کیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ میرے اعمال ایسے نہیں کہ میں رہائی پاؤں لیکن اسے کیا خبر تھی۔ کہ میرا بیٹا نہایت نیک ہوگا۔ اور خدا اسکی مدد کرے گا یعنے خدا اس کے ساتھ ہوگا اسی واسطے خدا نے یسعیاہ کو حکم دیا کہ تو آخز سے کہہ کر بیٹے کا نام عمانوئیل رکھیو۔ جو تیرے پیدا ہوگا تاکہ یادگار رہے کہ آخز کے دنوں میں خدا کے ایک نبی نے آ کر یہودیوں کی رہائی کی خبر دی تھی۔ اور اس رہائی کے وقت کا یہ نشان دیا تھا کہ میرے لڑکا پیدا ہوگا۔ اور اس کے دنوں میں رہائی ہوگی۔ کیونکہ اس وقت خدا ہمارے ساتھ ہوگا اور اس کا اصلی نام حزقیاہ تھا۔ پس اب آپ حزقیاہ کے زمانہ کا تمام حال کتاب ۲ تواریخ باب ۲۹ سے باب ۳۲ تک پڑھ کر مصنفین انجیل کی عقل کا یا افترا کا اندازہ خود لگا سکتے ہیں منصفی آپ پر ہے۔ اور یہی لڑکا حزقیاہ ہے جس کے تولد کی خوشی کی خبر یسعیاہ اپنی کتاب کے باب ۹ آیت ۶ و ۷ میں دیتا ہے۔ ورنہ بتاؤ کہ کب مسیح کو عجیب۔ مشیر کہا گیا اور کب وہ داؤد کے تخت پر اپنی تمام زندگی میں بیٹھا تمام زندگی تو در کنار ایک لمحہ بھی سلطنت نصیب نہ ہوئی۔ بلکہ یہودیوں سے طمانچے کھاتا ہے۔ ذلیل کیا جاتا ہے۔ صلیب پر لٹکایا جاتا ہے۔ اور اسکی قدرت کا حال یہ تھا کہ بے پھل انجیر کو پھلدار نہ کر سکا۔ اور زبدی کے بیٹوں کو اپنے دائیں بائیں جگہ نہ دے سکا اور مرتے دم تک اپنے خاص حواریوں کی کمزوری نہ دور کر سکا۔ اور یہی عدالت تھی کہ یہودا جیسے شخص کو جس نے تیس روپیہ پر بیچ دیا رسالت کا عہدہ دیدیا۔ اور خزانچی بنایا۔ اور پطرس جیسوں کو جس نے تین دفعہ لعنت بھیجی آسمان کی کنجیاں سپرد کیں۔ پھر ایک اور پیشگوئی مسیح پر چسپاں کر کے اسکو خدا بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو ۱۱۰ زبور کی آیت ایں ہے۔"

خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری دہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے کی چوکی نہ کروں" اب اگر یہ پیشگوئی انہی الفاظ میں مسیح پر چسپاں ہوتی ہے اور وہ اسے خدا ٹھہرتا ہے تو اول تو مجھے جواریوں پر شکایت ہے کہ مسیح داؤد کا بیٹا نہیں۔ تو انہوں نے کیوں ابن داؤد لکھا۔ پھر مسیح پر شکایت ہے کہ جب اسکو لوگ ابن داؤد کہتے تھے۔ تو کیوں انکو نہ روکا۔ دیگر عبارت مذکورہ بالا میں دو خداؤں کا ذکر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک خدا مجازی اور دوسرا حقیقی ہے اور یہ محال ہے کہ دونوں حقیقی ہوں۔ کیونکہ پھر واحدانیت قائم نہیں رہتی۔ یا دونوں ہی مصنوعی خدا ہیں کیونکہ دہنا بایاں تو جب ہی ہو سکتا ہے۔ جب کوئی چیز مجسم اور محدود ہو ورنہ محال ہے۔ اور نشست و برخاست بھی مجسم و محدود شئے کے لئے ہی ہے۔ اور پھر ایک حد معین تک دہنے بٹھانے کا وعدہ ہے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ بعد وقت معین کے مسیح خدا سے علیحدہ ہو کر کہاں رہیگا۔ اور کیا بسر کریگا۔ خدا یا کچھ اور پھر میں پوچھتا ہوں کہ وہ خدا کیسا جو اپنے دشمنوں کو زیر کرنے سے عاجز ہے اور اگر خدا کے دشمن ہوں بھی تو کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ مثل ہے کہ ہنڈیا ابلے گی تو اپنے کنارے جلائے گی۔ کسی کا کیا بگاڑیگی۔ خدا تو خالق و مالک بذات رحیم ہے پھر اس سے دشمنی کی وجہ کیا ہے کبھی کسی سے یہ نہیں سنا کہ میں خدا کا دشمن ہوں۔ ہاں یہ ضرور سنا ہے۔ اور وہ بھی ان لوگوں سے جو نہایت مصیبت زدہ ہوتے ہیں۔ کہ خدا ہمارا دشمن ہو گیا ہے جیسا مسیح نے بھی کہا کہ تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ دشمن ہی چھوڑا کرتا ہے۔ نہ کہ دوست اس حالت میں پھر دم دہنے کیسے بٹھا سکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آج تک مسیح کے دشمن موجود ہیں۔

تاجر نامہ

چلیستانِ اکمل نمبر ۱

(از جناب میرزا عبدالکریم صاحب تاجر لوہچہ)

جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل آف گولیکی اور اُن کے رفقاء نے حضرت خلیفۃ المسیح مولانا نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جو جو کارہائے نمایاں اسلام کی تباہی اور سلسلہ احمدیہ کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑنے والے آجتک کئے ہیں بیشمار ہیں اور کسی بصیر کی نگاہوں سے ہرگز پوشیدہ نہیں۔ اُنکی چٹپٹی عبارتیں اور لفاظیاں جو کچھ طوفان برپا کر کے غضب ڈھا چکی ہیں خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ بدرجہ غایت خطرناک ہیں فانما اشکو بثی وحزنی الی اللہ اس حزن و ملال کا شکوہ ہم خدا تعالیٰ کی جناب سے ہی کرتے اور اُسی سے اس بات کا انصاف چاہتے ہیں خدا تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا۔ ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشہد اللہ علی ما فی قلبہ وھو الد الخصام۔ واذا تولّیٰ سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد۔ آہ رمضان المبارک بھی اس عرصہ میں دو مرتبہ آچکا۔ مگر سنگدلوں کے لئے کچھ مؤثر نہ ہوا۔ اندر ہی اندر انکی اور اُن کے امثال کی تحریرات سادہ لوحوں کا شکار کر کے انکو دین و دنیا سے کھو چکی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کل تک جو چنگے بھلے تھے۔ خدا معلوم آج انکو کیا ہوگیا اور کل تک جنکے لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ماسوا کوئی دوسرا حقیقی نبی نہ تھا۔ آج انکو صفحۂ ہستی پر کوئی دوسرا نبی گھڑنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ کیا ظالموں نے اُس سے بڑھکر کسی کو پایا جو اُس کے دامن کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا دامن پکڑنا چاہتے ہیں دیکھو پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شان کے رسول ہیں۔ روحی فداہ ابی و امی صلے اللہ علیہ وسلم کہ جن کی نسبت خود مسیح موعود کا یہ اقرار موجود ہے۔ کہ ؎ برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے ٭ جسکا غلام دیکھو مسیح زمان ہے ٭ آج یہ عقلمند غلام کو علیحدہ وجود کے ساتھ آقا سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ الگ وجود یا الگ ہستی کے رو سے اسکی حیثیت ایک فرد امت سے بڑھکر کچھ بھی نہیں جو آقا کی فرمانبرداری اختیار کرنے کیوجہ سے اُسی کے رنگ میں رنگین ہے اور اسی لئے غلام احمدؐ کہلاتا ہے۔ افسوس کہ آج حضرت صاحب کی اُردو عبارتوں کے عجیب و غریب معانی بیان کر کے سادہ لوح احمدیوں کو بہکایا اور گمراہ کیا جاتا ہے۔ اور غیر احمدی ملانوں اور دشمنوں سے ملکر جو کہا کرتے تھے کہ ؎ غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو ٭ رسول حق باستحکام مرزا ٭ حضرت صاحب کو فی الواقعہ رسول حق باستحکام (یعنے مستقل طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل) قرار دیکر دائرہ اسلام سے خارج کرنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ آہ ع من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ٭ کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد ٭ پہلے تو یہ الزام غیر احمدی کٹھ ملانوں نے حضرت صاحب پر لگا کر کفر کے فتوے گھڑ رکھے تھے۔ اب خیر سے حضور کے خود اپنے ہی گھر میں برخوردار ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو اپنی خلافت یا سیدہ کے ثبت کرنے کی دُھن میں سولہ آنے ہمنوا اُن کے بلکہ ایسے محو اور مگن ہو چکے ہیں

مگر اس امر کو قطعاً محسوس نہیں کرتے کہ اسکا انجام کیا ہوگا جسے کہ دین اسلام کی بھی لگے کتر بیونت کرنے اور اصول مسلمہ جمیع امت محمدیہ کو بھی اُلٹ پلٹ کرنے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جو کہ خاتم النبیین ہیں ایک نبی آنا باقی تھا (نعوذ باللہ من ھذہ المفتریات والھفوات) کہا جاتا ہے کہ حضرت صاحب کو کسی ایسی نبوت کا دعوی تھا۔ جسکو مصطلح اسلام کے رو سے حقیقی نبوت کہتے ہیں اور اسطرح آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گویا برابر کا مد مقابل یا ہمسر بلکہ خاتم النبیین بنا رہے ہیں۔ آہ! کسی نے کیا خوب کہا ؎ دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے ٭ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے ٭ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ظالم ناانصاف جانتے بھی ہیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو ۱۳ سو سال کے عرصہ سے مدینہ طیبہ میں وفات پاکر مدفون بھی ہو چکے ہیں اور تناسخ کو ہندوؤں کی مانند اسلام جائز نہیں رکھتا مگر پھر بھی آج ایک دوسرے آدمی کو عین محمد رسول اللہ سمجھ رہے ہیں۔ کیا کبھی جسمانی طور پر فوت شدہ بھی دنیا میں واپس آئے؟ ہرگز نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک غیر شخص کو محمد رسول اللہ سمجھ لیا گیا۔ اور گاہے اُسکو محمد رسول اللہ سمجھکر نبی بنایا اور گاہے مسیح موعود ہونے کیوجہ سے حقیقی نبی اللہ سمجھا۔ کاش کہ یہ استحبوا العمی علی الھدیٰ کے مصداق بنکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو زیر و زبر نہ کرتے اور اگر سچے دل سے اسپر اُنکا ایمان ہوتا۔ اور حضور انور کے سچے قدردان ہوتے۔ قربان لیجئے کہ ہماری سرکار ہی کا وہ پایہ ہے کہ جنکے ایک ایک دم سے ہزاروں اور لاکھوں مسیح بن جاتے ہیں۔ مگر یہ ایک ہی مسیح کو دیکھکر برقرار نہ رہے اور صراط مستقیم سے بہک گئے۔ کیا اپنے مسیح کا یہ ارشاد بھی یاد نہ رہا۔ ع وال مسیح ناصری شد از دم او بیشمار۔ میں کہتا ہوں اگر یہ لوگ کسی دوسرے مسیح کو بھی دیکھ لیتے تو خدا معلوم کتنے بتوں کے پجاری بنتے۔ فنا فی اللہ و فنا فی الرسول کے معنوں سے ناآشنا اسیطرح بھٹکا کرتے ہیں بات کہاں سے کہاں چلی گئی آج میرے سامنے تشحیذ جولائی ۱۹۱۵ء کا پرچہ پڑا ہے جس میں قاضی اکمل صاحب نے حسب معمول ۴ - ایسے مضامین شائع کئے ہیں۔ جنکو پڑھکر کسی سچے باغیرت مسلمان کو بہت کچھ صدمہ پہنچ سکتا ہے اسلئے اپنی سمجھ کے مطابق انکا کسیقدر جواب دینا ضروری معلوم ہوا۔ لہذا اس پرچہ کے ان ہر چہار مضامین کا جواب نمبروار پیش خدمت ہوگا۔ وباللہ التوفیق قاضی صاحب کے پہلے مضمون کا ہیڈنگ یہ ہے۔ "قوم کی ترقی ایک امام کی اطاعت پر منحصر ہے" ناظرین ذرا اس عنوان کے معنوں میں غور کریں۔ اور آگے چلکر قاضی صاحب کی دُرفشانی کی داد دیں کہ بات کیا چلائی ہے اور فرماتے کیا ہیں **قولہ** اس قسم کی غلطی تو انبیاء کے اجتہاد میں بھی مسلم ہے .... پس اگر اس بنا پر ایک شخص واحد کی اطاعت جائز نہیں تو پھر انبیاء کی اطاعت بھی جائز نہیں صفحہ تشحیذ جولائی ۱۹۱۵ء

اقول۔ قوم کی ترقی کا منحصر ایک شخص واحد کی اطاعت پر ہونا کیا کہتا ہے۔ اور یہ جائز و ناجائز کا جھگڑا کیا کہتا ہے کیا یہی وہ دلائل ہیں جن سے یہ ثابت ہو جائیگا کہ ایک شخص کی اطاعت کے بغیر کسی قوم کی ترقی ہونا ہی محال ہے؟ آپکو تو چاہئے تھا کہ قرآن و حدیث سے پہلے اس امر کا ثبوت پیش کرتے کہ ایک فرد واحد کی اطاعت کے بغیر قوم کی ترقی ہو ہی نہیں سکتی پھر کسی دوسری بحث کو چھیڑتے۔ **دوم** نہایت افسوس ہے کہ قاضی صاحب نے ابتدا سے مسلسل بات نہ چلائی۔ اور اپنی برسوں پہلے کی من گھڑت خلافت کے قایم ہونیکا سلسلہ تانا بانا ظاہر نہ کیا۔ حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ اوّل آنجناب کمال دیانتداری سے اُن تمام حالات کو صحیح فرماتے اور انصار اللہ کے اعمال کا کچا چٹھا مکمل طور پر پیش کر دیتے پھر اگر از روئے انصاف انکی خلافت خلافت حقہ ثابت ہو جاتی تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ پھر بعد میں ان مسائل کو بھی بشرط ضرورت چھیڑ دیتے مگر آنجناب نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔ لہذا آپ کا کوئی حق نہیں کہ قبل از وقت اُن دلائل سے کام لیں جنہیں کسی ثابت شدہ خلافت کی تائید میں پیش کرنا چاہئے یہ تو وہی مثل ہوئی۔ کہ ماں نہ ماں میں تیرا مہمان۔ **سوم** انبیاء و مامورین کی کسی اجتہادی غلطی سے کسی غیر مامور کی اطاعت کا استدلال بالکل واہیات اور نامعقول حرکت ہے۔ کجا رام رام کجا ٹیں ٹیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک سُنئے حضرت اِن کا اور اُن کا واحد نہیں بلکہ بالکل جداگانہ معاملہ ہے۔ جنکو خدا تعالیٰ مامور کرتا ہے ان کی غلطیوں کا ذمہ دار بھی وہ خود ہی ہوتا ہے اس لئے انبیاء ورسل تو اس قابل ہوتے ہیں کہ اگر انسان آنکھیں بند کر کے بھی اُن کے پیچھے ہولے۔ تو کسی خطرناک ٹھوکر کا کوئی خطرہ نہیں باقی رہتا اولی الامر سو اُن کی نسبت خدا تعالیٰ نے صاف لکھدیا ہے۔ کہ فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر و احسن تاویلا خدا و رسول کیطرف ہر تنازعہ فیہ امر میں رجوع کر کے اُنکے حکم کے مطابق فیصلہ تسلیم کرنا ہوگا۔ اگر کوئی اولی الامر ہمیں کہدے کہ تم عیسائی بنجاؤ تو کیا اس کی اولی الامری کوئی پیٹھ پر باندھ لیگا۔ یا کوئی اور غیر مشروع کام کرنیکا حکم دیدے مثلاً کہدے کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور بھی اسلامی اصطلاح کے رو سے نبی یا رسول ہے۔ اور محمد رسول اللہ پر ایمان لانا مسلمان بننے کے لئے کافی نہیں۔ جب تک کہ اسکو بھی نبی اللہ نہ مانو تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی سچا خدا اور رسول پر ایمان رکھنے والا عقلمند بشرطیکہ وہ اس ساری امت محمدیہ کے اس اجماعی عقیدہ کا قائل ہو۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور من شذ شذ فی النار (جو چھڑا سو پچھڑا آگ میں) کے مطابق جہنمی بننے کا شوقین ہو کسی ایسے جدت پسند اولی الامر کی اطاعت کر سکے کیونکہ یہ تو سراسر شریعت اسلام کے برخلاف ایک نئی راہ ہے جسپر وہ چلانا چاہتا ہے۔ الغرض انبیاء و رسل کے ماسوا نہ خدا تعالیٰ کسی کے کام کا ذمہ دار ہے اور نہ کسی کو کسی کا اندھا مقلد بننے کا حکم دیتا ہے اگر کسی میں ایمان ہوگا۔ تو خدا اور رسول کے فیصلہ کو ہی مقدم کریگا اور اُس کے بالمقابل کسی کے حکم کی پرواہ نہیں کریگا۔ خواہ قوم ہو یا قوم کا امیر ہو۔ اسی لئے تو فرمایا کہ ذالک خیر و احسن تاویلا۔ یہی طریق ہوتا۔ تو بھی

اچھے نتائج پیدا نہ کرتا۔ بلکہ قوم میں ہمیشہ فسادات ہو جاتے اور اندھی تقلید کرتے کرتے لوگوں کی فطرتیں مسخ ہو جاتیں اگر باور نہ ہو۔ تو آج دنیا میں اس قسم کی خلافتوں کی کچھ کمی نہیں اُن کے حالات مشاہدہ کر لو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان گدیوں کے پیرو کبھی قرآن و حدیث یا عقل سلیم کے معیار پر ٹھیک نہیں اُتر سکتے۔ میں اُن اہلحدیث احمدیوں کی حالت پر سخت متعجب ہوں۔ جو امام ابو حنیفہ رح کی تقلید پر تو سو سو اعتراض کر کے موحد بنے لیکن انجام کار کوئیں سے نکلے اور کھائی میں گرے کی مثال کے مصداق بنکر ایک ایسے غیر مامور کم سن بچے کے پنجے میں پھنسے جس کی عقل کو کوئی بھی عقلمند پختہ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ سن شعور سے وہ ابھی بہت نیچے ہے

قولہ یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر و احسن تاویلا

یعنی تم میں اور خلفاء میں کوئی تنازعہ ہو تو اُسے اللہ اور اُس کے رسول کے حکم کیطرف لیجاؤ۔ اب اسکے یہ معنے نہیں کہ اللہ اور اُسکے رسول کے حکم کے مطابق امر متنازعہ فیہ میں فیصلہ کرو۔ کیونکہ دونوں فریق مسلم ہیں۔ آخر دونوں طرف قول اللہ و قول الرسول سے ہی دلائل دیئے جاتے ہیں۔ پس فیصلہ کون کریگا اگر کہو کہ ایک جیوری کرے تو وہ بھی چونکہ غیر مامور ہے اُس کی عصمت از غلطی کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا پس یہاں تو یہ فرمایا کہ تم اولی الامر یعنے خلیفہ کی اطاعت کر لو۔ ..... اگر تمہاری حق تلفی ہوئی تو اُسے اللہ اور اُس کے رسول کے حکم کیطرف لوٹا دو ..... یعنے آخرت کو اُسکا اجر ملجائیگا۔

اقول گستاخی معاف ہیں اسجگہ ایک سوال کرنے پر مجبور ہوں وہ یہ کہ کیا آیت مذکورہ بالا کی یہ تشریح کر کے بھی کوئی شخص اپنے آپ کو دائرہ اسلام کے اندر سمجھ سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی کلام کی اسطرح کتر بیونت اور تحریف سراسر افترا علے اللہ میں داخل ہے۔ کیا آپ حلف اٹھا سکتے ہیں کہ اس آیت کا صحیح صحیح مفہوم یہی ہے جو آپ نے بیان کیا؟ یا ساری دُنیا کو آپ نے اندھا سمجھ لیا کہ جو کچھ کہتے چلے جائینگے۔ وہی پتھر کی لکیر ہو جائیگا اگرچہ اُن عقل کے اندھوں سے تو کچھ بعید بھی نہیں۔ جو آپ کی اور صاحبزادہ صاحب کی تقلید میں انجمادی رنگ رکھتے ہیں۔ تاہم نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد۔ خدا پنج انگشت یکساں نکرد ..... امید ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہی خوف کر کے خدا و رسول سے سچی محبت رکھنے والے حق پوشی سے کام نہ لینگے۔ بھلا یہ بھی کوئی انصاف ہے کہ غیر احمدی تو صرف مسیح موعودؑ کی بیعت نہ کرنے کیوجہ سے بلا استثناء کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھے جاویں اور خود قاضی صاحب تحریف قرآن میں یہودیوں کو بھی پیچھے ڈالدیں مگر پھر بھی آپ خاصے کیا پکے مسلمان اور احمدی بنے رہیں یہ تو وہی حساب ہوا۔ ع جسکے میرا نور جمال کھمغت کتا سب حلال۔ خود تو ہاتھی غائب کر کے ڈکار بھی نہ لینا اور یہود و نصاریٰ کو غیر احمدیوں اور غیر مسلم لوگوں میں تلاش کرتے پھرنا یہ کوئی انصاف نہیں ہے۔ سچ کہنا۔ جناب والا کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر بھی ایمان ہے یا نہیں اگر ہے تو فرمائیے کہ آیت میں خلیفہ کا لفظ کہاں لکھا ہے جسکا ترجمہ آپ نے یہ کیا کہ "یعنے تم میں اور خلفاء میں کوئی تنازعہ ہو"۔ کیا حکام اولی الامر نہیں ہوتے پھر کیا وہ بھی خلیفے ہی ہیں؟ پھر خدا اور رسول کے حکم کے مطابق تو آپ کو فیصلہ کرنا منظور نہیں مگر ایک غیر مامور اور خود تراشیدہ خلیفہ کا حکم ایسا ناطق ہے کہ اُنکا سرا پا طوطی بالبس سبکو آنکھیں بند کر کے بلا چون وچرا مان لینا چاہئے۔ واہ سبحان اللہ۔ اللہ پر ایمان اور دل میں اسکی عزت و عظمت ہو تو ایسی ہو۔ سچ کہتا ہے

کیا یہی توحید حق کا راز تھا۔ جب یہ رسول سے تمہیں اک ناز تھا۔ پھر مثل دست پرستی اور کس چا نور کا نام ہے خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اپنے تمام تنازعات خدا و رسول کے حکم کیطرف لوٹا کر فیصلہ کر لو۔ اور اگر سچے ایماندار ہوگے تو ایسا ہی کروگے اور اُسی خدا اور رسول کے فیصلہ کو مقدم کروگے اور قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ "دونوں فریق مسلم ہیں فیصلہ کون کریگا۔ جیوری بھی غیر مامور ہے اور غلطی سے معصوم نہیں۔ بندہ خدا اگر کسی میں سچا ایمان باللہ و بالیوم الآخر موجود ہے۔ تو خواہ کوئی ہو۔ خلیفہ ہو یا اولی الامر یا قوم ہو یا جیوری ہو خدا و رسول کے حکم کے سامنے سب کو سر تسلیم خم کرنا پڑیگا۔ اور جو نہ مانیگا جہنم میں جائیگا اور اگر یہ کہو کہ یونہی قیامت تک جھگڑا پڑا رہیگا اور فیصلہ ہونے میں نہ آئیگا۔ تو میں کہتا ہوں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ سچے ایماندار ہٹ دھرمی اختیار کریں۔ پس یہاں یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ ہر حالت میں تم کسی اولی الامر کی اطاعت کے لئے مقید کئے گئے ہو۔ بلکہ تنازعات کیصورت میں خدا و رسول کے حکم کیطرف اور انہی کے فیصلہ کیطرف رجوع کرنیکا سبکو حکم ہے اور آپ کے خیالات مذکورہ بالا سراسر شرکیہ اور باطل خیالات ہیں۔ کیا آجتک آپنے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکے یہی معنے سمجھ رکھے تھے۔ کہ ایک غیر مامور کے بالمقابل خدا اور رسول کے حکم کی اتنی بھی وقعت آپکے دل میں نہیں کہ بصورت تنازعہ خدا و رسول کو مقدم کر سکو۔ سچ ہے نفسانی جہروں کے پرستاروں کا یہی حشر ہوا کرتا ہے یاد رکھو اسلام کا خدا واحد لاشریک ہے۔ کسی کا حکم اُسپر مقدم نہیں ہو سکتا۔ پھر ذرا سا غور تو کرو۔ کہ آیت موصوفہ بالا میں خدا و رسول دونوں کا نام موجود ہے۔ قیامت کے دن اللہ جلشانہ کے سوائے کوئی دوسرا حاکم نہ ہوگا جیسا کہ فرمایا۔ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ کہ قیامت کے دن خالص طور پر خدا تعالیٰ کا ہی ملک ہوگا یعنی جو حکم نافذ ہوگا اُسی بارگاہ صمدی سے صادر ہوگا اور بجز اُسکے کسی دوسرے کی عدالت قائم نہ ہوگی۔ مگر آیت مذکورہ میں فردوہ الی اللہ والرسول کے صاف صاف الفاظ موجود ہیں کہ خدا و رسول دونوں کیطرف رجوع کرو۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ اپنے تنازعات قیامت کو فیصلہ کرا لو۔ تو اب بتلاؤ کہ کیا قیامت کے دن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی کوئی علیحدہ دربار لگیگا۔ تو دوسرے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا بھی لگنا چاہئے۔ پھر لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار کہنے کے کیا معنے ہوئے؟ فتدبروا۔ (دیانتدار)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری دنوں کا فتویٰ

دربارہ جنازہ غیر احمدی مسلمان جو بدگو مکفر نہ ہو

(منقول از اخبار بدر مؤرخہ ۳۱ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۵ کالم ۳)

"اقرار نامہ۔ جن دنوں حضرت اقدس مئی ۱۹۰۸ء میں لاہور میں تھے برادر مستری موسیٰ صاحب نے جماعت بھدیار کے مشورہ سے ذیل کا اقرار نامہ لکھوا کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ یہ مسودہ میرے ہی لکھا تھا۔ چنانچہ اصل مسودہ اور حضرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا جواب ابتک اُنکے پاس ہے اُسکی نقل فائدہ عام کے واسطے درج ذیل ہے":۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہم برادران احمدی ساکن موضع بھدیار ضلع امرتسر ان بد رسومات کے دور کرنے میں متحدانہ کوشش کیواسطے جو پہلے رائج ہیں اور شریعت اسلام اور حضرت امام علیہ السلام کے حکم پر پابندی کرتے ہیں ایکدوسرے کی مدد کے واسطے یہ اقرار نامہ برضا و رغبت خود کرتے اور اُسپر اپنا دستخط ثبت کرتے ہیں کہ ہم اپنے تمام امور میں دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اور بالخصوص ایسے احکام کی پابندی میں جنکے متعلق عموماً غفلت ہوتی ہے زیادہ توجہ رکھیں گے۔ مثلاً ہم میں سے کوئی احمدی کسی غیر احمدی کو لڑکی نہ دیگا اور جو منگنی غیر احمدیوں سے ہو چکی ہے وہ فسخ سمجھی جاویگی اور ایسا ہی غیر احمدی کو ہم اپنا امام بروقت نماز نہ بنائینگے۔ نماز جنازہ وغیرہ نہ بنائینگے نہ کسی بدگو مکفر کا جنازہ پڑھیں گے۔ ہاں معمولی رنگ میں رہنے والے بے شر غیر احمدی رشتہ دار کا جنازہ پڑھ لینگے بشرطیکہ اُنکا پیش امام جو ہو وہ احمدی ہو۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جو کچھ لکھا بہت خوب اور مناسب ہے۔ مرزا غلام احمد عفی عنہ"

اب ایک طرف تو خود حضرت اقدس کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا فتویٰ ہے جسکے رو سے احمدیوں کو اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کے جو معمولی رنگ میں رہنے والے بے شر ہوں احمدی امام کے پیچھے جنازہ پڑھ لینے کی اجازت ہے اور دوسری طرف جناب صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب کا فتویٰ مندرجہ اخبار الفضل مؤرخہ ۱ .... حسب ذیل ہے:۔

"سوال۔ کیا غیر احمدی متوفی والدین کے لئے نماز میں دعا مغفرت جائز ہے۔ جواب۔ دعا تو جنازہ ہے اور جنازہ ناجائز۔ اُن کو خدا کے حوالہ کرو"۔ اب اس فتویٰ کے رو سے جناب میاں صاحب نے قریبی رشتہ داروں کا تو کیا والدین

جلد ۳ | بسم الله المسیح لاہور پنجشنبہ و یکشنبہ مورخہ ۱۴ و ۱۷ شوال ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۶ و ۲۹ اگست ۱۹۱۵ء | نمبر ۲۰-۲۱

اِنکشاف حقیقت

احمدیہ جماعت کے بعض بزرگوں سے خداوسطہ ایک شہادت کی درخواست

اور

اُس پر مفتی محمد صادق صاحب اور اُن کے رفقاء کا طریق عمل

از

جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

میرا اشتہار بطلب حلفیہ شہادت متعلقہ اعتقادات متنازعہ جماعت احمدیہ اس وقت جماعت احمدیہ کے سامنے ہے۔ جماعت احمدیہ میں اُن جدید عقاید پر تنازعہ ہورہا ہے جن کی تعلیم کی جرأت میاں محمود احمد صاحب کو غیر احمدی پبلک میں تو شاید نہیں۔ لیکن جن کی ترویج احمدی جماعت میں نہایت شدومد سے غالباً اس لئے کی جاتی ہوگی۔ کہ جب تک عقاید کا اختلاف نہ ہو جماعت میں باہمی منافرت نہیں پھیلتی۔ ان عقاید متنازعہ میں ایک عقیدہ عالیحضرت مرشدنا جناب مسیح موعودؑ کی نبوت اور اُس کی حقیقت کے متعلق ہے میں اپنا حلفیہ بیان شائع کر چکا ہوں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس قسم کی نبوت کی تعلیم میاں صاحب جماعت احمدیہ کے اندر کرتے ہیں اور جس کا غیر احمدی پبلک سے وہ حتے الامکان اخفاء کرتے ہیں۔ وہ حضرت صاحب کی تعلیم و تصنیف کے خلاف ہے۔ حضرت اقدس کی کھلی

کھلی تعلیم کو میاں صاحب نے اپنے مخالف پاکر اُس کے کثیر حصہ سے تو ایک لفظ کے ذریعہ اس طرح نجات پالی کہ حضرت اعلیٰ کی کل تصنیف ماقبل ۱۹۰۱ء متعلق مسئلہ نبوت حضرت اعلیٰ منسوخ مسترد اور ناقابل سند ہے۔ اور باقی تصنیف میں جو صریح اور صاف حصہ تھا۔ اُس کو چھوڑ کر میاں صاحب نے متشابہ تحریرات میں لفظی تنازعہ شروع کر دیا جس کی بنا بہت حد تک منطقی مغالطے اور غلط خیالات و دلائل ہیں جس میں میاں صاحب اکثر پڑ جاتے ہیں۔ حیرت ناک امر یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے جنھوں نے میاں صاحب کی بیعت کی اُن میں سے اکثر نے اس امر پر غور کرنے کی کوشش نہ کی کہ حضرت اقدس کے کثیر حصہ تصنیف کے متعلق اگر منسوخیت کا دروازہ کھلا تو پھر خود مصنف کی علمی حیثیت دنیا کی نگاہ میں کیا رہجاوے گی۔ پھر جب ان دوستوں کی غیرت پر فرقہ کی دھڑہ بندی اس قدر غالب آگئی کہ انھوں نے یہ نازیبا کلمہ اپنے مرشد اور ماموراور ایک مُلہم من اللہ کی قلم سے نکلی ہوئی تصانیف کے متعلق ایک ایسے غیر ملہم کے مُنہ سے سُنا۔ کہ جس کی تصنیف علمی غلطیوں سے بھی خالی نہیں ہوتی اور وُہ کلمہ منسوخیت بھی اُس وقت اُس سے سنا۔ کہ جب ہمارے جواب میں سوا اس امر کے اُس کے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ تو کسی نے پھر ایک منٹ کے لئے پرواہ نہیں کی۔ بلکہ غنیمت سمجھا۔ کہ فریق مخالف کا جواب تو ہو گیا۔ ان حالات پر ہمارے پاس اور کیا چارہ تھا۔ کہ ہم ان دوستوں سے حلفاً بیان لیتے اور دریافت کرتے کہ حضرت اعلیٰ کی وفات تک امور متنازعہ میں ان کا کیا عقیدہ اور علم تھا خصوصاً اُن تمام امور میں جن کے متعلق حلف طلب کیا گیا تھا۔ اس امر کا طے ہونا ازبس ضروری تھا۔ کہ حضرت آقا مرزا صاحب کی تصانیف ماقبل ۱۹۰۱ء کے منسوخ ہوجانے کا خیال کب جماعت احمدیہ میں پیدا ہوا۔ کیونکہ اگر یہ منسوخیت

خود حضرت اقدس کی طرف سے ہوتی تو اس سے اطلاع ہر چھوٹے بڑے کو ہوتی۔ چنانچہ اس امر کو اور صاف کرنے کے لئے خود میاں صاحب مکرم سے بھی یہی مطالبہ گذشتہ ۲۶ جولائی ۱۹۱۵ء کو بذریعہ پیغام صلح بالفاظ ذیل کیا:۔

"میاں صاحب کا یہ عقیدہ حاشا و کلا فروری ۱۹۱۵ء سے پہلے نہیں سُنا گیا۔ ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا اور ہمارا گمان یہ ہے کہ خود میاں صاحب کو ہماری تحریرات اس عقیدہ پر لے آئیں۔ پس اس کا فیصلہ میاں صاحب حلفاً کر دیں کہ خود ان کے علم و یقین میں یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح موعود کو اپنی نبوت کی حقیقت کا صحیح علم ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء سے پہلے نہ تھا کب پیدا ہوا۔ ایسا ہی میاں صاحب خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنا بیان شائع کر دیں اور فرماویں کہ میاں صاحب کو فروری ۱۹۱۵ء سے کس قدر پہلے اور کس سنہ میں یہ سمجھ آئی۔ کہ حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کی کل تحریرات اپنی نبوت کے متعلق منسوخ اور مسترد ہیں اور سند اور حجت کے قابل نہیں۔"

میاں صاحب نے یہ اعلان کرکے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تصانیف ماقبل ۱۹۰۱ء مسئلہ نبوت میں مسترد و منسوخ ہیں۔ یہ تسلیم کر لیا ہے کہ اگر وہ تصانیف مسترد نہ سمجھی جاویں اور قابل حجت ہوں تو پھر میاں صاحب کے عقاید نبوت کے سب فاسد اور باطل ٹھیرتے ہیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی وہ نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ جس کے مدعی میاں صاحب ہیں۔ لہذا ایک بھاری اور ضروری امر تنقیح طلب اس مقدمہ میں یہی ہے کہ آیا یہ تصنیفات منسوخ ہیں یا نہیں۔ اگر یہ منسوخ ہوتیں تو ضرور تھا۔ کہ ہم سب کو علم ہوتا۔ اب بالفرض اگر یہ علم ہم میں سے کسی کو اور خود میاں صاحب کو بھی پہلے کبھی نہیں تھا۔ اور صرف ۱۹۱۵ء میں میاں صاحب کی توجہ اور وہ بھی ہماری تحریرات کے دیکھنے سے اس امر کی طرف پھر گئی۔ تو پھر ایک مستقیم المزاج انسان یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ میاں صاحب کی یہ عمر بھر کا غلط نہ

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

اور ممکن ہے کہ میاں صاحب کو بھی بلا ارادہ یہ غلطی لگ گئی ہو +

میرا یہ خیال تھا کہ میاں صاحب کو ان حلفیہ طلبات پر غور کرنے سے دوبارہ غور و فکر کا موقع ملے اور ممکن ہے کہ وہ رو بہ اصلاح ہو جاویں اور ان عقاید سے رجوع کریں۔ لیکن شاید خدا کے علم میں وہ وقت ابھی نہیں آیا اور جماعت کے لئے جو ابتلا اس وقت پیدا ہو گیا ہے ابھی اس کی میعاد شاید لمبی ہے۔ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور اب بھی خدا کو حاضر ناظر جان کر لکھتا ہوں کہ میاں صاحب کی ذات ہم میں وجہ تنازعہ نہیں - ہاں میاں صاحب کے عقاید بالضرور باعث مخالفت ہیں۔ جن کو ہم احمدیت اور اُسکی اشاعت کے لئے سخت مضر سمجھتے ہیں جیسے کہ میاں صاحب کا خود طریق عمل اس وقت ظاہر کرتا ہے جس کی تشریح آگے کی جاوے گی۔ اگر میاں صاحب ان عقاید کو چھوڑ دیں تو ابھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ آخر مولوی محمد علی صاحب اور ہمارے دیگر رفقاء نے بھی ایک شرط پر میاں صاحب کو امیر قوم بنانا چاہا تھا۔ اور اُس شرط کی اصل بنیاد میاں صاحب کے یہی عقاید تھے جن کو وہ ہمارے مقابل تو پیش کرتے ہیں۔ اور جن کو غیر احمدی پبلک کے سامنے پیش کرنے سے گھبراتے ہیں اور اس لئے اُن کا اخفا کرتے ہیں جس سے یہ صاف نظر آتا ہے کہ اُن کے علم میں ان عقاید کی اشاعت اشاعت احمدیت کے لئے مضر ہے۔ کاش ہمارے دوست ہماری اس نیت نیک سے آگاہ ہوں۔ ہم ایمانًا اور نیک نیتی سے اس بات پر یقین کئے ہوئے ہیں کہ میاں صاحب کے عقاید نہ صرف غلط ہی ہیں۔ بلکہ احمدیت کی اشاعت کے لئے سخت مضر ہیں۔ لعنتی ہے وہ شخص جو غیر احمدیت کو کفر تو سمجھے اور محض غیر احمدیوں کے پاس خاطر اس مسئلہ کفر کی مخالفت کرے۔ ایسا ہی نجاست خور ہے وہ لعنتی جو اس تحریر پڑھنے کے بعد ہم پر الزام دے کہ ہم غیر احمدیوں کے لحاظ یا پاس خاطر یا کسی لالچ سے انھیں کافر نہیں کہتے اور فی الحقیقت انھیں کافر جانتے ہیں۔ کیا غیر احمدی اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو علی الاعلان مسیح موعود کہتے ہیں اور مسیح ناصری کو فوت شدہ جانتے ہیں۔ اگر انھیں کی پاس خاطر ہمیں منظور ہوتی تو ہم حضرت اعلےٰ کو مسیح موعود بھی نہ کہتے۔ ہم جو کچھ مرزا صاحب کے متعلق اعلان یا تبلیغ کرتے ہیں۔ وہ وہی ہے جو ہم یقین کرتے ہیں۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اگر میاں صاحب کے عقائد فاسد پیدا نہ ہوتے تو حضرت کا مشن اس سے مدت پہلے مقبول ہو جاتا۔ لیکن آج تو میاں صاحب کو بھی ہمارے قدم پر قدم رکھنا پڑا۔

خدارا غور کرو اور ان اشتہارات کو دیکھو اور خوب غور سے پڑھو جو میاں صاحب نے تھوڑے دن ہوئے اردو۔ سندھی (اور شاید کسی اور زبان) میں شائع فرمائے اُردو تو میں نے قادیان کے ایک اخبار میں پڑھا۔ اور سندھی کا اشتہار ایک دوست نے خیرپور میرس سے بزبان فارسی ترجمہ کرکے یہاں بھیجا ہے۔ ان دو اشتہاروں میں حضرت مرزا صاحب کو صرف بطور مجدد صدی پیش کیا گیا ہے۔ مگر اُس ماۃ والی حدیث کا اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت صاحب کو قبول کرنے والے کو موت جاہلیت کے حکم سے ڈرایا گیا ہے۔ حضرت کے مجدد ہونے کی ایک یہ دلیل دی گئی ہے کہ کسی اور نے مجددیت کا دعوےٰ نہیں کیا جو میرے نزدیک ایک قطعی دلیل ہے۔ مخاطبین کو مسلمان کرکے پکارا گیا ہے جتنے کہ ان اشتہاروں میں حضرت اعلےٰ کی اُس نبوت کے ذکر کرنے کی بھی میاں صاحب کو جرأت نہیں ہوئی جسکے ہم بھی قائل ہیں اور جن معنوں میں ہم بالفاظ حدیث آپکو نبی اللہ جانتے ہیں۔ پھر ان اشتہارات کے علاوہ میاں صاحب کی کتاب تحفۃ الملوک کو دیکھ لو۔ اس میں بھی یہی طریق اختیار کیا گیا ہے۔ کیا اس کا نام مداہنہ نہیں۔ اگر نہیں تو پھر کیوں یہ الزام دوسروں پر لگایا جاتا ہے۔ کیوں یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت صاحب کو صرف بحیثیت مجدد پیش کرنا ان کی حیثیت کو گھٹانا ہے۔ کہاں ہیں شاہجہان پور کے اور لکھنؤ کے ہمارے بعض دوست جنھوں نے مجھے زبانی کہا اور لکھا۔ کہ تم مرزا صاحب کو بطور مجدد پیش کرکے اور اُن کو اس جماعت میں شامل کرکے جس میں سیدنا شیخ عبدالقادر گیلانی علیہ السلام ہیں۔ مرزا صاحب کی حیثیت کو گھٹاتے ہو۔ خدارا ادھر بھی کو چھوڑو۔ اور اس شعر پر عمل نہ کرو ؎

گر کہے غیر تو مجنوں ٹھیرے
شیخ بولے تو کرامت ہو جاوے

دیکھو میاں صاحب نے اب میرے قدم پر قدم رکھا ہے۔ مجھے جہاں کہیں موقع حضرت اعلےٰ کے دعوے کے متعلق گفتگو کرنے کا ہوا۔ میں نے اُنکو بطور مجدد پیش کیا۔ خود چھپرے میں بابو اختر علی صاحب اس امر کے شاہد ہیں۔ یہی سچی راہ ہے۔ پھر اگر میں حضرت اعلیٰ کو مجدد کے طور پیش کروں تو تم اس کو مزل شان مرزا سمجھتے ہو۔ اب کیوں اپنے مرشد سے نہیں پوچھتے۔ کیوں حضرت کی شان گھٹاتا ہے۔ مجھ میں اور اُس میں فرق یہ ہے۔ کہ میں پبلک میں وہی کہتا ہوں جو میرے دل کے اندر ہے اور میاں صاحب کو ان کی مصلحت اجازت نہیں دیتی میں مداہنہ نہیں کرتا ایک شخص جو کچھ اعلان کرتا ہے اگر ایمان بھی وہی رکھتا ہو۔ خواہ وہ غلط ہو اُسے مداہنہ نہیں کہتے۔ بلکہ مداہنہ و منافقت تو وہ ہوتی ہے۔ کہ ایمان کچھ اور ہو اور اعلان کچھ اور کیا جائے۔ الغرض جب صحیح عقیدہ بھی وہی ہے جو ہمارا ہے اور میاں صاحب بھی اُسی پر مجبور ہیں تو پھر گھر میں ہمارے ساتھ تنازعہ کیوں اُٹھا رکھا ہے۔ یہ تو کہا کرتے تھے۔ کہ ہم ان ایسی مسلمانوں کو جب تک کافر نہ کہیں یہ اصلاح نہ پاوینگے ان کی تکفیر ہی ان کی اصلاح کا موجب ہو گی۔ اب کن واقعات نے میاں صاحب کی رائے میں یہ تبدیلی پیدا کر دی۔ اب کیوں ان غیر احمدیوں کو مسلمان کرکے پکارا جاتا ہے۔ کیوں اُن کو نہیں لکھا جاتا۔ کہ تم اگر حضرت کی نبوت اور مسیحیت کو قبول نہ کروگے تو کافر ٹھیرو گے۔

اے ہوشمند و غور کرو۔ کیا میں یہ گمان کرنے میں غلطی پر ہوں کہ محض ایک جماعت کو دو ٹکڑے کرنے کے لئے یہ عقاید تراشے گئے ہیں اور یہ وہ بات ہے جو میں نے ۱۹۱۱ء میں مسئلہ کفر کی ایجاد پر کہی تھی۔ اگر یہ گمان غلط ہے تو اس کا کیا جواب ہے۔ کہ ہمارے ساتھ تو نبوت حضرت اور تکفیر اہل اسلام پر تنازعہ اور جب غیر احمدی مخاطب ہوں تو نہ تو مرزا صاحب کی نبوت کا ذکر نہ مخاطبین کی تکفیر کا اشارہ۔ اگلے دن میاں صاحب لاہور گئے پھر اُن کو کیا ہوا۔ کہ ان عقاید فاسدہ کو لاہور کی پبلک کے آگے پیش نہ کیا۔ اگر یہ عقاید محمودہ تھے تو پھر اُن کے پیش کرنے کا یہ تو بہترین موقع تھا۔

الغرض حضرت اقدس مجدد ہیں اور اس صدی کے مجدد برحق۔ اور اس صدی کا مجدد بھی وہ مسیح اور مہدی تھا۔ جس کی بعثت کا وعدہ تھا۔ اور جس کو مجازًا نبی اللہ کہا گیا۔ آپ کا نہ ماننے والا کافر نہیں۔ ہاں خاطی اور گنہگار اور موت جاہلیت کا مورد ہے۔ جس خطا پر غلو کرنے سے سلب ایمان کا بھی خطرہ ہو جاتا ہے جیسے کہ حضرت کی تکذیب اور تکفیر کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جو خود حضرت اعلےٰ نے کتاب تریاق القلوب میں لکھی۔ جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اگر یہ پہلے کی تصنیف شدہ تھی۔ جیسے کہ اب کہا جاتا ہے تو پھر یاد رہے کہ ہر ایک مصنف اس کتاب کے مطالب کا اپنے آپ کو اُس تاریخ پر پابند اور قائل ظاہر کرتا ہے جس تاریخ کو یہ کتاب شائع ہوئی۔ و الّا اُس کا فرض تھا۔ کہ وہ اعلان کرتا کہ اس کتاب کا فلاں حصہ اب منسوخ اور مسترد ہے۔ کوئی شخص اشاعت کتاب سے دس سال پہلے کوئی کتاب لکھ چھوڑے وہ اُسکے مطالب کا اُس تاریخ کو پابند ہے جس تاریخ کو وہ اُسے شائع کرتا ہے۔ کیا ہم حضرت اعلےٰ کو اس معمولی اصول اشاعت کے سمجھنے کے قابل نہیں سمجھتے۔ آہ۔ عقائد فاسد قوم کو کہاں سے کہاں لے گئے۔ اس کتاب میں خود حضرت اقدس نے اپنے منکر اور صاحب شریعت کے منکر میں تمیز کی ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ ایسے تمیز کرنے والے کو ہمارے میاں صاحب نے حسب معمول محض نادانی سے نادان کہا ہے۔ اور ہمارے دلوں کو دکھایا ہے۔

ہم مرزا صاحب کی کس قسم کی نبوت کے قائل ہیں۔ اور کن معنوں میں آپ کو نبی اللہ سمجھتے ہیں۔ وہ ہے نبوت جزوی۔ اور اسی لفظ جزوی کے ہم معنے ہم لفظ ظلی بروزی۔ مجازی سمجھتے ہیں۔ جہاں کہیں حضرت صاحب نے اپنے متعلق لفظ ظلی۔ بروزی۔ مجازی کہا ہے اس سے ہم مراد یہ سمجھتے ہیں کہ آپ میں وہ باتیں بتمام و کمال نہ تھیں کہ جن کے جمع ہونے پر ایک شخص کو نبی کہا جا سکتا ہے۔ میرا یہ عقیدہ ہے۔ اور یہی عقیدہ میرے

٭ یہ فقرہ میں نے اس سماعی رپورٹ پر لکھا ہے کہ میاں صاحب نے نہ تو حضرت کی نبوت کا اپنے لیکچر میں ذکر کیا۔ نہ غیر احمدی اہل اسلام کی تکفیر کے متعلق کچھ کہا +

مرشد مسیح موعودؑ کا تھا۔ کہ وہ سب کے سب امور جن کے ایک شخص میں جمع ہونے پر ایک شخص نبی کہلا سکتا ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی میں نہیں ہونگے۔ صرف اُن امور میں سے بعض باتیں فیض محمدیہ کے باعث بعض کامل افراد امت محمدیہ میں ہونگی لیکن وُہ نبی نہیں ہونگے۔ بلکہ وہ جزو نبوت اپنے اندر رکھنے کے باعث جزئی نبی ہونگے۔ اور اس لئے بطور مجاز و استعارہ اُن پر لفظ نبی کا بولا جاوے گا۔ نہ بطور حقیقت یہ بات ہمیں سب سے پہلے آنحضرت صلعم نے سمجھائی۔ آپ نے فرمایا لم یبق من النبوۃ الا المبشرات

اس حدیث سے حضرت اعلےٰ نے ۱۹۰۱ء سے پہلے اور بعد میں استدلال کیا ہے۔ اب اس کے لفظی معنوں پر غور کرو جو یہ ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد مبشرات کے سوا اور باقی کوئی چیز نبوت کی نہیں رہی۔ یعنی نبوت میں مبشرات کے علاوہ دیگر امور بھی داخل ہیں نبوۃ کے ایک سے زیادہ اجزاء ہوتے ہیں۔ اور انہیں ایک جزو مبشرات ہے۔ نبی وُہ ہوتا ہے جس میں مبشرات بھی ہوں اور دیگر اجزائے نبوت بھی۔ جو بالفاظ آنحضرت صلعم آپ کے بعد باقی نہیں رہے۔ اِس لئے جس میں خالی مبشرات ہوں وُہ حقیقی معنوں میں نبی نہیں ہیں نبوت کی ایک جزو ہے۔ چونکہ وہ جزو بھی اس پر اُسی رنگ میں وارد ہوئی ہے۔ جیسے دیگر اجزائے نبوت یعنی بذریعہ وحی یا الہام۔ اس لئے اُس پر نبی کا لفظ مجازاً ہم بول سکتے ہیں وہ حقیقی نبی نہیں۔ کیونکہ نبوت کے کل اجزاء اُس پر متحقق نہیں۔ خدارا کچھ عقل سے کام لو۔ کیا حدیث مذکورہ بالا کے یہ لازمی نتائج نہیں جو مَیں نے بیان کئے۔ الفضل کے لکھنے والے تو اس حدیث سے بھی انکار کرجاتے۔ خصوصاً اس اصول فاسد کے ماتحت جہاں وہ حدیث ماثورہ میں اور الفاظ حضرت اعلےٰ میں فرق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ حدیث تو خود حضرت اعلےٰ کی مسلّمہ ہے۔ اب خود اس حدیث پر غور کرلو۔ اس کے ماتحت تو مبشرات کے علاوہ کچھ اور بھی چیز ہے جو نبوت کے لئے ضروری ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی کو نہیں ملے گی۔ اس لئے لفظ نبی اپنے حقیقی معنوں میں آنحضرت کے بعد کسی پر نہیں بولا جا سکتا۔ ہاں چونکہ بعض اجزاء نبوت فیض محمدیہ سے جاری رہیں گے اس لئے اُن اجزاء کے حاصل کرنے والوں کو جزوی نبی کہہ سکتے ہیں اور اسی لئے اُن کو مجازی بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ مجاز کا لفظ حقیقت کی ضد ہے اور مجاز کسی چیز کا وہ ہوتا ہے جس میں اُس چیز کے کل خواص نہ ہوں بلکہ اُس کا رنگ اُس میں ہو۔ یہ وُہ حقیقت ہے جو پہلے حضرت اعلےٰ جناب مرزا صاحب کے الفاظ سے سمجھی۔ آپ نے ایک کتاب مواہب الرحمٰن نام ۱۹۰۳ء میں شائع کی۔ وہ کتاب عربی میں ہے اور بین السطور میں اُس کا ترجمہ بزبان فارسی دیا گیا ہے وہ میں بالفاظ ذیل میں درج کردیتا ہوں۔ یہ ترجمہ فارسی خود حضرت اعلےٰ کا اپنا کیا ہوا ہے۔

"اندکے ذکر در بارہ عقائدِ ما

ما مسلمانیم۔ بہ کتاب الٰہی قرآن شریف ایمان مے آریم و ایمان مے آریم کہ سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نبی خدا و رسول خدا است و دین اُو بہترادیان است و ایمان مے آریم کہ اُو خاتم الانبیاء است۔ بعد او ہیچ پیغمبرے نیست مگر آنکہ از فیض اُو پرورش یافتہ باشد و موافق وعدہ اُو ظاہر شد۔ و خدا را مکالمات و مخاطبات است۔ با اولیاء خود درین امت۔ و ایشاں را رنگ انبیاء دادہ مے شود۔ و در حقیقت انبیاء نیستند۔ زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است۔۔۔ الخ

اب ان الفاظ پر غور کرو۔ اور خصوصاً لکیر کردہ فقرات پر۔ یہ کوئی لاطینی یا سنسکرت جیسی مردہ زبان میں نہیں جو آج اس کے معنے میں کوئی تنازعہ پڑے۔ یہ صاف سیدھی فارسی زبان ہے جس کے لفظی معنے یہ ہیں :-

ہم مسلمان ہیں۔ اور قرآن شریف جو کتاب الٰہی ہے اُس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ایمان لاتے ہیں کہ محمد مصطفےٰ صلعم خدا کے نبی اور رسول ہیں۔ اور اُن کا دین سب دینوں سے بہتر ہے۔ ہم ایمان لاتے ہیں کہ وہ خاتم الانبیاء ہے۔ اُس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آویگا۔ مگر جو اُس کے فیض سے پرورش یافتہ ہو اور اُس کے وعدہ کے مطابق ہو خدا تعالیٰ اس امت میں اپنے ولیوں سے مخاطبہ مکالمہ کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے۔ وہ حقیقت میں نبی نہیں ہوتے کیونکہ قرآن نے شریعت کی ضرورت کو کمال تک پہنچا دیا۔

ان الفاظ پر غور کرو کس قدر صاف ہیں۔ مرزا صاحب جس مقدس جماعت میں کہ ایک ممتاز و بے مثل انسان ہے وُہ اُن اولیاء امت کا گروہ ہے جن سے خدا تعالیٰ کا مخاطبہ مکالمہ جاری ہے۔ پھر اس جماعت کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ نبی درحقیقت نہیں ہوتے بلکہ انہیں رنگ نبوت کا ہوتا ہے۔ اور وہ نبی اس لئے نہیں ہوسکتے کہ قرآن نے شریعت مکمل کردی ہے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ انبیاء کی بعثت کی غرض صرف تکمیل شریعت تھی۔ انبیاء علیہم السلام آئے اور شریعت کا کوئی نہ کوئی حصہ لاتے رہے شریعت آہستہ آہستہ مکمل ہوتی رہی۔ قرآن نے اسکو مطلوبہ کمال تک پہنچا دیا۔ اس لئے اب آئندہ انبیاء نہ آوینگے کیونکہ ضرورت نبوت ختم ہوگئی۔ جو آویں گے وُہ صرف اُسی شریعت کاملہ کی تشریح کے لئے بعض وقت خدا سے الہام پاویں گے۔ اسلئے اُنہیں رنگ انبیاء کا ہوگا۔ وہ درحقیقت نبی نہ ہونگے۔ اور اس رنگ نبوت کے باعث انہیں مجازی نبی کہا جاویگا کیا جس چیز میں کسی اور چیز کا رنگ ہوتا ہے وہ عین چیز کہلا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس میں تو صرف اصل چیز کی کوئی جھلک اُس کا کوئی عکس اُسکا ظلّ اُس کی بروزیت ہوتی ہے۔ ایسی نامکمل حالت کا یا ملتی جلتی حالت کا نام جو اصل تو نہ ہو عرفاً مجازہ ہوتا ہے۔ کیا عجب فہم ہے کہ حضرت اعلےٰ مرزا صاحب کو شریعت یا حصہ شریعت کو لانیکو تو ایک ضروری جزو نبوت کا ٹھیراویں اور اُس کے نہ ہونے کی حالت میں صاحب مبشرات کو کہیں کہ اس میں رنگ نبوت ہوتا ہے۔ اور وُہ درحقیقت نبی نہیں ہوتا۔ اور اس لئے وہ مجازی نبی ہوتا ہے اور ہمارے میاں صاحب ایسی سیدھی بات سے یہ نتیجہ پیدا کریں کہ مجازی نبوت ایک خاص قسم کی نبوت ہوتی ہے جو غیر شرعی ہوتی ہے۔ کیا اسی فہم پر ہمارے قدیمی مہربان سید حامد شاہ صاحب نے شاعر ہونے کی حیثیت میں کہدیا کہ اگر پدر نتواند پسر تمام کند اچھا اگر غیر تشریعی نبوت ہی کا نام مجازی نبوت ہوتا ہے اور میاں صاحب کے نزدیک تو آنحضرت صلعم سے پہلے اکثر انبیاء ایسے غیر تشریعی نبی تھے۔ تو کیا کسی شرعی علم ادب میں یا کسی حدیث میں یا مرزا صاحب کی اپنی تحریر میں یا کسی عالم ربانی کی کتاب میں دکھلا دو۔ کہ آنحضرت صلعم سے پہلے ان انبیاء کی نبوت پر مجازی نبوت کا لفظ بولا گیا ہو۔ یا یوں سمجھاؤ کہ مجازی نبوت بھی کوئی اصطلاح شرعی ہے۔ لیکن یہ کوئی طریق بحث نہیں ہوتا کہ جس بات کو ایک شخص نے ثابت کرنا ہو۔ اُسی کو بطور دلیل پیش کیا جاوے۔ اس کو مصادرہ علی المطلوب کہتے ہیں۔ جس سے میاں صاحب کی تصنیف خالی نہیں۔

مجاز وہ ہے جو حقیقت نہیں کسی چیز کا مجاز وہ ہوتا ہے کہ جس میں وہ صفات پورے طور سے نہ ہوں کہ جو اُسی چیز میں کامل طور سے پائے جاتے ہیں جب کسی میں اُس چیز کے صفات کامل موجود ہوں گے تو اُس پر اُس چیز کا نام حقیقی معنوں میں اطلاق پاویگا لیکن اگر کسی میں وہ سب صفات نہ ہوں بلکہ ان میں سے کوئی صفت یا صفات ہوں یا ملتی جلتی صفات اس میں ہوں تو وہ مجاز ہوتا ہے۔ نبی وہ ہے جس میں وہ سب کی سب صفات پائی جائیں کہ جو نبوت کے لئے ضروری ہیں۔ نبوت کی جو صفات لازمی ہیں وُہ آنحضرت کی بعثت کے بعد کسی اور کو نہ ملیں گی لم یبق من النبوۃ الا المبشرات والی حدیث اس معاملہ میں بالکل صاف ہے۔ اور جب مبشرات کے علاوہ بعض باتیں نبوت کی آنحضرت کے بعد کسی کو نہیں مل سکتیں تو پھر ایسے اولیاء کرام نبی نہیں ہوسکتے بلکہ مجازی نبی کہلاویں گے جو درحقیقت نبی نہیں (مواہب الرحمٰن) اور یاد رہے۔ مجاز کا لفظ اسی جگہ بولا جاوے گا۔ کہ جس میں حقیقت شئے کامل طور پر موجود نہ ہو کس قدر سیدھی بات تھی۔ اور کس طرح حضرت اقدس نے بار بار اُس کو اپنی تحریر میں صاف کیا لیکن کس قدر اس کو بے مزہ کردیا گیا۔ اور کس قدر غلط نتائج مرتب کئے گئے۔ کروڑ در کروڑ مسلمانان عالم کو چند لاکھ کے مقابل کافر قرار دے دیا۔ اسی قسم کی ایک فاش غلطی میاں صاحب نے کتاب حقیقۃ النبوۃ میں کھائی ہے۔ آپ نے حضرت مرزا صاحب کی نبوت کو قرآن کی

ایک آیت سے بڑی شد و مد کے ساتھ ثابت کرنا چاہا ہے اور اس استدلال پر آپکے سامعین کو بہت ناز ہے چنانچہ ایک ہمارے فہمیدہ دوست نے مجھے یہی دلیل بڑے فخر سے ہندوستان میں دکھلائی تھی۔ وہ آیت یہہ ہے :۔

وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین ترجمہ ہم رسول نہیں بھیجتے۔ مگر وہ مبشر اور منذر ہوتے ہیں۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ رسل ہمیشہ مبشر اور منذر ہوتے ہیں۔ اس سے میاں صاحب مکرم یہ استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ مرزا صاحب مبشر تھے اس لئے وہ رسول بھی ہیں۔ لیکن اگر یہ طریق استدلال ہے تو پھر حضرت اعلیٰ کے سوا بہت سے اور بھی ایسی رسالت اور نبوت میں حضرت اعلیٰ کے شریک حال ہو جائینگے۔ جس سے میاں صاحب مکرم کو انکار ہے لہم البشرٰی فی الحیٰوۃ الدنیا کے معنے خود ہمارے حضرت نے مومنوں کے لئے مبشر الہام باقی ہیں۔ کئے ہیں ہم میں سے جو خدا کی نگاہ میں مومن ہوگا وہ مبشر ہو سکتا ہے۔ اور اس لئے وہ آیت بالا کے ماتحت حسب استدلال میاں صاحب رسول ہے۔ در اصل یہ ایک منطقی مغالطہ ہے جسمیں میاں صاحب خود بھی پڑ گئے۔ اور دوسروں کو بھی ڈالدیا۔ یہاں میں منطقی اصطلاحات سے میاں صاحب کا دماغ پریشان نہیں کرنا چاہتا بلکہ سادے الفاظ میں اسی قسم کے اور منطقی قضایا سے میاں صاحب مکرم پر اور ان کے ساتھ اپنے دوستوں پر اس استدلال کی غلطی ظاہر کر دیتا ہوں۔ اور میں نے اس تحریر میں ہر ایک امر کو کھول کھول کر اسی لئے لکھا ہے۔ کیونکہ منطقی ہیر پھیر سے مسئلہ کی اصل حقیقت پر لوگ پردہ ڈالدیتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ ہر ایک قضیے کا عکس درست نہیں ہوتا۔ مثلاً ہر ایک انسان لازماً حیوان ہے لیکن ہر ایک حیوان لازماً انسان نہیں ہوتا۔ ہر ایک پنجابی لازماً ہندوستانی ہے لیکن ہر ایک ہندوستانی پنجابی نہیں۔ ہر ایک بیعت کنندہ میاں صاحب احمدی کہلاتا ہے۔ لیکن ہر احمدی کہلانے والا میاں صاحب کا بیعت کنندہ نہیں۔ اب مذکورہ بالا آیت کے ماتحت ہر ایک رسول اور نبی لازماً مبشر تو ہے۔ لیکن ہر مبشر رسول اور نبی نہیں ہو سکتا۔ کیا ہر ایک نبی لازماً مخلوق الٰہی نہیں پھر کیا ہر ایک مخلوق جس میں چارپایہ بھی شامل ہیں نبی اور رسول ہوگا۔ قضیہ منطقی یعنی حد اوسط کے متعلق یہ ایک غلطی ہے جو میاں صاحب نے کی ہے۔

الغرض مذکورہ بالا تحریر سے ظاہر ہوگا کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو حسب ظلی۔ بروزی۔ جزئی۔ مجازی نبی کہتے ہیں۔ تو کن معنوں میں کہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ کہ ہم حدیث **لم یبق من النبوۃ الا المبشرات** کے ماتحت چونکہ مبشرات کے علاوہ مرزا صاحب کو ان ضروری صفات و اجزا نبوت سے خالی پاتے ہیں۔ جو بالفاظ آنحضرت ان کے بعد کسی کو عطا نہیں ہوئیں اس لئے مرزا صاحب کی نبوت جزئی اور ظلی ہے۔ آپ بالفاظ خود در حقیقت نبی نہیں۔ (دیکھو مواہب الرحمٰن) بلکہ آپ میں رنگ نبوت کا ہے۔ رنگ۔ اصل نہیں ہوتا اس لئے آپ کی نبوت کا نام مجازی رکھا گیا۔ آپ ایک اولی العزم نبیؐ کے بعض کمالات کے مظہر ہیں۔ اور احمد صلعم کا رنگ آپ کے شیشہ میں منعکس ہوا ہے۔ اس لئے وہ احمد صلعم کے بروز اور اس حیثیت میں بروزی اور ظلی نبی ہیں۔ لہذا جس قدر الفاظ حضرت مرشدنا مرزا صاحب نے اپنی نبوت کی حقیقت کھولنے کے لئے بیان کئے۔ وہ اس لئے کہ آپ کی نبوت سمجھنے میں لوگوں کو غلطی نہ لگے۔ اور وہ سمجھ جاویں کہ آپ کی نبوت فی الحقیقت نبوت حقیقی نہیں بلکہ نبوت تامہ کا ایک رنگ۔ ایک جزو ایک جھلک۔ ایک سایہ۔ ایک عکس ہے۔ اور عقلمندوں کے نزدیک ایسی حالت پر لفظ مجاز بولا جاتا ہے۔ کیا سایہ اصل کے برابر ہوتا ہے۔ کیا عکس میں اصل کی سب کیفیات ہوتی ہیں۔ کیا جزو کل کے برابر ہوتا ہے۔ ......

جاؤ دنیا جہان کی لغات جہان ماروہ اور مجاز کے معنے دیکھو۔ مجاز وہ ہے۔ جو اصل سے کچھ مشابہت رکھے نہ کہ اصل ہو۔ نہ یہ کہ مجاز ایک قسم اصل کی ٹہیرالی جاوے۔ حضرت اعلیٰ تو اپنی نبوت کو مجاز اس لئے لکھیں کہ وہ در حقیقت نبی نہیں بلکہ ان میں رنگ نبوت ہے اور خوش فہم مجازی نبوت کو ہی ایک قسم کی الگ نبوت ٹھیرالیں۔ حیرت آتی ہے کہ ہٹ اور منہ سے نکلی ہوئی بات کی پچ کس قدر انسان کی علمی نگاہ کو دھندلا کر دیتی ہے۔ یوں تو حقیقت النبوت بھی لکھدی گئی۔ اور نبوت کی قسمیں بھی تجویز ہو گئیں کوئی تشریعی نبوت ٹہیر گئی کوئی اکتسابی۔ کوئی کچھ۔ لیکن میاں صاحب کی تحریر سے ہمیں یہ پتہ نہ چلا کہ میاں صاحب نے اس تقسیم نبوت میں کس علمی اصول کو مد نظر رکھا۔ تقسیم کرنے میں ہمیشہ تقسیم شدہ شے کی تعریف کو نہیں بھلانے رہنا شرط ہے علمی [illegible] ہے کہ کسی چیز کی قسمیں بتلانے سے پہلے اس چیز کی تعریف مقدم ہوا کرتی ہے اور اس چیز کی تعریف ان صفات کی ہوا کرتی ہے [illegible] ہوتی ہے۔ [illegible] پائی جاویں پھر جب اس چیز کی علمی قسمیں بیان کرنے لگے تو لازمی ہوتا ہے کہ اس چیز کی ہر قسم و صفت پر وہ تعریف حاوی ہو سکے۔ اور قسم میں اصل شے کی کل صفات ہوں۔ ہاں میں علمی اصول کو اور اس کے ساتھ ہی حدیث **لم یبق من النبوۃ الا المبشرات** کو سامنے رکھکر نبوت کی تعریف کرو۔ اور پھر دیکھو کہ حضرت صاحب کے لئے جس قسم کی نبوت تجویز کر بیٹھے ہو آیا اس پر لفظ نبوۃ انہی حقیقی معنوں میں ہی عاید ہو سکتا ہے یا نہیں اگر اگر بخاری میں آنیوالا مسیح نبی اللہ پکارا گیا ہے تو لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نے اس نبی اللہ کی نبوت کی تشریح کر دی۔ اس لئے نبی اللہ کی حقیقت اس طرح سمجھو کہ جس دونوں حدیثوں کی تطبیق ہو جائے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب نے مبشرات پانیوالوں کی شان میں ذیل کے الفاظ فرمائے۔ (مواہب الرحمٰن ص۶۶)

"ایشاں را رنگ انبیا دادہ می شود در حقیقت نبیا نیستند۔" ترجمہ۔ انکو انبیا کا رنگ دیا جاتا ہے اور حقیقت میں وہ نبی نہیں ہوتے۔

یہ الفاظ ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئے۔ یہ الفاظ حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنے متعلق آپ لکھے۔ اور تسلیم کیا وہ حقیقت میں نبی نہیں بلکہ انمیں نبی کا رنگ ہے۔ اسی کا نام مجاز ہے۔ اور ہمارے میاں صاحب نے اس رنگ اور مجاز کا نام عین نبوت رکھدیا۔ کاش میاں صاحب نبوت کی قسموں سے ہمیں آگاہی دیتے ہوئے تقسیم کے علمی اصول کو سمجھ لیتے۔ حضرت مرشدنا مرزا صاحب صرف مبشر تو ہیں۔ اب اگر مبشرات ہی عین نبوت ہے جیسے میاں صاحب کا خیال ہے تو پھر حدیث نبوی **لم یبق من النبوۃ الا المبشرات** ان معنوں کے لحاظ سے ہمیں یوں پڑھنی چاہیئے۔ **لم یبق من النبوۃ الا عین النبوۃ** یعنے نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا مگر عین نبوۃ۔ کیا یہ کلام بھی صحیح دماغ کا ہو سکتا ہے۔ **العیاذ باللہ**

اب جہانتک میرے امکان میں تھا میں نے اس امر کو واضح کر دیا ہے کہ میں حضرت مرزا صاحب کے متعلق جزوی یا ظلی یا مجازی نبی کا لفظ کن معنوں میں استعمال کرتا ہوں۔ میری یہ تشریح خواہ کسی کے نزدیک غلط ہو یا صحیح۔ امر حلف میں یہ ایک غیر ضروری سوال ہے کہ میں نے اپنی حلف میں جزوی۔ یا ظلی۔ یا مجازی نبی کے یہ معنے لئے ہیں۔ حلف اٹھانے والا تو حلف میں کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو ظلی۔ جزوی۔ مجازی۔ بروزی کمال الدین کے بیان کردہ معنوں میں مانتا تھا یا نہیں۔ مجھے اس بحث کی ضرورت یہاں اس لئے پڑی ہے کہ مفتی صاحب مکرم نے جن وجوہ پر میرے مطالبہ کردہ حلف کو سر دست ٹالنے کا انتظام کیا ہے جس میں ایک وجہ انہوں نے یہ بھی لکھدی ہے کہ میں نے تجویز کردہ الفاظ حلف گول مول لکھدئے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر میں حضرت آقا خدا بیننا سا

صاحب کے متعلق لفظ جزوی نبی استعمال کریں تو کیا تیرے مطالب کے سمجھنے میں ایک سلیم المزاج کو کوئی بھی شبہ رہجاتا ہے لیکن اگر کوئی بالمقابل الفاظ ظلی بروزی مجازی کے مشہور لفظی معنے بھی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا تو کیا لفظ **جزوی نبی** بذات خود کافی طور پر شرح نہیں۔ جزو تو کل کے برابر نہیں ہوتا۔ کسی چیز کی جزو تو کل کے مقابل ناقص ہی ہوتی ہے۔ پھر جس نے حضرت اقدس کی شان میں جزوی نبی کہدیا اس نے یہ ظاہر کر دیا۔ کہ نبوت کے کل اجزا آپ میں نہیں۔ اگر جزوی نبی سے مراد یہی پورا نبی ہوتا ہے۔ تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کا نام لو جسکو جزوی نبی کہا گیا ہو۔ جس سے سمجھ آئے کہ میرے الفاظ میں ابہام تھا یا دھوکا تھا۔ حیرت آتی ہے کہ ان دوستوں کو کیا ہو گیا میں کہتا ہوں حضرت مرزا صاحب جزوی نبی ہیں۔ اور مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ تم نے پبلک کو دھوکا دینا چاہا ہے۔ اچھا اب میرے اُن الفاظ کو دیکھ لو جو میں نے اشتہار میں لکھے ہیں وہو ہذا:۔

"اول حضرت مسیح موعود جناب مرزا صاحب ظلی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب جزوی نبی نہیں بلکہ کامل نبی ہیں۔"

پھر اسکی تشریح میں میرا خود حلف دیکھ لو۔ جو حسب ذیل ہے۔ "میں خدا کو حاضر ناظر جانکر شہادت دیتا ہوں کہ حضرت صاحب کی وفات کے دن تک میرا یہ کبھی عقیدہ نہیں رہا کہ اعلیحضرت مرزا صاحب کامل نبی تھے یا امر نبوت میں وہ آنحضرت صلعم کے برابر تھے۔ بلکہ جو حضرت اقدس سے خود سنا یا انکی تصانیف پڑہیں۔ اس سے یہی میرا عقیدہ رہا۔ اور اب **یہی ہے**۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو جو نبوت خدا تعالے نے عطا کی وہ ایک جزوی ظلی مجازی بروزی نبوت تھی نہ حقیقی۔ یہ اس قسم کی نبوت ہے جو حسب مدارج کامل افراد امت کو ملی ہے۔ اور ملتی رہیگی۔ اور یہ وہ نعمت ہے کہ جس کے حاصل کرنیکا دروازہ ہر ایک امتی کے لئے کھلا ہے والا نبوت مستقلہ اور حقیقی آنحضرت صلعم کی ذات تک ختم ہو گئی ہے۔"

اب ان دونوں عبارتوں کو یکجا پڑھو۔ یہ ایک ہی اشتہار میں ہیں اور اشتہار کے ایک ہی صفحے پر ہیں۔ کیا ان الفاظ کا لکھنے والا اپنی منشا کو مبہم کر رہا ہے یا کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ کیا یہاں مفتی صاحب کو الفاظ جزوی۔ ظلی۔ بروزی۔ مجازی۔ مترادف طریق پر استعمال شدہ نظر نہیں آتے اور انکے مقابل کامل۔ مستقل۔ اور حقیقی۔ ہم معنے استعمال شدہ سمجھ نہیں آتے۔ کیا آج تم بھی نبوت مرزا صاحب کو میری طرح جزوی نبوت سمجھتے ہو۔ اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے جیسے کہ پہلے تھا۔ چنانچہ حضرت مخدوم سید محمد احسن صاحب امروہی نے رامپور کے مباحثہ کی روئداد میں ہمارا ہی عقیدہ تسلیم کیا۔ تو پھر اگر نبوت حضرت مرزا صاحب ایک جزوی نبوت ہے تو یہ نبوت تو حقیقی معنوں میں نبوت نہیں کہلا سکتی۔ اس میں تو ایک رنگ نبوت کا ہے اسی کا نام تو جزو۔ اور مجاز۔ اور ظل اور بروز ہے۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ مفتی صاحب معمولی عبارت سمجھنے کی بھی کوشش نہیں کرتے۔ نہیں وہ اسکے قابل تو ہیں۔ ہاں حلف ٹا لنے کے لئے کوئی نہ کوئی سامان تجویز کرنا تھا۔ اور کوئی صورت رکھانی تھی کہ جس سے یہ لوگ کسیکی نیت پر حرف رکھ سکیں اور دوسروں کے متعلق ناشائستہ الفاظ لکھ سکیں۔

میرے اشتہار کو پڑھو۔ کس شرافت اور نیک نیتی سے یہ اشتہار لکھا گیا۔ کیا یہ اشتہار اس نا ملائم سلوک کا مستحق تھا۔ جو ان اصحاب قادیان نے کیا۔ بیشک ان آریہ سماجیوں کی طرح جو اپنی خوبی تو بیان کرنا نہیں جانتے اور سماج کے پیروں کی توجہ۔ دوسروں کی نکتہ چینی عیب شماری۔ دوسروں کو برا بھلا کہنے میں لگا رکھتے ہیں۔ یہی طریق قادیان کی تحریرات کا علی العموم ہے۔ کیا میرا یہ اشتہار جس میں حلف خدا کے نام پر طلب کیا گیا اور صرف اُن عقاید کے متعلق جن کا تنازعہ ہو رہا ہے۔ اور جن عقاید نے سلسلہ میں تباہی کے آثار نظاہر پیدا کر دیئے ہیں جا سکتا ہے۔ اگر کسی ناسمجھ نے ایسے ایسا کہا بھی تو کیا میاں صاحب اپنی خوشنودئ مزاج اسی میں سمجھتے تھے۔ کہ ایسی تحریریں اپنے مملوکہ اخبار میں نکالیں کچھ سمجھو تم کو کیا ہو گیا۔ کیا حضرت اعلے کے وقت میں ایسی شرمناک تحریریں اور تو اور غیر احمدی مخالفوں کے متعلق نکلتی تھیں۔ یا کبھی حضرت اعلیٰ اس گندے لٹریچر کو پسند کرتے تھے۔ جو تم آجکل احمدیوں کے متعلق نکالتے ہو۔ کیا مفتی صاحب وہی مفتی صاحب ہیں جو بدر کے اڈیٹر رہ چکے ہیں۔ کیا یہ وہی شخص ہے جس نے "ہمارے پرانے دوستوں کو پیغام" کے عنوان پر ابھی ایک دوسرا اشتہار نکالا ہے۔ اگر یہ وہی ہے۔ تو پھر اس اشتہار زیر بحث میں اسکی شرافت کو کون چرا کر لے گیا۔ کیا تم لوگ عالم الغیب ہو اور دوسروں کی نیات سے واقف ہو جو میری چالاکی اور بدنیتی کا الزام لگاتے ہو۔ کیا تم کو شرافت کے ساتھ مخاطب کرنا بھول گیا ہے۔ کیا گالیاں دینے کے لئے قادیان میں بعض دیگر اخبار نویس پہلے سے موجود نہیں اور باہر سے نہیں آگئے۔ جو مفتی محمد صادق جیسا متین انسان بھی ان بدزبانوں کی شاگردی کرنے لگا۔ مفتی صاحب کیوں اپنی شرافت کو چھوڑنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ ہاں اگر میاں صاحب ایسی تحریروں سے ہی خوش ہو سکتا ہے تو پھر ہم آقا اور ملازم کے معاملہ میں دخل نہیں دیتے وہ معاملہ مجبوری ہے۔ بہر حال اب میں نے اپنے حلف کے الفاظ کو واضح کر دیا۔ میری سب الفاظ میں لفظ جزوی نبی ایک ضروری لفظ ہے اور اس کے مقابل لفظ کامل ہے۔ میں مجازی۔ ظلی۔ بروزی صرف اسکو کہتا ہوں جسمیں نبوت کی پوری صفات نہوں۔ بلکہ اس میں نبوت کا رنگ ہو۔ میاں صاحب مکرم کی تجویز کردہ اصطلاح کچھ بھی ہو ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ جو حلف لے وہ میری تشریح کے مطابق لے۔ اور شائبہ سے بچنے کے لئے میری تشریح کی طرف اشارہ کر دے۔ سمجھنے والے کے لئے تو میرے اشتہار کے بعد جو کارروائی میاں صاحب اور اُن کے متبعین سے ہوئی۔ وہ کافی ہے۔ ان سب باتوں سے پایا جاتا ہے کہ یہ لوگ اس حلف کے ٹالدینے کی فکر میں ہیں۔ خدارا انصاف کرو میں کس سے حلف خدا کے نام پر ایک امر متنازعہ پر طلب کروں اور میاں صاحب کے اخبار میں ذیل کے الفاظ نکلیں۔

"ہمارے احباب خواجہ صاحب کو فرداً فرداً جواب ندیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے بارہ میں جو حلفیہ شہادتیں خواجہ صاحب نے ان دنوں احمدی برادران و بزرگان ملت سے طلب کی ہیں۔ انکی نسبت جدا جدا طبع آزمائی کی ضرورت نہیں سلسلہ عالیہ کے مرکز اور مقام خلافت ہی سے سب کا یکجائی جواب انشاء اللہ کافی و تشفی بخش ہو جائیگا۔"

مجھے تو اس بیباکی اور جرأت پر بھی حیرت آتی ہے کہ جس نے یہ الفاظ الفضل میں لکھوائے کیا یہ حکم کسی تقوی کی بنا پر ہے۔ کیا ولا تکتموا الشهادة کے حکم کی عزت اس مذکورہ بالا اعلان سے باقی رہجاتی ہے کیا معاملہ حلف بھی طبع آزمائی ہے پھر اگر مفتی صاحب میں کچھ بھی جرأت ایمانی ہوتی تو جیسا میں نے میاں صاحب کے اس طریق عمل پر جو تقوی سے دور ہے اعتراض کیا تو یا تو مجھے لکھتے کہ تمہارا اعتراض غلط ہے۔ یا میاں صاحب سے دریافت کر کے ہمیں اطلاع دیتے کہ یہ طریق عمل کہاں تک قرآن کے ماتحت ہے یہ یاد رہے کہ الفضل میں جو نکلے اس کے ذمہ وار میاں صاحب ہیں۔ ہاں اگر کوئی حق میاں صاحب کو میرے اشتہار پر جماعت کو متنبہ کرنیکا پہنچتا تھا۔ تو وہ یہ تھا کہ وہ اپنے متبعین کو اطلاع دیتے کہ خواجہ کا اشتہار اور اس کے تجویز کردہ الفاظ مبہم ہیں۔ اور غلطی کا موجب ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ہمارے احباب حلف لینے میں جلدی نہ کریں۔ حلفیہ بیان وہ ضرور دیں۔ لیکن ہم نے چند شرائط اس حلف کے متعلق ابھی لگائی ہیں۔ وہ ہمیں لگا لینے دیں اور انتظار کریں۔ نہ یہ کہ خلاف قرآن یہ اعلان کیا جاوے کہ ہمارے احباب حلفیہ بیان ندیں **حلف پر طبع آزمائی نکریں**۔ کیونکہ ہم

سب کی طرف سے قسم کھالیں گے۔ کفارہ کا مسئلہ تو سابق ضالین میں موجود تھا۔ اب دیکھئے کفارہ کا قائم مقام ہمارے احباب میں کس رنگ میں پیدا ہوتا ہے۔ حلف کی قائم مقامی تو شروع ہو ہی گئی ہے۔ اسی طرح مفتی صاحب مکرم اگر اپنی اصلی خدا داد طبیعت سے کام لیتے تو ان کا جواب یہ ہونا چاہئے تھا۔ کہ خواجہ صاحب کے تجویز کردہ الفاظ اسکا مغالطہ کا موجب ہو سکتے ہیں۔ وہ الفاظ درست نہیں پہلے خواجہ ان الفاظ کی تشریح کردیں۔ ہم حلف لینے کو تیار ہیں۔ اور بالمقابل ہمارے بھی چند حلفیہ مطالبات ہیں۔ انکو مان لیں تو وہ تیار رہے۔ یہ شریفانہ اور سچا طریق تھا۔ اور یہی تقویٰ کے نزدیک صحیح تھا۔ لیکن یہ طریق وہ اختیار کرتا جسکو کوئی فیصلہ کرنا منظور ہوتا۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ جہاں جہاں الفضل جاتا ہے۔ وہاں وہاں اس کے مقابل اسکی تردید نہیں پہونچتی اس لئے ہمیشہ انکا دستور العمل رہا ہے۔ کہ غلط واقعات اور الزامات فریق مقابل پر لگاتے رہتے ہیں۔ صرف اس جرأت سے کہ فریق مقابل لاکھ تردید کرے بوجہ بالا اسکا اثر ہی کیا ہے جو الفضل نے اثر کردیا وہ کردیا۔ یہ ایک نازیبا طریق ہے جو ان لوگوں نے علی العموم اختیار کر رکھا ہے۔ یہی طریق مفتی صاحب نے یہاں اختیار کیا ہے۔ مفتی صاحب نے جن وجوہ سے حلف طلب کردہ ٹالنی چاہی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ مفتی صاحب میرے متعلق لکھتے ہیں۔

(۱) یہ کہ میں نے بدنیتی اور چالاکی سے حلف میں ذو وجہین الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور حلف لینے والوں کو مغالطہ دیا ہے۔ (۲) میاں صاحب نے مجھ سے ایک معاملہ میں حلف طلب کی تھی۔ میں نے وہ حلف نہیں لیا۔ اس لئے مجھے حق ہی نہیں پہونچتا کہ میں کسی اور سے حلف طلب کروں۔ (۳) ہم سے اور معاملات میں میاں صاحب مزید حلف چاہتے ہیں جب تک ہم مزید حلفیہ بیانات دینے کی آمادگی ظاہر نہ کرلیں۔ تب تک مفتی صاحب حلف لینے کو تیار نہیں۔ (۴) میں نے جو نام بغرض شہادت تجویز کئے ہیں۔ ان میں بعض پر یہ صادق نہیں آتا۔ کہ وہ برسوں حضرت اعلیٰ کی خدمت میں رہے اس میں بھی میں نے چالاکی کی ہے۔ شہادت تو برسوں کے فیض یافتہ کی طرف منسوب کی اور گواہ ایسے نہیں تجویز کئے۔ (۵) میں نے یکصد سے شہادت طلب کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ حالانکہ فہرست میں سو سے کم نام ہیں۔ (۶) احمدیت درکنار میرے اسلامی عقاید بھی اب متزلزل ہو چکے ہیں میں ایک قسم کا ہنود اسکریوطی ہوں اسلئے میری کارروائی التفات کے قابل نہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تحریر ہے ان لوگوں کی جو اس وقت اس سلسلہ حقہ کے قائم مقام اپنے آپ کو سمجھتے ہیں جو فی الواقعہ ہمام اسلام پھیلانے کے لئے خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ہے۔ علوم اسلام سے شاید یہ لوگ وہ چند لفظی بحثیں سمجھ رہے ہیں۔ جو انہوں نے سلطان القلم کی تحریروں سے غلط طور پر اخذ کرلی ہیں۔ ان کی شرعی اور اسلامی معلومات کے لئے تو یہ اشتہار ہی کافی ہے۔ ان امور سے میں بیشک امر اول امر متنازعہ سے تو ضرور کچھ تعلق رکھتا ہے کیونکہ حلفیہ شہادت دینے والا کا حق ہے کہ وہ حلف کے مجوز سے الفاظ حلف کی تشریح کرالے اور اپنے بیان کو ہر قسم کے ابہام سے پاک کرلے لیکن باقی جس قدر امور مفتی صاحب کے اشتہار میں ہیں۔ ان کو حلف سے شرعاً از روئے تقویٰ اور عقلاً کچھ بھی تعلق نہیں۔ لیکن ہم گلہ کریں تو کس پر۔ یہ تو وہی لوگ ہیں جو خدا کے نام پر طلب کردہ ایک حلف کو فعل شیطانی قرار دیتے ہیں اور حلف لینے والے کو حلف لینے سے روکتے ہیں اور اسکو کہتے ہیں کہ تم طبع آزمائی کرو ہم تمہاری جگہ اس حلف میں طبع آزمائی کریں گے۔ میں تو اس وقت تک سمجھ نہیں کہ حلفیہ بیان اور طبع آزمائی دو الگ الگ امر ہیں۔ حلف کے متعلق طبع آزمائی تو وہ کرتا ہے جس نے اصلیت کو ملبہ کر دینا ہو۔ حلفیہ بیان کوئی رائے کا اظہار نہیں ہوتا۔ بلکہ امر واقعہ کا بیان ہوتا ہے جسکو جو معلوم ہو غلط یا صحیح وہ من وعن بیان کردے۔ ان کو اس قدر بھی علم نہیں کہ ایک کی جگہ دوسرا حلفیہ بیان نہیں دے سکتا۔ کسیکو کیا معلوم ہے کہ حلفیہ بیان دینے والے کی دلی کیفیت یا معلومات معاملہ حلف میں کسی خاص وقت کیا تھی۔ جن لوگوں کو شریعت اور فقہ کا اسقدر علم ہو اور جو حلف میں اور رائے میں تمیز کرنے کی کوشش بھی نکریں۔ اگر ایسے لوگوں کے مشورہ کے بعد اس قسم کا اشتہار مفتی صاحب کی قلم سے نکلے تو کیا تعجب ہے۔ ہمیں اگر مفتی صاحب پر تعجب آتا ہے تو صرف اسقدر کہ جو طرز تحریر اور زبان اس اشتہار میں استعمال کیگئی ہے دل نہیں چاہتا کہ وہ مفتی صاحب کی طرف منسوب کی جاوے۔ اشتہار کی تحریر سلامت طبع اور متانت سے بہت دور ہے۔ اور اگر مفتی صاحب نے اشتہار خود لکھا ہے تو مفتی صاحب مکرم اس روش کو چھوڑ دیں۔ وہ اقادیان کے بعض دیگر اخبار نویس اپنے طریق عمل سے کسی کا کیا نقصان کر سکتے ہیں جو مفتی صاحب کرینگے۔ دیکھو کرم مفتی صاحب آپ نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ اصول حلف کے خلاف لکھا ہے آپ تحریر جو جو شرائط تجویز کی ہیں ایسی کوئی شخص بھی عند الشرع عند القانون عند التقویٰ عند العقل حلف لینے سے بچ نہیں سکتا مثلاً اگر آپ کسی عدالت میں ہوں اور آپ سے کوئی امر حلفاً پوچھا جاوے تو آپکا یہ تو حق ہے کہ آپ اس امر کی تشریح کرالیں جس کے متعلق آپنے بیان دینا ہے لیکن اگر آپ جواب میں یہ کہیں کہ میں حلف نہیں لیتا اور حلفیہ بیان بھی نہیں دیتا کیونکہ جو مجھ سے حلفیہ بیان طلب کرتا ہے اسکی نیت نیک نہیں ہے۔ وہ چلن کا اچھا نہیں یا اسکے عقاید صحیح نہیں۔ یا اس نے ہمارے مطالبہ پر اس سے پہلے حلفیہ بیان نہیں دیا تھا۔ یا وہ پہلے خود حلفیہ بیان کسی دیگر امر متفسرہ پر دیا وہ اقرار کرے کہ وہ بالمقابل میرے کسی اور امر پر حلفیہ بیان دیگا۔ یا وہ ایک طرف حلفیہ بیان دے تو دوسری طرف دوں حلفیہ بیان دیتا ہوں یہی امور ہیں جنکو پیش کرکے مفتی صاحب میر حلف سے بچنا چاہتے ہیں لیکن یہ اعتراضات عدالت کے نزدیک ایک بیہودہ کارروائی اور لغو حجت سمجھی جاویگی مفتی صاحب کو عدالت کہیگی کہ شہادت حلفیہ طلب کنندہ کے اخلاق یا عقاید یا اسکی کسی گذشتہ بدعملی سے تو آپ حلف سے بچ نہیں سکتے اور جو آیندہ کی شرط آپ لگاتے ہیں آپ جب .... شہادت طلب کرینگے اسوقت دیکھا جاویگا اور ایسا ہی بالمقابل حلف بھی امر غیر متعلقہ ہے۔ درست آپ حلف لیں یا نہ لیں یا اسکا حلف کی یادداشت کے لئے طیار رہوں مفتی صاحب آپ خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب جج غازیپور سے دریافت کریں کہ میرے بیان جو کچھ آپکو سمجھایا ہے وہ درست ہے یا نہیں اور یاد رہے کہ یہ امور کوئی قانونی عدالت سے مختص نہیں۔ تمام شرعی فقہی اصول بھی شہادت کے متعلق ایسے ہی ہیں۔ قادیان میں بھی بعض ایسے امور سے واقف ہونگے آپ ان سے دریافت کرلیں۔ لیکن میں آپکے سمجھانے کی ایک آسان راہ نکالتا ہوں اور قرآن سے ہی استدلال کرتا ہوں۔ آپکو یہ تو علم ہوگا کہ لاتکتموا الشہادۃ ایک حکم ربی ہے اس سے انکار کی سزا آثم قلبہ ہے۔ اب بالغرض آپ جو حلف طلب کرنے والا آثم قلبہ کا مصداق ہو چکا ہے تو کیا اسلئے آپ بھی آثم قلبہ کے ماتحت آنا چاہتے ہیں یا بالفرض وہ آیندہ بھی حلف لینے کو طیار نہیں اور اس طرح وہ خدا کے حکم کو پس پشت ڈال رہا ہے تو کیا آپنے اسکی طیاری کرلی ہے کہ آپ بھی اسکی پیروی کرینگے اور قرآن کو پس پشت ڈالدینگے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ اس طلبیدہ حلف کی معیت نے انکو کیوں اسقدر بدحواس کردیا۔ پھر مفتی صاحب آپ یہ بھی کسی واقف امور شرعیہ سے دریافت کریں کہ حلف کس معاملہ پر ضروری ہوتا ہے۔ ہر ایک بیہودہ امر پر حلف لینے سے تو خدا تعالیٰ خود روکتا ہے۔ اور ایک مومن ہر حلف کا مکلف نہیں۔ ایک حلفیہ بیان دینے والے کا حق ہوتا ہے کہ وہ امور غیر متعلقہ کا بیان نہ دے اور لغو سمجھکر ایسے اعراض کرے۔ پہلے آپ کل شرعی امور متعلقہ حلف سے واقف ہو لیں اور بعد میں جو پسند ہو آپ تجاویز کریں۔ مگر جو آپ کے اس اشتہار کی غرض ظاہر بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ حلف نہیں لینگے اور ٹالدینگے۔ اور دراصل سچا حلف لینا موت کا سامنا ہے کیونکہ مختلف شکلوں میں جو آٹھ حلف آپکے لئے تجویز کئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان سے غلط عقائد کا ستیاناس ہو جاویگا اور اصلیت فوراً ظاہر ہو جاویگی مثلاً آپنے خود ہی دیکھ لیا ہوگا کہ اگر میری تجویز دادہ آٹھویں حلف کا جواب کل احمدیوں نے یہ دیا کہ ہم نے ۱۹۱۵ء سے پہلے کبھی سنا نہ سمجھا کہ حضرت صاحب کی تصانیف قبل از ۱۹۰۱ء معاملہ نبوت میں منسوخ اور ناقابل سند ہیں یا ہمارے میاں صاحب مکرم کا اگر یہ بیان ہو۔ (مجھے امید نہیں کہ وہ بیان دیں) لیکن اگر میاں صاحب کا یہ بیان ہو کہ میری توجہ بھی اس امر پر ۱۹۱۵ء کے بعد ہوئی کہ حضرت مرزا صاحب کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تصانیف منسوخ ہیں تو پھر سوچ لو کہ یہ تمہارا ناسخ منسوخ کا مسئلہ کس حد تک قابل رہتا ہے اور پھر جس وقت ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تصانیف کا سوال زیر بحث آگیا تو پھر آپ ہی ...

اور میاں صاحب کے نئے عقائد کی حقیقت کیا رہجاویگی۔ اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ اگر اب تک خدا کے علم میں ہمارے اختلافوں کے خاتمہ کا وقت نہیں آیا۔ تو میاں صاحب کی بھی کوشش ہوگی کہ معاملہ حلف میں روڑا اٹکایا جاوے اور اس کوشش میں اُنکی بہترین کوشش یہی ہوسکتی ہے۔ کہ بالمقابل حلف کا مطالبہ ہم سے کیا جاوے اور فریق مقابل کے سامنے بعض ایسے لغو امور پیش کئے جاویں جن سے اعراض کرنا ایک مومن کا شرعی فرض ہے۔ اور جب وہ اس حلف سے اعراض کرے۔ تو آپ کو یہ کہنے کا موقعہ ملجاوے کہ چونکہ آپ حلفیہ بیان نہیں لیتے۔ اس لئے ہم بھی حلفیہ بیان نہیں دیتے۔ اسی وجہ پر میں نے کہا ہے۔ کہ آپ پہلے حلف کے متعلق کسی فقیہہ سے دریافت کریں۔ کہ کن امور میں کوئی شخص حلف لینے پر شرعاً مجبور ہوسکتا ہے۔ اور کن باتوں کو وہ لغو قرار دیکر حلف سے سبکدوش ہوجاتا ہے۔ آخر لغو اور بیہودہ قسموں سے پرہیز کرنا تو خود قرآن کا حکم ہے۔ ایسے لغو مطالبہ حلف کی مثال میں آپ کو آگے چلکر دونگا۔ اور یہ وہی ہے جو مجھ سے پہلے طلب کی گئی تھی۔ ہم میں اور آپ میں چند امور متنازعہ ہیں۔ اُن امور متنازعہ کے متعلق آپ بیشک حلف کے ذریعہ تشفی کرلیں یا کرادیں۔ ہم ہر وقت ایسا حلف لینے کو تیار ہیں جو ہم میں اور آپ میں متنازعہ امور کے متعلق ہو۔ ہم میں آپ میں کوئی شخصی تنازعہ نہیں۔ کسی کی ذات کسی کا چلن۔ کسی کا ذاتی معاملہ ہم میں اور آپ میں زیر بحث نہیں۔ ہم میں آپ میں صرف اس وقت چند عقائد اور کچھ مسئلہ کا تنازعہ ہے اور کیا

ان کے متعلق حلف دینے کو تیار ہیں کہ ہم نے ان کی حقیقت کیا سمجھ رکھی تھی . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . . ہاں میں کسی بیہودہ یا لغو امر کی طرف توجہ بھی نکروں گا۔ اور کسی ایسے امر کو زیر بحث نہ لاؤنگا۔ کہ جو مجھ میں اور آپ لوگوں میں متنازعہ نہیں لیکن اگر میں یہ امور بھی تسلیم نہ کروں۔ تو بھی مفتی صاحب کے مطالبات بالکل خلاف شرع ہیں۔ ہم حلف لیں یا نہ لیں۔ ہم خدا کے آگے جوابدہ ہیں مفتی صاحب حلف سے نہیں بچ سکتے۔ اُنہوں نے کیوں آثم قلبہ کے لئے طیاری کرنیکا ارادہ کرلیا ہے۔ مفتی صاحب غور کرو۔ یہ آپ لوگوں کو کیا ہوگیا۔ کیوں فیصلے کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہو۔ حلفیہ بیان دو۔ اگر ہم غلطی پر ہوں تو آپ تینوں کے حلفیہ بیانات سے شاید کسی کی اصلاح ہوجاوے۔ آپ کی ان باتوں سے

تو مجھے اسوقت ایک اور شبہ کیا ظن غالب ہو رہا ہے کہ اب محض معاملہ حلف کو ٹالنے کے لئے میری مذکورہ بالا تشریحات نبوت جزئی زیر بحث لائی جاوینگی اور اسکے علاوہ میری اس تحریر سے اور امور انتخاب کرکے قیل وقال کا دروازہ کھولدیا جاویگا۔ اور اسکا مقصد صرف یہ ہوگا۔ کہ میاں صاحب کے متلقین کو ایک شغل ملجاوے۔ حلف کا معاملہ توشت ربود ہوجاوے۔ اور بحث کا دروازہ اتنا وسیع ہوجاوے کہ مجھ جیسے عدیم الفرصت کو ان امور سے اعراض کرنا پڑے۔ اس لئے میں دیگر احمدی بھائیوں کی خدمت میں جنسے شہادت طلب کی ہے۔ عرض کرتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک پر یہ شہادت قرآناً فرض ہے۔ تم میں سے ہر ایک نے خدا کے آگے جانا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو خدا کی کتاب کہتی ہے۔ ولا تکتموا الشہادۃ۔ تم اپنے ایمانوں کو بچاؤ۔ اگر تم اس شہادت دینے کے معاملے کو میاں محمود احمد صاحب کے فیصلہ پر منحصر رکھتے ہو تو تم سخت گناہگار ہو۔ تمہارے امتحان کے لئے یہ وقت نکل آیا۔ کہ تم ثابت کرنا ہے۔ کہ تم پیر پرست نہیں۔ بلکہ خدا پرست ہو۔ دیکھو تمکو بار بار کہتا ہوں۔ کہ میاں صاحب مامور نہیں۔ معصوم عن الخطا نہیں۔ تمہاری جماعت کے معاملات کا ایک منتظم ہے۔ تم اس کی اطاعت صرف اسی حد تک کرنے کے شرعاً پابند ہو۔ جو قرآن اور اسلام کے مطابق ہو۔ اور جہاں یہ خلاف قرآن کہے۔ اس میاں اس کو لا سمعاً و لا طاعۃ کہنا سیکھو۔ اس تمہارے طریق عمل سے اس کا بھی فائدہ ہوگا۔ اغلباً میاں صاحب کے ایماء سے تو تمکو علم ہوچکا ہے کہ حلفیہ بیان مت دو۔ اور لا تکتموا الشہادۃ کے حکم خدا کی پرواہ نہ کرو۔ لیکن تم اپنے ایمان کو بچاؤ۔ اور اس بات پر بھی غور کرو۔ کہ میاں صاحب نے کہاں تک اس معاملہ میں تقوےٰ پر قدم مارا ہے الفضل میں جو نکلے وہ میاں صاحب کیطرف سے سمجھا جاویگا۔ اور اگر یہ انکی طرف سے نہیں۔ تو کیوں وہ تردید نہیں کرتے؟ اور ایسے بزرگ کی باتیں کہاں تک قابل اتباع ہیں۔ کیا کوئی شخص اگر تم سے تمہارے اسلام کا ثبوت مانگے۔ اور اسکا سہل ثبوت یہ ہے۔ کہ تم کلمہ شہادت پڑھکر خدا کی توحید اور آنحضرت صلعم کی رسالت کی شہادت دو۔ تو کیا تم اس طلب شہادت پر میاں صاحب کا منہ دیکھوگے۔ کہ وہ کلمہ شہادت کے پڑھنے کی تمکو اجازت دیتا ہے یا نہیں۔ یا اگر میاں صاحب تمکو یہ حکم دے کہ تم یہ شہادت مت دو۔ میں تم سب کی طرف سے تمہارے اسلام کی شہادت کلمہ شہادت پڑھکر دیدونگا۔ یا بالفرض وہ یہ کہے۔ کہ پہلے تم سے کلمہ پڑھانیوالا خود کلمہ پڑھلے اور جب تک وہ کلمہ نہ پڑھے۔ تو تم کلمہ شہادت نہ پڑھنا۔ اب تم خود ہی فیصلہ کرو کہ کیا ایسے مرشد کی باتیں تم قبول کروگے اور تمہارا ایمان

معاملات میں اُس کی اطاعت کرنا مطابق قرآن ہوگا۔ سوچو کہ تم ان جھگڑوں میں کیا کروگے۔ اب یہ بھی عنداللہ شہادت ہے۔ جو میں تم سے مانگتا ہوں۔ اور اس شہادت کے مقابل یہ احکام اور یہ طریق جو قادیان سے تجویز ہوا ہے۔ وہ کہاں تک صحیح ہے۔ اے ہوشمندو! فکر کرو۔ غور کرو پیر پرستی کے نتائج بد سے بچو۔ جماعت پر ایک سردار کا ہونا تو ایک ضروری امر ہے۔ وہ تم کو مبارک۔ لیکن وہ سردار۔ صرف سردار ہو۔ وہ معصوم عن الخطا نہیں ہوسکتا۔ اس کے حکم جو خلاف قرآن و حدیث ہوں۔ اُس کے منہ پر مارو۔ اور اُس کو ہوش میں لاؤ۔ ورنہ تمہاری پیر پرستانہ تقلید نہ صرف تمکو بھی تباہ کریگی بلکہ میاں صاحب میں بھی کوئی قابل رشک اخلاق پیدا نہیں کریگی۔ دیکھو تمہاری ان باتوں نے میاں صاحب سے کیا کچھ کہا یا۔ میاں جمال الدین کی لڑکی کے خطبہ نکاح پر میاں صاحب کہاں سے کہاں پہونچ گئے ہیں اس خطبہ کو پڑھو سمجھو۔ غور کرو۔ اگر ایسی باتوں سے ہی احمدیت کی کامیابی ہے۔ تو سمجھ گئی پوری۔ جلا لیوے گولڑہ جاکر دیکھو وہاں یہ تمام باتیں قادیان سے بہت بڑھ چڑھ کر پائیگے۔ اسلئے میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ میرا تجویز کردہ معاملہ حلف جہاں ایک طرف تمہارے امتحان کا موقعہ نکالتا ہے کہ آپ پیر پرست بنتے ہیں یا خدا اور قرآن پرست۔ دوسری طرف آپ لوگوں کو یہ سمجھنے اور غور کرنے کا موقعہ دیتا ہے کہ میاں صاحب کہاں تک امور متنازعہ میں فیصلہ کرنے پر طیار رہیں۔ اور ان کا طریق عمل کہانتک مطابق شرع ہے میں مفتی صاحب کے دیگر امور مذکورہ اشتہار الفضل کیطرف توجہ کرتا ہوں۔ حلف سے بچنے کیلئے مفتی صاحب نے ایک گذشتہ واقعہ کیطرف اشارہ کیا ہے جسکا صاف کردینا بہار ضروری معلوم ہوتا ہے مفتی صاحب یوں لکھتے ہیں:۔

"دوسری شرط یہ ہے کہ ہماری طرف سے پہلے آپ پر اور آپ کی پارٹی کے بعض ممبروں پر بعض سوالات ہوچکے ہیں مگر آپ لوگوں نے جواب سے پہلو تہی کیا۔ چنانچہ آپ سے بھی حلفیہ شہادت اس امر کی طلب کی گئی تھی۔ کہ آپ نے جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی حضرت فضل عمرؓ پر یہ الزام لگایا تھا کہ انہوں نے خلیفۃ المسلمین بننے کے لئے گورنمنٹ پنجاب کو چٹھی لکھی ہے اور آپ نے لوگوں کے پاس ظاہر کیا تھا کہ معتبر ذریعہ سے یہ خبر پہونچی ہے۔ اس کے متعلق اپنی حلفیہ شہادت شائع کرو۔ مگر آپ اس حلفیہ شہادت سے پہلو تہی کرکے خود آثم قلبہ کے مصداق ہوگئے۔ جب آپ خود آثم قلبہ کے مصداق ہیں تو آپ کو کیا حق پہونچتا ہے کہ دوسروں سے شہادت طلب کریں +

کسی کے آثم قلب کے نیچے آجانے سے اُس کا حق طلب شہادت نہ شرعاً اور نہ قانوناً زائل ہوتا ہے۔ مفتی صاحب کو چاہیئے تھا کہ بجائے اس کے یُوں لکھتے کہ چونکہ آپ آثم قلب کے ماتحت ہیں ہم بھی ویسا ہی بنا دیں گے۔ اور قسم نہیں کھاویں گے۔ ہاں تم پہلے اس زد سے نکلو۔ تو پھر ہم بھی آپ کے قدم پر قدم رکھیں گے۔ ورنہ جو تم نے کیا ہے۔ اب ہم بھی وہی کریں گے۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ میاں صاحب پر چٹھی بھیجنے کا الزام میں نے بھی لگایا۔ اور اُس کے متعلق وہ ہم سے حلفیہ بیان چاہتے ہیں اور اُنہوں نے پہلے بھی ایسا مطالبہ کیا تھا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میاں صاحب پر جب یہ الزام تھا تو بیشک میاں صاحب کا حق تھا کہ اپنے الزام لگانے والوں کو یا تو عدالت میں کھینچتے۔ یا اُن سے خدا کے سامنے حلف طلب کرتے۔ اور سب سے احسن طریق یہ تھا کہ میاں صاحب معاملہ متنازعہ میں خود حلف لیکر پہلے اپنی بریت کرتے پھر اپنے الزام دہندگان سے حلف طلب کرتے۔ جیسے کہ میں نے اس مطالبہ حلف میں طریق اختیار کیا ہے۔ اب میں مفتی صاحب سے پوچھتا ہوں۔ کہ آپ کو یقین اور علم ہے کہ میں نے کوئی الزام میاں صاحب پر لگایا۔ کہ میاں صاحب نے کوئی درخواست دی؟ اگر مفتی صاحب کو علم نہیں تو پھر کس تقوے کی بنیاد پر مفتی صاحب نے لکھدیا کہ میں نے الزام میاں صاحب پر لگایا۔ لیکن مفتی صاحب پر تو اس وقت پیر پرستی سوار ہے۔ خیر میاں صاحب اُن کے مرشد نے کس تقویٰ کی بنا پر مجھ پر الزام لگایا تھا۔* مفتی صاحب! ہوش سے اپنے مرشد کے اُس اشتہار کو پڑھو۔ جس میں اس الزام کا ذکر ہے۔ پھر اُن شہادتوں کو پڑھو جن کی بنیاد پر وہ اشتہار نکلتا ہے۔ میرے پاس وہ اشتہار اسوقت یہاں موجود نہیں۔ کہ میں اُس کی نقل یہاں دیدیتا۔ لیکن مجھے خوب یاد ہے کہ میاں صاحب کی جمع کردہ شہادتوں میں یہ ذکر تو ضرور ہے۔ کہ میرے مکان پر اس قسم کی گفتگو ہوئی تھی یا میاں صاحب کے گورنمنٹ میں درخواست دینے کا چرچا ہو رہا تھا۔ لیکن اُن شہادت دہندگان میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا۔ کہ یہ خبر کمال الدین کے منہ سے ہم نے سُنی ہے۔ یا کمال الدین یہ کہہ رہا تھا۔ کہ مجھے میاں صاحب کی چٹھی کا علم ہے یا میں اُس چٹھی کو دیکھ آیا ہوں۔ یا اُس کے متعلق تحقیق کر آیا ہوں۔ واقعہ صرف اسیقدر ہے کہ ایام جلسہ میں یہ خبر (خدا کو ہی علم ہے کہ سچ ہے یا غلط) احمدیہ بلڈنگس میں چکر لگا رہی تھی۔ مختلف مکانات میں مہمانوں کے اُتارنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ میرے مکان میں بھی پچیس تیس فرودگش تھے۔ وہاں بھی یہ خبر زیر گفتگو تھی۔ اور ہمیں حیرت بھی ہو رہی تھی۔ کہ میاں صاحب اب کہاں سے کہاں پہنچ رہے ہیں۔ اور ہمیں اس خبر کی صحت کے متعلق ظن بھی تھا کیونکہ میاں صاحب کا طریق سابق اس پر دال تھا۔ ان سب امور کی تشریح میاں صاحب کے مطالبہ پر سید محمد حسین شاہ صاحب نے اُسی وقت کر دی اور ایک اشتہار دیدیا تھا۔ جسکو حاشیہ پر درج کر دیا جاتا ہے۔ اب اگر کچھ بھی تقویٰ ہے۔ تو ان سب امور پر انصاف سے غور کرو۔ اور سوچو کہ لا تقف ما **لیس لک به علم**۔ پھر اس معاملہ میں میاں صاحب نے کہاں تک عمل کیا۔ اُن کو کس نے کہا کہ میں نے یہ خبر اُڑائی ہے یا وضع کی ہے۔ اُن کی جمع کردہ شہادتوں سے تو یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ پھر کس تقوے کی بنیاد پر میاں صاحب نے اپنے اشتہار میں میرے متعلق یہ لکھدیا ہے کہ میں اس خبر کا ذمہ دار ہوں۔ کیا اس کا نام الزام نہیں۔ الزام تو میاں صاحب نے مجھ پر غلط طور پر لگایا۔ اور اُسی الزام کا آج مفتی صاحب نے اپنے اشتہار میں اعادہ کیا۔ اور حلف مجھ سے طلب ہو۔

سید ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کا تردیدی اشتہار حسب ذیل ہے:-

ایک الزام کا ازالہ

میاں محمود احمد صاحب نے مجھ پر اور میرے بعض احباب پر یہ الزام لگایا ہے کہ ہمنے اُن کے متعلق یہ غلط افواہ اُڑائی کہ میاں صاحب نے گورنمنٹ سے اپنے خلیفۃ المسیح تسلیم کئے جانے کی استدعا کی ہے۔ اور گورنمنٹ نے بالمقابل مذہبی معاملات میں مداخلت سے انکار کیا ہے۔ میاں صاحب نے اس الزام کے ثبوت میں جو انہوں نے ہم پر لگایا۔ اپنے بعض مریدین کے تحریری بیانات اور خطوط درج کر دیئے ہیں جن سب کے پڑھنے سے صرف اسیقدر نتیجہ نکلتا ہے کہ ایام جلسہ میں مذکورہ بالا افواہ یا مبینہ خط وکتابت کا چرچا اس جگہ ہو رہا تھا جس سے ہمیں بھی انکار نہیں۔ لیکن میاں صاحب نے کسقدر تقویٰ کو چھوڑ کر اس معاملہ میں کام لیا۔ کہ کس وجہ ہم پر اس خبر کو افترا کرنے کا الزام لگا دیا ہم اس خبر کے افترا کرنے پر لعنت بھیجتے ہیں اور جو ہمیں اس خبر کا مفتری بنائے اُسکا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں۔ میں خدا کو حاضر ناظر جانکر لکھتا ہوں کہ ہم نے یہ خبر نہیں اُڑائی۔ نہ بنائی۔ ہاں یہ خبر وثوق کیساتھ سُنی۔ اور جو طریق عمل میاں صاحب نے خلافت کے شوق میں اختیار کر رکھا ہے اُس سے اس خبر پر یقین کر لینا ہمارے لئے بالکل ضروری تھا۔ کیا حضرت حکیم صاحب خلیفۃ المسیح کی وفات پر گورنمنٹ میں ایک تار اپنی خلافت کے ثبوت میں نواب محمد علیخاں صاحب کیطرف سے نہیں دلوائی گئی۔ کیا اُس کے بعد پھر ایک وفد گورنمنٹ کی خدمت میں نہیں بھیجا گیا۔ اس کے بعد پھر ایک اور درخواست* نہیں بھیجی گئی۔ اظہار وفاداری تو ہم سب کا شعار ہے اور احمدی جماعت کی وفاداری ایک مسلمہ امر ہے (بقیہ حاشیہ کالم ۳)

بقیہ حاشیہ از کالم ۲:- لیکن احمدی وفاداری ان وفدوں اور درخواستوں کی محتاج نہ تھی۔ میاں صاحب نے اس اشتہار میں نہایت عقلمندی سے کام لیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ مجھے گورنمنٹ سے کسی خطاب کی ضرورت نہیں نہ میں نے کوئی درخواست دی ہے۔ یہ کس نے کہا ہے۔ کہ آپ نے کوئی درخواست طلبی خطاب دی ہے۔ خبر تو یہ ہے کہ آپ نے کوئی چٹھی اپنے خلیفۃ المسیح تسلیم کئے جانے کے متعلق لکھی ہے۔ آپ نے کسی ایسی قسم کی چٹھی بھیجنے سے انکار نہیں کیا۔ اس تمام تنازعہ کا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے بجائے اس کے کہ طلبی خطاب سے انکار کیا کیوں آپ نے اس قسم کی چٹھی لکھنے سے صاف انکار نہیں کیا۔ ہم آپ سے پھر مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ اوّل تو اُس ایڈریس کی نقل شائع کریں جو بصورت وفد آپ نے لاٹ صاحب کی خدمت میں دیا۔ اگر وہ ایڈریس نہ تھا۔ تو جو زبانی عرضداشت کی گئی۔ اُس سے ہو بہو آپ احمدی پبلک کو علم دیں۔ پھر یہ بھی ہمیں اطلاع دیں۔ کہ کیا سوائے اس چٹھی کے علاوہ کوئی اور چٹھی آپنے آجتک گورنمنٹ پنجاب میں نہیں بھیجی۔ اور اگر بھیجی ہے۔ تو آپ اُس کی نقل چھاپ دیں۔ پھر یہ بھی معتبر ذریعہ سے سُنا گیا ہے۔ کہ کوئی خاص چٹھی کلکتہ میں بھیجوانے کا انتظام تھا۔ اس کی صحت سے بھی پبلک کو اطلاع دیں۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ یہ خبریں جو آپ کے متعلق پیدا ہوتی ہیں۔ اور جن میں سے بعض بعد میں صحیح ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ہماری افترا کردہ نہیں۔ ہم مفتریوں پر لعنت بھیجتے ہیں لیکن پھر میاں صاحب کو ہم یاد دلاتے ہیں۔ کہ انہوں نے اس اشتہار کے لکھنے میں تقویٰ سے کام نہیں لیا یہ ہم پر افترا ہے۔ کہ ہم نے یہ خبر افترا کی اور نہ میاں صاحب کے مریدین کی طبع شدہ تحریریں اُن کو ایسا لکھنے کی اجازت دیتی ہیں۔

یہ خبر اگر غلط بھی ہو تو ہم پر اسکا الزام نہیں جبکہ ہم خدا کے نزدیک اس کے بانی نہیں۔ ہاں میاں صاحب نے ہم میں سے بعض پر ایک خطرناک افترا باندھا ہے جسکا ثبوت میاں صاحب سے طلب کیا گیا اور میاں صاحب نے تاحال خاموشی اختیار کی۔ کیا میاں صاحب نے ایک جمعہ کے خطبہ میں یہ اعلان نہیں کیا کہ ہم میں سے بعض نے کوئی چٹھیاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو لکھیں اور اُن میں خیانت کا الزام دیا۔ ماسٹر غلام محمد صاحب سیالکوٹی نے میاں صاحب سے مطالبہ اُن چٹھیات کا کیا۔ میاں صاحب نے کیوں ماسٹر صاحب کے مطالبہ کا جواب نہیں دیا۔ میاں صاحب کی یہ خاموشی اس بات کا ثبوت ہے کہ میاں صاحب نے یہ افترا کیا ہے۔ پس بجائے ہمیں غلط بیانی کا الزام دینے کے آپ اپنے گریبان میں منہ ڈالکر تو دیکھیں۔

* فٹ نوٹ:- اس درخواست کے ہمراہ جو میاں صاحب نے گورنمنٹ کے پاس بھیجی ہے ایک اعلان انگریزی میں ترجمہ شدہ ریویو میں شائع کیا ہے۔ جس پر نام کے آگے Caliph لکھا ہے۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ میاں صاحب کے شوق خلافت کیا کیا باتیں سرزد کرا رہا ہے۔ م م

ہو گیا۔ یہ سمجھا جاوے کہ میاں صاحب انگریزی لفظ Caliph کے مفہوم سے ناواقف ہیں اور ایسا ہی مولوی شیر علی صاحب مترجم۔ یا وہ واقعی کیلیف ہونیکا ادعا رکھتے ہیں۔ میاں صاحب خود کردہ سلسلہ احمدیہ کو گورنمنٹ کی تعلق اُن ملکی معاملات سے نہیں جو کسی Caliph کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ ان باتوں سے سلسلہ کو کسی مصیبت میں مت ڈالو۔ نہ آپ کیلیف ہیں اور نہ ہمارے

اگر یہ خبر میاں صاحب پر واقعی الزام تھی تو میاں صاحب کا بیشک شرعی حق تھا کہ وہ اپنے الزام لگانے والوں سے نہ مجھ سے حلفیہ شہادت طلب کریں۔ لیکن جس نے یہ الزام ہی نہ دیا ہو۔ وہ حلف کس امر کا لے۔ میں جب اس امر کو تسلیم کرتا ہوں تو پھر حلف کی ضرورت ہی کیا ہے کہ میرے مکان میں یہ خبر ضرور اسوقت معرض گفتگو میں آرہی تھی۔ لیکن اگر مجھ سے یہ حلف طلب ہوتا ہے کہ تم اس چٹھی کے متعلق حلف لو۔ تو یہ ایک بیہودہ اور لغو مطالبہ ہے۔ فمن اظلم ممن کتم شہادۃ عندہ میں لفظ عندہ پر غور کرو اگر کسی کو کسی بات کا علم ہو۔ اور پھر وہ بر طلب شہادت اسکو چھپائے تو وہ ظالم ہے۔ لیکن جسکو کسی بات کا علم ہی نہیں۔ اس سے شہادت کا طلب کرنا ایک لغو امر تھا۔ بات یہ ہے کہ میں ولایت سے تازہ تازہ آیا ہوا تھا۔ میں نے میاں صاحب سے ان کے عقائد کا مطالبہ کیا۔ میاں صاحب غالباً اس فکر میں تھے۔ کہ مجھ پر کوئی الزام تراشیں۔ جب یہ چٹھی کا واقعہ ہوا۔ تو جھٹ میاں صاحب نے میرے سر پر یہ الزام تھوپا۔ کہ میں نے یہ افترا ان پر کیا کیا میاں صاحب کو میرے متعلق الہام ہوا تھا کہ میں نے یہ الزام ان پر دیا ہے۔ ان کی جمع کردہ شہادتوں سے تو یہ پتہ نہیں چلتا کہ میں اس خبر کا بانی ہوں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس سے میاں صاحب کی قلبی کیفیت کا پتہ لگتا ہے۔ مفتی صاحب! اب آپنے سمجھا۔ کہ یہ ایک لغو مطالبہ حلف تھا۔ اور شہادۃ عندہ کے ماتحت نہیں آیا تھا۔ اس لئے اس سے اعراض کیا گیا۔ میں یہ تو بیان حلفاً ہی دے سکتا تھا۔ کہ میں نے کوئی خبر مشہور نہیں کی۔ ہاں میں نے یہ خبر ضرور سنی تھی۔ لیکن میاں صاحب کا جو مطالبہ مجھ سے تھا۔ اس کی تو مجھے کوئی خبر نہ تھی اور نہ میاں صاحب نے جو شہادت جمع کی تھی۔ اس سے میں میاں صاحب کے مطالبہ کا ذمہ وار ٹھہرتا تھا۔ میں نے اس وقت درگذر کیا۔ اور احمدی پبلک کو اسطرف متوجہ کرنا نہ چاہا۔ کہ جو شخص ایسے رکیک اور بے تعلق ثبوت سے۔ اور دوسروں پر الزام دینے میں جلد بازی کرتا ہے وہ کہاں تک خلیفہ بننے کے قابل ہے۔ میں نے اس وقت یہ معاملہ نظر انداز کیا۔ جسکو آج مفتی صاحب نے پھر جگا کر مجھ سے مجبوراً یہ کلمات لکھوائے۔ یہ بھی غور طلب معاملہ ہے۔ کہ میاں صاحب نے اسوقت تو جھٹ پٹ شہادتیں لکھوا کر اشتہار شائع کیا لیکن آج کیوں شہادت کی راہ میں یہ روکیں پیدا ہو رہی ہیں۔

ان لوگوں کا یہ ہمیشہ سے مسلک ہے کہ ہم پر یہ الزام دیں۔ کہ ہم اپنے حضرت اقدس کی اولاد کے مخالف ہیں۔ اس طریق سے یہ لوگ مریدین حضرت کے جذبات کو برانگیختہ کر ان کو صحیح استدلال کرنے اور مسائل متنازعہ پر غور کرنے کے قابل نہیں چھوڑتے جب کوئی معاملہ ہماری طرف سے بحث میں آیا اور ہماری دلائل کا ان سے جواب نہ بن پڑا۔ تو جھٹ انہوں نے یہ شور ڈالنا شروع کیا۔ کہ دیکھو۔ ان لوگوں نے اہلبیت پر حملہ کیا۔ یا حضرت کے جگر گوشہ کو تکلیف دی۔ چنانچہ مفتی صاحب نے بھی یہی مسلک اختیار کیا ہے۔ مجھ پر الزام یہ دیا ہے۔ کہ میں نے جہاں یہ لکھا ہے۔ کہ اسوقت احمدی فرقہ میں بحث بچوں کے ہاتھ آگئی ہے۔ اس سے میری مراد میاں محمود احمد ہیں۔ مفتی صاحب! میں یہ کہنا پسند نہیں کرتا۔ کہ آپ بھی لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں شائد آپ نے ذیل کی عبارت کو نہیں پڑھا۔ اب پھر پڑھو۔ اور خط کردہ فقرہ پر غور کرو۔

"فریقین کے سرکردوں کو چھوڑ کر بدقسمتی سے یہ بحث ایسے ہاتھوں میں آ رہی ہے۔ جو اسکے اہل نہ تھے۔ اور تماشہ یہ ہے۔ کہ جن بزرگوں کا میں ذکر کرتا ہوں۔ وہ اسوقت مہر خاموشی منہ پر لگائے بیٹھے ہیں۔ اور حیرت و استعجاب سے دیکھ رہے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اسوقت کے مباحث میں زیادہ تین قسم کے اصحاب نے حصہ لیا ہے۔ الخ"

اس کے بعد میں نے تین قسموں کا ذکر کیا ہے۔ یعنی (۱) وہ جو حضرت اعلیٰ کے وقت سن رشد کو نہ پہنچے تھے وغیرہ وغیرہ۔ (۲) وہ جو حضرت اقدس کے بعد سلسلہ میں آئے۔ (۳) وہ جن کی تحریر اور تصنیف سابق ان کے موجودہ عقیدہ اور بیان کے خلاف ہے۔

یہ جو میں نے اسوقت کے مباحثہ کرنیوالوں کی تقسیم کی ہے۔ وہ میرے علم میں بالکل صحیح ہے۔ الفضل کا فائل اس کا شاہد ہے۔ خواہ اسی ہفتہ کا دیکھ لیا جاوے۔ لیکن ان مباحثہ کرنے والوں کی تقسیم کرنیسے پہلے میں یہ بھی لکھتا ہوں۔ "فریقین کے سرکردوں کو چھوڑ کر" یا تو مفتی صاحب کے نزدیک میاں محمود احمد صاحب جماعت کے سرکردہ نہیں۔ اور اگر وہ سرکردہ ہیں۔ تو پھر مفتی صاحب نے ایک دوسرا الزام مجھ پر صرف اس منافرت کے پھیلانے کے لئے لگایا ہے۔ کہ جس پر اس جماعت کو شاید ناز ہے۔

پھر ایک تیسرا الزام اور مفتی صاحب نے مجھ پر لگا دیا ہے۔ کہ میں نے ابتدا میں تو ان لوگوں سے شہادت طلب کرنی چاہی ہے۔ جو برسوں حضرت کی خدمت میں آتے رہے۔ اور پھر فہرست میں ایسے آدمی دیدیئے ہیں۔ جو حضرت کے پاس مہینوں اور برسوں نہیں رہے۔ اور ایسا کرنے میں بڑی چالاکی کی ہے۔ میں اس پہ بھی یہی لکھتا ہوں۔ جو میں نے پہلے لکھا ہے۔ میں مفتی صاحب کی نسبت عمداً ارادۃً یہ ان کی طرح حملہ نہیں کرتا۔ نہ ان کی ترکی بہ ترکی بدزبانی سے یاد کرتا ہوں میں صرف اسی قدر کہتا ہوں۔ کہ تعصب نے مفتی صاحب کو اس قابل نہیں چھوڑا۔ کہ وہ اردو کی عبارت کو بھی سمجھ لیں۔ میں نے یہ کہاں کہا ہے۔ کہ میری فہرست میں سارے کے سارے اس قسم کے آدمی ہیں۔ میں نے اس فہرست میں ایک ایسی شہادت خاصہ کی بھی تعریف کر دی ہے۔ جو عنقریب مفقود ہونیوالی ہے اور اس پر میرے الفاظ زیر بحث صادق آتے ہیں لیکن جب میں فہرست شاہدین کا ذکر کرتا ہوں۔ تو ذیل کے الفاظ لکھتا ہوں۔

"میں نے اس تحریر کی اغراض کے لئے یکصد آدمی انتخاب کئے ہیں۔ جو ہر دو فریق سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ اس فہرست میں ان دوستوں کی تعداد زیادہ ہے۔ جو میاں صاحب سے بیعت کر چکے ہیں۔ ان میں سے زیادہ حصہ ان بزرگوں کا ہے۔ جو اکثر قادیان آتے رہے اور مدتوں حضرت اقدس کی خدمت میں رہتے رہے۔ اس سے میری مراد یہ نہیں کہ جماعت میں ان کے سوا اور نہیں ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ تعداد کافی سے بھی زیادہ ہے"

مفتی صاحب خدا کے آگے کیا جواب دوگے۔ دیکھو میں خود تسلیم کرتا ہوں۔ کہ فہرست میں کل وہ نہیں جو برسوں حضرت کی خدمت میں رہے۔ میں خود تسلیم کرتا ہوں کہ فہرست میں کثرت انکی ہے۔ جو کثرت سے قادیان آتے جاتے رہے۔ میں نے برسوں کا ذکر فہرست کے اصحاب کے متعلق نہیں کیا۔ پھر ان میں وہ بھی ہیں جو کثرت سے نہیں آتے جاتے رہے۔ پھر میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں۔ کہ جماعت میں اور بھی ہیں جو حضرت کے فیض یافتہ ہیں۔ میں نے اغراض شہادت کے لئے ان میں سے یکصد انتخاب کر لئے۔ ہاں ہاں فہرست میں وہ شہادت بھی ہے۔ جن پر برسوں کی فیض اندوزی حضرت کا لفظ صادق آتا ہے۔ مفتی صاحب یہ آپ کو کیا ہو گیا۔ آپکے طریق عمل سے کیا فائدہ ہوگا۔ بیشک الفضل کے کل پڑھنے والوں تک میری تحریر نہیں پہونچیگی۔ اور آپ کی خلاف بیانی آپ کا مطلوبہ نتیجہ پیدا کر دیگی۔ لیکن خدا کے نزدیک آپ کیا جواب دینگے۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ فہرست میں یکصد نام نہیں۔ لیکن کیا یہ غلطی کوئی اہم غلطی ہے یا امور متنازعہ پر کوئی اثر رکھتی ہے۔ یا اس سے کسیکو دھوکہ لگ سکتا ہے۔ آخر بعد میں تو وہی شہادتیں لکھی جاوینگی جو میرے پاس پہونچیں گی۔ کیا اس فرو گذاشت سے آپ کو اس مذاق اڑانے کا حق پہونچتا ہے۔ جو آپ نے اختیار کیا ہے۔ مفتی صاحب میں اب تک آپ کو شریف سمجھتا ہوں۔ خدا کرے اس رائے کو آپ اپنے متعلق برقرار رہنے دیں۔ دیکھو اصل واقعہ یہ ہے۔ کہ جس دن یہ اشتہار میں نے لکھا۔ میں اس شام کو ایبٹ آباد آگیا۔ نام پورے نہ کئے تھے۔ میں کہہ آیا۔ کہ میں ایبٹ آباد جا کر بھیج دونگا۔ بہار [illegible] میرے

اور اشغال نے مجھے یہ امر بھلا دیا۔ اور میرا بھول جانا ایک ایسا امر ہے۔ کہ اگر آپ اپنے علم سے کام لیں گے تو آپ اسکو بالکل ممکن تسلیم کر لینگے۔ بہر حال وہ فہرست اب پوری کر دی جاوے گی۔

مفتی صاحب کی کل باتوں کا جواب ہو چکا اب ایک بات باقی رہ گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اُنہوں نے میرے اعتقاد پر حملہ کیا۔ پھر اس میں بھی مندین طریق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ مفتی صاحب نے یہ انبار کیا ہے کہ نہ تو میں احمدی ہوں۔ اور نہ صحیح عقائد کا مسلمان بلکہ ریشنلسٹ جس کی تعریف مفتی صاحب نے ایک ڈکشنری سے نقل کر دی ہے کہ ریشنلسٹ وہ ہوتا ہے۔ جو وحی اور الہام پر عقل کو ترجیح دیتا ہے۔ ان دونوں الزامات کے ثبوت میں مفتی صاحب نے یہ لکھا ہے۔ کہ بعض غیر احمدیوں کی رائے میں میں احمدی نہیں سمجھا جاتا۔ اور مئی کے مہینہ میں ایک انگریز نے مجھ سے لمبی گفتگو کی۔ اور میری گفتگو سے اُس پر یہ اثر ہوا۔ کہ اُس نے مجھے ریشنلسٹ سمجھا۔ اور اُس نے قیاس کیا۔ کہ میرا تعلق مرزا صاحب سے بہت خفیف ہے۔

مفتی صاحب کے تقوے کا پتہ تو اس سے چلتا ہے۔ کہ مفتی صاحب اس انگریز کی نہ تو ساری چٹھی نقل کرتے ہیں۔ اور نہ اُس انگریز کی حیثیت اُس کا پتہ اُس کا اسلام سے تعلق بتلاتے ہیں نہ اُس کا نام بتلاتے ہیں۔ کہ تا ہم کو پتہ لگے کہ ایسے شخص کی رائے کہاں تک قابل وقعت ہے۔ اور پھر زیادہ سے زیادہ اُس کی ایک رائے تھی۔ رہیں ایسا ہی میرے احمدی نہ ہونے کے متعلق بعض غیر احمدیوں کی رائے تھی۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ میں نے کہیں اس امر کا اعلان کیا۔ اب ان ساؤں کے مقابل میرے اشتہار طلب حلف میں میرا ذیل کا بیان موجود ہے۔

"میں خدا کو حاضر ناظر جانکر شہادت دیتا ہوں کہ حضرت صاحب کی وفات کے دن تک میرا کبھی یہ عقیدہ نہیں رہا۔ کہ عالی حضرت مرزا صاحب کامل نبی تھے یا امر نبوت میں وہ آنحضرت صلعم کے برابر تھے۔ بلکہ جو حضرت صاحب سے خود سُنا یا اُن کی تصانیف پڑھیں اُس سے میرا یہی عقیدہ رہا۔ اور اب بھی ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو جو نبوت خدا تعالٰے نے عطا کی وہ ایک جزوی۔ ظلی۔ بروزی نبوت تھی۔ نہ حقیقی۔ یہ اس قسم کی نبوت ہے جو حسب مدارج کامل افراد امت کو ملتی ہے اور ملتی رہیگی۔ اور یہ وہ نعمت ہے کہ جسکے حاصل کرنیکا دروازہ ہر ایک امتی کے لئے کھلا ہے"

یہ میرا حلفیہ بیان ہے۔ اس کے علاوہ اسی اشتہار میں یہ لکھا۔ جو عقیدہ حضرت مرشدنا مرزا صاحب کے متعلق لکھا۔ اس میں یہ کہا۔ کہ آج تک میرا عقیدہ یہ ہے۔ مفتی صاحب آپ کا قصور نہیں۔ آپ کو یہ علم ہی نہیں۔ کہ ریشنلسٹ کے معنے پادریوں کی اصطلاح میں کیا ہیں۔ اور اگر ریشنلسٹ کے وہ معنے ہیں جو آپ نے ڈکشنری سے نقل کئے ہیں تو پھر عقل سے کام لو۔ کیا مذکورہ بالا حلفیہ بیان دینے والا کبھی ریشنلسٹ ہو سکتا ہے۔ وہ تو خود الہام اور وحی کے دروازہ کو اپنے پر کھلنا ممکن تسلیم کرتا ہے پھر وہ منکر الہام کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر کیا مذکورہ بالا حلف لینے والا اس حلفیہ بیان کے لکھنے تک احمدی ثابت نہیں ہوتا۔ لکیر کردہ الفاظ اب بھی ہے کو پڑھو۔ وہ تو اس وقت بھی اپنے اُن عقائد پر قائم ہونا ظاہر کرتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر اُس کے عقائد تھے۔ پھر یہ کونسی ایمانداری اور تقوےٰ ہے۔ کہ تمہارے پاس ایک شخص کے عقائد کے متعلق اُسکا حلفیہ بیان ہو اور اس حلفیہ بیان کے مقابل کسی غیر کی اور دشمن کی رائے ہو۔ جو یہ نہیں کہتا۔ کہ میں نے کمال الدین کو ایسے عقائد بیان کرتے سُنا۔ بلکہ وہ یہ کہتا ہے۔ کہ کمال الدین سے گفتگو کرنے پر میں نے یہ قیاس یا رائے قائم کی۔ کیا ادنٰے سے ادنٰے درجہ کی امانت و دیانت تم کو ایسے محاکمہ کی اجازت دیتی تھی۔ تمہارا فرض تھا۔ کہ جہاں اُن راؤں کا ذکر کیا تھا وہاں میرے حلفیہ بیان کا بھی ذکر کرتے ہاں یہ آپ کو کہنے کا حق حاصل تھا۔ کہ ہم اس بیان کو یقین نہیں کرتے۔ لیکن اگر یہ لوگ اسطرح امانت و دیانت سے کام لیں تو الفضل کے پڑھنے والوں کو راسخ الاعتقاد بنانے کے لئے یہ کیسے کہہ سکیں کہ دیکھو خلافت محمود کی مخالفت نے اُن کو احمدیت اور اسلام سے بھی دور کر دیا۔ پھر اُن کے مرشد کی کرامت کیسے ثابت ہو۔

مفتی صاحب! آپ کا فرض تھا۔ کہ آپ اس مفروضہ انگریز کا بھی نام لیتے۔ کہ وہ امریکن پادری والٹر ہے۔ تاکہ لوگ سمجھ جاتے کہ اس پادری کی رائے اور قیاس کہاں تک ایک ایسے شخص کے متعلق صحیح ہو سکتا ہے۔ جس نے مسیح موعودؑ کی شاگردی میں تثلیث کی بیخ کنی کا مشن قائم کیا ہے۔ سو مجھ سے سُنو۔ پادری والٹر کو مجھ سے سخت رنج ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ میں اسلامک ریویو میں کیوں مشنریوں کے چلن اور اخلاق پر حملہ آور تحریریں نکالتا ہوں۔ اُس نے خود چٹھیات بھیجکر مجھ سے ملاقات کی اور مدت تک میرے سامنے یہی رونا روتا رہا۔ کہ تم ہماری جماعت پر کیوں حملہ کرتے ہو۔ پھر عیسائی عقیدہ پر گفتگو ہوتی رہی۔ اور میں نے اُسے کہا۔ کہ میں کسی ایسے عقیدہ کو تسلیم کرنے کو طیار نہیں۔ جس کے ماننے اور قبول کرنے میں عقل سلیمہ کا فقدان ہو۔

مفتی صاحب! جب اسلامک ریویو کے آپ گیت گایا کرتے تھے۔ اُس میں اس عقیدہ کا اظہار شروع سے ہو رہا ہے۔ اور یہی عقیدہ ہم کو قرآن اور حدیث اور اپنے مرشد حضرت مرزا صاحب نے تعلیم کیا ہے۔ مفتی صاحب آپ کو علم نہیں۔ کہ جو شخص عیسوی عقائد پر منطق اور عقلی دلائل سے حملہ کرے۔ اُس کو یہ لوگ یعنے پادری فوراً ریشنلسٹ کہہ دیتے ہیں۔ ایسا ہی ہیدن اگرچہ ایک کافر بُت پرست اور خدا کے نہ ماننے والے کو انگریزی میں کہتے ہیں۔ لیکن یورپین عیسائی دنیا میں ہر ایک غیر مسیحی ہیدن کہلاتا ہے۔ پھر اگر کوئی پادری آپ کو ہیدن کہہ دے۔ تو کیا آپ ڈکشنری کے معنے کے مطابق ہیدن ہو سکتے ہیں۔ پادری آپ کو ہیدن جانتے ہیں۔ حالانکہ ہیدن کی تعریف ڈکشنری میں جو ہے وہ آپ پر صادق نہیں آتی۔

ایک اور امر قابل غور ہے۔ کہ ایک پادری کو جو دشمن اسلام ہے۔ اور جو ہر ایک ایسے شخص کا دشمن ہے۔ جو میری طرح تثلیث کی بیخ کنی کا ساعی ہے۔ وہ میرے خلاف میاں صاحب یا مفتی صاحب کو کیوں کہنے لگا اور ان لوگوں سے کس طرح اُس کا اختلاط پیدا ہو گیا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ لاہور کے دو اخبار جو سلسلہ کے سخت معاند و دشمن تھے۔ اور مدت العمر سلسلہ کے دشمن رہے۔ وہ آج کل ان لوگوں کے تو حامی ہیں۔ اور ہمارے دشمن حالانکہ اس معاملہ میں ہم اور یہ یکساں ہیں۔ کیا اس سے یہ سمجھ نہیں آتی۔ کہ ان دشمنان احمدیت کے نزدیک حقیقی اور سچا احمدی کون ہے۔ اور احمدیت سے دور کون۔

مفتی صاحب میں نے تو آپ سے کوئی تمغہ لینا ہے۔ اور نہ مجھے کسی کے بہتانات کی پرواہ ہے۔ آپ نے تو آج لکھا ہے۔ کہ میں احمدی نہیں ہوں۔ اور یہ کہتے ہیں کسی غیر احمدی کے قیاس پر حصر کیا ہے۔ میں نے تو یہ آواز قادیان سے مدت ہوئی سُنی تھی۔ میں جس دن ولایت سے

مباحثہ شملہ کے متعلق ابھی پرچہ میں آیا مرزائی مضمون حضرت خواجہ صاحب کے مضمون کے بعد درج کیا گیا ہے۔ یہ مضمون عین اُسوقت موصول ہوا۔ جب حضرت خواجہ صاحب کا مضمون لکھا جا چکا تھا۔ مگر چونکہ اس میں بھی مسئلہ نبوت کے متعلق ایک ضروری بحث کا خلاصہ ہے۔ اسلئے اسکو اسی اخبار میں درج کر دیا۔

لاہور آیا اُس سے تیسرے چوتھے دن قادیان سے ایک اشتہار نکلا کہ میں تو کبھی بھی احمدی نہ تھا۔ اب آپ ہی ایمان سے کہو کہ یہ صریح کذب و بہتان تھا یا نہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ آپ لوگوں کو اسی میں فائدہ ہے کہ ہمارے متعلق ایسی باتیں مشہور کی جائیں۔ مذکورہ بالا اشتہار دینے والے نے جلد بازی کی اور آپ نے کسی قدر آہستگی سے کام لیا۔ مفتی صاحب آپ نے مجھے یہود اسکریوطی کہا۔ میں اس کے جواب میں بہت کچھ لکھ سکتا ہوں۔ لیکن میں نے عنداللہ آپ کو معاف کیا۔ خدا تعالےٰ آپ کو توفیق دے کہ آپ ولاتنابزوا بالالقاب پر عمل کریں۔ اپنے عقاید کے معاملہ میں مجھے صرف ایک ذات پاک خداوندی کے آگے ہی جواب دہی ہے لیکن چونکہ میں نے دیکھا۔ کہ میرے متعلق یہ افترا اوڑائے جانے کے سامان ہو رہے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے میں نے اپنا عقیدہ اپنے لیکچر "اندرونی اختلافات" میں بیان کیا۔ اُس کے بعد ہی میں نے شمالی ہندوستان اور یو پی بہار کا دورہ کیا۔ اور جہاں کہیں لیکچر دیا وہاں میں نے اپنا عقیدہ حضرت اقدس کے متعلق علے الاعلان ہزارہا مخلوق میں بیان کر دیا۔ کانپور۔ لکھنؤ۔ مچھلی شہر بنارس غازی پور۔ بانکی پور چھپرا وغیرہ وغیرہ ہر جگہ علے الاعلان میں نے پبلک کو لکچروں میں اطلاع دی کہ میں مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مجدد تسلیم کرتا ہوں اور وہ میرے مرشد ہیں۔ اگر مفتی صاحب کو حق طلبی کا شوق ہے۔ تو ان شہروں کے مبایعین سے حلفاً دریافت کرلیں۔ پھر اس کے علاوہ الفضل نے جو میرا وہ مکالمہ شائع کیا ہے۔ جو لکھنؤ میں ایک مولوی کے ساتھ بیسیوں آدمیوں کے سامنے ہوا وہ گفتگو میرے عقاید متعلقہ حضرت اقدس کے متعلق ہی ہوئی تھی۔ کیا وہاں میں نے حضرت مرزا صاحب کو اپنا مرشد اور مسیح موعود تسلیم نہیں کیا۔ پھر کیا خود اہلحدیث نے مچھلی شہر کے جلسہ کا ذکر کرتے ہوئے میرے متعلق یہ شکایت نہیں کی کہ میں نے مرزا صاحب کا ذکر ایک ایسے پلیٹ فارم پر کیا جو فرقہ بندی کے جھگڑوں سے الگ تھا۔ اور مجھے ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ مجھے تو حیرت آتی ہے۔ کہ ہمارے ان دوستوں کے اخلاق کو کیا ہو گیا۔ لیکن اُن کو تو اپنا اُلو سیدھا کرنا منظور ہے۔ اُنھوں نے تو ہندوستان کے چار دانگ میں یہ خبر اڑا دی ہے کہ کمال الدین نہ اب مسلمان ہے اور نہ احمدی تاکہ خلافت کی کرامت ثابت ہو جاوے خواہ اس خبر کے پھیلانے میں ساتھ ہی اُن کے اپنے ایمان کا صفایا بھی ہو جاوے۔ ہم تو حیران ہیں کہ یہ لوگ ہمیں کس خلافت کی طرف بلاتے ہیں ہمارا تجربہ تو یہ ہے کہ آج ایک شخص بیعت خلافت میں داخل ہوتا ہے اور کل اپنے کل اخلاق کو خیرباد کہکر بدزبان تمالی بنجاتا ہے

اور ہماری ایذاء رسانی کو پایۂ ایمان سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اسی ماہ کے الفضل کے پرچوں میں میرے ان بیانوں کی تصدیق موجود ہے۔ میں تو جہاں گیا مینے ان کے جوانوں کو ایسا ہی پایا۔ الا ماشاء اللہ۔ اگر کچھ فرق دیکھا تو ہندوستان کے مشرق میں کچھ فرق دیکھا۔ بعض وہی لوگ جو میاں صاحب کی بیعت سے پہلے بالکل سلیم طبع تھے۔ وہ بیعت کے بعد شوخ طبیعت۔ بدظن۔ بدزبان۔ بدگمان۔ جاسوس طبع ہو جاتے ہیں۔ پھر ہمیں حیرت یہ آتی ہے۔ کہ انہیں سے ہر ایک اس بات کا متمنی و منتظر ہے۔ کہ ہم پر کب کوئی ابتلا یا مصیبت آتی ہے۔ تاکہ اُن کے نزدیک کوئی کرامت ہو جاوے۔ کسی کی بیوی مرتی ہے یا بچہ فوت ہوتا ہے یا اُس کو کوئی اور تکلیف آتی ہے تو یہ اظہار کرامت کرنے لگتے ہیں اور اُنکے گھروں میں خوشیاں ہوتی ہیں۔ اے نادانو! ہم میں تم میں تو چنداں فرق نہیں۔ آخر ہم بھی احمدی ہیں تمکو کیا ہو گیا۔ کیا تمہاری پیش گوئیوں کے لئے تمہاری کرامتوں کے لئے کوئی دشمن اسلام۔ کوئی دشمن حضرت اقدس جناب مسیح موعود۔ کوئی دشمن خدا موجود نہیں۔ خیر و شر تو ہر ایک کے ساتھ لگی ہوئی ہے وھم لا یفتنون پر غور کرو۔ پھر ان مصائب کے ظہور پر کیا کسی کی کوئی کرامت ٹھہر سکتی ہے۔ کون پیغمبر کون نبی کون ولی کون مجدد گذرا ہے جس پر ابتلائیں اور مصائب نہیں آتے۔ کس کے عزیز نہیں مرتے۔ کس کا نقصان نہیں ہوتا۔ کون مصائب میں گرفتار نہیں ہوتا۔ تو پھر کیا یہ اُن کے دشمنوں کی صداقت کا نشان ہو جاتا ہے۔

میاں مبارک کی وفات کس دشمن احمدیت کی کرامت تھی۔ حضرت اقدس کو سخت تکلیف دینے والی مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی موت کس ہمارے دشمن کی صداقت کا نشان تھا۔ نادانو! یہ واقعات کل دنیا میں ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہوتے رہیں گے۔ ہاں یہ واقعات اُس وقت نشان ہو جاتے ہیں جب کسی کی اعلان کردہ پیش گوئی کے ماتحت ہوں۔ اگر کسی کی کوئی پبلک میں اعلان کردہ پیش گوئی نہیں تو پھر یہ واقعات کسی کی صداقت و کرامت کا نشان ہی نہیں ہو سکتے۔ تم اپنے اخلاق کو مت گنواؤ۔ اس طرح ہماری تکالیف یا ہماری مصائب کی تمنا میں رہنا۔ تم میں سے سب اخلاق فاضلہ مار ڈالے گا۔ تم کو خونی مزاج اور خون کا پیاسا کردے گا۔ تم کو دوسروں کی تکلیف رسانی پر آمادہ کرے گا۔ چنانچہ تم میں سے بعض نے ایسا کیا ہے۔ تم میں سے کل اخلاق شفقت اور رحم کے مر جاوینگے اسلام کی لازمی جزو ہے شفقت علے خلق اللہ دوستو! اگر تم کو خدا سمجھ دے تو تم خدا کے آگے روؤ اور گڑگڑاؤ۔ اور عاجزی سے دعاء کرو۔ کہ اے خدا یہ ہمارے بھائی تھے۔ ہم میں سے تھے انکو

غلط راہ سے نکال کر صراط مستقیم پر لے آ۔ اُن کے دلوں سے غل وغش کو نکال دے۔ ان کو نفسانیت سے پاک کر یہ ہم سے بچھڑے ہوئے ہیں یہ ہمارے بھائی ہیں۔ ان کو ہم سے ملا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ میں تمہارے متعلق جب موقعہ ملتا ہے یہی دعا کرتا ہوں خدا تعالےٰ مجھے اور تمہیں صراط مستقیم پر قائم کرے اور ہم میں سے جو غلطی پر ہے اُس کو غلطی سے نکالے اور اس نفاق کو اتفاق میں مبدل کردے۔ آمین

ازمقام ایبٹ آباد۔ خواجہ کمال الدین
کوٹھی شاہزادہ بخارا۔ ۲۰۔ اگست ۱۹۱۵ء

مکرر آنکہ مفتی صاحب نے حلف سے بچنے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے۔ کہ جن لوگوں نے میاں صاحب کی بیعت کرلی ہے۔ انھوں نے اپنے اس عمل سے ظاہر کر دیا کہ وہ میاں صاحب کے ہم عقیدہ ہیں۔ اُن سے حلف لینے کی ضرورت کیا ہے۔ عجیب منطق ہے۔ میں نے تو خود میاں صاحب سے بھی حلف طلب کیا ہے کہ حضرت اقدس کی کتب ماقبل ۱۹۰۱ء کا خیال اُن کو کب آیا۔ اور اسی کے متعلق وہ حلف باقی اصحاب سے طلب کئے ہیں۔ اس سے میاں صاحب کی بیعت کو کیا تعلق۔ پھر میاں صاحب نے جب بیعت ہی اس اصول پر لینی شروع کی تھی کہ انہیں اور اُن سے بیعت کرنے والے میں عقایدکا اختلاف ہو سکتا ہے۔ تو پھر بیعت کہاں ثبوت اس امر کا ہے کہ میاں صاحب اور اُن کے پیرو کے عقائد باہم ایک ہیں۔ پھر بالفرض اگر پیر مرید ہم عقیدہ بھی ہوں تو یہ کس نے پوچھا ہے کہ آج اُن کا کیا عقیدہ ہے۔ دریافت تو کیا ہے۔ کہ حضرت اعلےٰ کی وفات کی تاریخ ان بزرگوں کا کیا عقیدہ تھا۔ پھر ہمیں ذاتی علم ہے کہ بیعت کنندگان میں سے بعض میاں صاحب کے عقاید سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اور حضرت اعلےٰ کی قریباً ۳/۱ تصنیف کے منسوخ ہونے کا عقیدہ تو وہ نرالا عقیدہ ہے جو میرے نزدیک کل کی کل جماعت کے لئے ایک نیا انکشاف ہے۔

کمال الدین

پیغام صلح بہ حضرت خواجہ صاحب کا مرقومہ بعد مضمون جن احباب کے پاس پہنچے وہ اسے خود پڑھ کر مبایعین میاں صاحب تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ یہ مضمون علاحدہ بھی بصورت رسالہ لکھوایا جا رہا ہے اسکے ساتھ ہی جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب کا ایک ضروری مضمون بھی ۲۶ اگست کے روزنامہ زمیندار میں شائع ہوا ہے۔ بصورت رسالہ طبع ہوگا جن احباب کو ان ہر دو مضامین یا ان میں سے کسی ایک کی زیادہ کاپیاں مطلوب ہوں وہ دفتر پیغام صلح سے ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں +

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

اٹلی اور ٹرکی۔ (لندن ۲۲ اگست) ٹرکی کے ساتھ اٹلی کے قطع تعلق کرنے کی اہمیت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس کا بلقان کی حالت پر کیا اثر پڑیگا یقین کیا جاتا ہے کہ اس سے اتحادیوں کے عہد و پیمان کو بہت تقویت پہنچے گی۔ اور دردانیال کی مشکل کارروائی میں بہت مدد ملیگی۔ اٹلی کے ٹرکی کو اعلان جنگ دینے کی وجوہ یہ بیان کی جاتی ہیں۔ کہ (۱) ترکوں نے برقہ (لیبیا) میں اہل طرابلس کو اطالیوں کے خلاف بغاوت برپا کرنے میں مدد دی۔ اور (۲) ٹرکی نے سمرنا اور دیگر مقامات کے اطالی باشندوں کو ملک سے باہر جانے سے روکا۔ برلن میں اس خبر کے سننے سے نہایت گہرا اثر پڑا ہے۔ امسٹرڈم میں اس مضمون کا تار موصول ہوا ہے کہ جرمنی میں اس امر کا اندیشہ کیا جاتا ہے۔ کہ مشرق ادنے کی رزمگاہ میں اٹلی کے شامل ہونے سے دردانیال کی مستقبل کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہو جائیگا۔

جرمن عملے کی سنگدلی۔ (لندن ۲۳ اگست) کوپن ہیگن میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب جرمن تارپیڈو کشتی نے ای ۱۳ پر گولہ باری کی تو آبدوز کشتی کے عملے کے آدمی پل پر کھڑے ہو کر گا رہے تھے۔

انگلستان کے شیدائی۔ فہرست نمبر ۲۹۲ شملہ ۲۳ اگست مغربی رزمگاہ سے ذیل کے ہندوستانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:۔

مجروح:۔ لفٹنٹ آئی ڈی گوتھری (رسالہ نمبر ۱۱)

تباہ کن جہازوں کی جنگ:۔ (لندن ۲۳ اگست) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ فرانس کے دو تباہ کن جہاز آج اوسٹنڈ کے قریب ایک جرمن تباہ کن جہاز سے ملاقی ہوئے اور مصروف پیکار کرنے کے بعد اسے غرق کر دیا۔ فرانسیسی جہازوں کو صرف خفیف نقصان پہنچا۔

واسجیز میں جنگ۔ (لندن ۲۴ اگست) پیرس کی ایک سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے۔ کہ فرانسیسی پیرو اسجیز کی وادی میں کامیابی سے حملہ کر رہے ہیں اور بنج بیرن کوپ کی چوٹی پر تسلط کر رہے ہیں۔ فرانسیسیوں کی ابتدائی گولہ باری بالخصوص نہایت موثر تھی۔ دیگر مقامات پر بھی گولہ باری ہوتی رہی۔ اور ارگون میں دستی بموں کی لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ فرانس کے ہوائی جہازوں نے لینس، ہیمن لیتارڈ اور لوس کے سٹیشنوں اور لیل اور ڈوے کی درمیانی ریلوے لائن پر بم گرائے۔

(پیرس ۲۴ اگست) شب گذشتہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ آرٹوس کے علاقہ میں توپخانہ کی سرگرمی جاری ہے۔ جرمنوں نے اپرس مونٹ ویڈیئر اور ویز پر گولے پھینکے فرانسیسیوں نے اس کے جواب میں مختلف مقامات پر غنیم کی خندقوں اور باٹریوں کو نقصان پہنچایا۔ نیز انہوں نے ول سر لوریس سے باہر ایک سرنگ اڑائی جس سے غنیم کی ایک مقدم خندق بالکل تباہ ہو گئی۔

روسیوں کی بحری کامیابی۔ جرمن جہازوں کی غرقابی۔ (لندن ۲۳ اگست) پیرس کی ایک سرکاری اطلاع ہے جس میں یہ مختصر بیان درج تھا کہ جرمن بیڑا خلیج ریگا سے روانہ ہو گیا ہے۔ روس کی ایک عظیم بحری فتح کا پتہ ملتا تھا جس کی تفصیلی کیفیت بعد میں ڈوما کے پریزیڈنٹ موسیو روزیانکو نے پھرے اجلاس میں سنائی۔ اور جس کے معلوم ہونے پر تمام شہر میں اظہار مسرت و شادمانی کے نعرے بلند ہوئے۔ موسیو روزیانکو نے بیان کیا کہ جرمن سوپر ڈریڈ ناٹ مولٹکے تین کروزر اور سات تارپیڈو کشتیاں غرق کر دی گئی ہیں۔ جس پر جرمن بیڑے کے باقی جہاز خلیج ریگا سے واپس چلے گئے۔ جرمنوں نے مقام پرناؤ پر چار بڑے بجروں میں سے سپاہ اتارنے کی کوشش کی۔ مگر روسیوں کی ملیشیا فوج نے توپخانہ کی مدد کے بغیر حملہ آوروں کا صفایا کر دیا۔ اور بجروں کو پکڑ لیا۔

روسی جہازوں کا خفیف نقصان۔ پیٹروگراڈ سے بعد کا تار مظہر ہے کہ تازہ ترین خبریں معلوم کرنے کے لیے ہجوم خلائق محکمہ بحری کے ارد گرد جمع ہو رہا ہے۔ خلیج ریگا کے بحری معرکہ میں جرمنوں کو اس قدر شدید نقصان پہنچا ہے۔ کہ اس سے غنیم کو بحری طاقت کی امداد سے صوبجات بالٹک میں حملے کرنے کی تجویز پر دوبارہ غور کرنا پڑیگا۔ اور کچھ بعید از قیاس نہیں کہ وہ ریگا کے نواح میں معرکہ آرائی کا مزید خیال بالکل ہی ترک کر دے۔ اس جنگ میں برطانی آبدوز کشتیوں نے روس کے جنگی جہازوں کو قابل قدر امداد دی جنہوں نے بڑی اور چھوٹی آبنائے کی آڑ میں جرمن جہازوں پر ناگہانی حملہ کر کے انہیں سخت پہنچایا۔ اور بالآخر غنیم کو خلیج ریگا سے بھاگ جانے پر مجبور کیا۔ روسی جہازوں کو بہت کم نقصان پہنچا ہے اور بیڑہ کی طاقت کو کسی قسم کا ضعف نہیں پہنچا۔

ممبران ڈوما نے موسیو روزیانکو سے درخواست کی کہ محکمہ بحری کو اس شاندار کامیابی پر مبارکباد دی جائے اور مقامی ملیشیا نے بمقام پرناؤ حملہ آوروں کو شکست دینے پر جو بہادری سے وزیر جنگ کو مبارکباد دی جائے۔

پیٹروگراڈ ۲۳ اگست۔ محکمہ بحری کی سرکاری اطلاع سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ روسیوں نے ۲ جرمن کروزروں اور ۸ تباہ کن جہازوں کو غرق کر دیا۔ اور ایک برطانی آبدوز کشتی نے جرمنی کا ایک نہایت اعلیٰ ڈریڈ ناٹ غرق کر دیا۔

محکمہ بحری کی سرکاری رپورٹ:۔ پیٹروگراڈ ۲۳ اگست) بحری جنرل سٹاف کا بیان ہے کہ ۱۶ اگست کو جرمن بیڑہ نے عظیم جمعیت کے ساتھ خلیج ریگا کے دہانہ پر از سر نو حملے کرنے شروع کر دئے۔ روسی بیڑا دو روز تک غنیم کے حملے پسپا کرتا رہا ہے۔ کہر کی وجہ سے دہانہ میں داخل ہونے کے لئے کوشش کرنے کا اچھا موقعہ ملگیا۔ اس طرح ان کی معتدبہ جمعیت کے ساتھ خلیج ریگا میں داخل ہو گئی جس پر روس کے جنگی جہاز ان کا مقابلہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے اس کے بعد ۱۹ اور ۲۰ کو جرمنوں نے مختلف سمتوں میں دیکھ بھال کی۔ کارروائی سر انجام دی گو اس اثنا میں بھی بحری جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔

غنیم کو ہماری تارپیڈو کشتیوں سے معتدبہ نقصان پہنچ چکا تھا۔ اور روسیوں کی جنگی کشتی موسوسیوچ ایک اپنے سے زیادہ طاقتور جرمن کروزر کے ساتھ لڑتے لڑتے نہایت بہادری سے تباہ ہو گئی تھی۔ یہ کروزر جو تباہ کن جہازوں کی حفاظت کر رہا تھا۔

آتشباری کرتا ہوا سیوچ سے ۴۰۰ گز کے فاصلہ پر آگیا اور جنگی کشتی پر تمام آگے پیچھے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ مگر وہ آخری دم تک کروزر پر فیر کرتی رہی اور بالآخر سمندر کی تہ میں بیٹھ گئی یہ کشتی پہلے ایک جرمن تباہ کن جہاز کو تباہ کن جہاز کو تباہ کر چکی تھی آخر ۲۱ اگست کو غنیم شدید نقصان اٹھانے اور اپنی تمام محنت رائیگاں جانے کے خیال سے بظاہر خلیج ریگا سے واپس چلا گیا ہوا ہے ۲۱ اگست تک ۲ جرمن کروزر اور کم از کم ۸ جرمن تباہ کن جہاز یا تو بالکل بیکار کر دیئے گئے یا غرق کر دئے گئے اس کے ساتھ ہمارے بہادر برطانی حلیفوں نے بحیرہ بالٹک میں جرمن بیڑے کے ایک نہایت طاقتور ڈریڈ ناٹ کو تارپیڈو پھینک کر تباہ کر دیا۔

روس علیحدہ صلح کرنے پر آمادہ نہیں۔ (لندن ۲۳ اگست) پیٹروگراڈ کا تار مظہر ہے کہ موسیو ساز ونوف نے اخبارات کے ایک وفد کو مطلع کیا کہ غنیم فرانس اور روس کے ساتھ علیحدہ علیحدہ صلح کے متعلق سلسلہ جنبانی کرنے کی مسلسل کوشش کر رہا ہے۔ مگر اس کو بالکل کامیابی نہیں ہوئی۔ اتحادیوں کو کامل اعتماد ہے کہ انہیں بالآخر اپنے مقاصد اغراض میں پوری کامیابی حاصل ہوگی۔

یونان کا وزیر اعظم۔ (لندن ۲۲ اگست) ایتھنز آج موسیو وینی زیلوس کے صدارت عظمی کے قبول کر لینے سے بلقان میں ایک اہم کارروائی وقوع پذیر ہوئی۔ شاہ یونان نے وینی زیلوس کو شرف ملاقات بخشا۔ اور آپس میں ایک کامل سمجھوتہ ہو گیا شاہ نے جدید وزیر اعظم کو مبارکباد دی۔ متوخر الذکر آج رات کو شاہ یونان کے روبرو مجلس وزارت کے ارکان کی فہرست پیش کریگا۔ ایتھنز میں خوشیاں منائی [illegible]

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

روس اور جرمنی کی بحری جنگ - (شملہ ۲۴ - اگست) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے ذیل کا برقی پیغام مورخہ ۲۳ ماہ رواں موصول ہوا ہے:-

جرمن بیڑے کو مجبوراً خلیج ریگا سے نکل جانا پڑا ہے روسیوں کی ایک بحری رپورٹ مظہر ہے کہ ۱۶ اگست کو جرمن بیڑے نے عظیم جمعیت کے ساتھ خلیج ریگا کے دہانہ میں روسی مورچوں اور جہازوں پر دوبارہ حملہ کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد کہر کی آڑ میں غنیم کی کثیر جمعیت خلیج کے اندر گھس گئی۔ اور روسی مقابلہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ ۱۹ اور ۲۰ اگست کو غنیم دیکھ بھال کی کارروائی سر انجام دیتا رہا۔ اور اس اثنا میں روسی جہازوں کو بھی مصروف بیکار کرتا رہا۔ ۲۱ اگست کو غنیم نے نقصانات کے خیال سے اور بدیں وجہ بھی کہ اس کے حملے رائگاں گئے ہیں۔ بظاہر خلیج کو خالی کر دیا۔ ۱۶ سے ۲۱ اگست تک ۲ جرمن کروزر اور کم از کم ۸ تارپیڈو کشتیاں یا تو بالکل بیکار کر دی گئیں۔ اور ایک برطانی آبدوز کشتی نے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کے ڈریڈناٹ پر تارپیڈو پھینکا۔ دوما کے اجلاس میں پریزیڈنٹ نے اعلان کیا۔ کہ یہ جہاز مولٹکے تھا۔ اور یہ بھی کہا کہ جرمنوں نے مقام پرناؤ میں جو ریگا کے شمال کو ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے خشکی پر فوج اتارنے کی کوشش کی۔ مگر چار بڑے بڑے ستول جہاز جو سپاہیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ گرفتار کر لئے گئے۔

روسی مقاومت - روس کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ریگا کے علاقہ میں اور اس کے مغرب میں جکبس ٹیٹ اور ڈونسک کی جانب روسی محاذ بدستور قائم ہے۔ بالائی نیمن کے بائیں کنارے اور دریائے بوبر کے بالائی حصہ پر کوئی اہم تبدیلی وقوع میں نہیں آئی۔ اوسوویز کے قریب زیریں بابر اور بالائی نیریو پر اور بیلشاک برسٹ لٹوسک ریلوے کے ساتھ ساتھ۔ برسٹ کے علاقہ میں اور دریائے بگ کے دائیں کنارے پر روسی افواج کا انتظام بدستور قائم ہے۔

جرمنی کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمنوں نے بیلسک پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے شمال اور جنوب میں بیلشاک برسٹ لٹوسک ریلوے لائن پر قابض ہو گئے مقام ہیزا کے قریب شمال میں دریائے بگ سے مشرق میں اور برسٹ لٹوسک کے جنوب مشرق کی طرف لڑائی جاری ہے۔

فرانس سے کوئی قابل ذکر رپورٹ موصول نہیں آئی اٹلی نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔

کی رسو کی سطح مرتفع پر جنگ - اٹالین نے مختلف مقامات پر ترقی کی اور کارسو کی سطح مرتفع پر ایک زبردست

مورچے پر قبضہ کیا اور آسٹریوں کے جوابی حملے پسپا کئے۔ انہوں نے غنیم کے ایک ہوائی سٹیشن پر ہوائی جہازوں سے بھی حملہ کیا۔ اور ۶۰ بم گرائے۔

آبدوز کشتی کی تباہی برطانی آبدوز کشتی ای ۱۳ جو ڈنمارک کے جزیرہ سالٹ ہولم کے قریب خشکی پر چڑھ گئی تھی اس کے کمانڈر کی رپورٹ مظہر ہے کہ خشکی پر چڑھ جانے کے بعد ایک جرمن تباہ کن جہاز نے اس پر فیر کئے۔ جس پر برطانی کمانڈر نے عملے کو حکم دیا کہ کشتی سے اتر جائیں۔ مگر یہ لوگ ابھی پانی ہی میں تھے۔ کہ جرمنوں نے ان پر کلدار توپوں اور پھٹنے والے گولوں سے آتشباری کی۔ اسی اثنا میں ڈنمارک کی ایک تارپیڈو کشتی ان کے درمیان حائل ہو گئی جس کی وجہ سے جرمنوں کو آتشباری بند کر کے پیچھے ہٹ جانے کے سوا چارہ نظر نہ آیا۔

بحری گولہ باری - (لندن ۲۴ اگست) فلشنگ کے برقی پیغامات سے پایا جاتا ہے کہ برطانیہ کے جنگی جہاز سیلوسے کے انجینئرنگ اور آبدوز کشتیوں کی تعمیر کے کارخانہ پر گولہ باری کر رہے ہیں۔ یہ جہاز سمندر کی طرف چھ سے ساڑھے ۶ بجے تک شدید گولہ باری کرتے رہے۔ جرمن توپخانہ نے اس کا جواب دیا۔ مگر اس کی تمام باڑیاں بالآخر خاموش کرا دی گئیں۔ بندرگاہ سے دھوئیں کے غلیظ بادل بلند ہوتے رہے۔ برطانیہ کے دو بڑے جنگی جہاز ۹ بجے زیبرگ کے قریب موجود تھے۔

جہازوں کی غرقابی - (لندن ۲۳ اگست) ہولٹ کمپنی کا جہاز ڈایومیڈ وزنی ۴۶۰۰ ٹن غرق کر دیا گیا ہے عملے کے آدمی آج خشکی پر اتار دیئے گئے کپتان جہاز کے پل پر ہلاک ہو گیا اور عملے کے کئی آدمیوں کو ضربیں آئیں۔

۲۴ اگست۔ ڈایومیڈ کے ۳ آدمی اس وقت ہلاک ہو گئے اور سات غرق ہو گئے۔

مقتول ملاحوں کا اعزاز - (لندن ۲۴ اگست) کوپن ہیگن کا تار مظہر ہے کہ ڈنمارک نے برطانیہ کے مقتول بحری سپاہیوں کی لاشیں جہاز کے ذریعہ سے انگلستان پہنچانے کی آمادگی ظاہر کی تھی جس کے لئے انگلستان نے اس کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اس غرض کے لئے جہاز ڈانڈرمانی جہاز کی صورت میں تبدیل کیا گیا ہے۔ ۱۴ آدمیوں کی لاشیں جہاز پر رکھ دی گئی ہیں۔ اور ان پر ای ۱۳ کے پھولوں کے ہار ڈالے گئے۔ جہاز دائیڈ بحری گودی میں نماز جنازہ کی رسم ادا ہو چکنے کے بعد جمعہ کے روز ہل کو روانہ ہو گا۔ کل کوپن ہیگن کے برطانی گرجوں میں انہوں کثیر کی موجودگی میں مقتولین کے لئے برکت اور دعا مانگی گئی۔

جرمنوں کی ریاکاری - کوپن ہیگن کا تار مظہر ہے کہ جرمنوں نے ای ۱۳ پر گولہ باری کرنے کے لئے ڈنمارک سے عذر خواہی کی ہے۔ جرمن کمانڈروں کو نہایت سختی سے ہدایت کی گئی ہے کہ غیر جانبدار حق کا احترام کریں

جرمنی کی طرف سے رومانیہ کو دھمکی - (لندن ۲۴ - اگست) صوفیہ کا تار مظہر ہے کہ بخارسٹ پایہ تخت رومانیہ میں اندیشہ کیا جاتا ہے۔ کہ ترکی کو سامان حرب روانہ کرنے کے مسئلہ کے متعلق جرمنی عنقریب رومانیہ کو الٹی میٹم دینے والا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ رومانوی سپاہ ہر مقام پریڈون جمع ہو رہی ہے۔ جہاں ترکی کو جانے والا سامان حرب کی لدی ہوئی بہت سی گاڑیاں رکی پڑی ہیں اس کے علاوہ مقام جیسی میں بھی سپاہ فراہم ہو رہی ہے اور سپاہ نے پیٹر ویم کے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

قسطنطنیہ میں اضطراب - (لندن ۲۵ - اگست) صوفیہ پایہ تخت بلغاریہ میں قسطنطنیہ سے اطلاع پہنچی ہے۔ کہ عوام الناس موجودہ حالت کو تشویش کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں گذشتہ ہفتہ کے اندر گیلی پولی میں سخت خونریز جنگ وقوع پذیر ہوئی ہے۔ اور ہر روز ہزارہا مجروح قسطنطنیہ میں آرہے ہیں۔ اور تازہ دم سپاہی دردانیال کو جا رہے ہیں روٹی اور کوئلہ کی قلت محسوس ہو رہی ہے۔

روس میں آسٹروی جرمن حملوں کی روک تھام (شملہ ۲۵ اگست) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے کل کی تاریخ کا مفصلہ ذیل تار لندن سے موصول ہوا ہے۔

روسی تمام خط مدافعت پر آسٹروی جرمن حملوں کی شدت سے روک تھام کر رہے ہیں۔ روسیوں کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ریگا کے علاقہ میں اور اس کے مغرب کی طرف جکبس ٹیٹ اور ڈونسک کی سمت میں حالت غیر تبدیل ہے۔ دریائے سونٹا پر اور دریائے نیمن اور ولیا کے درمیان روسی غنیم کے حملوں کی روک تھام کر رہے ہیں۔ اور جنوب کی طرف جرمنوں نے اوسوویز پر (جسے روسیوں نے خالی کر دیا تھا) نیز کش نرس پر جو بیلشاک سے ۱۵ میل مغرب کی طرف دریائے نیریو پر واقع ہے قبضہ کر لیا مگر روسی پسپا ہوتے ہوئے قدم بقدم اپنے مورچوں کی مدافعت کر رہے ہیں۔ برسٹ لٹوسک کے سامنے جنگی حالت غیر متغیر ہے۔

دریائے بگ کے مشرق کی طرف برسٹ لٹوسک کے جنوب میں غنیم عظیم جمعیت کے ساتھ مقام پر زابر حملے کر رہا ہے۔ اور جرمنوں کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ روسیوں کو مجبوراً شمال مشرق کی طرف پیچھے ہٹنا پڑا۔ گلیشیا میں کوئی تبدیلی وقوع میں نہیں آئی۔

مغربی رزمگاہ فرانسیسی رپورٹ سے پایا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے واسجیز کے علاقہ میں منسٹر کے مشرق کی طرف جرمنوں کی متعدد خندقوں پر قبضہ کر لیا۔

اطالیوں نے دفعتاً اچانک حملہ کر کے کارسو کی سطح مرتفع پر آسٹریوں کے بعض نہایت مستحکم مورچے سر کر لئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۱۵ء نمبر ۲۲

ریشنلزم - ملاازم اور اسلام

گذشتہ سال ۱۱- جون ۱۹۱۴ء کے پیغام صلح میں ہم نے نئی اور پرانی طرز کے بعض مسلمانوں کے افراط و تفریط کی طرف لیجانے والے خیالات کو مد نظر رکھکر اسلام اور ریشنلزم کے عنوان سے ایک ضروری مضمون لکھا تھا - اور اس میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بتایا تھا - کہ اسلام ریشنلزم کے ہرگز خلاف نہیں - بلکہ اپنی معقولیت اور خوبی و خوبصورتی کے باعث یہ اس کے عین مطابق ہے - لیکن اس مضمون کا ایک ضروری پہلو اس وقت لکھنے سے رہگیا تھا اور ہم سمجھتے ہیں - کہ اس کا لکھا جانا بھی اس وقت کے لئے خاص تھا - جبکہ مسلمانوں کے بعض ناواقف حلقوں میں ایک طرف اور مخالفین و معاندین اسلام میں دوسری طرف اس صداقت کو لنگڑا کرنے یا اسپر خاک ڈالنے کے لئے غلط طرز عمل اور ناجائز کوشش کرنیکا تہیہ کیا گیا ہے - آجکل بعض مسلمان اپنے اس حسن عقیدت اور جوش مذہبی میں جو انہیں پیارے اور مقدس اسلام کے ساتھ ہے - اس بات کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں - کہ وہ اسلام کے ایک ایک اصول و فرع کو مطابق عقل ثابت کر دکھائیں - اور اسطرح سے مخالفین اسلام پر دلائل عقلیہ کی بوچھاڑ سے حجت تمام کریں - انکی یہ کوشش جیسی مبارک اور مستحسن ہے - اس میں کسی کلام یا شک وشبہ کی گنجائش نہیں - لیکن جو راہ اس کوشش میں کامیاب ہونے کے لئے اختیار کی گئی ہے - وہ نہ صرف مخالفین اسلام کے اعتراضات کے دفعیہ کے ہی ناکافی ہے - بلکہ خود اسلام اور مسلمانوں کے لئے بھی دو قسم کے نتائج سے خالی نہیں - یعنے یا تو اس کوشش میں مختلف اسلامی مسائل کی قطع و برید کرکے انکو اپنی عقل کے سانچہ ڈھالا جائے اور اس طرح سے انکی ایک نئی ہیئت کذائی بنائی جائے اور کئی ایک اسلامی اصولوں کو لوگوں کے اپنے اختراع کردہ ڈھکوسلے سے جواب دیدیا جائے - اور یا ہر ایک اصول و فرع کو عقل کے مطابق دیکھنے اور دکھلانے کی کوشش میں ناکام رہکر اسلام سے ہی منہ پھیر لیا جائے - یہ وہ لازمی نتائج ہیں جو آجکل کے بعض تعلیم یافتہ حضرات کے طرز عمل سے رونما ہونے بالکل ممکن بلکہ ضروری مناسب ہیں

اسلام بیشک عقل کے مطابق ہے - اور اس کا ایک ایک مسئلہ عین عقل ہے - اس لئے اسے بار بار افلا تعقلون اور اولا یتدبرون کہکر انسانی عقل اور قوت غور و فکر سے اپیل کی ہے - اور اپنے پاک اصولوں کو دلائل و براہین سے سمجھایا ہے - اس میں شک نہیں کہ اسلام ان بے عقل ملاؤں اور عقل کو دو دو ہاتھ سے جواب دینے والے مولویوں سے جو خود نہ جاننے کے باعث اپنی علمیت اور دبدبہ کو برقرار رکھنے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں - کہ مذہب میں عقل کو کوئی دخل نہیں قطعی طور پر بیزار ہے - اور اس کا ان سے کوئی واسطہ نہیں - اور اس لئے بیشک اسلام کی اس غلط نام سے الگ کرکے بتانا اور ظاہر کرنا بالکل صحیح اور جائز امر ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک بڑا نازک اور غور طلب مسئلہ ہمارے لئے یہ بھی ہے کہ کیا یہ ضروری ہے - کہ مذہب کی کسی بات کو خواہ وہ محکمات میں سے ہو - یا متشابہات میں سے اس وقت تک قبول نہ کیا کریں - جب تک ہماری ناقص عقل کے مطابق اسکی معقولیت ہمیں سمجھ نہ آجائے - اگر ریشنلزم کی یہی تعریف ہے تو ہمارے خیال میں اسلام کے یہ بالکل خلاف ہے کیونکہ کسی چیز کے معقول اور مطابق عقل ہونے کے یہ معنے نہیں کہ ہر ایک کس و ناکس کی عقل کی کسوٹی پر وہ پوری اتر سکے آخر انسانی عقل ناقص ہے - اور دنیا کے تمام اسرار پر اس کا احاطہ و اقتدار نہیں - ہر ایک کی عقل اور سمجھ مختلف ہے - اور وہ اسی کے مطابق ہر ایک چیز کو دیکھنا چاہتا ہے - اور یہ ہو نہیں سکتا - ہاں کسی مذہب کی معقولیت و غیر معقولیت کو پرکھنے کے لئے ہمیشہ محکمات پر نظر رکھنی چاہیئے - کیونکہ یہ اتنے صاف اور موٹے اصول ہوتے ہیں کہ دوسروں سے مقابلہ کرنے سے خواہ مخواہ انسان کی سمجھ میں آجاتے ہیں - اس بات کو زیادہ واضح کرنے کے لئے ہم اپنے محولہ بالا مضمون کا ایک حصہ یہاں نقل کر دینا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس حقیقت کو ناظرین کرام بخوبی سمجھ سکیں -

مذہب میں ہمیشہ محکمات اور متشابہات دونوں قسم کی باتیں ہوا کرتی ہیں - اور ان دونوں میں سے ہمیشہ مؤخر الذکر کو اول الذکر کے ماتحت ہی لانا پڑتا ہے اسی بات کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے - کہ اس میں محکمات و متشابہات دونوں قسم کے احکام ہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے - اسلام میں بھی یہ دونوں قسم کے امورات ہیں - لیکن مسلمانوں اور نیز مخالفین اسلام نے محکمات کو نظر انداز کرکے کئی ایک متشابہات کو پکڑ لیا ہے - اور انہی کو اپنی محدود عقل کے دائرہ کے اندر لانا چاہتے ہیں - حالانکہ ہم تمام قوانین قدرت - تمام رازہائے آسمانی سے پورے طور پر واقف نہیں سوائے ان باتوں کے جو اللہ تعالے نے اپنی پاک کتاب میں بیان فرما دی ہیں - لیکن انصاف اور صداقت دل سے غور کرکے دیکھا جائے - تو اسلامی معتقدات اور تعلیمات جن پر ہمیں کاربند ہونے کا حکم ہے - اور جن پر عمل کرنے سے ہماری نجات وابستہ ہے - وہ محکمات میں داخل ہیں - اور ان میں سے کوئی بھی ہماری اس معمولی عقل کے خلاف نہیں - کلمہ شہادت - نماز - روزہ حج اور زکوٰۃ میں اقرار باللسان و تصدیق بالقلب کا جیسا عمدہ اصول اسلام نے سکھایا ہے - کسی دوسرے مذہب نے انسان کو ایسی معقول تعلیم نہیں دی - زبان سے ایک ہستی کی موجودگی اور اس کی اعلیٰ اور یگانہ صفات کا اقرار اور اس پر ایمان ضروری ہے - کہ انسان کے دل میں اس کی عظمت پیدا کرے - جس کا لازمی نتیجہ اس کی عزت و ادب کی صورت میں ظاہر ہوگا - اور خدا تعالے کے لئے بلحاظ اس کی علو شان اور صفات میں یکتا ہونے کے یہی عزت و عظمت عبادت یا نماز کی صورت میں ظاہر ہونی چاہیئے - پھر آہستہ آہستہ اس کے زیادہ قرب اور تعلق کے وسیع ہو جانے سے وہ زبانی ایمان کا اقرار - علم الیقین کے درجہ سے نکل کر عین الیقین تک پہنچ جاتا ہے - اور انسان اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھ کر اپنی تمام خودی کو بھول جاتا - اور اس کے عشق میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اسے کھانا پینا کچھ بھی یاد نہیں رہتا - اور وہ روزہ رکھ لیتا ہے - پھر اس سے بھی بڑھ کر اس پر آسمانی دروازے کھلتے ہیں - اور اسکا ایمان اور زیادہ ترقی کرکے حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے - اور وہ خدا تعالے میں بالکل محو ہو کر انا الحق کا نعرہ مارنے لگ جاتا ہے - اور اس کے عشق و محبت میں اپنے گھر بار اہل و عیال وطن اور خویش و اقارب سے منہ موڑ کر دور دراز ممالک میں جاتا اور خانہ کعبہ کی چار دیواری کے گرد گھومنے لگ جاتا ہے پھر جس طرح سے خدا تعالی دنیا کو اپنے خزانوں سے رزق دیتا ہے - یہ بھی انہی خدائی صفات سے متصف ہو کر مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی اور رحم سے پیش آتا - اور اپنے اموال کا ایک حصہ کاٹ کر اپنے کمزوروں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرتا ہے اور اسی کا نام زکوٰۃ ہے - اللہ اکبر اسلام نے کیا ہی عمدہ اور صحیح دستور العمل فطرت انسانی کے لئے تجویز کیا - لیکن نادان آج معترض ہیں کہ یہ عقل کے خلاف ہے - ان عقل کے اندھوں سے کوئی بھلا یہ تو پوچھے - کہ آخر دنیا میں کوئی بات ہے بھی جو عقل کے مطابق ہو - اس تمام عالم میں کون سی ایسی کل ہے - جس کے پرزوں کی بناوٹ کی حقیقت انسان کی محدود عقل میں آسکے - کیا کوئی دنیا میں ہے - جو ایک معمولی سیارہ پیدا کرسکے کیا کوئی ہے - جو بغیر سورج کی روشنی اور چاند کے تاثرات کے یہ پھل پھول میوے اور اناج پیدا کرسکے جب یہ تمام باتیں انسان کی طاقت اور قدرت سے باہر ہیں اور اس کی عقل ایسی راہ تجویز نہیں کرسکتی کہ جس سے بغیر قدرت کی امداد کے ان چیزوں کو پیدا کرے - تو پھر یہ کس طرح سے ہو سکتا ہے -

کہ اسی قدرت کی بتائی ہوئی باتوں کو یہ اپنے چھوٹے سے دماغ میں پورے طور پر سمجھ سکے۔ اس سے یہ مُراد نہیں۔ کہ مذہب کی تمام باتیں عقل سے باہر ہوتی ہیں۔ بلکہ مطلب صرف یہ ہے۔ کہ سچے اور صحیح مذہب کے وہ محکم اصول جن سے انسان کی نجات وابستہ ہوتی ہے۔ بہت موٹے ہوتے ہیں اور ان کو انسان سمجھ سکتا ہے۔ لیکن انہی اصولوں میں بعض فروعات اور باریکیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو گو اکثر لوگوں کی سمجھ سے باہر ہوتی ہیں۔ لیکن عقل کے مخالف نہیں ہوتیں۔ نادان انسان اپنی کوتاہ عقل کے باعث انہیں خلاف عقل سمجھ لیتا اور آہستہ آہستہ مذہب سے متنفر ہو جاتا ہے۔ یہ مرض آجکل اتنا ترقی کر گیا ہے۔ کہ بیشمار مسلمان گریجوایٹ اس میں مُبتلا ہو کر ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں۔ جو اس بات کی کوشش میں ہیں کہ ایسے تمام مذہبی اصُولوں کو جو بظاہر ان کی عقل کے خلاف ہیں ترمیم کر کے اپنے فہم کے مطابق کر لیں۔ کاش اگر وہ بجائے مذہب کو عقل کے سانچے میں ڈھالنے کے اپنی عقول کو مذہب کے سانچے میں ڈھالتے تو زیادہ بہتر اور مفید ہوتا۔ لیکن سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ قول بہت صحیح نظر آتا ہے۔ کہ "ہر کس را عقل خود بکمال نماید و فرزند خود بجمال"۔

اسقدر صراحت کے بعد اب ہم آئندہ اشاعت میں ان مسلمانوں کو مخاطب کرنا چاہتے ہیں۔ جنہوں نے ریشنلزم کے اس مفہوم پر کاربند ہونے کے لئے کہ جب تک مذہب کی کوئی بات سمجھ میں نہ آجائے اسوقت تک وہ قابل قبول ہی نہیں۔ خواہ وہ بات متشابہات میں سے ہی نہو۔ قرآن کریم کی آیات میں تفسیر بالرائے سے کام لیتے۔ اور کئی ایک صحیح احادیث کو بلا تامل رد کر دیتے ہیں۔ فانتظروا۔

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

مسجد ووکنگ میں سلسلۂ وعظ و تلقین

لنڈن میں ایک مسلمان جنازہ کی نماز

یہ تین چار ہفتے بڑی کیفیت کے گذرے۔ ہر اتوار کو مسجد میں بڑے زور کا جلسہ ہوتا رہا۔ اور جلسہ کے بعد مسجد و مکان کے پُر فضا احاطہ میں جسپر قدرت نے سبز مخمل کا فرش بچھا رکھا ہے۔ اور جس کے گرد دیواریں بھی سبز درختوں کی قطاروں سے بنی ہیں مہمانوں کی ضیافت ہوتی رہی۔ لارڈ ہیڈلے بالقابہم متواتر بڑے اخلاص کے ساتھ تشریف لاتے رہے اور ہر دفعہ اپنے ساتھ کسی معزز مہمان کو لاتے۔ تاکہ اُنکو اسلام کی تبلیغ کیجاوے۔ دو دفعہ تو اُنکے ساتھ مسٹر ولیم لکیو بھی جو انگلستان کے مشہور مصنفین میں سے ہیں۔ سجد ایک خاتون کے تشریف لائے اور وعظ کے بعد اظہار کیا کہ اسلام نہایت ہی صاف اور معقول مذہب ہے۔ اور فطرت کے مطابق ہے اور لارڈ صاحب کو اُن کی پرائیویٹ گفتگو سے معلوم ہوا ہے کہ اُن پر اسلامی تعلیم کا گہرا اثر ہوا۔ ممکن ہے خدا تعالیٰ اُنکو اسی چشمہ سے سیراب فرما دے۔ آمین۔

پچھلے اتوار کو لارڈ ہیڈلے سیف الرحمن شیخ رحمت اللہ فاروق صاحب بالقابہم ایک بڑے معزز گھرانے کی معمر خاتون کو ساتھ لائے۔ اُن سے دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ اور اُنہوں نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ لارڈ ہیڈلے صاحب خوب جانتے ہیں۔ کہ میں اگر پوری مسلم نہیں تو بہت حد تک میرے خیالات کا اسلام ہے۔ ہاں کچھ اعتراضات باقی ہیں۔ اُن میں سے تعدد ازدواج کے متعلق بڑی دیر تک ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ آخر فرمایا کہ اگرچہ گفتگو سے مسئلہ حل تو ہوا ہے۔ لیکن طبیعت سے یہ خلجان دُور نہیں ہوا۔ کہ اسلام نے کیوں تعدد ازدواج جائز رکھا۔ قریباً تمام دن یہاں صرف کیا اور اپنے اعلےٰ اخلاق اور محبت کا ثبوت دیا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے سینوں کو کھول دے اور لارڈ صاحب بالقابہم کو ان کے اخلاص اور محنت کا اجر عظیم عطا کرے۔ ایسے مخلص باوفا شیشہ کیطرح صاف اور صاف گو اور دوستی کا حق ادا کرنے والے اور اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عشق رکھنے والے بزرگ کو ہماری خاطر دیر تک زندہ رکھے۔ اور اُن کے کاموں میں برکت دیے۔

اس پیر کے روز ایک ہندی سوار کی نعش نے مسجد ووکنگ کو بہت بڑا مشہور کیا۔ میں نے ایک کمانڈنگ افسر کو لکھکر گورے منگوائے تھے جو قبر پر تین بائیں فائر کریں۔ اور اس کے بعد ماتمی بگل بجائیں۔ اس نظارہ کو دیکھنے کے لئے اور مستقل بہادر کے ساتھ ہمدردی دکھانے کے لئے اہل ووکنگ کے زن و مرد مع بچوں کے بازاروں میں کھڑے ہو گئے اور احاطہ قبرستان میں آدم ہی آدم نظر آتا تھا۔ نماز جنازہ میں ہندوستانی اور انگریز مرد اور عورتیں بچے شریک تھے۔ نماز کے بعد لڑکیوں نے قبر کو پھولوں سے ڈھانپ دیا۔ اللہ تعالیٰ اہل ووکنگ کو بہت اجر عطا کرے اور اُن کو اسلام جیسی نعمت عظمےٰ سے شادمان فرمائے۔ اُنہوں نے ہمیشہ ہر موقعہ پر اہل مسجد کا اکرام کیا اور کبھی کسی نے بھولے سے بھی کسی قسم کی اذیت نہیں دی۔ فالحمد للہ رب العلمین والسلام

ادہ ستخط مولوی صدرالدین۔ بقلم ملال محمد احمد از ووکنگ

ایک غلط بیانی کی تردید

حضرت خواجہ صاحب نے پیرپرستان قادیان سے جو شہادت دربارہ عقائد طلب کی تھی۔ اور جسکا جواب مفتی محمد صادق اور مولوی شیر علی صاحب وغیرہ نے اپنے پیر محمود احمد صاحب کے ایماء سے ایمان فروشی کرتے ہوئے آخر یا الکا ہی دیا ہے۔ اور اسطرح ثابت کیا ہے کہ ہمارے عقائد بھی وہ عقائد ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں تھے۔ گالیاں دیتے ہوئے ان ایمان فروشوں نے میرا بھی ذکر کیا ہے۔ کہ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں رہنے کا بہت کم موقعہ ملا ہے۔ اسکے جواب میں میں صرف اتنا ہی لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی مومنانہ فراست نے ان سب لوگوں پر جو آنحضور کے ارد گرد موجود تھے۔ جن میں بہت سے بر عکس نہند نام زنگی کافور بھی شامل تھے۔ یعنے جو قادیان کے نام سے لوگوں کو دھوکا دیکر مفت کے پیر بنے ہوئے اپنا آپ سید کر رہے ہیں مجھے ترجیح دی اور صدر انجمن کا لائف ممبر منتخب کیا۔ اور پھر "لاہور میں ہمارے پاک ممبروں کا" الہی سرٹیفکیٹ بھی ہمارے حق میں دنیا کو سُنا دیا۔ مزید براں میرے حق میں اللہ تعالےٰ نے ایک اور شہادت بھی پیدا کر دی ہوئی ہے جو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ آخری ایام زندگی میں میرے مکان پر تشریف فرما رہے اور ہمیں تقریباً ایکماہ سے زیادہ عرصہ تک رات دن اپنی فیض صحبت سے مستفیض فرمایا ان ایام میں خصوصاً آپ نے مسئلہ نبوت اور تکفیر مسلمانان پر تقریریں فرمائیں جو ان لوگوں کے عقائد فاسدہ کی تردید کرتی ہیں یہ وہ ایام تھے جن میں میاں محمود احمد صاحب کو سارے دن میں گھنٹہ بھر بھی حضرت اقدس کے جلسوں میں شریک ہونا نصیب نہ ہوتا تھا پھر حضرت اقدس کا وصال خاکسار کے ہی مکان میں ہوا۔ اور آپکی پاک روح کو اللہ تعالیٰ کے پاک فرشتے ایسے پاک مکان میں لینے کے لئے آئے اور بموجب الہام الٰہی "مکہ میں مرینگے یا مدینہ میں" یہی مکان مدینۃ المسیح ٹھہرا۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی پاک روح نے پسند کیا کہ ان مکانوں میں اللہ سے وصل فرماوے جہاں ایک وقت شرک کی بُنیاد رکھی جانی تھی اس لئے وہ "الرحیل" کے موقعہ پر وہاں سے چلے آئے۔

میرے حق میں یہ وہ شہادت ہے کہ اگر ہزار ہا سال بھی یہ پیر پرست روتے اور چیختے رہیں تو بھی وہ اسے مٹا نہیں سکتے یہ واقعات قیامت تک روز روشن کیطرح انکے اس اشتہار کا ابطال کرتے اور رحمۃ اللہ اسکا دہن چاہتے رہینگے اللہ تعالیٰ ان کو نصیحت کرے جو پیر کے پیچھے پڑ کر خدا تعالیٰ کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ آمین۔ رحیم بخش سید

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سول لنڈی کی سے کاملپور تبدیل ہو کر چلے گئے ہیں۔ لہٰذا انکے تمام خطوط کاملپور سول ہسپتال کے پتہ پر جانے چاہئیں۔

اشاعت اسلام کے مشرقی وفد کا خط

کانپور میں آریہ سماج سے ایک جھڑپ

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - اس سے قبل قنوج کے حالات اور اٹاوہ و کانپور پہنچنے کی کیفیت لکھ چکا ہوں۔ کانپور میں مدرسہ ... گنج کی سرائے میں اترے اور اسکے بعد ۱۰ اگست سے آج تک اسی سرائے میں مقیم ہیں۔ میرے رفیق سفر مولوی عبدالحق صاحب بیمار ہوگئے اُن کی علالت نے اُنکے جسم کو بے حد مضمحل نہیں کیا۔ جسقدر ... انکی روح کو مضمحل کر دیا۔ بار بار خدا خدا کرکے تین روز کی دوا درمش اور دوا و غذا کی احتیاط کے بعد خدا تعالیٰ نے اُنکو قابل اطمینان حالت میں پہنچایا۔ کل سے اُنکو بخار نہیں ہوا - اور آج اُنکے ضعف میں بھی بہت کمی ہے - فالحمد للہ۔ حالت سفر میں رفیق سفر کے بیمار ہونے سے انسان کی کیا حالت ہوتی ہے اسکا اندازہ افسوس ہے کہ صرف وہی آدمی کر سکتے ہیں اس داستان کے بیان کرنیکی ضرورت نہ تھی لیکن آگے چلکر معلوم ہوگا کہ سلسلہ مضمون کے قائم رکھنے کے لئے مولوی عبدالحق کی علالت کی طرف اشارہ کرنا بھی بیساختگی کے ساتھ بیان ہونیوالا حصہ مضمون تھا۔ ۷ اگست کو شام کے وقت سرائے میں ایک شخص نے آکر کہا کہ کل ۵ بجے شام کو ٹھنڈی سڑک والی آریہ سماج میں ایک بریلی سے آئے ہوئے بڑے بھاری آریہ سماجی پنڈت جی کا لیکچر ہے۔ چنانچہ ۸ اگست کو ۴½ بجے مولوی عبدالحق صاحب کو دوا پلاکر اور اُن سے اجازت لیکر میں سرائے سے روانہ ہوا اور ایک میل کے قریب مسافت طے کرکے لوگوں سے آریہ سماج مندر کا پتہ پوچھتا ہوا سماج کے مکان تک پہنچا - اور معلوم ہوا کہ کانپور میں آریوں کی کئی سماجیں ہیں جو سب خوب سرگرمی سے اپنا کام کرتی ہیں جب ٹھنڈی سڑک کی سماج میں پہنچا تو ۵ بجے شام کا وقت تھا اور مجھے تک پہنچی ہوئی خبر کے مطابق لیکچر شروع ہو جانا چاہئے تھا لیکن میں نے وہاں جاکر سماج کے لیکچر روم میں کرسیاں تپائیاں ڈیسک اور میز وغیرہ نہایت قرینے سے بچھے ہوئے دیکھے اور صرف دو آدمی وہاں بیٹھے ہوئے پائے جو غالباً سماج کے تنخواہدار ملازم تھے - اُن سے معلوم ہوا کہ آج سماج کا جلسہ ہے جو ۷ بجے سے شروع ہوگا - لیکن باہر سے آئے ہوئے لیکچرار صاحب کا لیکچر یہاں نہیں بلکہ ریل بازار کی سماج میں ہوگا - اور اب کہ پانچ بجے کا وقت ہے لیکچر شروع ہوگیا ہوگا - میں وہاں سے رخصت ہوکر ... سے پریڈ تک آیا اور یہاں سے ٹرموے کے ذریعہ ریل بازار ... پہنچا وہاں دریافت کرتا ہوا سماج مندر تک پہنچا اور دیکھا کہ میز اور کرسی بچھی ہوئی ہے کمرہ میں جاجم کا فرش ہے اور فرش پر دو آدمی لوٹ رہے ہیں مجھکو دیکھکر ... بیٹھ گئے اور میرے سوال کا جواب دیا کہ ۸ بجے ... لیکچر ہوگا - اور کوئی خاص لیکچر نہ ہوگا - بلکہ سماج کا معمولی جلسہ ہوگا - وہاں سے رخصت ہوکر ٹرام ... پریڈ آیا اور پریڈ سے ٹھنڈی سڑک والی سماج ... پہنچا کہ سماج کا جلسہ جو

۷ بجے شروع ہوگا - دیکھوں - لیکن وہاں پہنچکر بڑی مایوسی ہوئی جب تین چار شخصوں نے جو آریہ سماج کے تعلیم یافتہ ممبر معلوم ہوتے تھے - میرا نام ونشان دریافت کرنیکے بعد کہا کہ سماج کا جلسہ ۹ بجے کے بعد شروع ہوگا - مجبوراً سرائے میں واپس آیا اور مولوی عبدالحق صاحب کو بخار کی تکلیف میں مبتلا پایا - انکو رات میں قے ہوئی اور مجھکو بہت ہی کم نیند آئی - اگلے دن ۹ اگست کو ۵ بجے کے قریب بازار میں ایک ہندو لڑکے نے چھوٹا سا ہندی میں چھپا ہوا اشتہار مجھکو دیا جس میں لکھا تھا کہ چوک کانپور کی سماج میں بریلی کے پنڈت کالیچرن صاحب کا لیکچر ایک بڑے اچھے مضمون پر ہوگا -

میں اسی وقت چوک بازار میں گیا اور ایک بالاخانہ پر آریہ سماج چوک کانپور کا سائن بورڈ لگا ہوا دیکھ آیا سرائے میں آکر مولوی عبدالحق صاحب کی حالت کو دیکھا اُن کو بخار نہ تھا - اور طبیعت کسی قدر اچھی تھی چنانچہ بعد نماز مغرب کھانا کھاکر فوراً چوک بازار کی طرف روانہ ہوگیا اور سماج کے مکان پر یعنی اسی بالاخانہ پر پہونچگیا میرا خیال تھا کہ لیکچر شروع ہوچکا ہوگا

لیکن میں نے دیکھا کہ پریسیڈنٹ جلسہ آریہ دھرم پال بیٹھا تھا کمرہ سے بیچے جلسہ میں تھوڑی سی جگہ خالی دیکھکر میں بھی خموشی سے جا بیٹھا اور پھر بعض آریہ صاحبان کے اصرار پر کسیقدر سٹیج سے قریب ہوگیا - بہت سے لوگ میرے جانے سے پہلے جمع تھے - اور بہت سے میرے سامنے بھی آتے رہے اور اسطرح بیٹھا اور بھجن کے بعد جب لیکچر شروع ہوا ہے تو جلسہ پورے طور پر بھر چکا تھا - صدر جلسہ نے اول پنڈت کالیچرن صاحب کو اہل مجلس سے انٹروڈیوس کرایا اور اُنکی تعریف میں فرمایا کہ پنڈت کالیچرن نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا ہے یعنی یہ مولوی فاضل ہیں اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ شدھ شدہ مولوی فاضل ہیں بلکہ یہ برہمن خاندان میں پیدا ہوئے اور عربی زبان میں کمال حاصل کرکے عربی کے فاضل یعنی ایم اے بنگئے ہیں وغیرہ وغیرہ اسکے بعد کالیچرن صاحب نے اپنی تقریر شروع کی اور دو گھنٹے کے قریب جیسا کچھ بول سکتے تھے بولتے رہے اُنکے لیکچر کا خلاصہ یہ تھا کہ ”سچے مذہب کی پہچان یہ ہے کہ اُس مذہب کی کتاب اس زبان میں ہو جو خدا کی زبان ہے اور خدا تعالیٰ کی زبان سنسکرت ہے - اور اسکی دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف میں سب سے پہلے انسان کا نام آدم ہے اور آدم کا لفظ آد سے بنا ہے اور آد سنسکرت میں آغاز کو کہتے ہیں اور فلاں مفسر نے لکھا ہے کہ آدم ہندوؤں کے ملک میں پیدا ہوئے جو آسمان سے قریب ہے اور آسمان سے قریب ہی ملک ہوسکتا ہے جو زیادہ بلند ہو - چونکہ تبت کا ملک سب سے بلند ہے لہذا قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ شروع میں تبت کے ملک میں انسان پیدا ہوئے - اور یہی ویدوں کی تعلیم ہے پس قرآن شریف سے ویدک دھرم کی سچائی ثابت ہوگئی - اس کے بعد بیان کیا کہ سچے مذہب کی ایک یہ پہچان ہے کہ وہ عالمگیر مذہب ہو چنانچہ ویدوں میں عالمگیر تعلیم موجود ہے لیکن قرآن شریف میں لکم دینکم ولی دین آیا ہے - جسکے معنے یہ ہیں کہ تم اپنے مذہب

پر رہو - ہم اپنے مذہب پر رہیں لہذا ثابت ہوا کہ اسلام عالمگیر مذہب نہیں - پھر بیان کیا کہ تمام دنیا کے کتوں کی آواز بھی ایک سی ہوتی ہے اسیطرح گدھوں کی آواز بھی ایک سی ہوتی ہے لیکن ملکوں کی آب وہوا کے اختلاف سے انکے جسموں کی بناوٹ میں البتہ فرق ہوتا ہے - جیسے گرم ملکوں کے بال چھوٹے اور سرد ملک والوں کے بال بڑے ہوتے ہیں وغیرہ - مگر آواز میں فرق نہیں ہوتا - لیکن آدمیوں کی بولیوں میں ہم فرق دیکھتے ہیں اس فرق کا سبب مسلمانوں کا خدا ہے - کیونکہ سورۂ روم میں ہے کہ ومن اٰیٰتہٖ خلق السمٰوات والارض و اختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لاٰیٰت للعٰلمین - لہذا ثابت ہوا کہ یہ ساری خرابی مسلمانوں کے خدا کی پھیلائی ہوئی ہے کہ زبانیں ملک ملک کی الگ الگ ہیں ویدوں کے خدا کا کوئی قصور نہیں کیونکہ ویدوں میں یہ نہیں لکھا کہ ہمنے بولیوں میں اختلاف پیدا کردیا - مذکورہ بالا آیت کو مولوی فاضل صاحب نے دو تین مرتبہ پڑھا - اور ہر مرتبہ اسی طرح پڑھا - کہ ومن اٰیٰتہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ اس کے بعد مسلمانوں کو گالیاں دینی شروع کیں - عرش کرسی اور گوشت خوری وغیرہ پر نہایت بیہودگی اور نالائقی سے اعتراض کئے گئے اور آخر میں کہا کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے مذہب کے جھوٹا اور آریہ سماج کے سچا ہونے کی سب سے زبردست دلیل یہ ہے کہ مہاراجہ رامچندر جی وید کے ماننے والے تھے اور سپوت ثابت ہوئے لیکن حضرت عیسیٰ جو عیسائی مذہب کے بانی تھے وہ نعوذ باللہ سخت نالائق اور کپوت ثابت ہوئے اور اورنگزیب مسلمان تھا - وہ بھی کپوت ثابت ہوا لہذا ان تینوں مثالوں سے ثابت ہوگیا کہ ویدک دھرم سچا اور عیسائی اور اسلام دونوں مذہب جھوٹے ہیں - یہ ہے خلاصہ مولوی فاضل پنڈت کالیچرن کے لیکچر کا لیکچر کے بعد بھجن منڈلی نے آنا جوڑو دو وغیرہ ایک نہایت طویل اور سخت دل آزار بھجن گایا بھجن کے ختم ہوتے ہی سب کھڑے ہوگئے یعنی جلسہ کو یکلخت برخاست کردینے کی غالباً اس لئے کوشش کیگئی کہ کسی مسلمان کو کچھ بولنے کا موقع نہ ملے حالانکہ میرا اسی توقع پر آخر تک لیکچر سنتا رہا تھا میں فوراً آگے بڑھا اور میں نے پریزیڈنٹ صاحب سے کہا کہ کیا آپ مجھکو بھی کچھ عرض کرنیکا موقع دیں گے - انہوں نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپ کیا فرماتے ہیں سو فرمائیں - مجھکو اور پریسیڈنٹ صاحب کو اسطرح باتیں کرتے ہوئے دیکھکر تمام جلسہ یکلخت متوجہ ہوگیا - اور ایک شخص نے خود ہی بلند آواز سے پکار دیا کہ سب بیٹھ جاؤ اور خاموشی سے سنو چنانچہ سب بیٹھ گئے اور میں نے کالیچرن صاحب سے مخاطب ہوکر کہا کہ آپ رفع شکوک کے لئے آمادہ ہیں - اُنہوں نے کہا کہ ہاں

نامہ تاجر

چیستان اکمل نمبر ۱

(میرزا عبدالکریم صاحب تاجر لوپچھہ)

(گذشتہ سے پیوستہ)

قولہ "حدیث شریف میں آیا ہے۔ قال تسمع وتطیع الامیر وان ضرب ظہرک واخذ مالک فاسمع واطع ..... دوسری حدیث ہے۔ فان کان للہ فی الارض خلیفۃ جلد ظہرک واخذ مالک فاطعہ والا فمت۔ یہ سب احکام بتاتے ہیں کہ جماعت کا یہی فرض ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے کاموں کی تکمیل و اشاعت کیلئے خلیفہ بنائے مومن اس کی اطاعت کرے" صفحہ ۳۔ **اقول** ایک طرف تو شریعت اسلام ہمیں اجازت دیتی ہے کہ اپنے حقوق طلب کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔ بلکہ اگر اس حالت میں مارے بھی جاؤ گے۔ تو شہادت پاؤ گے دوسری طرف اکمل صاحب قیامت کے سپرد کرتے ہیں باقی رہا احادیث کا معاملہ۔ سو اول تو حدیث کو قرآن پر عرض کرینگے۔ اگر مخالف قرآن نہ ہوئی تو قبول ورنہ ساقط الاعتبار ہے۔ یہی مسیح موعود کا فتویٰ ہے۔ **دوم** الامیر اور خلیفہ سے مراد اس جگہ صاحب حکومت کے ہیں۔ جس کو اس قسم کے اختیارات قہری حاصل ہوں۔ پس ایسی صورت میں کسی غیر مامور کسی غیر صاحب حکومت و سلطنت کو اس قسم کے اختیارات حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس قسم کی امارت آجکل ہم پر سلطنت برطانیہ کو حاصل ہے۔ کسی غیر صاحب حکومت کو ایسے خواب دیکھنا سخت خطرناک ہے۔ **قولہ** اگر خلیفہ دیدہ و دانستہ شرارت سے کام لیگا ..... تو اُسے تباہ کر دے گا جب تک اکثر حصہ قوم میں نیک اور خدا کے فرمانبردار لوگوں کا ہوگا اُن کا حاکم اُنکا خلیفہ بالضرور نیک ہوگا۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ کہ ظالم متولی ظالموں کے لئے ہوتا ہے۔ کذالک نولی بعض الظالمین بعضا۔ پس جو گروہ کسی خلیفہ کو بُرا قرار دے اُسے اپنی بُرائی کی فکر ہونی چاہئے۔ **اقول** جناب والا جسے خدا تعالیٰ خلیفہ بنایا کرتا ہے وہ تین تین سال پہلے کے مشوروں سے خلیفہ نہیں بنا کرتا نہ اُس کے واسطے لوگوں کے آگے عزت حاصل کرنے کے لئے کسی کو ہاتھ پسارنے پڑتے ہیں۔ پھر آیت کذالک نولی بعض الظالمین بعضا کی مصداق تو وہی جماعت ہوگی جس پر ایسے خلیفہ صاحب کا حکم یا کچھ بس چلتا ہو۔ اور وہ اُسکی محکوم اور مقہور ہو (جیسا کہ آپ لوگوں کی حالت ہے) لیکن جو خدا کے فضل سے بچائے گئے اُن کو یہ سُنانا بے سود ہے کہ وہ اپنی بُرائی کی فکر کریں۔ بلکہ تو وہ بے ہدایت بے دست و پا مغلوب و مقہور کرینگے۔ جب تک کسی نہ کسی دن اپنا کچھ پیش آئیگا کسی وو سمجھو اپنے نظر ہو ہے۔ حق کس دو کہ حساب ایک دوسرے اور خود سمجھ بیٹھ گئے۔ خدا تعالیٰ کی کلام تو غلط

نہیں۔ وہ تو بالکل صحیح اور راست ہے سمجھنے والے سمجھ لیں۔ **قولہ** مسلمانوں میں تو نماز پنجگانہ میں غیر مامور امام کی اطاعت کی مشق کرائی جاتی ہے اور یہ بھی بتایا جاتا ہے۔ کہ اس کی اطاعت اس طرح ہو کہ اگر کوئی اُس سے سہو ہو جائے تو اُس میں بھی مقتدی شریک ہوں ..... یہ ضروری نہیں کہ وہ امام اُن کے انتباہ پر عمل بھی کرے۔ **اقول** جناب والا آپ لوگوں کو سخت مغالطہ دے رہے ہیں۔ غیر مامور امام کی اطاعت اُن معنوں میں ہرگز نہیں کرائی جاتی جو آپ کا مدعا ہیں اندھی اجتہادی تقلید کا وہاں بھی کوئی حکم نہیں۔ مثلاً پیش امام صاحب اگر نماز کی بجائے سجدہ میں گوز چلانے شروع کر دیں تو مقتدی ہرگز اُس کی اطاعت کر کے مسجد کو گندہ نکرینگے۔ پھر غور تو کرو۔ کہ سہو میں شرکت کا حکم ہے نہ کہ عمد میں بھی؟ جہاں اولوالعزمی کی وجہ سے عزم بالجزم ہو وہاں تو ایسا قیاس ہو ہی نہیں سکتا؟ پھر یہ بھی ناممکن ہے کہ جماعت کا کثیر حصہ امام صاحب کو غلطی پر متنبہ کرے اور امام صاحب پھر بھی اصلاح نہ کریں۔ بلکہ اولوالعزمی دکھانے تک جائیں؟ پس زیادہ سے زیادہ سہو میں اطاعت رکھنے کا جواز ثابت ہوگا۔ اس سے بڑھکر کچھ بات نہیں۔ **دوم**۔ واضح رہے کہ غیر ماموریت کو مدنظر رکھکر پیش امام نماز کی اطاعت نہیں کیجاتی۔ بلکہ اسوجہ سے کہ پیش امام اُسوقت نبی کا قائم مقام یا ظل ہوتا ہے۔ کیونکہ امامت دراصل نبی کے ہی فرائض منصبیہ میں داخل ہے۔ مگر چونکہ ہر جگہ اور ہر وقت نبی کا اصالتاً پہونچکر امامت نماز کرانا ناممکن اور محال امر ہے اس لئے شریعت نے عارضی طور پر چیدہ چیدہ مسلمانوں کو یہ منصب بطور ظل کے عطا کیا تاکہ کام چلتا رہے۔ پس بلحاظ ظل نبی ہونے کے پیش امام کی اطاعت نماز میں لازم ہوئی نہ کہ بلحاظ غیر مامور ہونے کے۔ **قولہ** پھر جس بنا پر اُس کی اطاعت کو ناجائز ٹھہرایا جاتا ہے۔ وہ وجہ تو انجمن میں بھی پائی جاتی ہے۔ **اقول** یہ سوال مسیح موعود سے کرو۔ جس نے انجمن کی کثرت رائے کے فیصلہ کو قطعی قرار دیا۔ یہ کوئی ہماری تجویز نہیں ہے۔ دراصل انسان کو ہوائے نفس کچھ سمجھنے سوچنے نہیں دیتی ورنہ یہ سیدھی سی بات ممکن نہ تھا کہ کوئی سمجھدار سمجھ نہ سکتا۔ حضرت عالی اکثر حصہ اگر خطا پر اجماع کرتا ہے۔ تو کرنے دو جو نتیجہ نکلیگا۔ بھلا یا بُرا وہ بھی تو بہر حال اُن کو ماننا ہی پڑیگا۔ اور کوئی کسی پریشانی تو نہ رہیگا؟ دراصل یہی وہ حکمت تھی جو اس اجماعی رائے میں رکھی گئی تھی مگر افسوس کہ بہت سے جلد باز لوگوں نے اُسکو پھاڑ دیا جیسا کہ مولوی نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کیوں جھگڑا برپا نہ ہوا یہی وجہ تو تھی کہ کثرت

اسی پر ہو گئی تھی۔ کہ وہی خلیفہ ہوں پھر یاد کرو کہ مولوی صاحب نے خود بھی اسی کثرت رائے کو مقدم سمجھا جب کہا کہ اگر قوم استہ الحفیظ حضرت صاحب کی چھوٹی لڑکی پر بھی اتفاق کرے تو سب سے پہلے ہم اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو طیار رہیں اور جب تک قادیان میں اُسوقت کی موجودہ جماعت نے (جس میں سوائے بعض کے سب سرکردہ آدمی موجود تھے) بالعموم مولوی صاحب مذکور کی خلافت و امارت پر اتفاق نہ کر لیا تب تک آنحضور نے بیعت لینے کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا۔ گو ممکن ہے کہ بعض کو اُسوقت یہ تجویز ناپسند آئی ہو۔ (کیونکہ نورانی چہروں کے پرستار اُسوقت بھی موجود تھے، مگر طوعاً و کرہاً اُسوقت اُن کو بھی ہاں ہی کرنی پڑی۔ (آپ لوگوں کا بار بار اُن کی خلافت سے استدلال کرنا ایک تعجب خیز امر ہے کیونکہ اُن کی خلافت اور موجودہ خلافت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر اُسی طرح جس طرح نورالدین خلیفہ بنا تھا کوئی اور بھی خلیفہ بنتا تو رونا کاہیکا تھا۔ اور اُن کی خلافت سے استدلال کرنا بھی بیجا نہ تھا۔ لیکن جبکہ وہ سین ہی بدلگیا۔ اور فقط خدا و رسول کو پس پشت ڈالکر کسی نورانی چہرہ کی پرستش ہی مدعا ثابت ہو گئی۔ تو پھر نورالدین کی نظیر پیش کرنیوالوں کو ذرا شرم کرنی چاہئے، پس اتفاق ہو گیا۔ اور اُن کی خلافت خلافت حقہ ثابت ہو گئی۔ **قولہ** اگر انجمن کی کثرت رائے پر قومی کاموں کا فیصلہ ضروری ہے اور شاورہم فی الامر سے یہی نکلتا ہے کہ شاوروا ہونا چاہئے تھا۔ پھر وشاورہم فی الامر کے آگے فاذا عزمت کی بجائے فاذا عزمتم ہوتا۔ کیونکہ عزم کرنے والے بہت سے لوگ ہیں نہ ایک۔ اس آیت نے تو یہ ثابت کیا ہے۔ کہ ایک شخص مشورہ لینے والا ہو اور پھر وہ مشورہ کا پابند بھی نہیں بلکہ عزم بھی اُسی ایک کا ہے۔ **اقول** اس کلام کے مخاطب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر اُن کے بعد ہر ایک وہ شخص ہے جس کی امیری پہلے سے مسلم ہے اس لئے شاوروا ہونا صحیح نہیں ہو سکتا اور اسی وجہ سے عزمتم بھی غلط ہے مگر آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی پہلے سے ایسا مسلم امیر موجود نہ ہو تو اُسوقت سب کو مل جُل کر کام کرنے کا حکم ہے پس انتخاب امیر بھی ایک کام ہے۔ جو کم از کم موجودہ لوگوں کو تو سبکو مل جُل کر کرنا چاہئے تھا۔ پھر جس پر قوم کی کثرت رائے ہو جاتی اُسکو امیر قوم تسلیم کر لیا جاتا مگر ادھر اُدھر ناجائز طریق سے لوگوں کو کسی خاص فرد پر اجتماع کرنے کو تنگ و دق کرنے اور عزت حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی ع حاجت مشاطہ نیست روئے دلارام را۔ بلکہ اُسی طرح صبر و سکون سے کام لیکر خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنا تھا۔ پھر قدرت خداوندی کا تماشا دیکھنا تھا۔ لیکن بے صبر ہو کر جب جماعت انصار اللہ نے اپنے ہاتھ کی کمائی شروع کیدی۔ تو

وہ فضل رحمانی نہ رہا۔ باقی رہا۔ آپکا یہ فرمان۔ کہ ہیں تیت نے تو یہ ثابت کیا۔ کہ ایک شخص مشورہ لینے والا ہے۔ یہ صحیح ہے۔ مگر اس صورت میں کہ پہلے سے تسلیم شدہ کوئی امیر موجود ہو۔ نہ کہ آپ نودیدہ و سوزہ کشیدہ کی مانند قبل از وقت ہی خواہ مخواہ کسی کو اس حکم کا مصداق تصور کر لیا جاوے پھر یہ کہنا کہ "پھر وہ مشورہ کا پابند بھی نہیں۔ بلکہ عزم بھی اسی ایک کا ہے۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔ جب وہ مشورہ پر عمل کرنیکا پابند ہی نہیں تو مشورہ لینا چہ معنی دارد؟ یہ تو ایک بڑی فضول حرکت یا بڑا دھوکہ ہی دھوکہ ہوا۔ کہ لوگ تو بجائے خود یہ سمجھیں کہ ایک امیر صاحب ہم سے مشورہ اسی واسطے لیتے ہیں۔ کہ جو پسندیدہ امر ہو اس کی پابندی کرینگے اور امیر صاحب کا دل میں کچھ اور ہی منشا ہو۔ بس یہ امر مفہوم آیت کے سراسر خلاف ہے اسلام ایسی دھوکہ بازی ہرگز نہیں سکھاتا۔ بلکہ مفہوم آیت صاف یہ ہے کہ اہل جماعت سے مشورہ کر لو پھر اسکے مطابق جس بات پر عزم ہو جائے اسی پر توکلاً علی اللہ عمل کر لو۔ جیسا کہ فاذا کی فاء تعقیب سے ظاہر ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ پھر بھی بھروسہ خدا پر ہی رہے۔ کیونکہ مشورہ دینے والے کوئی عالم الغیب تو نہیں ہوتے۔ کہ ان کے مشورے ہمیشہ بری از خطا ہوں۔ لہٰذا ان پر تکیہ کرنا بھی ٹھیک نہیں۔ مگر انتظام قومی اس امر کا مقتضی ہے کہ مشورہ ضرور لیا جاوے اس لئے مشورہ طلب کر لینے کا حکم ہوا۔ مگر تکیہ خدا پر ہی رہے۔ تاکہ خدا تعالیٰ کامیاب رکھے۔ ہاں جب بذریعہ وحی الٰہی کوئی حکم ایزدی نافذ ہو جائے۔ تو یہ امر دیگر ہے۔ ایسی صورت میں قومی مشوروں کی پابندی کی بھی ضرورت نہیں رہتی باقی رہا۔ مولوی صاحب کے نوٹوں سے آپ کا ایک نوٹ پیش کرنا سو اول تو آپ لوگوں کے نزدیک نوٹ بکوں کی باتیں اب ماننے کے قابل ہی نہیں جو باتیں آپ کی موید ہوں وہ تو آپ آمنا و صدقنا کہہ کر جھٹ لپک کر جھانپ لیتے ہیں اور جو آپ کی منشاء کے برخلاف ہوں اور آپ کی تمام خواہشات پر پانی پھیرنے والی ہوں۔ اس کا ماننا آپ کے نزدیک کوئی ضروری نہیں۔ پھر آپ لوگ کس منہ سے کسی قول کو سند پیش کر دیتے ہیں خصوصاً جبکہ یہ نوٹ بھی آپ جیسے راویوں کا قلمبند کیا ہوا ہو تو کسی کو کیا معلوم کہ اس میں راوی کا اپنا بھی کچھ دخل ہے یا نہیں؟ ممکن ہے راوی نے اصل الفاظ ان کے کلمات کو صحیح صحیح ضبط ہی نہ کیا ہو یا الفاظ میں تغیر کر دیا ہو۔ جیسا کہ خود حضرت صاحب مسیح موعود کے ارشادات کے قلمبند کرنے میں بھی آپ لوگ مانتے ہیں کہ مفتی محمد صادق جیسے ثقہ آدمی سے بھی غلطی کا احتمال ہے تو دوسروں پر حجت کیا ہے؟ تماشہ ہو جا ایکہ فضوخوا ابنا دوفر معرفقیر

فرماتے ہیں کہ "وزراء کی رائیں بمنزلہ آئینہ کے ہوتی ہیں۔ کہ اُن میں اپنی رائے کا حسن و قبح دیکھ لے"۔ تو بتلاؤ کہ امیر کو مشورہ ماننا پڑا یا نہ؟ اگر امیر مشورہ ماننے کا پابند ہی نہیں تو وزراء کی رائیں اس کے لئے آئینہ کیا ہوئیں۔؟ **قولہ** اور وہ جو کہتے ہیں کہ سب کچھ مسلم ہے۔ مگر مسیح موعود تو آپ خلیفہ تھے۔ اب خلیفہ در خلیفہ کا سلسلہ کیسے چلے وہ کان کھول کر سن لیں کہ مسیح موعود نبی ہے اور نبی کی تعریف جو کلام اللہ اور کلام الرسول سے نکلتی ہے وہ آپ پر صادق آتی ہے۔ وہ نشانات جو انبیاء کیلئے بطور خاصہ کے ہیں وہ آپ کے وجود باجود میں پائے جاتے ہیں۔ اور قرآن مجید سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ خاتم النبیین کے بعد ایک نبی آنیوالا تھا جو آپ کا مظہر اتم اور آپ کی بعثت ثانیہ کا مصداق ہو۔ اور یہ کمال نبوت آپ ہی کے فیض اتباع سے پائے چنانچہ فرماتا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ ذالک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ اس منعم علیہ گروہ میں شامل ہے۔۔۔۔ صرف خاتم النبیین کے فیض سے انسان نبی بن سکتا ہے۔ اگر ہر رسول کی اتباع سے نبی بن سکتا تو رسلہ ہوتا۔ الرسول لانا یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ صرف خاتم النبیین سے یہ امر خاص ہے۔ دوم یہ کہ امت محمدیہ میں ضرور ہے کہ ایک نہ ایک نبی بھی ہوتا ورنہ اس آیت پر زد پڑتی۔ اور اگر یہ کہیں کہ مع النبیین فرمایا۔ جس سے مراد اُن کی معیت ہے نہ اُن کی جماعت میں شامل ہونا تو پھر لازم آئیگا کہ صدیق بھی کوئی نہ ہو شہید بھی کوئی نہ ہو صالح بھی کوئی نہ ہو۔ سو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کفی باللہ علیما فرما کر بتا دیا کہ اللہ کے علم میں ایک نبی ہے۔ **اقول** معلوم ہوا کہ خلیفہ در خلیفہ کے سلسلہ کے تو آپ بھی قائل نہیں۔ باقی رہا حضرت صاحب کی نبوت کا سوال کہ وہ نبی ہیں اور جو تعریف نبی کی کلام اللہ و کلام الرسول سے نکلتی ہے وہ آپ پر صادق آتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ محض جھوٹ اور افترا علی اللہ والرسول ہے حضرت صاحب ہمیشہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں آیت استخلاف کو بھی پیش کرتے رہے۔ جس سے کسی نبی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا نہیں بلکہ خلفاء کا آنا ثابت ہے جیسا کہ ابوبکرؓ سے لیکر مسیح موعود تک سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفے ہی ہوتے آئے ہیں۔ اور امت محمدیہ کے باوجود بہت سے فرقوں میں منقسم ہو جانے کے پھر بھی کسی

فرقہ اہل اسلام کا آجتک یہ گندہ عقیدہ نہیں ہوا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی حقیقی نبی ہے۔ بلکہ برعکس اس کے سب کا متفقہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی شرعی حقیقی معنوں میں نبی نہیں۔ پھر اگر یہی صحیح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی گذشتہ انبیاء کی جنس کا نبی آسکتا ہے تو پھر غیر احمدی بھی اپنے عقیدہ دربارہ دوبارہ نزول عیسیٰ ابن مریم میں بالکل سچے ہیں۔ کیونکہ جب خاتم النبیین کے بعد کسی نئے نبی کی بعثت سے مہر ختمیت نہیں ٹوٹتی۔ بلکہ اسکی شان دوبالا ہو جاتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ کسی پرانے نبی کی بعثت سے مہر ختمیت ٹوٹ جائے جس کی نبوت سابقہ خاتمکر جبکہ وہ آنحضرتؐ کے امتی ہو کر بقول غیر احمدیاں آویں۔ تو بتاؤ ختم نبوت کو اس سے کیا حرج پہنچ سکتا ہے؟ اگر کہو کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ تو میں کہونگا کہ نفس نبوت کے لحاظ سے تو بقول آپ کے قدیم و جدید دونوں برابر ہیں۔ لہٰذا آپؐ کی کوئی ہتک نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مرزا صاحب کو بھی نفس نبوت کے لحاظ سے آپ ویسا ہی نبی مانتے ہیں۔ جیسے کہ مسیح ابن مریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وغیرہما جمیع انبیاء ہیں تو جب ایک جدید نبی کی نبوت سے آنحضرتؐ کی ہتک متصور نہیں تو کسی پرانے نبی کی نبوت سے بھی بطریق اولےٰ نہیں۔ پھر بقول غیر احمدیاں جبکہ وہ تابع شریعت اسلام بلکہ آنحضرت صلعم کے امتی ہو کر آئیں گے۔ تو پھر تو کسی صورت میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس میں ہتک نہیں ہو سکتی۔ اور اگر کہو کہ امتی ہو کر آنے میں خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی ہتک ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ آپ لوگوں کے نزدیک امتی ہونا نبی ہونے کے منافی نہیں۔ پس جب کسی نبی کا امتی ہونا اس کی نبوت کے منافی ہی نہیں (جیسا کہ آپ لوگوں نے مرزا صاحب کو باوجود امتی ہونے کے پھر بھی ویسا ہی نبی مانا ہوا ہے جیسے کہ گذشتہ انبیاء تھے۔ اور انہی میں اُن کا بھی شمار ہے) تو کوئی وجہ نہیں کہ مسیح ابن مریم اگر امتی ہو کر آویں تو اُن کے ساتھ اُنکا امتی ہو کر آنا اُنکی عزت کا منافی ہو۔ اور اگر کہو کہ مسیح ابن مریم کا آسمان پر زندہ رہنا اور نہ مرنا اُنکا ایسا صعود الی السماء وغیرہ وغیرہ تمام امور خلاف قانون قدرت اور خلاف قرآن و حدیث ہیں تو پھر یہاں خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک تو خاتم النبیین بنا کر اور اپنے نبی کی بنیاں سے الگ نبی بنا کر پھر بھی کسی حقیقی نبی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ۲ روپے ششماہی ۱ روپے سہ ماہی ۸ آنہ ۹

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور پنجشنبہ مورخہ ۲۱ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۲۳

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا — مصطفٰے ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او — بادۂ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ما از و یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
انتہائے قول و عہد جان ما است — ہرچہ زو ثابت شود ایمان ما
از ملائک وز خبر ہائے معاد — ہرچہ گفتہ آں رسول رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات احمد حق اندر راست — منکراں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ما است — ہر کہ انکارش کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

اقتباسات

بعض سماجک اخبارات کی شرمناک غلط بیانیاں

اخبار عام کے ناظرین کو میرے دو ایک گذشتہ شائع شدہ خطوط کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں اپنے رسالہ ارجن میں ان امورات پر بحث کر رہا ہوں کہ ویدوں چھ درشنوں اور اپنشدوں کا سدھانت دراصل ادویت ہی ہے۔ جسکو دوسرے لفظوں میں ویدانت کہنا چاہئے۔ اور یہی سدھانت سوامی دیانند سرستی کے ویدوں کے بھاشیہ اور رگوید آدی بھاشیہ بھومکا وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے۔ ادویت سدھانت کا مطلب یہ ہے کہ صرف ایک پرماتما ہی انادی اننت ہے۔ وہی آدی سرشٹی میں ایک سے انیک روپ دھارن کر لیتا ہے اور جیو (روح) اسکا ایک طرح سے پرتی بمب ہے۔ پرتی بمب اور بمب دو وستو نہیں ہوتے اور جیو پرتی بمب بھی ایسا ہے۔ کہ جسکو سدھانت انوسار درحقیقت پرتی بمب بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ یہ نہ تو درویہ ہے۔ نہ گن ہے۔ بلکہ ان دونوں سے پرتھک ہے۔ یہ بہت گہری فلاسفی ہے جسکو عام لوگوں نے نہیں سمجھا۔ بلکہ اسکو صرف ویدانت ہی حل کر سکتا ہے اور جس ودیت واد کا پرچار آریہ سماج کر رہا ہے۔ وہ کیول نام ماتر اور عام کے سمجھانے کے لئے ہے اسی طرح مکتی دراصل نیتہ ہے یعنی مکتی سے جیو واپس نہیں آتا۔ بلکہ سورگ سے واپس آتا ہے ایسا ہی سوامی دیانند سرستی کے وید بھاشیہ سے ثابت ہوتا ہے لیکن ستیارتھ پرکاش میں مکتی کے نیتہ ہونے اور ادویت واد کے درست ہونے کی تردید کی گئی ہے میں نے ان ہر دو امور پر مع ویدوں وغیرہ کے متعدد حوالوں کے بحث کر کے لکھا تھا۔ کہ آریہ سماج کے وِدوان لوگ ان پر وچار کریں۔ کہ سوامی جی کی کتب

[illegible]

کے روشنی ڈالی تھی۔ کہ وید بھاشیہ میں کچھ اور ہے اور ستیارتھ پرکاش میں کچھ اور ہے۔ لیکن ودوانوں میں سے تو کسی نے ابھی تک جواب نہیں دیا البتہ اخبارات "پرکاش" "امرت" اور "دیش" "مسافر" وغیرہ نے میرے خلاف بہت کچھ لکھ ڈالا۔ اور بعض تو ابھی تک لکھ رہے ہیں۔ بعض نے تو مجھکو گالیاں تک دیکر اپنی اور اپنے بزرگوں کی تہذیب کو ظاہر کیا ہے۔ اور بعض لوگوں نے ماں بہن کے لحاظ کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔ اور کئی اخبارات تو بالکل غلط بیانیوں سے کام لے رہے ہیں۔ اخبارات مسافر اور امرت کے ایڈیٹروں سے مجھے شاستر ارتھ کے لئے لکھا اور میں منظور کر چکا ہوں لیکن وہ دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ گئے۔ امرت اخبار نے تو مجھ پر سخت غلط بیانیوں کا زہر اگلا ہے مگر ان میں سے کسی نے بھی میرے ان مضامین کو چھوا تک نہیں۔ جو میں نے ارجن میں لکھے ہیں۔ اخبار دیش نے بھی میرے خلاف غلط فہمی پھیلانے میں ان اخبارات کے ساتھ شرکت کر لی ہے۔ میں یہ سب نظارے دیکھ رہا ہوں۔ اخبار دیش نے تو امرت کا ایک نوٹ دیکر میرے خلاف یہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ کہ میرے ساتھ دنگہ فساد کی نوبت پہنچنے والی تھی۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ یہ اخبارات میرے خلاف اور کس قدر غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں۔

(سماج ناساتن شرما ایڈیٹر ارجن لاہور) (از اخبار عام)

منٹگمری میں سیلاب عظیم

منٹگمری میں ۱۱ اگست سے

شب و روز متواتر بارش ہو رہی ہے۔ کسی وقت مطلع صاف نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے ندی سکریہا میں سیلاب آگیا ہے۔ ندی مذکورہ خاص شہر منٹگمری سے ۶ میل بجانب شمال ہے اور اس میں تمام پہاڑی پانی جو دامن ہمالیہ میں گرتا ہے [illegible]

چھوٹے نالوں اور ندیوں کے ذریعہ سے آتا ہے۔ شہر منٹگمری بجانب شمال و مغرب بہ نسبت جنوب و مشرق کے کسیقدر نشیب میں واقع ہے اسلئے شمالی و مغربی حصہ کے تین چار محلے قریب قریب غرق آب ہو چکے ہیں۔ کل علی الصباح ہم لوگ سرستہ آفس جو شمال مغربی گوشہ میں ہے۔ خشک سڑکوں پر گئے مگر ۴ بجے واپسی کے وقت گھٹنوں تک پانی میں مکان واپس آئے۔ آج غرقاب شدہ محلوں کی سڑکوں پر کشتیاں چل رہی ہیں۔ لوگ کل ہی سے جنوب مشرقی محلوں میں نقل مکان کر رہے ہیں سیلاب شدہ رقبہ کے مکانات منہدم ہو رہے ہیں غلہ و ضروریات زندگی کی دکانیں شمالی حصہ میں تھیں۔ جو زیر آب ہے۔ مخلوق سخت پریشان ہے۔ اجناس کے نرخوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ مگر سیلاب میں کمی نہ ہونے کی حالت میں اندیشہ گرانی کا ہے۔ (وکیل)

حجاج کیلئے ایک طرفہ کرایہ

ڈپٹی کمشنر پولیس بندرگاہ بمبئی اپنے مراسلہ مورخہ ۲۱ اگست میں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ جہاز "لوا" ۲۰ ستمبر ۱۹۱۵ء کے قریب بمبئی سے جدہ روانہ ہونے کو ہے۔ جدہ میں جہاز مذکور غالباً ۲ اکتوبر کے قریب پہنچیگا یکطرفہ کرایہ کا نرخ جس میں قرنطینہ کے مصارف بھی شامل ہیں۔ حسب ذیل ہے:-

درجہ اول	۱۴۰	روپیہ
درجہ دوم	۱۱۰	روپیہ
صالون	۹۰	روپیہ
دنبالہ	۸۰	روپیہ
عرشہ	۷۰	روپیہ

یاد رکھو یہ جہاز حاجی قصاب علی کا ہے اسکا کرایہ بھی لینڈنٹ شرن اینڈ کمپنی کے کرایہ سے بھی ملاطرفہ تکٹ [illegible]
[illegible] بات ہے کہ یہ جہاز [illegible]

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

روسیوں کی پسپائی - (شملہ ۲۹ اگست)۔ ہز اکسیلنسی وائسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے کل کی تاریخ کا مفصلہ ذیل مراسلہ لنڈن سے موصول ہوا ہے:-

بڑھتے دور کوئی اہم تبدیلی نہیں ہوئی - دریائے یمن کے وسطی حصہ پر اور دریائے بوبر اور دریائے بیری پیائی کے منبعوں کے درمیانی محاذ سے روسی پیچھے ہٹ رہے ہیں - اور ان کے عقب کی محافظ فوج غنیم سے مصروف پیکار ہے۔

جرمنی کی سرکاری اطلاع میں لکھا ہے کہ روسی سپاہ نے مقام اولیٹا (جو کوونو اور گروڈنو کے عین وسط میں واقع ہے) کے قلعوں کو خالی کر دیا - اور جرمنوں نے ان پر قبضہ کر لیا۔

غنیم کے شدید نقصانات :- روس کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمنوں نے بدھ کی شام کو اور جمعرات کے روز بیلوشاک کی کوشش کی مگر ہم نے شدید نقصان کے ساتھ انہیں پسپا کر دیا۔ برسیٹ لٹوسک میں روسیوں نے افسران بالا کی ہدایات کے موجب قلعوں کو اڑا دیا - اور قلعگیر فوج میدانی فوج سے جا ملی۔

جرمنی کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمن دریائے لینا کو عبور کرنے کے لئے لڑائی کر رہے ہیں - یہ دریا سے مقام کامینٹسی لٹوسک کے شمال مشرق میں واقع ہے جو برسیٹ لٹوسک سے ۳۴ میل شمال مشرق میں ہے - نیز وہ کامینٹسی سے میزوزیس کو جانے والی سڑک پر بھی پیشقدمی کر رہے ہیں - آخر الذکر مقام برسیٹ لٹوسک سے ۳۰ میل شمال مشرق کی طرف واقع ہے - برسیٹ لٹوسک کے جنوب مشرق میں روسیوں کو دریائے روٹا پر پسپا کیا گیا ہے۔

فرانسیسیوں کے ہوائی حملے - فرانس میں جرمنوں کے خلاف ہوائی حملے جاری ہیں چنانچہ فرانسیسی ہوا بازوں نے دو سٹیشنوں پر دودر میں اور دو پر ارگون میں گولے پھینکے - اور ۲۶ اگست کو زہریلی گیس طیار کرنے کے ایک کارخانہ پر بم گرائے - ۲۷ اگست کی صبح کو ہوائی جہازوں کے ایک دستہ نے نہیم واقع بیڈن کے ریلوے سٹیشن اور قوت برقی کے کارخانہ پر بم گرائے -

اطالی رزمگاہ - اطالیوں نے کوہ البیس کی وادیوں میں ترقی کی ہے اور ان کے ہوائی جہازوں نے مقام ریوا پر بم گرائے ہیں جو جھیل گارڈا پر واقع ہے۔

جرمنوں کا بے سود ہوائی حملہ - (لنڈن - ۲۹ - اگست) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ۷ جرمن ہوائی جہازوں نے صبح کے ۱۰ بجے اڑ کر پیرس تک پہنچنے کی کوشش کی مگر اپنے مقصد میں ناکام رہے انہوں نے مقامات برجنشہ رائب کورٹ اور کمپین پر بم گرائے جن سے کمپین میں ۲ نرسیں اور ایک نیچے اوتار لیا راہنما اور اس کا جہاز جلکر خاک ہو گئے۔

پیرس کا تار مظہر ہے کہ حال کے فرانسیسی ہوائی حملوں کے جواب میں جرمنوں نے بھی ایک کمزور حملہ کیا - اور ان کے چار ہوائی جہاز پیرس کا رخ کرتے ہوئے فرانسیسی لائنوں پر سے گذرے - فرانسیسی ہوا بازوں نے ان کا سرگرمی سے تعاقب کیا آخر تین جرمن ہوائی جہاز واپس لوٹ گئے جن میں سے دو تو جرمن لائنوں تک پہنچ گئے اور تیسرا ایک جنگل میں جلتا ہوا نیچے اوتار لیا گیا - اور اس کے سوار بھی جل مرے - چوتھے نے مقام مونٹ مورنسی پر دو بم گرائے جس کے بعد اسے بھگا کر نکال دیا گیا۔

پیرس کی روزانہ رپورٹ - (لنڈن ۲۸ - اگست) پیرس کی سرکاری اطلاع دلچسپی سے خالی ہے اور اس میں صرف متفرق مقامات پر توپخانہ کی آتشباری اور ہوائی جہازوں کی سرگرمی کا ذکر ہے - ہوائی جہازوں نے جینیل واقع ارگون کے ریلوے سٹیشن پر بم گرائے۔

۲۹ - اگست - پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہم نے نیوپورٹ اور ہٹساس دجیم کے علاقہ میں اور ایرس کے شمال اور ریل کی سڑک کے مشرق میں جرمن خندقوں پر شدید گولہ باری کی - ارگون میں توپخانہ کی لڑائیاں ہوئیں اور فرانسیسی سپاہ نے جرمنوں کو گولہ باری شروع کرنے سے روک دیا۔

برطانیہ کے فدائی - (لنڈن ۲۸ - اگست) مغربی رزمگاہ سے ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-

مقتولین - کپتان ۱ - دوم لفٹنٹ ۴ -

مجروحین - کپتان ۲ - لفٹنٹ ۴ -

ایک سال کی کارگذاری - (لنڈن ۲۹ - اگست) محکمہ بحری نے مسٹر بالفور کی طرف سے ایک چٹھی شائع کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ گذشتہ بارہ ماہ کے جرمنی کے زیپلن ہوائی جہازوں کی تاخت سے کس قدر نقصان پہنچا ہے - اس میں لکھا ہے کہ ۷۱ جوان اور ۳۹ بچے ہلاک اور ۱۸۹ جوان اور [illegible] بچے مجروح ہوئے اور کوئی سپاہی یا ملاح ہلاک نہیں ہوا - صرف ایک موقع پر ایسا نقصان وقوع میں آیا ہے جو بڑی مشکل سے کھینچ تان کر نہایت خفیف فوجی اہمیت دی جا سکتی ہے - یہ حملے وحشیانہ تھے جن سے کوئی اخلاقی یا مادی غرض پوری نہیں ہوئی۔

اتحادیوں کی شدید گولہ باری - (لنڈن ۲۹ - اگست) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ اتحادی توپخانہ رات کو جرمن مورچوں پر اور بالخصوص آلین اے لنس کے شمال کرمیوں کے گرد و نواح پیرلی اور سک اور دریائے اس اور علاقہ ارگون کے مابین قابض رہے - یورپ کے تمام محاذ میں غنیم کی خندقوں پر شدید گولہ باری ہوتی رہی۔

جرمنوں کی غلط بیانی - (لنڈن ۲۸ اگست) برسیٹ لٹوسک کو خالی کرنے سے پیشتر روسیوں نے قلعبندیوں اور پلوں کو اڑا دیا - اور ان کی قلعگیر فوج میدانی فوج سے جا ملی - روسی جنرل شٹاف کے اعلان سے پایا جاتا ہے کہ جرمنوں کا یہ دعوے صحیح نہیں ہے - کہ انہوں نے برسیٹ لٹوسک پر حملہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ روسیوں نے پیشتر ہی سے اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا کہ ایک لاکھ قلعگیر فوج کو بند رکھنا نا ہے چنانچہ اس وجہ سے روسی یہاں سے تمام قیمتی سامان بروقت اٹھا کر لے گئے - دریائے بگ کے صرف مغربی کنارے کی توپیں جواب دیتی رہیں جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ روسی سپاہ کو پیچھے ہٹ جانے کا موقع مل جائے جب وہ ہٹ گئیں - تو روسیوں نے قلعبندیوں اور پلوں کو تباہ کر دیا - اور ان قلعوں کی فوج میدانی فوج سے جا ملی - اس طرح کسی قسم کا مال غنیمت جرمنوں کے ہاتھ نہ آیا۔

برطانی اور روسی قونصلوں پر حملہ - ۲۸ - اگست - طہران کا ایک تار مظہر ہے کہ جب روسی اور برطانی قونصل مع حفاظتی سپاہ کے مقام کنگور سے (جو ہمدان اور کرمان شاہ کے قریباً وسط میں واقع ہے) واپس بلائے جا رہے تھے - تو تبریز کے جرمن قونصل ہرشونین میں نے ایک مسلح جتھے کی مدد سے ان پر حملہ کیا - ہر چند حفاظتی سپاہ کے آدمیوں نے رائفلوں سے ان کا مقابلہ کیا - مگر نقصان اٹھایا - چند ارمنی سپاہی اس موقعہ پر مدد دینے سے عاجز تھے - اس پر فوراً مجلس وزرا کا اجلاس منعقد ہوا اور کاسکوں کے ایرانی بریگیڈ کے کمانڈر سے درخواست کی گئی کہ وہ ایک فوجی دستہ کو طلب کرے - آخر الذکر مقام کنگور سے چار روز کی مسافت پر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
پیغام صلح لاہور
مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۲۲

ریشنلزم۔ ملاازم اور اسلام

(سلسلۂ اشاعت گذشتہ)

اگست ۱۹۱۵ء کے رسالہ المسلم میں غازی محمود دھرم پال نے **القرآن والحدیث** کے عنوان سے ایک ضروری مضمون تحریر فرمایا ہے۔ اور اس میں کسی شخص عبد العزیز بٹالوی کے منکر حدیث ہونے کا تذکرہ کر کے اس پر بہت کچھ جرح قدح کی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جہاں تک میاں عبد العزیز صاحب کی نام نہاد احمدیت اور ان کے منکر حدیث ہونے کا سوال ہے۔ ان کی یہ دونوں حیثیتیں بالکل متضاد نظر آتی ہیں اور اسی لئے مسٹر دھرم پال نے ان کی پوزیشن کو مخدوش ظاہر کیا ہے۔ اگرچہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے میاں عبد العزیز صاحب حضرت مسیح موعود پر بھی کوئی ایمان نہیں رکھتے۔ اور علانیہ آپ سے بیزاری کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ مسٹر دھرم پال نے اسی مضمون میں احادیث کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے کہ

"امر واقعہ یہ ہے کہ احادیث کا بہت سا حصہ ہمیں روزمرہ کی زندگی کی بعض مشکلات کو حل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ احادیث کا ایک حصہ ہماری مشکلات کو حل کرنے کی بجائے بڑھانے کا موجب بھی ہو سکتا ہے۔ اگر ان کو درست تسلیم کر کے دستور العمل بنانے کی کوشش کی جاوے۔ اس قسم کی احادیث ہی اتنی قابل ترک ہیں۔"

مسٹر دھرم پال کا یہ خیال یہاں تک تو واقعی بہت صحیح اور ایک حد تک قابل تحسین ہے لیکن کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر اس خیال پر عملدرآمد کرتے وقت اور احادیث کی صحت و عدم صحت کو جانچتے ہوئے قرآن کریم کو معیار ٹھیرایا جاتا نہ کہ اپنی ناقص عقل اور ریشنلزم کو۔ بیشک ریشنلزم یعنے عقل و تمیز سے کام لینا۔ ایک بہت ہی عمدہ اصول ہے اور اس پر کاربند ہو کر انسان بہت کچھ فواید حاصل کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان عقل سے کام نہ لیکر ایک بے عقل حیوان اور نافہم وغیرہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اور اسی لئے اسلام اور قرآن کریم نے انسان کو اپنی عقل سے کام لینے کی بڑے زور کے ساتھ تاکید فرمائی ہے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ ایک حقیقت ہے اور ہم اس کا بار بار اعادہ کر چکے ہیں۔ کہ علوم آسمانی کو سمجھنے میں بسا اوقات انسان کی ناقص عقل ٹھوکر کھا سکتی ہے۔ اور آئے دن کھاتی رہتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر روز دنیا میں نئے نئے انکشافات اور کئی ایک ایسی باتیں ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں جنکو انسان خارق عادت سمجھتا ہے۔ آئے دن فضلائے یورپ اور بڑے بڑے دانایان فرنگ اپنی ایجادات اور علوم و فنون میں اغلاط محسوس کرتے اور انکی ترمیم و تنسیخ سے اپنے عقاید کو بدلتے رہتے ہیں۔ جب حالت یہ ہے تو کسی شخص کا محض اس بات پر زور دینا کہ جو بات ہماری سمجھ نہ آئے۔ اس کے غلط ہونے پر ہم فتوے صادر کر دیں۔ ایک بالکل غلط اصول ہے۔ کم از کم آسمانی کتابوں کی تعلیمات کو پیش کرتے وقت یا ان کے متعلقہ مسائل پر نظر ڈالتے ہوئے انکے محکمات اور فطری تعلیمات کو چھوڑ کر کیونکہ انہی کی متقابلہ حیثیات کسی کتاب کو احق بہ قبولیت ٹھیراتی ہیں۔ ایسی بات ذرا احتیاط کے ساتھ منہ سے نکالنی چاہیئے۔ اور جب تک الہام الٰہی انکی عدم صداقت کی شہادت نہ دے۔ یا واقعات حقہ اور صحیفۂ فطرت یا اسی آسمانی کتاب کے دوسرے مقامات صراحت کے ساتھ انکی تردید نہ کر دیں۔ اجماعی راؤں کو اپنے قیاسات پر زیادہ ترجیح دینی چاہئے۔ یہ الگ امر ہے کہ کسی شخص کا تقوے و طہارت اور تجاہد فی سبیل اللہ **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** کے مطابق اسکو انہی مسائل کے متعلق مزید معارف و نکات سمجھائے۔ لیکن ایک عام متعارف بات کو جو عقل انسانی کے بھی عین مطابق ہو۔ الہام الٰہی بھی اس کے خلاف نہ ہو۔ واقعات حقہ اور فطرت انسانی بھی اس کا رد نہ کرے۔ خواہ مخواہ یونہی اپنی رائے اور قیاس پر چھوڑ دینا بالکل ناجائز امر ہے۔

مسٹر دھرم پال نے اپنے مضمون میں جن حدیثوں کی مثال دی ہے بیشک انہیں قرآن کے مخالف ظاہر کیا ہے لیکن زیادہ زور انکا اس بات پر ہے۔ کہ وہ عقل انسانی کے خلاف ہیں۔ انہوں نے **واعتزلوا النساء فی المحیض** کے متعلق مولوی عبد اللہ چکڑالوی کی تفسیر کو نقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ حالت حیض میں عورت کے پاس جانا۔ اس کے ساتھ چھونا یا کسی قسم کی مقاربت کرنا کبھی جائز نہیں۔ اور چونکہ احادیث میں آنحضرت صلعم کی طرف یہ افعال منسوب کئے گئے ہیں۔ اس لئے وہ ماننے کے قابل نہیں۔ مولوی عبد اللہ چکڑالوی کی تفسیر تو ہم نہیں جانتے کہ کیونکر وقعت کے قابل ہو سکتی ہے۔ جبکہ آنحضرت صلعم کی منہ بولی باتیں اور قرآن کریم کی قولی و فعلی تفسیر ماننے کے قابل نہیں۔ اور شخص جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو ماننا ناجائز سمجھتا ہو۔ حالانکہ وہ سب قرآن کریم کی تفسیر ہی ہیں۔ وہ خود کہاں سے اس قابل بن سکتا ہے۔ کہ اس کے اقوال اور ایک بیٹر جیتنی موٹی تفسیر پر ایمان لایا جائے۔ ہم حیران ہیں۔ کہ وہ کونسی دلیل ہے۔ کہ جس کے رو سے آنحضرت صلعم کے اقوال کو ماننا تو کفر سمجھا جائے۔ لیکن مولوی عبد اللہ چکڑالوی کے کہنے کو سر آنکھوں پر رکھا جائے۔ ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

لیکن مسٹر دھرم پال نے اس کے ساتھ ہی چند ایک مزید دلائل بھی دیئے ہیں۔ اور وہ قرآن سے نہیں۔ بلکہ اپنی رائے سے اور اسلام کو مدنظر رکھکر نہیں۔ بلکہ ریشنلزم یعنے قدم قدم پر ٹھوکریں کھانیوالی عقل پر عامل ہو کر۔ مانا آنحضرت صلعم کا کوئی فعل خلاف عقل اور اصول اسکے مخالف نہیں۔ مگر مذکورہ بالا افعال کی نسبت یہ کہنا کہ یہ خلاف طب یا خلاف فطرت انسانی ہیں۔ اس وقت تک ہرگز صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس پر واقعات حقہ یا دیگر مضبوط دلائل کے ساتھ روشنی نہ ڈالی جائے۔ مولوی عبد اللہ چکڑالوی کے دلائل پر جو انہوں نے حدیثوں کو چھوڑ کر وضع کئے ہیں ہم بعد میں بحث کرینگے۔ اور قرآن کریم سے ہی یہ ثابت کرینگے۔ کہ ان کا خیال بالکل غلط اور ناقابل وقعت ہے۔ لیکن ہم مسٹر دھرم پال سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ جس ریشنلزم کی اطاعت میں انہوں نے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ:۔

"ایام ماہواری میں بیوی کے پاس جانے یا اس سے اس پہلو میں کسی قسم کی مقاربت کرنے سے فطرتاً نفرت آتی ہے۔ نہ صرف طہارت کے خیال کو مدنظر رکھکر۔ بلکہ حفظ صحت کے قوانین کی رو سے بھی ایام ماہواری میں بیوی سے کسی قسم کا اختلاط کرنا فریقین کے لئے نہایت خطرناک ثابت"

اسی ریشنلزم کے رو سے ان کی یہ باتیں کہاں تک صحیح اور قابل وقعت ہیں مسٹر دھرم پال کو ایک مدت تک ایک ایسی قوم کیساتھ مقاربت و مخالطت رکھنے کے باعث جو نہایت پاکیزہ انسان کے بدن کا چھونا بھی گناہ کبیرہ جانتی ہے۔ ایام ماہواری میں بیوی کے پاس جانے یا اس سے اس پہلو میں کسی قسم کی مقاربت کرنے سے فطرتاً نفرت آتی ہو تو یہ دوسری بات [illegible]

حیض میں [illegible]

کونسا مضر اثر پڑتا ہے کہ جس کے سبب ان سے چھونا بھی ناجائز یا فطرتاً قابل نفرت ہو۔ آخر اس پلیدی کا اثر جسم کے ایک خاص حصہ پر ہی ہوتا ہے اور دیگر اعضا اس سے ہرگز پلید نہیں ہو جاتے۔ پھر معلوم نہیں کہ مسٹر دہرمپال کی فطرت کیوں **لا مساس** پر زور دیتی ہے۔ اور انہیں بیوی سے چھونے سے بھی نفرت دلاتی ہے۔ کیا مسٹر دہرمپال ہمیں بتا سکتے ہیں۔ کہ اس میں انسان کی طہارت پر کونسا مضر اثر پڑتا ہے۔ اور کونسی پلیدی انسان کو دامنگیر ہو جاتی ہے۔ پھر یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر مس کرنے سے طہارت جاتی رہتی ہے۔ تو کیا جماع سے طہارت قائم رہتی ہے۔ پھر اگر طہارت کا ہی سوال ہے تو مسٹر دہرمپال کو چاہیئے۔ کہ حالت حیض کے علاوہ دیگر ایام میں جماع کو بھی ناجائز قرار دیں۔ ۔۔رہے حفظ صحت کے قوانین سو آج تک ہم نے تو کسی طب کی کتاب میں ایسا پڑھا ہے نہ کسی سے سنا ہے کہ "ایام ماہواری میں بیوی سے کسی قسم کا اختلاط کرنا فریقین کے لئے خطرناک ثابت ہوتا ہے" ہم نے اس بارہ کئی ایک نامی حکما اور ڈاکٹروں سے خود زبانی بھی پوچھا لیکن کسی نے بھی اس بات کی شہادت نہیں دی کہ جماع کے علاوہ نری مخالطت و مباشرت بھی ایام ماہواری میں باعث خطرات ہے۔ تو پھر یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ ایک خیالی اور وہمی بات پر ایک حقیقت اور صداقت کا انکار کر دیا جائے۔ ہم مسٹر دہرمپال کے مشکور ہونگے۔ اگر وہ ہمیں کسی بڑے طبیب یا ڈاکٹر کی رائے یا اس کا تجربہ بتا کر اپنی رائے کو صحیح ثابت کرینگے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہم انہیں یہ کہدینا ضروری سمجھتے ہیں کہ عزیز من۔

تکمن تکیہ بر عقل ناپایدار

عقل کے ساتھ آسمانی تائید کا ہونا نہایت ضروری ہے عقل بغیر الہام کے ایسی ہی ہے جیسی آنکھیں بغیر بیرونی روشنی کے اور اس لئے آسمانی روشنی کو چھوڑ کر ایک عاجز و بیچارہ عقل پر تکیہ کرنا بسا اوقات ٹھوکر کا سبب ہو سکتا ہے۔

گو مسئلہ زیر بحث کوئی اتنا اہم مسئلہ نہیں تاہم ایک خیالی اور وہمی کی بات پر احادیث صحیحہ کو رد کر دینا پیش خیمہ ہے۔ اس بات کا آئندہ قرآن کریم کی تحریف اور احادیث کی تردید نہایت بیباکی کے ساتھ کر دی جایا کرے۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ چکڑالوی کی طرح فروعات سے نکل کر اصولوں پر بھی ہاتھ صاف کیا جائے۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مسٹر دہرمپال کی غلطی کو صاف طور پر آشکارا کر دیں۔ اور انہیں بتلا دیں کہ اول تو ریشنلزم کی پیروی میں بے سبب صحیح خیالات کو رد کرنا ہی مناسب نہیں۔ جب تک کہ واقعات حقہ اور صحیفہ فطرت ان کے خلاف نہ ہو۔ اور پھر جب عقل انسانی بھی ان پر کوئی اعتراض وارد نہ کر سکے تو وہ یقیناً قابل قبول ہیں۔

پس مسٹر دہرمپال نے جو یہ سوال کئے ہیں کہ:-

"احادیث کیونکر (۱) یزکیکم کے مطابق ہمیں پاکیزگی یا طہارت کا سبق دے سکتی ہیں۔

(۲) یعلمکم الکتاب کے مطابق قرآن مجید کی کونسی آیت کی تفسیر و تشریح ہو سکتی ہیں۔

(۳) والحکمۃ کے مطابق ایام ماہواری میں بیوی کا اندازہ ہوا کر اس سے اس قسم کا خلا ملا کرنا جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ از رو پاکیزگی۔ از روئے تقاضائے فطرت۔ از روئے قوانین حفظ صحت کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔

(۴) ما لم تکونوا تعلمون کے مطابق ایام ماہواری میں بیوی کے ساتھ اس قسم کا خلا ملا اپنے اندر کونسی ایسی اعلیٰ فلاسفی رکھتا ہے جسکی دنیا کو پہلے خبر نہیں تھی۔

ہم ان کے جواب میں انہیں بتلانا چاہتے ہیں کہ:-

(۱) یزکیکم۔ ایام ماہواری میں ہمبستر دبوس و کنار رہنے کے ہرگز منافی نہیں اور اس سے طہارت پر کوئی نقص عاید نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان کے طبعی جذبات کا تقاضا ایک حد تک پورا ہو کر اسے خیالات بد سے بچا سکتا۔ اور اس طرح طہارت پر قائم رکھ سکتا ہے۔ یا اگر یہ نہیں تو مسٹر دہرمپال ہی ہمیں بتلائیں کہ اس سے پاکیزگی یا طہارت پر کونسا نقص عاید ہوتا ہے۔

(۲) یعلمکم الکتاب کے مطابق یہ قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر کرتا ہے جس میں مسٹر دہرمپال **واعتزلوا النساء فی المحیض** اور **ولا تقربوھن** سے استدلال کر کے اور اپنی رائے یا ریشنلزم کو پیش رو بنا کر ایام ماہواری میں بیوی سے کسی قسم کی مقاربت سے نفرت کرتے ہیں۔ اور بیوی سے کسی قسم کا اختلاط فریقین کے لئے نہایت خطرناک بتاتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے اپنے فعل سے اس آیت کی تفسیر فرما کر بتا دیا۔ کہ آپ کا یہ خیال ہرگز صحیح نہیں بلکہ اس آیت کا منشا صرف مجامعت سے پرہیز کرنیکا ہی حکم دینا ہے اور بس

(۳) سب سے پہلے مسٹر دہرمپال ہمیں بتلائیں کہ:- ایام ماہواری میں ۔۔۔ مباشرت وغیرہ از پاکیزگی، تقاضائے فطرت اور قوانین حفظ صحت کے کہاں تک مخالف ہے۔ اور اس سے کیا کیا بدنتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ جب یہ امر پاکیزگی، تقاضائے فطرت اور قوانین حفظ صحت کے مخالف ہرگز نہیں بلکہ مطابق ہے تو یہ کہنا کیونکر جائز ہے کہ ایسی احادیث قابل قبول نہیں

(۴) ما لم تکونوا تعلمون کے تو یہ عین مطابق ہے۔ جب مسٹر دہرمپال جیسا شخص یہ نہیں جانتا کہ ایام ماہواری میں بیوی سے مباشرت کرنا جائز ہے چہ جائیکہ اس سے چھوا تک نہ جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے وقت یہودیوں میں یہ رواج تھا۔ اور عیسائیوں تک ہے کہ وہ ان ایام میں عورت کو دیکھنا تک ناجائز سمجھتے اور ناپسند کرتے تھے۔ اسی لئے وہ ان کو بالکل الگ مکان یا الگ جگہ میں رکھتے۔ انکا کھانا پینا اور برتن کپڑے وغیرہ سب الگ کر دیتے تھے۔ عورت کی یہ ذلیل اور قابل نفرت حالت اسلام نے ہرگز ہرگز پسند نہیں کی۔ آنحضرت صلعم نے ان ایام میں اپنی عورتوں سے مخالطت کو جائز رکھا۔ اور اس طرح سے اپنے عملی نمونہ سے ظاہر کیا۔ کہ یہ کوئی اس قدر قابل نفرت حالت نہیں جس سے اس قدر دور بھاگا جائے۔ ہاں یہ قرآن کریم کے الفاظ میں **اذیً** ایک چھوٹا سا دکھ ہے۔ اور اس لئے اس دکھ رسیدہ جگہ کے قریب نہ جانا چاہیئے۔ تاکہ دکھ اور نہ بڑھ جائے۔ ہاں جسم دیگر اعضا کے ساتھ چھونے سے کوئی خلاف طہارت یا خلاف فطرت یا خلاف صحت بات ظہور پذیر نہیں ہوتی۔ اور اس سے ان ہر سہ باتوں پر کوئی نقص عاید نہیں ہوتا۔

یہ چند ایک مختصر جوابات ہیں جو ہم نے اس وقت لکھ دینے مناسب سمجھے۔ اگر مسٹر دہرمپال نے شائستگی اور متانت کے ساتھ دلائل قاطع و براہین ساطع اور تجربات و مشاہدات و واقعات کی بنا پر ان کی تردید کی۔ تو شاید اس مسئلہ پر کچھ اور لکھنا پڑے۔ ہاں مولوی عبد اللہ چکڑالوی کے پیش کردہ خیال کی تردید ابھی باقی ہے۔ جو کسی آئندہ اشاعت میں کر دی جائے گی۔

آریہ سماج کا رس کیوں میٹھا نہیں لگتا

۱۹ جولائی کے پرکاش میں صفحہ ۱۰ پر مذکورہ بالا عنوان سے ایک مضمون ایسے آریہ نے لکھا ہے جس نے اپنے ایک بڑے اصول مکتی (یعنی نجات) کا آریہ مذہب کے لئے مہلک بیماری ہونا تسلیم کیا ہے۔ مگر ساتھ ہی اس نے ایک یہ چال چلی ہے کہ ایک طرف تو بعض پادریوں کی طرح انہوں نے خاموشی سے اپنے مسئلہ مکتی کی جو پیر تناسخ کی بنیاد ہے تحریف کرنی چاہی ہے۔ اور دوسری طرف جب اس مسئلہ نجات کو اسلام پر پیش کیا تو ایسے الفاظ میں جو ذو معنے ہیں۔ جو ایک طرح سے ہمارا عقیدہ ہو بھی سکتا ہے اور ایک طرح سے نہیں۔ وہ کہتا ہے۔ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر اور قرآن پر ایمان لاؤ تو وہ اپنی امت میں تمہیں شمار کرے گا۔ اور قیامت کے دن جنت کا دروازہ تمہارے لئے کھل جائیگا اگر اس فقرہ سے لکھنے والے کی مراد یہ ہے کہ صرف یہ کہہ دینے سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر ایمان لے آیا جنت کے مستحق ہو گئے تو یہ اس نے ہمارے مذہب کا تمسخر کیا ہے اور ہمارے عقیدہ کے سراسر خلاف لکھا ہے۔ یا وہ اس کی آڑ میں سوامی دیانند جی کو بھی اس طرح کا نجات دہندہ جاننا چاہتے ہونگے کیونکہ پہلے سے یہ لوگ مانتے چلے آئے ہیں۔ کہ الہام کا ہونا اور رشیوں کا آنا وید کے بعد ہو گیا۔ اور اگر اس کی اس سے یہ مراد ہے کہ **اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول** یعنے قرآن کریم کے احکام اور رسول کریم کی سنت پر پورے طور پر عامل ہو تو صحیح ہے۔ کیونکہ ہم سب مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمان بغیر اعمال صالح کی آبپاشی کے سرسبز اور بارآور نہیں ہو سکتا۔ جیسے قرآن کریم فرماتا ہے **وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھر** یعنی جسطرح باغ اور نہر لازم ملزوم ہیں۔ اسی طرح ایمان اور اعمال صالح لازم و ملزوم ہیں۔ تو اب آریہ صاحب پر واضح ہو گیا ہو گا کہ ہمارا عقیدہ کیا ہے ساتھ ہی میں نجات (مکتی) کے مسئلہ پر بھی کچھ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ تا آریہ صاحب کو معلوم ہو جائے کہ ان کا مکتی (نجات) کا مسئلہ حقیقی راحت بخشنے والا ہے۔ یا ہمارا۔ واضح ہو کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ **والذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک اصحب الجنۃ ھم فیھا خلدون** وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے وہی جنتی ہیں وہ اسی میں رہیں گے اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ اللہ تعالے اپنے بندوں سے ہمکلام ہو گا۔ اور یہی انسان کا اصل مقصد ہے کہ وہ اپنے محسن کو پالے اور اس سے ہمکلام ہو مگر برعکس اس کے آریہ لوگ ایسی نجات کے قائل ہیں کہ جس کی رو سے پرماتما سے ہمکلام ہونا تو درکنار نجات بھی ایک محدود وقت کے لئے ملیگی اور اسکے بعد وہ بہشت سے باہر نکال دیئے جائیں گے۔ یہ ایسی مکتی ہے کہ آدمی بیچارا پرمیشر کی بندگی کرتا رہے۔ مگر نجات ملے تو ایک وقت کے لئے۔ آخر گھسیٹ کر بہشت سے باہر کر دیا جائیگا خواہ اس کا دل نکلنے کو کرے یا نہ کرے۔ مگر وہ اسکو نکال کے ہی چھوڑیگا۔ تعجب تو یہ ہے کہ وہ بڑے بڑے رشی جو خدا کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ تا وہ لوگوں کو ہدایت کی راہ بتلائیں جس کے لئے انہوں نے ہزاروں مصیبتیں اور تکلیفیں اوٹھائیں۔ اور دنیا کی چیزوں سے نفرت کی اور لوگوں سے گالی اور برا بھلا سنا وہ بھی بیچارے ایک محدود وقت کی نجات پالینے کے بعد بہشت سے باہر دھکیل دیئے جاوینگے کیسی درد وہ بات ہے کہ آخرۃ کے لئے تو انہوں نے دنیا کا سب کچھ چھوڑا اور مصیبتیں بھی اوٹھائیں۔ مگر وہاں ان کو خدا نے پورے طور سے آرام نہ لینے دیا۔ جدھر بھی گئے بیچاروں کو سکھ نہ ملا۔ تو اب میں انہی لوگوں سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ ایسے عقیدہ کے رکھتے ہوئے کس انسان کا نیک اعمال کرنیکو جی چاہیگا۔ میرا تو جہانتک خیال ہے نفرت ہو گی۔ کیونکہ جب نجات کا یہ حال ہے تو اب کونسی بات ہے جو دنیا کی لذتوں سے نفرت دلائے اور آیندہ کی بہبودی حاصل کرنے کی ترغیب کا باعث ہو۔ آپ حیران ہونگے کہ ایسے عقیدہ کی ان کو کیا ضرورت پڑی تھی۔ واضح ہو کہ یہ مصیبت جو ان کے سر پڑی ہے قدامت مادہ کے ماننے کی وجہ سے ہے ان کا عقیدہ ہے کہ مادہ قدیم سے ہے۔ اور خدا نے صرف اسکو ترکیب دیکر یہ عالم بنا دیا۔ میں یہاں یہ ضروری نہیں سمجھتا کہ قدامت مادہ کے متعلق لکھوں۔ لیکن البتہ تناسخ کے متعلق اتنا ضرور لکھونگا کہ اس کے ماننے میں کیا کیا مشکلات ہیں۔ واضح ہو کہ قدامت مادہ کے ماننے سے انکو محدود روحیں ماننی پڑی ہیں۔ جسکی وجہ سے انکو مکتی (نجات) محدود زمانہ کے لئے ماننی پڑی ہے۔ کیونکہ اگر مکتی ابدی ہو تو ایک دن ضرور ایسا آئیگا کہ وہ روحیں ختم ہو جائیں اور خدا کو بیکار بیٹھنا پڑے کیونکہ وہ اور روحیں تو پیدا کر نہیں سکتا۔ وہی چند محدود روحیں اس کا خزانہ تھیں جس سے اسکے کام چلتے تھے۔ (**نعوذ باللہ من ذالک**) اور دوسرا کوئی انسان نہیں جس نے کوئی نہ کوئی گناہ نہ کیا۔ اور خدا اپنے رحم سے اسکو بخش نہیں سکتا۔ خواہ وہ کتنا اپنے نفس پر مجاہدہ کرے اور کتنا ہی نیکی کی طرف قدم مارے اس لئے خدا اسکو نیکی کے عوض میں جو اس نے کبھی کی تھی۔ محدود مکتی کے بعد کسی اور جون میں پیدا کر بہشت سے باہر نکالنے پر مجبور ہے۔ کیسی بدنصیبی اور بدقسمتی ہے کہ خالق کے رحم سے انکار کیا جائے باوجود گناہ سے توبہ کرنے اور نیکی کے کرنے میں کوشاں ہونے کے وہ اس انسان کو بخش نہیں سکتا۔ اور دوسرا خدا کی قدرت سے انکار کرنا اور اس غیر محدود ہستی کو ایک محدود ہستی کے برابر سمجھنا کہ وہ بھی انسان کی طرح مادہ کا محتاج ہے۔

ایک اور مشکل یہ کہ ہر گناہ کا ہونا از بس ضروری ہے کیونکہ یہ جتنی درخت نباتات۔ پھل۔ پانی۔ گاؤ ماتا اور وہ جڑ کا وہ ماتا ہے وہ بڑھ جاتا ہے۔ اور تمام وہ چیزیں جن پر انسان کی زندگی کا انحصار گناہ کی طفیل ہیں۔ کیونکہ یہ بھی پہلی جون میں انسان ہونگے۔ تو اپنے اپنے گناہ کی وجہ سے مختلف جونوں میں پڑ گئے۔ بلکہ انسان خود جو مختلف فرقوں میں ہیں وہ بھی گناہ کا نتیجہ ہیں جس سے معلوم ہوا کہ گناہ پر انسان کی زندگی کا انحصار ہے۔ تو ایسا تو ہی ہیں جو دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ جن کا جواب دینا آریہ صاحبان کے ذمہ ہے۔ اول نیکی۔ نیکی جو کہتے ہیں وہ جھوٹ ہے بلکہ اس کا نام سر سے اڑا دینا چاہیئے۔ اور اس کی بجائے گناہ گناہ کہنا چاہیئے۔ دوسرا ایک آریہ بھائی جو اس وقت ہندو ہے کیا ممکن ہے کہ کسی پہلی جون میں مسلمان ہو اور مسلمان بھائی کسی پہلی جون میں ہندو ہو یا ہم سب پہلے ایک ہوں اور بعد میں کوئی گناہ کی وجہ سے کسی جون میں اور کوئی کسی فرقہ میں چلا گیا ہو تو اب یہ پوچھتا ہوں کہ آپ ہم سے چھوت کیوں کرتے ہیں حالانکہ وہ حیوان جو ہم سے کم درجہ کے ہیں اور ایسی حالت میں وہ اپنے زیادہ پاپوں کی وجہ سے ان سے چھوت نہیں اور ہم جو اشرف المخلوقات ہیں ان سے چھوت ہے اور اس کے علاوہ آپس میں سخت نااتفاقی ہے حالانکہ ہم سب میں زبردست اتفاق ہونا چاہئے تھا۔ ایسی حالت کے ہوتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ ہمارا رس میٹھا کیوں نہیں لگتا۔ دیکھو ہم سب فرقہ کے نبیوں کی اور انکے اقدس کتابوں کی عزت و تکریم کرتے ہیں کیونکہ یہ ہمارا پیارا نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین ہیں چھوڑ گئے۔ تعجب تک آپ اس نمونہ کی پیروی کریں گے

اعزازی تمغہ

میدان جنگ میں گورنمنٹ عالیہ کی خدمات آجکل جیسا کچھ لائق تحسین و آفرین ہیں۔ اور جو کچھ ان خدمات کی قدر و منزلت ہے۔ اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ ہمیں یہ سنکر از حد مسرت ہوئی ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اپنے جان نثار خدام کی عزت افزائی کر کے ان کے دلوں کو بڑھاتی اور انکے جوہر مردانگی کی داد دیتی ہے چنانچہ یہ فرحت افزا خبر تمام برادران ملت کے لئے باعث مسرت ہو گی کہ ڈاکٹر مکرم ڈاکٹر ظفر حسین صاحب حمدی کو متواتر چار برس تک سخت انتشار میں کام کرنے کے صلہ میں Indian Distinguished Service Medal عنایت ہوا ہے۔ ہم ڈاکٹر صاحب کو اس عزت افزائی پر گورنمنٹ کے از حد ممنون ہیں اور اللہ تعالے کے دست بدعا ہیں کہ

قرآن مجید کی تعلیم

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

سب سے پہلے میں اُس خالق کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس نے انسان کو پیدا کر کے اُسکو دل۔ آنکھ اور کان عطا کئے۔ اور سلیم فطرت محض اپنی رحمت کاملہ سے عطا فرائی۔ پس اُس کا شکر اور اس پاک فطرت کی حفاظت ہرایک انسان پر لازمی امر ہے۔ تا کل کو اُس فاطر فطرت کے سامنے حساب کے وقت کف افسوس نہ ملنا پڑے اور شرمساری و حسرت نہ اُٹھانی پڑے۔

عزیزو۔ چونکہ اس کی حفاظت کے لئے کسی تعلیم کی شد ضرورت ہے۔ جس پر چلکر انسان اپنے اصلی مقصد کو حاصل کر سکے۔ اور تعلیم بھی اُس خالق فطرت کی طرف سے ہونی چاہئے۔ تاکہ وہ فطرت کے موافق ہو۔ اور چونکہ دُنیا میں ہر مذہب والا اپنی کتاب کو منجانب خدا کہتا ہے۔ اس لئے میں نے بھی مناسب جانا کہ قرآن شریف کی تعلیم کو بیان کروں اور دکھاؤں کہ صرف قرآن کریم ہی کی تعلیم فطرت کے موافق ہے۔ باقی جسقدر کتابیں ہیں۔ وہ تمام افراط تفریط کے سمندر میں پڑی ہیں۔ موجودہ بائیبل میں سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابیں ہیں جن کے مطالعہ کرنے سے انسان اس نکتہ پر پہونچ جاتا ہے۔ کہ صورت انتقام ہی کا ذکر ہے معافی کا کہیں نام نہیں۔ مثلاً دانت کے بدلے دانت آنکھ کے بدلے آنکھ جان کے بدلے جان۔ ہاتھ کے بدلے ہاتھ۔ پاؤں کے بدلے پاؤں۔ اور تیری آنکھ مروت نہ کرے وغیرہ وغیرہ (کتاب استثنا۔ باب ۱۹ - آیت ۲۱ -)

اب انسان جس کی فطرت میں عفو کا مادہ بھی رکھا گیا ہے۔ ایک وقت اُس عفو کے مادے کا تقاضا ہوتا ہے کہ معاف کرو۔ اس میں مجرم کی اصلاح ہوگی۔ مگر اس کی تعلیم یہ کہکر کہ تیری آنکھ مروت نہ کرے۔ اُس کے صحیح جذبات و اُمنگ کو دبانا چاہتی ہے۔ اور چونکہ یہ ناقص تعلیم ہے اس لئے انسانی فطرت کی تشکین اس تعلیم سے محال امر ہے۔ اسی طرح انسانی پیدائیش کو بیان کرتے ہوئے کوئی ایسی بات اس کتاب میں نہیں پائی جاتی جس سے انسان اپنی اصلیت کو پہچان کر اپنے فاطر فطرت برحق کے آستانے پر جا گرے۔ بلکہ یونہی معمولی سے پیرایہ میں بیان کیا گیا۔ کہ خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اپنی مانند بنادیں اور اپنی صورت پر پیدا کیا - (پیدائیش۔ باب ۱ - آیت ۲۶ -)

اب بجائے اس کے کہ انسان اس تعلیم پر چل کر عاجزی اختیار کرے۔ اُلٹا وہ اکڑ کر چلیگا۔ کہ او ہم تو خدا کی مانند ہیں۔ ہم کیوں عاجزی کریں۔

اب اگر انجیل کو اٹھا کر دیکھیں تو دُنیا اس کے اُلٹ ہے۔ یعنی عفو ہی عفو ہے۔ دوسرے پہلو کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس پر چلکر انسان کمزور سا رہیگا۔ شجاعت کا حوصلہ نہ ہوگا۔ مثلاً انجیل لوقا باب ۶ - آیت ۲۷ -) ملاحظہ ہو۔ کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو۔ جو تم سے عداوت رکھے۔ تم اُس کا بھلا کرو۔ جو تمہیں لعنت کریں۔ تم اُن کے لئے برکت چاہو۔ جو تمہاری بیعزتی کریں۔ تم اُن کے لئے دُعا مانگو۔ جو تیری ایک گال پر طمانچہ مارے دوسری بھی اُس کی طرف پھیر دے۔ اور جو تیرا چوغہ لے اس کو کرتہ لینے سے بھی منع نہ کرو وغیرہ وغیرہ

اِنسان جس کی فطرت میں انتقام لینے کا مادہ ہے اُس کی تشفی اس تعلیم سے ناممکن ہے۔ انسان کو جب کسی کی جانب سے دُکھ پہنچتا ہے۔ تو معاً اسکی طبیعت یہ چاہتی ہے۔ کہ میں بھی اپنا بدلہ نکال لوں۔ مگر اس تعلیم کا پیرو اپنی فطرت کے برخلاف دُکھ دینے والے کے لئے دعائے برکت اور بھلائی چاہیگا۔ مگر ظاہر ہے کہ ہر حالت میں ہی ایسا کرنے سے انسان کے منتقم جذبات بڑھ جائینگے۔ اور گویا خدا تعالےٰ کی بخشی کردہ قوت کا خون ہوگا۔ اب مثلاً سے ہر حق کو ضرورت تو اس بات کی ہے۔ کہ مجھے تعلیم وہ ملے میرے فطرتی جذبات و احساسات کو پورا کرے اور میں امن و امان کی زندگی بسر کر سکوں۔ . . . . اور شرمندگی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ اب اس نکتہ پر پہنچکر وہ ایسی تعلیم کی تلاش کریگا۔ جو اس فاطر فطرت کیطرف سے ہو۔ پس اس غرض کے حصول کے لئے یہ ضروری امر ہے۔ کہ اس کے معلم کی کوئی ایسی ہستی ہو۔ کہ جو ان چھ صفات سے جو ذیل میں بیان کیجاتی ہیں کامل طور پر موصوف ہو۔ اور ان کی اضداد سے بالکل پاک اور منزہ ہو۔

اول۔ کسی کو زیر فرمان بنانے اور اپنے حکم کے مطابق ہمیشہ کرانے کا حق پورے طور سے حق رکھتا ہو ورنہ ظلم لازم آئیگا۔

دوئم۔ اس کا علم اس قدر وسیع ہو کہ وہ محیط ہونے کے علاوہ ہرایک کی طبیعت کی رسائی اور فطرت سے پورا خبردار ہو۔ اور پھر ایسا باریک بین ہو کہ مسلم اور عاصی کی اطاعت اور گناہ سے ظاہری اور باطنی طور سے بخوبی واقفیت رکھتا ہو تاکہ بے علمی اور جہالت کی وجہ سے متقی کو نامرد اور ناکردہ گناہ کو موجب سزا نہ ٹھہرائے۔

سوئم۔ اس کا حکم ایسا زبردست اور محکم اور حکمت والا ہو۔ کہ زمانے کا تغیر اور ملکوں کی تفریق اس میں کبھی بھی نقص پیدا نہ کر سکے۔

چہارم۔ اس کا امر ایسا غالب ہو۔ کہ فوراً نافذ ہو جائے۔ تا عجز و انکساری نہ پائی جاوے۔

پنجم۔ اس کی بادشاہت ایسی زبردست اور وسیع ہو کہ ملک و باطن سے اس کے سامنے سرنگوں خاشع ہوئے [illegible]

ششم۔ [illegible] سزا دینے کی پوری قدرت رکھتا ہو

ان امور میں بلو تمت کوئی خلاف نہیں ہو سکتا۔ کہ ایسی ہستی سوائے خالق حقیقی کے اور کوئی نہیں۔ تو اب تعلیم بھی فطرت کے حسب حال وہی ہوگی جو اس عزیز۔ حکیم۔ مالک۔ علیم کی طرف سے ہو۔ اور جو۔ تعلیم اسکے برخلاف ہوگی۔ وہ ناقص ہوگی۔ قرآن کریم میں (جو خدا تعالےٰ کے قوانین کا مجموعہ ہے اور جسے آج دنیا میں یہ کہنے کا فخر حاصل ہے۔ کہ میں اس عزیز حکیم۔ علیم بذات الصدور کیطرف سے ہوں) ان اوصاف کی پورے طور سے رعایت رکھی گئی ہے۔ چنانچہ امر اول کے بارے میں یعنی حقوق کے بارے میں سورہ الم سجدہ میں ارشاد فرمایا

تنزیل الکتاب لاریب فیہ من رب العلمین

(خاکسار فیروز الدین نو مسلم متعلم اشاعت اسلام کالج لاہور)

فہرست چندہ امرتسر برائے ترجمہ قرآن کریم

اسمائے گرامی	روپیہ	آنہ	پائی
خواجہ مظہر حسین صاحب بی اے وکیل	۵	۰	۰
ڈاکٹر چراغ الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن	۴	۰	۰
میاں نظام الدین و عبدالرحیم صاحبان	۲۵	۰	۰
بابو عبدالرشید صاحب بیرسٹرایٹ لا	۲	۰	۰
ڈاکٹر سید نواب شاہ صاحب امرتسر	۵	۰	۰
میاں غلام مصطفےٰ صاحب سوداگر	۵۰	۰	۰
میاں نور احمد صاحب سوداگر چرم	۳۵	۰	۰
بابو علی بخش صاحب سوداگر چرم	۱۰	۰	۰
میاں شمس الدین صاحب سوداگر چرم	۲۵	۰	۰
میاں دین محمد صاحب سوداگر چرم	۳۰	۰	۰
حاجی قادر بخش و حاجی امیر بخش صاحبان سوداگران چرم	۲۵	۰	۰
بابو محمد عمر صاحب بیرسٹرایٹ لا	۵	۰	۰
مولوی غلام محمد صاحب اختر	۵	۰	۰
شیخ علی صاحب مجسٹریٹ جوڈیشل	۲	۰	۰
بابو غلام حسن صاحب ماسٹر اسلامیہ سکول امرتسر	۱	۰	۰
بابو فیض الرحمان صاحب ہیڈ کلرک امرتسر	۵	۰	۰
میاں نظام الدین صاحب سوداگر چرم	۵	۰	۰
شیخ علیم اللہ صاحب	۱۰	۰	۰
شیخ برکت علی صاحب	۴	۰	۰
حاجی فیروز الدین صاحب	۲	۰	۰
حافظ غلام کبریا صاحب انسپکٹر پولیس	۶	۰	۰
بابو عبدالرحمان صاحب ڈیٹر لوکل فنڈ اکونٹ	۵	۰	۰
ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب	۴	۰	۰
بابو سراج الدین صاحب واٹر ورکس امرتسر	۱	۰	۰
میزان کل	۲۴۰	۰	۰
بابو فیض الرحمان صاحب۔ عید فنڈ۔ صدقہ فطر	۲	۱۲	۰

پیغام صلح کی وسعت اشاعت کیطرف برادران ملت کی خاص توجہ درکار ہے۔ آخر اس قومی خادم کیطرف سے عدم توجہی کا کوئی سبب [illegible] کہ ہرایک خریدار کیلئے کم از کم ایک خریدار پیدا کرنا ابھی کوئی مشکل کام نہیں۔

تماشا [illegible]

مہربان جس طرح مرزا صاحب کے لئے آپ لوگوں نے خدا تعالیٰ کو قانون شکن تسلیم کر لیا۔ اسیطرح مسیح ابن مریم کے لئے بھی وہ اُن تمام قوانین کو توڑ کر اُن کو دوبارہ دنیا میں بھیج سکتا ہے۔ بلکہ بار یک نظر سے اگر انصاف کیساتھ دیکھا جائے تو آپ لوگوں کے عقائد اس بارہ میں غیر احمدیوں سے بدتر ہیں۔ کیونکہ وہ تو صرف ایک پرانے نبی کا آنحضرت صلعم کے بعد آکر امتی ہوا تسلیم کر کے پھر بھی ختم نبوت کی کچھ تھوڑی سی عزت قائم رکھتے ہیں۔ اسلئے کہ عیسٰے ابن مریم کی نبوت سابقہ نبوت ہونے کی وجہ سے پھر بھی ختم نبوت کے دائرہ کے اندر واقع ہے اس سے باہر نہیں۔ لہٰذا ختم نبوت کے لئے چنداں خارج نہیں ہوسکتی لیکن آپ لوگوں نے تو ختم نبوت کے دائرہ کے باہر ایک اور جدید نبوت تجویز کر کے ختم نبوت کی مُہر بقول حضرت صاحب روئیں و لوار کو سلامت نہ رہنے دیا اور اگر کہو کہ ختم نبوت کے یہ معنے ہیں کہ اُس کے ذریعہ سے لوگ شرعی معنوں میں نبی بن جایا کریں تو مہربان من اس سے بہتوں کا نبی بننا ثابت ہوگیا۔ جو آپ لوگوں کے مسلم قائل ہے۔ نہ کہ فقط ایک فرد واحد کا۔ پھر اگر یہی صحیح ہے کہ حضرت اقدس کے ماسوائے امت محمدیہ میں آنحضرت کے فیض سے کوئی دوسرا وحی پاکر نبی ہرگز نہیں بنا تو اس سے بڑھکر اور کیا لغو اور بیمعنی کی بات ہوگی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ کو تھہ بصرف اس غرض سے دیگئی تھی کہ دنیا میں آکر صرف ایک متنفس کو نبی بنا سکیں؟ اس طرح تو خدا تعالیٰ کی پاک ذات پر بھی حرف آتا ہے کہ نبی تو فقط ایک ہی شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے بننا تھا۔ مگر کہنے کو لیا ہی جھوٹے دنیاداروں کی طرح سراسر لغو اور نمائشی طور پر آپ کا نام خاتم النبیین بصیغہ جمع رکھدیا۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ آپ بیشمار لوگوں کو اپنے روحانی فیض سے نبی بنا سکتے ہیں۔ بعض نادان کہدیتے ہیں کہ چونکہ گذشتہ انبیاء کی نبوتیں بھی آپ ہی کی تصدیق سے ثابت ہوتی ہیں۔ اس لئے آپکا نام خاتم النبیین رکھا جانا صحیح ہے مگر اُنہوں نے سوچا نہیں کہ یہ بھی ایک نہایت ہی مضحکہ خیز ڈھکوسلا ہے کیونکہ گذشتہ تمام انبیاء کی نبوتیں براہ راست خدا تعالیٰ سے عطا ہو کر اور ثابت ہو کر آنحضرت سے بہت عرصہ پیشتر دنیا میں تسلیم بھی ہوچکی ہیں۔ پس اُن کو کسی بعد میں آنیوالے نبی کی تصدیق کی کوئی احتیاج نہیں ہے لہٰذا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا نام تک بھی نہ لیتے تب بھی اُن کی صداقت دعوے میں سر مو فرق نہ آسکتا تھا۔ ہاں اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بغیر اُن کی نبوتوں کا ثابت ہونا محال ہوتا یا معرض التواء میں آجاتا تو بیشک ایسا قیاس صحیح ہوسکتا تھا۔ لیکن ساری دنیا جانتی ہے کہ ایسا تو نہیں ہوا پس ان معنوں میں بھی آپ لوگوں کا آنحضرت صلعم کیلئے جھوٹا خوشامدی بنکر آپ کو خاتم النبیین قرار دینا بے سود ثابت ہوا۔ پھر بعض حضرات حضرت اقدس کو مظہر انبیاء ہونے کی وجہ سے اور من وجہ اذا الرسل اقتت کا اپنے آپ کو مصداق ظاہر کرنے کی وجہ سے کہدیتے ہیں کہ چونکہ آپ بمنزلہ جمیع انبیاء کے ہیں اور آپ نے یہ مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض اتباع سے پایا ہے۔ اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس مجموعہ انبیاء (یعنی مرزا صاحب) کے خاتم ہو کر خاتم النبیین ہیں۔ مگر ایسے دھوکہ باز منطقیوں کو خوب یاد رکھنا چاہئے کہ کہ ایک آدمی خواہ لاکھوں آدمیوں کا مظہر ہو (بلکہ یوں تو بقول صوفیا علیہم الرحمۃ انسان تمام موجودات عالم کا خواہ زمین و آسمان و چاند و سورج ہوں یا حیوانات و جمادات و نباتات آب و آتش۔ خاک و باد وغیرہ ہوں سب کا مظہر ہے) پھر بھی درحقیقت تو وہ ایک ہی وجود رکھتا ہے اور اعداد کے لحاظ سے شمار بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ پس بہتوں کا مظہر ہونے کیوجہ سے وجود متعدد نہیں ہوجایا کرتے۔ بلکہ بہتوں کا مظہر ہونے سے یہ مراد ہوتی ہے کہ جس جس انسان یا جس جس چیز کا کوئی مظہر ہے اس کا کوئی نہ کوئی وصف اس میں بالضرور پایا جائیگا۔ اور اس طرح سے ایک ہی انسان تمام دنیا و مافیہا کا مظہر بن سکتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کا مظہر انبیاء جیسے کہ حضرت صاحب تھے اس امت مرحومہ میں بیشمار لوگ ہوگذرے ہیں بلکہ تا قیامت ہوتے چلے جائینگے۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۱۱۶ و صفحہ ۱۱۷ پر حضرت صاحب کیا فرماتے ہیں "جسقدر انبیاء دنیا میں بھیجے گئے ہیں وہ اسی غرض سے بھیجے گئے ہیں کہ تا لوگ انکے مثیل بننے کے لئے کوشش کریں۔ اگر ہم اُن کی پیروی کر کے اُنکے مثیل نہیں بن سکتے۔ بلکہ ایسے خیال سے انسان کافر و ملحد ہوجاتا ہے۔ تو اس صورت میں انبیاء کا آنا عبث اور ہمارا اُن پر ایمان لانا بھی عبث ہے۔ قرآن شریف صاف یہی ہدایت فرماتا ہے۔ اور ہمیں سورہ فاتحہ الکتاب میں مثیل بنجانے کی امید دلاتا ہے" پھر آگے چلکر فرمایا کہ "آجتک جسقدر اکابر متصوفین گذرے ہیں اُن میں سے ایک کو بھی اسمیں اختلاف نہیں کہ اس دین متین میں مثیل الانبیاء بننے کی راہ کھلی ہوئی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روحانی اور ربانی علماء کیلئے یہ خوش خبری فرماگئے ہیں کہ العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" جس سے صاف ثابت ہوگیا کہ مثیل یا مظہر انبیاء ہمیشہ اس امت میں ہوتے رہینگے۔ اور حضرت صاحب بھی مثیل انبیاء ہی ہیں اور کچھ نہیں لیکن یہ بھی ایک عجیب حماقت ہے کہ مثیل محمد یا مثیل عیسٰے یا مثیل موسیٰ و نوح وغیرہ ہونے کیوجہ سے کسیکو اس بنا پر کہ چونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ و عیسٰی و نوح و ابراہیم وغیرہم تمام حقیقی انبیاء تھے۔ اس لئے جو شخص اُن کا مثیل یا مظہر ہو۔ اُسکو بھی بالضرور حقیقی اصطلاحی معنوں میں نبی ہی مانا جائے۔ کیونکہ اگر مظہر یا مثیل انبیاء ہونے کی وجہ سے مرزا صاحب کو نبی مان سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے اولیاء کو بھی اسی وجہ سے نبی اللہ نہ مانا جائے۔ غور کیجئے۔ حضرت صاحب بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی نسبت کیا فرماتے ہیں کہ "حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کے کلمات طیبہ ...... اسی بنا پر ہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں ہی آدم ہوں۔ میں ہی نوح ہوں۔ میں ہی ابراہیم ہوں۔ میں ہی موسیٰ ہوں میں ہی عیسٰے ہوں۔ میں ہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوں۔ ازالہ صفحہ [illegible]"

پس اگر حضرت صاحب مثیل یا مظہر انبیاء ہونے کیوجہ سے حقیقی نبی ہیں تو حضرت بایزید بسطامی وغیرہ کاملین امت بطریق اولیٰ اور اُن سے پہلے نبی ماننے کے قابل ہیں۔ اور اگر وہ نبی نہیں تو یہ بھی نہیں۔ بعض لوگ بکواس کیا کرتے ہیں۔ کہ امت محمدیہ نعوذ باللہ ایسی سیاہ بخت اور بدنصیب اور کوری ہے کہ مرزا صاحب کے ماسوائے اس میں کوئی دوسرا شخص اس پایہ کا کامل گذرا ہی نہیں۔ جس پایہ کے حضرت صاحب تھے۔ لیکن ان مخفل کے اندھوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ خیال محض اپنی کوری باطن کیوجہ سے صراط مستقیم سے بہکاتا ہے۔ سُنو حضرت صاحب کیا فرماتے ہیں "ورنہ تمام کامل مکمل ملہمین میں سے کبھی کسی نے یہ الہام نہ سُنایا کہ خدا کا یہ کلام میرے پر نازل ہوا ہے۔ کہ عیسٰے ابن مریم برخلاف تمام نبیوں کے زندہ آسمان پر موجود ہے" تحفہ گولڑویہ۔

اب بتاؤ کامل اور مکمل ملہمین سے بڑھکر بھی کوئی درجہ کمال الہام ہے جو نرالی طرح کا مرزا صاحب کو تو ملگیا تھا۔ لیکن دوسروں کو کبھی نہیں ملا؟ اور اگر کوئی کامل اور مکمل ملہم حضرت صاحب سے پہلے اس امت میں گذرا ہی نہیں تو حضرت صاحب یہ کلمات کن کے حق میں کہہ رہے ہیں؟ میں جانتا ہوں کہ بعض ناعاقبت اندیش پھر بھی اپنی وہی مرغے کی ایک ٹانگ چلائے جائینگے۔ اس لئے میں اُن کو یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ جس قدر کھینچ تان کر وہ حضرت صاحب کو کوئی نرالی قسم کی خصوصیت دینگے اُسیقدر اپنے جھوٹ کا ثبوت دینگے۔ کیونکہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ "سچ کی یہی نشانی ہے کہ اُس کی کوئی نظیر بھی ہوتی ہے اور جھوٹ کی یہ نشانی ہے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی" پس حضرت صاحب کی شان میں غلو کرنیوالے گروہ نگاہ رکھیں۔ کہ جسقدر آپ کی شان میں غلو کرینگے اُسکی اُن کو اسی امت محمدیہ کے افراد میں سے نظیر دکھانی ہوگی ورنہ جھوٹا تم کو ہی سمجھا جاویگا۔ پس ہمکو امتی نبی علماء میں سے اُسکی نظیر دکھاؤ۔ اگر اُس کی کوئی نظیر نہیں

تو بقول حضرت صاحب تمہارے جھوٹے ہونے میں کیا شک رہا ؟ پھر بتلاؤ حضرت بایزید بسطامی بھی اذا الرّسل اقتت کے مصداق ہوئے یا نہیں ۔ ذرا خدا سے شرم کر ضد و عداوت کی گٹھڑی اپنے کندھوں سے اُتار کر تھوڑی دیر کے لئے سوچو ۔ تا جاؤ اور پھر انصاف سے فیصلہ کرو کہ یہ کسقدر نکما اور بودا خیال ہے کہ حضرت صاحب کو تمام انبیاء کا مظہر ہونے کیوجہ سے سچ مچ سارے نبی سمجھ لیا جاوے ۔ یہ تو سراسر لغو اور بیہودہ خیال ہے اور صحیح یہی ہے کہ باوجود کثیر التعداد انبیا کا مظہر ہونے یا اذا الرسل اقتت کا من وجہ مصداق ہونے کے پھر بھی آپ ماں باپ کے گھر میں اور دنیا میں ایک ہی جسم و وجود رکھتے تھے ۔ اُن کو فی الواقعہ کثیر التعداد نبی یقین کرنا ایسا ہی احمقانہ خیال ہے ۔ جیسا کہ کوئی مخبوط الحواس کسی آئینہ کو دیکھکر جس میں کثیر التعداد اشیاء آسمان و زمین ۔ سورج ۔ چاند ۔ انسانوں ۔ حیوانوں مکانات و نباتات وغیرہ وغیرہ کا عکس پڑ رہا ہو بول اُٹھے ۔ کہ فی الواقعہ سارا کارخانہ اسی آئینہ کے اندر واقع ہے اور سمندر کی موافق بعض اشیاء کو آئینہ میں ہاتھ ڈالکر پکڑنے کی کوشش کرے ۔ دوستو یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو خدا تعالےٰ کے ان پیارے لوگوں کو جو خدا و رسول کے عشق میں غرق اور فنا ہو کر اور دوئی کا پردہ اُٹھا کر اپنے آپکو مورد انوار الٰہیہ بنا لیتے اور ماسوی اللہ سے بالکل الگ ہو کر آئینہ صافی کی مانند مظہر تجلیات الٰہیہ و صفات محمدیہ بنجایا کرتے ہیں مگر ظاہر پرست احمق اُن کو عین خدا و رسول سمجھ بیٹھتے ہیں ۔ اور عکسی قرآن کی اس کثرت مثالیں دے دیکر اندھوں کیطرح ٹکریں مارتے اور ٹھوکریں کھاتے ہیں ۔ وہ نامرد جسے معلوم ہی نہیں کہ قوت رجولیت کیا اور جماع اور اسکی کیفیات وہ اگر اس کی کیفیت بیان کرنے لگے تو کیا خاک بیان کرسکیگا ؟ بس یہی حال اُن ناآشنایان کوچۂ یار کا ہے جو چمگادڑ کی طرح اِدھر اُدھر سراسیمہ بھٹکتے پھرتے ہیں ۔ مگر سوائے غلاظت کے کیڑوں یا مچھروں اور بھنگوں کے جو اُنہی کا شکار ہیں کچھ نہیں پاسکتے ؎

ثمرِ دور کا تب غیر کہاں سے ؛ چلو اوپر کو وہ نیچے نہ آوے
نہاں اندر نہاں ہے کون لاوے ؛ غریقِ عشق وہ موتی اُٹھاوے
وہ دیکھے نیستی رحمت کہاوے ؛ خودی اور خود روی ہمکو نہ بھاوے

پس کسی ظاہر پرست بے خبر کا حضرت صاحب کی نبوت کی اپنے اوپر قیاس لگا لگا کر یا دوسری جسمانیات پر قیاس کرکے کیفیت بیان کرنا اور طبع آزمائی کرنا ہرگز جائز نہیں یہاں نری اٹکلوں اور ڈھکوسلوں سے کام نہیں چلتا ۔ لہٰذا اے خدا کو ماننے والو ۔ خدا تعالیٰ کا خوف کرو ۔ اور سیدھے سادے احمدیوں کو (اہل الجنۃ بُلہ) اور عام مسلمانوں کو دھوکا میں نہ ڈالو ۔ پھر میں جناب قاضی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ یہ کہاں لکھا ہے ۔ کہ خاتم النبیین ... بعد بھی ایک نبی آنیوالا تھا کیا قرآن کریم ... [illegible] ... آپ کو یا آپ کے ابنائے جنس کو ... صاحب کو ... بذریعہ وحی الٰہی

عطا ہوا ہے ؟ جو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یا صحابہ و تابعین و تبع تابعین بلکہ ۱۳ سو سال میں کسی کو بھی حاصل نہیں ہوا ۔ اس لئے آپ لوگوں کو تمام امت محمدیہ کے متفق علیہ عقیدہ (جسے جادۂ مستقیم کہنا چاہئے) سے ہٹا کر ایک نئے نبی کے ماننے پر مجبور کررہا ہے ؟ یا اب اس زمانہ میں نبوت تقسیم کرنیکا آپ لوگوں نے ٹھیکہ لے لیا ہے ۔ اگر ایسا ہی ہے ۔ تو براہ مہربانی اپنی یا اپنے خلیفہ صاحب کی اس وحی کو بہت جلد شائع فرمایا جاوے تاکہ حق و باطل کا خدا تعالیٰ فیصلہ کردے ۔ ورنہ یاد رہے کہ جس قرآن کریم پر بہتان بندی کرکے آپ اپنی اس من گھڑت گندگی کو ثابت کرتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے کے درپے ہیں اسی قرآن کریم کا سب سے بڑھکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود خدا تعالیٰ سے فہم پاکر اور اُسی سے پڑھکر یہ اعلان کیا ہوا ہے کہ لم یبق من النبوۃ الّا المبشرات کہ اب نبوت میں سے سوائے مبشرات کے کچھ بھی باقی نہیں رہا ۔ خواہ کسی کو کثرت مکالمہ مخاطبہ مشتمل امور غیب حاصل ہو یا دیگر خوارق ہوں ۔ یا کچھ ہی ہو مبشرات کی حد سے بڑھ نہیں سکتا ۔ جسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منجملہ دیگر اجزاء نبوت مسدود شدہ کے صرف ایک ہی جزو شمار کیا ہے ۔ اور اس سے بڑھکر ان تمام مبشرات کی کوئی ہستی نہیں جسے عین نبوت قرار دیا جاسکے ۔ مگر انصار اللہ کہنے والوں کا مکر کوئی چھوٹی سی بات نہ تھی ۔ یہی وہ مکر ہے جسنے پہلے مسیح کو باوجود آدم زاد ہونیکے خدائی کا مرتبہ دیا ۔ پس ضرور تھا کہ مثیل مسیح کیوقت میں بھی مثیل انصار اللہ ایسا ہی کرتے ۔ پس خدا تعالیٰ نے قبل از وقت کیا خوب فرمایا ۔ کہ قال الحواریون نحن انصار اللہ اٰمنّا باللہ واشہد بانا مسلمون ۔ ربنا اٰمنّا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشٰہدین ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین پ ۳ - ۱۳ مسیح کے حواریوں نے کہا کہ ہم بھی انصار اللہ ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں پس تو گواہ ہو کہ ہم مسلمان ہیں ۔ اے رب ہمارے ہم اُس پر جو تو نے اُتارا ایمان لائے اور تیرے رسول کے پیرو ہوئے ۔ پس تو ہمکو گواہوں میں درج کرلے ۔ حالانکہ مکر کیا انہوں نے اور اللہ نے اُنکی انہیں سزا دی اور وہ بہتر ہے ماکرین کا) چنانچہ اس مکر نے اس روشنی کے زمانہ میں بھی بہتوں کی عقل کو دھکے دیکر ایک اُمتی کو نبی بنوا کر چھوڑا ۔ بلکہ من وجہ اُس کو بے مثل مانند نبی مانکر خدا تعالےٰ کا شریک گردان رہے ہیں کیونکہ اس کی جنس کا کوئی نبی اس سے پیشتر آدم سے لیکر نہیں ہوا ۔ اور نہ کوئی آئندہ ہوسکتا ہے کیونکہ وہ خاتم الخلفاء بلکہ خاتم الاولیاء ہے اور زمانہ مدیر کے بعد واقعہ ہونے کیوجہ سے اس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا جسکو مسیح موعود بقول انصار اللہ کے پہنچ چکا ۔ پس بالفاظ حضرت اقدس یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ان التخصیص اساس الشرک (لاریب تخصیص شرک کی بنیاد ہے) باقی رہا حضرت اقدس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کا مصداق ہونا تو یہ امر بھی کوئی اچنبے کی بات نہیں ۔ اس امت میں بیشمار ہوئے جو آپ کی بعثت اولیٰ یعنی اسم محمد کے مظہر اتم ہوئے اور بہتیرے ہوئے جو آنحضرت کی بعثت ثانیہ یعنی اسم احمد کے مظہر ہوئے ۔ دیکھو حضرت صاحب کیا فرماتے ہیں ۔ ثم اعطی الامۃ نصیبا من کاس ھذا الکریم ... فشرب بعضہم من عین اسم محمد التی انفجرت من صفۃ الرحمانیۃ وبعضہم اغترفوا من ینبوع اسم احمد الذی اشتمل علی الحقیقۃ الرحیمیۃ ۔ اعجاز المسیح ص۱۱۱ ۔ (پھر امت کو اس نے نبی کریم کے جام سے حصّہ دیا ... پھر بعضوں نے اسم محمد کے چشمہ سے پیا جو صفت رحمانیت کی جاری ہوا ۔ اور بعضوں نے اسم احمد کے چشمہ سے جو کہ حقیقت رحیمیت پر ہے چلّو بھرا) اور اگر کہو کہ ظل ہونے کی وجہ سے کوئی عین ہوجاتا ہے تو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ظل رحمان و رحیم ہیں پس پہلے اُن کو عین رحمان و رحیم مانو پھر مرزا صاحب کو ظل احمد ہونے کی وجہ سے نبی مانو ۔ غور کرو حضرت صاحب کیا فرماتے ہیں ان نبینا خیر الانام لما کان خاتم الانبیاء ...... اراد اللہ سبحانہ ان یجمع فیہ صفتیہ العظیمتین علی الطریقۃ الظلیۃ فوھب لہ اسم محمد واحمد لیکونا کالظلین للرحمانیۃ والرحیمیۃ ۔ ص۱۱۹ اعجاز المسیح ۔ چونکہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں ارادہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کہ بطور ظلیت صفات عظیمہ خود ان میں جمع کردے پس اسی غرض سے اُسنے اُن کو اسم محمد اور احمد بخشا تاکہ یہ دونوں اسم رحمانیت و رحیمیت کے لئے بطور ظل کے ہوں ۔ پھر اور سنو ۔ فجعل اسمہ محمد ظل الرحمان واسمہ احمد ظل الرحیم ص۱۳۱ اعجاز مسیح ۔ پھر خدا تعالیٰ نے اس کے اسم محمد کو ظل رحمان بنایا اور اسم احمد کو ظل رحیم بنایا کیونکہ مہربان ۔ حضرت صاحب کو اگر ظل احمد ہونے کیوجہ سے نبی مانتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا نہ مانے ...

عطیہ

جناب حکیم غلام محی الدین صاحب سکنہ ... احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پرانے مربیوں میں سے ہیں ۔ آپ وقتاً فوقتاً بیشتر مالی امداد سے انجمن کی اعانت کرتے رہتے ہیں چنانچہ اب پھر انہوں نے انجمن ہذا کو مبلغ ایکسو پانچ روپیہ عنایت فرمایا ہے جس میں پانچ روپیہ صدقہ فطر اور سو روپیہ اشاعت اسلام کیلئے بطور امانت ہے ۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء حکیم صاحب کی مثال دیگر احمدی برادران کیلئے قابل تقلید ہے ... کہ اس نیک نمونہ پر بہت سے فدائیان ملت کاربند ہوں ... حکیم صاحب ... عطیات سے ... بالخیرات

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

زیبروگ پر گولہ باری ۔ امسٹرڈم ۳۰ اگست ۔ بلجیم کی خبروں سے پایا جاتا ہے کہ زیبروگ پر برطانی گولہ باری کے دوران میں ۶۰۰ آدمی ہلاک ہوئے اور فوجی عمارات کو سخت نقصان پہنچا۔

جنگ کی ابتدا کے متعلق سر ایڈورڈ گرے کو جواب ۔ امسٹرڈم ۳۰ اگست۔ برلن کے نیم سرکاری اخبار نارڈ ڈیوش الیمان زیٹونگ نے خاص کوشش سے سر ایڈورڈ گرے کی چٹھی کے جواب میں ایک طویل مضمون شائع کیا ہے۔ اور یہ اس امر کو ثابت کرنے کی فضول کوشش کی ہے۔ کہ برطانیہ بلجیم میں فوج اتارنا چاہتا تھا۔ اور بلجیم برطانیہ کی طرف سے غیر جانبداری کی اس خلاف ورزی کے متعلق کسی قسم کی مزاحمت کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ پرنس لیچنوسکی سابق سفیر جرمنی کے ساتھ سر ایڈورڈ گرے کی آخری ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے اخبار مذکور رقمطراز ہے کہ سر ایڈورڈ نے بیان کیا) کہ مجھے جرمنی کو پامال کرنے کا مطلق کچھ خیال نہیں میری صرف یہ خواہش ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو ممکن القبول شرائط پر امن بحال کر دیا جائے۔ اور مہذب دنیا کو جس ناگفتہ بہ مصیبت کا سامنا ہوا ہے۔ اسے زیادہ محدود کر دیا جائے۔

جرمن سفیر نے سر ایڈورڈ گرے سے کہا کہ اگر برطانیہ غیر جانبدار رہا تو یہ معاملہ یقیناً بہت جلد آپ کے سامنے بحیثیت ثالث پیش ہوگا۔ مگر سر ایڈورڈ گرے نے جواب دیا کہ مجھے یقین ہے کہ برطانیہ کی شرکت سے جنگ بہت جلد ختم ہو جائیگی

مضمون کے اخیر میں لکھا ہے کہ جرمنی کا مقصد غلبہ حاصل کرنا نہیں۔ بلکہ یورپ کو برطانیہ کے غلبہ سے نجات دلانا ہے۔

آسٹریا کی جدید جدوجہد ۔ (لندن ۳۰ اگست) پیٹرو گراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ روسی جیبہ جیبہ زمین پر لڑائی کرتے ہوئے ولادیمیر والنسک کے عقب میں ایک اور محاذ پر پسپا ہو گئے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ آسٹروی سپاہ نے گلیشیہ کے روسی مورچوں کو محاصرہ میں لینے کے لئے عظیم جارحانہ حرکت کی تھی۔

کیف پر فوجکشی کرنے کا اندیشہ ۔ (لندن ۳۰ اگست) پیٹرو گراڈ کا تار مظہر ہے۔ کہ تازہ ترین اطلاعات کے موجب روسی پوزیشن گرودنو پر قابض ہیں۔ غنیم نے ولادیمیر والنسکی پر جو اچانک فوج کشی کی ہے اس سے عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کیف پر فوجکشی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مگر فوجی مبصروں کی رائے میں یہ نقل وحرکت اور آسٹروی سپاہ کا جنوبی و مشرقی گلیشیہ میں پیشقدمی کر کے دریائے زلوٹا لیپا کو عبور کر جانا صرف اس فوج کی حفاظت کی غرض سے ہے جو بریسٹ لٹوسک سے مشرق کی طرف پیشقدمی کر رہی ہے۔

آسٹروی مورچوں پر قبضہ :۔ (لندن ۳۰ اگست) روما کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ اطالیوں نے بالائی اسونزو پر آسٹریوں کے ایک مستحکم مورچے پر جو ایک ۰۰۰ ۷ فٹ بلند چوٹی پر واقع تھا۔ حملہ کیا۔ غنیم نے توپخانہ اور رائفلوں کی آتشباری سے پرزور مقابلہ کیا۔ اور اطالیوں پر دستی بم اور بڑے بڑے پتھر لڑھکا کر کثرت سے پھینکے۔ مگر بالآخر اطالوی خندقوں پر قابض ہو گئے۔ غنیم انتہائی چوٹی پر اطالیوں کا مقابلہ کر رہا ہے۔

عدن کے نقصانات ۔ (شملہ ۳۰ اگست) عدن کے نقصانات کی زائد فہرست سے پایا جاتا ہے کہ کپتان

جاپان سے سامان حرب ۔ (لندن ۳۰ اگست۔) نیویارک کا تار مظہر ہے کہ جاپان نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اتحادیوں اور بالخصوص روس کو کثرت کے ساتھ سامان حرب بہم پہنچانے کے لئے حتی الامکان تمام گورنمنٹی اور پرائیویٹ وسائل سے کام لے۔

جرمنی میں ہیضہ :۔ (لندن ۳۰ اگست) جرمنی کے مختلف مقامات اور بالخصوص دریائے سپری پر ہیضہ نمودار ہوا ہے۔ برلن کے محکمہ پولیس نے لوگوں کو متنبہ کیا ہے کہ پانی ابال کر استعمال کریں۔

برآمد کی قیمت ۔ (لندن ۳۰ اگست) نیویارک کا تار مظہر ہے کہ مال برآمد کی قیمت ادا کرنے کی غرض سے ۲½ کروڑ ڈالر کی مالیت کے برطانی تمسکات اور قریباً ۲ کروڑ ڈالر کی مالیت کا سونا یہاں پہنچ گیا ہے۔

خاموشی کی وجہ :۔ (لندن ۳۰ اگست) مسٹر بالفور کی چٹھی جسے محکمہ بحری نے شائع کیا ہے ایک نامہ نگار کے جواب میں لکھی گئی تھی جس نے اس امر کی شکایت کی تھی کہ زیپلن جہازوں کے حملوں کی مفصل کیفیتیں جو جرمنی میں شائع کی جاتی تھیں انہیں غیر جانبدار ممالک کے اکثر لوگ صحیح مان لیتے تھے۔ حالانکہ برطانیہ میں انکے متعلق نہایت مختصر کیفیتیں شائع کی جاتی تھیں۔ مسٹر بالفور اپنی چٹھی میں لکھتے ہیں کہ برطانیہ کے سکوت کی وجہ آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ زیپلن جہاز عموماً رات کے وقت ایسے حالات میں حملے کرتے ہیں کہ ارضی حدود کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اور جہازوں کی نقل وحرکت مشکل ہوتی ہے اس وجہ سے اکثر غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ جو بعض اوقات نہایت حیرت انگیز ہوتی ہیں۔ جرمنوں کے بیانات میں ہمیشہ ایسے مقامات پر بم پھینکنے کا دعوےٰ کیا جاتا ہے جہاں درحقیقت وہ پہنچے بھی نہیں۔ یہ بتانا ہے کہ ان سے غلطی نتائم پر غلطی سرزد ہوئی۔ ان کے آئندہ حملوں کے لئے آسانی پیدا کرنے سے کیا فائدہ؟ حقیقت یہ ہے کہ جاہل لوگوں نے ان ہوائی تاختوں کے متعلق حد درجہ کی مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے۔

سشن سپرد ۔ ہرنام سنگھ سابق سپاہی فیض آباد کے چھاؤنی مجسٹریٹ کی عدالت میں زیر دفعہ (۳) الف اور ۲۳ ۳ تعزیرات ہند مقدمہ چلایا گیا تھا۔ اب وہ سشن سپرد ہو گیا ہے۔

اطالوی ڈاک کی عدم رسی ۔ ڈاک کا جہاز سالسٹ جو گذشتہ اتوار کو ولایتی ڈاک لیکر بمبئی پہنچا تھا۔ اس میں اٹلی کی کوئی ڈاک نہیں نکلی۔

مصیبت زدہ کاشت کاروں کی امداد
گورنمنٹ ہند نے ۲ لاکھ روپیہ کی زائد رقم گورنمنٹ بنگال کو دی ہے تاکہ چاٹگام ڈویژن میں سیلاب کی وجہ سے جو کاشت کار گرفتار مصیبت ہیں انہیں قرضہ دیا جا سکے۔

برآمد قہوہ کی بندش ۔ گورنمنٹ ہند نے سلطنت متحدہ فرانس۔ اٹلی روس ریاستہائے بالقان کی بندرگاہوں کے ہسپانیہ اور پرتگال کے سوا تمام باقی ممالک کو قہوہ کی برآمد کی ممانعت کر دی ہے۔

غنیم سے تجارتی تعلقات ۔ مسٹر ایف ایچ ہوپر منیجنگ ڈائرکٹر میسرز مسیکٹر وولی اینڈ کو مدراس پر جو سیگرٹ اور سگار بنانے کے تاجر ہیں غنیم کے ساتھ تجارتی تعلقات رکھنے کی بنا پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔

سو کاموں کو چھوڑ لے پڑھیئے ۔ گورنمنٹ صوبجات متحدہ نے ایک ہندی پمفلٹ موسومہ "سو کاموں کو چھوڑ لے پڑھیئے" کو بحق ملک معظم قابل ضبطی قرار دیا ہے۔

تجارتی کانگرس ۔ کمرشل کانگرس کے پہلے اجلاس کے متعلق جو ایام کرسمس میں بمبئی منعقد ہونے والا ہے بمبئی میں ایک نیابتی استقبالی کمیٹی ضروری انتظام سرانجام دینے کے لئے قائم ہوئی اور آنریبل مسٹر فضل بھائی کریم بھائی اس کمیٹی کے صدر مقرر ہوئے ہیں

المہدی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اندرونی تنازعات پر محققانہ طریق پر نہایت قابلیت کے ساتھ پر مغز بحث کرنیوالا ٹریکٹ جو زیر ایڈیٹری حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ وقتاً فوقتاً سلسلہ وار شائع ہوتا ہے۔ جماعت احمدیہ کی خاص توجہ کے قابل ہے۔ نمبر ۳ جو حقیقۃ النبوت کے جواب میں ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۲ قیمت پر دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مل سکتا ہے۔ نمبر ۴ بھی چھپکر تیار ہے جو

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ مؤرخہ ۵ ستمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۲۳

اُمّ الالسنہ یا زبانوں کی ماں

از جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی

اغلباً سال ۱۸۹۶ء میں حضرت مرشد و مجدد وقت عالی حضرت جناب مرزا غلام احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ مسیح موعود نے ایک کتاب موسومہ بہ منن الرحمن تصنیف فرمانے کا ارادہ فرمایا جس میں یہ تحقیق کی جانی تھی کہ عربی زبان سے دیگر زبانیں نکلی ہوئی ہیں۔ آپکا مشن اگرچہ مذہبی مشن تھا۔ لیکن خدمت قرآن نے ہی آپکو اس نادر تحقیق کیطرف متوجہ کیا۔ آپ کے زمانہ میں قرآن کی حقانیت پر ایک یہ حملہ بھی ہوا کہ جب قرآن نے "وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ" (کسی قوم کا رسول اُس قوم کی زبان میں ہی آیا کرتا ہے) کا اصول باندھکر اپنی تعلیم کو عرب تک ہی محدود و مختص کر دیا۔ تو پھر اس کتاب نے عرب کے ماسوا غیر عربی زبانیں بولنے والی اقوام کو کیوں اپنے دائرہ اصلاح میں لے لیا۔ اور اپنا مخاطب کل اہل دنیا کو بنایا۔ یہ ایک صریح تناقض تھا جس پر کہا گیا کہ قرآن اپنی ہی تعلیم کے مطابق منجانب اللہ نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ قرآن نے یہ امر بھی تسلیم کر لیا ہے۔ کہ اگر یہ کتاب خدا کی طرف سے نہ ہوتی تو اس میں بہت اختلاف ہوتے (ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا)۔ یہ حملہ ایسا نہ تھا۔ کہ جسے مجدد وقت نظر انداز کرتا۔

قرآن کریم نے جہاں کل اقوام عالم کیطرف فرداً فرداً الہام کا آنا اور ایسے الہام کے انسانی ہاتھ سے محرف و مبدل ہونے پر از سر نو الہام کا نزول تسلیم کیا ہے۔ وہاں ان سب الہاموں کی موجودگی میں اپنے نزول کی دو خاص وجوہ بتلائی ہیں۔ ایک یہ کہ نزول قرآن کے وقت قریباً کل کی کل کتب الہیہ مسلمۂ محرف و مبدل ہو چکی تھیں۔ دوسرا نزول قرآن پر دنیا عنقریب اُن ایام کو دیکھنے والی تھی۔ جب مختلف اقوام عالم کے افراد ہر ملک میں جمع ہو جانے تھے ایسے وقت وحدت عامہ اس بات کو چاہتی تھی کہ سب اقوام عالم کی ہدایت کے لئے از سر نو ایک ہی

کتاب آوے۔ جس میں جہاں کل کتب سابقہ کی تعلیم کو ان کی اصل شکل میں جمع کر دیا جاوے۔ وہاں ان پر اور امور ضروریہ بھی ایزاد کر کے شریعت کی تکمیل کر دیجاوے۔ ہاں سوال یہ رہا کہ یہ آخری اور خاتم نبوت الہام کس زبان میں ہو۔ اصول مندرجہ بالا کے ماتحت کہ ہر رسول کا الہام اپنی قوم کی زبان میں ہی آیا کرتا ہے۔ آخری کتاب جو کل دنیا کے لئے ہو۔ اُسی زبان میں نازل ہونی چاہئے تھی۔ کہ جو سب قوموں کی مشترک زبان ہو۔ اب اگر یہ امر پایہ ثبوت کو پہونچ جاوے۔ کہ عربی زبان کل زبانوں کی ماخذ ہے تو پھر کل اقوام عالم کی زبانیں عربی یا عربی کی کوئی بگڑی ہوئی صورت ٹھہر جاتی ہیں۔ اور اس طرح قرآن کریم گویا اس زبان میں نازل ہوا ہے۔ جو اپنی اصلی شکل و صورت میں کل انسانوں کی مشترک زبان ہے۔ اور اسطرح اعتراض بالا رفع ہو جاتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے۔ جس کی طرف خود قرآن نے "ولتنذر ام القریٰ ومن حولہا" میں صریح اشارہ فرمایا۔ یعنی قرآن ام القریٰ اور اس کے ارد گرد کل دنیا کو خوف دلانے کے لئے نازل ہوا ہے۔ عرب لوگ مکہ کو قدیم سے ام القریٰ یعنی شہروں کی ماں پکارا کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک مکہ ہی ابو البشر کی جگہ تھا۔ اس سے تو کسیکو انکار نہیں کہ کل بنی نوع انسان ایک نہ ایک وقت کسی ایک ہی مقام پر آباد تھے۔ جب وہ تعداد میں بڑھے انہوں نے مختلف اکناف عالم کی طرف رخ کیا ہاں ابو البشر کی جائے سکونت کہاں تھی۔ یہ سوال اسوقت تک لاینحل رہا ہے۔ فزیالوجی کی بنا پر ام القریٰ کی تعیین کرنے کی کوشش اسوقت تک بے سود ثابت ہوئی بالمقابل زبان ہی ایک بہترین ذریعہ تسلیم کیگئی ہے۔ کہ جس سے یہ سوال آسانی کیساتھ طے ہو سکتا ہے۔ یعنی جس جگہ کی زبان کے متعلق یہ ثابت ہو جاوے۔ کہ کل دیگر السنہ اُس زبان سے مشتق ہیں۔ وہی جگہ ام القریٰ کہلانیکا حق رکھتی ہے۔ اب اگر عربی زبان ام الالسنہ ثابت ہو جائے تو پھر مکہ ہی ام القریٰ اور وہاں کی زبان میں قرآن کا نازل ہونا گویا اس کا کل امصار و دیار دنیا کی زبان میں نازل ہونا ہے۔ چنانچہ آیت بالا میں اس طرف اشارہ کیا گیا۔ الغرض ان وجوہ پر حضرت مرزا صاحب نے اس امر کی طرف توجہ فرمائی اور آپ کی ہدایت کے ماتحت ہم چند مریدان حضرت نے بعض دیگر زبانوں کے الفاظ کے متعلق تحقیق شروع کی۔ دوسری طرف حضرت اعلیٰ نے اس کتاب کا لکھنا شروع کیا۔ کچھ ہی

عرصہ بعد نئے واقعات اور اس زمانہ کی اہم تر نئی ضروریات نے پیدا ہو کر آپ کو اس ارادہ کی تکمیل کا موقع نہ دیا۔ اور یہ امر زیر التوا ہی رہا۔ میں گیا اور میری بساط کیا۔ کہ میں اس امر کو اس کمال تک پہونچا سکوں جہاں ایک مبعوث اور مامور کے ہاتھوں یہ کام پہونچتا۔ چنانچہ اس کتاب کی تمہید ہی جو آپ نے لکھی۔ اور وہ ساتھ ہی ساتھ چھپ بھی گئی۔ اور اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سلطان القلم کے دماغ نے اس تحقیق کے لئے کیسے کیسے نادر اصول تجویز فرمائے تھے۔ اور عربی زبان کے کیا کیا عجیب خصائص بیان کئے۔ وہ اصول انشاء اللہ ہمیں اس راہ میں ایک حقیقی رہنما کا کام دینگے اور در اصل جو کچھ بھی میں لکھونگا یہ اُس چشمہ آب زلال میں سے ایک قطرہ ہوگا جہاں وہ خضر حقیقت دنیا کو اس کتاب کے ذریعہ پہونچا دیتا۔ میں تو اس اسلامی لشکر کا ایک سپاہی ہوں جسکا وہ سپہ سالار تھا۔ اور ہم جو کچھ فتوحات بھی کریں۔ سب اسکے نام پر ہیں حضرت اعلیٰ کے اس ارادہ کی تکمیل ہمیشہ میرے سامنے رہی۔ چنانچہ ۱۹۱۳ء میں میں نے انگلستان میں اس کام کیطرف متوجہ ہونا چاہا لیکن حضرت قبلہ حکیم نور الدین صاحب قدس اللہ سرہٗ نے میرے تبلیغی فرائض کی اہمیت کے مقابل اس کام کے لئے میرا وقت موزوں نہ سمجھا۔ اب جو میں ہندوستان میں آیا تو میں نے چاہا کہ اس کام کو شروع کروں۔ لیکن آج سے دو ماہ پہلے مجھے اطمینان سے ایک جگہ بیٹھنے کا موقعہ نہ ملا۔ امسال موسم گرما کی سختی مجھے وسط جولائی میں یہاں لے آئی۔ چنانچہ میں نے بھی پسند کیا کہ یہاں کے موسم سے فائدہ اٹھا کر اس عظیم الشان کام کو شروع کر دوں۔ جس کی تکمیل ہر احمدی کے ذمہ ہے۔ یہاں اتفاق سے مینے ایک انگریزی کتاب موسومہ بہ ہندوستان میں موجودہ مذہبی تحریکات ایک پادری ڈاکٹر (Farquhar) فرقوہار کی لکھی ہوئی دیکھی۔ اُس نے حضرت مرزا صاحب پر بیجا اور ناپاک حملے کئے۔ وہاں حضرت مرزا صاحب کے اس دعوے کے متعلق عربی زبان کیطرف اشارہ کرکے اس نے حضرت کے مبلغ علم پر بھی حملہ کیا۔ یہ حملہ علی الخصوص میرے اس کتاب کے جلد شائع کرنیکا موجب ہوا۔ اس امر کیلئے سب سے پہلا کام الفاظ کی تحقیق تھا۔ ہماری سابقہ تحقیق کے نتائج شاید اسوقت قادیان میں ہوں۔ لیکن حالات موجودہ کے ماتحت میرا قادیان کیطرف دیکھنا کسی نتیجہ کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لئے مجھے از سر نو

لہ اس امر پر مفصل بحث کے لئے دیکھو براہین احمدیہ حصہ اول مصنفہ مؤلف۔

یہ تحقیق بھی یہاں کرنی پڑی اور میں اِس امر کیلئے جسقدر سجدات شکر ادا کروں تھوڑے ہیں کہ میں اپنی تحقیق میں حسب اطمینان خود کامیاب ہوگیا اگرچہ میری تحقیق اسوقت صرف زبان انگریزی تک محدود رہی اور وہ بھی پانچ صد الفاظ انگریزی[1] کے لگ بھگ۔ لیکن جب میں اس اپنی تحقیق کا مغربی تحقیق سے مقابلہ کرتا ہوں جہاں صرف چند الفاظ کی بعیدانہ قیاس اور نہایت ہی رکیک مجانست پر مغربی فلولوجسٹ (ماہران علم الالسنہ) دو زبانوں کو ہم مخرج قرار دیدیتے ہیں۔ تو میں بلا تامل اس نتیجہ پر آجاتا ہوں۔ کہ ان فضلا کو ہماری تحقیق سے کوئی بھی نسبت نہیں۔ جہاں ان کو ایک دھندلی سی روشنی نظر آرہی ہے۔ وہاں ہم بفضلہ اپنے آپ کو نصف النہار میں پاتے ہیں۔ یہ لوگ ایک غلط راہ پر پڑکر حقیقت سے بہت دُور چلے گئے ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنی اس ناکافی اور نا اطمینان بخش تحقیق پر سنسکرت۔ فارسی اور کل یورپین زبانوں کو قریب المخرج سمجھتے ہیں۔ اور عربی کو اپنے سے بہت دور جانتے ہیں۔ اور اس دعوے کی تائید میں نہایت ہی بودے دلائل اور کمزور شہادت پیش کرتے ہیں۔ تو جو ثبوت بفضلہ تعالےٰ ہم نے بہم پہنچا لیا ہے۔ وہ ایک محقق کو اس نتیجہ پر مجبوراً لے آویگا۔ کہ ایک عربی زبان ہی ایسی جامع زبان واقع ہوئی ہے۔ جو ان سب زبانوں سے [illegible] ہے، جس میں اس لسانی تحقیق کے لئے کافی اور صحیح اور محفوظ مصالحہ موجود ہے۔ اور یہ زبان ان زبانوں کے مقابل ایک اور خاندان سے نہیں جیسے کہ یورپین تحقیق کا نتیجہ ہے۔ بلکہ اُن میں سے ہی اور اُن کی ماں ہے۔ یہ میری تالیف دراصل اُس ضخیم کتاب کا دیباچہ ہے جو میں ولایت واپس جاکر انگریزی زبان میں لکھنا چاہتا ہوں۔ یہ ایک بڑا بھاری کام ہے۔ جو برسوں کی محنت شاقہ کا محتاج ہے اور اس میں بہت سے مستعد ہاتھوں کی ضرورت ہے اس لئے میں نے اپنی ارادہ کردہ کتاب کا خلاصہ اسوقت اُردو میں لکھدیا ہے۔ کہ ہندوستان میں جو کثرت سے ایسے بزرگ موجود ہیں۔ جو عربی زبان سے تو واقف ہیں۔ لیکن انگریزی سے ناآشنا ہیں۔ وہ اصحاب بھی میرے اُن طریقوں سے واقف ہوجائیں جن پر میں اس تحقیق کی بنیاد ڈالنا چاہتا ہوں اور جسکو خداتعالےٰ توفیق دے۔ وہ مجھے امداد دے ایسے اصحاب بھی۔ پنجابی۔ ہندی۔ بنگالی۔ کشمیری۔ پشتو۔ مرہٹی۔ تلوگو۔ تامل۔ کناری اور دیگر ہندوستان کی زبانوں کے متعلق اپنے اپنے ہاں تحقیق شروع کردیں۔ اور اس طرح اس عظیم الشان کام میں محض عنداللہ میرے معین و مددگار ہوجاویں۔

[1] اس تحقیق میں میں نے اُن الفاظ کو شامل نہیں کیا جو محققین فرنگ نے خود عربی الاصل قرار دئیے ہیں۔

اس سے نہ صرف یہ کام جو میرے ہاتھ میں ہے جلد تکمیل کی صورت دیکھیگا۔ بلکہ اگر یہ ہماری تحقیق مکمل ہوجاوے۔ تو عربی زبان حاصل کرنیکا ایک آسان سے آسان طریق دنیا میں پیدا ہوجاویگا۔ زبان کا سیکھنا بہت حد تک لغت سے واقفیت پیدا کرنا ہوتا ہے۔ قواعد زبان سے واقف ہونا تو بہت ہی تھوڑا وقت چاہتا ہے۔ واقفیت لغت ہی ایک مشکل کام ہے۔ اب انشاء اللہ لغت کا سیکھنا بھی ہر شخص پر نہایت ہی آسان ہوجاویگا۔ جس کے سامنے اسکی اپنی زبان کے صدہا الفاظ عربی زبان سے ملے جلے رکھدئے جاویں۔ مثلاً اگر دو ہزار پنجابی یا اردو کے الفاظ ہم عربی الفاظ سے شکل و معنی میں ملتے جلتے ایک پنجابی یا ہندوستانی کے سامنے رکھدیں تو انہیں دو ہزار عربی الفاظ آسانی سے آجاوینگے۔ مثلاً اگر ہم ایک بچہ کو اول یہ سکھلا دیں کہ زبانوں کی تبدیلی میں کونسے حروف کن حرفوں سے بدل جاتے ہیں اُسے یہ بتلادیں کہ اردو الفاظ۔ چاک۔ ہوا۔ آگ۔ دُہائی۔ نچھاور کے مقابل عربی زبان میں شق۔ ہواء۔ اجج۔ دعا۔ نثار موجود ہیں۔ ایسا ہی اُسے یہ بتلایا جاوے۔ کہ جسے تم اپنی زبان میں لفا لنگارا کہتے ہو۔ عربی میں اُسے نکع یا لقع کہتے ہیں یہاں جسے راب کہتے ہیں عربی میں اُسے رُب کہتے ہیں۔ پنجابی لفظ ہماڑی (مددگار) اور جوہا کو عربی میں عالی اور حب کہتے ہیں۔ تو بچہ ممکن نہیں۔ کہ آن واحد میں وہ بچہ ان عربی لغات سے ویسا ہی واقف نہ ہوجاوے کہ جیسے وہ اپنی مادری زبان کے الفاظ سے آشنا ہوتا ہے۔ آج ہم اپنے اسلاف کے بہت سے نادر علوم سے اسلئے ناواقف ہیں کہ ہم عربی زبان سے ناآشنا ہیں۔ عربی زبان ہی ہماری مذہبی زبان ہے۔ عربی زبان کی ناواقفی نے ہمیں اسلام اور قرآن سے ناآشنا رکھکر ہمیں اسکی خدمت سے محروم کررکھا ہے۔ ہماری سب تعلیمی انجمنوں کا اول فرض یہ ہونا چاہئے تھا۔ کہ وہ عربی زبان کی ترویج اور تعلیم میں ازحد کوشش کرتے اور یہ کوشش کرتے۔ کہ ہم میں سے خواندہ مسلمان عربی دان ہوجاویں۔ اور اس کا سہل طریق یہی ہے۔ جو میری سمجھ میں آیا ہے۔ اگر ہم اس قسم کی کتابیں اور ڈکشنریاں تصنیف کرنے میں کامیاب ہوجاویں۔ تو ہم نے آنے والی نسلوں پر بڑا بھاری احسان کردیا۔ عزیزو۔ یہ کام کا وقت ہے۔ سونے کا وقت نہیں۔ یاد رکھو عربی کی اشاعت اسلام کی اشاعت ہے۔ کیا خدمت عربیت بھی کسی خاص فرقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ میرے نزدیک یہ اسلام کی پہلی خدمت ہے جسکو سمجھو اور تم اپنے اپنے فرقہ کی خصوصیات کو تو مشترک

قائم رکھو۔ لیکن ایسے امور میں مشترک ہوکر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاؤ۔ جیسے مختلف امور میں آگے بھی آپ سب فرقہائے اسلام کو مخاطب کیا۔ اب اس علمی تحقیق میں بھی آپ سب کو ہاتھ بٹانے کی دعوت دیتا ہوں۔ محض عنداللہ اٹھو اور میرے ساتھ شریک ہوجاؤ۔ میری آئندہ کتاب کے اس دیباچہ کو پڑھو اور دیکھو کہ مجھے عربی زبان کی تحقیق میں کن کن علمی خزانوں کا دستیاب ہونا نظر آتا ہے۔ میں عربی زبان کو نہ صرف اُم الالسنہ یعنی کل زبانوں کی ماں ہی کہتا ہوں۔ بلکہ اسے الہامی اور خدا کے ہاتھ کی بنائی ہوئی زبان سمجھتا ہوں۔ میں نے اس مختصر اردو کتاب میں ان وجوہ کو علی وجہ الکمال نہیں لکھا۔ جن سے میں عربی زبان کا الہامی ہونا ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ذہن میں جو اصول ہیں۔ ان کے ماتحت میں نے نہایت مختصر سی تحقیق ان ایام رمضان شریف میں کی۔ اور اس تحقیق کا خلاصہ میں اس کتاب میں جو اسی ہفتہ پریس میں چلی جاویگی اس خیال سے درج کرتا ہوں۔ کہ ہمارے مسلم بھائی اُن پر تنقیدی نگاہ ڈالیں۔ اگر وہ اصول غلط ہوں تو مجھے اُن سے اطلاع دیں۔ تاکہ میں انگریزی کتاب لکھنے سے پہلے ان کی اصلاح کرلوں۔ اور اگر وہ اصول صحیح نظر آویں۔ تو جن راہوں سے میں اس عظیم الشان نتیجہ پر آنا چاہتا ہوں وہ بھی اس پر قدم ماریں۔ اور یہ امر یاد رہے کہ اگر عربی زبان علمی اصولوں پر نہ کہ مذہبی معتقدات کی رو سے الہامی زبان ثابت ہوجاوے۔ تو آج اگناسٹیسزم (مذہب متشککین) کا دنیا سے خاتمہ ہوجاتا ہے۔ آج الہام کا وجود علمی رنگ میں ثابت ہوجاتا ہے۔ اور آج ناطق اور خاتم الہام کے لئے موزوں سے موزوں زبان عربی ثابت ہوکر قرآن کی صداقت پر مُہر لگ جاتی ہے۔ یاد رکھو۔ آج الہامی مذہب کا اگر کوئی دشمن ہے تو دہریت نہیں۔ بلکہ اگناسٹسزم ہے۔ جس کے ماتحت جانب اللہ الہام کا امکان مشتبہ ہوگیا ہے۔ یہی عقیدہ یورپ کو نہیں۔ بلکہ مغربی تعلیم کے زیر اثر کل ایشیا کے پیروؤں کو الہام کی حقیقت سے متزلزل اور متشکک کررہا ہے۔ اس لئے یہ خدمت ایک بھاری مذہبی خدمت ہے۔ اور اسلام کی صداقت منوانے کے لئے ہمارا [illegible] کاری حملہ۔ وما توفیقی الا باللہ۔

خواجہ کمال الدین از ایبٹ آباد

سرنگر شاہ [illegible]

[illegible] اگست 1915

سلسلہ کے لئے دیکھو پیغام صلح ۲۶ و ۲۹ اگست ... متعلق بحث شملہ (خلاصہ بیان مسئلہ نبوۃ مسیح موعود) ۔ پیغام صلح ۷ ستمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۲

(۵)

کے ساتھ آوے اور نہ جبرئیل وحی نبوت لیکر اسپر نازل ہو۔ تو ثابت ہوا کہ نبی حقیقی کیلئے جبرئیل کا وحی نبوت لیکر نازل ہونا ضروری ہے۔ حضرت صاحب پر کبھی ۲۳ برس میں ایک دفعہ بھی جبرئیل وحی لے کر نازل ہوتا تو مطابق اِس عقیدہ کے پھر خاتم النبیین نعوذباللہ حضرت مرزا صاحب ٹھیرتے نہ کہ نبی کریم۔

(ک) ۔ پس قرآن کے برخلاف حضرت عیسیٰ کو آسمان پر چڑھانا یہ صریح قرآن شریف کی تکذیب ہے۔ ایسا ہی پھر اُنکو نبوت اور وحی نبوت کے ساتھ زمین پر اُتارنا یہ بھی صریح منطوق کلام الٰہی کے مخالف ہے کیونکہ موجب ابطال ختم وحی نبوت ہے ...... اگر حضرت مسیح سچ مچ زمین پر اُترینگے اور ۴۵ برس تک جبرئیل وحی نبوت لیکر اُن پر نازل ہوتا رہیگا تو کیا ایسے عقیدہ سے دین اسلام باقی رہ جائیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور قرآن کی ختم وحی پر کوئی داغ نہیں لگیگا۔" (تحفہ گولڑویہ تصنیف ۱۹۰۲ء)

نتیجہ ۔ نبوت اور وحی نبوت کے ساتھ کسی کا آنحضرت صلعم کے بعد آنا صریح منطوق کلام الٰہی کے مخالف ہے اور موجب ابطال ختم وحی نبوت ہے ۔ اگر جبرئیل وحی نبوت لیکر زمین پر آئے تو اس سے دین اسلام کی بیخکنی ہوتی ہے اور آنحضرت صلعم کی ختم نبوت اور قرآن کی ختم وحی پر داغ لگتا ہے تو ماننا پڑا کہ کوئی نبی (نبوت کاملہ تامہ کے ساتھ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔

منجملہ بہت سے ثبوتوں کے کہ ہر ایک نبی کے لئے کتاب کا لانا ضروری ہے ایک ثبوت یہ ہے کہ جہاں حضرت صاحب نے فرض کے طور پر بھی مسیح ابن مریم رسول اللہ کے دوبارہ آنے کے متعلق لکھا ہے وہاں بھی اُسکے ساتھ کتاب اللہ کا نازل ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ ذیل:-

(ل) ۔ رسولوں کی تعلیم اور اعلام کے لئے یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے جو وہ بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے اور بذریعہ نزول آیات ربانی اور کلام رحمانی کے سکھلائے جاتے ہیں اور جبکہ تمام قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ نئے سرے معرفت جبرئیل علیہ السلام کے حضرت مسیح کی زبان میں بھی اُن پر نازل ہوجائیگی ۔ اور جیسا کہ احادیث میں آیا ہے جزیہ وغیرہ کے متعلق بعض بعض احکام قرآن شریف کے منسوخ بھی ہوجائینگے تو ظاہر ہے کہ اس نئی کتاب اُترنے سے قرآن شریف توریت انجیل کیطرح منسوخ ہوجائیگا اور مسیح کا نیا قرآن جو قرآن کریم سے کسی قدر مختلف بھی ہوگا اجرا و نفاذ پائیگا اور حضرت مسیح نماز میں اپنا قرآن پڑھینگے ..... میں کہتا ہوں کہ اسقدر تو بالکل سچ ہے کہ اگر وہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب آجائینگے جن پر جبرئیل نازل ہوا کرتا تھا تو وہ شریعت محمدیہ کے قوانین دریافت کرنے کے لئے ہرگز کسی کی شاگردی اختیار نہیں کرینگے۔ بلکہ سنت اللہ کے موافق جبرئیل کی معرفت وحی الٰہی اُن پر نازل ہوگی اور شریعت محمدیہ کے تمام قوانین اور احکام نئے سرے اور نئے لباس اور نئے پیرایہ اور نئی زبان میں اُن پر نازل ہوجائینگے اور اس تازہ کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے نازل ہوئی ہے قرآن کریم منسوخ ہوجائے گا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۳ طبع ثانی) -

نوٹ ۔ اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ واقعی نبی کے لئے صاحب کتاب ہونا شرط نہیں وہ حضرت صاحب کی اُن تمام تحریروں کو جھٹلاتا ہے جو انہوں نے اُس نبی کے لئے جو درحقیقت نبی ہے کتاب لانا نبوت کی ضروری شرائط میں سے قرار دیا اور کتاب اللہ المجید القرآن العظیم کی شہادت سے نجات پانا صرف اسبات میں حصر بتایا ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لاویں - باقی وہ حوالے جو پیش کئے جاتے ہیں کہ شریعت موسوی میں ہزارہا نبی ایسے آئے جو صاحب کتاب نہیں تھے مگر مجدد شریعت موسوی تھے وہ ہمارے بیان مندرجہ کے خلاف نہیں ۔ ایک مکتوب مسیح موعود کا جو مورخہ ۳۰ ستمبر ہے پیش کیا جاتا ہے (فریق مخالف ہم سے تو مطالبہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریروں کا کرتا ہے مگر آپ ۱۸۹۹ء کے مکتوب مسیح موعود کا حوالہ دیتا ہے یا شہادۃ القرآن کا حوالہ دیتا ہے جو ۱۸۹۳ء کی ہے) مگر وہ حوالے بھی انکے مفید مطلب نہیں ہیں۔ اُن میں سے صرف ایک حوالہ لکھ کر میں حضرت صاحب کی کلام سے ہی اسکا جواب دیدیتا ہوں :-

"بنی اسرائیل میں کئی نبی ایسے آئے جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت اور صداقت کا اظہار ہو وہ نبی کہلائے" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

مگر اس حوالہ کی اگلی عبارت جو اسکے ساتھ لگتی ہے یعنی یہی حال اس سلسلہ میں ہے۔ اسکو جان بوجھ کر چھوڑ جاتے ہیں ۔ اور اسپر دعوے کرتے ہیں کہ نبی بغیر کتاب و احکام جدیدہ کے بھی ہو سکتا ہے اور وہ نبی تام ہوتا ہے جو محدث نہیں بلکہ محدث سے اوپر ہوتا ہے جسے قرآن کریم کی اصطلاح میں نبی کہا جاتا ہے مگر یہ محض غلط اور جھوٹ بات ہے ۔ قرآن کریم کی باتیں مضبوط اور محکم ہوتی ہیں کیونکہ اُسمیں الٰہی علم ہے اُسمیں جھوٹ نہیں ہو سکتا ۔ اور یہ جھوٹ ہے کہ کوئی نبی تام ہو نبوت کے تمام لوازمات رکھتا ہو اور صاحب کتاب ہو ۔ لوگوں کو دھوکا دینا اچھا نہیں ۔ حضرت صاحب کے کلام کی قطع و برید کرنی کونسی ایمانداری ہے ۔ اِس حوالہ میں آگے ہی لکھا ہے کہ :-

"ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مُردہ ہے"

یہ لوگ حضرت صاحب کے کلام کو مطابقت دینے کی کوشش نہیں کرتے اور نہ اچھی طرح اُس پر غور کرتے ہیں ۔ اگر وہ غور کرتے تو اُن کو خود یہ عقدہ حل ہو جاتا ۔ دیکھو ایسے نبی جو موسوی سلسلہ میں صرف خدا کیطرف سے پیشگوئیاں کرنے والے تھے اُن کو ویسا ہی نبی بتلایا ہے جو سلسلہ محمدیہ میں نبی یعنی پیشگوئیاں کرنے والے ہوئے ۔ اسی کی تائید میں ایک یہ حوالہ ہے جو الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۳ء میں

"ولایت کے لئے خاندان کی ضرورت"

کے عنوان سے حضرت صاحب کا ایک کلام چھپ چکا ہے :-

"ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ایسے اولیاء اللہ جو مامور نہیں ہوتے یعنی نبی یا رسول یا محدث نہیں ہوتے اور ان میں سے نہیں ہوتے جو دنیا کو خدا کے حکم اور الہام سے خدا کیطرف بلاتے ہیں ایسے ولیوں کو کسی اعلیٰ خاندان یا اعلیٰ قوم کی ضرورت نہیں کیونکہ اُن کا سب معاملہ اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے لیکن ان کے مقابل دوسری قسم کے ولی ہیں جو رسول یا نبی یا محدث کہلاتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کیطرف سے ایک منصب حکومت قضا کا لیکر آتے ہیں اور لوگوں کو حکم ہوتا ہے کہ اُن کو اپنا امام یا سردار یا پیشوا سمجھیں" الخ۔

اب تبلائیں میاں عمرالدین کہ یہ اولیاء اُمت جو مامور ہو کر نبی اور رسول کہلائے ہیں یہ نبی تام تھے اور محدث سے اوپر ہوتے تھے اور انہیں کو قرآن کریم کی اصطلاح میں نبی کہتے ہیں؟ یا اُنکو جو نبوت تامہ کی تمام صفات لازمہ سے متصف ہوتے ہیں؟ کیا نبوت کی بہت چیزوں اور بہت سی صفات لازمہ میں سے ایک صفت سے متصف ہو نبی ہوتا ہے؟ حقیقت میں ناواقف کو دھوکا دینا آسان ہے مگر کسی بات کو کلی اصول کے ماتحت بیان کرنا اور اسکا صحیح مفہوم سمجھنا اور بات ہے ۔ بات صرف یہ ہے کہ جہاں حضرت صاحب نے شریعت موسوی میں ایسے نبیوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ کوئی کتاب نہیں لائے تھے وہیں اُن نبیوں کا حال ذکر کیا ہے کہ ایک ایک وقت میں چار چار سو نبی بھی اُن میں آتے رہے ۔ اب ایک دانا آدمی غور کر سکتا ہے کہ وہ چار چار سو نبی جو ایک وقت میں آئے کیا نبی تام ہو سکتے ہیں اور قرآن اُن کو کبھی نبی کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں ۔ اِن چار سو نبیوں سے تو اس امت کا مسیح ہی ہزار ہا درجہ بڑھا ہوا معلوم دیتا ہے اور بڑھ کر ہے ۔ اب باقی رہ گیا یہ سوال کہ اسطرح کے نبی یعنی صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرنیوالے مسیح موعود سے پہلے امت محمدیہ میں بھی ہوئے ہیں یا نہیں ۔ اسکے متعلق میں حضرت صاحب کا کلام پیش کرتا ہوں آپ پڑھ لیں :-

"ایک دوست صاحب نے سوال کیا کہ حضور جب سلسلہ موسوی اور سلسلہ محمدی میں مماثلت ہے تو کیا وجہ ہے کہ اُس سلسلہ کے خادم تو نبی کہلائے مگر اِدھر اس طرح کوئی بھی نبی کہلایا فرمایا کہ مشابہت میں ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ بالکل آپس میں ایک دوسرے کے عین ہوں اور اُن کا ذرا بھی آپس میں خلاف نہ ہو ۔ اب ہم جو کہتے ہیں کہ فلاں شخص تو شیر ہے تو اب اسمیں کیا بھلا ضروری ہے کہ اس شخص کے جسم پر ویسے ہی بال بھی ہوں چار پاؤں بھی ہوں اور دُم بھی ہو اور وہ جنگلوں میں شکار بھی کرتا پھرے ...... نبوت جو اللہ تعالیٰ نے اب قرآن شریف میں آنحضرت کے بعد حرام کی ہے اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اب اس امت کو کوئی خیر و برکت ملے ہی گی نہیں اور نہ اسکو شرف مکالمات اور مخاطبات حاصل ہوگا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت کی مہر کے سوا اب کوئی نبوت نہیں چل سکیگی ۔ اُس زمانہ کے لوگوں پر جو نبی کا لفظ نہیں بولا گیا اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت موسیٰ کے بعد تو نبوت ختم نہیں ہوئی تھی بلکہ ابھی آنحضرت جیسے عالی جناب اولوالعزم صاحب شریعت کا آنا باقی تھا جس وجہ سے انکے واسطے یہ لفظ جاری رکھا گیا مگر آنحضرت کے بعد چونکہ ہر ایک قسم کی نبوت بجز آنحضرت کی اجازت کے بند ہو چکی تھی اسواسطے ضروری تھا کہ اُسکی عظمت کی وجہ سے وہ لفظ نہ بولا جاتا ۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ۔ سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے جسمانی طور پر آپکی اولاد کی نفی بھی کی ہے اور ساتھ ہی روحانی طور سے اثبات بھی کیا ہے کہ روحانی طور پر آپ باپ بھی ہیں اور روحانی نبوت اور فیض کا سلسلہ آپکے بعد جاری رہیگا اور وہ آپ میں سے ہو کر جاریگا نہ الگ طور سے ۔ وہ نبوت چل سکیگی جس پر آپکی مہر ہوگی ورنہ اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جاوے تو نعوذ باللہ اس سے تو انقطاع فیض لازم آتا ہے ...... اسطرح تو ماننا پڑیگا کہ نعوذ باللہ آنحضرت کی قوت قدسی کچھ بھی نہ تھی اور اب حضرت موسیٰ کا سلسلہ آنحضرت کے سلسلہ سے بڑھ کر ہوتا ہے لیکن آنحضرت کی ایک عظمت اور آپکی نبوت کے لفظ کا پاس اور ادب کیا گیا ہے کہ آپکے بعد کسی دوسرے کو اس نام سے کسی طرح بھی شریک نہیں کیا گیا" (الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۸ و ۹)

(۳) نبی اپنی مادری زبان میں وحی کیا جاتا ہے۔

ھ - "وحی الہی کے دعوی کو یہ امر مستلزم ہے کہ وہ وحی اپنی زبان میں ہو . . . . . . کیونکہ اپنی مادری زبان اس شخص کے لئے لازم ہے جو مستقل طور پر . . . دعوی نبوت کرتا ہے" (ریویو مباحثہ چکڑالوی بٹالوی تصنیف ۱۹۰۲ء صفحہ ۸)

نتیجہ - قرآن کریم میں بھی یہی ارشاد ہے جیساکہ آیت ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ اسپر شاہد ہے تو ثابت ہوا کہ جو اپنی مادری زبان میں وحی نہ کیا جاتے وہ درحقیقت نبی نہیں ہوسکتا - ورنہ خدا کی کلام پر حرف آتا ہے - اور قرآن کریم کی تکذیب ہوتی ہے۔

(۴) - نبی نبوت کے دعوی میں دھوکا نہیں کھاتا۔

ن - "جس یقین کو نبی کے دل میں اسکی نبوت کے بارے میں بٹھایا جاتا ہے وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمک اٹھتے ہیں اور اسقدر تواتر سے جمع ہوتی ہیں کہ وہ امر بدیہی ہوجاتا ہے اور پھر بعض دوسری جزئیات میں اگر اجتہاد کی غلطی ہو بھی تو وہ اُس یقین کو مضر نہیں ہوتی . . . . . . نبیوں اور رسولوں کو اُن کے دعوے کے متعلق اور اُنکی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اسمیں اسقدر تواتر ہوتا ہے جسمیں کچھ شک باقی نہیں رہتا . . . . . پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو اپنی پیشگوئیوں میں دھوکے کھائے وہ اسی رنگ میں کھائے تھے - مگر نبوت کے دعوی میں انہوں نے دھوکا نہیں کھایا کیونکہ وہ حقیقت نبوت قریب سے انکو دکھائی گئی اور بار بار دکھائی گئی"۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۲۶) -

نتیجہ - اب جو شخص نبی ہوکر ۱۵ سال تک اپنا دعوی ہی نہ سمجھے اور دھوکا میں ہے وہ نبی کب ہوسکتا ہے - نبی وحی کے سمجھنے میں کبھی غلطی نہیں کرتے تھے اور نہ یہ عقلاً ممکن ہے -

(۵) - نبی اپنی نبوت کا اقرار لیتا ہے۔

س - "تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں کہ خدا تعالی کو واحد لاشریک مانو اور ساتھ اسکے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ - اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں میں خلاصہ تمام امت کو سکھلایا گیا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۱)

نتیجہ - ہر نبی اپنی نبوت کا اقرار لیتا ہے - پس نبی کی پہچان یہی ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنا رسول و نبی ہونا منواتا ہے - حضرت صاحب نے اپنی نبوت کا اقرار کسی سے نہیں لیا - دس شرائط بیعت پڑھ لیں +

(۶) - نبی مطاع ہوتا ہے کسی نبی کا وہ مطیع اور امتی نہیں ہوتا۔

ع - "ایک نبی کو جو پہلے ہی نبی قرار پاچکا ہے امتی قرار دینا اور پھر یہ تصور کرلینا کہ جو اسکو مرتبہ نبوت حاصل ہے وہ بوجہ امتی ہونیکے ہے نہ خود بخود - یہ کسقدر دروغ بے فروغ ہے بلکہ یہ دونوں حیثیتیں متناقض ہیں . . . قرآن شریف میں جابجا اسکی تصریح موجود ہے اور جبکہ ایک امتی کیلئے یہ دروازہ کھلا ہے کہ جو اپنے نبی متبوع سے یہ فیض حاصل کرے تو پھر . . . . . اجتماع نقیضین جائز رکھنا کسقدر حمق ہے" (ریویو مباحثہ چکڑالوی [illegible])

اب دیکھئے نبی کا امتی ہونا اور ان دونوں حقیقتوں کا ایک جگہ جمع ہونا اجتماع نقیضین بتلایا ہے - بعض نا سمجھ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نبی امتی تو نہیں ہوسکتا مگر امتی نبی ہوسکتا ہے اور اپنی تائید میں حوالہ پیش کرتے ہیں "ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نبی ہے کہ اسکی امت کا ایک فرد نبی ہوسکتا ہے اور عیسی کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ امتی ہے" (براہین پنجم صفحہ ۱۸۱) مگر نہیں سمجھتے کہ جبکہ یہ دونوں حقیقتیں متناقض ہیں تو پھر ایک جگہ ان دو متضاد حقیقتوں کا جمع ہونا کیسے ممکن ہوسکتا ہے - یہ تو اجتماع نقیضین ہے - اسکی تو ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی کہے کہ خدا تو انسان نہیں ہوسکتا مگر انسان خدا ہوسکتا ہے - نادانوں نے [illegible] انہی لفظوں میں ان کا جواب موجود ہے یعنی جس رنگ میں یہ امتی ہے عیسی کہلا سکتا ہے اسی رنگ میں امت کا ایک فرد نبی ہوسکتا ہے یعنی مثیل عیسی کے طور پر [illegible] ہوسکتا ہے [illegible] تو امت کے ایک فرد کا نبی ہوسکنا بھی مثیل کے رنگ میں ہے نہ حقیقت کے رنگ میں -

ف - نبی اپنی ہی وحی نماز میں پڑھتا ہے۔

"عیسی [illegible] ایسا کیونکر تعلیم پاسکتا ہے [illegible] حلال و حرام [illegible] اور اپنے خدا کی نماز بھی [illegible] قرآن شریف کے احکام کو نماز میں پڑھیگا اور اپنے [illegible] تو ہرگز امتی نہ ہوگا [illegible] جبتک اسکو امتی کہا جائے بلکہ وہ توریت اور انجیل کا پابند اور اسی کا متبع ہوگا" [illegible]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی ہی وحی یعنی انجیل نماز میں پڑھتے تھے نہ کسی اور نبی کی وحی +

ص - نبی شریعت میں ترمیم و تنسیخ کرتا یا جدید احکام لاتا ہے۔

"اُن کے (عیسیٰ کے) دوبارہ لانے سے یہ وہم گذرتا ہے کہ شاید اُن کے ذریعہ سے شریعت اسلامیہ میں کچھ تبدیل و ترمیم کیا جائیگا" (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم صفحہ ۱۳۹)

ان عبارتوں سے مفصلہ ذیل نتائج نکلتے ہیں :-

(۱) نبی مطاع ہوتا ہے کسی نبی کا وہ مطیع اور امتی نہیں ہوتا - (۲) نبی کی وحی متلو ہوتی ہے لہٰذا وہ اپنی وحی ہی نماز اور عبادت میں پڑھتا ہے - (۳) نبی اپنی وحی کا متبع ہوتا ہے (۴) نبی یا تو کوئی نیا حکم لاتا ہے یا پہلے کسی حکم کو منسوخ کرتا ہے - ان شرائط کے بغیر کوئی نبی نبی نہیں ہوسکتا۔

قابل یادداشت باتیں

اب جو نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتیوں کو مل سکتی ہے اسکی تعریف حضرت اقدس نے اسطرح فرمائی ہے

(۱) "قرآن شریف کی زبردست طاقتوں میں سے ایک یہ طاقت ہے کہ اسکی پیروی کرنے والے کو معجزات اور خوارق دئے جاتے ہیں اور وہ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ دنیا اُن کا مقابلہ نہیں کرسکتی چنانچہ میں بھی یہی دعوی رکھتا ہوں . . . . . . اور اُسنے محض اپنے فضل سے نہ میرے کسی ہنر سے مجھے یہ توفیق دی ہے کہ میں اسکے عظیم الشان نبی اور اسکے قوی الطاقت کلام کی پیروی کرتا ہوں اور اس سے محبت رکھتا ہوں اور وہ خدا کلام جسکا نام قرآن شریف ہے وہ ربانی طاقتوں کا مظہر ہے میں اسپر ایمان لاتا ہوں اور قرآن شریف کا یہ وعدہ ہے کہ لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا - اور یہ وعدہ ہے کہ ایدھم بروح منہ اور یہ وعدہ ہے کہ ویجعل لکم فرقانا - اس وعدہ کے موافق خدا نے یہ سب مجھے عنایت کیا ہے - اور ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ **جو لوگ قرآن شریف پر ایمان لائیں گے - اُن کو مبشر خوابیں اور الہام دئے جائیں گے یعنی بکثرت دئے جائیں گے**" (رسالہ تحفہ چشمہ معرفت صفحہ ۴) +

(۲) "جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کرچکا اب **صرف مکالمات الٰہیہ** کا دروازہ کھلا ہے اور وہ بھی خود بخود نہیں بلکہ سچے اور پاک مکالمات جو صریح اور کھلے طور پر نصرت الٰہی کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں اور بہت سے امور غیبیہ پر مشتمل ہوتے ہیں وہ بعد تزکیہ نفس محض پیروی قرآن شریف اور اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتے ہیں" (چشمہ معرفت صفحہ ۴۲)

(۳) وما عنی اللہ من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ و لعنۃ اللہ علی من اراد فوق ذلک او حسب نفسہ شیئا او اخرج عنقہ من الربقۃ النبویۃ یعنی - اور نہیں ہے مراد خدا تعالی کی میری نبوت سے مگر کثرت مکالمہ اور مخاطبہ اور لعنت ہے خدا کی جو اس سے بڑھ کر ارادہ کرے یا اپنے آپ کو کچھ چیز خیال کرے یا اپنی گردن حلقہ نبویہ سے باہر نکالے" (ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۶۴)

(۴) "نادان آدمی جو دراصل دشمن دین ہے اس بات کو نہیں چاہتا کہ اسلام میں سلسلہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ کا جاری رہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اسلام بھی اور مردہ مذہبوں کی طرح ایک مردہ مذہب ہوجائے مگر خدا نہیں چاہتا - **نبوت اور رسالت** کا لفظ خدا تعالی نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے مگر اس لفظ سے صرف وہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ مراد ہیں جو بکثرت ہیں اور غیب پر مشتمل ہیں - اس سے بڑھ کر کچھ نہیں - ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں اصطلاح اختیار کرسکتا ہے لکل ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اُسنے نبوت رکھا ہے یعنے ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہیں"۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵) +

ان تمام حوالوں کا مجموعی نتیجہ یہ ہے کہ اب درحقیقت کوئی نبی نہیں آسکتا ہاں قرآن کریم کی اتباع سے **صرف** مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کا شرف حاصل ہوسکتا ہے - اور بہت سے امور غیبیہ پر اطلاع مل سکتی ہے - اسکے سوا نبوت میں سے اور کچھ نہیں ملسکتا - نہ کتاب مل سکتی ہے - نہ جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت قیامت تک آسکتا ہے - نہ اس سے پہلی نبوت میں کسی قسم کی ترمیم یا تنسیخ ہوسکتی ہے - جب یہ باتیں اس نبوت میں نہیں تو یہی نبوت جزئیہ کی تعریف ہوئی - یعنی اب صرف جزئی نبوت ہی ہے جو امت محمدیہ کے کاملین کو ملتی ہے اور یہی مسیح موعود کو ملی - اسکے سوا اور کوئی نبوت کسی کو بھی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں مل سکتی - اسی لئے تو حضرت صاحب نے فرمایا

وَمابقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ۔ وھو بشرط الاتباع لا بغیر متابعۃ خیر البریۃ" یعنی نہیں باقی رہا بعد اسکے مگر کثرت مکالمہ۔ اور وہ اتباع کی شرط سے ہے نہ بغیر متابعت خیر البریہ کے۔ (حقیقۃ الوحی۔ الاستفتاء صفحہ ۶۴)

اب جسقدر حوالے ہوں جمع کرلو جہاں حضرت صاحب اپنی نبوت یا مجددین کی نبوت کی تعریف فرماوینگے یہی فرماوینگے۔

"نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر **شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو** یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لاوے" (تجلیات الٰہیہ حاشیہ صفحہ ۹)

اسی لئے حضرت صاحب کی کتابوں میں جگہ بہ جگہ یہ فقرات پائے جائیں گے:۔

"لیکن وہ نبوت جسمیں سوائے مبشرات کے اور کچھ باقی نہیں وہ باقی ہے۔ قیامت تک وہ کبھی بند نہیں ہوسکتی"

"اور ایسا شخص جسکو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی الٰہی دیجائیں یعنی اسقدر کہ اُسکے زمانہ میں اُسکی کوئی نظیر نہ ہو اُسکا نام ہم نبی رکھتے ہیں" +

"مومنوں کے لئے مبشر الہام باقی رہ گئے ہیں"۔

"اور میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد صرف شرف مکالمات و مخاطبات ہے۔ اور جو اس سے زیادہ سمجھے اُسپر خدا تعالیٰ کی لعنت ہو"

"جس نبوت کا دعویٰ قرآن شریف کی رُو سے منع ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا"

"میری نبوت سے کثرت مکالمہ و مخاطبہ مراد ہے" +

اِن سب عبارات پر غور کرو۔ اور پھر حضرت مسیح موعود کا دعویٰ جو آپنے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے ملاحظہ کرو:۔

"میرا دعویٰ تو صرف یہ ہے کہ چونکہ دین نہ مذہب اسلئے ہر صدی کے سر پر موجودہ مفاسد کے لحاظ سے مصلح پیدا ہوتا ہے جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے جب خدا کسی سے بکثرت ہمکلام ہو اور اپنی غیب کی باتیں کثرت سے اُسپر ظاہر کرے تو یہ نبوت ہے مگر یہ حقیقی نبوت نہیں۔ نبأ کا لفظ خود اسپر شاہد ہے۔ انبا کے معنے ہے خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرنا۔ میرا ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر میں نبی ہوں" (تقریر لاہور ۱۷ رمئی ۱۹۰۸ء) +

کیا اسکا خلاصہ یہی نہیں نکلتا کہ آپکی نبوت حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے۔ اور اسکے معنے یہ ہیں کہ آپ میں تمام شرائط نبوت نہیں پائی جاتیں۔ نبی کا صرف خدا تعالیٰ کیطرف سے پیشگوئیاں کرنا ہی اُسکے نبی ہونے کے لئے کافی نہیں بلکہ اور تمام شرائط کا پایا جانا بھی تو ضروری ہے خدا کی طرف سے بکثرت پیشگوئیاں کرنا یہ تو نبوت کی بہت چیزوں اور بہت سی صفات لازمہ میں سے صرف ایک صفت ہے پھر کیا اس ایک صفت کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی کہلا سکتا ہے ہرگز نہیں اسی لئے

مسیح موعود کا نام خدا کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا۔

"سمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ" (ضمیمہ [illegible])

(میرا نام نبی۔ اللہ کیطرف سے مجاز کے طور پر ہے نہ حقیقت کے طور پر)

مجاز اور حقیقت کا فرق تو کل دُنیا جانتی ہے۔ مجازی طور پر جو کچھ کسی چیز کو کہا جائے وہ اصل میں وہ نہیں ہوتی۔ یہانتک کہ مجازی طور پر تو بعض کو ابن اللہ بھی کہا گیا مگر کیا وہ درحقیقت ابن اللہ ہوگئے۔ یہی حال استعارہ کا ہے۔

مسیح موعود کو مستعار طور پر ہی رسول اور نبی کہا گیا

"محمدی مسیح کا نام ابن مریم رکھا گیا اور پھر اُسی خاتم الخلفاء کا نام باعتبار ظہور بیّن صفات محمدیہ کے محمد اور احمد رکھا گیا اور مستعار طور پر رسول اور نبی کہا گیا"۔ (نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۵) +

مسیح موعود کا نام خدا کی طرف سے ظلی طور پر نبی رکھا گیا۔

"اُسی طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے دو نام میں نے پائے۔ ایک میرا نام امتی رکھا گیا جیسا کہ میرے نام غلام احمد سے ظاہر ہے دوسرے میرا نام ظلی طور پر نبی رکھا گیا (ضمیمہ [illegible])

مسیح موعود کا نام حدیث اور آپکے الہام میں نبی بھی ہے اور امتی بھی

(۱) "حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام اُمتی بھی رکھا گیا تا معلوم ہو کہ ہر کمال مجھ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپکے ذریعہ سے ملا ہے"۔ (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۵۰) +

(۲) "چونکہ مریم ایک اُمتی فرد ہے اور عیسیٰ ایک نبی ہے پس میرا نام مریم اور عیسیٰ رکھنے سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ میں اُمتی بھی ہوں اور نبی بھی مگر وہ نبی جو اتباع کی برکت سے ظلی طور پر خدا تعالیٰ کے نزدیک نبی ہے"۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۹)

اب جبکہ آپ کا نام مریم ہے جو نبیہ نہیں اور آپ کا نام عیسیٰ ہے جو نبی ہے تو ثابت ہوا کہ آپ کی نبوت ایسی ہے کہ جسمیں نبوت کا حصہ نہیں بھی ہے اور نبوت کا حصہ ہے بھی۔ لہٰذا آپکی نبوت نبوت ناقصہ یا نبوت جزئیہ ہوئی نہ نبوت تامہ کاملہ ورنہ دو نام الہام میں ایسے نہ رکھے جاتے۔

نبوت مستقلہ ضروری ہے کہ کاملہ ہو کیونکہ نبوت ناقصہ تو کسی طرح بھی براہ راست نہیں ہوسکتی لہٰذا نبوت مستقلہ میں نبوت ناقصہ شامل نہیں لیکن نبوت ظلیہ ضرور ہے کہ ناقصہ ہو کیونکہ نبوت کاملہ تو کسی طرح بھی بالواسطہ نہیں ہوسکتی تو لامحال نبوت ظلیہ نبوت ناقصہ ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب نے نبوت ظلیہ کا ہی ادّعا فرمایا ہے۔ اور نبوت مستقلہ کا ہرجگہ انکار کیا ہے۔

اُمت مرحومہ کے بعض افراد نے بھی باوجود اُمتی ہونے کے نبی ہونیکا خطاب پایا ہے

"خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کیحالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنے اتم اور اکمل درجہ پر اُنمیں پائے گئے ایسے طور پر کہ اُن کا وجود اپنا وجود نہ رہا بلکہ اُنکی محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہوگیا۔ اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح اُن کو نصیب ہوا۔

پس اسطرح بعض افراد نے باوجود اُمتی ہونے کے نبی ہونیکا خطاب پایا کیونکہ ایسی صورت کی نبوت نبوت محمدیہ سے الگ نہیں بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوت محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایہ جدید میں جلوہ گر ہوئی۔ یہی معنے اس فقرہ کے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **مسیح موعود** کے حق میں فرمایا کہ نبی اللہ و اِمامکم منکم یعنی وہ نبی بھی ہے اور اُمتی بھی ہے"۔ (رسالہ الوصیۃ صفحہ ۱۳) +

اس میں حضرت صاحب نے بعض افراد کو نبی کا خطاب پانے والا قرار دیا ہے اور اُنہیں میں سے اپنے آپ کو بھی ایک سمجھا۔ فریق مخالف کہتا ہے کہ بعض سے مراد اسجگہ ایک ہے۔ میں کہتا ہوں کہ "افراد میں سے بعض کو" ہوتا تو ایسا ممکن تھا مگر جب افراد کا صیغہ جمع کا ہے اور بعض کو اسکے قبل رکھا ہی تو بعض افراد کے معنے کبھی ایک فرد کے نہیں ہوسکتے +

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ نبوت کے لحاظ سے حضرت مرزا صاحب میں اور دوسرے انبیاء میں کوئی فرق نہیں یہ محض جھوٹ ہے۔ حضرت صاحب کا تو ارشاد ہے کہ "مجھے وہ رسالت ملی ہے جو ظلی ہے اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع سے ملی ہے نہ یہ کہ بلحاظ نبوت میری نبوت پہلے نبیوں کی نبوت کیطرح ہے بلکہ صاف لکھا ہے:۔

مسیح موعود کی نبوت کے وہ معنی نہیں جو صحف اولیٰ میں نبیوں کی نبوت کے معنی لئے گئے ہیں

"ولیس مرادہ من النبوۃ الا کثرۃ مکالمۃ اللہ وکثرۃ انباء من اللہ وکثرۃ ما یوحی + ویقول ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ۔ بل ھی درجۃ لا تعطی الا من اتباع نبینا خیر الوریٰ + وکل من حصلت لہ ھذہ الدرجۃ یکلمہ اللہ ذلک الرجل بکلام اکثر واجلی + والشریعۃ تبقی بحالہا لا ینقص منہا حکم ولا تزید ھدیٰ" (ضمیمہ حقیقۃ الوحی۔ الاستفتاء صفحہ ۱۶) +

اِس عبارت کو پڑھنے سے ہر شخص معلوم کرسکتا ہے کہ اسجگہ یہ ذکر ہے کہ آپنے اپنی نبوت کے تو یہ معنے کئے ہیں کہ اس میں کثرت مکالمہ الٰہیہ اور کثرت اخبار غیب اور کثرت وحی ہے جو آپ پر ہوئی مگر باوجود اسکے اِس نبوت کو پہلی اُس نبوت سے بالکل علیحدہ بتلانے کے لئے یہ لکھا کہ ہم اپنی نبوت کے وہ معنے نہیں لیتے جو صحف اولیٰ میں نبیوں کی نبوت کے معنے لئے گئے ہیں۔ اور بتلا دیا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اطاعت کرتا ہے وہ یہ درجہ پا لیتا ہے کہ خدا اُس سے کثرت سے کلام کرتا ہے اور نہایت اجلیٰ اور اصفیٰ اور اعلیٰ اور قطعی کلام اسی کثرت سے اُسپر ہوتا ہے مگر شریعت اپنی حال پر قائم رہتی ہے نہ اُسمیں کوئی حکم کم ہوسکتا ہے نہ کوئی ہدایت زیادہ۔ اِس سارے کلام سے واضح ہوتا ہے

کہ جو نبوت اُمت محمدیہ میں جاری اور ساری ہے اُسکی صرف اتنی ہی تعریف ہے کہ اُسمیں کثرت مکالمہ و مخاطبہ آلہیہ ہوتا ہے اور اُسمیں کثرت سے غیب کی خبریں ہوتی ہیں۔ سو یہ کثرت مکالمہ آلہیہ و کثرت اخبار غیب کچھ شریعت سے تعلق ہی نہیں رکھتا اور نہ اُسمیں کوئی دینی مسائل یا کسی عقیدہ کا کوئی بیان ہوتا ہے۔ یہ الہامات اور کشوف اور غیب کی خبریں صرف اُسکی اپنی ہی ذات یا غیر یا دیگر اشخاص یا حوادث کے متعلق ہوتی ہیں۔ سو حضرت صاحب کی تمام کتابوں اور کلام سے اُن کی اپنی نبوت کی صرف دو تعریفیں ہی آپ پاوینگے یا نبی کے لغوی اور لفظی معنی کے رو سے نبی بمعنی پیشگوئیاں کرنیوالا یا نبی بمعنی مکلم و ملہم یعنی شرف مکالمہ و مخاطبہ آلہیہ سے مشرف اور خدا سے بذریعہ وحی و الہام خبر پانیوالا۔ مگر ساتھ اسکے آپ ہر جگہ دیکھینگے کہ نبوت حقیقی اور اصلی کا انکار رہے اور اس انکار کی وجہ یہی ہو کہ آپ حقیقی نبی نہ تھے اور نہ حقیقی نبی کی یہ تعریف ہے جو آپ اپنی نبوت کی کرتے تھے حامل ملت نبوۃ کی تمام شرائط آپ میں پائی نہیں جاتی تھیں اسلئے حضرت صاحب نے فرمایا کہ

تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفٰے

"نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے **اب کوئی رسول** اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اُسکے غیر کو اُسپر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ ...... نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسمیں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے اور اسکے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اسکے افاضہ شرعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا"۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۳)

نتیجہ۔ معلوم ہوا کہ رسول اور نبی قیامت تک سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں جب اور کوئی نہیں تو جو تعریف اپنی نبوت کی حضرت صاحب فرماتے ہیں وہ تعریف حقیقی نبوت اور واقعی نبی کی نہیں ہوتی ہیں۔ ماننا پڑا کہ نبوت جزئی کا مالک درحقیقت نبی اور رسول نہیں ہوتا۔

سلسلہ نبوت جزئیہ جو امت میں ہے اور قیامت تک رہیگا

لاہور۔ ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء۔ ظہر۔ ایک شخص سرحدی آیا بہت شوخی سے کلام کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ مَیں نے اپنی طرف سے کوئی اپنا کلمہ نہیں بنایا نہ نماز علیحدہ بنائی ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو دین و ایمان سمجھتا ہوں۔ یہ نبوت کا لفظ جو اختیار کیا گیا ہے صرف خدا کیطرف سے ہے جس شخص پر پیشگوئی کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا اظہار بکثرت ہو اسے نبی کہا جاتا ہے۔ خدا کا وجود خدا کے نشانوں کے ساتھ پہچانا جاتا ہے اسی لئے اولیاء اللہ بھیجے جاتے ہیں۔ مثنوی میں لکھا ہے۔ "آن نبی وقت باشد اے مرید" محی الدین ابن عربی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے حضرت مجدد نے بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے پس کیا سب کو کافر کہوگے۔ یاد رکھو کہ یہ سلسلہ نبوت قیامت تک جاری رہیگا۔ اسپر اس سرحدی نے سوال کیا کہ دین میں کیا نقص رہ گیا تھا جسکی تکمیل کے لئے آپ تشریف لائے۔ فرمایا۔ "احکام میں کوئی نقص نہیں۔ نماز۔ قبلہ۔ زکوۃ۔ کلمہ وہی ہے۔ کچھ مدت کے بعد ان احکام کی بجا آوری میں سستی پڑجاتی ہے۔ بہت سے لوگ توحید سے غافل ہوجاتے ہیں تو وہ اپنی طرف سے ایک بندے کو مبعوث کرتا ہے جو لوگوں کو از سر نو شریعت پر قائم کرتا ہے سو برس تک سستی واقع ہوجاتی ہے۔ ایک لاکھ کے قریب تو مسلمان مرتد ہوچکا ہے۔ ابھی آپکے نزدیک کسی کی ضرورت نہیں۔ لوگ قرآن چھوڑتے جاتے ہیں۔ سنت نبوی سے کچھ غرض نہیں اپنی رسوم کو اپنا دین قرار دے لیا ہے اور ابھی آپ کے نزدیک کسی کی ضرورت نہیں" ...... اگر ہر صدی پر مجدد کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ بقول آپکے قرآن کریم اور علماء کافی تھے۔ تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض آتا ہے۔ حج کرنیوالے حج کو جاتے ہیں زکوۃ بھی دیتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سو برس کے بعد مجدد آئیگا مخالفین بھی اس بات کے قائل ہیں پس اگر میرے وقت میں ضرورت نہ تھی تو پیشگوئی باطل ہو جاتی ہے۔ ظاہری حالت پر نہیں جانا چاہئے غیب کا حال تو اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں"۔

(اخبار بدر نمبر ۲۳ صفحہ ۷ مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء)

نتیجہ۔ اس تقریر میں حضرت صاحب نے اپنے آپ کو صرف مجدد دین اُمت محمدیہ میں ہی رکھا ہے۔ اور مثنوی رومی کا ایک مصرعہ مخالف کے سامنے پیش کیا کہ **"آن نبی وقت باشد اے مرید"** اسی طرح محی الدین ابن عربی اور حضرت مجدد الف ثانی کے عقائد کیطرف بھی اُسے توجہ دلاتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ ویسے ہی نبی تھے جیسے اور مجددین۔ اب غور کرو کہ اگر آپ فی الواقعہ نبی تھے اور محدث یا مجدد یا ظلی نبی نہ تھے تو کیا وجہ ہے کہ جب کوئی شخص کہتا کہ آپنے نبوت کا دعوی کیا ہے یا آپ نبی ہونے کے مدعی ہیں تو آپ فوراً اُسکی تردید کرتے اور کہتے کہ میں ایسا نبی نہیں جیسا تم خیال کرتے ہو۔ بلکہ میں ایسا نبی ہوں جیسا کہ مجددین اُمت محمدیہ اپنے آپکو نبی کہتے تھے اور اپنے وقت کے نبی ہوتے تھے۔ اُن سے زیادہ میری کوئی نبوت نہیں اور یہ سلسلہ نبوت قیامت تک جاری رہیگا۔ یہ حضرت مسیح موعود کی سب سے آخری تقریر ہے جو وفات سے قریباً ۲۰ گھنٹے پہلے آپنے فرمائی تھی۔ اس سے حضرت صاحب کی اُس چٹھی پر بھی روشنی پڑتی ہے جو ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو اخبار عام میں شائع ہوئی۔

نبوت کا انکار

(۱) "ما ایمان می آریم کہ او خاتم الانبیاء است بعد او ہیچ پیغمبر نیست مگر آنکہ از فیض او پرورش یافتہ باشد و موافق وعدہ او ظاہر شد و خدا را مکالمات و مخاطبات است با اولیائے خود در این امت و ایشان را رنگ انبیاء دادہ می شود و در حقیقت انبیاء نیستند" (مواہب الرحمن)

نتیجہ۔ اس امت میں نبوت کے ہونے سے اسلئے انکار کیا ہے کہ قرآن تکمیل پا چکا ہے پس وہ جیسا دوسرا اولیاء کے لئے تکمیل پا چکا ایسا ہی حضرت مرزا صاحب کے لئے۔ نبوت اس صورت میں ہوتی جب کوئی شخص قرآن کی تکمیل کرسکتا اور اسمیں کم و بیش کرسکتا مگر ایسا کہنے والے کو حضرت صاحب نے لعنتی کہا ہے پس کیا لعنتی اور شیطان کہہ کر خود اس منصب کے مدعی ہوسکتے ہیں؟ یہ ایک قطعی شہادت ہے انکار نبوت پر ۱۹۰۱ء کے بعد

مسیح موعود حقیقت میں نبی ہونے سے ہمیشہ انکار کرتے رہے۔

(۲) "جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں (مستقل طور پر کوئی شریعت نہ لانے والا اور مستقل طور پر نبی نہ ہونیوالا درحقیقت نبی نہیں ہوتا (ناقل)) مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدی سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اُسکا نام پاکر اسکے واسطہ سے خدا کیطرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا"۔ (ایک غلطی کا ازالہ طبع اول صفحہ ۴ سطر ۶)

نتیجہ:۔ معلوم ہوا کہ اس اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" سے پہلی تحریروں اور اس اشتہار میں بھی جو یہ لفظ لکھے ہیں "کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونیکا دعوی کرتا ہے **مجھے ایسا کوئی دعوی نہیں**" + "اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے" "پس جو شخص میرے پر شرارت سے الزام لگاتا ہے کہ دعوی نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے" + "اُس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول" + "نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں یعنی بغیر فنا فی الرسول ہونے کے" حقیقت میں نبی اور رسول ہونے سے صاف انکار ہے۔ مگر روحانیت کی نسبت کو جو بروزی نسبت ہے قائم رکھنے کے لئے ایک طرح کا نبی یا مجازی اور ظلی نبی اپنے آپ کو کہتے رہے اسلئے یہ ثابت ہوگیا کہ مسیح موعود کی نبوت **کاملہ تامہ** نہ ہونے کی یہ ایک واقعی دلیل ہے کہ آپکی نبوت بروزی یعنی مجازی یا ظلی نبوت ہے۔ گویا حضرت صاحب کی تحریروں میں پہلے سے ہی یہ جواب اُن لوگوں کے لئے موجود ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے ۱۹۰۱ء میں آکر اپنی نبوت کو واقعی نبوت سمجھ لیا تھا۔ اصل بات یہی ہے کہ ظلی اور بروزی نبوت کا دعوی ابتداء سے اخیر تک چلا جاتا ہے۔ میاں صاحب کی پارٹی کا یہ دعوی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں تجزیہ رو سے اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے۔ مگر حضرت صاحب فرماتے ہیں:

تعجب کی بات ہے۔ یہ لوگ اسے دعویٰ جدید کہتے ہیں گے۔ ملاحظہ ہو الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۱ء
مجھے تو یہ الفاظ حضرت صاحب کے بطور پیشگوئی ہی معلوم ہوتے ہیں۔ جو خدا نے آپ کے منہ سے اس جھگڑے
کے پیدا ہونے سے پہلے ہی نکلوا دئے۔ کاش کوئی غور کرنے والا دل ہو

یہ محض لچر اور بودی بات ہے کہ جب حضرت صاحب نے اہل اسلام کی اصطلاح جو نبی کے مفہوم کی تھی بموجب تکلم الٰہی غلط قرار دیدی تو پھر اپنے آپ کو محدّث کہنا بھی ترک کر دیا دیکھو براہین پنجم میں مسیح موعود کا محدّث ہونا لکھا ہے اور محدث کی تشریح اُمتی نبی کی فرمائی ہے۔ جب نبوت کا لفظ شرعی معنوں میں کبھی اپنے پر استعمال ہی نہیں کیا اور ہمیشہ بروزی یعنی مجازی اور ظلی نبی ہی اپنے آپکو کہا ہے تو جو شخص یہ کہتا ہے کہ نبوت کی صحیح تعریف حضرت پر عرصہ ۱۸ سال تک ظاہر نہیں ہوئی اور وہ قرآن اور حدیث سے جھوٹے ہی استدلال اتنے لمبے عرصہ تک اپنے نبی نہ ہونے کے متعلق کرتے رہے وہ بڑا ہی خلاف گو ہے۔ حضرت کی کلام سے کہیں نہیں دکھا سکتا کہ اُنہوں نے فرمایا ہو کہ آج مجھ پر نبوت کی صحیح تعریف خدا کی طرف سے یہ ظاہر ہوئی ہے ٭

بروزی کا لفظ حقیقی کے مقابل۔

(۱) ماسوا اسکے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام انجیل میں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ میری آمد ثانی بروزی رنگ میں ہوگی نہ حقیقی رنگ میں۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۱۸) ٭

(۲) حضرت مسیح نے حضرت یوحنا یعنی یحییٰ نبی کو مجازی طور پر یعنے بروزی طور پر الیاس نبی قرار دیا مگر یوحنا نے حقیقی طور کو مدنظر رکھ کر الیاس ہونے سے انکار کر دیا۔ (تحفہ گولڑویہ)

بروزی نبوت مجازی نبوت ہے نہ حقیقی نبوت۔

"اور اس آیت آخرین منھم میں جو منھم کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا ہے کہ ایک شخص اس زمانہ میں تکمیل اشاعت کے لئے موزوں ہے مبعوث ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہوگا اور اسکے دوست مخلص صحابہ کے رنگ میں ہونگے ...... اور چونکہ آنحضرت کا دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا اسلئے آنحضرت کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اسکو عطا کیا۔" بیزدر نبی کبھی

آنحضرت صلعم کا نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں اور بروزی نبوت میں آجانا ممکن ہے۔

"ہاں ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں"

جب بروزی رنگ میں آنا بطور مجاز کے ہے نہ بطور حقیقت کے تو بروزی طور پر نبی ہونا بھی بطور مجاز کے ہوا نہ بطور حقیقت ٭ اقتباسات مذکورہ بالا سے یہ نتیجہ صاف نکلتا ہے کہ (۱) بروزی نبوت مجازی نبوت ہوتی ہے نہ کہ حقیقی نبوت۔ (۲) حضرت یحییٰ بروز الیاس تھے یا حضرت یشوع بروز موسیٰ تھے مگر نہیں لکھا کہ بروزی نبی تھے۔ بروز میں صرف ایک ہی صفت کا ظہور ہوتا ہے نہ کہ کل صفات کا۔ (۳) مسیح موعود کا بروزی نبی ہونا نبوت کی ایک صفت کا ظہور آپ میں پایا جانا معلوم ہوتا ہے۔ (۴) انبیائے گذشتہ میں سے کوئی نبی بھی بروزی نبی نہیں ہوا۔ اگر یہ مانا جائے کہ دوسرے نبی بھی بروزی طور پر آئے تو وہ بروزی نبی نہیں تھے اُن کو صرف دوسرے نبی کے نام پر آنے کی وجہ سے یا خلق اور خو پر ہونے کی وجہ سے بروز کہا گیا نہ کہ بروز کے طور پر آنے کی وجہ سے اُن کو بروزی نبی کہا گیا ٭

بروزی نبی یعنی مجازی نبی اور حقیقی نبی میں فرق

بروزی نبی یعنی مجازی نبی	حقیقی نبی
(۱) اطاعت نبی سے آزاد نہیں ہو سکتا یعنی مطیع تابع ہوتا ہے	(۱) دوسرے نبی کی اطاعت سے آزاد ہوتا ہے یعنی مطاع ہوتا ہے
(۲) کتاب نہیں لا سکتا۔	(۲) کتاب لاتا ہے۔
(۳) اپنی وحی کو عبادت میں نہیں پڑھوا سکتا	(۳) اپنی وحی کو ہی عبادت میں پڑھتا ہے۔
(۴) اپنی نبوت کا اقرار نہیں لے سکتا۔	(۴) اپنی نبوت کا اقرار لیتا ہے۔
(۵) صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔	(۵) صرف نبی اور اکیلا رسول کہلاتا ہے
(۶) اپنے منکر کو کافر نہیں کہہ سکتا۔	(۶) اپنے منکر کو وحی سے پکا کافر قرار دیتا ہے
(۷) سوائے پیشگوئیوں کے اور کوئی نبوت نہیں ہوتی	(۷) اسکی وحی میں نبوت کے قسم کے کمالات ہوتے ہیں
(۸) دینی مسائل نبوت سے حل نہیں کر سکتا	(۸) وہ دینی مسائل نبوت سے حل کرتا ہے ٭
(۹) جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت اسپر نازل نہیں ہوتا	(۹) جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت نازل ہوتا ہے ٭

مسیح موعود کے حقیقی نبی نہ ہونے کے چند بڑے بڑے ثبوت

الہامات مسیح موعود ہی سب سے بڑھ کر آپ کے حقیقی نبی اور حقیقی رسول نہ ہونے کی دلیل ہیں:۔

(۱) "انت محدّث اللّٰہ فیک مادّۃ فاروقیۃ"۔

نتیجہ۔ محدث جزئی نبی ہوتا ہے نہ کامل نبی۔

(۲) "یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ"

(۳) "یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ"

(۴) "یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ"

نتیجہ:۔ یہ تینوں الہام ثابت کرتے ہیں کہ آپ درحقیقت نبی نہ تھے۔ آدم اور احمد صرف نام ہی ہیں ان کے ساتھ الہام میں نبی اور رسول کا لفظ نہیں ہے۔ مریم تو مسلمہ فریقین نبیہ نہ تھی اور یہ تینوں الہام ایک رنگ میں جو القا ہوئے ہیں ان سے بھی ثابت ہے کہ یہ دونوں نام بھی مریم کیطرح استعارہ کے طور پر ایک ایسے آدمی کے نام ہیں جو درحقیقت نبی نہیں ٭

(۵) "یا عبد القادر رضی اللّٰہ عنہ"

نتیجہ۔ رضی اللّٰہ عنہ کسی نبی کی شان میں نہیں آیا۔ عبدالقادر رضی اللّٰہ عنہ ایک بڑے باکمال ولی ہوئے ہیں

(۶) "یا علی دعھم وانصارھم"

(۷) "سلمان منا اھل البیت علی مشرب الحسن"

اِن الہامات کے علاوہ اور الہامات بھی ہیں جنمیں آپکو صریح طور پر ولی اللّٰہ اور اپنے زمانہ کے مقربین میں سے ایک اور صدیق اور امام اور ابن رسول اللّٰہ بھی کر کے پکارا گیا ہے۔ اور کہیں آپکو عیسیٰ۔ موسیٰ۔ ابراہیم وغیرہ انبیاء کے نام سے بھی پکارا گیا۔ باقی رہ گئے قرآنی آیات میں الہامات جیسے "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ الخ" ٭ "محمد رسول اللّٰہ والذین معہ الخ" ٭ "یا ایھا النبی" ٭ "قل انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا" ٭ وغیرہ وغیرہ۔ انکی تشریح حضرت کے اپنے الفاظ

"اب یہ بھی یاد رہے کہ عادت اللّٰہ ہر ایک کامل ملہم کے ساتھ یہی ہے کہ عجائبات مخفیہ اُسپر ظاہر ہوتے رہتے ہیں بلکہ بسا اوقات ایک ملہم کے دل پر قرآن شریف کی آیت الہام کے طور پر القا ہوتی ہے اور اصل معنی سے پھیر کر کوئی اور مقصود اُس سے ہوتا ہے" (ازالہ اوہام طبع ثانی صفحہ ۱۶۰) ٭

سوائے قرآنی آیات کے حضرت صاحب کے کوئی پانچ الہام بھی ایسے ثابت نہیں کر سکتا جس میں خدا نے آپ کو نبی کے نام سے مخاطب فرمایا ہو۔ صرف ایک یا زیادہ سے زیادہ دو الہام ہیں جنمیں لفظ نبی کا پایا جاتا ہے۔ مثلاً "دنیا میں ایک نبی آیا"۔ اور "یا نبی اللّٰہ کنت لا اعرفک"۔ اِن کے سوا تیسرا کوئی الہام نہیں جسمیں نبی کا لفظ ہو یا آپکو نبی کہا گیا ہو۔ اوّل تو حضرت صاحب نے "دنیا میں ایک نبی آیا" کو "دنیا میں ایک نذیر آیا" کی دوسری قرأت فرمایا ہے۔ اگر دونوں قرأتوں کے ایک ہی معنی ہیں تو پہلے آپ خاتم النبیین کے معنے بھی اسی طرح کریں کیونکہ وحی الٰہی میں لفظ خاتم کی ت کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ اگر زیر کے ساتھ پڑھیں یا کہ عبداللّٰہ بن مسعود وغیرہ کی قرأت ہے تو وہ ختم کا اسم فاعل ہے جس کے معنے ہیں نبیوں کے ختم کرنیوالا۔ ابھی الہام کی تاویل باقی ہے۔ اور دوسرا الہام "یا نبی اللّٰہ کنت لا اعرفک" کو اِس الہام نے حل کر دیا "یا ولی اللّٰہ کنت لا اعرفک"

معلوم ہوا کہ یہاں نبی بمعنی ولی ہے نہ کچھ اور۔ اور ولیوں کے جو ہوت ظہور میں آتی ہے وہی نبوت آپ کے ظہور میں آئی ٭ جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء کے معنے اربعین نمبر ۲ سے دیکھ لیں وہاں بھی رسول سے مراد شرعی معنوں میں رسول نہیں لیا۔ چنانچہ وہ حوالہ یہ ہے۔ ملاحظہ ہو اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۸ "یہ خدا کا رسول ہے نبیوں کے حلّوں میں"۔ اسپر حاشیہ یہ دیا ہے ٭ "یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جسکو خدا بھیجتا ہے وہ اسکا فرستادہ ہی ہوتا ہے اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں اور جو غیب کی خبر خدا سے پا کر دیوے اُسکو عربی میں نبی کہتے ہیں **اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں اسجگہ محض لغوی معنی مراد ہیں**"

پھر حضرت صاحب نے لکھا ہے۔ "خدا نے میرا نام ظلی طور پر نبی رکھا" (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم صفحہ ۱۸۰)۔ "خدا نے اس دوسرے مسیح کا نام **غلام احمد** رکھا ..... اگر میں اس احمد کے غلام کی بزرگی اور عزت ظاہر نہ کرنا چاہتا تو آج قادیان میں بھی تباہی ڈالدیتا" (دافع البلا صفحہ ۱۳ و ۱۴) پھر یہ الہام۔ "برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے جسکا غلام دیکھو مسیح زمان ہے" (حقیقۃ الوحی) غلام کا لفظ بھی ثابت کرتا ہے کہ آپ درحقیقت نبی نہ تھے کیونکہ نبی کا نبی غلام نہیں ہو سکتا۔

الہام میں یہ مختلف قسم کے نام ہی ثابت کر رہے ہیں کہ آپ نبوت کی حقیقی شان اور منصب نہیں رکھتے اور نہ آپ انبیاء علیہم السلام کے زمروں میں شامل ہیں۔ کیونکہ کافہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی وحیوں کے ساتھ مسیح موعود کی وحیاں نہیں ملتیں۔ کوئی نبی اپنی وحی میں محدث یا ولی کے نام سے نہیں پکارا گیا کوئی نبی اپنی وحی میں کسی غیر نبی کے نام سے نہیں پکارا گیا۔ کوئی نبی اپنے نام کے سوا کسی دوسرے نبی کے نام سے نہیں پکارا گیا۔ اسلئے لازماً ماننا پڑا کہ آپ درحقیقت نبی نہیں ۔

خاتم الاولیا نبی نہیں ہوسکتا

"اور میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں جیسے کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور میں خاتم الاولیا ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵)

نتیجہ بالکل صاف ہے کہ جسطرح نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ولی نہیں ہوسکتا اسیطرح ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا نبی نہیں ہوسکتا۔ باقی میاں عمر الدین کا یہ کہنا کہ یہ الہامی فقرے ہیں کہ میں خاتم الاولیا رہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا" سو یہ اپنا ہی جھوٹا خیال ہے۔ حضرت صاحب نے ان فقروں کو الہام الٰہی قرار نہیں دیا۔ اور نہ خطبہ الہامیہ سارا الہام الٰہی ہے۔ جب خاتم الاولیا الہامی فقرہ ہی نہیں تو اسکے معنے جو حضرت صاحب نے یہ فرمائے کہ ولی وہی ہوگا جو مجھ ہی سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا یہ اُس قسم کا کلام ہے جو حضرت صاحب نے فرمایا کہ "مسیح ابن مریم مجھ ہم سے ہے اور میں خدا سے ہوں" (خط بنام ڈوئی) - "اور میرے عہد پر ہوگا" کے معنے سمجھنے کے لئے اوّل تو اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ خطبہ الہامیہ کی یہ عبارت خدا کا کلام ہیں لیکن اگر کوئی نا سمجھ اسکو خدا کا کلام ہی مانے تو اُسکو پہلے قرآن کریم کی اس آیت پر ایمان لانا فرض ہے "وفو بعهدی اوف بعهدکم" جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ خدا کسی قوم کو برکت کا وعدہ دیتا ہے مگر بعد ازاں اُسکی بدعملیوں کے سبب وہ وعدہ پورا نہیں ہوتا اور کسی قوم کو عذاب کا وعدہ کرتا ہے۔ مگر پھر اس کی نیکی کے سبب معاف کر دیتا ہے۔

خاتم المصلحین - خاتم الخلفا - خاتم الاولیا

یہ تینوں خطاب حضرت صاحب نے اپنے کسی الہام کی فہرست میں نہیں دئے۔ پھر ان تینوں خطابوں سے بھی ہمارا دعویٰ ثابت ہے کہ اُمت محمدیہ میں حضرت صاحب کیطرح کے مصلح اور خلیفے اور اولیا رہوئے ہیں۔ آپ اُن سے الگ کچھ عہدہ اور منصب نہیں رکھتے ہیں۔ اور اگر آپ درحقیقت نبی ہوں تو ماننا پڑیگا کہ اُمت محمدیہ میں بھی ضرور یہ لوگ نبی ہوئے ہونگے ورنہ خاتم المصلحین اور خاتم الخلفا اور خاتم الاولیا کہنا غلط ہوا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی آپکی طرح کا مصلح اور خلیفہ اور ولی اُمت محمدیہ میں ہوا ہی نہیں تو آپ خاتم المصلحین اور خاتم الخلفا اور خاتم الاولیا کن کے ہوئے۔ مثلاً اگر خاتم النبیین کے پہلے کوئی نبی ہی نہ ہوتا تو آپ خاتم النبیین کن کے ہوتے۔ اسیطرح اگر حضرت صاحب درحقیقت نبی ہوتے تو زمرہ انبیاء میں اکمل فرد ہونیکی وجہ سے نعوذ باللہ خاتم النبیین آپ ہوتے نہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور ان لفظوں کے جو براہین احمدیہ حصہ پنجم صـــ پر درج ہیں کہ :-

"خدا نے مجھے فرمایا کہ وہ تجھے رد کرتے ہیں مگر میں تجھے خاتم الخلفاء بناؤں گا"۔

کے یہ معنے خدا نے کہیں نہیں بتائے کہ خاتم الخلفا کے یہ معنے ہیں کہ اب تیری پیروی اور تیری مہر سے خلیفے بنینگے اور خلیفے تجھ میں سے ہونگے یا وہ ہونگے جو تیرے عہد پر ہونگے

میں عرض کرتا ہوں کہ اگر خاتم الاولیا اور خاتم الخلفاء اور خاتم الانبیاء کے یہی معنی ہیں کہ جو فریق مخالف بیان کرتا ہے تو کیوں وہ خاتم الشرائع اور خاتم الکتب کے یہ معنے نہیں کرتا کہ اب قرآن کے بعد بھی شریعت اور کتاب آسکتی ہے۔ اگر خاتم النبیین کے بعد نبی آسکتا ہے تو خاتم الشرائع یا خاتم الکتب کے بعد کتاب اور شریعت کیوں نہیں آسکتی اسپر کیا دلیل ہے۔ اگر خاتم الکتب اور خاتم الشرائع (یعنی قرآن کریم) کے بعد کوئی شریعت اور کوئی کتاب نہیں آسکتی تو خاتم النبیین کے بعد نبی کیسے آسکتا ہے۔

انبیائے گذشتہ میں سے کوئی نبی بھی بروزی نبی نہیں ہوا۔

حضرت صاحب نے تو لکھا ہے کہ :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کا یشوع بروز تھا" (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵ - سطر ۱۳)۔

یا یہ لکھا کہ :-

"حضرت مسیح نے حضرت یوحنا یعنی یحیٰی نبی کو مجازی طور پر یعنی بروزی طور پر ایلیا نبی قرار دیا مگر یوحنا نے حقیقی طور کو مدنظر رکھ کر ایلیا ہونے سے انکار کر دیا"۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۸) ۔

یا یہ لکھا کہ :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی حضرت عیسیٰ سے مشابہت رکھتی ہے اور مدنی زندگی حضرت موسیٰ سے مشابہ ہے ..... آپ نے دو بروزوں میں ظہور فرمایا تھا۔ ایک بروز موسوی اور دوسرے بروز عیسوی" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۷)

مگر یہ کہیں کسی نبی کی نسبت نہیں لکھا کہ وہ بروزی نبی تھے کیونکہ بروزی نبی کے معنے ہی مجازی نبی کے اور مجازی نبی انبیاء علیہم السلام کو کہنا ظلم ہے۔ حضرت صاحب نے یہ تو لکھا کہ حضرت خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین بروز موسیٰ و عیسیٰ ہیں لیکن یہ نہیں لکھا کہ نعوذ باللہ بروزی نبی ہیں۔ صرف اسلئے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی حضرت عیسیٰ سے مشابہت رکھتی ہے" آن سرور کائنات کو عیسیٰ کا بروز کہا۔ اور اسلئے کہ آنحضرت صلعم کی مدنی زندگی حضرت موسیٰ سے مشابہ ہے" موسیٰ کا بروز کہا۔ یہ کہیں نہیں کہا کہ آنحضرت صلعم معاذ اللہ بروزی نبی ہیں۔

چونکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد درحقیقت کوئی نبی نہیں آسکتا اسلئے مسیح موعود کے لئے تو ضروری ہے کہ اُسکو بروزی نبی جسکے معنے مجازی نبی کے ہیں کہا جائے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کو بروزی نبی کہنا سخت ظلم ہے کیونکہ بروزی نبی میں نبوت کی ایک صفت کا ہی ظہور ہوتا ہے نہ کل صفات کا ظہور۔ اگر یہ مانا جائے کہ دوسرے نبی بھی بروزی طور پر آتے ہیں اور نعوذ باللہ بروزی نبی تھے اور اسیطرح حضرت مرزا صاحب بھی آئے اور یہ بھی بروزی نبی تھے اور ان میں اور اُن میں کوئی فرق نہیں حالانکہ فرق ظاہر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے بروز ہوکر کتاب بھی لائے اور شریعت بھی کامل لیکر آئے اگر بروز اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتا ہے تو یہاں پوری تصویر نہ رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اُن سب سے افضل اور اعلیٰ اور اکمل اور اتم اور بہتر اور برتر نبی تھے اور ایسی کتاب لائے کہ موسیٰ اور عیسیٰ کی کتابیں اُسکے سامنے بے حقیقت ہوگئیں اور منسوخ اور متروک کی طرح ہوگئیں مگر حضرت مرزا صاحب بروز جمیع انبیاء ہوکر کیا لائے۔

مسیح موعود کا فرد اکمل ہونا اُن کے نبی ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی

"وانی جعلت فردا اکمل من الذین انعم علیهم فی اخر الزمان

اور میں منعم علیہم گروہ میں سے فرد اکمل کیا گیا ہوں"۔ آخر زمانہ میں ۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۲)

اِس عبارت سے نعوذ باللہ آپ کا اکمل نبی ہونا ظاہر کیا جاتا ہے حالانکہ یہ محض غلط ہے اور خلاف واقعہ ہے۔ سیاق و سباق عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اس اُمت کے منعم علیہم گروہ میں سے مسیح موعود اکمل فرد ہیں۔ جب اُمت کے منعم علیہم گروہ کو نبی نہیں مانا جاتا تو حضرت صاحب اکمل نبی کیسے یہاں تو اکمل فرد لکھا ہے۔

نبوت تامہ کاملہ باتباع نبی کریم ہرگز نہیں مل سکتی۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت مستقلہ جو براہ راست ملتی ہے اسکا دروازہ قیامت تک بند ہے اور جبتک کوئی امتی ہونے کی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا اور حضرت محمدیہ کی غلامی کیطرف منسوب نہیں تب تک وہ کسی طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر نہیں ہوسکتا"۔ (ریویو مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی صفحہ ۷)

نبوت مستقلہ ضروری ہے کہ کاملہ تامہ ہو کیونکہ نبوت ناقصہ تو کسی طرح بھی براہ راست نہیں ہوسکتی لہذا نبوت مستقلہ میں نبوت ناقصہ شامل نہیں۔ لیکن نبوت ظلیہ و بروزیہ میں ضروری ہے کہ نبوت ناقصہ اور نبوت جزئیہ ہو کیونکہ نبوت کاملہ تامہ تو کسی طرح بھی بالواسطہ نہیں ہوسکتی۔ اور یہ اجماع متفقین ہے کہ امتی اور نبی کی دونوں حیثیتیں کامل طور پر ایک جگہ جمع ہوسکیں لہذا نبوت ظلیہ میں نبوت کاملہ تامہ شامل نہیں۔ اور اگر نبوت کاملہ باتباع نبی کریم مل سکتی تو غلام اور آقا میں کوئی فرق نہ ہوسکتا اور نہ کوئی غلامی کے لفظ کی نسبت قائم رہ سکتی ہے ۔

مستقل اور ظلی نبی میں فرق۔

فرق درمیان یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں

جسپر جدید شریعت نازل ہو یا جسکو بغیر توسط آنجناب اویسی فنافی الرسول کیحالت کے جو آسمان پر اسکا نام محمد اور احمد رکھا جاتے یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جائے ومن ادعی فقد کفر ۔ اسمیں اصلی بھید یہی ہے کہ خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جبتک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اسوقت تک اگر کوئی نبی کہلائیگا تو گویا اُس مہر کو توڑنے والا ہوگا جو خاتم النبیین پر ہے ۔ لیکن اگر کوئی شخص اُسی خاتم النبیین میں **ایسا گم ہو** کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اُسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہوگیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائیگا کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلی طور پر ۔ پس باوجود اُس شخص کے دعوے نبوت کے جسکا نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا پھر بھی سیدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اُسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اُسی کا نام ہے ۔ مگر عیسیٰ بغیر مہر توڑنے کے آنہیں سکتا کیونکہ اُسکی نبوت ایک الگ نبوت ہے اور اگر بروزی معنوں کے رُو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا تو پھر اسکے کیا معنے ہیں کہ اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم ۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳)

نتیجہ ۔ فرق یہ تبلایا کہ مستقل نبی تو الگ نبی ہوتا ہے مگر ظلی نبی کوئی الگ نہیں ہوتا ۔ جب الگ نبی نہ ہوا تو لا محال جزئی نبی ہوا ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب نے جیسے کل میں جزو شامل ہوتی ہے اسیطرح ظلی نبوت کو آنحضرت صلعم کی کلی نبوت میں شامل سمجھا ہے اور اُسکو علیحدہ نبوت قرار نہیں دیا پس ثابت ہوا کہ ظلی اور بروزی نبوت جزوی اور غیر حقیقی نبوت ہے نہ کچھ اَور ۔

ظلی اور بروزی نبوت پر ایک سوال اور اُسکا جواب

سوال یہ ہے کہ بروز کامل کا نبی ہونا لازم ہے ۔ اور تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳ کی یہ عبارت ثبوت میں پیش کیجاتی ہے :۔

"اور ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ مسیح موعود کی نبوت ظلی طور پر ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانیکا مستحق ہوگیا ہے جیسا کہ ایک وحی میں خدا تعالیٰ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا ۔ **یا احمد جعلت مرسلا** ۔ اے احمد تو رسول بنایا گیا ۔ یعنی تو بروزی رنگ میں احمد کے نام کا مستحق ہوا حالانکہ تیرا نام غلام احمد تھا سو اسیطرح بروز کے رنگ میں نبی کے نام کا مستحق ہے کیونکہ احمد نبی ہے نبوت اس سے منفک نہیں ہو سکتی" ۔

سو اسکا جواب یہ ہے کہ نبوت تو بہر حال ظلی ہی ہے نہ کہ اصلی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بروز کامل ہونا بھی یہ ثابت نہیں کرتا کہ آپ درحقیقت نبی ہوگئے تھے ۔ بروز کامل ہو یا اکمل ہو بروز میں بہرحال ایک ہی صفت ظاہر ہوا کرتی ہے نہ کل صفات ۔ ایک صفت میں کوئی کامل چھوڑ اکمل ہو جائے تب بھی وہ بروز کے رنگ میں ہی **یعنی** مجاز کے رنگ میں نبی کے نام کا مستحق ہوگا نہ حقیقت کے رنگ میں ۔ "کیونکہ احمد نبی ہے نبوت اس سے منفک نہیں" کا جملہ اسبات کو اور بھی صاف کر دیتا ہے کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نبی ہیں نبوت اُن سے منفک نہیں ہو سکتی ۔ اور بروزی رنگ میں جو احمد کا نام پاویگا اُسمیں بھی کچھ نبوت کا رنگ بطور بروز یعنی مجاز کے ضرور ہی آجائیگا ۔ مجھے حضرت سیدنا المہدی نور الدین اعظم کا یہ جملہ نہایت ہی پیارا معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت مسیح موعود کے سامنے فرمایا ۔

"حضرت مولوی نور الدین صاحب نے اثناء گفتگو میں ذکر کیا کہ یہ ایک لطیف بات ہے کہ جسقدر مجدد گزرے ہیں ان کے نام میں محمد یا احمد کی جزو ضرور ہوتی رہی ہے قسطنطنیہ میں عجیب عجیب قسم کے نام لوگوں کے ہوتے ہیں مگر وہ مہدی جسنے قسطنطنیہ کو فتح کیا تھا اُس کے نام میں بھی محمد کا لفظ تھا" ۔ (الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء صفحہ ۷، کالم اوّل) ۔

یا احمد جعلت مرسلا کے معنے ہرگز نہیں ہو سکتے کہ آپکو خدا نے نبی بنایا ہے ۔ جب نبوت کی تمام شرائط آپ میں پائی ہی نہیں جاتیں تو نبی کیسے ہو سکتے ہیں اسلئے لازم ہوا کہ مرسل کے معنے وہ کئے جائیں جو نبی اور اُمتی دونوں مفہوموں کو ادا کر سکیں ۔ اور وہ اس طرح جیسا کہ حضرت صاحب نے تحریر فرمایا :۔

"کہ مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا" ۔ (شہادۃ القرآن صفحہ ۲۷) ۔

مسیح موعود کو اگر لوگ ولی اللہ مان لیں تب اُنکے پیچھے نماز ہو سکتی ہے

"ایسے لوگوں کی نسبت ذکر تھا ۔ جو نہ مکفر ہیں نہ مکذب اور اُنکے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ دریافت کیا گیا فرمایا ۔ اگر وہ منافقانہ رنگ میں ایسا نہیں کرتے جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام تو وہ اشتہار دیدیں کہ ہم نہ مکذب ہیں نہ مکفر **بلکہ بزرگ نیک ولی اللہ** سمجھتے ہیں اور مکفرین کو اسلئے کہ وہ ایک مومن کو کافر کہتے ہیں کافر جانتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو کہ وہ سچ کہتے ہیں ورنہ ہم اُن کا کیسے اعتبار کر سکتے ہیں اور کیونکر اُنکے پیچھے نماز کا حکم دے سکتے ہیں ۔ اگر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی ۔ نرمی کے موقع پر نرمی اور سختی کے موقع پر سختی کرنی چاہئے" ۔

(بدر ۔ ۲۳ ۔ اپریل ۱۹۰۸ء ۔ کالم ۳ ۔ صفحہ ۴) ۔

نتیجہ ۔ اس حوالہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ نہ مکفر ہیں نہ مکذب اگر وہ ولی اللہ مان لیں تب اُن کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہے ۔ اب اگر حضرت صاحب درحقیقت نبی اللہ ہوتے تو یہ فتویٰ نہ دیتے ۔ کیا نبی اللہ کو ولی اللہ مان لینا کافی ہے اور کیا کسی نبی کو اگر کوئی نبی نہ مانے اور صرف ولی اللہ مان لے تو اُسکا عقیدہ صحیح سمجھا جائیگا ؟ ہرگز نہیں ۔ پس یہ بھی ایک ثبوت منجملہ اور بہت سے ثبوتوں کے حضرت صاحب کے جزوی نبی یا ولی ہونے پر ہے جو آپکی وفات سے صرف ایک ماہ پہلے کا کلام ہے ۔

مسیح موعود کا حکم ہونا بھی اُن کے درحقیقت نبی ہونے کی دلیل نہیں

"بایں ہمہ اسبات میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح سچے نبی ہیں کیونکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئیوں میں مجاز اور استعارہ بھی ہوتے ہیں تحریف اور تبدیل کا بھی امکان ہے **لہذا ہر ایک نبی محدث جو حکم ہو کر آتا ہے** وہ قوم کو پیش کردہ باتوں میں سے کچھ تو منظور کرتا ہے اور کچھ رد کر دیتا ہے" (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۵)

اب وہ دلیل ہمارے سخت مخالف علم الدین کی کیسی گاؤخورد ہوگئی کہ بجز نبی کے یہ کسی کی شان نہیں کہ وہ حکم کہلا سکے ۔

مسیح موعود صرف امام وقت اور مہدی ہیں ۔

"کئی سال گذرے ہیں کہ میرے لئے آسمان پر دو نشان ظاہر ہوئے تھے کہ جو خاندان نبوت کی روایت ایک پیشگوئی تھی ۔ اور وہ یہ کہ جب امام آخر الزمان دُنیا میں ظاہر ہوگا ۔ تو اسکے لئے دو نشان ظاہر ہونگے جو کبھی کسی کیلئے ظاہر نہیں ہوئے یعنی یہ کہ آسمان پر رمضان کے مہینہ میں چاند گرہن ہوگا اور وہ گرہن چاند گرہن کی معمولی راتوں میں سے پہلی رات میں ہوگا اور ان دنوں میں رمضان میں ہی سورج گرہن بھی ہوگا ۔ اور وہ گرہن سورج گرہن کی معمولی دنوں میں سے بیچ کے دن میں ہوگا اور یہ پیشگوئی شیعوں اور سُنیوں میں متفق علیہ تھی اور لکھا تھا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کبھی ایسا ظہور میں نہیں آیا ۔ کہ **مدعی امامت** موجود ہو اور اس کے عہد میں یہ دونو واقعہ انہیں تاریخوں میں ظہور پذیر ہوں لیکن امام آخر الزمان کے عہد میں ایسا ہی ہوگا ۔ اور یہ نشان اسی خاص ہوگا اور یہ پیشگوئی ان کتابوں میں لکھی گئی تھی جو آج سے ہزار برس پہلے دنیا میں شائع ہو چکی ہیں لیکن جب یہ پیشگوئی **میرے دعویٰ امامت کے وقت میں ظاہر ہوئی** ۔ تو کسی نے اسکو قبول نہ کیا ۔ اور ایک شخص نے بھی اس عظیم الشان پیشگوئی کو دیکھ کر میری بیعت نہ کی ۔ بلکہ گالیاں دینے اور ٹھٹھا کرنے میں اور بھی بڑھ گئے" ۔ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۴۷ و ۴۸)

نتیجہ ۔ دارقطنی کے حوالہ سے جو بیان حضرت صاحب نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۴ پر لکھا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث صرف امام مہدی کیلئے ہے اور دنیا جہان کی تمام کتابیں اور تمام احادیث اور تمام روایتیں طرٹ یا لیں اکٹھی کیجاویں تب بھی کسی ایک ضعیف سی ضعیف روایت میں بھی نہیں لکھا کہ امام مہدی نبی ہوگا ۔ اس لئے یہ محض لغو اور لچر بات ہے کہ مسیح موعود کی نبوۃ اور رسالت کا بین نشان کسوف وخسوف رمضان ہے ۔ یہ صرف غلو میں حد سے بڑھنے والے انسان کی تحریف و تبدیل ہے ۔ حقیقۃ الوحی کا اصل حوالہ نکالکر دیکھ لیا جاوے کہ کہیں لکھا ہے کہ خسوف وکسوف رمضان مسیح موعود کی نبوت اور رسالت کا بیّن نشان ہے ۔

خاتم الانبیا اور خاتم الاولیا کے ساتھ کسی رسول اور معاون کی ضرورت نہیں

"پہلے زمانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی ان کے زمانہ میں ہوئے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہارون لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہے اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرا کوئی مامور اور رسول نہیں تھا اور تمام صحابہ ایک ہی ہادی کے پیرو تھے اسیطرح اس جگہ بھی ایک ہی ہادی کے سب پیرو ہیں **کسی کو** دعویٰ نہیں پہنچتا کہ وہ نعوذ باللہ رسول کہلاوے" (دافع البلاء صفحہ ۲۵۲) ۔

نتیجہ ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خاتم الاولیاء بھی رسول نہیں کہلا سکتا اور نہ قیامت تک کسی اور کو دعویٰ پہنچتا ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کے بعد رسول کہلائے کیونکہ بالفاظ حضرت اقدس "حقیقی نبی ہمیشہ

اور قیامت تک نجات کا پھل کھلانیوالا وہی جو زمین حجاز میں پیدا ہوا تھا اور تمام دنیا اور تمام زمانوں کی نجات کے لئے آیا تھا (دافع البلا صفحہ ۲۵)" "وہ ایک نور تھا جو دُنیا میں آیا اور تمام نوروں پر غالب آگیا اُسکے نُور نے ہزاروں دلوں کو منور کیا اور اُسی کی برکت کا یہ راز ہے کہ روحانی مدد اسلام سے منقطع نہیں ہوئی بلکہ قدم بقدم اسلام کے ساتھ چلی آتی ہے۔ ہم ایسی تازہ بتازہ برکتیں اُس نبی کے دائمی فیض سے پاتے ہیں کہ گویا اس زمانہ میں بھی وہ نبی ہم میں موجود ہے۔ اور اسوقت بھی اُسکے فیوض ہماری ایسی ہی ہمسائی کرتے ہیں کہ جیسا اُس پہلے زمانہ میں کرتے تھے"۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۲۹۹) بجز اسکے نجات نہیں کہ وقت کے نبی یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا جائے اور اُنکی اطاعت کیجائے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۲) جبکہ تمام زمانوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مخصوص نبی ہیں اور اپنے دائمی فیض کی وجہ سے اسوقت بھی وہ نبی ہم میں موجود ہیں یعنے اسوقت کے نبی بھی آنحضرت صلعم ہی ہیں۔ پس بالفاظ حضرت صاحب قیامت تک کسی کو بھی کسی وقت یہ دعویٰ نہیں پہنچتا کہ وہ نعوذ باللہ رسول اللہ کہلاوے۔

مسیح موعود کا آیت استخلاف کی منشا کے موافق آنا ہی ظاہر کرتا ہے کہ آپ درحقیقت نبی نہیں

(۱) "اُن کو بُرا معلوم ہوتا ہے کہ سورہ نور کی منشا کے موافق اور صحیح بخاری کی حدیث اِمامکم منکم کے مطابق اور مسلم کی حدیث اِمامکم منکم کے رُو سے اسی اُمت مرحومہ میں سے مسیح موعود پیدا ہوتا موسوی سلسلہ کے مسیح کے مقابل پر محمدی سلسلہ کا مسیح ظاہر ہو کر نبوت محمدیہ کی شان کو دُنیا میں چمکاوے" (دافع البلاء صفحہ ۱۵)

(۲) "اِسی طرح سے آخری زمانہ میں یک آخری خلیفہ کے آنیکی پیشگوئی بھی کی گئی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اُسکے زمانہ والا لمدعی الخلافہ کے منکر والوں کا نام فاسق رکھا ہے۔ قرآن و حدیث کے الفاظ میں فرق صرف یہ ہے کہ قرآن شریف میں خلیفہ کا لفظ بولا گیا ہے اور حدیث میں اسی خلیفہ آخری کو مسیح موعود کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے" (حجۃ اللہ یعنی تقریر حضرت اقدس صفحہ ۱۰)

اب خیال فرمائیے سورۂ نور کی آیت استخلاف سے کہاں ثابت ہو سکتا ہے کہ کوئی نبی بھی ان خلیفوں میں سے پیدا ہوگا کیونکہ اس پیشگوئی کے اخیر میں آیت ہے و من کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون۔ پس آیۃ استخلاف کے اس آخری ٹکڑہ سے ہی سمجھا جاتا ہے کہ ان خلفا میں سے کوئی بھی نبی نہیں ہوگا۔ کیونکہ انبیاء کے منکروں کی نسبت خدا تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں یہ فتویٰ ہے اور وہ یہ ہے اولٰئک ھم الکافرون حقا و اعتدنا للکافرین عذابا مھینا۔ ۴ : ۱۵۔ مگر حضرت صاحب نے ساری عمر میں کبھی بھی اس آیت کو اپنے منکروں کے حق میں کہیں بھی پیش نہیں کیا۔ جسے کبھی پیش کیا ہے آیت استخلاف کو ہی اپنے دعویٰ میں پیش کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ ہرگز ہرگز زمرہ انبیاء میں اپنے آپکو داخل نہ سمجھتے تھے۔

مسیح موعود کی وحی وحی ولایت ہے نہ وحی نبوت

اپنی وحی وحی ولایت ہونے کا اقرار حضرت صاحب کی پُرانی تحریروں میں تو بہت پایا جاتا ہے مگر پچھلی تحریریں بھی اس سے خالی نہیں چنانچہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریروں سے ہی ایک دو حوالے یہاں درج کرتا ہوں:۔

(۱) "ایسا ہی اس پیشگوئی سے جو مسیح موعود اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں مشترک ہے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ جسطرح شیعہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر کرتے ہیں اور انکے مرتبہ اور بزرگی سے منکر ہیں ایسا ہی مسیح موعود کی تکفیر بھی کیجائیگی اور اُنکے مرتبہ ولایت سے انکار کریں گے کیونکہ اس پیشگوئی کے اخیر میں یہ آیت ہے وَمَن کَفَرَ بَعدَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الفٰسِقُون"۔ (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶)

(۲) "اسلام میں اگرچہ ہزارہا ولی اور اہل اللہ گذرے ہیں۔ مگر ان میں کوئی موعود نہ تھا۔ لیکن وہ جو مسیح کے نام پر آنیوالا تھا وہ موعود تھا۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے کوئی نبی موعود نہ تھا صرف مسیح موعود تھا"۔ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۹)

(۳) "قرآن کریم معجزہ ہے ..... اور .... وہ ایسی وحی ہے کہ اسکی مثل اور کوئی وحی نہیں اگرچہ رحمان کی طرف سے اسکے بعد اور کوئی وحی بھی ہو ..... اور جو شان قرآن کی وحی کی ہے وہ اولیاء کی وحی کی شان نہیں۔ اگرچہ قرآن کے کلمات کی مانند کوئی کلمہ انہیں وحی کیا جائے"۔ (الہدیٰ صفحہ ۳۲ و ۳۳)

غرض اپنی وحی کو وحی ولایت ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ اور کبھی فرمایا کہ اب میری وحی وحی نبوت ہوگئی ہے۔ ماسوائے اسکے اور بھی بیشمار نہایت قوی دلائل اسبات کے موجود ہیں کہ مسیح موعود ہرگز ہرگز حقیقی نبی اور رسول نہ تھے اور جزوی اور ظلی نبوت سے بڑھکر انکی کوئی نبوت نہ تھی۔ اور جو لغو اور بیہودہ نقص مسیح موعود کے نبی بنانیکے دئیے جاتے ہیں اُن کا جواب کسی وقت دیا جائیگا۔ اب چند غور طلب باتیں لکھکر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

غور طلب باتیں

(۱)۔ اس صاف مضمون کو نبوت کے متعلق متشابہ الفاظ کے استعمال سے مشتبہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ نبوت کے متعلق مجاز اور استعارہ کے الفاظ کا استعمال خود حضرت صاحب نے اپنی تحریروں میں بہت فرمایا ہے۔

(۲) ہمارے غلطی خوردہ بھائی سنہ ۱۹۰۱ء کو تاریخ نبوت رکھتے رکھتے لگتے ہیں اربعین سے استدلال کرنے جو ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء کو یعنی ۱۱ ماہ پیشتر کی شائع شدہ ہے۔ ایک طرف کہتے ہیں سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت صاحب اپنے آپ کو نبی نہ سمجھتے تھے۔ دوسری طرف سنہ ۱۹۰۰ء کی کتاب سے نبوت کا ثبوت دیتے ہیں۔ پھر اربعین میں جس نبوت کا ذکر ہے اُسکی حقیقت تو نمبر ۳ کے صفحہ ۲۵ کے حاشیہ سے ایک ہی سطر واضح کر دیتی ہے:۔

"میری نسبت جو کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔ کیونکہ جو شخص خدا سے براہ راست وحی پاتا ہے اور یقینی طور پر خدا اُس سے مکالمہ کرتا ہے جیسا کہ نبیوں سے کیا اُس پر رسول اور نبی کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں بلکہ یہ نہایت فصیح استعارہ ہے ...... اور بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ **فرشتہ** کا لفظ آگیا ہے" (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۵)

دنیا کی آنکھوں میں کسطرح مٹی ڈالتے ہیں اگر نبی کا لفظ بطور مجاز اور استعارہ ہے تو فرشتہ کا لفظ بھی بطور مجاز اور استعارہ ہو اب کیا فرشتہ بھی حقیقی معنوں میں مرزا صاحب تھے ایک قدم اور آگے اُٹھاؤ تو وہیں لکھا ہے:۔

"دانیال نے میرا نام میکائیل رکھا ہے اور اسکے معنے ہیں خدا کی مانند"۔

خدا جانے کیا سمجھ پر پتھر پڑے ہیں اگر حضرت صاحب خدا کی مانند تھے تو کیوں صاف طور پر اس حوالہ کی بنا پر نہیں کہتے کہ مرزا صاحب خدا تھے۔ تا آخری مرحلہ پر جسے اگلی نسل نے طے کرنا ہے ابھی پہنچ جائیں۔

(۳) مجازی نبوت کے جو معنے یہ لوگ کیا کرتے ہیں وہ اس سے مراد حقیقی بالواسطہ نبوت لیتے ہیں جسکی سند میں ایک بھی قول حضرت مرزا صاحب کا پیش نہیں کر سکتے۔ مجاز کے معنی بھی خود حضرت صاحب نے واضح کر کے ان کے جھوٹ کو ظاہر کر دیا ہے یعنی جسطرح مجاز اور استعارہ کے طور پر آپ نبی ہیں اسیطرح استعارہ کے رنگ میں آپ فرشتہ بھی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ استعارہ اور مجاز سے وہی مراد ہے جو کل دُنیا مراد لیا کرتی ہے نہ کہ نورالدین یا میاں صاحب کے مجوزہ معنی۔

(۴) اسیطرح پر اربعین نمبر ۳ کے اخیر ورق پر جو وحی نبوت کا لفظ ہے وہ بھی اسی استعارہ اور مجاز کے ماتحت استعمال ہوا ہے جب کہ ایک متکلم خود ایک لفظ کے اُسی کتاب میں معنی بتا دیتا ہے کہ میں اسکو فلاں معنی میں استعمال کرونگا اور بار ہا انہی معنوں میں اسکو اپنی کلام میں استعمال کر کے بتا بھی دیتا ہے کہ اسکے یہ معنے ہیں تو آپ کسی کا کیا حق ہے کہ اُس لفظ کو کسی اور معنی میں استعمال کرے یہ ایک سیدھی سی بات ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اسمیں کیوں اسقدر پیچ ڈالنے کی کوشش کیجاتی ہے کہ جہاں حضرت نے وحی نبوت کا لفظ لکھ دیا بس شور مچا دیا کہ یہ دیکھو آپ تو اپنی وحی کو وحی نبوت لکھ رہے ہیں حالانکہ وہاں اپنا ذکر نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کا ذکر ہے جنکی طرف نبوت کا دعوی منسوب کیا جاتا ہے۔

(۵) خاتم النبیین کی تفسیر حضرت صاحب نے بار بار کیوں کی۔ اسلئے کہ لوگ وحی کا لفظ الہام پر نہیں بولتے تھے اور الہام کی حقیقت کو بھی بے حقیقت سمجھتے تھے اور یقینی اور قطعی وحی کا دروازہ بند سمجھتے تھے۔ حضرت صاحب نے خاتم النبیین کی بحث جہاں کی ہے وہاں صاف ساری اُمت میں اس قسم کی نبوت کا ہونا مانا ہے حالانکہ اگر اپنے لئے خاص قسم کی نبوت کا ادعا ہوتا تو یہ آیت بے محل ٹھہرتی۔ سو خاتم النبیین کی بحث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اپنے آپکو اُن النبیین میں شامل کیا ہے جو اس اُمت میں ہو سکتے ہیں ورنہ قرآنی آیت یوں ہوتی ولکن رسول اللہ و خاتم المسیح الموعود کہ اب مسیح تک کوئی نبی ہوگا نہ کہ ساری اُمت۔

(۶) چشمہ معرفت سے ایک حوالہ "قرنا" پر بہت زور دیا جاتا ہے کہ دیکھو یہاں مسیح موعود نے اپنے آپ کو انبیاء میں شامل کیا ہے جو یہ ہے:۔

"اسجگہ صور کے لفظ سے مراد مسیح موعود ہے کیونکہ خدا کے نبی اُسکی صور ہوتے ہیں یعنی قرنا

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

شملہ ۳ ستمبر۔ ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو ذیل کا برقی پیغام مورخہ ۲ ستمبر سکرٹری آف سٹیٹ کی طرف سے موصول ہوا ہے۔

اورانی پر جرمن قبضہ :- ایک روسی سرکاری مظہر ہے کہ دریائے وتلا کے دائیں کنارے پر شہر ولنا کے مغرب میں ہماری جارحانہ کارروائی قابل اطمینان طریق پر جاری ہے۔ ولنا اور ریمن کے مابین جرمنوں نے اورانی پر جو ولنا اور گراڈنو کی درمیانی لائن پر بیچوں بیچ واقع ہے قبضہ کر لیا ہے۔ گراڈنو کے مغرب میں جرمنوں کے جارحانہ حملے پسپا کئے گئے۔

روسیوں کا تعاقب ۔ جرمنوں کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ مغربی گراڈنو میں جرمن قلعوں کی بیرونی لائن پر پہنچ گئے ہیں۔ روسیوں کا اڈسک اور روزنقت بیالو دیکا کے مابین تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اڈسک گراڈنو کے جنوب میں ۱۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے مزید جنوب میں روسیوں کو دلدلی علاقہ میں بھی پسپا کیا جا رہا ہے۔

قلعہ لزک پر آسٹروی قبضہ ۔ ایک آسٹروی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ قلعہ لزک آسٹروی قبضے میں ہے اور شہر لزک تمام روسیوں سے پاک کر دیا گیا ہے۔

آسٹروی کی حملوں کی پسپائی ۔ ایک روسی اطلاع مظہر ہے کہ لزک کے نواح میں روسی غنیم کو روکے ہوئے ہیں سوائے چھوٹی محاذ کی طرف پسپا ہو رہے ہیں۔ غنیم نے شمالی اور مشرقی گلیشیا میں لمبرگ سے ۴۰۔۵۰ میل مشرق میں اور دریائے سٹریپا پر خاص طور پر شدید حملے کئے۔ لیکن غنیم کو سخت نقصان پہنچا کر پسپا کیا گیا۔

علاقہ زلوروہ میں غنیم کے متواتر حملے پسپا ہوئے اور روسیوں نے جوابی حملے کئے۔ زلورو لمبرگ سے ۵۰ میل جنوب مشرق میں ہے۔

فرانسیسی محاذ پر زہریلی گیس کے گولے

فرانسیسی محاذ سے شدید گولہ باری کی خبر موصول ہوئی ہے۔ واسجیز میں زہریلی گیسوں کے گولے استعمال کرنے کے غنیم نے فرانسیسی خندقوں پر شدید حملہ کیا۔ لیکن فرانسیسی اپنی جگہوں پر قائم رہے

فرانسیسی ہوابازوں نے آسٹنڈ کی چھاونی مڈلکرک اور ہوتھوزٹ پر بم پھینکے۔ غنیم کے ہوابازوں نے لیل دل پر بم گرائے۔

توپخانہ کی معمولی جھڑپیں ۔ (لندن ۲ ستمبر) پیرس ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ مغربی محاذ پر صرف دستی گولوں سے لڑائیاں یا توپخانے کی جھڑپیں

طرفین کی شدید آتشباری ۔ (لندن ۳ ستمبر) پیرس کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہم نے بلجیم میں غنیم کی باڑیوں اور کیسپ پر سخت گولہ باری کی۔ آرٹوائیس میں خندقوں کے منبعوں پر ہوائی تیروں اور دستی گولوں سے جنگ ہوئی۔ فرانسیسی باڑیوں نے جرمنوں کو لسوین اور راوائزسکے مابین خاموش بنا دیا۔ ایبلی۔ ارگون۔ ورشمپین کے اضلاع میں طرفین نے شدید آتشباری کی۔ لورین اور واسجیز میں بھی اس سے کچھ کم گولہ باری ہوتی رہی۔

بلجیمی توپ خانے کی سرگرمی ۔ (لندن ۳ ستمبر) بلجیم کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ غنیم نے ڈکسیل پر ووٹزا اور نور شوٹ براز پر سخت گولہ باری کی۔ بلجیمی توپخانے کے کئی گولے مستقیم آتشباری سے نشانہ پر پہنچے۔

سٹیمر کی غرقابی ۔ (لندن ۲ ستمبر) ایک چھوٹا سٹیمر سادوتا غرق کر دیا گیا ہے اس کے ۳ آدمی مفقود الخبر ہیں۔

ہفتہ میں ۳ سٹیمر غرق ہوئے ۔ (لندن ۳ ستمبر) سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ہفتہ مختتمہ یکم ستمبر میں ۳ سٹیمر غرق ہوئے ہیں جن کا مجموعی وزن ۷۰۶۷ ٹن ہے۔

برطانی سٹیمروں کی غرقابی ۔ (لندن ۳ ستمبر) کل برطانی سٹیمر واشٹینا اور رومانی غرق کر دئے گئے۔ ابتک جرمنوں نے کل ۱۳۰۸ برطانی تجارتی جہاز غرق کئے ہیں جن میں سے اکثر چھوٹے چھوٹے جہاز پرانے اور سست رفتار تھے۔ یہ تعداد ان ۲۰۰۳۰۲۱۱ جہازوں کے جو انگلستان کے رجسٹروں میں ۱۹۱۴ء میں درج تھے۔ یہ یقینی معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی کو باوجود اپنے وعدوں کے تمام تجارتی جہازوں کو بلا اطلاع غرق کرنیکا حق حاصل ہے جو مسافر بردار جہاز نہ ہوں۔

جرمن لائنوں پر شدید گولہ باری ۔ (لندن ۳ ستمبر) پیرس کی سرکاری اطلاع میں یہی لکھا ہے کہ توپخانہ کی سابقہ سرگرمی کا اظہار ہو رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب جرمن لائنوں پر شدید گولہ باری کا نواں روز ہے۔

جرمن اپنے پسپائی کے معترف ہیں ۔ (لندن ۲ ستمبر) امسٹرڈم۔ روسی ابھی تک مقبوضہ بالٹک میں جمے ہوئے ہیں۔ گلیشیا میں نہایت شدید جنگ ہو رہی ہے۔ جرمن روسیوں کی جانبازانہ مقاومت کی وجہ سے اپنی پسپائی کے معترف ہو

برلن کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمن گراڈنو کے بیرونی قلعوں کی لائن کے سامنے پہنچ گئے ہیں۔ مزید جنوب میں پرنس لیوپولڈ کی افواج مالائی تمیروکے دلدلی علاقے میں مصروف

پیکار ہیں۔ جنرل میکسن روسیوں کے عقبی فوج کے حملوں کا مقابلہ کر رہا ہے۔ جنرل کاؤنٹ وان بتھمار گلیشیا میں جنرل فلان زارر کی امداد کو جا پہنچا ہے۔ اور دریائے سٹریپا کے کناروں کے ساتھ ساتھ چوٹیوں پر ایک شدید جنگ ہو رہی ہے۔ یہ علاقہ لمبرگ سے ۵۰ میل مشرق کو ہے۔

گلیشیا کے معرکے ۔ (لندن ۳ ستمبر) پیرس ایک سرکاری یادداشت مظہر ہے کہ گلیشیا میں روسی کامیابیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ روسی افواج کو وہاں تفوق حاصل ہے۔ انکی پسپائی کی حالت مظہر ہے کہ جہاں کہیں حالت مناسب ہوں وہاں جلد جارحانہ پہلو اختیار کرنے کے قابل ہیں۔

روسیوں کی جارحانہ کارروائی ۔ (لندن ۳ ستمبر) پیٹروگراڈ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ریگا ڈونا کے محاذ پر کوئی اہم تبدیلی رونما نہیں ہوئی جرمنوں نے ہفتہ وروز یکم و ۲ ستمبر کو فریڈرک سٹیٹ کے علاقہ میں حملے کئے۔ لیکن انہیں پسپا کیا گیا۔ روسی سوشا اور وولنا کے دریاؤں کے مابین کامیابی سے پیشقدمی کر رہے ہیں۔ اور [illegible] کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ روسی رسالہ نے یکم ستمبر کو زرونٹی کے قریب دیہاتوں پر نوک سنگین قبضہ کر لیا۔ جرمن پہلے ترتیب کے ساتھ ہٹ گئے۔ اسی طرح روسی دریائے ولنا کے دائیں کنارے کے ساتھ ساتھ ترقی کر رہے ہیں۔

تخلیہ گراڈنو ۔ (لندن ۳ ستمبر) ولنا اور ریمن کے مابین حالت غیر متغیر ہے۔ پیٹروگراڈ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ غنیم نے اپنی کوششوں کا رخ زیادہ اوسٹا لیزر کی سڑک کی طرف رکھا۔ جہاں جرمنوں کے کئی شدید حملے پسپا کئے گئے۔ روسیوں نے گراڈنو کے نواح میں اس مقام کو خالی کرنے کے اثنا میں غنیم کو روکے رکھا۔ اور ۲ ستمبر کی شب کو دریائے نیمن کے دائیں کنارے کی طرف عبور کر گئے۔ گراڈنو کے جنوب میں بریسٹ تک کوئی تبدیلی واقع پذیر نہیں ہوئی۔ روسی دریائے سٹر کے کناروں پر لزک کے علاقے میں شدید جنگ کر رہے ہیں۔ اور بیکاریدزیلو کے محاذ کی طرف پسپا ہو گئے۔ سوائے اس مہم نے کئی سو قیدی گرفتار کئے اور کلدارتوپیں چھین لیں۔ روسی گلیشیا میں دوسری چالوں کے مطابق جدید مقامات پر جا جمے جس سے عقبی فوج کے معرکوں میں سہولت پیدا ہو زلورو اور دریائے سٹریپا کی عقبی فوج نے غنیم کو سخت سزا دی اور اس نے قیدی گرفتار کرنے کے علاوہ کلدارتوپیں اور کثیر سامان حرب چھین لیا۔

مفرور جرمن افسروں کو سزا ۔ (لندن ۳ ستمبر) ۳ جرمن افسروں کو جو انگلینڈ سے مفرور ہو گئے تھے ۲ ہفتہ کی قید محض کی سزا دی گئی ہے۔

ہستی باری تعالیٰ

سب سے اول جو سوال ایک انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا خدا ہے؟ فطرت انسانی نظام عالم کی اس حیرت انگیز مطابقت کو دیکھ کر جو اس عالم میں پائی جاتی ہے بلا تامل اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ کہ دنیا کی انتظامی لڑی میں ایسی مطابقت ضرور ایک صانع کی کاریگری معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور کوئی منطقی نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ علوم ریاضی کی رو سے اللہ تعالےٰ کی ذات کا کوئی ثبوت ملنا ممکن نہیں ہے وجہ یہ کہ وہ ذات پاک حواسوں کے ذریعہ سے محسوس نہیں ہو سکتی۔ تاہم اسے اور اسکی راہوں کو جاننے کے لئے ہمارے پاس بکثرت ثبوت موجود ہیں۔ اسکی ذات اور ماہیت کو بدیہی طور پر ثابت کرنا ذرا مشکل امر ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا حواسوں کی شہادت پر موقوف ہے جو فطرت ہرگز پیدا نہیں کر سکتی۔ ہاں البتہ مشاہدہ سے ان کی ہستی کا ثبوت مل سکتا ہے۔ اور جس طرح حواسوں کے ذریعہ سے حاصل شدہ ثبوت کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مشاہدہ اور استنباط پر مبنی ثبوت سے بھی ہم کبھی انکار نہیں کر سکتے ہم ہر روز ہزار ہا ایسی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں جن کا مدلل ثبوت ہمارے پاس کوئی نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے۔ پھر خاص اسی معاملہ میں ایسا کرنے سے ہم پہلو تہی کر سکتے ہیں؟

ہم اللہ تعالےٰ کو اس کے کاموں کے ذریعہ سے دیکھ سکتے ہیں جن میں اس واجب الوجود کے بڑے بڑے نشانات نظر آ رہے ہیں۔ دنیا کو خواہ مہندس کی نظر سے دیکھو خواہ عالم علم طبقات الارض یا عالم علم نباتات کی نظر سے خواہ عالم علم حیوانات یا عالم علم الہیات یا طبیب یا جراح کی حیثیت سے اس پر نظر ڈالو۔ خواہ ایک سیاح یا ملاح کی حیثیت سے۔ مگر نظر کے سامنے سے ایک بھی ایسی چیز نہ گذرے گی جس میں اللہ تعالےٰ کی کاریگری کی جھلک نہ پائی جاتی ہو۔ تم نہ صرف اعلیٰ صنعت اور ترتیب ہی پاؤ گے۔ بلکہ اس میں کسی بیدار مغز اور دانا منتظم حاکم کے بھی نشان پاؤ گے۔ اور فوراً تمہارے دل میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ یہ ترتیب دہندہ یہ صانع اور یہ حاکم کون ہے؟ لیکن چونکہ ہماری قابلیتیں بہت محدود ہیں۔ اس لئے جب ہم اس وجود کی نسبت سوچنے لگتے ہیں تو سخت گھبراہٹ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے اس قسم کے غیر متناہی اور غیر محدود الفاظ کو جیسا کہ فطرت معینہ قوانین اور منتظم وغیرہ ہیں استعمال کرتے ہیں اور ہمارا اور اس خیال کے درمیان ایک پردہ حائل کرنا چاہتے ہیں۔ خیر خواہ کسی نام سے پکارو۔ مگر ایک ایسی ذی شعور علت العلل کے وجود سے تم ہرگز انکار نہیں کر سکتے۔ جو ان اشیا کو پیدا کرتا۔ اور ان کے انتظام کی راہنمائی کرتا ہے ہر ایک چیز کو اسکی مناسب جگہ پر رکھتا ہے نا موافق اجزا میں موافقت پیدا کرتا ہے۔ اس لئے اگر اسی وجود کو خدا کے نام سے موسوم کیا جائے تو کیا برائی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنا

الہام اپنے تمام کاموں میں دیدیا ہے۔

اور یہ الہام ایسا صاف اور سہل ہے۔ کہ نادان سے نادان بھی اس کے سمجھنے میں ٹھوکر نہیں کھا سکتا **آسمان** اور اس کا آفتاب۔ چاند اور ستارے زمین اور اس کے درخت۔ پودے۔ پرند اور حیوانات اور خود ہمارے اجسام اور قلوب۔ صنعت انتظام اور حکمت کے ایسے سبقوں سے بھرے پڑے ہیں۔ جنکو ہر ایک متنفس پڑھ اور سمجھ سکتا ہے اور مشاہدہ اور علوم ان صاف اور سیدھے مضامین کو صرف زیادہ دلنشین کرتے ہیں۔ پہلے برہنہ آنکھ سے اس کائنات کا مطالعہ کرو۔ آسمانوں کے مستقل انتظام خوبصورتی اور قاعدہ کو اور زمین کی اشیاء جاندار و بیجان کی غیر محدود کثرت کو دیکھو۔ اور اس تناسب اور موافقت اور باہمی تعلق پر جو ان ہر دو کے بعض حصوں کے مابین پایا جاتا ہے۔ سوچو اور غور کرو۔ اور پھر بالضرور تم کو یہ یقین پیدا ہو گا کہ ایک ایسا حاضر و ناظر غیر مادی وجود ہے۔ جو اس نظام سے جسکو اس نے تجویز اور تکمیل کیا۔ علیحدہ ہے۔ اور ماسوا جو ہر یا زندگی ہو کر اسکو چلاتا۔ اور اس پر محیط ہے علوم و دنیاوی نے آج تک جہاں تک تحقیقات کی ہے وہ اس یقین کو اور بھی بڑھاتی۔ اور مضبوط کرتی ہے۔ علوم جدیدہ نے جو معلومات ہم تک پہنچائی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ کہ اس کائنات میں ترتیب اور مقصد اور اجزا ر کا کل کے ساتھ اور اسباب کا ایک نتیجہ کے ساتھ تعلق پایا جاتا ہے۔ یہ سب معلومات اس مسلمہ صداقت کی جو قبل ازیں معلوم تھی۔ یعنی یہ کہ کوئی ایسا ترتیب دہندہ اور موجد اور محافظ اور حاکم ہے جو ہر ایک چیز کو چلاتا اور اور تمام پر قدرت رکھتا ہے صرف تصدیق کر تواتی ہیں

کیا یہ عالم خدا کے بغیر ہے؟

ہمارے ارد گرد اور اوپر بڑے عظیم طبقات ہیں جو خالی اور سنسان نہیں بلکہ ایسے وسیع کرہ جات سے پر ہیں کہ ان کے مقابلہ میں ہماری زمین ریت کے ایک ذرے کے برابر ہے۔ نظام شمسی میں کوئی سات آٹھ سیارے بعد اپنے متعلقہ قمروں کے ہیں اور ہمارا سورج ان بیشمار منور اجسام میں صرف ایک ہے۔ جو اپنی روشنی سے ہم تک رہتے ہیں۔ اگر ہم صرف برہنہ آنکھ سے دیکھیں تو کثرت کے ساتھ ایسے ستارے نظر آئیں گے۔ جو ہمارے آفتاب کے گرد گھومنے والوں سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اور موجودہ علم ہیئت تو دوربینوں کے ذریعہ سے ان کو دو کروڑ تک شمار کر چکا ہے۔ لاتعداد زیادہ شمار کرنے سے بوجہ اپنی ناقابلیت معذور رہے ہے۔ کہکشاں کی ایک ڈنڈی انہی سے بھری ہوئی ہے۔ نیبولس کلسٹر اس قدر فاصلہ پر ہیں کہ لاکھوں برس میں ان کی روشنی ہم تک پہنچتی ہے۔ کیا اس سے اس کائنات کی وسعت کا کچھ خیال ہمیں پیدا ہوتا ہے؟ جو ثوابت ہمارے نہایت ہی قریب ہیں۔ ان کا فاصلہ ہم سے دو کروڑ میل تخمینہ کیا گیا ہے۔ تو کیا ہم اس وسعت کا اندازہ کر سکتے ہیں؟ لیکن ابھی کچھ اور باقی ہے۔ یہ تمام بیان شدہ امور فقط ایک فلک سے تعلق رکھتے ہیں اور علم کے قیاس میں اس کے علاوہ اور بیشمار افلاک ہیں۔ جن کی روشنی ہم تک نہیں پہنچتی اور اسلئے وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ پس اس امر پر غور کرو۔ کہ اس جہان کا کس قدر وسیع حصہ ابھی ایسا باقی ہے جس کی تحقیقات علم انسانی نہیں کر سکا۔ کوئی انسانی طاقت اس کا صحیح تصور نہیں کر سکتی۔ ہم جو کچھ سمجھتے یا معلوم کرتے ہیں۔ علم اسکو ہندسوں میں ظاہر کرتا ہے۔ لیکن ان ہندسوں کی بھی حد ہے جسکی حد ہی نہ ہو اسکو انسانی علم کس طرح ظاہر کرے؟ ایک بزرگ اور ایک لڑکے کی حکایت مشہور ہے۔ یہ بزرگ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر غور کرتا ہوا سمندر کے کنارے پر ٹہل رہا تھا کہ ایک چھوٹے لڑکے کو اس نے دیکھا کہ ایک سیپ میں سمندر سے پانی لا لا کر ریت میں ایک سوراخ کے اندر ڈال رہا ہے۔ اس بزرگ نے لڑکے سے پوچھا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ سمندر کو خالی کر دوں اور اس کا تمام پانی اس سوراخ میں لا ڈالوں۔ بزرگ موصوف نے کہا کہ یہ تو کبھی نہ ہو گا۔ تم سفاہت سے اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ لڑکے نے جواب دیا کہ پھر آپ بھی تضیع اوقات کر رہے ہیں کہ ایک غیر محدود کو لینے [illegible] محدود دماغ میں لانیکی کوشش کر رہے ہیں بعینہٖ یہی مشکل ہمارے سدراہ ہے۔ کہ ہماری عقل [illegible] گنجائش نہیں کہ [illegible] غیر محدود ہستی [illegible] ہو سکے اور یہ مشکل [illegible] عالم اور جاہل [illegible] موجود [illegible] ایک آدمی بھی [illegible] [illegible]

مناسبت نہیں ہے۔ مشتری جو زمین سے چودہ سو مرتبہ بڑا ہے۔ فی گھنٹہ ۲۹ ہزار میل کے حساب سے آفتاب کے گرد حرکت کرتا ہے۔ زمین ایک گھنٹہ میں ۶۸ ہزار میل اور یہ علاوہ ایک لاکھ سات ہزار میل کا دورہ کرتا ہے۔ دُمدار ستارے ایسے تیز رفتار ہیں کہ اُن کی رفتار کا اندازہ کرنا ہی مشکل ہے۔ چنانچہ اُن میں سے بعض ایک گھنٹہ میں ۹ لاکھ میل کا چکر کرتے ہیں۔ اور بعض اس سے بھی زیادہ۔ پس کیا انسانی فہم و ادراک کی طاقت ہے۔ کہ ان جملہ امور کی کُنہ تک پہنچ سکے؟ اور پھر انسانی علم نے جو کچھ کہ معلوم کیا ہے وہ یہ ہے کہ باوجود اس وسعت اور شتاب روی کے ان اجرام کی رفتار میں کوئی بیقاعدگی یا بدنظمی ظہور میں نہیں آتی۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ نہایت خوش اسلوبی سے اپنا کام سر انجام دے رہا ہے۔ کیا قدرتی اسباب اس ظہور کی تشریح کر سکتے ہیں؟ یہ جواب دے دینا نہایت آسان ہے۔ کہ یہ جملہ کام کشش ثقل کا نتیجہ ہیں۔ لیکن خود یہ قوت کیا ہے؟ آیا فی نفسہٖ کوئی شے ہے۔ یا کوئی نام ہے۔ جس سے ہم اُن مظاہر قدرت کی جنکو ہم اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں ترتیب کرتا ہے۔ انسان خدا کے کاموں کو قوانین میں ترتیب دیتا ہے۔ اور پھر اُن قوانین کو اُس سے جدا خیال کرتا ہے۔ جب ہم ایک ہی شے کو ہر روز دیکھتے ہیں۔ تو ہم اُس کے عادی ہو جاتے ہیں اور اُسکو قوانین معینہ سے منسوب کرتے ہیں جس کو کہ کوئی بغیر سہ قانون وجود میں نہیں لا سکتا تھا

کشش ثقل کی قوت کو کس نے پیدا کیا؟

کیا ہم اُسکو محض ایک اتفاقی نصور کریں جو اتفاقیہ ظہور میں آگیا۔ اور اُسی کی وجہ سے ابتک قائم ہے؟ مگر ہمارا ایسا مان لینا ہمارے لئے زیادہ تر مشکلات کا باعث ہوگا۔ علم بتاتا ہے کہ ہمارا سورج اور دیگر ثوابت ایک مرکز عام کے گرد گھومتے ہیں اور کل نظام عالم ایک ایسے سلسلہ میں منسلک ہے کہ کسی قسم کی خرابی یا بدنظمی ظہور میں نہیں آتی۔ کیا اس حیرت انگیز اور عظیم سلسلہ کا کہ جس کے چپہ چپہ پر ایسی ترتیب نمایاں ہے۔ کہ انسان کا فہم و ادراک اس کی تہ تک پہنچنے سے عاجز ہے اور جس کا جملہ انتظام ایسے اصول پر جاری ہے کہ انسان اسکے بیان سے عاجز ہے۔ یہ صرف اتفاقیہ طور پر ہو سکتا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسکا کوئی تجویز کنندہ اور اختراع کرنے والا نہیں؟ اتفاقاً بہت سے سرانجام شدہ کام ہیں جن میں انتظام ترتیب اور صنعت مفقود ہوتی ہیں۔ لیکن اسکے خلاف

ہمارا مشاہدہ کس بات پر شاہد ہے؟

یہ کہ یہ جملہ کائنات ایسے اجزا سے مرکب ہے جو ایکدوسرے کے ساتھ تطابق رکھتے اور نہایت عمدہ ترکیب سے ملائے گئے ہیں پھر یہ جملہ عالم ہمیشہ متحرک ہے اور اگر اس حرکت میں ذرا بھی فتور واقع ہو جائے۔ تو کل نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ پھر کیا باوجود اس کے ہم اس حسن انتظام کے مبداء اور موافقت کرنے کو اتفاق سے تعبیر کر سکتے ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو اُسی اتفاق کو جو ایسا زبردست ذی شعور اور قاعدہ کا پابند ہے خدا سمجھنا چاہئے۔!

اس سے قبل ہم نے کائنات کا اس طور پر ذکر کیا ہے کہ گو یا ہم اس کے ہر ایک پہلو کو سمجھتے ہیں۔ لیکن جس کی حقیقت سے بجز اُس غیر محدود کے اور کوئی واقف نہیں۔ مگر ذیل میں ہم اپنی تحقیقات کو اپنی ہی سکونت گاہ یعنی زمین تک محدود کرتے ہیں جس کے حال سے ہمیں خاص طور پر زیادہ واقفیت ہونی چاہیئے۔ یہاں بھی ایک معلم آگاہ ترتیب اور دانائی کے ویسے ہی صاف اور بین نشانات اجزا ارضی کا ایک دوسرے سے باہمی تعلق رکھتی ہے اور علم جاہل انسان کے یقین کو مکمل اور پورے طور پر مضبوط کرتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں ہم زمین کی کیفیت کو علم طبقات الارض۔ علم کیمیا اور علم نباتات وغیرہ کے ذریعہ سے دریافت کرتے ہیں۔ علم طبقات الارض ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ زمین مختلف قوتوں۔ ہوا۔ پانی۔ اور مادی اثرات سے انسان کی بود و باش کے قابل بنی ہے۔ لیکن اس سے صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ خلق کرنے والا اور ترتیب دینے والے ذہن نے ان قوتوں کو اس طریق سے ایسے سانچہ میں ڈھالا کہ اس سے یہ عظیم نتائج پیدا ہوئے۔ علم کیمیا اور علم نباتات جو شہادت دیتے ہیں وہ بھی ٹھیک ایسی ہی ہے۔ اور وہ صرف اس طریق عمل کی تشریح کرتے ہیں جسکے موافق زمین زمانہ کی تبدیل ہونے والی ضروریات کا سامان بہم پہنچانے کی خدمت قدیم الایام سے انجام دیتی چلی آئی ہے۔ اور زمانہ حال میں انجام دے رہی ہے۔ علم کیمیا اس سے بڑھکر اور کیا تعلیم دیتا ہے کہ انسان جو غلیظ نفضلہ پھینکتا ہے۔ اسی سے اس کے آرام و آسایش کے لئے نباتات پودے اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے کرنے والا کون ہے؟ علم تو صرف یہ بتلاتا ہے کہ یہ کس طرح کیا جاتا ہے۔ انسان اپنی کوشش سے دریافت کرتا ہے لیکن کس چیز کو؟ اسکو جسے خالق نے خلق کیا ہے۔ انسان ایجاد کرتا ہے۔ مگر کیا؟ اس کی ایجاد صرف قوانین قدرت اور سامان کے مہیا کئے ہوئے سامان سے فائدہ اٹھانا ہے۔ ہوائی کلیں اور تار برقی جو انسان کی دانائی اور بزرگی کا ثبوت سمجھی جاتی ہیں۔ صرف اعتبار ایک قوانین اور ایسے عطیات کا درست استعمال ہیں۔ تو انہیں کیا ہیں؟ وہ ایسا جب اُن وسائل کو کام میں لانے کے قابل ہوتا ہے۔ جو اُسے دیئے گئے ہیں۔ یہ تو بڑا فخر کرتا ہے۔ مگر

آخر یہ وسائل اور سامان کس نے دیئے اور کہاں سے ملے؟

زمین جس خوبصورتی کا اظہار کر رہی ہے۔ اور جو تعلیم کہ یہ ہمکو دیتی ہے یہی بہت کچھ غور و توجہ چاہتی ہے۔ اور ایک ذی شعور علت اولے کے ثبوت اس میں کثرت سے پائے جاتے ہیں کیونکہ ہر ایک چیز جو ہمارے سامنے آتی ہے ایک ترتیب دکھلاتی ہے۔ اتفاق کو کہیں اور کسی جگہ اور کسی چیز میں دخل نہیں ہے۔ اگر علم طبقات الارض کو صحیح تسلیم کیا جائے تو زمین کی چٹانوں پہاڑیوں اور پہاڑوں کے بننے کے واسطے چھ ہزار تو درکنار ساٹھ ہزار سال کا عرصہ بھی کچھ بہت نہیں تھا۔ ان سے پہلے مدت مدید تک نباتات اور کوئلوں کے طبقات بنتے تھے۔ جن کو ریت اور مٹی کی بیشمار تہوں نے موجودہ سطح زمین سے جدا کر رکھا ہے۔ اور نباتات اور کوئلوں کے طبقات سے پہلے اور اندرونی طبقات تھے۔ پس یہ ایک صاف ثبوت ترتیب اور مسلسل کام پاتے ہیں۔ اور امر ناگہانی یا اتفاق کا کچھ بھی ثبوت نہیں ملتا۔ سطح زمین کی ناہمواری آتش فشاں پہاڑوں کی موجودگی اور طبقات کا پھٹنا یہ سب ترتیب عالم کے اندر داخل ہیں۔ کیونکہ یہ ایک دانا گورنمنٹ کے مقاصد کو پورا کرتے ہیں اور زمین کی تجدید اور نئی زمینوں کے پیدا کرنے میں حصہ لیتے ہیں اور یہی اسباب کا ثبوت ہے کہ ایک تجویز کرنے والا کامل شعور اور ہر ایک شے کو اس کے موقع کے لائق بنانے والی کامل حکمت اور عمل میں لانے والی کامل طاقت اس عالم میں موجود ہے اور ہر ایک شے جو ہمارے اردگرد نظر آتی ہے۔ ہمیں برابر یہی سبق دے رہی ہے۔

یہی سبق ہمکو نباتات اور حیوانات بلکہ حیوانات پرندوں اور کیڑے مکوڑوں اور پودوں کی ہر ایک جدا جدا قسم سے ملتا ہے ان میں سے ہر ایک بجائے خود مطالعہ اور غور کے قابل ہے اور صرف ہر ایک کی بناوٹ پر ہی غور و فکر کرنے سے کامل ترتیب کے بہت سے ثبوت پائے جائینگے۔ لیکن ہم اس ترتیب کو صرف معلوم ہی کر سکتے ہیں خود ایسی ترتیب کے پیدا کرنے کے ہرگز قابل نہیں ہیں۔ اور نہ سوائے اس قادر مطلق کے کوئی طاقت ہمکو ایسی معلوم ہے جو اس بات پر قدرت رکھتی ہو۔ پہلی ہی صانع کی تلاش ہے۔ مگر اس کا پتہ نہیں ملتا۔ دوربین ایسے ستارہ کو ہمارے قریب لے آتی ہے جس کی روشنی کو ہم تک پہنچنے میں لاکھوں برس لگتے ہیں۔ لیکن اس صانع کو دریافت نہیں کر سکتی۔ خوردبین سلیں اس قابل بنا دیتی ہے کہ ہم پتھروں میں حیوانی زندگی معلوم کر لیتے ہیں لیکن ہمیں قادر و توانا ہستی کو دکھلانے

میں یہ بھی معذور ہے۔ علم کیمیا آکسیجن اور ہائیڈروجن اور کاربن کو ذرّہ ذرّہ سے جدا کر سکتا ہے۔ مگر ان کے بنانے والے کو اس کے کاموں سے جدا نہیں کر سکتا۔ علم تشریح الابدان کا ماہر نشتر ہاتھ میں لیکر آدمی کے جسم کو چیرتا پھاڑتا ہے۔ ہڈیاں دماغ اور خون وغیرہ تو دیکھتا ہے لیکن روح نظر نہیں آتی۔ تو

کیا ہم یہ مان لیں کہ ہم میں روح نہیں ہے؟

ہر شخص کو چاہیئے کہ اس سوال کا جواب خود دے اور یہ بتلائے کہ اس کے رو برو جو مخلوقات ہے۔ اس میں کوئی خدا ہے یا نہیں؟ ہماری روح جسکو علم تشریح الابدان کا ماہر کبھی دریافت نہیں کر سکیگا۔ یہ شہادت دے رہی ہے کہ اس کائنات کے ڈھانچہ میں ایک زبردست روح کام کر رہی ہے۔ ہمارا ہرگز یہ خیال نہیں کہ خدا فطرت ہے یا فطرت خدا ہے کیونکہ ہمارا ایسا مان لینا بعینہ ایسا ہے جیسا کہ یہ مان لینا کہ جسم انسانی اور روح انسانی ایک ہی ہیں۔ بلکہ ہم علت اور معلول اور اسباب اور نتائج کے کل سلسلہ کے لئے جسکو ہم اپنے چاروں طرف پاتے ہیں۔ ایک **علت اولےٰ** کے وجود کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اور ان مختلف عملوں اور قوتوں کے لئے جنکو ہم دریافت کر سکتے ہیں۔ ایک عامل کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ اور ان طاقتوں اور تعلقات کے لئے جنکو علوم نے دریافت اور ثابت کیا ہے نہ صرف ایک **خالق** کے متلاشی ہیں۔ بلکہ ان کے محافظ اور حاکم کے بھی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان میں تجدید اور ترمیم کا سلسلہ برابر جاری ہے اور اسی لئے ایک بزرگ نے جو نتیجہ نکالا۔ وہ لازمی تھا۔ یعنی اس عجیب و غریب نظام کا ابتدا ایسے ذی شعور اور زبردست وجود کے ارادہ اور حکم کے بغیر بر اسبب حکم الٰہی ہی کے نہ ہے اور کسی نہج پر نہیں ہو سکتا تا یہ سوال کہ

وہ وجود کہاں سے اور کس طرح پیدا ہوا؟

انسان سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی حقیقت پیدا ہی ہوتا ہے۔ ہم اسکو علت اولےٰ اور حاکم کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ جو ضرورت اسکی ہستی کو قائم کرتی ہے وہی ضرورت اس کا ازلی ابدی لا تغیر ہونا ثابت کرتی ہے۔ اور تمام اشیاء اسباب نتائج۔ مثلاً قصد۔ ترتیب طریق استعمال اور قوانین اس نتیجہ کی ہر ایک پہلو سے تصدیق کرتے ہیں۔ پس اس زبردست ثبوت کے سوا جو قدرت کے صفحہ جات میں ہر وقت موجود ہے اور کوئی ثبوت زیادہ معتبر نہیں ہے جو اس ہستی کو پایۂ ثبوت پہنچاتا ہے۔

مسافر حالت نزع میں

ہم نے جس اشاعت سے قبل سے اگرچہ کے آریہ مسافر کے مضامین "تنقید قرآن" کا جواب لکھنا شروع کیا ہے اور اس میں سب سے پہلے طلاق اور خلع کے جس مسئلہ کو شروع کر رکھا ہے۔ وہ بوجہ بعض دیگر ضروری مضامین کے بعض دفعہ ملتوی کر دینا پڑتا ہے اور سلسلہ وار ہر نمبر میں اس کا شائع ہونا بوجہ کمی گنجائش محال ہے لیکن افسوس ہے کہ ہمیں مسافر میں ایک ایسے بے وجہ حریف سے پالا پڑا ہے۔ جو اپنے مخالف کی ہر ایک بات پر نکتہ چینی کرتا اور اپنی فتح کا خواہ مخواہ شور مچانا شروع کر دیتا ہے۔ مسافر ہمارے چند ایک نمبروں کو ہی پڑھ کر تلملا اٹھا ہے۔ اور اب آپ نے اپنی روسیاہی کو مٹانے کے لئے یہ ترکیب کی ہے کہ پیغام صلح میں اپنے جوابوں کے دیر سے شائع ہونے کو وہ پیغام صلح کی کمزوری اور اپنی فتح کی دلیل گردانتا ہے۔ مسافر کو معلوم رہنا چاہیئے۔ کہ کسی کی فتح و شکست دلائل و براہین کی محتاج ہوتی ہے۔ نہ کہ کسی کا دیر سے جواب دینا۔ اب بالفرض اگر پیغام صلح مسافر کا اب لکھنا بند بھی کر دے تو بھی متقابلہ لٹریچر کو پڑھنے والے صرف مسافر کے اعتراضات اور پیغام صلح کے شائع شدہ جوابات سے بھی اس بات کا اندازہ کرینگے۔ کہ کسکی تحریرات معقول اور زبردست ہیں۔ اور کون دلائل و براہین سے احتراز کر کے صرف گالی گلوچ اور تمسخر وغیرہ پر ہی اکتفا کرتا ہے۔ قطع نظر اسبات کے کہ کس نے جلدی جلدی اور کس نے دیر سے جواب دیا ہے۔ یا کس نے جواب دینا بند کر دیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں باتوں کی اور بھی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں جو مسافر کے غلط طرز عمل کو ملیا میٹ کرنے والی ہیں۔

پھر ایک غور طلب امر یہ بھی ہے کہ پیغام صلح کا کوئی نمبر خالی نہیں جاتا جس میں آریہ سماج کے متعلق کوئی نہ کوئی مضمون شائع نہ ہو ہم نے پیغام صلح کی تیسری جلد کے افتتاح سے آریہ سماج کی حقیقت پر بالالتزام روشنی ڈالنا شروع کیا۔ اور ان دو ماہ میں دیانندی قلعوں پر وہ زبردست گولہ باری کی ہے کہ جس کا جواب آریوں کے پاس نہیں ہے ہمیں امید نہیں کہ مسافر کا ہمہ دان ایڈیٹر اسبارہ میں قلم اٹھائیگا۔ اور اپنی پوزیشن کو صاف کریگا۔ لیکن اسکی خاموشی اسبات پر دال ہے کہ اس کے پاس بھی سکہ بارود ختم ہو چکا ہے اور اب اسے تاب مقابلہ نہیں۔ پس مسافر کا یہ اعتراض کہ پیغام صلح اس کے مضامین کے جواب دیر سے دیتا ہے یا یہ کہ مسلمان اسکی تنقید قرآن کا جواب نہیں دیتے۔ اس وقت تک بیجا ہے۔ جب تک کہ وہ خود بھی اپنی پوزیشن کو صاف کر کے نہ دکھا سکے ہم خوب جانتے ہیں کہ مسافر اور اس کے دیگر دیانندی بید پرستوں کے لئے دوسروں پر اعتراضات کرنا بہت سہل ہے لیکن اپنی کمزوریوں کا ازالہ کر کے خوبیوں کا اظہار کرنا مشکل۔ پس کیا مسافر ہمیں بتا سکتا ہے کہ اس کا یہی اصول جو پیغام صلح یا کسی دوسرے مسلمان کے "تنقید قرآن" کا جواب نہ دینے سے اپنی اسلام کے ابطال پر دلیل ٹھیرایا ہے۔ کیوں خود اس کے اس طرز عمل پر جو پیغام صلح کے زبردست مضامین کے جواب دینے سے ہویدا ہے عائد ہو کر ویدک دھرم کے ابطال کی دلیل نہیں ٹھیرتا۔

بہرحال مسافر کو اب ہم زیادہ دیر تک حالت نزع میں رکھنا نہیں چاہتے۔ اور اس کے اس بیجا اعتراض کو بھی ہم نے اپنی اشاعت سے اس صورت میں رفع کرنا شروع کر دیا ہے۔ کہ مسئلہ طلاق و خلع پر حسب گنجائش بدستور روشنی ڈالتے چلے جائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ہر نمبر میں مسافر کے دیگر اعتراضات کا بھی جواب دیدیا جایا کرے۔ تاکہ زیادہ دیر تک اس کا قرض ادا نہ ہونے کے باعث وہ اپنے بھائی بندوں کی طرح سود کے بدلے دو ہزار کی نالش نہ دائر کر دے۔ اور اس طرح سے ہمیں بھی آخر اصل مع سود ادا نہ کرنا پڑے۔

محمودیوں کا ایک صریح جھوٹ

۲۶ اگست ۱۹۱۵ء کے الفضل میں "منکران خلافت کی اخلاقی جرأت" کے عنوان سے ایک نوٹ شائع ہوا ہے جس میں ہم احمدیوں پر یہ الزام دیا گیا ہے کہ جو ٹریکٹ یا اشتہارات ہماری طرف سے شائع ہوئے ہیں وہ میاں محمود احمد صاحب کو ہم ارسال نہیں کرتے ...... اس طرح ہم گویا اپنی کمزوری کا اظہار کرتے ہیں۔ اس سے پیشتر خود میاں محمود احمد صاحب بھی اپنی کتب القول الفصل اور حقیقۃ النبوت میں یہی الزام ہم پر دے چکے ہیں۔ جس پر ہم حیران ہیں کہ میاں صاحب اور انکے مریدین کی اخلاقی حالت کیوں دن بدن اس قدر گرتی چلی جاتی ہے کہ وہ اپنے مخالفین پر جھوٹے الزامات تراشنے سے بھی نہیں رک سکتے۔ ہمارے پاس اس وقت تک ایسے بند پیکٹ پڑے ہوئے موجود ہیں۔ جو میاں صاحب کے نام شائع ہونے کے بعد فوراً روانہ کئے گئے اور ڈاکخانہ سے یہ جواب لیکر واپس آئے کہ حضرت صاحب (میاں محمود احمد) لینے سے انکاری ہیں۔ پس میاں صاحب یا الفضل کے محمودی ایڈیٹر کا فرض ہے کہ یا تو پوسٹ مین کے (جس کا نام پیکٹ پر شیخ محمد لکھا ہوا ہے) اس ریمارک کو جھوٹا ثابت کریں تاکہ اسے قرار واقعی نوٹس لیا جائے۔ اور یا پھر اپنے اس جھوٹ کا اقرار کر کے اپنے غلط الزام کو واپس لیں۔ ورنہ ایسی ناواجب تحریرات سے باز آئیں۔ فضل دین مجیب۔

ظل اسم محمد الذی ھو مظہر الجلال و ادخل المسیح الموعود تحت اسم احمد الذی ھو مظہر الجمال وما وجد ھولاء ھذہ الدولۃ الا بالظلیۃ فاذن ما ثم شریک علی الحقیقۃ ۔ ضمیمہ صفحہ ۱۲۱ -

ترجمہ - تحقیق اسم محمد و احمد رحمان و رحیم کے قائم مقام ہیں - اور ہر ایک کمال جو ان دونوں صفتوں میں مخفی تھا وہ ان دونوں ناموں محمد و احمد میں رکھا گیا اللہ جل شانہ کی طرف سے - پھر کوئی شک نہیں جیسا کہ لاریب خدا تعالیٰ نے ان دونوں ناموں محمد و احمد کو اپنی ہر دو صفات (جلال و جمال) کا ظل اور مظہر بنایا ہے - ...... پھر خدا تعالیٰ نے صحابہ کو ظل اسم محمد کے نیچے رکھا جو مظہر جلال ہے اور مسیح موعود کو اسم احمد کے نیچے رکھا جو کہ مظہر جمال ہے - اور نہیں پایا ان لوگوں (صحابہ اور مسیح موعود) نے اس دولت کو مگر ظلی بنکر - پس اب کوئی شریک نہیں ہے - (خدا اور رسول کا) حقیقی طور پر - ان حوالہ جات سے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام فی الواقعہ محمد بھی تھا اور احمد بھی تھا - الغرض اس مختصر مضمون میں ان تمام حوالہ جات کی گنجایش نہیں ورنہ ناظرین کرام دیکھ لیتے کہ انصار اللہ نے کس قدر کمال خیانت سے کام لیکر لوگوں کو دھوکا دیا ہے - پھر آگے چلکر قاضی صاحب آیت ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبین والصدیقین والشہداء والصالحین اور ذالک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما سے حضرت صاحب کی نبوت کا استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امت محمدیہ میں ضرور ہے کہ ایک نہ ایک نبی بھی ہو ...... اور اگر یہ کہیں کہ مع النبیین سے ...... مراد ان کی معیت ہے نہ ان کی جماعت میں شامل ہونا تو پھر لازم آئے گا کہ صدیق بھی کوئی نہ ہو - شہید بھی کوئی نہ ہو - صالح بھی کوئی نہ ہو ...... اللہ تعالیٰ نے کفی باللہ علیما فرماکر بتا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ایک نبی ہے " مگر کوئی اہل علم اس بات کا جواب دے کہ کیا من یطع الرسول کی عمومیت اور فاولئک کے لفظ سے کسی ایک ہی نبی کا ہونا پایا جاتا ہے - یا ہر ایک کیلئے عام طور پر یہ فیض جاری رکھا گیا ہے ؟ لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا وظیفہ رٹنے والے کیوں نہ اس جگہ بھی اس کا اعادہ کریں - اور ہم آمین کہیں - نہایت افسوس ہے کہ قاضی صاحب سرگھڑی تفسیر بالرائے (جو سراسر الحاد ہے) کا ارتکاب کرکے پھر بھی اپنے آپ کو مسلمان شمار کرتے ہیں - اور اکثر دوسروں کو کافر بناتے ہیں - مگر خود ذرا بھی خدا تعالیٰ سے نہیں شرماتے اور جہلا کو مغالطہ میں ڈالتے رہتے ہیں - میں کہتا ہوں کہ اگر یہی صحیح ہے - کہ اس آیت سے ایک نبی کا ہونا ثابت ہوتا ہے - تو چاہئے کہ پھر صدیق بھی ایک ہی ہو اور کوئی شہید بھی ایک ہی ہو - اور صالح بھی ساری امت میں ایک ہی ہو - نہ یہ کہ ایک جگہ تو اولئک سے ایک ہی فرد مراد لیکر اوس کا نبی ہونا سمجھ لیا جاوے - اور بقیہ الفاظ صدیقین و شہدا و صالحین کو نظر انداز کر دیا جاوے - کیونکہ واؤ عطف نے سبکو ایک ہی سلک میں منسلک کر دیا ہے - پس اولئک کی معیت کا جو تعلق النبیین سے ہے وہی شہدا و صالحین سے ہے - لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ اس حساب سے پھر ہر جگہ ایک ہی ایک فرد قاضی صاحب مراد نہ لیں - اور نبی تو ایک کا ہونا ہی مانیں لیکن صدیق و شہید و صالح متعدد یا کثیر ہوں - سو اب قاضی صاحب آپ ہی انصاف سے بتلائیں کہ اس صورت میں اسلام کے چہرہ پر اس سے بڑھکر بدتر اور بدنما داغ ناکامی و نامرادی اور کیا ہوگا ؟

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے

گر ہمیں قرآن بخواند خیالی ۔ ببری رونق مسلمانی -

ناظرین کرام میں اس پر کچھ اور بھی لکھتا - لیکن افسوس ہے کہ میں آجکل موسمی بخار میں مبتلا ہوں جو اس جگہ پونچھ میں خصوصیت سے بہت شدید ہوتے ہیں - اس لئے بیٹھنے کی اس قدر طاقت نہیں - دعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ جلد تر صحت عطا فرمائے تاکہ قاضی صاحب کے بقیہ دو عدد مضامین کا جواب بھی نمبر ۲ و ۳ میں پیش خدمت کر سکوں - وما توفیقی الا باللہ ؛

خاکسار مرزا عبد الکریم تاجر از پونچھ - ۱۲ شوال ۱۳۳۳

ایک غلط بیانی کی تردید

مکرمی سید حامد شاہ صاحب کے تقویٰ کی میرے دل میں بڑی عزت تھی لیکن آج جب میں سید حامد شاہ صاحب احمدی کے تقویٰ کا سید حامد شاہ صاحب محمودی کے تقویٰ سے مقابلہ کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور ناراضگی کے خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں - میں انکی حالت کی تبدیلی کو دیکھ کر بعض وقت گھبرا جاتا ہوں کیونکہ یہ ایک زندہ مثال ہیں - اس امر کی کہ مومن باوجود ساری عمر جان اور مال کو اسکی راہ میں خرچ کرنے اور تقویٰ کی راہوں پر قدم مارنے کے شرک میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ایک آن میں گر کر کہاں سے کہاں جا سکتا ہے - ایماندار و یہ تیرہ و تاریک مقام ہے - اس کوچہ میں ہر دم عاجزی کی ضرورت ہے - ہمارا فرض ہے کہ کسی عابد و زاہد کسی بزرگ سے بزرگ ترین پاک انسان کے تعلق کسی مجاہدہ پر ناز نہ کریں اور یہی وہ راز ہے کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مومن کو تعلیم کی کہ وہ ہر دم توبہ و استغفار کرتا رہے اور پانچ وقت نمازوں میں اھدنا الصراط المستقیم کی دعا کیا کرے - نجات یافتہ نجات یافتہ پکارنے والی قوم کا ایک حصہ جیسے کہ باقی سب کلمہ گوؤں کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا - اس تکبر کی وجہ ذلیل بنا دیا گیا - اور تقویٰ کا مقام سنج لکال کرکے کرکے گڑھے میں گرا دیا گیا - پھر شاہ صاحب کے مکرم کے احسان ہیں - میں نہ چاہتا تھا کہ میں آپ کے متعلق کچھ لکھوں - لیکن میں دیکھتا ہوں کہ شاہ صاحب ایک امر واقعہ کے خلاف بالکل غلط بیانی کا ارتکاب کرتے ہیں اور بڑی بڑی لمبی تحریریں اس کے متعلق نکالنے سے بالکل نہیں جھجکتے - اور انہیں بعض ہمارے مکرم بھائیوں پر طرح طرح کی تہمتیں لگاتے ہیں - جیسے وہ میرے پیارے بھائی مجھ سے اصل معاملہ کے متعلق شہادتیں طلب کرتے ہیں اس لئے مجبوراً اصل واقعہ کو بیان کرنے کی نیت سے قلم اٹھایا - ورنہ میں نہ چاہتا تھا کہ ایسا کرتا - جناب شاہ صاحب کے تقویٰ کی عزت میرے دلمیں تھی اس لئے جب لاہور میں گذشتہ سال دوسرا جلسہ شوریٰ ہوا تو یہ بات معلوم کرنے پر کہ شاہ صاحب برخلاف اپنے پہلے ایمانوں اور رویہ کے جو کہ انہوں نے سیالکوٹ کی مسجد میں اور بیان اکرہ عدالت کے مسئلہ کی تہذیب پر ظاہر کی تھی - اب اپنی ہمشیرہ مکرمہ کے چند الہامات کی بنا پر اپنی رائے تبدیل کر رہے ہیں - خاکسار جناب حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کے مکان پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا - وہاں اس وقت حضرت شیخ صاحب اور سید امیر علی شاہ صاحب بھی موجود تھے معاملہ زیر بحث یہ تھا - کہ آیا میاں صاحب کی بیعت ہمیں کر لینی چاہئے یا نہیں -

میں نے جناب شاہ صاحب مکرم سید حامد شاہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کی کہ جناب مستقی ہیں ہمارے دلمیں جناب کی رائے کی وقعت ہے - میں سنا ہے کہ جناب بیعت کرنیکا ارادہ کر رہے ہیں - اگر میاں صاحب حق پر ہیں تو ہمیں دلائل سے سمجھا دیں تا ہم سب بھی آپکے ہمراہ جاکر بیعت کر لیں - اور اگر حق پر نہیں تو ہمیں بھی بتا دیں تاکہ ہمکو تسکین ہو - کہ ہم غلطی پر نہیں - آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں خدا کو حاضر ناظر جانکر کہتا ہوں کہ تم حق پر ہو لیکن یاد رہے کہ تم دلوں میں تم بڑا دل رکھتے ہو - مجھ میں طاقت مقابلہ نہیں مجھکو تم متردد دلوں میں رہنے دو - میں بیعت نہیں کروں گا ہو سکتا ہے - کہ میرے ذریعہ کوئی صلح کی صورت نکل آئے - میں قسمیہ کہہ سکتا ہوں کہ تقریباً الفاظ اور یہی مفہوم ان الفاظ کا تھا - جو شاہ صاحب نے اس وقت کہے - بیعت کے متعلق سوال تھا - اسی کے متعلق جواب تھا - اشاعت اسلام کا تو ذکر بھی نہ تھا -

مکرمی جناب شیخ رحمت اللہ صاحب اور سید امیر علی شاہ صاحب اس امر کے گواہ ہیں - اس کے بعد شاہ صاحب خواجہ صاحب کے مکان پر آئے جہاں جلسہ ہو رہا تھا - میں نے شاہ صاحب کی اس تقریر کو دہرانا شروع کیا تو شاہ صاحب خود کھڑے ہو گئے - اور ایک لمبی تقریر جس کا مضمون یہی تھا بہت سے دوستوں کے سامنے کی لیکن آپ وہی شاہ صاحب ہیں کہ جو کہتے ہیں میں نے تو ایسا نہیں کہا - حالانکہ خود غلط بیانی فرما رہے ہیں ہم اسے دیکھتے ہیں - اصل واقعہ وہی ہے جو اوپر عرض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفٰے ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم — ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست — بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
مہرِ او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قل یا اہل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغامِ صلح
لاہور

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ما ازو یابیم ہر نور و کمال — وصلِ دلدارِ ازل بے او محال
اقتدائے قولِ او در جانِ ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایمانِ ماست
از ملائک و از خوارق و از معاد — ہرچہ گفت آں مرسلِ ربّ العباد
آں ہمہ از حضرتِ احدیت است — منکرِ آں مستحقِ لعنت است
معجزاتِ او ہمہ حق اندر است — منکرِ آں دور و لعنِ خداست
معجزاتِ انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیاں شد با یقین
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

قیمت
سالانہ للعہ ششماہی لعہ سہ ماہی ۱۲ر ماہوار ۹ر

اشاعت
ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مبلغ المسیح | لاہور پنجشنبہ مورخہ ۲۸ شوال ۱۳۳۳ھ مطابق ۹ ستمبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۲۶

اقتباسات

اسلام کی روحانی قوت

ایک مسیحی محقق کے خیالات

(نمبر اول)

مؤرخین زمانہ و نکتہ رسانِ عالم اس امر میں متفق ہیں کہ مختلف مذاہب عالم کو کسی نہ کسی صورت میں تنزل و انحطاط سے ہم آغوش ہونا پڑا ہے مذہب کیا ہے؟ مذہب ایک ایسی طاقت ہے۔ جو اپنے پیرووں میں ترقی کی روح پھونکتی۔ اور افراد کی روحانی زندگی کے لئے ایک لازوال قوت محرکہ ثابت ہوتی ہے۔ ہم جسمانی ورزش اور کسرت سے اپنے اعصاب و عضلات کو مضبوط بنا سکتے ہیں اور پیہم سعی و ہمت و استقلال سے رستم یا سینڈو کا سا جسم حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر روحانی قویٰ کا نشو و نما ان طریقوں سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ایک روحانی قوت کا موجود ہونا لازمی ہے۔ جو انسان کے رگ و پے میں سرایت کر جائے۔ اور اس کو روحانی حیثیت سے ایک ایسی شاندار ہستی بنا دے۔ کہ مادی طاقتیں اس کے سامنے بیکار محض ثابت ہوں۔

آج تک جس قدر چھوٹے بڑے مذاہب عرصۂ شہود میں ظاہر ہوئے ہیں۔ ان سب کا مقصد دراصل یہی تھا۔ لیکن یہ کہنا کچھ مبالغہ نہیں ہے کہ فطرت انسانی کے سامنے تمام مذاہب نے جلد یا بدیر گردن اطاعت خم کر دی ہے اور نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ کسی مذہب کو بھی اپنے مطمحِ نظر میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔

تاہم دنیا میں ایک مذہب ضرور موجود ہے جس میں تنزل کا عنصر معدوم ہے۔ ہماری مراد دین اسلام سے ہے۔ جس کے اصول آج تیرہ سو سال کے بعد بھی وہی ہیں۔ جو چھٹی صدی مسیحی میں نزول قرآن کے وقت تھے۔

یہ ہماری اپنی رائے نہیں ہے۔ بلکہ ایک منصف مزاج و نکتہ رس مسیحی مصنف (ڈڈلی رائٹ) کی ہے جو علی الاعلان کہتا ہے۔ کہ اسلام کی یہی غیر متبدل حالت اس کی نجات کا باعث ہوئی ہے اور اسی کی بدولت ہم اس کے بیشمار پیرو مہذب دنیا کے طول و عرض میں پاتے ہیں یہ ایک ایسی حقیقت تھی جس پر حق پسند طبائع کو مسرور ہونا چاہئے تھا۔ لیکن مسیحی مخالفین نے اسی کو اپنے اعتراضات کی بنیاد قرار دیا ہے۔

اسلامی اصول کی سختی ایک مسلمان کے لئے تنگ ملبوس نہیں ہے۔ کہ اس سے اس کی رفتار ترقی میں مزاحمت پیدا ہو۔ بلکہ اسلام کی خدمت میں آکر انسان کو پوری پوری آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اگرچہ مجھکو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو ہونے کا فخر نصیب نہیں ہوا تاہم مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے۔ کہ جہاں تک خیالات گردو پیش اجازت دیتے ہیں۔ اسلامی اصول و عمل کی پیروی میں مجھے انتہا درجہ کی شادمانی اور خوشی حاصل ہوئی ہے۔ اور میں ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اسلامی قوانین پر عمل کرنے میں کچھ دشواری پیش نہیں آتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے نزول سے پہلے وہ علم حاصل کر چکے تھے جو ہم میں سے ابھی بہتوں کو سیکھنا ہے۔ یعنی آنحضرت کو خاموش غور و تامل اجتماع قوت خیال۔ اور ازلی و ابدی خدا و رب العلمین کے ساتھ گفتگو کی قدر و قیمت معلوم ہو چکی تھی۔ وہ کوہ حرا کے غار میں چلے جاتے تھے۔ اور وہاں انہیں حضرت جبرائیل کے ذریعہ خدا کے برتر و توانا سے پیغامات آتے تھے۔

لیکن اس قسم کے موضوع پر بحث کرنے سے پیشتر ہمیں ان واقعات و روایات میں جن کو تمام مسلمان صحیح و مستند سمجھتے ہیں اور ان قصہ کہانیوں میں جو استداد زمانہ سے اسلام کے متعلق پھیل گئی ہیں۔ اور جنکو اگر سب نہیں تو قریباً تمام مسلمان غلط قرار دیتے ہیں۔ تمیز کرنی چاہئے۔

مثلاً ان حکایات پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت و ایام طفولیت کے متعلق رائج ہو گئی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے۔ کہ خدا کے حکم سے فرشتے آپ کے دل سے وہ سیاہ قطرہ گناہ نکال لے گئے۔ جو وہاں موجود تھا۔ اور جس کے لیجانے سے آپ کا دل صاف ہو گیا۔ اور آپ کو نور نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ نے اگرچہ اس بات کا تو دعویٰ کیا کہ ان پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا۔ کہ وہ عام انسانوں سے بالاتر ہیں یا ان میں معجزوں کی طاقت ہے۔ ان کا عقیدہ تھا۔ کہ قرآن آپ کیلئے اور آپ کے ماننے والوں کے لئے ایک بہترین معجزہ ہے٭۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حیرت انگیز کام کے صحیح موازنہ کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس وقت دنیا کی حالت کسقدر ذلیل تھی اور عیسائیت کے مختلف فرقے باہمی جنگ و جدال میں کس قدر منہمک تھے سیل اس "قابل نفرت فسق و فجور" کو تسلیم کرتا ہے جس میں عیسائیت اسوقت مبتلا تھی اور پیرلیڈیڈ بھی جس کے دل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے کام کے لئے کوئی وقعت نہیں اس قدر ماننے پر مجبور ہوا ہے۔ کہ اس زمانہ میں عیسائی اہل مذہب کے جوہر اصلی کو کھو چکے تھے۔ باقی آئندہ۔

٭ بلکہ اس سے بھی بڑھکر کہ اگر عصمت اللہ جیسا زبردست جسمانی طاقت رکھنے والا شخص ہم میں موجود ہے۔ ایڈیٹر۔

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

ریلوے پل کو اڑانے کی کوشش ۔ (لندن ۵ ستمبر) ایتھنز کے تار مظہر ہیں ۔ کہ ایک برطانی آبدوز کشتی کے سپاہیوں نے خشکی پر اتر کر ایک ریلوے پل کو قسطنطنیہ سے ۴۹ میل کے فاصلہ پر اسمید کی طرف واقعہ ہے ڈائنامیٹ سے اڑانے کی کوشش کی ۔ یہ سپاہی کامیابی کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے ۔ مگر پل کامل طور پر تباہ نہ ہوا ۔

ترکوں نے جنوبی حصہ پر شبخون مارا ۔ (لندن ۵ ستمبر) پیرس میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ترکوں نے آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کی فوج کے جنوبی حصہ پر شبخون مارا ۔ مگر شدید نقصان کے ساتھ پسپا کئے گئے ۔

سدالبحر کے علاقہ پر گولہ باری ۔ استنبول ترکوں کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ اتحادیوں نے سدالبحر کے علاقہ میں دیر تک شدید گولہ باری کی ۔

دردانیال کی شمالی رزمگاہ ۔ (لندن ۶ ستمبر) پیرس کی سرکاری اطلاع سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ برطانیوں نے دردانیال کی شمالی رزمگاہ میں ترقی کی ۔

جنوبی رزمگاہ ۔ (لندن ۶ ستمبر) فرانسیسیوں کا ایک سرکاری بیان مظہر ہے کہ آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کی فوج کے حلقہ میں برطانیوں نے ماہ ستمبر کے شروع سے مزید ترقی کی ہے ۔

جرمنوں کی روش میں تبدیلی ۔ (لندن ۴ ستمبر) اتحادیوں نے حال میں گیلی پولی میں فوج اتار کر جو نئی کارروائی کی ہے ۔ اس سے دردانیال کے متعلق جرمنوں کی روش میں تبدیلی پیدا ہو گئی ہے ۔ اور مختلف لوگوں کے بیانات سے پایا جاتا ہے کہ فوجی مبصر ان تازہ کارروائیوں کو دیکھکر حیران و ششدر رہ گئے ہیں ۔ اور لوگوں کو متنبہ کر رہے ہیں ۔ کہ دردانیال کی کامیابیوں پر چنداں امید نہ لگائیں ۔ مبصر کپتان پرسیس کا قول ہے ۔ کہ ” اتحادیوں کو توقع تھی ۔ کہ وہ دردانیال میں فوراً انقلاب عظیم پیدا کر دینگے ۔ مگر انہیں اس میں مایوسی ہوئی ۔ لیکن انگلستان میں پہلے سے کہا گیا ہے کہ آخری کامیابی سے پیشتر ہمیں کئی ناکامیاں اور شدید نقصانات برداشت کرنے پڑینگے اس لئے ہمیں انگریزوں کے عزم و استقلال کو بے اعتنائی کی نگاہ سے نہ دیکھنا چاہئیے ۔ خلیج سود لا کے نئے مورچوں پر انگریز نہایت مضبوطی سے قائم ہیں ۔ یہاں انہوں نے حیرت انگیز کامیابی کے ساتھ فوج اتاری یہ امر قابل ذکر ہے کہ غنیم نے جزیرہ نما کے تین موقعوں پر نہایت آسانی کے ساتھ قدم جما لئے اور جب اس نے آخر الذکر مقام پر فوج اتاری یہ امر قابل ذکر ہے کہ غنیم نے جزیرہ نما کے تین موقعوں پر نہایت آسانی کے ساتھ قدم جما لئے ۔ اور جب اس نے آخر الذکر مقام پر فوج اتاری ۔ تو اسکی چنداں شدید مزاحمت نہ کیگئی “ ۔

جرمن سامان حرب کی روک تھام ۔ (لندن ۴ ستمبر) بکارسٹ کا تار مظہر ہے کہ گورنمنٹ نے علاقے گذرنے کی ممانعت کر دی ہے ۔ اس سے جرمنی آئندہ ٹرکی کو اور روپیہ نہ بھیج سکیگا ۔

۵ ستمبر رائٹر کو معلوم ہوا ہے کہ رومانیہ نہایت شدت سے آسٹریا اور جرمنی کے سامان حرب کو ٹرکی میں جانے سے روک رہا ہے حال میں بے قاعدے بھیجنے کی کوشش کی گئی ۔ رومانیہ نے جرمنی کو اجازت دی تھی کہ ہسپتالی ضروریات کے ۳ چھکڑے گذارے جائیں مگر بغور معائنہ کرنے پر معلوم ہوا کہ چند گاڑیاں جن میں ۵۰ فی روئی کا بار ہونا بیان کیا جاتا تھا ان میں دراصل پھٹنے والی اشیاء اور زہریلی گیسیں تیار کرنیکا مصالحہ بار تھا ۔ رومانی حکام نے یہ تمام مال فوراً ضبط کر لیا ۔

جہاز ہسپیرین کی غرقابی ۔ (لندن ۶ ستمبر) جہاز ہسپیرین آج صبح ۹ بجکر ۲۰ منٹ پر غرق ہو گیا ہوائی پیغام سے پایا جاتا ہے کہ غرقابی سے پیشتر عملہ کے تمام آدمی بچا لئے گئے ۔

۵ ستمبر کوئینز ٹاؤن کے امریکن قونصل نے اطلاع دی ہے کہ ہسپیرین پر صرف ایک ہی امریکن کی جان ضائع نہیں ہوئی ۔ اس کے بعد ایلن کمپنی نے اعلان کیا ہے کہ جہاز کے تمام مسافر بچا لئے گئے ہیں

۶ ستمبر ہسپیرین کے دائیں پہلو پر تارپیڈو پڑنے سے پیشتر عرشہ جہاز کے کئی آدمیوں نے آبدوز کشتی کو دیکھا اسپر کوارٹر ماسٹر نے چلا کہا کہ کشتی کے دائیں جانب آبدوز کشتی ہے ۔ اس کے بعد چند سکنڈ ہی گذرے ہونگے کہ دھماکا کی آواز سنائی دی ۔

بیان کیا گیا ہے کہ جہاز ہسپیرین کے ساتھ ڈاک کے سو تھیلے بھی غرق ہو گئے ۔ ایک اور بڑی عمر کی عورت مس کاربری صدمہ اور زخموں کے اثر جانبر نہیں ہو سکی ۔

تفصیلی کیفیت ۔ غروب آفتاب کے بعد اندھیرا چھا رہا تھا جب ہسپیرین پر تارپیڈو پھینکا گیا ۔ مسافر کھانا کھانے سے فراغت پا کر عرشہ پر بیٹھے ہوئے تھے ۔ اور سمندر بالکل صاف تھا کہ کوارٹر ماسٹر فوراً چلا اٹھا ۔ ” دائیں جانب آبدوز کشتی ہے “ مسافروں نے بھی اس آبدوز کشتی کو دیکھا اور اس کے فوراً ہی بعد تارپیڈو انجن کے کمرہ کے سامنے پڑا جس کے صدمہ سے عرشہ کی تمام کرسیاں الٹ گئیں اور پانی کا ایک عظیم ستون بلند ہوا ۔ اور ستون تک پہنچ کر عرشہ پر گرا جس سے قریب کے تمام مسافر بھیگ گئے ۔

کپتان اور عملہ کے آدمیوں نے نہایت تحمل اور استقلال سے کام لیکر پانی سے بچنے کے خاص دروازے فوراً بند کر دیئے گئے ۔ اور کشتیاں اتفاقاً الٹ گئیں ۔ اور سب مسافر پانی میں گر پڑے جن میں اگرچہ بچا لیا گیا ۔ مگر دو لیڈیاں صدمہ کے باعث مر گئیں ۔

امداد کے ہوائی پیغامات کے جواب میں دو سرکاری کشتیاں بہت جلد موقع پر پہنچیں ۔ ایک نے جو ایک گھنٹہ کے اندر پہنچ گئی تھی کشتیوں کے مسافروں کو اٹھا لیا ۔ عملہ کے بہت سے آدمی جہاز پر ہی رہے کیونکہ وہ ضرر رسیدہ جہاز کو کوئینز ٹاؤن میں لانے کی کوشش کر رہے تھے ۔ اور آخری وقت تک وہیں رہے ۔

جرمنی نے آبدوز کشتیوں کے حملوں کے متعلق امریکہ کو حال میں جو یقین دلایا تھا وہ اس حملہ سے مفقود ہو گیا ہے کیونکہ یہ امر بالکل خارج از بحث معلوم ہوتا ہے کہ آبدوز کشتی کے کمانڈر کو جدید فیصلہ اور ہدایات کا علم نہ تھا اور بقول کاؤنٹ برنسٹورف غرقابی سے پیشتر جہاز کو متنبہ کرنیکا فیصلہ ۱ اگست سے پیشتر نفاذ پذیر ہو چکا تھا ۔

اس تارپیڈو کے حملہ سے امریکن پبلک میں بہت دہشت پھیل گئی ہے ۔ پریزیڈنٹ ولسن اور مسٹر لانسنگ نے اس کے متعلق کسی قسم کی رائے ظاہر کرنے سے انکار کر دیا ہے ۔ مگر واشنگٹن کے سرکاری حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ جرمنی اور امریکہ کے دوستانہ تعلقات پھر معرض خطر میں پڑ گئے ہیں ۔

ایک اور سٹیمر کی غرقابی ۔ (لندن ۶ ستمبر) لائڈز کمپنی نے اعلان کیا ہے کہ برطانی سٹیمر سیملا ٹن غرق کر دیا گیا ہے ۔ عملہ کے ۱۳ آدمی خشکی پر اتارے گئے ہیں ان کے علاوہ ۶ ہلاک اور ۴ مجروح ہوئے ۔

مزید گولہ باری ۔ (لندن ۶ ستمبر) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ نیوول (ور بوکلن کورٹ کے اردگرد اور سووین کے قریب شمپین کے محاذ پر توپخانہ کی سرگرمی جاری ہے ۔ ارگون میں توپخانہ کے نہایت شدید معرکے وقوع میں آئے ۔ ایپری موٹ میں اور فلیوری کے شمال کی طرف ہلکی گولہ باری ہوئی ۔

فرنچ مدبر اور برطانی بیڑے کا ملاحظہ ۔ (لندن ۶ ستمبر) موسیو سیشن اور دیگر فرنچ مدبرین اور اہل قلم اصحاب نے سکاٹ لینڈ کے قریب کسی مقام پر برطانی بیڑے کا ملاحظہ کیا ۔ کسی اور مقام پر وہ یہ بھی دیکھیں گے کہ اتحادیوں کی افواج کو تقویت دینے کے لئے برطانیہ کیا کارروائی عمل میں لا رہا ہے ۔

جرمنوں کی سرکاری اطلاع ۔ (لندن ۴ ستمبر) جرمنوں کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جنرل ہنڈنبرگ کے رسالہ نے مقام انو یڈن دریائے ڈوینا کے پل کی قلعہ بندی پر حملہ کیا جو فریڈرک سٹیڈ کے شمال مغرب میں واقع ہے ۔ مگلس میں دریائے ڈوینا کو عبور کرنیکا ذکر نہیں اس سرکاری اطلاع میں یہ بھی لکھا ہے ۔ کہ بازاروں میں شدید جنگ وقوع میں آنے کے بعد گروڈنو پر قبضہ کر لیا گیا ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۲۶

قومی تحریکات سے ناجائز حصول فوائد اور بعض ہندوستانی مسلمان

آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ جناب مولانا اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی کا ایک ضروری مراسلہ درج کیا جاتا ہے۔ جو فتحپور کے بعض علاقہ جات کی طوفان باد و باران کی وجہ سے تباہی کے حالات پر مشتمل ہے۔ اسی خط میں ناظرین کرام کو بعض ایسے فقرات دکھائی دیں گے جن میں جناب مولانا نے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ انہوں نے لوگوں کے سامنے ہر قسم کی وصولی چندہ یا مادی امداد کی خواہش سے اپنے آپ کو پاک ظاہر کیا۔ اور اپنا کام صرف وعظ و تبلیغ اسلام بتایا۔ جناب مولانا اپنے اس طرز عمل کا اس سے بیشتر بھی بارہا اعادہ فرما چکے ہیں۔ اور مختلف اسلامی اخبارات میں انکے یہ اعلانات شائع ہو چکے ہیں کہ وہ کسی قسم کا چندہ اکٹھا کرنے کے لئے اس دورہ میں مصروف نہیں بلکہ صرف وعظ کہنے اور اسلامی احکام سنانے اور اس طرح مسلمان یا مسلمان بانکرو ہندو کو پورا کر کے کہانے اور ساتھ ہی ساتھ آریہ سماج کے پھیلائے ہوئے زہر کو دور کرنے کے لئے پھر رہے ہیں ان اعلانات اور اس طرز عمل کو اختیار کرنے کی کیا وجہ ہے اس کا جواب بھی اس سے بیشتر بتلا دیا گیا ہے۔ اور یہ ہے کہ مسلمان واعظین نے عام طور پر چندے لے لیکر لوگوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ اور اس لئے اب وہ واعظین اور مولویوں سے اس قدر بدظن ہیں۔ کہ ان کا وعظ بالکل نہیں سنتے۔ اور ایسی مجلسوں میں شامل نہیں ہوتے۔ اسی امر کے متعلق جناب مولانا نے اپنی ایک تازہ چٹھی میں بھی جو انہوں نے جناب صاحبزادہ آفتاب احمد صاحب کی جانب سے دہلی گزٹ علیگڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں درج ہوئی ہے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور بتلایا ہے کہ قریباً ہر جگہ لوگ اسی قدر زیادہ متوجہ اور ملتفت ہوئے جس قدر کہ انکو ابتداً کا زیادہ یقین ہوا کہ یہ واعظ واقعی کوئی سوال روپیہ پیسہ کا نہ کریگا۔ کہیں کہیں لوگوں نے یہ بھی کہا کہ یہ بھی تمہاری ایک چالاکی ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ ہم کچھ نہ مانگینگے۔ آخر میں ضرور تمہارے وعظ کا یہی نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ ہم کو معلوم ہے۔ کہ لوگ واعظ کو اس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جبکہ دو ندہ کو اور گزشتہ دو سال میں انہوں نے طرابلس وار۔ بلقان وار۔ کانپور وغیرہ۔ مدارس کے نام سے یتیم خانوں کے بہانے سے تعویذ فروخت کرنے کے ذریعہ رسالوں کتابوں کے فروخت کرنے وغیرہ وغیرہ طریقوں سے اس قدر زیادہ تعداد میں چندے جمع کئے ہیں۔ کہ اس ضلع کے لوگ گھبرا گئے ہیں۔ اور یہ چندہ وصول کرنے والے قریباً سب کے سب مولویوں۔ واعظوں۔ اور مولود خوانوں کے لباس میں ہی آتے رہے ہیں۔ جو دوسرے اضلاع کے اجنبی لوگ تھے بعض بعض نے تو ایسا ہی نہایت ہی بدنما اور قابل شرم نمونہ دکھایا۔ اور اس طرح کام کرنے والوں کے راستہ میں سخت و شدید قسم کی رکاوٹیں پیدا کر دی ہیں۔

اب اس نواح میں کام صرف اسی حالت میں ممکن ہے کہ کام کرنیوالا اپنے مابہ الامتیاز کو خصوصیت سے شہرت دے کر وہ کوئی چندہ وغیرہ ہرگز نہیں وصول کرتا۔ اور کسی کو مادی تکلیف نہیں دیتا۔ جناب مولانا کی یہ تصریح جو انہی کے الفاظ میں نقل کی جا چکی ہے۔ حقیقت میں بہت غور طلب ہے۔ اور ان حالات میں کسی ایسے واعظ کے لئے جو اس شکم پروری پر لعنت بھیجتا اور خالص تبلیغ اسلام کرنا چاہتا ہو۔ درحقیقت بہت ہی مشکل امر ہے۔ کہ وہ اپنی پوزیشن کو صاف اور اپنے اس مطلب کو واضح کئے بغیر لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ اور اس طرح سے وہ عام طور پر وعظ کرنے کے قابل ہو۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے اپنے دیگر قبیح اعمال و افعال کے ساتھ اس شرمناک حرکت کا جو انہوں نے قومی فنڈوں کا نام لیکر چندے وصول کرنے اور پھر ان سے اپنا پیٹ پال کر گویا قومی تحریکات سے ناجائز حصول فوائد کے رنگ میں کی ہے۔ اضافہ کر کے نہ صرف قومی فنڈوں کو ہی سخت کمزور کیا اور قوم کا روپیہ بے دریغ مُرے کو ماریں شاہ مدار خود ہضم کر کے قوم کو دنیوی ترقیات کی سیڑھیوں سے نیچے گرانے کی ہی کوشش کی ہے۔ بلکہ مقدس اور برتر کام میں بھی ایک حد تک روک پیدا کر دی ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ موجودہ صورت حالات ایسے برے پیرایہ میں رونما ہوئی ہے کہ اول تو جیسا کہ مولانا اکبر شاہ خان صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ بعض انکے اس کہنے پر کہ وہ چندہ نہیں مانگتے۔ اعتبار نہیں کرتے عام طور پر وعظ کرنے لیکچر دینے میں بھی دقتیں پیدا ہو رہی ہیں اور اسلامی واعظین کے اثر و رسوخ اور ان کے مواعظ کا حلقہ وسیع ہونے میں ایسی سخت دشواریاں واقع ہو رہی ہیں اور پھر اگر کچھ لوگ سمجھانے اور بتانے اور اس بات کا یقین دلانے پر کہ ان سے کوئی روپیہ وغیرہ نہ مانگا جائیگا۔ وعظوں میں شامل بھی ہو جاتے اور ایسے عجیب قسم کے واعظ کا کہنا مان کر نمازوں میں شامل بھی ہو جاتے ہیں۔ ان سے کسی روپیہ وغیرہ کے عدم حصول اور بالمقابل اشاعت اسلام فنڈ کے اخراجات متعلقہ وعظ و تبلیغ سے جو نقصان وارد ہوتا ہے۔ اس کی تلافی نہیں ہو سکتی جبتک اشاعت اسلام فنڈ کو بعض مستقل چندہ دہندوں کی وجہ سے یہ بار گراں معلوم نہیں ہوتا۔ مگر کیا اسلام کو زیادہ وسیع پیمانہ پر چلانے یا اس فنڈ کی خالی شدہ جگہوں کو پُر کرنے کے لئے چندہ دہندگان کے حلقہ کو وسیع کرنے کی ضرورت نہیں۔ آخر موجودہ سرمایہ کو جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پاس ہے۔ زیادہ تقویت دیکر اشاعت اسلام کو وسیع کرنے کی بھی تو ضرورت ہے۔ پس وہ کونسی تدبیر ہمارے پاس ہے جس سے اس حلقہ چندہ دہندگان کو وسیع کیا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بالمقابل ہندوؤں کی معمولی سے معمولی قومی تحریکات کا حلقہ امداد دن بدن وسیع ہوتا چلا جاتا ہے اور انہوں نے روپیہ کی وصولی کے وہ وہ طریقے اختیار کر رکھے ہیں جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں خود مولانا اکبر شاہ خان صاحب نے اپنی ایک چٹھی میں فتحگڈھ کے حالات لکھتے ہوئے تحریر فرمایا تھا کہ ایک سٹیشن پر ایک ہندو لڑکوں اور آریوں کو ایک صندوقچی لئے ہوئے آنیوالے جانیوالے مسافروں سے گائے کے چارہ کے لئے چندہ وصول کرتے دیکھا۔ بعینہٖ اسی قسم کا نظارہ ہم نے بھی لاہور کے اسٹیشن پر دیکھا ایک ہندو لڑکے نے ایک رسید بک ہمارے سامنے بھی پیش کر کے ہندو یتیم خانہ کیلئے چندہ طلب کیا۔ جناب مولانا اکبر شاہ خانصاحب نے مسلمانوں میں اس مستعدی کے فقدان پر افسوس کا اظہار کیا ہے اور لکھا ہے :۔ ”یہ گئو رکھشا کی بڑی پر تاثیر تدبیر ہے اور ہزار اعلی لیکچروں سے بڑھکر اسکا اثر علاوہ کسب زر کے ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ مسافروں میں اسطرح گائے کے متعلق آپس میں گفتگو شروع ہو جاتی ہے اور تھوڑی دیر تک مسافروں میں گئو رکھشا کے خیالات طاقت کیساتھ موجزن ہو جاتے ہیں۔ کاش مسلمانوں میں بھی ایسی باقاعدہ کام کرنیوالی مثالیں نظر آئیں۔“ لیکن سوال تو یہاں یہ ہے کہ مسلمان مانگیں تو کس سے اور کیسے اور مانگنے والا کون ہو۔ خود ہی مولانا کے خطوط ہمیں بتاتے ہیں کہ مسلمانوں سے چندہ طلب کرنا گویا انہیں وعظوں اور بندوبست سے محروم رکھنا ہے۔ اور اسی لئے جیسا کہ اوپر بالتفصیل ذکر ہو چکا ہے۔ انہوں نے اپنے آپکو ان کاموں سے بری الذمہ بھی ٹھہرا لیا ہے۔ تو پھر وہ کون ایسا شخص ہے۔ جو اس کام کو سنبھالے اور ہمیں وہ چندے لے ہمارے خیال میں تو اسکی صرف یہی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ ہمارے مبلغین و واعظین جہاں وعظ کہتے وقت اپنے آپکو روپیہ وغیرہ نہ لینے والے ظاہر کر کے لوگوں کی بدظنی کو اپنے متعلق دور کریں۔ اور انہیں وعظ سنائیں وہیں انکے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا نام بتا کر اسکے اغراض و مقاصد سے لوگوں کو مطلع کرتے رہیں۔ اور انہیں بتلاتے جائیں کہ اس انجمن کو امداد دینا کسقدر ضروری اور لابدی امر ہے۔ اور اشاعت اسلام کا کام کسقدر صرف زر کو چاہتا ہے۔ اور یہ تمام دوسرے کاموں پر مقدم و بہتر ہے اسطرح سے خواہ وہ خود چندہ وصول نہ کریں لیکن لوگ آپ ہی انجمن کو بھیجوانے یا ان سے ویسی امداد کے وعدے لینے کا

مسافر کی تنقید قرآن کا جواب

(سلسلہ اشاعت گذشتہ)

اس بات کا تذکرہ اس آیت میں بھی ہے حضرت ابراہیم کے ساتھ اللہ تعالے نے ایک ملک کا وعدہ کیا تھا

اتٰہ اللّٰہ الملک کے یہی معنے ہیں کہ اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم کو ملک عطا فرمانیکا وعدہ کیا - اتٰا کے معنے دینے کے بھی آتے ہیں اور وعدہ کرنے کے بھی جیسا کہ واذا اٰتیتم سلمتم بالمعروف میں سب مفسرین نے وعدہ کرنے کے معنے ہی کئے ہیں - قرآن کریم میں حضرت ابراہیم کی اولاد کو ملک دئے جانیکا ذکر موجود ہے - چنانچہ فرمایا - ولقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتٰب والحکمۃ و اٰتینٰھم ملکا عظیما یہ ملک جو ان کی اولاد کو دیا گیا - اسکا وعدہ حضرت ابراہیم کے ساتھ فرمایا تھا جو بائبل کتاب پیدائش باب آیت میں ان الفاظ میں مذکور ہے -

"جب ابرام ننانوے برس کا ہوا - تب خداوند ابرام کو نظر آیا - اور اس سے کہا کہ میں خدائے قادر ہوں - تو میرے حضور میں چل اور کامل ہو - اور میں اپنے اور تیرے درمیان عہد کرتا ہوں - کہ میں تجھے نہایت بڑھاؤنگا - تب ابرام منہ کے بل گرا - اور خدا اس سے ہمکلام ہوکر بولا - کہ دیکھ میں جو ہوں - میرا عہد تیرے ساتھ ہے اور تو بہت قوموں کا باپ ہوگا - اور تیرا نام پھر ابرام نہ کہلایا جائیگا - بلکہ تیرا نام ابراہام ہوگا - کیونکہ میں نے تجھے بہت قوموں کا باپ ٹھہرایا - اور میں تجھے بہت برومند کرتا ہوں - اور قومیں تجھ سے پیدا ہونگی اور بادشاہ تجھ سے نکلیں گے - اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کی پشت در پشت کیلئے اپنا عہد جو ہمیشہ کا عہد ہو کرتا ہوں - کہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہونگا - اور میں تجھکو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے - دیتا ہوں - کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو - اور میں اُن کا خدا ہوں گا"

اب اس میں صاف طور پر حضرت ابراہیم کو ایک ملک عطا کئے جانیکا وعدہ ہے - تو آیت مذکورہ میں اسی وعدہ کا ذکر ہے - حضرت ابراہیم کی پیشگوئی پر جسکا اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق انہوں نے دنیا میں اعلان کیا - اور اپنی اولاد کے بڑھنے اور اس میں سے قوموں کے پیدا ہونیکا ذکر کیا - اور اس طرح سے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرنے کی ترغیب دلائی - تاکہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہو - اور فرمایا کہ ربی الذی یحیی ویمیت - دیکھو میرا رب وہ ہے جو ایک مردہ قوم کو زندہ کرتا - اور اجڑے ہوؤں کو بساتا ہے تو اس کے جواب میں اس ملک کے بادشاہ نے یہ دعوے کیا کہ انا احیی وامیت میں بھی تو بستیوں کو بساتا اور اُجاڑتا ہوں - انا احیی وامیت کا دعوی بتلاتا ہے - کہ یہ دعوے کرنیوالا کوئی بادشاہ ہے - کیونکہ کسی بستی یا قوم کو برباد کرنا اور بسانا عام لوگوں کا کام نہیں - اور ماسوا اس کے دوسری جگہ قرآن کریم میں بھی آیا ہے کہ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ - تحقیق بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں - تو اسے اجاڑ دیتے - اور اس کے معزز باشندگان کو ذلیل کر دیتے ہیں - اسی حقیقت کو اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم ع کے بالمقابل پیش کرکے اپنے اس کام کو اللہ تعالے کے احیاء و اماتت کے ساوی ٹھیرایا - اور اس طرح سے حضرت حضرت ابراہیم کی دعوت کو رد کرنا چاہا - لیکن کیا ہی عجیب شان ربی ہے کہ اس کی یہ تردید خود اسی کے گلے کا ہار ہوگئی - اور اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک ایسا لطیف جواب سمجھایا جس نے اسکی ساری شیخی کرکری کر دی - اور بالفاظ قرآن کریم فبھت الذی کفر - وہ بھونچکا سا رہ گیا - معلوم ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ شمس پرست تھا - اور قرآن کریم کے دوسرے مقامات سے جس میں حضرت ابراہیم ع نے مختلف اجرام سماوی کے نام لیکر ھذا ربی کے الفاظ میں استفہام انکاری سے کام لیکر ان کی معبودیت کا بطلان کیا ہے - صراحت کے ساتھ واضح ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے ایک ایسی قوم تھی جو سورج اور چاند وغیرہ کی پرستش کرتی تھی - تو ان کے اسی باطل عقیدہ کو مدنظر رکھکر حضرت ابراہیم ع نے اس بادشاہ کو جواب دیا - اور اپنی اس دلیل کو آگے چلایا کہ اچھا جب تم اس بات کے مدعی ہو کہ تم احیا اور اماتت پر قادر ہو - تو تم نے یہ کہکر اپنے دیوتا سورج پر بھی جسے تم ان کاموں پر قادر سمجھتے ہو - اقتدار جتایا ہے - تو بس میرے رب کی تو سورج پر جو اسکی ایک ادنےٰ مخلوق ہے - یہ حکومت ہے کہ وہ اسے مشرق سے نکالتا ہے - اب تم بھی اپنی اس حکومت کا جس کا تم نے باوجود اسے معبود جاننے کے دعوے کیا ہے ثبوت دو اور اسے مغرب سے تو نکال کے دکھاؤ - اب یہ ایک ایسی دلیل تھی کہ جس کا اس بادشاہ کے پاس کوئی جواب نہ تھا - کیونکہ اب اس کے دیوتا پر زد پڑتی تھی - اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت لطیف پیرایہ سے سمجھا دیا تھا - کہ یہ تم نے اپنے عقیدہ کے خلاف بات کہکر اپنے معبود پر حکومت جتائی ہے اس لئے اس اشارہ سے وہ خود ہی قائل ہوکر بھونچکا سا رہ گیا - اور اس سے کوئی جواب بن نہ آیا - یہ ہے اس آیت کریمہ کا اصل مطلب جو تواریخ اس آیت کے سیاق وسباق اور قرآن کریم کے دوسرے مقامات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے - اب اس سے مسافر کے تمام اعتراضات جو اس نے مفسرین کے قیاسات کو لیکر ان پر کئے ہیں - خود بخود رفع ہو جاتے ہیں - کیونکہ اس سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ حضرت ابراہیم ع کے بالمقابل اس بادشاہ کے انا احیی و امیت کہدینے سے حضرت ابراہیم عاجز نہیں آگئے - جیسا کہ عام مفسرین کا خیال ہے - بلکہ اس کے اسی دعوے کو اس کے عقاید کی رو سے غلط ثابت کیا اور اس کے مسلمات کو پیش فرماکر اس پر حجت تمام کی - اب اس پر مسافر کا یہ کہنا کہ اس کے جواب میں نمرود یہ کہدیتا کہ مہربان سورج کو نہ کوئی لاتا ہے نہ لیجاتا ہے - سورج تو ساکن ہے یا اگر بالفرض محال سورج کو لاتا ہے تو آخر اس کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے - کہ اسے خدا لاتا ہے اور خود بخود حرکت سماوی میں مشغول نہیں ہے سراسر باطل ہے - کیونکہ اصل بحث سورج کا لانا یا لیجانا یا اس کا ساکن یا خود بخود حرکت سماوی میں مشغول ہونا یا نہ ہونا نہیں - بلکہ سوال تو اصل احیاء و اماتت کا تھا جو وہ بادشاہ از روئے عقائد اس کام کا اہل سورج کو سمجھتا تھا - مگر بحث میں اس نے اپنے آپ کو اس کا اہل قرار دیا جس سے اس کے عقائد پر زد پڑتی تھی - اور اسی کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے توجہ دلائی - اس لئے اگر وہ یہ جواب دیتا کہ سورج ساکن ہے اور متحرک نہیں تو بھی وہ زد جو اس کے پہلے اعتراض سے اس کے عقاید پر پڑتی تھی بدستور قائم رہتی - وہ اس بات کا جواب نہ ہوتا کہ اس نے اپنے دیوتا پر بھی اقتدار رکھنے کا دعوی کیا ہے - ہاں یہ ایک الگ بحث ہے کہ آیا سورج ساکن ہے یا متحرک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ جواب دینا کہ ان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب - اس سے کیا مراد ہے - اور اگر اس میں انہوں نے سورج کو حرکت سماوی میں مشغول بتایا ہے تو یہ کہانتک صحیح ہے - اور آیا وہ خود بخود اس حرکت میں مشغول ہے یا اسے خدا لاتا ہے - ان سوالات پر ہم آیندہ اشاعت میں بالتفصیل بحث کرینگے -

ضلع فتحپور کے جنوبی علاقہ میں میرا دورہ اور طوفان باد و باراں کا روح فرسا نظارہ

ضلع فتح پور ہسوہ میں کوڑہ جہان آباد۔ کشمیری پور کھجوہ۔ بندکی۔ رارای۔ چکینڈہی۔ کورائی وغیرہ مواضعات میں ہوتا اور وعظ و تقریر کرتا ہوا پہلا دورہ ختم کرکے میں فتحپور پانچ روز کے بعد واپس آگیا تھا اس پہلے دورہ کے حالات غالباً پیغام صلح یا کسی دوسرے اخبار میں شایع ہو چکے ہونگے۔ اس پہلے دورہ میں مولوی عبدالحق صاحب میرے رفیق سفر تھے۔ فتحپور پہنچکر ان کی والدہ کی سخت علالت کا تار انکے نام آیا اور وہ عازم وطن ہو گئے۔ میں تنہا ۳۰ اگست کو علی الصباح فتحپور سے دوسرے دورہ کے لئے روانہ ہوا۔ بندکی روڈ۔ بندکی روڈ سے بندکی اور بندکی سے کھجوہ ریل اور یکہ پر پہنچا۔ کھجوہ میں نماز ظہر اول وقت ادا کرکے پیدل موضع جگنی کی طرف روانہ ہوا۔ کھجوہ سے جگنی تین میل کے فاصلہ پر ہے اور یقین تھا کہ عصر سے پہلے جگنی پہونچ جاؤنگا۔ لیکن کھجوہ سے نکلتے ہی بارش شروع ہو گئی۔ علاقہ کے نشیبی ہونے اور کوئی سڑک نہ ہونے کے باعث مجھکو کھیتوں۔ میدانوں۔ جھیلوں میں سب جگہہ پانی ہی پانی ملا گھٹنوں سے ذرا نیچے اور کہیں گھٹنوں سے اوپر مسلسل پانی تھا جسکے سبب اس لئے ننگے پاؤں طے کیا کہ کہیں پاؤں پھسلتا تھا۔ اور کہیں چکدار مٹی جوتی کو اس طرح پکڑ لیتی تھی کہ اس کے چھوڑانے میں بڑا زور لگانا پڑتا تھا۔ یہ پانی اور کیچڑ کے تین تین میل بارش کے اندر ظہر سے مغرب تک بمشکل طے ہوئے۔ جگنی پہنچکر تحمل حسین خاں کی چوپال میں ٹھہرا۔ رات کو گاؤں کے پچاس ساٹھ آدمی جمع ہو گئے جو سب کے سب نو مسلم راجپوت تھے۔ میں نے تقریر کی تقریر اور اس کے اثرات کا حال بشرط زندگی بعد میں لکھہ سکونگا۔ اگلے دن صبح کو پرتاب پور کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچتے پر کچھ بارش ہوئی۔ مگر دوپہر کے وقت گاؤں کے قریباً سب سننے اور سمجھنے کے قابل آدمی کسی سے کچھہ نہ لینے والے مولوی کی آمد کی خبر سنکر جمع ہو گئے۔ میں نے وعظ کہا۔ نماز کے لئے وعدے لئے۔ نمازیوں کی برادری قائم کی۔ اور نماز پڑہنے والے کے لئے برادری کی سزا حقہ پانی بند کر دینا سب کے مشورہ سے مقرر ہوا دس پندرہ آدمیوں نے اسی وقت غسل کیا۔ ظہر کی نماز میں ۲۰-۲۵ آدمی اس مسجد میں جمع ہو گئے جس میں کوئی ایک شخص بھی آٹھ آٹھ دن تک نظر نہ آتا تھا۔ سب نے میرے ساتھ نماز پڑہی۔ بارش زیادہ کی اور میں پرتاب پور سے عالم گنج کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں پھر بارش شروع ہو گئی بھیگتا ہوا پہنچا۔ عاشق حسین خاں جو عالم گنج کے نمبردار ہیں بڑی محبت سے پیش آئے۔ ان کے اخلاق اور مہمان نوازی نے میرے کپڑوں کو خشک اور میری کوفت سفر کو رفع کر دیا۔ بارش تھوڑی تھوڑی عشاء کے وقت تک ہوتی رہی۔ مگر بعد مغرب عالم گنج کے مسلمان ایک مسلمان واعظ کی آمد کی خبر سنکر عاشق حسین خاں کی چوپال میں پچاس ساٹھ کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ قریب کے موضع حایال پور سے بھی بعض اشخاص اس تاریک و باراں شب میں آگئے۔ میری تقریر دو تین گھنٹہ تک شوق و توجہ سے سُنی گئی۔ آریہ لوگوں کے خیالات کا جو وہاں کے نو مسلم راجپوتوں میں شائع تھے اچھی طرح ازالہ ہوا۔ اور عالم گنج ہی میں پہلی مرتبہ مجھکو یہ معلوم ہوا کہ نہایت چالاکی سے اس علاقہ کے کسیقدر سمجھدار اور پڑہے لکھے مسلمان راجپوتوں میں کس طرح پھیلایا جاتا ہے جسکی تفصیل کا اس وقت موقعہ نہیں۔ چند زہریلے خیالات سے متاثر اشخاص کا خصوصیت سے کامیاب علاج ہو سکا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ رات کے پچھلے حصہ سے بارش شروع ہوئی۔ اگلے دن ظہر کے وقت بارش کسی قدر ہلکی ہوئی۔ اور میں کہ ضروری باتیں کرنے اور کہیں بخار پیچش و خارش کے مریضوں کو دوا بتانے سے فارغ ہو چکا تھا عالم گنج سے کھونشہ کی طرف روانہ ہوا۔ کھونشہ تک میری رہبری کے لئے منشی عبدالرزاق صاحب جو موضع عالم گنج کے ایک نہایت نیک دل انسان ہیں میرے ہمراہ روانہ ہوئے۔ عالم گنج سے نکلتے ہی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ ہم دونوں کیچڑ اور پانی میں بھگتے پھسلتے اور گرتے پڑتے کھونشہ پہونچے اور اولاد حسین صاحب نمبردار کے دیوانخانہ میں پناہ لی اولاد حسین صاحب جو ایک نوجوان نو مسلم راجپوت ہیں۔ منشی عبدالرزاق صاحب کے بتانے سے واقف ہوئے کہ یہ وہی مولوی ہے جو کسی سے کسی قسم کی مادی امداد قبول نہیں کرتا۔ انہوں نے یہ سنتے ہی بڑے جوش اور شوق اور اصرار سے ہم دونوں کی مہمان نوازی پر آپ کو آمادہ ظاہر کیا۔ گاؤں والوں کے جمع کر دینے کا بھی وعدہ کیا۔ کہ یہی میری سب سے بڑی غرض تھی

. . . .

. . . . مگر تھوڑی ہی دیر بعد یعنی بعد مغرب تک ہی اس موسلا دھار بارش کے نہ رکنے سے ان کے اور انکے بھائیوں کے چہروں سے خوف کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور عشاء تک کئی مکانوں کے دھڑام دھڑام گرنے کی آوازوں نے سب کچھ بھلا دیا یکایک وہ دیوانخانہ جو کھونشہ میں سب سے زیادہ پختہ اور محفوظ مقام تھا ٹپکنے لگا۔ اور رات کے بارہ بجے اس کی چھت سے پانی کا ایک آبشار اندر کے دالان میں گرنا شروع ہوا۔ ساتھ ہی زنانخانہ کا مکان بھی گرنا شروع ہوا۔ تھوڑی دیر میں دیوانخانے کی دیواریں گرنے لگیں گاؤں کے آدمی جن کے مکانات گر چکے تھے۔ آدھی رات کے وقت جن میں سے بعض اپنی گری ہوئی چھتوں کے نیچے سے دبے ہوئے نکل نکل کر آئے تھے آنے شروع ہوئے۔ صرف دو چارپائیوں کی جگہہ بچی ہوئی تھی۔ جن پر ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ ان چارپائیوں کے نیچے بھی پانی کا تالاب موجود تھا۔ عورتیں اور بچے جو بھیگے ہوئے کپڑے پہنے موسلا دھار بارش اور تند ہوائیں روتے چیختے پھر رہے تھے۔ انکی آوازیں سنی اور صورتیں دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اسی موسلا دھار بارش میں صبح کی۔ اور بمشکل اس نہایت وسیع اور شاندار مکان میں نماز فجر ادا کرنے کے لئے ذرا سی جگہہ مل سکی۔ کھونشہ میں سنا کہ قریباً تمام مکان مسمار ہو گئے یا مسمار ہونے والے ہیں۔ ایک گڈریہ اپنی بیوی اور چھوٹے سے بچے کو ہمراہ لئے ہوئے آیا جس کی قریباً پچاس ساٹھ بکریاں دالان میں دبکر مر چکی تھیں یہ تینوں شخص بھی چھت کے نیچے دب گئے تھے لیکن ایک کڑی کے دیوار میں اٹک جانے سے تو غار بن گیا تھا۔ اس میں بچ گئے۔ اور بمشکل نکل آئے تھے۔ ندی جو گاؤں سے بہت فاصلہ پر تھی گاؤں کے ایک محلہ کو بہا کر لے گئی۔ ہم دونوں اسی بارش میں علی الصباح کھونشہ سے روانہ ہو کر عالم گنج کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ راستہ میں کہیں ناف کی برابر کہیں چھاتی سے اوپر پانی کے کئی پرشور نالوں کو (جو ایک دن پہلے نہ تھے) عبور کرتے اور جابجا جھاڑیوں سے کپڑے چاک اور بدن زخمی کرتے ہوئے عالم گنج پہونچے۔ یہاں تمام گاؤں کو مسمار دیکھا۔ عاشق حسین خاں کے مکان تک پہنچنا غیر ممکن تھا۔ جابجا چھتیں اور دیواریں گری ہوئی تھیں۔ کوئی راستہ وغیرہ باقی نہ رہا تھا۔ ہر ایک مکان یا دیوار جو نظر آتی تھی اس کا آدھا یا کم و بیش حصہ گر چکا تھا۔ بارش کی شدت سے دور کی چیز نظر نہ آتی تھی میرے ہمراہی منشی عبدالرزاق صاحب کا مکان ایسی جگہہ تھا۔ جہاں بآسانی پہونچ سکتے تھے مگر اُن کا مکان بہت چھوٹا سا تھا جس میں کسی مہمان کے ٹھیرنے کی گنجایش نہ تھی۔ لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ عبدالرزاق صاحب کے ہمراہ انکے مکان تک پہنچا انکے دروازہ میں جو ہر وقت کی گذرگاہ تھا بمشکل ایک چھوٹی سی چارپائی بچھ سکتی تھی۔ میں وہاں پہنچا ہی تھا کہ معلوم ہوا کہ عاشق حسین کا مکان بھی گر گیا ہے۔ گائے بیل وغیرہ مویشی سب لوگوں نے کھلا چھوڑ دیئے تھے۔ جن میں بعض سردی کی شدت سے ہلاک ہو گئے اور بعض درختوں کے نیچے جہاں جس کے سینگ سمائے اس سخت بارش میں کھڑے بھیگ رہے تھے۔ بعض آدمی جو کھیتوں کی دکھوالی کے لئے باہر تھے وہ بارش اور ہوا کے طوفان سے سردی کھا کر مر گئے

کھیتوں پر آکر رک گئے - اب یکم ستمبر کو جو جمعہ روز ہے آفتاب نظر نہیں آیا ۔ پچھوا ہوا خوب زور سے چل رہی ہے - ۲۹ اگست کی شام سے بارش شروع ہوئی اور اس وقت تک برابر موسلا دھار مینہہ برس رہا ہے ایک منٹ کے لئے بھی بوند نہیں تھمی اور بارش نہیں رکی جس جھونپڑے کے دروازہ میں بیٹھا ہوں وہ بھی ایک طرف سے اب ٹپکنا شروع ہو گیا ہے اور احتمال ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں یہ جائے پناہ بھی بیٹھنے کے قابل نہ رہے - رات بھر اس دروازہ میں بیٹھے چاروں طرف سے دھڑام دھڑام کی اور عورتوں مردوں بچوں کی چیخوں کی آوازیں بارش کے شور میں سنی ہیں، غلہ وغیرہ اور تمام سامان گاؤں والوں کا یا تو بہ گیا ہے یا چھتوں کے گرنے سے دب گیا ہے یا کسی کسی کا باقی ہے تو بھیگ گیا ہے - غرضکہ گاؤں بھر میں شاید چند ہی آدمی ہوں جنہوں نے رات کو کچھ کھایا ہو - اکثر ایسے ہیں جنہوں نے پرسوں سے کچھ نہیں کھایا باپ بیٹے کی اور بیٹا باپ کی تکلیف دیکھتا ہے اور خاموش ہے مصیبت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ اینٹوں کے نیچے دبے یا دبے ہوئے آدمیوں کی چیخیں سننے سے لوگ کسی بیتابی کا اظہار نہیں کرتے - اس گاؤں سے روانہ ہو کر میں آج ہی بند کی روڈ پہونچتا اور وہاں سے ریل میں سوار ہو کر فتحپور - لیکن راستہ ہر چہار طرف سے بند ہے گاؤں کا متصلہ تالاب پر ایسا ابلا ہے کہ ایک عظیم الشان ندی بہ نکلی ہے جس کا پانی نہایت تیزی سے بانسوں کے برابر راستہ بنا کر بہ رہا ہے اور ایک نیم کا ایک اعلی بہت بڑا درخت گر اکر اور بہا کر لے گیا ہے - میں چونکہ تیرنا نہیں جانتا اس لئے اس دریا کو عبور کر کے گاؤں کی سرحد سے باہر نہیں نکل سکتا - بارش زور شور سے ہو رہی ہے - موضع کوروان سے جو یہاں سے چار میل کے فاصلہ پر ہے ابھی ایک آدمی یہاں پہونچا ہے وہ کہتا ہے کہ مکانوں کے اندر آدمی ڈباؤ پانی تھا - گاؤں بالکل بہ گیا نشان تک باقی نہیں رہا - مجھکو یہاں اتفاق سے کاغذ اور قلم دوات مل گیا ہے لہذا میں یہ حالات بیٹھا لکھ رہا ہوں - ابھی ایک عورت روتی ہوئی آئی - اور مجھ سے کہا کہ خدا تعالے سے دعا مانگو اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے دو راتیں مخلوق خدا کی مصیبت اور ہلاکت دیکھ دیکھ کر روتے ہوئے گذری ہیں - دیکھئے اس مصیبت سے نجات ملتی ہے یا نہیں ؟ بہرحال جب تک موقع ملے یہ حالات لکھ رہا ہوں اور کاغذ میں جسقدر گنجائش ہو اسکی کئی نقلیں کرتا ہوں - یا تو یہ کاغذ بھی میرے ساتھ ہی پانی میں گل سڑ کر فنا ہو جائیگا - یا اگر یہاں سے نکلکر بند کی پہونچ سکا - اور بارش رکی تو بند کی پہنچتے ہی وہاں سے ڈاکخانہ سے لفافے لیکر یہ حال احباب کے نام روانہ کر دونگا - اور پھر باقی مفصل حال انشاء اللہ فتحپور پہنچکر لکھونگا - مجھکو اس وقت تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ کھوشاد رعالم گنج میں کس قدر جانوں کا نقصان ہوا - منشی عبدالرزاق صاحب جنہوں نے اپنے گھر میں مجھکو پناہ دیکر بہت بڑا احسان کیا ہے کہتے ہیں کہ اسی طرح بہت سے مواضعات تباہ و برباد ہو چکے ہونگے - اور اکثر بہ گئے ہونگے - بہرحال اس طوفان عظیم کے انجام کی نسبت پیشگوئی نہیں کی جا سکتی - خدا تعالے چاہے تو بچا سکتا ہے -

رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

میرے لئے مغفرت کی دعا کی جائے - اس نکا دش کا پہونچ جانا دلیل اس بات کی ہوگی کہ میں زندہ وسلامت ہوں - ابھی معلوم ہوا کہ ایک شخص تھور نامی اپنے گرتے ہوئے دالان میں سے جسجگہ کچھ نقدی رکھی ہوئی تھی - ہاتھ ڈالکر نکالنا چاہتا تھا - دوسرے لوگوں نے منع بھی کیا کہ ایسی حالت میں جبکہ مکان گر رہا ہے قریب نہ جا مگر وہ نہ مانا - چنانچہ اس نے روپیہ وغیرہ نکالنے کے لئے ہاتھ ڈالا اور انگلی میں سانپ نے کاٹ لیا - فوراً مر گیا اور گھر بھی بعد میں گر گیا - **انا للہ وانا الیہ راجعون** - والسلام مع الاکرام -

راقم - اکبر شاہ خان نجیب آبادی اڈیٹر اخبار پیغام صلح حال مسلم مشنری از موضع عالم گنج ضلع فتحپور ہسوہ - یکم ستمبر - ۱۰½ بجے صبح -

مسئلہ طلاق وخلع

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۷ اگست ۱۹۱۵ء)

اشاعت متذکرہ بالا میں ہم نے اس مسئلہ پر اس پہلو سے روشنی ڈالی تھی کہ نکاح کی علت غائی کو پورا کرنے میں آپس میں رغبت و اتحاد حسن معاشرت اور پاکدامنی و خوش اخلاقی کا ہونا ضروری ہے ورنہ ان اوصاف کا فقدان مرد و عورت کے باہم ملکر رہنے میں خلل ڈالتا ہے - اور اس سے وہ دونوں آرام اور آسایش کی زندگی بسر نہیں کر سکتے - پس ایسی حالت میں ویدک دھرم نے اس بات پر کوئی روشنی نہیں ڈالی - کہ انہیں اس دوزخ سے نکلنے کے لئے کیا کرنا چاہئے - صرف یہ فرض کر لیا کہ چونکہ ان دونوں پر ویدک دھرم نے معاہدہ بیاہ کو بہرحال تمام عمر قائم رکھنے کا فرض عائد کر دیا ہے - اس لئے وہ طوعاً و کرہاً اس شکر رنجی کو پیدا نہ ہونے دینگے - اور باہم ملکر بسر کرینگے صحیح نہیں - جب واقعات اس بات پر شاہد ہیں - کہ ہندوؤں میں بھی مرد و عورت میں سخت شکر رنجیاں واقع ہوتی ہیں اور ویدک دھرم کے سند جنوں کے باوجود وہ بعض اوقات باہم ملکر ساتھ کیساتھ زندگی بسر نہیں کر سکتے - آئے دن ایسے مقدمات عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں - اور ان میں دونوں ایک دوسرے کے خلاف سخت زور لگاتے ہیں - پھر سنتان اتپتی کی غرض کو پورا کرنے کے لئے بھی سوامی دیانند نے جن حالات کے واقع ہونے پر نیوگ کا حکم دیا ہے - اور انقطاع تعلقات کو امر قرار نہیں دیا - ان میں مرد و عورت کا ایکدوسرے سے اجازت لینا ضروری ٹھہرایا ہے - رد یکہ موستیارتھ پرکاش ( ) ہو سکتا ہے - اور ایسا ہونا بہت اغلب امر ہے کہ عورت مرد کو یا مرد عورت کو اس بات کی اجازت نہ دے - تو بتاؤ وہ سنتان اتپتی کی غرض کیونکر اور کیسے پوری ہوگی - پس ظاہر ہے - کہ انسانی زندگی کے بعض خاص حالات اس بات کے متقاضی ہیں - کہ اسے خوشگوار اور امن و آسایش سے معمور کرنے نیز سلسلہ توالد و تناسل کو جائز طور پر قائم رکھنے کے لئے مسئلہ طلاق کو جائز ٹھہرایا جائے - کیونکہ ہم دیکھتے ہیں - کہ اسکے بغیر بعض خاص حالات ہیں -

(۱) آپس کے تعلقات کے ناخوشگوار ہونے اور طبائع کے باہم متنفر ہو جانے کے باعث ایک دوسرے پر ظلم و ستم تک نوبت پہنچتی ہے - اور سخت دکھ اور رنج کی زندگی لاحق ہوتی ہے۔

(۲) اولاد کی پیدایش اور اس کی تربیت میں نقائص واقع ہوتے اور خاندانوں کے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

(۳) بے حیائی - بے غیرتی اور شرمناک جرائم میں ترقی ہوتی اور دنیا سے امن و آسایش اٹھ جاتا ہے۔

آئندہ اشاعت میں ہم اسلامی نقطہ خیال سے اس مسئلہ پر بحث کرینگے - اور بتائینگے کہ اسلام نے طلاق کو کس درجہ پر رکھا ہے - اسکو کس صورت میں جائز قرار دیا ہے - یہ جواز اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسا ہے - اور قرآن کریم نے اس پر کیا کیا پابندیاں عائد کی ہیں ؟

المہدی

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اندرونی تنازعات پر محققانہ طریق نہایت قابلیت کیساتھ بحث کرنیوالا میگزین جو زیر ایڈیٹری حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے وقتاً فوقتاً سلسلہ وار شائع ہوتا ہے - برادران احمدیہ کی خاص توجہ کے قابل ہے - نمبر ۵ جو حقیقۃ النبوۃ کے جواب میں ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مل سکتا ہے - نمبر ۶ بھی چھپکر تیار ہے جو القول الفصل کے جواب پر مشتمل ہے احباب بہت جلد خرید کر فائدہ اٹھائیں -

پس بدلا ہوا عقیدہ - فضیلت جزئی والا عقیدہ ہو سکتا ہے - نہ کہ نبوت جزئی والا عقیدہ۔ پس مطلب حضرت صاحب کا یہ ہے کہ پہلے اپنے امر فضیلت کو جب ظاہر ہوتا تھا - تو میں اپنے اجتہاد سے اس امر فضیلت کو شان والی فضیلت تصور نہیں کرتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی متواتر اور بارش کی طرح وحی نے میرا عقیدہ بدل دیا اور میں اب خیالات میں پر اپنے آپ کو مسیح ناصری سے افضل سمجھتا ہوں بہمہ وجوہ اور بہمہ شان اور اسی کو پہلے میں جزئی فضیلت سے تعبیر کرتا تھا

اب جو عبارت اس جگہ سے شروع ہوتی ہے۔

"اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی - اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا تعالیٰ کی وحی کی اس رسالہ میں بھی لکھی ہیں - ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے - کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالیٰ نے میری نسبت کیا فرماتا ہے - میں خدا تعالیٰ کی تیئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں - میں اسکی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں - الخ (صفحہ ۱۵۰ آخر تک)"

اب اچھی طرح غور اور تامل کرو کہ حضرت صاحب کی عبارت کہ "صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا - اور خدا تعالیٰ کی وحی کی بعض عبارتیں جو میں نے اس رسالہ میں لکھی ہیں" - اس پر حضرت صاحب ایک نتیجہ متفرع فرماتے ہیں - اور وہ یہ ہے کہ ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے - کہ حضرت مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالیٰ نے میری نسبت کیا فرماتا ہے - الخ - اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح ناصری کے مقابل پر اپنی فضیلت کے مسئلہ کو صاف کر رہے ہیں - ورنہ مناسب تو یہ تھا - کہ اس عبارت کے بعد اس طرح پر فرماتے کہ ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا حقیقی اور مستقل نبی ہوں - کیونکہ صریح خطاب نبی کا مجھکو دیا گیا - اور خدا تعالیٰ کی بعض وحیوں نے مجھ پر ثابت کر دیا کہ میرا پہلا عقیدہ جزئی نبوت کا درست نہ تھا - مگر بجائے اس صاف عبارت کے پھر بھی مسیح ناصری سے مقابلہ فضیلت کر رہے ہیں - اور (صفحہ ۱۵۰) کے اخیر تک جسقدر عبارت ہے - وہ سب اس پر دال ہے - اگرچہ میرا مضمون طویل ہو جاویگا - مگر میں ناظرین کرام کی خاطر کہ وہ اس سے بہت فائدہ اٹھاوینگے وہ تمام عبارت حقیقت الوحی کی جو میاں صاحب نے چھوڑ دی ہے اور جو نتیجہ خیز عبارت ہے یہاں پر درج کر دیتا ہوں - اور جس سے امید ہے کہ صاف ثابت ہو جاویگا - کہ حضرت مسیح موعود صرف اسی فضیلت کو مسیح ناصری پر یہاں ثابت کرتے ہیں - اور کچھ نہیں۔

حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۰

میں خدا تعالیٰ کی تیئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں - میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں - جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں - جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں - اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ مسیح ابن مریم آخری خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے - اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں - جو خیر الرسل ہے - اس لئے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے - میں خوب جانتا ہوں - کہ یہ الفاظ میرے ان لوگوں کو گوارا نہ ہونگے - جن کے دلوں میں حضرت مسیح کی محبت پرستش کی حد تک پہونچ گئی ہے - مگر میں ان کی پرواہ نہیں کرتا - میں کیا کروں - کس طرح خدا کے حکم کو چھوڑ سکتا ہوں - اور کس طرح اس روشنی سے جو مجھے دیگئی تاریکی میں آ سکتا ہوں - خلاصہ یہ کہ میرے کلام میں کچھ تناقض نہیں - میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں - جبتک مجھے اس سے علم نہ ہوا - میں یہی کہتا رہا - جو اوائل میں میں نے کہا[1] - اور جب مجھکو اس کی طرف سے علم ہوا - تو میں نے اس کے مخالف کہا - میں انسان ہوں - مجھے علم غیب ہونیکا دعویٰ نہیں - بات یہی ہے - جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے - میں نہیں جانتا - کہ خدا نے ایسا کیوں کیا - ہاں میں اسقدر جانتا ہوں کہ آسمان پر خدا تعالیٰ کی غیرت عیسائیوں کے مقابل پر بڑا جوش مار رہی ہے - انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ السلام کی شان کے مخالف وہ توہین کے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ قریب ہے کہ ان سے آسمان پھٹ جاویں - پس خدا دکھلاتا ہے کہ اس رسول کے ادنے خادم اسرائیلی مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہیں - جس شخص کو اس فقرہ سے غیظ و غضب ہو - اسکو اختیار ہے - کہ وہ اپنے غیظ سے مر جاوے - مگر خدا نے جو چاہا ہے کیا - اور خدا جو چاہتا ہی کرتا ہے - کیا انسان کا مقدور ہے کہ وہ اعتراض کرے کہ ایسا تو نے کیوں کیا - (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

اب اس تسلیم سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود کا اپنی فضیلت از مسیح ناصری کے متعلق اول اور ہی خیال تھا - اور جب کبھی کوئی امر معمولی طور پر فضیلت کا حضرت صاحب پر ظاہر بھی ہوتا - تو حضرت صاحب اسکی تاویل کر دیتے - اور اس کو جزوی فضیلت قرار دیتے - کیونکہ فضیلت کا مسئلہ ایمانیات میں تو داخل نہیں تھا - جس سے مفسدہ عظیم لازم آتا - اور یہ اجتہاد کسی اعتقاد اور ایمانیات کا برباد کن نہیں تھا - برخلاف دوسرے اجتہاد کے جو میاں صاحب کا دعوےٰ ہے - کہ نبوت والا اجتہاد بدل گیا - یہ صریح ظلم عظیم ہے - کیونکہ مسئلہ نبوت پر ایمان اور اعتقاد منحصر ہے - اور اس کے عدم تسلیم سے کفر مطلق بطور نتیجہ انسان پر لازم ہو جاتا ہے - پس کجا فضیلت کے مسئلہ کے متعلق اجتہاد کا تبدیل ہونا - اور کجا مسئلہ نبوت - اور اپنی نبوت کو نہ سمجھنا جو ضروری تھی - اور اسکے نہ ماننے سے کفر لازم آتا تھا۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ افضل الانبیاء تھے - مگر وہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھکو یونس بن متی[1] پر فضیلت نہ دو - مجھکو حضرت موسیٰ علیہ السلام[2] پر فضیلت نہ دو۔

فضیلت کا مسئلہ مفسدہ عظیم کا محل نہیں ہو سکتا مگر نبوت کا مسئلہ تو بڑا عظیم الشان مسئلہ اور ایمانیات کی جزو عقیدہ ہے - نیز یہ امر بھی یاد رہے کہ اعتقادات میں نسخ ہو بھی نہیں سکتا اور اہل سنت کا یہ مذہب ہی نہیں کہ اعتقادات اور ایمانیات میں نسخ ہو سکتا ہے - یہ کس طرح ہو سکتا ہے - کہ ۲۵ سال تک تو ہم ایمان اور اعتقاد رکھیں کہ حضرت صاحب بروزی - ظلی - ناقص اور غیر مستقل نبی ہیں - بعد ازاں ہمکو حکم ہو کہ یہ اعتقاد[3] بدلا دو - اب حقیقی اور مستقل نبی مجھکو مانتے رہو سبحانک هذا بهتان عظیم۔

اور پھر ایسے مجمل بیان ہیں وہ مذکور ہو - کہ میاں صاحب اس کی تفسیر کریں - اور پھر بھی حل لاینحل کی طرح معما ہی رہے۔

(باقی آئندہ)

---

[1] (حقیقۃ الوحی) اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا الخ (صفحہ ۱۴۹ سطر ۲۰-۱) یہ اسی عقیدہ مسئلہ فضیلت مسیح ناصری کی طرف اشارہ ہے۔

[1] قال رسول اللہ صلعم ما ینبغی لعبد ان یقول انی خیر من یونس بن متی (متفق علیہ) و فی روایۃ البخاری قال من قال انا خیر من یونس بن متی فقد کذب

[2] لا تخیرونی علی موسیٰ (الحدیث مشکوۃ)

[3] جن لوگوں نے جناب زاہد صاحب کے اس غلط اجتہاد کو قبول کیا اور مسائل سے پہلے مر گئے وہ نجات پا جاوینگے یا نہ؟

[4] لطف یہ کہ ہم اور میاں صاحب اور تمام اکابر حضرت صاحب کی زندگی میں اور [illegible] اعتقاد بدل گیا اور نہ بدلے ہوئے اعتقاد حضرت میاں صاحب کا اور اکابر قوم احمدیہ کا کبھی اعتقاد ہوا اور نہ [illegible] اور تبدیل شدہ عقیدہ پر [illegible] ہمکو علم حاصل ہو گیا تھا اور بعد ازاں [illegible] اپنا پہلا عقیدہ [illegible] تبدیل کیا تھا۔

حکیم حبیب الدین پرنٹر پبلشر و مینجر کے اہتمام سے حمیدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

قرنا - جن کے دلوں میں وہ اپنی آواز پھونکتا ہے یہی محاورہ پہلی کتابوں میں بھی آیا ہے کہ خدا کے نبیوں کو خدا کی قرنا قرار دیا گیا ہے یعنے جیسے قرنا بجانے والا قرنا میں اپنی آواز پھونکتا ہے اسیطرح خدا اُن کے دلوں میں آواز پھونکتا ہے" (چشمہ معرفت صفحہ ...) ۔

کہ یہ ایک بات کو دوسری بات سے مطابقت کرنا نہیں جانتے چشمہ معرفت میں دوسرے حوالے بھی موجود ہیں جنکے حوالے بہت سے ہم اپنی تقریروں میں دیکھتے ہیں۔ "قرنا" ان معنوں میں پہلے آپکو کہا کہ خدا جن کے دلوں میں اپنی آواز پھونکتا ہے وہ اُسکی قرنا ہوتے ہیں تو جیسطرح اپنے آپ کو یہاں انبیا میں داخل کیا ہے اسیطرح ہر دوسرے مجددین کو انبیا کے گروہ میں داخل کیا ہے۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ آپکی نبوت حقیقی تھی مجازی نہ تھی "ضرورۃ الامام" کو پڑھکر دیکھو تو وہاں ہر رسول نبی اور مجدد اور محدث کو امام الزمان کہا ہے اور یہ حدیث من لم یعرف امام زمانہ کو پیش کیا ہے لیکن پھر اسی حدیث کو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۷ پر امام الزمان کی نسبت لکھکر امام الزمان کو یعنی نبی لکھا ہے۔ پس اگر اپنے آپکو انبیاء میں داخل کیا ہے تو اسیطرح سے دوسرے مجددین کو بھی داخل کیا ہے۔ اگر اپنے آپکو کسی وجہ پر کسی دوسرے گروہ انبیاء میں شامل کیا ہے تو صراط الذین انعمت علیھم کی تفسیر میں من یطع اللہ والرسول - اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین بیان کرتے امت محمدیہ کے سارے منعم علیہم گروہ کو انبیاء کے گروہ میں شامل کیا ہے پھر محدث کو بھی کئی باتوں میں جیسے کہ ہم پہلو بیان کیا ہے تو اس قسم کے اشتراک ہمیشہ من وجہ ہوتے ہیں نہ من کل الوجوہ اور پھر وہاں "قرنا" کے معنے یہ کرتے ہیں۔ جن کے دلوں میں وہ اپنی آواز پھونکتا ہے"۔ تو کیا مجددوں کے دلوں میں اولیاء کے دلوں میں اپنی آواز نہیں پھونکتا؟ اور وہ معاذ اللہ یونہی کہنے لگتے ہیں کہ خدا نے ہمارے دل میں اپنی یہ آواز پھونکی ہے ۔

(۷) بروزی نبی کا نبی بھی ہوسکتا ہے اور غیر نبی بھی۔ اگر نبی نبی کا بروز ہو تو اس سے اس نبی کا بروزی نبی ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ حضرت صاحب نے کسی گذشتہ نبی کو بروزی نبی یا ظلی نبی نہیں کہا اور ہرگز نہیں کہا۔ کیونکہ بروز میں صرف ایک صفت ہی ظاہر ہوا کرتی ہے نہ کل صفات اسی لئے بروزی نبی جزوی نبی ہوتا ہے نہ کامل نبی اور جن انبیاء کا قرآن میں ذکر ہے اور جو نبوت کی شرائط اور لوازم قرآن میں بیان کئے گئے ہیں اُسکے رُو سے وہ سب انبیاء کامل نبی تھے اور اُن کو بروزی نبی کہنا یا مجازی نبی کہنا کفر ہے۔ اسلئے میں دوبارہ آپکو اسکی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ہر ایک قانون میں کچھ اصطلاحات ہوتی ہیں جن کے معنے خود واضعان قانون شروع میں یا اخیر میں بیان کردیا کرتے ہیں۔ ان اصطلاحات کے ان معانی سے باہر جانا خلاف منشاء قانون ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے جب دعوی مسیح موعود کیا تو ساتھ ہی اپنے لئے ایک قسم کی نبوت کا ادعا کیا اور نبوت کی دو تقسیمیں کرکے کامل نبوت کا دروازہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ کے لئے مسدود اور جزئی نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے اس اُمت میں کھلا بتلایا۔ اپنے لئے جزئی نبوت کا اقرار اور کامل نبوت کا انکار کیا اور اپنی نبوت کی تشریح یوں کردی کہ میں یعنی نبی کہلاتا ہوں مگر امتی اور ان معنوں میں کہ جن میں باقی امتی نبی کہلائے (دیکھو الوصیت صفحہ نمبر ۱۱) یہی بات حضرت صاحب برابر ۲۳ سال تک کہتے رہے حالانکہ اسکا ایک دفعہ بھی لکھدینا کافی تھا۔ پس آخری تحریروں میں یا ابتدائی تحریروں میں جہاں ہم لفظ نبی پائینگے ہم آپ کے بتلائے ہوئے معنوں کے رُو سے مجبور ہیں کہ اس لفظ نبی کو اس تعریف کے ماتحت سمجھکر جزئی نبی اس سے مرادلیں اور اس مد سے باہر نہ جائیں جو شخص اسکے خلاف کہتا ہے اُسکو تین باتوں میں سے ایک بات ثابت کرنی چاہئے ۔

اوّل - حضرت صاحب نے کہیں لکھا ہو کہ پہلے جو میں نے جزئی اور کامل دو قسم کی نبوت کہی تھی وہ غلط ہے - نبوت صرف ایک ہی قسم ہے ۔

دوم - یا تقسیم تو صحیح ہے مگر کامل نبوت ختم نہیں ہوئی وہ بھی چلتی ہے اور جزئی بھی۔

سوم - یا نبوت دو ہی قسم ہے کامل نبوت بند اور جزئی کھلی ہے مگر میں ایسا بےنظیر نبی ہوں کہ جسکی نظیر نہ کسی پہلے نبی میں پائی جاتی ہے اور نہ آیندہ اس کی نظیر ہوسکتی ہے یا یہ لفظ کہے ہوں کہ میں مستثنیٰ ہوں میری نبوت کامل ہے یا میری نبوت جزئی نہیں ۔

جب تک ان تین باتوں میں سے ایک بات ایسے کھلے اور واضح اور صاف الفاظ میں حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے ثابت نہ کرائی جائے اُسوقت تک یہ ماننا پڑیگا کہ خواہ ایک لاکھ مرتبہ بھی نبی کا لفظ حضرت نے استعمال کیا انہی معنوں میں استعمال کیا ۔

(۸) - ایک سوال یہ ہے کہ آیا حضرت مرزا صاحب کا تابع عام اصول ہیں یا کہ مستثنیٰ ہے یا عام اصول کے ماتحت ہے تو تیرہ سو سال تک آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نے انوار روحانیہ کامل اتباع سے حاصل کئے یا نہ کئے یا ایک کامل پیروی آنحضرت صلعم کا نہیں تھا اور پھر ایک کامل پیرو حضرت مرزا صاحب کی پیروی سے پیدا ہونگے۔ اسطرح خاتم النبیین حضرت مرزا صاحب ہوئے پھر اگر عام اصول ہے تو حضرت مرزا صاحب کی خصوصیت کہاں گئی حدیث میں تو نبی اللہ کا لفظ نہ پہلے نہ بعد اور کسی کے لئے آیا ہی نہیں۔ اگر ایک مستثنیٰ ہے تو یہ خود باطل ہے کیونکہ خدا کے کام اصول اور قوانین کے ماتحت ہوتے ہیں ۔

{ ہمارے آقا و محسن حضرت امیر سیدنا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کا ایک مکتوب حال ہی میں مجھے ملا ہے جو آپنے ایک سائل کے جواب میں لکھا اُسمیں چند باتیں حاشیہ میں لکھتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ اس مسئلہ (نبوۃ مسیح موعود) کو حل کرنے کا اصول کیا ہونا چاہئے وھو ھذا }

[1] اخویم حبی فی اللہ ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - آپکا خط پہنچا ...... میں ایک اصول آپکو بتاتا ہوں جس سے اُس کے تمام امور میں انسان کے سامنے ایک سہل راہ نکل آتی ہے - دُنیا میں کسی شخص کا کلام متشابہات سے خالی نہیں ہوتا - حتی کہ خود قرآن کریم کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات - اب اُم اصل کو کہتے ہیں تو متشابہات کو محکمات کے ماتحت کرنے یہ معنی ہیں کہ جن امور میں تشابہ واقع ہوا نہیں کسی اصل کے ماتحت کرو - بات آسان ہوجاتی ہے - جو باتیں ایک اصول کے رنگ میں سچی نہ ہوں اتنی ہی بات ان کے بطلان کیلئے کافی ہوتی ہے .... میاں صاحب غلط عقائد کی ترویج کرتے ہیں - اور لوگ کو غلطی میں ڈالتے ہیں پھر ..... میاں صاحب تو مرشد بنتے ہیں اور مرشد بھی ایسے کہ غیر مامور ہوکر مامور کے برابر جو کچھ ان کے منہ سے نکل جائے وہی اُنکے مریدوں کا مذہب ہونا چاہئے - بس کوئی دلیل نہیں - کوئی قرآن و حدیث کا فیصلہ نہیں - میاں صاحب کے مُنہ سے نکلنا کافی ہے - کیا ایک شخص بھی ساری جماعت میں ہے جو خدا کی قسم کھاکر کہہ سکے کہ میاں صاحب کی تحریر کے نکلنے سے پہلے میرے کبھی وہم وگمان میں بھی تھا کہ حضرت مسیح موعود کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں دربارہ نبوت منسوخ ہیں - اس ایک ہی بات پر فیصلہ ہوسکتا ہے - کوئی شخص خدا کی قسم کھاکر کہدے کہ اُسکا یہی خیال حضرت مسیح موعود کی زندگی میں تھا اور ۱۹۰۱ء میں غلطی کا ازالہ نکلنے پر اُسنے فی الفور سمجھ لیا اور یقین کرلیا تھا کہ سابقہ تحریریں حضرت صاحب کی منسوخ اور نبوت کے مسئلہ میں آیندہ ناقابل سند ہونگی ..... مولوی عمرالدین ہی قسم کھائیں کہ اُن کا عقیدہ حضرت صاحب کی کتب کے منسوخ ہونیکا پہلے بھی تھا - یا قسم کھائیں کہ حضرت صاحب کی زندگی میں وہ حضرت صاحب کو حقیقی اور کامل نبی اور کل غیراحمدیوں کو کافر سمجھتے تھے .... ایک اور بات نبوت کے بارے میں کہنی چاہتا ہوں - وہاں بھی پہلے ایک اصول قائم کیجئے - ورنہ عیسائیوں نے اگر انسان کو خدا بنا لیا تو ہمارے احباب کا جزوی اور مجازی نبی کو کامل اور حقیقی نبی بنا لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے - آخر عیسائیوں کو جس بات سے ٹھوکر لگی میرا تو یہ کہہ دینا چاہئے یا نہیں عیسائیوں کو ٹھوکر تو اسیات سے لگی کہ مسیح کی شان میں جو پیشگوئیاں اُنہوں نے قرار دیں اُن میں خود اللہ تعالیٰ کے ظہور فرمانے کا ذکر ہے اور مسیح کے اپنے کلام میں بھی کچھ ایسے لفظ پائے جاتے ہیں کہ اُسنے اپنے آپ کو ابن اللہ کہا (ان پیشگوئیوں کو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سمجھتا ہوں) - اب اس ٹھوکر کا علاج یہ تھا کہ وہ اصول پر نظر کرتے - کیا انسان خدا ہوسکتا ہے ؟ یا کیا خدا انسان کا جامہ پہنا کرتا ہے ؟ مگر اصول کو ترک کیا اور متشابہات و نصوص میں پڑکر اپنے آپ کو تباہ کرلیا - حالانکہ مسیح کا ایک ہی قول اُنکی ساری غلطی کا ازالہ کرتا تھا کہ جب یہ اعتراض ہوا کہ تو ابن اللہ اپنے آپکو کہتا ہے تو اُسنے جواب دیا کہ تمہارے بڑے تو خدا بھی کہلائے جس سے مراد تھی کہ یہ مجاز ہے حقیقت نہیں - مگر کسی نے پرواہ نہ کی - اس مجاز کی تاویل اگر آج میاں صاحب نے کرلی ہے تو اس سے پہلے بھی لوگ کرچکے ہیں مگر کوئی تاویل کر دے مجاز کو حقیقت بنانیوالا خود بھی دھوکے میں ہے اور دُنیا کو بھی دھوکہ دیتا - جسطرح مسیح کا ایک قول کافی تھا اسیطرح ہمارے مسیح موعود کا بھی ایک ہی قول کافی ہے سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ - مگر خدا کا خوف ہو تو یہ کافی ہے - ورنہ جو کوئی چاہے تاویل کرلے - اسکے معنے یہ کرنا کہ اس سے مراد غیر تشریعی نبی ہے کسقدر ظلم عظیم ہے کیا حضرت مسیح موعود کی ساری تحریروں میں ان نبیوں کے متعلق جو میاں صاحب کے قول کے مطابق غیر تشریعی تھے (اور غالباً انکی رائے میں حضرت موسیٰ کے سوائے کل ہی ایسے تھے) - کہیں حضرت صاحب نے یہ لکھا ہے کہ وہ بھی مجازی طور پر نبی تھے حقیقی طور پر یا اُن سب کو بار بار حقیقی نبی لکھا ہے - پھر کیوں مریدوں کی آنکھ میں خاک ڈالتے ہیں - خیر اسبات کو چھوڑکر اصل بات جو عیسائیوں کی ساری خصوصیات مسیح کا جواب ہے خواہ اُن کا ذکر قرآن میں ہو خواہ توریت و انجیل میں بھی اصــول یہ ہے کہ انسان خدا اور خدا انسان نہیں ہوسکتا - تو گویا خصوصیات اور متشابہات سے غلطی میں پڑنے سے انسان تب ہی بچ سکتا ہے کہ جب پہلے وہ ایک اصول قائم کرے - اور اس اصول کے ماتحت ساری خصوصیات اور متشابہات کو کرے - اب یہاں ہمارے سامنے بھی کچھ خصوصیات حضرت مسیح موعود کی ہیں جو انکو دیگر مجددین پر فائق ہیں کچھ آپ کے کلام میں متشابہات ہیں اُن کا ایک ایک کا فیصلہ کرنا غلطی میں ڈال سکتا ہے - پہلے اصول قائم کرو اور وہ اسبات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے یا نہیں - اگر ہے تو پہلے کی طرح یا کسی خاص رنگ میں - اسکا جواب ہمارے میاں صاحب دیتے ہیں - نبوت تو پہلے کی طرح ہی جاری ہے - مگر فرق صرف اسقدر ہے اب آنحضرت کے واسطے سے ملتی ہے پہلے براہ راست ملا کرتی تھی یعنی اب اکتسابی ہے پہلے وہبی تھی - ورنہ وہی نبوت اب بھی ملتی ہے جو پہلے ملتی تھی - نفس نبوت میں کچھ فرق نہیں - اور اسکے لئے میاں صاحب کو نبوت کی ایک نئی تعریف کرنی پڑی کہ مبشرات عین نبوت ہیں - کسی چیز کی تعریف وہ ہوتی ہے جو اسکے سب افراد پر حاوی ہو - اب ہم میاں صاحب کا قول ... حدیث پر ... جسکی صحت کو ... پہلی اور ... آخری

حصہ سوم

حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم اور حضرت مرزا صاحب کا درجہ یعنی مسئلہ فضیلت

فضیلت کا سوال نبوت کے سوال کو حل نہیں کر سکتا۔ کیا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت ابوبکر بعض نبیوں سے افضل ہیں تو حضرت ابوبکر کی نبوت بھی ثابت ہو جائیگی۔ اس امت کو بعض جزوی فضیلتیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں مگر ان فضائل سے وہ نبی نہیں بنجاتے۔ نبوت کا معاملہ بالکل علیحدہ ہے اور آخر ہم کو یہ ماننا پڑیگا کہ جو بھی فضیلتیں اس امت کے خلفاء کو اللہ تعالیٰ نے دی ہیں وہ سب جزوی فضائل میں یہی وجہ ہے کہ کلی فضیلت کا لفظ حضرت صاحب کی ساری تحریروں میں نبیوں کی نسبت نہیں پایا جاتا۔ فضیلت کے سوال پر تین باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اول حقیقۃ الوحی میں جہاں اس سوال کو چھیڑا ہے وہاں اوائل کا عقیدہ ان الفاظ میں لکھا ہے "اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے"۔ اب اس بات کا فیصلہ آسان ہے کہ یہ زمانہ کونسا ہے کیا کوئی احمدی ہو کر یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ مسیح ابن مریم سے کوئی نسبت نہ ہونیوالا زمانہ وہ ہے جب آپ مسیح کے مقام پر کھڑے کئے جا چکے تھے یعنی مسیح موعود کا دعویٰ کر چکے تھے حالانکہ الہام بھی مسیح سے نسبت دینے کا ہو چکا تھا جو یہ ہے۔ "انت اشد مناسبۃ بعیسی ابن مریم واشبہ الناس بہ خلقا وخلقا وزمانا" (ازالہ اوہام طبع ثانی صفحہ ۶۲) یہ الہام اور مسیح کے مقام پر کھڑا کیا جانا خود ہی بتاتا ہے کہ نسبت نہ سمجھنے والا زمانہ گذر چکا اور اگر کسی کو شک ہو تو وہ اس الہامی قصیدہ کے دو شعر پڑھ لے۔ "غیوری فدا البشر کردہ مرا" "اور عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بمنبرم"۔ یہ ایک محض لغو اور بیہودہ بات ہے کہ ۱۹۰۱ء تک یا تریاق القلوب کے زمانہ تک اپنے آپ کو مسیح ابن مریم سے کوئی نسبت ہی نہ سمجھتے تھے۔ حالانکہ علاوہ دعویٰ مسیح موعود کے اسی تریاق القلوب میں اپنے آپکو پہلے مسیح کی نسبت آدم کا اکمل اور اتم بروز کہا ہے۔ پس اوائل کا عقیدہ وہی ہے جب ابھی آپ مسیحیت کے منصب پر کھڑے نہیں کئے گئے تھے۔ دوسری بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ حضرت صاحب کی ساری تحریروں میں **کلی فضیلت** کا لفظ نہیں پایا جاتا یعنی مسیح عیسیٰ پر کلی فضیلت کا دعویٰ کبھی نہیں کیا۔ ہاں تمام شان میں بڑھ کر ہونا لکھا ہے۔ مگر ان کی بھی وجوہ تمام شانوں میں ہے۔ شان میں بڑھ کر ہونیکا لفظ نہیں ہے۔ اور اس تمام شان کی تشریح تو خود تریاق القلوب میں کر دی جہاں تمام شان میں بڑھ کر ہونے سے پہلے بھی بڑھ کر یہ فقرہ لکھا کہ مسیح سے اکمل اور اتم بروز ہوں۔ پس اگر بعد میں تمام کہا تو تریاق القلوب میں تو اتم کہا ہے اور باوجود اتم کے وہیں لکھا کہ اس سے بھی مراد جزئی فضیلت ہے۔ دونوں باتوں کے عقیدوں میں فرق صرف اسقدر ہے کہ پہلے مسیح ابن مریم سے کوئی نسبت اپنی نہیں سمجھتے تھے بعد میں اپنے آپ کو اسکے ہم مرتبہ یا اس سے اتم اور اکمل کہتے رہے۔ یا اپنی فضیلت کو جزئی فضیلت کہا ہے پھر اسی سے بڑھ کر یہ کہ دافع البلا کے بعد ستمبر ۱۹۰۲ء میں خطبہ الہامیہ شائع کیا جسکے شروع میں ایک دو ورقہ خالص عربی کا لگا ہوا ہے اسکے آخری صفحہ کے حاشیہ پر یہ لفظ ہیں کہ میں مسیح سے اکمل اور اتم ہوں فی بعض شیونہ یعنی بعض شانوں میں اور اسپر تاریخ ۲۵ اگست ۱۹۰۱ء ہے۔ پھر مئی ۱۹۰۲ء میں یعنی دافع البلا کے شائع ہونے سے ایک ماہ بعد ماہوار رسالہ "مذاہب عالم پر نظر" میں آپ ایک مضمون عصمت انبیاء پر لکھتے ہیں اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مسیح پر میری جزئی فضیلت ہے جیسا فرمایا:۔

"جب تورات کتاب استثنا کے وعدہ کے مطابق دنیا میں مثیل موسیٰ آیا یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا نے اسکے بعد بھی جب چودھویں صدی پہنچی تو پہلے مسیح کے مانند ایک مسیح پیدا کیا اور وہ میں ہوں۔ اور جس طرح مثیل موسیٰ بہت سی باتوں میں موسیٰ سے بڑھ کر ہے ایسا ہی مثیل عیسیٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر ہے اور یہ **جزئی فضیلت** ہے جو خدا جسکو چاہتا ہے دیتا ہے۔"
(رسالہ ذیلہ ہو ریویو آف ریلیجنز جلد ا نمبر ۵ صفحہ ۲۰۵)

میں تمام شان سے مراد صرف کامیابی اور اسلام کی شان و شوکت ہے کہ اس میں ایسے انسان پیدا ہوتے ہیں جو غلام احمد ہو کر بھی وجہ خدا کی عظمت اور شان اور جلال کو دنیا میں از سر نو قائم کر دیتے ہیں اسی لئے حقیقۃ الوحی میں بھی یہ لفظ ہیں کہ اپنے کارناموں کے لحاظ سے مجھے اس مسیح سے بڑھ کر بنایا پھر حقیقۃ الوحی میں یہ لفظ ہیں۔ "پس خدا دکھلاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ خادم اسرائیلی مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہیں"۔ یہاں تو ادنیٰ خادموں کی فضیلت مسیح پر ہے اگر نبوت کے لحاظ سے فضیلت ہوتی تو یوں کہتے کہ اس امت کا نبی میں ہوں اسلئے بڑھ کر ہوں۔ ادنیٰ خادموں میں تو دوسرے لوگ بھی شامل ہیں۔ اسلئے ایک جگہ یہ بھی کہا کہ میں صرف نبی نہیں ہوں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی بھی

صرف نبی کہتے ہیں کیا وہ اس سیاست ہدایت کی خلاف ورزی نہیں کر رہے؟ اور ازالہ اوہام میں صاف لکھ دیا کہ جو امتی ہو وہ کامل طور پر نبی بھی ہو ہی نہیں سکتا۔ (اور اس قول کا رجوع حضرت کا ثابت نہیں)۔ پس کچھ بھی کریں مسیح موعود کی کامل نبوت کا ایک ذرہ بھر ثبوت ان لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ فضیلت کے متعلق دو باتیں میں نے یہاں لکھی ہیں ایک یہ کہ فضیلت کا یا ہمسری کا دعویٰ شروع سے چلتا ہے۔ الہامی قصیدہ میں "غیوری فدا البشر کردہ مرا" ہے جو ۱۸۹۱ء میں ازالہ اوہام میں چھپا ہے پس اگر ہمسری اور ہمسر ہونا موجب کفر ہے تو نبوت میں بھی اسوقت ہم ہونا چاہئے تھا لازماً ماننا پڑیگا کہ ہمسری بعض وجوہ میں ہے۔ نبوت میں ہمسری نہیں۔ پس جہاں افضل لکھا ہے وہاں بھی مراد افضل بعض وجوہ سے ہے نبوت میں افضلیت نہیں اور درحقیقت اسی بات کو تریاق القلوب میں حل کیا ہے یعنی پہلے اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ سے افضل کہا پھر اسکی تشریح کی ہے کہ ہمہ وجوہ یہ فضیلت نہیں اور ستمبر ۱۹۰۲ء میں خطبہ الہامیہ کے ایک عربی دو ورقہ اشتہار میں (جو ۲۵ اگست ۱۹۰۱ء کا ہے) یہ لکھا ہے کہ فی بعض شیونہ۔ فضیلت ہے یعنی بعض شانوں میں فضیلت ہے۔ بعد ازاں ریویو آف ریلیجنز میں جو مئی ۱۹۰۲ء میں آپکا مضمون چھپا (جو دافع البلاء کے بعد کا ہے) پھر لکھا ہے کہ مثیل عیسیٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر ہے اور یہ جزئی فضیلت ہے جسکو خدا چاہتا ہے دیتا ہے پس جہاں لفظ تمام شان کا لکھا ہے وہاں مراد کارناموں سے ہے یعنی اپنے سارے کارناموں کے لحاظ سے محمدی مسیح عیسوی مسیح سے افضل ہے۔ پھر دافع البلا میں جہاں تمام شان کا لفظ آیا ہے وہیں خضر کی موسیٰ پر فضیلت کا ذکر ہے حالانکہ وہ فضیلت بہمہ وجوہ نہیں بلکہ ایک خاص وجہ سے ہے اور اگر یہ مانا جائے کہ یہ فضیلت بحیثیت نبوت بھی ہے تو پھر تو ظاہر ہے کہ مسیح کو نبوت براہ راست ملی حضرت صاحب کو نہیں ملی مسیح کو ایک کتاب ملی جسنے ایک شریعت کی تکمیل کی حضرت صاحب کو ایسی کتاب نہیں ملی تو فضیلت کہاں ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ نبوت براہ راست ملنا فضیلت نہیں تو خود محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت براہ راست ملی پھر ایک کتاب ملی جو شریعت کی تکمیل کرتی ہے ملنا بھی فضیلت ہے۔ اب ان واقعات کا کیونکر انکار کیا جائے کیا شریعت کا ملنا یا شریعت کی تکمیل کے منصب کا ملنا کوئی فضیلت نہیں پس بحیثیت نبوت کے مسیح موعود کو پہلے مسیح پر فضیلت نہیں ہاں باقی امور میں ہے یعنی کامیابی اور کارناموں میں۔ غرض یاد رکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ افضلیت بحیثیت نبوت کا دعویٰ کہیں نہیں ہے۔ علاوہ ازیں مواہب الرحمن صفحہ ۶۴ و ۶۵ پر جہاں اپنے عقائد کا ذکر ہے وہاں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اولیاء سے مکالمہ کرتا ہے مگر وہ نبی نہیں ہوتے۔ کیونکہ شریعت اب محتاج تکمیل نہیں ہے یہ کتاب ۱۹۰۳ء کی ہے پس صاف الفاظ میں نبی ہونے سے انکار ہے۔

فضیلت کے متعلق سوال تریاق القلوب اور بعد کی کتابوں میں اختلاف کا تھا اسلئے یہ کہا جاتا ہے کہ جواب میں بھی یہی اختلاف مدنظر ہوگا۔ مگر یہ صحیح نہیں بعینہٖ اسی قسم کا سوال کہ اسکی بنیا د بھی تریاق القلوب اور بعد کی تحریروں پر ہے صفحہ ۱۹۳ حقیقۃ الوحی پر دربارہ کفر ہے وہاں کے جواب میں حضرت صاحب نے کوئی اختلاف اپنے دعویٰ کے بعد نہیں مانا۔ حالانکہ اگر یہ کہا جائے کہ فضیلت کے سوال سے نبوت کا دعویٰ پیدا ہوتا ہے تو نبوت سے کفر ثابت ہوتا ہے پس چاہئے تھا کہ وہاں بھی مانتے کہ پہلے میرا عقیدہ یہی تھا کہ میرے منکر کافر نہیں لیکن اب عقیدہ بدل گیا ہے درحقیقت دونوں جگہ حضرت صاحب نے کسی تبدیلی کو تسلیم نہیں کیا سوائے اس تبدیلی کے جو دعویٰ سے پیدا ہوئی جب فضیلت سے نبوت کی بحث کیجاتی ہے اور نبوت میں تبدیلی تسلیم کیجاتی ہے تو کفر میں کیوں تبدیلی کا ذکر حضرت صاحب نے نہیں کیا۔ بلکہ ایسا جواب دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع سے ایک ہی عقیدہ رہا ہے یعنی تاریخ دعویٰ سے۔ پس جب عقیدہ کفر میں تبدیلی تسلیم نہیں کی تو عقیدہ نبوت میں تبدیلی محض ایک ذہنی بات ہے جسکا وجود سوائے حقیقۃ الوحی کے اس سوال کے کچھ نہیں مگر دونوں سوالوں کی یکسان نوعیت نے بتلا دیا کہ حضرت صاحب دعویٰ کے بعد کسی تبدیلی کو تسلیم نہیں کرتے اور فضیلت والے سوال کے جواب میں جو "اوائل" کے کسی عقیدہ کا ذکر ہے اس سے مراد دعویٰ سے پہلے ہی ہے جیسا کہ سارے واقعات اور خود لفظ اوائل کا استعمال اسکا مؤید ہے ورنہ ۱۹۰۶ء میں لکھتا ہوا کوئی شخص پانچ سال پہلے کی بات کو یعنی ۱۹۰۱ء کی بات کو اوائل نہیں کہتا۔ اب واقعات کی شہادت لو سوال تو اصل فضیلت کا ہے اور اسکے بارے میں یعنی فضیلت کے بارے میں جواب میں صرف ذیل کے لفظ ہیں۔ "اسلئے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۱) اور یہ لفظ بعینہٖ وہی ہیں جو آپ نے سراج منیر میں استعمال کئے جو ۱۸۹۷ء کی تحریر ہے۔ "اور یہ سچ ہے کہ میں خدا کا فضل اپنے پر مسیح سے کم نہیں دیکھتا"۔ پس ۱۸۹۷ء کے وہی لفظ ہیں جو ۱۹۰۶ء کے ہیں اور تبدیلی اس اشارہ میں کوئی نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں جواب شروع کرتے وقت آپنے یوں تحریر فرمایا ہے۔ "اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے" یہ اب غور طلب ہے کہ یہ نسبت کب قائم ہوئی جب تک اپنے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ نہیں کیا اسوقت تک واقعی کوئی نسبت نہیں تھی جب دعویٰ کر دیا تو ہمسری کا دعویٰ تو خود اسکے اندر آ گیا۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے الہامی قصیدہ میں لکھا ہے۔ "غیوری فدا البشر کردہ مرا" ۔ یہ اور الہام انت اشد مناسبۃ بعیسیٰ ابن مریم اسطرح افضل ہونیکا دعویٰ بھی ... ہمسر اور اکمل ہونا شامل ہے۔

ازالہ اوہام میں موجود ہے جیسا کہ الہامی قصیدہ کا یہ شعر "عیسےٰ کجا است تا بنہد پا بہ منبرم"۔ اور ازالہ اوہام میں ناصری کے نمونہ پر اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ (یعنی تو) بندگان خدا کو بہت صاف کر رہا ہے اس سے زیادہ کہ کبھی جسمانی بیماریوں کو صاف کیا گیا ہو"۔ ازالہ اوہام طبع دوم صفحہ ۲۲۱۔ اسیطرح ازالہ اوہام کے اِس فقرے سے پہلے ہی صفحہ پر کہ "میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح عیسےٰ کے ہاتھ سے زندہ ہونیوالے مرگئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئیگا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہ مریگا"۔ پھر ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۱۵۵ پر ہے "اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت عیسےٰ بن مریم سے کم نہ رہتا"۔ اسیطرح سراج منیر صفحہ ۴ پر لکھا ہے "یہ سچ ہے کہ میں خدا کا فضل اپنے پر مسیح سے کم نہیں سمجھتا مگر یہ کفر نہیں یہ خدا کی نعمت کا شکر ہے تم خدا کے اسرار کو نہیں سمجھتے اسلئے کفر سمجھ ہو اسکو کیا کہو گے جو کہہ گیا ہو افضل من بعض الانبیاء"۔ پھر اشتہار مستیقناً بوحی اللہ لفتحہا کے صفحہ ۴ اور کتاب البریہ صفحہ ۹ پر بھی ایسا ہی لکھا ہے اس کم نہ رہنے ہمسری اور افضل ہونے میں اگر یوں ترتیب ہوتی کہ پہلے آپ کہتے "میں کم نہیں" پھر کہتے "ہمسر ہوں"۔ پھر کہتے "افضل ہوں" تو کوئی تبدیلی سمجھی جاتی مگر وہی لفظ کم نہ رہنے کا جو حقیقۃ الوحی میں ہے وہی سراج منیر میں ہے اور ہمسری اور فضیلت کا دعویٰ شروع دعوی سے موجود ہے پس درحقیقت یہ سب لفظ ایک ہی معنی میں استعمال کئے ہیں بلکہ تریاق القلوب میں اپنے آپ کو اکمل اور اتم کہا ہے (صفحہ ۱۵۷) اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرکے کہا ہے مگر ساتھ ہی اکمل اور اتم ہونے کی تشریح بھی کردی ہے اور لکھدیا ہے کہ اس سے مراد جزئی فضیلت ہے۔ پس گویا کتاب تریاق القلوب درحقیقت اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ "کم نہ ہونے"۔ "ہمسری"۔ "افضل ہونے" سے کیا مراد ہے۔ باقی رہے لفظ دافع البلاء کے جو اپریل ۱۹۰۲ء کی تحریر ہے جن پر سارا جھگڑا ہے مگر یہاں تمام شان سے مراد سارے کارنامے ہیں جو مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کی غلامی اختیار کرنے کیوجہ سے کئے ہیں اور اسکی تشریح حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۲ و ۱۵۵ سے ہوتی ہے جہاں لکھا ہے کہ "آنیوالا مسیح جو آخری زمانہ میں آئیگا وہ اپنے جلال اور اپنے قوی نشانوں کے لحاظ سے پہلے مسیح یا پہلی آمد سے افضل ہے"۔ یہاں بھی ایک ہی لحاظ سے فضیلت قرار دی ہے اور ۲۵ اگست ۱۹۰۲ء کی تحریر میں جو تریاق القلوب کے بعد اور دافع البلاء سے پہلے ہے۔ بعض شیونات کا لفظ صاف طور پر ہے دیکھو اعلان جو خطبہ الہامیہ کے ابتدا میں لگایا گیا ہے اور پھر بعد کے یعنی دافع البلاء کے باوجود اسبات کے لکھنے کے کہ میں عیسےٰ سے بہت سی باتوں میں بڑھکر ہوں پھر بھی یہی لکھا کہ یہ میری جزوی فضیلت ہے۔ بہرحال نبوت سے اس مسئلہ فضیلت کا کوئی تعلق نہیں اگر افضل ہونے سے نبوت بنتی ہے تو ہمسر ہونے سے بھی نبوت بننی چاہئیے مگر اسی ازالہ میں جہاں ہمسری کا دعویٰ ہے نبوت کا کھلے لفظوں میں انکار ہے۔ پھر اگر دافع البلاء میں تمام شان میں بڑھکر ہونے کا دعویٰ ہے تو مواہب الرحمن میں نبوت کا کھلا انکار ہے اور مواہب الرحمن۔ "دافع البلاء" پر یا کشتی نوح پر جو دافع البلاء کے بعد کی ہے اعتراضوں کا جواب ہے۔ باقی رہا کسی دوسرے کا انبیاء سے بڑھکر ہونا تو اسکے لئے اس نبی کا ادنیٰ خادم مسیح اسرائیلی سے بڑھکر ہے کے الفاظ کافی ہیں۔ اور آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۹۷ پر صاف لکھا ہے کہ "روحانی بچے جو روح القدس کی معرفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برکت سے پیدا ہوئے وہ اپنی کیفیت اور صورت اور نوع اور حالت میں تمام انبیاء کے بچوں سے اتم اور اکمل ہیں"۔ اور اسیطرح اسی کتاب کے صفحہ پر لکھا کہ "وہ مسیح ناصری شد از دم او بیشمار"۔ ایسا ہی چشمہ معرفت صفحہ ۲۹۹ پر لکھا ہے "اُس پوشیدہ طاقت سے وہ لوگ بالکل بے خبر ہیں جسکے قبضہ قدرت میں یہ بات داخل ہے کہ اگر چاہے تو ایکدم میں ہزار مسیح ابن مریم بلکہ اس سے بہتر پیدا کردے چنانچہ اُسنے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرکے ایسا ہی کیا"۔ اب اگر اس امت کا مثیل عیسےٰ پہلے مسیح سے بڑھکر ہے تو مثیل یوشع یوشع سے بڑھکر کیوں نہیں۔ اس پر کیا دلیل ہے۔ اگر کہو کہ مثیل عیسےٰ نبی ہے اور مثیل یوشع نبی نہیں تو یہ جھوٹ ہے اسلئے کہ جب آیت استخلاف کی پیشگوئی میں مسیح موعود اور حضرت ابوبکرؓ مشترک ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک تو ان میں سے نبی ہو اور دوسرا غیر نبی۔ اگر غیر نبی سے بعض باتوں میں افضل نہیں ہوسکتا تو حضرت صاحب نے حضرت ابوبکرؓ کو یوشع بن نون پر بعض امور میں کیوں افضل کہا دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۷ تا صفحہ ۶۲۔

مسئلہ فضیلت پر چند غور طلب باتیں۔

(۱)۔ حقیقۃ الوحی سے صرف تبدیلی معلوم ہوتی ہے۔ تریاق القلوب کے متعلق گو سوال ہے مگر جواب میں کہیں تریاق القلوب کا ذکر نہیں بلکہ عام ہے (۲) اوائل کے لفظ سے تین چار سال پیشتر کی بات نہیں پائی جاتی بلکہ ایک لمبا زمانہ نظر آتا ہے (۳) پھر اوائل میں تو مسیح ابن مریم سے نسبت ہی کوئی نہ تھی کیونکہ دعویٰ ساتھ ہی نسبت پیدا ہوجاتی ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ دعوی سے پہلے بھی کوئی نسبت پیدا نہ ہوئی تھی جبکہ الہام انت منی بمنزلۃ عیسیٰ کے کیا معنے تھے جو ازالہ اوہام صفحہ پر ہے (۴) یاد رہے کہ جزوی

فضیلت بھی دو قسم ہے ایک تو وہ ادنیٰ قسم کی جزوی فضیلت ہے جو ایک معمولی مومن کو بھی ایک نبی پر بھی حاصل ہوسکتی ہے جیسا کہ سراج منیر میں لکھا ہے مگر اس جزوی فضیلت کے ساتھ ایک شخص اُس دوسرے سے افضل نہیں کہا جاسکتا۔ افضل کے لفظ کا یہ لازمی نتیجہ نہیں کہ فضیلت کلی ہو بلکہ کسی اہم معاملہ میں فضیلت حاصل ہو تو افضل کہدیا جاسکتا ہے حالانکہ وہ بھی جزوی فضیلت ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص کو دوسرے پر ایک بڑے مہتم بالشان معاملہ کو سامنے رکھکر افضل کہدیا جاتا ہے اسے بھی جزوی فضیلت ہے۔ اگر افضل کے لفظ سے کلی فضیلت مراد لیجائے تو پھر حضرت صاحب کو بھی مسیح علیہ السلام سے افضل کہنا مشکل ہے کیونکہ کلی فضیلت مستقل نبی کو مستقل نبی پر ہوسکتی ہے جیسا کہ ختم المرسلین کو فضیلت بدرجہ اولیٰ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض پس یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب (جو مجازی نبی یا استعارہ کے طور پر نبی ہیں) مسیح پر جزئی فضیلت تھی غرض جزوی فضیلت بھی دو قسم ہے ایک ادنیٰ جزوی فضیلت جسکی وجہ سے ہمسری کا اور افضل ہونیکا۔ اتم اور اکمل ہونیکا لفظ نہیں بولا جاسکتا مثلاً اس امت کے ایک آسیہ کو بھی ایک نبی پر جزوی فضیلت ہے مگر اس پر لفظ افضل کا اطلاق نہیں ہوگا یا جیسے مثلاً اس امت کے ہر مومن کو یہ پہلی امتوں کے نبیوں پر ایک جزئی فضیلت حاصل ہے کہ اسے ایک کامل شریعت کامل کتاب دیگئی انہیں صرف اپنے زمانہ و ضروریات کے مطابق شرائع اور کتب دیگئیں مگر اس فضیلت کے لحاظ سے بھی افضل نہیں کہہ سکتے یہی یا زمانہ وہی ہے کہ جب حضرت مسیح موعود کہتے ہیں کہ مجھے مسیح سے کیا نسبت اُسوقت آپ ایک مومن کی شان اپنے اندر رکھتے ہیں اسلئے باوجود جزوی فضیلت کے اپنے آپ کو افضل نہیں کہتے۔ اور جب کوئی معمولی امر فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو آپ اسے اسی قسم کی جزوی فضیلت سمجھتے۔ مگر جب خدا کی وحی نے آپ کو مسیح موعود بنا دیا اور آپکی وحی میں بھی آپکو نبیوں کی مانند کہا گیا یا نبیوں کا مشابہ ٹھیرایا گیا تو اسوقت آپکو معلوم ہوگیا کہ مجھے خدا نے اُس مسیح سے کم نہیں کہا چنانچہ آپ کو دعوی مسیحیت کے بعد جب صریح الہام میں کہا گیا کہ نبی ناصری کے نمونہ پر اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ بندگان خدا کو بہت صاف کر رہا ہے اس سے زیادہ کہ کبھی جسمانی بیماریوں کو صاف کیا گیا ہو (ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۱) تو پھر آپنے الہامی قصیدہ میں بڑے زور سے اس دعوی کو ان لفظوں میں پیش کیا۔ "منم مسیح زمان و منم کلیم خدا"۔ "ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے"۔ "عیسےٰ کجا است تا بنہد پا بہ منبرم"۔ فضیلت تو اب بھی اس لحاظ سے کہ آپ نبی نہ تھے جزوی تھی مگر مسیح موعود کے مقام پر کھڑا کرنے سے ایک بڑی شان عطا فرمانے سے اور بڑے بڑے کارنامے آپکے ذریعہ سے کرنے سے یہ ایسا مقام تھا کہ جہاں افضل کا لفظ یا بڑھکر کا لفظ یا اکمل اور اتم کا لفظ آپ اپنی نسبت بمقابلہ مسیح علیہ السلام بول سکتے تھے۔ اور اگر یوں بھی لیں کہ پہلے افضل کا لفظ یا تمام شان میں بڑھکر ہونے کا لفظ آپ نے نہیں بولا۔ اور نہیں لکھا تو وہ اسوجہ سے بھی ہوسکتا ہے کہ آپنے اپنی فضیلت کو حقیقۃ الوحی میں اپنے کارناموں کی وجہ سے فرمایا ہے تو چونکہ کارنامے بہت سے بڑے بڑے نشانات کا ظاہر ہونا اور ایک بڑی تبدیلی پیدا کردینا۔ چونکہ یہ واقعات دعوی کے ساتھ ہی نہیں ہو جایا کرتے اسلئے جبتک اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی بڑی نصرتیں عطا فرماکر مسیح علیہ السلام سے بڑھکر کامیابی نہیں عطا فرمائی اسوقت تک آپنے ایسے لفظ نہیں بولے مگر تریاق القلوب میں ایسے لفظ صراحت سے موجود ہیں بلکہ سراج منیر میں بھی افضل کا لفظ بولا ہے۔ یہ معنی کرنے پر ہم مجبور ہیں کیونکہ اگر اسکے خلاف کوئی اور معنی کریں تو سارا تانا بانا ہی بگڑ جاتا ہے۔ پس ان معنوں پر دو قسم کی شہادت ہے مثبت شہادت جو ان معنوں کی مؤید ہے اور منفی شہادت جو اسکے خلاف معنوں کی تردید کرتی ہے قسم اول کی شہادتیں حسب ذیل امور ہیں۔

(۱) ۱۸۹۱ء میں حضرت اپنے آپ کو مسیح کا ہمسر اور افضل کہنا (۲) ۱۸۹۷ء میں سراج منیر میں کہنا کہ خدا نے مجھے اس مسیح سے کم نہیں کہا اور یہ کہ وہ بعض نبیوں سے بھی افضل ہے (۳) تریاق القلوب میں یہ لکھنا کہ میں آدم کا مظہر ہوں مگر مسیح کی نسبت اکمل و اتم (۴) تریاق القلوب میں اکمل و اتم اپنے آپکو قرار دینے کے باوجود اسکی تشریح آگے چل کر یہ فرمانا کہ یہ بھی ایک جزئی فضیلت ہے (۵) خطبہ الہامیہ کے ضمیمہ میں جو ۱۹۰۲ء کا ہے صاف تحریر فرمانا کہ انہ اکمل من المسیح الاسرائیلی فی بعض شیونہ یعنی اپنے آپ کو بعض شانوں میں افضل فرمانا (۶) ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ مئی ۱۹۰۲ء میں جو دافع البلاء کے بعد کا ہے باوجود اپنے آپکو حضرت عیسےٰ سے بہت سی باتوں میں بڑھکر فرمانا مگر اسکو بھی جزئی فضیلت ہی کہا۔ (۸) حقیقۃ الوحی میں جو ۱۹۰۷ء کی ہے کارناموں کی وجہ سے اپنے آپکو افضل قرار دینا (۹) کلی فضیلت کا لفظ اوّل سے آخر تک اپنی نسبت استعمال نہ کرنا۔ یاد رہے کہ لفظ تمام شان سے مراد وہی شان ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے بوجہ کارناموں کے عطا فرمائی یا بڑے بڑے نشان عطا فرمائے ورنہ جزئی فضیلت کے مقابل پر کلی فضیلت کا لفظ ہوا اور نہ بوجوہ تمام شانوں میں بڑھکر ہونے کا۔ اور ساری تحریروں میں کلی فضیلت کا لفظ بالکل استعمال نہیں فرمایا حالانکہ اگر جزئی فضیلت

انکار ہوتا تو اُسکا انکار صرف کلی فضیلت کے دعوے ہی ہو سکتا تھا۔ (۸) نبوت کے لحاظ سے کہیں بھی آپنے اپنے آپکو مسیح سے افضل نہیں کہا۔ (۹) نبوت کے لحاظ سے اپنے آپ کو مسیح سے کم تسلیم کیا۔ اؔ مسیح کی نبوت مستقل مانی ہے اپنی غیر مستقل۔ اور ظاہر ہے کہ نبوت مستقلہ غیر مستقل نبوت سے افضل ہے۔ اگر نبوت مستقلہ افضل نہ ہوتی تو ہمارے سید و مولیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بجائے نبوت مستقلہ کے غیر مستقلہ عطا ہوتی۔ بؔ مسیح علیہ السلام کی وحی کو جبرئیل کی وحی مانا ہے۔ اپنے اوپر وحی نبوت کے ساتھ جبرئیل کے اُترنے سے انکار کیا ہے اور ظاہر ہے کہ جبرئیل کی وحی سب وحیوں سے اکمل و اتم ہے جبرئیل کے اُترنے سے ازالہ اوہام میں بھی انکار کیا ہے جہاں لکھا ہے کہ اگر ایک دفعہ بھی جبرئیل وحی نبوت لیکر اُتر آئے تو ختم نبوت باطل ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو علم تھا کہ مجھ پر جبرئیل وحی لیکر نازل نہیں ہوتا۔ اور ۱۹۰۱ء کے بعد بھی انکار کیا ہے جیسے تحفہ گولڑویہ میں لکھا صہ۴ دوسرا ایڈیشن اگر حضرت مسیح ہی زمین پر اُترینگے اور ۴۵ برس تک جبرئیل وحی نبوت لیکر ان پر نازل ہوتا رہیگا تو کیا ایسے عقیدہ سے دین اسلام باقی رہ جائیگا اور آنحضرت صلعم کی ختم نبوت اور قرآن کی ختم وحی پر کوئی داغ نہ لگیگا۔ (اب تو یہ کہو کہ حضرت صاحب کو قرآن نہیں آتا تھا اور یا اسکے برخلاف قرآنی استدلال ہے اپنے پر جبرئیل کا وحی نبوت لیکر آنا کہیں سے بتلا دیں) یہی عبارت ضمیمہ صہ۴ پر ہے اب یہ کتاب ستمبر ۱۹۰۲ء کی چھپی ہوئی ہے تو حضرت مسیح پر جبرئیل کا نازل ہونا یہ تو اُمت کا مسلم مسئلہ بھی ہے اور یہ بھی کہ جبرئیل کے نزول سے جو وحی نازل ہوتی ہے وہ سب وحیوں سے اکمل اور اتم ہے اور اپنے اوپر ستمبر ۱۹۰۲ء تک جبرئیل کے نازل ہونے سے انکار ہے کیونکہ صاحب جی کو اور غلطی تو لگ سکتی ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ کہے کہ مجھ پر جبرئیل نازل نہیں ہوتا۔ کیونکہ جبرئیل نازل ہو تو ختم نبوت اور ختم وحی قرآن باطل ہوتی ہے اور درحقیقت اسپر جبرئیل نازل ہوتا ہو اور اسکے بعد بھی کہیں نہیں لکھا کہ اب جبرئیل مجھ پر وحی لیکر نازل ہوتا ہے۔ ہمیں تو صاف دعوی اس کا انکار ہے کہ آپ لکھ دیتے کہ جبرئیل پہلے نہیں آتا تھا اب مجھ پر بھی وحی دیتا ہے۔ جبتک نزول جبرئیل کا دعوے نہیں ایک تو وحی ولایت مسیح کی وحی کی طرح اکمل نہیں دوسرے نبوت اُسوقت تک ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ جبرئیل کے نزول سے انکار صاف انکار وحی نبوت ہے۔ چنانچہ اسی لئے تحفہ گولڑویہ دوسری ایڈیشن صہ۹ کے حاشیہ میں اپنا مرتبہ صاف طور پر مرتبہ ولایت قرار دیا ہے (ج) مسیح علیہ السلام کو کتاب انجیل دیگئی آپکو کوئی کتاب نہیں دیگئی۔ اور ظاہر ہے کہ کتاب کا ملنا کتاب کے نہ ملنے سے بڑھکر یا ایک فضیلت ہے۔

(د) مسیح کی کتاب انجیل کی نسبت حضرت صاحب نے کہا ہے کہ وہ توریت کی تکمیل کرنیوالی ہے حضرت مرزا صاحب کے الہامات کس کتاب یا شریعت کی تکمیل کرنیوالے ہیں پس حضرت عیسیٰ کی وحی کو یہ بھی فضیلت حاصل ہے۔ ھ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ مسیح کی وحی نمازوں میں پڑھی جاتی تھی آپکی وحی آپکا کوئی متبع نمازوں میں نہیں پڑھ سکتا یہ بھی حضرت عیسیٰ کی وحی کو آپکی وحی پر فضیلت ہے۔ پس جب نبوت کے لحاظ سے اسقدر فضیلتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے اوپر تسلیم کی ہیں تو نبوت کے لحاظ سے آپ اسیطرح ہر مسیح سے افضل نہیں کہلا سکتے اور اسطرح بھی فضیلت کلی کا دعوی غلط ہوا۔ (۱۰) اصل سوال فضیلت کا نہیں بلکہ مثلیت کا ہے جب ایک شخص دوسرے کی مثل ہوا اور اکمل اور اتم درجہ کی مشابہت ہوئی تو جسطرح فضیلت میں اسطرح یہاں ہے وہاں اگر بڑھکر ہے تو یہاں برابر ہے۔ جیسے اس اُمت کے خلفاء کو بارہ موسوی خلفاء کے مثیل کہا ہے اور یہ بھی مانا ہے کہ یہ اُمت خیر الامم ہے جو قرآن کریم نے بھی فرمایا ہے کنتم خیر امة تو پھر اس اُمت کے خلفاء مثیل بھی ہوئے اور موسوی خلفاء سے بڑھکر بھی ہوئے مگر تاہم وہ نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ نبوت کا طلا سہ کا دروازہ قیامت تک بند ہے۔ (۱۱) نبوت کا سوال اگر افضلیت کے مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے تو پھر نبوت کا انکار ۱۹۰۱ء کے بعد بھی صاف ہے۔

اؔ۔ تحفہ گولڑویہ میں صاف صاف طور پر مسیح کی وحی کو وحی جبرئیل قرار دیکر اپنی وحی کے وحی نبوت اور رسالت ہونے سے انکار کیا ہے۔ بؔ اپنے مقام کو صاف ولایت کہا ہے۔ جؔ اپنا مرتبہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اور بعد برابر خاتم الاولیاء کہا ہے۔ دؔ۔ مواہب الرحمن میں ایسا کھلا انکار ہے کہ جسکا انکار کسی کو بھی نہیں ہو سکتا اور اسکا بیان میں نے تفصیل کے ساتھ کر دیا ہے۔ ہؔ جسطرح ازالہ میں اپنے آپکو مجازی نبی کہا ہے حقیقی نبی ہونے سے انکار کیا ہے اسیطرح حقیقۃ الوحی میں مجازی نبی کہا ہے حقیقی نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ لاہور کی آخری تقریر میں بھی کثرت مکالمہ و مخاطبہ الہیہ کا نام نبوت حقیقی نہیں رکھا بلکہ اس تعریف کی رُو سے بھی جو آپ اپنی نبوت کی ہمیشہ فرمایا کرتے تھے حقیقی نبی ہونے سے انکار کیا ہے صرف لغوی معنوں یا مجازی معنوں میں یا صوفیا کی اصطلاح میں ہی اپنے آپکو نبی کہا ہے اور بار بار کہا ہے کہ میں ایسا نبی ہوں جسپر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں ہے بطور مجاز اور استعارہ کے ماتحت نزول المسیح میں بھی یہ کہا ہے کہ مجھکو استعارہ کے طور پر رسول اور نبی کہا گیا ہے۔ وؔ ازالہ میں بھی اپنے آپ کو اُمتی اور نبی کہا ہے اور حقیقۃ الوحی میں بھی مگر ازالہ میں صاف فرما دیا کہ جو کامل طور پر اُمتی ہو وہ کامل طور پر نبی نہیں ہو سکتا۔

پس جبتک اسکے خلاف کامل طور پر نبی ہونے کا دعوی نہ ہو ماننا پڑیگا کہ آپنے اپنے آپکو اُمتی اور نبی کہکر وہی مراد لی ہے جو ازالہ میں ہے کہ میری نبوت کاملہ نہیں ہے۔ یہ ایک صحیح نتیجہ ہے کہ جب ایک کتاب میں صاف طور پر فرما دیا کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت ناقصہ ہو سکتی ہے کاملہ نہیں تو جبتک اسکے برخلاف یہ نہ لکھیں صاف الفاظ میں ہو کہ اس اُمت میں نبوت کاملہ بھی ہو سکتی ہے یا میں نبی کامل ہوں اُسوقت تک ماننا پڑیگا کہ آپکی نبوت ناقصہ ہے نہ کاملہ۔ کوئی شخص اس سے باہر نہیں جا سکتا۔ کیونکہ حضرت نے خود ہی ایک اصول باندھ دیا ہے جب تک صراحت سے اسکو نہ توڑیں اُسوقت تک جتنے لفظ اپنے متعلق استعمال کئے ہیں اسی اصول کے ماتحت کرنا پڑیگا۔ اب دوسری قسم کی شہادت یہ ہے کہ ہم کلی فضیلت مانیں تو پھر کسقدر مشکلات کا سامنا ہے۔

(۱) یہ کلی فضیلت کب سے حاصل ہوئی۔ اگر کہو کہ ۱۹۰۱ء سے۔

اؔ۔ تو ریویو آف ریلیجنز مئی ۱۹۰۲ء میں کیوں نبی کی نسبت جزئی فضیلت کا لفظ لکھا۔ بؔ اگر خطبہ الہامیہ کے دوورقہ ضمیمہ میں فی بعض شیونہ کا لفظ کیوں لکھا جسپر تاریخ کا دن ۲۹ اگست ۱۹۰۱ء ہے۔ جؔ تریاق القلوب میں اپنے آپ کو مسیح کی نسبت اکمل و اتم کیوں کہا جسپر تاریخ ۱۸۹۹ء کی ہے۔ دؔ ازالہ میں اپنے آپکو مسیح کا ہم مرتبہ اور ہمسر کیوں کہا جو ۱۸۹۱ء کی ہے۔ (۲) فضیلت کلی چاہتی ہے کہ نبوت بھی کاملہ و مستقلہ ہو حقیقی ہو مگر تینوں کا انکار ہے حالانکہ مسیح کی نبوت کو کامل بھی کہا ہے مستقل بھی اور حقیقی بھی۔ (۳) اپنی نبوت کو مجازی نبوت کیوں کہا حالانکہ مسیح کی نبوت کو کبھی مجازی نہیں کہا۔ (۴) اپنی نبوت سے مواہب الرحمن میں صاف انکار کیوں کیا اور اسکے بعد اپنی نبوت کو مجددوں اور محدثوں کی نبوت کیوں کہا (۵) اصل میں فضیلت کا سوال نبوت پر مبنی ہے نہ نبوت کا فضیلت پر تو پس چاہیئے تھا کہ پہلے نبوت کاملہ کا اعلان ہوتا بعد میں فضیلت کا۔ وہ نبوت کاملہ کا اعلان کہاں ہے غلطی کا ازالہ تو صاف بتلاتا ہے کہ اسمیں تبدیلی کوئی نہیں ہوئی۔ اور وہاں ایکبار بروز کا انا بھی جائز قرار دیا ہے پس چاہیئے تو تھا کہ لکھتے کہ میں نے اپنے دعوے کو نہیں سمجھا مگر اسکی بجائے لکھتے ہیں کہ لوگوں نے نہیں سمجھا۔ (۶) جب تریاق القلوب میں ایک منسوخ شدہ بات تھی تو کیوں اُسے منسوخی کے بعد یعنی ۱۹۰۲ء تک شائع کیا۔ (۷) سب سے بڑھکر یہ اگر فضیلت کلی مانیں اور بحیثیت نبوت ویسی نبوت مانیں تو نتیجہ یہ ہے کہ مسیح موعود کے نزدیک کل مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں دعوی کے دن ہی کافر ہو جانے چاہئیں یا کم از کم جب سے یہ نبوت سمجھائی اُسدن تک کو کافر قرار دیتے اسکے خلاف صہ۱۷۹ حقیقۃ الوحی پر کیوں ان سب کو مستثنے کیا ہے جنکو دعوت نہیں پہنچی چنانچہ فریق مخالف کا مذہب تو یہی ہے کہ جنکو دعوت نہیں پہنچی وہ بھی کافر ہیں کیونکہ فریق مخالف حضرت مرزا صاحب کو نبی کامل مانتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپکو ایسا نہ مانتے تھے غرض اس قسم کے اور بھی بہت سے نقص ہیں جن سب کی اسجگہ تفصیل نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم ان تمام تحریروں کے مخالف نتائج پیدا کریں تو اس سے حضرت صاحب کی تحریروں سے سارا امن ہی اُٹھ جاتا ہے۔ دوسرے یہ بیہودگی آپکی طرف منسوب کرنی پڑتی ہے کہ پندرہ سال تک کچھ لکھتے رہے اسکے بعد چہ سال کچھ کہا اپنے دعوی کے متعلق ایسی غلطی کسی نبی یا مجدد نے نہیں کی ہے۔ جب حضرت صاحب خود ایک وجہ ظاہر کرنے میں تو کیوں افضلیت من کل الوجوہ مانی جائے۔ نبوت کا سوال ایک ایسا اہم سوال ہے کہ جب کھلی کھلی شہادات اسکے خلاف موجود ہوں تو محض فضیلت کے بیچ میں لاکر اسے حل کرنے کی کوشش کرنا کمزوری کی دلیل ہے۔ اتنے بڑے مرتبہ کا سوال خود اسکی اپنی شہادت پر حل ہونا چاہیئے۔

خلاصہ اس تمام تقریر کا مسئلہ فضیلت کے متعلق یہ ہے کہ جہانتک کوئی غور کریگا اُسے یہی معلوم ہوگا کہ حقیقۃ الوحی صہ۱۴۹ سے لیکر ۱۵۵ تک حضرت صاحب نے مسئلہ فضیلت پر تو بحث کی ہے مگر مسئلہ نبوت مسیح موعود پر کوئی بحث نہیں کی۔ اور اسپر قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ میں تیئیس برس کی وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں اب ۲۳ برس کی وحی تو براہین سے شروع ہوتی ہے اور حقیقۃ الوحی پر آکر ختم ہو جاتی ہے۔ اگر تریاق القلوب کے بعد نبوت کا عقیدہ بھی بدل گیا تھا تو تریاق القلوب کے بعد اور دافع البلاء تک درمیانی زمانہ میں بارش کی طرح کوئی ایسی کھلی کھلی وحی دکھاؤ جسمیں صریح طور پر نبی کا خطاب آپکو دیا گیا ہو۔ پھر دوسری دلیل یہ ہے کہ لاہور اپنی آخری تقریر میں فرمایا کہ ۲۳ برس سے ہمیں الہام ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ ہمارا آج کوئی نیا دعوی نہیں۔ یہاں ۲۳ برس کا دعوی کہکر خود صاف کر دیا کہ مجھے عقیدہ میں غلطی نہیں لگی + تیسری دلیل یہ ہے کہ اعجاز احمدی میں کہا ہے کہ نبی ہونے کے دعوی میں معنوں کا نقص تھا تو آپ اگر گویا نبی بن گئے تھے تو آپ پر تو اسکی زد پڑتی تھی اپنے مراد اگر اس عقیدہ نبوت کو بدلتے تو اسکی نظیر کسی نبی یا محدث میں پیش کرتے + چوتھی دلیل یہ ہے کہ اسی جگہ جہاں لکھا ہے کہ مجھکو اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا یہاں بھی نبی کے لفظ پر ایک نوٹ دیا ہے کہ کہیں اس سے لوگ نبوت مستقلہ یا نبوت حقیقی یا نبوت تامہ کا مطلب نہ لیں۔ اور لکھا ہے کہ میری نبوت ظلی ہے وہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا پانچویں دلیل یہ ہے کہ اسی حقیقۃ الوحی میں صاف طور پر لکھ دیا کہ میرا نام خدا کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا ہے۔

اب آپ نے اس سے آگے اپنی فضیلت کا ذکر جس طرز پر کیا ہے وہ خود ظاہر کرتی ہے کہ آپ نبی ہونے کے لحاظ سے اپنی فضیلت کا اظہار نہیں فرماتے تھے بلکہ اُمتی ہونے کے لحاظ سے اپنی فضیلت کا اظہار فرماتے ہیں چنانچہ اسکے ثبوت ملاحظہ فرماویں :۔ (۱) حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ مسیح ابن مریم آخری خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور میں آخری خلیفہ اُس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے اسلئے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے اسپر دلیل یہ دی کہ حضرت عیسیٰ ایک قوم کے لئے مخصوص تھے اور میں تمام دنیا کے لئے ہوں اور وہ توریت کے وارث تھے جو ناقص شریعت ہے اور میں قرآن شریف کا وارث ہوں جسکی تعلیم جامع کمالات ہے" صہ ۱۵۱ حقیقۃ الوحی - پھر آگے چلکر صفحہ ۱۵۲ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت حضرت مسیح علیہ السلام پر مطابق آیت فضلنا بعضھم علی بعض کے بتا کر اس اُمت کی فضیلت یوں بیان فرماتے ہیں - "پس ہماری فطرت کو وہ قوتیں دی جائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات کو ظلی طور پر حاصل کرسکتیں تو یہ حکم ہمیں ہرگز نہ ہوتا کہ اس بزرگ نبی کی پیروی کرو - کیونکہ خدا تعالیٰ الیٰ قوت کوئی تکلیف نہیں دیتا . . . . یعنی اے ہمارے خدا ہم سے پہلے جسقدر نبی اور رسول اور صدیق اور شہید گذر چکے ہیں اُن سب کے کمالات ہم میں جمع کر - پس اس امت مرحومہ کی فطرت عالیہ کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اسکو حکم ہوا ہے کہ تمام گذشتہ متفرق کمالات کو اپنے اندر جمع کر دے تو عام طور پر حکم ہے اور خواص کے مدارج خاص اسی سے معلوم ہوسکتے ہیں - اسی وجہ سے اس امت کے باکمال صوفی اس اوج سید وحقیقت تک پہنچ گئے ہیں کہ انسانی فطرتوں کے کمال کا دائرہ اسی امت نے پورا کیا" - پھر صفحہ ۱۵۵ پر صاف یوں فرماتے ہیں - "پھر جبکہ خدا نے اور اسکے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اُسکے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو"

ان مندرجہ بالا عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ آپنے اپنی فضیلت کے لئے دو دلیلیں دی ہیں ایک اُمت محمدیہ ہونا دوم آپ کے کارناموں کا مسیح کے کارناموں سے افضل ہونا - اگر صرف فضیلت کا لفظ ہوتا تو یہ ایک دعویٰ ہوتا اگر اس فضیلت کی تفصیل حضرت نہ فرماتے یا کوئی اسپر دلیل نہ دیتے مگر یہاں جو دعویٰ فضیلت کا ہے اسکے لئے آپنے دو دلیلیں پیش کی ہیں ایک تو امت محمدیہ ہونا یعنی جب عوام کو حکم ہے کہ صراط الذین انعمت علیھم کے ماتحت تمام نبیوں کے کمالات اپنے اندر جمع کرو تو خواص کی فضیلت تو خود بخود ظاہر ہے اور اُمت کو حکم وہی مل سکتا ہے جو لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کے ماتحت ہے - پس اُمت محمدیہ میں ان کمالات کا پایا جانا بوجہ اسکی فطرت عالیہ کے ہے اور اسی فطرت عالیہ کی وجہ سے وہ مکلف ہے کہ آنحضرت صلعم جیسے بزرگ نبی کی متابعت کی اور تمام نبیوں کے کمالات اپنے اندر جمع کرنیکی استعداد پیدا ہوگئی - پس یہ حضرت مرزا صاحب کی خصوصیت نہیں بلکہ یہ خصوصیت اُمت محمدیہ کی ہے کہ اسکے عوام کو تمام نبیوں کے کمالات جمع کرنے کا حکم ہے تو خواص کی فضیلت کا کون اندازہ کرسکتا ہے اور خواص کی فضیلت جو ہے وہ بوجہ فنا فی الرسول ہونے کے ہے - چونکہ اُمتی کے فنائیت کے شیشے میں حقیقت محمدیہ منعکس ہوتی ہے اسلئے بوجہ احمد اور محمد بننے کے اسکی فضیلت دوسرے انبیاء پر حاصل ہوتی ہے نہ کہ اپنے نفس کے رُو سے - کیونکہ احمد و محمد خاتم النبیین ہی سب سے افضل تھے اسلئے وہ جو اُمتی کامل ہوتا ہے اور محمد اور احمد صلعم کا بروز ہوتا ہے اسمیں جو فضیلت محمدیہ جلوہ گر ہوتی ہے در اصل اُسکی فضیلت دیگر انبیاء پر ہوتی ہے اور چنانچہ اسی کی بابت مندرجہ بالا عبارت میں حضرت صاحب نے صوفیوں کا قول پیش کیا ہے، کہ انسانی فطرتوں کے کمال کا دائرہ اسی امت نے پورا کیا جس سے ثابت ہوا کہ اس اُمت کے باکمال صوفی بھی باوجود اُمتی ہونے کے انبیاء پر فضیلت رکھتے تھے (یہی معنی حضرت صاحب کے اُس فقرہ کے ہیں جو حضرت نے اپنی فضیلت کے ساتھ آنحضرت صلعم کے خادموں کی فضیلت بھی مسیح اسرائیلی پر بیان فرمادی کہ اس رسول کے ادنیٰ خادم مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہیں")۔

اب دوسرا امر جو آپنے پیش کیا ہے وہ کارنامے ہیں اور اسمیں کیا شک ہے کہ آپکے کارنامے مسیح سے بڑھ کر ہیں بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ اس امت کے تمام خلفائے محمدیہ کے کارنامے خلفائے موسویہ کے کارناموں سے بہت بڑھ کر ہیں اسمیں بھی حضرت مرزا صاحب کی کوئی الگ خصوصیت نہیں مثال کے طور پر حضرت ابوبکر صدیق کی مثال لیلو - جو کارنامے حضرت ابوبکر صدیق نے کئے کیا وہ یوشع بن نون نے بھی کئے - حضرت ابوبکر جسوقت خلیفہ ہوئے اسوقت اسلام پر کیسا خطرناک وقت آیا تھا کہ تمام عرب مرتد ہوگیا تھا اور صحابہ کی کمریں ٹوٹ گئیں تھیں اُسوقت پھر دوبارہ نئے سرے سے اسلام کو کس نے قائم کیا ؟ کیا یہ کارنامے حضرت یوشع سے کم ہیں ہرگز نہیں حالانکہ یوشع نبی تھے اور حضرت ابوبکرؓ نبی نہ تھے - پس کارناموں کے لحاظ سے حضرت ابوبکرؓ اُن سے افضل ہیں اور حضرت ابوبکر کو یہ فضیلت بوجہ کمال متابعت آنحضرت صلعم کے حاصل ہوئی - دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ حقیقت محمدیہ

جو حضرت ابوبکرؓ میں منعکس ہوئی تھی اسکے یہ کارنامے تھے جس سے یہ فضیلت انکو حاصل ہوئی اسیطرح اسمیں کچھ شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ بلا واسطہ نبی تھے اور نبوت اُنکی اپنی تھی مستعار نہ تھی اصلی تھی ظلی نہ تھی حقیقی تھی مجازی نہ تھی یعنی نبوت اصلی اُنکی ذات میں تھی اور یہ ایک فضیلت اُنکی ہے جو حضرت صاحب کو حاصل نہیں مگر بلحاظ اپنے کارناموں کے حضرت صاحب کو بہت بڑھ چڑھ کر فضیلت مسیح پر حاصل ہے اور یہ فضیلت نتیجہ ہے اتباع آنحضرت صلعم کا - یعنی در اصل یہ کارنامے (جن سے آپکو فضیلت ملی) اُس حقیقت محمدیہ کے ہیں جو آپ میں جلوہ گر تھی - پس آپ کا افضل ہونا دو باتوں پر منحصر ہے - ایک تو اُمت محمدیہ ہونے پر - اور دوسرے آپکے کارناموں پر اسلئے یہی فرمایا - "اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا" - اِن باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ کارناموں کے لحاظ سے آپ مسیح سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہیں اور کارناموں کی فضیلت اپنے اُمت محمدیہ ہونیکی وجہ سے قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ حقیقت محمدیہ ہے جو ایک اُمتی سے وہ کام ظاہر ہوتے ہیں جو نبیوں سے نہ ہوسکے اور یہی معنی مسیح سے تمام شان میں بڑھ کر ہونے کے کئے جاسکتے ہیں کیونکہ اس سوال کے جواب میں در اصل حضرت صاحب نے تفسیر اور تفصیل کی ہے اور جو اُس فقرہ میں اجمال تھا اُسے کھول کر بیان کردیا کہ "تمام شان" سے جو شبہ پیدا ہوتا تھا وہ دُور ہو جائے کیونکہ تمام شان سے مراد اگر تمام حالتیں لیجائیں تو یہ غلط ہے کیونکہ بہرحال بلا واسطہ مستقل نبوت کی فضیلت تو ضرور باقی رہ جائیگی - البتہ شان سے مراد امر عظیم یا کارنامے جو لغت میں معنی موجود ہیں (دیکھو لغات القرآن) لئے جائیں تو پھر تطبیق ہو جاتی ہے یعنی اپنے تمام قسم کے کارناموں میں بہت بڑھ کر ہے اور اسی لئے صاحب نے صاف لفظوں میں صفحہ ۱۵۵ میں کارناموں کی وجہ سے افضل ہونا بیان کیا ہے پھر صہ ۱۵۳ پر حاشیہ میں حضرت موسیٰ پر ایک بادیہ نشین کی فضیلت کا ذکر فرمایا ہے اور ریویو مسئول عنہ میں بھی لکھا ہے کہ جو کام میں کرسکا ہوں وہ مسیح نہ کرسکتا - بہرحال اپنے کارناموں کو فضیلت کی وجہ قرار دی ہے اور یہ ہر ایک خلیفہ محمدی میں پایا جاتا ہے - اس امت کے اولیاء نے وہ وہ کارنامے کرکے دکھائے ہیں جو گذشتہ نبیوں سے بہت بڑھ چڑھ کر ہیں فضیلت جو بھی ہے اور کتنی ہی بڑی کیوں نہیں ہے مگر ایک خاص پہلو سے ہے یعنے کارناموں کے لحاظ سے اور یہ کارنامے نتیجہ ہے اُمت محمدیہ ہونیکا پس ساری فضیلت اُمتی ہونیکی وجہ سے ہے جیسا کہ حضرت صاحب نے فرمایا ؎

ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رُسل ۔ تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

بعض سوالوں کا جواب

سوال مسیح موعود نے اپنی فضیلت کو جزوی بیان کرتے ہوئے دو ہی وجہیں بیان کی تھیں ۔ اول یہ وہ نبی ہے دوم یہ کہ بزرگ مقربین نہیں ہے جبتک مسیح موعود کو یہ دونوں باتیں حاصل ہوں فضیلت کلی کا دعویٰ درست نہیں ہے

جواب - اوّل تو فضیلت کلی کا دعویٰ ثابت نہیں ۔ دوسرے یہ ضرور نہیں کہ جبتک مسیح موعود نبی نہ بنیں تب تک کسی قسم کی فضیلت کا دعویٰ ہی نہیں کرسکتے جب کلی فضیلت کا دعویٰ کسی لفظ سے بھی ثابت نہیں ہوسکتا تو ہم کیوں صرف اپنے خود تراشیدہ خیال کی وجہ سے پہلے انکو نبی بنائیں پھر انکی فضیلت بتائیں ورنہ اگر نبوت ثابت نہ ہوسکے تو جتنی فضیلت کہ ہے وہ بھی تسلیم نہ کیجائے ۔ سوم نبی کی تو یہ شان ہی نہیں کہ اپنی فضیلت کو کسی طرح بھی جزوی یا فضیلت کہے - پہلے کسی نبی کے کلام سے دکھاؤ کہ اسنے اپنے آپکو کبھی بھی کسی نبی سے افضل ہونا اِس رنگ میں پیش کیا ہو کہ میں فلاں نبی سے بہت سی باتوں میں بڑھکر تو ہوں مگر یہ جزوی فضیلت ہے - پہلے میاں صاحب نے حقیقۃ النبوۃ میں دعویٰ کیا کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد حضرت صاحب نے کبھی بھی جزوی فضیلت کا لفظ نہیں لکھا لیکن اب جو مئی سنہ ۱۹۰۲ء کے ریویو آف ریلیجنز میں نکل آیا تو اب لگے اسکی تاویلیں کرنے کہ آپنے دافع البلاء کے بعد بھی جو اپنی جزئی فضیلت مسیح ابن مریم پر لکھی ہے اس سے بھی کلی فضیلت مراد ہے - چہارم حقیقۃ الوحی میں حضرت صاحب نے بھی اس جزوی فضیلت کے عقیدہ پر قائم رہنے کی یہ وجہ بیان نہیں کی کہ چونکہ خدا کی طرف سے صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے اسوقت آکر ملا ہے اسلئے میں افضل ہوں بلکہ اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ "خدا دکھلاتا ہے کہ اس رسول کے ادنیٰ خادم مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہیں" - اس جملہ سے صاف پتہ لگتا ہے کہ نبی ہونیکی وجہ سے مسیح ناصری پر اپنی فضیلت نہیں بتلائی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ خادم ہونیکی وجہ سے حضرت مسیح پر فضیلت بتلائی ہے - پہلے عقیدہ یہی تھا کہ پہلے آپ اپنی جزوی فضیلت مسیح پر سمجھتے تھے پیچھے جو کہ جزوی فضیلت اپنی مسیح پر سمجھنے لگے [illegible] یہ کہنا کہ یہ جملہ آنحضرت صلعم کے بہت خادموں کے لئے نہیں بلکہ صرف حضرت مرزا صاحب کے لئے ہے پرلے درجہ کی جہالت ہے اگر مسیح موعود جیسے خادم آنحضرت صلعم کی اُمت میں پہلے ہی ہیں تو مسیح موعود کہ اُس رسول کے ادنیٰ خادم ہونیکا ہی کوئی ثبوت نہیں [illegible] جسکی کوئی دلیل نہیں

سوال صرف مسیح موعود ہی ایک ایسا فرد ہے جسے خدا نے نبی کہا اور تمام رسولوں نے نبی کہا اور بالآخر خاتم النبیین نے اسکا نام نبی اللہ رکھا اور سلام کہا اسلئے وہ مسیح ناصری سے افضل ہوا۔

جواب - یہ محض غلط ہے۔ نہ خدا نے صرف نبی کہا نہ رسول اللہ صلعم نے صرف نبی کہا نہ کسی پہلے زمین کے رسول نے صرف نبی کہا۔ نہ آپ کے الہاموں میں صرف نبی کا لفظ آیا۔ حدیث میں جہاں ذکر آیا ہے وہاں امتی اور نبی دونوں لفظ آئے ہیں تو جب آپ صرف نبی نہیں تو صرف نبی پر کلی فضیلت آپکی کیسے ہو سکتی ہے جب امتی نبی کی نبوت نبوت حقیقیہ ہی نہیں بلکہ نبوت جزئیہ یا ظلیہ ہے تو پھر یہ فضیلت مسیح موعود کو مسیح اسرائیلی پر صرف جزئیہ ہی ہو سکتی ہے نہ کلیہ۔

ایک امتی عیسےٰ سے بڑھ سکتا ہے۔

"اس نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص عیسیٰ سے بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے"۔ (چشمہ مسیحی ص ۱۷)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت صاحب نے یہاں کہیں نہیں فرمایا کہ وہ امتی جب نبی ہو تو عیسےٰ سے بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے۔ یہاں بعض باتوں میں افضل ہونے کیلئے نبوت شرط نہیں ٹھیرائی۔

حصہ چہارم

(اعتراضوں کا جواب)

جواب اس اعتراض کا کہ جب مسیح موعود نبی کا نام پانے کیلئے مخصوص ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ واقعی نبی ہیں

سب سے بڑا اعتراض اور سب سے بڑی دلیل جو مسیح موعود کے نبی ہونے کی فریق مخالف کیطرف سے دیجاتی ہے یہ ہے کہ وہ حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ کی یہ عبارت ہمیشہ اپنی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں کہ **نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں**۔ سو اسکے کئی جواب ہم دے سکتے ہیں لیکن بجگہ مختصر طور پر ایک ہی جواب دیدیتے ہیں وھو ھذا:-

یہ بیان حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ کے متعلق ہے۔ "میں نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص کیا گیا"۔ حضرت صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔ "غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جسقدر مجھ سے پہلے اولیا اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا"۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ یہاں حضرت صاحب نے جو لفظ لکھے ہیں "وہ نبی کا نام پانا ہے" نبی بننا نہیں پس اب یہ دیکھنا ہے کہ نبی کا نام پانے سے کیا مراد ہے۔ اسکی تفصیل آگے چلکر یوں لکھی ہے کہ اگر وہ بھی میرے برابر کثیر حصہ پالیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا جس سے مراد صرف یہ ہوئی کہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں نبی اللہ کا لفظ صرف ایک ہی کے لئے آیا ہے پس اس امتیاز کے قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے مجھے جو کثرت امور غیبیہ عطا فرمائی ہے۔ وہ دوسروں کو عطا نہیں فرمائی۔ پس ان تمام عبارتوں کے اندر مخصوص ہونے سے مراد پیشگوئی میں مخصوص ہونا ہے اور اسمیں شک نہیں کہ پیشگوئی میں صرف مسیح موعود ہی مخصوص ہے کہ اسکا نام عیسیٰ نبی اللہ رکھا گیا لیکن یہ امر ظاہر ہے کہ پیشگوئیاں خود مجاز و استعارہ سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور بالخصوص یہ پیشگوئی جسمیں مسیح موعود کیلئے نبی کا لفظ آیا ہے ساری کی ساری مجاز اور استعارہ سے بھری ہوئی ہے۔ ابن مریم۔ زرد چادریں۔ دو فرشتے۔ مسیح کا اور دجال کا طواف کرنا۔ دمشق۔ منارہ شرقی۔ کسر صلیب۔ قتل خنزیر سب مجاز ہے۔ ثبوت دیکھو "ازالہ کی عبارت ان احادیث سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح ابن مریم اور مسیح دجال کی نسبت پیشگوئیاں فرمائی ہیں حقیقت میں وہ سب مکاشفات نبویہ ہیں اور آنحضرت صلعم نے احادیث مذکورہ بالا میں صریح اور صاف طور پر اسبات کیطرف اشارہ بھی کر دیا کہ ان مکاشفات کو صرف ظاہر پر حمل نہ کر بیٹھنا انکی روحانی تعبیریں ہیں اور یہ سب امور اکثر روحانی ہیں جو ظاہری اشکال میں متمثل کر کے دکھلائی گئی ہیں مگر افسوس کہ ہمارے آجکل کے علما ہمارے سید و مولی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش پر چلنا نہیں چاہتے اور خواہ نخواہ کشفی استعارات کو حقیقت پر حمل کرنا چاہتے ہیں" (ازالہ ص ۱۰۳)۔ پس پیشگوئی میں نبی کا نام آنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ واقعی مسیح موعود نبی اللہ ہیں جبکہ توضیح مرام اور سرمہ چشم آریہ میں حضرت صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کو خدا کا آنا پیشگوئیوں میں قرار دیا گیا ہے بلکہ بعض نبیوں نے آپ کو "خدا" کر کے پکارا ہے۔ اب ایکطرف کسی نبی کو کسی پیشگوئی میں خدا کر کے نہیں پکارا گیا اور آنحضرت صلعم ہی اس سے مخصوص ہیں دوسری طرف کسی مجدد کو نبی اللہ کر کے نہیں پکارا گیا اور مسیح موعود ہی اس سے مخصوص ہیں تو جیسے محمد رسول اللہ باوجود اس خصوصیت کے واقعی خدا نہیں بنگئے اسیطرح مسیح موعود باوجود اس خصوصیت کے واقعی نبی نہیں بنگئے۔ ہاں اگر خدا کہلانے کی خصوصیت آنحضرت صلعم کو خدا بناتی ہے تو نبی کہلانے کی خصوصیت حضرت مرزا صاحب کو نبی بنا سکتی ہے مگر یاد رکھنا چاہئے کہ جسطرح باوجود نبیوں میں خدا کہلانے کے آنحضرت صلعم خدا نہیں اسیطرح حضرت مسیح موعود باوجود مجددوں میں سے نبی کہلانے کے نبی نہیں۔ ہاں آنحضرت صلعم کو نبیوں میں ایک خصوصیت ہے۔ مسیح موعود کو مجددوں میں ایک خصوصیت ہے مگر اس خصوصیت کے باوجود آنحضرت نبی ہی ہیں اور مسیح موعود مجدد ہی ہیں پس اسطرح باوجود خصوصیت کے ختم نبوت قائم رہتی ہے۔ جو باتیں میں نے اب بیان کی ہیں اسکا ثبوت خود حضرت صاحب کی تحریروں سے ملتا ہے چنانچہ اسی حقیقۃ الوحی کے ضمیمہ میں آپ نے لکھا ہے "یا ابیدانی سمیت نبیا علی لسان خیر البریۃ وذلک امر ظلی من برکات المتابعۃ وما سمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ" الی آخرہ۔ یعنی نبوت تو آنحضرت صلعم کے بعد منقطع ہو گئی لیکن میرا نام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نبی رکھا گیا ہے یہ امر ظلی ہے مجھ کو ظلی نبی فرمایا ہے اور آخیر پر ظلی نبی کی تشریح یہ فرمائی کہ خدا نے میرا نام مجازاً نبی رکھا ہے نہ حقیقتاً (ص ۶۵)۔ پس یہاں حضرت صاحب نے مخصوص ہونے کا مسئلہ صاف کر دیا کہ باوجود نبی کے نام سے مخصوص ہونیکے میں مجاز اور استعارہ کے رنگ میں نبی ہوں نہ حقیقت کے رنگ میں یہ ایسا ہی ہے جیسا مسیح مجازی رنگ میں ابن اللہ کہلایا۔ پس ایسی خصوصیت کے ہم قائل ہیں بشرطیکہ خصوصیت رکھ کر بھی مجاز کی حد سے تجاوز نہ کیا جاوے۔ پھر سراج منیر کو گو منسوخ کہا گیا لیکن جو علم خدا نے دیا وہ منسوخ نہیں ہو سکتا۔ وہاں لکھتے ہیں "ہم اسبات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے بعد آنحضرت صلعم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے .... بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور نبی اور مرسل کے جو میرے الہام میں میری نسبت خدائے تعالےٰ کی طرف سے بیشک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کیلئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں کا اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں"۔

اس کے خلاف اگر ہم یہ معنی لیں کہ یہاں مراد یہ ہے کہ میں تو نبی ہوں اور اس امت میں کوئی نبی نہیں تو اول تو ان کے پیر و مرشد صاحبزادہ صاحب کا مذہب اس کے خلاف ہے۔

پھر حضرت صاحب کی ساری تحریریں باطل ٹھیرتی ہیں پہلی بھی اور پچھلی بھی۔ جب سنہ ۱۹۰۱ء کو تبدیلی کا سال قرار دیا جاتا ہے تو سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد اگر ایک دفعہ بھی حضرت مسیح موعود نے اپنی نبوت سے انکار کیا ہو تو فریق مخالف کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے۔ اور ہم ایک دفعہ نہیں بیس دفعہ حضرت صاحب کی کلام سے سنہ ۱۹۰۲ء کے بعد کی تحریروں سے صاف دکھلا سکتے ہیں۔ کہ آپنے واقعی نبی ہونے سے صاف انکار کیا ہے مثلاً مواہب الرحمن میں "واحیاں در حقیقت انبیا نیستند" میں سارے اولیا کے ساتھ اپنی نبوت کا انکار ہے اور اسکی وجہ تکمیل قرآن ہے۔ پس سنہ ۱۹۰۱ء والا دعویٰ باطل ہے ایسا ہی الہدیٰ میں جو جون سنہ ۱۹۰۲ء کی ہے شروع کے حصے کو پڑھیں ہاں مجددوں کی بعثت کا اور انکے انبیا کے مثیل ہونیکا صاف لفظوں میں ذکر ہے (پہلے ہی صفحہ پر ہی)۔ اصل بات یہ ہے کہ فیصلہ کسی اصول کی بنا پر ہونا چاہئے۔ پس ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت صاحب نے اصول کیا باندھا ہے کہ امت میں نبی ہونگے یا نہیں اور ہونگے تو کیسے۔ پھر جیسے ہونگے انہی میں سے مسیح موعود بھی ایک ہو سکتا ہے۔ خصوصیتیں جتنی چاہو دے لو مگر رہیگا انہی میں سے۔ باقی رہی یہ بات کہ دوسروں کیلئے کثرت مکالمہ کا انکار کیا ہے سو بیشک یہاں ایسے لفظ ہیں لیکن اس سے مراد وہ کثرت ہے جو خود آپکو حاصل ہوئی ورنہ عام طور پر کثرت مکالمہ کا امت میں پایا جانا ہر جگہ تسلیم کیا ہے چشمہ معرفت ص ۳۲۴ پر بالخصوص حقیقۃ الوحی میں ص ۱۵ کو پڑھیں جہاں ان لوگوں کو کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی میں بھی داخل کیا ہے۔ پھر اولیاء عظام کو تریاق القلوب میں ص ۱۲۲ پر کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہونا مانا ہے۔ یہ ایسا ہی کثرت مکالمہ کا انکار ہے جیسا کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے کسی نبی کی ایسی کامل نہیں ہوئی کہ آنحضرت صلعم کی ہے۔ کیونکہ کامل شریعت صرف آپکے لئے ہی ہے۔ حالانکہ ہر نبی اسوقت کے حالات کے لحاظ سے کامل ہی ہوتی ہے ایسا کہنے سے نہ کسی پہلے نبی کی نبوت کا انکار ہوتا ہے اور نہ آنحضرت کیلئے نبوت سے بڑھکر کوئی منصب۔ پھر ص ۳۹۰ و ص ۳۹۱ حقیقۃ الوحی میں لفظ نبی کے استعمال پر یہ شہادت ہے کہ لکھا ہے کہ امام ربانی بھی اسے نبی کہتے ہیں جسکو کثرت مکالمہ و مخاطبہ ہو۔ جیسے ازالہ میں نقل کردہ عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے ملاحظہ ہو ازالہ ص ۲۶۰ طبع باردوم۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں لفظ نبی کا استعمال مجازی رنگ میں ہے یعنی محدث ہے جسکا ایک ثبوت یہ ہے کہ حضرت صاحب اپنی آخر تقریر میں فرماتے ہیں "ان کی (غیر المہدی) اور ہماری نزاع لفظی ہے مکالمہ و مخاطبہ کا تو یہ لوگ خود بھی اقرار کرتے ہیں محدث صاحب بھی اسکے قائل ہیں کہ بعض اولیاء اللہ کو کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ ہوتا ہے وہ محدث اور نبی کہلاتے ہیں" (الحکم ۱۴ جولائی ۱۹۰۸ء) تو غرض دوسری تحریروں کو مد نظر رکھ کر مخصوص کے یہ معنے ہونگے کہ میں ان میں مخصوص ہوں

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

روسی پیچھے ہٹ رہے ہیں ۔ (شملہ ۷ ستمبر) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے پرسوں کی تاریخ کا مفصلہ ذیل تار لنڈن سے موصول ہوا روسیوں کی پسپائی جاری ہے اگرچہ غنیم کی پیشقدمی کی ہر قدم پر نہایت شدت سے روک تھام کی جا رہی ہے روسیوں کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ روسیوں نے خلیج ریگا کے دہانہ سے غنیم کے ہوائی آبی جہازوں کو پسپا کیا چونکہ جرمنوں کو کمک پہنچ گئی تھی اس لئے روسیوں کو مقام ننمن کے قریب دریائے ڈوینا کے مشرقی کنارے کی طرف پیچھے ہٹ جانے کے سوا چارہ نہ رہا ۔ اور ۳ و فریڈرک شٹٹ سے ۳ ستمبر کو پیچھے ہٹ گئے کیونکہ غنیم کے توپخانے نے دریائے ڈوینا کے پل پر آگ لگا دی تھی مسریکا کے علاقہ میں اور بمقام جیکب سٹٹ سے جرمنوں کی کارروائی صرف روسی پیشقدمی کی مزاحمت تک محدود رہی ہے دنا کی طرف روسیوں نے غنیم کو اس کے ساتھ مورچوں میں روک رکھا ہے ۔ دریائے مورنشانٹ کے زیرین حصہ میں جو رنشا اور گروڈنو کے وسط میں واقع ہے روسیوں نے غنیم کا ایک حملہ نہایت مشکل سے روکا کیونکہ وہ ان کے عقب کو منقطع کرنا چاہتا تھا ۔ دریائے نیمن کے محاذ پر گروڈنو کے علاقہ میں گروڈنو کے شمال سے لیکر دریائے چیسولڈا تک بر بزا کا وٹزکا کے قریب روسیوں نے غنیم کے متعدد حملے پسپا کئے مگر دشمن نے اس کے باوجود انہیں واکو وسک کی طرف پسپا کر دیا ۔

قیدیوں کی گرفتاری ۔ ۳ ستمبر کی لڑائی میں امرد ڈورا جنو سے دریائے نیشر کے محاذ تک روسیوں نے ۴۰ افسر اور ۱۵۰۰ سپاہی گرفتار کئے اور چند کلدار توپیں بھی ان کے ہاتھ آئیں ۔

جرمنوں کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ روسیوں نے جنوبی حصہ میں دریائے موورین اور سیٹر کے مابین غنیم ریست سی کمک پہنچ گئی اور اس نے ڈبنو و دھو کی سڑک پر جارحانہ کارروائی جاری رکھی اور دریائے سیٹر کے دائیں کنارے پر سینو کے شمال میں لڑائی شروع ہو گئی گلیشیا میں دریائے سیرتھ پر غنیم نے یکم ستمبر کو بااستقلال پیشقدمی کی ۔ ٹارنوپول کے علاقہ میں مقام بیسنے کے قریب غنیم کو زبردست شکست پہنچی اور اسکے حملے پسپا کئے گئے ۔ اور ۔ ۳ قیدی ہاتھ آئے ۔

اطالوی محاذ سے اطلاع پہنچی ہے کہ کورا قیسو کی وادی میں توپخانہ کی آتشباری ہوتی رہی اور کارسو کے علاقہ میں اطالیوں نے مختلف مقامات پر نمایاں ترقی کی ہے اور متعدد خندقوں پر قبضہ کر لیا ہے

جنگ کے متعلق زار روس کی تقریر ۔ ملکی حالت کے متعلق ایک خاص کانفرنس کے افتتاح پر زار روس نے

ایک تقریر میں فرمایا کہ غیر ملکی حملہ کو روکنے کی غرض سے روس کی سپاہ سامان حرب کی بہم رسانی کا انتظام کر رہی ہے جس کے بعد امید ہے کہ روسیوں کو بہ فتوحات حاصل ہونگی تاہم ہمیں تنبیہ کرنے سے بلا تامل صرف ایک ہی جواب روس کے شایان شان دیا ہے اور وہ یہ کہ جب تک کامل فتح حاصل نہ ہو اس وقت تک لڑائی کو جاری رکھا جائے ۔

مسٹر بالفور کی چٹھی ۔ مسٹر بالفور نے اخبارات میں ایک چٹھی شائع کی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ جرمن آبدوز کشتیوں کو معتد بہ نقصان بھی پہنچایا گیا ہے ۔ مگر برطانیہ کے تجارتی جہازوں کی تعداد اس وقت ابتدائے جنگ کے زمانہ کی بہ نسبت زیادہ ہے ۔

شدید گولہ باری ۔ (لنڈن ۶ ستمبر) پیرس کا تار مظہر ہے کہ چھوٹے بڑے دہانوں کی تمام توپوں سے بالخصوص ایرس اور شیمپین کے علاقوں میں شدید گولہ باری جاری ہے ۔ ارگون کے علاقہ میں ولیعہد کی فوج کے ساتھ بھی بموں کی شدید لڑائی جاری ہے ۔ سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے کہ ہوائی جہازوں نے ڈیلونز اور ہیور میسنج کی جرمن بارکوں پر گولہ باری کی ۔

ہوائی جہازوں کی سرگرمی ۔ (لنڈن ۶ ستمبر) پیرس کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ تمام محاذ پر توپخانہ کی لڑائی جاری ہے ۔ ایرس کے شمال میں ہماری باڑیوں نے جرمن خندقوں کو سخت نقصان پہنچایا ۔ شیمپین کے علاقہ میں بالخصوص توپخانہ کی شدید جنگ وقوع میں آئی ۔ اور واسجیز میں ہماری بموں سے لڑائی ہوتی رہی ۔

جرمنوں نے یکم ستمبر کو مقام لیونی ول پر ہوائی جہاز سے بوم پھینکے تھے ۔ اور آبادی حصوں اور مارکیٹ کو خاص طور پر نشانہ بم بنایا تھا ۔ اس کے جواب میں آج ۱۹ فرانسیسی ہوائی جہازوں نے مقام سار بروک کے سٹیشن کارخانات اور فوجی مقامات پر گولے پھینکے ۔

برطانیہ کے فدائی ۔ (لنڈن ۶ ستمبر) مغربی رزمگاہ سے ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :-

مقتولین کپتان ۱ ۔ لفٹنٹ ۱ ۔ دوم لفٹنٹ ۲ ۔

زخموں سے ہلاک ۔ کپتان ۱ ۔

مجروحین : ۔ لفٹنٹ کرنل ۔ میجر ۱ ۔ کپتان ۳ ۔ لفٹنٹ ۲ ۔ دوم لفٹنٹ ۲ ۔

انگلستان کے فدائی ۔ (شملہ ۶ ستمبر) مغربی رزمگاہ سے ذیل کے ہندوستانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :-

لفٹنٹ کرنل امی لاڈ سی (آئی ایم ایس) بیماری سے مر گئے

مشرقی افریقہ کے نقصانات ۔ صوبہ دار جگر سنگھ کمور سیٹر ل انیسر بیل سروس انفنٹری) ہلاک ہو گیا ۔

پچاس آدمی غائب ہیں ۔ (لنڈن ۶ ستمبر) امریکہ کا ایک بحری اٹاشی ہسپیرین کی غرقابی کی تحقیقات کرنے کی غرض سے کوئینز ٹاؤن جا رہا ہے ۔ کوئینز ٹاؤن سے اعلان کیا گیا ہے کہ ہسپیرین کے ۳۲ اشخاص مفقود الخبر ہیں

مگر جب تک کپتان آج سے پہر کو خشکی پر نہ اترے اس وقت تک صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکتی ۔

بعد کی خبروں سے پایا جاتا ہے کہ ہسپیرین ابھی جگہ سے نزدیک غرق ہوا جہاں ایسٹر تاریشیڈ ڈوبا گیا تھا ۔ ۴ ستمبر کو شملہ سے کھینچ کر لے جانے کی کوشش کی ۔ مگر طوفان کے بیکار ہو جانے کی وجہ سے وہ بہت کم ترقی کر سکے آخر پانی کے دباؤ سے بعض تختے ٹوٹ گئے ۔ کپتان اور افسر اور عملہ کے باقی آدمی کوئینز ٹاؤن میں پہنچ گئے ہیں ۔ اور امید ہے کہ عنقریب نقصان کی صحیح تعداد معلوم ہو جائیگی ۔

ایمسٹرڈم کا ایک تار مظہر ہے کہ برلن میں ایک اعلان عام کے ذریعے لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے ۔ کہ ہسپیرین کی غرقابی کے متعلق اس امر کے معلوم ہونیکا انتظار کیا جا رہا ہے کہ آیا ہسپیرین الواقع تارپیڈو پھینکا گیا تھا ۔

بعد کی خبر ۔ ایلن کمپنی نے اعلان کیا ہے کہ ہسپیرین کے ۱۷ مسافر اور عملہ کے ۱۳ آدمی مفقود الخبر ہیں ۔

مزید غرقابیاں ۔ ایمسٹرڈم ۔ برلن کا سرکاری بیان مظہر ہے ۔ کہ ایک جرمن آبدوز کشتی کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ ایسے پوشیدہ سمندر میں ملی ۔ اور اس کا دعوےٰ تھا کہ اس نے ۱۹ اگست کو جزائر سپیلی کے مغرب میں پرانی وضع کا ایک برطانی کروزر غرق کر دیا ۔ مگر اس کے بعد یہ آبدوز واپس نہیں آئی ۔ اور چونکہ وہ عرصہ تک سمندر میں ہی نکلی ہوئی ہے اس لئے وہ غالباً ضائع ہو گئی ہے

۴ ستمبر سٹیمر ہیودسہ غرق کر دیا گیا ۔ عملہ کے آدمی بچا لئے گئے ۔

۶ ستمبر ۔ ہسپیرین کمپنی کا جہاز کیشیر (۴۰ ہزار ٹن) غرق کر دیا گیا ۔ ۲۲ اشخاص کا عملہ بچا لیا گیا ۔

حالت غیر متبدل ہے ۔ (لنڈن ۶ ستمبر) آج رات کی برلن کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ روس میں جرمنوں کی حالت قریباً ایک جگہ ٹھیری ہوئی ہے ۔ جنرل ہنڈنبرگ کی سپاہ ترکی بڑھی ہے اور پرنس لیوپولڈ ابھی دلدلوں میں لڑ رہا ہے ۔ اور جنرل میکنسن بھی نہایت شدت سے دشمن کے ساتھ مصروف پیکار ہے ۔ اور گلیشیا کی رزمگاہ میں سکوت ہے ۔

۴ ستمبر ۔ پیٹروگراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ حالت تمام طور پر غیر متبدل ہے غنیم نے بالخصوص واکووسک کے علاقہ میں جارحانہ کارروائی اختیار کرنیکی کوشش کی ۔ مگر ناکام رہا ۔ اور روسیوں نے مختلف مقامات پر جوابی حملے کر کے کئی سو قیدی گرفتار کئے ۔

پیٹروگراڈ کے بیشتر روسی سپاہ کے مسلسل جوابی حملوں کی قابلیت سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ سامان حرب کی بہم رسانی کا مسئلہ قریباً حل ہو گیا ہے ۔

جرمنوں نے فریڈرک شٹٹ میں جو کامیابی حاصل کی ہے اس سے ملوزے رگا کی حالت براہ راست معرض خطر میں نہیں پڑی کیونکہ انہیں پہلے دریائے ڈوینا کو عبور کرنا پڑیگا ۔ جس پر لڑا جانا پانی کے بہاؤ کی تیزی کی وجہ سے مشکل ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ مؤرخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۲۷

علم الادیان اور موجودہ مسلمان

علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے اپنی کتاب المامون میں خلیفہ ہارون رشید کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے شہزادوں کی دینی تعلیم اور علم حدیث کی واقفیت کے لئے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر فرمایا کہ حریم خلافت میں قدم رنجہ فرما کر شہزادوں کو علم حدیث پڑھائیں۔ امام موصوف نے اس کے جواب میں کیا ہی دلنشین سبق دیا۔ کہ "علم کے پاس لوگ خود آتے ہیں وہ دوسروں کے پاس نہیں جاتا" اس نہایت ہی پاکیزہ اور مختصر فقرہ میں کیا ہی پر تاثیر جذبہ صداقت بھرا تھا اسکے سنتے ہی خلیفہ ہارون الرشید نے فوراً شہزادوں کو امام موصوف رض کے درس عام میں جا کر اس دریائے ناپیدا کنار سے سیراب ہونیکا حکم دیا اور اس طرح اپنے علمی شوق اور دینی علوم کی طرف کمال رغبت کا عملی ثبوت دیا۔ یہ اور اسی قسم کے سینکڑوں واقعات تاریخ کے صفحات میں لکھے ہوئے موجود ہیں جن سے قرون اولیٰ کے اعلیٰ و ادنیٰ طبقہ کے تمام مسلمان کو علم الادیان کیساتھ علم الادیان کی تحصیل اور اسکی ترقی و اشاعت میں یکساں طور پر کوشاں دکھائی دیتے ہیں۔ آج یہ کتب تواریخ نہایت خوشنما لکھائی اور چھپائی کیساتھ ضخیم و حجیم مجلدات میں کئی ایک لائبریریوں کی زینت و آرائش کا باعث ہیں۔ آج اہل علم اور بعض متوسط طبقہ کے مسلمان بھی انہیں پڑھتے ہیں اور بڑے شوق اور رغبت سے انہیں مطالعہ کرتے ہیں۔ لیکن کس غرض اور کس نیت سے؟ بعض تو محض دل لگی اور شغل بیکاری کے طور پر۔ بعض جو ان سے کسی قدر زیادہ سمجھدار کہلاتے ہیں اپنے آباؤ اجداد کے حالات سے واقف ہو کر ان پر شیخی بگھارنے کے لئے۔ اور بعض جو علم اور عقل میں ان سے بھی کسیقدر بڑھکر ہیں۔ ان سب باتوں سے قطع نظر کر کے صرف اسلامی تاریخ سے واقف ہونے اور اس سے اپنے دیگر بھائیوں کو بھی واقف بنانے اور اسی طرح سے قرون اولیٰ کے اعلیٰ کارناموں کے حالات سنا کر ایک علمی خدمت سرانجام دینے یا پڑھکر ان سب پر نوحہ خوانی کرنے کی غرض سے انہیں مطالعہ کرتے ہیں جو تمام خیالات دینیات اپنے اپنے دائرہ کے اندر خواہ کتنے ہی اعلیٰ اور مستحسن کیوں نہ ہوں۔ لیکن ایک نہایت ضروری اور قابل عملدرآمد خیال جو اس سلسلہ درس و تدریس میں بالکل دکھائی نہیں دیتا اور اسکا وجود حیرتناک طور پر مفقود ہے۔ یہ ہے کہ کوئی بھی ان واقعات سے سبق عبرت حاصل کر کے ان پر کاربند ہونے اور خود بھی تاریخ عالم میں ویسی ہی نمایاں جگہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ بیشک آج بھی ہم میں بہت بڑے بڑے ادیب۔ انشا پرداز۔ مؤرخ۔ سائنسدان۔ فلاسفر اور اعلیٰ درجہ کے شاعر موجود ہیں آج بفضل خدا دنیوی وجاہت اور مادی جاہ و جلال کی بھی کمی نہیں۔ ہم میں بہت ہیں جو تحصیل علم کے شوقین اور مختلف کالجوں اور سکولوں کے قیام اور ان کی ترقی کی فکر میں آٹھوں پہر مستغرق رہتے ہیں۔ ایسے ہمدردان ملت بھی ہم میں بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں۔ جو دنیوی ترقی کی دوڑ میں حتی الوسع اپنے ہمسایگان کے ہمقدم رہنے میں ساعی ہیں۔ اور دوسروں کو بھی اسی بات کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ جس بات کی ہم میں کمی اور جس امر کی طرف نمایاں طور پر لاپروائی بلکہ ایک حد تک تنفر پایا جاتا ہے وہ علم الادیان کے حاصل کرنے والوں اور اسکے اشاعت کنندگان کا فقدان ہے۔ ہاں یہ دیکھکر کہ مسلمانوں کا آجکل دنیوی علوم و فنون کیطرف نسبتاً بہت زیادہ رجحان پایا جاتا ہے جہاں ایک حد تک خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہے۔ وہاں دوسری طرف یہ دیکھکر ہمیں سخت رنج اور افسوس بھی ہوتا ہے کہ اسی تناسب سے دینی علوم کی جانب سے مسلمان بالکل غافل اور لاپرواہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ آہ! ایک تو وہ وقت تھا۔ کہ انہی علوم دینیہ کے حاصل کرنے کیلئے علم کو نہیں بلکہ بڑے بڑے مقتدر بادشاہوں کو حریم خلافت کو چھوڑ کر مجمع عام میں زانوئے ادب تہ کرنا پڑتا تھا۔ لیکن ایک آج دن بھی ہیں۔ کہ یہی علوم مقدسہ بڑے بڑے عالی جناب لوگوں کی درگاہوں میں خود جا کر جاتے ہیں اور بڑی لجاجت کے ساتھ یوں عرض پرداز ہوتے ہیں کہ حضور آئیے اور مجھے حاصل کیجئے۔ لیکن ہر طرف سے ناک چڑھا کر بڑی بے ادبی کے ساتھ یہ کہا جاتا ہے کہ کہیں ہم تجھے حاصل کریں؟ تو غریبوں اور ملانوں کے لئے ہے۔ جا اور کسی فقیر کا جھونپڑا تلاش کر (الا ما شاء اللہ)

دوستو! یہ نہایت رنج کا مقام ہے کہ آج ہمارے دلوں میں علوم دینیہ کی وہ قدر نہیں رہی۔ جو ہمارے اسلاف کے دلوں میں تھی۔ آج ہمارے دل و دماغ اگر صرف ہیں تو کالجوں میں انگریزی کے ... اور جب وقت فرصت ملے تو تھیٹروں میں جا کر انکا نظارہ دیکھتے ہیں اس کے ساتھ ہی بناؤ سنگار اور زینت و آرائش کے مدنظر یہ بھی ہمارے روپیہ اور وقت کا ایک حصہ بڑی فراخدلی کے ساتھ قربان ہوتا ہے۔ اور پھر ان اہم مصروفیتوں سے اگر تھوڑی سی بھی فرصت ملتی ہے تو کسی پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر قوم قوم کے نعروں سے فضائے آسمان تک کو گونجا دینا بھی ایک بہت بڑا کام ہے۔ لیکن اگر نہیں فرصت تو مسجد میں جانے یا اہل مسجد سے علوم دینیہ حاصل کرنے کرانے کی۔

اے کاش ہمارے تعلیم یافتہ حضرات بھی حقیقت حال پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اپنے موجودہ طرز عمل کو بدل کر اپنے وقت کا ایک حصہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے بھی نکالیں۔ ہمارے پرانے مولوی لوگ آج دین کی اشاعت میں کسی ذوق و شوق سے کام نہیں لیتے ساتھ ہی بدقسمتی سے تنازع کفر کی خطرناک مرض بہت سختی کے ساتھ لگ چکی ہے جس سے انکار نہیں پایا جا سکتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ علوم دینیہ کی طرف سے ایک حد تک تنفر پھیل چکا ہے۔ دینی مسائل اور معاملات میں وسعت نظر اور وسعت قلب کا ہونا بھی از بس ضروری ہے۔ ورنہ آپس کے اختلافات اور حل معضلات دین میں ایک دوسرے کے خلاف استدلال بہت خطرناک صورت برپا کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ واقعات و نظائر عالم اسلام پر شاہد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین نے باوجود ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے کے کفر و فسق کے فتوے نہیں دیئے۔ یہاں تک کہ وہ جب ایک متعصب سے متعصب مسیحی کو بھی مخاطب کرتے ہیں تو نہایت نرم الفاظ میں اسے یوں تبلیغ کرتے ہیں کہ "اگر آپ مذہب اسلام کو قبول کریں تو خوب ہو۔ ہمکو افسوس ہے کہ ایسے سچے مذہب کی طرف جیسا اسلام ہے ابتک آپ مائل نہیں ہوئے" اور پھر اس کے جواب میں سخت متعصبانہ الفاظ سنکر ذرا بھی چیں بجبیں نہیں ہوتے اور ایسی وسعت قلب دکھاتے جو شاید آجکل کے زمانہ کفر و فسق کے مترادف سمجھی جائے۔ بہر حال وسعت قلب آج جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ انگریزی خواں طبقہ میں بہت زیادہ ہے۔ وہ ایک دوسرے کے مختلف خیالات کو سنکر ان پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ پس ضرورت ہے کہ علوم مروجہ کے ساتھ ساتھ جسے بالفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم الادیان کہا جاتا ہے دینی علوم کی طرف بھی توجہ کریں۔ اور انکی تحصیل و اشاعت سے اپنے قومی تمدنی اور سب سے بڑھکر سیاسی قوت کو قائم کریں کیونکہ ہمارا ایمان ہے۔ اور اسپر کئی ایک شواہد بھی پیش کئے جا سکتے ہیں کہ ہماری علوم کی اشاعت اور ان پر عملدرآمد سے مسلمانوں کا استقلال ہر شعبہ زندگی میں قائم ہو سکتا ہے۔ ان علوم کی حضرات کی دینی واقفیت کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے ایک تبلیغی کالج قائم کر کے دنیا میں اشاعت علوم دینیہ کی نہایت احسن تجویز سوچی ہے۔ جو ہر طرح سے لائق امداد و اعانت ہے۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ جیسا عالم علوم مروجہ و دینیہ کا وجود اس کالج کیلئے باعث رحمت ہے۔ [illegible]

ہے کہ تعلیم یافتہ حضرات ان سے قرآن وحدیث کا سبق لیں۔ اور ان کی دنیا میں اشاعت کریں نیز ہم وزن کے ساتھ اس کالج کی ترقی میں کوشاں ہوں۔ تاکہ علم دین کی اشاعت سے مسلمانوں کو بہبودی اور قومی اقتدار نصیب ہو۔ اور قرون اولی کا نقشہ دوبارہ آنکھوں کے سامنے پھر جائے۔

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ووکنگ میں عید الفطر

اس عید کے جو دلچسپ حالات تازہ ولایتی ڈاک سے معلوم ہوئے ہیں۔ انہیں حضرت خواجہ صاحب نے اپنے موقر رسالہ اشاعت اسلام کیلئے ایک مضمون کی شکل میں مرتب کیا ہے۔ حضرت مولینا مولوی صدر الدین صاحب کی خاص چٹھی برائے اشاعت تا حال موصول نہیں ہوئی۔ اسلئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے ناظرین کو ان دلچسپ حالات سے بہت جلد خورسند کرنے کے لئے فی الحال حضرت خواجہ صاحب کی مرتب کردہ رپورٹ کو ہی درج کر دیا جائے۔ وھو ھذا :۔

خدا کے فضل کا نظارہ۔ خدا کے کاموں کا ایک بدیہہ ثبوت اگر کسی نے دیکھنا ہو تو وہ جا کر ووکنگ کی گذشتہ عید الفطر کو دیکھتا۔ ووکنگ کی مسجد جو آج سے تیس سال پہلے تعمیر ہوئی ہے۔ وہ آج خدا کی عنایات کا جلوہ گاہ ہو رہی ہے۔ کیا بانی مسجد کے وہم و گمان میں بھی تھا کہ انگلستان کے ایک گوشہ میں یہ خانہ خدا جو قریبا پچیس سال سے زائد مقفل رہا۔ ایک دن اسکے اندر اور باہر صحن میں تین چار صد مسلمان ایک وقت خدائے قدوس کے آگے سر بسجود ہونگے اور اللہ اکبر کے نعروں سے یہ زمین گونج اٹھیگی ؎

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہیں کسی سے سیل رواں ہمارا

۲۱ اگست کی صبح اور ووکنگ اسٹیشن پر یکے بعد دیگرے گاڑیوں نے مسلمانوں کو ہر طرف سے لانا شروع کیا۔ ہندی۔ مصری۔ ایرانی۔ افریقی اور انگریز مسلمان جمع ہونے شروع ہو گئے۔ مسلم طلباء لنڈن کے علاوہ دیگر یونیورسٹی ہائے سے بھی عزیز طلبا آنے شروع ہوئے ہمارے صحت یافتہ سپاہی جو آج انگلستان کی خاطر میدان جنگ میں خون بہانے گئے ہوئے ہیں کوئی چالیس پچاس کے درمیان فریضہ عید کو ادا کرنے آ گئے۔ ان کی کمان پر سٹاف سرجنٹ۔ ڈبلیو ۔ سٹیپرڈ۔ موجود تھے۔ ایک زخمی سپاہی بھی لکڑی ٹیکتا ٹیکتا ساتھ تھا۔ مسلمان عمائد میں سے ہمارے آنریبل جسٹس عبد الرحیم جج ہائی کورٹ مدراس۔ مسٹر یوسف علی خانصاحب سابق ڈپٹی کمشنر (معہ اہلیہ محترمہ)، نواب عبد الکریم خان صاحب نواب ریاست سچین۔ سیٹھ لطیفی تاجر لنڈن۔ اور دیگر عمائد تھے۔ آنریبل امیر علی صاحب سکاٹلینڈ میں تشریف رکھتے تھے۔ ان کی چٹھی آئی کہ وہ بہت دور ہونیکے باعث شامل نہیں ہو سکتے۔ آنریبل مرزا عباس علی بیگ صاحب بھی لنڈن میں نہ ہونیکے باعث شامل نہ ہو سکے۔ لارڈ ہیڈلے صاحب مع دو فرزندگان بھی کسیقدر دیر کے بعد تشریف لے آئے پہلی گاڑی انہیں نہ مل سکی تھی۔ مسلم حاضرین کی تعداد جیسے کہ انگریزی اخبارات نے لکھا ہے تین اور چار صد آدمیوں کے قریب تھی۔ ان کے علاوہ یکصد سے اوپر زائرین تھے۔ مسجد میں اسقدر گنجائش نہ تھی کہ نماز اندر ہو سکے اس لئے مسجد کے صحن میں فرش کر دیا گیا۔ اور نماز ادا ہوئی۔ موذن مسجد عبد الحی عرب اپنے عربی لباس میں تھے۔ حضرت قبلہ مولوی صدر الدین صاحب نے نماز پڑھائی جماعت پانچ صفوں میں تھی جس کی آخر صف یوروپین نو مسلم خواتین کی تھی۔ ووکنگ کی عید اس وقت انگلستان میں ایک خاص کشش کا موجب ہو گئی ہے۔ اس لئے بہت سے اخباروں کے نمایندے اور مختلف گرافک پرچوں کے فوٹو گراف نامہ نگار بھی موجود تھے۔ ہمیں جو بعض انگریزی اخبارات میں فوٹو دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ جو ہمیں اس ڈاک میں آئے ہیں۔ اسمیں نہایت ہی موثر اور دلکش آخری صف نمازان خواتین کی ہے۔ ہمنے یہ انتظام کیا ہے کہ یہ سب فوٹو ہمیں آ جاویں۔ جنکو انشاء اللہ ہم کسی قریب کے آئندہ پرچے میں شائع کرینگے الغرض نماز کے بعد حضرت مولوی صاحب نے خطبہ عید پڑھا جو بزبان انگریزی وار دو تھا۔ اردو خطبہ ان ہندوستانی مسلمان جانثاروں کے لئے تھا جو انگریزی نہیں جانتے ہیں مولوی صاحب نے انکی جانثاری اور وفاداری کی تعریف کی اور انکے اس اسلامی فرض پر زور دیا۔ جو انکو برٹش تاج سے وابستہ کرتا ہے۔ خطبہ چونکہ لمبا ہو گیا تھا۔ اور یہ جمعہ کا دن بھی تھا۔ اس لئے حسب حدیث نبوی اس کے بعد نماز جمعہ بھی ادا کرا دی گئی۔ ان فرائض سے فراغت پانے کے بعد مسلمانوں کا آپس میں بغلگیر ہونا بھی ایک عجیب اثر ناظرین پر رکھتا تھا جنکی ایک کافی تعداد اہالیان ووکنگ اور باہر سے اس موقعہ پر آ گئی تھی۔ جو فوٹو اس موقعہ کے ہم نے دیکھے ہیں۔ انمیں معانقہ کی تصاویر ہیں۔ وہاں ایک مسلم سپاہی نواب صاحب سچین سے بغلگیر ہوتا نظر آتا ہے۔ مسلم کمیونٹی میں اور پھر خاصکر ہندوستان میں ایک والی ملک کا ایک معمولی حیثیت کے بھائی سے بغلگیر ہونا تو ایک معمولی سے معمولی بات ہے۔ لیکن یورپ میں یہ رنگ ناظرین پر ایک خاص اثر رکھتا تھا۔ کہ کس طرح اسلام نے اپنی مساوات کا عملی رنگ مسلمانوں میں پیدا کر رکھا ہے۔

نماز کے بعد کل مسلمانوں کو کھانے کے لئے دعوت دی گئی۔ وہ کل انتظام مسجد ووکنگ کے لنگر خانہ کی طرف سے تھا۔ قریبا تین صد سے او پر مسلم اور غیر مسلم احباب نے کھانا کھایا۔ بعض کا انتظام میز کرسی پر اور بعض کا انتظام فرش پر کیا گیا۔ کھانے کے بعد مسلم پروسیشن ووکنگ کے بازاروں میں گشت کرنے کے لئے نکلا۔ اس کی ترتیب بھی خاص طور پر تھی سب سے اول ہمارے بلال لنڈن شیخ مبارک احمد صاحب تھے۔ ان کے پیچھے ہندوستانی سپاہی اپنے افسروں کے ساتھ با قاعدہ فوجی لباس میں تھے۔ ان کے بعد باقی مسلم بھائی جتنیں کل قوموں کے آدمی موجود تھے۔ اس پروسیشن میں ہندوستانی مسلموں کے بھڑکیلے لباس۔ ان کی پگڑیاں انکے نیچے مختلف قسم کی جوتیاں۔ الغرض یہ ایک خاص کیفیت ووکنگ کے ساکنین کے لئے پیدا کر رہی تھی۔ ہم اہل ووکنگ کے ہر طرح اور ہمیشہ ہی ممنون رہے ہیں۔ بجائے اسکے کہ ان سے کبھی کوئی بھی اذیت ہمیں پہونچے۔ وہ ہمیشہ ہمارے معاون مددگار رہے ہیں۔ یہ پروسیشن سب سے پہلے مسلم قبرستان میں گیا۔ جہاں سب نے متوفیاں کی روح کے لئے فاتحہ اور دعائے خیر کی۔ اس کے بعد شہر کے مختلف بازاروں سے ہوتا ہوا ریلوے اسٹیشن کے پاس سے ہمارے دوست مسجد میں پہونچے۔ یہ چار کا وقت تھا۔ چائے کے اور نماز عصر کے بعد یہ جلسہ عید بخیر و خوبی ختم ہوا۔ اور اور مہمان خوشی خوشی گھر گئے۔ ان مہمانوں کی تواضع اور خاطر داری میں ہمارے نو مسلم انگریز بھائی بہنوں نے اور بعض مسلم طلباء نے خاص حصہ لیا۔ کھانا ہندوستانی طرز کا تھا۔ اور ذیل میں ہم لنڈن کے مشہور اخبار ڈیلی گرافک کے نوٹ کا لفظی ترجمہ دیتے ہیں جو ۲۱ اگست کے پرچے میں چھپا۔

مبارک عید الفطر اور تین اور صاحب حلقہ بگوش اسلام

بحمد للہ یہ عید بھی خالی نہ گئی بلکہ تین صاحب حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ انمیں ایک فوجی افسر لفٹنٹ گنتھورپ ہیں آپکا نام شیخ اسد اللہ تجویز ہوا۔ دوسرے بھائی خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں مسٹر ڈڈلے رائٹ جو ایک مشہور اخبار نویس اور کسی اخبار کے ایڈیٹر بھی ہیں۔ انکا تفصیلی حال بعد میں درج ہوگا۔ انکا اسلامی نام محمد صادق تجویز ہوا۔ ایک خاتون عائشہ کے نام سے موسوم کی گئی۔

ضروری تصحیح

گذشتہ ۵ ستمبر ۱۹۱۹ء کے پیغام صلح کے مضمون "ام الالسنہ" یا زبانوں کی ماں کے صفحہ ۳ کالم اول سطر ۱۳ پر سرب کی [illegible]

ؔ یعنے اشاعت اسلام میں

ؔ جس پر سینہ بلی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۵ یہ ترجمہ آئندہ اشاعت میں پیش ناظرین ہوگا۔ (ایڈیٹر پیغام)

مسئلہ طلاق و خلع

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

طلاق کی ضرورت پر مسز سمرلی کے بعض حوالجات پیش کرکے اور پھر معقولی طور پر اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کے بعد اب ہم اس بارہ میں اسلامی احکام کو پیش کرکے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اسلام نے باوجود اسکی ضرورت کو تسلیم کرنے اور اسے جائز قرار دینے کے اس کی عام ترویج کو روکنے اور اسکی بد استعمالی کو رائج نہ ہونے دینے کیلئے کیسی کیسی پابندیاں عائد کی ہیں۔ اس کے صحیح استعمال کو بھی کس درجہ کی وقعت دی ہے اور پھر اس بارہ میں تقوے سے کام لینے اور حتی الوسع پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی کس قدر تاکید کی ہے۔

ہمارے سامنے اسوقت جولائی ۱۹۱۵ء کا رسالہ ریویو آف ریلیجنز رکھا ہے۔ جس میں حضرت فاضل اجل جناب حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کا ایک نہایت زبردست مضمون اسی موضوع پر مندرج ہے۔ حضرت موصوف نے اس مضمون میں قرآن کریم کی ان ہدایات سے جنکی بنا پر مسافر نے اس مسئلہ کو چھیڑا ہے اور اسپر اعتراضات وارد کئے ہیں اور ان کے ساتھ بعض احادیث اور واقعات عالم نیز بزرگان دین اور اکابران مغرب کے اقوال سے اس مسئلہ کی حقیقت کو منکشف فرمایا ہے۔ اور بڑی وضاحت کیساتھ ہمارے مذکورہ بالا موضوعات پر بحث کی ہے۔ اس لئے نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکا ایک حصہ نقل کرکے مسافر کے باقیماندہ اعتراضات کو رد کیا جائے۔ اور دکھایا جائے۔ کہ اسلامی تعلیم کیسی اعلیٰ۔ اصفیٰ اور حق و حقیقت کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

طلاق کی ضرورت کو ثابت کردینے کے بعد سب سے پہلے یہ بتادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کن وجوہات کے پیش آجانے پر طلاق کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ تاکہ ان کے خلاف عملدرآمد کرنیکا کوئی شخص مجاز نہ ہو۔ لیکن قرآن کریم کے مطالعہ سے ہمیں صاف طور پر یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ اسنے وجوہات طلاق کی کوئی تخصیص نہیں کی۔ اور اسکا فیصلہ حکومت پر رکھا ہے۔ مسافر نے اس پر بھی بڑے زور شور کیساتھ اعتراض کیا ہے۔

حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنے محولہ بالا مضمون میں دیگر ضروری امور کیساتھ وجوہات طلاق کی عدم تخصیص پر بھی بحث کی ہے۔ اور اسے اسلام کی علمی خوبیوں میں سے ثابت کیا ہے اور دکھایا ہے۔ کہ دنیا کی جن اقوام نے وجوہات طلاق کی تخصیص کی ہے ان کو کیا کیا مصیبتیں پیش آئی ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

جن اقوام نے طلاق کی ضرورت کو محسوس کیا ہے اُن میں وجوہات طلاق کے متعلق بڑا بھاری اختلاف ہے حتی کہ ایک ہی مذہب اور ایک ہی پیشوا کی پیرو قوموں میں جو مختلف ملکوں میں رہتی ہیں بلکہ ایک ہی ملک کی مختلف ریاستوں کے رہنے والے لوگوں میں اس بارے میں بڑا بھاری اختلاف ہے گو بنا ان سب کے قوانین کی ایک ہی عیسائی عقیدہ ہے۔ انگلستان میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اگر عورت کا زنا ثابت ہو تو خاوند اسے عدالت میں چارہ جوئی کرکے طلاق دیسکتا ہے لیکن اگر عورت طلاق لینی چاہے تو اسے یا تو یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ اسکے خاوند نے ان عورتوں میں سے کسی کے ساتھ جو اسکی قریبی رشتہ دار ہونیکے سبب سے اسپر حرام کی گئی ہیں۔ زنا کیا ہے اور یا یہ کہ علاوہ زنا کرنیکے اسکا سلوک بھی ظالمانہ ہے قانونی علیحدگی اسکے علاوہ اور صورتوں میں بھی ہوسکتی ہے۔* سکاٹلینڈ میں قانون طلاق زیادہ وسیع ہے اور فریقین میں سے کسی کی درخواست پر طلاق واقع ہوسکتی ہے بشرطیکہ اسبات کا ثبوت ہو کہ فریقین میں سے کوئی زنا کا مرتکب ہوا ہے۔ یا مرد نے عورت کو چھوڑ دیا ہے اور اسکی خبرگیری نہیں کرتا۔ ایسی طلاق کے بعد فریقین کو یہ اختیار ہے کہ وہ جس سے چاہیں نکاح کریں مگر جس فریق کے زنا کے سبب سے طلاق واقع ہوئی ہو وہ اس شخص سے نکاح نہیں کرسکتا جسکے ساتھ اسکا زنا ثابت ہے۔ ناقص طلاق ظلم کیوجہ پر ملسکتی ہے ہالینڈ میں زنا یا ارادتاً اور بدنیتی سے عورت کو چھوڑ دینے اور اسکی خبرگیری نہ کرنے یا جرائم خلاف وضع فطرت انسانی کا ارتکاب کرنے یا عمر کیلئے قید ہوجانیسے طلاق ہوسکتی ہے۔ پرشیا میں اس بارے میں باقی ممالک یورپ کی نسبت زیادہ آزادی حاصل ہے۔ کامل طلاق مفصلہ ذیل وجوہات میں سے کسی پر ملسکتی ہے۔ (۱) زنا یا جرم خلاف وضع فطرت انسانی کا ارتکاب کرنے یا دو شخصوں میں ایسا ناجائز تعلق ہونیسے جس سے زنا کے ارتکاب کا قیاس ہوسکتا ہو۔ (۲) عمداً علیحدگی اختیار کرنیسے یا حقوق زوجیت کے ادا کرنیسے انکار کے اصرار پر۔ (۳) نامردی سے خواہ وہ نکاح کے پہلے ہو اور خواہ بعد میں۔ (۴) لاعلاج جسمانی نقصوں سے جو دل میں نفرت اور گھن پیدا کرنیوالے ہوں۔ (۵) دیوانگی سے جسکے علاج سے مایوسی ہو۔ (۶) فریقین میں سے ایک کے دوسرے کی جان لینے کی کوشش کرنیکی وجہ سے یا دوسرے کی عزت یا آزادی پر سخت اور ناجائز حملہ کرنیسے۔ (۷) مزاجوں کی ناموافقت یا ایک کی طبیعت کا اس حد تک جھگڑالو ہونا جس سے زندگی یا صحت کو خطرہ ہو۔ (۸) کسی ایسے جرم کا ارتکاب جسکی سزا قید دیگئی ہو یا دوسرے فریق پر جھوٹا الزام لگانا۔ (۹) کوئی ذلیل پیشہ اختیار کرنا یا دوسرے فریق کی تجارت یا معیشت یا زندگی کو خطرہ میں ڈالنا۔ (۱۰) تبدیل مذہب۔ ڈنمارک کے قانون کے مفصلہ وجوہات سے زناکاری کا ارتکاب۔ جذام۔ ارتکاب جرم کی وجہ سے جلاوطنی۔ عدالت کی جوابدہی سے بچنے کیلئے بھاگ جانا بشرطیکہ تین سال گذر چکے ہوں۔ یہ سب وجوہات طلاق ہیں۔ سویڈن میں صرف ارتکاب زنا سے طلاق مل سکتی ہے۔ روس میں زنا اور ناموافقت مزاج کی وجہ سے طلاق دیجاسکتی ہے جیسا کہ سپین میں نکاح کا معاہدہ ناقابل فسخ ہے۔ اطالیہ میں طلاق کسی صورت میں نہیں مل سکتی لیکن قانونی طور پر علیحدگی بعض وجوہات پر واقع ہوسکتی ہے۔ فرانس میں مرد عورت کی زناکاری ثابت کرکے طلاق حاصل کرسکتا ہے مگر عورت صرف اس صورت میں طلاق لے سکتی ہے کہ مرد کی زناکاری کیساتھ یہ بھی ثابت کرے کہ اسنے اپنی محبوبہ کو گھر کے اندر داخل کیا ہے اسکے علاوہ اور وجوہات جن سے طلاق واقع ہوسکتی ہیں مثلاً تشدد یا ظالمانہ برتاؤ کے سبب سے یا ایسے الفاظ یا تحریرات یا افعال کیوجہ سے جو دوسرے زوج کی شہرت یا عزت کو نقصان پہنچانیوالے ہوں یا قانونی سزا کیوجہ سے جسکا نتیجہ جسمانی طور پر حبس یا اخلاقی طور پر ذلت ہو یا جبر اور بطور عادت حقوق زوجیت کے ادا کرنیسے انکار بیماری کو دوسرے زوج کیطرف منتقل کرنے نکاح کی کسی مذہبی رسم کی ادائیگی سے انکار کرنے اور عادتاً شراب خوری کی وجہ سے بھی طلاق واقع ہوسکتی ہے۔ یہ تو یورپ میں اختلاف وجوہات طلاق کا حال ہے امریکہ میں اس سے بھی زیادہ اختلاف نظر آتا ہے کیونکہ ریاستہائے متحدہ میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے الگ الگ قوانین طلاق تجویز کر رکھے ہیں اور ایک ریاست دوسری کی وجوہات کو کافی یا ضروری نہیں سمجھتی زنا ۴۹ ریاستوں میں طلاق کیوجہ قرار دیگئی ہے عورت کو چھوڑ دینا اور اسکی خبرگیری نہ کرنا ۴۸ ریاستوں میں غائب ہوجانا ۴۲ میں ظلم یا تشدد کا خوف ۴۴ میں۔ قید ۴۳ میں۔ متواتر شراب خوری میں بے اعتدالی یا عادتاً شراب خوری ۳۷ میں۔ نامردی ۳۶ میں۔ نان و نفقہ مہیا کرنیکی ناقابلیت ۲۱ میں۔ نکاح سے پہلے بدکاری ۱۳ میں۔ شک کرنا ۷ میں۔ دیوانگی ۵ میں۔ [illegible] کے فرقہ میں شامل ہونا ۲ میں۔ جب کسی دوسری ریاست میں طلاق حاصل کیگئی ہو ۳ میں۔ الگ رہنا ۲ میں۔ ادائیگی فرائض میں عمداً غفلت کرنا ۲ میں۔ آوارگی کا مجرم ہونا ۲ میں۔ عورت کا کسی دوسری ریاست میں جانیسے انکار کرنا ایک میں۔ عورت کو گھر سے باہر نکالدینا ایک میں۔ عادتاً سخت مزاجی ایک میں۔ کوئی وجہ جو عدالت کی رائے میں کافی ہو ایک ریاست میں وجوہ طلاق سمجھی گئی ہیں۔ ایک ریاست میں کوئی قانون طلاق کا نہیں ہے اکثر ریاستوں میں طلاق حاصل کرنیکے اخراجات بہت زیادہ نہیں ہیں اور نہ مقدمات کو وہ عام شہرت دیجاتی ہے جو انگلستان میں دیجاتی ہے اسلئے طلاقوں کی تعداد ریاستہائے متحدہ میں بہ نسبت دوسرے عیسائی ممالک کے بہت زیادہ ہے کہا جاتا ہے کہ اکثر حالتوں میں طلاق حاصل کرنیکی غرض کسی دوسرے مرد یا عورت سے نکاح کی ہوتی ہے یہ بھی امر واقع ہے کہ جسقدر کوئی قوم دنیا میں ترقی کرتی گئی ہے اسیقدر اسمیں طلاقوں کی

* اس پیراگراف میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ وہ انسکلوپیڈیا برٹینیکا کی گیارھویں جلد سے لئے گئے ہیں۔

تعداد بڑھتی گئی ہے۔ ڈاکٹر شفٹ کا بیان ہے کہ میں نے اس بیان کی تصدیق میں ایک دفعہ ایک نزعی عام مجلس میں فہرستیں پیش کی تھیں اور اسکو ثابت کرکے دکھایا تھا وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں ان طلاقوں کی تعداد میں زیادتی کو اس قوم کے لیئے فخر کا باعث سمجھتا ہوں نہ ذلت کا اور اس سے گھر کے دائرہ کے اندر کے اخلاق اور تہذیب کی عمدگی کا پتہ ملتا ہے یہ امر قابل ذکر ہے کہ جیسے مرد کو طلاق حاصل کرنیکی اجازت ہو ویسے ہی عورت کو بھی طلاق لینے کا اختیار ہے۔

میری غرض عیسائی ممالک کے مختلف وجوہات طلاق کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ کوئی دو عیسائی ملک بھی اسبات پر اتفاق نہیں رکھتے کہ کونسے وجوہات پر طلاق جائز ہونی چاہیئے۔ اگر زنا کے علاوہ کسی اور وجہ پر طلاق کی اجازت بھی دیگئی ہے۔ تو یہ فیصلہ نہیں کیا گیا کہ کن وجوہات پر طلاق کا جواز ہونا چاہیئے اور کن پر نہیں اور اس کے دلائل کیا ہیں۔ یہ ان قوموں کی حالت ہے جو سب ایک ہی مذہب کی پیرو ہیں۔ اور تہذیب کے ایک ہی مرحلہ پر پہنچی ہوئی ہیں اور پھر اکثر تمدنی اور اخلاقی امور ...... پر انکے خیالات بھی ایک سے ہی ہیں۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا طلاق کی وجوہات کی حد بندی کرنا درست بھی ہے۔ یورپ کے تمام ممالک اور امریکہ کی تمام ریاستوں نے اس بارے میں غلط کوششیں کرکے آخر یہ ثابت کردیا ہے کہ درست اصل اس ایک ریاست کا ہے جو آخر اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ جہاں طلاق کی کافی وجہ موجود ہو وہاں ضرور طلاق ملنی چاہیئے۔ خواہ وہ وجہ معینہ وجوہات کے اندر پائی جاتی ہو یا نہ پائی جاتی ہو اگر یہ ممکن ہوتا کہ کل دنیا کے لیئے طلاق کے وجوہات معین کیئے جاسکتے تو اس قدر اختلاف اس قدر یکساں خیال کی قوموں میں اس معاملہ میں ہرگز نہ پایا جاتا۔ خصوصاً جب ان اقوام کا یہ دعوٰے بھی ہو کہ ہم تہذیب کے اعلٰے معیار پر پہنچ چکے ہیں اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ طلاق کے وجوہات معین کرنا بڑی بھاری غلطی ہے کیونکہ ایسے وجوہات کل انسانی حالات پر حاوی نہیں ہوسکتے۔ اسلام جس کا سرچشمہ وحی الٰہی تھی اور اسی لئے انسانی فطرت کے تمام پہلوؤں اور انسانی حالات کے ہر ایک قسم کے تغیر و تبدل پر اسکی پوری نظر تھی۔ اس نے سب سے پہلے مروجہ قوانین طلاق میں بھی اصلاح فرمائی کہ تعیین وجوہات طلاق کو جائز نہ رکھا۔ یہ مقدس مذہب کسی خاص قوم یا خاص ملک یا خاص زمانے کے لئے نہ تھا کہ اس کے مطابق طلاق کے چند وجوہات کا نام لے دیتا بلکہ اس کا دایرہ وسیع اور تمام زمین اور زمانے پر حاوی تھا۔ اور اسی وسیع دوربینی سے اس نے تعیین وجوہات طلاق کی ..... غلطی کو سمجھکر اس پہلو میں اصلاح کرنے سے کسی قسم کا خوف ظاہر نہیں کیا۔ اور طلاق کے لیئے ہر ایسی وجہ کو جائز سمجھا جسکو کافی وجہ کہا جاسکتا ہو تاکہ اس کے بنائے قوانین تمام انسانی ضروریات کے پورا کرنے والے ہوں۔ پس میں یہ کہنے کو بھی تیار ہوں کہ واقعی بعض وقت ایک وجہ طلاق کی ایک قوم کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ حالانکہ وہی وجہ دوسری قوم کے لئے نہیں ہوسکتی بلکہ قوموں کو چھوڑکر افراد سوسائٹی میں بھی ایسے تغیرات پائے جاتے ہیں مثلاً جو سلوک معمولی طور پر ایک جاہل مرد اپنی عورت سے کرتا ہے وہی ایک معزز گھر میں بیجا تشدد سمجھا جاویگا اگر یہ ممکن ہوتا کہ ایک ہی قانون طلاق سب دنیا اور سب زمانوں کے لئے کافی ہوتا۔ تو مسیح کے اس قانون کو کہ زنا کے سوائے خاوند کسی صورت میں عورت کو طلاق نہیں دے سکتا اس قدر دلیری سے اس کے پیرو نہ توڑتے یا مثلاً اگر یہ قانون بہت ہی محدود ہونے کی وجہ سے انسانی سوسائٹی کے وسیع حالات کے مطابق ثابت نہ ہوا تھا اور اسکو توڑنا ہی پڑا تھا تو چاہیئے تھا کہ مذہب عیسائی اقوام کل کی کل کسی اور ایک ہی قانون کو اپنے لئے تجویز کرتیں۔ اور وجوہات طلاق میں اسقدر اختلاف ایک دوسرے سے نہ کرتیں۔ پھر اس اختلاف کے ہوتے ہوئے یہ محض حماقت ہے کہ شریعت اسلام پر اس بنا پر اعتراض کریں کہ اس میں وجوہات طلاق کی تعیین نہیں کیگئی کیونکہ ایسی تعیین تو خود عیسائی اقوام آج تک نہیں کرسکیں پس ایسا اعتراض اس وقت تک کچھ وقعت نہیں رکھتا جب تک کل اقوام متفق ہوکر پہلے یہ بیان نہ کریں کہ انکے نزدیک وجوہات طلاق کون کونسی ہونی چاہیئیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے جو یہ تجویز کیا ہے کہ کافی وجہ طلاق ہونی چاہیئے اور ان وجوہات کی تعیین کو ترک کردیا ہے یہ قانون طلاق میں سب سے بڑی اصلاح ہے جس پر آخر عیسائی اقوام کو بھی کاربند ہونا پڑیگا۔ دوسرا اعتراض اسلام پر عموماً یہ کیا جاتا ہے کہ اسلامی شریعت کے مطابق خاوند کو حق حاصل ہے کہ جب چاہے بلاوجہ ہی اپنی عورت کو طلاق دیکر اسے الگ کردے ایسا اعتراض بالتصدیق پیدا ہوسکتا ہے اور یہ شریعت اسلامی کی ناواقفیت سے اس میں شک نہیں کہ اسلام معاہدہ نکاح کو ناقابل فسخ نہیں سمجھتا۔ مگر ساتھ ہی اس کے وہ نکاح کو ایسا مقدس معاہدہ سمجھتا ہے جسکے توڑنے میں پرلے درجہ کا احتیاط اور حزم سے کام لینا چاہیئے۔ اسلام طلاق کے معاملہ میں افراط و تفریط کے دونوں پہلوؤں سے بچا ہوا ہے۔ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ خیال ہوتا کہ خاوند عورت کو جب چاہے بلاوجہ ہی طلاق دے سکتا ہے تو آپ بار بار یہ تاکید کیوں کرتے کہ حتی الوسع طلاق سے بچنا چاہیئے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام میں طلاق کی اجازت صرف اسی صورت میں ہے جب اس سے کسی ضرر کی اصلاح مقصود ہو جس ضرر کو اگر طلاق کے ذریعہ نہ روکا جاوے تو سوسائٹی کی ہلاکت کا باعث ہوگا اور اسکی اخلاقی حالتوں کو نہایت پستی کی حالت میں گرا دینے والا ہوگا یا ملک کے بعض اشخاص ایسے مشکلات اور تکلیفیں میں پھنس جاتی ہیں کہ جن کا علاج سوائے فسخ معاہدہ نکاح کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ انہی صورتوں میں اسلام نے طلاق کی اجازت دی ہے۔ بلکہ ان ضرورتوں کے لحاظ سے بھی اسلام یہی نصیحت کرتا ہے کہ سوائے سخت مجبوری کی حالت کے طلاق کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیئے۔ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق ایک مشہور حدیث ہے جس کا منشا یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالٰے نے انسانی ضروریات کے سبب طلاق کی اجازت تو دی ہے مگر اللہ تعالٰے کی نظر میں یہ فعل پسندیدہ نہیں کہ انسان بلاوجہ یا ذرا ذرا سی بات پر طلاق کی طرف رجوع کرے بلکہ ایسا فعل اللہ تعالٰے کو سخت ناراض کرنے والا ہے۔ اب یہ الفاظ بلاشبہ آنحضرت صلے اللہ کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ کیا یہ گمان ہوسکتا ہے کہ وہی شخص جو بلاوجہ طلاق کو اس نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اپنے پیرؤوں کو یہ اجازت دے کہ تمہارا اختیار ہے جب تک چاہو عورتوں کو رکھو اور جب چاہو طلاق دو۔ پھر ایسا الزام دینا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ شریعت اسلامی میں ایک لفظ بھی اس حدیث کے منشا کے خلاف نہیں ہے۔ یہ حدیث بطور ایک بنا کے ہے جس سے اسلامی شریعت کا سچا منشا معلوم ہوسکتا ہے۔ اصل بات صرف اسی قدر ہے کہ اسلام اس غلطی کا مرتکب نہیں ہوا کہ عیسائیوں کی طرح طلاق کے لئے چند وجوہ بیان کردیتا۔ اور پھر آئے دن مختلف قوموں کے درمیان ان میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

اب ضروری سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام جو طلاق کے لیئے کافی وجہ چاہتا ہے پھر اس نے اپنے اس منشا کو پورا کرنے کا کونسا طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہ اعتراض کیا جائیگا کہ خواہ اسلام نے کافی وجہ کو طلاق کے لئے ضروری ہی سمجھا ہو مگر اس کا اختیار اس نے کلیتہً ایک فرد کے ہاتھ میں دیدیا ہے جو جس طرح سے چاہے اپنے منشا کو پورا کرسکتا ہے۔ اور کسی قسم کی روک اس پر ایسی نہیں ڈالی گئی۔ اور کم از کم یہ کہ جب کوئی رنجش کا موقعہ پیدا ہوگا تو ہر ایک شخص اپنے حق میں ہی فیصلہ کریگا۔ اور اس لئے عورت کا رکھنا یا اس کو طلاق دیکر نکال دینا اسکی مرضی پر منحصر ہوگا اس اعتراض کے جواب میں اول تو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ طلاق اور نکاح شریعت اسلامی میں کسی فرد کے پرائیویٹ افعال نہیں سمجھے جاتے بلکہ اس کے پبلک افعال ہیں اور اس لیئے شہادتوں کا ہونا ضروری مانا گیا ہے اسی وجہ پر حکومت کو ان امور میں پوری مداخلت حاصل ہے۔ اسکی عملی نظیریں خود ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پائی جاتی ہیں۔ اگر ہندوستان میں قانون طلاق کی بنا ان فیصلجات پر رکھی جاتی اور ان فیصلجات کو جو محمد کے واقف آدمیوں کے قلم سے نکلے ہوئے ہیں اصل شریعت نتیجہ بنایا جاتا۔ تو ہندوستان کا اسلامی قانون طلاق [illegible] اور ہی ہوتا۔

(باقی آئندہ)

حق کس طرف ہے؟

(میاں صاحب کے جوابات پر نظر)

(۱) اول یہ کہ ممکن ہی نہیں الخ (ص۱۵۳ حقیقۃ النبوۃ) یہ میاں صاحب کی ناسمجھی کی دلیل ہے۔ کہ جو ہیں ایک شخص اپنی تمام شان میں نبی سے افضل بھی ہو۔ اور پھر نبی نہ بنے۔

خود حضرت صاحب کے کلام کے برخلاف میاں صاحب کا یہ قیاس ہے

"پس خدا دکھلاتا ہے کہ اس رسول کے ادنیٰ خادم اسرائیلی مسیح ابن مریم سے بڑھکر ہیں" (ص۱۵۱ حقیقت الوحی) دیکھو اسی عبارت حضرت صاحب میں میاں صاحب کے قیاس [illegible] کا رد موجود ہے۔

ادنیٰ خادم محمد رسول اللہ صلعم کے اس اسرائیلی مسیح ابن مریم سے افضل ہیں۔ اس میں ادنیٰ خادم اور افضل ہیں جمع کا صیغہ قابل توجہ ہیں۔ اس میں کوئی شرط نہیں کہ وہ افضل نبی ہو یا غیر نبی۔ ادنیٰ خادم تو غیر نبی بھی ہو سکتا ہے۔ صرف خادم دین اسلام ہونا اس میں متحقق ہو جاوے۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ مثیل۔ اصل سے افضل ہو سکتا ہے۔ اور اس کے لئے نبی ہونا شرط نہیں۔ حضرت رسول کریم صلعم مثیل موسے ہیں۔ پس مثیل موسے علیہ السلام موسے سے افضل اور مثیل عیسی علیہ السلام عیسے سے افضل حضرت مسیح موعود اسی مسئلہ فضیلت اور کارکردگی پر بحث ص۱۵۱ سے ص۱۵۵ تک حقیقۃ الوحی میں کرتے ہیں۔ انہیں سے چند چند فقرات قابل توجہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) **حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں** جو مجھے دی گئیں۔ ...... وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی توفیق دی۔ وھذا تحدیث نعمۃ اللہ ولا فخر۔ کیا جس قادر مطلق نے ... حضرت عیسی علیہ السلام کو پیدا کیا وہ ایسا ہی ایک اور انسان یا اس سے بہتر پیدا نہیں کر سکتا" (حاشیہ ص۱۵۳) خدا تعالیٰ کے سلسلوں کا کوئی انتہا نہیں پا سکتا یعنی اسرائیل میں حضرت موسی علیہ السلام عظیم الشان نبی گذرے ہیں جنکو خدا تعالیٰ نے توریت دی اور جن کی عظمت اور وجاہت کی وجہ سے بلعم باعور جیسا بھی ہلاک ہوا .... وہی موسیٰ ہے جسکو ایک بادیہ نشین شخص کے علوم روحانیہ کے حلقہ [illegible] میں [illegible] کا کچھ پتہ نہ لگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فوجدا عبدا من عبادنا آتیناہ رحمۃ من عندنا و علمناہ من لدنا علما (ص۱۵۳ حاشیہ حقیقۃ الوحی)

مندرجہ بالا حضرت صاحب نے مثال دیکر سمجھا دیا کہ موسی علیہ السلام کو باوجود نبی ہونے کے ایک غیر نبی کے مقابلہ میں اس کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔ اسی طرح میں اگرچہ ان معنوں کے لحاظ سے جن معنوں کے لحاظ سے حضرت عیسی علیہ السلام مستقل اور حقیقی نبی تھے۔ نبی نہیں ہوں۔ اور میری مثال عبدا من عبادنا کی طرح ہے۔ جو وہ بھی نبی نہیں تھا۔ مگر علم لدنی رکھتا تھا۔ میں بھی علوم لدنی سے سرفراز کیا گیا ہوں مگر حقیقی نبی نہیں ہوں۔ اور باوجود اس کے اس مسیح اسرائیلی سے جو حقیقی اور مستقل نبی تھا افضل ہوں۔

(۳) اور آخری مسیح (جس سے اس زمانہ کا مسیح مراد ہے) پہلے مسیح سے افضل ہوگا (ص۱۵۴)

(۴) بہرحال یہ دونوں فرقے قائل ہیں۔ کہ آنے والا مسیح جو آخری زمانہ میں آئیگا اپنے جلال اور قوی نشانوں کے نشان کے لحاظ سے پہلے مسیح یا پہلی آمد سے افضل ہے (ص۱۵۵)

(۵) پھر جبکہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جاوے۔ کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو۔ (ص۱۵۵)

پس میاں صاحب کا یہ کلیہ غلط ہے کہ ایک غیر نبی جو نبی سے افضل ہو وہ کیوں نبی نہ ہو۔ **عبدا من عبادنا** والی دلیل پر غور کرو۔

پھر میاں صاحب نے صرف اپنے قیاس سے یہ کہا اور حضرت صاحب نے تو خدا کے حکم اور اس کی وحی سے اپنے آپ کو افضل کہا۔ اگر حضرت صاحب کے قیاس تک ہی بات رہتی ہے تو وہ تو اپنے آپ کو حضرت مسیح سے کم سمجھتے تھے۔ اور فی الواقعہ اگر خدا نہ بتلا دے تو فضیلت کا توازن کس معیار پر انسان کر سکتا ہے۔ انسان کے پاس ایسی کوئی میزان نہیں کہ وہ اپنے آپ کو افضل ٹھیرا سکے۔

میاں صاحب نے صفحہ (۲) حقیقۃ النبوۃ پر حاشیہ میں جو قیاس بیجا سے کام لیا ہے۔ کہ "وہ فضیلت کسی اور معاملہ میں نہیں بلکہ نبی اور حکم ہونے کے لحاظ سے ہے"

یہ قیاس خود حضرت صاحب کی عبارت سے مردود ہے جو خود میاں صاحب نے (ص ۲ [illegible]

کارناموں کی وجہ [illegible] نبوت کی وجہ سے [illegible]
[illegible] پر میاں صاحب دلیل دیتے [illegible] لازم [illegible] میاں صاحب کا دعوے ہے۔ بلا دلیل ہے
[illegible] دیکھو یہ خلاف [illegible] ہے دیکھے سطر اول وہی عبارت خود نقل کرتا ہے اور پھر اسکو نہیں دیکھتا۔
[illegible] عقل [illegible]

سطر (۱۵) میں نقل کی ہے "**آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے**"۔

جواب (۳) میاں صاحب کا۔ ص۱۵ حقیقۃ النبوۃ

(۲) سب سے اول یہ دیکھنا ہے کہ میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کی عبارت کے الفاظ میں کیوں تبدیلی کی۔ اگرچہ میں میاں کے اس حیلہ کو بفضل خدا سمجھ گیا ہوں۔ جیسا کہ آگے چلکر اس کی حقیقت کھولوں گا۔ اصل الفاظ حضرت صاحب کے یہ تھے

"اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو مسیح پر فضیلت دی ہے، کیونکہ یہ ایک جزوی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے"

میاں صاحب نے حقیقۃ النبوۃ میں اسکو بدلا دیا ہے اس طرح پر۔ "حضرت مسیح موعود نے تریاق القلوب میں مسیح سے کلی طور پر افضل ہونے کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ غیر نبی کو نبی پر فضیلت نہیں ہو سکتی"۔ پھر لکھتے ہیں کہ: "غیر نبی نبی سے افضل کیونکر ہو سکتا ہے"

یہ کارروائی اس لئے میاں نے اس کی ہے کہ بادی النظر میں کوئی **القول الفصل** ص۲۲ کی عبارت کو جب اس عبارت سے مقابلہ کریگا تو وہ فوراً ایک گورکھ دھندے میں پڑ جاویگا۔ اور کسی نتیجہ تک نہ پہنچ سکیگا۔ بلکہ ایسی مستانہ عبارت سے اکتا کر اسکو پڑھنا ہی چھوڑ دیگا مجھکو ان باتوں کا اس لئے ملکہ ہے کہ میں نے تشیع کی ایسی کارروائیوں کو دیکھا ہوا ہے۔

(۳) میاں صاحب القول الفصل صفحہ ۲۲ سطر ۱۳ میں تسلیم کر چکے ہیں۔ یہ سب آگے عبارت میاں صاحب کی۔ "اور پہلے آپ کا اپنے نبی ہونے کے متعلق اور کسی نبی پر اپنی فضیلت کے متعلق جو مذہب تھا بعد میں خدا تعالیٰ کی وحی نے اسکو بدلا دیا۔ اور آپ پر یہ روشن ہو گیا کہ آپ حضرت مسیح سے ہر رنگ میں افضل ہیں"

میاں صاحب کی دوسری عبارت مندرجہ حقیقۃ النبوۃ:- "وہاں اس عقیدہ کو کہ غیر نبی نبی سے افضل نہیں ہوتا منسوخ نہیں فرمایا" (ص [illegible] سطر ۱۳)

چونکہ میاں صاحب نے چالاکی کرکے الفاظ کو بدلا دیا ہے اس لئے آپ اس تناقض کو معلوم نہ کر سکیں گے کہ میاں نے القول الفصل میں کیا لکھا۔ اور پھر اس کے برخلاف حقیقۃ النبوۃ میں کیا لکھا۔ [illegible] ان کی عبارت کا مطلب [illegible] واضح کرتا ہوں۔ [illegible]
پھر ان میں اختلاف بتلاتا ہوں:۔
القول الفصل میں میاں صاحب لکھتے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم

آں کتابِ حق کہ قرآن نامِ او — بادۂ عرفان ما از جامِ او

آں رسولے کش محمدؐ ہست نام — دامنِ پاکش بدست ما مدام

مہرِ او با شیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن

ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام

ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست

آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ: تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ

اخبار پیغامِ صلح لاہور

ما از و یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال

اقتدائے قولِ او در جانِ ماست — ہر چہ زو ثابت شود ایمانِ ماست

از ملائک وز خبر ہائے معاد — ہر چہ گفت آں مرسلِ رب العباد

آنچہ از حضرتِ او ثابت است — منکر آں مستحقِ لعنت است

معجزاتِ او ہمہ حق اندر است — منکر آں مورد لعنِ خدا ست

معجزاتِ انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیانش بالیقین

بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ما — ہر کہ انکار کند از اشقیا

یک سر مو دوری از آں شہ کتاب — نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

قیمت

سالانہ ۵ شش ماہی ۳ سہ ماہی ۱٫۸ ماہوار ۱۰

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یک شنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مسیح المسیح لاہور | سہ شنبہ مورخہ ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۳ ہجری المقدس مطابق ۱۴ ستمبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۲۸

معجزاتِ انبیاء و دیگر اعمالِ عجیبہ کا فرق

(از خطیب)

(گذشتہ سے پیوستہ)

علاوہ اس کے اور بہت سی صورتیں ایسی ہیں جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ محال عادی اصل میں محال نہیں بلکہ ممکن ہے اور اس لئے جب معجزات کا تعلق محالاتِ عادیہ سے ہوا تو ان کا وقوع بھی ممکن ہوا لیکن اب یہاں یہ بحث باقی رہ جاتی ہے کہ پھر اعمال مسمریزم وغیرہ اور معجزات میں کیا فرق رہیگا جبکہ دونوں کا تعلق محال عادی سے ہے اور صورت وقوع میں بھی کوئی فرق نہیں ہے اور اصل مدعا ہمارا اس مضمون سے یہ بتلانا ہے۔ چنانچہ ہم ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ معجزات اور اعمال مسمریزم وغیرہ میں کیا فرق ہے۔

(۱) پہلا فرق تدریج کا ہے یعنی رفتہ رفتہ ادنیٰ حالت سے علم و عمل کے اعلیٰ درجہ پر پہنچنا۔ اور یہ فرق تمام اعمال کسبیہ و صنعیہ میں پایا جاتا ہے۔ یعنی جس طرح کسی علم ہندسہ و حساب کی بلندی کے لئے ابتدا میں کسی شکل کا بغیر ان تمام شکلوں کے سمجھے ہوئے جان لینا جنپر وہ متفرع ہے دشوار ہے اسیطرح عامل مسمریزم سے یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ بدون تکمیل ضبط و خیال کے اپنا پورا اثر کسی معمول پر ڈال سکے اور انبیاء کے لئے یہ شرط ضروری نہ تھی۔ چنانچہ آجتک کوئی شخص اس بات کو ثابت نہ کر سکا کہ ہمارے رسولؐ یا کسی نبی نے معجزات کی مشق کی۔ یا مشق کی غرض سے کسی کو معمول بنایا ہو اور اس لئے یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ انبیاء کے معجزات بالکل وہبی امور سے متعلق ہیں اور ان میں کسب اکتساب کو بالکل دخل نہیں ہے۔

(۲) جسقدر اعمال نفسانی و روحانی ہیں ان میں شرط اولیٰ یہی ہے کہ اجتماع حواس ہو۔ تخلیہ ہو۔ امور دنیا سے بے تعلقی ہو۔ اور تشویش ظنون تردد خاطر سے دور کیا ہو۔ لیکن اس کے خلاف انبیاء علیہم السلام کے ہزاروں معجزات اسی قسم کے ہیں جو عین حالت اضطرار اور پریشان خاطری کی حالت میں رونما ہوئے بلکہ محاصرہ اور زدوغہ (؟) ابتلا میں خاص طور سے ان کا ظہور ہوا یعنی جس قدر شرائط کی کمی ہوتی تھی۔ اُسیقدر زیادہ ان کا ظہور ہوتا تھا۔

(۳) جسقدر آلات و وسائل۔ قوت نفسانی و روحانی کے بڑھانے میں آجتک معلوم ہوئے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان میں سے کسی کے محتاج نہ تھے۔ اور اس لئے وہ اسباب جو نورانی اثر کے ظہور کے منافی ہوتے ہیں انپر کچھ اثر نہ کر سکتے تھے۔ نہ اُن کو کسی آلہ کی ضرورت تھی اور نہ کوئی چیز ان کو معجزات سے روک سکتی تھی صرف ایک ذات ہوتی ہے۔ جو تمام اسباب و آلات اور شرائط سے بے نیاز ہوکر اپنے نورانی اثرات کا اظہار کرتی ہے۔

(۴) جب کوئی عامل مسمریزم اپنا اثر کسی دوسرے پر ڈالنا چاہتا ہے بغرض سلب امراض وغیرہ پہنچانا چاہتا ہے تو اسکو کسی واسطہ و رابطہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے کپڑا اور روئی پانی مقناطیس شیشہ کوئلہ وغیرہ۔ وہ ان چیزوں میں طریقہ معلومہ سے اپنا اثر بھر دیتا ہے۔ اور اسطرح یہ وہ اثر مریض تک پہنچتا ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام اس کے محتاج نہ تھے۔ ان کو خدا نے یہ طاقت دی تھی کہ ادھر منہ سے کہا اور ادھر ہو گیا۔

(۵) مسمریزم کے معمول پر جب حالت غائب یعنی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کے حواس خمسہ ظاہری بالکل مسدود ہو جاتے ہیں۔ نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے۔ اور نہ گرمی سردی کا امتیاز رہتا ہے۔ اور یہ کیفیت تمام معمولین کی ہو جاتی ہے۔ خواہ عمل اپنے اوپر ہو یا کسی دوسرے کے اوپر اور ہونا بھی چاہئے۔ کیونکہ علاوہ تجربہ کے ہر ایک عقلی بھی یہی کہتی ہے کہ قوائے باطنی کے غلبہ سے قوائے ظاہری مغلوب و معطل ہو جاتے ہیں۔ اور قوائے ظاہری کے غلبہ سے قوائے باطنی افسردہ و مغلوب ہو جاتے ہیں۔ لیکن برخلاف اس کے جب انبیاء علیہم السلام کسیکو امر غائب کا معائنہ کراتے تھے۔ تو وہ شخص اپنی معمولی حالت میں ہوتا تھا۔ اور اُسکے حواس خمسہ ظاہری تاثر نہ ہوتے تھے۔

(۶) مسمریزم کا اثر پیدا ہونے میں یہ بھی شرط ہے کہ جس پر اثر ڈالا جائے وہ اثر یا موثر کا منکر نہ ہو یعنی یا تو اس کی صداقت کا معتقد ہو یا بالکل خالی الذہن ہو نہ منکر ہو نہ معتقد کیونکہ جو جسقدر زیادہ منکر ہوگا۔ اس پر اسیقدر دشوار ہی سے عمل مسمریزم ہوگا۔ لیکن انبیاء علیہم السلام اسکے خلاف کرتے تھے۔ جو جسقدر زیادہ منکر ہوتا تھا اُسیقدر زیادہ اظہار اعجاز کرتے تھے تاریخ سے کہیں بھی پتہ نہیں چلتا کہ معتقدین یا ماننے والوں کے سامنے معجزہ کا ظہور کیا گیا ہو۔

(۷) عمل مسمریزم میں قابلیت اثر پذیری کی بھی تلاش ہوتی ہے۔ کہ معمول قوی دل نہ ہو۔ عامل و معمول میں اختلاف مزاج نہ ہو معمول کم عمر و نرم اندام ہو۔ اور اسطرح کی بہت سی شرائط ہیں لیکن معجزات میں یہ کوئی شرط نہ تھی۔ کوئی مزاج و طبیعت ہو۔ کوئی جنس و نوع ہو۔ سب پر برابر اثر ہوتا تھا۔

(۸) کیسا ہی زبردست عامل سحر و مسمریزم اور کیسا ہی خواص حروف کا عالم کیوں نہ ہو۔ لیکن انبیاء پر اس کے علم و عمل کا اثر نہیں ہو سکتا اور انبیاء کے اثر اعجاز کو کوئی عامل نہیں روک سکتا۔ اور نہ بذریعہ عکس عمل سے اُسے رد کر سکتا ہے۔

تیلیغہ رنگیں (؟) ایڈیٹر و مینیجر کے اہتمام سے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

غنیم کی پیشقدمی جاری ہے۔ (شملہ ۱۱ ستمبر) صاحب:۔ وزیر ہند کی طرف سے کل کی تاریخ کا مفصلہ ذیل مراسلہ ہز اکسیلنسی وائسرائے کو موصول ہوا ہے۔

روسیوں نے مشرقی گلیشیہ میں آسٹریا اور جرمنی کی افواج پر کامیابی کے ساتھ حملہ کیا ہے مگر مرکز میں انکی پیشقدمی ہنوز جاری ہے۔

روسیوں کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ ریگا ڈونسک کے محاذ پر عام حالت غیر متبدل ہے گروس ایچاوار نیوسیٹ کے قریب جرمنوں نے پیشقدمی کرنے کی کوشش کی مگر پسپا کئے گئے۔ روسی دریائے لوز کے مشرقی کنارے سے کسی قدر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ ولنا کو جانے والی سڑکوں پر کوئی تبدیلی وقوع میں نہیں آئی۔ جرمنوں نے روسی سپاہ پر جو ولنا کے جنوب مغرب میں لزدی کی کی متصلہ جھیلوں کی ندیوں پر قابض تھی زہریلی گیس کے گولے پھینکے اور توپخانہ سے شدید آتشباری کی۔

ایک جرمن سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ جرمنوں نے مقام والکووایر قبضہ کر لیا ہے۔

روسیوں کی قابل ذکر کامیابی: سرکاری رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ گلیشیہ میں تارنوپول کے قریب انہوں نے جرمنوں کے مقابلہ میں جو کئی روز سے فیصلہ کن حملوں کی تیاریاں کر رہے تھے عظیم کامیابی حاصل کی ہے۔ روسیوں نے ان سے بیشتر ہی حملہ کر دیا۔ اور جانبازانہ لڑائی کے بعد جرمنوں کو شکست فاش دی جو مقتولین و مجروحین کی صورت میں شدید نقصان اٹھانے کے علاوہ ۲۰۰ سے زیادہ افسر اور ۵۰۰۰ سپاہی میدان جنگ میں اسیر چھوڑ گئے۔ قلیل تعاقب کے بعد روسیوں نے دریائے سیرتھ پر اپنے سابقہ مورچوں پر قبضہ کر لیا مزید جنوب کی طرف روسیوں نے غنیم کو متعدد دیہات سے خارج کر دیا۔

مغربی رزمگاہ میں جرمنوں کی کامیابی فرانس میں جرمنوں نے شدید گولہ باری کے بعد میں انہوں نے زہریلی گیس کے بھی کثیر التعداد گولے پھینکے مغربی ارگون کے فرانسیسی مورچوں پر دو دو ڈویژنوں سے پرزور حملہ کیا اور بعض موقعوں پر فرانسیسیوں کو پہلی لائن کی خندقوں میں قدم جمانے مگر ان پر شدید جوابی حملے کئے گئے اور وہ فرانسیسی محاذ کو توڑنے کی کوشش میں ناکام رہے۔

برطانیہ کے بحری ہوائی جہازوں کے ساتھ مل کر فرنچ ہوا بازوں نے اوسٹنڈ کے ہوائی شیڈوں پر گولے پھینکے۔ اطالیوں نے کیڈورین کو ملوجیوس کے درہ کے قریب غنیم پر حملہ کیا اور اس کے بعض اہم موقعوں پر قبضہ کر لیا۔ شب گذشتہ کو جرمن ہوائی جہازوں نے مشرقی اضلاع اور علاقہ لندن پر حملہ کیا اور آتش خیز اور پھٹنے والے بم گرائے ان سے بعض مقامات پر آگ لگ گئی۔

نقصان کی فہرست۔ (لندن ۹ ستمبر) محکمہ اخبارات کا بیان ہے کہ شب گذشتہ کے زیلین جہازوں کے حملے سے تمام رپورٹوں میں مفصلہ ذیل نقصان وقوع میں آیا ہے۔

مقتولین:۔ ۱۲ مرد ۲ عورتیں ۶ بچے۔

شدید مجروح:۔ ۱۰ مرد ۴ عورتیں ۲ بچے۔

خفیف مجروح:۔ ۳۴ مرد ۳۳ عورتیں ۱۱ بچے۔

ان میں صرف ایک سپاہی ہلاک اور ۳ مجروح ہوئے۔

(لندن ۹ ستمبر) اخبار ڈیلی گرافک شب گذشتہ کے زیلین جہازوں کے حملہ کا لیڈنگ آرٹیکل میں ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ کارروائی قرون وسطیٰ کی جنگ کا پہلا نظارہ ہے۔ اخبار ویسٹ منسٹر گزٹ اہل لندن کے تحمل اور استقلال کی تعریف کرتا ہے جو ان سے ظہور میں آیا۔ مگر وہ لکھتا ہے کہ اس معاملہ کو تماشا سمجھنے کا میلان نہایت خطرناک ہے کیونکہ زیلین ہوائی جہاز اپنے محدود حلقہ اثر میں نہایت خطرناک ادرخانگ ہے۔

ایک زیپلین کی تباہی۔ (لندن ۱۰ ستمبر) اسٹرڈم کا تار مظہر ہے کہ ایک زیلین منگل کی شام کو بروسلز سے انٹورپ کو روانہ ہوا اور بدھ کی صبح کو واپس آ گیا۔ مگر جب بروسلز کے قریب مقام سٹیوکل پر پہنچی تو اس کی جنبش دینے والا آلہ کھو گیا۔ اور وہ ایک مکان پر گر پڑا۔ اور دھماکہ سے بالکل تباہ ہو گیا۔ اور جو آدمی اس پر سوار تھے ہلاک ہو گئے۔

لندن میں زیلینوں کا عجیب و غریب نظارہ (لندن ۱۰ ستمبر) ڈیلی ٹیلیگراف رقمطراز ہے کہ زیلینوں کے حملہ کا صرف یہی اخلاقی اثر پڑا ہے کہ جرمن سفاکی کو کچلنے کے لئے اہل لندن کا عزم بالجزم اور بھی محکم و مضبوط ہو گیا ہے۔ آگ بجھانے کی تکمیل یافتہ کارروائی لندن میں غالباً بہت اہم نظارہ تھا۔ اور لندن کے اکثر مقامات میں زیلینوں کے نظارے دیدبانوں کی روشنی اور زیلینوں کے اردگرد گولوں کے پھٹنے سے نہایت عجیب و غریب اور ولولہ خیز احساس ہوتا تھا۔

جہازوں کی غرقابی۔ (لندن ۱۰ ستمبر) محکمہ اخبارات نے اعلان کیا ہے کہ ہفتہ رواں میں اتحادی تجارتی جہاز اور ماہی گیر کشتیاں پکڑی یا غرق کی گئی ہیں۔ جہازوں کی آمد و رفت کی تعداد ۱۳۴۸ تھی۔

بحری ہوائی آمد و رفت۔ (لندن ۹ ستمبر) بحری ہوائی آمد و رفت کی عاجلانہ توسیع کی وجہ سے ایک فلیگ افسر کا عہدہ مقرر کیا گیا ہے اور اس عہدہ کے لئے عقبی امیر البحر واگھن لی منتخب ہوئے ہیں۔

روسیوں کی تازہ کامیابی۔ (پیٹرزگراڈ ۱۰ ستمبر) سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ روسیوں نے دریائے سیرتھ پر ٹرمبولا کے جنوب مغرب میں مزید کامیابی حاصل کی۔ اور منگل اور بدھ کے روز ۱۵۰ افسر سات ہزار سپاہی ۳۰ توپیں اور ۶۳ مشین گنیں گرفتار کیں۔ روسیوں کا نقصان بہت خفیف تھا۔ غنیم بدھ کے روز روسیوں کے تعاقب کی وجہ سے بعجلت تمام دریائے سیرتھ کی طرف پسپا ہو گیا ۳۰ ستمبر کے بعد روسیوں نے دریائے سیرتھ پر ۳۸۳ افسر ۱۷ ہزار سے زیادہ سپاہی ۱۴ بیاری ۱۹ ہلکی اور ۶۶ مشین گنیں اور ۵ اتوپ گاڑیاں گرفتار کیں۔

سنگینوں کا شدید معرکہ۔ (لندن ۱۱ ستمبر) روسی جس ہمت اور مستعدی کے ساتھ تمام محاذ پر جوابی حملے کر رہے ہیں۔ ان کا ایک جرمن سرکاری اطلاع میں اعتراف کیا گیا ہے۔ اور جنگ کی جانبازانہ نوعیت کا روس کی ایک سرکاری اطلاع سے پتہ چلتا ہے۔ جس میں اس امر کا ذکر کرنے کے بعد کہ ریگا کے علاقہ میں جنگی حالت عملاً غیر متبدل ہے لکھا ہے کہ دریائے لوز اور جیکب سٹیڈ کے مابین جرمن روسیوں کے خونریز جوابی حملوں کی تاب نہیں لا سکے۔ اس کے علاوہ میں غنیم کی جارحانہ کارروائی کا مقصد بظاہر روسیوں کو دریائے ڈوینا کے مشرقی کنارے سے پیچھے ہٹا دینا ہے۔ مزید جنوب کی طرف ولنا کی سڑکوں پر جنگی حالت عام طور پر غیر متبدل ہے غنیم سرگرمی سے مورچہ بندی کر رہا ہے۔

غنیم کی جارحانہ کارروائی کی روک تھام۔ روس کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ گراڈنو کے جنوب مشرق میں سکائیڈل کی طرف اور دریائے نیمن کے مغربی کنارے پر روسی سپاہ بدھ کے روز شدید جارحانہ کارروائی کر کے جن کا مقصد غنیم کو شدید نقصان پہنچانا تھا۔ جرمنوں کی پیشقدمی روکنے میں کامیاب ہو گئی۔ سرکاری اطلاع میں لکھا ہے کہ عام تجویز کے مطابق روسی سپاہ کامل ترتیب کے ساتھ پیچھے ہٹ رہی ہے۔ اور وقتاً فوقتاً کامیابی کے جوابی حملے کر رہی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ سکائیڈل کے مغرب میں مقام کوکھا دلسکے قریب جرمن روسی سپاہ کے جوابی حملے کے سامنے بھاگ گئے۔

دریائے نیمن اور پریپٹ کے درمیان جس قدر روسی سپاہ تھی۔ وہ دریائے زلویا نکا اور شہر روژانی کے درمیانی علاقہ کی طرف پسپا ہو رہی ہے۔ غنیم کے رسالہ اور پیدل سپاہ دستے دریائے پریپٹ کے مغربی کنارے پر پرپیک کی دلدلوں کی طرف جو پرزور جارحانہ کارروائی کی تھی۔ اسے روک دیا گیا ہے دو دوز کی سڑکوں پر بھی اسی قسم کی کارروائی عمل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۲۸

مسئلہ طلاق کے متعلق بعض اعتراضات کے جواب

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

صحیح بخاری میں جو حدیث کی سب سے زیادہ معتبر کتاب ہے۔ ایسی حدیثیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ دی ہوئی طلاق کو کالعدم قرار دیکر فریقین کے نکاح کے معاہدہ کو قائم رکھا۔ چنانچہ ایک ایسا واقعہ حضرت ابن عمر کے متعلق ہے۔ اس طرح پر طلاق کو ناجائز قرار دیکر بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ و السلام نے یہ فیصلہ ہمیشہ کیلئے کر دیا ہے کہ طلاق کالعدم قرار دیجا سکتی ہے اور حکومت کو اس معاملے میں دخل نہ اہل ہے یہ غلطی ہوگی۔ اگر ہم یہ کہیں کہ انہیں وجوہ پر طلاق کالعدم قرار دیجا سکتی ہے جن وجوہ پر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے کالعدم قرار دیا۔ کیونکہ آپ نے تو اپنے فیصلوں سے اصول فیصلہ مسلمانوں کو بتا دئیے ہیں۔ اور یہ ممکن ہی نہ تھا۔ کہ ہر قسم کے واقعات آپکی مختصر زندگی میں پیش آکر سب فیصلے یکدفعہ ہی ہو جاتے۔ جو نتیجہ ان مقدمات سے پیدا ہوتا ہے۔ جو آپ کے سامنے آئے وہ یہ ہے کہ آپ نے اس امر کو ضروری سمجھا کہ جہاں طلاق ناجائز طور پر دیجائے۔ حکومت اسکو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سے بڑھکر کونسی روک ایک آدمی پر ڈالی جا سکتی ہے کہ وہ جھگڑا ور کافی وجوہات پر طلاق دے اور بلاوجہ اس اختیار کو نہ برتے۔

اسی امر کی تائید میں کہ حکومت کو طلاق کے معاملہ میں مداخلت کا اختیار ہے اور بھی واقعات ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آئے منجملہ انکے لعان کی صورت بھی ہے یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے یہ دعوے کیا کہ میں نے اپنی عورت کو زنا کرتے دیکھا ہے مگر میرے پاس کوئی شہادت اس امر کی موجود نہیں اسپر وحی الٰہی کی بنا پر جیسا کہ قرآن کریم میں سورہ نور میں نازل ہوا آپ نے لعان کا حکم دیا جسکا آخری نتیجہ یہ تھا کہ مرد اور عورت الگ الگ کئے گئے اور طلاق واقع ہو گئی۔ اب اس سوال کے اٹھنے اور اسپر اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ فیصلہ نازل ہونے سے یہ شہادت پیدا ہوتی ہے۔ کہ شریعت اسلام کے رو سے بلاوجہ کوئی مرد کسی عورت کو طلاق نہ دے سکتا تھا۔ اصل مشکل اس صورت میں یہ تھی کہ اگر مرد اپنی عورت کو زنا کا الزام دیکر اسے طلاق دے تو شہادت کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے خود جھوٹا الزام لگانیوالا ٹھہر کر شرعی حد کے نیچے آتا ہے اور ویسے چونکہ اس کا اپنا نفس یقین کر چکا ہے کہ اس کی عورت زانیہ ہے۔ وہ اس کے ساتھ رہ بھی نہیں سکتا۔ پس اس مشکل کی صورت میں شریعت اسلام نے لعان کا فتوے دیا ہے۔ جس کی ضرورت اس صورت میں نہ ہوتی اگر طلاق بلاوجہ جائز ہوتی۔ شائد یہ کہا جائے کہ لعان کا حکم تو حد سے بچنے کے لئے ہے۔ یعنی اگر مرد حسب منشائے قرآن کریم قسم کھا دے کہ وہ سچا ہے تو اس پر جھوٹا الزام لگانے کی حد قائم نہ ہوگی اور اگر عورت مطابق حکم یہ قسم کھا دے کہ اسپر الزام لگانیوالا جھوٹا ہے۔ تو اس پر زنا کی حد قائم نہ ہوگی یہ بالکل صحیح ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ نتیجہ اسکا آخر طلاق ہے اور اگر بغیر جرم قائم کرنے کے طلاق ہو سکتی۔ تو مرد کو الزام دینے کی ضرورت ہی کیا رہتی اور۔ اسی بنا پر یہ استدلال بھی ہے۔

قرآن کریم سے یہ بھی ثبوت ملتا ہے۔ کہ بعض وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل دینے طلاق کے بھی طلاق سے روکا اور جب تک طلاق کا دینا مجبوری کی حد تک نہیں پہنچ گیا۔ طلاق کی اجازت نہیں دی۔ میری مراد اس جگہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے معاملہ طلاق سے ہے۔ زید اور زینب میں ایسی نااتفاقی ہوئی کہ آخر زید نے زینب کو طلاق دینے کا ارادہ کیا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی۔ تو آپ نے جو جواب دیا اسکا ذکر قرآن کریم ان الفاظ میں کرتا ہے:- واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ۔ (الاحزاب ۳۷) ترجمہ۔ جب تم اس شخص (یعنی زید) کو سمجھاتے تھے۔ جسپر اللہ نے انعام کیا۔ (یعنی اس کو مسلمان ہونے کی توفیق دی) اور جسپر تم نے بھی احسان کیا۔ (یعنی اسکی پرورش کی اور پھر زینب سے اس کا نکاح کر دیا۔) کہ اپنی بی بی زینب کو اپنی زوجیت میں رہنے دے۔ اور اللہ سے ڈر اور اسکو طلاق نہ دے)۔ مگر جب کوئی صورت اصلاح کی نہ بن سکی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا۔ کہ طلاق کے بغیر کوئی صورت اصلاح کی نہیں ہے۔ تو پھر آپ نے طلاق کی اجازت دیدی۔ اس جگہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کو حد سے وقت آپ نے سا تقید فرمایا۔ کہ اللہ سے ڈرو۔ گویا آپ کے نزدیک طلاق ایک بڑا ہی اہم معاملہ تھا۔ کیونکہ اگر اس کے دینے میں انسان کو سخت مجبوری نہ ہو۔ تب تک آپ نے اسے جائز نہیں سمجھا۔ ان دو واقعوں سے یعنی ایک تو حضرت ابن عمر کی طلاق کا معاملہ اور دوسرا زید کی طلاق کا معاملہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ بانی اسلام علیہ السلام کا یہ منشاء تھا کہ حکومت کو طلاق کے معاملہ میں یہ اختیار دیا جاوے۔ کہ اسکی بد استعمالی کو روک سکے خواہ طلاق کے واقع ہونے سے پہلے اسکو روک دینے سے اور خواہ طلاق ہو چکے تو اس کو کالعدم قرار دیکر۔ یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف ایک حاکم کا رنگ ہی نہ رکھتے تھے۔ بلکہ وہ مذہبی پیشوا اور شارع بھی تھے۔

پھر ایک اور روک طلاق کے ناجائز استعمال کو روکنے کے لئے وہ قرار دیگئی ہے۔ جسے قرآن کریم نے نہایت صریح الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک جھگڑے میں فریقین خود کوئی کارروائی نہ کریں۔ بلکہ دو حکم تنازعہ کے فیصلہ کے لئے مقرر کئے جاویں اور ان کو پورے پورے اختیارات دئیے جاویں۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ وان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلہا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما ان اللہ کان علیما خبیرا۔ (النساء - ۳۵) جسکا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اگر تمکو میاں بی بی میں فساد کے پیدا ہونیکا اندیشہ ہو تو ایک پنچ مرد کے کنبے میں سے مقرر کرو اور ایک پنچ عورت کے کنبے سے۔ اگر ان دونوں کا ارادہ اصلاح کا ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی ان دونوں میں موافقت پیدا کر دیگا۔ بیشک خدا علیم وخبیر ہے۔ اس آیت میں ایک ضروری امر فیصلہ طلب یہ ہے کہ تم میں خطاب کسکو ہے یعنی حکم مقرر کون کرے۔ امام شافعیؒ نے اس سے خطاب حکومت کو مراد لیا ہے۔ یعنی حاکم کو چاہیئے کہ وہ پنچ مقرر کرے امام رازیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے۔ قال الشافعی رضی اللہ عنہ المستحب ان یبعث الحاکم عدلین ویجعلہما حکمین والاولی ان یکون واحد من اھلہ وواحد من اھلہا لان اقاربہما اعرف بحالہما من الاجانب واشد طلبا للصلاح فان کان اجنبیین جاز وفائدۃ الحکمین ان یخلو کل واحد منہما بصاحبہ ویستکشف حقیقۃ الحال لیعرف ان رغبتہ فی الاقامۃ علی النکاح او فی المفارقۃ ثم یجتمع الحکمان فیفعلان ما ھو الصواب من ایقاع طلاق او خلع ہی کی تائید میں حضرت علی کے سامنے ایک ایسے ہی واقع کا پیش ہونا بیان کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم مقرر کرنیوالا حاکم ہی ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ساتھ ہی یہ لکھا ہے کہ حضرت علی کے پاس ایک مرد اور ایک عورت آئے اور ان دونوں

نوٹ اور رائیں

آریہ سماجی منادوں کے ممالک غیر میں بھیجے جانے کی تجویز

آگرہ کے آریہ ہمعصر مسافر نے یہ اعلان کیا ہے کہ "۔ اودلی کے مقدمہ کے متنا نتائج ختم ہوتے ہی پنڈت دہرم دیر جی وسافر ودیالہ کے ایک دوسرے مشنری ویدک دہرم کا جھنڈا لیکر چین وجاپان چلے جائینگے - اور انہی ہردو ممالک میں مستقل طور پر آریہ سافر مشن کی نبیاد ڈال کر ویدک دہرم کا پرچار کریں گے"۔ مسافر کا یہ تجویز کردہ مشن ممالک غیر میں کیا کام کریگا - اور کن مذہبی مسائل کی اشاعت وترویج میں حصہ لیگا - اس کا حال مسافر اور اس کے مشنری دہرم دیر کی ان نامناسب کارروائیوں سے معلوم ہوسکتا ہے - جو انہوں نے بزعم خود اسلام اور مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کے لئے ہندوستان میں شروع کر رکھی ہیں - اور وہ مختلف اکناف ملک میں اسلام کے خلاف غلط فہمیاں پھیلاکر اس سے لوگوں کو بدظن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں - مسافر ودیالہ کی یہ کارروائیاں اگرچہ اسلام کو تو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتیں - لیکن بالمقابل مسلمانوں کی طرف سے انکا دفعیہ نہ کرنے کے باعث بعض سادہ لوحوں کو جادۂ صداقت سے منحرف کردینے یا بعض جگہہ اشتعال انگیز تقاریر سے ملک کے امن میں خلل ڈالنے کا موجب ضرور ہوسکتی ہیں - پس باخل الذکر نتیجہ کے متعلق ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے اس قدر یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ لِلّٰہ میدان میں - اور اگر نہیں تو کم از کم اپنے انگلستانی مشن اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو ہی تقویت دیکر اسکے حلقہ اثر کو یہانتک وسیع کریں کہ وہ ممالک غیر میں بھی مسافر ودیالہ کے ہندوستان سے باہر جانے والے زہر کے لئے اسلامی تعلیمات کا تریاق پیش کرسکیں - اور اسکے ساتھ ہی ہم مسافر کو بھی مقدمہ کوہنج کے واقعات کی طرف توجہ دلاکر پنڈت دہرم دیر کی مخش اسن تقاریر سے سبق حاصل کرنیکا مشورہ دینا چاہتے ہیں - شاید کہ اس سے کوئی نیک نتیجہ برآمد ہو -

پنڈت راج نرائن ارمان سناتن دہرم میں

تازہ ہمعصر پرکاش راجپ(؟) سے معلوم ہوا کہ پنڈت راج نرائن صاحب ارمان آریہ سماج سے نکلکر سناتن دہرم میں شامل ہوگئے ہیں چنانچہ انہوں نے ہوشیارپور میں آریہ سماج کے خلاف لیکچر بھی دیا - جس کا اعلان سناتن دہرم سبھا کے ایک معزز رکن کی طرف سے کرایا گیا - لیکن ہمارے خیال میں صرف یہی ایک بات انکی سناتن دہرم میں شمولیت کی دلیل نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ کھلم کھلا اس بات کا خود اعلان نہ کردیں - اور اگر

ایسا ہو بھی تو اگرچہ یہ گویا کھائی سے نکلکر کنوئیں میں گرتا ہے - مگر تاہم چونکہ اس مذہب میں آریہ دہرم کی طرح مداہنت کو دخل نہیں یعنے سوامی دیانند کی طرح ویدک شرتیوں کی تاویل نہیں کی جاتی ہے - اور انکی اصلی شکل میں انہیں ظاہر کیا جاتا ہے اس لئے آریہ سماج کی مداہنت سے یہ پاک ہے -

بہرحال پنڈت راج نرائن صاحب اپنی راستگوئی اور عدم منافقت کے لئے جو انہوں نے ویدک دھرم کی تحقیقات کے بعد ظاہر کی ہے - قابل مبارکباد ہیں - اور یہ بیجا نہ ہوگا اگر ہم انہیں اپنی تحقیقات کے دائرہ کو وسیع کرکے اسلامی تعلیمات پر بھی غور کرنے کی دعوت دیں -

بلوہ کوہنج کے مقدمہ کا فیصلہ اور پرکاش کی بے وجہ ناراضگی

کوہنج میں گذشتہ چند ماہ سے ایک مقدمہ چل رہا تھا جو اس بلوہ سے متعلق تھا - جو وہاں بعض سماجی منادوں کی اسلام کے خلاف اشتعال انگیز تقاریر سے رونما ہوا تھا اس میں جو مسلمان ماخوذ تھے انہیں سے ۲۷ کو صاف بری کیا گیا ہے - باقی دس کو چھ چھ ہفتہ قید کی سزا ہوئی - اور بعد رہائی پانچ کو پانچ پانچ سو اور پانچ کو ڈھائی ڈھائی سو روپیہ کی ضمانت نیک چلنی دینے کا حکم ہوا ہے - لیکن پرکاش اس فیصلہ پر بہت ناراض ہے اور وہ اپنی ناراضگی کو کوہنج کی پبلک کی ناراضگی کی آڑ میں ظاہر کرتا ہے - تعجب ہے کہ پرکاش اور اسکی ہمخیال آریہ پبلک مسلمانوں کے بلوہ سے تو اس قدر ناراض ہے - کہ انکو باوجود سزا ملنے کے بھی ان کی تسکین نہیں ہوتی لیکن وہ ان ناواجب حرکات کی طرف نہیں دیکھتے - جو دوسروں کی مذہبی توہین اور اشتعال کا موجب ہوتی ہیں - میرا امید ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اس فتنہ وفساد کے قطعی انسداد کے لئے ایسے فتنہ انگیز منادوں کا بھی منہ بند کر کے انکی اشتعال انگیز تقاریر کو انسداد کا بھی کوئی ... کرے گی -

عید الفطر

مسلمانوں کا تیوہار ووکنگ میں

ہندوستانی اور جنگ

(انڈیلی گرافیک لندن مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۱۵ء)

کل ووکنگ نے ایک خاص منظر دکھلایا جو مرتوں میں مغرور(؟) تھا جبکہ مسلم باشندگان انگلستان عید الفطر کے منانے کے لئے وہاں جمع ہوئے - عید الفطر ماہ رمضان کے خاتمہ پر ہوتی ہے - کوئی تین اور چار صد کے درمیان تو مسلم موجود تھے - یہ دن دسویں اسلامی مہینے شوال کا پہلا اور رمضان کا آخر ہوتا ہے - رمضان میں مسلمان طلوع آفتاب سے غروب تک روزہ رکھتے ہیں جبکہ ہر قسم کی خورش نوش منع ہوتی ہے حتی کہ تمباکو پینے سے بھی پرہیز ہوتا ہے -

اس نظارہ کے دیکھنے والوں کی زیادہ دلچسپی کا موجب پچاس کے قریب مسلم سپاہی تھے - جو اپنے خاکی فوجی لباس میں وہاں تھے - ان کی کمان پرشاف سرجنٹ میجر ڈبلیو شیرڈ اور رسالدار علاؤ الدین اور ایک جمعدار تھا - ایک زخمی ہندوستانی سپاہی بھی چھڑی کے سہارے وہاں آیا جس پر حاضرین نے چیئرز دیئے -

چونکہ حاضرین کے لئے مسجد مکتفی نہ تھی اس لئے مسجد کے مقابل کے میدان میں (جو مسجد کا ہی حصہ ہے) نماز شروع ہوئی مسلم سپاہیوں نے اپنی فوجی وردیاں اتار دیں - اور نہایت ہی خوبصورت سفید لباس پہنا - وردی اتارنیکا موجب یہ تھا کہ وردیوں پر دھبے اور داغ تھے - اور نماز کے لئے وہ کپڑے ناپاک تھے - امام مسجد مولوی صدرالدین صاحب نے امامت کرائی - اس کے پیچھے ہر ایک نماز پڑھنے والا سر سجدہ و رکوع میں انکی اقتدا کرتا تھا - نمازیوں نے اپنے بوٹ اتار دیئے تھے اور فرش پر جو قالین وغیرہ کا تھا سر بسجود ہو رہے تھے -

ہندوستانیوں کی وفاداری

نماز کے خاتمہ پر مولوی صاحب نے سب سے پہلے انگریز نومسلموں کو مخاطب کیا - اس میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ عید ایک اسلامی دنیا میں منائی جارہی ہے - اس تقریر کے بعد مولوی مذکور نے ہندوستانی سپاہیوں کو مخاطب کیا - یہ خطاب ہندوستانی زبان میں تھا - مولوی مذکور نے ان سپاہیوں کو بتلایا - اور اس پر بڑا زور دیا - کہ جس جنگ میں وہ شریک ہیں - وہ صحیح اصول پر جنگ ہے - اور ان کا فرض ہے کہ وہ نازک سے نازک وقت پر آگ میں بھی اپنا نمک حلالی ظاہر کریں -

عورتیں اور بچے (جن میں سے اکثروں کے سر پر رومی ٹوپیاں تھیں) بھی نماز میں شریک ہوئے - جس سے فارغ ہو کر ہر ایک نے اپنے ساتھ والے سے نہایت محبت آمیز معانقہ کیا - اور ہر طرف سے سلام علیکم اور اس کے جواب میں وعلیکم السلام سنائی دے رہا تھا - لنچ اس کے بعد ہوا - جس میں سویاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں - اور جو اس موقع پر لازمی طور سے کھائی جاتی ہیں -

احیائے موتی کے متعلق ایک نبی کا کشف
اور
مسافر کے لایعنی اعتراضات کا جواب

گذشتہ ۲ و ۹ ستمبر کے پرچوں میں ہم نے پارہ سوم رکوع ۳ کی پہلی آیت کی تفسیر کے مسافر کے اعتراضات کو رد کیا تھا۔ جس کا کچھ بقیہ حصہ کسی آیندہ اشاعت میں دیا جائے گا۔ اس آیت کے بعد مسافر نے اگلی آیت پر بھی اپنے اسی پرچہ (بیغ ۳ ستمبر کی اشاعت) میں تنقید کی ہے۔ اور اپنے رویہ کے مطابق مفسرین کے قیاسات کو پیش کر کے ان پر بھی چند اعتراضات وارد کئے ہیں۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں ان اعتراضات کو رد کر کے اس آیت کا اصل مطلب بیان کیا جائے۔ اصل آیت یہ ہے:-

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اس آیت پر غور کرنے اور اس کو سابقہ مضمون سے ملانے سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ اس میں بھی اسی احیاء اماتت کا ذکر ہے جس کا تذکرہ پیشتر سے چلا آرہا ہے اور جس کے متعلق ایک مثال اس سے پیشتر دی جا چکی ہے۔ اور اس پہلی مثال اور آیت پر اگر یکجائی نظر ڈالی جائے اور پھر اسے سابقہ مضمون سے ملایا جائے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان سب بات میں ضعیف اور کمزور قوم کو عنقریب زندہ کرنے کا وعدہ دیکر اس کا یقین دلایا۔ اور پہلی آیت پر حجت تمام کرنے کے لئے گذشتہ مثالوں کو بیان کیا۔ پہلی مثال میں ایک نبی کے ساتھ اس کی قوم کے احیا کے وعدہ کو پورا دکھایا۔ اور پھر ایک مخالف بادشاہ کے ساتھ بحث کا حال بیان کر کے ادلہ صحیحہ سے اس کا مبہوت ہو جانا بتایا۔ اس کے بعد آیت مذکورہ بالا میں ایک ایسی مثال کو بیان کیا ہے جس میں ایک مردہ قوم بنی اسرائیل کے زندہ ہو جانے کا حال ہے۔ اور اس طرح سے بنی اسرائیل پر حجت تمام کی ہے۔ کہ تم میں تو ایسی مثالیں گذر چکی ہیں۔ تمہارے نبیوں کی زبان پر ایسے وعدے ہوئے تھے اور پھر وہ وعدے پورے بھی ہوئے۔ پھر مسلمانوں کے ساتھ ہمارے اس وعدہ میں کہ تم ایک زندہ قوم ہوگے۔ اور اینما تولوا فثم وجه الله

جد ہر منہ کرو گے۔ ادہر ہی تمہارے لئے فتوحات کا دروازہ کھل جائیگا تمہیں کیوں شک ہے۔ یہ تو ہے اس آیت کی تطبیق پہلی آیتوں کے ساتھ مطلب میں احیائے موتی کے متعلق اس واقعہ کو بیان کر دیتا ہوں۔ جو اس آیت میں مذکور ہے۔

اس کے سمجھنے کے لئے پہلے چند تاریخی واقعات کو ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ بائیبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۶۱۳ قبل مسیح میں بخت نصر شاہ بابل نے یروشلم پر چڑھائی کر کے اسے فتح کیا اور پھر ۵۸۶ء میں اسے تباہ کر ڈالا اور بچے یہودیوں کو مار دیا اور باقی کو جلا وطن کر دیا۔ جو وہاں سے نکلکر دوسرے شہروں میں جا بسے۔ یہ مصیبت یہودیوں پر قریباً ۷۰ سال تک رہی ۵۳۶ قبل مسیح میں جبکہ خود بابلی نبیوں کی دعاؤں سے ایرانیوں کے ہاتھ سے تباہ ہو چکے تھے خورس شاہ ایران نے جسے قرآن کریم نے ذوالقرنین کے نام سے یاد کیا ہے۔ اس کے دوبارہ بننے جانے اور یہودیوں کو واپس آکر وہاں آباد ہونے کی اجازت دی۔ اس کے دوبارہ بسنے کے زمانہ کا تاریخ میں ۱۹۶ء سے ۳۰ قبل مسیح تک پتہ چلتا ہے۔ اور اس سے آگے نہیں۔ لیکن ظاہر سو سال کے بعد اس کا بننا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد ۲۵۰ قبل مسیح کے واقعات شروع ہو جاتے ہیں۔

تو اس آیت میں بنی اسرائیل کے اسی احیاء و اماتت کا تذکرہ ہے۔ اور حضرت حزقیل علیہ السلام کے اس کشف کو بیان کیا ہے۔ جو انہیں بنی اسرائیل کی تباہی کے زمانہ میں دکھایا گیا۔ جس میں بنی اسرائیل کے دوبارہ زندہ اور آباد ہونے کی پیشگوئی کی گئی۔ مائة عام وہی بنی اسرائیل کی سو سالہ حالت ویرانی کا زمانہ ہے۔ اور اسی سو سالہ کیفیت کو حضرت حزقیل علیہ السلام نے بحالت کشف دیکھا۔ اس کشفی کیفیت کا حال بائیبل میں حزقیل نبی کی کتاب باب ۳۷ کی زبان حضرت حزقیل خوب وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا۔ اور اس نے مجھے خداوند کی روح میں اٹھا لیا۔ اور اس وادی میں جو ہڈیوں سے بھرپور تھی مجھے اتار دیا۔ اور مجھے ان کے آس پاس چوگرد پھرایا۔ اور دیکھ وے وادی کے میدان میں بہت تھیں۔ اور دیکھ وے نہایت سوکھی تھیں اور اس نے مجھے کہا۔ اے آدم زاد کیا یہ ہڈیاں جی سکتی ہیں۔ میں نے جواب میں کہا اے خداوند یہوواہ تو ہی جانتا ہے پھر اس نے مجھے کہا کہ تو ان ہڈیوں کے اوپر نبوت کر اور ان سے کہہ کہ اے سوکھی ہڈیو تم خداوند کا کلام سنو۔ خداوند یہوواہ ان ہڈیوں کو یوں فرماتا ہے۔ کہ دیکھو تمہارے اندر

میں روح داخل کروں گا۔ اور تم جیو گے اور تم پر نسیں پھیلاؤں گا۔ اور گوشت چڑھاؤں گا۔ اور تمہیں چمڑے سے مڑھوں گا۔ اور تم میں روح ڈالوں گا۔ اور تم جیوگے اور جانوگے کہ میں خداوند ہوں سو میں نے حکم کے بموجب نبوت کی اور جب میں نبوت کرتا تھا تو ایک شور ہوا۔ اور دیکھ ایک جنبش اور ہڈیاں آپس میں مل گئیں۔ ہر ایک ہڈی اپنی ہڈی سے۔ اور جو میں نے نگاہ کی تو دیکھ نسیں اور گوشت ان پر چڑھ آئے اور چمڑے کی ان پر پوشش ہو گئی۔ پر ان میں روح نہ تھی۔ تب اس نے مجھے کہا کہ نبوت کر تو ہوا سے نبوت کر اے آدم زاد اور ہوا سے کہہ کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے۔ کہ اے سانس تو چاروں ہواؤں میں سے آ اور ان مقتولوں پر پھونک کہ وے جئیں۔ سو میں نے حکم کے بموجب نبوت کی۔ اور ان میں روح آئی اور وے جی اٹھے۔ اور وے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے۔ ایک نہایت بڑا لشکر۔ تب اس نے مجھے کہا کہ اے آدم زاد یہ ہڈیاں سارے اسرائیل ہیں۔ دیکھ یہ کہتے ہیں کہ ہماری ہڈیاں سوکھ گئیں۔ اور ہماری امید جاتی رہی ہم تو بالکل فنا ہو گئے۔ اس لئے تو نبوت کر اور ان سے کہو کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے۔ کہ دیکھ اے میرے لوگ میں تمہاری قبروں کو کھولوں گا۔ اور تمہیں تمہاری قبروں سے باہر نکالونگا۔ اور اسرائیل کی سرزمین میں لاؤں گا۔

بائیبل کی اس تمام عبارت پر غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ قرآن کریم نے مذکورہ بالا آیت میں حضرت حزقیل کے اسی کشف کا ذکر کیا ہے اور بنی اسرائیل کو انکا یہ دوبارہ زندہ ہونا یاد دلاکر اسی طرح مسلمانوں کے بھی زندہ ہونے کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ عالم کشف اور عالم رویا میں بہت تھوڑے عرصہ میں صدیوں کے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور ان پر ایک لمبا زمانہ بھی گذرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام اس حالت کشف میں بیشک یوما او بعض یوم رہے۔ لیکن عالم کشف میں انہیں سو برس کے واقعات دکھائے گئے۔ اور ہو سکتا ہے کہ انہیں ان واقعات پر سو برس گذرتا ہوا معلوم بھی ہوا ہو۔ پس اللہ تعالے کا سوال کم لبثت صد سالہ پہلی سو اپنی کشفی باب تھا۔ اور حضرت حزقیل کا جواب اپنے ذاتی قیام کے متعلق تھا۔ اس لئے یہ جواب اور اسپر اللہ تعالے کا یہ فرمانا کہ بل لبثت مائة عام۔ یہ دونوں اپنے اپنے رنگ میں صحیح ہیں۔ اور اسپر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ (باقی آیندہ)

ضلع فتحپور کے جنوبی علاقہ میں میرا دورہ اور طوفان بادوباراں کا روح فرسا نظارہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس خط کے بعد کا حال اس طرح ہے:-

یکم ستمبر کو صبح سے بارش کے جوش اور زور شور میں قدرے کمی محسوس ہونے لگی۔ گیارہ بجے کے بعد ۲ بجے کے قریب بوندیں بہت ہلکی اور چھوٹی تھیں یہ حالت دیکھکر مجھے اس تنگ و تاریک کوٹھری میں یعنے منشی عبدالرزاق کے دروازہ میں بیٹھا گیا۔ میں وہاں سے نکلا۔ کئی میل کا چکر کاٹنے سے ایسا راستہ مل سکا۔ کہ جسمیں مجھکو مسلسل صرف ناف تک پانی میں چلنا پڑا۔ کہیں کہیں زمین بھی نظر آجاتی تھی۔ اور راستہ میں جب کوئی بلند ٹیلا پانی سے اوپر نکلا ہوا آتا تھا تو اسپر سانپ اور بچھو اور کنکھجورے وغیرہ موذی جانور اور غیر موذی جانور ملتے تھے۔ اور وہ پانی سے زیادہ خطرناک ہوتے تھے۔ میں نے دو بچھو اتنے بڑے دیکھے۔ کہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ اور یقیناً کسی عجائب خانہ میں رکھنے کے قابل تھے۔ یعنے ان کے دونوں اگلے نیش ایک بالشت سے زیادہ یا ایک بالشت چوڑے اور ڈنگ انگلی کی برابر موٹا تھا۔ ایک تو بچ گیا۔ مگر ایک کو میں نے لاٹھی سے مار دیا تھا اور اُس وقت اس قدر موقع کہاں تھا۔ کہ انکو زندہ پکڑنے کی تدبیر کرتا۔ اور کسی برتن میں بند کرکے آپ کے پاس بھیجنے کے لئے لاتا۔ سانپ بیچارے آپ ہی راستہ چھوڑ دیتے اور گھاس میں ادہر اُدہر ہو جاتے تھے۔ پانچ میل چلکر موضع جگنی میں پہونچ گیا۔ یہاں بھی عالم گنج کی طرح بربادی اور مسماری کا دلخراش منظر نظر آیا۔ منشی تجمل حسین بیچارے کا بڑا نقصان ہوا تھا۔ لیکن وہ مجھکو زندہ واپس آتا ہوا دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ عصر کے وقت بارش بالکل رک گئی۔ لیکن شب میں بڑے زور سے پھر مینہ برسا۔ اور رہے سہے مکان گرا دیئے۔ ۲ ستمبر کو بارش صبح سے بند ہوگئی۔ اور دہوپ بھی نکلی۔ یکم اور دوسری ستمبر کی رات جگنی میں گذری تھی۔ ۲ ستمبر کو بیتے جگنی سے بندکی کی طرف روانہ ہونے کا قصد کیا۔ لیکن تجمل حسین صاحب نے بیار روکا۔ اور بعد میں معلوم ہوا کہ اگر وہ نہ روکتے تو مجھکو ناقابل برداشت مصیبت میں گرفتار ہونا پڑتا اگلی رات بھی میں جگنی میں رہا۔ ۳ ستمبر کو جگنی سے علے الصباح روانہ ہوا تو مکان سے جو پانی شروع ہوا تو بندکی تک چار پانچ میل برابر کمر کمر پانی میں چلتے چلتے میں سخت تھک گیا۔ کیونکہ نیچے زمین پر پانی کی ملی ہوئی مٹی جو تہ نشین ہوئی تھی اس کی وجہ سے پھسلن بہت تھی۔ اور کہیں جگہ پاؤں پھسلنے سے غوطے بھی کھانے پڑے۔ بندکی میں عام تباہی اور بربادی کا نظارہ اور بھی زیادہ دلخراش تھا۔ بندکی میں سُنا کہ کچھوہ میں کئی آدمی دب کر مر گئے۔ بندکی اور کچھوہ کی درمیانی پختہ سڑک پر آجتک پانی ایک جگہ اس زور سے بہہ رہا ہے کہ کوئی طاقتور آدمی بھی اس پانی میں کھڑا نہیں رہ سکتا۔ اور قد آدم سے زیادہ گہرا ہے۔ اس میں کشتی چلتی ہے۔ اور بذریعہ کشتی بندکی سے آدمی کچھوہ پہونچ سکتا ہے۔ بندکی میں معلوم ہوا کہ کہونٹہ کے چھ ملاح بہہ گئے۔ پانچ تو کئی کوس نیچے جاکر کنارے لگے۔ اور بچ گئے۔ ایک ڈوب گیا۔ کوروان۔ وغیرہ کی طرف کئی گاؤں اس طرح نیست و نابود ہوئے۔ کہ یہ نہیں بتایا جا سکتا۔ کہ گاؤں کہاں آباد تھے۔ ایک شخص نے یہ بیان کیا کہ میں نے ایک بستی میں چالیس پچاس لاشیں دیکھی ہیں۔ اس سے قیاس ہلاکت کا ہو سکتا ہے۔ میں اس طوفانی زمانہ میں جن مواضعات میں تھا۔ غالباً وہ طوفان کا مرکز تھے عالم گنج میں منشی عبدالرزاق کا مکان چونکہ خارق عادت طور پر گرنے سے بچا اس لئے لوگوں نے اسکو میرے اس مکان میں ٹھیرنے کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ مولوی کی برکت سے مکان بچگیا۔ کئی مواضعات کے لوگوں نے سنایا کہ لوگوں کا منزلی اسباب بھی مثلاً گاڑیاں رتھیں اور تخت وغیرہ کئی کئی میل کے فاصلہ تک پانی میں بہہ گئے بندکی سے بندکی روڈ پانچ چھ میل ہے اس راستہ کو یکہ میں نہیں بلکہ غبور کیا۔ کیونکہ یکہ کو پختہ سڑک پر مسلسل تین فٹ پانی میں چلنا پڑا کہیں دو فٹ اور ڈیڑھ فٹ۔ بندکی روڈ پر آکر معلوم ہوا کہ دوپہر والی گاڑی نداردہ۔ آخر رات کے بارہ بجے تک بندکی روڈ کے اسٹیشن پر قیام کرنا پڑا اور رہیں سے لفافہ آپکے نام روانہ کیا۔ جو پہونچ چکا ہوگا۔ بندکی روڈ اسٹیشن کی سرائے بھی مسمار تھی بھٹیارے نے ایک بورئیے پر مجھکو ایک برآمدہ میں بٹھانے کا محصول ایک آنہ لیا۔ جو مجبوراً دینا پڑا ایک بجے فتحپور رات کو پہونچا۔ اور آج صبح اٹھکر فتحپور شہر کو بھی اسی طرح ویران دیکھا۔ جا بجا مکان گرے پڑے ہیں۔ اب حالت یہاں کی یہ ہے کہ مفصلات سب ویران ہو گئے ہیں۔ اور میلوں تک پانی ہی پانی نظر آتا ہے جو شاید پندرہ بیس روز تک خشک ہو۔ مجھکو ضلع اناؤ میں بھی اپنا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے اور الہ آباد و باندہ میں بھی میں نے اپنی باندہ و الہ آباد کے اضلاع کی درمیانی سرحد کے ایک مقام پر پہونچنا ضروری سمجھکر اطلاع دی ہے۔ اور اپنی روانگی کی تاریخ جمعہ ۹ ستمبر مقرر کر دی ہے۔ اس چند روز کے وقفہ میں ایک تیسرا دورہ اس ضلع کے مشرقی حصہ میں کرتا ہوں۔ اور اول ایسے مقام پر پہونچتا ہوں جو ریلوے اسٹیشن ہے۔ وہاں سے ضروری علم حاصل کرکے مفصلات میں جا سکوں گا۔

جماعتہائے جے اے وی متعلقہ اسلامیہ کالج لاہور

جناب میاں فضل حسین صاحب سکرٹری اسلامیہ کالج کمیٹی مطلع فرماتے ہیں۔ کہ جماعتہائے مذکورہ میں داخلہ کے لئے کثیر التعداد درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ جن میں سے بہت سی درخواستیں برائے حصول وظیفہ و معافی فیس بھی ہیں۔ چونکہ اسلامیہ کالج کے پاس کوئی فنڈ اس قسم کا نہیں ہے جس سے جے اے وی کلاس کو وظائف وغیرہ دئے جائیں لہذا ارتفاع غلط فہمی کی توضیح ضروری ہے۔

جے اے وی کی جماعتیں اس سے پیشتر سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں موجود ہیں جہاں طلبا کو وظیفہ دیا جاتا ہے۔ اور کوئی فیس نہیں لیجاتی۔ لیکن چونکہ بوجہ قلت گنجایش وغیرہ وہاں سے بہت سے مسلم و دیگر طلبہ کی داخلہ کی درخواستیں ہر سال نامنظور ہوتی ہیں۔ اس لئے ایسے طلبہ کی خاطر اسلامیہ کالج میں جماعتیں کھولی گئی ہیں پس مسلمان طلبہ کی آگاہی کے لئے لکھی ہے کہ وہ پہلے سنٹرل ٹریننگ کالج میں داخل ہونے اور حصول وظیفہ سرکاری کے لئے کوشش کریں اور حسب معمول اپنا پورا حصہ امداد کا کالج مذکور سے لیں۔ ہاں ایسے طلبہ جنکو معقول وجوہ سے وہ کالج لینے سے انکار کرے ان کے لئے اسلامیہ کالج کی جماعتیں کھلی ہیں۔ لیکن یہاں وظیفہ اور معافی فیس کی توقع عبث ہے۔

جو مستحق مسلمان طلبہ سنٹرل ٹریننگ کالج میں داخل ہونے میں ناکام رہیں اور بغیر وظیفہ گذارہ نہ کرسکیں انہیں چاہیئے کہ انجمن ترقی تعلیم مسلمانان امرتسر یا کسی اور انجمن سے حصول امداد کے لئے کوشش کریں۔ اسلامیہ کالج فی الحال ان کی صرف اسی قدر مدد کر سکتا ہے۔ کہ بصرف زر کثیر ان کی تعلیم کے لئے جماعتیں مہیا کر دے۔ تاکہ وہ ہنرمند ہوکر فکر معاش سے مستغنی ہو جائیں۔

تبلیغ احمدیت
اور
میاں محمود احمد صاحب کا ایک نیا رنگ

عنوان بالا سے ۲۶ اگست کے زمیندار میں حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک ضروری مضمون شائع کرایا تھا۔ جس میں میاں صاحب کے ایک اشتہار بعنوان "تبلیغ احمدیت" کا حوالہ دیکر بتایا تھا کہ انہوں نے اس اشتہار میں اپنے عقائد کے خلاف حضرت مسیح موعودؑ کو ایک مجدد کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور آپ کی نبوت کا نام تک نہیں لیا۔ جناب مرزا صاحب نے اس مضمون میں بالعموم غیر احمدی مسلمانوں کو مخاطب کیا تھا۔ اور انہیں میاں صاحب کی اس دورنگی کا علم دیکر جو اُن کے اصل عقائد اور اشتہار مذکورہ کے متضاد خیالات سے واضح ہوتی ہے۔ یہ لکھا تھا۔ کہ میاں صاحب کا یہ اشتہار گو حضرت مسیح موعودؑ کے اصل دعوے مجددیت کو پیش کرتا ہے۔ لیکن انکے عقائد اصلی اس کے خلاف ہونے کے باعث انکے ہاتھ پر احمدیت کو قبول کرنا گویا ضلالت کے کنوئیں میں گرنا ہے۔ اس کے ثبوت میں حضرت ڈاکٹر صاحب نے صاحبزادہ صاحب کے اصلی عقائد کا اُن کی اپنی تحریرات سے بالتفصیل ذکر کیا تھا۔ اور ان سب کے بالمقابل حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی تحریرات سے ان عقائد فاسدہ کا بطلان کیا تھا۔ اور آخر میں احمدیت کو قبول کرنے کی صحیح راہ جو افراط اور تفریط سے الگ اور صراط مستقیم کہلانے کی مستحق ہے۔ حضرت خواجہ صاحب۔ حضرت مولینا مولوی غلام حسن صاحب یا حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور فریق لاہور کے ساتھ شامل ہونا بتایا تھا۔ میاں صاحب کا یہ اشتہار جس کی بنا پر جناب مرزا صاحب نے یہ مضمون شایع کیا تھا۔ نہ صرف اردو۔ بلکہ سندھی اور شاید دیگر زبانوں میں بھی طبع ہو کر مختلف اکناف ملک میں تقسیم ہوا ہے۔ اور ہم حیران ہیں کہ کہیں یہی کام جو آج میاں صاحب حضرت اقدس کو بطور مجدد پیش کر کے کر رہے ہیں۔ حضرت اقدس کی حیثیت کو گھٹانے والا نہیں جبکہ وہ صاف طور پر تحریر فرما چکے ہیں* کہ حیرانی در تعجب کا مقام ہے۔ کہ اگر محمد علی یا کمال الدین مرزا صاحب کو بحیثیت مجدد پیش کریں۔ تو اس سے تو حضرت صاحب کی ہتک ہوتی ہے اور میاں صاحب جو اجرائے نبوت پر زور دیکر اور جماعت میں دو فریق کر رکھے ہیں تحفۃ الملوک لکھیں اور ہندوستان میں چاروں طرف اشتہارات لاکھ لاکھ کر شائع کریں اور ان سب میں حضرت اقدس کی ظلی نبوت تک کا بھی نام نہ لیں تو کوئی گناہ نہیں۔ آخر ایک عقیدہ رکھکر دوسرا پیش کرنا کیا یہ منافقت نہیں۔ جب مرزا صاحب کو نبی مانتے ہو۔ تو انہیں مجدد کی حیثیت میں پیش کر کے کیوں اس ہتک کے مرتکب ہوتے ہو۔ جو اسی فعل سے دوسرے کے ذمہ عائد کرتے ہو جب حضرت اقدس تمہارے نزدیک نبیوں میں شامل ہیں۔ اور انہیں مجدد کہنا ان کی ہتک ہے۔ تو خدارا بتاؤ۔ کہ کون منافق بنتا اور اس ہتک کا مرتکب ہوتا ہے۔ یہ خواہ مخواہ کی ضد اور تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم اس بارہ میں مولوی ابراہیم صاحب کے مشکور ہیں۔ جنہوں نے اسی موضوع پر میاں صاحب کے ایک سندھی اشتہار کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ اور اسے بجنسہ اصل اشتہار کے ہمارے پاس بھیجکر میاں صاحب کی اس ایک نئی اور منافقانہ چال کے سندھ میں بھی ظہور پذیر ہونے کا پتہ دیا ہے اور انہوں نے اپنے خط میں میاں صاحب کے عقائد جدیدہ متعلقہ مسئلہ نبوت و فضیلت [illegible] کے مساحبہ بحث کی ہے۔ جسے ہم ذیل میں مع میاں صاحب کے محولہ بالا اشتہار کے فارسی ترجمہ کے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اپنے اُردو دان ناظرین کے لئے اُن کا اُردو ترجمہ بھی لکھ دیتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خط بزبان فارسی

درحضور ارشاد دستور جناب امیر القوم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

معروض داشتہ گذارش آنکہ امروز خاکسار اشتہارے سندھی کہ جناب میاں محمود احمد صاحب دریں اطراف شائع نمودہ۔ ترجمہ کردہ۔ در خدمت ارسال میدارد۔ وبُد عا ازیں تصدیع آنکہ او سبحانہٗ وتعالیٰ مساعی جمیلہ الیشانرا مؤثر و بارآور ساختہ جناب میاں صاحب را از مطلق عنانے باز داشتہ است۔ چراکہ در تمام اشتہار حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام را بمرتبہ مجدد زمان خویش پیش کردہ اند۔ و از غلو و مبالغہ ایکہ در نبوت اوشاں داشتند حرفے در میان نیاوردہ۔ حالانکہ قبل ازیں از مجرد اسم مجدد حمل بر توہین حضرت اقدس نمودہ عالمے را باحتراز ازاں میفرمودند۔ و تعجب آنکہ وجہ تسمیہ اوشاں بہ اسم مسیح صرف تردید اعتراضات عیسائیاں را قرار دادہ اند۔ سبحان اللہ۔ یا آں گرمی یا ایں ترقی کہ جمیع بزرگان جماعت احمدیہ را بادنیٰ اختلافیکہ درباب مسئلہ نبوت و خلافت و امثال آں باوشاں داشتند حکم بر کفر و نفاق و فسق و افتراق اوشاں میکردند۔ ورنہ مانع اقتدا در نماز دیگر چہ بودہ است۔ چراکہ از روئے احکام شرعیہ میتواں در پس فاسقے نماز گذارد و مناکحہ و ازدواج بعمل آورد۔ اما او درجہ امتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از اہل کتاب نیز فروتر قرار دادہ خود را ناسخ احکام قرآنیہ خیال کردہ است ہر کسیکہ برداشت ایں بے اعتنائی نمائید۔ اما الحمد للہ تعالیٰ کہ او سبحانہٗ وتعالیٰ سعی الیشانرا مشکور نمودہ عالمے را از ضلالتیکہ بدترین ضلالتہائے مثل رفض و خوارج بود نگہداشت۔ چراکہ حملہ آنہا بر خلفا بود۔ اما در اینجا بر نبوت آنحضرت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ترجمہ خط بزبان اُردو

حضور ارشاد و دستور جناب امیر القوم کی خدمت اقدس میں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد گذارش ہے۔ کہ آج یہ خاکسار ایک اشتہار سندھی جو کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے اس علاقہ میں شائع فرمایا ہے ترجمہ کر کے خدمت اقدس میں ارسال کرتا ہے اور اس تکلیف دہی سے مدعا یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے آنجناب کی پاک کوششوں کو مؤثر اور بار آور کر کے جناب میاں صاحب کو خود مختاری سے باز رکھا ہے۔ کیونکہ تمام اشتہار میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجدد زمان کے مرتبہ پر پیش کیا ہے۔ اور اس غلو اور مبالغہ میں سے جو آنحضورؑ کی نبوت کے بارہ میں انہوں نے کر رکھا ہے۔ ایک حرف بھی درمیان میں نہیں لائے حالانکہ اس سے پیشتر صرف مجدد کے نام کو پیش کرنے میں حضرت اقدس کی توہین جانکر دنیا میں پیش کرتے وقت اس سے پرہیز فرمایا کرتے ہیں اور تعجب ہے۔ کہ آنحضورؑ کے اسم مسیح کی وجہ تسمیہ صرف عیسائیوں کے اعتراضات کی تردید قرار دیا ہے۔ سبحان اللہ یا تو وہ گرمی کہ تمام بزرگان جماعت احمدیہ کے ایک ایسے ادنیٰ اختلاف پر جو کہ مسئلہ نبوت اور خلافت اور اسی قسم کے دیگر مسائل کے بارہ میں وہ ان سے رکھتے تھے۔ انکے کفر اور نفاق اور فسق اور اُن سے علیحدگی کا فتویٰ صادر کر دیا ورنہ اُن کے پیچھے نماز کی مانع اور کونسی وجہ تھی۔ آخر احکام شرعیہ کے رو سے ایک فاسق کے پیچھے بھی نماز ہوسکتی ہے اور مناکحت اور رشتہ ازدواج قائم ہوسکتا ہے لیکن میاں صاحب نے آنحضرت صلعم کے امتی کا درجہ اہل کتاب سے بھی گھٹا کر اپنے آپ کو قرآن کریم کے احکام کا ناسخ خیال کر لیا ہے۔ کون ہے جو اس بے اعتنائی کو برداشت کرے

* حضرت مسیح موعودؑ کو بطور مجدد پیش کرنا گویا اُن کی شان کو گھٹانا ہے۔ دیکھو القول الفصل صفحہ ۲۵

قیمت

سالانہ ... ششماہی ... ماہوار

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ، سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مقام اشاعت لاہور پنجشنبہ مورخہ ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۳ ہجری المقدس مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۲۹

اقتباسات

ادنیٰ اقوام کی تعلیم

ہندوؤں کی ادنیٰ اقوام جنکو ہندو "اچھوت جاتی" کے نام سے پکارتے ہیں۔ اب اپنی اصلاح کی جانب مائل ہو رہی ہیں۔ چنانچہ علاقہ مہاراشٹر اور برار میں مہار نامی جو اچھوت فرقہ ہے۔ اسے اپنی مصیبت خیز حالت کا احساس زور کیساتھ ہونے لگا ہے اور اس قوم کے ایک تعلیمیافتہ شخص نے ہیں مہار کانفرنس کی بنیاد ڈالی ہے۔ جو کئی سال سے عمدہ کام انجام دے رہی ہے۔ یہ شخص ایک اخبار بھی اپنے فرقہ کی بہتری کے لئے چلا رہا ہے اسی طرح ملک کے دیگر اضلاع میں بھی مختلف اچھوت فرقوں کی تعلیم اور اجتماعی و معاشرتی اصلاح وغیرہ کے لئے قابل تعریف کوششیں ہو رہی ہیں جن کو دیکھ کر گورنمنٹ نے بھی اب اس طرف توجہ مبذول فرمائی ہے حال ہی گورنر بمبئی نے اطمینان دلایا تھا۔ کہ وہ اچھوتوں کے مستقبل کے ساتھ نہایت گہری دلچسپی کا اظہار کرینگے۔ اب اس فرقہ کی تعلیمی حالت کے متعلق ایک اعلان بنام اخبارات گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ جس میں اچھوتوں اور جرائم پیشہ لوگوں کی تعلیم سے تعلق رکھنے والی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ ۱۸۵۵ء سے لے کر ان فرقوں میں تعلیم کو ترقی دینے کے لئے حسب ذیل ذرائع سے کام لیا گیا ہے۔ عیسائی مشنری سوسائٹیاں۔ غیر عیسائی ہندوستانی انجمنیں اچھوت بچوں کا دیہاتی سکول میں داخلہ جہاں کہیں اچھوتوں کی آبادی کافی ہے وہاں ان کی تعلیم کے لئے سکول کھولنا۔ جہاں ۱۸۵۵ء میں صوبہ بمبئی میں دو پرائیویٹ سکول اچھوتوں کے تھے۔ وہاں ۱۹۱۱ء میں صوبہ بمبئی کی صرف ایک قسمت میں اچھوت سکولوں کی تعداد ۸۰ ہو گئی جن میں ۲۵۵۳ طلباء تھے۔ تمام سرکاری سکولوں میں اچھوت بچوں کو مفت داخل کیا جاتا ہے۔ جو نتائج حاصل ہوئے ہیں وہ حوصلہ شکن نہیں ہیں۔ مگر ان کی تعلیم کا مستقبل کچھ تو دوسری ہندو ذاتوں پر اور کچھ خود اچھوت فرقوں میں قومی جذبات اور خصلت کو بہتر صورت دینے کے جذبات کی ترقی پر منحصر ہے۔ گورنمنٹ بمبئی کے اس اعلان سے عیاں ہے۔ کہ اچھوتوں میں صوبہ بمبئی میں تعلیم کو کیا ترقی ہوئی ہے۔ اسی سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ تمام ہندوستان میں اچھوتوں کے تعلیمی اور اجتماعی اصلاح کے سوال نے کس حد تک ترقی کی ہے۔

حال میں ہندوستان کی اچھوت ذاتوں کی اصلاح کی سوسائٹی کے سکریٹری مسٹر سندے نے اپنی سوسائٹی کی رپورٹ کی ایک کاپی وائسرائے ہند کے پاس بغرض ملاحظہ روانہ کی تھی۔ جسکے جواب میں لکھا گیا کہ حضور وائسرائے نے نہ صرف رپورٹ کو دلچسپی اور ہمدردی کے ساتھ پڑھا۔ بلکہ ۲۵۰ روپیہ کا چک سوسائٹی کی مدد کے لئے عطا فرمایا۔ حضور وائسرائے کا یہ عطیہ بھی حوصلہ افزا ہے۔ ادنیٰ اقوام کو ابھارنے کی یہ کوششیں نہایت پرمعنی ہیں۔ اور مسلمانوں کے لئے تو ان میں خاص عبرت موجود ہے۔ ان کے سوچنے کی یہ بات ہے کہ وہ ان ادنیٰ اقوام کو سادات کی سطح پر لانے کے لئے اپنے مشن کو کہاں تک پورا کر رہے ہیں۔ اور ان میں تبلیغ اسلام کے متعلق وہ اپنے فرض کو کہاں تک ادا کر رہے ہیں؟ (وکیل)

کونین سازی میں ترقی

کونین جو ملیریا بخار میں بکثرت مستعمل ہوتی ہے۔ اور بعض قسم کے بخاروں کا حکمی علاج ثابت ہوئی ہے۔ ایک درخت کے چھال سے حاصل کیجاتی ہے۔ بنگال گورنمنٹ کی ماتحتی میں درخت کونین کی کاشت کی جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک کارخانہ کونین سازی کے لئے بھی قائم ہے۔ یہ دونوں کام ۱۸۶۰ء میں جاری ہوئے تھے۔ لیکن ابتدا میں چونکہ اس کارخانہ سے مانگ پوری نہ ہو سکتی تھی اس لئے چھال کی خریداری بیرون ہند سے کیجاتی تھی۔ کاشت و صنعت کونین میں ۱۹۰۵ء سے خاص ترقی رونما ہوئی۔ ۱۹۱۲ء میں بیرونجات سے خریداری بند کر دیگئی اور اب کارخانہ زیادہ سے زیادہ مانگ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

کارخانہ مذکور میں کونین تخمیناً ۲۵ ہزار پونڈ بننے لگی ہے۔ حالانکہ پہلے صرف ۱۴ ہزار پونڈ بنتی تھی۔ باوجودیکہ کونین بہ نسبت سابق اب بہتر تیار ہوتی ہے۔ لیکن اس کی تیاری کا خرچ نو روپیہ سے پانچ روپیہ فی پونڈ ہو گیا ہے۔ یہ حالات ہر طرح حوصلہ افزا ہیں اور یہ معلوم کر کے اور بھی اطمینان ہوتا ہے کہ گورنمنٹ ان تجارب کو وسعت دینا چاہتی ہے (د)

تازہ برقی پیغام

جنگ کی خبریں براہ شملہ

روس کی عظیم جد و جہد (شملہ ۱۲ ستمبر) صاحب وزیر ہند کی طرف سے ۱۰ تاریخ کا مفصلہ ذیل تار ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو موصول ہوا ہے :-

شمالی اور جنوبی ہر دو حصوں میں روسی جارحانہ جوابی حملے کر رہے ہیں۔ اور وسطی حصہ سے بتدریج پسپا ہو رہے ہیں۔ روسی سپاہ کی عام حالت سکوت آمیز اطمینان کی ہے۔ اور متفرق حملوں میں رفتہ رفتہ انہیں کی طرف سے ابتدا ہونے لگی ہے۔ ڈونیلک کے مغربی علاقہ میں ریگا اور فریڈرک سٹیٹ کے مابین روسی پیشقدمی کر رہے ہیں۔ جیکب سٹیٹ کے مغرب میں لڑائی ویسی ہی شدت کے ساتھ جاری ہے۔ اور ڈونسک کے مغرب میں ۳۰ میل کے محاذ پر ہراول دستوں کی لڑائی جاری ہے۔ غنیم نے ڈونسک اور کوونو کے قریباً وسط میں ریلوے لائن پر معتدبہ جمعیت کے ساتھ پر زور جارحانہ کارروائی شروع کر دی نیز ولنا کے شمال مغرب میں ۵۰ میل کے فاصلہ پر پیدل سپاہ اور رسالہ سے حملہ کیا۔ گروڈنو کے جنوب مغرب میں ۳۰ میل کے فاصلہ پر غنیم نے توپخانہ کی پر زور آتشباری کی مدد سے سکائیڈل کے قریب روسی مورچوں پر حملے کئے مگر پسپا کئے گئے

جرمنوں کی کامیابی اور ناکامی - جرمنی کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جنرل وان لنکسن کے دستے مقام کوسوف میں پہنچ گئے ہیں جو برسٹ لٹوسک کے شمال مشرق گلیشیہ میں دریائے سیرتھ پر جمعرات کے روز غنیم کے متعدد حملوں کو پسپا کر کے ٹرمبولا کے بالائی حصہ اور سٹورٹ کوف کے علاقہ میں جوابی حملے کئے اور آسٹروی سپاہ کو بسرعت تمام پسپا ہو کر ۹۶ افسر اور ۷۰۰۰ ہزار سپاہی میدان جنگ میں چھوڑ جانیکے سوا چارہ نہ رہا۔

مغربی رزمگاہ میں جرمنوں کے حملے

مغربی رزمگاہ سے ارگون اور ووجیز کے علاقوں میں شدید جنگ ہونے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ ارگون میں جرمنوں نے بھاری توپوں کی مدد سے لافانٹین اچ جانچ کے نالے پر گولہ باری کی۔ اور اس کے بعد حملہ کرنے کی کوشش کی مگر انہیں بہت جلد پسپا کر دیا گیا ووجیز میں جرمنوں نے منسٹر کی شمالی بلندیوں پر حملہ کیا۔ اور زہریلی گیسوں کے گولے استعمال کئے آتشیں سیال کی وجہ سے فرنچ سپاہ نے ایک لائن کو خالی کر دیا۔ مگر بعد میں جوابی حملہ کر کے کھوئی ہوئی خندقوں پر پھر قبضہ کر لیا۔ اور جرمنوں کو پسپا کر دیا۔

اٹلی کے تمام محاذ پر خفیف مگر اہم معرکے وقوع میں آ رہے ہیں جن میں عموماً اطالیوں کا پلہ بھاری رہتا ہے۔

گلائشیہ میں گرفتاریاں روسیوں نے ۳ ستمبر سے ۱۰ ستمبر تک تمام محاذ پر ۳۰۸۳۰ افسر و سپاہی ۱۴ بھاری ۱۹ ہلکی اور ۶۶ کلاں توپیں اور بہت سا مال غنیمت گرفتار کیا۔

برطانیہ کے فدائی - (لندن ۹ ستمبر) مغربی رزمگاہ سے ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

مقتولین: کپتان ۱- دوم لفٹنٹ ۳-
زخموں سے ہلاک:- لفٹنٹ ۱-
مجروحین: کپتان ۳- لفٹنٹ ۵- دوم لفٹنٹ ۸-
مجروح و مفقود الخبر- لفٹنٹ ۱-

۱۰ ستمبر ذیل کے مزید نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

مجروحین- کپتان ۱- عارضی کپتان ۱- لفٹنٹ ۲- دوم لفٹنٹ ۱-

انگلستان کے شیدائی - فہرست نمبر ۲۰۳ - (شملہ ۱۱ ستمبر) مغربی رزمگاہ ذیل کے ہندوستانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے

مقتول- رسالدار درگانی خان (۲۷ لانسرز)
مجروح: لفٹنٹ کرنل ایم- ایف ہارڈنگ (۹۶ پنجابیان) اتفاقی طور پر مجروح ہوئے-

کیمپین پر گولے گرا دیئے گئے - (پیرس ۱۱ ستمبر) دو جرمن ہوائی جہازوں نے کیمپین پر گولے گرا دیئے۔ اور بالخصوص ہسپتالوں کو نشانہ بنایا۔ مگر نقصان جان نہ ہوا۔ فرنچ لائینوں میں بمقام سانٹر ایک ہوائی جہاز گرا لیا گیا۔ اور ہوا باز گرفتار کر لئے گئے۔ تین جرمن ہوا بازوں نے سینٹ میں ہولڈ کی پرواز کرنے کی کوشش کی مگر ہماری آتشباری کی وجہ سے وہ پیچھے ہٹ گئے۔

شدید اور مسلسل گولہ باری - (لندن ۱۱ ستمبر) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ نیول آڈر اکلن کورٹ پر تیز ایپرس کے جنوب اور ایپارجی کے مشرق میں اور لورین کے محاذ پر رات بھر شدید اور مسلسل گولہ باری ہوتی رہی دیگر مقامات پر محض بموں کی لڑائی ہوتی رہی

(لندن ۱۲ ستمبر) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ آرٹوس کے محاذ پر اور رائے کے مضافات میں توپخانہ کی شدید آتشباری جاری ہے غنیم نے دریائے این اور مارن کی درمیانی نہر پر اچانک حملے کرنے کی کوشش کی مگر بالکل ناکام رہے۔

دستی بموں کی لڑائی - (پیرس ۱۲ ستمبر) توپخانہ کی گولہ باری معمولی سے زیادہ شدت کے ساتھ جاری ہے۔ ایپرس کے علاقہ میں دستی بموں کی مسلسل لڑائی جاری ہے اور توپخانے کا اور گرد اور سنتیس میں توپخانہ کے شدید معرکے وقوع میں آئے ہیں۔ غنیم نے ارگون میں حملہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر بالکل پسپا کر دیا گیا سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ لورین میں فرانسیسی توپوں نے جرمن مورچوں اور کیمپوں پر موثر گولہ باری کی۔ جرمن جو باہر نکل کر اچانک حملہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہمارے توپخانہ کی شدید آتشباری اور پیدل سپاہ کی بیٹ میں آ گئے۔

جرمن ہوائی جہازوں نے کیمپین پر چند گولے پھینکے جن کا فرنچ ہوا بازوں نے اچھی طرح جواب دیا۔ اور بریٹل کے ہوائی شیڈوں پر بھاری بموں سے حملہ کیا۔

زپلین ہوائی جہازوں کا مزید حملہ - (لندن ۱۲ ستمبر) سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ زپلین ہوائی جہازوں نے شب گذشتہ کو پھر مشرقی ساحل پر حملہ کرنے کی کوشش کی اور بم گرائے۔ مگر کوئی نقصان جان نہ ہوا۔ نہ کسی قسم کا نقصان پہنچا۔

جرمنی معاوضہ دینے سے انکاری نہیں - (لندن ۱۱ ستمبر) جرمنی نے جہاز عربی کی غرقابی کے متعلق جو نوٹ امریکہ کو بھیجا ہے اس میں لکھا ہے کہ گو آبدوز کشتی کے کمانڈر کو عربی کے منشاء ضمانہ ارادہ کے متعلق غلط فہمی پیدا ہوئی ہو۔ مگر جرمنی امریکن باشندوں کے نقصان جان کے لئے کسی قسم کا معاوضہ ادا کرنے کی ذمہ داری سے بری ہے۔

وہائیٹ سٹار کمپنی کی طرف سے تردید - (لندن ۱۲ ستمبر) وہائیٹ سٹار کمپنی نے اعلان میں مضمون شائع کیا ہے کہ عربی کی غرقابی کے متعلق جرمنی نے جو عذر پیش کیا ہے۔ وہ نہایت بے بنیاد ہے۔ اور واقعات اسکی تائید نہیں کرتے۔ اس میں کچھ شک و شبہ کہ عربی نے آبدوز کشتی پر حملہ کرنے کی مطلق کوشش نہ کی۔ کیونکہ اس کے کپتان کی آبدوز کشتی پر نظر ہی نہیں پڑی۔ اس کے علاوہ عربی نے بچکر بھاگ جانے کی کوشش نہ کی۔ بلکہ جب تارپیڈو دیکھا گیا۔ تو اس نے صرف اگلے حصہ کو بسرعت تمام گھما کر اس کا رخ ہوا۔ دشمن کو شکست دینے میں بڑی مدد دی۔ آسٹروی اور جرمن دریائے نیسٹر کی طرف پسپا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ جسے نہایت اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔

آسٹروں نے سرحد رومانیہ کے قریب جوابی جارحانہ کارروائی کرنے کی کوشش کی۔ اور زہریلی گیس سے اپنی جد و جہد کو تقویت پہنچائی۔ لیکن روسی شاندار طریق پر مستقل مزاج رہے۔ اور انہوں نے بندوقوں کی آتشباری سے آسٹروں کے کئی گروہوں کا پورے طور پر صفایا کر دیا۔ اسکے بعد روسی اس مشرقی حصہ میں پیشقدمی کرنے کے قابل ہو گئے اور انہوں نے شدید و مسلسل آسٹروی جرمن جوابی حملے پسپا کئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۳ پنجشنبہ ۱۶ ستمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۲۹

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سال تک اپنی نبوت میں شک رہا اور کیا آپ اس اثناء میں خودکشی کرنے کو تیار رہتے تھے؟

(از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ)

سلسلہ میں جو بحث اس وقت اس مسئلہ پر ہو رہی ہے۔ کہ آیا کل دنیا کے مسلمان جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت نہیں کی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں یا نہیں۔ اور جس میں اہل قبلہ کو کافر ثابت کرنا مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے اپنے پیر و مرشد کے اتباع میں اپنے ذمہ لیا ہے۔ اس بحث میں حال میں مولوی عمر الدین صاحب نے ایک تحریر دی ہے۔ جس کے بعض فقرات کو میں ذیل میں نقل کر کے جناب میاں صاحب سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ آیا یہ امور جن میں ہماری سمجھ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر سخت حملہ کیا گیا ہے۔ مولوی عمر الدین صاحب نے آپ کی اجازت سے پیش کئے ہیں۔ اور اگر آپ کی اجازت سے نہیں کئے تو کیا آپ کو ان امور سے اتفاق ہے یا نہیں؟ اگر آپ نے حسب معمول خاموشی اختیار کی۔ تو یہ سمجھا جائے گا۔ کہ یا تو آپ کے مشورہ سے ہی یہ امور پیش کئے گئے ہیں۔ اور یا کم ازکم آپ کو ان سے اتفاق ضرور ہے۔ اور اس طرح پر ان عقاید کی ترویج اور اشاعت کے ذمہ وار عنداللہ اور عندالناس آپ ٹھیریں گے۔ اور یہ مذہب آپ کی طرف منسوب ہوگا۔ مولوی عمر الدین صاحب نے بعض احادیث کا حوالہ دے کر یہ لکھا ہے کہ۔

"ان واقعات سے ثابت ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم جو خاتم النبیین اور جامع جمیع کمالات ہیں وہ بھی تین سال تک اپنی وحی نبوت کی حقیقت کو نہیں سمجھے جبھی تو پہاڑوں سے گرنے کا قصد بار بار کیا گیا۔ اور لطف یہ کہ جبرئیل علیہ السلام نے بھی بار بار آپ کو نبی اور رسول صادق کہکر اطمینان دلایا۔ مگر چونکہ آپ کے ساتھ یہ ماجرا نیا نیا تھا۔ اس لئے تین سال کے قریب آپ اس حقیقت سے کما حقہٗ آگاہ نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ پھر وحی الٰہی ہوئی یا ایہا المدثر قم فانذر...... تب آپ اٹھے اور دعوت رسالت شروع کی۔ مگر معمولی طور پر نہ یہ دعوےٰ ہے کہ میں تمام جہان کی طرف رسول ہوں۔"

"ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ اوائل میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا علم نہیں ہوا [illegible] آپ نے دعوت کی نہ آپ کے ہاتھ پر [illegible] اسلام قبول کیا۔ الا یہ کہ فرشتہ نے بار بار [illegible] نبی اور رسول کہکر اطمینان بھی دیا۔" پھر لکھا ہے

"اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ میں بھی یہ خیال تھا کہ نبی تو آپ پہلے تھے۔ مگر اس کا یقین کامل کچھ عرصہ بعد میں دیا گیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ آپ بھی اس خیال صحابہ کے موید ہیں۔ یعنی پہلی دفعہ فرشتہ کا نزول پھر اس کے بعد بار بار آمد کے بعد جب دو فرشتوں نے آکر آپ کو وزن کیا۔ یہی وہ اللہ کا رسول ہے تب آپ کو یقین کامل حاصل ہوا۔"

پھر لکھا ہے۔

"اب جبکہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم جن کے راستے میں کوئی روک نہ تھی وہ بھی تین سال تک کما حقہٗ اپنی نبوت سے آگاہ نہیں ہوئے تو مسیح موعود جسکے راستہ میں بہت سی روکیں تھیں۔ اگر تین کی بجائے پندرہ سال تک بھی اپنے دعوے کی پوری حقیقت کو نہ سمجھا ہو تو کسی صاحب عقل مومن کے نزدیک ہرگز قابل اعتراض نہیں۔"

میاں صاحب کا فرض ہے کہ اگر ان کو مولوی عمر الدین کے ان نتائج سے اتفاق نہیں تو فی الفور ان کی تردید کریں۔ اگر تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اندر انھوں نے تردید نہ کی تو یہی مذہب اُن کا سمجھا جائیگا چونکہ میرا ارادہ اس مضمون پر کچھ لکھنے کا ہے۔ اسلئے میں میاں صاحب سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس استفسار کا جواب جلدی شائع فرمائیں گے +

نوٹ:- اس اخبار کی رجسٹری کر کے فی الفور میاں صاحب کی خدمت میں روانہ کی جاوے گی تا کہ ان کا یہ عذر نہ ہو کہ مجھے اطلاع نہیں ہوئی۔ (محمد علی)

اِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ

گذشتہ ۹ ستمبر ۱۵ء کی اشاعت میں ہم نے آیہ الم تر الی الذی حاج ابراھیم فی ربہ (النمرود پ ۳ رکوع ۳) کی تفسیر کرتے ہوئے آخر میں مسافر کے اس اعتراض کا تذکرہ کیا تھا۔ کہ "سورج کو نہ کوئی لاتا ہے۔ نہ لیجاتا ہے سورج تو ساکن ہے۔ یا اگر بالفرض محال سورج کو لاتا ہی ہے تو آخر اسکا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے۔ کہ اسے خدا لاتا ہے اور وہ خود بخود اس حرکت سماوی میں مشغول نہیں ہے"

اس اعتراض پر ہمارا ارادہ تھا کہ "مسئلہ حرکت و سکون آفتاب" کے عنوان سے ایک مستقل مضمون لکھ کر بتایا جاتا۔ کہ قرآن کریم کا اعتقاد اس بارہ میں کیا ہے آیا قرآن کریم سے سورج کا حرکت سماوی میں مشغول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یا اس کے خلاف۔ اور دونو باتوں میں سے کونسی ادلہ صحیحہ اور عقل و نقل کے رو سے درست ٹھہرتی ہے۔ اور پھر ان اللہ یاتی بالشمس من المشرق کے متعلق ثابت کیا جاتا کہ حضرت ابراہیم کا مذکورہ بالا خیال کہانتک صحیح ہے اور اسی لئے ہم نے آخر میں لکھدیا تھا۔ کہ اس پر ہم آئندہ اشاعت میں بحث کرینگے۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم بتوفیقہ تعالیٰ اس مسئلہ پر قلم اٹھائیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کے مذکورہ بالا اعتراضات کا ایک مختصر سا جواب دے دیا جائے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ سورج کسی حرکت سماوی میں مشغول نہیں۔ تو بھی ان اللہ یاتی بالشمس من المشرق سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم اسے کسی حرکت سماوی میں مشغول سمجھتے تھے۔ عام طور پر روزمرہ کی گفتگو اور تحریر و تقریر چڑھنے۔ طلوع ہونے اور غروب ہونے کا فعل آفتاب کی طرف میں منسوب کیا جاتا ہے کوئی سائنسدان بھی یہ کبھی نہیں کہتا۔ کہ زمین طلوع ہوئی یا زمین غروب ہوگئی۔ بلکہ ہمیشہ یہی سننے میں آتا ہے۔ کہ سورج طلوع ہوا۔ اور سورج ڈوب گیا۔ پس حضرت ابراہیم نے بھی اس عام بول چال کے لحاظ سے سورج کے مشرق سے طلوع ہونے کا ذکر کیا۔ اور اسے مغرب کیطرف سے لانے کو کہا۔ رہا یہ امر کہ انھوں نے اس کا لانا یا لیجانا اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کیا کیوں وہ خود بخود ہی حرکت سماوی میں مشغول نہیں۔ اسکا جواب بھی قرآن کریم نے جگہ بہ جگہ مختلف مواقع پر بڑے لطیف پیرایوں میں دیا ہے جنہیں ہم اپنے مفصل مضمون میں نقل کریں گے۔ لیکن یہی سوال خود آریہ دھرم پر بھی وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ سوامی دیانند نے بھی ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۱ میں زمین اور سورج کی گردش کا حال بیان کر کے صفحہ ۲۴۳ میں ان سب اجرام فلکی کو پرمیشر کے ماتحت اور اس کے قانون کے تابع بتایا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے۔

"جیسے راجہ اور رعیت ایک ہی وقت میں ہوتے ہیں اور راجا کے ماتحت رعیت ہوتی ہے ویسے ہی پرمیشر کے ماتحت جیو اور مادی اشیا ہیں۔"

پس مسافر کو چاہئے۔ کہ پہلے اپنے اس دہریہ پن کا جواب اپنے گورو سے طلب کرے۔ اور ویدک دھرم کے رو سے اس سوال کا جواب دے۔ یا ویدک دھرم کا عقیدہ اس کے خلاف ثابت کرے جس سے اجرام فلکی یا سورج کا ہی خود بخود ساکن یا متحرک ہونا اور کسی کے تابع نہ ہونا ثابت ہو تو پھر وہ قرآن کریم پر بھی ایسے اعتراضات کرنے کا حق رکھتا ہے

رہبانیت

(از جناب مولوی الف دین صاحب وکیل کیمبل پور)

ہندوؤں نے فن تاریخ کی طرف مطلق توجہ نہیں کی۔ قدامت پسند ہیں۔ افسانوں میں بہمسر و با قصے جن سے کم و بیش ہر ایک چیز قدیم معلوم ہوتی ہے بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے "رہبانیت" کا بقید تاریخ پتہ لگانا محال ہے۔

مستشرقین یورپ نے ہندوؤں کے علم ادب اور دیگر روایات اور کتبوں سے بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ ہندوؤں کی تہذیب کے پانچ دور مقرر کئے ہیں۔ اگرچہ ہنود اس تقسیم کو متعلق زمانہ اور تعین و شہور نہیں مانتے۔ مسٹر رومیش چندر دت نے مستشرقین یورپ کی تتبع کی ہے۔ اور اپنی کتاب تاریخ قدیم تہذیب ہند میں حسب ذیل پانچ دور مقرر کئے ہیں۔

دور اول سنہ [illegible] قبل مسیح تا سنہ [illegible] قبل مسیح پنجاب میں رگوید کی تصنیف۔

دور دوم سنہ [illegible] قبل مسیح تا سنہ [illegible] قبل مسیح باقی تین ویدوں اور اپنشدوں کی تالیف کورو پانڈو کی لڑائی اور کرشن جی مہاراج کے کارنامے۔

دور سوم سنہ [illegible] قبل مسیح تا سنہ [illegible] قبل مسیح اسکو برہمنی عہد کہتے ہیں۔ منوجی کے قوانین فلسفہ اور علوم و فنون کی ترقی۔ گوتم بدھ سنہ [illegible] تا سنہ [illegible] قبل مسیح چندر گپت اور مہاراجہ اشوک۔

دور چہارم۔ بدھ مذہب کا اقتدار سنہ [illegible] قبل مسیح تا سنہ [illegible]ء۔

دور پنجم۔ پرانوں کا زمانہ سنہ [illegible]ء تا سنہ [illegible]ء بدھ مذہب کا زوال برہمنوں کا دوبارہ عروج شنکر اچاریہ سنہ [illegible]ء تا سنہ [illegible]ء۔

ویدوں کے زمانہ کی معاشرت سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ عوام زراعت پیشہ تھے اور رشی جنگلوں میں زندگی بسر کرتے تھے چنانچہ رگوید کے بہت سے باب مختلف بادہ رشیوں سے منسوب ہیں زندگی کے چار منازل میں آخری دو منزلیں "بن باس" اور "سنیاس" کی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگلوں میں زندگی بسر کرنے کو ترجیح دیجاتی تھی۔

اپنشدوں میں جو ویدوں میں تشریح کرتے ہیں بڑے شد و مد کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ دنیوی تعلقات کو چھوڑ کر جنگلوں میں زندگی بسر کرنا اور دشت و کہسار میں ترک علائق کر کے رہنا زندگی کی غرض و غایت ہے۔

رامائن اور مہابھارت میں پرانوں کی روایات میں ہزار ہا قصے اور افسانے اس قسم کے ملتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رشیوں نے جنگلوں سے آ کر ما فوق الفطرت کارنامے دکھلائے۔ یگ کئے۔ بادشاہوں کو تخت سے اوتارا۔ اور تخت پر بٹھایا۔ ویدوں اپنشدوں اور پرانوں کے زمانہ کی معاشرت کا عکس ہم ان قوانین میں دیکھتے ہیں۔ جو منوسمرتی کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ مجموعہ قوانین سنہ [illegible] قبل مسیح کا ہے جس میں ذاتوں کی درجہ بندی بڑی شد و مد سے قائم کی گئی ہے اور آج تک مستند مانا جاتا ہے۔ بعض اہل الرائے کہتے ہیں کہ اس درجہ بندی اور ذاتوں کے امتیاز سے مجبور ہو کر اکثر لوگ ترک علائق کر کے جوگی بننے لگے۔ تاکہ اس جبر و تشدد سے بچ سکیں جو شودروں پر کیا جاتا تھا۔

ادھر منوجی نے جب دیکھا کہ لوگ متاہل زندگی بسر نہیں کرتے اس کا مضر اثر آبادی پر پڑیگا۔ تو انہوں نے اپنے قانون میں یہ دفعہ بھی اضافہ کر دی کہ جس شخص کے ہاں بیٹا نہ ہوگا۔ وہ کبھی نجات نہ پائیگا۔ بارہ قسم کے بیٹے مقرر کئے۔ اور ان بارہ قسموں میں سے کسی نہ کسی قسم کا بیٹا پیدا کرنا یا حاصل کرنا یا متبنٰی بنانا ضرور ہے۔ مجرد زندگی سے نفرت اور متاہل زندگی کی طرف رغبت دلائی۔ مگر ہندو جو بخیلہ فلاسفی کے دلدادہ ہیں۔ کم و بیش آجکل رہبانیت کو پسند کرتے ہیں۔

اب منوجی کے بعد انہیں رجحانات کی وجہ سے وہ وقت آ گیا کہ "رہبانیت" ایک نظام کی صورت میں ظاہر ہو۔ چنانچہ جینی مذہب کا ظہور ہوا۔ ان کے ۲۴ دیوتا ہیں۔ آخیر دیوتا مہاویر تھا۔ جو مہاتما بدھ کا ہمعصر تھا۔ "اہنسا" یعنے کسی جانور کو نہ مارنا ان کے ہاں اعلےٰ درجہ کا دھرم ہے۔ فقر و فاقہ ریاضت و مجاہدات سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے سادھو جن کو پوج کہتے ہیں۔ ہر وقت منہ پر پٹی باندھے رکھتے ہیں۔ اور پرلے درجہ کی احتیاط کرتے ہیں۔ کہ کوئی جاندار سانس کے ذریعہ مر جائے۔ جھاڑو ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور احتیاط کے ساتھ چلتے ہیں کہ کوئی جاندار پاؤں کے نیچے نہ آ جائے۔ پیدل چلتے ہیں گاڑی گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے جھاڑو سے راستہ صاف کرتے جاتے ہیں کہ جیو ہتیا نہ ہو۔

یہ لوگ تالاب کنواں اور باولی لگانا گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ کہ انہیں کیڑے اور دیگر جاندار پیدا ہو کر مر جاتے ہیں۔ دیکھو بھٹاچاریہ جگندر ناتھ کی کتاب ہندو کاسٹ مطبوعہ سنہ [illegible]ء

سدہارتھ نام بدھ لقب سنہ [illegible] قبل مسیح تا سنہ [illegible] قبل مسیح نے اولین قدم "رہبانیت" کی طرف اٹھایا۔ راجہ کا بیٹا تھا مگر راتوں رات بیوی اور بچے کو چھوڑ کر جنگلوں میں نکل گئے ادھر ادھر پھرتا اور نفس کشی کرتا رہا۔ آخر کار ترک دنیا پر زور دیا۔ خود بھیک مانگی اور مریدوں سے بھیک منگوائی۔ بھکشو بھی بنائے اور عورتیں بھی مرید بنائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ ہی پولیٹیکل زندگی اور قوت غضبی جیسا مستقل استعمال لازمہ انسانیت ہے۔ ہندوؤں سے رخصت ہو گئی۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا میں دکھ ہی دکھ ہے دکھ خواہشات سے پیدا ہوتا ہے۔ خواہشات کو معدوم کر دو۔ دکھ سے نجات ملیگی "نروان" حاصل ہوگا جس کی وجہ سے تناسخ کے چکر سے مخلصی ہوگی۔

یہ سب اثرات اس اصول کے ہیں جو رہبانیت سے لبریز اور جس میں مہاتما بدھ پیدا ہوئے۔

بدھ مذہب کے زوال پر دوبارہ برہمنوں کا عروج ہوا اور ذات پات کی بندشیں عود کر آئیں۔ برہمن پیدائشی عالم۔ چھتری پیدائشی بہادر اور شودر پیدائشی غلام سمجھا جاتا تھا کشادہ دلی بے تعصبی اور عقل و فہم کے نشو و نما کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا۔ ذات کے جبر سے بچنے کے لئے انواع و اقسام کی رہبانیت اور سنیاس اختیار کیا گیا۔ ریاضت اور مجاہدہ کے خلاف فطرت طریقے رائج ہو گئے چنانچہ ہم آجتک دیکھتے ہیں کہ کوئی یوگی ہمیشہ ہاتھ اٹھائے رہتا ہے کوئی ایک حالت میں کھڑا رہتا ہے کوئی کسی شاخ کے ساتھ سر نیچا کر کے لٹکا رہتا ہے۔ کوئی آگ کے سامنے بیٹھتا کوئی صبح سے شام تک پانی میں اور گرمیوں میں آگ کے سامنے رہتا۔ کوئی دودھ دھاری ہمیشہ ۔۔۔ تپیا کوئی پھل پر گذر اوقات کرتا اور کوئی نمک نہیں کھاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

آجتک یوگی بیراگی اور اداسی فرقے ہندوؤں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ یہ الفاظ جوگ اور بیراگ دنیا سے قطع تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔

یونانیوں میں "رہبانیت" بعینہ ہندوؤں کی معاشرت کا عکس ہے۔ اور رومانی اس امر میں یونانیوں کی تقلید کرتے رہے۔ ان تینوں قوموں کی مائی تھالوجی (علم الاساطیر) یکساں اور یکرنگ ہے چنانچہ یونانی لفظ مانوک Monachos جس سے انگریزی لفظ "منک" نکلا ہے اور لاطینی لفظ مونا (Monna) جس سے نن ماخوذ ہے۔ اس امر کی بین شہادت ہیں کہ یونانیوں اور رومانیوں میں بعض لوگ راہبانہ زندگی بسر کرتے اور تن تنہا رہتے یہودی بھی رہبانیت کے دلدادہ تھے۔ اور انہوں نے غالباً یہ عادت بجز یونانیوں اور رومانیوں سے سیکھی۔ چنانچہ گریز اپنی کتاب تاریخ عیسائیت میں لکھتے ہیں کہ عیسائیوں نے ابتدا میں یہ راہبانہ زندگی یہودیوں کی دیکھا دیکھی اختیار کی جو ملک مصر کے جنگلوں میں گوشہ نشین ہو چکے تھے

ابتدائی حالت میں عیسائی بحیثیت قوم راہب تھے۔ اسلامی تاریخ میں یہ لفظ خاصکر عیسائیوں کی نسبت استعمال ہوا ہے۔

یہ لوگ شروع میں بڑے بیکس اور قابل رحم تھے رومانیوں نے ان سے نہایت ہی بیرحمانہ سلوک کیا تا آنکہ یہ لوگ دنیاوی زندگی سے بیزار ہو گئے۔ اور قطع تعلق کر کے الگ تھلگ خاموش زندگی اختیار کی۔

بعد میں یہ لوگ سخت متعصب ہو گئے اور ہم دکھا ئینگے کہ ملکی معاملات میں انہوں نے کس قدر حصہ لیا۔ ہم اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ راہب اور رہبان کے لغوی معنے ڈرنا اور اصطلاحی معنے ترک دنیا یا گوشہ نشینی [illegible] کیفیت

قوم راہب بنی۔ اس لئے یہ ان کو ترسا کے لئے زہد کر سکتے تھے۔ رہبانیت کی وجہ محرک بعض حالتوں میں خوف خدا اور بعض میں خوف عذاب اور خوف مصائب اور بعض میں مایوسی پائی جاتی ہے مگر ان حالتوں میں تفریط کا پہلو غالب ہے۔ قوائے ملکی اور شہوی کی تفریط رہبانیت کا لازمی عنصر ہے (ناتکمیل)

مسئلہ طلاق کے متعلق بعض اعتراضات کے جواب

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس واقعہ سے صاف پتہ لگتا ہے کہ قرآن کریم کے حکم کا منشا کیا ہے۔ اب خواہ حاکم خود حکم مقرر کرے یا اس کے حکم کے مطابق کوئی دوسرا مقرر کرے اس سے کچھ فرق نہیں آتا۔ بہرحال حکومت کی مداخلت طلاق کے معاملہ میں ایک صریح اور بیّن امر ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اگر مرد کو قطعی اختیار ہر وقت عورت کو طلاق دینے کا ہوتا اور کسی وجہ کی ضرورت نہ ہوتی۔ تو حکم مقرر کرنے کا کیا مطلب تھا۔ حکم تو اسی بات کے دیکھنے کے لئے مقرر کئے جائیں گے۔ کہ آیا اصلاح ممکن ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو کس فریق کا قصور ہے۔ اور آیا طلاق ہونی چاہیئے۔ یا خلع۔ اگر مرد کا قصور ہے تو عورت کو مہر پورا دیا جائیگا۔ اور اگر عورت کا قصور ہے تو خلع کی صورت ہوگی۔ یہی طریق اللہ تعالےٰ نے طلاق کے معاملات میں پسند فرمایا ہے۔ اور اسکے مطابق کارروائی ہونے سے مرد اور عورت طلاق میں ناجائز فائدہ اٹھانے سے رک جائینگے۔

پھر طلاق کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ مرد تین طہروں میں عورت کو تین طلاقیں دے۔ اس قدر لمبا عرصہ رکھنے کا یہ منشا ہے کہ اگر کوئی ممکن صورت اصلاح کی ہو تو ہو جاوے کیونکہ بعض وقت جلدی میں انسان ایک معاملہ کے پس و پیش کو نہیں سمجھتا۔ بتدریج طلاق کی تکمیل سے یہ ایک عظیم الشان فائدہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے اختلاف جو فساد کا باعث ہو گئے تھے آخر چند دن بعد خود ہی حقیر معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اور طلاق کے نتائج جوں جوں اس پر زیادہ غور کیا جاویگا۔ برے معلوم ہونے لگیں گے اور اس لئے اصلاح کا پورا موقعہ فریقین کو ملجاویگا۔ اسی حکمت پر اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون (البقرۃ - ۲۳۳) طلاق دو دفعہ ہے۔ پھر اس کے بعد نیک برتاؤ کے ساتھ زوجیت میں رکھنا چاہیئے۔ (یعنے دو دفعہ طلاق کے بعد رجوع ہو سکتا ہے) اور یا اگر یہ نہ ہو سکے تو حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دینا چاہیئے اور جو کچھ تم اپنی بیبیوں کو دے چکے ہو اس میں سے تمہیں کچھ بھی لینا جائز نہیں۔ سوا اس صورت کے جب اندیشہ ہو کہ میاں بی بی خدا کی قائم کی ہوئی حدوں پر قایم نہیں رہ سکیں گے۔ پس اگر تمہیں اسبات کا خوف ہو کہ وہ دونوں خدا کی باندہی ہوئی حدود پر قائم نہیں رہ سکینگے۔ تو اگر عورت طلاق حاصل کرنے کے لئے کچھ مال خاوند کو دیدے تو اسمیں دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ خدا کی باندہی ہوئی حدیں ہیں۔ انکو توڑو نہیں جو خدا کی باندہی حدوں کو توڑتے ہیں وہ ظالم ہیں۔" اس آیت میں علاوہ اس بات کے بیان کرنے کے کہ طلاق دیتے وقت کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ خدا تعالےٰ نے یہ بھی خاوند کو حکم دیا ہے کہ طلاق دیتے وقت نہ صرف اس مال میں سے کچھ واپس نہ لے جو وہ عورت کو دیچکا ہے بلکہ چاہیئے کہ اسکو رخصت کرتے وقت احسان سے رخصت کرے یعنے کچھ اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرے چنانچہ دوسری جگہ نہ لینے کے متعلق فرمایا ہے۔ واٰتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا (النساء - ۲۰) اگر تم نے بی بی کو بہت سارا مال بھی دیدیا ہو تو بھی اس سے کچھ واپس نہ لینا چاہئے۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں کیونکہ ممکن نہیں کہ انسان بغیر کسی مجبوری کے عورت کو بھی الگ کرے اور ساتھ اس کے مال بھی دے یہ طلاق کے ناجایز استعمال پر ایک اور روک ہے۔

علاوہ ازیں قرآن کریم بار بار تقوےٰ کی ہدایتوں سے بھرا پڑا ہے اور کوئی سچا مسلمان یہ نہیں کر سکتا کہ ان ہدایتوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرے قرآن شریف میں جس قدر احکام یا اجازتیں یا ممانعتیں دیگئی ہیں وہ سب تقویٰ کی شرط سے مشروط ہیں۔ اور در اصل تقویٰ ہی ایک چیز ہے جو انسان کو کمال تک پہنچانیوالی ہے ورنہ اگر تقویٰ نہیں تو سخت سے سخت قاعدے اور روکیں بھی کچھ نہیں کر سکتیں۔ خدا کی سچی اور حکیم کتاب نے یہ راہ اختیار نہیں کیا۔ کہ چند ظاہری قواعد اور بیرونی پابندیوں پر ہی سارا انحصار کر دے کیونکہ صرف اتنی بات سے انسان اس حقیقی پاکیزگی تک نہیں پہونچ سکتا۔ جو اسکی زندگی کا اصل مقصد ہے۔ بلکہ جہاں کسی قاعدہ کو بیان کیا ہے اس کے ساتھ ہی تقویٰ کی رعایت کی شرط لگا دی ہے تا تقویٰ کو اختیار کر کے انسان اس قاعدہ یا اجازت کی بد استعمالی سے بچے کیونکہ مذہب اسلام صرف ظاہری قواعد کی پابندی پر خوش نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ محض چھلکا ہے بلکہ اصل بات جو وہ چاہتا ہے وہ دل کی حقیقی پاکیزگی اور سچا تقوےٰ اور طہارت ہے جو احکام شریعت کا مغز ہے پس خواہ زندگی کے کسی پہلو کے متعلق کوئی حکم ہو کھانے پینے کے متعلق یا چلنے پھرنے بیٹھنے اٹھنے کے متعلق کام کرنے یا آرام کرنے کے متعلق نکاح یا طلاق کے متعلق ہر ایک حکم کے ساتھ تقویٰ کی شرط لگا دی گئی ہے اگر انسان تقویٰ کے ساتھ کوئی کام کریگا تو وہ کبھی خدا کے احکام کو نہ توڑیگا۔ اور نہ بنی نوع کو نقصان پہنچانیکی راہ اختیار کریگا۔ یہ امر کہ ہر ایک امر اور نہی اور اجازت کے ساتھ تقویٰ کی شرط لگائی گئی ہے۔ قرآن کریم کی خصوصیت ہے اور دنیا کی کوئی اور کتاب خواہ وہ انسانی ہو اور خواہ الہامی ہونیکا دعوےٰ رکھتی ہو یہ خصوصیت اپنے اندر نہیں رکھتی پس یہ نہایت ضروری امر ہے کہ جب ہم مثلاً اسلام کے قانون طلاق پر بحث کریں تو اس امر کو مد نظر رکھیں کہ اسکا بڑا بھاری پہلو شرط تقویٰ بھی ہے۔ پس جو شخص تقوےٰ کے خلاف اپنی کسی نفسانی خواہش کے لئے اس اجازت سے اسکے منشا کے خلاف فائدہ اٹھانا چاہتا ہے وہ احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی سے اسلامی قانون طلاق پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا جہاں یہ غور کرتا ہے کہ اسلام نے طلاق کی اجازت دی ہے وہاں یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ اس اجازت کو کس شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے اور اس شرط کو الگ کر کے اسلامی قانون پر اعتراض کرنا حماقت ہے کیونکہ جب تک طلاق کا قانون تقوےٰ کی شرط کے ساتھ مشروط ہے اسکی بد استعمالی نہیں ہو سکتی۔ اسلام مسلمانوں سے یہ نہیں چاہتا کہ وہ قرآن کریم کے ایک حصہ پر عمل کریں اور دوسرے حصے کو چھوڑ دیں۔ ایک حصہ کو لیکر جو اعتراض کیا جاتا ہے۔ وہ اسلام پر اعتراض نہیں بلکہ ان مسلمانوں پر اعتراض ہے جو قرآن کریم پر عمل نہیں کرتے۔ کسی اصول کی بد استعمالی کے وقت اعتراض اس اصول پر نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اس شخص پر اعتراض ہوگا۔ جس نے بد استعمالی کی ہو۔ (باقی آیندہ)

رسید زر

بابو احمد علی صاحب ہیڈ اسسٹنٹ ریلوے ملٹری ورکس ڈیپارٹمنٹ حسب ذیل مدات میں دس روپیہ ارسال فرمائے ہیں۔

مد اشاعت اسلام .... [illegible]
ترجمۃ القرآن .... [illegible]
صدقۂ فطر .... [illegible]
عید فنڈ .... [illegible]
[illegible] الجزاء [illegible]

احیائے موتی کے متعلق ایک نبی کا مکاشفہ اور مسافر کے لایعنی اعتراضات کا جواب

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

بل لبثت مائۃ عام کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ فانظر الی طعامك وشرابك لم یتسنہ یہ محض اس شبہ کی تردید ہے۔ جو بل لبثت مائۃ عام سے پیدا ہو سکتا ہے یعنی اس میں ساتھ ہی لبثت یوماً او بعض یوم کی بھی تصدیق فرما دی ہے۔ اور بتا دیا ہے کہ ان دنوں کے دنیوی حساب کے لحاظ سے تو تم (حضرت حزقیل) یوماً او بعض یوم ہی ٹھیرے ہے۔ لیکن بلحاظ کشفی حالت اور روحانی ترقیات کے آپ نے سو سال کی منازل طے کر لیں۔ اور آپ کو سو سال کا نظارہ دکھایا گیا۔ ولنجعلك اٰیۃ للناس یہ اس لئے تاکہ ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشان ٹھیرائیں۔ کہ تو سو سال بعد کی حالت کا نقشہ پیشتر سے کشفی حالت میں دیکھکر ایک پیشگوئی کرے۔ اور عین ان دنوں میں جب بنی اسرائیل سخت تباہی اور پریشان حالی کی وجہ سے آوارہ و سرگردان ہیں اور وہ اپنی اس موت کے بعد پھر زندہ ہونا ناممکن سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ خود تو نے بھی ان کے ویران شہروں کو دیکھکر کہدیا۔ کہ انیٰ یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا۔ تو اس حالت میں ان کے دوبارہ زندہ ہونے کی پیشگوئی کی گئی۔ اور ان کے زندہ ہونے کی کیفیت تجھے کشف میں دکھائی گئی۔ وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما اور دیکھ اس حالت میں ہم نے کیسے ہڈیوں کو اٹھایا اور پھر ان پر گوشت چڑھایا۔ فلما تبین جب اس کشف کی تعبیر اور اس کا اصل مطلب آپ پر واضح ہو گیا قال اعلم ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر ٥ تو آپ نے کہا میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ تو اس آیت کا اصل مطلب ہے۔ اب ہم مسافر کے اعتراضات کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ "شاید اس بیسویں صدی میں اس قسم کے معجزوں کو کوئی شاذ و نادر ہی منجانب اللہ ماننے کے لئے تیار ہو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج سائنس کی حیرت انگیز ترقی ہمیں ایسے ایسے عجوبے دکھلا رہی ہے کہ جو زمانہ سابق میں نہ کسی نے دیکھے۔ نہ کانوں سے سنے۔ اس صورت میں ایسے ایسے نایاب حیرت انگیز مشاہدات کے سامنے اس قسم کے طلسمات کو اگر وہ سچ بھی مان لئے جائیں تو بھی آج منجانب اللہ تصور کرنیکو کوئی تیار نہیں ہو سکتا۔" معلوم نہیں سائنس کی حیرت انگیز ترقی کے عجوبوں کے سامنے کشوف و رویا وغیرہ کی کیوں کوئی وقعت نہیں رہی۔ کیا آپ ہمیں کسی ایسے واقعہ کا پتہ دے سکتے ہیں۔ جس کے وقوع پذیر ہونے سے سو سال پیشتر بذریعہ علم سائنس خبر دی گئی ہو۔ اور پھر وہ ایسا ہی خارق عادت طور واقع ہوا ہو۔ ہم نہیں جانتے کہ سائنس کی حیرت انگیز ترقی کے عجوبوں کو مکاشفات اور رویا سے کیا تعلق۔ یہاں تو صاف طور پر مکاشفہ میں آئندہ کے ایک واقعہ کا حال بتایا گیا ہے جس کا وقوع پذیر ہونا ازلی ہر بحالات ناممکن نظر آتا تھا۔ اور پھر ثابت کیا ہے۔ کہ جس طرح سے یہ خبر جو ہم نے پیشتر سے ایک نبی کی معرفت ایک قوم کو دی تھی اور اسے زندہ کرنے کا وعدہ دلایا تھا۔ تو وہ بعینہ پورا ہوا۔ اور باوجود ظاہر حالات کے مخالف ہونیکے وہ سو سال پیشتر کی دی ہوئی خبر سچی ثابت ہوئی اسی طرح سے مسلمانوں کی قوم بھی جو اس وقت آوارہ و سرگردان ہے۔ اور کچھ حبشہ میں اور مدینہ طیبہ میں اور کچھ مکہ معظمہ میں دکھوں اور تکالیف کے تختہ مشق بن رہے ہیں یہ بالآخر ان عذابوں سے نجات پاکر ایک جگہ آباد ہونگے۔ انہیں دشمنوں پر فتح حاصل ہوگی اور یہ دنیا پر حکمرانی کریں گے۔ اور ایک زندہ قوم کہلائیں گے۔

دوسرا اعتراض مسافر نے یہ کیا ہے کہ "اس قسم کے طلسمات کو اگر وہ سچ بھی مان لئے جائیں تو بھی آج کوئی شخص منجانب اللہ تصور کرنے کو کبھی تیار نہیں ہو سکتا۔" معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کو اپنے ہاں کی اشٹ سدھیوں پر بھی ایمان نہیں۔ اور وہ انہیں صحیح تسلیم نہیں کرتا۔ حالانکہ دیانند نے صاف طور پر پاتنجل سوتر نمبر ا پاد چہارم کو تسلیم کرکے مانا ہے۔ کہ یوگی جب ریاضت کرتا ہے تو اسکو سدھیاں نصیب ہوتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ انما۔ لطیف صورت بن جانا۔ مہما۔ بڑا جسم بنجانا گرما۔ وزندار ہو جانا۔ لگھما۔ ہلکا ہو کر اڑ جانا۔ اشتوم۔ الہی طاقتیں حاصل کرنا۔ بشتوم ہر ایک شے اپنے قابو میں کر لینا۔ یہ اور اسی قسم کی بیسیوں کراماتیں ہیں جن کا یوگیوں کو نصیب ہونا آریوں میں مسلم ہے۔ حالانکہ یہ تمام باتیں مسافر کے اس اعتراض کی بدرجہ اولیٰ مورد ہیں۔ جو اس نے مذکورہ بالا آیت پر کیا ہے۔ آیت مذکورہ بالا میں جس مکاشفہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کا ثبوت تو ہمیں روز مرہ اپنی زندگی میں ہی ملتا ہے جبکہ ہم خواب میں سینکڑوں میل پر پہنچ جاتے ہیں۔ کئی ایک کام کاج کرتے اور بعض اوقات بعض آئندہ واقعات کو بھی پیشتر سے ہی دیکھ لیتے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ ان باتوں کا سائنس دان خواب دیکھتا اور انہیں ایک تھوڑی سی مدت میں کئی ایک کام کر لیتا۔ اور اسپر اسی مناسبت سے وقت بھی صرف ہوتا ہوا پاتا ہے۔ ویسے ہی ایک جاہل سے جاہل شخص بھی ان باتوں سے فائز ہوتا ہے۔ اور اس میں سائنس دان ہونے یا نہونے کا کوئی امتیاز نہیں۔ پھر کیا یہ باتیں خدا کی طرف سے نہیں ہوتیں۔ آخر دوسروں پر اعتراض کرتے وقت اپنے مسلمات سے چشم پوشی اختیار کر جانا اور ایک دہریہ کی حیثیت اختیار کر لینا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ مسافر کو چاہیئے۔ کہ یا تو اپنے عقاید پیش نظر رکھکر مخالف عقیدوں پر معقولیت کے ساتھ اعتراض کیا کرے۔ اور اس صورت میں اگر وہ خواب کو منجانب اللہ مانتا ہے۔ تو اسے کوئی حق نہیں پہنچتا۔ کہ دوسروں کے کسی خواب یا مکاشفہ کو منجانب اللہ تسلیم نہ کرے۔ خصوصاً اس حالت میں جبکہ وہ بعینہ پورا بھی ہو جائے۔ لیکن اگر یہ نہیں تو پھر اسے چاہیئے۔ کہ اس بات کا اعلان کرے۔ کہ وہ خوابوں کو منجانب اللہ نہیں مانتا ہے اور وہ اس بارہ میں دہریہ خیالات کا حامی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اسے یہ بھی بتلانا ہوگا کہ سوامی دیانند کو وہ اپنا گرو مانتا ہے یا نہیں اور ان کے مسلمات اور عقاید اسپر قابل حجت ہیں یا نہیں۔ ان سوالات کا جواب آنے پر ہم اسے اس مکاشفہ کے منجانب اللہ ہونیکا ثبوت دیں گے۔

ہاں اسجگہ ہمیں اس وہم کا ازالہ بھی کر دینا چاہیئے جو ہمارے اس بیان سے کہ خواب ہر ایک شخص دیکھتا ہے اور اسمیں کسی عقلمند کو کسی جاہل سے کوئی امتیاز حاصل نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب تمام انسان بلا امتیاز خواب دیکھتے ہیں تو انبیاء کے خواب بالخصوص مذکورہ بالا آیۃ کریمہ کا بیان کردہ مکاشفہ کونسی ایسی فوقیت رکھتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اظہار قدرت کے لئے بطور ثبوت بیان کیا۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ عوام الناس کی خوابیں اور اللہ تعالیٰ کے مامورین مرسلین اور انبیاء کے کلام مکاشفات یا رویا کیا بلحاظ کیفیت و کمیت اور کیا بلحاظ اپنے فوق العادہ

خط مولوی محمد ابراہیم صاحب بزبان فارسی

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

ہرکہ در پے آنست کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را از خاتمیت برآرد۔ و برائے کسے دیگر نبوت ذاتی ثابت کند۔ او دست از ایمان خود وست باید شست چرا کہ مسئلہ ختم نبوت اجماعی مسئلہ است یعنی بعد از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً ہیچکس را نبوت ذاتی نمیرسد۔ بلکہ برجائے آں نبوت صفاتی گذاشتہ اند۔ و آنچہ میاں صاحب در تفسیر آیہ کریمہ ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ و توفیق ارشادات حضرت اقدس گفتہ اند کہ الا لیطاع باذن اللہ کے معنے صرف یہ ہیں کہ ہر رسول واجب الاتباع ہے الخ سخت زور آوری است۔ و از ینجا متبادر میگردد کہ اوشان از شناسائی مرتبہ نبوت کہ در تحقیق آں رسالہ حقیقۃ النبوۃ تحریر نمودہ ہیچ ندادہ اند۔ بلکہ زور بر تلبیغ و ترمیم دارند حالانکہ بر ہمچو تحکمات بیجائے او ہیچکس را بقدر یک پر پشہ اعتما د نیست و نہ حد اوست کہ بر تصانیف حضرت اقدس کدام حکمے صادر نماید و در تحریف و تضیع خود را برائے ہمیشہ بدنام سازد۔ راست فرمودہ اند:۔ تکیہ برجائے بزرگاں نتواں زد بگزاف ؛ مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی ؛ مخفی مباد۔ کہ مرتبۂ نبوت بلند ترین مراتب کمالات انسانی است و برائے معلوم نمودن شمہ از کمالات نبوت بر آیات کریمہ اکہ در باب آدم علیہ السلام نازل گردیدہ اند۔ غور باید فرمود ؛ زیرا کہ شروع ذکر آفرینش اوشاں بہ انی جاعل فی الارض خلیفہ است کہ ہیچ آفریدہ دیگر از ملک و ملکوت را درآں مشارکت و وساطت ندادہ دخل و تصرف اوشاں را از آں باز داشتہ اند۔ دوم آنکہ فساد و سفک آدم علیہ السلام را لازم مرتبہ نبوت است چرا کہ سلطنت ماقبل را بزوال می آرد۔ و سلطنت دیگر برجائے آں قرار میگیرد۔ لہٰذا در مقابل آں تسبیح و تقدیس را ہیچ وقعتے ندادہ اند سوم آنکہ علوم نبوت بلا واسطہ بہ نبی حاصل میگردد و مؤید این یعنی انی اعلم مالا تعلمون است۔ چہارم آنکہ دیگراں را بالواسطہ صاحب نبوت علوم حاصل میگردد۔ لہٰذا ہمہ مطیع و او مطاع ہمہ میباشد۔ ازیں است کہ او سبحانہ و تعالیٰ بہ ارمیا علیہ السلام وحی فرمودہ۔ فلما جعلت کلامی فی فمک انظرتک و کلتک ھذا الیوم علی الشعوب و علی الممالک لتقلع و تھدم و تھلک و تنقض و تبنی و تغرس الخ پنجم آنکہ ثبوت عالم الغیب والشہادت بودن او سبحانہ و تعالیٰ و متصرف بر ہر شے بودن بواسطہ نبی متحقق بہ ملک و ملکوت میگردد ششم آنکہ مسجود حقائق موجودات بآدم علیہ السلام ثابت می کند کہ ہر نبی مطلق مطاع میبودہ است لہٰذا او سبحانہ و تعالیٰ او را صاحب امر و نہی و اختیار کن مکن گردانیدہ است آنچہ میاں صاحب گمان کردہ کہ اگر ہر نبی حقیقی مطلق مطاع میبود پس چرا حضرت داؤد و سلیمان و لیسع و ارمیا و یحییٰ و زکریا و عیسےٰ علیہم السلام اتباع شرع و مطیع احکام نازلہ بر حضرت موسےٰ علیہ السلام داشتند۔ بندہ بعد از تاسف بسیار کہ بر حال میاں صاحب میکند۔ میگوید کہ اتباع نبی حقیقی مر نبی دیگر را از روئے اجتہاد و استنباط نبودہ است بلکہ اوشاں متبع وحی نبوت خویش بودہ اند یعنی ہرچہ بر اوشاں بلا واسطہ از جناب احدیت فرمودہ میشد۔ آں را بلا تردد و تامل و معارضہ بعمل می آوردند خواہ آں امور خالص بر اوشاں نازل گردیدہ باشند۔ یا قبل از اوشاں بر دیگر انبیاء علیہم السلام نیز وارد بودہ باشند۔ پس اوشاں خالص مطیع و متبع وحی نبوت خویش بودند نہ مطیع و متبع غیر خویش۔ کسیکہ دعوی خلافت انا و لا غیری داشتہ باشد ہیچ امر واضح نرسد۔ نمیدانم کہ بحال او دیگر امور و حقیقہ چہ خواہد بود۔

خط مذکور کا اُردو ترجمہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

جو شخص اس بات کے درپے ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو اُڑا دے۔ اور کسی دوسرے کیلئے نبوت ذاتی ثابت کرے۔ اسے اپنے ایمان سے ہاتھ دھو لینا چاہیئے کیونکہ مسئلہ ختم نبوت اجماعی مسئلہ ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو بھی نبوت ذاتی نہیں پہنچتی۔ بلکہ اسکی جگہ آنحضور نے نبوت صفاتی چھوڑی ہے۔ اور جو کچھ میاں صاحب نے آیہ کریمہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ (اور ہم نہیں بھیجتے کسی رسول کو مگر اللہ کے حکم سے مطاع بننے کیلئے) کی تفسیر اور حضرت اقدس کے ارشادات کی موافقت میں کہا ہے۔ کہ الا لیطاع باذن اللہ کے معنے صرف یہ ہیں کہ ہر رسول واجب الاتباع ہے الخ سخت زبردستی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکو مرتبہ نبوت کی جسکی تحقیق میں انہوں نے رسالہ حقیقۃ النبوۃ لکھا ہے کوئی شناسائی نہیں بلکہ انکا زور ترمیم و تنسیخ پر ہے۔ حالانکہ انکے اس قسم کے تحکمات پر کسیکو ایک مچھر کے پر کے برابر بھی اعتماد نہیں اور نہ ہی اس بات کی حد ہے۔ کہ حضرت اقدس کی تصانیف پر کونسا حکم صادر کرتا اور تحریف سازش میں اپنے آپکو ہمیشہ کیلئے بدنام کرتا ہے کسی نے سچ کہا ہے۔ بزرگوں کی جگہ پر تکیہ نہیں لگا سکتے سوائے اس صورت کے کہ بزرگی کے تمام اسباب پیدا کئے جائیں۔ مخفی نہ رہے کہ مرتبہ نبوت انسانی کمالات کے تمام مراتب سے بلند ترین ہے۔ اور نبوت کے کمالات میں سے ایک شمہ کا علم حاصل کرنیکے لئے ان آیات پر جو آدم علیہ السلام کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں غور کرنا چاہیئے۔ انکی پیدائش کے ذکر کے شروع میں انی جاعل فی الارض خلیفہ کہا ہے۔ کہ کسی دنیا و جہان کی کسی بھی دوسری مخلوق کو اسمیں شارکت اور وساطت نہیں دیگئی اور ان کے دخل و تصرف کو اس سے علیحدہ رکھا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ آدم علیہ السلام کے فساد اور خونریزی کا لینا مرتبہ نبوت لازمی ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر کی سلطنت کو اسکے ذریعہ زوال آتا ہے اور ایک دوسری سلطنت اسکی جگہ قائم ہوتی ہے۔ لہٰذا اسکے بالمقابل تسبیح و تقدیس کی کوئی وقعت نہیں دیگئی۔ تیسرے یہ کہ علوم نبوت بلا واسطہ نبی کو حاصل ہوتے ہیں اور اس معنی کی مؤید انی اعلم مالا تعلمون ہے۔ چوتھے یہ کہ دوسروں کو صاحب نبوت کے وسیلہ سے علوم حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا دوسرے تمام مطیع اور وہ سب کا مطاع ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ پاک و برتر نے ارمیا علیہ السلام کو وحی فرمائی ہے کہ بیشک ڈالی میں نے اپنی کلام تیرے منہ میں۔ دیکھ تحقیق مالک بنایا میں نے تجھکو اس دن تمام گروہوں۔ اور ملکوں پر تاکہ قلع قمع کرے۔ اور گرائے اور ہلاک کرے اور توڑے اور بنائے و درخت لگاوے۔

پانچویں یہ کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے عالم الغیب والشہادت ہونے اور ہر شے پر متصرف ہونیکا ثبوت نبی کے ذریعہ دنیا و جہان میں متحقق ہوتا ہے۔ چھٹے یہ کہ آدم علیہ السلام کیلئے تمام موجودات کا مسجود ہونا ثابت کرتا ہے۔ کہ ہر نبی مطلق مطاع ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسے صاحب امر و نہی اور کرنے یا نہ کرنیکا حکم دینیوالا ٹھہرایا ہے یہ جو میاں صاحب نے گمان کیا ہے کہ اگر ہر ایک حقیقی نبی مطلق مطاع تھا تو کیوں حضرات داؤد و سلیمان و الیسع و ارمیا و یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے متبع اور ان پر نازل شدہ احکام کے مطیع تھے۔ بندہ میاں صاحب کے حال پر بہت افسوس ظاہر کرنے کے بعد کہتا ہے کہ نبی حقیقی کا دوسرے نبی کا متبع ہونا اجتہاد و استنباط کے رو سے نہیں تھا۔ بلکہ وہ اپنی وحی نبوت کے متبع تھے یعنی جو کچھ ان پر اللہ تعالیٰ کیطرف سے بلا واسطہ حکم ہوتا تھا اسے بلا تردد و تامل اور معارضہ کے عمل میں لاتے تھے خواہ وہ امور خالص انہیں پر نازل ہوئے تھے یا ان سے پہلے دیگر انبیاء پر بھی وارد ہو چکے تھے پس وہ اپنی وحی نبوت کے خالص مطیع و متبع تھے نہ کسی غیر کے مطیع و متبع۔ وہ شخص جو [illegible]

از ینجاست کہ باوجود آیہ کریمہ فبھدٰھم اقتدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم را تمام مسلمانان بالاجماع مطاع کل دمقتداے اولین و آخرین و خیر المرسلین و خاتم النبیین یقین دارند چراکہ وحی نبوت او شاں حامل بیان وآں نبیادد - نہ اجتہاد و استنباط و معارضہ و احتیاط و براہان این بیان آیہ کریمہ ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ الخ می باشد - خداوند کریم جناب میاں صاحب را کہ آقازادہ ماست چشم بینا و گوش شنوا عطا فرماید ورنہ مرگ مفاجات تصفیہ ایں ہمہ تقیہ و توریہ خواہد نمود - و آنچہ حق است طوعاً و کرہاً چہرہ خود را از نقاب مغالطہ ہائے او خواہد کشود -

حضرت اقدس بارہا فرمودہ اند کہ در مسائل دینیہ شرعیہ مدار احکام ما بر اجتہاد گذاشتہ اند - لہٰذا او شاں ہمیشہ الہام و وحی خود را بر قرآن مجید و احادیث معروض داشتہ حقیقت ضعف و قوت و صحت و صداقت آنہا را استنباط میفرمودند - تا در نسبت امتی بودن خلل واقع نگردد و نیز بارہا فرمودہ اند - کہ وحی ما وحی ولایت است و مدار آں بر المبشرات یعنی نوع من انواع نبوت است یعنی نبوت مراتی نہ ذاتی - مخفی مباد کہ اگر خللے کہ در دین اسلام از ہمچو کوتاہ بیناں واقع می شود ہرگز نباید در تردید آں سکوت نمود - چراکہ برائے آئندہ ہمچو خیالات پراگندہ سخت فسادہا می انگیزد - و بر نسل آئندہ حق و باطل را مشتبہ بیگردانند لہٰذا بندہ میگوید کہ اگر میسر آید - باید کہ یک مستقل کتاب تحریر گردد و در آں جمیع اقوال میاں صاحب و القیاہر چہ در تردید آں بطور متفرق در اخبارہا شائع گردیدہ است یکجا کردہ شود - تا برائے نسل آئندہ کار شمع روشن دہد - و بر رسوائی ہمچو بے باکاں یکذرہ ترس نباید خورد و پردہ نباید افگند کہ در حقیقت موجب عبرت عالمے ہمیں رسوائی او شاں است - اگر در ایں بحث نبوت و خلافت زد بر نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نمی افتاد - بندہ از بسیار قصورہائے جناب میاں صاحب چشم می پوشید - اما معلوم است کہ در اسلام تا امروز ہمچو فرقہ پیدا نگردیدہ کہ قرآن مجید و نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم را منسوخ پنداشتہ باشد - و ایں عظیم ترین فتنہ ہاست - و نقصان ایں سخت ترین نقصانہاست افسوس کہ مسیحیت اولینہ فتنہ تثلیث را مرتکب شد - و ایں مسیحیت میاں صاحب خواہاں آنست کہ نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم را بے اعتبار گرداند و غلامے را بر جائے آقائے کہ سرور ہمہ آقا ہا است بنشاند و معلوم است کہ رفع فتنہ اولینہ بواسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شد - اما رفع ایں فتنہ دومینہ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آمدنی نیست سخت خطرناک فتنہ است - باید کہ در قلع قمع آں بجان و دل بکوشید - و یکذرہ پروائے ایں و آں ندارید - او سبحانہ و تعالےٰ حامی و یاور و حافظ و ناصر شماں باد - والسلام ۔ (بندہ محمد ابراہیم احمدی از خیر پور میرس)

یہی وجہ ہے کہ باوجود آیہ کریمہ فبھدٰھم اقتدہ کے آنحضرت صلعم کو تمام مسلمان بالاجماع مطاع کل - اور پہلوں اور پچھلوں سب کا مقتدا - اور خیر المرسلین و خاتم النبیین یقین رکھتے ہیں - کیونکہ انکی وحی نبوت انہیں ان باتوں پر عامل بناتی تھی - نہ کہ اجتہاد و استنباط و معارضہ اور احتیاط اور دلائل - یہ بیان آیہ کریمہ ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ (میں کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا مگر اسکی جو مجھ پر وحی ہوتی ہے) میں مذکور ہے - خداوند کریم جناب میاں صاحب کو کہ ہمارا آقازادہ ہے چشم بینا اور گوش شنوا عطا فرمائے ورنہ مرگ مفاجات اس تمام تقیہ و منافقت کا تصفیہ کر دیگی - اور جو کچھ کہ حق ہے وہ اپنے آپکو طوعاً و کرہاً مغالطوں کے نقاب سے باہر نکال دے گا -

حضرت اقدس نے بارہا فرمایا ہے - کہ مسائل دینیہ شرعیہ میں ہمارے احکام کا مدار اجتہاد پر ہے - لہٰذا وہ ہمیشہ اپنی وحی و الہام کو قرآن مجید اور احادیث پر عرض کر کے انکے ضعف و قوت اور صحت و صداقت کی حقیقت کو نکال لیتے تھے - تاکہ امتی ہونے کی نسبت میں خلل واقع نہ ہو - اور نیز انھوں نے بارہا فرمایا ہے کہ ہماری وحی وحی ولایت ہے - اور اسکا مدار المبشرات یعنی نبوت کی قسموں میں سے ایک قسم پر ہے یعنی آئینہ والی (بروزی) نبوت ہے نہ ذاتی - مخفی نہ رہے کہ ایسا کوئی خلل بھی جو اس قسم کے کوتاہ بینوں کے ذریعہ دین اسلام میں واقع ہو اسکی تردید میں ہرگز سکوت نہیں کرنا چاہئے - کیونکہ آئندہ کیلئے اس قسم کے خیالات پراگندہ سخت فساد ڈالتے ہیں اور آئندہ نسل پر حق و باطل کو مشتبہ کر دیتے ہیں - لہٰذا بندہ عرض پرداز ہے کہ اگر ہو سکے تو ایک مستقل کتاب لکھی جانی چاہئے - اور اسمیں میاں صاحب کے تمام اقوال اور ایسا ہی جو کچھ انکی تردید میں متفرق کے طور پر اخباروں میں شائع ہوا ہے یکجا ہونا چاہئے تاکہ آئندہ نسل کیلئے روشن شمع کا کام دے اور ان بیباکوں کی رسوائی پر ایک ذرہ ترس نہیں کھانا چاہئے - اور اس پر پردہ نہیں ڈالنا چاہئے - کیونکہ جہان کی عبرت کا باعث در اصل ان کی یہی رسوائی ہے - اگر اس بحث نبوت و خلافت میں آنحضرت صلعم کی نبوت پر زد نہ پڑتی - تو بندہ میاں صاحب کے بہت قصوروں سے چشم پوشی اختیار کرتا - لیکن مجھے معلوم ہے کہ اسلام میں آجتک کوئی فرقہ ایسا پیدا نہیں ہوا جو قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت منسوخ سمجھے اور یہ سب سے بڑا فتنہ ہے اور اسکا نقصان سب سے زیادہ سخت ہے - افسوس کہ پہلی گمراہ مسیحیت فتنہ تثلیث کی مرتکب ہوئی - اور یہ میاں صاحب کی مسیحیت اسبات کی خواہاں ہے - کہ آنحضرت صلعم کی نبوت کو بے اعتبار ٹھہرائے اور ایک غلام کو اس آقا کی جگہ پر جو تمام آقاؤں کا سردار ہے بٹھا دے اور ہمیں معلوم ہے کہ پہلے فتنہ کا انسداد آنحضرت صلعم کے ذریعہ ہوا - لیکن یہ فتنہ اس سبب سے کہ اب آنحضرت صلعم دوبارہ آنے والے نہیں - سخت خطرناک فتنہ ہے - چاہئے کہ اسکے قلع قمع میں آپ دل و جان سے کوشاں ہوں - اور کسی کی ذرہ بھر پرواہ نہ کریں - اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کا حامی و یار اور حافظ و ناصر ہو - والسلام ۔ (بندہ محمد ابراہیم احمدی از خیر پور میرس)

اِن قسموں کا کیا اعتبار؟

۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء کے الفضل میں کسی شخص سعدی لاہوری نے ایک حلفیہ بیان میں حضرت خواجہ صاحب کے اس سوال کا جواب دیا ہے جسمیں انہوں نے میاں صاحب سے اسبات کی شہادت طلب کی تھی کہ نہیں تنسیخ کتب مسیح موعود قبل از سنہ ۱۹۰۱ء کا خیال کب پیدا ہوا تھا اور ہم نے فروری ۱۹۱۵ء سے پیشتر آپ نے اسبات کا اعلان نہیں کیا - اور ہماری تحریرات آپکو رفتہ رفتہ فروری ۱۹۱۵ء میں اس عقیدہ پر لے آئیں (مفہوم بالفاظ راقم) اول تو یہ نہایت حیرانی کی بات ہے کہ جس شخص سے یہ سوال کیا گیا ہے - وہ خود کیوں جواب نہیں دیتا - اور کیوں دوسرے خود بخود آکر اس جگہ پھٹ پڑتے ہیں جہاں انہیں کھڑا ہونیکا کوئی حق نہیں اور پھر وہ شخص جو ہمیشہ سے جھوٹی قسمیں کھانیکا عادی ہو اور اپنے جھوٹے حلفیہ بیانات کی وجہ سے سعد اللہ لدھیانوی کا مثیل اپنے آپ کو ثابت کر چکا ہو - اسکی یہ حلف بھی کیسے قابل پذیرائی ہو سکتی ہے - مجھے یاد ہے کہ گذشتہ فروری یا مارچ ۱۹۱۵ء میں حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ کے ہاں کسی شادی کی تقریب پر اسی سعدی لاہوری نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے سامنے اس بات کی حلف اٹھائی تھی کہ تریاق القلوب شروع سے لیکر آخر تک تمام و کمال ۱۹۰۱ء سے پیشتر لکھی جا چکی تھی اور اسکے آخری صفحہ کے نیچے لکھی ہوئی تاریخ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء حضرت صاحب نے اپنے قلم سے نہیں لکھی بلکہ کاتب نے اس تاریخ کو آخری کاپی لکھکر خود بخود یہ تاریخ لکھدی ہے اب یہ جاننے کیلئے کہ یہ بیان کہاں تک صحیح ہے ہم سعدی لاہوری کے پیر میاں محمود احمد صاحب کی تصنیف حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ ۲۳ سے صفحہ ۲۴ تک پڑھ جائیے - جسمیں یہ ثابت کیا ہے کہ تریاق القلوب کے آخری دو صفحات ۱۵۹ اور ۱۶۰ حضرت مسیح موعود نے ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو لکھے اور اسی لئے یہ تاریخ انہوں نے اپنے قلم سے لکھی - اب بتائیے کہ ان دو بیانات میں سے کونسا صحیح سمجھا جائے - اگر کہیں کہ پیر کا بیان صحیح ہے تو پھر سعدی لاہوری کی جھوٹی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں رہتا - اور صاف ثابت ہوتا ہے کہ اپنی بات کی پچ میں خوف خدا و اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسمیں کھا لینا اسکی عادت ہے اور یہی حال اسکی مذکورہ بالا حلف کا بھی ہے اور اگر اسکی یہ قسم سچی تھی - تو پھر ظاہر ہے کہ اسکے پیر کا یہ تمام بیان اصل الفاظ اور سراسر خلاف صداقت ہے - ان دونوں میں سے کوئی ایک بات ہی صحیح ہو سکتی ہے -

الراقم دوزنامہ ... محمد ... علی ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

اشاعت

جلد ۳ — یکشنبہ مورخہ ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۳ ہجری مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء — نمبر ۳۰

اقتباسات

ایک حدیث کی تطبیق ہیئت جدیدہ سے

"والشمس تجری لمستقر لہا ذالك تقدیر العزیز العلیم"

(ترجمہ - اور آفتاب ہے کہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے - یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے جو زبردست اور ہر چیز سے آگاہ ہے)

منجملہ اُن پیچیدہ اور معرکتہ الآراء مباحث کے جن میں فلسفہ طبعی نے ہمیشہ حکمت الٰہی سے مزاحمت کی ہے ایک مسئلہ آفتاب کے زیر عرش سجدہ کرنے کا ہے جسکا تعلق صحیح روایات حدیثیہ کے موافق اس آیت سے ہے جو مضمون ہٰذا کے عنوان میں لکھی گئی۔

اس کا مفصل واقعہ وہ ہے جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

"کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد عند غروب الشمس فقال یا ابا ذر اتدری این تذھب ھذہ الشمس قلت اللہ و رسولہ اعلم قال تذھب لتسجد فتستاذن فیوذن لھا فی الرجوع کما جاء فی الروایة للترمذی واحمد) و یوشك ان تسجد فلا یقبل منھا و تستاذن فلا یوذن لھا فقال لھا ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربھا فذلك قولہ عز وجل والشمس تجری لمستقر لھا"

(ترجمہ) - میں غروب آفتاب کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھا - آپ نے فرمایا کہ ابوذر جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے - میں نے (از راہ ادب) عرض کیا - کہ خدا اور خدا کا رسول زیادہ جانتے ہیں - فرمایا کہ یہ جاتا ہے اور چلتا رہتا ہے یہانتک کہ زیر عرش اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے - پس سجدہ میں گرتا ہے اور خدا سے اس کی اجازت حاصل کرتا ہے کہ جیسے آیا ہے اسی طرح چلا جائے چنانچہ اسکو اجازت دیجاتی ہے - اور قریب ہے کہ (قیامت کے نزدیک) وہ سجدہ کریگا لیکن قبول نہ ہوگا اور اجازت چاہیگا - مگر نہیں ملے گی اور نہ کہا جائیگا کہ جدہر سے آیا ہے اُدہر ہی پھر لوٹ جا چنانچہ وہ مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا - اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے خدا تعالیٰ کے اس قول میں والشمس تجری لمستقر لہا۔

یہ روایت جسکو ہم نے فقط صحاح کی کتابوں سے نقل کیا ہے - اپنے ثبوت میں نہایت مستحکم اور محفوظ اسناد رکھتی ہیں اور ہر ایسے شخص کے حق میں بُرہان قاطع ہے جو روایات کے رد و قبول میں کسی معقول ضابطہ کا پابند ہو - (خصوصاً آج کل جبکہ ملک میں متواتر تجربوں کے باوجود ریورٹر کی نا بہ بر قیوں سے متاثر ہونیوالوں کی تعداد خوش قسمتی سے بہت زیادہ پھیل چکی ہے)۔

مفسرین اور ارباب حدیث نے اس بارہ میں اگرچہ اور بھی روایات بکثرت فراہم کی ہیں جنکا استیعاب غالباً شیخ جلال الدین سیوطی کی کتاب الہیئتہ السنیہ سے زیادہ کسی دوسری جگہ نہ ہوگا لیکن افسوس ہے کہ عامہ محدثین بلکہ مفسرین تک کو بھی ان کی صحت پر چنداں اطمینان نہیں۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ موجودہ ہیئت کے مسائل دیکھنے والے کو اس قسم کے ادعاء پر زیادہ ہنسنے کا استحقاق ہو جاتا ہو یا خود ہیئت دانوں کے قہقہے لگانے پر۔

ہاں یہ بہت ممکن ہے کہ اہل ہیئت سے اس رئیس الطائفہ کی مراد نہایت ہی قدیم زمانہ کے وہ یونانی لوگ ہوں جن کا خیال سر رابرٹ بال کے الفاظ میں یہ تھا کہ "یہ ہماری زمین ایک بڑا ہموار اور مسطح میدان ہے جو ہر طرف بعید پھیلا ہوا ہے - اس لئے وہ بڑے حیران و پریشان ہوتے تھے - کہ سورج دن کو تو نکلتا اور آسمان پر گردش کرتا ہے مگر رات کو کہاں چلا جاتا ہے اُنکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُترتے اُترتے کہیں دور سمندر میں ڈوب جاتا ہے - اگر یہ صحیح ہوتا تو سورج کی گرمی پانی میں سارے ہی بجھ جاتی اور اُس کی تپش ہی جاتی رہتی - قدیم زمانے کے بعض لوگ یہاں تک کہا کرتے تھے کہ جب آفتاب شام کیوقت سمندر میں جا کر ڈوب جاتا ہے تو ہمکو اسکی بڑی خوفناک سنسناہٹ کی آواز تک سُنائی دیتی ہے - جیسے کہ جب تپا ہوا لوہا پانی میں بجھایا جاتا ہے مگر اس خیال میں ایک بڑی خرابی یہ پیش آتی تھی کہ اگر سورج ہر روز شام کو دور مغرب میں سینکڑوں کوس کے فاصلہ پر سمندر میں جا کر ڈوب جاتا اور بالکل ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو پھر کس طرح وہ ہر روز صبح کو سینکڑوں کوس پرے مشرق میں بالکل ویسی ہی نئی گرمی کی تپش کے ساتھ نکل کر چمکنے لگتا ہے - اس معمہ کو کوئی حل نہ کر سکتا تھا۔

حضرت ... [illegible] ... اور ان الملت تعصنہ لقالیٰ ... اخبار بدر مشیر المسیح ... [illegible] ... دعاؤں میں خاص طور پر یاد رکھا کریں۔

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

آسٹروی جرمن افواج کی جارحانہ کارروائی

(شملہ ۱۸۔ستمبر) ہز ایکسیلینسی وائسرائے کونسل کی تاریخ کا مفصل ذیل کا تار صاحب وزیر ہند کی طرف سے موصول ہوا ہے۔

"گلیشیہ میں روسیوں نے غنیم کے مقابلہ میں جارحانہ کارروائی کر کے جنوب کی طرف آسٹروی جرمن افواج کی پیشقدمی روک دی ہے اور شمال کی طرف انکی شدید مزاحمت جرمن پیشقدمی میں سخت رکاوٹ ڈال رہی ہے۔

روسیوں کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ریگا اور فریڈرک سٹیڈ کے علاقہ میں آپیل رسٹس کی باہم جھڑپیں ہوئیں اور جیکب سینٹ کے علاقہ میں روسیوں نے جارحانہ کارروائی اختیار کی۔ یہاں سے جرمن تین اطراف سے ڈونسک پر توجکشی کر رہے ہیں۔ اول سودی نیوز کی طرف سے جو ۵۹ میل شمال مشرق کی طرف واقع ہے۔ دوم سکوزرکی سے جو ۵۹ میل مغرب کی طرف واقع ہے۔ اور سوم دنکی میر سے اور ریانی کی طرف جو جنوب مغرب میں ۴۵ میل کے فاصلہ پر ہے آخری سمت میں روسیوں کو پیچھے ہٹنا پڑا ہے۔ اور جرمن جنہیں زبردست کمک پہنچ گئی ہے۔ برابر پیشقدمی کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جرمن ولنا سے ڈونسک کو جانے والی ریلوے لائن پر پوڈبروڈیس سٹیشن کی سمت میں جو ولنا سے ۲۶ میل شمال مشرق کی طرف واقع ہے پرزور حملہ کر رہے ہیں۔

جرمن پیشقدمی کی روک تھام:۔ جرمنوں کے شدید جارحانہ حملوں کے باوجود روسی سپاہ ان کی پیشقدمی کی روک تھام کر رہی ہے۔ سکائیڈل کے علاقہ میں جو گروڈنو کے مشرق جنوب مشرق کی طرف واقع ہے خونریز جنگ وقوع میں آئی۔ قیدیوں کا بیان ہے کہ جرمن کا حال کی لڑائی میں حد سے زیادہ تھک گئے ہیں۔

روسیوں نے دریائے نیمن کے محاذ سے کسی قدر پیچھے ہٹ جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ مگر برابر غنیم کی پیشقدمی کو روک رہے ہیں۔ جرمن دریائے زنولا سکا کے علاقہ میں شدید حملے کر رہے ہیں۔ یہ دریا جنوب سے شمال کی طرف سلونم کے قریباً ۱۰ میل مغرب کی طرف بہتا ہے۔ جرمنوں کا دعوٰی ہے کہ وہ اس کو عبور کر گئے ہیں۔ پنسک کی سمت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ رودنو کے علاقہ میں غنیم کو کمک پہنچ گئی ہے۔ اور اس کی پیشقدمی جاری ہے۔ مشرقی گلیشیہ کے علاقہ ٹارنوپول میں روسیوں نے ۹۰۳ افسر اور ۴۰۰۰ سپاہی گرفتار کر لئے ہیں اور شدید نقصان کے ساتھ غنیم کے حملے پسپا کر رہے ہیں۔

مغربی رزمگاہ کے واقعات۔ مغربی رزمگاہ میں دونوں طرف سے توپخانہ کی شدید گولہ باری جاری ہے۔ غنیم کے ہوائی جہازوں نے کمپین پر گولے پھینکے۔ اور فرانسیسی ہوائی جہازوں نے برشیل کے ہوائی شیڈوں پر بھاری گولے پھینکے۔

غنیم کے زپلین ہوائی جہازوں نے مشرقی ساحل پر حملہ کرنے کی کوشش کی اور بم گرائے۔ مگر کچھ نقصان نہ ہوا۔ اور نہ کوئی جان ضائع ہوئی اطالی محاذ پر کہر کی وجہ سے طرفین کی گولہ باری میں عظیم رکاوٹ پیدا ہوئی۔

توپخانہ کی شدید آتشباری۔ (پیرس ۱۳۔ستمبر) فرانسیسی توپخانہ اور انگلوں کی آتشباری جرمن آتشباری سے نمایاں فوقیت رکھتی ہے سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ ایرس میں اور جنوب کی طرف شمپین تک اور ارگون میں توپخانہ کی سرگرمی جاری ہے۔ لورین میں بالخصوص فرانسیسی بارلو نے نہایت شدت سے آتشباری کی اور جرمن خندقوں اور قلعبندیوں کو تباہ کر دیا۔ موشینر کے شمال میں جرمن پیدل سپاہ کا ایک حملہ آسانی کے ساتھ پسپا کیا گیا۔

لورین میں غنیم تین موقعوں پر حملے کر کے ہمارے جنگلوں تک پہنچ گیا۔ مگر ہمارے توپخانہ نے اسے پسپا کر دیا۔

(لندن ۱۴۔ستمبر) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دریائے ایسر پر اور ایرس کے شمال اور جنوب میں گولہ باری جاری ہے۔ دریائے آئنیر کے شمال میں اور دریائے این و مارن کی نہر پر ہمارے توپخانہ نے غنیم کے مورچوں پر تباہی خیز گولہ باری کی۔ شمپین اور ارگون کے علاقہ میں اور دریائے میوز اور موزل کے درمیان توپخانہ کی لڑائی اور بم بازی کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

جرمنوں نے لونی ول اور کمپین پر جو گولے گرائے اس کا انتقام پر جو گولے گرائے اس کا انتقام لینے کی غرض سے ۱۹ فرنچ ہوائی جہازوں نے ٹریوز ۰۰ا گولے گرائے جو سٹیشن اور ریلیش بنک پر پڑے ان کے علاوہ ڈرمری اور بیرن کوٹ کے سٹیشنوں پر بھی ۵۸ بم گرائے گئے۔ دیگر ہوائی جہازوں نے مقامات ڈولس جینگن اور ماریاچ پر گولے گرائے۔

برطانیہ کے فدائی:۔ (لندن ۱۳۔ستمبر) مغربی رزمگاہ سے ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

مقتول۔ میجر ا۔

مجروحین۔ کپتان ا۔ لفٹنٹ ۳ سیکنڈ لفٹنٹ ۵۔

اب ہلاک کپتان ا۔

اب مجروح و مفقود الخبر۔ کپتان ا۔

مشرقی ساحل پر مزید ہوائی حملے:۔ (لندن ۱۳۔ستمبر) محکمہ اخبارات نے اعلان کیا ہے کہ غنیم ہوائی جہازوں نے شب گزشتہ کو پھر مشرقی ساحل پر تاخت کی اور بم گرائے۔ مگر ان سے کسی جان کا نقصان نہ ہوا۔ اور صرف چند جگہ برقی تار اور کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔

۱۴۔ستمبر۔ محکمہ حربی نے اعلان کیا ہے کہ ایک غنیم ہوائی جہاز کل سہ پہر کو کینٹ کے ساحل پر اڑ کر آیا۔ اور چند بم گرائے۔ ایک مکان کو شدید نقصان پہنچا اور چار اشخاص زخمی ہوئے آخر دو برطانی بحری ہوائی جہازوں نے اسکا تعاقب کر کے بھگا دیا۔

محکمہ بحری نے اعلان کیا ہے کہ امیر البحر سر پرسی سکاٹ اس توپخانہ کے انچارج مقرر ہوئے ہیں جو لندن کی حفاظت کے لئے ہوائی جہازوں پر گولہ باری کرتا ہے۔

جنوبی گلیشیہ میں جنگ:۔ (لندن ۱۴۔ستمبر) آسٹریا کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ مشرقی گلیشیہ میں روسی سپاہ کے حملہ کے بعد جو لڑائی وقوع میں آئی۔ وہ اس قدر شدید تھی۔ کہ اکثر دست بدست جنگ تک نوبت پہنچ گئی۔ اس میں تسلیم کیا گیا ہے کہ آسٹروی جرمن افواج رات کے وقت دریائے سٹریپا کے مورچوں کی طرف پیچھے ہٹ آئیں۔

روس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ روسیوں نے غنیم کے توپخانہ کی موسلادھار آتشباری کے باوجود ٹارنوپول کے علاقہ میں کسی قدر ترقی کی۔ اور سٹر ملیبوز توپیں اور قیدی گرفتار کئے۔ اور جرمنوں کو پسپا کر دیا۔ جو شمال کی طرف پیچھے ہٹ گئے۔ غنیم نے دریائے سیرتھ کے زیریں حصہ پر بدیں غرض حملہ کیا کہ مغرب کی طرف روسیوں کی پیشقدمی کو روکے۔ مگر شدید جنگ کے بعد اس نے پھر شکست کھائی۔ سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ عام طور پر آسٹروی جرمن سپاہ جارحانہ کارروائی کرنے کی کوشش کر رہی ہے جس میں وہ فائدہ کے مقابلہ میں بدرجہا زیادہ نقصان اٹھا رہی ہے۔

جرمنوں نے روسی ریلوے کوٹ ڈالا۔ غنیم نے ڈونسک کے مغرب اور جنوب مغرب میں پرزور حملہ کر کے شدید لڑائی کے بعد نوو وسویس ز یانی کے سٹیشن کے قریب ریلوے لائن کاٹ دی۔ ولنا اور نوو و سویس ز یانی کے مابین غنیم کے دباؤ کی وجہ سے روسی سپاہ پیچھے ہٹ گئی۔ جرمن جنہیں عظیم کمک پہنچ گئی ہے۔ سکائیڈل کے مشرق میں نہایت شدت سے حملے کر رہے ہیں۔ روسی توپخانہ نے ہر جگہ عقب کی جنگی کارروائی میں نہایت سرگرمی دکھائی اور غنیم کو روسیوں کی شدید مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ آخر روسی سپاہ مقررہ تجویز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۶

قانون وراثت اور مسلمان

احکام قرآنی کا صریح انکار اور انکی جگہ اپنی من گھڑت رواجات کا استحکام

ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیہا۔ ولہ عذاب مہین

مسلمانان پنجاب کی موجودہ بیشمار امراض میں جو قرآن کریم کو پس پشت ڈال کر کئی ایک بیہودہ رسوم ورواجات کی صورت میں رونما ہیں۔ ایک سب سے بڑی بیماری جسے قرآن کریم نے آیت مذکورہ بالا میں ہمیشگی کی آگ میں ڈالنے اور عذاب مہین کی طرف پہنچانیوالی قرار دیا ہے وہ مسئلہ وراثت میں احکام قرآنی کے بجائے اپنے من گھڑت رواجات پر کاربند ہوتا ہے۔ پنجاب کے اکثر مقامات اور خود لاہور میں بھی بہت سے ایسے جاٹ مسلمان موجود ہیں۔ جو یوں کہنے کو تو مسلمان ہیں۔ لیکن جب ان کے ہاں تقسیم وراثت کا سوال درپیش ہوتا ہے تو وہ صاف طور پر اپنے ترکہ سے اپنی لڑکیوں کو محروم رکھتے اور یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں تو یہی رواج ہے۔ کہ لڑکیوں کو اپنی وراثت سے کوئی حصہ نہ دیا جائے۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی بہت سے دوسرے مسلمان بھی جنہیں اپنی لخت جگر لڑکیوں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ قرآن کے بجائے روپیہ کے ساتھ زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو جاٹ بتا کر اسی آڑ میں لڑکیوں کو وراثت سے محروم کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے بہت سے مقدمات پنجاب کی عدالتوں میں آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ جن میں باپ بیٹی اور بھائی بہن کے مدعی و مدعا علیہ کی صورت میں برسر پرخاش ہونے کا دردانگیز نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ نہایت حیرانی اور تعجب کا مقام ہے کہ ایکطرف تو یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور بتاتے ہیں اور دوسریطرف احکام قرآنی کا صریح انکار کرتے عملی طور پر اسلام سے روگردانی اختیار کرجاتے ہیں۔ اور ذرا بھی اسبات کا خیال نہیں کرتے کہ ہمارا ایسا رواج ہمارے دین و ایمان کو کس قدر خطرہ میں ڈال رہا ہے۔ آہ کیوں وہ دل مر نہیں جاتا۔ اور کیوں وہ زبان گونگی نہیں ہوجاتی۔ جو نہایت صفائی اور بیباکی کے ساتھ عدالتوں میں کھڑے ہوکر نہ صرف اپنی عزیز اور جان سے پیاری لڑکیوں کو بھی ایک ٹکڑا زمین یا چند ٹکڑوں سے سیم و زر کے لئے ترساتی ہے۔ بلکہ یہ کہکر کہ ہم شریعت پر نہیں بلکہ رواج پر کاربند ہیں۔ اسلام سے موڑتے اور قرآن کریم کو پیٹھ پھینکتے ہوئے نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب کتاب اللہ وراء ظہورھم کانھم لا یعلمون کے مصداق بنتے ہیں۔ اس موضوع پر اس سے پیشتر بارہا بہت سے اسلامی جرائد نے قلم اٹھایا ہے۔ اور نہایت خوبی کے ساتھ اسپر بحث کرکے مسلمانوں کو قرآن کریم کے احکام پر عملدرآمد کرنے کی تلقین کی ہے۔ لیکن جس افسوسناک اور ناقابل برداشت خبر نے ہمیں اس افتتاحیہ کے لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ لوکل معاصر پیسہ اخبار کی روایت کے مطابق گورنمنٹ پنجاب کی وہ تجویز ہے۔ جو اس نے ماہ حال کے آخری ہفتہ میں شملہ میں ججان چیف کورٹ۔ لیڈران بار اور بعض ممبران پنجاب لیجس لیٹو کونسل کی ایک کانفرنس منعقد کرکے رواج کے فیصلوں کو مستحکم کرنیکے لئے کی ہے یہ تجویز اگر عملی صورت میں رونما ہو تو ہم مسلمانوں کے لئے آیندہ کیا کچھ نتائج پیدا کرنے والی ہے۔ اس کا اندازہ اسبات سے ہوسکتا ہے کہ اگر اس کانفرنس نے ان فیصلجات رواج کو قطعی قانونی درجہ دیدیا۔ تو پھر وہ شاذونادر دیندار مسلمان بھی جو اپنے ہم قوم افراد کے اس طریق عمل کو پسند نہیں کرتے۔ اور رواج کے بجائے شریعت پر کاربند ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اسبات پر مجبور ہو جائینگے کہ خواہ مخواہ رواج پر کاربند ہوں اس وقت تک تو اس مرض نے انہی لوگوں کے دلوں میں اپنا دخل و تصرف کیا ہے جنھوں نے خود دیدہ و دانستہ یا ناواقفی سے اپنے دروازوں کو اس کے لئے کھولا لیکن جب اسے قانونی درجہ دیدیا گیا۔ تو پھر دوسروں کو بھی خواہ مخواہ بادل ناخواستہ اس کے بدنتائج کو بھگتنا پڑیگا۔ اے کاش ہمارے لیڈران قوم اور علماء بہت جلد اس جانب متوجہ ہوں اور اس مضر اسلام تجویز کا بڑی سختی کے ساتھ پروٹسٹ کریں۔ آہ۔ شامت اعمال ما صورت نادر گرفت۔ گورنمنٹ کی یہ تجویز خود ہمارے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے اور مسلمانوں کی آئے دن دن کی پرخاش اور بیفائدہ صرف زر نے گورنمنٹ کو مجبور کردیا ہے کہ وہ بالآخر اسے ایک قطعی قانونی کی شکل دے۔ پس کیا یہ ضروری نہیں۔ کہ ہم ان بدنتائج سے عبرت حاصل کرکے آیندہ اپنی قوم کو ایسی بیہودہ کرتوتوں سے روکیں اور ان ناجائز رواجات کا قطعی طور پر سد باب کریں معاصر پیسہ اخبار کا یہ معلوم کرنا طمانیت بخش ہے۔ کہ بہت سے مسلمان بیرسٹر اور بعض ججان چیفکورٹ بھی جنہیں اس کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی گئی ہے۔ اس تجویز کے خلاف پروٹسٹ کرنیکا پختہ ارادہ رکھتے ہیں ایسا ہمیں امید ہے کہ دیگر اسلامی اخبار بھی اس نازک وقت پر اپنی آواز بلند کرکے گورنمنٹ کو اس تجویز کے مسترد کردینے پر مجبور کردیں گے۔ لیکن اسبارہ میں ہماری کوششیں صرف اس تجویز کے مسترد کرادینے پر ہی منتہی نہیں ہوجانی چاہئیں ضرورت ہے کہ اسبارہ میں مسلسل اور لگاتار جدوجہد سے خود مسلمانوں میں یہ روح پیدا کی جائے کہ وہ آیندہ ان رواجات پر قرآنی احکام کو ترجیح دیں۔ اور اپنی لڑکیوں کو محروم الارث ٹھیرا کر اپنے آپ کو چودہ سو سال پیشتر کی جہالت اور تاریکی میں مبتلا نہ کریں۔ اسلامی انجمنوں کو چاہیئے۔ کہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس تحریک کو مضبوطی کے ساتھ ترقی دیں اور جہانتک بس چل سکے مسلمانوں کو اس کے خطرناک وعید سے بچانے کی کوشش کریں رواج عام طور پر لوگوں میں سوسائٹی کا منتہا اثر اور زور ہے۔ اس قدر مذہب کا نہیں پس چاہیئے کہ ایسی سوسائٹیاں بنائی جائیں۔ یا دیہاتی سوسائٹیوں میں ایسے خیالات کو ترویج دیجائے کہ جن میں شریعت کے بجائے رواج پر عملدرآمد کرنیوالوں یا شریعت کا کوئی اور حکم توڑنیوالوں سے قطع تعلق کر لینے یا ایسی ہی کسی دوسری سزا کا انہیں مورد بنانے پر عملدرآمد ہو۔ تاکہ لوگ خود بخود ان باتوں کو ترک کرنے پر مجبور رہوں۔

مسلمانو! خوب یاد رکھو کہ شریعت اسلامی ہی ایک ایسی چیز ہے جو تمہیں دنیا میں بھی اور عاقبت میں بھی سرخرو اور فائز المرام بنا سکتی ہے۔ کیا اس حقیقت کا انکار کرنیوالا قانون شریعت کے ان بیش بہا نتائج کا منکر نہیں جو مسلمانوں کی تمدنی و اقتصادی ترقی اور بہبودی کی صورت میں آجتک رونما ہوئے۔ اور جنپر نہ صرف مسلمانوں کو ہی بلکہ مغربی دنیا کے غیر اسلامی طبقات کو بھی آج بجا طور پر فخر و ناز ہے۔ کسی آیندہ اشاعت میں ہم اس موضوع پر مورخانہ نظر ڈالیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہمیں امید ہے کہ گورنمنٹ پنجاب اپنی مجوزہ کانفرنس

نوٹ اور رائیں

یہ ہرگز احمدیت کا خاصہ نہیں

۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء کے سراج الاخبار جہلم میں کسی زمیندار نے ایک درد و قلق سے بھرا ہوا مضمون "قادیانی مشن کا خاصہ" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ جس میں چک نمبر ۹ بینار بہلوال ضلع سرگودہ کے کسی احمدی کی بابت لکھا ہے کہ وہ شادی کے تین سال بعد گذشتہ ایام میں بعارضہ تپ دق بیمار ہو گیا جس سے جانبر ہونے کی کوئی صورت نہ ہوئی۔ اس نے موت سے تین دن پہلے اپنی پاکباز بیوی کو اپنے بھائی کے کہنے پر اس غرض سے طلاق دیدی۔ کہ مبادا وہ اس کے دو مربعوں کی وارث بھی ہو جائے جنپر اس کے مرنے کے چار دن بعد اسے بجبر و قہر نہایت بیعزتی کے ساتھ گھر سے نکال دیا گیا۔ اور وہ اپنی ایک سالہ لڑکی کو لیکر روتی پیٹتی اپنے میکے چلی گئی۔ نامہ نگار موصوف کے یہ بیانات بصورت صحت بلاشبہ بہت دردناک ہیں اور اسلام ان باتوں کی ہرگز اجازت نہیں دیتا بلکہ ایسا کرنے والوں کو بہت سخت گنہگار بناتا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ السلام نے کہاں ایسی ناجائز باتوں کی اجازت دی۔ اور ان ناروا کرتوتوں کو اپنے مشن کا خاصہ ٹھیرایا۔ انہوں نے تو اس کے برخلاف عام مسلمانوں کی جابرانہ کارروائیوں اور مسئلہ طلاق کی بد استعمالی کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اور جماعت احمدیہ کے بیشمار افراد کا طرز عمل اسبات پر شاہد ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے کبھی ان باتوں کا نام تک نہیں لیا۔ چہ جائیکہ ان پر کاربند ہوں اور پھر یہ کہا جائے کہ "یہ شریعت اسلام کے عین مطابق ہے" اس لئے ہم ان واقعات کو سخت نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جس شخص نے یہ ناجائز کام کیا ہے یا کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ یا جنہوں نے اسپر اظہار پسندیدگی کیا۔ اور اسے شریعت اسلام کے عین مطابق بتایا ہے۔ انہیں سخت غلطی پر جانتے ہیں۔ کسی شخص یا اشخاص کی ذاتی رائے یا فعل کبھی ایک جماعت یا بانی سلسلہ کی خصوصیات نہیں سمجھے جا سکتے حضرت اقدس مرزا صاحب کی تعلیمات سے آپکی اسی کے قریب کتابیں اور دیگر اشتہارات بھرے پڑے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک سے ہی ثابت کیا جائے کہ انہوں نے اس قسم کی گندی تعلیم کسی بھی اپنے مرید کو دی ہو۔ جب ایسا ہرگز نہیں تو پھر ہم نہیں جانتے کہ نامہ نگار سراج الاخبار نے کیوں ان باتوں کو احمدیت کا (کیونکہ قادیانی مشن سے ان کی مراد یہی معلوم ہوتی ہے) خاصہ گردان لیا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ لوگ جن کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے۔ جماعت احمدیہ کے دو فریقوں میں سے کسی فریق سے تعلق رکھتے ہیں۔ احمدیوں سے یا محمودیوں سے؟ اور اس لئے ہم نہیں بتلا سکتے کہ ان کا یہ فعل کونسی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بصورت پیر پرست ہونے کے انہوں نے کسی اپنے سرگروہ کے قدم بقدم رکھکر شریعت کی ترمیم و تنسیخ کیا اور ان کرتوتوں کو جائز ٹھیرانا اور بقول محمودیان لاہور اپنی ان کارروائیوں کا خدا کے نزدیک اور دنیا میں اپنے پیر کو ذمہ دار گردانا اور کفارہ پر ایمان لانا چاہا ہو۔ مگر بہر حال جہانتک ہمیں معلوم ہے فی الحال دونوں گروہوں کے سر کردگان ان باتوں کو خلاف احمدیت اور خلاف اسلام جانتے ہیں۔ اور اس لئے کسی پیر بھائی کی ان ناشدنی کرتوتوں کی ذمہ واری عائد نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی انہیں احمدیت کا خاصہ ٹھیرایا جا سکتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمعصر سراج الاخبار ہمارے اس نوٹ کو اپنی قریب ترین اشاعت میں نقل کر کے اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیگا جو اس کے نامہ نگار کو لگی ہے یا جس میں اس نے اپنے قارئین کو ڈالنا چاہا ہے۔

لا نفرق بین احد من رسلہ میں سری کرشن بھی شامل ہیں

ہمعصر زمیندار نے اپنی ۱۱ و ۱۲ ستمبر کی اشاعتوں میں قومیت متحدہ کے عنوان سے ایک مبسوط مضمون لکھا ہے۔ جس میں مختلف مذاہب کو اصولاً ایک ہی سر چشمہ میں سے نکلا ہوا اور ایک ہی منزل مقصود کی طرف لیجانے والا بتاکر یہ ثابت کرنیکی کوشش کی گئی ہے کہ ان سب مذاہب کے پیرووں کے باہمی اختلافات اور کشیدگی مزاج کا باعث ان کے مذاہب نہیں بلکہ شخصی خیالات اور بغض و تعصب ہے۔ ہمارے معزز ہمعصر کا یہ آخری مطمع نظر بیشک بہت صحیح اور اعلیٰ درجہ کا ہے۔ گو اسپر تفصیلی بحث کرتے ہوئے اس سے بعض اصولی غلطیاں بھی صادر ہوئی ہیں جنکا مفصل ذکر ہم اپنی کسی آئندہ اشاعت میں کریں گے۔ لیکن اس نوٹ میں جس بات کا تذکرہ کرنا ہمارا مقصد و مدعا ہے وہ عنوان بالا کے متعلق اپنے لائق معاصر کی کوشش کرنا ہے جس سے حضرت مسیح موعود کے ان اعتقادات اور خیالات کی صداقت پر روشنی پڑتی ہے۔ جنپر ایک وقت عام طور پر مسلمانوں کی طرف سے اظہار نفرت کیا جاتا تھا۔ ہمعصر کرشن جی مہاراج کے چند بیش بہا اقوال کو نقل کرنے کے بعد ہمارے لائق ہمعصر نے آیہ کریمہ لا نفرق بین احد من رسلہ کو پیش نظر رکھکر ہندوؤں کے پیغمبروں پر بھی ایمان لانیکی نسبت موزوں تلقین کی ہے۔ جو عین اسلام کا مقصد و مدعا ہے۔ اور یہ اعتقاد بھی منجملہ ان خیالات کے ہے جنپر حضرت مسیح موعود کو علمائے اسلام نے کشتنی و گردن زدنی قرار دیا تھا۔ خدا کے مامور کی باتیں جو اس نے قرآن کریم سے لیکر بیان کیں اور دنیا نے اسپر اظہار نفرت کیا۔ آج خود بخود ہی دلی چلی جا رہی ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا آہستہ آہستہ انہی قدموں پر کھنچی ہوئی ہے جنپر وہ برگزیدہ انسان اسے کھڑا کرنا چاہتا تھا۔ کوئی ہے جو اس حقیقت کو نظر بنکر اسکی صداقت کا قائل ہو اور اسکی جماعت میں شامل ہو کر کونوا مع الصادقین کے ارشاد پر عملدر آمد کرے تا ایک مامور کی اطاعت میں اپنے مقاصد کو پورا ہوتے ہوئے دیکھکر ہم خرما و ہم ثواب کا مورد ہو۔

بعض عازمان حجاز

کو آجکل بمبئی میں طرح طرح کے مالی و جانی نقصانات پیش آرہے ہیں۔ اور متواتر ایک ماہ سے ان خانماں ویرانوں کی مصیبتوں اور پریشان حالیوں کی رپورٹیں سننے میں آرہی ہیں۔ آج اگر کسی غریب حاجی کے لٹنے کی خبر آتی ہے تو کل کسی دوسرے کے زدوکوب سے ہلاک ہو جانے کی آواز سنائی دیتی ہے بہت سے لٹیرے اور ڈاکو حاجیوں کے لباس میں جیبیں کترنے میں مشغول ہیں۔ اور وہ اپنے ناجائز مقاصد کو پورا کرنے کے لئے کسی کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ یہ سب حادثات بلاشبہ بہت دکھ دہ اور حکام کی فوری توجہ کے قابل ہیں۔ لیکن انکے ساتھ ہی ایسے واقعات بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جو خود ہماری اپنی ہی غفلت کا نتیجہ یا یوں کہو کہ ہمارے علما کی لاپرواہی کا باعث ہیں۔ ابھی تین چار روز ہوئے کہ ایک ستر سالہ بوڑھے شخص کی دردناک موت کی خبر کے ساتھ سنا گیا تھا۔ کہ اس کے پاس صرف اسقدر روپیہ تھا کہ وہ حج کے لئے ٹکٹ خرید سکے جو اس نے خرید لیا۔ باقی کھانے وغیرہ کے لئے وہ بھیک مانگکر گذارہ کرتا تھا۔ اول تو ایک ستر سالہ بوڑھے کے لئے جو اپنی طبعی عمر کو پہنچ جانے کے باعث لازماً اضمحلال اور کمزوری کی طرف عود کرنے کے باعث مرفوع القلم کے حکم میں ہوتا ہے حج کو جانا کہانتک جائز ہے اور پھر وہ بھی بالکل تن تنہا۔ پھر یہی غور طلب امر ہے اور اسکی بہت سی مثالیں عازمان حجاز میں

مسئلہ طلاق کے متعلق بعض اعتراضات کا جواب

(از سلسلہ گزشتہ پیوستہ)

ایک اور امر قابل غور ہے۔ طلاق کو قرآن کریم نے تسریح بالحسان کے نام سے پکارا ہے یعنی نیکی اور مروت کے ساتھ بی بی کو رخصت کرنا حالانکہ مخالفین جس قسم کی طلاق کی اجازت اسلام میں سمجھتے ہیں اسکے ظاہر کرنے کے لئے کوئی ایسے لفظ ہونے چاہیئے تھے جیسے گھر سے نکالدینا یا چھوڑ دینا اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم تو یہ چاہتا ہے کہ اگر طلاق ہی دینی ہو تو پھر بی بی کو نیکی اور مروت سے رخصت کیا جاوے لیکن اگر کوئی شخص بلا وجہ ایک نیک بی بی کو گھر سے نکالتا ہے تو اسکی اس کارروائی پر احسان کا لفظ کبھی صادق آ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس نے تو بجائے نیکی اور مروت کے اس کے ساتھ شرارت اور ظلم کیا۔ چونکہ قرآن کے الفاظ خدائے حکیم کے منہ کے لفظ ہیں اس لئے ان الفاظ میں ہی کتابوں کے مضمون بھرے ہوئے ہیں۔ اور ایک غور کرنے والی طبیعت جب خدا رہنمائی کرے بہت جلد اس نتیجہ پر پہونچ سکتی ہے کہ ایک خاص لفظ کے ایک خاص موقعہ پر رکھنے میں کیا حکمت ہے۔ آخر اس جگہہ جو طلاق کا مفہوم ادا کرنے کے لئے قرآن کریم نے الفاظ تسریح باحسان استعمال کئے تو یہ ایک اتفاقی امر نہیں بلکہ عین اس مفہوم کے ادا کرنے کے لئے یہ الفاظ رکھے گئے ہیں جس مفہوم کا ادا کرنا اس جگہہ مقصود ہے جب اللہ تعالیٰ نے طلاق کا نام تسریح باحسان رکھا ہے۔ تو کوئی طلاق اسلامی شریعت کے رو سے صحیح طلاق نہیں ہو سکتی جب تک اس میں نیکی اور حسن نہ پایا جاوے۔ اور یہ اسی صورت میں ہوگا جب طلاق میاں بی بی کے فائدہ کے لئے ہو کیونکہ طلاق میں نیکی صرف یہی ہو سکتی ہے کہ وہ کسی ضرر کے دور کرنیکا علاج ہو اور اگر کسی ضرر کا دور کرنا مقصود نہیں تو پھر ایسی طلاق تسریح باحسان کے نام سے پکارے جانے کی حقدار بھی نہیں۔ پس قرآن کریم کے اس لفظ کو اختیار کرنے سے ہم اس صحیح نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں کہ اسلام میں طلاق کی اجازت صرف دفع ضرر کے لئے ہے یہ نتیجہ لفظ احسان سے نکلتا ہے۔ اور اسی کی مؤید شہادت لفظ تسریح کے معنوں پر غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ تسریح کے معنے ہیں ڈھوروں یا چارپایوں کا چراگاہ کی طرف لیجانا اس لئے جب استعارۃً یہ لفظ انسان کے متعلق بولا جائیگا تو اس سے یہ مراد ہوگی کہ ایک انسان کو ایک ضرر کی حالت سے نکال کر اچھی حالت کی طرف لیجانا کیونکہ مویشی جب بھوکے ہوتے ہیں تب ہی انکو چراگاہ کی طرف لیجاتے ہیں۔ پس اس جگہہ لفظ تسریح کے استعمال سے قرآن کریم نے یہہ بیان فرمایا ہے کہ ایک عورت جو کسی تنگی یا مصیبت کی حالت میں ہے اس کو اس حالت میں نہیں رکھنا چاہیئے۔ بلکہ اسے نیکی اور مروت کے ساتھ رخصت کرنا چاہیئے۔ تاکہ دوسری جگہہ نکاح کرکے آرام کے ساتھ زندگی بسر کر سکے پس ہر دو الفاظ یعنے تسریح اور بالحسان کے معنوں پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم یہ ہدایت فرماتا ہے کہ جب مرد اور عورت میں کوئی ایسی صورت تنازعہ کی پیدا ہو جائے جو ان دونوں یا ایک کی تنگی اور تکلیف کا موجب ہو تو اس صورت میں طلاق ہی مفید ہے اور طلاق کے بغیر ضرر دور نہیں ہو سکتا۔ ان امور پر انصاف پسند طبیعتیں دیکھ سکتی ہیں کہ اسلام پر یہ کس قدر جھوٹا الزام ہے کہ اسلام بلا وجہ طلاق کی اجازت دیتا ہے۔

یہ نتیجہ صرف الفاظ تسریح باحسان کے معنوں میں غور کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ ان سے پہلے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں یعنی امساک بمعروف (نیک برتاؤ کے ساتھ زوجیت میں رکھنا) وہ بھی اسی کے مؤید ہیں۔ اس جگہہ قرآن کریم یہ بیان فرماتا ہے کہ جب طلاق کے واقعات پیدا ہو جائیں تو تم یکبارگی طلاق مت دو بلکہ پہلے دو دفعہ دو طہروں میں طلاق دو۔ پھر اس کے بعد انسان کے لئے دو راہ کھلے ہیں۔ پہلی راہ جو مقدم اور افضل ہے۔ کیونکہ اسی کا پہلے بیان بھی کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ پھر خوب سوچو کہ آیا تم ایسی حالت میں بی بی کو رکھ سکتے ہو کہ اس کے ساتھ نیکی سے برتاؤ کرو یعنی اسپر کسی قسم کا ظلم نہ ہو۔ یا وہ کسی طرح کی تنگی اور تکلیف کی حالت میں نہ رہے اگر یہ ممکن ہے تو یہی راہ اختیار کرو۔ اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو پھر...... دوسری راہ تمہارے لئے یہ ہے کہ نیکی اور مروت کے ساتھ اسے رخصت کر دو۔ پہلی شق کو مقدم کرنے اور دوسری کو مؤخر کرنے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسری شق صرف ایسی صورت میں اختیار کرنی چاہیئے۔ جب پہلی ممکن نہ ہو۔ گویا طلاق تب اختیار کرنی چاہیئے۔ جب میاں بی بی کا برتاؤ نیکی اور سلوک کا نہ رہے جو نکاح کا اصل مقصد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ ایک دوسرے موقعہ پر بعینہ ایسے ہی الفاظ میں قرآن کریم نے طلاق کا ذکر فرمایا ہے مثلاً

ہے و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا (البقرہ۔ رکوع ۲۹۔ آیت ۲۳۲)

ترجمہ جب تم نے عورتوں کو دو بار طلاق دیدی اور انکی عدت پوری ہونے کو آ گئی تو یا تو نیک سلوک کے ساتھ ان کو اپنی زوجیت میں رکھو یا تکمیل طلاق کرکے ان کو نیکی کے ساتھ رخصت کرو۔ مگر ایسی طرح انکو اپنی زوجیت میں نہ رکھو جس سے انکو ایذا پہنچے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تم زیادتی کرنے لگو۔ ان الفاظ میں گویا اللہ تعالےٰ نے طلاق کا فلسفہ بیان فرمایا ہے۔ پہلے یہ تاکید فرمائی کہ انکو نیک سلوک کے ساتھ رکھو پھر دوبارہ بھی اعادہ کیا ہے اور تاکیداً فرمایا ہے کہ ایسا ہرگز نہ ہو کہ تمہارا انکو زوجیت میں رکھنا انکے لئے ایذا دہی کا موجب ہو اور تم ناانصافی کرنے والے ہو۔ گویا یہ پسند فرمایا ہے کہ بجائے اسکے کہ عورت کو ایسی صورت میں گھر میں رکھا جائے کہ وہ اسکی تکلیف دہی کا موجب ہو۔ بہتر یہی ہے کہ تم انکے ساتھ نیکی کرکے اس کو رخصت کر دو۔ گویا کسی صورت میں عورت پر ظلم یا اسکی ایذا دہی روا نہیں رکھی اور نہ ہی یہ پسند کیا ہے کہ گھر جو خوشی اور آرام کی جگہ ہونی چاہیئے۔ روز کے جھگڑوں اور فساد اور تکلیفوں اور ایذا کی جگہہ ہو جاوے۔ تین احکام اس ایک آیت میں ہیں۔ اول اور سب سے مقدم یہ ہے کہ اگر کوئی فساد پیدا ہو کر دو دفعہ طلاق ہو بھی چکی ہے اور ابھی رجوع کا وقت باقی ہے۔ تو تم رجوع کر لو۔ ایسی صورت میں کہ انکو نیک سلوک اور فیاضانہ برتاؤ کے ساتھ رکھ سکو یعنے انکے چھوٹے چھوٹے قصوروں اور کمزوریوں سے درگذر کرو۔ اور چھوٹے چھوٹے اختلافات کو کوئی وقعت نہ دو لیکن اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر تم انکے ساتھ یہ نیکی کر سکتے ہو کہ احسان کے ساتھ انکو رخصت کر دو۔ (باقی آئندہ)

روح انسانی کا منتہائے ترقیات

گذشتہ ۲۲ اگست ۱۹۱۵ء کی اشاعت میں عنوان بالا سے اخویم مکرم جناب اسد بخش صاحب کا ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں انسانی روح کی ترقی پذیر خواہشات اور حرص و آز کا مفصل طور پر ذکر تھا۔ اس کا اگلا حصہ صاحب مضمون نے اب لکھکر ارسال فرمایا ہے۔ جسکی طوالت ممکن ہے پیغام صلح کی متعدد اشاعتوں کو روکے رکھے اس لئے ہم اسے ذیل میں درج کرنے سے پیشتر یہ عرض کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ اگر یہ مسلسل طور پر پرچہ میں شائع ہونے کے بجائے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد شائع ہو (کیونکہ بعض دیگر ضروری مضامین ممکن ہے کہ بعض اوقات اس کے التوا کا موجب ہوں۔) تو قارئین کرام ہمیں معذور سمجھیں۔ ایڈیٹر۔

یہاں تک تو ان بھولی بھٹکی روحوں کا ذکر تھا جن کو خدا تعالے نے اپنے پاک کلام میں نفس امارہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ (ان النفس لامارة بالسوء) گویا نفس امارہ کی حالت میں روح محض خدا تعالے سے غافل ہوتی ہے اور اپنی خواہشوں کو ہر جائز و ناجائز وسائل سے پورا کرنا چاہتی ہے۔ دنیا کی ہر بری بھلی شے کو سونگھتی پھرتی ہے کہ کہیں سے اس چیز کا پتہ مل جاوے۔ جس کو وہ کھو بیٹھتی ہے مگر وہ سخت غلطی کرتی ہے۔ اور ایسا کرنے میں گویا وہ خود اپنے لئے دوزخ سلگا رہی ہے۔ بھلا لذات مادی اس بسیط ہستی کی خواہش کو کیونکر پورا کر سکتی ہے۔ بسیط کو تو لذات بسیطی سے ہی تسلی ہو سکتی ہے۔ مگر یہ دنیا کی غلاظت میں اس قدر پھنس جاتی ہے۔ کہ اپنی کل خواہشات اور کامیابی کے وسائل دنیا میں ہی تلاش کرنے لگتی ہے جس کا نتیجہ سوائے حسرت اور نامرادی کے کچھ نہیں ہوتا (ومن الناس من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وما لہ فی الاخرۃ من خلاق)

ان کے لئے دنیا میں گو سکھ ہوتا ہے لیکن آخرت میں یہی دوزخ ہے۔ (ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیٰوۃ الدنیا ویشھد اللہ علی ما فی قلبہ وھو الد الخصام الخ واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم ولبئس المھاد) کا وعدہ بھی ان ہی لوگوں کو دیا گیا ہے گو آخر میں گنہگار سے گنہگار روح بھی بہشت کو حاصل کریگی۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ کیا جانے کہ ایک تخیل۔ تا ابد تک ان شریر روحوں کی کتنی دیر تک دوزخ میں ہوتی رہیگی۔ اور ان چند روزہ لذات کے بدلے اسے کس قدر ذلت اور رسوائی اٹھانی ہوگی۔

اب میں انسان کی اس حالت کا ذکر کرتا ہوں جس حالت میں انسان دنیا کے کل مرحلے کو طے کرکے خدا تعالے سے قابل رشتہ پیدا کرتا ہے۔ اور یہ حالت پہلی حالت کے بالکل خلاف ہے۔ چنانچہ قرآن شریف نے حسب ذیل آیت میں انہی لوگوں کو مخاطب کیا ہے۔

یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ (ترجمہ۔ اے تسلی یافتہ نفس راضی خوشی اپنے رب کی طرف لوٹ۔ میرے بندوں میں ہو اور میری جنت میں داخل ہو۔)

یہ وہ مبارک حالت ہے کہ انسان اس حالت پر پہنچ کر خاص خدا کا ہی ہو جاتا ہے۔ خدا کو خدائے واحد جانکر اپنا جان و مال اور اپنی ہر خواہش اسکی خواہش پر چھوڑ دیتا ہے۔ (ومن الناس من یشتری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رءوف بالعباد) خواہشات نفسانی سے ایسا منہ کو پھیرتا ہے۔ کہ ذات حقیقی کے سوا اسے کچھ اور نظر ہی نہیں آتا۔ اور در حقیقت یہی حالت روح کو اسکی اصل مراد پر پہنچانیوالی ہے۔ باقی دنیا کی سب آرائشیں انسان کے لئے ایک آزمائش ہیں۔ (انما اموالکم و اولادکم فتنۃ) کے بھی یہی معنے ہیں۔

لیکن اگرچہ روح اس حالت پر پہنچ کر دنیاوی لذات اور کمالات سے بالکل مستغنی ہو جاتی ہے۔ اور دنیا کا کوئی رنج و غم اسپر اپنا اثر ڈال نہیں سکتا۔ دنیاوی جاہ و حشمت اسے بالکل ناکارہ معلوم ہوتی ہے مگر اسکو حقیقی لذات حاصل کرنے کے لئے نفس امارہ سے بھی زیادہ بے چینی ہوتی ہے۔ کیونکہ دنیاوی لذات کو تو وہ اس قابل ہی نہیں جانتی کہ اس کو مطمئن کر سکیں اور وہ لذات جو اسے آگے نصیب ہونیوالی ہیں ان کو گویا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہے اور جب وہ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت لھم جنٰت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا کو پڑھتی ہے تو معاً بھڑک اٹھتی ہے اور چاہتی ہے۔ کہ جس طرح ہو سکے اس قفس عنصری کو چھوڑکر اپنے رب سے جا ملوں۔ اور راحت ابدی کو حاصل کروں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ دنیا کے تمام کمالات۔ تمام بزرگیاں۔ اس علو مرتبت۔ اس غیر محدود قابلیت اور خواہش کا جو وجود انسانی سے توام ہے اقتضائے وقعی بھتیں جب ہی تو روح کی قابلیتوں کو کلیتہً صرف اسکی خواہشوں کو فی الجملہ پورا نہیں کر سکتیں۔ وہ کمالات اور بزرگیاں جن کی تحصیل کی بے انتہا آرزو نشیں روح کو ملی ہیں۔ یقیناً اس دنیا کی نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر ایسے کام کو پورا کرنیکے لئے ایک خاص وقت کی ضرورت ہوتی ہے اور پیچھے اس کا انجام ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ہر ایک امتحان پاس کرنیکے لئے کچھہ خاص کتابوں کو یاد کرنا پڑتا ہے۔ نفع و نقصان کا اندازہ تجارت کے بعد ہی ٹھیک ہو سکتا ہے بچپن کی خوشی سے جوانی اور جوانی کے تفکرات کا اندازہ بڑھاپے سے ہوتا ہے۔ غرض ہر ایک کام مکمل ہو جانے کے بعد ہی اسکا نتیجہ صحیح طور پر اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی آم کی گٹھلی کو زمین میں دباکر ایک ماہ کے بعد آم توڑنے کے لئے آجاوے تو وہ یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوگا۔

لھذا ضرور ہے کہ ہر ایک روح جو کچھہ وہ یہاں کماتی ہے۔ اسکا بدلہ کسی دوسرے عالم میں جو اس دنیا سے بدرجہا لطیف و برتر ہو۔ حاصل کرے اور بموجب اپنے اعمال کے سزا و جزا پاکر آخر اپنی فطرتی خواہش کے مطابق دیدار خداوندی جو یقیناً آگے بھی اسے نصیب ہو چکا ہے حاصل کرکے مطمئن و بامراد ہو۔

دوسرے قوئے انسانی کے مطالعہ سے بھی یہی ماننا پڑتا ہے۔ دیکھو ہمارے قویٰ کبھی تو بالفعل کام کرتے ہیں اور کبھی بالقوت۔ مثلاً اگر آنکھ بند کر لی جاوے تو اسکا کام بالقوت رہجاوے گا یعنی اگرچہ وہ اب کسی چیز کو نہ دیکھے مگر آئندہ دیکھنے کی قوت و قابلیت رکھتی ہے لیکن جب دوبارہ کھول دیجاوے۔ تو اس کا کام بالفعل ہوگا یعنی حقیقتاً کام میں مصروف ہوگی۔ لیکن اگر کسی قوت کو بالفعل کام کرنا نصیب ہی نہ ہوا ہو اور بالقوت ہی کام کرتی رہی ہو۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ قوت کے احاطہ سے نکلکر فعل کی حد تک پہنچی ہی نہ ہو۔ تو اس کو کسی چیز کے دریافت کا بھی شوق نہیں ہوگا کیونکہ جب ایک قوت کسی سے واقف ہی نہیں تو اس کا اشتیاق کیا ہوگا۔ جیسے مادرزاد اندھے کی حالت ہوتی ہے لیکن اگر ان میں سے کوئی قوت بالفعل احساس یا ادراک کر چکی ہو۔ اور بعد ازاں اس سے محروم ہو جائے۔ یعنی اس کا کام بالقوت رہجائے تو اسکو سخت معلوم ہے دوبارہ احساس یا ادراک کی بڑی حسرت ہوگی۔ کیونکہ وہ گویا ایک ایسی نعمت سے محروم ہو جاویگی۔ جس کی لذت آگے اٹھا چکی ہے۔ جیسے کوئی آنکھوں والا اندھا ہوکر تو جن چیزوں کو وہ دیکھ چکا ہے انکو دوبارہ دیکھنے کیلئے اسکی طبیعت سخت بیقرار و بے چین ہوگی اور جسقدر یہ چیزیں زیادہ خوبصورت شاندار اور کامل ہونگی اسیقدر ان کے پھر دیکھنے کی زیادہ حسرت ہوگی اور ان کے دیدار سے محروم ہو جانیکا رنج و قلق اور افسوس ہوگا پس ہماری روح کی یہ تڑپ اور بیقراری

میاں محمود احمد صاحب کی سندھی اشتہار کا فارسی و اُردو ترجمہ

گذشتہ دو اشاعتوں میں جناب مولینا مولوی محمد ابراہیم صاحب کا ایک فارسی خط بعہ اُردو ترجمہ کے جو اُنہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت اقدس میں لکھا ہے۔ ہدیہ ناظرین کیا جا چکا ہے۔ اب ذیل میں میاں محمود احمد صاحب کے اُس سندھی اشتہار کا جو کہ مولوی صاحب موصوف نے اپنے خط کے ساتھ ارسال فرمایا ہے۔ فارسی و اُردو ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ تا کہ اہل دانش و بینش اس بات کا اندازہ لگا سکیں۔ کہ وہ شخص جو گھر میں بیٹھ کر ایک غلام کو آقا اور غیر نبی کو نبی بناتا اور اسے صرف بحیثیت مجدد پیش کرنا اس کیلئے باعث ہتک بتاتا ہے۔ وہ خود باہر کس رنگ میں رونما ہے۔ اور کس قدر ہتک کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اور یہ اس کی یہ مداہنت اس کے اصل عقائد اور دعاوی کی صداقت کی کہاں تک تائید کرتی ہے۔ و ھو ھذا :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

یک عظیم الشان بشارت

فتح اسلام۔ گواہی خدا تعالیٰ

بے تعداد و بے انتہا شکرانہ خدا تعالیٰ را ست و شمار احسانہائے او سبحانہ تعالیٰ و بجا آوری شکر او بیرون از طاقتِ بشری است۔ او سبحانہ تعالیٰ محتاج شکرانہ انسانی نیست۔ ہمہ محامد در اصل برائے او سبحانہ تعالیٰ میباشد۔ کہ خالق و رازق ہست۔ ہرگاہ کہ ما در خواب میرویم او محافظت ما می کند و باز چون از خواب بیدار شدہ در کارہائے خود مشغول می شویم او در کارہائے ما برکت مے اندازد۔ او مددگار راستان و عذاب دہندہ دروغگویان ہست۔ او شریران را می گیرد۔ و مؤیدان راستی را ضائع نمیگرداند۔ اہل بطلان را مدد نمیدہد۔ و مدام اہلِ صدق را مے افزاید۔ و اہل کذب را کم کردہ مے رود۔ او رب العالمین۔ رحمٰن۔ رحیم۔ مالک یوم الدین ہست۔

امّا بعد ہزار ہزار بلکہ کروڑ کروڑ درود بر آن پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باد۔ کہ دنیا را از تاریکی بر آوردہ۔ منور نمود۔ و نور را منتشر نمود و ما را راہیکہ تا آن تا خدا توان رسید۔ ہدایت نمود۔ و ما را ہیچو شریعتے تعلیم فرمود کہ از ہمہ نقائص پاک و مبرا است۔ چراکہ او محبوب او سبحانہ و تعالےٰ و آرندہ کتابے کہ قرآن کریم نام دارد۔ میباشد۔ و با او خدا تعالےٰ ہمکلامی داشت۔ و برائے مشتہر نمودن نام خدا تعالےٰ بیشمار مصیبت ہا بر سر خود برداشت۔ و برائے رہنمونی امتِ خود تمام قوم و ملک را دشمن خود ساخت۔ بر ہمیں نبی درودہائے خدا تعالےٰ و رحمتہا و برکتہا نازل باد۔ و فضلِ خدا بر او و بر اولادِ او دائما مثلِ بارش بارندہ باد۔

او ہادی و رہنمائے ما بود۔ او ما را راہِ حق نمود۔ و بر صراطِ مستقیم روان ساخت۔ و برائے اشاعت اسم او سبحانہ و تعالےٰ و محو نمودن شرک چنیں کوشش فرمود۔ کہ بفضل او سبحانہ از ملک خود بتان را بدر کرد نمود۔ ازیں باعث او سبحانہٗ از و اینقدر خوشنود گردید۔ کہ کتاب و رسالتے کہ او را عطا شدہ بود۔ برائے ہمہ جہان کافی گردید۔ و او سبحانہ تعالےٰ باو شان وعدہ فرمود۔ کہ برائے نوع انسانی ہمیں شریعت قائم ماندنی ہست۔ پیشینہ ہمہ کتابہا منسوخ شدند۔ اما قرآن مجید منسوخ نخواہد شد۔ و او سبحانہ تعالےٰ باو شان ایں وعدہ نیز فرمود کہ دین جاری کردۂ شما را حفاظت نمودہ مدام از امتِ تو مجددین خود خواہم فرستاد کہ حفاظتِ دینِ شما خواہند نمود۔ و گمراہان را براہِ راست خواہند آورد۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میفرمایند۔ ان اللہ یبعث فی ھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک عظیم الشان بشارت

اسلام کی فتح - خدا تعالیٰ کی گواہی

بے تعداد اور بے انتہا شکر خدا تعالےٰ کے لئے ہے اور اس پاک و برتر کے احسانات کا شمار اور شکر کی بجا آوری بشر کی طاقت سے باہر ہے۔ وہ پاک و برتر خدا کسی انسانی شکرانہ کا محتاج نہیں۔ تمام تعریفیں در اصل اُسی کیلئے ہیں جو کہ خالق و رازق ہے۔ جسوقت کہ ہم سوتے ہیں وہ ہماری محافظت کرتا ہے۔ اور پھر جب ہم نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو وہ ہمارے کاموں میں برکت ڈال دیتا ہے۔ وہ سچوں کا مددگار اور جھوٹوں کو عذاب دینے والا ہے۔ وہ شریروں کو مٹاتا ہے اور سچائی کی تائید کرنیوالوں کو ضائع نہیں کرتا۔ باطل پر کھڑے ہونیوالوں کی مدد نہیں کرتا اور ہمیشہ اہل صدق کو بڑھاتا اور کاذبوں کو کم کرتا جاتا ہے وہ رب العلمین رحمٰن۔ رحیم اور مالک یوم الدین ہے۔ امّا بعد ہزار در ہزار بلکہ کروڑ در کروڑ درود اس پاک پیغمبر صلعم پر ہو۔ جس نے کہ دنیا کو تاریکی سے باہر لاکر منور کیا اور نور کو پھیلایا۔ اُس نے ہمیں وہ راہ بتائی۔ کہ جس سے ہم خدا تک پہنچ سکتے ہیں اور ہمکو ایک ایسی شریعت کی تعلیم دی جو کہ تمام نقائص سے پاک اور مبرا ہے۔ کیونکہ وہ اس پاک و برتر خداوند کریم کا محبوب اور اس کتاب کا لانیوالا ہے۔ جسکا نام قرآن کریم ہے اور اللہ تعالےٰ اُس سے ہمکلام ہوتا تھا اور اُس نے خدا تعالیٰ کا نام مشہور کرنے کے لئے بیشمار مصیبتیں اپنے سر پر اُٹھائیں۔ اور اپنی امت کی رہنمائی کے لئے تمام قوم و ملک کو اپنا دشمن بنالیا۔ اُس نبی پر خدا تعالیٰ کے درود اور رحمتیں اور برکات نازل ہوں۔ اور خدا تعالیٰ کا فضل اُس پر اور اُسکی اولاد پر بارش کی طرح نازل ہو۔

وہ ہمارا ہادی اور رہنما تھا۔ اُس نے ہمیں راہ حق دکھایا۔ اور صراط مستقیم پر چلایا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام کی اشاعت اور شرک کی بیخکنی میں ایسی کوشش فرمائی۔ کہ خداوند تعالیٰ کے فضل سے اپنے ملک سے بتوں کو دُور کیا۔ اس کے ان کاموں سے خدائے پاک و برتر اُس سے اسقدر خوش ہوا۔ کہ وہ کتاب اور رسالت جو اُسکو عطا کی گئی تھی تمام جہان کیلئے کافی ٹھہرادی اور خداوند کریم نے اُس سے وعدہ فرمایا کہ نوع انسانی کے لئے یہی شریعت قائم رہنے والی ہے۔ تمام اس سے پہلی کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ مگر قرآن شریف منسوخ نہیں ہوگا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضورؐ کے ساتھ یہ وعدہ بھی فرمایا۔ کہ آپ کے جاری کردہ دین کی حفاظت کے لئے میں ہمیشہ تیری امت میں مجدد دین بھیجتا رہوں گا۔ جو کہ تمہارے دین کی حفاظت کرینگے۔ چنانچہ خود آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث فرمایا کریگا

یعنی اللہ تعالیٰ در امت اسلامیہ بر سر ہر صدی ہمچو شخص را مبعوث میخواہد فرمود که دین اسلام را از سر نو تازه خواہد کرد۔ و غلطی ہائیکه در مسلماناں مروج گردیده باشند آنہا را ازاله میخواہند کرد۔ ہمیں وعده را او سبحانہ تعالیٰ برابر بوفا رسانید اما اہل مذاہب دیگر که مدام در استیصال اسلام میکوشند و میخواہند که تکذیب اسلام نمایند۔ آنہا سوال می کنند که مجدد ایں صدی موجوده کجا است و آں کدام بزرگ یا ولی است که دریں زمانہ موجوده از او سبحانہ تعالیٰ مشرف به الہام میشده است و مدعی آنست که مسلماناں را صراط مستقیم بنماید اگر نیست پس نزد شما بر صداقت دین اسلام خود چه ثبوت است۔ رسول شما یک پیشگوئی فرموده بود که بوفا نرسید۔ شما دعویٰ دارید که قبل ازیں سیزده صد سال او سبحانہ و تعالیٰ بر دست نبی شما نشانہائے بزرگ نموده است و بوحی حق پیشگوئیہائے زمانہ آینده داده اند۔ در آں وقت ما موجود نبودیم تا صدق وقوع آنہا را میدیدیم۔ اما ایں پیشگوئی بعثت مجدد دین که برائے ہر صدی بوده است دریں صدی وقوع آں دیده نشده۔ ازیں ما میگوئیم شما ہرچه در باب معجزات پیغمبر خود میگوئید ہمه سخنان ساختگی اند۔ و در حقیقت ہیچ صدقے ندارند۔ اگر پیغمبر شما فی الحقیقت فرستاده خدا می بود۔ پس چرا حسب پیشگوئی او دریں صدی مجدد مبعوث نه شد۔

ایں ہمچو اعتراض بوده است که مسلماناں در جواب آں بغیراز خموشی دیگر ہیچ چاره نداشتند۔ کسانیکه او شاں را با عیسائیاں و آریه و غیر مذاہب اتفاق مباحثه افتاده است که در پیش آمدن ایں اعتراض حال او شاں چه میشد۔ اہل غیر مذاہب ایں نیز میگویند که آنچه شما دعوے دارید که نبی ما محبوب خدا و دین ما راست است۔ و برائے تائید او در ہر زمانہ مجدد می آمده اند۔ اگر دریں دعویٰ شما بر حق ہستید خدا تعالیٰ دریں صدی دستگیری شما نکرد و مجدد خود را ارسال نداشت حالانکه شما دعوے بعثت آں بر سر ہر صدی دارید۔

بریں اعتراض چونکه مسلماناں سخت لاجواب می ماندند۔ لہٰذا بسیار بسیار شکرانه او سبحانہ و تعالیٰ است۔ و ما را طاقت بجا آوری شکرانه او کجا است که ہمیں اعتراض را مرتفع گردانید و بر عین وقت و بر سر صدی مجدد خود را ارسال داشت اگر ایں مجدد نمی آمد مسلماناں را ہیچ جائے روپوشی خود دستیاب نمیگردید۔ چراکه مسلماناں را طاقت جواب ایں اعتراض که دشمنان مذہبی میکردند نداشتند۔ لہٰذا من بر ہمه مسلماناں که در اطراف و اکناف عالم میباشند بشارت میدہم که سخن اسلام راست بر آمد و دشمنان مذہبی او شاں لاجواب گردیدند۔ چراکه او سبحانہ و تعالیٰ مسلماناں را نگذاشت و وعده ایکه با محبوب خود فرموده بود بوفا رسانیده مجدد خود را فرستاد و مدد و اصلاح اسلام فرمود۔ چنانچه در زمانہائے ماقبل و در اندک عرصه او را در جمیع حصص دنیا کامیاب گردانید و به نشانہائے پر قوت جماعت او را افزود۔ چراکه امروز در جمیع اطراف مریدان او دیده میشوند و در ہمه علاقجات ہندوستان مردم جماعت او دیده میشوند۔ از برہمپورہ و اکا گرفته تا پشاور۔ و از ملیبار گرفته تا سندھ و حیدر آباد و بمبئی و بہار و غیره او سبحانہ و تعالیٰ مردم نیک را تابع او ساخته منتشر فرموده است و بیرون ہندوستان که عرب و مصر و ایران و انگلستان و چین و افریقه و امریکه میباشد شناسائی و از نشاں پیدا شده اند۔ لہٰذا مرا مناسب نمود که بواسطه ایں اشتہار کسانے را که ہنوز در بیخبری اند خبردار گردانم و بشارت بعثت او بدہم چراکه از روئے شریعت اسلامی بیعت مجدد وقت نیز ضرور نیست لہٰذا در دل من تحریک افتاد که تمام مسلمانان جہاں را دعوت بدہم۔ تا ہر قدر تعجیل در حصول بیعت او شاں ممکن باشد از آں نیز زود تر کوشیده مجدد وقت را قبول نموده رضائے الٰہی جل شانہٗ حاصل کنند۔ و در حدیث است که من مات ولم یعرف امام زمانه فمات میتة الجاهلیة۔ یعنی ہر که مرد و امام زمان خود را نشناخت موت او بشابه موت کسانیست که پیش از اسلام در زمانہ جاہلیت کافراں را می بود۔ .... (باقی آئنده)

جو که دین اسلام کو نئے سرے سے تازه کریگا۔ اور جو غلطیاں کہ مسلمانوں میں مروج ہو جائینگی۔ اُن کا ازالہ کر دیگا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس وعده کو برابر پُورا کیا۔ مگر دوسرے اہل مذہب جو که ہمیشہ اسلام کے استیصال میں کوشاں رہتے ہیں اور اسلام کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ وه ہم سے سوال کرتے ہیں۔ که اس صدی کا مجدد کہاں ہے۔ اور وه کون بزرگ یا ولی ہے۔ جو که اس موجوده زمانہ میں خدا تعالیٰ سے الہام پاکر اس بات کا مدعی ہے که وه مسلمانوں کو صراط مستقیم دکھائے۔ اگر کوئی نہیں۔ تو پھر تمہارے پاس خود دین اسلام کی صداقت کا کیا ثبوت ہے۔ تمہارے رسول نے ایک پیشگوئی فرمائی جو پوری نہ ہوئی۔ تمہارا دعوےٰ ہے۔ که آج سے تیره سو سال پہلے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمہارے نبی کے ہاتھ پر بہت بڑے بڑے نشانات ظاہر کئے ہیں۔ اور وحی حق کے ساتھ زمانہ آئنده کی پیشگوئیاں کی ہیں۔ اس وقت ہم موجود نہ تھے۔ تاہم بھی اُنکے وقوع کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔ مگر یہ بعثت مجدد کی پیشگوئی جو که ہر صدی کے لئے ہے۔ اس صدی میں پوری نہ ہوئی۔ ہم اس سے یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں۔ که تم جو کچھ اپنے پیغمبر کے معجزات کے باره میں کہتے ہو۔ یہ سب بناوٹ ہیں۔ اور کوئی صداقت نہیں رکھتے۔ اگر تمہارا پیغمبر فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ تو کیوں اُسکی پیشگوئی کے مطابق اس صدی میں کوئی مجدد مبعوث نہ ہوا۔

یہ اس قسم کا اعتراض تھا۔ که مسلمان اس کے جواب میں خموشی کے بغیر کوئی چاره نہیں رکھتے تھے۔ وه لوگ جنھیں عیسائیوں۔ آریوں۔ اور غیر مذاہب والوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا ہے۔ اس اعتراض کے پیش آنے پر اُن کا کیا حال ہوا ہے۔ نیز غیر مذاہب والے کہتے ہیں۔ که یہ جو تم دعوے کرتے ہو۔ که ہمارا نبی خدا تعالیٰ کا محبوب اور ہمارا دین سچا ہے۔ اور اس کی تائید کیلئے ہر زمانہ میں مجدد آتے رہے ہیں۔ اگر تم اس دعوے میں حق پر ہو۔ تو کیوں خدا تعالیٰ نے اس صدی میں تمہاری دستگیری نہ فرمائی۔ اور اپنے مجدد کو ارسال نہ کیا حالانکہ تم سر صدی پر اس کی بعثت کے دعویدار ہو۔

اس اعتراض پر مسلمان سخت لاجواب ہو گئے۔ مگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا بہت بہت شکر ہے اور ہمیں اسکے شکرانہ کی بجا آوری کی طاقت ہی کہاں ہے که اس نے اس اعتراض کو اُٹھا دیا اور عین وقت پر اور صدی کے سر پر اپنے مجدد کو بھیجدیا۔ اگر یہ مجدد نہ آتا۔ تو مسلمانوں کے پاس منہ چھپانیکو بھی کوئی چھپڑا نہ ملتا۔ کیونکہ اس اعتراض کے جواب کی جو که دشمنان دین کیا کرتے ہیں۔ طاقت نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا میں تمام مسلمانوں کو جو دنیا کی مختلف اطراف اور گوشوں میں ہیں یہ بشارت دیتا ہے۔ که اسلام کی بات سچی ہو گئی۔ اور ان کے دینی دشمن لاجواب ہو گئے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مسلمانوں کو نہ چھوڑا۔ اور وه وعده جو اُس نے اپنے محبوب سے کیا تھا۔ پُورا کیا۔ اور اپنے مجدد کو بھیجا اور اسلام کی بہتری میں مدد فرمائی۔ چنانچہ آجسے پیشتر اور ایک قلیل عرصه میں اسے دُنیا کے تمام حصّوں میں کامیاب ٹھہرایا۔ اور طاقتور نشانات سے اسکی جماعت کو بڑھایا۔ یہانتک که آج تمام اطراف میں اسکے مریدین موجود ہیں اور ہندوستان کے تمام علاقجات میں اسکی جماعت کے لوگ دیکھے جاتے ہیں۔ برہمپورہ و اکا سے لیکر پشاور تک اور ملیبار سے لیکر سندھ تک اور حیدر آباد۔ بمبئی۔ بہار وغیره میں خداوند کریم نے نیک آدمیوں کو اسکے تابعدار بنا کر پھیلا دیا ہے۔ اور ہندوستان سے باہر مثلاً عرب۔ مصر۔ ایران۔ انگلستان۔ چین۔ افریقه اور امریکہ میں اسکی صداقت کو پہچان لیا گیا ہے۔ لہٰذا مجھے مناسب معلوم ہوا۔ که اس اشتہار کے ذریعہ ان لوگوں کو جو ابھی تک بے خبر ہیں خبردار کردوں اور اسکی بعثت کی بشارت دیدوں

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر مینجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

پیغام صلح
اخبار — لاہور

قیمت
سالانہ ۔ ششماہی ۔ سہ ماہی ۔ ماہوار

اشاعت
ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شایع ہوتا ہے

جلد ۳ — مقام اشاعت لاہور سہ شنبہ مورخہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۳ ہجری مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء — نمبر ۳۱

ایک حدیث کی تطبیق ہیئت جدیدہ سے

(گذشتہ سے پیوستہ)

بعض یہ کہتے تھے کہ نہیں صاحب یہ سورج جو آج صبح کو پورب میں چمکتا ہوا نکلا ہے وہی سورج نہیں ہے جو کل شام کے وقت مغرب میں ڈوب گیا تھا۔ بلکہ ایک اور نیا سورج ہے۔ دیوتا لوگ ہر روز صبح کو بڑی دور مشرق میں ایک نیا آفتاب جلا دیتے ہیں۔ پھر وہ دن بھر اپنا فرض پورا کر کے شام کے وقت مغرب میں جا کر مر جاتا ہے۔ پھر رات بھر دیوتا لوگ اسی کام میں مشغول رہا کرتے ہیں تاکہ دوسری صبح کیلئے ایک نیا سورج بنا کر تیار کریں۔ مگر اس قیاس کی نسبت اور لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ اس طرح تو ایک بڑا سورج ہر روز ضائع ہوتا ہے۔ اسلئے اوروں نے ایک اور قیاس باندھا جس میں کفایت ہے۔ اور بے فائدہ کچھ نقصان نہ اٹھایا جائے اور وہ یہ ہے کہ قدیم زمانے کے لوگوں کو اپنے علم کے موافق یہ یقین تھا کہ بڑے بڑے خشکی کے قطعات جو بر اعظم کہلاتے ہیں اُن کے چاروں طرف ایسے بڑے سمندر پھیلے ہوئے ہیں جن کی حد کہیں ختم نہیں ہوتی اُن کا خیال تھا کہ زمین کے شمال میں بڑے بڑے پہاڑ اور برف ہے اس وجہ سے شائستہ ملکوں کے لوگوں کی اس سمندر تک رسائی نہیں ہو سکتی ایک دیوتا جس کا نام ورل کن ہے وہ اس سنسان سمندر پر جہاز رانی کا مالک ہے یہ بڑا ذمہ داری کا کام اسی کے سپرد ہے کہ آفتاب کو حفاظت کے ساتھ اس سمندر سے پار لے جائے اور صبح کو سلامت منزل مقصود پر پہنچا دے اور ہلاکت سے بچا لے۔ اس کام کو انجام دینے کے لئے ورل کن کے پاس ایک بڑا جہاز تیار رہتا تھا جب وہ دیکھتا ہے کہ اب غروب آفتاب کے وقت سورج سمندر میں ڈوبنے کو ہے تو وہ آکر اُس کو جھٹ سنبھال لیتا ہے اور اپنے جہاز میں سوار کر کے راتوں رات سمندر میں جہاز رانی کرتا ہوا شمال کی راہ سے اپنی عظیم الشان سواری کو لیجایا کرتا ہے جب سورج کی سواری اس طرح شمال کی راہ سے گذرا کرتی ہے تو اُس کی چمک بعض وقت گرمیوں میں پہاڑوں پر سے دکھائی دے جایا کرتی ہے غرض متقدمین کا خیال تھا کہ علی الخصوص گرمیوں میں جو راتوں کو شفق کی روشنی بہت عرصہ تک رہا کرتی ہے اسکی وجہ یہی ہے۔ اس طرح ورل کن رات بھر جہاز چلاتا ہوا آخرکار صبح ہوتے ہوتے ٹھیک وقت پر سورج کو مشرق میں پہنچا دیا کرتا تھا۔ اور وہاں اُسکو ایسے زور کے ساتھ اوپر کیطرف دھکیل دیتا تھا۔ کہ وہ اسی زور میں بھرا ہوا دن بھر اپنا دورہ کئے جاتا تھا۔ پھر وہ بڑا محنتی دیوتا یعنی ورل کن آفتاب کو مشرق میں روانہ کر کے اُلٹے پاؤں اپنی ساری قوت خرچ کر کے اسی سمندر کی راہ واپس آجاتا تھا کہ شام کو آفتاب کی سواری کے لئے پھر مغرب میں تیار رہے۔ یہ دھندا بیچارے ورل کن کو رات بھر برابر رہتا تھا۔

آفتاب کی ظاہری گردش کو سمجھانے کے لئے ورل کن اور اُس کی کشتی کا حال جو ہم نے بیان کیا اچھا تو معلوم ہوتا ہے مگر اسمیں ایک ہی نقص یہ ہے کہ بیچارے ورل کن کو رات دن محنت کرنے سے ایک لمحہ کی بھی فرصت نہیں ملتی۔ اس کے سوا بعض اور مشکلیں بھی تھیں۔ مثلاً جہازوں کے کپتان کہا کرتے تھے کہ ہم تو سارے بڑے بڑے سمندروں پر چاروں طرف پھرے مگر ہمکو تو یہ نہیں معلوم ہوا کہ سمندر آگے ہی کی طرف برابر پھیلتے چلے جاتے ہیں اور کبھی ختم ہونے میں نہیں آتے۔ بلکہ ہمکو یہ معلوم ہوا ہے کہ سمندر کی سطح کچھ کچھ خمدار ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہمارے جہاز ایک ہی طرف کو بہت دور تک چلتے چلتے آخرکار پھر اسی جگہ آ پہنچے جہاں سے ہم پہلے روانہ ہوئے تھے۔ ان جہاز رانوں نے یہ بھی کہا۔ کہ ہمکو شمال کا حال بھی کسی قدر معلوم ہے کہ وہاں کوئی ایسا سمندر نہیں جس میں ورل کن اپنا جہاز چلا سکے۔ یہ بات بھی لوگوں کو معلوم ہوئی۔ کہ جہاز ران لوگ رات دن کرۂ زمین پر سمندروں میں ہر طرف سفر کرتے پھرتے ہیں مگر انہوں نے کبھی سورج کو سمندر میں اُترتے نہیں دیکھا اور گو ورل کن اپنا جہاز لئے روایت مذکورہ بالا کے موافق رات بھر سمندر میں سفر کرتا رہتا ہے مگر اُن جہاز رانوں کو کبھی اسکی سایہ تک نہیں دکھائی دیا۔

غرض ان باتوں سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ زمین ایسی ہموار سطح نہیں ہے کہ جو برابر آگے کو پھیلتی چلی جاتی ہو۔ بلکہ وہ ضرور گول کرہ ہے جو آسمان میں معلق دھرا ہوا ہے۔ اور کسی چیز کے ساتھ بندھا ہوا نہیں جس سے وہ تھما ہوا ہو۔ اس کے بعد لوگوں کو یہ خیال آیا کہ رات سے بدلکر دن اور دن سے بدلکر رات جو پیدا ہوتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ آفتاب درحقیقت آسمان میں زمین کے گرد پھرتا ہے۔ اور دن کو ہمارے سر کے اوپر اور رات کو ہمارے پاؤں کے تلے کی طرف گردش کرتا ہے" الخ۔

لیکن اس خیال کو درست ماننے کی صورت میں حدیث کا جو مقصد ہم حل کرنا چاہتے تھے وہ جوں کا توں باقی ہے کیونکہ بقول امام الحرمین رضی اللہ عنہ وغیرہ کے یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ آفتاب جس وقت ایک قوم کے یہاں غروب ہوتا ہے اسی وقت دوسروں کے یہاں طلوع ہوتا ہے اور رات کسی ملک میں چھوٹی ہوتی ہے تو کسی میں بڑی یہاں تک کہ بلغار کے علاقہ میں بعض اوقات شفق غائب بھی نہیں ہونے پاتی کہ صبح نکل آتی ہے۔

(باقی آئندہ)

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

تازہ برقی پیغامات
کوائف جنگ

دردانیال میں برطانی سپاہ کا نقصان

(لندن ۱۶ ستمبر) آج دیوان عام میں مسٹر ٹینٹ نے دردانیال میں ۲۱ اگست تک کے تمام نقصانات کی تفصیل بیان کی اور کہا کہ بحری ڈویژنوں کو شامل کر کے کل نقصانات حسب ذیل تھے۔

مقتولین ۔ ۱۱۳۰ افسر ۱۶۴۷۸ سپاہی

مجروحین ۔ ۳۳۷۱۰ افسر ۵۹۲۵۷ سپاہی

مفقود الخبر ۔ ۳۷۳ افسر ۱۸۰۲۱ سپاہی

مسٹر ایسکوئتھ نے اعلان کیا کہ دردانیال کا ایک مراسلہ عنقریب شائع کیا جائیگا۔

دردانیال کے نقصانات:۔ (لندن ۱۶ ستمبر) ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:۔

ہلاک ۱۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

زخموں سے ہلاک :۔ کپتان ۱۔

مجروحین :۔ کپتان ۲۔ لفٹنٹ ۱۔ دوم لفٹنٹ ۳۔

مجروح و مفقود الخبر :۔ دوم لفٹنٹ ۳۔

مفقود الخبر ۔ لفٹنٹ ۱۔

(شملہ ۱۷ ستمبر) بحیرہ روم (دردانیال) سے ذیل کے ہندوستانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

فہرست نمبر ۶۵ ۔ مجروحین بحیرہ ایلیٹو

(۱) ہسپتال کرس کپتان سی ۔ این میکولس (۱۵ سکھاں)

اسیر جنگ :۔ کپتان اے آئی ڈی ۔ اب غیر سرکاری رپورٹ کے مطابق اسیر ایکیتیا ان ۱۔ دس نہم سومرسٹ لائٹ انفنٹری متعلقہ ۲۔ ۱۰ گورکھاز کو کسی سابقہ فہرست میں مجروح اور مفقود الخبر غالباً اسیر دکھایا گیا تھا۔ مگر اب سرکاری رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ وہ اسیر جنگ ہیں۔

ایران میں بد امنی ۔ (لندن ۱۷ ستمبر) دیوان عام میں سر جان ریس کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سر ایڈورڈ گرے نے بیان کیا کہ ایران کی موجودہ بد امنی کو گورنمنٹ خاص غور و احتیاط کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے اور وہ ایسی تدبیر اختیار کرنے سے ہرگز دریغ نہ کریگی جو برطانی مال و جان کی حفاظت کے لئے واجبی طور پر عمل میں لائی جاسکیں۔

صاحب وزیر ہند کا مراسلہ:۔ (شملہ ۱۸ ستمبر) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے پرسوں کی تاریخ کا مفصلہ ذیل تار موصول ہوا ہے۔

روسی سپاہ جنوب میں غنیم پر کامیابی کے ساتھ جارحانہ حملے کر رہی ہے۔ شمال میں غنیم کی روک تھام کر رہی ہے اور وسط میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی ہے۔ روس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ڈونسک سے قریباً ۱۵ میل شمال جنوب کے علاقہ میں غنیم نے شدید آتشباری شروع کردی اور ڈونسک سے ۲۰ میل جنوب و مغرب کی طرف ناکام حملے کئے۔ روسیوں نے جرمنوں کو ان دیہات سے جو ولنا ڈونسک ریلوے کے سٹیشن سونتریانی سے ۱۰ میل شمال مشرق کی طرف واقع ہیں نکالدیا۔ جرمنوں نے مقام موسٹین کے مشرق میں جو دریائے نیمن پر واقع ہے خونریز حملہ کیا مگر پسپا کردیا گیا۔ غنیم کا ہراول اس مقام تک پہنچگیا ہے جو ایلیوم سے ۲۰ میل جنوب کی طرف واقع ہے اور جہاں پر سے لوٹسک سے بوبرنسک کو جانے والی شاہراہ دریائے چاپا کو منقطع کرتی ہے۔

روسیوں نے کوول سے ۲۳ میل مشرق میں بعض دیہات پر قبضہ کر لیا ہے اور غنیم کے ان مورچوں پر بھی قابض ہوگئے ہیں جو ڈوبنوں کے شمال مشرق میں ۵ سے ۱۲ میل کے فاصلہ تک واقع ہیں۔

مشرقی گلیشیہ میں روسی آسٹریا ہنگری کی سپاہ کو دریائے سٹرپیا کے اس پار سٹارنوپول سے ۱۶ میل جنوب مغرب کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ دریائے سٹرپیا پر ٹرمبوولا کے مغرب اور ٹارنوپول کے جنوب میں نہایت خونریز جنگ وقوع میں آئی۔ اور روسیوں نے تار کے جنگلوں کو توڑ کر غنیم کو بنوک سنگیں خندقوں سے نکالدیا اور دریا کے پار بھگا دیا۔ ۳۰ اگست سے ۱۴ ستمبر تک روسیوں نے ۴۰ ہزار سے زیادہ آسٹروی اور جرمن گرفتار کئے ہیں۔

سر جان فرینچ کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ برطانی محاذ پر کوئی تبدیلی وقوع میں نہیں آئی۔ البتہ توپخانہ اور ہوائی جہازوں معتد بہ سرگرمی جاری ہے فرانسیسی رپورٹ سے بھی پایا جاتا ہے کہ توپخانہ مسلسل آتشباری کر رہا ہے۔

اطالیوں کی رپورٹ مظہر ہے کہ آسٹریوں کو عظیم کمک پہنچگئی ہے۔ اور انہوں نے کئی موقعوں پر توپخانہ کی گولہ باری اور پیدل سپاہ کے حملوں سے اطالیوں پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی ہے مگر ان مساعی میں ناکام رہے ہیں۔

توپخانہ کی آتشباری ۔ (پیرس ۱۶ ستمبر) توپخانہ کی آتشباری اور سرنگوں کی کارروائی کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ جرمنوں نے ایرس کے مضافات کی طرف اپنی توپوں کا رخ کیا۔ مگر اس کے مقابلہ میں فرانسیسیوں نے غنیم کی باٹریوں اور خندقوں پر گولوں کا طوفان برپا کردیا۔ رائے کے علاقہ میں فرانسیسی توپخانہ کی آتشباری سے بعض جگہ آگ لگ گئی۔

شدید گولہ باری ۔ (لندن ۱۷ ستمبر) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ تمام محاذ پر شدید گولہ باری جاری ہے۔ اور ارگون کے علاقہ میں بموں اور خندقوں کی توپوں سے لڑائی ہو رہی ہے۔

برطانیہ کے فدائی ؛۔ (لندن ۱۶ ستمبر) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ تمام محاذ پر شدید گولہ باری جاری ہے اور ارگون کے علاقہ میں بموں اور خندقوں کی توپوں سے لڑائی ہو رہی ہے۔

برطانیہ کے فدائی ۔ (لندن ۱۶ ستمبر) مغربی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

مقتولین :۔ لفٹنٹ ۱۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

مجروحین :۔ کپتان ۱۔ لفٹنٹ ۴۔ دوم لفٹنٹ ۲۔

انگلستان کے شیدائی :۔ (شملہ ۱۷ ستمبر) مغربی رزمگاہ سے ذیل کے مزید ہندوستانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:۔

ہلاک ۱۔ دوم لفٹنٹ جے روڈل ۔ ہندوستانی سپاہ کے محفوظ افسر (متعلقہ ۲۔ ۳ گورکھاز)

مجروح :۔ لفٹنٹ اے ایف سی بیرکلے (۲۔ ۹ گورکھاز) میجر ایچ ڈبلیو جیکسن (۹۰ پنجابیاں)

مفقود الخبر :۔ لفٹنٹ ای سی ۔ بریڈل (۱۰ ۔ لانسرز) متعلقہ شاہی جیش پرواز۔

برطانیہ میں رنگروٹوں کی بھرتی ۔ (لندن ۱۵ ستمبر) مسٹر ایسکوئتھ نے آج اعلان کیا کہ ابتدائے جنگ سے قریباً ۳۰ لاکھ آدمی بحری اور بری فوج میں بھرتی ہوچکے ہیں ۔ بھرتی کا سلسلہ نہایت خوبی سے جاری رہا ہے مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ گزشتہ چند ہفتوں میں بھرتی کی رفتار میں کمی واقع ہوئی ہے۔

نہایت شدید گولہ باری ۔ (لندن ۱۶ ستمبر) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ محاذ کے اکثر حصہ پر توپخانہ کی لڑائیاں جاری رہیں اور بالخصوص ایرس کے شمال اور جنوب اور رائے کے علاقہ میں نہایت شدت کے ساتھ وقوع میں آئیں بعض مقامات پر بموں کی لڑائی ہوئی اور دریائے میوز کی گھاٹیوں پر غنیم کی ایک باٹری تباہ کردی گئی۔

ہوائی معرکے :۔ سر جان فرینچ کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ طرفین سے توپخانہ کی خاصی آتشباری جاری رہی ۔ اور آرمنتیئر کے جنوب مشرق اور سیرز کے نواح میں بالخصوص نہایت شدت سے ہوتی رہی تین متخاصم ہوائی جہاز نیچے گرا لئے گئے جن میں سے ۲ اس مقصد کی مخصوص توپوں سے گرائے گئے۔ اس ہفتہ میں ہوائی جہازوں کی کل ۱۲ لڑائیاں جرمن لائنوں پر وقوع میں آئیں جن میں سے گیارہ میں جرمنوں کو زمین کی طرف بھگا دیا گیا۔

کوہستان الپس میں جنگ :۔ (لندن ۱۷ ستمبر) روما کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ اطالیوں نے کرسٹا ولا کورنا پر جو ۹ ہزار فٹ سے زیادہ بلند ہے نہایت دلیری سے نوکجنگی کی ۔ الپینی سپاہ کی مستعدی اور ہوشیاری کوہستانی علاقہ کی شدید مشکلات پر غالب آگئی اور وہ برفانی درہوں سے سیلوں کے ذریعہ گزر کر غنیم کی مورچہ بندیوں تک پہنچ گئے اور انہیں کئی جگہ تباہ کر کے نقصان اٹھائے بغیر واپس آگئے حال ہی میں معلوم ہوا ہے کہ آسٹروی کا رسو کی سطح مرتفع پر بہت زور سے پیچھے ہٹے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ ۔ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۳۱

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

عید مبارک! عید مبارک! عید مبارک!!!

لفٹیننٹ ہیری گفرڈ صاحب بہادر ڈوڈلے رائٹ صاحب اور ایک خاتون کا مشرف باسلام ہونا

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اس عید الفطر کو بھی ہمارے لئے بڑا بابرکت کیا اور توقع سے کہیں بڑھکر اسکا انتظام کیا۔ کوئی چار سو آدمی کا مجمع ہوا۔ اس مجمع کیلئے مسجد اور صحن مسجد بکتفی نہ ہوئے۔ مسجد سے باہر نماز ادا کرنیکا تہیہ ہوتے دیکھکر ہماری ایک نومسلم بہن کو بہت صدمہ ہوا کیونکہ انہوں نے مسجد کو رنگ برنگ کے پھولوں اور سبز پتیوں اور خوش نما گلدستہ دانوں سے بھینیری تحریری قطعات سے عروس کیطرح مزین کر رکھا تھا مسجد کے ملحق اپنے مکان کے سامنے ایک اپنا میدان ہے قدرت نے اسپر سبز قالین بچھا رکھا ہے۔ اس میدان کے تین طرف سرو کے درخت گھنی دائرہ میں نمازیوں کی محافظت کیلئے باادب قیام میں تھے۔ مجمع تو بڑا اچھا ہی اہل ووکنگ اور اہل لنڈن کے زائرین نے تمام اس میدان کو جو ایک سو پچاس فٹ چوڑا اور قریباً دو صد فٹ لمبا ہے معمور کر دیا لنڈن اور ووکنگ کے اخبار نویسوں کو دعوت دے رکھی تھی سات نامہ نگار اور چار مصور پرچوں کے فوٹو لینے والے اور متحرک تصاویر طیار کرنیوالے آموجود ہوئے۔ یہ مجمع صبح دس بجے سے لیکر شام تک اس میدان میں رہا۔ یوم عید کے پیشتر ابر ایک ہفتہ بارش رہی اور اسیطرح اسکے بعد بھی جاری رہی خدا نے خاص فضل کیا کہ عید کے دن مسلمانوں کی باری کی کہ بارش کو ہٹائے رکھا۔ ہر ایک انگریز کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ مسلمانوں کی خاطر خدا تعالیٰ نے آج سورج کو قائم کر رکھا ہے کہ روشن رہے اور عید والوں کو ہشاش بشاش رکھے ہم تمام دن خدا تعالیٰ کی حمد گاتے رہے کہ اس نے ہمپر بڑے فضل کئے ورنہ ہمارے پاس مکان ہی کہاں تھا جس میں یہ لوگ پناہ لیتے ۔۔۔۔ ہندوستانی سپاہیوں کو بھی گورنمنٹ نے مسجد ووکنگ میں نماز عید ادا کرنے کیلئے بھیجا۔ انکی انتظار میں سوا گیارہ بجگئے۔ نماز عید کیلئے پانچ صفیں آراستہ ہوئیں مولوی عبدالمجید عرب اپنی عربی لباس میں الصلوٰۃ الصلوٰۃ پکار رہے تھے۔ نماز کیلئے کھڑے ہوئے۔ بلند آواز سے تکبیریں کہی گئیں اور تمام کا تمام مجمع باواز بلند تکبیریں پکارنے لگا۔ یہ ایک عجیب سماں تھا اور عجیب اسلامی شان تھی جو نمازیوں پر اور حاضرین پر اثر کئے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ نماز کے اختتام پر خطبہ ہوا جس میں رسول کریم صلعم کی شفقت علے خلق اللہ و رحمۃ للعالمین ہونیکا ذکر تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ رب العالمین کیطرف سے رحمۃ للعالمین ہوکر تشریف لائے۔ اور اس سرکار نے توحید سے تمام اقوام کو ایک کر دیا۔ عید کے دن چالیس کروڑ مسلمان اللہ تعالیٰ کی توحید کے آواز سے بلند کرتے ہیں اور مختلف اقوام اور مختلف ممالک اور مختلف مراتب کے مومنین اخوت کی لڑی میں منسلک ہو جاتے ہیں۔ مجمع مسجد ووکنگ اہل انگلستان کیلئے سبق ہے کہ اس میں مصری سوڈانی شامی بغدادی ایرانی عربی ہندی روسی انگریزی مسلمان بلاتفریق شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ اس میں ہندوستانی شہزادے اور نواب زادے ہیں اور مصری شہزادی صالحہ بھی موجود ہے لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہم ہیں اور مسٹر یوسف علی صاحب ڈپٹی کمشنر اور مسٹر لطیفی صاحب اور آنریبل جسٹس عبدالرحیم صاحب جج ہائیکورٹ مدراس اور پروفیسر ہارون مصطفی ایوب اور تمام مراتب اور حیثیت کے بزرگ علم رنگ میں دکھا رہے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اصبحتم بنعمتہ اخوانا میں کس قدر کامیابی حاصل کی اور کس قدر بیحد احسان اور فضل کیا۔ اسدن چالیس کروڑ مسلمان خیرات کریگا۔ اور ایکدن کے بچہ کا صدقہ بھی لازمی ہے تاکہ تنگدست لوگوں کی مدد کیجائے جہاں العظمۃ لاکبر کا سبق دیا اور خدا واحد و یگانہ کی عبادت اور تکبیرات کا سبق دیا اسکے ساتھ شفقت علی خلق اللہ کا سبق بھی عملی رنگ میں سکھایا اور یہی دو رکن ہیں اسلام کے۔ اسکے بعد چند نصائح اردو زبان میں ہندوستانی سپاہیوں کیلئے بھی ضروری تھیں جو عرض کی گئیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفر میں دعا قبول ہوتی ہے اور فرمایا صف کارزار میں دعا قبول ہوتی ہے سپاہیوں کو دونوں موقعہ خدا تعالیٰ نے عطا کئے ہیں۔ اگر آپ لوگ رو رو کر الحاج اور تضرع کیساتھ خدا کے حضور گڑگڑائیں تو اسلام کا بول بالا ہو جائے۔ اسوقت آپکا امتحان ہے جسطرح حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتحان ہوا۔ انکے لئے اگر ایک زلیخا تھی تو یہاں سینکڑوں زلیخا گردو پیش ہیں اگر اپنے تئیں عفیف رکھوگے۔ اور اپنے ایمان پر خاک نہ ڈالوگے تو یقیناً خدا تعالیٰ کے حضور پسند کئے جاؤگے یوسف بننے کے موقع ہر شخص کو میسر نہیں آتے میرے ہی پاس تمہاری رپورٹیں آتی ہیں میں نہیں چاہتا کہ کسی مسلمان کے چلن پر کسی قسم کے دھبے کی رپورٹ کسی کان میں پہنچے خطبہ کے بعد دوسرا خطبہ نماز جمعہ کا مختصر پڑھا گیا۔ اس کے بعد عید مبارک کے کلمات اور مصافحہ اور معانقہ شروع ہوا جسمیں شہزادے اور لارڈ عام لوگوں اور سپاہیوں سے بغلگیر ہو رہے تھے [illegible] اسلامی اخوت کا بڑا نقشہ کھینچا۔ اسکے بعد اہل جلسہ کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ اتنے بڑے مجمع کے کھانیکا انتظام اس ملک میں بہت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے [illegible] اس انتظام میں صرف ہوا ہے۔ دو قسم کا قورمہ جس میں مٹر اور آلو ڈالے گئے تھے اور سیویاں تمام مجمع کیلئے مہیا تھیں۔ اگر ہند میں اس عید پر ہر شخص سیویاں نوش کرتا ہے۔ تو انگلینڈ میں بھی اسدن حاضرین میں سے ہر ایک شخص کو سیویاں دودھ مکھن اور بالائی کے ساتھ سیر ہوکر کھانیکا موقعہ ملا ہندوستانی سپاہیوں کو سیویاں اور قورمہ سے سیر ہوتے دیکھکر بار بار الحمد للہ رب العلمین زبان پر جاری ہوتا تھا۔ تمام مسلمانوں کا اور حاضرین کا ایک جگہ کھانا کھانا دوسرا اسلامی تعلیم کی برکات کا سبق لوگوں کے لئے تھا۔ اس مجمع کے اہتمام نے اور رفقا نے میری کمر کو ہفتہ سے ٹیڑھا کر رکھا تھا۔ لیکن اسدن نہ صرف بوجھ ہلکا ہوا۔ بلکہ بڑی خوشی ہوئی کیونکہ ہر چیز کافی تھی۔ کھانے کے بعد ایک شاندار مجمع بیج ہندی بہادروں کے ووکنگ کے بڑے بازاروں سے گذرا۔ اسکا نتیجہ خدا کے فضل سے بہت ہی عمدہ ہوگا۔

پانچ بجے نماز عصر ہوئی اور اسکے بعد ٹی پارٹی دیگئی۔ جس نے شام تک مجمع کو مشغول رکھا۔ اس تمام کارروائی میں اپنے ہندوستانی بھائیوں کیلئے تو خوشی ہی خوشی کا سامان تھا۔ نومسلم مردوں اور خواتین کے ازدیاد ایمان کا موجب تھا۔ اور حاضرین کیلئے ایک عجب نظارۂ اخوت تھا۔ انگریز مرد اور خواتین نے فرداً فرداً کہا کہ ہم نے اپنی عمر بھر میں یہ رنگ نہیں دیکھا اور عجائبات کا نظارہ کرتے کرتے آنکھیں تھک گئی تھیں۔ اور بہت ہندوستانی بھائیوں نے بھی کہا کہ ہند کی عید بھی کسی کسی مقام پر ہی اسکو پہنچتی ہوگی شام کیوقت لوگ خوشی خوشی الوداع کہتے ہوئے تشریف لیگئے۔ صرف پچیس آدمی رات کے کھانے پر موجود تھے۔ نومسلم بھائیوں اور بہنوں نے اس موقعہ پر اتنی بڑی خدمت کی ہے کہ انکا احسان ہم اتار نہیں سکتا۔ اتنے مجمع کیلئے برتنوں کو صاف کرنا چاقو اور کانٹوں کا رگڑنا چاء کے پیالوں وغیرہ کا صاف کرنا۔ اور کھانا کھلانا اور مہمانوں کی خدمت میں صبح سے رات تک کھڑے رہنا بہت بڑے خلاص اور ثواب کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر بڑے بڑے فضل کرے آمین صبح کیوقت کیا دیکھتے ہیں تمام انگلینڈ میں مسجد ووکنگ کی نماز اور میلہ کا ذکر ہے اور چار پرچوں میں مختلف ہیئت کی تصاویر ہیں۔ ڈیلی مرر۔ اور گرافک نے اپنے پہلے صفحات کو ان تصاویر سے مزین کیا اور دو اخباروں کی تو بیس لاکھ کے قریب اشاعت ہے۔ دوسرے دو اخبارات کی اشاعت ان سے ذرا کم ہے۔ اور تین اور پرچے ہیں جن میں تصاویر نہ تھیں صرف الفاظ میں نقشہ کھینچا تھا۔ متحرک تصاویر کا تماشا متعلق میلہ عید و نماز تمام ملک [illegible] جاری ہوگیا جو بہت بڑا اشتہار ہے۔ جو اشتہار کا کام دیگا ہم اگر ہزار لعل روپیہ بھی صرف کرتے۔ تو اتنا بڑا اشتہار اور اس پایہ کا اشتہار انگلستان کے ہر شہر میں نہ پہونچ سکتا۔ اصحاب ہند کیلئے میں نے دو تصاویر

نوٹ اور رائیں

یہ سب کے سب کمسن مجرم مسلمان ہیں

مسلمان بسبب اپنی فلاکت و ناداری کے جن ناشدنی کرتوتوں کے آجکل مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور اقوام عالم کی جس رذیل ترین فہرست میں اب ان کا شمار ہونے لگا ہے۔ وہ نہ صرف دینی اعتبار سے ہی ہمارے فقدان مذہبیت کا یقین دلانے والی ہے بلکہ دنیوی ترقی و اقتدار میں بھی ایک بات خطرناک طور پر سنگ راہ بن رہی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ اسی مذہبی فقدان کا ہی نتیجہ ہے کہ اس طرح سے مسلمانوں کا قدم دن بدن پیچھے ہی پیچھے ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کا بتایا ہوا یہ گر بہت ہی سچا اور پکا ہے کہ انتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ لیکن افسوس ہے کہ اس شاندار حقیقت کو بھلا کر انہوں نے جیفہ دنیا پر ہی منہ مارنا اپنا شیوہ بنا رکھا ہے جس نے ہماری قومی حالت اس قدر پست کر دی ہے۔ کہ جہاں کہیں دیکھو رذیل سے رذیل کاموں اور قابل شرم سزاؤں سے پیچھے رہ جانے میں مسلمانوں کا ہی شمار زیادہ ہے۔ وہ قوم جو ایک وقت دنیا کی نہ صرف روحانی و مذہبی اصلاح کی ہی ٹھیکہ دار رہی ہے بلکہ وہ اپنی تمدنی و معاشرتی خصوصیات میں بھی اقوام عالم کے لئے ایک نمونہ ٹھہر چکی تھی۔ اور آجتک اکثر اقوام اپنی تہذیب و شائستگی میں اسی کے بزرگ اسلاف کے شاندار اسباق کی ہم مرہون منت ہیں۔ افسوس ہے کہ آج اسی کے ناسمجھ افراد بلکہ کمسن اور معصوم بچے اس قدر بدمعاشیانہ افعال شنیعہ میں۔ کہ مجبوراً ان کی اصلاح و تربیت کے لئے گورنمنٹ کو ریفارمیٹری سکول کھولنے پڑے ہیں۔ معاصر آریہ گزٹ کا کمسن مجرموں کا سدھار کے عنوان سے صوبہ مدراس کے ایک ریفارمیٹری سکول کے متعلمین کے مختلف کاموں میں مشغول ہونے کی خبر دینا ہر چند کہ ملک و ملت کے لئے طمانیت بخش ہے لیکن اس کے آخر میں یہ الفاظ کہ "یہ سب کے سب کمسن مجرم مسلمان ہیں" مسلمانوں کی قومی و ملی غیرت و حمیت کے لئے ایک تازیانہ عبرت ہیں۔ اے کاش! ہمارے دینی انجمنیں اور اہل تمام حضرات کو اگر قوم کے بچوں کو سدھارنے کا خود کوئی خیال نہیں تو غیروں کی ان طعنہ زنیوں سے ہی سبق حاصل کریں۔

اچھوت لوگوں میں غیر اقوام کی جدوجہد اور مسلمانوں کی غفلت

مسلمانوں کی غفلت کا یہ کہنا چاہئے کہ مذہب کی طرف سے اجنبیت کا

ذکر کہاں تک کیا جائے۔ اگر کوئی ان میں سے قولی درد دکھلاتا ہے۔ تو اس پر لایعنی اعتراضات کر کے اس کا مخالف ریزولیوشن کرتے اور اسی پر عملدرآمد کر کے شکریہ بتلاتے ہیں۔ اگر حضرت خواجہ صاحب جیسا ہمدرد اسلام انہیں سے نکلکر یورپ میں جاتا اور اپنے جوش مذہب سے ماہر دیان فرنگ کو مسلمان بناتا ہے تو انہیں سے اکثر اٹھ کھڑے ہوتے اور آتش حسد سے سلگ کر اس کے جمع کردہ خرمن اسلام کو جلانا چاہتے ہیں۔ اخبارات میں اور قومی پلیٹ فارموں پر یہ آوازے کسے جاتے ہیں۔ کہ یورپ اسلام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اور نہ ہی اسلام نعوذ باللہ اس لائق ہے کہ یورپ کے کانوں تک اسکی شنوائی ہو۔ ہاں ہندوستان کے چوڑے چماروں اور ہندو نما مسلمانوں میں اسلام کی تبلیغ شاید کارگر ہو تو ہو۔ لیکن یہ بھی صرف کہنے کی ہی باتیں ہیں اور کوئی کر کے کچھ نہیں دکھاتا۔ غیر اقوام خصوصاً عیسائی اور آریہ تعلیم یافتہ لوگوں میں اپنا اثر بٹھانے کے ساتھ اچھوت ذاتوں کو بھی اپنے میں شامل کرنے میں پوری مستعدی کے ساتھ مشغول ہیں۔ اور آئے دن اچھوت ذاتوں کے اکثر افراد کے شدھ ہونے کی خبریں سننے میں آتی ہیں۔ ابھی تین چار دن ہوئے۔ آریہ سماج لاہور نے اکبری منڈی کے بعض اچھوت لوگوں کو سماج مندر وچھووالی میں ایک جلسہ میں شدھ کیا۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں پر ان کا کچھ اثر نہیں اور وہ اپنے طرز عمل سے اپنے ہمسایوں سے بھی بڑھکر اپنے آپ کو چھوت چھات کا حامی ظاہر کرتے اور اسلام کے کافۃ للناس پیغام کو اچھوت لوگوں کے کانوں تک پہنچانا گویا دیدک شرتیوں کو شودروں کے آگے پڑھنے کے مترادف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دوسری طرف خود ہندوؤں نے اپنے مذہب کے خلاف غیر اقوام کو شدھ کرنے پر ہی اپنی بہبودی کا انحصار سمجھ رکھا ہے۔ کیا مسلمانوں کے نیک دل افراد اور ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے شیدائی بالخصوص نومسلم اور دیگر فدائیان اسلام جو آجکل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے زیر قیام پذیر ہیں — اس پاک کام میں حصہ لیکر اور اچھوت ذاتوں میں اسلام کا وعظ کر کے اپنی اسلامی محبت کا ثبوت نہ دینگے؟

اختلافات سلسلہ

کے عنوان سے سید مدثر شاہ صاحب مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام متعینہ صوبہ سرحدی نے ایک زبردست مضمون لکھا ہے جس میں انہوں نے کل مسائل متنازعہ پر مدلل اور مبسوط بحث کی ہے۔ حضرت مولانا مولوی غلام حسن صاحب اور جماعت احمدیہ دراتہ نے اسکے بصورت رسالہ شائع کرنے کے لئے اخراجات

طبع کی ادائیگی کا ذمہ اٹھایا ہے۔ یہ رسالہ انشاء اللہ عنقریب چھپکر شائع ہوگا۔

حضرت امیرؓ کا ایک اور مضمون مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے جواب میں

تشحیذ بابت ستمبر ۱۵ء میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کا ایک مضمون بعنوان "عقاید ہم نے بدلے ہیں یا مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقا نے" شائع ہوا ہے۔ جو الگ بھی بصورت ٹریکٹ بکثرت تقسیم کیا گیا ہے۔ اس مضمون پر جماعت محمودیہ کو آجکل بہت ناز ہے۔ اور بہت سے محمودیوں نے ہمارے سامنے اسکی اس قدر تعریف کی ہے۔ کہ اگر ان کی جگہ ہمارے مکرم میر حامد شاہ صاحب ہوتے تو شاید اپنے پہلے ... تمام لکھنے کو بدلکر پیر ... مرید تمام کر ... یا زیادہ ... الفاظ میں پیران نمی پرند مریدان می پرانند کی ضرب المثل زندہ ہو گئی۔ کہدینا ہی کافی نہ سمجھتے۔ خیر انہیں اختیار ہے جو مرضی ہے کہتے چلے جائیں۔ اور جسے چاہیں آسمان پر چڑھائیں ہمیں تو یہاں صرف اسقدر تذکرہ کرنا ہے کہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے اس مایہ ناز مضمون پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے بہت ہی لطیف اور برجستہ و مدلل جواب لکھکر ارسال فرمایا ہے۔ جو انشاء اللہ عنقریب بصورت ٹریکٹ طبع ہو کر احباب کے ہاتھوں میں پہنچیگا۔ احباب کو چاہئے کہ اسے خود پڑھکر دوسروں تک پہنچانے اور محمودیوں پر اتمام حجت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں۔ اور اس رسالہ کی متعدد کاپیاں منگوا کر تقسیم کریں۔

ریویو

مفید النساء والصبیان

یہ ایک پچاس صفحہ کا رسالہ ہے جو ۲۰×۲۶ سائز پر عمدہ لکھائی اور چھپائی کے ساتھ پٹیالہ کے ڈاکٹر عبد الحکیم خان ایم بی اسسٹنٹ سرجن نے عورتوں اور بچوں کی امراض اور ان کے علاج کے بیان میں لکھکر شائع کیا ہے۔ طبی حیثیت سے یہ رسالہ گھر کی آئے دن کی چھوٹی چھوٹی بیماریوں کے لئے بہت مفید ہے جو ۳۰ قیمت ڈاکٹر صاحب مذکور سے مل سکتا ہے۔

مفتاح القرآن

اس ۲۰×۲۶ سائز کے ... صفحہ رسالہ میں ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب نے عربی صرف و نحو کے ابتدائی قواعد بہت سے عربی الفاظ ان کے مصادر اور مختلف صیغہ جات کو جمع کر کے بچوں کے درس و تدریس کے لئے شائع کیا ہے مصنف ...

مسئلہ طلاق کے متعلق بعض اعتراضات کا جواب

(سلسلہ گذشتہ سے پیوستہ)

اور پھر ایک دفعہ فرمایا کہ اصل منشا صرف یہی ہے کہ عورتوں کے ساتھ یا تو نیکی سے سلوک کیا جاوے اور یا اگر کوئی ایسے واقعات پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ میاں بی بی میں اتفاق اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن معاشرت کی کوئی صورت نہیں رہی تو پھر طلاق بہتر ہے کیونکہ جب نکاح کی غرض ہی مفقود ہو گئی تو پھر فریقین کو اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ ظاہر طور پر اکٹھے رہیں۔ حالانکہ درحقیقت وہ بالکل الگ ہو چکے ہوئے ہیں محض ظلم ہے۔ ایسی صورت میں زندگی ایک مصیبت ہو جاتی ہے اور اس دکھ اور تکلیف کا اثر نہ صرف میاں بی بی پر ہی ہوتا ہے بلکہ آئندہ نسل بھی اس سے متاثر ہو کر سوسائٹی کے لئے بجائے مفید ہونے کے مضر ہوتی ہے ایسی ہی صورتوں میں قرآن کریم طلاق کا حکم دیتا ہے اور اس حکم میں انسانوں کی بہتری اور نیکی اور منفعت کا پاس ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اگر اسلام میں طلاق کے متعلق کوئی آزادی ہے جس کا الزام دیا جاتا ہے تو وہ یہی آزادی ہے کہ جب میاں بی بی میں حسن معاشرت کسی صورت میں نہ رہ سکے تو اس وقت ان کی علیحدگی کا حکم ہے۔ عیسائیت جو اپنے قانون طلاق پر فخر کرتی ہے۔ اس نے ایسے موقع کے لئے کونسا علاج تجویز کیا ہے۔ یہی کہ مرد اور عورت دونوں جتنا چاہیں بعد اختیار کر چکے ہوں۔ مگر ظاہری طور پر ان کو جکڑ کر رکھنا چاہیئے۔ خواہ کیسے ہی بد نتائج اس سے پیدا ہوں۔

اس غلط فہمی کے سبب جو عموماً اسلام کے قانون طلاق کے متعلق پیدا ہوئی ہوئی ہے۔ میں اس بات کو مکرر بیان کرتا ہوں کہ باوجود اس آزادی کے جو طلاق کے معاملہ میں قرآن کریم نے دی ہے اس بات پر اس حکیم نے بار بار زور دیا ہے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے اور طلاق سے حتی الوسع بچنا چاہیئے۔ خصوصاً مردوں کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ اگر ان کو خلاف مزاج بھی بعض باتیں پیش آجائیں تو انہیں چاہیئے۔ کہ حوصلہ اور وسعت اخلاق سے انکی برداشت کریں کیونکہ جب اللہ تعالے نے ان کو قوی میں مضبوط بنایا ہے تو ان کو بھی بڑا حوصلہ دکھانا چاہیئے چنانچہ ایک جگہ عورتوں کے متعلق خاوندوں کو یہ حکم دیا گیا ہے۔ وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا (النساء رکوع ۳۔ آیت ۱۹) اور بیبیوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہو اور اگر تم کسی وجہ سے بی بی ناپسند ہو۔ تو بھی اسکو نیک سلوک کے ساتھ ہی اپنی زوجیت میں رکھو کیونکہ) عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالے اسی میں بہت سی خیر و برکت دے۔" اب اس آیت میں مردوں کو بالخصوص اللہ تعالے نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر ان کو بی بی ناپسند بھی ہو تو بھی وہ اپنی ناپسندیدگی پر غالب آنے کی کوشش کریں۔ اور اگر وہ ایسا کرینگے تو یہی بات ان کے لئے خیر و برکت کا موجب ہو جائیگی اور ان کی ناپسندیدگی بھی دور ہو جاوے گی پھر اسی سورۃ میں آگے چلکر فرمایا۔ وان امرأۃ خافت من بعلھا نشوزا او اعراضا فلا جناح علیھما ان یصلحا بینھما صلحا والصلح خیر واحضرت الانفس الشح وان تحسنوا وتتقوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا ۞ ... وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ وکان اللہ واسعا حکیما (النساء رکوع ۱۹ آیت ۱۲۸، ۱۳۰) اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں عمدہ طور پر صلح کر لیں اور صلح بہت اچھی چیز ہے۔ اور تھوڑا بہت بخل تو انسان کی طبیعت میں ہوتا ہی ہے (اسکی چنداں پروا نہ کرنی چاہیئے) اور اگر ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک کرو اور سختی گیری سے بچے رہو تو اللہ تعالے ہی تمہارے تمام کاموں سے باخبر ہے۔ (اس کے مطابق ہی تمہیں نیک اجر دیگا) ...... اور اگر میاں بی بی میں کوئی صلح کی صورت بن نہ پڑے اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ تعالے ان دونوں کو غنی کر دیگا۔ (یعنے انکے لئے کوئی بہتر صورت پیدا کر دیگا) اور اللہ تعالے کے نزدیک بہت پسندیدہ طریق تو یہی ہے کہ صلح ہی کر لیجاوے اور علیحدگی کی اجازت صرف اسی صورت میں ہے۔ جب اصلاح کی کوئی صورت بن نہ پڑے لیکن اس قدر صراحت کے باوجود بھی قرآن کریم پر کوئی عقلمند یہ الزام دیگا کہ وہ طلاق کی کھلی اجازت دیتا ہے جب مرد چاہے عورت کو گھر سے باہر نکال دے۔ ہرگز نہیں بلکہ جیسا کہ میں بار بار کہہ چکا ہوں اصل منشا تعلیم قرآنی کا یہی ہے کہ طلاق منع نہیں مگر مجبوری کی حالت میں اسے اختیار کرنا چاہیئے۔ ان آیات کے اخیری الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کی اجازت اس غرض کے لئے ہے کہ وہ بہتری کا باعث ہو نہ اس لئے کہ کسی فریق کے نقصان کا ذریعہ ٹھہرایا جائے کیونکہ آخر میں یہ فرمایا ہے کہ جب واقعی طلاق کی ضرورت محسوس ہو۔ جائے۔ تو پھر طلاق واقع ہونی چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو بڑی وسعت اور حکمت والا ہے ان کے لئے اور عمدہ تعلق ہر دو کے لئے ایسے پیدا کر سکتا ہے جو انکی بہتری اور آرام کا موجب ہوں اور میاں بی بی دونوں کو غنی کر سکتا ہے۔ درحقیقت اگر غور سے دیکھا جائے تو ہر جگہ جہاں ....

طلاق کی اجازت دی ہے۔ قرآن کریم نے مقدم اسی بات کو لیا ہے کہ پہلے صلح کی کوئی صورت بن نہ پڑے چنانچہ اس آیت مذکورہ بالا میں صاف طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ جہاں کسی قدر فساد کی صورت پیدا بھی ہو جائے۔ اور فریقین میں بے رغبتی یا ناپسندیدگی معلوم ہوتی ہو تو بھی پہلے یہی کوشش کرنی چاہیئے کہ صلح ہو جائے کیونکہ افضل صلح ہی ہے۔ پھر جہاں حکم مقرر کرنیکا حکم دیا گیا ہے وہاں بیان بھی یہی کیا ہے کہ وہ فریقین کے درمیان کوئی صلح کی صورت پیدا کریں۔ اور طلاق کا ذکر بھی نہیں کیا۔ اگرچہ اس میں کیسکو شک نہیں ہو سکتا۔ کہ طلاق بھی انکے اختیار کے اندر ہے پھر جہاں [illegible] دینے کا حکم دیا ہے۔ وہاں بھی [illegible] امساک بالمعروف کو بھی مقدم کیا ہے۔ غرضیکہ اس قدر صراحت سے یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ ایک حق پسند طبیعت کو یقین آجاتا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم یہ ہرگز نہیں کہ مرد جب چاہے طلاق دیدے بلکہ یہ پاک کتاب طلاق سے اس حد تک روکتی ہے جہاں تک رکنا انسانی طاقت کے اندر ہے۔

یہ تمام شہادت طلاق کے بارے میں میں نے صرف قرآن شریف سے پیش کی ہے اور اسکو پڑھنے کے بعد حاجت باقی نہیں رہتی کہ احادیث کا بھی حوالہ دیا جاوے مگر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے دو تین احادیث بھی بیان کر دوں ایک حدیث کا حوالہ پہلے بھی دیا جا چکا ہے یعنے ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔ پھر ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایما امرأۃ سألت زوجھا الطلاق فی غیر ما باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ یعنی جو عورت بغیر کسی ضرر یا تکلیف کے اپنے خاوند سے طلاق مانگیگی اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ پھر ایک اور حدیث میں فرمایا ہے۔ لعن اللہ الذواقین والذواقات یہی حدیث دوسرے الفاظ میں یوں بیان کی گئی ہے۔ ان اللہ لا یحب الذواقین والذواقات۔ مگر مطلب ایک ہی ہے یعنی اللہ تعالے لعنت کرتا ہے یا محبت نہیں کرتا ان مردوں سے جو نفسانی خواہشات کی خاطر بار بار نکاح کرتے اور طلاق دیتے ہیں۔ اور ان عورتوں سے جو نفسانی خواہشات کی خاطر بار بار نکاح کرتی اور طلاق لیتی ہیں اس حدیث کو بیان کرنے کے اور صاحب [illegible]

روح انسانی کا منتہائے ترقیات

(گذشتہ سے پیوستہ)

تیسرے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے قوئی مادی جو تن ہمارے روح کے تابع ہیں۔ اور وہ اس قابل نہیں کہ اس بسیط اور لامحدود ہستی کو پہچان سکتے کیونکہ جسمانی قوت سے سوائے جسموں اور جسمانی صفتوں کے کسی چیز کا علم نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کان سے سوائے سننے کے کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح آنکھ یا دیکھنے کی قوت سے رنگ۔ سونگھنے کی قوت سے بوئیں چکھنے کی قوت سے مزے اور چھونے کی قوت سے جو تمام جسم کی کھال میں پھیلی ہوئی ہے۔ سردی گرمی خشکی تری۔ کھرکھراہٹ یا چکناہٹ کے سوا کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ مذکورہ بالا صفات سب جسمانی ہیں اور ہمارے حواس ان کے سوائے کسی چیز کو دریافت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ ایسی قوتیں ہیں جو ہمارے جسموں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور جسموں کی طرح قابل قسمت ہیں۔ اس لئے سوائے قابل قسمت چیزوں کے اور کچھ دریافت نہیں کر سکتیں مگر واجب الوجود تو تمام مادی صفتوں سے بالکل پاک ہے۔ لہٰذا اس کو سمجھنے والی بھی کوئی ایسی قوت چاہئے جو نہ مادہ ہو نہ مادہ میں ہو۔ نہ اس سے کسی قسم کا لگاؤ رکھتی ہو۔ اسلئے بھی ثابت ہوا کہ ہمارے پاس صرف روح ہی ایک ایسی شے ہے جو خدا تعالےٰ سے کچھ واقفیت رکھتی ہے۔ ورنہ اور کوئی عضو اس قابل نہیں۔ پس چاہئے کہ وہ تغافل پیشہ مجرم جو اپنی دنیا پر آخرت کو قربان کر چکے ہیں۔ جسقدر جلد ممکن ہو۔ اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور اس سفر کیلئے ایسی راہ اختیار کریں۔ جو ہر طرح سے محفوظ و نزدیک ہو۔ اگرچہ اس راہ کا پانا کسی قدر مشکل ہے۔ مگر اس راہ بد سے جو کفرستان کی طرف سے جاتی ہے۔ منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے بدرجہا آسان اور نزدیک ہے۔ چنانچہ تیرہ سو سال سے لیکر آجتک جب سے کہ بانئے اسلام نے اس راہ کو دنیا پر کھولا نوع انسان پر واضح ہو چکا ہے کہ اس راہ پر چلنے والے مسافر ہنستے کھیلتے۔ اٹھتے بیٹھتے۔ کھاتے پیتے۔ بغیر کسی قسم کی تکان کے منزل مقصود پر جا پہنچتے ہیں۔ یہ وہ شاہراہ ہے۔ کہ جس پر عالم الغیب کی طرف سے دس دس قدم پر جنگلی درندوں سے بچنے کے لئے ننگی تلوار کا پہرا کھڑا ہے۔ اور پھر مزا یہ کہ نوع انسان کے ہر فرد کے لئے موت سے پہلے ہر وقت توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ (ومن یعمل سوءً اویظلم نفسہٗ ثم یستغفر اللّٰہ یجد اللّٰہ غفوراً رحیماً) کے یہی معنے ہیں۔

اس راہ پر پہنچنے کے لئے کسی لائسنس کی ضرورت نہیں۔ ہر متنفس اس راہ کو بغیر کسی قسم کی سفارش اور رشوت کے حاصل کر سکتا ہے۔

سب سے آسان طریقہ اس راہ پر پہنچنے کے لئے جو معلوم ہوا۔ وہ یہ ہے کہ انسان علم افعال الاعضا کا بغور مطالعہ کرے۔ آپ دیکھو۔ کہ موجودات عالم کی ترکیب نہایت لطیف و باریک ذرات سے جنہیں سالمات کہتے ہیں ہوتی ہے۔ جن کے باعث ایک سالمہ دوسرے سالمہ سے ملا رہتا ہے اور نہیں کے متفرق مجموعہ اجسام مادی کہلاتے ہیں یہ قوت اگرچہ تمام سالمات عالم میں مشترک ہے تاہم اس میں تفاوت مدارج ہے بعض اجسام میں یہ قوت زیادہ ہوتی ہے۔ بعض میں کم۔ اور بعض میں اس سے بھی کم۔ اور اسی تفاوت کی بناء پر مادہ کی تین اقسام منجمد۔ سیال اور گیس کئے گئے ہیں۔ جن اجسام میں قوت اتصال حد درجہ پر ہوتی ہے۔ یعنی جن کے سالمات ترکیبی باہمدگر بالکل پیوستہ ہوتے ہیں۔ ان کو ہم ٹھوس یا منجمد مادہ قرار دیتے ہیں۔ جن میں یہ قوت کم ہوتی ہے یعنی جن کے سالمات ترکیبی نسبتاً ایکدوسرے سے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ ان میں جمود و صلابت کا وجود برائے نام سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اور وہ مادہ سیال کہلاتے ہیں۔

تیسری قسم کے اجسام جن میں کشش اتصال بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ اور جن کے سالمات ترکیبی گویا ایک منتشر حالت میں رہتے ہیں ان کو مادہ ہوائی یا گیس کہتے ہیں۔

اجسام کی تغیر پذیری اور ان کے سالمات ترکیبی کی کشش اتصال کے درمیان ہمیشہ تناسب معکوس رہتا ہے یعنی جن اجسام کے سالمات میں کشش اتصال زیادہ ہوتی ہے ان میں استعداد تغیر کم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹھوس چیزوں میں تغیر پذیری بہت ہی کم ہے اور ان کی ہیئت میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے نسبتاً قوی موثر کی ضرورت ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے ہوا اور پانی میں جن کے سالمات ترکیبی نسبتاً منتشر حالت میں رہتے ہیں۔ اثرات خارجی سے موثر ہونے کی اس قدر صلاحیت ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی کوئی خاص صورت یکساں نہیں رکھتے بلکہ جس ظرف میں ہوتے ہیں ویسا ہی قالب اختیار کر لیتے ہیں۔

پھر یہ بھی خیال رکھنا چاہئے۔ کہ سب ٹھوس چیزوں کے مدارج مساوی نہیں ہوتے۔ اس لئے ان کی تغیر پذیری کے مدارج میں بھی نہایت نمایاں فرق ہے۔ پتھر اور گھاس۔ فولاد اور موم پسینہ اور ربڑ۔ استخوان اور گوشت۔ چمڑا اور نان پاؤ۔ سیب چیزیں منجمد ہیں۔ لیکن دیکھو کہ ان میں سے بعض کسقدر جلدی اثرات خارجی قبول کر لیتی ہیں اور تغیر پیدا کرنے کے لئے کسی محنت اور کاوش کی ضرورت نہیں ہوتی ... کیسب عوائد کے لئے عطیہ دنیا کی جن چیزوں میں سب سے اعلےٰ ... مستعد اور تغیر موجود ہے وہ وہ نہیں جو منجمد ہونے کے ساتھ لچکدار ہوتی ہیں کہ معمولی موثرات خارجی کا اثر قبول ہی نہ کریں۔ اور دوسری طرف نہ اتنی نرم کہ ہوا کیطرح اپنی کسی مستقل صورت سے معرا ہوں۔ یہ لچکدار اجسام عام موثرات سے برابر موثر ہوتے رہتے ہیں لیکن ہوا اور پانی کی طرح اسقدر بھی نہیں کہ موثرات کے اثر سے دفعتہً اس کے موافق ڈھلجاویں گویا ان کا وصف امتیازی بتدریج تغیر پذیری ہے۔ اور یہی وصف عادت کا جوہر حقیقی یا مائیہ خمیر ہے۔ جن اجسام میں جس درجہ پر یہ خاصہ موجود ہوگا۔ اسی نسبت سے یہ کہا جائیگا۔ کہ ان میں عوائد کی قابلیت ہے۔

اب اعضاء انسانی پر جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ جسم بحیثیت ایک منجمد شے ہونے کے لچکدار بھی ہے۔ اس لئے کسب عوائد کے لئے نہایت موزوں ہے اور اس میں جو عادات ڈالو وہی قبول کریگا۔ نیک ہوں یا بد یہ سب آپ کے اختیار میں ہے۔ مسطح زمین پر تھوڑا پانی ڈالو۔ تو اس کی دھار جس طرف کہ آپ کا ارادہ ہو ایک خاص راستہ اختیار کر لیتی ہے۔ اور پھر ہر بار پانی ڈالنے سے دھار ہمیشہ اسی طرف بہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ راستہ مثل نالی کے گہرا ہو جاتا ہے۔

ایک سیدھی شاخ لیکر ہم جھکاتے ہیں مگر جب اس کا سرا چھوڑا بدستور سیدھی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کی قوت مدافعت مرتبہ کم ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ چند بار کی کوشش کے بعد وہ ہماری حسب خواہش مستقل طور پر خم ہو جاتی ہے اور سرا چھوڑ دینے سے سیدھی نہیں ہوتی۔ مذکورہ بالا مثالوں میں اگر سطح زمین اور سیدھی شاخ کو فطرت انسانی سمجھ لیا جاوے۔ یعنی جس طرح پہلے سطح زمین پر کوئی نشان اور شاخ میں کوئی خم نہیں اسیطرح شروع شروع میں فطرت انسانی بھی بالکل صاف و شفاف ہوتی ہے۔ اسوقت آپ جسطرف چاہیں اپنی عادات سے اپنے اعضاء کو موڑ سکتے ہیں۔ اگر شروع شروع میں آپ نے نظام عصبی کو بد عادات سکھا دی ہیں شراب خوری۔ بدکاری۔ بدخوئی۔ اور غفلت کا عادی بنا لیا ہے۔ تو یاد رکھو کہ تمہارا کوئی حامی نہیں اور تمہیں بڑے بڑے دکھوں کا سامنا ہوگا۔ گویا وہ عادات جو شروع شروع میں آپ اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ کچھ عرصہ کے بعد حالت اضطراری اختیار کر لیتی ہے۔ پہلے پہل گو ہر ایک نئے فعل کیلئے ارادہ صرف کرنا ہوتا ہے مگر جوں جوں وہ فعل نظام عصبی پر سرزد ہوتا رہتا ہے حالت اضطراری اختیار کرتا جاتا ہے اور ایکدن وہ آجاتا ہے کہ وہی

مولوی ثناء اللہ کی ایمانداری کا نمونہ

۱۰ ستمبر ۱۹۱۵ء کے اہلحدیث میں مولوی ثناء اللہ نے یہ دعوےٰ کیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زبان کذب سے محفوظ نہ تھی اور اسکی مثال اس نے اعجاز احمدی سے یہ دی ہے۔

تیرا (ثناء اللہ کا) مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گذارہ ہے (صفحہ ۲۳)

پیشتر اسکے کہ ہم اسپر کچھ مفصل لکھیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کے پورے الفاظ نقل کردیں تاکہ ناظرین مولوی صاحب موصوف کی موجودہ حالت کا اندازہ لگا کر انکی سچائی جھٹلائی پر شہادت دے سکیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

جس حالت میں دو دو آنہ کے لئے وہ در بدر خراب ہوتے پھرتے ہیں۔ اور خدا کا قہر نازل ہے۔ اور مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گذارہ ہے۔ ایک لاکھ روپیہ حاصل ہو جانا انکے لئے ایک بہشت ہے۔ الخ (صفحہ ۲۳)

اس تحریر کے نکلنے پر مولوی موصوف نے ایک کھلی چٹھی شائع کی جسپر حضرت اقدس نے ۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا

اصلاح حسب منشا "کھلی چٹھی"

"چونکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ کفن وغیرہ کی آمدنی جو اس ملک میں اکثر ملاؤں کو ہوا کرتی ہے کبھی انکو اس سے تعلق نہیں ہوا اور وہ اپنی تجارت سے گذارہ کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں انکی ان ذاتیات سے بحث نہیں۔ اور ہم قبول کرتے ہیں۔ کہ ایسا ہی ہوگا یہ قول محض اس بنا پر تھا کہ ہمارے ملک میں اکثر ملا ایسے پائے جاتے ہیں کہ مسجدوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور پیشہ غسل اموات وجنازہ رکھتے ہیں۔ اور اس کی آمدنی لیتے ہیں۔ اب جبکہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں انمیں سے نہیں ہوں۔ سو ہم اپنی اس قدر تحریر کی اس اشتہار سے اصلاح کردیتے ہیں الخ"

اب اگر مولوی ثناء اللہ میں کچھ بھی دینداری کا شمہ ہوتا تو وہ اس بات کا آئندہ نام تک نہ لیتا۔ چہ جائیکہ اسے جھوٹ کہتا۔ حضرت صاحب نے اسکی حالت کا عام مخالف ملانوں کی حالت پر قیاس کیا اور پھر یقینی طور پر یہ نہیں لکھا بلکہ یہ بھی ساتھ ہی لکھدیا کہ یا وعظ کے پیسوں پر گذارہ ہے۔ سو اس بات کی سچائی کی گواہی تو وہ لوگ دے سکتے ہیں۔ جہاں آپ بغیر پیشگی کرایہ وصول کرنے کے تشریف نہیں لیجاتے۔ وعظ کرنیکے بعد لینا یا پہلے ہی سے لینا ایک ہی بات ہے۔ سو دوسرے وعظ وعظ کہکر دست سوال دراز کرتے ہیں۔ مگر آپ پیشگی ہی کرایہ وغیرہ کی صورت میں وصول کر لیتے ہیں۔ بات تو ایک ہی ہے اور عجیب بات ہے کہ حضرت اقدس نے وعظ کے پیسوں پر گذارہ کی تردید نہیں کی کیونکہ یہ واقعات لوسچے تھے۔ اور سچ ثابت ہو رہے ہیں

مولوی ثناء اللہ کا دوسرا دعوےٰ انعامی مالصد روپیہ)

دوسرا دعوےٰ مولوی ثناء اللہ نے اس کذب کے ثبوت میں یہ کیا ہے کہ حضرت صاحب نے اپنے کسی اشتہار میں غلام دستگیر قصوری پر یہ الزام لگایا ہے کہ گویا اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ "ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا" حالانکہ اس نے ایسا نہیں لکھا

مولوی ثناء اللہ کے اس دعوے کا بطلان ظاہر کرنے کے لئے سب سے اول میں مولوی غلام دستگیر کی کتاب فتح رحمانی کی اصل عبارت نقل کر دیتا ہوں۔ جس کی بنا پر حضرت اقدسؑ نے یہ تحریر فرمایا کہ "ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا" حضرت مسیحؑ نے یہ بات اپنی کسی کتاب یا اشتہار میں نہیں لکھی کہ جو الفاظ آپ لکھ رہے ہیں وہ ہوبہو مولوی غلام دستگیر کی کتاب کی نقل ہیں۔ بلکہ حضرت اقدسؑ نے مولوی موصوف کی کتاب کے مضمون سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اس سے مولوی ثناء اللہ کا ہوبہو الفاظ دکھانیکا مطالبہ دینداری سے بعید ہے ایک شخص ایک کتاب پڑھتا ہے تو اختصار کے لئے اس کے مضمون کا نچوڑ اپنے الفاظ میں نکال لیتا ہے۔ اس پر اس شخص سے ایسا مطالبہ کرنا جیسا مولوی ثناء اللہ نے کیا ہے محض جبلی مخالفت کا نتیجہ ہے۔ اگر مولوی ثناء اللہ حضرت صاحبؑ کی کسی کتاب یا اشتہار سے یہ دکھا دے کہ حضرت صاحب نے جو کچھ لکھا ہے قصوری کی کتاب کی حرف بحرف نقل کر کے لکھا ہے۔ تو ہم اسے نیک نیت سمجھیں ورنہ ایسی بات کا دعوےٰ دوسرے کی نسبت منسوب کرنا جس کا مدعی نے ہرگز نام تک نہیں لیا سخت بدنیتی ہے اب ذیل میں مولوی غلام دستگیر کے حوالہ جات لیجئے سب سے اول اس مولوی نے مؤلف مجمع بحار الانوار کی عربی عبارت کا صفحہ ۶ پر ترجمہ کیا ہے

> اور بعضے ان کے نادانوں نے ایک شخص سندی کو عیسےٰ بنادیا پس یہ بالکل شیطانی کھیل ہے اور ہمیشہ کے عذاب دوزخ کا لزوم ہے۔ بہت مدت تک اس حالت میں رہے۔ اور کئی علماء دین کو قتل کیا۔ تاکہ حق تعالےٰ نے اُن پر غیبی لشکر بھیجا۔ جس نے اکثر جلاوطن اور بعضوں کو قتل اور بعضوں کو تائب کرایا اور امید ہے کہ اس گنہگار حقیر کی کوشش اور اس فقیر کی دعا کی قبولیت سے یہ ہوا ہو۔ صفحہ ۲۶۔

مندرجہ بالا عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ مؤلف مجمع بحار الانوار کی دعا اور سعی سے جعلی عیسےٰ (سندی) کا مشن اس کی (مؤلف مجمع کی) زندگی میں تباہ و برباد ہوگیا۔ اُن میں سے اکثر قتل وجلا وطن ہوگئے اور بعض تائب۔

اب مولوی غلام دستگیر بھی مؤلف مجمع بحار الانوار کی جگہ پر کھڑا ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ میں ہلاکت کی بد دعا کرتا ہے :۔

> اللّٰھم یا ذوالجلال والاکرام یا مالک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع بحار الانوار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غارت کیا تھا۔ ویسا ہی دعا والتجاء اس فقیر قصوری کان اللہ لہٗ سے جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتے الوسع ساعی ہے) مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبۃ النصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا۔ فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للّٰہ رب العلمین۔ انک علی کل شیء قدیر وبالاجابۃ جدیر۔ آمین۔ صفحہ ۲۷

اس بد دعا میں مولوی قصوری اپنے آپ کو عالم ربانی حضرت محمد طاہر کے مقام پر سمجھکر حضرت مسیح موعود کو کاذب مہدی ومسیح خیال کر کے آپ کی ہلاکت کی (اپنی زندگی میں) دعا والتجا بدرگاہ باریتعالیٰ کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت محمد طاہر فی الحقیقت عالم ربانی تھے۔ اور انکا مدمقابل کاذب۔ اس لئے اُن کی دعا سے کاذب مدعی۔ صادق عالم ربانی کی زندگی میں ہلاک و تباہ ہوگیا اور یہی منشاء مولوی قصوری کا اس دعا سے ہے کہ یا تو انکو توبہ کی توفیق دے۔ جیسا کاذب مہدی کے بعض پیروؤں کو دی تھی۔ اور یا ان ظالموں کی جڑ کاٹ دے۔ یعنی صاحب مجمع بحار الانوار کی طرح اس کی زندگی میں حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو کو تباہ وبرباد کردے۔ اس کے مقابلہ پر اللہ تعالےٰ نے کیا فیصلہ کر لیا۔ یہی کہ چونکہ صاحب مجمع بحار الانوار صادق تھا۔ کاذب مدعی مہدویت کو اُس کی زندگی میں اُس کی دعا سے ہلاک وبرباد کردیا۔ مگر چونکہ یہاں معاملہ برعکس تھا یعنی بد دعا اور ہلاکت کی التجا کرنیوالا کاذب تھا اور مدعی مہدویت ومسیحیت صادق۔ اس لئے جھوٹا فریق (یعنی قصوری)، فقطع دابر القوم الذین ظلموا کا مصداق بنگیا۔ اور جو جھوٹا تھا۔ وہ پہلے مر گیا۔ باقی رہا ہو بہو الفاظ دکھانے کا مطالبہ۔ سو یہ ایسا شخص کر سکتا ہے جو خود مصنف نہ ہو۔ مولوی ثناء اللہ کی کتابیں موجود ہیں۔ جن میں دیانندیوں و دیگر مخالفین کی لمبی لمبی عبارتوں کا مطلب اپنے

میاں محمود احمد صاحب کے سندھی اشتہار کا فارسی و اردو ترجمہ

یک عظیم الشان بشارت
فتح اسلام - گواہی خدا تعالےٰ

(گذشتہ سے پیوستہ)

لھٰذا ہر یک مسلمان را فرض است کہ ایں اطلاع را شنیدہ در بیعت درآید و دیگران را نیز متنبہ گرداند - کہ امام ایں زمان و مجدّد وقت در قادیان ضلع گورداسپور ظاہر گردیدہ است کہ اسم اوشاں مرزا غلام احمد است بنابریں بموجب حکم حدیث بسوئے او جلد بشتابید - و او را قبول نمائید و سلام رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم باو برسانید - اے مسلمانان شما را مبارک باد - باید کہ اشعار طرب انگیز بسرائید - چراکہ او سبحانہٗ و تعالےٰ برعین ضرورتِ وقت مددِ اسلام فرمود -

اگر امروز او سبحانہٗ و تعالیٰ مدد نمیکرد ثابت میشد کہ قبل ازیں نیز او ہرگز مددِ اسلام نہ کردہ بود - امّا چونکہ وعدۂ او سبحانہٗ و تعالےٰ را است آمد نیز ہر چہ رسول او فرمودہ بود ہمہ حرف بحرف راست ثابت می شدہ است لھٰذا او سبحانہٗ و تعالےٰ بموجب پیشگوئی رسول مقبول مجدّد وقت را برائے مددِ اسلام ارسال داشتہ کہ نام او بلحاظ تردید اعتراض عیسائیاں در حدیث مسیح نہادہ شدہ است - پس مسیح از آسمان نازل گردید - و مجدّد چہار دہم صدی ظاہر شد - او سبحانہٗ بتائید خاصہ خود صداقت او را مانند روز روشن ظاہر فرمودہ است - و ہزارہا بلکہ لاکھوں نشان برائے اثبات صداقتِ او نمایاں گردانیدہ زندگی و موت او از نشانہا پُر است - خدا تعالیٰ میخواہد کہ بمعرفت او مسلمانانرا براہِ ترقی روان نماید - لھٰذا من کہ از خادمان او یک ادنیٰ خادم ہستم ہمہ مسلمانانرا بسوئے صدا ے او سبحانہٗ و تعالےٰ میخوانم و ہر کہ آوازِ من برسد او دیگرانرا باید برساند - و در دستِ ہر کہ ایں اشتہار در آید - او اہل خانہ خود را و رشتہ دارانرا و عزیزان و دوستانرا بشنواند - کسانیکہ از جانب او سبحانہٗ و تعالیٰ می آمدہ اند باخود نشانہا می آوردہ اند - لھٰذا برائے اثبات صداقت ایں مجدد او سبحانہٗ و تعالیٰ لک نشان نمایاں فرمودہ کہ بیان آں دریں مختصر اشتہار ناممکن است - لھٰذا من بر ہمیں قدر امر اکتفا میکنم - و بہ مسلمانان می شنوانم - کہ اگر اوشاں خبر مجددِ ایں زمانہ نخواہند گرفت - در پیش اہل غیر مذاہب شرمساری خواہند کشید - و اوشاں را قبول کردن خواہد افتاد کہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ بر سر ہر صدی مجددے مبعوث شدنی است دروغ خواہد برآمد - اما رسلان الٰہی دروغ نمیگویند - در پردہ دنیا از اوشاں صادق تر و راستباز تر کسے نبودہ است لھٰذا ضرور است کہ مجددِ ایں صدی نیز بودہ باشد کہ از او سبحانہٗ و تعالیٰ الہام یافتہ برائے اصلاح مسلمانان ایستادہ بودہ باشد - و معلوم است کہ دریں صدی بغیر از مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ ہیچکس خود را مجدّد پیش ننمودہ است لھٰذا اگر اوشاں را قبول نکنید تکذیب رسول کریمؐ لازم می آید -

کسانیکہ خواہشمند زیادہ دلائل بودہ باشند بر ایں سراغ می توانند کہ از من جستجوئے آں کردہ باشند - انشاء اللہ تعالیٰ من بہ براہین محکمہ تسلی اوشان خواہم نمود - کہ مجدّدِ ایں زمان بغیر از مرزا غلام احمد صاحب دیگر ہیچ کس نیست - و اوشاں از جناب او سبحانہٗ و تعالےٰ خطاب مسیح نیز یافتہ بودند

(باقی دعائے مرزا محمود احمد صاحب است و ترجمہ آں غیر ضروری)

مترجم ایں اشتہار بزبان فارسی (بندہ محمد ابراہیم احمدی از خیرپور میرس)

ایک عظیم الشان بشارت
اسلام کی فتح - خدا تعالیٰ کی گواہی

(گذشتہ سے پیوستہ)

لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اس اطلاع کو سنکر بیعت میں داخل ہو اور دوسروں کو بھی متنبہ کرے کہ اس زمانہ کا امام اور مجدد وقت قادیان ضلع گورداسپور میں ظاہر ہوا ہے کہ جسکا نام مرزا غلام احمد ہے - پس حدیث کے حکم کے بموجب اسکی طرف بہت جلد دوڑو اور اُسے قبول کرو - اور رسول کریم صلعم کا سلام اُسے پہنچاؤ - اے مسلمانو تمہیں مبارک ہو - چاہیے کہ تم خوشی کے گیت گاؤ - کیونکہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے عین ضرورتِ وقت پر اسلام کی مدد فرمائی - اگر وہ پاک برتر خدا آج مدد نہ فرماتا - تو ثابت ہو جاتا کہ اس سے پیشتر بھی اس نے اسلام کی مدد نہیں کی تھی - لیکن چونکہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں نیز جو کچھ اس کے رسولؐ نے فرمایا تھا - وہ سب کا سب حرف بحرف سچا ثابت ہوا ہے لہٰذا اس پاک برتر خداوند کریم نے رسول مقبول صلعم کی پیشگوئی کے مطابق مجدد وقت کو اسلام کی مدد کیلئے ارسال فرمایا - جسکا نام عیسائیوں کے اعتراضات کی تردید کے لحاظ سے مسیح رکھا گیا ہے پس مسیح آسمان سے نازل ہو چکا وہ چودھویں صدی کا مجدد ظاہر ہوا اس خداوند پاک نے اپنی تائید خاص سے اسکی سچائی کو روز روشن کیطرح سے ظاہر فرمایا ہے اور ہزارہا بلکہ لاکھوں نشان اسکی صداقت کے لئے ظاہر فرمائے ہیں اسکی زندگی اور موت نشانات سے پُر ہے - خدا تعالیٰ چاہتا ہے - کہ اسکی معرفت مسلمانوں کو ترقی کی راہ پر چلائے لہٰذا میں کہ اسکے خادموں میں سے ایک ادنیٰ خادم ہوں - تمام مسلمانوں کو اس پاک و برتر خداوند کریم کی آواز کیطرف بلاتا ہوں اور ہر ایک وہ شخص جسے میری آواز پہنچے وہ دوسروں کو پہنچائے - اور جس کسی کے ہاتھ میں یہ اشتہار پہنچے - وہ اپنے گھر والوں رشتہ داروں اور عزیزوں اور دوستوں کو بھی سنائے - جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے آتے رہے ہیں وہ اپنے ساتھ نشانات لیکر آئے ہیں - لہٰذا اس مجدد کی صداقت کے اثبات میں لاکھ ہا نشان دکھائے - کہ جنکا بیان اس مختصر اشتہار میں ناممکن ہے لہٰذا اسیقدر کلام پر اکتفا کرتا ہوں - اور مسلمانوں کو سناتا ہوں کہ اگر وہ اس زمانہ کے مجدد سے خبردار نہ ہونگے تو انہیں غیر مذاہب والوں کے سامنے شرمساری اٹھانا ہوگی اور ان کو قبول کرنا پڑیگا - کہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث ہوگا جھوٹی ثابت ہوئی مگر اللہ تعالیٰ کے رسول جھوٹ نہیں بولتے دنیا کے پردہ میں ان سے بڑھکر صادق اور راستباز کوئی نہیں ہوا - لہٰذا ضروری ہے کہ اس صدی کا مجدد بھی پیدا ہوا ہو - جو کہ اس پاک برتر خداوند کریم سے الہام پاکر مسلمانوں کی اصلاح کیلئے کھڑا ہوا ہو - اور یہ امر معلوم ہے کہ اس صدی میں مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کے سوائے کسی نے بھی اپنے آپکو مجدد کے طور پر پیش نہیں کیا - لہٰذا اگر انہیں قبول نہ کرو گے - تو رسول کریم صلعم کی تکذیب لازم آتی ہے

جو لوگ زیادہ دلائل کے خواہشمند ہوں - اس پتہ پر مجھ سے اسکے متعلق پوچھ سکتے ہیں - انشاء اللہ میں محکم دلائل سے انکی تسلی کر دونگا - کہ اس زمانہ کا مجدد مرزا غلام احمد کے سوائے دوسرا کوئی شخص نہیں - اور انہوں نے اللہ پاک و برتر کی جناب سے مسیح کا خطاب بھی پایا تھا ۔

(اس سے آگے باقی مرزا محمود احمد صاحب کی اپنی دعا ہے - کہ جس کا ترجمہ غیر ضروری ہے)

اس اشتہار کا فارسی میں ترجمہ کرنیوالا (بندہ محمد ابراہیم احمدی از خیرپور میرس)

پیغام صلح - میاں صاحب کے مندرجہ بالا اشتہار پر آئندہ اشاعت میں مفصل طور پر تنقید کی جائیگی - جس میں میاں صاحب کی مداہنت و منافقت کو کھول کھول کر آشکارا کیا جائیگا - (ایڈیٹر)

قیمت
سالانہ (لعہ) ششماہی (لعہ) سہ ماہی (لعہ) ماہانہ ۹

اشاعت
ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | لاہور المسیح مورخہ پنجشنبہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۳ ہجری مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۳۲

آفتاب کے زیر عرش سجدہ کرنے کے معنی

ایک حدیث کی تطبیق ہیئت جدیدہ سے

(گذشتہ سے پیوستہ)

اور جیسا کہ اپنے موقع میں ثابت کیا گیا ہے ارض تسعین میں ہمیشہ چھ مہینے کی رات اور چھ مہینے کا دن ہوتا ہے۔ غرضکہ ایسے دلائل قائم ہیں۔ کہ غروب کے وقت آفتاب ساکن نہیں ہوتا۔ ورنہ لازم آئیگا کہ طلوع کے وقت بھی ساکن ہو (بلکہ ہر وقت ساکن ہی رہے) کیونکہ اب ایک اُفق کا غروب بعینہ دوسرے اُفق کا طلوع ہے۔ پھر یہ بھی براہین سے ثابت ہو چکا ہے کہ سورج اپنے آسمان سے کسی حالت میں جُدا نہیں ہوتا۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ طلوع ہو کر ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر اور وہاں سے تیسرے پر اور اسی طرح عرش معلّے تک جا پہنچے۔ جو کوئی ایسی بدیہی البطلان بات کا دعوے کرے وہ گویا روز روشن میں سورج کے نہ نکلنے کا اقرار کرتا ہے۔ اس موقع پر یہ امر بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں کہ آفتاب ہمیشہ عرش کے نیچے ہی رہتا ہے کیونکہ عرش تمام آسمانوں کو جن میں فلک شمس بھی داخل ہے محیط ہے اور وہ سب اسکے جوف میں واقع ہیں پھر فقط غروب کے وقت اُس کے تحت العرش جانے کے کیا معنے۔

اسی قسم کے شبہات پر نظر کر کے سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ صاحب روح المعانی نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ:۔

"وقد سألت كثيرا من اجلتنا المعاصرين عن التوفيق بين ما سمعت من الاخبار الصحيحة وبين ما يقتضي خلافها من العيان والبرهان فلم اوفق لان افرض منهم بما يروي الغليل ويشفي العليل"۔

(یعنی میں نے اپنے بہت سے جلیل القدر ہمعصروں سے ان روایات صحیحہ اور مشاہدات و دلائل عقلیہ کے درمیان تطبیق کی صورت دریافت کی لیکن میری قسمت میں کسی ایسے جواب سے فائز ہونا نہ تھا جو کسی تشنہ کام کی پیاس کو فرو کردے یا کسی بیمار کو شفا بخشے۔

اس کے بعد انہوں نے جو کچھ اپنی ذاتی تحقیق اس بارہ میں بیان کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ آفتاب . . . . . اور اسی طرح تمام ستارے ہمارے نزدیک عقل و ادراک رکھتے ہیں جیسا کہ کتاب و سنت کے شواہد کثیرہ سے ہویدا ہوتا ہے اور جب یہ بات ہے تو کچھ بعید نہیں کہ آفتاب کے لئے انسان کی طرح کوئی نفس ناطقہ بھی ہو بلکہ بعض صوفیہ نے تو اس کی تصریح کردی کہ اُس کے واسطے نہایت اعلےٰ درجہ کا کامل نفس ناطقہ ہے اور حکماء نے بھی افلاک کے حق میں تو عموماً کہا ہے کہ اُن کے اندر نفوس منطبعہ موجود ہیں لیکن بعض حکماء نے کواکب کیلئے بھی ایسا ہونا بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو عالم علوی میں ہے خواہ وہ کواکب ہوں۔ یا افلاک کلیہ یا افلاک جزئیہ۔ یا تداویر یا اور کچھ احی و ناطق ہے۔ اور انسان کا نفس ناطقہ گاہ بگاہ مقدس ہو کر بدن سے نکل جاتا ہے۔ اور پھر اپنے بدن کی یا کسی اور کی صورت میں متمثل ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا حضرت جبرائیل علیہ السلام صحیح روایات کے موافق حضرت دحیہ کلبی یا بعض اعراب کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے اور ایسے حالات میں جبکہ انسان کے نفس ناطقہ پر یہ

کیفیت پیش آئے اپنے اصل جسم کے ساتھ بھی اُس کو ایک درجہ کا تعلق باقی رہتا ہے جسکی وجہ سے اُس کے جسم اصلی سے بھی افعال و حرکات سرزد ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی نسبت ایسی بہت حکایات منقول ہیں۔ کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد جگہ دیکھے گئے۔ اور اسکا سبب اُنکے نفوس قدسیہ کی قوت تجرد کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ جس کی بناء پر وہ ایک موقعہ پر متمثل ہو کر ظاہر ہوتے تھے۔ اور دوسری جگہ اُنکا اصلی جسم پایا جاتا تھا۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ حضرات صوفیہ کے درمیان مشہور اور مشاہدہ اور مسلم ہے۔ اور احادیث معراج وغیرہ میں جو بعض انبیاء علیہم السلام سے آپکی ملاقات کے تذکرے آئے ہیں اُن سے بھی اسی اصول کی تائید ہوتی ہے۔

پس اب ہم اسی اصول کی بناء پر کہہ سکتے ہیں کہ آفتاب کے لئے بھی ممکن ہے کہ ایک ایسا ہی نفس مقدس ہو جو اس کے مشاہد جسم سے اس طرح جدا ہو کر (کہ ایک نوع کا تعلق اس سے بھی باقی رہے) عرش تک جا پہنچے۔ اور بلا واسطہ اس کے نیچے سجدہ کرے اور اجازت مانگے۔ اور اس حالت میں اُس کا یہ مشاہد بدن برابر چلتا ہے اور ایک منٹ کے لئے بھی ساکن نہ ہو۔ جیسا کہ اہل ہیئت دعوے کرتے ہیں۔ اور اُس کے عروج الی العرش کا یہ واقعہ اُس وقت پیش آتا ہو۔ جب کہ وہ افق حقیقی کے اعتبار سے غروب ہوتا ہو اور ربع مسکون کے لوگ عموماً اس کے دیکھنے سے محروم ہو جاتے ہوں۔ اگرچہ عرض تسعین میں اُس وقت طلوع ہو رہا ہو۔ کیونکہ یہ ہمارے لئے اب کچھ مضر نہیں۔ اور یہ بھی ایک احتمال ہے کہ غروب کا اعتبار خاص

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

(شملہ ۱۸ ستمبر) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے کل کی تاریخ کا مفصلہ ذیل برقی مراسلہ موصول ہوا ہے:۔

"روسی سپاہ بحیثیت مجموعی آسٹروی جرمن افواج کی جارحانہ کارروائی کی روک تھام کر رہی ہے۔ گو جرمن وسطی حصہ میں ترقی کر رہے ہیں۔ روس کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ڈونسک کے جنوب مغرب میں قریباً ۱۸ میل کے فاصلہ پر روسیوں نے غنیم کے متواتر حملے پسپا کئے۔ جرمنی کی ایک سرکاری اطلاع میں ہے کہ جیکب سٹیٹ سے قریباً ۱۴ میل جنوب مشرق کی طرف روسیوں کو پسپا کر کے دریائے ڈوینا کے مشرقی کنارے پر پہنچا دیا گیا۔ جرمن رسالہ کا ایک قلیل دستہ ریلوے لائن کے ایک مقام پر نمودار ہوا ہے۔ جو دریائے ڈوینا سے ۷ میل کے فاصلہ پر ونا کی طرف واقع ہے ونا کے شمال شرق میں جرمن دریائے دیا کو عبور کر کے اس کے مغربی کنارے پر پہنچ گئے۔

پنسک کی سمت میں غنیم کے دباؤ کی وجہ سے روسی پیچھے کی طرف ہٹ رہے ہیں۔ اور اب جرمن وہاں سے صرف ۱۲ میل کے فاصلہ پر رہ گئے ہیں۔ ڈیراجنو کے علاقہ میں اور گلیشوی محاذ کے مختلف حصوں پر غنیم کے جوابی حملے جاری ہیں مگر روسی برابر مزاحمت کر رہے ہیں اور انہوں نے غنیم کو ٹارنوپول کے مغرب کی طرف نیز دریائے سٹرپیا کی لائن کے اس پار پسپا کر دیا ہے۔

فرانسیسی رزمگاہ کی رپورٹوں سے پایا جاتا ہے۔ کہ توپخانہ کی آتشبازی برابر جاری ہے۔

اطالی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ اُن کے کوہی توپخانہ نے نہایت دلیری سے غنیم کے مورچوں پر حملہ کیا یہ بھی لکھا ہے کہ آسٹریوں نے کارسو کی سطح مرتفع پر نہایت زور سے جو پھٹنے والے گولے استعمال کئے ان کے کیمیائی امتحان سے پایا جاتا ہے کہ ان کی ساخت میں کثرت سے پروسک ایسڈ استعمال کیا گیا ہے۔

غنیم کا دعویٰ ہے کہ اس نے دردانیال میں برطانیہ کی آبدوز کشتی ای ۷ غرق کر دی اور چونکہ اس آبدوز کشتی کے متعلق ۴ ستمبر سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی اس لئے غالباً یہ رپورٹ صحیح معلوم ہوتی ہے۔"

برطانیہ کے فدائی۔ (لندن ۱۸ ستمبر) مغربی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا:۔

مقتولین ۱۔ دوم لفٹنٹ ۲۔

زخموں سے ہلاک:۔ کپتان ۱۔ لفٹنٹ ۱۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

مجروحین۔ کپتان ۱۔ دوم لفٹنٹ ۴۔

طرفین کے توپخانوں کی سرگرمی۔ (پیرس ۱۹ ستمبر) فرانسیسی توپ خانہ غنیم کی خندقوں اور قلعہ بندیوں کو شدید نقصان پہنچا رہا ہے۔ جرمنوں کے بھاری توپ خانہ نے دریائے سوم اور این کے مابین کسی قدر سرگرمی دکھائی جس کا فرانسیسی بیٹریوں نے اچھی طرح جواب دیا۔

(لندن ۱۸ ستمبر) پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ تمام محاذ پر شدید گولہ باری ہوتی رہی اور فرانسیسی توپ خانہ غنیم کے استحکامات کو موثر طریق سے منہدم کرتا رہا۔ اینگریس، موشیز اور نیو دل کے علاقہ میں گولوں اور دستی بموں کی لڑائی ہوتی رہی۔ اور آرے کے علاقہ میں خندقوں کے درمیان مسلسل گولہ باری جاری رہی۔

(شملہ ۱۹ ستمبر) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو نواب وزیر ہند کی طرف کل کی تاریخ کا مفصلہ ذیل تار لندن سے موصول ہوا ہے:۔

روسی سپاہ آسٹروی جرمن افواج کو جنوبی رزمگاہ میں پیچھے دھکیل رہی ہے۔ مگر شمال اور وسط میں جرمنوں نے کسی قدر ترقی کی ہے۔ جرمنی کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمنوں نے ڈونسک سے ۳۱ میل جنوب میں مقام ویزری پر قبضہ کر لیا ہے اور اس سڑک پر پہنچ گئے ہیں۔ جو ونا ڈونسک ریلوے کے مشرق سے ۹ سے ۱۰ میل تک کے فاصلہ پر واقع ہے روس کی ایک سرکاری اطلاع میں یہ بھی لکھا ہے کہ جرمنوں نے مقام سونترہ یانی کے شمال میں ایک گاؤں پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ گاؤں ونا ڈونسک ریلوے چند میل مشرق کی طرف واقع ہوگا۔ جرمن دستے مقام ویلیکا کے نواح میں پہنچ گئے ہیں۔ جو ولنا سے ۳۷ میل شرق اور جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اور مزید جنوب کی طرف دریائے شارا کو عبور کر گئے ہیں۔ جو مقام شارا پر جنوب کی طرف سے دریائے نیمن کو جا ملتا ہے۔ پنسک کے مغرب میں صرف ۷ میل کے فاصلہ پر ایک ریلوے سٹیشن پر لڑائی وقوع میں آئی ہے۔ روسیوں نے غنیم کو ڈیراجنو سے باہر نکال دیا ہے اور دونوں سے جنوب میں تمام محاذ پر غنیم کے مقامی جوابی حملوں کی ترقی کو کامیابی سے روک رہے ہیں کیونکہ یہ جوابی حملے بعض مقامات میں بہت جمعیت کے ساتھ کئے جا رہے ہیں۔

مغربی رزمگاہ سے توپخانہ کی مسلسل آتشباری کی رپورٹیں موصول ہو رہی ہیں۔ اطالی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ انہوں نے غنیم کے دستوں پر کامیابی سے گولہ باری کی اور ان کے ہوائی جہازوں نے ٹریسٹ کو جانے والی ریلوے لائن پر گولے پھینکے۔

فرانس کے وزیر محکمہ حربی کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ آبی ہوائی جہازوں کے ایک دستہ نے پورٹ سعید سے چکال ہور کے پل پر گولہ باری کی جو ایک اہم رہگذر ہے اور ایک اور مقام پر فرانس کے آبی ہوائی جہازوں کے دستہ اور آسٹروی ہوائی جہاز دل میں مڈبھیڑ ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آسٹروی ہوا باز پسپا ہو گئے۔

سرزمین ہالینڈ پر زپلین:۔ امسٹرڈم ۱۸ ستمبر۔ زپلین جہازوں کے آئے دن ولندیزی علاقہ کی بے حرمتی کرنے سے ہالینڈ میں بے چینی اور برہمی پیدا ہو رہی ہے۔

افغانستان کے شیدائی۔ (شملہ ۱۹ ستمبر) مغربی رزمگاہ سے کپتان ایچ سی فیلڈنگ ۳۸ ڈوگرا کے ہلاک ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔

توپخانہ کی عظیم سرگرمی۔ لندن ۱۸ ستمبر پیرس کا تار مظہر ہے کہ چھوٹی بڑی ہر قسم کی توپوں سے مسلسل اور شدید گولہ باری ہوتی رہی۔

۱۹ ستمبر پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ آرٹوئس کے علاقہ میں توپخانہ کی لڑائی جاری رہی اور فرانسیسی غنیم کی کلدار توپوں اور خندقوں استعمال کرنے کی توپوں پر موثر آتشباری کرتے رہے۔ ریمس کے علاقہ میں ہوں اور ارگنوں سے لڑائی ہوتی رہی۔ اور فرانسیس نے پیری اور بیک کے شمال میں ایک چھوٹی سی جرمن چوکی پر قبضہ کر لیا۔ اور سینٹ میہل کے شمال مغرب میں ایک غبارہ نما ہوائی جہاز کو نیچے گرا لیا فرانسیسی توپ خانہ نے سینٹ میہل کے سامنے سے تین پیدل چلنے کے پلوں اور ایک کشتیوں کے پل کو کاٹ ڈالا۔

بعد کی خبر سے پایا جاتا ہے کہ تمام محاذ پر توپخانہ کی عظیم سرگرمی جاری ہے۔ پیرون کے علاقہ میں جرمنوں نے ایک نہایت زبردست سرنگ اُڑانے کے بعد حملہ کیا مگر پسپا کئے گئے۔ اور متعدد قیدی فرانسیسیوں کے ہاتھ آئے۔ داسجیز میں بھی دستی بموں کی شدید لڑائی عمل میں آئی۔

سر جان فرنچ کی رپورٹ:۔ (لندن ۱۹ ستمبر) فیلڈ مارشل سر جان فرنچ کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ ۵ ستمبر کی رپورٹ کے بعد ہمارے محاذ پر کسی قسم کی تبدیلی وقوع میں نہیں آئی طرفین سے سرنگ بازی کی کارروائی سرگرمی سے عمل میں آ رہی ہے۔ اور یپرز کے مشرق میں ہمارا دغنیم کا توپ خانہ خوب آتشباری کر رہا ہے۔

کینیڈا کے رسالوں کی بہادری۔ لندن ۱۸ ستمبر سر جان فرنچ نے حال میں کینیڈین رسالوں کے بریگیڈ کا معائنہ کیا جس میں دوم کنگ ایڈورڈ ہارس رسالہ بھی شامل تھا۔ اور اپنی تقریر میں انہوں نے ان سواروں کی بہت تعریف کی کیونکہ سال رواں کے شروع میں جب کینیڈا کی پیدل سپاہ نے عظیم نقصان اٹھایا تو یہ لوگ اپنے گھوڑوں کو چھوڑ کر میدان جنگ میں کودنے کو تیار ہو گئے اس کے بعد انہوں نے فسٹوبرٹ اور اس کے بعد گیونشی کی جنگ میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ اس کے بعد یہ گذشتہ چند روز تک خندقوں میں نہایت سرگرمی سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۳۲

عید کے دو چاند

(از جناب مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا لندن)

خوشی تیرے دلمیں نہ کیوں دو بالا ہو
دیار یار میں دیکھے جو چاند عید کے دو

اس شعر کی تشریح اس خوش نصیب وارفتہ مزاج عاشق سے کرانا چاہیئے جسکی عید دیار یار میں ہو۔ ایک طرف اسے آسمان پر عید کا چاند نظر آئے۔ دوسری طرف لب بام کوئی قمر طلعت اپنی چاند سی نگاہوں اور ہلال نما ابروؤں کا نظارہ دکھائے۔ مشیر کی وارفتہ مزاجی کے نہیں معلوم۔ گو شاید ایسی محرومی قسمت کا پتہ نہو کہ دیار یار میں بھی دو چاند کیسے ایک چاند بھی نظر نہ آوے۔ ایک کو ابر سیاہ چھپا دے۔ دوسرے کو حجاب بے جا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اس عید کو مشیر کے دل بدست کی بحضور فرحت آنکھوں نے دو چاند واضح دیکھے۔ پردیس میں تثلیثستان میں ہر سال آلو۔ اور ابالی مچھلی کے کہانے والوں میں کسی شامی مسلمان کو عید محرم سے کم نہیں ہوتی۔ لیکن اس مرتبہ ووکنگ شریف میں ہم آوارہ وطن مسلمانوں کو ایسی خاصی گہر کی سی عید نصیب ہوئی۔ گویا عید کا چاند واقعی ہم سب کو نظر آیا۔ گہر ہی کی طرح اچھے اچھے کپڑے زیب تن کئے۔ عید کا انتظام کیا۔ نماز ایک بڑی جمعیت کے ساتھ کہلی ہوئی جگہ ادا کی۔ بعد نماز حسب معمول ایک دوسرے سے محبت اور لطف سے بغلگیر ہوئے۔ ہم مصافحہ ہوئے۔ مولوی صدرالدین صاحب کی مہمان نوازی سے سوئیاں (لکھنؤ کی نہیں سہی) اور میں کچھ شک نہیں اگر اس مقام پر عید کی صرف اسی قدر خوشی میسر ہوتی وہ بھی قابل صد شکر و حمد ہوتی۔ لیکن صد ہزار احسان اس کردگار عالم کا ہے کہ اس ایک چاند سا ایک خوشی کے بجائے اس نے دوسرے چاند دوسری خوشیاں نصیب کیں۔ ایک چاند ایک خوشی دیکھتا تو گہر میں بھی نصیب ہوتا تھا۔ یہاں جو چاند دیکھا جو خوشی نصیب ہوئی وہ گہر میں کہاں میسر۔

ہم سینکڑوں مسلمان یہاں جمع تھے اور کیا دیکھتے تھے کہ اس ایک دن تو اسلام کا قبضہ اس جگہ کامل ہو گیا تھا۔ دور دور کے انسان مختلف رنگ مختلف مرتبہ۔ مختلف حیثیت مختلف قابلیت مختلف پیشہ مختلف انداز مختلف طریقہ معاشرت مختلف گہروں کے رہنے والے تھے۔ اور سبکے سب ایک رشتہ اخوت میں منسلک تھے۔ سب ایک خدا کی پرستش میں مصروف تھے۔ سب ایک ہی رحمۃ للعالمین کی محبت میں سرشار تھے۔ چاروں طرف سے تکبیر کی صدا بلند ہوتی تھی۔ جگہ جگہ سے کلمہ طیبہ کا آوازہ نکلتا تھا۔ نہ گورے کالے کا فرق تھا۔ نہ رئیس و دہقان کا امتیاز۔ ہندوستان کے شہزادے تھے۔ مصری پاشا زادیاں۔ انگریزی لارڈ ایرانی رئیس۔ افریقہ و ایشیا کے اہل علم تھے۔ یورپ کے اہل ہنر تھے۔ انگلستان بغداد شام وغیرہ وغیرہ کے زرعت پیشہ تجارت پیشہ۔ قطار در قطار سبکے سب ایک معبود حقیقی کے آگے رکوع و سجود بجا لا رہے تھے۔ اس شہر کے اور دور دور سے بھی لوگ اس نظارہ کو دیکھنے آئے تھے۔ بیسیوں تصویروں کے آلے اپنا کام کر رہے تھے۔ انگلستان کا تلون طبع موسم بھی مرعوب ہو گیا تھا۔ آفتاب ہفتوں بعد جلوہ آرائے فلک تھا۔ اور ہم زمین نشینوں کے جسموں اور دلوں میں بھی حرارت پیدا کر رہا تھا۔ اسلامی اخوت کا نظارہ دیکھکر لوگ دنگ تھے۔ حیرت تھی کہ یہ کیا افسوں ہے کہ رئیس دہقان کے دوش بدوش کھڑا ہے۔ انگریز ہندوستانی کو سلام علیک کہہ رہا ہے۔ غریب امیر سے بغلگیر ہو رہا ہے ایسا حیرت بخش نظارہ یہاں اس ملک میں تو اس سے پہلے کبھی بھی نظر نہ آیا تھا۔ اور واقف کاروں کا قول ہے کہ اور کسی ملک میں بھی نہ نظر آیا تھا۔ کچھ انگریزوں نے محبت سے پگڑیاں باندھی تہیں۔ کچھ نے ترکی ٹوپی لی تھی۔ نیمیں بھی علی الاعلان اسلامیت جتا رہی تہیں۔ ہندوستانی سپاہیوں نے اپنی خاکی میلی زردی اتار پہینکی تھی۔ اور سفید شلواروں میں فرض ادا کر رہے تھے۔ جسٹس عبدالرحیم صاحب ایک طرف عجز و انکسار سے کھڑے تھے۔ ہمارے دلی کے درویشی خاندان کے صوفی مصطفےٰ احمد صاحب اعلیٰ مارننگ پوسٹ میں تھے۔ مگر ہم صاحب (اسلامی نام شمس الدین ہے) اور چھوٹا بچہ ہیرلڈ (اسلامی نام قاسم رکھا گیا ہے) بگڑی اور قمیص اوسی صف میں ویسے ہی خشوع و خضوع سے کھڑے تھے۔ چونکہ عید اتوار کو نہیں ہوئی۔ اور یہاں سوا اتوار کے اور تعطیل ملتی نہیں۔ یہ ملک کسب و حرفت کا ملک ہے۔ یہاں لوگوں کو گہر میں موت ہو جانے پر بھی چھٹی نہیں ملتی۔ اس وجہ سے بہت انگریز مسلمان مرد اور عورت یہاں آسکنے سے معذور رہے ہاں بعض ایسے صادق الیقین انگریز مرد اور عورت تھے۔ کہ انہوں نے ایک دن کی تعطیل جس طرح بنی لے لی تھی۔

ہمارا جلسہ کے واقعات سے معلوم ہوا اور [illegible]

اس عید کا اثر یہاں کے لوگوں کے دلوں پر بہت گہرا پڑا۔ کبھی تو اہل لوگوں نے اسلام کا اعلان کیا ہے۔ بہت سے انگریز خود دریافت کر رہے ہیں کہ یہ تقریب اب پہر کب ہو گی۔ انگلستان کے ہر شہر میں تصویروں کے ذریعہ سے اسلام کا اعلان ہو گیا جو لاکھوں روپیہ صرف کرنے سے بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ سب خداوند کریم کا اپنا فضل ہے۔ اسکی مرضی ہوئی تو ایک عید نہیں ہر سال اس سے بھی زیادہ کامیابی سے عید ہوا کرے گی اور اسلام اور مسلمانوں کا بول بالا ہو گا۔ آمین

لیکن اس عید نے اس بات کو بھی دکھا دیا کہ ابھی یہاں کے مشن کی حالت ہرگز قابل اطمینان نہیں اور جس پیمانہ کا کام اوٹھایا گیا ہے اسکے پورا کرنے کے لئے جو سرمایہ ہے یا جو آمدنی ہوتی ہے ناکافی اور سخت ناکافی ہے۔ رسالہ کی چھپائی وغیرہ کا صرفہ بھی پورا نہیں ہوتا۔ اشاعت کافی نہیں ہو سکتی۔ ہمت کر کے عید کے سے جلسہ کر دیئے جاتے ہیں۔ یا یہاں بدھ اور اتوار کو مجمع کر لیا جاتا ہے۔ مگر مالی حالت اندیشہ ناک ہے۔ اب ضرورت تھی کہ اس عید کے اشتہار و اعلان سے فائدہ اوٹھا کر لندن میں بھی بار بار لیکچر وعظ وغیرہ کے ساتھ جلسہ ہوتے۔ قابل قابل لوگ مثل مسٹر یوسف علی صاحب یا پروفیسر لیون کے لیکچر دینے کو موجود ہیں۔ مگر مشکل روپیہ کی ہے۔ یورپ میں یورپ کے رہنے والوں کا خدا زر ہے یہاں روپیہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور ہمارے لئے روپیہ ہی کی کمی ہے۔ معلوم ہوا کہ پار سال یہاں جناب نواب صاحب بہاولپور سے اور سر آغا خان سے اور نواب عماد الملک بہادر سے اچھی اچھی رقمیں آگئی تہیں۔ امسال ایسی آمدنی کوئی نہیں ہوئی۔ ابھی والیہ بھوپال کا گراں بہا وظیفہ بھی نہیں پہونچا اور کام روز بروز بڑھ رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ اسلام کی حیثیت کا خیال رکھنا بھی تو ہے یہاں کے لوگوں کو یہ بھی تو معلوم ہے کہ اسلام کے شیدائی تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں کروڑوں ہیں۔ انکو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ مسجد انگلستان بھر میں تنہا واحد خدا کی پرستش کی جگہ ہے اور یہاں کے کام کرنے والے انگلستان بھر میں کل دنیا کے مسلمانوں کے قائمقام ہیں۔ اس سے ہمارے ہندوستانی بھائیوں کو شاید اندازہ ہو کہ یہاں کے کام کی ذمہ داری کس قدر اہم ہے۔ اور کس قدر زیادہ خرچ کی ضرورت ہے کہ اسلام کا نام نہ میلا ہو۔ مکان ہو تو صاف مسجد ہو تو صاف۔ اندر باہر ہر جگہ درستی اور رونق چاہیئے ذرا ذرا سے گرجے۔ لوگوں کے ذرا سے ذرا گہر سب یہاں صاف رہتے ہیں۔ اور قریب قریب سب کے آگے باغ۔ چھوٹے چھوٹے چمن درست

رہتے ہیں یہاں غریب مولوی اپنے کھانے پینے میں تو دال مولی کے پتوں کی بہاجی وغیرہ ہی کو رکھتے ہیں۔ مگر حیثیت کے لئے ایک مکان بھی رکھنا پڑتا ہے یہاں کے مالی صاحب ہی مدعا روپیہ ہفتہ یعنے ... روپیہ ماہوار لیتے ہیں۔ بالکل پر تشریف لاتے ہیں۔ وقت مقررہ سے ایک منٹ بھی زائد کام لو تو زائد مزدوری چاہتے ہیں بس خدا ہی اس کشتی کا پار کرانیوالا ہے۔ نا مامون سہروردی کو جب انہوں نے اشاعت اتحاد اسلام کا تخم بویا یہ خیال تھا کہ اس قدر جلد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ یہاں چاروں طرف سے بلند ہو جاویگا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ خواجہ کمال الدین صاحب کو بھی یہ امید تو نہ ہوگی کہ وہ معہ اپنے دو رفیقوں کے اس ذرا سے دیہات میں آکر ایسا تخم لگا دینگے۔ جو دو سال کے اندر ہی اندر ایسا بڑا پودا ہو جاویگا جسکی شاخیں انگلستان کے چاروں طرف تیزی کے ساتھ پھیلنا شروع کر دیں گی۔ کاش! خدا اس پودے کی آبیاری کا مناسب انتظام فرمادے آمین۔

جب میں اس مرتبہ کی عید کی صف در صف دیکھتا تھا۔ تو بیساختہ حمد خدا ادا کرتا تھا۔ کہاں یہہ مقام جسکو پانی نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ اور قوی سے قوی طاقت بھی جس کے اندر داخل ہونے سے عاجز تھی جہاں پادریوں نے اسلام کو ہوا اور دشمن بنا رکھا تھا۔ اب اسی ملک میں اس زور و شان سے اسلام داخل ہوا کہ عید کی نماز اسی طرح ادا ہوئی جس طرح کسی اسلامی مقام میں ہو سکتی ہے۔ لاکھ لاکھ شکر ہے۔ خدا مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اپنی پوری ہمت اسپر آمادہ ہو جاویں کہ یہاں اگر ہر شہر اور ہر قریہ میں نہیں تو بڑے بڑے شہروں میں تو ایک ایک مسجد ہو جاوے۔ ابھی تو خاص لندن میں بھی کوئی مسجد نہیں خدا ہر عید کو ہم سب کو یہاں اسیطرح دو دو چاند دکھایا کرے۔

عید بھی ہو۔ اشاعت اسلام بھی ہو آسمان پر ہلال عید کا جلوہ۔ زمین پر نور الاسلام کی روشنی۔ آمین۔

مشیر حسین قدوائی۔ بقلم عاجز ہلال نو احمد

نوٹ اور مبائیں

پیغام صلح میں تصاویر کا انتظام کیونکر ہو سکتا ہے

ووکنگ مشن کی بعض دلچسپ تصاویر نے جو اسلامک ریویو۔ ڈیلی گریفک سفیر۔ ٹائمز آف انڈیا وغیرہ میں شائع ہوئی ہیں۔ اور دیگر انگریزی و اردو اخبارات نے انکے خوشنما منظر کی اپنے اپنے پرچوں تعریف کی ہے۔ ناظرین پیغام صلح کے جذبات کو بھی اکسایا ہے۔ اور انہوں نے پیغام صلح کو ان مناظر عجیبہ سے خالی دیکھکر شکایتی خطوط لکھنے شروع کئے ہیں۔ جن میں سے ایک کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

"میری ایک برادرانہ شکایت قابل توجہ جناب منیجر پیغام صلح:۔

جناب من تسلیم۔ سنا گیا ہے کہ ہمارے نومسلم ولایتی بھائیوں کے مجمع کا فوٹو (جو عید الفطر ووکنگ میں شامل بجماعت ہوئے۔) اسلامک ریویو میں چھپا ہے۔ اس واسطے میں ایک برادرانہ شکایت کرتا ہوں کہ پیغام صلح کو اس نظارہ سے کیوں محروم رکھا گیا۔ چونکہ مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کے نقشہ جماعت دیکھنے کا کمال اشتیاق ہے۔ لہذا التماس ہے۔ برائے نوازش وہ فوٹو بہت جلد اخبار پیغام صلح میں بطور ضمیمہ شامل کئے جاویں تاکہ ہم بھی اپنے بھائیوں کی نصف ملاقات سے محروم نہ رہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آنجناب میری اس ناچیز تحریر کو خاص طور پر دل میں جگہہ دیکر مشکور فرمائیں گے۔ نیز امید کہ تمام خریداران پیغام صلح میری اس ناچیز رائے پر خاص طور پر روشنی ڈالیں گے۔ زیادہ والسلام"

راقم۔ . . . .

خریدار پیغام صلح۔

ناظرین پیغام صلح کی یہ شکایت اور ان کا اشتیاق بجا طور پر قابل توجہ ہے۔ لیکن اس میں ذرا خود اخبار کی مشکلات اور اپنی سہل انگاری کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ پیغام صلح میں ایسی تصاویر کا انتظام ہونا بیشک ضروری ہے۔ اور ہم اس کے اہتمام میں لگے ہی ہوئے ہیں۔ لیکن سب سے پہلے خود ایسے شائقین کا فرض ہے کہ اخبار کی اشاعت کو بڑھا کر اسکی مالی حالت کو اس قدر خوشگوار بنا دیں کہ اس میں نہ صرف ایسی تصاویر کا انتظام ہی مستقل طور پر ہو جائے بلکہ اس کے لئے ایسا مصالحہ فراہم کیا جائے۔ جو اسے علمی و ادبی ہر ایک اعتبار سے ملک کا بہترین مذہبی اخبار بنا دے۔ ہماری طرف سے حتی المقدور اسے عمدہ بنانے میں کبھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ اور آیندہ بھی ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے ناظرین کی سچی شکایات کے سننے اور ان پر غور کرنے کیلئے ہمہ تن گوش رہینگے۔ لیکن جن شکایات کا رفع ادا ایک زبردست مالی قربانی کیچاہتا ہے۔ (اور تصاویر کا انتظام ظاہر ہے کہ کسقدر اخراجات کو چاہنے والا ہے) ان کا دور کرنا خود قارئین کرام کا فرض ہے۔ ہم نے اس سے بیشتر بھی کہا ہے۔ اور اب پھر کہتے ہیں کہ اگر ہر ایک خریدار کم از کم چار ایسے نئے خریدار مہیا کر دے جو پیشگی چندہ دینے والے ہوں۔ تو اخبار کی خوبیوں میں بیش بہا اضافہ ہو سکتا ہے۔ بہرحال ووکنگ مشن کی تازہ تصاویر متعلقہ نماز عید کے لئے انتظام کیا جا رہا ہے جسکی تکمیل غالباً اور ایک ماہ تک ناظرین پیغام صلح کو تکلیف انتظار کی زحمت گوارا کرنی پڑیگی کیونکہ اس سے بیشتر تصاویر کی فراہمی بہت مشکل ہے۔

اخبار احمدیہ

۱۔ جہلم سے جناب شیخ قمر الدین صاحب سوداگر چشمہ تحریر فرماتے ہیں:۔ بروز اتوار مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۱۵ء فرقت ۸ بجے عصر لغایت ۱۰ بجے رات بمقام جہلم واقعہ میدان محلہ ملاحاں مسجد احمدیاں ہمارا جلسہ نہایت رونق سے ہوا۔ جسمیں مختلف فرقہ کے برادران اسلام اور سبابعین میں سے بھی چند اشخاص موجود تھے۔ ذیل کے اصحاب نے اپنے پُر تاثیر وعظ سے حاضرین اجلاس کو بہت محظوظ کیا۔

(الف) اسلام کا تمام مذاہب سے اعلےٰ و افضل ہونا (از جناب حافظ فضل احمد صاحب واعظ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔)

(ب) قرآن کریم کا تمام کتب سے اتم و اکمل ہونا۔ (از جناب مولوی فضل الٰہی صاحب پروفیسر اشاعت اسلام کالج لاہور)

(ج) محمد رسول اللہ کا تمام انبیاء سے افضل و اعلےٰ و خاتم النبیین ہونا۔ اور مسئلہ نبوت مسیح موعود کے متعلق بحث کہ مسیح موعود کا محض جزوی و ظلی و مجازی نبی ہونا (از جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ احمدی تشریف لاہور)

حاضرین اجلاس نے نہایت توجہ اور جوش قلبی سے واعظین کی تقریروں کو سُنا۔ رات کے وقت مستورات نے بھی وعظ سُنا۔ حاضرین اجلاس کی تعداد ۲۰۰ اور ۳۰۰ کے درمیان تھی مفصل رپورٹ پھر خدمت میں تحریر ہوگی۔

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ذیل کا

(اعلان برائے اشاعت ارسال فرماتے ہیں)

جمیع احمدی برادران کی خدمت میں ایک التماس

السلام علیکم۔ میری بیوی زاہد ہمشیرہ سماۃ فاطمہ سکینہ کا یکم ستمبر کو انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نہایت مخلص احمدی خاتون تھیں۔ آپ تمام بزرگان مرحومہ کی نماز جنازہ غائب پڑھ کر اس کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر اور اجر کی دعا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اور مجھ گنہگار کو مشکور فرمائیں۔ مرحومہ کے چھوٹے چھوٹے بچوں اور اس کی ضعیفہ والدہ کے لئے بھی دعا فرماویں جس کا اجر اللہ تعالےٰ دیگا۔ والسلام۔

خاکسار بشارت احمد غفرلہ اسسٹنٹ سرجن انکا پور

مسئلہ طلاق کے متعلق بعض اعتراضات کا جواب

(سلسلہ گذشتہ سے پیوستہ)

ایک اور اعتراض جو اسلام کے قانون طلاق پر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ اسلامی شریعت کے رو سے عورت کو طلاق لینے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اسلام میں جس قدر صراحت سے عورت کے حقوق اس معاملہ میں مذکور ہیں۔ انکے ہوتے ہوئے ایسی غلط فہمی کیونکر پیدا ہو گئی۔ اس کا میں کچھ جواب نہیں دے سکتا۔ مگر تعجب یہ ہے کہ مسٹر دلاور حسین باوجود اپنے اسلام کے بلکہ اسلام کی ترقی کے حامی ہونے کے دعوے کے بھی یہ کہتا ہے کہ جہاں اسلامی قانون طلاق مرد کو کھلی اجازت طلاق کی دیتا ہے عورت کو خواہ اسپر کتنا ہی ظلم ہو ایسا حق نہیں دیتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض کو تمام اسلامی مسائل سے ایک سی ہی ناواقفیت ہے پھر یہ کیسی حماقت ہے کہ باوجود جہالت کے اعتراض پر اعتراض کیے چلے جاتے ہیں۔ اعتراض سے پہلے کسی قدر قرآن شریف اور حدیث شریف سے واقفیت پیدا کر لی ہوتی۔ اس اعتراض کی تردید کے لئے اگر اور کوئی ثبوت ہم نہ بھی دیں تو وہی احادیث کافی ہیں جن کے حوالے اس سے پہلے فقرہ میں دیئے جا چکے ہیں۔ مثلاً اس حدیث پر غور کرو:۔

ایما امراۃ سالت زوجھا الطلاق فی غیر ما باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ۔ یعنے جو عورت بغیر کسی عذر یا تکلیف کے اپنے خاوند سے طلاق طلب کریگی۔ اسپر جنت کی خوشبو حرام ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو طلاق مانگنے کا حق حاصل ہے۔ اور اگر بلا وجہ وہ طلاق لے سکتی ہے جسکی ممانعت اس حدیث میں کی گئی ہے تو کافی وجہ کے ہوتے ہوئے اسے طلاق لینے سے کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے۔ ایسا ہی دوسری حدیث میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ ان اللہ لا یحب الذواقین والذواقات۔ اس میں جیسے ان مردوں کو ملامت اور ممانعت کی گئی ہے جو بلا وجہ بار بار طلاقیں دیتے اور نکاح کرتے ہیں ایسی عورتوں کو بھی کی ہے اس حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جیسا ناجائز استعمال طلاق کا مرد کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی عورتیں بھی کر سکتی ہیں۔ اور ذواقین اور ذواقات کے متعلق ایک ہی حکم بیان فرمایا ہے اس سے بڑھ کر وضاحت اور کونسے الفاظ سے ہو سکتی ہے۔ اگر عورتیں طلاق نہ لے سکتیں۔ تو یقیناً ان عورتوں کا وجود ہی دنیا میں نہ ہوتا جن کو ذواقات کے نام سے پکارا گیا ہے۔ مگر حدیث شریف کے الفاظ مردوں اور عورتوں کو ایک

ہی حیثیت میں بیان کرتے ہیں جس سے تمامتر صفائی یہ ثبوت ملتا ہے کہ جیسے مردوں کو ضرورت اور مجبوری کے وقت طلاق دینے کا حق شریعت اسلام نے دیا ہے ویسے ہی عورتوں کو بھی ضرورت اور مجبوری کے وقت طلاق لینے کا حق شریعت اسلام نے دیا ہے۔ . . . .

. . . .

اصل بات یہ ہے کہ اکثر ان صورتوں میں جب طلاق کی صورت پیدا ہو سکتی ہے اسلام نے وہ راہ تجویز کیا ہے جس سے کلی اختیار نہ مرد کے ہاتھ میں رہتا ہے نہ عورت کے ہاتھ میں۔ طلاق کی کثیر وجوہات آخر مرد و عورت میں نااتفاقی کی صورت پیدا کرتی ہیں۔ اور اگر نااتفاقی کوئی نہیں تو طلاق کی ضرورت بھی پیش نہیں آئیگی۔ مگر نااتفاقی کی صورت میں قرآن کریم نے نہایت صفائی سے الفاظ میں یہ فرما دیا ہے کہ حکم مقرر کرنے چاہئیں جن میں سے ایک مرد کے کنبہ میں سے ہو۔

اور ایک عورت کے کنبہ سے۔

اور انہیں کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا۔ جیسا کہ اس مقدمہ طلاق سے بھی ثابت ہوتا ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کے سامنے آیا تھا جس میں آپ نے حکم مقرر ہو جانے کے بعد مرد اور عورت دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ اب جو فیصلہ حکم کریں خواہ وہ صلح کا ہو اور خواہ طلاق کا تم دونوں کو قبول کرنا ہوگا۔ اب یہ طریقہ حکم مقرر کرنیکا کئی وجوہ کے لحاظ سے نہایت ہی پسندیدہ طریق ہے۔ کیونکہ اول تو مرد و عورت دونوں کے اختیار پر ایک روک واقع ہو جاتی ہے۔ اور کلی طور پر ان کے ہاتھ میں یہ بات نہیں رہتی۔ بلکہ جو حکم مقرر کئے جاویں انکے ہاتھ میں کل اختیار آجاتا ہے اور اس سے طلاق کے قانون کی بداستعمالی بڑی حد تک رک سکتی ہے۔ دوسری طرف عدالتوں میں چارہ جوئی کرنے سے دونوں فریق بچ جاتے ہیں اور اس لئے صلح کی امید بھی زیادہ ہوتی ہے اور اخراجات عدالت سے بھی سبکدوشی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ ایک روز مرہ تجربہ کی بات ہے کہ جونہی خانگی تنازعہ کی صورت نے نکلکر ایک تنازعہ کی نوبت عدالت تک پہنچتی ہے تو فریقین ایک دوسرے کے خلاف قانونی ثبوت پیدا کرنے کے لئے ہر طرح کے حیلوں سے کام لیتے ہیں جس سے کدورت باہمی اور بھی پیدا ہو جاتی ہے اور اصلاح قریباً ناممکن ہو جاتی ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ حکم خاوند اور عورت کے کنبہ میں سے ہونے کے سبب اصلی واقعات سے زیادہ باخبر بھی ہونگے اور ان کا فیصلہ بھی ایسا ہی ہوگا جس سے ہر دو فریق کی بہتری متصور ہو کیونکہ وہ اس امر پر عدالت

کی طرح مجبور نہیں کہ کسی قانونی نکتہ پر فیصلہ کا مدار رکھیں بلکہ عام اغراض نکاح اور فریقین کی بہتری کو مدنظر رکھکر عمدہ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اب یہ کس قدر جھوٹ ثابت ہوا . . . . . کہ مرد کے ہاتھ میں ہی کل اختیار طلاق کا ہے۔ اور عورت بالکل بیدست و پا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی سمجھدار آدمی ان باتوں سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد کبھی اسلام پر ایسا بیہودہ اعتراض نہیں کریگا۔

اس سے بھی صاف لفظ قرآن شریف میں موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرد اگر عورت کی طرف سے بے رغبتی کرے۔ یا اسپر ظلم کرے یا جھگڑے اور فساد کی صورت ہو تو عورت طلاق لے سکتی ہے۔ ان آیات کا جن میں یہ ذکر ہے پہلے ایک اور بحث کرتے ہوئے حوالہ دیا جا چکا ہے مگر اس مضمون کی اہمیت کی خاطر میں انکو دوبارہ نقل کرتا ہوں۔ اللہ تعالے اپنی حکیم کتاب میں فرماتا ہے

وان امراۃ خافت من بعلھا نشوزا او اعراضا فلا جناح علیھما ان یصلحا بینھما صلحا والصلح خیر۔ اور اس کے بعد فرماتا ہے۔ وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ (النساء۔ رکوع ۱۹۔ آیت ۱۲۸ تا ۱۳۰)

ان آیات کا ترجمہ حافظ نذیر احمد نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ "اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بی بی دونوں میں کسی پر کچھ گناہ نہیں کہ اصلاح کی کوئی بات ٹھیرا کر آپس میں صلح کر لیں اور صلح بہرحال بہتر ہے . . . . اور اگر میاں بی بی میں اصلاح کی کوئی صورت نہ بن پڑے اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے خزانہ غیب سے بے نیاز کر دیگا۔"

اس جگہ اللہ تعالے نے وہ صورت بیان کی ہے جب مرد کی طرف سے زیادتی ہو یا بے رغبتی ہو اور یہ ارشاد فرمانے کے بعد کہ پہلے کوئی صلح کی تجویز کریں کیونکہ صلح ہی بہتر ہے۔ فرمایا کہ اگر صلح نہیں ہو سکتی تو پھر انکے حق میں طلاق ہی بہتر ہے اور طلاق سے اللہ تعالے دونوں کے مفید مطلب کوئی صورت پیدا کر دیگا۔ اور اب اس سے صریح نص عورت کے حق طلاق پر اور کیا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ان الفاظ میں وہی صورت اللہ تعالے نے بیان فرمائی ہے جب عورت پر زیادتی ہو۔ اور اس کا آخیر علاج طلاق ہی بتایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ حدیث تو ایک طرف رہی مسٹر دلاور حسین کو کبھی قرآن شریف پڑھنے کا اتفاق بھی نہیں ہوا۔ پھر یہ کیسی حماقت ہے کہ قرآن شریف کے قانون طلاق کی بجائے جس میں عورت کے لئے چارہ جوئی کی ویسی ہی راہ موجود ہے جیسے مرد کے لئے معترض مسلمانوں کے لئے انگریزی قانون طلاق پسند کرتا ہے جس

ٹلہ اسکے ساتھ مسالۂ آگرہ کو بھی

میں عورت پر خواہ کتنا ہی ظلم ہوا سے طلاق کا حق نہیں پہنچتا۔ اسلام پر یہ بیجا اور جھوٹا اعتراض کہ عورت پر تشدد اور ظلم کی حالت میں بھی عورت کو طلاق نہیں ملسکتی اور عیسائیت کی یہ بیجا اور جھوٹی تعریف کہ اس کا قانون طلاق عمدہ ہے۔ یہ کس قسم کا اسلام ہے۔

اس مفصل بحث کے بعد کچھ ضرورت باقی نہیں رہی کہ میں ان تمام نظایر کو پیش کردں۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں وقوع میں آئیں اور جن کا تذکرہ اتفاقاً احادیث میں آگیا ہے۔ اتنا کہدینا کافی ہے کہ ناموافقت مزاج تشدد اور ظلم وغیرہ اسباب کی وجہ سے عورتیں طلاق حاصل کرسکتی تھیں کیونکہ یہ حق صاف الفاظ میں ان کو قرآن کریم میں دیا گیا تھا۔ اور خود وہ حدیثیں جو عورتوں کو قانون طلاق کے ناجائز استعمال سے روکتی ہیں۔ یہی ثابت کرتی ہیں۔ نہ ہی میں نے کھینچ تان کر یہ منشا ر قرآن کریم کے الفاظ سے نکالا ہے بلکہ صاف اور سیدھے الفاظ ہیں۔ جن کا ترجمہ خود انگریزوں اور دوسرے لوگوں نے بھی کیا ہے۔ اور تمام مسلمان فاضلوں کا ہمیشہ سے اسی بات پر اتفاق رہا ہے۔ یہ بھی سچ نہیں کہ عورت بغیر قاضی کے طلاق حاصل نہیں کرسکتی بلکہ عموماً ایسے واقعات طلاق کے عدالتوں سے باہر ہی ہوتے تھے۔ اور ہوتے ہیں۔ چنانچہ خلع کے باب میں صحیح بخاری میں یہ صاف الفاظ موجود ہیں۔ کہ واجاز عمر الخلع دون السلطان یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے خلع کی اجازت بلا وساطت سلطان یعنے حاکم کے دی۔ قرآن کریم میں اس کے متعلق صرف وہی احکام موجود نہیں جو اوپر ذکر کئے گئے۔ بلکہ بہت جگہ اس مضمون کو اس پاک کتاب نے ادا فرمایا ہے۔ اور اسی لئے کسی مسلمان نے آجتک اس مسئلے میں اختلاف نہیں کیا۔ سوائے ایسے اختلاف کے جو ناواقفیت سے پیدا ہوا ہو۔ چنانچہ کہیں تو یہ فرمایا کہ عاشروھن بالمعروف بیبیوں کے ساتھ بہت نیکی کا سلوک کرو اور کہیں یہ حکم دیا۔ فامسکوھن بمعروف یعنی اگر عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھو تو نیک برتاؤ کے ساتھ رکھو۔ اور پھر فرمایا ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ ولا تتخذوا ایت اللہ ھزوا (البقرہ۔ رکوع ۲۹۔ آیت ۲۳۲) اور ایذا دہی کے لئے انکو اپنی زوجیت میں نہ رکھنا کہ پھر زیادتی کرنے لگو اور جو ایسا کریگا وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ اور اللہ کے احکام کو ہنسی کھیل نہ سمجھو"۔ اس جگہ قرآن کریم تنبیہ فرماتا ہے کہ تمہیں جو احکام عورتوں کے متعلق دیئے گئے ہیں۔ یہ کوئی ہنسی کھیل نہیں کہ ان کی خلاف ورزی پر گرفت نہ ہو گویا مسلمانوں کو ہدایت فرماتا ہے کہ ان احکام کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے اور جو کوئی خلاف ورزی کرے اسے مستوجب سزا قرار دیا جاوے۔ پس قرآن کریم کے نزدیک یہ امر سخت ممنوع ہے کہ عورتوں کو ایسی صورت میں رکھا جاوے کہ انپر کسی قسم کا ظلم یا تشدد ہو یا انکو کسی طرح پر ایذا دیجاوے ایسی صورت میں اگر حسن سلوک کا برتاؤ کسی طرح پر ممکن نہ ہو تو طلاق کا حکم ہے۔ ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ اسلام روا نہیں رکھتا کہ کسی انسان کو کسی طرح کا دکھ دیا جاوے یا دوسرے انسان کو دکھ دینے سے روکا گیا ہے۔ تو بیبیاں سب سے پہلے حقدار ہیں کہ ان کو دکھ نہ دیا جاوے بلکہ یہانتک فرمایا ہے کہ خیرکم خیرکم باھلہ یعنی اچھا وہی ہے جو اپنے اہل سے اچھا ہے۔ میری سمجھ میں بالفعل اس قدر بحث اس مضمون پر کافی ہے ضرورت ہوئی تو آیندہ اور بحث اسپر کی جاوے گی +

روح انسانی کا منتہائے ترقیات

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

بائیسکل کی سواری جن لوگوں کو آتی ہے وہ جانتے ہیں۔ کہ شروع شروع میں اپنے جسم کا وزن درست رکھنے میں کتنی دقتیں پیش آتی ہیں اور ہر مرتبہ ایک نیا ارادہ صرف کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ابھی مشق کے بعد یہ حالت ہے کہ احباب سے گفتگو میں مشغولیت کے ساتھ کئی کئی میل سائیکل پر بیٹھے مگر اس کی طرف سے غافل چلے جاتے ہیں اور اپنی سواری کے متعلق کہیں بھی قوت ارادی کی مداخلت کی ضرورت نہیں ہوتی سب سے واضح مثال چلنے کی ہے۔ ہم سب کو اپنے بچپن کا زمانہ یاد ہوگا جب ہم چلنا سیکھتے تھے۔ اسوقت کس اہتمام اور کوشش کے ساتھ ایک ایک قدم سنبھالکر اٹھاتے تھے۔ لیکن اب کیا حال ہے اب ہم جب چلنا چاہتے ہیں تو ابتداءً بلاشبہ ارادہ ذہن میں قائم کرتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد یا کبھی ہمراہی کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یا خود کسی فکر میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ غرض اپنے چلنے کی طرف ارادہ کیا معنے توجہ تک نہیں کرتے باایں ہمہ قدم ہیں کہ بغیر ہماری توجہ اور ارادہ کے ازخود اٹھتے چلے جاتے ہیں +

مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ فطرت نے جہاں کمال فیاضی کے ساتھ نظام عصبی میں استعداد تغیر ودلیعت کی ہے وہاں یہ کمی بھی رکھدی ہے کہ اس قابلیت کو ثبات عطا نہیں کیا۔ سن میں زیادتی کے ساتھ ہی اس استعداد میں انحطاط ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ پیرانہ سالی میں یہ لچک بالکل جاتی رہتی ہے اور عادات کے آگے قوائے فطرت بالکل ماند پڑ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سن رسیدہ افراد نئی عادات نہیں سیکھ سکتے۔ بخلاف اسکے بچپن میں یہ قوت منتہائے کمال پر ہوتی ہے اسی لئے بچوں کو نئی عادات سکھانے میں نہایت سہولت ہوتی ہے۔ اور انہی وجوہ کو مدنظر رکھکر اسلام نے دس سال کے بچے پر ہی دن میں پانچ دفعہ خدا کی یاد فرض کردی۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہا۔ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حکم کرو اپنی اولاد کو نماز کے واسطے جبکہ وہ سات برس کے ہوں۔ اور اگر دس برس پر پہنچکر نماز کو چھوڑیں تو ان کو مارو اور ان کی خوابگاہیں جدا کردو۔

آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ اگر کسی ہندوستانی بچہ کو بچپن ہی میں کوئی انگریز معلم ملجاتا ہے تو اسے انگریزی زبان پر کسقدر قدرت حاصل ہوجاتی ہے۔ مگر بخلاف اس کے جو لوگ اپنی عمر کا کثیر حصہ گذار کر انگریزی زبان سیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ خواہ کتنے ہی باقاعدہ اصول پر تعلیم حاصل کریں مگر ان کا تلفظ کبھی ٹھیک نہیں ہوتا۔ جسکی صاف وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اسوقت اکتساب عادت شروع کیا۔ جبوقت کہ ان کے عضلات موٹے پڑ چکے تھے اور ان کے اعضاء کی لچک وقابلیت فطرتی صلابت وکرختگی سے مبدل ہوچکی تھی۔ اسوقت چاہے وہ کتنا بھی زور لگا دیں مگر [illegible] کامیاب نہیں ہوسکتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس حالت کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

ولیست التوبۃ للذین یعملون السیات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الئن ولا الذین یموتون وھم کفار اولئک اعتدنا لھم عذابا الیما۔

اور نہیں توبہ قبول ہوگی ان لوگوں کی جو کرتے جاتے ہیں برائیاں یہاں تک کہ ان میں سے ایک کو موت آجاتی ہے کہتا ہے کہ اب تحقیق میں نے توبہ کی اور وہ لوگ جو کافر ہی رجاتے ہیں۔ ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔۔۔۔ موت کے معنے یہاں نظام عصبی کی موت ہے۔ گویا جسوقت کہ نظام عصبی کی تمام لچک جاتی رہتی ہے۔ اسوقت نہ وہ اپنی بری عادات کو چھوڑ سکتا ہے۔ اور نہ اچھی عادات اختیار کرسکتا ہے۔ پھر اگر توبہ کی تو کس کام کیونکہ

تیماپور سے ایک خط

ذیل کا خط چند یوم ہوئے ہمیں تیماپور سے برائے اشاعت موصول ہوا تھا۔ جو بوجہ عدم گنجائش جلد شائع نہ ہو سکا۔ اس خط میں جماعت محمودیہ اور مولوی عبد اللہ صاحب تیماپوری کے درمیان اس کشاکشی کا حال مندرج ہے جو بر موقع عید الفطر واقع ہوئی۔ نیز یہ امر بھی قابل نوٹ ہے کہ مولوی عبد اللہ صاحب معہ اپنے تین سو مریدین کے نبوت مسیح موعودؑ اور مسئلہ کفر و اسلام میں ہمارے ہی ہم عقائد ہیں۔ ہم اس خط کو بغیر کسی قسم کی رائے زنی کے درج کئے دیتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مولوی عبد اللہ صاحب کے بقیہ عقائد متعلقہ دعوے قدرت ثانیہ کی بھی اصلاح فرما دے اور وہ اپنے دعوہائے پیری سے دست بردار ہو کر حسب وصیت مسیح موعودؑ ملکر کام کرنے میں ساعی ہوں۔

عالیجناب اڈیٹر صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خاکسار کے مندرجہ ذیل مضمون کو اپنے اخبار گوہر بار میں جگہ دے کر اخبار کی دس کاپیاں احباب میں تقسیم کرنے کے لئے بذریعہ وی پی مرحمت فرمائیں۔

(خاکسار عبد الرحمٰن بن غلام رسول)

واقعات عید الفطر فرقہ احمدیہ ساکنان موضع تیماپور

موضع تیماپور علاقہ حیدرآباد دکن میں احمدیوں کی ایک مسجد ہے۔ جس کے پیش امام قدیم سے مولوی محمد عبد اللہ صاحب ہیں۔ تین سو کے قریب احمدی ہیں۔ ان میں تین مکان والے آٹھ دس نفر محمودیہ عقائد کے پابند ہیں:۔ غیر احمدی کافر ہیں۔ مرزا صاحب نبی ہیں۔ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنا حرام ہے۔ مولوی صاحب کی جماعت والے ان تمام باتوں کو افراط اور غلو جانتے ہیں۔ تین سال سے یہ محمودیہ ٹولی پہلے تو مسجد سے الگ ہو کر کل نمازیں ایک مکان میں ادا کرتی رہی۔ حال میں یہ لوگ پھر مسجد میں شرارتاً داخل ہو کر اپنا ایک امام مقرر کر کے پڑھنے لگے ہیں۔ اور جمعہ کی نماز مولوی صاحب کی جماعت کے پڑھنے کے بعد پڑھا کرتے ہیں۔ عید الفطر کے روز محمودیہ ٹولی کی فریاد پر پولس کی طرف سے مسجد میں اشتہار چسپاں کیا گیا۔ کہ جب تک پولس کا انتظام نہ ہو کوئی فریق مسجد میں نماز نہ پڑھنے پائے دس بجے کئی جوان پولس کے معہ دفعدار صاحب مسجد میں آکر کہنے لگے کہ پہلے مولوی صاحب کی جماعت ایک گھنٹہ میں نماز پڑھکر الگ ہوں۔ مصلیان مع مستورات احمدی وغیرہ کے تین چار سو کے درمیان تھے۔ نماز کی تکبیر ہونے کو تھی۔ دفعدار صاحب نے امام کے پاس جا کر کہا۔ کہ مخالف لوگ آدھے گھنٹہ میں نماز سے فارغ ہونیکا اقرار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ پہلے ہم پڑھیں گے۔ مولوی صاحب نے کہا۔ صفیں تیار ہیں۔ فقط دو رکعت نماز پڑھکر الگ ہوتے ہیں۔ بعد میں وہ لوگ پڑھ لیں۔ محمودیہ پارٹی فساد پر آمادہ ہوئی تو دفعدار صاحب نے کہا۔ مولوی صاحب ذرا ٹھہر جائیے۔ جب تک امین صاحب نہ آئیں۔ کوئی فریق نماز نہ پڑھیں۔ سب نمازی بیٹھ کر ذاکرہ پڑھتے رہے بارہ بجنے کے قریب امین صاحب کوتوالی تشریف لائے فرقہ محمودیہ کو فساد پر آمادہ دیکھکر انھیں کے اصرار پر ہر دو فریق کو نماز عید پڑھنے کی ممانعت کی چونکہ وقت بھی گذر گیا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا جمعہ کی نماز تو پڑھنے کی اجازت دی جائے گھڑیال دیکھی گئی بارہ بج چکے تھے۔ نماز جمعہ ادا ہونے تک محمودیہ فرقہ کے لوگ مسجد کے باہر بیٹھے رہے۔ مولوی صاحب نے اس جمعہ میں جو خطبہ پڑھا وہ بہت ہی موثر و قابل غور ہے۔ وہ یہ ہے:۔

خطبہ۔ اما بعد۔ قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ اور صاحب امر کا کہا مانو۔ اور اگر جھگڑو تم بیچ کسی چیز کے پس پھیر دو اسکو طرف اللہ کے اور رسول کے اگر تمکو ایمان کا دعویٰ ہے اللہ پر اور آخرت پر۔ اس آیت پاک میں اللہ پاک نے ایمان والوں کو اپنے اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم کرتے ہوئے اولے الامر کا حکم ماننے کی تاکید کرتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کو ہر ایک ایمان دار جانتا ہے لیکن اولوالامر کون ہیں۔ اس کی تفسیر معلوم کرنا ضرور ہے۔ خاکسار کی تحقیق میں صاحب امر سے مراد حاکم الوقت ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے بعد حاکم الوقت کی فرمانبرداری فرض ہے۔ اولے الامر کی تفسیر۔ آیت قل الروح من امر ربی سے واضح ہوتی ہے۔ یعنی اے نبی تجھ سے روح کی حقیقت کا سوال کرتے ہیں تو کہدے کہ روح میرے پروردگار کا حکم ہے۔ حکم کی حقیقت جاننے کے لئے اولے الامر کی مثال سب سے زیادہ روشن ہے۔ مثلاً بادشاہ وقت اگر کسی شخص کو یہ کہدے کہ تم ہمارے وزیر بنجاؤ۔ تو اس حکم کے ساتھ ہی کن فیکون کیطرح آناً فاناً وزیر کے وجود میں اس قدر قدرت کی روح آجاتی ہے کہ وہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں انتظام کر سکے نکتہ توحید یہ ہے۔ کہ اس امر کن سے بادشاہ کے وجود میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ نہ وزیر کا وجود کچھ گھٹتا بڑھتا ہے لیکن حکم شاہی کی تاثیر نے وزیر کو ممالک محروسہ کا حاکم بنایا۔ اسی طرح روح کی حقیقت کو جان لو۔ کہ وہ ایک خدا کا حکم ہے۔ اس کے حکمی اثر سے انسان کے وجود میں اپنے سارے بدن پر حکومت کرنیکا عہدہ آجاتا ہے۔ غور کرو۔ ایک ظل اللہ بادشاہ کے ہو کہنے سے ایک معمولی انسان صوبہ دار یا تعلقدار ہو کے اپنے علاقہ میں رعایا پر حکومت کرنے لگتا ہے۔ اور اس کے وجود میں ایسی طاقت و قدرت کی روح آجاتی ہے کہ مجرم کو سزا دیں کسیکو جرمانہ کریں یا سرکاری خزانہ سے اپنے اقتدار کے موافق خرچ کریں۔ یہاں تک کسی شخص کے قصاص میں جان سے مارنے کا حکم بھی دے سکتے ہیں ہاں جب بادشاہ اپنے حکم کو واپس لیتا ہے۔ تو وہی تعلقدار صاحب کا وجود ایسا بیکار ہو جاتا ہے کہ ایک بیگار بھی اس کے حکم سے نکلنا دشوار ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ کل رعایا پر حکومت کرے اسلئے جب تک وہ اولی الامر کے مرتبہ پر قائم ہوں۔ حسب الحکم قرآن انکی فرمانبرداری ہم پر فرض ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ آج ہم نے نماز عید الفطر جو چھوڑی ہے وہ حسب الحکم اولی الامر منکم قرآن شریف کی اطاعت میں حاکم الوقت کی فرمانبرداری کو فرض جانکر ہی چھوڑی ہے۔ آخر ہمارے نماز روزہ کی یہی تو غرض ہے کہ خدا ہم سے راضی ہو۔ اور خدا تعالیٰ مفسدوں سے ہرگز راضی نہیں ہوتا۔ ان اللہ لا یحب المفسدین ہماری جماعت کثیر جو اس وقت تین چار سو کے قریب موجود ہے۔ پولس کے حکم کو ٹال کر جلدی سے دو رکعت نماز پڑھ لیتی تو ممکن تھا اور قانون سرکار سے بھی خلاف نہیں تھا۔ چونکہ ہم لوگ حسب عملدرآمد اول نماز پڑھنے کے حقدار تھے۔ لیکن وہ نماز فساد پر مبنی ہوتی اور خدا بھی راضی نہ ہوتا۔ خدا کے فضل سے جمعہ اور عید ایک ہی دن میں آئے ہیں۔ خطبہ تو آپ لوگوں نے سن لیا۔ دو رکعت عید جمعہ کی نماز بھی پڑھ لی تو ہماری عید ہو گئی رہی عید الفطر کی دو رکعت سنت وہ بھی الگ پڑھ لیں تو بہتر ہے۔

افسوس ہے ہماری مخالف پارٹی کی نماز جمعہ ہمارے پڑھنے کے بعد پڑھ لیں تو ہو جاتی ہے لیکن عید کی نماز بغیر اول پڑھے کے نہیں ہوتی۔ ان کو تو پڑھنے سے چھوڑنا ہی بہتر ہے خدا جانتا ہے۔ اُن کی اور ہماری نیت کیا ہے۔ اور کون مفسد ہے۔ اور کونسی جماعت اللہ کی یاد سے مسجد سے روک کر خدا کے یہاں ظالم قرار پائی ہے آج ہم اپنی جماعت سے بہت ہی خوش ہوئے کہ باوجود کثیر ہونے کے دس گیارہ آدمی کی شرارت

پر اپنے امام کی اطاعت میں نماز کو خیر باد کہا۔ گو بہت بڑا ظلم ہؤا۔ تاہم ہمکو رنجیدہ نہونا چاہئے۔ چونکہ حاکم وقت کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ اور ہم کو جماعت کثیر کے ساتھ جمعہ کی عید نصیب ہوئی ہے۔ جو فرض ہے۔ نماز عید تو سنت ہے یا فرض کفایہ۔ یہ عید کا دن اور حاکم الوقت کی فرماں برداری ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گی۔

اس نصیحت کو خوب یاد رکھو۔ جیسا ہم دنیاوی حاکم سے ڈرتے ہیں۔ اُس سے بڑھکر اُس احکم الحاکمین سے ڈرنا چاہئے۔ جو ہر حال میں ہمارے نزدیک ہے۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے ہر ایک دل کے وسوسہ کو جانتا ہے۔ ہماری جان سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ جو چیز زیادہ نزدیک ہوتی ہے وہ نظر نہیں آتی مثلاً ایک رائی کا دانہ لو۔ آنکھ کے کسقدر فاصلہ سے تمکو نظر آئیگا۔ لیکن جس آنکھ سے دیکھتے ہو۔ اسی آنکھ میں ڈالدو تو بالکل نظر نہ آئیگا۔ کیونکہ وہ بہت ہی نزدیک ہوگیا۔ اللہ پاک فرماتا ہے۔ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید اور ہم بندے کی رگ جان سے بھی نزدیک ہیں۔ باوجود اسقدر قرب ہونے کے ہم اپنے مالک کو نہ پہچانیں۔ تو یہ عرفان حق کی نابینائی ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے۔ من کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الاخرۃ اعمٰی جو اس جہان میں عرفان حق سے اندھا ہے۔ وہ آخرت میں بھی اندھا ہے گا۔ اس عرفان کی نابینائی کے کئی درجے ہیں۔ مثلاً ایک سوئی دو بام کے فاصلہ پر دو شخصوں کو نظر آتی ہے لیکن چار بام کے فاصلہ پر ایک کو نظر آتی ہے۔ دوسرے کو نہیں دوسرا شخص پہلے شخص کے مقام میں باوجود بینائی کے اندھا ہے۔ اسی طرح صالحین کے مقام میں عوام اندھے ہیں۔ شہید کے مقام میں صالحین اندھے ہیں۔ صدیق کے مقام میں شہید اندھے ہیں۔ نبیوں کے مقام میں صدیق اندھے ہیں۔ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام میں کل نبی اندھے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف مشکوٰۃ میں موجود ہے۔ سرورکائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا قائد المرسلین یعنی میں مرسلین کی لاٹھی کو پکڑکے کھینچنے والا ہوں۔ قائد کہتے ہیں نابینا کی لاٹھی کو پکڑکے اُس کی راہبری کے لئے آگے چلنے والا۔ یہ ہے مرتبہ اُس محبوب خدا صلعم کا۔ جو شخص کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سچے دل سے اقرار کرتا ہے۔ اس کے دل میں عرفان حق کی بینائی آجاتی ہے۔ ایسے شخص کو مطلق اندھا قرار دینا عرفان حق کی و مدارج اسلام کی نابینائی ہے۔ ہم کلمہ گو مسلمانوں کو ہرگز

کافر نہیں کہتے۔ اور نہ مرزا صاحب کو نبی حقیقی مانتے ہیں۔ البتہ ان کو ظلی نبی و امام الزمان و مامور من اللہ مانتے ہیں۔ یہی ہمارا دعویٰ ہے۔ ہر ایک شخص جو دین اسلام میں داخل ہوکے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے۔ وہ ظلی نبوت محمدی سے اپنی حیثیت کے مطابق ضرور حصہ پاتا ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں مرتبہ ولایت کہتے ہیں۔ اللہ ولی الذین امنوا اللہ کے ولی ایمان والے ہی ہوتے ہیں۔ لیکن ایمان کے کئی مراتب ہیں۔ مامور من اللہ اول المومنین ہوتے ہیں۔ اسلام دائرہ اسلام کی حد بہت وسیع ہے۔ من قال لا الہ الا اللہ فقد دخل الجنۃ پھر اس کو جو کلمہ گو ہو کافر کہنا اور دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ میں نے جو لوگ غیر احمدی کو کافر جانتے ہیں ان سے پوچھا تم غیر احمدی کو کافر کہتے ہو پھر اُن سے وقت ملاقات سلام علیک کرتے ہو کیا کافروں سے سلام درست ہے۔ یا یہ تمہارا نفاق ہے۔ تو کچھ جواب نہ ملا۔ اللہ بچادے۔ ہر ایک فساد کی راہ سے بارک اللہ لنا ولکم فی القراٰن العظیم ونفعنا و ایاکم بالایات و ذکر الحکیم۔

میاں صاحب کے اشتہار تبلیغ احمدیت پر ایک نظر

مداہنت و منافقت جیسی رذیل ترین بیماریاں یونتو جب کسی میں بھی پائی جائیں اسکی کمینگی اور رذالت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ لیکن وہ شخص جو ایک جماعت کا امام۔ واجب الاطاعت پیر اور مسیح موعود کا جانشین ہونیکا مدعی ہو۔ جسکو اُسکی جماعت انکے تمام افعال کا دنیا میں اور خدا کے نزدیک ذمہ دار گردانتی ہو۔ جب اس فعل شنیعہ کا علی الاعلان مرتکب ہو۔ اور گھر میں بیٹھکر تو بڑے زور و شور سے الفاظ منقولہ بالا میں اپنے عقیدہ اور طرز عمل کا اظہار کرے اور اسکا خلاف کرنیوالیکو مسیح موعود کی ہتک کرنیوالا قرار دے کر فاسق و منافق کے خطابات دے۔ لیکن باہر جب اسی طرز عمل کے ظہور کا وقت ہو۔ تو اسکے خلاف راہ پر قدم مارے۔ اور صریح طور پر وہی راہ اختیار کرے جو اُس کے نزدیک فاسقوں اور منافقوں کی راہ تھی ایسے شخص کی مداہنت و منافقت پر ہم تو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اسی کی جماعت اور پیر پرستاروں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ فتوی صادر نہ ہونا چاہئے میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ ٹھہرایا۔ تمام مسلمانوں کو کافر بنایا۔ اپنے بھائیوں اور بزرگوں کا اسلسلہ پر فسق و مداہنت کے فتوے

صادر کئے۔ اور صاف طور پر یہ لکھا کہ :۔

اسی طرح اگر حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور آپ کے درجہ کے متعلق سوال ہو تو ہم مجبور ہونگے۔ کہ بتائیں کہ آپ کا آخری درجہ نبی بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلی نبی ہونا تھا۔ پس جو لوگ آپ کا آخری درجہ مجددیت اور محدثیت کو قرار دیتے ہیں۔ ان کی غلطی خود حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔

لیکن خدارا سوچو کہ وہی میاں صاحب آج کیوں اسی فسق و مداہنت کے مرتکب ہو رہے ہیں جسکا ملزم ہمیں ٹھہرایا جاتا ہے۔ کیا اس میں صریح طور پر عقلمندوں کے لئے ایک سبق نہیں۔ میں جماعت احمدیہ کے دانشمند احباب کو میاں صاحب کے اس اشتہار کیطرف جو گذشتہ دو اشاعتوں میں شائع ہؤا ہے۔ توجہ دلاکر انہی کے مندرجہ بالا الفاظ سے اسکا مقابلہ کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ آہ! ہم حیران ہیں کہ ایکطرف تو حضرت اقدس کو بطور مجدد پیش کرنے سے محمد علی اور کمال الدین منافق ٹھہرتے ہیں اور دوسری طرف وہی مکفر مسلمانان جب میدان میں نکلتا ہے۔ تو صاف طور پر انہیں مجدد کرکے بیان کرتا ہے۔ اور اس کی مسیحیت کو بھی کسی برتری کا باعث نہیں۔ بلکہ محض تردید عیسویت کا موجب قرار دیتا ہے۔ اور بطور نبی کے پیش کرنا تو کجا۔ وہ ظلی و بروزی یا مجازی نبی ورزوی تک کا بھی نام نہیں لیتا۔ وہ گھر میں بیٹھکر مسلمانوں کو کافر ٹھہراتا ہے۔ اور انہیں مسلمان کہنے والوں کو منافق۔ لیکن ان کے منہ پر نہیں صرف موت جاہلیت کا مورد قرار دیتا ہے۔ اور ہرگز نہیں کہتا۔ کہ تم اپنے ایمانوں کی فکر کرو۔ کیوں اسے نہ ماننکر کافر بن رہے ہو۔ کیا یہ صریح متضاد نتائج جو قادیانی گدی نشین کے اندرونی و بیرونی طرز عمل سے ہویدا ہیں۔ جماعت کے عقلمند احباب کی توجہ اور غور و فکر کے قابل نہیں۔ سچ ہے۔ ؎

واعظاں چوں جلوہ بر محراب و منبر میکنند
چوں بہ خلوت میروند آن کار دیگر میکنند

اے کاش کوئی ان پر غور کرکے صحیح نتیجہ پر پہونچ جائے ✱

دحضرت خواجہ صاحب مورخہ ۲۱ ستمبر کی صبح کو لفضلہ تعالےٰ لاہور میں تشریف فرما ہوئے۔ انجمنا حضرت ممدوح ۱۵ یوم تک اس جگہ قیام پذیر ہونگے ✱

خلیفہ رجب الدین صاحب پرنٹر۔ پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

شملہ ۲۳ ستمبر۔ ہز ایکسلنسی وائسرائے کو سکرٹری آف سٹیٹ کی طرف سے ذیل کا برقی پیغام مورخہ ۲۱ ستمبر موصول ہوا ہے:۔

روسی جرمن پیشقدمی کا شدت سے مقابلہ کر رہے ہیں اور اپنی تدریجی پسپائی کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ایک روسی اطلاع مظہر ہے۔ کہ غنیم کی گولہ باری زیادہ شدید صورت اختیار کر گئی ہے۔ اور ریگا کے علاقہ میں دریائے اکا پر معرکے وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ ایک خونریز معرکے کے بعد روسیوں نے ان خندقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ جو جیکب سٹیٹ کے مغرب میں ریلوے لائن کے متصل ہیں ڈونسک کے ۱۱ میل جنوب و مغرب کو شدید معرکے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ اور روسیوں نے وڈزی سے جو ڈونسک سے ۳۰ میل عین جنوب میں اور ڈونسک ولنا ریلوے سے مشرق کو ہے۔ غنیم کو نکالدیا ہے۔ مولوڈ کنو کے شمال مغرب میں جو ولنا اور ڈونسک کے مابین ہے۔ ولنا کے راستوں پر قبضہ کرنیکے لئے لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ اور روسی سپاہ کے رویہ سے نہایت تکلیف دہ حالات میں عدم پریشانی اور تیقین کا اظہار ہوتا ہے ولنا لیڈا ریلوے اور دریائے شارا کے مشرقی کنارے پر حالت جوں کی توں ہے۔ کوول سے ۲۴ میل مشرق کو اور لزک سے ۱۲ میل شمال کو جنگ ہو رہی ہے۔ مغربی رزمگاہ سے مزید شدید گولہ باری کی خبر موصول ہوئی ہے۔

اطالوی اپنے توپخانہ کی گولہ باری سے آسٹریوں کو سطح مرتفع کارسو پر ایک جنگل میں سے نکال دینے پر قادر ہو گئے ہیں۔

سر آین ہیملٹن نے ایک رپورٹ میں مئی اور جون کی درہ دانیال کی جنگی کارروائیوں کو بیان کیا ہے۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آسٹریلیا اور نیوزیلنڈ کے بریگیڈوں کی جانبازانہ شجاعت خاص تعریف کے قابل ہے۔ لکھا ہے کہ خشکی پر اترنے کی ابتدائی کارروائیوں کے بعد کھلے میدان میں فوجی چالوں کی جنگ نے محاصرہ کی جنگ کی جگہ لے لی۔

ایک واقعہ کا خاص طور پر تذکرہ درج تھا۔ "گورکھا ملف سکاولش" کے چھٹے گورکھا نے ایک حملہ کیا۔ گورکھے سمندر کی جانب اتر کر شکستہ زمین میں سے ساحل کے ساتھ ساتھ عمودی چٹانوں پر ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل بڑھے۔ میجر جنرل ایچ ڈبلیو کاکس کمانڈر ۲۹۔ انڈین انفنٹری بریگیڈ لفٹنٹ کرنل سی جی بروس اور میجر الیف اے ونٹرلے حسن انتظام اور تیاریوں کی بدولت کامیابی نصیب ہوئی صرف قابل عبور ساحلی مقامات ہی ناقابل عبور چٹانوں کے سلسلہ کو چھوٹی چھوٹی اور تنگ جگہوں پر منقطع کرتے ہیں۔ گولہ باری کی تباہی اور ہلکے جہازوں اور چھوٹی کشتیوں کی بربادی نے ہماری فوجی باربرداری کی قابلیت میں مشکل پر مشکل پیدا کر دی علاوہ ازیں غنیم کی آبدوز کشتیوں کے وارد ہو جانے نے ہمارے ہر ایک خطرے اور مشکل میں اور بھی اضافہ کر دیا اس کارروائی کا خالص ماحصل یہ تھا کہ ہم نے بالاستقلال زمین حاصل کر لی۔

لوائے میرینگ کا دوسرا مرحلہ

شملہ ۲۴ ستمبر لنڈن وزیر ہند کیطرف سے کل کی تاریخ کا مراسلہ حسب ذیل موصول ہوا:۔

ولنا اور وسطی حصہ سے روسیوں کی پسپائی جاری ہے۔ مگر منتہائے شمال اور جنوب میں وہ اپنے مورچوں پر قائم ہیں۔ روس کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ڈونسک کے شمال مغرب میں روسیوں نے ایک پرزور حملہ سے جرمنوں کو خندقوں سے باہر نکال دیا ہے۔ ڈونسک سے ۱۵ میل جنوب مغرب اور جنوب کی طرف ولناڈ ونسک ریلوے کے دونوں طرف لڑائی جاری ہے اور جرمن اپنی بھاری توپوں سے گولہ باری کر رہے ہیں۔ اور زہریلی گیس کے گولے استعمال میں لا رہے ہیں۔ ولنا کے مشرق میں لڑائی جاری ہے اور جرمنی کی ایک سرکاری اطلاع میں ولنا سے ۳۰ میل جنوب مشرق کی طرف ولنا سنسک ریلوے کے جنوب میں جنگ وقوع میں آنے کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ ان کی فوج اس علاقہ میں پہنچ گئی ہے جو لیڈا اور نوووگروڈک کے وسط میں واقع ہے۔ اور اس نے اس طرح ولنا لیڈا ریلوے کو منقطع کر دیا ہے۔ نیز جرمن سلونم اور نوووگروڈک کے وسطی علاقہ میں اور سلونم سے ۲۵ میل مشرق میں بھی پہنچ گئے ہیں۔ پنسک کے قریب کسی قسم کی تبدیلی عمل میں نہیں آئی۔ غنیم نے لزک سے ۲۴ میل مشرق کی طرف حملہ کیا مگر پسپا کیا گیا سرحد گلیشیہ کے قریب روسیوں نے کامیابی سے جوابی حملہ کیا۔ اور مشرقی گلیشیہ میں مقام زورنکوف کے جنوب مشرق میں روسیوں نے غنیم کو پسپا کرکے دریائے جارن کے اس پار ہٹا دیا ہے۔

سر جان فرینچ کی رپورٹ مظہر ہے کہ برطانی محاذ پر جرمن توپخانہ کی آتشباری میں اضافہ ہو گیا ہے۔ جس کا ہم نے موثر جواب دیا ہے۔ نیز ہم نے اپنے توپخانہ سے ایک جنگل کو آگ لگا دی ہے جس سے بڑا دھماکا ہوا ہے۔ فرانسیسی محاذ پر بھی توپخانہ کی سرگرمی جاری ہے۔ فرانسیسیوں نے این مارن کی نہر کے دائیں کنارے پر قدم جما لئے ہیں۔ اور دا سجیز کے علاقہ میں ہارٹمنیز وئیلرکوف کی خندقوں میں انہوں نے نمایاں ترقی کی ہے شیمپین کے علاقہ میں جرمنوں نے ایسے گولے چلائے جن کی گیس سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ ۱۹۔ ہوائی جہازوں کے ایک دستہ نے سٹنڈورف کے ریلوے سٹیشن پر حملہ کرکے ۱۰۰ گولے پھینکے جن سے مکانات اور ٹرینوں کو شدید نقصان پہنچا۔

مزید شدید گولہ باری

پیرس ۲۱ ستمبر توپخانہ کی گولہ باری اب پہلے سے زیادہ شدت اختیار کر گئی ہے۔ اور بالخصوص ایرس کے علاقہ میں طرفین کی آتشباری نہایت سختی کے ساتھ جاری ہے۔ فرانسیسی توپخانہ کی آتشباری نہایت موثر تھی۔ جس سے محاذ کے کئی مقامات پر آگ لگ گئی۔ سرکاری اطلاع میں ایک اور دلچسپ اعلان ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ ہمنے دریائے این اور مارن کی نہر کے مشرقی کنارہ پر قدم جما لئے اور غنیم کو جوابی حملہ کرنے کی کوشش میں پیچھے ہٹنا پڑا۔ فرانسیسیوں نے دستی بموں کی لڑائی میں واسجیز کے اندر اور بالخصوص ہارٹمنیز وئیلرکوف کے علاقہ میں نمایاں ترقی کی۔

ایمسٹرڈم۔ آج رات کی برلن کی سرکاری اطلاع میں مغربی رزمگاہ کے متعلق غیر معمولی دلچسپ حوالے دیئے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ ایرس کے علاقہ میں فرانسیسی توپخانہ مسلسل آتشباری کر رہا ہے۔ اس میں اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے کہ فرانسیسی باشندوں نے ریمز کے شمال مغرب میں دریائے مارن واین کی نہر کے ایک پھاٹک پر گولہ باری کرکے اس کے پرخچے اڑا دیئے۔ جس کی وجہ سے جرمنوں کو رات کے وقت اس مقام کو خالی کر دینے کے سوا چارہ نہ رہا۔

سر جان فرینچ کی رپورٹ

لنڈن ۲۱ ستمبر فیلڈ مارشل سر جان فرینچ کی رپورٹ مظہر ہے کہ گذشتہ دو روز سے جرمن توپخانہ کی آتشباری میں کچھ فرق نہیں آیا۔ جس کا برطانی توپخانہ نے نہایت خوبی سے جواب دیا ہے۔ کل ہمارے توپخانہ نے دشت ہوتھلسٹ کے ایک حصہ میں آگ لگا دی۔ جس سے بڑا دھماکا ہوا۔ اتوار کے روز ہوائی جہازوں کے معرکے وقوع میں آئے اور جرمن ہوائی جہاز جنہیں آگ لگ گئی تھی نیچے اترنے پر مجبور ہو گئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۳۳

دستار فضیلت کی ایک تار

شملہ بمقدار علم

(از جناب محمد مصطفٰے خانصاحب بی۔ اے
اڈیٹر ادب پٹیالہ)

*

پاؤں تک شملۂ دستار جو آجاتا تھا
اُن کی مقدار فضیلت کو بتا جاتا تھا

صاحبزادہ کی "حقیقت النبوۃ" نے جس کے شائع ہونے سے پہلے ہی قادیانی جرائد و صحائف نے اس کے ضخیم و جسیم ہونے کا راگ نہایت بلند آہنگی سے الاپنا شروع کردیا تھا۔ اور جس کے شائع ہونے کے بعد بعض غالی پرستاران گدی نے جن کی آنکھوں میں نشۂ پیر پرستی لال ڈورے ڈالے رکھتا ہے۔ اُس کی تعریف و ستائش میں آسمان سر پر اُٹھا لیا جہاں نفس نبوّۃ کو بے حقیقت کردیا ہے۔ وہاں حضرت مسیح موعود کی صاف سیدھی اور سادہ عبارتوں کو مخدوش اور مجروح کرنے میں بھی کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ بقراں حقیقت کے نزدیک یہ کتاب "تصنیف" کے نام سے موسوم نہیں ہوسکتی۔ ہاں اسکا شمار اس قسم کے لٹریچر میں ہوسکتا ہے۔ جس کے لئے اردو میں کوئی خاص لفظ نہیں۔ لیکن انگریزی میں اُسے

جسے کتاب سازی

کہتے ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ پرستاران گدی نے اس کتاب کے مضامین پر غور و فکر کرنے کی بجائے محض اس کے تین سو صفحات کی کثرت پر ناز کرنا شروع کردیا۔ اس فخر و مباہات کی ابتداء کا سہرا بھی خلافت مآب کے سر ہی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے ہی اپنی کتاب کے سرورق پر بیس روز میں تصنیف و طبع ہوکر شائع ہونا جلی حروف میں لکھا ہے۔ اور اس طرح اسکو ایک اعجازی رنگ دینے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کی نقل اُتارنے کی جرأت کی ہے۔ کتاب کے اندر بھی مصنف کی طرف سے انا خیر منہ کا ادعا تقریباً ہر ایک صفحہ پر پایا جاتا ہے طرز بیان اور (ٹون) لب و لہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف اپنے آپ کو سب سے زیادہ قرآن مجید کا مفسر اور رسول اور نبی کے الفاظ کے معانی سمجھنے کا اہل خیال کرتا ہے۔ اسی علمی تبحر کا نتیجہ ہے کہ اور تمام خود حضرت مسیح موعود کے استدلال مستنبط از قرآن و حدیث پر "نادانی" اور "قلت تدبر" کا الزام قائم کیا گیا۔ جن احادیث کو حضرت مسیح موعود نے بار بار اپنی صداقت میں پیش کیا۔ ان کو مجروح اور ناقابل قبول گردانا گیا۔ اور حضرت مسیح موعود کی تقریباً پندرہ سالہ تصانیف کو جس میں قرآن و حدیث سے اپنی جزوی نبوت کی نسبت بکثرت دلائل دیئے گئے ہیں منسوخ کردیا گیا ہے۔

اس کتاب کے مضمون پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ بہت کچھ لکھا جائے گا۔ مگر غالباً ہمارے احباب اپنی تصانیف میں حضرت مسیح موعود کی "نبوت" پر ہی زیادہ تر توجہ مبذول کریں گے۔ اور مصنف "حقیقت النبوۃ" کے علمی پہلو کو نظر انداز کردیں گے۔ اس لیئے میں سردست کتاب کے موضوع سے قطع نظر مصنف کی علمی حیثیت اور اُسکے دُنیا جہان سے نرالے اور انوکھے علم کلام کی طرف ہی ناظرین کی توجہ منعطف کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے اگرچہ مسئلہ متنازعہ فیہ پر کما ینبغی روشنی نہ پڑے مگر کم از کم اتنا فائدہ ضرور ہوگا۔ کہ اہل دانش سمجھ جائینگے کہ جو شخص اپنی تصنیف میں اس قدر مبتذل علمی غلطیوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ وہ کسی اہم مسئلہ پر کیا قلم اٹھا سکتا ہے۔ اور اُس کی تحقیقات کیا وقعت رکھتی ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

صاحبزادہ صاحب کی تصنیف کا علمی پہلو اس لیئے بھی زیادہ قابل غور ہے کہ خود بدولت اُس باپ (علیہ السلام) کے بیٹے ہیں۔ جس نے اپنی علمی تحقیقات سے ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا۔ اور جس کی قلم کا لوہا تمام دُنیا مان گئی۔ اگر حضرت میرزا صاحب کے دعاوی کو بھی الگ کردیا جائے۔ تب بھی آپ کی ذات بہ حیثیت ایک قابل قدر مصنف اور علمی محقق کے ہر ایک ہندوستانی کے لیئے قابل تقلید اور مایۂ ناز ٹھیرے گی۔ پس اس لحاظ سے ہر ایک منصف مزاج ہندوستانی عام اس سے کہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی ہندو ہو یا مسلم۔ بدھ ہو یا آریہ۔ حضرت میرزا صاحب کی دل سے عزت کرے گا۔ اور اُس کی قدرتی خواہش ہوگی۔ کہ آپ کی اولاد بھی آپ کی طرح کم از کم علمی پہلو سے ملک کے لیئے مایۂ ناز ثابت ہو۔ مگر افسوس کہ "حقیقت النبوۃ" نے ان سب خواہشوں کا خون کردیا۔ اور صاحبزادہ صاحب کے علم و فضل کی نسبت خوش آئند امیدیں جو ہم باندھے ہوئے تھے مبدّل بہ صد حسرت و ارمان ہوگئیں۔

چلے آتے ہیں ارمان دل میں لاکھوں
مکان بھر گیا میہمان آتے آتے

"حقیقت النبوۃ" میں میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کو فی الواقعہ نبی ثابت کرنے کے لیئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ اور شوق استدلال میں یہ نہیں سوچا۔ کہ جو کچھ لکھ رہے ہیں علم کلام کی رُو سے درست بھی ہے یا نہیں؟

تین سو صفحات کی ایسی کتاب میں جو علمی غلطیوں سے مملو ہو اُن تمام غلطیوں کو چھانٹنا اور پھر اُن پر مفصّل تبصرہ لکھنا تو کسی نکتے کا ہی کام ہوسکتا ہے اس لیئے میں اس کتاب کا صرف ایک صفحہ ہی ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں اور پھر اُن سے صاحبزادہ صاحب کے علم کلام کی داد چاہتا ہوں۔

صاحبزادہ صاحب نے "حقیقت النبوۃ" کے صفحہ ۱۰۸ پر حضرت مسیح موعود کی ایک عبارت نقل کی ہے اور پھر اس کے نیچے ایک فٹ نوٹ میں اُس کے معنے سمجھائے ہیں۔ افسوس کہ میں بہ نظر اختصار اس عبارت اور نوٹ کو پورا نقل نہیں کرسکتا۔ مگر حسب ضرورت اقتباس سے کام لیتا ہوں۔ پوری عبارت کے لیئے ناظرین خود "حقیقت النبوۃ" کے صفحہ ۱۰۸ کو دیکھ سکتے ہیں۔ بہرحال حضرت مسیح موعود کی عبارت یہ ہے :- "کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکا نہ کھاوے ... پس یہ صرف خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے حاصل ہوا تا حضرت عیسےٰ سے تکمیل مشابہت ہو"۔

اس چار سطر کی صاف اور سلیس اردو عبارت پر صاحبزادہ صاحب نے "طبع آزمائی" فرماتے ہوئے تقریباً ڈیڑھ صفحے کا فٹ نوٹ لکھ مارا ہے۔ اس مختصر مضمون میں وہ نوٹ بہ تمام و کمال تو نقل نہیں ہوسکتا۔ مگر ضروری اقتباس کرتا ہوں۔ صاحبزادہ فرماتے ہیں :- "... اگر اس سے مراد یہ لیجائے کہ آپ نبی نہ تھے۔ بلکہ یونہی نام رکھ دیا گیا تھا۔ تو اس سے مشابہت بہ مسیح ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ایک آدمی کو اگر شیر کہدیا جاوے تو اس سے اُسے شیر سے مشابہت تو پیدا نہیں ہوجاتی بلکہ اس سے تو یہ مراد ہے کہ یہ شیر سے بہادری میں مشابہ ہے نہ یہ کہ شیر کہنے سے شیر کے مشابہ ہوگیا ہے"

استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔ کیا کسی صحیح الدماغ اہل علم کی قلم سے یہ فقرہ نکل سکتا ہے کہ کسی شخص کو شیر کہنے سے اُسے شیر سے مشابہت پیدا نہیں ہو جاتی۔ یہ وہ علمی انکشاف ہے جو اہل قلم کے سامنے کشت زعفران کا نقشہ کھینچ دیگا۔ کہاں ہیں مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی جنکے علم و فضل کا غلغلہ بھوپال سے قادیان اور قادیان سے امروہہ تک پہنچا ہوا ہے۔ کیا اُن کا علم و فضل اس نئے علمی انکشاف کا جو اُن کے خود ساختہ پیر کا پیش کردہ ہے متحمل ہوسکتا ہے؟۔ کیا وہ خدا تعالےٰ کے نام پر شہادت دے سکتے ہیں کہ علم کلام کی کتب میں اُنھوں نے جو بار تشبیہ پڑھا تھا۔ اُس کا خلاصہ اور لب لباب یہی تھا جو

آج ان کے خانہ ساز "خلیفہ" نے اُن کے سامنے پیش کیا ہے کدھر ہیں مولوی شیر علی صاحب بی۔اے جو گدی کی پرستش کی بدولت پرستاران گدی کے نزدیک ترقی کرتے کرتے عالم ناسوت سے نکلکر اب عالم ملکوت میں پہنچ چکے ہیں اور تعلیم الاسلام سکول قادیان کے ہیڈ ماسٹر ہونے کی حیثیت سے اپنے "مفترض الاطاعۃ امام" کے معلم بھی رہ چکے ہیں۔کیا اُنھوں نے اپنے شاگرد رشید کو تشبیہ کے یہی معنے پڑھائے تھے۔جو آج وہ اپنے مریدوں کو پڑھا رہا ہے۔کیا مولوی صاحب ممدوح خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ بی۔اے کے کورسوں میں جو تشبیہات اُنھوں نے پڑھی تھیں اُن کی حقیقت بھی یہی تھی جو آج اُن کے واجب الاطاعۃ خلیفہ کی طرف سے بیان ہو رہی ہے؟ یا علم کلام میں باب تشبیہ بھی حضرت مسیح موعود کی تصانیف کی طرح اب منسوخ ہو چکا ہے۔؟

ہمیں فاسق۔مرتد۔ابلیس۔کہنے والو! ہم سے رسم مواکلت و مجالست ترک کرنے والو! ہمیں بے شک گالیاں دیتے رہو۔مگر کم از کم اپنے نفسوں پر تو ظلم نہ کرو۔ایمان کی اگر پرواہ نہیں تو وہ علوم جنکو تم نے نہایت عرقریزی سے عمر کا ایک حصہ کھو کر پڑھا تھا۔اُن کو پیر پرستی کی منحوس قبر پر چڑھاوا مت چڑھاؤ اگر ہماری بیجا مخالفت میں تم نے ضمیر فروشی کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔تو بسم اللہ۔مگر ایسا علم کلام پیش نہ کرو۔جو دنیا میں تمکو مجانین ٹھہرا دے۔

تم مسیحائی ہماری نہیں کرتے نہ کرو
لیکن اپنی تو خبر لو کہ ہیں بیمار آنکھیں

صاحبزادہ صاحب کے محولہ بالا نوٹ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک دو چیزوں میں مشابہت اسی وقت ہو سکتی ہے جب دونوں یعنے مشبّہ اور مشبہ بہ میں عینیت اور واقعیت پیدا ہو جائے۔مگر چونکہ اس خود تراشیدہ اصول سے حدیث علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ماتحت دوسرے اکابر اُمت بھی بعینہ حضرت مسیح موعود کی طرح کامل نبی بن سکتے ہیں۔جو۔صاحبزادہ صاحب کو گوارا نہیں۔اس لیے اول تو خلافت مآب نے اس حدیث کی صحت پر ہی حرف رکھا۔اور اسے مجروح قرار دیا۔لیکن چونکہ یہ حدیث حضرت مسیح موعود کی مصدقہ اور پیش کردہ ہے۔اس لیئے مجبوراً صاحبزادہ صاحب نے اس کے معنے کا ایک اور مضحکہ انگیز پہلو نکال کر اپنا پیچھا چھوڑایا ہے اور وہ باب تشبیہ" میں ایک اور انوکھے اور نرالے اصول کا اضافہ فرمایا ہے مگر ہمیں افسوس ہے کہ آپ کی اس معنی آفرینی نے بجائے آپکی علمی حیثیت میں کچھ اضافہ کرنے کے آپ کی دستار فضیلت کو تار تار کر دیا ہے۔آپ فرماتے ہیں:-

"پس نہ تو اس حدیث میں کامل مشابہت قرار دی ہے۔اور نہ بتایا ہے۔کہ نبوت میں مشابہت ہے۔لیکن مسیح موعود کو مشابہ نہیں کہا۔اور کاف حرف تشبیہ کا نہیں لگایا۔بلکہ عیسےٰ ابن مریم اور نبی کے لفظ سے یاد فرما کر کامل مشابہت ظاہر فرمائی ہے۔جس کے لیئے نبی ہونا ضروری ہے"۔

اس اقتباس سے ظاہر ہے۔صاحبزادہ صاحب کے نزدیک تشبیہ میں اگر حرف تشبیہ نہ لگایا جائے تو مشبّہ اور مشبہ بہ میں عینیت اور واقعیت کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔اور اگر حرف تشبیہ موجود ہو تو پھر وہ ایک مشابہت ہوتی ہے۔پس اس نوٹ میں ہمیں صاحبزادہ صاحب نے دو علمی اصول بتلائے ہیں۔(۱) اگر کسی شخص کو شیر کہدیا جائے تو شیر سے مشابہ نہیں ہوتا۔جب تک کہ وہ "فی الواقع" شیر نہ ہو جائے۔(۲) تشبیہ میں جب حرف تشبیہ بیان نہ کیا جائے تو مشبّہ اور مشبّہ بہ میں عینیت اور واقعیت پیدا ہو جاتی ہے۔اور وہ کامل مشابہت کہلاتی ہے۔لیکن اگر حرف تشبیہ موجود ہو تو کامل مشابہت نہیں ہوتی۔

اب ہم ان دونوں اصولوں کو علمی محک پر پرکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ صاحبزادہ صاحب کے پیش کردہ اصول کہاں تک صحیح ہیں۔**تشبیہ** اور **استعارہ** ہر ایک زبان کے لٹریچر کی جان ہیں۔اور کوئی شخص ان کی حقیقت سمجھے بغیر **زبان آوری اور سخن فہمی** سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا۔مگر افسوس۔کہ صاحبزادہ صاحب باوجود اس ادعائے فضیلت کے ان ابتدائی باتوں کو بھی نہیں جانتے۔کیا کوئی اہل علم آدمی اس امر کو تسلیم کر سکتا ہے۔کہ کسی شخص کو شیر کہہ دینے سے اُسے شیر سے مشابہت پیدا نہیں ہوتی۔کیا ہمارے میاں صاحب اس دعوے کی دلیل میں کسی علم کلام کی کتاب کا حوالہ بھی دے سکتے ہیں؟ پھر اگر یہی اصول ٹھیک ہے۔تو خود بدولت کیوں ایک **اُمتی** کو مشابہت کے لیئے **نبی** پکارے جانے سے اُسے **عین اور فی الواقع**۔نبی سمجھ رہے ہیں؟ جب ایک شخص کو مشابہت کے لیئے شیر کہدینے سے اُسے شیر سے مشابہت تک پیدا نہیں ہوتی تو ایک **اُمتی** کو مشابہت کے لیئے نبی کہنے سے اُسے "فی الواقعہ" نبوت کیوں کر حاصل ہو گئی؟۔میرے مکرم میاں! مجھے تو آپ کے اس استدلال نے دریائے حیرت میں غرق کر دیا۔آپ دلیل و دعوے میں فرق تک نہیں جانتے اور نہ ہی اپنے غلط دلائل کو اپنے باطل دعوے پر چسپاں کرنا جانتے ہیں۔میں جناب والا کی خاطر ایک منٹ کے لیئے یہ تسلیم کیئے لیتا ہوں کہ کسی شخص کو مشابہت کے لیئے شیر کہدینے سے۔اُسے شیر سے مشابہت پیدا نہیں ہوتی۔مگر کیا آپ مجھے اسی اصول کے ماتحت ایک اُمتی کو مشابہت کے لیئے نبی کہدینے سے وہ فی الواقع کامل نبی بن سکتا ہے؟ کیا اسی علم و فضل پر اس قدر ادعائے فضیلت ہو رہا ہے؟ کیا اسی قسم کے علمی موتی آپ درس قرآن میں لٹایا کرتے ہیں۔کیا اسی لئے آپ پر آپکو اعجازی رنگ کی خوابیں آ رہی ہیں۔اگر آپ کے علم کلام کا نمونہ یہی ہے تو آپ کے ترجمہ قرآن پر سعدی کا یہ شعر صادق آئے گا۔

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی
ببری رونق مسلمانی

آپ کے اسی اصول پر ایک دُوسری شق کا سوال بھی ہو سکتا ہے۔آپ کے اصول موضوعہ کے لحاظ سے کسی شخص کو شیر کہدینے سے وُہ شیر کے مشابہ نہیں ہو جاتا۔گویا آپ کے نزدیک محض ایک شیر ہی دُوسرے شیر کا مشابہ کہلا سکتا ہے۔مگر ازراہ عنایت یہ عقدہ واحل کر دیجیئے۔کہ ان دونوں شیروں میں سے جن میں سے ایک کو آپ نے مشبّہ اور دُوسرے کو مشبّہ بہ تسلیم کیا ہے۔محض اعزازی طور پر شیر کہلانے کا کون مستحق ہوگا؟۔مجھے اس سوال کی ضرورت اس واسطے پیش آئی ہے۔کہ حضرت مسیح موعود کی جس عبارت پر آپ نے یہ لایعنی نوٹ لکھا ہے۔اس میں حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ نبی کا نام محض اعزازی طور پر آپکو خدا کیطرف سے دیا گیا۔تاکہ حضرت عیسےٰ سے تکمیل مشابہت ہو۔اس سے ثابت ہُوا کہ تکمیل مشابہت کے لیئے جو نام دیا جاتا ہے وہ محض **اعزازی** ہوتا ہے پس آپ کے نئے علمی انکشاف کے رُو سے ایک شیر کا نام محض اعزازی طور پر شیر ہونا چاہیئے۔

کیا حیرت اور افسوس کا مقام نہیں۔کہ جو شخص (اُسپر خدا کی رحمتیں ہوں) اپنی علمی تصانیف کی وجہ سے شہرہ آفاق تھا۔جس کے علم و فضل کے معترف اُس کے جانی اور غالی دشمن تھے۔جس کے رشحات قلم سے فصاحت و بلاغت کے دریا بہتے تھے۔جس کی ذات پر "سلطان القلم" کے خطاب کو بھی ناز تھا۔جو بلا خوف تردید کہتا تھا۔کہ

صد در علم دہری بر رُخ من بکشادہ اند

آج اس کا بیٹا جو اس کی جانشینی کا مدعی بھی ہے اپنی تصانیف میں اس قسم کی عامیانہ غلطیوں کا مرتکب ہو۔اور ان غلطیوں کے ارتکاب پر ندامت کی بجائے اس تصنیف پر فخر و مباہات سے پھولا نہ سمائے۔انا للہ و انا الیہ راجعون

میرے مکرم میاں صاحب! اگر آپ خلافت کی حرص پانے سے پیشتر تحصیل علم کے حریص ہوتے تو آپکو معلوم ہو جاتا کہ تشبیہ میں من وجہ مغایرت ضروری ہوتی ہے اور اگر ایک شخص کو محض **مشابہت** کے لئے نبی کہا جائے تو ہرگز فی الواقع کامل نبی نہیں ہو سکتا۔اور نہ ہی اسمیں تمام کمالات و صفات نبوت پائے جا سکتے ہیں۔علم کلام کی کتابوں کو پڑھو تو تمہیں معلوم ہو کہ جب ہم ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دیتے ہیں تو ہم دونوں جزو یعنے مشبّہ اور مشبہ بہ کے تمام صفات کمالات اور جملہ حیثیتوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر تشبیہ نہیں دیتے۔اور نہ ہی تشبیہ سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ مشبّہ بہ کی تمام صفات و کمالات مشبّہ میں موجود ہیں بلکہ یہ تشبیہ محض ایک صفت۔ایک کمال اور ایک حیثیت کے لحاظ سے ہوتی ہے۔مثلاً فارسی لٹریچر میں "رخسارہ" کو اکثر گل سے تشبیہ دیجاتی ہے۔مگر اس سے ہرگز یہ مقصود نہیں ہوتا کہ "رخسارہ" بجملہ صفاتی عینیت "گل" ہو گیا۔یا اسکا رنگ بالکل پھول کیطرح ہے اور اسمیں پھول کی طرح پتیاں اور کانٹے لگے ہوئے ہیں بلکہ

تشبیہ کی سادہ سے سادہ صورت وہ ہوتی ہے جب تشبیہ کے اجزاء یعنے مشبہ۔ مشبہ بہ۔ حرف تشبیہ۔ اور وجہ شبہ کو بیان کر دیا جائے۔ مگر وجہ شبہ کا اظہار اکثر فصاحت و بلاغت کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ (کیوں؟ یہ ایک وسیع مضمون ہے۔ مگر یہاں صرف اس قدر اشارہ کافی ہو گا کہ وجہ شبہ کا اظہار قاری کی قوت متخیلہ کی کمزوری اور متکلم کی تشبیہ کی ناموزونی پر دال ہے) اور اس لئے فصحا عموماً اسے حذف کر دیتے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود کے قصیدۂ الہامی کا ایک شعر ہے ؂

والله کہ ہمچو کشتی نوحم ز کردگار
بے دولت آنکہ دور بماند ز لنگرم

یہاں حضرت صاحب نے اپنی ذات کو کشتی نوح سے تشبیہ دی ہے اور حرف تشبیہ یعنی ہمچو بھی لگا دیا ہے مگر وجہ شبہ کو حذف کر دیا ہے۔ لیکن ہر ایک اہل علم وجہ شبہ کو خود سمجھ سکتا ہے۔

بعض اوقات کلام میں زور پیدا کرنے کے لئے حرف تشبیہ بھی حذف کرتے ہیں۔ اور اظہار تشبیہ کے لئے مشبہ اور مشبہ بہ کو ترکیب اضافی میں بیان کرتے ہیں مثلاً **حافظ** کا مشہور شعر ہے ؂

نہ من براں گل عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

یہاں عارض کو گل سے تشبیہ دی گئی ہے اور حرف تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں کو حذف کر دیا ہے۔ شاعر کی مراد "عارض گل" کہنے سے سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ "عارض کہ در خوبی چوں گل ست"۔ مگر حرف تشبیہ اور وجہ شبہ کو حذف کر دینے اور مشبہ اور مشبہ بہ کو ترکیب اضافی میں بیان کرنے سے شعر فصاحت و بلاغت میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ اور کلام میں بے انتہا زور پیدا ہو گیا۔

تشبیہ کے بیان کرنے کا ایک اور طریق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ محض مشبہ بہ کو بیان کرتے ہیں۔ اور باقی اجزاء تشبیہ یعنے حرف تشبیہ وجہ شبہ اور مشبہ کو حذف کرتے ہیں۔ یہ صورت اس وقت استعمال ہوتی ہے کہ جب غایت درجہ کی مشابہت کا اظہار مطلوب ہو۔ اگرچہ یہ صورت معناً تو تشبیہ ہی ہوتی ہے۔ اور اس سے کامل مشابہت ہی کا اظہار منظور ہوتا ہے۔ مگر علم کلام کی اصطلاح میں اسے **استعارہ** کہتے ہیں۔ اس کی مثالیں ہر ایک زبان کے لٹریچر میں بکثرت ملتی ہیں۔ اور کتب سماوی میں بھی استعارات کا استعمال اکثر پایا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے **من کان فی ھذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی**۔ دیکھو اس آیت میں حرف تشبیہ کو حذف کر دیا گیا۔ یعنے بجائے "**کالاعمٰی**" کے محض "اعمٰی" فرمایا گیا ہے۔ یہاں ایسے لوگوں کو "اعمٰی" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جو باوجود **بصارت** رکھنے کے **بصیرت** سے کام نہیں لیتے۔

کیا ہم میاں صاحب کے اصول موضوعہ کے لحاظ سے چونکہ یہاں حرف تشبیہ نہیں لگایا گیا۔ یہ نتیجہ نکالیں کہ اس آیت میں سچ مچ اور فی الواقعہ نابینا لوگوں کو مراد لیا گیا ہے۔ خواہ وہ حفاظ قرآن ہی ہوں۔ نمازیں پڑھتے ہوں۔ روزے رکھتے ہوں نیک اعمال بجا لاتے ہوں۔ العجب ثم العجب۔

پھر حدیث شریف میں ہے ینزل فیکم ابن مریم۔ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم۔ یہاں بھی "ابن مریم" کے ساتھ حرف تشبیہ نہیں لگایا گیا۔ اب میاں صاحب کے علم کلام کی رو سے یہاں بھی سچ مچ اور فی الواقعہ "ابن مریم" ہی مراد ہونا چاہیئے یہی وہ عقیدہ فاسدہ ہے جو غیر احمدی آج تک پیش کرتے ہیں۔ اور اسی واسطے وہ حضرت مرزا صاحب کو "**ابن مریم**" نہیں مانتے۔ میاں صاحب! دیکھا حق کی مخالفت سے آپ کہاں پہنچے۔ اب آپ نے غیر احمدی **مکفرین** کی کاسہ لیسی شروع کر دی ہے۔ حضرت مسیح موعود کو کامل نبی بناتے بناتے آپ نے ان کی مسیحیت کو بھی مخدوش کر دیا۔ مولوی ثناء اللہ سے پوچھ لو۔ وہ بھی یہی کہتا ہے۔ کہ فی الواقعہ وہی "**ابن مریم**" آنا چاہیئے۔ کیونکہ حدیث میں مماثلت کے ظاہر کرنے کے لئے کوئی لفظ موجود نہیں اور آپ کے اصول سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک حضرت مرزا صاحب مثیل مسیح نہیں بلکہ فی الواقعہ "**مسیح ابن مریم**" تھے۔ تو آریوں کو مبارک ہو۔ کہ قادیان کا گدی نشین بھی مسئلہ تناسخ کی اشاعت میں ان کا ہم بشارہا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود کی نسبت حدیثوں میں ہے "**یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر**" یہاں بھی "صلیب" اور "خنزیر" سے فی الواقعہ سور مراد لیا جائے۔

اب میاں صاحب ہی فرمائیں کہ کیا حضرت مسیح موعود نے کبھی گرجے میں جا کر کسی صلیب کو توڑا۔ یا کسی جنگلی سور کا شکار کیا؟ کیا اسی علم کلام کو لیکر مسیح موعود کی مسیحیت کی اشاعت کے لئے نکلے ہو؟ اگر اس حدیث میں جو تمام و کمال استعارے میں ڈوبی ہوئی ہے مسیح موعود کے لئے "**نبی اللہ**" کا لفظ آ جانے سے حضرت صاحب کو فی الواقعہ اور کامل نبی محض اس لئے بناتے ہو کہ حدیث میں حرف تشبیہ بیان نہیں ہوا تو "**یقتل الخنزیر**" میں کونسا حرف تشبیہ بیان ہوا ہے۔ پھر یہاں بھی فی الواقعہ سور ہی مراد لو اور مسیح موعود کی "مسیحیت" اور "نبوت" کو پرکھو۔

بات صاف ہے استعارہ میں حرف تشبیہ کو بیان نہیں کرتے بلکہ محض مشبہ بہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اس سے کمال مشابہت کا اظہار مطلوب ہوتا ہے۔ مگر یہ مشابہت محض ایک حیثیت ایک صفت۔ ایک کمال کے رو سے ہی ہوتی ہے اور یہ ہرگز مراد نہیں ہوتی کہ مشبہ بہ اور مشبہ میں عینیت یا واقعیت کا مفہوم پیدا ہو گیا ہے۔ یا مشبہ بہ کے تمام کمالات و اوصاف مشبہ میں موجود ہیں۔ پس "ابن مریم" سے مراد صرف ایسا شخص ہے جو مسیح ابن مریم سے خو خصلت میں ملتا جلتا ہو "صلیب" سے مراد صلیبی مذہب ہے "خنزیر" سے مراد پلید طبع لوگ ہیں۔

تشبیہ اور استعارہ کی بحث کو میں قرآن مجید اور احادیث سے سمجھا چکا ہوں۔ مگر شاید میاں صاحب کی تسلی کے لئے قرآن مجید اور احادیث کی مثالیں کافی نہ ہوں۔ اس لئے میں حضرت مسیح موعود کے کلام سے بھی **استعارہ کی مثالیں** پیش کرتا ہوں۔ سب سے پہلے نثر کی مثال ملاحظہ ہو۔

"ہر کہ دعوی نبوت کند و ایں اعتقاد ندارد کہ او از امت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ست و ہرچہ یافت از فیضان او یافت و او یک ثمر ست از باغ او۔ و یک قطرہ است از بارش او۔ و سایہ تنک از روشنی او الخ" مواہب الرحمان ص۲۵ ج۲۹

ثمر۔ باغ۔ قطرہ۔ بارش۔ سایہ روشنی۔ یہ سب الفاظ استعارۃً استعمال ہوئے ہیں۔ اور ان سے مراد محض نبوت تامہ کاملہ محمدیہ اور نبوت جزئیہ ناقصہ مسیح موعود یا دیگر اکابر امت کا تقابل ہے یعنے مطلب یہ ہے کہ امتی کی نبوت کو نبوت کاملہ تامہ محمدیہ سے وہی نسبت ہے۔ جو ایک پھل کو تمام باغ سے۔ یا ایک قطرہ کو دریا سے۔ یا ہلکے سے سایہ کو کامل روشنی سے ہوتی ہے۔ کیا اس سے زیادہ جزوی نبوت کی تشریح ہو سکتی ہے اور یہ تحریر بھی سنہ ۱۹۰۱ء سے بعد کی ہے۔ جس پر میاں صاحب خط تنسیخ نہیں کھینچ سکتے۔

نظم کی مثال ملاحظہ ہو:۔

بشنوید اے مردگاں من زندہ ام
اے شبان تیرہ من تابندہ ام

دیکھو اس شعر میں حضرت صاحب نے استعارۃً اپنے مخالفوں کو "مردہ" کہہ دیا ہے۔ اور کوئی حرف تشبیہ بیان نہیں فرمایا۔ اب میاں صاحب فرمائیں کہ کیا حضرت صاحب کی مراد یہ ہے کہ آپ کے مخالف فی الواقعہ جان بحق تسلیم کر کے قبروں میں جا سوئے ہیں۔ یا اس سے محض روحانی اور اخلاقی موت مراد ہے۔ حضرت صاحب کا یہ شعر مخالفوں میں شائع ہو چکا ہے۔ مگر چونکہ وہ علم کلام میں ہمارے میاں سے زیادہ دسترس رکھتے تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ کن معنوں میں انکو مردہ کہا گیا ہے۔ اور اسی لئے انہوں نے کبھی یہ اعتراض نہ کیا کہ ہم ہٹے کٹے چلتے پھرتے دنیا کے کاروبار کرتے ہیں۔ پھر ہمیں "مردہ" کیوں کہہ دیا اگر ہمارے میاں صاحب کا اصول ٹھیک ہے۔ اور "مردگان" کا لفظ بغیر کسی حرف تشبیہ کے محض ایسے

نفوس پر بولنا چاہیئے جن کی روح پرواز کر چکی ہے۔ اور وہ قبروں میں جا سوئے ہیں۔ تو مخالفوں کو حضرت صاحب کے اس شعر پر بہت پھبتیاں اُڑانیکا موقعہ تھا۔ مگر انہوں نے کبھی ایسا اعتراض نہیں کیا۔ کیونکہ وہ ہمارے میانصاحب سے زیادہ سخن شناس واقع ہوئے ہیں۔ افسوس کہ وہ لوگ جنکو صاحبزادہ صاحب کا فخر کافہ کیلئے حاصل رہا ہے ہیں۔ سخن شناسی میں احمدیوں بلکہ خالص احمدیوں کے مفترض الاطاعت امام سے بڑھکر ہوتے

چرکا فرشنا سا تر از احمدی است

بدیں احمدیت ببا ید گریست

حضرت صاحب کے اس شعر پر ذرا اور غور کرو۔ اور دیکھو آپ نے جن لوگوں کو پہلے مصرعہ میں ایک لحاظ سے "مردگان" کا خطاب دیا۔ انہیں کو دوسرے مصرعہ میں دوسری حیثیت سے "بیمار" کہدیا۔ دونوں جگہہ باوجود حرف تشبیہ کے نہ ہونے کے محض ایک جزوی مشابہت مراد ہے نہ کچھ اور سیاہ سنئے فرماتے ہیں۔

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج

نبض پھر مردوں کی ہے چلنے لگی اب زور دار

یہاں یورپ کے سلیم الطبع اور سعید الفطرت لوگوں کا توحید کی طرف رجوع کرنیکو استعارۃً مُردوں کا زندہ ہونا بیان فرمایا ہے۔ اور یورپ کی تثلیث پرست اقوام کو نہ صرف مردہ ہی کہا ہے بلکہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان کی نبض میں کچھ فرق آگیا تھا اب ان کی نبض رو بصحت ہونے لگی ہے۔ اور ہمیں آثار صحت پائے جاتے ہیں۔ اب ہمارے میانصاحب اپنے انوکھے اور نرالے علم کلام کی رو سے یہ نتیجہ نکالیں گے۔ کہ یورپ کے احرار فی الواقعہ مر چکے تھے۔ اور اب وہ قبروں سے باہر آرہے ہیں۔ اور ڈاکٹروں کے معائنہ سے یہ امر پایہ ثبوت پہنچ چکا ہے کہ انکی ساقط شدہ نبض میں اب کچھ رفتار محسوس ہونے لگی

پھر دیکھئے حضرت فرماتے ہیں:۔

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے

جسکی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب

خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

اب ہمارے میانصاحب فرمائیں کہ کیا جن اطباء کو حاذق کو "مسیحا" کہا جاتا ہے۔ ان کے لئے نبی ہونا ضروری ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ الغرض اشعار میں حضرت مسیح موعود نے اپنی مماثلت بہ مسیح کو ایک مثال دیکر سمجھا دیا ہے۔

حضرت صاحب کے کلام سے اور بہت سی مثالیں ملسکتی ہیں جہاں آپ نے استعارہ کا استعمال محض ایک جزوی مشابہت کے اظہار کے لئے کیا ہے۔ اور کوئی اہل علم اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ کہ استعارہ اگرچہ تشبیہ کی انتہائی صورت ہوتی ہے۔ اور اس سے غایت درجہ کی مشابہت کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ مگر تاہم وہ "مشابہت"۔ مشابہت کے درجہ سے ترقی کرکے عینیت اور واقعیت کی صورت اختیار نہیں کرتی۔ بلکہ استعارہ سے بھی محض ایک جزوی مشابہت ہی مقصود ہوتی ہے۔

اب میں دوسرے اساتذہ کے کلام میں سے **استعارہ** کی مثالیں پیش کرتا ہوں۔ اور یہ دکھاتا ہوں کہ ان کے کلام میں بھی استعارہ محض ایک جزوی مشابہت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ شمس العلماء مولینا مولوی پروفیسر محمد حسین صاحب آزاد مرحوم کو اردو زبان میں جو ید طولے حاصل ہے اسکو تمام دنیا جانتی ہے۔ آپ نہایت بلیغ اور فصیح استعارہ استعمال کرتے ہیں۔ اور اس لئے علم کلام کے نقاد انہیں استعارہ و تشبیہ کا بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔ پروفیسر آزاد مرحوم کی ایک نظم "رات" مذاق سلیم سے ہمیشہ خراج تحسین وصول کرے گی۔ اس میں آپ نے رات کی آمد کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

اے رات یہ جو تونے سر شام آن کر

سجادۂ سیاہ بچھایا ہے تان کر

دیکھو اس شعر میں رات کی تاریکی کو محض سیاہی کی مناسبت سے "سجادۂ سیاہ" کے نام سے موسوم کیا۔ اس کی جزوی مشابہت اور مناسبت کے علاوہ رات اور "سجادۂ سیاہ" میں کوئی مناسبت نہیں۔ پھر تاروں بھری رات کا ذکر یوں کرتے ہیں:

سنتا ہوں سر پہ رات تیرے اک تاج ہے

سر گو ہے اس کا ملک حبش کا خراج ہے

"رات کا سر" ایک لطیف اور بلیغ استعارہ ہے۔ چونکہ سر انسانی جسم کا سب سے اونچا حصہ ہے اس لئے آسمان کو جو سب سے اونچا رات کا "سر" کہدیا۔ اب خدا کے لئے ہمارے میاں صاحب اپنے نرالے علم کلام سے اس "سر" میں بال یا زلفیں (کیونکہ رات مؤنث ہے) اور آنکھ۔ پھر بصارت۔ بصیرت۔ قوت حافظہ۔ قوت متخیلہ کی تلاش نہ شروع کردیں۔ اور اس جزوی مشابہت پر ہی قناعت فرمائیں۔ پھر دیکھو آسمان کی نیلی زمین پر جو ستارے جگمگاتے ہیں۔ انکی مجموعی حیثیت کو "تاج" کہا۔ اور ان ستاروں کو علیحدہ علیحدہ ہیرے تصور کیا۔ چونکہ یہ رات کو چمکتے ہیں۔ اس لئے تاریکی شب کی مناسبت سے انہیں "ملک حبش کا خراج" کہدیا۔

اور رشتۂ صبح کی آمد کا ذکر ان الفاظ میں ہوتا ہے

منہ رات کا جو صبح کے آنے سے فق ہوا

گلگونہ لیکے سامنے رنگ شفق ہوا

اس شعر میں ایک نہایت ہی فصیح استعارہ ہے۔ دشمن پر اس خوف یا رعب کے خیال سے ہر ایک شخص کے چہرہ کا رنگ پھیکا ہو جاتا ہے۔ اور منہ پر ایک سفیدی چھا جاتی ہے۔ اس کیفیت کو صبح کی آمد سے تشبیہہ دی ہے۔ کیونکہ صبح کے وقت بھی سفیدی نمودار ہونے لگتی ہے۔ اور رات کی تاریکی کافور ہوتی جاتی ہے۔ ان دونوں کیفیات میں جو مشابہت ہے اسکو **استعارہ** کے رنگ میں یوں ادا کیا کہ "رات کا منہ فق ہوگیا" اور پھر اس منہ کے لئے "گلگونہ شفق" تجویز کیا۔

مثنوی مولینا غنیمت کہ جو اعلےٰ رتبہ فارسی علم ادب میں ہے وہ ہمیشہ کے لئے نازوال ہے۔ اس کا بھی ایک شعر ملاحظہ ہو

بروے سینہ اش سیب دوبارہ

علاج قوتِ ضعفِ نظارہ

اس شعر کی تشریح میں محض اتنا لکھنا ہی کافی ہوگا کہ یہاں سیب سے مراد میاں صاحب کے علم کلام کی رو سے تقند نار بکابل یا کشمیر کا سیب ہونا چاہیئے۔ مگر افسوس کہ شاعر کا یہ مفہوم نہیں۔

غرض قرآن مجید کو دیکھ لو۔ احادیث کو پڑھ لو خود حضرت مسیح موعود کے کلام پر غور کرلو۔ اور دوسرے اہل کمال اساتذہ کی تصانیف کو ٹٹولو تمہیں کہیں بھی ایسی مثال نہیں ملیگی جہاں تشبیہ کے لئے کوئی نام یا خطاب مشبہ کو استعارۃً دیا گیا ہو۔ اور پھر اس سے یہ مراد لی گئی ہو کہ مشبہ بہ کے تمام کمالات و صفات مشبہ میں موجود ہیں۔ اگر صاحبزادہ صاحب کو علم کلام سے ذرا بھی واقفیت ہوتی۔ تو حضرت صاحب کی مندرجہ بالا عبارت سے ہرگز نتیجہ نہ نکالتے کہ آپ فی الواقعہ نبی ہیں۔ یا تکمیل مشابہت سے نبی ہونا ضروری ہے۔ افسوس کہ صاحبزادہ صاحب کی مایہ ناز اور اعجازی تصنیف میں ایسی غلط اور بیہودہ دلائل سے کام لیا جائے۔ اور پرستاران گدی محض خوش عقیدگی سے اسے صحیفہ آسمانی سمجھ بیٹھیں جو لوگ پیر پرستی میں یہانتک ترقی کر گئے ہیں کہ اپنے دل و دماغ سے کام لینا مذہب کے خلاف سمجھتے ہیں ان سے میرا خطاب نہیں مگر ہاں جو لوگ اپنی تمام اپنے حواس خمسہ کے خود ہی مالک ہیں جو **عقل** رکھتے ہیں۔ اور اس سے کام لے سکتے ہیں۔ جو **علم** رکھتے ہیں۔ اور اسے ایک قابل قدر چیز سمجھکر اسے خیر باد کہنا نہیں چاہیئے۔ ہاں جو زندہ کانشنس رکھتے ہیں۔ اور اس کی روشنی سے انصاف کرسکتے ہیں۔ ان سے میں دست بستہ گذارش کرتا ہوں کہ وہ "حقیقت النبوۃ" کے صفحہ ۱۰۱ کو پڑھکر میرے اس مضمون کو بغور پڑھیں۔ اور پھر خود ہی انصاف کریں۔ کہ کیا صاحبزادہ صاحب کا طرز استدلال اور

میاں محمود احمد صاحب کا گریز حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی مطلوبہ حلف سے

آخرکار پورے تین مہینے کے بعد میاں محمود احمد صاحب نے بھی قسم کھانے کی ایک راہ نکالی ناظرین کرام کو وہ دن بھی یاد ہوگا جب خواجہ صاحب کے اشتہار مطالبہ حلف پر میاں صاحب نے فوراً اپنے مریدین کو قسم کھانے سے روکا اور قرآن کی خلاف ورزی کر کے اپنے آپ پر اور اپنی جماعت پر آستم قلبیہ کا فتویٰ صادر کیا۔ اس پر جب چاروں طرف سے میاں صاحب پر بالواسطہ اور بلاواسطہ اعتراضات کی بوچھاڑ پڑی ہے تو میاں صاحب کو اب ہوش آگئی ہے۔ خود ان کی جماعت ان کی اس پہلوتہی سے متشکی ہو رہی تھی اس لئے اسوقت بہت سے مشوروں کے بعد آپ نے مخلصی کی ایک راہ نکالی ہے جو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء میں بڑے غور و مشورہ سے ایک ایسی حلف اٹھائی ہے جو ان سے طلب نہیں کی گئی۔ حضرت خواجہ صاحب کا مجوزہ حلف مختلف امور پر مبنی تھا۔ اور وہ وہی امور ہیں جو اس وقت جماعت میں متنازعہ فیہ ہیں مثلاً یہ پوچھا گیا تھا۔ کہ شہادت دہندگان کا ایمان واعتقاد حضرت مرزا صاحب کی وفات پر کیا تھا۔ احمدی کیا مراد سمجھتے تھے۔ غیر احمدیوں کے کفر اور جنازہ کے متعلق اُن کا اسوقت کیا کیا عقیدہ تھا۔ اور سب سے اخیر امر یہ تھا کہ حضرت اقدس کی تصنیف ماقبل ۱۹۰۱ء کے بعض حصص کی منسوخیت کا خیال قسم کھانے والے کے دل میں کب پیدا ہوا۔ میاں صاحب کو ان تمام حلفوں میں سے صرف ایک حلف کیلئے مخاطب کیا گیا تھا۔ اور خواجہ صاحب نے اپنے ہر ایک اشتہار میں کھول کھول کر صرف اسی ایک حلف کا ان سے مطالبہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

"میں ۔۔۔ میں خود حضرت میاں صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ ذیل کے امور پر اپنے حلفیہ بیان سے روشنی ڈالیں ہمیں کوئی اُن سے ضد نہیں اور خدا بھی خوب جانتا ہے۔ کہ اس بات میں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں۔ کہ کیوں میاں صاحب امیر قوم ہوا۔ ہاں جو عقائد میاں صاحب نے تعلیم کئے ہیں وہ میرے ایمان و یقین میں حضرت اقدس کے نہیں اور نہ ہمارے کبھی تھے۔ یہ سب جدید باتیں ہیں جو ضرورت موجودہ نے پیدا کی ہیں لہٰذا اگر اور کے لئے نہیں تو ہم اپنے اطمینان کیلئے معاملہ کو صاف کرنا چاہتے ہیں اسی لئے امور متنازعہ میں بعض حضرت اقدس کے صحبت یافتہ احباب کی شہادت طلب کی تھی) جس کو اصطلاح پر ٹالنے کی کوشش کی گئی۔ مثلاً میاں صاحب کا یہ عقیدہ کہ حضرت اقدس کی کل تحریرات مسئلہ نبوت مسیح موعود پر جو سنہ ۱۹۰۱ء و سنہ ۱۹۰۲ء کے پہلی کی ہیں وہ منسوخ ہیں۔ اور قابل حجت نہیں۔ یہ عقیدہ حاشا وکلا فروری سنہ ۱۹۱۰ء سے پہلے نہیں سنا گیا ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اور ہمارا گمان یہ ہے کہ خود میاں صاحب کو ہماری تحریرات اس عقیدے پر مجبوراً لے آئیں۔ اب اس کا فیصلہ میاں صاحب حلفاً کردیں کہ خود انکے علم و یقین میں یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح موعود کو اپنی نبوت کی حقیقت کا صحیح علم سنہ ۱۹۰۱ء و سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے نہ تھا کب پیدا ہوا۔ ایسا ہی میاں صاحب خدا کو حاضر ناظر جانکر اپنا بیان شائع فرمادیں کہ میاں صاحب کو فروری سنہ ۱۹۱۰ء سے کسقدر پہلے اور کس سنہ میں یہ سمجھ آئی۔ کہ حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کی کل تحریرات اپنی نبوت کے متعلق منسوخ ہیں اور سند اور حجت کے قابل نہیں۔"

میاں صاحب! اب آپ خود ہی ایمان سے کہیں آپ نے کس منہ سے لوگوں کو دھوکا دینا چاہا ہے کہ آپ اس مطالبہ سے بچ نکلے۔ اس غیر مطلوبہ حلف سے جو آپ نے اٹھائی ہے۔ آپ کی غرض بعض ان لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔ کہ جن تک آپ کی ۔۔۔ تحریریں تو نہیں پہنچتیں۔ لیکن سماعت کے ذریعہ انہیں یہ علم ہو چکا ہے۔ کہ آپ سے ایک قسم کا مطالبہ کیا گیا ہے اور آپ اخفائے شہادت کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اب وہ دیکھ لینگے۔ کہ آپ نے قسم کھالی۔ انکو کیا پتہ کہ آپ سے کس قسم کا مطالبہ کیا گیا ہے دراصل یہی ایک حلف تھی جس پر آپ کے سارے عقائد کا تار و پود خاک میں ملجاتا۔ کس منہ سے آپ نے خطبہ میں یہ کہا "۔۔۔ میں قسم کھاتا ہوں"۔ کیا اسی کا نام تقویٰ ہے۔ کہ محض ایک مصیبت کو ٹالنے کے لئے دفع الوقتی کیجائے۔ ہاں یہ امر کہ کیوں خواجہ صاحب نے آپ سے ۔۔۔ حلف طلب نہیں کیں اسکی وجہ آپ ہم سے سُن لیں۔ یہ عقیدہ جس کے متعلق آپ سے قسم طلب کی گئی ہے یعنی متعلق منسوخی کتب ماقبل سنہ ۱۹۰۱ء یہ آپ کا انقلاب سنہ ۱۹۱۰ء کا ایجاد کردہ عقیدہ ہے۔ اور آپ خوب سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی تعیین تاریخ ہی آپ کی بنائی ہوئی عمارت گراتی ہے۔ اس لئے وہ قسم تو آپ کھا بیٹھے رہے۔ باقی قسمیں آپ سے اس لئے طلب نہیں کی گئیں۔ کہ آپ اُن کے اہل نہ تھے ان قسموں میں یہ دریافت کیا گیا تھا۔ کہ حضرت کی وفات پر احمدیوں کا عام مسائل میں کیا عقیدہ تھا۔ آپ کی عمر اس وقت اس قابل نہ تھی۔ کہ آپ ان نازک مسائل پر رائے قائم کرسکتے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ اس عمر میں بھی آپ علمی باریکیوں سے بہت ناواقف ہیں۔ جیسا کہ جناب مصطفیٰ خان صاحب کے مندرجہ بالا مضمون سے ظاہر ہے۔

علاوہ ازیں وہ تو دن آپکے کھیلنے کودنے کے تھے۔ جیسے کہ اس عمر کے بچوں کا حال ہوتا ہے۔ آپ کو ان باتوں سے کیا تعلق تھا۔ کیا آپ اس سے انکار کرسکتے ہیں۔ کہ حضور کے آخری ایام میں آپ کے اکثر اوقات لاہور میں سیر و شکار میں گذرا کرتے تھے۔ کھیلنے کودنے کا ہر ایک پر ایک وقت گذرتا ہے۔ اور یہ چنداں گناہ بھی نہیں۔ وہی آپ کا وقت تھا۔ مسائل متنازعہ میں سے بعض باتوں پر حضرت صاحب کی بعض منقش تقریریں انہی ایام میں اس وقت ہوئیں۔ جب آپ ہمارے مکرم دوست مرزا مبارک علی صاحب کے ساتھ چڑیوں کے شکار میں مصروف تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو ان حلفوں کا اہل نہیں سمجھا گیا۔ میاں صاحب آپ بفضلہ ایک ایسے عہدے کا ادعا رکھتے ہیں۔ جہاں معاملہ فہمی کی سخت ضرورت ہے۔ کیا اسی سمجھ اور فہم پر آپ سلسلہ کو چلائینگے۔ کہ جو آپ سے پوچھا نہ جائے۔ وہ آپ جواب دیں۔ اور جو پوچھا جاتا ہے اور جو سوال ہے اس سے پہلوتہی کی جائے۔

باقی رہا آپ کا خطبہ اسکو بھی آپ نے اسقدر ذلیل کیا ہے کہ جو خطبہ قادیان ایک وقت دنیا کی ہدایت و روشنی کا موجب ہوتا تھا آج وہ اس ادنیٰ کام کیلئے وقف ہوگیا ہے۔ جس کے لئے الحکم۔ الحق اور موجودہ ایڈیٹر تشحیذ کی تحریریں مختص تھیں۔ کس شخص کو سامنے رکھکر خطبے پڑھنے اپنے جذبات اپنے تعصبات۔ اپنی عداوتوں کے لئے قرآن کی آیتیں تلاش کرنی یہ آپ کی ہی خلافت کا کرشمہ ہے آپ نے اس خطبہ میں جو یہ لکھا ہے۔ کہ خواجہ صاحب حضرت مرزا صاحب کی فیض یافتگی سے انکار کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ان کے برابر سمجھتے ہیں یہ آپکا افترا اور بہتان ہے۔ آپ نے اپنے کان سے تو نہیں سُنا۔ پھر خطبہ میں اس بہتان کو بطور امر مسلمہ بیان کرنا اور اپنی طرف سے بیان کرنا ایک صریح ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر آپ کی جرأت تھی۔ تو اس خبیث کا نام بتاتے۔ جس نے آپ کے سامنے یہ نجاست خوری کی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کی تصدیق آپ عنقریب خواجہ صاحب کی اپنی تحریروں میں پالینگے۔ جو اگلے ہفتہ میں آپ کی نذر کی جائے گی۔ آخر میں آپ کی خدمت میں پھر عرض ہے کہ اگر آپ میں ایمانی جرأت ہے تو مطلوبہ حلف اٹھائیں۔ اور امور غیر مستفسرہ میں پڑکر اپنی کمزوری اور عدم دیانت کا ثبوت نہ دیں۔

روح انسانی کا منتہائے ترقیات

(گذشتہ سے پیوستہ)

لہٰذا ہر متنفس کا یہ فرض اول ہے کہ وہ اپنے افعال واعمال پر ایک گہری نظر ڈال کر دیکھے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے آیا وہ قانون قدرت کے مطابق ہے یا مخالف - اگر مخالف ہے تو چاہیئے کہ خلاف فطرت کا فوراً ہی چھوڑ دینے کی کوشش کرے - کیونکہ جوں جوں وقت گذرتا جائیگا اسکا عادت پڑ جائیگی اور دشوار ہوتا جائیگا - اور اس حالت میں آنیوالے وقت کو غنیمت جانکر ایسے راہ کی تلاش کرے جو فطرت انسانی کے مطابق اور منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے ہر طرح محفوظ و نزدیک ہو - وہو ہذا :-

(۱) یہ کہ ایک وحدہٗ لاشریک ہستی کو سچے دل سے اپنا پیدا کنندہ تسلیم کرے اور اپنا کل جان و مال اسی کی خواہش پر چھوڑ کر سوائے اس کے کسی سے اپنے نفع نقصان کی التجا نہ کرے - اس لئے کہ انسان کی فطرت اسبات کو ہرگز گذارا نہیں کرتی - کہ سوائے اس لازوال ہستی کے کسی اور کی محبت کا دم بھرا جائے -

ہمارا دل بمنزلہ عورت کے رحم کے ہے - یعنے جس طرح ایک عورت ایک نطفہ سے زیادہ رحم میں محفوظ نہیں رکھ سکتی - اسی طرح ہمارے دل میں بھی ایک سے زیادہ کے لئے جگہ نہیں ہے -

گو کوئی مشرک بازاری عورت کی طرح ایک سے زیادہ اپنے مالک سمجھنے لگے مگر نتیجہ وہی ہوگا کہ جس طرح بازاری عورت ساری عمر میں کئی ہزار خاوند بنانے کے بعد بھی کوئی پہل نہ لاسکی ایک مشرک بھی اسی طرح ناکام و نامراد رہے گا چنانچہ خدا تعالے نے اپنے کلام پاک میں مشرک کے لئے بہت سخت سزا فرمائی ہے -

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما - (ترجمہ) تحقیق اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شریک لایا جاوے ساتھ اسکے اور اس کے سوا جسے چاہے بخشتا ہے اور جس نے شریک بنایا ساتھ اللہ کے پس باندھا اس نے بھاری گناہ -

مشرک کا دل ہمیشہ کمزور ہوتا ہے - کیونکہ اسکی توجہ بجائے ایک جگہ کے کئی جگہ صرف ہوتی ہے - اول ایک خدا سے دعا کی اگر دیکھا کہ کامیابی کی صورت نہیں تو اس سے منہ پھیر کر دوسرے کے روبرو ہو لئے - اور پھر اسی طرح تیسرے کی طرف جس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ کامیابی کہیں بھی نہیں ہوتی -

(۲) پھر اس خدا سے جسے اس نے اپنا پیدا کنندہ اور وحدہٗ لاشریک تسلیم کیا ہے دن میں پانچ دفعہ دعا مانگے - پس اسی لئے میں نے نظام عصبی پر غور کرتے ہوئے عرض کر آیا ہوں - کہ ایک عادت جسکو کہ نظام عصبی میں گہرے طور پر منقش کرنا ہو - اس کے بار بار کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کی جاوے اور چاہیے ایک وقت انسان پر کتنی ہی مشکل آپڑے اس عادت کو ہرگز نہ چھوڑے - اس لئے ضروری ہے کہ اس وحدہٗ لاشریک کے لئے دن میں پانچ دفعہ اسکی عبادت کی جاوے -

اللہ تعالے نے اپنے پاک کلام میں اس دعا کو صلوٰۃ کہا ہے اور اسکو باقاعدہ ادا کرنیکی بہت سخت تاکید فرمائی - لفظ صلوٰۃ صل سے مشتق ہے - اور اس کے معنے ٹیڑھی لکڑی کو آگ سے سینک کر سیدھا کرنے کے ہیں - پس اس دعا کو صلوٰۃ اس لئے کہا کہ آدمی میں بسبب نفس امارہ کے ٹیڑھا پن ہوتا ہے - اور مصلی کو ہیبت اور عظمت ربانیہ کی گرمی پہنچتی ہے اور اس کے ٹیڑھے پن کو دور کر دیتی ہے - چنانچہ فرمایا

یایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین - (ترجمہ) اے وہ لوگو جو خدا کو وحدہٗ لاشریک جان کر اسی کی کتاب پہ ایمان لائے نماز ادا کرو اور صبر کے ساتھ اس کے لئے مدد مانگو - البتہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے -

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھکو خبر دو اگر کسی کے دروازے کے باہر نہر ہو وہ اس میں پانچ دفعہ دن میں نہاتا ہو اور پھر اس کے بدن پر کوئی میل رہے - کہا صحابہ نے اسپر کچھ میل نہیں رہتی - فرمایا - یہی یہ مثال ہے کہ پانچوں نمازوں کی - معاف کرتا ہے اللہ تعالے بسبب ان کے گناہ (مشکوٰۃ)

پھر فرمایا - واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ان اللہ بما تعملون بصیر - (ترجمہ) قائم کرو نماز کو اور دو زکوٰۃ اور جو بھلائی بھی اپنی جانوں کے لئے تم آگے بھیجو گے اسی کو اپنے پیدا کنندہ کے پاس جاکر پالوگے - اس لئے کہ تم جو کچھ کرتے ہو اسکو دیکھتا ہے -

(۳) اس بچاؤ کے لئے کہ کہیں امتحان کے وقت کچا ثابت نہو ضرور کوئی نہ کوئی فعل اپنی عادت اور مزاج کے خلاف کر لینا چاہیئے -

روزانہ پانچ نمازیں بھی اس ضرورت کو کسی حد تک پورا کر دیتی ہیں - کیونکہ سخت سردی کے دنوں میں اٹھکر علی الصباح نماز پڑھنا آسان نہیں - اور پھر ادھر جب تمام دن کے کاروبار کے بعد گھر میں آکر کھانا کھایا جاوے تو کس قدر نیند غالب آتی ہے - اس وقت اپنے آرام کو قربان کرکے نماز عشا ادا کرنے میں بھی کچھ امتحان ہو جاتا ہے -

انہی دو نمازوں کے بارہ میں ابی ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو نمازیں منافقوں پر بہت ہی بھاری ہیں عشا کی نماز اور صبح کی نماز اور اگر ان کو ان دونوں نمازوں کا ثواب معلوم ہوتا - تو گھٹنوں کے بل چل کر آتے میں نے ارادہ کیا - (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہ نماز کی تکبیر کہنے کا حکم دوں - پھر کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے - اور میں چند اشخاص کو جن کے ساتھ لکڑی کے گٹھے ہوں - لیکر لوگوں کی طرف جاؤں اور ان کے سمیت ان کے گھروں کو جلا دوں -

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ان دو نمازوں میں کوتاہی کرنے والوں کو رسول کریم نے منافق کہا ہے -

لیکن جائے غور ہے کہ اس وحدہٗ لاشریک نے کیوں اس آزمایش کو ناکافی سمجھکر انسان پر ایک سال میں ایک ماہ کا فاقہ فرض کر دیا - یہ اس لئے کہ وہ عالم الغیب جانتا تھا کہ نمازیں شروع شروع میں تو بیشک کچھ آزمایش ہے - مگر جب کئی سال کے متواتر عمل سے یہ حالت اضطراری ہو جاتی ہے - تو اس وقت انسان کو اس فرض کے ادا کرنے میں مطلق تکلیف نہوگی - اور شیطان تو ایسا نرم نہیں کہ انسان ایسے معمولی امتحان پاس کرنے کے بعد اس کا مقابلہ کر سکے - پس اس مصلحت کو مدنظر رکھکر فرمایا :-

یایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (ترجمہ) اے وہ لوگو ! جو خدا کو وحدہٗ لاشریک جان کر اسکی کتاب پر یقین رکھتے ہو - تم پر روزے فرض کئے جاتے ہیں - جیسے کہ تمہارے پہلوں پر فرض کئے گئے - یہ اس لئے کہ تم متقی بنو اور آزمایش کے وقت پورے اترو -

روزہ کا حکم دینے سے نظام عصبی میں کسی مستقل عادت کا راسخ کرنا ہرگز مقصود نہیں ہے بلکہ یہ صرف آزمایش ہے - کیونکہ انسان گیارہ ماہ سے برابر کھانے پینے کا عادی ہوتا ہے - اس کے بعد مثلاً صبح سے شام تک بھوکا رہنا پڑتا ہے - تو اس میں اسکی قوت ارادی بہت ترقی کر جاتی ہے - اور پھر یہی قوت اسے آیندہ گیارہ ماہ میں کہیں ذلیل نہیں ہونے دیتی -

آپ غور کرو کہ جو شخص باوجود سب چیزوں کے ہوتے ہوئے ایک ماہ تک محض خدا کے لئے فاقہ رہنا منظور کرتا ہے - بھلا وہ کونسی دنیاوی طاقت ہے جو اسے مفلسی اور بھوک کے وقت کسی کے مال

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر نے باہتمام ... احمدیہ بلڈنگس ... لاہور سے دفتر پیغام صلح سے شائع کیا -

پھر جو شخص محض خدا کو خوش کرنیکے لئے ایک عرصہ تک اپنی منکوحہ عورت کے پاس نہیں جاتا شیطان کیا وہاں اپنا سر پھوڑیگا۔ اسکا نظام عصبی تو ایسے افعال کے تصور سے ہی کانپ جاتا ہے۔ علم طب کے رو سے بھی روزہ کے بے انتہا فوائد ثابت ہو چکے ہیں۔ جنکو ہر مذہب و ملت کے لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ مگر بوجہ طوالت یہاں نہیں دلیسکتا)

دوسرا اپنی کمائی میں سے محتاجوں۔ قومی سوسائیٹیوں اور دیگر مستحقین کی مدد کرنے میں بھی ایک بھاری آزمائش ہے۔ اس لئے اس پر عمل کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ اس میں دو فائدے ہیں۔

(۱) دنیا کے مال کی محبت زیادہ نہیں بڑھتی۔ اور قوت ارادی ترقی کرتی ہے۔ (۲) ہمدردی کا فرض جو انسانی مقصد زندگی کا ایک جزو ہے ادا ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ پر خرچ کرنے والوں کے لئے اپنے کلام پاک میں اجر عظیم کے وعدے کئے ہیں۔

الذین ینفقون اموالہم بالیل والنہار سرا وعلانیۃ فلہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ٥

وہ لوگ جو اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں دن رات مخفی طور پر یا ظاہرا طور پر خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے نزدیک ہے اور ان پر کوئی رنج و غم نہیں ہوگا۔

(۳) سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسان اس حیات عنصری کو اپنی آئندہ زندگی کی تمہید یا دیباچہ سمجھے۔ اور اس زندگی کو آئندہ زندگی کے مقابلے میں ایسا ہی جانے جیسا کہ وہ اس زندگی کے مقابلے میں خواب کو وقعت دیتا ہے اور یہاں کی لذات اور تلخیوں کو آئندہ زندگی کے مقابلے میں ایسا ہی بے حقیقت سمجھے۔ جیسا کہ اس زندگی کے مقابلے میں وہ خواب کی خیالی لذات اور تلخیوں کو بے حقیقت سمجھتا ہے۔

ہر ایک شخص اس بات کو جانتا ہے کہ نیند کی باتوں کو ہم اس لئے حقیر جانتے ہیں کہ ایک تو وہ محض خیالی ہوتی ہیں۔ دوسرے جلد ختم ہو جاتی ہیں۔ اور ان کے مقابلے میں ہمیں اس دنیا کی حسی لذات اور ان سے زیادہ پائیدار میسر آ جاتی ہیں۔ لیکن اگر وہ خیالی لذات جو ہمیں خواب میں حاصل ہوتی ہیں کچھ عرصہ برابر قائم رہیں اور یہ حسی لذات ہمیں نصیب نہ ہوں تو ظاہر ہے کہ ہم خواب کی خیالی لذات اور تلخیوں کو ایسا ہی حقیقی جانیں جیسا کہ اب حسی لذات اور تلخیوں کو ہم حقیقی سمجھے بیٹھے ہیں۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری اس زندگی کی لذات اور تلخیاں آئندہ زندگی کے مقابلے میں بالکل ہیچ اور ناکارہ ہیں۔ اور اس کو اسطرح جاننا چاہئے کہ جس طرح ہم خواب میں ایک واقعہ کو دیکھتے ہوئے اسے بالکل صحیح واقعہ تصور کرتے ہیں۔ اور واقعات حسی سے اسے کسیطرح کم نہیں سمجھتے۔ مگر نیند کھلنے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو محض خیال ہی خیال تھا۔ اور اس کی اصل حقیقت کچھ نہ تھی۔ اسی طرح اس دنیا سے گذر جانے پر بھی یہ واقعات مانند خواب معلوم ہونگے اور ہر ایک روح یہی خیال کریگی کہ میں نے ایک خیالی دنیا یا خواب میں ایک عرصہ گذارا ہے۔

پیلا مار اللہ بخش متعلم اشاعت اسلام کالج لاہور)

چندہ جماعت احمدیہ پشاور

نمبر شمار	نام	قسم چندہ	تعداد رقم
	موصولہ ۲۲ اگست ۱۹۱۵ء		
(۱)	حضرت مولانا مولوی غلام حسن خانصاحب	اشاعت اسلام	عـہ
(۲)	شال خانصاحب	”	عـاـر
(۳)	دلاور خانصاحب	ترجمۃ القرآن انگریزی	سے ر
	میزان		صـہ
	موصولہ ۲۸ اگست ۱۹۱۵ء		
(۱)	مولوی مظفر احمد صاحب	اشاعت اسلام	صہ ر
	موصولہ ۱۴ ستمبر ۱۹۱۵ء		
(۱)	غلام رسول صاحب	ترجمۃ القرآن انگریزی	معہ ر
(۲)	نور الدین صاحب	”	سے ر
(۳)	نصر اللہ خاں صاحب	اشاعت اسلام	سے ر
(۴)	میاں شہاب الدین صاحب	”	عـاـر
(۵)	عبد الاکبر خانصاحب	”	عـہ
	میزان		دـہ
	موصولہ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء		
(۱)	دلاور خاں صاحب	ترجمۃ القرآن انگریزی	عـاـر
(۲)	ایڈل بیگ صاحب	اشاعت اسلام	عہ ر
(۳)	بابو ہدایت اللہ صاحب	”	للعہ
(۴)	مرزا رمضان علی صاحب	”	عہ ر
(۵)	استاد صاحب گل صاحب	”	عہ ر
			لعہ ر

اس کے علاوہ صہ اور عہ کے دو منی آرڈر اور وصول ہوئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ساکنین منڈ　ترجمۃ القرآن انگریزی　چندہ جماعت اسلام

صہ ۱۰ ۹ پائی	للعہ ۱۲ ر	للعہ میزان ۶ ر ۳ پائی صہ

منی آرڈر فیس ۶ ر کل صہ

نیز بابو دلاور خان صاحب احمدی مبلغ صہ ۱۲ ر برائے ترجمۃ القرآن ارسال فرماتے ہیں۔

جزاہ احسن الجزاء ؎

(صفحہ ۱۳ سے آگے)

اس مرحلہ کے لئے شملہ پر حکومت پنجاب کی طرف سے ایک کانفرنس عنقریب منعقد ہونیوالی ہے جسمیں چیفکورٹ کے جج اور وکلا اور لیجسلیٹو کونسل کے متعدد ممبر شریک ہونگے اور اگر تجویز مذکورہ میں پاس ہو گئی اور رواج نے بالآخر قانون کی صورت اختیار کرلی تو مسلمانوں کو قانونا شریعت اسلامیہ کے مطابق تقسیم جائیداد کا حق حاصل نہیں رہیگا اور وہ مجبور ہونگے کہ بجز رواج کے کسی قانون کو مد نظر رکھیں جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانان پنجاب اس باب میں شریعت کی پیروی نہیں کرسکیں گے اور اگر خدا کی پابندی کرینگے تو سرکاری قانون کی خلاف ورزی کے مجرم قرار دیئے جائیں گے۔

لیکن ہم ارباب کانفرنس کی خدمت میں با دب عرض کرینگے کہ انہیں اس موقع پر قانون وقف علی الاولاد کی مثال کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ یہ قانون حالانکہ شرع اسلام کا ایک مسلم مسئلہ ہے تاہم پریوی کونسل نے ایک مقدمہ کی بنا پر اسے منسوخ کردیا تھا۔ جس کی تنسیخ کے لئے بعد میں مسلمانان ہند کو شدید جدوجہد کرنا پڑی تھی۔ اور گورنمنٹ کو بھی پھر دوبارہ غور و تامل کی تکلیف اوٹھانا پڑی تھی۔

ان مسلمانوں کے لئے جو شریعت پر رواج کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اعتراض سے بچنے کیلئے یہ عذر لنگ پیش کیا کرتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد بھی اس رسم کے پابند تھے۔ یہ نہایت شرم کی بات ہے۔ کہ وہ انہی رسوم کو دوبارہ رائج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جنکے مٹانے کے لئے اسلام دنیا میں آیا ہے۔ کیا اسلام نے عربوں کی رسوم آبائی کو یک قلم موقوف نہیں کردیا تھا۔ اور کیا مذہب نے آباؤ اجداد کی اندھا دھند تقلید کی مذمت نہیں کی؟ پھر کیا یہ لوگ آبائی رسوم کو شرعی قوانین سے افضل مانتے ہیں۔ یا شریعت اسلامیہ کو اس بارہ میں اسقدر ناقص و کمزور سمجھتے ہیں کہ دوسری قوموں کی ناکمل و غیر منصفانہ رسوم سے اسکی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام کا قانون وراثت بالکل صاف و واضح و مکمل و منضبط ہے وہ مبہم نہیں ہے کہ تاویلوں سے کام لیا جائے۔ اور ناقص نہیں ہے کہ دوسروں کے رسم و رواج سے اسکی تکمیل کیجائے وہ آئین فطرۃ کے عین مطابق ہے تمدن و معاشرت کے بہترین اصولوں پر مبنی ہے اور ماہران اقتصادیات اسکو دیانت کا مکمل ترین

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

دردانیال کے نقصانات لنڈن ۲۲ ستمبر۔ دردانیال سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-

مقتولین:- لفٹننٹ ۱۔ دوم لفٹننٹ ۱۔
اب ہلاک: کپتان ۱۔ دوم لفٹننٹ ۱۔
زخموں سے ہلاک:- کپتان ۱۔ لفٹننٹ ۱۔
مجروحین:- میجر ۱۔ کپتان ۳۔ لفٹننٹ ۲۔ دوم لفٹننٹ ۵
اب المجروح و مفقود الخبر:- کپتان ۱۔
غیر سرکاری رپورٹ کے مطابق مجروح و اسیر:- کپتان ۱۔

اتحادی ہوائی جہازوں کی سرگرمی پیرس ۲۳ ستمبر توپخانہ کی شدید آتشباری جاری رہی۔ جس میں فرانسیسی پلہ بھاری رہا۔ انہوں نے خندقوں کو تباہ کر دیا اور گولی بارود کے ذخائر کو اڑا دیا۔ میوز کی گھاٹیوں پر بالخصوص شدید لڑائی وقوع میں آئی اور ہوائی تارپیڈوں نے توپخانہ کی امداد دی۔

پیرس ۲۴ ستمبر شب گذشتہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ تمام محاذ پر توپخانہ کی لڑائی نہایت شدت سے جاری رہی اور سرنگ اڑانے اور بم پھینکنے کی کارروائی بھی عمل میں آتی رہی جرمن خندقوں کو بہت نقصان پہنچا۔ ایک فرنچ ہوائی جہاز اور آلہ نما پرواز نے متعدد سٹیشنوں اور کیمپوں پر مؤثر گولہ باری کی۔ جرمنوں نے ایپرس اور اس کے مضافات پر آتشخیز گولے پھینکے جن سے کئی جگہ آگ لگ گئی۔ مگر بعد میں جلد بجھا دی گئی۔

برطانیہ کے فدائی لنڈن ۲۲ ستمبر۔ مغربی رزمگاہ سے ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-

مقتولین:- لفٹننٹ ۱۔ دوم لفٹننٹ ۱۔
زخموں سے ہلاک:- دوم لفٹننٹ ۲۔
مجروحین:- کپتان ۳ لفٹننٹ ۱۔ دوم لفٹننٹ ۴۔

انگلستان کے شیدائی شملہ ۲۴ ستمبر۔ مغربی رزمگاہ سے ہندوستانی نقصان کی فہرست نمبر ۱۲ حسب ذیل شائع کی گئی ہے:-

ہلاک: لفٹننٹ پی جے ویدالس۔ انڈین میڈیکل سروس
مرض سے ہلاک:- دوم لفٹننٹ ای ایل ڈین نہ اسٹیٹ (۱۰۵ سندھ رائفلز۔ آئی اے آر او-)
مجروح:- میجر پی این کرنچی دو رسالہ نمبر ۶۔

آبنائے قسطنطنیہ کی جنگ لنڈن ۲۴ ستمبر ہفتہ مختتمہ ۲۲ ستمبر کے اندر برطانی بندرگاہوں میں ۲۲۳۰ جہاز داخل ہوئے اور روانہ ہوئے اور صرف ۲ غرق کئے گئے

غرق سٹیمر کے مسافر لنڈن ۲۳ ستمبر جہاز کوننکس ایماشپ وانش سینڈ کے قریب لنگر غرق ہوگیا۔ بٹاویر چہارم نے اس کے پسماندوں کو جہاز کمبا نگمن پر منتقل کر دیا جو انہیں لیکر اسٹرڈم کو روانہ ہوا ہے۔

گولہ باری کی روزافزوں شدت پیرس ۲۱ ستمبر فرانسیسیوں کی گولہ باری معمولی کی نسبت نہایت اہم اور شدید معلوم ہوتی ہے۔ زہریلی گیس کے گولوں کی موسلا دھار بارش کے باوجود فرانسیسی لائنیں چٹانوں کی طرح قائم ہیں۔ سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ ایپرس کے علاقہ میں فرانسیسی توپوں نے غنیم کے مورچوں کو شدید نقصان پہنچایا۔ جرمنوں نے شمپین کے علاقہ میں زہریلی گیس کے گولوں سے آتش باری کی اور بالخصوص۔ لووین پر بھی اور لو ہیجر پر گولہ باری کی۔ فرانسیسیوں نے اس کا پرزور اور مؤثر جواب دیا۔ ارگون کے علاقہ میں فرانسیسی توپوں نے کئی مقامات پر خندقوں کو توڑ دیا۔ اور جرمنوں کو جو قلعبندیوں کی مرمت کرنے کی کوشش کر رہے تھے منتشر کر دیا۔ جرمنوں نے لورین میں بھی زہریلے گولے استعمال کئے۔ مگر کامل طور پسپا کئے گئے

جھیلوں میں سنگینوں کی لڑائی پیٹروگراڈ ۲۴ ستمبر ایک جرمن ہوائی جہاز کو جو ریگا کی طرف جا رہا تھا روسی توپوں نے تباہ کر دیا ہے۔

صوبجات بالٹک کی عظیم جنگ ہنوز شدت کے ساتھ جاری ہے۔ اور روسیوں نے اب تک غنیم کے تند حملوں کا نہایت خوبی سے مقابلہ کیا ہے۔ سرکاری اطلاع میں اعلان کیا گیا ہے۔ کہ روسیوں نے ریگا اور فریڈرگ سٹیٹ کے مغرب میں اور بالخصوص ایکاڈ کے علاقہ میں غنیم کو شکست دی۔ جہاں جرمن گولی بارود اور دستی بموں کی کسی قدر مقدار چھوڑ کر بھاگ گئے روسی پیشقدمی کی کوشش کر رہے ہیں ڈونسک کے سامنے جنگی حالت غیر متبدل ہے روسیوں نے نووو الگزینڈر وسک کی جھیلوں میں بھی نوک سنگین کامیابی حاصل کی ہے اور بہت سی قیدی اور چند کلدار توپیں گرفتار کی ہیں ایک گھاٹی چھ مرتبہ کبھی جرمنوں کے ہاتھ آئی۔ اور کبھی روسیوں کے۔ سمورگون کے قریب ہر جگہ سخت شدت کی لڑائی ہوئی۔ اور مزید جنوب کی طرف بالائی نیمن کے علاقہ میں روسیوں نے جرمنوں کو دست بدست لڑائی میں مصروف کیا اور شدید معرکے وقوع میں آئے۔ چونکہ توپوں سے اس قسم کی لڑائی کثرت سے وقوع میں آ رہی ہے اور اس میں روسیوں نے بہت درجہ کی شجاعت اور استقلال کا ثبوت دیا ہے۔

جنوب میں جارحانہ کارروائی پیٹروگراڈ ۲۴ ستمبر روسیوں نے جنوبی محاذ پر پھر جارحانہ کارروائی شروع کردی ہے۔ اور گو آسٹروی جرمن افواج ان کی پیشقدمی کو روکنے کی سر توڑ کوشش کر رہی ہیں مگر وہ اس کے باوجود اس اہم علاقہ میں ترقی کر رہے ہیں۔ اور غنیم کے ۲۴۰ افسر اور ۱۴۰۰ سپاہیوں کے علاوہ متعدد کلدار توپیں ان کے ہاتھ آئیں۔ مشرقی لائن پر بھی روسیوں نے مزید قیدی گرفتار کئے ہیں اور گھاٹیوں اور دیہات پر قبضہ کر لیا ہے۔ کاسکون نے غنیم کا سختی سے تعاقب کیا۔ اور آسٹرویوں کو بری طرح تباہ کیا۔ ان کے قیدی گرفتار کر لئے۔ کاسکون کی مزید عظیم جماعتیں نہایت سرعت سے دریائے نیسٹر بلکہ بکووینا کی طرف بھی پیشقدمی کر رہی ہیں۔ سرکاری اطلاع میں اس کارروائی کو تاخت سے تعبیر کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے بعد ایک اور معرکہ میں روسیوں نے مزید قیدی گرفتار کئے۔ اور اسلحہ کی بہت سی مقدار ان کے ہاتھ آئی۔

پیرس ۲۴ ستمبر جنرل ایوانوف اور جنرل بروسیلوف کی فوج کے فرنچ نامہ نگاروں کے مراسلات سے پایا جاتا ہے۔ کہ روسیوں نے والہینیا کے علاقہ میں عظیم کامیابی حاصل کی اور دریائے سٹر اور اکوا پر آسٹروی محاذ کو توڑ گئے۔ اور ہزار قیدی گرفتار کر لئے۔ [illegible] اور جرمنوں کو لزک کے قریب لیمبرگ کی سڑک پر بھی شکست ہوئی۔ اور روسیوں نے لزک پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ غنیم بعجلت تمام بھاگ گیا اور مغرب کی طرف اسکا تعاقب جاری ہے۔

کوہستانی علاقہ میں جنگی کارروائی لنڈن ۲۴ ستمبر۔ روما کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ غنیم کے قلیل دستوں کو جو کورٹینا ڈمپیزو کے شمالی مغربی کوہستان کی ٹوفینل اور کرسٹالو وادیوں میں داخل ہو گئے تھے۔ اور اطالی قبضہ میں خلل انداز ہو رہے تھے وہاں سے نکال دینے کی غرض سے دلیرانہ اور متحدانہ کوہستانی کارروائیاں عمل میں لائی گئی ہیں ناہموار زمین کیوجہ سے جس میں کثرت سے نمایاں بستیاں ہیں غنیم کو شدت سے مقابلہ کرنے کا موقع مل گیا۔ مگر اطالی کے قلیل دستوں نے باقاعدگی اور باہم آہنگی سے کارروائی کر کے غنیم کو رفتہ رفتہ وہاں سے نکال دیا اور پیچھے کی وادیوں کی طرف دھکیل دیا۔ وادی پلیو کے اطالوی توپخانے نے قلعہ [illegible] پر گولہ باری شروع کر دی [illegible] منہدم ہو گیا ہے اور [illegible]

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

آج دنیا میں صحبتیں تو قسم قسم کی موجود ہیں خواہ دینی رنگ کی ہوں یا دنیوی طرز کی۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ اپنے اندر سب ایک قسم کا لطف بھی رکھتی ہیں مگر جن آنکھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت کا رنگ ڈھنگ دیکھا ہے۔ انکی نگاہوں میں دنیا اندھیر ہے۔ نہ کوئی صحبت نظروں میں جچتی ہے نہ کوئی انسان ویسا نظر آتا ہے۔ ماں باپ سے بڑھکر محبت اگر دیکھتی ہو تو آپ میں ہی نظر آتی تھی۔ ہر ایک مخلص یہی سمجھتا تھا کہ سب سے بڑھکر مجھ سے ہی محبت ہے۔ دشمن آتے تھے اور اکثر ایک ہی ملاقات میں دوست بنکر چلے جایا کرتے تھے۔ آپ کی صحبت میں سوائے خدا کے اور کوئی چیز ہی یاد نہ رہتی تھی۔ گناہوں کے بوجھ اور دنیا کے جھگڑوں اور مصائب سے کیسا ہی دل دردمند کیوں نہ ہو آپکی زبان مبارک سے چند تسلی آمیز فقرات کے سننے کے بعد روح کو عجیب قسم کی راحت اور تسکین نصیب ہو جایا کرتی تھی۔ جب قادیاں میں میں معہ عیال کے تین ماہ جاکر رہا۔ اس وقت میری اہلیہ کی طبیعت بہت ناساز ہوگئی۔ میں گھبرا کر مسجد میں گیا کہ حضور سے دعا کراؤں گا۔ جب حضور ہی میں حاضر ہوا۔ تو روح کو ایسی تسکین حاصل ہوئی کہ مجھے شرم آئی کہ ایسے عظیم الشان آدمی کو اتنی ذرا سی بات کے لئے تکلیف دوں۔ مجھے اپنی تکلیف ایک پرکاہ کی طرح نظر آنے لگی چنانچہ دعا کے لئے عرض نہ کی۔ دوسرے دن پھر گھبرا کر دعا کے لئے عرض کرنے گیا۔ پھر جب حضور میں جاکر بیٹھا۔ دل کی تمام کلفتیں دور ہو گئیں اور پھر دعا کے لئے عرض کرنے سے شرم آگئی آخر آپ کو کسی اور طریق سے پتہ لگ گیا۔ بہت مہربانی فرمائی۔ اپنی دواؤں سے دوا بھیجی۔ دعا بھی فرمائی۔ خدا نے فضل کر دیا۔ یہ تو بات میں بات آگئی تھی۔ ورنہ میرے سینہ میں تو ایک دریا لہریں مارتا ہے۔ کوئی سننے والا ہو تو اس اخلاق مجسم کے کچھ اخلاق سناؤں۔ اب اگر لوگ کسیکو آپ کا مثیل بناویں تو بناویں اور کسی کو آپکے حسن و احسان کا نظیر ٹھیراویں تو ٹھیراویں۔ ہماری آنکھوں میں تو یہ گڈے گڑیے کا کھیل معلوم ہوتا ہے یا ایک نقل معلوم ہوتی ہے جو تھیٹر والے کسی واقعہ کی نقل اتارا کرتے ہیں۔ اسی طرح مسیح موعود کے زمانہ کی نقل اتاری جارہی ہے۔ لیکن وما انا من المتکلفین اللہ میرے دوستوں کو سمجھ دے۔ یہ پیارے تکلف سے مسیح موعود یا امور یا برگزیدہ الٰہی بن نہیں جایا کرتے دل میں تصور کر لینے سے نہ مسیح موعود بن جایا کرتے ہیں اور نہ وہ زمانہ واپس آجاتا ہے۔ وہ نعمت کچھ اور ہی چیز ہیں۔ ہاں مفتی محمد صادق صاحب اپنے تئیں خواجہ صاحب کی مخالفت میں جو گایوں بھرا اشتہار نکالا اس میں میری نسبت یہ لکھدیا کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت اوٹھائی ہی نہیں مجھے قیامت میں جناب کے سارٹیفکیٹ لینے کی کوئی ضرورت نہیں کہ میں صحبت میں بیٹھا یا نہیں اور نہ محض صحبت میں بیٹھنا کوئی قابل فخر چیز ہے۔ جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی عمل نہ ہو۔ لیکن میں عرض کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ کہ اگر خدا کا فضل نہ ہوتا اور حضرت صاحب کی صحبت نہ دیکھی ہوتی اور آپکی تعلیم خود آپ کی زبان سے نہ سنی ہوتی۔ اور آپکے اخلاق فاضلہ کا خود تجربہ نہ کیا ہوتا۔ تو جو اخلاق آپنے اور آپکی پارٹی نے اور آپکے پیر و مرشد نے دکھلائے ہیں۔ اور جو عقائد سکھلائے ہیں۔ وہ میرے جیسے شخص کو نہ صرف احمدیت بلکہ مذہب سے بیزار کر دینے کے لئے کافی تھے۔ یہ صرف خدا کا فضل تھا۔ جس نے اس امتحان میں سنبھالا۔ اور بعد ازاں حضرت مسیح موعود کے اخلاق اور آپکی پاک تعلیم تھی۔ جو خود آپکی زبان سے سنی تھی جس نے دلکو تسلی دی۔ اور وہ مقدس چہرہ تھا۔ جو ابتک آنکھوں میں پھرتا ہے۔ یا آپکے مسیحیت کا دعوےٰ تھا۔ جس سے دلکو یوں تسکین ہوئی۔ کہ مسیحیت کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ جماعت کا کثیر حصہ غلو میں پڑ جاوے۔ گمان تھا کہ جو مہدویت کا منصب ہے اس غلو کا علاج ہے جا۔ رہ دور کیوں جاؤ۔ یہی اشتہار جو مفتی صاحب نے خواجہ صاحب کے خلاف نکالا کوئی مہذب اشتہار کہلا سکتا ہے؟

وہ لوگ جو دنیا کو اسلام سکھلانے کے مدعی ہوں ان کے یہ اخلاق ہونے چاہئیں کہ ہر فقرہ میں ایک نشتر چبھا ہو۔ اصل میں حسد بہت بڑی بلا ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب کا محسود ہونا انکو تو بفضلہ تعالےٰ ترقی کے کمالات پر پہنچا رہا ہے۔ مگر لوگوں کے اخلاق کسوٹی پر کسے جا رہے ہیں۔ اور انکی آگ ظاہر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اشتہار کا فقرہ فقرہ بتلاتا ہے کہ کس طرح دانت پیسے گئے ہیں۔ میں تو اسی دن سمجھ گیا تھا کہ خواجہ صاحب محسود بنینگے جس دن حضرت مولانا نور الدین مرحوم کے زمانہ خلافت میں مفتی محمد صادق صاحب بنارس سے لکچر دیکر تشریف لائے تھے۔ مفتی صاحب حضرت مولوی صاحب مرحوم کی خدمت میں لوگوں کے سامنے تو خواجہ صاحب کے لکچر کی تعریف کرتے رہے۔ مگر تنہائی میں جب سوائے میرے اور مفتی صاحب کے اور کوئی نہ تھا۔ تو لگے مولوی صاحب کی خدمت میں اپنے لکچر کی تعریف کرنے اور یہاں تک کہا کہ بنارس کے لوگوں نے صاف کہدیا کہ لکچر تو ہم نے آج سنا ہے۔ اور اس کی وجہ مفتی صاحب نے یہ بتلائی کہ میں نے صاف صاف تبلیغ کی اور مداہنت سے کام نہ لیا جس کے معنے یہ کہ خواجہ صاحب مداہنت سے کام لیتے رہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے لوگوں نے ان کے لکچر کو کالعدم اور مفتی صاحب کے لکچر کو لکچر قرار دیا۔ تنہائی میں خواجہ صاحب پر یہ حملہ اور مفتی صاحب کی یہ خود ستائی دیکھکر میں تو حیران رہ گیا۔ اور تعجب یہ ہوا کہ مفتی صاحب تو لوگوں میں صوفی منش بنتے ہیں۔ یہ کیا تماشا ہے کہ خدا کی خوشنودی کو مقدم نہیں کرتے اور اسی سے اجر کے طلبگار نہیں ہوتے بلکہ خلیفہ سے آفرین و مرحبا کا شکار چاہتے ہیں۔ اور اسکو خوش کرنا اپنا انتہائے مقصد سمجھتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ انسان کو جھوٹ سچ کہکر خوش کر لینا کونسی بڑی بات ہے۔ خدا جب تک خوش نہ ہو تو کسی انسان کا خوش ہونا کچھ چیز نہیں اور خدا کا قول فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضیٰ کیوں بھول گیا۔ کہ اگر تم راضی بھی ہو جاؤ گے مگر خدا راضی نہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال آیا کہ اسی طرح خواجہ اور ان کے احباب کی نسبت خلوت میں مولوی صاحب کے کیا کیا نہ کان بھرے جاتے ہونگے۔ اور جس قدر بھی بدگمانیاں انکے دل میں بٹھائی گئی ہوں تھوڑی ہیں۔ جب ان مفتی صاحب کا یہ حال ہے جو مصیرہ میں مجھے کہتے تھے کہ مولوی نور الدین صاحب تو اب حضرت مسیح موعود سے بھی بڑھکر اپنی ناز برداریاں کرانا چاہتے ہیں۔ اور انجمن کے جھگڑے میں خواجہ صاحب اور ان کے احباب کو حق گو اور حق بجانب کہتے تھے۔ تو اور لوگوں کا کیا حال۔ جو شروع سے ہی انجمن کا بیج اکھڑوا دینا مانگتے تھے اور اس کے لئے مولوی صاحب مرحوم کو خط لکھا کرتے تھے۔ حدیث میں آیا ہے۔ حسد اعمال کو آگ کی طرح کھا جایا کرتا ہے۔ خدا اس سے ہمارے سب بھائیوں کو بچا وے۔ والسلام۔

خاکسار۔ بشارت احمد عفی عنہ

معاملہ حلف میں مفتی صاحب کا طرز عمل

مفتی صاحب کا ایک تو وہ اشتہار تھا جو خواجہ صاحب کے مطالبہ پر انہوں نے حلف سے بچنے کے لئے دیا۔ اور اس میں مختلف عذر تراشکر حلف مطلوبہ میں تعویق ڈالنی چاہی۔ اب الفضل مورخہ ۱۹۔ و ۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء میں ان کا ایک عنوان مندرج ہے جس میں سیدنا خلیفۃ صادق حکیم نور الدین صاحب علیہ الرحمۃ کے ایک خط پر جسکی نقل مفتی صاحب نے شائع کی ہے۔ وہ قسم کھانے کھلانے کو تیار ہیں۔ کیوں مفتی صاحب! کیا اس سے پتہ نہیں لگتا۔ کہ قسم کھانا تو آپکے لئے کوئی بڑی بات نہیں رہا۔ خواجہ کی مطلوبہ قسم ہی آپکے لئے ایک موت ہے۔

اس لئے اسپر آپنے طال مٹول کی ہے۔ مگر اس خط کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پردہ دری کر دی ہے۔ ابھی تین ہفتے نہیں گزرے کہ آپ کو حلف دینے پر اس قدر تامل تھا کہ آپ مختلف پیچیدگیاں ڈال رہے تھے۔ لیکن آج آپ میدان حلف میں اس قدر تیز ہیں کہ فی الفور حلف اٹھانے کو تیار ہو گئے ہیں۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ جس حلف سے آپ کو لیت و لعل ہے وہ آپکے لئے ایک موت ہے۔ اور وہ موت یہ ہے کہ آپکے اخبار کے کالم ہیں آپکی اور آپکے نامہ نگاروں کی متواتر تحریریں حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد کی موجود ہیں۔ جن میں حضرت صاحب کی اس نبوت سے انکار کیا گیا ہے جو آج میاں محمود احمد اور اس کی اتباع میں آپ بھی پیش کر رہے ہیں۔ ان تحریرات میں احمد سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت صاحب کو ان کا بروز بیان کیا گیا ہے۔ ان میں آپنے غیر احمدیوں کو یقین دلایا ہے۔ کہ ہم ہر ایک غیر احمدی کو کافر نہیں جانتے۔ نہ ہمارا کام مرزا صاحب کی رسالت کی تبلیغ کرنا ہے۔ ان میں آپنے غیر احمدی پبلک کو یہ سمجھانا چاہا ہے۔ کہ غیر احمدیوں کے ساتھ بھی نماز ہو سکتی ہے۔ ان تحریروں میں مسئلہ نبوت کے متعلق ان کتابوں سے اقتباس و استنباط کیا گیا ہے۔ جو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں۔ اور اس لئے آپنے اس طرز عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہ کتابیں درباره مسئلہ نبوت حضرت اقدس منسوخ نہیں کیا وہ مکالمہ آپ بھول گئے ہیں۔ جو بڑے ناز سے اخبار بدر میں آپنے درج کیا۔ اور جو شبلی مرحوم کے ساتھ ہوا۔ کیا کوئٹہ کے نور محمد والا خطا آپکو یاد نہیں رہا۔ آخر کچھ شرم کرنی چاہیئے۔ کیا فرزند علی فیروزپوری کی تحریر متعلقہ نماز اب یاد نہیں رہی۔ جو غالباً حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرنے کے بعد لکھی گئی تھی۔ ان تحریرات کو پڑھو۔ اور پھر ایمان سے بتلاؤ۔ کہ کیا ان سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ بدر کا اڈیٹر مفتی محمد صادق آج سے تین چار سال بیشتر مرزا صاحب کو جزوی جانتا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کافر اور کاذب سمجھتا تھا۔ اور اس کے ثبوت میں حضرت صاحب کے اپنے الفاظ مندرجہ اشتہار بدہلی وغیرہ دیگر لوگوں کو یہ یقین دلاتا تھا۔ کہ مرزا صاحب کی نبوت وہ نبوت نہیں جسکی ضرورت آج میاں محمود صاحب کو اپنی خلافت کی خاطر پیش آئی ہے مفتی صاحب! آپ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ اپنے اخبار میں لکھنؤ کے کبیر الدین کا کلمہ درج کیا۔ جو اس نے شبلی مرحوم کے سامنے کہا کہ ہم و مرزا صاحب کو رسول بتاتے ہیں۔ لیکن وہ ہمیں نہیں بنانے دیتے

کیونکہ وہ کہتے ہیں ع۔ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب + اس مکالمہ کو درج کرنے سے آپ کا کیا مطلب تھا۔ اگر آپکے آج کے عقاید صحیح ہیں۔ تو کیا آپنے اس وقت ان مکالمات کو لکھکر خلق خدا کو دھوکا نہیں دیا۔ یہ ہیں وہ واقعات جنکی بنا پر آپ حلف نہیں اٹھا سکتے۔ آپکے لئے دو ہی صورتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ اگر آپ سچا حلف اٹھاتے تو میاں محمود کے بیت عنکبوت کو نقصان پہنچتا۔ اور اگر آپ دروغ حلفی کرتے تو آپ کا معاملہ ایسا نہیں کہ پبلک سے یہ بات چھپی رہتی۔ آپ کو یہ سمجھ ہی نہیں کہ کیوں حلف کے لئے قادیان کے بعض آدمیوں کے نام چنے گئے ہیں اور بعض کے نہیں چنے گئے آپ کا طرز عمل ہمیں معلوم ہے۔ آپ کو اپنے دورمان میں بھی لوگوں کو مرید بنانے کے لئے پرانا عقیدہ ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے تو غالباً آپ سے اس لئے حلف طلب کیا ہے۔ کہ آپ کی تحریریں موجود ہیں۔ کیوں مولوی سرور شاہ صاحب سے حلف طلب نہیں کیا گیا۔ اسی لئے کہ اسے قسم کی چنداں پرواہ نہیں۔ اگر بیعت کرانے کے لئے اسے خلاف بیان کرنی پڑے۔ تو وہ جائز سمجھتا ہے جیسا کہ عمرالدین شملوی کے معاملہ سے ظاہر ہے۔ مفتی صاحب! اگر ہمیشہ سے آپکے یہی عقیدے تھے۔ جو آج نئی ملازمت میں آپ سے ظاہر ہونے لگے ہیں۔ تو پھر ۱۹۱۱ء اور ۱۹۱۲ء میں آپ غیر احمدی پبلک کو دھوکا دینا چاہتے تھے۔ یا وہ چال اختیار کر رکھی تھی جو مذہب میں نہایت ہی مذموم ہے۔

مردم پرستی اور خدا پرستی کا مابہ الامتیاز

۱۷ ستمبر ۱۹۱۵ء کے "مسافر" نے "دنیا کو مردم پرستی سے چھڑاؤ" کے عنوان سے ایک افتتاحیہ لکھکر آریوں کو گورو ڈم سے بچنے اور بنا خدا پرست بننے کی نصیحت کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلعم حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا خاص طور پر تذکرہ کیا ہے۔ اور انہیں اپنی پرستش کرانے والے ظاہر کرکے صرف ایک ویدک دھرم کو ہی انسانی بندھنوں سے چھڑا کر خدا پرستی کی طرف لگانیوالا بتایا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ کہ "آج بھی مردم پرستی کا جذبہ انسانوں کے اندر اتنا ہی پربل ہے۔ جتنا مسیح و محمد کے وقت میں تھا۔ ...... مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنا مسلک قائم کرنے کے لئے پنجاب میں کوشش کی اور وہ کامیاب ہوا۔ ...... عیسائیت اسلام سکھ مذہب۔ ہندو ازم بدھ ازم کبیر پنتھ۔ دادو پنتھ۔ غرضیکہ انسانوں کے چلائے ہوئے سب ہی مذہبوں کی بنیاد مردم پرستی و انسک غلامی پر منحصر ہے۔ اور صرف ایک پاک و پوتر ویدک دھرم ہی ایسا ہے جسکا انتہائی مقصد انسان کو تمام بندھنوں سے چھڑا کر آزادی اور کامل آزادی دلانا ہے"

مسافر کی اس لایعنی اپیج کا جواب سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ اس سے مردم پرستی اور اور خدا پرستی کا مابہ الامتیاز پوچھا جائے۔ نہایت حیرانی کا مقام ہے۔ کہ ہمارے آریہ معاصرین کو اپنی خوبیاں بیان کرتے ہوئے یا دوسروں کو نصیحت کرتے وقت بھی خواہ مخواہ غیر مذاہب پر نکتہ چینی کرنے کی ہی سوجھتی ہے۔ اور وہ بھی واقعات حقہ اور اپنے مسلمہ عقائد کو بالائے طاق رکھکر۔ کیا وہ مذہب دنیا کو مردم پرستی سکھاتا ہے۔ جو دنیا میں توحید کا سب سے اجلیٰ پیغام لایا۔ اور نہ صرف دنیا کی دیگر تمام چیزوں کو ہی انسان کی خادم بنایا۔ بلکہ کل بنی نوع انسان کو بھی مساوات کا ایسا اعلےٰ درجہ دیا۔ کہ انکو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا کیا وہ مذہب جسنے دنیا کو فالف بین قلوبکم کا عملی نقشہ دکھایا۔ جسکے مقدس بانی علیہ التحیۃ والسلام نے انما انا بشر مثلکم کہکر دنیا کو مردم پرستی سے منع کیا۔ جسکے نام کے ساتھ دن میں پانچ بار عبدہ کا لفظ بآواز بلند کہکر اسکی اعلےٰ شخصیت کی پرستش کیطرف مائل ہونیوالوں کے وہم کا ازالہ کیا جاتا ہے۔ پھر جسکے ایک غلام نے اس زمانہ میں پیدا ہوکر با وجود اپنے اعلےٰ اعجازی کارنامے دکھانے کے مردم پرستی تو کجا۔

ع۔ کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں۔

کہکر اس معبود حقیقی کے آگے سر عجز و نیاز خم کیا۔ اور اسطرح سے اپنے متبعین کو محض اسی کی پرستش کرنے کی ترغیب دلائی۔ آج ان مبارک وجودوں کو مردم پرستی سکھانیوالے کہا جاتا ہے۔ اور کہنے والا بھی وہ شخص ہے۔ جسکا اپنا مذہب ہاں وہ ویدک دھرم ...... جو نہ صرف مردم پرستی بلکہ مادہ پرستی۔ شجر و حجر پرستی اور خس و خاشاک پرستی کی بھی تلقین کرتا ہے۔ گنجائش نہیں کہ یہاں اسلام اور گورو ڈم کا مقابلہ کر کے بیسویں صدی کے آزادی کش رشی کی استبدادی کارروائیوں پر مفصل تبصرہ لکھا جائے۔ اس لئے ہم اسے کسی آئندہ اشاعت پر ملتوی کرتے ہوئے سب سے پیشتر مسافر سے وہ امتیاز معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جو اس نے مردم پرستی اور خدا پرستی میں سمجھ رکھا ہے۔

اسلامی قانون وراثت کی برکات

قانون وراثت اور رواج پر گذشتہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء کے پیغام صلح میں ایک افتتاحیہ لکھا گیا تھا۔ جسمیں رواج کے خلاف مسلسل جد و جہد کرنے کی ترغیب و تحریص دلائی گئی تھی۔ اس موضوع پر معزز ہمعصر وکیل نے اپنی ۲۵ ستمبر کی اشاعت میں ایک زبردست افتتاحیہ لکھا ہے جس کو ذیل میں درج کرنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے:۔ (اڈیٹر)

صرف ہم مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ یوروپ کے ماہران اقتصادیات کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اسلام کا قانون وراثت ایک ایسا مکمل و معقول قانون ہے کہ جس کی نظیر کسی اور مذہب و قوم میں اسلام سے پہلے نہیں پائی جاتی تھی۔ اور سچ پوچھو تو اب تک بھی نہیں پائی جاتی۔ اور اس کی وجہ سوسائٹی کا وہ ظلم عظیم ہے جس کا تختہ مشق عورت ہمیشہ رہی ہے

رومن لا میں جو یورپ کے قوانین کا سنگ بنیاد ہے۔ عورت کو لاشئے محض سمجھا جاتا تھا۔ شادی کے بعد عورت شوہر کی زرخرید جائداد ہو جاتی تھی اسے اپنی پیدا کردہ جائداد پر کوئی اختیار نہیں ہوتا تھا۔ وہ کسی سے لین دین نہیں کر سکتی تھی یہاں تک کہ وقت مرگ وصیت تک بھی نہیں کر سکتی تھی۔

یہودیوں کے ہاں بھی عورت کو کوئی درجہ حاصل نہیں تھا۔

ہندوؤں کے ہاں بھی رومن لا کی پیروی کی جاتی تھی۔ یعنی عورت بعد نکاح شوہر کی جائداد سمجھی جاتی تھی۔ بیوی۔ لڑکی۔ ماں وغیرہ کو میراث کا کوئی حصہ نہیں ملتا تھا۔ ہاں مقننین نے اتنی فیاضی سے ضرور کام لیا تھا۔ کہ انہیں معمولی گذارہ کے لئے بطور حق پرورش کچھ نہ کچھ مل جاتا تھا۔

عرب کی یہ حالت تھی کہ عورت بالکل محروم الارث سمجھی جاتی تھی۔ جائداد میں سے انہیں مطلقاً کچھ نہیں ملتا تھا۔ بلکہ باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیویاں خود بیٹے کی جائداد بن جاتی تھیں۔

یہ ظلم تھا جو دنیا عورت پر روا رکھتی تھی اسلام آیا اور اس نے اس سلسلہ مظالم کو جو ازمنہ قدیمہ سے مختلف صورتوں میں نشوونما پاتا چلا آیا تھا یک قلم موقوف کر دیا۔ اور علی الاعلان کہہ دیا کہ

للرجال نصیب مما ترک الوالدان و الاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون ۝

یعنے اسلام نے قرار دیا کہ والدین اور اقربا کی وراثت میں مردوں کا حصہ ہے تو عورتوں کا بھی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ عورتوں کا محروم الارث ہونا محض اس وجہ سے تھا۔ کہ عورت کو ایک ذلیل و بے جان ہستی سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے جہاں عورت کو دیگر حقوق سے ممتاز کیا۔ اور اس کو اس کے شایان شان درجہ عطا کیا۔ وہاں وراثت میں بھی اس کا پورا پورا حق قائم کیا۔

جدید علم تمدن کی رو سے بھی ایسا کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ اگر ویسا نہ کیا جاتا۔ تو اقتصادیات کا یہ اصول کیونکر پورا ہو سکتا۔ کہ دولت کی مقدار جس قدر زیادہ افراد میں تقسیم ہو کر پھیلے اسی قدر زیادہ مفید ہے۔ در اصل تمدن و توحش میں یہی چیز ممیز و فارق ہے کہ تمدن دولت کو درجہ بدرجہ علی المراتب تقسیم کر دیتا ہے۔ اور توحش اسے خاص جماعتوں اور خاص افراد تک محدود رکھتا ہے۔

اسلام کا قانون وراثت اس اصول کے لحاظ سے مکمل ترین ہے۔ اس کے مطابق دنیائے فانی سے رخصت ہونے والے کے تمام اعزہ و اقربا درجہ بدرجہ وراثت سے متمتع ہوتے ہیں۔ اور سب رشتہ دار وراثت میں کچھ نہ کچھ حصہ رکھتے ہیں اس میں کلام نہیں کہ میت کے تمام رشتہ دار یکساں مرتبہ نہیں رکھتے۔ اور فرق مراتب کا لحاظ ضروری ہے۔ کیا یہ شدید ظلم اور سخت بے انصافی نہیں ہے۔ کہ ایک قسم کے رشتہداروں کے سوا باقی تمام رشتہ داروں کو بالکل محروم کر دیا جائے۔ اور ذکور تو برابر وراثت سے متمتع ہوں اور عورتیں بالکل محروم رہیں۔

یوروپ اگرچہ دولت کی تقسیم کے اصول کو تسلیم کرتا ہے۔ اور اسکو ایک بہترین اصول تمدن قرار دیتا ہے۔ لیکن عملاً وہ اس اصول کو صرف چند امور تک محدود رکھتا ہے۔ اور وراثت کے بارہ میں اس کا بخل اس صورت میں جلوہ گر ہے کہ اولاد اکبر ہی جائداد کی وارث ہو اور باقی سب محروم رہیں۔

اندریں صورت اگر قانون محمدی کا مصنف اسے ہمارے مسئلہ زیر بحث پر کامل غور و خوض کے بعد پکار اٹھتا ہے کہ:۔

"مقتدایان ملت بیضا کا علم توریث سب سے زیادہ معقول اور مکمل اصول پر مبنی ہے۔ جو اب تک مہذب دنیا کو معلوم ہوا ہے اس کے محاسن اور اس کا تناسب ایسا موزون ہے کہ یہ نہ صرف مقننین کے لئے قابل تحصیل ہے۔ جن کو آئے دن اس فن کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ بلکہ ان افراد کے لئے بھی جو بغیر کسی ذاتی غرض کے حاصل کرنا چاہتے ہیں اور نیز ان لوگوں کے لئے جن کا مطمح نظر تشحیذ ذہن اور تفنن طبع ہے"۔

تو وہ بالکل حق بجانب ہے۔ لیکن کیا یہ مسلمانوں کی بدقسمتی نہیں ہے۔ کہ ان کے جس اصول کو تمام دنیا بہترین قرار دیتی ہے وہ خود اس سے بیزاری کا ثبوت دے رہے ہیں۔ مسلمانوں میں اس اصول کی پیروی کی صحیح حالت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اہل سنت و الجماعت کے تمام فرقے اگرچہ مختلف اماموں کے پیرو ہیں اور ایک فرقہ غیر مقلد بھی ہے لیکن قانون وراثت کے لحاظ سے یہ تمام فرقے قریباً متحد و متفق ہیں۔ یہ سچ ہے کہ بعض فرعی امور میں ان میں باہمی کچھ اختلاف بھی پایا جاتا ہے مگر بحیثیت مجموعی ان کا عمل اسی قانون پر ہے۔

اہل تشیع وراثت کے مختلف اصول پر کاربند ہیں اور برٹش عدالتوں میں جہاں اہل سنت والجماعت کے منازعات عام طور پر ان کے اپنے اصول کے مطابق فیصل ہوتے ہیں۔ وہاں اہل تشیع کے معاملات وراثت فرقہ امامیہ کے اصول کے مطابق طے کئے جاتے ہیں۔

یہی اختلافات کچھ کم افسوسناک نہ تھے کہ اب رفتہ رفتہ اسلامی آبادی کے مختلف حصے ملک کے عام رواج سے متاثر ہوتے جاتے ہیں۔ اور شریعت اسلامیہ کے نظر انداز کرنے کا میلان عام ہوتا جاتا ہے۔ اور گورنمنٹ کو بھی چار و ناچار بعض حالتوں میں رواج کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔

ملک کی آبادی کا زیادہ تر حصہ چونکہ ہندو مذہب کے پیروؤں پر مشتمل ہے۔ اس لئے قدرتاً جن لوگوں میں رسم و رواج ملک سے اثر پذیری کا زیادہ مادہ ہے۔ وہ اپنے آپکو ہندوؤں کے قانون میں جذب کر رہے ہیں چنانچہ خوجے۔ کچھی میمن وغیرہ باوجود مسلمان ہونے کے دھرم شاستر کے قائم کردہ رواج کے پابند ہیں۔ اور ایسی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن میں ان لوگوں نے شریعت اسلامیہ کو نظر انداز کر کے رواج کے مطابق جائداد کی تقسیم کی جو ظاہر ہے۔ کہ کسی صورت میں بھی منصفانہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ (۱) شرع محمدی میں جائداد منقولہ و غیر منقولہ اور موروثی و غیر موروثی کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ لیکن ہندو دھرم شاستر میں ہے۔ (۲) مسلمانوں کا خاندان مشترکہ دھرم شاستر کے خاندان مشترکہ کی تعریف میں نہیں آ سکتا اس لئے ان کی جائداد بھی مشترکہ نہیں قرار پا سکتی۔

یہ ضرور ہے کہ جب کوئی مسلمان خلاف قانون وراثت اہل اسلام کسی رواج کا عذر پیش کرے تو اس کو نہایت معین اور واضح ثبوت رواج کا دینا پڑتا ہے ورنہ فیصلہ شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوتا ہے۔ لیکن پنجاب میں اس قسم کے مقدمات اس کثرت سے عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں۔ اور رواج کو شرع پر اس قدر تفوق حاصل ہو گیا ہے کہ اس بارہ میں ایک خاص قانون وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ جو کہا جاتا ہے کہ ایک مستقل قانون رواج کی صورت میں مدون ہوگا۔

(بقیہ کے لئے دیکھو صفحہ ۹ کالم پہلا)

آفتاب کے زیر عرش سجدہ کرنے کی حقیقت

ایک حدیث کی تطبیق ہیئت جدیدہ سے

(گذشتہ سے پیوستہ)

ان تمام توجیہات کے بعد جو اوپر مذکور ہوئیں یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ جس حدیث صحیح کا مطلب حل کرنے کے لئے مسائل ہیئت کے مقابلہ میں اسقدر جد و جہد کام میں لائی گئی ہے اگر اس سے پہلے خود الفاظ حدیث منطوق کے متعین کرنے کی سعی کی جاتی تو میرے خیال میں بہت سی تاویلات سے نجات ملجانے کا امکان تھا۔ اگر یوں کہا جاتا۔ تو کیا حرج تھا۔ کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الحقیقت خداوند ذوالجلال کی عظمت و جبروت اور مخلوقات میں سے بڑی سے بڑی مخلوق کی عجز و بیچارگی کو واضح فرمایا ہے۔ اور ربط حادث بالقدیم کے اس مسئلہ کی تقریر کی ہے۔ جس کو محققین اُم المسائل کہتے ہیں اور جس کا حاصل یہ ہے کہ مخلوقات کو جو علاقہ (استفادۂ وجود کا) اپنے خالق جل و علا سے ہے وہ اگر بالفرض ایک لمحہ کے لئے بھی منقطع ہو جائے تو عالم کسی چیز کا وجود اسی طرح باقی نہیں رہ سکتا۔ جس طرح آفتاب کی شعاعوں کا تعلق زمین سے رک جانے پر زمین کا روشن رہنا ممکن نہیں۔ اسی لئے اسلام کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ ہر قسم کے وجود اور تمامی حرکات و سکنات کی باگ صرف خدائے واحد کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ یہانتک کہ کوئی متنفس جو سانس لیتا ہے اور ہر پتہ جو درخت پر ہلتا ہے اور ہر ایک تنکا جو اپنی جگہ سے سرک جاتا ہے۔ اس میں بھی اُسی کی اجازت اور اُسی کا ارادہ درکار ہے۔

وہ آفتاب درخشاں (جس کو اُن تمام اجرام علویہ کا بادشاہ کہنا چاہئے۔ جو کل اجسام سفلیہ پر اپنی حکومت رکھتے ہیں) اسی وحدہٗ لاشریک کی ادائے اطاعت کے لئے محیط کے پردہ سے باہر آتا ہے۔ اور دنیا کا یہ سب سے زیادہ روشن ستارہ (جس کے محکم نظام حرکت نے حضرت خلیل اللہ کے مقابلہ میں نمرود و مغرور کو ہکا بکا کر دیا اور جس کی آب و تاب کے سامنے سبا کی بہت بڑی ملکہ (بلقیس) نے باوجود "اوتیت من کل شیئ ولہا عرش عظیم" کی شان رکھنے کے جبین نیاز جھکا دی اور سر سجود خم کر دیا) جب مشرق سے مغرب کو روانہ ہوتا ہے (اور ہر وقت روانہ ہوتا رہتا ہے) تو اپنی حرکت کی ہر ہر آن میں اور مسافت کے ہر ہر قدم پر عرش کے نیچے (اور رب العرش کے سامنے سجدہ میں گرتا ہے اور (علی اختلاف الآنات) حالاً یا قالاً ہر لحظہ آگے بڑھنے کی اجازت طلب کرتا رہتا ہے

یہ مجال نہیں کہ اس عزیز و علیم کا اذن حاصل کئے بغیر وہ ایک قدم ادھر اُدھر رکھ سکے۔ چنانچہ صبح سے شام اور شام سے صبح تک جو چکر چوبیس گھنٹہ میں وہ پورا کرتا ہے۔ اس میں ایک ساعت بھی ایسی نہیں آتی کہ وہ رب العزت کے حکم سے بے نیاز ہو سکے۔ یا اس سے سرتابی کا خیال لا سکے اس کا یہ سلسلہ رفتار اسی طرح روزمرہ چل رہا ہے۔ اور یوں ہی ہمیشہ چلتا رہیگا یہاں تک کہ اہل اسلام کے معتقدات کے موافق امر الٰہی آن پہونچے اور عالم کی تباہی کی گھڑی نزدیک آ جائے۔ اور اپنے جس "مستقر" (جائے قرار و سکون) کی تلاش میں یہ آفتاب سرگرداں رہتا تھا۔ اس کو پا چکے۔

اس وقت اس کو حکم ہوگا کہ قدم آگے مت بڑھاؤ اپنی حرکات کو روک لو۔ اور جس طرف سے آئے تھے اُسی طرف پھر اُلٹے پاؤں لوٹ جاؤ۔ وما ابلغ ما قال سبحانہ وتعالیٰ "والشمس تجری لمستقر لہا ذالک تقدیر العزیز العلیم والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون"۔ (ترجمہ:- اور آفتاب ہے کہ اپنے ٹھکانے کی طرف کو چلا جا رہا ہے یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے جو زبردست (اور ہر چیز سے) آگاہ ہے اور چاند ہے کہ ہم نے اُس کے لئے منزلیں ٹھہرا دیں۔ یہاں تک کہ (آخر ماہ میں گھٹتے گھٹتے) پھر ایسا (ٹیڑھا اور پتلا) رہجاتا ہے۔ جیسے (کھجور کی) پرانی ٹہنی۔ نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے کہ چاند کو جا لے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ (اور کیا چاند اور کیا سورج) سب (اپنی اپنی) مدار (آسمان) میں (پڑے) تیر رہے ہیں۔

ہماری اس تقریر کے موافق جو ہم نے حدیث مذکور کے متعلق عرض کی۔ آفتاب کا ہر وقت زیر عرش رہنا یا ہر آن میں طلوع یا غروب کا ہونا۔ یا لیل و نہار میں اختلاف پایا جانا وغیرہ امور جن کو امام الحرمین نے شبہ کے موقع پر پیش کیا تھا۔ کچھ مضر نہیں۔ بلکہ مفید ہے البتہ "تجری حتی تنتہی الی مستقرھا تحت العرش الخ" والی روایت میں "تحت عرش" کو بہ خلاف تصریحات قوم "تجری" کے متعلق کرنا پڑتا ہے۔ جس میں قواعد عربیت کے لحاظ سے کوئی قباحت نہیں۔ باقی "مستقر" کے جو معنے لئے گئے ہیں وہ بعض اجلہ مفسرین کے قول کے بالکل موافق ہیں۔

اس کے بعد اگر گفتگو کی کچھ گنجائش باقی رہتی ہے۔ تو فقط اس بارہ میں کہ جب ہر لمحہ کی یہی حالت تھی کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا رہتا اور اجازت مانگتا رہتا ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذرؓ سے خطاب کرنے میں غروب آفتاب کی خصوصیت کو کیوں ملحوظ رکھا۔ لیکن اس کا جواب نہایت سہل ہے۔ کون نہیں جانتا کہ سورج کے تنزل اور بیچارگی کا نمایاں سے نمایاں منظر اور اس کی ادھر سے ادھر حرکت کا ظاہر سے ظاہر پہلو دیکھنے والوں کو اپنے اعتبار سے صرف غروب ہی کے وقت دکھائی دیتا ہے اور اس لحاظ سے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تخاطب کیلئے اس وقت کی رعایت فرمائی تو نہایت ہی مناسب ہوا۔

الغرض اس حدیث سے علاوہ دوسرے فوائد کے اس کی بھی بخوبی وضاحت ہو گئی کہ یہ دیکھکر کہ عالم مشاہدات میں علویات سفلیات سے اشرف ہیں۔ اور پھر آفتاب تمام علویات میں بھی اشرف و اعلیٰ ہے کوئی شخص یہ دھوکا نہ کھائے کہ آفتاب بھی کسی درجہ میں قابل عبادت ٹھہر سکتا ہے۔ ایسے شخص کو یاد رکھنا چاہئے کہ آفتاب بہر حال عرش کے نیچے ایک مزدور کی طرح جو کسی کام پر لگا یا گیا ہو۔ پڑا چکر کھا رہا ہے۔ اور مستحق عبادت تو وہی نور السموات والارض ہو سکتا ہے جو عرش سے بھی اُدھر ہے۔ اور جس کی روشنی سے تمام آسمان و زمین اور عرش و کرسی جگمگا رہے ہیں۔ "ومن آیٰتہ اللیل والنہار والشمس والقمر لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للّٰہ الذی خلقہن ان کنتم ایاہ تعبدون" (ترجمہ:- اور خدا کی (قدرت) کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند (بھی) ہیں (سو) نہ تو تم سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اگر تم کو خدا کی ہی عبادت کرنی ہے۔ تو اللہ ہی کو سجدہ کرو۔ جس نے اُن سب چیزوں کو پیدا کیا ہے)۔ ولنعم ما قیل:-

لنا شمس وللآفاق شمس
وشمسی خیر من شمس السماء
فشمس الناس تطلع بعد فجر
وشمسی تطلع بعد العشاء

(تنبیہ) - اس بحث کے متعلق بعض دوسرے محققین کی تقریرات ضیق مقام کی وجہ سے ترک کی گئیں۔ اور واضح رہے کہ ان تمام عرفان کی بناء عرش کو کروی الشکل ماننے پر ہے۔ جیسا کہ امام الحرمین کی رائے ہے۔ ورنہ اس کے خلاف بھی اقوال مؤید بالنصوص موجود ہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم +

(شبیر احمد عثمانی)

حضرت وحیدانی کا ایک مکتوب

جناب وحیدانی جنکا ایک مکتوب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے ان جواہر نگار مصنفین میں سے ہیں۔ جو مسائل دینیہ کو اپنے جواہر ریز رشحات قلم سے نہایت خوش نما اور دلآویز الفاظ میں بیان کرکے اردو علم ادب اور انشا پردازی میں ایک جان ڈال دیا کرتے ہیں۔ آپ نے اس سے پیشتر بدنت ہوئی "بیسویں صدی کا آخری چاند" کے عنوان سے ایک دلچسپ مضمون لکھا تھا۔ جو ۱۸ رجون ۱۹۱۴ء کے پیغام صلح میں شائع ہوا۔ اور قارئین کرام نے اسے از حد پسند فرمایا۔ اس کے بعد آپ خاموشی کے ساتھ جماعت میں موجودہ بہولی کا تماشا نہایت حسرتناک اور اندوہگین آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ مگر جماعت محمودیہ کے ایک ممبر نے انہیں کبھی نچلا بیٹھنے نہ دیا۔ اور ایک خط میں لاہوری احباب سے تعلق رکھنے پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے موجودہ اختلاف پر کچھہ لکھنے کو کہا۔ جس کا انہوں نے جو کچھہ جواب دیا۔ وہ ناظرین کے تفنن طبع کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ —ایڈیٹر

مکرم چوہدری صاحب علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

غفر اللہ لنا ولکم

رسیلۂ شریف کاشف مدعا ہوا۔ اللہ اللہ آپ اور مجھے "ماہرویان بلدۂ لاہور" کے ساتھ رجحانِ طبع رکھنے پر مطعون فرمائیں ؎

گر کند میل بہ خوبان دل من عیب مکن
کاین گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

اور حضرت مغفور کیا حضرت خلیفۃ المسیح (نور اللہ مرقدہٗ) کی شہادت ہے کہ آپ جماعت لاہور کی مساعی جمیلہ کے مجھہ سے زیادہ قدردان تھے۔

جن امور پر آپ نے استصواب رائے کیا ہے میرے نزدیک وہ مضحکات و مزخرفات کی پوٹ سے زیادہ وقیع نہیں۔ اور میں نے اس خصوص میں آجتک بالخصوص خاموشی سے کام لیا ہے۔ ہر شخص کا رجحان طبع اپنے محبوبات و محسوسات کی بناء پر ایک حد تک طبعی ہوتا ہے۔ اور یہی بات تعصب کی بنیاد ہے۔ ولکل جذب ینسلون ع

آتش آں نیست کہ بر شعلۂ او خندد شمع
آتش آنست کہ در خرمن پروانہ زند

آپ کو کہ سکتے ہے کہ میں موجودہ اختلاف پر کچھہ لکھہ لیا اور مجھے خوف ہے کہ کہیں قادیانی گالی کی سچی کائل میری ہمہ دانی کی خدمت لفاشی سجا لائیے کہیئے

وقف نہ ہوجائیں۔ کھیڈ کپڑے پر رنگ زیادہ چڑھتا ہے۔ اور یہاں تو پہلے ہی سے ؎

اک خوں چکاں کفن میں ہزاروں بناؤ ہیں
پڑتی ہے آنکھہ تیرے شہیدوں پہ حور کی

اس ملت آشوب لیاذ کی کو یوسف قادیانی نے سچا جوہر ہوئی تشبیہ دی تھی۔ جس طرح مولیوں میں شریف لوگ گھر سے باہر نہیں نکلتے اسی طرح یہ عاجز بھی گوشہ نشینی و ترک التعلقات پر مجبور ہوا ہے اور سالک کے لئے پہلا مجاہدہ یہی ہے۔ اور بمعنی الحقیقت گذاشتن میں جو مزے ہیں۔ گذشتن میں نہیں۔ یہ میں اپنے تجربے کی بناء پر کہتا ہوں ؎

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں

مہربان من!۔ قادیانی اور لاہوری احباب میں مابہ النزاع کچھہ قادیانی گدی اور میاں صاحب کی مزعوم خلافت ہی نہیں یہ تو روٹیوں کا مسئلہ تھا۔ اور اس کو اسی طرح حل ہونا تھا۔ البتہ اس خصوص میں اتنا ضرور یاد رکھیں ؎

شیئان عجیبان ہما ابرد من یخ
شیخ یتصبی۔ صبی یتشیخ

یعنی جب کسی امر میں بڑوں کی بڑائی اور چھوٹوں کی چھوٹائی قائم نہ رہے تو وہ امر ابرد من یخ ہے۔ اور چھوٹا منہ بڑی بات فی الجملہ و بالجملہ امر محبوب ہے۔

بنایت اہم اور قابل افسوس اختلاف اعتقادی اور اصولی رنگ میں دونوں جماعتوں میں حضرت مرزا صاحب مغفور کی نشان ابنیت کے متعلق پیدا ہوگیا ہے

دکھائیں جو ہے سو بادن گزر کا۔

دونوں ٹولوں کا ایک ایک فرد عنبد العصر اور صاحب علم و عمل ہے۔ قرآن فہمی و قرآن دانی دونوں پر ختم ہے۔ مکالمات الہیہ و مکاشفات کا دروازہ کل دنیا پر بالخصوص اور عامۃ المسلمین پر بالعموم بند ہوکر صرف انہی دو جماعتوں کے اکثر افراد پر کھلا ہے اور اس کی کلید برداری کا فخر خصوصی آج میاں صاحب کو حاصل ہے۔ دونوں فرقوں کا ایک ایک شخص خصوصیات اسلام کا زندہ نشان۔ اور شریعت نبوی کے علم بردار ہونیکا مدعی ہے۔ احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ سے دونوں بخوبی آگاہ ہیں۔ اس لئے میں سالار قافلہ صوفیہ کرام و امیر مسلک مشائخ عظام صاحب فصوص الحکم حضرت شیخ اکبر کے فتوائے العلم الحجاب الاکبر کے مطابق دونوں جماعتوں میں سمجھوتہ ہوجانے کے متعلق قطعی مایوسی ہے یعنی

ممکن نہیں ہے ممکن ہرگز نہیں ہے ممکن
ہونا نہیں کبھی یہ ہوجائے گر قیامت

سیدالمسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اختلاف کو اس مناقشے سے نسبت دینا اور درجے کی بدمذاقی کور طبعی ہے۔ وہاں قصاص عثمان رضی امر متنازعہ تھا۔ یہاں وجاہت ذاتی کا سوال ہے۔ وہ جنگ تین مسلسل خلافتوں کے بعد واقعہ ہوا۔ اور یہاں سر منڈاتے ہی اولے پڑے ہیں۔ اور کیا کیا عرض کیا جائے۔

بدقسمتی سے اسلامی جماعتوں کے اختلاف کتان کے شگاف ہوتے ہیں۔ جہاں سے ایک دفعہ پھٹ جائیں وہاں پیوند نہیں لگ سکتا۔ پہلے احناف و اہلحدیث کے سرپھٹول نے ایک دنیا کو اسلام پر ہنسوایا۔ اب قادیانیوں اور لاہوریوں کی لیتا ہیچ نے شرعی تہذیب کا منہ لال کردیا ہے

تفو بر تو اے دورِ دوراں تفو

آہ اے مسلم عجب ہے تو بھی قلب دردمند
تیرے شیشے پر گزند آتی ہے بالائے گزند
حسرت و حرماں کی خورسنج و الم کی آرزو
تیرا حصہ ہے دلِ ماتم سرشت و غم پسند

جب صاحب خلق عظیم کی امت کا یہ حال ہو۔ تو دوسروں کو کیا کہا جائے۔ آپ کے اصول موضوعہ کا جواب صاف ہے۔ یعنی

پہلوں نے مسیح ناصری کو ابن اللہ بنادیا۔ پچھلوں نے مسیح قادیانی کو رسول اللہ کے منصب پر پہنچادیا اور آپ نے تو خلیفہ فضل عمر کو بھی شامل کرلیا ہے العیاذ باللہ ؎

دشنام دیکے آپ مجھے خوش نہ ہوجئے
کیا کیجیئگا آپ جو میری زباں کھلی

آپ کو اس بیت بازی میں مزا ملتا ہے سبحان اللہ سن شریف چہل و شش نام بریں ریش و فش۔ اگر خلافت کی گدی ان تمام بداخلاقیوں اور بدزبانیوں کی تصنیف کا موجب ہے تو خدا کی قسم یہ ایک برسر راہ سنڈاس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ جو ہر ایک رہگذار کے دماغ پریشان کرنے کا اجارہ دار ہے۔ آہ ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلافست و جنگ

اگر نفوس اخلاق فاضلہ کا علم نہیں تو اس کو کسی رند کی بدمستیوں پر نچھاور کردینا چاہیئے۔ اگر مذہبی پابندی نے آپ کو انا ولا غیری کا سبق پڑھا دیا ہے تو اس سے وہ اباحت خوخوار کہاں پر مائل کرے۔ بدرجہا اولے ہے۔ ؎

مگذر ز خودی کہ رفتند لیستن النست
خود بینی السلن کہ رستن شکستن النست
در گوشۂ خاطر عزیزاں جا کن
در مذہب ما گوشہ نشستن النست

پہلے یوسف مصری نے لا تثریب علیکم الیوم کہکر بھائیوں کو معاف کیا اور پھر خاتم النبیین خلاصہ موجودات نے۔ مگر ہمارے ہاں معافی کا لفظ ہی نہیں حضرت خلیفۃ المسیح کی آنکھ بند ہوتے تک جو لوگ خادم سلسلہ تھے طرفۃ العین میں منقلب ہو گئے !!!

سنئے اگر حضرت میرزا صاحب کی نبوت وہی نبوت ہے۔ جسے حضرت مغفور ہمیشہ ایک اصطلاحی امر سمجھتے رہے۔ تو حاشا و کلا ہمیں اس سے انکار نہیں ولکل ان یصطلح۔ رہے دوست اگر وہی نبوت مابہ الافتراق ہے۔ جسے ہم سب حضرت مغفور کے حق میں دوسرے لوگوں کا افترا سمجھتے تھے۔ اور احمدیہ جماعت کے خلاف عامۃ الناس کو بھڑکانے کا جھوٹا مسالا جانتے تھے۔ اور ہمیشہ مباحثوں میں اس کے خلاف ثابت کیا کرتے تھے اور حضرت مغفور بھی ہماری ان مساعی کو بنظر استحسان ملاحظہ فرماتے تھے۔ تو خدا کی قسم اس نبوت کے ہم اب بھی قائل نہیں۔

حضرت صاحب مغفور کے زمانہ میں بالخصوص اور حضرت خلیفۃ المسیح مبرور کے عہد میں بالعموم جہاں کسی مولوی ملا نے حضرت مغفور کے متعلق دعوت نبوت کرنیکا ذکر کیا۔ احمدی مباحث شور مچا دیتے تھے۔ کہ یہ غلط ہے۔ افترا ہے تفسیر القول ما لا یرضی بہ قائلہ کی زندہ نظیر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور سہ

من نیستم رسول۔ نیاوردہ ام کتاب الخ وغیرہ پڑھکر سامعین کو ٹھنڈا کر دیتے تھے۔

خود حضرت مغفور کی وہ آخری تقریر۔ جو خاصان لاہور کے روبرو کیگئی تھی بالبداہت انہیں خیالات و مقالات پر مشتمل تھی۔

مسلمانوں کے کفر کے بارے میں حضرت مغفور ہمیشہ انہیں کے فتاوی کفر کا ان پر الٹنا فرماتے رہے۔ یعنی حدیث میں ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے تو اُلٹا وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ اپنے انکار کو کہیں وجوہ کفر میں شامل نہیں فرمایا۔

منجملہ ان دلائل کے جو حضرت مغفور نے مسیح ناصری کی آمد ثانی کی تردید میں رقم فرمائی ہیں ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نبی امتی نہیں ہو سکتا۔ مسیح ناصری کے دوبارہ آنے میں یہ نقص لازم آتا ہے۔ کہ اسکو منصب نبوۃ سے معزول ہونا پڑے گا۔ وغیرہ۔

اب یہ کسقدر لغو اور خلاف دیانت ہے۔ کہ محض ضرورتاً ان سب امور کی تردید و تنقیض اور ان احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی غلط اور نفس فریب تاویل کی جائے۔ جو ایک طرح سے اعتقاداً اصول اسلام میں داخل ہو چکے ہیں تعامل اور تواتر کا اسلام میں ایک خاص درجہ ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو نفس اسلام میں فتور واقع ہوتا ہے۔

ولقد کان فیکم رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ رسول صلعم علم اسلام تھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعون خود رسول صلعم کی تیار کردہ جماعت تھی۔ کسی اور کا فہم قرآن ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔ (۱) تمام عرب تھے۔ (۲) اکثر قریش تھے۔ (۳) رسول صلعم کے حالات سے بخوبی آگاہ و رموز مقالات سے بکلی آشنا تھے۔ (۴) قرآن کریم میں ان کے محاورے کو ملحوظ رکھا گیا۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (۵) الفضل للمتقدم کے مصداق صحیح تھے۔

یہ حدیث صحیح بلکہ اصح ہے کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا۔ تو عمرؓ ہوتا۔

نبوت خلافت و امانت تو کیا۔ ولایت کی منزلیں بھی بڑی کٹھن ہیں۔ سہ

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اور یاد رکھیں سہ

نامزد کاں را سفر عشق حرام است و حرام
کہ بہر گام دریں رہ خطرے نیست کہ نیست

خاتم النبیین کے متعلق جو موشگافیاں ہو رہی ہیں ایک حد تک ان سے آگاہ ہوں۔ افسوس کہ ان سے متفق ہونے کی وجوہ نہیں پاتا۔

سو کی ایک تو یہ ہے۔ کہ جن امور کو ہم حضرت مغفور کی زندگی میں دشمنوں کا افترا سمجھتے رہے۔ اب ان کے وصال کے بعد ان پر ایمان لے آئیں تو اس سے زیادہ حماقت کیا ہوگی۔

ہمارا جو ایمان و اعتقاد حضرت مغفور کے سامنے تھا۔ بحمد اللہ اب بھی وہی ہے۔ اور اس میں سر مو بھی تفاوت کرنا ہمارے نزدیک صراط مستقیم سے بھٹکنا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی دختر بلند اختر سے میاں صاحب کی شادی ایک قسم کی پولٹیکل شادی ہے۔ اور جس لڑکی نے ابھی بندلی عمر شباب و بلوغت کا منہ نہ دیکھا ہو۔ صرف شرعی و قانونی بلوغ حاصل کیا ہو اس کے قوی ضرور یہ ظلم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جناب میاں صاحب کے حالات سے ایک حد تک ہمیں بھی واقف ہوں۔ لیکن سہ

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

اللہ یحدث بعد ذالک امرا

نابی تیمبرہی۔ والسلام۔ آپکا وجدانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت — سالانہ

اشاعت — ہفتہ میں تین بار

جلد ۳ سنہ مدینۃ المسیح لاہور - یوم پنجشنبہ - ۳۰ ستمبر ۱۹۱۵ء مطابق ذیقعد ۱۳۳۳ ہجری نمبر ۳۵

عید الاضحی آرہی ہے

قربانی کی کھالوں سے اشاعت اسلام میں مدد کرو

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن کریم میں ایک یہ بھی حکم فرمایا ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون - تم میں ایک حصہ قوم کا ایسا ہونا چاہئیے جو غیروں اور اپنوں میں اشاعت دین اسلام کرتا رہے پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ ایسے سب مشنوں کے اخراجات ساری قوم برداشت کرے۔ پس اے برادران جب سے مسلمانوں نے اس فرض کی ادائگی میں کوتاہی کی۔ ان کی حالت ہر طرح گرتی گئی اب اس زمانہ میں کہ اسلام کی کمزوری انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حفاظت اسلام کے وعدے کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح ومہدی مسعود اور مجدد اس صدی کا بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے ایک جماعت قائم کی جو کہ مسلمانوں میں اس فرض کو ادا کرے۔ اُن سے وعدہ لیا کہ وہ دنیا کے کام میں کم توجہ دینگے اور دین کے امور کو دنیا کے امور پر مقدم کرینگے یعنے سب سے اول اپنا فرض اشاعت اسلام سمجھیں گے اور اس گروہ کو جو جمالی رنگ میں تبلیغ اسلام کرنے کی وجہ سے نبی کریم صلعم کے اسم احمدؐ سے مناسبت رکھتا ہے۔ احمدی نام سے موسوم کیا۔ تاکہ وہ دوسروں سے تمیز کیا جاسکے۔ چنانچہ اس گروہ نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے زیر نگرانی اپنا کام شروع کر رکھا ہے۔ ہندوستان میں بھی گذشتہ سال میں ایک معقول تعداد کو اسلام میں داخل فرمایا اور یورپ میں جناب حضرت خواجہ صاحب کی قربانیاں اور کامیابیاں آپ کے لئے کچھ کم باعث خوشی نہیں ہیں ہم جانتے ہیں کہ ہمارے مسلمان بھائی ہر ایک کار خیر کے وقت اپنے اس دینی فرض کو بھی یاد رکھا کریں اور اشاعت اسلام کے لئے چندہ دیں دیا کریں چندہ اللہ کی راہ میں اسے سمجھیں آج اسلام کو سب سے زیادہ اس امر کی ضرورت ہے کہ اس کے تبلیغی مشن دنیا میں قائم ہوں۔ پس بھائیوں کا فرض ہے کہ اس کی اہمیت کو سمجھیں۔

اس وقت جس خاص امر کی طرف میں برادران کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ قربانی کی کھالیں ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم اللہ تعالیٰ کو ان قربانیوں کے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں غرض یہ ہے کہ تم اللہ سے تعلق لگاؤ اپنے قلب میں ایسی کیفیت پیدا کرو کہ اس کے فرمان کے ماتحت ہر دم بکرے کی طرح ذبح ہونیکے لئے تیار ہوسکو۔ نہ صرف مال ہی بلکہ تمہاری جان بھی اللہ کے حکم ماننے کے لئے ہر وقت حاضر رہے۔ پس اے برادران مذکورہ بالا الٰہی حکم کو مانو۔ تم سینکڑوں روپیہ کا خرچ عید پر کرتے ہو۔ مختلف فقرا کو خیرات دیتے ہو۔ دین اسلام بھی اس وقت محتاج ہے تمہارا فرض ہے کہ اس کی امداد کرو۔ تم اس کے لائق فرزند نہ ہو اور فخر سے اسکے متبعین سے ہونا ظاہر کرتے ہو۔ پس اسکے لئے دو تا یہ دنیا میں پھیلایا جاوے اسکی اشاعت دنیا میں کی جاوے۔ جو گندے الزام لوگ اپنی ناپاک کرتوتوں سے اس کے ذمے لگا چکے ہیں ان کو دور کیا جاوے۔ پھر یہی نہیں کہ اس کے لئے اپنی جیب سے ہی کچھ عید فنڈ کے نذر کریں دو۔ بلکہ ان کھالوں کو جو خدا کے لئے قربانی کرنے سے تمہارے پاس رہجاتی ہیں اور جو بعض دفعہ گل سڑ جاتی ہیں بعض اوقات ایسے لوگوں کو دیجاتی ہیں جنکا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اور جن سے زیادہ اسلام کا آپ پر حق ہے۔ ایسی کھالیں۔ چاہئیے انجمن اشاعت اسلام میں بھیجدو۔ تاکہ وہ اشاعت اسلام کے کام آوے اور اس کی مالی حالت کو تقویت دے۔ انگلینڈ میں ایک وقت کی جائے کی شکر کم کرنے سے ہزارہا عیسائیت کے مشن قایم ہوگئے ہیں جو مسلمانوں کو ارتداد کیطرف لیجانا چاہتے ہیں۔ پس تم ان قربانی کی کھالوں کو اس کام میں لگا دو۔ تو ہمیں یقین ہے کہ مشن صرف اسی کے ذریعہ چل سکتے ہیں۔ ہم جو اس ارتداد کی رو کو نہ صرف روک ہی دیں بلکہ ہزارہا عیسائیوں کو بھی اسلام میں لادیں۔ ہم سب بہی خواہان اسلام کی خدمت میں التماس کرتے ہیں۔ خواہ وہ کسی مذہب یا فرقہ کے ہوں کہ وہ اپنے اپنے شہروں میں محلہ وار اس کام کو تقسیم کریں۔ تھوڑی سی تکلیف اٹھالیں جمع کرکے فروخت کرنے سے وہ درجہ پالیں جو کہ فلاح یافتہ گروہ کو ملا کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

بہ اصحاب نبی بنگر کہ چوں شد کار نا دانی
کز انہا تا بہ دیں سرچشمۂ نصرت شود پیدا

ہمت این اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

بالآخر ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس عریضہ میں اثر ڈالے اور اسلام کے عاشقوں کے دلوں میں یک فرشتوں سے القا کرے تا وہ دین اسلام کی اشاعت

بینک آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

ایشیائی ساحل پر گولہ باری لنڈن ۲۵ ستمبر اس ہفتہ میں دردانیال کی رزمگاہ میں سکوت رہا۔ ہم نے ایک ترکی سرنگ کے حملے کو سرنگ کے جوابی حملے سے پسپا کیا۔ اور ۱۵ ترک ہلاک ہوئے فرانس کے جنگی جہازوں نے ایشیائی ساحل پر [illegible] غنیم باٹری پر موثر گولہ باری کی

دردانیال کے نقصانات لنڈن ۲۳ ستمبر ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :-

مجروحین :- کپتان ۱۔ لفٹنٹ ۲۔ دوم لفٹنٹ ۲

اب مجروحین : مفقود الخبر غالباً ہلاک کپتان ۱۔

اب مجروح و اسیر :- دوم لفٹنٹ ۱۔

۲۴ ستمبر ذیل کے مزید نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے

مجروح :- لفٹنٹ ۴۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

اب مفقود الخبر غالباً ہلاک :- لفٹنٹ ۱۔

اب مفقود الخبر :- کپتان ۱۔

۲۶ ستمبر ذیل کے مزید نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :-

مقتول :- کپتان ۱۔

اب ہلاک :- کپتان ۱۔ لفٹنٹ ۱۔ دوم لفٹنٹ ۱

مر گیا۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

آسٹروی سرحد پر گولہ باری لنڈن ۲۶ ستمبر لنڈن کی سرکاری اطلاع میں توپخانہ کی اس کارروائی کا ذکر ہے۔ جو پیر منگل اور بدھ کو دریائے سیو کے علاقہ پر عمل میں آئی۔ سروی توپخانہ نے اوسٹروویزا کے مقابل کی گھاٹیوں پر غنیم کی قلعبندیوں پر آگ برسائی۔ غنیم کے توپخانہ نے بھی مقابل سے آتشباری کی۔ مگر ہم نے اسے فوراً خاموش کرا دیا غنیم نے بدھ کے روز دریائے سیو اور دریائے ڈرینا کو عبور کر کے مقام راچا کی طرف پیشقدمی کرنے کی کوشش کی مگر پسپا کر دیا گیا۔ سروی توپخانہ نے دو مرتبہ غنیم کے ہوائی جہازوں کو روبالوی کنارے کیطرف بھاگ جانیکے لئے مجبور کیا۔

بلغاریہ اور یونان لنڈن ۲۵ ستمبر بلغاریہ اور یونان میں فراہمی وآراستگی افواج کا حکم صادر ہونے پر سفارتی حلقوں میں عظیم سرگرمی پیدا ہو گئی ہے۔ یونانی روسی۔ سروی اور بلغاری سفرا نے کل سر ایڈورڈ گرے کے ساتھ مشورہ کیا یونانی سفیر نے اپنی گورنمنٹ کا ایک تار دکھایا۔ جس میں اعلان کیا گیا تھا۔ کہ بلغاریہ کے فراہمی وآراستگی افواج کا حکم دینے کی وجہ سے گورنمنٹ یونان نے بھی بطور مآل اندیشی اپنی افواج کی عام فراہمی وآراستگی کا حکم دیدیا ہے۔ اتھنز میں اعلان کیا گیا ہے کہ شاہ یونان اور موسیو وینی زیلوس۔ آج صبح باہم مشورہ کرتے رہے۔ ان تدابیر کے بارے میں جو موجودہ حالت کے متعلق اختیار کی گئی ہیں۔ یا آئندہ اختیار کی جانیوالی ہیں۔ دونوں میں کامل ہم آہنگی کی صورت رونما ہوئی۔ یونانی عہدنامجات کے متعلق بھی مناسب سمجھوتہ ہو گیا ✽

پیرس کی سرکاری رپورٹ لنڈن ۲۵ ستمبر فرانس کی ایک سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے۔ کہ تمام محاذ پر معمولی توپخانہ کی لڑائیاں ہوئیں اور معمول اور دستی گولوں سے بھی خفیف لڑائی ہوتی رہی۔ مقام میبنہو واقع لورین میں جرمنوں نے از سر نو حملہ کیا مگر ناکام رہے۔ فرانسیسیوں کے ایک ہوائی دستہ نے میز کے ریلوے اسٹیشن پر ۴۰ بم گرائے ✽

سر جان فرنچ کی رپورٹ لنڈن ۲۶ ستمبر فیلڈ مارشل سر جان فرنچ کی رپورٹ مظہر ہے۔ کہ برطانی سپاہ نے لاباسی کی نہر کے جنوب میں حملہ کر کے پانچ میل کے محاذ میں جرمن خندقوں پر قبضہ کر لیا اور بعض مقامات پر غنیم کی خندقوں میں ۴ ہزار گز تک گھس گئے۔ اس کے علاوہ اور بھی خفیف حملے وقوع میں آئے۔ ابتک ۱۷۰۰ قیدی ۸ معمولی اور متعدد کلدار توپیں جن کی تعداد ہنوز معلوم نہیں ہو سکی۔ برطانیوں کے ہاتھ آئیں سر جان فرنچ کی رپورٹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ گرمینے اور رواسیلز کے مشرق کی طرف ہم لاباسی کے علاقہ میں حملے کرتے رہے اور ہم نے بلک کے مغربی مضافات ۷۰ نمبر کی پہاڑی اور موضع فولس پر قبضہ کر لیا۔ اور سرنگوں کی قلعبندیوں کا محاصرہ کر لیا۔ لاباسی کی نہر کے شمال میں جو اور حملے کئے ان کی وجہ سے جرمن مستحفظ سپاہ کی عظیم جمعیت نے اس طرف کا رخ کیا۔ اور سارے دن مختلف کامیابی کیساتھ شدید لڑائی جاری رہی برطانیہ سپاہ رات پڑے نہر کے شمال کی طرف صبح والے موقعوں پر آ گئی ہم نے ہوکس سنگین سین کی سڑک کے دونوں طرف ایک اور حملہ کیا سڑک کے شمالی حصہ پر حملہ کر کے ہم نے پہلے بیلوارڈ کے مزرعہ اور بادلے پر قبضہ کر لیا۔ مگر غنیم بعد میں اس پر پھر قابض ہو گیا۔ سڑک کے جنوب کی طرف ہم نے جو حملہ کیا اس میں جرمنوں کی ۱۰۰۰ گز خندقیں ہمارے ہاتھ آئیں جنہیں ہم نے مستحکم کیا۔ جمعہ کے روز کی جرمن سرکاری اطلاع میں یہ خبر شایع کی گئی ہے کہ برطانیوں نے لاباسی کے جنوب میں حملہ کیا مگر یہ صحیح نہیں۔ ہم نے کوئی حملہ نہیں کیا ✽

اتحادیوں کی کامیابی لنڈن ۲۷ ستمبر ایمسٹرڈم برلن کی ایک سرکاری اطلاع حلیفوں کی کامیابی کی معترف ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ لل کے جنوب میں غنیم نے لوس کے نواح میں ہمارے ایک ڈویژن کو صف مقدم سے صف دوم کی طرف پسپا کر دیا طبعاً ہمیں شدید نقصانات پہنچے جس میں وہ سب سامان حرب بھی شامل تھا۔ جو دونوں صفوں کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ ہم نے اپنی مرضی سے سوشیز خالی کر دیا۔ پرتھی کے شمال میں ایک جرمن ڈویژن کو اپنا مقدم مورچہ چھوڑنا پڑا۔ جو کہ ۷۰ گھنٹہ کی متواتر گولہ باری سے تباہ ہو گیا تھا۔ علاوہ ازیں اسے ۲ یا ۳ کیلومیٹر پیچھے بھی ہٹنا پڑا۔

فیلڈ مارشل سر جان فرنچ کی رپورٹ مظہر ہے کہ اتوار کے روز سخت خونریز جنگ ہوئی جس میں برطانی سپاہ اپنی مفتوحہ زمین پر برابر قابض رہی۔ ہفتہ کے روز ۲۶۰۰ آدمی اسیر کئے گئے۔ علاوہ ازیں ۹ توپیں چھینی گئیں ✽

برطانویوں کی مزید ترقی فیلڈ مارشل سر جان فرنچ اتوار کی شام کو حسب ذیل تار بھیجتے ہیں :-

جو زمین ہم نے کل حاصل کی تھی اس پر آج سخت جنگ وقوع پذیر ہوئی غنیم لوس کی مشرق اور شمال مشرق کی طرف زبردست جوابی حملے کرتا رہا اس معرکے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم باستثنائے لوس کے شمال کے تمام اس زمین پر قابض ہیں جو ہم نے کل حاصل کی تھی۔ اور جس میں خود لوس بھی شامل ہے ✽

جرمنوں کا نقصان لنڈن ۲۶ ستمبر پیٹروگراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ تازہ ترین رپورٹوں کے مطابق روسیوں نے سٹرک میں ۹۱۲۸ قیدی گرفتار کئے۔ ڈونسک کے تمام محاذ پر شدید لڑائی جاری ہے۔ جرمنوں نے توپخانہ کی طوفان خیز آتشباری کی مدد سے متواتر جانبازانہ حملے کئے۔ اور بعض خندقیں کئی مرتبہ کبھی غنیم کے اور کبھی پھر ہمارے ہاتھ آتی رہیں روسیوں نے قریبی زد کی آتشباری سے تمام حملے پسپا کر دیئے اور خود بھی بھاری نقصان اٹھا کر غنیم کو شدید نقصان پہنچایا۔ سرکاری اطلاع کے مطابق دیگر محاذوں کی جنگی کارروائیوں میں ۴۵۶۵ قیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۳۵

ان الدین عند اللہ الاسلام

بعض مسلمان معاصرین نے آجکل "قومیت متحدہ" کے عنوان سے ایسے مضامین لکھنے شروع کئے ہیں جن میں ہندوستان کی مختلف اقوام بالخصوص ہندو مسلمانوں کے اتحاد کے وسائل پر بحث کیگئی ہے ان مضامین کا موضوع اور اصل مطمح نظر اس میں شک نہیں کہ بہت اعلےٰ اور لائق تقلید ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے ان سے بعض ایسی اصولی غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں۔ جو اسلامی تعلیم کے سراسر خلاف ہیں قوموں کے اتحاد و اتفاق پر بحث کرتے ہوئے انکے مذاہب مختلفہ کو اصولاً ایک ہی بتانا اور انہیں ایک ہی قسم کی رسوم کا پابند بنا کر ایک ہی منزل مقصود کی طرف لیجانیوالی مختلف راہیں ظاہر کرنا اور پھر یہ جتلانا کہ "ہندو مسلمان مبہوت ہیں ہر ایک مذہب وہی نور ساطع ہے جو عقل و دانش کے رنگین شیشوں میں سے دیکھا جاتا ہے روح کی یکساں روشنی ہر ایک مذہب میں یکساں جلوہ افگن ہے" "اور سچی اصلی نیکی یہ ہے کہ انسان نیز خیالات میں معتقدات میں اعمال و افعال میں نیک ہو اور نیک کام کرتا رہے" گو بظاہر ایک نہایت دل خوش کن بات دکھائی دے۔ لیکن اگر اسے اسلام کی نورانی شعاعوں میں پڑھا جائے۔ تو نہ تو یہ امر ہمارے باہمی اتحاد و اتفاق سے کوئی تعلق رکھتا ہے اور نہ ہی یہ فی الحقیقت صداقت کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ صورت مناقشات کا باعث زیادہ تر مذہبی اختلافات ہی واقع ہوئے ہیں۔ لیکن اسے دور کرنے کے لئے یہ راہ اختیار کرنی کہ تمام مذاہب کے طور و طریق بسبب اس یگانگت کے جو ان سب کے انتہائی مقاصد میں مضمر ہے اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ اور اس لئے ان کی مختلف صورتیں ہمارے اتحاد و اتفاق کے لئے روک کا موجب نہ ہونی چاہئیں صحیح طریق استدلال نہیں کہلا سکتا۔ کہ ہمیں اپنی اغراض مشترکہ میں ملکر اور باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ کام کرنا چاہیئے۔ یہ ایک بہت عمدہ اور پختہ اصول ہے جس پر کاربند ہو کر ہندوستان بہت جلد ترقی کے اعلےٰ معراج پر پہنچ سکتا ہے لیکن اسکے لئے یہ شرط قرار دینا کہ ہم سب مذاہب کی رسوم و رواجات کو صحیح تصور کر لیں اور انہیں غلط قرار دے کر ایک ہی دین پر سب کو قائم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ایک بالکل غلط اور خلاف صداقت امر ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تمام لوگ اپنے اپنے دین پر قائم رہکر بھی اپنی مشترک اغراض میں ملکر جد و جہد کریں۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک دوسرے کی غلطیوں کو آشکارا کرنے میں بھی ساعی ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مذہبی مباحثات اور ایک دوسرے کو غلطی پر جاننا صرف باہمی اختلاف کی حدود تک ہی محدود رہے اور اس سے باہم مشترک اغراض "قومیت" پر جن میں ہمارے باہمی اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے۔ اسکا کوئی مضر اثر نہ پڑے۔ یہ بھی ممکن ہے۔ کہ مذہبی مباحثات میں صرف اصولی مباحث کو ہی زیر تنقید لایا جائے۔ اور ایک دوسرے کی ذاتیات کی بحث کو چھیڑ کر کوئی ناگوار صورت پیدا نہ کی جائے۔ جس کا اثر ان اتحاد و اتفاق کے چاہنے والی اغراض پر پڑتا ہو۔ لیکن یہ امر نہ صرف غیر ممکن بلکہ اسلامی نکتہ خیال سے بالکل غلط اور لائق تردید ہے کہ ان مختلف مذاہب کو اپنی اپنی جگہ صحیح تصور کر لیا جائے اور انہیں ایک ہی منزل مقصود پر پہنچا دینے والے یقین کر کے باہمی مباحثات کو چھوڑ دیا جائے۔

کسی شخص کا یہ تصور کر لینا کہ جس راہ میں چل رہا ہوں یہی صحیح اور سیدھی ہے۔ اور اسی سے میں منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہوں۔ یہ اور بات ہے۔ اور در اصل اس راہ کا ویسے اس کے خیال کے مطابق ہونا امر دیگر۔ یہ ضروری نہیں کہ جس راہ کو کوئی شخص صحیح اور سیدھی تصور کرتا ہے وہ ویسی ہی ہو بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص ترکستان کی طرف لیجانے والے راستہ پر بدیں خیال چلا جا رہا ہو۔ کہ وہ راہ اسے کعبہ میں پہنچا دیگی۔ تو کیا اس کا یہ خیال اور مقصود اصلی اسے اسی راستہ سے کعبہ پہنچا دیگا اور کیا ایک واقفکار شخص کو اسے غلطی پر دیکھکر یہ بتا نہیں دینا چاہیئے۔ کہ :-

ہرگز بکعبہ نرسی اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان ست

ہم مانتے ہیں کہ اس بتلانے والے کا صرف اتنا ہی کام ہے کہ دوسرے کو صحیح راہ بتا دے۔ اور اگر ضرورت ہو تو معقول دلائل کے ساتھ اسکی غلطی اور اپنی صداقت کو آشکارا کرے۔ اس کا یہ کام نہیں کہ اگر اس کا فریق مخالف اسکی بات کو نہیں مانتا۔ یا اسکی سمجھ میں وہ بات نہیں آتی تو زبردستی اسے منوانے کی کوشش کرے۔ اور دنگا فساد سے ہی اپنا مقصد حاصل کرنا چاہے یا پھر اس کے ساتھ مواکلت و مجالست و موانست ترک کر دے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ سخت غلطی پر ہے اور انسانی تمدن کو بگاڑنے اور فتنہ و فساد پیدا کرنیکا موجب ہوتا ہے لیکن اس افراط کے بالمقابل یہ تفریط بھی ٹھیک نہیں۔ کہ جس راستہ پر کوئی چل رہا ہے۔ اسے اسی پر چلنے دینا چاہیئے۔ کیونکہ اسکا مقصود اصلی وہی ہے۔ جو ہم اسے بتانا چاہتے ہیں قرآن اسبات کے سراسر خلاف ہے اور وہ تمام دوسری راہوں کو صاف طور پر غلط قرار دیکر اسلام کو ایک ایسا حقیقی مذہب بتاتا ہے۔ جو مقبول بارگاہ الٰہی ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ:-

ان الدین عند اللہ الاسلام
ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ

ہاں یہ امر بیشک غور طلب ہے۔ کہ قرآن کا یہ دعوےٰ کہاں تک صحیح ہے اور پھر اس کے خلاف بعض دوسری آیات جن میں ایک دین واحد کا نہ ہونا مشیت ایزدی کا موجب قرار دیا ہے۔ کیا معنے ہیں۔ ان سب امور پر ہم آئندہ اشاعت میں مفصل بحث کریں گے۔

نوٹ اور رائیں

بعض مذہبی منادوں کی گرفتاریاں

آجکل مختلف علاقہ جات سے کئی ایک آریہ منادوں کی گرفتاریوں کی خبریں موصول ہوتی ہیں۔ اور نہایت افسوس کے ساتھ یہ دیکھا جاتا ہے کہ جس مذہبی آزادی پر برطانوی رعایا کو ہمیشہ سے ناز رہا ہے۔ بعض غیر معتدل اشخاص کے غلط طرز عمل نے اس میں طرح طرح کی رخنہ اندازیاں شروع کر دی ہیں۔ گورنمنٹ نے تو ہر ایک شخص کو اپنے مذہبی معتقدات کو آزادی کے ساتھ بیان کرنے کی اجازت دے رکھی ہے لیکن اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دوسروں کے متعلق اشتعال انگیز تقاریر کرنا نہ صرف اس کا ناجائز استعمال ہی ہے بلکہ ملک کے امن و امان میں سخت گڑبڑ پیدا کر دینے والا ہے۔ اس لئے گورنمنٹ کو مجبوراً ان فتنوں کو روکنے کے لئے ایسے لوگوں کو لگام چڑھانی پڑتی ہے۔

اے کاش! یہ لوگ اپنے اس غلط طرز عمل سے مذہب کو دنیا کے لئے موجب فتنہ و فساد قرار دینے کی بجائے اسے باعث امن و امان ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ اور فتنہ انگیزی کا موجب نہ ہوں۔

سر علی امام کے نیک خیالات

گذشتہ ۱۷ ستمبر کی شب کو شملہ میں سر علی امام مشیر قانون گورنمنٹ ہند کو ایک شاندار الوداعی ضیافت دی گئی۔ جس میں صاحب صدر جلسہ کی ابتدائی تقریر کے بعد انہوں نے بھی اپنے چند بیش بہا خیالات کا اظہار فرمایا۔ جو ہندو مسلم اتحاد اور ہمارے ملکی و سیاسی نشو و نما کے لئے بہت مفید ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہر ایک ہندوستانی آپ کے ذیل کے الفاظ کو گوش ہوش سے سنے اور ان پر عملدرآمد کرنے کی کوشش کرے۔ آپ نے مذہبی منافرت و منازعت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ

"جیسا کہ جنگ نے انگلستان و ہندوستان کے تعلقات کو بیش از بیش مربوط و مضبوط کر دیا ہے اسی طرح ہمیں بھی متحد و متفق ہو کر اپنے ملک کی بہتری باتوں سے مشترک طور پر متمتع ہونا چاہیئے مذہبی منازعت کی وجہ بعض اوقات کوئی رعایت ملنے سے رہ گئی ہے یا قومی فواید کی باہم آویزی خاص مراعات کو معرض التوا میں ڈالنے والی ثابت ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر صوبہ متحدہ کے لئے اگزیکٹو کونسل کی نامنظوری کو لیجئے۔ ہندو مسلمانوں کے باہمی اختلاف اس اصلاح کی نامنظوری کا باعث بتلائے جاتے ہیں ہز ایکسلنسی وائسرائے۔ ان کے بیشتر معاصر اور سکرٹری آف سٹیٹ اس کے مؤید تھے۔ لیکن تجویز منظور نہ ہوئی نامنظوری کی وجہ معقول نہیں۔ مگر میرے ابنائے وطن کو اس مخالفانہ فیصلے سے سبق لینا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر ان میں قومی یا مذہبی اختلافات ہوں تو اس کے ایسے قبیح نتائج نکلتے ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ گذشتہ تیس سال کی تعلیم نے اس بارے میں بہت کچھ سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ اور قومی اختلاف ایک معتدبہ حد تک کم ہو گئے ہیں۔ مختلف اطراف و اکناف میں بیداری کے آثار دکھائی دیتے ہیں اور قومی تعلقات میں زیادہ روا داری کا برتاؤ ہوتا ہے۔ واقعات آیندہ کے پرتو ان لوگوں کو نظر آتے ہیں۔ جو آنکھیں رکھتے ہیں۔

حضرات! ہندوستانی اور محب وطن ہندوستانی کی حیثیت سے ہم سب کا فرض ہے کہ خواہ ہم زندگی کے کسی دائرے میں ہوں حیات قومی کے بنانے میں پورے طور پر ممد ہوں ہمیں ایک پروگرام پیش نظر رکھنا چاہیئے جس میں حقیقی اور خالص قومیت ہمارے افعال کی محرک ہو۔ قومیت کے لفظ سے ہندوستان میں بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہے مجھے ایسے اشخاص سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ جو قومیت کے لفظ سے ایسے بدکتے ہیں۔ جیسے لفظ مذکور کوئی ہوا ہے میرے نزدیک ہندوستانی قومیت کا مفہوم یہ ہے کہ خاک پاک وطن کی سیاسی نشو و نما میں فرقہ و مذہب کی ہرگز کوئی تمیز نہ ہو دل میں ایسی حب وطن موجزن ہو جو ملک معظم کی وفاداری پر مبنی ہو نیز اپنی سلطنت پر فخر و ناز اور ملک کی خیر خواہی کی جائے۔

حضرات یہ ایک ایسا وسیع اور فراخ سیاسی مذہب ہے۔ جسے جملہ محبان ہند قبول کر سکتے ہیں۔ یہاں ان بے شمار قوموں کے لئے کام کرنے کا وسیع میدان ہے جو سرزمین ہندوستان میں بود و باش رکھتی ہیں۔ ہندو، مسلمان، پارسی، دیسی عیسائی، اینگلو انڈین۔ اور بالآخر برطانی آباد کار متحد و متفق ہو کر ہندوستان کو ابھار سکتے ہیں۔ اور اجتماع اقوام میں اسے عزت کا درجہ دے سکتے ہیں۔ ہماری خاک پاک وطن میں دست قدرت نے بہت کچھ دلفریبیاں پیدا کی ہیں۔ ہمارا وطن نظم و شجاعت کا قدیم مسکن علم و فلسفہ کا مہد اور مذہب و روحانیت کا گہوارہ ہے بنی نوع انسان کی تاریخ میں ہندوستان ایک عظیم الشان سبق آموز ذریعہ و وسیلہ ہے۔ ہمیں اپنے وطن کی قدیم اور شاندار روایت کو از سر نو زندہ کرنا چاہیئے۔ ہم آج پہلے کی بہ نسبت زیادہ طاقتور ہیں کیونکہ مشرق کی صفات ملائمہ مغرب کی طاقت و توانائی سے ملگئی ہیں۔ میرا انشا یہ نہیں کہ قومی معاہد قائم نہ رہیں۔ میرے خیال میں قوموں کی اندرونی اصلاح کے لئے ان کا وجود نہایت ضروری اور مستلزم ہے۔ معاشری اور اخلاقی تزکیہ سیاسی ترقی کا پیش خیمہ ہے۔ اور قومی تنظیم و تنسیق کے بغیر ہم اس دور آزمائش میں داخل نہیں ہو سکتے۔ جو اعلیٰ سیاسی نشو و نما کا مقدمہ ہے۔ پس ان تمام معاہد کو سرسبز اور قائم رکھنا چاہیئے بلکہ انہیں محکم و استوار کرنا چاہیئے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ انہیں قومی اور جماعتی جارحانہ کارروائی کا ہرگز ذریعہ نہ بنایا جائے۔ معاہد مذکور کا پیش نہاد مشترک ہونا چاہیئے۔ تا کہ سب کی متفقہ جد و جہد انجام کار مقصد اور عالی مشترک پر مرکوز و مجتمع ہو۔ اور وہ پیش نہاد یہ ہے کہ ہم ملک کی وفاداریا کی حیثیت سے تاجدار برطانیہ کے نیک دل شہری کی حیثیت سے اور خاک پاک وطن کے حقیقی فرزندوں کی حیثیت سے ملک میں پرجوش حب وطن کی وہ آتشیں روح پھیلائیں۔ جس سے ہندوستان متحدہ کی متبرک و مقدس روح خروج کر سکتی ہے۔"

ڈاکٹر ہارون مصطفےٰ لیون ایم اے پی ایچ ڈی ایل ایل ڈی

ووکنگ کی گذشتہ عید الفطر کے ملکوتی منظر کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"میں الحمد للہ کہ گذشتہ ۳۵ سال سے عید کی بہت سی نمازوں میں شریک ہوا ہوں۔ میں ٹرکی کی "رمضان بیرام" اور دیگر اسلامی ممالک کی عید الفطر کے مواقع سے واقف ہوں۔ میں نے اعیاد کے دن مغربی افریقہ۔ ایشیا اور یورپ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے سلام۔ عید مبارک۔ مصافحہ اور معانقہ کا تبادلہ کیا ہے مگر مجھے ایسا دلفریب مؤثر نظارہ کبھی دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ جیسا کہ ۱۳ اگست روز جمعہ کو بمقام ووکنگ بفضل خدا میری قسمت نے مجھے دکھایا۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ

گذشتہ ایام کے اندر انگلستان میں برق و باراں کے طوفان اور گرمی اور حبس کی وجہ سے وہ کیفیت رہی تھی جیسی کسی بدتر سے بدتر حمام کی ہو سکتی ہے۔ اس موسمی حالت کے ساتھ آفتاب تین بجکر ۱۵ منٹ پر طلوع ہوتا اور ساڑھے آٹھ بجے غروب ہوتا تھا۔ اور اس طرح کم و بیش ۱۸ گھنٹہ کا روزہ رکھنا پڑتا تھا۔ مگر اب خدا نے رحمن و رحیم نے وہ تمام کیفیتیں دور کر دیں۔ تو اب آخروی بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

خدا کی قدرت کاملہ کا نمونہ ملاحظہ ہو کہ عید کے دن صبح صادق ہی کے وقت سے جبکہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص اور آیۃ الکرسی مسلمانوں کی زبان پر تھی رات کی تاریکی کے ساتھ مطلع بھی ابر ظلمت دور ہونا شروع ہوا۔ اور آفتاب نیلگوں آسمان پر ایسی آب و تاب کے ساتھ نکلا کہ انسان تو انسان طیور بھی جوش مسرت میں ترانہ ہائے حمد گانے لگے۔

ذرا دن چڑھا تو ووکنگ کے قدرتی فرشی میدان پر مسلمان جوق جوق جمع ہونا شروع ہوئے۔ سرو کے درخت صف بستہ چاروں طرف ایسے کھڑے ہوئے تھے کہ مومنین کی حفاظت کریں جو خدائے واحد کی عبادت اور نبی آخر الزمان و خاتم الانبیا کی مقدس یادتازہ کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ یہ مجمع کن لوگوں کا تھا؟ اس میں سفید ریش دادا اور کم سن پوتا سیدان عید میں خندہ زن اور بسا اوقات عضو بریدہ سپاہی شہزادے شرفا امرا۔ فقیر۔ کاریگر۔ پارلیمنٹ ممبر۔ قاضی۔ پروفیسر۔ جاہل مطلق۔ طبیب اور تفریح بخش مضمون نگار نہایت مشہور لٹریچر کے مصنف استاد اور ان کے شاگرد ڈاکٹر وکیل محاسب۔ تاجر۔ آتش ساز اور ملازم انگریز۔ فرانسیسی سلیلزادی ایرانی ہندوستانی۔ ترکی۔ افریقی۔ اور خاک پاک عرب کا باشندہ غرض تمام لوگ نماز تک ہمدوش اور اس کے بعد ہم آغوش تھے۔

مسجد کے قریب کھڑی ہوئی دونوں شاخیں غیر معمولی شوکت کے ساتھ جگمگا رہی تھیں۔ کہ امام کی تکبیر سے سارا میدان گونج اٹھا۔ اس وقت بلا مبالغہ بہت سی آنکھوں سے شکرانہ ایزدی کے آنسو جاری تھے پیغمبر صلعم کی شاندار ہجرت کے ۱۳۳۳ سال کی یہ عید الفطر تھی۔ امام صاحب مسجد کی طرف سے سب کو لنچ اور شام کو چاء کی دعوت ہوئی۔"

ویدک دھرم اور آریہ سماج

ویدوں کا حدوث روح و مادہ اور دائمی نجات کا مؤید ہونا

پیغام صلح کی بعض گذشتہ اشاعتوں میں آریہ سماج کے رکن رکین پنڈت راج نرائن صاحب ارمان کی اس حیرت انگیز تحقیق کا نتیجہ بیان کیا جا چکا ہے جو انہوں نے روح و مادہ کی ازلیت و ابدیت اور نجات کے میعادی ہونے کے عقیدہ کو خود ویدوں کے مطالعہ کے بعد غلط پا کر بیان کیا جس سے آریہ سماج میں آجکل ایک شور برپا ہے۔ پنڈت راج نرائن صاحب نے اپنی ان تحقیقات کو آریہ سماج کے سامنے رکھکر نہایت ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنیکا انہیں مشورہ دیا تھا لیکن افسوس ہے کہ انکو مہذبانہ جواب دینے کے بجائے اکثر آریہ معاصرین گالی گلوچ پر اتر آئے ہیں جس سے صاف طور پر پنڈت صاحب کی صداقت پر روشنی پڑتی ہے۔ چونکہ پنڈت صاحب کی پیش کردہ تحقیقات سے آریہ سماج کے خلاف بعض اہم دلائل معلوم ہوئے ہیں۔ اس لئے ہم اپنے مبلغین اور ان لوگوں کے لئے جنہیں آریہ سماج سے مقابلہ پیش آتا ہے۔ انہیں ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں۔ . . . . . .

. . . .

. . . .

جون ۱۹۱۵ء کے رسالہ ارجن میں پنڈت جی صاحب تحریر فرماتے ہیں:—

ویدک سدھانت کی کاٹ چھانٹ کس نے کی ہے؟

ہماری تحقیقات کا حیرت انگیز نتیجہ

ہم نے عرصہ ہوا شور برپا کیا تھا ارجن میں بہی لکھا اور چند ذمہ وار لوگوں کو بذریعہ خطوط بہی آگاہ کیا تھا۔ کہ ستیارتھ پرکاش میں سینکڑوں غلطیاں ہیں جن کا درست ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ بہت غلطیاں ایسی ہیں کہ جن سے ویدک سدھانت ہی کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے چنانچہ ہمارے متواتر زور دینے پر مجبور آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب میں اس امر کے سلسلہ جنبانی شروع ہوئی اور آخرکار پچھلے سال ستیارتھ پرکاش کا نیا ایڈیشن غلطیوں کو دور کرکے چھپوانے کی اجازت سبھا نے کو ر... نے ایک مہاشہ کو دیدی۔ اور وہ نئی ستیارتھ پرکاش چھپ بہی گئی۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ درست ہوتی پہلے سے بہی زیادہ اس میں گڑبڑ ہو گئی ہے کارن یہ ہے کہ اس کی صحت کرنے والے وودان پرش نہیں تہے بلکہ یہ مشکل کام صرف ایک آدمی کے سپرد کر دیا گیا جسکو سدھانت کا کچھ بہی پتہ نہیں ہے۔ خیر گذشت۔ آنچہ گذشت۔ یہ بہی سہی لیکن اس کے ساتھ ہی ہم نے رگوید آدی بھاشیہ بھومکا میں بہی بڑی سخت گڑبڑ دیکہی۔ چنانچہ اس کا مختصر ذکر ہم پچھلے ارجن میں کر چکے ہیں۔ اسکو بہی درگذر کیا جائے۔ اور اگر اسکو بہی ترجموں کی کم سمجہی اور سدھانت کی ناواقفیت پر محمول کر لیا جاوے تو اور بہی نہایت سخت اندھیر ہمیں یجروید بھاشیہ مطبوعہ ویدک ینترالہ اجمیر میں نظر آیا کہ اس کے چالیسویں ادھیائے میں بجائے ۱۸ منتروں کے صرف ۱۷ منتر ہیں۔ ایک منتر نہ معلوم کس لئے کم کر دیا گیا ہے۔ یہ حق کسی کو بہی حاصل نہیں ہے کہ وید منتروں کی تعداد میں کمی کی جاوے یہ بہت بڑا اندھیر ہے۔ اور اس کا ویدک دھرم پر بہت خراب اثر پڑیگا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اندھیر گردی کچھ تو سدھانت کے ناواقف لوگوں کی وجہ سے ہو رہی ہے اور کچھ خود غرض لوگوں کی وجہ سے ہے کیونکہ اکثر آدمی اپنا سدھانت کچھ نرالا ہی مانتے ہیں۔ اور ان کو اگر ویدوں اور شاستروں اور اپنشدوں میں بہی کوئی بات ان کے پکش کے خلاف ملتی ہے تو وہ یا تو اس کو وہاں سے خارج کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یا اس کا مطلب کھینچ تان کرکے کچھ کا کچھ کر دیتے یہ سخت پاپ کی بات ہے کہ اس طرح پبلک کو غلط فہمی میں ڈالا جاتا ہے۔ ہم آریہ ہیں اور آریہ سماج کے سبھاسد ہیں۔ ہم جہاں سوامی دیانند کے بتلائے ہوئے پراچین ویدک سدھانتکو بلا کسی خود غرضی کے پتھر کی لکیر ماننے کے لئے تیار ہیں وہاں ہم آریہ سماج کے چوتھے نیم پر بہی دڑہ رہتا ہے عمل کرتے ہیں کہ ستّ کے گرہن کرنے اور اسّت کے چھوڑنے میں سرد و ادیت رہنا چاہیئے"۔ اور یہی نہیں بلکہ سوامی دیانند سرسوتی اپنے منتویہ میں خود لکہ گئے ہیں "جو سچ ہے اسکو ماننا اور جھوٹ ہے اسکو چھوڑنا۔ چھوڑوانا مجھکو مرکوز خاطر ہے" اسی طرح سوامی جی یہ بہی لکھتے ہیں کہ:— "جو بات ویدوں اور شاستروں کے خلاف دیکھو اسکو نہ مانو۔ اور جو ان کے انوکول دیکھو اسکو مانو"۔ ہم رشی کے بتلائے ہوئے اسی معیار کے عامل ہیں۔ اور اسی معیار پر ہر ایک بات کو پرکھ لیتے ہیں جب سے ہم نے ارجن کو جاری کیا۔ تب سے زیادہ تر ہمارا وقت ویدوں۔ ویدانگوں۔ اپانگوں وغیرہ کے مطالعہ اور ان پر وچار کرنے میں صرف ہوتا ہے اس خاص تحقیقات کے دوران میں ہم کئی ایسے نتائج پر پہنچے ہیں کہ جن کا اظہار سخت حیرت انگیز ہے۔ مگر ہم اپنا دھرم سمجھتے ہیں کہ سوامی جی کی آگیا کے انوسار جو بات ویدانکول ہو۔ اسکو تسلیم کر لیں لہذا ہم ذیل میں اپنی تحقیقات کے صرف چند نتائج کو پبلک کے روبرو پیش کرتے ہیں۔ اور یہ تازہ ارجن ہم آریہ سماج کے کئی ذمہ وار آدمیوں کے پاس بہی بھیجیں گے۔ تاکہ وہ بہی ان معاملات پر کافی وچار کرکے اصلیت پر روشنی ڈالیں۔ اور اگر یہ ہمارے نتائج درست ہیں تو ان کو درست مانیں۔ اور اگر غلط ہیں۔ تو ہمیں اپنی رائے سے مطلع کریں۔ اب ہم وہ چند حیرت انگیز نتائج قلمبند کرتے ہیں۔ کہ جو نہ صرف ہماری خاص تحقیقات پر مبنی ہیں۔ بلکہ ان کا ایک حد تک انوبہو سے بہی تعلق ہے۔

مکتی نتیہ بھی ہے اور انیتہ بھی ہے } ہم نے مکتی کے وشیہ پر بہت مطالعہ کیا۔ رگوید آدی بھاشیہ بھومکا میں مکتی کا بہی ذکر ہے۔ اور اس پرچہ مضمون میں سوامی جی نے بحث کی ہے جن میں اُن کی ذاتی رائے کوئی نہیں۔ بلکہ ہر ایک امر کے متعلق ویدوں اور رشی کرت گرنتھوں کے پرمان ہی ہیں عام طور پر مکتی کو انیتہ مانا جاتا ہے یعنی مکتی سے جیو۔ پھر واپس آتے ہیں۔ لیکن رگوید آدی بھاشیہ بھومکا میں مکتی سے پنر آورتی کا کوئی ذکر نہیں بلکہ برعکس اس کے اس مضمون میں موکش مطلب انا ورتی ہی کا نکلتا ہے۔ چنانچہ سرشٹی ودیا تیتی کے مضمون میں صاف ذکر ہے کہ "جہاں وہ وِدوان لوگ پرم پُرشارتھ سے جس پد کو پراپت ہو کر نتیہ آنند میں رہتے ہیں۔ اسی کو موکش کہتے ہیں"۔ دیکھو رگوید آدی بھاشیہ بھومکا بھاشا صفحہ ۲۴۱۔ اسی طرح ستیارتھ پرکاش سملاس نہم میں یہ ذکر آتا ہے۔ "جو جسم سے بری مکت جیو آتما برہم میں رہتا ہے اسکو دنیوی سُکھ دُکھ چھوتے بہی نہیں۔ ہمیشہ آنند میں رہتا ہے۔ گویا اس طرح مکتی نتیہ ثابت ہوتی ہے۔ مگر ستیارتھ پرکاش میں اسی مذکورہ بالا بیان کے آگے ایک سوال دیا گیا ہے جس میں چہاندوگیہ اُپنشد۔ ویدانت درشن اور گیتا کے پرمان اس بارہ میں پیش کئے گئے ہیں کہ مکتی سے آورتی نہیں ہوتی۔ اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے "یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ وید میں اس بات کی تردید کی گئی ہے"۔ اور اس کے ثبوت میں رگوید منڈل ۱۔ سوکت ۲۴۔ ادھیائے ۲ کے منتر ۱۔ ۲ پیش کئے گئے ہیں کہ ان منتروں سے مکتی سے واپس آنا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ

ستیارتھ پرکاش میں پہلے منتر کا ترجمہ دیا گیا ہے ہم لوگ اس کا نام پاک سمجھیں کون غیر فانی اشیا کے درمیان جلوہ گر دیوتا ہمیشہ نور مطلق ہے۔ اور ہم کو مکتی کا سکھ بھگوا کر پھر اس دنیا میں جنم دیتا اور ماں باپ کا دیدار دکھاتا ہے"۔ مگر اس منتر میں خط کشیدہ الفاظ مکتی کا سکھ بھگوا کر کا کہیں کا ذکر نہیں ہے۔ جب ہم نے سوامی جی کا رگوید بھاشیہ دیکھا تو وہاں پدارتھ میں بھی یہ ذکر نہیں۔ اور اس کے جواب میں جو دوسرا منتر ہے اس کا ستیارتھ پرکاش میں یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

"ہم اس سنور بالذات قدیم دائمی مکت پرماتما کا نام پاک سمجھیں جو ہم کو مکتی میں آنند بھگوا کر پھر زمین میں ماں باپ کے تعلق سے جنم دیکر وغیرہ" اس کا بھی مقابلہ رگوید بھاشیہ سے کیا گیا۔ تو اس منتر کے ترجمہ میں بھی خط کشیدہ الفاظ ندارد ہیں۔ بلکہ وہاں سنسکرت اور بھاشہ دونوں کے پدارتھوں میں یہ تحریر ہے۔

ہم لوگ جس گیان سوروپ وناش دھرم مت پدارتھ اور موکش پراپت جیووں میں انادی دستررت اور دتیہ سوروپ سب جگت کے پرکاش کرنے اور سنسار میں سب پدارتھوں کے دینے والے پریشور کے پوتر گنوں کا گان کرنا جانتے ہیں۔ وہی ہم کو بڑے بڑے گن والی پرتھوی کے بیچ میں پھر جنم دیتا ہے وغیرہ"۔ گویا الفاظ مکتی سے سکھ بھگوا کر پھر واپس آنے" کا ذکر رگوید بھاشیہ میں ندارد ہے بلکہ وہاں پنر جنم یعنی آواگون کا ذکر ہے۔ سخت حیرت ہے کہ ستیارتھ پرکاش میں رگوید کے یہ دونوں منتر نہ معلوم کس نے مکتی سے پنر آورتی کے ثبوت میں رکھدیئے ہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ منتر یہاں سوامی دیانند کے رکھے ہوئے نہیں ہیں۔ کیونکہ سوامی جی ان منتروں کو کہ جن کا ترجمہ انہوں نے رگوید بھاشیہ میں صرف پنر جنم (آواگون) کی صورت میں کیا ہے۔ ستیارتھ پرکاش مکتی میں سے آورتی کے ثبوت میں ہرگز نہیں ڈال سکتے تھے۔ بلکہ یہ ایسے ہی لوگوں کی استادی معلوم ہوتی ہے کہ جنہوں نے اسی طرح ستیارتھ پرکاش میں کئی جگہ سخت اندھیر گردی کر رکھی ہے۔ گویا ستیارتھ پرکاش اور رگوید آدی بھاشیہ بھومکا میں کسی جگہ مکتی سے واپس نہ آنیکا ذکر بھی یہاں کے ہے۔ لیکن ستیارتھ پرکاش میں مذکورہ بالا موقعہ پر صرف ایک ہی یہ رگوید کا پرمان مکتی سے آورتی کے بارہ میں دیا گیا ہے۔ اور وہی غلط ہے۔ کیونکہ رگوید بھاشیہ نے اس کی تردید کردی ہے۔ لہذا اس طرح مکتی نتیہ ثابت ہوتی ہے۔ جس کے لئے بہت سے پرمان ملتے ہیں۔ مثلاً یجر وید ادھیائے ۳۱۔ منتر ۱۶۔ اور یجروید ادھیائے ۳۱۔ منتر ۱۸۔ یجر وید ادھیائے ۳۴ منتر ۱۰۔ یجر وید ادھیائے ۱۹۔ منتر ۷۴۔ شت پتھ براہمن کانڈ ۱۴۔ ادھیائے ۷۔ براہمن ۴ کنڈکا ۸۔ سانکھ درشن ادھیائے ۱۔ سوتر ۱۔ اور ادھیائے اسوتر ۱۶۲۔ ویدانت درشن ادھیائے ۴ پاد ۴ سوتر ۲۲۔ چھاندوگیہ اپنشد پرپاٹھک ۴۔ کھنڈ ۱۵۔ منتر ۶۔ اور پرپاٹھک ۵۔ کھنڈ ۱۰۔ منتر ۲۔ اور پرپاٹھک ۸ کھنڈ ۱۵۔ منتر ۱ اور برہدارنیک اپنشد ادھیائے ۵ براہمن ۱۰ منتر ۱۔ اور ادھیائے ۶ براہمن ۲۔ منتر ۱۵۔ اور گیتا میں بھی کئی سلوکوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مکتی نتیہ ہے یعنی مکتی سے مکت آتما پھر واپس نہیں آتا۔ اور کہیں بھی یہ ثبوت نہیں ملتا کہ مکتی سے پنر آورتی ہوتی ہے۔ البتہ سورگ اور چیز ہے۔ جو کرموں سے ملتا ہے وہاں سے بیشک آورتی ہے۔ مگر مکتی جسکو کہتے ہیں اس سے آورتی ثابت نہیں ہوتی سورگ سے آورتی اور مکتی سے اناورتی ان دونوں کا ذکر دیکھئے چھاندوگیہ اپنشد پرپاٹھک ۵ کھنڈ ۱۰ منتر ۲۔۳۔۴۔۱۰ اور برہدارنیک اپنشد ادھیائے ۶ براہمن ۲ منتر ۱۵۔۱۶ یعنی دیویان مارگ مکتی ہے جس سے واپسی نہیں ہوتی اور پتریان ارگ سورگ ہے جس سے واپس آنا ہوتا ہے۔ ہم نے یہ ستیہ بات ویدوں شاستروں اور اپنشدوں وغیرہ کے حوالوں سے صاف صاف لکھدی ہے ناظرین کو ان پرشانتی سے ستیہ معلوم کرنے کے خیال سے وچار کرنا چاہئیے۔

مسلمانان شرفا کے مشاغل

دنیا کیا کر رہی ہے۔ اور مسلمان کن باتوں میں مصروف ہیں۔ اس کا اندازہ ذیل کی سطور سے ہوگا۔ جو ایک نامہ نگار نے ایک ہمعصر کو پانی پت سے لکھی ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔

"یہاں دو نہایت معزز پارٹیوں نے جن میں شریف اور نوجوان مسلمان شامل تھے۔ پرسوں اس شرط پر تاش کھیلنا شروع کیا۔ کہ جو فریق بازی ہار جائے وہ اپنی اپنی ڈاڑھیاں اور مونچھیں جڑ سے منڈوا دے۔ فریقین نے اس نرالی اور عجیب شرط کو منظور کر لیا۔ چنانچہ حجام بلا لیا گیا اور کھیل شروع ہوا۔ ہر ایک فریق نے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا۔ کہ حریف جیتنے نہ پائے۔ غرضکہ فریقین میں سے کسی نے کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور بازی چھ سات گھنٹے متواتر سخت جانکاہی محنت اور کوشش سے جاری رہی۔ آخر نتیجہ ایک فریق کی فتح اور دوسرے کی شکست کی صورت میں ظاہر ہوا۔ شکست یافتہ فریق کو بے چون وچرا اپنی ڈاڑھیاں اور مونچھیں اسی وقت منڈانی پڑیں"۔

نامہ نگار لکھتا ہے کہ ڈاڑھی منڈانے والوں میں ایک شخص حافظ قرآن۔ نماز وروزہ کے نہایت پابند اور ایک پرائمری سکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ اور دوسرے صاحب ایک بہت بڑے اور قابل تعظیم مولوی صاحب کے پوتے اور پانی پت کے قومی انسٹی ٹیوشن کے آنریری جائنٹ سکرٹری ہیں۔ اور ایک صاحب اگر ہیں وہ بھی ایک مولوی صاحب کے فرزند ارجمند ہیں۔

یہ ہیں آجکل شریف مسلمانوں کے مشاغل اور پھر اس پر شکایت یہ ہے کہ زمانہ ان کے خلاف ہے اور ان کی ترقی کی راہ میں ناقابل گذر رکاوٹیں حائل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب سکول کے ہیڈ ماسٹر اور منتظم کی اپنی یہ حالت ہے۔ تو وہ لڑکوں کو کیا خاک تعلیم وتربیت سکھلاتے ہونگے۔ اور ان کی مثال کا لڑکوں پر کیا اثر پڑتا ہوگا۔ کیا سکول مذکور کے ذمہ دار اراکین اس معاملہ میں کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ (وکیل)

فہرست چندہ تبلیغ اسلام بلاد غربیہ

از جماعت احمدیہ شملہ

معرفت شیخ اللہ دین کمپوزیٹر بابت ستمبر ۱۹۱۵ء

نمبر	اسمائے چندہ دہندگان	روپیہ	آنہ	پائی
۱	بابو خضر محمد صاحب ہیڈ ریڈر گورنمنٹ پریس	۲	۰	۰
۲	شیخ اسلام الدین صاحب "	۱	۰	۰
۳	بابو محمد داؤد خاں صاحب "	۰	۱۲	۹
۴	ملک غلام محمد صاحب کمپوزیٹر	۰	۱۱	۶
۵	منشی محمد لطیف صاحب "	۰	۸	۹
۶	شیخ الدین صاحب "	۰	۸	۰
۷	کرم خان صاحب "	۰	۲	۰
۸	منشی رحمت علی صاحب "	۰	۲	۰
	منشی شاہ محمد خان صاحب "	۰	۱	۰
۱۰	سراج الحق طالب علم	۰	۱	۳
	میزان	۵	۱۵	۳

بابت انگریزی ترجمۃ القرآن

نمبر	اسمائے چندہ دہندگان	روپیہ	آنہ	پائی
۱۱	مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے	۲	۰	۰
۱۲	ماسٹر محمد شہباز خانصاحب مدرس اسلامیہ اسکول شملہ	۰	۸	۰

سیالکوٹ میں محمودی مبلغین کا طرز عمل

پیشتر ازیں میاں صاحب کے ایک اشتہار تبلیغ احمدیت کو درج کرکے ہم بتلا چکے ہیں کہ میاں صاحب نے اس اشتہار میں کس قدر منافقت و مداہنت سے کام لیا ہے۔ ایسا ہی جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب نے اپنے مضمون مندرجہ زمیندار مؤرخہ ۲۶ اگست ۱۹۱۵ء میں (جو اب بصورت رسالہ طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے) میاں صاحب کے اس اشتہار پر ریویو کرتے ہوئے ان کے حیدرآبادی مبلغین کی منافقت کی طرف بھی مجملاً اشارہ کیا تھا۔ اب اس امر کی تصدیق سیالکوٹ سے ایک موصول شدہ مراسلہ نے بھی تکمیل کر دی ہے جس کا خلاصہ ذیل میں ہدیہ ناظرین کرام ہے:۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

ایک طرف قادیانی اخبارات میں نبوت مسیح موعودؑ۔ تکفیر مسلمانان۔ اور مسیح موعودؑ حقیقی مصداق اسمہ احمد جیسے عقائد فاسدہ کا اعلان اور دوسری طرف بیرونجات میں محمودی مبلغین کا اس کے خلاف طرز عمل اور ان کی طرف سے پبلک میں ان عقائد کی تردید اس بات کی صاف طور پر تصدیق کرتا ہے۔ کہ عقائد فاسدۂ محمودیہ محض کتابوں میں ہی لکھنے کے لئے ہیں اور پبلک میں ان کا پیش کرنا سم قاتل ہے۔ ایک طرف میاں صاحب کی تصانیف حقیقۃ النبوۃ اور القول الفصل کو دیکھو۔ اور دوسری طرف ان کے خاص الخاص مبلغین مولوی سرور شاہ اور مہر قاسم علی کے اس رویہ کو دیکھو۔ جو انہوں نے سیالکوٹ میں غیر احمدی پبلک کے سامنے اختیار کیا۔ مولوی سرور شاہ نے محلہ میانہ پورہ میں خاتم النبیین پر ایک لیکچر دیتے ہوئے کمال فراخدلی کے ساتھ اور کھلے الفاظ میں بیان کیا کہ کوئی نبی خواہ کوئی نیا ہو یا پرانا ہرگز ہرگز آ ہی نہیں سکتا۔ پھر ۱۳ و ۱۴ ستمبر کی درمیانی شب کو مہر قاسم علی نے ایک مسجد میں مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے چند اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ حضرت میرزا صاحب پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے آپ کو بعض مواقع پر حضرت نبی کریم صلعم کے بیان فرمایا ہے۔ یہ کیسا بیہودہ اعتراض ہے۔ جبکہ خود حضرت میرزا صاحب فرماتے ہیں

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

لوگ نہیں سمجھتے کہ مرزا صاحب تو اپنے آپ کو احمدؐ کا غلام بیان فرماتے ہیں۔ تو پھر احمدؐ کے غلام پر یہ اعتراض کیوں؟ جب خود مدعی ہی غلامی کا دعویٰ کرتا ہے تو کسی دوسرے کا کیا حق ہے۔ کہ اس کے مرتبہ سے اسے بڑھا دے۔ پھر کہا۔ کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ حقیقۃ الوحی میں میرزا صاحبؑ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھکو نہیں مانا۔ اس نے خدا و رسول کو نہیں مانا۔ افسوس ہے کہ ایسی صاف بات پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مولوی کسی مسلمان کو کہے کہ تو نماز پڑھا کر اور وہ نماز نہ پڑھے۔ تو کیا وہ مولوی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے میرا حکم نہیں مانا۔ بلکہ خدا و رسول کا حکم نہیں مانا۔ یعنے خدا و رسول کو نہیں مانا۔ اب خدا کے لئے بتاؤ۔ کہ ان مبلغین نے صریح طور پر مداہنت اور دھوکا بازی سے کام نہیں لیا۔ افسوس ہے کہ اگر یہی بات لاہور کے احمدی احباب کی طرف سے بیان کی جائے۔ تو انہیں یہ کہکر مطعون کیا جائے۔ کہ یہ حضرت اقدسؑ کا مشن صحیح طور پر پیش نہیں کرتے اور نعوذ باللہ آپ کی ہتک کرتے ہیں۔ اور خود انہی باتوں کو پبلک میں کھڑے ہو کر بیان کیا جائے۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ ان لوگوں کے ایک طرف اس جوش و خروش کو احباب لاہور کے بالمقابل کیا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف ان کے اس منافقانہ طرز عمل کو دیکھکر میرا یہ کہنا کہ ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

بہت صحیح اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ہاں ایک لحاظ سے مجھے ان بیچاروں کو اس بارہ میں مجبور بھی ٹھہرانا پڑتا ہے۔ کیونکہ ایک موقعہ پر جب اسی مہر قاسم علی نے جس سے پہلے حضرت مرزا صاحبؑ کو آنحضرت صلعم کا ایک غلام بتایا تھا۔ میانہ پورہ میں کھلے طور پر یہ کلمہ کفر منہ سے نکالا۔ کہ میں دو ماموران الٰہی کا مقابلہ کرتا ہوں۔ (۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور (۲) حضرت مرزا صاحب۔ اول الذکر نے کل سوا لاکھ کی جماعت بنائی اور مؤخر الذکر نے چار لاکھ کی۔ بس پھر کیا تھا۔ مہر صاحب کا یہ کہنا تھا۔ کہ چاروں طرف سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور توبہ واستغفار کی صدائیں آنے لگیں اور لوگوں نے شور برپا کر دیا۔ یہ بھی خبر تھی۔ کہ ایک غیر احمدی شخص چوہدری فضل نے جو سلسلہ عالیہ سے کسی قدر محبت رکھتے ہیں۔ غیر احمدیوں کو منع کیا اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ ورنہ انہوں نے تو مولوی ابراہیم کے بھتیجے کو اکسا کر کھڑا کر ہی دیا تھا جس نے مہر صاحب سے چند ایک سوالات کرنے کی خواہش کی اور محمودیوں نے یہ کہکر انہیں اور بھی جوش دلایا کہ یہ سوال کرنے کا وقت نہیں۔ ہمارے گھر پر آکر دریافت کرو۔ مہر صاحب کے اس کلمہ نے سیالکوٹ میں احمدیت کے خلاف لوگوں کو اکسا دیا ہے۔ جس سے بہت مخالفت بڑھ گیا ہے۔ خیر یہ تو ایک سزا تھی۔ جو مہر صاحب کو آنحضرت صلعم کی شان میں بیہودہ کلمہ کہنے کی وجہ سے ملی۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ ان بیچاروں کو باقی جلسوں میں اپنے عقائد کو صاف طور پر بیان کرنے کی جرأت نہ ہوئی اگرچہ ان کا فرض تھا کہ خواہ کچھ ہی ہوتا۔ اپنے اصل عقائد کو ہی بیان کرتے اور اپنی مزعومہ غلط باتوں کو نہ دہراتے۔

یہ تھا ان لوگوں کے پبلک لیکچروں کا حال۔ اب اندرونی تماشا کی کیفیت سنئے۔ وہی مہر قاسم علی صاحب جنہے پبلک میں حضرت مرزا صاحب کو غلام احمد بیان کیا تھا۔ ملک حسن محمد سمبڑیالی کے ساتھ شیخ مولا بخش صاحب احمدی کی دکان پر تشریف لائے۔ اور شیخ صاحب سے اختلاف کے متعلق دریافت کیا اور کہا کہ ہم آپ سے فیصلہ کرنے کے لئے آئے ہیں اپنے اختلافات کو ایک ایک کرکے بیان کرو۔ شیخ صاحب نے سب سے پہلے آیت اسمہ احمد کے متعلق حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے میاں صاحب کے موجودہ عقیدہ سے اپنا اختلاف ظاہر کیا جس کے جواب میں مہر صاحب نے حضرت اقدس کا کوئی حوالہ طلب کیا۔ اس پر مہر صاحب کو انکی اپنی تصنیف دین الحق میں سے جس میں انہوں نے حضرت اقدس کی نبوت کے خلاف اپنے تمام حوالجات جمع کر رکھے ہیں۔ نجم الہدیٰ کی عبارت پڑھ سنائی۔ جس میں احمد آنحضرت صلعم کا اسم مبارک لکھا ہوا تھا۔ مہر صاحب نے پوچھا یہ کونسی کتاب ہے۔ شیخ صاحب نے جواب دیا کہ یہ مہر قاسم علی کی لکھی ہوئی کتاب دین الحق ہے۔ اس میں حضرت صاحبؑ کی کتابوں میں سے حضرت صاحب کا مذہب لکھا ہے۔ مہر صاحب نے فوراً جوش میں آکر کہا۔ کہ اس مردود کو پھینک دو اسکو ہم نہیں سنیں گے۔ اس پر شیخ صاحب نے مسکرا کر دوبارہ کہا۔ کہ حضرت یہ مہر قاسم علی کی کتاب ہے جو سیالکوٹ میں واعظ بنکر آئے ہیں اور جنہوں نے

آج میانہ پورہ میں لیکچر دینا ہے۔ مہر صاحب نے پھر کہا کہ اس مردود کو نالی میں پھینک دو۔ اس پر شیخ صاحب نے کہا۔ کہ بہت اچھا۔ اگر یہ مردود ہے۔ تو کیا آپ جرأت کر کے آج شام کو لیکچر سے پہلے اُٹھ کر کہدیں گے کہ میری یہ کتاب مردود ہے۔ اسکو کوئی نہ خریدے۔ کیونکہ میں ان خیالات کا آدمی ہوں جو اس کتاب کے خلاف ہیں۔ ابھی دو ہفتے ہوئے میں نے اس کتاب پر ۱۰ر خرچ کئے ہیں حالانکہ اتنی کتابیں ۲ر کو ملتی ہیں۔ خیر پھر مہر صاحب کے اصرار کرنے پر شیخ صاحب نے حضرت صاحب کی کتابیں نکالیں۔ اور ان میں سے حوالے دینے شروع کئے۔ جنہیں مہر صاحب نوٹ کرتے گئے۔ اور لبعد میں کہا کہ کل میں پھر آؤنگا اور پھر ان کا جواب دونگا۔ یہ حوالے مہر صاحب کو اندر لیجا کر دکھائے گئے۔ کیونکہ وہ برسر بازار لوگوں کے جمع ہونے اور اُنکے سامنے اپنی کمزوری کے آشکارا ہونے سے ڈرتے تھے۔ ... اندر جا کر مہر صاحب کی کمزوری گو عوام کی نظروں سے چھپی رہی۔ لیکن ان کا وعدہ کے خلاف دوسرے دن ظفر وال چلا جانا اور اپنا کام مولوی سرور شاہ کے سپرد کر جانے کے باوجود اس کا بھی تین چار دن تک نہ آنا انکی وقعت کو کم از کم احمدیوں کی نظروں سے گرا دینے والا تھا۔ اس اثناء میں چونکہ ان کی خط و کتابت غیر احمدیوں سے شروع ہو گئی تھی اس لئے شیخ صاحب نے بھی زیادہ اُنکے پیچھے پڑنا مناسب نہ سمجھا۔ ہاں جب غیر احمدیوں نے وفات مسیح اور محمودیوں نے نبوت مسیح موعود پر بحث کرنے سے گریز کیا۔ تو پھر تیسرے چوتھے روز جبکہ مہر صاحب بھی ظفر وال سے واپس آ گئے تھے شیخ صاحب نے مولوی سرور شاہ کو ایک رقعہ لکھا۔ جس کی نقل ذیل میں مندرج ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مولویصاحب نے جو میر حامد شاہ صاحب کے ساتھ ان کے مکان پر بیٹھے ہوئے تھے وہ خط لیکر رکھ لیا اور اسکا کچھ جواب نہ دیا۔ جس کے بعد صبح کو معلوم ہوا کہ ہر دو مبلغین ۵ بجے صبح کی ٹرین پر واپس چلے گئے۔ فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون

نقل خط

بخدمت جناب مولینا مولوی سرور شاہ صاحب و مہر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ۔ گذارش ہے کہ مورخہ ۱۱ر ستمبر ۱۵ء کو مہر صاحب بندہ کے مکان پر تشریف فرما ہوئے اور از راہ کرم فرمایا کہ آپ کو ہم سے کیا اختلاف ہے۔ بندہ نے عرض کی کہ اول تو آیت اسمہٗ احمد پر سخت اختلاف ہے۔ اس پر مہر صاحب نے فرمایا کہ پہلے اسکا فیصلہ کر لو۔ پھر دوسری بات شروع کریں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہر بات میں ہم آپ کی تسلی کریں

لہٰذا بندہ نے چند حوالے مہر صاحب کی خدمت میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں میں سے پیش کئے۔ جس میں آیت اسمہٗ احمد کا مصداق آنحضرت صلعم کو ہی مرزا صاحب نے مانا ہے

مہر صاحب نے سب حوالے نوٹ کر لئے اور فرمایا کہ ہم کل کسی وقت آویں گے صبح سے لیکر بندہ ان کی انتظار میں رہا۔ مگر دس بجے کے قریب معلوم ہوا۔ کہ وہ تو ظفر وال تشریف لیگئے ہیں اور آپ کو فرما گئے ہیں کہ مولا بخش کے پاس ضرور جانا۔ بندہ آپ کی انتظار دو بجے تک کرتا رہا۔ مگر چونکہ آپ کی غیر احمدیوں سے بحث کے متعلق خط و کتابت شروع ہو گئی تھی۔ اور یہ ہمارا واحد کام تھا۔ اسواسطے میں نے دخل دینا مناسب نہ سمجھا۔ آج معلوم ہوا کہ مولوی ابراہیم حیات وفات مسیح پر اور آپ نبوت پر بحث نہیں کرتے۔ اس لئے آپ اس طرف سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اور نیز مہر صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں۔ اسواسطے امید ہے۔ کہ مہر صاحب اپنے وعدہ کے موافق اور آپ مہر صاحب کے حکم کے موافق کل کسی وقت ضرور میرے مکان پر تشریف فرما ہوں۔ ... وقت مقررہ سے اطلاع دیں۔ والسلام۔ خاکسار مولا بخش احمدی۔

یہ ہیں وہ واقعات جو سیالکوٹ میں محمودی مبلغین کے آنے پر پیش آئے۔ اب ناظرین کرام اس سے خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا طرز عمل کہاں تک مستحسن قرار دیا جا سکتا ہے ہاں آخر میں مجھے یہ بتا دینا چاہئے۔ کہ میں نے مہر قاسم علی کے بالمقابل ان ناروا نہ دلائل سے کام لینا مناسب نہیں سمجھا جو مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے مہر صاحب کی ذات کو آشکارا کرنے کے لئے بیان کئے تھے۔ راقم

ایک غلط بیانی کی تردید

حضرت خواجہ صاحب نے جناب میاں محمود احمد صاحب کے مبائعین قادیان سے جو شہادت دربارہ عقائد نبوت وغیرہ حضرت مسیح موعودؑ طلب کی تھی اور جس کا جواب مفتی محمد صادق اور مولوی شیر علی صاحب وغیرہ نے اپنے پیر و مرشد جناب میاں محمود احمد صاحب کے ایماء سے قریباً انکار سے ہی دیا ہے۔ اور اس طرح سے ثابت کیا ہے کہ ان کے عقائد بھی وہی ہیں جو لاہور والی جماعت کے عقائد ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں تھے۔ اس میں گالیاں دیتے ہوئے انہوں نے میرا بھی ذکر کیا ہے۔ کہ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں رہنے کا بہت کم موقعہ ملا ہے اسکے جواب میں میں صرف اسقدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ میں نے اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے کتاب فتح اسلام کے نکلنے کے بعد حضرت صاحب سے بیعت کی اور میرا نام اشتہار فیصلہ آسمانی میں درج ہے۔ جس میں ہنسٹھ آدمیوں کے قریب نام درج ہیں۔ جنکو حضرت صاحب نے بڑی کوشش سے جمع کیا۔ ان میں کچھ مرید ہیں اور کچھ غیر مرید پھر میرا نام اصحاب بدر میں درج ہے۔ جن کی تعداد تین سو تیرہ آدمیوں کی ہے۔ لاہور میں میں نے بائیس برس کے قریب محکمہ ریلوے اگزامینر صاحب بہادر کے دفتر میں ملازمت کی اس عرصہ میں میں ہر سال تین دفعہ سے کم قادیان میں نہیں جاتا رہا۔ کئی کئی روز میں وہاں حضرت صاحب کی صحبت میں رہا۔ اس عرصہ میں خاص خاص موقعوں پر بھی قادیان میں حضرت صاحب کے حکم سے گیا۔ جب میں جاتا حضرت صاحب اکثر اوقات مجھے امامت کرانے کے لئے حکم فرماتے اور حسب الحکم آنجناب میں امامت کراتا۔ بعض اوقات اکیلے حضرت صاحب کے ساتھ ان کے خاص مکان میں کھانا کھایا۔ اسوقت لنگر وغیرہ کا نام و نشان نہ تھا۔

جب جماعت بڑھ گئی اور مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم ہجرت کر کے قادیان میں چلے آئے اور وہ مستقل امام بنائے گئے شاذ و نادر جماعت کرانیکا موقعہ ملتا۔ اس کے علاوہ امرتسر میں آتھم سے مباحثہ کیوقت اور دیگر مواقع پر بھی میں آپ کے ہمراہ رہا۔ پھر آپ جب کبھی لاہور میں آئے۔ اور کئی کئی روز اور ہفتوں تک ٹھہرے۔ تو میں بلا ناغہ آپ کی صحبت میں رہا اور فیض حاصل کرتا رہا۔ آپ اپنے آخری ایام زندگی میں بھی لاہور میں ایکماہ سے زائد رہے اسوقت بھی میں آپ کی صحبت میں رہا اور احمدیہ بلڈنگس میں ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر جب آپ نے وفات پائی اور اسوقت بھی مجھے یہ فخر حاصل ہوا۔ کہ میں نے حضرت صاحب کے پاس یٰسین پڑھی۔ ناظرین کرام اس سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ آیا میں آپکی صحبت میں رہا یا نہیں۔ ہاں میں لنگر خانہ کی روٹیاں کھانے کے لئے قادیان دار الامان میں مقیم نہیں رہا۔ اللّٰہ تعالیٰ انکو سمجھ دے کہ غلط بیانی سے باز آئیں +

راقم خاکسار حافظ فضل احمد ۹/۱۵

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپ کر انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بر و شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا مے بود

ما از و یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبر ہائے معاد — ہرچہ گفت آں مہ رسل بالاعتقاد
آنچہ از حضرت احدیت ہست — منکر آں مستحق لعنت ہست
معجزات او ہمہ حق اندر است — منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیاست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا — تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

پیغام صلح

لاہور

قیمت

سالانہ (عہ) ششماہی (عہ) سہ ماہی (عہ) ماہوار (۹ر)

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | المسیح لاہور | یکشنبہ | ذیقعدہ ۱۳۳۳ ہجری المقدس مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۳۶

نصر من اللہ وفتح قریب

الٰہی نصرت سے فائدہ اٹھاؤ اور اشاعت اسلام میں مدد کرو

اشاعت اسلام کے کام میں جو خوش کن کامیابی ہندوستان اور ووکنگ میں بفضل خدا گذشتہ سال میں شروع ہو چکی ہے ہمارے لئے نہایت ہی حوصلہ افزا ہے۔ اگر ان دقتوں کو جو یورپ میں تبلیغ اسلام کی راہ میں پادریوں نے صدہا سال کی کوشش سے پیدا کر رکھی تھیں ذہن میں رکھا جاوے اور پھر ان طرح طرح کی رکاوٹوں کا جو کہ اندرونی مخالفوں نے ہمارے اس کام کی راہ میں گذشتہ سال پیدا کر دی تھیں خیال کیا جاوے تو غیر مذاہب کے قریباً بیس نفوس ہندوستان میں اور قریباً یکصد افراد کا اقوام انگلشیہ میں سے دائرۂ اسلام میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر داخل ہونا یہ سمجھنا ہے کہ تائید اور نصرت الٰہی ان چند اشخاص کی جماعت کے شامل حال ہوئی ہے۔ جنکو اپنے اور بیگانے سب حقارت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔

یہ آئے دن مسلم کمیونٹی میں نئے بھائیوں کے اضافہ کی خبریں جو ہمارے قلوب کو خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر میں گرا دیتی ہیں اور حسود کے دلوں کو نمونہ دوزخ بنا رہی ہیں۔ ان الٰہی افضال کی بارش کا جو پاک لوگوں کے لئے کئے گئے ہیں ایک چھوٹا سا نمونہ ہیں۔ ان کو سنکر ہر ایک رحمدل کو سرور پہنچتا ہے سوائے ان بدبخت اور بدنصیب مسلمانوں کے جو کفر کے فتووں سے اشاعت کفر میں مصروف ہوں

یہ کامیابیاں ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارادہ اسلام کی امداد اور حفاظت کیلئے جوش میں ہے اور وقت قریب ہے کہ دنیا میں دین اسلام ہر طرف پھیل جاوے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام کہ "وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد" ہر رنگ میں پورا ہو۔ پس ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس الٰہی ارادے کیساتھ ہو جاوے تا وہ پاک بنجاوے ورنہ یاد رکھیں کہ یہ خدا کے کام پورے ہو کر رہیں گے بدقسمت ہیں وہ جو اس اجر عظیم کو مفت اپنے ہاتھ سے ضائع کریں۔

دیکھو چند ایک نفوس کی تھوڑی سی کوشش نے دنیا میں ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ پیدا کر دیا اور انکی ایک عاجزانہ محنت میٹھا پھل لانے لگ گئی۔ وقت ہے کہ وہ قوم جو دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا اقرار کر چکی ہے اب پہلے سے بھی زیادہ کمر ہمت باندھکر اسلام کی خدمت میں کھڑی ہو جاوے۔ اور اس غیبی تائید سے فائدہ اٹھا دے۔

برادران آپکو مبارک ہو۔ کہ ابتلا کا زمانہ اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل سے نہایت کامیابی سے گذر گیا۔ نادان دنیا پرست خدا سے دور متکبر انسانوں نے اشاعت اسلام کیلئے لوگوں کو چندہ دینے سے روکا۔ مسلمانوں کو کافر کہکر اس کام سے دور رکھنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کی چند روٹیوں کی طرح ان چند اشخاص کی کوشش میں برکت ڈالدی اور قریباً چالیس ہزار روپیہ گذشتہ سال لاہور اور ووکنگ مشن میں خرچ ہوا۔ جس میں سے تینتیس ہزار تو لاہور مشن میں اور باقی قریباً تیس ہزار روپیہ ووکنگ میں صرف ہوا۔ جس سے وہ شوخ نابکار جو اس مشن کی تباہی کی پیشگوئیاں کرتے تھے ذلیل اور خوار ہو گئے۔ قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے ✤ کافر جو کہتے تھے گرفتار ہو گئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فعل سے یہ ثابت کر دیا کہ انکی بڑیں ایک دھوکا بازانہ مداری کی بڑ ہے جو دنیا کی آنکھ میں راکھ ڈالکر اپنا مطلب نکالنا چاہتا ہے۔ زیادہ وقعت نہ رکھتی تھیں اور ان کے کشف اور خوابیں جو کہ ووکنگ مشن اسلامی کی تباہی کا گمان کیا جاتا تھا سب بے بنیاد ثابت ہوئیں اور یہ جو کچھ ہوا محض اللہ کے فضل سے ہوا۔ کثرت پر اور اسباب پر ناز کرنیوالے اب الٰہی نصرت کو دیکھکر شرمندہ ہوں۔ ہم اس پاک پروردگار رب العالمین کا ہزار ہزار شکر بجا لاتے ہیں کہ اس نے اپنی خاص تائید سے ہمارے پریشان دلوں کو ڈھارس دی۔ اور ہمیں اشاعت اسلام کے مقاصد میں کامیاب کیا۔ اس کے بعد ہم اپنے احمدی بزرگان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے باوجود دلوں کو ہلا دینے والے اور ایمانوں پر زلزلہ ڈالنے والے ابتلا میں پڑنے کے ہر طرح اس کام میں قربانی دکھائی پھر ہم ان بھائیوں کے بھی خصوصاً مشکور ہیں کہ انہوں نے باوجودیکہ گذشتہ سال ابتلا کا تھا اور ہمارے بھائی جنہوں نے یوسف کے بھائیوں سے بھی بڑھکر برا سلوک ہم سے کیا بعض مسلمانان ... برخلاف تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کفر کے فتوے لگائے اشاعت اسلام کے کام میں نہایت فراخدلی سے مدد فرمائی اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے حضور سے اجر عظیم عطا کرے۔ آمین!

امابعد عرض ہے چونکہ کام دن بدن بڑھ رہا ہے اور اب ہندوستان کے مختلف حصوں میں بھی مستقل مشن قائم کئے جانے کی کوشش ہو رہی ہے سب برادران اسلام کا فرض ہے کہ اس الٰہی عنایت کے شکریہ میں پہلے سے بھی زیادہ کوشش اور قربانی دکھائیں۔ اور اشاعت اسلام کے کام میں معاونین کی تعداد بڑھانے کیلئے جد و جہد کریں تا سب کلمہ گو اس ثواب میں شامل ہوں اور مستقل ماہوار چندہ اسکے لئے دیں۔ ماسوائے ان مستقل ماہواری چندوں کے جن سے کہ اشاعت اسلام کا کام چل رہا ہے میری غرض

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

شملہ ۳۰ ستمبر ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو نواب وزیر ہند کی طرف سے کل کی تاریخ کا مفصلہ ذیل تار لندن سے موصول ہوا۔

فرانسیسی اور برطانی سپاہ دونوں نے کامیاب حملے کئے۔ فرانسیسی سپاہ جرمن لائنوں میں ۱۵ میل کے محاذ پر نصف سے ڈھائی میل کے فاصلہ تک گھس گئی۔ اور ۲۰ ہزار قیدی گرفتار کئے۔ اور برطانی ۵ میل کے محاذ پر ۴ ہزار گز تک گھس گئے اور انہوں نے ۲۶۰۰ قیدی، اور ۹ توپیں گرفتار کیں۔ سر جان فرینچ کی رپورٹ مظہر ہے کہ ۲۵ ستمبر کی صبح کو انہوں نے نہر لاباسی کے جنوب اور گرینے اور ورسیلز کے مشرق میں حملہ کیا۔ اور مقام ہلک کے مغربی مضافات موضع لوس اور ۷۰ نمبر کی پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ نہر لاباسی کے شمال میں اور بھی حملے کئے گئے جنکی وجہ سے غنیم کی محفوظ سپاہ کی زبردست جمعیت اس طرف متوجہ ہوئی اور ایک اور ایک اور حملہ ہوگ کے قریب ییرزمیین کی سڑک پر کیا گیا جس میں سڑک کے جنوب کی طرف ۶۰۰ گز خندق ہمارے ہاتھ آئی ۲۶ ستمبر کو غنیم نے شدت سے جوابی حملے کئے گئے۔ مگر ہم تمام مفتوحہ زمین پر قابض ہیں۔ اور اس لڑائی میں ہم نے غنیم کی محفوظ سپاہ کو بھی مصروف پیکار رکھا ہے جس سے فرانسیسی سپاہ کے میمنہ کو مزید ترقی کرنیکا موقع ملجائیگا فرانسیسیوں نے غنیم پر حملہ کر کے سوشیز کے تمام گاؤں پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور مشرق کی طرف گیونچی کی سمت میں ترقی کر گئے ہیں۔ مزید جنوب کی طرف وہ لازلی تک پہنچ گئے ہیں۔

شمپین میں فرانسیسی سپاہ نے اور برید (جو ریمز سے ۲۰ میل مشرق کی طرف واقع ہے) اور ولی سرٹوربے کے مابین (جو ارگون کے کنارے پر واقع ہے) پیشقدمی کی اور جرمنوں کو اپنی پہلی لائن سے جو ایک زبردست جالیدار خندق تھی۔ دوسری لائن کی خندقوں تک پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کیا۔ غنیم نہایت شدید نقصان اٹھا کر بہت سا سامان حرب میدان جنگ میں چھوڑ گیا۔ اور ۲۴ توپیں بھی ہمارے ہاتھ آئیں۔ اتحادیوں نے مجموعی طور پر کل ۲۳ ہزار صحیح وسالم قیدی دو دن کے اندر گرفتار کئے۔

روسی ڈونسک کے قریب نہایت کامیابی سے جرمن حملوں کی روک تھام کر رہے ہیں۔ اور محاذ کے دیگر حصوں میں انہوں نے بعض گاؤں پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے سمورگون کے جنوب اور لنژوگر ڈ کنو کے مشرق میں لڑائی ہو رہی ہے۔ حال کی جنگی کارروائیوں میں روسی اکثر سنگینوں سے حملہ کرتے ہیں۔

برطانیوں کی مزید ترقی ۔ (لندن ۲۸ ستمبر) فیلڈ مارشل سر جان فرینچ کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ مقام ہلک کے شمال و مغرب میں ہم نے متعدد جوابی حملے پسپا کئے اور غنیم کو شدید نقصان پہنچایا سلوس کے مشرق میں ہماری جارحانہ کارروائی ترقی کر رہی ہے۔ اور ہم نے ۳۰ ۵۱ افسر، ۳۰۷۰ سپاہی ۱۸ معمولی اور ۳ کلاں توپیں گرفتار کی ہیں۔ غنیم سامان حرب کی بہت سی مقدار پیچھے چھوڑ گیا۔

جرمن حملے پسپا کئے گئے ۔ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ایرس کے شمال میں حالت غیر متبدل ہے۔ غنیم نے اپنے کھوئے ہوئے مورچوں پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے کمزور جوابی حملے کئے۔ اس علاقہ کے قیدیوں کی تعداد اب دہاں وسیع محاذ پر جرمن مورچوں کی دوسری لائن کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ گرفتار شدہ توپوں کی صحیح تعداد ہنوز معلوم نہیں ہو سکی۔ مگر ۷۰ سے زیادہ پہاڑی اور میدانی توپیں شمار میں آچکی ہیں۔ جن میں سے ۳۲ برطانیوں کے ہاتھ آئیں۔

سرکاری اطلاع میں یہ بھی لکھا ہے کہ آج جرمنوں نے ارگون میں حملہ کیا۔ جسے کامل طور پر پسپا کیا گیا۔ ان کی پیدل سپاہ نے ہمارے لانفل مورٹ کے مورچوں پر ہر قسم کے چھوٹے بڑے دہانہ کی توپوں اور زہریلی گیس کے گولوں سے آتشباری کرنے کے بعد چار مرتبہ حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اور ہماری سب سے اگلی لائن کے صرف چند مورچوں تک پہنچ گئی۔ مگر ہماری عقبی خندقوں کی آتشباری سے فوراً اس کی ترقی روک دی گئی۔ دیگر مقامات میں بھی انہیں ہر جگہ نہایت شدید نقصان کے ساتھ پسپا کیا گیا۔

برلن کی سرکاری اطلاع :۔ امسٹرڈم ۲۷ ستمبر آج شب کی برلن کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ییپرز کے علاقہ میں غنیم کی جارحانہ کارروائی بند ہو گئی ہے۔ مگر برطانی سپاہ نے لوس کے شمال اور جنوب میں اور شدید حملے کئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایرس کے ہر دو جانب حملے ہو رہے ہیں اور بالخصوص سوچیز کے علاقہ میں اور دریائے این کے مشرق کی طرف شدید جنگ وقوع میں آرہی ہے۔

(پیرس ۲۷ ستمبر) شمپین کے علاقہ کی کامیابی موسلا دھار بارش میں حاصل ہوئی جس کی وجہ سے حملہ کرنیوالی فوج کو سخت دقت کا سامنا ہوا۔

پیشقدمی کی مشکلات :۔ (لندن ۲۸ ستمبر) اگر ایرس کے حصہ کی کامیابی بظاہر شمپین کی کامیابی سے کم تھی۔ مگر حملے کی مشکلات کی وجہ سے یہ فی الحقیقت اہمیت میں اس کے برابر تھی۔ شمپین ایک غیر آباد علاقہ ہے اور شدید آتشباری کی وجہ سے اس کے مضبوط جنگل بالکل برباد ہو گئے ہیں۔ مگر ایرس کا شمالی علاقہ نہایت اعلیٰ درجہ کا مستحکم کیا ہوا ہے۔ تین لائن کے ایک حصہ میں آبادی کی بہت کثرت ہے اور اتحادی سپاہ کو ایک ایک گاؤں ایک ایک مکان ایک ایک خندق کے لئے دشمن سے لڑنا پڑیگا۔ تب کہیں وہ عظیم میدان میں داخل ہونگے۔ جو لل تک پھیلا ہوا ہے۔ ہر ایک مکان قلعہ بندی کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اور جہاں مکانات کے بالائی حصے اڑا دئے گئے ہیں۔ وہاں جرمنوں نے ۶۰ فیٹ نیچے زمین میں سرنگیں کھود لی ہیں اور اس طرح اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں۔

برطانیہ کے فدائی ۔ (لندن ۲۷ ستمبر) مغربی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

مقتولین۔ کپتان ۱۔ لفٹنٹ ۲۔
زخموں سے ہلاک۔ دوم لفٹنٹ ۳۔
اتفاقیہ ہلاک کپتان ۹ دوم۔ لفٹنٹ ۱۔
مجروحین۔ لفٹنٹ کرنل ۱۔ کپتان ۵۔
لفٹنٹ ۴۔ دوم لفٹنٹ ۵۔

انگلستان کے شیدائی ۔ (شملہ ۲۹ ستمبر) مغربی رزمگاہ سے ذیل کے ہندوستانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

فہرست نمبر ۲۱۳۔ زخموں سے ہلاک :۔
لفٹنٹ جی جی سپئیر (۳۵ سکھاں)

حلیفوں کی ترقی ۔ (لندن ۲۸ ستمبر) پیرس ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ حلیف علاقہ آرٹوئس میں برابر ترقی کر رہے ہیں۔ اور جرمنوں کے مستحفظ مورچوں کے خلاف شمپین میں ایک عظیم جنگ جاری ہے۔ سرکاری اطلاع میں مذکور ہے کہ شام اور رات کے وقت ہم نے سوشیز کے مزید مشرق اور جنوب مشرق کو بری طرح شکست ہوئی۔

علاقہ شمپین میں جرمنوں کے مستحفظ مورچے وسیع اور خفیہ تار کے جنگلے سے محفوظ ہیں۔ لیکن ہم نے ۱۸۵ نمبر پہاڑی کی طرف جو ماورن سے بجانب عرب ہے ماور لاجنٹس کی سمت میں جو پیجینز سے بجانب شمال ہے کچھ مزید ترقی کی۔ فرانسیسیوں کے تیخونی سے جرمن علاقہ ارگون میں تقریباً تمام مقامات سے پسپا ہوئے۔ فرانسیسی خندقوں کے سامنے جرمن لاشے پڑے ہوئے ہیں۔

برلن کی سرکاری اطلاع (امسٹرڈم ۲۷ ستمبر) آج رات کی برلن کی سرکاری اطلاع میں سمورگون کے جنوب میں غنیم کے زبردست جوابی حملوں کا ذکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - مورخہ ۳ر اکتوبر ۱۹۱۵ء نمبر ۳۶

ولو شاء لهدٰكم اجمعين

کہا جاتا ہے کہ مذاہب کا اختلاف اور مختلف لوگوں کا مختلف راستوں پر چلنا یہ سب مشیت ایزدی سے ہے - اور خود خدا تعالےٰ نے آیت مندرجہ عنوان میں یہ دعوےٰ کیا ہے - کہ اگر میں چاہتا تو تم سب کو ہدایت کر دیتا - پس جب یہ خدائے تعالےٰ کی مشیت کا باعث ہے - کہ کوئی ہندو ہے - اور کوئی مسلمان کوئی عیسائی ہے - تو کوئی یہودی - تو ہم کون ہیں - کہ ان کو ایک ہی راستہ پر لانے کی کوشش کریں اور خواہ مخواہ ایک دوسرے کی شکر رنجی کا باعث ہوں - اس لئے ہمیں آپس میں اتفاق رکھنا چاہئے - اور ایک دوسرے مذاہب کی نکتہ چینی کر کے نفاق کا بیج نہ بونا چاہئے - جہاں تک تو اس میں اتفاق کا سوال ہے - ہم اس بات سے متفق ہیں - کہ اختلاف مذاہب اتفاق کے زائل کرنے کا باعث نہ ہونا چاہئے - لیکن دوسری طرف یہ کہنا کہ یہ اتفاق ہو ہی اس طرح سکتا ہے - کہ ایک دوسرے مذہب پر نکتہ چینی نہ کی جائے - اور کہ یہ سب کچھ مشیت ایزدی سے ہے - اس لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف کام نہ کرنا چاہئے - یہ ایک بالکل غلط اصول ہے - جو قرآن کریم کے مقصد و منشا کو نہ سمجھنے کے باعث اختیار کیا گیا ہے - قرآن کریم کو پڑھنے سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے - کہ اسلام نے مذہب میں کسی کے ساتھ جبر و اکراہ نہیں رکھا اسلام نے اس بات کو ناپسند فرمایا ہے - کہ کسی شخص کو بجبر کسی مذہب پر قائم کیا جائے - وہ نہیں چاہتا کہ دنیا میں کوئی ایسی ناسمجھ ہستی موجود ہو - جو دوسرے انسانوں کو جبراً کسی مذہب کا پابند بنا کر ان کی عقل و ادراک کا خون کر دے - اور اس طرح سے انہیں انسانیت سے غلامی کی طرف دھکیل دے - اللہ تعالےٰ نے انسان کو عقل و ادراک بخشا ہے - اور وہ چاہتا ہے - کہ انسان اس سے کام لے - اور دنیا کے مختلف مذاہب پر غور و فکر کر کے کم از کم ان کے محکمات اور موٹے موٹے اصولوں کو عام قانون قدرت اور صحیفہ فطرت کے مطابق پا کر اور سمجھ کر یہ دیکھ کر کہ کس مذہب پر کاربند ہونے سے اس دنیا میں ہی اللہ تعالےٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہو جاتا ہے - (کیونکہ جس راستہ سے اس محبوب - مقصود اور معبود حقیقی کا اسی دنیا میں لقا حاصل ہو - اور یہی اصلی مقصد و مدعائے زندگی ہے - وہی راستہ راستی پر قبولیت ہے) - اس پر کاربند ہو - اسی لئے اللہ تعالےٰ نے انسان کو عقل و فکر عطا کی ہے اور اسی لئے قرآن کریم میں بار بار افلا تعقلون اور افلا تتدبرون کہا ہے - لیکن جس شخص کو اپنی عقل سے کام لینے کا موقع ہی نہ دیا جائے اور راستے سے بجبر کسی مذہب پر چلایا جائے - ظاہر ہے کہ نہ تو اس کا یہ کام انسانی مقصد و مدعا کے ہی مطابق ہوگا - اور نہ ہی اس پر کسی عذاب و ثواب کا انحصار - یہی وجہ ہے - کہ حیوانات پر کوئی شریعت نہیں - پس اسی انسانی حریت کا اللہ تعالےٰ نے آیت مندرجہ عنوان میں ذکر کیا ہے - اور فرمایا ہے - لو شاء لهدٰكم اجمعين - اللہ تعالےٰ اگر چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا - لیکن انسان کے لئے یہ جبر و اکراہ اس کے قانون میں داخل نہیں - اسی کی تائید ایک دوسری جگہ سے بھی ہوتی ہے جہاں سورۃ السجدہ میں ان لوگوں کی حالت بیان فرمائی ہے - جو قیامت کو بحیثیت مجرم دربار خداوندی حاضر ہونگے - اور فرمایا ہے -

ولو ترىٰ اذ المجرمون	اور اگر تو دیکھے - جب
ناكسوا رءوسهم	مجرم اپنے رب کے پاس
عند ربهم ربنا	سر جھکائے کھڑے
ابصرنا وسمعنا	ہونگے اور کہینگے کہ اے
فارجعنا نعمل صالحا	ہمارے رب ہم نے دیکھ
انا موقنون ۝	لیا اور سن لیا پس ہمیں

لوٹا دے تاہم نیک عمل کریں - اب ہمیں عاقبت کا یقین ہے - اس آیت میں ان مجرمین کے قیامت کے دن جس ایمان و ایقان کا ذکر کیا ہے - وہ ایمان بالغیب نہیں بلکہ عذاب کو دیکھنے کے بعد کا ایمان ہے - اور ظاہر ہے کہ انہوں نے کسی بصیرت سے کام نہیں لیا - بلکہ اس میں انہوں نے اپنی بصارت کا ذکر کیا ہے - اور یہ چنداں قابل وقعت بات نہیں - ایمان وہی قابل قدر ہے جو بغیر دیکھے کے اپنی عقل و ادراک سے کام لیکر لایا جائے - جو شخص پچھلی رات اس قیاس پر اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ اب سورج نکلنے والا ہے - اس لئے اس سے پہلے نماز پڑھ لینی چاہئے وہ زیادہ قابل قدر ہے - اس شخص سے جو سورج کے نکلنے کے بعد اٹھے - اور اس وقت نماز ادا کرے - پس اس آیت میں مجرموں نے اپنے جس ایمان و ایقان کا ذکر کیا ہے - وہ قیامت کو دیکھنے کے بعد کا ہے - اور اس لئے چونکہ اس میں نہ تو ان کی خداداد عقل و فکر کا دخل ہے - اور نہ ہی انہوں نے اپنے اس مآل کو دیکھنے سے پیشتر کبھی اس پر یقین ہی کیا - کہ ہماری ان کرتوتوں کا انجام یوں ہونے والا ہے وہ دنیا میں

لهم قلوب لا يفقهون	ان کے دل ہیں مگر وہ
بها ولهم اٰذان	ان سے تفقہ نہیں کرتے
لا يسمعون بها ولهم	ان کے کان ہیں مگر وہ
اعين لا يبصرون بها	ان سے نہیں سنتے
اولٰئك كالانعام	انکی آنکھیں ہیں لیکن
بل هم اضل -	وہ ان سے نہیں دیکھتے

وہ چارپائے ہیں - بلکہ ان سے بھی بدتر - کے مصداق بنے رہے اور اب اس موقع پر جبکہ کسی عقل و فکر کا کام نہیں بلکہ ظاہرا آنکھوں کا کام ہے - اور یہ صفت حیوانوں میں بھی ہے کہ وہ آنکھوں سے کسی درد انگیز بات کو دیکھ کر متاثر ہو جاتے ہیں - لیکن بغیر دیکھے انہیں کوئی اثر نہیں - اس لئے یہ بات انسانی خصوصیات سے باہر ہونے کے باعث چنداں قابل وقعت نہ تھی - اور اس میں ایک طرح کا جبر و اکراہ کا رنگ تھا - کہ جس بات کو وہ مانتے نہ تھے اسے ظاہرا دکھا کر منوایا - اس لئے اللہ تعالےٰ نے انکی اس درخواست کا کہ اب ہم ایمان لے آئے - اب ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے - تاکہ نیک عمل کریں - صاف طور پر یہ جواب دیا کہ ولو شئنا لاٰتينا كل نفس هدٰها - یعنی اسی طرح اگر جبر و اکراہ سے ہی منوانا ہماری مشیت میں ہوتا - تو ہم کل نفسوں کو ہدایت دے دیتے - لیکن یہ انسان کے مناسب حال نہ تھا کہ اسے بجبر ہدایت دی جائے - یا وہ دیکھکر ایمان لائے - پہلے کل نفس کے لفظ میں نہ صرف انسان ہی داخل ہیں بلکہ نفس کا لفظ انسان و حیوان پر یکساں بولا جاتا ہے - اور اس سے صاف طور پر اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی اس مشیت کو واضح کر دیا ہے جو اس اختلاف مذاہب کے اندر مرکوز ہے - یعنی یہ کہ ان مجرموں کی یہ ہدایت اور ایمان و ایقان تو کجا ہم تو چاہتے - تو اس طرح سے کل دنیا انسانوں حیوانوں کو ہدایت دے دیتے - لیکن ہدایت پانا اور نیکیوں پر کاربند ہونا تو انسان کے لئے ہے اور یہ اس کا اپنا کام ہے - کہ راہ ہدایت کو ڈھونڈے - اور اللہ تعالےٰ کے پاک الہام سے مدد پا کر عقل و فکر کو کام میں لائے اور نیکیوں پر کاربند ہو -

اب اسکے بالمقابل یہ کہنا کہ اس آیت میں

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کا مختلف مذاہب پر ہونا اپنی مشیت کے مطابق بنایا ہے۔ اور اس لئے ہمیں اس کی مشیت کے خلاف یہ نہ کرنا چاہیئے۔ کہ اس خلاف مذاہب کو مٹانے کی کوشش کرنے لگ جائیں۔ اور خواہ مخواہ آپس میں شکر رنجی کا باعث ہو۔ ایک سخت لغو اور فضول بات ہے ہم اس سے پیشتر بھی عرض کر چکے ہیں۔ کہ جہانتک تو آپس کی شکر رنجیوں اور نفاق کو مٹا کر اتفاق قائم کرنیکا سوال ہے ہم اس سے بالکل متفق ہیں۔ لیکن اس اتفاق کی جو شرائط تجویز کی گئی ہیں۔ اور جو اصول وضع کئے گئے ہیں۔ وہ بالکل غلط ہیں۔ اتفاق کی شرط یہ نہیں کہ ایک دوسرے مذاہب کے اصولوں کی صحت و تغلیط بیان نہ کی جائے اور تبلیغ و تبادلہ خیالات سے سب کو ایک دین حق پر لانے کی کوشش نہ کی جائے۔

آیندہ اشاعت میں ہم اس امر پر غور کریں گے کہ کیا سب مذاہب کی رسوم رواجات اور طور طریق یکساں ہیں۔ اور اس لئے ایک دوسرے کے خلاف جدوجہد چھوڑ دینی چاہیئے۔ اور اس کے بعد یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ حقیقی اسباب اتفاق کیا ہو سکتے ہیں؟ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق۔

حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر کے متعلق

گذشتہ اشاعت میں اعلان کیا جا چکا ہے کہ اس اتوار مورخہ ۳- اکتوبر ۱۹۱۵ء کو ساڑھے چار بجے (۴½) شام احمدیہ بلڈنگس لاہور میں اسلام اور یورپ کے دیگر مذاہب پر ہوگا اب معلوم ہوا ہے کہ اس لیکچر کے صدر جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے پی ایچ ڈی ہونگے۔ اللہ تعالیٰ اس لیکچر کو با برکت فرمائے۔

اخبار احمدیہ

۱- حضرت امیر ایدہ اللہ بخیر و عافیت ایبٹ آباد میں اپنے دینی کاموں میں منہمک ہیں غالباً ۱۰-۱۲- اکتوبر تک آپکی تشریف آوری لاہور کی امید ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضور کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اور بخیر و عافیت واپس لائے۔

۲- حضرت خواجہ صاحب بفضلہ تعالیٰ اپنی تازہ مفاد تصنیفات کی تیاری میں جو اپنی علمی خصوصیات کے باعث دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دینے والی ہیں۔ رات دن مصروف ہیں۔ براہین نیرہ تو غالباً چھپ چکی ہے۔ لیکن ابھی شایع نہیں ہوئی۔ ام الالسنہ زیر طبع ہے اور عنقریب شایع ہونے والی۔

ہے۔ احباب بہت جلد ان ہر دو کتب کی خریداری کی درخواستیں بھیجکر علمی و روحانی خزائن سے مستفید ہوں اور اپنے امام علیہ السلام کے عظیم الشان کاموں میں جن کا پورا کرنا ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ مدد دیکر اجر عظیم کے مستحق بنیں۔ ام الالسنہ کے شائع ہونے پر دنیا خود ہی دیکھ لیگی کہ اس سلطان القلم کا ایک غلام باوجود عربی نہ جاننے کے اپنے امام علیہ السلام کے زیر سایہ اپنی تصنیفات و تحقیقات میں کیسی اعجازی طاقت رکھتا ہے۔ اور کسی نادان کا یہ کہنا کہ یہ عربی نہیں جانتا کس وقعت کے قابل ہے۔

۳- لاہور کے دیگر پاک ممبر بھی بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ اور دینی خدمات میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

۴- جناب حکیم مرہم عیسےٰ صاحب بمعہ حافظ فضل احمد صاحب آجکل پٹیالہ میں تبلیغ کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ جہاں سے سنور وغیرہ کی طرف جانیکا ارادہ ہے۔ پٹیالہ میں گذشتہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۵ء سے یکم اکتوبر تک احمدیوں کی طرف سے جلسہ کا اعلان تھا جس میں حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کا (۱) ختم نبوت کی حقیقت۔ اور (۲) کیا مسیح موعود نے نبوت کا دعوٰی کیا یا نہیں؟ - حافظ فضل احمد صاحب کا مسئلہ حیات و وفات مسیح ہو۔ اور حضرت مولوی عبید اللہ خانصاحب احمدی پروفیسر مہندر کالج پٹیالہ کا مسئلہ کفر و اسلام پر لیکچر تھا۔ ہر ایک لیکچر کے بعد نصف گھنٹہ استفسارات کے لئے بھی وقف کیا گیا تھا امید ہے کہ یہ جلسہ ہر طرح سے کامیاب رہا ہوگا۔ مفصل رودادکا انتظار ہے۔

۵- مکرمی جناب شیخ محمد جان صاحب سوداگر وزیرآباد نے اپنے بچہ کی ولادت کی تقریب پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو مبلغ ۲ بمد اشاعت اسلام عطا فرمائے ہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

۶- جماعت احمدیہ پشاور کی طرف سے مبلغ ۲ بابت ترجمہ القرآن انگریزی موصول ہوئے ہیں۔ جماعت پشاور کی یہ مستعدی قابل تقلید ہے۔

۷- نومبایعین - (۱) محترمہ [illegible] بی بی زوجہ سید احمد شاہ صاحب سکنہ ناڑی (۲) سماۃ زبیدہ بیگم کامل پور۔ (۳) میاں ممتاز احمد صاحب طالب علم اسلامیہ کالج لاہور۔ (۴) سکندر شاہ صاحب سکنہ ناڑی حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ استقامت بخشے۔

۸- گذشتہ ماہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں مہمانخانہ احمدیہ انجمن حمایت اسلام لاہور میں مفصلہ ذیل احباب مختلف ایام میں قیام پذیر رہے۔ (۱) میر مرتضیٰ حسین صاحب از دنیا (۲) بشیر الدین صاحب (۳) بشیر عالم صاحب (۴) جلال الدین صاحب (۵) مستری محمد الدین صاحب از سیالکوٹ مع جماعت کے [illegible] (۶) بابو عبد الحق صاحب او پالوی از گجرانوالہ (۷) مستری اللہ بخش صاحب لوریالوی۔ (۸) عبد الرحمن صاحب شاہ پوری (۹) نذیر احمد صاحب سیالکوٹی (۱۰) مشکل [illegible] صاحب

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

تازہ ولایتی ڈاک

(۱)

تین انگریزی نژاد خواتین کا مشرف باسلام ہونا

برادران! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ وہ اس ملک تثلیث میں سعید روحوں کو اپنے مقدس اور فطری مذہب اسلام کی طرف راہنمائی کر رہا ہے۔ اس دفعہ تین خواتین کو اس نے اپنے فضل سے توفیق دی کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں اور ہماری برادری اسلامی میں شامل ہوں۔ یہ تینوں خواتین ووکنگ میں رہتی ہیں اور ایک عرصہ سے نماز میں شامل ہو رہی تھیں آج ان کو توفیق میسر آئی کہ وہ علانیہ مشرف باسلام ہوں۔ انہوں نے اسلامی نام حاصل کرنے کی خواہش بڑے اشتیاق سے ظاہر کی چنانچہ ان کے نام حسب ذیل ہیں (۱) مس سمتھ کو فاطمہ۔ (۲) مس سکاٹ کو زبیدہ۔ (۳) مس رابرٹسن کو زہرا کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہر طرح کی نیکی کی توفیق دے۔ اور ان کو ہمارے لئے مبارک کرے۔ اللّٰھم زد فزد ؛

دستخط مولوی صدر الدین امام مسجد ووکنگ انگلینڈ
بقلم بلال نور احمد - یکم ستمبر ۱۹۱۵ء

(۲)

دو اور انگریز خواتین کا قبول اسلام

برادران سلمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - الحمد للہ رب العلمین۔ اس دفعہ لنڈن میں جمعہ کے روز بڑا مجمع ہوا۔ اس میں تیس کے قریب ہندوستانی سپاہی بھی موجود تھے۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے ہندوستانی بہادروں کے ازدیاد ایمان کے لئے ایسا سامان کیا۔ کہ خطبہ جمعہ میں دو انگریزی نژاد خواتین نے کھڑے ہو کر اسلام کا اعلان کیا۔ ان کو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھایا گیا۔ اور انہوں نے اسلامی زندگی اختیار کرنے کا اقرار کیا۔ ایک کا نام آمنہ اور دوسری کا نام فاطمہ رکھا گیا اللّٰھم زد فزد۔ فالحمد للہ رب العلمین (دستخط مولوی) صدر الدین امام مسجد ووکنگ - بقلم بلال نور احمد - ستمبر

میاں صاحب کے مریدین کے غلو میں ترقی

نئے نئے انکشاف

از حضرت امیر جناب حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

افسوس کہ میاں صاحب نے جس راہ پر جماعت کو چلایا ہے۔ اس کے صریح نتائج کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے ہمارے دوست اپنی آنکھوں کو بند کئے ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ساری عمر آخر وقت تک یہی فرماتے رہے کہ میرا ذکر قرآن کریم میں مجملاً ہے۔ اور حدیث میں مفصل مگر آج قرآن کریم کی ایک ایک آیت کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی۔ مسیح موعود پر لگایا جاتا ہے۔ اور مبائعین میں [illegible] میں سے کوئی آواز نہیں اٹھاتا کہ اس تحریف کا دروازہ کیوں بند نہیں ہوتا۔ میاں صاحب نے پہلی اور آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں اسمہ احمد کا حقیقی مصداق حضرت مسیح موعود کو ٹھیرایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کا طفیلی قرار دیا۔ اور کہا کہ آپ کا نام احمد نہ تھا اور اسمہ احمد کا مصداق مسیح موعود ہے۔ ہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی یہ پیشگوئی بوجہ آقا اور استاد ہونے کے اشارہ کرتی ہے خود حضرت مسیح موعود نے بارہا اس پیشگوئی پر لکھا اور جب لکھا یہی لکھا کہ پیشگوئی حقیقتاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے۔ اور آپ ہی اس کے مصداق ہیں۔ ہاں چونکہ میں بروزی اور ظلی طور پر احمد ہوں۔ اس لئے بروزی اور ظلی رنگ میں یعنی خادم ہونے کی وجہ سے یہ پیشگوئی مسیح موعود کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے خود مامور کو تو اپنا ذکر قرآن میں اجمالی رنگ میں نظر آتا ہے۔ اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طفیلی بن کر اس پیشگوئی میں اپنے لئے بھی اشارہ پاتا ہے۔ مگر آج میاں صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مسیح موعود کا طفیلی قرار دیتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کا نام کھلا کھلا قرآن میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

مریدوں نے اس سے آگے قدم بڑھانا تھا اور یہاں تک بڑھایا کہ حضرت مرزا صاحب کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کا مرتبہ دینے پر کفایت نہ کرکے یہی اشارے کئے جاتے ہیں کہ آپ نعوذ باللہ من ذلک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے اور آپ کی شان وشوکت شاہ عرب وعجم سے بھی بڑھکر ہے معلوم نہیں یہ مرض کہاں تک ترقی کرتی جائیگی۔ اسی کا ایک کرشمہ مولوی محمد سعید صاحب حیدرآبادی کا خطبہ جمعہ ہے جو ۹ ستمبر کے الفضل میں فخریہ شائع کیا گیا ہے کیونکہ اس میں نئے علوم کا انکشاف ہے۔ اور وہ انکشاف یہ ہے کہ آیت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ میں رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ مرزا صاحب ہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب اصل آیت کا ترجمہ اور خطوط وحدانی میں تفسیر یوں فرماتے ہیں

جب اللہ تعالے نے سب نبیوں سے عہد لیا۔ (النبیین میں سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام شریک ہیں۔ کوئی نبی بھی مستثنے نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس النبیین کے لفظ میں داخل ہیں۔) کہ جب کبھی میں تم کو کتاب اور حکمت دوں (یعنی کتاب سے مراد توریت قرآن کریم ہے اور حکمت سے مراد سنت ومنہاج نبوت وحدیث شریف ہے) پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے مصدق ہو ان سب چیزوں کا جو تمہارے پاس کتاب و حکمت سے ہیں۔ (یعنے وہ رسول مسیح موعود ہے جو قرآن وحدیث کی تصدیق کرنیوالا ہے۔ اور وہ صاحب شریعت جدیدہ نہیں) لتؤمنن بہ میں جو نون ثقیلہ ہے اہل علم جانتے ہیں کہ سخت تاکید کے معنوں میں آتا ہے۔ یعنے اے نبیو! تم سب ضرور اس پر ایمان لانا اور ہر ایک طرح سے اسکی مدد فرض سمجھنا" یہ نیا انکشاف فی نفسہ بحث وتحقیق کے قابل ہو یا نہ ہو لیکن اس نے ایک دروازہ کھولدیا ہے۔ کیونکہ اس نے یہ بتا دیا ہے کہ مصدق رسول وہی ہے جو صاحب شریعت جدیدہ نہیں بلکہ صرف پہلی باتوں کی تصدیق کرنیوالا ہی ہے۔ پس اب جہاں جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا قرآن کریم کے متعلق لفظ مصدق قرآن میں آیا ہے۔ وہ تمام آیات مسیح موعود اور آپ کی وحی کے بارے میں ہونگی۔ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن کے لئے یہ نیا مشغلہ ترقی کرتے کرتے ایک دن یہ نوبت آئیگی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تو مٹا دیا جائیگا۔ اور قرآن کی ہر ایک آیت مسیح موعود کے لئے ہو جائیگی اور پھر ہمارے غالی دوست مسیح موعود کو بھی ان الفاظ میں خطاب کرنے کے قابل ہونگے کہ آپ نے قرآن کو کیا سمجھا تھا جو یونہی لکھہ دیا کہ قرآن میں میرا ذکر اجمالاً ہے۔ قرآن تو سارا آپ کے لئے ہی نازل ہوا تھا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا ہی دوسرا نام ہے۔ اور اس دن یہ کہنا بھی ان کے لئے زیبا ہوگا جو اس میں سے کہہ رہے ہیں۔ کہ وہ قرآن جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ وہ تو دنیا سے اٹھ گیا۔ اب یہ قرآن وہ ہے جو مسیح موعود پر دوبارہ نازل ہوا۔ لیکن اگر قیامت ہی جلد آکر دنیا کا خاتمہ ہونیوالا نہیں تو یہ دن اسلام پر کبھی نہ آئیں گے۔ اور یہ غلو ایک غالی گروہ میں محدود ہوکر آخر مرجائیگا۔

مگر اس آخری مقصد پر پہنچنے سے پہلے شاید اور بہت سے ہتھیار پیدا ہوجائیں اور بعید نہیں کہ ان ہتھیاروں میں پہلا نمبر اس شخص کا ہو جسے مسیح موعود اور فخر رسل کا خطاب دیکر ہمارے غالی پیر پرستوں نے خدا کی خاموشی کو غلطی پر محمول قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے۔ اور اس کی تو غیر معقول باتوں پر بھی سر تسلیم خم ہے۔ وہ اگر مسیح موعود کی پندرہ سال کی تحریریں منسوخ قرار دے اس کے دلائل قرآنی وحدیثی کو غلط قرار دے اس کے اس علم کو جو خدا نے اسے دیا ہے اپنے علم کے سامنے ہیچ قرار دے اسے منہ سے نہیں تو عملاً جاہل ٹھیرائے۔ یا لوگوں کو اپنی اغراض کے لئے دھوکا دینے والے کے رنگ میں پیش کرے۔ پندرہ سال تک اپنے دعوے میں شک کرنے والا یا اپنے دعوے کو نہ سمجھنے والا کہے۔ غرض جہاں ع

اگر شہ روز را گوید شب ست ایں
بباید گفت اینک ماہ و پروین

پر عمل ہو۔ وہاں کیا اسے کہنے کا حق نہیں احمد کیا مریدین ایسی "معقول" بات کو ماننے سے انکار کر سکیں گے۔ کہ فخر رسل تو الہام میں میرا نام رکھا گیا ہے نہ مسیح موعود کا نہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ پس وہ رسول مصدق لما معکم میں ہی ہوں۔ اور جب اذ اخذ اللہ میثاق النبیین میں سارے نبی معہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں۔ تو اس زمانہ کا "حقیقی نبی" مسیح موعود کیوں شامل نہیں۔ پس یہ آیت قرآنی درحقیقت نہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے نہ مسیح موعود کے بلکہ فخر رسل مصلح موعود کے حق میں ہے۔ اس لئے بھی ہم اپنے غالی دوستوں کو نصیحت کرتے ہیں۔ کہ ساری آیات کو ابھی سے مسیح موعود پر نہ لگاتے جاؤ۔ اپنے جانشین کے لئے بھی کچھ کام باقی چھوڑو۔ اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً میں بھی درحقیقت یہی ذکر ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ہتھیر کے حکم کی تعمیل کی وجہ سے یہ مرتبہ پایا کہ محمود کے وجود میں ظہور پذیر ہوئے۔ (جیسے کہ میاں صاحب کے ایک مرید کا اشتہار میاں صاحب کی اصلاح کے بعد شائع ہو چکا ہے) تو پھر مرزا صاحب ایسے عظیم الشان انسان کے ذکر سے کیوں پیرا ہوا نہ ہوگا۔

ایک اور انکشاف جو انہی مولٰنا کو ہوا ہے یہ ہے کہ مجازی نبی کا لفظ فرضی وہمی۔ خیالی۔ شکی۔ نبی کے مترادف ہے پس جو شخص مرزا صاحب کو مجازی نبی کہتا ہے۔ وہ منکر حق اور کافر حق ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:۔ حضرت مسیح موعود کوئی فرضی۔ وہمی۔ خیالی۔ شکی و مجازی نبی نہیں ہیں۔ ایسا ماننے والوں کو میں منکر حق اور کافر حق جانتا ہوں" بیشک آنکھوں پر پٹی باندھ کر جو آپ چاہیں جانیں۔ ومن تضلل فلا ھادی لہ۔

لیکن آپ کے اس فتوے کے نیچے تو خود مسیح موعود ہی سب سے پہلے آتے ہیں۔ جو حقیقۃ الوحی میں۔ اور افسوس ہے کہ یہ میاں صاحب کی منسوخ کردہ فہرست میں داخل نہیں۔ یہ تعلیم دے گئے۔ کہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ میرا نام اللہ کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا۔ حقیقی طور پر نہیں۔ اب چاہو اس مجازی نبی کو فرضی۔ وہمی۔ شکی۔ خیالی۔ نبی قرار دو۔ چاہو اس تعلیم دینے والے کو منکر حق اور کافر حق کہو۔ ہم تو اسی کے ساتھ ہیں اور اسی کے ساتھ رہیں گے۔ جو آپ کے نزدیک کافر حق ہے۔ ؏ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم۔ آپ کو میاں صاحب کا مذہب مبارک ہو۔ جنہوں نے حقیقی کے مقابل نقلی و بناوٹی کے لفظ لکھکر سب سے پہلے جاہل مریدین کو دھوکا میں ڈالا۔ اور حقیقی کے مقابل جو مجازی کی اصطلاح حضرت صاحب کی تحریر میں پائی جاتی تھی اسکو ترک کیا۔ اس تمام غلو کا اس کے نامۂ اعمال میں بھی ساتھ ساتھ لکھا جائیگا۔ ہم آپ کے ہی مفسد قرار دینے سے ناراض نہیں ہوتے۔ کیونکہ اہل حق کو آپ جیسے علماؔ سے ہمیشہ یہی خطاب ملتا رہا ہے۔ ہاں اگر خدا انہیں بصیرت دے تو مرزا صاحب کی کتابوں کو پڑھو۔ اور غلام کو غلام کے مرتبہ پر رکھو۔ آقا کا تخت آقا کے لئے مخصوص رہنے دو۔ (محمد علی)

پیغام صلح کی وسعت اشاعت کی اپیل

ابھی تک ناظرین کرام و معاونین غلام کے شکر گزار کے قابل ہے۔ کیا ہمارے کرم فرما اس نیکی کام میں اپنی مساعی نہ دکھائیں گے ☙

جناب میر صاحب کا حد سے بڑھنا

(۲)

از جناب حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کامل پور

خدا جانے وہ کونسی گھڑی تھی جس میں جناب میر حامد شاہ صاحب نے نعرہ لگایا تھا۔ کہ "بڑھ گیا۔ بڑھ گیا۔ محمود حامد حد سے بڑھ گیا" کہ میر صاحب نے میرے مضمون کے جواب میں جو مضمون زیب رقم فرمایا ہے۔ اس میں بھی حد سے بڑھنے کا جلوہ صاف نظر آتا ہے۔ مجھکو جو طعنے دئے۔ کبھی رشتہ کا طعنہ۔ کبھی ابتلاؤں کا طعنہ۔ کبھی میری کمزوریوں کا طعنہ۔ وہ تو الگ رکھو۔ خود نفس مضمون ایسا جادۂ اعتدال سے گرا ہوا ہے کہ حیرت ہو جاتی ہے۔ اور یقین نہیں آتا کہ ایسی غلط منطق اور خلاف واقعہ باتیں میر حامد شاہ صاحب کی قلم سے بھی معرض تحریر میں آسکتی ہیں۔ جنکے درس و تدریس اور تقوے کی اسقدر دھوم پڑی ہوئی تھی۔ اصل مطلب کو چھوڑ کر ادھر ادھر کی باتوں میں میر صاحب نے بات کو ٹالنا چاہا ہے۔ اور جو سوال تھا اس کا جواب نہایت مختصر اور گول مول دیکر پیچھا چھڑانا چاہا ہے۔ جس سے "عذر گناہ بدتر از گناہ" کی مثل زندہ ہو گئی۔ اصل بحث تو یہ تھی کہ جناب میر صاحب نے بعض احباب لاہور کو دھمکی دی تھی۔ کہ کہو تو پردہ اٹھا دوں۔ کہ اس اختلاف کا اصل سبب کیا ہے۔ میں نے عرض کی تھی۔ کہ اختلاف اور تفرقہ تو ایسی بری چیز ہے کہ اسکے حقیقی اسباب سے جسقدر جلد بھی پردہ اٹھایا جاتا نہایت ضروری تھا۔ اگر آپ کو حقیقی اسباب اختلاف کے کچھ ایسے معلوم تھے۔ جن میں احباب لاہور کی بدنیتی پنہاں تھی تو آپ کا یہ فرض اولین تھا کہ پہلی ہی مجلس شوریٰ میں آپ اس بدنیتی اور سازش سے پردہ اٹھا دیتے اور جماعت کو ٹھوکر کھانے سے بچا لیتے مگر آپ نے بجائے پردہ اٹھانے کے اس مجلس میں انہی احباب لاہور کی تائید کی۔ جن پر سے آج پردہ اٹھانا چاہتے ہیں آپ نے یہ پردہ اسوقت کیوں نہ اٹھایا۔ جب اٹھانے کا وقت تھا۔ گیارہویں گھنٹہ میں جب جماعت دو ٹوک ہو کر برباد ہو چکی اس وقت آپکو ہوش آئی ہے۔ ؎

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اس موقعہ پر آپکا پردہ نہ اٹھانا بلکہ ان لوگوں ہی کی تائید کرنا ایسا فعل ہے کہ جس سے شبہ گذرتا ہے کہ آپ بھی اس سازش میں شریک تھے۔ اور اس ملی بھگت میں سب کے سرگروہ جناب والا ہی تھے۔ کیونکہ اسی لئے آپ کے چیلے آپ کے سامنے اپنے دلی راز بیان کرتے تھے۔ پیچھے سے کسی وجہ سے آپس میں کھٹک گئی تو لگے آپ دھمکیاں دینے۔ تا حصہ رسدی آپ کو پہنچ جائے ورنہ اگر یہ بات نہیں تو مجھے بتلایا جائے۔ کہ باوجود اس علم ہونے کے کہ لاہور والے سازشی ہیں۔ میر صاحب ان کا کیوں ساتھ دیتے رہے۔ میر صاحب نے اپنے مضمون میں اسکے دو جواب دیئے ہیں (۱) "تقاضائے ہمدردی (۲) اسکو خفیف سمجھکر نیک نیتی سے اس نزاع میں جو آئندہ سخت ہو جانیوالی تھی۔ کسی قدر حصہ لیا"!

(۲) "میں اقرار کرتا ہوں کہ اسوقت مجھے اپنے قدیمی احباب کی دلجوئی کی ضرورت تھی"! الفضل ۱۲ یکم اگست ۱۹۱۵ء۔

اب میں ہر ایک شخص سے جس کے دماغ میں خدا نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے۔ اپیل کرتا ہوں۔ کہ خدا کے لئے مجھے بتاؤ۔ کہ جب حالت یہ ہے کہ میر صاحب لاہور والوں کا خفیہ راز جانتے ہیں انکی در پردہ چالوں کا ان کو علم ہے۔ تو ایسی حالت میں ان لوگوں کی ہمدردی اور دلجوئی کرنا کیا گناہ عظیم ہے یا نہیں؟ اللہ۔ اللہ۔ مجرموں کی ہمدردی سازشیوں کی دلجوئی۔ پھر دیدہ دانستہ۔ کوئی ہے جو تقوے کی اس منزل کا رستہ بتا کہ کھوئے کیا تمام حسن ظنیوں کا یہاں آکر خون نہیں ہو جاتا۔ پھر میر صاحب کیا بھولے بنتے ہیں کہ "اس کو خفیف سمجھکر"... کسی قدر حصہ لیا"! محمودیوں کی آنکھوں پر تو جو تقلید کی پٹی باندھ رکھی ہے سو مبارک رہے۔ مگر خدا کے لئے دوسروں کو تو ایسا بیوقوف نہ سمجھو۔ جب آپ کو اس سازش کا علم تھا۔ تو آپ اس کو خفیف کیونکر سمجھ سکتے تھے۔ آپکو تو جاننا چاہیے تھا۔ کہ برسوں کا پکا پھوڑا پھوٹنے لگا ہے اور وہ سازش جسکا برسوں سے تہیہ ہو رہا تھا۔ اُس کے نتیجہ خیز ہونیکا وقت آگیا ہے۔ آپ کا فرض تھا۔ کہ وہ پردہ جسکے اٹھانے کی آج دھمکی دی جارہی ہے۔ وہی اسی وقت اٹھا دیتے۔ تا تعاونوا علی البر والتقوی و لا تعاونوا علی الاثم والعدوان (یعنی نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایکدوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ اور سرکشیوں کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو) کے مطابق آپ کا عمل ہوتا۔ اور آپ عنداللہ اور عندالناس سرخرو ہوتے مگر نہیں آپ نے اسوقت "کسی قدر" نہیں حصہ لیا بلکہ بہت بڑا حصہ لیا۔ کھڑے ہو کر تائید کی۔ مثال میں حسین کے بنی امیہ والی خلافت پیش کی جیسے

معنے یہ کہ میاں صاحب نے الگ جھنڈا کھڑا کرو۔ جیسا کہ اسپیچ میں کہا گیا تھا۔ پھر انجمن کی تحریر پر آپ کو رقت ہوئی۔ آپ کی رقت سے پُر آواز میرے کانوں میں گونجتی ہے۔ آپ کا یہ تحریر فرمانا۔ کہ میں نے تو اشاعت اسلام کو اچھا کہا تھا بالکل غلط ہے۔ کبھی بھی کسی نے آپ سے یہ سوال نہیں کیا کہ اشاعت اسلام اچھی چیز ہے۔ یا بُری؟ اشاعت اسلام کوئی ایسا امر نہ تھا کہ جسکے اچھے یا بُرے ہونے کی نسبت کسی مسلمان کو شبہ ہو سکتا تھا۔ اور آپکے فتوے کا محتاج تھا۔

جناب میر صاحب اسقدر تو دنیا کی آنکھوں میں خاک نہ جھونکئے۔ پہلی مجلس میں میں خود موجود تھا۔ دوسری مجلس کی شہادت اُنہی دنوں میں اخبار میں شائع ہوئی پھر اب سید محمد حسین شاہ صاحب نے مکرر چھپوا دی ہے۔ کہ آپ سے بیعت خلافت کے متعلق سوال تھا۔ جسپر آپ نے فرمایا کہ تم حق پر ہو۔ اور موکد بہ قسم آپ نے فرمایا۔ اور آپکی تقریر کے بعد امر آپ کی اجازت سے انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور بنی۔ اُسوقت آپ نے اپنے ارادہٗ بیعت کو حق پرستی کی طرف منسوب نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنے دل کی کمزوری قرار دیا۔ اور قریباً یہی خیالات آپنے اپنی بیعت کے بعد الفضل میں مضمون لکھ کر ظاہر کئے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ" اپنے قدیمی احباب کی دلجوئی" کے لئے میں نے ایسا کیا کیسی خطرناک بات ہے کیا ایسے لوگوں کی دلجوئی کر کے جنکو آپ جانتے تھے۔ کہ سازشی لوگ ہیں۔ آپ نے اپنے ضمیر کا خون نہیں کر دیا۔ آپ خدا کے نزدیک گناہ کبیرہ کے مرتکب نہیں ہوئے۔ کیا اسی کا نام حق پرستی ہوا کرتا ہے کہ چند سازشی آدمیوں کی دلجوئی کیلئے حق کا خون کر دیا جائے۔ یہ خوب ہمدردی اور دلجوئی ہوئی کہ اپنے چند احباب کی خاطر ایک مامور کی جماعت کو تباہ کر دیا۔ اور اگر آپ کی یہی عادت ہے کہ خدا کے حکم کے خلاف اپنے ضمیر کے خلاف اہل باطل کی دلجوئی بھی کیا کرتے ہیں۔ تو پھر کیوں نہ سمجھا جائے کہ میاں صاحب کو باوجود ناحق پر سمجھنے کے آپ اسوقت انکی بھی دلجوئی کر رہے ہیں۔ پس ایسے آدمی کا کیا اعتبار باقی رہجاتا ہے۔ جو حق ناحق سب کی دلجوئی کر دیا کرتا ہے۔ جسکے سامنے گئے۔ جس سے واسطہ پڑا۔ اُسی کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔ تا اُس کی دلجوئی ہو جائے۔ آفرین ہے اس دلجوئی پر۔

پس یا تو میر صاحب تسلیم کریں کہ میرا یہی مسلک ہے کہ جیسا دیس ویسا بھیس۔ میں سب کی ہاں میں ہاں ملایا کرتا ہوں۔ خواہ حق ہو یا ناحق۔ باوجود اس علم کے کہ یہ لوگ سازشی تھے۔ میں دانستہ اُن کی تائید کرتا رہا۔ کیونکہ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ کہ حق کی تائید ہو۔ یا مخالفت۔ میرا کام ہے دلجوئی کرنا ہاں میں ہاں ملانا۔ سو میں نے اپنا کام کیا۔ جماعت تباہ ہو گئی پڑی ہو۔ میں اپنی عادت سے مجبور تھا۔ میں اپنے پرانے رفیقوں کو جن کی سازشی کمیٹیاں میں میں شامل ہوتا رہا اور اپنے مفید مشوروں سے اُن کے دل کو بڑھاتا رہا۔ اور اُن کی ہاں میں ہاں ملاتا الغرض دلجوئی کرتا رہا۔ ایسے موقعہ پر کس طرح چھوڑ سکتا تھا۔ وہ تو خدا کے ہاتھ نے زبردستی مجھے ان سے الگ کر دیا۔ ورنہ میں تو باوجود اس علم کے کہ یہ سازشی لوگ ہیں برابر ان کی دلجوئی کئے چلا جاتا۔ اور اگر میر صاحب کو اپنا یہ مسلک قرار دیا جانا منظور نہیں۔ اور جو کچھ میر صاحب کہتے رہے۔ وہ سچے دل سے کہتے رہے۔ تو پھر اس معمہ کا ایک ہی حل ہے۔ کہ یا تو میر صاحب خود اس سازش کے سرگروہ تھے۔ اگر بعد میں کسی وجہ سے کھٹک گئی تو وہ اور بات ہے۔ مگر تھے دل سے شریک۔ اور اگر یوں نہیں۔ تو پھر میر صاحب یقیں کہ میں خوب جانتا تھا کہ لاہور والے حق پر ہیں۔ اور جو کچھ کر رہے ہیں۔ نیک نیتی سے کر رہے ہیں۔ اور اسی لئے تائید کرتا رہا۔ قوت فیصلہ نہ رکھنے اور دل کی کمزوری نے بیعت کرا دی۔ بعد میں نئے مرشد کا فیضان ایسا ہوا۔ کہ سوائے نکتہ چینیاں کرنے اور دھمکیاں دینے کے اب کچھ سوجھتا نہیں اس کے سوا اور کوئی راہ مفر کی نہیں۔ میر صاحب بیشک جتنی مرضی چاہے ہاتھ پاؤں ماریں۔ خود کردہ را علاجے نیست۔ واقعات پر کہاں تک پردہ ڈالیں گے۔ اگر ایسا کرینگے۔ تو اہل بصیرت کے نزدیک ایک قابل مضحکہ فعل ہوگا۔ مثل ہے "عذر گناہ بدتر از گناہ" (باقی دارد)

راقم بشارت احمدؐ۔ عفی عنہ۔

بقیہ مضمون از صفحہ ا

اس وقت بھائیوں کو خاص طور پر اس چندہ کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ جو کہ عید الاضحےٰ کے موقعہ پر نہایت آسانی سے جمع کیا جاسکتا ہے۔ اگر پورے نظام سے عاشقان اسلام صرف اس مد کو اشاعت اسلام کے لئے محفوظ کر سکیں تو میرا یقین ہے کہ ہزارہا مشن صرف اسی کی آمد پر چل سکتے ہیں۔ عید کے موقعہ پر ہر ایک مسلمان اپنے گھر کے بچوں اور عزیزوں کو کچھ خرچ کے لئے دیتا ہے۔ اسمیں اگر اشاعت اسلام کے لئے گھر کا ممبر سمجھ کر کچھ علیحدہ کر دے تو کوئی مشکل نہیں پڑتی۔

لکھو کہا مسلمان گھرانوں میں اول قربانی کے فریضہ کو ادا کیا جاتا ہے۔ لیکن قربانی کی کھالیں جو لاکھوں روپیہ کی قیمت کی ہوتی ہیں یونہی مفت میں اِدہر اُدہر ضائع ہو جاتی ہیں۔ جنکو اشاعت اسلام کے کام کے لئے دینے میں سوائے ارادہ کے کسی بھائی کا کچھ خرچ نہیں لگتا۔ ان کو محفوظ کرنیکا کام اگر ہمارے نوجوان بھائی اپنے ہاتھ میں لیں تو اس کے ذریعہ سینکڑوں اسلام کے مفید مطلب کام نکل سکتے ہیں۔

پس چونکہ ایام عید قریب آرہے ہیں ہر ایک مسلم بھائی کی خدمت میں جسکو کسی طرح یہ اشتہار پہنچے۔ التماس ہے۔ کہ وہ اپنے شہر کے ذی استطاعت احباب کی خدمت میں جاکر ان قربانی کی کھالوں کے حصول کا انتظام کریں۔ اور جو قیمت ملے وہ اشاعت اسلام فنڈ میں بھجوا دیں۔ گذشتہ سال لاہور میں ہم نے تھوڑی کوشش کی تھی تو بھی ایک معقول رقم ہم جمع کر سکے تھے۔ اس سال ہم چاہتے ہیں کہ سب مفصلات کے بھائی اس خدمت کو سر انجام دینے کا تہیہ کریں۔ کیونکہ یہ وہ مال ہے جو بغیر کسی شخص کو تکلیف دینے کے مہیا ہو سکتا ہے ورنہ عام طور پر یہ مسلمانوں کا سرمایہ ضائع کر دیا جاتا ہے۔ بعض جگہ تو یہ کھالیں پڑی پڑی سڑ جاتی ہیں اور کسی کے بھی کام نہیں آتیں جہاں کوئی انتظام اس قلم کے جمع کرنے کا نہ ہو۔ سب بھائی اپنی قربانی کی کھالوں کو فروخت کر کے قیمت انجمن میں بھیج سکتے ہیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ ہمیں اس ارادے میں کامیاب کرے۔ آمین!!!

خاکسار سید محمد حسین محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

ضرورت ہے

پیشتر ازیں مشتہر کیا جاچکا ہے۔ کہ ٹمپرنس پرچار کے لئے ایک آنریری لیکچرار کی ضرورت ہے جو صاحب پبلک کام میں حصہ لینا چاہے۔ اپنے نام نامی سے سکرٹری پنجاب ٹمپرنس سوسائٹی کو مطلع فرمادیں۔ چونکہ فی الحال کسی صاحب نے اپنے ارادہ سے اطلاع نہیں دی۔ اور ٹمپرنس پرچار کی اچھوت ذاتوں میں از حد ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ لھذا ایک ٹمپرنس لیکچرار خاص لاہور شہر کے لئے چاہئے۔ تنخواہ بموجب کارگذاری دی جائیگی درخواست بنام آنریری سکریٹری ٹمپرنس ریڈنگ روم شیرانوالہ دروازہ لاہور آنی چاہئیں۔

آپکا نیازمند

پنڈت نرنجن ناتھ آنریری سکریٹری پنجاب ٹمپرنس سوسائیٹی لاہور۔

مفصلہ ذیل کتب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مل سکتی ہیں:

رسالہ عصمت انبیاء مصنفہ حضرت مولوی ۴/
غلامی } محمد علی صاحب ۲/
مرقاة الیقین سوانح عمری حضرت مولوی [illegible]

فتنہ پرداز کون ہے

(بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام)
وہ جو آپکی نسبت نبی کا لفظ عام بول چال میں استعمال کرتا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خط اخبار الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳ مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء میں چھپا ہوا ہے جس کا ایک حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ آپ کو نبی کہنے والے پر

مجبی عزیزی اخویم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو جو الہام ہوا ہے اکثر دفعہ ان میں رسول اور نبی کا لفظ آگیا ہے۔ جیسا کہ یہ الہام ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق۔ اور جیسا کہ یہ الہام ہوا۔ جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ اور جیسا کہ یہ الہام ہوا۔ دنیا میں ایک نبی* آیا۔ مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ ایسے ہی بہت سے الہام ہیں جن میں اس عاجز کی نسبت نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے۔ **لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے۔** جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے۔ بلکہ رسول کے لفظ سے مراد صرف اسی قدر ہے کہ **خدا تعالے کی طرف سے بھیجا گیا۔** اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے۔ کہ **خدا تعالے سے علم پاکر پیشگوئی کرنیوالا** یا معارف پوشیدہ بتانیوالا۔ سو چونکہ ایسے لفظ سے **جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں۔ اسلام میں فتنہ پڑتا ہے۔** اور اس کا نتیجہ **بد نکلتا ہے** ۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں **یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔** الخ

نوٹ:- ایک قرات اس الہام میں یہ بھی ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ اور یہی قرائت براہین میں درج ہے۔ **اور فتنہ سے بچنے کے لئے یہ دوسری قرائت درج نہیں کی گئی۔**

مذکورہ بالا عبارت میں سے۔ "سو چونکہ ایسے لفظ سے (یعنی نبی رسول کے لفظ سے) جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اس لئے معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں"۔ اور ایک قرائت اس الہام کی یہ بھی ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا اور یہی قرائت براہین میں درج ہے۔ اور فتنہ سے بچنے کے لئے دوسری قرائت درج نہیں کی گئی"۔ یہ حصہ قابل غور ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا یہ حکم ہے کہ چونکہ نبی اور رسول کا لفظ آپکے لئے اللہ تعالے کی الہامات میں محض استعارہ کے طور پر بولا ہے۔ اس لئے اسکو عام بول چال میں نہیں لانا چاہیئے۔ پس ظاہر ہے کہ جو شخص اس لفظ نبی یا رسول کو آپ کے لئے استعمال کرتا ہے وہ حضرت مسیح موعود کے فتوے کے مطابق فتنہ پرداز ہے۔ لیکن اخبار الفضل کے پہلے صفحہ میں اس لفظ کا استعمال بدعت کے طور پر چند ماہ سے شروع کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ اخبار معہ اپنے ایڈیٹر اور مالک کے یعنی اس بناوٹی خلیفہ کے جو ان کی ہر تحریر کا ذمہ وار ہے فتنہ پرداز ہے۔ یہ فتنہ آجکل میاں محمود احمد صاحب کے ذریعہ پڑا ہے جس نے سارے مسلمانوں کو اپنے عقیدہ کی وجہ سے بغیر استثنے کافر قرار دیا ہے یہی وہ فتنہ ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قرائت کو زیادہ شہرت نہ دی اسی سے بچنے کے لئے جماعت کو بھی وصیت کی کہ وہ اسے بول چال میں نہ لائیں۔ پس وہ سچے احمدی ہیں ان کا فرض ہے کہ ان انسانوں سے پرہیز کریں۔ جو اس طرح اسلام میں فتنہ پردازی کا موجب ہو رہے ہیں۔ ہم میاں محمود احمد صاحب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ خدا را وہ اپنے بزرگ اور مامور والد علیہ السلام کے فتوٰی پر غور کریں۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو دیکھیں جو آپ کی نسبت فرمایا کہ یہ لڑکا (یعنے محمود احمد) بہت لوگوں کے لئے ابتلا کا موجب ہوگا۔ اور جو کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے حضرت مولوی نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کو کشمیر سے خط لکھتے ہوئے لکھا تھا۔ اور جو کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بجنسہ ہمارے پاس بھیجدیا۔ اور ہم خدا کی قسم کھاکر کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے پڑہا تھا پس اس فتنہ کو جو اس طرح انکے ذریعہ برپا ہوا ہے اور اس ارشاد کو ملاکر غور کریں اور خدا را قوم کی حالت پر رحم کریں۔ اور خود بھی بچیں اور انہیں بھی بچائیں۔ س۔

ہمیں کچھ کین نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ۔
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

ہر ایک احمدی بھائی کا فرض ہے کہ اگر وہ احمدی کہلانا چاہتا ہے تو اس اسوہ حضرت مسیح موعود وارشاد حضرت مرزا علیہ السلام کی پیروی کرے۔ ورنہ منہ سے صرف احمدی کہلا کر تم احمدی نہیں بن سکتے۔ ہم نے جو کچھ اوپر لکھا ہے نہایت نیک نیتی سے لکھا ہے۔ اگر کوئی ا . . . اسے دلگی پر محمول کرے تو اس کی مرضی۔

جب سے دنیا میں اسلام نازل ہوا تب سے آج تک ایسا فتنہ اسلام میں نہیں پایا جاتا۔ شیعہ صاحبان بھی باوجود اپنے سارے غلو کے حضرت علی کو نبی اسد نہیں کہتے اور حضرت ائمہ کو بھی کبھی نبی کے نام سے یاد نہیں کرتے۔

یہی وجہ تھی کہ جہاں کہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں کبھی لفظ نبی یا رسول کا یا کسی تحریر میں ان کو استعمال کرنا پڑا۔ آپ نے کھول کھول کر اس کی تفسیر بتادی کہ یہ پہلوں کی سی نبوت نہیں بلکہ ایک اعزازی خطاب ہے جو اللہ تعالے سے ملا ہے۔ ہم اب بھی میاں محمود احمد صاحب کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ خدا را اس فتنہ پردازی کے الزام سے اپنے کو بچاویں۔ یہ زندگی عارضی ہے دوبارہ نہیں ملے گی۔ پھر پچھتانا ہوگا اس کی وجہ سے تا قیامت دنیا آپ پر نفرین کہتی رہے گی۔ اور جو خدا کا مواخذہ ہوگا وہ علیحدہ ہے۔ یہ خوشامدی جو آپ کے ارد گرد روٹیاں کھانے کیلئے جمع ہیں یہ آپ کی کوئی بھی مدد نہ کر سکیں گے۔ ہم نے محض آپکی ہمدردی کی وجہ سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاحبزادہ ہونے کی وجہ سے ہے یہ عرض کر دیا ہے۔
وما علینا الا البلاغ۔ خاکسار محمد حسین۔

ایک غلطی کی اصلاح

گذشتہ اشاعت میں سیالکوٹ میں محمودی مبلغین کے طرز عمل کی ذیل میں مکرمی جناب شیخ مولا بخش صاحب کی جو گفتگو مہر قاسم علی صاحب کے ساتھ شائع کی گئی تھی۔ اس میں یہ غلطی قابل اصلاح ہے کہ یہ گفتگو مہر قاسم علی سے نہیں بلکہ میر ناصر نواب صاحب کیساتھ ہوئی۔ مہر قاسم علی کا نام ہمارے نامہ نگار نے غلطی سے لکھدیا۔ ذیل میں اس بارہ میں خود شیخ مولا بخش صاحب کا خط بہ اصلاح درج کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

از سیالکوٹ:- مکرم و معظم جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج اخبار پیغام صلح میں جو مضمون سیالکوٹ میں محمودی مبلغین کا طرز عمل کے عنوان سے چھپا ہے منو اسکو پڑھا۔ چونکہ اسمیں میرا ذکر بھی ہے۔ اس واسطے میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے کسی مہر سے گفتگو نہیں کی۔ ان قبلہ میر صاحب میر ناصر نواب صاحب سے میری گفتگو ہوئی۔ اور میر ناصر نواب صاحب ہی مجھ سے حوالے لکھکر لے گئے اور میر ناصر نواب کے ظفر وال سے واپس لانے پر میں نے سید سردار شاہ صاحب کو رقعہ لکھا۔ مہر قاسم علی سے میرا کوئی ذکر نہیں ہوا۔ کتاب کی بابت بھی میر ناصر نواب صاحب نے ہی جو کچھ فرمایا یا واقع ہو لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ کاتب صاحب نے یہ غلطی کی ہے نامہ نگار صاحب نے بجائے میر صاحب قبلہ کے مہر قاسم علی لکھدیا ہے۔ بہر حال میری گفتگو میر ناصر نواب قبلہ سے ہوئی اور وہی مجھ سے نوٹ کرکے لے گئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آن کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست — بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام — دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
مہرِ او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت

سالانہ ۳ ششماہی ۲ سہ ماہی ۱۲ ماہوار ۹

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغامِ صلح لاہور

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال — وصلِ دلدارِ ازل بے او محال
اقتدائے قولِ او در جانِ ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایمانِ ماست
از ملائک از خبرہائے معاد — ہرچہ گفت آں مرسلِ ربّ العباد
آں ہمہ از حضرتِ حدیت است — منکرِ آں مستحقِ لعنت است
معجزاتِ او ہمہ حق اندر ہست — منکرِ آں موردِ لعنِ خداست
معجزاتِ انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور مورخہ ۲۵ ذیقعد سنہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۵ اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ء سہ شنبہ | نمبر ۴۲

میاں صاحب کا خطبہ جمعہ

(جو الفضل مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء میں چھپا ہے)

*

(۱) لم یبق من النبوۃ الا المبشرات

اپنے خطبہ جمعہ میں میاں صاحب نے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات پر توجہ فرمائی ہے اور اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ حقیقت النبوۃ میں جو انھوں نے مبشرات کو عین نبوت قرار دیا تھا۔ تو حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات بے معنی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں حدیث یوں ہوئی لم یبق من النبوۃ الا عین النبوۃ یعنی نبوت میں سے سوائے عین نبوت کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ اب بھی میاں صاحب نے اپنی پہلی ہی بات کو دُہرایا ہے اور آیت قرآنی ما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین سے یہ استدلال کیا ہے کہ المبشرات بھی نبوت ہیں۔ چنانچہ اُن کے الفاظ یہ ہیں کہ "ما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین کی آیت میں خدائے تعالےٰ نے بتا دیا ہے کہ مرسلوں کا کام ہی یہ ہے کہ وہ مبشر اور منذر ہوتے ہیں۔ یعنی المبشرات ہی نبوت ہیں"

افسوس ہے کہ میاں صاحب کے خطبہ میں بعض ایسے حملے بھی پائے جاتے ہیں جن کے لیئے اُن کے مریدین کافی تھے اور جن چھوٹی چھوٹی باتوں پر اُتر آنا ایک قوم کے لیڈر کی شان سے بعید تھا۔ اگر میں انہی کی عبارت کو بتغیر الفاظ پیش کر دوں تو وہ غور کریں کہ انکو کس قدر بُرا معلوم ہوگا۔ ایک آیت کے معنے میں بزعم خود خواجہ صاحب کی غلطی دکھا کر میاں صاحب لکھتے ہیں "لیکن یہ بات خواجہ صاحب کے جاہل مطلق ہونے پر دال ہے"۔ اگر ہم یوں بھی فرض کر لیں کہ ایک آیت کے معنے کرنے میں کسی شخص نے غلطی کھائی ہے۔ تو کیا اس سے یہی نتیجہ نکلا کرتا ہے۔ کہ وہ شخص جاہل مطلق ہے۔ کیا بہت سے مفسرین نے یا علماء نے قرآن کریم کی کسی آیت کے معنے کرنے میں کبھی غلطی کھائی ہو۔ ان سب کو آپ اسی مؤدبانہ لہجہ سے یاد کیا کرتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جاہل مطلق ہیں۔ ان کو چھوڑیئے حضرت مسیح موعود نے ازالہ اوہام میں وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کے یہ معنے کیئے ہیں کہ ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لیئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا۔ کہ کسی دُوسرے کا مطیع اور تابع ہو" اور آپ نے ان معنوں کو صریح طور پر غلط قرار دیا ہے۔ بلکہ ایک طرح پر یہ بھی مانا ہو کہ حضرت مسیح موعود بھی اس آیت کے معنے کو نہیں سمجھے تو آپ کے استدلال کے رو سے۔ کہ خواجہ صاحب ایک آیت کو نہیں سمجھے تو جاہل مطلق ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کیا فتوےٰ لگتا ہے۔ میاں صاحب ایک شخص کو جس کے علم سے آپ کی موجودہ جماعت بھی ایک وقت عظیم الشان فائدہ اٹھاتی رہی ہے۔ جسکے لکچروں میں معارف و نکات پر آپ کے مریدین کسی زمانہ میں قربان ہوا کرتے تھے۔ جو اس وقت ایک ہی آدمی ہے جس نے یورپ میں تبلیغ اسلام کا جھنڈا جا کر گاڑا اور اپنی سعی سے محض خدا کے فضل سے اس سرزمین تثلیث میں اللہ اکبر کے آوازہ کو بلند کیا۔ جس نے جہلاء کو نہیں بلکہ بڑے بڑے فلسفیوں کے سامنے فلسفۂ اسلام بیان کر کے انھیں دنگ کر دیا۔ حتیٰ کہ آج ایک سو کے قریب ہر طبقہ کے انگریز و امرائے علماء و فضلاء نے عوام نے اس کی وجہ سے اسلام قبول کیا۔ اس کو جاہل مطلق قرار دینا اگر جہالت اور نادانی سے نہیں تو غضب میں اندھے ہو جانے کی وجہ سے مجبور ہے۔

پھر غور فرمایئے کس بات پر آپ نے خواجہ صاحب کو جاہل مطلق کہا۔ میں آپ کے ہی الفاظ نقل کرتا ہوں "خواجہ صاحب کی علمی نادانی دیکھیئے۔ لکھتے ہیں لہم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا کے ماتحت ہم میں سے جو خدا کی نگاہ میں مومن ہوگا وہ مبشر ہو سکتا ہے اور اس لیئے وہ آیت بالا کے باعث حسب استدلال میاں صاحب رسول ہے۔ لیکن یہ بات خواجہ صاحب کے جاہل مطلق ہونے پر دال ہے۔ اس آیت کے تو یہ معنے ہیں کہ مومنوں کو بشارت دی جاتی ہے یعنے خدا کی طرف سے انکو بشارت ملتی ہے۔ لیکن جس آیت سے میں نے حضرت مسیح موعود کی نبوت کا استدلال کیا ہے وہ یہ ہے ما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ نبی کو یہ درجہ دیا جاتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کو بشارت دیتا ہے۔ پس پہلی آیت تو یہ بتاتی ہے کہ ہم نبیوں کو نہیں بھیجتے۔ مگر لوگوں کو بشارت دینے اور ڈرانے کے لیئے۔ اور دُوسری آیت یہ بتاتی ہے کہ مومنوں کو خدائے تعالےٰ سے بشارت ملتی ہے اور ان مضمونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نبی بشارت دینے والا ہے اور مومن بشارت لینے والا کیا یہ دونوں باتیں ایک ہی ہیں۔ لیکن خواجہ صاحب کی علمیت اُن کو ایک ہی سمجھ رہی ہے"

میاں صاحب کو اپنی علمیت کے جتلانے اور دوسروں کو نادان بنانے کا تو بہت شوق معلوم ہوتا ہے لیکن یہ اُن کے سارے کے سارے حملے خود حضرت مسیح موعود پر جا کر پڑتے ہیں اور بازی بازی بارِیش بابا ہم بازی کا

مصداق ہوتے ہیں۔ اوّل اُنھوں نے اس شخص کو جاہل بتایا جو آیت ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کے یہ معنے کرے۔ کہ رسول کسی دوسرے رسول کا مطیع اور اُمتی نہیں ہوتا۔ مگر یہ وہ تفسیر ہے جو خود حضرت صاحب نے کی۔ پھر اُنھوں نے فرمایا۔ کہ بعض خدا کے ماموروں کے منکروں کو کافر کہنا۔ اور بعض کو کافر نہ کہنا جہالت ہے۔ حالانکہ یہی حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے۔ کہ سوائے ان نبیوں کے جو شریعت اور احکام جدیدہ لائیں۔ دوسرے ماموروں کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ اب یہ تیسری مرتبہ ہے جو اُنھوں نے اپنے ایک مخالف کو جھٹلانے کے لیئے حضرت مسیح موعود پر حملہ کیا ہے۔ اُنھوں نے درحقیقت خواجہ صاحب کو جاہل مطلق نہیں کہا بلکہ یہ سب بے ادبی کے الفاظ خود حضرت مسیح موعود کی شان میں بولے ہیں۔ اگر میاں صاحب مومنانہ احتیاط سے کام لیتے تو ایک مرتبہ کی غلطی کے بعد پھر اس قسم کے الفاظ مُنہ سے نہ نکالتے۔ اُن کو مناسب ہے کہ یا وہ حضرت مسیح موعود کی تحریروں کو پہلے پڑھ لیں اور دیکھ لیں کہ ان میں کیا لکھا ہے۔ اور یا اس قسم کے الفاظ جوش و غضب میں ان لوگوں کے متعلق بولنا چھوڑ دیں جن کا اپنا علم کوئی نہیں۔ بلکہ وُہ علم اُنھوں نے مسیح موعود سے حاصل کیا ہے۔ میاں صاحب اگر آپ غور فرماتے تو آپ کو یہ سمجھ آجاتی۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود کے سچے خادم ہیں۔ کیونکہ جو حملہ آپ بڑے زور سے ہم پر کرتے ہیں وہ ہم پر نہیں بلکہ صاف الفاظ میں حضرت مسیح موعود پر ہوتا ہے۔

اب دیکھئے خواجہ صاحب کی علمی نادانی اور جاہل مطلق ہونا آپ نے اس بات سے ثابت کیا۔ کہ وہ آیت لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا کے معنے نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اس آیت میں تو اُن کا ذکر ہے جو مبشَّر ہیں مبشِّر نہیں۔ یعنی بشارت پانے والے ہیں بشارت دینے والے نہیں۔ بشارت دینے والا جب تک خود بشارت کو خدا سے نہ پائے گا۔ دیگا کس طرح کیونکہ نبی یا مامور اپنے پاس سے بشارتیں گھڑ کر لوگوں کو نہیں سنایا کرتے۔ بلکہ بشارتیں پا کر ہی دیتے ہیں۔ ہاں ان بشارتوں کو دوسروں تک پہنچانا یا انکا اعلان کرنا۔ اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت ہوتا ہے مگر میں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود کی تحریر اور آپ کا استدلال پیش کرتا ہوں۔ کاش آپ میں یہ اخلاقی جرأت ہوتی۔ کہ آپ علانیہ اس غلطی کا اقرار کر لیتے اور اپنے مریدوں کے سامنے کبھی تو صحابہ کا نمونہ پیش کرتے۔ حالانکہ دعوے تو آپ کو عمر ثانی ہونے کا ہے جو کھلی مجلس میں اپنی غلطی کا اقرار کر لیا کرتے تھے دیکھئے حضرت مسیح موعودؑ کیا فرماتے ہیں۔

”اگر بعض جاہل اور نادان جو نام کے مسلمان ہیں یہ عقیدہ رکھیں۔ کہ اسلام میں بھی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے سلسلہ کو بند نہیں کرتا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے

یلقی الروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہ یعنی خدا جس پر چاہتا ہے اپنا کلام نازل کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا۔ یعنی مومنوں کے لیئے مبشر الہام باقی رہ گئے ہیں۔ گو شریعت ختم ہو گئی ہے۔ کیونکہ عمر دُنیا ختم ہونی ہے۔ پس خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک باقی ہے در قرآن شریف کا یہ وعدہ ہے کہ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا۔ اور یہ وعدہ ہے کہ ایدھم بروح منہ اور یہ وعدہ ہے کہ یجعل لکم فرقانا اس وعدہ کے موافق خدا نے یہ سب مجھے عنایت کیا ہے۔ اور ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ جو لوگ قرآن شریف پر ایمان لائیں گے۔ اُن کو مبشر خوابیں اور الہام دیئے جائیں گے یعنی بکثرت دیئے جائیں گے۔ ورنہ شاذ و نادر کے طور پر کسی دوسرے کو بھی کوئی سچی خواب آسکتی ہے مگر ایک قطرہ کو ایک دریا کے ساتھ کچھ نسبت نہیں اور ایک پیسہ کو ایک خزانہ سے کچھ مشابہت نہیں اور پھر فرمایا۔ کہ کامل پیروی کرنے والے کی روح القدس سے تائید کی جاوے گی۔ یعنی ان کے فہم اور عقل کو غیب سے ایک روشنی ملے گی۔ اور اُن کی کشفی حالت نہایت صفا کی جاوے گی۔ اور ان کے کلام اور کام میں تاثیر رکھی جائے گی۔ اور اُن کے ایمان نہایت مضبوط کیئے جائیں گے۔ اور پھر فرمایا۔ کہ خدا ان میں اور اُن کے غیر میں ایک فرق بین رکھدے گا۔ یعنی بمقابل ان کے بلند پایہ معارف کے جو اُن کو دیئے جائیں گے۔ اور بمقابل انکی کرامات اور خوارق کے جو ان کو عطا ہونگے دوسری تمام قومیں عاجز رہیں گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں، کہ قدیم سے خدائے تعالےٰ کا یہ وعدہ پورا ہوتا چلا آیا ہے اور اسی زمانہ میں ہم خود اس کے شاہد رویت ہیں“

اب اس ایک حوالہ سے میاں صاحب کی بہت سی مشکلات حل ہوسکتی ہیں۔ اول تو خواجہ صاحب جو آپکے نزدیک جاہل مطلق ہیں۔ جو معنے آیت لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا کے سمجھے وہی معنے حضرت مسیح موعود کرتے ہیں۔ اور غالباً مسیح موعود کے بالمقابل آپ اپنے آپ کو اس طرح پر کھڑا نہ کریں گے۔ کہ نعوذ باللہ اُن کو بھی جاہل مطلق قرار دیں۔ اب غور فرمائیے۔ ان معنوں کی رو سے جاہل مطلق کون قرار پاتا ہے۔ خواجہ صاحب یا آپ اور کس کی علمی نادانی قرار پاتی ہے۔ خواجہ صاحب کی یا آپ کی۔ کیونکہ حضرت صاحب اس کے معنے نہ صرف یہی کرتے ہیں۔ کہ قرآن شریف پر ایمان لانے والوں کو مبشر خوابیں اور الہام دیئے جاتے ہیں۔ خواہ وہ خود اُن کے لیئے مبشّر ہوں یا اُن کے دوستوں یا ساتھیوں کے لیئے۔ بلکہ ایسے الہامات بکثرت دیکھے جاتے ہیں۔ اور اس سے آپکی مشکلات نبوت بھی حل ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ کامل مومنوں کا بکثرت امور غیبیہ پر اطلاع پانا حضرت صاحب کا مذہب ہے حالانکہ آپ اس اُمت کے اولیاء اور مجددین کے بکثرت امور غیبیہ پر اطلاع پانے کے منکر ہیں گو آپ نے اپنے لیئے یہ دعوےٰ کر کے کہ مجھے بھی کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دیجاتی ہے۔ نہ صرف تمام اولیائے اُمت سے بلند تر مرتبہ تجویز کیا ہے۔ بلکہ نبوت کے دعوے کے لیئے بھی قدم جمایا ہے۔ پھر اسی حوالہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس امت میں مبشرات والی نبوت جس کو دوسری جگہ جزئی یا مجازی نبوت کے نام سے موسوم فرمایا ہے کا استدلال آیت لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا سے فرماتے ہیں۔ اور اسی آیت کے ماتحت اپنے آپ کو بھی پیش کرتے ہیں۔ پس یہ جو آپ کو ناز ہے۔ کہ اس امت میں بکثرت امور غیبیہ پر سوائے مسیح موعود کے اور کسی کو اطلاع نہیں ملی۔ یہ بھی حضرت صاحب کی تحریرات پر تدبر نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اصل میں مذہب تو آپکا کچھ ہو مگر اس میں شک نہیں کہ نبوت کی یہ تعریف آپکو بہت دیر سے سوجھی۔ ورنہ آپ اپنی نسبت یوں کبھی تحریر نہ فرماتے کہ مجھے بھی کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دیجاتی ہے۔ اور پھر اس حوالہ کا آخری فقرہ بھی آپکو اصل حقیقت کے سمجھنے میں بہت کچھ مدد دیگا کیونکہ وہاں فرماتے ہیں کہ ”قدیم سے خدائے تعالےٰ کا یہ وعدہ پورا ہوتا چلا آیا ہے اور اس زمانہ میں ہم خود اس کے شاہد رویت ہیں“۔ اب قرآن کریم میں خدائے تعالےٰ ایک وعدہ کرتا ہے لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا یعنی کامل مومنوں کو کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی جائے گی۔ اور انمیں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہینگے جو کثرت سے امور غیبیہ پر بھی اطلاع پائیں گے۔ اور اُن کی کشفی حالت نہایت صفا کی جائے گی۔ اور بمقابل اُن کے کرامات و خوارق کے جو اُن عطا ہونگی دوسری تمام قومیں عاجز رہیں گی، اور حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ قدیم سے یہ وعدہ پورا ہوتا چلا آیا ہے یعنی جب سے قرآن دُنیا میں نازل ہوا۔ اُس وقت سے یہ وعدہ پورا ہوتا چلا آیا ہے۔ آپ فرمائیں ہم آپ کی بات کو مانیں تو قرآن اور مسیح موعود کا انکار کر دیں۔ کیونکہ قرآن ایک وعدہ دیتا ہے۔ کہ اس امت میں بکثرت امور غیبیہ پر اطلاع پانے والے پیدا ہوتے رہیں گے اور مسیح موعود فرماتے ہیں۔ کہ یہ وعدہ ہمیشہ سے پورا ہوتا چلا آیا ہے۔ یعنی ایسے لوگ اسلام میں ہوتے رہے ہیں آپ کہتے ہیں سوائے مسیح موعود کے اور آپکے اس امت میں اور ایسا کوئی انسان نہیں ہوا۔ میاں صاحب بات تو صاف ہے۔ اگر آپ خدا کے خوف سے کام لیں تو اس معاملہ میں آپ اپنی غلطی کو مان کر قوم کو تاریکی کے گڑھے سے باہر نکال دیں۔ اور یہ امر جیسا کہ آپ کو خیال ہے آپ کی ذلت نہیں بلکہ عزت کا موجب ہوگا اور سارا اختلاف سلسلہ میں سے رفع ہو جائے گا۔ ورنہ قوم کو گڑھے میں گرنے کی جوابدہی آپکو قیامت کے دن کرنی پڑے گی۔ اور آخر پر میں آپ کو یہ بھی اطلاع

تو بیان کی اپنی جہالت ہے کیونکہ قرآن شریف مکالمہ مخاطبہ نعمیہ

دیتا ہوں کہ یہ حوالہ اس کتاب کا نہیں جو آپ کی ممنوع کردہ فہرست میں داخل ہے۔ بلکہ اگر اس کتاب میں بھی حضرت صاحب نے غلطی کھائی تو نعوذ باللہ من ذالک آپ غلطی پر ہی فوت ہوئے۔ کیونکہ یہ دونوں حوالے چشمۂ معرفت کے ہیں۔ دیکھو صفحہ ۱۸۱ حاشیہ و صفحہ ۴ ضمیمہ چشمۂ معرفت اور یہ آخری کتاب ہے جو آپ نے لکھی۔ اور آخری کتاب ہے جو آپ کی زندگی میں شائع ہوئی۔

اب لہم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا پر جو آپ نے چند مثالیں دے کر لوگوں کو خوش کرنا چاہا ہے ان پر بھی غور فرمایئے۔ دیکھیئے آپ کے معنے ما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین کے بالکل غلط ہیں اور یہ بڑی غلطی ہے جو آپ نے اسجگہ کی ہے۔ جہاں صرف ایک خیالی غلطی کی وجہ سے (حالانکہ وہ آپ کی اپنی غلطی ہے)۔ خواجہ صاحب کو جاہل مطلق کہا ہے۔ ان الفاظ کے یہ معنے کرنا کہ مرسلوں کا کام کلیہ ہے کہ وہ مبشر اور منذر ہوتے ہیں یعنے المبشرات ہی نبوت ہیں صحیح نہیں۔ آپ مزید غور فرمائیں۔ تبشیر اور انذار اس آیت کی رو سے مرسلین کے آنے کی اصل غرض یا علت غائی نہیں۔ بلکہ اس کا مفہوم تو صرف اس قدر ہے کہ رسول جو بھیجے جاتے ہیں تو ضرور ہے کہ وہ مبشر اور منذر ہوں۔ آپ اپنے علماء سے دریافت کیجیئے۔ کہ آپ کو اس کے معنے کرنے میں غلطی لگی ہے یا نہیں اور اگر آپ اس غلطی کو ویسے محسوس نہیں کر سکتے تو ایک اور طریق بھی ہے۔ آپ نے اس کا نتیجہ یہ نکالا کہ المبشرات ہی نبوت ہیں۔ حالانکہ یہ آپ کی تعریف پھر حدیث صحیح کے خلاف ٹھیرتی ہے۔ کیونکہ گو آپ نے عین کا لفظ اب چھوڑ دیا۔ مگر بات تو وہی رہی۔ حدیث صحیح ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات اور آپ کے نزدیک المبشرات ہی نبوت ہیں تو حدیث گویا یوں ہوئی لم یبق من النبوۃ الا النبوۃ۔ جس کا ترجمہ یہ ہوا کہ نبوت میں سے سوائے نبوت کے کچھ باقی نہیں رہا۔ پس یہ گورکھ دھندا ویسے کا ویسا رہا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا وہ بات جس کو آپ ویسے درست ثابت نہیں کر سکتے۔ آپ کی مثالوں سے درست ثابت ہو جاتی ہے۔ ایک مثال تو آپ نے علم طب کی دی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے۔ کہ علم طب کے اقسام ہیں۔ (۱) سرجری۔ (۲) علاج ابدان بذریعہ ادویہ۔ (۳) بیطرہ یعنی چارپایوں کا علاج۔ اب جب آپ کہیں گے لم یبق من الطب الیونانیۃ الا البیطرۃ۔ تو اس کے معنے صاف یہ ہونگے کہ طب یونانی کی اب صرف ایک شاخ یعنی بیطرہ باقی رہ گئی ہے۔ اسی طرح پر جب آپ کہیں گے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات تو اس کے معنے یہ ہونگے کہ نبوت کاملہ کی اب صرف ایک جزو یعنی مبشرات باقی رہ گئی ہے۔ آپ ہی فرمایئے کہ کیا بیطرہ کو حاصل کرنے والا کامل علم طب یونانی کا مالک کہلائے گا۔ یا علم طب یونانی کے صرف ایک حصہ کا مالک اور یہی تو ہم کہتے ہیں۔ کہ مبشرات صرف ایک جزو نبوت ہیں۔ ہمیں اس کے جزو نبوت ماننے سے تو کبھی انکار نہیں ہوا۔ مگر یہ کامل نبوت نہیں۔ یعنی صرف مبشرات کا نام نبوت نہیں۔ جیسے صرف علم بیطرہ کا نام علم طب یونانی نہیں۔ بلکہ بیطرہ علم طب یونانی کا ایک جزو ہے اسی طرح مبشرات نبوت کا ایک جزو ہے۔ پس صاحب مبشرات صاحب نبوت کاملہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ صاحب نبوت جزئی ہوگا۔ آپ بعض مبشرات کو جو جزو نبوت کاملہ ہیں نبوت کاملہ قرار دیتے ہیں۔ نبوت جزوی قرار نہیں دیتے آپ کی غلطی کے اظہار کے لیئے یہی آپ کی مثال کافی ہے۔ ذرا نقشہ کی صورت میں رکھ کر غور فرمایئے۔

آپ کی مثال　　لم یبق من الطب الیونانیۃ الا البیطرۃ

حدیث۔　　لم یبق من النبوۃ الا المبشرات

نتیجہ ۱۔ مثال۔　　بیطرہ کامل علم طب یونانی نہیں اسکی ایک جزو ہے

نتیجہ ۱۔ حدیث۔　　مبشرات کامل نبوت نہیں۔ اسکی ایک جزو ہے

نتیجہ ۲۔ مثال۔　　صرف بیطرہ کا جاننے والا کامل علم طب یونانی کا مالک نہیں۔ بلکہ اس کی ایک شاخ کا مالک ہے

نتیجہ ۲۔ حدیث۔　　صرف مبشرات کا پانے والے صاحب نبوت کاملہ نہیں۔ بلکہ جزوی نبوت کا پانیوالا ہے

مجھے حیرت ہے کہ آپ کے سامعین کس طرح کان بند کر کے آپ کی باتوں پر خوش ہوتے رہے۔ حالانکہ جو مثالیں آپ ان کو دے رہے تھے وہ آپ کے ہی دعوے کی تردید میں تھیں۔ دوسری مثال آپ کی یہ ہے۔ کہ سو آدمی بیمار تھے ان میں سے نہیں بچا۔ مگر ایک حصہ۔ اس کے معنے تو یہ درست ہیں کہ ان میں سے دس یا بیس آدمی بچ گئے مگر اس مثال کے ساتھ حدیث کو مطابق کرنے کے لیئے حدیث یوں نہیں ہونی چاہیئے تھی لم یبق من النبیین الا المسیح الموعود۔ یعنی نبیوں میں سے باقی نہیں رہا۔ مگر مسیح موعود پھر آپ کے بیماروں والی مثال درست ہوتی۔ یعنی جس طرح مثال میں تھا کہ بیماروں میں سے باقی نہیں رہا۔ مگر ایک یا دس اسی طرح حدیث میں ہوتا۔ نبیوں میں سے باقی نہیں رہا۔ مگر ایک یا دس مگر حدیث تو ہے کہ نبوت میں سے باقی نہیں رہے مگر مبشرات۔ اس کی مثال یوں ہو سکتی تھی۔ کہ ایک شخص کو تین چار بیماریاں تھیں۔ کھانسی بھی تھی پسلی کا درد بھی تھا۔ بخار بھی تھا۔ پھر ان میں سے صرف ایک بیماری مثلاً کھانسی باقی رہ جاتی۔ تو کہہ سکتے تھے۔ کہ بیماری میں سے باقی نہیں رہی مگر کھانسی تو گو اس میں تو شک نہیں کہ کھانسی بھی ایک بیماری ہے۔ مگر اس شخص کی بیماری کا ایک جزو ہے جس کے متعلق بولا گیا۔ اور یہ اس کی کامل بیماری نہیں ہے۔ اور جب تک کھانسی کے علاوہ کوئی دوسری بیماری مریض کو نہ ہو۔ اس وقت تک یوں نہیں کہیں گے۔ کہ بیماری میں سے سوائے کھانسی کے کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ کی تیسری مثال ہے۔ کہ یہ فقرہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ اس طرح کا ہے جس طرح کہا جائے۔ کہ پانی میں سے نہیں بچا مگر جو لوٹے میں ہے۔" یہ مثال بھی آپ کی غلط ہے کیونکہ آپ کی مراد بظاہر تو یہ ہے کہ پانی بہت سے مقدار موجود تھے۔ مثلاً دس من پانی تھا اس میں سے صرف ایک سیر رہ گیا ہے جو لوٹے میں ہے تو نبوت تو کوئی ایسی شئے نہیں کہ جس کا پانی کی طرح اندازہ کیا جا سکے کہ اتنی نبوت خرچ ہو چکی اور اتنی اب باقی ہے۔ یہ مثال بھی اسی صورت میں صادق آ سکتی تھی کہ بجائے لم یبق من النبوۃ کے لم یبق من النبیین ہوتا۔

جس قدر آپ کو اس حدیث کے معنے میں اضطراب ہے وہ ایک سیدھی بات سے رفع ہو جاتا ہے کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مانا ہے اسی طرح آپ بھی مان لیں کہ جو نبوت پہلے ملتی تھی اس میں سوائے مبشرات کے اور کمالات نبوت بھی تھے۔ دیگر کمالات نبوت باقی نہیں رہے۔ صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔ پس نبوت اپنی کامل صورت میں باقی نہیں رہی۔ ناقص صورت میں یا جزئی طور پر باقی ہے۔ اگر آپ اس بات کو تسلیم نہیں کرینگے تو تین میں ایک کی طرح بے شک ساری عمر اس گورکھ دھندے کے سلجھانے میں گذار دیجیئے۔ یہ سلجھے گا نہیں۔ اور پھر فرمایئے۔ کہ اگر آپ کی تعریف کو صحیح مان لیں تو یہ نبوت جو اس امت کے لیئے باقی رکھ لی گئی تھی۔ کہاں گئی۔ اولیاء اور مجددین نے تو آپ کے نزدیک مبشرات نہیں پائے۔ نہ صحابہ نے یہ مبشرات کس کے لیئے باقی رہے تھے باوجود اس نبوت کے باقی ہونے کے امت اس سے محروم کیوں رہی۔ اور امت کا بھی وہ حصہ جو بہترین تھا۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔

مگر یہ سارے قرون اور ساری صدیاں خالی گئیں۔ کوئی شخص مبشرات کا مستحق قرار نہ پایا اور اس طرح لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا کا وعدہ بھی اب تیرہ سو سال بعد پورا ہوا۔ اور اب آئندہ کے لیئے کس طرح امید رکھیں کہ کوئی نبی بھی آئے گا۔ کیوں کہ سوائے مسیح موعود کے جسکے لیئے حدیث میں نبی اللہ کا لفظ آگیا ہے۔ باقی تو مجددوں کے ہی آنے کا وعدہ ہے۔ اور محض مجدد و صاحب مبشرات نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر مجدد صاحب مبشرات اور نبی ہو سکتا تو پہلے بھی تیرہ سو سال میں کوئی ہو گیا ہوتا۔ اب ایک طرف حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ویسے بے معنے ٹھیری۔ کیونکہ "المبشرات ہی نبوت ہیں" اور لم یبق من النبوۃ الا النبوۃ۔ نبوت میں سے سوائے نبوت کے کچھ باقی نہیں رہا بے معنی الفاظ ہیں۔ دوسری طرف یہ حدیث عملاً بیکار ٹھیری کیونکہ اگر ساری امت میں سے ایک ہی نبی ہونا تھا

تو اس کے لیئے یہ عام قانون کیوں باندھا۔ اور اگر کہو کہ اب مسیح موعود کے پیرو بنی ہؤا کرینگے تو اس کے یہ معنے ہوئے۔ کہ مسیح موعود کی پیروی کی برکت سے نبوت مل سکتی ہے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے نہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ آپ کی پیروی سے صرف ایک نبی بنا۔ مگر مسیح موعود کی پیروی سے اب بہت سے نبی بنیں گے تلک اذا قسمة ضیزٰی۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی صاحب مبشرات نہیں ہو سکا۔ یعنی اس کمال درجہ پیروی رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچا۔ تو کیا مسیح موعود کے صحابہ اب اس کمال کو حاصل کر کے صحابہ سے بھی بڑھ گئے ہیں کہ ان میں نبی ہو سکیں گے۔ ذات مقدس نبوی کو جس کے برابر دُنیا میں نہ کسی انسان نے اصلاح کی، اور نہ کوئی کر سکتا ہے۔ تیرہ سو سال میں صرف ایک کامل پیرو ملا۔ اب فرمائیے مسیح موعود کو جو اس ذات مقدس کی روشنی میں سے ایک ہلکا سایہ ہے۔ ایسا کامل پیرو تیرہ لاکھ سال سے پہلے مل سکتا ہے؟

پھر جب لم یبق من النبوة الا المبشرات اور لھم البشرٰی فی الحیٰوة الدنیا۔ دونوں نبوت کاملہ اس امت کو دلاتی ہیں تو فرمایئے کہ وہ جزوی نبوت جس کے آپ مجددین کو ملنے کے قائل ہیں وہ کس آیت اور کس حدیث کے ماتحت ملی وعدہ تو تھا نبوت کاملہ کے ملنے کا اور وہ کسی کو اس امت میں ملی نہیں (سوائے مسیح موعود کے جس کے لیئے حدیث میں نبی اللہ کا لفظ ہونے کی وجہ سے اسی حدیث کے ماتحت نبوت مل سکتی تھی) اور ملتی رہی۔ نبوت جزوی جس کا کوئی وعدہ نہیں۔ کیا آپ دین کے ساتھ ہنسی نہیں کرتے اور مخالفوں کے ہاتھ میں اسلام پر حملہ کرنے کے لیئے خود ہتھیار نہیں دیتے۔ کہ اسلام کا خدا بھی خوب علم اور قدرت والا ہے۔ کہ جس چیز کا وعدہ کیا تھا وہ کسی کو دی نہیں۔ اور جو دینا تھا اس کے متعلق وعدہ کرنا یاد نہیں رہا۔ خدارا دشمنوں کو مت ہنساؤ اور اپنی خواہشات کے پیچھے لگ کر اسلام کی جڑوں کو نہ کاٹو

(۲) کثرت اور ترقی۔

میاں صاحب نے اپنے خطبہ میں ایک صریح جھوٹ بولا ہے کہ گویا مینے یہ کہا ہے کہ جماعت احمدیہ کے اُنیس حصے میرے ساتھ ہیں۔ میں بھی حق کے لیئے جوش رکھتا ہوں اور لعنة اللہ علی الکاذبین کے الفاظ تو آج کل ہر ایک کے مُونھ پر ہیں۔ مگر میں محض اس وجہ سے کہ آپ حضرت مسیح موعود کے فرزند ہیں۔ باوجود آپ کی غلطیوں کے آپ کی عزت کرتا ہوں۔ میاں صاحب صلبی رشتہ کی نسبت روحانی رشتہ کی نسبت سے ادنےٰ ہے بلکہ اُس کے سامنے بے حقیقت ہے۔ مگر میں تو اس ادنےٰ نسبت کا خیال رکھنا بھی ضروری سمجھتا ہوں مگر افسوس کہ آپ نے ایک اعلےٰ نسبت کا ذرہ بھی لحاظ نہ رکھا۔ اور آپ ایسے الفاظ میں حضرت مسیح موعود کے فرزندانِ روحانی کا ذکر کرتے ہیں جو اس شرافت کا مقتضا نہیں جس کی ہم آپ سے امید رکھتے ہیں۔ میاں صاحب آپ نے ہم پر وہ لوگ چھوڑے ہوئے ہیں جن کی مثال انکی عجم علیہ بہتان ان قدرکہ بلہث سے قرآن کریم نے دی ہے۔ ہم کچھ بولیں یا خاموش رہیں انھوں نے ہم کو گالیاں دینی اور بہتان باندھنا اپنا فرض سمجھ رکھا ہے۔ جن ناواقف لوگوں کے دلوں پر اُن کا اثر ہوتا ہے۔ وُہ خوب جانتے ہیں کہ ان تک ہماری تحریریں پہنچنی اب بند کر دی ہوئی ہیں اور "بدشنامے انعامے" پر بھی آپکا عمل ہے۔ گو اس قدر فرق کے ساتھ کہ دوسروں کو گالی ملنے پر آپ انعام دیتے ہیں۔ اس لیئے آپ نے جو سند لتیں اُن کو بھی گالیاں دینے کے لیئے دے رکھی ہیں اُن سے وُہ خوب فائدہ اُٹھاتے اور اپنا نامہ اعمال سیاہ کر کے ساتھ ہی ایک حد تک آپ کو بھی ذمہ دار بناتے ہیں۔ مگر ایسے گروہ کے ہوتے ہوئے آپ کو اس قسم کے فقرات کے لکھنے کی کیا ضرورت ہے کہ "وہ بڑی بڑی پیٹ والے جن کی ظاہری شکلوں نے بعض کو بہلا رکھا ہے دراصل انکی وجاہت کے پردے میں اسلام اور احمدیت سے نفرت چھپی ہوئی ہے" اگر بڑے جسم کا ہونا ہی منافقت کی علامت ہے۔ تو یہ مشورہ مسیح موعود کو دیا ہوتا۔ کہ کوئی موٹے جسم والا اپنی جماعت میں داخل نہ کرنا۔ اور پھر اس معیار کی رُو سے آپ کے ساتھ بھی تو بہت منافق نکلیں گے۔ اور زادہ بسطة فی العلم والجسم والے کو کیا کہو گے اور اگر آپ کی نظر تعجبک اجسامھم پر ہے تو آپ کے مریدین آپ کے "حسن" پر بہت فخر کرتے ہیں۔ اس سے آپ کو خود ڈرنا چاہیئے اور اگر وجاہت منافقت کی علامت ہے۔ تو پہلے اپنے خان بہادروں اور ججوں کی خبر لیجئے کسی کے جسم پر یا وجاہت پر حملہ کرنا اور اس قسم کی نکتہ چینیوں میں پڑنا آپ ترک کر دیں۔ مسائل پر بحث کریں دلائل دیں۔ واقعات پر جو چاہیں لکھیں۔

مینے کبھی نہیں کہا۔ کہ جماعت کے بیس حصّوں میں سے اُنیس میرے ساتھ ہیں۔ جو کچھ میں نے کہا وہ صرف اس قدر تھا۔ کہ جب آپ کی طرف سے ۹۵ فیصدی یا ۹۸ فیصدی احمدیوں کی بیعت کر لینے کا دعوٰے کیا گیا۔ تو میں نے لکھا تھا۔ کہ اگر آپکا یہ دعوٰے سچا ہے تو مسیح موعود اپنی جماعت کو چار لاکھ اور پانچ لاکھ بتاتے ہیں۔ آپ ان آدمیوں کی فہرست شائع کر دیں جنھوں نے آپ کی بیعت کی ہے۔ اگر وہ تعداد میں پچیس ہزار بھی ہوں تو معلوم ہوگا کہ جماعت کے بیسویں حصے نے آپ کی بیعت کر لی ہے اور اُنیس حصوں نے نہیں کی۔ آپ اس کے جواب میں خاموش رہے۔ حالانکہ آپ نے کئی ہزار روپیہ محض اس بات پر صرف کیا تھا۔ کہ احمدیوں کی فہرست تیار کرائیں۔ جنھوں نے آپکی بیعت کی ہے وہ سب فہرستیں آپ کے پاس پہنچیں اگر آپ حق کے لیئے کچھ بھی جرأت رکھتے تو صاف اعلان کر دیتے کہ پندرہ یا بیس یا پچیس ہزار آدمیوں نے میری بیعت کی ہے مگر آپ کی غرض اس سے پوری نہیں ہوتی تھی۔ مجھے اس بات کے پیش کرنے کی ضرورت اس لئے نہیں ہوئی تھی۔ کہ میں اپنی طاقت اور قوت کو دکھاؤں کہ میرے ساتھ بہت آدمی ہیں۔ بلکہ اس کی وجہ آپ کی ہی ایک بے اعتدالی تھی۔ کہ آپ نے کہا جو احمدی ہماری بیعت نہ کرے۔ وہ فاسق ہے۔ آپ کی اس بے اعتدالی کو ظاہر کرنے کے لیئے میں نے لکھا تھا۔ کہ مسیح موعود اپنی جماعت پانچ لاکھ بتاتے ہیں اور آپ کے پاس اپنی بیعت کرنے والوں کی فہرستیں مکمل ہو کر آ گئی ہیں۔ ہاں جنھوں نے آپ کے ہاتھ پر حاضر ہو کر بیعت کی۔ اُن کا ہم آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ اب ان کل کو ملا کر دیکھیں گے۔ اگر پچیس ہزار نے بھی آپ کی بیعت کر لی ہو تو معلوم ہوگا۔ کہ مسیح موعود کی بنائی ہوئی پانچ لاکھ کی جماعت میں سے پچیس ہزار اب مومن رہ گئے ہیں اور باقی پونے پانچ لاکھ فاسق ہو گئے (چالیس کروڑ مسلمانوں میں سے پہلے صرف پانچ لاکھ مسلمان رہے تھے۔ ان پانچ لاکھ میں سے پچیس ہزار مومن اور باقی فاسق اور پچیس ہزار میں جتنے احکام قرآنی پر پورے عامل ہونگے اور پورے طور پر مسیح موعود کی وصایا کے پابند ہونگے۔ اُن کو پھر دیکھیں گے) مگر آپ نے اس کے بالمقابل خاموشی اختیار کی۔ ہاں آپ کے اُستاد مولوی سید سرور شاہ صاحب نے ایک خط لکھا تھا جس میں اُنھوں نے اشارہ کیا تھا کہ ایسے مطالبہ کا جواب مسیح موعود پر حملہ ہے گویا ان کے خیال میں حضرت مسیح موعود نے نعوذ باللہ جھوٹ بولا تھا۔ پھر حالانکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کے مریدین کی تعداد ایک لاکھ کے نصف سے بھی بہت کم ہے۔ آپ نے لاہور میں لکچر میں یہ فرمایا کہ میرے لاکھوں مرید ہیں۔ کیا یہ جھوٹ نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود کی جماعت تو ہم مانتے ہیں کہ لاکھوں کی تعداد میں ہے۔ مگر آپ کے مرید تو وہی کہلائیں گے جنھوں نے

آپ کی بیعت کی ہے۔ اسکا فیصلہ یوں ہو سکتا ہے کہ آپ اسی تریاق القلوب کے نمونہ کے مطابق حلف اُٹھا کر یہ شائع کریں کہ آپ کے مریدین کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ ورنہ **لاکھوں** کا لفظ جو آپنے لاہور میں بولا وہ ایک صریح جھوٹ ہے۔ اور اگر آپ سوال مجھ پر کریں کہ باقی پانچ لاکھ کا پتہ میں بتاؤں تو میں اُس کا ٹھیکیدار نہیں **لا یعلم جنود ربك الا ھو**۔ خدا کے مسیح نے کہا کہ میری جماعت اسقدر ہے۔ میں مانتا ہوں۔ نہ آپ کو ان کا پتہ ہے نہ مجھے۔ ہاں میں تو ان سب کو مومن ہی کہتا ہوں۔ آپ سوائے اپنی بیعت کرنے والوں کے باقی سب کو فاسق قرار دیتے ہیں۔ اس لیئے آپ کا فرض ہے۔ کہ دکھائیں کہ پانچ لاکھ میں سے پونے پانچ لاکھ آپ کی بیعت کر چکے ہیں۔ تا کہ کم از کم آپ مسیح موعود کو اتنا تو مُونہ دکھا کر کہیں نے آپ کے تیار کردہ جماعت کے صرف بیسویں حصّہ کو فاسق ٹھیرایا تھا۔ اور اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو آپ اس الزام کے ماتحت ہیں کہ ۱۹/۲۰ حصّہ جماعت کو آپنے فاسق قرار دیا۔ باقی رہے احمدی۔ اگر آپ انکو کنوئیں کے مینڈک اور ایک گدّی کے پرستار بنانے چاہتے ہیں تو ان کا حساب بھی آپ رکھ سکتے ہیں۔ میں تو احمدیوں کو دُنیا کے چاروں کونوں میں پھیلے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔ مالا بار کے تین ہزار احمدیوں کا نہ آپ کو پتہ تھا نہ مجھے۔ افغانستان میں کتنے ہزار ہیں۔ کون جانتا ہے۔ اور میرے نزدیک تو بہت سے ایسے احمدی بھی ہیں جو دل سے حضرت مسیح موعود کو سچّا ماننے اور چندہ بھی دیتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ احمدیت کے سچّا ہونے پر بحث بھی کرتے ہیں۔ مگر باقاعدہ انہوں نے احمدی ہونے کا اعلان نہیں کیا۔ اور یہ کبھی ممکن نہیں کہ خدا لوگوں سے یہ باز پرس بھی کرے کہ بتاؤ فلاں وقت یعنی سنہ فلاں سے فلاں تک کون خلیفہ تھا جس کی تم نے بیعت کی ہوئی تھی۔ اور اگر وہ نہ بتا سکیں تو حکم دے کہ ان کو دوزخ میں لے جاؤ۔ خدا پر ایمان لانا نہ لانا۔ رسول خدا کو ماننا نہ ماننا۔ کتاب الٰہی پر عمل کرنا نہ کرنا فضول تھا۔ جب تک مسیح موعود کے خلیفہ پر ایمان نہ ہو۔ اور ہر خلیفہ کا پہلا کام یہ ہوا کرے گا۔ کہ تمام دُنیا کے احمدیوں سے بیعت لینے کے لیئے ہر ایک قریہ اور دیہہ میں وفد پر وفد بھیجا کرے۔ اس طریق سے سوائے اس کے کیا حاصل ہوگا۔ کہ اصل کام کو چھوڑ کر اپنی شخصیت کو منوانے کے لیئے قوم کی توجہ اور ہمت اور مال لگا دیا جائے۔ جس کا نتیجہ ایک ہی دو خلافتوں میں یہ ہوگا۔ کہ اصل کام بالکل متروک ہو کر خالص گدی اسی قسم کی رہجائے گی۔ جیسی اور سینکڑوں گدیاں پہلے سے موجود ہیں۔ اور پیر پرستی کا آغاز جس خطرناک طریق پر ابھی سے ہو چکا ہے۔ وہ تو یقین دلاتا ہے کہ گدی بن بھی چکی۔

نیز آپ نے القول الفصل میں دعوےٰ کیا ہے کہ ۹۰ فی صدی احمدیوں نے میری بیعت کر لی ہے پس اب فیصلہ کی راہ آسان ہے یا تو یہ اعلان کر دیں کہ حضرت صاحب نے جماعت کی تعداد پانچ لاکھ غلط لکھی ہے۔ یا اپنا حلفیہ بیان شائع کریں۔ کہ آپ کے علم و یقین میں ساڑھے چار لاکھ سے زیادہ آدمی بذریعہ تحریر اور ہاتھ پر آپکی بیعت کر چکے ہیں۔ پھر آپ کو اپنی ترقی پر فخر ہے میں تو سمجھتا تھا۔ کہ یہ محض جاہلوں کا خیال ہوگا کہ ترقی کرنے کو حق پر ہونے کی دلیل قرار دیں مگر آپ نے بھی اپنے مریدین کا تتبع کیا۔ اگر ایک مشنری آپ کو یہ دلیل دے کہ ہندوستان میں ہم بہت تھوڑے ہیں۔ مگر جس نسبت سے ہم ترقی کرتے ہیں اور ہم کو نو مرید ملتے ہیں اس نسبت سے اور نہیں کرتے۔ تو کیا آپ مان لیں گے۔ کہ مسیح کا خدا ہونا سچ ہے۔ جس طرح عیسائیوں نے کوشش کرکے اور روپیہ خرچ کرکے نئے عیسائی بنا لیئے آپ نے بھی اسی طرح کچھ احمدی بنا لئے۔ مگر اس کو سچائی کی دلیل قرار دینا نادانی ہے۔ ہاں جو تنہائی میں اُٹھے اور باوجود ایک دُنیا کی مخالفت کے اور مدّت تک ظاہری ناکامیوں کے آخر ایک جماعت بنا لے۔ اس کی ترقی حق پر ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے۔ دعوے اور دلیل میں کوئی تعلق بھی ہونا چاہیئے کسی عقیدہ کے حق ہونے کا یہ ثبوت نہیں۔ کہ ایک وقت اُس کو بہت لوگ قبول کر رہے ہیں نہ کسی عقیدہ کے باطل ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ ایک وقت لوگ اُس کو رد کرتے ہیں۔ پھر کون سی ترقی ہے جس پر آپ کو فخر ہے۔ یہی کہ ایک سال میں پندرہ سو آپ کے نئے مرید ہوئے۔ اگر یہی رفتار ترقی رہے۔ تو ۷۰ سال میں ایک لاکھ مرید آپ کے ہونگے۔ کیا یہی رفتار سلسلہ کی ترقی کی تھی جس سے چند سال کے اندر پانچ چھ لاکھ آدمی احمدی خیالات کے پیرو ہو گئے۔ پھر یہ کہاں سے ثابت ہوا۔ کہ یہ پندرہ سو مسیح موعود کو کامل اور حقیقی نبی اور کل غیر احمدیوں کو کافر ماننے والے ہیں۔ جب مرزا صاحب کی نبوّت آپ کی شرائط بیعت میں سے نہیں۔ بلکہ آپ کا صاف اعلان ہے۔ کہ ان عقاید میں کسی شخص کو میرے ساتھ اختلاف ہو تو وہ بھی میری بیعت کر سکتا ہے۔ اور ان پندرہ سو کو چھوڑنے سے وہ جو پندرہ ہزار ہیں آپ حلف اُٹھا کر انہی کے متعلق شائع کیجیئے۔ کہ وہ سب کے سب مرزا صاحب کو حقیقی اور کامل نبی اور کل غیر احمدیوں کو کافر جانتے ہیں۔ اگر آپ عقیدہ کی بنا پر جماعت کی تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے عقیدہ کو حق سمجھتے ہیں۔ اور آپ کی غرض محض اس حق کو دُنیا میں پھیلانا ہے۔ نہ صرف اپنی پیری مریدی۔ اور نذر نیاز کے دایرہ کو وسیع کرنا۔ تو آیئے آپ یہ اعلان کر دیں کہ جو شخص حضرت صاحب کو کامل نبی نہیں مانتا اور نہ غیر احمدیوں کو کافر جانتا ہے۔ اس کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ میری بیعت سے خارج ہے اور میں یہ اعلان کر دیتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ تعلق رکھنے والوں میں کوئی شخص حضرت صاحب کو کامل نبی مانتا ہے۔ اور کل غیر احمدیوں کو کافر جانتا ہے تو اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ آسان طریق فیصلہ کا ہے۔ اگر خود غرضی حائل نہیں تو اس طریق پر ہی جماعت کو آزما کر دیکھ لیجیئے اور پھر دیکھیئے کہ باوجود ان تمام چالوں کے جو اب تک چلی گئی ہیں۔ جن سے جہلا کو پھندے میں پھنسانا اور پھر اپنے ڈھب کے مطابق بنا لینا مقصود تھا۔ کتنے ہیں جو نبوت کے عقیدہ میں آپ کا ساتھ دیتے ہیں۔ یہ کیا ظلم ہے کہ ایک طرف لوگوں کو کہتے ہو مرزا صاحب کو جزئی نبی مانو۔ اور غیر احمدیوں کو سوائے مکفرین کے مسلمان سمجھو ہماری بیعت کر سکتے ہو۔ اور دوسری طرف جب یہ بھولے بھالے لوگ اس دھوکا میں آجاتے ہیں۔ تو پھر اعلان کرتے ہو کہ اتنے لوگوں کا ہماری بیعت کر لینا اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارا عقیدہ سچ ہے۔ اس سے بڑھ کر ظلم دُنیا میں کم ہی ہوا ہوگا۔

پھر آپ اگر درحقیقت یہ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ آپ کا عقیدہ نبوت سلسلہ کی راہ میں روک نہیں تو کیوں آپ سلسلہ کی تبلیغ اس رنگ میں نہیں کرتے تبلیغ کے وقت تو آپ خود اور آپ کے مبلغین حضرت صاحب کو مجدد کے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ کا یہ ایمان ہوتا۔ کہ سلسلہ کی ترقی آپکے عقیدہ نبوت میں ہے تو آپ تبلیغ بھی اسی رنگ میں کرتے آہ یہ کیسا ظلم آسمان کے نیچے ہو رہا ہے۔ کہ خطبہ جمعہ میں غریب احمدیوں کو کہا جاتا ہے کہ ہمارے عقیدہ نبوت کی وجہ سے پندرہ سو نئے آدمی سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اور احمدیت کی تبلیغ کرنے کیوقت نہ مرزا صاحب کی نبوت کا نام لیا جاتا ہے نہ مسلمانوں کو یہ کہہ کر توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ تم کافر ہو چکے ہو اپنے ایمانوں کی فکر کرو۔ بلکہ ایسے مباحثہ کو بھی پبلک بنانے سے انکار کیا جاتا ہے۔ جس میں حضرت صاحب کی نبوّت اور غیر احمدیوں کے کفر کے سوال پر بحث ہو۔ کیا یہ ایمانداری ہے۔ جو طریق چاہو اختیار کرو۔ مگر اس دو رنگی کو چھوڑو کہ گھر میں کچھ کہتے ہو تبلیغ کے وقت کچھ کہتے ہو۔ لیجیئے اس میں بھی میں آپ کو ایک آسان راہ بتاتا ہوں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں۔ کہ مسیح موعود کی نبوّت کے اس عقیدہ سے جسے آپ پیش کرتے ہیں۔ اور غیر احمدیوں کو کافر قرار دینے سے ہی سلسلہ کی ترقی ہو سکتی ہے تو آپ کے لیئے حرام ہے۔ کہ آپ آئندہ حضرت صاحب

کو بطور ایک مجدد کے پیش کریں۔ بلکہ جب انکو پیش کریں۔ چاہیئے کہ اُن کے اصل منصب کے لحاظ سے جو آپ کے نزدیک ہے اور وہ نبوت ہے جو مجددیت سے بہت بڑھ کر ہے پیش کریں اور یہی قسم لے کر اپنے مبلغین کو روانہ کریں کہ تم نے جہاں مسیح موعود کو پیش کرنا ہوگا ان کو کامل نبی بنا کر اور کل غیر احمدیوں کو کافر قرار دے کر پیش کرنا ہوگا۔ پھر اس کے بعد جو آپ کی ترقی ہوگی اُس کو ہم آپ کے عقیدہ کی قبولیت کی ایک علامت سمجھیں گے۔ گو پھر بھی وہ اُن کے حق ہونے کی دلیل نہ ہوگی۔ ہمارا اور آپکا جہاں تک عقائد کی بحث ہے دو باتوں سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔ (۱) کہ آپ اعلان کریں کہ جو احمدی حضرت مسیح موعودؑ کو کامل نبی نہیں مانتا۔ اور کل غیر احمدیوں کو کافر نہیں مانتا۔ وہ آپ کی بیعت سے خارج ہے۔ (۲) کہ آپ خود بھی آئندہ کے لیئے عہد کریں اور اپنے مبلغین سے بھی اس اقرار پر بیعت لیں کہ مرزا صاحب کو بطور مجدد کبھی پیش نہیں کریں گے۔ بلکہ بطور ایک نبی کامل حقیقی کے پیش کریں گے۔ اور مسلمانوں کو صاف کھول کر بتا دیں گے۔ کہ جب تک وہ مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہ ہوں وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور انھیں اپنے ایمان کی فکر کرنا چاہیئے۔

اگر آپ ان دونوں باتوں سے گریز کریں تو یہ آپ کے جھوٹ پر ہونے کی کافی دلیل ہے۔ باقی آپ کے مرید ان باتوں کو پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ یا ان پر غور کریں یا نہ کریں۔ اس کے ذمہ دار یا آپ ہیں یا وہ خود۔ ہمارا کام صرف بتا دینا ہے۔

۳۔ میاں صاحب کی خوابیں اور قسمیں

جہلاء کو دھوکا دینے کے لیئے میاں صاحب کے پاس یہ دو ہتھیار موجود ہیں۔ ایک خوابیں اور دوسری قسمیں۔ چنانچہ ان دونوں ہتھیاروں کو میاں صاحب نے اپنے خطبہ کو مؤثر بنانے کے لیئے چلایا۔ تیسرا ہتھیار ان کا یہ بھی ہے کہ وہ کسی کو منافق کسی کو مرتد کسی کو اپنے علم پر فخر کرنے والا قرار دے کر مریدین کو اپنے مخالفوں سے بیزار کریں۔ چنانچہ خواجہ صاحب کے متعلق بہت سی یاوہ گوئی اس قسم کی آپ نے کی ہے "تیرے اندر سے ایمان نکل چکا تھا۔ تیری آنکھیں اندھی اور تیرا دل سیاہ ہو گیا تھا" اور پھر آپ کو غصہ یہ ہے کہ باوجود اس کے وہ یہ کیوں کہتا ہے کہ میں وہی کام کر رہا ہوں جو مرزا صاحب کا تھا۔ شاید میاں صاحب کے نزدیک صحابہ تو سارے ہی ایسے قابل نہ تھے کہ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کام کر سکیں۔ اور پھر بالخصوص عمرؓ جیسا انسان جو ایک وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی لینے کے درپے تھا۔ معلوم نہیں میاں صاحب کا ان باتوں سے کیا مقصد ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت ایسا تھا۔ فرمائیے عمرؓ کا جس کے آپ مثیل بنتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے پہلے کیا حال تھا۔ اگر ایک شیعہ بھی آپ والی بات دوہرا کر رو پڑے کہ دیکھو عمر تو ایمان لانے سے پہلے ایسا انسان تھا کہ بت پرستی کیا کرتا۔ بلکہ بت پرستی پر ایسا مصر تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی لینے کے درپے تھا اور اس کے اندر سے ایمان نکل چکا تھا۔ اس کی آنکھیں اندھی اور دل سیاہ ہو گیا تھا پھر یہ عمرؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے اور جو کام احمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اسے وہ کیوں کر کر سکتا ہے یا کرنے کا دعوٰی دار ہو سکتا ہے۔ تو جس طرح آپ کے مرید عین مسجد میں جمعہ کے وقت آپ کے مُونھ سے یہ لفظ سن کر خواجہ پر لعنت کرنے کا ثواب حاصل کر رہے ہونگے۔ اسی طرح شیعہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر لعنت کرکے ثواب حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اور یہ بیچارے پرانے شیعہ کس طرح قصوروار ہیں۔ جبکہ اُن کو تیرہ سو سال سے تعلیم مل رہی ہے کہ عمر نعوذ باللہ من ذالک منافق اور مرتد تھا۔ اگر آپ کے یہ نئے شیعہ جو ابھی کل "حضرت خواجہ صاحب" کے ولی ہونے کے قائل تھے آج ان پر لعنت کرکے ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔ خدارا کچھ تو اپنے قدم کو جادۂ صواب پر لاؤ یہ کون سی راہ ہے جو تم اختیار کرتے ہو۔

اب میں آپ کی دو دلیلوں پر غور کرتا ہوں جنکو بار بار آپ پیش کر چکے ہیں "خدا تعالےٰ نے رویا میں مجھے مُونھ در مونھ کھڑے ہو کر کہا کہ مسیح موعود نبی تھے" یہاں دو سوال غور طلب ہیں۔ کیا آپکی خوابیں آپ کے مریدین کے عقیدہ کی بنیاد ہو سکتی ہیں اور آپ اُن کی بنا پر مختلف قسم کی تحدیاں کر سکتے ہیں اور مریدوں کو ضرورت نہیں کہ قرآن اور حدیث کے دلائل پر غور کریں۔ اور دوسرے یہ کہ بہرحال جو کچھ خواب میں خدا نے آپکو مُونھ در مُونھ کہا۔ وہ کہاں تک آپ کے دعوے کا مؤید ہے۔ میں دوسرے سوال کو پہلے لیتا ہوں۔ خدا نے آپ کو کہا کہ "مسیح موعود نبی تھے" غالباً یہ خدا کے الفاظ کی روایت بالمعنی ہوگی۔ کیونکہ میں آپ نے یہ بھی شاید فرمایا ہے کہ خدا نے مجھے رویا میں فرمایا۔ کہ ہم میں ایک نبی آیا اور اور بھی نبی آئینگے بہرحال یہ کوئی نئی بات تو خدا نے آپ کو نہیں فرمائی۔ مسیح موعود کے الہامات کے برابر تو شاید ابھی آپ کے مرید آپ کے الہامات کو نہ سمجھتے ہونگے جب وہاں نبی اور رسول کا لفظ موجود ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انت منی وانا منک بھی ہے تو آپ کی اس شہادت کی تو ہمیں ضرورت نہیں بلکہ ہم نے تو معلوم یہ کرنا ہے کہ مسیح موعود کو خدا نے نبی جو کہا تو اس سے مراد نبوت کاملہ ہے یا جزئی نبوت وہ نبوت جو بند ہو چکی۔ یا وہ نبوت جس کا سلسلہ اسلام میں جاری ہے۔ دعوےٰ تو آپ کا یہ ہے کہ اس سے مراد نبوت کاملہ ہے۔ اور دلیل آپ نے اپنی خواب دی۔ مگر اس میں نبی کامل کا یا نبی حقیقی کا لفظ نہیں۔ ہاں اگر آپ کی خواب میں ایسے لفظ ہوتے کہ "مسیح موعود حقیقی نبی ہے" (کیونکہ غالباً خدا تو حقیقی نبی کی اصطلاح کو جو آپ کو معلوم ہے جانتا ہوگا گو مسیح موعود کو اس کا پتہ ساری عمر نہیں لگا) یا مسیح موعود کامل نبی ہے۔ یا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسا نبی ہے۔ یا آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا حقیقی مصداق ہے۔ اور آنحضرتؐ اس کا حقیقی مصداق نہیں ہے۔ سو اس وقت آپ کے مریدین کو ایک دقت پیش آتی۔ کہ ایک طرف آپ کی خواب ہوتی۔ کہ مرزا صاحب حقیقی نبی اور کامل نبی ہیں۔ دوسری طرف وہ علم ہوتا جو خود مرزا صاحب کو خدا نے دیا تھا۔ جس کا ذکر آپ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"دوبارہ کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالےٰ کی طرف سے بیشک ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لیئے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے" ([illegible] نمبر ۳)

بس اگر آپ کے خواب میں حقیقی نبی یا کامل نبی کا لفظ ہوتا تو پھر ایک طرف آپ کا خواب ہوتا۔ دوسری طرف عین اس کے مقابل وہ علم ہوتا۔ جو خدا نے مسیح موعود کو دیا تھا۔ تو ممکن تھا۔ کہ آپ کے بعض مریدین کے دل میں کشمکش پیدا ہوتی کہ اس علم کو سچا سمجھیں جو خدا نے خود مسیح موعود کو دیا یا مسیح موعودؑ کے بیٹے کے خواب کو سچا سمجھیں۔ اور اس علم کو جھوٹا سمجھیں۔ جو خدا نے اپنے مسیح کو دیا تھا۔ ہم تو مانتے ہیں کہ آپ کی خوابوں کا مرتبہ مسیح موعود کو خدا کی طرف سے ملے ہوئے علم کے مقابل کیا وقعت رکھتا ہے۔ مگر آپ کے مریدین بعض وقت ایسی مشکلات میں پریشان ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ لاہور میں آپ کے ایک مرید کے سامنے میں نے ایک طرف حضرت مسیح موعود کا فتویٰ غیر احمدی کے جنازہ کے بارہ میں رکھا۔ کہ سوائے مکفر و مکذب کے باقی کا جنازہ بیشک پڑھ لیا جائے۔ اور دوسری طرف آپ کا فتویٰ بتایا کہ کسی غیر احمدی کا جنازہ کسی حال میں بھی جائز

نہیں۔ اور اس سے پوچھا کہ ان دونوں فتووں میں سے جو صریح ایک دوسرے کے مخالف ہیں ہم کس پر عمل کریں۔ تو اس نے بیساختہ یہ جواب دیا۔ کہ میاں صاحب کے مرید تو میاں صاحب کے فتوے پر ہی عمل کریں گے۔ میں نے کہا کہ پھر ہم تو حضرت صاحب کے مرید ہیں۔ ہمیں حضرت صاحب کے فتوے پر عمل کرنا چاہیئے۔ تو غرض اگر آپ کے خواب میں مسیح موعود کے لئے حقیقی نبوت یا نبوت کاملہ کا ادعا ہوتا۔ جو کہ امر متنازعہ ہے تو آپ کا خواب آپ کے فریق کو پریشان کر سکتا تھا۔ کہ مسیح کے علم کو صحیح مانیں یا صاحبزادہ کی خواب کو۔ مگر بحالت موجودہ اسیر ٹھیرانے کی ان کو بھی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ موہنہ در موہنہ بھی خدا نے آخریات کی تو امر متنازعہ پر کوئی روشنی نہ ڈالی۔ کہ نبوت کاملہ ہے یا جزوی۔ حقیقی ہے یا مجازی۔ اور آپنے بھی اس جھگڑے کا علم ہونیکے باوجود دریافت نہ کر لیا۔ اور ایسا عجیب موقعہ یونہی گنوا دیا۔

اب میں دوسرے سوال کو لیتا ہوں۔ یعنے یہ کہ آیا آپ کی خوابیں آپ کے مریدین کے عقیدہ کی دلیل یا بنائے تحدی ہو سکتی ہیں۔ جب سے یہ نیا شغل خلافت بنا ہے۔ آپ کے اخباروں کے بھی ورق کے ورق ان خوابوں سے سیاہ ہوئے ہیں جو آپ کے کسی مرید نے آپ کے حسب منشا دیکھی ہوں۔ ان خوابوں کے ذریعہ سے بہت جہلاء کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گا۔ کہ آپ ضرور خلیفہ برحق ہیں۔ اور آپ کی بیعت نہ کرنے والے فاسق۔ لیکن عام طور پر بھی کچھ دنیا میں ہو رہا ہے میں چاہتا تو بالمقابل بیسیوں خوابیں ایسی شائع کر دیتا۔ جن میں لوگوں کو آپ کی حالت بری نظر آئی مگر میں نے ایک وقتی فائدہ کے لئے قوم کو غلط راہ پر ڈالنا پسند نہ کیا۔ جب آپ کے مریدین کے دل بغض سے بھر گئے۔ اور بغض ان میں سے گذشتہ ۶-۷ سال سے دن رات ہمارے خلاف کوششوں میں اور بدظنیوں کے پھیلانے میں لگے ہوئے تھے۔ تو فرمایئے ہم خواب میں انکو اچھے کیونکر نظر آتے۔ ان کے بالمقابل وہ رویا زیادہ قابل اعتبار تھے جن میں بہت احباب نے آپ کو بری حالت میں دیکھا۔ کیونکہ ان کے دلوں میں آپ کے لئے بغض نہ تھا۔ مگر باوجود ایسے متضاد کی حالت میں خوابوں پر اس قدر وثوق کرنا کہ انکو کسی کے مومن یا فاسق ہونیکا یا صادق یا کاذب ہونیکا معیار بنا دیا جائے جائز نہ تھا۔ یہ تو عوام الناس کی خوابوں کی بات ہے۔ مگر آپ نے اپنی الہامات اور خوابوں کو ماموروں سے بھی بڑھکر وقعت دی ہے۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ آپ ماموریت کے مرتبہ پر نہیں پہنچے۔ کتنی جلدی آپ کا وا غضب سے بھرا۔ اور ابھی ایک ماہ بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ آپ کا ایک الہام شائع ہوتا ہے کہ جو لوگ تیری بیعت نہیں کرتے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائیگا۔ یہ تو صحیح ہے کہ کسی کمزور دل لوگوں نے اس سے ڈر کر آپ کی بیعت کر لی ہوگی۔ گو وہ عقیدہ میں آپ کے مخالف ہوں۔ مگر اس طرح پر اپنے ساتھ لوگوں کو ملانے کی کوشش کرنا تقوٰی کی راہ نہ تھی۔ آپ کے اس الہام کی اشاعت پر آپ کے کسی مرید نے ۲ ماہ کی میعاد بھی سنائی تھی۔ چونکہ وہ آپکے خاص رفقاء میں سے تھا۔ ممکن ہے آپ سے ہی اس نے سنا ہو۔ مگر یہ فرمایئے کہ یہ معاملہ تو بڑے بڑے انبیاء کے ساتھ بھی نہ ہوا۔ کہ آج وہ خدا کی طرف سے ہونیکا دعوی کریں۔ اگلے دن ان کو وحی ہو جائے۔ کہ جو تیرا ایمان نہیں لائیگا۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائیگا۔ مدتوں تک ان کی مخالفتیں ہوتی ہیں۔ اور ان کے خلاف سخت منصوبے ہوتے ہیں۔ منکے سیکڑوں کو دکھ دیئے جاتے ہیں۔ اس کے کاروبار میں خطرناک رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں۔ تب ایسا کرنے والے لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے۔ آپ فرمایئے کہ جس وقت آپنے ماموروں اور نبیوں سے بڑھ کر تحدی کے ساتھ وہ رسالہ شائع کیا۔

کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکتا ہے - اس وقت تک آپ کی کیا مخالفت ہوئی تھی۔ بس یہی کہ کہا جاتا تھا کہ آپ کی خلافت بغیر مشورہ ہوئی ہے اور ریلے سے خاص لوگوں کو جو اپنے مفید مطلب تھے ساتھ ملا کر لیا گیا تھا۔ بس صرف یہ تو مخالفت تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس وقت تک آپ سے منت کی جاتی تھی۔ کہ آپ وفد کو اپنے پاس آنے دیں اور ہماری باتیں سنیں۔ ریزولیوشن پاس کئے جاتے تھے۔ کہ میاں صاحب اگر غیر مبائعین کو فاسق کہنا چھوڑ دیں اور انجمن کو نہ توڑیں تو ان کو امیر مان لیا جاوے۔ کیا یہی مخالفت تھی؟ کیا انبیاء کی ایسی ہی مخالفت ہوا کرتی ہے۔ کچھ شرم کرنی چاہیئے۔ کہ اس قدر تو آپ کے سامنے لوگ جھکنے کے لئے تیار ہوں۔ اور صرف اس قدر چاہیں کہ آپ بیعت کے لئے سب پر جبر نہ کریں اور یہ آپ کو مخالفت نظر آئے۔ اور الہام سنائے جائیں کہ یہ لوگ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ گویا خدا کے اختیارات آپ کے ہاتھ میں تھے کہ جسکی طرف انگلی اٹھائیں گے وہ وہیں جلکر خاک سیاہ ہو جائیگا۔

اسی قسم کی تعلی کا اظہار آپنے الفضل میں کیا ہے۔ کہیں لکھا ہے کہ ڈر جاؤ کہ خدا کا غضب اس بات پر بھڑک اٹھے گا کہ آپ کی بیعت کیوں نہیں کرتے۔ کیا خدا نے آپ کو یہ علم دیا ہے۔ اور وہ علم اس یقین کے درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ کہ آپ اس کا اعلان دنیا میں کر سکیں۔ کاش آپ اس کی بجائے۔ ان لوگوں کو خدا کے غضب سے ڈراتے جو اس کی توحید کو نہیں مانتے۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے۔ بلکہ آپ کو گالیاں نکالتے ہیں۔ جو قرآن کی تکذیب کرتے ہیں۔ یا جو خدا کے مسیح کو کافر و کذاب کہتے ہیں۔ مگر نہیں ان میں سے کسی پر خدا کا غضب آپ کو بھڑکتا ہوا نظر نہیں آتا۔ ہاں جو ذرا آپ کی طبیعت کے خلاف ہے اس پر خدا کا غضب بھڑک اٹھتا ہے۔ آپ کو ادب اور عزت سے مخاطب کر کے کہے کہ آپ صرف غیر مبائعین کو فاسق نہ کہیں حضرت صاحب کی انجمن کو نہ توڑیں تو آپ اس کے لئے خدا کی تلوار لیکر گردن کاٹنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ان لوگوں کے لئے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتے جو حضرت مسیح موعود کو کافر کہتے ہیں۔ آپ خدا کی تلوار نہیں بنتے۔ آپ جب سے خلیفہ ہوئے ہیں فرمایئے کہ کونسی تحریر میں آپنے غیر احمدیوں کو جنہیں آپ کافر سمجھتے ہیں یہ بتایا کہ آپ خدا کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہیں۔ اگر مخالفت سے باز نہیں آؤ گے تو ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ کون سے بدزبان آریوں اور پادریوں کو دھمکایا۔ لیکن اگر آپ ایسا کریں تو آپ کو خوف ہے کہ کسی قانونی شکنجہ میں نہ آ جائیں۔ کیا اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کی یہ تحدیاں نفسانی جوش کی وجہ سے ہیں۔ اگر دینی غیرت کی وجہ سے ہوتیں تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں پر بھی کچھ جوش آتا۔ آہ اپنے متعدد والد پر بھی نظر ڈالتے کہ اپنے مسلمان مخالفوں کو بار بار یہی کہتا رہا کہ تم مجھے اور مخالفین اسلام کو چھوڑ دو۔ اور خواہ مخواہ میرے کام میں ہارج نہ ہو۔ یقیناً اگر علماء آپ پر خواہ مخواہ کفر کے فتوے لگا کر ان کے کام میں رکاوٹ نہ ڈالی ہوتی تو وہ ادہر توجہ بھی نہ کرتے۔ اور جس طرح پر شروع سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو دنیا میں ظاہر اور مخالفین اسلام کا مقابلہ کرنا ہی آپ کا کام تھا یہی کام آخر تک رہتا۔ مگر آپ نے کونسا تبلیغ اسلام کا کام کیا تھا جس میں ہم نے رکاوٹ ڈالی۔ کہ آپنے اسلام کے لئے مبلغین بھیجے جن میں ہم ہارج ہوئے۔ ہاں آپنے بیشک ہمارے تبلیغ اسلام کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنی چاہی۔ کبھی حکم دیا۔ خواجہ صاحب کے اسلامی مشن کے لئے چندہ نہ دو۔ کبھی کہا انجمن اشاعت اسلام لاہور مسجد ضرار ہے اس میں چندہ نہ دو۔ اشاعت اسلام سلسلہ کی اصل غرض تھی۔ آپنے اب بھی آپ کو

کام کریں ہم اس میں حارج نہیں ہوتے۔ ہم وہ کام کریں۔ آپ اس میں حارج نہ ہوں۔

مگر اس قدر غضب کا اظہار کر کے اس قدر تلوار چلا کر ابھی آپ تھکے نہیں خطبہ جمعہ میں پھر ہماری گردنوں پر تلوار چلانے کی دھمکی دی ہے۔ دو آدمیوں کو آپ نے کہدیا تھا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین وہ دونوں تو تباہ ہو رہے ہیں۔ مگر خدا تو سارے دشمنان حق پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہتا ہے وہ تو تباہ نہیں ہوتے۔ اور معلوم نہیں تباہی آپ کے نزدیک کیا معنے رکھتی ہے۔ ان دو آدمیوں کا نام لیا ہوتا تو ہم اس سے اندازہ کر لیتے۔ اگر مال یا جان کا نقصان آپ کی مراد ہے تو اللہ تعالے تو مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ ولنبلونکم لشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات بلکہ ان مصائب پر صبر کرنیوالوں کو بشارت دیتا ہے۔ و بشر الصابرین۔ اگر کسی کے کاروبار کا بگڑ جانا آپ کی مراد ہے تو سیٹھ عبدالرحمن مرحوم مدراسی حضرت صاحب کے اول درجہ کے مخلصین میں سے تھے۔ سو روپیہ ماہوار کی مدد دیتے تھے ان کا کیسا عظیم الشان کاروبار تھا۔ پھر بگڑ کر کس حالت کو پہنچ گیا۔ مجھے آپ کی ان باتوں کے کہنے پر تعجب نہیں بلکہ تعجب ان پر ہے جنہوں نے عقل خداداد سے کام لینا چھوڑ دیا۔ اور آپ کی ان باتوں پر سہمے ہوئے جانور کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ میاں صاحب جس تباہی سے آپ ڈراتے ہیں اس سے ہم ڈرتے نہیں۔ اگر حق کی تائید میں کام کرتے ہوئے ہماری جانیں چلی جائیں۔ اگر ہمارے مالوں کو کچھ نقصان پہنچ جائے تو یہ تو خوش قسمتی ہے۔ حقیقی تباہی انسان کی وہ ہے جسے اسکی یہ آنکھیں دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتیں۔ گندے عقیدوں میں مبتلا ہو جانا توحید سے قدم ہٹا کر شرک کی طرف چلے جانا یہی حقیقی تباہی ہے۔ اس سے بڑھکر اور تباہی کیا ہے جس سے انسان ڈرے۔ اصل ڈرنے کا وہ مقام ہے جس پر خدا فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔ دو مصیبتوں میں سے آسان کو انسان قبول کرتا ہے۔ غیر اللہ کی اس قدر عظمت کہ انسان اللہ تعالے کے احکام کی طرف توجہ نہ کرے جو آپ کے بہت سے مریدین کی ہو رہی ہے۔ یہی وہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والا شرک ہے۔ پس اگر آپ کی بیعت نہ کرنا آپ کو مرشد نہ ماننا بھی کوئی گناہ ہے تو اس سے بہت بڑھکر گناہ وہ مشرکانہ عظمت ہے۔ جس پر ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ کا وعید خدا کی کتاب میں ہے پس آپ ہم کو کسی تباہی سے نہ ڈرائیں ہم سمجھ کر

شرک میں گرفتار ہو گیا۔ اس کے لئے تباہیاں ہیں۔ ڈرنے نہیں۔ اس کے سامنے سب تباہیاں ہیچ ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ آپ کے مرید آپ کے احکام کو خدا کے احکام پر مقدم کر رہے ہیں۔ خدا فرماتا ہے تعاونوا علی البر والتقوی آپ کا حکم ہوتا ہے اشاعت اسلام کے فلاں کام میں مدد نہ دو۔ کیوں اس لئے کہ جو شخص اس کام کو کر رہا ہے وہ آپ کا مرید نہیں ہے اور یہ وہ وقت ہے جب ابھی خواجہ صاحب ولایت نہیں گئے۔ پھر آپ کے مریدوں نے آپ کے حکم کی کیسی فرمانبرداری کی۔ اور خدا کے حکم کو کس طرح ٹالا۔ اسلامک ریویو کے وی۔ پی تک انکاری کر دیئے۔ عملاً مصنف نے آج تک سلسلہ میں کس قدر مدد دی۔ مگر اب آپ نے اشاعت سے محض اس بنا پر روک دیا کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت صاحب ظلی نبی ہیں۔ یا غیر احمدی کافر نہیں۔ حالانکہ اس سے بڑھکر باتیں جن کتابوں میں حضرت صاحب نے خود لکھی ہیں۔ ان کو باوجود منسوخ ملتے کہ آپ خود ان کی فروخت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ قرآن کہتا ہے لا تکتموا الشہادۃ۔ آپ نے مریدوں کو حکم دیا شہادت مت دو۔ مریدوں نے خدا کے حکم کی پرواہ نہیں کی الا ماشاء اللہ آپ کے حکم کو مقدم سمجھا۔ آپ فرمائیے اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ اس سے بڑھ کر کیا تھا۔

پھر آپ اپنا ایک رؤیا لکھتے ہیں کہ:۔ شیخ رحمت اللہ صاحب نے حضرت صاحب سے مصافحہ نہیں کیا۔ اور حضرت صاحب نے حکم دیا کہ ان کو نکال دو۔ حالانکہ یہ آپ کا رؤیا آپ کو بہت کچھ سمجھانے کے لئے کافی تھا۔ کیا آپ نے اتنا بھی غور نہ کیا۔ کہ شیخ رحمت اللہ صاحب آپ سے تو مصافحہ کرتے ہیں۔ مگر حضرت صاحب سے نہیں کرتے۔ کیا اس سے صاف پتہ نہیں ملتا۔ کہ یہ وہ شیخ رحمت اللہ نہیں جو آپ کے خیال میں ہے۔ بلکہ حضرت صاحب سے مصافحہ نہ کرنے والا کوئی ایسا شیخ رحمت اللہ ہے جو آپ سے مصافحہ کرتا ہے۔ اور جس سے آپ مصافحہ کرتے ہیں یہ تو آنکھ کھلنے والوں کے لئے سبق ہے کہ وہ لوگ جو آپ سے مصافحہ کرتے ہیں۔ وہ مسیح موعود کے مصافحہ کے وقت پیچھے ہٹا لیتے ہیں اور آپ کو معلوم ہو کہ رؤیا میں تعین تشخصات نہیں ہوتی۔ یعنی جس شخص کو دیکھا جائے لازماً وہی مراد نہیں ہوتا اور واقعات ثابت کرتے ہیں کہ آپ کے ملنے والے آپ کے فتووں کو حضرت صاحب

کے فتووں پر ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ جو مسلمان خاموش ہیں اور ہمیں برا نہیں کہتے ان کا جنازہ پڑھ لو۔ آپ کا حکم ہے کہ کسی غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھو۔ آپ کے مریدین حضرت صاحب کے فتوے سے مستفید ہوتے۔ اور آپ کے فتوے کو صحیح سمجھتے ہیں پس آپ سے مصافحہ کرنا اور حضرت صاحب ہاتھ بڑھائیں تو اس وقت پیچھے ہٹ جانا یہ وہ مرض ہے جو آپ کے مریدین میں پیدا ہو چکی ہے۔ اور جسکے پیدا کرنے کے آپ خود ذمہ وار ہیں۔ اور یہی رؤیا میں آپ کو دکھایا گیا۔

اب یہ بھی قابل غور مسئلہ ہے کہ آپ کے رؤیا کس حد تک آپ کے مریدین کے لئے قابل اعتبار ہیں۔ غیر مامور ہونے کی حالت میں آپ کا بار بار اپنے خوابوں اور الہاموں کو پیش کرنا کہ فلاں خواب سے فلاں عقیدہ درست ثابت ہوتا ہے۔ اور فلاں الہام کے رد سے فلاں پر عذاب آئیگا۔ یہ آپ کی قلبی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس میں کیا کیا باتیں آپ کے خیال میں ہیں اور خلافت تو گویا ایک پہلا قدم تھا جس تحدی کے رنگ میں آپ اپنے خوابوں اور الہاموں کو پیش کرتے ہیں وہ ماموروں کا کام ہے۔ حالانکہ آپ مامور نہیں۔ میں آپ کو اس کے فیصلہ کے لئے بھی آسان راہ بتاتا ہوں حضرت صاحب نے حقیقت الوحی کے شروع میں خوابوں اور الہاموں کے پانے والوں کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ اور اپنے آپ کو بھی ان تین قسموں میں سے ایک قسم میں داخل کیا ہے اب آپ اور آپ کے مریدین غور فرمائیں کہ آپ کے الہام اور رؤیا جن پر دوستوں کی تباہی کا خیال دل میں بیٹھا ہوا ہے۔ کس قسم میں آتے ہیں اور کہاں تک وہ بطور تحدی کے پیش کرنیکے قابل ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۔ اور صفحہ ۔ صفحہ ۔ صفحہ ۔

صفحہ پر فرماتے ہیں:

"باوجود اختلاف مذہب اور عقیدہ کے ہر ایک فرقہ کے لوگوں کو خوابیں اور الہام ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو اپنی خوابوں اور الہاموں کے ذریعہ سے جھوٹا بھی قرار دیتے ہیں۔ اور بعض خوابیں ہر ایک فرقہ کی سچی ہو جاتی ہیں تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ حق کے طالبوں کی راہ میں یہ ایک خطرناک پتھر ہے اور خاص کر ایسے لوگوں کے لئے یہ ایک زہر قاتل ہے جو خود مدعی الہام ہیں اور اپنے تئیں مخاطب اللہ ملہم خیال کرتے ہیں۔ اور در اصل خدا تعالے سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور وہ اس

دعوے کئے ہے جو کوئی خواب ان کی سچی ہو جاتی ہے۔ اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتے ہیں۔ اور اس میں نتیجہ یہ وہ سچائی کے طلب کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں بلکہ سچائی کو تحقیر اور توہین کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہی وہ امر ہے جس نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں اس فرق کو حق کے طالبوں پر ظاہر کر دوں۔ سو میں اس کتاب کو چار باب پر منقسم کرتا ہوں۔ باب اول اُن لوگوں کے بیان میں جنکو بعض سچی خوابیں آتی ہیں یا بعض سچے الہام ہوتے ہیں لیکن اُن کو خدا تعالیٰ سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ باب دوم ان لوگوں کے بیان میں جنکو بعض اوقات سچی خوابیں آتی ہیں یا سچے الہام ہوتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ تعلق تو ہے۔ لیکن بڑا تعلق نہیں۔ باب سوم ان لوگوں کے بیان میں جو خدا تعالیٰ سے اکمل اور اصفیٰ طور پر وحی پاتے ہیں اور کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ ان کو حاصل ہے۔ اور خوابیں بھی ان کو فلق الصبح کی طرح سچی آتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے اکمل اور اتم اور اصفیٰ تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کا تعلق ہوتا ہے۔ باب چہارم اپنے حالات کے بیان میں یعنی اس بیان میں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم نے مجھے ان اقسام ثلثہ میں سے کس قسم میں داخل فرمایا ہے۔"

اب میاں صاحب بغور اس تقسیم کو پڑھیں اسکے مریدین کی خوابوں پر تو پیچھے غور ہوگا۔ پہلے وہ اپنے لئے ان تین مقاموں میں سے ایک مقام تجویز کریں۔ پہلی قسم کو تو ہم چھوڑتے ہیں کیونکہ اس میں ہر ایک مذہب و ملت کے لوگ داخل ہیں بلکہ حضرت صاحب نے یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ "ایسی خوابوں اور الہامات میں ہر ایک فاسق و فاجر اور کافر اور ملحد یہانتک کہ زانیہ عورتیں بھی شریک ہوتی ہیں۔" باقی صرف دو اقسام رہ جاتی ہیں۔ اور صرف اس قدر دیکھنا ہے کہ میاں صاحب قسم دوم میں آتے ہیں یا سوم میں۔ اس فیصلہ کے لئے پہلے میں قسم دوم کے لوگوں کو لیتا ہوں جن میں حضرت صاحب نے اپنے آپ کو بھی داخل کیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۵ - ان کی چند نشانیاں حضرت صاحب بیان فرماتی ہیں - صفحہ ۵

"منجملہ ان علامات کے یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کریم اپنا فصیح اور لذیذ کلام وقتاً فوقتاً اس کی زبان پر جاری کرتا رہتا ہے۔ جو الہی شوکت اور برکت اور غیب گوئی کی کامل طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ایک نور اسکے ساتھ ہوتا ہے۔ جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے ظنی نہیں ہے اور ایک ربانی چمک اسکے اندر ہوتی ہے۔ اور کدورتوں سے پاک ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات اور اکثر اور علی الغلب طور پر وہ کلام کسی زبردست پیشگوئی پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور اسکی پیشگوئیوں کا حلقہ نہایت وسیع اور عالمگیر ہوتا ہے اور وہ پیشگوئیاں کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار کیفیت بے نظیر ہوتی ہیں۔ کوئی ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔"

اب میاں صاحب خود ہی اپنے مریدین کو مطلع فرما دیں کہ کیا انکی پیشگوئیاں بلحاظ کمیت اور کیفیت اس بے نظیری کی حالت کو پہنچ چکی ہیں اور میاں کا یہ دعوے ہے کہ وہ اس تیسری قسم میں داخل ہیں۔ اگر نہیں جیسا کہ واقعات بتاتے ہیں تو پھر میاں صاحب کے لئے سوائے اسکے چارہ نہیں کہ وہ قسم دوم میں اپنے آپ کو داخل کریں۔ جس کے متعلق حضرت صاحب فرماتے ہیں:

"دوم دنیا میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ وہ کسی حد تک زہد اور عفت کو اختیار کرتے ہیں اور علاوہ اس بات کے کہ انہیں رؤیا اور کشف کے حصول کے لئے ایک فطرتی استعداد ملتی ہے اور دماغی بناوٹ اس قسم کی ہوتی ہے کہ خواب و کشف کا کسیقدر مزہ ان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی اصلاح نفس کے لئے بھی کسی قدر کوشش کرتے ہیں۔ اور ایک سطحی نیکی اور راستبازی ان میں پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی آمد سے ایک محدود دائرہ تک رؤیائے صادقہ اور کشوف صحیحہ کے انوار ان میں پیدا ہو جاتے ہیں مگر تاریکی سے خالی نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی بعض دعائیں بھی منظور ہو جاتی ہیں مگر عظیم الشان کاموں میں نہیں۔ کیونکہ ان کی راستبازی کامل نہیں ہوتی...... اور اس کا نفسانی قالب جلکر خاک نہیں ہوتا۔ کیونکہ شعلۂ نور سے بہت دور ہے اور وہ رسولوں اور نبیوں کا کامل طور پر وارث نہیں ہوتا۔ اور اس کی بعض اندرونی آلائشیں اس کے اندر مخفی ہوتی ہیں۔

ایسے آدمی جو نفسانی جذبات ان کے اندر ہیں بسا اوقات ان کے نفسانی جذبات ان کی خوابوں میں ایک جوش اور طوفان دکھاتے ہیں......

اور [illegible] خطرہ ایمان - وہ اپنی معرفت ناقصہ کی وجہ سے خطرہ کی حالت میں ہے ... ان ایسے لوگوں کو بھی کسی قدر کچھ معارف و حقائق معلوم ہو جاتے ہیں مگر اس دودھ کی طرح جس میں کچھ پیشاب بھی پڑا ہوا ہو۔ یا اس پانی کی طرح جس میں کچھ نجاست بھی ہو۔ اور اس درجہ کا آدمی اگرچہ بہ نسبت درجہ اول کے اپنی خوابوں اور الہامات میں شیطانی دخل اور حدیث النفس سے کسیقدر محفوظ ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کی فطرت میں ابھی شیطان کا حصہ باقی ہے۔ اس لئے شیطانی القاء سے بچ نہیں سکتا۔ اور چونکہ نفس کے جذبات بھی باقی ہیں۔ اس لئے حدیث النفس سے بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔"

اب اگر میاں صاحب اس قسم ثانی میں داخل ہیں۔ اور یہی سچ ہے۔ تو وہ خدا کے خوف سے کام لیکر اپنے آپ کو اور جماعت کو خطرناک ٹھوکروں سے بچائیں۔ ان کو یہ کس طرح جائز ہے کہ وہ اپنی خوابوں اور الہاموں کو بطور تحدی پیش کریں۔ جو ماموروں کا کام ہے۔ وہ یاد رکھیں کہ یہ ان کے خواب اور الہامات جنکو وہ دوسروں کی تباہی کے لئے کہا ہے ہیں کسی وقت اُن سرنگوں کا کام دینگے۔ جو خود کہانے والے کو بوجہ اس کی کم علمی اور ناواقفیت کے نقصان پہنچاتے ہیں یا تو وہ علانیہ مامور ہونیکا دعویٰ کریں اور بعض دوسرے لوگوں کے منہ سے مصلح موعود نہ کہلوائیں۔ ورنہ اپنی خوابوں اور الہامات کو بطور تحدی پیش کرنے سے توبہ کریں۔ یہ کوچہ بڑا دلفریب مگر بڑا ہی خطرناک ہے کسیوقت غلطی سے میاں صاحب یہ دعوے کر بیٹھے تھے کہ مجھے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع ملتی ہے۔ مگر بعد میں جو نبوت کی تعریف کرنی پڑی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ غلطی تھی۔ اسلئے جھٹ کہدیا کہ قلیل مقدار میں مجھے بھی الہام ہوتے ہیں۔ جس طرح اپنی بات کو بنانے کے لئے ایک غلطی سے رجوع کر لیتے ہیں گو علانیہ اس کا اظہار اپنی پوزیشن کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اسیطرح کم از کم اپنی غلطی سے رجوع ہی کر لیں اور آئندہ ان خوابوں اور الہاموں کو بطور تحدی پیش کرنے سے رک جائیں تو یہ بھی ایک طریق اصلاح کا ہے۔ گو مومنانہ شجاعت سے کام لیں تو کھلے الفاظ میں اپنی غلطی کا اعتراف کرلیں۔ اس کے جواب میں کہدیا جائیگا کہ ہم سے غلطی ہی نہیں ہوئی تو اعتراف کس بات کا کریں۔ کیا کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانے کا دعوے غلط نہ تھا۔ جس سے آپ نے گول مول الفاظ میں یوں رجوع کیا۔ کہ قلیل مقدار میں مجھے بھی الہام ہوتے ہیں مگر صاف اعتراف نہ کیا کہ وہ میری غلطی تھی حالانکہ آپ خوب جانتے ہیں۔ کہ وہ ایک ایسی خطرناک غلطی تھی کہ اس کی بناء پر آپ کے بعض مریدوں نے آپ کو نبی تک کہدینے میں فرق نہیں کیا۔ سمجھ کیا وجہ ہے کہ حضرت عمر جیسے جلیل الشان

انسان سے تو غلطیاں ہوسکیں مگر آپ سے کبھی غلطی ہی نہیں ہوئی آپ کے مرید اپنے نفسوں کو یوں بھی دھوکہ دے لیتے ہیں کہ ہم میاں صاحب کو معصوم عن الخطا تو نہیں مانتے۔ مگر عملاً اب تک ان سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ حالانکہ بات بات میں صریح غلطیاں ہوتی ہیں۔

مثلاً یہی قسموں کا معاملہ لے لیجئے۔ جو آپ کے خطبہ کا اصل موضوع ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپکی قسم کے جواب میں اس لئے خاموشی اختیار نہیں کی تھی۔ کہ ہم بھاگتے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اپنی بات پر پکے ہوجائیں۔ کیا یہ آپنے جھوٹا عذر پیش نہیں کیا۔ آپنے خاموشی تو کوئی اختیار نہیں کی بلکہ آپنے صریحاً اپنے مریدوں کو حلف لینے سے روکا۔ ہاں یہ تدبیر ساتھ کی۔ کہ آپ اپنی زبان سے نہ روکیں۔ بلکہ اپنے مریدوں کے ذریعہ سے رکوائیں خطوط بھی بھیجے گئے۔ اخبار میں بھی اعلان ہوا۔ کہ ہمارے احباب **فرداً فرداً** خواجہ صاحب کو جواب نہ دیں۔ کیا یہ خاموشی تھی۔ کیا آپنے صریحاً روکا نہیں اور پھر اس کی وجہ یہ نہیں بتائی کہ اکٹھا جواب قادیان سے نکلے گا؟ اب آپ فرماتے ہیں۔ کہ میرے مرید قسمیں بھی کھائیں گے۔ آپ حلفاً بیان شائع کریں کہ وہ مضمون جو الفضل میں اس عنوان سے لکھا گیا کہ **"ہمارے احباب خواجہ صاحب کو فرداً فرداً جواب نہ دیں"** وہ آپکے مشورہ سے یا آپ کی اجازت سے شائع نہیں ہوا۔ پھر خاموشی کیسی اور یہ جھوٹا عذر کیسا آپ تو خدا کے ہاتھ میں تلوار ہوں یا نہوں لیکن ان معنوں میں آپ اپنے مریدین کے لئے ضرور خدا بنے ہوئے ہیں۔ کہ بعض مریدین آپ کے ہاتھ میں تلوار کا کام دیتے ہیں۔ لکھوایا تو انسے وہی جاتا ہے۔ جو آپ چاہتے ہیں۔ مگر لکھ یہ دیا جاتا ہے۔ کہ ہم نے تو ایسا نہیں کیا۔ ایک مذہبی پیشوا کے لئے یہ تدبیریں جو تدبیریں نہیں بلکہ چالبازیاں ہیں جائے تعجب ہے! کیا اچھا ہوتا کہ بجائے اس کے آپ اعتراف کر لیتے کہ ہم نے پہلے غور نہیں کیا۔ مریدین کو روکنے میں ہم سے غلطی ہوئی بیشک ان کو حق تھا۔ کہ وہ فرداً فرداً جواب دیں۔ یہ بظاہر آپ کے لئے ذلت کا موجب تھا۔ مگر حقیقی عزت اسی میں تھی۔ مگر افسوس کہ آپ کو ایک غلطی کے علاج کے لئے پھر دوسری غلطی کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔

پھر آپنے قسم کھائی ہے کہ میں حضرت صاحب کی زندگی سے ہی حضرت صاحب کو ایسا ہی نبی سمجھتا ہوں جیسا کہ اب۔ مجھے معلوم نہیں آپ سے اس حلف کا مطالبہ کس نے کیا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ آپ سے مطالبہ یہ تھا۔ کہ آپ کو یہ خیال کب سوجھا کہ حضرت صاحب کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تصانیف مسئلہ نبوت میں منسوخ ہیں۔ آپنے اس سوال کے متعلق ایک حرف بھی نہیں کہا۔ بلکہ ایک مرید سے تیرہی شہادت دلوائی ہے۔ کہ ۱۹۱۰ء میں مسئلہ اسلام و کفر پر جب ایک طرح آزمائی کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپنے اس وقت یہ نوٹ کیا تھا۔ بہرحال آپکے ذمہ یہ تھا۔ کہ آپ حلف اٹھاتے کہ میں حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہی حضرت صاحب کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تصانیف کو منسوخ سمجھتا تھا جب تک آپ اس پر حلف نہ اٹھائیں مطالبہ حلف سے عہدہ برا نہیں ہوسکتے۔ رہیں وہ تلواریں جو آپنے ہماری گردنوں کے لئے رکھی ہوئی ہیں انکو خوشی سے پھیریے گردنیں حاضر ہیں۔

پھر جب آپ اب اتمام حجت کر چکے یعنے کافی و شافی دلائل بھی دے چکے سخت سے سخت قسمیں بھی اٹھا چکے الہام بھی بتا چکے کہ حضرت مسیح موعود حقیقی اور کامل نبی ہیں۔ اور مسلمان کافر ہیں سوائے آپکے مریدین کے۔ تو جو آپکے مریدین ان دونوں باتوں سے منکر ہیں۔ ان کو کیوں اپنی بیعت سے خارج نہیں فرماتے محض اس ڈر سے کہ مرید کم نہ ہوجائیں؟ کسی موقعہ پر تو اس شجاعت کا اظہار فرمایئے۔ جو اہل حق ہر موقعہ پر دکھلاتے ہیں۔ یہ دکھاوے کی باتیں کہ کتنے مرید ہیں۔ آخر تک کام آنے والی نہیں۔ اگر آپ حق پر ہیں تو دنیا سے کیوں ڈرتے ہیں۔ مریدوں کی تعداد کا فکر نہ کیجئے اور ان لوگوں کو بیعت سے خارج فرمایئے۔ جو

(۱) مسیح موعود کو کامل نبی نہیں مانتے اور غیر احمدیوں کو کافر نہیں جانتے۔

(۲) جو آپکے جنازہ کے فتوے کے بارہ میں عملاً مخالفت کرتے ہیں۔ گو منہ سے کچھ نہ کہیں۔ جس طرح جبر لڑکی غیر احمدیوں کو دینے والوں کے ساتھ سلوک ہے وہی سلوک غیر احمدی کا جنازہ پڑھنے والوں کے ساتھ کیجئے۔

اگر اس میں کوئی سخت لفظ لکھا گیا ہے۔ تو **لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم** کو مدنظر رکھکر اسے قابل معافی سمجھیں اور اصل امور متنازعہ فیہ پر دلائل کے ذریعہ روشنی ڈالنے کی کوشش کریں۔

۴۔ درخواست مباہلہ

آپ کا ہمیں مباہلہ کے لئے بلانا بھی عجیب بے معنے بات ہے۔ جب آپ پیشگوئی شائع کر چکے ہیں۔ کہ ہم ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں گے۔ تو اب مباہلہ کی غرض کیا ہے؟ کیا یہ کہ جس طرح آپ ہم پر بددعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اور ہماری ہلاکت اور تباہی کے لئے انتظار کر رہے ہیں۔ ہم بھی آپکے لئے بددعا کریں۔ اور پھر آپ کی تباہی کے منتظر رہیں؟ آپ تو مسیح موعود کے فرزند ہیں میں تو دشمنے مسلمان کے لئے باوجود اس کے کہ وہ میرا مخالف ہو بددعا کرنی پسند نہیں کرتا۔ آنحضرت کو وحی الٰہی سے ایک دفعہ حکم ہوا کہ مباہلہ کے لئے بلاؤ۔ مسیح موعود بھی مامور تھے۔ ان کا کسی کو مباہلہ کے لئے بلانا حکم الٰہی کے ماتحت ہم یقین کرتے ہیں مگر مجھے تو کوئی الہام نہیں ہوا اور نہ کبھی آپ کے لئے بددعا کرونگا اگر میری بد دعا اثر کرسکتی ہے تو یہ دعا کیوں نہیں کرسکتی۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کو ان غلطیوں سے نکالے باقی اللہ تعالےٰ جو معاملہ آپ سے چاہے کرے۔ اور یہ مباہلہ کا اعلان بھی آپ کا نیا نہیں یہ بھی لیمز قسم کے الہام کی طرح ابتدا میں ہی ہوگیا تھا۔ پھر اگر آپ کو ایسا شوق مباہلہ کرنیکا ہے تو جو شخص آپ سے کرنا چاہتا ہے اس سے کیوں نہیں کرتے۔ **والسلام**۔

خاکسار محمد علی از ایبٹ آباد ۲۹ ستمبر ۱۹۱۵ء

حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر لاہور میں

حسب اعلان گذشتہ اتوار مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جسمیں عام مسلمانوں کے علاوہ کالجوں کے طلبا بہت کثرت سے جمع تھے۔ حاضرین جلسہ کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ صحن مسجد اور اس کے دالان کے علاوہ بھی بہت دور تک لوگ موجود تھے۔ پہلے جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ قرآن کریم تلاوت فرمایا۔ جس کے بعد جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا نے اپنی ابتدائی صدارتی تقریر میں حضرت خواجہ صاحب کے عظیم الشان کام کی نہایت مختصر لیکن جامع الفاظ میں تعریف فرمائی۔ ازاں بعد جناب حکیم اللہ یار خان صاحب جوگی قومی شاعر نے ایک دلچسپ نظم پڑھی جس میں حضرت خواجہ صاحب کے مشن کی تعریف کی گئی تھی بالخصوص مخالفین کی منہ زوری قبل از بعثت مسیح موعود اور آنحضور کی پاک کوششوں کی دندان شکنی کا ذکر کیا گیا تھا۔

جس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات **الٓمٓ** سے **اولئک ھم المفلحون** تک پڑھ کر اپنی تقریر شروع فرمائی۔ اور اپنے مفید علمی و روحانی نکات کو حسب معمول اس شیریں و دلربا انداز میں بیان فرمایا جو خاص انہیں کا حصہ ہے۔ اور جس حسن بیان کے عطیہ الٰہی کے باعث وہ اس وقت مقبول خاص و عام ہیں افسوس کہ وقت کے غیر مکتفی ہونے اور شام ہو جانے کے باعث[*]

[*] یہ لیکچر نامکمل رہا۔ اور اس لئے اسے بعد (مورخہ ۱۰ اکتوبر بعد از مغرب) پر ملتوی کرنا پڑا۔ اس لیکچر میں یہ بات خصوصیت سے قابل نوٹ ہے۔ اور حضرت صاحب کے لیکچروں میں ہمیشہ ہی نظارہ دیکھنے میں آتا ہے کہ باوجود کثرت اژدہام کے سب لوگ اول سے آخر تک بت بنے ہوئے بیٹھے رہے اور تقریر کے اختتام تک کوئی شخص اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۳

پیغام صلح
اخبار — لاہور

قیمت
سالانہ [illegible] ششماہی [illegible] ماہوار [illegible]

اشاعت
ہر ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | ایڈیٹر [illegible] | لاہور یوم پنجشنبہ ۷ اکتوبر ۱۹۱۵ء مطابق ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۳۳ ہجری | نمبر ۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمده از مادریم — هم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق که قرآن نام اوست — باده عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد هست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مهر او باشیر شد اندر بدن — جان شد و با جان بدر خواهد شدن
هست او خیر الرسل خیر الانام — هر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم هر آبے که هست — زو شده سیراب سیرابے که هست
آنچه ما را وحی و ایمائے بود — آں نه از خود از همان جا مے بود

ما ازو یابیم هر نور و کمال — وصل دلبر بے وصالش شد محال
اقتدائے قول او در جان ماست — هرچه زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبرهائے معاد — هرچه گفت آں مرسل رب العباد
آنهمه از حضرت احمد [illegible] — منکراں مستحق لعنت است
معجزات او همه حق اندر است — منکر آں [illegible]
معجزات انبیائے سابقیں — آنچه در قرآن بیامد بالیقین
بر همه از جان ایمان ماست — هر که انکار کند [illegible]

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

نجیب آباد میں مولانا اکبر شاہ خانصاحب کا لیکچر اور مہاشہ چندر پرکاش آریہ کا قبول اسلام

ہمارے واجب التعظیم بزرگ جناب مولانا مولوی اکبر شاہ خانصاحب کی علمی یا اخلاقی حالت پر کچھ کہنا میں یہاں مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ انکی قابلیت کا نمونہ اظہر من الشمس ہے۔ اور آریوں کے ساتھ انکی جو گفتگو [illegible] کا اتفاق ہوا ہے انکے دلوں پر منقوش ہوگا جو کبھی جنبیت انسانی کے مٹائے نہیں مٹ سکتا۔ آجکل مولوی صاحب موصوف اطلاع مشرقی سے اپنے والد بزرگوار کی علالت طبع کا حال معلوم کر کے تشریف لائے ہیں۔ خداوند واحد کا ہزار ہزار شکر ہے کہ [illegible] کی جا سکتی ہے۔ مولوی صاحب موصوف کو ہمسایہ [illegible] کہ یہ ایک حجت ہے جس سے خدا سے [illegible] مجھے ایک مردہ زندہ کرنا چاہتا ہے کل جمعہ میں مولوی صاحب موصوف کا تقاضا ہوا [illegible] ہمکو اسکا [illegible] سے امید ہے [illegible] (ہوسکا) جسپر حاضرین نے نہایت مسرت کا اظہار کیا۔ بعد ازاں اشتہار شہر میں تقسیم کئے گئے کہ بعد مغرب عبد الغفور خاں صاحب کے مکان پر لیکچر ہوگا۔ اسلام کے شیدائیوں کو اس خبر سے جو خوشی ہوئی وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ ایک ایک منٹ گن گن کر گذارا اور یہ کہتے رہے کہ

وعدہ کیا ہے یار نے آئیگا دن چھپے
سورج تجھے قسم ہے نکل جلد تو ٹلے

خدا خدا کر کے شام ہوئی۔ بعد مغرب عارم پیارا اول حافظ ادریس حسین صاحب نے قرآن شریف کا ایک رکوع سنایا بعد ازاں مولوی صاحب موصوف کا لکچر شروع ہو گیا ایک اچھا خاصا مجمع ہوگیا تھا جسمیں علاوہ مسلمانوں کے چند آریہ بھی شامل تھے۔ نجیب آباد کے ہر ایک ملک کے آدمی بلائے جاتے تھے۔ اور نہایت غور و خوض کے ساتھ حاضرین جلسہ لکچر سنا جسمیں کسی قسم کی بے چینی یا بد اخلاقی کا اظہار نہیں ہوا۔ چندر پرکاش آریہ نے دوران تقریر میں چاہا کہ ہمکو موقع دیا جاوے جسپر مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ اختتام تقریر پر آپکو ضرور موقع دیا جاوے گا اور آپکو اختیار حاصل ہوگا کہ جس امر کی نسبت چاہیں دریافت کریں۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اول انہوں نے ایک حدیث ضعیف پر اعتراض کیا جس کا جواب مولوی صاحب نے نہایت تہذیب کے ساتھ دیا کہ قرآن شریف مسلمانوں کی ہمہ وجہ مکمل کتاب ہے اور حدیث نہیں ہے نیز اس حدیث پر سب کا اتفاق نہیں چونکہ موضوع احادیث اس قدر ہیں کہ اگر کسی طاقتور انسان کی گردن پر رکھ دیجاویں تو یقیناً گردن ٹوٹ جاویگی اس اعتبار سے اگر کسی حدیث میں غلطی پائی جاوے تو اس کے ہم ذمہ دار نہیں۔ تب دوسرا اعتراض چندر پرکاش آریہ نے کیا کہ قرآن شریف میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کیوں تحریر ہے۔ اس کا جواب مولوی صاحب موصوف نے یہ دیا کہ ایک شخص نا واقف کسی عدالت میں جاتا ہے اور اسکو درخواست دینی ہے۔ مگر جانتا نہیں تو وہ ضرور حاکم کے پاس جاکر دریافت کریگا کہ کس طرح لکھی جاتی ہے

تب حاکم وہاں سے پیشانی پر کر دیتا ہے کہ اس طرح ہمیشہ لکھا کرو۔ جسپر وہ خاموش ہوگئے اور یہ انہوں نے الحمد شریف کو اول سے [illegible] تک نشانہ اعتراض بنایا جس کا جواب بھی انکو عام فہم دیا گیا اہل جلسہ تو پہلے سے متاثر ہو رہے تھے کہ دو ڈھائی گھنٹہ برابر مولوی صاحب تقریر فرماتے رہے لیکن اس افہام و تفہیم نے اور بھی مردہ دلوں پر تریاق کا اثر پہونچایا اور ملا تسلی بخش جوابات کا منشی چندر پرکاش صاحب آریہ نے اس طرح اعتراف کیا کہ وہ آریہ سے مسلمان ہوگئے۔ اس وقت کی خوشی کا حال ناظرین اخبار ہی خوب محسوس کر سکتے ہیں۔ مولوی صاحب نے کلمہ توحید پڑھایا اور ایک بھرے مجمع میں جناب منشی چندر پرکاش صاحب آریہ مشرف باسلام مولانا مولوی اکبر شاہ خانصاحب کے ہاتھ پر ہوئے۔ اب دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ انکو خادم دین بناوے اور وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ اور اخلاق و تہذیب کا نمونہ بھی ایسا ہو کہ جس سے مخالفان اسلام کو کوئی موقع اعتراض کا نہ ملے۔ فقط
الراقم محمد اسمٰعیل خاں نجیب آباد محلہ [illegible]

"تبدیلی عقیدہ"

کا الزام کس پر عاید ہوتا ہے کے عنوان سے ایک نادر ٹریکٹ حضرت ایدہ اللہ نے حال ہی میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب قادیانی کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ ایسا ہی حضرت خواجہ صاحب کا مضمون انکشاف حقیقت اور حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب کا مضمون [illegible] بھی نہایت خوبصورت ٹریکٹ طبع ہوکر شائع ہو چکے ہیں۔ احباب ان ٹریکٹوں کو بہت زیادہ تعداد میں منگواکر تقسیم کریں +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغامِ صلح لاہور

مورخہ ۷۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء نمبر ۳۸

لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ط

کہا جاتا ہے کہ اصولاً ہندو و مسلمان یکساں اعتقادات رکھتے ہیں۔ "دونوں خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہیں اس کا کوئی ثانی نہیں جانتے۔"

"دونوں خیر و شر کے قائل ہیں۔"

"دونوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان خدا کے پاس سے آتا ہے اور وہیں لوٹ جاتا ہے۔ دونوں معتقد ہیں کہ ذات الٰہی کے علاوہ سب کچھ فانی ہے۔"

"دونوں یقین رکھتے ہیں کہ افعال بد موجب تکلیف اور آیندہ کے لئے مصائب کا سامان پیدا کرتے ہیں۔"

"پھر ہندوؤں میں شرادھ اور رومن کیتھولک عیسائیوں کے ہاں مقابلہ کے رسوم مرگ ہیں اسی طرح زرتشتیوں اور مسلمانوں کے ہاں بھی قید حیات سے آزاد ہونے کے بعد بعض رسمیں ادا کی جاتی ہیں۔"

سمجھ نہیں آتی کہ یہ باتیں کس صداقت کی کسوٹی پر پوری اتر سکتی ہیں۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔ کہ ہندو بھی اسی ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں جس کی مسلمان۔ کیا یہ صحیح ہے۔ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں رائج شدہ رسومات جب ان مقصود ذہنی کے جو ان میں مدنظر ہوتا ہے سب یکساں ہیں۔ کیا آج تینتیس کروڑ دیوتاؤں کے پرستار دنیا میں موجود نہیں۔ کیا اب مختلف دیوتاؤں کی صفات ربوبیت جو قدیم سے انہیں کے سپرد چلی آتی ہیں۔ ان سے لیکر ایک خدائے واحد کو ان سب کا مالک تصور کر لیا گیا ہے۔ اور اس کا تسلط کل چیزوں پر مان لیا گیا۔ کیا روح و مادہ کی ازلیت و ابدیت کے قائل اب دنیا سے مفقود ہو چکے ہیں۔ اور ان کی جگہ ایک ہی خدائے واحد کے ہمہ صفت موصوف ہونے پر ایمان لانیوالوں نے لے لی ہے۔ جو ذات الٰہی کے سوا باقی سب کچھ فانی سمجھتے ہیں۔ کیا اب تناسخ کے قائل دنیا میں نہیں رہے۔ جو بجائے یہ اعتقاد رکھنے کے کہ انسان خدا کے پاس سے آتا ہے۔ اور وہیں لوٹ جاتا ہے۔ یہ یقین رکھتے ہیں کہ انسان ازلی و ابدی شے یا مادہ دائم روح سے بنا ہے۔ اور یہ ہر گز تناسخ کے ایک چکر اسی دنیا میں ظہور پذیر ہوتا رہتا ہے۔ پھر کیا مسلمانوں کے ہاں مرنے کے بعد کی رائج شدہ رسوم اسلام کے مطابق اور جائز ہیں جب یہ نہیں۔ تو یہ کہنا کہ چونکہ دونو ایک ہی قسم کی ہیں۔ اس لئے اتفاق ہونا چاہیے۔ گویا مسلمانوں کو ہندوانہ رسوم پر پکا کرنا ہے حالانکہ چاہیے تو یہ تھا۔ کہ ان رسوم کو ترک کرانے کی کوشش کی جاتی۔ اور ہندوؤں کو بھی انکی قباحتیں بتائی جاتیں۔ ہم تو ان سب باتوں کے برخلاف بت پرستوں کی کثرت آج بھی اسی طرح ہندو قوم میں دیکھتے ہیں جس طرح سے زمانہ قدیم میں تھی تینتیس کروڑ دیوتاؤں کا راج اسی طرح سے ہندو قوم کے اکثر ذی ہوش افراد کے دلوں پر تسلط کئے ہوئے ہے۔ جس طرح سے کہ ہم تاریخ ہند کے پرانے واقعات میں دیکھتے ہیں۔ آج بھی روح و مادہ کو ازلی و ابدی کہکر انہیں اس خدا کی سلطنت میں شریک ٹھیرانیوالے ویسے ہی موجود ہیں۔ بلکہ ان کی تعداد دن بدن روبترقی ہے جیسے پرانکوں کے زمانہ میں تھی جب حالت یہ ہے۔ اور ہمارے سامنے کے واقعات ہمیں بتلاتے ہیں۔ کہ یہ لوگ خدائے واحد کے پرستار نہیں۔ بلکہ اس کا اقتدار بھی کل چیزوں پر نہیں سمجھتے۔ تو کیا یہ کہنا۔ کہ ان میں بھی وہی اعتقادات رائج ہیں۔ جو ہم میں ہیں ✤

خواہ مخواہ دنیا کی آنکھوں میں دن دہاڑے خاک جھونکنا نہیں۔ اسے کاش ہمارے لیڈران قوم ان غلط باتوں کو دہرا کر خواہ مخواہ غلط بیانی کے مرتکب نہوں۔ انہیں چاہیے کہ اتفاق کے صحیح اصول پر غور کریں۔ اور ان باتوں کو کہ سب مذاہب کے طور و طریق یکساں ہیں۔ یا سب ایک ہی نور ساطع میں یا سب کا مقصود اصلی ایک ہی ہے۔ نظر انداز کردیں۔ اتفاق کے وسائل یہ نہیں۔ کہ ان سب مذاہب کی باہم مخالفانہ جد و جہد ختم ہو جائے اور اس لئے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سب مذاہب کو یکساں اور ایک ہی نور ساطع سے قرار دیکر ایک ہی منزل مقصود کی مختلف پگڈنڈیاں قرار دینا پڑے۔ یہ دنیا جب سے چلی ہے اور جب تک چلی جائے گی۔ مذاہب کی یہ باہم آویزش نہ پہلے کبھی بند ہوئی ہے۔ اور نہ آئندہ کبھی بند ہوئی ہے۔ ہاں یہ بالکل ممکن امر ہے کہ مخالفانہ جد و جہد کے باوجود پھر ان سب مذاہب کے افراد اپنی مشترک اغراض میں ملکر کام کریں۔ اور دنیوی رفعت و منزلت کے حصول کے لئے متفقہ کوشش میں مصروف ہوں اور ایک ہی شاہراہ پر قدم ماریں۔ انگلستان کے رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی جد و جہد ہمارے سامنے ہے۔ باوجود مذہب میں اصولی اختلاف رکھنے کے دنیوی اغراض مشترکہ میں وہ ایک ہیں۔ اور تو بات ہی ایسی ہے۔ خود ہمارے آقا و مولا حضرت خاتم النبیین افضل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کو دیکھو۔ آپ نے اپنی مبارک زندگی میں مخالفین جن میں مشرکین و اہل کتاب سب ہی شامل تھے۔ سے عہد و پیمان کئے۔ اور ان سب میں آپ نے سوائے مذہب کے دیگر اغراض مشترکہ میں ملکر کام کرنے کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور پھر ان عہد و پیمان کے بعد کبھی اس مذہبی مخالفت کو ترک نہیں کیا۔ جو آپ کو ان کے ساتھ تھی۔ ایک طرف اگر آپ نے

یا اھل الکتاب	اے اہل کتاب آؤ اس بات
تعالوا الی کلمۃ	کی طرف جو مشترک ہے ہمارے
سواء بیننا و	اور تمہارے درمیان یہ کہ
بینکم الا نعبد	نہ عبادت کریں سوائے اللہ کے
الا اللہ ولا نشرک	کسی دوسرے کی اور نہ اس کے ساتھ
بہ شیئا ولا یتخذ	شریک ٹھیرائیں کسی کو۔
بعضنا بعضا	اور ہمارے بعض بعض
اربابا من دون	کو سوائے خدا کے معبود نہ
اللہ	بنالیں۔

کہکر اس اتفاق و یکجہتی کا پیغام دیا۔ جو باہم مشترک اغراض میں ہو سکتی تھی۔ تو دوسری طرف

تعالوا اتل ما حرم	آؤ میں بتاؤں جو حرام کیا
ربکم علیکم الا تشرکوا	رب تمہارے نے تم پر یہ کہ
بہ شیئا و بالوالدین	نہ شریک ٹھیراؤ اس کے ساتھ
احسانا۔ ولا تقتلوا	کسی چیز کو اور والدین کے
اولادکم من املاق	ساتھ احسان کرو۔ اور اپنی
نحن نرزقکم و	اولاد کو تنگی رزق سے قتل
ایاھم۔ ولا تقربوا	نہ کرو۔ ہم تم کو رزق دیتے
الفواحش ما ظھر	ہیں۔ اور خود انکو بھی
منھا وما بطن ولا	اور نہ قریب جاؤ فواحش
تقتلوا النفس التی	کے کھلی ہوں یا چھپی ہوئی
حرم اللہ الا بالحق	اور نہ قتل کرو کسی نفس
ذالکم وصکم بہ	کو جسے حرام کیا اللہ نے سوائے
لعلکم تعقلون	حق کے یہ باتیں ہیں۔ جنکی
ولا تقربوا مال	تمہیں وصیت کی جاتی ہے
الیتیم الا بالتی	تاکہ تم عقل کرو۔ اور نہ قریب
ھی احسن حتی یبلغ	جاؤ مال یتیم کے مگر اس طرح کہ
اشدہ۔ واوفوا	جس سے بھلائی ہو۔ یہاں تک
الکیل والمیزان	کہ وہ سن بلوغت کو پہنچ جائے
بالقسط لا نکلف	اور ماپ تول کو انصاف کے
نفسا الا وسعھا	ساتھ پورا کرو۔ کسی جان کو
واذا قلتم فاعدلوا	تکلیف نہیں دیجاتی۔ مگر
ولو کان ذا قربی	جتنی کہ اسکی وسعت میں
وبعھد اللہ اوفوا	ہے۔ اور جب کچھ کہو۔ تو
ذالکم وصکم بہ	عدل کرو۔ چاہیے کوئی قریبی
لعلکم تذکرون	ہی ہو۔ اور اللہ کا عہد پورا
وان ھذا صراطی	کرو۔ یہ ہے جسکی تمہیں وصیت
مستقیما فاتبعوہ	کی جاتی ہے تاکہ تم یاد کرو۔

ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذالکم وصٰکم بہ لعلکم تتقون اور یہ ہے ہمارا سیدھا راستہ پس اس کی پیروی کرو کرو۔ اور زیادہ راستوں کی پیروی نہ کرو۔ تاکہ تمہیں اصلی راستہ سے بھٹکا نہ دیں۔ جسکی تمہیں وصیت کی جاتی ہے۔ تاکہ تقوی اختیار کرو۔

پس اپنے مذہب کی خصوصیات بتا کر انکی طرف دنیا کو بلایا۔ اور صاف لفظوں میں کہا کہ:۔ لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ تم زیادہ راستوں کی پیروی نہ کرو۔ یہ تمہیں اس خدا کے راستہ سے بھٹکا دیں گے۔ پس ہم بھی حضرت نبی کریم صلعم کے اس اسوہ کے مطابق اور قرآن کریم کے اس حکم کو زیر نظر رکھکر ایک طرف اگر دنیا کو تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم کہتے اور مشترکہ اغراض میں ملکر کام کرنیکو تیار رہتے ہیں۔ تو دوسری طرف تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم کہکر مختلف رستوں سے ایک ہی صراط مستقیم کی طرف لانا چاہتے ہیں۔ اور یہی حقیقی اتفاق کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ اغراض مشترکہ میں ملنے میں تو ہمیں کوئی روک ہے ہی نہیں اور باقی اختلافات بھی اسی صورت میں مٹ سکتے ہیں۔ کہ سب کو ایک دین واحد پر قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ ظاہر ہے کہ باہم مختلف اشخاص کو ایک ہی بات پر قائم کرنے کی کوشش نفاق و شقاق کا ذریعہ نہیں۔ بلکہ ایک ملت واحدہ اور دین حقہ پر ہی سبکو قائم کرنیکی جدوجہد ہے۔ ہاں یہ دوسری صورت جو تجویز کی جاتی ہے کہ ان اختلافات کو چھیڑا ہی نہ جاسکے۔ اور ان کا نام ہی نہ لیا جائے۔ یہ بالضرور نفاق کے پیدا کرنے اور بڑھانے والی ہے کیونکہ یہ اختلافات آخر بالضرور باہم الجھینگے۔ اور ایک دوسری قوم میں تنازعات پیدا کرنیکا باعث ہونگے۔ پس ان کو مٹانے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ان اختلافی مسائل پر بحثیں ہوں۔ باہم تبادلہ خیالات ہو۔ ایک دوسرے کی غلطی بتائی جائے۔ اور اسے سیدھے راستہ پر لانے کی پوری کوشش کی جائے۔ لیکن ان سب بحثوں اور تنازعات کی حد صرف ان اختلافات تک ہی محدود ہو۔ باقی ان اغراض میں جن میں ہم سب باہم متفق و متحد ہیں۔ ان کا کوئی دخل نہ ہو اور نہ ہی ان پر اس کا کوئی مضر اثر پڑے۔

اس قدر اظہار حقیقت کے بعد اب آیندہ اشاعت میں انشاء اللہ تعالے ہم اس امر پر غور کرینگے کہ آیا لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ الخ کے ماتحت تو ہر ایک کے مختلف طور و طریق میں ہما مقصد و مدعا بالغرض ایک ہی ہو تو ہماں قابل توجہ نہیں۔ پر جتنا کہ مقصد و مدعا قابل توجہ ہے۔ جس کے بعد مسلمانوں کی باہم آویزش پر بھی کس قدر داد دل کا اظہار ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔

قومی یونیورسٹیوں کا نصب العین

ہندوستان میں قومی یونیورسٹیوں کا خیال کب پیدا ہوا اور کیونکر لوگوں کو عام طور پر اس خیال کے ساتھ ہمدردی پیدا ہوئی۔ اور ہر چہار اطراف سے اسکی تائید ہونی شروع ہوئی۔ اس کا جواب وہی شخص دے سکتا ہے جس نے ۱۹۰ء میں سر آغا خاں کی تحریک اور ان کے ساتھ دیگر مختلف لیڈران قوم کی تائیدی تقاریر و تحریرات سنی اور پڑھی ہوں۔ جب ہم ان ایام کی کارروائیوں کو دیکھتے اور ہندو و مسلمان لیڈران قوم کے ان خیالات کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ جنہیں وہ اپنے اپنے حلقوں میں پیش کرکے ان کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور انہوں نے حاصل کی ان کسی بدنیتی سے نہیں بلکہ کمال دیانت کے ساتھ اپنی اپنی خیالات کی ترویج کے لئے) تو ہمیں صاف پتہ لگتا ہے کہ ان دنوں ہندو اور مسلمانوں کی قومی یونیورسٹیوں کا ایک بڑا فائدہ یہی بتایا جاتا تھا۔ کہ چونکہ موجودہ یونیورسٹیوں میں مروجہ تعلیم کے ساتھ مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں۔ اور نہ ہی کسی مشترکہ یونیورسٹی میں ایسا ہونا ممکن ہی ہے۔ اس لئے اپنی قومی یونیورسٹی کا ایک سب سے بڑا اور اعلے نصب العین یہ ہوگا۔ (اور یہ ہی ایک مقصد ہے جو قومی یونیورسٹی کی ضرورت پیدا کر دیتا ہے) کہ اپنی اپنی قوم کے طلبا کے لئے اپنی اپنی یونیورسٹیوں میں مذہبی تعلیم کو لازمی کر دیا جائے۔ یہ مقصد کس قدر عظیم الشان اور نہایت خوشگوار تھا۔ اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کرسکتے ہیں جن کے بچے نری مروجہ تعلیم سے ہی بہرہ اندوز ہونے اور مذہبی تعلیم سے محروم رہنے کے باعث دہریت کا لباس پہن چکے ہیں۔ یا اپنے مذہب کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ اور چونکہ یہ ناگوار اثر آجکل کم و بیش ہر ایک طبقہ میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس تجویز پر ہر طرف خوشی کا اظہار کیا گیا۔ اور اسکی تائید میں زر و جواہر کا مینہہ برسا دیا گیا۔ لیکن چند ہی دن بعد مسلمانوں کی یہ خوشی کیونکر مبدل بحسرت و یاس ہوگئی۔ یہ ایک علیحدہ سوال ہے جس پر یہاں بحث کرنیکی ضرورت نہیں۔ کیونکہ گورنمنٹ کا کسی قومی یونیورسٹی کے ساتھ صرف ایک ہی کالج کے الحاق کی اجازت دینا گو غریب مسلمانوں کے لئے نقصان دہ تھا۔ لیکن اسبات کا ہمارے موضوع سے کوئی تعلق نہ ہونے کے باعث ہم اسے نظر انداز کر تے ہیں۔ اور صرف یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ یہ نصب العین جس کا کہ اوپر تذکرہ کیا جاچکا ہے دفعۃً اجاڑ کیوں آجکل بعض لیڈران قوم کے زیر نظر نہیں ہے۔ اور جو بزرگ ایک وقت یونیورسٹی کے فیض کو عام کرنے کے لئے اسبات پر مصر تھے۔ کہ یا تو تمام کالجوں کا اس کے ساتھ الحاق کیا جائے۔ ورنہ ہم ایسی یونیورسٹی نہیں چاہتے جس کا تعلق صرف ایک ہی کالج سے ہو۔ وہی آج نہ صرف اسبات پر ہی رضامند ہیں کہ گورنمنٹ کے منظور کردہ قانون کے مطابق اسی قسم کی یونیورسٹی لے لی جائے۔ بلکہ وہ اس میں مذہبی تعلیم کا لزوم بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اسبارہ میں گورنمنٹ نے نہ صرف کوئی تعرض ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس خاص پہلو کو خصوصیت کے ساتھ منظور فرمایا ہے۔ یہ حرکت مسلمان لیڈروں نے بعض ہندو یونیورسٹی کے نابالغ حل و عقد کی دیکھا دیکھی کی ہے۔ اور کر رہے ہیں حالانکہ خود ہندو پبلک اسبات پر سخت ناراض ہے۔ اور پنڈت مدن موہن مالوی اور مہاراجہ قاسم بازار اور دیگر ہندو اخبارات نے اسکی سخت مخالفت کی ہے۔ اور وہ مخالفت نہ بھی کرتے۔ تو بھی ہمیں حیرانی ہے۔ کہ مسلمان لیڈروں نے کیوں خواہ مخواہ ایسی یونیورسٹی کی تولیت کا ادعا کیا ہے جس کا مذہبی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں۔ کیا اس صورت میں بقول اودھ اخبار ایسی یونیورسٹی سے بدرجہا زیادہ بہتر نہیں کہ طلبا کو یورپ و امریکہ بھیجکر اعلے درجہ کی صنعتی و حرفتی تعلیم دلائی جائے۔ اور اگر ایسی یونیورسٹی کی غرض صرف مروجہ تعلیم ہی دینا ہے تو پھر موجودہ یونیورسٹیاں کیوں کافی نہیں۔ اور کیوں خواہ مخواہ قومی روپیہ کو تلف کرنے کی بجائے امریکہ کی اعلے یونیورسٹیوں سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ مسلمانو! یاد رکھو مذہب ہی ایک چیز ہے جو تمہیں تمدنی و معاشرتی حیثیت سے ترقی کے بلند مینار پر پہنچا سکتی ہے۔ اور تم دنیا میں فائز المرام ہوسکتے ہو۔ ورنہ تمہاری ان تجویزوں سے نہ صرف قوم کے روپیہ کی ہی تباہی ہوگی۔ بلکہ اس طرح سے مذہبی تعلیم کا جکمہ دیکر اس سے پہلوتہی کرنا تمہاری دیانت و امانت کے لئے مضر متصور ہوگا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کے تمام خطوط آیندہ احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر آنے چاہئیں احباب مطلع رہیں۔

وزیر آباد مکرمی شیخ محمد جان صاحب کی ہاں جس لڑکے کی پیدائش کی خبر گذشتہ اشاعت میں

رواج اور شریعت میں کیا فرق ہے

(از ایک خادم شریعت مسلمان کے قلم سے)

بعض لوگ جنکی علمیت نے بصیرت زائل کر دی ہوئی ہے۔ اور جہالت کی وجہ سے اُن سے حق و باطل میں تمیز کرنیکا مادہ سلب ہو چکا ہوا ہے۔ مسئلہ وراثت کے متعلق شریعت کے احکام سننے پر نہایت بے پروائی سے کہدیا کرتے ہیں۔ کہ ہمیں عبادت میں تو پابند شریعت بننا چاہئیے مگر معاملات میں اس کی پیروی کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان دنیاوی جھگڑوں سے شریعت کو کیا واسطہ۔ آہ وہ نہیں جانتے کہ عبادت میں غفلت کرنا تو ایک گناہ ہے۔ جسے اللہ غنی جو کسی کا محتاج نہیں معاف کر سکتا ہے۔ مگر معاملات میں بے ایمانی کرنا دو جرموں کا مرتکب ہونا ہے (۱) خدا کے حکم کو نہ ماننا (۲) حقوق العباد کو غصب کرنا۔ جو ایک بڑا گناہ ہے۔ اور جسپر اللہ تعالےٰ ظالم غاصب کی نیکیاں لیکر مظلوم کو دے دیگا۔ اور اگر غریب ستم زدہ کے کچھ گناہ ہونگے۔ تو اُن کو جفاکار غاصب کے سر پر رکھکر اسے نار جہنم میں جھونکدے گا۔ اُس دن اسے پتہ لگ جائیگا۔ کہ خدا و رسول کے حکم سے سرتابی کیا نتیجہ رکھتی ہے۔

رواج اور شریعت دو متبائن اور متضاد لفظ ہیں۔ یہ عین عدل و داد ہے۔ اور وہ سراپا ظلم و استبداد۔ یہ نور ہے وہ نار۔ اس پر چلنے سے جنت ملتی ہے۔ اور اس کا پابند بننے سے دوزخ۔ کیوں؟ اس لئے کہ رواج سے ان حقداروں کے حقوق تلف ہو جاتے ہیں جنکو خدائے پاک نے جو رب العالمین ہے۔ وارث مقرر فرمایا ہے۔ اور جو شخص خدا و رسول سے سرکشی کرے وہ یقیناً دوزخی ہے۔

ایک شخص جو ۲۴۰ ایکڑ کا مالک ہے۔ دو بیویاں ایک والدہ۔ سات بیٹے اور ۳ بیٹیاں چھوڑ کر مرجاتا ہے۔ (پانچ بیٹے اور ایک بیٹی ایک عورت سے اور دو بیٹے اور ایک بیٹی دوسری سے) از روئے شریعت ہر بیوی کو ۱۵ والدہ کو ۴۰۔ ہر بیٹے کو ۲۰ اور ہر بیٹی کو ۱۰ ایکڑ زمین ملیگی جو علیحدہ علیحدہ بلا محتاجی غیرے ہر ایک کے گذارے کے لئے کافی ہوگی۔ نہ بہنوں کو بھائیوں کا دست نگر ہونا پڑے گا۔ نہ دادی کو پوتوں کا اور نہ ماؤں کو فرزندوں کا۔ ہر ایک کی تمنا ہوگی کہ چالیس ایکڑ زمین مجھے بھی مل جائے اس لئے میں بھی دادی جان کی خدمت کروں۔ بیٹے کوشش کریں گے کہ اپنی والدہ کی خدمت کر کے اسے خوش رکھیں تاکہ وہ ناراض ہو کر ۱۵ ایکڑ زمین کہیں سوتیلوں کو نہ دے جائے نتیجہ یہ ہوگا کہ بڑوں میں شفقت اور چھوٹوں میں ادب کے اوصاف جنکی اسلام نے تاکید کی ہے۔ برقرار رہیں گے۔ اور خاندان میں اتفاق و اتحاد ہمیشہ باقی رہے گا۔

اب از روئے رواج تقسیم ملاحظہ ہو۔ چونکہ بیویاں صاحب اولاد ہیں۔ اس لئے وہ بالکل محروم رہیں گی۔ اور ان کی روزی کی کنجی ان کے بیٹوں کے ہاتھ ہوگی۔ قبض و بسط ان کے اختیار میں ہوگا وہ جتنا بھی اپنی اپنی والدہ کو دق کرنا چاہیں۔ کر سکتے ہیں۔ آہ میت کی ماں تو کسی شمار ہی میں نہیں۔ از روئے رواج وہ کسی شے کی مستحق نہیں اگر اُس کے نصیب اچھے ہوتے۔ تو اس بڑھاپے میں سرکش پوتوں کے رحم پر نہ چھوڑی جاتی۔

رواج مرنے والے کی بیٹیوں کو مطلق حقدار تسلیم نہیں کرتا اس لئے انکو بیک بینی و دو گوش اپنے سسرال کی راہ لینی چاہیئے۔ اور اُن کے خاوندوں کو اختیار دے دینا چاہیئے۔ کہ جو بُرا سے بُرا سلوک چاہیں۔ اُن سے کریں وہ بالکل بے دست و پا ہیں۔ ہر جور و ستم کو برداشت کرینگی۔ میکے کی نازبرداریاں باپ کے دم تک ہیں۔ اب ان میں دم خم نہیں رہنا چاہیئے۔

تمام عورتوں کو محروم کر کے اب مردوں میں جائداد تقسیم ہوتی ہے۔ اگر وہ ساتوں خوش نصیبی سے ایک ہی بیوی سے ہوتے تو ۲۴۰ ایکڑ مساوی تقسیم کر لیتے مگر اب ایک سو ۲۰ ایکڑ تو ایک ماں کے پانچ بیٹوں کو ملیگی۔ اور دوسرا ایکسو ۲۰ دوسری ماں کے دو پسر کو۔ پہلوں میں سے ہر ایک کے حصے ۲۴ ایکڑ زمین آئے گی اور دوسروں میں سے ہر ایک ساٹھ ایکڑ کا مالک بنیگا۔ بس رقابت اور عداوت کی بنیاد مستحکم ہو جائے گی۔ جو قیامت تک ان کی اولادیں چلی جائے گی۔ خدا کے آگے گنہگار ہونگے اور دنیا میں الگ ذلیل و خوار۔

ایک شخص جو اپنے باپ دادا کی طرح اپنے والد کا اکلوتا بیٹا ہے۔ کچھ زمین کا مالک ہے تمام عمر میں اس کے ہاں ایک ہی بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ جو اسے جان سے زیادہ عزیز ہے۔ والدین اسی کو دیکھکر جیتے ہیں۔ بیٹی کو بھی قدرتاً اپنے ماں باپ سے دلی محبت ہے وہ بجان و دل ان کی خدمت کرتی ہے اور کسی طرح کی انہیں تکلیف نہیں پہونچنے دیتی کچھ عرصہ کے بعد اس غریب شخص کی بیوی فوت ہو جاتی ہے اور تمام گھر کے کاروبار کا بوجھ لڑکی پر ہی آپڑتا ہے۔ بیٹی کے استقلال میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اور وہ بیش از پیش اپنے بوڑھے باپ کی غور و پرداخت کرتی رہتی ہے۔ مگر آخر ہر ایک کو مرنا ہے۔ اس کا والد بھی جو اسے جان سے عزیز رکھتا تھا۔ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیتا ہے۔ اور اسکو یتیم و بیکس چھوڑ جاتا ہے۔ نہ بیچاری کا کوئی بھائی ہے نہ چچا جو دنیاوی امور میں سے کے لئے اس کے سر پر دست شفقت رکھے اور اسے تسلی دے۔ راضی برضا شکر کر کے بیٹھ جاتی ہے۔ اتنے میں اسکے والد کے پردادا کی اولاد کو خبر ہو جاتی ہے کہ فلاں شخص مرگیا۔ اور اسکی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہو بحیثیت وارثان بازگشت اسکی جائداد پر قبضہ کریں۔ پس وہ ٹڈی دل کی طرح آتے ہیں۔ اور لڑکی کو مجبور کرتے ہیں کہ یہاں سے بستر ا بندھنا اٹھا کر اپنے سسرال چلی جائے۔ کیونکہ تیرے باپ کی جائداد پر اُس کا کوئی حق نہیں بیکس بیتیم چیختی چلاتی ہے۔ اور رحم و انصاف کی خواہش کرتی ہے کہ کچھ خدا کا خوف کرو۔ اور مجھے میرے والدین کے گھر سے جسکے در و دیوار سے بھی مجھے ماں باپ کی محبت کی خوشبو آتی ہے اور جہانتک میں اتنی بڑی ہوئی ہوں باہر نہ نکالو۔ شرعاً مجھے نصف ترکہ پہنچتا ہے زیادہ سے زیادہ آدھی جائداد تمہارے لئے حلال ہو سکتی ہے پس تم میرا حق نہ مارو۔ خدا سے ڈرو۔ آخر تمہیں بھی ایک دن مرنا ہے مظلوم کی آہ بری ہوتی ہے۔ ڈرو کہ تمہاری اولاد کو بھی یہی روز بد نہ پیش آئے۔ اور تمہاری عاقبت بھی نہ خراب ہو۔ مگر کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ ان دور کے عصبی رشتہ داروں کو جہالت اور طمع نے اندھا کیا ہوتا ہے اور تمام عذاب الٰہی کی وعیدیں انہیں نقش بر آب معلوم ہوتی ہیں۔ پس وہ زبردستی لڑکی کو گھر سے نکال دیتے ہیں۔ اور تمام گھر اور زمین پر قابض و متصرف ہو جاتے ہیں۔ لڑکی دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتی ہے کہ وہ جائداد جس پر کل تک پورا اختیار حاصل تھا۔ آج غاصبوں کے ہاتھ میں ہے۔ آہ اب کبھی شادی کے موقعوں پر رواجاً بھی اسے اسکے والد کے ترکہ کچھ نہیں ملتا۔ اور نکھوم کو ایصال ثواب کے لئے کبھی کچھ فی سبیل اللہ دیا جاتا ہے۔ ہائے افسوس یہ لوگ اتنا بھی گوارا نہیں کرتے کہ اسکی قبر پر جاکر ہاتھ ہی اوٹھائیں .... شارع پاک کا فرمانا حق ہے۔ کہ وہی امت ناجی ہیں جو اس نے مقرر کئے ہیں رواجی وارث مرنے والے کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے۔

کیا تم خیال کرتے ہو کہ اس مظلومہ کا جلنا اور کڑھنا یونہی خالی جائے گا۔ اور غاصبوں کو ظلم کا بدلہ کچھ نہ ملیگا بھلے گا اور ضرور ملیگا۔ اور اس صورت میں ملیگا۔ کہ اول تو وہ خود بھی اولاد نرینہ سے محروم داغ نامرادی لئے ہوئے جہنم واصل ہونگے۔ ورنہ اُن کی اولاد کے ہاتھ سے تو ضرور ایک نہ ایک دن جائداد نکلکر دوسروں کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ اور پھر خلقت دیکھ لیگی کہ ظلم کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اور احکام الٰہی سے روگردانی کی کیا سزا ملا کرتی ہے

یہ ہے وہ رواج جو پنجاب میں قانونی حیثیت

جناب میر صاحب کا حدیث پڑھنا

(۳)

از جناب حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کامل پور

اصل مضمون پر بحث کرنے کے بعد اب میں ذرا میر حامد شاہ صاحب کے بعض ان زوائد اور حواشی پر نظر ڈالنا چاہتا ہوں. جنکے پردہ میں اصل مضمون کو جناب میر صاحب نے چھپانا چاہا ہے۔ (۱)۔ اپنی خفت کو مٹانے کے لئے میر صاحب نے مثل دیگر محمودیوں کے وہی پرانی راگنی چھیڑی ہے کہ انجمن والوں پر حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم ناراض ہوئے۔ اور یہ ہوا اور وہ ہوا محمودیوں میں یہ راگنی کچھ ایسی مایہ ناز ہے کہ مقابلہ کے وقت آخری مامن وجائے پناہ بھی سمجھی جاتی ہے۔ اور سادہ لوح احمدیوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہی ایک چھلاوا بنا رکھا ہے۔ میں پوچھتا ہوں۔ کیا حق گوئی اور اخلاقی جرأت مذموم چیز ہے۔ کیا اسلام کی تاریخ کو اپنی اس حریت اور حق پرستی کی مثالوں پر بجا فخر اور ناز ہے یا نہیں۔ کہ خلیفہ کے سامنے ہر ایک مسلمان کو حق حاصل تھا۔ کہ وہ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنی اظہار رائے کرے۔ اور جس مسئلہ میں چاہے اختلاف کرے۔ کیا حضرت عمرؓ جیسے پررعب خلیفہ کو منبر پر مہر کو کم کرنے کے متعلق وعظ کرنے پر ایک بڑھیا نے نہیں جھاڑ دیا تھا اور حضرت عمرؓ نے یہ کہکر کہ الحمد للہ اسلام کی ایک ایک بڑھیا عمرؓ سے بہتر قرآن جانتی ہے۔ بڑھیا کی بات کو تسلیم نہیں کر لیا تھا۔ کیا ایک ادنے آدمی بھی "اتقوا اللہ یا عمر" نہیں کہہ اٹھا کرتا تھا کہ عمرؓ خدا سے ڈر۔ کیا حضرت عمرؓ کو یہ نہ کہا گیا تھا۔ کہ اگر تو دنیا کی طرف جھکے تو ہم تیرا سر تلوار سے اڑا دیں۔ اس پر آپ نے ڈانٹ کر کہا کہ کیا تو مجھکو کہتا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں تجھکو۔ کہا الحمد للہ اسلام میں ابھی ایسے لوگ باقی ہیں کہ اگر میں ٹیڑھا چلوا ہوں تو وہ مجھے سیدھا کر دینگے اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جن پر اسلام کو ناز ہے۔ اور بجا ناز ہے۔ اور اس قابل ہیں کہ آب زر سے لکھے جائیں۔ اور آنیوالی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہوں۔ اگر خلیفہ کے اختیارات پر کسی فتنہ انگیز شخص نے بحث اٹھا کر شخص میں جنگجوئی ڈالنی چاہی۔ اور اس پر انجمن کے بعض ممبران نے آزادی سے اپنی رائے دی۔ تو اندھیر کیا آگیا۔ ظلم کیا ہو گیا۔ اس پر اسقدر واویلا کیوں ہے۔ اس اختلاف سے بالفرض اگر حضرت مولٰنا مرحوم ناراض ہوئے۔ تو کیا ہرج ہوا۔ وہ بزرگ تھے۔ باپ کی بجائے تھے مرشد تھے۔ ماں باپ بچوں پر ناراض ہوا ہی کرتے ہیں۔ لیکن دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ کیا فی الواقع انجمن والے اس اظہار رائے کے کسی جرم کے مرتکب ہو گئے تھے۔ اگر انجمن کے ممبران سے اُن کی رائیں دریافت کر لی منظور نہ تھیں۔ اور اُنکو آزادی سے رائے دینے کا حق حاصل نہ تھا۔ تو اُن سے پوچھا ہی کیوں تھا۔ اُن سے پوچھنا ہی اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ انکو اپنی اپنی رائے کے اظہار کا موقعہ دیا گیا تھا۔ پھر اگر انہوں نے اپنے خیال کے مطابق الوصیت کے ماتحت اپنی ایک رائے دی۔ تو انہوں نے نہایت دیانتداری اور اخلاقی جرأت سے کام لیا۔ کہ جو کچھ دل میں تھا۔ نیک نیتی سے اُس کا اظہار کر دیا۔ کیا وہ میر صاحب کی طرح "دلجوئی" کی فکر میں پڑ جاتے۔ اور اپنی رائے کے خلاف اپنے ضمیر کے خلاف دوسروں کی ہاں میں ہاں ملاتے۔ اگر ایسا کرتے تو منافقت کے مرتکب ہوتے۔ باقی رہا یہ امر کہ حضرت مولٰینا مرحوم کو ان سے اختلاف تھا۔ یہ ایک جدا بات ہے۔ اول تو آپ نے اس اختلاف پر محض اس وجہ سے اظہار ناراضگی کیا۔ کہ اس میں باہم اختلاف ہو رہا تھا۔ اور فیصلہ میں جو کچھ کہا صرف یہی کہا کہ یہ سوالات قبل از وقت ہیں لیکن اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے۔ کہ حضرت مولوی صاحب مرحوم کی وہ رائے نہ تھی۔ جو بعض ممبران انجمن کی رائے تھی تو نیک نیتی سے کسی مسئلہ میں کسی اجتہاد میں خلیفہ سے اختلاف کا واقعہ ہو جانا سنت صحابہ ہے۔ خود میاں محمود احمد صاحب اپنے اخبار الفضل ۲۵ فروری سنہ ۱۹۱۴ء میں رقمطراز ہیں:-

"اختلافات سے ڈرنا بزدلی ہے۔ کیونکہ اختلافات کا سلسلہ کبھی رُک ہی نہیں سکتا۔ خود صحابہ میں بھی اختلاف ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ خلفاء میں بھی اختلاف ہوا ہے۔ بعض مسائل میں ایک خلیفہ نے ایک فیصلہ دیا ہے۔ دوسرے نے کچھ اور پھر بعض مقام پر خلیفہ کا فیصلہ اور ہے کسی دوسرے صحابی کا فیصلہ کچھ اور۔ مگر خدا تعالےٰ کے فضل سے قرآن و حدیث اب تک موجود ہیں۔ ان سے اب بھی پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ کس کی بات پکی تھی۔ اور کس کا اجتہاد غلطی پر تھا۔ آج قرآن و حدیث انکے اختلافات کے فیصلہ کے لئے موجود ہیں۔"

اوپر کی عبارت کو پڑھو اور میاں صاحب کے فیصلہ پر غور کرو۔ اور پھر سوچو کہ اگر ممبران انجمن اختلاف سے ڈرتے تو بقول میاں صاحب بزدل ٹھہرتے یا نہیں؟ نہ صرف بزدل بلکہ میرے خیال میں اس لائق نہ ہوتے۔ کہ وہ انجمن کے ممبر ہوں۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ وہ غلطی پر تھے۔ یا کہ سچی پر الوصیت موجود ہے۔ وہ تو آپ فیصلہ کر سکتی ہے۔ ہمیں تو یہاں یہ دیکھنا ہے کہ آزادی سے رائے دینا اور اس رائے میں بالفرض خلیفہ سے اختلاف واقع ہو جانا۔ یہ کوئی ایسا جرم ہے جو گشتنی وگردن زدنی ہے یا سنت صحابہ ہے۔ غضب خدا کا میاں صاحب کے مرید عقائد میں جس پر دین کی بنا ہوتی ہے خلیفہ سے اختلاف رکھیں اور اختلاف بھی ایسا کہ کفر و اسلام کا نبوت و غیر نبوت کا۔ اور یہ سب درست قرار پائے۔ مگر خواجہ و محمد علی اگر کسی اجتہادی مسئلہ میں خلیفہ سے اختلاف رکھیں۔ اور آزادی سے اپنے خیالات کا اظہار کر دیں۔ تو وہ منافق! کیا آزادی سے اپنے خیالات کا اظہار کرنیوالا منافق ہوا کرتا ہے؟ دوستو! کچھ تو انصاف کرو۔ دین دھڑے بازی کا نام نہیں مذہب کو اندھا تقلید کو نہیں کہتے۔ اے احمدی جماعت تو تو بڑی معقول جماعت تھی۔ تیری معقولیت کو کس کی نظر لگ گئی۔ اگر واخرین منھم لما یلحقوا بھم کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیتی ہے۔ تو پھر صحابہ کے مانند آزادی رائے اور اخلاقی جرأت رکھنے والوں کو تو نے منافق کیوں نام دیا۔ ایسے لوگوں پر تو تجھ کو فخر کرنا چاہئے تھا پھر مماثلت صحابہ کے دعوے پر یہ واقعہ ایک نشان ہونا چاہئے تھا۔ مگر افسوس تو پیر پرستی کے گڑھے میں گر گئی۔ اور ایک مستحسن امر تجھے مذموم نظر آنے لگا۔ دوسرا واقعہ انجمن والوں اور خلیفہ کے جھگڑے کا حکیم فضلدین مرحوم کی حویلی تھی۔ حکیم صاحب حویلی انجمن کے نام ہبہ کر چکے تھے۔ انجمن فروخت کرنا چاہتی تھی بھیرہ کا ایک سید چار ہزار روپے دیتا تھا حکیم فضلدین مرحوم کا بھائی چھ ہزار روپے دیتا تھا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم سید سے وعدہ کر چکے تھے اور اس وجہ سے بھی اس پر مہربانی کرنا چاہتے تھے کہ یہ حویلی پہلے کسی زمانہ میں اسی کے آباء و اجداد کی تھی اور بہت کم قیمت پر اس نے حکیم فضلدین صاحب کے ہاتھ فروخت کر دی تھی اب مولوی صاحب اس کے واقعہ سے عبرت حاصل کر گئے اور اس پر رحم کرکے چاہتے تھے۔ کہ حویلی اصلی مالک کو چلی جائے۔ جب معاملہ انجمن میں پیش ہوا تو ممبران انجمن عالم الغیب تو تھے نہیں کہ خلیفہ کے دل کی بات بوجھ لیتے۔ انہوں نے وہی کیا جو کرنا چاہئے تھا یعنی حویلی چھ ہزار روپے دینے والے خریدار کو دینی چاہئے اگر وہ ایسا کرتے تو میرے خیال میں خیر وہ [illegible]

پھر کسی اختلاف سے نہ ڈرے کیونکہ وہ قیامت کے دن سرخرو ہوگا۔ اگر کسی اختلافی مسئلہ کے متعلق آپ لوگوں کو حضرت صاحب کا ارشاد نہ معلوم ہو تو آپ ایک کارڈ کے ذریعہ سے دریافت کر سکتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ حضرت صاحب کی اس تحریک کے حوالہ سے اطلاع دینگے جس سے آسانی سے فیصلہ ہو سکیگا"۔ ذرا غور کریں۔ کفر اسلام والے مسئلہ کے متعلق کیا عمدہ پیش بندی فرمائی ہے اور کیسی صفائی سے فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب کی کتابوں میں ہر ایک مسئلہ خود دیکھ لو۔ اور اپنی سمجھ کے مطابق سر کے گھر میں بیٹھ رہو۔ مطلب یہ کہ خلیفہ صاحب کی رائے کی ذرا بھی پرواہ نہ کرو۔ پھر اگر کوئی مسئلہ خود نہ ڈھونڈ سکو۔ تو خلیفہ صاحب کو نہیں بلکہ ہم کو لکھو۔ ہم پتہ بتلا دینگے گویا خلیفہ صاحب کا وجود ہی درمیان سے عنقا ہو گیا۔ یہ تھا ایک خفیف سا عہد جس کا امتحان کا جس میں میاں صاحب آپے سے باہر ہو گئے۔ جو کہیں دوسرے امتحانوں کی طرح امتحان ہوتا۔ تو ساری قلعی کھل جاتی۔ پیرزادہ شاہ صاحب تو سیالکوٹ ہی بیٹھے رہے وہیں سے اظہار عقیدت ہوتا رہا۔ مگر وجود اس کے ضلع کے ایک منشی کا لقب پارسل ہو کر وہیں پہنچ گیا تھا۔ جو کہیں قادیان آ کر رہتے تو خدا جانے جان پر کیا بنتی۔

میر صاحب قبلہ! حق پرستی کے ساتھ اطاعت کرنا اور اس کو نباہ جانا کوئی دل لگی نہیں سر تن کا کھینچ جانا ہے۔ جب یہ پہاڑ اٹھتا ہے۔ باقی آئندہ خاکسار بشارت احمد عفی عنہ

حضرت مسیح موعود کس قسم کے نبی تھے

مسئلہ نبوت کے متعلق جو بحث اس وقت جماعت میں بڑے زور شور سے ہو رہی ہے اس کے تصفیہ کے لئے حضرت خواجہ صاحب نے کیا ہی عمدہ طریق تجویز کیا تھا کہ جماعت کے ہر دو فریق کے ان بزرگوں سے جو حضرت صاحب کی صحبت میں رہ چکے تھے یہ حلفیہ شہادت طلب کی کہ آنحضور کی وفات پر ان کا اس بارہ میں کیا خیال تھا۔ آیا وہ حضرت صاحب کو جزئی نبی سمجھتے تھے یا کامل۔ لیکن افسوس کہ میاں صاحب نے اس مسئلہ پر روشنی نہ پڑنے دی۔ اور اپنے مریدین کو شہادت دینے سے منع کر دیا۔ مگر تاہم وہ لوگ جو ہمیشہ اپنے خیالات کو بذریعہ تحریر ظاہر کرتے رہتے ہیں اب وہ لاکھ دفعہ خاموشی اختیار کریں یا جواب دیں اپنے

پیچ ڈالیں۔ انکے اخبارات اور ان کی اپنی تحریریں ان کے خیالات کو آئینہ کی طرح ظاہر کر رہے ہیں۔ اس کا ایک تھوڑا سا نمونہ جناب حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے اس ٹریکٹ میں دکھایا ہے جو حال ہی میں انہوں نے تبدیلی عقیدہ کے بارہ میں تحریر فرمایا ہے۔ اس ٹریکٹ میں انہوں نے مفتی محمد صادق صاحب کے پرانے خیالات پر بحث کرتے ہوئے انکے اخبار بدر میں سے ایک مضمون "خاتم النبیین" کا حوالہ دیا ہے جو اگرچہ مفتی صاحب کا اپنا لکھا ہوا نہیں۔ مگر تاہم انکے زیر ایڈیٹری شائع ہونے کے باعث ان کے بھی اتفاق کی شہادت دیتا ہے۔ ایسا ہی ایک مضمون ۲۰ فروری ۱۹۱۰ء کے بدر میں میاں صاحب کے ہی ایک مرید سید صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ کا چھپا ہے موجود ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ذیل میں اس مضمون کا ایک مختصر سا اقتباس ناظرین کے تفنن طبع کے لئے درج کر دیا جائے وھو ھذا:-

(۱) بخاری وغیرہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں محدثون اور مکلمون ہونگے اور محدث بفتح دال من وجہ نبی ہوتا ہے کیونکہ فرشتے اس سے ہمکلام ہوتے اور وحی اس پر نازل ہوتی ہے جبکہ اسکی وحی بھی نبیوں کی وحی کیطرح دخل نفسانی سے محفوظ رکھی جاتی ہے۔ (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات یعنی جنس نبوت سے ایک نوع مبشرات کی باقی ہے اور اس نوع میں مبشرات اور منذرات اور امور غیبیہ اور لطائف قرآنیہ اور علوم لدنیہ داخل ہیں۔ پس جب مبشرات جزو نبوت نامہ ہوئے تو صاحب مبشرات صاحب نبوت جزوی ٹھہرا۔ چونکہ اس کلام متقی میں یعنی نبوت کے بعد مبشرات کا استثناء کیا گیا ہے۔ اور مستثنیٰ منہ مذکور ہے اور من تبعیضیہ ہیں بموجب ان صحیح قواعد کے مبشرات کا جزو نبوۃ ہونا صحیح منطوق کلام نبوی سے ثابت ہوتا۔ اور جب نبوت جزئی کا باقی رہنا ثابت ہو گیا تو جزئی نبی کا آنا بھی ثابت ہو گیا۔ اس لئے حدیث

لہ میاں صاحب غور کریں جو مبشرات کو بھی نبوت تامہ قرار دیتے ہیں اور اسے جزوی نبوت کہنے والے کو جاہل مطلق کا خطاب انہوں نے دیا ہے۔ ہم سید صادق حسین صاحب کو ایسے پیر سے اس سارٹیفکیٹ کے حاصل کرنے پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور اس بات کے منتظر ہیں کہ کب وہ علم منطق کے ان متعارف اصولوں کو جن سے وہ اپنے مضامین میں کام لیتے رہے ہیں۔ اپنے دماغ سے نکال کر اپنے پیر کی نئی منطق سیکھنے کے لئے از سرنو شاگردی اختیار کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر پ - ص)

. . . .

لا نبی بعدی کی تعمیم غلط قرار پائی اور یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جبکہ آنحضرت صلعم کی امت میں داخل ہونیکا شرف حاصل نہ ہو کوئی ایسا ہی آ سکتا ہے۔ جو صاحب شریعت جدید یا صاحب نبوت تامہ ہو۔ (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ رؤیا المومن ستۃ و اربعین جزء من اجزاء النبوۃ یعنے مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا۔ وہ جزئی نبی ہوا۔ پس حدیث لا نبی بعدی کا عموم ہرگز قائم نہیں رہا۔

دلائل مندرجہ بالا سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی و رسول آ سکتے ہیں مگر وہ شریعت محمدیہ میں داخل یعنی صاحب جزئی نبوت و رسالت ہوں گے۔ لہٰذا خاتم النبیین کے صحیح معنے یہ ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبیوں کی مہر ہیں یعنے کسی کی نبوت خواہ امتیوں سے یا غیر سے بغیر آپ کی مہر کے مستند نہیں ہو سکتی۔ یہ معنے نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیم اور دعوے بھی یہی ہے۔ چنانچہ آپ توضیح مرام کے صفحہ ۹ و ۱۰ میں تحریر فرماتے ہیں "اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہئے کیونکہ مسیح نبی تھا۔ تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنیوالے مسیح کیلئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کریگا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں۔ ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے۔ اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے۔ اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ اور نبوت کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔

طابع رجب الدین پرنٹر پبلشر منیجر کے اہتمام سے حمیدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

بحیرہ روم کے نقصانات:۔ (لندن۔ ۴۔ اکتوبر) بحیرہ روم کی فوجی مہم کے متعلق ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

ہلاک۔ لفٹنٹ ۱۔ دوم لفٹنٹ ۱۔ مرگیا میجر ۱۔

مجروحین:۔ کپتان۔ لفٹنٹ ۳۔ دوم لفٹنٹ ۳۔ ذیل کے مزید نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

ہلاک۔ کپتان ۱۔

زخموں سے ہلاک۔ کپتان ۱۔

مجروحین۔ لفٹنٹ ۲۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

اب مجروح و مفقود الخبر۔ کپتان ۲۔

دردانیال کے نقصان۔ (لندن ۵۔ اکتوبر) ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

ہلاک:۔ لفٹنٹ ۲۔

مرگیا۔ لفٹنٹ ۱۔

مجروح۔ بریگیڈ جنرل ۱۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

قفقاز میں جنگ:۔ (پیٹروگراڈ ۴۔ اکتوبر) قفقاز کے علاقہ وان میں شدید جنگ وقوع میں آئی ہے۔ اور ترکوں نے جنہوں نے سرحد کی طرف پیشقدمی کرنے کی کوشش کی تھی آسانی کے ساتھ پسپا کر دیا گیا ہے۔ روسی سپاہ نے شہروان کے جنوب مغرب میں معروف پیکار ہونے کے بعد کوہستانی سڑکوں کے ذریعہ سے جہیل کے مغربی کنارے کی طرف ترکوں کا تعاقب کیا۔ اور ۹ ہزار فٹ کی بلندی پر نہایت ڈہلوان چٹانوں پر پہنچ گئے۔

رومانیہ اور یونان میں سرگرمی۔ (لندن ۴۔ اکتوبر) رائٹر کو معلوم ہوا ہے کہ جدید حالات کے رونما ہونے سے یہی سمجھنا چاہیئے کہ گورنمنٹ بلغاریہ نے اتحادیوں کی تجاویز مسترد کر دی ہیں۔ کیونکہ بلغاریہ نے ان کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اس لئے اب ان تجاویز کو بھی کالعدم سمجھنا چاہیئے۔

(پیرس ۵۔ اکتوبر) صوفیہ کے فرانسیسی سفیر نے کل موسیو رڈوسلیان کو مطلع کیا۔ کہ روسی الٹی میٹم کو قبول نہ کرنیکا فراس پر وہی اثر پڑے گا۔ جو روس پر پڑ سکتا ہے۔ اور روسی سفیر کے ساتھ میں بھی یہاں سے روانہ ہو جاؤنگا (۵۔ اکتوبر) صوفیہ کے برطانی سفیر نے بھی روسی الٹی میٹم کے متعلق فرانسیسی سفیر کی طرح کارروائی کرنے کی اطلاع دے دی ہے

صوفیہ ۴۔ اکتوبر۔ جمہوری پارٹی کے لیڈر موسیو میلی نوف نے تمام مخالف پارٹی کے وکیل با اختیار کی حیثیت سے دول اتلاف اربعہ کے سفراء سے ۳۔ ستمبر کو مسئلہ مقدونیہ کے آشتی آمیز تصفیہ کے متعلق گفت و شنید شروع کی۔

(ایمسٹرڈم ۵۔ اکتوبر) برلن میں جو برقی پیغام پہنچے ہیں۔ ان سے پایا جاتا ہے کہ بلغاریہ غالباً الٹی میٹم کا کچھ جواب نہ دیگا کل امید تھی کہ دول اتلاف کے سفرا واپس بلا لئے جائیں گے۔ اور روس کی طرف سے غالباً اعلان جنگ دے دیا جائیگا۔

برلن کے ایک تار کے مطابق لوکل انزیگر رقمطراز ہے کہ روسی الٹی میٹم کا جواب دریائے ڈینیوب پر کی جرمن اور آسٹروی توپوں سے دینا چاہیئے۔

اتحادیوں کی مہم۔ (لندن ۴۔ اکتوبر) صوفیہ کا ایک مراسلہ مظہر ہے کہ فوجی حکام نے مسافروں کی آمد و رفت بند کر دی ہے جسے جنگ کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیئے۔ جرمن اخبارات کے اندازہ کے مطابق اتحادیوں نے سالونیکا میں ½ لاکھ فوج اتارنے کی تجویز کی ہے۔ موسیو وینی زیلوس نے اس پر بظاہر صدائے احتجاج بلند کی تھی۔ مگر یہ صرف ضابطہ کی کارروائی تھی۔

پہلے اتھنز میں کسی قدر جوش و خطرا پیدا ہوا جس کی وجہ زیادہ تر یہ اندیشہ تھا کہ اگر اتحادیوں نے مقدونیہ پر قبضہ کر لیا۔ تو بلغاریہ کے آخری وقت پر اپنی غلطی تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہ ہوگا۔ مگر یہ اندیشہ رفع ہوگیا۔ یہاں تک کہ سر ایڈورڈ گرے نے بلغاریہ کو جو دہمکی دی تھی۔ اس کے شائع ہونے اور سفراء دول اتلاف کے یقین دلانے پر کہ ریلوے لائینوں کی حفاظت کے سرویہ کو مدد دینا ضروری ہے۔ یونان میں جوش پھیل گیا۔

وینی زیلوس کے اخبارات نے اس امر پر زور دیا ہے کہ اب دول اتلاف بلغاریہ کو مزید مراعات دینے پر رضامند نہیں اور اتحادیوں کے پاس کثیر التعداد فوج موجود ہے۔ حالانکہ بلغاریہ کو اپنے دو ڈویژن یونان اور تین ڈویژن رومانیہ کی سرحد کی طرف بھیجنے کے سوا کوئی چارہ نہیں نظر آیا۔

سالونیکا میں فرانسیسی فوج اتار دیگئی۔ (اتھنز ۵۔ اکتوبر) موسیو وینی زیلوس نے ایوان میں اعلان کیا کہ فرانسیسی سپاہ سالونیکا میں اتار دیگئی ہے اور دول اتلاف نے بلغاریہ کے روبرو جو تجاویز پیش کی تہیں ان کو منسوخ کر دیا ہے۔

رومانیہ میں احتیاطی تدابیر۔ (لندن۔ ۴۔ اکتوبر) سفارتی حلقہ کا ایک اہل الرائے جو گذشتہ ہفتہ بکارسٹ سے روانہ ہوا تھا بیان کرتا ہے کہ تمام ملک میں عظیم سرگرمی پائی جاتی ہے اور تمام سرحدوں پر بنظر احتیاط مناسب فوجی تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ ناجائز طریق سے ٹرکی کو سامان حرب بہیجنے کی مزید کوشش کا سد باب کیا گیا ہے۔ ایک آسٹروی جو قسطنطنیہ کو ایک مراسلہ لے جا رہا تہا اس کے پاس سے ۲۶ بڑے اور بہاری صندوق برآمد ہوئے جنہیں رومانوی حکام نے ضبط کر لیا۔

یونان اور ریلوں کا انتظام۔ (لندن ۵۔ اکتوبر) گورنمنٹ یونان منا ستر سالونیکا ریلوے پر مقام کتالی تک سالونیکا قسطنطنیہ ریلوے پر مقام اور بیقا تک اور اورینٹ لائن پر جو سالونیکا سے اسکوب کو جاتی ہے۔ مقام شیوگیلی تک قبضہ کرنے کی تجویز کر رہی ہے ان میں سے پہلی اور تیسری لائن آسٹرویوں کے اور دوسری لائن فرانسیسوں کے اہتمام چل رہی ہے گورنمنٹ یونان ان لائینوں پر یونانی افسر مامور کرے گی۔

یونانی مجلس وزرا مستعفی ہوگئی۔ (لندن ۶۔ اکتوبر) ایتھنز کا تار مظہر ہے کہ موسیو وینی زیلوس آج شاہ یونان کی خدمت میں باریاب ہوئے جس نے انہیں مطلع کیا کہ مجلس وزرا کی پالیسی پر کاربند نہیں ہو سکتا۔ اسپر موسیو وینی زیلوس نے استعفا دیدیا۔ موسیو وینی زیلوس نے ایوان میں شاہ یونان کے ساتھ اختلافات کی وجہ بیان کی جبیر وزراء کے تمام اراکین نے استعفا دیدیا۔

رائٹر کو معلوم ہوا ہے کہ شاہ کانسٹنٹائن نے اراکین مجلس وزراء کا استعفا منظور کر لیا ہے۔

(اتھنز ۶۔ اکتوبر) شاہ یونان اور سابق وزرائے یونان میں ایک کانفرنس ہوئی جس نے فیصلہ کیا کہ موسیو زیامس کی سرکردگی میں مخلوط مجلس وزرا مرتب کی جائے۔ اور جس میں موسیو وینی زیلوس کو شامل نہ کیا جائے۔

بعد کا تار مظہر ہے کہ موسیو زیامس نے مجلس وزرا مرتب کرنے کا کام اپنے ذمے لیا ہے۔ اس میں مخالف پارٹی کے لیڈر بہی شامل ہونگے

روسی سفیر کی روانگی۔ (صوفیہ ۵۔ اکتوبر) روس۔ برطانیہ۔ فرانس اور اٹلی کے سفیروں نے راہداری کے پروانے طلب کئے ہیں۔

دوستو اک نظر خدا کیلئے سید القوم مصطفےٰ کیلئے

مطالبہ حلفیہ شہادت متعلقہ عقائد احمدیت پر میری آخری عرضداشت بخدمت جماعت احمدیہ

(۱)

(از جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی)

میاں محمود احمد صاحب کے خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۳ ستمبر نے دراصل میاں صاحب کی طرف سے اس معاملہ حلف کو ختم کر دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہی علم میں ہوتا ہے۔ کہ کوئی واقعہ کن راہوں سے مختلف امور پر روشنی ڈال دیتا ہے۔ کسکو علم تھا کہ یہ معاملہ حلف اس طرح میاں صاحب کے کیریکٹر اور اخلاق کو طشت از بام کر دیگا۔ جو اضطراری حرکات اس معاملہ میں شروع سے اخیر تک میاں صاحب سے سرزد ہوئیں اور جس میں علم اخلاق اور تقوے سے گری ہوئی حیثیت کا ظہور آپ کی طرف سے ہوا وہ ہمارے احباب کے غور و فکر کے لئے ایک عمدہ موقعہ بہم پہنچاتا ہے۔ اللہ علیم ہے کہ اس مضمون پر میں نے نہایت کراہت سے قلم اٹھائی۔ میاں محمود میرے محسن اور آقا کا فرزند ہے۔ اگر اسکی موجودہ حیثیت سلسلہ کو نقصان دہ نہ ہوتی اور اگر اسے نادان معصوم عن الخطا اور مفترض الطاعت نہ سمجھتے تو میں انکی لغزشوں پر بھی جواب [illegible] اور [illegible] کہتا۔ لیکن انکی موجودہ حیثیت چاہتی ہے کہ انکی اصلاح کیلئے چند باتیں [illegible] دوستو! تم واقعات کی صحت پہلے کر لو۔ پھر اپنے دل کو تمام قسم کے تعلقات و تعصبات اور لگاؤ سے پاک کر کے ان واقعات پر ایک منصفانہ محاکمہ کرو۔ پھر دیکھو کہ تم کہاں تک میاں صاحب کے قدم بقدم چلکر صراط مستقیم پر جا رہے ہو۔

جس طرح یہ ممکن ہے کہ میں نے میاں صاحب سے الگ ہونے میں غلطی کی ہو کیا اس طرح یہ ممکن نہیں کہ تم نے میاں صاحب کے قبول کرنے میں غلطی کی ہو۔ اس لئے آؤ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ اسی حلف کے معاملہ پر غور کریں۔ تم ان واقعات پر چاہو اپنی اصلاح کے لئے غور نہ کرو۔ تم میں سے بعض ہیں جن کو مجھ سے تعلق ہے جیسے خط و کتابت ہے وہی ان واقعات پر غور کریں۔ اور پھر اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے تنبیہ کریں۔ واللہ العظیم میں تو ہمیشہ اپنے آپ کو محتاج اصلاح تسلیم کرتا ہوں اور اصلاح کے لئے ہر وقت دست بدعا ہوں۔

کسی مامور کا رشتہ کوئی چیز نہیں

ہاں اس بات پر غور کرنے سے پہلے ہمکو بعض امور سے خالی الذہن ہو جانا ضروری ہے۔ جو صحیح نتیجہ پر ہمیں پہنچنے نہیں دیتے۔ ہمیں میاں محمود احمد صاحب کو اس لئے افضیلت ہرگز نہ دینی چاہیئے کہ وہ کسی کے جسم مطہر سے نکلے ہیں۔ ہمیں صرف اس لئے ان کی باتوں کو صحیح نہ مان لینا چاہیئے کہ وہ ہمارے مرشد و محسن کے فرزند ارجمند ہیں۔ یہ بات میں تمہیں نہیں کہتا۔ میرا مسیح تمہیں یہی بات کہتا ہے۔ مدت ہوئی کہ جب خان صاحب محمد علیخان اہلبیت پرستی کے شرک میں مبتلا تھے۔ اس وقت حضرت نے ایک خط شاید انکو مالیر کوٹلہ لکھا وہ خط حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ الحق جلد ۲...... میں چھپ گیا۔ اس کا کچھ اقتباس ذیل میں درج کرتا ہوں۔ حضور مسیح موعود فرماتے ہیں۔

دوسرا یہ عقیدہ بھی ضروری ہے۔ کہ مجرد کسی رشتہ سے کسی رسول سے رشتہ ہو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ فقط **رشتہ کی فضیلت** پر ناز کرنا **نامردوں کا کام** ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اور ذوالقربی سے ہر ایک شخص جو قابل تعریف ہے۔ وہ رشتہ کے لحاظ سے ہرگز نہیں......

...... آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا۔ البتہ نواسے زندہ رہے جیسے حضرت فاطمہ رضہ کی اولاد یا دوسری بیٹیوں کی اولاد۔ سو خدا تعالےٰ کے نزدیک ان کے مدارج انکے اعمال کے موافق ہیں۔ خواہ مخواہ کا درجہ کسیکو دیا نہیں جاتا۔ جو شخص محض خدا تعالےٰ کے لئے کسی سے محبت رکھتا ہے اسکو چاہیئے کہ خدا تعالےٰ سے خوف کر کے دیکھے کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں اس نے کہاں تک عمدہ کام کیا۔ ناحق فضیلت اسکو نہ دیوے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ محض رشتہ سے کیونکر فضیلت پیدا ہو جاتی ہے کنعان حضرت نوح علیہ کا بیٹا تھا۔ اور آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ۔ مگر کیا رشتہ انہیں کچھ کام آیا۔ پس یقیناً یہ سمجھنا چاہیئے کہ اہلبیت کا ہونا اپنے نفس میں کوئی چیز نہیں"

عزیزو! یہ حضرت مسیح موعود کے الفاظ ہیں ان پر غور کرو۔ دیکھو وہ کیا کہتے ہیں "**اہلبیت کا ہونا اپنے نفس میں کوئی چیز نہیں کسی رشتہ سے (خواہ) کسی رسول سے رشتہ ہو کوئی فضیلت نہیں ہو سکتی.... خدا تعالےٰ کے نزدیک ان کے مدارج انکے اعمال کے مطابق ہیں**" تم اگر رشتہ کے لحاظ پر پیچھے لگ گئے ہو۔ تو غلطی کرتے ہو۔ تم کو چاہیئے کہ تم دیکھو کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں کسی نے کہاں تک عمدہ کام کئے۔ یہ تمہارے مرشد کی نصیحت ہے۔ میاں صاحب کو خود اعتراف ہے کہ انہوں نے اس وقت تک کوئی خدمت نہیں کی۔ نہ کوئی عمدہ کام کیا۔ (دیکھو قول الفضل) اس وقت جن باتوں کی طرف انکی مدح نگاری کے ملازم ان کی خوبی کا اشارہ کرتے ہیں وہ صحیح ہو یا درست وہ ان کی اپنی تہذیب نفس کے متعلق ہے۔ اگر میاں صاحب نے اس وقت تک نیک چلنی سے دن گذارے ہیں۔ تو وہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ بہرحال وہ خود معترف ہیں کہ ان کا جو کام ہے وہ آئندہ کے متعلق ہے۔ وہ ابھی ظہور میں نہیں آیا۔ میں اس بات پر بھی چنداں زور نہیں دیتا۔ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ تم جسمانی تعلقات کی پرواہ نکرو۔ میاں صاحب کی ذاتی اہلیت کو سامنے رکھو۔

میاں صاحب کے خواب یا الہام کوئی دلیل نہیں

دوسرا امر جس سے ان معاملات میں ہمیں خالی الذہن ہونا چاہیئے۔ وہ میاں صاحب کے خواب مکاشفات اور ان کا بار بار ہمیں یہ کہنا ہے کہ خدا تعالےٰ نے انہیں بار بار یہ کہا۔ ہمیں اسپر بھی کوئی تعارض نہیں وہ فی الواقع خواب بین ہونگے۔ لیکن اے دوستو! خود مسیح موعود کا طریق عمل ان معاملات میں دیکھ لو۔ وہ خدا کا ملہم تھا جو انہوں پر ایک قسم کی وحی خفی کے نیچے پرورش پاتا رہا۔ وہ کیا کہتا ہے۔ وہ اپنے الہام اور مکاشفات کو قرآن اور حدیث پر عرض کرتا تھا۔ اور اگر قرآن اور حدیث اس کے الہام اور مکاشفات کے مصدق ہوتے۔ تو وہ اپنے الہام اور مکاشفہ پر عمل کرتا۔ یہ اس کا طریق عمل ہے جو مسیح موعود ہے۔ پھر محمود کیا چیز ہے۔ پھر یاد رکھو غیر مامور کا خواب یا الہام یا کشف کسی کے لئے شرعی حجت نہیں ہوا کرتا۔ کیا تماشا ہے کہ مسئلہ نبوت میں میاں صاحب ہمارے جواب میں تو دلائل صحیح دے نہیں سکتے۔ مگر خطبہ جمعہ میں اپنا ایک خواب سناتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خواب میں

نوٹ [illegible]

تو میں نے حضرت اعلیٰ کی نبوت میں دلائل دیئے لیکن وہ دلائل اب بھول گئے۔ اگر وہ دلائل صحیح ہوتے تو کیوں ذہول کی نظر ہوتے۔ بہرحال ایک مسلم نے تو بینات اور دلائل پر کام کرنا ہے نہ خواب پر۔ پھر عزیزو! تم خود حضرت اعلیٰ کی کتاب حقیقۃ الوحی کو پڑھو۔ دیکھو اس کتاب کی تصنیف کی غرض کیا تھی۔ وہ کتاب آج کے دنوں کے لئے ہی لکھی گئی تھی۔ حضرت نے ہمیں ۔۔۔۔۔۔ تنبیہ کیا تھا کہ خواب بینیوں کی باتوں پر نہ جانا۔ میاں صاحب خود دیکھ لے۔ وہاں حضرت نے خواب بینیوں کی تین اقسام لکھی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ میاں صاحب اپنے آپ کو دوسری قسم میں لا سکتے ہیں۔ اور حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایسے خواب بینیوں کی خواب۔ اسبات کا ثبوت نہیں کہ ان کا خدا سے تعلق ہو۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ میاں صاحب کا خدا سے تعلق ہے یا نہیں۔ لیکن ان کے تعلق کا ثبوت ان کے اعمال ان کا عرفان انکا علم و اخلاق ہونا چاہیئے۔ نہ ان کے خواب۔

خدا نے مجھے بار بار فرمایا کے خاص معنے

پھر میاں صاحب کا یہ کہنا کہ خدا نے مجھے بار بار فرمایا۔ تم اسکو بھی اپنے لئے کوئی وجہ ثبوت نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ جب میں نے میاں صاحب کے ان الفاظ کو پڑھا۔ تو میں نے یہ خیال کیا کہ میاں صاحب صحیح سمجھتا ہوگا اسے واقعی ایسا الہام ہوا ہوگا۔ لیکن اب جو میاں صاحب کے حاشیہ نشینوں کی باتیں سنیں۔ تو میں حیران ہو گیا اور سوچتا ہوں کہ الٰہی! یہ لوگ کہاں کہاں پہنچ گئے۔ اور کس طرح خلق خدا کو اپنے الفاظ سے دھوکا دے رہے ہیں۔

دوستو! تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے ولایت سے آتے ہی میاں صاحب سے ایک امر پوچھنا چاہا۔ میاں صاحب کے حاشیہ نشین انہیں مصلح موعود کہتے ہیں۔ میں نے میاں صاحب سے دریافت کیا کہ وہ حلفاً بیان کریں کہ اللہ تعالیٰ نے الہاماً ان کو اطلاع دی ہے کہ وہ مصلح موعود ہیں۔ تو پھر یقیناً انکو قبول کر لوں گا۔ یا خاموش ہو کر دعاؤں میں لگ جاؤں گا۔ کیونکہ بقول حضرت اعلیٰ وہ موعود الہاماً کھڑا ہوگا۔ اس لئے میں نے الہام کا مطالبہ کیا۔ اس پر میاں صاحب مکرم نے اپنی کتاب القول الفصل میں ذیل کی عبارت لکھی۔

" خواجہ صاحب! آپ نے لکھا ہے کہ اگر آپ الہام سے مصلح موعود ہونے کا دعوے کریں تو میں کچھ نہ بولوں گا۔ اگر آپ نے یہ بات سچ لکھی ہے تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ میں خلیفہ ہوں ۔۔۔۔۔۔۔ الخ

میاں صاحب نے یہ تو نہ سمجھا کہ میرا مطالبہ کیوں تھا میں نے تو انکی حیثیت ماموریت کے متعلق سوال کیا تھا۔ نہ ان کی خلافت کے متعلق وہ اب سمجھ لیں کہ ایک مدعی ماموریت کے مقابل خواہ وہ سچا ہو یا جھوٹا۔ محفوظ طریق یہ ہے کہ انسان خاموش رہے۔ اگر وہ مفتری ہے تو عنقریب ہلاک ہوگا۔ اگر وہ حق پر ہے تو یا انسان اسے قبول کرے یا خاموش رہکر دعاؤں میں لگ جائے۔

میاں صاحب نے اس حقیقت کو نہ سمجھا۔ اور جھٹ کہدیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ میں خلیفہ ہوں۔ بیشک میاں صاحب کو ایسا الہام ہوا ہوگا چونکہ ان کا یہ الہام شرعاً کسی اور کے لئے سند نہ تھا۔ اس لئے میں نے اپنے لئے اُسے کوئی حجت نہ سمجھا۔ لیکن اے دوستو! تم ہی بتلاؤ کہ تم میں سے بعض پر ان الفاظ کا اثر کیا ہوا۔ کیا تم نے یہ نہیں سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے میاں صاحب کو الہاماً ہی خلیفہ ہونا بتلایا ہوگا۔ خدارا اس پر غور کرو۔ میرا مطالبہ یہ تھا کہ آیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً مصلح موعود ہونا بتلایا یا اس کے جواب میں میاں صاحب کہتے ہیں کہ میں مصلح موعود تو نہیں لیکن خدا تعالیٰ نے بار بار مجھے کہا کہ میں خلیفہ ہوں۔ میں کہتا ہوں اگر اس فقرہ کو قول الفصل میں پڑھکر تمہارے ایمان میاں صاحب کی خلافت پر اور مضبوط ہو گئے ہیں اور تم نے یہ سمجھا کہ خدا نے الہام کے ذریعہ ایک خلیفہ مقرر کیا تو تمہارا کیا قصور ہے لیکن میں تم سے یہ پوچھتا ہوں۔ کہ اگر میاں صاحب آپ کو یہ کہتا کہ میں نے قرآن پر غور کیا حضرت مسیح موعود کے الہامات پر غور کیا۔ تو مجھ پر میری خلافت متحقق ہو گئی تو کیا تمہارے دلوں پر یہی اثر ہوتا۔ جو اس فقرہ سے ہوا ہے۔ کہ "خدا نے مجھے بار بار بتلایا کہ میں خلیفہ ہوں"۔ دوستو! تم اپنے دلوں کو ٹٹولو اگر فی الواقع اس فقرہ کے معنے تم نے یہی سمجھے کہ میاں صاحب کو الہاماً خدا تعالیٰ نے کہا تو پھر سوچو تم کس دھوکہ میں ان الفاظ سے ڈالے گئے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ میاں صاحب کے اسی اعلان پر ایک راسخ الاعتقاد مرید مسیح موعود نے اپنے متعلق فیصلہ کرنا چاہا۔ اور میاں صاحب کو لکھا کہ وہ اس الہام کے الفاظ سے اطلاع دیں جو انکو خلافت کے متعلق ہوا۔ یہ کیسا صحیح مطالبہ تھا۔ لیکن میاں صاحب نے اس کا جواب تو نہ دیا۔ ہاں انکی طرف سے کسی نے سائل کو یہ لکھدیا کہ تم قادیان آؤ کہ تمہاری تشفی کر دی جاوے گی۔ پھر جب یہی مطالبہ ہماری طرف سے پبلک حیثیت میں ہوا تو اپریل ۱۹۱۴ء کے تشحیذ الاذہان میں ذیل کی عبارت نکلتی ہے۔ لیکن اس عبارت کے پڑھنے سے پہلے پھر میاں صاحب کے الفاظ کو دیکھو۔ اور اس کے مفہوم پر غور کرو۔ جو تمہارے دل میں ان الفاظ کو پڑھکر پیدا ہوا۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے۔ کہ میں خلیفہ ہوں"۔

اگر تم نے اس سے یہ سمجھا ہے۔ کہ میاں صاحب کو بار بار الہاماً خدا تعالیٰ نے بتلایا ہے تو یاد رکھو تم کو دھوکا لگا۔ بولنے والے نے ان الفاظ کے ایک خاص معنے دل میں رکھ کر یہ لفظ بولے ہیں۔ اسکی نظاہر نیت یہ نظر آتی ہے کہ وہ دل میں ان الفاظ کے کچھ معنے رکھے۔ اور تم کچھ سمجھو۔ جو اس کے دل میں معنے تھے۔ وہ تشحیذ الاذہان کے ذیل کے الفاظ میں پڑھو۔

"یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کا بتانا اور اللہ کی رحمت بہ عموم خصوص کی نسبت ہے بتانا یوں ہے کہ مثلاً کسی آیت قرآنی سے آپ کی خلافت کا ثبوت ہو۔ کسی الہام مسیح موعود سے یہ ثابت ہو کہ آپ خلیفہ ہیں۔ رویا میں آپ پر منکشف کیا جاوے کہ آپ خلیفہ ہیں یہ دعوے نہیں کیا گیا۔ کہ سیدنا محمود پر خدا کی وحی نازل ہوئی کہ اے محمود تو خلیفہ ہے۔"[۱]

اے دوستو! یہ تشحیذ میں نکلتا ہے اور میاں صاحب کے ان الفاظ کی تشریح میں نکلتا ہے جن میں وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے۔ کہ میں خلیفہ ہوں۔ خدا کیلئے بتلاؤ ان الفاظ سے کیا تم نے یہ سمجھا تھا کہ میاں محمود کو الہام یا وحی ہوا تھا کہ تو خلیفہ ہے یا تم نے یہ سمجھا تھا کہ میاں صاحب نے آیت استخلاف سورۃ نور میں پڑھی اور وہاں خلافت کی خبر دیکھی۔ میاں صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے کسی الہام پر بالفرض سو دفعہ غور کیا اور وہاں سے اسکو اپنی خلافت سمجھ آ گئی۔ ایک آدھ کشف یا خواب میں بھی اسے اپنی خلافت نظر آئی۔ (اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ یہ سن کے جاگتے یا حدیث النفس یا حقیقۃ حال) تو پھر کیا سو اور سو دو سو اور ایک دو صد ایک دفعہ خود خدا تعالیٰ نے میاں صاحب کو بتلایا کہ تو خلیفہ ہے کیا یہ افعال یہ طریق عمل ان لوگوں کا ہونا چاہیئے۔ جو مسیح موعود کی گدی پر بیٹھیں۔

اس کتاب کے ذریعہ پہنچا دیتا ہیں تو اس اسلامی لشکر کا ایک سپاہی ہوں جس کا وہ سپہ سالار تھا اور ہم جو کچھ بھی فتوحات کریں سب اس کے نام پر ہیں" پھر میں اپنی تصنیف جدید براہین نمبرہ کے صفحہ ۲۷ میں حضرت کی تصنیف سے ایک اقتباس کرتا ہوں اور اس کے ذیل میں حسب ذیل فٹ نوٹ دیتا ہوں "اس مضمون پر مفصل اور سیر کن بحث ہمارے مرشد و آقا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مجدد صدی چہاردہم علیہ الف الف صلوٰۃ نے اپنی بے نظیر تقریر مندرجہ رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب منعقدہ اپریل ۱۸۹۶ء میں کی ہے یہ مضمون گویا بحر قرآن کو کوزہ میں بند کر دیتا ہے ایک دریا معرفت ہے - جو اس تحریر میں بہہ رہا ہے آیات مندرجہ بالا مع ترجمہ اس جگہ سے بہ لفظہٖ نقل کر دی گئی ہے - یہ تقریر مغربی تعلیم یافتہ طبائع پر خصوصاً سحر حلال کا کام کرتی ہے - ان کے سب شکوک کو دور کر کے ان کو کامل مسلم بنا دیتی ہے"

الفضل میں لکھنے والا اپنے نوٹ کے ساتھ اس تحریر کو پڑھے اور خود اندازہ کرلے کہ جو رائے اس کے اخلاق کے متعلق مدت سے قائم کر کے اُسے قابل التفات نہیں سمجھا - وہ کہاں تک صحیح ہے۔

لیکن دوستو! خود فیصلہ کرو - کہ جو کچھ میاں صاحب نے بیان کیا وہ کذب صریح ہے یا نہیں - میری ان خط کشیدہ سطور کو غور سے پڑھو - کیا مجھے غلامی کا دعوےٰ ہے یا برابری کا - کیا مجھے اپنے علم کے متعلق وہ اعتراف ہے جو قطرہ کو دریا کے ساتھ ہو یا خیال برابری ہے - کیا میں اپنی خدمت کو حضرت کی طرف منسوب کرتا ہوں یا بالفاظ میاں صاحب میں یہ کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے حاصل کیا اپنی کوشش سے حاصل کیا - اس قدر کذب صریح اور پھر منبر جمعہ سے - پیارو کیا یہ لوگ لیڈر ہو سکتے ہیں - اگر واقعات مذکورہ پر یہ باتیں ارادتاً میاں صاحب کے مُنہ سے نکلی ہیں تو ان اخلاق کے انسان تو امامت مسجد کے بھی قابل نہیں سمجھے چہ جائیکہ اسلام کے امام ہوں - تم کو قسم ہے خدائے واحد کی اے بھائیو! اس خطبہ کو پڑھکر اور میرے اس اشتہار کو پڑھکر بتلاؤ کہ تم میاں صاحب کے حالات کا کیا اندازہ کرتے ہو - اور اگر ان باتوں پر ہم میاں صاحب کو کم از کم سلسلہ کے لیڈر ہونے کی حیثیت کے ناقابل سمجھیں - تو ہمارا کیا قصور ہے - تم صرف اسقدر کہہ سکتے ہو کہ میاں صاحب کو کسی نے غلط کہدیا - پھر میاں صاحب نے کیوں نہیں کہا کہ اس نے ایسا سُنا ہے - نہ یہ کہ خطبہ میں ایک شاعرانہ لہجہ میں بازاری گالیوں پر اُترنا اور ایک جھوٹ کی بنیاد پر ایک لمبی تقریر کرنا - بالفرض ان کا ذاتی علم نہ تھا - انہوں نے بالفرض کسی سے سُنا پھر کیا بلا تحقیق اس قسم کے الفاظ مُنہ سے نکالنا کیا اس ادعا والے کے لئے شایاں ہے - پھر میں کہتا ہوں کہ یہ پہلا واقعہ نہیں - کچھ مدت ہوئی کہ میاں صاحب نے اسی قسم کی ایک نازیبا غلطی کی - اور وہ بھی غالباً خطبہ جمعہ میں - ہم پر خطبہ جمعہ میں ذیل کے الزامات لگائے گئے :-

"چاہے کوئی مانے یا نہ مانے اور کسی کو بُرا ہی لگے - میں تو صاف کہونگا - کہ اس زمانہ میں جنہوں نے مخالفت کی ہے - وہ وہی ہیں - جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اول پر اعتراض کئے - اور وہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو خط لکھے کہ تم روپیہ کھا جاتے ہو - کیا وہ اپنے خطوں سے انکار کر سکتے ہیں - جنہوں نے لکھا تھا کہ ہمیں تو قربانیاں کرنے کے لئے کہا جاتا ہے - لیکن خود زیور بنواتے ہیں ہمیں بتایا جاتا ہے کہ صحابہ بھوکے رہتے تھے - لیکن خود اچھے کھانے کھاتے ہیں اور عالیشان مکانوں میں رہتے ہیں"

اس خطبہ کے نکلنے پر ہماری طرف سے مطالبہ ہوا کہ ان خطوں کو پیش کرو - پھر وہ خطوط کہاں گئے - ۱۶ ماہ گذر گئے - لیکن خطوط نہ نکلے - آخر سید سرور شاہ سامنے آیا - اور اس نے کہا کہ اسکے ساتھ ضلع گجرات میں کہیں سفر کرتے ہوئے میں نے کوئی گفتگو کی تھی - سرور شاہ اور اسکا بیان جس وقعت کا ہے وہ میاں عمرالدین شملوی کے متعلق ظاہر ہے کہ کس طرح ایک غلط حلف سے انہوں نے ایک کا ایمان بگاڑا - لیکن میاں صاحب تو لوگوں کو یقین دلاتے ہیں - کہ اُن کے پاس کوئی خطوط ہیں - کاش سرور شاہ کے بیان میں کسی خط کا ذکر ہوتا - پھر دوستو میں تم سے پوچھتا ہوں - کہ یہ بات کیا ہے کہ ہم تو دلائل پیش کرتے ہیں اور ہمارے مقابل پھر بہتان باندھا جاتا ہے - اسی طرح سے حلف کے معاملہ میں مولوی شیر علی اور مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ پر بہتان باندھے اور ان بہتانوں کے ذریعے حلف کے معاملہ کو ٹالنا چاہا - پھر اس طرح جنوری میں میاں صاحب نے میرے متعلق ایک اور غلط بیانی کی جو بہتان کی حد تک پہنچتی ہے - وہ یہ ہے کہ ۲۷ دسمبر کے جلسہ میں مشہور کیا تھا کہ میاں صاحب نے گورنمنٹ میں اپنی خلافت کی تصدیق کے لئے چِٹھی لکھی - میں اسے ایک افترا سمجھتا ہوں - جسکے متعلق میں نے کسی گذشتہ تحریر میں میاں صاحب کو چیلنج دیا - اور میاں صاحب نے خاموشی اختیار کی۔

یہ کیا معاملہ ہے کہ ہم میاں صاحب کے عقائد کو بدلائل شرعیہ غلط اور فاسد قرار دیتے اور جواب میں دلائل مانگتے ہیں - لیکن جواب میں ہم پر کیسے افترا اور بہتان تراشے جاتے ہیں - چلو بالفرض وہ الزامات صحیح سہی - تو پھر کیا ایک بدچلن انسان صحیح دلائل پیش کرے جس سے ایک متقی کی بے علمی اور فساد عقائد ثابت ہو تو کیا اس لئے آخر اللذکر کی غلطی صحیح سمجھی جاویگی کہ دونوں کے چلن میں فرق ہے یہ کوئی واقعہ کی شہادت نہیں - بلکہ علمی اور دینی بحث ہے۔

الغرض ان واقعات کے ہوتے ہوئے ہم کیا کریں ہم کس طرح میاں صاحب کو ایک امام کی نگاہ سے دیکھیں - تم خود ہی بتلاؤ کہ ان واقعات کے پیش کرنے میں میں نے کون سی غلط بیانی کی ہے کیا آپ نے کبھی غور کی کہ میاں صاحب اور ان کے عملہ نے یہ طریق کیوں اختیار کر رکھا ہے - اسکی وجہ میں بتلاتا ہوں میاں صاحب جب خطبہ پر کھڑا ہوتا ہے تو خوب سمجھتا ہے کہ جو وہ کہنے لگا ہے ایک معمولی بات ہے اور غلطی سے خالی نہیں اس لئے وہ پہلے تمہارے اندر اپنے مخالف کے خلاف نفرت اور غصہ کو بھڑکاتا ہے - جب تم میں یہ جذبہ مشتعل ہوتا ہے - اور تمہاری قوت فیصلہ معطل ہو جاتی ہے - پھر وہ اپنا مطلب پیش کرتا ہے ہاں جمعہ کے خطبہ میں اس نے کیا کیا - اول ۔۔۔۔۔ میرے متعلق تمہارے آگے یہ بیان کیا کہ میں حضرت مرزا صاحب کو معاذاللہ حقیر سمجھتا ہوں - میں ان کی برابری کا مدعی ہوں میں پہلے درجہ کا محسن کش ہوں ان باتوں کو پڑھکر یا سُنکر تم لازماً ہر ایک امر کو میرے برخلاف سُننے اور قبول کرنے کو تیار ہو جاتے ہو - پھر وہ علمی حیثیت پر بحث کرتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ جذبات نفرت بھڑک اُٹھتے ہیں تب وہ ایک مسئلہ پیش کرتا ہے اور ابھی تم نے اسکی صحت یا عدم صحت پر غور تک نہیں کیا ہوتا کہ تمہاری زود اعتقادی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے - اور اپنے مسائل کی تائید میں ایک جواب سنا دیتا ہے تاکہ وہ کمی جو ان لطائف الحیل طریق سے رہ گئی ہو - اُسے خوش اعتقادی پورا کر دے - اور خاتمہ پر مباہلہ کا اعلان کرتا ہے تاکہ تمکو یقین ہو جاوے کہ وہ کہاں تک اپنے قول پر کھرا ہے طریق مفتی صاحب اور مولوی شیر علی نے کیا - حلف کے معاملہ کو ٹالنے کے لئے کئی صفحے بہتان باندھنے میں خرچ کر دیئے - اور تمکو برطبق پالیسی کے قبول کرنے کے لئے تیار

جناب میر صاحب کا حد سے بڑھنا

(۴)

از جناب حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کیمبلپور

گذشتہ نمبر میں میں بتلا چکا ہوں کہ انجمن اور خلیفہ کا جھگڑا محض نیک نیتیوں اور قدیمی اسلامی حریت کی بنا پر تھا۔ جو صحابہ کا خاص طرز عمل تھا۔ مگر یار لوگوں نے اس پر کچھ اور ہی رنگ چڑھا کر نہ صرف لوگوں کو بلکہ خود خلیفہ کو بدظن کرنا چاہا۔ لیکن آخر حق کی فتح ہوئی ہے۔ ان لوگوں کی چھ برس کی متواتر کوششوں کے باوجود آخر کار مولانا کو اپنی علالت کے زمانہ میں جس کے بعد آپ جنت کو سدھار ے۔ اصل حقیقت کا پتہ لگ گیا۔ اور مولوی محمد علی صاحب اور دیگر احباب لاہور کے ساتھ جو محبت کا برتاؤ کرتے رہے۔ اس سے اُن کے خیالات قلب کا صاف پتہ لگتا ہے۔ ڈاکٹر میرز العقوب بیگ صاحب سے جسقدر خوش تھے۔ اور شیخ رحمت اللہ صاحب سے جیسا کچھ اظہار محبت کیا۔ ظاہر ہے۔ سید محمد حسین شاہ صاحب کے ہاتھ پر ایک شخص کو مسلمان کروایا۔ خواجہ صاحب کو لنڈن میں لکھا کہ میرا روم روم تم سے خوش ہے۔ اور مولوی محمد علی صاحب کو تو "تو بیا کرزندہ مانم" کے پیارے لقب سے خطاب فرماتے رہے۔ اور باوجود نہایت درجہ ضعف و نقاہت کے ترجمہ سننے کے لئے جب مولوی محمد علی صاحب کو بلوایا کرتے تھے۔ تو .... ترجمہ سننے کے دوران میں کبھی کبھی مولوی محمد علی صاحب کی پیشانی چوم لیا کرتے تھے۔ اور آخر کفر و اسلام کے مسئلہ کو مولوی محمد علی صاحب کے سپرد کیا۔ کہ اسے صاف کریں۔ میں تو میاں صاحب کے بھولے پن پر قربان ہو جاتا ہوں۔ جب وہ القول الفصل وغیرہ میں لصد ناز فرماتے ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ مولوی صاحب نے جو کہا تھا۔ کہ ہمارے میاں صاحب بھی کفر و اسلام کے مسئلہ کو نہیں سمجھے اس سے مراد یہ تھی۔ کہ دنیا میں اگر کوئی اس مسئلہ کو سمجھ سکتا تھا۔ تو وہ میاں صاحب تھے۔ مگر افسوس کہ وہ بھی نہ سمجھے۔ اگر بابو فخر الدین صاحب محمودی کا بیان صحیح ہے۔ جیسا کہ انہوں نے مجھے نوشہرہ میں بتلایا کہ میاں صاحب نے خود اُن سے کہا ہے تو پھر مولوی نور الدین صاحب کا مطلب یہ تھا۔ کہ اگرچہ میاں صاحب نے غیر احمدیوں کو اولئک ھم الکفرون حقا کہکر اسلام سے قطعاً خارج کر دیا ہے۔ مگر تاہم کفر کے جس مقام پر مولوی صاحب مرحوم غیر احمدیوں کو پہنچانا چاہتے تھے۔ اُس پر تا حال میاں صاحب نے نہیں پہنچایا۔ الغرض ان دونوں صورتوں میں کفر و اسلام کے مسئلہ کے صاف کرنے کا اگر کوئی اہل ہوسکتا تھا۔ تو وہ میاں محمود احمد صاحب تھے۔ کیونکہ دنیا میں سب سے بہتر وہی اس کے سمجھنے کے اہل تھے۔ یا تکفیر کے سب سے بڑھکر وہی حامی تھے۔ مگر برخلاف اس کے مولوی نور الدین صاحب مرحوم نے یہ مسئلہ جسے صاف کرنے کو دیا وہ مولوی محمد علی صاحب تھے جو اس مسئلہ میں میاں صاحب کے مخالف تھے۔ اور بعض آیات قرآنی اور احادیث مولانا مرحوم نے ایسی بتلائیں جو میاں صاحب کے خلاف پڑتی تھیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ میاں محمود احمد صاحب کا کفر و اسلام کے مسئلہ میں مولوی صاحب مرحوم نے کیا پایہ سمجھا۔ اگر سب سے بڑھکر اہل وہی تھے تو خود میاں صاحب کو یہ مسئلہ صاف کرنے کو کیوں نہ دیا۔ اب میاں صاحب کچھ بھی اپنی خودستائیاں کرتے پھریں۔ مگر حق یہی ہے۔ کہ ۲۵ فروری سنہ ۱۹۱۴ء والا مضمون اسی مسئلہ پر خلیفہ سے ناراض ہوکر میاں صاحب نے لکھا تھا جس میں قوم کے معلم بجائے خلیفہ کے خود بننے لگے تھے۔ بھلا میاں صاحب کب برداشت کرسکتے تھے۔ کہ اُن کی علمیت کی اسقدر بردہ دری ہو۔ وہ شخص جس نے تمام عمر کسی کی برداشت نہ کی ہو۔ اور غلط ہو یا صحیح اپنی ہی منوانے کا عادی ہو۔ اور خوشامدانہ الفاظ سُننا ہی پسند کرتا ہو۔ بھلا وہ اسقدر ہتک برداشت کرسکتا تھا۔ جھٹ ایک آرٹیکل الفضل میں لکھ مارا۔ اور خلیفہ کی تقلید کو ہلاکت اور تباہی سے تعبیر کردیا۔ وہ تو مولوی نور الدین صاحب کی وفات نے پردہ پوشی کردی۔ ورنہ خلیفہ کی اطاعت کی حقیقت کھل جاتی۔ خدا کی شان ہے۔ اُس شخص کی نسبت جس نے کفر کا فتویٰ دے کر چالیس کروڑ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر بنادیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تمام اکابر امت کی تیرہ سو برس کی محنت پر پانی پھیر دیا۔ ہاں اسی میاں محمود کی نسبت میر حامد شاہ صاحب فرماتے ہیں "بلند نتوانند پسر تمام کند کی صحت حضرت محمود کی ان کاروائیوں سے علانیہ ہورہی ہے۔ جو ترقی اور اسلام کے متعلق مشرق و مغرب جنوب شمال میں جاری ہے" اسے میں شاعرانہ مبالغہ کہوں۔ یا دھڑے بازی نام رکھوں۔ یا جھوٹی خوشامد کے لفظ سے تعبیر کروں۔ جناب میر صاحب قبلہ ترقی اسلام تو جب ہوگی تب ہوگی۔ بالفعل تو میاں صاحب نے اُتر دکھن پورب پچھم کے کل مسلمانوں کو کافر بناکر اسلام کو دنیا سے قریباً معدوم ہی کردیا ہے اور اشاعت اسلام کی بجائے چار کھونٹ میں اشاعت کفر کی ہے خدا جانے اطراف عالم میں کون کون مبلغین میاں صاحب نے بھیجے ہیں۔ اور اُن کے ہاتھ سے کیا ترقی اسلام ہورہی ہے جسپر میر صاحب نے اسقدر غل مچایا ہے۔ پھر یہی نہیں تقلید کی نیند کے ماتوں کو میر صاحب نے ایک اور لوری دی ہے۔ اپنے مرشد کی مدح سرائی کرتے کرتے خود اپنی اور اپنے ہم مشربوں کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں "وہ مسیح کی نبوت کی قائل ہونیوالی قوم محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ رسول اللہ وخاتم النبیین کی ہدایت فرقانی اور سنت نبوی سے ایک قدم بھی ادھر اُدھر ہے۔ جن کی رات اور دن کی زندگی کا ایک لمحہ بھی حضرت مسیح موعود کے آقا اور سردار امت کی اتباع سے خالی نہیں" ذرا میر صاحب کے اس دعوےٰ پر نگاہ کرو۔ میر صاحب اور دیگر محمودیوں کا ہدایت فرقانی اور سنت نبوی سے ایک لمحہ کے لئے بھی قدم ادھر اُدھر نہیں ہوتا۔ دوسرے لفظوں میں جناب میر صاحب اور دیگر محمودی انبیاء کی طرح معصوم لوگوں کی ایک جماعت ہے۔ میں اس پر کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ جاننے والے جانتے ہیں صرف میر صاحب اس دعوےٰ سے قبل کم از کم اپنے ہی گرد و پیش نظر ڈال لیتے۔ پھر یہ کلمات مُنہ سے نکالتے پھر کیا عجیب بات ہے۔ مسیح موعود کی نبوت بھی حقیقی مانتے جائیں اور مُنہ سے محمد رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین بھی کہتے جائیں جو ایک قسم کا مذاق معلوم ہوتا ہے۔ میر صاحب! محمد رسول اللہ صلعم کی فرمانبرداری محض نام کی رہ جاتی ہے۔ **اگر اُس خدا کے محبوب کو نبوت کے تخت سے اتار کر بجائے اسکے ایک غلام کو اسی تخت پر بٹھا دیا جائے۔** اس خدا کے برگزیدہ نبی کی نبوت و رسالت پر جب ایمان رکھکر کوئی اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا۔ تو پھر ہمارے زمانہ کا نبی محمد رسول اللہ نہیں بلکہ مرزا صاحب ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت ختم ہوچکی اور وہ گذشتہ نبیوں موسےٰ و عیسےٰ وغیرہم کیطرح ایک نبی ہوگئے۔ جن پر ایمان لانا زمانہ کے نبی حضرت مرزا صاحب پر ایمان لانے کے بغیر اسلام میں داخل نہیں کرسکتا۔ تو محمد رسول اللہ صلعم ہمارے زمانہ کے نبی نہیں رہے۔ اور یہ بڑا ظلم عظیم ہے۔ جو

تیرہ سو برس سے کبھی اسلام میں نہیں ہوا۔ خدا کے لئے میرے سامنے یہ لفظی گورکھ دھندا مت پیش کرو۔ کہ یہ بعینہٖ وہی محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ پیارو۔ میں تناسخ کا قائل نہیں۔ میں نہیں مان سکتا کہ محمد رسول اللہ صلعم نے مرزا غلام احمد کی شکل میں جنم لیا ہے۔ حقیقت ہے کہ محمد رسول اللہ اور مرزا غلام احمد دو جُدا جُدا شخص ہیں۔ اگر مرزا غلام احمد زمانہ کا نبی ہے تو محمد رسول اللہ نہیں۔ اور اگر محمد رسول اللہ ہے تو مرزا غلام احمد نہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی نبوت اسی صورت میں قابل قبول ہو سکتی ہے جب اُسے مجازی اور ظلی رنگ میں لیا جائے یعنے محمدی رنگ میں رنگین ہو کر بعض صفات نبوت آپ میں پیدا ہو گئیں جس کی وجہ سے مجازی طور پر آپ کو نبی کہا گیا۔ جیسے بروزی طور پر حقیقت محمدیہ آپ میں جلوہ گر ہوئی یعنے آپ محمدی رنگ میں رنگین ہوئے۔ اور اس لئے مجازی طور پر آپ محمد و احمد کہلائے۔ اسی طرح آپ میں بعض صفات نبوت جلوہ گر ہونے کی وجہ سے مجازی طور پر آپ کو نبی و رسول بھی کہا گیا نہ کہ حقیقی طور پر۔ میر صاحب کا مسیح موعودؑ اور محمد رسول اللہ صلعم کی نسبت یہ کہنا کہ "بعینہٖ اسی کا وجود ہے" میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میر صاحب فرماتے ہیں "سمجھ کا پھیر" ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ایک لفظی گورکھ دھندا ہے۔ حضرت صاحب نے استعارہ کے رنگ میں جو کچھ فرمایا تھا۔ اس میں لفظی بحث اور لفظ پرستی پیدا کر کے بروز کے مسئلہ کو ایک گورکھ دھندا بنا دیا۔ اور اگر غائر نگاہ سے دیکھا جائے تو اُسے صاف طور پر تناسخ بنا دیا۔ اللہ اللہ مرزا غلام احمد کا وجود بعینہٖ محمد رسول اللہ کا وجود ہے! بھلا میر صاحب کا یہ فلسفہ تو دیکھو۔ پھر اب تناسخ کی آریوں سے بحث کیوں ہے؟ جب ایک شخص کا وجود بعینہٖ دوسرے کا وجود ہے۔ تو تناسخ کہیں مانگنے جاتا ہے۔ میر صاحب کو تو اپنی شاعرانہ مدح سرائی سے کام ہے۔ جس پر میر صاحب نے اپنے مضمون میں جا بجا فخر کیا ہے اور اسی لئے اپنے حامد نام پر بھی ناز کیا ہے۔ کسی بات کی حقیقت کو پہنچنے اور صحیح فلسفہ سے کام لینے سے اُنہیں کوئی سروکار نہیں۔ جس کا مجھے سخت افسوس ہے کیونکہ میری حسن ظنی کو جو اُن کی نسبت تھی۔ اس طرح سخت صدمہ پہنچا ہے۔ کسی کے محمد رسول اللہ کے کامل بروز ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم کے برابر ہو گیا۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے سرمہ چشم آریہ میں فکان قاب قوسین او ادنیٰ کی تفسیر میں بتلایا ہے۔ محمد رسول اللہ کا مقام وہ انتہائی نقطہ عبودیت و کمالات انسانی کا ہے۔ جس کے آگے اور کوئی درجہ اور مقام نہیں اور ظاہر ہے کہ ایسا نقطہ ایک ہی ہو سکتا ہے اس کے علاوہ جو بھی نقطہ ہوگا۔ وہ نیچے ہی ہوگا۔ پس بروز کامل کے یہ معنے لینا کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم کا عین اور برابر ہو گیا۔ یہ تناسخ اور گستاخی ہے پس بروز کامل کے یہی معنے ہو سکتے ہیں اور یہی ہیں کہ ایک امتی جس قدر اپنے نبی متبوع کے فیضان سے حصہ لے سکتا ہے۔ اور جہاں تک اس کے کمالات کا وارث ہو سکتا ہے۔ اس حد تک وہ تمام کمالات کا وارث ہوا۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ محمد رسول اللہ کے برابر ہو گیا۔ جیسے ایک ایم اے نے اپنے جیسا ایم اے بنا لیا بقول میاں صاحب کے ممکن ہے دوسرا ایم اے پہلے سے بڑھکر ہو۔ اور اگر میاں صاحب کا طرز استدلال اختیار کیا جائے۔ تو اس اصول کے ماتحت دوسرا پہلے سے لازمی طور پر بڑھکر ہونا چاہیئے۔

پس پیارے دوستو! لفظ پرستیاں چھوڑ کر حق پرستی اختیار کرو۔ جو بات استعارہ میں ہے۔ اس کو استعارہ ہی سمجھو۔ اس کے لفظوں کو پکڑ کر ٹھوکر نہ کھاؤ۔ بلکہ اس کی حقیقت کو سمجھو۔ اور نفع اٹھاؤ۔ (باقی آیندہ)

(خاکسار بشارت احمد عفی عنہ)

مسلمانوں کی مذہبی تعلیم

معززہ ہمعصر وکیل نے مسلمانوں کی تعلیمی رپورٹ پر بحث کرتے ہوئے مذہبی تعلیم کی نسبت حسب ذیل نوٹ لکھا ہے۔ جو خاص طور پر توجہ کے قابل ہے:-

"رپورٹ میں اس تعجب انگیز مگر افسوسناک حقیقت پر زور دیا گیا ہے کہ مسلمان طلبہ خاص اسلامی مدارس پر عام اسکولوں کو ترجیح دینے لگے ہیں جس کا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہے۔ کہ اسلامی مدارس میں جو تعلیم دیجاتی ہے وہ اُن کے مذاق کے مطابق نہیں ہے اور اسکی وجہ یا تو یہ ہے کہ ان سکولوں میں طریقہ اچھا نہیں ہے یا یہ کہ مسلمان مذہبی تعلیم کی ضرورتوں سے ناآشنا ہیں بہر حال یہ معلوم وجوہ سخت افسوسناک ہیں اور بمدراس میں اسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مسلمان طلبہ کیلئے جو خاص مدرسے جاری کئے گئے تھے۔ ان کی تعداد کم ہو گئی ہے اور طلبہ بھی دس ہزار کے قریب کم ہو گئے ہیں بمبئی کے محمڈن تالی سکول سے نتیجہ جس بیں مسلمان طلبہ کے نائیت کی بہت سی خاص باتیں ہیں۔ لڑکے نفرت کرنے لگے ہیں اور جو لوگ اپنے بچوں کو دوسرے سکولوں میں پڑھانے کی استطاعت رکھتے ہیں وہ اس اسلامی مدرسہ سے قطع تعلق کر رہے ہیں اسی طرح جب پرچھا کے ڈائرکٹر تعلیم سے دریافت کیا گیا کہ کیا مسلمان طلبہ فی الواقع حصول تعلیم سے عدم دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں تو اس نے جواب میں لکھا کہ ان کی عام حالت تو خیر جو کچھ ہے سو ہے۔ مگر وہ خالص اسلامی مدارس میں قطعاً داخل نہیں ہونا چاہتے۔

مدراس بمبئی اور برھما کے مسلمانوں کا یہ عام رجحان مسلمان ماہران تعلیم کی خاص توجہ کا مستحق ہیں۔ انکو اس بات کی تحقیق کرنی چاہئے کہ کیوں مسلمان طلبہ اسلامی مدارس پر عام سرکاری سکولوں کو ترجیح دیتے ہیں اور وہ کیوں اپنے پرائیویٹ مدرسوں میں تعلیم نہیں پانا چاہتے۔ کیا ان مدارس کا انتظام معقول نہیں ہے کیا ان میں لایق استادوں کی کمی ہے کیا سامان تعلیم کافی نہیں ہے۔ یا کیا دیگر قسم کے مدارس کی نسبت اُن میں کمتر درجہ کی تعلیم دیجاتی ہے۔ یہ سوالات ہیں جو ماہر تعلیم مسلمانوں کو حل کرنے چاہئیں۔ اگر موجودہ صورت قائم رہی اور اسلامی اسکولوں سے مسلمانوں کی نفرت اسی طرح بڑھتی رہی تو وہ وقت دور نہیں معلوم ہوتا۔ جب اسلامی مدارس خالی ہو جائیں گے اور تمام مسلمان طلبہ دوسرے مدرسوں میں چلے جائیں گے۔

ہم مسلمان طلبہ کے سرکاری مدارس میں تعلیم پانے کے خلاف نہیں ہیں بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو سرکاری مدارس میں کثیر تعداد میں شامل ہو کر اُس سرمایہ سے پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ جو خزانہ عامرہ سے ان پر صرف کیا جاتا ہے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ متذکرہ صدر اسلامی مدارس میں جو جو نقائص ہیں اُنکے رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ مسلمان طلبہ مذہبی تعلیم سے بے بہرہ نہ رہیں اور اگر یہ نقائص دور نہیں ہو سکتے اور مرض لاعلاج ہو گیا ہے۔ تو ان کو توڑ کر اُس روپیہ کو جو اُن پر فضول صرف کیا جا رہا ہے کسی بہتر مصرف میں لایا جائے مثلاً اسی روپیہ سے سرکاری مدارس میں مذہبی تعلیم کا انتظام ہو سکتا ہے جو کالج اور مدرسے ہیں اُنکو ترقی دیجا سکتی ہے غیر مستطیع ومفلس طلبہ کی فیس اور کتابوں کا خرچ ادا کیا جا سکتا ہے یا غریب ہونہار طلبا کو وظائف دیئے جا سکتے ہیں غرضیکہ اس طرح گرانقدر قوم ضائع ہونے سے بچائی جا سکتی ہیں اور اُن سے بڑے بڑے کام لئے جا سکتے ہیں۔

مسلمان طلبہ کو نہ صرف اسلامی مدارس ہی سے نفرت ہے بلکہ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ صنعتی سکولوں میں بھی داخل نہیں ہونا چاہتے اور مدراس لینڈ کے اجلاس مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے پریزیڈنٹ کی تقریر کے اُس حصہ کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ پہلے تو مسلمان اس بات کو روتے تھے کہ وہ انگریزی

ضمیمہ ... احمدیہ بلڈنگس لاہور ... کے اہتمام سے ... احمدیہ ... اشاعت اسلام ... دفتر پیغام صلح سے شائع ہوتا ۔

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں براہ شملہ

(شملہ ۷۔ اکتوبر) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو نواب وزیر ہند کی طرف سے کل کی تاریخ کا مفصلہ ذیل تار لنڈن سے موصول ہوا ہے:۔

شمپین میں فرانسیسیوں کو اہم کامیابی حاصل ہوئی۔ اور روسی جرمنوں کو کئی مقامات پر پسپا کر رہے ہیں۔

فرانسیسیوں کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ پیدل سپاہ نے توپ خانہ کی ابتدائی گولہ باری کرنے کے بعد موضع ٹاہور پر قبضہ کر لیا۔ اور اسی نام کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ جو غنیم کی دوسری لائین میں ایک اہم موقع پر واقع اور شیلرینج ریز ریلوے سے صرف ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔

فرانسیسیوں نے اسی ریلوے کے مقام سوپی سے ½ ۱ میل جنوب کی طرف بھی ترقی کی۔ دیگر مقامات سے صرف توپخانہ کے معرکوں کی رپورٹیں موصول ہوئی ہیں۔

روس کی ایک سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے کہ جرمنوں نے مقام جیکب سیٹنٹ کے قریب معمول سے زیادہ شدید آتشباری کی۔ اور شہر کے جنوب مغرب میں گولے برسائے۔ ڈونسک کے قریب توپ خانہ کی لڑائی جاری ہے۔ ڈونسک اور سمورگن کے مابین روسیوں نے جرمنوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ اور متعدد دیہات پر پھر قبضہ کر لیا۔ مرکز میں کوئی اہم تبدیلی وقوع میں نہیں آئی۔ اس علاقہ میں جہاں کو دل سمی دریا سے دریائے سیٹر کو عبور کرتی ہے۔ روسی سپاہ غنیم کو جو مشرق کی طرف بڑھ آیا تھا پیچھے ہٹا رہی ہے۔

پیٹر وگراڈ کا ایک تار مظہر ہے کہ بلغاریہ نے روسی الٹی میٹم کا جو جواب دیا وہ قابل اطمینان تھا۔ اور اس لئے دونوں سلطنتوں کے سیاسی تعلقات منقطع ہو گئے ہیں۔

موسیو وینی زیلوس نے یونانی ایوان میں اعلان کیا کہ شاہ یونان کے ساتھ تازہ اختلاف رائے کی وجہ سے میں نے استعفا دیدیا ہے۔

فرانس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ سرویہ کو مدد دینے کی غرض سے خشکی پر اتحادی فوج اتارنے کی کارروائی شروع ہو گئی ہے۔ عوام الناس نے عام طور پر فرانسیسی برطانی سپاہ کا سرگرمی سے خیر مقدم کیا۔ اہل یونان اس بات پر غور کریں گے کہ ان کی اغراض ودل دتیلات سے وابستہ ہیں۔ اہ بلغاریہ کے خلاف ان کو ہر طرح کی مدد دیجائیگی

مختلف علاقوں میں شدید آتشباری

(پیرس ۷۔ اکتوبر) شمپین میں فرانسیسیوں کی کامیابی کے بعد جرمنوں نے شدت سے جوابی حملہ کیا اور سخت شکست کھائی۔ سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ غنیم نے تمام محاذ پر شدت سے گولہ باری کی۔ آرتوا کے کھوئے ہوئے موقعوں پر جرمنوں نے متواتر چار مرتبہ جوابی حملے کئے۔ مگر ہم نے انہیں کامل طور پر پسپا کر دیا۔ دریائے سوم کے جنوب میں نیز دریائے این کے شمال کی طرف بالخصوص ٹریسی لی وال کے علاقہ میں فریقین کا توپ خانہ شدید گولہ باری کرتا رہا۔ شمپین کے علاقہ میں جرمنوں نے شام کے قریب ان موقعوں پر جو ٹاہور کے شمال میں ان کے ہاتھ سے نکل گئے تھے شدید جارحانہ حملہ کیا۔ مگر نہایت شدید نقصان کے ساتھ پسپا کئے گئے۔ نلاٹری میں شدید گولہ باری جاری ہے لورین کے علاقہ میں مقام القیین دل غنیم کی ایک زبردست دیکھ بھال کرنے والی جماعت نے ہمارے موروں پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر ہم نے انہیں اپنے تاروں کے خندقوں کے سامنے روک دیا۔ اور جرمنوں کو آتشین چادروں اور پیدل سپاہ کی شدید آتشباری کی مدد سے پیچھے ہٹا دیا۔

جرمنوں کا اعتراف ۔ (ایمسٹرڈم ۔ ۷۔ اکتوبر) برلن کی ایک سرکاری اطلاع میں اس امر کا اہم اعتراف کیا گیا ہے کہ فرانسیسی سپاہ کے دو تازہ دم ڈویژن سینٹ میری کی سمت میں ایک مقام پر جرمن لائن میں گھس گئے۔ سینٹ میری اس ریلوے لائن کے شمال میں ایک ندی پر واقع ہے۔ جو ولی عہد کے ساتھ ذرائع آمد و رفت قائم رکھنے کے لئے جرمنوں کی نہایت اہم لائن ہے۔

پیرس کی روزانہ رپورٹ ۔ (پیرس ۸۔ اکتوبر) شب گذشتہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمنوں نے شمپیں کے علاقہ میں نوارین فرزعہ کے مغرب میں ۲ مرتبہ جوابی حملہ کیا۔ مگر عظیم نقصان کے ساتھ پسپا کئے گئے۔ بلجیم آرتوا اور لورین میں توپ خانہ کے شدید معرکے اور ارگون میں دستی لڑائی وقوع میں آئی۔ ایپرس بیل کی سڑک کے قریب تھلیت کے جنوب میں فرانسیسیوں نے کسی قدر ترقی کی۔ غنیم نے راستے کے جنوب میں اچانک حملہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر بالکل ناکام رہا۔ دریائے این پر فرانسیسی توپخانہ نے لاؤن کورٹ کے ضلع میں غنیم کی لائنوں پر دو نہایت شدید دھماکے پیدا کئے۔ اور گونکینی کورٹ کے سٹیشن کو جلا دیا۔

برطانیہ کے فدائی :۔ (لنڈن ۶۔ اکتوبر) مغربی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

مقتولین :۔ لفٹننٹ کرنل ۲ کپتان ۷۔ لفٹننٹ ۶ دوم لفٹننٹ ۱۴۔ زخموں سے ہلاک۔ لفٹننٹ ۱ دوم لفٹننٹ ۴۔

مجروحین۔ لفٹننٹ کرنل ۱ میجر ۲ کپتان ۱۱۔ لفٹننٹ ۱۹۔ دوم لفٹننٹ ۱۹۔

گیس کے اثر سے بیمار کپتان ۱۵۔ دوم لفٹننٹ ۲۔

مجروح ومفقود الخبر :۔ کپتان ۱۔ لفٹننٹ ۱۔

مفقود الخبر غالباً ہلاک :۔ دوم لفٹننٹ ۴۔

مفقود الخبر :۔ کپتان ۱۔ لفٹننٹ ۱۔ دوم لفٹننٹ ۱۔

انگلستان کے شیدائی :۔ (شملہ ۸۔ اکتوبر) مغربی رزمگاہ سے ذیل کے ہندوستانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :۔ (فہرست نمبر ۲۲۰)

مقتولین۔ کپتان ایچ ڈبلیو مین (۲۴ ویں پنجابیاں) متعلقہ پلٹن نمبر ۶ کیمرون ہائیلنڈرز جمعدار جگدم سنگھ (۸۹ پنجابیاں) صوبیدار سربجیت گورنگ وجمعدار وارث لقیہ (۲۔۸ گورکھا رائفلز)

زخموں سے ہلاک :۔ صوبیدار ہیر سنگھ (۴۷ پنجابیاں)

مجروحین :۔ جمعدار رل سنگھ (۳۴ سکھ پائنیرز) جمعدار کیسر سنگھ (۸۹ پنجابیاں) صوبیدار طوطا سنگھ (۴۰ ابلوچاں) کپتان ڈی جی برجوس (۳۔۴ گورکھا رائفلز) جمعدار بیر سنگھ لقیہ سابق حوالدار ۳۲۶۴ (۱۔۸ گورکھا رائفلز)

گیس سے بیمار۔ کپتان ڈی مرسی منسلکہ رسالہ نمبر ۳۰ دکن)

مجروح ومفقود الخبر غالباً ہلاک :۔ صوبیدار بیل سنگھ گورنگ (۲۔۸ گورکھا رائفلز)

بیماری سے مرگیا۔ لفٹننٹ کرنل جے جے پی کوہن (۱۱۷ مرہٹہ پلٹن)

مسلسل گولہ باری ۔ (پیرس ۸۔ اکتوبر)۔ ارٹوا اور شمپین کے علاقوں میں بمقام رائے ڈریسی لیوال نیز ارگون اور میوز کی گھاٹیوں پر مسلسل گولہ باری جاری ہے۔ ٹاہور کی پہاڑی کے مشرق کی آمد و رفت والی خندقوں میں بھی خاص لڑائی وقوع میں آئی۔

ایلز میں سٹیمر کی غرقابی ۔ (لنڈن ۷۔ اکتوبر) ایلز میں جہاز راں کمپنی کا سٹیمر عرب جو ۳۲۰۰ ٹن وزنی تھا غرق کر دیا گیا ہے منجملہ ۳۰ آدمی خشکی پر اتار دئے گئے۔

لیبر پارٹی کا پرجوش اپیل (لنڈن ۸۔ اکتوبر) لیبر پارٹی کی طرف سے ایک پرجوش اعلان شائع کیا گیا ہے۔ جس میں مزدوری پیشہ طبقہ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ انگلستان کو اس سے پیشتر کبھی ایسی اندیشناک حالت کا سامنا نہیں ہوا۔ جرمنی اپنی اغراض کے حصول کی خاطر دنیا کے ہر ایک کو جنگ میں شریک کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اس لئے ہم قومی عمر کے سب لوگوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ بھی اس دشمن کو تباہ کرنے میں حصہ لیں۔ ہمیں اس امر کا علم ہے کہ شکست یا غیر فیصلہ کن صلح کے یہ معنے ہوں گے کہ ہم نہ صرف بحیثیت قوم اپنا وقار کھو دینگے بلکہ یہ جنگ بہر حال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
مورخہ ۱۲-۱۵ اکتوبر [illegible] نمبر ۴۸

مسلمانوں کے پیر اور اسلام کی تباہی میں انکا حصہ

واعظاً ماحشم بربیت خانہ دوخت
مفتی دین مبیں فتوے فروخت
چیست یاراں بعد ازیں تدبیر ما
رخ سوئے میخانہ دارد پیر ما
(اقبال)

تحقیق اور تجربہ نے اس امر کے ماننے میں کوئی شک باقی نہیں رہنے دیا۔ کہ اصول حقہ اسلام فطرت انسانی کے ایسے مناسب حال ہیں کہ ایک وحشی سے وحشی قوم بھی اگر ان پر کاربند ہو جاوے تو یہ یقینی بات ہے کہ وہ دنیا کی اعلیٰ ترین تہذیب کی چند سال میں مالک بن سکتی ہے۔ پھر سوال یہاں یہ پیدا ہے کہ باوجود اسلام کے پاک اصولوں کی موجودگی کے جو قرآن کریم میں اسی طرح محفوظ ہیں۔ جس طرح آج سے ۱۳۰۰ سال پہلے تھے۔ جس نے عربوں کو دنیا کے بادشاہ بنا دیا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج انہیں وہ اثر نہیں پایا جاتا۔ جو اس زمانہ میں تھا۔ اس کا جواب نہایت ہی مختصر طور پر قرآن کریم نے خود دیا ہے۔ فرماتا ہے۔ یارب ان قومی اتخذوا ھذا القراٰن مھجورا۔ کہ جب نبی کریم صلعم سے آپکی امت کے متعلق پوچھا جائیگا۔ کہ وہ کس طرح گر گئی۔ آپ عرض کریں گے کہ اے بار خدا یا میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈالدیا تھا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے اس تنزل کی وجہ یہ نہیں کہ قرآن میں اثر نہیں رہا ہے بلکہ یہ ہے کہ مسلمان ناقص ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے قرآن کے تعلیم کردہ پاک اصولوں اور احکام کو چھوڑ کر دوسری راہیں اپنے لئے تجویز کر لی ہیں۔

پس اصل قصور ان لوگوں کا ہے جو قرآن کی بتائی ہوئی راہوں کے بجائے اور رستوں پر قدم مارتے ہیں۔ اور لوگوں کو ان پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

مسلمانوں میں یہ لوگ دو قسم کے ہیں۔

(۱) ایک علماء۔ اس گروہ نے اگرچہ اسلام کی خدمت بہت بڑی کی ہے۔ لیکن انکی جہالت اور قرآن سے ناواقفی سے بھی اسلام کو بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔ بعض اوقات تو انہیں خود علم نہیں ہوتا۔ کہ اسلام کیا سکھاتا ہے۔ اس نقص کو اپنے عیب کو چھپانے کے لئے اپنے دل سے نئے مسئلے اور راہیں تجویز کر کے۔ ان کو قرآن اور حدیث کی طرف منسوب کرتے اور لوگوں کو دھوکے دیتے ہیں یا علم تو ہوتا ہے۔ لیکن اس پر اعتبار نہیں ہوتا۔

....

اس لئے قرآن اور حدیث میں خود تدبر کرنے کے بجائے مختلف سابقین نے جو اظہار کسی مسئلہ کے متعلق کیا ہو۔ خواہ وہ اس زمانہ کی ضروریات و مطالبات کو پورا نہ کر سکے یا یہ .... تعلیم کر دیتے ہیں مگر اکثر ایسے ہیں کہ اپنے نفس دنی کی خواہشات اور جذبات کے ماتحت تقوے سے باہر قدم مار کر قوم کو دھوکا دیکر کچھ ذاتی فائدہ حاصل کرنے کے لئے نئے نئے مسائل تجویز کرتے ہیں۔ اور قرآن اور حدیث کو مسلمانوں کو منوانے کے بجائے ان کی اپنی ہی تعلیم کرتے ہیں ان کو خود ایمان ہی نہیں ہوتا اور اس طرح اصل اسلام سے اتنا دور لیجاتے ہیں کہ جبتک اللہ تعالےٰ کا کوئی مامور صدی کے آغاز میں آ کر اس غلطی کو درست نہ کرے راہ حق پر انسان پہنچ سکتا ہی نہیں۔ یہ دشمن اسلام ظالم ہیں جو ذرا سے اختلاف رائے پر مسلمانوں کو جہنمی اور کافر قرار دیتے اور دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں۔ اور اس طرح مسلمانوں کی قوم کے لئے بجائے ترقی کے تنزل اور حزن کے کمزوری کا باعث ہوتے ہیں۔

اس گروہ کی غفلت اور نفس پرستی نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ لیکن ان سے بھی بڑھکر مسلمان قوم کی تباہی کا موجب وہ حصہ نام کے مسلمانوں کا ہوا ہے۔

(۲) جو پیر کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ، اکثر صوفیا کے گروہ سے تعلق رکھنے کے مدعی ہیں۔ اسلام اس امر سے روکتا ہے کہ سوائے کسی مامور من اللہ کے جو خدا کا حکم سناتا ہے کسی انسان کو اپنا کامل مطاع یقین کیا جاوے یہ پیر خلاف اس حکم کے مریدوں کو مجبور کرتے ہیں۔ کہ وہ ان کے ارشاد کی خواہ وہ کچھ ہی ہو تعمیل کریں۔ کیونکہ اسی میں انکی کامیابی ہے۔ اسی میں انکی فلاح ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اصل اسلامی زندگی کا نقشہ انمیں نہیں پایا جاتا اور وہ اور ان کے مرید قرآن کریم کی بتائی ہوئی راہوں اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسوہ حسنہ سے بہت دور جا پڑے ہوئے ہیں۔

قرآن میں تو بار بار آتا ہے الا تعبدوا الا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤ۔ لیکن وہ ہیں جو لوگوں سے سجدہ کراتے ہیں۔ وہ ان کو نہیں روکتے۔ بلکہ اس حرکت سے خوش ہوتے ہیں۔ انکے مرید ان سے مرادیں مانگتے ہیں مال و دولت اولاد کے حصول کے لیئے درخواستیں کرتے ہیں۔ وہ بجائے ان کو یہ تعلیم دینے کے کہ خدا کے آگے التجا کرو۔ اور بجائے یہ بتانے کے کہ اور کے سوائے کوئی انکا اپنے پر قادر نہیں۔ انکو وعدہ دیتے ہیں۔ کہ وہ ایسا ضرور کرینگے۔ یہی نہیں۔ اگر کوئی مرید کسی طرح لاپروائی ظاہر کرے تو اس کو دھمکی دیتے ہیں۔ کہ دیکھ اگر تو باز نہیں آئیگا تو ہم تجھے تباہ کر دیں گے۔ وغیرہ وغیرہ

الغرض خود خدا بن جاتے ہیں۔ اور انسانوں کو اپنے آگے جھکا کر ذلیل کر دیتے ہیں۔ وہ دل کی امنگیں جو ایک مسلمان خدا پرست کو ہر دم دنیا کی ہر شے پر غالب ہونے کی ہوتی ہیں۔ جو سخر لکم ما فی الارض جمیعا میں تعلیم کی گئی ہیں۔ اور جو انی جاعل فی الارض خلیفۃ میں بتائی گئی ہیں وہ مارتی جاتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قوم جو ان کے پنجہ میں پھنس جاتی باوجود قرآن کی پیروی کی مدعی ہونے کے ذلیل ہو جاتی ہے

یہی نہیں یہ پیر عجیب عجیب طریق سے مسلمانوں کو ذلیل کرنے کے راہ نکالتے ہیں بعض ہیں کہ وہ انسان کے ان قوے کو جو اس لئے پیدا کئے گئے کہ وہ قرآن کے اصولوں پر ترقی کریں اور اپنے مقررہ معراج تک پہنچکر قوم اور دنیا کے لئے مفید بن جائیں۔ ان کو بڑے بڑے شاقہ مجاہدوں میں ڈال دیتے ہیں۔ سالہا سال کے روزہ رکھنے کے لئے کہتے ہیں۔ جن سے نہ صرف قوئے ہاضمہ ہی خراب ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دماغ میں بھی جو جوہر غور و فکر کرنے کا ہوتا ہے ضائع چلا جاتا ہے۔ بعض ہیں کہ وہ چالیس چالیس دن تک اندھیروں میں بند رکھتے ہیں۔ تا اسکی قوت فیصلہ کمزور ہو جاوے۔ اور وہ انکے قبضہ میں پوری طرح آ سکے۔ بعض ہیں کہ حیوانوں کی طرح مریدوں کو کنوؤں سے پانی نکالنے ہرٹ چلانے پر متعین کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح اولئک کالانعام بل ھم اضل کا ان کو مصداق بنا دیتے ہیں۔ پیر ایسے بھی دیکھے گئے ہیں۔ جو اپنے مریدوں کو اجازت دیتے ہیں۔ کہ وہ ایک معین وقت میں لا تقربوا الزنا کے الٰہی حکم کے خلاف کریں۔ تا انہیں جو اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کا مادہ ہے وہ بالکل ضائع ہو جاوے۔ اور وہ نفس امارہ کے غلام بن جائیں

اور بیہودہ کی خلاف شرع اور ناجائز حرکات انکے ضمیر کو صدمہ پہنچا کر راہ راست پر لانیکے قابل نہ رہے۔ اور وہ جو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کے مورد بنائے گئے تھے۔ ثم رددناہ اسفل سافلین کے زمرہ میں جا شامل ہوں۔

ہمیں باہر کے ممالک کا تجربہ تو نہیں ہے اگرچہ اخبارات اور رسائل اور مختلف سیاحوں سے وہاں بھی مسلمان ان پیروں کے کشتہ ہی نظر آتے ہیں۔ لیکن یہاں ہندوستان میں پشاور سے لیکر راس کماری تک اور کرانچی سے لیکر آسام کے مشرقی کناروں تک دیکھ جاؤ۔ تو آپ یہی پاؤگے کہ یہ گروہ جو مسلمانوں کی قوم کی تباہی کا موجب ہوا اب بھی درندوں کی طرح مسلمانوں کی ہڈیوں کو چوس رہا ہے۔ یہ کمبخت خود کچھہ کام نہیں کرتے۔ لیکن ان کے مکانات انکی طرز بود و باش دیکھو۔ تو بادشاہوں اور نوابوں سے کم نہیں ہوتی۔ انکا ڈیرہ ایک بڑی برات سے کم حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ ایسی جونکیں ہیں جو کہ مسلمانوں کا سارا خون چوس چکی ہیں۔ اب ہڈیوں کے درپے ہیں۔ انہوں نے اسلام کو دنیا کی نگاہ میں ذلیل بنا دیا ہے۔ قرآن نے

(۱) فرمایا ہے کہ یہ عیسائی اور یہودی اور مشرک واتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ یعنی اللہ کے سوائے اور لوگوں کو رب بناتے ہیں۔ اے مسلمانو! تم نے ایسا نہ کرنا۔ اور اس طرح سے مسلمانوں کو اس سے باز رکھنے کی نصیحت کرتا ہے۔ لیکن یہ پیر کہتے ہیں۔ سوائے فنا فی الشیخ کے نجات نہیں ممکن ہے۔ شیخ کی تصویر کی پوجا کرو۔ اسکو دلمیں جگہ دو۔ اس کے افعال اور اقوال کو بجائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سمجھو ع

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

اور اسی طرح انکو بھی رب بنا کر مشرک بن جاؤ۔

(۲) قرآن کہتا ہے۔ لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ اے مومنو! کوشش کرو۔ اور کوشش میں پست ہمت مت ہو۔ ناکامیاں تمہیں غمناک نہ کریں۔ تم ہی کامیاب ہوگے اگر مومن ہو۔ برخلاف اس کے یہ پیر تعلیم دیتے ہیں کہ ان قوتوں کو مار دو جب تک یہ مریں گی نہیں تم کامیاب نہیں ہوگے۔ عقل کو مت استعمال کرو۔ الٰہی نعماء سے فائدہ نہ اوٹھاؤ۔ خداداد قوتوں کو بجائے طاقتور کرنے کے ذلیل کرو۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کی منشا تو یہ تھی کہ ایمان لاکر مسلمان ہمت سے چلو کا نعرہ لگاتے ترقی کرو۔ یہ کہتے ہیں ترقی کرنا دنیاداروں کا کام ہے۔ تمہارا کام خداداد طاقتوں کو مارنا ہے۔ نہ صرف خدا کے لئے بلکہ پیروں اور گدی نشینوں کے لئے۔

(۳) پیغمبر خدا صلعم فرماتے اعقل و توکل۔ اونٹ کا گھٹنا باندھ دو۔ پھر اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرو۔ یعنی پہلے خوب جو اسباب کسی امر کے حصول کے لئے ہیں۔ انکو جمع کرو۔ اور پھر نتیجہ کو اللہ پر چھوڑ دو یہی سچا توکل ہے کام کرکے نتیجہ کے لئے اللہ کے حضور دعا کرو۔ یہ تعلیم دیتے ہیں کہ گھر میں ہی رہو۔ قوٰے جو اللہ تعالےٰ نے دیئے ہیں وہ ناقابل برداشت ریاضیات میں ڈال کر تباہ کردو۔ کام نہ کرو۔ اور نہ ہی نکھ ہلاؤ۔ خدا پر توکل کرو۔ وہ سب کچھ خود بخود تمہارے لئے مہیا کر دیگا۔ اس تعلیم نے مسلمانوں کی قوم کو بہت تباہ کیا ہے۔ اس سے نہ صرف وہ پیر اپاہج بن گئے بلکہ جتنی مسلمان قوم تھی سب کی سب کاہلی سستی اور غفلت میں گرفتار ہوکر ذلیل و خوار ہوگئی۔ دوسری قومیں انہیں اصولوں کو لیکر بڑھ گئیں اور یہ غلام بنا دیئے گئے۔

(۴) قرآن کہتا ہے کہ کوئی آدمی غیر عورت نہ دیکھے اور نہ ہی کوئی عورت غیر مرد کو دیکھے اور اگر اتفاق سے سامنے آجائیں تو آنکھیں نیچے کرلیں۔ انکے ملک میں پیر ایسا معصوم ہے کہ خواہ وہ نوجوان اور توانا ہو دو دو تین تین بیویاں گھر میں رکھہ سکتا ہو۔ پیر اس سے مریدوں کی بیویوں کو حجاب کی ضرورت نہیں۔ بعض جگہہ تو ان پیروں سے خاص خاص حقوق جن کا اظہار انسان کے لئے نفرت کا موجب ہے

پنجاب میں بھی اگرچہ ان دشمنان اسلام کا بہت زور ہے۔ لیکن سندھ بہاولپور اور ممالک متحدہ میں اور پھر فرانٹیر کے صوبجات میں ان کا خاص اثر ہے۔ سندھ میں کروڑ پتی یہ پیر ہیں ان کے مکانوں کو سجدہ کیا جاتا ہے۔ ان کے گھر بیت خانہ ہیں جہاں مریدین پیروں کو پیروں کے خلیفوں کو اور رشتہ داروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بجائے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کے نعرہ بلند ہوتے ہیں۔ گھوڑے کی طرح حیوانوں کی طرح یا بہاؤ الحق کے نعرہ بلند کرتے سینکڑوں میل پیدل سفر کرتے اور ملتان پہنچکر قبروں کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ اور مٹی کے ڈھیروں کو خدا سمجھتے اور ان کی پوجا کرتے ہیں۔ ... افرا ... کہ خدا تعالیٰ

کے مجاور ہوتے ہیں۔ اور بعض انہیں سے تعلیم یافتہ بھی ہیں وہ بجائے انکو ان خلاف شریعت احکام سے روکنے کے اور زیادہ ان شرک کی طرف راغب کرتے ہیں۔ نفس پرستی۔ اور نفسانی خواہشات انکی ضمیر پر غلبہ حاصل کر لیتی ہیں۔ اور اس طرح مسلمان کہلانے والے بت خانوں کے دارو غہ بن جاتے ہیں۔ کہیں جا کر دیکھو پیروں کے نام پر بکرے موسوم کئے جاتے ہیں۔ ان کو دیوں بیچا جاتا ہے اور ذبح کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح اس حکم کی کہ تھانوں پر بکرے ذبح نہ کرو۔ اور جو خدا کے سوائے کسی اور کے نام پر ذبح کیا جائے۔ وہ حرام ہوتا ہے۔ خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ لوگ حرام کھاتے ہیں۔ اور دوسروں کو کھلاتے ہیں۔

پھر ایک گروہ ہے کہ وہ باجوں۔ سارنگیوں طبلوں سے انسان کے ضمیر اور قوت ضبط کو مغلوب کرتے ہیں۔ اور پھر انہیں وجد میں لاکر انکے کلے اور اس کے دماغ کو تباہ کر دیتے ہیں۔ تا وہ حیوان کی طرح ان کے قبضہ میں رہے۔ غرض کوئی بد ایمانی نہیں جو یہ باقی چھوڑتے ہوں۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہ مرض مسلمانوں کی قوم کو کھا چکی ہے۔ اور جو باقی طاقت ہے وہ بھی ضائع کر رہی ہے۔ خیال تھا کہ تعلیم سے شاید یہ مرض دور ہو جائے۔ لیکن تعلیم یافتہ گروہوں کو قابو میں لانے کے لئے تعلیم یافتہ پیر بھی موجود ہوگئے۔ جو امید تھی وہ بھی جاتی رہی۔

خدا ہی ہے کہ اپنے فضل سے مسلمانوں کی قوم کو سمجھ عطا کرے۔ اور اس مرض کو مسلمانوں سے دور کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں اور دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا اور انکے لئے ایسا کاری حربہ چلایا کہ بجائے اسلام پر حملے کرنے کے انکو اپنی پڑ گئی۔ وہاں اس درد کو بھی محسوس کیا۔ اور اس کا بھی علاج سوچا اور بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس کے اثر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھا جائے۔ لیکن باہر کے دشمن سے انسان خبردار ہوتا ہے اس لئے اسکا علاج آسانی سے ہو سکتا ہے۔ یہ اندرونی دشمن ہے۔ یہ نادان دوست ہیں۔ ان کے مضر اثرات سے بچنا کچھہ آسان امر نہ تھا۔ چونکہ اس کے ... مسلمانوں کی طبیعت پر بہت غلبہ پا چکے تھے۔ اور انکی عادت ہو چکی کہ ... کو بھی امام پیروں کی طرح ہی کہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود ... ہیں۔ کہ خود جماعت احمدیہ میں بھی ... اسی روش پر ... چل رہی ہے۔ اور قرآن ...

جب جب جس جس منتر کے معنے جاننے کی خواہش سے توجہ یکسو کر کے پرمیشور کی ہستی میں سمادھی (مراقبہ) کے اندر قائم ہوئے تب تب پرماتما نے مطلوبہ منتروں کے معنے جتلا دیئے۔ جب بہت لوگوں کے آتماؤں میں وید کے معنے ظاہر ہوئے تب رشی منیوں نے وہ معنی مع رشی منیوں کی روایات کی کتابوں میں لکھے۔"

منقولہ بالا عبارت سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ سوامی دیانند صاحب تو نہ صرف ویدوں کے الہامی ہونے کے ہی معتقد ہیں۔ بلکہ وہ ان کی تفہیم تراجم و تفسیر کے بھی پرماتما رشی اور مہرشی لوگوں کے اپنی توجہ کو یکسو کرنے کے پرمیشور کی ہستی میں سمادھی (مراقبہ) کے اندر قائم ہونے سے پرماتما کی طرف سے بتلائے جانے اور بہت لوگوں کی آتماؤں میں وید کے معنے ظاہر ہونے کے بھی قائل ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ مسافر کو بھی اس سے انکار نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ خود اس کے تسلیم کردہ گرو کا اعتقاد ہے اور وہ اس کا معتقد نہ بھی ہو تو بھی وہ کم از کم ویدوں کے تو بالضرور من جانب اللہ الہام کئے جانیکا قائل ہوگا۔

پس ایسی حالت میں یہی اعتراض جو اس نے ہم پر کیا ہے۔ یعنے یہ کہ خواب یا مکاشفہ وغیرہ کو ازروے سائیکولوجی منجانب اللہ ثابت کیا جاوے خود اسپر وارد ہوتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ سب سے پہلے خود سائیکالوجی کے رو سے ویدوں کے منجانب اللہ الہام کئے جانے اور انکی تفہیم کے پرماتما کی طرف سے جتلائے جانے کو سچا ثابت کرکے۔ اور ہمیں بتلائے کہ ویدک الہام کی وہ کیا کیفیت تھی۔ جو سائیکلوجیکلی درست ٹھیرتی ہے۔ پھر ہم اسے اپنی اصولوں کے رو سے خواب اور مکاشفات کو منجانب اللہ ثابت کر دکھائیں گے۔ آخر ایک معترض کو اپنے عقاید کو نظر انداز کرکے دوسروں پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ پس اگر مسافر ویدوں اور انکی تفہیم و تفسیر کو منجانب اللہ الہام کیا جانا تسلیم کرتا ہے تو اسے چاہیئے۔ کہ ہم سے خواب کے سائیکلوجیکلی منجانب اللہ ہونے کا ثبوت مانگنے سے پیشتر خود اپنے تسلیم کردہ الہام کو اسی نہج سے منجانب اللہ ثابت کرے۔ فما هو جوابكم هو جوابنا

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہاں سوال وید کے شروع سرشٹی کے وقت الہام کئے جانے اور بعد میں الہام کے بذریعہ سمجھایا نہ ہونیکا سوال نہیں بحث تو اس کے منجانب اللہ ہونے کی ہے۔ تم نے سوال کیا ہے کہ خواب کو سائیکلوجی کے رو سے منجانب اللہ ثابت کرو۔ ہم کہتے ہیں یہی سوال ہمارا تم سے ہے کہ تم جس الہام کو مانتے ہو پہلے تم اسی معیار پر اسے منجانب اللہ ثابت کر دکھاؤ یا اس کے منجانب اللہ نہ ہونے کا اعلان کرو۔ پھر ہم تمہارے دہریہ پن سے انشاء اللہ بخوبی نپٹ لیں گے۔

جناب میر صاحب کا حد سے بڑھنا

(۵)

جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔ خواجہ صاحب لوگوں کو حلف ہی دیدیکر پوچھتے رہے کہ تمہارا عقیدہ دربارہ نبوت حضرت مسیح موعود کی وفات تک کیا تھا۔ تا یہ ظاہر ہو جاوے کہ کیا کچھ حاشئے صاحبزادہ صاحب نے چڑھائے ہیں۔ اور طرح طرح کے ٹال مٹولوں سے حاشیہ نشینان دربار خلافت اس حلف سے سر کو بچانے کی کوشش ہی کرتے رہے۔ مگر صد آفرین و مرحبا ہمارے میر حامد شاہ صاحب پر نبوت کے بارے میں میرے شیر نے پہلے سے ہی ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کردیا کہ آنچہ پدر نتواند پسر تمام کند۔ کی مثل زندہ ہوگئی جس کے معنے خواہ کتنی ہی اب تاویلیں کی جاویں۔ اس مفہوم سے تو ہرگز ہرگز ہٹ نہیں سکتے کہ نبوت کا مسئلہ حضرت صاحب کی زندگی میں۔ یا آپ کی تصنیفات کو پڑھکر اس سے پہلے میر صاحب نے ایسا اور اس قسم کا نہیں سمجھا تھا۔ جیسا کہ میاں صاحب کی حقیقۃ النبوۃ کو پڑھکر سمجھا۔ وہ کیا بات تھی جس پر میر صاحب کی روح بے اختیار بول اٹھی۔ آنچہ پدر نتواند پسر تمام کند۔ وہ یہی بات تھی۔ کہ نبوت کے مسئلہ کے متعلق میر صاحب کی سمجھ میں جب تغیر پیدا ہوا تو انہیں حضرت مسیح موعود کی تصانیف دربارہ نبوت **"ناقص"** نظر آنے لگیں۔ لازماً انہوں نے تکمیل کا سہرا میاں صاحب کے سر پر باندھ دیا۔ اب میر صاحب نے اپنی بات کی پچ میں ابوہریرہ کی ایک حدیث پیش کی ہے۔ کاش وہ اس حدیث کو نہ پیش کرتے تاکہ میر صاحب کی قوت استدلال پر تو حرف نہ آتا۔ اور مسیح موعود کی تصنیفات کو خود اپنے دعوے کے متعلق "ناقص" قرار دیتے ہوئے خود جناب رسالت مآب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ رسالت کو تو نہ "ناقص" قرار دیتے۔ افسوس تو یہ ہے کہ اس حدیث کا **نبوت کے دعوی** کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ وہ حدیث تو **ترقی اسلام** کے متعلق ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے رویا میں ایک کنوئیں سے چند ڈول بھرے پھر حضرت ابوبکر نے۔ پھر حضرت عمر نے اور حضرت عمر نے تو زور پہلوان کی طرح خوب ڈول بھر کر لوگوں کو سیراب کیا۔ اس رویا میں ترقی اسلام کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ جو خود آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ہوئی پھر حضرت ابوبکر کے زمانہ میں ہوئی پھر حضرت عمر کے زمانہ میں خوب زور و شور سے ہوئی اور مزہ یہ کہ خود میر صاحب نے بھی ترقی اسلام پر ہی اسکو چسپاں کیا ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا۔

کہ اس ترقی اسلام والی حدیث کو دعوے نبوت کے ساتھ کیا تعلق تھا جو میر صاحب نے اسے یہاں نقل کیا۔ کیا آنحضرت صلعم اپنی نبوت کو لوگوں کو سمجھا نہ سکے تھے اور حضرت عمر نے میاں صاحب کی طرح حقیقۃ النبوۃ یا کوئی اور کتاب لکھکر یا زبانی ہی تقریر کرکے سمجھایا تھا اور صحابہ کو رسول اللہ صلعم کی نبوت کی اصل حقیقت اس وقت جاکر منکشف ہوئی تھی۔ اگر نہیں تو پھر اس حدیث کا اسجگہ پر لکھنا کیا فائدہ رکھتا تھا۔ میاں صاحب حضرت عمر کی طرح اسلام کو ترقی دینگے۔ یا نہیں یہ ایک جدا امر ہے بالفعل تو ایسا تنزل دیا ہے کہ دیکھکر رونا آتا ہے تیرہ سو برس کی محنت غرق کل مسلمان کافر۔ احمدی جماعت پارہ پارہ۔ [illegible] خیر ہمیں اس سے بحث نہیں۔ بالفرض اگر میاں صاحب اسلام کو ترقی دینگے تو یہ امر بھی پردہ غیب میں ہے جب دینگے دیکھا جاویگا۔ مگر پدر نتواند پسر تمام کند کی مثل تو بقول میر صاحب حقیقۃ النبوۃ کے ذریعہ زندہ ہوئی ہے جس میں حضرت مرزا صاحب کی دعوت نبوت پر بحث ہے۔ میر صاحب نے تو اس فقرہ سے اس کتاب پر ریویو کیا ہے بحث تو دعوت نبوت پر ہے۔ ترقی اسلام کی کوئی بحث ہی نہیں۔ خدا جانے میر صاحب نے اب یہ کیا انوکھی طرز اختیار کی ہے کہ بے سوچے سمجھے مبالغہ اور شاعرانہ مدح سرائی کے طور پر لکھتے چلے جاتے ہیں۔ اور جب کوئی کسی بات پر انگلی رکھے تو لوگوں کی سمجھ کا پھیر بتانے لگتے ہیں۔ اور بات کو پیچ دیکر اور مروڑ مروڑ کر پھر عجیب و غریب نتیجے نکالنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اور استدلال غلط در غلط کرتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ پدر نتواند پسر تمام کند کی تشریح میں مذکورہ بالا حدیث کے علاوہ حضرت مولانا نورالدین مرحوم کا ایک قول بھی پیش کرتے ہیں۔ وهو هذا:-

"بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم تمہاری نسبت نہیں نہیں بلکہ اگلے خلیفہ کے اختیارات کی نسبت بحث کرتے ہیں۔ مگر تمہیں کیا معلوم کہ وہ ابوبکر اور مرزا صاحب سے بھی بڑھکر آئے۔"

اور یہ قول نقل کرکے فرماتے ہیں:- "اگر اب بھی پدر نتواند پسر تمام کند کے معنے سمجھ میں نہ آئیں۔ تو ایسی سمجھ کا علاج خدا ہی کرے۔" جسکے دماغ میں عقل سلیم ہو وہ مولوی صاحب کے اس فقرہ پر غور کرے۔ اور سوچے کہ مرزا صاحب کے دعوے نبوت سے اس قول کو کیا تعلق ہے۔ اس میں کہاں لکھا ہے کہ دوسرا خلیفہ مرزا صاحب کے دعوے نبوت کو صاف کر دیگا اور اس لئے مرزا صاحب کے دعویٰ کے نقصوں کو تکمیل پر پہنچانے کی وجہ سے پدر نتواند پسر تمام کند کا مصداق ہوگا۔ جیسا کہ میر صاحب نے اس مثل کو حقیقۃ النبوۃ پر چسپاں کرنے سے ظاہر کیا ہے بلکہ ایک نادان تو یہ سمجھے گا کہ میر صاحب نے مولوی صاحب کے اس فقرہ کو نقل کرکے میاں صاحب کی تصنیف حقیقۃ النبوۃ پر پانی پھیر دیا۔ کیونکہ مولوی

نادان دوست اسی کو کہا کرتے ہیں۔ مولوی نورالدین صاحب کا یہ قول۔ اگر کوئی سند ہوسکتا ہے تو اس سے پہلے [illegible]

صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو عام خلفا کی ذیل میں رکھدیا ہے جن میں ابوبکرؓ بھی شامل ہے جو نبی نہیں۔ اگر مرزا صاحب نبی تھے۔ اور ان کے خلیفے بھی ہو سکتے ہیں۔ تو خلیفہ کا اپنے نبی متبوع سے بڑھ کر آنا کیا معنے اور ابھی بڑھ کر کس طرح آسکتا ہے جب تک وہ (بقول محمودیاں) خود نبی نہ ہو اور پھر مسیح موعود جیسے عظیم الشان نبی سے جس کا آنا خود محمد رسول اللہ صلعم کا آنا ہے۔ اس کا ایک خلیفہ کس طرح بڑھ کر آسکتا ہے جب تک وہ خلیفہ خود اتنا بڑا عظیم الشان نبی نہ ہو کہ محمد رسول اللہ سے بھی بڑھ کر ہو۔ اور اگر ایسا ہو سکتا ہے تو پھر مسیح موعود کی **نبی اللہ کہلانے** کی خصوصیت جاتی رہی جس پر حقیقۃ النبوۃ میں سارا زور ہے۔ پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولوی نورالدین صاحب نے اپنے اس قول میں حضرت مرزا صاحب کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رکھی۔ بلکہ مرزا صاحب پر بھی فضیلت حاصل کرنے کا دروازہ امت محمدیہ کے لئے کھلا چھوڑ دیا اور "نبی اللہ" کی خصوصیت کو نسیاً منسیاً کر دیا۔ پھر سوچیے کہ اسکانی رنگ میں کہا یہ کب کہا کہ میرے بعد ضرور ایسا خلیفہ آئیگا غرض اس قول کو مدنظر رکھنے سے تو حقیقۃ النبوۃ کا کچھ باقی نہیں رہجاتا۔ کاش کہ میر حامد شاہ صاحب اس قول کو نقل نہ کرتے اور عیب کی طرح مخفی رکھتے۔ اس قول کا مرزا صاحب کے دعوائے نبوت سے کوئی تعلق بھی نہ تھا۔ کہ پدر نتواند پسر تمام کند **کی تشریح کے واسطے ضروری ہوتا۔ مگر وہ کیوں ایسا نہ کرتے ان کو تو نہ صرف** اپنے مرشد کی دلجوئی اور میاں محمود کی مدح سرائی منظور ہے بلکہ درحقیقت انہوں نے اس میں ایک نئے عقیدہ کی بنیاد ڈالی ہے وہ **یہ کہ میاں محمود محمد رسول اللہ صلعم سے افضل ہیں** جس محمودی نے میاں صاحب کو عسیٰ ان یبعثک ربک **مقاماً محموداً** کا مصداق گردانکر رسول اللہ صلعم سے افضل ٹھیرایا تھا اس نے جلدی سے پردہ اٹھا دینے میں غلطی کی جس سے لوگوں میں شور پڑ گیا۔ اب دیکھیے ہمارے میر صاحب جو پردہ ڈال کر رفتہ رفتہ پردہ اٹھانے کے عادی ہیں کس خوبصورتی سے پردہ میں میاں محمود کو آنحضرت صلعم سے افضل قرار دیتے ہیں۔ ذرا غور سے سنئے۔ مولوی نورالدین کا یہ قول نقل کر کے کہ "تمہیں کیا معلوم کہ وہ ابوبکر اور مرزا صاحب سے بھی بڑھکر ہے" میر صاحب فرماتے ہیں کہ "تا اگر اب بھی پدر نتواند پسر تمام کند کے معنے سمجھ میں نہ آئیں تو ایسی سمجھ کا علاج خدا ہی کرے"۔ جناب میر صاحب! معنی کیوں سمجھ میں نہ آئیں سمجھ میں آگئے۔ یہی کہ میاں محمود مرزا صاحب سے افضل ہیں کیونکہ مولوی نورالدین صاحب کے بعد بقول میر صاحب وہ خلیفہ آگیا جو ابوبکر اور مرزا صاحب سے افضل ہے۔ بہت اچھا مرزا صاحب نبی ہیں اور بقول محمودیاں نبی پر فضیلت کے لئے نبی بھی ہونا چاہیے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ میاں محمود نبی ہیں اور مرزا صاحب سے بڑھکر عظیم الشان نبی۔ آگے چلئے۔ اللہ اکبر [illegible]

آگے چلکر میر صاحب حضرت مرزا صاحب کو آنحضرت صلعم کا کامل شاگرد اور "لعینہ" "انکا وجود" قرار دیتے ہیں۔ دیکھو الفضل یکم اگست صفحہ ۳ کالم ۲۔ جب مرزا صاحب بقول میر صاحب و دیگر محمودیاں لعینہ آنحضرت صلعم ہی ہیں تو پھر میاں محمود اگر حضرت مرزا صاحب سے افضل ہیں تو آنحضرت صلعم سے بھی افضل ہیں کیونکہ محمد رسول اللہ اور مرزا صاحب میں تو قطعاً کوئی فرق نہیں ورنہ **من فرق بینی وبین المصطفیٰ** کا فتویٰ محمودی لگانے کو تیار ہیں جب محمد رسول اللہ اور مرزا صاحب ایک ہی ہیں تو جو مرزا صاحب سے افضل ہے وہ محمد رسول اللہ سے بھی افضل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ میاں محمود محمد رسول اللہ صلعم سے افضل ہیں۔ اور یہی مدعا تھا میر صاحب کے پدر نتواند پسر تمام کند فرمانے کا جو ثابت ہو گیا۔ اگر اسکو کوئی نہ سمجھے تو میر صاحب فرماتے ہیں کہ "ایسی سمجھ کا علاج خدا ہی کرے"۔ سو خدا کا شکر ہے کہ ہم سمجھ گئے اب ہماری سمجھ کے علاج کی ضرورت باقی نہ رہی۔ میر صاحب کا مضمون کیا ہے ایک مداری کا تھیلا ہے۔ ڈالتے کچھ ہیں نکالتے کچھ ہیں۔ دلیل کسی بات کی دینے لگتے ہیں نتیجہ کچھ اور نکل آتا ہے۔ عجیب تماشا ہے۔ اللہ رحم کرے۔ بات کچھ ہوتی ہے۔ دلیل کہیں کی دینے لگتے ہیں جس سے نتیجہ ایسا عجیب و غریب نکلتا ہے کہ صاف حامد کی پگڑی محمود کے سر نظر آنے لگتی ہے مجھے میر صاحب سے محبت تھی اور ہے اور ان کے لئے میرا دل تڑپتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو اس غلطی سے نکالے خدا جانے انہوں نے میاں صاحب کی تحریروں میں کیا لکھا دیکھا۔ جسکی وجہ سے میاں صاحب کے بارے میں اسقدر غلو سے کام لینا شروع کیا ہے ورنہ ہر ایک عقلمند شخص جانتا ہے کہ میاں محمود صاحب کا دماغ فلسفیانہ نہیں بلکہ شاعرانہ ہے۔ زبان میں فصاحت ہے جو شاعری کا لازمی نتیجہ ہے لوگ لفظوں پر لٹو ہو جاتے ہیں۔ حقیقت اور معنی پر نگاہ ڈالنے والے بہت کم ہوتے ہیں بعض دفعہ ایسا غلط فلسفہ بیان کرتے ہیں کہ حیرت ہو جاتی ہے جن مغالطوں کو فلسفہ کی ابتدائی کتابیں پڑھنے والے بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں اس پر انکے مرید سر دھنتے ہیں۔ مثلاً یہی **ما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین** والی آیت جس پر حقیقۃ النبوۃ کی بنیاد قائم کی گئی ہے اور جس کے ذریعہ میاں صاحب نے ہر ایک مبشر و منذر کو رسول قرار دیدیا ہے حالانکہ معنے یہ ہیں کہ رسول مبشر و منذر ہوا کرتے ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ تو ضروری ہے کہ ہر ایک رسول مبشر و منذر ہو مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک مبشر و منذر رسول بھی ہو جس طرح کوئی کہے کہ انسان حیوان ہے اسکے معنے یہ تو ہونگے کہ ہر ایک انسان حیوان ہے مگر یہ معنی کبھی نہیں ہونگے کہ ہر ایک حیوان انسان ہوتا ہے منطق کا یہ سب سے پہلا مسئلہ اور بنیادی پتھر ہے جس پر میاں صاحب نے ٹھوکر کھائی ہے یا دانستہ ٹھوکر کھانے کے لئے لوگوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے خواجہ صاحب نے بھی اس غلطی کو پکڑا ہے اور اپنے مضمون "انکشاف حقیقت" میں اس پر کچھ لکھا ہے۔

اس کے جواب میں مجھے الفضل اخبار دکھلایا گیا جس میں ایک تو مضمون اکمل صاحب کا نظر آیا جنکے مضامین میں سے مجھے ہمیشہ مرے ہوئے کھٹمل کی بدبو آیا کرتی ہے اس لئے میں اسکے مطالعہ سے اپنے دماغ کو پراگندہ کرنا نہ چاہتا تھا۔ مگر سرسری نگاہ سے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ نے مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ "ایاز قدر خود بشناس" میں اسکو پڑھ کر اس شخص کی انانیت اور بدلیاقتی پر انگشت بدندان رہ گیا۔ یہ وہ صاحب ہیں جو شاعر ہیں۔ اخبار کے ایڈیٹر ہیں۔ اور خدا جانے کیا کیا کچھ ہیں۔ لیاقت یہ ہے کہ دنیا جانتی ہے کہ "ایاز قدر خود بشناس" کی مثل لوگ کسر نفسی کے طور پر اپنے نفس کو مخاطب کر کے بولتے ہیں۔ ہمیشہ ایاز اپنے نفس کو قرار دیا جاتا ہے اور خود ایاز نے بھی یہ فقرہ اپنے متعلق ہی بولا تھا۔ مگر اکمل صاحب دوسرے کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ ایاز قدر خود بشناس آہ! اپنا نفس بھول گیا نہیں نہیں بھولا نہیں۔ اس کی تو پرستش ہوتی ہے۔ اسکو ایاز کے لفظ سے کسطرح مخاطب کرتے۔ یہ تو بے ادبی ہو جاتی۔ مرشد نے بہت غلام بنا رکھے ہیں۔ اکمل صاحب کو اپنی کوٹھری میں چارپائی کے گرد ایاز ہی ایاز نظر آتے ہیں دوسروں کو ایاز کہنے کی زبان عادی ہو گئی ایاز سمجھنے کا دل خوگر ہو گیا۔ خیر یہ تو بات میں بات آگئی۔ ورنہ میں تو ایسے لچر مضامین کو قابل التفات ہی نہیں سمجھتا۔ البتہ الفضل میں مجھے جس چیز کے دیکھنے کا شوق تھا وہ میاں محمود صاحب کا خطبہ تھا کہ دیکھیں میاں صاحب نے کیا جواب دیا ہے اور بالخصوص **ما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین** والی آیت کا۔ چنانچہ تمام خطبہ ٹٹولا۔ میاں صاحب نے خواجہ صاحب کو خوب خوب سنائی ہیں انکو بے علم کہکر کہ خوب دل کا بخار نکالا ہے مگر اس منطقی مغالطہ کا جواب نہ آیا پر نہ آیا۔ جسکا ارمان ہی رہ گیا۔ ؎

اندرین دوست چہ گویم بہ چہ عنوان رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم

اور جواب آتا تو کس طرح آتا کیا میاں صاحب نے جواب دیکر اپنی علمیت کی پردہ دری کرانی تھی۔ اس لئے "ایک چپ سو بلا ٹالتی ہے" پر میاں صاحب نے عمل کر لیا مگر علمیت کی پردہ دری ہونی مقدر ہو اور بزرگوں کا سر نیچا ہونا ہو تو وہ ہر طرح ہوتا ہے آپ نے حدیث **لم یبق من النبوۃ الا المبشرات** پر خوب خوب طبع آزمائی فرمائی ہے اور مثالوں سے اپنے خطبہ کو خوب سجایا ہے اور بتلایا ہے کہ مبشرات ایک قسم نبوت ہے۔ جسکو میاں صاحب غیر تشریعی نبوت کا مترادف قرار دیتے ہیں جن لوگوں نے حقیقۃ النبوۃ کو پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ میاں صاحب نے نبوت کاملہ کی جو تعریف کی ہے اسمیں کثرت مکالمہ مخاطبہ کو ہی عین نبوت قرار دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت کو میاں صاحب نے

نبوت کاملہ کی تعریف میں داخل نہیں کیا جب شریعت نبوت کاملہ کی تعریف میں داخل نہیں تو غیر تشریعی اور تشریعی نبوت کی دو اقسام نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ تشریعیہ نبوت کاملہ کے علاوہ ایک فالتو چیز ہے پس ایک کو صرف نبوت کہا جائیگا اور دوسری کو نبوت، شریعت پس جب میاں صاحب کی تعریف کے رو سے نبوت کاملہ میں شریعت داخل نہیں بلکہ صرف کثرت مکالمہ مخاطبہ داخل ہے۔ تو لم یبق من النبوۃ الا المبشرات میں نبوت اور مبشرات دونوں ہم معنے الفاظ قرار دیئے جائینگے۔ اور اسکے معنے ہونگے۔ لم یبق من النبوۃ الا عین النبوۃ۔ ممکن ہے کوئی کہے کہ آنحضرت صلعم نے یہاں نبوت سے مراد تشریعی نبوت کی ہے تو میں عرض کرونگا۔ کہ کیا نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کو بھی آج مسیح موعود کی طرح نبوت کی تعریف نہ آتی تھی۔ اور آپ بھی عوام الناس کے غلط اصطلاح کی پیروی کر کے شریعت کو نبوت میں داخل سمجھتے تھے۔ جسے درست فرمانے کے لئے میاں محمود اب مبعوث ہوئے ہیں ان کو تو یوں فرمانا چاہئے تھا کہ اب شریعت منسوخ ہوگی مگر نبوت باقی رہیگی۔ لیکن وہ تو فرماتے ہیں نبوۃ بند ہوگئی صرف مبشرات رہینگے حالانکہ خود نبوۃ کے معنے حقیقۃ النبوۃ کے مطابق کثرت مکالمہ مخاطبہ یعنی مبشرات تھے تو یہ فرمائیے کہ یہ حدیث بے معنی ہوگئی یا نہیں۔ کیا رسول اللہ صلعم نبوت کے معنے جانتے تھے۔ کیا ان کو اتنا بھی نہ تھا کہ نبوت اور مبشرات ہم معنی الفاظ ہیں۔ یہ حدیث [illegible] ہے۔ کیونکہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نبوت سے وہ معنے ہرگز نہ لیتے تھے۔ جو میاں صاحب [illegible] لیتے ہیں ورنہ یہ حدیث بے معنی ہو جاتی ہے اگر نبوت سے مراد رسول اللہ صلعم کثرت مکالمہ مخاطبہ لیتے۔ جو مبشرات کا مفہوم ہے تو [illegible] مبشرات کی جو عین نبوت ہے [illegible] سکتے تھے [illegible] یہ کتنی بڑی خود ساختہ تعریف نبوت کے [illegible] اس حدیث سے استدلال کرکے جو غلطی [illegible] میاں صاحب نے کھائی ہے اس کے علاوہ ایک اور خطرناک ٹھوکر میاں صاحب نے کھائی یا لوگوں کو کھلائی ہے جس سے میاں صاحب کی صحیح بخاری سے [illegible] واقفیت [illegible] اگر واقفیت ہے تو خود آنحضرت صلعم کے مقابلہ پر اپنے علم پر فخر اور ناز ظاہر ہوتا ہے یعنے جو معنے مبشرات کے آنحضرت صلعم نے کئے ہیں انکو میاں صاحب نے نہ صرف نظر انداز کر دیا بلکہ معاذ اللہ انکے خلاف طبع آزمائی کی ہے بخاری میں ساری حدیث یوں درج ہے۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نبوت سے باقی نہیں رہا مگر مبشرات۔ اس پر صحابہ رضہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مبشرات کیا ہوتے ہیں فرمایا رؤیائے صالحہ۔ اب

فرمایئے۔ کیا رؤیائے صالحہ نبوت کی قسم ہے یا جزو بتائیے ہم میاں صاحب کی مانیں یا محمد رسول اللہ صلعم کی۔ پھر اسی جگہ بخاری نے دوسری حدیث لکھی ہے جس میں رؤیا صالحہ کو چھیالیسواں حصہ نبوت کا قرار دیا ہے جس سے ثابت ہوگیا۔ کہ مبشرات جزو ہے نبوت کا۔ اب خواہ رؤیائے صالحہ کو اپنے لفظی معنوں میں محدود رکھو یا اسے وسیع معنوں میں لیکر بحیثیت جنس کے وحی ولایت مشتمل اخبار غیبیہ کا قائم مقام فرض کرلو بہرحال مبشرات کے معنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیائے صالحہ کے کئے ہیں۔ اور رؤیائے صالحہ کو چھیالیسواں حصہ نبوت کا قرار دیا۔ تو پھر شیشہ کی طرح صاف نظر آتا ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ نبوت کا جزو ہے۔ نہ کہ کوئی قسم نبوت ہے۔ پس جب صاف صاف لفظوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبشرات کے معنے کی تشریح کردی اسے نبوت کا جزو قرار دیا۔ پھر میاں محمود صاحب کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور خود مسیح موعود کی تشریح کے خلاف جو آپ نے توضیح المرام میں کی ہے طبع آزمائی کرنا کہاں تک تقوے پر مبنی ہے۔ اور اگر لاعلمی پر مبنی ہے۔ تو خواجہ صاحب کی آنکھ میں تو بے علمی کا تنکا نظر آگیا۔ مگر اپنی آنکھ میں بے علمی کا شہتیر نظر نہ آیا۔ جس کی وجہ سے ختم نبوت کو تباہ کرکے تمام مسلمانوں کو کافر، احمدی جماعت کو پارہ پارہ اور اپنے مریدوں کو ضلالت کے گڑھے میں گرا دیا۔

یہی حدیث میاں صاحب کے گلے میں ہڈی بنکر نہیں پھنسی۔ بلکہ ایک اور حدیث بھی ہے۔ جس سے مفر مشکل ہے۔ اور وہ یہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا۔ انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی یعنے تیری نسبت مجھ سے ایسی ہے جیسی ہارون کو موسیٰ سے سوا اس بات کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ایک امتی گذشتہ انبیاء کے کمالات میں رنگین ہو کر ان سے مماثلت حاصل کرسکتا ہے۔ اور آسمان پر کسی گذشتہ نبی کے نام سے موسوم ہو سکتا ہے مگر نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی کوئی نہیں۔ اگر حضرت علی باوجود ہارون نبی کے جو نبی تھے۔ نبی نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ لا نبی بعدی اس کے خلاف پڑتی ہوئی ہے۔ تو پھر اس حدیث کے ماتحت حضرت مرزا صاحب بھی مسیح بنکر نبی نہیں کہلا سکتے۔ اگر حضرت علی کا غیر نبی ہونا ہارون بننے کے

لئے منافی نہیں تو حضرت مرزا صاحب کا غیر نبی ہونا مسیح بننے کے منافی کیوں ہے۔ پس جو بھی ہوگا وہ نبوت محمدی کی ہی چمکار ظلیت کے شیشہ میں دکھائیگا۔ لاکن اپنی ذاتی [illegible] نہیں ہو سکتا۔ وہ نبوت کے منصب پر بٹھایا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ یہ منصب قیامت تک کے لئے محمد رسول اللہ صلعم کو دیا گیا ہاں ظلی و مجازی طور پر فنائیت کے شیشہ میں نبوت محمدیہ کی چمکار کا ظاہر ہونا ایک جدا امر ہے۔ وہ کامل امتی کا ایک اعلیٰ مقام ہے جہاں وہ بروزی و مجازی طور پر محمد و احمد بن کر نبی و رسول مجازی طور پر کہلا سکتا ہے۔ مگر وہ اپنی ذات میں امتی ہوتا ہے۔ نہ کہ نبی۔ محمد رسول اللہ کے بعد لا نبی بعدی والی حدیث کسی نبی کو قدم دھرنے کی جگہ نہیں دیتی اور اگر محمودیوں کا قول بالفرض محال مان لیا جائے کہ ہارون صاحب شریعت نبی نہ تھے۔ تو بالکل فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پھر اس حدیث کے رو سے ہارون والی نبوت بھی باقی نہیں رہی۔ حضرت علی کو ہارون کہکر پھر نبوت کی ان سے نفی کرنا ثابت کرتا ہے کہ وہ نبوت جو ہارون کو ملی تھی اور جو بقول محمودیاں تشریعی نبوت نہ تھی۔ وہ بھی آنحضرت صلعم کے بعد باقی نہ رہی ورنہ ہارون کہکر پھر نبوت کی نفی کیا ضرور تھی۔ کیونکہ ختم تو شریعت ہوئی تھی نہ کہ نبوت۔ اور سچ پوچھو تو لا نبی بعدی میں نفی جنس ہو کر تمام نبوتوں کی نفی ہو جاتی ہے اور اسکی تائید میں وہ حدیث اور قصہ ختم کر دیتی ہے جس میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں نبوت کے مکان کی آخری اینٹ ہوں۔ باقی رہا حضرت عائشہ رضہ کا قول مجمع البحار میں لا تقولوا لا نبی بعدہ ولکن قولوا خاتم النبیین اس قول کو روایت کے اعتبار سے اگر صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو اسکو بڑی سے بڑی بھی حیثیت جو دیجائیگی وہ ایک صحابیہ کے اجتہاد سے زیادہ نہیں دیجا سکتی جو محدثین کے نزدیک خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ پھر یہ قول بھی ایسا ہے جسکے راویوں کا سلسلہ ہی مفقود ہے اس لئے یہ قول روایت کے اعتبار سے پرلے درجہ کا ضعف بھی اندر رکھتا ہے۔ اس لئے صاف اور بین الفاظ حدیث صحیح کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ [illegible]

خاکسار بشارت احمد عفی عنہ

حبیب الدین [illegible] پرنٹر و پبلشر نے [illegible] احمدیہ اسٹیم پریس لاہور [illegible] شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

اندریں دین آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم

آں کتاب حق کہ قرآن نام او
بادہ عرفان ما از جام او

آں رسولے کش محمدؐ ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام

مہر او باشیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام

ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست

آنچہ مارا وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ... ششماہی ... سہ ماہی ... ماہوار ...

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ شائع ہوتا ہے

جلد ۳ — مبارک لاہور — پنجشنبہ مورخہ ۴ ذوالحجہ سنہ ۱۳۳۳ ہجری المقدس مطابق ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ — نمبر ۴۱

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ کا ایک عظیم الشان جلسہ

گذشتہ ۹ و ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ کیطرف سے سیالکوٹ میں ایک عظیم الشان جلسہ اسلامیہ سکول کی نئی اور ناتمام عمارت کے صحن میں منعقد ہوا۔ جلسہ خوب بارونق تھا شہر کے بڑے بڑے عمائد اور ہندو و مسلمان رؤسا کے علاوہ حاضرین کی تعداد ہر وقت تین چار ہزار کے درمیان رہی۔ اس جلسہ کی اطلاع اگرچہ فوری انتظام ہونیکے باعث پیشتر سے بیرونی احباب کو نہ دی جاسکی۔ لیکن تاہم سیالکوٹ کے قرب و جوار سے بعض احمدی احباب کو اطلاع پہنچ چکی تھی۔ اور وہ وہاں آگئے تھے۔ لاہور سے حضرت خواجہ صاحب۔ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بطور لیکچرار اور ان کے ساتھ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جناب حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب۔ اور اشاعت اسلام کالج کے دو طالب علم اخویم مکرم صدیق حسین خان صاحب اور اللہ بخش صاحب نیز خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح ۹ اکتوبر کو سیالکوٹ پہونچ گئے۔ جلسہ کی کارروائی ۹ اکتوبر سنہ حال ہفتہ کے روز سہ پہر کے وقت شروع ہوئی۔ اور سب سے پہلے حضرت خواجہ صاحب نے توحید پر نہایت شاندار لیکچر دیا۔ جس میں انسانی مساوات کو از روئے قرآن کریم ثابت کر کے دیگر تمام مخلوقات کو انسان کی غلام ثابت کیا۔ اسلئے ہر ایک علیم و ہر ہستی کو اس کا بھید بتا کر اسی اصول کو تمام علوم کی بنیاد ثابت

کیا۔ اور قرآن کریم کا یہی مقصد و مدعا بتایا۔ کسی آئندہ اشاعت میں اس تقریر کا خلاصہ انشاء اللہ تعالیٰ ہدیہ ناظرین کیا جائیگا۔

اگلے دن ۱۰ اکتوبر کو صبح ۹ بجے کی ٹرین پر کامل پور سے حضرت امیر ایدہ اللہ تشریف فرمائے سیالکوٹ ہوئے۔ سٹیشن پر جماعت کے علاوہ بعض دیگر عمائد بھی استقبال کے لئے موجود تھے۔ حضور بمعہ احباب کے قیام گاہ سے ہوتے ہوئے اسی وقت جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت خواجہ صاحب نے مختصر [illegible] الفاظ میں آپ کا تعارف کرایا۔ اور [illegible] احمدیہ کیطرف اشارہ کرتے ہوئے گروہ [illegible] کے انکار ختم نبوت کا تذکرہ کیا اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی اصلی [illegible] بیان کی۔ اسکے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے ختم نبوت پر اپنی تقریر شروع کی جسکا خلاصہ کسی دوسری جگہ ہدیہ ناظرین ہے۔ تقریباً اڑھائی تین گھنٹہ تک یہ تقریر جاری رہی۔ تمام سامعین نہایت دلبستگی اور دلچسپی کے ساتھ اس دریائے معرفت سے سیراب ہوتے رہے۔ آپ کے ایک ایک لفظ اور فقرہ پر لوگ عش عش کر رہے تھے۔ خاتمہ تقریر پر سامعین میں سے کسی نے اسمہ احمد پر بھی کچھ روشنی ڈالنے کی درخواست کی۔ جس پر آپ نے حضرت مسیح کی ان دو پیشگوئیوں کیطرف اشارہ کرتے ہوئے جو انہوں نے فارقلیط کے آنے اور اپنے آنے کے متعلق کی ہیں۔ یہ بتایا۔ کہ اگر اسمہ احمد سے مثیل مسیح ہی مراد ہوتی تو پھر اس میں حضرت مسیح من بعدی اسمہ احمد نہ فرماتے۔ بلکہ اس میں اپنا آنا بیان فرماتے۔ اسکے بعد حضرت خواجہ صاحب نے اپنے پریذیڈنشل ریمارکس میں اسکو خوب وضاحت کے ساتھ بیان کرتے

ہوئے فرمایا۔ کہ اول تو یہاں من بعدی اسمہ احمد بتاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح اپنی نہیں بلکہ کسی اور کی آمد کی پیشگوئی فرماتے ہیں حالانکہ انجیل میں دو پیشگوئیاں ہیں (۱) فارقلیط (تسلی دہندہ) کی آمد کے متعلق۔ (۲) اپنی آمد کے متعلق۔ اب یہ سیدھی بات ہے۔ کہ اگر اسمہ احمد سے مراد حضرت مسیح موعودؑ ہیں۔ تو یہ گویا حضرت مسیح کی دوسری پیشگوئی جو انکے اپنے آنے کے متعلق ہے بیان کی گئی ہے۔ لیکن من بعدی اسمہ احمد کے لفظ تو کسی اور شخص کیطرف اشارہ کرتے ہیں نہ کہ خود حضرت مسیح کیطرف۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ اس دوسری پیشگوئی کا ذکر ہے جو فارقلیط کے متعلق کی گئی ہے۔ پھر انجیل میں جو فارقلیط کی پیشگوئی ہے اسمیں صاف طور پر یہ لکھا ہے۔ کہ میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ ہو کر تم سے کہیں۔ لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجیگا۔ وہی تمہیں سب باتیں سکھائیگا۔ اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے۔ وہ سب تمہیں یاد دلائیگا۔"

اب حضرت مرزا صاحب کے متعلق ابھی تک تو یہ دعوے نہیں کیا گیا۔ کہ وہ تکمیل شریعت کے لئے آئے تھے۔ حالانکہ اس میں صاف طور پر لکھا ہے۔ وہی تمہیں سب باتیں سکھائیگا۔ اب ظاہر ہے کہ سوائے آنحضرت صلعم کے اور کسی نے تکمیل شریعت یا سب باتیں سکھانے اور اسکے ساتھ ہی پہلی باتیں یاد دلانے کا کام نہیں کیا۔ اس لئے فارقلیط سے مراد حضرت مسیح موعودؑ ہرگز نہیں ہو سکتے اور اسمہ احمد کا مصداق وہی شخص ہوگا۔ جو فارقلیط ہو۔ غرض من بعدی اسمہ احمد کے بعد صاف طور پر لکھا ہے۔ (بقیہ مضمون بر صفحہ ۸ کالم

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

ساحل کریمیا پر آب دوز کشتیاں :- (لندن ۱۰ اکتوبر) پیٹروگراڈ کا تار مظہر ہے کہ غنیم کی آبدوز کشتیاں پھر ساحل کریمیا پر نمودار ہوئی ہیں۔ اور روسی تباہ کن جہازوں کا تعاقب کر رہے ہیں۔

بلغاری سپاہ کا کمانڈر :- (لندن ۱۰ اکتوبر) صوفیہ کا ایک تار مظہر ہے کہ شاہ فرڈیننڈ نے کل سہ پہر کو اراکین مجلس وزرا کو مطلع کیا کہ جنرل جیکوف وزیر جنگ میدان جنگ کی فوج کے کمان افسر مقرر ہونگے۔

سالونیکا میں اتحادی سپاہ :- (لندن ۹۔ اکتوبر) سالونیکا میں اتحادی سپاہ کے اترنے کے متعلق اطالی بیانات سے پایا جاتا ہے کہ سپاہ نے کیمپ میں صف بندی توڑ کر پہلے شہر کو سلامی دی۔ اس کے بعد پھر صف بستہ ہو کر یونانی بارکوں کی طرف گئے۔ جہاں انہوں نے نقارہ سے داخل ہو کر پھر شہر کی سلامی اتاری۔ سردیوں نے اتحادی سپاہ کا جو سالونیکا میں آرہی تھی نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا اور ان پر سگار اور پھولوں کی بوچھاڑ کی۔

یونان کی جانب داری :- (پیرس ۹ اکتوبر) ایتھنز کی نیم سرکاری اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ جدید مجلس وزرا نے شاہ یونان کی خواہش کے مطابق کامل غیر جانبداری قائم رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ سنا ہے کہ شاہ یونان نے اعلان کیا ہے کہ میرا کسی سلطنت سے برسر پرخاش ہونیکا منشا نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسکی رائے میں یونان سروی یونانی عہدنامہ کی رو سے سرویا کو امداد دینے کا پابند نہیں۔ درحقیقت اسکی پالیسی موسیو وینی زیلوس کے بالکل خلاف معلوم ہوتی ہے۔

موسیو وینی زیلوس کا بیان :- (نیویارک ۱۰ اکتوبر) موسیو وینی زیلوس نے مستعفی ہونے سے پیشتر امریکن ایسوسی ایٹڈ پریس کے ایک رپورٹر کو ملاقات کا موقع دیا جس میں انہوں نے بیان کیا کہ ایک امر قطعاً یقینی ہے اور وہ یہ کہ یونان نے سرویا کے ساتھ جو عہدنامہ کر رکھا ہے اس کا وہ آخری سپاہی اور آخری پیسہ تک کامل طور پر پابند رہیگا انہوں نے بتایا کہ اس عہدنامہ کے وقت کسی شخص کو یورپ کی اس عظیم الشان جنگ کا وہم و گمان بھی نہ تھا مگر اس اتحاد کی اصلی غرض و غایت ایک دوسرے کی حمایت اور حفاظت ہے۔ اور عہدنامہ کے الفاظ کی آڑ میں پناہ لینے کی کوئی وجہ نہیں۔ گو یونان کو وسطی سلطنتوں کی تمام فوجی جمعیت کا مقابلہ کرنا پڑے۔ مگر اسے اپنے وعدے پر قائم رہنا چاہئیے۔ اس وقت درحقیقت اسکی عزت پر بازی لگی ہوئی ہے۔

سالونیکا میں فرانسیسی فوج کے اتارے جانے کے متعلق موسیو وینی زیلوس نے کہا کہ اہل یونان فرانس سے جنگ نہیں کر سکتے اور ممکن ہے کہ وہ ایسا کر سکیں مگر وہ ایسا کرنا نہیں چاہتے اہل یونان فرانس کے احسانات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ اور فرانس ہم سے کچھ نہیں مانگتا۔ وہ صرف یونان کے حریف کو مدد دینے آیا ہے۔ درحقیقت تلاف ثلاثہ کی سلطنتوں نے یونان سے کبھی کسی قسم کی مراعات طلب نہیں کیں بلکہ اسکے خلاف دول ائتلاف نے ایک آزاد اور متحدہ یونان کی شاہراہ ڈال دی ہے جس سے یونان کے ہر حقیقی فرزند کو شاندار یونان کے خواب نظر آنے لگے ہیں۔ آج وہ یہ مقصد محض اپنے وعدہ پر قائم رہنے سے حاصل کر سکتا ہے۔ موسیو وینی زیلوس نے آخیر پر الیشیا سے کہ جنگ بلقان میں تھریس میں یونانیوں کی امداد کرنے کے لئے امریکہ کا شکریہ ادا کیا۔

جرمنوں کا شدید نقصان :- (لندن ۹۔ اکتوبر) پیرس میں سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جرمنوں نے لوس پر حملہ کرنے میں شدید نقصان اٹھایا اس حملہ میں انہوں نے مسلسل تین مرتبہ فوجکشی کی اور اس کے بعد دستوں کی ترتیب سے لڑتے رہے۔ مگر ہماری پیدل سپاہ کلدار توپوں اور آتشبار توپخانہ کی متعدد آتشباری نے ان کا صفایا کر دیا۔ اور جرمن تھوڑی سی سپاہ ان خندقوں میں سے جو حال میں لوس اور لنس سڑکوں کی شرک کے درمیان انکے ہاتھوں سے نکل گئی تھیں۔ ایک خندق میں گھس آنے میں کامیاب ہوئی۔ سینول سینٹ وواسٹ کے جنوب مشرق میں بھی ان کے شدید اور مسلسل حملے پسپا کئے گئے۔ حال میں ہم نے جن جن مقامات پر ترقی کی تھی ان پر برابر قائم ہیں۔ جرمن نے فوارن کے مزرعہ کے مشرق میں شبخون مارنے کی کوشش کی مگر ہمارے توپخانہ نے ایک آتشین چادر کے مظاہرے سے ان کو خاموش کرا دیا۔ ٹاہور کے جنوب مشرق میں ہم نے جو ترقی کی تھی اس کے جواب میں غنیم نے دم بند کرنے والی گیس کے گولوں سے شدید آتشباری کی۔ لورین میں غنیم کی دیکھ بھال کرنے والی متعدد ذیر دست جماعتوں نے پیراسے کے جنگلوں میں فرانسیسی سپاہ کی بیرونی چوکیوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر کامل طور پر پسپا کیگئیں صرف ایک مقام سے حملہ آور کامل طور پر خارج نہ کئے جا سکے۔

پیرس کی روزانہ رپورٹ :- (پیرس ۱۰ اکتوبر) حسب گذشتہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ آج صبح جرمنوں نے لوس کے سامنے ہماری خندقوں پر پھر حملہ کیا مگر انہیں پسپا کر دیا گیا۔ سہ پہر کو آرتوا کے تمام محاذ پر توپخانہ کی شدید لڑائی وقوع میں آئی۔ شمپین میں غنیم نے ٹاہور کی پہاڑی پر جوابی حملہ کیا۔ مگر ہم نے اسکے کامل طور پر پسپا کر دیا۔ اور فوجی جمعیتوں کو جو از سر نو حملہ کرنے کی تیاری کر رہی تھیں منتشر کر دیا۔ ارگون میں بموں اور ہوائی تارپیڈوؤں کے ذریعہ سے لڑائی ہوتی رہی ہم نے لورین میں غنیم کی ایک خندق پر پھر قبضہ کر لیا اعلان کیا گیا ہے کہ غنیم نے ۸ تا ۹ حال کو ہماری نئی خندقوں پر متواتر حملے کئے۔ جو پسپا کئے گئے۔ لوس اور ہلک کے شمال مشرق میں ہماری خندقیں مستقل ترقی کر رہی ہیں اور ہم نے ۵۰۰ سے ایک ہزار گز تک ترقی کی ہے۔ غنیم نے کل ہمارے تمام رقبہ پر شدت سے حملہ کیا۔ مگر ہم نے اسے شدید نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا۔ ہم نے ایک اور جرمن خندق پر قبضہ کر لیا۔ اور ہمیں نسبتاً خفیف نقصان اٹھانا پڑا۔

سر جان فرنچ کی رپورٹ :- (لندن ۱۰ اکتوبر) سر جان فرنچ کی رپورٹ مظہر ہے کہ ۸ اکتوبر سے غنیم ہماری نئی خندقوں پر مسلسل آتشباری کر رہا ہے اور نہر لا باسی کے جنوب میں اس نے ہوہنزولرن ناجی وردے کے جنوبی حصہ پر ہماری سے مسلسل حملے کئے مگر پسپا کئے گئے۔ غنیم کے توپخانہ کی آتشباری کے باوجود ہم نے لوس کے شمال مشرق میں ملبر کی پہاڑی اور ہلک کے مابین اپنی خندقوں کو آگے بڑھایا۔ اور ۵۰۰ گز سے ایک ہزار گز تک ترقی کی۔ کل سہ پہر کو غنیم نے ہمارے تمام نئے علاقہ پر شدت سے گولہ باری کی۔ اور اس کے بعد لوس کے جنوب سے ہوہنزولرن کے وردے تک ہمارے تمام محاذ پر پیدل سپاہ سے متعدد حملے کئے ہم نے جوابی حملہ کر کے سائینٹ سیٹیلی کے مغرب میں جرمنوں کی ایک ۵۰۰ گز طویل خندق پر قبضہ کر لیا ہمارے نقصان نسبتاً خفیف تھے۔

برطانیہ کے فدائی :- (لندن ۸ اکتوبر) مغربی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

مقتولین۔ لفٹننٹ کرنل ۱۔ کپتان ۱۱ لفٹننٹ ۸ دوم لفٹننٹ ۱۲۔

گیس کے اثر سے بیمار۔ دوم لفٹننٹ ۱

مفقود الخبر و مجروح۔ کپتان ۱ لفٹننٹ ۱۔

مفقود الخبر غالباً ہلاک۔ دوم لفٹننٹ ۲

مفقود الخبر۔ کپتان ۳ دوم لفٹننٹ ۲

مجروح میجر ۴ کپتان ۸ لفٹننٹ ۵ دوم لفٹننٹ ۵

مجروح و مفقود الخبر کپتان ۱ دوم لفٹننٹ ۱۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
مورخہ ۱۴- اکتوبر ۱۹۱۵ء نمبر ۴۱

تقریر امیر (ایدہ اللہ بنصرہ)

کسی دوسری جگہ سیالکوٹ کے جلسہ احمدیہ کی مختصر روئداد ہدیۂ ناظرین کی جا چکی ہے ذیل میں ہم حضرت امیر جناب حضرت مولنا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کی اس شاندار تقریر کو اخویم مکرم صدیق حسین خانصاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے مرتب کردہ نوٹوں اور اپنے حافظہ سے بھی تھوڑی بہت مدد لیکر بطور خلاصہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ جو اگرچہ بسبب اختصار کے اصلی الفاظ میں نہ ہونے کے اس قدر دلچسپ نہیں ہو سکتی۔ جیسی کہ سامعین کے لئے تھی۔ مگر تاہم اس کے ضروری مطالب و مفہوم کا لکھ دینا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ اصل الفاظ دراصل خاکسار ایڈیٹر کی ناگہانی علالت کے باعث نوٹ نہ کئے جا سکے جس کا مجھے خود افسوس ہے!

ایسا ہی آئندہ اشاعتوں میں حضرت خواجہ صاحب اور حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی تقاریر کے اندراج کی بھی کوشش کی جائیگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ختم نبوت

اللہ نور السموٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح .... ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور (سورۃ النور رکوع ۵) پڑھکر فرمایا:۔

قرآن شریف کے متعلق ایک جرمن فاضل کی رائے

قرآن شریف کا ترجمہ کرتے ہوئے مجھے ایک کتاب کی طرف توجہ دلائی گئی جو ایک جرمن فاضل نے لکھی ہے اس کا نام ہے New studies in the study of the Quran اس کتاب میں قرآن کریم پر تنقید کی گئی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مصنف نے قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کو نہایت باریک بینی کے ساتھ دیکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ محمد صلعم نے بائیبل کے نوٹ اپنے پاس رکھے ہوئے تھے کہ اور وہ اس کے ایک ایک لفظ پر جا دیتے تھے۔ کیونکہ قرآن شریف کے ایک ایک لفظ میں بائیبل کی کسی ایک واقعات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ اس بات کو تو مانتا نہیں کہ قرآن کریم کسی اور بالاتر ہستی کا کلام ہے بلکہ وہ اسے آنحضرت صلعم کی اپنی ہی تصنیف سمجھتا ہے۔ اس لئے اس کا خیال ہے کہ آنحضرت صلعم گھر میں بائیبل کا بہت مطالعہ کرتے اور اس کے ضروری نوٹ اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور پھر وقتاً فوقتاً انہیں قرآن کی شکل میں مرتب کرتے رہتے تھے۔ اسنے اتنا تو سوچا نہیں کہ آنحضرت صلعم کے متعلق تو قرآن کریم کا دعوےٰ ہے۔ ما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون۔ یعنے تو اس سے پیشتر کوئی لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا۔ واقعات سے بھی یہی پتہ لگتا ہے۔ اور تاریخ بھی اسی کی شاہد ہے۔ خیر یہ تو اس کی اپنی رائے ہے۔ لیکن دراصل بات یہ ہے کہ:۔

کل کتب منزلہ قرآن کی خادم ہیں

توریت اور انجیل کے متعلق قرآن کریم نے بار بار اشارہ کیا ہے اور فرمایا ہے۔ مصدقاً لما بین یدیہ پھر فرمایا فیہ ھدًی ونور۔ ان کتابوں کے ذریعہ سے قرآن کریم کے سمجھنے میں بہت بڑی مدد ملتی ہے۔ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کے سمجھنے کے لئے ہمیں انکی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں ہے والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملوا الصلحت۔ انجیر کی جانب دیکھو زیتون پر غور کرو۔ سینا پہاڑ کو دیکھو۔ اور اس امن والے شہر پر غور کرو۔ ہم نے انسان کو نہایت اعلےٰ قوام سے پیدا کیا ہے۔ ہاں پھر اسے رذیل ترین حالت میں لوٹا دیا۔ سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے۔ اب اس میں انجیر کے درخت کی طرف توجہ دلانا۔ زیتون کی طرف اشارہ کرنا۔ اور پھر ایک پہاڑ اور شہر مکہ کا ذکر کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ اسکو انسان کی پیدائش کے ساتھ نسبت کیا ہے۔ انجیر کا درخت بھی ہم نے کئی دفعہ دیکھا ہے۔ زیتون کا درخت اگر کسی نے نہیں دیکھا تو خیر زیتون کا تیل تو عام ہے۔ پہاڑوں کو بھی ہم دیکھا ہی کرتے ہیں۔ اور طور اور سینا کے پہاڑ بھی ہم میں سے کئی ایک نے دیکھے ہیں مکہ کو بھی کئی لوگوں نے دیکھا ہے۔ پھر ان میں وہ کیا بات ہے۔ جس کی وجہ سے انکی طرف توجہ دلائی گئی۔ اور پھر خلقت انسانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس عقدہ کے حل کرنے کے لئے ہمیں بائیبل کی طرف رجوع کرنا پڑیگا۔

شجر تین کو سلسلۂ انبیائے بنی اسرائیل سے مناسبت اور سلسلۂ اسرائیل میں ختم نبوت

بائیبل کو جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں انجیر کے درخت کو سلسلۂ انبیائے بنی اسرائیل کے ساتھ ایک مناسبت دکھائی دیتی ہے۔ انجیر سلسلۂ انبیائے بنی اسرائیل کے لئے بطور ایک نشان کے ہے انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ کو جب بھوک لگی تو آپ ایک انجیر کے درخت کے قریب گئے۔ اور اس میں پھل نہ پاکر اس پر لعنت کی جس سے اسکے پتے بھی خشک ہو گئے۔ یہ کوئی یونہی قصہ یا کہانی نہیں بلکہ انجیل میں اس قسم کی اکثر باتیں ہیں۔ جن میں تمثیل کے طور پر کوئی بات سمجھائی گئی ہے اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ بنی اسرائیل میں اب نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اور چونکہ ان میں کوئی پھل پیدا کرنے کی استعداد نہیں رہی ما بین سے ان کے پتے بھی خشک ہو چکے ہیں۔ پتوں سے مراد اعمال ہیں۔ اور اعمال تب ہی پھل لاتے ہیں جب ان کے اندر روح ہو۔ بغیر روح کے اعمال پھل نہیں لاتے۔

اس بات کی تائید دوسرے مقام سے بھی وضاحت کیساتھ ہوتی ہے۔ مثلاً لوقا باب ۱۳ میں ایک تمثیل لکھی ہے جو حسب ذیل ہے:۔

"کسی نے انگوری باغ میں ایک انجیر کا درخت لگا ہوا تھا۔ وہ اس میں پھل ڈھونڈنے آیا۔ اور نہ پایا۔ اس نے باغبان سے کہا کہ دیکھ تین برس سے میں اس انجیر کے درخت میں پھل ڈھونڈنے آتا ہوں اور نہیں پاتا۔ اسے کاٹ ڈال۔ وہ زمین کو بھی کیوں روکے۔ اس نے جواب میں اس سے کہا۔ اے خداوند! اس سال تو اور بھی اسے رہنے دے۔ تاکہ میں اس کے گرد تھالا کھودوں اور کھاد ڈالوں۔ اگر آگے کو پھلا تو خیر۔ نہیں تو بعد اس کے کاٹ ڈالنا۔" پھر انجیل متی باب ۲۱ آیت ۳۳ سے ۴۴ تک میں ایک تمثیل لکھی ہے جو یہ ہے

"ایک گھر کا مالک تھا جس نے انگوری باغ لگایا۔ اور اس کے چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا۔ اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دیکر پردیس چلا گیا۔ اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا۔ اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا۔ اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو

پہلوں سے زیادہ تھے اور انہوں نے ان کے ساتھ بھی اسی طرح کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہکر بھیجا۔ کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا۔ کہ یہی وارث ہے۔ آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں۔ اور اُسے پکڑ کر باغ سے باہر نکالا۔ اور قتل کر دیا۔ پس جب باغ کا مالک آئیگا۔ تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کریگا۔ انہوں نے اسے کہا۔ ان بُرے آدمیوں کو بُری طرح ہلاک کریگا۔ **اور باغ کا ٹھیکا اور باغبانوں کو دیگا** جو موسم پر اسکو پھل دیں۔

اس تمثیل میں یہ کہکر کہ باغ کا ٹھیکہ اور باغبانوں کو دیگا۔ جو موسم پر اسکو پھل دیں۔ بنی اسرائیل میں سے سلسلہ انبیاء کے منقطع ہونے اور کسی دوسری قوم میں جاری ہونیکا اشارہ کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ کی اسی پیشگوئی کا ذکر قرآن کریم نے بھی ان الفاظ میں کیا ہے کہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ تو تین (انجیر کے درخت) کو سلسلہ انبیائے بنی اسرائیل کے ساتھ ایک نسبت ہے اور یہ بنی اسرائیل سے انقطاع سلسلہ نبوت کی خبر دیتا ہے۔

زیتون کا تعلق سلسلہ محمدیہ کیساتھ

زیتون کے لفظ میں اسلام کی طرف اشارہ ہے۔ اور اسکی تشریح ایک دوسری جگہ فرمایا اللہ نور السموات والارض۔ کامل نور ذات الٰہی ہے۔ مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح۔ اس نور کی مثال ایک بلند مینار کی طرح ہے جس میں ایک چراغ ہو (نور کا لفظ صرف قرآن کریم کیلئے ہی بولا گیا ہے دوسری کتب مقدسہ کو ھدًی کہکے پکارا گیا ہے) اب چراغ تو ہوا کے زور سے چلنے سے بجھ بھی جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا المصباح فی زجاجۃ۔ وہ چراغ قندیل کے اندر ہے لیکن ایسا نہو کہ قندیل میلی ہونیکی وجہ اسکی روشنی پھیل نہ سکے اس لئے فرمایا الزجاجۃ کانہا کوکب دری۔ قندیل ایسی ہے جیسے ایک چمکتا ہوا ستارہ جس سے کہ روشنی دوبالا ہو جاتی ہے۔ یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ وہ ایک زیتون کے مبارک درخت سے جلایا جاتا ہے۔ مبارک کے معنے ہمیشہ کیلئے بڑھنے والے ہیں۔ توریت و انجیل کے متعلق یہ لفظ نہیں فرمائے۔ کیونکہ ہمیشہ رہنے والی شرائع نہ تھیں۔ قرآن کریم ہی ایک ہمیشہ رہنے والا اور دن بدن پھیلنے والا تھا۔ اس لئے اسے مبارک کہا۔ اور سلسلہ محمدیہ کا نام زیتون رکھا۔ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یعنی وہ کسی ایک جگہ کا نہیں بلکہ چاروں طرف پھیلنے والا ہے۔ پھر پرانے وقتوں میں ہم نے ایسے دئے بھی دیکھے ہیں۔ جنمیں پہلے بتی کو آگ ہی دیر سے لگتی تھی۔ پھر جب اس کا ایک حصہ جل چکتا تھا۔ تو اسکی روشنی مدہم ہو جاتی تھی۔ اور ضرورت ہوتی تھی کہ کوئی اس بتی کے سرے کو پھر باہر نکالے اور وہ پھر روشن ہو۔ پھر ہم نے ایسے بھی دئے دیکھے ہیں جنمیں بتی کی ضرورت ہی نہیں ہوتی صرف آگ لگا دینا کافی ہوتا ہے۔ اور تیل خود بخود ہی بتی کو پہنچ جاتا ہے۔ پھر آج ہم ایسے بھی دئے دیکھتے ہیں جن کو آگ لگانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ بس بٹن دبایا اور روشن ہو گیا۔ فرمایا کہ یہ اس قسم کا دیا ہے کہ یکاد زیتہا یضیٓء ولو لم تمسسہ نار۔ قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے۔ اگرچہ اسے آگ نے نہیں چھوا۔ نور علیٰ نور۔ وہ نور بہت بڑھ چڑھ کر ہے یعنے دوسری کتب میں بھی نور ہے لیکن یہ نور سب سے زیادہ روشنی رکھتا ہے۔ پہلے لوگوں کا خیال تھا۔ کہ اللہ کا نور بڑی مشکلوں سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ اتنا دور ہے کہ گویا وہ ہمالہ کی چوٹی پر ہے۔ یا جنگلوں میں بذریعہ رہبانیت مل سکتا ہے۔ فرمایا نہیں فی بیوت۔ وہ تو تمہارے گھروں میں ہے۔ اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ۔ اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ بلند کیا جاوے اور یاد کیا جاوے اس میں نام۔ گویا یہاں اللہ تعالےٰ نے گھروں میں عبادت کرنیکا حکم دیا۔ لیکن پہلے تو دن کی طرح نہیں کہ ہفتہ میں ایک دن عبادت کر لی۔ اور پھر خدا کا نام ہی نہیں لینا۔ انسانی فطرت کو اگر بار بار جگایا نہ جائے تو وہ بھول جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بار بار اسے اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع دلایا جائے۔ اس لئے فرمایا یسبح لہ فیہا بالغدو والاٰصال۔ صبح شام اس میں اللہ کی تسبیح کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کی پنجوقتہ نمازوں کو دیکھ لو۔ کس طرح ہر ایک حالت میں انسان رجوع الی اللہ میں رہتا ہے۔ تمام عبادت گھروں میں کرنیکا حکم دیا۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ مسجد میں نماز نہ پڑھی جائے۔ بلکہ فرض نماز مسجد میں پڑھکر باقی نوافل گھر میں ادا کرنے چاہئیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں انسان خواہ کسی کام میں مصروف ہو۔ انسان کو پانچ وقت اللہ تعالےٰ کے حضور حاضر ہونا پڑتا ہے جس سے دل بیار و دست بکار کا عملی نقشہ نظر آتا ہے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ یعنے وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں کوئی خرید و فروخت اللہ تعالےٰ کے ذکر اور نماز کے پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے روک نہیں سکتی۔

طور سینین سے کیا مراد ہے؟

حضرت موسیٰ کے حالات میں یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے یہ سوال کیا تھا کہ رب ارنی انظر الیک۔ میرے رب مجھے اپنا آپ دکھا تاکہ میں تیری طرف دیکھوں جواب میں فرمایا لن ترانی تو مجھے نہیں دیکھ سکیگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ سوال معلوم ہوتا ہے۔ کہ ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کے متعلق نہ تھا کیونکہ ایک نبی اور اللہ تعالیٰ کو ظاہری آنکھوں سے دیکھنا چاہتے۔ کیا انہیں معلوم نہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کوئی مجسم شئے نہیں کہ اس پر احاطہ کیا جاسکے۔ وہ تو خود فرماتا ہے۔ لا تدرکہ الابصار۔ اس پر آنکھیں احاطہ نہیں کرسکتیں۔ اسلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست تجلی روحانی کے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ یعنے وہ چاہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی کامل تجلی اُن پر ہو۔ مگر ہر ایک کو اُس کی استعداد کے مطابق دیا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں اتنی استعداد نہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کامل تجلی کو برداشت کرسکتے۔ انہیں تو جب فرعون کی طرف جانے کا حکم ہوا ہے۔ تو حالانکہ وہاں سے صرف قوم بنی اسرائیل کو نکال لانیکا حکم تھا لیکن وہ اس کی طاقت نہ پاکر فرماتے ہیں۔ واجعل لی وزیرا من اھلی۔ ھارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری۔ مولا میرے اہل سے میرے لئے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے۔ اس سے میری قوت کو مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر۔ اس سے صاف طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کمزوری کا پتہ لگتا ہے۔ اور دوسری طرف ایک اکیلے محمد رسول اللہ کا کل دنیا کے لئے مبعوث ہونا آپ کے کامل تجلی کی طاقت برداشت رکھنے کا شاہد ہے۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال رب ارنی انظر الیک کے جواب میں لن ترانی کہکر اسکا عملی ثبوت بھی دیدیا کہ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا۔ جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی۔ تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ وخر موسیٰ صعقا اور حضرت موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پہاڑ کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا اور حضرت موسیٰ کا بیہوش ہو کر گر پڑنا یہ اس بات کا نشان تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کامل تجلی کی برداشت نہ رکھتے تھے۔ اور یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ شریعت موسوی قیامت تک نہیں۔ وھذا البلد الامین

اللہ تعالیٰ کی کامل تجلی کا مورد شہر مکہ

ایک شہر مکہ ہی ایسی با امن جگہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی اس کامل تجلی کی جسے کوہ طور برداشت نہ کرسکا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا مورد ٹھہری۔ بلد امین میں یہ بتایا ہے کہ جس طرح سے یہ شہر امن والا ہے اور یہ کبھی تباہ نہ ہوگا اور ہر ایک حملہ سے محفوظ و مصئون رہیگا ویسے

ریویو

حمائل التفسیر

یہ ۱۰۴۰ صفحہ کی مترجم حمائل شریف ہے جس میں بعض نہایت عمدہ نوٹ صداقت اسلام پر دیئے گئے ہیں۔ ترجمہ میں بھی حتی الوسع صحت کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر مؤلف (ڈاکٹر عبد الحکیم خاں) نے دین کی راہ میں باوجود تنازر کثیر صرف کرنیکے اسکو عام وخاص مسلمانوں کے فائدہ کے قابل نہیں رہنے دیا۔ اصل میں مؤلف کو اس خدمت دین کی اس وقت توفیق ملی تھی جب وہ حضرت مسیح موعود ع کی غلامی کا دم بھرتا تھا۔ مگر بعد میں کسی ابتلا کے باعث اس کا قدم اس راہ سے ڈگمگا گیا۔ اور وہ حضرت اقدس کے مخالفین کے کیمپ میں چلا گیا۔ اور یہ کام یہ کیا۔ کو مخالفین مسیح موعود ع کو خوش کرنے کے لئے تفسیر القرآن کے صفحات ۱۹۵ سے ۲۰۴ تک جن میں صداقت مسیح موعود ع کے دلائل دیئے تھے نکال کر ان کی بجائے تردید حضرت مسیح موعود میں مطلب ویا بیں نوٹ درج کر دیئے۔ چنانچہ مؤلف خود اس بات کا مقر ہے کہ "ذکر مرزا کی وجہ سے عام مسلمان میری تفاسیر اور دینی رسائل سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اکثر منصف مزاج اور غیر متعصب اشخاص نے جو میری دینی تصانیف کو پڑھ کر ان سے بہت مستفید اور محظوظ ہوئے۔ اور مجھے نام لکھتے رہے۔ کہ مرزا صاحب کے متعلق جو مضامین ان تفاسیر میں ہیں آپ ان کو نکال دیجئے۔ تاکہ عام مسلمان ان سے مستفید ہو سکیں"۔ گویا بقول مؤلف اس کا یہ تغیر محض ان نام نہاد منصف مزاج اور غیر متعصب اشخاص" کی دلدہی کے لئے تھا۔ افسوس ہے کہ ان اوراق کے تغیر سے بھی مؤلف اپنے مدعا میں کامیاب ہوتا نظر نہیں آتا۔ کیونکہ نہ صرف اس جگہ بلکہ کم از کم دس بارہ اور جگہوں پر بھی حضرت مسیح موعود ع اور آپکے عقائد کی تائید میں نوٹ موجود ہیں۔ جن کو مؤلف کے مزعومہ منصف مزاج اور غیر متعصب اشخاص کبھی پسند نہیں کر سکتے۔ پیر اسی پر بس نہیں۔ بلکہ "بیچارے مولویوں کو جو محض اسلام کی خاطر خلاف (یعنی مخالفت حضرت مسیح موعود) کر رہے ہیں" بہت جگہ کوسا گیا ہے۔ گویا موجودہ صورت میں یہ حمائل شریف اور مؤلف کی تفسیر القرآن اس قابل نہیں رہیں کہ کوئی احمدی مسلمان یا "منصف مزاج اور غیر متعصب اشخاص" یا "بیچارے مولوی" اس سے فائدہ اٹھا سکیں کیونکہ اس میں جہاں ایک طرف تردید حضرت مرزا صاحب موجود ہے۔ تو دوسری طرف اکثر جگہ حضرت مسیح موعود کا نام لیکر آپ کی تائید موجود ہے۔ پھر بیچارے مولویوں اور منصف مزاج اشخاص کو بھڑکانے کے لئے وفات مسیح اور معجزات مسیح و دیگر مسائل پر حسب تعلیم حضرت مسیح موعود خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔ اب مؤلف غور کر کے بتلائے کہ کونسا فریق ان متضاد مضامین کی تفسیر کو خرید کرے۔

بہتر ہوتا کہ مؤلف اپنی اس حلف پر جو اس نے تمہید حمائل میں ذیل کے الفاظ میں لکھی ہے قائم رہتا۔ تاکہ وہ کسی فریق کو تو نفع پہنچاتا اور وہ حلف یہ ہے

"تمام عقائد باطلہ اور مذاہب فاسدہ کی تردید نہایت شائستگی اور حکمت کے ساتھ کی گئی ہے۔ کسی جگہ تمسخر اور ضد سے کام نہیں لیا گیا۔ اس بات پر میں اپنے رب کو شاہد کر کے کہتا ہوں کہ مجھکو کسی قوم و مذہب سے ضد و عناد نہیں۔ بلکہ ہر قوم اور مذہب کی سچائی کو ہر وقت قبول کرنے کے لئے تیار ہوں"۔

پھر دوسری جگہ لکھا ہے کہ :—

خداوند کریم عالم الغیب والشہادۃ گواہ ہے کہ اس عاجز نے ضد یا تعصب یا وہم پرستی یا انسان پرستی یا فرقہ پرستی۔ یا قدامت پرستی یا مشرکانہ تقلید سے اس تفسیر میں ہرگز کام نہیں لیا بلکہ راستی کے ساتھ جو کچھ صحیح صحیح سمجھ میں آیا وہ عرض کر دیا ہے۔ واللہ علی ما نقول شہید"۔

تفسیر میں جو اوراق بعد میں تبدیل کئے گئے ہیں ان کے لفظ لفظ سے ضد و عناد کی بو آرہی ہے بہتر ہوتا کہ اس انتقال میں بھی مؤلف اپنی اس حلف پر قائم رہکر اپنا نیک نمونہ دکھاتا۔ اور عجلت میں اپنی اس دینی خدمت کو اپنے ہاتھوں برباد نہ کرتا۔ اگر اسے حضرت مسیح موعود ع سے ضد و عناد ہو گیا تھا تو اسے اپنے دیگر رسالہ جات تک ہی محدود رکھتا۔ اور خدا تعالےٰ کے کلام کو ایسی حرکات سے پاک رکھتا۔

ہمارا مشورہ

مؤلف کی خدمت میں ہم یہ مشورہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جن اوراق میں اس نے ضد و عناد سے کام لیکر حضرت مسیح موعود ع کی مخالفت کی ہے انہیں از سر نو تبدیل کر کے اس کی بجائے دیگر مفید نوٹوں کا اضافہ کر دے تاکہ اس تفسیر کو پڑھنے والا متضاد مضامین دیکھکر مؤلف کو بے اصولوں کی ذیل میں داخل نہ کرے۔ اور پھر آئندہ کے لئے اپنی قلم اور زبان کو حضرت صاحب کی مخالفت سے تھام کر اشاعت اسلام میں سرگرمی کا ثبوت دے۔

حمائل شریف کی قیمت مجلد تین روپیہ بلا جلد عا۔ ملنے کا پتہ:۔ مطبع عزیزی تراوڑی ضلع کرنال ملک پنجاب)

النبی والاسلام

مؤلفہ ڈاکٹر محمد عبد الحکیم خاں ایم بی۔ یہ ۳۲۲ صفحہ کی تواریخ اسلام ہے جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی عظیم الشان کامل سوانح عمری کے علاوہ قدیم عرب کی تواریخ اور جغرافیہ داس کے مذاہب قبل از اسلام و خلفائے راشدین کی سیرت و فتوحات۔ و اسلامی بادشاہوں کے عروج و زوال کے حالات درج کئے ہیں۔ شروع میں فہرست مضامین کا انڈکس دیا ہے۔ مؤلف نے اسے ہر طرح مکمل بنانے کی کوشش کی ہے۔ گو بعض جگہ ضعیف واقعات بھی درج کر دیئے ہیں تاہم بحیثیت مجموعی کتاب قابل خرید ہے۔ قیمت بلا جلد عہ مجلد ۔ ملنے کا پتہ مطبع عزیزی تراوڑی ضلع کرنال ملک پنجاب)

نجیب آباد میں چوتھا وعظ اور میلاد شریف

اس سے پیشتر کے لکچروں کی روئداد ناظرین کے ملاحظہ سے گذر چکی ہوگی۔ اس کے بعد جناب مولانا مولوی اکبر شاہ خانصاحب مشاہ دیگرت پور وغیرہ میں تبلیغ اسلام کے واسطے تشریف لے گئے تھے مولوی صاحب موصوف کو اسلام سے جو محبت وہ درد ہے وہ انکو اجازت نہیں دیتا کہ کسی وقت گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر عوام الناس کو علمی و اخلاقی تحقیق کر کے سیراب نہ کریں مولوی صاحب موصوف مذکور وقت باتشریف واپس تشریف لائے ہیں ۳ اکتوبر ۱۹۱۵ء بروز جمعرات محلہ ستو مالیاں میں آپ کا وعظ جس میں تمام محلات نجیب آباد کے آدمی شامل تھے قریباً دو گھنٹے تک متواتر رہا۔ یہ جلسہ ایک میلاد شریف کے رنگ میں تھا مولوی صاحب موصوف نے نہایت ہی قابلیت سے ہمارے نبی کریم صلعم کے نمونے پیش کر کے اس پر عمل جامہ پہنانے کی یوں ترغیب دلائی کہ بس پیارے مرشد و مطاع مجدد وقت کی سعی تبلیغ کا نقشہ اس طرح منعکس نظر آنے لگا ؎

> لیکن سنا بھی کہ قسم میرے پیارے احمد
>
> تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

بعد میں مولوی صاحب موصوف نے عورتوں کی نسبت کلمات نصیحت آمیز سنائے مکو ملتجی ہوکر تو نے ایک غیر معمولی پہلو اختیار کیا کہ مردوں کو سخت تاکید فرمائی کہ عورتوں کی تعلیم کو بلاوجہ خاطر کریں اور حضور نبی کریم صلعم کی زندگی کا ایک نمونہ بھی پیش کیا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ عورتوں کو بڑا بھاری اصل بھی حاصل ہوا ہوگا جسکو نعمت غیر مترقبہ ہی کہنا مناسب ہے۔

منافق کون ہے

کی سرخی سے شملے کا مرزا محمد افضل باطل پرست کچھ اپنی جولانی طبع دکھلاتا ہے۔ ہمیں حیرت آتی ہے۔ کہ یہ لوگ دیدہ و دانستہ کیسے سچائی کا خون کر رہے ہیں۔ بھلا جس شخص کو منافق کے معنے ہی معلوم نہ ہوں۔ وہ اس پر کیا لکھیگا۔ لو سُن لو۔ منافق کسکو کہتے ہیں۔ شاید اُسکو ہماری تشریح غلط ہی معلوم دے کیونکہ ساون کے اندھے کو سب کچھ ہرا ہی ہرا ہے۔ اس لئے ہم اسے خدا کی خدا کا پاک کلام سے بتاتے ہیں

و اذا لقوالذین امنوا قالوا امنا و اذا خلوا الی شیطینهم قالوا انا معکم انما نحن مستهزؤن الله یستهزئ بهم و یمدهم فی طغیانهم یعمهون

یعنے جب مسلمانوں سے ملتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ ہم ایمان لائے۔ اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو اُن سے ٹھٹھا یا ہنسی وغیرہ کرتے ہیں۔ اللہ انہیں اسکی سزا دیگا اور ان کی سرکشی میں انہیں کھینچیگا۔ وہ بھٹکتے ہونگے۔

مذکورہ بالا بیان سے صاف طور پر ظاہر ہے۔ کہ منافق وہ ہوتا ہے۔ کہ جس کا اندرونہ کچھ ہو۔ اور باہر کچھ ظاہر کرے۔ یعنی مومنوں مسلمانوں کو دھوکا میں ڈالنے کے لئے اور اپنی چکنی چپڑی باتوں سے کچھ ظاہر کرے۔ اور دل میں پھوڑے کی مانند اندر پیپ بھری ہوئی ہو۔ اب میں حیران ہوں کہ مرزا محمد افضل خان نے کس دلیری سے حضرت مرزا یعقوب بیگ یا ہمپر الزام دیا۔ کہ منافق (بقول اُس کے دغاکش ہیں) نعوذ باللہ ہم ہیں۔ اے ظالم طبع انسان کچھ سوچ۔ اور اگر تعصب نے تیرا ایسا ہی ستیاناس کر دیا ہو۔ کہ تو تاریکی اور اُجالے میں کچھ تمیز نہیں کر سکتا۔ تو بقول شخصے خود کردہ را چہ علاج۔ ہم کیا کریں کیا تو اس بات کو نہیں جانتا۔ کہ ہم تو وہی کہتے ہیں جو ہمارے دلوں کے اندر ہے۔ اور ہم اپنے عقاید کے خلاف کوئی بات کہنی ایک کبیرہ گناہ گردانتے ہیں۔ کیونکہ ہمکو خوب معلوم ہے کہ عقاید کچھ ہوں اور اسکے برخلاف تلقین کچھ اور کیجائے۔ یہی منافقت ہے اور اسی کے لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے (فی الدرك الاسفل من النار) تو غور کر کے

ہم تو حضرت مسیح موعود کے محض انکار کو کفر بمعنے خارج از دائرہ اسلام تو قرار نہیں دیتے۔ دیکھو تریاق صفحہ ۱۳۰۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰ وغیرہ وغیرہ اور یہ ہمارا اجتہاد نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کا حکم ہے۔ جو بقول تمہارے حقیقی نبی تھا۔ مگر تم لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لا نفرق بین احد من رسله کے ماتحت اُن کے منکرین پر اولئك هم الکافرون حقا کا فتویٰ دیتے ہو۔ کیا مطلب۔ تم غیر احمدی احباب کے بلا تمیز و فرق ایک ہی رسے پھانسی پر لٹکاتے ہو۔ یعنی کروڑوں مرحومہ میں صرف چند صد آدمی ہی مومن رہے باقی سب کے سب دائرۂ اسلام سے خارج یعنی ایک طرح سے صفائی ہی کر دی۔ بھلا کوئی ان بھلے مانسوں سے پوچھے کہ تم جو خدائی ٹھیکیدار بنے ہو۔ ذرا پروانہ خداوندی تو دکھلاؤ۔ جس میں تم کو نجات کا سرٹیفکیٹ لگ گیا ہو۔ تو میں نہیں کچھ کہتا کہ یہ کیا جواب دینگے۔ خیر کہاں کی بات تھی اور کہاں پہنچی۔ بات تو جو میں کہنی چاہتا تھا یہ تھی کہ جب تمام کے تمام غیر احمدی مسلمان کافر بمعنے خارج از دائرۂ اسلام ہو گئے۔ تو بتلاؤ۔ تم ایسے کافروں کو گلا پھاڑ پھاڑ کر بڑی اونچی آواز سے السلام علیکم کیوں کرتے ہو . . . .

. . . .

. . . . . شرم کا طعنہ تو تم ہمکو دیتے ہو لیکن بدولت ایسے بے شرم بنتے ہیں کہ ہاتھی نگلکر ڈکار تک بھی نہیں لیتے۔ شاید اس موقع پر تم یہ کہدو۔ کہ یہودیوں سے بھی رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم السلام علیکم کرتے تھے۔ جیسے کہ تمہارے بڑے نے یہاں پر عین مباحثہ کے دنوں میں کہا تھا۔ تو میں اس کے بالمقابل کہونگا۔ کہ یہ تمہارا ایسا ہی افترا ہے۔ جیسے محمود یہاں پر کہدیا تھا کہ حضرت رسول مقبول بھی خودکشی کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اے مومنوں کا سق یا منافق نام دھرنے والو۔ سوچو تو سہی تم کس منہ سے عصمت انبیا کا دعویٰ کرتے ہو۔ یہ ایک ایسا اجالا نہ اور احمقانہ حملہ حضرت رسول مقبول کی ذات ستودہ صفات پر ہے۔ کہ تم رسمی کلمہ گوؤں نے آریوں اور عیسائیوں کے بھی کان کتر دئیے۔ اور ان باتوں کا ادعا حضرت رسول مقبول کیطرف تم کرتے ہو جس کا ثبوت نہ تو تم تاریخ سے دے سکتے ہو۔ اور نہ ہی تم اپنی خود ساختہ تشریحوں سے اپنا الو سیدھا کر سکتے ہو۔ کیا تم لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ کہ ایسی لچر اور پوچ باتیں جو مخالف قوموں کو بھی نہ سوجھیں۔

۔۔ دیکھو آئینہ کمالات اسلام۔ کافر کو سلام کرنا گناہ ہے۔ اور خلاف شرع ہے۔

لال بھبکڑ بنکر . . . .

. . . . . جو فوراً معلوم کر لیتے ہو۔ جانتے ہو۔ تم کو یہ ذلت کیوں پہنچی۔ اس لئے کہ تم نے غلام کو آقا کا مرتبہ دیدیا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ حفظ مراتب نہ کنی زندیقی۔

میں نے بالفعل تمہاری حالت زار پر بڑا رحم کیا ہے۔ اور سیدھی سیدھی باتیں نہیں کہیں یہ اس لئے کہ عاقل را اشارہ کافیست۔ ورنہ جیسے تمہارے منافق ہونے کی ہمارے پاس بین دلائل ہیں اتنے شاید کسی اور معاملہ کے متعلق نہ ہونگی۔ پچھلے دنوں برکت علی صاحب نے بھی لکھدیا تھا۔ کہ فلاں نے عین مباحثہ میں کر بیعت کی ہے اور حضرت مسیح موعود کو نبی جانکر بیعت کی ہے۔ اور مجھ سے مطالبہ کیا تھا۔ کہ اب تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ بابو صاحب موصوف کا مطالبہ مجھ سے تب ہی درست ہو سکتا تھا۔ اگر میں اس بات کو نہ جانتا ہوتا۔ کہ ان دوستوں نے میاں صاحب کی کیسے بیعت کی ہے۔ بہرحال میں اُن کی بیعت سے خوش ضرور ہوں۔ کیونکہ اب ہمارا اور اُس کا آسان تصفیہ ہو جائیگا۔ لیکن جب میں دیکھتا ہوں کہ بابو برکت علی اور مولوی عمر دین جیسے انسان جھوٹ بولنے سے کبھی باز نہیں آتے۔ تو یہ مرزا محمد افضل خان جیسے کیوں نہ غضب ڈھائینگے۔ شاید یہ بھی انگلی کٹا کر شہادت کا درجہ پانا چاہتے ہیں۔ بہرحال خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ ان کو یہ تو لازم نہیں ہے۔ کہ خلاف واقعہ باتیں ہماری طرف منسوب کر کے ہمارے دلوں کو دکھی کریں۔ اور پھر بات کچھ بھی نہ ہو۔ اتنا واویلا مچایا جاتا ہے کہ شاید یہ زندہ درگور ہی کر دئے گئے ہیں۔ لیکن جب یہ حضرت ہمکو الٹی چھری سے ذبح کریں اور ہم اُس کا دفعیہ کریں تو الفضل وغیرہ میں وہ الفاظ شائع کئے جاتے ہیں۔ عجیب چالیں ہیں۔ جن کی سمجھ ہی نہیں آتی۔ ایک تو ظالم مارتا ہے اور پھر رونے بھی نہیں دیتا مگر یاد رکھو۔ تم اپنے منصوبوں اور چالبازیوں سے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور ہرگز ہرگز کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ تمہاری زندگی کا راز بھی ہمارے سامنے سربستہ نہیں۔ بلکہ کا حقہ معلوم ہے۔ مولنا مولوی ابراہیم صاحب خیرپوری پیر کے اشتہار فارسی کو دیکھو۔ جو کہ انہوں نے جناب صاحبزادہ صاحب محمود احمد کے اشتہار . . . . . . لوگوں کو آگا پیچھا میں لانے کے لئے کیا ہے۔ کیا اب بھی تمہاری رہنما طلب

مرزا محمد افضل صاحب منافقت اور سلطنت میں فرق رہ گیا ہے۔ شرم! شرم!! شرم!!!

یہ تو مختصر سا جواب ہے۔ حضور کے اس سوال کا کہ مستحق کون ہے۔ اب میرے خیال میں آپکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ جو شیش محل میں رہتے ہیں انہیں دوسروں پر پتھر نہیں پھینکنے چاہئیں۔ اور منافق جو کوئی بھی ہے آپ کو اچھی طرح سے ذہن نشین ہو گیا ہوگا۔ اگر آپ کی اس سے تسلی نہ ہو۔ تو آپ کا خادم یہاں شملہ سے آپ کے لئے مزید لٹریچر مہیا کر سکتا ہے جس سے آپ کی پوری تسلی ہو جائے گی اور آئندہ آپ کو پراگندہ خواب و خیال دیکھنے نصیب نہ ہوا کریں گے۔ .... اب میں آپکی ذرا قرآن دانی کی داد دینا چاہتا ہوں۔ مرزا محمد افضل خان صاحب یوں تو بے چین بہت ہو گئے۔ اور دلائل بھی بہت سے دیتے جائیں گے لیکن تم بتلاؤ۔ کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ کے معنے جو آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔ کس تفسیر سے دیکھے ہیں۔ اور اگر تفسیر کا نام نہ بتلا سکو۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہی کسی تحریر میں دکھلا دو لیکن یاد رکھو۔ تم سراسر لغو خیالات دنیا میں پھیلاتے ہوئے ہو۔ جس سے اب تمکو ہر ایک لفظ لفظ قرآن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نبی ہونے کے دلائل سوجھتے ہیں۔ وہ حضرت صاحب کو حقیقی نبی ثابت کرنے سے تو رہیں۔ یہ تو اُلٹی تمہاری ہی جہالت ثابت کرنے کے لئے دال ہیں۔ کیا خوب۔ کل تک تو ہم سنتے تھے۔ کہ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ میں حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی ہے۔ آج شملہ کا محمد افضل اور مرزا۔ اور عربی نویس لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ میں بڑی سختی کے ساتھ مسیح موعود کی پیشگوئی پاتا ہے۔ اے ظالم طبع انسان صاف صاف یوں کیوں نہیں کہہ دیتا۔ کہ حضرت رسول مقبول خاتم النبیین نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود خاتم الانبیاء ہیں (لاحول ولاقوة) حضرت مسیح موعود علیہ السلام (فداہ ابی وامی) تو یہ فرمائیں۔ کہ وحی رسالت حضرت رسول خدا پر ختم ہو گئی۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص دعوئے نبوت کرے تو بلاشبہ وہ کافر۔ دجال۔ لعین اور مخرج ہے۔ وہ کیا ایسا کوئی مفتری جو قرآن کریم پر اپنا ایمان رکھے۔ اور رسول خدا کو خاتم النبیین قرار دے۔ بعد رسول خدا دعوئے نبوت کر سکتا ہے۔ لیکن ہمارے نادان دوست نے ایسی اُلٹی گنگا بھی چلائی ہے۔ کہ اپنے جھوٹے معنوں سے کلمات کفر کے مصداق بنتے ہیں اور بزعم فاسد خدا کے سچے اور برگزیدہ مسیح کو نعوذ باللہ کافر۔ کاذب دجال وغیرہ وغیرہ قرار دیتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ تم تو جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب کی تشریح سے چڑتے تھے اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ خدا کے فضل وکرم سے ہمارے عقائد ہی صحیح ہیں اور وہ عقائد وہی ہوں جو خدا کے برگزیدہ مسیح نے ہمکو بتلایا۔ تو پھر بتلاؤ تمہارے غلو کرنے اور اوپر کی تشریح سے ضلالت ثابت کرنے کے بعد بھی کسی قسم کا شک وشبہ تمہارے ضال ہونے میں رہ جائیگا ہرگز نہیں (؟) یہ تو وہ نوشتۂ تقدیر ہے۔ جو آپ سے نہ مٹ سکیگا۔ اب سر دھنو۔ چیخو اور چلاؤ۔

مشیت ایزدی نے تو اس بات کا ثبوت دیدیا۔ اور ہمارے لئے بتلا دیا۔ کہ تم ہی وہ لوگ ہو۔ جو بمخالفت حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ضال ہو۔

اس بات کو بھی سن لو کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ کے ماتحت حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو پیش نہیں فرمایا اور پیش کر بھی کیسے سکتے تھے۔ کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ وہ امتی ہیں۔ اور پھر حضرت مسیح نے أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا کے ماتحت بھی کفر کا فتویٰ غیر احمدی احباب کو نہ دیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ یہ آیت تو صرف حقیقی نبیوں کے ہی ساتھ مخصوص ہے بلکہ ہمیشہ انہوں نے وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا... كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ کے ماتحت مَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ کا ہی فتویٰ دیا۔ دیکھیں۔ تم اپنی من گھڑت تشریح کے بالمقابل ایک دفعہ بھی حضرت مسیح موعود کی کوئی تحریر یا تقریر بطور رد یا کنایۃً (جو جا بجا ہم نے تحریر پیش کردی) قیامت والے دن تک نہیں تم ہستی میں نہیں لا سکتے۔ اور اسکے بالمقابل ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں حضرت مسیح موعود کی پہلی تحریریں۔ بیچ کی تحریریں اور آخری تحریریں اور سب سے بڑھکر یہ کہ سب سے آخری تحریر سے بھی اس بات کا ثبوت روز روشن کی طرح دے سکتے ہیں کہ مرزا محمد افضل خان صاحب جو کہتا ہے جھوٹ کہتا ہے اور ہم جو کہتے ہیں وہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کو تلقین کیا۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

میں ہوں آپ کا خیرخواہ محمد لطیف گیا نیٹر۔ گورنمنٹ پریس شملہ۔

بقیہ مضمون از صفحہ ۱۰

کر۔ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ یعنے جب وہ بیّنات کے ساتھ آگیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ اب مرزا صاحب کے مخالفین کا لٹریچر دیکھو۔ جاؤ محمد حسین کا لٹریچر دیکھو۔ جاؤ اور ثناء اللہ کا لٹریچر دیکھو۔ جاؤ ابراہیم۔ جماعت علی وغیرہم تمام مکفرین و مکذبین و معاندین کا لٹریچر چھان مارو۔ اور ہمیں بتاؤ۔ کہ کسی نے حضرت مرزا صاحب کو جادوگر کہا ہو کسی نے بھی ایسا نہیں کہا اور بالمقابل جاؤ قرآن دیکھو۔ کیا صاف طور پر محمد رسول اللہ صلعم کے مخالفین نے هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ نہیں کہا۔ پھر اس کھلی اور واضح دلیل کے ہوتے ہوئے تم کیسے حضرت مرزا صاحب کو اس پیشگوئی کا حقیقی مصداق قرار دے سکتے ہو۔ ہاں ظلی اور بروزی طور پر اس پیشگوئی کا مصداق ضرور سکتے۔

اسکے بعد دو بجے تک جلسہ ملتوی رہا۔ اور قریبا ۲½ بجے حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی تقریر "چودھویں صدی کا مجدد" پر شروع ہوئی۔ آپ نے نہایت شرح وبسط کے ساتھ ہر صدی کے سر پر مجددین کے آنے کے وعدہ کا ذکر کرتے ہوئے اسکا ہر صدی میں پورا ہونا ثابت کیا۔ اور صدی چہاردہم کے مجدد کا مطالبہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کو پیش فرمایا۔ اور آپ کے دعاوی اور حالات زندگی کو سنایا اور آپ کے منکرین کے متعلق عدم تعارف امام زمان کی سزا یعنے موت جاہلیت بالفاظ نبوی بتائی۔ بعد ازاں حضرت خواجہ صاحب کا دوسرا لیکچر "یورپ میں تبلیغ اسلام" پر شروع ہوا۔ آپنے وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ الخ پڑھکر اشاعت اسلام کے متعلق قرآنی حکم مسلمانوں کو سنایا اور فلاح کی تشریح کرتے ہوئے ثابت کیا کہ مذہب کی اصل یہی ہے جو قرآن کریم نے فلاح کے لفظ میں بیان فرمائی ہے۔ جیسے بتایا کہ یہ لفظ انگریزی لفظ Emancipation کا مترادف ہے۔ جیسکے معنے ہیں کسی چیز کی مستور طاقتوں کو باہر لانا اور انہیں بالفعل کرنا قرآن کریم کا یہی منشاء ہے۔ اور یہی ایک بات آج تمام یورپین ترقیات اور علوم وفنون کی ذمہ وار ہے۔ ہمارا خدا رب العالمین ہے۔ جس طرح اسکے ظاہری فیض مثل سورج چاند۔ بارش ہوا وغیرہ کے عام ہیں۔ ویسے ہی جو اصول ترقیات اس نے قرآنی

خلیفہ رشید الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے رحمانیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۲۸

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

اخبار پیغام صلح

لاہور

قیمت

سالانہ (لاسے) ششماہی (دے) سہ ماہی (۱۲؍) ماہوار (۹؍)

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مبین مسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۷ ذوالحجہ ۱۳۳۳ ہجری المقدس مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۴۲

مطلوبہ حلف متعلقہ عقاید احمدیت پر میری آخری عرضداشت بخدمت جماعت احمدیہ

نمبر ۲

ازجناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی

دوستو! اک نظر خدا کے لئے
سید القوم مصطفےٰ کے لئے

احمدی بھائیو! اللہ تعالےٰ کا فضل اور سلامتی آپ کے شامل حال رہے۔ اور اللہ تعالےٰ ہم سب کو وہ نور فراست عطا کرے جس کے ذریعہ ہم نے ایک وقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانا۔ میری چند باتیں سنو۔ میں اس وقت نہایت درد دل سے تمھیں مخاطب کرتا ہوں۔ تم خود انصاف کرو۔ کہ ہم میں سے کون صراط مستقیم پر ہے۔ یہ ایک نہایت ہی خطرناک ابتلا کا وقت ہے۔ کا وقت ہے سلسلہ کی ترقی اور اُس کی زندگی اسوقت متزلزل ہو رہی ہے۔ خوب یاد رکھو سلسلہ میں تنازعہ کسی کی خلافت کا نہیں۔ کیونکہ ہم میں جو میاں صاحب کے مد مقابل سمجھے جاتے ہیں۔ ان میں ایک کو بھی یہ شوق نہیں۔ کہ اس کی آواز کے مقابل دوسرے کی آواز نہ اٹھے اور وہ جو کہے اُسے لوگ مان لیں جس کو یہ خواہش ہو اُسے مبارک۔ ہم میں سے کسی کو یہ خواہش نہیں۔ لیکن دوستو معاملہ اس وقت ایسے خطرناک عقائد کا آن پڑا ہے۔ کہ اگر میاں محمود احمد صاحب اپنے تعلیم کردہ عقائد میں راستی پر ہیں

تو پھر ہم سخت خسران میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور ہم خدائے تعالےٰ سے نہایت عجز کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں راہ راست پر لائے۔ اور اگر میاں صاحب غلطی پر ہیں۔ تو پھر یاد رکھو۔ کہ وہ جماعت جو اللہ تعالےٰ نے محض آنحضرت صلعم کی عزت اور عظمت کو قائم کرنے کے لیئے تیار کی تھی۔ اور جس کے مقدس بانی کو اگر کوئی بڑے سے بڑا ناز تھا۔ تو صرف یہ کہ وہ اس خاتم النبیین کا جس نے لا نبی بعدی کہا۔ ایک غلام تھا۔ ہاں وہی جماعت اس مقدس و مطہر صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کر رہی ہے اور یہ وہ توہین ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تیرہ سو سال میں نہیں ہوئی۔ پیارو۔ دیکھو اگر میاں صاحب غلطی پر ہیں۔ تو پھر کیسی خطرناک جرأت کر رہے ہو۔ اگر میاں صاحب ہم سے بہتر سمجھ رکھتے ہیں تو تم اس کو سمجھاؤ۔ تم خود ان باتوں پر غور کرو۔ اور اگر تمھیں یہ باتیں صحیح معلوم ہوں۔ تو تم محبت سے عزت سے ان کو مخاطب کرو ہمیں تو اصلاح ہی مدنظر ہے۔ اور اگر تم کو ہماری غلطی نظر آئے تو واللہ العظیم میں ہر وقت اپنی اصلاح کے لیئے تیار ہوں۔ قادیانی اخبارات اگر افترا اور گالیوں کا شعار چھوڑ کر محبت اور شرافت کا چلن اختیار کرتے تو شائد بہت جلد فیصلہ ہو جاتا۔ پیارو خوب یاد رکھو۔ کہ میاں صاحب میں اور ہم میں لفظی تنازعہ نہیں۔ جیسے کہ بعض آپ میں سے یہ کہکر ٹال دیتے ہیں۔ بلکہ دونوں کے عقائد میں مشرق و مغرب کا فرق ہے۔ دیکھو اگر حضرت اعلےٰ کی کوئی تصنیف و تحریر منسوخ نہیں ہوئی۔ بلکہ اپنی نبوت کے متعلق حضرت اعلےٰ کا عقیدہ شروع سے اخیر تک ایک ہی رہا ہے۔ تو پھر ہمارا حضرت اقدس کے الفاظ ذیل پر غور کرو۔ جو آپ نے ۱۸۹۱ء میں بمقام دہلی کہے :-

"(میں) حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں"۔

اس وقت فرقہ علماء غیر احمدیہ حضرت پر یہ الزام اور بہتان باندھتا تھا۔ کہ آپ نے نبی اور رسول ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ اس افترا کی تردید میں آپ نے یہ اشتہار دیا۔ اب اگر تو ۱۹۰۱ء کے بعد حضرت کا عقیدہ بدل گیا! تو اُن کی ماقبل کتابیں منسوخ ہو گئیں۔ تو پھر ہمارے میاں صاحب حق بجانب ہیں۔ اور اس تحریر بالا کا کوئی وزن نہیں لیکن اگر حضرت کا عقیدہ نہیں بدلا۔ نہ اُن کی کتابیں منسوخ ہوئیں تو پھر فقرات بالا آج تک قایم ہیں۔ ان پر غور کرو۔ پھر تم بتلاؤ۔ کہ حضرت کو نبی قرار دے کر ہم کیا بنتے ہیں۔ اور اُن کو کیا بناتے ہیں۔ آہ۔ وہی بات جس کو حضرت اعلیٰ نے اپنے پر بہتان سمجھا وہ آج اُن کی جماعت اُن پر لگا رہی ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ مجھ پر بہتان ہے۔ کہ میں نے ۲۲ کروڑ کلمہ گو کو کافر کہا۔ ہم آج اُن کو کافر بنا کر اُن پر خود بہتان لگا رہے ہیں۔ ان باتوں کے جواب میں بڑا زور اسی بات پر دیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی تصانیف ۱۹۰۱ء سے پہلے کی قابل سند نہیں ہیں اور منسوخ ہو گئیں۔ آہ کس دل و گردہ والے نے یہ عقیدہ تراشا۔ اور کس بے دردی سے آپ کے علم و فضیلت کی حیثیت پر پانی پھیر دیا گیا۔ کاش کہ یہ سمجھا جاتا۔ کہ ظلی نبوت کی تشریح جو حضرت نے ۱۹۰۱ء سے پہلے کی۔ اور جسے آج منسوخ کیا گیا۔ وہ اگر صرف کسی الہام کے غلط اجتہاد پر ہوتی۔ تو مضائقہ نہ تھا۔ وہاں تو حضرت نے نہایت اعلےٰ پایہ کی علمی بحثیں کیں۔ اور کل سلف صالحین کے حوالجات سے اپنی تحریر کو مزین کیا ہے۔ اور مختلف پہلوؤں میں قرآن اور حدیث کے نکات اعلےٰ آپ نے بیان فرمائے۔ اگر یہ عقیدہ ہی حضرت کا غلط تھا۔ جیسے آج بے دردی سے کہا جاتا ہے۔ تو ساتھ ہی آپ کے علم قرآن و حدیث کا بھی صفایا ہو جاتا ہے۔ اگر تو صرف ایسی عقیدہ ہوتا۔ کہ آپ نے کسی الہام پر غلط اجتہاد کیا ہوتا۔ تو مضائقہ نہ تھا۔ وہاں تو حقیقت نبوت مجازی پر علوم کے دریا بہ رہے ہیں۔ کیا کبھی حضرت اعلےٰ نے جہاں اپنا عقیدہ حیات مسیح لکھا۔ وہاں کوئی علمی بحثیں کیں۔ وہاں کوئی قرآنی استدلال سے عقیدہ حیات مسیح بیان کیا کہ جس عقیدہ کے چھوڑنے پر اُن کے علم قرآن پر حملہ ہو سکے لیکن یہاں تو جہاں یہ مسئلہ لیا۔ وہاں ایک معرفت کا سمندر بہا دیا۔

اور اگر وہ سب کا سب غلط تھا۔ تو اس کا یہ نتیجہ نکلا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے نہ کبھی قرآن سمجھا اور نہ حدیث کے مطالبات سے آگہی پائی۔ اے دوستو تم کہاں کے کہاں پہنچ رہے ہو۔ اور اگر یہ کہا جاوے۔ کہ چونکہ وہ غلطی ہو گئی تھی۔ اس لیئے ان کے محاکمہ اور استدلال قرآن وحدیث میں قصور ہوا۔ تو پھر یہ سمجھ لو کہ اس کا نتیجہ یہی ہوگا۔ کہ مرزا صاحب ایک زبردست اہل قلم تھے۔ وہ اپنی تائید میں جس طرح چاہتے تھے قرآن کے معنے کر لیتے تھے۔ جو اس کا خدا کا دیا ہوا علم قرآن تھا۔ وہ ایک تفسیر بالرائے بن جاوے گی۔ خدارا سمجھو مسئلہ نبوت پر جسے تم منسوخ سمجھتے ہو حضرت صاحب نے علمی بحثیں کی ہیں۔ اگر وہ سب کی سب مسترد ہیں۔ تو پھر ان کی علمی حیثیت معاذاللہ خاک میں مل جاتی ہے۔ یوں تو آپ کی ہر ایک تحریر نور ہی نور ہے۔ لیکن جس تصنیف کو تم مسترد قرار دیتے ہو وہ وہی زمانہ تھا۔ کہ جس وقت کی تصانیف کثرت سے ہم بطور فخر و ناز مخالفوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پھر یہی نہیں۔ کہ اپنی اس تشریح نبوت ظلی پر علمی بحثیں کی ہوں۔ بلکہ ان تشریحات کو جنھیں میاں صاحب مکرم نے آج منسوخ۔ اور ناقابل سند قرار دیا ہے۔ اس کو حضرت صاحب خدا کا دیا ہوا علم فرماتے ہیں۔ دیکھو ذیل کی عبارت تمہارے لیئے میں سراج منیر ص۳ سے نقل کرتا ہوں:-

"ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پورانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رُو سے خدا کا اختیار ہے۔ کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔ کیا تم نے وہ حدیثیں نہیں پڑھیں جن میں رسول رسول اللہ آیا ہے۔ عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں۔ پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے۔ کیا قرآن میں سے فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا۔ انصافاً دیکھو کیا یہی تکفیر کی بناء ہے۔ اگر خدا کے حضور میں پوچھے جاؤ۔ تو بتاؤ کہ میرے کافر ٹھیرانے کے لیئے تمہارے ہاتھ میں کونسی دلیل ہے۔ بار بار کہتا ہوں۔ کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بیشک ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لیئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کے رو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی"۔

اب ان فقرات کو دیکھو حضرت صاحب نے جو کچھ لکھا ہے۔ یہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کا ہے۔ اور اس کو وہ خدا کا دیا ہوا علم کہتے ہیں۔ اے پیارو خدا کی غیرت سے ڈرو۔ تم اس تشریح کو جس کے متعلق خدا کے مسیح نے کہا یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا۔ منسوخ کہتے ہو۔ وہ کہے "میرے پر یہی کھولا گیا" یعنے خدا کی طرف سے۔ اور تم کہو خدا کے مسیح کا اجتہاد غلط۔ اب اگر یہ باتیں بھی غلط نکلیں۔ تو بتلاؤ حضرت کے باقی الہام کدھر گئے۔ وہ الہام بھی تو خدا کا دیا ہوا علم ہے۔ تم نے ان باتوں سے الہاموں کی بھی عزت پر پانی پھیر دیا۔ لیکن ہم ان لوگوں کو کیا کہیں۔ جن کے نزدیک آج خدا کا بتلانا ناقص العقل انسان کا اجتہاد ہو گیا۔ آپ نے بعض میری پچھلی تحریریں دیکھا ہوگا۔ کہ کس طرح میں نے میاں صاحب سے دریافت کیا۔ کہ آپ کو الہام ہوا ہے۔ کہ آپ مصلح موعود ہیں۔ آپ اس کے جواب میں ذیل کا فقرہ کہتے ہیں:-

"خواجہ صاحب! آپ نے لکھا ہے۔ کہ اگر آپ الہام سے مصلح موعود ہونے کا دعوےٰ کریں تو میں کچھ نہ بولوں گا۔ اگر آپ نے یہ بات سچ لکھی ہے۔ تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے۔ کہ میں خلیفہ ہوں"۔

اب اس مطالبہ اور اس کے اس جواب میں کون موٹے سے موٹی عقل رکھنے والا انسان یہ نہیں سمجھ سکتا کہ میاں صاحب کو الہاماً بتلایا گیا ہوگا۔ کہ آپ خلیفہ ہیں۔ لیکن جب الہامی الفاظ کا مطالبہ ہوا۔ تو تشحیذ ماہ اپریل ۱۹۱۵ء میں ذیل کا فقرہ نکلا:-

"یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کا بتانا اور اللہ کی وحی میں بھی عموم وخصوص کی نسبت ہے۔ بتانا یوں ہے۔ کہ مثلاً کسی آیت قرآنی سے آپکی خلافت کا ثبوت ہو۔ کسی الہام مسیح موعود سے یہ ثابت ہو کہ آپ خلیفہ ہیں۔ رویا میں آپ پر منکشف کیا جائے۔ کہ آپ خلیفہ ہیں یہ دعوےٰ نہیں کیا گیا۔ کہ سیدنا محمود پر خدا کی وحی نازل ہوئی۔ کہ اے محمود تو خلیفہ ہے"۔

خدارا غور کرو۔ اے احمدیو۔ کیا مطالبہ تھا۔ کیا جواب تھا۔ اور کیا تشریح ہوئی۔ ان لوگوں کے نزدیک ہو سکتا ہے۔ اگر حضرت کا یہ کہنا۔ کہ یہ خدا کا دیا ہوا علم ہے۔ اس کے معنے اجتہاد ہی ہوں۔ اور وہ اجتہاد غلط ہو سکتا ہے لیکن ہم یہی سمجھتے ہیں کہ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ اس مسئلہ کی تعلیم وتفہیم اللہ تعالےٰ کے الہام سے ہوئی ہے۔ لیکن اگر میاں صاحب کو خدا کا بار بار بتلانا آپ کا اجتہاد ہی ہے یا کوئی کشف۔ تو پھر جسطرح حضرت کا اجتہاد غلط نکلا۔ میاں صاحب کے اجتہاد کی صحت کی کیا ضمانت ہے۔ افسوس یہ لوگ مُنہ سے تو بات نکالتے ہیں لیکن ان کو یہ سمجھ نہیں آتی۔ کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔

بہرحال فیصلہ طلب امر یہ رہا۔ کہ آیا حضرت اعلےٰ کی تصانیف ماقبل ۱۹۰۱ء متعلقہ عقیدہ نبوت قابل نسخ ہیں۔ اور بالفرض اگر قابل نسخ ہیں۔ تو کیا ۱۹۰۱ء کے مابعد کی تصانیف سے وہ عقیدہ ظاہر ہوتا ہے جو آج حضرت صاحب کا فرزند تعلیم کر رہا ہے۔ یہ ارو یہ گمان کرنا۔ کہ حضرت صاحب نے ایک ایسی جماعت طیار کی تھی۔ جو میاں صاحب کی جدید تعلیمات سے پہلے حضرت کے دعاوی پر اور ان کی منشاء سے آگاہ نہ تھی یا آپ کی تصانیف کو تدبر اور فکر سے مطالعہ میں لائی تھی۔ یہ حضرت اعلےٰ پر ایک قسم کا حملہ ہے۔ کہ آپ نے صاحب فہم وفراست نہیں۔ بلکہ اپنے اردگرد جہلا اکٹھے کیئے ہوئے تھے۔ تم کو یہ ماننا ہی پڑے گا۔ کہ حضرت صاحب کی جماعت۔ حضرت صاحب کی منشاء اور اُن کی تعلیم سے خوب واقف تھی۔ اگر یہ درست ہے۔ تو یہی وجہ تھی۔ کہ میں نے حلف کا معاملہ اُٹھایا۔ نہ اس خیال سے کہ حلف لینے والا بالضرور میاں صاحب کی ہی مخالفت کرے گا۔ بلکہ صرف اس خیال سے کہ میں ان بزرگوں کے اس عقیدہ سے کم از کم خود آگاہ ہو جاؤں۔ جو یہ بزرگ حضرت صاحب کے وقت رکھتے تھے۔ میرا یہ ایمان ہے۔ کہ اگر حضرت اقدس کا سا سلطان القلم اور قادر الکلام مبلغ ہمیں اپنے دعوےٰ کے متعلق اپنے مافی الضمیر سے واقف نہیں کر گیا۔ تو پھر کسی اور کی تشریح اور توضیح کی طرف دیکھنا ایک بے سود امر ہے۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ حضرت اقدس کی صریح تعلیمات پر ہمارے دوست تحریف عن مواضعہ کر رہے ہیں۔ تو مجبوراً میں نے اس حلف کی طرف خیال کیا۔ میں نے اس حلف میں یہ دریافت نہیں کیا کہ حلف اٹھانے والا اس عقیدہ کی صحت پر بھی قسم کھائے۔ کہ جو امور متنازعہ ہیں وہ حضرت کے وقت رکھتا تھا۔ میں نے صرف یہ دریافت کیا۔ کہ تم حضرت کے وقت اور آپ کی وفات پر کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ غلط ہو یا صحیح۔ اس سے کوئی بحث نہ تھی بالفرض کسی فرد واحد کا عقیدہ جو اس وقت تھا وہ غلط ہی تھا۔ پھر بھی وہ اس حلف سے کسی قسم کی حد شرعی تلے نہیں آتا۔ اس سے تو صرف یہ کہنا تھا۔ کہ اس کا اس وقت کیا عقیدہ تھا۔ اس سیدھے سادے مطالبہ پر میاں صاحب کا جوش وخروش کہ یہ مطالبہ بمنزلہ ایک تلوار کے ہے۔ جو ہم نے دوسروں کے لیئے تیار کی ہے۔ اور جو دراصل ہم کو آ کر لگے گی۔ میرے نزدیک قطعاً ایک بے معنی اور بے سود فعل

ہے۔ میاں صاحب جو کہے وہ مجبور ہے۔ لیکن برادران تم بتلاؤ۔ کہ اس مطالبہ میں کون سی غرض۔ کون سی بدنیتی۔ کون سی شرارت مضمر ہے۔ آخر میں نے پوچھا کیا صرف یہ کہ تم لوگ حضرت کے وقت ان مسائل متنازعہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ کیا آجکل کے فساد کے دفعیہ کے لیئے اس امر کی تنقیح ضروری نہ تھی۔ پھر اگر ضروری ہے۔ تو جس فریق نے اس تنقیح کو روشنی میں لانے سے روکا۔ آیا وہ حق پر ہو سکتا ہے؟ میں تمھیں ایمان سے کہتا ہوں کہ اس حلف کے معاملہ کو اُٹھانے کی میری ایک بھاری غرض یہ تھی کہ میں ان حلفیہ بیانوں کی روشنی میں یہ دیکھوں۔ کہ میرے اپنے عقائد صحیح ہیں یا نہیں۔ پھر اب میں کس طرح اُس شخص کو سچا جانوں۔ جس نے یہ حلفیہ بیان روکے تم خدارا بتلاؤ۔ کہ میاں صاحب کو اس حلف کی مطالبہ پر کیوں اضطراب ہوا۔ وہ کیوں اس قدر بے چین ہوئے۔ وہ کیوں عام گالیوں پر اُتر آئے اُنھوں نے کیوں مجھ پر بہتان لگانے شروع کیئے اُنھوں نے اور ان کے دوستوں نے قادیان سے میرے متعلق کیوں مشہور کرنا شروع کیا۔ کہ میں احمدی ہی نہیں۔ اور یہ کذب صریح ہے۔ آخر معاملہ تو بالکل سیدھا سادا تھا۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ اگر حلفیہ بیان ہو جاتے تو میاں صاحب کو یہ خطرہ تھا۔ کہ وہ اُن کے عقیدہ کے خلاف ہونگے اس لیئے اُنھوں نے یہ ہاتھ پاؤں مارے۔

دیکھو شریعت کا حکم ظاہر ہے۔ میں نے اس حلف کے معاملہ میں اپنا عقیدہ حلفیہ طور پر بیان کیا۔ اور اس میں یہ بھی کہا۔ کہ میرا آج کل وہی عقیدہ ہے۔ ایک خدا ترس کو میرے احمدی ہونے میں وہم بھی ہو نہیں سکتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اب ہر طرف یہ تار دوڑ گئی ہے۔ کہ جہلا میں یہ پھیلا دیا جاوے کہ کمال الدین احمدیت کو چھوڑ بیٹھا۔ یا کمال الدین کبھی احمدی نہیں تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ ان بچاروں کو اندھیرے میں رکھا جاوے۔ اور اُن کو میری باتوں کی طرف آنے نہ دیا جاوے۔ میں نے ان لوگوں سے اپنے معتقدات کا سرٹیفکیٹ نہیں لینا۔ میرا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ لیکن یہ لوگ کیوں ایسی خفیف الحرکتی پر اُتر آئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب ان کے پاس کوئی جواب نہیں رہا اب مجھ سے ان واقعات کو ایک ایک کر کے سن لو جو میرے مطالبہ حلف کے بعد قادیان سے ظہور پذیر ہوئے۔

ادھر میں نے حلف کے مطالبہ میں اشتہار دیا۔ اُدھر حسب ذیل اعلان قادیان سے نکلا:۔

"ضروری اطلاع

ہمارے احباب خواجہ صاحب کو فرداً فرداً جواب نہ دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے بارہ میں جو حلفیہ شہادتیں خواجہ صاحب نے ان دونوں احمدی برادران اور بزرگان ملت سے طلب کی ہیں اُن کی نسبت جدا جدا طبع آزمائی کی ضرورت نہیں۔ سلسلہ عالیہ کے مرکز اور مقام خلافت ہی سے سب کا یکجائی جواب انشاء اللہ کافی و تشفی بخش ہو جائے گا۔ جس کے شائع ہونے کی عنقریب امید کی گئی ہے"۔

یہ حکم قرآن کی تعلیم کے صریح خلاف تھا۔ قرآن کہے کہ شہادت مت چھپاؤ۔ اور قادیان سے حکم نکلے۔ کہ مطلوبہ حلف کی طرف رُخ نہ کرو۔ خدا کے نام پر طلب کی ہوئی شہادت نہ دو۔ قرآن کہے کہ شہادت کا چھپانے والا اظلم ہے۔ اور قادیان سے ترغیب ہو کہ شہادت مت دو۔ اب اس اعلان کا نتیجہ کیا ہوا۔ اعلان سے پہلے میاں صاحب کے چند مبایعین نے اپنی شہادت موکد بہ حلف کر کے بھیجدی۔ جو عنقریب باقی شہادتوں کے ساتھ چھپ جاوے گی۔ اور جن میں علی العموم وہی تحریر ہے جس کا خطرہ میاں صاحب کو تھا۔ اور غیر مبایعین نے کثرت سے ہفتہ عشرہ کے اندر اپنی اپنی شہادتیں بھیج دیں۔ لیکن جب میاں صاحب کا یہ حکم نکلا۔ تو پھر صرف ایک یا دو دوستوں نے۔ جن میں سید عابد علی شاہ صاحب ہیں جنھوں نے میاں صاحب کے حکم کو خلاف قرآن سمجھا۔ اپنی شہادت موکد بحلف کر کے بھیجدی۔ اور ہر ایک امر مستفسرہ میں میاں صاحب کے عقائد سے بیزاری ظاہر کی۔ لیکن باقی مبایعین نے آج تک کوئی شہادت نہیں بھیجی۔ اب خدارا تم خود فیصلہ کرو۔ اور مسائل کو جانے دو۔ صرف یہ بتلاؤ۔ کہ خدا کے نام پر طلب کی ہوئی شہادت سے انکار اور اخفاء و کتمان شہادت کا ذمہ دار کون ہوا۔ یہ گناہ کس نے جماعت سے کرایا۔ اور افراد جماعت کو اتم قلبہ کے ماتحت کون لایا۔ پیارو تم نے حضرت مسیح موعود کو صرف اس لیئے قبول کیا۔ کہ خدا کو خوش کرو۔ کیا خدا کی خوشی یہی نہیں کہ قرآن کے ہر ایک حکم پر چلا جاوے۔ اب للہ تبلاؤ کہ ولا تکتموا الشہادۃ کس کا حکم ہے۔ فمن اظلم ممن کتم شہادۃ عندہ من اللہ کس نے کہا ہے۔ اب اگر یہ قرآن کا حکم ہے۔ تو تم نے حضرت اقدس کی بیعت کر کے اور پھر اپنے عقیدہ کے مطابق ایک خلیفہ مفترض الطاعت کے ہاتھ پر اپنے آپ کو بیچ کر یہی سیکھا۔ کہ تم قرآن کے حکم کو ٹال دو۔ اس بات کو جانے دو کہ میرے عقائد کیا ہیں۔ جانے دو اسکو کہ میں حق پر ہوں یا غلطی پر۔ لیکن خدارا سوچو۔ تم نے کیا نمونہ دکھلایا۔ آہ مسیح موعود کی جماعت اور قرآن کی اس طرح ذلت کرے۔ میں نے جب اپنے اشتہار حکم پیر بر خلاف حکم خدا میں ان باتوں کو صاف طور لکھا۔ اور عزیزو تم پر یہ ظاہر کیا۔ کہ مذکورہ بالا اعلان خلاف قرآن ہے اور یہ تمہارا موقعہ امتحان ہے۔ کہ تم اسوقت حکم پیر یہ حکم خدا کو ترجیح دیتے ہو یا کیا۔ پھر کیا پیارو تم اس امتحان میں پورے اُترے۔ تم نے قرآن کے حکم ولا تکتموا الشہادۃ کو حکم پیر کے مقابل پس پشت کیا اور اس وقت تک خاموشی اختیار کی۔ کیا بیعت جدید کا یہ روحانی ثمر ہے جو ہماری جماعت نے حاصل کیا۔ پیارو سو دفعہ خلیفہ بناؤ۔ لیکن جو بات خلیفہ خلاف قرآن کہے اُس کو صحت پر لانے کی جرأت پیدا کرو۔ میری یہ تحریر اگر غلط ہوتی تو قادیان میں سے اس کے خلاف کچھ نکلتا۔ اگر میرا یہ کہنا غلط تھا۔ تو وہ لوگ جو بیوجہ گالیاں دیتے اور بہتان باندھتے اور بات کا بتنگڑ بناتے تھے۔ وہ کیوں خاموش ہو گئے۔ اور ان کو کیوں اس بات کی تردید میں ایک لفظ تک لکھنے کی توفیق نہ ہوئی۔ اُنھوں نے تم کو حلف لینے سے کیوں روکا۔ میرے اس اعتراض کا کوئی جواب نہ نکلا۔ اگر نکلا تو یہ نکلا کہ میرے عقاید اچھے نہیں۔ میں مسلمان نہیں۔ میں احمدی نہیں۔ میں نے گذشتہ موقعہ پر فلاں امر کیا۔ میں آئندہ یہ وعدہ کروں۔ تو مفتی صاحب مکرم اور ان کے رفیق قسم کھانے کو تیار ہیں۔ نہ معلوم مفتی صاحب مکرم کو کیا ہو گیا۔ اُنھوں نے یہ بات نہ سمجھی۔ کہ اگر یہ سب کے سب بہتانات جو اُنھوں نے مجھ پر لگائے۔ اگر معاذ اللہ صحیح بھی ہوں۔ تو بھی وہ حلف سے بچ نہیں سکتے۔ بہرحال جب میں نے ان بہتانوں کی تردید کی۔ اور ان کے مطالبات کے لیئے تیاری کی۔ تو پھر کیا مفتی صاحب نے یا مولوی شیر علی صاحب نے یا دوسرے کسی نے قادیان سے قسم کھا کر بیان لکھدیا۔ مفتی صاحب تو حلف نہ لینے کی ذمہ داری میاں صاحب کے سر پر تھوپ کر مدراس روانہ ہو گئے۔ لیکن وہ یاد رکھیں۔ کہ کفارہ کو میاں صاحب نے آج تک تعلیم نہیں کیا۔ پیارو خوب یاد رکھو میں نے مباہلہ کے لیئے قسم کا مطالبہ نہیں کیا۔ صرف ایک امر کی تحقیق چاہی تھی۔ پھر میاں صاحب کو یہ قسم کا معاملہ کیوں ایک خطرناک معاملہ نظر آیا۔ جیسے کہ وہ خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل میں بیان کرتا ہے۔ پھر یہ کیوں لیت و لعل ہوا۔ اور پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ میں سے جن سے مطالبہ حلف تھا اُن کو کیا ہوا۔ جو وہ چُپ رہ گئے۔ بہرحال نہ مفتی صاحب نے حلفیہ بیان دینے کی جرأت کی۔ اور نہ آپ میں سے کسی نے بیان بھیجا۔

مفتی صاحب کیوں قسم سے گھبراتے ہیں؟

مفتی صاحب کا حلف کو ٹالنا تو ایک وجہ سے تھا۔ لیکن آپ کو کیا ہوا۔ مفتی صاحب ہرگز ہرگز اپنے موجودہ عقاید پر اگر وہ میاں صاحب کا ہم عقیدہ ہے۔ قسم نہیں کھا سکتا۔ کہ اس کے یہ عقائد حضرت صاحب کی وفات پر تھے۔ حضرت صاحب کی وفات چھوڑ ۱۹۱۱ء تک اس کے یہی عقاید تھے جو میرے ہیں۔ یہ حضرت صاحب کو ظلی نبی ان معنوں میں نہیں۔ کہ جن معنوں میں میاں صاحب نے یہ مسئلہ بنا رکھا ہے بلکہ ان معنوں میں جن میں ہم حضرت کو نبی جانتے ہیں

اپنے لغوی معنوں میں نبی خدا سے خبر پانیوالا کہتے دیکھو پرچہ مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۱ء مفتی صاحب بڑے فخر سے مولوی شبلی کی ملاقات کا ذکر کرکے ذیل میں ارقام فرماتے ہیں :-

"دریافت فرمایا (یعنی مولانا شبلی مرحوم نے) کہ کیا ہم لوگ مرزا صاحب مرحوم کو نبی مانتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے۔ کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنیوالا نہیں۔ نہ نیا اور نہ پرانا ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اور وہ بھی آنحضرت نبی کریم صلعم کی طفیل آپ سے فیض حاصل کرکے اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا۔ اور آئیندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے۔ اور الہام کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالےٰ سے بہت سی آئیندہ کی خبریں بھی بطور پیشگوئی کے بتلائی جاتی تھیں جو پوری ہوتی رہیں اسطرح مرزا صاحب ایک پیش گوئی کرنے والے تھے اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں اور احادیث میں بھی نبی آنے والے مسیح موعود کا نام رکھا۔ اسپر مولوی شبلی صاحب نے فرمایا۔ کہ بیشک لغوی معنوں کے لحاظ سے یہ ہو سکتا ہے لیکن عوام الناس اس مفہوم کو نہ جاننے کے سبب گھبراتے ہیں۔ اور اعتراض کرتے ہیں میں نے عرض کی۔ کہ مرزا صاحب کی نبوت کا مسئلہ ہمارے ہاں ایسا نہیں۔ کہ شرائط بیعت میں داخل ہو۔ یا بیعت کے وقت اس کا اقرار لیا جاتا ہو۔ یا اسکا ہم وعظ کرتے پھرتے ہوں"

اس کے بعد مفتی صاحب اپنے اس عقیدہ کو۔ کہ حضرت صاحب صرف لغوی معنے میں نبی ہیں۔ یعنے پیشگوئی کرنے والا۔ صحیح ظاہر کرنے کے لیئے حضرت قبلہ حکیم صاحب کا ایک خط جو ذیل میں دیا جاتا ہے درج کرتے ہیں۔ جو انھیں ایام کا ہے۔ غالباً ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۱ء کا۔

"میں مرزا صاحب کو مجدد اس صدی کا یقین کرتا ہوں۔ ان کو حضرت محمد رسول اللہ النبی العربی المکی والمدنی خاتم النبیین کا غلام اور اس کی شریعت کا بدل خادم مانتا ہوں۔ اور مرزا خود اپنے آپ کو جان نثار غلام نبی عربی محمدؐ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف کا بتاتا رہا۔ نبی کے معنے لغوی پیش از وقت اللہ تعالےٰ سے اطلاع پاکر خبر دینے والا ہم یقین کرتے ہیں۔ نہ شریعت لانے والا۔ . . . . . ."

کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ ۱۹۱۱ء کے اخیر تک مفتی صاحب کا عقیدہ وہی تھا جو میرا ہے اور اسکے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ آج ۱۹۱۵ء میں انکو کیا کرنا پڑے گا۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ آج مفتی صاحب انھیں معنوں میں آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ جن معنے میں کل دیگر فرقہائے اسلام کیا مرزا صاحب کو صرف اس لیئے نبی کہتے ہیں۔ کہ وہ پیش گوئی کرنے والے تھے۔ یا ان کو آج جہاں تک نفس نبوت کا سوال ہے۔ آنحضرت صلعم کا سا نبی کہا جاتا ہے۔ کیا مفتی صاحب نے اس وقت شبلی صاحب کو مغالطہ دیا تھا۔ کہ حضرت کی نبوت کا وعظ کرنا ہمارے سلسلہ میں ضروری نہیں۔ آہ آج وہی مفتی ہے۔ جو لاہور میں کیا کا کیا کہہ گیا۔

پھر آج کہا جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کے سوا ان کمالات کا مالک کوئی نہیں ہوا۔ دیکھو میں ایمان رکھتا ہوں۔ کہ مجددینؑ میں اس شان کا انسان میرے نزدیک کوئی نہیں۔ جس شان کا میرا مرشد مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام ہے لیکن جن معنوں میں وہ نبی ہے کم و بیش وہی نبوت ہر ایک مجدد کو ملی ہے۔ اور ہم میں سے ہر ایک اس نبوت کے پانے کا امکان رکھتا ہے۔ یہی عقیدہ مولوی نورالدین صاحب کا تھا۔ اور یہی مولوی سرور شاہ صاحب کا اور مفتی صاحب کا۔ بدر میں ذیل کی عبارت مولوی سرور شاہ صاحب کے نام پر ۱۶ فروری ۱۹۱۱ء کو نکلتی ہے۔ آپ حضرت مولوی صاحب سے الفاظ نبی کے استعمال کے متعلق عرض کرتے ہیں اور جو جواب وہ دیتے ہیں ذیل میں لکھتے ہیں :-

"لفظ نبی کے معنے اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں۔ اوّل خدا سے اخبار غیب پانے والا۔ دوم عالی رتبہ شخص۔ جس شخص کو اللہ تعالےٰ بکثرت مکالمہ سے ممتاز کرے اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے۔ وہ نبی ہے اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین نبی مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں"

یہ ہے حقیقت اس نبوت کی جو مفتی صاحب ۱۹۱۱ء تک دنیا کو سمجھاتے رہے۔ یہ وہ نبوت ہے جس کا وارث ہر ایک مجدد ہوا۔ آیا یہ نبوت اس نبوت سے الگ ہے یا نہیں۔ کہ جو نبوت میاں صاحب حضرت کیلیئے تجویز کرتے ہیں۔ معاملہ صرف اس امر سے طے ہو جاتا ہے کہ میاں صاحب مجددین کے منکر کو کافر نہیں سمجھتے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے منکر کو کافر۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دو قسم کی نبوتیں ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت مرزا صاحب کو جو نبوت عطا ہوئی۔ اس سے کل مجددین امت کو میاں صاحب محروم سمجھتے ہیں۔ اب آپ صاحبان خود ہی سوچ لیں۔ کہ ان سب سلسلے والوں کا کس قسم کا عقیدہ نبوت کے متعلق تھا۔

میاں صاحب ان تحریروں کے وقت خاموش رہے اور ان کی خاموشی سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یا تو ان کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ یا وہ حضرت قبلہ حکیم صاحب کی موجودگی میں اپنے عقیدہ کو چھپاتے رہے اس لیئے میں نے حلفاً اُن سے دریافت کیا۔ مجھے یہ یقین تھا۔ کہ ان سب کا عقیدہ حضرت کی نبوت کے متعلق وہی ہے۔ جو میرا ہے یعنے وہ نبوت جو ظلی ہے۔ اور جس کو محض مجازاً اور صرف لغوی معنے میں ہی ہم حضرت کے نام کے ساتھ استعمال کر سکتے ہیں۔ اور اور کسی معنے میں حضرت صاحب نبی نہیں۔ بلکہ یہ ایک نبوت کی جزو ہے۔ مفتی صاحب وغیرہ نے محض اس لحاظ سے قسم کھانے سے انکار کیا۔ کہ اگر قسم صحیح کھا دیں تو یہ سب کھیل بگڑتا ہے۔ جو انھوں نے بنا رکھا ہے۔ اور اگر غلط کھا دیں تو نہ صرف خدا کے آگے دیندار ہونگے بلکہ اُن کی تحریریں دُنیا میں اُن کے بطلان کے لیئے معاون ہو جائیں گی۔

دوسرا حلف طلب کردہ یہ تھا۔ کہ آیا ہر غیر احمدی کافر ہے۔ اس ضمن میں میں صرف دو باتیں لکھتا ہوں اوّل جو گوجرہ کے مباحثہ میں جو احمدی اور غیر احمدیوں میں ہوا۔ اور بالمقابل تقریر ہو کر راضی نامہ ہوا۔ اس میں احمدیوں کی طرف سے ذیل کی تحریر ہوئی۔ جو مفتی صاحب نے اپنے اخبار میں درج کی

"جلال الدین احمدی گوجرہ کی تحریر۔

میں جماعت احمدیہ گوجرہ کی طرف سے لکھتا ہوں کہ جو شخص کلمہ طیبہ محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا پڑھتا ہے اور تابعداری اللہ و رسول کی کرتا ہے۔ وہ شخص مسلمان ہے اور ہم کو اس کی مسلمانی میں کوئی شبہ نہیں اگر کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود نہیں مانتا اور شرک نہیں کرتا۔ ہم اس کو مشرک نہیں کہتے۔ اگر علما اپنے فتاوے کفر و کذب جو کہ انھوں نے حضرت مسیح موعود پر دیئے ہوئے ہیں واپس لیویں تو ہم نماز اکٹھی پڑھ لیں گے"

اے احمدی عزیزو۔ آؤ دھڑہ بندی کے گناہ میں گرفتار نہ ہو خلق خدا پر ظلم نہ کرو۔ کسی کو بوجہ کافر مت کہو۔ تحریر بالا کو پڑھو۔ یہ جلال الدین کی نہیں تم سب کا مذہب یہی تھا۔ اگر یہ نہ تھا تو کیوں مفتی صاحب ایک احمدی آرگن میں جو قادیان سے نکلتا ہے اسے درج کرتا ہے۔ حضرت قبلہ حکیم صاحب کا بھی یہی مذہب تھا۔ میاں صاحب بھی اس تحریر کے نکلنے پر خاموش رہے۔ کیا اس تحریر کے نکلنے پر جو ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی۔ کوئی آواز مخالفت کی اُٹھی تم سب اس لیئے خاموش رہے۔ کہ یہ جلال الدین کا مذہب نہ تھا۔ بلکہ حضرت آقا مرزا صاحب کا مذہب یہی تھا۔ کیا وہ تمھیں اُن کی تقریر بھول گئی جو آپ نے میرے مکان پر اپنی وفات سے چار پانچ دن پہلے کی۔ اور ایسی قسم کی شرائط پر ایک غیر احمدی

کے ساتھ نماز پڑھ لینا جائز رکھا۔ تم آج لاکھ معنے جو چاہو کرو۔ اگر کسی مشروط حالت میں خواہ وہ کیسی ہی سخت ہو آپ نے غیر احمدی کے ساتھ نماز کا حکم دیا ہے۔ تو اس شرط کے ہو جانے پر غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز ہو گی۔ اس لیئے صرف غیر احمدیت باعث کفر نہیں ہو سکتی۔ کیا کسی ہندو کے پیچھے بحالیکہ وُہ ہندو رہے کسی حالت میں بھی نماز جائز ہے۔ حضرت اعلےٰ کا یہی مذہب تھا۔ جو میاں جلال الدین نے لکھوایا۔ اور اسی مذہب کے باعث میاں صاحب نے خود مکہ میں غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھی۔ اگر تمکو میری باتوں پر شبہ ہو تو پھر ۱۸ مارچ ۱۹۰۸ء کی ایک اور تحریر حضرت کی پڑھ لو جو مفتی صاحب اپنے اخبار مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۰۸ء میں شایع کرتا ہے
ایک شخص نور محمد نام نے کوئٹہ سے ایک خط حضرت کے نام لکھا ہے۔ اس کے جواب کے لیئے مفتی صاحب کو ذیل کا جواب دینے کا حکم ہوتا ہے۔
"جواب میں لکھدیں۔ کہ چونکہ عام طور پر اس ملک کے مُلاّں لوگوں نے اپنے تعصب کی وجہ سے ہمیں کافر ٹھیرایا ہے۔ اور فتوے لکھے ہیں۔ اور باقی لوگ اُن کے پیرو ہیں۔ پس اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی ثابت کرنے کے لیئے اشتہار دے دیں۔ کہ ہم ان مکفر مولویوں کے پیرو نہیں۔ تو پھر انکے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے۔ جو شخص مسلمانوں کو کافر کہے۔ وُہ آپ کافر ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے پیچھے نماز کیونکر پڑھیں۔ یہ تو شرع شریف کے رُو سے جائز نہیں"۔

کیا یہ وہی بات نہیں۔ جو جلال الدین نے کہی کیا یہ وہی بات نہیں۔ جو حضرت نے وفات سے چار دن پہلے کہی۔ اس تحریر کو جب بعض اصحاب دیکھتے ہیں تو فی الفور جوش میں آکر اسکے مقابل اربعین کی یہ عبارت سُنا دیتے ہیں۔ کہ جو مکفر مکذب اور متردد ہے۔ اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔

پیارو۔ جلدی مت کرو۔ تمہاری اس جلد بازی کا نتیجہ یہ ہوُا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی باتیں اور تحریریں دنیا میں مجموعہ ضدین ہو گئیں۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ تمہارے عدم تدبر نے اس سلطان القلم کی تحریر پر یہ داغ تضاد لگایا۔ جس پر آج ہمارے دشمن ہنس رہے ہیں۔ تمہارا فرض تھا۔ کہ ان سب تحریروں اور تقریروں کو بہ حیثیت مجموعی پڑھتے۔ حضرت صاحب کی پرائیویٹ چٹھیاں بھی اگر ملتیں۔ تو جمع کرتے۔ پھر سب کو جمع کر کے ایسے معنے کرتے۔ کہ مسیح موعود کی تحریر پر کوئی داغ متضادیت نہ آتا۔ تم کو اس امر سے شرم کرنی چاہیئے۔ کہ تم ہماری پیش کردہ تحریر حضرت کے مقابل ایک اور حضرت کی تحریر جو تم کو متضاد نظر آتی ہے۔ اور فی الواقعہ متضاد نہیں ہوتی۔ پیش کر دیتے ہو۔ نادانو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ الزام تضاد تصنیف حضرت پر جا لگتا ہے۔ اچھا۔ تمہارے ہاں تو اب ناسخ منسوخ کا دروازہ کھل گیا ہے۔ نبوت کے مسئلہ میں تو ۱۹۰۱ء کی تحریریں تم نے منسوخ ٹھیرا کر اپنی جان چھڑا لی۔ لیکن مسئلہ غیر احمدی و نماز میں تم کہاں جا سکتے ہو۔ اول تو یہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریر ہے اور چونکہ اُس کو من وجہ تعلق مسئلہ نبوت سے ہے۔ اس لیئے وہ منسوخ ہے کیونکہ تم تو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تصنیف متردد سمجھتے ہو۔ پھر اس پر کیوں حصر کرتے ہو۔ لیکن اگر یہ قابل حصر ہی ہے۔ تو پھر نور محمد والا خط مارچ ۱۹۰۸ء کا اور میری مکان کی تقریر مندرجہ بدر مئی ۱۹۰۸ء کی۔ تو اب ۱۹۰۸ء کی تحریر و تقریر نے اربعین کی تحریر کو منسوخ کر دیا۔ اگر تم ناسخ منسوخ سے ہی خوش ہوتے ہو۔ تو یہ تمہارا عقیدہ غلط ہے لیکن یہ امر نہیں میرا استاد سلطان القلم اور بالغ الکلام تھا اسکی تحریر و تقریر میں کوئی تضاد نہیں۔ لفظ متردد کا تعلق مکفر اور مکذب سے ہے۔ یعنی ایسا شخص جو آپ کو کافر یا کاذب کہے۔ یا آپ کی تکفیر و تکذیب کے معاملہ میں متردد ہے۔ ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کے ساتھ نماز ہو۔ لیکن جو نہ حضرت کو کافر کہتا ہے۔ نہ آپ کو جھوٹا جانتا ہے۔ اور نہ ان دونوں معاملوں میں اسکو تردد ہے۔ بلکہ آپ کی تکفیر کے متعلق اُسے وہم تک بھی نہیں۔ ہاں خود اسے مسئلہ نہیں سمجھ آتا۔ یا بالکل نیک نیتی سے مگر غلطی سے مرزا صاحب کو غلطی پر سمجھتا ہے۔ یا اس نے آجتک اس مسئلہ پر غور ہی نہیں کیا۔ وُہ نہ مکفر ہے۔ نہ مکذب نہ متردد۔ فقرہ متنازعہ میں متردد سے مراد یہ نہیں کہ اسکو دعوے کے قبول میں ابھی تردد ہے۔ بلکہ معاملہ تکفیر و تکذیب میں وہ متردد ہے۔ اربعین کے فقرہ کے یہ معنے کرو۔ اور سیاق و سباق سے یہی نکلتے ہیں۔ تو پھر نہ نور محمد والا خط اس کے متضاد پڑیگا۔ نہ حضور کے وصال سے چار دن پہلے کی تقریر جو میرے مکان پر ہوئی۔ ان صریح باتوں کے مقابل کس قدر بیہودہ عذر تراشی کیگئی ہے۔ کہ حضرت کا عقیدہ بدل گیا۔ حضرت صاحب کے الفاظ کی رپورٹ درست نہیں ہوئی یا خطوط نویس نے غلط لکھا تاکہ یہ باتیں جو تم آج کہتے ہو صحیح ہیں۔ تو پھر ان خطوط کے چھپنے پر تمہارے منہ پر کیوں مہر خاموشی لگ گئی۔ پھر تمہیں ایک اور تحریر دکھلاتا ہوں جس سے ثابت ہوگا۔ کہ یہی ایمان مفتی صاحب صاحب کا اور آپ سب کا تھا۔ کم از کم ۱۹۱۱ء تک۔ مفتی صاحب نے بدر مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۱ء میں (ذیل) کی تحریر لکھی اور بتلایا کہ کن حالتوں میں ایک غیر احمدی ہمارا امام نماز ہو سکتا ہے۔
"لیکن امامت کا عہدہ ہم اسکو (یعنے غیر احمدی کو) نہ دینگے جب تک اس سے کوئی ایسا ممیز امر پیدا نہ ہو۔ جو کفر گو علما سے اسکو اس معاملہ میں الگ کر دے۔ وہ امر اصل تو یہی ہے کہ وہ احمدی جماعت میں داخل ہو۔ لیکن ایسے کمزور اشخاص پر رحم کر کے حضرت مسیح موعود نے ایک اور تجویز بھی پیش کی تھی جس سے وہ احمدی جماعت میں داخل ہونے کے بغیر بھی اس قابل ہو سکیں کہ ہم ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ وہ تجویز یہ ہے کہ چونکہ مکفر مولویوں نے بذریعہ اشتہارات کے اپنے کفر نامہ کو شائع کیا ہے اور اپنے آپکو تمام مسلمانوں کا وکیل اور مختار بنا کر گویا تمام مسلمانوں کی طرف سے ایسا اشتہار دیا ہے۔ اس واسطے جو مسلمان اس معاملہ میں ان مولویوں کا ہم خیال نہ ہو۔ وہ بھی بذریعہ اشتہار کے اس بات کا اعلان کرے۔ کہ مسلمان کو کافر کہنے کے معاملہ میں ان مولویوں کا ہم خیال نہیں ہوں۔ بلکہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو مومن مسلمان یقین کرتا ہوں اس واسطے ان مومنوں کو کافر کہنے والے کو بموجب حدیث کافر یقین کرتا ہوں"۔

کیا مفتی صاحب آج بھی اسی ایمان پر قائم ہیں جو ۱۹۱۱ء میں انہوں نے ظاہر کیا۔ مدرجہ بالا مفتی صاحب نے وہی باتیں دہرائیں۔ جو انہوں نے بدر میں ۱۹۰۸ء میں اس تقریر کو نقل کرتے ہوئے چھاپی تھیں۔ جو حضرت اعلےٰ نے میرے مکان پر وفات سے چند روز پہلے کی۔

کیا میاں صاحب اس وقت قادیان میں نہ تھے۔ یا آپ ان تحریرات کو بدر میں نہ پڑھتے تھے مجھے تو حیرت سی آتی ہے۔ اور پیارے دوستو ایک لمحہ کے لیئے ٹھنڈے دل کے ساتھ ان چند واقعات پر غور کرو۔ اور بتلاؤ۔ کہ کیا طلب صداقت نے یا بغض کسی کی ضد نے یہ مسئلے احمدیوں میں پیدا کرائے۔ دیکھو احمدی کے پیچھے نماز کے متعلق حضرت اعلےٰ اپنی زندگی میں تقریریں کریں۔ وہ چھپ جاویں۔ حضرت کی وفات سے چند دن پہلے کی تقریر محولہ بالا چھپ جاوے۔ جلال الدین گوجرہ والے کا فیصلہ چھپ جاوے۔ نور محمد والا خط چھپ جاوے۔ مفتی صاحب کا اجتہاد بالا چھپ جاوے۔ خود میر ناصر نواب اور دیگر احمدی اور میاں صاحب مکہ میں جاکر غیر احمدیوں کے پیچھے نماز ادا کریں۔ وہ سب جائز ہو۔ ان سب متواتر باتوں پر میاں صاحب خاموش رہیں۔ لیکن جب خواجہ کمال الدین لندن سے حضرت قبلہ حکیم صاحب سے فتوے پوچھے کہ لندن میں جہاں فتوے کفر نہیں آیا غیر احمدی کے پیچھے لندن میں نماز جائز ہے اور حضرت قبلہ حکیم صاحب فتویٰ بھی دیں تو میاں صاحب کی چشم مخالفت کھلے۔

تو آپ تبلاؤ کہ یہ مسئلہ کمال الدین کی ضد نے پیدا کرایا یا طلب راستی نے یہ باتیں لکھوائیں۔ میاںصاحب اس کا جواب دے کہ اُس نے کیوں متواتر ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۱ء تک ان متواتر تحریروں کے چھپنے اور شائع ہونے پر لوگوں کے عمل پر کبھی اعتراض نہ کیا

فاعتبروا یا اولی الابصار

بہرحال یہ مفتی صاحب کا عقیدہ تھا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ مفتی صاحب کے نزدیک ہر ایک غیر احمدی محض غیر احمدیت کے باعث کافر نہیں۔ جب نماز تک جائز ہے تو پھر وہ کافر کیسے ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی صاحب نے حلف سے گریز کیا۔

رہا ایسے غیر احمدی پر نماز جنازہ جو مکفر مکذب یا بدگو نہو اس کے ثبوت میں بھی کئی تحریریں نکل سکتی ہیں۔ مجھے عدیم الفرصتی نے موقع نہیں دیا۔ فتاوی احمدیہ میں ایسی باتیں موجود ہیں۔

اسیطرح اسمہ احمد کے مسئلہ میں مفتی صاحب ذیل کا خط حضرت قبلہ حکیم صاحب کا بدر ۱۹۰۳ء میں درج کرتے ہیں۔

"نقل خط از جانب مولوی صاحب ممدوح الشان

ھ

احمد اندر جان احمد شد پدید

اسم من گردید آں اسم وحید

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" یاتی من بعدی اسمہ احمد سے مراد ہمارے سید و مولیٰ ہادی کامل خاتم النبیین رسول رب العلمین محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہی امر سچ ہے۔ حکیم فضلدین صاحب نے اگر اس کے خلاف کہا ہے تو غلط اور بالکل غلط کہا ہے۔ ہاں اگر ایک احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خادم اپنی خدمت کے لحاظ سے اور غلامی کی راہ سے فرماوے کہ میں بلحاظ کامل محبت اور سچی خدمت کے وہی احمد ہوں۔ بلکہ اس کا مولیٰ و خالق جل شانہ ارشاد فرماوے کہ تو تو احمد ہے۔ تو یہ امر دیگر ہے۔ اسی کارڈ کے اوپر جو شعر لکھا ہے اسپر غور کرو۔ حضرت مرزا جی کا فرمایا ہوا ہے۔"

اب ایک امر رہجاتا ہے کہ آیا مفتی صاحب حضرت صاحب کی تصنیف ماقبل ۱۹۰۱ء کو آج سے پہلے منسوخ سمجھتے تھے۔ اس کے لئے صرف ذیل کا ایک اقتباس کافی ہے جو ۶۔ اپریل ۱۹۱۱ء کے بدر میں موجود ہے۔ اس مضمون کا عنوان ہے "ایک نئے احمدی کا خط اپنے غیر احمدی باپ کو" اس کا خاتمہ ذیل کے الفاظ پر ہوتا ہے۔

"پھر آپ (یعنی مرزا صاحب) اپنے ایک اشتہار میں لکھتے ہیں یہ الزام سراسر افترا ہے میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات۔ ملائکہ اور لیلۃ القدر سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقاید میں داخل ہیں اور جیسے کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ ...... یہ سب حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے اپنے لکھے ہوئے الفاظ ہیں۔ اب آپ غور فرما دیں کہ اس عقیدہ کا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟"

ایک نیا احمدی اپنے غیر احمدی باپ کو یقین دلاتا ہے کہ حضرت کا عقیدہ اسلامی عقیدہ ہے اور اس کا فیصلہ پوچھتا ہے کہ ان عقاید کا انسان مسلمان ہے یا کافر۔ اور اپنے وجوہات میں حضرت اقدس کا اشتہار دہلی ۱۸۹۱ء کا درج کرتا ہے اور اس اشتہار کا یہ فقرہ لکھتا ہے :۔

"حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں"

اب اگر ۱۹۱۱ء میں مفتی صاحب کے علم میں ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابیں دربارہ نبوت حضرت منسوخ تھیں تو پھر ۱۹۱۱ء میں ۱۸۹۱ء کے اشتہار کا اقتباس کیوں دیا گیا۔ کیا یہ نیا احمدی اپنے بوڑھے باپ کو دھوکا دے رہا ہے۔ اور مفتی صاحب اس دھوکا میں اس کی اعانت کر رہے ہیں۔ جب حضرت صاحب نے اپنی نبوت کے متعلق عقیدہ بدل لیا اور خاتم النبیین کے بعد مدعی نبوت کاذب اور کافر نہ ٹھہرا۔ تو پھر یہ کیوں فقرہ لکھا گیا۔ اور میاںصاحب نے کیوں نوٹس نہ لیا۔ میں نے بھی تو یہی فقرہ اپنے عقیدے کے اظہار میں لکھا جس پر میاںصاحب نے کہا کہ میرے حوالے منسوخ شدہ کتابوں کے حوالے ہیں۔ افسوس۔ صد افسوس ایک احمدی بھی امانت و دیانت سے یہ حلف نہیں لے سکتا کہ ۱۹۱۱ء تک یا بعد میں بھی ہم نے کسی حضرت کی تصنیف کو کبھی منسوخ سمجھا۔ ہاں اب میں نے جو ۱۹۰۱ء کے پہلے کے حوالے دیئے اور ان کا جواب کچھ نہ بن سکا اور پھر ہم نے ۱۹۱۵ء میں غور کیا تو ہمیں یہی سمجھ آئی کہ وہ تصنیفات منسوخ ہی ہو گئیں۔

الغرض جن جن باتوں کا مطالبہ حلف میں تھا ان سب میں مفتی صاحب کا عقیدہ حضرت اعلیٰ اور حضرت قبلہ حکیم صاحب کی زندگی تک وہی رہا ہے۔ جو ہمارا ہے اور آپ سب کا یہی تھا۔ کیونکہ کسی نے بدر کی تحریرات پر نوٹس نہیں لیا۔ اگر نہیں تو کیا میں یہ سمجھوں کہ مفتی صاحب نے نفاق سے کام لیا اور لوگوں کو دھوکا دینا چاہا۔ میں نے سنا ہے کہ مفتی صاحب اب بھی بعض جگہ یہی عقیدہ جو انکا پہلے تھا لوگوں کو احمدیت میں داخل کرنے کی خاطر تعلیم کرتے ہیں۔ بدیں خیال کہ اب تو بیعت کریں بعد میں خود بخود اور باتوں کی تلقین ہو جاویگی۔ بہرحال یہ وجوہ ہیں کہ جن کے باعث مفتی صاحب حلف نہ لے سکتے تھے۔ یہی حال حضرت قبلہ سید محمد احسن صاحب کا ہے۔ ان کی تحریرات اس عقیدہ کے خلاف ہیں۔ جو میاںصاحب تعلیم کر رہے ہیں۔ سید صاحب اس وقت تک خاموش ہیں اور حیرت آتی ہے کہ وہ کیوں اپنے صحیح عقیدہ سے دنیا کو اطلاع نہیں دیتے۔ ہاں جو کچھ انھوں نے مباحثہ رامپور کے متعلق اپنے عقائد کی تشریح کی وہ ان موجودہ عقاید میاںصاحب کے سخت مخالف ہے۔

بہرحال مفتی صاحب کو تو یہ مصیبت تھی اور قادیان کے دوسرے احباب میاںصاحب کا منہ تکتے ہیں۔ لیکن عزیز تم نے کس حوصلہ سے خداوند تعالٰے کے فرمان ولا تکتموا الشہادۃ کو ٹلنے کی جرأت کی۔ ہاں تم سب کی نگاہ میاںصاحب کی طرف تھی۔ کیونکہ الفضل میں ذیل کا وعدہ تھا کہ

"تم الگ الگ طبع آزمائی نہ کرو۔ بلکہ سلسلہ عالیہ کے مرکز اور مقام خلافت ہی سے سبکا یکجائی جواب اب انشاء اللہ کافی و تشفی بخش ہو جائیگا۔"

خدا تعالیٰ اس تحریر کے لکھنے والے پر رحم کرے۔ حلف کا معاملہ اور اسپر طبع آزمائی کا جملہ مجھے سمجھ نہیں آتا۔ کہ یہ تجویز جس سر سے نکلی ہے وہ کہاں تک شریعت چھوڑ معمولی فہم عامہ سے بھی تعلق رکھتا ہے کیا ایک شخص دوسرے کی جگہ قسم کھا سکتا ہے۔ سوال زید سے ہوتا ہے کہ فلاں وقت تمھاری دلی کیفیت کیا تھی۔ یا اس کا ایک امر خاص میں خاص علم خاص وقت پر کیا تھا وہ علم دل سے تعلق رکھتا ہے۔ زید تو خاموش ہے اور بکر کہتا ہے کہ میں اس کے متعلق حلفیہ بیان دیتا ہوں یا تو بکر کے آگے زید نے کبھی اپنا علم بتلایا ہو۔ اور اگر ایسی صورت نہیں تو کس طرح بکر زید کے علم سے اطلاع دے سکتا ہے یہ باتیں صاف اور سیدھی تھیں لیکن پھر بھی دیان میں سب کی طرف سے حلف اُٹھانے کی آمادگی ظاہر ہوئی۔ ان لوگوں سے تو اس مطالبہ حقہ کا جواب کیا نکلنا تھا لیکن جب میاںصاحب اپنے ہی مریدین سے تنگ ہو گئے تو میاںصاحب نے اپنے خطبہ جمعہ میں ایک حلفیہ بیان سنایا جو بذریعہ الفضل مورخہ ۲۳۔ ستمبر ۱۹۱۵ء شائع ہوا۔ دوستو خدا کے لئے غور کرو کہ میاںصاحب نے کہانتک ہمارے مطالبہ کو پورا کیا۔ آپ میرے پہلے اشتہار کو پڑھیں میں نے اعتقادات متنازعہ کے متعلق میاںصاحب سے کوئی حلفیہ بیان طلب نہیں کیا۔ میرا مطالبہ یہ تھا کہ ہمارے اُن احباب کا عقیدہ جو حضرت کی زندگی میں رائے قائم کرنیکی عمر کو پہنچے ہوئے تھے۔ بوقت وفات حضرت اعلیٰ ان پانچ امور میں کیا تھا (۱) حضرت کی نبوت (۲) غیر احمدیوں کی تکفیر (۳) امر جنازہ (۴) اسمہ احمد کا مطلب (۵) حضرت کی تصنیف ماقبل ۱۹۰۱ء کے متعلق عقیدہ منسوخیت۔

ہمارے میاںصاحب کی عمر وفات حضرت پر اٹھارہ سال کے لگ بھگ تھی وہ تو یہ عمر ہی نہ تھی کہ میاںصاحب سے حقیقت عقیدہ کے متعلق سوال ہو۔ اٹھارہ سال کے میاںصاحب سے یہ پوچھنا کہ آپ کے ذہن میں حقیقت نبوت مرزا کیسے تھی یہ ایک بے سود اور بیہودہ مطالبہ تھا۔

وہ جو کچھ بھی ہوگا خام رائے ہوگی۔
اس لئے میاں صاحب سے یہ حلف طلب نہ کیا گیا ممکن ہے میاں صاحب کا اُسوقت بھی یہی عقیدہ ہو جیسے کہ اُنھوں نے حلف میں بیان کیا اور ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اسپر جرح کریں۔ ہاں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میاں صاحب کو اسوقت یہ سمجھ نہ تھی کہ ایسے عقیدہ کے لوازمات اور نتائج کیا ہوتے ہیں میاں صاحب نے یہ تو آج سمجھا ہے کہ اگر حضرت صاحب نبی ہیں تو ان کا منکر فاسق نہیں بلکہ کافر ہے۔ اس کا جنازہ حرام ہے اسکے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ اس لئے نبوت کے مسئلہ نے ان سب مسائل کو تجویز کرا دیا۔ لیکن اس تحقیقت سے میاں صاحب حضرت کی وفات پر تو کیا اس کے بعد بھی واقف نہ تھے۔ اگر واقف تھے تو ان سے ذیل کے فعل کیوں سرزد ہوئے۔ انہوں نے مکہ معظمہ میں غیر احمدی کے پیچھے کیوں نماز پڑھی۔ یہ مانا کہ انکو کراہت ہوئی۔ اور کراہت پر انہوں نے نماز دہرائی لیکن ان کا نماز پڑھنا اس امر کا ثبوت ہے کہ انکے وہم و گمان میں بھی یہ مسئلہ نہ تھا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز صرف غیر احمدیت کے باعث حرام ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر وہ شروع سے ہی نہ پڑھتے۔ پھر کیوں میر ناصر نواب صاحب کو ایسی نماز پڑھنے سے نہ روکا۔ پھر جب آپکی سالی کی شادی ایک غیر احمدی سے ہوئی۔ اور یہ منگنی حضرت مسیح موعود کی اجازت اور حکم سے قرار پائی۔ اور پھر یہ نکاح حضرت قبلہ حکیم صاحب خلیفۃ المسیح نے قادیان میں مسجد مبارک میں پڑھا۔ خود خلیفہ رشید الدین نے بطور وکالت اجازت دی۔ پھر میاں صاحب کا برات میں کئی دن شریک رہنا اور ہر طرح اس نکاح میں حصہ لینا۔ یہ سب امور کہتے ہیں کہ میاں صاحب کے علم میں اس وقت تک کل غیر احمدی کافر نہ تھے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ میاں صاحب نے یہ سب امور منافقانہ طریق پر کئے تھے۔ صرف یہی کہتا ہوں۔ کہ میاں صاحب کو اس وقت تک یہ سمجھ نہ تھی۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو اس طرح نبی ماننے پر جیسے وہ اب مانتے ہیں کیا کیا نتائج ہونگے۔ یہ سب باتیں بعد میں آ گئیں۔ الفاظ دیگر میاں صاحب کے علم میں وفات حضرت کے بعد بھی حقیقت نبوت نہ آئی تھی۔ واللہ کیوں مذکورہ بالا افعال کے مرتکب ہوئے۔ لہذا اُن سے مطالبہ حلفیہ بیان کا کرنا کہ ان کا عقیدہ حضرت کی وفات پر کیا تھا۔ بے فائدہ تھا۔ اس لئے میں نے انکو اس حلف کی تکلیف نہ دی۔ ہاں میرے مطلوبہ حلفیہ بیانوں میں ایک امر وہ تھا جس کا موجد میرے خیال میں میاں صاحب ہیں۔ وہ ہے حضرت صاحب کی کتب ماقبل سنہ ۱۹۰۱ء کی منسوخیت۔ اس لئے میاں صاحب سے صرف ذیل کا مطالبہ کیا گیا۔

"اس کا فیصلہ میاں صاحب حلفاً کر دیں کہ خود ان کے علم و یقین میں یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح موعود کو اپنی نبوت کی حقیقت کا صحیح علم سنہ ۱۹۰۱ء و سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے نہ تھا کب پیدا ہوا۔ ایسا ہی میاں صاحب خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ بیان شائع فرمائیں کہ میاں صاحب کو خود بھی سنہ ۱۹۱۴ء سے کس قدر پہلے اور کس سنہ میں یہ سمجھ آئی کہ حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کی کل تحریرات اپنی نبوت کے متعلق منسوخ ہیں۔ اور سند اور حجت کے قابل نہیں۔"

ایسا اے دوستو! ان تمام امورات پر غور کرو۔ ہم نے میاں صاحب سے صرف منسوخیت کتب کے متعلق مطالبہ کیا ہے۔ نہ کسی اور امر کے متعلق۔ لیکن وہ ذیل کا بیان دیتا ہے۔

"میں حضرت مرزا صاحب کو اس وقت بھی جبکہ حضرت مسیح موعود زندہ تھے۔ اسی طرح کا نبی مانتا تھا جس طرح کا اب مانتا ہوں۔ میں اسبات کے لئے بھی قسم کھاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے رویا میں مجھے منہ در منہ کھڑے ہو کر کہا ہے کہ مسیح موعود نبی تھے۔"

خدارا دوستو! تم ہی بتلاؤ کہ یہ حلفیہ بیان سوال از آسمان جواب از ریسماں ہے یا نہیں۔ میاں صاحب نے کیوں مطالبہ کو ٹالا۔ کیا اس میاں صاحب کے اصل حلف کے ٹالنے اور ایک نئے طلب کردہ حلف لینے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ وہ خوب جانتا ہے کہ منسوخی کتب حضرت کا مسئلہ صرف سنہ ۱۹۱۴ء کا ایجاد کردہ ہے۔ یا ممکن ہے۔ انکے ذہن میں ایک دو سال کا ہو۔ لیکن اگر یہ امر متحقق ہو جاوے۔ کہ حضرت کی زندگی میں۔ یا آپ کی وفات کے بعد بھی کئی سال تک کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا۔ کہ حضرت کی کوئی تحریر آپ کی نبوت کے متعلق منسوخ ہوگئی۔ تو پھر میاں صاحب کی ساری نبی بنائی عمارت گر جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تم سب احمدی جن سے قسم طلب کی گئی یا کی جائیگی۔ تم اپنے دلوں کا احتساب کرو کہ تم میں ایک بھی ہے جو یا حضرت کی وفات پر یا اس کے کئی سال بعد تک کبھی یہ سمجھتا ہو کہ حضرت کی تصنیف معاذاللہ منسوخ ہوگئی۔ چلو حلفیہ بیان نہ سہی ویسے ہی اقرار صلح کے ماتحت تم میں سے کوئی کہنے کی جرأت کرے۔ پھر اگر یہ امر ثابت ہے کہ حضرت کی کتابوں کی منسوخیت کے متعلق تم میں سے ایک کو بھی علم نہیں تو پھر میاں صاحب نے یہ مسئلہ کہاں سے نکال لیا۔ چنانچہ جس قدر حلف نامے آئے خواہ مبایعین خواہ غیر مبایعین سب نے اس مسئلہ منسوخیت کے علم سے انکار کیا۔ یہ کہنا کہ حضرت کی کتابوں سے ایسا سمجھ آتا ہے یہ اس لئے حضرت پر بہتان ہے کہ حضرت نے کبھی کوئی بات ایسی نہیں کہی۔ جو کہ وہ مجلس میں زیر بحث نہیں لائے۔ حضرت کا کوئی بھی مافی الضمیر ایسا نہ تھا کہ جس سے آپ کے پاس بیٹھنے والے آگاہ نہ ہوں یہ حضرت پر ایک گندہ اور ناپاک حملہ ہے کہ وہ اپنے منشا اور مافی الضمیر سے ہم میں سے کسیکو بھی نہ بذریعہ تحریر نہ بذریعہ تقریر اطلاع دیتے۔ رہا میاں صاحب کا دوسروں کی جگہ قسم کھانا۔ جیسے کہ الفضل نے اعلان کیا تھا۔ سو وہ یہ ذیل کی قسم ہے۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ غیر مبایعین سب کے سب علمی لحاظ سے بُرے ہیں۔ اور ہماری جماعت کے سارے کے سارے لوگ علم میں اچھے ہیں مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جن عقاید پر ہم ہیں وہ سچے ہیں۔ خدا تعالیٰ اسبات کا گواہ ہے کہ اس کی طرف سے حضرت مسیح موعود نبی ہو کر آئے۔ ہم نے اس کی زبان سے اپنے کانوں سے سنا اور اسکی تحریروں میں پڑھا۔ اس سے ہمیں ہرگز ہرگز انکار نہیں۔"

یہ کیا قسم ہے۔ ہم میں کون ہے جس نے حضرت کے منہ سے نبی کا لفظ اپنے متعلق نہیں سنا۔ ہم میں کون ہے جس نے حضرت کی کتابوں میں ان کے متعلق لفظ نبی کا نہیں پڑھا۔ ہم میں کون ہے جسکو معلوم نہیں کہ آنحضرت کی معرفت خدا نے آنیوالے مسیح کو نبی اللہ کہا۔ میاں صاحب نے اپنے حلفیہ بیان میں ان فقروں کو جوڑنے کی کیوں تکلیف فرمائی۔ مجھے تو پیارو! بڑی حیرت آتی ہے کہ تم ان میاں صاحب کے الفاظ کو سمجھ نہیں سکتے۔ اس حلف کو معاملات متنازعہ سے کیا تعلق۔ ہم میں سے ہر ایک یہ بیان حلفیہ دے سکتا ہے۔ یہ امر تو متنازعہ ہی نہیں۔ اسی طرح ہر ایک شخص جو نیک نیتی سے کوئی عقیدہ رکھتا ہو اور اسکی صحت پر یقین رکھتا ہو۔ خواہ غلط ہو اسکی صحت پر قسم کھا سکتا ہے۔ امر متنازعہ تو یہ ہے کہ حضرت صاحب کن معنوں میں اپنے آپ کو نبی سمجھتے تھے اور ہم انکے مرید آپکو کن معنوں میں نبی جانتے تھے۔ میاں صاحب نے جو کچھ کہا اسکو تو معاملہ متنازعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ میاں صاحب کے سارے حلفیہ بیان میں ایک بات بھی مطلب کی نہیں۔ ان سے جو کچھ پوچھا گیا وہ صرف منسوخی کتب ماقبل سنہ ۱۹۰۱ء کے متعلق تھا۔

---

* کس قدر اس نکاح کی تشریح میں ان لوگوں نے پہلو بدلے اولاً حضرت مسیح موعود نے ایک فتنہ کے فرو کے لئے نکاح کی اجازت دی جب اس جواب کی لغویت سمجھ آئی کہ کیا فتنہ کے فرو کرنے میں مسیح موعود ایک کافر کو لڑکی دینے کی اجازت دیگا تو پھر کہا کہ میاں صاحب کا اختیار نہ تھا برات اور نکاح میں شرکت کا تو کچھ اختیار تھا۔ جب یہ بات بھی گئی تو اب کہتے ہیں کہ لڑکی غیر احمدی ہے۔ ممکن ہے اب غیر احمدی ہو۔ لیکن ان لوگوں کو اتنی بھی شرع محمدی کی خبر نہیں کہ لڑکی نابالغہ کا مذہب باپ کا مذہب ہوتا ہے منگنی اور بیاہ میں وہی اس کا ولی ہوتا ہے۔ ولی تو خلیفہ رشید الدین صاحب تھے۔ وہ تو احمدی تھے۔

وہ وہ ٹلا گئے۔ ہاں اگر ان کے عقیدہ متعلق حضرت اقدس کے متعلق ان سے پوچھا جائے تو پھر ان کے حلف کا ایک فقرہ مطلب کا ہوتا۔

بہرحال اب آپ کے سوچنے کے قابل ذیل کے امور ہیں :-

ایک شخص حلفاً ایک شہادت طلب کرتا ہے خود حلفیہ شہادت سب سے پہلے خود دیتا ہے۔ ایک فریق اسکی آواز پر حلفیہ بیان دیتا ہے دوسرا بھی اسکو مستحسن سمجھ کر جواب دینا شروع کرتا ہے کہ انکو روکا جاتا ہے کہ بیان مت دو پھر مختلف حیلے حوالے کئے جاتے ہیں کہ یہ حلفیہ بیان نہ ہو۔ پھر جب سخت مجبوری ہو جاتی ہے تو میاں صاحب حلف تو لیتا ہے لیکن جو ان سے مطالبہ ہوتا ہے وہ نہیں۔ بلکہ ایک بے طلب کردہ امر پر اصرار کرتا ہے کیا ان واقعات سے صحیح نتیجہ یہ نہیں نکلتا۔ کہ جماعت کا عقیدہ حضرت کے وقت اور حضرت کی وفات پر میاں صاحب کے تعلیم کردہ عقیدہ کے خلاف تھا۔ اب اگر یہ نتیجہ صحیح نہیں تو تم اپنے اس عقیدہ کو ذہن میں لاؤ جو اس وقت تھا میں نیچے پھر اس حلف کی نقل کرتا ہوں۔ جو میں نے اس معاملہ حلف کو شروع کرنے کے وقت اٹھائی تھی۔ تم سب اس پر غور کرو۔ اور سوچو کہ تمہارا بھی یہی عقیدہ حضرت کی وفات پر تھا یا نہیں اور تم میں آج بہت ہیں۔ کہ ان کا بھی عقیدہ ہے تم سب کے سب کیا مبایعین اور کیا غیر مبایعین اگر حلف لے لیتے تو تمہارا سب کا بیان بہ تبدیلی نام بعینہ الفاظ ذیل کا بیان ہوتا۔

"میں خدا کو حاضر ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں کہ حضرت صاحب کی وفات کے دن تک میرا کبھی یہ عقیدہ نہیں رہا کہ عالی حضرت مرزا صاحب کامل نبی تھے یا امر نبوت میں وہ آنحضرت صلعم کے برابر تھے بلکہ جو حضرت اقدس سے خود سنا یا ان کی تصانیف پڑھیں۔ اس سے میرا یہی عقیدہ رہا اور اب بھی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو جو نبوت خدا تعالےٰ نے عطا کی وہ ایک جزوی۔ ظلی۔ مجازی۔ بروزی نبوت تھی نہ حقیقی۔ یہ اس قسم کی نبوت ہے۔ جو حسب مدارج کامل افراد امت کو ملی ہے۔ اور ملتی رہیگی۔ اور یہ وہ نعمت ہے۔ کہ جس کے حاصل کرنے کا دروازہ ہر ایک امتی کے لئے کھلا ہے۔ والا نبوت کاملہ مستقلہ اور حقیقی آنحضرت صلعم کی ذات تک ختم ہو گئی ہے۔ میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں۔ کہ حضرت اعلیٰ کی زندگی میں اور اس کے بعد آجتک آیت اسمہ احمد سے میں نے یہی سمجھا۔ اور یہی حضرت صاحب نے اپنے علم ویقین میں ہمیں تعلیم کیا کہ احمد اور محمد ہر دو نام آنحضرت صلعم کے تھے۔ آپ کا جلالی نام محمد اور جمالی نام احمد تھا۔ اور حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کی شان جمالی کے بروز تھے۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میرے علم اور یقین میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے الہام کو قرآن کے آگے پیش کیا۔ اور اپنے الہام پر قرآن کو مقدم رکھا۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کی وفات کے دن تک میں نے حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کی منشاء یہی سمجھی کہ کلمہ گو یوں میں صرف حضرت اعلیٰ کا مکفر و مکذب یا حضرت کو مفتری جاننے والا ہی دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ اور کوئی کلمہ گو صرف اس لیے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ کہ اس نے حضرت کی بیعت نہیں کی۔ یہ مسئلہ اپنی وفات سے چند دن پہلے میرے مکان کی زیر دیوار میری موجودگی میں حضرت اقدس نے دو مسلمان بیرسٹروں کے سامنے ان کے استفسار پر بیان کیا۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میرے علم میں کبھی کسی ایسے غیر احمدی کے جنازہ سے یا اس کے حق میں دعا مغفرت مانگنے سے حضرت نے نہیں روکا جس نے مرزا صاحب کی نہ تکفیر کی نہ تکذیب کی نہ ان کے حق میں کبھی کوئی گالی دی بلکہ ان کی اجازت سے لوگوں نے ایسے غیر احمدیوں کے جنازے پڑھے۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں۔ کہ نہ صرف حضرت صاحب کی وفات تک ہی بلکہ گذشتہ فروری سے پہلے بھی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا۔ نہ کسی سے میں نے سنا کہ حضرت مرزا صاحب کا عقیدہ اپنی نبوت کے متعلق ۱۹۰۱ء تک کچھ تھا اور اس کے بعد کچھ یعنی اپنی نبوت کے متعلق آپ کے عقیدہ میں ۱۹۰۱ء میں تبدیلی آگئی یا ۱۹۰۱ء والا اشتہار ایک غلطی کا ازالہ میرے علم ویقین میں اس لیے شائع کیا گیا تھا۔ کہ لوگوں کی غلطی کی اصلاح کی جاوے۔ نہ یہ کہ مرزا صاحب کو خود کوئی غلطی لگی ہوئی تھی اور آپ نے اپنی کسی غلطی کا ازالہ کیا۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ حضرت کی وفات تک میں نے یہ عقیدہ نہ رکھا نہ سمجھا نہ سنا۔ کہ حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کی تصانیف ۱۹۰۱ء تک مسئلہ نبوت میں منسوخ ہیں۔ میں اللہ تعالےٰ کو شاہد قرار دے کر کہتا ہوں کہ میرا بیان مذکورہ بالا صحیح اور درست ہے۔"

اب اگر تمہارا یہ عقیدہ ہے۔ تو پھر یاد رکھو کہ میاں صاحب کا یہ عقیدہ نہیں۔ میاں صاحب نے اس لیئے منسوخی کتب ما قبل ۱۹۰۱ء کا مسئلہ پیش کیا ہے۔ کہ جس قسم کی نبوت سے حضرت کو ان کتب ماسبق میں انکار ہے وہ میاں صاحب تعلیم دے رہا ہے۔

میں انشاء اللہ العزیز آئندہ نمبر میں پھر از سر نو مسئلہ نبوت پر بحث کروں گا۔ اور انشاء اللہ یہ التزام کروں گا۔ کہ جس قدر حوالے دوں وہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتب سے دوں۔ اور میاں صاحب نے جو اپنے خطبۂ جمعہ میں بعض غلطیاں کھائی ہیں انشاء اللہ ان کو بھی میاں صاحب کی خدمت میں عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔ رہا مباہلہ کا معاملہ۔ اس پر بھی میں آئندہ لکھوں گا۔ ہاں پیارو۔ یہ سمجھ لو۔ کہ میاں صاحب کا مباہلہ کی طرف آنا اس بات کیطرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ میدان دلائل میں اب آنا نہیں چاہتے ہیں

والسلام - **کمال الدین**

پیغام صلح کا عید نمبر

آئندہ ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء کا پرچہ پیغام صلح کا عید نمبر ہوگا جس میں حضرت امیر الملت حضرت خواجہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ حضرت محمد مصطفےٰ خانصاحب بی۔ اے۔ اور حضرت وحیدانی اور دیگر بزرگان ملت کے حج عید اور قربانی پر دلچسپ اور پر معارف مضامین بہترین لکھائی۔ چھپائی کے ساتھ درج ہونگے۔

احباب کو چاہیئے کہ اس نمبر کی بہت سی کاپیاں خرید کر اپنے اپنے حلقوں میں تقسیم کریں اور اس کی اشاعت کو بڑھانے میں پوری پوری مستعدی سے کام لیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ نمبر انشاء اللہ تعالیٰ پیغام صلح کے شاندار مستقبل کا پیش خیمہ ہوگا۔ اور یہ عید اس کی فہرست معاونین میں بہت سے اضافہ کا موجب ہونے کے ساتھ اس کے ناظرین کی بھی ترقیات روحانی کا باعث ہوگی۔ والسلام

نیاز کیش
اڈیٹر پیغام صلح

حضرت امیر ایدہ اللہ

آئندہ ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو بروز پیر بوقت ۱۱ بجے شام بمبئی میل میں لاہور تشریف لائینگے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے لئے اس دفعہ دوہری عید ہوگی۔ جبکہ وہ اس نورانی چہرہ کی جسنے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا آج سچا عملی نقش پیش کیا ہے ملاقات بازدید سے مشرف ہو کر اس کی اقتدا میں اپنے رب جلیل کے آگے سربسجود ہوگی۔ اور اس کے پر معارف خطبات سے اپنی روحانی ترقیات میں قدم بڑھائیگی۔ خدا تعالیٰ آنحضور کو بخیر و عافیت لائے۔ اور آپ کی نصائح پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق بخشے

کامل پور میں پہلا اسلامی جلسہ

خدا کے فضل سے

گذشتہ جمعہ کو کامل پور جیسی مختصر جگہ کا یہ اسلامی تارہ چمکا کہ ایک شاندار جلسہ مسلمانان کامل پور کا نماز عصر کے بعد منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب نے حقیقت اسلام پر لیکچر دیا۔ مگر چونکہ وقت مختصر تھا اور

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر منیجر کے اہتمام سے احمدیہ بلڈنگس پریس لاہور میں چھپا اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
اندریں دین آمدہ از مادریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
آن سوئے کش محمدؐ ہست نام
مہر او با شیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود

مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
بادۂ عرفان ما از جام اوست
دامن پاکش بدست ما مدام
جاں شد و با جان بروں خواہد شدن
ہر نبوت را برو شد اختتام
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آن از خود از ہماں جائے بود

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۝

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
اقتدائے قول او در جان ماست
از ملایک و ز خبر ہائے معاد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
معجزات او ہمہ حق اندر ہست
معجزات انبیائے سابقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

وصل دلدار ازل بے او محال
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
منکر آن مستحق لعنت است
منکر آن مورد لعن خداست
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار پیغام صلح لاہور

عید نمبر

ہفتہ میں تین بار یک شنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ چھ روپے ششماہی تین روپے سہ ماہی ایک روپیہ ۹ر

جلد (۳) مقام اشاعت لاہور سہ شنبہ ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ء نمبر (۴۳)

کلام الامام امام الکلام

یہ عید نمبر ہے اور اس کے تمام مضامین بھی عید ہی کے موضوع پر مشتمل ہیں لیکن چونکہ ہماری عید کسی دنیوی تقریب پر مبنی نہیں بلکہ یہ بعض روحانی ترقیات اور اسلامی فرائض کی ادائیگی پر بطور تشکر و امتنان کی منائی جاتی ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ شروع میں تبرکاً و تیمناً امام وقت مجدد زمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام پاک میں سے اشعار ذیل جو مغرب میں بعض اسلامی فتوحات کی پیش گوئی پر مشتمل ہیں۔ اور جو آج ہماری آنکھوں کے سامنے آپ کے غلام اور جاں نثار جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب و جناب حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کی پاک کوششوں سے پورے ہو رہے ہیں۔ ہدیۂ ناظرین کیے جائیں۔ دوستو! ان اشعار کو پڑھو اور اپنے پیارے ہادی و امام اور اس کے ان شاگردان رشید کے لیے جنھوں نے اس کے ان الفاظ کو سچا کر دکھایا دعائیں کرو اور سجدات شکر بجا لاؤ۔

(ایڈیٹر)

آسماں پر دعوت حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اسکا انتظار

ہر طرف ہر ملک میں ہے بت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عزو وقار

آسماں سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

اسمعوا صوات السما جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

قربانی کیا ہے؟

از حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
(ماخوذ از خطبہ الہامیہ)

اے خدا کے بندو اپنے اس دن پر کہ جو بقرعید کا دن ہے غور کرو اور سوچو۔ کیونکہ ان قربانیوں میں عقلمندوں کے لیئے بھید پوشیدہ رکھے گئے ہیں اور آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ کہ اس دن بہت سے جانور ذبح کیئے جاتے ہیں اور کئی گلے اونٹوں کے اور کئی گلے گائیوں کے ذبح کرتے ہیں۔ اور کئی ریوڑ بکریوں کے قربانی کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ خدا تعالےٰ کی رضاجوئی کے لیئے کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح زمانہ اسلام کے ابتدا سے ان دنوں تک کیا جاتا ہے۔ اور میرا گمان ہے۔ کہ یہ قربانیاں جو ہماری اس روشن شریعت میں ہوتی ہیں احاطہ شمار سے باہر ہیں۔ اور اُن کو ان قربانیوں پر سبقت ہے کہ جو نبیوں کی پہلی امتوں کے لوگ کیا کرتے تھے۔ اور قربانیوں کی کثرت اس حد تک پہنچ گئی ہے۔ کہ ان کے خونوں سے زمین کا منہ چھپ گیا ہے یہاں تک کہ اگر ان کے خون جمع کیئے جائیں اور ان کے جاری کرنے کا ارادہ کیا جائے۔ تو البتہ اُن سے نہریں جاری ہو جائیں اور دریا بہ نکلیں۔ اور زمین کے تمام نشیبوں اور وادیوں میں خون رواں ہونے لگے۔ اور یہ کام ہمارے دین میں اُن کاموں سے شمار کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالےٰ کے قرب کا موجب ہوتے ہیں اور اُس سواری کی طرح یہ سمجھے گئے ہیں کہ جو اپنی سیر میں بجلی سے مشابہ ہو جس کو بجلی کی چمک سے مماثلت حاصل ہو اور اسی وجہ سے ان ذبح ہونیوالے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیا۔ کیونکہ حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ یہ قربانیاں خدا تعالےٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہیں۔ اس شخص کے لیئے۔ کہ جو قربانی کو اخلاص اور خدا پرستی اور ایمانداری سے ادا کرتا ہے اور یہ قربانیاں شریعت کی بزرگ تر عبادتوں میں سے ہیں اور اسی لیئے قربانی کا نام عربی میں نسیکہ ہے اور نسک کا لفظ عربی زبان میں فرمانبرداری اور بندگی کے معنوں میں آتا ہے۔ اور ایسا ہی یہ لفظ یعنے نسک ان جانوروں کے ذبح کرنے پر بھی زبان مذکور میں استعمال پاتا ہے۔ جن کا ذبح کرنا مشروع ہے پس یہ اشتراک کہ جو نسک کے معنوں میں پایا جاتا ہے قطعی طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ حقیقی پرستار اور سچا عابد وہی شخص ہے جس نے اپنے نفس کو مع اسکی تمام قوتوں اور مع اس کے اُن محبوبوں کے جن کی طرف اس کا دل کھینچا گیا ہے۔ اپنے رب کی رضاجوئی کے لیئے ذبح کر ڈالا ہے۔ اور خواہش نفسانی کو دفع کیا۔ یہاں تک کہ تمام خواہشیں پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں اور نابود ہو گئیں اور وہ خود بھی گداز ہو گیا۔ اور اس کے وجود کا کچھ نمود نہ رہا اور چھپ گیا اور فنا کی تند ہوائیں اُس پر چلیں۔ اور اس کے وجود کے ذرات کو اس ہوا کے سخت دھکے اڑا کر لے گئے اور جس شخص نے اِن دونوں مفہوموں میں کہ جو باہم نسک کے لفظ میں مشارکت رکھتے ہیں غور کی ہو گی اور اس مقام کو تدبر کی نگاہ سے دیکھا ہوگا اور اپنے دل کی بیداری اور دونوں آنکھوں کے کھولنے سے پیش و پس کو زیر نظر رکھا ہوگا۔ پس اسپر پوشیدہ نہیں رہے گا۔ اور اس امر میں کسی قسم کی نزاع اس کے دامن کو نہیں پکڑے گی۔ کہ یہ دو معنوں کا اشتراک کہ جو نسک کے لفظ میں پایا جاتا ہے۔ اس بھید کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ عبادت جو آخرت کے خسارہ سے نجات دیتی ہے۔ وہ اس نفس امارہ کا ذبح کرنا ہے۔ کہ جو بُرے کاموں کے لیئے زیادہ سے زیادہ جوش رکھتا ہے۔ اور ایسا حاکم ہے کہ ہر وقت بدی کا حکم دیتا رہتا ہے۔ پس نجات اس میں ہے کہ اُس بُرا حکم دینے والے کو انقطاع الی اللہ کے کاردوں سے ذبح کر دیا جائے۔ اور خلقت سے قطع تعلق کر کے خدا تعالےٰ کو اپنا مونس اور آرام جان قرار دیا جائے۔ اور اس کے ساتھ انواع اقسام کی تلخیوں کی برداشت بھی کی جائے تا نفس غفلت کی موت سے نجات پاوے۔ اور یہی اسلام کے معنے ہیں۔ اور یہی کامل اطاعت کی حقیقت ہے اور مسلمان وہ ہے جس نے اپنا مُونھ ذبح ہونے کے لیئے خدا تعالےٰ کے آگے رکھدیا ہو اور اپنے نفس کی اُونٹنی کو اس کے لیئے قربان کر دیا ہو۔ اور ذبح کے لیئے پیشانی کے بل اس کو گرا دیا ہو اور موت سے ایک دم غافل نہ ہو پس حاصل کلام یہ ہے۔ کہ ذبیحہ اور قربانیاں جو اسلام میں مروج ہیں وہ سب اسی مقصود کیلیئے جو بذل نفس ہے بطور یاد دہانی ہیں۔ اور اس مقام کے حاصل کرنے کے لیئے ایک ترغیب ہے۔ اور اُس حقیقت کے لیئے جو سلوک تام کے بعد حاصل ہوتی ہے ایک ارہاص ہے پس ہر ایک مرد مومن اور عورت مومنہ پر جو خدائے ودود کی رضا کی طالب ہے واجب ہے۔ کہ اس حقیقت کو سمجھے اور اس کو اپنے مقصود کا عین قرار دے۔ اور اس حقیقت کو اپنے نفس کے اندر داخل کرے۔ یہاں تک کہ وہ حقیقت ہر ذرہ وجود میں داخل ہو جائے۔ اور راحت اور آرام اختیار نہ کرے۔ جب تک کہ اس قربانی کو اپنے رب معبود کے لیئے ادا نہ کر لے۔ اور جاہلوں اور نادانوں کی طرح صرف نمونہ اور پوست بے مغز پر قناعت نہ کر بیٹھے۔ بلکہ چاہیئے کہ اپنی قربانی کی حقیقت کو بجا لاوے۔ اور اپنی ساری عقل کے ساتھ اور اپنی پرہیزگاری کی تمام جرح سے قربانی کی روح کو ادا کرے یہ وہ درجہ ہے جس پر سالکوں کا سلوک انتہا پذیر ہوتا ہے اور عارفوں کا مقصد اپنی غایت کو پہنچتا ہے۔ اور اس پر تمام درجے پرہیزگاروں کے ختم ہو جاتے ہیں اور سب منزلیں راستبازوں اور برگزیدوں کی پوری ہو جاتی ہیں۔ اور یہاں تک پہنچ کر سیر اولیا کا اپنے انتہائی نکتہ تک جا پہونچتا ہے۔ اور جب تو اس مقام تک پہنچ گیا۔ تو تُو نے اپنی کوشش کو انتہا تک پہنچا دیا۔ اور فنا کے مرتبہ تک پہونچ گیا پس اس وقت تیرے سلوک کا درخت اپنے کامل نشو و نما تک پہنچ جائے گا اور تیری رُوح کی گردن تقدس اور بزرگی کے مرغزار کے نرم سبزہ تک پہنچ جائے گی۔ اُس اونٹنی کی مانند جس کی گردن لمبی ہو اور اُس نے اپنی گردن کو ایک سبز درخت تک پہنچا دیا ہو اور اس کے بعد حضرت احدیت کے جذبات ہیں اور خوشبوئیں ہیں۔ اور تجلیات ہیں۔ تا وہ بعض اُن رگوں کو کاٹ دے۔ کہ جو بشریت میں سے باقی رہ گئی ہوں۔ اور بعد اس کے زندہ کرنا ہے۔ اور باقی رکھنا اور قریب کرنا اُس نفس کا جو خدا کے ساتھ آرام پکڑ چکا ہے۔ جو خدا سے راضی اور خدا اُس سے راضی اور فنا شدہ ہے۔ تاکہ یہ بندہ حیات ثانی کے بعد قبول فیض کے لیئے مستعد ہو جائے۔ اور اس کے بعد انسان کامل کو حضرت احدیت کی طرف سے خلافت کا پیرایہ پہنایا جاتا ہے اور رنگ دیا جاتا ہے۔ الوہیت کی صفتوں کے ساتھ۔ اور یہ رنگ ظلی طور پر ہوتا ہے تا مقام خلافت متحقق ہو جائے۔ اور پھر اس کے بعد خلقت کی طرف اُترتا ہے۔ تا اُن کو رُوحانیت کی طرف کھینچے۔ اور زمین کی تاریکیوں سے باہر لاکر آسمانی نوروں کی طرف لے جائے۔ اور یہ انسان اُن سب کا وارث کیا جاتا ہے جو نبیوں اور صدیقوں اور اہل علم اور درایت میں سے اور قرب اور ولایت کے سورجوں میں سے اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور دیا جاتا ہے اس کو علم اوّلین کا۔ اور معارف گذشتہ اہل بصیرت اور حکماء ملت کے تا اس کے لیئے مقام وراثت کا متحقق ہو جائے۔ پھر یہ بندہ زمین پر ایک مدت تک جو اس کے رب کے ارادہ میں ہے توقف کرتا ہے۔ تاکہ مخلوق کو نور ہدایت کے ساتھ منور کرے اور جب خلقت کو اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن کر چکا یا امر تبلیغ کو بقدر کفایت پورا کر دیا پس اسوقت اس کا نام پورا ہو جاتا ہے۔ اور اس کا رب اس کو بلاتا ہے۔ اور اس کی رُوح اُس کے نقطہ نفسی کی طرف اُٹھائی جاتی ہے۔ اور یہی رفع کے معنے ہیں۔ اُن کے نزدیک جو اہل علم اور معرفت ہیں اور مرفوع وُہ ہے۔ جس کو اُس محبوب کے ہاتھ سے جام وصال پلایا جاتا ہے۔ جو حسن و جمال کا دریا ہے۔ اور ربوبیت کی چادر کے نیچے داخل کیا جاتا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ عبودیت ابدی طور پر رہتی ہے۔ اور یہ وہ آخری مقام ہے جس تک ایک حق کا طالب انسانی پیدائش میں پہونچ سکتا ہے۔ پس اس مقام سے غافل مت ہو۔ اے مخلوق کی گروہ۔ اور نہ اُس بھید سے غافل ہو۔ جو قربانیوں میں پایا جاتا ہے۔ اور قربانیوں کو اس حقیقت کے دیکھنے کے لیئے آئینوں کی طرح بنا دو اور ان وصیتوں کو مت بھلاؤ۔ اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے اپنی [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۳ - مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء نمبر ۴۳

توحید اور قربانی

از جناب حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب
اسسٹنٹ سرجن کامل پور

محبت کے لئے دو چیزیں بطور لازم ملزوم کے ہیں۔ ایک توحید دوسری قربانی۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ محبت دنیا میں مختلف چیزوں اور مختلف لوگوں سے حسب مراتب ہوا کرتی ہے۔ اور جو چیز جتنی زیادہ محبوب ہوتی ہے اُسی نسبت سے اُسپر وہ چیزیں جو محبوب ہونے میں ادنیٰ درجہ رکھتی ہیں۔ قربان کی جاتی ہیں۔ مثلاً مال جو ایک محبوب چیز ہے جان پر سے جو محبوب تر ہے قربان کر دیا جاتا ہے۔ اور جنہیں عزت زیادہ محبوب ہے وہ جان کو عزت پر قربان کر دیتے ہیں۔ پس اسی نسبت سے محبت کا کمال اس امر کا متقاضی ہے کہ انسان کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہے اُس کی خاطر کل چیزیں قربان کر دی جائیں۔ اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ محبت کاملہ کا حقیقی مصداق یعنی محبوب کامل ایک ہی ہو سکتا ہے کیونکہ محبت کاملہ کا تقاضہ تو یہی ہے کہ صرف ایک ہی محبوب ہو اور اُس کی محبت میں اس قدر وارفتگی اور محویت ہو۔ کہ اُس کے سوا تمام چیزیں نظر میں ہیچ ہوں۔ اور اُس کی خاطر ہر ایک چیز کو قربان کرنے کے لئے انسان تیار ہو ورنہ وہ محبت کامل نہیں کہلا سکتی جو چیز بھی اپنے محبوب کے لئے انسان قربان کرنے کو تیار نہیں وہ چیز ظاہر ہے کہ اُسے محبوب تر ہے۔ اور محب کا دعویٰ اپنے محبوب سے محبت کاملہ کا غلط ہے۔ کیونکہ محبت کا کمال تو یہی چاہتا ہے کہ محبوب کامل وحقیقی کی خاطر محب ہر ایک چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہو۔ پس محبت کاملہ جہاں یہ چاہتی ہے کہ محبوب صرف ایک ہو وہاں یہ بھی چاہتی ہے کہ اپنے محبوب حقیقی کی خاطر محب ہر ایک چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہو۔ اسی لئے اسلام نے محبت اور توحید اور قربانی کو ایک کلمہ لا الہ الا اللہ میں بیان کر دیا۔ یعنی کوئی محبوب ومطلوب ومعبود نہیں سوائے اللہ کے۔ مطلب یہ کہ اللہ کو محبوب کامل قرار دیکر اس کے سوا ہر ایک محبوب چیز کو اسپر سے قربان کر دیا۔ اور لا الہ میں اس قربانی کو ایسے کامل طور پر ادا کیا کہ تمام محبوب چیزوں کو مطلق نفی کے مقام پر رکھدیا۔ کیونکہ قربانی کا کمال یہی چاہتا تھا کہ قربان کردہ چیز کی ہستی کو ایسا مٹایا جاوے کہ نفی کے مقام پر رکھدیا جاوے۔ اس طرح لا الہ کہکر ہر ایک چیز کو جو محبوب ومطلوب ومعبود بن سکتی تھی قربان کرکے بعد ازاں الا اللہ فرمایا۔ اور بتلایا کہ یہ قربانی جس محبوب حقیقی کی خاطر ہوئی ہے وہ اللہ ہے جو حسن اور احسان میں کامل ہے اور اس لئے اس قابل ہے کہ اُسے محبوب حقیقی اور محبوب کامل بنایا جائے۔ کیونکہ محبوب کامل بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ چیزیں جو محبت کو پیدا کرتی ہیں یعنی حسن اور احسان وہ اپنے پورے کمال کے ساتھ ایسے محبوب میں موجود ہوں۔

الغرض لا الہ میں ان تمام چیزوں کی قربانی منظور ہے جو ماسوی اللہ ہیں اور جنکو انسان اپنا محبوب بنا سکتا ہے۔ خواہ انسان کا اپنا نفس ہو یا مخلوق کیونکہ یہی دو چیزیں ہیں جن کی محبت انسان کے دل میں جگہ پکڑتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں ارشاد ہوا کہ والذین امنوا اشد حبا للہ یعنی ایمان والے تو وہ ہیں جن کی سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہو۔ محبت تو فطرتی طور پر انسان کو ہر ایک چیز سے حسب مراتب ہوا کرتی ہے۔ مخلوق سے بھی ہوتی ہے اور نفس سے بھی مگر قرآن نے یہ اصلاح کی کہ محبت کے ان تمام مراتب میں سب سے اعلیٰ درجہ خدا کے لئے رکھا یعنی مومن کا محبوب کامل خدا ہوا کرتا ہے اور جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں کہ اعلیٰ محبوب کی خاطر ادنیٰ محبوب قربان کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح مومن خدا کی خاطر جو اس کا محبوب کامل ہے ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ خواہ وہ اس کا نفس ہو یا مخلوق۔ یعنی خدا کی مرضی اور خوشنودی کی خاطر وہ مخلوق یا اپنے نفس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا اور ہر ایک خواہشات نفسانی اور تعلقات دنیوی کو اُس کی رضا کی خاطر قربان کر دیتا ہے۔ پس یہ وہ قربانی ہے جو لا الہ کے اندر مضمر ہے۔ اور لا الہ کی چھری سے جب وہ تمام ماسوی اللہ کو ذبح کر چکتا ہے تو پھر الا اللہ میں صرف ایک محبوب حقیقی باقی رہجاتا ہے جو اصل توحید ہے۔ گویا کامل قربانی سے کامل توحید پیدا ہوتی ہے جب تک قربانی کامل نہ ہو توحید کامل نہیں ہوتی۔ پس قربانی توحید کامل کے لئے بطور دروازہ کے ہے ظاہر بین تو دیکھتے ہیں کہ بقر عید کے موقع پر ایک جانور ذبح ہو جاتا ہے مگر حقیقت آشنا جانتے ہیں کہ اس کے اندر توحید کامل کا راز مضمر ہے۔ چنانچہ خدا خود فرماتا ہے:۔

لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم ط کذلک سخرھا لکم لتکبروا اللہ علی ماھدیکم ط وبشر المحسنین

ترجمہ۔ اللہ کو ان کے گوشت اور ان کے خون نہیں پہنچتے بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اسی طرح اللہ نے انکو تمہارے بس میں کر دیا ہے تا تم اس بات پر جسپر خدا نے تمھیں ہدایت کی ہے خدا کی بڑائی کرتے رہو۔ اور محسن لوگوں کو خوشخبری سنا دو

مطلب یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کے گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچ کرتے یہ ایک جاہلیت کا خیال ہے بلکہ اس کے اندر وہ تقویٰ مدنظر ہے جو قربانی کے ذریعہ خدا تم میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جانور کو انسان کے بس میں کرکے اور اسکو قربان کرکے خدا جو تقویٰ پیدا کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ لتکبروا اللہ علی ماھدیکم یعنی خدا کی اس ہدایت کو پاکر انسان اس سے یہ نفع اُٹھاوے کہ ہر آن خدا کی تکبیر کرتا رہے۔ یعنی اُس کی بڑائی اور عظمت کو ہر وقت مدنظر رکھکر اپنے نفس کو جانور کیطرح اپنے بس میں کرکے اُس کی ہستی پر چھری پھیرتا رہے جسطرح وہ جانور کو ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھتا اور خدا کی عظمت کو یاد کرتا ہے اسیطرح خدا کے احکام کی عظمت کے آگے اپنے نفس کو جانور کی طرح تابع فرمان بناکر اس کی خواہشات پر چھری پھیرتا رہے۔ کیونکہ خدا کی تکبیر تب ہی قائم رہتی ہے جب نفس کی ہر خواہش پر جو خدا کے حکم کے خلاف ہو چھری پھیر دی جائے۔ جو شخص نفس کی پیروی کرتا ہے وہ خدا کی عظمت اور بڑائی کو اُس وقت بھلا دیتا ہے اور نفس کا خود محکوم ہو جاتا ہے جس سے خدا کی تکبیر کو ہاتھ سے کھو بیٹھتا ہے۔ پس ایک متقی خدا کی تکبیر پر مداومت کرنے والا وہی انسان ہو سکتا ہے جو خدا کی بڑائی اور اُس کے احکام کی عظمت کو ہر وقت مدنظر رکھے۔ اور خدا کی عظمت اور کبریائی کے آگے مخلوق اور نفس کی کوئی حقیقت نہ سمجھے۔ بلکہ نفس کو اپنا تابع بناکر اپنی تمام خواہشات پر خدا کی تکبیر پڑھتا ہوا یعنی اس کے احکام کی عظمت کو مدنظر رکھتا ہوا چھری پھیرتا رہے۔ یہ ہے راز قربانی کا اور پھر تکبیر پڑھنے کا۔ اور یہ ہے وہ تقویٰ جو خدا تک پہنچتا ہے۔ یعنی انسان ہر وقت خدا کی تکبیر کو مقصود خاطر رکھتے ہوئے ماسوی اللہ پر چھری پھیرتا رہے اور خدا کی عظمت وکبریائی کے آگے نفس ومخلوق کو ہیچ سمجھے۔ ہر ایک بڑی سے بڑی اعلیٰ سے اعلیٰ محبوب سے محبوب چیز کو خدا کی بڑائی اور عظمت اور محبت پر قربان کر دے۔ تکبیر اور قربانی کی اصل حقیقت یہی ہے اور اس مقام پر وہی پہنچتا ہے جو محسن ہو۔ یعنی خدا کو ایسا سمجھے کہ وہ اسکو دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ جس شخص کی نظر ہر وقت خدا کی کبریائی پر ہوتی ہے وہ ہر چیز کو جو اس کے سوا ہے قربان کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور اس کی محبت کاملہ کے آگے ہر ایک قسم کی محبت کو ذبح کر دیتا ہے اور یہی اصل اور کامل توحید ہے جو کامل قربانی سے حاصل ہوتی ہے۔ پس جب تک قربانی کامل نہ ہو توحید کامل نہیں ہوتی۔ مبارک وہ جو قربانی کی حقیقت کو سمجھتا ہے اور اسپر عمل کرتا ہے۔ کیونکہ ایسوں کے لئے خدا بشارت دیتا ہے۔ وبشر المحسنین

راقم خاکسار بشارت احمد عفی عنہ

عید اکبر
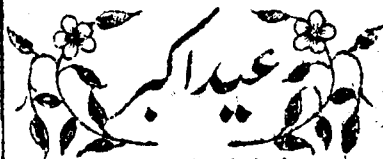
از جناب خانبہادر میرزا سلطان احمد صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب

محبت را تلف کردن با غیار
چہ خواہی داد تا وان محبت

انسان کا یہ خاصہ ہے کہ وہ ہمیشہ طبعی تعصبات کے ماتحت تفریح و مسرت کا خواہاں رہتا ہے ایک کل کا بچہ بھی تفریحی سامان سے متاثر ہو کر خوش ہوتا اور ہنستا ہے - سچ تو یہ ہے کہ مسرت اور تفریح انسانی زندگی کا ایک اہم جزو ہے - جو لوگ نہ زنا ہی مردہ دل اور افسردہ دماغ پیدا ہوئے ہیں وہ بھی کبھی نہ کبھی مسرت اور تفریح سے خوش اور مسرور ہو کر اپنے دل و دماغ میں ایک قسم کا سامان مسرت پاتے ہیں وہ رہ کر ان کے افسردہ اور پژمردہ رگ و ریشہ میں کچھ خوشی کا خون دورہ کرنے لگتا ہے - جوانوں ہی پر موقوف نہیں بوڑھے اور سالخوردہ بھی اس طبعی مذاق سے خالی نہیں ہوتے - تمدنی اور دنیاوی رنگ میں ہی انسان سامان مسرت نہیں کرتا مذہبی اور فلسفیانہ رنگ میں بھی مسرت اور تفریح کی آرزو کی جاتی ہے - مختلف قوموں اور مختلف ملکوں میں پھر کر دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ کوئی قوم بھی عام اس سے کہ وہ وحشی ہو یا مہذب فارغ البال ہو یا مفلوک الحال ان جذبات سے معرا اور خالی نہیں - ذرا وحشیوں میں جا کر دیکھو وہ مہذبوں سے بھی بڑھ چڑھ کر سامان مسرت کے مہیا کرنے میں منہمک رہتے ہیں مہذبوں میں بھی بہ رنگ دیگر یہ خواہش پائی جاتی ہے - فرح و طرب کی منادی ہر کوچہ میں ہو رہی ہے معہ اکثر زندگیاں اس ارمان میں اس عالم فریب سے گذر جاتی ہیں کہ انھیں بھی اپنی زندگی میں مسرت اور تفریح ہو -

یا دوش بخیر خاطر من شاد مے کند

یہ کہنا کہ انسان مسرت اور تفریح سے بیزار ہے فطرت انسانی پر ایک الزام ہے - کوئی انسانی فطرت مسرت اور تفریح سے بیزار ہے - فطرت انسانی پر ایک الزام ہے - کوئی انسانی فطرت مسرت اور تفریح سے بیزار نہیں -

جن قوموں میں مسرت اور تفریح نہیں وہ قومیں زندہ تو ہیں لیکن زندگی کے اہم ذرات سے خالی ہوتی ہیں - ان کی زندگیاں مسرت اور تفریح سے اسی قدر دور جا پڑی ہیں کہ انھیں اس کا احساس ہی نہیں رہا - میں اس وقت یہ بحث نہیں کرونگا کہ کون سی مسرت اور کون سی تفریح واقعی مسرت اور تفریح ہے اور کون سی فریب دہ یا فریب تخیل ہے اس وقت میں صرف یہی کہونگا کہ ذرات زندگی میں سے مسرت اور تفریح ہی ہے - اور قوت اعضا و دوران خون کے واسطے ان ذرات کی بھی سخت ضرورت ہے - مسلمانوں میں سالانہ تہوار عیدین فلسفی رنگ میں منتقی غرض اور منتقی مدعا رکھتی ہیں - اگرچہ روحانی رنگ میں بھی ان کا کوئی اور مدعا نہ خیر ہو - مگر تمدنی رنگ میں جس کا اسلام منافی نہیں ہے یہی مدعا ہے - یہ وہ خوشی اور مسرت ہے جو نہ تو ہارمونیم سے گرم ہوتی ہے اور نہ پیانو سے محض سادہ صورتوں میں، دلوں سے آ شگفتی اور دلوں پر پڑتی ہے - اسلام کی اکثر تعلیمات دو دو قسم کے مدعا رکھتی ہیں - عید کے معنی خوشی کے ہیں اور بار بار آنے کے بھی - چونکہ عید ہر سال آتی ہے اسی واسطے اس کا نام عید رکھا گیا - بڑی عید کا نام عید الضحیٰ ہے - الضحیٰ کے لفظی معنی قربانی کے ہیں - چونکہ اس عید پر قربانیاں ہوتی ہیں اسواسطے اسے عید قربان بھی کہتے ہیں یہ اس عید کا شعار ہے جیسے کہ عید الفطر کا شعار ہے - [illegible] عیدوں کے شعار میں ایک معنوی نسبت ہے - اگر بڑی عید میں قربانی دیجاتی ہے تو چھوٹی عید میں بھی ۳۰ یوم تک اپنے جذبات اور اپنی خواہشوں کی قربانی کیجاتی ہے - چھوٹی عید کے بعد بڑی عید آتی ہے - دونوں قربانیوں کا مقابلہ ہو جاتا ہے معنوی رنگ میں یہ سمجھا گیا ہے کہ

"کوئی کامیابی بغیر تکلیف کے نصیب نہیں ہوتی اور ہر تکلیف کے بعد خوشی لازمی ہے"

دونوں عیدوں کے شعار عیدوں کے خاتمہ پر ختم ہو جاتے ہیں - لیکن یہ کبھی سوچا کہ ان اسلامی دنوں کی اصلی غایت اور غلت کیا ہے اور کیوں ساری دنیا کے اسلامی عالم میں یہ دن اس جوش و خروش سے منائے جاتے ہیں - یہ دونوں دن اس معاہدہ اور اس اقرار کی یادداشت ہیں جو اسلام کے مقدس لانے والے نے مسلمانوں اور مسلمانوں کی ذاتیات سے لئے تھے اور جن پر در اصل اسلام کی بنیاد رکھی گئی تھی اور یہی اصلی عید ہیں اور اسی میں مسرت اور خوشی ہے - وہ کیا باتیں ہیں جن کا ان دونوں دنوں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اسلاف اور ہم سے عہد لیا تھا -

(۱) پچھلی رنجشوں - کدورتوں کو بھلا کر از سر نو بغلگیر ہو کر محبت اور خلوص کا اپنے دینی بھائیوں سے عہد باندھنا -

(۲) اس اعلیٰ عمل مساوات کا عملی رنگ میں پتہ اور ثبوت دینا جو اسلام اور اسلامی تعلیمات کا سچا ذریعہ

(۳) ان تفرقوں کا مٹا دینا جو گذشتہ ایام سال میں پیدا ہو چکے ہیں -

عید ہر سال کیوں آتی ہے اسواسطے کہ ان رشتوں پر نئی گواہیاں کرا کر پرانے معاہدات کی تجدید کرے جو پہلے ہو چکے ہیں -

عید اسواسطے نہیں آتی کہ پرانی مناقشوں اور مخالفتوں کو تازہ دم کر کے تفرقہ کا باعث ہو - آؤ ہم دیکھیں کہ کیا ہماری عیدیں اپنے ساتھ خوشی لاتی ہیں اور کیا سچی مسرت کا بھی ان عیدوں میں عالم ہوتا ہے - سویاں بھی کھائی جاتی ہیں - [illegible] معطر بھی لوگ [illegible] اور قربانیاں بھی ہوتی ہیں - لیکن حق تو یہ ہے کہ ہماری عیدوں میں اصلی مسرت اور [illegible] بہت ہی کم ہوتی ہے [illegible] محض نمازیں اور تکبیریں ہی عید سمجھتے ہیں - [illegible] عید نہیں یہ تو ایک فریضہ ہے عید کے سوائے ہم لوگ مساجد اور اپنے اپنے گھروں میں نمازیں پڑھتے ہیں - عید تو ان جذبات کا نام ہے جو انسانیت اور حقیقی اسلام کی تجدید کرتے ہیں - کسی زمانہ میں عید ہوتی ہو گی - اب تو جدا جدا ٹولیاں اور جدا جدا جھگڑے تفرقہ کے لئے جمع ہو کر ہوائے نفرت و کدورت سے تھوڑی دیر ٹھہر کر اڑ جاتے ہیں -

ز صد رم ہوا ندیا ر از آستان ہم
زمیں گرید بحال آسمان ہم
قرار ہے نیست رنگ شادی و غم
بہار این چمن دیدم خزان ہم

محبت اور خلوص کا تو نام ہی اڑ گیا مساوات کی کیفیت بھی باقی نہ رہی عید کن کی ہے غریبوں کی ان لوگوں کی جنکی امیروں کی نظر میں کوئی وقعت اور حرمت نہیں غریب گرچہ عید گاہوں میں دوڑے جاتے ہیں تو ہماری قوم کے امرا اور بااثر معزز (خدا انھیں انکی درباری کرسیوں کے ساتھ خوش رکھے) یہ کہکر بیٹھ رہتے ہیں یہ تو ایک وحشی رسم ہے بڑے دن پر ان کی جو عزت اور شان ہوتی ہے وہ عیدوں پر اسکا عشر عشیر بھی نہیں ہوتا - عید گاہ ہر گز نہیں جانا انکی شان کے خلاف ہے - اور غریبوں کے دوش بدوش عید پڑھنا ان احترامات اور ان کرامات کی ذلت کرنا ہے جو انھیں خدا کے فضل سے حاصل ہیں - اگر کوئی طوعاً و کرہاً یا تفریحاً جوش اسلام کا تماشا دیکھنے نکلینگے بھی تو حضرت خود بدولت کا ڈیرہ ڈنڈ و ساری دنیا سے الگ ہو گا تاکہ عید پڑھنے والوں کی خاک سے حضور کا محترم سوٹ گرد آلود نہ ہو جاوے تعلیم مساوات کے گلے پر چھری پھر جاوے مگر حضور کی پتلون شکن نہ ہونے پائے -

خوشامد کرنا آج اسلام میں غرباہی کا حصہ رہ گیا ہے [illegible] کو جھک کر سلام علیکم کہنا ہے کیونکہ یہی علامت [illegible] مساوات اسلامی کی ہے اور حضور کی پرشوکت جبیں پر شکن [illegible] کیوں برابر سلام کرے اسے ہاتھ جوڑ کر جھکنا چاہئے کیونکہ حضور [illegible] کرو فر با اسلام پر احسان کرے [illegible] میں تشریف [illegible] جہاں نہ کوئی چھوٹی ہے نہ کوئی بڑا ہے - نہ سگرٹ پیا جاتا نہ تھوکنے کی اجازت ہے - جہاں کل کا نو مسلم بھی [illegible] رکھتا ہے جو صدیوں سے رکھتے ہیں جہاں تمام [illegible] ایک وقت کے لئے اڑ جاتے ہیں جہاں اس بارگاہ [illegible] بیٹھنا پڑتا ہے جس میں غلام اور آقا ایک ہی صف میں [illegible]

عید الضحیٰ سے ایک سبق

اپنے آپ کو اسلام کیلئے قربان کردو

حضرت خواجہ صاحب ان دنوں بعض دیگر اہم تر کاموں میں مصروف اور جماعت کو موجودہ ابتلا سے نکالنے میں کوشاں ہونے کے باعث موضوع عید پر کوئی خاص مضمون تو لکھ نہیں سکے۔ ہاں گذشتہ جمعہ کو آپ نے مسجد احمدیہ لاہور میں جو خطبہ آپ نے پڑھا تھا۔ اس کا ایک حصہ قربانی کے امر فلسفہ پر بھی متعلق تھا جس کا ایک شمہ ذیل میں دکھایا گیا ہے۔ اس لیئے یہ بالکل مناسب امر ہے۔ کہ اسے ہی ہدیہ ناظرین کر دیا جائے۔ (ایڈیٹر)

"اسلام اور قربانی ایک چیز کے دو نام ہیں۔ ارکان اسلام میں تعلیمات ان ہی قربانیوں کا سبق دیا جاتا ہے۔ جو وقت۔ مال۔ آسائش۔ اغذیات۔ ملبوسات۔ تعیشات وطن۔ عزیز و اقربا۔ اولاد کے متعلق ہم سے اسلام کرانا چاہتا ہے۔ یاد رکھو قربانی ہی کسی کو دنیا میں معزز کرتی ہے اور قربانی ہی ہر بلا و مصائب کے مقابل ڈھال ہو جاتی ہے۔

یہ مسئلہ تو تم روز کائنات میں دیکھتے ہو کہ کس طرح ادنے طبقہ کی مخلوق اعلے پر قربان ہو کر اعلے طبقہ میں شامل ہوتی ہے۔ سبزی۔ ترکاری۔ جانور جو ہم جو کچھ کھاتے ہیں وہ سب ہماری راہ میں قربان ہو کر ہمارا جزو بدن ہو جاتے ہیں۔

کیا جب ایک ادنے جانور کو ایک ادنے سبزی کو انسان کے راہ میں قربان ہو کر شرف انسانیت حاصل ہو جاتا ہے۔ تو کیا [illegible] میں قربان ہو جاتا ہے [illegible] ہو جانے مشکل ہیں۔ آپ لاکھ [illegible] ناراض ہوں جو الوہیت حضرت مسیح [illegible] آپ لاکھ عیسائیوں کو مشرک کہیں [illegible] کہ خدا کے ہم مرتبہ یقین کر رہے ہیں لیکن مجھے تو بعض وقت یہ خیال کر کے مزا ہی آتا ہے۔ کہ کس طرح جناب مسیح نے صلیب پر [illegible] اور کس طرح حسینؓ نے کربلا کی ریت میں [illegible] ہو کر زمانہ کو سکھلایا۔ کہ دنیا میں انسان [illegible] خدا بنا کرتا ہے۔ آخر وہ کون سی چیز ہے۔ جس نے ایک غلط کار انسان کی نگاہ میں ان دو بزرگوں کو خدا بنایا۔ وہی قربانی جو انھوں نے خدا کی راہ میں کی۔ خیر یہ تو ایک ایسی بات ہے۔ جس پر مجھے ڈر ہے کہ کوئی حد شرعی وارد نہ ہو جائے بہرحال حمد و ستائش کا مالک تو خود خدا ہے پھر کیا اس نے ان بزرگوں کو دنیا کا محمود نہیں بنا دیا۔ جو خدا کی راہ میں قربان ہوں۔ بہرحال حقیقی عزت و شرف حاصل کرنا قربانی کو [illegible] ہے۔ اسی طرح یہ امر بھی

یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ قربانی ہی ہر ایک قسم کی بلا اور مصائب کی ڈھال ہو جاتی ہے۔ صدقہ رد بلا ہے۔ اس لیئے نہیں کہ خدا تعالے کو جانور کا لہو اور گوشت پسند آتا ہے۔ دنیا کو اس مسئلہ کی حقیقت سے ناواقفی و لاعلمی نے تباہ کر دیا۔ ہر ایک نے یہی سمجھا۔ کہ جانوروں کے ذبح ہونے سے خدا خوش ہوتا ہے۔ اس ناسمجھی نے مختلف گناہوں اور مصائب کے دفعیہ کے لیئے لوگوں سے مختلف جانوروں کی قربانیاں تجویز کرائیں۔ آخر ایک دن جانوروں کی فہرست ختم ہوتی تھی سائیں پر انسانی قربانی ایزاد کی گئی مسیح جس وقت دنیا میں آئے ان سے چند سو برس پہلے لوگوں نے گناہ کبیرہ یا معصیت عظمیٰ کا کفارہ جانور اور انسان کی قربانی قرار دے رکھی تھی۔ عجب نہ تھا۔ کہ ان کی قربانی کفارہ پرستی کو پیدا کر دیتی۔ یہ خدا کا احسان ہے۔ کہ قرآن نے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤھا کہکر اس مسئلہ کو صاف کر دیا۔ کہ لہو اور گوشت خدا کو نہیں پہنچتے۔ بات یہ ہے کہ ہر ایک جنس اور ہر ایک چیز کے لاحق حال خاص خاص خطرات ہوتے ہیں۔ جو بعض وقت اس جنس یا اس چیز کی ہلاکت کا موجب ہو جاتے ہیں لیکن جو امر ایک جنس کے لیئے موجب ہلاکت ہے وہ دوسری جنس کے لیئے موجب ہلاکت نہیں ہو سکتا۔ مثلاً بعض حشرات الارض سبزیوں کو نقصان پہنچاتے ہیں لیکن وہ پرندے چرندے حیوانات کو نقصان نہیں دے سکتے مثلاً باز۔ شکرہ شاہین پرندوں کے لیئے موت ہیں لیکن یہ چیزیں انسان کی غلام ہیں۔ اب اگر سبزی ایک پرندہ کے آگے اپنی ہستی کو قربان کر دے۔ تو اس طرح وہ پرندہ کے جسم میں منتقل ہو کر ان خطرات سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ جو اس کو بحیثیت سبزی لاحق حال ہے۔ بٹیر۔ تیتر۔ چکور اور دیگر مرغ ہر وقت باز و شاہین سے خطرہ میں ہیں۔ لیکن جب وہ ایک دفعہ قربان ہو کر میرے دسترخوان میں آ گئے اور میرا جزو بدن ہو گئے تو پھر شاہین اور باز کے خطرہ سے محفوظ ہو گئے۔ پس یہ ایک نظارہ ہے۔ جس پر کائنات کا ذرہ ذرہ شہادت دیتا ہے۔ اعلے درجہ حاصل کرنا اور موجودہ حیثیت کے لاحقہ خطرات سے نجات پانے کا ذریعہ اگر کوئی ہے تو قربانی ہے یہی وہ مسئلہ نروان ہے جسے عارف باللہ بودھ نے تبلیغ کیا۔ اصلی نجات نروان یعنی قربانی پر منحصر رکھتی ہے۔ مسیح نے [illegible] بودھ نے سلطنت کو تیاگ دے کر دنیا کو دکھا دیا کہ حقیقی عزت اور حقیقی نجات اگر ہے تو قربانی سے وابستہ ہے۔ جب کل کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے آپ کو قربان کر کے اشرف المخلوقات کے دسترخوان پر آ جاتا ہے اور اس کے بعد خود اشرف المخلوقات بن کر تمام خطرات سے محفوظ ہو جاتا ہے تو کیا یہ انسان اگر اپنے آپ کو قربان کر کے خدا کے دسترخوان پر رکھ دے۔ تو وہ اس عزت اور حفاظت کا مستحق نہیں۔ جو الوہیت کے شایان ہے۔ خدا کی راہ میں ہماری قربانیاں ہم میں الہی پرتو پیدا کر دیتی ہیں۔ ہم خدا کے رنگ میں رنگین ہو کر ان تمام خطرات سے محفوظ ہو جاتے ہیں جو انسانوں کے لاحق ہو سکتے ہیں

پس یہ زمانہ قربانی کا زمانہ ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ انسان قربان ہو۔ خدا چاہتا ہے۔ کہ ہمارے اوقات گرامی۔ ہمارا عزیز مال۔ عزیز وطن۔ عزیز بچے۔ عزیز خویش و اقارب خدا کی راہ میں قربان ہوں۔ اور خدا کا جلال دنیا میں ظاہر ہو *

(صفحہ ۴ سے آگے)

اللہ اکبر اسلامی مساوات کی یہ تزک اور یہ شان ہے۔ دنیا کی کسی قوم کا دن اور تیوہار اس سے لگا نہیں کھا سکتا۔ کلکتہ کے بنگالی اخبار نے گذشتہ عید الفطر کا یہ حیران کر دینے والا سماں کلکتہ میں دیکھ کر ایک تحیرانہ اور منصفانہ آرٹیکل لکھا تھا جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ لوگوں کی نگاہوں میں عید کیا اثر رکھتی ہے۔ کیا واقعی ہم میں وہ اخوت اور وہ مساوات ہے جس کی تعریف کی جاتی ہے۔ اصولاً اور شرعاً و عادتاً تو ہے۔ مگر اب عملی رنگ میں اس کا رنگ پھیکا پڑتا جاتا ہے۔ یہ ایک بدقسمتی اور نحوست ہے۔ اور اسی نحوست کی وجہ سے مسلمانوں میں ابتری کے سامان دن بدن پیدا ہوتے جاتے ہیں۔

ذرا تم عیدگاہ میں نہ جاؤ اور لاہور کی گلیوں اور کوچوں میں پھر کر دیکھو کہ ہماری عید کا کیا جوبن باقی رہا ہے۔ بجائے خوشی اور مسرت کے مایوسی کا زور ہے۔ بچوں اور بچیوں میں کبھی کبھی سچا جوش ہوا کرتا تھا۔ مگر دعوے تہذیب نے وہ بھی باقی نہیں چھوڑا۔ جب والدین کے دل و دماغ میں بھی کوئی مسرت اور کوئی امنگ برادرانہ نہ رکھی ہو تو غریب بچوں کی افسردہ طبائع میں کیوں کر پیدا ہو۔ پچھلے سال میں انگلستان تھا۔ ووکنگ کے نومسلم انگریزوں کی عید دیکھ کر میں حیران تھا کہ جہاں سے تہذیب ہمارے ملک ہندوستان میں گئی ہے انہیں کیسی اخوت اور کیسی محبت و خلوص اور مساوات ہے۔ ایک ہمارے ملک کے مسلمان بھی ہیں۔ کہ جو نرے عکس تہذیب ہیں سب باتیں چھوڑ بیٹھے۔

[illegible] برادری کا تو ثبوت دو۔ غریبوں میں تم بھر کیلیے [illegible] باہ و حشمت کا منافی نہیں سال کے بعد ایک دن ایسا آتا ہے جس میں پہلوانات کا کسی حد تک تماشا ہوتا ہے۔

[illegible] دو دن کی [illegible] عزت [illegible] گوئیم
برائیم از قفس خوردہ اسیری کی در چمن گوئیم

بچوں کی حالت بوڑھوں سے بھی گئی گذری ہے۔ نہ انکے دلوں میں جوش مسرت ہے اور نہ خوشی کی امنگیں [illegible] زمانہ کے ناچار و مجبور اور کچھ رسم والدین کے معتقد۔ شاعر بھی کوئی [illegible] رہا جو ان تو بوڑھوں کا جوش اپنی نظموں کے ذریعہ سے لوگوں کے دلوں میں پیدا کر کے دکھاتے۔ گل و بلبل کیطرح سراپا کرتے کرتے اور روتا روتے روتے اپنی امنگیں و جذبات بھی کھو بیٹھے۔ سال کے بعد عید آتی ہے مگر وہ عجیب شرطوں سے مشروط یاد رکھو ہر قوم اور جن قومی افراد میں مسرت کا جوش نہیں ہو جاتا [illegible]

بیت العتیق
خدا تعالیٰ کا قدیم گھر

از جناب محمد مصطفیٰ خانصاحب بی - اے
(ایڈیٹر ادب پٹیالہ)

رگِ جاں سے نزدیک ہے میری جاں تو
مگر پھر جو دیکھا کہاں میں کہاں تو
حقیقت میں ہے ماسوا چیز ہی کیا
اِدھر تو - اُدھر تو یہاں تو وہاں تو

تاریخ عالم میں غالباً اس سے زیادہ مہتم بالشان اور حیرت انگیز اور کوئی واقعہ نہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اہل و عیال کو ایسے مقام پر چھوڑتے ہیں جسے عرب کے لوگ بھی **وادٍ غیر ذی زرع** کہتے ہیں - قدرتی مناظر سیر و تفریح کے سامان اسباب تمدن - آمد و رفت کے وسائل - احباب کی گرم صحبتیں رہنے کے لئے شاندار مکان - پُر تکلف زندگی کی ضروریات کا تو ذکر کیا - وہاں نہ کھانے کو روٹی نہ پینے کو پانی نہ بیٹھنے کے لئے کوئی آرام کی جگہ نہ لیٹنے کے لئے کوئی چارپائی - ننھے بچے اور عفت مآب بی بی جنگل بیابان میں ڈیرہ لگائے بیٹھے ہیں - سر پر آفتاب عالمتاب اس شدت سے چمک رہا ہے کہ گویا مرکز سے نیچے اُتر کر سوا نیزے پر آگیا ہے - پاؤں کے نیچے ریتلی زمین تمازت آفتاب سے تانبا بن چکی ہے قریب کوئی سایہ نہیں - جہاں یہ پناہ گزیں ہوسکیں پاس کوئی غمخوار و غمگسار نہیں جس سے دو گھڑی غم غلط کر سکیں - اس پر یہ مصیبت ہے کہ بیت العتیق کی تعمیر و مرمت کا اہم فرض بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ذمہ لئے ہوئے ہیں - اور اس میں ہمہ تن مصروف ہیں - کیوں؟ کیا نعوذ باللہ آپ کوئی مجنون ہیں - کیا آپ کی عقل میں کچھ فتور ہے کہ بیٹھے بٹھائے ان تمام مصائب کو خرید لیا گیا معاذ اللہ آپ اپنی اولاد کے دشمن ہیں کہ اُنکو ایسی جگہ چھوڑتے ہیں جہاں کوئی سامان زندگی موجود نہیں کیا آپ اعلیٰ معیار زیست کے مطابق ضروریات زندگی کی کیفیت اور کمیت سے محض ناآشنا ہیں؟ نہیں - آپ کی وہ مشہور و معروف دعا جو آپ نے آستانہ احدیت میں کھڑے ہو کر نہایت تضرع اور ابتہال سے کی صاف بتاتی ہے کہ آپ اصول تمدن طریق معاشرت اور ضروریات زندگی اور اُنکی اہمیت سے اسی طرح یا کسیقدر اُس سے بھی زیادہ واقف تھے جیسا کہ آج بیسویں صدی کا کوئی سوشیالوجی (علم معاشرت) اور پولیٹیکل اکانمی (علم الاقتصاد) کا تجربہ کار محقق -

آپ دعا فرماتے ہیں **رب اجعل ھذا بلدًا آمنا وارزق اھلہ من الثمرات**

اس دعا میں آپ نے بارگاہ الٰہی سے تین قسم کی نعماء کے متعلق درخواست کی ہے -

اوّل یہ کہ اے خدا اس جگہ کو ایک شہر بنا دے اس سے معلوم ہوا کہ آپ خوب جانتے تھے کہ انسانی تمدن کی بہترین صورت شہری زندگی ہے کیونکہ شہری زندگی میں ہی تمام ضروریات زندگی کماینبغی پوری ہوسکتی ہیں - اور شہری زندگی میں ہی انسان دماغی - ذہنی - اخلاقی - معاشرتی اور تمدنی ترقی کرسکتا ہے - مگر چونکہ بقول

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خونِ گرم دہقاں کا

اس شہری زندگی میں کثرت آبادی - سوسائٹی کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں اور باہم تعلقات کی پیچیدگیوں سے نقض امن کا اندیشہ ہوتا ہے - اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساتھ ہی فرمایا **آمنا** یعنی اے خدا اس شہر میں امن قائم رہے - اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس حقیقت سے خوب آشنا تھے کہ شہری زندگی کے فوائد سے انسان اُسی وقت متمتع ہوسکتا ہے جب وہاں **شہنشاہ امن** کا پرچم لہراتا ہو - کون نہیں جانتا کہ تجارت کی گرم بازاری - صنعت و حرفت کی میناکاری - تحصیل علوم کا ذوق - تالیف و تصنیف کا شوق یہ سب باتیں امن ہی کے دم قدم کی برکت ہیں - اسی لئے حضرت ابراہیمؑ نے بجا طور پر **امن** کے لئے حضرت صمدی میں التجا کی ہے -

انسانی جسم کا نشو و نما بہت کچھ خوراک اور سچ پوچھو تو نوعیت خوراک پر منحصر ہے - اگر خورد و نوش کی اشیاء عمدہ اور صحت افزا میسر ہوں تو صحت جسمانی عمدہ حالت میں رہتی ہے - آج کل کی تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ثمرات اور فواکہ میں ایسے کیمیاوی اجزا بکثرت ہوتے ہیں جو سرعت سے انسانی جسم کا جزو بن سکتے ہیں - حضرت ابراہیمؑ اپنی دعا میں ایسے ضروری امر کو جو حیات انسانی کے لئے ممد و معاون ہو کیونکر نظر انداز کرسکتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں :-

وارزق اھلہ من الثمرات

یہانتک دعائے ابراہیمی کا دنیوی پہلو تھا - یعنی یہانتک تمام ایسی اشیاء کے لئے دعا کی گئی ہے جن کا تعلق دنیوی زندگی تک محدود ہے - مگر یہاں اس میں اعلیٰ درجہ کا معیار زیست کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے - دیہاتی زندگی یا خانہ بدوشی کے لئے دعا نہیں کی گئی بلکہ شہری زندگی کی تمنا کی گئی ہے - پھر اس شہر کے بارونق ہونے اور معراج ترقی پہ پہنچنے کے لئے امن کی التجا ہے - پھر اس کے باشندوں کے لئے فواکہ گوناگوں کے واسطے دعا ہے - اگر حضرت ابراہیم اپنی دعا کو اسی پر ختم کر دیتے تو آپ کی دعا نہایت نامکمل ہوتی کیونکہ اس میں روحانی ترقی کا پہلو بالکل تشنہ رہتا - اس کے علاوہ یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ دنیا کی عیش و عشرت اور بارامن زندگی انسان کو روحانی ترقی کی طرف سے غافل کر دیتی ہے - حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ کیونکر گوارا ہوسکتا تھا کہ آپ کی اولاد دنیوی لذات سے متمتع ہو کر روحانی کیفیات سے بالکل بے بہرہ ہو جاوے اس لئے آپ اس روحانی پہلو کو اسطرح پورا کرتے ہیں اور دعا فرماتے ہیں :-

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم

یہاں آپ نے ایک ایسے رسول کے مبعوث ہونے کی استدعا کی ہے جو اس شہر کے باشندوں کو علم و حکمت سکھائے - اور اُن کا تزکیہ نفس کرے -

اب ایک طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ عظیم الشان دعا ہے اور دوسری طرف اسکے حیرت انگیز استجابت کے نشان ہیں - حضرت ابراہیمؑ کی اس تنہائی اور کس مپرسی کی حالت کو دیکھئے جب کہ آپ کف دست میدان میں اپنے ہاتھ سے بیت اللہ کی تعمیر میں مشغول ہیں کیا ایسی بے بسی کی حالت میں عقلمند سے عقلمند انسان کبھی ایسی ذریت یا اولاد کے لئے ایسی شاندار اور مہتم بالشان دعا کر سکتا ہے یا ایسی مصیبت میں ایسی عظیم الشان کامیابیوں کا گمان اس کے دل میں گذر سکتا ہے؟ مگر حضرت ابراہیمؑ کا **انقطاع الی اللہ** اور **کامل ایمان** دیکھئے کہ آپ اس حالت میں ایسی جامع دعا فرماتے ہیں - اُدھر اللہ تعالیٰ کی **ذرہ نوازی** اور کامل قدرت ہر ایک عقلمند کو دریائے حیرت میں غرق کر دیگی کہ خدا تعالیٰ نے کس طرح اپنے مقبول بندے کی دعا کے ایک ایک لفظ کو پورا کیا ہے - جس شہر کے لئے دعا کی گئی تھی وہ شہر بھی بن گیا اور شہر بھی ایسا شہر کہ شہرۂ آفاق ہے میں **امن** بھی قائم رہا اور امن کے سایہ کے نیچے اس شہر نے تمدنی اور اقتصادی ترقی بھی کی اُس میں مختلف اقسام کے ثمرات بھی مہیا ہوگئے اس شہر میں اور اسی کے باشندوں میں سے ایک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی مبعوث ہوا - اس رسول نے کتاب و حکمت بھی سکھائی اور لوگوں کا تزکیہ نفس بھی کیا -

اگر حضرت ابراہیم نے اپنے نفس پر آرام و راحت کو حرام کر کے محض بیت اللہ کی تعمیر کے لئے جنگل میں ڈیرہ لگا دیا تو آج اس **سنت ابراہیمی** کو زندہ کرنے کے لئے لاکھوں آدمی اپنے عزیز گھروں کو چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے - ساتوں سمندر پار

جان کو ہتھیلی پر رکھے ہوئے طواف کعبہ کے لیئے جاتے ہیں۔ اگر حضرت ابراہیم نے اپنے نفس اور اپنے اہل و عیال کی جان شیریں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں ایک گرد سمجھکر رضائے الٰہی کے لیئے وادِ غیر ذی زرع میں اڑانا چاہا تو آج آپ کے لاکھوں نام لیوا آپ کا تتبع کرتے ہوئے آپ کے بسائے ہوئے شہر میں اپنی عزیز جانیں قربان کرتے ہیں سچ ہے۔ سہ

جو عاشقی میں خاک ہوا کیمیا ہوا
کہتا تھا آج خاک میں کوئی ملا ہوا

مگر ہر ایک گل کے ساتھ خار ہے جہاں ملت ابراہیم حنیفا کے شیدائی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیفتہ۔ خدا کے خاص بندے حکم الٰہی کے ماتحت سفر کی ناگوار دشواریاں اور تلخ مکینیں جھیلتے ہوئے طواف کعبہ کے لیئے جاتے ہیں وہاں خال خال ایسے بزرگ بھی نکل آتے ہیں جو **من استطاع الیہ سبیلا** کے فرمان واجب الاذعان کو اپنی رعونت و استبداد کی مستانہ چال سے ٹھکراتے ہوئے روپیہ **قرض لیتے** ہیں اور پھر اس روپیہ کے بل بوتے پر عازم حج ہوتے ہیں۔ اس لیئے نہیں کہ فریضۂ حج سے سبکدوش ہوں یا اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرکے آئندہ ایک مطہر و مزکی زندگی کا تہیہ کریں بلکہ محض اس لیئے کہ وطن میں جاکر اپنے زہد و ورع کی نمایشی دوکان کے سامنے "حاجی" کا بورڈ لٹکا سکیں اور منبر پر چڑھ کر نہایت بلند آہنگی کیساتھ اپنے بھائیوں کے خلاف کفر و فسق کے فتاوی جاری کرسکیں۔ ایسے لوگ "حاجی" نہیں بلکہ ہاجی ہوتے ہیں اور اپنی ناپاک اغراض نفسانی کو دین کی آڑ میں پورا کرتے ہیں

خدایا از تو زاہد حورے طلبد بشورش ہیں
بہ جنت مے گریزد از سرکوئے تو شورش ہیں
باایں زہد وبایں تقویٰ بایں سالوس خود را
ز رحمت دور مے داند خدا و ندا غرورش ہیں

خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اول الذکر گروہ میں شامل ہونے اور ثانی الذکر گروہ کے دام تزویر سے بچنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین (مصطفےٰ خان)

حضرت امیر الملت (ایدہ اللہ بنصرہ)

گذشتہ ۱۸۔ اکتوبر کو شام کے وقت ساڑھے سات بجے بمبئی میل سے لاہور تشریف لے آئے سٹیشن پر احباب کا ایک خاصہ مجمع استقبال کے لیئے موجود تھا۔ آنحضور خدا کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں۔ فالحمد للہ

افسوس ہے۔ کہ ہم اپنے گذشتہ اعلان کے بموجب اس پرچہ میں آنحضور کے پاک کلمات سے اپنے ناظرین کو متمتع کرنے سے بدیں وجہ قاصر ہیں۔ کہ آنحضور کو ان دنوں غیر معمولی طور پر بعض ضروری کاموں کے لیئے سفر میں رہنے کے باعث کوئی خاص مضمون لکھنے کی فرصت نہیں مل سکی۔ یہ کسر انشاء اللہ تعالےٰ کسی آئندہ پرچہ میں اس خطبۂ عید کے ذریعہ پوری کردیجائیگی جو لاہور مسجد احمدیہ میں بیان فرمائیں گے۔ ایڈیٹر

بناء کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

باپ۔ یا بنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ۔

بیٹا۔ یا ابت افعل ما تؤمر۔ ستجدنی ان شاء اللہ من الصٰبرین

قدس مطلق۔ فلما اسلما وتلہ للجبین۔ ونادینٰہ ان یا ابراھیم۔ قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین ان ھذا لھو البلٰؤا المبین و فدینٰہ بذبح عظیم۔ سلام علی ابراھیم

ان آیات کی تلاوت سے روح عشاق جس تواجد و تراقص کی کیفیت سے بہرہ اندوز حلاوت ہوتی ہے اس کا اندازہ کرنا الفاظ کی وسعت معنوی کے حیطہ خیال سے باہر ہے۔ سہ

ز لذت ہا چوں غلطیدن و رقصیدن بسمل
یکے از نیم بسمل پرس از قاتل چہ مے پرسی

سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ آج خلت ابراہیمی کا امتحان ہے۔ آدم علیہ السلام حزب اللہ کی میر عسکری کا پٹکا بنفس نفیس زیب کمر کیئے ہوئے ہیں۔ ان مقدس اور نورانی صورتوں پر غیر معمولی مسرت و شادمانی برس رہی ہے۔ سب کے سب دست بدعا ہیں کہ ان کا سپوت اور مایہ نازش اس امتحان میں پورا اترے۔ سب کی آنکھیں نور محمدی کے پرتو کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ اسکی جھلک بھی منزل مقصود تک پہونچانے کو بس ہے۔ شان استغنا ہیکل قدس میں سہ "ترسیت درحقوق محبت سزائے ما"۔ کے نعرے لگا رہی ہے۔ حنیف صادق کی روح اس وقت ع قدح پیمائے ذوق جاں فروشی۔ بنکر معراج عشق حاصل کرنے کے لیئے تلملا رہی ہے۔ تمام جذبات وفا نیاز عاشقانہ بن کر جمال قدس سے سرگوشیوں میں کہہ رہے ہیں سہ

قتل عاشق کسی معشوق سے دور نہ تھا
پر ترے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

ناسک اوّل کی باچھیں کھلی جاتی ہیں۔ کہ آج یار سے ہمکلام وفائز المرام ہونگے۔ آہا ہاہا۔ ایک جان کیا ہزار جان سہ "جان دی دی ہوئی۔ اُسی کی تھی حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا"۔ کیونکر اس کے ایک ایک اشارے پر قربان کردوں۔ ایک بیٹا کیا ایسے لاکھ بیٹے اس کی ایک ادا پر فدا! سہ

منزل عشق مکان دیگر است | ایں زمین را آسمانے دیگر است
کشتگان خنجر تسلیم را | ہر زمان از غیب جانے دیگر است

وہ بدمذاق جو امتحان وفا کو جفائے یار سے موسوم کرتا ہے۔ اس لذت سے بکلی ناآشنا ہے جس کی یاد عشاق سوختہ جان کو مہجوری اور تغافل کے زمانے میں سوہان روح بنجاتی ہے۔ ہاں سہ

ادا شناس رموز کرشمہ مے داند
کہ در نگاہ و تغافل ہزار فرسنگ است

ولنعم ما قیل سہ

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد
ایں مدعیاں در طلبش بے خبرانند
کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

کور مادر زاد کو تنوع الوان سے کیا سرور حاصل ہوسکتا ہے۔ وہ نادان جو قربانی کی حقیقت سے ناآشنا ہے۔ اس ذوق و وجدان سے کب آگاہ ہوسکتا ہے۔ جو نگاہِ ناز سے بیتاب ہو ہو کر گھائل ہونے والوں کو اس التجا میں حاصل ہوتا ہے سہ

لگا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی
لے جلد کاٹ لے جو ہے رگ گلو باقی

سچ ہے سہ

چہ مے پرسی گرآمے معنئ دردِ از تہی مغزاں
حدیث شورشِ گرداب از ساحل چہ مے پرسی

اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ کس قدر سچا اور صحیح فلسفہ ہے۔ نااہل کو جہاں ذمہ داری ملی فتور پیدا ہوا۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ سہ

آسودہ دلاں بارِ غم عشق نہ گیرند
خونیں جگرانند سزاوار تحمل

اللہ اللہ ذوق طبع کہاں سے کہاں تک لے گیا کیا کروں سہ (لذیذ بود حدیثے دراز تر گفتم)

ہاں۔ باپ کا سوال اور بیٹے کا جواب۔ ہاں اس عصائے پیری کا جواب دونوں لاجواب ہیں۔ ابراہیم اپنے باپ کے سچے خیر خواہ اور فرمانبردار تھے پروردگار نے اس صلہ میں ان کو ایسا فرزند رشید عطا کیا۔ جو اُن کی سرخروئی اور کامیابی کا ذریعہ تھا۔ جسکا جواب سُن کر تمام مقدس رُوحیں خوشی سے اُچھل پڑیں۔ اور عالم قدس پر تو الوار سے چکا چوند کا عالم ہوگیا۔ اور عشاق مستانہ وار یکا اُٹھے سہ

منہ نہ دیکھے پردہ عالم ہے۔ کہ دیکھا ہی نہیں
زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے رُخ پر کھلا

عقل سلیم ارباب تثلیث کی اس ستم ظریفی کی داد دینے سے عاجز ہے۔ کہ جن کے قبضۂ اقتدار میں تو خداوند یسوع مسیح کا صحیح نسب نامہ تک نہیں وُہ کس بنا پر سارہ اور ہاجرہ کی اولاد اور ان کی نسل کا تذکرہ لے بیٹھتے ہیں۔ یہ دیدہ دلیری! سہ

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ابراہیم	حضرات نصاریٰ
(۱) معمار کعبہ تھے۔	(۱) یروشلم کے پرستار ہیں۔
(۲) ناسک اوّل تھے۔	(۲) مناسک ثانی سے بیخبر ہیں۔
(۳) پہلے حاجی تھے۔	(۳) حج کے معنوں تک سے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او	بادۂ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ما از و یابیم ہر نور و کمال	وصل دلدار [illegible]
اقتدائے قول او در جان ما	ہر چہ زو ثابت [illegible]
از ملائک وز خبر ہائے معاد	ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندو راست	منکر آں مورد لعن خدا ست
معجزات انبیائے سابقیں	آنچہ در قرآں بیاید با یقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکار کند از اشقیا ست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

ما اجعل لکم فی الدین من حرج — یاایہا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

پیغامِ صلح
اخبار — لاہور

قیمت

سالانہ للعہ ششماہی … ماہوار …

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور پنجشنبہ مورخہ ۱۴ ذوالحجہ المقدس ہجری مطابق ۲۴ ۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۴۴

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام
ایک سترہ سالہ لڑکی کا قبولِ اسلام
اور
ووکنگ مشن کی اہمیت انگلستان میں

برادران سلمکم اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اس ہفتہ ایک تیرہ سالہ لڑکی مشرف باسلام ہوئی۔ یہ نوعمر خاتون مدت سے نماز میں شریک ہوتی تھیں۔ اب علانیہ مسلمان ہیں اُن کا نام سلیمہ رکھا گیا ہے۔ اس چھوٹی عمر میں سلیمہ کا ہمارے ساتھ شامل ہوجانا اس امر پر مجھے مجبور کرتا ہے کہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر خدا تعالیٰ کے اس فضل اور کرم کا ذکر کروں جو اُس نے یہاں اس سلسلہ تبلیغ میں شامل حال کر رکھا ہے پچھلے سال ایک سترہ سالہ خاتون مسلمان ہونا چاہتی تھیں تو آپ پیر مرادر برادرم مکرم معظم خواجہ کمال الدین صاحب بہت گھبرائے۔ اور اُسے یہ مشورہ دیا کہ وہ دل سے مسلمان رہے اور بظاہر اعلان نہ کرے تاکہ سلسلہ قانونی گرفت سے بچا رہے۔ اب تیرہ سالہ لڑکی کو بےخطر ہم اپنی برادری میں شامل کرتے ہیں۔ ایک سال میں خدا نے عزیز و حکیم نے حالات کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے اس کے افضال و اکرام کا شکریہ دل سے نکلتا ہے۔ ہم غریب الوطن بے سرو سامان ہیں اور اُس کے مقابل میں یہ شاہی [illegible] کے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] اُن کی آنکھوں [illegible] وہ مقام عطا کرتے

کہ اب مسجد اب بےخطر بلا تمیز بلوغت و کم سنی انگریزی نژاد لوگوں کو حلقہ اسلام میں داخل کریں

یہ بہت بڑی بات ہے اور بہت ہی بڑی بات ہے، اور ہم اور ہماری قوم جتنا بھی شکریہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ادا کریں کم ہے۔ اس نوعمر خاتون کی والدہ ماجدہ بھی کئی مہینوں سے تشریف لاتی ہیں وہ ابھی نماز میں شمولیت اختیار نہیں کرتیں کسی دن اُنکو بھی اللہ تعالیٰ توفیق عطا کریگا کہ وہ بھی نماز میں شامل ہوں اور اسلام قبول کریں صبر و استقامت کی ضرورت ہے کام خدا تعالیٰ خود کر رہا ہے وباللہ التوفیق۔ اللہم زد فزد۔ فالحمد للہ رب العلمین

دستخط خاکسار صدر الدین بقلم بلال نور احمد۔
۲۳ ۔ ستمبر ۱۹۱۵ء

اسلامی ہینڈبل کا سلسلہ

عیسائی اور آریہ صاحبان جس دلیری اور بیباکی سے مقدس اسلام کے خلاف زہر پھیلاتے ہیں اُس سے وہ حضرات بخوبی واقف ہیں جو اُن کی تقریروں کو سنتے اور تحریروں کو پڑھتے ہیں۔ ان تحریروں اور تقریروں کا اثر اُن لوگوں پر بُرا پڑتا ہے کہ جو مقدس اسلام کے اصولوں اور اُس کی پاکیزہ تعلیم سے ناواقف ہیں اسی وجہ سے بہت سے لوگ اسلام جیسے بنی نوع انسان کے لئے سب سے بہتر و بہترین مذہب [illegible] اور نہایت عمدہ دین متین سے [illegible] اور بیزار ہوکر نا سزا سر نقصان کرتے ہیں ان [illegible] کو دیکھکر ایک انجمن [illegible] سے قائم ہوگئی ہے جو مقدس [illegible]

اسلام کو کل ادیان سے بہتر و برتر جیسا کہ وہ فی الواقع ہے دکھلانے کے لئے ہینڈبل شائع کریگی ہر ایک ہینڈبل کا مضمون یہ ہوگا کہ کل مذاہب سے عموماً اور آریہ مت اور عیسائیت سے خصوصاً مقدس اسلام کا مقابلۃً بہتر دکھلایا جائے۔ سوسائٹی نے پہلا ہینڈبل تیار کر لیا ہے جسکو ہر ایک صاحب نصف آنہ کا ٹکٹ ارسال کرکے طلب کرسکتے ہیں۔ اور دوسرے حضرات کو دکھلاسکتے ہیں ہماری خواہش یہ ہے کہ کچھ حضرات یہ خدمت اپنے ذمہ لیں کہ ہم سے ہینڈبل طلب فرماکر اسلام سے ناواقف مسلموں اور معقول پسند غیر مسلموں میں اُن کی اشاعت کرکے ثواب حاصل کریں جو صاحب نصف آنہ کا ٹکٹ روانہ کرنے کی توفیق نہ رکھتے ہوں وہ صرف اپنے پتہ سے اور ارادہ سے اطلاع دیں اُن کی خدمت میں ہینڈبل ارسال ہوسکیں گے۔ یہ کام محض اسلام کی خدمت کے لئے ہے اس لئے ہمیں صاحبان استطاعت سے مالی امداد کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے اس کام میں ہماری مالی امداد بھی جسقدر ہوسکے کرنی لازم ہے تاکہ ہم اس کام کو اطمینان سے کرسکیں ہینڈبل کے لئے درخواستیں اور مالی امداد ذیل کے پتہ پر آنے چاہئیں

محمد حسین کلرک لاہور چھاونی خراس محلہ

لیکچر

کل مورخہ ۲۱ ۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء [illegible] احمدیہ بلڈنگس لاہور میں جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب [illegible] مضمون [illegible] صاحب کا [illegible] اور اس کے متعلق علمی [illegible] کمال الدین صاحب [illegible]

تار برقی پیغامات

کوائف جنگ

ریاستہائے بلقان

فرانسیسی سپاہ پر بلغاریوں کا حملہ:- (لندن ۱۸ اکتوبر) ایتھنز کا تار مظہر ہے کہ فرانسیسی سپاہ نے مقدونیہ میں مقام ہڈوولاویڈ و ولا کے ریلوے پل کے قریب آتشیں پتھر پایا کیونکہ ۴ ہزار بلغاریوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ لڑائی جاری ہے۔

ریلوے لائن کی حفاظت۔ (ایتھنز ۱۸ اکتوبر) سالونیکا کی سرکاری اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ سروی اور اتحادی افواج نے مقام سٹرومیزا اور بعض ایسے مقامات پر قبضہ کر لیا ہے جنکی ریلوے لائن پر نظر پڑتی ہے اور یقین کیا جاتا ہے کہ اب اسکی حفاظت پڑتی ہے اور یقین کیا جاتا ہے کہ اب اسکی حفاظت متیقن ہو گئی ہے۔

سروی سپاہ کی مستعدی۔ (لندن ۱۸ اکتوبر) ایتھنز میں سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بلغاری نش اسکوب ریلوے حملہ آور ہوئے ہیں۔ مقام ورانیا میں شدید جنگ وقوع پذیر ہو رہی ہے مگر مقام پہنیش میں بلغاری پسپا کر دئے گئے ہیں۔

تمام لائن پر جرمن گھمسان کر رہے ہیں اور سروی سپاہ کی حالت عمدہ ہے۔

نش سے پیرس میں ایک پیغام بدیں مضمون موصول ہوا ہے کہ اب تک بلغاریوں نے پیروٹ کے علاقہ میں چند ایسے مقامات پر قبضہ کیا ہے جہاں مدافعت کمزور تھی۔ مگر کئی اور مقامات پر پسپا کر دئیے گئے ہیں۔

آسٹروی جرمن افواج نے دریائے سیو اور حوالی بلغراد کے سروی مورچوں پر چھ مرتبہ حملہ کیا۔ مگر ہر جگہ شدید نقصان کے ساتھ پسپا کر دئے گئے۔

تجارتی جہازوں پر جنگ۔ اسٹرڈم ۔ ۱۸ اکتوبر سویڈن کا ایک کپتان جس نے برطانی آبدوز کشتی کے حملہ کے بعد ایک جرمن سٹیمر کے عملے کے آدمیوں کو اپنے جہاز پر سوار کرا لیا تھا بیان کرتا ہے کہ جو جہاز غرق کر دئیے گئے سو ۱۴۰۰۰ اور ۵۰۰۰ ٹن وزن کے اور نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے۔ برطانیوں کا طرز عمل نہایت ہمدردانہ تھا۔ انہوں نے عملے کے آدمیوں کو کافی مہلت دی۔ اور اس کے بعد ڈائنامیٹ کھولکر جہازوں کو غرق کر دیا جس سے جرمنی کی نہایت قیمتی خام دھات سمندر کی تہ میں پہنچ گئی۔ کپتان نے اس امر پر زور دیا کہ یہ جہاز کھلے سمندر میں غرق کر دیئے گئے تھے۔ اور یہ بعض غلط بیانی ہے کہ یہ جہاز سویڈن کے سمندر میں غرق کر دیئے گئے تھے۔

مصیبت زدگان سے شاہی ہمدردی:- (لندن ۱۸ اکتوبر) ہز میجسٹی شہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ بلا اطلاع چیرنگ کراس ہسپتال کے ان سویلیٹوں کا جو زیپلنوں کی ہوائی تاخت میں مجروح ہوئے معائنہ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔

رقبہ لندن کے ۴۰ مقتولین کی لاشوں کا کل سرکاری طور پر ڈاکٹری معائنہ کیا گیا۔ ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ یہ اموات ہوائی جہازوں کے بموں سے وقوع میں آئی ہیں۔ ایک کارونر نے جوری کو ہدایت کی کہ سابقہ بیہودہ لفظی کی پیروی کرکے ان واقعات کے متعلق یہ کہنا صحیح ہوگا کہ قیصر نے قتل عمد کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ اگر عوام کو مزید واقعات کا علم ہو تو وہم پرستی سکات اور ان کے عملے کے نہایت تنگ گذرا ہوں۔

آٹھ اموات محض صدمہ کی وجہ سے وقوع میں آئیں۔ متعدد ویران مکانات کے پرخچے اڑ گئے۔ ایک رقبہ میں ۸ بم گرائے گئے۔ اور ان کا باپ سخت مجروح ہوا۔ ایک اور موقعہ پر ایک ماں اسکی لڑکی اور ایک بیٹا ایک بڑے مکان کے ملبہ کے نیچے مدفون پائے گئے۔

بلجیمی ساحل پر گولہ باری۔ (لندن ۱۸ اکتوبر) امسٹرڈم کا تار مظہر ہے کہ برطانی بیڑا بلجیمی ساحل پر شدید گولہ باری کر رہا ہے۔

ہوائی حملے کی سرکاری اطلاع۔ (لندن ۱۸ اکتوبر) محکمہ اخبارات نے اس نقصان کے متعلق ایک بیان شائع کیا ہے جو زیپلنوں نے حملہ کیا تھا۔ یہ بیان ایک مضمون نگار کا مرتبہ ہے۔ جسے صیغہ داخلہ نے اس کام پر مامور کیا تھا۔ اس میں لکھا ہے کہ رقبہ دار الحکومت کی تاریکی اور غنیم کے ہوائی جہازوں کی بلند پروازی نے اہم مقامات کا محل وقوع معلوم نہ ہونے دیا۔ برلن کی سرکاری اطلاع مظہر ہے جیسا کہ پچھلے موقع پر بھی اس میں لکھا گیا تھا۔ کہ حملہ آوروں کو اکثر حالتوں میں ان مقامات کے متعلق بہت ہی مغالطہ لگا جن پر بم گرائے گئے تھے۔ اگرچہ غیر جانبداروں کی جانوں اور املاک کو اندھا دھند نقصان پہنچانے کے سوا ان کا کوئی خاص مقصد تھا تو اس میں وہ یقیناً ناکام رہے۔ ایک نقصان سے قطع نظر کر کے جو ایک اتفاقیہ گولے سے پہنچا تمام نقصان بساتی صرف املاک محدود تھی جنہیں جنگ سے کوئی واسطہ نہیں۔ ۲۰۱ مقتول و مجروح اشخاص میں سے کوئی بھی کوئی بھی جنگ جو نہ تھا۔ البتہ ایک بازار میں ایک یا دو جا بجا ضرور تھے۔ سنہ اروں آدمیوں نے بم اور توپوں کے چلنے کی آوازیں سنیں۔ لیکن وہ مطمئن اور بالکل بے خوف ہے۔ اگر ممکن ہوا تو سابقہ موقع کی بہ نسبت اس دفعہ بہت کم جوش و اضطراب پیدا۔ اکثر لوگ گولہ باری کے بعد خاموشی سے اپنے بستروں پر جا لیٹے۔ اور بیشتر نصف شب کو لندن کے کسی حصہ پر جاری گرم باری سے آرام نہ ہوئے۔ مثلاً جہاں بم اور گولہ باری کی آوازیں صاف صاف سنائی دے رہی تھیں۔ خوف و ہراس قابل تعریف طریق میں رونما نہ ہونے پایا۔

ہوائی حملے سے نقصان ۵ مختلف حصص میں ہوا۔ حصہ اول میں مکانات سکنی کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ یہاں بڑی تجارتی کوٹھیاں تھیں کل ۵ بم گرے جن میں سے ۴ بازار میں پڑے اور دکانوں کو بہت نقصان پہنچا۔ علاوہ ازیں چند جانوں کا بھی نقصان ہوا۔

حصہ دوم میں ایک بم مکانات سکنی کی ایک وسیع عمارت کے باغ میں گرا جس سے منزل زیریں کے کئی کمرے بالکل تباہ ہو گئے۔ منزل دوم پر بھی خاصا نقصان ہوا۔ ایک بم کسی دوسری عمارت کی چھت پر پڑا جس سے بالائی منزل تباہ ہو گئی۔ اس حصہ میں نقصان جان کچھ ہوا۔

حصہ سوم میں جو تجارتی کوٹھیوں کو نقصان پہنچا۔

حصہ چہارم مزدوری پیشہ لوگوں کا محلہ تھا۔ یہاں بہت گنجان آبادی تھی۔ یہاں دوسرے حصوں کی بہ نسبت بم بہی زیادہ گرائے گئے۔ ایک بم سے چھوٹے چھوٹے مکانات کا ایک جھنڈ بالکل نیست و نابود ہو گیا۔

حصہ پنجم مضافات لندن میں سے تھا۔ جہاں کوئی کارخانہ یا تجارتی دکان نہ تھی۔ بلکہ معمولی دکان تھی۔ کوئی بم دو ہوائی حملوں کی مدافعت اور تجسس روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ یہاں ایک منٹ کے اندر غیر معلوم وجوہ کی بنا پر سب سے زیادہ بم گرائے گئے۔ پہلے بم اور آخری بم کے درمیان کل ۴۰۰ گز کا فاصلہ تھا۔ دو گولے دو گز کے اندر اندر گرے اور سو گولے ایک باغ میں پڑے۔

اس ہوائی حملے میں خوش قسمتی کی بات یہ تھی کہ بہت سے بم زمین پر گرے مکانوں پر نہیں پڑے۔ آخری حصہ میں صرف ۳ مکانوں کو بم لگے۔

گورنمنٹ ہند اور بلغاریہ: (شملہ ۱۸ اکتوبر) گورنمنٹ ہند نے بلغاریہ کے ساتھ برقی پیغامات کی آمد و رفت کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔ اور ڈاک کی آمد و رفت بھی بند کر دی جائیگی۔ اور اس بارہ میں مناسب احکام محکمہ ڈاک کی طرف سے صادر کئے جائینگے۔ اس کے ساتھ ہی متعدد ہنگامی قوانین از خود نفاذ پذیر ہو جائینگے۔ اور بلغاری باشندوں کی نظر بندی کا مسئلہ بھی مناسب وقت پر زیر غور آئیگا۔

سرحدی قبائل کے لئے عبرت۔ (شملہ ۱۸ اکتوبر) سرحدی اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ شبقدر کی حال کی جنگ جنوبی اہل قبائل کے لئے عبرت خیز ثابت ہوئی ہے۔ اور اب وہ سرحد کی بیرونی چوکیوں کے گرد و نواح میں دیگر اہل قبائل کی فراہمی میں مصروف تھے۔ اہل قبائل کے نقصانات اس سے زیادہ ہیں جو پہلے خیال کئے گئے تھے۔

اطالیہ کا اسٹیمر۔ (لندن ۱۸ اکتوبر) نیو یارک اطالیہ کا سٹیمر [illegible] قائم کرنے کے لئے اضلاع متحدہ امریکہ میں ایک سال کے لئے ۵۰۰,۰۰۰ پونڈ [illegible] لے لیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

مورخہ ۲۴۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ء نمبر ۴۴

مطلوبہ حلف متعلقہ عقائد احمدیت پر میری آخری عرضداشت بخدمت جماعت احمدیہ

نمبر ۳

مسئلہ نبوت حضرت مرزا صاحب

میاں صاحب توجہ کریں

اب میں مسئلہ نبوت حضرت صاحب کو لیتا ہوں۔ اور میاں صاحب سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ میری باتوں کو للہ غور سے سنیں۔ اگر ان کو میرے اس کہنے سے رنج آتا ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ کے متعلق لکھنے میں بہت سی علمی غلطیاں کیں خصوصًا وہ جہاں تشبیہ اور مثال کے ذریعہ مسائل حل کرنا چاہتے ہیں تو میں اپنے مطلب کو دوسرے لفظوں میں ادا کر دیتا ہوں۔ کہ میاں صاحب کی تحریر پر مجھے چند علمی اعتراض ہیں میاں صاحب مہربانی کر کے ان کو رفع کرنے کی کوشش فرمائیں مجھے اس بات کا مطلق رنج نہیں کہ وہ مجھے بے علم ظاہر کرتے ہیں۔ اگر میاں صاحب کو میری کم علمی کے اشتہار سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو انھیں مبارک مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ کیونکہ میں نے تو کبھی بھی عربی دانی کا دعویٰ نہیں کیا۔ میں میاں صاحب کے کبھی مبلغ علم کو زیر تنقید نہ لاتا اگر میاں صاحب کے یہ استدلال جنہیں میں علمی مغالطوں سے خالی نہیں سمجھتا غلط عقائد کا موجب نہ ہوتے۔ میرا تو یہی گمان ہے کہ میاں صاحب لوگوں کو مغالطے میں نہیں ڈال رہے۔ بلکہ وہ خود مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ جس وقت انھوں نے ان باتوں پر غور کیا تو ممکن ہے اللہ تعالیٰ کوئی اصلاح کی صورت پیدا کر دے۔ اور ان کے عقائد صحیح ہو جاویں۔ اچھا وہ نہ سہی لیکن [illegible] مغالطہ میں ہے۔ اس لئے کیا یہ بہتر نہیں کہ ان مغالطوں کے رفع کا انتظام کیا جائے تا آپ یقینًا سمجھ لیں کہ۔

میاں صاحب کی خلافت وجہ تنازعہ نہیں

جب ہم میں سے ادنیٰ منصب خلافت پر ہیں تو پھر خلافت وجہ فساد کیسے ہو سکتی ہے۔ تنازعہ صرف عقائد کا ہے۔ اور وہ سارے کے سارے عقاید متنازعہ ایک مسئلہ نبوت حضرت مرزا صاحب پر مبنی ہیں۔ اس لئے میاں صاحب کے مزید غور کے لئے یہ چند باتیں لکھتا ہوں

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات

والی حدیث پر میں نے یہ لکھا تھا کہ ان الفاظ کے ماتحت (نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں) لازمی طور پر مبشرات میں کچھ اور چیز شامل کی جائے تو نبوت بنتی ہے۔ چونکہ وہ کچھ چیز آنحضرت صلعم کے بعد باقی نہیں رہی۔ اس لئے خالی مبشرات جزو نبوت ہیں۔ اور پوری نبوت نہیں۔ اور اس حدیث کے ہوتے ہوئے میاں صاحب کا یہ کہنا کہ مبشرات ہی نبوت ہیں بالکل غلط ہے یہ خلاصہ میرے اعتراض کا ہے۔ اس پر میاں صاحب نے اپنے خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء میں ذیل کے الفاظ بجواب لکھے ہیں جو میری رائے میں پھر کئی ایک منطقی مغالطوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں میاں صاحب لکھتے ہیں:۔

"استثنیٰ دو قسم کا ہوتا ہے اگر شے واحد سے استثنیٰ ہو تو اس کے حصے اور ٹکڑے مراد ہوتے ہیں اور جب مجموعہ سے اور جماعت سے استثنیٰ ہو تو اس کے معنے افراد کے ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم کہیں کہ سو آدمی بیمار تھے۔ ان میں سے نہیں بچا مگر ایک حصہ۔ تو اس کے یہ معنے نہیں کہ سو آدمیوں میں سے ایک کی ٹانگ ایک کی آنکھ ایک کا کان بچ رہے ہیں بلکہ یہ کہ دس۔ بیس یا تیس چالیس آدمی بچ گئے ہیں۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ ایک لاش کو جانور کھا گئے ہیں مگر اس کا ایک حصہ بچ رہا ہے تو اس سے مراد یہ ہوگا کہ اس کا ہاتھ یا پاؤں یا ران بچ گئی ہے پس جب استثنیٰ شے واحد سے ہو تو اس سے مراد اس کا جزو ہوتا ہے اور جب استثنیٰ جنس سے ہو تو اس کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ اس بات کے نہ سمجھنے سے خواجہ صاحب نے ڈینگ ماری ہے اور کہا ہے کہ میاں صاحب نے علمی غلطیاں کی ہیں۔

درحقیقت یہ فقرہ کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات اسی طرح کا ہے جس طرح کہا جاوے کہ پانی میں سے نہیں بچا مگر جو لوٹے میں ہے۔ اس سے مراد جنس ماء سے ہے۔ اور اس لئے یہ معنی نہیں کہ لوٹے میں جو ہے وہ پانی نہیں۔ ایک چیز کی مختلف اقسام ہوتی ہیں اور ایک سے اوپر دوسرا اور تیسرا درجہ ہوتا جاتا ہے۔ لیکن ہر ایک درجہ کا نام ایک ہی ہوتا ہے اس کی مثال علم طب کی ہے۔ اس کی ایک قسم سرجری ہے اور ایک قسم علاج ابدان دوائیوں سے اور ایک قسم بیطرہ ہے سرجری علم جراحی سے علاج کرنے کو کہتے ہیں اور بیطرہ چارپاؤں کے علاج کا نام ہے۔ اب کہیں یہ ذکر ہو کہ لم یبق من الطب الیونانیہ الا البیطرۃ تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ طب یونانی سے نہیں رہا مگر طب کی قسم بیطرہ۔ اور اس سے یہ کبھی مراد نہیں لیجاویگی کہ طب کی جو بیطرہ قسم ہے وہ بھی نہیں رہی یا وہ طب ہی نہیں۔ یا یہ کہ حیوانوں کا جو ڈاکٹر ہوتا ہے وہ ناقص ڈاکٹر ہے۔ پھر اسی طرح کی ایک اور مثال ہے اور وہ یہ کہ سول سروس کی نوکری میں سب سے چھوٹا درجہ اسسٹنٹ کمشنر کا ہے اس سے بڑھ کر ڈپٹی کمشنر اس سے بڑھ کر کمشنر اس سے بڑھ کر فنانشل کمشنر اور اس سے بڑھ کر لفٹننٹ گورنر کا درجہ ہے۔ اب کوئی کہے کہ سول سروس میں سے کوئی پوسٹ باقی نہیں رہی مگر اسسٹنٹ کمشنری تو اس کے یہ معنی نہیں ہونگے کہ یہ سول سروس ہی نہیں بلکہ یہ کہ سب سے چھوٹا درجہ جو سول سروس کا ہے وہ باقی رہ گیا ہے اور بڑے درجے نہیں رہے۔ یا کوئی کہے کہ سول سروس میں سے نہیں باقی رہا مگر کمشنری کا درجہ تو اس کے یہ معنی نہ ہونگے کہ ایک کمشنر سول سروس کا ممبر نہیں ہوتا تو نبوت کے بارے میں ان لوگوں کو یہ دھوکا لگا ہے کہ انھوں نے فرض کر لیا کہ جو شریعت لائے وہی نبی ہو سکتا ہے۔ ورنہ نہیں"

پس جبکہ نبوت کو صرف ایک قسم پر محدود کر دیا تو لم یبق سے یہ نتیجہ لازمًا نکالنا پڑا کہ جب نبوت صرف ایک قسم کی ہے تو اب جو کچھ باقی ہے وہ کوئی جدید ہی کا ہونا چاہیئے۔ ذکر کل۔ حالانکہ یہ دعویٰ ہی فاسد ہے۔ اگر نبوت صرف شریعت لانے کا نام ثابت ہو تو تب تو یہ دعویٰ ہو سکتا ہے لیکن جبکہ یہی ثابت نہیں تو لازمی حدیث کے وہ معنی رہتے

سمجھا نہیں جو خواجہ صاحب کرتے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ نبوت کئی قسم کی ہے جن میں سے دو موٹی قسمیں تشریعی نبوت اور غیر تشریعی نبوت ہیں جن کا ثبوت قرآن کریم اور تاریخ سے کافی طور پر ملتا ہے۔ پس لم یبق من النبوۃ کے یہ معنی ہونگے کہ اقسام نبوت میں سے مبشرات والی نبوت یعنی بلا شریعت نبوت باقی رہ گئی ہے نہ یہ کہ نبوت باقی ہی نہیں رہی۔

ما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین کی آیت میں خدا تعالےٰ نے بتلا دیا ہے کہ مرسلوں کا کام یہی نبوت ہیں۔ ہاں۔ نبوت کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک تشریعی اور دوسری غیر تشریعی یعنی ایک وہ جسمیں مبشرات اور شریعت ہو اور ایک وہ جسمیں صرف مبشرات ہوں اور رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت کے اقسام میں سے باقی نہیں رہا۔ مگر مبشرات۔ یعنی مبشرات والی نبوت باقی ہے۔ اور مبشرات کو خدا تعالیٰ نے ما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین میں نبوت قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جس کی خبروں میں انذار اور تبشیر ہو۔ نیز قرآن شریف میں نبی کی یہ پہچان بتائی ہے کہ فلا یظہر علی غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول۔ یعنی غلبہ علی الغیب کی شرط جسمیں پائی جائے وہ رسول ہوتا ہے۔ مبشرین و منذرین والی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی نبی کا کام ہوتا کہ انذار اور تبشیر سنائے۔ اور دنیا کی اصلاح کا کام اسی آیت سے نکل آتا ہے کیونکہ جو لوگ انبیاء کو مانتے ہیں وہ مبشرات سنتے ہیں اور جو نہیں مانتے وہ عذاب پاتے ہیں اور اسی کا نام اصلاح ہے۔ پس لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے یہ معنی ہوئے کہ نبوت جو جاری ہے تشریعی اور غیر تشریعی نبوت پر اس میں سے نہیں باقی رہی مگر مبشرات والی۔ یعنی غیر تشریعی نبوت اور یہ ما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین میں بتادیا کہ نبیوں کا کام تبشیر و انذار ہی ہے پس لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے متعلق یہ کہنا کہ اگر تمہارے معنی درست ہیں تو لم یبق من النبوۃ الا عین

النبوۃ چاہئے تھا باطل ہے۔ ورنہ **لم یبق من الماء الا ماء فی هذا الابریق** اور **لم یبق من الطب الیونانی الا البسیط** کے یہ معنے کرنے پڑینگے کہ لوٹے کا پانی پانی نہیں اور بسیطۃ طب نہیں۔ ناقص طب ہے

یہ صحیح ہے کہ استثنیٰ کی یہی دو قسمیں ہوتی ہیں اگر ایک شے واحد سے استثنیٰ ہو تو اس کے حصے اور ٹکڑے ہوتے ہیں اور جب جنس سے استثنیٰ ہو تو اس کے اجزا نوع ہوتے ہیں۔ جماعت سے افراد کی استثنیٰ قسم اول کے ماتحت آجاتی ہے۔ اگر جماعت انھیں افراد کا مجموعہ ہو اور ان افراد میں کوئی باہمی مابہ الامتیاز نہو تو اس صورت میں وہ جماعت شے واحد کے تحت میں آجاتی ہے اور اس کے افراد اس کے اجزا۔ چنانچہ اس جگہ ہم استثنیٰ کی ان دو قسموں کو ہی زیر بحث لاتے ہیں۔ یعنی نوع کی استثنیٰ جنس سے اور حصے یا ٹکڑے کی استثنیٰ شے واحد سے اور انہی دو قسموں پر میاں صاحب نے مثالیں دی ہیں۔ سول سروس اور اسسٹنٹ کمشنری والی مثال جنس اور نوع کے نیچے ہے اور پانی کے لوٹے والی مثال شے واحد اور اس کے اجزا کے ماتحت۔ لیکن جو بات میاں صاحب نے نہیں سمجھی وہ یہ ہے کہ یہ دو اقسام اپنی نوعیت میں ایک دوسری سے اس قدر الگ الگ ہیں کہ حدیث متنازعہ فیہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات اگر ایک قسم کے ماتحت آجاوے۔ اگر نبوت اور مبشرات میں جنس اور نوع کا رشتہ ہے تو پھر ان میں شے واحد اور جزو شے واحد کا رشتہ درست نہیں ہو سکتا۔ اور اگر نبوت اور مبشرات میں شے واحد اور جزو کا تعلق ہے تو پھر وہ ایک دوسری کے بالمقابل جنس اور نوع نہیں ہو سکتی۔ سمجھ نہیں آتی کہ میاں صاحب کس اصول پر اس حدیث کو دونوں اقسام کے ماتحت لے آئے ہیں۔

سول سروس اور اسسٹنٹ کمشنری والی تشریح غلط ہے

میں میاں صاحب کی پہلی قسم کو لیتا ہوں جس کی رو سے نبوت جنس ٹھہرتی ہے اور مبشرات نوع۔ میاں صاحب فرماتے ہیں۔

"پھر اسی طرح کی ایک اور مثال ہے اور وہ یہ کہ سول سروس کی نوکری میں سب سے چھوٹا درجہ اسسٹنٹ کمشنر کا ہے اس سے بڑھکر ڈپٹی کمشنر اس سے بڑھکر کمشنر اس سے بڑھکر فنانشل کمشنر اور اس سے بڑھکر لفٹننٹ گورنر کا درجہ ہے۔ اب کوئی کہے کہ سول سروس میں سے کوئی پوسٹ باقی نہیں رہی مگر اسسٹنٹ کمشنری تو اس کے یہ معنی نہیں ہونگے کہ یہ سول سروس ہی نہیں بلکہ یہ کہ سب سے چھوٹا درجہ جو سول سروس کا ہے باقی رہ گیا ہے اور بڑے درجے نہیں رہے یا کوئی کہے کہ سول سروس میں سے کچھ نہیں باقی رہا مگر کمشنری کا درجہ تو اس کے یہ معنی نہ ہونگے کہ ایک کمشنر سول سروس کا ممبر نہیں ہوتا"

مطلب یہ ہے کہ جس طرح سول سروس جو جنس ہے اور اس کی نوع میں یہ مختلف عہدے ہیں۔ اگر ان میں سے بعض عہدے نہ رہیں اور کوئی ایک عہدہ رہ جائے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بقیہ عہدہ سول سروس کا نہیں اسی طرح نبوت جو جنس ہے اس کے مختلف انواع ہیں۔ اگر اور نوعیں نہ رہیں اور ایک نوع مبشرات کی رہ جائے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مبشرات نبوت نہیں۔ یہ میاں صاحب کے ایک حقیقت دلیل کا خلاصہ ہے۔ پہلی غلطی جو اس استدلال میں ہے وہ یہ ہے کہ میاں صاحب نے قابل ثبوت امر کو ثبوت شدہ سمجھ لیا ہے جسے مصادرہ علی المطلوب کہتے ہیں یہ دلیل اسی صورت میں درست ہو سکتی ہے جب نبوت کو جنس اور مبشرات کو نوع مان لیا جاوے یہ امر تو خود متنازعہ ہے پھر یہ دلیل کیسے ہو سکتی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا نبوت جنس ہو سکتی ہے اس بات کے سمجھنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں جنس اور نوع کی حقیقت کو سمجھنا چاہئے۔ جن چند چیزوں میں ایک ہی قسم کے خواص پائے جائیں وہ ان خواص کے لحاظ سے ایک جنس کے نیچے آتے ہیں جب ان خواص مشترکہ میں کوئی مابہ الامتیاز خاصہ زیادہ ہو تو اس سے نوعیت پیدا ہو جاتی ہے مثلاً حیوان وہ ہیں جن میں جان ہوتی ہے۔ جنس حیوان میں درندے پرندے۔ چرندے انسان وغیرہ شامل ہیں یہ سب اس جنس حیوان کے نیچے نوع ہیں۔ اس ہر ایک نوع میں صفت جان بھی ہے۔ اور کچھ اور بھی مثلاً حیوانیت میں [illegible] ناطقت کو زیادہ کیا جائے تو انسانیت بنجاتی ہے حیوانیت میں کاٹنے کا خاصہ زیادہ ہو تو درندہ کی نوع بنجاتی ہے۔ حیوانیت میں اڑنے کا خاصہ زیادہ کیا جائے تو نوع پرندہ پیدا ہوتی ہے الغرض جنس کے خواص نوع کے خواص سے کم ہوتے ہیں۔ جوں جوں جنس کے خواص میں کچھ ایزاد ہوتا ہے نوع بنتی جاتی ہے لہذا حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ جس کے معنے حسب تشریح میاں صاحب یہ ہونگے کہ جنس نبوت میں سے باقی نوعیں نہیں رہیں ایک مبشرات کی نوع رہگئی ہے۔ اس کے معنی یہ

ہیں کہ نبوت بحیثیت جنس ہونے کے اپنے
خواص میں اعلیٰ سے ادنیٰ چیز ہے اور مبشرات
اپنے خواص میں اس سے اعلیٰ۔ بالفاظ دیگر مبشرات
ترقی پذیر ہوگی جب نبوت میں کچھ اور چیز ایزاد ہو۔
گویا میاں صاحب کا یہ مذہب ہے کہ مبشرات
نبوت سے اعلیٰ ہے۔ پھر میاں صاحب نے
اس استدلال کے کرنے میں اپنے ایک اور اصول
کا جو بذاتہ وہ بھی غلط تھا بطلان کر دیا ہے۔
یہ بدیہی ہے کہ جنس اور نوع ایک ہی چیز
نہیں۔ اسلئے نبوت اور مبشرات ایک ہی
چیز نہیں ہو سکتی۔ اب اگر میاں صاحب اپنے
مطلب کو سول سروس اور اسسٹنٹ کمشنر
والی مثال دیکر صاف کرنا چاہتے ہیں۔ اور
نبوت اور مبشرات کو جنس اور نوع بناتے
ہیں تو سمجھو کیا میاں صاحب کی ساری کی ساری
بحث خود ہی غلط نہیں کہ مبشرات ہی نبوت
ہیں۔ یہ دو ضدین ہیں۔ میاں صاحب جس کو
چاہیں قبول کر لیں۔ ایک ہی صورت ہے کہ
جس میں یہ سول سروس اور اسسٹنٹ
کمشنری والی مثال درست بیٹھتی ہے اور وہ
یہ ہے کہ نبوت کے لغوی معنے لئے جائیں یعنی
خدا سے خبر پانا۔ بواسطے سے ادنے معنے ہو گئے۔
اور یہ جنس ہو سکتے ہیں۔ پھر نبوت بلحاظ معنے
لغوی کے ماتحت ایک نوع مبشریت کی
ہوتی ہے۔ یعنے وہ خبر جس میں تبشیر اور انذار
ہو ایک اور نوع نبوت کی وہ نبوت ہوگی
جسکو اسلامی اصطلاح میں نبوت کہتے ہیں۔
یعنے صاحب کتاب ہونا۔ اگر تو نبوت کو لغوی
معنوں میں لیا ہو یعنے خدا سے خبر پانا۔ تو
پھر یہ معنے بھی درست ہیں اور میاں صاحب کی
مثال سول سروس والی بھی درست۔ اور ہم
ہیں اور میاں صاحب ہیں تنازعہ بھی کوئی نہیں
کیونکہ انہی معنوں میں ہمارے حضرت نے اپنے
آپ کو نبی کہا ہے۔ لیکن پھر بھی میاں صاحب
کا یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ کہ مبشرات اور نبوت
ایک چیز ہیں۔ کیونکہ جنس اور نوع کبھی ایک
چیز نہیں ہوتی۔

میاں صاحب کی لوٹے والی مثال صحیح نہیں

میرے نزدیک حدیث متنازعہ میں جو استثناء
ہے۔ وہ دوسری قسم کی استثنا میں آجاتی
ہے۔ یعنے شئے واحد سے کسی حصہ کا باقی رہ
جانا۔ جس کی مثال میں میاں صاحب کہتے ہیں
کہ مثلاً ایک پانی کے مٹکے سے ایک لوٹا بچ گیا۔
اس مثال کے دینے میں جو میاں صاحب کو غلطی
لگی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ
کسی شئے واحد کے جب اجزاء لئے جائیں
تو وہ دو اصول پر لئے جاتے ہیں یا بلحاظ کمیت
(مقدار جسم) یا بلحاظ کیفیت (صفات) یا تو
اس چیز کی کم مقدار میں سے جو پہلے موجود تھی
کوئی حصہ مقدار کا زائل ہو گیا اور کوئی حصہ
باقی رہ گیا۔ جیسے پانی کے لوٹے کی مثال
ہے۔ یا اس شئے واحد کے خواص میں سے
کوئی خواص کم ہو گئے۔ تو اسکے اجزا باقی
رہ گئے۔ اب دونوں میں فرق یہ ہے کہ جب
مقدار کی کمی ہو۔ تو باقی ماندہ چیز پر بھی وہی
نام بولا جاتا ہے۔ جو پہلے تھا۔ لیکن اگر خواص
کی کمی ہو جائے۔ تو پھر جو چیز باقی رہ جائے
وہ پہلی چیز نہیں ہوتی۔ کوئی نئی چیز ہوتی
ہے۔ مثلاً انسان میں روح بھی ہے۔ اور
جسم بھی۔ اگر جسم کا کوئی حصہ کٹ جائے تو
بقیہ بھی انسان ہی کہلاتا ہے۔ کسی عضو
کے کٹنے سے انسانیت میں فرق نہیں آتا
لیکن اگر روح نکل جائے تو باقی چیز جو ہے
وہ انسان نہیں ہوتا۔ اب سوال یہ ہے کہ
لم یبق من النبوة الا المبشرات
کی حدیث صاف کہتی ہے کہ کچھ چیز کم ہو گئی اور
کچھ چیز باقی رہ گئی۔ اس حدیث پر پانی کے
لوٹے والی مثال تو ہی چسپاں ہو سکتی ہے
اگر نبوت کو کمیت یعنے مقدار سے تعلق ہو۔
اور اگر نبوت کمیت سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ
کیفیت ہے۔ یعنے چند خواص کے مجموعہ کا نام تو
پھر لوٹے والی مثال صحیح نہیں۔ لوٹے والی
مثال کا صاف مطلب یہ ہے کہ کسی گھر میں
یا کسی شہر میں یا کل دنیا میں ایک خاص مقدار
پانی کی موجود تھی۔ وہ سب ختم ہو گئی۔ ایک
لوٹا باقی رہ گیا۔ کیا نبوت آنحضرت سے
پہلے کوئی جسم رکھتی تھی۔ یا طویل و عریض تھی
یا کوئی وزن رکھتی تھی۔ کہ یہ کہا جائے کہ پہلے
پانچ میل نبوت ہوا کرتی تھی اور اب دس گز
نبوت رہ گئی ہے۔ بہرحال چونکہ نبوت کو کمیت
سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلئے لوٹے کی مثال تو
غلط ہے۔ رہا یہ کہ نبوت ایک کیفیت ہے تو پھر
حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ کیفیات نبوت
میں سے کچھ کیفیات کم ہو گئی ہیں اور کچھ
باقی ہیں۔ اور جو باقی ہیں وہ مبشرات ہیں
لہٰذا مبشرات کچھ چیز برابر نبوت کے ہو گئی
اب میاں صاحب خود ہی غور فرمائیں کہ جو
تشریح یعنے اس حدیث کی کی تھی وہ صحیح تھی یا نہیں

مثال بیطرہ میں مغالطہ

میاں صاحب نے ایک اور مثال دی ہے
لم یبق من الطب الیونانیة الا البیطرة
یعنی طب یونانی میں سے بیطاری ہی باقی رہ گئی
ہے۔ اس میں بھی میاں صاحب کو مذکورہ بالا
مغالطے لگے ہیں۔ اگر تو طب یونانی سے
مراد صرف علاج مرض کرنا ہے تو پھر طب
جنس ہے اور بیطاری یعنی جانوروں کا علاج
کرنا نوع۔ اس صورت میں طب ادنے ہے
اور بیطاری اعلے اور اس مثال کے ماتحت
نبوت ادنے ہوگی اور مبشرات اعلے لیکن
اگر طب سے مراد ہر قسم کا علاج کرنا ہے اور بیطاری
ایک خاص قسم کا علاج۔ تو پھر لم یبق
من الطب الا البیطرة میں ماننا پڑیگا
کہ بیطاری ایک ناقص طب ہے اور اسی اصول
پر مبشرات ایک ناقص نبوت۔

حدیث متنازعہ میں مبشرات اور نبوۃ میں لفظ الگ کیوں ہے؟

میاں صاحب کے غور کے لئے ایک اور علمی بات
عرض کرتا ہوں کہ استثنا کے معاملہ میں جب
شئے واحد سے باقیماندہ اجزاء کا ذکر کرنا ہو
تو پھر اگر باقیماندہ حصہ میں شئے واحد کی صرف
(کمیت کی) کمی ہو۔ تو پھر باقیماندہ پر وہی نام
اصل شئے کا بولا جائیگا۔ ہاں مقدار کی تعیین
کر دی جائیگی لیکن اگر باقیماندہ حصہ میں
کیفیت (صفات) کی کمی ہو گئی ہے۔ تو باقیماندہ
چیز کو موسوم کرنے کے لئے کوئی اور لفظ تجویز
ہوگا۔ وہ لفظ نہیں بولا جائیگا۔ اس کی مثال
میاں صاحب کی اپنی مثالوں میں موجود ہے۔
لم یبق من الماء فی هذا الا ابریق
یہاں چونکہ جو چیز اصل تھی اسکو بھی پانی کہا
گیا۔ اور جو باقی رہا اسکے لئے بھی [illegible]
پانی ہی استعمال کرنا پڑا۔ صرف مقدار کی وضاحت
کے لئے لوٹے کا ذکر کر دیا گیا۔ لیکن جہاں
طب اور بیطرہ میں کیفیت کا فرق تھا یعنے
جو چیز باقی رہ گئی تھی وہ کیفیت میں طب سے
الگ تھی۔ اسلئے دو الگ الگ لفظ بولنے پڑے
طب اور بیطرہ۔ اب اگر یہ اصل صحیح
اصول ہے اور ہمیں یہ ماننا چاہئے کہ آنحضرت
صلعم افصح سے افصح تھے۔ تو آنحضرت صلعم
کا حدیث زیر بحث میں یہ کہنا کہ نبوت میں سے
مبشرات باقی ہیں صاف اس طرف اشارہ
کرتا ہے۔ کہ مبشرات اور نبوت دو الگ الگ
چیزیں بلحاظ کیفیت ہیں۔ و الا یہ فقرہ ایک
فصیح دماغ کا نکلا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ اور
امر اس بات سے طے ہو جاتا ہے کہ [illegible]
نہیں ایسی مثالیں دیں کہ جہاں باقیماندہ چیز
اور اصل میں کمیت کا فرق نہ ہو بلکہ کیفیت
کا فرق ہو۔ اصل اور باقیماندہ چیز پر
ایک ہی لفظ بولا جائے۔ اور اگر وہ ایسی مثال
نہیں دے سکتے تو ماننا پڑیگا۔ کہ جہاں کیفیت
کا فرق ہوگا وہاں دو لفظ الگ الگ بولے
جاتے ہیں۔
خلاصہ ساری بحث کا یہ ہے کہ [illegible]

اور مبشرات وہ الگ الگ چیزیں ہیں اپنی کیفیات میں ایک دوسری سے الگ نہیں۔ چونکہ نبوت اپنے اندر کوئی کمیت (جسم۔ مقدار) کی حقیقت نہیں رکھتی اسلئے باقی کے لوٹے والی مثال درست نہیں۔ نبوت چونکہ چند خواص کا نام ہے اس لئے حدیث کا بولنے والا (صلعم) صاف کہہ رہا ہے کہ نبوت میں سے جو باقی رہ گیا ہے وہ کیفیات (صفات) میں اصل سے کم ہے۔ اور اس لئے وہ جزوی اور ناقص نبوت ہے۔ ہاں نبوت چونکہ جنس نہیں اس لئے سول سروس اور اسسٹنٹ کمشنر والی مثال صحیح نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں ماننا پڑیگا۔ کہ نبوت کے خواص مبشرات کے خواص سے کم ہیں۔ اگر نبوت سے مراد صرف خبرے از خدا یافتن ہے۔ اور یہ اسقدر سے اونے چیز ہے۔ تو پھر .... مبشریت منذریت۔ نبوت بالکتاب۔ نبوت بالواسطہ۔ نبوت بلاواسطہ یہ سب انواع ہو جائینگی۔ اور ان کی صفات کا دائرہ نبوت کی صفات کے دائرہ سے بڑا ہوگا انہی معنوں میں ہمارے حضرت نے نبوت کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اسی طرح کا ایک اور مغالطہ لوگوں کو دیا جا رہا ہے کہا جاتا ہے کہ جیسے کلمہ کی تین قسم ہیں۔ اسم فعل حرف۔ تو کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک وقت اسم فعل اور حرف میں سے صرف مثلاً اسم باقی رہجاوے تو کیا وہ کلمہ نہیں ہوگا۔ تو پھر جیسے یہ کہنا درست ہے کہ اب کلمہ میں صرف اسم ہی باقی ہے اور اسم کلمہ ضرور ہے۔ تو پھر یہ کہنے سے کہ نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہیں۔ کیوں مبشرات نبوت نہیں۔ یہ بھی اسی قسم کا مغالطہ ہے۔ یہاں کلمہ جنس ہے اور اسم نوع۔ کلمہ کی تعریف یہ ہے کہ جو بامعنے لفظ منہ سے نکلے۔ وہ کلمہ ہے لیکن اسم وہ منہ سے نکلا ہوا بامعنے لفظ ہے۔ کہ جسکے متعلق کچھ کہا جاوے یا کیا جاوے گویا اس میں اسم کلمہ ہونے کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔ اب اگر نبوت سے مبشرات زیادہ ہے۔ یعنی نبوت کلا مبشرات ہے۔ تو بیشک اس حدیث کی تشریح میں لم یبق من کلمۃ الا الاسم کہا جاویگا یعنے کلمہ میں سے اسم رہ گیا۔ لیکن اگر مبشرات اور نبوت ایک ہی چیز ہیں جیسے کہ مولوی محمود احمد صاحب کہتے ہیں۔ یا نبوت مبشرات سے زیادہ ہے۔ جیسا کہ ہمارا دعوےٰ ہے تو پھر نبوت جنس اور مبشرات نوع [illegible] حیرت آتی ہے کہ ایک ہی مضمون میں میاں صاحب کس علم کی بنا پر اس قدر خطرناک غلطیاں کرگذرتے ہیں۔ الگ الگ مواقع پر کرتے تو خیر بھول ہو سکتی ہے۔ لیکن ایک ہی خطبہ میں جو آدھ گھنٹہ میں بولا گیا ہوگا۔ اس قدر علمی غلطیاں اور ایک دوسرے کے خلاف اور متضاد۔ ایک طرف یہ کہنا کہ نبوت اور مبشرات ایک چیز ہیں اب اگر وہ ایک چیز ہیں۔ تو پھر انہیں جنس اور نوع کا رشتہ کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ اور اگر ان میں جنس اور نوع کا رشتہ ہے تو پھر ان میں شے واحد اور جزو شے کا رشتہ کس اصول پر ہوگا۔ یہ تو محالات عقلیہ ہیں۔ اور ان محالات کو ایک مضمون میں میاں صاحب جمع کر رہے ہیں۔ میاں صاحب خوب سمجھ لیں کہ ان کی پانی کے لوٹے والی مثال بالکل بے محل ہے۔ کیونکہ وہاں شے واحد اور باقی میں تعلق مقداراً جسماً یا کمیتاً کمی بیشی کا ہے۔ نبوت اور مبشرات میں جسامت کی نسبت نہیں۔ اور اگر مبشرات بھی نبوت بلکہ عین نبوت ہے۔ یعنے وہ ایک ہی چیز ہیں۔ جیسے کہ انہوں نے کہا ہے تو پھر سول سروس والی مثال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ سول سروس اور اسسٹنٹ کمشنری وغیرہ دونوں ایکسی چیز نہیں۔ ایک جنس ہے۔ دوسری نوع۔ اور اگر میاں صاحب کو سول سروس والی مثال ہی پسند ہے۔ تو یہ مثال بھی اسی وقت درست ہوگی جب نبوت کو مبشرات سے کم مانا جاوے۔

اب اگر میرا یہ استدلال صحیح ہے تو پھر میاں صاحب کو اسبات سے کیوں رنج آیا۔ کہ میاں صاحب کی باتیں علمی نقصوں سے خالی نہیں ہوتیں مجھے میاں صاحب پر تو چنداں افسوس بھی نہیں۔ انہوں نے غالباً ان علوم کی طرف ابھی تک توجہ نہیں فرمائی۔ لیکن ان باتوں نے قادیان کے

مولویوں کو ننگا کر دیا۔ اور آج الہام کے یہ الفاظ پورے ہو گئے۔ کہ

"سب مولوی ننگے ہو گئے"

حیرت ہے کہ اس سرور شاہ صاحب کو کیا ہو گیا یہ تو اپنے علم کے بڑے بڑے دعوے کیا کرتا تھا یہ تو شاید مدرسہ احمدیہ میں منطق معانی وغیرہ کا معلم بھی ہے۔ دوسری طرف میاں صاحب کا استاد بھی ہے کیوں بحیثیت استاد میاں صاحب کے مسودات کو طبع ہونے سے پہلے نہیں دیکھ لیا کرتا۔ اگر یہ انتظام ہو جاتا۔ تو یہ نکتہ چینی تو امر دیگر ہے ممکن تھا۔ خود ہی میاں صاحب گھر میں اپنے عقائد کی اصلاح کر لیتے۔ حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات فریقین کی مسلم ہے۔ حضرت اقدس نے سن ۱۹۰۱ء کے پہلے اور بعد میں اس سے استدلال کیا ہے۔ حدیث و بجات کی ذبح ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی شخص اسلامی اصطلاح میں نبی کہلا سکے۔ اس ہے کے ماتحت ماننا پڑتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت میں سے کچھ کم ہو گیا ہے۔ اور جو باقی رہا ہے۔ وہ مبشرات ہے۔ اس صحیح استدلال کو میں وجوہ سے توڑا گیا ہے وہ علمی طور سے غلط اور نادرست ہے اگر سرور شاہ صاحب میاں صاحب کو بتلا دیتے کہ حضور والا آپ کا استدلال صحیح نہیں۔ تو ممکن تھا کہ میاں صاحب صرف ایک ہی حدیث سے اپنے عقاید کی اصلاح کر لیتے۔ تو اس میں ہرج ہی کیا ہے ہم میں کسکو دعوے ہے کہ اس کا علم کامل ہے۔ ہم سبھی ان غلطیاں کرتے ہیں۔ پھر خصوصاً جب کسی ایک علم سے کسیکو مناسبت نہ ہو تو وہ کیا کرے۔ آخر حضرت اقدس کو چونکہ زبان سے مزاولت نہ رہی تھی۔ تو ان کے حکم کے ماتحت سن ۱۹۰۱ء کے بعد عموماً آپکی سب کتابیں شیخ سے پہلے میں دیکھ لیا کرتا تھا تو کیا اس سے حضرت آقا کی کسر شان ہوئی تھی۔ اسی طرح میاں صاحب اپنے مسودات کسیکو دکھا لیا کریں۔ تو یہ علمی نقص ان میں نہ رہا کرے۔

عزیز منزل ۱۸- اکتوبر } خواجہ کمال الدین

نوٹ از طرف اڈیٹر

تعلیم یافتہ احمدی احباب توجہ کریں

میاں صاحب کی جماعت میں بعض تعلیم یافتہ اصحاب اور گریجوایٹ بھی ہیں۔ جن کو ان علمی باتوں سے پورے طور پر مزاولت ہے۔ انہوں نے صرف زر کثیر سے ان علوم کو حاصل کیا۔ اور اعلیٰ علمی استعداد کے سرٹیفکیٹ اور ڈگریاں پائی ہیں۔ ہم انہیں اس طرف خاص طور پر توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ آخر میاں صاحب کوئی عقل کل تو ہیں نہیں اور نہ ہی ہم میں سے کسیکو بھی ایسا ہونیکا دعوےٰ ہے۔ تو پھر کیوں خواہ مخواہ ان سب علوم کو اندھی تقلید کے مذبح پر قربان کیا جاوے کیوں میاں صاحب کی کتب کو ہی علمی نگاہ سے نہ دیکھا جاوے اور ان کو انکی غلطی پر متنبہ نہ کیا جاوے۔ میرا منشا یہ ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ احباب جو میاں صاحب کی بیعت میں داخل ہیں ہماری اس گذارش

دلائل سے فرار

میاں محمود احمد صاحب بانی فرقہ محمودیہ کے علم و اتقا کا نمونہ کئی بار ہمارے احباب ملاحظہ کر چکے ہیں جو وہ ہمارے دوستوں پر بہتان تراشی کے موقعہ پر ظاہر کرتے ہیں قادیان کے جدید مُشتہ کھپٹ اور زبان دراز پرچہ میں مولوی سرور شاہ جیسے ثقہ آدمی کی زبانی حضرت مسیح موعودؑ کے ایک رؤیا پر میاں صاحب نے خواجہ صاحب اور مولوی صاحب سے قسم کھانے کا مطالبہ کیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میاں صاحب کی پوزیشن کا آدمی اور ایسی نامعقول باتوں پر اُتر آئے۔ آپس میں ایسی مخالفت کے وقت میاں صاحب کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر کہنے والے کی بات پر اعتبار کر کے اپنی بے توقیری نہ کرایا کریں۔ بلکہ جو کوئی حضرت مسیح موعودؑ کی طرف کوئی واقعہ منسوب کرے اشاعت سے پہلے اس کی جانچ پڑتال کر لیا کریں۔ تاکہ یہاں بھی شبلی والے غیر معتبر واقعات کی بنا پر آپ کا فرقہ دینت کے ٹیلے پر قائم نہ ہو۔ اور کچھ ثبوت تو اُن کے پاس واقعات کی سچائی کا ہو۔ مولوی سرور شاہ واللہ باللہ قسم تاللہ کہنے کا عادی ہے۔ اس لئے محض اُسکی بات قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس رؤیا کی سچائی پرکھنے کا معیار یہ ہے کہ اول تو حضرت اقدسؑ کی زندگی میں حضور اقدسؑ کے شایع شدہ رؤیا۔ کشوف و الہامات وغیرہ دیکھے جائیں۔ اگر یہ رؤیا اُن میں درج ہے تو قابل قبول ورنہ پھر دوسرا معیار اسکی سچائی کا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے پاس جو حضرت اقدسؑ کے غیر شایع شدہ کشوف رؤیا و الہامات کی کاپیاں ہیں اُن میں آپ اس رؤیا کو تلاش کریں اگر اس کا وجود وہاں بھی نہ ہو تو اسے راوی کے منہ پر دے ماریں اور آئیندہ کے لئے غلط واقعات حضرت اقدسؑ کیطرف منسوب کرنیکا سدباب کر دیں افسوس ہے کہ حضرت اقدسؑ نے جو خیالات اُن بزرگان دین کی نسبت اپنی تمام کتب و تقاریر شائع شدہ میں درج فرمائے ہیں آپ کی مقلد جماعت نے اُنکو نظر انداز کر دیا اور غیر ثقہ بہاولیوں کے غیر معتبر بیانات پر اعتبار کر لیا۔ آپ کے بزرگ و مقدس والد بزرگوار تو فرماتے ہیں کہ :-

"مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کریگی کہ یہ جوان (یعنی مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے) انتقالی کی راہ میں ترقی کریگا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہکر ایسے نمونے دکھائیگا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہونگے۔ اے خدا ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔" (اشتہار لانصار)۔

پھر فرماتے ہیں کہ :-

"ہمارے نوعمر دوست جیسا کہ خواجہ کمال الدین بی اے بڑی سرگرمی سے دین کی اشاعت میں کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے چہرہ پر نیک بختی کے نشان پاتا ہوں وہ دین کے لئے سچا جوش اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ نماز دل میں خشوع ظاہر کرتے ہیں۔" (انجام آتھم)

ہماری آپ کی مخالفت مسائل میں ہے نہ ذاتیات میں۔ مسائل کے دلائل دینے کی بجائے آپ ذاتی حملوں پر اُتر آتے ہیں اور مولوی سرور شاہ جیسے غیر ثقہ لوگوں کے بیانات کو قبول کر لیتے ہیں۔ رہا حلف کا معاملہ سو خواجہ صاحب نے جس بارہ میں حلف طلب کی ہے وہ عقائد کا معاملہ اور بڑا اہم مسئلہ تھا اور وہی امر متنازعہ فیہ ہے آپ اصل معاملہ کو چھوڑ کر کیوں غیر متعلقہ امور میں اپنے علم کو صرف کرتے ہیں۔ ایک اور معاملہ ہے جسکی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے محمد عثمان خان صاحب کو گذشتہ سال خط میں لکھا تھا۔ کہ "مصلحت وقت مجبور کرتا ہے۔ کہ آپ کے اصل درجہ سے جماعت کو آگاہ کیا جائے۔ ورنہ اس طرح لفظ نبی کے استعمال کو میں خود بھی پسند نہیں کرتا نہ اس لئے کہ آپ نبی نہ تھے بلکہ اسلئے کہ ایسا نہ ہو کچھ مدت بعد بعض لوگ اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال لیں۔ مگر یہ صرف چند روزہ بات ہے اور بطور علاج کے ہے" اس بارہ میں میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ اب تو چند روز نہ چھوڑ کئی ماہ گذر چکے ہیں اور آپ کا یہ خیال صحیح ہو گیا ہے۔ کہ بعض لوگ بلکہ آپ خود اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال رہے ہیں تو آپ کب اس لفظ کے استعمال کو رد کرینگے۔ کیونکہ آپ کے غالی مرید اب نبی کا لفظ عام طور پر حضرت صاحب کی نسبت استعمال کر رہے ہیں جسے آپ پسند نہیں کرتے تھے اور یا شاید آپ کا پہلا خیال ہی اب بعد اشاعت حقیقۃ النبوۃ بدل چکا ہو بہرحال اس امر پر روشنی ضرور پڑنی چاہئیے کہ جب حضرت اقدسؑ کا درجہ آپ کے نزدیک نبوت کا ہے تو کیوں نبی کا لفظ آپ کی نسبت استعمال نہ کیا جاوے۔ آپ کے نزدیک تو جیسے انبیاء غیر تشریعی نبی گذرے ہیں۔ اُن پر نبی کا لفظ عام طور پر بولا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت صاحب۔ حضرت محمد رسول اللہ و دیگر انبیاء کی نفس نبوت میں کچھ فرق نہیں تو حضرت صاحب کو کیوں نبی کہنا پسند نہیں کیا جاتا ہے وہ پہلا خیال بدلکر اسکی جگہ پسندیدگی نے لے لی ہو۔ منافق (م)

اعزازی نبی

اور

محمودیوں کا تمسخر حضرت مسیح موعودؑ پر

محمودیوں کے نوزائیدہ زبان دراز کے نمبر ۴ میں کسی۔ س۔ م۔ ا۔ نے "اعزازی نبی اللہ لغوی معنوں کے رو سے نبی" کے استعمال پر لطائف کہا ہے لیکن فی الحقیقت حضرت مسیح موعودؑ پر مسخر اُڑایا ہے۔ ان لوگوں کی حالت قابل افسوس ہے جو خود تو حضرت اقدسؑ کی تعلیم سے بے بہرہ ہیں مگر تمسخر اور استہزا کرنے میں سخت بیباک۔ جیسے اُن کا پیر حضرت اقدسؑ کی کتب سے ناواقف ہے ویسا ہی عام طور پر اس کے مریدوں کا حال ہے۔ ہم اعزازی نبی وغیرہ الفاظ نہیں لکھتے جب تک ہم اُن کو حضرت صاحبؑ کی کتب میں نہیں پا لیتے گویا اس بارہ میں ہمارا قدم حضرت صاحبؑ کے عین قدم پر ہے۔ مگر ہمارا مخالف محمودی ایسی تحریروں پر استہزاء کر کے ہمیں جاہل قرار دیتا ہے۔ گویا فی الحقیقت حضرت اقدسؑ کی شان بلند پر حملہ کرتا ہے ہم ذیل میں ان کتب سے حوالے پیش کرتے ہیں جو بقول محمودیوں منسوخی کی فہرست سے باہر ہیں اور جس میں حضرت صاحبؑ نے یہ الفاظ اپنی نسبت استعمال فرمائے ہیں۔ اگر یہ متضاد اقوال ہیں تو معاذ اللہ حضرت اقدسؑ پر حملہ ہے پھر ان دریدہ دہنوں کو کیا غرض۔ خواہ حضرت صاحبؑ کی شان پر حملہ ہی ہو جائے مگر مخالف پر استہزاء ضرور کرینگے۔

اعزازی نبی

اگر کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکہ نہ کھاوے۔ میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ وہ نبوت نہیں ہے۔ جو ایک مستقل نبوت کہلاتی ہے۔ کوئی مستقل نبی امتی نہیں کہلا سکتا مگر میں امتی ہوں۔ پس یہ صرف خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوا [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ ایل ۱ نمبر ۸۳۸

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیراب آنکہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
ور دلاکم ز خبرہائے معاد
ہرچہ گفت آں مرسل ربّ العباد
آں ہمہ از حضرت احمد است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است
منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکار کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار پیغام صلح

لاہور

قیمت

سالانہ ۶؎ ششماہی ۳؎ سہ ماہی ۱؎ ماہوار ۹؎

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | پیغام صلح امیر لاہور سہ شنبہ مورخہ ۱۶ ذوالحجہ ۱۳۳۳ ہجری المقدس مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۵۴

بلاد غیر میں تبلیغ اسلام

ایک خاتون کا مشرف باسلام ہونا

برادران سلمکم اللہ تعالیٰ۔

پچھلی ڈاک میں صرف ایک نوجوان خاتون کے قبول اسلام کی خوش خبری پہنچا چکا ہوں۔ اسکے ساتھ دو اور خوش خبریاں بھی تھیں۔ لیکن میں احتیاط کرتا ہوں۔ جب تک کوئی شخص باقاعدہ اعلان نہ کرے۔ اسوقت تک کسی کے متعلق صرف امید کے قوی ہو جانے پر خبر شایع کرنا مناسب نہیں ایک خاتون نے اسلام اختیار کرنیکا ارادہ ظاہر کیا۔ اور نمازیں بھی جملہ مسلمین کے ساتھ دو چار دفعہ ادا کیں۔ لیکن انہوں نے چونکہ باقاعدہ اعلان نہ کیا تھا۔ اس لئے اطلاع عرض کرنے میں متامل رہا۔ اب وہ علانیہ اسلام قبول کرتی ہیں اور بڑے اخلاص اور اشتیاق سے اخوت اسلامیہ میں داخل ہوئی ہیں۔ نہایت اعلیٰ اخلاق کی خاتون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حیثیت بھی عطا کی ہے۔ اور دل بھی غنی ہے۔ جوہر شرافت اور صداقت کی چمکار ان میں بہت صفائی سے نظر آتی ہے۔ مہمان نوازی اور خوش اخلاقی کے صفات ان میں پہلے ہی سے خوب طور پر موجود ہیں انکا اسلامی نام سکینہ رکھا گیا ہے۔ اسلام اور اسلامی نام ان کے لئے مبارک ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرما دے۔ آمین!

دوسری خوش خبری ایک جینٹلمین مسٹر اسٹیشن نامی کے متعلق تھی۔ لیکن اس کو پھر میں بعض التوا میں رکھتا ہوں۔ بوجہ اسکے کہ ابھی تک انہوں نے اعلان نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات و اکرام کی بہت امیدیں ہیں۔ فالحمد للہ رب العالمین

خاکسار صدر الدین امام مسجد ووکنگ انگلینڈ

بقلم بلال نور احمد۔

اخبار احمدیہ

۱۔ حضرت امیر الملت۔ حضرت خواجہ صاحب۔ ڈاکٹر صاحبان۔ جملہ پاک ممبران لاہور بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں ہمہ تن مصروف

۲۔ اخویم جلال احمد صاحب سب اوورسیر محکمہ ملٹری ورکس کا مپٹی چیٹ بہت عرصہ سے بیمار ہیں اور اب علاج کے لئے دہلی تشریف لائے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ جماعت سے دعائے صحت کے لئے درخواست کیجائے۔ احباب ان کے لئے بھی دعا فرمائیں۔

۳۔ اخویم مکرم بابو عبد الحق صاحب شملہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں بفضلہ تعالیٰ ترقی ہو رہی ہے۔ حال ہی میں جماعت محمودیہ کے ایک ممبر منشی عبد الرحیم صاحب ڈرافسمین ریلوے بورڈ گورنمنٹ آف انڈیا بیعت محمود سے تائب ہو کر جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اللھم زد فزد

۴۔ پٹیالہ میں حکیم مرہم عیسیٰ صاحب اور حافظ فضل احمد صاحب کے مواعظ کے متعلق کسی گذشتہ اشاعت میں مختصراً تذکرہ کیا گیا تھا اس کے بعد جناب مصطفیٰ خانصاحب کے ایک کارڈ سے جو کچھ مفصل حالات معلوم ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔

"یہاں کی کارروائی کی نسبت اخویم حکیم مرہم عیسیٰ صاحب ایک اشتہار رسالہ خدمت کر چکے ہیں اس اشتہار کے مطابق ہمارے مکان میں لیکچر ہوئے جنکا پبلک پر بڑا اچھا اثر پڑا ہے۔ وفات مسیح کی نسبت تو لوگ بول اٹھے ہیں کہ ہمارے پاس اس کا کچھ جواب نہیں۔ اور بعض سمجھدار لوگ یہ بھی سمجھ گئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی نسبت نبوت کا دعوے منسوب کرنا یہ محض اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ صاحبان اور ہماری کوشش کو بار ور کرے۔ حکیم صاحب اور حافظ صاحب کا میں مشکور ہوں کہ وہ یہاں تشریف لائے اور ان کے لیکچروں سے لوگوں کو فائدہ اٹھانیکا موقع ملا خدا تعالیٰ ان کی مساعی کا بہترین عوض دے۔ مبائعین میں سے ان کا سکرٹری کل آیا تھا مگر لاجواب ہو کر چلا گیا۔ غیر احمدی سمجھ گئے ہیں کہ حضرت صاحب کا دعویٰ کیا تھا اور مبائعین کیا پیش کر رہے ہیں۔"

ایسا ہی سامانہ میں بھی حکیم صاحب اور حافظ صاحب تشریف لے گئے۔ اور آپ کے وعظوں نے وہاں بھی نمایاں اثر کیا وہاں سے تین اشخاص جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ (۱) محمد صدیق صاحب خلف جناب عنایت حسین صاحب مرحوم رئیس سامانہ (۲) محمد اسلم صاحب سامانہ (۳) رحیم بخش صاحب زمیندار سامانہ۔ علاوہ ازیں

تازہ برقی پیغامات

جنگ کی خبریں اور شملہ

(شملہ ۲۴ اکتوبر) ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو سکرٹری آف سٹیٹ کی جانب سے ذیل کا برقی پیغام مورخہ ۲۳ اکتوبر موصول ہوا ہے ۔

خوالٹسی لکھتے ہیں کہ ہم نے توپ خانہ کی آتش باری سے غنیم کے حملے روک دئے ۔ لاہورہ کے مغرب میں علاقہ شمیسن میں جرمنوں کی نہایت ہی شدید گولہ باری جاری ہے ۔

روسی کہتے ہیں کہ ہم نے ٹار تو پول کے شمال میں شرقی گلیشیا کے محاذ پر غنیم کے مورچے چھینے ہیں اور ۱۴۸ افسر و سات ہزار سپاہی اسیر کئے ہیں ۔ روسیوں نے ریگا سے ۱۲ میل جنوب مغرب میں ایک حملہ پسپا کیا ۔ فریڈرک سٹیڈٹ جیکب سٹیڈٹ اور ڈوانسک کے علاقے میں کوئی تبدیلی وقوع پذیر نہیں ہوئی ۔ منقلب میں دریا شارا کے بالائی حصے پر اور دریائے سٹروما کے مغرب میں خفیف ترقی ہوئی ہے ۔

اتھینز کی سرکاری رپورٹ مظہر ہے کہ دیری خاچی سے لیکر بندرگاہ لاگوس تک ساحل بلغاریہ پر حلیفوں کے بیڑے نے گولہ باری شروع کر دی ہے ۔

آسٹریلیا کی سرکاری رپورٹ مظہر ہے ۔ کہ زمین منوراسا کی ہر دو اطراف میں پیشقدمی جاری ہے اور بلغاری دراینہ ۔ سوما نوو اور ردلس پر جو میدان واردار میں واقع ہیں قابض ہیں ۔

اطالویوں کی جارحانہ کارروائی جو ٹرنول ٹرنیفوا کے محاذ پر شروع ہوئی تھی اب وسعت پذیر ہو کر سمندر تک پھیل گئی ہے ۔ اسانزو کے تمام محاذ پر اطالویوں نے حملہ کر کے سطح مرتفع کارسو پر متعدد اہم مورچے چھین لئے ۔ اور کئی مقامات پر غنیم کی صفوں میں رخنے بھی ڈال دیئے ۔

ولایتی ڈاک :- انگلستان سے ولایتی ڈاک کا جہاز ہفتہ کی شام کو منگل بمبئی میں پہنچنے والا تھا ۔ لاہور میں ڈاک آج (۲۵ اکتوبر) کی شام کو تقسیم ہوگی ۔

ہندوستان کی برقی خبریں

سر سنکرن نیر کو ڈنر :- سر سنکرن نیر نے جواب میں کہا کہ آپ حضرات کو جو جنوبی ہند کی اسلامی سوسائٹی کے نمایندے ہیں ۔ ایک بڑی اہم خدمت سرانجام دینی ہے ہندوستان کی ترقی اس ملک کی تمام اقوام کے باہمی اتفاق پر منحصر ہے مسلمانوں کے عملی اتحاد اور اتفاق کے بغیر ہندوستان کی ترقی اور بالخصوص سیاسی ترقی ناممکن ہے مگر افسوس کہ مسلمانان ہند کو ابھی اس امر کا اچھی طرح احساس نہیں ہوا مجھے ہندوستان کے مختلف حصوں سے خطوط موصول ہوئے ہیں ۔ اور وہ ہندوستان کی تمام اقوام کی ترقی اور اتفاق کے متعلق نہایت خواہش کا اظہار کرتے ہیں آپ یقین رکھئے کہ اس مقصد سے مجھے کامل اتفاق اور ہمدردی ہے میں نہیں کہہ سکتا ۔ کہ اس عظیم مقصد کی بہرانجام دہی میں کیا امداد دے سکتا ہوں ۔ لیکن اگر میں اپنے عہدہ کی میعاد میں اس کے متعلق بہت قلیل خدمت سرانجام دے سکا تو آپ یقین رکھئے کہ اس کی وجہ یہ نہ ہوگی کہ میری طرف سے عملی کوشش میں کسی قسم کی کوتاہی عمل میں آئی ہے ۔ بلکہ اسکی وجہ ایسے حالات ہوں گے جو میرے اختیار سے بالکل باہر ہیں جسٹس عبدالرحیم نے اس امر کا ذکر کیا ہے ۔ کہ اختتام جنگ کے بعد ہندوستان کے سیاسی حالات نئی شکل بصورت اختیار کر لینگے اگرچہ یہ کہنا مشکل ہے ۔ کہ یہ قطعی شکل و صورت کسی نوعیت کی ہوگی ۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ مجھ سے جہانتک ہو سکا میں ہندوستان کی تمام متحدہ اقوام کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے کوشش کرنے میں دریغ نہ کروں گا ۔ چونکہ میرا کانگرس سے عملی تعلق رہا ہے ۔ اس لئے میں جانتا ہوں ۔ کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقہ کو کس چیز کی ضرورت ہے ۔ میں ان کی ضروریات کو ہز ایکسیلنسی وائسرائے اور اپنے رفقا کے ذہن نشین کرنے سے دریغ نہ کروں گا (چیرز) ممکن ہے کہ میں انہیں اپنے خیالات سے متفق نہ کر سکوں ۔ مگر اس میں مجھے مایوسی کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ۔ کیونکہ اس قسم کے حکام کے ساتھ تعلق قائم رہنے کی صورت میں یا تو مجھے انہیں قائل کرنیکا موقع ملیگا ۔ یا خود ان سے قائل ہو نگا ۔ یا باہمی رضامندی کی کوئی مناسب صورت پیدا ہو جائیگی

بیشمار تہنیتی پیغامات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان چٹھیوں کے لکھنے والے اصحاب نے میرے محکمہ تعلیم کا چارج لینے کے متعلق ایسی بلند توقعات قائم کر رکھی ہیں کہ انہیں مایوسی اٹھانے کے سوا چارہ نہیں ۔ کیونکہ ان توقعات کو پورا کرنا بالکل ناممکن ہے مگر میں وعدہ کرتا ہوں کہ مجھ سے جس قدر بن پڑیگا ۔ اس سے ہرگز دریغ نہ کروں گا ۔

شب گذشتہ کو آنریبل نواب سید محمد نے بھی سر سنکرن نیر کے اعزاز میں ڈنر پارٹی دی ۔

شناخت ملزمان کی کارروائی

(الہ آباد ۲۴ اکتوبر) پنڈت اندر نرائن دردیدی زمیندار ضلع الہ آباد کو محکمہ تفتیش جرائم کے افسر گذشتہ منگل کے روز بنارس لے گئے تھے ۔ اب معلوم ہوا ہے کہ اس سے محض چند اشخاص کو شناخت کرنے کے بارہ میں کہا گیا ۔ جن کی نسبت یہ خیال تھا ۔ کہ وہ اس سے چند ماہ ہوئے ۔ بنارس میں ملاقی ہوئے تھے مبدوہ کے روز اسے چند عکسی تصاویر دکھائی گئیں جمعرات کو حمل خانے کے اندر چند اشخاص بھی اس کے روبرو پیش کئے گئے ۔ لیکن وہ ان میں سے کسی شخص یا عکسی تصویر کو شناخت نہ کر سکا ۔ اس کے بعد اسے الہ آباد واپس جانے کی اجازت دی گئی ۔ جو اشخاص اس کو دکھائے گئے تھے ۔ ان میں بعض مقدمہ سازش بنارس کے متعلق حوالات میں بتائے جاتے ہیں ۔

مراجعت :- (بمبئی ۲۴ اکتوبر) جمعہ کی شام پی اینڈ او کمپنی کے ڈاک کے جہاز "بالوچ" سے بمبئی پہنچے ہیں ۔ ان میں میجر جنرل سر پرتاب سنگھ بھی تھے جو میدان جنگ سے واپس آئے ہیں سر پرتاب سنگھ محض اس لئے ہندوستان واپس آئے ہیں ۔ کیونکہ انہیں اپنے بھتیجے مہاراجہ جودھپور کی شادی میں شریک ہونا ہے تاج محل ہوٹل میں چند گھنٹوں کے قیام کے بعد کل رات وہ جودھپور روانہ ہو گئے ۔

اطلاع ضروری

بعض احباب اپنا چندہ اخبار پیغام صلح میں شائع نہ ہونے کی شکایت کرتے ہیں ۔ لہذا ایسے تمام احباب کی اطلاع کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ چندہ کی ہر ایک رقم اخبار میں شائع نہیں ہوتی اور نہ اخبار میں سردست اسقدر گنجائش ہے کہ ہر ایک رقم درج کیجاوے ۔ ہر ایک رقم کی رسید دفتر سے باقاعدہ جاری ہو جاتی ہے ۔ اخبار میں صرف وہ رقوم شائع ہوتی ہیں جن کے متعلق فرستندہ رقم کی طرف سے خاص ہدایت ہو کہ شائع کیجاویں یا کوئی اور خاص رقم جسکا شائع کرنا ضروری سمجھا جاوے ۔ پس جو احباب اپنا چندہ وغیرہ اخبار میں شائع کرانا چاہیں وہ براہ نوازش منی آرڈر کے کوپن میں تحریر فرمادیا کریں کہ رقم اخبار میں شائع کیجاوے آن کی ہدایت کے موافق انشاءاللہ تعمیل کی جائیگی ۔ والسلام

(خاکسار فقیر اللہ احمدی عفی عنہ اسسٹنٹ مینیجر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

مورخہ ۲۶ - اکتوبر ۱۹۱۵ء نمبر ۴۵

خطبہ عید الضحیٰ

اجتماع عید کس بات کا نشان ہے؟

حج اور اس میں وحدت اسلامی کا رنگ

مسئلہ کفر و اسلام پر ایک نظر

مسئلہ قربانی اور اس کی اصلی غرض و غایت

از حضرت امیر الملت جناب مولانا و مجدد و منا حضرت مولوی محمد علی صاحب (ایم اے - ایل ایل بی)

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقہم من بہیمۃ الانعام ...... الی ...... ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز (سورہ حج رکوع ۵)

یہ موقع ہمارے اجتماع کا ان دو خوشی کے موقعوں میں سے ایک ہے جن میں مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں درحقیقت یہ عید خود کیا چیز ہے اسکو ہم یوں نہیں سمجھ سکتے کہ اس وقت اپنے موجودہ اجتماع سے ایک نتیجہ نکال لیں۔ بلکہ جس نشان کے لئے یہ مقرر کی گئی ہے ہمیں اسکو دیکھنا چاہیئے۔ ہمارا یہاں جمع ہونا دراصل تتبع ہے ان کا جو بلاد امین کے عظیم الشان میدان میں جمع ہیں ہمارے ظاہری لباس اصل حقیقت تک پہنچنے سے ہمیں روکتے ہیں۔ اصل حقیقت جاننے کے لئے تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو اس میدان میں لیجاؤ جہاں سب کے سب ایک ہی حالت میں ہیں جہاں نہ امیر اپنے امیرانہ لباس سے نہ غریب اپنے پھٹے ہوئے کپڑوں سے شناخت کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ بادشاہ اور فقیر مرد اور عورت سب ایک ہی لباس میں ملبوس ہیں۔ اور تمام ظاہری امتیاز مٹا دیئے گئے ہیں۔ جہاں کئی لاکھ انسان ایک ہی رنگ میں موجود ہیں تو دنیا کے کسی مذہب کو تم ایسا نہ پاؤ گے جو ظاہری اختلافات کو اس حد تک مٹا دے تمام انسانوں کو یہ بتا نا کہ تم سب ایک ہی ہو ظاہری حالات پر نہ بھولو تمام انسان اللہ کے حضور درحقیقت ایک ہی مرتبہ رکھتے ہیں یہ صرف اسلام ہی کا خاصہ ہے۔ ان لوگوں کی حالت اللہ تعالیٰ کی توحید کو ظاہر کرنے والی ہے انھوں نے امت ایک وحدت پیدا کر لی ہے جو توحید الٰہی کا نشان ہے۔ خدا کی توحید کوئی ایسی شئے نہیں کہ جس کے ماننے سے خدا کا کچھ بڑھ جاتا ہے۔ بلکہ وہ تو تمھیں وحدت پیدا کرنے کا سبق دیتی ہے۔ انسانوں کے درمیان آپس میں قومی تفاوت مذہب کے تفاوت کیوجہ سے بغض و تنفر کی دیواریں حائل ہیں۔ اسلام کی توحید کے سب سے اعلےٰ ہونے پر اور کوئی دلیل نہ بھی ہو تو بھی یہی ایک بات کافی دلیل ہے کہ اسنے ان تمام بغض و تنفر کی دیواروں کو درمیان سے ہٹا دیا ہے۔ بغض و تنفر دو طرح کا ہوتا ہے ایک اپنی قومیت کے اندر اور دوسرا مذہب کے اختلاف کی وجہ سے اسلام نے ان دونوں قسم کے بغض و تنفر کو مٹا دیا ہے لوگ کہتے ہیں کہ اسلام نے حکم دیا ہے کہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم۔ لیکن دراصل یہ اس لئے نہیں کہ تم کافروں پر سختی کرو۔ بلکہ یہ تو درحقیقت اس بات کے بتانے کے لئے ہے کہ تمھیں مومنوں کے ساتھ کس قدر رحم سے پیش آنا چاہیئے۔ اشداء علی الکفار کہکر فرمایا کہ ان کی مذہبی کتب کو مانو ان کے انبیاء پر ایمان لاؤ۔ ان کے معبودوں کو بھی برا مت کہو

لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم پس یہ اشداء علی الکفار تو تمھیں یہ سکھانے کے لئے ہے کہ تمھارے آپس کے تعلقات اخوت کیسے پر از محبت ہونے چاہئیں۔ اور ایک دوسرے سے کسقدر زیادہ رحم سے برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اگر سختی کا مفہوم بھی اسقدر رحم ہے تو پھر رحم کا کیا مفہوم ہونا چاہیئے۔ عجیب بات یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے مختلف فرقے ایک دوسرے کے ساتھ رحم و محبت کا وہ برتاؤ نہیں کر سکتے جو اسلام خود ان کے ساتھ کرتا ہے۔ عیسائیوں کے اندر دیکھو کسقدر فرقے ہیں سب ایک دوسرے کو برا کہتے ہیں اور اپنے مذہب سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور ابدی جہنم کا وارث بتاتے ہیں۔ ہندوؤں میں کتنے فرقے ہیں سب ایک دوسرے کو نجات سے خارج قرار دیتے ہیں۔ لیکن اسلام کہتا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ تمھارے سوا کے دوسرے سب کے سب ابدی جہنم کے وارث ہیں بلکہ وہ بھی ایک وقت جہنم سے نکال دیئے جائینگے۔ وہ آپس میں کہتے ہیں قالت الیہود لیست النصاریٰ علی شئی وقالت النصاریٰ لیست الیہود علی شئی۔ یہود و نصاریٰ کو کہتے ہیں کہ ہم کسی شے پر نہیں ہو لیکن اسلام سکھاتا ہے کہ ان میں بھی کچھ نہ کچھ حق ہے۔ ہاں غلطیاں ساتھ مل گئی ہیں۔ تو یہ آیت اشداء علی الکفار رحماء بینہم یہ سکھانے کے لئے ہے کہ آپس میں کسقدر ہمدردی برتنی چاہیئے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے قرآن کریم کو کسقدر چھوڑا کہ یہ بھی پہلے لوگوں کے پیچھے لگ گئے۔ لتتبعن سنن الذین من قبلکم۔ یہ بھی انہی کی راہوں پر چلے اور آپس میں اشداء ہو گئے بھی بڑھکر ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے یہانتک کہ اگر بس چلے تو سب سے پہلے اپنے ہی بھائیوں اپنے سب سے زیادہ قریب والے اپنے ساتھ سب سے بڑھکر تعلق رکھنے والوں کو بھی ہلاک کر دیں۔

میرا مطلب یہ تھا کہ اس وحدت کو دیکھو جو اس موقعہ پر سکھلائی گئی۔ کیا دنیا کا کوئی مذہب ایسی حد تک مساوات سکھاتا ہے۔ بیشک نماز میں بھی ایک حد تک مساوات کا سبق دیا جاتا ہے لیکن وہ حج جو ہے یہ درحقیقت انسانی ترقی کا سب سے آخری زینہ ہے۔ نماز ابھی نیچے کی سب سے پہلی سیڑھی ہے۔ اس لئے اسکے بعد آگے بڑھنے کی تعلیم دی ہے اور سکھایا ہے کہ یہاں تمھیں پہنچنا چاہیئے کہ تمھاری ظاہری حالتیں بھی سب یکساں ہو جائیں تا وہ تمھاری حقیقی مساوات پر شاہد ہوں۔ اور تمام ظاہری تفاوت مٹ کر سب ایک ہی وحدت کا رنگ پیدا کریں تو یہ توحید کا سب سے اعلیٰ سبق ہے جو اسلام نے دیا۔ اس سے اس باہمی تکفیر کو مٹانا چاہا ہے جو مذاہب کے فرقوں میں ایک دوسرے کے خلاف رائج ہے۔ جونکہ نبی کریم صلعم نے فرمایا تھا کہ لا تکفروا اھل قبلتکم۔ تم اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرو۔ جس میں اہل قبلہ کیوں کہنا اس

سے پہلے تو قبلہ تو اس اسلامی مساوات کو بتاتا ہے جسمیں سب ایک ہی حالت اور ایک رنگ میں دکھائی دیتے ہیں۔ امیر سے لیکر غریب تک سب ایک ہی حیثیت میں ہوتے ہیں تو فرمایا کہ جب تم یہانتک ایک ہو جاتے ہو تو پھر ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا اور کفر کے فتوے دینے اس مساوات اور وحدت کے منافی ہے اب اس حکم کی خلاف ورزی کرنیوالے کے لئے کوئی سزا بھی ہونی چاہئے تھی کیونکہ کسی قانون پر عملدرآمد ہونا مشکل ہے جب تک اس کی خلاف ورزی کرنے والے کے لئے کوئی سزا نہو تو فرمایا کہ جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے وہ کفر اسپر الٹ کر پڑیگا۔ تو گویا ایکطرف یہ حکم ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرو اور دوسریطرف اسکی خلاف ورزی کرنے والے کے لئے یہ سزا ہے کہ جو اہل قبلہ کو کافر کہے گا وہ کفر اسپر الٹ کر پڑے گا۔ پھر کیا ہوگا؟ اگر کفر الٹ کر پڑیگا۔ تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ کیا خدا تعالے انہیں ابدی جہنم میں ڈالدیگا؟ میں تو یہ فتوے دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ کہ وہ ابدی جہنم میں ڈالے جائینگے۔ ہاں اس سزا کا مطلب یہ ہے کہ انہیں سلسلہ اخوت اسلامی سے خارج سمجھا جائے تم اسے اپنی برادری سے خارج کرو۔ برادری سے مراد وہ برادری نہیں جسمیں ہم چند ایک آدمی مل بیٹھتے ہوں۔ بلکہ اس سے وہ برادری مراد ہے جو دنیا کے تمام ممالک پر حاوی ہے۔ تو درحقیقت کفر کا فتویٰ دینے والے پر کفر کے لوٹ آنے میں یہ تعلیم دی تھی کہ تم ان کفر بازوں کو بائیکاٹ کردو۔ کیونکہ یہ تفریق جو انہوں نے اپنے فتاویٰ کفر سے ڈالی ہے یہ اسلام کے ایک بڑے بھاری نشان وحدت کو مٹانے والی ہے۔ اسلام کا یہ نشان ہے کہ اس کے اصول ہمیشہ ایک ہی رہینگے۔ .... اور ایک ہی ہیں کوئی اصولی اختلاف مسلمانوں کا آپس میں نہیں لیکن یہ لوگ اس نشان کو مٹانے والے ہیں۔ دیکھو ایک منصف مزاج انسان کے لئے یہ صاف راستہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کے دعوے کے نہ ماننے کی وجہ سے کوئی شخص کافر ہو جاتا ہے تو چاہئے تھا کہ وہ پہلے ہی دن جب آپ نے دعویٰ کیا تھا کافر سمجھے جاتے۔ ہمیشہ جس وقت کسی نبی نے دعوے کیا ہے اس وقت سے اس کے نہ ماننے والے کافر ٹھہرائے گئے ہیں جس دن محمد رسول اللہ صلعم نے نبی ہونیکا دعوے کیا اسی دن منکر آپ کے منکر کافر قرار پائے۔ یہ نہیں کہ چند عرصہ بعد اب حضرت صاحب کے معاملے میں بھی دیکھ لو۔ آپ نے ایک مدت تک اس بات کو قائم رکھا۔ کہ جو لوگ خود ان کے مکفر بھی تھے انہیں بھی مسلمان ہی سمجھتے رہے۔ چہ جائیکہ تمام مسلمانوں کو کافر ٹھیرا لیتے۔ اور یہ خیال کرتے رہے۔ کہ میرے دعوے کو نہ جاننے کی وجہ سے ان لوگوں کو ٹھوکر لگ گئی ہے۔ اور انہوں نے یہ سمجھا ہے۔ کہ گویا میں نے کوئی نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ اس لئے وہ ایک مدت تک اپنے آپ کو ایک مسلمان کی حیثیت میں پیش کرتے رہے۔ اور اپنے عقائد تمام مسلمانوں والے ہی بتاتے رہے۔ کیونکہ انکا خیال تھا کہ ابھی ان لوگوں کو میرے اصل دعوے کی سمجھ نہیں آئی۔ اس لئے جب میں ان کو پورے طور پر بتادونگا۔ تو پھر کیوں یہ لوگ مجھے کافر کہینگے اسی خیال سے آپ انہیں مسلمان ہی سمجھتے رہے۔ یہانتک کہ ایک شخص مباہلہ کی درخواست کرتا ہے اور وہ مکفر ہے۔ دو سال کفر کا فتوے دئے ہوئے ہو چکے ہیں۔ اور آپ اسے فرماتے ہیں۔ کہ میں تو تجھے مسلمان سمجھتا ہوں۔ اس لئے تمہارے حق میں بد دعا کرنی جائز نہیں سمجھتا۔ تم اگر مجھے کافر جانتے ہو تو بد دعا کرو۔ اب کہا جاتا ہے کہ دقت یہ ہے کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا۔ لیکن یہ بھی تو ہے۔ کہ جنازہ پڑھنے سے نہیں روکا۔ اور فرمایا کہ جو مکفر اور مکذب نہیں ان کا جنازہ اپنے امام کے پیچھے پڑھ لو۔ تو اب جو شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کا تو جنازہ ناجائز ہے۔ اب ایک شخص جو عقل رکھتا ہے۔ وہ اس بات پر غور کرسکتا ہے کہ یہ اختلاف کیوں ہے۔ ایکطرف غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا۔ اور دوسری طرف ان کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ تو اگر وہ آپ کے دعوے کے انکار کی وجہ سے کافر ہو جاتے تو جنازہ بھی کیوں حرام نہ ہوتا۔ پس نماز ان کے پیچھے پڑھنے سے کیوں روکا۔ اس کا پتہ اس شرط سے لگتا ہے جس کے ماتحت انکے پیچھے نماز پڑھ لینے کو درست قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کافر نہ کہے بلکہ کافر کہنے والوں کو کافر کہے۔ تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا حکم ان کے کفر کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ کسی اور سبب سے ہے۔ قرآن کریم میں حکم ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑتے ہیں۔ تو باقی مسلمانوں کا فرض ہے کہ جو ناحق پر ہے۔ اس کی مخالفت کریں۔ اور حق والے کی حمایت کریں پس وہ لوگ جو خاموش ہیں۔ اور کافر کہنے والوں کو غلطی پر جانتے ہیں۔ انہیں چاہئے تھا کہ وہ کچھ جرأت ایمانی سے کام لیتے اور جنہوں نے کفر کا فتوے دیا تھا انکو روکتے لیکن انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کو چھوڑا جس میں آپ نے مکفر پر کفر کے لوٹ آنیکی سزا تجویز فرمائی تھی۔ اور اس طرح پر مسلمانوں کو مکفرین کے بائیکاٹ کرنے کا حکم دیا تھا۔ پس حضرت صاحب نے فرمایا کہ ان لوگوں نے رسول کریم صلعم کی تجویز کردہ سزا کو عملی طور پر چھوڑ دیا ہے اسلئے تم ہی ایک حد تک ان سے قطع تعلق کرلو۔ اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ ہاں جب یہ اس سزا کو مکفرین پر وارد کریں تو پھر بیشک ان کے پیچھے نماز پڑھ لو یعنی اگر اعلان کردیں۔ کہ ہم احمدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور جو ان کو کافر کہے بموجب حدیث اسے کافر سمجھتے ہیں۔ تو پھر قطع تعلق نہیں چاہئے۔ پھر ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہو۔ رہا جنازہ سو چونکہ جب ایک شخص فوت ہو چکا تو اسپر کوئی ذمہ داری نہیں رہی۔ اس لئے اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے۔ اس کفر بازی نے حضرت مسیح موعود کو جو جو دکھ پہنچائے ان کے جاننے کے لئے آپ کی پہلی تحریرات کو پڑھو کس درد کے ساتھ آپ انہیں اس کفر بازی سے روکتے رہے۔ اور بار بار یہ کہتے رہے۔ کہ تم میں تو یہ مشہور بات ہے۔ کہ ننانوے وجوہ کفر کی ہوں۔ اور ایک وجہ اسلام کی اسے کافر مت کہو۔ میں تو سب کچھ وہی مانتا اور اسی پر عمل کرتا ہوں جس کا اسلام میں حکم ہے۔ مگر افسوس کہ آج ہم میں ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے جو اس شخص کی طرف جو کفر بازی کو دنیا سے مٹانے آیا تھا۔ یہ عقیدہ منسوب کرتا ہے کہ اس نے خود ایک عظیم الشان تکفیر مسلمین کی بنیاد رکھی۔ آج ان لوگوں کو جنہوں نے مسیح موعود کو دیکھا۔ اور سنا تک نہیں۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوسکتا ہے۔ میرا تو دل پاش پاش ہو جاتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ اس بے دردی سے تمام مسلمانوں کو خارج از اسلام ٹھہرایا جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ اتفاق ہو۔ اتحاد ہو۔ لیکن اتفاق اور اتحاد کیسے ہو۔ جب اسلام کے حقیقی اور اصلی اتحاد کی بیخ پر ہی تیر چلایا جاتا ہے اور اسلام کے اس امتیاز کو مٹایا جاتا ہے جو اسے تمام دنیا کے مذاہب سے ممتاز کرتا تھا۔

تو درحقیقت آج کا دن اس وحدت کا سبق پڑھانے کے لئے ہے۔ جو کہ اس طرح سے مسلمانوں کو کافر قرار دیکر مٹائی جارہی ہے پھر لوگوں نے عید کو ایک خوشی کا دن سمجھ رکھا ہے۔ کچھ شاندار۔ اور بہتر کدار لباس پہنکر آئے۔ اور نماز پڑھکے چلے گئے۔ پھر عیش و نشاط کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ حالانکہ حدیثوں میں حکم ہے کہ اس دن مرد بھی باہر نکلیں۔ اور عورتیں بھی۔ اور سب ملکر دعائیں کریں۔ اصل میں یہ اجتماع تو اس غرض کے لئے ہے۔ کہ تمام مسلمان دعا کریں۔ اس عظیم الشان دعا کے ساتھ جو منا کے میدان آج کے دن ہوتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے عورتوں کو اس نعمت سے بالکل محروم کر دیا ہے۔ وہ بیچاری تو گھروں میں یہ بھی نہیں جانتیں کہ اس عید کی کیا غرض ہے۔

میں نے بیان کیا ہے کہ جو اس وقت پڑھا تھا یہ حج اور قربانی کے متعلق ہے۔ فرمایا۔ **لکل امة جعلنا منسکا** ہر ایک قوم کے لئے ہم نے عبادت کی ایک طرز رکھی تھی۔

یا قربانی کا اصول مقرر کر دیا۔ دونوں باتیں درست ہیں۔

لیذکروا اللہ علی ما رزقہم من بہیمۃ الانعام

اس لئے کہ وہ اللہ کا نام یاد کریں۔ اس چیز پر جو ان کو دی گئی ہے چارپایوں میں سے **فالٰھکم الٰہ واحد فلہ اسلموا وبشر المخبتین** پس تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اسی کے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اور عاجزی کرنیوالوں کو خوشخبری دے۔ قرآن کریم سے بڑھکر کوئی کتاب مدلل اور نتیجہ خیز نہیں۔ قربانی کیوں مقرر کی اس لئے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے۔ اسی کے فرمانبردار ہو جاؤ۔ جاؤ قربانی کے تمام فلسفہ کو جہاں مار دو اور اس پر خوب غور کر کے دیکھو۔ اس کا یہی مقصد و مدعا سمجھ آئیگا۔ کہ جس طرح سے تم ایک جانور کی گردن پر اللہ اکبر کہکر چھری چلا دیتے ہو۔ اور اسکو اللہ کے نام پر قربان کر دیتے ہو۔ ویسے ہی تم خود بھی خدا کو ایک جان کر اسکی فرمانبرداری کر لو۔ اور اسکی رضا کے لئے اپنی خواہشات پر چھری چلا دو۔ تو فرمایا لیذکروا اسم اللہ۔ جب تم چارپائے کو ذبح کرنے لگو۔ تو اس پر اللہ کا نام یاد کر لیا کرو۔ یعنے جس طرح سے تم اس وقت اللہ اکبر کہکر اللہ کی کبریائی کے آگے اسے گرا دیتے اور ذبح کر دیتے ہو۔ ویسے ہی تمہارے بھی ہر ایک فعل سے اللہ کی کبریائی ظاہر ہو۔ وہی تمہارے رگ و ریشہ میں بس جائے۔ نماز میں بھی اللہ اکبر کہتے ہیں۔ جھکنے کے وقت اللہ اکبر کہا جاتا ہے۔ یعنے اللہ کی کبریائی کے آگے جھک جاتا ہے۔ سجدہ میں گرنے کے وقت اللہ اکبر کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالے کی کبریائی کے آگے انسان گر جاتا ہے۔ مگر اسی گری ہوئی حالت سے اٹھنے کے لئے بھی اللہ اکبر کہا جاتا ہے۔ کہ دوبارہ بھی اسی کی کبریائی۔ اور طاقت سے ہی اٹھتا ہے۔ اس لئے سکھایا۔ **فالٰھکم الٰہ واحد** جس طرح تم ان پر چھری پھیرتے ہو۔ اسی طرح اپنی خواہشات اور جذبات پر بھی چھری پھیر لو۔ **الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم** فرمانبردار وہ ہوتے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے۔ تو ان کے دل لرز جاتے ہیں۔ یہ جانور بھی ہمارے جیسے ہی اللہ کی مخلوق ہیں۔ جیسا تم نے اللہ کے نام پر ان کی گردنوں پر چھری رکھدی۔ اور انکو مسخر کر کے اپنا فرمانبردار بنا لیا ہے۔ ویسے ہی ہمیں خود بھی اللہ کا فرمانبردار اور مسخر ہونا چاہیئے۔ **والصابرین علی ما اصابہم** وہ لوگ مصائب پر صبر کرتے ہیں جو انکو پہنچتی ہیں۔ اس کا یہاں کیا تعلق ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جن کے دل اللہ کے ذکر سے لرز جاتے ہیں۔ وہ پھر اللہ کے کلمہ کے اعلا کے لئے نکل پڑتے ہیں۔ اور اللہ کا ذکر لوگوں کو سناتے رہتے ہیں۔ اس حالت میں انکو دکھ اور تکالیف بھی پیش آتی ہیں جیسے وہ ہمیشہ کام ... قربانی کا فلسفہ بیان فرماتے ہوئے ساتھ ہی اعلائے کلمۃ اللہ کا بھی ذکر کر دیا۔ اور بتایا کہ اس سے یہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے کہ اللہ کے کلمہ کے لئے نکل کھڑا ہو **والمقیمی الصلوٰۃ ومما رزقنٰہم ینفقون**

ایک طرف حقوق اللہ کو ادا کرنیوالے اور دوسری طرف حقوق العباد کو پورا کرنے والے۔ جس طرح سے اللہ کے نام پر اس جانور کی گردن پر چھری رکھدی تھی۔ اسی طرح اپنی تمام خواہشات جذبات پر چھری پھیر کر اس کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اور اپنے مال میں سے کاٹ کر دوسروں کو کھلاتے ہیں۔ اس میں بتایا کہ جو شخص اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جائے۔ اور اسلام کا پیغام دوسروں کے پاس پہنچائے۔ اسے خود بھی نمونہ قائم کرنا چاہیئے اسے چاہیئے کہ حقوق اللہ حقوق العباد کو پورے طور پر ادا کرے اور دوسروں کے لئے ایک نمونہ ہو۔

اقامۃ الصلوٰۃ کے متعلق میں بارہا بتا چکا ہوں کہ یہ ضروری ہے کہ نماز باجماعت ادا کرو۔ جیسا کہ اللہ اکبر کے کہنے سے اللہ تعالے کا کچھ بڑھ نہیں جاتا۔ ویسے ہی جماعت نماز سے اس کا کچھ نہیں بڑھتا۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ یہ ایک اور شق ساتھ لگا دی۔ اصل بات یہ ہے کہ تمہارے میل جول سے ایک وحدت پیدا ہوتی ہے۔ لغت میں تو صلوٰۃ کے معنے صرف دعا کے ہیں۔ مگر خالی دعا کر لینے سے نماز ادا نہیں ہو جاتی اس لئے محمد رسول اللہ صلعم نے پانچ وقت باجماعت نماز ادا کر کے ہمیں صلوٰۃ کے معنے بتلائے۔ تو جب ایسا عظیم الشان انسان جسکو تمام کاروبار اور انتظامات سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس بات کے لئے وقت نکال سکتا ہے۔ کہ نماز باجماعت ادا کرے۔ تو کیا محمد رسول اللہ صلعم سے بھی بڑھکر کسی کی مصروفیت ہو سکتی ہے۔ کہ جو اسے باجماعت نماز سے مانع ہو۔ اس لئے باجماعت نماز کے لئے پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ جہاں تک ہو سکے اور موقع ملسکے۔ نماز کے باجماعت ادا کرنے کے لئے ضرور وقت نکالنا چاہیئے۔ اگر تم اپنے دل کے اندر یہ وعدہ کر لو۔ کہ ضرور ہی باجماعت نماز ادا کرنی ہے۔ تو لازماً تم وقت پر پہنچ سکتے ہو۔

ایسا ہی اللہ کی راہ میں خرچ کرنیکے لئے جب کہا جائے تو میں دیکھتا ہوں کہ عام طور پر کمزوری پائی جاتی ہے۔ کہدیتے ہیں کہ کہاں سے دیں۔ گذارہ نہیں چلتا۔ انسان اپنے لئے بیوی بچوں کے لئے تو بہت خرچ کرتا ہے اور ایسے اخراجات کے وقت اسے کوئی عذر نہیں ہوتا لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جب اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہو۔ عید کے خطبہ کی پہلے ایک یہ غرض بھی ہوا کرتی تھی کہ لوگوں کو نصیحت کیجائے۔ کہ اسلام کی راہ میں خرچ کرو۔ رسول اللہ صلعم کا یہ دستور تھا۔ کہ ہمیشہ خطبہ عید میں اسلام کیلئے خرچ کرنے کی تحریک فرماتے تھے۔ حتی کہ عورتوں کو علیحدہ بھی انفاق فی سبیل اللہ کی تحریک کرتے تھے۔ اور وہ بھی اپنی بالیاں وغیرہ انکی جھولی میں پھینکتی تھیں۔ مگر اب مسلمانوں کی عورتیں گھروں کی چار دیواری کے اندر ہیں یہاں تک کہ ان کا یہاں آنا بھی ان کی پردہ داری کے منافی سمجھا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کا احیاء کرنا ضروری ہے اور عورتوں کو عید کے دن دعاؤں میں شامل کرنا چاہیئے۔

والبدن جعلنٰہا لکم من شعائر اللہ

یہ جو تم اونٹ وغیرہ مکہ کو لے جاتے ہو ہم نے انکو ایک نشان بنا دیا ہے۔ وہ کیا نشان ہے۔ ایک نشان حضرت صالح کی اونٹنی بھی تھی۔ لوگوں نے اس کے متعلق عجیب عجیب قصے بنا لئے کسی نے کہا۔ وہ پتھروں میں پیدا ہوئی تھی۔ اور سارے شہر کا پانی ایک دن میں پی جاتی تھی۔ وہ اتنی بڑی تھی۔ یہ سب قصے اس لئے بنائے گئے کہ اسے آیۃ اللہ کہا گیا تھا۔ لیکن دیکھو ان تمام اونٹوں کو جنہیں مسلمان خانہ کعبہ میں ذبح کرنے کے لئے لے جاتے ہیں۔ انہیں بھی شعائر اللہ یا اللہ کے نشان ہی کہا ہے یوں بھی نشان ہے۔ کہ وہ تمہارے اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لئے بطور ایک نشان کے ہیں۔ اور یوں بھی کہ جو کوئی اسے چھیڑیگا۔ وہ ضرور ہلاک ہوگا۔ گویا اس میں خانہ کعبہ کی حرمت اور حج کے تاقیامت قائم رہنے کی پیشگوئی ہے **لکم فیہا خیر۔ فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف۔ فاذا وجبت جنوبہا فکلوا منہا واطعموا القانع والمعتر**۔ پھر جب قربانی کرو تو آپ بھی اس میں سے کھاؤ۔ لیکن صرف اپنا ہی پیٹ نہ بھرو بلکہ فقیروں۔ غریبوں کو بھی کھلاؤ **کذالک سخرنٰہا لکم لعلکم تشکرون**۔ اسی طرح ہم نے اسے تمہارے لئے مسخر کیا تاکہ تم شکر کرو۔

لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا

ولکن ینالہ التقوٰی منکم۔ اس ایک فقرہ نے قربانی کے اس مفہوم کو ہی بدل دیا ہے جو عام طور پر پہلی قوموں میں سمجھا جاتا تھا۔ پہلے قربانی کو کسی گناہ کے لئے بطور کفارہ خیال کیا جاتا تھا۔ اور کسی مصیبت کے پیش آنے پر اپنے گناہوں کی تلافی میں قربانی کر دی جاتی تھی۔ لیکن یہاں فرمایا۔ **لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا**۔ اللہ تعالے کو تمہاری قربانیوں کا لہو اور گوشت نہیں پہنچتا **ولکن ینالہ التقوٰی منکم**۔ ہاں اگر متقی دل لیکر آؤ۔ تو یہ اللہ کو پہنچیگی۔ یہ نہیں کہ خود گناہ کئے جاؤ۔ اور کفارہ میں قربانی دیدو۔ بلکہ اپنے دلوں کو پاک و صاف کرو۔ اور متقی بنجاؤ اور اپنی فرمانبرداری کے نشان کے طور پر قربانی دو۔

کذالک سخرہا لکم لتکبروا اللہ علی ما ہدٰکم۔ اسی طرح اسے تمہارے لئے مسخر کیا تاکہ تم اس پر تکبیر بیان کرو۔ یہ بھی حکم ہے کہ یوم العرفات سے لیکر عید کے دن اور ایام تشریق میں **اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد**

دُہرائے - اور دل کے ساتھ اللہ کی کبریائی بیان کرے - درحقیقت جب تک زبان اور دل دونو متفق نہ ہوں - وہ تکبیر نہیں ہوتی - اِنَّ اللّٰہ یدافع عن الذین امنوا ان اللہ لا یحب کل خوان کفور - اللہ تعالےٰ مدافعت کرتا مومنوں کی - اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا - ہر ایک خائن انکار کرنیوالے کو - اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا ان اللہ علی نصرھم لقدیر

اب یہاں سے بظاہر ایک اور ذکر چل پڑا ہے - لوگ اسی لئے کہتے ہیں کہ قرآن کے مضمون میں ربط نہیں - واقعی بظاہر اسکا کوئی تعلق نظر نہیں آتا - لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اس میں بھی وہی قربانی کا ہی مضمون ہے فرمایا جانوروں کی قربانیاں تم کر چکے - اب اپنی گردنوں کو بھی آگے کرو - کہ تم بھی ذبح ہو جاؤ مسلمانوں کو ایک مصیبت پیش آئی تھی دشمنان دین نے ان پر حملے کر کے اسلام کو نابود کرنا چاہا اور وہ دین کی راہ میں روکیں ڈالتے تھے اس لئے ان مسائل کو بیان فرما کر بتایا کہ ہم نے یہ مسائل تم کو سنائے - اس لئے نہیں - کہ تم جانوروں کی گردنوں پر چھریاں پھیر دو - بلکہ اس لئے کہ اپنی گردنوں کو آگے رکھو - صحابہؓ نے اپنی گردنوں پر چھریاں پھیر وا کر اسلام کے پودا کو اپنے خون سے نشوونما دی - خوب یاد رکھو - اگر صحابہؓ کی گردنوں پر چھریاں نہ پھرتیں - تو اسلام کا نام و نشان دنیا میں نہ ہوتا - ان کا اپنی گردنوں پر چھریاں پھروانا کوئی اپنے لئے نہیں - بلکہ اسلام کے لئے تھا - یہی بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں دعا کرتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی تھی - اللھم ان اھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابدا - اے اللہ اگر تو اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیگا - تو پھر روئے زمین پر کبھی کوئی تیری عبادت نہ کریگا اب بھی اسلام کے لئے قربانی کی ضرورت ہے - اسوقت بھی اسلام ایک مظلومیت کی حالت میں ہے - مگر تم اپنے گھروں میں ناآشنا ہو اس وقت بھی اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں - وہ حملے اس رنگ کے نہیں - کہ جنکے دفعیہ کے لئے تمہیں صحابہؓ کی طرح جانیں قربان کرنی پڑیں - اسوقت تمہارے مالوں کی ضرورت ہے - ہاں جان کی قربانی اسوقت یہ ہے - کہ تم اسلام کی خدمت کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دو - اور اس کی راہ میں اپنا وقت اور مال صرف کرو -

الغرض قربانی کی آخری اور انتہائی غرض یہ بتائی ہے - کہ ہم اپنے آپ کو قربان کریں اب میں خطبہ کو ختم کرتا ہوں - آؤ ہم سب ملکر دعا کریں - کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کے دلوں کے اندر درد پیدا کر دے اور ہماری جماعت کے اندر بالخصوص یہ درد پیدا ہو کہ وہ اسلام کی خدمت کرنے کے لئے اپنے آپکو وقف کر دیں - اسوقت تمہارے ذمہ ایک کام آن پڑا ہے - تم نے اسلام کی خدمت کی ذمہ واری لی ہے - دوسرے لوگ کسیقدر عذر بھی کر سکتے ہیں - گو وہ عذر قابل سماعت نہیں - لیکن تمہارے پاس کوئی عذر نہیں - پس اسلام کے لئے کمریں باندھ لو - میں نے نماز میں بھی بہت دعائیں کی ہیں اب پھر ملکر دعائیں کرتے ہیں - (اس کے بعد بہت لمبی دعا فرمائی - اللہ تعالےٰ اسے قبول فرمائے - آمین !) (ایڈیٹر)

بقیہ رُوئداد جلسہ سیالکوٹ

گزشتہ ۲۰ اکتوبر کی اشاعت میں اس رُوئداد کا ایک حصہ درج کیا گیا تھا جسے اب ذیل میں پورا کیا جاتا ہے اسی طرح کسی آئندہ اشاعت میں حضرت امیر کا بقیہ لیکچر بھی ختم کر دیا جائیگا -

قرآن کریم کے سوائے کسی دوسرے مذہب کی کتاب اپنے پیروؤں کو اپنے سے باہر تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں دیتی - حضرت عیسیٰ نے غیر قوموں میں تبلیغ کرنے کو گویا سوروں کے آگے موتی اور کتوں کے آگے بچوں کی روٹی پھینکنا کہا ہے - لیکن باوجود اس کے عیسائی کس زور سے پیمانہ پر تبلیغ کرتے ہیں - ایسا ہی منو میں لکھا ہے کہ اگر کوئی برہمن وید پڑھتا ہو اور کوئی شودر ادھر سے گذرے اور وہ کوئی ویدک شرتی سن پائے تو وہ بہت بڑا گنہگار ہے - کیونکہ اس کے کان اس قابل نہ تھے کہ وہ ویدک شرتیوں کو سُنتے اس لئے اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالنا چاہئے - لیکن باوجود اس حد بندی کے آج آریہ لوگ شدھی پر زور دیتے ہیں - اور مسلمان جنہیں خیر امت کہا گیا ہے اور وہ بھی اس لئے کہ اخرجت للناس تمام جہان کے لئے پیدا کیگئی اس سے غافل ہیں - اس لئے آج آریہ مسلمان اور کم ہندو - اس بات پر آپ نے نہایت وضاحت کے ساتھ موثر پیرایہ میں بیان فرماتے ہوئے اپنا اور حضرت مولوی صدر الدین صاحب کا ولایت تشریف لیجانا اور یہ کامیابی حاصل کرنا انگریزی زبان سے آشنا ہونیکا ایک حد تک باعث ظاہر کرتے ہوئے انگریزی کی تحصیل کیطرف مسلمانوں کو توجہ دلائی اور اسلامیہ سکولوں کی ناتمام عمارت کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کی اس غفلت کا نتیجہ آریہ معاصرین سے مقابلہ کیا - اور اس کی تکمیل کی تحریک کی - اسی کے ضمن میں آپ نے یورپ کے مذاہب کا بھی بالتفصیل تذکرہ کیا - اور انھیں اسلام کے قریب قریب ثابت کرتے ہوئے اپنے دلچسپ تجارب بیان کئے - یہ لیکچر ۴ بجے سے شروع ہو کر نماز مغرب تک اور پھر ۸½ بجے شام سے لیکر رات کے گیارہ بجے تک رہا اور آخر میں حضرت خواجہ صاحب نے احمدی و غیر احمدی کے سوال پر بھی روشنی ڈالی اور تمام حاضرین کو خوب کھول کھول کر ثابت کیا - کہ حدیث شریف میں امام وقت کے نہ پہچاننے والے کے لئے موت جاہلیت کا فتویٰ ہے - اور قرآن کریم میں اسے فاسق کہا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ تم نے رسول اللہ صلعم پر ایمان لا کر گویا آپ کے ساتھ یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم آپ کی تمام باتیں مانینگے اور آپ کے احکام پر چلینگے - اب ان احکام میں سے ایک اس مجدد وقت کو قبول کرنا بھی ہے - پس جو شخص آپ کے اس حکم پر عامل نہیں اسے عہد شکنی کی اوبدانی لحاظ سے وہ فاسق ہے -

حضرت خواجہ صاحب کے اس لیکچر کے بعد جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا - اللہ تعالیٰ اسے بابرکت کرے اور تمام حضار مجلس کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے -

آخر میں مجھے جماعت سیالکوٹ کے ان چند مستعد اصحاب کا بھی تذکرہ کرنا ہے جن کی کوششوں اور مستعدی سے یہ جلسہ منعقد ہوا اور اس قدر کامیابی نصیب ہوئی - سب سے پہلے مکرمی و معظمی جناب شیخ مولا بخش صاحب بوٹ مرچنٹ کا پاک اور مبارک وجود - بلحاظ اس مستعدی اور دوڑ دھوپ کے - نیز بلحاظ ایک واقفکار و ہوشیار شخص ہونے کے تمام جماعت سیالکوٹ کے لئے قابل رشک ہے - جلسہ کے انتظام اور امن کے انتظامات نیز مہمانوں کی خاطر مدارات میں آپ ہی کا سارا انتظام تھا - اور آپ بہت بشاشت سے کاموں میں کمی پوری مستعدی کے ساتھ حصہ لیتے تھے - ایسا ہی اخویم مکرم جناب بابو محمد اکبر صاحب - ماسٹر اللہ دین صاحب ماسٹر علی احمد صاحب اور مستری محمد الدین صاحب اور دوسرے چند احباب بھی جن کے نام مجھے یاد نہیں بڑی جوانمردی کے ساتھ شیخ صاحب کا ہاتھ بٹانے میں مصروف رہے - شیخ مولا بخش صاحب کے صاحبزادہ اخویم شیخ محمد عبد اللہ صاحب کا ذکر نہ کرنا گویا اس تذکرہ کو غیر مکمل چھوڑ دینا ہے یہ نوجوان نہایت مستعدی کے ساتھ انتظامات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰ من حی عن بینۃ

پیغام صلح نمبر ۲۷ جلد ۳ میں مولوی محمد علی صاحب سلمہ اللہ نے حجت کو کمال اور انتہا تک پہنچا دیا ہے اور فی الحقیقت عقلاء اور صاحبان بصیرۃ کے نزدیک میاں محمود صاحب دلیل کی رو سے قتل ہو چکے ہیں ان حرکات مذبوحی سے انکو کوئی زندہ خیال نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس قسم کی جسقدر حرکات انسے سرزد ہونگی وہ ان کی اخلاقی موت اور سکرات پر شاہد ہونگی۔ مولانا صاحب نے کیا خوب کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں الہام اور وحی کو تین اقسام پر منقسم فرمایا ہے اور اپنے الہامات کو قسم سویم میں شمار کیا ہے۔ اب میاں محمود صاحب کے الہام کس قسم میں داخل ہونگے۔ اگر پہلی قسم میں وہ اپنے الہامات کو شمار کرتے ہیں تو کوئی تخصیص اور تمیز قائم نہیں رہتی وہ تو بھنگی چرسیوں اور بازاری کسبیوں وغیرہ سب کو دنیا کس کو دیتے ہیں۔ اگر قسم دوم میں ان کا شمار ہے تو بیشک ان کے لئے محل فتنہ اور ابتلاء ہے۔ اور اگر میاں محمود میں ذرا بھی عقل اور تمیز ہو۔ خدا اور اس کی رضامندی ان کے مطمح نظر ہو۔ طمع ولالچ دنیا شح نفس نہو تو فوراً حقیقۃ الوحی کی ان عبارات سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گویا کہ میاں محمود ہی کے لئے اشارۃً لکھی ہیں۔ متاثر ہو کر توبہ کریں اور اگر میاں محمود اپنے الہامات اور خوابوں کو قسم سویم میں شمار کرتے ہیں تو دوسرے الفاظ میں گویا نبوت کا دعوے کرتے ہیں۔ پس اگر ایمانی جرأت رکھتے ہیں تو فوراً اپنی نبوت کا اعلان کریں۔ نہ دعویٰ کرینگے نہ ضرور

تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد

یہ میں نے اس لئے کہا کہ بموجب مسلمات میاں محمود صاحب قسم سویم کے الہامات و وحی ہی تو عین نبوت ہے جن کی وجہ سے مسیح موعود حقیقی نبی کہلا سکتے ہیں۔ پس جب مسیح موعود علیہ السلام قسم سویم کی وحی اور الہاموں سے حقیقی نبی کہلانے کے مستحق ہیں (بموجب مسلمات میاں صاحب) تو خود میاں صاحب جنکو قسم سویم کے الہامات اور وحی ہوتی ہے (اگر انکا ایسا خیال ہے) تو کیوں نبی نہ کہلاویں۔ پس میاں صاحب بیچارے کی جان عجیب کشمکش میں ہے اگر اپنے الہامات کو دوسری قسم میں قرار دیتے ہیں تو مسیح موعود علیہ السلام کے قرار داد کے مطابق (جو فی الحقیقت میاں صاحب کی حالت کا ایک صحیح نقشہ اور فوٹو ہے) ایسا مدعی

الہام و وحی خطرات میں محصور ہے۔ اسکو ہر وقت اور ہر آن ڈرتے رہنا چاہیئے حضرت صاحب نے ایسے شخص کی بہت صحیح مثال دی ہے:-

”نیم ملا خطرہ ایمان“

اور اگر قسم سویم میں قدم رکھتے ہیں تو نبی بنتے ہیں پس چودھویں صدی کے دو نبی ہوئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور میاں محمود احمد صاحب۔ اب غور کرو کل ہی یہ شخص لاہور والوں کو الزام دیتا تھا کہ ایک وقت یہ سب کہیں نبوت کا دعویٰ نہ کر دیں“ اب خود نبوت کا دعویدار بننے کے نزدیک ہے۔

چہل سال عمر عزیزت گذشت
مزاج تو از حال طفلی نگشت
ہمہ با ہوا و ہوس ساختی
دمے با مصالح نہ پرداختی

اگر ہم ان تمام منکرات میاں صاحب کو جمع کریں جنمیں میاں صاحب نے جناب مجدد صدی چہاردہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کیا ہے تو میاں صاحب کے رسالہ القول الفصل جیسا ایک رسالہ ان مخالفات سے طیار ہو سکتا ہے (ہر کہ از خود آورد او نجس و مردار آورد) مگر اتنی فرصت کہاں اس جگہ ہم صرف ایک اختلاف میاں صاحب کا مقابلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام سے کرتے ہیں۔ مگر یہ امر ہمکو خوب معلوم ہے کہ جو شخص قرآن۔ کلام خدا اور کلام الرسول اور کلام سلف صالحین کے خلاف اپنی رائے ظاہر کرنے سے نہیں حیا کرتا اور خدا سے نہیں ڈرتا وہ کلام مسیح موعود علیہ السلام سے کہاں تک متاثر ہو سکیگا۔ مگر بموجب حکم معذرۃ عند ربکم ہم مجبور ہیں کہ اس حجت کو میاں صاحب پر تمام کریں کیونکہ ایسے امور پر خاموش رہنا سخت معصیت بلکہ گناہ کبیرہ ہے

وھو ھذا

میاں صاحب کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں ”من بعدی اسمہ احمد“ والی پیشگوئی کے مصداق اصلی اور صحیح جناب مرزا غلام احمد صاحب ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد ہے احمد نہیں۔ اور جناب مرزا صاحب کا نام احمد ہے۔ الی آخرۃ الخرافات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا قول دیکھو ”نجم الہدیٰ صفحہ ا تا ۲“

(۱) والصلوۃ والسلام علی رسولہ النبی الامی محمد احمد الذی کان اسماہ ھذان اول اسماء عرضت علی آدم بما کانا علۃ غائیۃ النشأۃ الاولیٰ ناعلم اللہ اشرف واقدم فھو اول النبیین درجۃ لھذین الاسمین الخ

(۲) فلاجل ذالک ما سمی احد منھم باسم احمد فانہ ما اثنیٰ علی اللہ احد منھم کمحمد

(۳) وان ھذین الاسمین قد وضعا لنبینا من یوم بناء ھذہ الدار ثم یعطیان للذی صار لہ کالاظلال والآثار من اعلیٰ من ھذین الاسمین بقبس فقد انیرۃ قلبہ بانواع الانوار

(ترجمہ خود حضرت صاحب کا)

(۱) اور اس کے رسول امی پر درود و سلام ہو جس کا نام محمد اور احمد ہے یہ دونوں اسم ایسے ہیں کہ جب حضرت آدم کے سامنے تمام چیزوں کے نام پیش کئے گئے تھے تو سب سے اول یہی دو نام پیش ہوئے تھے کیونکہ اس دنیا کی پیدائش میں دہی دو نام علت غائی ہیں اور خدا تعالیٰ کے علم میں وہی اشرف اور اقدم ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ ان دونوں ناموں کے تمام انبیاء علیہم السلام سے اول بدرجہ ہیں

(۲)۔ پس اسی وجہ سے کوئی نبی یا رسول پہلے نبیوں اور رسولوں میں سے احمد کے نام سے موسوم نہیں ہوا کیونکہ ان میں سے کسی نے خدا کی توحید و ثنا ایسی نہیں کی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

(۳) اور یہ دونوں اسم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابتداء دنیا سے وضع کئے گئے ہیں۔ پھر بعد اس کے اس شخص کو بطور مستعار دیئے جاتے ہیں جو آنحضرت صلعم کے لئے بطور اظلال و آثار ہو اور جس شخص کو ان دونوں ناموں سے ایک چنگاری دی گئی تو اس کا دل کئی قسم کے نوروں سے روشن کیا گیا اور رسول مختار کے لب مبارک پر جاری ہوا تھا کہ خدا آخری زمانہ میں ایک اپنے بندے میں یہ دونوں صفتیں جمع کر دیگا الخ۔۔۔۔

اب غرض یہ ہے کہ احمدیت اور محمدیت ایک ایسا امر جامع ہے کہ تمام موحد اس کی طرف بلائے گئے۔ الخ

الغرض اگر ایک احمدی دانشمند اور متدین کے آگے یہ دونوں تحریریں رکھی جاویں اور اس کو کہا جاوے کہ اب خدا کو حاضر و ناظر جانکر فیصلہ کر کہ میاں محمود سچا ہے یا مسیح موعود سچا ہے جسکو تو امام الزمان اور مجدد وقت اور خلیفۃ الرسول تسلیم کر چکا ہے۔ تو میں ہرگز خیال نہیں کر سکتا کہ وہ میاں محمود کو سچا قرار دیگا اگر وہ سچا مسلمان اور راستباز احمدی ہے تو ضرور میاں محمود کے قول کو رد کر دیگا۔ ہاں اگر وہ گدی کا پرستار ہے اور بقول مسیح موعود علیہ السلام (مخلوق پرست کبھی دانشمند نہیں ہو سکتے) میاں صاحب کو اربابا من دون اللہ

درج ہو سے چکا ہے۔ تو اس سے ہماری غرض ہی کچھ نہیں۔ خدارا غور کرو جناب مسیح موعود علیہ السلام تو فرماویں کہ یہ دونوں نام محمدؐ اور احمدؐ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابتدائے آفرینش عالم سے موضوع ہو چکے ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کے بطور مستعار دوسروں کو بطور اظلال و آثار کے ملتے ہیں۔ اور محمود صاحب فرماویں کہ نہیں احمد اصلی نام مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کا ہے۔

سبحانک ھذا بھتانا عظیم

ایک سال پہلے مینے **بھائی ازم** کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جبکہ ابھی جھگڑے شروع ہوئے دو ماہ گذرے تھے . . . .

. . . .

. . اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا نور فراست اسی وقت تاڑ گیا تھا کہ بھائی ازم کی بنیاد اس شخص نے رکھدی ہے اور اسلام کو خیرباد کہہ رہا ہے۔ احمدیت تو کنارے رہی . .

. . . .

. . . . اگر در خانہ کس است حرفے بس است

(خاکسار نذر علی از پشاور)

لیکچر جہلم کے صحیح حالات

الفضل کے کسی گذشتہ پرچہ میں جہلم میں مولوی فضل الٰہی صاحب کے ایک لیکچر کا تذکرہ کرتے ہوئے بہت کچھ جھوٹ لکھا گیا ہے۔ اور مولوی صاحب کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ اُنھوں نے حضرت صاحب کو ایک معمولی مولوی کی حیثیت میں پیش کیا گو ضرورت تو نہ تھی کہ ان جھوٹے بہتانات کی تردید میں خواہ مخواہ اوراق سیاہ کئے جاتے لیکن اتفاق سے جہلم کے بعض احناف نے ایک مختصر سی رپورٹ خود بخود لکھکر بھیجدی ہے جس سے اصل حالات پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ اُمید ہے کہ ہمارے ناظرین اسے ملاحظہ فرما کر الفضل کی غلط بیانی کا بخوبی اندازہ کرینگے

وھو ھذا

چند روز جہلم شہر میں احمدی جماعت مرزا صاحب قادیانی کے پیروان کے وعظ اور تقریروں کا چرچا رہا۔ دونوں پارٹیوں کے سر برآوردہ اشخاص کا باہم اس امر میں اختلاف ہے کہ ایک فریق مرزا صاحب کی مستقل نبوت کا قائل ہے دوسرا فریق مرزا صاحب کو صرف مجدد۔ امام ملہم۔ ولی مانتا ہے۔ فریق اول میاں محمود جو مرزا صاحب کے صاحبزادہ ہیں ان کے مرید ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے جو کوئی مرزا صاحب کو مستقل نبی نہیں مانتا وہ مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ فریق دوم لاہوری پارٹی ہے جس نے اسی اختلاف کی وجہ سے صاحبزادہ سے بیعت نہیں کی۔ جہلم میں ہر گروہ کے آدمی موجود ہیں اُن کی باہم اسی مسئلہ پر گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ شیخ قمرالدین صاحب گھڑی ساز جو غیر مبائعین میں شامل ہیں اُنھوں نے باہم نزاع کا فیصلہ کرنے کے واسطے چند اشخاص کو لاہور سے طلب فرمایا اور ان کو بڑی تواضع سے اپنے مکان پر مہمان رکھا۔ شیخ صاحب کا یہ خیال قابل قدر ہے۔ اُنھوں نے نیک خیال سے یہ چاہا کہ دونوں فریق مسائل اختلافیہ اور مسئلہ نبوت مرزا صاحب میں روبرو بیٹھکر ایک رائے قائم کرلیں شاید آئندہ کے واسطے راہ راست پر آجاویں۔ فریقین اپنے اپنے مدعا کو مرزا صاحب کی تصانیف سے ثابت کرنے کے مدعی تھے۔ ایک فریق قادیانی مرزا صاحب کو اُن کی تصنیف سے مستقل پیغمبر ثابت کرتا ہے۔ دوسرا فریق اس کے خلاف اُن کو صرف مجدد دکھاتا ہے بلکہ رسول ختم المرسلین کا غلام شرائط بحث طے کرنے کے واسطے جانبین سے رقعات آتے جاتے رہے مگر محمودی گروہ نے شرائط میں تشدد کیا اور مقابل نہ آئے دیگر فرقوں کے مسلمان بھی ان کی بحث سننے کے مشتاق تھے۔ لاہوری پارٹی نے جسمیں مولوی مرہم عیسیٰ اور مولوی فضل الٰہی صاحبان تھے متصل مسجد قصابان کے میدان میں فرش فروش بچھاکر حریف کا بہت انتظار کیا۔ بعد انتظار جب کوئی مباحث نہ آیا تو میکے بعد دیگرے دونوں نے نہایت خوبی اور متانت سے وعظ اور تقریر فرمائی۔ اور مرزا صاحب کی متعدد تصانیف سے ان کی زبان سے ان کا اُمتی ہونا ثابت کیا۔ مرزا صاحب کی کتابوں کی عبارات باواز بلند پڑھ کر لوگوں کو سناتے جاتے جس سے مرزا صاحب کا نبوت حقیقی سے انکار تھا اور صرف غلامی رسول ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ تھا۔ ایسی ایسی عبارات مرزا صاحب کی سنکر اہل اسلام کو مرزا صاحب سے حسن ظن پیدا ہو گیا۔ بعد اس کے جامع مسجد محلہ کشمیریاں میں مولوی فضل الٰہی صاحب نے دوبارہ اسی مضمون پر وعظ فرمایا۔ اور بروز جمعہ گذشتہ جامع مسجد کلاں بازار جدید میں مولوی فضل الٰہی صاحب نے نہایت عمدہ وعظ کیا۔ اُس روز کثرت سامعین سے مسجد میں جگہ نہ تھی۔ مرزا صاحب کی تصنیف سے روز روشن کی طرح مرزا صاحب کا اُمتی ہونا ثابت کیا۔ اس خوشی کے جوش میں اشاعت اسلام کے واسطے مسلمانوں نے چندہ بھی دیا ہم نہیں سمجھتے کہ ایک ہی فرد میں دو شان یعنی اُمتی بھی اور مستقل نبی بھی اجتماع الضدین کسطرح جمع ہو سکتی ہیں۔ درحقیقت یہ عقیدہ عیسائیوں کے عقیدہ کے ہمرنگ ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام خدا بھی اور خدا کا بیٹا بھی۔ پیروان مرزا صاحب جو ان کی نبوت مستقلہ کے قائل ہیں اور ساتھ حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بھی مانتے ہیں یہ عجیب کرشمہ ہے جو عوام الناس کی ادراک سے بالاتر ہے۔ احکام شرع میں مجتہد مطلق کو دوسرے مجتہد کی تقلید جائز نہیں اور کوئی نبی مستقل کسی دوسرے نبی کا مقلد اور غلام نہیں ہو سکتا۔ جب کہ وہ بلاواسطہ واصل ہے۔ ہر دو ایک ہی چشمہ سے سیراب ہیں۔ لیکن یہ اُلٹی منطق کا قاعدہ کلیہ قاعدہ کے خلاف ہے۔

اگر سوال ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اگر پیغمبر مستقل ہیں تو بتاؤ کیا کیا احکام خدا کی طرف سے امت کے لیے لائے ہیں۔ اس وقت جواب ملتا ہے کہ وہ رسول ختم المرسلین کے غلام ہیں باقی ظلی و بروزی حالات کے متعلق خدا نے فضل سے ہم ایک بسیط مضمون آئندہ لکھینگے ذیہ مسئلہ فنا و بقا کا مسئلہ ہے اہل اللہ کو انوار تجلیات الٰہی کے انعکاس کی وجہ سے فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول بھی ہوتا ہے۔

ملک محمد ٹھیکیدار حنفی از جہلم

میں دو دفعے بیکر محمودی پارٹی کے پاس گیا تھا مگر افسوس کہ محمودی پارٹی نے آخرش ٹال دیا کہ جب تک ہمکو ہمارے امام میاں محمود اجازت نہ دیویں ہم بحث نہیں کرتے حالانکہ یہ جواب بالکل لغو و فضول ہے کئی روز تک لاہوری پارٹی کے مولوی صاحب وعظ کرتے رہے اور کہتے رہے کہ ہمارے ساتھ نبوت مرزا صاحب کا فیصلہ کر لو مگر وہ آخر تک ٹالتے رہے۔ اور اسطرح گریز کرتے تھے جسطرح مسیح علیہ السلام سے بدروحیں

خاکسار علم الدین درزی اہلحدیث

میں ایمان سے عرض کرتا ہوں کہ مولوی فضل الٰہی صاحب فاضل نے جو مسائل بابت نبوت بیان فرمائے نہایت اعلیٰ طریق سے فرمائے

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ الیکٹرک پریس ... احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ ایل ۱ نمبر ۹۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح لاہور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا مے بود

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما معو یا جمیع ہر نوع کمال — وصل ملہا از لبیبے ذوالجلال
اقتدائے قول او در جان ما ست — ہر چہ زو ثابت شود ایمان ما ست
ہر ملائک ہو خبرہا ئے معاد — ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق آمدست — منکر آں مورد خشم خدا است
معجزات انبیائے سابقیں — آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
بکعدم دوری از آں نشاں کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت

سالانہ (للعہ) ششماہی ہے، سہ ماہی عہ ماہوار ۹ر

اشاعت

ہفتہ میں تین بار بحیثیت سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | بنۂ المسیح لاہور پنجشنبہ مورخہ ۸ ذوالحجہ ۱۳۳۳ ہجری المقدس مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۴۶

دستار فضیلت میں پیوند لگانیکی ناکام کوشش

۲۷ ستمبر کے پیغام صلح میں میرا ایک مضمون بعنوان دستار فضیلت کی ایک تار شایع ہوا تھا جس میں صاحبزادہ صاحب کے علم کلام اور آپکے انوکھے اور نرالے اصولوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے میں نے تشبیہ اور استعارہ کی بحث کسیقدر تفصیل کیساتھ کی تھی اور قرآن مجید احادیث نبوی اور کتب حضرت مسیح موعودؑ اور دیگر اساتذہ کے کلام سے مثالیں دیکر ثابت کیا تھا کہ استعارہ اگرچہ تشبیہ کی انتہائی صورت ہوتا ہے مگر تاہم اس سے بھی محض ایک جزوی مشابہت ہی مقصود ہوتی ہے۔ چونکہ یہ مضمون "حقیقت النبوت" کے ایک صفحہ کے متعلق لکھا گیا تھا اس لئے ہمیں امید تھی کہ صاحبزادہ صاحب بحیثیت مصنف خود اس کا مفصل جواب دینگے۔ مگر افسوس کہ ہماری توقع کے خلاف دستار فضیلت کی رفوگری کی اہم خدمت کے لئے بھی ہمارے عزیز و قدیم دوست میاں اکمل ہی اہل سمجھے گئے کیونکہ خود بدولت ابتدائے قیام گدی سے آجتک ان روحانی مردوں کے لئے کفن دوزی کی خدمات بجالاتے رہے ہیں جو پرستش گدی کی مہلک مرض میں مبتلا ہوکر روحانی موت کا شکار ہوتے رہے ہیں چنانچہ اکمل نے الفضل مورخہ ۷ اکتوبر میں اس خدمت رفوگری سے عہدہ برآ ہونے کی ناکام کوشش کی ہے۔ چونکہ ہمارے دوست اکمل کے پیش نظر ون رات پرستاران گدی کے روحانی مردوں کی نعشوں کا بھیانک نظارہ رہتا ہے اور گریہ وزاری آہ و بکا کا موقعہ بھی ملتا رہا ہے اسپر کفن دوزی کی دیدہ سوزی مستزاد تھی اس لئے اس بیچارے کی بصارت و بصیرت میں اتنا ضعف آگیا ہے کہ سوزن رفوکہیں سے کہیں ٹانکا لگاتی جاتی ہے۔

سب سے پہلے وہ چاک دیکھنا چاہئے جو دستار فضیلت میں ہوا اس کے بعد صنعت رفوگری قابل دید ہوگی۔ اکمل نے صاحبزادہ کی یہ عبارت خود نقل کی ہے "ایک آدمی کو اگر شیر کہدیا جائے تو اس سے اسے شیر سے مشابہت تو پیدا نہیں ہوجاتی بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ شیر سے بہادری میں مشابہ ہے۔ نہ یہ کہ شیر کہنے سے شیر سے مشابہ ہوگیا"۔

سبحان اللہ کیا نرالی منطق ہے! بہرحال یہ الفاظ کسی صحیح الدماغ کے سامنے رکھدو وہ ان سے وہی نتیجہ نکالیگا جو میں نے نکالا کہ صاحبزادہ صاحب کے نزدیک کسی شخص کو شیر کہنے سے وہ شیر سے مشابہ نہیں ہوجاتا جب تک کہ وہ فی الواقعہ شیر نہو جاوے۔ سخن فہمی ایں جنس اسفل ببیں بندۂ خدا صاحبزادہ صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ کسی شخص کو محض شیر کہدینے سے شیر سے مشابہت نہیں پیدا ہوجاتی اُس کے دُم نہیں لگجاتی وہ دو پایہ سے چار پایہ نہیں بنجاتا"

اب ناظرین خود ہی انصاف فرمائیں کہ اکمل کی تردید اور میرے نتیجہ میں کیا فرق ہے۔ سخن فہمی ایں جنس اسفل ببیں۔ میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ صاحبزادہ صاحب کے نزدیک کسی شخص کو شیر کہدینے سے وہ شیر سے مشابہ نہیں ہوجاتا۔ جبتک کہ فی الواقعہ شیر نہوجاوے یعنی دم نہ لگ جاوے چار پایہ نہ بن جاوے۔

دیکھا میاں اکمل! پرستاران گدی کے روحانی مردوں کی کفن دوزی سے آپ کی بینائی میں کتنا ضعف آگیا ہے کہ سوزن رفو کہیں سے کہیں بھٹکتی پھرتی ہے ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

تمہارے پیر کا یہ لکھنا کہ "مشابہت کبھی صرف خاص بات میں بھی ہوتی ہے" محض غلط ہے۔ مشابہت کبھی نہیں بلکہ ہمیشہ ایک خاص بات میں ہی ہوتی ہے۔ اور من کل الوجوہ کبھی نہیں ہوتی مثلاً کسی شخص کو ہم اگر شیر کہتے ہیں تو اسکو شیر کے تمام صفات و کمالات کے لحاظ سے شیر نہیں کہتے بلکہ شیر کے جملہ صفات و کمالات میں سے محض ایک صفت یعنی بہادری کی مناسبت سے اُسے استعارۃً شیر کا اعزازی نام دیتے ہیں۔ پس جسطرح ہم اس شخص کو شیر کا صرف ایک صفت کے لحاظ سے شیر کا اعزازی نام محض تکمیل مشابہت کے لئے دیتے ہیں بعینہٖ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کو نبی کے تمام صفات و کمالات میں سے محض ایک صفت یعنی کثرت مکالمہ سے متصف ہونے کیوجہ سے تکمیل مشابہت کیلئے بطور اعزازی نام کے نبی کہدیا جسطرح وہ شخص باوجود شیر کہلانے کے فی الواقعہ اور عین شیر نہیں بنگیا بلکہ شیر کی صفات میں سے محض ایک صفت یعنی بہادری سے متصف ہونے کی وجہ سے گویا جزوی طور پر شیر ہے۔ اور اس لئے اسکو استعارہ اور مجاز کے رنگ میں شیر کا اعزازی نام دیا گیا اسی طرح حضرت مرزا صاحب باوجود نبی کہلانے کے

فی الواقعہ اور عین نبی نہیں بلکہ نبی کے تمام صفات میں سے محض ایک صفت یعنی کثرت مکالمہ سے متصف ہونے کیوجہ سے گویا جزوی طور پر نبی ہیں۔ اوراسی لئے استعارہ اور مجاز کے رنگ میں نبی کا اعزازی نام آنکو دیدیا گیا۔ چنانچہ حضرت خود فرماتے ہیں:-

سمیت نبیًا من اللّٰہ علی طریق المجاز ولا علی وجہ الحقیقۃ۔

اتنی بات اگر سمجھ لو تو قصہ ہی ختم ہے مگر سمجھ بھی اللہ تعالیٰ خدا پرستوں کو ہی دیتا ہے۔ گدی کی پرستش سے تو عقل پر پتھر پڑ جاتے ہیں۔

تمھارا یہ لکھنا کہ کسی بزدل کو شیر کہا جائے محض جہالت پر دلالت کرتا ہے کوئی شخص جس کے دماغ میں عقل ہے "بزدل" کو سنجیدگی سے شیر نہیں کہیگا۔ لیکن اگر تمھارا اور تمھارے پیر کا علم کلام یہی ہے کہ "بزدل" لوگوں کو "شیر کہو اور اُن روحانی زندوں کو جنہوں نے پیر پرستی کے شرک عظیم کو پاؤں کے نیچے کچل ڈالا "روحانی مردے" کہو تو یہ علم کلام آپ کو مبارک ہو۔ میرے مضمون کا جواب تم اور تمھارا پیر قیامت تک نہیں دے سکتا کیونکہ وہ صحیح اصولوں پر مبنی ہے ہاں گالیاں دینے کی مشق تمکو بہت ہے مگر ہم ان سے بھی نہیں ڈرتے جب تمھارے پیر کی کند تلوار سے ہم لوگ خائف نہیں تو تمھاری گالیوں کی کیا پرواہ ہے۔ (محمد مصطفےٰ خان عفی عنہ)

تازہ برقی پیغامات

جنگ یورپ

ارمنوں کا استیصال

لنڈن ۲۵ اکتوبر مانچسٹر کے نامہ نگار نے بحیرہ روم کے ہیڈ کوارٹر سے کچھ حالات روانہ کئے ہیں جو ایک ارمنی اسیر جنگ نے ترکی مظالم کے متعلق بہم پہنچائے ہیں۔ جسوقت ارمنی بیمار ہوکر اپنے وطن کو بمقام ظل واپس جارہا تھا۔ جو سیوا اس کے شمال مغرب میں تو راستے میں اس نے بچشم خود دیکھا کہ ترک بشپ سیوا اس کی گھوڑے کی مانند نعلبندی کررہے ہیں کیونکہ اسے جلا وطن کردیا گیا تھا۔ والی کہہ رہا تھا کہ بشپ چونکہ ارمنوں کا سردار ہے اسلئے اسے ننگے پاؤں نہ چلانا چاہئے۔

جب راوی ظل میں پہنچا۔ تو دیکھا کہ حکام ۲۴ ہزار نفوس کی آبادی کو قید خانوں میں ڈال رہے ہیں جہاں سے تھوڑے تھوڑے مرد رسیوں میں باندھکر باہر علاقے میں لیجائے اور قتل کردئے جاتے ہیں۔ مستورات اور بچوں کو کئی روز تک میدان میں بھوکا اور سردی سے غیر محفوظ رکھا جاتا تھا۔ حتی کہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کرلیں گے۔ لیکن سب کے سب اس سے انکار کرتے تھے۔

علاوہ ازیں مائیں اپنے بچوں کے سامنے سنگین سے موت کے گھاٹ اتاری جاتی تھیں اور بچوں کو فروخت کردیا جاتا تھا۔

راوی اور اسکا بھائی اسلام قبول کرکے ترکی فوج میں بھرتی ہوگئے۔ ۱۰ انگورہ میں چلے آئے۔ جہاں انہیں ترکی مستقل فوج کے سپاہی ملے جو اس فوج میں شامل ہونے کو جارہے تھے جو ارمنوں کے قتل و خون سے اپنے ہاتھ رنگ رہی تھی۔

انگورہ میں بھی ظل کی طرح کشت و خون کی گرم بازاری رہی ترک بعض اوقات ۸۰ نفوس کی جماعتوں پر سنگینیں لے کر لپکتے تھے۔ اور نہتھوں کو جو فرش خاک پر دراز ہوتے تھے۔ فی الواقع پارہ پارہ کرڈالتے تھے۔

سر آئن ہملٹن کو الوداعی پیغام

لنڈن ۲۴ اکتوبر۔ رائٹر کا نامہ نگار مقیم دردانیال رقمطراز ہے کہ جنرل برڈ ووڈ نے ۱۸ اکتوبر کو سر آئن ہملٹن کو یہ برقی پیغام بھیجا تھا۔

"نیوزیلینڈ و آسٹریلیا کی سپاہ آپ کی روانگی پر بہت متاسف ہے اور بہت بہت سلام و نیاز عرض کرتی ہے" سر آئن ہملٹن نے اس کا یہ جواب دیا۔ "میرے جیسے پرانے سپاہی کے نزدیک بہادران نیوزیلینڈ و آسٹریلیا کی خیر سگالی سے بڑھکر اور کوئی شئے باعث فخر نہیں ہوسکتی"!

دردانیال کے نقصانات

لنڈن ۲۲ اکتوبر دردانیال میں ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے

اب مقتول۔ لفٹننٹ ۱

مجروح کپتان ۱۔ لفٹننٹ ۱۔

اب مجروح و مفقود انجبر۔ میجر ۱۔ دوئم لفٹننٹ ۱۔

سرویا میں جنگ

لنڈن ۲۵ اکتوبر پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ موضع رابرود اجس پر فرانسیسیوں نے قبضہ کرلیا ہے۔ سٹیرومینزا سے نو میل جنوب کیطرف واقع ہے۔ فرانسیسی سپاہ اس گاؤں میں جمعہ کے روز نہیں بلکہ جمعرات کو داخل ہوئی۔ فرانسیسیوں کا نقصان نہایت خفیف تھا۔

سالونیکا کا ایک اور تار مظہر ہے کہ سرویوں نے بمقام کو پنزمی جس کو ویلز بھی کہتے ہیں شہر کے نصف حصہ پر دوبارہ قبضہ کرلیا ہے۔ باقی نصف حصہ پر سرویوں نے توپخانہ گولہ باری کردیا ہے سرویوں کی سرحد پر جرمن اور آسٹریوی سپاہ کی پیشقدمی ۳ میل سے زیادہ نہیں بڑھنے پائی۔

اطالوی جہازوں کی شرکت

لنڈن ۵ اکتوبر برنڈزی میں ایک ہوائی تار بدیں مضمون موصول ہوا ہے کہ بلغاری ساحل کی ناکہ بندی اور گولہ باری میں اطالوی جہازوں کا ایک دستہ بھی مدد دے رہا ہے۔

کامیاب جوابی حملے

لنڈن ۲۵ اکتوبر نش کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ آسٹریوں اور جرمنوں کے مقابلہ میں سرویوں کے جوابی حملے پوری طرح کامیاب ہوئے ہیں۔ دو معمولی اور چار کلدار توپیں اور بہت سا مال غنیمت جس میں گھوڑے اور خچر بھی شامل ہیں۔ سرویوں کے ہاتھ آیا ہے۔ مشرقی محاذ پر کیپرلو و ملک کہیں پہلی دباکر لڑائی جاری ہے۔

انگلستان کے شیدائی

شملہ ۲۵ اکتوبر مغربی ہندوستان سے ذیل کے ہندوستانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:

مقتولین: صوبیدار گوردت سنگھ (۲۷ پنجابیان)

مجروحین:- برگیڈیر جنرل ایچ بی بابنڈیل کمانڈر پیدل پلٹن نمبر ۳۶۔ میجر جے ای ڈکنسن دیتا بڑدہ رجمنٹ نمبر۲ لنکا سٹر رجمنٹ، کپتان آر ایف ڈی رجمنٹ (۲۴ دیولالی رجمنٹ) جمعدار خزان سنگھ (۱۳ پنجابیان) لفٹننٹ ایچ ایچ گریٹ آئی ڈی (۲۹ پنجابیان)

سرجان فرنچ کا مراسلہ

لنڈن ۲۴ اکتوبر فیلڈ مارشل سرجان فرنچ کا ایک مراسلہ مظہر ہے کہ گذشتہ چند روز کے اندر لاباسی کے جنوب میں توپخانہ کی خاصی سرگرمی جاری رہی مگر محاذ کے باقی حصوں میں کوئی خاص قابل ذکر واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔ برطانی ہوا باز چار ہوائی معرکوں میں کامیاب رہے۔

لوس میں بین نواز

لنڈن ۲۴ اکتوبر ہیڈکوارٹر سے ایک نامہ نگار رقمطراز ہے۔ کہ برطانی سپاہ نے لوس پر جو حملہ کیا اس کے متعلق یہ بات قابل ذکر ہے کہ ملیک داج کے سپاہی جب میدان جنگ میں گئے۔ تو بین نواز ان کے ہمراہ "ہائی لینڈ لیڈی" کا ترانہ بجاتے جارہے تھے۔ یہ بین نواز جرمنوں کی پہلی خندق پر ٹھہر گئے۔ جبکہ غنیم کو خندق سے باہر نکالدیا تھا۔ ان میں سے ۲ آدمی سینہ پناہ پر چڑھ گئے اور بموں کے پھٹنے کی آوازوں میں بینوں کی آواز صاف طور پر سنائی دیتی تھی۔ آخر ان میں سے ایک نشانہ بندوق بنگیا مگر دوسرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
مورخہ ۲۸ - اکتوبر ۱۹۱۵ء نمبر ۴۶

اسلام اور یورپ

اسلام کا اثر قومیت پر

کیا اسلام دنیوی اور تمدنی ترقیات کے منافی ہے؟

۱۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں کسی نام نہاد مسلمان نے "جرمن اور اسلام" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جسمیں اسنے مسلمانوں کے اس دلی مسرت کا جو وہ کسی غیر مسلم کے قبول اسلام پر کیا کرتے ہیں ذکر کرکے یہ لکھا ہے کہ اسلام قومیت کی زنجیروں کو توڑنے والا ہے اس لئے یورپ کا اسلام کو قبول کرنا گویا ان دنیوی و تمدنی ترقیات کو کھو دینا ہوگا جس کا اب وہ وارث ہے۔ اس کا خیال ہے کہ یورپ بالخصوص انگلستان کی موجودہ ترقیات کا دارومدار صرف قومیت پر ہے اور وہاں کی ہر ایک قوم قومیت کے بحر زلال میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی نامہ نگار مذکور انگریزوں کی موجودہ فتوحات کو اسی قومیت کا باعث قرار دیکر اس بات پر افسوس کرتا ہے کہ انگریز مسلمان ہونے کے بعد اس قومی اہمیت اور اس قومی وقار و وقعت اور سد سکندری کو توڑنے والے ہیں۔ جس کی وجہ سے انگریزوں کو ساری دنیا پر فخر ہے۔ اور پھر جرمن کو ضدی قوم قرار دیتا ہوا اسے بدیں وجہ اسلام نہ قبول کرنیوالی ظاہر کرتا ہے کہ یہ امر اس کی قومیت کو توڑنے والا ہے نیز وہ جرمنوں کو غدار اور ظالم بتاتے ہوئے یہ بھی کہتا ہے کہ وہ اس قدر بے وقوف نہیں ہیں کہ یورپ میں رہکر اسلام قبول کریں"

یہ خلاصہ ہے اس مضمون کا جسمیں نامہ نگار مذکور نے اپنے آپ کو مسلمان بتاتے ہوئے اور روحانی اعتبار سے یورپ کے قبول اسلام پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے درپردہ اسلام پر ایسے خطرناک حملے کئے ہیں جو کسی سخت سے سخت دشمن سے بھی متصور نہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ شخص جو اسلام کو قومیت کی زنجیروں کو توڑ کر دنیوی و تمدنی ترقیات کا کھو دینے والا یقین کرتا ہے اور اس لئے اسے کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کرتے ہوئے دیکھکر خوشی نہیں بلکہ رنج ہوتا ہے۔ وہ مسلمان کیوں اور کس لئے ہے۔ کیا وہ مذہب جو انسان کو دنیا میں ذلیل و خوار اور پست حال اور مفلس بنائے رکھے اور اس کا سوا اس کے اور کوئی خاصہ نہو کہ جو آسودہ حال اور سرسبز و شاداب قوم اس کی حلقہ بگوش ہو اسے فی الفور مفلس و قلاش بنا دے اس قابل ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص ان باتوں کو جان بوجھکر اس کا پابند ہو۔ اس کے نام سے اپنے آپ کو موسوم کرے۔ اور وہی بات جو دنیوی و تمدنی اعتبار سے اسے بری اور افسوسناک معلوم ہو یعنی کسی غیر مسلم کا اسلام قبول کرنا وہی بحیثیت روحانیت اس کے لئے خوشی اور مسرت کا باعث ہو۔ آخر وہ روحانیت کس چیز کا نام ہے جس کے اعتبار سے نامہ نگار مذکور یورپ کے قبول اسلام کو باعث مسرت قرار دیتا ہے۔ کیا خدا رسیدگی اور نفسانی مجاہدات؟ اگر اسی کا نام روحانیت ہے (اور ہے بھی یہی صحیح) تو جو شخص اسلام کو دنیوی و تمدنی ترقیات کے منافی سمجھتا لیکن روحانی اعتبار سے اسے کارآمد جانتا ہے وہ گویا یہ مانتا ہے کہ اسلام نے اپنے پیروؤں کو راہبوں کی طرح دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں میں جا بیٹھنے اور رہبانیت کے ذریعہ روحانیت حاصل کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اس لئے نامہ نگار مذکور کا فرض ہے کہ یا تو اگر وہ اسلام کو رہبانیت کا حامی جانتا ہے اور پھر ایسے مذہب کو سچا اور واجب التقلید بھی سمجھتا ہے تو وہ فی الفور دنیا سے قطع تعلق کرکے جنگلوں میں نکل جائے اور دنیوی تعلقات میں منہمک ہونیکا کبھی نام بھی نہ لے۔ اور اگر ایسا کرنا اس کے نزدیک جائز نہیں اور انسان کے لئے دنیا میں رہنا اور تمدن و معاشرت میں ترقی کرنا وہ ضروری سمجھتا ہے تو پھر اسے اس مذہب کو جو اس کے خلاف تعلیم دے فی الفور چھوڑ کر کسی ایسے مذہب کی تلاش کرنی چاہئے جو اس کی قومیت کو بھی برقرار رکھے اور دنیا میں رہکر دنیوی تعلقات میں حصہ لیکر۔ اور تمدنی۔ معاشرتی اقتصادی اور دیگر تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسے آسودہ حال اور فارغ البال بناکر پھر بھی خدا سے ملا دے۔ اور اس کی روحانیت میں فرق نہ آنے دے۔

لیکن ہمارا یہ دعویٰ ہے اور کئی ایک واضح دلائل سے اسے سچا ثابت کیا جاسکتا ہے کہ ایسے اسلام کے سوا اسے کوئی دوسرا ایسا مذہب نہ ملیگا جو ان تمام باتوں کا حامی ہو اور اس نے ان امور کو عملی جامہ بھی پہنا کر دکھا دیا ہو۔

"قومیت کے بحر زلال میں ڈوبنا" اور اس قومی اہمیت اور اس قومی وقار و وقعت کو قائم کرنا جس کی وجہ سے انگریزوں کو ساری دنیا پر فخر ہے۔ اور جو انھیں آج جرمن ایسی ظالم اور ظالم قوم پر غالب و منصور ثابت کر رہی ہے"

یورپ اور بالخصوص انگلستان نے کہاں سے سیکھا۔ اس کے لئے شاید ہمارا خود کچھ کہنا محض بیجا طرفداری اور پاسداری خیال کی جائے اس لئے خود یورپین مورخین اور مصنفین کے ذیل کے حوالجات کافی ہونگے۔

جان ڈیون پورٹ نے لکھا ہے کہ "یورپ مذہب اسلام کا اور بھی زیادہ ممنون ہے کیونکہ اگر ان جھگڑوں سے جو سلطان صلاح الدین کے وقت میں بیت المقدس کی لڑائیوں میں ہوئے جس کو فریقین جہاد کہتے تھے قطع نظر کیا جاوے تو بالتخصیص مسلمانوں کے سبب سے فیوڈل انتظام کی سختیاں اور امیروں کی خود مختاری یورپ سے موقوف ہو گئی جس کے باقیماندہ اثروں پر ہمارے ملک یورپ کی آزادیوں کی نہایت بڑی عالیشان عمارت کی بنیاد قائم ہوئی۔ اہل یورپ کو یہ بات بھی یاد دلانی چاہیئے کہ وہ حضرت محمدؐ کے پیروؤں کے (جو قدیمی اور زمانہ حال کے علم ادب کے درمیان میں بطور سلسلہ کے ذریعہ ہیں) اس لحاظ سے بھی ممنون ہیں کہ مغربی تاریکی کی مدت دراز میں یونانی حکماء کی بہت سی کتابیں انھی کی کوششوں سے فنون اور علم ریاضی طب وغیرہ کے بعض نہایت بڑے بڑے شعبوں کی اشاعت ہوئی"

چیمبرز ان سکلوپیڈیا میں ایک آرٹیکل لکھنے والے نے مذہب اسلام کی نسبت یہ رائے لکھی ہے کہ "ہم اس بات پر غور نہیں کرسکتے ہیں کہ اسلام نے تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے کیا کیا۔ لیکن اگر ٹھیک ٹھیک کہا جاوے تو یورپ میں علوم و فنون کی ترقی میں اسی کا حصہ تھا۔ مسلمان علی العموم نویں صدی سے تیرہویں صدی تک وحشی یورپ کے لئے روشن ضمیر معلم کہے جاسکتے ہیں۔ خاندان عباسیہ کے خلفاء کے نہایت عمدہ زمانہ سے یونانی خیالات اور یونانی تہذیب کا اثر ہونے

سرسبز و شاداب ہونا شمار کیا جاسکتا ہے۔ قدیم علم ادب ہمیشہ کے واسطے بغیر کسی علاج کے معقود ہوجاتا۔ اگر مسلمانوں کے مدرسوں میں اُس کو پناہ نہ ملتی۔ عربی فلسفہ قدرتی چیزوں کی تواریخ۔ جغرافیہ۔ علم تاریخ صرف نحو علم کلام اور فن شاعری کی (جن کی تعلیم پر مسلمان اُستاد دیتے تھے) بہت سی کتابیں پیدا ہوگئیں۔ جن میں سے اکثر اُس وقت تک جاری رہینگی اور تعلیم بھی دیجاویگی جب تک نسلیں تعلیم ہونے کے واسطے پیدا ہوتی رہینگی۔

سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں لکھتے ہیں کہ "مذہب اسلام میں یہ ہدایت ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ محبت رکھیں۔ یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیئے غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت برتنی چاہیئے۔"

مشہور مورخ گبن لکھتا ہے "آنحضرتؐ نے مسلمانوں میں نیکی اور محبت کی ایک طرح ڈالدی آپس میں بھلائی کرنے کی ہدایت کی اور اپنے احکام اور نصیحتوں سے انتقام کی خواہش اور بیوہ عورتوں اور یتیموں پر ظلم و ستم ہونیکو روکدیا۔ قومیں جو کہ مخالف تھیں اعتقاد میں فرمانبرداری میں متفق ہوگئیں۔"

لیکن آہ آج اسی اسلام کو کہ جس کا خود یورپ اپنے آپ کو رہین منت بتاتا ہے۔ ان تمام (باتوں) کا مخالف ظاہر کیا جاتا ہے۔ جن سے اُسنے نہ صرف اپنے پیروؤں کو ہی متمتع کیا۔ بلکہ دوسروں کو بھی ان کا عامل بناکر خوشحالی و فارغ البالی عطا کی۔ یہ کہنا کہ "اسلام کا یہ خاصہ ہے کہ وہ خود کو قبول کراکر قومیت کی زنجیروں کو توڑ دیتا ہے۔ اسی میں اسلام کی فتح و نصرت بھی ہے" کسقدر ناواقفیت پر مبنی ہے۔ نہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ اس فقرہ میں دن دہاڑے لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ مذہب جس نے ایک وقت خطرناک اور صدیوں کے جانی دشمنوں کو فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کا عملی نقشہ دکھادیا۔ وہ مذہب جس نے کنتم خیر امۃ کہکر مسلمانوں کو قومیت کو بہترین سے بہترین شکل میں متشکل کرنا چاہا۔ اور کیا۔ وہ مذہب جس نے نماز۔ روزہ حج اور زکوٰۃ میں انسان کی Sociable متمدن زندگی کے تقاضوں کو نہایت احسن طور پر پورا کیا۔ اور ان سب کو آپس کے میل جول۔ تبادلہ خیالات اور ایکساتھ کھڑے ہوکر خدا و مخلوق خدا کے حقوق کی بجا آوری کرنے کا حکم دیا۔ اور یہی وہ امر تھا جس سے

دنیا میں تمام وہ تمدنی و معاشرتی اور سیاسی و اقتصادی ترقیات ظہور پذیر ہوئیں۔ جو ایک وقت صرف اسلام اور مسلمانوں میں ہی نہایت اعلےٰ پیمانہ پر نظر آتی تھیں اور آج غیر قومیں انہی اصولوں پر عامل ہونے سے ان کی حامل ہیں۔ اور مسلمان نماز۔ روزہ۔ حج و زکوٰۃ کے ظاہری طور پر پابند۔ لیکن اصل حقائق سے بے خبر ہونے اور اس لئے ان سے فائدہ نہ اُٹھا لینے کے باعث ان ترقیات سے محروم ہیں۔ ہاں وہی مذہب جس نے وحدت قومی کا وہ بہترین سے بہترین نقشہ مسلمانوں کے لئے مرتب کیا۔ جو ہر سال عیدین وغیرہ ذی ذریع میں تمام امراء و غربا۔ بادشاہ و گدا سب کے ایک ہی رنگ میں رنگین اور ایک ہی لباس میں ملبوس ہونے سے انسانی مساوات اور جمہوریت کا سبق پڑھاتا۔ اور سبکو یکساں طور پر ملکر دنیا میں کام کرنے کی تعلیم دیتا ہے آج اُسے ایک مسلمان قومیت کی زنجیروں کو توڑنے اور ترقیات دنیوی کے سلب کرنیوالا ظاہر کرتا ہے اور اتنا نہیں سوچتا کہ جس یورپ کی وکالت میں اس نے بے سُرا راگ الاپنا شروع کیا ہے۔ خود اس نے کہاں سے ان اصولوں کو سیکھا۔ اور کس نے یورپین دنیا کو اعلیٰ تمدن و معاشرت کا پابند بنایا۔ مانا کہ مسلمان اسوقت مفلس ہیں۔ اور اُن کی مفلسی اب اس حد تک پہنچ گئی ہے۔ کہ جسے قلاشی کے نام سے موسوم کرنا زیادہ موزوں ہوگا۔ مانا کہ بالمقابل غیر اقوام اور بالخصوص یورپین دنیا باوجود اسلام کی پابند نہ ہونے کے آج معراج ترقی پر ہے اور آسودہ حالی اس کے شامل حال ہے۔ مانا کہ مسلمانوں میں اس وقت قومیت کا وہ جذبہ بھی نہیں۔ جو یورپین اقوام میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ یہ سب کچھ اسلامی تعلیم کا ہی نتیجہ ہے۔ اور اسلام نے ہی اپنے پیروؤں کو ایسا سکھایا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ نامہ نگار مذکور نے اپنے دعاوی کے ثبوت میں صرف اتنا ہی لکھدینا کافی خیال کیا ہے۔ کہ "میرے پاس اسکی دلائل ہیں" اور وہ دلائل اس نے پیش نہیں کیں۔ اور اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ کہاں تک صحیح ہیں اور کن غلط دلائل نے اسے ٹھوکر کھلائی ہے۔ لیکن بظاہر یورپین اور اسلامی دنیا کے متقابلہ خوشگوار و ناخوشگوار حالات ہی ہیں۔ جو ایک ظاہر بین اور کوتاہ اندیش انسان کو امل الذکر کو عمدہ اور مؤخر الذکر کو ناقص قرار دینے کی طرف مائل کرتا ہے۔ مگر یہ سب امور کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتے جبکہ

ہم خود اسلامی دنیا پر ایک وقت وہ زمانہ بھی دیکھ چکے ہیں جب انہی شعار اسلامی کو جنہیں آج دنیوی ترقیات اور سیاست کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔ بزیر عمل لاکر وہ دنیوی عروج کے اوج کمال پر پہنچے ہوئے تھے۔ اور وہ تمام باتیں انہیں حاصل تھیں۔ جن کے باعث آج یورپ کو معزز و ممتاز خیال کیا جاتا ہے۔

(باقی دارد)

فہرست چندہ

گذشتہ عید الفطر کے موقعہ پر مفصلہ ذیل رقم عید فنڈ اور فطرانہ کی جماعت وزیر آباد کی طرف سے وصول ہوئی۔

اسمائے گرامی	رقم چندہ	رقم فطرانہ
حافظ غلام رسول صاحب سوداگر معہ اہل خانہ	سے	عہ/ ۱۰ار
شیخ نیاز احمد صاحب معہ برادران	سہ	•
ابوعطا الغنی صاحب	بہ	•
حافظ عبدالعزیز صاحب محکمہ جنگلات	•	۴ر
منشی برکت علی صاحب بھلوری	•	۸ر
محمد خان صاحب معہ اہلخانہ	عہ	عہ
عبدالرحمن ولد محمد خان	عہ	•
شیخ عبدالرحمن صاحب لوٹ فروش	عہ	عہ
سیٹھ عبدالکریم معہ اہل خانہ	عہ	۱۲امر
حاجی محمد دین صاحب معمار	•	۴ر
شیخ نبی بخش صاحب	۴ر	۴ر

چندہ جماعت پشاور

جماعت احمدیہ پشاور کی طرف سے ۲۳ ستمبر کے بعد مفصلہ ذیل رقوم ترجمۃ القرآن انگریزی اور چندہ ماہوار اشاعت اسلام کی مدمیں وصول ہوئی ہیں

۲۷ ستمبر ترجمۃ القرآن ۵ معرفت مرزا اللہ صاحب
۳۰ ر ۔ ۔ ۵ ۔
۔ ۔ ۔ ۵ ۔
۵ ر اکتوبر ۔ ۵ ۔
۸ ر ۔ ۔ ۵ ۔
۱۹ ر ۔ ۔ ۵ معرفت شال خان صاحب
چندہ ماہوار ۔ ۱۲

(خاکسار فقیر اللہ عفی عنہ)

بیعت

میاں محمد خان صاحب۔ کامل پور۔ حضرت امیر کے ہاتھ پر احمدیت کی بیعت میں داخل ہوئے ہیں۔

مسلمانوں کی ترقی کا راز

قوم کی زندگی اور موت کا سوال

از منشی دوست محمد خان صاحب حجانہ
حجام پور ضلع ڈیرہ غازیخان

مسلمانوں کی قوم آجکل ایک خاص زمانہ کو عبور کر رہی ہے۔ جو عظیم حادثات اور سنگین واقعات چند سالوں سے قوم پر پے در پے ٹوٹ رہے ہیں۔ وہ کسی باخبر مسلمان سے مخفی نہیں ہیں۔ ایران۔ توران۔ ترکستان۔ روم۔ مصر۔ طرابلس۔ ٹیونس۔ اور مراکو جہاں کہیں مسلمان ہیں۔ قعر مذلت میں گر رہے ہیں۔ گویا اسوقت نحوست اور ادبار کی وبا اسلامی دنیا پر طاری ہو رہی ہے۔ اور مسلمان جہاں کہیں ہیں مختلف قسم کے حادثات میں گھرے ہوئے ہیں ان حالات میں وہ اپنے عالمگیر زوال کو محسوس کرکے بیدار ہو رہے ہیں۔ چنانچہ جہاں کہیں چند شناسدار مسلمان مل کر بیٹھتے ہیں تو ان کا تبادلہ خیالات بھی اسی مبحث پر ہوتا ہے خصوصاً جنگ طرابلس اور بلقان نے تو مسلمانان عالم کو جگانے کے لئے تازیانے کا کام کیا ہے اس صورت میں یہ قدرتی امر ہے کہ تنزل کے اسباب اور ترقی کی راہیں ڈھونڈی جائیں۔ چنانچہ گذشتہ چند سال سے ہندوستان کے قومی اصحاب نے مختلف پیرایوں میں یہ سوال اٹھا رکھا ہے اور اس کے حل و تدبیر میں بڑی طبع آزمائیاں کر رہے ہیں

ہندوستان کے مسلمانوں نے جو فی زمانہ تمام اسلامی دنیا میں زیادہ بیدار اور شناسدار سمجھے جاتے ہیں کبھی تو حجاز ریلوے کو "قوم کی ترقی کا واحد ذریعہ" قرار دیا۔ اور کبھی صرف "مسلم یونیورسٹی" کو قوم کے لئے آبحیات سمجھا۔ اور اسی پر مدت تک فضلائے قوم کے گرما گرم لیکچر ہوئے لاکھوں روپیہ جمع بھی کیا اور یقین کیا۔ کہ بس یونیورسٹی بننے پر قوم کا بیڑا پار ہو جائیگا مگر دہلی دربار (منسوخی تقسیم بنگال) کے بعد مسلمانوں کو کچھ ایسی سُنگی لگی کہ لگے "اب ہمکو کیا کرنا چاہئے" کی گتھی سلجھانے۔ اس سوال کے حل کے لئے مختلف اقطاع ملک خصوصاً لاہور میں پے در پے جلسے ہوئے۔ گویا نصف صدی سے ترقی قوم کے جو ذرائع سوچ رکھے تھے۔ وہ سب غلط ثابت ہوئے۔ ع

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

یہ سوال یہاں تک بڑھا کہ آخر مسلم لیگ نے ایک سال لکھنؤ میں دھواں دھار تقریروں اور بڑے معرکہ کی بحثوں کے بعد اپنی دیرینہ روش کو یک لخت بدلا۔ اور قوم کی ترقی کا ذریعہ "ہندو کانگریس" کی شمولیت کو قرار دیا گویا جس چیز کو مدت سے قوم کے حق میں زہر سمجھ رکھا تھا۔ آج اسے اب آبحیات سمجھا لیکن کیا یہ راہ قوم کی ترقی کے لئے کامل ہو سکتی تھی؟ خود لیگ کے ہمنوا اس حل سے مطمئن نہ ہوئے۔ غرضکہ اسلامی حلقوں میں اس سوال کی بابت مختلف اسباب اور تجاویز اختیار کی گئیں اور کئی طرح کی موشگافیاں کی گئیں۔ مگر قوم کسی مفید اور جامع نتیجہ پر نہ پہونچ سکی۔ بلکہ یوماً فیوماً زیادہ پریشانی میں مبتلا ہوتی جاتی ہے ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

میں تو قوم میں یہ سوال چھڑا ہوا دیکھ کر رہ رہ کے رنج اور درد سے پیچ و تاب کھاتا اور حیران رہ جاتا ہوں۔ کہ وہ قوم جو دوسروں کی رہنمائی کا موجب ہوئی۔ اب خود گمراہ ہو کر سوال اٹھائے ہوئے ہے۔ میں عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کہ بیچارے قوم پرست لوگوں کی حالت اس مخبوط الحواس کی طرح ہو رہی ہے جو ویرانے میں خونخوار درندوں کی دہشت سے اچانک جاگ کر راہ ڈھونڈنے کے لئے ایک ڈنڈی پر دوڑا جاتا ہے۔ کچھ دور جا کر معلوم کرتا ہے کہ یہ ڈنڈی منزل مقصود کو نہیں جاتی ہے تو کبھی کسی ڈنڈی پر کبھی کسی ڈنڈی پر سراسیمہ بھاگتا ہے۔ مگر ہر طرف کچھ دور جا کر ناکامی کا منہ دیکھتا ہے۔ قوم کی بیداری اور خیرخواہان قوم کی جد و جہد بیشک قابل قدر ہے۔ مگر ترقی کی جس راہ پر پڑ رہے ہیں وہ صحیح ہے یا غلط؟ یہ ایک سوال ہے جو قابل غور ہے۔

در حالیکہ اس اہم بحث پر بڑے بڑے لیڈر اور مدبر قوم کو بہت کچھ سنا چکے ہیں قومی غرور شاید ہی قوم کو کچھ غریب کی آواز پر غور کرنے کے لئے مائل کر سکے۔ مگر قوم کی پریشانی دیکھکر میری طبیعت کے ولولے نے مجھے ان الفاظ کے لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ جن کا اثر خدا کے فضل اور طبیعتوں کی سعادتمندی پر منحصر ہے

ہم بفضلہ مسلمان ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہمارا ایمان ہے۔ بحیثیت مسلمان کے اس پاک کلمہ کے بموجب ہمارا کوئی مقصود اور متبوع سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ ہونا چاہئے خدائے حکیم نے جو ہماری تمام مشکلات کا بہترین حل اور کامیابی کی صحیح راہیں جانتا ہے اپنے کلام پاک لاریب فیہ میں ہماری تمام مشکل کشائیوں کے لئے ایک گر فرمایا ہے۔ یا ایھا الذین امنوا فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ولا تفرقوا الخ یعنی اے ایمان والو- جب تم کو کوئی الجھن پیش آئے تو تم کو احکام الٰہی اور دستور العمل نبوی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اور اس سے کوئی اور راہ اختیار نہ کرنی چاہئے۔ حدیث نبوی کی کتاب کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۴ پر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث درج ہے۔ انھا ستکون فتنۃ قیل فما المخرج قال کتاب اللہ الخ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بار بار صحابہ کرام کو فرمایا کہ تھوڑے عرصہ کے بعد ایک فتنہ برپا ہونیوالا ہے اور جب پوچھا گیا کہ اس سے مخلصی کی راہ کیا ہوگی تو فرمایا کہ کتاب اللہ یعنی قرآن کریم سے نجات وابستہ ہے کیونکہ اس میں تم سے پہلی امتوں کے قصے اور آنیوالے زمانہ کی خبریں ہیں اور یہی کتاب تمہاری حَکَم اور کل نزاعوں کا فیصلہ کرنیوالی ہوگی اور وہ قول فیصل ہے جس میں ذرہ بھی ہزل نہیں۔ جو ظالم زبردست اسکو ترک کریگا خدا اسکو کاٹ ڈالیگا۔ اور جو اسکو چھوڑ کر کسی اور چیز کو ذریعہ ہدایت سمجھیگا۔ تو وہ ضلالت کے کنوئیں میں گریگا یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مضبوط رسی ہے۔ جسکے سہارے سے انسان کنارۂ امن و عافیت پر پہنچ سکتا ہے۔ اور حکمت کی بھری ہوئی نصیحت ہے جس سے آدمی فوائد کثیرہ حاصل کر سکتا ہے یہی صراط المستقیم ہے جسپر چلنے سے انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے اور یہی ایک کتاب ہے جسکی پیروی کرنے سے انسانی خواہشوں میں کجی نہیں آ سکتی اور نعمائے الٰہی کا ایسا دسترخوان ہے کہ حقیقی علماء اس سے سیر نہیں ہو سکتے اور نہ زبانیں اسکے ذریعہ ٹھوکر کھا سکتی ہیں۔ نہ وہ بار بار کی تکرار سے کہنہ ہو سکتی ہے۔ نہ کبھی اس کے عجائبات ختم ہو سکتے ہیں۔ وہ ایسی کتاب ہے جس نے اس کی رو سے حکم دیا اس نے عدل کیا۔ جس نے اسکے مطابق عمل کیا۔ اسکو اجر ملا اور جس نے اس کی طرف بلایا اس نے راہ راست کی طرف ہدایت کی۔ اور سچ بھی یہی ہے۔ کیونکہ کسی مشکل میں الٰہی راستہ کو چھوڑ کر خودساختہ راؤں پر چلنا موجب تباہی ہے چنانچہ قرآن فرماتا ہے عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شر لکم واللہ یعلم و انتم لا تعلمون یعنی بڑی مشکل یہ ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو مگر در اصل وہ

تمہارے لئے بہتر ہو - اور ایک چیز کو تم پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بُری ہو - اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے - اور تم نہیں جان سکتے۔ پس اس آیۃ کے خلاف چلنے والے لوگ خواہ کیسے ہی فصیح لیکچرار - مدبّر اور جتھے یا دولت کے مالک ہوں یہ ہمارا ایمان ہے - کہ وہ نہ کبھی کامیاب ہوئے ہیں - اور نہ کبھی ہو سکینگے - اور پیاز کی طرح پردہ سے پردہ اُتارتے اُتارتے بیچ میں مغز کی کچھ چیز نہ پائینگے - اور خالی ہاتھ رہینگے -

میرے ایک بزرگ نے فرمایا ہے - کہ مسلمانوں کے تنزل کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قوم میں غیرت نہیں رہی اور غیرت تاریخ سے پیدا ہوتی ہے - (قصص الاولین مواعظة الآخرین) اس سے بھی میں نے یہی نتیجہ نکالا - کہ ہمکو کلام اللہ شریف کی طرف رجوع کرنا چاہئے - تاریخ کی صدہا کتابیں جھوٹ مبالغہ اور غلطی سے پاک نہیں ہو سکتیں مگر قرآن کریم کے اندر بہت سی قوموں کی سچی اور صحیح ہسٹری ہے - جسکے مطالعہ سے روشن ہوتا ہے - کہ قرون سالفہ میں بھی کئی قومیں اُبھرتی اور گرتی رہی ہیں اور ساتھ ہی قرآن کریم میں وہ ذرائع بھی بوضاحت بتائے گئے ہیں کہ قومیں کس طرح انتہا لمعراج ہوتی اور پھر صفحۂ ہستی سے مٹتی رہی ہیں - لہٰذا قوم اسلام کا موجودہ زوال اگر دنیا کا پہلا واقعہ ہوتا تو اسباب زوال کی تشخیص اور ذرائع ترقی کی تجویز نئے سرے سے جائز ہو سکتی تھی - مگر جب بہ ثبوتِ قرآن گردش روزگار سے قوموں میں ہمیشہ ایسا ہی مدّو جزر پیدا ہوتا رہا ہے - تو اب اگر قوم صدہا قوموں کے تجربہ المجرب نسخہ سے منہ موڑ کر اپنی کوتاہ راؤں پر چلنا چاہتی ہے تو اُسکے انجام کا فیصلہ بھی قرآن شریف میں موجود ہے - ومثل الذین کفروا کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاءً و نداءً صم بکم عمی فہم لا یعقلون یعنی جو لوگ الٰہی قانون اور احکام سے بے پرواہ بلکہ منکر ہو جاتے ہیں - وہ حقیقت میں اندھے ہو جاتے ہیں کہ سیدھی راہ نہیں سوجھ سکتی اور گونگے ہو جاتے ہیں کہ صاحبان معرفت سے مل کر سلامتی کا راہ نہیں دریافت کر سکتے اور بہرے ہو جاتے ہیں - کہ اگر کوئی مردِ خدا انکو غلط راہ پر پڑا ہوا دیکھکر انکو راہ بتاتا ہے تو اُس کی آواز کو نہیں سُن سکتے - اور کسی طرح نہیں سمجھتے گویا اُن کی عقل ماری جاتی ہے - پس ہمکو چاہئے کہ قوم کے تنزل کے اسباب اور ترقی کے ذرائع کو بھی الٰہی ضابطہ قرآن کریم سے دریافت کریں اور یہی طریق تحقیق بے خطا اور کامیاب ہو سکتا ہے - ورنہ اگر قوم کی گمراہ حالت مذکورہ بالا آیت کی مصداق بن چکی ہے - تو بھی کہنا وجہ مایوسی کی نہیں ہے - (انہ یحب التوابین) جو لوگ غلط کاریوں کے بعد خدا کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں تو خدا پھر بھی اُن کا دوست بن جاتا ہے -

قومی وحدت:- میں قرآن کریم سے گذشتہ اقوام کی تاریخ سے نتائج اخذ کرنے سے قبل ایک اور نکتہ کی طرف ناظرین کی توجہ معطوف کراتا ہوں صحیفۂ قدرت پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام کائنات میں ایک نظام وحدت جلوہ گر ہے - ریزہ ریزہ مٹی کا جمع ہو کر اینٹ بنتا ہے کئی اینٹوں سے دیواریں - دیواروں سے گھر - گھروں سے محلے - محلوں سے شہر اور شہروں سے ملک کی زینت پیدا ہوتی ہے - کئی بیجوں سے ٹہنی - کئی ٹہنیوں سے بڑا ٹہنا اور کئی ٹہنے ملکر ایک تنہ اور تنے سے درخت کا وجود بنتا ہے - پھر کئی درختوں سے ملکر باغ بنتے ہیں - جن سے آنکھوں کو دلفریبی اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے پھر اگر ایک بیج اپنے اصل سے جدا ہو جائے تو ہزار حکیم بھی اُسے ہرا نہیں رکھ سکتے - اجرام فلکی میں بھی ایک وحدت ہے اگر ایک منٹ کے لئے ان کی وحدت نہ رہے تو دنیا پر قیامت ہی آجائے - قطرہ قطرہ بارش سے ندیاں - ندیوں سے دریا بنتے ہیں - جو ملک کی سرسبزی اور شادابی کا موجب ہوتے ہیں ہمارے پہننے کے کپڑے بھی تاروں کی وحدت سے بنتے ہیں فرش - بورئیے - رسّے - کاغذ - قلم میز کرسی - چھت اور کڑیاں وغیرہ سب کا وجود وحدت سے پیدا ہوا ہے - بلکہ خود ہمارے جسم کے اندر جو عظیم الشان اسرار کا کارخانہ چل رہا ہے - وہ بھی وحدت کی طفیل جاری ہے دگرنہ سہ

چار طبع مخالف و سرکش   جان شیریں برآید از قالب

حیوانات میں بھی وحدت کی شان عیاں ہے اور وحدت کے نظام ترکیبی کے لئے ایک اصل یا سردار کا وجود لازمی ہے - چیونٹیوں اور شہد کی مکھیوں سے لیکر جنگل میں ہاتھیوں اور آسمان میں کلنگوں تک میں وحدت پائی جاتی ہے - علم موجودات پر غور کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے - کہ یہ سب کی سب مخلوقات اپنے جنس ہی کے ایک سردار کے ماتحت ہو کر رہتی ہے - ہاتھی جنگلوں میں چلتے ہیں تو قطار باندھکر ایک بوڑھی ہتھنی کو آگے رکھتے ہیں شہد کی مکھیوں کی سردار ایک رانی ہوتی ہے - جو اپنی تمام قوم پر کمانڈ کرتی ہے اس کے لئے خاص غذا اور خاص رہائشی خانے مہیا ہوتے ہیں - چیونٹیاں بھی قطار باندھکر ایک سردار کے ماتحت کوچ کیا کرتی ہیں - اور یہ جو روایت مشہور ہے - کہ چیونٹیوں نے مل کر ہاتھی مار ڈالا تھا - تو وہ بھی اسی قومی وحدت کی برکت ہوگی - کلنگیں جب آسمان پر اُڑتی ہیں تو اُن کا ایک لیڈر سب سے آگے ہوتا ہے - وہ جدھر قوم کی مہار پھیرتا ہے ساری قطار فوراً اُسی طرف مارچ کرنے لگ جاتی ہے - الغرض سارے گرد و پیش اور نیچے اوپر وحدت ہی وحدت کے کرشمے ہم دیکھتے ہیں - جو بیان سے باہر ہیں - سہ

تجلی تیری ذات کا سو بسو ہے
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

(باقی دارد)

اسلام کس طرح پھیلا

لوگ کہتے ہیں کہ اسلام شمشیر کے زور سے پھیلا - مگر ہم اس رائے سے موافقت کا اظہار نہیں کر سکتے کیونکہ زبردستی سے جو چیز چھینی جاتی ہے وہ جلد ہی ظالم سے واپس لی جاتی ہے - اگر اسلام کی اشاعت ظلم کے ذریعہ سے ہوئی ہوتی تو آج اسلام کا نام و نشان بھی نہ رہتا لیکن نہیں ایسا نہیں ہے - بلکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسلام دن بدن ترقی پر ہے - کیوں ؟ اسی لئے کہ بانئ اسلام کے اندر روحانی شکتی تھی - ملتی ماتر کے لئے پریم تھا - اس کے اندر محبت اور رحم کا پاک جذبہ کام کر رہا تھا بیشک خیالات اسکی پیروی کرتے تھے - ایک موقعہ پر حضرت محمدؐ دشمنوں سے لڑائی کر کے تن تنہا جنگل میں ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے - تو ایک قوی ہیکل آدمی برہنہ تلوار لیکر ان کے سامنے آکھڑا ہوا - اور کہا کہ اے محمد! اب بتا تیرا خدا خدا کہاں ہے ؟ اپنے خدا کو اپنی مدد کے لئے بلا - تاکہ میں دیکھوں - کہ تیری گردن کاٹنے سے میرے ہاتھ کو کیسے روکتا ہے - حضرت محمدؐ بولے -

اُسے غافل میرا خدا میرے پاس ہے - میری ہر وقت مدد کرنیکو تیار ہے - اس وقت بھی وہ میری مدد کریگا تجھ میں طاقت ہی نہیں ہے - کہ میرا سر قلم کرسکے ابھی حضرت محمدؐ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ مارنے والے کا ہاتھ کانپا - تلوار لرز کر زمین پر گر پڑی - حضرت محمدؐ نے تلوار اٹھائی اور یوں مخاطب ہوئے - اے ظالم! اب بتا کہ تجھ کو کون بچانے والا ہے - یہ تلوار ایک سیکنڈ کے اندر تیرا سر تن سے جدا کر دیگی - جلد بتا کہ تجھ کو کون بچائیگا - قوی ہیکل آدمی پر خاموشی کا عالم چھایا ہوا تھا - کوئی جواب بن نہ آیا - حضرت پھر بولے ارے احمق کہتا کیوں نہیں کہ جس نے تجھکو بچایا ہے وہی مجھکو بچائیگا - بس اب کیا تھا ظالم کی آنکھیں کھل چکی تھیں - ہوش آچکا تھا - کہتے ہیں کہ بعد میں وہی شخص حضرت محمدؐ صاحب کا دستِ راست بنا اور حضرت محمدؐ صاحب کے خیالات کو دنیا کے اندر اشاعت دینے میں اُسی شخص نے سب سے بڑھ کر حصہ لیا

چند سوالوں کے جواب

حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے

کسی صاحب نے ذیل کے چند سوالات حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت اقدس میں برائے جواب ارسال فرمائے تھے۔ جنکے جواب آنحضور نے اپنے قلم سے مختصر طور پر لکھدیئے۔ جو برائے فائدہ عام ذیل میں شائع کئے جاتے ہیں

سوالات

(۱) حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ اسم۔ فعل۔ حرف اور یہ تینوں چیزیں اپنی شکل میں بجائے خود ایک پورا کلمہ ہیں۔ زید جاتا ہے۔ زید ایک پورا کلمہ ہے۔ اور اسکو کلمہ بنانے کے واسطے ضرورت نہیں۔ کہ جاتا ہے بھی ساتھ ملا دیا جاوے بلکہ جاتا ہے۔ ایک علیحدہ کلمہ ہے۔ اور کوئی ضرورت نہیں کہ جاتا ہے فعل تب کلمہ بنیگا جبکہ زید اسم ساتھ ملایا جاوے۔ اسی طرح نبوت کی کچھ قسمیں ہیں۔ ہر ایک قسم اپنی شکل پر بجائے خود ایک پوری نبوت ہے۔ اس لئے وہ جزئی نہیں ہوسکتی۔

(۲) حضرت مسیح موعود کو کامل نبی جن معنوں میں اوپر کی مثال سے ظاہر ہے۔ مانا جاوے تو کیا نقص ہے۔

(۳) آپ کا موجودہ عقیدہ کس وقت سے شروع ہوا ہے۔

(۴) اگر حضرت صاحب کو ظلی نبی مانا جائے تو مسئلہ کفر و اسلام پر کیا اعتراض وارد ہوتا ہے

(۵) حضرت صاحب کو ظلی نبی ماننے سے خلافت پر کیا اعتراض ہے اور خلافت کیوں ناجائز ہے

(۶) پیر کے ساتھ عقائد میں مرید کیوں اختلاف نہیں رکھ سکتا۔ جبکہ فروع ہوں۔ اور اصولی مسئلوں میں اختلاف ہوں۔

(۷) جزوی نبوت یا کامل نبوت کو روحانیت کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ کیوں اس بات کو اسکے حال پر نہیں چھوڑا جاتا۔

(۸) اور کہ آپ کے عقائد کیا ہیں جو کہ آپ مشتہر کرتے ہیں۔ تفصیل وار ہوں۔ چھوٹا ہو۔ یا بڑا۔

(۹) جن مسئلوں میں یا جن امور میں آپ کو میاں صاحب سے اختلاف ہے۔ وہ بھی تحریر کریں۔ میں مانتا ہوں۔ کہ جس حد تک آپ نے باوجود گندہ زبانی کر سکنے کے شرافت اپنی تمام تحریروں میں دکھائی ہے۔ وہ قابل تحسین ہے۔ آخر میں عرض کرتا ہوں۔ کہ تمام باتوں کا جواب تفصیل وار دیویں۔ اور آئندہ بھی اپنی تحریروں سے اطلاع دیا کریں۔ اور عرض ہے کہ میں صرف آپ سے ہی جواب لینا چاہتا ہوں۔

والسلام۔ خاکسار ....

....

جوابات

(۱) آپ لکھتے ہیں۔ کلمہ کی تین قسمیں ہیں اسم۔ فعل۔ حرف۔ تینوں ملکر بھی کلمہ رہتا ہے۔ الگ الگ بھی کلمہ ہے۔ اس میں آپکو ایک غلطی لگتی ہے

کلمہ کے ایک اصطلاحی معنے ہیں ایک لغوی اسی طرح نبوت کے ایک اصطلاحی معنے ہیں۔ ایک لغوی۔ لغوی اصطلاح میں کلمہ کا لفظ مفرد معنے پر بولا جاتا ہے۔ الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد۔ اور جب ایک جملہ بنتا ہے۔ جیسے آپ نے لکھا ہے۔ زید جاتا ہے تو وہ نحوی اصطلاح میں کلام کہلاتا ہے۔ نہ کلمہ۔ ہاں لغت میں اُسے کلمہ کہہ دیتے ہیں۔ مگر نحوی اصطلاح میں اس پر کلمہ کا لفظ بولنا جائز نہیں۔ اصطلاح نحوی میں کلمہ کلام کا ایک جزو ہے۔ اسی طرح پر اصطلاح شرعی میں نبوت کے اور معنے ہیں۔ لغت میں اور حضرت صاحب کا دعوے شروع سے یہی ہے کہ لغوی معنوں میں مجھ پر لفظ نبی کا اطلاق پا سکتا ہے شرعی معنوں میں نہیں۔ یہی مذہب آخر تک رہا۔ مگر جسے لغوی معنوں میں نبی کہا جائیگا۔ اسپر اصطلاح شرعی میں جزوی یا مجازی نبوت کا لفظ بولا جائیگا۔ لغوی معنوں میں ایک لفظ کا ایک طرح استعمال ہونا اور اصطلاح شرعی میں دوسری طرح عام محاورہ ہے۔ مثلاً صلوۃ کے لفظ کو ہی لے لو۔ لغت میں اس کے معنے دعا کے ہی ہیں مگر یقیمون الصلوۃ کا حکم اس طرح پورا نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص خالی دعا کر لیا کرے۔ بلکہ اصطلاح شرعی کے مطابق اسے صلوۃ ادا کرنی چاہئے۔ یہ ایک سیدھی بات ہے۔ جسکو خواہ مخواہ پیچ در پیچ بنایا جاتا ہے۔

(۲) حضرت مسیح موعود کو کامل نبی ہم اسلئے نہیں کہہ سکتے۔ کہ حضرت صاحب نے کبھی اپنی کسی تحریر میں کبھی کسی تقریر میں کامل نبی کا لفظ اپنے اوپر نہیں بولا۔ جزوی نبی مجازی نبی کا لفظ بولا ہے۔ اور نبوت کاملہ کا صاف لفظوں میں انکار کیا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود کو کامل نبی کہنے میں نقص صرف یہی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کی خلاف ورزی ہے۔ جو شخص ایسے نقص کی پرواہ نہ کرے۔ اسکا معاملہ سپرد خدا کرتے ہیں۔

(۳) میرا عقیدہ شروع سے ایک ہی ہے اسکے متعلق رسالہ تبدیلی عقیدہ کا الزام کس پر عائد ہوتا ہے۔ پڑھیں جو بھیجتا ہوں۔

(۴) حضرت صاحب کو ظلی نبی مان کر غیر احمدیوں پر محض انکے غیر احمدی ہونے کی وجہ سے فتوے کفر باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ ظلی نبوت اپنی اپنی استعداد اور مرتبہ کے موافق دیگر اولیائے امت کو بھی حاصل ہے اور حاصل ہو سکتی ہے۔

(۵) خلافت ان معنے ہم ناجائز نہیں کہتے کہ جماعت کا ایک امیر ہو۔ ہاں حضرت مسیح موعود کے بعد جو لوگ سلسلہ میں امیر ہونگے۔ وہ آیت استخلاف کے ماتحت موعود خلیفے نہیں اور اُنکے نہ ماننے سے کوئی شخص فاسق نہیں ہو سکتا۔ اسیطرح الوصیت کے ماتحت جس پر چالیس مومن اتفاق کریں وہ خلیفہ ہو سکتا ہے۔ مگر ایسے خلیفے غیر احمدیوں کو سلسلہ میں داخل کرنیوالے ہونگے۔ اور جو اُن میں سے امیر ہو وہ جماعت کا انتظام وحدت قائم رکھیگا۔ مالی معاملات میں ہر خلیفہ جماعت کے ایک فرد کی طرح ہوگا۔ یعنے اسے حق نہ ہوگا کہ انجمن یا قوم کے مال کو اپنے تصرف میں لائے یا انجمن کے خزانہ سے باہر رکھے۔ اس مال کو خرچ کرنے کی مجاز حسب الوصیت صرف انجمن ہوگی۔ موعود خلافت صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے لئے ہے۔

(۶) بعض مسائل میں پیر اور مرید کا اختلاف ہو جانا ہرج نہیں۔ لیکن جو اصولی مسائل ہوں ان میں اختلاف نہیں ہو سکتا۔ مثلاً پیر سارے مسلمانوں کو کافر کہتا ہے۔ مرید اُنکو مسلمان کہتا ہے۔ اب اگر دونو کو اپنے عقیدہ پر اصرار ہو۔ تو پیر کے نزدیک مرید کافر۔ مرید کے نزدیک پیر کافر۔ کیونکہ حدیث صاف ہے۔ مسلمان کو کافر کہنے والے پر کفر اُلٹ کر پڑتا ہے۔ پس پیری مریدی کا تعلق ایسی صورت میں بے معنی ہے نہیں بلکہ دین کے ساتھ ہنسی ہے۔

(۷) جزوی نبوت اور کامل نبوت کو اگر روحانیت سے کچھ تعلق نہیں تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرنیوالا اور آپکو خاتم النبیین سمجھنے والا برابر ہوئے۔ یہ اسلام پر ایک خطرناک حملہ ہے۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھولتا ہے۔ وہ اسلام کی بیخ پر تبر چلاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے صاف لکھا ہے کہ نبوۃ کاملہ اس امت میں نہیں ہو سکتی۔ اور نبوۃ کاملہ کے ماننے سے انکار ختم نبوت لازم آتا ہے۔

پس جب اسلام پر ایسا حملہ ہو رہا ہو تو ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ کہ اس غلطی کی اصلاح کے لئے کوشاں ہو۔ یوں تو دنیا میں اسلام پر جو حملے ہو رہے ہیں۔ ان سے ایک گوشہ نشین زاہد کی روحانیت کو کیا نقصان پہنچتا ہے۔ مگر اسلام کی حفاظت اور اسلام کے اندر ہر قسم کی غلطیوں کا دور کرنا یہ بھی مسلمان کا فرض ہے۔ اگر کوئی کہے کہ مسیح کو مردہ یا زندہ مان لینے سے روحانیت کا کیا تعلق۔ تو آپ اسکا کیا جواب دینگے آخر مسیح کو زندہ ماننے والے بعض اولیاء اللہ بھی تو گذرے ہیں۔ اور خود حضرت مسیح موعودؑ کیا اسوقت روحانیت نہ رکھتے تھے۔ جب حضرت عیسے علیہ السلام کو زندہ مانتے تھے۔ پس غلطیوں کو دور کرنا سب سے پہلا فرض ہے۔

(۸) اپنے عقائد کے متعلق مطبوعہ ٹریکٹ* بھیجتا ہوں۔ اسکو آپ پڑھ لیں۔

(۹) میرا اور میاں صاحب کا اختلاف ذیل کے امور میں ہے :-

۱- سوائے حضرت مسیح موعودؑ کو کافر یا مفتری کہنے والے کے کوئی مسلمان دائیرہ اسلام سے خارج نہیں۔

۲- حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت جزوی ہے۔ کاملہ نہیں۔

۳- حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء نے موعود خلفاء نہیں۔ یعنی آیت استخلاف کے ماتحت خلفاء نہیں۔ اور نہ انکا منکر فاسق ہے۔

۴- انتظام وحدت کے لئے جو امیر ہو اس کی بیعت ہر احمدی پر فرض نہیں ہے ہاں انتظامی امور میں اسکے ساتھ ہونا ضروری ہے۔

۵- انجمن جسکو حضرت مسیح موعود نے قائم کیا تھا۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ کے بعد کسی فرد واحد کا حکم وہ مرتبہ نہیں رکھتا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کا حکم رکھتا تھا۔ یعنی حضرت مسیح موعودؑ کو اختیار تھا۔ کہ انجمن کے کسی فیصلہ کو رد کریں۔ یا اسے حکماً کوئی کام کرنے کے لئے مجبور کریں۔ مگر کوئی خلیفہ یا امیر اسبات کا مجاز نہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا نام انجمن کے قواعد کے قاعدہ ۱۸ سے کاٹ دینے کیوجہ سے اور اس کی بجائے میاں محمود کا نام لکھ دینے سے گویا درحقیقت اس انجمن کا وجود کالعدم کر دیا گیا ہے۔

(۶) اور بھی بعض باتیں ہیں۔ مگر میں نے اہم امور کا تذکرہ کر دیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ مسیح موعودؑ کے سلسلہ سے محبت رکھنے والے احمدی سب سے پہلے اسبات کی طرف توجہ کرینگے۔ کہ انکا سب سے پہلا فرض اسوقت سلسلہ میں سے غلطیوں کو دور کرنا ہے۔ ورنہ حضرت مسیح عیسے کی مماثلت کا نظارہ سامنے موجود ہے۔ کہ تثلیث پرست گروہ موحد گروہ پر غالب آ گیا۔ میاں صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے بیٹے ہیں۔ انکے ساتھ محبت یہ نہیں کہ ان کی غلطیوں میں اُن کا ساتھ دیکر انہیں اور بھی ان پر پختہ کیا جائے۔ بلکہ حقیقی محبت یہ ہے کہ اُن کی غلطیوں پر اُن کو آگاہ کیا جائے۔ اور اُن غلطیوں کے دور کرنے کے لئے پورا زور لگایا جائے۔ والسلام ✤

خاکسار۔ محمد علی

* یہ ٹریکٹ دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے دو پیسہ کا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے۔ (ایڈیٹر)

چودھویں صدی کا مجدد اور اُس کے متعلق غلو

گذشتہ اتوار ۲۴ر اکتوبر ۱۹۱۵ء کو حسب اعلان احمدیہ . . . بلڈنگس میں جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے موضوع بالا پر ایک عام لیکچر دیا۔ جسمیں آپ نے سورۃ نور کی چند آیتیں تلاوت فرماکر ان میں سے آیت استخلاف کو خلفائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل گردانتے ہوئے اور اس کے ساتھ مجدد والی حدیث کو مطابق کرتے ہوئے چودھویں صدی میں بھی ایک خلیفہ اور مجدد کی ضرورت ثابت کی۔ اور اس کی تائید میں باران رحمت کی مثال دیتے ہوئے کہ وہ خشک سالی پر مردہ زمین کو زندہ کرتی ہے موجودہ روحانی موت کے لئے کسی چارہ کار کا مطالبہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کی شرائع کے نامکمل ہونے اور آنحضرت صلعم پر شریعت کے مکمل ہو جانے کو آئندہ کسی حقیقی نبی کی آمد کے منافی قرار دیا اور بتایا کہ اب تجدید کرنے والے آسکتے ہیں نہ کہ تکمیل دین کرنے والے یعنی نبی حقیقی۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ کا دروازہ اب بند ہو چکا ہے۔ پھر آپ نے پہلے مجددین کے وقت نسبتاً کم اور اندرونی مفاسد کے ہی پیدا ہونے اور موجودہ زمانہ میں اندرونی و بیرونی تمام مفاسد کے رونما ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ پہلے ایک ایک فتنہ کی اصلاح کے لئے ایک ایک مجدد آیا کرتا تھا اور بہ سبب مختلف ممالک کے اسباب میل جول کم ہونے کے بہت سے مجدد ہوتے تھے لیکن اس زمانہ میں جبکہ اندرونی و بیرونی مفاسد . . . اسلام پر حملہ آور ہیں اور زمانہ کی ترقیات نے ملکوں کا باہم یوں میل اس طرح سے کر دیا ہے کہ گویا کل دنیا ایک شہر کے حکم میں ہے مجدد بھی کل دنیا کے لئے ایک ہی بھیجا گیا ہے جو اپنے اس عظیم الشان کام کے لحاظ سے دوسروں سے بڑھکر ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس موجودہ فتنہ عظیمہ کی تشریح میں سائنس اور فلسفہ اور خود مسلمانوں کی مجوزی الہ قرآن کا تذکرہ کرتے ہوئے بعض دیگر لوگوں کا جنہیں اس زمانہ کے مصلحین میں سے شمار کیا گیا ہے غلط طور پر ان حملوں کا اندفاع کرنا اور بجائے فلسفہ کو مذہب کے مطابق کرنے کے مذہب کو فلسفہ کے مطابق کرنا ان کی کم سمجھی اور مجدد نہ ہونے کی دلیل ٹھہرایا اور بتایا کہ انھوں نے بعض خاص خاص امور میں اپنی اپنی قوم کی بیشک اصلاح کی ہے۔ لیکن دینی حملوں کی ٹھیک طور پر مدافعت کرنے سے وہ عاجز رہے ہیں۔ اور یہ کام حضرت مرزا صاحب نے ہی بخوبی اور خوش اسلوبی سر انجام دیا ہے۔ پھر آپ نے حضرت اقدس کے عظیم الشان اسلامی کاموں کا تذکرہ کرتے ہوئے براہین میں آپ کا دعوی مجددیت اور اسپر موجودہ مخالفین کا علانیہ آپکی تصدیق کرنا اور آپکی تعریفات میں صفحوں کے صفحے سیاہ کرنیکا ذکر کیا اور بتایا کہ بعد میں آپ کے دعوے مسیحیت کو نہ سمجھنے کے باعث وہ لوگ بگڑ گئے۔ پھر اسی کے ضمن میں آپ نے وفات مسیح کا بھی ثبوت دیا۔ اور حضرت اقدس کے دعوے مسیحیت کی حقیقت کو سمجھاتے ہوئے آپکا خادم رسول کریم صلعم ہونا خود آپ کے اپنے الفاظ میں بتایا اور آپ کی پہلی عمر کو آپکے دعوے کی صداقت کے لئے بطور دلیل پیش کیا نیز آپ کی صحبت کی تاثیرات کے ثبوت میں حضرت خواجہ صاحب کو بطور مثال پیش کیا اور بتایا کہ کن عظیم الشان دلائل سے آپ نے اسلام کی صداقت کو غیر مذاہب کے بالمقابل ثابت کیا اور دوسرے مذاہب ان دلائل کے پیش کرنے سے عاجز رہے۔ لیکچر کے بعد چونکہ شام ہو چکی تھی اس لئے صدر جلسہ جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے تجویز کی کہ جو لوگ ٹھہرنا چاہیں وہ نماز مغرب کے بعد ٹھہر جائیں اور اسی موضوع پر آپ کی چند ضروری باتیں سن لیں۔ آپ نے فرمایا کہ مومن کا ایمان نئے سے نئے واقعات پر بڑھتا رہتا ہے وہ مذاہب جن کو دوسروں سے واسطہ نہیں پڑتا وہ اپنی حقیقت کو بھی نہیں سمجھ سکتے میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ یورپ میں جو کچھ مرزا صاحب کے لٹریچر نے مجھے مدد دی وہ کسی اور لٹریچر نے نہیں دی۔ اور یہ بات میں آج ہی نہیں کہتا یورپ ہی سے میں نے ایک شخص کو خط لکھا جو چھپ چکا ہے

قیمت

سالانہ ششماہی سہ ماہی ماہوار

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم یکشنبہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۵ء مطابق ۲۱ ذوالحجہ ۱۳۳۳ھ | نمبر ۴۷

ضمیمہ پیغام صلح

(از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ)

اخبار پیغام صلح کی اصل غرض زیادہ تر ان اعتراضات کا دور کرنا تھا جو مخالفین اسلام اسلام پر کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہ سلسلہ احمدیہ کے متعلق جو غلط فہمیاں مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں انکو دور کرکے اشاعت اسلام کے کام کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا جائے مگر ابھی اس اخبار کی زندگی کا آغاز ہی تھا کہ اسکو ایک نئی مصیبت کا سامنا آپڑا۔ یعنی سلسلہ کے اندر ایک اختلاف پیدا ہوگیا اور ان اختلافی مسائل میں احمدی قوم کو صحیح راہ پر لگانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ ان غلطیوں کی طرف توجہ دلائی جاتی اور اس غلو کے خلاف قلم اٹھایا جاتا جس میں ہماری قوم کا ایک حصہ غرق ہو رہا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر ایسے وقت میں یہ اخبار ہاتھ میں نہ ہوتا تو قریبا ساری کی ساری قوم ہی ایک غلط راہ پر پڑ چکی ہوتی۔ اس اثناء میں بعض احباب نے وقتاً فوقتاً یہ خواہش ظاہر کی کہ اس حصہ کو بھی ترک کرکے صرف اصل مقصود اشاعت اسلام کا اس اخبار میں مدنظر رکھا جائے۔ مگر زیادہ حصہ جماعت کا اسبات کا خواہشمند تھا کہ اس فتنہ کے وقت میں جماعت کو بعض مسائل کے متعلق غلطی اور گمراہی سے بچانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان مسائل پر اخبار میں روشنی ڈالی جائے۔ ذاتیات پر بحث کرنیکو ہمیشہ ہم نے ناپسند کیا ہے۔ ہاں چونکہ اس اختلاف میں دوسری طرف سے ہم پر افترا پر افترا کیا جاتا تھا اس لئے بعض وقت لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم کے ماتحت بعض نامہ نگاروں کے قلم سے ایسے الفاظ نکل گئے ہیں جو نہ نکلتے تو بہتر ہوتا۔ مگر اصل ذمہ دار اس امر کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس ظلم کی ابتداء کی۔ لیکن اس امر میں کچھ شک نہیں کہ مسائل پر بحث کرنے کی ضرورت تھی اور اب بھی ہے۔ بلکہ موجودہ حالت میں یہ ایک مستقل ضرورت معلوم ہوتی ہے یہانتک کہ بعض احباب نے یہ تحریک بھی کی ہے کہ ایک مستقل ہفتہ وار پرچہ ان مسائل پر بحث کے لئے پیغام صلح سے علیحدہ نکالدیا جاوے اگر یہ مسائل صرف اسی قدر وقعت رکھتے کہ سلسلہ کے اندر بعض اختلافات ہیں تو اس بحث کو مستقل کرنے کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ مگر حق یہ ہے کہ ان مسائل میں جو ایک فریق نے غلطی اور غلو کا راہ اختیار کیا ہے اس کی زد خود اسلام پر پڑتی ہے۔ مثلاً مسئلہ نبوت مسیح موعود یعنی یہ کہ اگر حضرت مسیح موعود کی نبوت اس قسم کی نبوت کاملہ سمجھی جائے جیسے پہلے انبیاء کو ملتی تھی تو اس سے ختم نبوت باطل ہوتی ہے۔ اور یہ میرا ہی مذہب نہیں بلکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب ہے اور اگر اسے اسی قسم کی نبوت جزوی سمجھا جاوے جس کا دروازہ اس امت میں کھلا ہے تو ختم نبوت پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ اسی طرح مسئلہ کفر و اسلام ہے۔ اگر کل غیر احمدیوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاوے تو یہ اسلام کے اندر ایک عظیم الشان فتنہ ہے۔ اس باہمی تکفیر بازی نے مسلمانوں کو پہلے ہی تباہ کر دیا ہے اور ہر ایک سچے مسلمان کا یہ فرض ہے کہ اس کی جڑوں کے کاٹنے میں مدد دے۔ ایسا ہی قرآن کے متعلق بعض آیات کی تحریف معنوی کی جاتی ہے مثلاً ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں پیشگوئی کا حقیقی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار نہ دینا یا اذ اخذ اللہ میثاق النبیین والی آیت میں ثم جاءکم رسول میں رسول کا مصداق مسیح موعود کو قرار دینا۔ یا عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا میں میاں محمود کا ذکر بتانا قرآن کریم کی تحریف معنوی ہے۔ پس اس وقت یہ خدمت اسلام ہے کہ ان غلطیوں کو سلسلہ سے دور کرکے اسلام کو ایک عظیم الشان فتنہ سے بچایا جاوے اور سلسلہ کی بھی خدمت اور اشاعت ہے کیونکہ مسئلہ نبوت اور مسئلہ تکفیر اہل قبلہ سلسلہ کی راہ میں روک ہیں ان ضروریات کی وجہ سے اس بحث کا مستقل طور پر جاری رکھنا ضروری ہے۔ مگر دوسری طرف یہ بھی ضروری ہے کہ اخبار اپنے اصل اور حقیقی مقصد کو زیادہ تر مدنظر رکھے اور اس میں اشاعت اسلام کے عام مضامین ہوں اور یہ بھی مشکل معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیا اخبار جاری کیا جائے پس ان ساری باتوں کو مدنظر رکھکر سب سے بہتر یہ تجویز معلوم ہوتی ہے کہ اخبار پیغام صلح کا ایک ضمیمہ ہفتہ وار موجودہ تقطیع کے آٹھ صفحوں کا خالص ان مسائل کی بحث پر شائع ہو گرچہ دوسری طرف اخبار کی موجودہ مالی حالت

بلکہ خود اس کی قیمت اجازت نہیں دیتی کہ اخبار کے فنڈ پر مزید بوجھ ڈالا جائے اور دوسری طرف قیمت اخبار میں اضافہ بھی اس کی ترقی میں سدک پیدا کرنیکا موجب ہوگا۔ اس لئے بعض احباب کی خواہش پر جن میں سب سے پہلے میر حیات علی شاہ صاحب نمبردار دانہ ہیں یہ تجویز کی گئی ہے کہ اس ضمیمہ کے کل اخراجات ایک سو خریداران اخبار پیغام صلح پانچ پانچ روپے زائد دے کر پورے کر دیں اس ضمیمہ کی کاپیاں کچھ زائد بھی چھپوائی جائینگی تا احمدی جماعت کے بعض دیگر افراد میں مفت اسے تقسیم کیا جا سکے اور اسطرح پر ہمارے خیالات ان احباب تک پہنچ جائیں جو اب تک اس سے قطعاً ناواقف ہیں اور جن کے دلوں میں ہماری طرف سے یوں تنفر پیدا کیا گیا ہے کہ ہم سلسلہ کے دشمن ہیں اور حضرت مسیح موعود کو نہیں مانتے۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ تعداد ہماری جماعت میں آسانی سے پوری ہو جاویگی اور گو ضمیمہ کے شروع کے لئے تعداد کے پورا ہونے کا انتظار نہیں کیا جائیگا تاہم امید ہے کہ ہمارے احباب جلد اس تعداد کو پورا کر دینگے۔ اور اس مضمون کو پڑھتے ہی اپنے ارادہ سے اطلاع دے کر ممنون فرمائینگے۔

(خاکسار محمد علی)

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

ریاستہائے بلقان

لنڈن ۲۶ اکتوبر دیوان خاص میں لارڈ لینسڈاؤن نے بیان کیا کہ افسوس ہے مجھے یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ جرمنوں نے سرویا میں اس طرح سے پیشدستی کی کہ سرویٔ فوج کے لئے عرصے تک اس کا مقابلہ کرنا بہت ہی غیر اغلب ہو گیا۔ خصوصاً جب اس کی پیٹھ میں بلغاری خنجر بھی لگا ہوا تھا۔

(بعد کا) دیوان خاص میں تقریر کرتے ہوئے لارڈ لینسڈاؤن نے فوجی معاملات پر روشنی ڈالی کی مشکلات کا اظہار کیا۔ انھوں اس خیال کے متعلق بھی کچھ کہا جو بعض لوگوں کے دل میں بیٹھا ہوا تھا کہ مجلس وزراء کے غیر معاملی ارکان بڑی بڑی تدابیر سوچنے اور انہیں اپنے جنگی سٹیر کا دبل سے گلے منڈھنے کے عادی ہیں۔ لارڈ لینسڈاؤن نے اس خیال کا پر زور تردید کیا اور کہا کہ ایسا ہونا ممکن نہیں۔ خصوصاً اس لئے کہ لارڈ کچنر بھی گورنمنٹ کے مشاوروں میں شامل ہوتے ہیں۔

لارڈ لینسڈاؤن نے یہ بھی کہا کہ وزارت کا مخلوط مسائل سے سروکار ہوتا ہے۔ ان میں جنگی بحری اور سیاسی لحاظ رکھنے پڑتے ہیں۔ ایک جدید حلقہ جنگ میں نئے نئے مخمصوں میں پھنسنے کے خلاف جو اعتراضات ہوتے ہیں۔ میں انہیں خوب سمجھتا ہوں لیکن وہ کیا حالات ہیں جنکی وجہ سے یہ مختصر سی برطانی فوج سلانیک کو روانہ کی گئی ہے۔

لارڈ مذکور نے اس بات پر زور دیا کہ جرمنوں نے دیکھا کہ مغرب میں ہم کوئی ترقی نہیں کر رہے روس نے ہمیں سختی سے روک دیا ہے۔ اٹلی نے ہم پر سخت دباؤ ڈالا ہے۔ اور برطانیہ کو چھوٹی چھوٹی فتوحات بھی حاصل ہوئی ہیں۔ مثلاً عراق عرب میں۔ اس خیال سے یورپ کی وصل وسطی نے حملہ آوری کی ایک نئی راہ نکالی۔ جو ان کے لئے باعث اطمینان ہو سکے۔ انھوں نے زبردستی راستہ نکالنے ہماری افواج مقیم گیلی پولی کو معرض خطر میں ڈالنے اور قسطنطنیہ و مصر تک پہنچنے کے لئے عظیم جد و جہد کی۔ ان سے بڑی بڑی آرزوئیں کا تو بھلا کیا ذکر ہے اسی مسئلہ کی کلید سرویا کے سلطنتی کونے میں موجود تھی۔ اس لئے سرویا نے ہماری امداد طلب کی۔

لارڈ لینسڈاؤن نے سرویا کی حیرت انگیز شجاعت کی تعریف کی اور جتایا کہ یونانستان کی حمایت نہایت ضروری اور اہم ہے۔ موسیو وینی زیلوس کے ایماء پر ہم نے ایک فوج مہیا کرنے کا ذمہ لیا تاکہ یونان سرویا دیونان کے معاہدے کو پورا کر سکے۔ اس لئے وہ فوج جو سردست تیار تھی سلانیک بھیجدی گئی۔ یہ قلیل سپاہ تھی سا وہ اتنی ہی فراہم ہو سکی۔ فرانس نے بھی ہمارے ساتھ ہی اپنی فوج بھیجدی۔ اور اب ایک عظیم تر فوج تیار ہو چکی ہے۔

انھوں نے یہ بھی کہا۔ کہ اس میں شک نہیں یہ تدابیر نامکمل تھیں۔ لیکن وہ بہت عجلت سے اور فوجی و بحری منیر کاروں کے پورے مشورے اور غور و خوض کے بعد عمل میں لائی گئی تھیں سلانیک میں برطانی سپاہ کی تعداد ۱۳ ہزار ہے اور اسے عظیم تر فوج کا مقدمہ خیال کیا جاتا ہے۔ آخری فوج کس کام متعین ہوگی۔ اس کا فیصلہ اس موقع پر پہنچ جانے سے ہوگا۔ برطانی اور فرانسیسی گورنمنٹوں کا خیال ہے۔ کہ جب مزید کمک مشرقی بحیرہ روم میں پہنچ جائیگی تو موقع کی حالت پر نظر امعان ڈالنا ضروری ہوگا۔ واقعات سرعت سے عمل میں آرہے ہیں۔ ہمیں اس بات کا بہت قلق ہے کہ یونان نے اپنے معاہدہ کی شرائط پوری نہیں کیں۔ اور غنیم نے سرویا میں پیشقدمی کر دی ہے۔

انجام پر لارڈ لینسڈاؤن نے کہا کہ فرانسیسی اور برطانی فوجی و بحری مشیرکار اب حالات جائزہ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں۔ جنرل مونرو کو جو اس حصہ میں بھیجے گئے ہیں۔ ہدایت کی گئی ہے کہ حتی الامکان جلد اپنی رائے سے مطلع کریں۔

لارڈ لینسڈاؤن نے اس بات کا یقین دلایا کہ گورنمنٹ عجلت اور زود کاری سے کام نہ لے گی بلکہ قدم قدم پر بہترین جنگی مشورہ لیتی رہے گی۔

بلغاریا میں آثار یاس

لنڈن ۲۶ اکتوبر رائٹر کو صوفیہ سے معتبر ذریعہ سے خبریں موصول ہوئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلغاری پہلے ہی سے اظہار بددلی اور مایوسی کر رہے ہیں۔ بے شمار مجروحین کی آمد اور سرویوں کی جانبازانہ غیر متوقع مقاومت نے یاس کے آثار پیدا کر دئے ہیں۔ جرمنوں نے لوگوں کو کہا تھا۔ کہ جنگ وسط نومبر تک اختتام پذیر ہو جائیگی۔ لیکن اب اہل بلغاریا محسوس کرتے ہیں کہ جرمنوں کی تدابیر ٹھیک نہیں بیٹھیں۔ جرمن افسر کہتے ہیں کہ ایسی جلدی نتائج کی امید رکھنا حماقت ہے۔ لوگوں کو کم از کم جنگ کا ایک سال تک انتظار

صفحہ ۸ سے آگے

گذشتہ ادھر ادھر کی باتوں پر حرج ہوا۔ اور لوگ تنگ ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہم ان کی باتیں تو ہمیشہ سنا ہی کرتے ہیں۔ انہوں نے پیر حافظ غلام رسول صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ آپ حافظ فضل احمد صاحب سے گفتگو کریں مگر حافظ صاحب خاموش اور کچھ جواب نہیں دیتے۔ تب سب آدمی آہستہ کھڑے ہوئے اور جلسہ برخاست ہو گیا۔ پھر ایک دو روز کے بعد میاں صاحب کے مریدوں نے رقعہ بھیجا بازبانی کہلا بھیجا کہ ہم مسجد میں حافظ غلام رسول صاحب کا وعظ سننا چاہتے ہیں کیا آپ اجازت دیتے ہیں۔ اور ہمیں جواب ملا۔ ہاں اجازت ہے۔ بشرطیکہ حافظ صاحب مسئلہ نبوت پر اپنے خیالات ظاہر کریں۔ اور اس طرف سے حافظ فضل احمد صاحب اسی مسئلہ پر اپنے خیالات قرآن اور حدیث اور حضرت مسیح موعود کی کتابوں سے ظاہر فرمائینگے اور آپ کو ان کے خیالات بھی سننے ہونگے۔ جواب آیا کہ یہ شرط ہمیں منظور نہیں۔ پھر اس طرف سے حضرت مسیح موعود ع کی کتابوں سے پھر اس طرف درخواست کی گئی کہ پبلک میں ایک جگہ جمع ہو کر آپ اپنے خیالات مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام پر بطور تبلیغ سنائیں اور ہم اپنے خیالات اسی مسئلہ پر سنائیں گے۔ اس طرح احمدی اور غیر احمدی دونوں کو طرفین کے خیالات سننے کا موقع مل جائیگا۔ پھر اپنی اپنی جگہ جا کر لوگ خود غور کر لینگے کہ حق کس فریق کے ساتھ ہے۔ انہوں نے اس بات کو بھی منظور نہ کیا۔ میں تین ہفتے وہاں رہ کر پھر لاہور میں واپس آ گیا۔

(حافظ فضل احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
مورخہ ۳۱- اکتوبر ۱۹۱۵ء نمبر

اسلام اور یورپ

قومیت اور روحانیت

کیا روحانیت مادی اور تمدنی ترقیات کے منافی ہے؟ کوئی متمدن قوم بہشت میں داخل نہیں ہو سکتی؟

(گذشتہ سے پیوستہ)

مجھے حیرت آتی ہے کہ کس جرأت اور دلیری کے ساتھ نامہ نگار پیسہ اخبار نے اس مخالف اسلام مضمون کو لکھا اور اس میں باوجود اپنے آپکو مسلمان ظاہر کرنے کے ایسے خطرناک حملے اسلام پر کئے کہ جو ایک مسلمان کے ہرگز شایان شان نہیں۔ پھر مجھے رہ رہ کر حیرانی اس بات پر آتی ہے کہ پیسہ اخبار جیسے مدعی اسلام اخبار میں ان خیالات فاسد کا اندراج کیوں ضروری سمجھا گیا۔ ...... سمجھ نہیں آتی کہ نامہ نگار مذکور کا یہ کہنا کہ

"اگر یورپ دنیاوی نظر سے سلامتی چاہتا ہے تو اسلام قبول کرنے سے اخیر تک محترز رہیگا"

اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہدینا کہ

"ہاں اگر روحانی مذاق ہے تو اپنی مادی ترقیات کا چارج کسی اور قوم کو دیکر مسلمان ہو جاوے"

کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اور اسلام کے کس اصول کو اسنے اپنے ان خیالات کی جولانگاہ سمجھا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی نیت نیک ہو اور اس نے واقعی طور پر یہی سمجھا ہو جو کچھ کہ لکھا ہے۔ لیکن الفاظ منقولہ بالا سے اس کی صحت دماغ۔ اسلامی واقفیت اور محبت اسلام جس حد تک مترشح ہوتی ہے وہ ہونے کے برابر ہے۔ وہ شخص جو بظاہر مسلمان کہلاتا ہو۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ غلطی سے اپنی خیالات کو صحیح سمجھے لیکن اس جرأت اور بیباکی کے ساتھ ان کا اظہار شاید ہی کوئی کر سکے۔ ایسی حالت میں یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ اسے اسلام کے ساتھ کوئی محبت نہیں کیونکہ گو کوئی شخص اپنے مذہب کو ترقیات دنیوی اور تمدن کے منافی خیال کرے لیکن اس بات کو ہی سچا اور صحیح اصول سمجھ کر اور تمدن و خوش آسودگی کو اس کے منافی جان کر بھی یہ کہنا کہ ایسی حالت میں یورپ قبول اسلام سے محترز رہے ظاہر کرتا ہے کہ اسے ایسے مذہب سے کوئی محبت نہیں جو دینوی ترقیات کا فقدان کرنیوالا ہو۔ اور اس لئے اس کا یہ کہنا کہ

"یہ سنکر ...... کہ انگلستان اور ووکنگ میں انگریز مسلمان ہو رہے ہیں۔ میں کبھی مذہبی یا اسلامی نقطۂ خیال سے خوش ہوتا ہوں"

بالکل غلط اور خلاف صداقت امر ہے۔ کیونکہ اسے ان باتوں سے ذرہ بھر بھی خوشی ہوتی تو یورپ کا اسلام قبول کرنا خواہ وہ بالفرض اس کے لئے کیسے ہی نتائج پیدا کرے مشتہر نہ بناتا اور اسے اس ایک نیک امر سے رک جانے کی ہدایت نہ کرتا

خیر یہ تو اس کی اپنی نیت اور دین و ایمان پر منحصر ہے اور ہم ٹھیک طور پر نہیں کہہ سکتے کہ وہ اسلام سے کس حد تک محبت رکھتا ہے گو اس کے خیالات سے نتائج وہی نکلتے ہیں جو ہم نے اوپر لکھے ہیں۔ لیکن تاہم ان باتوں سے ہم قطع نظر کر کے واقعات اور دلائل سے اس کے خیالات کو غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اس سے یہ پوچھتے ہیں کہ اسلام کا وہ کونسا اصول ہے جو اسے تمدن و خوشحالی اور دینوی و مادی ترقیات کے منافی پایا ہمیں تو اس کے برخلاف اسلام کی ایک ایک بات میں دنیا میں معزز و ممتاز ہونے اور تمام اُن ذرائع ترقیات کو اختیار کرنے کی بڑے زور کے ساتھ ہدایت نظر آتی ہے جو اس وقت یورپ کے زیر عمل ہیں اور جہانتک اسلامی تعلیم پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے اسلام نے ان باتوں پر عامل ہونا انسان کے لئے نہایت ضروری قرار دیا ہے۔ اور ان کو حاصل نہ کرنا کفران نعمت ٹھہرایا ہے۔ ہاں شرط یہ ہے کہ ان تمام ترقیات اور دنیوی زینتوں میں انسان خدا تعالیٰ کو نہ بھول جائے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جتنا کوئی شخص دینی اور روحانی ترقیات کے خیال سے دینوی اور مادی ترقیات کے ذرائع کو اختیار کرے اُتنا ہی اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان بڑھتا ہے اور وہ اہل دل انسان ہے خدا ترس اور پھر خدا رسیدہ انسان بنجاتا ہے اور یہی اس کی نجات اور ادخال بہشت کا باعث ہے دیکھو قرآن کریم نے صاف لفظوں میں سخّر لکم ما فی السّمٰوات وما فی الارض جمیعًا کہہ کر اور ایک ایک چیز کا الگ الگ نام لیکر بھی اُن سے فائدہ اٹھانے اور وہ علوم دریافت کرنے کا حکم دیا ہے۔ جن کے حاصل ہو جانے پر انسان تمام ان تمدنی و معاشرتی نیز مادی ترقیات اور عزت و وقار کو حاصل کر سکتا ہے۔ جو آج یورپ کو نصیب ہیں۔ یہی اسلامی توحید کا اصل مقصد و منشا ہے کہ وہ انسان کو ترقیات کے بلند مینار پر چڑھائے اور اسی پر عامل ہونے کے باعث ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارے اُن بزرگ اسلاف کے جنکے نام لیوا ہونیکے باعث آج بھی ہمیں کسی قدر عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اسمائے گرامی آسمان شہرت پر سورج کی طرح روشن ہیں اور اسی کو ترک کرنے اور فخلفوا من بعدھم خلفًا اضاعوا الصّلٰوۃ واتّبعوا الشّھوات کے مصداق بننے آج مسلمان قعر مذلت میں گر گئے ہیں۔ مجھے حیرت آتی ہے۔ کہ اس صاف اور کھُلی کھُلی شہادت کے ہوتے ہوئے نامہ نگار مذکور نے کس طرح سے اسلام کو مادی ترقیات کے منافی بتایا۔ کاش وہ قرآن کریم کی کسی آیت۔ کسی شعائر اسلامی یا تاریخ زمانہ سے ہی مسلمانوں کی مفلسی و قلاشی اور دنیوی حیثیت سے ان کا خستہ حال ہونا اسلامی تعلیم کا باعث ثابت کرتا۔ لیکن جب یہ نہیں۔ اور بالمقابل قرآن کریم کو پڑھنے شعائر اسلامی پر غور کرنے اور اسکے ساتھ ہی گذشتہ واقعات کو بھی دیکھنے سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے۔ کہ اسلام اپنے پیروؤں کو نہ صرف آخرت میں ہی بہشت کا وارث بنانا چاہتا ہے بلکہ وہ دنیوی اور تمدنی نقطۂ خیال سے بھی اس دنیا میں ہی اسے کامیاب اور فائز المرام بنا دیتا ہے تو پھر اس کا یہ کہنا کہ۔

"مذہبی نقطۂ نظر سے میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ کہ سارا یورپ مسلمان ہو جاوے۔ تاکہ بہشت کا مالک ہو کر ہم سے آملے۔ تمدنی نگاہ سے اگر اسکے اقبال کا دورہ پورا ہو چکا ہو۔ تو وہ مسلمان ہو جاوے"

کس قدر غلط اور بیہودہ خیال ہے۔ میرے نزدیک وہ مذہب جو اس دنیا میں انسان کو مفلسی و قلاشی اور رہبانیت کی طرف لیجانا چاہتا ہے۔ ہرگز اس قابل نہیں کہ اسے کوئی عقلمند اور دانا انسان قبول کرے اور اس لئے جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ اسلام اپنے پیروؤں کو اس دنیا میں مفلس و قلاش بنانا چاہتا ہے اور آخرت میں انہیں بہشت حاصل ہوگا۔ وہ نہ صرف اسلام کی کھلی کھلی تعلیم پر ہی حملہ کرتا ہے بلکہ وہ ہمارے

ان بزرگ سلف کو بھی جنکو متمدن دنیا نے ہمیشہ اپنا رہبر خیال کیا اور دنیوی ترقیات کے حصول میں ان کے قدم پر قدم رکھا ہے۔ بہشت سے خارج قرار دیتا ہے۔ حالانکہ وہ وہ بزرگ ہیں جو نہ صرف دنیوی و تمدنی اعتبار سے ہی فائزالمرام تھے۔ بلکہ ان کی برگزیدگی و پارسائی - ان کا زہد و اتقا - اور مسائل دینیہ میں انکے اعلےٰ دماغی کارنامے ہمیشہ سے اسلامی دنیا کی رہبری کرتے رہے ہیں - اور آج بھی قرآن و حدیث کے سمجھنے اور ان پر عامل ہونے میں زیادہ تر انہی سے استصواب و استمداد کی جاتی ہے - کیا ہمارے قرون اولےٰ کے بزرگان دین جن کی پیروی علوم دینیہ میں آج باعث فخر خیال کی جاتی ہے - کیا بغداد - قرطبہ - ٹیونس - الجیریا اور ہسپانیہ کے جلیل القدر مسلمان علما اور زاہدین سب کے سب فقیر تھے - کیا ان میں سے کوئی بھی تمدن کے نام تک سے واقف نہ تھا اور دنیوی مال و دولت اور مادی ترقیات انہیں چھو بھی نہیں گئی تھیں - میرے نزدیک جو شخص ایسا کہتا ہے - وہ نہ صرف اپنی کم علمی کا ہی ثبوت دیتا ہے - بلکہ اسے اسلامی تاریخ کے نہایت درخشاں اور چیدہ واقعات کی بھی خبر نہیں - ذرا اسلامی تاریخ کے صفحات کی ورق گردانی کرو - تمہیں جہاں سلف صالحین اور کثیر التعداد بزرگان دین کے زہد و اتقا اور خدارسیدگی کا پتہ ملیگا ساتھ ہی تمہیں ان میں سے اکثر کی اعلےٰ اور نہایت اعلیٰ درجہ کے متمدن و متنعم اور کیوں نہ ہو - جبکہ خود قرآن کریم فرماتا ہے من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق - قل ھی للذین امنوا فی الحیٰوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامۃ ترجمہ کون ہے جس نے حرام کی زینت اللہ کی جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لئے اور رزق میں سے پاک چیزیں - کہدے کہ وہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن خالص -

کیا صاف الفاظ ہیں اور کس طرح سے فی الحیٰوۃ الدنیا کہکر معاملہ بالکل ہی صاف کر دیا ہے پھر للذین امنوا کا لفظ بتاتا ہے کہ یہ دنیا کی زینتیں اور رزق وغیرہ سب ایمانداروں کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ یہ الگ امر ہے کہ کوئی شخص ایماندار منکروں سے فائدہ اٹھاتا ہے یا نہیں - بہر حال یہ کہنا کہ اسلام دنیوی ترقیات اور تمدن کے مخالف اور منافی ہے - اس آیت سے صاف طور پر غلط ثابت ہوتا ہے - وہ کون سی چیزیں ہیں - جو الفاظ زینت اور طیبات من الرزق میں آ جاتی ہیں - تمدن کی اغراض ان سے پوری نہیں ہوتیں - ظاہر ہے کہ دنیا کی تمام ترقیات اور تمدن اور اقتصادیات وغیرہ پر زینت اور طیبات من الرزق کے لفظ ایسے حاوی ہیں کہ کوئی چیز ان سے باہر نہیں رہ جاتی - یہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے - اور جو جو کچھ نئے سے نئے سامان آسائش و زیبائش آئے دن ایجاد ہوتے ہیں اور ان پر تمدن - سیاست - یا اقتصادیات وغیرہ کے الفاظ بولے جاتے ہیں - یہ سب کے سب پہننے اور کھانے سے ہی متعلق ہوتے ہیں اور انہی کو زینت اور طیبات من الرزق کے الفاظ سے قرآن کریم نے تعبیر کیا ہے جو اس کی فصاحت پر دال ہے -

الغرض قرآن کریم کے ایک ایک لفظ سے مختلف شعائر اسلام (مثلاً - نماز - روزہ - حج اور زکوٰۃ) سے جن میں وحدت اور قومیت کا نہایت شاندار سبق پڑھایا گیا ہے - سلف صالحین کے حالات سے اور اسلام کے اس معیار صداقت سے کہ اس نے ایمان داروں کو اسی دنیا میں خوشحالی و فارغ البالی عطا کر کے اسے اخروی بہشت کے لئے ایک دلیل ٹھہرایا ہے - اور وہ صاف لفظوں میں فرماتا ہے کہ انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین صاف طور پر نظر آتا ہے کہ اسلام دنیوی ترقی اور تمدن کو حرام نہیں ٹھہراتا - بلکہ بڑے زور کے ساتھ ان میں فائزالمرام ہونے کی ہدایت کرتا ہے - اور اس لئے یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ اسلام قبول کر کے یورپ اپنی خوشحالی اور تمدنی و مادی ترقیات سے محروم ہو جائیگا - بلکہ اسکے برخلاف یورپ کے اسلام پر عامل ہونے سے تو اسی دنیا میں اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی اور اعلےٰ عزت و وجاہت حاصل ہو سکتی ہے - اور اسلام اس کی تمدنی ترقیات کے لئے ایک زبردست محرک کا کام دے سکتا ہے - ہم پھر نامہ نگار پیسہ اخبار کو اپنے خیالات پر نظر ثانی کرنے اور مسلمانوں کی موجودہ حالت کو نظر انداز کر کے اصل اسلامی تعلیم سے انکا مقابلہ کرنیکا مشورہ دیتے ہیں اور چاہتے ہیں - کہ یا تو وہ ہماری مذکورہ بالا دلائل کا پورے طور پر رد کرے اور ان دلائل کو پیش کرے جنکے کہ رکھنے کا اس نے ادعا کیا ہے اور یا اگر یہ نہیں تو اپنے مضمون مندرجہ پیسہ اخبار کی صاف طور پر تردید کرے اور اپنی غلطی سے رجوع کرے بالآخر ہم عامۃ المسلمین اور علماء کرام سے بھی یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ فاسد خیالات صرف نامہ نگار پیسہ اخبار میں ہی نہیں بلکہ بہت لوگوں میں پائے جاتے ہیں اور یہ صرف رہبانیت کے اس غلط رجحان اور تعلیم کا باعث ہے جو آج بہت سے اسلامی حلقوں میں دیکھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمان آج گرے ہوئے ہیں اور اسلام کے متعلق دنیا غلط فہمی میں پڑ رہی ہے - کیا ہمارے علماء اس نقصان عظیم کی طرف توجہ فرمائیں گے؟

فہرست زرچندہ جماعت احمدیہ شملہ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۵ء

متعلقہ بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

(معرفت شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر)

نمبر شمار	اسمائے چندہ دہندگان	روپیہ	آنہ	پائی
۱	بابو خضر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ منشرل پریس	۲	۰	۰
۲	شیخ اسلام الدین صاحب "	۲	۰	۰
۳	بابو گھنڈو خان صاحب "	۰	۱۲	۹
۴	منشی شمس الدین صاحب کمپوزیٹر	۱	۰	۰
۵	ملک غلام محمد صاحب "	۰	۸	۰
۶	منشی محمد لطیف صاحب "	۰	۸	۰
۷	شیخ الہ دین صاحب "	۰	۸	۰
۸	میاں کرم خان صاحب "	۰	۲	۰
۹	شاہ محمد صاحب "	۰	۱	۰
۱۰	میاں سراج الحق صاحب طالب علم برائے ترجمہ قرآن شریف انگریزی	۰	۲	۰
۱۱	مخدوم محمد اشرف صاحب پی اے سیکشن برانچ	۲	۰	۰
۱۲	منشی عبدالرحیم صاحب نقشہ نویس ریلوے بورڈ	۱	۰	۰
۱۳	ملک عبدالحق صاحب کلرک گورنمنٹ پریس	۰	۸	۰
۱۴	ماسٹر محمد شہباز خان صاحب اسلامیہ سکول	۰	۸	۰
	میزان کل	۱۱	۹	۹

چندہ عید الاضحےٰ فنڈ

نمبر شمار	اسمائے چندہ دہندگان	روپیہ	آنہ	پائی
۱	منشی امام الدین صاحب اوورسیر چھوٹا شملہ	۱	۰	۰
۲	مخدوم محمد اشرف صاحب پی اے سیکشن برانچ	۱	۰	۰
۳	منشی عبدالرحیم صاحب نقشہ نویس ریلوے بورڈ معہ صدقہ عید الفطر	۲	۳	۹
۴	بابو فضل محمد صاحب محکمہ صنعت و حرفت	۱	۰	۰
۵	ملک غلام محمد صاحب کمپوزیٹر	۱	۰	۳
۶	صوفی شمس الدین صاحب "	۱	۰	۰
۷	شیخ الہ دین صاحب "	۱	۰	۰
۸	شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر	۱	۰	۰
۹	بابو عبدالحق صاحب اگزیمنر آفس	۰	۴	۰
۱۰	منشی محمد لطیف صاحب کمپوزیٹر	۰	۴	۰
۱۱	سراج الحق صاحب طالب علم مشن سکول	۰	۴	۰
۱۲	مریم صاحبہ	۰	۴	۰
۱۳	عیسےٰ ابن مریم	۰	۴	۰
۱۴	امۃ اللہ صاحبہ	۰	۴	۰
۱۵	شیخ جلال الدین صاحب طالب علم	۰	۴	۰
۱۶	شیخ نور الدین صاحب	۰	۴	۰
۱۷	عائشہ صاحبہ	۰	۴	۰
۱۸	نذیر بیگم صاحبہ	۰	۱	۰

عید الضحٰی پر جو کھالیں وصول ہوئیں

نمبر شمار	اسمائے			
۱	مخدوم محمد اشرف صاحب - ایک کھال			
۲	بابو سیف اللہ شاہ صاحب - ایک کھال	۷	۰	۰
۳	شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر - ایک کھال			
۴	بابو محمد حسین صاحب ریڈر - ایک کھال			

دستارِ فضیلت میں پیوند لگانے کی ناکام کوشش

عنوان بالا سے گذشتہ اشاعت میں جناب محمد مصطفیٰ خانصاحب کا ایک ضروری اور دلچسپ مضمون ہدیہ ناظرین کیا گیا تھا لیکن افسوس ہے کہ اس میں صرف ایک فقرہ کے چھوٹ جانے سے مضمون کا مطلب ہی خبط ہوگیا ہے اور اس کی ساری دلچسپی جاتی رہی ہے لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں اسے دوبارہ درج کیا جاوے تا ناظرین اس کے صحیح صحیح مطلب سے فائدہ اٹھا سکیں۔

وھوھذا

۲۶۔ ستمبر کے پیغام صلح میں میرا ایک مضمون بہ عنوان "دستار فضیلت کی ایک تار" شائع ہوا تھا جس میں صاحبزادہ صاحب کے علم کلام اور آپ کے انوکھے اور نرالے اصولوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ہم نے تشبیہ اور استعارہ کی بحث کسقدر تفصیل کے ساتھ کی تھی اور قرآن مجید اور احادیث نبوی اور کتب حضرت مسیح موعود اور دیگر اساتذہ کے کلام سے مثالیں دیکر ثابت کیا تھا کہ استعارہ اگرچہ تشبیہ کی انتہائی صورت ہوتا ہے مگر تاہم اس سے بھی محض ایک جزوی مشابہت ہی مقصود ہوتی ہے۔ چونکہ یہ مضمون "حقیقت النبوۃ" کے ایک صفحہ کے متعلق لکھا گیا تھا اس لئے ہمیں امید تھی کہ صاحبزادہ صاحب بحیثیت مصنف خود اس کا مفصل جواب دینگے۔ مگر افسوس کہ ہماری توقع کے خلاف دستار فضیلت کی رفوگری کی اہم خدمت کے لئے بھی ہمارے عزیز و قدیم دوست میاں اکمل ہی اہل سمجھے گئے۔ کیونکہ خود بدولت ابتدائے قیام گدی سے آجتک اُن روحانی مردوں کے لئے کفن دوزی کی خدمات بجا لاتے رہے ہیں۔ جو پرستش گدی کی مہلک مرض میں مبتلا ہو کر روحانی موت کا شکار ہونے ہیں۔ چنانچہ اکمل نے الفضل مورخہ ۔ اکتوبر میں اس خدمت رفوگری سے عہدہ برآ ہونے کی ناکام کوشش کی ہے چونکہ ہمارے دوست اکمل کے پیش نظر دن رات پرستاران گدی کے روحانی مردوں کی نعشوں کا کھیاک نظارہ رہتا ہے اور گریہ وزاری آہ و بکا کا موقعہ بھی ملتا رہا ہے اسپر کفن دوزی کی ... سوزنی مستزاد تھی اس لئے ان ... کی بصارت ... ہے۔

اتنا ضعف آگیا ہے کہ سوزن رفو کہیں سے کہیں ٹانکا لگاتی جاتی ہے۔

سب سے پہلے وہ چاک دیکھنا چاہئے جو دستار فضیلت میں ہوا۔ اس کے بعد صنعت رفوگری قابل دید ہوگی۔

اکمل نے صاحبزادہ کی یہ عبارت خود نقل کی ہے "ایک آدمی کو اگر شیر کہدیا جائے تو اس سے اسے شیر سے مشابہت تو پیدا نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اس سے اس کی یہ مراد ہے کہ شیر سے بہادری میں مشابہ ہے۔ نہ یہ کہ شیر کہنے سے شیر سے مشابہ ہوگیا"

سبحان اللہ کیا نرالی منطق ہے! بہرحال یہ الفاظ کسی صحیح الدماغ کے سامنے رکھدو وہ ان سے وہی نتیجہ نکالیگا جو میں نے نکالا کہ "صاحبزادہ صاحب کے نزدیک کسی شخص کو شیر کہنے سے وہ شیر سے مشابہ نہیں ہوجاتا۔ جب تک کہ وہ فی الواقعہ شیر نہو جاوے"

مگر اکمل میرے اس نتیجہ کی تردید اور دستار فضیلت کی رفوگری یوں فرماتے ہیں:۔

(صاحبزادہ نے) "یہ کہاں لکھا ہے کہ وہ شخص شیر سے مشابہ نہیں ہوتا جب تک کہ فی الواقع شیر نہ ہو جاوے۔ سخن فہمی ایں جنس اسفل ہیں بندۂ خدا صاحبزادہ صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ کسی شخص کو محض شیر کہدینے سے شیر سے مشابہت پیدا نہیں ہو جاتی اُس کے دُم نہیں لگ جاتی۔ وہ دوپایہ سے چارپایہ نہیں بن جاتا"

اب ناظرین خود ہی انصاف فرمائیں کہ اکمل کی تردید اور میرے نتیجہ میں کیا فرق ہے سخن فہمی ایں جنس اسفل ہیں۔ میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ صاحبزادہ صاحب کے نزدیک کسی شخص کو شیر کہدینے سے وہ شیر سے مشابہ نہیں ہوجاتا جب تک کہ فی الواقعہ شیر نہو جاوے یعنی دم نہ لگ جائے۔ چارپایہ نہ بن جائے۔

دیکھا میاں اکمل! پرستاران گدی کے روحانی مردوں کی کفن دوزی سے آپ کی بینائی میں کتنا ضعف آگیا ہے۔ کہ سوزن رفو کہیں سے کہیں بھٹکتی پھرتی ہے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

تمھارے پیر کا یہ لکھنا کہ "مشابہت کبھی صرف خاص بات میں ہی ہوتی ہے" محض غلط ہے مشابہت کبھی نہیں بلکہ ہمیشہ ایک خاص بات میں ہی ہوتی ہے۔ اور من کل الوجوہ کبھی نہیں ہوتی۔ مثلاً کسی شخص کو ہم اگر شیر کہتے ہیں تو اسکو شیر کے تمام صفات و کمالات کے لحاظ سے شیر نہیں کہتے۔ بلکہ شیر کے جملہ صفات و کمالات میں سے محض ایک صفت یعنی بہادری کی مناسبت سے اُسے استعارۃً شیر کا اعزازی نام دیتے ہیں پس جسطرح ہم اُس شخص کو شیر کی صرف ایک صفت کے لحاظ سے شیر کا اعزازی نام محض تکمیل مشابہت کے لئے دیتے ہیں۔ بعینہٖ اسیطرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو نبی کے تمام صفات و کمالات میں سے محض ایک صفت یعنی کثرت مکالمہ سے متصف ہونے کی وجہ سے تکمیل مشابہت کے لئے بطور اعزازی نام کے نبی کہدیا جسطرح وہ شخص باوجود شیر کہلانے کے فی الواقعہ اور عین شیر نہیں بن گیا بلکہ شیر کی صفات میں سے محض ایک صفت یعنی بہادری سے متصف ہونے کی وجہ سے گویا جزئی طور پر شیر ہے اور اس لئے اسکو استعارہ اور مجاز کے رنگ میں شیر کا اعزازی نام دیدیا گیا۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب باوجود نبی کہلانے کے فی الواقعہ اور عین نبی نہیں بلکہ نبی کی جملہ صفات میں سے محض ایک صفت یعنی کثرت مکالمہ سے متصف ہونے کی وجہ سے گویا جزوی طور پر نبی ہیں اور اسی لئے استعارہ اور مجاز کے رنگ میں نبی کا اعزازی نام اُن کو دیدیا گیا۔ چنانچہ حضرت خود فرماتے ہیں۔

سمیت نبیًا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ

اتنی بات اگر سمجھو تو قصہ ہی ختم ہے مگر سمجھ بھی اللہ تعالیٰ خدا پرستوں کو ہی دیتا ہے۔ گدی کی پرستش سے تو عقل پر پتھر پڑ جاتے ہیں۔

تمھارا یہ لکھنا کہ کسی بزدل کو شیر کہدیا جائے محض جہالت پر دلالت کرتا ہے۔ کوئی شخص جس کے دماغ میں عقل ہے "بزدل" کو سمجھکر سے شیر نہیں کہیگا۔ لیکن اگر تمھارا اور تمھارے پیر کا علم کلام یہی ہے کہ "بزدل لوگوں کو وہ شیر کہو اور اُن روحانی زندوں کو جنہوں نے پیرستی کے شرک عظیم کو پاؤں کے نیچے کچل ڈالا ہے مردے" کہو تو یہ علم آپ کو مبارک ہو۔ میرے مضمون کا جواب تم اور تمھارا پیر قیامت تک نہیں دے سکتا کیونکہ وہ صحیح اصولوں پر مبنی ہے ہاں گالیاں دینے کی مشق تمکو بہت ہے مگر ہم ان سے کبھی نہیں ڈرتے جب تمھارے پیر کی کند تلوار سے ہم لوگ خائف نہیں تو تمھاری گالیوں کی کیا پرواہ ہے۔ (محمد مصطفیٰ خان)

برادر تاجدین صاحب کو انجمن کیطرف سے احباب لاہور سے چندہ وصول کرنے پر مقرر کیا گیا ہے وہ چاہتے ہیں کہ اخبار میں یہ لکھدیا جائے تاکہ انہیں وصولی چندہ میں دقت نہ ہو احباب مطلع رہیں ✦

جناب میر صاحب کا حد سے بڑھنا

(۱۶)

جناب میر صاحب نے اپنے مضمون میں علاوہ تمام رطب و یابس اور حشو و زوائد کے ساتھ ساتھ یہ بھی التزام رکھا ہے کہ مجھ پر برابر طعن بازیاں کرتے چلے گئے ہیں جس سے میر صاحب کے اخلاق فاضلہ کا اظہار ہوتا ہے جو آپ نے اپنے نئے پیر مرشد سے تعلق پکڑ کر بطور فیضان حاصل کئے ہیں۔ ان میں سے موٹے موٹے طعن و تشنیع کو میں چار حصوں میں تقسیم کر دیتا ہوں :-

(۱) اپنے ابتلا کے دنوں میں میں نے میر صاحب کو دعا کے لئے لکھا اور انہوں نے دعا کے لئے تکلیف اٹھائی۔

(۲) میں نے اپنی کسی کمزوری کے لئے میر صاحب کو دعا کے لئے لکھا تھا اس پر استہزا کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ اسی کمزوری کا نتیجہ ہے جو میں نے میر صاحب کے خلاف قلم اٹھائی ہے۔

(۳) میں نے مضمون لکھکر میر صاحب کی شہرت میں فرق ڈالنے کی کوشش کی ہے کیونکہ مجھے میر صاحب کی شہرت ناگوار ہے۔

(۴) مولوی محمد علی صاحب سے میرے رشتہ کے تعلق پر طعن کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ بوجہ ان کے خسر ہونے کے میں ان سے جو میرا فیض حاصل کرتا ہوں جس سے میر صاحب محروم ہیں کیونکہ ان کا میاں محمود سے یہ رشتہ نہیں۔

یہ ہیں وہ قرب الٰہی کے آثار و انوار جس کا آجکل جناب میر صاحب کو بڑا دعوے ہے اور جناب میر صاحب کی قلم فیض رقم سے بوجہ "حد سے بڑھ جانے کے" چیلک کر ٹپک پڑے ہیں۔ ان کا جواب مختصراً یکے بعد دیگرے عرض خدمت ہے۔

(۱) میرے ابتلا کا اشارہ فضول تھا۔ ابتلا سے کون خالی رہا۔ قرآن کریم میں لنبلونکم کا ارشاد اور الانبیاء اشد البلاء والی حدیث یاد کر کے خدا کے آگے سجدہ شکر ادا کیا ہوتا۔ انسان کی کیا بساط ہے کہ وہ شیخی بازی سے کام لے۔ ہر وقت خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ پھر اگر آپ نے دعا کی تھی۔ اور میں نے دعا کے لئے لکھا تھا۔ تو اس میں کیا اندھیر آ گیا۔ میں نے تو بہت سے دوستوں کو دعا کے لئے لکھا تھا مگر آپ نے طعنہ دیکر اپنی دعا کا ثواب کیوں ضائع کر دیا۔ یاایھا الذین امنوا لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذی خدا کا فرمان کیوں بھول گیا۔ کہ اے مومنو! اپنے صدقات کو احسان رکھکر اور اذیت دیکر خواہ زبان سے ہو یا ہاتھ سے باطل اور ضائع نہ کرو۔ نا حق احسان جتلا کر اور طعنہ دیکر اپنے ثواب کو کیوں زائل کر دیا۔ مثل ہے نیکی کا کھانے اور روا کھی کا نہ کھائے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی جس کا طعنہ دیا جاتا۔ مگر وہ تو اخلاق فاضلہ اُمڈے پڑتے ہیں۔ نئے پیر کا فیض کس طرح نمایاں ہوتا۔

(۲) میری کمزوری پر آپ کا استہزا کرنا بہت بیجا تھا۔ میر صاحب مجھے کبھی دعوے نہیں۔ کہ میں کمزوریوں سے خالی ہوں۔ آپ کو بیشک دعوے ہو گا کہ آپ کمزوریوں سے خالی ہیں۔ اور نبیوں کی طرح معصوم ہیں۔ مگر میں تو اس بات کا اقرار کرتا ہوں۔ کہ سرتاپا کمزوریوں سے پُر ہوں رب ظلمت نفسی ظلماً کبیراً واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی جمیعاً انہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ آپ کا کسی کی کمزوری کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا کی غیرت کو حرکت دے اور آپ بھی کسی کمزوری کے شکار ہو جائیں۔ بہتر ہو کہ آپ توبہ کریں۔ اور اپنی وہ حالت یاد کریں جب ایک مرتبہ آپ پاخانہ تشریف لے گئے تھے۔ اور خدا جانے آپ سے کیا کمزوری سرزد ہوئی تھی کہ پاخانہ سے نکلتے ہی اس کمزوری کو یاد کر کے پاخانہ کے دروازہ پر ہی زمین پر لوٹے سمیت سجدہ میں گر گئے تھے۔ اور استغفار کرتے رہے تھے۔ یہ واقعہ جناب نے خود مجھے قادیان میں سنایا تھا کہ کوئی خاص کمزوری آپ میں تھی جس نے پاخانہ کے دروازہ پر ہی آپ کو سجدہ نوبہ میں گرا دیا۔ اور اتنی مہلت نہ دی کہ پاخانہ سے ہٹ کر کسی جائے نماز پر جا کر سجدہ کرتے۔

باقی رہا میرا مضمون آپ کے یا محمودیوں کے خلاف لکھنا سو اس کا باعث میری کمزوری نہیں۔ بلکہ خدا کا حکم ہے۔ جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ وھو ھذا وان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدٰھما علی الاخرٰی فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ فان فآءت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین ترجمہ اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔ پھر اگر ان میں کا ایک (گروہ) دوسرے پر بغی اور زیادتی کرے تو جو زیادتی کرتا ہے (تم بھی) اس سے لڑو۔ یہانتک کہ وہ حکم خدا کی طرف رجوع لائے۔ پھر جب رجوع لے آئے تو ان میں برابری کے ساتھ صلح کرا دو۔ اور انصاف کو ملحوظ رکھو۔ بیشک اللہ انصاف کرنیوالوں کو محبوب رکھتا ہے۔

اب جائے غور ہے کہ جو کچھ بغی اور زیادتی محمودیوں نے مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہمخیال لوگوں پر انتخاب خلافت مرحومہ کے وقت قادیان میں کی وہ ظاہر ہے۔ اس کے بعد میاں صاحب کے تمام بیان شائع ہوئے پھر جب فاصلحوا بینھما کے تحت لاہور میں شوریٰ کر کے ہم نے پندرہ آدمی منتخب کہ کوئی صلح کی صورت نکل آئے۔ تو میاں صاحب نے ایوان خلافت میں بیٹھے بیٹھے ان کا پتا ہی نہ دیا۔ اور شرف باریابی بھی نہ بخشا۔ پھر جو کچھ دریدہ دہنی اور تبرے بازی سے کام لیا گیا۔ اور جو جو افترا اور بہتان لگائے گئے۔ وہ مخفی نہیں۔ ایسی صورت میں ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کا ساتھ دے جو مظلوم ہیں اور ان لوگوں کا مقابلہ کرے جو زیادتی کر رہے ہیں۔ اس میں کسی ذاتی کاوش کا دخل نہیں۔ بلکہ قرآن کے حکم کے ماتحت ایک مومن کا فرض ہی یہ ہے۔

(۳) میں نے میر صاحب کی شہرت میں فرق ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ میں تو ہمیشہ سے دعاگو اور متمنی رہا۔ کہ میرے تمام دوست جن میں میر حامد شاہ صاحب بھی شامل تھے۔ روحانیت کے آسمان کا تارا بن جائیں۔ خدا کے فضل سے میں حاسد نہیں۔ ہاں البتہ میر صاحب نے اپنے لاہوری دوستوں کی شہرت میں فرق ڈالنے کی کوشش کی تھی کیونکہ ان کو یہ بات ناگوار ہے کہ انکو لوگ اچھا سمجھیں اس لئے جائز و ناجائز ہر طرح یہ کوشش کی جاتی ہے کہ کسی طرح یہ بدنام ہوں اور دو ہاتھ دیا سیاہ سادہ ہے نا واقف احمدیوں کے آگے ان کو ہوا بنایا جاتا ہے۔ میر صاحب کی اس کوشش کے ضمن میں میں نے میر صاحب سے ان کے طرز عمل کے متعلق ایک جائز مطالبہ کیا تھا جس سے ان کے خیال میں خود ان کی ہی شہرت کی پیشانی پر داغ لگ گیا۔ تو اس میں میرا کیا قصور ہے یہ تو چاہ کن را چاہ در پیش کی مثل زندہ ہو گئی ہے۔

پھر مجھے حیرت ہو جاتی ہے جب میں میر صاحب کے نئے طرز عمل اور اخلاق کو دیکھتا ہوں۔ میر صاحب جو صوفی منش مشہور تھے انکو یہ تمنا ہو۔ کہ انکی شہرت پسندی ترقیات روحانی کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتی ہے۔ پھر بار بار میر صاحب کا اپنی شہرت کے لئے صدائے واویلا بلند کرنا کہاں تک صوفیانہ مسلک کے مطابق ہے۔ امید ہے اہل بصیرت خود غور کریں۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ جب مرشد کی توجہ شہرت پسندی کیطرف ہو تو مرید کی کیوں نہ ہو۔ مرشد کو مریدوں نے مصلح موعود مشتہر کیا۔ مرشد چپ کبھی نہ روکا۔ دل میں خوش کہ اچھا ہوا۔ لوگوں میں عزت و وقعت بڑھ گئی۔ مرشد کو مریدوں نے فخر رسل لکھا۔ مرشد چپ۔ دل میں خوش۔ مرشد کو مریدوں نے نبی بنایا۔ مرشد چپ۔ دل میں خوش۔ حضرت مرزا صاحب سے بڑھایا۔ مرشد دل میں پھولا نہیں سماتا۔ محمد رسول اللہ صلعم سے بڑھایا مرشد ہے کہ اسکی روح وجد کر رہی ہے کہ اب کیا ہے پانچوں گھی میں ہیں۔ اور اگر ایسا نہ تھا۔ تو

مرشد نے کیوں نہ اس کی تردید کر دی۔ مرشد کی خاموشی بتاتی ہے کہ مریدوں کی اس قسم کی حرکتوں کو وہ نظر استحسان سے دیکھتا ہے۔ لہٰذا مرید بھی دن بدن بیش از پیش قدم رکھ رہے ہیں۔ ابھی دیکھو کان اللہ نزل من السماء کے ماتحت خدا نہ بنا دیں۔ تو جبھی کہنا۔ کیونکہ جب وحی الٰہی میں اللہ کا لفظ آگیا۔ تو کیوں نہ اسے خدا سمجھا جاوے۔ ممکن ہے میاں صاحب اس خیال سے خاموش ہوں۔ کہ اسی طرح جب لوگ بہت شور و غل مچا دینگے۔ تو خدا بھی آخر کار مجبور ہو کر میرے مصلح موعود ہونے پر دستخط کر دیگا۔ ورنہ اگر جناب میر ناصر شاہ صاحب اور انکی ہمشیرہ مکرمہ کے الہاموں اور خوابوں پر یقین کیا جاوے۔ تو خدا کا یہی طریق معلوم ہوتا ہے۔ کہ بندوں کے غل مچانے اور زبردستیاں کرنے سے وہ دب جایا کرتا ہے اور مجبور ہو کر بندوں کے انتخاب پر بھی صاد کر دیتا ہے۔

چنانچہ چالیس آدمیوں کے انتخاب کا تو وہ ایسا پابند ہے کہ جس وقت چالیس آدمی کسی کے سر پر ہاتھ رکھدیں وہ خلیفۃ اللہ ہو جاتا ہے۔ مگر میر صاحب نے اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے الہاموں کی بنا پر ہمیں بتلایا ہے کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ ان کی ہمشیرہ کے سامنے میاں محمود کے انتخاب پر اظہار ناراضگی کرتا رہا۔ اور ایک "منڈے" (لڑکے) کے انتخاب کو نہایت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا رہا مگر تاہم جب دیکھا کہ بندے اپنی لغویت سے باز نہیں آتے اور اپنی کرتوت پر مصر ہیں۔ تو ناچار اللہ تعالیٰ نے بھی (نعوذ باللہ) سر تسلیم خم کر دیا۔ اور یہ فرما کر کہ تھوک کر پھر کیا چاٹنا ہے میاں محمود کی خلافت پر صاد کر دیا جس کی وجہ سے میر صاحب کو بھی بیعت کر لینی پڑی۔ اب اگر یہی لیل و نہار ہیں۔ تو میاں صاحب مطمئن رہیں۔ کہ عنقریب خدا کو مصلح موعود کے فرمان پر بھی چار و ناچار دستخط کر دینے پڑینگے۔ صرف شرط یہ ہے کہ مرید اپنے شور و غل سے باز نہ آئیں۔ سو آخر کہاں تک خدا نہ دبیگا۔ اگر چالیس آدمی کا انتخاب خدا کا فعل گردانا جاتا ہے۔ تو کیوں نہ چالیس آدمی مل کر میاں صاحب کے لئے مصلح موعود ہونے کا ریزولیوشن پاس کر دیں۔ اور یہ کچھ مشکل نہیں کیونکہ میاں صاحب کے سینکڑوں مرید ان کو مصلح موعود مانتے ہیں۔ اس طرح پھر خدا کچھ نہ کر سکیگا۔ اور لازماً دستخط کرنے پڑیں گے۔ اور نہایت آسانی سے مراد دلی حاصل ہو جائیگی۔

[illegible] مجھے رشتہ کا طعنہ کچھ میر صاحب نے ہی نہیں دیا بلکہ اکثر محمودیوں نے یہ مسلک اختیار کر رکھا ہے۔ قادیان میں بھی یہی چرچا ہے۔ [illegible]

بھی جسے وہ بھی طعن کرتا ہے۔ اگر ابو الفضل احمد کا بیان صحیح ہے تو خود میاں صاحب بھی یہی کہتے ہیں۔

الغرض یہ وہ اخلاق فاضلہ ہیں۔ جو میاں صاحب کی طفیل ان کے مریدوں سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ساری دنیا کو کافر بنا کر اب اخلاق محمدی دنیا کو سکھائیں گے۔ اور یہ شرافت اور تہذیب کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔

احمدیت کو تو میں خدا کے فضل سے نہایت اعلےٰ مقام سمجھتا ہوں۔ میں تو یہ کہوں گا کہ دنیا کے ادنےٰ سے ادنےٰ مذہب کے شریف لوگوں میں بھی لڑکی کے رشتہ کا طعنہ دینا پرلے درجہ کا گرا ہوا فعل سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ حرکت ہے جس سے شرافت اور تہذیب کی پیشانی عرق انفعال سے تر ہو جاتی ہے۔ مگر شرم چہ کتی ست کہ پیش مرداں بیاید۔

مجھے افسوس ہے کہ اصولوں پر بحث کرنے کی بجائے میر صاحب نے ذاتیات پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ اور مطلب اس سے یہ ہے کہ تا لوگوں کے جذبات کو بھڑکا کر اصولی بحث پر پردہ ڈالا جاسکے۔ اور اپنا الو سیدھا کیا جاسکے۔ میر صاحب میرے اصولوں کو غلط ثابت کرتے تو میرا دل خوش ہوتا۔ مگر رشتہ کا طعنہ دیکر انہوں نے اپنی شرافت کے دامن پر ارباب بصیرت کے نزدیک ہمیشہ کے لئے ایک سیاہ داغ لگا لیا۔ جو میر ناصر شاہ جیسے آدمی کے لئے اس بڑھاپے میں نہایت قابل نفرین امر ہے۔ میں میر صاحب کے اس طعنہ کا ترکی بترکی جواب بھی دے سکتا تھا۔ [illegible] آنکھیں کھل جاتیں۔ مگر مجھے شرم آتی ہے کہ اس قبیح حرکت کا مرتکب ہو کر شریفوں کے لئے باعث ننگ ہوں۔ مگر میر صاحب یاد رکھیں کہ

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

راقم - خاکسار بشارت احمد عفی عنہ

میاں صاحب کی بیعت سے توبہ

مکرم اڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
میں نے میاں صاحب کی بیعت کی ہوئی تھی۔ مگر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے لیکچر سننے سے مجھکو اللہ تعالیٰ نے سمجھ دیدی ہے۔ اور میں بیعت محمود سے توبہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے زیر اثر امیر قوم حضرت مولوی محمد علی صاحب حضرت صاحب کی صحیح تعلیم و عقاید پر قائم رکھے۔ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو عقائد باطلہ سے نجات دی۔ (والسلام)۔ نظام الدین ولد شیخ چراغ محمد موضع [illegible] ضلع سیالکوٹ۔

امر واقعہ کا اظہار

ماسٹر ہدایت اللہ صاحب ساکن گجرات نے اخبار الفضل مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۵ء میں یہ چھپوایا ہے کہ پیغام پارٹی کے دو آدمی جن میں ایک ان کا واعظ تھا یہاں آئے۔ اور مسئلہ نبوت پر گفتگو شروع ہوئی۔ مگر خدا کے فضل سے وہ ہمارے احباب کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور آخر انکو شرمسار ہونا پڑا۔ ماسٹر صاحب کی یہ رپورٹ پڑھکر مجھے سخت افسوس ہوا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ محض جھوٹی باتیں لکھکر لوگوں کو خوش کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ پہلے پہل تو میں نے اسکو فضول سمجھکر اسکی طرف توجہ کرنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ ان لوگوں نے ایسی بے سر و پا باتوں کے لکھنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ لیکن بعد ازاں یہ خیال کر کے کہ بعض طبیعتوں پر اس کا برا اثر نہ پڑے۔ اسکی تردید کرنی مناسب سمجھی ہے۔ میں ماسٹر صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ مہربانی کر کے ماسٹر صاحب خود اور ان کے احباب جن سے گفتگو ہوئی تھی قسم کھا کر بیان کریں۔ کہ پیغام پارٹی کے کس واعظ اور ان کے کس ہمراہی کے ساتھ مسئلہ نبوت پر انکی گفتگو ہوئی تھی جس میں وہ کامیاب ہوئے اور فریق مخالف ناکامیاب اور شرمسار ہوا۔ یہ ماسٹر صاحب کا صریح جھوٹ ہے۔ وہ اس لئے اسکو ہرگز ثابت نہیں کر سکیں گے۔ پس ماسٹر صاحب کو خدا تعالیٰ کے وعید لعنت اللہ علی الکاذبین سے ڈرنا چاہیئے۔ ماسٹر صاحب ایسی جھوٹی باتوں سے کامیابی نہیں ہوا کرتی۔ آخر مرنا ہے۔ اور اس دنیا کو چھوڑنا ہے اور خدا کے حضور حاضر ہونا ہے جسے کوئی بات پوشیدہ نہیں وہاں کوئی مرشد اور دوست کام نہیں آئیگا۔ اپنے اعمال کام آئیں گے۔ چونکہ ماسٹر صاحب نے سلسلہ جنبانی شروع کی ہے اس لئے اب میں بھی ان واقعات کو درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ جو مجھے دورہ کرتے ہوئے پیش آئے سا ہی دنوں کا ذکر ہے کہ جب میں گجرات میں تھا۔ ایک روز کہ میاں محمد رمضان صاحب ورق ساز نے مجھے کہا کہ آپ کے آنے سے مسئلہ نبوت کی بابت جماعت احمدیہ میں تحریک شروع ہو گئی ہے اور کئی احباب نے مجھے اس بارہ میں پوچھا ہے اس لئے آپ ہماری مسجد میں شام کے وقت مسئلہ نبوت پر تقریر کریں اور پھر میں آپکے بعد اس کی تردید کرونگا۔ میں نے کہا کہ یہ ٹھیک بات نہیں کیونکہ وہاں قریباً سب آدمی آپکے ہمخیال ہونگے۔ اور وہ آپکی ہاں میں ہاں ملائیں گے اور مجھے پھر آپکی تقریر کے بعد بولنے کا موقعہ بھی نہیں دینا۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ کی دوکان پر یا کسی اور جگہ پر جہاں کہ عام لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں گفتگو ہو جائے مگر اس نے اس بات کو منظور نہ کیا [illegible] آسی اور

شام کے قریب میں اور میاں عمر بخش صاحب اتفاقاً سردار صاحب ڈپٹی یار محمد خاں صاحب رئیس اعظم گجرات کے مکان کے پاس سے گذر رہے تھے۔ کہ سردار صاحب معہ چند اور رؤسا کے اپنے مکان کے باہر کے دروازہ کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ اور ان کے پاس میاں امیر دین صاحب سابق ٹھیکہ دار جو میاں صاحب کے مرید ہیں کھڑا ہوا تھا۔ سردار صاحب اور انکے رفقاء نے مجھے دیکھکر بلایا۔ اور کہا کہ یہ امیر دین ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ آپ اسکو سمجھا دیں۔ میں نے کہا کہ یہ بہت ضدی آدمی ہے۔ بہتر ہے کہ میاں امیر دین صاحب اپنے دوسرے احباب کو بلا لائیں۔ اور آپ صاحبان کی حاضری میں اسی جگہ گفتگو یا بحث جیسا کہ یہ پسند کریں شروع ہو جاوے۔ اس نے کہا کہ عام لوگ مسئلہ نبوت کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے ہم پبلک میں گفتگو نہیں کرتے۔ سردار صاحب نے فرمایا کہ ہم عام لوگوں کو نہیں آنے دیں گے۔ صرف سمجھدار لکھے پڑھے آدمی جلسہ میں شامل ہوں گے۔ پھر اس نے کہا کہ ہم ہرگز غیر احمدی لوگوں کے روبرو پبلک میں گفتگو نہیں کرتے۔ انہوں نے سبکو کہا کہ گھر میں جا کر بیٹھو اور مجھے کہا کہ جب ان کے ساتھ گفتگو ہو تو پبلک میں ہو۔ ان کے گھر میں نہ ہو۔

دوسرا واقعہ گجرات کا یہ ہے کہ حکیم عبدالجلیل صاحب ساکن راولپنڈی اپنے ایک خاص کام کے لئے گجرات میں تشریف لائے۔ اور سنا کہ یہاں سید عمر شاہ صاحب قرآن کریم خوب جانتے ہیں۔ انکے پاس چلیں اور ان سے کچھ فائدہ اٹھائیں۔ پس میں اور شیخ قمر الدین صاحب اور حکیم عبدالجلیل صاحب ان کے پاس گئے اور کہا کہ ہم آپ سے کچھ مسائل قرآن مجید سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بازار ہے چلو کسی اور مکان میں بیٹھیں۔ پس ہم تینوں آدمی اور شاہ صاحب اور کچھ اور آدمی میاں محمد رمضان صاحب کے مکان کے بالاخانہ پر جا بیٹھے اور شاہ صاحب سے کہا کہ آجکل مسئلہ نبوت پر ہم احمدیوں میں بہت گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ آپ اس پر تقریر فرماویں انہوں نے فرمایا کہ قرآن کریم سے دو قسم کے نبی اور رسول معلوم ہوتے ہیں ایک اصطلاحی نبی اور رسول جو کتاب لاتے ہیں۔ دوسرے لغوی معنوں کے لحاظ سے جو کتاب نہیں لاتے لغوی معنوں کے لحاظ سے ہر ایک مسلمان جو قرآن کریم کی تعلیم پڑھکر سناتا ہے۔ رسول کہلاتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے بعد اصطلاحی نبی اور رسول نہیں آسکتے۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ خاتم کے معنے منتہی لاریب میں المنتہی الیہی گئے ہیں۔ لغوی معنوں کے لحاظ سے نبی اور رسول آسکتے ہیں۔ یہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ پھر حکیم عبدالجلیل صاحب نے حضرت عزیرؑ کا قصہ اور حضرت موسیٰؑ کی گائے کی ذبح کا قصہ دریافت کیا۔ شاہ صاحب نے دونوں قصے سمجھائے۔ حکیم صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور شکریہ ادا کیا اور جاتے ہوئے پوچھا کہ اگر تکلیف نہ ہو تو کل کے روز بھی ہم آپ سے کچھ سننا چاہتے ہیں شاہ صاحب نے فرمایا بہت اچھا میں حاضر ہوں۔ دوسرے روز پھر ہم تینوں آدمی اور شاہ صاحب اور میاں صاحب کے کچھ مبایعین جن میں مولوی امیر الدین صاحب امام مسجد جماعت احمدیہ بھی تھے۔ کل والے مکان میں گئے۔ اور اس بار غیر احمدی بھی وہاں آگئے شاہ صاحب نے کل والی تقریر کو دوہرایا۔ اور کتاب اللہ کے سمجھنے اور اس کے معنے کرنے کے لئے چند اصول قرآن شریف سے پیش کئے۔ اور کہا کہ ان اصولوں کا پابند ہونا پڑے گا۔ پھر رسول اور نبی کے اوصاف بیان فرمائے۔ کہ رسول کیسا ہونا چاہیئے۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ رسول اپنی ذات کے لئے لوگوں سے کچھ نہیں لیتا۔ اتنا کہنا ہی تھا۔ کہ مولوی امیر الدین صاحب بول اٹھے۔ کہ رسول اپنی ذات کے لئے لیتا ہے۔ اس کے ثبوت میں آیت خذ من اموالہم صدقۃ تطہرھم پیش کر دی۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب یہ صدقہ ہے اور صدقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولاد پر حرام ہے۔ اور یہ صرف ان فقراء اور مساکین وغیرہ کے لئے ہے جو آیت انما الصدقات للفقراء والمساکین الی آخرہ میں مذکور ہیں۔ پھر مولوی صاحب بولے کہ یہ زکوٰۃ ہے۔ جب نبی اور اس کی اولاد کے پاس مال ہو دے سکتے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آنحضرت صلعم کی بیبیوں کو حکم کرتا ہے کہ تم زکوٰۃ دو۔ تو آپ صلعم اور ان کی بیبیاں کیونکر زکوٰۃ لے سکتے ہیں وہ آیت یہ ہے۔ واقمن الصلوٰۃ واٰتین الزکوٰۃ پھر مولوی صاحب بولے کہ صحابہ کو حکم ہوتا ہے کہ پیشتر اس کے کہ تم اس رسول سے کوئی سوال پوچھو پہلے کچھ پیش کرو۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہ آیت پیش کرو۔ مولوی صاحب وہ آیت پیش نہ کر سکے اور کہا کہ مجھے اس وقت یاد نہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہ آیت ہدیہ دینے کے بارہ میں نہیں بلکہ صدقہ کرنے کے بارہ میں ہے۔ یعنے جب تم اے مومنو اس رسول سے سرگوشی کرنی چاہو تو پہلے صدقہ دے لو وہ آیت یہ ہے یاایھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ۔ پھر مولوی صاحب بولے کہ رسول کو پانچواں حصہ مال لینے کا حکم ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہ بھی صاحب موصوف پیش کرو۔ یہ تو غنیمت کے مال کا حکم ہے۔ یہ صدقہ اور ہدیہ نہیں ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للّٰہ خمسہ وللرسول الخ۔ تب مولوی صاحب خاموش ہوگئے اور کہا کہ میں اب جاتا ہوں۔ اور ان کے سب ساتھی شرمندہ ہو کر چلے گئے۔ پھر ایک اور واقعہ اس کے بعد میں اور مولوی فضل الٰہی اور حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ اور شیخ قمر الدین صاحب جہلم سے واپس ہوتے ہوئے گجرات میں آئے۔ اور شام کی نماز احمدیہ مسجد میں پڑھی اور بعد فارغ ہونے نماز کے کہا کہ اگر اجازت ہو تو مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام پر ہم کچھ تقریر کریں۔ مولوی امیر الدین صاحب کھڑے ہو کر بولے کہ اس مسئلہ پر طرفین سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اب اس پر بولنے کی کچھ حاجت نہیں۔ اگر اس کے علاوہ کچھ کہنا چاہتے ہو۔ تو کہو ہم نے کہا کہ اس طرح یہ بات تو ہر ایک غیر مذہب کا آدمی کہہ سکتا ہے۔ کہ طرفین سے ایک دوسرے کے برخلاف بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اب وعظ و نصیحت اور تبلیغ کی کیا ضرورت ہے۔ سب آپ لوگوں کو چاہیئے کہ تبلیغ کرنی چھوڑ دیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ غیر مذاہب کے برخلاف بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ ان لوگوں کی حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ بات سننا نہیں چاہتے۔ بار بار کہا جاتا ہے کہ بابا قرآن مجید حدیث رسول اللہ صلعم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں سناتے ہیں۔ سنو مگر جواب ملتا ہے کہ نہیں۔ بتاؤ یہ پیر پرستی ہے کہ نہیں۔ اس سے پہلے کا واقعہ ہے کہ میں جہلم گیا۔ اور وہاں میاں صاحب کے مبایعین اور غیر مبایعین میں بات چیت ہوئی کہ حسن اتفاق سے حافظ فضل احمد مبلغ یہاں آگئے ہیں۔ بہتر ہے کہ حافظ غلام رسول صاحب اور حافظ فضل احمد کی باہم گفتگو مسئلہ نبوت پر ہو۔ پس بات یہ قرار پائی کہ مستری الٰہ دین کے مکان پر ان دونوں کی گفتگو ہو اور کوئی شخص بیچ میں دخل نہ دے۔ پس مستری صاحب موصوف کے مکان پر دونوں طرف کے آدمی جمع ہوئے۔ اور کہا کہ دونوں صاحب اس مسئلہ پر گفتگو کریں۔ حافظ غلام رسول صاحب بولے کہ میری طرف سے احمد گھڑی ساز حافظ فضل احمد صاحب سے گفتگو کریں گے میں نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ جس سے میری گفتگو کرانی چاہتے ہیں۔ میں گفتگو کرنے کو تیار ہوں۔ سیٹھ احمد دین صاحب بولے کہ ہم دونوں حافظوں کی گفتگو کرانی چاہتے ہیں۔ اگر حافظ غلام رسول صاحب گفتگو کرنے سے انکار کرتے ہیں اور اپنی طرف سے میاں احمد کو پیش کرتے ہیں۔ تو ان کے ساتھ شیخ قمر الدین صاحب گھڑی ساز گفتگو کریں گے۔ حاصل کلام یہ کہ میاں شیخ قمر الدین صاحب کی گفتگو مسئلہ نبوت پر شروع ہو گئی اور قریباً آدھ

(بقیہ مضمون ملاحظہ ہو صفحہ ۲ کالم ۲-۳)

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے [illegible] احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور [illegible] دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

جلد ۳ | قادیان المسیح لاہور یوم سہ شنبہ ۲ نومبر ۱۹۱۵ء مطابق ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۳۳ھ | نمبر ۴۸

مسلمانوں کی ترقی کا راز

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

بنی اسرائیل کا عروج و زوال

قرآن کریم نے جن اقوام کی ہسٹری بیان فرمائی ہے۔ ان میں بنی اسرائیل کا بیان خصوصیت سے واضح مذکور ہے۔ کیونکہ اس قوم کو بہت نشیب وفراز پیش آئے ہیں۔ اور آیت فجعلنہا نکالاً لما بین یدیہا وما خلفہا وموعظۃ للمتقین کے لفظ خلفہا سے بھی اللہ تعالےٰ کا یہ منشا ثابت ہوتا ہے کہ آئندہ کی قومیں بنی اسرائیل کے حالات سے خاص عبرت حاصل کریں۔ اسکی عالم الغیب ذات دیکھ رہی تھی کہ ایک زمانہ میں خیر الامم بھی بنی اسرائیل کے تمام عیوب وامراض میں سراسر مبتلا ہو جائے گی۔ اس لئے خاکسار بھی اپنے مطلب کے لئے اسی قوم کے حالات سے نتائج اخذ کرے گا۔

یہ قوم جو حضرت یعقوب علیہ السلام سے نسبت رکھتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی طفیل مصر میں آباد ہوئی چونکہ اس ملک میں ان کا لیڈر موجود تھا۔ اس لئے ان کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم الشان لیڈر کے ماتحت تو یہ لوگ ترقی اور اقبال کے معراج پر پہنچ گئے جس کا پتہ قرآن کریم کی ان چند آیات سے لگ سکتا ہے یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وہ تمام نعمتیں جو اس وقت منعم تعالےٰ کے خزانہ سے آدم زاد کو مل سکتی تھیں بنی اسرائیل کو عطا ہوئیں لمنی فضلتکم علی العالمین وہ دنیا کی تمام قوموں سے اونچے تھے۔ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ ان کو کسی سے (خواہ اٹلی یا روس ہی ہو) کوئی خوف اور غم نہ تھا۔ ثم بعثنٰکم من بعد موتکم وہ ایک مردہ قوم سے زندہ قوم بن گئے۔ ادخلوا ھذہ القریۃ وہ جہاں جاتے تھے فتح کے دروازے کھلے پاتے تھے۔ اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون وہ ہمیشہ باغوں اور کوٹھیوں میں رہتے تھے۔ نجینٰکم من اٰل فرعون۔ انہوں نے فرعون کی ظالمانہ گورنمنٹ سے نجات پائی۔ **سیلف گورنمنٹ** کی طلب میں پسینہ بہانیوالے قوم پرست اصحاب غور کریں۔ واذ قال موسیٰ لقومہ یٰقوم اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا واٰتاکم ما لم یؤت احدا من العالمین۔ (جب موسےٰ نے کہا اے میری قوم! تم ان نعمتوں کو یاد کرو۔ جو اللہ تعالےٰ نے تمہارے حال پر کی ہیں۔ کیا یہ تھوڑی نعمت ہے۔ کہ تم میں نبی بنائے گئے۔ اور تم میں بادشاہ کھڑے کئے گئے۔ اور تمکو وہ کچھ دیا گیا جو آج تک جہان میں کسیکو نہیں دیا گیا۔

بنی اسرائیل سے موجودہ مسلمانوں کے حالات کی مشابہت

متقدمین اہل اسلام نے بھی کمالات انسانی کے ہر شعبہ میں جو جو ترقی پائی اسکی نظیر تاریخ میں کم ملتی ہے۔ جنس البشر من حیث القوم جس حد تک ترقی کر سکتی ہے۔ وہ مسلمانوں کی۔ میں مسلمات پر بحث نہیں کروں گا مسلمانوں کی کمال ترقیات کو اپنے پرائے سب جانتے ہیں۔ فرنچ ڈاکٹر گستاولے بان نے مسلمانوں کی تمدنی کمالات پر جو کتاب لکھی ہے۔ وہ مشہور آفاق ہے۔ آجکل قوم کو غیرت دلانے اور ابھارنے کے لئے یہی بزرگان سلف ہی کے کارنامے سنائے جاتے ہیں۔ مگر وہ کیا اسباب ہیں۔ جن سے قوم موجودہ ذلت بخش تنزل پر پہنچ گئی ہے۔ اب اسباب زوال کی تحقیق سے قبل ذرا بنی اسرائیل اور مسلمانوں کی صورت زوال کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

قرآن شریف نے بنی اسرائیل کے زوال کا نقشہ ذیل کی چند آیات میں ظاہر فرمایا ہے

(۱) ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ۔ ان پر ذلت اور مفلسی تھوپ دیگئی آجکل مسلمانوں کی بھی یہی حالت ہے جس ملک میں ہیں ذلیل کمزور اور کنگال ہیں۔

(۲) کونوا قردۃ خاسئین۔ ہوجاؤ بندر ذلیل۔ مسلمانوں کی حالت بھی آجکل بعینہٖ یہی ہے طرابلس ہی میں نہیں خواہ مراکو میں یا ایران اور بلقان وغیرہ میں جہاں کہیں ہیں یورپی طاقتوں کی دجالی لاٹھی سے بندروں کی طرح ڈھکے جا رہے ہیں۔ (اس آیت سے ظاہری صورتوں کا مسخ ہو جانا مراد نہیں ہے ثبوت موجود ہے)

(۳) مستہم الباساء والضراء وزلزلوا ان کو فقیری۔ بیماری اور زلزلوں نے گھیرا۔ فی زمانہ جو طاعون وغیرہ کی وبائیں اور زلزلے آئے ہیں۔ دنیا نے مان لیا ہے کہ یہ اتفاقی نہیں۔ بلکہ خاص غضب کا نشان ہیں جس طرح چودھویں صدی موسوی میں تکذیب مسیح کی پاداش میں گوناگوں عذاب دنیا پر نازل ہوئے تھے۔ اسی طرح چودھویں صدی محمدی

میں مثیل مسیح بزرگ کی تکذیب کی نحوست سے سخت تباہیاں دنیا پر وارد ہوئیں۔ پائینیر جیسے متعصب عیسائی اخبار نے اپنی ۱۰ اپریل ۱۹۰۵ء کی اشاعت میں واقعات جدر دزلزلہ کے متعلق ایک لمبا سا ایڈیٹوریل نوٹ دیا۔ جس کے آخری سطر کے یہ الفاظ یہ ہیں:۔

"اس عام اور سخت تباہی کی نظیر پہلی صدی عیسوی کے بعد اور کہیں نہیں ملتی جبکہ زلزلے آتش فشاں مادے یورپ اور ایشیا میں اس طرح پھوٹ پھوٹ کر نکل رہے تھے جن کا کسی قدر نقشہ مکاشفات میں ملتا ہے"

(۵) فباؤ بغضب علی غضب۔ ان پر غضب پر غضب (متواتر) طاری ہوا۔ ٹرکی کا انقلاب ابھی ختم نہ ہوا تھا۔ کہ جنگ طرابلس کی مصیبت آگئی اس سے ابھی نپٹنے نہ پائے تھے کہ جنگ بلقان کی مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ یہ قضیہ ابھی ختم نہ ہوا تھا۔ کہ سانحہ کانپور نے زخمی دلوں پر نمک چھڑکا۔ اور اب ٹرکی کا جنگ

(۶) لاھم ینصرون۔ وہ مدد نہ دیئے جائینگے حال کے مصائب میں مسلمان پے در پے شکستیں کھا رہے ہیں۔ اور کوئی نصرت نہیں ملتی۔ کیا جنگ طرابلس اور بلقان کی صلح کی کانفرنسوں میں کسی طاقت نے مسلمانوں کی حامی بھری؟ بجز تو بجائے خود اپنی بھی مدد نہیں کرتے۔ کمیٹیوں اور کونسلوں میں ہمقوم ممبروں تک قوم کی حمایت کے لئے زبان نہیں کھول سکتے۔ سو ان لوگوں کا سراسر قصور نہیں۔ یہ واقعات خدا کے خاص منشا کے ماتحت ہیں۔)

(۷) اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا۔ جن خانہ ساز لیڈروں کی پیروی کرتے تھے وہ بیزار ہوگئے۔ آج وہ آغا خاں کی لیڈری کہاں گئی جن کی سواری میں گھوڑے کھول کر اشرف المخلوقات جوتے جاتے تھے۔ غرضکہ بنی اسرائیل کی تمام عظیم الشان سلطنتیں اور عزتیں سلب ہوگئیں اور آجتک وہی حال ہے یہودیوں کے پاس کہیں چپہ بھر زمین کی حکومت نہیں رہی۔

(۸) والقینا بینھم العداوۃ والبغضا۔ یعنی یہودیوں میں عداوت اور بغض بھر گیا ہے یہی حال آجکل مسلمانوں کا ہو رہا ہے سادات۔ علما۔ اور عوام تو بجائے خود مشائخین تک اس قہری آتش سے بچے ہوئے نہیں ہیں۔

(۹) یہودیوں کا ایک غلط عقیدہ یہ تھا کہ حضرت مسیح ایک دنیاوی بادشاہ کی صورت میں ظہور کرکے تلوار کے زور سے بنی اسرائیل کی تمام کھوئی ہوئی سلطنتیں واپس دلائینگے۔ جب حضرت مسیح نے ایک حلیمی و مسکینی کے پیرایہ میں ظہور کا اعلان کیا تو یہودنے انکار کردیا۔ اسی طرح مسلمان پہلے ہی جو امام آخرالزمان کی نسبت ایسا ہی فاسد عقیدہ رکھتے ہیں امام الوقت کا انکار کردیا۔ (۱۰) ایک یضع الحرب (جنگوں کو مٹائیگا) کی صریح حدیث امام آخرالزمان کی نسبت موجود ہے۔ اصل میں اہل اللہ لوگوں نے تو کبھی ہتھیار دلگی دین پھیلانے کیلئے استعمال نہیں کیا۔ ان کے پاس دعاؤں کا ہتھیار ہوتا ہے جو زیادہ کاری ہے۔ حضرت موسیٰ اور ابراہیم ع کے فرعون اور نمرود جیسے شاہی سطوت وجبروت والے مخالفین بھی دعاؤں کی نوکشی سے فنا ہوئے تھے۔

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

جنگ کی خبریں براہ دہلی

دہلی ۳۰ اکتوبر۔ وزیر ہند نے حسب ذیل تار ہز اکسیلنسی وائسرائے کو ۲۹ اکتوبر کو دیا ہے:۔

۲۸ اکتوبر کی دوپہر کا ایک سرکاری بیان ہے کہ آج صبح جس وقت ملک معظم میدان جنگ میں فوج کا معائنہ فرما رہے تھے۔ تو فوج کا چیرز دینے سے ہز میجسٹی کا گھوڑا بھڑک اٹھا اور زمین پر گر پڑا۔ ملک معظم کو سخت خراش آئے اور اس وقت بستر بیماری پر ہیں۔

دوسری خبر ۲۹ اکتوبر کو موصول ہوئی ہے اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ بادشاہ سلامت کو نیند نہایت عمدگی سے آئی۔ ہز میجسٹی کی عام حالت قابل اطمینان ہے۔

آسٹریہ وجرمن فوجیں ایک سرورین شہر (کراجی ریوانز) سے ۱۵ میل کے فاصلہ پر رہ گئی ہیں۔ آسٹریوں کی فوجوں نے کولوبرا کو طے کرلیا ہے اور اس کے علاوہ مشرق کی جانب "دد کی گراوہی" کی جانب پیش قدمی شروع کردی ہے بلغاریوں نے "کناس کوزنٹا" پر قبضہ کرلیا ہے روسی بیڑے نے وارنا پر گولہ باری کی ہے۔

فرانسیسیوں کی ایک رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ انہوں نے شدید اور ایک طویل گولہ باری کی ہے۔ اور تاہوز پر جنگ جاری ہے۔

ریگا کے اطراف وجوانب میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

ڈوونسک کے شمال مغربی جانب جرمنوں نے پے در پے نہایت شدید حملے کئے لیکن روسیوں نے انہیں پسپا کردیا۔

وسط میں کسی قسم کی تبدیلی وقوع میں نہیں آئی۔ دریائے سیئر پر غنیم نے پیشقدمی کرنے کی کوشش کی مگر روک دیا گیا۔ اطالویوں نے دریائے ایڈیجی کے دائیں کنارے پر جو نئے موقع حاصل کئے ہیں ان سے وادی وادی کے ذرائع آمد ورفت پر زد پڑتی ہے۔ پالللی کو یہ ڈیوال اور پلودا کے علاقہ میں انہوں نے غنیم کے مورچوں پر قبضہ کرلیا اور تنلز کے مقابل میں مزید ترقی کی۔

ہز میجسٹی ملک معظم نے برطانیہ کے مرکزی ہسپتالوں واقع فرانس کا معائنہ کیا اور اس کے بعد فرانسیسی وزیر جنگ کے ہمراہ تیسری بیش کی پلٹنوں کے نمائندوں کا ملاحظہ فرمایا بعدازاں فرانسیسی پریذیڈنٹ اور جنرل جافرے کے ہمراہ ہز میجسٹی نے نوآبادیوں کے جیلیں کا معائنہ فرمایا

برطانیہ کے فدائی

لنڈن ۲۷ اکتوبر مغربی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:۔

مقتولین:۔ میجر ۲۔ کپتان ۶۔ لفٹیننٹ ۶۔ دوم لفٹیننٹ ۱۵۔

زخموں سے ہلاک:۔ پادری صاحب ۱۔ کپتان ۔ لفٹننٹ ۶۔ دوم لفٹننٹ ۱۵۔

اتفاقاً ہلاک:۔ دوم لفٹیننٹ ۱۔

مجروحین:۔ لفٹیننٹ کرنل ۲۔ میجر ۲۔ کپتان ۱۲۔

جنرل جافر لنڈن میں

لنڈن ۲۹ اکتوبر جنرل جافرے آج سہ پہر کو لنڈن کے محکمہ جنگ میں تشریف لائے اور تھوڑی دیر میں لارڈ کچنر کے ساتھ موٹر کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔ بازاروں میں ہجوم خلائق نے انہیں دیکھکر اور چیرز دیئے۔ اس کے کامل مجلس وزرا کا اجلاس منعقد ہوا۔ ہز رائیل ہائینس پرنس آف ویلز آج سہ پہر کو میدان جنگ سے رخصت لیکر قصر بکنگھم میں تشریف لائے

دستی گولوں اور ہوائی تارپیڈوں کی جنگ

لنڈن ۲۹ اکتوبر پیرس ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ این کے شمال میں پرائیٹ کرتی گولوں اور ہوائی تارپیڈو سے سخت جنگ ہوئی شمپین میں طرفین گولہ باری کررہے ہیں۔

افریقہ میں بلجیم کی کامیابی

لنڈن ۲۸ اکتوبر ہیورکا تار مظہر ہے کہ افریقہ سے بلجیمی افسروں کی طرف اس مضمون کی رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ کہ ۱۱ ستمبر کو دریائے روزیزی کے دہانہ کے قریب اور ۲۹ ستمبر کو لیو ونجی کے قریب جرمنوں اور بلجیمیوں میں خاص معرکہ آرائی ہوئی۔ جس میں جرمنوں نے شدید نقصان اٹھایا۔ اور بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ ایک کلدار توپ مع لاتعداد گولی بارود کا سامان اور بہت سا سامان حرب بلجیمیوں کے ہاتھ آیا۔

مسٹر لسن کا ٹیلیفون پر نوٹ

واشنگٹن ۲۸ اکتوبر بحری محاصرہ کے متعلق پریزیڈنٹ ولسن نے برطانیہ کو جو نوٹ بھیجنے والے تھے وہ بھیج دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
مورخہ ۲ نومبر ۱۹۱۵ء نمبر ۴۸

مسلمانوں کی ترقی قرآن کریم پر عمل کرنے سے کیوں وابستہ ہے؟

کیا موجودہ ترقی یافتہ اقوام عامل بالقرآن ہیں؟

گذشتہ اشاعت میں لوکل ہمعصر پیسہ اخبار کے کسی نامہ نگار کے بعض فاسد خیالات کا رد کرتے ہوئے ہم نے مختصراً اسباب کی طرف اشارہ کیا تھا۔ کہ مسلمانوں کی موجودہ خراب حالت کوئی اس وجہ سے نہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔ بلکہ اسکی وجہ درصل یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہکر پھر اسلام سے منحرف ہو رہے ہیں۔ اور ان کے اعمال افعال اور گفتار و کردار وغیرہ عام طور پر خلاف اسلام ہے۔ ممکن ہے اس پر کسیکو یہ خیال پیدا ہو۔ اور آجکل اس بات کے جواب میں بالعموم یہی کہا جاتا ہے کہ اگر کسی قوم کی ترقی عامل بالقرآن ہونے سے ہی ہو سکتی ہے۔ تو یورپ تو آج قرآن کریم کا معتقد ہی نہیں۔ اور اسپر مستزاد یہ کہ مغربی دنیا میں آجکل عام طور پر جو فسق و فجور رائج ہے۔ اور جن گندے سے گندے افعال و اعمال میں وہ لوگ مستغرق ہیں۔ مسلمانوں میں تو ان کا عشر عشیر بھی نہیں۔ تو اس لحاظ سے تو چاہیئے تھا۔ کہ مسلمان اگر بہت نہیں تو بسبب معتقد قرآن ہونے کے کچھ تو ترقی حاصل کرتے۔ اور موجودہ ترقی یافتہ اقوام بجائے اوج کمال پر ہونے کے قعر ذلت میں گری ہوتیں۔ یا اگر یہ نہیں۔ تو کم از کم مسلمانوں سے تو نچلے درجہ پر ہوتیں۔

یہ ایک وہم ہے جو قرآن کریم اور صحیفہ قدرت پر غور اور تدبر نہ کرنے نیز اقوام کی ترقی و عروج اور تنزل و ادبار کے اسباب کو نظر انداز کر دینے کے باعث پیدا ہوا ہے۔ قرآن کریم پر غور کرنے سے ہمیں صاف طور پر یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ اللہ تعالے جب کسی قوم کو ترقی دیتا یا اس سے گراتا ہے تو جہاں یہ اس قوم کے اپنے افعال و اعمال اور کردار کا باعث ہوتا ہے۔ وہیں ساتھ ہی اسکی اہمیت اور ذمہ واریوں کا بھی خیال رکھا جاتا ہے جتنی کوئی قوم ذمہ دار اور کسی کام کے لئے مامور ہوتی ہے۔ اتنی ہی وہ اس کام کے متعلق اللہ تعالے کے حضور میں زیادہ جوابدہ ہوتی ہے۔ اسکی ایک موٹی مثال ہمیں اس دنیا میں بھی ملتی ہے۔ ہم ہر روز دیکھتے ہیں۔ کہ ایک پولسمین اگر کسی جرم کا ارتکاب کرے تو اُسے اس جرم کی دگنی سزا ملتی ہے۔ بہ نسبت ایک عام آدمی کے۔ یہ کیوں۔ اس لئے کہ وہ تو خود جرائم کے روکنے اور ان کے خلاف لوگوں کی نگہداشت رکھنے پر مامور تھا۔ جب اس نے خود اسی جرم کا ارتکاب کیا باوجود اسبات کے جاننے کے کہ اس کے لئے یہ سزا مقرر ہے۔ تو اس کے اس فعل کی اسے دوسروں سے بڑھکر سزا ملنی چاہیئے۔ اسی طرح جتنا کوئی شخص یا کوئی قوم اللہ تعالے اکے متعلق جوابدہ بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور اگر وہ اپنے فرائض کو ٹھیک طور پر سرانجام نہ دے۔ تو اُسے اسکی دگنی سزا ملتی ہے اسکی ایک مثال خود قرآن کریم میں بھی ہمیں ملتی ہے جہاں ازواج مطہرات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ ینساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضعف لہا العذاب ضعفین۔ اے نبی کی بیبیو! اگر تم میں سے کوئی برائی کی مرتکب ہو گی۔ تو اُسے دگنا عذاب دیا جائیگا۔ تو جتنا جتنا کوئی شخص خداوند تعالے کا مقرب ہوتا ہے۔ اور اسپر اللہ تعالے کی طرف سے اتمام حجت ہوتی ہے۔ اسی قدر وہ اس امر پر کاربند ہونیکا زیادہ ذمہ وار ہوتا ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی سے اسے دگنی سزا دیجاتی ہے۔ مسلمانوں نے قرآن کریم کو مان کر اور اسلام کے حلقہ بگوش ہوکر پھر ان صحیح اصولوں پر کاربند ہونا چھوڑ دیا جو کہ انہیں قرآن کریم نے سکھایا تھے انہوں نے اللہ تعالے کی ان نعما کی قدر چھوڑ دی جو کہ اس نے دنیا و مافیہا کے رنگ میں انہیں دی تھیں۔ قطع نظر اسبات کے کہ ظاہری ارکان شریعت کو مسلمانوں نے کس حد تک نظر انداز کیا۔ اور طرح طرح کے افعال قبیحہ میں مبتلا ہوتے چلے گئے ہمیں یہاں بتانا مدنظر ہے۔ کہ صرف کسی شخص کے نماز روزہ اور حج اور زکوٰۃ میں مشغولیت ہی اسے متمدن اور دنیوی ترقیات کا اہل بنا دینے کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ ان ارکان اسلام سے وہ مفید سبق حاصل کرے جو کہ ان کی ادائگی میں مضمر ہے۔ وہ ان سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورے طور پر ادا کرنیکا سبق سیکھے۔ جہاں نماز اور حج کے ذریعہ ایک ہی خدائے برتر کی تابعداری کا سبق حاصل کرکے باقی تمام انسانوں کو اپنے برابر اور دیگر مخلوق کو اپنے سے کمتر اور اپنی تابعدار اور غلام خیال کرے۔ وہیں روزہ اور زکوٰۃ سے اس مساوات فی الانسان کے سبق کو پورا کرنے کے لئے اپنے سے کمزور انسانوں کی ترقی و امداد میں کوشاں ہو۔ اسی طرح سے نماز اور حج جہاں اسے یہ سکھائے کہ باہمی انسانوں کے میل جول اور آپس کے تبادلہ خیالات سے کیا کچھ فوائد مترتب ہو سکتے ہیں۔ اور دنیا کن کن رنگا رنگ کی علمی۔ تمدنی۔ سیاسی اور اقتصادی ترقیات کو دیکھ سکتی ہے۔ وہیں روزہ اور زکوٰۃ اسے یہی بتلائے کہ ایک دوسرے کی مصائب اور دکھوں کو محسوس کرکے انہیں دور کرنے کی کوشش کرنا۔ اور انہیں تکالیف سے نکال کر آرام پہنچانا انسان کا فرض اولین ہے۔ اور یہی ایک بات ان خوشگوار حالات کو پیدا کر سکتی ہے جنہیں آج مہذب دنیا میں تمدن کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پھر توحید الٰہی اور مساوات فی الانسان کے بعد تیسرا سبق جو ان ارکان اسلام سے حاصل کیا گیا تھا۔ یعنے یہ دیگر تمام مخلوق اس سے کمتر درجہ پر ہے یہی وہ امر ہے جو ان تمام مادی ترقیات کے حصول کا باعث ہو سکتا ہے جنہیں آج سائنس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ جب انسان یہ جان لیگا۔ کہ دنیا کی تمام چیزیں میری خادم اور محکوم ہیں۔ تو وہ پھر ان سے خدمت لینے اور وہ قوانین دریافت کرنے کی کوشش کریگا جن کے ذریعہ وہ کام دے سکتی ہیں۔ اور انہیں دریافت شدہ قوانین کا نام سائنس ہے۔

اس لئے جو شخص نماز۔ روزہ اور حج زکوٰۃ پر تو عامل ہے۔ لیکن ان سے وہ مفید نتائج اور اسباق حاصل نہیں کرتا۔ جو ان کی اصلی غرض و غایت ہے۔ اور جن کے حصول سے ہی کوئی قوم دنیا میں معزز و ممتاز ہو سکتی ہے۔ تو وہ بجائے ترقی کرنے کے خود نیچے کو لڑھکتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اور اس لئے اسے باوجود جاننے بوجھنے کے اس قبیح حرکت کرنے کی دگنی سزا ملنی چاہیئے۔ یہاں تک تو اس بات کا ذکر تھا کہ مسلمانوں کو باوجود مسلمان کہلانے اور قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصولوں سے منہ موڑ لینے کے دگنی سزا ملی۔ لیکن اب یہاں یہ کہا جائیگا۔ کہ یورپ نے کونسے قرآنی اصولوں پر عملدرآمد کیا۔ کہ وہ اسقدر دنیوی اعزاز کا مالک ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس کے برخلاف قرآن کریم کو خدا کی طرف سے ماننا ہی نہیں تو اس کا جواب صاف ہے۔ کہ جسطرح سے اللہ تعالے نے اپنی قولی کتاب قرآن کریم میں ان تمام اصول ترقیات کو بیان کیا ہے ویسا ہی اپنی فعلی کتاب صحیفہ فطرت میں بھی کل دنیا کے سامنے کھول رکھی ہے۔ جو کوئی بھی خدا کا انسان

صحیفۂ فطرت پر غور کر کے انہی اصولوں پر عامل ہو - جو انسانی ترقیات کی جولانگاہ ہیں تو وہ اُنہی کامیابیوں کو حاصل کر سکتا ہے جو قرآن کریم پر عمل کرنے سے وابستہ ہیں یہ الگ امر ہے کہ اعتقادی طور پر وہ بوجہ قرآن کریم سے منحرف ہونے اور صرف دنیوی ترقیات کے اصولوں پر ہی عمل کرنے اور حقوق اللہ کو نظرانداز کر دینے کے اس اخروی نجات سے محروم رہ جاتا ہے - جو ایک سچے مسلم کو نصیب ہوتی ہے - بدر وہ بوجہ صرف ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ کہنے اور دنیوی بہبودی کے لئے ہی جدوجہد کرنے کے مالھم فی الاٰخرۃ من خلاق کا مورد ہو جاتا ہے - اور ایک مسلم ہاں دنیا و آخرت دونوں کے لئے سعی بلیغ کرنے والا انسان ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ؕ اولٰئک لھم نصیب مما کسبوا کا مورد بنجاتا ہے اور دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب اور خوشحال ہو جاتا ہے۔

پس یورپ نے اگر کسی دنیوی شعبہ میں ترقی کی تو یہ کوئی اسی کے ساتھ خاص نہیں نہ ہی قرآن کریم نے یہ شرط ہی ٹھہرائی ہے کہ صرف مسلمان ہی میرے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کرنے سے ترقی کرینگے - بلکہ قرآن کریم کا خدا رب العلمین ہے - جس طرح سے اُس کا ظاہری فیضان کل دنیا پر عام ہے اور قرآن کریم کے ماننے والوں یا نہ ماننے والوں پر ہی منحصر نہیں - ویسے ہی اس کے بتائے ہوئے اصولوں کو صحیفۂ فطرت سے اخذ کر کے اُن پر جو کوئی بھی عمل کرے - وہ اُن نتائج کو پالیگا - جو اُن اصولوں سے وابستہ ہیں - اس میں شک نہیں کہ اسلام کے ان ارکان پر جو نماز - روزہ - حج اور زکوٰۃ کی خاص شکلوں میں متشکل کئے گئے ہیں وہ کاربند نہیں - لیکن ان ارکان میں دنیوی عروج و ترقیات کی جو اغراض مدنظر ہیں - ان اغراض کو جب اس نے کسی اور وسیلے سے گو گوناگون نقائص سے معمور اور طرح طرح کی پیچیدگیوں سے مملو ہونے کے باعث وہ سادگی اور آسانی اپنے اندر نہیں رکھتا جو ان ارکان اسلام میں مضمر ہے - مگر تاہم اس ٹیڑھے راستے کے ذریعے ہی اُن خوشگوار نتائج کا ایک حصہ جو دنیوی اعزاز و افتخار کا رنگ رکھتا ہے . . . . . . حاصل ہو جاتا ہے وہ حاصل کرے - تو اس سے قرآنی اصولوں کا بطلان نہیں ہو جاتا - بلکہ اس سے تو ان کی صداقت اور انکا اکمل ہونا ثابت ہوتا ہے - کیونکہ جب ایک ٹیڑھے راستے سے جا کر ہم اُن نتائج کو پا سکتے ہیں - تو کیوں قرآن کریم کے بتائے ہوئے سیدھے اور آسان راستہ کے ذریعہ پا نہیں سکتے - پس مسلمانوں نے اگر ارکان اسلام پر عامل ہونے کے باوجود . . . . . . توحید باریتعالےٰ - مساوات فی الانسان اور دیگر مخلوقات کے خادم انسان ہونیکا سبق لینا چھوڑ دیا - اگر سخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض جمیعا کے کھلے کھلے ارشاد کو انہوں نے نظرانداز کر دیا - تو یہ ان کا اپنا قصور تھا - نہ کہ اسلام کا اور اس لئے قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصولوں سے فائدہ نہ اٹھانے کے باعث گر گئے - لیکن دیگر اقوام میں سے جس جس نے ان اصولوں پر خواہ وہ سوسائٹیوں کے رنگ میں ہوں یا کانفرنسوں کی شکل میں عمل کیا - اور ان سے فائدہ اٹھانا چاہا - وہ ان سے متمتع ہوئے - اور اسی شعبہ میں جس میں انہوں نے کوشش کی - وہ کامیاب ٹھہرے - خود اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم - اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا - جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل لے - اس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ جو کوئی بھی قوم جس کسی شعبہ زندگی میں بہبودی حاصل کرنا چاہے وہ اُس کے متعلقہ اصولوں پر عمل کر کے کامیابی کا مُنہ دیکھ سکتی ہے - بلا تمیز اس امر کے کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں - ہاں ایک اخروی نجات کا شعبہ ہی ایسا ہے - کہ جس کے لئے ضروری ہے - کہ انسان مسلمان ہو - اور شرائط اسلام پر عمل کرے کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے - ان الدین عند اللہ الاسلام و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ لیکن اب تو یورپ میں بعض تازہ تحریکات اور اکثر دانایان فرنگ کا رجحان طبع ہمیں اس بات کی بھی خوشخبری دے رہا ہے کہ وہ اب صرف ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ ہی کہکر مالھم فی الاٰخرۃ من خلاق کا مورد بننا پسند نہیں کرتا - بلکہ اسکے ساتھ آخرت کا توشہ تیار کرنے کی بھی وہ اب فکر کر رہا ہے اور جامع ووکنگ میں سے آئی ہوئی بشارات ہمیں بتاتی ہیں - کہ احرار یورپ کی ایک معتد بہ تعداد نے قبولیت اسلام کا شرف حاصل کر کے اپنی موجودہ دنیوی ترقیات کے ساتھ آخرت میں بھی سرخرو ہونے کا سامان بہم پہنچا لیا ہے - ہاں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت مولوی صدر الدین صاحب ایدھما اللہ بنصرہ العزیز کی سہ سالہ جدوجہد کے نتائج سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ ؎

آسماں پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر ازجان نثار

اس لئے وہ جو اسلام کو چھوڑ کر کسی اور راہ سے ترقی حاصل کرنا چاہتے تھے اب تو وہ بھی قرآن کو ہی ہر ایک کامیابی کے حصول کے لئے اپنا ہادی و رہبر خیال کرنے لگے ہیں - تو کسی جنم کے مسلمان کا اس سے فائدہ نہ اٹھانا اس کا اپنا قصور ہے نہ کہ اسلامی تعلیم کا نتیجہ کاش کوئی اسے سمجھے اور اس پر غور کرے -

اعلان ضروری

اخبار پیغام صلح کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ منافقین قادیان کی باسی کڑھی کو پھر اُبال آیا ہے - اور بزرگان سلسلہ احمدیہ کو مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں - اس لئے میں بذریعہ اعلان ہذا تمام بزرگان سلسلہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمت میں بادب ملتمس ہوں کہ قادیان کے گپوڑوں نے پہلے میری اہلیہ کی وفات کیوقت خوشیاں منا کر مجھے مباہلہ کا چیلنج دیا تھا - اور جب ادھر سے آمادگی دیکھی تو پھر قابل شرم حیلہ بازیوں سے اس گروہ منافقین نے اپنا پیچھا چھوڑا یا - اب جبکہ پھر اُن کو جرأت ہوئی ہے تو سب سے پہلے اُن کے ساتھ مباہلہ کا حق میرا ہے - جب تک مسائل مختلف فیہا دین محمودیہ پر میرے ساتھ بذریعہ مباہلہ فیصلہ نہ ہو لے - کوئی بزرگ ان کی اس گپ کا جواب نہ دے ان لوگوں نے پہلے مجھے دیوانہ قرار دیکر اپنا پیچھا چھوڑایا تھا - مگر ان کو خبر نہیں ہے کہ جس پر یہ حقیقی نبوت کے دعوے کا الزام لگاتے ہیں وہ کیا کہتا ہے ؎

تا دیوانہ شدم ہوش مسیحا مدلہ بسیم
اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احسان کردی
ہوشمندان جہاں را نہ کنی دیوانہ
اے لباخانۂ ظلمت کہ تو ویران کردی

شاید اسی وجہ سے مسیح علیہ السلام کی پندرہ سالہ تحریرات کو غلط قرار دیتے ہیں -

راقم محمد یحییٰ احمدی مقیم دواتہ - مانسہرہ - ہزارہ

اشاعت اسلام

یہ رسالہ جناب خواجہ صاحب مشہور آفاق مسلم مشنری کے زیر ادارت لاہور احمدیہ بلڈنگس سے ماہوار شایع ہوتا ہے - خواجہ صاحب کے انگریزی رسالہ مسلم انڈیا و اسلامک ریویو کا ترجمہ معہ نئے زوائد اس میں شایع ہوتا ہے اسلام اور غیر مذاہب کا مقابلہ اسلام کی صداقت، تبلیغ اسلام کے بہترین

درس قرآن میں سے کچھ

الحمد للہ کہ گذشتہ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۱۵ء سے مسجد احمدیہ لاہور میں درس قرآن کریم باقاعدہ پھر شروع ہوگیا۔ دل چاہتا ہے کہ ذیل میں سورۃ یوسف کے پہلے رکوع کی تفسیر جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے پہلے دن بیان فرمائی۔ ناظرین کے روحانی فوائد اور تفنن طبع کے لئے درج کر دی جائے نہ صرف اس لئے کہ اسکے بیش بہا علمی نکات اور پر معارف باتیں پڑھنے والوں کے ازدیاد ایمان کا باعث ہوسکتی ہیں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ ہماری جماعت کے موجودہ تنازعات بھی ان پر غور کرنے سے بہت حد تک سلجھ سکتے ہیں۔

مقطعات۔ الر۔ میں ہوں اللہ دیکھنے والا

فرمایا۔ کتاب المبین

اصول اسلام کے بیان کرنے میں قرآن کی خصوصیت

سے یہ مراد ہے۔ کہ اس میں تمام اصولوں کو کھول کھول کر بیان کردیا ہے۔ یہ قرآن کریم کی خصوصیت ہے۔ جو اور کسی کتاب میں پائی نہیں جاتی۔ کہ اس میں اسلام کے تمام اصولوں کو ایسا وضاحت کیساتھ اور کھولکر بیان فرمایا ہے۔ کہ اس قدر زمانہ گذر جانے پر بھی باوجودیکہ مسلمانوں میں اس قدر فرقے پائے جاتے ہیں۔ پھر بھی ان میں کوئی اصولی اختلاف نہیں یہ بات دوسری کسی قوم میں نہیں ملتی۔ (اور نہ ہی کسی دوسری کتاب نے ایسا کام کیا ہے۔

قرآن کریم کی ایک خصوصیت عربی زبان میں نازل ہونے کی وجہ سے

پھر انا انزلناہ قرآنا عربیا میں قرآن کریم کی ایک اور خصوصیت بیان فرمائی ہے۔ فرمایا ہم نے اسے عربی میں نازل کیا۔ عربی زبان دراصل کل زبانوں کی ماں ہے۔ چونکہ آنحضرت صلعم کل دنیا کے لئے تھے۔ اس لئے ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ کے ماتحت آپکو اسی زبان میں وحی ہوئی۔ جو بحیثیت ماں ہونے کے کل دنیا کی واحد زبان ہے۔ اور پھر اس میں بھی بعض خصوصیتیں رکھی ہیں۔ (۱) دنیا کی اور زبانوں میں کئی ایک کتابیں آتی رہیں۔ ان میں بھی یہ خصوصیت نہ تھی کہ ایک زبان میں ایک کتاب آتی۔ بلکہ ایک ایک زبان میں متعدد کتابیں نازل ہوتی رہیں مثلاً عبرانی میں کئی ایک کتابیں نازل ہوئیں۔ اسی طرح سے ژند زرتشت اور کنفیوشش وغیرہ کی زبانوں میں بھی اور اور کتابیں نازل ہوئیں۔ ہندوستان میں چار وید سنسکرت میں نازل ہوئے۔ لیکن یہ خصوصیت صرف عربی زبان ہی کو ہے۔ کہ اس میں سوائے قرآن کریم کے اور کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ تو گویا انا انزلناہ قرانا عربیا کے یہ معنے ہیں کہ ہم نے قرآن کریم کو اس زبان میں اتارا۔ جس میں اس سے پہلے کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ جس طرح سے قرآن کریم کو عربی میں نازل ہونے میں ایک خصوصیت اور برتری حاصل ہے۔ اسی طرح سے رسول کریم صلعم کو بھی عرب میں مبعوث ہونے میں ایک خصوصیت اور فضیلت ہے۔ جیساکہ دوسری جگہ فرمایا۔ لتنذر قوما ما انذر اباء ھم تاکہ تو ڈرائے ان لوگوں کو جنکے آباؤ اجداد کو نہیں ڈرایا گیا۔ اس سے پیشتر درحقیقت عرب کے کناروں کی طرف رسول ضرور آتے رہے۔ لیکن عرب کے خطہ کے اندر کوئی رسول مبعوث نہیں ہؤا۔ نہ ہی کوئی کتاب عرب کے خطہ کے اندر آئی۔ تو یہ ایک ہی کتاب ہے۔ جو عربی میں نازل ہوئی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رسول ہے جو عرب کے خطہ کے اندر مبعوث ہوئے یہ کیوں؟

اس لئے کہ یہ بھی اللہ تعالے کی توحید کے لئے بطور ایک نشان کے ہو۔

یہ خصوصیت آنحضرت کے بعد کسی نبی کے آنیکی منافی ہے

توجب سارے عرب کے اندر صرف ایک ہی فرد رسول آیا اور یہ اُن کی خصوصیت ہے کہ اس سے پیشتر کوئی رسول خطہ عرب کے اندر مبعوث نہیں ہؤا۔ تو پھر سمجھ نہیں آتا۔ کہ بعد میں یہ خصوصیت کیسے ٹوٹ سکتی ہے۔ کیا یہ کبھی ہوسکتا ہے کہ پہلے تو کوئی رسول اس لئے مبعوث نہ کیا جائے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی یہ ایک خصوصیت قائم رہے اور بعد میں کسی اور کو بھیجکر اس خصوصیت کو خود ہی توڑ دے۔ آخر بنی اسمٰعیل کو کیوں اس قدر عرصہ اور پشتہا پشت تک سلسلہ رسالت و نبوت سے محروم رکھا۔ اس لئے کہ ایک ہی رسول آنا تھا۔ تو پھر اگر یہ مانا جائے کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی آگیا۔ تو بتاؤ وہ خصوصیت کیوں ٹوٹ گئی۔

عربی کی ایک اور خصوصیت

پھر عربی زبان میں نازل ہونے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ عربی زبان ہی ایک ایسی زبان ہے۔ جسکے الفاظ ان تمام صداقتوں کو ٹھیک طور پر بیان کرسکتے ہیں جو قرآن کریم نے بتائی ہیں۔ دوسری کسی زبان میں ایسے الفاظ نہیں ملتے۔ جو عربی کی طرح اپنے اندر ایسی وسعت اور جامعیت رکھتے ہوں۔ کہ وہ اپنے متعلقہ مطالب پر پورے طور پر حاوی ہو سکیں اور ٹھیک ٹھیک طور پر بیان کریں۔ مثلاً عربی جناح یا جہنم کے الفاظ جن وسعت معانی پر مشتمل ہیں۔ انگریزی میں [illegible] یا [illegible] ان معانی اور مطالب کو ادا نہیں کر سکتے۔ وعلی ہذ القیاس۔

قصص کے معنے

نحن نقص علیک احسن القصص ہم بیان کرتے ہیں تجھپر اچھا بیان کرنا۔ قصص کے معنے بیان کرنے کے ہیں۔ قصہ اس کے معنے نہیں قصہ کی جمع قِصص بزیر ق مکسور آتی ہے۔ قصص کا لفظ دوسری جگہ بھی قرآن شریف میں اسی معنے میں آیا ہے۔ قص علیہ القصص۔ بیان کیا اس پر بیان کرنا۔ یہی معنے سب مفسرین نے لئے ہیں جاہل لوگوں نے سورۃ یوسف کو بالکل غلط اور ناجائز پیرایہ میں لیکر احسن القصص سے یہ مراد لی ہے کہ یہ نہایت عمدہ قصہ ہے۔ اور پھر اسے عمدہ بنا کر دکھانے کے لئے بڑے بڑے مسالے لگائے ہیں

وان کنت من قبلہ لمن الغافلین سے یہ مراد نہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ سے پہلے واقف نہ تھے۔ ممکن ہے اس سے واقف ہوں یہاں مراد یہ ہے۔ کہ تو اس قرآن سے اس وحی سے پہلے واقف نہ تھا۔

حضرت یوسف اور نبی کریم صلعم کی حالات میں مطابقت

یہ سورۃ ہجرت کے قریب کی ہے۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ مکہ والوں کا جو معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونیوالا تھا۔ اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معاملہ مکہ والوں سے ہونیوالا تھا۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت یوسف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ اس لئے آگے چلکر فرمایا۔ لقد کان فی یوسف واخوتہ لآیات للسائلین لوگ پوچھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا انجام ہوگا۔ ان کے لئے یوسف اور اس کے بھائیوں کے حالات میں نشانات ہیں انہیں ان پر غور کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے کہ کیا انجام ہوگا۔ چنانچہ واقعہ بھی ایسا ہی ہؤا ہے۔

پچھلی سورتوں سے ربط

پہلے سورۃ ہود اور یونس میں نبیوں کے مخالفوں پر عذاب کا ذکر فرمایا تھا۔ ان میں گو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کو ڈرایا گیا ہے۔ لیکن اس سورۃ (یوسف) میں یہ بتایا کہ وہ پہلوں سے معاملہ تھا جو ہوا سو ہوا اب تمہارے ساتھ وہ معاملہ ہوگا جو یوسف نے اپنے بھائیوں کیساتھ کیا" لی ساجدین۔ لی کے معنے "مجھے ہی" نہیں۔ اور "میرے لئے" "میری خاطر" بھی آتے ہیں مثلاً یسجد للطالع۔ یعنے تیر کے آنے پر اسکی خاطر جھک جاتے تھے۔ تا اس سے بچ جائیں۔

رؤیا کا ذکر

انی رأیت احد عشر کوکبا الخ۔ یہاں جن الفاظ میں رؤیا

کا ذکر ہے۔ ان میں یہ نہیں بتایا کہ یہ رؤیا تھا یا کیا رائیت کے معنے صرف دیکھنے کے ہیں۔ لیکن سمجھنے والا سمجھ جاتا ہے کہ یہاں خواب میں دیکھنا مراد ہے۔ دوسری جگہوں میں جہاں رؤیا کا ذکر ہے۔ وہاں بعض جگہ صاف الفاظ میں نیند میں دیکھنے کا بھی ذکر ہے۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام کا بیان ہے۔ کہ انی اری فی المنام میں نیند میں دیکھتا ہوں۔ اور کہیں نیند کا ذکر نہیں بھی کیا مثلاً اس سورۃ میں بادشاہ کے خواب میں ہے قال الملک انی اری سبع بقرٰت الخ بہرحال قرآن ایسے الفاظ کو چھوڑ بھی دیتا ہے اور قرینہ خود بتا دیتا ہے۔ کہ یہ خواب میں دیکھنا ہے یا کیا۔

تاویل الاحادیث

ویعلمک تاویل الاحادیث حضرت یعقوب علیہ السلام کی یہ تعبیر ہے کہ اللہ تعالےٰ تجھے برگزیدہ کریگا اور تاویل الاحادیث (باتوں کا علم) دیگا۔ معلوم ہوتا ہے۔ تاویل الاحادیث ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اور درحقیقت باتوں کے صحیح طور پر معنے سمجھنا اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ انسان اس سے ٹھوکروں سے بچ جاتا ہے ورنہ غلط معنے سمجھنے سے ادہر ادہر بھٹکتا پھرتا ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آئندہ کامیابیوں کی طرف اشارہ

جس طرح سے یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کی آئندہ کامیابیوں کا ذکر ہے کہ تجھکو ہم ایک عظیم الشان انسان بنانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح یہاں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آئندہ کامیابیوں کی طرف اشارہ ہے۔ اور بتایا ہے کہ ہم کس طرح کسی کو عظیم الشان انسان بنایا کرتے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح ایسی ہی مصائب اٹھانی پڑینگی۔ اور دکھ برداشت کرنے پڑینگے۔ جسطرح حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں رہے۔ ویسے ہی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی غار میں رہنا پڑا سجن (قیدخانہ) میں آپ یوں رہے۔ کہ آپ کے گھر کو دشمنوں نے گھیر لیا۔ اور آپ محصور ہوگئے

عظیم الشان انسان کس طرح بنا کرتے ہیں

دنیا میں بھی کوئی عظیم الشان انسان نہیں بنا کرتا۔ جب تک کہ اسپر مصائب نہ آئیں جن کو یونہی کامیابی ہو جائے۔ وہ کوئی کامیابی نہیں۔ ہمارے حضرت نے لکھا کہ وہ استدراج ہے۔ انسان اس پر مغرور ہو جاتا اور پکڑا جاتا ہے۔ ایک مامور جب طرح طرح کی مصائب اور مشکلات میں سے ہوکر نکلتا ہے۔ تو اس کی خوبیاں دنیا میں پھیلتی ہیں۔ ہمارے حضرت صاحب (مسیح موعود) کو ہی دیکھو۔ شروع میں جب براہین لکھی تو آپ کی شہرت عام ہوگئی اور سب تعریفیں کرنے لگے۔ اور بڑی عزت آپکو دی گئی۔ لیکن اگر وہی عزت رہتی تو یہ کامیابی نہ تھی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے یک لخت وہ تمام عزت لے لی۔ اور آپ کو بالکل اکیلا کر دیا۔ پھر کیا کیا دکھ اٹھائے مصیبتیں سہیں اور کامیاب ہوئے۔ یہی حقیقی عزت اور سچی کامیابی ہے۔ نصرت الٰہی یہی ہے کہ ساری دنیا ایک طرف ہے۔ اور خود ایک طرف سچائی کے لئے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کرے۔ مصیبتوں کے اندر آئے۔ پھر کامیابی حاصل ہو تو پھر وہ کامیابی خدا کی طرف سے سمجھی جائے گی۔ دیکھو یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بھی رؤیا ہے لیکن اسکو پورا ہونے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ اور کیا کیا دکھ اوٹھانے پڑتے ہیں۔ لیکن ایک وہ بھی رؤیا ہے۔ ایک قیدی کہتا ہے۔ انی ارٰنی اعصر خمرا۔ میں دیکھتا ہوں کہ میں شراب نچوڑتا ہوں۔ ادہر وہ خواب دیکھتا ہے۔ اور ادہر اسے دوسرے دن جیل سے نکال دیا جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ کوئی عظیم الشان انسان نہیں بنانا تھا۔ لیکن یوسف علیہ السلام اس قدر مصائب بھی سہ چکے ہیں۔ خواب دیکھے بھی مدت ہو چکی ہے۔ اور اب اس قیدی سے بھی کہتے ہیں۔ کہ میرا ذکر کرنا۔ لیکن اسے بھلا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ انہیں بہت عظیم الشان انسان بنانا تھا۔ اس لئے اسی قدر سخت مصائب میں ڈالا تو گویا جتنا عظیم الشان بننا ہوتا ہے۔ اتنا ہی اسے مصائب میں ڈالا جاتا ہے۔ ایسا ہی مسلمانوں یا احمدیوں کو جو یہ وعدہ دلایا گیا ہے۔ کہ تم کو بھی عظیم الشان بنایا جائے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یونہی بنا دیا جائیگا۔ بلکہ اس کے لئے تمہیں مصائب اٹھانی پڑیں گی۔ جو اللہ کے عشق میں دکھ اور مصائب اٹھائیگا۔ اسے ہی کامیابی حاصل ہوگی +

عقائد کی بنا خوابوں پر نہیں

یہ یاد رکھو کہ کسی کو کوئی خواب آ جانے سے اس کے عقاید صحیح نہیں ہو جاتے۔ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ سچا خواب تو بعض فاحشہ عورتوں کو بھی آ جاتے ہیں۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ اچھے کام کرتی ہیں۔ اس لئے ان خوابوں پر اپنے عقاید کی بنیاد نہیں رکھنی چاہیئے۔ یہ ماموروں کا الہام ہی ہوتا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی حفاظت ہوتی ہے ورنہ غیر ماموروں کے الہامات اکثر اوقات ٹھوکر کا موجب ہوتے ہیں۔ آج بھی خوابوں کے ذریعہ سے غلط عقائد پھیلائے جاتے ہیں۔ اور صریح احکامات قرآن و حدیث کو رد کیا جاتا ہے۔ لیکن لم یبق من النبوۃ الا المبشرات صاف طور پر ان کے عقاید کے منافی ہے۔ یہ حدیث صاف بتاتی ہے کہ نبوت کا ایک جزو بھی اب باقی ہے۔ یہ حدیث ان کی راہ میں ایک روڑا ہے۔ جیسے انہوں نے کہا کہ اٹھا کر پھینکو۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ وہ تو دوسروں کی گردنوں پر تلواریں رکھتے ہیں۔ لیکن یہ حدیث ان کی گردنوں پر چھری پھیر لی ہے۔

وحی ولایت اور وحی نبوت میں فرق

عقائد کی بنیاد ہمیشہ خدا کے کلام پر ہوتی ہے۔ حضرت صاحب کو الہام ہوا سجعلناک المسیح ابن مریم۔ آپ ایسے قرآن پر پیش کرتے ہیں۔ اور آخر وہاں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے۔ اس لئے آپ ہی وہ وعدہ کے مسیح ہیں۔ جب تک قرآن کریم نے اس الہام کی تائید نہیں کی آپ نے اسے پیش نہیں کیا۔ مگر بنی اسرائیل کے انبیاء اپنی وحی کو توریت پر پیش نہ کیا کرتے تھے۔ لوگ پوچھتے ہیں۔ کہ وحی نبوت اور وحی ولایت میں کیا فرق ہے۔ یہ تھوڑا فرق نہیں کہ وحی نبوت کسی پر عرض نہیں کی جاتی اور وحی ولایت قرآن پر عرض کی جاتی ہے +

فہرست چندہ ترجمۃ القرآن

معرفت مولوی عبدالحق صاحب متعلم اشاعت اسلام کالج لاہور

اسمائے گرامی	رقم پائی	رقم آنہ	رقم روپیہ
شیخ نجم الدین صاحب بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر امرتسر	۰	۰	۵
بابو فضل حق صاحب سب اسسٹنٹ سرجن	۰	۰	۵
منشی رحمت علی صاحب قانونگو صدر امرتسر	۰	۰	۲
منشی شریف احمد صاحب مثلخوان امرتسر	۰	۰	۲
ابوالقاسم محمد صاحب اکونٹینٹ سنٹرل ورکشاپ امرتسر	۰	۰	۵
میاں حسام الدین صاحب ٹھیکیدار امرتسر	۰	۰	۲
ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب وٹرنری سرجن امرتسر حال مقیم پٹیالہ	۰	۰	۳
منشی ولی محمد صاحب پنشنر خورد امرتسر	۰	۰	۱
بابو عبداللہ خان صاحب پنشنر کلرک محکمہ صاحب ڈپٹی کمشنر امرتسر	۰	۰	۱
میزان	۰	۰	۲۶
غلام حسین صاحب مدرس اسلامیہ سکول امرتسر ہٰذا اشاعت اسلام		۲	

کرشن اوتار پر ایک نااہل کا بزدلانہ حملہ

(از صوفی شمس الدین صاحب احمدی شملہ)

میرے مکرم دوست منشی عبداللطیف صاحب نے چند دن ہوئے کہ الفضل کے ایک مضمون "منافق کون ہے" کا جواب لکھا تھا۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ شملہ کا وہی عرائض نویس جو آجکل خیر سے زبان درازی اور بیہودہ یا وہ گوئی کے کوچہ کی خاک اُڑانے کی مشق یا مہارت پیدا کر رہا یا کرنا چاہتا ہے۔ اپنی جولانی طبع سے اپنے ہی خبث باطن کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس نے کس مُنہ سے ہمکو منافق بے ایمان۔ چالباز اور شرارتی انسان کہا۔ سچ ہے کہ دوسرے کا تنکا تو نظر آجاتا ہے۔ لیکن اپنے شہتیر کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ محمودیوں کے منافق یا چالباز ہونے کا ثبوت جیسے روز روشن کی طرح ہم پہونچ رہا ہے۔ شاید ہی کوئی اور بات ہوگی جو ایسی صفائی سے ثابت کی جا سکے بدبخت انسان جب تعصب میں ڈوب جاتا ہے۔ تو پھر خدا اُس کی سلیم فطرت کو بھی اُس سے وداع کر دیتا ہے۔ ظالم انسان اس بات کو نہیں دیکھتا کہ میں نے اگر یہ بات اس طرح پر کہہ دی ہے۔ تو کوئی اس کا مجھے خمیازہ تو نہ بھگتنا پڑے گا۔ منافقت کا ثبوت پہنچانا میں بھائی عبداللطیف کے ہی سپرد کرتا ہوں۔ اور احباب کے سامنے اس بات کو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ شملے کا نیا احمدی .... کبھی کوئی پارٹ [illegible] کرتا ہے اور کبھی کوئی۔ (کیونکہ ابھی مشکل ہی ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا ہوگا۔ کہ جناب احمدیت تو کجا معمولی مسلمانی کے لئے بھی موجب ننگ و عار تھے۔ اور ابھی خدا جانے انہوں نے کیا کیا ستم ڈھانے ہیں اور کتنے اور قلعوں کو فتح کرنا ہے) وہ اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے کہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح خواجہ کمال الدین صاحب کا حضرت مسیح موعود جری اللہ فی حلل الانبیاء کو کرشن لکھنا اس بات کا مصداق ہے۔ کہ وہ بھی حضرت مسیح موعود کو کبھی حقیقی نبی سمجھا کرتے تھے۔ اچھا ثبوت اس بات کا یہ ہے۔ کہ بقول مرزا محمد افضل صاحب کہی حد تک سچا ہے۔ اوتار۔ نبی۔ مظہر۔ اور بروز کو ہم معنے استعمال کیا گیا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ حضرت خواجہ صاحب نے ان الفاظ کو ہم معنی استعمال کیا ہے۔ یا نہیں اور اگر کیا ہے تو کس رنگ میں۔ ہم تھوڑی دیر کیلئے اس بات کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ حضرت خواجہ صاحب نے ان لفظوں کا ایک معنوں کی حیثیت سے مترادفانہ استعمال کیا ہے۔ اور دیکھتے ہیں کہ یہ شخص اپنی نافہمی یا کج ادائی سے جو گالیاں حضرت خواجہ صاحب پر تھوپتا ہے۔ دراصل یہ زد کہاں پر جاکر پڑتی ہے۔ اور پھر ہمکو یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ الفضل نے جو اسکے مضمون کو اپنے اخبار میں جگہ دی اس نے کتنے ثواب کا کام کیا اور مالک الفضل کی نسبت زبان کچھ زیبا نہیں دیتی ....

.... اس لئے ان پر سوائے انا للہ کہنے اور افسوس کرنے کے ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔

اے اصول کو خیرباد کہنے والے انسان ہمکو للہ پہلے تم یہ بتلاؤ۔ کہ مفصلہ ذیل حدیث کے کیا معنے ہیں۔ انّ اللّٰہ یبعث لھذہ الامّۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ اور پھر تمہارا خود بھی اس پر کچھ ایمان ہے۔ یا نہیں۔ اگر کہو ہاں۔ تو پھر اس بات کو فوراً ذہن میں منتقل کر لینا کہ مجدّدوں یا محدثوں کی بعثت کی غرض کیا ہوتی ہے۔ اور وہ کس وقت میں دنیا پر ان کا نزول ہوتا ہے۔

اے کاش تجھکو اعتراض کرنے سے پیشتر ان بہر باتوں کی علت غائی معلوم ہوتی۔ دیکھو میرا آقا۔ میرا پیر و مرشد جو کہ تمہارے نزدیک حقیقی نبی ہے۔ اس کا جواب اپنی سب سے پہلی کتابوں میں سے ایک توضیح مرام میں حسب ذیل طریق پر دیتا ہے مفصل دیکھنے کا شوق ہو تو دیکھو صفحہ ۹ طبع ثانی "کہ یہ عاجز خدا تعالے کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے۔ اور محدث بھی ایک معنے سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کی نبوت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالے سے ہمکلام ہونے کا ایک ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔ اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیا کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے۔ کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ اور نبوت کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں"*

اب بتلاؤ حضرت صاحب نے محدث اور نبی کا استعمال ہم معنی کیا ہے۔ یا نہیں اور اگر کیا ہے اور ضرور بالضرور کیا ہے تو تمہاری یہ سب کی سب گالیاں جو تم نے قلت تدبر سے کام لیکر حضرت خواجہ صاحب کو دی ہیں کس پر جا کر پڑیں؟

اسی طرح پر حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے بکثرت ہم خدا کے فضل سے حوالہ پیش کر سکتے ہیں۔ جن میں انہوں نے محدثوں۔ مجدّدوں اور نبیوں کو مظہر اللہ کہا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض رنگ میں خدا بھی کہہ دیا۔ جس رنگ میں حضرت خواجہ نے ان الفاظ کا استعمال مترادف کیا ہے ویسے ہی حضرت مسیح موعود نے۔ غرضیکہ ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ جس سے ہم روز روشن کی طرح اس بات کا ثبوت بہم پہنچا سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے بھی لفظ اوتار۔ نبی۔ مظہر بروز کو ہم معنے استعمال کیا ہے۔ تو اب ہمارا سوال معترض صاحب سے یہ ہے کہ بتلاؤ تم نے کس مُنہ سے حضرت خواجہ صاحب پر اعتراض کئے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ بعض شخص نادانی جہالت اور تعصب میں مدہوش ہو کر کیسے ہجو و دیگرے نسبت کا نعرہ لگا دیتے ہیں بھلا جس انسان کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ سادی بات زلیخا کی کتاب سنکر بھی کمال سادگی سے صحیح یہ کہہ اُٹھے کہ آیا زلیخا مرد تھی یا عورت۔ تو پھر وہ متنازعہ فیہ امور پر کیا روشنی ڈالیگا؟

اتنا تو جناب آپ کے ان جوابات کا جو آپ نے کمال مہربانی سے حضرت خواجہ صاحب کے رسالہ کرشن اوتار سے اس بات کا ثبوت دینے کے لئے کہ گویا خواجہ صاحب نے فلاں فلاں لفظ کا استعمال ہم معنی کیا ہے بالفعل دیا جاتا ہے

میں نے اوپر بقدر گنجائش اس بات کا ثبوت دیا ہے۔ کہ معترض میں اگر ذرا بھی خدا کا خوف ہوتا۔ یا حضرت مسیح موعود کی کسی کتاب کو بھی غور سے دیکھا ہوا ہوتا۔ تو اس خلاف واقعہ اور دل آزار مادہ کو ہمارے برخلاف جائز رکھکر جس پر وہ آج بغلیں بجا رہا ہے۔ اور اپنے آپ کو شاید تیس مار خان سے کم نہیں سمجھتا ہوگا۔ اس قسم کی صریح غلطی اور دیدہ و دانستہ جھوٹ کا مرتکب نہ ہوتا اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کی شان میں ایسی گستاخی نہ کرتا۔ ہم تو اس بات کو پہلے ہی سے جانتے تھے۔ کہ غیر مامور کو مامور کے درجہ تک لیجانے سے نئی قادیانی جماعت پر خدا کا جلال نازل ہوگا۔ سو خدا کی شان ہے جو آواز نکلتی ہے۔ من چہ میگویم و تنبورہ من چہ میسراید کی ہی مصداق ہوتی ہے۔ جن باتوں کو حضرت مسیح موعود سے سیکھا تھا۔ وہ تو درکنار آج نئے نئے فلسفہ کی تلقین ہوتی ہے کہ [illegible] سیاہ دل انسان اتنا بھی نہیں سوچ سکتا کہ ہماری بحث مسئلہ نبوت پر کیا ہے۔ اے عقل کو جواب دینے والے۔ اور ہمکو منافق بے ایمان کہنے والے سن۔ متنازعہ فیہ [illegible] کہ آیا حضرت مرزا صاحب ویسے ہی نبی ہیں جیسے

* اس کے علاوہ حقیقۃ الوحی اور الوصیت میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا ہوں

حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء ماسبق - یا ان کی نبوت الگ نبوت ہے - جو خاتم النبیین رحمۃ للعٰلمین کی طرف سے مجازی ظلی - بروزی کے طور پر ملتی ہے ؟ یہ نہیں کہ لفظ نبی کا استعمال حضرت مسیح موعودؑ کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟ سو یاد رکھو - حضرت خواجہ صاحب یا حضرت مولٰنا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کی کسی تحریر سے لفظ نبی کا دکھلانا ہم پر حجت نہیں ہوسکتا - تم یہ کسی جگہ سے دکھلاؤ کہ انہوں نے نعوذ باللہ کہیں یہ لکھا ہو - کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو بلحاظ نفس نبوت ویسا ہی نبی یقین کرتے ہیں - جیسے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء ماسبق کو خدا کی شان ہے کہ قادیان والے یہ کہیں (بزعم خود) کہ نعوذ باللہ حضرت مولٰنا مولوی محمد علی صاحب اور حضرت خواجہ صاحب کے دلوں میں شروع سے گند بھرا ہوا تھا - (ویسا اپنے رہنے کے دل میں خود گند کیا بلکہ نجاست بھری ہوئی ہے) - مگر ایک قادیان سے چار میل دور رہنے والا حضرت خواجہ صاحب کے رسالہ سے مسیح موعودؑ کا ذکر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ دیکھتا ہے . . . . اور الفضل کو بھی شرم نہ آئی کہ کس منہ سے وہ اپنے پہلے اصول کو توڑنے لگا ہے - شرم تو اسکو تب آتی - اگر اسکو سچائی کا اظہار مقصود ہوتا - اس جگہ پر تو اسکو یہ جتلانا مقصود تھا - کہ اسکا شیلے کا ایک اور نامہ نگار ماشاء اللہ چشم بد دور گالیاں دینے میں طاق ہے ہمکو تو اس سے خوشی ہے - کہ ایسے . . . . انسان ہم سے علیحدہ ہو جائیں - لیکن الفضل والوں کو رونا اور دانتوں کا پیسنا ہوگا - جب وہ دیکھیگا - کہ کم از کم شملہ میں اُن کی سنی بنائی بگڑ گئی اور اس بات کا ظہور انشاء اللہ تم عنقریب ہی دیکھوگے -

اب میں اس سوال کو ایک اور پہلو سے لیتا ہوں - بعد یہ ظاہر کئے دیتا ہوں - کہ معترض صاحب نے محض ہمکو گالیاں دیکر ہی دل کو خوشی دی ہے ورنہ اگر اس میں رتی بھر بھی امانت اور دیانت کا مادہ جو ہم سب کا مشترکہ مذہب ہے - ہوتا - تو ایسا لغو اعتراض نہ کرتا - حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۶ میں فرماتے ہیں کہ "انسان بحالت تزکیہ نفس واطلاق فنا فی اللہ تمام انبیاء کا مثیل بن جاتا ہے"۔

کیا مطلب ؟ کہ جب انسان کامل طور پر فنائیت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے - تو وہ کرشن ہی نہیں بلکہ آدم - موسٰے - عیسٰے یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی بن جاتا ہے - اس لئے بلا خوف تردید یہ کہوں گا کہ یہی وہ حالت تھی جو حضرت بایزید بسطامی پر طاری ہوئی - اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات کو مانا ہے - اگر ہماری بات کا یقین نہ ہو - تو ذرا اتنی تو تکلیف کرو - کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ازالہ اوہام دیکھو - اور پھر یہی حالت حضرت صاحب نے حقیقۃ الوحی میں حضرت بایزید بسطامی کی بیان فرمائی ہے - غالباً صفحہ ۳۸ پر یہی الفاظ حضرت صاحب کے موجود ہیں -

اب پھر . . . .

. . . .

. . . . یہی وہ حالت تھی جبکہ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ نے اپنے مرید کو حکم دیا کہ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ شبلی رسول اللہ - اگر ثبوت چاہو تو شملہ کے مولوی محمد دین سے پوچھ لو - اور اگر وہ انکار کریں یا تم ہی کہہ دو - کہ اُسکو جھوٹ بولنے کی عادت ہے کہ اُس نے اس واقعہ کو یونہی اپنے رسالہ میں لکھدیا تو پھر ہم تم کو معتبر حوالہ دیدینگے - لیکن وہ اس شرط پر کہ تم اس واقعہ سے انکار کرو

الغرض مطلب ہمارا صاف ہے - اس حوالہ سے اور نیز ازالہ اوہام کی عبارت سے یہ بات صاف ہے - کہ جب انسان کامل طور پر فنا ہو جاتا ہے تو وہ انبیاء اور اللہ تعالٰے کا مثیل بنجاتا ہے لوہے کو آگ میں ڈالکر اس بات کا مشاہدہ کرلو جب تک آگ میں رہے سرخ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ آگ ہی معلوم ہوتا ہے - تو یہی حالت کامل انسانوں کی ہوتی ہے - وہ اپنے آپ کو جلاکر دوسروں کے لئے اکسیر بن جاتے ہیں اور پھر کرشن ہی نہیں بلکہ احمد اور محمدؐ کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے - دیکھو حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں - ؎

دمبدم روح القدس اندر معینے می دمد
من نمی گویم مگر من عیسٰی ثانی شدم

کیا کسی عقل کے اندھے نے اس شعر پر اعتراض کیا - کہ حضرت معین الدین اپنے آپ کو عیسٰے کہہ رہے ہیں - سو اے عرضی نویس ! اب بھی ہوش میں آجا غلط بیانی کی بھی کوئی حد ہے اس بات کو سمجھ لے کہ ایک شخص کا مثیل ہو جانا شئے دیگر ہے اور اس شخص کا عین ہونا یا عینیت اختیار کرنا شئے دیگر - ظالم تجھکو یہ بات بھی نہ سوجھی کہ حضرت خواجہ صاحب تناسخ کے تو قائل نہیں - جیسے انہوں نے مختلف زمانہ میں کرشن کا مبعوث ہونا ایک استعارہ کے طور پر استعمال کیا ہے یہاں بھی ان کا الفاظ بروز - اوتار - نبی - مظہر کا مترادف استعمال کرنا بتاتا ہے کہ یہی رنگ یہاں ہے - مگر یہ تو وہ سوچتا - جسکو حق کی پیاس ہوتی جب سرے سے ہی معنی الٹنا کرنا دستور العمل ٹھہرالیا ہو . . . . تو پھر وہ سوچیگا کیا خاک ؟ مگر یاد رکھو - تم اپنی چالبازیوں اور شرارتوں میں کامیاب نہیں ہوسکتے

ایک ضروری خط

اخی المکرم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح :-
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

" دیوبندی فاضل کے فیصلہ کے عنوان " سے جو کچھ جناب نے لکھا - نہایت درست لکھا لیکن ایک غلط فہمی کا ضرور بالضرور کسی قریب کی ہی اشاعت میں ازالہ فرمادیں - اور وہ صرف اسی قدر ہے کہ جناب مولٰنا بالفضل اولٰنا نے جو فیصلہ میرے اور مولوی عمر دین صاحب کے درمیان فرمایا تھا - وہ بحیثیت جج ہونے کے تھا - ورنہ مولٰنا صاحب موصوف حضرت مسیح موعودؑ کے کسی دعوے کو تسلیم نہیں کرتے اسکی مزید اس لئے بھی کرنی ضروری ہے - کہ جناب مولوی صاحب کو میں بھی ملا تھا - انہوں نے مجھے صاف فرمایا ہے کہ مولوی عمر دین صاحب جو یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں - کہ گویا انہوں نے کوئی اسکو تحریر دی ہے - ایک سفید جھوٹ ہے جناب مولوی صاحب کا فیصلہ وہی ہے - جو پیغام صلح میں لکھا جاچکا ہے - لیکن میرے اُس خط سے ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ گویا مولوی صاحب خود بھی حضرت صاحب کے دعوے ظلی نبوت کو تسلیم فرماتے ہیں جو درست نہیں - ورنہ انہوں نے مجھے اس بات کے مشتہر کرنے کی اجازت ضرور دی ہے - کہ بیشک حضرت مرزا صاحب نے دعوے ظلی نبوت کا کیا ہے لیکن حضرت مرزا صاحب علیہ السلام اپنی تحریرات کی بنا پر اپنے آپ کو انبیاء کے زمرہ میں شامل نہیں فرماتے - اگر مولوی عمر دین صاحب اس کے برعکس کچھ الفضل وغیرہ میں دے - تو وہ غلط بیانی ہی نہیں کریگا بلکہ جھوٹ بولنے کی بھی بیہودہ جراءت کریگا - والسلام :- (خاکسار - عبدالحق -)

عسل مصفّٰی یہ وہ کتاب ہے کہ جسکے تعارف کی چنداں ضرورت نہیں - یہ وہ کتاب ہے جسکو حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح بہت پسند فرماتے تھے یہ وہ کتاب ہے کہ جسکے ذریعہ سے ایک معمولی اردو خوان نے ایک بہت بڑے عالم کا قافیہ تنگ کردیا - یہ وہ کتاب ہے جس نے مخالف علماء کی کمریں توڑ دیں - یہ کتاب کیا ہی بسلسلہ احمدیہ کا ایک بہا گوہر ہے جو ہر احمدی کے ہاتھ میں خواہ وہ عالم ہو یا غیر عالم ہو اسکا ہونا از بس ضروری ہے غیر احمدی کیلئے بھی اگر وہ حق کا متلاشی ہے اس سے بڑھکر کوئی ذریعہ نہیں ہے - جو شخص سلسلہ احمدیہ

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر ... کے اہتمام سے ... پریس ... احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

جلد ۳ | لاہور پنجشنبہ مورخہ ۴ نومبر ۱۹۱۵ء مطابق ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۳۳ھ | نمبر ۴۹

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ہارڈنگ صاحب کا اسلام

مخدومی مکرمی معظمی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ رب العالمین۔ کل صبح ایک صاحب مسمی ہارڈنگ کا اعلان متعلق اختیار اسلام وصول ہو کر باعث خوشی ہوا۔ یہ صرف دوسرا خط ہے جو اُن کی طرف سے پہونچا ہے۔ خطوط میں اسلامی اخلاص اور تڑپ بھری ہوئی ہے۔ اس مخلص موحد کے خط میں چونکہ آپ کی خوشی کا سامان ہے اسلئے تھوڑا سا اقتباس نقل کر دیتا ہوں وہ لکھتے ہیں میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ وہی خالق ہے اور وہی رب الاقوام اور رب العلمین ہے میں اُسی واحد خدا کی پرستش کرنے کا اقرار کرتا ہوں۔ اور اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ اسکے ماسوا سے کسی اور کی عبادت کا خیال بھی نہ کروں گا وہ حی و قیوم خدا ہے۔ تمام نقائص اور رذائل سے مبرا ہے اور تمام جمیع صفات کاملہ ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی رسالت پر ایمان رکھوں گا۔ اور میرا ایمان ہے۔ کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم المرسلین ہیں۔ اور اسلام جو تمام انبیاء کا مذہب تھا۔ اس کے وہ آخری شارح ہیں۔ اپنے عمل کے متعلق میں اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عامہ مخلوق کے ساتھ شفقت کروں گا۔ بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی رکھوں گا۔ اور ان سے حسن سلوک کا طریقہ اختیار کروں گا۔ میں ایک سچے مسلمان کی نیکی بھری زندگی کا وطیرہ اختیار کرونگا۔ اور اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ شراب جوئے اور بدکاری اور تمام گندی راہوں سے اجتناب رکھونگا۔ جب تک میں زندہ رہوں اور رہن میں میں اللہ تعالیٰ سے توفیق اور استعانت چاہتا ہوں۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ یہ اخلاص اُنکو مبارک کرے۔ اُن کا اسلامی نام محمد صدیق رکھا گیا۔ فالحمد للہ رب العلمین۔ اللھم زد فزد۔ والسلام

دستخط خاکسار صدرالدین امام مسجد ووکنگ انگلینڈ
بقلم بلال نور احمد۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء

ایک غلط بیانی کی تردید

ذیل کی چٹھی سیالکوٹ کے نامور وکیل جناب چوہدری محمد امین صاحب نے قادیان کے جدید اخبار فاروق کی ایک غلط بیانی کی تردید میں لکھکر جناب شیخ مولا بخش صاحب کی طرف ارسال فرمائی ہے۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ آجکل قادیانی اخبارات میں کس قدر جھوٹ۔ بہتان بندی اور افترا پردازی سے کام لیا جاتا ہے۔ اور قوم کو محض غلط بیانی سے دکھا کر غلط راہ پر ڈالا جاتا ہے وھو ہذا

مکرم بندہ شیخ مولا بخش صاحب۔ السلام علیکم۔ میں نے اخبار فاروق قادیان مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۱۵ء کا صفحہ ۲ کالم ۳ پڑھا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے (اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میرا حافظہ کمزور نہیں ہے) خواجہ صاحب کے لیکچر کے اُس حصہ کے وقت جو بعد نماز شام ہوا تھا۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے موجود نہ تھے۔ اور اُسی حصہ لیکچر میں میں نے اسلامک ریویو کی خریداری کی تحریک کی تھی۔ یہ تحریک اسلامک ریویو کی خوبیوں کی وجہ سے میرے دل میں بغیر کسی خارجی تحریک کے پیدا ہو چکی تھی۔ اور اگر کوئی شخص بھی مجھے نہ کہتا۔ تو میں ضرور اسکی تحریک کرتا۔ مگر یہ صحیح ہے۔ کہ خواجہ صاحب کی طرف سے مجھے کوئی بھی تحریک نہیں کی گئی۔ البتہ حاضرین جلسہ میں سے ایک شخص نے جس کا نام میں نہیں جانتا مجھ سے یہ کہا تھا۔ کہ ابھی لیکچر کیلئے لوگ آرہے ہیں فی الحال اسلامک ریویو کے خریدار بننے والے اصحاب کے نام لکھ لئے جائیں۔ اس پر میں نے نوجوان مسلمانوں سے خصوصیت سے تحریک کی کہ وہ اسلامک ریویو کو پڑھا کریں۔ اور خریدار بنیں۔ یہ غلط ہے۔ کہ صرف سات خریدار بنے تھے۔ صحیح تعداد مجھے یاد نہیں۔ مگر سات سے بہت زیادہ تھے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے مجھ سے اعلان کرایا۔ کہ "آئندہ کبھی کوئی ذکر حضرت مرزا صاحب کا مسلم انڈیا (اسلامک ریویو) میں قطعاً نہ ہوگا"۔ ریویو مذکور کے مطالعہ سے۔ خواجہ صاحب کے سابقہ لیکچروں سے اور اُس خط سے جو خواجہ صاحب نے ولایت سے ہندوستان میں اشاعت کے لئے بھیجا تھا۔ مجھے یقین کامل تھا کہ خواجہ صاحب صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا وعظ کہتے ہیں۔ اور کسی خاص فرقہ کی اشاعت اُن کے مشن میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے میں نے اعلان اپنی طرف سے کیا۔ ہاں خواجہ صاحب سے اجازت حاصل کر لی تھی۔ کہ اعلان یہ تھا کہ یہ ریویو کسی فرقہ کی اغراض کی اشاعت کے لئے جاری نہیں ہوا۔ بلکہ محض اشاعت اسلام کے لئے چلایا جاتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا کوئی ذکر اُسوقت نہیں ہوا۔ اور نہ میں نے یہ کہا۔ کہ اس رسالہ میں مرزا صاحب کا ذکر قطعاً نہ ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاروق کے رپورٹر کو یا تو غلط فہمی ہوئی ہے یا اُس نے دیدہ دانستہ غلط رپورٹ دی ہے۔ قادیان کے اخبارات نے جو لوچھاڑ ہیں سیالکوٹ کے سابقہ جلسہ احمدیان کی میری صدارت کے متعلق مجھ پر

خلیفہ رجب الدین سپرنٹنڈنٹ پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ پریس لاہور میں چھپ کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
مورخہ ۴ - نومبر ۱۹۱۵ء نمبر ۴۹

تفسیر القرآن بالقرآن

(۱)

دلیل العرفان پر ریویو

(نمبر اول)

از حضرت مولانا مولوی نذیر علی صاحب پشاوری

یہ کتاب مولوی احمد علی صاحب شاگرد رشید علی حائری صاحب نے منشی خادم حسین صاحب کے ایک مضمون مندرجہ تشحیذ ماہ جون ۱۹۱۵ء کے جواب میں لکھی ہے۔ اور منشی دوست محمد صاحب ایڈیٹر اخبار پیغام صلح نے بغرض ریویو میرے پاس ارسال فرمائی ہے فی الحقیقت اس پر ریویو لکھنے کا حق تب ہی ہو سکتا ہے جب دو سو صفحہ کی کتاب پر کم از کم تین سو صفحہ کا مضمون لکھا جائے اس صورت میں ضرور وہ جواب نتیجہ خیز اور دلچسپ ہو سکتا ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ منشی خادم حسین صاحب خود ہی اس جواب الجواب کے زیادہ اہل ہیں کیونکہ جس طریق پر انہوں نے اس مضمون کو ابتداءً شروع کیا ہے اس کے جواب الجواب میں تکمیل بھی ان ہی کو سزاوار ہے۔ اس رسالہ میں کسی ایک مسئلہ پر بحث نہیں بلکہ مختلف مسائل پر طبع آزمائی کی گئی ہے جیسا کہ اس کتاب کے فہرست مضامین سے یہ امر واضح اور ظاہر ہے۔ سب سے عمدہ اور نتیجہ خیز بحث امام منتظر اور امام غائب امام الزمان والا بحث ہے اور یہی بحث اس رسالہ یا منشی خادم حسین صاحب کے مضمون کا روح رواں ہے۔ بہرصورت قرآن کریم کی بعض آیات کی تفسیر ہے میں صرف بحث اول پر اجمالاً کچھ لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر میں نے دیکھا کہ مولف رسالہ نے قرآن کریم کی آیتوں کی تفسیر و تاویل بالکل غلط کی ہے۔ اس لئے بحیثیت خادم قرآن میں نے اس کو ضروری سمجھا کہ اس پر بھی تنقید کروں۔

میں تفسیر القرآن کے حصہ کو اول ذکر کرتا ہوں امام المنتظر کا بحث دوسرے نمبر پر لکھونگا

واذا قرأت القرآن جعلنا بینک وبین الذین لا یؤمنون بالآخرۃ حجاباً مستوراً وجعلنا علیٰ قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ وفی اذانہم وقراً۔ واذا ذکرت ربک فی القرآن وحدہ ولوا علیٰ ادبارہم نفوراً۔ (س بنی اسرائیل پ ۱۵) مولوی احمد علی صاحب اس آیت کا ابتدائی حصہ نقل کرکے نتیجہ نکالتے ہیں کہ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن پڑھتے تھے تو درمیان مشرکین اور ان کے پردہ اور حجاب حائل ہو جاتا تھا۔ کہ وہ رسول کریم کو نہیں دیکھ سکتے تھے اس سے جناب مفسر القرآن صاحب یہ استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو جب نبی کریم صلعم ان کی نظروں سے غائب ہو جاتے تھے تو کیا غیر ممکن ہے کہ اسی طرح امام مہدی صاحب بھی ہماری نظروں سے غائب اور پھر ہمارے میں حاضر بھی ہوں اگر یہ لوگ خدا کا خوف رکھتے اور ذرا بھی تدبر فی القرآن کے عادی ہوتے اور کاسہ لیسی غیر اور دوسروں کے پس خوردہ پر منہ مارنے کے طریق کو ترک کرتے اور قرآن کریم کے سیاق اور سباق محاورات واصطلاح زبان پر نظر کرتے اور خدا سے تفقہ فی القرآن کے لئے دست بدعا رہتے تو ضرور صحیح معانی قرآن کی ان کو سمجھ عطا ہو جاتی۔

مگر افسوس خود غرضی بری چیز ہے۔ قرآن کریم کو انہوں نے موم کی ناک تصور کیا ہوا ہے اپنا ایک مقصد جو ان کے پیش نظر ہوتا ہے ثابت کرنے کے لئے قرآن کی تاویل کرکے مقصد کی طرف اس کو اٹھاتے ہیں۔ اپنے مقصود کو پہلے ہی سے دل میں صحیح تصور کر لیتے ہیں۔ پھر اس کی تائید میں قرآن کو موم کی ناک بناتے ہیں۔ لازم تو یہ تھا کہ قرآن کو محک قرار دیتے اور اپنے خیال کو اس پر پیش کرتے۔ اگر قرآن اس کی تائید کرتا تو فبہا ورنہ اس خیال اور مقصد کو چھوڑ دیتے۔

دیکھو کیا یہاں سیاق وسباق کلام اس پر مشعر ہے۔ کہ کافروں کے ضرر سے رسول اللہ کی حفاظت کا سامان خدا نے کس طرح کیا ہوا تھا اس جگہ تو اس بات کا ذکر ہی نہیں کہ ہم اپنے رسول کو مشرکین اور کفار کے شر سے اس طرح محفوظ رکھتے تھے کہ درمیان کفار اور رسول اللہ ایک پردہ یا مانع رویت حائل ہو جاتا تھا۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم۔

طرفہ بریں یہ کہ ایک اور آیت بھی اپنی تائید میں لکھ دی۔ وجعلنا من بین ایدیہم سداً ومن خلفہم سداً فاغشیناہم فہم لا یبصرون۔ (س یٰسین) اے مولوی صاحب خدا سے ڈریں اگر لوگوں کو بالخصوص جہلاء کو آپ دھوکہ دے بھی دیں تو کیا اس چالاکی اور ابلہ فریبی سے خدا کو بھی آپ دھوکہ دے دینگے کیا خدا کے آگے روز جزا کو بھی اس تفسیر کے اگر پیش ہو جاؤ تو اس معذرت پر کہ فخر رازی اور قمی اور عیاشی اور صافی نے ایسا لکھا ہے آپ چھوٹ جاؤ گے۔ اے مولویو کیوں سمجھ بوجھ کر اپنے نفسوں کو دھوکہ دیتے ہو۔ خدا اور روز جزا سے خوف کرو۔ حجاباً مستوراً کی خود تفسیر اسی آیت میں موجود ہے۔ ”وجعلنا علیٰ قلوبہم اکنۃ و فی اذانہم وقراً“ اگر حجاباً مستوراً کے لفظی معنی لئے ہوتو باید مطلب یہ بیان کرو کہ واقعی ایک سیاہ یا زرد یا کپڑا کا اسی جگہ سے اوپر گر کر درمیان رسول کریم اور کفار کے حائل ہو جاتا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس معنی کو آپ نے پسند نہ کیا۔ بلکہ ظاہر الفاظ سے عدول کرکے تاویل کی طرف مائل ہو گئے اور تفسیر رازی کی اس تاویل کو پسند کیا کہ کفار کی آنکھوں میں ایک حجاب اور مانع پیدا ہو جاتا تھا اور اس سبب سے وہ رسول اللہ کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ اب اگر ظاہر الفاظ سے اس قدر بعید کی تفسیر قابل پذیرائی ہے اور حس اور مشاہدہ میں کوئی پردہ مادی واقعی حائل نہیں ہوتا تھا جیسا کہ دوسری آیت کی رو سے واقعی کوئی دیوار یا سد مادی مٹی اور گارہ کی اور چھت لکڑیوں کی کفار کے اردگرد اور اوپر نہیں ڈالی جاتی تھی تو پھر اے سمجھدار مولوی تو کیوں اصطلاح اور محاورہ زبان اور تمثیل کی طرف میل نہیں کرتا تاکہ ان مشکلات اور کشمکش سے تیری جان چھوٹے صدق اللہ ورسولہ۔ ”لا یمسہ الا المطہرون“

اس آیہ کریمہ کی تو بالکل صاف یہ تفسیر ہے کہ جب رسول کریم صلعم ان کو قرآن مجید پڑھ کر سناتے تھے تو چونکہ وہ آنحضرت صلعم کی تعلیم کو جھوٹا سمجھتے تھے اور اول ہی سے اپنے دل میں سحر اور جادو سے تعبیر کرتے تھے اور آنحضرت صلعم کو خدا کا رسول نہیں جانتے تھے۔ بلکہ العیاذ باللہ کاذب خیال کرتے تھے اور تمسخر کرتے تھے اور اس میں شور اور غل مچاتے تھے۔ اس لئے بطور سزا اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت ہی ایسی بنا دی تھی کہ دل ان کے فقاہت سے خالی تھے اور کانوں میں بہرہ پن تھا۔ اور حقیقت میں بہرہ پن نہیں تھا کیونکہ وہ قرآن کو سنتے تھے مگر باوجود سننے کے پھر بھی استکبار اور نفرت کی وجہ سے قرآن اور رسول اللہ سے اعراض کرتے تھے جیسا کہ اس کے آگے ہے ولوا علیٰ ادبارہم نفوراً۔ اگر قرآن نہ سنتے ہوں تو نفرت کا پیدا ہونا چہ معنی دارد۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے رسول جبکہ ان کی بد اعمالی اور نفرت اس حد تک بڑھ گئی ہے تو یہ قرآن کی تعلیم سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں گویا کہ تیرے اور ان کے درمیان ایک حجاب اور مانع حائل ہے۔ جس سے تیری معرفت اور شناخت ان کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور حق بات کو یہ نہیں سمجھ سکتے۔ اسی واسطے مولوی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ میں غلطوں میں لکھا

ہے (تاکہ راہ حق نہ دیکھ سکیں) اب راہ حق کوئی لاہور کی شرک جیسا راستہ تو ہے نہیں جو امرتسر کو جاتا ہو اور نمایاں مولوی صاحب کو بھی دھوکہ لگتا ہے۔ قرآن کریم میں ایسے بہت محاورات و اصطلاحات ہیں جس سے غرض اور مقصد ایک حقیقت کا سمجھنا ہوتا ہے کسی حسی واقعہ امری کا اظہار منظور نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں ہے۔ ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی۔ اس سے صاف ظاہری اندھا پن مراد نہیں۔

دوسری جگہ ہے واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر۔ یہاں نہ تو آنکھیں الٹ گئی تھیں اور نہ دل اپنی جگہ سے اکھڑ کر حلقوں میں آ گئے تھے۔ بلکہ یہ اصطلاح اور محاورہ زبان ہے۔ جس کا تداول ہر ایک قوم کی زبان میں پایا جاتا ہے۔ اگر دل حنجروں میں آ جاویں تو موت واقع ہو جاوے۔

ایک اور موقعہ ہے وزلزلوا زلزالا شدیدا اب یہاں ان کو پکڑ کر ہلایا نہیں گیا تھا۔ فافہم۔ اگر جناب مولوی صاحب واقعی خدا پرست ہوتے اور قرآن کریم سے ان کو محبت ہوتی تو اس اجمال کی تفصیل دوسری جگہ پر صاف موجود تھی مگر مولوی صاحب کو تو اپنا الو سیدھا کرنا مدنظر ہے خواہ کلام اللہ کی کتنی ہی ہتک اور تضحیک کیوں نہ ہوتی ہو۔ وہ تو اس کو بیاض عثمانی کہکر ومن اعرض ظہورہم کے زمرہ میں داخل ہو چکے ہیں سنو اور غور سے سنو قرآن کی تفسیر میں یفسر بعضہ بعضا کو مدنظر رکھو۔ فاعرض اکثرہم فہم لا یسمعون۔ وقالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ وفی اذاننا وقر ومن بیننا وبینک حجاب فاعمل اننا عاملون (حم السجدۃ پ ۲۴ ر ۱)

اس جگہ تو و کفار اور منکرین کہتے ہیں ہمارے دل غلاف میں ہیں (نعوذ) اس سے جس کیطرف تو ہم کو بلاتا ہے۔ اور ہمارے کانوں میں بہرہ پن ہے۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ (حجاب) حائل ہے۔ تو ہم پر اثر نہیں ڈال سکتا۔ میں یہ خیال نہیں کرسکتا کہ میرا مخاطب امرتسری باپنی اور عار سو ہونا ایسا ایک کودن ہوگا کہ اب بھی وہ سمجھا ہو۔ مسلمانوں کی حقیقت کو نہ سمجھ گیا ہو۔ میں تفصیل و تشریح با طوالت بہت اس لئے ترک کرتا ہوں۔ ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید (ق)

(ترجمہ) اس میں ان لوگوں کے لئے جو دل رکھتے ہیں نصیحت ہے [illegible] کان لگا کر سنتے ہیں ایک کافی نصیحت ہے

کاش میرا مخاطب بھی دل رکھتا ہو اور میری نصیحت کو خاص دل سے کان لگا کر دہریت کو بالائے طاق رکھ کر غور سے سنے۔ فافہم

الاخبار والآرا

ہز آنر کے خیالات دربارۂ مذاہب

گزشتہ ۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو انبالہ میں ہز آنر لفٹنٹ گورنر پنجاب نے ایک دربار منعقد فرمایا تھا جس میں انہوں نے دیگر مختلف امور پر اظہار رائے زنی کرتے اور نہایت قیمتی اور بیش بہا نصائح فرماتے ہوئے مختلف مذاہب کی باہم آویزش کے متعلق ایک نہایت سچا اور اعلیٰ گر بتایا جس پر عمل کرنے سے جہاں تمام مذہبی فسادات جو مقابلہ مباحثات کی حد سے نکلکر فتنہ تک نوبت پہنچانے والے ہیں یکقلم دور ہو سکتے ہیں۔ وہیں اس سے ہر ایک مذہب کی صداقت..... کا بھی بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ہز آنر نے فرمایا:—

مجھ سے زیادہ اس امر کا خواہشمند اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک فرقہ میں سچا جذبہ ہو۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تعلیم انسانی بہبودی اور اخلاق کی یہی مضبوط ترین بنیاد ہے۔ لیکن دوسروں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرنا خواہ وہ دیگر مذاہب ہی سے تعلق رکھتے ہوں۔ ہر ایک مذہب و ملت کا جو مذہب کہلانے کا مستحق ہے پہلا اصول ہے۔ اور اس سے ثابت ہے کہ ایک آدمی جتنا اپنے مذہب سے زیادہ لگاؤ رکھتا ہے۔ اسی قدر وہ دیگر مذاہب کے پیروؤں کے مذہبی جذبات کا پاس ولحاظ کرتا ہے"

ہز آنر کے یہ پاکیزہ خیالات خدا کرے تمام ہندوستان کا نصب العین ہو جائیں۔ تو آج دنیا سے فتنہ و فساد و باہم قوموں کا نفاق جو مذہبی تفرقوں کا نتیجہ بتایا جاتا ہے ختم ہو جاتا ہے۔ اور جہاں تک ہم غور کرکے دیکھتے ہیں۔ اسلام نے اسی بات کی تعلیم کامل طور پر دی ہے۔ اور اس سے یہ سمجھکر کہ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ (کافروں کے بتوں کو برا مت کہو) اور یہ بیہودہ فضا اس کے ایک دوسرے کو کسی چیز پر ہونا [illegible] یہود قوموں کا قول قرار دیکر اور ان کو کسی چیز پر نہ سمجھنے کی ہدایت کی ہے اور ایسا ہی دیگر مختلف آیات ہیں دوسروں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرنے خواہ وہ دیگر مذاہب ہی سے تعلق رکھتے ہوں۔ اور دیگر مذاہب کے پیروؤں کے مذہبی جذبات کا پاس ولحاظ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ہم اسلام کی اس اعلیٰ تعلیم کا اس وقت دیگر مذاہب کے مقابلہ کرکے اس نوٹ کو طوالت دینا نہیں چاہتے۔ ہاں اس قدر عرض کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ ہز آنر کی یہ خواہش اسلام کے ذریعہ باحسن وجوہ پوری ہو سکتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مسلمان افراط و تفریط سے تجاوز کرکے حقیقی اسلام پر عامل ہوں۔

خزانہ عامرہ ہند سے مسیحی پیشواؤں کی امداد

کے عنوان سے معزز ہمعصر وکیل امرتسر نے ان پیش قرار رقوم کے اعداد پیش کئے ہیں۔ جو پچھلے سال ہندوستان کے بشپوں اور آرچ ڈیکنوں وغیرہ پر سرکاری خزانہ سے صرف ہوئیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ لارڈ بشپ کلکتہ (۴۵۹۷۷) روپے بشپ مدراس (۲۶۰۱۳) روپیہ اور بشپ بمبئی (۲۵۶۷۷) روپیہ سالانہ تنخواہ پاتے ہیں۔ الاؤنس سمیت ان تینوں کی تنخواہ کی میزان (۱۰۵۵۴۳) روپے تک پہنچ جاتی ہے۔ کلیساؤں کے معائنہ کے مصارف (۱۱۶۵۱) روپے علیحدہ ہیں۔ بشپوں کے قائم مقاموں کو ایک ہزار آٹھ سو پونڈ عطا کیا جاتا ہے۔ سول اور فوجی پادریوں کی تنخواہوں کی سالانہ رقم (۹۴۴۴۴) روپے ہوتی ہے۔ اخراجات کی کل میزان (۲۴۴۰۵۸) روپیہ ہے۔ ان اعداد و شمار کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذاہب ہندوستان میں مسیحیت کو سرکاری نظروں میں ایک خاص فوقیت اور امتیاز حاصل ہے حالانکہ برطانوی عدل و انصاف کے قطعاً منافی ہے۔ اس لئے ہم معاصر وکیل کی اس سچائی کی بڑے زور کے ساتھ تائید کرتے ہیں۔ کہ جس طرح سے محکمہ ریلوے نے محض اسباب کو ملحوظ رکھکر کہ ریلوے کرایہ میں مشنریوں کو خاص رعایت دینے دیگر مذاہب کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اس رعایت کو موقوف کر دیا ہے۔ گورنمنٹ عالیہ کو یا تو اس امداد کو بند کر دینا چاہیئے۔ اور یا سب اہل مذاہب کو ایسی ہی امداد و دیگر ان امتیازات کو مٹا دینا چاہیئے۔

بیعت

مسماۃ فیاض بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا اکبر بیگ صاحب سب انسپکٹر پولیس بھاولپور حضرت امیر کے ہاتھ پر صدق کی بیعت میں داخل ہوئی ہیں۔

مسلمانوں کی ترقی کا راز

قوم کی زندگی اور موت کا سوال

(۱۳)

مسلمانوں اور یہودیوں کے اسبابِ زوال کی مطابقت

قرآن کریم نے بنی اسرائیل کے زوال کے بہت سے اسباب بیان فرمائے ہیں۔ مگر سب سے اہم ترین سبب یہ ہے۔

(۱) یکفرون بآیات اللہ ویقتلون النبیین بغیر حق۔ خدا کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے اور اپنے نبیوں کے ناحق قتل کے در پے ہوتے تھے۔ خصوصاً حضرت مسیح علیہ السلام کو دکھ دینے میں انہوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ نہ صرف اُن کا انکار کیا۔ بلکہ رومی گورنمنٹ میں جھوٹی مخبریاں کر کے بغاوت کے الزام میں اُنکو پھانسی چڑھانے کا فیصلہ صادر کرا لیا۔ اور اس طرح پر مرکزِ وحدت کا انکار کر کے ان اللہ عدو للکفرین احکم الحاکمین سے دشمنی پیدا کر لی اور فلعنۃ اللہ علی الکفرین خدا کی لعنت کے مورد ہوئے۔ یاد رہے کہ لوگوں کی لعنت ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔ مگر خدا کی لعنت جس پر گرتی ہے اُسکو دونو جہان میں رو سیاہ اور ناک کٹا کر دیتی ہے۔ جب بنی اسرائیل اور موجودہ مسلمانوں کی صورتِ زوال یکساں ہے تو اسبابِ زوال کے مقابلہ کی تحقیق کرتے ہوئے اس امر کا پایا جانا ضروری اور قرینِ قیاس ہے کہ فی زمانہ مسلمانوں نے بھی خدا کی نشانیوں کا انکار اور خدا کے مامور لیڈر کے قتل کے منصوبے باندھے ہوں۔ اور قرآن کریم کی ذیل کی آیت اس قیاس کو صحیح اور یقینی ثابت کرتی ہے۔ ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کیا جاتا۔ جب تک پہلے اسکے پاس اتمامِ حجت کے لئے فرستادہ نہیں بھیج لیا جاتا ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل پر ذلت و زوال کا عذاب نازل نہیں ہوا جب تک اُن میں خدا کا فرستادہ مبعوث ہو کر اُن سے جھٹلایا اور دکھ نہ دیا گیا ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ خدا کا قانون لاتبدیل اور دائمی ہوتا ہے۔ قوم کی موجودہ مصائب کو تیرہ صدیوں کے عرصہ میں ایک بے نظیر عذاب مانا گیا ہے۔ مولوی حالی نے بسالہا سال پہلے قصیدہ الغیاثیہ میں جو ذیل کے بیت سے شروع ہوتا ہے۔ ؎

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
اُمت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

[illegible] حضرت رسالت مآبؐ سے قوم کو موجودہ عذاب سے نجات دلانے کی دردناک اپیل لکھ چکے ہیں مگر آج کل تو ہمدردانِ قوم نے قوم کی حالتِ زار پر طرح طرح کے جگر ہلا دینے والے مرثیے لکھے ہیں۔ پٹنہ کی ایک مسلمانی کانفرنس کے جلسہ میں ایکدفعہ ایک دردناک مرثیہ پڑھا گیا جسکے چند بند یہ ہیں۔ ؎

نزع کا وقت ہے اسلام ہے دم توڑ رہا
صفِ ماتم پہ کوئی خاک بسر ہے کہ نہیں
بارھویں چاند امامت کے نکل آ [illegible]
دوش پہ حفظِ الٰہی کی سپر ہے کہ نہیں
ہل چل اسلام کی دنیا کے ہر اک گوشہ میں
ہر دلِ خیر طلب زیر و زبر ہے کہ نہیں

پس مسلمانوں کی موجودہ قوم کا زوال اور پریشانیوں کا عذاب جسکے آئے دن دردناک مرثیے جلسوں میں پڑھے جاتے ہیں۔ ایک امرِ واقع ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور خدا کا کوئی فرستادہ فی زمانہ آ چکا ہے جس کی تکذیب سے یہ روزِ بد پیش آ رہے ہیں۔ اب اس زمانہ میں دو شخصوں نے مامور من اللہ کا دعوے کیا ہے۔ ایک ڈاکٹر ڈوئی امریکہ کا۔ اور دوسرا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہے۔ اور کوئی تیسرا مدعی ماموریت دنیا میں ظاہر نہیں ہوا۔ اب ضرور ہے کہ ان میں سے کوئی ایک خدا کا حقیقی فرستادہ ہو۔ جسکا ماننا مقتضائے ایمان ہے۔ ڈاکٹر ڈوئی نے .... نبوت کا دعوے کیا اور قرآن کریم کو جعلی کتاب اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جھوٹا نبی ظاہر کیا۔ نعوذ باللہ۔ دوسرے شخص نے یہ دعوے کیا کہ نوعِ انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں سوائے قرآن کریم کے۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں بجز محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اور اب آسمان کے نیچے نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور نہ حضرت نبی کریم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رتبہ کوئی اور نبی۔ اور کوئی شریعت نہیں بجز شریعت محمدیہ کے جو خاتم الشرائع اور اکمل الشرائع ہے۔ جس کی ترمیم و تنسیخ اور تغیر و تبدیل کی کوئی گنجائش قیامت تک نہیں ہے۔

ان دونوں مدعیوں نے آپس میں مقابلہ بھی کیا جس میں ڈاکٹر ڈوئی [illegible] احمد صاحب [illegible] ہوا۔ اور قرآن [illegible] مظفر و منصور رہا۔ اب ہر مسلمان کے لئے ان دو میں سے ایک نہ ایک کی ...... تابعداری ضروری ہے۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں مرزا صاحب نے ایک نبض شناس حکیم کی طرح اُن تمام مصائب اور عذابوں سے جو آج ظاہر ہو رہے ہیں قوم کو قبل از وقت ڈرایا ہے۔ تو اس کی صداقت کے تسلیم سے کوئی چارہ نہیں رہتا۔ درحالیکہ قوم غفلت کے نشے میں غافل اور بے خبر پڑی ہوئی تھی۔ اور موجودہ مصائب جنگوں زلزلوں اور وباؤں کے کوئی آثار نمودار نہ تھے۔ مرزا صاحب نے چیخ چیخ کر قوم کو متنبہ کیا۔ ؎

خونِ دیں بینم رواں چوں کشتگانِ کربلا
اے عجب ایں مردماں را مہرِ آں ملت کجاست
ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدینؑ
آتش افتاد است در [illegible]
[illegible] از دور کارِ مرہم و بیمار نیست

قبل از وقت قوم کی مصائب کا کیسا نقشہ دکھا دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو ضرور خدا تعالیٰ سے تعلق تھا۔ مگر مسلمانوں نے چودھویں صدی کے اس لیڈر سے بھی وہی سلوک کیا جو بنی اسرائیل نے اپنے سلسلہ موسوی کے چودھویں صدی کے لیڈر حضرت عیسےٰ سے کیا تھا۔ یعنی تکذیب اور قتل ناحق کے کئی جھوٹے مقدمے بنائے گئے یہی وجہ ہے کہ مسلمان بھی اسی طرح کے عذابوں اور ذلت و زوال کے مورد ہو رہے ہیں۔ جسکے مستحق یہود ہو چکے ہیں۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین۔ بنی اسرائیل بعثت نبی سے پہلے یعنی کافروں کا زور دیکھکر نبی کی آمد کی دعائیں اور آرزوئیں کرتے تھے مگر جب وہ نبی جس کی انتظار رکھتے تھے۔ اُن کے پاس آیا تو منکر ہو گئے اور لعنت ہے اللہ کی ایسے منکروں کے لئے۔ مسلمانوں کی قوم بھی مدت سے امام آخر الزمان کے دیدار کیلئے ترستی تھی۔ مگر جب امام آیا تو منکر ہو گئے۔ اور اس طرح خدا کی لعنت کے مورد ہوئے جس کا رونا آجکل مسلمان ہر جلسہ میں رو رہے ہیں۔ افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون کیا جب تمہارے پاس فرستادہ آیا جسے تم [illegible] کی وجہ سے پسند نہیں کرتے تو تم نے تکبر کیا۔ اور کسی فرستادہ کو تو جھٹلایا۔ اور کسی کو مار ڈالا۔ یہی سلوک مسلمانوں نے نائب الرسولؐ سے کیا۔ اولئک علیہم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین خلدین فیہا۔ لا یخفف عنہم العذاب ولا ھم ینظرون [illegible] خدا کی لعنت۔ فرشتوں کی لعنت۔ تمام

لوگوں کی لعنت - وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ ان سے عذاب نہ اٹھایا جائیگا - اور نہ ہلکا کیا جائیگا ....

.... یہ سب حالات مسلمانوں نے بھی اپنے لئے پیدا کر لئے ہیں۔

مؤرخ لوگ سلطنت دہلی اور خلافت بغداد کی تباہی کے اسباب خواہ کچھ ہی قرار دیں مگر درحقیقت خدا کے ماموروں کے انکار اور توہین کے بغیر اور کوئی سبب نہیں۔ اور تمام ظاہری اسباب اسی ایک نحوست کا پھل ہوتے ہیں۔

سلطنت مغلیہ کا زوال اسی گھڑی سے پیدا ہوگیا تھا۔ جبکہ اس کے ایک تاجدار نے حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی کی بربسر دربار ناگفتنی توہین کی۔ اور گوالیار کے قلعہ میں قید کیا۔

حضرت مسیح اور میرزا صاحب کے حالات اور سوانح کا گہرے طور پر مطالعہ کیا جائے تو ایسی مطابقت اور مشابہت پائی جاتی ہے کہ میرزا صاحب کو مسیح الزمان یا مسیح ثانی ماننے بغیر کوئی چارہ عقل کو نہیں رہتا۔

بس بنی اسرائیل کے اسباب زوال قرآن کریم سے کہ مسلمانوں کے حالات سے مقابلہ کر رہا تھا۔

ایک بڑا سبب تو مختصراً بیان ہوچکا ہے اب آگے چلئے

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم۔ یعنی لوگوں کو نیکی کا وعظ کرتے مگر خود کچھ نہ کرتے یہی حال آجکل ہمارے مولویوں اور لیکچراروں کا ہے

۳- افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالک منکم الا خزی فی الحیوۃ الدنیا ویوم القیمۃ یردون الی اشد العذاب کیا پس کتاب کے کچھ حصے کو مانتے ہو اور کچھ حصے کا انکار کرتے ہو۔ پس جو شخص ایسا کام کرے - اس کی کیا سزا بجز اسکے کہ دنیاوی زندگی میں ذلیل اور آخرت میں سخت عذاب میں دھکیلے جاوینگے۔

مسلمانوں میں بھی یہ مرض بالکل عام اور یہودیوں کے مطابق ہے کہ قرآن کے بعض احکام کی تو تعمیل کی جاتی ہے اور بعض کی مطلق پرواہ نہیں کرتے کئی لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں مگر زکوٰۃ کا خیال تک نہیں اور روزے رکھتے ہیں تو ظلم سے پرہیز نہیں - بیں تو تہجد گذار ہیں مگر لڑکیوں کو شرعی میراث میں سے حصہ نہیں ملتا۔ زبان و سود میں مشغول ہے۔ تو آنکھ بدنظری سے محفوظ نہیں۔ یہودیوں کی طرح مسلمانوں پر بھی بس ایک آیت کے انکار کی اینٹ مار پڑی ہے۔ کہ اب بیڑا غرق ہو رہا ہے۔

۷- اعتدوا منکم فی السبت ہفتہ کے دن میں بے اعتدالیاں کرتے تھے - یہودیوں کا آرام اور راحت کا دن سبت کا تھا۔ مگر جب ان کو جاہ وجلال - وعلم وہنر - حاصل تھا۔ صحت اور مال فیضہ علی

قواعد وضوابط خدا کی عبادت کی بجائے لہو ولعب میں مشغول ہوتے اور احکام شریعت میں حیلے تراشتے تھے - بعینہ یہی حال ہمارے مسلمانوں کا ہے جمعہ کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے - یاایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع یعنی اے لوگو .... نماز جمعہ کی اذان ہونے پر فوراً نماز کو جاؤ اور خرید و فروخت یعنی دنیا کے سب مشاغل چھوڑ دو مگر آجکل مسلمان جمعہ کی قدر کرنے کی بجائے ہفتہ بھر کی لاابالیوں کے ارمان اسی دن کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں کشتیاں - تماشے - کبوتربازی - اور بٹیربازی وغیرہ مسلمانوں کے اس دن کے مخصوص مشغلے ہیں۔

۵- لا یعلمون الکتاب الا امانی نہیں جانتے کتاب کو مگر آرزوئیں - آجکل مسلمانوں کی قرآن دانی کا بھی یہی حال ہوگیا ہے۔

۶- قالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ کہتے ہیں ہمکو چند روز کے سوا آگ نہ لگیگی۔

آجکل مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے - نیک اعمال تو بجا لاتے نہیں - اور کہتے ہیں کہ ہم کلمہ گو ہیں چند روز دوزخ میں رہکر فوراً بہشت میں جائیں گے۔

۷- نبذ فریق من الذین اوتوا الکتب کتب اللہ وراء ظہورھم کانھم لا یعلمون۔

جن لوگوں کو کتاب دیگئی - انہوں نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینکدیا - گویا کہ وہ نہیں جانتے تھے۔

مسلمانوں کے چار گروہ ہوسکتے ہیں - فقراء - امراء علماء - اور عوام - آجکل عوام بیچارے تو بالکل جہالت میں ہیں۔ امراء کے ہاں کوئی شریعت نہیں - فقراء کے گروہ نے قرآن سے تعلق چھوڑ دیا ہے وہ درس قرآن کی بجائے حبس دم اور نفی اثبات کی پریکٹس کراتے ہیں - باقی رہے مولوی لوگ ان کو بھی قرآن سے کوئی تعلق نہیں رہا - طلباء کی عمریں صرف نحو منطق ومعانی میں صرف کرا دیتے ہیں - مولویوں نے "تحصیل علم" کا خود سٹینڈرڈ بنایا ہوا ہے - جسے ہم دیسی گورنمنٹ کہہ سکتے ہیں - اس کے نصاب میں قرآن شریف شامل ہی نہیں - اور نہ ہی ان لوگوں کی قرآن کے حقائق پر نظر ہے - ان کا کمال فقط صرف ونحو کی باریکیوں تک رہ گیا ہے - کہا جاتا ہے کہ فلاں مولوی بڑا نحوی ہے فلاں بڑا صرفی ہے - فلاں منطق میں کمال رکھتا ہے مگر یہ سننے میں کم آتا ہے کہ فلاں مولوی کو قرآن شریف کے اسرار ومعارف پر یا حدیث شریف کے علوم (مطلب) پر کچھ عبور ہے - اگر شاذ و نادر کسی مولوی کو قرآن شریف پڑھاتے پایا ہے - تو اُن کی تمام فضیلت کی جولانی صرف ونحو کے لطائف تک ہوتی ہے - کبھی نہیں دیکھا کہ سامعین میں خشیۃ اللہ پیدا کرنے کی کوئی تاثیر رکھتے ہوں - ہندوستان بھر میں کسی اسلامی درسگاہ میں قرآن شریف کی تعلیم کا کما حقہ التزام نہیں - تمام ہندوستان میں

صرف دیوبند میں ہی ایسی واحد درسگاہ ہے جہاں حدیث شریف کا شاندار درس ہوتا ہے - مگر قرآن شریف کا درس وہاں بھی اس رتبہ پر نہیں ہوتا - جو اس درسگاہ کا ہے - ساری دنیائے اسلام میں جامع ازہر مصر ایک چوٹی کی عظیم الشان دینی یونیورسٹی ہے - مگر وائے حسرتا کہ وہاں بھی قرآن شریف کی تدریس کما حقہٗ نہیں ہوتی ہے (مولوی شبلی نعمانی کا سفرنامہ گواہ ہے) - ایک دفعہ علامہ سید رشید رضا مصری نے دیوبند میں جو تقریر کی تھی - اس میں اس نے اقرار کیا ہے - کہ اسوقت اہل اسلام پر بڑی مصیبت یہ ہے کہ قرآن شریف کی تدریس فی زمانہ نہ صرف صرف ونحو کی باریکیوں تک محدود رہ گئی ہے اور قرآن شریف کے مغز حقیقت کا کہیں بھی رواج نہیں رہا ہے

الغرض قوم نے قرآن مجید کی بے حرمتی اور بیقدری کر کے وہ زمانہ پا لیا ہے - جس کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے۔

ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا -

سچ مچ میری قوم نے قرآن شریف کو مہجور چھوڑ دیا ہے - قرآن شریف سچ مچ اسوقت مہجور حالت میں ہے - وہ قرآن شریف جو غیر اللہ سے محبت چھوڑ اکر محض اللہ سے محبت پیدا کرنے کے لئے آیا تھا - اب اس کی آیات غیر اللہ یعنی رنڈیوں اور لونڈوں کو بہکانے کی غرض سے لطوراتحب کے پڑھی جاتی ہیں - وہ قرآن جسکی آیات سے ہم عملوا الصالحات کماتے صرف ظاہری عزت کے ساتھ بہت سے غلافوں میں بند کر کے بالائے طاق رکھا جاتا ہے - وہ قرآن جو انسانوں کو حیات ابدی کا پیالہ پلانے کے لئے آیا تھا - زندگی بھر میں تو اس کی آیتوں کو نہ تو پڑھتے ہیں نہ سمجھتے اور عمل کرتے ہیں - مگر جب کوئی مرتا ہے تو اس کی قبر پر قرآن سنانے کے لئے حافظوں کے گروہ کی ڈیوٹی لگ جاتی ہے - اور قوم کے دیگر حقوق کے لئے تو گورنمنٹ سے دست و گریبان ہوتے ہیں - مگر قرآنی تعلیم و اشاعت کا کبھی کوئی فکر نہیں کیا - کیا کانفرنس نے آجتک کوئی اچھے اور صحیح چھاپے کا قرآن چھپوایا؟ کسی ضروری غیر زبان میں اس کا ترجمہ کرایا؟ کیا اس کی اشاعت کا کوئی باقاعدہ انتظام کیا؟ اور اس کے پڑھانے کیلئے کوئی مدرسین کا گروہ پیدا کیا - نہیں اور ہرگز نہیں - پس قرآن کو چھوڑ کر مسلمانوں کا اور طرف کو متوجہ ہونا ان کی رسوائی کا سبب اولین ہے*

مفصلہ ذیل کتب (دفتر) انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مل سکتی ہیں:-

	قیمت
رسالہ عصمت انبیاء مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب	۲/
غلامی	۴/
مرقاۃ الیقین سوانحعمری مولوی نور الدین صاحب	[illegible]

چند سوالوں کے جواب

جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کو کچھ سوالات بھیجے لکھکر بھیجے تھے جس کا جو کچھ جواب حکیم صاحب نے لکھا اسے بغرض افادہ عام بمعہ اصل سوالات کو درج کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)

برادرم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - بجواب خط جناب کے عرض ہے کہ المہدی نمبر ۴ و ۵ بھجوا دیئے گئے ہیں - آپ ان کا غور سے مطالعہ فرمائیں - ہمارے مخالفوں کی گفتگو اور بحث ومباحثے ایک بے بنیاد بات پر ہیں - ہم لوگ تو صاف اور سیدھی بات ہی جانتے ہیں - کہ حقیقی نبوت کے دروازے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں - صرف مجازی نبوت یا ظلی نبوت یا جزوی نبوت باقی ہے - اور حضرت مسیح موعود بھی مجازی نبی یا ظلی نبی یا جزوی نبی ہی ہیں - اب میں جناب کے سوالات کا جواب عرض کرتا ہوں - آپ ان پر پورا غور کریں - اور جو بات جناب کی سمجھ میں اچھی طرح سے نہ آوے آپ پھر اس کے متعلق پوچھ سکتے ہیں -

(۱) پہلا سوال آپ کا یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز تھے - اور اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کے ان تمام پیغمبروں کے جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں بروز تھے یعنی آپ وہ تھے جو کہ ان تمام خوبیوں کو جو ان سب میں موجود تھیں - رکھتے تھے تو کیوں آپ کا خلیفہ مسیح موعود آپکی تمام خوبیوں کو نہیں رکھ سکتا - حضرت موسیٰ کے خلفا تھے - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی خلفا تھے - تو ان کے بعد کیوں خلیفے [illegible] بروز [illegible] روحانی ظہور ہے - [illegible] تو دوسری بات [illegible] کر دو -

جواب - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجازی نبی نہ تھے - بروز سے مطلب اوتار کے ہیں - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی نبی کے اوتار تھے اور نہ کسی نبی کا اوتار کوئی نبی ہوتا ہے - اور نہ اوتار کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ نبی ہی ہو - کوئی نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلے تمام انبیاء نہیں ہوا - بروز کا مسئلہ صوفیاء کرام کی اصطلاح ہے - شریعت اسلامی کی اصطلاح نہیں ہے - حضرت موسیٰ کے خلفاء اور آنحضرت صلعم کے خلفاء صرف ایک ہی وصف میں بروز ہوتے تھے - تمام اوصاف میں ایک دوسرے کے بروز نہ تھے - ایک صفت کی مشابہت کسی پہلے انسان سے ہوتی تھی - تمام صفات میں بروز ہرگز ہرگز کوئی کسی کا نہیں ہو سکتا - اور یہ کہ بروز کے معنے [illegible] اوتار کے [illegible] * * * * * * * * * حضرت مسیح موعود نے [illegible] بھی لکھا ہے - جیسا کہ فرمایا -

محی الدین ابن عربی صاحب اپنی ایک کتاب میں جو ان کی آخری کتاب ہے - لکھتے ہیں - کہ عیسٰے تو آئیگا مگر بروزی طور سے کوئی اور شخص اس امت کا عیسٰے کی صفت پر آ جائیگا - صوفیائے کرام کا یہ ایک مقرر شدہ مسئلہ ہے کہ بعض کاملین اس طرح سے پھر دوبارہ دنیا میں آ جاتے ہیں - کہ انکی روحانیت کسی اور پر تجلی کرتی ہے اور اس وجہ سے وہ دوسرا شخص گویا پہلا شخص ہی ہو جاتا ہے - ہندوؤں کا بھی ایسا ہی اصول ہے - اور ایسے آدمی کا نام وہ اوتار رکھتے ہیں - (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۲۵)

(۲) سوال - مہربانی کر کے خلیفہ کا لفظ جن معنوں میں قرآن شریف میں استعمال ہوا ہے بیان فرمائیں -

جواب - خلیفہ کا لفظ جن معنوں میں قرآن میں آیا ہے - وہ یہ ہیں -

(الف) خلیفہ بمعنے بادشاہ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس (سیپارہ ۲۳)

(ب) خلیفہ بمعنے بیٹا جیسے فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ (سیپارہ ۱۶)

(ج) خلیفہ بمعنے جانشین یا نائب الرسول جیسے وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم (سیپارہ ۱۸)

(۳) سوال - مہربانی کر کے قرآن شریف کے حوالے سے بیان فرماویں کہ لفظ نبی اور رسول قرآن شریف میں کن معنوں میں استعمال ہوا ہے -

جواب - قرآن کریم کی اصطلاح میں نبی کے لئے رسول ہونا شرط ہے اور ہر ایک نبی کے لئے براہ راست نبی ہونا اور جبرائیل کا وحی رسالت لیکر آنا اور کتاب کا اس پر نازل ہونا [illegible] ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ [illegible] کوئی نبی بغیر کتاب کے نہیں اور کوئی کتاب بغیر وحی رسالت بذریعہ جبرائیل کے نہیں - فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس (سیپارہ ۲) رسول کا لفظ عام ہے - اس میں رسول یعنی - رسل - اور ملائکہ داخل ہیں جیسے فلما جاءہ الرسول عام پیغام پہنچانے والے کے لئے آیا ہے - (سیپارہ ۱۲) انا الیکم لمرسلون مسیح کے حواریوں کے لئے آیا ہے جو نبی رسول نہ تھے (سیپارہ ۲۲)

(۴) سوال - نبی یا رسول کے اپنے پیچھے خلیفہ رکھنے کے کیا معنے ہیں - اور خلافت کی ضرورت کیا ہے -

جواب - نبی اور رسول کو اپنے پیچھے خلیفہ رکھنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ تا اس سے تکمیل دین ہو - اور خدا کی وحدانیت اور اس کا جلال ظاہر ہو - اور سلطنت اور حکومت اس نبی کے نائبوں کو حاصل ہو - جیسے کہ آیت استخلاف سے ظاہر ہے -

(۵) سوال - کون خلیفہ رکھ سکتا ہے اور کس قسم کا نبی خلیفہ رکھ سکتا ہے - قرآن سے ثابت کرو -

جواب - خلیفہ خدا بناتا ہے - اور خلفا کا وعدہ ان نبیوں کو دیا جاتا ہے - جو صاحب حکومت و شوکت و صاحب شریعت نبی ہوتے ہیں - دوسرے نبیوں کو خلفا کا وعدہ نہیں دیا جاتا ہے - جیسے کہ قرآن کریم میں آنحضرت صلعم کے صحابہ اور حضرت موسیٰ ع کی قوم کے ساتھ وعدہ خلافت ہے جیسا کہ آیت استخلاف سیپارہ ۱۸ اور ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون سیپارہ ۹ سے ظاہر ہے -

(۶) سوال - آدم ع کو خلیفہ کہا گیا ہے اسکی کس قسم کی نبوت تھی اور وہ کس کا خلیفہ تھا -

جواب - آدم ع کو خلیفہ اس لئے کہا گیا ہے - کہ اسکی تمام روئے زمین کی چیزوں پر حکومت تھی جیسے وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض سیپارہ ۲۵ - آدم ع کا نبی ہونا قرآن کریم سے ثابت نہیں -

(۷) سوال - کیا قرآن میں کہیں آیا ہے کہ خلیفہ کا خلیفہ نہیں ہوتا - اگر ایسا ہے تو شیث آدم ع کا خلیفہ کیوں کہلاتا ہے جو کہ خود خلیفہ ہے - سلیمان ع داؤد ع کا خلیفہ کیوں کہلاتا ہے جو کہ خود موسیٰ کا خلیفہ تھا -

جواب - قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا کہ خلیفہ کا خلیفہ نہیں ہوتا ہے - اور نہ قرآن کریم میں کہیں شیث کو آدم ع کا خلیفہ کہا گیا ہے - بلکہ قرآن شریف میں شیث علیہ السلام کا ذکر بھی نہیں - اور حضرت سلیمان کو بھی حضرت داؤد ع کا خلیفہ قرآن کریم نے کہیں نہیں فرمایا - اور نہ حضرت داؤد ع کو حضرت موسیٰ کا خلیفہ قرآن کریم نے فرمایا ہے - بلکہ داؤد ع کے متعلق قرآن کریم میں یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض کہا گیا ہے جس سے پتا لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے داؤد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے تجھے زمین میں بادشاہ و نافذ الحکم بنایا ہے -

(۸) سوال - آپ کہتے ہیں کہ چونکہ مسیح موعود ظلی یا مجازی نبی تھے اس لئے اس کا خلیفہ نہیں ہو سکتا - ظل اور اصل میں بڑا فرق ہے کیا قرآن اور صحیح حدیث شریف میں ہے کہ حقیقی نبی کے خلیفے ہوتے ہیں اور مجازی نبی کے خلیفے نہیں ہوتے - کیا مسیح موعود تمام نبیوں کے بروز نہیں ہیں - اور کیوں وہ ان کی برکات میں شریک نہیں ہو سکتے - کیا حدیث میں نہیں آیا ہے کہ اس امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند [illegible] ہونگے مسیح موعود عیسیٰ ع کے مثیل ہیں - اور ایک شعر میں آپ نے اپنے تئیں آپ کو [illegible]

جواب - بیشک چونکہ مسیح موعود ظلی [illegible]

نبی ہیں۔ اس لئے ان کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ چونکہ آپ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں اس لئے جو خلیفہ ہوگا وہ خلیفہ آنحضرت صلعم کا خلیفہ کہلائیگا نہ کہ خلیفہ کا خلیفہ اور آیت استخلاف سے بھی خلیفہ کا خلیفہ ہونا صریح باطل معلوم ہوتا ہے۔ اگر خلیفہ کا خلیفہ ہونا ہوتا تو حضرت صاحب ضرور وصیت میں فرما جاتے کہ میرے بعد میرے خلیفے ہونگے مگر آپنے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی آپکو کوئی ایسا الہام ہوا۔ اور نہ ہی آیت استخلاف آپ کو الہام ہوئی۔ قرآن شریف میں مجازی اور ظلی نبی کا کہیں ذکر نہیں۔ اس لئے ہم قرآن اور حدیث کے رو سے کہاں سے بتاویں کہ مجازی اور ظلی نبی کے بھی خلیفے ہوتے ہیں۔ مسیح موعود اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ تمام نبیوں کے بروز ہیں۔ تو پھر بھی ان کا حقیقی اور واقعی نبی ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ تمام انبیاء کے بروز ہونے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ انبیاء پر جو تمام برکات اور انعامات تھے۔ ان سب انعامات سے مسیح موعود نے بھی حصہ پایا ہے۔ تمام انبیاء خدا تعالےٰ سے الگ الگ کتابیں لائے تھے۔ ان سب پر جبرائیل وحی رسالت لیکر نازل ہوا تھا۔ اور یہ انعام حضرت صاحب پر نہیں ہوا۔ بیشک حدیث میں آیا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ ہم بھی حضرت صاحب کو انہیں میں سے ایک سمجھتے ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو مسیح سے بڑا کہا ہے۔ تو تو اپنے کارناموں کی وجہ اور آنحضرت صلعم کی امت میں ہونے کی وجہ سے کہا ہے۔ نہ کہ نبی ہونے کی وجہ سے۔ قرآن اور حدیث کے رو سے یہ تو مسلم الثبوت ہے کہ صرف تشریعی نبی کا ہی خلیفہ ہو سکتا اور غیر تشریعی نبی کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ ملاحظہ ہو۔ آیت استخلاف سپارہ ۱۸۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کی نسبت کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً قرآن مجید میں موجود ہے۔ لفظ کما سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ موسےٰ صاحب شریعت نبی تھے۔ اور موسیٰ کے بعد موسےٰؑ کے خلیفے آئے۔ اور آنحضرت صلعم صاحب شریعت نبی تھے۔ اور آپکے بعد بھی خلیفے آئے اسی طرح جتنے صاحب شریعت نبی ہوئے ہیں۔ انہی کے بعد سلسلہ خلافت قائم ہوا ہے۔

(۱۰) سوال۔ حضرت عیسےٰؑ حضرت موسیٰ کا خلیفہ تھا۔ اور اس کی نبوت کس قسم کی تھی کیا حضرت عیسےٰ کا حضرت موسیٰؑ کا خلیفہ ہونا فی الواقع ظاہر کرتا ہے کہ اس نے حضرت موسیٰؑ کی شریعت کی پیروی کی۔ اگر ایسا ہی ہے تو اسکی نبوت اور مسیح موعود کی نبوت میں کیا فرق ہے۔

جواب۔ حضرت عیسےٰؑ حضرت موسیٰ کے خلیفے اس رنگ میں نہ تھے کہ جس رنگ میں حضرت مسیح موعود آنحضرت صلعم کے خلیفے تھے۔ حضرت عیسےٰؑ الگ طور پر نبی تھے۔ حضرت موسیٰؑ کی شریعت کی پیروی سے نبی نہ بنے تھے بلکہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے بعض احکام کو بحکم الٰہی انہوں نے منسوخ کیا تھا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم (سپارہ ۳)

اس لئے حضرت عیسٰیؑ حقیقی نبی تھے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ حضرت عیسی صاحب کتاب نبی تھے اور مسیح موعود صاحب کتاب نبی نہ تھے۔ حضرت عیسٰیؑ نے بعض احکام تورات کو منسوخ کیا اور حضرت مسیح موعود قرآن کا ایک چھوٹا سا حکم بھی منسوخ نہیں کر سکتے۔ حضرت عیسٰیؑ براہ راست نبی تھے۔ اور ان پر جبرائیل وحی رسالت لیکر آتا تھا۔ مسیح موعود ہرگز نبی نہ تھے۔ اور نہ ان پر جبرائیل وحی رسالت لیکر نہیں آیا تھا۔

(۱۱) سوال۔ آپ کے بعض رسالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف حضرت موسیٰ اور محمد صلعم جلالی نبی تھے اور انہیں کے خلیفے ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے آپ کے پاس کیا دلائل ہیں۔ ہم کیوں مسیح موعود کو جلالی نبی نہیں کہہ سکتے۔ اگر حضرت موسیٰؑ اور محمد رسول اللہ صلعم نے اپنے دشمنوں کو تلوار سے ہلاک کیا۔ تو مسیح موعود نے اپنے دشمنوں کو دعا سے ہلاک کیا۔ اس طرح مسیح موعود صرف احمد کا ہی بروز نہیں بلکہ محمدؐ کا بھی بروز ہے۔ پھر اس کے بعد اس کے خلیفے ہونے میں کیا نقصان ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی شان میں کیا کمی آسکتی ہے۔

جواب۔ بیشک حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہی جلالی نبی تھے۔ اور کوئی جلالی نبی نہ تھا۔ حضرت موسی ؑ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے خلیفے ہوئے ہیں۔ جب کسی اور نبی کے خلیفے ہوئے ہی نہیں۔ تو مسیح موعود جو کہ آنحضرت صلعم کے صرف ظل اور سایہ ہیں ان کے خلیفے کیسے ہو سکتے ہیں۔ کیا ظل اور سایہ کا بھی آگے ظل اور سایہ ہوتا ہے۔ یہ تو واقعات کے بھی برخلاف ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود کے بعد ان کے خلیفے ہوں تو آیت استخلاف باطل جاتی ہے۔ اور آیت استخلاف صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی ہوئی اور مسیح موعود کو وحی نہیں ہوئی جس طرح ایک امتی کو اپنی امت بنانا خلاف حکم الٰہی اور خلاف واقع ہے اسطرح ایک خلیفہ کا اپنا خلیفہ بنانا خلاف حکم الٰہی ہے۔ اگر مسیح موعود کے خلیفے ہوں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کمی آئیگی۔ کیونکہ وہ خلیفے پھر مسیح موعود کے خلیفے کہلائینگے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفے نہیں کہلائینگے۔

سوال (۱۲) ہم حضرت عیسیٰؑ اور مسیح موعود میں کچھ فرق نہیں دیکھتا۔ سوا اس کے کہ مسیح موعود حضرت عیسیے سے بڑھ کر ہیں۔ مسیح موعود حضرت عیسےٰؑ کی مانند ایک تشریعی نبی کا خلیفہ تھا حضرت عیسےٰؑ کی مانند یہ کوئی نئی شریعت نہیں لائے حضرت عیسےٰؑ کی مانند شریعت کا مفسر مسیح موعود بھی کہلاگیا حضرت عیسیٰؑ کی مانند آپ نے تلوار نہیں چلائی۔ القصہ آپ حضرت عیسیٰ کی مانند ہیں۔ کیا حضرت عیسےٰ اپنے پیچھے خلیفہ رکھتے تھے کہ نہیں۔ اسکو قرآن شریف سے بخوبی ثابت کرنا چاہیئے۔ اگر حضرت عیسی کا کوئی خلیفہ نہ تھا۔ تو ایسا کوئی قانون نہیں کہ مسیح موعود کا کوئی خلیفہ نہ ہو۔

جواب۔ اگر آپ حضرت عیسےٰ اور مسیح موعود میں کوئی فرق نہیں دیکھتے تو یہ آپ کا اختیار ہے ہمیں تو فرق بیّن نظر آتا ہے جسکو میں نمبر ۱۰ میں بیان کر آیا ہوں۔ پھر میں آپ کی خاطر تھوڑا سا اور بیان کرتا ہوں۔ شاید آپ کو کچھ سمجھ آجائے۔ حضرت عیسیٰؑ آپ کی نبوت کا اقرار اپنے ہر ایک امتی سے لیتے تھے۔ برخلاف اس کے حضرت مسیح موعود نے اپنی نبوت کا اقرار کسی اپنے مرید سے بیعت میں نہیں لیا۔ اور نہ اپنی کوئی امت بنائی بلکہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار لیا کرتے تھے۔ حضرت عیسی حقیقی مستقل اور کامل نبی تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود مجازی ظلی اور ناقص نبی تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کو امتی کہیں تو کافر ہو جائیں۔ مگر حضرت مسیح موعود امتی تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی باتوں میں فرق ہے۔ اس لئے ہم حضرت صاحب کو حضرت عیسیٰؑ کی طرح کا نبی نہیں مانتے

دُرّہ غزنویاں

سے جناب مولانا عزیز بخش صاحب بی اے سپرنٹنڈنٹ دفتر فارسی سال بھر کے اس چندہ کی تفصیل ارسال فرماتے ہیں جو انہوں نے اپنی نہایت قلیل جماعت سے وصول فرما کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو بھجوایا۔ جو حسب ذیل ہے

"سال گذشتہ میں یعنی شروع اکتوبر ۱۹۱۴ء سے اخیر ستمبر ۱۹۱۵ء تک صرف ۲۰۹ روپیہ میری معرفت داخل خزانہ انجمن ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے سال کے نصف اخیر میں صرف ۲۴ روپیہ اشاعت اسلام داخل ہوئے تھے۔ آیندہ امید ہے کہ بفضلہ تعالےٰ چندہ میں ترقی ہوگی"۔ اس کے ساتھ ہی مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں "چونکہ خداوند کریم کے فضل سے میری تنخواہ بڑھ گئی ہے اشاعت اسلام انشاء اللہ العزیز داخل کروں گا جسمیں سے نصف یعنی ۱۰ تو آج بشمول چندہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کئے گئے ہیں۔ اور باقی ۱۰ خدا چاہے دوسرے مہینہ میں بھیجونگا۔ ترجمہ انگریزی قرآن مجید کی قیمت کی بابت بھی آج پچاس روپیہ بھیجے گئے ہیں۔ اور امید ہے کہ انشاء اللہ اور بھی کسیقدر رقم وصول ہونے پر بھیجونگا۔ ترجمہ تیار ہو کر آجانے پر مطلع فرماویں جس قدر جلدیں مطلوب ہونگی منگوا لیجاویں گی دعاؤں میں خاکسار کو بھی یاد فرمایا کریں"۔

اللہ تعالےٰ حضرت موصوف کو بیش از بیش خدمات دین کی توفیق بخشے۔ اور وہاں کی قلیل لیکن باہمت جماعت کو اپنے خاص فضل و کرم سے دستگیری فرمائے دوسری جماعتوں کو بھی اس مستعد جماعت سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت

سالانہ للعہ ششماہی ہے سہ ماہی عہ ماہوار ۹ ر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک واز خبر ہائے معاد
ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآنش بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۳ ہجری المقدس مطابق ۷ نومبر سنہ ۱۹۱۵ء | نمبر ۵۰

تفسیر القرآن بالقرآن

(۲)

دلیل العرفان پر ریویو

نمبر اول

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

از حضرت مولانا مولوی نذر علی صاحب پشاوری

وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون۔ (پ ۱۷ ر ۷)

اس میں (اھلکنا) کے معنے پر نزاع ہے نزاع ہرگز نہ پیدا ہوتی۔ اگر رجعت کا عقیدہ قائم نکیا جاتا جب تشیع نے رجعت جسمانی کا غلط خیال عقائد شیعہ میں داخل کر دیا تو اہل حق کیطرف سے اس کی تردید ہوئی پس شیعوں کو فکر ہوئی اور اسی سے قرآن کریم کی اُن آئتوں کی تفسیر کرنے میں ان کو مشکلات پیش آئیں۔ اور رجعت کے عقیدہ میں خود باہم ان کے اختلاف پیدا ہوگیا لاہوری مولوی کی غایت المقصود میں اس اختلاف کو دیکھو۔ تفسیر صافی صفحہ ۳۳۶)۔ اس میں تین معنی مفسر شیعہ نے لکھے ہیں اور معنی اول کی تائید میں ایک حدیث حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام سے نقل کی ہے جس میں خود حضرت علی علیہ السلام اسی آیت کو اپنے قول کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ فی الفقیہ فی خطبۃ الجمعۃ لامیر المومنین۔ الم تر دالی الماضین منکم لا یرجعون والی الخلف الباقین منکم لا یبقون قال اللہ تعالیٰ وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون۔

پھر دوسرے اور تیسرے معنی لکھے ہیں اس میں مدعیان رجعت تیسرے معنی کو ترجیح دیتے ہیں اور مولوی احمد علی صاحب نے بھی تیسرے معنی پر زور دیا ہے۔ جمہور مفسرین پہلے معنے کے موید ہیں۔ اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ بھی ہمارے دعوے کی موید ہے جو امام ترمذی نے روایت کی ہے اور مشکوٰۃ کتاب الفتن فی جامع المناقب (ص ۵۰۹) پر درج ہے اور یہ حدیث تفسیر ہے اس آیت متنازعہ فیہ کی جیساکہ رسول کریم صلعم نے اس حدیث میں اس آیت سے مندرجہ سے استدلال فرمایا ہے۔ ویسا ہی امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے استدلال فرماکر موتیٰ کے عدم رجوع بدنیا کو اس سے ثابت کیا ہے۔ اب کس قدر تقویت اس قول کو ہے۔ پھر دیگر آیات قرآن کریم بھی اسی کی موید ہیں۔

(۱) اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الخ (س زمر ع) اس میں صاف قانون اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ جب موت وارد ہوگئی اس کی روح کا امساک ہو جاتا ہے۔ اسکو اللہ تعالیٰ واپس دنیا میں نہیں چھوڑتا۔ موت خواہ عذاب کے ذریعہ ہو خواہ طبعی طور پر بغیر عذاب سے سب کو موت ہی کہا جاتا ہے عذاب سے مرنے کا کوئی جدا نام نہیں۔

(۲) حتیٰ اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون (س المومنون)

یہ آیت صاف شہادت دیتی ہے کہ موت کے بعد برزخ ہے قیامت تک اور لفظ کلا، سے اللہ تعالیٰ رد فرماتا ہے ان کی استدعا کو (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۹) دیکھو رجوع قیامت تک موتیٰ کا نہیں ہوگا اس سے ایک اور مسئلہ بھی حل ہوگیا تشیع کہتے ہیں جو عذاب سے ہلاک ہوں وہ واپس نہ آوینگے۔ مگر محض مومن اور محض کافر واپس آسکتے ہیں۔ اور آئینگے حالانکہ یہ اُن لوگوں کا تذکرہ ہے جو عذاب سے ہلاک یا فوت نہیں ہوئے غور کرو حتیٰ اذا جاء احدھم الموت الخ پر یہ اپنی طبعی موت سے مرنیوالوں کا ذکر ہے۔ جناب امامیہ کے معتقدات پر ایک اور سخت اور زبردست حملہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب انھوں نے یہ اصول تراشا کہ محض مومن اور محض کافر واپس ہونگے یعنی اُن کی رجعت ہوگی[۱] اور ہلاک شدگان بعذاب رجوع نہ کرینگے۔

[۱] رسالہ رجعت مجلسی
[۲] ایک اور اعتراض تشیع کے مفروضات پر عائد ہوتا ہے (بقیہ صفحہ ۲ پر)

پھر یہ بھی روایات ائمہ میں مذکور ہے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ وغیرہ بھی سزا کے لئے زندہ کئے جاوینگے۔ حالانکہ دوسری روایت میں وارد ہے کہ عمرؓ عذاب سے ہلاک ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت **فاطمہ زہرا** رضی اللہ عنہا نے اس کے لئے بد دعا کی تھی اور اسی بد دعا کے اثر سے ابو لولو کے خنجر سے وہ ہلاک ہوا۔ پس یہ تناقض ان کے فرضی معتقدات پر بڑا حرف ہے۔ ملا باقر مجلسی صاحب روایات مختلفہ کا جب جواب نہ دے سکے تو ٹال گئے اور کہا کہ بھلا ایمان رکھو بعض پر اگرچہ عقل اس روایت کو دھکے دیتی ہو۔ (باقی دارد)

(بقیہ نوٹ صفحہ اول) کیونکہ بموجب مسلمات علمائے متکلمین امامیہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نہ محض مومن تھے نہ محض کافر بلکہ بایت نافی الباب وہ منافق ان کے مسلمات سے تھے۔ پس انکا رجوع اس اصول فرضی کی رو سے باطل ہوا۔ مولوی صاحب اپنے علماء کی کتابوں کو دیکھ کر اس کا جواب دیں کیونکہ وہ اس اعتراض کو تاڑ گئے اور اسی واسطے برخلاف اپنے ملا باقر مجلسی کے حشر پر کافرین کے ہمراہ اشد منافقین کا جملہ جڑ دیا جو بیچارے مجلسی کو ذہول ہو گیا تھا۔

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

مغربی میدان جنگ

لنڈن یکم نومبر۔ پیرس کا ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ علاقہ ٹاہیور میں طرفین کی پوزیشنوں میں کوئی تبدیلی آئے بغیر لڑائی جاری رہی صرف ہم نے مزید غیر مجروح قیدی گرفتار کئے۔

فیلڈ مارشل سر جان فرنچ اپنے ایک مراسلہ مؤرخہ ۲۹ر اکتوبر میں رقمطراز ہیں۔ کہ ہم نے ییپرس کے مشرقی علاقہ پر شدید گولہ باری کی۔

سوائے اسکے بوجہ بارش اور سیلابی موسم کے طرفین کے توپخانہ نے گذشتہ چند روز میں بہت کم سرگرمی دکھلائی۔ دونوں طرفوں نے سرنگوں کی سرگرمی جاری ہے۔ لوس کی لڑائی میں جو جرمن بٹالین شامل ہوئی تھیں اُن کے نقصانات کی فہرست سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکی کل طاقت کا ۸۰ فیصدی نقصان ہوا

لنڈن ۲ر نومبر۔ پیرس کا کل شام کا اعلان مظہر ہے۔ کہ جرمنوں نے علاقہ لوسا ٹراہڈ میں شدید گولہ باری میں ایک زبردست حملہ کرنا چاہا۔ لیکن ہمارے توپخانہ نے ان کی اس تجویز کو آغاز میں ہی رد کر دیا۔

شمپین میں جرمنوں نے پہاڑی نمبر ۱۹۳ اور ٹاہیور کے درمیان کے تمام فرنٹ پر ہماری پوزیشنوں پر شدید گولہ باری کی اور پیدل فوج نے خندقوں میں سیڑھیاں لگا دیں۔ ہمارے توپخانہ اور کلدار توپوں نے حملہ کے امکان کو فوراً دور کر دیا۔

ایک بھاری زلزلہ

لنڈن یکم نومبر۔ ایک بھاری زلزلہ کی آمد ریکارڈ کی گئی ہے۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ یہ جاپان میں یا اس کے نزدیک کہیں آیا ہے۔

سربیا میں دشمن کی ترقی

شملہ ۲ر نومبر۔ سکریٹری آف سٹیٹ کی طرف سے ۲۱ر اکتوبر کی حسب ذیل تار حضور وائسرائے کو موصول ہوئی ہے:۔

آسٹریا اور جرمنی کی افواج سربیا کے بڑے اسلحہ خانہ کرگجنی وائز سے ۱۰ میل کے فاصلے اندر ہیں۔ ماجارنی لیش کے شمال مشرق میں ۲۰ میل کے فاصلے پر واقع ایک مقام تک پہنچ گئی ہیں۔ اور انہوں نے درہ کار فنک پر جو اسکب کے شمال مغرب میں ۱۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔ قبضہ کر لیا ہے۔ سربیوں کا بیان ہے۔ کہ ان کی فوج پیروٹ کی محافظت کرتی ہوئی اس شہر کی پشت پر ہٹ آنے کے لئے مجبور ہوئی ہے۔

شمپین میں شدید جنگ

فرانسیسی رپورٹ مظہر ہے۔ کہ جرمنوں نے شمپین میں ایک زبردست حملہ کیا پانچ میل کے فاصلہ پر زبردست ترین گولہ باری کے بعد ٹاہیوری پہاڑی پر پیدل فوج کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ جو زیادہ تر روسی میدان جنگ سے لائے ہوئے سپاہیوں سے مشتمل تھی ایک باقاعدہ حملہ کیا۔ باوجود حملے کی سختی اور دشمن کے بیباکی سے لڑنے کے دشمن نے ایک دفعہ پر شکستہ فاش کھائی حملے کی لہریں جنکو فرانسیسی آتشباری نے تباہ کر دیا۔ صرف پہاڑی ٹاہیوری کی چوٹی پر پہنچنے میں ہی کامیاب ہوئیں۔ باقی ہر جگہ جرمن مکمل طور پر پسپا کئے گئے۔ اور اپنی خندقوں میں دھکیل دیئے گئے۔ اور بعد ازاں بعد چار اور حملے کئے گئے لیکن فرانسیسی توپخانہ اور پیدل فوج کی بندوقوں کی آتشباری نے حملوں کو روک دیا۔ اور جرمنوں کو شدید نقصان کے ساتھ منتشر حالت میں پسپا کر دیا

روسی میدان جنگ

روسی رپورٹ مظہر ہے۔ کہ ریگا کے جنوب میں جنگلی علاقہ میں لڑائی ہو رہی ہے۔ اور علاقہ ڈونسک میں توپخانوں کی جنگ ہوئی دریائے سٹر پر دشمن نے جارحانہ روش اختیار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پسپا کئے گئے۔

اطالوی میدان جنگ

اطالوی رپورٹ مظہر ہے۔ کہ آسٹریوں نے کئی ناکامیاب حملے کئے۔ اور محاذ اسونزو پر توپ خانوں کی کئی شدید لڑائیاں ہوئیں۔ اور طرفین نے پیدل فوج سے حملے کئے۔

اتحادی بیڑوں نے بحیرہ ایجین میں بلغاری ساحل پر گولہ باری کی۔

پریزیڈنٹ ولسن کی شادی

لنڈن ۲ر نومبر۔ نیویارک۔ اعلان کیا گیا ہے۔ کہ پریزیڈنٹ ولسن کی شادی ماہ دسمبر کے اخیر میں دلہن کے مکان پر ہوگی رسم نہایت خاموشی سے ادا کی جائیگی۔ اور صرف رشتہ داران کو مدعو کیا جائیگا۔

جرمنی میں گرانی

لنڈن ۲ر نومبر۔ اسٹاک ہوم۔ اخبار دارورانش رقمطراز ہے۔ کہ سوشلسٹ پارٹی کی کمیٹی نے چانسلر سے درخواست کی ہے کہ فوراً پارلیمنٹ کا ایک اجلاس منعقد کرے۔ کیونکہ اشیا کے نرخ کا سوال اور محاصرے کی حالت پر بہت جلد غور ہونا چاہئے۔

اس اعلان کے بعد جرمن اخبارات میں اشیاء کی گرانی کی سخت شکایات شایع ہو رہی ہیں۔ جرمن اخبارات نے کھلے طور پر لکھا ہے کہ مزدوروں میں ضروریات زندگی کی قلت کی وجہ سے سخت بے چینی اور غصہ پھیل رہا ہے۔

اتحادیوں کا عزم بالجزم

لنڈن ۲ر نومبر۔ پیرس۔ مسٹر برانیڈ اپنے عہدے کا چارج لیتے وقت جاری کردہ اعلان کے جواب میں اتحادیوں کے تمام وزراء امور خارجیہ نے لکھا ہے۔ کہ اتحادیوں کو جو خوشنما جانت باہم متحد کرتے ہیں وہ متحدہ افواج کی آزادی اور حقوق کی مشترکہ جنگ اور اتحادی ممالک کے لوگوں کے باہم اتحاد سے جنکی صرف ایک ہی خواہش ہے۔ اور وہ آخری فتح حاصل کرنا ہے اور بھی مضبوط ہو گئے ہیں۔

صلح کی کوشش کی تردید

لنڈن ۲ر نومبر۔ سٹینڈرڈ۔ وزیر اعظم نے اس امر سے انکار کیا ہے کہ جرمنی کیطرف سے سپین کی پارلیمنٹ صلح کے لئے نامہ پیام کر رہی ہے۔

مانٹی نیگرو کی بہادر سپاہی

لنڈن ۳ر نومبر۔ اخبار سٹین کا نامہ نگار مقیم میدان رقمطراز ہے کہ وائٹ گراڈ کے جنوب مشرق میں مانٹی نیگرویوں نے جو فتح حاصل کی وہ درحقیقت اہم ہے۔ جو ۵ سو اور ۲۰۰ قیدی گرفتار کئے گئے ہیں اور ۰۰ مقتولین کی لاشیں اٹھائی گئیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
نومبر ۱۹۱۵ء نمبر ۶

جلسہ سالانہ کیلئے ابھی سے تیار ہونا چاہئے

سالانہ جلسہ میں اس وقت صرف ڈیڑھ ماہ کا عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ جو بظاہر ایک طویل عرصہ نظر آتا ہے۔ لیکن ان فرائض اور ذمہ واریوں کو پیش نظر رکھ کر جو ہمارے اس قومی اجلاس سے وابستہ ہیں یہ یقینا ماننا پڑیگا کہ یہ مدت ان سب کی ادائیگی کے لئے بہت ناکافی ہے۔

ہمارا جلسہ کوئی پولیٹیکل جلسہ نہیں جس میں ہمیں صرف چند ایک ریزولیوشن پاس کر لینے کی ضرورت ہو اور جس میں شمولیت کسی سیاسی پیچیدگی اور الجھن کا باعث ہو۔ یہ جلسہ کیا ہے۔ یہ اجتماع ہماری روحانی کمزوریوں اور قومی نقصانات کے مٹانے اور آپس کے تبادلہ خیالات سے باہمی غلط فہمیوں کو دور کرنے اور ان کی جگہ ایک نیا دینی جوش قومی ترقی و بہبودی اور باہمی تعلقات کے بڑھانے کا فوری سامان ہے سال بھر تک دوستوں سے جدا اور دور رہ کر ایک دوسرے کے روحانی فیض سے محروم رہنے کے بعد اگر کوئی شخص اس سالانہ قومی اجتماع سے بھی اپنی دینی ترقی اور قومی بہبودی کا سامان حاصل نہیں کرتا تو بتاؤ اس سے زیادہ بدنصیب اور کون ہے۔

آؤ ذرا ان ذمہ داریوں کو گنو جو اسلام اور احمدیت نے ہم پر عائد کی ہیں اور جن کا نگاہ رکھنا اس قومی اجلاس پر بالخصوص نہایت ضروری ہے۔

ہمارا سب سے پہلا کام جو حضرت مسیح موعود کی بعثت کا مقصد اولین تھا۔ اسلام کو چار دانگ عالم میں پہنچانا اور غیر مذاہب کے حملوں سے اس کی مدافعت کرنا ہے۔ اس میں تو شک نہیں کہ جماعت احمدیہ نے اپنے اس مقصد کو پورا کرنے میں کسی قدر مستعدی دکھلائی ہے۔ اور ہمارے بہت سے قابل افراد اپنی قیمتی زندگیاں اس پاک کام میں وقف کر چکے ہیں۔ لیکن یہ کام صرف چند افراد کا ہی نہیں بلکہ اس کے لئے ایک مجموعی طاقت اور متحدہ قوت صرف کرنے کی ضرورت ہے۔ صرف انگلستان اور یورپ میں ہی کسی مشن کا قائم ہو جانا اور بحمد اللہ مستحکم بنیاد پر قائم ہو جانا ہمارے فرائض کو پورا نہیں کر دیتا ہمیں اس وقت اپنے انگلستانی مشن کی کامیاب حالت کو دیکھ کر غافل اور فارغ البال نہیں ہو جانا چاہیئے یہ مشن اور اس کے خوشگوار نتائج تو ہم سے اور بھی بہت سے کمال الدین اور صدر الدین چاہتے ہیں۔ اس وقت ضرورت ہے کہ ہم میں سے بہت سے نوجوان اٹھ کھڑے ہوں اور مختلف بلاد ہندوستان و بیرون از ہندوستان میں نکل جائیں اور اس اسلامی فرض کو جو مسیح موعود کی بیعت کرنے سے انھیں کے ذمہ واجب الادا ہے پورا کریں۔ ہمارا سالانہ جلسہ ہمیں بتائیگا کہ ہم اس فرض کو کیسے سہولیت کے ساتھ سرانجام دے سکتے ہیں۔ اور ہمیں کن ذرائع سے کام لیکر اپنی اس ذمہ داری سے آسانی کے ساتھ سبکدوش ہونا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک احمدی اپنی اپنی جگہ حسب استطاعت کچھ نہ کچھ جدوجہد کرتا ہی رہتا ہے لیکن تبلیغ اسلام کا کام نری انفرادی کوششوں سے ایسی جلدی اور آسانی کے ساتھ سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ جس قدر کامیابی اور سہولت کے ساتھ ایک مرکزی انجمن کے ماتحت بارآور ہو سکتا ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہماری ان تمام مبلغانہ کارروائیوں کے لئے بطور ایک مرکزی انجمن کے ہے اسلام نے ہمیں ہر ایک شعائر دین میں اپنا ایک امام مقرر کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ابتدائے اسلام سے لیکر اسلامی عروج کے انتہائی زمانہ تک ہمیشہ مسلمانوں کے تمام قومی کام ایک قومی بیت المال اور مجلس شورے کے ماتحت ہوتے تھے اسی غرض کے لئے حضرت مسیح موعود نے جماعت کے تمام انتظامی معاملات ایک انجمن کے سپرد کئے۔ اور اس کی رائے کو قطعی قرار دیا۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام آپ ہی کی وصیت کے مطابق انہی اصولوں پر قائم ہے جو آپ نے تجویز فرمائے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ اپنی مبلغانہ کوششوں کو اس انجمن کے ماتحت ہو کر سرانجام دیں۔ اور اس کے پاک مشوروں سے مستفید ہو کر دنیا میں وہ کام کریں جو لیظہرہ علی الدین کلہ کی غرض و غایت کو پورا کرنیوالا ہو۔ اس کے لئے آؤ اور دیکھو کہ تمھیں اس جلسہ سالانہ پر کیا کچھ سکھایا جاتا ہے۔ یہ جلسہ ہمیں بتائیگا کہ ہم نے اپنے فرض کو سرانجام دینے میں اس وقت تک کیا کچھ کیا ہے۔ اور آئندہ ہمیں کیا کچھ کرنا باقی ہے اور اس کے لئے کسقدر طاقت اور افراد کی ضرورت ہے۔

اسلام کی اشاعت کے لئے جسمانی جدوجہد کے بعد دوسرا مرتبہ قربانی کا ہے۔ یہ ایک ظاہر بلکہ اظہر من الشمس بات ہے کہ اشاعت اسلام میں نری جسمانی کوشش ہی کوئی کام نہیں دے سکتی۔ جب تک کہ اس کے ساتھ کافی مالی امداد نہ ہو بلکہ قرآن نے تو جاھدوا باموالکم وانفسکم کہہ کر مال کو جان سے مقدم کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ہمیں اس بارہ میں کس قدر زیادہ جدوجہد سے کام لینا چاہیئے۔ مجھے اس پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں احمدی دوستوں کو مالی قربانی کی ضرورت جتلانا گویا نصف النہار میں چراغ روشن کرنا ہے۔ مجھے یہ بھی بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہمارے تمام اموال جو دینی اغراض کے لئے وقف ہوں اسی ایک مرکزی انجمن اور بیت المال میں جمع ہونے چاہئیں۔ جہاں سے تمام قومی ضروریات کے پورا کرنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ہماری قومی بہبودی اسی ایک بات میں مضمر ہے کہ ہم باجماعت کام کریں اور باجماعت اخراجات کرنے میں کوشاں ہوں۔

یہ دو امور جن کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے ان اہم ذمہ واریوں کا جزو اعظم ہیں۔ جو درحقیقت انہی دونوں سے پیدا ہو کر تمام قوم پر عائد ہوتی ہیں۔ اور جن کی ادائیگی کا ایک بہت بڑا موقع ہمارا سالانہ جلسہ ہو سکتا ہے۔ اس موقع پر اگر کافی جدوجہد اور کوشش سے کام لیا جائے اگر ان تھوڑے سے ایام میں جو ابھی جلسہ میں باقی ہیں احباب بیرونجات بہت سے احمدی و غیر احمدی صاحبان کو اپنے ساتھ لانے پر مستعد کریں ان سے مالی امداد لینے کی کوشش کریں اپنے بچھڑے ہوئے اور گم کردہ راہ بھائیوں کو خدا کے مسیح کی مخلصانہ جدوجہد اور پاک نصائح سننے اور اپنی غلطیوں پر متنبہ ہونے یا ہمیں متنبہ کرنے پر آمادہ کریں تو ہمارا خیال ہے کہ اس سالانہ جلسہ کے تین چار ایام میں ہی نہ صرف اسلام کی نصرت و امداد کے لئے وہ کچھ کیا جا سکتا ہے جو سال بھر کی کوششوں سے متصور نہیں۔ بلکہ ہمارے موجودہ اندرونی تنازعات کا بھی بہت حد تک تصفیہ ہو سکتا ہے۔

پچھلے سال جس بات نے ہمیں سخت رنج اور دکھ پہنچایا اور قادیان سے جن استبدادی کارروائیوں نے ایک نہایت برا نمونہ ہمیں دکھایا وہ جماعت محمودیہ کو لاہور آ کر اپنے پرانے احمدی احباب سے ملنے ایمان کی باتیں سننے سے منع کرنا تھا۔ ہمیں اس بات کا کچھ رنج نہیں کہ ہمارے جلسہ میں تھوڑے لوگ گئے اور قادیان میں زیادہ ہجوم تھا کثرت پر ناز کرنا یا قلت کا رونا رونا یہ ہمارا کام نہیں۔ یہ کام انھیں لوگوں کو مبارک رہے جو آج صرف قلت افراد کے خلاف کسی صداقت کی بنیاد عقائد پر نہیں بلکہ کثرت افراد پر رکھتے ہیں۔ ہم تو بحمد اللہ اس قلت میں ہی راضی ہیں جو قلیل من عبادی الشکور کا ...

سرٹیفکٹ دلاتی ہے۔ مگر ہاں اس بات کا رنج ضرور ہے کہ مسیح موعود کے نام لیواؤں کی ایک بہت بڑی تعداد شرک وضلالت کے ناپاک گڑھے میں اندھا دھند گرتی چلی جارہی ہے۔ اور کسی متنبہ کرنے والے کی آواز پر کان نہیں دھرتی۔ آہ اس اولاد پرستی کا ستیاناس ہو جس نے محبت اہلبیت کا غالیانہ اعتقاد رائج کیا۔ اور دنیا میں شیعیت نے اس قدر زور پکڑا کہ آج اس آزادی اور عقل ودانش کی روشنی کے زمانہ میں بھی کسی کا کسی کی اولاد ہونا اس کی اندھی تقلید کی کافی وجہ گردانا گیا۔ اور اس کے خطرناک نتائج پر کوئی توجہ نہ کی گئی۔

الغرض گذشتہ سال ہمارے خلاف لوگوں کو اکسانے اور ہم سے نہ ملنے کے جو سامان کئے گئے ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے احباب اس سال اسی وقت سے ان کا دفعیہ کرکے اپنے ساتھ بہت سے افراد محمود یہ کو لے کر آئیں اور انھیں دکھائیں کہ **خدام مسیح** کے خلاف ان کو کن خطرناک راہوں پر چلایا جارہا ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی کو قادیان جانے سے روکا جائے اور وہاں جاکر کچھ سننے سے منع کیا جائے ہمارے نزدیک ایسا کام کرنیوالا اپنے بطلان کی خود شہادت دیتا ہے لیکن ہاں کم از کم اتنی کوشش تو قرین انصاف اور ضروری اور لازمی ہے کہ انھیں بتایا جائے کہ تمھارا یہ فرض ہے کہ لاہور جاکر اپنے پرانے احباب سے پوچھو کہ کن ناجائز عقائد اور برتاؤ نے انھیں قادیان کے چھوڑنے پر مجبور کیا۔ کیا ہمارے دوست اور بیرونجات کی تمام جماعتیں اس نیک اور اہم کام کو مستعدی کے ساتھ سرانجام دیکر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی واعانت کرنے اور موجودہ کفر وضلالت کے دور کرنے میں کوشاں ہونگے۔

ہم نے مذکورہ بالا سطور میں چند ضروری اور اہم فرائض متعلق جلسہ سالانہ کیطرف نہایت مجمل پیرایہ میں اشارہ کیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ ہمارے احباب ان چند باتوں کی سرانجام دہی میں ابھی سے کوشاں ہوکر اپنی قومی بہبودی اور ترقی وفلاح کا سامان کرینگے اور اس آنے والے جلسہ میں نہ صرف اپنی آئندہ ضروریات کو معلوم کرکے انھیں پورا کرنے کا تہیہ کرینگے بلکہ بزرگان ملت اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے پرمعارف کلام سے مستفیض ہوکر اپنی روحانی ترقیات کے لئے بھی ایک تازہ جوش لے کر جائینگے۔

نوٹ اور ریمارکس

ایک مسیحی مشن کا کام

مسیحی آرگن کرسچین ہیرلڈ مغربی افریقہ کے ایک عیسائی پریسبیٹرین مشن کی رپورٹ دیتا ہوا لکھتا ہے کہ اس مشن نے وہاں کے مقام ایلیانی میں بارہ برس میں سات سو عیسائی بنائے۔ اور پچیس سو ڈالر طلائی جمع کیا۔ یہ مشن اس وقت ۱۰۷ پادریوں اور بائیبل پڑھنے والوں کی پرورش کرتا ہے۔ قریبا ۷۰ دیہاتی مدرسے اس کے خرچ سے چل رہے ہیں۔ جن میں چار ہزار طلبا تعلیم پاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اخبار مذکور بتاتا ہے۔ کہ اس مشن میں اس وقت ۲۲۹ ممبر شامل ہیں اور چندہ دہندگان کی تعداد پندرہ ہزار ہے۔ عیسائی مشنوں کی اس قدر زبردست طاقت اور مالی امداد کے ساتھ یہ رفتار جو اوپر بتائی گئی ہے۔ اگرچہ بہت سست اور حوصلہ شکن ہے لیکن اخبار مذکور شاکی ہے۔ کہ عام لوگ ان رپورٹوں کو بھی غلط اور ناقابل اعتبار سمجھتے ہیں لیکن تاہم ہمیں دیکھنا چاہئے کہ مسلمانوں نے بالمقابل اسلام کی اشاعت میں کہاں تک ہاتھ بٹایا ہے۔ مغربی افریقہ عیسویت کی نسبت اسلام کو بہت کچھ کامیابی حاصل ہوسکتی ہے اور خود عیسائی مشنریوں کو اس بات پر تعجب رہتا ہے کہ مسلمانوں کی کوئی باقاعدہ جدوجہد نہ ہونے کے باوجود ان کے بالمقابل مسیحیت کی دال نہیں گلتی۔ اور یہی باعث نہ یادہ تر ان رپورٹوں کے ناقابل اعتبار ہونے کا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کو دیکھنے کے باوجود مسلمان جان بوجھکر اغماض کرتے ہیں۔ اور نہ کوئی باقاعدہ مشن وہاں بھیجنے کا سامان نہیں کرتے۔ خدا کرے اشاعت اسلام کالج ہماری ان دیرینہ خواہشات کو پورا کرنے کا باعث ہو۔

ایک اور مسیحی مشن لاہور میں

عیسائیوں کے سینکڑوں مختلف فرقہ جات اپنے اپنے اصولوں کی اشاعت میں جانی ومالی قربانی سے حتے الوسع دریغ نہیں کرتے اور جہاں کہیں موقعہ بن پڑتا ہے۔ پہنچ ہی جاتے ہیں۔ انہی میں سے ایک فرقہ انجیل کی اس روایت کے مطابق جو مسیح کے حواریوں پر پاک روحوں کے نازل ہونے اور ان کے مختلف بولیاں بولنے کے متعلق اعمال باب آیت میں بیان کی گئی ہے۔ ناچنا ضروری سمجھتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ اس سے پاک روحیں نازل ہوتی اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اسی قسم کے ایک فرقہ کے دو مشنری آجکل امریکہ سے لاہور آئے ہیں۔ جنکا ارادہ ہے۔ کہ پنجاب میں اپنے مشن کا کام کریں۔ ان دونوں میں سے ایک کا نام ڈاکٹر مین ہے۔ جو لاہور میں ایک شفاخانہ کے ہسپتال کے ذریعے تبلیغی کام کرینگے۔ اور دیہاتوں اور قصبوں میں بھی وعظ کرینگے۔ قطع نظر اس بات کے کہ اس فرقہ کو کہاں تک کامیابی حاصل ہوگی۔ ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ ان آئے دن کے مسیحی اور دیگر مذاہب کے حملوں کی بالمقابل مسلمانوں کی طرف سے کوئی سامان مدافعت نہیں اگرچہ لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے وجود سے بہت کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے اور اسلام کے لئے خوب مدافعت کی جاسکتی ہے لیکن عوام کا اس انجمن سے بھی فائدہ نہ اٹھانا اور حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب کے روزانہ درس قرآن کریم میں ان کی کمی شمولیت بہت قابل افسوس ہے۔ قرآن کریم کو جب مسلمان خود ہی پڑھنا نہیں چاہتے۔ تو انھوں نے غیروں کو کیا سکھلانا ہے۔ اور انہیں کیا جواب دینا ہے۔ پھر دیہات کی جو کچھ حالت ہے۔ وہ تو ظاہر ہے۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے!

اس نمونہ سے سبق لو

مذہبی تعلیم یا یونیورسٹی کے عنوان سے

ہمعصر سراج الاخبار جہلم مسلم یونیورسٹی کے متعلق موجودہ مناقشات پر ریویو کرتا ہوا رقمطراز ہے "ہمارے ناقص خیالات کے مطابق مسلمانوں کو زیادہ ضرورت مذہبی تعلیم کی ہے۔ آگے بی اے ایم اے مسلمانوں نے کون سے مذہبی کام کئے جواب کرینگے۔ وہ تو ملازمت اور برتری حاصل کرنے کے لئے مرتے ہیں۔ مگر مذہب کا خدا حافظ سب سے اول ضروری چیز مسلمانوں کے لئے مذہب کی حفاظت اور اشاعت ہے۔ جیسے کہ مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی انگلینڈ میں کام کررہے ہیں۔ اسی قسم کا کام جملہ مسلمانوں کو کرنا چاہیئے۔ یعنی انڈیا میں گھر گھر اول مذہبی تعلیم کا بندوبست کرنا چاہیئے اس کے بعد یونیورسٹی اپنی بنوانی چاہیئے۔ مگر ہم تو ایسی یونیورسٹی کے قائل نہیں ہوسکتے جہاں مذہب کی تعلیم کا کوئی بندوبست نہو۔ اور عوام مسلمان صرف نوکریوں اور سارٹیفکٹوں کے لئے مرتے پھریں۔ ضرورت ہے کہ دین خدا اور رسول کو کسی طرح سے تقویت دی جاوے۔ اس بات کی ضرورت نہیں کہ فقط رومی ٹوپی پہنکر لیڈر بن جاویں اور مسجدوں اور مسلم سکولوں کے ہال کمروں میں پتلون اور بوٹ ڈانٹ کر سگرٹ نوشی کو اسلامیت قرار دیں۔ حیف ہے ایسی یونیورسٹیوں پر کہ مسلمان بچوں کے اخلاق اور عادات بگڑتے جاویں اور ہمکو اس کی پرواہ نہو"

ہمعصر موصوف کی یہ رائے واقعی قابل قدر ہے اور ضرورت ہے کہ اس وقت ان چند بزرگوں سے جنہوں نے مروجہ تعلیم کیساتھ دینی تعلیم پاکر اشاعت اسلام کی نہایت اعلیٰ خدمات سرانجام دی ہیں سبق لیکر ان کے نمونہ کی پیروی کی جاوے۔

جناب میر صاحب کا حد سے بڑھنا

(۷)

از جناب حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب
اسسٹنٹ سرجن کامل پور

اسلام اور احمدیت کی تاریخ میں خلافت فضل عمری کے زمانہ کی خواب بازی بھی ایک عظیم الشان یادگار بنکر آنے والی نسلوں کے لئے کشت زعفران کا کام دیا کریگی۔ حضرت مسیح موعود کے خوارق میں سے میں ایک یہ بھی سمجھتا ہوں کہ آپ نے ایسے خواب بینوں کا حقیقۃ الوحی لکھ کر خوب علاج کیا۔ "جو کاتا اوہے دوڑی" کی مثل کو زندہ کیا کرتے ہیں۔ خواب میں کچھ نظر کیا آگیا کہ اس کو قرآن کی طرح نص شرعی بنا لیا اتنا نہیں سمجھتے کہ کسی غیر مامور کی خواب قرآن وحدیث کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتی ہے پھر خوابوں کی بعض وقت ایسی عجیب وغریب اور دور از قیاس تعبیریں ہوتی ہیں کہ عقل انسانی گرداب حیرت میں جا پڑتی ہے اور بعض وقت تو تعبیر بالکل اُلٹی ہوتی ہے۔ الغرض خوابوں کا رنگ بالکل متشابہات کا ہوتا ہے۔ جس کی تعبیر قبل از وقت یقینی طور پر سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا جب تک کسی رویا کی تعبیر معرض وقوع میں نہ آجائے اُس وقت تک یقینی حکم لگانا نہایت خطرناک راہ ہے۔ اور **متشابہات کی پیروی ہے** جس پر قرآن کریم نے فی قلوبھم زیغ کا فتویٰ لگایا ہے یعنی ایسے لوگوں کے دلوں میں کجی ہوتی ہے سو وہ کبھی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتے پس غیر مامور کی خوابوں پر زور دینا کس قدر دور از حقیقت کام ہے۔ حضرت مسیح موعود پر خدا کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں آپ نے جماعت کو خواب بازی کے فتنہ سے بچانے کے لئے ایک مستقل کتاب حقیقۃ الوحی لکھ دی۔ جس کے پہلے ہی صفحہ پر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"بعد ہذا واضح ہو کہ مجھے اس رسالہ کے لکھنے کے لئے یہ ضرورت پیش آئی ہے کہ اس زمانہ میں جس طرح اور صدہا طرح کے فتنے اور بدعتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی **ایک بزرگ فتنہ پیدا ہو گیا ہے** کہ اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ کس درجہ اور کس حالت میں کوئی خواب یا الہام **قابل اعتبار ہو سکتا ہے** اور کن حالتوں میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ شیطان کا کلام ہو نہ خدا کا اور حدیث النفس ہو نہ حدیث الرب یاد رکھنا چاہیئے کہ شیطان انسان کا سخت دشمن ہے وہ طرح طرح کی راہوں سے انسانوں کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ **ایک خواب سچی بھی ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو۔** اور ممکن ہے کہ ایک الہام سچا ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو۔ کیونکہ اگرچہ شیطان بڑا جھوٹا ہے لیکن کبھی سچی بات بتلا کر دھوکا دیتا ہے تا ایمان چھین لے۔ ہاں وہ لوگ جو اپنے صدق اور وفا اور عشق الٰہی میں کمال درجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ اُن پر شیطان تسلط نہیں پا سکتا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان عبادی لیس لک علیھم سلطٰن۔ سو ان کی نشانی یہ ہے کہ خدا کے فضل کی بارشیں اُن پر ہوتی ہیں اور خدا کی قبولیت کی ہزاروں علامتیں اور نمونے ان میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ ہم اس رسالہ میں انشاء اللہ ذکر کرینگے۔ لیکن افسوس کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ ابھی شیطان کے پنجے میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی **اپنی خوابوں اور الہاموں پر بھروسہ کر کے اپنے ناراست اعتقادوں اور ناپاک مذہبوں کو اُن خوابوں اور الہاموں سے فروغ دینا چاہتے ہیں بلکہ بطور شہادت ایسی خوابوں اور الہاموں کو پیش کرتے ہیں۔"**

آگے چلکر فرماتے ہیں "اور بعض ایسے بھی ہیں کہ چند خوابیں یا الہام ان کے جو ان کے نزدیک سچے ہو گئے ہیں۔ ان کی بنا پر وہ اپنے تئیں اماموں یا پیشواؤں یا رسولوں کے رنگ میں پیش کرتے ہیں"

بدقسمتی سے ہمارے میر حامد شاہ صاحب بھی اس (بقول حضرت مسیح موعود) "بزرگ فتنہ" میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ کچھ تو وہ خود بھی خواب بینوں میں سے ہیں۔ پھر اُن کو اپنی مکرمہ محترمہ ہمشیرہ کی خوابوں اور الہاموں پر بھی بڑا بھروسہ ہے لیکن سب سے عجیب تر بات یہ ہوئی ہے کہ مجھ عاجز ہیچمیرز نے ایک خواب دیکھی تھی جس میں میر صاحب کو خلیفہ بنتے دیکھا تھا۔ میر صاحب اس کو پکڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔ اور جب میں نے لاہور والوں کے متعلق اپنے مضمون میں میر صاحب سے کچھ بجا مطالبہ کیا تو آپ نے بجائے جواب باصواب دینے کے سوال از آسمان۔ جواب از ریسمان کی مثل کو زندہ کرتے ہوئے "میری" خواب شائع کر دی ہے مجھے تو خیال ہوا تھا کہ اس خواب پر اگر اتنا وثوق ہے تو میر صاحب اس خواب کو شائع کرنے کے بعد دوسرا کام یہ کرینگے کہ میاں محمود کے خلاف علم بغاوت بلند کرینگے۔ اور خلیفہ برحق ہونے کا دعوےٰ کرینگے مگر آپ ایک طرف میری خواب کو سچا مان کر اسے اپنے مقبول بارگاہ الٰہی ہونے پر بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں دوسری طرف میاں محمود کی خلافت کی تعریف میں راگنی گا کر خواب کی صحت کو ہی مخدوش کر دیتے ہیں۔

میر صاحب پہلے اپنے نئے مرشد کو تخت خلافت سے اُتار لیں۔ پیچھے اس خواب کو پیش کریں۔ میر صاحب کی اس قسم کی متضاد حرکتیں حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ ایک طرف میری کمزوریوں پر جن کے لئے میں نے آسی خط میں ومما کے لئے لکھا ہے ہنسی اُڑائی ہے۔ دوسری طرف میری خواب کو ماموروں کی خواب کی طرح وہ مرتبہ دیا ہے کہ اسکو اپنے قرب الٰہی کا سارٹیفکیٹ بنا کر پیش کرتے ہیں پھر وہ خواب بھی جناب میر صاحب کے متعلق مفید مطلب نہیں۔ کیونکہ اس کے مطابق تو مولانا نور الدین صاحب کو چاہئے تھا کہ خلافت کی امانت جناب میر صاحب کو سپرد کرتے اور میر صاحب کمیت گھوڑے پر سوار ہو کر جس کی تعبیر میر صاحب قوت اور بزرگی کرتے ہیں قادیان جا کر عصائے خلافت ہاتھ میں لیتے اور قوت وبزرگی کے ساتھ ایوان خلافت میں براجتے مگر بدقسمتی سے ایسا نہوا مولانا مرحوم کو وفات کے وقت میر صاحب یاد تک نہ آئے میر صاحب سیالکوٹ بیٹھے انتظار ہی کرتے رہے کہ کب چودھری حاکم علی کمیت گھوڑا لے کر آتے ہیں۔ اُدھر خلافت کے جھٹ پٹ سجدے بھی ہو گئے جس سے ساری ہی اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔ اور خلافت کی جو خوابیں آئی تھیں وہ مبدل بصد حسرت ویاس ہو گئیں جناب میر صاحب میرے خواب کے علاوہ آپ کی ہمشیرہ کا الہام بھی تو آپ کو خلافت دلاتا تھا اور جناب کو خود بھی تو کشف میں خلافت کا چوغہ پہنایا گیا تھا ان ساری خوابوں سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو خلافت آپ کو لاہور میں ملی تھی وہی حق تھی اور یہی میرے خواب کی اور آپ کے اپنے کشف کی تعبیر ہے۔ اگر آپ قادیان کے لفظ پر اڑتے ہیں تو حامد کی دیوار کو کیونکر پھاند جاتے ہیں جو استعارہ وہاں کام دے سکتا ہے وہی قادیان کو لاہور بنانے کا کام بھی دے سکتا ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں دمشق قادیان بن سکتا ہے تو میرے خواب میں قادیان لاہور کیوں نہیں بن سکتا۔

جب یہ امر مسلم ہے کہ خلافت آپ کو لاہور میں ہی ملی۔ اور قادیان میں اگر کچھ ملا تو ایک خلیفہ کی عبودیت کا مرتبہ ملا جس کی محبت میں آپ اس قدر محو ہوئے کہ سارے عقائد کو ہی خیرباد کہہ دیا اور اگر خلافت کو ہی رد کرتے ہیں تو میرا خواب آپ کے لئے کیا سند ہے۔ میں نے کب دعوے کیا تھا کہ میرا خواب یقینی امور میں سے ہے۔ خوابوں کو قرآن وحدیث پر مقدم کرنا یہ تو آپ کی نئی خلافت کی ہی [illegible]

ورنہ مسلمانوں کا مذہب ہمیشہ یہی رہا اور یہی رہیگا کہ خواب متشابہات میں سے ایک چیز ہے۔ سچی خوابیں بھی ہوتی ہیں مگر وہ بھی کچھ نہ کچھ متشابہات کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں۔ مگر ایک غیر مامور کی خواب میں ہوں یا آپ ہوں یا میاں محمود ہوں لازمی نہیں کہ سچی ہو۔ حدیث النفس بھی ہو سکتی ہے۔ اگر آپ اس کی تعبیر لاہور والی خلافت سے نہ کریں تو جہاں آپ کا چیخنے والا کشف گیا وہیں حشر میری رویا کا سمجھ لیجئے۔ اور اس سے پہلے میں خود جناب میر صاحب کی زبانی سن بھی چکا تھا کہ اُن کی ہمشیرہ صاحبہ کو خود جناب میر صاحب کے متعلق "امیر المومنین" کا لفظ الہام ہوا ہے۔

میر صاحب! کسی غیر مامور کی خواب پر نازاں ہونا دانشمندوں کا کام نہیں۔ حضرت مسیح موعود کے الہام اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء سے جو میر عباس علی لودھیانوی کے متعلق تھا میری خواب زیادہ مستند نہیں ہو سکتی۔ یہ بہت خوف کا مقام ہے۔ آپ کی ہمشیرہ مکرمہ کو بھی تو میرے متعلق سالہا[illegible] کے قریب الہام ہوئے تھے جن میں سے بعض میں سے میری نسبت بہت بڑے بڑے الفاظ ہیں کہیں بارگاہ الٰہی میں "مقبول" ہونے کی خوشخبری ہے کہیں مجھے حضرت موسیٰ سے نسبت دی ہے کہیں مرسلوں میں سے ہونے کا اشارہ ہے۔ جب آپ نے میری خواب کو شائع کیا تو کچھ وقعت اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے الہاموں کو بھی جو میرے متعلق تھے دے دیتے۔ کیونکہ وہ الہامات جب پہلے میاں صاحب کی حکومت کو غلط قرار دیکر آخر خدا کو مجبور کر دیتے ہیں کہ جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ گویا اب خدا بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ تو میرے متعلق وہ الہامات کیوں آپ کے نزدیک قابل وقعت نہیں۔ یہ تمام الہامات میرے پاس موجود ہیں۔ جن کو شائع کرنا میں ایک فضول امر سمجھتا ہوں۔ کسی کو شبہ ہو تو میں اُن کی نقل کرکے بھیج سکتا ہوں۔ مجھے حاشا وکلا ان میں سے کسی پر بھی ناز نہیں۔ کیونکہ من آنم کہ من دانم میں تو مقبولوں کے خاک پا ہونے کے لائق بھی نہیں۔ خواب اور الہام جو متشابہات میں سے ہیں ان پر میں کیوں کر ناز کر سکتا ہوں۔ جبکہ میں اپنے اعمال کو جو محکمات کی طرح ہر وقت میرے زیر نظر ہیں قبولیت بارگاہ صمدانی کے قابل نہیں پاتا۔ اور اگر آپ میری خوابوں پر بہت ہی حسن ظنی رکھتے ہیں تو میں نہایت افسوس سے عرض کرونگا کہ مجھے بعض ایسی خوابیں بھی آئی ہیں جو آپ کے پیر و مرشد میاں محمود کی خلافت کے خلاف ہیں۔ اگر آپ ان کو ماننے کے لئے طیار ہوں تو پہلی خواب کی طرح ان خوابوں کو بھی خط میں لکھ کر بھیج دوں۔ اور میاں صاحب کی خلافت کے خلاف تو یہ خواب بھی ہے

جس پر آپ نازاں ہیں۔ کیونکہ اگر آپ خلیفہ برحق ہیں تو میاں صاحب غاصب ہیں چاہیئے کہ آپ دعویٰ خلافت کریں۔ اور خلافت باطلہ کو مٹا کر خلافت حقہ کو قائم کریں۔ کیونکہ اس خواب کے مطابق خلافت کی امانت آپ کے سپرد کی جانی چاہیئے تھی نہ کہ کسی اور کے۔ وہ کیپٹن گھوڑا کہاں گیا جس پر آپ نے چڑھ کر "قوت اور بزرگی" کے ساتھ خلافت پر قبضہ کرنے جانا تھا۔ میرے بھولے بھالے میر صاحب اِن تعات کے سامنے خواب کوئی حقیقت نہیں رکھا کرتی۔ آپ کی معرفت اور علم کا جو اس قدر غلغلہ تھا وہ کہاں چلا گیا معاف کرنا یہ آپ کو کیا ہو گیا! کبھی آپ نے ٹھنڈے دل سے سوچا ہے۔ کیا مذہب کا دارومدار آپ نے میری تیری خوابوں پر ہی منحصر کر رکھا ہے۔

لیجئے آپ بڑے خوابوں کے دلدادہ ہیں تو ہم بھی مفتی محمد صادق صاحب کا ایک خواب سناتے ہیں اگر آپ نے اس کو نہ مانا تو پھر ہمیں ماننا پڑیگا کہ آپ نے "میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو" کی مثل کو زندہ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔

یعنی دل لگتی خوابوں کو مان لیا اور مخالف خوابوں کو رد کر دیا۔ دیانتداری کیا ہوئی دھڑے بازی ہوئی اور جو مخالف خوابوں کے ماننے کو طیار نہیں تو بزعم خود موافق خوابوں کے پیش کرنے کا بھی آپ کو کوئی حق نہیں۔ مفتی محمد صادق صاحب کی خواب یہ تھا جو انھوں نے خود مجھے سنایا کہ ایک مسجد ہے اُس میں احمدی جماعت جمع ہے۔ ایک لڑکا شور کر رہا ہے کہ خواجہ صاحب کو نکال دو اتنے میں حضرت مسیح موعود تشریف لے آئے آپ یہ شور سنکر بہت برہم ہوئے۔ آپ نے پہلے تو خود بدولت جناب مفتی محمد صادق صاحب کو اس شور کا بانی خیال کرکے کان سے پکڑ کر نکال دینا چاہا مگر مفتی صاحب چلا اُٹھے کہ "حضور میں ہوں صادق" اس پر آپ نے مفتی صاحب کا کان چھوڑ دیا۔ بعد ازاں اُس لڑکے کا جو خواجہ صاحب کو نکالنے کے لئے شور کر رہا تھا کان پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیا اور مسجد کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

یہ وہ خواب ہے کہ جو مفتی صاحب نے مولوی نورالدین کے زمانہ خلافت میں سنائی۔ ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب کو نکالنے کی کوشش کرنے والا وہی لڑکا ہے جو مولوی نورالدین صاحب کو خط دکھتا تھا کہ خواجہ صاحب کو نکال دو۔ خواب میں اس لڑکے کا یہ انجام دکھایا گیا کہ آخر کار وہ لڑکا خود نکالا گیا اور مفتی صاحب بھی اس کا ایسی کی وجہ سے گوشمالی میں آگئے[1]

اب اگر میر صاحب اس خواب کو نہ مانیں تو ان کا اختیار ہے کیونکہ یہ ایک غیر مامور کی خواب ہے جو حجت نہیں لیکن پھر ان کا بھی حق نہ ہوگا کہ کسی غیر مامور کی خواب کو بطور حجت کے دلیل میں پیش کریں۔ بلکہ خواب بازی کو ترک کرکے واقعات اور حقیقت پر بحث کریں جو اہل حق کا قاعدہ ہے۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
من از آفتاب ہستم ہمہ از آفتاب گویم

راقم خاکسار بشارت احمد عفی عنہ

میاں محمود احمد صاحب گدی نشین کی بیعت سے توبہ

مکرمہ ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرصہ تین یا چار ماہ کا ہوا کہ میں چند احباب کی تحریک سے قادیان گیا تھا۔ مگر گدی کے مجاوروں نے مجھے بغیر سوچنے سمجھنے اور دیگر حالات پر غور کرنے کے سخت مجبور کیا۔ کہ اول بیعت کر لو۔ اور بعد کو سوچ سمجھ اور دریافت کر لینا۔ میں چونکہ چنداں علمدار نہ تھا۔ بیعت کر لی۔ آج اتفاقاً میں صدر پشاور آیا۔ اور بابو ہدایت اللہ صاحب پوسٹ سرجنٹ سے ملکر جو میرے قدیمی مہربان اور اول اول سلسلہ احمدیہ کے لئے تحریک کا باعث تھے۔ اپنی بیعت کر لینے کا ذکر کیا۔ اُنہوں نے مجھکو میاں محمود صاحب کے گندے اور ناپاک عقائد جن پر عامل ہونے سے ایک مومن کافر بلکہ اکفر ہو جاتا ہے۔ اُن کی کتاب القول الفصل اور حقیقت النبوت سے بتائے۔ اور بہت سے حالات بابو صاحب نے بتائے۔ چونکہ اللہ و رسولؐ اور جناب مرزا صاحب مسیح موعودؑ کی تعلیم کے سراسر خلاف تھے۔ لہٰذا میں آج سے اس لغو بیعت اور گندے عقیدہ سے توبہ کرتا ہوں۔ والسلام۔ ۳ [illegible] ۱۵

راقم عبد العزیز نقلم خود از صدر بازار راولپنڈی

چند سوالوں کے جواب

گذشتہ سے پیوستہ

(۱۴) سوال۔ مسیح موعودؑ نبی کی تعریف کرتے ہیں کہ نبی اسکو کہتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کیطرف سے کثرت امور غیبیہ پر اطلاع پائے۔ مسیح موعودؑ نے وحی الٰہی میں کثرت سے حصہ پایا ہے یعنی کسی مجدد نے اس نعمت سے اس قدر حصہ نہیں پایا پہلے مجدد معمولی تھے مسیح موعودؑ کی بابت آنحضرتؐ نے کثرت سے پیشگوئیاں فرمائیں مسیح موعودؑ کو ہی صرف حدیثوں میں نبی اللہ کہا گیا ہے مسیح موعودؑ ہر ایک نبی کا دوبارہ روحانی ظہور ہے کیونکہ ان کو سب نبیوں کے نام ان کے الہام میں دیئے گئے ہیں۔ انہوں نے آنحضرتؐ کی اتباع سے نبوت حاصل کی۔ بنی اسرائیل میں کسی نبی نے حضرت موسیٰ کی پیروی سے نبوت حاصل نہیں کی۔ ذ[illegible] مجھے معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل میں کوئی امتی نبی تھا جس کو شریعت نہیں ملی تھی۔ اب [illegible] کے لئے

[1] مسجد سے نکالنے کی تعبیر خود میاں صاحب نے جماعت سے خارج کر کے کر دی ہے۔ دیکھو فاروق نمبر [illegible] صفحہ ۲۔ اب یہ فیصلہ خود ہی کر لیں کہ جماعت سے خارج کون ہوا وہ یا خواجہ صاحب؟ ایڈیٹر

یہ باقی ہے کہ آپ دکھلائیں کہ از روئے قرآن اور حدیث صرف تشریعی نبی کا ہی خلیفہ ہو سکتا ہے اور غیر تشریعی نبی کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

جواب - مسیح موعودؑ نے جہاں نبی کی یہ تعریف کی ہے کہ نبی وہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کثرت امور غیبیہ پر اطلاع پائے وہاں حضرت صاحب کی مراد ظلی اور مجازی نبی کی تعریف کی ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ اپنی ہر ایک کتاب میں اپنی نبوت کو ظلی اور مجازی نبوت قرار دیتے ہیں حقیقی نبی کی تعریف کی بابت حضرت صاحب کے یہ الفاظ ہیں۔ صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے بکلی ممتنع ہے۔ نبی احکام دین احکام دین بذریعہ جبرائیل حاصل کرتا ہے ملاحظہ ہو ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴ و ۷۶۹ و ۵۷۵ و ۵۷۸ - اور انبیاء اس لئے آتے ہیں۔ کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں۔ اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں۔ اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لاویں (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۳۹)۔ اور جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ اس دعوے میں ضرور ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سناوے۔ جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اور ایک امت بناوے جو اسکو نبی سمجھے اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانے (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۴)۔ یہ سچ ہے۔ کہ جس قدر آپ کو الہامات ہوئے۔ اور وحی الٰہی ہوئی اس قدر کسی اور مجدد کو نہیں ہوئی۔ لیکن اس کثرت وحی سے امت محمدیہ کے کاملین کی نبوت ظلی ہیں اور حضرت صاحب کی نبوت ظلی کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں آ سکتا جس طرح حضرت نبی کریم کو ایک جامع کتاب قرآن مجید ملی ہے اور ایسی کتاب کسی نبی کو نہیں ملی۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دوسرے نبی نبی نہ کہلاتے اس لئے کہ ان کو قرآن کریم جیسی کتاب نہیں ملی۔ بہر حال ہر ایک نبی کو جتنی کتاب ملی تھوڑی یا بہت وہ نبی ہی تھے۔ اسی طرح نعمت وحی سے زیادہ حصہ پانے سے صرف درجہ ہی بڑا معلوم ہوتا ہے۔ نہ کہ کثرت وحی سے انکا حقیقی نبی ہونا۔ کیونکہ اگر کوئی حقیقی نبی آنحضرت صلعم کے بعد آتا۔ تو پھر خاتم النبیین وہ ہوتا۔ نہ کہ آنحضرت صلعم۔ باقی رہا یہ کہ مسیح موعودؑ کے لئے حدیثوں میں نبی اللہ کہا گیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ مسیح موعودؑ کو صرف نبی کسی حدیث میں نہیں کہا گیا۔ بلکہ امتی نبی کہا گیا ہے اور امتی نبی امت محمدیہ میں دوسرے کاملین بھی ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت صاحب کی کتاب الوصیت۔ اور نیز اسی حدیث میں مسیح موعودؑ کی جو بعض دیگر علامات بتائی گئی ہیں۔ مثلاً دو زرد چادروں میں آنا وغیرہ جب انہیں استعارہ اور مجاز کے رنگ میں لیا جاتا ہے۔ تو کیوں نبی اللہ کے لفظ کو بھی استعارہ اور مجاز کے رنگ میں نہیں لیا جاتا۔

(۱۴) اور یہ کہنا۔ کہ آپ ہر ایک نبی کا دوبارہ روحانی ظہور ہیں۔ کیونکہ آپ کو سب نبیوں کے نام آپ کے الہام میں دئے گئے ہیں۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ سب نبیوں کے نام آپ کو نہیں دیئے گئے۔ سب نبیوں کے نام تو قرآن میں بھی مذکور نہیں۔ حضرت صاحب کو سب نبیوں کے نام آپکے الہام میں کیسے آ سکتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ آٹھ نو نبیوں کے نام الہام میں ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اسکے آٹھ نو غیر نبیوں کے نام بھی تو الہام میں دیئے گئے ہیں۔ مثلاً ولی۔ محدث۔ فاروق۔ علی۔ مریم۔ سلمان۔ عبد القادر۔ صدیق۔ حسن۔ ابن رسول اللہ وغیرہ۔ تو کیوں ہر ایک غیر نبی کا دوبارہ روحانی ظہور بھی نہ مانا جاوے۔ اس کے علاوہ اس سے پیشتر بھی کئی ایک مجددین اور اولیاء اللہ کو مختلف انبیاء کے ناموں سے ان کے الہامات میں پکارا گیا ہے۔ دیکھو تذکرۃ الاولیاء۔ اگر مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلعم کی اتباع سے نبوت حاصل کی تو کوئی دوسرا آنحضرت صلعم کی اتباع سے کیوں نبوت حاصل نہیں کر سکتا۔ مطلب میرا یہ ہے۔ کہ یہ ظلی نبوت کا دروازہ قیامت تک ہر ایک امتی کے لئے بہ پیروی آنحضرت صلعم کھلا ہے۔ یہ تو مسیح موعودؑ نے کہیں نہیں لکھا کہ آنحضرت صلعم کی اتباع سے میرے سوائے اور کوئی نبوت حاصل نہیں کر سکتا۔

(۱۵) **سوال** - جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کی نبوت آنحضرت صلعم کی نبوت تھی۔ جسکے معنے ہیں اسی نبوت کا بقیہ یعنی غیر تشریعی حقیقی نبوت۔ بیشک حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ میری نبوت ظلی اور مجازی نبوت ہے۔ لیکن ایسی مجازی نبوت حقیقی نبوت ہے۔

جواب - حضرت مسیح موعودؑ غیر تشریعی حقیقی نبی نہ تھے۔ خود حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب ضمیمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۶۴ پر فرماتے ہیں۔ کہ میری نبوت حقیقی نہیں۔ بلکہ میری نبوت مجازی ہے اور میرا نام خدا نے مجازاً نبی رکھا۔ آپ کی عربی عبارت صفحہ مذکور پر یہ ہے۔ سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ مجاز اور حقیقت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اور میں حیران ہوں کہ یہ آپ نے کیونکر کہہ دیا۔ کہ ایسی مجازی نبوت حقیقی نبوت ہے۔ کیا مجاز اور حقیقت بھی کبھی ایک ہوئے ہیں۔ کیا کبھی انسان کو شیر کہہ دینے سے وہ حقیقی اور شیقی شیر بن سکتا ہے۔ آپ مہربانی فرما کر اپنے اس دعوے کو لغت علم کلام اور اہل علم کے مستند حوالجات سے ثابت کریں۔ کیونکہ یہ کوئی کسی کے گھر کی اصطلاحات نہیں۔ کہ اپنے گھر بیٹھے جو مرضی ہو مراد لے لی جایا کرے۔ اس طرح سے تو دنیا سے امن اٹھ جاتا ہے۔ پھر ایک شخص اپنی مرضی کے مطابق جو مطلب چاہے اس کے معنے کر سکتا ہے۔

(۱۶) **سوال** - حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان جو کلمہ گو ہے اور ہمیں کافر نہیں کہتا وہ کافر نہیں ہے۔ حضرت صاحب کو کافر کہنے سے کیا مراد ہے۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ وہ شخص آپ پر ایمان نہیں رکھتا۔ ورنہ وہ آپ کو کافر نہ کہتا۔ اس طرح کافر بالمسیح مساوی ہے کافر بالمحمدؐ کے۔ حضرت صاحب پر ایمان نہ لانا آپ کے شخصی درجہ کا ہی صرف انکار نہیں۔ آپ اسلام کے دوبارہ زندہ کرنیکے لئے ظاہر ہوئے آپ کا مشن آپ کے مسیحیت کے دعوے تک ہی محدود نہ تھا۔ لیکن درحقیقت آنحضرت صلعم کی مانند آپ نے اسلام کی اشاعت کی۔ آپ تمام دنیا کے لئے یعنی مسلمانوں عیسائیوں اور ہندوؤں وغیرہ کے لئے آئے۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم آئے۔ جو مسیح موعودؑ کا منکر ہے وہ آنحضرت صلعم کا منکر ہے۔

جواب - حضرت صاحب کا یہ فرمانا کہ ایک مسلمان جو کلمہ گو ہے۔ اور ہمیں کافر نہیں کہتا وہ کافر نہیں۔ اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ وہ مسلمان ہے۔ دائرہ اسلام کے اندر ہے۔ اگر حضرت صاحب نبی ہوتے۔ تو ایسا کلام کبھی نہ فرماتے کسی نبی نے ایسا کلمہ منہ سے نہیں نکالا۔ نبیوں نے اپنے نہ ماننے والے کو کافر ہی کہا ہے۔ مگر حضرت صاحب نے اپنے نہ ماننے والوں اور انحراف کرنیوالوں کو کافر نہیں کہا۔ بلکہ آیت استخلاف کے ماتحت جس طرح حضرت ابوبکرؓ کے نہ ماننے والے کو فاسق کہا ہے۔ اسی طرح مسیح موعودؑ نے اپنے نہ ماننے والے کو بھی فاسق ہی کہا ہے۔ فاسق اور کافر میں بہت فرق ہے۔ مسلمان کو فاسق تو کہہ سکتے ہیں۔ مگر مسلمان کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ جس طرح آنحضرت صلعم کے دوسرے خلفاء کا ماننا جزو ایمان ہے اور انکا

منکر فاسق ہے۔ اسی طرح مسیح موعودؑ کا ماننا جزو ایمان ہے۔ اور اُن کا منکر فاسق ہے نہ حضرت ابوبکرؓ کو نہ ماننے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور نہ مسیح موعودؑ کو نہ ماننے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت مسیح موعودؑ دونوں ایک ہی آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ رسول اللہ صلعم ہوئے۔ جو ایک کے منکر کا حال ہے وہی دوسرے کے منکر کا حال ہے۔ یہ نہیں کہ ایک کا منکر تو فاسق اور دوسرے کا منکر کافر حالانکہ آیت میں خلیفہ کے منکر کو صرف فاسق ہی کہا ہے۔ کافر نہیں کہا۔ اس لئے کافر بالمسیح موعودؑ اور کافر بالمحمدؐ مساوی نہیں ہو سکتے کیونکہ محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا اقرار تو انسان کو مسلمان بناتا ہے۔ مگر مسیح موعودؑ کا ماننا انسان کو مسلمان سے کچھ اور نہیں بنا دیتا۔ مسلمان تو آدمی اُس وقت ہو جاتا ہے۔ جسوقت وہ کلمہ پڑھتا ہے مگر مسیح موعود کے ماننے سے تکمیل ایمان ہوتی ہے۔ نہ تکمیل اسلام۔ اس لئے میں پھر کہتا ہوں کہ کافر بالمسیح المحمدی اور کافر بالمحمدؐ مساوی نہیں ہو سکتے۔ یہ کسی نے آپ کو مغالطہ دیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اگر نبی ہوتے تو صرف مسیح موعودؑ کی نبوت کا اقرار ہی مسلمان بننے کے لئے کافی ہوتا اور ساری نبوتوں کا اقرار اُسکے بیچ میں ہی آ جاتا۔ اور اسوقت ایک نیا کلمہ ہوتا۔ اور نیا دین ہوتا۔ کیونکہ ہر نبی اپنا نیا کلمہ اور نیا دین لایا ہے۔ اس لئے یہ بات جھوٹ ہے کہ حضرت صاحب واقعی نبی تھے۔ واقعی نبی نہ تھے۔ ظلی اور مجازی نبی تھے۔ . . . .

. . . اور ظلی اور مجازی نبی کا منکر بھی ظلی اور مجازی کافر ہوتا ہے۔ نہ کہ اصلی اور حقیقی کافر۔ حضرت مسیح موعودؑ ہی اسلام کے دوبارہ زندہ کرنے کے لئے نہیں آئے۔ بلکہ جب کبھی مفاسد پیدا ہوئے خدا کیطرف سے مجدد دین کے زندہ کرنے کیلئے آئے۔ آپ کا مشن آپ کے مسیحیت کے دعوے تک ہی محدود نہ ہوتا اور بات ہے لیکن حقیقت میں آنحضرت صلعم کی مانند اسلام کی اشاعت کرنا یہ دوسری بات ہے۔ ہمارا ایمان نہیں ہے کہ ہم مرزا صاحبؑ کو آنحضرت صلعم کی مانند کسی بات میں بھی سمجھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان نہایت ہی ارفع اور اعلےٰ ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ میں آنحضرت صلعم کی شان بلند کا عشر عشیر حصہ بھی پایا نہیں جاتا۔ یہ کہنا کسی قدر صحیح ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت صلعم کے خادم ہونے کی وجہ سے تمام دنیا کے لئے اسلام کی دعوت پہنچانے کے لئے مبعوث ہوئے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جو مسیح موعودؑ کا منکر ہے وہ آنحضرت صلعم کا بھی منکر ہے۔ آنحضرت صلعم نے یہ کہیں نہیں کہا کہ جو مسیح موعودؑ کا منکر ہے وہ میرا منکر ہے۔ اور وہ دین اسلام سے خارج ہے۔ اس قسم کی کوئی حدیث روئے زمین پر نہیں ہے ہاں یہ سچ ہے کہ اگر ایک بادشاہ کا چپڑاسی بادشاہ کا حکم ہی پہنچانے کے لئے آئے تو جو اُس چپڑاسی کو اس خیال سے کہ یہ بادشاہ کا چپڑاسی ہی نہیں اُس کے ساتھ جنگ کرے وہ مورد عذاب ہو گا۔ لیکن پھر بھی ایسا نہیں کہ جیسا کہ بادشاہ کا باغی ہوتا ہے۔ اور اسکو سزا دیجاتی ہے تو ایک چپڑاسی کے باغی کو بھی وہی سزا دیجاتی ہے جو بادشاہ کے باغی کو دیجاتی ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ؎

سیالکوٹ میں محمودیوں کا جلسہ اور انکی ناکامی

(۱)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ کا ایک عظیم الشان جلسہ مورخہ ۱۰-۱۱ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو اسلامیہ سکول شہر سیالکوٹ کے وسیع صحن میں بڑی شان و خوبی و کامیابی سے ہوا تھا جسکا مجملاً ذکر جہاں پیغام صلح مجریہ [illegible] میں چھپ چکا ہے۔ جلسہ میں شہر کے بڑے بڑے عمائد اور ہندو و مسلمان امراء اور رؤساء کے علاوہ حاضرین کی تعداد ہر دو شب ہر اجلاس میں تین اور چار ہزار تک رہتی تھی جلسہ میں بعض محمودی بھی حاضر ہوتے رہے تھے۔ اور جلسہ کی رونق و کامیابی اور اثر کو دیکھکر حسد کی آگ انکے سینوں میں بھڑک اٹھی جسنے اُنکے تن بدن کو سر سے پاؤں تک جلا دیا آخر ان میں سے چند غالی اور جوشیلے اپنے پریزیڈنٹ سکریٹری وغیرہم کے پاس گئے اور اس کامیابی اور اثر کا حال جو اہل سیالکوٹ پر ہوا تھا بیان کیا اور اُنکو سمجھایا کہ ہمکو بھی ایک جلسہ ضرور کرنا چاہئے۔ تاکہ جو اثر قبلہ مولوی محمد علی صاحب و ڈاکٹر صاحب و خواجہ صاحب کے لیکچروں اور وعظوں کا سیالکوٹ کی پبلک پر ہوا ہے۔ اسکو کسی نہ کسی طرح زائل کیا جاوے۔ چنانچہ اسکے واسطے قادیان سے میر قاسم علی سید سرور شاہ۔ محمد اسحق و مولوی غلام رسول راجیکی وغیرہم بلائے گئے اور ان بزرگوں کے ہمراہ ایک پروفیسر صاحب بھی تھے برعکس نہند نام زنگی کافور۔ یہ پروفیسر صاحب گھنٹی بجا بجا کر تمام شہر میں اپنے جلسہ کا اعلان کرتے پھرتے تھے گویا یہی انکی پروفیسری کا کام تھا۔ جب یہ سب بزرگ قادیان سے تشریف لے آئے تو تجویز یہ ٹھہری کہ محمودیوں کا جلسہ بھی اسلامیہ سکول میں منعقد کیا جائے جسکے واسطے سکریٹری انجمن اسلامیہ سیالکوٹ سے کسی نہ کسی طرح اجازت حاصل کی گئی اور پروگرام شائع ہو کر ۱۵-۱۶-۱۷ اکتوبر جلسہ کی تاریخیں مقرر ہوئیں اور میر حامد شاہ جیسے بزرگوں نے ان جوشیلے غالیوں کی ورغلاہٹ سے ۱۳ اکتوبر کو خود جا کر اسلامیہ سکول کے صحن میں دریاں وغیرہ بچھا دیں چونکہ بقر عید نزدیک تھی لہذا ۱۴ اکتوبر یعنے ۱۴ اکتوبر کو ۴ بجے شام کے قربانی کی کھالیں جمع کرنے کے واسطے اسلامیہ سکول میں اسی جگہ انہی دریوں پر ایک جلسہ انجمن اسلامیہ ہوا (جسکا اعلان پیشتر سے ہو چکا ہوا تھا) جس میں انجمن اسلامیہ کے تمام ممبر و دیگر لوگ جمع ہوئے اور اس جلسہ میں مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا وعظ اس بات پر ہوا کہ کل مسلمانان سیالکوٹ قربانی کی کھالیں اسلامیہ سکول میں دیں مگر جب مولویصاحب تقریر فرما رہے تھے۔ تو سکول کے دروازے کے باہر ایک شخص لوگوں کو جلسے میں جانے سے منع کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مسلمانو قربانی کی کھالیں اور دیگر صدقات وغیرہ انجمن اسلامیہ کو ہرگز نہ دو کیونکہ یہ انجمن اب اسلامیہ نہیں رہی کل یعنی ۱۵ اکتوبر کو یہاں پر مذہب اسلام اور آنحضرتؐ کی توہین ہونیوالی ہے چنانچہ جب ممبران انجمن اسلامیہ کو اسکا پتہ لگا تو اُنہوں نے اس شخص کو بلا کر پوچھا کہ لوگوں کو کار خیر سے تم کیوں منع کرتے ہو تو اُس نے جواب میں کہا کہ کل ۱۵ اکتوبر کو اسی سکول میں محمودیوں کا جلسہ ہونا قرار پایا ہے۔ جو تمام دنیا کے مسلمانوں کو جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانا کافر اور مثل ہندوؤں اور عیسائیوں کے خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ اور آنحضرتؐ کے بعد مرزا صاحبؑ کو مستقل نبی مانتے ہیں جس سے اسلام کی سخت توہین ہوتی ہے۔ اور ہم اس توہین کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے چونکہ ممبران انجمن اسلامیہ اس توہین کے ذمہ دار ہیں جنہوں نے محمودیوں کو اس جگہ جلسہ کرنیکی اجازت دی ہے لہذا ہمارا فرض ہے کہ جہانتک ہو سکے ہم مسلمانوں کو منع کریں کہ آئندہ ہرگز یہاں کوئی صدقہ وغیرہ نہ دیں۔ اور نہ قربانی کی کھالیں ہی دیں۔ تمام حاضرین نے اور ممبران انجمن مذکور نے بالخصوص کہا کہ اس معاملہ پر غور کر کے اسبات کا جلد تدارک کرنا چاہئے چنانچہ اسی جگہ اسی وقت ممبران انجمن کا ایک خاص اجلاس ہوا اور تمام ممبروں نے بالاتفاق یہی کہا کہ محمودیوں کا جلسہ یہاں نہیں ہونا چاہئے۔ اور سنا ہے مولوی ابراہیم نے جو جلسے میں اسوقت موجود تھے جب رائے لیگئی تو انہوں نے فرمایا کہ محمودیوں کے کفر کی اگرچہ کئی ایک وجوہات ہیں مگر ان سب سے قطع نظر کی جاوے تو صرف ایک ہی وجہ اُنکے کفر کی کافی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ محمودی تمام دنیا کے اہل اسلام کو جنہوں نے مرزا صاحب کو نہیں مانا کافر قرار دیتے ہیں اور بموجب حدیث کے کفر انہی پر اُلٹ کر پڑتا ہے۔ اسلئے محمودی کافر ہیں اور یہ انجمن چونکہ اسلامیہ ہے لہذا محمودیوں کو اسلامیہ سکول میں جلسہ کی ہرگز اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ چنانچہ بالاتفاق یہی بات پاس ہوئی کہ محمودی اسلامیہ سکول میں جلسہ نکریں اور کسی اور جگہ اپنے جلسہ کا بندوبست کر لیں۔ جب یہ بات طے ہو گئی تو آغا محمد صفدر صاحب نے کہا کہ میرے خیال میں جب محمودی آپکے سکریٹری سے جلسہ کی اجازت حاصل کر چکے ہیں تو اب انکو روکنا مناسب نہیں اب کی دفعہ انکو یہاں جلسہ کر لینے دینا چاہئے کیونکہ وہ جلسہ کیواسطے دریاں وغیرہ بچھا چکے ہیں اگر اسوقت آپ انکو منع کریں گے تو وہ اپنے ہرج کا انجمن اسلامیہ کو ذمہ وار گردانینگے چنانچہ تجویز ہوئی کہ محمودیوں کے پریزیڈنٹ وغیرہ کو لکھا جاوے کہ آپ یہاں جلسہ تو کر سکتے ہیں جیسا کہ ہم نے آپکو اجازت دے دی ہوئی ہے۔ بشرطیکہ آپ اپنے پروگرام سے مضمون ذبیحہ گاؤ و محرم عالمگیر نہیں و ختم نبوت وغیرہ کو کاٹ دیں کیونکہ ان مضامین سے دیگر مذاہب پر حملہ ہوتا ہے کہ الہٰ ہم جناب کو پسند نہیں کرتے کہ آپ ہماری سکول میں پبلک جلسہ کر کے کسی دوسرے مذہب کی توہین کریں۔ چنانچہ اسبات کر

خلیفہ حبیب الدین پرنٹر پبلشر کے اہتمام سے احمدیہ الیکٹرک پریس لاہور میں چھپا
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دیں آمدہ از مادریم
ہم برین از دارِ دنیا بگذریم
آن کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام
دامنِ پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و الہامے بود
آن نہ از خود از ہمان جا بود

قیمت

سالانہ (ے) ششماہی (سے) سہ ماہی (عہ) ماہوار ۹ر

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ز دیدیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است
منکر آن مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآن بیانش با یقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | یوم التبلیغ مسیح لاہور سہ شنبہ مورخہ ۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۳ ہجری المقدس مطابق ۹ نومبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۵۱

تفسیر القرآن بالقرآن

(۳)

دلیل العرفان پر ریویو

نمبر اول

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

از حضرت مولانا مولوی نذر علی صاحب پشاوری

(۳) ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرارٍ مکین الخ...... ثم انکم بعد ذالک لمیتون ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون (ر المومنون ۱)

ان آیات کے سلسلہ میں ثم کے لفظ پر غور کریں بعد وفات کے قیامت کو مبعوث ہونا ہے اور کوئی رجعت ان دونوں کے درمیان مذکور نہیں

(۴) تفسیر صافی صفحہ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا الخ

مفسر شیعہ اور غیر شیعہ لکھتے ہیں کہ یہ سب لوگ طاعون سے ہلاک ہوگئے۔ پھر وہ زندہ بھی کئے گئے۔ تشیع کے معتقدات فرضی پر یہ اور زور ہے۔ کیونکہ انھوں نے یہ اصول جدید بنا لیا ہے۔ کہ جو عذاب سے ہلاک ہو وہ واپس بدنیا نہیں آویگا حال آنکہ یہ لوگ عذاب طاعون سے ہلاک ہوئے۔ اور پھر ان کے مسلمات کے رو سے واپس بدنیا بھی آئے بعد عرصہ دراز تک رہے اور ائمہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے اولاد بھی کثرت سے ہوئی۔

فی الواقعہ اگر کوئی شخص اپنے وجدان صحیح کی طرف رجوع کرے اور صحیح الدماغ انسان ہو اور مذہب اور دین کو پردہ جنبہ کا آماجگاہ نہ بنا وے۔ بلکہ مذہب کو ذریعہ نجات خیال کرنے والا ہو۔ تو وہ اس تمام تحقیق سے سمجھ سکتا ہے کہ خواہ کوئی شخص یا قوم کی قوم اپنی طبعی موت سے مرے یا عذاب سے ہلاک ہو۔ اس پر قرآن کریم کے مطابق فیمسک التی قضی علیھا الموت الخ کا فتویٰ اور قانون وارد ہو جاتا ہے۔ اور پھر وہ فوت شدہ روح اس دنیا میں واپس نہیں آسکتی۔

(۵) اس جگہ حضرت علی علیہ السلام کے کلام سے صرف تین مواقعات کا ذکر کرنا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا

(۱) وعطی المنزل قبل حلولک فلیس بعد الموت متعتب ولا الی الدنیا منصرف (ص ۲ نہج البلاغت)

(ترجمہ) اور وارد ہونے سے پہلے استراحت کا مقام مہیا کر کیونکہ موت کے بعد معافی تقصیر نہیں۔ نہ پھر دنیا کی طرف بازگشت ہوگی۔ (نیرنگ فصاحت شیعی صفحہ ۴۱۳)

(۲) عباد اللہ ان الدھر یجری بالباقین کجریہ بالماضین لا یعود ما قد ولی منہ ولا یبقی سرمداً ما فیہ (صفحہ ۳۵۲ نہج البلاغت)

(ترجمہ) بندگان خدا باقی رہنے والوں کے ساتھ بھی زمانہ کی وہی رفتار چلی جا رہی ہے۔ جو گذشتگان کے ساتھ تھی۔ جس شخص نے اس سے منہ پھیر لیا وہ پھر واپس نہیں آئیگا۔ (نیرنگ فصاحت صفحہ ۲۲۲)

(۳) وبالایمان یعمر العلم وبالعلم یرھب الموت وبالموت تختم الدنیا وبالدنیا تحرز الآخرۃ (ص ۹۴ نہج البلاغۃ)

اسی فقرہ مطلوب کا معنی "موت کے ساتھ دنیا ختم کر دی جاتی ہے"

مولوی صاحب امرتسری نے اپنے اسلاف کے طریقہ کو نہیں چھوڑا۔ بھلا وہ کس طرح چھوڑ سکتے تھے ہمیشہ ان کے علماء اور متکلمین کا یہ طریق رہا ہے کہ جب کسی امر کا جواب نہیں دے سکتے اور مغلوب ہو جاتے ہیں تو مستانہ روش سے پدے کی طرح ایک شاخ سے دوسری شاخ اور دوسری سے تیسری شاخ پر چھلانگ مارنے لگتے ہیں۔ اور کلام کو طول دیکر مخاطب اور سامع کو ایک خبط اور الجھن میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ وہ پیچھا چھوڑ دے۔ (صفحہ ۸۰ نہایت صفحہ ۸۰) ....

دلیل العرفان اس خبط بے ربط کا نمونہ ہے سخت حواس باختگی کا اظہار کیا گیا ہے جب منشی خادم حسین نے چاروں طرف سے اسکو محصور کر لیا تو لگے مرنوں

صاحب ایران اور توران کی ہانکئے۔

من ورائہم برزخ الخ سے وہ لوگ کیوں مستثنیٰ ہیں آیا آیہ شریفہ میں کوئی استثنا ہے جب آپ اصول مقرر کر چکے ہیں محض مومن اور محض کافر رجوع کرینگے۔ اور یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو محض کافر ہیں۔ جیسا کہ تمام رکوع گذشتہ اور یہی رکوع اس پر شاہد ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو عذاب سے ہلاک نہیں ہوئے بلکہ حتیٰ اذا جاء احدھم الموت دال ہے کہ جب موت ان میں سے کسی پر وارد ہوتی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں جس پر ان کو جواب ملتا ہے کلا انہا کلمۃ ھو قائلہا الخ۔ (ترجمہ) حاشا وکلا یہ ایک ایسی ان ہونی بات ہے کہ گنہگار ہر طرف سے نا امید ہو کر اس کی درخواست کریگا۔ نگہبانی ایسی درخواست [illegible] ہوتی ہے ان لوگوں کے مرنے پیچھے ایک برزخ ہے جس میں ان کو اس دن تک رہنا ہوگا جبکہ دوبارہ زندہ کرکے اٹھا کھڑے کئے جاوینگے۔ (نذیر احمد صاحب)" پھر آگے قیامت کے واقعات کا ذکر ہے۔

کلا ردع عن طلب الرجعت واستبعاد لہا۔ (صافی صفحہ ۳۴۹) پھر تفسیر صافی والے نے لکھا ہے کہ یہ لوگ مانعین زکوٰۃ ہیں اور مانع زکوٰۃ کافر ہے۔ اور کسی تواریخ سے ثابت نہیں کہ یہ لوگ یا ان میں سے کوئی عذاب سے ہلاک ہوا ہو۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمھارا وہ عقیدہ رجعت صحیح تھا تو کیوں ان کے سوال کو رد کیا گیا اور کیوں کہا گیا کلا" ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور کیوں کہا گیا ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون "قیامت تک یہ لوگ برزخ میں رہینگے" جواب میں ان کو یہ کہنا لازم تھا کہ البتہ یوم الرجعت میں تم کو زندہ کیا جاویگا وہ بھی عمل کے لئے نہیں بلکہ سزا کے لیے۔" (باقی دارد)

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

یونان میں اہم انقلاب ایتھنز ۴ نومبر۔ آج پارلیمنٹ میں ایم وینیزیلاس نے ایم زیمیس کو ۳۲ رائیوں سے شکست دی اور اس طرح مجلس وزراء کے قائم رہنے یا نہ رہنے کا سوال پیدا کر دیا۔ ایم وینیزیلاس نے بتایا۔ کہ اس کے بعد بادشاہ سے واسطہ پڑیگا۔ مجلس وزراء نے استعفا دیدیا۔

اس واقعہ کا فوری سبب یہ تھا۔ کہ وزیر جنگ نے کوئی بات ایسی کہی جس سے ایم وینیزیلاس کے خیال میں پارلیمنٹ کی ہتک ہوتی تھی اور انہوں نے فوراً اصرار کیا۔ کہ وزیر جنگ معافی چاہے۔ ایم زیمیس (وزیر اعظم) نے وزیر جنگ کی تائید کی اور پارلیمنٹ سے اعتماد کا ووٹ مانگا۔

ایتھنز ۴ نومبر۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس واقعہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مجلس وزراء تو وہی قائم رہیگی لیکن پارلیمنٹ کے انتخابات از سر نو کئے جاوینگے۔ وزارت جنگ میں ممکن ہے کچھ تغیر و تبدل ہو جاوے۔

لنڈن ۵ نومبر۔ ریوٹر کا نامہ نگار ایتھنز سے تار دیتا ہے۔ کہ شاہ یونان نے تمام پارٹیوں کے لیڈروں کو مشورہ کی غرض سے بلایا ہے۔

وینیزیلاس اور شاہ یونان لنڈن ۵ نومبر۔ ایتھنز سے ایک پیغام مظہر ہے کہ یونانی پارلیمنٹ کے اجلاس میں سخت جوش و خروش تھا۔ ایم وینیزیلاس نے نہایت زبردست طریقہ پر گورنمنٹ پر حملہ کیا۔ ایک ممبر نے طنزاً کہا کہ وینیزیلاس بادشاہ کے حب الوطنی پر شبہ کرتا ہے۔ اسکے جواب میں وینیزیلاس نے صاف کہا کہ میں اس بحث کے دوران میں بادشاہ کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اب یہ سوال پیدا کر دیا گیا ہے۔ تو میں مجبوراً کہتا ہوں کہ ایک آئینی حکومت کے ذمہ داریوں میں بادشاہ کوئی حصہ نہیں رکھتا۔" یہ کہنا بے معنے ہے کہ بادشاہ ملک کی تباہی چاہتا ہے۔ لیکن سلطنت ایک آئینی سلطنت ہے۔ اور اس لئے تمام ذمہ داری مجلس وزراء پر ہے۔ میں مانتا ہوں۔ کہ بادشاہ کو ذمہ دار گورنمنٹ سے اختلاف کرنے کا حق حاصل ہے لیکن حال کے انتخابات کے بعد اس قسم کا اختلاف نہیں کیا جا سکتا۔ اور بادشاہ کو اختلاف کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ بادشاہ ایک ممتاز فوجی جنرل ہے۔ لیکن سیاسیات میں وہ اسقدر تجربہ کار نہیں ہے۔"

اسٹیٹسمین کے خاص نامہ نگار کے قلم سے دہلی ۵ نومبر۔ یونانی گورنمنٹ کی شکست کی خبر جو آج یہاں پہنچی ہے۔ ممکن ہے کہ بہت نتیجہ خیز اور اہم نتائج پیدا کرے۔ اگر دونو پارٹیوں کی مشترکہ وزارت قائم نہ ہو سکی تو بادشاہ کو سوائے اس کے چارہ نہ ہوگا۔ کہ جو فوج مجتمع ہو گئی ہے۔ اُسکو منتشر کر دے۔ تاکہ ایک عام انتخاب کیا جا سکے۔ اس لئے کہ فوج میں چند لاکھ رائے دہندے شامل ہیں اور فوج کو منتشر کئے بغیر انتخابات ہو ہی نہیں سکتے۔ لیکن یہ صورت ملک کبھی پسند نہ کریگا۔ اس لئے کہ ایسی حالت میں یونانی مقدونیہ پر بلغاریہ کا حملہ کا اندیشہ ہوگا۔ یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ ایم وینیزیلاس کے پارٹی کی تائید کی جائے۔ جو اسوقت مجارٹی رکھتی ہے اگر معاملات کی یہ صورت قرار پا گئی تو بادشاہ کے لیئے صرف دو ہی صورتیں باقی رہ گئی ہیں۔ یا تو اتحادیوں کے ساتھ شرکت یا ملک کے اندر فتنہ و فساد۔ دوسری صورت خودکشی سے کم نہ ہوگی۔ اور پہلی صورت جمہور ملک کی خواہشات کے مطابق ہوگی۔ اور اس طرح تمام دنیا میں یونان کی وقعت قائم ہو جائے گی ٭

گیلی پولی گیلی پولی میں گذشتہ پندرہ روز خاموشی سے گذرے ہیں ترکوں نے بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسے حملوں کا خیال ترک کر دیا جس میں زیادہ نقصان ہو دیتا خلیج اور گیلی پولی کے فوجی مقامات پر برطانوی جہازوں کی بحری گولہ باری زیادہ سرگرمی سے ہوتی رہی ہے۔

ترک اور اتحادی ایمسٹرڈم ۵ نومبر۔ اخبار لوکلنزیجر کا قسطنطنیہ کا نامہ نگار بیان کرتا ہے۔ کہ باوثوق حلقوں میں یہ رائے ظاہر کی جا رہی ہے کہ برطانوی فوج کا موسم سرما گیلی پولی میں گذارنے کا ارادہ ہے ٭

جرمن کی سخت نقصانات لنڈن ۵ نومبر۔ پیٹروگراڈ کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ روسیوں نے علاقہ سٹلاک میں غنیم کی جارحانہ کاروائیوں کا قلع قمع کر دیا ہے۔ غنیم نے ڈوئنسک کے زیرین حصہ سے ڈوینا کو عبور کرنے کی کوشش کی مگر بے سود رہی۔ روسیوں نے الکسٹ کے قرب و جوار میں ترقی کی ہے۔ جرمنوں کی جھیل سوینٹن کے جنوب میں متعدد حملے ناکام رہے۔ اور ان کو بے انتہا نقصانات اٹھانے پڑے چارٹوریسک کے مغرب میں جنگل کی لڑائی کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جرمن میدان کارزار میں لاشیں چھوڑ کر چلدیئے۔ دیگر مقامات پر چھوٹی چھوٹی روسی فتوحات کی بھی اطلاعیں پہنچی ہیں ٭

بیوکووینا میں روسی فوج لنڈن ۴ نومبر۔ اخبار پیٹیٹ پیریسین کا نامہ نگار جنیوا رقمطراز ہے کہ بیوکووینا میں روسیوں کی ایک جرار فوج بڑھی چلی جا رہی ہے وہ زنانادٹز کے قریب نہایت اہم مورچے لے چکی ہے۔ (سول ملٹری گزٹ)

لنڈن ۴ نومبر۔ روسیوں کا بیان ہے کہ غنیم کو ۲ میل ریگا کے مغرب میں پسپا کیا گیا۔ روسیوں نے نہایت خونخواری سے حملہ کر کے ڈوئنسک کے جنوب مغرب میں ۸ میل کے فاصلہ پر وہ نہایت زبردست مستحکم بلندی پر قبضہ کر لیا۔ روسیوں نے دریائے اسٹر کے بائیں کنارے کئی مواضعات پر جرمن حملوں کو رد کیا اور اسٹروپا کو ڈرا جنوب کے مغرب میں بھگا دیا اور سرحد گلیشیا کے قریب [illegible] الذکر کو ایک ہی حملہ میں پسپا کر کے پانسو سپاہی گرفتار کئے گئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
بابت ۹ نومبر ۱۹۱۵ء نمبر ۵۱

ووکنگ مشن کا لنگر

اور اس کے اخراجات

رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کا شاندار نظارہ

مخدومی مکرمی سلمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جناب حضرت باری تعالیٰ کے افضال ہیں کہ عید الفطر کے بعد آج تک سوا کسان دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور بھی کئی سعید ہیں جو نمازوں میں برابر شامل ہوتے ہیں مگر اظہار کی طاقت نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مسٹر ماول محمد اشرف کے خاندان کی طرح دو تین اور خاندان اسلام کے بہت قریب ہیں۔ ایک کپتان رابرٹسن صاحب مرحوم کا خاندان ہے جس میں سے دو لڑکیاں مسلمان ہو چکی ہیں۔ باقی اُن کی والدہ محترمہ اور اُن کی دوسری ہمشیرہ رہ گئی ہیں۔ اگرچہ وہ بھی متواتر اتوار اور جمعہ کو نمازوں میں اور جلسوں میں شامل ہوتی ہیں دوسرا خاندان مسٹر ... صاحب کا ہے۔ اُن میں سے ایک لڑکی مسلمان ہوئی ہے۔ باقی اُن کی والدہ مکرمہ اور تین ہمشیرگان اور ہیں جو نمازوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔ مگر ان کے اعلان کے واسطے ابھی تھوڑا وقت اور چاہیئے۔ تیسرا خاندان مسٹر سکاٹ کا ہے ان میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی دائرہ اسلام میں آ چکے ہیں۔ باقی ان کے والدین اور دو ہمشیرگان ہیں جو اکثر اتوار اور جمعہ کے جلسوں میں حصہ لیتے ہیں۔ غرضیکہ اسی طرح سے تبلیغ حقہ کا کام جاری ہے۔ اور اخراجات کا دائرہ دن بدن بڑھ رہا ہے۔ میں ذیل میں وہ نقشہ پیش کرتا ہوں جس سے نرخ اجناس اور آمد و رفت مہمانان معلوم ہوگی اور پتہ لگے گا کہ کس طرح سے لوگ برغبت اسلام کی طرف آ رہے ہیں۔ نقشہ نمبر ا کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ ان چار ماہ کے عرصہ میں دو ہزار چہتر مرد و زن مسلم اور غیر مسلم نے اس اسلامی مشن کے دسترخوان پر کھانا تناول کیا۔ اگر فی کس کم از کم ایک روپیہ خرچ تصور فرماویں تو دو ہزار روپیہ کا خرچ ہے حالانکہ بعض مہمان ایسے بھی تشریف لائے ہیں جن کے واسطے بکرے ذبح کئے گئے ہیں اور پھل وغیرہ اُن کی تواضع کے لئے بہم پہنچائے گئے ہیں۔ اور بعض کو تالیف قلوب کی خاطر کرایہ آمد و رفت سے بھی امداد دی گئی ہے۔ اور دوسرے نقشہ سے نرخ اجناس کا حال معلوم ہوگا کہ کس قدر اشیاء دونی اور ڈیوڑھی قیمت پر بکتی ہیں۔ اور دن بدن لوگوں کو معلوم ہوتا جاتا ہے کہ اہل مسجد چاء اور کھانے سے بھی تواضع کرتے ہیں اب لوگوں کا اور بھی زیادہ رجحان ہے ذرا کسی کو محبت سے بلایا جاوے تو وہ بے تکلف بیٹھ جاتا ہے۔ اور ہماری مذہبی گفتگو سُنتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ ان کا انشراح صدر فرماتا ہے تو وہ پھر کلمہ توحید کا اقرار کرتا ہے لوگوں کا راغب ہو کر مسجد کی طرف تشریف لانا اور ہمارے پاس کافی روپیہ کا نہ ہونا دل میں درد پیدا کرتا ہے۔

اب چند ہفتوں سے لگاتار بلاناغہ دیکھ رہا ہوں بوقت شب دو تین سعید نومسلم آ جاتے ہیں۔ اور برابر تعلیم قرآن سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اور حضرت مولوی صاحب بفضلہ تعالیٰ انکو معارف قرآن بتلاتے ہیں اور اُن کے وساوس کو باتوں ہی باتوں میں دلائل سے دور کر دیتے ہیں۔ میں دعا پر عریضہ کو ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ صاحب کرم بزرگوں کو اس مشن کی امداد کے واسطے توفیق بخشے آمین۔ والسلام

عاجز بلال نور احمد موذن مسجد ووکنگ

نمبر ا نقشہ تعداد آمد مہمانان

نام ماہ	صبح	دوپہر	چاء شام	رات کا کھانا	کل تعداد
جون ۱۹۱۵ء	۳	۳۷	۱۳۹	۱۷۳	۳۵۴
جولائی ۱۹۱۵ء	۴	۳۰	۱۴۲	۱۴۵	۳۲۱
اگست ۱۹۱۵ء بوجہ عید الفطر	۲۳	۲۷۲	۴۳۵	۱۷۰	۹۰۰
ستمبر ۱۹۱۵ء	۴۵	۵۹	۱۹۴	۲۰۵	۵۰۳
میزان	۷۵	۳۹۸	۹۱۰	۶۹۳	۲۰۷۲

نمبر ۲ نرخ اجناس خوردنی وغیرہ

نام جنس	سابق نرخ پنس	سابق نرخ شلنگ	سابق نرخ پونڈ	نرخ موجودہ پنس	نرخ موجودہ شلنگ	نرخ موجودہ پونڈ
گوشت فی پونڈ*	۱۰	۰	۰	۳	۱	۰
مچھلی فی پونڈ	۶	۰	۰	۰	۱	۰
چاء فی پونڈ	۶	۱	۰	۶	۲	۰
مصری ڈلی	۳½	۰	۰	۶	۰	۰
باریک مصری	۳½	۰	۰	۵½	۰	۰

نام جنس	سابق نرخ پنس	سابق نرخ شلنگ	سابق نرخ پونڈ	موجودہ نرخ پنس	موجودہ نرخ شلنگ	موجودہ نرخ پونڈ
مکھن فی پونڈ	۲	۱	—	۸	۱	—
ڈبل روٹی فی روٹی	۳½		۰	۴	۰	۰
مرغ	۶	۲	۰	۶	۱	۰
کبوتر فی جوڑا	۶	۱	۰	۶		۰
انڈے فی درجن	۶	۱	۰	۶	۲	۰
دودھ فی ...	۲	۰	۰	۲½	۰	۰

یکم اکتوبر سے ۲۵ فیصدی گرانی کا اعلان ہے جو اس سے علاوہ ہے

* پونڈ وہاں کا وزن ہے۔ جو آدھ سیر کے برابر ہوتا ہے۔

(۲)

مخدومی مکرمی سلمکم اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پچھلی ڈاک میں ایک بزرگ مسٹر الشیطن کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ اُن کی طرف سے خوشبو آتی ہے۔ بحمد اللہ وہ مشرف باسلام ہوئے اور ان کے خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زیر اثر لوگ اسلام سے محبت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو توفیق ایمان عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

اس خوشخبری کے علاوہ یہ امر بھی درج کرنے کے قابل ہے کہ رسالہ اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا نے خدا کے فضل سے اپنا اثر دور دراز ملکوں میں کیا ہے۔ نور ایمان کی چنگاری کو بہتوں میں سلگایا ہے۔ اور وہ جنکو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی سے سلسلہ حقہ اسلامیہ میں منسلک کر رکھا تھا اُن کو ایک گونہ طاقت بخشی ہے اس دفعہ جنوبی افریقہ سے ایک انگریز مسٹر رابرٹ کا خط موصول ہوا ہے اُنھوں نے اپنے خط میں یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور اہل اسلام سے نہایت سخت محبت رکھتے

ہیں ان کے دل میں آرزو ہے کہ اسلام جو فطرت انسانی کے تقاضوں کو پورا کرنے والا مذہب ہے۔ چار دانگ عالم میں جلد پھیل جائے اور دنیا کے لوگوں میں سچی اخوت اور امن و محبت کے تعلقات قائم ہو جائیں۔ مراکو سے ایک افسر مسٹر ہیرٹ صاحب فرانسی کا خط ہمارے مکرم بھائی پروفیسر ہارون مصطفیٰ لیون کے نام موصول ہوا ہے۔ اور ایک خط راقم الحروف کے نام۔ پروفیسر صاحب کے نام کا خط فرانسیسی میں تھا اور اس کا ترجمہ انشاء اللہ تعالیٰ اس پرچہ مسلم انڈیا میں شائع ہوگا۔ وہ پہلے ہی سے مسلمان ہیں اُن کا نام عبدالرحمن ہے۔ اُن کی بڑی خواہش ہے کہ مسجد ووکنگ کی زیارت کے لئے آئیں۔ ایک بڑی مسرت بخش خبر جو انھوں نے تحریر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ سیکڑوں فرانسیسی مراکو اور الجیریا میں مسلمان ہیں لیکن در پردہ اور فرانس کے جنوبی حصہ میں تو مسلمانوں کی تعداد ہزاروں تک ہے۔ روس میں تو نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی حالت ہے۔ مسلمانوں کے مفتی گورنمنٹ کی طرف سے اعلیٰ رتبوں پر مقرر ہیں۔ بڑی بڑی شاندار مساجد گورنمنٹ کے خرچ پر تعمیر ہوئی ہیں۔ روس کے اماموں کے خطبے اور تقریریں اور تحریریں مسجد ووکنگ میں بذریعہ اخبار موصول ہو جاتی ہیں۔ بلجیم سے بھی ایک سپاہی کا خط آیا ہے کہ ہم لوگ اسلام اور اسلامی لٹریچر کو بڑے اشتیاق سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے بہت بابرکت کیا ہے ملائکہ کی افواج میں ایک تموج نظر آتا ہے آسمانوں پر جب فیصلہ ہو جاتا ہے تو اہل زمین کے قلوب بھی اسطرف متوجہ ہو جاتے ہیں اس وقت اہل اسلام کا فرض ہے کہ ہمت و جوانمردی سے اسلام کی تبلیغ میں لگ جاویں اور اپنے تئیں اہل بنائیں کہ خدائے تعالیٰ کی نصرتوں کے جاذب ہوں۔ جب تک ہم اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کریں جب تک ہم خود اعلےٰ درجہ کا تقویٰ حاصل نہ کریں جب تک ہم خود اولوالعزمی نہ دکھائیں خدائے تعالیٰ کی سنت نہیں کہ ہم کامیابی کے بلند مناروں پر پہنچ سکیں۔ وہ جو اس بار یک ہلال میں چودھویں کا بدر پر دیکھتے ہیں۔ وہ جنکو خدائے تعالیٰ نے دل دیا ہے۔ وہ جو خدائے تعالیٰ کی زبردست طاقتوں کے قائل ہیں۔ وہ جن کو یقین ہے کہ خدائے تعالیٰ کے راستہ میں ایک حبہ خرچ کرنے والے مالا مال کر دیئے جاتے ہیں وہ اس وقت غفلت اور کاہلی سے کام نہ لیں۔ یہ وقت ہے کہ تعالیٰ خوشگی سے کام لیا جاوے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنے کلام سے اپنے قلم سے اور اپنے مال سے تھوڑا سا حصہ خرچ کر دیں تاکہ برکات کا نزول اُن پر ہو والسلام خاکسار صدرالدین امام مسجد ووکنگ ۷- اکتوبر ۱۹۱۵ء

مذاہب کی اصلاح

کے عنوان سے ۴ نومبر کے رسالت کا حسب ذیل نوٹ اپنی نوعیت میں بہت دلچسپ اور قابل قدر ہے۔ ہم اس مضمون پر کسی آئندہ اشاعت سے ایک مبسوط مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں:-

"ہر مذہب پر دو قسم کی بحث کی جا سکتی ہے۔ اول یہ کہ اس مذہب کے بانی نے کیا تعلیم دی۔ دوم فی نفسہ یہ تعلیم معقول ہے یا نہیں۔ یہ دونوں بالکل جدا جدا دو مباحث ہیں۔ دونوں کا طریقہ بحث علیحدہ۔ دونوں کا مقصود مختلف۔ پہلے کا ثبوت تاریخ۔ دوسرے کا عقل۔ پہلی بحث منقول اور دوسری بحث معقول۔ اگر کسی مذہب کی تعلیم سے واقف ہونا چاہو تو علوم عقلیہ کام نہیں دے سکتے۔ قیاس پر تم کسی قدیم مذہب کی بنیاد قائم نہیں کر سکتے۔

مذاہب کی تعلیم تواریخ کے اوراق سے معلوم ہوگی اور وہ بھی مستند اور معتبر تاریخ سے۔ گذشتہ تاریخ تم کسی طبعی یا الٰہی فلسفہ کی بنیاد پر مرتب نہیں کر سکتے اور جو ایسا کرنا چاہے اُس کا یہ فعل ایک مجنونانہ حرکت سے زیادہ وقیع نہیں ہو سکتا یا اگر تم فلسفہ کی زد سے بچانے کے لئے کسی مذہب کی ایسی تاویل کرو جو فی الواقع بانی مذہب اور اس طریقہ کے قدیم متبعین کے منشاء و مقصد کے خلاف ہو۔ یا جس سے وہ لوگ واقف ہی نہوں اور پھر اس تاویل کو اسی مذہب کی جانب منسوب کرو تو ایک بڑا دھوکا اور سخت مغالطہ ہوگا۔ یہ تاویل دراصل تمھارا اپنا خیال ہے یا تمھارا جدید مذہب اس کو قدیم مذہب بتانا غلط اور صریح جھوٹ ہے

جدید تعلیم یافتہ کسی مذہب کے ہوں یہ دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں کہ اُن کا قدیم مذہب فلسفہ جدید کے انداز پر لایا جا رہا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قدیم مذہب کے موثر اور مقتدر بنانے کی صرف یہی صورت ہے اور وہ اسے قابل فخر سمجھتے ہیں کہ ڈاروِن کی تھیوری وید اور قرآن سے ثابت کر دیں اُن کے نزدیک رول آف گریویٹیشن کی تعلیم ہزاروں برس پہلے مذہبی کتابوں میں نہ کسی زبان کے اصول کی پابندی اور نہ کسی قاعدہ کے ماتحت زمانہ کے مذاق کے موافق ہر قسم کا مخالف و موافق مضمون اُسی ایک ایک کتاب سے نکل سکتا ہے۔ آج اگر کوئی تھیوری مسلم ہو جائے تو یہ اپنی کتاب میں اس کو ثابت کرنے کے لئے موجود ہیں۔ اور پھر وہ کل باطل ہو جائے تو اس کی تردید بھی اُسی کتاب میں مل جائیگی الغرض مذہب کا ان کو پابند ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ مذہب ان کا پابند ہے۔ اور یہ جیسا چاہیں اس کو بنا سکتے ہیں۔ اس عام آزادی کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک شخص جو عربی یا سنسکرت سے بالکل واقف نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کے مقابلہ میں جنھوں نے اس زبان کے حاصل کرنے میں عمریں صرف کر دیں کہتا ہے کہ جو مطلب ان کتابوں کا ہم بتاتے ہیں وہی صحیح ہے۔ اور تمھارا مطلب صحیح نہیں ہے۔ اگر ایسے آزاد خیال نوجوان اس تعلیم کی حسن و خوبی پر بحث کریں تو بلا شبہ اس کا ان کو حق ہے۔ اور بحث بھی معقول ہوگی مگر کوئی ذی عقل اسے معقول نہیں کہہ سکتا کہ تعلیم ہی بدل دی جائے۔ اور بدلی ہوئی تعلیم کو قدیم کہا جائے۔

اس بحث کے زیادہ صاف اور واضح کرنے کے لئے ہم بعض مثالیں دینگے۔ مثلاً وجود ملائکہ کا مسئلہ ہے۔ یا وجود اجنا کی بحث ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق سب سے پہلے اس امر کی تحقیق کی ضرورت ہے کہ کس مذہب نے اس کے متعلق کیا بتایا ہے۔ کیا کوئی فلسفہ یا کوئی عالی دماغ عقل سے اس کو ثابت کر سکتا ہے۔ غالباً ہر شخص تسلیم کریگا کہ عقل کام نہیں دے سکتی۔ بلکہ معتبر تاریخ سے ہر مذہب کے اقوال کو جمع کرنا ہوگا تب پتہ ملیگا کہ ابراہیمؑ نے کیا کہا ہے۔ اور موسیٰؑ نے کیا بتایا ہے۔ عیسیٰؑ نے کیا سکھایا ہے۔ زردشت کا کیا قول ہے۔ اور ہندو مہاتماؤں کی کیا رائیں ہیں۔ البتہ عقل و فلسفہ سے اس کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ان تعلیمات میں اتفاق ہے۔ یا اختلاف اور اگر اختلاف ہے تو کون صحیح ہے اور کون غلط۔ مگر ان دونوں بحث کا طریقہ یہ ہو گیا ہے کہ پہلے فلسفہ کی تعلیم کو حق تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر فلسفہ نے وجود ملائکہ یا وجود جن سے بالفرض انکار کیا ہے تو دلیل یوں قائم کیجاتی ہے کہ چونکہ ان کے وجود سے عقل اور فلسفہ نے انکار کیا ہے لہٰذا ان کا وجود نہیں ہو سکتا۔ اور جن مذاہب میں ان کے وجود کی تعلیم ہوگی وہ غلط ہوگی اور چونکہ میرا مذہب حق ہے اس میں یہ غلط تعلیم نہیں ہو سکتی لہٰذا ہمارے مذہب میں وجود ملائکہ کا وجود نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کسقدر علمی خطرہ کی دلیل ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تاریخ عالم کے تمام صحیح اوراق بیکار ہو گئے اور ہر مذہب کا معتقد یہی دلیل پیش

دنیا بھر کے عیسائیوں کے نام

کھلی چٹھی

(پادری جیمس پال صاحب کیطرف سے)

کیا موجودہ انجیل الہامی یا خدا کا کلام کہلا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان کی انجیل مقدس جسے وہ الہامی کہتے ہیں اور خدا کا کلام کہکر پیش کرتے ہیں۔ اس میں انہوں نے سب سے اول متی رسول کی انجیل کو باقی تینوں مرقس لوقا اور یوحنا سے بڑی معتبر یا یوں کہیں۔ کہ ان سے بہت جانکر سب سے اول رکھا ہے۔ متی خود تو اس بات کا کچھ ذکر نہیں کرتا کہ آیا یہ اسے الہام سے ملی یا اس نے اسے کس طرح حاصل کیا اور نہ ہی دوسرے دونوں مرقس اور یوحنا نے اس کی بابت کچھ لکھا مگر لوقا نے اس بات کو صاف کر دیا ہے۔ کہ یہ الہامی نہیں ہے۔ اور نہ تمام کا تمام کلام الٰہی ہے۔ بلکہ وہ آغاز کتاب میں ہی لکھتا ہے۔ دیکھو انجیل لوقا۔ باب اول پہلی آیت سے چار تک "چونکہ بہتوں نے کمر باندھی ہے۔ کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں۔ ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ جیساکہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے۔ انہیں ہمکو پہنچایا۔ اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے انہیں تیرے لئے ترتیب سے لکھوں تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے۔ ان کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے"۔ اس سے صاف ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان چاروں کتابوں کے مصنفوں نے جو جو کچھ جس کسی سے اپنے استاد کی نسبت تعریف سنی اُسے بڑھا چڑھا کر لکھ دیا۔ الہامی ہرگز نہیں ہیں۔

اب اس پہلی انجیل متی کو لیا جائے۔ جسکو انہوں نے معتبر جانکر سب سے اول رکھا ہے۔ حالانکہ یہ حق یوحنا کا تھا۔ کیونکہ اس پر سب کا بڑا مدار ہے۔

خیر ہمکو چونکہ اس بحث سے تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا ہم اسے چھوڑ کر اصل بات کی طرف اپنے قلم کو جولان دیتے ہیں۔ اگرچہ اس نے یعنی متی نے کچھ نہیں لکھا کہ یہ کلام خدا کا یا الہامی ہے یا نہیں۔ مگر کتاب بتاتی ہے۔ کہ وہ الہامی نہیں ہے اور نہ ہی خدا کا کلام ہے وہ شروع ہی میں باب اول پہلی آیت سے یوں شروع کرتا ہے۔ کہ "یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہیم کا نسب نامہ" اور آگے نسب نامہ ابراہیم سے یوسف تک لکھا ہے۔ دیکھو انجیل متی باب اول (الغایت ۱۷ آیت) یہ بالکل غلط ہے کیونکہ نسب نامہ باپ کو بتاتا ہے اور موجودہ مسیحیوں کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے۔ کہ وہ مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ اور وہ خدا کا بیٹا تھا۔ اگر اسے خدا کا بیٹا کہا جاوے تو وہ ابن داؤد و ابراہیم نہیں ہو سکتا۔ اور وہ اگر ابن داؤد ہے تو خدا کا بیٹا نہیں ہوا ہے۔ یہ دونوں متضاد باتیں ہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ مسیح اسکے حق میں کیا کہتا ہے۔ اس کے لئے دیکھو انجیل متی $\frac{22}{41 \text{ تا } 45}$ اور "جب فریسی جمع ہوئے۔ تو یسوع نے ان سے یہ پوچھا۔ کہ تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو۔ وہ کس کا بیٹا ہے؟ انہوں نے اس سے کہا داؤد کا۔ اس نے ان سے کہا پس داؤد روح کی ہدایت سے کیونکہ اسے خداوند کہتا ہے۔ کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری داہنی طرف بیٹھ۔ جب تک میں تیرے دشمن کو تیرے پاؤں کے نیچے نہ کر دونگا۔ پس جب داؤد اس کو خداوند کہتا ہے۔ تو وہ اسکا بیٹا کیونکر ٹھہرا" مرقس۔ $\frac{12}{35 \text{ تا } 37}$

اب یہاں دیکھو کہ مسیح نے داؤد کا بیٹا ہونے سے انکار کر دیا۔ اب آپ ہی بتائیے۔ کہ مسیح سچا ہے یا متی۔

(۲) اس شجرہ نسب سے مسیح کو داؤد یا ابراہیم کا بیٹا ثابت نہیں کر سکا۔ دیکھو شجرہ نسب ابراہیم سے آکر یوسف پر رک گیا۔ اسکے آگے وہ لکھتا ہے کہ یہ وہ یوسف تھا۔ جو کہ مریم کا شوہر تھا۔ جو یسوع کی ماں تھی (یعنی یسوع کا ہونیوالا باپ) دیکھو انجیل متی $\frac{1}{16}$ "اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ یہ اس مریم کا شوہر تھا۔ جس سے یسوع پیدا ہوا"۔ اب یہ بتائیے۔ کہ یوسف کو مریم کے خاوند بننے سے پہلے یسوع اپنی ماں کے پیٹ میں تھا۔ پھر وہ اسکا بیٹا کیسے کہلا سکتا ہے۔ اور کیونکر اسکے مورث اعلےٰ ابراہیم یا داؤد سے وہ اپنی نسبت ظاہر کر سکتا تھا۔ اسے یوسف کے ساتھ کوئی خونی تعلق نہ تھا اور نسب نامہ ہمیشہ خون کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے یہ سراسر غلط ہے دیکھو متی $\frac{1}{18}$ کہ مسیح سے یوسف کو کیا تعلق تھا۔ "اب یسوع کی پیدایش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف سے ہو گئی۔ تو ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی"۔ اور پھر لطف یہ کہ اسی یسوع کے نسب نامہ کو لوقا نے بھی لکھا ہے۔ جو اس کے بالکل خلاف ہے۔ متی نے اپنے نسب نامہ میں ۳۹ پشتیں ابراہیم سے یوسف تک لکھی ہیں اور لوقا نے ابراہیم سے یوسف تک ۵۵ پشتیں لکھی ہیں۔ اب بتاؤ ان میں کون سچا ہے۔ اس نے یوسف سے لیکر اوپر کو خدا تک پورا کیا ہے۔ دیکھو انجیل لوقا $\frac{3}{23 \text{ تا } 38}$ اس نے آدم کو خدا کا بیٹا بنا کر عیسائیوں کی اس بات کو بھی جھٹلا دیا۔ کہ وہ خدا کا اکلوتا بیٹا کہلا سکتا ہے۔ وہ اول ہو نہیں سکتا کیونکہ خدا اسکی اولاد یعنی ابراہیم داؤد سے وعدہ کرتا ہے کہ میں تیری نسل سے ایک نبی پیدا کرونگا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آدم پہلے تھا۔ اس لئے وہ اکلوتا کہلا سکتا تھا۔ یسوع کو کہلانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ آدم خدا کا بیٹا ہونے سے جیساکہ لوقا میں لکھا ہے۔ تمام انسان جو کہ آجتک ہوئے۔ سب خدا کے بیٹے ہیں اور ہیں۔ پھر مسیح کو بیٹا ماننے کا زیادہ کونسا حق حاصل ہے۔ یہ تھوڑی فضیلت اسے دی گئی۔ کہ وہ خدا کا ایک برگزیدہ شخص تھا۔ ان تمام انجیلوں سے یہ ثابت ہوا کہ تمام خدا کے فرزند اور بیٹے ہیں۔ پس ثابت ہوا۔ کہ جیسے اور خداوند کے بیٹے یا فرزند کہلا سکتے ہیں ویسا ہی مسیح بھی تھا۔ اس طرح بیٹا کہنا سخت غلطی ہے۔ جس طرح آجکل کے عیسائی کہتے ہیں۔ اسکے ثبوت کے لئے دیکھو حوالجات ذیل متی $\frac{6}{1\text{-}4\text{-}6\text{-}8\text{-}9\text{-}14\text{-}15\text{-}18\text{-}26\text{-}32}$ متی $\frac{5}{16}$ و $\frac{5}{48}$ جن میں ذکر ہے کہ تمہارا باپ آسمانی اور یہ کہ بلکہ تمہارے باپ کی روح ہے۔ جو تم میں بولتی ہے۔ یوحنا $\frac{1}{12}$ ان کو خدا کا فرزند بننے کا حق بخشا۔ پھر انجیل متی $\frac{5}{17}$ میں کہتا ہے۔ کہ یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ نہیں۔ بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائینگی ایک نقطہ یا شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلیگا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے"۔ اس سے تو صاف واضح ہو رہا ہے۔ کہ مسیح توریت وغیرہ کو جسے پرانا عہد نامہ کہا جاتا ہے۔ منسوخ کرنے نہیں آیا۔ بلکہ تکمیل کرنے آیا ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے۔ کہ آیا یہ ٹھیک ہے۔ کہ مسیح نے اسے منسوخ کیا ہے یا نہیں۔

اب ہم اس بات کو دیکھنے کے لئے ہولی بائیبل کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ سب سے اول جو ہماری نظر اس پر پڑتی ہے۔ تو موٹے حروف میں ہمیں ملتا ہے۔ پرانا عہد نامہ اور نیا عہد نامہ اب انکے پڑھتے ہی ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ نیا عہد جب کر لیا جاتا ہے۔ تو پرانا تو فسخ ہو جاتا ہے پھر ہم اسکو اپنے روزمرہ کے کاموں میں دیکھتے ہیں۔ مثلاً زید نے بکر سے کسی معاملہ میں شراکت کی۔ اور ان کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ جو اسٹامپ رائج الوقت پر لکھا گیا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد فریقین نے اپنی آسانی کے واسطے کچھ اور قواعد مقرر کرائے۔ نیا عہد نامہ اس سے علیحدہ جنکا ذکر اس میں نہ تھا۔ اور اس کے برخلاف تھے تجویز کر کے اور انہوں نے اب نیا بجا پہلا اسٹامپ مکمل کیا اب اگر ان میں کسی بات پر جھگڑا اٹھے۔ اور دونوں اسٹامپ (معاہدے) عدالت میں پیش ہوں۔ تو بتاؤ۔ عدالت کس کے مطابق فیصلہ کریگی صاف عیاں ہے۔ کہ نئے معاہدے کے رو سے فیصلہ ہوگا۔ پہلا معاہدہ فسخ تصور ہوگا۔ اگر اعتبار نہ ہو۔ تو پادری صاحبان کسی وکیل یا بیرسٹر سے دریافت کر سکتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ اصل تو نام سے ہی انہوں نے پہلی کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ اچھا اب آگے چلئے دیکھو انجیل متی $\frac{5}{38 \text{ تا } 42}$ "تم سن چکے ہو۔ کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ کرنا"

بلکہ جو کوئی تیرے داہنی گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی نالش کر کے تیرا کرتہ لینا چاہے۔ تو چوغہ بھی لے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے تو اُسکے ساتھ دو کوس چلا جا اور جو کوئی تجھ سے قرض چاہے اس سے مُنہ نہ موڑ"

اب یہ بتائیے کہ یہ پچھلی تعلیم پہلی تعلیم کے برعکس ہے یا نہیں۔ بالکل برعکس ہے۔ آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے دانت لینے کی تعلیم حضرت موسیٰ کی ہے۔ جو پرانے عہدنامہ میں پائی جاتی ہے۔ لیکن حضرت مسیح نے اس کے برعکس تعلیم دی ہے۔ کیا یہ پہلے عہد نامہ کو منسوخ نہیں کرتی۔ اسی طرح سینکڑوں ایسی ہی متضاد باتیں اس سے بھی بڑھ چڑھ کر انہیں انجیلوں سے ملتی ہیں جو پھر کسی وقت موقعہ ملا تو تحریر کر دی جائینگی۔ اب یہ تو ثابت ہو گیا کہ بہت سی متضاد باتیں اور غلطیاں انجیل موجودہ میں پائی جاتی ہیں اس سے وہ الہامی یا خدا کا کلام کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ خدا چونکہ مکمل ہے۔ اس لئے ایک مکمل کا کلام مکمل ہونا چاہئے۔ اور مسیح بھی اپنے آپ کو مکمل کہتا ہے۔ پس مسیح کا کلام بھی مکمل ہونا چاہئے جو نامکمل ہے۔ حوالہ کے لئے دیکھو انجیل لوقا۔

"بلکہ ہر ایک جب کامل ہوا۔ تو اپنے استاد جیسا ہوگا"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ استاد یعنی مسیح کامل تھا اس لئے اسکا کلام بھی مکمل ہونا ضرور ہے۔ چونکہ یہ کلام جو پیش کیا جاتا ہے۔ یعنے دیر (انا عہد نامہ یا نیا عہد نامہ) بائیبل نامکمل ہے۔ لہٰذا خدا کا کلام ہو نہیں سکتا۔

انہیں متضاد باتوں سے میرے عقیدہ میں بہت سا تذبذب واقع ہوا بلکہ ہر ایک اچھی طرح سمجھنے والے کو اس میں مغالطہ پڑتا ہے۔ اس لئے میں معزز پادری صاحبان سے التجا کرتا ہوں کہ وہ ان پہلوؤں پر مناسب روشنی ڈال کر میری تشفی کا موجب بنیں۔ اگر کوئی مناسب جواب نہ دیا گیا۔ تو یہ سمجھ لیا جائیگا۔ کہ انجیل کے الہامی یا خدا کا کلام ہونے میں آپ کو بھی یقین نہیں۔ (طالب حق جمیل)

مسلمانوں کی ترقی کا راز

قوم کی زندگی اور موت کا سوال

(۴)

مسلمانوں اور یہودیوں کے بقیہ اسبابِ زوال کی مطابقت

(۸) یحرّفونہ من بعد ما عقلوہ الخ

بنی اسرائیل خدا کی کلام کو جان بوجھکر بدل ڈالتے تھے۔ آجکل تمام مولوی قرآن کریم کے ایک حصّہ کو منسوخ اور ناقابل عملدرآمد قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں کئی کتابیں بھی لکھی ہوئی ہیں جسکا ادنےٰ پہلو تو یہ ظاہر ہوا ہے کہ ایک ضعیف العلم یا فتنہ نے یہ تجویز کر دی کہ جو آیات منسوخ اور ناقابل عملدرآمد ہیں اُن کا قرآن کی کتاب میں رہ جانا فضول ہے کیونکہ پڑھنے والے کو بفایدہ ہر جگہ دھوکہ اور تکلیف دیتی ہیں اور قرآن کے حجم کو بھی بے سُود بوجھ ہے اس لئے اِنکو کتاب سے نکال لیا جائے۔ حالانکہ قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ اور اسکا ایک نقطہ تک قیامت تک منسوخ نہیں ہو سکتا۔ سابقہ آسمانی کتب کی تحریف و تبدیل کی ابتدا بھی ایسی باتوں سے ہوئی ہے۔ تمام مذہب کی آسمانی کتابوں میں صرف قرآن ہی ایک محفوظ کتاب ہے۔ مگر ہمارے مولوی ہیں کہ اس کی اعجازی فضیلت کو جو ہمارے لئے قابل فخر ہونی چاہئے الٹا ملیامیٹ کر رہے ہیں۔ میرے گاؤں کے ایک مولوی کو قرآن شریف کے ایک نسخہ پر بڑا فخر ہے اس وجہ سے کہ اس کے حاشیہ پر منسوخ قرار دی ہوئی آیات کے نوٹ ہیں۔

(۹) واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علیٰ ملک سلیمٰن وما کفر سلیمٰن ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر۔ اس چیز کی پیروی کرتے تھے۔ جو شیطان حضرت سلیمانؑ کے وقت میں پڑھتے ہیں۔ حالانکہ سلیمانؑ نے یہ کفر جادو سکھانے کا نہیں کیا تھا۔ بلکہ شیطانوں نے کیا تھا۔ بنی اسرائیل میں جب امیری اور آسودگی بڑھی تو اُن کی توجہ خدا سے کم ہو کر نئی نئی دلچسپیوں کی طرف لگ گئی اور آخر وہ سحر و جادو کے عملیات میں منہمک ہو گئے یہی لغویات موجودہ مسلمانوں میں بکثرت مروج ہیں۔ نقش سلیمانی اور سحر سلیمانی نام کی کتابیں اسکا ثبوت ہیں۔ اور موجودہ نوجوان تعلیم یافتوں میں ناول خوانی بھی علیٰ ہٰذا۔ قرآن تو فرما چکا ہے۔ کہ یہ پلید تعلیم شیطان کی ہے حضرت سلیمان سے نسبت کرنی ناحق ہے۔ میں نے بہتیرے پیرزادے دیکھے ہیں۔ جن کے ساتھ قرآن شریف کی پاک کتاب تو نہیں ہے۔ مگر نقش سلیمانی یا نقش سلیمانی کی قسم کی کتاب ضرور ہمراہ ہے۔ تعجب ہے۔ کہ مولوی اشرف علی تھانوی جیسے معتبر عالم بھی اس بیہودگی سے نہیں بچ سکے ہیں (آپ کی اس مضمون پر ایک تصنیف ہے)

(۱۰) تقتلون انفسکم وتخرجون فریقًا منکم من دیارھم۔ آپس میں ایک دوسرے کو مار ڈالتے ہو اور گھروں سے نکال دیتے ہو۔ اس خانہ جنگی اور کینہ وری کی آگ سے مسلمانوں کا کوئی گھر اب خالی نہیں پایا جاتا۔

(۱۱) لثمّ تولّیتم الا قلیلًا۔ خدا کے احکام سے سوائے تھوڑے سے آدمیوں کے باقی تمام قوم پھر گئی۔ اب ہر شخص اپنے اپنے شہر اور علاقہ کے لوگوں کی حالت پر ذرا غور کرے کہ اُن کے سارے شہر یا علاقہ میں کتنے آدمی ایسے ہو سکتے ہیں جن کا قدم شریعت شریفہ پر کامل طور پر مضبوط و مستحکم ہو۔

یہاں تو قلیلًا بھی نہیں پائے جاتے مفتی ہی ہے یہ وہ چند چیدہ اسباب ہیں۔ جو میں قرآن شریف سے منتخب کر سکا۔ سورۃ بقر کو غور سے مطالعہ کرنے سے مسلمانوں کی بنی اسرائیل سے ایک عینی مشابہت ثابت ہوتی ہے۔ اس کی تائید میں ایک صحیح حدیث کی رُو سے حضرت رسول کریم صلعم کی پیشگوئی بھی ہے۔ کہ ایک وقت ایسا آئیگا۔ کہ میری اُمّت یہود کا رنگ اختیار کرے گی۔ اور اسے یہودیوں سے ایسی مطابقت ہوگی۔ جیسے ایک جوتی کے دو پیزار ایک دوسرے سے مشابہ ہوتے ہیں۔ اب اگر کسی کا ایمان ہے کہ آنحضرت کی اس پیشگوئی کی سچائی کسی نہ کسی زمانہ میں ظاہر ہونی ہے تو وہ زمانہ یہی ہے۔ جیسے ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور صدقے جاؤں آنحضرتؐ کے کہ ان کی کشفی نظر ایسی وسیع اور اعلیٰ تھی کہ آج سے تیرہ صدیاں پہلے موجودہ زمانہ کے حالات کا ایسا مفصّل اور واضح نقشہ بیان فرمایا ہے۔ گویا ہم میں سے ہو کر گئے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کسی بھائی کے میرے اس استدلال سے کہ موجودہ قوم ہی کو میں نے یہودی صفت ثابت کیا ہے۔ بگڑنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ زمانہ مجھ سے چالیس برس پہلے سے قوم کے یہودی صفت ہونے کا مصدّق اور ایک نہ ایک امام مسیح صفت آنے کا متقضی ہو چکا تھا۔ جیسے مولانا حالی بھی اپنی مسدّس میں ذیل کے بند میں تسلیم کرتے ہیں۔

نبوت نہ گر ختم ہوتی عرب پر
کوئی ہم پہ مبعوث ہوتا پیمبر
تو ہے جیسے مذکور قرآں کے اندر
ضلالت یہود اور نصاریٰ کی اکثر
یونہی جو کتاب اس پیمبر پہ آتی
وہ گمراہیاں سب ہماری جتاتی

اصل بات تو یہ ہے کہ جب کوئی قوم اللہ تعالےٰ کے فضل سے آسودہ اور اقبالمند ہو جاتی ہے اور اس کی اقبالمندی کا ڈنکہ بجنے لگتا ہے تو کچھ مدت کے بعد وہ قوم اُن ذرائع کو بھلا دیتی ہے اور غافل ہو جاتی ہے۔ جن پر چلکر اُس نے وہ ترقی پائی تھی۔ کبھی تو اُسکے افراد اپنے علموں پر گھمنڈ کرتے ہیں۔ چنانچہ کوئی کہتا ہے۔ ہم شمس العلما

ہیں- حاذق الملک ہیں- یا فلاں ڈپلومار کھتے ہیں- اس لئے آہستہ آہستہ کچھ مدت کے بعد اس نسل کے لوگوں میں غرور- غفلت اور کاہلی طاری ہو جاتی ہے- اور قوم کے پیشواؤں نبیوں ولیوں کے جو صاحبزادے ہوتے ہیں- وہ بھی مریدوں سے حضور حضور سننے کے عادی ہو جاتے ہیں- اس لئے ساری قوم کی قوم بیمار سی ہو جاتی ہے- یہی حال بنی اسرائیل کا ہوا- اور اب مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے- مسلمانوں کی وہ سلطنتیں- نہ رہیں- اور علوم و فنون کچھ نہیں رہا- صرف اکڑ باقی رہ گئی- جیسا کہ رسی جل چکتی ہے تو بل باقی رہتا ہے- جسے آخر تندہوا منتشر کر کے نابود کر دیتی ہے- ہم لوگوں نے ہمسایہ قوموں کو ازراہ تکبر ہیچ سمجھا اور حقارت کی نظر سے دیکھا- وہ تو کہاں سے کہاں پہنچ گئیں مگر ہماری اکڑ نہ ٹوٹی- اب ظاہر ہے کہ واقعات کی زہریلی پڑیہ قوم کا تنقیہ کر رہی ہے- جس سے اب قوم کا غرور کچھ ڈھیلا ہوتا نظر آتا ہے- اور اپنی ہستی کو کچھ جانچنے لگے ہیں- اور زوال کی حد کو پہنچکر اب قوم کی غیرت کچھ حرکت میں آنے لگی ہے-

اور جب حضرت موسٰےؑ نے بنی اسرائیل کو مصر سے ہمراہ لیکر شام پر فوج کشی کے لئے جہاد کا حکم دیا- تو قوم نے انکار کر دیا جس کی سزا میں ۴۰ برس تک جنگلوں میں بے سروسامان پھرتے رہے جب انکار کرنیوالے سنر پیر لوگ مر گئے- اور اُن کی نسلیں جوان ہوئیں تو اُن کی آنکھیں کھلیں اور اپنے نبی کی قدر کو پہچان کر اُس پر ایمان لائے- اور شام کو بھی فتح کیا- اسی طرح مسلمانوں نے بھی قومی غرور سے مسیح وقت کا انکار کیا اور تکفیر کی- تو خدا کے زور آور حملے بھی اس مکرم مامور کی شان کا پتہ دے رہے ہیں-

صحابہؓ کرام کی ترقیوں سے سبق:- قرآن کریم کا وہ گر جسے اس مضمون کے شروع کرتے وقت میں نے پیش کیا تھا- کہ جب ہم کو کوئی الجھن پیش آوے تو ہمکو احکام الٰہی اور دستور العمل نبوی کی طرف رجوع کرنا چاہئے- اس کے مطابق کلام اللہ شریف سے گذشتہ قوموں کی تاریخ سے نتائج اخذ کرنے سے آگے اب دستور العمل نبوی کیطرف رجوع کرتا ہوں- اسی مضمون کا ایک اور حکم بھی قرآن شریف میں ہے- قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ- خدا فرماتا ہے- کہ اگر تم لوگ میری سرکار کی خوشنودی حاصل کر کے ایک محبوب اور اقبالمند قوم بننا چاہتے ہو- تو ہمارے مقدس و اپنے رسول (محمدؐ) کے ہر حال و قال کی پیروی کرو-

اب جائے غور ہے- کہ آنحضرتؐ نے کیسی ذلت و زوال ماری قوم پائی تھی- بد مسلمات پر بحث نہیں کرونگا- اس قوم کو آنحضرتؐ نے کس ذرائع سے معراج ترقی پر پہنچایا تھا- اس سوال کا جواب ہمارے اس مضمون کے عقدہ کا حل ہوگا- کہ صحابہ کرامؓ پر زمانہ حال سے بڑھکر مشکلات آچکی ہیں اور اُن پر ملکی ادبار اور اقوام غیر کی مخالفت اور تنزل چھا چکی ہے- ان حادثات عظیمہ کا جو علاج مفید پڑا وہ چند کلمے لفظ ایسے ہیں- جنکے مطالعہ کے بعد کسی نئے علاج یا تدبیر کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ زمانہ کے ترازو پر تل چکے ہیں اور امراض قومی کا صحیح اور مجرب علاج ثابت ہو چکے ہیں- ملکی- قومی- اخلاقی- تمدنی- سیاسی ترقی کے شعبوں میں کوئی امر ایسا باقی نہیں رہا جو صحابہ کرامؓ کے افعال اعمال عادات اور اطوار میں نہ پایا جاتا ہو- تہذیب نفوس- قومی ہمدردی- ملکی ترقی اور اعلےٰ درجہ کی پاکیزگی کے صحیح اور کامل نمونے- اُن سے بڑھکر تاریخ پیش نہیں کر سکتی- پس تقلید صحابہ کرامؓ کے سوائے کسی اور جدید کہنہ کا تلاش کرنا اور نئی سیاسی فلسفہ پر بدعت یا نئی رہبانہ یعنی صوفیانہ گوشہ نشینی سے اسلام کے خوبصورت چہرے کو بگاڑنا اور صراط مستقیم سے ہٹانا ہے-

اس جگہ بعض پالیٹشن کہینگے- کہ حالات مختلف ہیں- (یعنی مسلمان آجکل زیادہ مصائب میں گھرے ہوئے ہیں اس لئے وہ نسخہ جو کہ صحابہؓ کا دستورالعمل اب ہمارے لئے مفید نہیں ہو سکتا) بالکل غلط! بیشک آجکل لیگ والے چیختے ہیں کہ ہمارے حقوق! حقوق!! کھوئے جاتے ہیں- مگر صحابہؓ کی حق تلفیاں اس سے کہیں ہزار گنا بڑھ کر ہوئی تھیں- ہندوستان کے مسلمانوں کو بفضلہ کسی نے ملک بدر نہیں کیا- کسی کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے نہیں روکا گیا- کسی پر دانہ پانی بند نہیں کیا گیا مگر صحابہؓ پر یہ سب ستم ہوئے- تو جائے غور ہے کہ کیا حضرت سرور کائناتؐ نے حقوق طلبی کے لئے کوئی لیگ یا کانفرنس قائم کی تھی- یا کوئی پولیٹیکس کے اکھاڑے بنائے تھے- کیا کوئی یونیورسٹی بنائی تھی؟ ہرگز نہیں پھر وہ کیا راز ہے کہ وہ صحابہؓ جو اشتہاری چوروں کی طرح مکہ سے نکلے تھے- ان کی تمام مشکلات کے دروازے کھل گئے اور وہ چند سالوں کے اندر مظفر و منصور ہو کر مکہ میں فتحمندانہ داخل ہوئے اور ننگے پاؤں- ننگے سر- بھوکے حال سار بانی کی حالت سے ترقی کر کے نہ صرف کئی ملکوں کے بادشاہ اور سلطنتوں کے شہنشاہ ہوئے- بلکہ آجکل کی تمام مہذب قوموں کے اُستاد اور علم و فضل کے سرچشمہ مانے گئے- اور روحانیت میں انبیائے سابقین کے درجہ کو پہنچے- اس کا کوئی جواب بجز اس کے نہیں ہے- کہ صحابہ کرامؓ میں ایک پُر جوش سپرٹ تھی- جسکی کمی بیشی پر قوموں کی موت و حیات کا انحصار ہے- اس حقیقی جوش کے بغیر مسلمان کسی کام میں کامیابی کا مُنہ نہیں دیکھ سکتے- اور نہ سیاسی جلال یا روحانی معراج- اخلاقی کمال اور تمدنی وقار کا کوئی مرحلہ نہیں طے کر سکتے- اب بھی وہی قرآن وہی اسلام اور وہی زمین و آسمان ہے مگر مسلمانوں میں وہ عملی جوش نہیں- جو اخلاص و ایثار کے مثمر نتائج دکھا سکے- اور قوم کے متفرق اور پراگندہ اجزا کو جمعیت کی صورت میں لا سکے اور اس جوش کی سپرٹ کا پیدا ہونا بجز ماموروں ولیوں کی صحبت کے جس میں برقی اثر ہوتا ہے- اور اُن کی اتباع صادقہ کے جو قومی اتحاد کے لئے ضروری ہے- ناممکن ہے- احکام قرآنی کونوا مع الصادقین ــــ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا کا بھی یہی منشاء ہے- اولی الامر سے امام الوقت (روحانی) اور حاکم وقت (دنیاوی) دونوں مراد ہیں- صحابہ کرامؓ نے اپنی تمام خواہشوں تجویزوں- تدبیروں- رایوں اور عقلوں کو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے بالکل قربان کر دیا- اور تمام قوم ایک جلیل القدر لیڈر کی ماتحتی میں آکر ایک وحدت میں منسلک ہو گئی- اور روحانیت میں ان کا پیوند اللہ تعالیٰ سے لگ گیا- اور تہذیب اخلاق- تمدن اور معاشرت میں کمال تام حاصل کیا- قرآن کریم کا عملدرآمد- مرکز وحدت سے وابستگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فیض صحبت یہی چیزیں اُن کی یونیورسٹی تھیں- مگر جو شخص اسلام میں داخل ہوتا- اسکو آنحضرت صلعم کوئی بھی تعلیم دینے سے پہلے بیعت کرتے تھے- یہ ہرگز ثابت نہیں ہوگا- کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی شخص کو بیعت کی پابندی سے مستثنٰے رکھکر صرف شخصی طور پر شریعت کی تعلیم دی ہو- (باقی پھر)

ہماری تبلیغی جدوجہد اور اسکے خوشگوار نتائج

اللہ تعالیٰ کا نہایت ہی احسان ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ذریعہ سے سلسلہ حقّہ احمدیہ کی آئندہ ترقی کے آثار نہایت بیّن طور پر ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت نبی کریم صلعم کی ہجرت کے بعد اسلام کا زیادہ تر ظہور مدینہ منورہ سے ہؤا ایسے ہی آپ کے حقیقی خلیفہ اور چودھویں صدی کے مجدد حضرت مسیح موعودؑ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی قادیان سے ہجرت اور لاہور میں وفات سے اُن کے اپنے الہام کے مطابق انشاء اللہ لاہور سے جو کہ مدینہ کا قائم مقام ہی اشاعت اسلام و اشاعت سلسلہ کا کام سر انجام پائیگا۔ ولایت میں بھی جو تبلیغ اسلام کا شاندار کام ہو رہا ہے۔ اس کا مرکز بھی لاہور ہی کی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہے۔ اور اُسکے ممبر ہی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ یہ توفیق دے رہا ہے۔ اور ہندوستان میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اشاعت اسلام کے کام کے لئے یہ انجمن امتیاز حاصل کر رہی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن بہت دُور نہیں ہیں۔ کہ تمام دنیا میں اشاعت اسلام کے لئے یہ انجمن ہی مرکز ہوگی۔ ذیل میں ہم سید مدثر شاہ صاحب مبلّغ سلسلہ احمدیہ کا مباحثہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ جو مولوی سید جلال شاہ صاحب سے جو ایک نہایت شریف معزز خاندان سادات سے ہیں۔ اور ہندوستان سے تحصیل علوم دینیہ کرکے آئے ہیں اور علاقہ سرحد کے رہنے والے ہیں۔ ہؤا۔ اس بحث کے بعد مولوی صاحب نے ایک تحریر لکھدی جس میں انہوں نے سلسلہ احمدیہ کی صداقت کی تصدیق کی ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ مذہب جو حضرت مسیح موعودؑ کا پیش کیا گیا اور ان کا منصب جو اُنکی کتب سے بیان کیا گیا ہے بالکل درست اور موجب شریعت اسلام ہے۔ علاوہ ازیں سید زمان شاہ صاحب نے جو کہ سلسلہ میں داخل نہیں مگر اس خدمت اسلام کے معترف ہو کر جو یہ انجمن کر رہی ہے اپنی زمینی پیداوار کا عشر دینا منظور کیا۔ ایسے ہی اور اصحاب نے چندہ سے امداد کی۔

اے کاش میاں محمود احمد صاحب اور اُن کے غالی مرید غور کریں کہ ان کا عقیدہ حقیقی نبوت حضرت مسیح موعود سلسلہ کے لئے کس قدر ذلّت کا موجب ہے۔ اور اگر وہ اس غلو کو چھوڑ دیں اور حضرت مسیح موعودؑ کا اصل منصب پیش کریں تو اُنکو مجدد مسیح موعود تسلیم کرنے میں کسی صحیح الفہم انسان کو انکار نہیں ہوسکتا۔

بہرحال ہمارے قادیانی دوست جو کچھ اُن کی مرضی ہے کریں۔ اُنکے باطل عقاید کبھی فروغ نہیں پاسکتے۔ اور ضرور ہے کہ دنیا میں صحیح راہ مسیح موعودؑ کی صداقت اپنے اصل رنگ میں پیش ہو جیسے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کر رہی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود اپنی حقیقی رنگ میں تمام دنیا میں قبول کئے جاویں اور آپ کی یہ پیشگوئی پوری ہو۔ کہ

دہ دن آتے ہیں کہ

اب تو تھوڑے رہ گئے دجّال کہلانیکے دن

یقین رکھو کہ جیسے وہ مفتری مولوی جنہوں نے کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں اُنکی طرف حقیقی نبوت کا دعوےٰ منسوب کیا ناکام رہے۔ ایسے ہی آج میاں صاحب کے غالی مرید بھی جو کہ عیسائیوں کی طرح جنہوں نے ایک مجازی خدا اور مجازی ابن اللہ کو حقیقی خدا اور حقیقی ابن اللہ بنا دیا ایک مجازی نبی اور مجازی رسول کو حقیقی نبی اور حقیقی رسول بنا رہے ہیں۔ خائب و خاسر ہونگے۔ اور جیسے کہ حضرت مسیح کی خدائی کا دعوےٰ حضرت مسیح کے کلام سے ۱۹ سال میں ثابت نہیں ہوسکا۔ ایسے ہی حضرت مرزا صاحب کی حقیقی نبوت کا دعوےٰ بھی آپ کی کتب سے یہ غلو کرنیوالی جماعت ہرگز ثابت نہیں کرسکیگی۔ چاہے۔ اپنے ناخنوں تک زور لگا دے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ بہرحال سید صاحب کی تفصیلی رپورٹ حسب ذیل ہے۔ (خاکسار مرزا یعقوب بیگ آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام)

رپورٹ سید مدثر شاہ صاحب

بخدمت گرامی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں نے ماہ اکتوبر ۱۵ء میں مواضعات چیڑ۔ انز سیمہ حصاری۔ بالاکوٹ۔ کوئی۔ ببیہ وغیرہ واقعہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ کا دورہ کیا۔ قابل ذکر واقعات حسب ذیل ہیں۔ موضع کرائی واقعہ درۂ کاگان میں سید جلال شاہ صاحب یہاں اپنی قوم سادات میں ایک نامور اور معتبر شخص ہے۔ ان کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق ان سے چند روز تک تبادلہ خیالات اور گفتگو ہوتی رہی سید صاحب خود بھی اہل علم شخص ہے۔ مگر انہوں نے بنظر احتیاط و تحقیقات کے اپنی مسجد کے امام مولوی ولی الرحمن صاحب کو جو ہندوستان سے علوم دینیہ مروجہ کی تحصیل تمام کرکے آئے ہوئے ہیں طلب کیا۔ میری طرف سے یہ سوال پیش ہؤا کہ حدیث نبوی میں جس مسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر ہے آیا اس سے مراد حضرت مسیح بنی اسرائیلی ہے یا کوئی اور بزرگ اس نام سے مسیح ہو کر آئینگے۔ مولویصاحب موصوف نے فرمایا۔ کہ وہی مسیح بنی اسرائیلی دوبارہ دنیا میں آسمان سے اُتر ینگے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ اسی بات پر دلالت کرتے ہیں۔ میں نے بیان کیا کہ قرآن شریف کی کئی صریح آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہوگئے ہیں اور فوت شدہ شخص کا پھر دنیا میں واپس آنا وعدۂ الٰہی کے خلاف ہے لیکن اسوقت میں اُن کی وفات پر بحث نہیں کرتا صرف اس قدر پوچھتا ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کس حیثیت سے دوبارہ دنیا میں رونق افروز ہونگے۔ آیا وہ بحیثیت نبی آئینگے یا بحیثیت امتی۔ مولویصاحب نے جواب دیا کہ نبی تو وہ ہیں۔ مگر آنحضرت صلعم کی شریعت کے تابعدار ہو کر آئینگے۔ اور اپنی کتاب اور شریعت پر عمل نہ کرینگے۔ میں نے کہا۔ کہ آیا وہ صرف برائے نام نبی ہونگے۔ اور نبوت کا کوئی اختیار یا نشان اُنکے پاس نہ ہوگا۔ کیا وہ اُس جرنیل کیطرح ہونگے جو کوئی فوج نہیں رکھتا۔ یا اُس بادشاہ کیطرح ہونگے جو کوئی ملک نہیں رکھتا مولوی صاحب اصل بحث کو چھوڑ کر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کو جرنیل کہنا بے ادبی ہے میں نے کہا کہ یہ تو کوئی بے ادبی نہیں ہاں ایک الوالعزم رسول کو عہدۂ رسالت سے نیچے اتار کر ایک امتی بنا دینا بے ادبی ہے۔ اسپر سید صاحب ممدوح بول اُٹھے کہ مولوی صاحب اس میں کیا بے ادبی ہے کیا حضرت فاروق اعظم اور حضرت خالد جرنیل نہ تھے۔ جب یہ لفظ اُنکے لئے مزیل شان نہیں تو حضرت مسیح کیلئے کیونکر ہوسکتا ہے میں نے عرض کیا۔ کہ مولوی صاحب اصل بحث سے گریز کرنا چاہتے ہیں۔ اور ایسے ہی سوالات کو اٹھا کر امر زیر بحث کو تشطط میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے پھر اپنے سوال کو مکرر بیان کیا۔ کہ کیا حضرت مسیح نبی ہو کر آئینگے یا امتی۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اُن کی نبوت سلب تو نہ ہوگی مگر امتی ہونگے میں نے کہا عجیب بات ہے۔ کہ جب وہ نبوت کی کوئی علامت یا نشان یا اختیارات نہ رکھتے ہونگے اور سیدھے سادے آپ لوگوں کی طرح ایک امتی آدم ہونگے۔ تو پھر کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ اُن سے نبوت سلب نہیں ہوئی سلب نبوت اور کسکو کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کلام قرآن شریف میں انبیاء کی چند علامات مقرر فرمائی ہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ کان الناس امّۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین و انزل معھم الکتٰب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ الخ۔ یعنے پہلے لوگ ایک ہی دین پر تھے پھر اُنہوں نے اختلاف مچا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اختلاف کو دور کرنیکے لئے انبیاء بھیجے جو مبشر اور منذر ہوتے ہیں یعنے اپنے ماننے والوں کو فلاح اور کامیابی کی خوشخبریاں سناتے ہیں۔ اور نہ ماننے والوں کو انکی عاقبت اور انجام کی تباہی سے ڈراتے ہیں۔ اور وہ اپنی طرف سے کچھ

رجسٹر نمبر ایل ۸۳۸

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور پنجشنبہ مورخہ ۲ محرم الحرام ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۵۲

تفسیر القرآن بالقرآن

۴

دلیل العرفان پر ریویو

نمبر اول

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

از حضرت مولنا مولوی غلام علیصاحب پشاوری

(۱۷) مولوی احمد علی صاحب نے منشی خادم حسین صاحب کے اس اعتراض کا جواب نہیں دیا ورد من مات فقد قامت قیامتہ (صفحہ ۲ - تفسیر صافی) مولوی صاحب شاید اعتراض کو سمجھے ہی نہوں کیونکہ مخلوق پرست باریک فہم نہیں رکھتے۔ منشی خادم حسین نے اس حدیث کو ذکر کر کے بڑا لطیف اعتراض تشیع پر وارد کیا ہے وہ کہتے ہیں یوم الرجعت آپ کے یہاں اس وجہ سے مقرر کیا گیا ہے کہ ظالموں کو سزا دیجائے اور ائمہ اُن سے بدلہ لیں مظالم کا لیں اور اسی واسطے تو تم کہتے ہو کہ ابو بکر و عمر پھر دوبارہ زندہ کئے جاوینگے۔ اب حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص مرجاتا ہے اسکی قیامت صغریٰ تو اسی وقت اسی کے لئے قائم ہوگئی۔ جیسا کہ خود مفسر شیعی کہتا ہے لان الموت ھو قیامت الصغریٰ للاکثرین والکبریٰ للآخرین (صفحہ ۲ صافی) اب قیامت صغریٰ میں جو برزخ ہے اس کو سزا تو مل رہی ہے پھر رجعت میں زندہ کرنے کی کیا ضرورت اور رجعت کا نام بھی تو تم قیامت صغریٰ رکھتے ہو۔ اور برزخ میں بھی جو حدیث کے مطابق قیامت صغریٰ ہے وہ سزا بھگت رہا ہے۔ اور آیت ولنذیقنھم الخ کا مصداق تو پورا ہو رہا ہے پھر قیامت صغریٰ کی تعیین کس طرح ہو۔ آیا زمانہ مابعد الموت جو برزخ کہلاتا ہے۔ وہ قیامت صغریٰ ہے یا یوم الرجعت قیامت صغریٰ ہے یا قیامت صغریٰ دو ہیں۔ اور تیسری کبریٰ ہے۔ یہ تین قیامتیں تو آج آپ سے ہی سننے میں آئی ہیں۔ اور آیت ولنذیقنھم الخ تو دو دفعہ سزا تجویز کررہی ہے اور آپ کے مسلمات کی رو سے تین دفعہ سزا کا قائم ہونا پایا جاتا ہے۔ بلکہ اگر دنیا کی سزا بھی شامل کیجاوے تو چار دفعہ باید سزا کا ڈیپارٹ قائم ہووے۔ اس کے لئے قرآن سے کوئی آیت پیش کریں۔ ورنہ آیت ولنذیقنھم الخ آپکے مفید استدلال نہیں قرار پائی اور آپ کا موم کا ناک اس سے نہیں بنتا۔

پھر حاشیہ صفحہ (۸) میں خود مولوی احمد علی نے تسلیم کرلیا کہ برزخ اور قیامت دو ہیں برزخ یا عذاب قبر کی مثال النار یعرضون علیھا الخ یہ قبل یوم القیامۃ ہے۔ دوسری مثال ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا ال فرعون اشد العذاب

اے مولوی صاحب دروغ گورا حافظہ نباشد یہی اعتراض تو منشی خادم حسین کا تھا کہ قیامتیں دو ہیں۔ ایک (۱) صغریٰ مطابق حدیث اور آپ کی پیش کردہ آیت النار یعرضون الخ۔ (قبر یا برزخ) (۲) کبریٰ مطابق آپ کی پیش کردہ آیت اور دیگر آیات مثل آیت ولنذیقنھم الخ (قیامت روز جزا) پس ان دلائل اور ثبوت سے رجعت آپ کی کوئی بھی نرہی (بموجب آپ کے مسلمات کے) اور یہی تو ثابت کرنا تھا۔

میں اس پر بہت کچھ لکھ سکتا تھا مگر کس قوم سے انسان تخاطبہ کرے۔ ایک ایسی قوم سے جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتی جاتی ہے۔ اور قرآن کی ہتک رسول کی ہتک خود آئمہ کی ہتک بھی کرتی چلی جارہی ہے۔ اور ذرہ شعور نہیں کہ کیا کر رہے ہیں۔ پھر تعجب ہے ایسے لوگ ہمسے شکایت کرتے ہیں کہ اگر آپ ہر جگہ ظاہر قرآن کو چھوڑینگے تو پھر قرآن تو حجت ہی نہ رہا۔ اس طرح تو ہر بے دین ملحد تاویل کرسکتا ہے جیسے ہم نے صفحات ماسبق میں قرامطہ کی تاویلات کو بیان کیا ہے۔ (صفحہ دلیل العرفان)

(مولوی صاحب اگر آپ اپنی کتاب کا نام دلیل الحرمان رکھتے تو زیادہ موزون تھا۔ شاید آپ کو اپنی تفسیروں کا حال معلوم نہیں وہ تو قرامطہ اور ان کے اسلاف سے بڑھ چڑھ کر ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
مورخہ ۱۱- نومبر ۱۹۱۵ء نمبر ۵۲

اسلامی سال نو

اور

اس کے چند مفید اسباق

سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس

اسلام نے مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں عزت و برتری حاصل کرنے اور ترقیات کے میدان میں آگے ہی آگے قدم بڑھاتے چلے جانے کے کیا کیا کچھ سامان اور ذرائع عطا کئے ہیں اور کن کن راہوں سے اسے فائز المرام بنانے کا بندوبست کیا ہے۔ اگر کوئی شخص ان سب پر ٹھنڈے دل کے ساتھ پورے طور پر غور اور تدبر کرے تو یقیناً اسے سمجھ آجائیگا کہ اسلام نے اس کے لئے کوئی گھنٹہ اور کوئی گھڑی بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ایک سکنڈ بھی ایسا نہیں چھوڑا کہ کسی نہ کسی شعبہ زندگی میں الٰہی تعلیم و تربیت کے ماتحت کامیاب بنا دینے والا نہ ہو۔ دور کیوں جائیں خود ہماری روزانہ نمازیں اگر ان میں یقیمون الصلوٰۃ کا رنگ پایا جائے تو گویا ہمیں ہر حال میں یاد الٰہی میں منہمک رہنے اور اپنی جسمانی مشغولیتوں میں روحانی بہبودی اور خوشحالی کو بھلا نہ دینے پر کاربند بناتی ہیں۔ ایسا ہی ومما رزقنٰھم ینفقون ہمیں اپنی آسائشوں میں مستغرق رہنے اور دوسروں کو بھلا دینے سے روکتا۔ اور حقوق العباد کو دور کر کے گویا ایک اعلیٰ درجہ کی سوشل (تمدنی) زندگی کی بنیاد ڈالنا ہے وعلی ھذا القیاس لیکن یہ تو وہ شعائر دین ہیں کہ جنہیں اسلام کے ارکان میں شمار کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ بعض اور باتیں بھی ہیں کہ جن پر غور کرنے سے دراصل انہی مذکورہ بالا امور کی طرف رغبت اور دینی و دنیوی ترقیات کی تحریک ہوتی ہے۔ ان ہی میں سے ایک ہمارا سن ہجری بھی ہے۔ جو اگرچہ آج خود مسلمانوں کے لئے بالکل غیر مانوس ہے۔ اگرچہ خود اہل اسلام میں سے ایسے ہی بے بہرہ ہیں جیسے کہ ایک نابینا سورج کی روشنی سے فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگرچہ مسلمانوں کے ایک بیشتر حصہ کو آج اس بات کی خبر تک بھی نہیں رہتی کہ ہمارا کونسا سال آج چڑھا اور کونسا ختم ہوا ہم کونسے اسلامی مہینے میں سے ہو کر گذر رہے ہیں۔ اور اس ماہ ہمیں سنت نبوی سے فائدہ اٹھا کر کیا کرنا چاہئے (سوائے ان چند ایک مہینوں کے جو ماتم اور رونے پیٹنے۔ عیدین اور شب برات وغیرہ کے لئے مخصوص ہیں کیونکہ ان میں کی بعض اہم تقریبات جو کچھ تو لوگوں کی اپنی ہی بناوٹ ہیں۔ اور کچھ شعائر اسلامی میں سے ہیں۔ نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ غیر اقوام کو بھی بتلا دیتی ہیں کہ یہ کونسا مہینہ ہے)۔ مگر تاہم ایک اہل دل انسان کے لئے نہ صرف ہر ایک نیا سال۔ بلکہ ہر ایک دن اور رات۔ ہر ایک گھڑی اور منٹ ہاں ہر ایک وہ سکنڈ جو ایک آنکھ کے اشارہ سے شروع ہو کر گویا اس کے ساتھ ہی ختم بھی ہو جاتا ہے۔ ایک بالکل نئے زمانہ نئے وقت نئے رنگ اور نئے جسم و جان کو لیکر آتا ہے۔ اور اس سے بہت سے ایسے مفید اسباق حاصل کئے جا سکتے ہیں جو انسان کی روزانہ زندگی کے کئی ایک مراحل میں ایک حقیقی رہنما کا کام دینے والے ہوں۔ اور کامیابی اور خوشحالی اس کے ہمرکاب ہو۔ یہی وہ بات ہے جسے مولانا روم علیہ الرحمۃ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

نو شدن حال و بقا در عالم است ... بار بار روئیدہ ایم

نئے سال کے شروع ہونے پر دنیا کی مختلف اقوام کا جو کچھ طریق عمل ہے وہ بالعموم عیش و نشاط اور خوشی و مسرت کے سامانوں تک ہی محدود ہوتا ہے۔ اور جہانتک ہم دیکھتے ہیں ان سے آئندہ زندگی کے لئے کوئی مفید سبق لینے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس کی وجہ زیادہ تر یہی ہوتی ہے کہ ان کے ان تمام سالوں کی بنیاد کسی ایسی اہم تقریب پر نہیں ہوتی کہ جو کسی وقت کسی مفید امر کا باعث ہوئی ہو۔ یہ تو صحیح ہے کہ ان کے نام کسی شخصی قومی۔ یا کاروباری مناسبت کے لحاظ سے ہی تجویز کئے گئے ہیں۔ یعنی یا تو ان کا نام کسی مقدس انسان کے نام پر رکھا گیا ہے جیسے سن عیسوی یا کسی قومی اعتبار سے جیسے سنہ ہندی یا دنیوی عذاب سے کسی بڑے آدمی کے نام پر جیسے بکرمی یا کسی کاروباری امر پر جیسے فصلی۔ لیکن ان سب ناموں میں وہ حقیقت اور روح ہرگز نہیں پائی جاتی جو سن ہجری کی بنا و حقیقی اور اس کے نام میں مضمر ہے۔ عیسائیوں نے گو اپنے سال کا نام حضرت مسیح علیہ السلام کے نام پر تجویز کیا لیکن کسی اہم تقریب کی بنا پر نہیں جو کسی آئندہ کامیابی کا پیش خیمہ ہو بلکہ آپ کے بعد پورے چھ سو سال تک رومیوں کے سنین سے فائدہ اٹھانے کے بعد انھوں نے اپنا ایک سن تجویز کیا اور اسے پیدائش مسیح سے شروع کیا جو اپنی نوعیت میں کوئی ایسا واقع نہیں کہ جس سے کوئی اہم دینی یا دنیوی سبق حاصل کیا جا سکے کیونکہ حضرت مسیح کی پیدائش سے گو دنیا میں ایک نبی کا ظہور ہوا اور یہ سن اسی کی ایک یادگار ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس نبی کی زندگی میں کوئی ایسی اعلیٰ کامیابی ہمیں نظر نہیں آتی کہ جس کی وجہ سے ہم بھی اس کے نقش قدم پر چلنے میں ساعی ہوں۔ اور اس طرح سے باعتبار نوعیت ہم دینی و دنیوی زندگی کے ہر ایک شعبہ میں کامیاب اور فائز المرام ہوں۔ ہمیں سوانح مسیح میں بہت سے ایسے واقعات دکھائی دیتے ہیں جو بجائے عروج اور ترقی کی طرف لیجانے کے آج ہمیں پستی کی طرف لیجانے کا کام دے سکتے ہیں۔ اور ان کو پیش نظر رکھکر اور ان پر کاربند ہو کر نہ صرف انفرادی طور پر ہی نقصان کا احتمال ہے بلکہ قومی ترقی بھی معرض زوال میں آجانی ضروری ہے اور یہی وجہ ہے کہ اور تو اور خود عیسائیوں میں بھی ایسے نمونوں کو آج عملی طور پر بالکل ترک کر دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح کا تمام زندگی بھر نہایت کمزوری کی حالت میں رہنا اور کبھی بھی اپنے مخالفوں پر غالب نہ آنا بلکہ ہمیشہ ہی مصائب اور دکھوں کا تختہ مشق بنے رہنا اور اس پر ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسرا بھی پھیر دینے کی ہدایت کرنا یہ منجملہ دیگر بہت سی باتوں کے وہ اہم واقعات ہیں کہ جن کی تقلید آج تمام عیسائی دنیا کو ذلت اور شکست کا تاج پہنا سکتی ہے۔ اور وہ اپنی تمام بادشاہتوں کو کھو کر سلطنت سے ہاتھ دھو بیٹھ سکتی ہے۔ پھر آپ کے شادی نہ کرنے اور مجرد رہنے سے آپ کے مقلدین جن اہم خطرات کے مورد بن سکتے ہیں ان پر موجودہ جنگ یورپ خوب روشنی ڈال سکتی ہے۔ الغرض سن عیسوی سے سوائے دنوں کے حساب کے اور کوئی بھی ایسا سبق حاصل نہیں ہو سکتا جو کسی نمونہ کو پیش کرے اور ہم اس سے اپنی روزانہ زندگی میں ایک حقیقی رہنما کا کام لے سکیں۔ ایسا ہی حال دیگر تمام سنین کا ہے۔ کہ جن پر تفصیلی ریویو کرنا باعث طوالت ہوگا۔ ہاں اس قدر عرض کر دینا کافی ہوگا کہ ان کا تعلق بھی صرف دنوں کے حساب و شمار سے ہے اور بس۔

شاید اس جگہ یہ کہا جائے کہ سالوں کے نام اور ان کے شمار و تعداد تو صرف دنیوی حساب کتاب کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ ان کا مذہب سے کیا تعلق اور تمدنی و معاشرتی نمونوں سے ان کا کیا واسطہ۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کبھی مجوزہ قاعدہ اور مروجہ قانونوں کا حقیقی فائدہ اور کمال یہی ہے

نوٹ اور رائیں

امداد برائے ضمیمہ پیغام صلح گذشتہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء کی اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے اندرونی تنازعات سلسلہ کے متعلق ایک ہفتہ وار ضمیمہ کے لئے جو یہ تحریک کی تھی کہ اگر ایک سو احباب پانچ پانچ روپے بطور امداد دے دیں تو اس سے ضمیمہ کے اخراجات پورے ہو سکتے ہیں۔ اس پر عملی طور پر تا حال احباب ذیل نے توجہ فرمائی ہے۔ دوسرے دوستوں کو بھی اس طرف بہت جلد توجہ کرنی چاہئے اخبار میں آج ہی سے اندرونی اختلافات کے متعلق تمام مضامین ترک کر دئے گئے ہیں اور اب یہ خالص اشاعت اسلام و اشاعت احمدیت پر وقف رہیگا۔ مضامین متعلقہ اندرونی اختلافات پر پہلا پرچہ بطور ضمیمہ عنقریب شائع ہوگا۔ مگر یہ نہایت ضروری امر ہے کہ احباب مطلوبہ امداد کے لئے بہت جلد قدم بڑھائیں اور اخبار کو کسی حالت میں بھی زیر بار نہ ہونے دیں۔ سو اشخاص کیطرف سے پانچ پانچ روپیہ کی امداد کوئی بہت مشکل امر نہیں۔ ہر ایک شخص سہولیت سے اس بوجھ کو اٹھا سکتا ہے۔ اور ہمارے فرائض متعلقہ اشاعت اسلام و حفاظت اسلام اس بات کے متقضی ہیں کہ اخبار کو اول الذکر مقصد پر وقف کر کے موجودہ اندرونی مفاسد سے اسلام کی حفاظت بھی کریں۔ ہمیں امید ہے کہ سو اشخاص کی یہ تعداد پوری ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگیگی اور کافی مالی امداد سے اس کام کو پورے طور پر چلایا جاوے گا بہرحال۔ احباب ذیل نے مطلوبہ پانچ پانچ روپیہ کی امداد دی ہے۔

(۱) ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ (۲) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور (۳) جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہوس لاہور۔ (۴) جناب خان صاحب میاں غلام رسول خان انسپکٹر پولیس لاہور شہر (۵) بابو عبدالرزاق صاحب سٹیشن ماسٹر ساہنپلہ (۶) ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ - (۷) شیخ مولا بخش صاحب بوٹ مرچنٹ سیالکوٹ (۸) قاضی ثناءاللہ صاحب میڈیکل سٹورس - لاہور چھاونی (۹) خانصاحب محمد حسین خان کینال افسر خیرپور سندھ (۱۰) مولوی محمد مصطفےٰ خان صاحب بی۔ اے۔ اوورسیر ایجنسی پٹیالہ۔

اشاعت اسلام ہندوستان میں کے عنوان سے ہمعصر زمیندار کے نوروز نمبر میں مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کا ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں آنحضور نے اشاعت اسلام کی ضرورت کو ثابت کرتے ہوئے مسلمانوں کی موجودہ غفلت پر ایک مفصل تبصرہ لکھا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس سے کیا کچھ بد نتائج ہر طرف ظاہر ہو رہے ہیں۔ آپ نے اس بارہ میں بنگال کی حالت زار کو بالخصوص پیش کیا ہے اور شمار و اعداد کے ذریعہ بتایا ہے کہ وہاں اشاعت اسلام تو ایک طرف رہی خود مسلمانوں کی کس قدر تعداد تھوڑے عرصہ میں عیسائیت کی نذر ہو چکی ہے۔ آنحوں نے بتایا ہے کہ "احاطہ بنگال کے صرف ایک ضلع ندیا ہی میں اس وقت پندرہ ہزار سے زیادہ مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں۔ اسی طرح اضلاع جسر کھلنا باریسال اور بالدہ وغیرہ میں صد ہا مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں"۔

بنگال کے ساتھ ہی چھوٹا ناگپور اور آسام ہے یہاں عیسائی مشن جن عظیم الشان سامانوں کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور ان کے جو نتائج اس وقت تک نکلے ہیں اگر ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاوے تو ایک ضخیم کتاب ہو جاوے

اس ارتداد کا اصلی سبب نہ تو مذاہب کا کوئی عملی مقابلہ ہے اور نہ مرتدین کا سچی مذہب کی فضیلت کا اعتراف و یقین جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ زیادہ تر مسلمانوں کی جہالت اور اپنے مذہبی احکام سے بے خبری اور شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی اس کا حقیقی سبب ہے۔ جس نے طرح طرح کے دیگر صد ہا اسباب جمع کر دیئے ہیں۔ بنگال کے مسلمانوں کی تعداد کا جب کبھی ذکر آتا ہے تو تمام ہندوستان کے مسلمان لیڈر نہایت فخر کے ساتھ ان کی کثرت تعداد کو پیش کرتے ہیں اور تقسیم بنگال کے زمانہ میں تو شب و روز اس کا وظیفہ پڑھا جاتا تھا لیکن شاید ان لیڈروں کو کبھی کبھی اس کا خیال ہوا ہوگا کہ اپنے جن دینی بھائیوں کی کثرت تعداد پر وہ اس قدر فخر کرتے ہیں اُن کی مذہبی اخلاقی اور تعلیمی و معاشرتی حالت کیسی ہے۔ اور آجتک دیگر صوبوں کی بڑی بڑی عظیم الشان انجمنوں اور کانفرنسوں نے "جنہوں نے اپنے نام کے ساتھ آل" کا لفظ لگا کر اپنی وسعت حدود اور عموم خدمت کا اشتہار دیا ہے) ان کروڑوں مسلمانوں کے مسلمان باقی رہنے کے لئے کیا کیا ہے۔

ان بدبخت مسلمانوں کی جہالت دس تعداد سے ہو گئی ہے کہ ان کے اعمال و اطوار کو دیکھ کر بمشکل انھیں مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ صدیوں سے ان کا تعلق شمالی ہند کے مسلمانوں سے منقطع ہو گیا ہے۔ اور ہندوؤں کے ساتھ رہتے رہتے اور غیر نو مسلم ہونے کی وجہ سے صد ہا مشرکانہ اعمال و عادات میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ سو میں ستر سے زیادہ مسلمان ایسے ہیں جن کی روزانہ زندگی میں کوئی علامت مسلمان ہونے کی نہیں مل سکتی۔ نہ تو انھیں نماز کی خبر ہے نہ روزہ کی۔ نہ خدا کی توحید سے سروکار۔ اور نہ رسول کی رسالت اور قرآن کے احکام سے۔ اخلاقی حالت ایسی شرمناک ہے کہ اس کا ذکر کرنا خود اپنی بدبختی کا اعلان کرنا ہے۔ مختلف اوقات میں بعض بعض نفس پرست اور بناوٹی شکل کے اشخاص مولوی اور صوفی کا بھیس بدل کر وہاں جاتے ہیں اور ان سے نذر و نیاز لے کر انھیں ہدایت کی جگہ اور ضلالت میں مبتلا کرتے ہیں۔

ہندوؤں کے ساتھ رہتے رہتے ان میں **چھوت چھات کا مرض** پیدا ہو گیا ہے اور متعدد مسلمان جماعتیں ہیں جن سے وہ بالکل برہمنوں کی طرح چھوت کرتے ہیں۔ اور وہ خواہ کتنے ہی تعلیم یافتہ اور مہذب ہوں۔ لیکن ان کو اپنی مسجدوں تک میں گھسنے نہیں دیتے اس کا سبب یہ بتلاتے ہیں کہ کبھی یہ چمڑے کی دباغت کا کام کرتے تھے اور اس وجہ سے ان کی ذات ادنیٰ بن گئی ہے۔ اگر وہ مسجد یا مکان میں آئینگے تو وہ ناپاک ہو جائیگی۔ حالانکہ ان بدبختوں کو یہ معلوم نہیں کہ اسلام میں ذات کی کوئی تفریق نہیں اور جب کبھی کوئی شخص کلمۂ اسلام کا اقرار کرے تو وہ خواہ کلال ہو یا بھنگی ۔ اس کو وہی حق برادری حاصل ہو جاتا ہے جو ایک صحیح النسل سید اور آل ہاشم کو حاصل ہے۔

ان لوگوں کی جہالت کا نتیجہ یہ ہے کہ اس قسم کے صد ہا مسلمان اپنے سے مسلمانوں کو متنفر پا کر مجبور ہو جاتے ہیں اور عیسائی مشنوں کے دام میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ شمالی بنگال میں مسلمانوں کا ایک گروہ بادیہ کے نام سے آباد ہے۔ یہ لوگ بالکل ویسے ہی مسلمان ہیں جیسے بنگال کے اور مسلمان لیکن چونکہ ان لوگوں کا پیشہ یہ ہے کہ چمڑا حاصل کر بنایا کرتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں اس لئے ان سے وہاں کے مسلمان ہندوؤں کی طرح چھوت کرتے ہیں اور اپنے علاقہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بھی روکتے ہیں یہی کہ بادیہ کی قوم کا ایک تعلیم یافتہ مسلمان جس نے بمشکل عربی کی تحصیل کی تھی جب اپنے گھر واپس:

آیا اور مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو صدہا آدمی لاٹھیاں لے کر اسے مارنے کے لئے اُٹھے۔ اور اگر وہ بھاگ کر نکلنے میں چھپ نہ جاتا تو قریب تھا کہ جان سے ہلاک کر دیا جاتا۔

ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ اگر وہ لوگ مجبور ہو کر عیسائی نہ ہو جائیں تو کیا کریں چنانچہ عیسائی مشن ان تمام موقعوں کو اچھی طرح سمجھے ہوئے ہیں۔ اور خاموشی کے ساتھ ان سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کاموں کی توفیق نہیں۔ علماء کو اپنے جھگڑوں اور کفر و تکفیر سے فرصت نہیں انجمنوں اور کانفرنسوں کو یونیورسٹی کے بنانے اور تعلیم نسواں کے لئے کالج کھولنے کے خواب نظر آ رہے ہیں۔ پھر کون ہے جو ان بدبختوں کی خبر لے اور ان لاکھوں پیروان اسلام کو گمراہ ہونے اور توحید سے نکل کر تثلیث و بت پرستی میں جانے سے روکے؟

یہ حالت تو شہروں کی ہے دیہاتوں میں جائیے تو آپ کو صدہا گھرانے ایسے ملیں گے جن کے نام تک اسلامی نہیں ہیں۔ اور وہ علانیہ کالی دیوی کی پوجا کرتے ہیں۔ ایک اور گروہ یہاں ناراڑ نفیر کے نام سے مشہور ہے جو علانیہ شراب اور تاڑی پیتا ہے۔ اور بول و براز اور خون وحیض کھانے پینے کو موجب سعادت سمجھتا ہے اور اس طرح کے تمام فسق و فجور کو نہایت تقدس باطنی عمل قرار دیتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ اپنے پیرووں کے لئے اپنی عورتوں کو بہ کمال فخر پیش کرتا ہے۔ اور اپنے گروہ میں باہم اگر بیویوں کا تبادلہ بھی کرتا ہے روز بروز اس فرقہ کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ اور ہزارہا آدمی اس شرمناک حالت میں غرق نظر آتے ہیں۔ ان تمام تفصیلات کے بعد مولٰنا موصوف فرماتے ہیں کہ اگر ایسے لوگ عیسائی نہ بھی ہوں تو بھی ان کے مسلمان رہنے سے اسلام کو کیا خوشی ہو سکتی ہے۔" ہم بھی کہتے ہیں کہ بیشک کوئی خوشی نہیں بلکہ اُلٹا یہ لوگ اسلام کو بدنام کر رہے ہیں مگر اس بات کی ذمہ داری سب سے زیادہ اُن مسلمانوں پر ہے جو ان تمام باتوں کو بُرا سمجھتے ہیں اور پھر انہیں دور کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ شکر ہے کہ علمائے بنگال علیہ ایک کمیٹی بنا کر جس کا مفصل حال آئندہ اشاعت میں دیا جائیگا اسلام کے انصرام کا بندوبست کیا ہے لیکن کیا ہی اچھا ہوتا اگر کل ہندوستان میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی واحد مرکزی کمیٹی کے ماتحت کام کیا جاتا۔ اور ایسا کرنا اور بھی موزوں تھا جب لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی صورت میں ایک ایسی انجمن پیشتر سے قائم ہے۔ اور اس نے سالہا سال سے ایک تبلیغی کالج کھول کر بعض مبلغین کو کام پر لگا بھی دیا ہے۔

گو اس میں کسی شخص کا ذاتی فائدہ نہیں اور نہ ہی یہاں کسی پر بدظنی ہے۔ مگر تاہم ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر ملکر ایک جماعت کی حیثیت میں کام کیا جائے تو بہت جلد کامیابی کا منہ دیکھا جا سکتا ہے۔

قرآن اور بائیبل

(۱)

مصدق لما بین یدیہ کے معنی

قرآن کریم کے مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ اسے بار بار مصدق لما بین یدیہ کہہ کر پہلی کتابوں اور صحف انبیاء کی تصدیق کرنے والا قرار دیا گیا ہے اور نیز ہر ایک مسلمان کے لئے ایمان کی یہ ایک لازمی شرط ٹھہرائی گئی ہے کہ وہ تمام سابقہ آسمانی صحیفوں اور کل نبیوں پر ایمان لائیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی پیروی اور عملدرآمد کے لئے صرف قرآن کریم کی تعلیم اور خاص آنحضرت صلعم کے ہی اسوہ حسنہ پر چلنے کی ہدایت کی گئی ہے اور دوسری کوئی کتاب اور کوئی دوسرا نبی ہمارے لئے واجب العمل اور لائق تقلید ٹھہرایا نہیں گیا۔ بلکہ تمام گذشتہ کتابوں کو محرف و مبدل بتایا گیا ہے۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ ان سب پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیا اور قرآن کریم کو ان کا مصدق بھی ٹھہرایا۔ اس ایمان کا فائدہ کیا ہے جس پر عمل کرنا لازمی نہیں۔ اور پھر کیا ایک غلط اور محرف و مبدل کتاب ایمان لانے کا حکم ہے؟

یہ ایک سوال ہے جو عام طور پر پیدا ہوتا ہے اور اسی بات کو نہ سمجھنے کے باعث عام طور پر عیسائی یہ سوال کیا کرتے ہیں کہ جب قرآن نے تم کو توریت۔ انجیل پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اور خود قرآن ان کا مصدق ہونیکا دعویدار ہے تو پھر تم کیوں ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

یہ سوال دراصل مصدق کے معنوں کو نہ سمجھنے اور قرآن کریم کے اصل منشاء کو نہ جاننے کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر قرآن کریم کا ان الفاظ سے یہی منشاء ہو کہ ان کتب پر عمل کیا جائے تو اس سے تو بالکل امن اُٹھ جاتا ہے ایک طرف قرآن کریم کے کئی ایک ایسے احکام ہیں جو توریت وانجیل کے سخت مخالف پڑے ہوئے ہیں اور دوسری طرف توریت وانجیل کی کئی ایک ہدایات ہمارے لئے ایسی غیر مستحسن ہیں کہ جن پر عمل کرنا اکثر حالات میں نقصان دہ ہے بلکہ خود ان کی پیروی بھی ان ہدایات پر عمل نہیں۔ پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم کے تصدیق کرنے سے یہ مراد لے لی جائے کہ گویا وہ ہمیں توریت وانجیل پر عمل کرنے کی ہدایت کرتا ہے اس لئے لازماً ہمیں مصدق لما بین یدیہ کے کوئی ایسے معنے کرنے پڑینگے جو ان تمام اعتراضات کو بھی رفع کرنے والے ہوں اور سیاق و سباق کے بھی خلاف نہ ہوں۔

قرآن کریم پر غور کرنے اور الفاظ زیر بحث کے سیاق و سباق کے دیکھنے سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ جس موقعہ پر ان الفاظ کا ذکر ہے وہاں کوئی کسی دوسری کتاب پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا ذکر نہیں۔ بلکہ اشارہ تک بھی نہیں۔ وہاں تو قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کے متعلق الزامی جوابات سے مخالف یہود اور نصاریٰ کو قائل کیا گیا ہے۔ اور انھیں کہا گیا ہے کہ تم جو اس قرآن اور اس رسول کو نہیں مانتے تو گویا اس طرح سے اپنی ہی کتابوں اور رسولوں کو اپنے عمل سے جھٹلاتے ہو۔ کیونکہ تمھاری کتابوں میں جا بجا ایسی پیشگوئیاں اس رسول کے متعلق پائی جاتی ہیں جو اس کے سوا اور کسی پر لگ سکتی ہی نہیں۔ اور اس حیثیت سے قرآن کریم اور حضرت رسول کریم صلعم کے مان لینے سے تو تمھاری ان کتابوں کی تصدیق ہی ہوتی ہے۔ اور وہ پیشگوئیاں سچی ٹھہرتی ہیں۔ ورنہ اس کے بغیر تو وہ بالکل غلط ثابت ہوتی ہیں۔ اور کوئی بھی ان کا مصداق نظر نہیں آتا۔ (باقی دارد)

فہرست چندہ

از ایبٹ آباد

شیخ نور محمد صاحب بی۔ اے۔ پلیڈر مبلغ دس روپیہ چندہ پانچ روپے عیدفنڈ میں تین روپے قیمت کھال۔

منشی میر زمان ایجنٹ شیخ محمد احمد صاحب چندہ عیدی ۱ھر ماسٹر اللہ دتا صاحب کلارک ورکشاپ ڈپٹی چندہ ستمبر و اکتوبر عمہ منشی عبد الجبار خانصاحب پٹواری سلہڈ۔ چندہ و عیدی ۱ھر میاں نور حسن صاحب قصاب ایبٹ آباد ۱ھر سید محمد حسین تھرڈ ماسٹر گورنمنٹ اسکول ایبٹ آباد چندہ ستمبر و اکتوبر ۱ھر میاں عبد الرحمٰن صاحب چندہ عیدی ۱ھر کل لہ عہ

اس میں سے رقم رسالہ لہ عہ منی آرڈر فیس ۱ ر پوسٹ کارڈ ۳ پائی کل لہ عہ باقی ۵ ۔ لہ عہ (illegible)

تبلیغ احمدیت

رپورٹ سید ناصر شاہ صاحب

(گذشتہ سے پیوستہ)

مولوی صاحب نے فرمایا کہ اگر وہ پیغمبر ہو کر آئیں تو اس میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی میں نے کہا کہ ان کی پیغمبری سے آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کی تکذیب لازم آتی ہے۔ مولوی صاحب کی طرف سے ایک صاحب نے یہ کہا کہ آیت و حدیث سے یہ مراد ہے کہ کوئی نیا نبی نہیں آئیگا۔ میں نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ مراد ہے کہ نہ کوئی نیا پیغمبر آئیگا اور نہ پرانا۔ اگر میں اس بات کا حلف اٹھا لوں اور پختہ وعدہ کر لوں کہ آج کے بعد میں گوشت نہیں کھاؤنگا۔ اور پھر اس معاہدہ کے بعد گوشت کا استعمال کرنا شروع کر دوں اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ تم نے عہد شکنی کی تو کیا میرا یہ جواب صحیح ہوگا۔ کہ یہ تو پرانے ذبیحہ کا گوشت ہے کوئی نیا گوشت تو نہیں۔ الغرض یہ ایک طفل تسلی ہے کیونکہ جو خرابی نئے نبی کے آنے سے لازم آتی ہے۔ وہی خرابی پرانے نبی کے آنے سے لازم آئیگی۔ بلکہ پرانے نبی کی آمد پر بہت سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت عیسےٰ کا درجہ تو انبیاء کا ہوگا مگر در اصل امتی ہوگا۔ میں نے جواب دیا کہ قرآن شریف تو اس عقیدہ کو بھی رد کرتا ہے جہاں فرمایا۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ یعنے رسول مطاع ہو کر آتے ہیں اس لئے نہیں آتے کہ وہ کسی کے بالکل مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں۔ پس جب آپ حضرت عیسےٰ کو ایک رسول مانتے ہیں تو پھر یہ خیال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ نبی رسالت مستقلہ کے تمام فرائض اور اختیارات کو چھوڑ کر ایک دوسرے نبی کی بکلی اتباع اختیار کریگا۔ اور خود چون و چرا کرنے یا لب ہلانے کا کوئی حق نہ رکھیگا۔ اسپر مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت ہارون بھی حضرت موسیٰ کا مطیع تھا۔ میں نے کہا کہ قرآن شریف سے ثابت کریں کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بکلی مطیع اور بالکل امتی تھا۔ اور نہ ان پر کوئی وحی رسالت نہ ہوتی تھی یا ان کو خدا کی طرف سے کوئی پیغام یا حکم نہیں ملتا تھا۔ اور وہ اسی طرح سے حضرت موسےٰ کے امتی تھے جس طرح کہ آپ حضرت عیسےٰ کو قرار دیتے ہو۔ قرآن شریف سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی امداد کے محتاج تھے۔ جیسا کہ خود قول حضرت موسیٰ کا قرآن شریف میں منقول ہے۔ واخی ھرون ھو افصح منی لسانا فارسلہ معی ردا یصدقنی انی اخاف ان یکذبون یعنی حضرت موسےٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرا بھائی ہارون جو ہے۔ اس کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے سو اسے میرے ساتھ امداد کے لئے بھیجدے کہ میری تصدیق کرے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دینگے۔ حضرت موسےٰ کے اس قول سے پایا جاتا ہے کہ وہ حضرت ہارون کی امداد کے حاجتمند تھے۔ اور فرائض رسالت کو انجام دینے اور امر حق کو کھول کر بیان کرنے میں انہوں نے حضرت ہارون کی فضیلت کا اعتراف کیا۔ آیا حضرت نبی کریم صلعم بھی اسی طرح حضرت عیسےٰ کی امداد کے محتاج ہیں۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ میں حضرت مسیح کو اپنے اوپر فضیلت دیتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر حضرت عیسےٰ تو مطیع نہ ہوئے بلکہ نعوذ باللہ آنحضرت صلعم حضرت عیسےٰ کے مطیع ہوئے پس آیت قرآنی سے ثابت ہوا کہ حضرت ہارون حضرت موسےٰ کے امتی یا مطیع نہ تھے بلکہ معین و مددگار تھے۔ مولوی صاحب فرمانے لگے۔ کہ اگر حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے مطیع نہ تھے۔ تو پھر حضرت موسےٰ نے داڑھی سے پکڑ کر حضرت ہارون کو کیوں مارا۔ میں نے جواب دیا کہ کیا صرف داڑھی سے پکڑ کر مارنے سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت ہارون امتی تھا۔ اور نبی نہ تھا۔ اس پر سید صاحب موصوف بول اٹھے کہ مولوی صاحب ایک دفعہ اثناء بحث میں، آپ نے فلاں ...... مولوی صاحب کو داڑھی سے پکڑ لیا تھا۔ تو کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ آپ کا امتی یا مطیع تھا بلکہ وہ تو آپ کا بزرگ تھا۔ میں نے پھر یہ عرض کی کہ اس سے تو حضرت ہارون کا وسیع الحوصلہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور ان کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔ سید صاحب نے فرمایا کہ اس امر کے متعلق ایک سوال میں پوچھتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا لو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو آنحضرت صلعم کی اتباع کے بغیر ان کو کوئی چارہ نہ ہوتا۔ میں نے جواب دیا کہ یہ حدیث بھی میرے مفید مدعا ہے۔ کیونکہ نہ حضرت موسیٰ زندہ ہو کر آئینگے اور نہ آنحضرت صلعم کی تابعداری اختیار کرینگے۔ جس طرح حضرت موسیٰ کا زندہ ہونا محال ہے اسی طرح ان کا متبع ہونا محال ہے۔ اس قسم کا طرز بیان قرآن شریف میں بھی موجود ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین یعنی اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ہو سکتا ہے۔ تو تمہاری نسبت میں سب سے اول نمبر پر میں ہوں۔ پس جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حقیقی ابن اللہ ہونا محال ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کا حقیقی مطیع ہو جانا محال ہے۔ دوسرا یہ کہ حدیث میں اتباع کا لفظ آتا ہے۔ اور جو آیت میں نے پیش کی ہے۔ اس میں اطاعت کا لفظ آیا ہے۔ ان دونوں کے معنوں میں بھی فرق ہے۔ اسپر مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت عیسےٰ بحیثیت خلیفہ ہو کر آئیگا۔ میں نے عرض کیا کہ آیت استخلاف سے ثابت ہے۔ کہ خلفاء محمدیہ آپ کی امت ہی سے ہوتے رہینگے۔ جیسا کہ فرمایا وعد اللہ الذین امنوا منکم۔ منکم کا لفظ بتاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص امت ہی سے خلیفے پیدا ہونگے۔ لیکن حضرت عیسےٰ اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کا امتی نہیں۔ بلکہ ایک خاص قوم کا خدا کا رسول تھا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ وہ پہلے امتی بنیگا اور پھر خلیفہ ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ میں پہلے ثابت کر آیا ہوں کہ جو شخص خود کامل رسول ہو۔ وہ کسی دوسرے رسول کا کامل مطیع اور امتی نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ اسکو کیوں امتی بناتے ہیں جبکہ وہ از روئے قرآن شریف امتی نہیں ہو سکتا تو پھر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بھی نہیں ہو سکتا۔ میں نے یہ بھی بیان کیا کہ نبوت اور رسالت کوئی کسبی چیز نہیں ہے بلکہ وہبی ہے جو خدا کے فضل اور انعام سے ملتی ہے اور خدا تعالے فرماتا ہے۔ ذلک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسھم یعنی یہ اس لئے کہ اللہ کسی قوم کو کوئی نعمت دیکر بدلا نہیں کرتا جب تک کہ وہ خود اپنے دلوں کی بات کو نہ بدلیں۔ پھر اگر نبوت ایک نعمت ہے تو بتلاؤ کس وجہ سے یہ نعمت حضرت عیسےٰ سے چھینی گئی یا نعوذ باللہ ان سے کچھ قصور سرزد ہوا تھا کہ جس کی پاداش میں ان سے یہ عہدہ واپس کر لیا گیا۔ پھر سید صاحب اثناء گفتگو میں بولنے لگے کہ منکم میں حضرت عیسےٰ داخل نہیں ہو سکتے۔ اگر ہو تو صاحب زور سے داخل کریں تو یہ الگ بات ہے۔ [illegible] بعد مولوی صاحب نے بحث کا رخ [illegible] لوگ بھی مرزا صاحب کو رسول اور نبی مانتے ہو میں نے کہا کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم کوئی نبی یا رسول نہیں مانتے خواہ نیا ہو یا پرانا۔ اور بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مدعی نبوت کو کافر اور کاذب یقین کرتے ہیں [illegible]

(باقی آیندہ)

مسلمانوں کی ترقی کا راز

(گذشتہ سے پیوستہ)

اسلام میں اولیاؤں خلفاؤں کی ضرورت

چونکہ خلق الانسان ضعیفا۔ انسان فطرتاً کمزور اور نسیان کا پتلا ہے۔ امور الہیات کے مسائل ہیں جو باریک ہیں۔ فوق العقل پر ایمان لانا پڑتا ہے۔ نیز احکام الہی مخالف جذبات نفسانی اور نفس امارہ کی لذت کے منافی ہیں اس لئے خدا تعالے کے پاک نبی جو شریعت اور کتاب لیکر آتے ہیں ایک تاثیر اور قوت قدسیہ رکھتے ہیں۔ جو اخلاق انسانی کو صیقل کرکے برکت اور نور کی جلا بخشتے ہیں۔ چونکہ نبوت کے باعث آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نیا یا پچھلا اب دنیا میں آ نہیں سکتا۔ اور آنحضرت صلعم کا وہ صبر استقامت۔ صدق و صفا۔ اخلاص و عبادات۔ تمام تائیدات الہیہ اور معجزات و کرامات جن سے آنحضرت صلعم کی صحت نبوت اور صداقت دعوے پر استدلال ہو سکتا ہے دیکھنے والے لوگوں کے فوت ہو جانے پر دوسری پشت میں گویا صدی بھر کے بعد لوگوں کو پھر کچھ قصے سے معلوم ہوتے ہیں اور وہ انشراح ایمانی۔ جوش اطاعت اور حق الیقین جو نبی کریم کے دیکھنے والوں میں تھا فوت ہو جاتا ہے اور کچھ مدت کے بعد دوسرے مذاہب کی طرح مسلمان بھی حقیقت سے محروم رہ کر صرف قصہ گو رہ جاتے ہیں اور اس طرح پر آنحضرت صلعم کی وہ فضیلت جو تمام انبیاؤں پر ہے مفقود ہو جاتی ہے اور چونکہ اسلام بفضل خدا زندہ نبی۔ زندہ کتاب اور زندہ مذہب رکھتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالے نے امت محمدیہ میں ہر صدی میں ایسے برگزیدہ اور مقدس لوگوں کا سلسلہ قائم کیا جو آنحضرت صلعم کے تمام کمالات کے وارث ہوتے ہیں۔ اور قرآن شریف کے معارف و دقائق کو وحی اور الہام سے کھول سکتے ہیں۔ منقولات کو مشہودات کے رنگ میں دکھا سکتے ہیں۔ اور لوگوں میں روحانیت اور خشیۃ اللہ پیدا کرتے ہیں۔ اور قوم میں وحدت قائم رکھنے میں بزرگوں میں ہمیشہ بیعت کا دستور رہا ہے جو سنت مؤکدہ ہے اس کی غرض فقط یہی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو عظیم الشان کیرکٹر اور ایثار اور صدق ایمانی آنحضرت صلعم کے صحابہؓ رکھتے تھے۔ اس کا نمونہ اور صدیوں میں تو کجا دوسری صدی کے لوگوں تابعین میں نہیں پایا گیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر صدی کے سر پر ایسے بزرگوں کے نازل ہونے کا انتظام کیا تاکہ خلق خدا کسی زمانہ میں حق الیقین کے مرتبہ سے محروم نہ رہے۔ اور قومی وحدت کا شیرازہ بکھر نہ جائے۔ انہی برکات کی وجہ سے کسی نے کیا خوب فرمایا ہے

یک زمانے صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حب درویشاں کلید جنت است منکر ایشاں مستحق لعنت است

قرآن شریف کیونکر زندہ کتاب ہے

چونکہ قرآن شریف خاتم الکتب ہے اور قیامت تک اسکے بعد کوئی کتاب وحی نازل نہیں۔ اسلئے خداوند کریم نے قرآن کریم میں وعدہ فرمایا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی یہ کلام میرا ہی نازل کیا ہوا ہے اور میں ہی اس کا محافظ ہوں۔ جس طرح اللہ تعالے اسکے متن کی حفاظت کیلئے ہر زمانہ اور ہر ملک کے ہر شہر اور قصبہ میں قرآن شریف کے حفظ یاد کرنے والے ہمیشہ پیدا رکھتا ہے۔ اور یہ ایک قرآنی معجزہ ہے کہ اگر آج دنیا بھر کے قرآن شریف کے اوراق اٹھا لئے جائیں اور مراکو سے لیکر چین تک لوگوں کے سینہ سے قرآن شریف نقل کئے جائیں تو ایک زیر یا زبر تک فرق نہ آئیگا۔ یہ وہ فضیلت ہے۔ جو بغیر قرآن کے اور کسی آسمانی کتاب کو کبھی نصیب نہیں ہوئی اور نہ ہی ہو سکتی ہے ورنہ قرآن شریف بھی دوسری کتابوں کی طرح محرف و مبدل ہو جاتا۔ علاوہ ازیں قرآن شریف کے مطالب و حقائق میں چونکہ امتداد زمانہ کے ساتھ عالموں کو غلط فہمیاں ہو جاتی ہیں اور وہ اصل حقیقت سے دور جا پڑتے ہیں۔ اسلئے اللہ تعالے نے قرآن شریف کے حقائق کی حفاظت کے لئے اولیاؤں کا سلسلہ جاری کیا ہے۔

واضح رہے کہ علم کے تین اقسام ہیں:

۱۔ **معقولات** علوم سائنس اور فلاسفی وغیرہ

۲۔ **منقولات** مولویوں کا علم جسکی بنا روایات پر ہوتی ہے

۳۔ **مکاشفات**۔ انبیاؤں اولیاؤں کا علم جسکی بنا وحی الہام۔ رؤیا۔ کشف پر ہوتی ہے۔

چونکہ قرآن شریف کا نزول مکشوفات کی بنا پر ہے اور معقولی اور منقولی لوگ جنکا علم بالکل محدود دائرہ کے اندر ہوتا ہے۔ گویا وہ اپنے جیسے عاجز انسانوں سے سبقاً حاصل کرتے ہیں کچھ مدت کے بعد فہم مطالب کیلئے بہت سی پیچیدگیوں اور اختلافات میں پڑ جاتے ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ ان اختلافات اور پیچیدگیوں کو مٹا کر قرآنی عرفان و حقائق کا تازہ چشمہ کھولنے کیلئے ہر صدی میں ایسے اشخاص پیدا کرتا ہے۔ جو مولویوں کے مکتبہ اور تاریک صومعوں کے محتاج نہیں ہوتے ہیں بلکہ خود اللہ تعالے نے کشف والہام کے ذریعے ایسے شخصوں کا معلم بنتا ہے اُن کا قلب کھلتا جاتا ہے اور انہیں معارف قرآنی سمندر سما جاتا ہے یعنی کہ ہی انکے دل میں قرآن کریم کی ایک عظیم الشان عظمت اور محبت درج جاتی ہے ایسی حالت میں وہ مرد خدا یا شاگرد خدا مولویوں کے اختلافات و پیچیدگیوں کو مٹاتا اور قرآنی معجزات کا اصلی چہرہ دنیا کو دکھاتا ہے اور جس مقام تک اس کی رسائی ہوتی ہے چونکہ وہاں تک مولویوں کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔ اسلئے وہ گویا اندھے ہوتے ہیں۔ اور انکے محدود دماغ ان معانی کو نہیں سمجھ سکتے اسلئے وہ پاگل ہوتے ہیں۔ تو اولیاء اللہ کی شان اور مدارج کو نہیں پہچان سکتے۔ اسلئے شور مچاتے ہیں کہ فلاں شخص قرآن کے معانی بگاڑتا ہے۔ چونکہ لوگوں میں بھی مولویوں کا رسوخ ہوتا ہے اسلئے عوام بھی انکے ساتھ مل کر اس بزرگ کے پیچھے پڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ کفر اور الحاد کے فتوے لگاتے ہیں۔ دراصل ان مولویوں کی حالت اس چمگادڑ جیسی ہوتی ہے جس سے کسی نے پوچھا کہ تو دنکو باہر کیوں نہیں نکلتی کہا مجھے دن کا اندھیرا پسند نہیں ہے اور رات کی روشنی پسند ہے۔ اسلئے مولوی لوگ بھی اپنے کفر اور بد قولی کی وجہ سے اولیاؤں کو کافر یا دیوانہ سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی لوگوں کا کبھی بھی اولیاؤں سے اتفاق نہیں ہو سکا اور ہمیشہ اُن سے جھگڑتے رہے ہیں حضرت نبی کریم کے بڑے بڑے معاندین بھی عیسائیوں اور یہودیوں کے مولوی ہی تھے۔ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی پر کفر اور شیطانی کے فتوے کی ابتدا ایک ملنہ یا یہ مولوی محدث ابن جوزی نامی سے ہوئی وہ ایسا بارسوخ تھا کہ تقریباً ۸۰۰ مولویوں نے بغیر سوچے سمجھے اسکی تائید میں کفر کے فتوے پر مہریں لگا دیں۔ حضرت محی الدین ابن عربی جیسے عارف کامل کے حق میں مولوی لوگوں کے فتوے آجتک مروج ہیں۔ شاہ سرمد کا سر کس نے کٹوایا شاہ منصور کو سولی کس نے دلایا حضرت امام حسینؓ کے خون کے مباح ہونیکا فتوے کس نے دیا۔ حضرت امام اعظم رح جیسے عظیم الشان امام کو کافر کس نے کہا اور قید کس نے کرایا۔ امام شافعی رح کو ابلیس کس نے کہا۔ اور بے عزتی سے قید کس نے کروایا۔ امام مالک رح کو قید کس نے دلائی۔ امام احمد حنبل کو ۲۸ ماہ تک کس نے قید رکھوایا۔ اور ہر روز شام کو جیلخانے سے نکالکر بید لگوائے گئے۔ حضرت بایزید بسطامی کو بسطام سے سات مرتبہ کس نے جلا وطن کرایا۔ حضرت امام بخاری رح کو کسنے جلا وطن کرایا۔ حضرت مولینا رومی صاحب مثنوی معنوی اور حضرت امام غزالی رح کو کافر کے لقب کس نے دئے۔ دوستو! یہی مولوی ہی تھے۔ حالانکہ درحقیقت اصلی حافظ قرآن اماموں اور اولیاؤں ہی کا گروہ ہے۔ جن کا وجود اللہ تعالے اپنے وعدہ انا لہ لحافظون کے مطابق قیامت تک قائم رکھے گا۔ اور جس کے بغیر قرآن کریم بطور زندہ کتاب کے نہیں رہ سکتا۔

(باقی آیندہ)

حسب ہدایت ... پرنٹر ... باہتمام ... ایڈیٹر ... احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے ... شائع ہوا

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

ایک آبدوز کشتی غرق لنڈن ۸ نومبر۔ صیغہ بحری اعلان کرتا ہے ایک برٹش بحری ٹینڈر (کشتی) تارا نامی پر مشرقی بحیرہ روم میں دشمن کی آبدوز کشتیوں نے حملہ کیا اور اُسے غرق کر دیا۔ ۳۴۔ اہل جہاز گم ہیں۔

روسیوں کی مزید ترقی لنڈن ۹ نومبر۔ پیٹرو گریڈ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ روسیوں نے ریگا اور رمٹاؤ کے علاقہ جات میں ترقی کی اور دوِنا کے مشرق میں واقع علاقہ جھیل میں کئی جرمن لائینز پر قبضہ کر لیا۔ دشمن کا فرنٹ بھی کوبل کے نواح میں چیر ڈالا گیا ہے۔ ان فتوحات میں ایک لاکھ قیدی گرفتار کئے گئے ہیں۔

مغربی میدان جنگ لنڈن ۸ نومبر۔ پیرس کا ایک اعلان مظہر ہے کہ قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔

لنڈن ۹ نومبر۔ پیرس کا کل رات کا ایک اعلان مظہر ہے کہ توپخانوں کی شدید لڑائی خصوصاً آرٹائس۔ لوس اور گوانچی کے علاقوں میں اور شمپین تاہیوری کے مشرق اور بحیرہ کے شمال میں ہوتی رہیں۔ واسجیز میں نزدیک فاصلے سے دستی لوگوں کی شدید لڑائیاں ہوئیں۔

ایک اہم پہاڑی چوٹی پر اطالوی قبضہ لنڈن ۹ نومبر۔ روما۔ کل شام جس پہاڑی چوٹی پر قبضہ کیا گیا ہے اور جسکے لئے دیر سے لڑائی ہو رہی تھی۔ وہ کول ڈی لانا کی طرف سے ڈھکی ہوئی مضبوط پہاڑی چوٹی ہے اس کا حال بھی اعلان میں درج ہے۔ یہ چوٹی شدید مقابلہ کے بعد گرفتار کی گئی ہے۔ ایک سو قیدی۔ ایک کلدار توپ اور بہت سا سامان بارود گرفتار کیا گیا۔

جہاز انڈائین کا انجام لنڈن ۸ نومبر۔ سٹاک ہالم۔ ٹرور انڈائین "آنٹر بیجر" اور سینٹز کے درمیان ایک جرمن ریلوے فیری کے ساتھ جا رہا تھا۔ اس جہاز پر دو تارپیڈو آکر لگے۔ اور تین منٹ میں غرق ہو گیا۔ ۱۹۔ آدمی غرقاب ہوئے۔ جن میں سے بعد ازاں ۲ زخموں کی وجہ سے مر گئے۔ فیری پر حملہ نہیں کیا گیا۔

امریکہ میں جرمن سازش لنڈن ۹ نومبر۔ نیو یارک۔ فرنچ جہاز جیمیو جو ہفتہ کے روز بورڈو سے روانہ ہوا۔ ۲۱۴ مسافروں اور سامان سے لدا ہوا تھا۔ اور اس پر بہت سا سامان جنگ بھی تھا۔ لیکن جلتی ہوئی حالت میں سیلی فوکس واپس آیا شبہ ہے کہ کسی نے آگ لگا دی ہے۔ فیڈرل گرانڈ جیوری نے دیگر پانچ جرمنوں پر سازش کا الزام لگایا ہے۔

بلغاری اسیران جنگ لنڈن ۹ نومبر۔ ۱۸ بلغاری اسیران جنگ پلائی موتھ میں اتارے گئے ہیں۔

روسی میدان جنگ میں جرمنوں کی مشکلات لنڈن ۸ نومبر۔ پیٹرو گریڈ سے آمدہ ایک تارہ خبر مظہر ہے کہ روسیوں نے تازہ ترین فتح کے موقعہ پر جو چالیں چلیں۔ ان کا حال ۷ نومبر کے اعلان میں درج ہے۔ اور لکھا ہے کہ مشرقی فرنٹ پر طرفین نے جو چالیں چلیں یہ ان سب میں اعلیٰ تھیں یعنی کثیر التعداد فوج کے ساتھ چیدہ چیدہ مقامات پر بسرعت تمام حملے کر دیئے گئے اس موقعہ پر جرمن ریزرو کافی سرعت سے نقل و حرکت نہیں کرتے تھے۔ ہر روز یہ امر ثابت ہو رہا ہے کہ جرمن ریگا اور ڈونسک میں امن چین سے موسم سرما نہ گذار سکیں گے۔ کسانوں نے قبل از وقت موسم سرما کی جو پیش گوئی کی تھی وہ پوری ہو رہی ہے۔ اور آج پیٹرو گریڈ میں ۱۴ درجے کہر پڑ رہا ہے۔ کیف سے آمدہ ایک تارہ خبر مظہر ہے۔ کہ چونکہ گلیشیا میں جرمنوں کو شکستیں ہوئی ہیں۔ اس لئے ان کو مشرقی محاذ کے دیگر حصوں پر نقصان ہو رہا ہے۔ قیدی بیان کرتے ہیں کہ آسٹرین اب اپنا سامان کوویل سے لیمبرگ کو تبدیل کر رہے ہیں

شہنشاہ معظم کی صحت یابی لنڈن ۱۰ نومبر۔ آج شہنشاہ معظم پریوی کونسل کے اجلاس میں صدر نشین ہوئے۔

گلڈ ہال میں نہایت اہم تقریریں لنڈن ۹ نومبر۔ لارڈ میئر کی نمایش بالکل ایک بحری اور فوجی کارروائی تھی۔ جلوس میں نو آبادیوں کے دستہ ہائے فوج اور رنگروٹوں کا کالم تھا۔ جس میں کئی مختلف رجمنٹوں کے سپاہی تھے اگرچہ بارش ہو رہی تھی تاہم بازار لوگوں کے ہجوم سے بھرے پڑے تھے۔

دول ایتلاف کا اتحاد لنڈن ۹ نومبر۔ دعوت گلڈ ہال میں آج رات مسٹر اسکوئتھ نے ایک تقریر کی۔ لوگوں نے آپکا پرتپاک استقبال کیا۔ مسٹر اسکوئتھ نے فرمایا کہ برطانیہ کلاں کا جنگ میں شامل ہونے کا فیصلہ بالکل درست تھا۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ ہم فتحیاب ہونگے۔ آپ نے لارڈ کچنر کے مشن کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ پیرس میں لارڈ کچنر نے دوستانہ اور نتیجہ خیز بات چیت کی ہے مسٹر اسکوئتھ نے امید ظاہر کی کہ لارڈ کچنر کچھ عرصہ کے لئے باہر رہینگے۔ اور اقصائے مشرق میں تمام حالت کو خود دیکھ جا کر اپنے ساتھیوں اور اتحادیوں سے ملکر ملاحظہ کرینگے۔ لارڈ کچنر اپنے ساتھ اپنے ہموطنوں کا پورا اعتماد ایک بہادر سپاہی اور حکمران کے اختیارات لیکر گئے ہیں اور اقصائے مشرق کا جو علم ان کو ہے اس کی اور کوئی نظیر نہیں۔ لارڈ کچنر کے مشن کو اتحادیوں نے پورے طور پر پسند کیا ہے۔ اور اس سے ہمدردی ظاہر کی ہے۔ مسٹر اسکوئتھ نے قومی اتحاد پر زور دیا۔ اور کہا ۱۵ سال کے بعد بھی ہمارے ہاں صرف ایک ہی پارٹی ہے۔ اور مغایرت کی آواز ناموجود ہے چند خفیف مخالفانہ لہروں کے ساتھ قومی زندگی کی رو متحدہ مقصد اور عزم بالجزم کے گہرے نالے میں بہتی ہے۔ وزیر اعظم نے سرویوں کے بہادرانہ ڈیفنس کی تعریف کی اور تسلیم کیا کہ اتحادیوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اپنا پورا حصہ ادا نہیں کر رہا۔ اطالوی فوج کی بہادری کی تعریف میں بھی چند الفاظ کہے اور بتلایا ہم آج ہی اپنے مقصد میں متحد ہیں۔ ہم سب اکٹھے ہی کھڑے ہونگے اور اکٹھے ہی گرینگے۔ دشمن نے علیحدہ علیحدہ صلح کرنے کے متعلق جو خبریں اڑا رکھی ہیں وہ محض جھوٹ ہیں۔ عرصہ ایک سال کا گذرا میں نے اس ہال میں بتلایا تھا کہ کن مقاصد کے حاصل کئے بغیر اتحادیوں میں سے کوئی بھی اپنے ہتھیار رکھنے کو تیار نہیں آج بھی اس کی یہی حالت ہے جو اسوقت تھی۔ اور ہم ان مقاصد کے حصول کی طرف بہت دور تک بڑھ گئے ہیں۔ خواہ مستقر طویل ہو یا قلیل ہم اس وقت تک نہ کھڑے ہوں گے نہ دم لیں گے۔ جب تک کہ ہم یورپ کی چھوٹی سلطنتوں کی آزادی کو حاصل نہیں کر لیتے اور خود یورپ اور تمام دنیا کو طاقت کی حکومت سے آزاد نہیں کرا لیتے۔

مسٹر بیلفور کی تقریر مسٹر بیلفور نے پرزور چیرز کے درمیان بحری اور بری فوج کیطرف سے جواب دیتے ہوئے لارڈ کچنر کی ذہانت کی تعریف کی جسکا کہ انہوں نے فوجوں کی بھرتی کرنے میں اظہار کیا آپ نے اس امر پر زور دیا کہ جرمنی اور آسٹریا نے جو قیاسات کئے ہوئے تھے وہ قابل حصول نہ تھے جرمن پہلے موسم بہار میں بالکل ناکام ہو گیا ہے اور دوبارہ کے اس نے رستہ میں کوئی ترقی نہیں کی اس قسم کی جنگ میں جسکے یہ معنی ہیں کہ دشمن کی فتوحات کا چڑھاؤ اپنی انتہائی حد تک پہنچ چکا ہے اور اب اس کا زوال باقی ہے۔ مسٹر بیلفور نے سمندر پر اقتدار کی اہمیت کو واضح کیا جس پر کہ اتحادیوں کی تمام جنگی چالوں کا انحصار ہے۔ بلغاریہ کے حکمران نے صرف ذاتی اغراض سے متحرک ہو کر یہ کام کیا ہے۔

ایک لائق [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۱۴ - نومبر ۱۹۱۵ء　جلد ۶ نمبر ۵۲

اسلامی سال نو
اور
اس سے چند مفید اسباق

۱۳۳۴ھ ہجری المقدس
(۲)

اسلامی سن ہجری ہمیں کن امور کی یاد دلاتا اور کون سے مفید اسباق سکھاتا ہے اس کے لئے ذرا تاریخ کے ان واقعات پر نظر ڈالو۔ جو اس کی بنا حقیقی ٹھہرائے گئے ہیں۔ ہاں ذرا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پردرد ایّام مصیبت کو خیال میں لاؤ۔ جب آپ کو نہ صرف اپنے عزیز و اقارب اور اپنے خاندان سے ہی جدا ہونا پڑا بلکہ اپنے وطن مالوف بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس مرکز توحید کو بھی خیر باد کہنا پڑا جو آپ کے بزرگ باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آباد کردہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جائے رہائش ہونے کی وجہ سے گویا آپ کی ملکیت تھا۔ آہ وہ بزرگ اور پاکباز انسان جسے صحف انبیاء میں "خداوند" کے مبارک نام سے پکارا گیا جو آج سے پہلے مکہ کا ایک نہایت معزز انسان سمجھا جاتا تھا۔ جس کا خاندان تمام مکہ بلکہ کل عرب میں ممتاز تھا۔ وہ جسے خود اہل مکہ نے جو آج اس کے ملک بدر ہونے کا باعث ہوئے الامین کا معزز و مبارک خطاب دے رکھا تھا نکلتا ہے اور نہایت مصیبت اور پریشانی کی حالت میں صرف ایک رفیق کو ساتھ لے کر چل کھڑا ہوتا ہے لیکن کیوں؟ کیا کسی دنیوی خطرہ کے باعث وہ ایسا کرتا ہے کیا اسے کوئی سیاسی الجھن درپیش ہے۔ جس کے لئے اسے وہاں رہنے میں کوئی خطرہ ہے۔ کیا وہ بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ کیا وہ مال و دولت کا خواہشمند ہے۔ یا کیا اسے کوئی عورت مطلوب ہے۔ کہ اس کا وطن میں رہنا محال ہو گیا اور اسے باہر جا کر اپنے مطالبات کے حصول میں سہولت نظر آئی آخر وہ کونسی چیز ہے کہ جو دنیوی خواہشات سے متعلق ہو اور ان تینوں باتوں۔ زر۔ زن زمین میں نہ آ جائے۔ لیکن نہیں ہم دیکھتے ہیں کہ اسے ان میں سے کوئی بھی شے مطلوب نہیں بلکہ یہ اشیاء تو خود اہل ملک اس کے سامنے پیش کر چکے ہیں۔ مگر وہ ان پر رضامند نہیں اور صاف طور پر کہتا ہے کہ

"اے چچا اگر تو سورج کو میرے دائیں طرف اور چاند کو میرے بائیں طرف رکھ دے اور مجھکو اس کام سے روکنا چاہے تو میں رکنے کا نہیں حتیٰ کہ خدا تعالیٰ میرے صدق کمال پر ظاہر نہ کر دے۔ یا میں اس کوشش میں فنا ہو جاؤں"

پھر وہ کونسی ایسی بات ہے جس سے اہل مکہ اس کی زندگی کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور اسے مجبوراً وطن سے ہجرت کرنی پڑی۔

وہ ہے توحید الٰہی کا وعظ یہ وہ مقصد اعلیٰ ہے جس کے لئے اہل مکہ نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کر کے آپ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا ملک بدر کر دینے کا ریزولیوشن پیش کیا اور قتل کا فیصلہ کر کے آپ کے مکان کو آ گھیرا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی اور آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مکہ سے نکل گئے اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک اولیقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین (جب وہ تیرے بارے میں تدبیریں کرتے تھے کہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر دیں یا نکال دیں وہ بھی تدبیریں سوچتے تھے اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے)

ایک نادان انسان کہہ دے گا جیسا کہ آجکل بھی آپ کے غلام حضرت مسیح موعود کے متعلق بعض ادعا کیا جاتا ہے کہ جب آپ خدا کی طرف سے تھے تو آپ کو کس بات کا ڈر تھا وہیں بیٹھے رہنا تھا۔ آپ کو نعوذ باللہ اپنی جان کا لالچ کیوں پڑ گیا اور کیوں وہاں سے جان لیکر بھاگے۔ افسوس ان نادانوں کو اتنا معلوم نہیں کہ آپ وہاں سے اپنی جان لے کر ہرگز نہیں بھاگتے تھے نہ ہی آپ کو اپنی جان کے ضائع ہونے کا کوئی ڈر یا افسوس تھا۔ اگر جان ہی کا خوف ہوتا تو کیوں اہل مکہ کے کہنے پر اپنے وعظ کو چھوڑ کر وہیں آرام سے زندگی بسر نہ کرتے۔ مگر نہیں آپ کو تو اس پیغام الٰہی کے ضائع ہونے کا خوف تھا۔ جسے لے کر آپ آئے تھے۔ اور جس کی تبلیغ و اشاعت اس وقت محض آپ ہی کی ذات سے وابستہ تھی۔ یہ میں اپنے پاس سے نہیں کہتا بلکہ خود آپ کے وہ الفاظ جو آپ نے جنگ بدر کے موقعہ پر جب آپ کے عظیم الشان کام کی تکمیل کے لیے صحابہ کرام کی چھوٹی سی جماعت مصروف پیکار تھی بحالت دعا فرمائے۔ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ کا اصل مقصد کوئی حفاظت جان و اموال نہ تھا بلکہ حفاظت توحید الٰہی تھا۔ جو جان و مال کی حفاظت سے وابستہ تھی۔ آپ نے فرمایا اللھم ان اھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابداً اے مولیٰ کریم اگر تو اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دے گا تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ یہ وہ غرض و مقصد تھا جس کو زیر نظر رکھ کر آپ مکہ سے نکلے اور اپنے رفیق سفر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ راستہ کی تکالیف شاقہ برداشت کرتے ہوئے مدینہ میں پہنچے۔

اب ایک طرف اس سخت مصیبت کی گھڑی کو مدنظر رکھو جب آپ مکہ سے نکالے گئے اور جس پر ہمارے سن ہجری کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور دوسری طرف ان پیشگوئیوں پر نظر دوڑاؤ جو آپ ان ایام مصیبت میں اہل مکہ کو سناتے ہیں۔ اور اپنی کامیابی اور فتح و ظفر پر انھیں یقین دلانا چاہتے ہیں۔ کیا ان مایوس کن اور پریشان حالات میں جو آپ پر اس وقت وارد تھے ایک ظاہر بین انسان ان پیشگوئیوں پر یقین کر سکتا ہے۔ اس کا جواب خود اہل مکہ کا طرز عمل دیتا ہے وہ ان باتوں کو ایک پرکاہ جتنی بھی وقعت نہیں دیتے بلکہ الٹا ان حقائق کو شاعرانہ تعلیاں اور مجنونانہ باتیں سمجھ کر آپ کو شاعر اور مجنون کے نام سے پکارتے ہیں ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات کبھی نہیں آ سکتی تھی کہ یہ یتیم انسان جو اس وقت خراب و خستہ حالت میں اپنے وطن سے نکالا گیا ہے پھر کبھی کامیاب اور مظفر و منصور ہوگا۔ اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ ہم پر غالب آئیگا۔

لیکن انھیں کیا معلوم تھا کہ موسیٰ نبی کی یہ پیشگوئی کہ "خدا وند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا

دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت تھی" آخر پوری ہوکر رہیگی۔ اور وہ جس کے قتل کے آج ہم منصوبے باندھ رہے ہیں وہ جسے ایک مدت تک طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے کے بعد آج اس کا کام تمام کردینے کا فیصلہ کیا گیا ہے وہ جو یہاں سے بھاگ کر وادی یثرب میں جا پناہ گزین ہوا ہے وہ پھر کبھی ہم پر چڑھ کر آئیگا۔ اور اس وقت ہمیں سوائے اس کی اطاعت کرنے اور سر تسلیم خم کرنے کے کوئی چارہ نہوگا۔

لیکن جاؤ اور ذرا تاریخ کے ان زرین صفحات کو کھول کر پڑھو جہاں خداوند کے سینا سے آنے اور شعیر سے طلوع ہونے اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنے کا حال مندرج ہے کیا یہ عرب کا وہی ایک یتیم بچہ نہیں جسے قریش نے حقیر جانکر ہلاک کردینا چاہا۔ جس کی ان باتوں پر ہنسی اور ٹھٹھا اڑایا گیا۔ جس کے قتل کے منصوبے کئے گئے۔ جسے وطن سے نکالا گیا اور پھر جس پر کثیر التعداد لشکروں اور سامان ہائے حرب کے ساتھ چڑھائیاں کرکے تیر و تفنگ اسے اور اس کے دین کو نیست و نابود کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ آج سے پورے تیرہ برس بعد وہ آتا ہے اور کسی توپ و تفنگ یا تلوار سے نہیں بلکہ صلح اور امن کے ساتھ اپنے اہل شہر کو مفتوح و مغلوب کرتا ہے اور نہ صرف اپنے دکھوں اور تکلیفوں کا ہی کوئی بدلہ نہیں لیتا بلکہ وہ لا تثریب علیکم الیوم کہکر ان کے ان سب مظالم کو بھی معاف کردیتا ہے۔ جو اس کے ساتھیوں کی جان و مال پر وارد ہوتے رہے۔ یہ ہے وہ کامیابی جو توحید الٰہی کے پیغام کو تبلیغ کرنے اور خارق عادت یا یوں کہو کہ معجزانہ استقامت و شجاعت کے ساتھ اسے دنیا میں پہنچانے سے آپ کے ہمرکاب ہوئی۔ اور تمام وہ ظلمتیں کافور ہوگئیں جو اس سے پیشتر سخت ڈراؤنی شکلوں میں رونما ہوکر اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہی تھیں یہ نتیجہ تھا ان تمام دکھوں اور مصائب کا جو آپ مدت العمر تک سہتے رہے اور بالآخر وہ وقت آن پہنچا جب فطرت انسانی متی نصر اللہ کہہ کر چلا اٹھتی ہے۔ اس انتہائی تقاضا و فطرت پر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق الا ان نصر اللہ قریب کا رنگ دکھایا اور وہ فوق العادت کامیابی ظاہر ہوئی کہ جو اس سے پیشتر کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی

آج بھی اسلام غریب ہے اور مفلس و یتیم ہوکر خانماں ویران ہو رہا ہے۔ ہاں اس کا کوئی وطن نہیں اور خود اہل وطن اسے دھکے دیکر اپنے سے جدا کر رہے ہیں۔ اس وقت دین پر وہ وقت آچکا ہے جو حضرت نبی کریم صلعم پر ہجرت کے دن تھا آج دین کی حالت یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا کا نقشہ ہمارے سامنے پیش کر رہی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان قرآن کی خاطر اپنے وطنوں اور اعزا و اقارب سے ہجرت کرنے کی بجائے قرآن کو دنیوی تعلقات کی خاطر چھوڑتے چلے جا رہے ہیں۔ اور غیر اقوام کی مخالفانہ جدوجہد اس پر مستزاد ہے۔ کیا ایسی حالت میں ہمارا یہ فرض نہیں کہ ہم رسول کریم صلعم کے اس اسوہ حسنہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قرآن کو دنیا میں معلوم کرنے کے لئے کسی مخالفانہ کوشش اور محنت سے سخت مشکلات سے بھی نہ گھبرائیں۔ ادیا ... ہاتھ انتم الاعلون ان کنتم مومنین کے مورد

نوٹ اور رائیں

چندر پرکاش کے قبول اسلام کا واقعہ بالکل صحیح ہے۔

پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں نجیب آباد میں مولانا اکبر شاہ خاں صاحب کے ایک لیکچر پر ایک آریہ مسمی چندر پرکاش کے مباحثہ اور رفع شکوک کے بعد قبول اسلام کا تذکرہ کیا گیا تھا اور خود مہاشہ چندر پرکاش کی ایک دستخطی چٹھی بھی معہ ان کے چند اشعار کے درج اخبار کیگئی تھی لیکن اس پر بھی بعض آریاؤں نے خواہ مخواہ شور مچانا شروع کیا اور اس واقعہ کو غلط ثابت کرنے کی بیہودہ کوشش کرتے ہوئے اس کے شائع کرنے والوں کو نالش وغیرہ کی دھمکیاں دیں جسپر بعض لوگوں نے مولانا اکبر شاہ خاں صاحب سے بذریعہ خطوط اصل حقیقت دریافت کی۔ ان سب کے جواب میں مولانا موصوف نے ہمعصر الخلیل بجنور میں ایک مختصر سی تحریر چھپوائی ہے جس سے ان تمام غلط بیانیوں کی تردید ہو جاتی ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

خط مولانا اکبر شاہ خاں صاحب

"اخبار الخلیل میں یہ پڑھکر کہ چندر پرکاش آریہ نے اپنے مسلمان ہونے سے انکار کیا میرے پاس بعض دوستوں نے خطوط بھیجے ہیں اور مجھ سے استدعا کی ہے کہ حقیقت کو بے پردہ کردوں میں نے آج تک کسی اخبار میں خود کچھ بھی واقعہ مذکور کی نسبت شائع نہیں کیا۔ مجھکو آج کل بعض غیر معمولی مشغولیوں کے سبب کسی مضمون کے لکھنے کے لئے اطمینان میسر نہیں تاہم اس قدر لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں جب وارد نجیب آباد ہوا تو فلسفہ مذہب پر میرا ایک پبلک لیکچر ہوا جس میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی۔ اثنائے لیکچر میں چندر پرکاش آریہ نے رفع شکوک کی اجازت چاہی۔ اور میں نے اپنے لیکچر کے اختتام پر اُن کو موقعہ دیا ان کے پاس ایک کاغذ پر کچھ اعتراضات اسلام کے متعلق لکھے ہوئے تھے جن میں سے نمبروار اعتراضات پیش کرنے شروع کئے اور میں نے برجستہ ان کو تسکین بخش جواب دیئے بہت دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا اور وہ صداقت اسلام سے ایسے متاثر ہوئے کہ ان کو اس جلسہ میں اعلان کرنا پڑا کہ اب میری سمجھ میں آگیا کہ اسلام سچا مذہب ہے میں نے اُسی وقت اُن سے کہا کہ اگر آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی ہے تو آپ ہاتھ بڑھائیں اُنھوں نے ہاتھ بڑھایا میں نے اُن کو کلمہ تشہد پڑھوایا جو اُنھوں نے میرے ساتھ ساتھ بلند آواز سے پڑھا۔

اُس جلسہ میں ہزاروں آدمی موجود تھے اور وہ سب کے سب میرے اس بیان کی یقیناً گواہی دینگے۔ اس کے بعد مجھکو منڈاور جانا ضروری تھا چندر پرکاش نے جو مسلمان ہو چکا تھا مجھ سے کہا کہ میں نجیب آباد سے چند روز غیر حاضر رہنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھکو اپنے ہمراہ لے چلیں۔ میں اس پر رضامند ہوگیا اور ہم دونوں منڈاور پہنچے۔ وہاں سے مجھکو کرتپور آنا پڑا اور وہ میرے ساتھ تھے۔ کرتپور سے وہ یہ کہکر کہ مجھ کو ساہو ہر پرشاد کے بعض ضروری کاغذات واپس دینے ہیں مجھ سے جدا ہوئے اور پھر آج تک وہ مجھ سے نہیں ملے۔ اور میں یقینی طور پر نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں۔ ہاں افواہاً سنا ہے کہ وہ لکھنؤ کی طرف گئے ہیں میں اپنے بیان کی صداقت کے ثبوت میں کئی تحریریں اور ثقہ شہادتیں پیش کرسکوں گا۔ چندر پرکاش نے وہ مضمون جو اُن کے نام سے پیغام صلح میں چھپا ہے خود اپنے قلم سے لکھکر بھیجا تھا جو پیغام صلح کے دفتر میں ضرور موجود ہوگا۔ چندر پرکاش نے اپنے سر کی چوٹی خود درخواست کرکے کٹوائی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کاٹی۔ چوٹی کے کٹے ہوئے بال اب تک محفوظ ہیں ضرورت ہو تو میں پیش کرسکتا ہوں۔ اور چندر پرکاش صاحب کی بعض تحریریں بھی ہیں ایڈیٹر صاحب الخلیل کی اس تحریر سے کہ چندر پرکاش مرتد کے مسلمان ہونے کو کوئی اہمیت دینے کی ضرورت نہیں متفق ہوں لہذا یہ جو کچھ لکھا ہے بعض دوستوں کی خاطر سے۔ والسلام"

حضرت خواجہ صاحب حیدر آباد میں۔

حضرت خواجہ صاحب بہت دنوں سے حیدر آباد تشریف لے گئے ہوئے ہیں اور وہاں خدمات دینیہ میں مصروف ہیں

حیدر آباد سے آپ کی کامیابی اور عزت افزائی کی جو خبریں موصول ہوئی ہیں۔ وہ اس قدر مسرت انگیز اور دل خوش کن ہیں کہ جو وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی تھیں۔ وہاں کے حالات کی تمام روئداد تو حضرت خواجہ صاحب خود ہی کسی وقت سنائینگے۔ یا اگر مناسب ہوا تو ان کی اجازت سے کچھ حال لکھدیا جائیگا فی الحال آپ کے لیکچروں کے متعلق ہمعصر شیر دکن روزانہ کی ۴ و ۵ نومبر ۱۹۱۵ء کی اشاعتوں میں جو مختصر حال شائع ہوا ہے اسے برائے آگاہی ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

"(۱) آج کل خواجہ کمال الدین صاحب یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ جو ایک عرصہ تک ولایت میں تبلیغ کے کام میں مصروف رہے ہیں کل شام کے ساڑھے ۶ بجے نواب لیاقت جنگ بہادر کے بنگلہ پر بصدارت نواب عماد الملک بہادر اسلام پر آپ کا لیکچر ہوا۔ ہر مذہب و ملت کے بہت سے اعلیٰ عہدہ دار معززین آپ کا لیکچر سننے کے لئے مدعو کئے گئے تھے خواجہ صاحب نے ایک گھنٹے تک نہایت دلچسپ اور پُر اثر تقریر فرمائی اور پر زور دلائل سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مذہب اسلام بالکل مطابق فطرت ہے۔ اور بالفاظ دیگر قوانین قدرت پر چلنے کا نام ہی اسلام ہے خاتمہ پر خواجہ صاحب نے اپنے اس مشن کے کارناموں کا بھی مختصر الفاظ میں ذکر فرمایا جو ،، لندن میں اشاعت اسلام کے متعلق اپنے فرائض کامیاب طریق پر انجام دے رہا ہے خواجہ صاحب کے لیکچر کے خاتمہ پر مرزا علی اکبر صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے ایک تقریر کے ذریعہ سے اس امر کا اظہار کیا کہ خواجہ صاحب کے لندنی مشن اور مسجد ووکنگ کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو لندن میں کیا کیا فوائد پہنچ رہے ہیں۔ آخر میں انھوں نے پریسیڈنٹ۔ لیکچرار اور بانی جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور تقریباً آٹھ بجے جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا آج شام کو بھی نواب عماد الملک بہادر کے بنگلہ پر خواجہ صاحب کا لیکچر ہوگا" (شیر دکن ۴۔ نومبر ۱۹۱۵ء)

(۲) "کل شام کو نواب عماد الملک بہادر کے بنگلہ پر خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر ہوا لیکچر ہونے سے پہلے مسٹر نائڈو نے توحید باری تعالیٰ پر انگریزی میں ایک نظم سنائی۔ اور بعد ازاں خواجہ صاحب نے اپنے موضوع توحید اور سویلزیشن پر نہایت فصیح و بلیغ اور دلچسپ و موثر تقریر فرمائی جسکا حاضرین کے دلوں پر بہت اچھا اثر ہوا حاضرین میں اکثر اعلیٰ عہدہ داران سرکار اور عمائدین بلدہ تھے"

(شیر دکن روزنامہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۱۵ء)

اس کے علاوہ اور بھی متعدد لیکچروں کا وہاں انتظام ہوچکا ہے جو تقریباً ہر روز ہوتے رہتے ہیں۔ اور تمام شہر کے عمائدین اور دیگر تمام لوگ نہایت دلچسپی کے ساتھ سنتے ہیں اور حضرت خواجہ صاحب کی قدر افزائی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے فالحمد للہ علیٰ ذالک

علماءِ بنگال کی تبلیغی جدوجہد

گذشتہ اشاعت میں مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کی تحریر سے بنگالی مسلمانوں کے حالات کا اقتباس کرتے ہوئے ان اصلاحی کارروائیوں کو جو بنگالی علماء کی طرف سے عمل میں آرہی ہیں آج کے پرچہ میں بتانے کا وعدہ کیا گیا تھا سو اس کے متعلق یہ عرض کر دینا کافی ہوگا کہ جس پیمانہ اور جس نہج پر علمائے بنگال نے کام کرنا شروع کیا ہے۔ وہ بہت حد تک بیشک قابل اطمینان ہے۔ اور الحمد للہ کہ اس کام کے لئے ان کو مالی امداد بھی کافی میسر آگئی ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ علمائے بنگال نے اشاعت و حفاظت اسلام کے لئے ایک کمیٹی بنائی ہے جس نے اس کام کے انصرام کے لئے (۱) اسلامی کتب خانہ کی بنیاد ڈالی ہے جس میں واعظین و مناظرین کے لئے تمام علوم دینیہ کی کتب ہر زبان میں مہیا کی گئی ہیں۔ (۲) سردست چھ واعظین کام پر لگا دیئے گئے ہیں۔ جن کی کوششوں سے مخالفین اسلام ناکام ہونے لگے ہیں۔ (۳) مقلدین و غیر مقلدین کی باہمی نزاع کو مٹا کر صلح و اتحاد کی بنیاد ڈالی ہے (۴) قربانی کی وجہ سے ہندو مسلمانوں میں آئے دن جو نزاع رہتی تھی اسے بہت حد تک مٹا دیا ہے اور اس بارہ میں مسلمانوں کے حقوق کو محفوظ رکھنے کی سعی کامیاب ہوئی ہے (۵) بنگلہ زبان میں تالیفات کا سلسلہ شروع کیا ہے تاکہ لوگ علوم دینیہ سے تمام طور پر واقف ہوسکیں (۶) بنگلہ زبان میں ایک ماہوار رسالہ بنام الاسلام جاری کیا ہے (۷) تحریر و تقریر اور مباحثات کے ذریعہ نوجوان تعلیم یافتہ مسلمانوں میں مذہبی روح پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ان تمام کاموں کی تکمیل کے لئے بعض چھوٹی چھوٹی رقوم اعانت کے علاوہ حال میں مولوی عبدالکریم صاحب بی۔ اے انسپکٹر مدارس بنگال نے ۲۵ ہزار روپیہ بصورت جائداد وقف انجمن کو عطا فرمایا ہے۔ اور چھ سو روپیہ انجمن کے رسالہ الاسلام کے لئے دیا ہے بلاشبہ علماء بنگال کی یہ کوششیں بہت قابل تحسین ہیں اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان پاک کاموں کی تکمیل کے لئے انجمن کا ہاتھ بٹائے۔ مولوی عبدالکریم صاحب بی۔ اے کا متذکرہ بالا گراں بہا عطیہ اس سخت بے رغبتی کے زمانہ میں ایک نادر اور تعجب خیز مثال ہے جس کی تقلید کرنے کے لئے ہر ایک بہی خواہ اسلام کو تیار ہونا چاہئے کاش ہمارے کافر و فاسق بنانے والے حجرہ نشین مولوی صاحبان علماء بنگال کی اس جدوجہد سے ہی کچھ فائدہ اٹھاویں اور اور نہیں تو پنجاب ہی میں اس کام کو کر دکھائیں۔ ہمیں اس بارہ میں اپنے احمدی بھائیوں سے بھی یہ عرض کرنا ہے کہ یہ کام آج سب سے پہلے ان کے سپرد کیا گیا تھا اور انھیں ایک مامور کے ذریعہ تربیت دیکر اس کام کے لئے کھڑا کیا گیا تھا۔ لیکن افسوس کہ اندرونی جھگڑوں میں مصروف رہ کر ایک مدت سے انھوں نے اس کام کو ترک کر رکھا ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے جس شاندار پیمانہ پر اس کام کی طرح ڈالی تھی ضروری تھا کہ اسی پر اسے چلایا جاتا اور کافی امداد سے اسے پورا کرنے کی کوشش کی جاتی۔ اشاعت اسلام کالج کو تعلیمی و مالی اعتبار سے پورے طور پر تسلی بخش حالت پر لایا جاتا لیکن افسوس ہے کہ ابھی سب طرف سے ہنوز روز ہوا ملوج کی صدا آرہی ہے۔ اے کاش ہمارے احباب اس طرف توجہ کریں اور اپنی ضروریات اور فرائض کو پہچان کر حتی الوسع امداد سے دریغ نہ فرمائیں۔

احمدی جماعت میں مقدمات برِ بناءِ ترجمۃ القرآن منِ الرحمٰن

عنوان بالا سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک زبردست مضمون بصورت ٹریکٹ شائع ہوا ہے جس میں ترجمۃ القرآن اور من الرحمٰن کے متعلق میاں صاحب کے بعض تازہ اعلانات پر بحث کی گئی ہے اور احمدی جماعت کو ان خطرناک نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے جو ان مقدمات کے شروع ہونے سے جن کا میاں صاحب ارادہ

ہندو مذہب کی ماہیت

ایک ہندو محقق کے قلم سے

ہندو مذہب کی نسبت علی العموم یہ خیال کیا گیا ہے کہ وہ کوئی محدود یا منضبط مذہب ہے۔ اور درحقیقت عناصر پرستی یا عبادت اصنام اسکا کوئی جزو اعظم یا اصلی اقنوم ہے۔ یا یوں کہئے۔ کہ کسی آدمی کو ہندو ہونے یا ہندو رہنے کیلئے ان چند اعتقادات کا ماننا ضروری اور لابدی ہے جو ہندوؤں میں عام ہیں۔ یا وید شاستر یا اسکی کسی متبرک تفسیر پر ایمان و یقین لانا ہی واجب ہے۔ چنانچہ اس عامیانہ خیال کے مطابق اکثر لوگ بے سوچے سمجھے کہہ بیٹھتے ہیں۔ کہ ہندو عموماً مشرک اور بت پرست ہیں۔ اور جو شخص ہندوؤں کے تینتیس کروڑ دیوتاؤں کی پرستش و عبادت نہیں کرتا وہ ہندو نہیں ہے اور جب صریحاً یہ بات مشاہدہ کیجاتی ہے۔ کہ ہندوؤں کا کھانا پینا سونا جاگنا۔ بیاہ شادی۔ مرنا جینا کوئی فعل بھی مذہب اور اعتقاد سے مبرا نہیں تو ہندو مذہب کی نسبت یہ کہنا کہ وہ کوئی نظام نہیں ہے بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے۔ لیکن معاملہ برعکس ہے اس خصوص میں عوام کا جو کچھ خیال ہے وہ تمامہ غلط اور بے معنی ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں کا مذہب کوئی منضبط اور مرتب دین نہیں ہے۔ اور نہ کبھی کسی زمانہ میں منتظم اور باقاعدہ تھا۔ بلکہ ایک تمدنی نظام ہے جس پر عامہ ہنود قائم اور ثابت قدم چلے آتے ہیں اور اسوجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ بعض تمدنی و معاشرتی و رسوم ظاہری کی پابندی اور تعمیل ہی ہندو دھرم ہے۔ جس میں کسی اعتقاد کے اقرار و ایجاب کی ضرورت نہیں۔ اور نہ کبھی علماء دین نے جزو ایمان کے طور پر کسی عقیدے یا عقاید کا اجتہاد کیا ہے۔ ہاں اس بات کا انکار نہیں ہوسکتا کہ وید و شاستر ہندوؤں کے مقدس اور مذہبی صحائف ہیں۔ مگر اصولاً ہندو دھرم کی ہدایت و ارشاد کے لئے کوئی مختص کتاب نہیں ہے جہانتک مذہبی عقائد کا تعلق اور واسطہ ہے۔ ہندو دھرم میں دہریہ۔ موحد۔ آزاد۔ صوفی۔ لا مذہب بت پرست جو کروڑوں دیوی دیوتاؤں کی الوہیت پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں۔ شامل ہیں۔ ہندو شاستر بالاستعارہ ایک ایسا بحر عظیم اور دریائے ذخار ہے جسکا کوئی اور چھور نہیں ہے۔ ہر شخص جسکو مذہب کی تلاش اور جستجو ہے اس کا ایک ایک حرف چھانتا ہے اور اس سے سچائی اور راستی کا وہ آبحیات نکالتا ہے جو بالطبع اس کی عقل اور سمجھ بوجھ کے موافق ہے ہر شخص آزاد اور بکار خود مختار ہے کہ ان مختلف اعتقادات و اقسام طرق عبادت سے جنسے کتب شاستر بالامال ہیں اپنی طبیعت کے موافق کوئی مسلک یا اعتقاد اختیار یا پسند کرے اور اگر اس کی خواہش اور مرضی نہ ہو۔ تو کسی اعتقاد کے انتخاب و اختیار کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کوئی ہندو چاہے وہ صوفی ہو یا موحد چاہے وہ دہریہ یا منکر ہو۔ اس کی حالت کی نسبت اسوقت تک کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ جب وہ قانون تمدن اور معاشرت کا پابند ہے۔ ہندو مذہب کی یہی کیفیت ہر زمانہ اور ہر قرن میں تھی۔ اور اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ اور اس اختلاف عقائد کی جھلک نہ صرف ہندو جماعت ہی میں پائی جاتی ہے بلکہ اب تک ہر خاندان اور ہر قبیلے میں موجود ہے ویدانت کا تصوف جینیوں کا بیشنو مسلک گرونانک کا سکھی مذہب شیو کا پوجا پاٹ سب ایک ہی خاندان اور گھرانے میں جاری ہیں۔ باپ بیشنو ہے۔ ماں شیوی یا شاکتی چچا سکھ اور بیٹا صوفی ہے۔ ہرن کشپ کا اپنے بیٹے پہلاد کو ایک ایسے ایمانی اعتقاد پر تکلیف اور عذاب دینا جو اس کی طبیعت اور فطرت کے خلاف تھا۔ آبھی ایک ایسا واقعہ ہے۔ جسپر تمام ہندو لعن طعن اور سب و شتم کرتے ہیں۔ تاہم ہندو ایکدوسرے کے خلاف عقاید کو بڑے تحمل اور بردباری کے ساتھ برداشت کرتے اور آپس میں کبھی مذہبی عقاید کی نسبت چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے اور نہ کبھی کوئی شخص اپنے ہمسایہ کا مذہب و اعتقاد دریافت کرتا ہے اس کا خیال ہے کہ نجات و مغفرت نیکی اور استقامت پر منحصر ہے اور ہر انسان میں روحانی تعلقات کم و بیش یکساں ہیں اور یہ عنصر قریب قریب تمام مذہب اور ادیان میں در آیا ہے۔ اسکا قول ہے کہ الحق منتشر فی المذہب کلہا یعنی حق و صواب دنیا کے تمام مذاہب میں پھیلا ہوا ہے۔

اعتقاد مذہبی کے چھپانے کی یہاں تک تاکید ہے کہ بیج منتر یعنی کلمہ طیبہ جو ایمان یا عقیدہ کا جزو اعظم ہے کسی شخص کے آگے آواز بلند پڑھا نہیں جاتا۔ یہ منتر صرف ذات واحد سے تعلق رکھتا ہے اور تمام عمر پیر اور مرید کے درمیان راز سربستہ بنا رہتا ہے۔ کسی ہندو کو پیر ہونے یا مرید ہونے کی ضرورت نہیں بیعت ایک امر اختیاری ہے اگر کوئی شخص مرید نہ ہو تو چنداں قباحت نہیں یہ بھی فرض نہیں ہے۔ کہ کوئی ہندو کسی معبد یا دینی مجلس میں یا شعائر مذہبی کے موقعوں پر ہر روز جایا کرے۔ بلکہ یہ بھی اس کی طبیعت اور خوشی پر ہے۔ کہ جب اس کا دل چاہے کسی مذہبی مجمع میں شریک ہو بہرحال جماعتی عبادت کا طریقہ جو عیسائیوں اور مسلمانوں میں معمول و مرسوم ہے۔ ہندوؤں میں مطلق نہیں ہے۔ جن عبادتگاہوں یا مندروں میں پوجا پاٹ ہوتا ہے وہاں صرف پوجاری ہی کو دیوتا کی عبادت و پرستش کا فخر حاصل ہے گو اس پوجا پاٹ میں کچھ معتقدین بھی جمع ہوتے ہیں۔ مگر پوجاری جن منتروں یا دعاؤں سے دیوتا کو مخاطب کرتا ہے۔ اس سے سامعین محض ناواقف ہوتے ہیں اور نہ اس کی سمجھ اسکے کانوں تک پہنچتی ہے۔ یہ امر کہ ہندو مذہب کوئی مذہبی نظام نہیں ہے دنیا میں اسکو تمام قاعدوں اور طریقوں سے مطلب خیز اور مستعمل اور نرم بناتا ہے جس سے فی الواقع ایک وسیع اور ترقی کرنیوالا قاعدہ ہوگیا ہے اس میں ہمیشہ انقلابات و تغیرات ہوگئے ہیں۔ اور ان میں سے اس نے کچھ نہ کچھ اپنے لئے ضرور سلجھا لیا ہے۔ اسکا قدیمی خاصہ ہے۔ کہ جن باتوں سے موافقت و مشابہت پیدا کرتا ہے اسکی نقل یا تقلید نہیں کرتا۔ بلکہ اسکو بڑے سلیقہ اور سگھڑاپے سے جمع کرتا ہے۔ اور ان جدید خیالات کو جو ان تبدیلیوں کی آمیزش اور اختلاط سے پیدا ہوتے ہیں اپنا بنا لیتا ہے۔ اس کی بدیہی مثالیں موجودہ ہیں ان میں جو خاص خاص فرقوں کو ہندو دھرم میں لینے کیلئے مرتب و مدون ہوئے تھے۔ مگر گوتم بدھ کے زمانہ میں جو تغیر واقع ہوا وہ نہایت مشہور و معروف ہے۔ اس زمانہ کے ہندو مذہب کے خلاف بہت بڑا انقلاب تھا۔ اس نے انسان کے روحانی فوائد اور مروج اور مقبول نظام تمدن کے متعلق نئے خیالات کو ابھارا اور وہ ترقی کی۔ جو اور کسی جدید اصول نے نہیں کی تھی لیکن عموماً یہ خیال ہے کہ برہمنوں کے ستانے سے بدھ مذہب مٹ گیا یا شنکر اچارج نے بزور شمشیر تمام بودھوں کو ہندوستان سے نکلوا دیا محض بے معنے اور لچر ہے بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ ادھر ہندوؤں نے جو فلسفہ بودھوں سے جو کچھ سیکھا تھا اپنے میں شامل کرلیا اور ادھر بدھوں نے نظام معاشرت میں داخل ہونے کی کوشش کی اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پھر ہندو ہوگئے اور یہی حال قریب قریب سکھ ستنوا اور کبیر وغیرہ مذاہب کا ہے۔ ہندوؤں نے ان نئے مذہبی اصول سے وہ خیالات جو ان کی طبیعت و خاصیت کے موافق اور ان کی حالت کے (اور یہ نہایت ضروری ہے) مناسب تھے اپنے اصول اور کلیات مذہبی میں لے لیا۔ اور احکام مقابل یا مخالف کو اپنے ڈھب کا بنالیا۔ مثلاً جین مذہب کو دیکھئے جو مذکورہ بالا مذاہب سے زیادہ تر قدیم ہے۔ اسکو ہندوؤں سے من حیث المجموع کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ وید شاستر کا علانیہ مخالف اور برہمنوں کی افضلیت و اشرفیت تسلیم نہیں کرتا اب بھی ایک کروڑ پتی ہندو پارس ناتھ کے مندر میں جانے کو بہت بڑی معصیت جانتا ہے اور اب تک برہمن جین پوجاریوں یا پنڈتوں سے میل جول نہیں رکھتے۔ لیکن ہندوستان میں اب جسقدر جین باقی ہیں۔ سب کے سب تجارت پیشہ ہیں۔ اور چونکہ آج کی جینی نسل گذشتہ عداوت و مخالفت کو بھول گئی ہے اور وہ منافقانہ طرز کبھی چھوڑ دیا ہے۔ اور ان کو ہندو رسم و رواج اور طریق شادی بیاہ کی نسبت کوئی تعرض نہیں۔ اس لئے اکثر جین ہندوؤں سے دوستانہ ملتے جلتے ہیں۔ اور بعض فرقہ ان سے بیاہ شادی بھی کرتے ہیں۔ (باقیدارد) ... (کرشن گزٹ)

تبلیغ احمدیت

رپورٹ سید مدثر شاہ صاحب

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری اینٹ رکھکر دین اور شریعت کی عمارت کو تکمیل کر دیا البتہ آنحضرت صلعم کے نائب اور خلیفہ اور مجدد آتے رہینگے۔ اور آپ کی اتباع کیوجہ سے ان میں فیضان نبوت کی چمک پیدا ہوگی اور اُن پر نبوت کا پرتو پڑیگا۔ اور وہ فنا فی الرسول کے مقام کو حاصل کرینگے۔ اور مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کی خلعت سے مشرف ہونگے اور اس کو ہم ظل نبوت یا جزو نبوت کہتے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب نے بھی یہی دعوے کیا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اور پہلے مجددین و اکابرین صوفیاء نے بھی اس قسم کی نبوت کے دعوے کئے ہیں۔ مگر مولوی صاحب اس سے بھی انکار کرتے تھے کہ اس کا استعمال کرنا جس سے مغالطہ واقعہ ہو درست نہیں ہے۔ سید صاحب نے یہ جواب دیا کہ اگر مجھ سے پوچھو۔ تو جس شخص کے اندر فیضان نبوت کی چمک اور پرتو نہیں۔ وہ تو مسلمان ہی نہیں ہے آپ مولویصاحب ایسے امور سے کیوں انکار کرتے ہیں۔ جنکو اولیاء امت تسلیم کرتے ہیں مولوی صاحب نے فرمایا کہ خیر اگر تم مرزا صاحب کو حقیقی رسول نہیں مانتے تو تمہارے بھائی تو علے الاعلان مرزا صاحب کو حقیقی نبی و رسول لکھتے ہیں۔ بلکہ وہ لکھتے ہیں کہ خود مرزا صاحب نے اپنے حقیقی رسول ہونے کا دعوے کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ لوگ اس معاملہ میں ہمارے بھائی نہیں ہیں۔ بلکہ اس بارہ میں وہ آپ کے بھائی ہیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کا اور ان لوگوں کا مسئلہ نبوت میں باہم اتفاق ہے۔ آپ بھی بعد آنحضرت صلعم کے ایک نبی کے آنے کے قائل ہیں۔ اور یہ لوگ بھی ایک نبی کے آنے کے قائل ہیں۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ آپ ایک پُرانے نبی کو لانا چاہتے ہیں اور ان لوگوں نے ایک نئے بزرگ کو نبی بنادیا۔ لیکن باوجود اسکے یہ لوگ اس نقطہ خیال سے۔ آپ سے اچھے رہے۔ کہ انہوں نے غیر کو نبوت کا مرتبہ دیکر بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لانا گوارا نہ کیا۔ بلکہ امت محمدیہ میں سے ہی ایک شخص کو نبی بنادیا لیکن دوسرے نقطۂ خیال سے آپ لوگ اُن لوگوں سے اچھے رہے کہ آپ نے کسی غیر نبی کو نبی نہ بنایا بلکہ ایک پُرانے بنے بنائے نبی کا دوبارہ آنا مان لیا۔ الغرض اگر ایک فریق نے افراط کی راہ کو اختیار کیا تو دوسرے فریق نے تفریط کی راہ پر قدم مارا۔

لیکن حضرت امامنا مرزا صاحب اور ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتے ہیں۔ کہ ارسال رسل کا سلسلہ اب قطع ہوگیا ہے۔ اسپر مولوی صاحب نے فرمایا کہ مرزا صاحب نے کسی جگہ تو پیغمبری کا دعوے کیا ہوگا۔ جبھی تو یہ لوگ، اُنکو پیغمبر کہتے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔ کہ پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بھی کسی جگہ خدائی کا دعوے کیا ہوگا۔ جبھی تو کروڑوں عیسائی اُن کو خدا کہتے ہیں۔ لیکن سچ بات یہ ہے کہ نہ حضرت مرزا صاحب نے پیغمبری کا دعوے کیا اور نہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ ہاں حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے یہ کہا کہ میں خدائی کے رنگ میں رنگا گیا ہوں۔ تو حضرت مرزا صاحب نے یہ کہا کہ میں نبوت کے رنگ میں رنگین کیا گیا ہوں۔ لیکن دونوں کے پیرووں میں سے ایک حصہ نے مجاز کو حقیقت پر محمول کیا۔ اسکے بعد سید صاحب نے یہ فرمایا کہ آپ لوگ ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ جب آپ اور آپ کے ہمخیال مولوی ہم کو اور ہمارے امام کو کافر سمجھتے ہیں تو پھر ہماری نماز ایسے لوگوں کے پیچھے شرعًا نہیں ہوسکتی اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ آپ کے فتوے کے بنا پر ہمارے سید و مولا خاتم الانبیاء کا بھی فتوے ہے۔ اور اسی کی طرف ہمارے امام نے ہمکو متوجہ کیا ہے۔ اس پر سید صاحب نے فرمایا۔ کہ میں تو آپ لوگوں کو اور حضرت مرزا صاحب کو ہرگز کافر نہیں کہتا بلکہ مومن یقین کرتا ہوں۔ اور جو آپکو یا حضرت مرزا صاحب کو کافر کہے۔ وہ خود بموجب حدیث نبوی کافر ہوجاتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اگر آپ صدق سے اس بات کے قائل ہیں تو آپ اس امر کا تحریری اعلان کریں۔ سید صاحب نے منظور کیا لیکن یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ میں بھی اپنے عقاید کو لکھدوں چنانچہ میں نے حسب ذیل تحریر لکھدی

"میں خداوند تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتا ہوں اور ان تمام اسلامی عقاید کا قائل ہوں۔ جو اہل سنت والجماعت کے مذہب میں داخل ہیں اور آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت یا رسالت کو کذاب اور کافر یقین کرتا ہوں۔ اور آیت خاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی پر وہی اعتقاد رکھتا ہوں۔ جو اکابرین اہل سنت والجماعت کا اعتقاد ہے بلکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ جسمانی آمد کو بھی اسیواسطے تسلیم نہیں کرتا۔ کہ بعد حضرت نبی کریم صلعم کے کوئی رسول یا نبی خواہ وہ پرانا ہو یا نیا ہرگز نہیں آسکتا۔ کیونکہ یہ امر بھی حدیث لا نبی بعدی کے خلاف ہے۔ اُن میں حضرت مسیح کی آمد ثانی کو بروحانی اور تمثالی طور سے یقین کرتا ہوں یعنی امت محمدیہ سے ہی کوئی فرد کامل اسکا مصداق ہوگا۔ اور وہ حضرت مرزا صاحب ہی ہیں اس بات پر بھی یقین کامل رکھتا ہوں۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع اور فیضان سے ایسے اولیاء اور علماء ربانی ہوگذرے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہینگے جو مثیل انبیاء ہونگے اور نبوت کے رنگ سے رنگین ہوں گے۔ اور خلعت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے مشرف ہونگے۔ اور امور غیبیہ اور علوم لدنیہ و لطائف قرآنیہ اُن پر کھولے جاوینگے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ لهم البشری فی الحیوة الدنیا یا جسطرح کہ حدیث نبوی میں وارد ہے۔ لم یبق من النبوة الا المبشرات یعنے نبوت سے سوائے مبشرات کے اور کچھ باقی نہیں رہا اور اسی کو ظلی یا جزئی نبوت کہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رؤیا صالحہ بھی چھیالیسواں حصہ نبوت کا ہے۔ اور میں حضرت اقدس مرزا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو چودھویں صدی کا مجدد اور امام تسلیم کرتا ہوں۔ اور آنحضور کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سچا غلام اور خادم یقین کرتا ہوں۔ اور اُنکے لئے اور تمام امت کیلئے اسی بات کو فخر اور بزرگی شان کا موجب سمجھتا ہوں والسلام علی من اتبع الھدی۔ اور حضرت امامنا مرزا صاحب نے کسی جگہ نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر اُن کا کوئی ایسا دعوے صریح طور سے اور خفی طور سے ثابت ہو۔ تو اُن کا امام ہونا تو بجائے خود رہا۔ وہ مسلمان بھی نہیں ہوسکتے"

میری تحریر پر سید صاحب نے حسب ذیل اعلان تحریر کردیا جو حسب ذیل ہے:-

سید صاحب کا خط:-

جو کچھ عقیدہ جناب سید مدثر شاہ صاحب نے میرے روبرو بیان کیا ہے اور تحریر کیا ہے میں اس قسم کے عقیدہ والے شخص کو یا جماعت کو مومن اور مسلمان یقین کرتا ہوں۔ ہمارا تنازعہ صرف یہ ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کے کوئی نبی نہیں ہوسکتا اگر آپ لوگ حضرت مرزا صاحب کو مجدد یا خلیفہ یا مسیح موعود مانیں تو اس میں ہمارا کوئی ہرج نہیں کیونکہ حضرت رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت میں مجددین و اولیاء اعلے پایہ کے مثلاً حضرت سید عبدالقادر جیلانی جیسے ہوئے ہیں اور ہوتے رہینگے۔ اور چونکہ ہمارے خیال میں مرزا صاحب ولی کامل نہ تھے۔ تو ہم نے اُن کی اتباع نہ کی لیکن اس میں عقیدہ کو کوئی دخل نہیں ہے عقیدہ کا دخل صرف احکام منصوصہ پر ہوتا ہے اور جو عقیدہ سید مدثر شاہ صاحب نے بیان کیا ہے وہ عمدہ ہے

لھٰذا ایسے عقیدہ والے شخص یا جماعت کو جو کافر سمجھے۔ وہ بموجب حدیث شریف کے مستوجب کفر ہوگا۔ العبد سید جلال شاہ بقلم خود۔ سکنہ کولری مورخہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۱۵ء

"اپنی اور میری تحریر کو آپ شائع کر دیں"

جب میں رخصت ہونے لگا۔ تو سید صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی میاں شاہزمان صاحب نے مبلغ ۷ روپیہ چندہ ترجمۃ القرآن کیواسطے دیئے۔ بلکہ میاں شاہزمان صاحب نے حسب ذیل سند لکھدی:۔

منکہ شاہزمان ولد سید عمران شاہ سکنہ کولری اقرار کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ میں اپنی پیداوار کی کا دسواں حصہ فی سبیل اللہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور میں دیا کروں گا۔ فقط والسلام۔

۲۷ر اکتوبر ۱۹۱۵ء (خاکسار شاہزمان بقلم خود)

اور اخبار پیغام صلح کی خریداری منظور کی۔

سید صاحبان نے عذر کیا۔ کہ تم ایسے موسم میں آئے ہو کہ تمام زراعت پیشہ لوگ اپنے کاروبار زمینداری میں سخت مصروف ہیں۔ ورنہ ہم اور لوگوں کو بھی اس چندہ کی طرف رغبت دلاتے۔ کیا اچھا ہو۔ اگر تم آئندہ جون میں اس طرف کا دورہ کرو۔ تو ہم خود تمہارے ساتھ علاقہ کاگان کا دورہ کرینگے۔ اس کے بعد انہی کے مشورہ سے موضع بیلا میں گیا اور اس جگہ کے سادات سے ملاقات کی۔ میں نے اُن کو بہت ہی شریف مزاج اور مؤدب و باعلم پایا۔ چار پانچ روز تک سلسلہ کے متعلق باہم گفتگو ہوتی رہی۔ رخصت کے وقت جناب میاں سید عمر شاہ صاحب نے پانچ روپیہ اور میاں ہاشم علی صاحب نے مبلغ ایک روپیہ دیا۔ اسکے بعد موضع سچہ گیا۔ میاں رستم علی شاہ صاحب سے عہ روپیہ۔ میاں پیر ولی شاہ صاحب سے عہ روپیہ۔ میاں نور حسن شاہ صاحب سے عہ روپیہ چندہ وصول ہوا۔ اسکے بعد موضع سوآں سے میاں کریم شاہ صاحب نے مبلغ عا روپیہ۔ میاں سید علی شاہ صاحب نے ایک روپیہ چندہ عطا کیا۔ پھر موضع بارسی سے میاں نور احمد شاہ صاحب نے ایک روپیہ دیا۔ موضع بالاکوٹ میں ملک محمد قلیج خان صاحب اور مولوی میر عالم خان صاحب ہیڈ ماسٹر بالاکوٹ سے ملاقات کی۔ یہ دونوں صاحب سمجھدار اور باعلم ہیں انہوں نے نہایت پختگی سے یہ وعدہ کیا کہ اخیر نومبر میں ہم لوگ کاروبار زمینداری سے فارغ البال ہو جاوینگے۔ اور تم ۲۲ر نومبر کے بعد اسطرف پھر آنا۔ ہم ایک باقاعدہ جلسہ کرینگے اور اس نیک کام میں ضرور امداد دینگے۔ کیونکہ اس سے بڑھکر اور کیا مبارک کام ہو سکتا ہے کہ ہمارے حکام اس مقدس مذہب اسلام میں داخل ہو جاویں۔ میں نے دیکھا کہ جب میں اس بات کا ذکر کرتا تھا۔ کہ انگریزی قوم میں سے بڑے بڑے معزز لوگ داخل اسلام ہوئے ہیں۔ مثلاً عالیجناب لارڈ ہیڈلے صاحب اسلامی نام سیف الرحمٰن شیخ رحمت اللہ (فاروق) تو ان لوگوں کو انگریزی قوم کے ساتھ کمال درجہ کی ہمدردی اور محبت پیدا ہوتی تھی اور ان کے چہرے بشاش ہو جاتے تھے چند اور دیہات کے معزز لوگوں نے بھی مشورہ دیا کہ برداشت فصل کے بعد ان دیہات کا پھر دورہ کیا جائے۔

خاکسار مدثر شاہ بقلم خود

نوٹ۔ تمام چندہ دہندگان ڈاکخانہ بالاکوٹ۔ تحصیل مانسہرہ کے ہیں۔

مسلمانوں کی ترقی کا راز

(گذشتہ سے پیوستہ)

از مولوی دوست محمد خان صاحب حجبانہ جامپور۔ ضلع ڈیرہ غازیخان

اماموں اور اولیاؤں کے منکرین کی ایک دلیل اور اس کا جواب

یہ کہنا کہ ہم کو قرآن اور حدیث کافی ہے۔ کسی تیسری چیز کی ضرورت نہیں۔ یہ دلیل قرآن کریم کے مخالف ہے قرآن مجید فرماتا ہے۔ کونوا مع الصادقین۔ صادقین کی صحبت میں رہو۔ صادق وہ ہیں۔ جنہوں نے صدق یعنی ذات باری تعالیٰ کو علیٰ وجہ البصیرت شناخت کیا اور اسپر دل وجان سے قائم ہو گئے۔ اور یہ اعلیٰ درجہ بصیرت کا بجز اسکے ممکن نہیں کہ مکالمہ الٰہیہ سے فیضیاب ہو کر اعلیٰ مرتبہ حق الیقین تک پہنچایا جائے پس ان معنوں کے رو سے صادقین سے مراد نبیوں ولیوں کا گروہ ہے۔ چونکہ لفظ کونوا میں دوام کا حکم پایا جاتا ہے اسلئے یہ آیت ثابت کرتی ہے۔ کہ جہان اولیاؤں کے وجود سے کبھی خالی نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ کے وجود کا وعدہ اور اسکی متابعت کا حکم قرآن شریف میں موجود ہے۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون اس آیت میں جو استخلاف کے نام مشہور ہے غور کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے۔

(۱) امت محمدیہ میں پہلی امتوں کی طرح خلفاء کا سلسلہ اختتامی جاری رہیگا۔ اور وہ اسی امت میں سے ہوگا جو پہلی امتوں سے مشابہت رکھیگا۔ نہ کہ بذات پہلی امت کے خلفاء یا کوئی ایک خلیفہ آئیگا (کما حرف تشبیہ ہے)۔

(۲) ان کی تابعداری موجب تمکین دین مرتضیٰ اور امن بعد الخوف ہوگی۔

(۳) ان کا انکار موجب فسق ہوگا۔ (فسق تقویٰ کا ضد ہے)۔

حضرت ختم الرسلؐ نے ہر صدی کے سر پر مجددوں کے پیدا ہونے کی جو خوشخبری دی ہے اُس کے یہ الفاظ ہیں۔ ان اللہ یبعث علی رأس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا۔ (تحقیق اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر دین اسلام کی تجدید کے لئے ایک مجدد بھیجتا رہیگا۔) اس حدیث کی صحت پر تمام فرقوں کا اتفاق ہے۔ آنحضرتؐ نے اطاعت امام کی اس زور سے تاکید فرمائی ہے کہ فرمایا۔ من لم یعرف امام زمانه فقد مات میتة الجاھلیة جو شخص امام الوقت کو پہچانے بغیر مر گیا۔ وہ جاہلیت کی موت مرا۔ یہ حدیث شیعہ وسنی میں مسلم ہے۔ پس کوئی مسلمان خواہ صاحب علم وفضل ہو۔ یا گدی نشین ہو۔ اُسے امام الوقت کی تابعداری ضروری ہے۔ الغرض اماموں کا سلسلہ ابتداء اسلام سے متواتر ہر صدی کے سر پر مبعوث ہوتا رہا ہے۔ اور قوم میں جو جو خاص مفاسد فی زمانہ ہوتے تھے۔ ان کا انسداد کرتے رہے ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ۔ حضرت محبوب سبحانیؒ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ سبھی اسی سلسلہ حقانی میں اپنے اپنے زمانہ کے امام گذرے ہیں۔ ہندوستان کے کفرستان میں صوفیاء کرام کا اشاعت اسلام کا وہ عظیم الشان مشن تھا جسکی برابری نہ تو ماضی کے مغربی حملہ آور بادشاہان اسلام۔ اور نہ حال کی اسلامی انجمنیں کر سکتی ہیں۔ ایک وحدت ہی کی طفیل کامیاب ہوا۔ رسول ہند خواجہ اجمیریؒ۔ خواجہ قطب الدینؒ۔ خواجہ شکر گنجؒ کے زمانوں میں ایک کے مقابل کوئی دوسرا نہ ہوتا۔ یہ سلسلہ وحدت شاہ تونسہ خواجہ سلیمانؒ پر ختم ہو گیا۔ (باقی دارد)

ریویو

نقشہ متعلقہ جنگ — شیخ عنایت محمد صاحب آرٹسٹ ولیتھوگرافر موچی دروازہ لاہور نے یورپ۔ ایشیا و افریقہ کا ایک بڑا نقشہ تیار کر کے شائع کیا ہے۔ اس نقشہ سے موجودہ جنگ یورپ کے مواقعات کو نہایت وضاحت کیساتھ دکھلایا گیا ہے جس سے جنگی خبروں کے پڑھنے والوں کو ان مقامات کا علم حاصل کرنے میں بخوبی مدد مل سکتی ہے۔ جو آئے دن آتش حرب کے زیر عمل آتے ہیں جنگی خبروں میں ان کا ذکر ہوتا ہے۔ لیکن محل وقوع سے ناواقف ہونیکے باعث عام لوگوں کے دماغ انکو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں فرمانروایان یورپ اور ہندوستانی والیان ریاست کی تصاویر بھی اس نقشہ میں دی گئی ہیں۔ جو موجودہ جنگ یورپ میں شریک ہو گئے ہیں۔ نقشہ بہت نفیس اور خوشنما ہے۔ جو دیوار کی زینت کا کام بھی دے سکتا ہے۔ فی الحقیقت اس نقشہ نے ملک کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کرنے میں بہت مدد دی ہے۔ قیمت سادہ ۶ آنہ۔ رنگدار ۱۲ آنے۔ رنگدار روغنی مع رول معہ کپڑا عہ۔

ملنے کا پتہ: مینیجر دی مسلم آرٹ ورکس لاہور

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۴۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او
آں رسولے کش محمد ہست نام
مہر او با شیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود

مصطفی ما را امام و پیشوا
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
بادۂ عرفان ما از جام اوست
دامن پاکش بدست ما مدام
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہر نبوت را بروشد اختتام
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
اقتدائے قول او در جان ماست
اندرا تکذیب او زجر ہائے معاد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
معجزات او ہمہ حق اندر است
معجزات انبیائے سابقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

وصل دلدار ازل بے او محال
ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
منکر آں مستحق لعنت است
منکر آں مورد لعن خدا است
آنچہ در قرآں بیانش با یقیں
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
نزد ما کفر است و خسران و تباہ

قیمت

سالانہ ؏ ششماہی ؆ سہ ماہی ۱؎ ماہوار ۵؍

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ مورخہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۲ نومبر ۱۹۱۵ء نمبر ۵۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک ماہوار تاریخی رسالہ

ذیل میں جناب مولانا اکبر شاہ خاں صاحب کا ایک ضروری اعلان مع حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کے تائیدی نوٹ کے شائع کیا جاتا ہے اس اعلان کی اہمیت کو ان ناظرین کرام کے آگے ہرگز بیان کرنے کی ضرورت نہیں جو گذشتہ کئی ماہ تک خاں صاحب کے زمانہ ایڈیٹری میں پیغام صلح کے خریدار رہے ہیں خاں صاحب کی اعلیٰ علمیت اور علم تاریخ میں آپ کی وسیع معلومات اور اس پر ان کے دلربا انداز بیان پر ریویو کرنا میرا کام نہیں۔ اس کی تھوڑی بہت جھلک اگر مل سکتی ہے تو آپ کے ان مضامین سے جو آپ یمرفی الارض اور دیگر مختلف عنوانوں سے پیغام صلح میں وقتاً فوقتاً لکھتے رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں امید ہے کہ ناظرین کرام آپ کے اس ارادہ پر خوش ہونگے اور آپ کے اس اعلان اور حضرت امیر کے نوٹ کو ملاحظہ فرما کر آپ کو کافی امداد و دیگر ثواب حاصل کرینگے اور اس رسالہ کی خریداری سے وہ بیش بہا فوائد حاصل کرینگے جو اس کے اجراء سے خانصاحب موصوف کے مدنظر ہیں:- (ایڈیٹر)

"حقیقی پیشرو۔ حقیقی واعظ۔ حقیقی مصلح انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اُن کو لوگوں کی اصلاح کے لئے ہی مبعوث فرماتا ہے۔ جو لوگ قوموں اور ملکوں کی دینی و دنیوی اصلاح و ترقی کے لئے کوشش کرتے ہیں چونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اغراض بعثت کو پورا کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ زیادہ کامیاب اُسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ اپنے کاموں میں اُس طرز عمل کو اختیار کریں جس کی نظیر انبیاء علیہم السلام کے کاموں اور اُن پر نازل شدہ ہدایت ناموں میں کہیں نہ کہیں ضرور دستیاب ہو سکے۔ جامع جمیع کمالات انسانیہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہماری دینی و دنیوی اغراض زندگی کے لئے بہترین نمونہ اور قرآن کریم جو جامع جمیع تعلیمات حقہ ہے ہمارے دینی و دنیوی کاموں کے لئے بہترین دستور العمل ہے۔ قرآن کریم نے پند و نصیحت اور مفید باتوں کی طرف متوجہ کرنے کے کام میں جس طرز عمل کو اکثر و بیشتر اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ بار بار داستانی حالات اور زمانہ ماسبق کی مناسب رودادیں لوگوں کے سامنے پیش کی جائیں۔ انسان کی فطرت ہی ایسی مخلوق ہوئی ہے کہ بزرگوں کے حالات سن سن کر نصیحت و بصیرت حاصل کرے۔ لہذا فطرتوں کے خالق نے انسانی فطرت کے اس خاصہ کا کافی لحاظ رکھا ہے۔ اس مذکورہ بالا نکتہ پر غور کرتے ہوئے میرے دل میں یہ ارادہ پختہ ہوا ہے کہ میں ایک ایسا ماہوار رسالہ جاری کروں جو معناً اور حقیقتاً تو اخلاقی رسالہ ہو لیکن عام نگاہوں میں وہ خالص تاریخی رسالہ نظر آئے یعنی تہذیب اخلاق کا کام انجام دیتا ہوا ملک و قوم کی صحیح تاریخ بھی یاد کرا دے جس کی ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ آجکل سخت ضرورت ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کام کو کر سکونگا اور وہ رسالہ ملک و قوم کے لئے بہت ضروری اور اپنی شان کا شاید پہلا رسالہ ہوگا۔ میں اپنی دولت اور قابلیت کے سرمایہ کی بے مائیگی سے واقف ہوں اور اس لئے اپنا کوئی حق نہیں پاتا کہ لوگوں کو رسالہ کے بابرکت ہونے کے لئے پہلے سے یقین دلانے کی کوشش کروں۔ پہلا نمبر انشاء اللہ تعالیٰ شروع جنوری میں شائع ہو جائیگا۔

اپنے دوستوں سے گذارش ہے کہ اس نگارش کے ملاحظہ فرماتے ہی اپنے ارادہ سے مطلع فرمائیں کہ آیا آپ رسالہ کی (جس کا نام "عبرت" ہوگا) خریداری پر آمادہ ہیں؟ نیز اپنے قیمتی مشورہ اور اعانت سے دریغ نہ فرمائیں رسالہ کی قیمت عہ ششماہی سے زیادہ نہ ہوگی اور ضخامت تیس۔ چالیس صفحات مجھکو مخاطب

کرنے کے لئے ذیل کا پتہ کافی ہے:-

اکبر شاہ خان۔ نجیب آباد۔

حضرت امیر صاحب کا ارشاد

مجھے خانصاحب کے اس ارادہ سے بہت خوشی ہوئی ہے۔ اور خانصاحب چونکہ علم تاریخ کے ماہر ہیں۔ اور اس وقت کوئی تاریخی رنگ کا رسالہ بھی مسلمانوں میں موجود نہیں۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں۔ کہ یہ رسالہ ایک کمی کو پورا کرنیوالا اور بہت سے مفید سبق سکھانیوالا ہوگا۔ اور ہمارے احباب بالخصوص اور سب اہل اسلام عموماً اس کی قدردانی کرکے خان صاحب کی حوصلہ افزائی کرینگے۔ دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اس کام میں برکت ڈالے اور ایڈیٹر رسالہ اور ناظرین رسالہ ہر دو کے لئے اسے بابرکت کرے۔ آمین۔ والسلام۔ محمد علی۔

تار برقی پیغامات

کوائف جنگ

دردانیال کی نقصانات

لنڈن ۱۱ نومبر ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-

ہلاک:- دوئیم لفٹنٹ ۱۔

مجروحین:- لفٹنٹ ۲۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

ہندوستانی نقصانات

دہلی ۱۱ نومبر بحیرہ روم کے فوجی مہم کے نقصانات کی فہرست نمبر ۲۸ میں ہندوستانی سپاہ کے متعدد افسروں کا نام زمرۂ مقتولین میں درج ہے جو ۱-۲ و ۲-۱۰ گورکھان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ تین نمبر زخموں سے ہلاک اور کئی مجروح ہوئے۔ جن میں جمعدار ہاجیت گورانگ (۱-۴ گورکھان) اور صوبیدار گوجر سنگھ سکتھیہ (۱-۵ گورکھان) شامل ہیں۔

لنڈن ۱۲ نومبر۔ ذیل کے مزید نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-

ہلاک:- دوم لفٹنٹ ۱۔ اب ہلاک:- کپتان ۲ لفٹنٹ ۱۔

مجروحین:- لفٹنٹ ۱۔ دوم لفٹنٹ ۳۔ اب مجروح:- دوم لفٹنٹ ۱۔

مفقود الخبر:- دوم لفٹنٹ ۱۔

ریاستہائے بلقان

نیک نیتی کے متعلق صلح آمیز احتجاج:-

لنڈن ۱۰ نومبر۔ رائٹر کو معلوم ہوا ہے۔ کہ برطانیہ فرانس اور روس نے یونان کیلئے ۴ کروڑ فرانک قرضہ کا انتظام کردیا ہے۔ اور یہ رقم گورنمنٹ یونان کے پاس پہنچ گئی ہے۔ اس قرضہ کے متعلق اس وقت گفت و شنید ہوئی تھی جب موسیو وینی زیلوس وزیر اعظم تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ جدید گورنمنٹ نے کل تمام دول یورپ

کے بارے سختوں میں اپنی خیر جانبداری قائم رکھنے کا اعلان کیا ہے....

پیرس۔ گورنمنٹ یونان نے ایک مراسلہ میں گورنمنٹ فرانس کو یقین دلایا ہے کہ "وہ اتحادی سلطنتوں کے متعلق مخلصانہ نیک نیتی" کی غیر جانبداری قائم رکھنے کا عزم بالجزم رکھتی ہے اور امید کرتی ہے کہ دول اتحاد ان بدباطن اشخاص کی رپورٹوں سے متاثر نہ ہونگی جو یونان اور دول اتحاد کے تعلقات کو معرض خطر میں ڈالنا چاہتے ہیں۔

شمال مغربی سرویا میں لٹ کا جنگ

لنڈن ۱۱ نومبر ایتھنز۔ سروی محاذ کی خبریں مبہم ہیں۔ لیکن اعلان کیا گیا ہے کہ جرمنوں نے کرالیودو۔ کراغو جیواز بلغراد کی تمام ریلوے لائن پر قابض ہونیکی خبر غیر صحیح ہے۔ سرویوں کی اہم افواج نہایت منظم اور صحیح سے درۂ قچانیک میں پہنچی ہیں۔ اور انہوں نے ریلوے سٹیشن پر بھی قبضہ کرلیا ہے۔ جہاں بلغاری اسکوب سے پریزرین کو جاتے ہوئے بڑھ آئے تھے۔ جنگی کارروائی شمال مغربی محاذ پر نشو ونما پا رہی ہے۔ اور یہی علاقہ اب تمام حالت جنگ کی جائے بنتا جاتا ہے۔ کیونکہ سروی فوج جو شمال سے قیرسثوہ اور پناستر کو روانہ کی جائے گی۔ وہ یہیں سے گذرے گی۔ سروی گورنمنٹ متر و ویچہ سے قیرسثوہ میں منتقل ہوگئی ہے +

فرانسیسیوں اور بلغاریوں کی خونریز جنگ

لنڈن ۱۱ نومبر سلانیک کا ایک پیغام بدھ کی شام کا مظہر ہے:- کہ کل سے ایک وسیع پیمانے پر غراڈسک کے مابین جنگ ہو رہی ہے۔ بلغاریوں نے دو گھنٹے کے عارضی صلح کی درخواست کی تھی تاکہ وہ اپنے مُردوں کو دفن کرلیں اور زخمیوں کو فراہم کرلیں۔ لیکن انہیں صرف دو گھنٹہ کی مہلت دی گئی۔

قچانیک کی اہمیت

لنڈن ۱۲ نومبر سلانیک کے تار مظہر ہیں کہ قچانیک کی تنگ وادی پر جو اسکوب کے شمال میں ہے سروی قبضے کی اہمیت پر بہت زور دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس سے بلغاری حملہ میدان کوسووہ کیطرف نہیں بڑھ سکیگا۔ جنرل بواگو وچ کی فوج جو تنگ وادی مذکور کی محافظ تھی۔ پسپا ہونے پر مجبور ہوئی۔ نیز اسے پرشٹین جو اہم مورچے چھوڑنے پڑے۔ اور وہ متروویچہ کی جانب روانہ ہوگئی۔ لیکن جنرل بواگو وچ گوسو رلوا۔ ڈویزن اور دریائے ڈرینا سے دور رجمنٹوں کی کمک پہنچ گئی۔ جو ڈبل کو ج

کرتی ہوئی سرویا قدیم سے آپہنچی۔ اس نے غیر معمولی تندی کے ساتھ بلغاریوں پر جوابی حملہ کیا۔ اور وادی مذکورہ کا بیشتر حصہ دوبارہ فتح کرلیا۔

ہفتہ کے روز ڈیران کے متصل جو جنگ بلغاریوں سے ہوئی تھی۔ اس میں برطانیوں کے ۵۰ مقتول و مجروح ہوئے۔

بظاہر کوپریلی پر فرانسیسی قبضے کی خبر پیش از وقت ہے۔

برطانی اور فرانسیسی افسروں نے اس سڑک کا ملاحظہ کیا ہے۔ جو بحیرہ ایڈریاٹک کی بندرگاہ دوریسو براستہ کوارنشا سے دلوینہ۔ لسکوویچ اور کوریچہ سے ہوتی ہوئی مناستر کو چلی جاتی ہے۔ اسے انہوں نے سامان غذا اور افواج کی بہم رسانی کے مناسب پایا ہے:۔

شہزادہ ویڈ

لنڈن ۱۲ نومبر پیرس۔ رومیہ کا ایک تار مظہر ہے کہ شہزادہ ویڈ سابق پریسٹ البانیہ بلغاری ہیڈ کوارٹر میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلغاریوں کا البانیہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔

ایوان یونان کی برخاستگی

لنڈن ۱۰ نومبر ایتھنز۔ گورنمنٹ کے حلقے میں بیان کیا جاتا ہے کہ برخاستگی ایوان کا فیصلہ کرلیا گیا ہے۔

لنڈن ۱۲ نومبر۔ رائٹر کا تار ایتھنز سے مظہر ہے کہ ایوان برخاست ہوگیا ہے۔ انتخاب ۱۹۔ دسمبر کو عمل میں آئیگا:۔

یونانی بجٹ

لنڈن ۱۲ نومبر۔ سالانیک کا ایک تار مظہر ہے کہ یونانی بجٹ بابت ۱۹۱۵ء میں ایک کروڑ ۳۴ لاکھ پونڈ کی کمی ہوگی:۔

ایک وزیر فرانس کی روانگی یونان کو

لنڈن ۱۲ نومبر پیرس وزیر ڈینس کوچین کل شب فرانسیسی سپاہ کا معائنہ کرنیکے لئے روانہ سالانیک ہوئے۔

لنڈن ۱۲ نومبر۔ پیرس۔ موسیو ڈینس کوچین جن کے سپرد تا حال وزارت کا کوئی کام نہیں ہوا۔ ایک خاص مقصد سے یونان کو جارہے ہیں۔ ان کی یہ روانگی اہم متصور ہوئی ہے کیونکہ وہ مسرباند وردو یونانی مدبّروں کے گہرے دوست ہیں۔

گورنمنٹ رومانیا نے روسی جہاز روک لئے

لنڈن ۱۱ نومبر۔ بکارسٹ کا ایک تار بنام ٹائمز مظہر ہے۔ کہ ۸۶ روسی ملّاح مسلح کشتیوں سے جو دریائے ڈینیوب کے رومانوی ساحل پر تھیں۔ ٹرنوسیورین میں پہنچے ہیں۔ گورنمنٹ رومانیہ نے روسی جہازوں کو جو سامان حرب سے لدے ہوئے اور رومانوی بندرگاہوں میں ہوں روک لیا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۸- نومبر ۱۹۱۵ء ۶ نمبر ۵۴

اسلامی سال نو

اور

اس سے چند مفید سباق

(۳)

محرم الحرام

گذشتہ نمبر میں ہم نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے ایک اہم واقعہ کا ذکر کرکے جس پر ہمارے سن ہجری کی بنیاد رکھی گئی ہے یہ بتایا تھا کہ ایک طرف آپ کی اس مصیبت اور دکھوں کی گھڑی کو زیر نظر رکھو جو کہ ہمارا سال نو ہمیں یاد دلاتا ہے اور دوسری طرف آپ کی اس عظیم الشان کامیابی پر نظر ڈالو جو بالآخر فتح مکہ سے آپ کے شامل حال ہوئی - اور پھر اس غرض اور مقصد کو بھی تلاش کرو جس کی وجہ سے آپؐ اول مکہ سے نکالے گئے اور طرح طرح کی تکالیف اور مصائب آپؐ کو سہنی پڑیں - اور پھر بالآخر فتحیاب ہوکر مکہ میں داخل ہوئے - تو صاف پتہ لگتا ہے کہ صرف توحید الٰہی کے پیغام کے پہنچانے یا یوں کہو کہ اعلائے کلمۃ اللہ نے ہی مکہ والوں کو آپ کے خلاف برانگیختہ کیا - اور پھر آپ کی اس مقصد پر فوق العادت استقامت اور معجزانہ قوت و شجاعت نے ہی اللہ تعالیٰ کے اس فضل کو کھینچا جو فتح مکہ اور اس کے بعد تسخیر عالم کے رنگ میں آپ کے شامل حال ہوا - اس عظیم الشان اور دل نشین نظارہ قدرت کو دیکھ کر ہم کیا سبق حاصل کرسکتے ہیں اور ہمیں آپ کے اس اسوہ حسنہ سے کیا کچھ سیکھنا چاہیئے وہ یہی ہے کہ اس سخت دہریت اور لامذہبی کے زمانہ میں اس ایسے وقت میں جبکہ چاروں طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک دین کی طرف سے بے رغبتی اور لاپرواہی پھیلی ہوئی ہے - ہاں ان سخت مصائب اور رنج و درد کے ایام میں جب کہ اسلام اور اہل اسلام پر مخالفین اور اپنے نام لیوا بھی ایسے ایسے سخت حملے کررہے ہیں کہ قریب ہے کہ اسے کچل ڈالیں اور نیست و نابود کردیں اور یہی سبب ہے کہ اسلام اپنوں سے جدا ہوکر جلا وطنی اختیار کرتا چلا جاتا ہے - اور ہماری روگردانی نے یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم کا رنگ ہمارے سامنے پیش کر رکھا ہے - اور ہماری یہ حالت ہے کہ نہ صرف مذہبی حیثیت سے ہی بلکہ ہر ایک شعبہ زندگی میں ہمارا قدم سب سے پیچھے ہے - اور ہم اپنا قدم بڑھانے اور اپنی پہلی جیسی عزت و عظمت قائم کرنے کے لئے ہرچند کوشش اور جد و جہد کرتے ہیں اور ہم نے اس بارہ میں سینکڑوں ہی ایسے نسخے تیار کئے ہیں جو بظاہر دنیوی اور سیاسی و تمدنی فکتہ خیال سے تو بہت مجرب اور صحت افزا نظر آتے ہیں لیکن استعمال کرنے پر کوئی بھی کارگر نہیں ہوتا - ان حالات میں ہمیں اس ایک نسخہ کو بھی جو کسی ایسے ویسے انسان کا آزمودہ نہیں بلکہ اس شخص (صلعم) کی زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے جسے آج بھی ہم سب اپنا ہادی اور رہبر اور پیشوا جانتے ہیں استعمال کرکے دیکھیں - اور اس سے وہ عظیم الشان کامیابیاں حاصل کریں جو آنحضرت صلعم کی عظیم الشان زندگی میں ہمیں نظر آتی ہیں - اس بات کو بالتفصیل بیان کرتے ہوئے ہم نے گذشتہ نمبر میں یہ بتایا تھا کہ اسلام کی تبلیغ اور اشاعت ہمیں جن عظیم الشان دینی و دنیوی کامیابیوں کی مورد بناسکتی ہے - اس کا ایک صاف اور روشن نقشہ آنحضرت صلعم کے مذکورہ بالا واقعات کی یاد دلاتا ہے جو ان عظیم الشان کامیابیوں کا باعث ہوئے جن کی وجہ سے مسلمانوں کا ستارہ اوج کمال پر جاکر چمکا اور اس نے دنیا کو ایک مدت تک اپنی تابناک روشنی سے منور کئے رکھا اب اس کے بعد ہم ایک اور واقعہ کی یاد دلاتے ہیں اور وہ ہمارے سن ہجری کے پہلے مہینہ **محرم الحرام** سے متعلق ہے جو اس وقت ہم میں سے ہوکر گذر رہا ہے - یوں تو مسلمانوں کے تمام ہی واقعات اور تقریبات عام طور پر زبانزد خلائق ہوتی ہیں لیکن اس ایک عظیم الشان اور دل سوز واقعہ نے جو ماہ محرم الحرام میں وقوع پذیر ہوا ہاں اس صدمہ جانکاہ نے جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی صورت میں رونما ہوا مسلمانوں کے دلوں پر وہ گہرا اثر کر رکھا ہے کہ آج بھی اس واقعہ کو جسے اگر کچھ اوپر نہیں تو پورے تیرہ سو برس گذر چکے ہیں مسلمانوں کے ایک فرقہ میں بالخصوص اور باقی اہل اسلام میں بالعموم اس کے متعلق افراط اور غلو کا وہ رنگ دکھائی دیتا ہے جس کے بالمقابل شاید عیسیٰ پرستی اور الوہیت مسیح کی بھی کوئی وقعت نہیں رہتی - ہم فی الحال اس بات سے قطع نظر کرکے کہ موجودہ شیعیت نے دنیا میں کیسی کیسی خطرناک بدعات کو رواج دیا ہے یہاں یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا یہ واقعہ جس نے ایک عالم کو ہمیشہ کے لئے غمناک اور ماتم زدہ بنا رکھا ہے اور جس کی سالانہ یاد پر مسلمانوں کا اس قدر روپیہ تباہ ہوتا ہے کہ جو شاید ایک عظیم الشان یونیورسٹی کے بنانے اور اس کے اخراجات کے لئے کافی ہوسکتا ہے کیوں اور کس بنا پر ظہور میں آیا - اور وہ کیا بات تھی جس کے لئے اس عظیم الشان انسان نے جو رسول اللہ صلعم کا نواسا اور محبت دین میں اعلیٰ درجہ پر ہونے کے باعث سب مسلمانوں کے واجب الاحترام اور قابل عزت و عظمت تھا - نہایت کرب اور دکھ کی حالت میں کئی روز کی بھوک اور پیاس کی مصیبت اٹھانے کے باوجود ظالم اور بیرحم مخالفین سے اپنی رگ جان پر چھری پھروائی اور اپنا سر کٹوا دیا - لیکن اس اپنی ضد اور ہٹ سے باز نہ آسکے - دوستو! یہ ضد اور ہٹ کے لفظ میں نے خاص طور پر عمداً اس لئے استعمال کئے ہیں کہ ایک ظاہر بین اور نادان انسان جو آپ کے اس واقعہ سے فائدہ اٹھا کر کوئی سبق نہیں سیکھنا اور رونے پیٹنے پر ہی جاری رہنا ہے اپنے طرز عمل سے یہی ثابت کرتا ہے کہ یہ محض ضد اور ہٹ تھی جس نے امام حسینؑ پر تیر چلوائے انھیں بھوک اور پیاس سے ہلکان کیا اور بالآخر نہایت بیدردی سے آپ کی گردن کو کٹوایا - ورنہ اس اعلیٰ درجہ کی استقامت اس فوق العادت صبر اور ہمت و شجاعت کو جو آپ کے مبارک وجود سے اسلام کی حفاظت کے متعلق صادر ہوئی ضد اور ہٹ کے نام سے موسوم کرنا ایک خطرناک غلطی ہوگی - پس وہ کونسی بات تھی جس نے اس جرأت اور طاقت کا اظہار کرایا وہ تھا وہ ظلم و استبداد جو ایک بے دین اور فاسق و فاجر انسان کو مسلمانوں پر مسلط بناکر دین حق پر کیا جانے والا تھا - امام حسین علیہ السلام نے ہرگز اس بات کو پسند نہ کیا کہ مسلمانوں کی باگ ایک ایسے شخص کے ہاتھ

میں دیگر جو تقویٰ و طہارت سے کوسوں دور چلا جا رہا ہے اسلام کی تباہی اور تخریب میں اس کی امداد کی جائے۔ اور اسی لئے انہوں نے اس کی اطاعت سے روگردانی اختیار کی۔ جس پر اس ظالم نے کیا جو کچھ کیا۔ یہ واقعہ کس قدر جگرخراش ہے۔ اور ایک مسلم کے رنج و غم میں کس قدر اضافہ کرنے والا ہے اس میں کسی کو کلام نہیں کہ یہ ایک بہت دکھ دہ امر ہے جو صریح طور پر خدا اور رسول کی ناراضگی کا باعث ہوا۔ لیکن کیا ہم اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ ہم اس قسم کے واقعات پر ہمیشہ آنسو بہاتے رہیں اور اپنی چھاتیوں کو پیٹ کر اور اپنا خون بہا کر دنیا کو اپنی جہالت اور کم فہمی کا ثبوت دیں۔ کیا یہی وہ سبق ہے جو اس عظیم الشان واقعہ سے ہمیں سیکھنا چاہیئے۔ کہ ماتم حسین کو اپنا ذریعہ نجات اور دخال بہشت کا باعث جانیں اور تو اور میں تو حیران رہجاتا ہوں جب ایک طرف خود شیعہ محققین کے اعتقادات کو بھی اس جزع و فزع کے سخت مخالف پاتا ہوں۔ اور صاف طور پر ان کی کتب میں ان مجالس عزا کے متعلق یہ لکھا ہوا دیکھتا ہوں کہ "اگر ایسی کثیف مجلس جہاں دکانداری اور نقالی کی ایک بساط بچھ جاتی ہے اور جس میں ہزارہا دروغ بیان کئے جاتے ہیں اور جو کہ خدا کے جل جلالہ کے لعن کے مورد بن جاتے ہیں اگر کسی بیابان میں بھی منعقد ہوتی تو مسلمانوں پر لازم تھا کہ ایسے مجمع ناجائز کو پراگندہ کرتے اور اپنے عمل قبیح سے ان کو منع کرتے" (لولوء والمرجان مصنفہ مرزا حسین النوری طبرسی جو جناب امامیہ کے ہاں مسلم الثبوت شیعہ مجتہد ہیں) پھر یہیں تک بس نہیں۔ بلکہ لکھا ہے کہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اشد جزع رونا ہے۔ اور بین کرنا اور طمانچے منہ اور سینے پر مارنا اور چوٹی سے بال نوچنا۔ اور جو شخص گریہ وزاری کی بنا رکھتا ہے پس اس نے صبر کو ترک کر دیا اور اس نے شریعت کا دوسرا طریقہ مقرر کیا اور جو شخص صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لاتا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند فرمایا ہے اس کے لئے راضی ہو گیا ہے تو مرد اس کا اجر اور ثواب اللہ تعالیٰ پر واجب ہو جاتا ہے اور جو شخص ایسا نہیں کرتا تو بتقضاء قدر الٰہی تو ضرور وارد ہو ہی جاتی

ہے مگر وہ شخص بے صبری گریہ وزاری کرنے والا خدا کے ہاں قابل ملامت ٹھہرتا ہے اور اس کا ثواب اور اجر اللہ تعالیٰ ضبط فرما لیتا ہے"۔ یہ اور اسی قسم کی دوسری کئی ایک باتیں ایک طرف اور عوام شیعہ گان کا طرز عمل دوسری طرف ایک عقلمند انسان کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ اور ہم حیران رہ جاتے ہیں کہ لوگ ان تمام بزرگوں اور محققین کو مانتے ہوئے بھی پھر کام وہ کرتے ہیں جو ان کی ان نصائح کے سخت خلاف بلکہ متضاد ہیں۔ اور ذرا نہیں سوچتے کہ ہماری ان باتوں سے اسلام کی کس قدر ذلت ہو رہی ہے۔ اور غیر مذاہب والوں پر ان کا کیسا بد اثر پڑتا ہے۔ آہ آج ان لوگوں کو شہادت حسین اور مصائب اہلبیت نے تو غمناک کر رکھا ہے۔ لیکن افسوس کہ اسلام کی شہادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور ایک آنسو تک نہیں بہاتے ہیں۔ چہ جائیکہ اس کی خدمت حفاظت و اشاعت میں مصروف ہوں۔ اس کا الزام کچھ شیعوں پر ہی نہیں بلکہ خود سنیوں پر بھی جو نام تو عقائد تشیع کے سخت مخالف ہیں۔ تشیعیت کا اس قدر گہرا اثر پڑ چکا ہے کہ ایام محرم میں سبیلیں لگائیں تو سنی۔ مہندیاں نکالیں تو سنی۔ تعزیے نکالیں تو سنی۔ پھر عام طور پر سنیوں کے گھروں میں رسومات تشیع کے ساتھ گہری ہمدردی اور ان کی تقدیس کا خیال پایا جاتا ہے اور وہ ان میں ضرور کچھ نہ کچھ حصہ لیتے ہیں۔ کیا ہی حیرت ناک اور تعجب انگیز بات ہے کہ جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا دم بھرتے ہیں فضیلت ابوبکرؓ و عمرؓ کے حامی ہوں اور ماتم و گریہ و زاری کو موجب عذاب جانیں وہ ان لوگوں کے ساتھ شریک ہوں اور ان رسوم میں شمولیت اختیار کریں جو نہ صرف ان کے مذکورہ بالا معتقدات کے ہی سخت مخالف ہوں اور صحابہ کرام بالخصوص حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما پر سب و شتم و تبرا بازی سے لیا جاتا ہے۔ آہ ایک مسلم اور سچے مسلم کا دل کانپ اٹھتا ہے جب وہ ان خادمان دین اور سچے خدمت گذاران اسلام کے حق میں جنہوں نے حضرت رسول کریم صلعم کی نازک سے نازک وقت میں وہ امداد کی کہ جو ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں جنہوں نے سخت مصائب کو ایک ساتھ برداشت کیا اور صبر و استقامت کے ساتھ اپنے خونوں سے اسلام کی آبپاشی

کی ان لوگوں کے مونہوں سے جنہوں نے اسلام کی خدمت کا کبھی نام تک نہیں لیا اور صرف رونے پیٹنے اور جزع و فزع کو ہی اپنا دستور العمل بنا رکھا ہے سخت گندے اور ناپاک الفاظ سنتا ہے اور پھر دیکھتا ہے کہ ان سب باتوں کو لوگ موجب ثواب گردانتے ہیں اور دخول الجنۃ کے سرٹیفکیٹ ان ہی تبرا بازیوں پر جاری ہوتے ہیں۔ ہائے افسوس صد افسوس اسلام کیا سکھانے آیا تھا اور لوگوں نے کیا کچھ اسے بنایا۔

مسلمانو! کیوں تمہارے دل اس غم سے پھٹ نہیں پڑتے اور تمہاری آنکھوں سے دین کی اس حالت زار کو دیکھ کر آنسوؤں کے چشمے نہیں بہ نکلتے۔ ہاں تمہارے قلب سے غم و الم کی نہریں کیوں پھوٹ نہیں پڑتیں۔ پیارو کیا اسلام تمہیں یہی سکھانے آیا تھا کہ تم اسی کام کے لئے پیدا ہوئے ہو کہ خادمان دین کو برا بھلا کہا کرو محبت اہلبیت میں جزع و فزع کیا کرو۔ ذرا دیکھو تو تمہاری ان کرتوتوں سے اسلام کس قدر نڈھال ہو رہا ہے اور اپنی حالت زار سے بالفاظ مسیح موعود

"صد حسین است در گریبانم"

کا منظر پیش کر رہا ہے۔ امام حسین علیہ السلام بیشک کربلا میں شہید ہوئے۔ بیشک ان کی شہادت کا واقعہ ایسا درد انگیز اور دل کو پاش پاش کرنے والا ہے کہ جس کو الفاظ میں بیان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن آج تو سہ

ہزار دشمن است جو شان ہجو افواج یزید

دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

کا درد انگیز نظارہ پیش نظر ہے۔ آج دین اسلام کی حالت امام حسین کی حالت سے زیادہ بدتر ہے۔ اور وہ زبان حال سے ان انصار اللہ کو پکار رہا ہے جو اس سے سچی اور دلی محبت رکھتے ہیں۔ اور اس کی ترقی و خوشحالی کے ہر آن خواہاں رہتے ہیں۔ لیکن کسی ماتم اور جزع و فزع کے لئے نہیں بلکہ اسی ہمت حق کے لئے اس جرأت اس سچی شجاعت اور صبر کو کام میں لانے کے لئے جو امام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں دکھایا کیا آج بھی ایسے انصار دین پیدا ہو سکتے ہیں جو حفاظت اسلام کے لئے ویسی ہی سخت مصائب میں امام حسین علیہ السلام کے پیش نظر تھا۔ اٹھ کھڑے ہوں۔ اور نہ صرف اپنوں میں ہی تمکین دین کر دکھائیں بلکہ غیر اقوام میں بھی اسے شائع کر کے اور اس راہ میں پیش آنے والے دکھوں اور مصائب کو صبر و استقامت کے ساتھ جھیل کر امام حسین علیہ السلام کی طرح دنیا

ہیں بھی واجب العزت ٹھہریں۔ اور اللہ تعالےٰ کے روبرو بھی سرخرو اور فائز المرام ہوں یہ ہے وہ اعلےٰ درجہ کا سبق جو ماہ محرم الحرام ہمیں سکھاتا ہے۔ اور ہمیں اس سے سیکھنا چاہیئے۔ ورنہ نرا ماتم اور جزع فزع کرنا تو سرے سے ہی سراسر خلاف شریعت جیسا کہ اوپر ایک دو شیعہ مجتہدین کے اقوال سے بھی ثابت کیا جا چکا ہے۔

ذیل میں چند اور حوالہ جات اس مطلب سے نقل کئے جاتے ہیں کہ تا ان سے معلوم ہو کہ خود شیعہ محققین کا شہادت امام حسین علیہ السلام کے متعلق کیا خیال ہے۔ اور وہ یزید کو اس بارہ میں کس حد تک ذمہ دار اور خطاوار گردانتے ہیں ان حوالوں میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ غلط ہو یا صحیح ہمیں اس سے کام نہیں مگر ہم ان سے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ محققین شیعوں کا اس بارہ میں کیا اعتقاد ہے۔ اور ان حامیان مجالس عزا کے خیالات و اعمال ان سے کس قدر متغائر اور متضاد ہیں۔

چند شیعہ محققین کے اقوال

یزید سر فرو گذاشت و سخن نہ کرد۔ پس سر بر آورد و گفت قد کنت ارضی من طاعتا کم بدون قتل الحسین اما لو کنت صاحبہ لعفوت عنہ اگر من حاضر مے بودم حسین را معفو مے داشتم (ناسخ التواریخ جلد ششم ص۲۶۲) یزید نے کہا۔ خدا بخشد پسر مرجانہ را کہ حسین را بکشت و مرا در ہر دو جہان روسیاہ ساخت (طراز مذہب مظفری ص۴۵۶) یزید نے اسیران اہلبیت کو دمشق پہنچنے کے بعد بڑی عزت اور احترام سے اپنے محل سرائے میں ٹھہرایا اور بنی امیہ کی سب عورتوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ غمگساری اور سوگواری کریں۔ اور امام سجاد علیہ السلام سے معافی مانگی (طراز مذہب مظفری ص۴۵۵) یہ پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے اپنے محلسرا کو امام باڑہ بنایا اور اپنے منہ پر طمانچے مارے اور پیٹا۔

وقال النبی کفی بالندم التوبۃ (تفسیر صافی) یزید صبح و شام کا کھانا بغیر امام زین العابدین کے نہ کھاتا تھا۔ اس کے متعلق حسب ذیل حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ہیچ صبح و شام بر خوان طعام نہ نشستے جز ایں کہ علی ابن الحسین علیہما السلام حاضر نشدی طراز مذہب مظفری ص۴۵۵) (۲) چاشت و شام نے خورد مگر آنکہ جناب سید الساجدین با وے خوان خود حاضر مے نمود (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۷۰) (۳) یزید نے حرم ہائے محترم اہلبیت کو تمام لوٹ کا مال ذرہ ذرہ تار تار واپس دیدیا تھا بلکہ ساٹھ گنا اور بھی دیا۔ علاوہ ازیں ہدایا و تحائف و رخت و ظروف نقرئی و طلائی بیش بہا۔۔۔ دسترخوان پر زر و مال کے ڈھیر لگا دیئے اور اگرچہ مورخین سابق نے لکھا ہے کہ دو سو دینار بھی یزید نے خوں بہا حضرت حسینؑ امام سجاد علیہ السلام کے نذر کئے مگر تاریخ طراز مذہب مظفری کا مصنف جو شاہ ایران کا وزیر اور آئین سلطنت سے واقف تھا اور لسان الملک صاحب ناسخ التواریخ کا فرزند اور بڑا پکا غالی شیعہ اپنے باپ کی طرح تھا اس پر تعجب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یزید جیسا صاحب ثروت بادشاہ ہو اور امام حسین علیہ السلام جیسے عظیم الشان انسان کے قتل کا معاوضہ اور خونبہا صرف دو سو دینار دے۔ یہ بالکل غلط اور خلاف عقل و قیاس ہے۔ بلکہ کاتبوں نے غلطی سے بجائے دو سو ہزار دینار کے دو سو دینار لکھدیا ہے۔ اور یہی دو سو ہزار دینار جو دو لاکھ دینار ہوتے ہیں امام سجاد نے خونبہا پدر عالی مقدار لئے۔ (طراز مذہب مظفری صفحہ ۴۵۹ و ۴۶۰) کتاب الملہوف صفحہ ۷۳) اب تعجب کا مقام ہے کہ امام زین العابدین تو خونبہا لے کر راضی ہو جاویں اور ہمارے امامیہ احباب راضی نہ ہوں۔

(۴) یزید نے حرم ہائے محترم کے لئے خاص طور پر محل آراستہ کرائے اور ان کے ہمراہ پانچسو بردہ تھے۔ ایک ہزار سواران کی خدمت میں مقرر کرکے باحترام تمام ان کو مدینہ پہنچا دیا۔ (ص۴۶۱ طراز مذہب مظفری۔ ص۲۰۸ تاریخ ابی مخنف ص۷۳ کتاب الملہوف ابن طاؤس)

پھر اسی طرح

سوگواری اور تعزیہ داری کے متعلق

دس گیارہ احادیث وارد ہیں۔ جن میں لکھا ہے۔ کہ التعزیہ قبر میت ہی پر ختم ہو جاتا ہے۔ (دیکھو فروع کافی ص۱۰۹ و ص۱۱۱ نعایت ص۱۲۴ اور ص۱۱۱ استبصار) اور بعض میں لکھا ہے۔ کہ صرف تین روز تک تعزیہ دیکھنے تسلی دہی صاحب میت کو) لازم ہے تعجب ہے۔ کہ بارہ سو سال میں یہ تعزیہ جو خلاف قرآن اور سنت ہے۔ ختم نہ ہوا۔ بلکہ ہنوز روز اول ہے حالانکہ امام زین العابدین علیہ السلام جو سب سے بڑھ کر اپنے پدر بزرگوار کے تعزیہ دار ہو سکتے۔ وہ تو یزید کے ہمراہ صلح کر لیں۔ بلکہ اسکے ہمراہ ہر روز کھانے پینے میں اسکے دسترخوان پر شامل ہوں۔ اور یہ لوگ ابھی تک شور و غوغا میں ہیں۔ خود رسول خدا صلعم اپنے بیٹے ابراہیم کے مرنے پر نہ پیٹے نہ تعزیہ داری کی۔ اور نہ ان کی یادگار کا کوئی دن مقرر کیا۔ نہ ان کی برس اور چہلم کی رسم ادا کی مگر افسوس صد افسوس کیا یہ علماء ان احادیث کو نہیں دیکھتے پھر اس سنت رسول صلعم کے موجود ہوتے یہ جدید سنت حسین علیہ السلام پر رونے کی کہاں سے انہوں نے نکالی۔ ان احادیث میں کوئی استثناء تو ہے نہیں۔ پھر لازم ہے کہ تعزیہ داری اور سوگواری رسول صلعم کے لئے۔ جناب فاطمۃ الزہرہ کے لئے۔ علی مرتضےٰ کے لئے۔ امام حسن علیہ السلام کے لئے۔ اور باقی کے آٹھ اماموں کے لئے بھی ایک ایک دن مقرر کرکے کرو۔ اور خدا کی عبادات صوم اور صلوٰۃ سے چھٹی حاصل کرلو۔ ان متعدد حوالجات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک صاحب عقل حیران رہ جاتا ہے۔ کہ جب حالت یہ ہے۔ اور خود علماء متقدمین حضرت شیعہ شہادت امام حسینؑ کے بعد کے واقعات اور یزید کا اہلبیت کے ساتھ ایسا عمدہ سلوک بیان کرتے اور اس کے ان افعال سے ایک طرح سے اس کی صحت نیّت کا بھی فتوے دیدیتے۔ اور صاف لفظوں میں اسکے ایسے اقوال نقل کرتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس کی نیت انکو قتل کرنے کی نہ تھی۔ تو پھر اس سالہا سال کی رسمی غمخواری اور سوگواری کے کیا معنے۔ پھر تعجب پر تعجب ہوتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں اور ہم اوپر متعدد حوالہ جات سے ثابت کر آئے ہیں کہ یہی شیعہ علماء مجتہدین سوگواری اور جزع فزع اور رونے پیٹنے کو بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں۔ اور (قطع نظر اس کے کہ واقعات محولہ بالا صحیح ہیں یا نہیں۔ اور یزید کا ایسا کرنا نیک نیتی سے تھا۔ یا نہیں) وہ سب کے سب متفقہ طور پر قرآن کریم اور احادیث شریف کی تعلیم کے مطابق ان مجالس عزاداری اور تعزیہ وغیرہ کو بہت برا خیال کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے آجتک یہ سب رسوم بدستور چلی جاتی ہیں۔ بلکہ ان پر دن بدن اور بدعات کا بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کی حقیقت رسم و رواج سے زیادہ کچھ نہیں رہی۔ اس لئے اب یہ لوگ اسے چھوڑ نہیں سکتے۔ اور صرف ایک میلہ کے رنگ میں دلچسپی ان میں پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن دلوں آؤ۔ اور ماتم حسینؑ کو چھوڑ دو۔ کہ یہ ماتم اسلام کا وقت ہے نہیں بلکہ تمہاری ہمتوں اور کوششوں کے بر محل صرف ہونے کے دن ہیں ۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

کوئی ہے۔ جو اس درد بھری صدا پر کان دھرے اور اس پر لبیک کہتا ہوا۔ راہ صدق پر نکل کھڑا ہو؟ والسلام علےٰ من اتبع الھدےٰ ۔

ہندو مذہب کی ماہیت

ایک ہندو محقق کے قلم سے

(گذشتہ سے پیوستہ)

اب سکھ مذہب کو لیجئے اس فرقہ کے لوگ بھی ہندو ہی خیال کئے جاتے ہیں۔ ہندوؤں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ہندو راجہ تسلیم کیا ہے۔ اور ابھی تھوڑے دن ہوئے یہ خبر مشہور ہوئی تھی۔ کہ ہندوستان میں لطور ایک سکھ یا ہندو کے مہاراجہ دلیپ سنگھ کا خیر مقدم کیا جائیگا غرض ہندو دھرم میں ملنے کیلئے جن اسباب و ارکان کی ضرورت ہے۔ وہ صرف یہ ہیں۔ کہ وہ اصل و نسل میں ہندو یا اُس کا طرز معاشرت اور کردار و رویہ زمانہ حال کے ہندوؤں کا سا ہو۔ ہمکو یہاں بمبئی کے میمنوں کا ذکر منظور نہیں ہے۔ جن کی معاشرت ہندو اور مسلمانوں کے بین بین ہے۔ ہم بہت سی کوہی اقوام کا حال بیان کرسکتے ہیں جنہوں نے بڑا تم لوگوں کی یاد میں ہندو مذہب قبول کیا ہے یا اس میں شریک ہوئے ہیں۔ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ کہ جو لوگ خاندانی ہندو نہیں ہیں۔ اُن کو ہندوؤں میں شریک ہونے کے لئے صرف موجودہ رسم و رواج کا متبع ہونا چاہئے۔ چنانچہ جب لڑائی تھی۔ تو اکثر معزز ہندو دکھانے کے لئے صوم و صلوٰۃ کی پابندی کرنے لگے تھے۔ ان میں بعض حضرات ایسے بھی تھے۔ جن کی نماز کبھی قضا نہیں ہوئی۔ لیکن چونکہ طرز تمدن خصوصاً کھانے پینے کا طریق بالکل ہندوانہ تھا۔ لہذا اور ہندوؤں سے اُن کے اسلامی عقائد اور مذہبی خیالات پر کبھی اعتراض نہیں ہوا۔ اور نہ وہ اپنی برادری اور جماعت ہی کے دائرہ سے باہر کئے گئے۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جب تک کوئی ہندو اپنا خاندانی رسم و رواج یا مروجہ طرز تمدن نہیں تبدیل کرتا۔ اسکا ظاہری یا باطنی اعتقاد چاہے کچھ ہو کبھی قابل اعتراض نہیں ٹھہرتا۔ اور چونکہ رسم و رواج میں ملکی مصلحتیں ہمیشہ تبدیلیاں پیدا کرتی ہیں۔ اس لئے اس میں بھی اسکو کوئی دقت نہیں اٹھانی پڑتی۔ پھر یہ بات نہیں ہے کہ جن نو مذہب لوگوں نے ہندو تمدن اختیار کیا ہو۔ وہ ہمیشہ ادنیٰ درجہ ہی میں پڑے رہے ہوں۔ چنانچہ ہندو مذہب کی تاریخ میں اکثر ایسی نظیریں موجود ہیں۔ جن میں بمقتضائے وقت و حالت نو مذہبوں کو جو درجہ حاصل ہوا۔ وہ بہت ہی بڑی وقعت اور عظمت کا تھا۔ گیا وال [illegible] پرجاری تھے۔ بالکل دیسی برہمن سنگھالی بنگالہ کے بعض گوشاں میں ذریعہ یہ نہیں جو ایک

طبابت پیشہ قوم ہے۔ موافقت اور مشابہت اور عادات ہی وہ قوتیں ہیں جو ہندو ہونے کا دوامی فرمان عطا کر سکتی ہیں۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جس پر ہمیشہ دنیا نے اپنی حیرت ظاہر کی ہے اور یہ حیرت ہر زمانہ میں اسوقت قائم رہیگی جبتک ہندو سسٹم یعنی طریقہ کما حقہ سمجھ میں نہ آجائے اور در حقیقت یہ طریق جہاں تک اسکو انواع و اقسام اعتقادات سے تعلق ہے ایک جامع طریق ہے۔ جس میں مختلف عقائد کے چیدہ چیدہ اصول چھٹ کر داخل ہو جاتے ہیں۔

ہم نے جو نظائر و امثال اوپر بیان کئے ہیں ان سے ہمارا یہ قول بخوبی ثابت ہوگیا ہے۔ کہ ہندو مذہب کوئی منضبط یا محدود مذہب نہیں ہے۔ بلکہ وہ مختلف مذاہب اور عمل کا ایک ایسا مجموعہ ہے۔ جو تمدن کے شیرازہ سے باندھا گیا۔ اور اس میں اب تک اور مذاہب کی تجارت کی قوت باقی ہے۔ چنانچہ جین۔ سکھ۔ لنگو۔ کبیر پنتھی بام مارگی اور اقوام کے لحاظ قدیم ترک یونانی پارسی۔ چینی۔ یہودی۔ مصری۔ ہندوستان کے اصلی باشندے۔ یعنی گونڈ بھیل وغیرھم سب ہندو ہیں۔ حالانکہ اُن کے عقائد باہم متباین و متغائر ہیں۔ علی الخصوص جینی مت والے جو اس وقت مسلمہ ہندو ہیں۔ وید شاستر کو نہیں مانتے نہ ہندو دیوی دیوتاؤں ہی کی پرستش اور عبادت کرتے ہیں اُن کے نزدیک برہمنوں کو کوئی فضیلت نہیں۔ پس جب ہندو دھرم کا کوئی مذہبی نظام نہیں ہے اور یہ بات ہندوؤں کی رائے پر چھوڑ دی گئی ہے کہ وہ چاہے دہریوں کا مذہب قبول کریں یا پکے موحد بنجائیں یا دیوی دیوتاؤں کو پوجیں یا ویدوں کو کلام ربانی مانیں یا اوتاروں کی الوہیت کے قائل ہوں تو پھر ہندو مذہب کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہندو یا اُنکا کوئی بڑا حصہ ہندو جماعت میں جو کچھ کرتا ہو وہی ہندو مذہب یا ہندو دھرم ہے۔ اور ہر چند یہ امر کسی دلیل اور برہان کا محتاج نہیں تاہم اس کی صحت و صداقت درکار ہے۔ اکثر لوگ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں اور متفق اللفظ ہیں کہ ہندو مذہب چند آسمانی کتابوں یا صحائف میں مقفل ہے وید شاستر اور سمرتیاں وہ کتابیں ہیں۔ جن پر ہندوؤں کے اعمال و رسوم مذہبی کا دارومدار ہے۔ اور ہندو زندگی کے لئے ارشاد ہدایت کا کام دیتے ہیں وید شاستر جہاں نے جاتے ہیں کہ ہندو دھرم کیا شے ہے لیکن یہ ایک امر واقع ہے۔ اور اسکا انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ ویدوں اور شاستروں کا ہندو پن موجودہ زمانہ کا ہندو پن نہیں ہے۔ جن لوگوں کو کچھ بھی وید شاستر کا علم ہے کہ ہمیشہ ہر زمانے میں ہندو زندگی کے

عام اصول اور کلیات بلکہ ہر صیغہ میں تغیر ہوا ہے اور جو جو سوسائٹی کی حالت میں ترقی ہوئی ہے اُسی قدر مذہبی عقائد میں خود بخود اصلاح ہوئی ہے۔ لیکن ہم اسوقت تمام تبدیلیوں کو یکے بعد دیگرے گنوانا نہیں چاہتے۔ البتہ چند تبدیلیوں کا بیان اس لئے کرینگے۔ کہ ہندو مذہب کی جو کچھ تعریف ہوئی ہے۔ اسکی توضیح و تشریح ہو جائے اور یہ کہ اس قسم کے تغیرات پہلے بھی وقوع میں آئے ہیں۔ اور اب بھی واقع ہو رہے ہیں اگلے زمانہ میں ہندوؤں نے دنیاوی ضرورتوں کے مطابق جن اعمال و رسوم کا برتاؤ کیا تھا۔ جو کہ الہام ربانی کے پیرایہ میں ویدوں میں مندرج ہوا۔ اور اسکے بعد جو کچھ تغیرات و تبدلات ہوئے اُن کی شہادت کے لئے شاستر موجود ہیں۔ جو قرن اوسط میں تالیف و تصنیف ہوئے تھے۔ اور یہ بات لازمی ہے کہ جب زمانہ حال کے تغیرات جن میں آجکل ہم لوگ محصور ہیں رفتہ رفتہ مکمل اور مقبول ہو جائینگے۔ تو وہ بھی شاستروں میں قلمبند کئے جائینگے۔ اور وہی موجودہ زمانہ کا ہندو دھرم قرار دیا جائے گا۔ غالباً ہمارے آئندہ واضعین شاستر جب قرن اوسط کے شاستروں اور ان افعال و اعمال سے تجاوز کرنا چاہینگے جن کی یاد لوگوں کے حافظہ میں موجود ہے تو ویدا اور منو سمرتی کے کلام کی طرف عود کریں گے۔ اور بعض شاستروں کی نحو یہ کو توڑ مروڑ کر اپنی ضرورت کے موافق کریں گے اور احکام شرعیہ کی رو سے ان کی تاویل کرکے جواز کا فتویٰ دیں گے۔ کیونکہ حسن معاشرت اور تہذیب اخلاق کے انہیں مسائل کے لئے تاویل و توجیہ کی ضرورت ہوتی ہے جو عملی طور پر حقیقتاً دقیانوسی مسائل کو ہٹا کر دینی عملداری بڑھانا چاہتے ہیں اور اس میں اصلاً شک نہیں ہے کہ جب ان باتوں پر ایک بڑا حصہ عمل کرنے لگتا ہے تو وہی جائز اور صحیح خیال کئے جاتے ہیں۔ اور وہ رواج مقبول عام ہو کر کوئی دینی مسئلہ یا مذہبی قاعدہ بن جاتا ہے اور پھر اسکی نسبت کوئی شخص اعتراض نہیں کرسکتا۔ چنانچہ ہم اسی قسم کے چند تغیرات کے بیان کرنے کی کوشش کرینگے۔ جو اکثر لوگوں کی یاد میں گذرے ہیں۔ تیس چالیس برس قبل اضلاع غرب شمال و بہار و بنگالہ کا کوئی ہندو پیاز ہاتھ سے نہ چھوتا تھا اب جب تک اسکا بگھار نہ ہو کھانا بے لطف اور بدمزہ معلوم ہوتا ہے علی ہذا شلجم اور کرم کلہ اور چقندر وغیرہ سے احتراز کلی تھا۔ مگر اب باستثناء بعض قوموں کے سب لوگ کھانے لگے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان ترکاریوں کا کھانا کوئی معصیت یا گناہ نہیں۔ بلاد بنگالہ میں بسکٹ اور نان پاؤ۔ و دہلی میں ہندو بسکٹ اور نان پاؤ بناتے ہیں اور انہیں اکثر شریف قومیں لیکر کھاتی ہیں اور کچھ چھوت نہیں جانتیں کوئی قابل اعتراض شے نہیں ہے (باقی آئندہ)

رجوع موتیٰ کے خلاف چند مزید دلائل

دلیل العرفان پر ریویو

نمبر اول

حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَهْلَکْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ

(تفسیر صافی شیعی)

(۱) ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء (تفسیر صافی ص۳۸)

(۲) ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیاء عند ربهم (تفسیر صافی ص۱۰۶)

(۱) وفی التہذیب عنہ - انہ سئل عن ارواح المومنین فقال فی الجنۃ الخ

(۲) وقمع الهوی بالریاضۃ بل احیاء عند ربهم ذوو قرب منہ یرزقون من الجنۃ الخ فرحین بما اتاهم اللّٰہ من فضلہ وهو شرف الشهادۃ والفوز بالحیوۃ الابدیۃ والقرب من اللّٰہ تعالیٰ والتمتع بنعیم الجنۃ واستبقوا الکرامۃ من اللّٰہ عزّ وجل الخ (تفسیر صافی ص۱۰۶)

اب اگر امامیہ کے علماء بالخصوص ہمارے مخاطبین استاد اور شاگرد ذرہ بھی دل میں انصاف رکھتے ہوں اور ان کو اپنی بات کی پیچ نہ ہو - تو خود اُن کی تفسیروں سے یہ امر ثابت ہے کہ شہداء جنت میں بعد مرنے الفاظ کے چلے جاتے ہیں اور قرآن کی آیتیں بھی صریح طور پر گواہ ہیں اور جنت دار الخلد ہے - اس سے کوئی نہیں نکل سکتا - جیسا کہ گذشتہ آیات سے یہ امر واضح ہو چکا - اب اسقدر شہادات کے بعد کہ قرآن کے محکمات احادیث شیعہ وسنی کثرت سے اسپر شہادت دیں - خود حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام سے جو حدیث گذشتہ نمبر میں ہم نے نقل کی ہے وہ اسی آیت کو پیش کرکے عدم رجوع موتے سے استدلال فرما دیں حدیث جابر رضی اللہ عنہ اسی کی تصدیق کرے اور وہ حدیث بہت صحیح ہے - جو کئی طرق سے کتب احادیث میں ذکر ہے - (دیکھو عسل مصفے) اور دیگر احادیث بخاری بھی جو عسل مصفے میں مذکور ہیں اسی کی مؤید ہوں تشیع کی دیگر احادیث جو ہم نے صافی سے اوپر نقل کی ہیں - اور دیگر اقوال علی مرتضےٰ علیہ السلام جو نہج البلاغۃ سے ہم نے پہلے نمبر میں نقل کئے ہیں وہ سب اس پر شہادت دیں - والعبد الحق الی الضلال - نیز سنت مستمرہ الٰہی حس اور مشاہدہ عقل اسی کو سچ ٹھہرا دے یہ سب نقل کے مؤیدات ہیں تو بھائیو! جن آیتوں سے جواز قسم متشابہ ہیں - کیوں تم ٹھوکر کھاتے ہو

[1] افرئیت من اتخذ الٰہہ هواہ واضلہ اللّٰہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ فمن یهدیہ من بعد اللّٰہ افلا تذکرون۔

بلکہ تم متشابہات کو محکمات کی طرف پھیرو - دیکھو تفسیر صافی ص۱۲ - فان وجد ذا شاهدا من محکمات القراٰن یدل علیہ اتینا بہ فان القراٰن یفسر بعضہ بعضاً وقد امرنا من جهۃ ائمۃ الحق ان نرد متشابهات القراٰن الی محکماتہ -

غرضیکہ ہمارے امامیہ اصحاب خود آئمہ اہلبیت کی بھی نہیں مانتے - ان کی روایات تو کثرت سے اسی طرف ہیں - کہ رجوع موتے نہیں ہو سکتا خصوصاً امام حسینؑ اور امام حسن اور حضرت علی علیہم السلام اور دیگر آئمہ جو شہید ہو چکے ہیں وہ تو قطعاً رجوع نہیں کر سکتے - کیونکہ وہ علاوہ اور فضائل کے شہادت کی فضیلت رکھتے ہیں تو خود آپ کی روایات سے جو پیچھے ذکر ہوئیں شہداء تو جنت میں داخل ہیں - بل احیاء عند ربهم یرزقون اور شہداء جنت میں داخل ہو کر پھر کس طرح نکلینگے - سبحانک هذا بهتان عظیم

تشیع کے علماء بالخصوص باقر مجلسی صاحب جو عقیدہ رجعت کے بڑے حامی بلکہ عقیدہ رجعت کی بنیاد رکھنے والے غالباً یہی صاحب ہیں - ان شہداء کو جنت الخلد سے واپس دار فناء میں لانا پسند کرتے ہیں - اور کسی کی حکومت اور بادشاہی دس ہزار سال اور کسی کی چالیس ہزار سال اس دنیا میں کرنا کہتے ہیں - میں کہتا ہوں دیکھیں کیسے بودے خیال کے لوگ ہیں اس دنیا کی حکومت کیا چیز ہے - اگر لاکھ سال ہو تو بھی تکلیف اور مشقت اور خرابی سے خالی نہیں - اور اگر تم اپنا دل خوش کرنا چاہتے ہو - تو قیامت میں بھی وہ خوشی تم دیکھ لوگے - جب آئمہ اہلبیت علیہم السلام نعماء کے متمتع ہونگے - اور اُن کے دشمن وہاں مقہور اور ذلیل دوزخ میں ہونگے - تو اگر آپ صاحبان دوزخ میں نہ گئے - اور آئمہ علیہم السلام نے آپ صاحبان کو غلامی میں راستباز سمجھکر قبول کر لیا تو پھر خود دشمنوں کی ذلت اور آئمہ کی عزت ملاحظہ کرتے رہو گے - اور اگر خود ہی دوزخ میں جھونکے گئے تو پھر النفسی ہوگی - اپنے فکر سے کب خالی ہو گے - کہ دشمنوں کے حالات دیکھو - یہ تم آئمہ علیہم السلام کی ہتک کرتے ہو - کہ اُن کو نعماء جنت سے جہاں وہ احیاء عند ربهم یرزقون فرحین بما اتاهم اللّٰہ من فضلہ کے مصداق ہونگے نکالکر اس دار فنا کی تکالیف کا مزہ چکھاتے ہو تم آئمہ کے دوست نہیں - دشمن ہو - نعماء جنت کی آیات قرآن کریم میں پڑھو جنکی نسبت خدا کی شہادت ہے - فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرۃ اعین (سورہ سجدہ) وفی المجمع عن نبی یقول اللّٰہ تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر الخ

(ص۳۹۷ تفسیر صافی) - افسوس اے وہ لوگو جو نرا آپکو ائمہ کے دوست ظاہر کرتے ہو - تم ایسی جنتی دانتوں سے ائمہ علیہم السلام کو نکالکر اس دار فنا میں پھر لاتے ہو اور سنت اللہ اور احکام اللہ کو توڑتے ہو - پھر ان کو سکرات موت میں مبتلا کرتے ہو - تاکہ پھر مرگ ثانی اور موت کا مزہ چکھیں ہائے افسوس تمہاری دوستی پر - اور یہ رجعت اور اعادہ سب عبث -

پس چند آیات جو قرآن کریم میں اعادہ اموات کا اشتباہ پیدا کرتی ہیں وہ متشابہات کی قسم سے ہیں - جن کی تحقیق عسل مصفے میں دیکھ لیں - اور پیغام صلح کے کسی گذشتہ نمبر میں پہلے بھی ایک مضمون پانچ چھ ماہ ہوئے اس مقصد پر لکھا تھا - جس میں اُن آیات پر بحث کی گئی ہے -

ائمہ اہلبیت یا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پھر جنت الفردوس سے واپس اس دنیا میں لاتے ہو - جس کی حقیقت بڑی ادنیٰ ہے - کیا تم بھی اُن بنی اسرائیل کیطرح ہو - جن کی نسبت ارشاد ہے - قال اتستبدلون الذی هو ادنیٰ بالذی هو خیر - یہی اہلبیت سے ادعاء محبت دروغ بے فروغ ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمٰن لبیوتهم سقفاً من فضۃ ومعارج علیها یظهرون - ولبیوتهم ابواباً وسرراً علیها یتکئون وزخرفاً - وان کل ذالک لما متاع الحیوۃ الدنیا والاٰخرۃ عند ربک للمتقین (سورہ زخرف) - وعلی مرتضےٰ علیہ السلام جو بموجب مرویات تشیع دنیا اور مال دنیا کو سہ طلاق دیچکا ہے اور اس کے خطبات منجملہ نہج البلاغۃ اُس کی مذمت پر شاہد ہیں روادار ہوگا کہ نعماء جنت سے نکلکر پھر اس دار ابتلا اور فنا میں قدم رنجہ فرما دے ہرگز نہیں عقل سے کام لو -

رجعت پر ایک لطیفہ

کہتے ہیں کہ ایک سادہ لوح امامیہ نے کسی واعظ سے عین مجلس وعظ میں سُنا کہ یوم الرجعت - حضرت علی علیہ السلام اور حسنین علیہم السلام پھر زندہ ہو کر اس دنیا میں واپس آویں گے - اور اُن کے بعض دوستدار اور محب بھی اس دنیا میں اُنکے ہمراہ زندہ ہو کر بھیجے جاوینگے - تو بہت خوش ہوا - اور دعا کرنے لگا - کہ یا اللہ مجھکو بھی اُنکے ہمراہ زندہ کرکے

[1] علی مرتضیٰ علیہ السلام کی نسبت ہے - فمنهم من قضی نحبہ ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا وہ ہمیشہ شیعان اولی سے تنگ آکر آرزوئے مرگ کرتے تھے پھر شیعان اُخری میں (بالخصوص تمہارے جیسے) اُنکا رجوع ناممکن ہے - (ن)

مسلمانوں کی ترقی کا راز

قوم کی زندگی اور موت کا سوال

(گذشتہ سے پیوستہ)

زندہ قوم کی تعریف الغرض جس قوم کا کوئی امام ہے وہ زندہ قوم ہے - اور جس قوم کا کوئی امام نہیں وہ مُردہ - اور اسلام کی دیگر تمام مذاہب پر فضیلت رکھنے کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے - کہ اسلام میں - ہاں صرف اسلام ہی میں قیام وحدت کی غرض سے ہمیشہ کیلئے ربانی لیڈروں کا وجود ہے - جو قیامت تک وسیع ہے اور پھر اُن کی اطاعت نہایت ضروری امر ہے - یہ وہ خوبی ہے - جو کسی مذہب میں ہرگز نہیں پائی جاتی

غیر اقوام میں وحدت انگریزی گورنمنٹ کے استحکام کی بڑی وجہ بھی ایک وحدت ہے - پٹواری اور نمبردار - تحصیلدار کے ماتحت اور تحصیلدار کے اوپر صاحب ضلع - اسکے اوپر کمشنر پھر لارڈ صاحب - پھر سب کا بڑا او الیسرائے صاحب یہی وحدت ہے - کہ ملکہ وکٹوریہ گئیں تو ایڈورڈ آئے اُنہوں نے رحلت کی - تو جارج آیا - مگر ان تغیرات میں کچھ بھی بے چینی یا حرکت سلطنت کے کسی گوشہ میں نہ ہوئی - ایک وقت تھا یورپ کے تمام عیسائی تاجدار پوپ روما کے ماتحت تھے اور اب مجلس بین الاقوام کے ماتحت ہیں - اسی اتحادی مجلس کی طاقت ہی سے تو یورپ کے بادشاہ آج روئے زمین پر حکومت کر رہے ہیں - آج اُن کا اختیار ہے کہ گدا کو شاہ کریں یا شاہ کو گدا کر دیں - ہندو جنکا ایسا بودا دھرم ہے - کہ آجتک اُسکی جامع مانع تعریف کسی ہندو سے نہیں ہو سکی - باوجود اپنے بہت سے فرقوں کے اصولی اختلافات کے مسٹر تلک اور بینرجی کے خلاف نہیں کرتے ہیں - مگر غیر اقوام نے وقتی مصالح کے تقاضا سے اتنی کچھ وحدت از خود اختیار کی ہوئی ہے - ورنہ ان لوگوں کے مذاہب میں نظام وحدت کا کوئی برجستہ حکم نہیں ہے -

مسلمانانِ ہند وحدت کی تلاش میں مسلمانوں نے شعائر اسلامی اور احکام دینی کو تو بالکل بھلا دیا - جس سے کہ وہ تعامل اسلام کو مد نظر رکھکر اپنے زمانہ کا ربانی لیڈر تلاش کرتے - اور حقیقی قومی وحدت سے جو قوم اسلام ہی کا خاص حصہ ہے - بہرہ مند ہوتے اِس لئے اُنہوں نے یورپ کی تقلید میں اپنی اصلاح اور کامیابی کو انجمنوں ہی پر منحصر رکھا - مگر جب کچھ عرصہ تک انجمنوں سے کوئی معتد بہ فائدہ قوم کو نہ پہنچا - تو شاہ سلیمان پھلواروی نے تجویز کھڑی کی - کہ اس طرح بغیر وحدت کے انفرادی طور پر انجمنوں کے کام میں کوئی برکت پیدا نہیں ہو سکتی - اس لئے ہندوستان کی تمام انجمنیں ایک ہی نظم وحدت میں آکر ایک مرکزی انجمن کے ماتحت ہو جائیں - شاہ صاحب نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے کہ ایک مرکزی انجمن بن جائے - مگر کچھ بھی نہ بن سکا - اب قومی وحدت کے لئے مرکز بنا سے تو خدا ہی بنائے - لوگوں کے بنائے ہوئے مرکز میں خاک برکت ہو سکتی ہے ؟

اسلام میں جیسا کہ میں پہلے بحث کر چکا ہوں - خلفائے قوم ہمیشہ اللہ تعالےٰ ہی کے مامور ہوتے ہیں -

چودھویں صدی کا امام کون ہے؟ اب سوال یہ ہے کہ در حالیکہ اسلام میں ہمیشہ اماموں کا سلسلہ جاری رہا ہے - تو موجودہ صدی جس کو اب تیس برس سے زائد عرصہ گذر چکا ہے امام سے کیونکر خالی رہ سکتی ہے - حالانکہ چودھویں صدی کے غیر معمولی فتنوں کی خبر حدیث شریف اور بہت سے اولیاں کی پیشگوئیوں سے ثابت ہے بلکہ اس صدی کے حالات تو ایک **عظیم الشان مصلح** کی آمد کے مقتضی ہیں - اور وہ قوم جس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو **وحدت قومی** کی اتنی تاکید ہوتی تھی کہ اگر کم از کم دو تین صحابہ کو کہیں سفر کو روانہ فرماتے تھے - تو آنحضرت صلعم اُن میں سے ایک کو ان کا **امیر** بنا کر دوسروں کو اس کے ماتحت ٹھہراتے تھے - اور آنحضرت کی سنت سے اس کے خلاف کبھی ثابت نہ ہو سکیگا - تو کیا وہ قوم کی قوم ایسے پر فتن اور انقلاب انگیز زمانہ میں اب بن بیری رہ گئی ہے ؟ اور زندہ نبیؐ اور زندہ کتاب کی امت کی رُو سے ہر صدی کے سر پر جو امام آتا رہا ہے - وہ اس پر فتنہ زمانہ میں - جس میں کہ غیر اقوام کے ہر کمینہ اور رذیل تک نہ زندہ کتاب اور نہ زندہ نبی پر سفاکانہ حملوں کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں نہیں آیا کیا - انا لہٗ لحٰفظون کا وعدہ خداوندی اس زمانہ میں آکر فسخ ہو گیا ہے - ہرگز نہیں - وہ مرد خدا جو آنے کو تھا - عین وقت پر آچکا ہے - جو میرزا غلام احمدؐ قادیانی ہے - ....

.... ہم کسی کو بغیر دلیل کے اور نامعقولیت سے اس امام کے ماننے پر مجبور نہیں کرتے - تم خود سوچو کہ اس صدی کے سر پر صرف دو ہی شخصوں نے جیسا کہ پہلے ایک جگہ تفصیل ہو چکی ہے - مامور الٰہی ہونیکا دعویٰ کیا ہے - ایک ڈاکٹر ڈوئی نے امریکہ میں جو **دشمن احمدؐ** تھا - جو خائب و خاسر ہو کر ناکامی کی موت مرا - اور ایک نے قادیان میں - جو **غلام احمدؐ** ہے جو مظفر و منصور ہو کر اور ایک جانباز اور سرگرم عاشق دین محمدیؐ مشن چھوڑ گیا ہے - اب یہ بات تمہارے ایمان پر منحصر ہے - کہ خواہ دشمن احمدؐ کی متابعت کرو یا غلام احمدؐ کی - ان سے تیسرا کوئی اور مدعی امامت فی زمانہ دنیا کے کسی حصہ پر ظاہر ہوا ہو تو بتاؤ ہم اس کے حالات پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں - ابتدائے صدی میں سر سیّد کی شخصیت ایسی نمایاں تھی - جس سے شاید ہمارے بعض بھائی اُن کی لیڈری پیش کریں - مگر جب خود اُس مرحوم و مغفور نے نہ تو مامور اور لیڈر ہونیکا دعوےٰ کیا - نہ لوگوں سے بیعت لی تو کسی کو کیا حق ہے - کہ ہم سے اُن کی امامت منوائے - سر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لاریب قومی ضروریات کے ایک خاص شعبہ میں عظیم الشان خدمت کی ہے - وہ ایک با اخلاص عاشق قوم تھے - مگر ان کا رتبہ ایک اہل الرائے سے زیادہ نہیں ہو سکتا ہے -

حضرت امیر اور انکے رفقا قادیان میں

گذشتہ ۱۴ نومبر ۱۹۱۵ء کو عزیزم عبدالحیٔ مرحوم کی تعزیت کیلئے لاہور سے حضرت امیر ایدہ اللہ - حضرات ڈاکٹر صاحبان بعہ ملازمین خود - شیخ رحمت اللہ صاحب - ماسٹر فقیر اللہ صاحب - بابو منظور الٰہی صاحب - منشی عبدالمجید صاحب - حافظ فضل احمد

مُردہ زندہ کرنیکی مشین

یہ مشین المعروف " بکس اکسیر قوت " مشمولہ چالیس گولیاں خوراکی و شیشی تیل کمزوری دل دماغ بچپن کی غلط کاریوں - کمزوری گردہ مثانہ و اعصاب اور ناطاقتی لاولدی - ذیابیطس - ضعف معدہ - درد کمر وغیرہ کے دفعیہ کے لئے دنیا بھر میں ایک نہایت ہی مجرّب المجرّب بےنظیر بے ضرر - داخلی خارجی شرطیہ حکمیہ دوائی ثابت ہو چکی ہے - ہزارہا گئے گذرے مریضان کو آرام ہے جنکہ انگریزوں - مہاراجوں - سول سرجنوں حکیموں - ڈاکٹروں نے منگوایا ہے - چوٹی کی مقوی دوائی ہے - ہر موسم ہر طبیعت ہر عمر میں یکساں مفید ہے ہم بڑے دعوے سے لکھتے ہیں - کہ اگر آپ ناامید ہو چکے ہیں - تو اسکو ضرور استعمال کر کے قابل فخر مرد بنیں - بشرطیکہ اگر باقاعدہ استعمال سے آرام نہ ہو تو قیمت واپس ہو گی -

سرٹیفکیٹ :- ہم تصدیق کرتے ہیں کہ آپکا بکس " اکسیر قوت " بہت ہی عمدہ دوا ہے - ہمکو آپ کی دوائی نے بہت فائدہ پہنچایا - دستخط مسٹر ایم اے ایم صاحب مراد آباد - قیمت فی بکس اکسیر قوت و مُردہ زندہ کرنے کی مشین - مبلغ ۵ - مگر تھوڑے دنوں تک ۳ رعایتی جلدی کریں - پتہ یہ ہے :-

مسٹر ڈی ایم صاحب - ڈاکخانہ نرمتھ ٹانڈہ ضلع شاہپور پنجاب

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ ... پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار

پیغام صلح

لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و مقتدا
اندریں دین آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدستِ ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جاں شدہ با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ما ست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ما ست
از ملائک و از خبر ہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است
منکر آں مورد غضب خدا ست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در فرقان بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ما ست
ہر کہ انکار کند از اشقیا ست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت

سالانہ ۳ ششماہی ۲ سہ ماہی ۱ ماہوار ۹ر

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور پنجشنبہ ۹ محرم الحرام ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۵۵

درس صحیح بخاری

گذشتہ ۹ نومبر ۱۹۱۵ء سے حضرت امیر ایدہ اللہ نے لاہور میں صحیح بخاری کا درس بھی شروع کر دیا ہے۔ یہ درس انشاء اللہ ہفتہ میں تین بار بعد از درس قرآن ہوا کریگا۔ ذیل میں پہلے دن کا سبق ناظرین کے فائدہ کے لئے درج کیا جاتا ہے آیندہ بھی انشاء اللہ بالترتیب تمام اسباق درج ہوتے رہینگے۔ وما توفیقی الا باللہ

سبق اول

علم حدیث کے متعلق چند ضروری نوٹ

حدیث کسے کہتے ہیں

حدیث کے اصل معنی تو صرف بات کے ہیں۔ قرآن کو بھی حدیث کہہ دیا ہے۔ فبای حدیث بعدہ یومنون لیکن جب ہم حدیث کا لفظ بولتے ہیں۔ تو ان سے مراد خاص ہی باتیں ہوتی ہیں۔ اور ان کے ساتھ کچھ اور بھی۔ باتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور ان کے ساتھ آپ کی سنتیں اور وقائع جو آپ کی زندگی میں پیش آئے۔ حدیث میں یہ تینوں باتیں آتی ہیں۔

جمع و حفاظت احادیث پر اعتراض اور اسکا جواب

حدیث پر بڑے بڑے اعتراض ہوئے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ کچھ چیز نہیں۔ اور اس زمانہ میں تو ایک خاص گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بالکل مفضول ہے۔ اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ڈیڑھ سو برس بعد جمع ہوئی ہیں۔ لیکن یہ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ حدیث کے بغیر قرآن کے احکام کو ٹھیک طور پر ہم سمجھ نہیں سکتے۔ کیونکہ مثلاً صلوٰۃ کو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کیا چیز ہے جب تک کہ نبی کریم کے تعامل سے یہ معلوم نہو کہ اس طرح سے صلوٰۃ ادا کرنی چاہیئے۔

عجیب بات ہے کہ عمرؓ دو ہوئے ہیں ایک عمرؓ نے قرآن جمع کرنے کے متعلق پہلا رائے دی۔ دوسرے نے حدیث کے لئے۔ جمع کرنے سے یہ مطلب نہیں کہ قرآن پہلے محفوظ نہ تھا۔ محفوظ تو تھا لیکن اس طرح سے بین الدفتین نہ تھا۔ مختلف کاغذوں پر کوئی کوئی ٹکڑا لکھا ہوا تھا اور کوئی ٹکڑا کسی کے پاس تھا کوئی کسی کے پاس ترتیب بھی اسی طرح پہلے سے موجود تھی۔ جیسے کہ اب ہے۔ حفاظ اسی طرح سے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ یہ ترتیب خود اللہ تعالیٰ کے منشاء سے آنحضرت صلعم نے ہی بتائی تھی۔ ایسا ہی حدیث کے متعلق پانچ مرحلے گذرے ہیں۔

پہلا مرحلہ نبی کریم صلعم کے سامنے کا ہے۔ خود نبی کریم صلعم نے بھی احادیث کو وقعت دی ہے۔ صحابہ نے بھی وقعت دی ہے۔ اور یہ اسی لئے کہ ہمارے اعمال و افعال کی بنا قرآن پر بھی ہے اور حدیث پر بھی۔ خود نبی کریم صلعم کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جو نئی قوم آتی تھی آپ اسے سکھاتے تھے کہ یوں نماز پڑھنی چاہیئے اور جو نہیں آتی تھی اس کے اندر آدمی بھیجے تھے جو ان کو سکھائیں۔ نبی کریم صلعم کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے احادیث لکھ بھی لی تھیں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔ کیونکہ خطرہ تھا کہ اگر سب لکھ لیں تو ایسا نہو کہ قرآن میں اور ان میں امتیاز نہ رہے۔ اور اس سے قرآن کی حفاظت پر زد پڑے۔ اور اس میں رخنہ واقع ہونے کا اندیشہ تھا۔ مگر تاہم اس زمانہ میں بھی لکھی ہوئی موجود تھیں۔ لیکن عام طور پر حافظوں میں محفوظ تھیں۔ اسوقت کے حافظوں اور ہمارے حافظوں میں فرق ہے۔ اس وقت کے حافظے بہت تیز تھے یہاں تک کہ امام بخاری کے زمانہ تک یہ حال تھا کہ وہ گیارہ برس کے تھے جب ایک عالم کے پاس حدیث کا سبق پڑھنے جایا کرتے تھے ایک روز انکے استاد نے ایک حدیث کی سند یوں بیان کی:۔ سفیان

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

پسپائی کی تیاریاں سنٹرل نیوز کا نامہ نگار مقیم اسٹرڈم رقمطراز ہے۔ کہ جرمن وارسا سے ولنا تک بیشمار خندقیں اغلباً پسپائی کے لئے کھود رہے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ متاؤ میں فوجی حکام نے لوگوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ لباؤ کو چلے جائیں۔ کیونکہ روسیوں کے ایک شدید حملے کی توقع تھی۔ ریوٹر کا نامہ نگار مقیم پیٹرو گراڈ رقمطراز ہے کہ ڈونیا لائن کی حفاظت کی رو سے سکیم کا دریا ایک غیر اہم حصہ ہے۔

بلقانی پیچیدگی کے متعلق سر ایڈورڈ گرے کا بیان لنڈن ۱۲ نومبر ہوس آف کامنز میں قرضہ کے ووٹ کے متعلق بحث کے دوران میں سرویا کے سوال پر بھی بات چیت ہوئی سر ایڈورڈ گرے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ اگر فرانس ہماری نسبت زیادہ افواج بھیجتا تو بہتر ہوتا۔ کیونکہ ہم نے جزوی طور پر فرانسیسی افواج کو پہنچانے کا کام کیا ہے۔ جب تک کہ چند جہاز ان بار برداری خالی نہ ہو جاتے مزید برطانوی افواج کا بھیجا جانا ناممکن تھا۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ یونان اپنے معاہدے کی پابندی نہیں کریگا۔ تو گورنمنٹ کو فرانس کے ساتھ مشورہ کر کے یہ فیصلہ کرنا لازمی ہوا۔ کہ آیا یونان کی امداد کے بغیر بھی جنگ جاری رکھنا مناسب ہے۔ سر ایڈورڈ گرے نے کہا کہ ابھی اس معاملہ پر غور ہی ہو رہا تھا۔ کہ سر ایڈورڈ کارسن مستعفی ہو گئے۔ لیکن تیاریاں (؟) افواج کے بھیجنے کے متعلق نہ تھیں۔ آخر یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ فوراً افواج سالونیکا کو بھیجی جائیں ✤

قرضہ منظور کیا گیا۔

لنڈن۔ ۱۲ نومبر۔ ایک فرانسیسی بے تار برقی خبر مظہر ہے۔ کہ جنرل سسنر و بہت جلد سالونیکا میں پہنچنے والے ہیں۔ جہاں وہ برٹش افواج کے کمانڈر ہونگے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس سے ظاہر ہے کہ گیلی پولی اور سروین کارروائیاں ایک دوسرے کے ساتھ مشترک ہیں ✤

اٹلی جارحانہ کارروائی لنڈن ۱۴ نومبر روما کا ایک نامہ نگار رقمطراز ہے۔ کہ ۱۱ نومبر کو گوریزیا کے شمال مغرب کی طرف بلندیوں پر اور علاقہ پلاوا میں ایک شدید جنگ ہوئی۔ جہاں کہ اطالویوں نے مقابلہ کنندگان کا سوائے ۷۰ آدمیوں کے جنکو قید کر لیا گیا۔ خاتمہ کر کے خندقوں کو تباہ کر دیا کاربو شدید جنگ ہوئی جس میں اطالویوں نے ایک قلعہ پر قبضہ کر لیا ✤

امریکہ میں جرمن سازش لنڈن ۱۲ نومبر ایک اطالوی تیل کے جہاز لوشیا پر جو پورٹ آرتھر سے بیونس ایرس کو جا رہا تھا۔ ایک دھماکا ہوا جو بم کے پھٹنے کی وجہ سے خیال کیا جاتا ہے۔

نیویارک ہیلی فاکس کی ایک تار مظہر ہے کہ جہاز راڈ لاکس پر سے جو ۵ نومبر کو لھانڈ سے لدا ہوا جلتا ہوا آیا مال اتارتے وقت فلیتہ نکلا ✤

نیا فرانسیسی قرضہ لنڈن ۱۳ نومبر پیرس پارلیمنٹ نے ایک نیا بل اتفاق رائے سے پاس کر دیا ہے۔ جسکی رو سے ۱۹۱۳ء کے بعد قابل ادا ٹیکس وغیرہ سے بالکل بری قرضہ ۵ فیصدی شرح سود پر لینے کا اختیار دیا گیا۔ اس بل کی رو سے پرانے ۳ فیصدی کے قرضے کے ½ حصہ کو تبدیل کرنے کا بھی اختیار دیا جائیگا۔ تبادلہ کی شرح اور جاری کرنے کی قیمت بعد میں مقرر کی جائے گی ✤

ہندوستانی سپاہیوں کو اعزاز لنڈن ۱۳ نومبر شہنشاہ معظم کی طرف سے ملکہ میری نے بکنگہم محل میں دوئم لفٹنٹ راما جودھا سنگھ جنگ بہادر ۳۹ گڑھوال رائفلز کو ملٹری کراس کے اعزازات عطا فرمائے صوبیدار نعمت اللہ خان رول کنگ جاہ جہزادن سائیپرز کو انڈین ڈسٹنگوشڈ سروس تمغہ عطا فرمایا گیا۔

ترکی بندرگاہ پر گولہ باری لنڈن ۱۳ نومبر گزشتہ دو دنوں کے ترکی اعلان مظہر ہیں۔ کہ خلیج سارس کی ساحل پر برٹش جہاز "انگا" نار گولہ باری کر رہے ہیں ✤

نئے برطانوی جنگی جہاز لنڈن ۱۳ نومبر اخبار ڈیلی اکسپریس مظہر ہے کہ آئندہ جنوری میں ۱۴ سپر ڈریڈ ناٹ کا بیڑہ میں اضافہ کیا جائیگا ✤

لارڈ رابرٹس کی یادگار میں لنڈن ۱۳ نومبر سینٹ مارگریٹ ویسٹ منسٹر میں لارڈ رابرٹس کی یادگاری نماز ادا کی گئی۔ جس میں کثیر تعداد اشخاص شامل ہوئے۔ شہنشاہ معظم اور ملکہ معظمہ اور ممبران خاندان شاہی کے قائم مقام بھی موجود تھے ✤

سلطنت برطانیہ میں دو نئے جزائر کا الحاق لنڈن ۱۴ نومبر۔ لنڈن گزٹ اعلان کرتا ہے۔ کہ دو جزائر گلبرٹ اور ایلس جو اسوقت تک ممالک محفوظ تھے۔ وہاں کی گورنمنٹوں کی خواہش کے مطابق سلطنت برطانیہ کے ساتھ ملحق کئے گئے ہیں۔

چین میں جرمن سازش لنڈن ۱۳ نومبر۔ اخبار نوودو رمیا رقمطراز ہے کہ چین میں جرمنوں کو جو مراعات حاصل ہیں۔ وہ ضبط کر لی جائیں کیونکہ وہ کہتا ہے کہ چینی انقلاب انگیز پارٹی کے ممبروں کو وہ اسلحہ اور سامان بارود بہم پہنچا رہے ہیں اور بموں سے حملے کرنے کا انتظام کرتے ہیں ✤

یونانی پارلیمنٹ کا نیا انتخاب لنڈن ۱۰ نومبر۔ ایتھنز۔ گورنمنٹ کے حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پارلیمنٹ توڑنے کا فیصلہ ہو گیا ہے۔

لنڈن ۱۳ نومبر۔ ریوٹر کی ایتھنز سے آمدہ ایک تار خبر مظہر ہے۔ کہ پارلیمنٹ توڑ دی گئی۔ انتخابات ۱۹ دسمبر کو ہونگے ✤

ایک فرانسیسی مدبر یونان میں لنڈن ۱۲ نومبر پیرس۔ وزیر ڈینس کوچن وزیر یونان جو ایک خاص مشن پر جا رہا ہے۔ اور خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس کا جانا نہایت اہم ہے۔ کیونکہ کئی سرکردہ یونانی مدبر اس کے دلی دوست ہیں ✤

روسی وزیر کا استعفےٰ لنڈن ۱۰ نومبر۔ پیٹرو گراڈ۔ مسٹر ردخوف وزیر مواصلات نے استعفا دیدیا ہے۔

روس سے جرمنوں کی پسپائی لنڈن ۱۴ نومبر۔ پیٹرو گراڈ۔ جرمن ریگا کے مغرب کیطرف پسپا ہو رہے ہیں۔ ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ روسیوں نے علاقہ شلاک میں دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے اسے بہت سخت نقصان پہنچایا۔ اور مہیرن کے مغرب کیطرف پیش قدمی کی۔

لنڈن ۱۵ نومبر۔ پیٹرو گراڈ۔ ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ علاقہ اکزکل میں جرمنوں نے جارحانہ روش اختیار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پسپا کئے گئے۔ مشرقی ڈوانسک کے نزدیک شدید جنگ جاری ہے۔ ہماری آتشباری نے سڑک کی طرف دشمن کی طرف پیشقدمی کرنے کی کوشش رد کر دی۔

اطالوی پیش قدمی لنڈن ۱۵ نومبر۔ روما۔ اطالوی بلیز میں امداد گوریزیا کے شمال مشرق کی بلندیوں پر پیشقدمی کر رہے ہیں۔ ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ کاسو ملیا ٹو پر ڈلا کو اسٹل میں ہم نے مضبوط استحکامات کو تباہ کر دیا۔ جہاں ہوائی جہاز نسل کے ایک سکویڈرن نے کامیابی سے حملے کئے دشمن کے ہوائی جہاز پسپا کئے گئے ✤

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
۱۸ اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ء نمبر ۵۵

عید الضحیٰ انگلستان میں

حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب کا تازہ خط حضرت امیر کے نام

عید مبارک اور حمد الٰہی

عید مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ کے کرموں کی انتہا کا کیا ذکر کروں دل حمد سے تسبیح سے اور استغفار سے بالکل بھرپور ہے اور اور بے اختیار اس کا شکریہ دل سے نکلتا ہے۔

مختصر حالات عید

یہاں پہلی وقت تو موسم کی ہے۔ دھند اور بارش اور سردی ایسا تنگ کرتی ہے کہ الامان۔ لوگ باہر نکلنا پسند نہیں کرتے چہ جائیکہ دوکنگ کے گاؤں میں دور دور سے آئیں۔ بڑی بڑی دعائیں موسم کے لئے کیں اور بڑی گھبراہٹ سے کیونکہ مسجد میں تین چار سو کا مجمع محال ہے۔ اور دوسرے کسی سامان کی کوئی توفیق نہیں۔ چار پونڈ کے کرایہ پر ایک سائبان ملتا تھا اس میں اسی آدمی آتے تھے۔ کون چار پونڈ صرف کرے اور ایسے چار سائبان ہوں تو انتظام ہو سکے۔ آپ میری گھبراہٹ کا اندازہ لگائیں اور موسم کے عمدہ ہونے پر شکریہ کا اندازہ۔

مسجد اور احاطہ مسجد اور مکان کی آراستگی بہت عمدہ ہوئی۔ مسجد کے دروازے پر دو سرو کے درخت نہایت خوبصورت خرید کر لگائے گئے۔ مسجد کے باہر کے دروازے سے کر مسجد تک اور پھر مکان تک نہایت ہی خوبصورت جھنڈیاں لگائی گئیں۔

آمد مہمانان

سپاہی اور ان کے افسر ایک جگہ سے آئے۔ اور دو اور جگہوں سے۔ ہو گئے ترتیب افسر ہندوستانی آئے۔

دوکنگ کے لوگ اور لندن کے لوگ بہت آئے یونیورسٹیوں سے طلباء آئے۔ سر آغا صاحب موٹر پر لندن سے تشریف لائے۔ آخر میں مرزا عباس علی بیگ صاحب بھی نماز کے لئے تشریف لائے جناب لطیفی صاحب بمبئی سے تشریف لائے۔ ان کا صاحبزادہ اور صاحبزادی اور اہل خانہ بھی تشریف لائے مرزا عباس علی بیگ صاحب کی بیگم صاحبہ جن کو اسلام کا بیش از بیش عشق اور سوز ہے بمعہ بچوں کے تشریف لائیں۔

سید امیر علی صاحب کا خط معذرت کا آیا کہ ان کی کونسل کا جلسہ ہے انھوں نے عرض کیا کہ سارے مجمع کو سلام کہا جاوے اسی طرح مسٹر یوسف علی صاحب کا خط بھی آیا۔

شاہزادی صاحبہ کا تار روسی شاہزادے صاحب کا تار معذرت کا آیا۔ پچھلی دفعہ تو خوشی سے آئے۔ لیکن اس دفعہ وہ نہایت افسوس کرتے تھے کہ وہ نہ آ سکے۔

لارڈ ہیڈلے صاحب تشریف لائے شامل مجمع ہوئے۔ مسجد تو اب بہت چھوٹی نظر آتی ہے مکان کے سامنے کے میدان پر نماز ادا ہوئی۔ خطبہ یہ ہوا۔

خطبہ عید الضحیٰ

عید مبارک اور دعا

آپ کو عید مبارک ہو آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہوں۔ کہ آپ پر برکات نازل فرماوے۔ اور اسی طرح تمام دنیا کے مسلمانوں پر بھی۔

حمد الٰہی اور اسلامی اخوت کا نظارہ

ہم اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے اسلام کو وہ جادو بخشا ہے کہ اس نے ہمیں فی الحقیقت ایک برادری میں منسلک کر دیا ہے۔ ہمارے دل خدا کی حمد سے معمور ہیں۔ کہ آج اپنے بھائیوں کو جو مختلف بلاد سے آئے ہیں۔ مصری ہیں۔ سیرین ہیں۔ عربی ہیں۔ فارسی ہیں اور شامی ہیں روسی اور فرانسیسی ہیں۔ بلجیم اور انگلستان کے نومسلم ہیں دیکھ کر ہماری آنکھیں مسرور ہو رہی ہیں اور ہمارے دل شادکام ہو رہے ہیں۔ ہمارے ہاں السلام علیکم کہا اور فوراً دوسرے مسلمان کے دل میں اسلامی اخوت کی تاربرقی کی رو جاری ہو جاتی ہے۔ قومی تعصب ذات پات کا جھگڑا۔ وجاہت اور جلن کا فخر فوراً مٹ جلتے ہیں اور ہم ایک سچی برادری میں منسلک ہو جاتے ہیں۔

اسلامی یکجہتی اور اقوام کا ملاپ

۴۰ کروڑ نفوس کی مسلمان برادری جس میں تمام اقوام اور تمام براعظموں اور ملکوں کے لوگ شامل ہیں۔ آج روئے زمین پر یکجہتی سے نماز ادا کر رہی ہے۔ یہ اقوام کے ملاپ کا نسخہ اسلام میں ہی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی کیفیت کا نقشہ یاد کر کے درود اور صلوٰۃ زبان پر جاری ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے بنی نوع انسان پر کتنا بڑا احسان کیا ہے آج یہ تمام اخباروں اور پلیٹ فارموں سے رونے کی آواز آتی ہے کہ آہ خدا کا اتنا بڑا کنبہ جو زمین پر پھیلا ہوا ہے کیوں ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے اس آواز کو پورا کرنے کے لئے اور قلوب کے اطمینان کے لئے اور دلوں کے زخموں پر پٹی لگانے کے لئے کوئی مذہب ہے تو وہ اسلام ہے جو تیرہ سو سال کا مجرب علاج ہے اسکے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حر کو غلام کے ساتھ اور حبشی کو رومی کے ساتھ ایرانی کو مصری کے ساتھ اور عرب کے بت پرست کو تمام اقوام کے ساتھ کامیابی سے ملا دیا۔ اور یہ بات بحمد اللہ آج تک جاری رہی۔ آپ کو میں بہت بڑی مبارکباد دیتا ہوں کہ وہ نسخہ مسجد دوکنگ میں بھی کامیاب ہوا۔ پچھلے سال میں قریباً ایک سو آدمی مسلمان ہوئے۔

ہم ان کے مسلمان ہونے پر اتنا فخر نہیں کرتے جتنا کہ ہم کو اس بات پر فخر اور خوشی ہوئی ہے کہ ہم نے مشرق اور مغرب کے فتنہ کو مٹانے میں تھوڑی بہت کامیابی حاصل کی۔

رب العلمین نے ہمیں کیا سکھایا

قربان ہوتی ہے جان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست پر۔ تیرہ صدیاں پیشتر حضور نے فرمایا کہ ہمارا خدا رب المسلمین نہیں وہ رب الیہود والنصاریٰ نہیں بلکہ وہ رب العلمین ہے۔ اگر یہ سمجھا جاوے کہ وہ صرف عیسائیوں کا خدا ہے تو لازمی طور پر دوسروں سے محبت ہٹ جائے گی دوسروں پر کفر کا فتویٰ ہوگا۔ اسی طرح سے خدا کی برکات کے وارث اگر یہودی کو فرض کیا جائے تو وہ عیسائیوں اور مسلمانوں کو جہنمی تصور کرینگے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ ہمارا خدا رب العلمین ہے پس ہمیں یہود سے نصاریٰ سے گورے سے کالے سے ہندی سے انگریز سے سب سے محبت ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے خدا کی مخلوق ہے اور ہمارے خدا کے ہاتھ پرورش پاتا ہے۔ یہ نظارہ میں اپنے سامنے اسوقت دیکھ رہا ہوں بہت سی اقوام کے لوگ یہاں موجود ہیں۔ ایک بے نظیر یگانگت نظر آتی ہے نہ صرف مختلف اقوام کے لوگ ہی شانہ بشانہ

کھڑے ہیں پہلو بہ پہلو بیٹھے ہیں۔ بلکہ بڑا چھوٹے کو اپنا بھائی سمجھتا ہے افسر اپنے ماتحت کو بھائی سمجھ کر اس کے ساتھ بیٹھا ہے۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اپنے مکرم و معظم بھائی لارڈ ہیڈلے سیف الرحمن شیخ احمد اللہ فاروق صاحب کے متعلق کہ خدا تعالیٰ نے ان کو سچا اسلامی جوش بخشا ہے ان میں وہ صفات حمیدہ رکھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو ان سے متصف کرے۔ پچھلی عید پر انھوں نے اپنے مذہبی بھائیوں سے معانقہ کیا۔ کیا انگلستان میں کسی اور لارڈ میں یہ رنگ و بو موجود ہو سکتی ہے۔ اس زمین پر تو یہ بڑی خطرناک ہتک ہے۔ اور قطعاً کسی کے وہم میں یہ بات نہیں آسکتی۔ آج بھی نظارہ کرنے والے ان کے اس وطیرہ کو دیکھ لینگے۔

دیکھئے تو ہز ہائنس سر آغا خان دوسری صف میں بیٹھے ہیں اور ایک معمولی سپاہی کے ساتھ ملحق ہو کر پہلو بہ پہلو بیٹھے ہیں۔ اور ان کو فخر ہے کہ وہ اسلامی اخوت کے رشتہ میں منضبط ہیں۔ آنریبل مرزا عباس علی بیگ صاحب بھی ایک کنارہ پر محض گھاس پر بیٹھے ہیں۔ ان کو قالین کا فرش جس پر سپاہی بیٹھے ہیں میسر نہیں آسکا۔ آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ہماری جماعت میں شاہزادی صالحہ ہے۔ ہماری جماعت میں روسی شاہزادہ شیخ عطاء الرحمن جلال الدین محمد صاحب ہیں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ہماری جماعت میں بلجیم کا وائیکونٹ مواہب الرحمن صلاح الدین احمد صاحب ہیں۔ ہماری جماعت میں پروفیسر ایلین وبائمنٹ ہیں۔ ہماری جماعت میں میجر لیگ جمال الدین ہیں ہماری جماعت میں لفٹنٹ محمد اسد اللہ ہیں۔

ہماری جماعت میں کپتان عبد الرحمن مسگریو ہیں۔ غرض تمام طبقوں کے لوگوں کو اسلام نے انگلستان میں ملا دیا ہے۔ اور یہ رب العالمین پر ایمان لانے کا ایک کرشمہ ہے۔

مشرق اور مغرب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مشرق اور مغرب کے جھگڑے کو تیرہ صدیاں پیشتر ہی مٹا دیا تھا حضور کی قدسی طاقت اور حضور کی فراست بہت ہی دور کی تھی کہ آج کی مشرق اور مغرب کی نزاع کو دیکھ سکے تھے۔ فرمایا رب المشرق والمغرب اور اس سے بڑھ کر فرق کے مٹانے کے لئے ہماری غلطی پر ہمیں متنبہ کیا۔ رب المشارق والمغارب۔ ہندسہ داں خوب جانتے ہیں کہ تمام شہر اور تمام بر اعظم اور زمین کا ہر نقطہ مشرق ہوتا ہے۔ جب اس پر سورج طلوع کرتا ہے اور وہی نقطہ مغرب ہوتا ہے۔ پس ہماری بے وقوفی ہے اگر ہم اپنے تئیں مشرق یا مغرب سے منسوب کریں۔ ہم سب ایک ہیں

اسلام نے کل انبیا پر ایمان لانیکا حکم دیا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور راہ سے بھی ہمیں ایک کرنا چاہا ہے۔ فرمایا تمام انبیا پر ایمان لاؤ۔ ہم تمام انبیا پر ایمان لاتے ہیں۔ ان کے نام کیساتھ صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ ان پر کوئی اعتراض کرے تو اس کا دفعیہ کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی نبوت کے ثبوت رسول کریمؐ نے دیے ہیں ان پر جو اعتراضات تھے ان کے جوابات دیئے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ اور یعقوب اور تمام انبیاء سے ہم محبت رکھتے ہیں۔ اور یہ بڑا نسخہ ہے اقوام کے ایک کرنے کا۔

یادگار ابراہیمؑ اور رسول کریمؐ کے بے غرضانہ کام

یہ دن بھی جس نے آج ہمیں جمع کیا ہے ہمارے رسول کریم صلعم کی یادگار میں نہیں منایا جاتا۔ بلکہ حضرت ابراہیمؑ کی یادگار میں ہے۔

اس سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کی فراخی کا پتہ چلتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام خود غرضیوں سے پاک و صاف رکھا۔ آج چالیس کروڑ مسلمان حضرت ابراہیم کی یادگار کو مناتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا شان نظر آتی ہے۔ اس میں سید البشر و افضل الرسل کی۔ دنیا کے لیڈر تو ہر موقعہ پر اپنا نام بڑھانا چاہتے ہیں۔ اور آنحضور نے تمام اقوام کو ایک کرنے کے لئے انبیاء کے باپ اور اقوام کے باپ حضرت ابراہیم کی تعظیم و تکریم کی اور ان کی یادگاریں ان مقرر کیا۔

یہود و نصاریٰ کو بہت ہی موقعہ ہے کہ وہ اسلام کی قدر کریں اور اس بے نظیر تعلیم سے فائدہ اٹھائیں۔

حضرت ابراہیم کی قربانی

حضرت ابراہیم کی قربانی بھی بہت رحم اور کرم پر مبنی ہے اس وقت ہند، شام۔ عرب۔ یونان۔ امریکہ۔ افریقہ اور خود انگلستان میں انسانی قربانی کا زور ہو گیا تھا۔ حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے رویا میں اپنے بچہ کا ذبح ہوتا دکھایا۔ اور رویا کی تعبیر ایک مینڈھا کا ذبح کرنا نکلا۔ حضرت ابراہیم جو اقوام اور انبیاء کے باپ ہونے کا فخر رکھتے اور بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اس فعل کے ذریعہ سے انسانی قربانی کو دور کرنے کا موجب ہوئے۔ اس سے انھوں نے یہ دکھایا کہ کسی بزرگ نے لفظی تعمیل میں انسانی قربانی کو جائز کر دیا۔

حضرت عیسیٰ کی تعلیم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی جب ایک فریسی نے پوچھا کہ خدا کے احکام کیا ہیں تو فرمایا کہ پہلا حکم یہ ہے کہ ہمارا خدا واحد ہے۔ پورے دل و جان سے اور تمام طاقت سے اس کی۔ عبادت کرو۔ اور دوسرا حکم یہ ہے کہ ہمسایہ سے ایسا پیار ہو کہ جیسا اپنے آپ سے۔ اس نے کہا کہ واقعی ان دو احکام پر عمل سوختنی قربانی اور دوسری تمام قربانیوں سے بڑھکر ہے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تو بہشت کے بالکل قریب ہے۔ اور ان دو احکام سے بڑھ کر اور کوئی حکم نہیں ہے۔

پس حضرت عیسیٰ کی تعلیم صاف ہے۔ اور جو تعلیم کفارہ کی ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے بالکل متضاد ہے۔

دو اور یوروپین حلقہ اسلام میں

جناب حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کی مندرجہ بالا چٹھی کے آخر میں یہ مسرت انگیز خبر گویا ڈبل عید کا باعث ہے کہ اندنوں ایک نابینی نوجوان اور ایک اور خاتون ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئیں۔ ان کا نام حامد برہان الدین اور حسینہ رکھا گیا۔ مزید حالات معلوم ہونے پر پھر لکھے جائینگے۔

احباب دعا کریں

حضرت مولوی صدر الدین صاحب اس تنہائی کے عالم میں کام کا جس قدر بوجھ ہے اس کا شاید ہم یہاں بیٹھے ہوئے اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ مسلم انڈیا جیسے وقیع رسالہ کی ایڈیٹری امامت نماز۔ نومسلمین کو درس و تدریس غیر مسلموں کو تبلیغ بذریعہ لیکچرز۔ پرائیوٹ گفتگو اور بذریعہ چٹھیات پھر قبرستان وغیرہ کا انتظام اور جنازوں کا پڑھانا اور ایسے ہی دیگر مختلف انتظامات ایک اکیلے آدمی کے لئے واقعی بہت بڑا بوجھ ہے آپکے

اس تازہ خط سے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے شانوں میں درد ہے۔ احباب اپنے اس خادم دین بھائی کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس قدر ہمت۔ طاقت اور معجزانہ قدرت بخشے کہ جو ہر ایک بڑے سے بڑے پیش آمدہ کام کی سرانجام دہی کی آسانی سے متحمل ہو سکے۔ اور آپ کے تمام دکھوں اور دردوں کو دور فرمائے۔ آمین۔

نوٹ اور رائیں

حضرت امیر اور دیگر احباب کے عزیز عبدالحی مرحوم کی تعزیت کے

لئے قادیان جانے کی خبر مختصراً گذشتہ اشاعت میں دی جاچکی ہے۔ تازہ ہمعصر الفضل نے اس خبر کو درج کرتے ہوئے اول تو ان سب کے نام نہیں لکھے۔ جو حضرت امیر کی معیت میں تھے۔ اور دوسرے اس بات کو بالکل غلط پیرایہ میں نوٹ کیا ہے۔ کہ "بعض خدام نے حضرت اقدس (میاں محمود) کی طرف سے چائے وغیرہ کی تواضع کا ارادہ ان کے پاس ظاہر کیا۔ مگر انہوں نے اسکو منظور نہ کیا"۔ حالانکہ اصل بات یوں ہے۔ جو گذشتہ اشاعت میں بسبب عدم گنجائش نوٹ کرنے سے رہ گئی۔ کہ جب ہم مقبرہ بہشتی کے اس ٹکڑے میں کھڑے تھے۔ جو جناب میرزا سلطان احمد صاحب نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو دے رکھا ہے۔ تو مولوی شیر علی صاحب نے آکر کہا۔ کہ میاں صاحب کہتے ہیں۔ کہ آپ آکر چائے پی لیں۔ حضرت امیرؓ نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ آپ اُن سے کہیں۔ کہ پہلے ہم پر سے مواکلت۔ مجالست۔ موانست وغیرہ کے حرام ہونے کا فتوے اٹھا دیں ہم چائے پی لینگے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ آپ مہمان ہیں اور یہ بحث کا وقت نہیں۔ حضرت امیر نے فرمایا۔ کہ ہم بحث نہیں کرتے۔ لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ ایک طرف ہم پر مواکلت و مجالست موانست کے حرام ہونے کا فتوے دیا جائے اور دوسری طرف ہم جاکر چائے پی لیں۔ آخر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے احسانات حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے زیادہ ہم پر نہیں۔ پھر جب ان کے لڑکے کی وفات پر ہم کھنچے چلے آئے ہیں۔ تو مسیح موعودؑ کے لڑکے سے ہمیں کیسے عناد ہوسکتا ہے۔ ہم یہیں رہتے رہے ہیں اور یہیں کھاتے کماتے رہے ہیں۔ اب بھی یہاں کی روٹیاں کھانے کو تیار ہیں۔ لیکن یہ جو میاں صاحب کی طرف سے ہم پر فتوے دیا گیا ہے اس کی موجودگی میں ہم ہرگز کوئی چائے وغیرہ نہیں پی سکتے۔ اب ہم جاکر چائے پی لیں۔ اور تمام جماعت پر وہی فتوے رہے۔ آخر میں اکیلا نہیں میرے ساتھ ایک قوم ہے۔ یہ ہرگز مناسب نہیں۔ اس وقت کیا ہوا تھا۔ جب لاہور حضرت خواجہ صاحب کی شادی پر میاں صاحب کے مریدوں کو دعوت دی گئی۔ تو انہوں نے یہ لکھ بھیجا کہ آپ ظالم ہیں اور لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار کے۔ تحت ظالموں سے ملنا جلنا کھانا پینا حرام ہے۔ اس کے بعد بعدہٗ الفضل میں بھی یہی لکھا گیا۔ کہ عیسائیوں اور یہودیوں سے کھانا پینا حلال ہے۔ لیکن ان سے سلام تک بھی حلال نہیں۔ بس یہی بات میاں صاحب کو جاکر کہدیں۔ کہ ان کے ہاتھ میں یہ تمام کل ہے۔ دو حرف قلم سے لکھدیں کہ یہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔ چند مسائل میں ہم سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ان سے کھانا پینا ملنا جلنا حرام نہیں۔ ان سے بیشک ملا جلا کرو۔ حالت یہ ہے۔ کہ لوگ ہمیں ملتے ہیں۔ بس اکڑ کر گذر جاتے ہیں۔ اور سلام کا جواب تک نہیں دیتے یہاں آئے ہیں۔ سامنے سے ہوکر پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ اور دیکھتے تک نہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے چائے پینے کا کیا فائدہ۔ (مفہوم بالفاظ راقم) حضرت امیرؓ نے مولوی شیر علی صاحب کو جاتے ہوئے یہ بھی کہا۔ کہ میاں صاحب یہ ساری بات کہیں۔ اور صرف اتنا ہی نہ کہدیں۔ کہ انہوں نے منظور نہیں کیا۔ ہم منظور کرتے ہیں۔ لیکن اس شرط پر کہ فتوے اٹھا دو۔ ساتھ ہی انہیں یہ بھی بتادیا کہ ہم اب ظہر اور عصر کی نماز پڑھکر یہاں سے جانے والے ہیں۔ نصف گھنٹہ میں ہمیں کچھ اور اطلاع دینی ہو تو دیدیں۔ لیکن اس کے بعد ہماری واپسی تک کوئی جواب نہ آیا۔ ان حالات میں الفضل کا صرف یہ لکھنا کہ دعوت کو منظور نہیں کیا بالکل غلط اور جھوٹ ہے اور افسوس ہے کہ ہمارے دوستوں نے اسی قسم کی دروغ بیانیوں کو آج کل اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ ماسوا اسکے مرزا خدابخش صاحب کو جو میاں صاحب کی بیعت میں داخل ہیں غیر مبایعین میں شامل کیا گیا ہے۔ اور یہ ایک سخت خطرناک غلطی ہے۔ مرزا صاحب نے کبھی میاں صاحب کی بیعت سے انحراف کا اعلان نہیں کیا۔ نہ ہی میاں صاحب نے انہیں جماعت سے خارج کیا ہے۔ ایسی حالت میں الفضل کا انہیں غیر مبایعین میں شامل کرنا معلوم نہیں کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

فہرست چندہ تبلیغ اسلام بلاد غربیہ

از جماعت احمدیہ شملہ

(معرفت شیخ اللہ دین کمپوزیٹر بابت ماہ نومبر ۱۹۱۵ء)

اسمائے چندہ دہندگان	پائی	آنہ	روپیہ
بابو خضر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس	۰	۰	۲
شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر	۰	۰	۱
بابو تہیندو خان صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس	۴	۱۲	۰
صوفی شمس الدین صاحب کمپوزیٹر	۰	۰	۱
ملک غلام محمد صاحب	۶	۱۰	۰

اسمائے چندہ دہندگان	پائی	آنہ	روپیہ
میزان پچھلا	[illegible]	[illegible]	[illegible]
منشی محمد لطیف صاحب	۰	۸	۰
شیخ الہ دین صاحب	۰	۸	۰
میاں کرم خان صاحب لاہوری	۰	۲	۰
منشی رحمت علی صاحب	۰	۱	۰
شاہ محمد خان صاحب	۰	۱	۰
برائے ترجمہ قرآن شریف انگریزی و اردو			
مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے سیڈیکل ہائی	۰	۰	۲
بابو عبدالرحیم صاحب نقشہ نویس ریلوے لوکو	۰	۰	۱
ماسٹر محمد شہباز خان صاحب اسلامیہ سکول	۰	۰	۱
بابو فضل محمد صاحب محکمہ حرفت دستکاری	۰	۰	۱
مولوی عبداللہ کاتب	۰	۲	۰
میزان کل	۶	۱۳	۱۱

یوم الرجعت اور شریعت اسلامی کی ہتک الیوم اکملت لکم الخ پر تشیع کا اعتراض

(۱) سوال۔ اگر ایک شخص یوم الرجعت میں زندہ کیا جاوے اور ابھی اس کی جائیداد اور ترکہ اور مال موجود ہو جو ورثاء نے باہم تقسیم کرلیا ہو۔ تو وہ ترکہ اور مال کس کا ہوگا۔ وارثوں کا۔ یا شخص راجع کا۔ اسکا حکم قرآن سے بتلادیں۔ یا امام مہدی صاحب والے قرآن سے یا کتاب علی سے یا مصحف فاطمۃ الزہرا سے کسی میں سے ہو۔ اس مسئلہ کا فیصلہ بتلادیں۔

(۲) اگر ایک شخص یوم الرجعت میں زندہ کیا جاوے اور اس کی بیوہ نے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلیا ہو۔ تو عورت واپسی شخص مذکورہ پر کس کی ہوگی۔ پہلے خاوند کی یا دوسرے خاوند کی۔ اس کا فیصلہ قرآن موجودہ یا احادیث تشیع یا مصحف فاطمۃ الزہرا یا کتاب علی سے بتلادیں۔

(۳) اگر ایک شخص یوم الرجعت کو زندہ کیا جاوے تو عورت جو عدۃ وفات میں ہے اسکی نسبت کیا حکم ہے۔ اور اس آیت قرآن کے اسوقت کیا معنے ہونگے۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا الخ۔ قرآن میں یا احادیث صحیحہ میں اسکا حکم اور فیصلہ بتلادیں۔ اور بھی بہت سے اعتراض شریعت اسلام پر اور دین اسلام کے ناکمل ہونے پر وارد ہوتے ہیں کیونکہ یوم الرجعت میں مسائل میراث اسکے ...

ہندو مذہب کی ماہیت

ایک ہندو محقق کے قلم سے

(گذشتہ سے پیوستہ)

دوسری نظیر مسلمان قصابوں کی دکان کا گوشت ہے مغربی و شمالی ہند میں تو خیر مگر بنگالہ اور پنجاب میں اس کا مطلق رواج نہ تھا۔ لیکن اب بنگالہ کے مشہور شہروں میں بڑے دھڑلے سے جائز ہو گیا ہے۔ پنجاب کے بعض ہندوؤں کو پہلے بھی مرغ سے (منو جی نے جنگلی مرغ کی اجازت دی ہے) پرہیز نہ تھا۔ مگر بنگالہ بہار مغربی و شمالی۔ اور اودھ میں عموماً اب تک اسکا شمار ممنوع اشیاء میں ہے تاہم بلاد بنگالہ میں آجکل جو ایک زبردست مگر قلیل الوجود جماعت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ کٹلٹ نیم گرم شوربا گھٹا ہوا گوشت بکری وغیرہ بڑے مزے سے نوش کرتی ہے۔ غالباً عرصہ قلیل میں یہ جماعت ترقی کرے گی۔ اور اسوقت بنگالہ میں مرغ اور انڈے ایک معمولی غذا ہو جائیگی۔ اور دس پانچ برس میں واضعین شاستر کو اسکے جواز میں کوئی دقت نہ ہوگی۔ کیونکہ مرہٹہ اور پنجابی ہندوؤں میں مرغ کوئی ممنوع جانور نہیں ہے۔ اور بنگالیوں کے لئے اسقدر شہادت کافی ہے۔ اب مشروبات کی طرف آیئے۔ انگریزی دوائیاں جن میں زیادہ تر عرقیات ہی علی العموم استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس میں راسخ الاعتقاد ہندوؤں کے دھلے بھی ڈھیلے ہو گئے ہیں۔ بڑے سے بڑے پرہیزگار اور متعصب قومیں — سوڈا واٹر پیتی ہیں۔ بعض فرقوں میں [illegible] اور چینی کے برتن بھی مروج ہیں۔ صابون جسکا چھونا کسی زمانہ میں ناپاک اور نجس سمجھا جاتا تھا اکثر مقدس چہروں کا غازہ ہو رہا ہے۔ عبادت گاہوں خصوصاً کسبی السنب یعنی مذہبی جشن کے موقع پر شمع کی روشنی کی جاتی ہے۔ اچھی ذات کا برہمن صرف چھوٹی استول کے مس کئے ہوئے یا ان کے ساتھ بیٹھکر کھانے کو کن آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ علےٰ ہذا صدہا باتیں ایسی ہیں جو اسی صدی میں جاری ہوئی ہیں اور اب وہ اسقدر مکمل اور مقبول ہو گئی ہیں کہ ان پر کوئی متعصب ہندو بھی اعتراض نہیں کر سکتا اور ان تغیرات و انقلابات کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا جاتا ہے اور اگر فی الواقع عام طبائع کے موافق ہیں۔ تو ان کی جڑ مضبوط ہو جائے گی اور آخرکار یہی کل تک ہندو مذہب کے اجزا بنجائیں گے۔ اور جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انتظام عالم اخلاقی اور مصالح پر مبنی ہے تو معلوم ہوگا کہ یہ تبدیلیاں صرف ماکولات و مشروبات ہی تک محدود نہیں ہیں۔ بلکہ معاشرت و سیرت اور اخلاق و عقل پر بھی اس کا دباؤ پڑتا ہے۔ چنانچہ وہ تغیرات ملاحظہ ہوں۔ جو سمرتیوں یا ہندو شریعت کے اس حصہ میں ہوئے ہیں جو ہماری عدالتوں میں ہندو لا کے نام سے مشہور ہیں ہندوستان کے نہایت قدیم قانون میں بہت بڑی اصلاح یہ ہوئی ہے کہ شاہی عدالتوں کے سامنے برہمنوں کا قومی رتبہ بالکل پست ہو گیا۔ یا اسکو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ برہمن راجہ (شاہ و تخت) کے زیر فرمان اور تابع ہو گئے ہیں۔ گوتم سمرتی میں لکھا ہے کہ راجہ کا درجہ سب سے بڑا ہے مگر برہمن اس سے بھی افضل ہے۔ متاکشرا اس قول کی حسبذیل تاویل کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ گوتم سمرتی سے یہ بات مستنبط نہیں ہوتی کہ برہمن حدود شرعی یعنی جرمانہ و تاوان سے مرفوع و مستثنےٰ ہیں کیونکہ مجموعہ مذکور میں علی العموم برہمن کی عظمت اور بزرگی بیان کی گئی ہے۔ سوتر میں یہ حکم ہے کہ راجہ برہمنوں کو سزائیں بذریعہ تازیانہ۔ قید۔ جرمانہ۔ جلاوطنی۔ ملامت شہر بدر۔ لیکن صرف پردہ نمائی یا امامت کا درجہ استثناء کے لئے کافی نہیں ہے۔ مؤلف متاکشرا کہتا ہے کہ مجموعہ مذکور میں برہمنوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو فاضل اجل۔ بیدخوان۔ معاملہ فہم اور [illegible] ہوں۔ اور ان کو علوم عقلی و نقلی مستحضر ہیں اور ان پر پورا پورا عمل ہو۔ اور ان کو مذہبی اعمال و رسوم میں برت سکتے ہوں اور آئین و قوانین میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہوں۔ یا اسکو یوں کہنا چاہیئے کہ برہمن کا اخلاق ایسے لوگوں کی نسبت ہو سکتا ہے جنسے کسی جرم و خطا کا ارتکاب یا کسی حقیقت و استقامت کا نقص و بطلان غیر ممکن ہو۔ لیکن گوتم اور وگیانیشر کے زمانہ میں ایک طبقہ خاص کی نسبت جو تغیر عظیم واقع ہوا۔ وہ غالباً نذر بھی ہوگا۔ اور گوتم نے جس ہندو دھرم کا ذکر کیا ہے۔ اور ہندو راجاؤں کا دستور العمل قرار دیا ہے کہ وہ برہمنوں کے ساتھ کس طرح پیش آئیں۔ اور کیونکر ان کا اعظام و اکرام کریں۔ یہ وہ ہندو دھرم نہ تھا۔ جو وگیانیشر کے زمانہ میں شائع و رائج تھا۔ اور جسکو انہوں نے اپنے عالمانہ مجموعہ میں بیان کیا ہے۔

اسی زمانہ میں ہندو شریعت میں ایک اور قائم ہوا تھا۔ جس کا سراغ نہایت ظاہر طور پر وگیانیشر کے مجموعہ سے ملتا ہے۔ اور یہ اصلاح بھی برہمنوں کے بارے میں تھی۔ جس سے ان کے بعض قدیم حقوق غصب کر لئے گئے تھے۔ اگلے زمانہ میں دستور تھا کہ راجہ کی عدالت کے سبھاسد یعنی اسیسر برہمن ہی ہوتے تھے۔ چنانچہ قول ذیل سے یہ بات ثابت ہے۔

جو راجہ [illegible] اور خدائی پروہت کے ساتھ دادرسی گاہ میں اجلاس کرتا ہے۔ اور دادخواہوں اور مظلوموں کی داد دیتا ہے وہ سیدھا بہشت کو جاتا ہے۔

دوسرے حکم میں یہ ہدایت ہے کہ

جو لوگ اسیسر مقرر کئے جائیں وہ علم ادب فلسفہ صرف و نحو اور علوم وید وغیرہ میں دستگاہ کامل رکھتے ہوں۔ متقی ہوں۔ ہمیشہ سچ بولتے ہوں۔ متعصب نہ ہوں۔ دوست دشمن کو تمیز نکریں

قول مذکورہ بالا کا یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ جو لوگ علم ادب وغیرہ میں صاحب کمال ہوں اور ان اوصاف سے متصف ہوں۔ جن کا بیان اس قول میں ہے۔ وہ خواہ مخواہ ہی برہمن ہوں گے۔ یا یہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ اس زمانہ میں یہ اوصاف صرف برہمنوں ہی میں پائے جاتے تھے۔ لیکن مؤلف متاکشرا نے احکام مذکورہ بالا کی تشریح میں یہ لکھا ہے۔ کہ الفاظ پروہت اور اسیسر میں جو حرف عطف اور واقع ہوا ہے۔ اس سے برہمن پروہت اور اسیسروں میں ایک بدیہی فرق قائم ہوتا ہے۔ یہ مصنف اپنی اس دلیل کی تائید میں جس کی اس نے یہ تاویل اور توضیح کی ہے۔ بیان کرتا ہے۔

راجہ کی کونسل میں اعتبار اور وقار بڑھانے کے لئے تجارتی فرقہ کے کچھ لوگوں کو بھی ہونا چاہیئے۔

لیکن صدر اعلیٰ یا چیف جج (پراڈ ویواک) کے تقرر میں جو اختلاف ہوا ہے۔ وہ ایک عظیم تغیر ہے جس میں قوم مذکور کا قانون یہ ہے کہ چیف جج برہمن ہی ہو۔ اس حکم کا فحوا یہ ہے۔ کہ جو برہمن تمام فرائض و طرق عبادت سے واقف ہو۔ اسکو وہ راجہ جسکو اشغال و افکار دنیوی سے مہلت نہ ہو اسیسروں کے ساتھ فصل خصومات دیوانی کے لئے مقرر کرے مؤلف متاکشرا اجازت دیتا ہے کہ اگر ایسا کوئی برہمن نہ ملے تو راجہ کسی چھتری یا ویش کو مقرر کرے۔ یہ تعجب کی بات ہے۔ کہ ایک مسئلہ کی نحویانہ تاویل نے جو نہایت مقدس اور ناقابل تبدیل سمجھا جاتا تھا۔ کس طرح ہندو شریعت میں ایک باقاعدہ تغیر پیدا کر دیا۔ لیکن کسی نحوی کو یہ خیال اسوقت تک نہیں گذرتا جب تک وہ یہ نہیں دیکھتا ہے۔ کہ جس تحویل یا تقلیب کی ضرورت ہے وہ ان تبدیلیوں پر مبنی ہے۔ جو اس کے زمانہ میں ہوئی ہیں۔ کاتیاین اور وگیانیشر کے زمانہ میں جو متاکشرا کا مؤلف ہے۔ جس کی نسبت بیان ہوا ہے کہ وہ سوامی شنکراچارج کا جو عموماً بودھوں کے اخراج کے لئے مشہور و معروف ہیں معاصر تھا کئی صدیاں گذر چکی تھیں اور ہندوستان نے ایک عظیم عجیب و غریب انقلاب مشاہدہ کیا تھا۔ اور کاتیاین کے زمانہ کا ہندو دھرم صرف یہی نہیں معاملات میں نہیں۔ جنکو بدلائل ثابت کر سکتے ہیں۔ بلکہ بہت سی ان باتوں میں بھی۔ جنکا طریق استدلال چندان بدیہی اور صریحی نہیں ہے۔ متاکشرا کے عہد کا ہندو دھرم نہیں تھا۔ (باقیماندہ)

بحث امام المنتظر

دلیل العرفان پر ریویو
(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

اس معاملہ میں تشیع کے عجیب وغریب عقائد ہیں۔ اس امام کی پیدائش میں اور اس کی والدہ کے نام میں اور کہ وہ کس قبیلہ اور نسل سے تھی اور تاریخ پیدائش میں اور اس کی عمر میں اور اس کی رہائش اور مقامات سکونت میں اور اس کی ارذل عمر میں اور اس کی اولاد اور عدم اولاد میں اور اس کی بیکاری اور آوارہ گردی میں اور اس کے فرائض امامت کی تعطیل میں غرضیکہ اس کے ہر ایک امر اور کام میں اس قدر اختلافات اور تناقضات ہیں کہ اگر ایک ذکی الفہم اور صحیح الدماغ انسان کے پاس وہ تمام واقعات رطب و یابس بطور محاکمہ پیش ہوں تو وہ ہرگز اس امر پر جزم نہ کریگا کہ اس وقت ایسا کوئی مفقود الخبر امام دنیا کے کسی ملک یا شہر میں آلان کما کان زندہ موجود ہے۔ ایسے امام مفقود الخبر کی معرفت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے موجب نجات اخروی قرار دی ہے۔ لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعہا۔

خیال کی بات ہے ۲۵۵ء میں بقول تشیع پیدا ہوا۔ تین۔ چار یا پانچ سال کا تھا کہ سرداب سامرہ میں غائب ہوا۔ خلیفہ وقت نے جو ظالم اور جابر تھا تلاش کرائی پتہ نہ لگا۔ جزیرہ خضرا میں اس کی سکونت بتلائی جاتی ہے۔ بڑی کثیر التعداد اولاد بھی اس کی ہے۔ اس جزیرہ کا پتہ کہیں نہیں ملتا۔ پھر جابلقا جابلسا میں سکونت اختیار کر لی۔ اس کا بھی ٹھکانا نہیں۔ لغت کی کتاب میں لکھا ہے کسی نے جھوٹ لکھدیا ہوگا۔ دو کروڑ تشیع ہندوستان میں ہیں ان کا امام ہے اُن میں سے ایک کی شہادت پیش کرو کہ ہم نے اُس کو دیکھا ہے فلاں جگہ پر ہے۔ میں نے اس کی ملاقات کی ہے۔ خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہے۔ پہلے ملاقات کرتا تھا اب نہیں کرتا۔ مرگیا ہوگا سوال ہوا اس کو ملنا چاہتے ہیں کسطرح ملیں۔ جواب۔ مسجد سہلہ میں جاؤ۔ سامرہ جاؤ۔ فلاں دعا پڑھو۔ دریا میں عرضی ڈالو۔ یہ دین وایمان کی باتیں ہیں۔ الف لیلیٰ داستان امیر حمزہ شیکسپیر یا کسی شاعر کی ناول تو نہیں۔ گیارہ سو سال سے تمہارے مومنین صالحین۔ عباد زہاد علما فضلا کملا معمرین۔ متکلمین یا مولانا اخرج یا مولانا اخرج کہہ کہہ کر دعائیں کرتے کرتے تھک گئے۔ مرگئے۔ ان کی ہڈیاں بھی بوسیدہ ہوگئیں

امام صاحب کے کان پر جوں تک نہیں سرکتی۔ اذن نہیں۔ خدا بھی دعائیں نہیں سنتا ایسی ...... قوم جن کی کروڑہا اور پدم ہا نفری کی دعائیں ردکی جاتی ہیں۔ الامان والحفیظ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم۔ امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوٓء اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الخ مگر قوم شیعہ کی حالت ضل سعیہم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انہم یحسنون صنعا۔ ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاٰخرۃ اعمی واضل سبیلا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایسے شخص کی سرزنش اور تضحیک کی ہے۔ جو ایسے وجود کو پکارے جو اس کو جواب بھی نہ دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذالکم اللّٰہ ربکم لہ الملک والذین تدعون من دونہ ما یملکون من قطمیر ان تدعوھم لا یسمعوا دعائکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم ویوم القیامۃ یکفرون بشرککم ولا ینبئک مثل خبیر دوسری جگہ فرمایا بل فعلہ کبیرھم ھذا فسئلوھم ان کانوا ینطقون فرجعوا الی انفسہم فقالوا انکم انتم الظالمون ثم نکسوا علیٰ رؤسہم لقد علمت ما ھؤلاء ینطقون قال افتعبدون من دون اللّٰہ ما لا ینفعکم شیئا ولا یضرکم اُفٍّ لکم ولما تعبدون من دون اللّٰہ افلا تعقلون میں کہتا ہوں جس وجود موہومی کو یہ پکارتے ہیں جس کا نہ پتہ ہے نہ نشان ہے۔ نہ خبر ہے۔ وہ مشرکین اور بت پرستوں کے اپنے بتوں کو پکارنے سے بدرجہا بُرا ہے۔ اگرچہ وہ جماد اور پتھر ہی کیوں نہ ہوں مگر وہ ان کے پرستاروں کے سامنے موجود فی الحس اور مشاہدہ تو ہیں۔ بت پرست اور مشرکین یہی کہتے ہیں۔ ھؤلاء شفعاؤنا عند اللّٰہ۔ لیقربونا الی اللّٰہ زلفیٰ اسی طرح روافض بھی کہتے ہیں کہ ہم ایک امام منتظر غائب جس کا نہ پتہ ہے نہ نشان اس سے تولی کرتے ہیں اور اس کے دشمنوں سے تبرا کرتے ہیں۔ فی الحقیقت مشرکین کے تولی سے یہ تولی بدرجہا قبیح اور معیوب ہے۔ اور نتیجہ دونوں کا یکساں ہے کیونکہ یہ دونوں ایسے وجودوں کو پکارتے ہیں جو ان کو کچھ نفع نہیں دے سکتے۔ اور نہ ان کے دشمنوں کو نقصان پہنچا سکتے۔ ہیں۔ مشرکین کے اپنے بتوں اور ٹھاکروں سے تولی کرنے اور اُن سے استمداد وطلب کرنے اور ان کی عبادت کرنے اور ان کو پکارنے میں اور روافض کے ایک امام معصوم معدوم الوجود

موہوم موجود فی الخیال کو پکارنے اور اس کو اپنی استمداد کے لئے بلانے اور اس سے تولی کرنے میں کچھ فرق نہیں جیساکہ وہ لاحاصل ویسا یہ لاحاصل اور بے نتیجہ محض دل خوش کن خیال اور تصور ہے۔ اور بس۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللّٰہ الخ اور حدیث عدی بن حاتم نے اس کی تشریح کر دی ہے کہ ان کی عبادت کرنے اور ان کو رب ٹھہرانے کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ وہ اربابا من دون اللّٰہ ان کے لئے حلال اور حرام ٹھہراتے ہیں۔ وہ اس میں ان کی اطاعت کرتے ہیں اور جسطرح یہ لوگ علماء اور درویشوں کو اپنا رب ٹھہراتے ہیں۔ اسیطرح تشیع ایک امام نامعلوم الوجود والخبر کے حرام اور حلال پر اپنے احکام شرعی کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور فرضی اور موہومی طور پر ان کا نام توقیعات رکھتے ہیں وہ توقیعات کسی کو راستہ میں پڑے مل جاتے ہیں کسی کو گھر میں دستیاب ہوجاتے ہیں کسی کے لئے اُن کے بستروں میں پڑے ہوئے دستیاب ہوجاتے ہیں۔ صرف علماء اور چلتے پرزوں کا یہ کام ہے کہ جن کے دام تزویر میں ان کے جہلا ابتداءً پھنس چکے ہیں۔ جنہوں نے صرف اپنے ٹکے کھرے کرنے کے لئے یہ جال بچھایا تھا اب متاخرین تشیع کے لئے بھی ان کے گلے کا ہار ہے۔ نہ چھوڑ سکتے نہ ان موہومی باتوں کو انجام اور نتیجہ تک پہنچا سکتے ہیں ہمیشہ فرضی اور لایعنی قصص سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ جب ایک دلیل باطل ہوئی دوسری گھڑ لیتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔

خود کہتے ہیں جو شخص دعویٰ کرے کہ میں نے اُس امام موصوف بہ صفت لا یلد مرکہ الا بعصا کو دیکھا ہے وہ جھوٹا ہے۔ اس کا نام لینا تک گناہ قرار دیا گیا ہے۔ پھر اُس سے مسائل بھی نقل کرتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے جس کہنے والے کو کوئی جانتا نہیں۔ اس کی بات کو کس طرح حق سمجھے۔ پھر امام معصوم بذیور کے لئے نواب ٹھہرائے ہیں جن کے پاس امام صاحب کے رقعے اور توقیعات آتے رہتے تھے۔

بھلے لوگو اگر وہ نواب کوئی چالاک جعل ساز ہو جو اپنی طرف سے رقعے اور توقیعات لکھوا کر پیش کر دیتا ہو کہ یہ امام صاحب کی طرف سے آئے ہیں تو تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ وہ واقعی توقیعات امام صاحب کی ہیں۔ جب جہلا کو کہا جاتا ہے کہ امام صاحب مستور عن الرویت ہیں امام صاحب عام طور پر کسی

کو حل جل نہیں سکتے۔ نام تک ان کا مٹ گیا۔ پھر ہر ایک خود غرض اور چالاک گندم نما جو فروش درہم و دینار جمع کرنے کے لئے یہ دوکانداری کا جال بچھا سکتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ اکناف عالم میں اس قسم کی صدہا دکانیں کھلی ہیں۔ رسول کریم صلعم کے بال اور اُن کی دستار اور نقش قدم وغیرہ تک فرضی لوگوں نے بنائے ہیں جس پر دوکانداریاں چلا رہے ہیں۔ ہزارہا فرضی نوشتے اور دستاویزیں جعلی بنائی جا رہی ہیں۔ اور بنائی جاتی تھیں بلکہ سنا گیا ہے کہ کربلا اور نجف اشرف اور سامرہ وغیرہ مزارات کے ساکنین کو اس جعل سازی مکر اور خدع اور فریب میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ جو ہمیشہ زائرین مشاہدہ مذکورہ کو جو عموماً بیچارے نابلد اور خوش اعتقاد دین العجائز رکھنے والے اشخاص ہوتے ہیں یہ طرار اور ٹھگ لوگ اُن کو قسما قسم کے حیلوں اور ہتھکنڈوں سے جن کو وہ اپنے اور صاحب مزار کے معجزات اور کرامات قرار دیتے ہیں ٹھگتے رہتے ہیں۔ اور یاکلون اموال الناس بالباطل کے ہمیشہ سے مرتکب اور عادی ہیں۔

لطیفہ

میرے پاس مولانا المکرم عبدالحی صاحب حویزی عرب سلمہٗ ربہٗ نے ذکر کیا کہ نجف اشرف میں مزار کئی بار زائرین خوش اعتقاد کو پھانسنے کے لئے یک لخت شورش مچا دیتے ہیں کہ وہ جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہٗ سفید گھوڑے پر سوار ہاتھ میں تلوار گنبد قبہ حضور کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ سب تماشائی جمع ہو جاتے ہیں اور اُس طرف متوجہ ہو کر دیکھتے ہیں فی الواقعہ کوئی سوار یا سفید گھوڑا وغیرہ وہاں ہوتا ہے نہ نظر آتا ہے مگر طرار چالبازوں نے پہلے ہی سے یہ اصول ٹھہرایا ہوا ہوتا ہے کہ حلال زادہ کو یہ واقعہ نظر آتا ہے اور جو حرام زادہ ہو اس کو یہ واقعہ نظر نہیں آتا ہے اب سب لوگ بغیر دیکھنے کے کہتے چلے جاتے ہیں کہ وہ ہے وہ ہے مولانا علی مرتضیٰ جو گھوڑے پر سوار گرد گنبد چکر لگا رہا ہے۔ اب اگر کوئی انکار کرے اور کہے کوئی بھی نہیں ہے تو حرامی قرار پاتا ہے۔ لامحالہ وہ جھوٹ سے ہاں میں ہاں ملاتا ہے۔ اور بھی بعض واقعات صحیحہ میرے پاس ہمت علی خاں صاحب مشہدی اور برادرم احمد علی خاں مرحوم نے بڑے بڑے علماء مشہد کے ذکر کئے جن کا اس جگہ لکھنا غیر ضروری سمجھتا ہوں۔

(۲) جس امام الزمان کی طرف جناب امامیہ مخلوق خدا کو متوجہ کرتے ہیں۔ اس کی معرفت اور شناخت کا کوئی ذریعہ لوگوں کے لئے قطعاً نہیں۔ آخر کس طرح اس کی خدمت میں پہنچیں۔ اور اس کو شناخت کریں اور اس سے اپنے اصول و فروع دین سیکھیں۔ کونوا مع الصادقین کا حکم ہے۔ اور صادق تک پہنچنے کا ذریعہ ناممکن الحصول اور غیر ممکن پیش کیا جاتا ہے۔ جس کو کوئی عقل سلیم تسلیم نہیں کر سکتی۔ اگر کسی ایک نابالغ لڑکے کا باپ اس کے ایام نابالغی میں کہیں چلا جائے اور ۲۰ سال کے بعد پھر واپس آ جائے اور اس لڑکے نے باپ کو کبھی نہ دیکھا ہو اور لوگ اس لڑکے کو کہیں کہ تیرا باپ موجود ہے اس کو شناخت کرلے۔ تو ضرور ہے کہ وہ لڑکا لوگوں سے کہے کہ مجھکو میرا باپ بتلا دو۔ تاکہ میں اس کو شناخت کروں۔ اور اس کی خدمت میں پہنچوں۔ اور اس کی معرفت حاصل کروں۔ بھلا اگر اُس لڑکے کو لوگ یہ جواب دیں کہ اس شہر میں تیرا باپ موجود ہے جس کو ہزار آدمیوں نے دیکھا ہے۔ پس تو ہزار آدمیوں کی شہادت پر اپنے والد کی شناخت اور معرفت کو منحصر رکھ کر کافی سمجھ لے تو کیا وہ لڑکا اس جواب سے تشفی پائیگا اور والد کی معرفت اور شناخت کے لئے اس کو کافی سمجھ لے گا اور کیا عقلا اس پر یہ فتویٰ دے سکتے ہیں کہ فلاں لڑکے نے اپنے باپ کی معرفت حاصل کر لی۔ اور اس کی شناخت اس کو ہو گئی۔

اے اپنی عقلوں کو خیرباد کہنے والے لوگو ذرا ہوش میں آؤ۔ یہ کہنا درست نہیں کہ بغیر دیکھے بھی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ جس طرح بہت سے لوگوں کو کبھی نہیں دیکھا مگر ان کو بن دیکھے بادشاہ کی معرفت حاصل ہے۔ یا یہ کہ اس امام کی مثال مانند آفتاب کے ہے اگر آفتاب زیر ابر ہو تو بھی انتفاع سے خالی نہیں یا یہ کہ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کی مثال ہے کہ باوجود انکے از اعتبار ہونے کے اس کی معرفت انسان کو حاصل ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ یہ ہیچ قسم دلائل فی الواقعہ دلائل نہیں ہیں بلکہ محض دھوکہ اور سفسطہ کی قسم سے ہیں۔ جو ہمیشہ سفاہت اور حمق سے پھوٹے ہوئے ایسے دل سے نکلے ہوئے ہیں جن میں نہ نور معرفت ہے اور نہ عقل

اس بات کو سمجھ لینا چاہئے کہ انسان کی معرفت کے حصول کا ذریعہ جدا ہے۔ اور خدا کی معرفت کا طریقہ حصول جدا ہے۔ امام زمان کی معرفت جس پر موت جاہلیت کا فتویٰ عائد ہوتا ہے وہ محض شناخت اور اس کے نام سے باخبر ہونے اور اس کے وجود کے قائل ہونے کا (کہ ہے) نام نہیں۔ اور نہ اتنی بات کے حاصل ہونے کا نام معرفت امام ہے۔ بلکہ معرفت امام اور اس کا حصول تب متحقق ہوتا ہے کہ ایسے امام کے اوامر و نواہی سے انسان باخبر ہو۔ اور ہر وقت اپنے معضلات شرعی و دینی میں اس کی طرف رجوع کر کے اس کا حل اس سے کرتا رہے۔ اس کی صحبت میں رہ کر تزکیہ نفس اور اخلاق فاضلہ کے مدارج جو قرب الٰہی کے ذرائع ہیں طے کرتا رہے اگر ایک شخص امام زمان تو زندہ کہے مگر کبھی دیکھے کا ویسا ہی ہے جیسے اور لوگ۔ جو امام حی زندہ موجود نہیں رکھتے تو پھر دونوں میں فرق مابہ الامتیاز کیا ہے۔ جو لوگ بے امام ہیں وہ بھی اپنے دین کی باتوں کو قرآن اور احادیث اور علماء سے اخذ کرتے ہیں اور یہ جو امام حی زندہ (بخیال خود) موجود رکھتے ہیں وہ بھی اسیطرح اپنے معالم دین مجتہد لاہور اور لکھنؤ اور نجف اشرف اور کربلا اور مشہد سے پوچھنے اور سیکھنے کے محتاج ہیں۔ تو پھر ایسے امام سے فائدہ کیا اور عقلاً ایسے امام میں کوئی خوبی اور منفعت نہیں۔ بلکہ وسواس اور سوداء مرض توہمات میں پڑنے کا اس صورت میں زیادہ اندیشہ اور خوف ہے تشیع نے معرفت کے معنی بھی ایسے لایعنی اور نامربوط قرار دیئے ہیں جس سے ان کے علماء اور مجتہدین کی عقل اور فہم پر ہنسی آتی ہے اور بیساختہ یہ جملہ زبان پر جاری ہو جاتا ہے کہ "مخلوق پرست کبھی دانشمند نہیں ہو سکتے"۔ ایک طرف ان کی اپنی احادیث کو دیکھو اور دوسری طرف اُن احادیث کو واقعات اور عمل سے ملاؤ تو حیران اور ششدر رہ جاؤ۔ بطور نمونہ چند ایک احادیث تشیع پیش کرتا ہوں

(۱) وکذالک واللہ یا محمد من اصبح من ھذہ الامۃ لا امام لہ من اللہ عزوجل ظاھر عادل اصبح ضالاً۔ الخ (صفحہ کلینی)

(۲) عن ابی جعفر فی قول اللہ انما انت منذر ولکل قوم ھاد۔ فقال رسول اللہ المنذر ولکل زمان منا ھاد یھدیھم الی ما جاء بہ النبی ثم الھداۃ من بعدہ علی ثم الاوصیاء واحد بعد واحد (صفحہ ۱۲۴ الکلینی) (باقی دارد)

خلیفہ رجب الدین پرنٹر۔ پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

میاں صاحب کا ایک اور خطبہ جمعہ

حدیث مبشرات۔ غیر مامور کے خواب اور مباہلہ

از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہٖ

میں نے پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں میاں صاحب کے ایک خطبہ جمعہ پر بعض خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اس کے آخری حصہ کے جواب کی میاں صاحب نے خود اپنے ایک اور خطبہ جمعہ میں کوشش کی ہے اور باقی بحث کا جواب اپنے مریدین سے دلایا ہے۔ یوں تو جبتک کسی شخص کو لکھنے کو کاغذ اور قلم میسر آسکتا ہے۔ اور اس تحریر کو دوسروں تک پہنچانے کے ذرائع بھی موجود ہوں کوئی شخص بحث میں دوسرے کو بند نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی میں اس خیال سے میاں صاحب کی کسی بات کی تردید کرتا ہوں کہ وہ خاموش ہوجائینگے۔ کیونکہ اگر وہ جواب بھی دے سکیں یا دینا پسند نہ کریں تو دوسرے بہتیرے ان کی طرف سے جواب دینے والے ہیں۔ مگر دو تین باتیں ان احباب تک پہنچانے کے قابل ہیں جو اپنی عقل و فکر سے کام لینے والے ہیں۔ سب سے پہلے یہ امر قابل ذکر ہے کہ حدیث مبشرات کی ساری توجیہات ختم ہوکر اب میاں صاحب نے آخری تیر اپنی ترکش سے نکال کر پھینک دیا ہے۔ اور اس تیر کے چلانے کی ڈیوٹی میر محمد اسحاق صاحب کے سپرد ہوئی ہے۔ جنہوں نے قادیان کے نئے پرچہ فاروق میں اس خدمت کو پہلی ہی دفعہ نہایت قابلیت سے ادا کردیا ہے۔ چنانچہ ان کی اس تحریر کا خلاصہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:۔

”غرض اگر کہو کہ سچی خوابوں کے علاوہ مرزا صاحب خدا تعالیٰ کے مکالمہ ومخاطبہ سے بھی مشرف تھے۔ تو تسلیم کرو کہ لم یبق والی حدیث جس میں سچی خوابوں کے علاوہ باقی باتوں کو بند کردیا ہے بالکل غلط اور موضوع ہے۔ اور اگر کہو کہ حدیث صحیح ہے اور واقع میں مبشرات کے سوا اور تمام باتیں بند ہیں تو پھر تسلیم کرو کہ مرزا صاحب (معاذ اللہ) مفتری تھے کیونکہ حدیث کہتی ہے کہ مبشرات یعنی سچی خوابوں کے سوا اور کچھ بھی اس امت کو نہیں ملیگا۔“

حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ اور آجتک علمائے اُمت نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا۔ ”غلط اور موضوع“ کے الفاظ اس حدیث کے متعلق پہلے اس قادیان سے شائع ہوتے ہیں جو ابھی تھوڑے دن ہوئے علوم کا سرچشمہ تھا۔ آج یہ حالت ہے کہ ذرا اپنی راہ میں کوئی مشکل دیکھی جھٹ جرأت کرکے ایک نئی بات بنادی حضرت مسیح موعود کو نبی بنانے کے لئے سب سے پہلے خود ان کے پندرہ سالہ علم کو اس علم کو جسے وہ خود کہتے ہیں کہ ”یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا“ غلط قرار دیا۔ پندرہ سال تک ان کو اپنے دعوے میں شک کرنے والے بنایا پندرہ سال کی تحریروں کو جن کے متعلق حضرت کی زندگی میں کسی کو وہم وگمان بھی نہ ہوا تھا منسوخ ٹھہرایا۔ اور جب ان تمام باتوں سے مطلب حل نہوا تو شملہ سے ایک مرید کے منہ سے لکھوایا گیا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تین سال تک اپنی نبوت میں شک رہا تھا۔ بلکہ وہ شک اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ آپؐ خودکشی کے ارادہ سے کئی دفعہ پہاڑوں پر گئے۔ اور وہاں سے گرنا چاہا۔ ان مزخرفات سے اللہ کی پناہ۔ اب حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کی باری آئی۔ کیونکہ یہ حدیث نبوت کاملہ کے دروازوں کو ہمیشہ کے لئے بند کرتی ہے اور ایک جزو نبوت کو جاری رکھتی ہے۔ مگر دنیا میں علوم حقہ قائم رہیں نہ رہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہو یا ذلت ہو یہاں تحقیق سے کس کو غرض۔ ایک بات پر طبیعت اڑ گئی ہے۔ اب آسمان اور زمین ٹل جائیں۔ مگر میاں صاحب کے منہ کی بات نہیں ٹل سکتی۔ ایک صحیح حدیث کو جسے علمائے امت نے مانا ہے جو اولیاء اللہ پر مبشرات کا دروازہ کھولتی ہے اور نبوت کے حقیقی انعامات سے اس امت کو بہرہ ور کرتی ہے جس کی تصدیق نہ صرف ظاہری علماء نے ہی کی بلکہ ہزاروں کی تعداد میں اولیاء اللہ نے اس چشمہ سے سیراب ہوکر اس کی صداقت پر عینی شہادت دی جسے حضرت مسیح موعود حکم وعدل نے خود صحیح قرار دیا۔ اور جس پر آخر تک قائم رہے۔ آج میاں صاحب اپنے مریدوں کے منہ سے اس حدیث کو وضعی اور غلط کہلواتے ہیں۔ کس لئے؟ صرف اس لئے کہ حضرت مسیح موعود کے لئے نبوت کاملہ ثابت ہوجائے۔ یہ سچ ہے کہ یہ حدیث میاں صاحب کی ساری خیالی عمارت نبوت مسیح موعود کو گراتی ہے۔ یہ ان کے رستہ میں ایک ایسا پتھر ہے جو ان کو آگے گذرنے سے روکتا ہے۔ اس لئے آخر جب کوئی توجیہہ سمجھ میں نہیں آتی تو کیا مشکل ہے اس حدیث کو غلط اور وضعی قرار دے دیا۔ یہ کس قسم کی جرأت ہے۔ دوستو! خدا کے لئے غور کرو۔ انصاف کرو۔ آخر خدا کو جان دینی ہے۔ کیا دین کے ساتھ یہ گستاخی ایک مومن کی شان ہے۔ کہ اپنی ضد پر قائم رہنے کے لئے اب کسی بات کی پرواہ نہیں۔ کیوں تمہاری زبانیں حق کی حمایت میں نہیں کھلتیں تمہاری ایمانی جرأت کہاں گئی؟

کیا اولیائے اُمت کو اس سے پہلے الہامات نہیں ہوتے تھے۔ کیا یہ امت اب تک درحقیقت اس بات سے محروم رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان میں سے کسی کو مکالمہ ومخاطبہ کبھی ہو کیا ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں اس میں وہ برگزیدگان الٰہی نہیں ہوئے جنہوں نے خدا سے شرف مکالمہ ومخاطبہ پایا۔ پھر کیا وہ اس حدیث کو صحیح نہیں مانتے تھے جاو اوروں کو جانے دو کیونکہ تم میں سے بعض کو اولیاء اللہ کی ہتک کی کوئی پرواہ نہیں۔ میاں صاحب کے نزدیک وہ سب ناقص حالت میں ہی گذر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) مگر غور کرو خود مرزا صاحب خود مسیح موعود ایک طرف خدا سے مکالمہ ومخاطبہ کا شرف پاتا ہے دوسری طرف آخر زندگی تک اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتا ہے۔ بلکہ اس پر اپنے دعوے کی بنیاد رکھتا ہے۔ لیکن آج ایک شخص جو اس کوچہ کا اہل نہیں اٹھتا ہے اور علی الاعلان اخبار میں چھاپتا ہے کہ یا مرزا صاحب جھوٹے یا حدیث جھوٹی اور پھر مجھ سے سوال کرتا ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے میں کس بات کے ماننے کو تیار ہوں۔ جاؤ خود مسیح موعود سے جاکر پوچھو۔ مجھ سے یہ سوال کیوں پوچھتے ہو۔ میں تو اتنا مانتا ہوں کہ اگر یہ حدیث سچی ہے تو مسیح موعود بھی سچا ہے اور اگر حدیث جھوٹی ہے تو معاذ اللہ مرزا صاحب بھی سچے نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ وہ خود ہی بار بار اس حدیث کی صداقت کو اپنے دعوے کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

یہ مصیبت میاں صاحب کو کیوں پیش آئی۔ کہ ایک مسلمۃ الصحت حدیث کو وضعی ٹھہرا دیا۔ اس لئے کہ ہماری توجیہیں [illegible] نبوت کاملہ کے دروازے کو یہ حدیث بند کرتی ہے

حقیقت النبوت میں اس حدیث کو زور شور سے صحیح قرار دیا۔ مگر جب اس پر جرح ہوئی تو مثالوں سے اس کا جواب دینے کی کوشش کی۔ جب وہ مثالیں سب غلط نکلیں تو بجائے اس کے کہ اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے۔ آپ تو اس مضمون پر خاموشی اختیار کی اور اپنے خطبہ کو خوابوں پر صرف کیا۔ مگر اپنے ایک مرید سے یہ لکھوا یا کہ یہ حدیث ہی وضعی ہے۔ اسے موضوع نہ مانیں تو مرزا صاحب جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔ مجھے کہا جائیگا کہ تم کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ یہ میاں صاحب نے لکھوایا ہے۔ مگر میں کیا کروں واقعات مجھے مجبور کرتے ہیں۔ ایک سوال کی زد میاں صاحب پر پڑتی ہے میاں صاحب اس کا جواب کوئی نہیں دے سکتے۔ خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ ایک خاص الخاص مرید جو قادیان کے ان چند لوگوں میں سے ہے جنہوں نے میاں صاحب کے خیالات کو خوب سمجھا ہوا ہے۔ جو رات دن آپ کے پاس رہتا ہے اس کا جواب شائع کرتا ہے۔ وہ جواب قادیان کے ہی ایک اخبار میں نکلتا ہے۔ میاں صاحب اس پر خاموش ہیں۔ ۱۴ - اکتوبر کو یہ مضمون شائع ہوا۔ آج دو ہفتے گذر گئے اس کے بعد تین جمعہ کے خطبے بھی ہو چکے۔ مگر میاں صاحب اس کی اس جرأت کو ڈانٹتے نہیں۔ اور پھر ان تمام تحریروں کو جو ایسے معاملات میں نکلتی ہیں اپنے ذمہ وار معتبرین کی تحریریں قرار دیتے کہ وہ ہادی ہیں۔ پس یہ درحقیقت ہماری اس بحث کا جواب ہے جو اخبار پیغام صلح میں میاں صاحب کی مثالوں پر کر کے دکھایا گیا تھا۔ کہ حدیث کی رو سے نبوت کاملہ بند ہو چکی۔ اور جس قدر مثالیں میاں صاحب نے دی ہیں یا تو ان کے دینے میں نبوت کو بجائے کیفیت کے مقدار سمجھ لیا ہے۔ جیسے پانی اور لوٹے والی مثال اور یا ان کی مثال خود اس نبوت کے جزوی ہونے پر شاہد ہے پس یہ آخری جواب میاں صاحب کی طرف سے ہے۔ جو ہماری بحث کا ملاپ ہے۔ کہ یہ حدیث موضوع اور غلط ہے۔ ہم خدا کے فضل سے میاں صاحب کی مشکل کو حل کر دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ لیکن پہلے وہ اس دقت کو سلجھائیں کہ اس کو موضوع قرار دینے سے خود مرزا صاحب جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔ جب وہ اس بات کا جواب دینگے تو ہم بتا دینگے کہ کیوں حدیث میں اور مسیح موعود کے دعوے الہام میں تعارض نہیں۔ اور میاں صاحب پر ہمارا یہ بھی سوال ہے کہ انہوں نے خود اس حدیث کو حقیقت النبوت میں کیوں صحیح قرار دیا میری ساری باتوں کو چھوڑ کر میاں صاحب نے خواب اور مباہلہ پر زور دیا ہے۔ کیونکہ حقیقت اُن کو ان ہی دو باتوں سے دلچسپی ہے میاں صاحب کو یہ بڑی مشق ہے کہ ہر اعتراض کا یہ جواب دے دیتے ہیں کہ یہ اعتراض نبیوں پر بھی ہوا۔ مگر کبھی حدیث لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ پر عمل کیا ہوتا۔ اگر ہم ایسے اعتراض کرنے کے حقدار نہیں تو میاں صاحب ہم پر ایسے اعتراض کیوں کرتے ہیں جو انبیاء اور مامورین پر ہو چکے ہیں۔ مثلاً میاں صاحب بھی کہتے ہیں کہ تم نے وحدت کو توڑا ہے۔ حالانکہ یہ اعتراض ہر نبی اور ہر مامور پر ہوتا ہے۔ میاں صاحب ہم کو مفسد کہتے ہیں یہی انبیاء کے دشمنوں نے انبیاء کے حق میں کیا پھر کیوں تشابہ بھت قاو کلہم کا فتوے ہم پر لگتا ہے۔ اور میاں صاحب پر نہیں لگتا۔ ہم تو اس بات کے خواہشمند ہیں کہ جن ثبوتوں سے میاں صاحب دیتے ہیں انھیں سے لیں اور عقائد پر ٹھنڈے دل سے بحث کریں۔ میاں صاحب کی بعض باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ مثلاً اس نئے خطبہ میں جو ۲۱ - اکتوبر کے الفضل میں چھپا ہے میاں صاحب اس سوال کا جواب کہ غیر مامور کی رؤیا کس صورت میں حجت ہے۔ یوں دیتے ہیں:۔

"اس میں شک نہیں کہ غیر مامور کے رؤیا کو تمام کے لئے حجت قرار دینا موجب فتنہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص پاگل ہو اور اس کا دماغ ہی خراب ہو۔ یا دیدہ و دانستہ وہ لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہو اس لئے کثرت کمیت و کیفیت کی شرط لگا دی۔ مگر اپنی ذات کے لئے تو ہر شخص کی رؤیا حجت ہے۔ رؤیا پر اعتبار کیوں نہ ہو جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مومن تو در کنار فرعون کی رؤیا پوری ہوئی۔ یوسف کے اصحاب السجن کی رؤیا پوری ہوئی"

اب اس عبارت کے فقرہ اول سے تو معلوم ہوتا ہے کہ غیر مامور کی، رؤیا تمام کے لئے نہیں۔ بلکہ بعض کے لئے حجت ہو سکتی ہے کیونکہ وہاں آپ فرماتے ہیں :- "تمام کے لئے حجت قرار دینا موجب فتنہ ہو سکتا ہے" اس کے بعد کے فقرہ میں اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص پاگل ہو۔ یا دیدہ و دانستہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص پاگل نہ ہو یا دیدہ و دانستہ لوگوں کو گمراہ نہ کرتا ہو تو اس کی خواب حجت ہو سکتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے کہ جو غیر مامور پاگل نہیں اور دیدہ و دانستہ گمراہ نہیں کرتے ان کی رؤیا تمام کے لئے حجت ہوتی ہے۔ اگر نہیں تو پھر یہ وجہ کیسی ہے۔ اور پھر اس کا کیا معیار ہوگا کہ ایک شخص دیدہ و دانستہ لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے یا خود بھی غلطی خوردہ ہے اور دوسروں کو بھی گڑھے میں ڈال رہا ہے اور پھر جو شخص غلطی خوردہ ہو پاگل نہ ہو۔ دیدہ و دانستہ لوگوں کو گمراہ نہ کر رہا ہو۔ کیا اس کی رؤیا تمام لوگوں کے لئے حجت ہے؟ یہ عجیب مذہب ہے۔ تیسرا فقرہ اس سے بھی زیادہ پریشان کن ہے۔ فرماتے ہیں "اس لئے کثرت کمیت و کیفیت کی شرط لگا دی" حالانکہ کثرت کمیت و کیفیت آپ کے نزدیک ہر مامور کو بھی حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف نبی کو حاصل ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ غیر مامور کو حاصل ہو۔ تیرہ سو برس تک ساری اُمت محمدیہ اس کثرت کمیت و کیفیت سے محروم رہی۔ آج اپنی غرض کے لئے یہ کثرت ایسی سستی کر دی کہ ہر ایک غیر مامور اس کو حاصل کرنے کے قابل ہو گیا پھر اس سے ایک یہ بھی نتیجہ نکلا کہ آپ کے نزدیک سوائے نبی کے کسی کی رؤیا بھی حجت نہیں کیونکہ کثرت کمیت و کیفیت سوائے نبی کے کسی کو حاصل نہیں۔ پھر یہ آپ کی ساری تقریر کہ غیر مامور کی رؤیا بھی حجت ہوتی ہے۔ اس ایک فقرہ سے بے معنی ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں اس کا تعلق سوال کے جواب سے کیا ہوا

چوتھے فقرہ میں تحریر ہے کہ اپنے نفس کے لئے ہر شخص کی رؤیا حجت ہے۔ اگر حجت کے معنی یہ ہیں کہ وہ حجت شرعی ہے۔ ایک شخص کو الہام ہو جائے کہ فلاں چیز نہ کھاؤ تو کیا اس کا الہام اس کے لئے حجت ہے اور ایک حلال چیز کو اس کی بنا پر ترک کر سکتا ہے؟

پانچویں فقرہ میں فرعون اور حضرت یوسف علیہ السلام کے اصحاب السجن کی رؤیا کا ذکر ہے۔ معلوم نہیں وہ کس کے لئے حجت تھیں۔ تینوں کی رؤیا پوری بھی ہو گئیں۔ مگر یہ میاں صاحب نے نہیں بتایا کہ وہ پوری ہونے کے بعد کس بات کی حجت ٹھہریں۔ کیا سوائے اس بات کے کچھ اور بھی ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بے دین کافر کو بھی سچی خواب آسکتی ہے یا بالفاظ دیگر یہ کہ خواب گو وہ سچی بھی ہو کوئی حجت نہیں پھر آپ فرماتے ہیں کہ "مامور اور غیر مامور کے رؤیا میں یہ فرق ہے کہ "مامور اور نبی کی رؤیا تمام دنیا پر حجت ہے اور غیر مامور کی رؤیا اس کے نفس کے یقین دلانے کے لئے ہے اور دوسروں پر حجت نہیں ہوتی۔ جب تک واقعات تصدیق نہ کریں۔ جب عملاً تصدیق ہو جائے تو پھر تو ایک غیر مامور مومن کی بلکہ ایک کافر کی رؤیا کو بھی تسلیم کرنا پڑیگا۔"

میاں صاحب آپ نے یہ غور نہیں کیا کہ یہاں تو آپ اپنی خوابوں کو صاف طور پر اسی قسم کی بتا رہے ہیں۔ جس قسم کو حضرت مسیح موعود نے حقیقت الوحی میں قسم اول قرار دیا ہے۔ جس میں کافر۔ فاجر۔ فاسق۔ زانی۔ چور سب شامل ہیں۔ پھر ان لوگوں کے خوابوں کو تسلیم کرنے سے کیا مراد ہے۔ جو مثال آپ نے دی ہے وہ بھی عجیب ہے۔ "مثلاً ایک شخص کو خواب آیا کہ اس کے گھر میں بیٹا ہوگا۔ یا خطرناک مصیبت سے رہائی کی بشارت ہو تو پھر جب اس کے گھر میں بیٹا ہو یا وہ حسب رویا رہائی پا جائے تو اس واقعہ خاص میں اس کی تصدیق کرنی پڑے گی۔ اور نہیں کہہ سکتے کہ وہ جھوٹا ہے۔" ہمیں تو اس کا کچھ مطلب سمجھ نہیں آتا اور نہ یہ پتہ لگتا ہے کہ میاں صاحب کا کیا مقصد ہے۔ کس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کیا اس کی دلیل دیتے ہیں۔ اس قسم کی تحریر یا تقریر جس میں نہ دعوے کو صاف کر کے بیان کیا جائے نہ دلائل کو مخلوق خدا کو دھوکہ میں ڈالنے کے سوائے کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ یہی حالت میں نے حقیقۃ النبوۃ کی دیکھی ہے تین سو صفحات کو قلم سے پر کر دینے سے کتاب نہیں بن جاتی۔ مسیح موعود نے جو علم کلام ہمیں دیا اور جس کی بناء انھوں نے قرآن شریف پر رکھی کہ یہ کامل کتاب دعویٰ بھی خود کرتی ہے اور دلیل بھی خود دیتی ہے وہ یہی تھا کہ ہم دعوے اور دلائل میں فرق کرنا سیکھیں۔ اور ہر ایک مسئلہ میں دعوے کو قائم کر کے اس کی دلائل دیں۔ ایسی فضول اور پیچیدہ تحریریں جن میں نہ دعویٰ کی وضاحت ہو نہ دلائل سے وہ دعوے مؤید ہو اس جماعت کے لئے باعث عار ہیں۔ اور اسی قسم کی تحریروں کا یہ نتیجہ ہے کہ میاں صاحب کے مریدین اس علم کلام سے بالکل بے بہرہ ہوتے جاتے ہیں جو مسیح موعود نے ہمیں دیا تھا۔ ہاں گالی گلوچ میں البتہ اب خوب مشاق ہوتے جاتے ہیں اب میاں صاحب کی اس تقریر کو پڑھ جاؤ جو خطبہ جمعہ عنوان سے الفضل میں نکلی ہے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ میاں صاحب کا دعوے کیا ہے اور اسکے دلائل کیا ہیں۔ یہ کیا دعویٰ ہے کہ غیر مامور کی رویا اپنے نفس کیلئے اور پورا ہونے کے بعد تمام دنیا کیلئے حجت ہوتی ہے خدا کیلئے غور کرو کس بات کی حجت ہوتی ہے۔ پورا ہونے سے پہلے خواب خواب بین کیلئے کیا حجت ہے۔ ممکن ہے خواب سچی ہو یا جھوٹی ہو پھر حجت کیا ہوئی کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ غیر مامور جب خواب آجائے تو لازماً اسے اس خواب کو صحیح ماننا چاہیئے۔ اور اگر اس کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ میری خواب سچی ہوگی تو وہ قابل مواخذہ ہوگا۔ حجت سے آپ کا کیا مطلب اور یہ امر کب ہمارے اور آپ کے درمیان زیر تنازعہ تھا۔ پھر آپ فرماتے ہیں۔ جب خواب پوری ہو جائے تو کل دنیا پر حجت ہو جاتی ہے۔ کیا کل دنیا کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ ہر شخص کی جسے سچی خواب آتی ہے خواب پر ایمان لائیں پہلے تو خلافت غیر موعودہ کو جزو ایمان بنایا تھا۔ اب خوابیں جزو ایمان ہو گئیں۔ گویا ہر ایک کافر فاسق فاجر چوہڑے چمار کے خواب پر بہار سے لئے جب وہ پوری ہو جاوے ایمان لانا ضروری ہے۔ اور ساری دنیا میں تلاش کرتے رہنا چاہیئے کہ کس کس شخص کو کیا کیا خواب آئی ہے اور وہ کب پوری ہوئی۔ کیونکہ وہ تو ہم پر حجت ہو چکی اگر کہو کہ صرف اس قدر مراد ہے کہ مان لینا چاہیئے کہ مامور کے سوا دوسروں کو بھی سچی خواب آسکتی ہے تو یہ تو ہم پہلے ہی مان رہے ہیں۔ اس پر بحث کس نے کی تھی اور کب کی تھی۔ کیا میں نے کبھی کہا ہے کہ ایک کافر کو یا بے دین کو یا فاسق کو سچی خواب نہیں آسکتی۔ آپ کی اپنی مثال سے جو آپ نے اوپر دی ہے آپ کی کمزوری ظاہر ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کسی کو خواب آئے کہ اس کے گھر بیٹا ہوگا اور پھر بیٹا ہو جائے تو اس واقعہ خاص میں اس کی تصدیق کرنی ہوگی۔ اور نہیں کہہ سکتے کہ وہ جھوٹا ہے" میاں صاحب مکرم خدارا اپنی بات کی پیچ کے لئے بے معنی باتیں کرنا چھوڑ دیں۔ اگر کسی کے گھر بیٹا ہوگا تو وہ اس واقعہ خاص میں تو اس کی تصدیق بہرحال کرنی ہوگی خواہ اسے خواب آئے یا نہ آئے۔ کیا آئندہ کے لئے آپ اپنی جماعت کو یہ ہدایت دیتے ہیں کہ اگر ایک شخص کو خواب آئے کہ اس کے گھر بیٹا ہوگا اور پھر بیٹا ہو جائے تو مان لیا کرو کہ اسکے گھر بیٹا ہو گیا اور اگر کسیکو خواب نہ آئے اور اسکے گھر بیٹا ہو جائے تو اسکو جھوٹا سمجھا کرو اور کبھی یہ بات نہ مانو کہ اسکے گھر بیٹا ہوا ہے جس کے گھر بغیر خواب دیکھے بیٹا ہو جائے اسے مطلق جھوٹا اور کذاب انسان سمجھنا چاہیئے اور جو پہلے خواب دیکھے اور پھر بیٹا ہو جائے تو اسے صادق اور راست باز تسلیم کر لینا چاہیئے۔ اگر آپ یہ جواب دیں کہ نہیں۔ صرف یہ مان لو کہ اس کی خواب سچی ہوگئی۔ مگر اس سے نتیجہ کیا نکلا صرف یہی کہ معمولی لوگوں کو بھی سچی خوابیں آسکتی ہیں۔ اور یہ تحصیل حاصل ہے۔ اس سے دنیا میں کس کو انکار ہے۔ آپ کی اس ساری بحث سے ثابت کیا ہوا وہ ہی امر جسے مان کر آپ نے تقریر شروع کی تھی اور جس کا دنیا میں کوئی منکر نہیں

یہ تو آپ کے اصول عامہ ہیں اس کے بعد آپ نے اپنی رویا کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے آپ فرماتے ہیں۔

"جلسہ سالانہ پر اور بعض دیگر اوقات میں میں نے اپنے خواب خلافت کے متعلق بیان کئے کہ دیکھو یہ خواب پورے ہوئے۔ اس وجہ سے میں اس جھگڑے میں نہیں گھبرایا۔ کیونکہ میرے مولا کی دی ہوئی تسلی میرے ساتھ تھی۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ لوگو تم سب مجھے خلیفہ مان لو کیونکہ میں نے خواب دیکھا ہے۔ لیکن جب وہ خواب پورا ہو گیا اور اس کی تصدیق ہوئی تو پھر لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ مانیں۔"

اب دیکھئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ بننے سے پہلے آپ کو خواب آئے تھے کہ آپ خلیفہ بنیں گے۔ اور ابھی آپ نے اصول قائم کیا تھا کہ جب غیر مامور کو خواب آئے تو پورا ہونے سے پہلے اس کے اپنے نفس کے لئے وہ حجت ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا آپ کا خلیفہ بننا اس سے پہلے حجت ہو چکا تھا۔ جب آپ کو لوگوں نے بنا لیا۔ گویا آپ کو پورا یقین تھا اور آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ خلیفہ بنیں گے۔ اور لازماً اس حجت ہو جانے کی وجہ سے آپ کو حصول خلافت کے لئے کوشش بھی کرنی پڑی ہوگی۔ حالانکہ دوسری طرف آپ قسمیں کھاتے رہے کہ میرے وہم وگمان میں بھی کبھی یہ بات نہ تھی۔ پس تین حال سے خالی نہیں۔ یا آپ کا یہ بیان غلط ہے کہ آپ نے ایسی خوابیں دیکھیں یا آپ کی قسمیں جھوٹی ہیں۔ یا یہ اصول غلط ہے جو آپ نے باندھا ہے۔ اور آپ کا چھٹکارا اسی میں ہے خواہ واقعات کچھ ہی ہوں کہ آپ اصول کی غلطی کو تسلیم کر لیں۔ گو یہ آپ کی شان کے خلاف ہے۔ پھر میں بھی آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے خود نہیں۔ مگر میرے متعلق دوسرے لوگوں نے خوابیں دیکھیں کہ میں خلیفہ بنا ہوں بلکہ اس جھگڑے سے جو مارچ ۱۹۱۴ء میں شروع ہوا تین سال پہلے دیکھیں اب یہ غیر ماموروں کی خوابیں تھیں جو میرے نزدیک تو حجت نہیں اور اسی لئے میں نے ان کو کبھی پیش نہیں کیا۔ مگر آپ کے اصول سے اب یہ خوابیں آپ کی جماعت پر حجت ہیں۔ کیونکہ واقعہ میں یہ بات بھی پوری ہوگئی اب فرمائیے اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کو خواب آجائے کہ آپ خلیفہ ہونگے اور جماعت کا ایک حصہ آپ کو خلیفہ مان لے تو وہ خواب تو دوسروں پر حجت ہو جاتی ہے۔ مگر میرے متعلق کسی کو خواب آجائے کہ میں خلیفہ ہوں گا اور جماعت کا ایک حصہ مجھے خلیفہ مان لے تو وہ خواب دوسروں پر حجت نہیں ہوتی۔ میں پھر

عرض کرونگا کہ لینے اور دینے کے پیمانے ایک ہی ہونے چاہئیں۔ بیشک آپ جو اصول چاہیں قائم کریں۔ اور اس بات کی پرواہ نہ کریں کہ اس فاسد اصول کو دنیا میں پہلے کبھی کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ مگر اس اصول کی بنا پر جو نتائج قائم ہوں پھر ان سے گریز نہ کریں۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ آپ کے ساتھ کثرت ہے اس لئے آپ خلیفہ برحق ہیں تو میں یزید اور امام حسینؓ کا قصہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کرونگا۔ بہرحال اصول تو آپ کا یہی تھا کہ غیر مامور کو خواب آجائے اور وہ پوری ہو جائے تو وہ تمام دنیا پر حجت ہو جاتی ہے۔ اس اصول کی رو سے آپ کو مجھے خلیفہ تسلیم کرنے میں کیوں انکار ہے۔ بلکہ انکار ہی نہیں خلیفہ کی بجائے آپ مجھے ابلیس۔ منافق۔ مرتد۔ فاسق۔ جو منہ پر آتا ہے کہہ دیتے ہیں ٭

پھر آپ مجھ پر اس لئے خفا ہیں کہ میں نے یہ کیوں کہا کہ آپ کو جب خدا نے منکشف کیا تھا کہ مرزا صاحب نبی ہیں تو اس موقعہ پر جب آپ کو جھگڑے کا بھی علم تھا یہ کیوں نہ دریافت کر لیا کہ یہ نبوت کاملہ ہے یا جزوی۔ حقیقی ہے یا مجازی۔ آپ نے اس پر بڑا بھاری فتویٰ دیا ہے تشابھت قلوبھم کہ ان لوگوں کے دل پہلے منکرین کی طرح ہو گئے ہیں۔ کیونکہ خدا سے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی سوال نہ کر سکتے تھے۔ مسیح موعود بھی کوئی سوال نہ کر سکتے تھے پھر "محمود بیچارے" کی کیا طاقت تھی"۔ شکر ہے کہ آپ کے منہ سے یہ کلمہ نکلا۔ مگر آہ۔ آپ نے اس کو حقیقی طور پر سمجھا یا ہوتا۔ "محمود بیچارے" کی یہ طاقت ہے کہ حضرت صاحب کی پندرہ سال کی تحریروں کو منسوخ کر دیا اور مریدوں کو سبق پڑھانے کی جرأت ہوئی۔ "محمود بیچارے" کی یہ طاقت ہے کہ مرزا صاحب کو پندرہ سال تک اپنے دعوے میں شک کرنے والا ٹھہرایا اور مریدوں نے کہا بجا۔ پھر "محمود بیچارے" کی یہ طاقت ہے کہ قرآن کے حکم کے خلاف اپنا حکم متعدد موقعوں پر چلایا تعاونوا علی البر والتقویٰ کے حکم کے خلاف لوگوں کو اشاعت اسلام کے لئے اور ولایت میں تبلیغ اسلام کے لئے چندے دینے سے روکا ٭ لا تکتموا الشہادۃ کے حکم کے خلاف لوگوں کو گواہی دینے سے روکا۔ حضرت کے حکم کے خلاف غیر احمدیوں کے جنازے کو حرام ٹھہرایا۔ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد ہونے سے انکار کیا۔ مسیح کی بشارت آپ کے حق میں ہونے سے انکار کیا۔ مسیح موعود کا نام کٹوا کر وہاں اپنا نام لکھوایا۔ ابھی معلوم نہیں "محمود بیچارا" اور کیا کرنا چاہتا ہے جو کر نہیں سکتا۔

لیکن اگر میں یہ کہنے کی وجہ سے کہ یہ امر کیوں اللہ تعالیٰ سے دریافت نہ کر لیا جب اس دربار میں رسائی ہو چکی تھی تشابھت قلوبھم کا مصداق ہوں۔ منکر حق ٹھہرتا ہوں تو میرا آقا مسیح اور آپ کا مقدس والد بھی میرے ساتھ ہے۔ جو پتھر آپ ہم پر پھینکیں گے وہ اس مقدس انسان کو جا کر لگیگا۔ کیونکہ ہم تو اسی کے خوشہ چین ہیں۔ اور قوم کی بدقسمتی سے آپ نے حضرت مسیح موعود کی تحریروں کو پڑھا نہیں۔ اور نہ ان کی صحبت میں بیٹھنا آپ کو میسر آیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ "جب میرا آقا۔ میرا سردار نہ پوچھ سکا تو میں کیا ہوں اور کیا حیثیت رکھتا ہوں" گویا آپ کے نزدیک جناب الٰہی میں کوئی مقبول بارگاہ الٰہی سوال نہیں کر سکتا۔ مگر آپ قرآن کریم پر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رب ارنی کیف تحی الموتیٰ کہنا۔ پھر یجادلنا فی قوم لوط پھر حضرت موسیٰ کا سوال و جواب خود یسئلونک کے جواب میں بار بار اللہ تعالیٰ کا وحی نازل فرمانا یہ آپ کے اس خیال کی تردید کے لئے کافی مثالیں ہیں۔ اگر آپ کی نظر حضرت صاحب کی کتابوں پر ہی ہوتی تو آپ ایسی بات نہ کہتے۔ کیا آپ کو وہ واقعہ یاد نہیں کہ عبدالرحیم خاں نواب صاحب کے چھوٹے صاحبزادے کے لئے حضرت صاحب نے دعا کی تھی تو معلوم ہوا کہ تقدیر مبرم ہے۔ تب آپ نے عرض کیا کہ یا الٰہی میں شفاعت کرتا ہوں۔ کیا آپ کی رائے میں یہ گستاخی تھی۔ پھر ایک سوال و جواب کیا۔ ضرورت الامام کے صفحہ ۱۳ پر حضرت صاحب کے ذیل کے الفاظ پڑھئے:۔

"اور بسا اوقات سوال و جواب کا ایک سلسلہ منعقد ہو کر ایک ہی وقت میں سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب ایسے صفا اور لذیذ اور فصیح الہام کے پیرایہ میں شروع ہوتا ہے کہ صاحب الہام خیال کرتا ہے کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے"

اور اگر یہ آپ کی منسوخ کردہ فہرست میں داخل ہے تو نزول المسیح کو ملاحظہ فرمائیے صفحہ ۹۴

"بندہ کا دعا کرنا اور خدا تعالیٰ کا لطف و رحم سے اس دعا کا جواب دینا نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ بعض موقعہ پر بیس بیس دفعہ یا تیس تیس دفعہ یا پچاس پچاس دفعہ یا قریبًا تمام رات یا قریبًا تمام دن اسی طرح اس دعا کا جواب پائے"

اب آپ تو فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سوال کرنا بھی یا کسی مشکل کا حل چاہنا بھی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ اور مامور اور نبی بھی ایسی جرأت نہیں کر سکتے۔ اور جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ منکر حق ہے۔ اور مسیح موعود فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ دو دفعہ کیا بیس تیس اور پچاس دفعہ سوال و جواب ہوتا ہے اب آپ کی بات کو درست مانیں۔ یا مسیح موعود کی۔ اگر آپ صرف اس قدر جواب دے دیتے کہ میں اس مقام تک نہیں پہنچا تو بات صاف تھی۔ مگر ایسا اقرار کرنے میں بھی آپ اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ جو مرید خوش فہمی سے آپ کو رسول اور نبی بنائے بیٹھے ہیں اور آپ کے الہامات کو ماموروں کی وحی کی طرح جانتے ہیں ان کو بھی آپ مایوس کرنا نہیں چاہتے۔ بجائے اس کے آپ نے خدا کی جناب میں سوال کرنے والے کو منکر حق ٹھہرایا۔ تشابھت قلوبھم کا مصداق بنایا۔ مگر اب حضرت مسیح موعود کی مذکورہ بالا تحریر کو پڑھ کر فرمائیے کہ یہ منکر حق کا فتویٰ کس پر جا کر پڑا۔ یہ چوتھی مرتبہ ہے جو آپ نے ہم کو کوستے کوستے حضرت مسیح موعود پر بھی حملہ کیا ہے۔ میں نے پچھلے ہی مضمون میں بتایا تھا کہ اول آپ نے اس شخص کو جاہل قرار دیا جو ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کے یہ معنی کرے کہ رسول مطاع ہوتا ہے۔ مطیع نہیں ہوتا اور یہ معنی خود حضرت صاحب نے کئے ہیں۔ پھر آپ نے لکھا کہ بعض ماموروں کے منکروں کو کافر کہنا اور بعض کو نہ کہنا جہالت ہے۔ حالانکہ خود حضرت صاحب نے یہ تفریق شریعت یا احکام جدیدہ لانے والے انبیاء

٭ تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف میاں صاحب کا دعوے ہے کہ جب سے خواجہ صاحب کا وہ مضمون نکلا جس میں ولایت میں فرقہ بندی کی بحث کو سم قاتل کہنے کا الزام ان پر ہے اسوقت سے میں ان کے کام کو تبلیغ اسلام کا کام نہیں سمجھتا دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ میاں صاحب اپنے رسالہ تشحیذ میں جو آپ نے انگریزی زبان میں لکھا ہے اور جو پنجم مارچ ۱۹۱۴ء کو لکھا گیا۔ یعنی حضرت مولوی صاحب کی وفات سے تیرہ دن پیشتر اور مضمون ہولیسے بہت پیچھے اس میں میاں صاحب اس رسالہ کے صفحہ ۸ اسکے حاشیہ پر خواجہ کمال الدین صاحب کو حضرت مسیح موعود کی صداقت کے نشان کے طور پر اور آپ کی تبلیغی کوششوں کے نمونہ کے رنگ میں پیش کرتے ہیں چنانچہ آپکی انگریزی عبارت (از مولوی شیر علی صاحب خفا نمود؟) کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ "اور اسنے یعنی مسیح موعود نے ایسا تبلیغی جوش اپنے پیروؤں میں پیدا کیا ہے کہ وہ مختلف ممالک کے لوگوں کو بڑی محنت سے اپنے مذہب میں داخل کر رہے ہیں۔ خواجہ کمال الدین بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی نے ایک مشن انگلستان میں قائم کیا ہے اور وہ لیکچروں اور ایک رسالہ کے ذریعہ جس کا نام اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا ہے اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔" ہم حیران ہیں کہ میاں صاحب کی کس بات کو درست مانیں جبکہ خواجہ صاحب اسلام کے دشمن بتائے جاتے ہیں یعنی مرزا صاحب کے سچے تبلیغی جوش کا نمونہ۔

اور دوسرے ماموروں میں کی ہے - پھر آپ نے لہم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا سے یہ استدلال کرنے والے کو کہ اس سے اس امت میں تبشیر دینے والوں کا آنا پایا جاتا ہے جاہل مطلق لکھا حالانکہ یہ بھی خود حضرت مسیح موعود کی تفسیر ہے - اب آپ نے خدا کی جناب میں سوال کا اشارہ کرنے والے کو منکر حق قرار دیا - حالانکہ مسیح موعود ایک دفعہ نہیں بلکہ پچاس دفعہ ایسے سوال کا کرنا جائز سمجھتے ہیں - آپ کا اختیار ہے جو بھی چاہیں کہتے جائیں - مگر جب آپ ہمارے خلاف جوش میں آتے ہیں تو آپ کے حملہ کی زد سب سے پہلے مسیح موعود پر جاکر پڑتی ہے -

یہ جو کچھ میں نے لکھا محض اس قدر دکھلانے کو کہ میاں صاحب نہ دعوے قائم کرتے ہیں نہ ان کے دلائل دیتے ہیں - بلکہ یوں ہی کچھ اپنی بڑائی بیان کرتے کچھ بے تعلق باتوں میں کچھ دوسروں کے کوسنے میں لگ جاتے ہیں - اور اس جوش میں یہ بھی نہیں خیال کرتے کہ میں کیا کر رہا ہوں میں نے خوابوں پر جو کچھ آپ کو کہا تھا اس کی طرف تو آپ نے ذرہ بھی توجہ نہ فرمائی - میں نے لکھا تھا

"کیا آپ کی خوابیں آپ کے مریدین کے عقیدہ کی بنیاد ہو سکتی ہیں اور آپ ان کی بناء پر مختلف قسم کی تحدیاں کر سکتے ہیں"

پھر یہی لفظ دوہرائے تھے :- "آیا آپ کی خوابیں آپ کے مریدین کے عقیدہ کی دلیل اور بناء تحدی ہو سکتی ہیں" مگر آپ نے میرے سوال کا کوئی جواب نہ دیا - کیونکہ جواب دینے میں آپ کو صاف انکار کرنا پڑتا - اور آپ کی اب تک کی کارروائی عملاً اس کے خلاف ہو رہی ہے آپ نے اپنی خوابوں اور الہاموں کی بناء پر تحدیاں بھی کی ہیں جو غیر مامور ہو کر آپ کے لئے جائز نہ تھا - اور آپ نے اپنے مریدوں کو اس غلطی میں بھی ڈالا ہے - کہ آپ کو کوئی خواب آ جانے سے کسی عقیدہ کی صداقت کا فیصلہ ہو سکتا ہے - چنانچہ آپ نے یہ نبی والا خواب بار بار پیش کیا ہے - اگر ایک عیسائی کو خواب آ جائے کہ مسیح خدا ہے تو کیا یہ بھی اس کے اپنے نفس کے لئے حجت ہے - اور چند دلائل ساتھ ملا کر اسے وہ دوسروں پر حجت بنا سکتا ہے ؟ کیونکہ میاں صاحب کے نزدیک غیر مامور کا رویا اپنے نفس کے لئے حجت ہوتی ہے - اور پیدا ہو کر دوسروں کے لئے - اب جیسا کہ انھوں نے مرزا صاحب کے نبی ہونے کے خواب کو اپنے خیال میں پورا کر دیا ایک عیسائی مسیح کی خدائی کی خواب

کو پورا کر سکتا ہے - افسوس ہے کہ آج تک ہمارے مکرم میاں صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خواب کوئی بھی حجت نہیں ہاں مامور کا معاملہ دیگر ہے - دیکھئے اگر خوابیں حجت ہیں تو جن لوگوں نے مسیح موعود کے خلاف خوابیں دیکھی ہیں وہ کم از کم خود تو کسی الزام کے ماتحت نہیں کیونکہ آپ کے نزدیک ان کے خواب اپنے لئے حجت ہیں - گویا اب ان کو دلائل سے کام لینے کی حاجت نہیں ہے - نہ قرآن و حدیث دیکھنے کی ضرورت ہے - کیونکہ ان کے خواب ان کے لئے حجت ہو گئے - یہ مذہب آپ کو کہاں پہنچائیگا -

پھر آپ سے سوال کیا تھا کہ حضرت صاحب نے جو تین قسم کے لوگوں کا ذکر حقیقۃ الوحی میں کیا ہے آپ ان میں سے کس قسم میں اپنے آپ کو شامل کرتے ہیں - آپ صفائی سے اس قدر کہنے کی جرأت نہ کر سکے کہ میں قسم سوئم کی حقیقی وحی پانے والوں میں نہیں ہوں جن میں کثرت کمیت و کیفیت کی شرط ہے - خدارا کوئی اصول اختیار کرو اور قوم کو غلطیوں سے باہر نکالو - ضد میں آ کر خواہ نخواہ قوم کو تباہی کے گڑھے میں نہ گراؤ ان کو نصیحت کرو کہ وہ دلائل پر غور کریں اور اپنی عقل سے بھی کچھ کام لیں -

اب آپ اپنے اس سارے خطبہ کے بالمقابل حقیقۃ الوحی کے پہلے صفحہ کو پڑھ جائیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ ابھی اس کوچہ کے اہل نہیں -

⁂ ⁂ ⁂

اس لئے جو کچھ آپ نے اب تک اپنی خوابوں اور الہامات پر زور دیا - تحدیاں کیں یہ درحقیقت ناواقفیت کا نتیجہ تھا - مجھے ان فقرات کی تشریح کی ضرورت نہیں ایک متقی انسان ان کو پڑھ کر خود کانپ اٹھیگا اور سمجھ لیگا کہ میاں صاحب نے یہاں بھی حضرت صاحب کے خلاف طریق اختیار کیا ہے - کیونکہ یہ سچ ہے کہ

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

حضرت صاحب فرماتے ہیں :-

"بعد ہذا واضح ہو کہ مجھے اس رسالہ کے لکھنے کے لئے یہ ضرورت پیش آئی ہے کہ جس طرح اور صدہا طرح کے فتنے اور بدعتیں پیدا ہو گئی ہیں اسی طرح یہ بھی ایک بزرگ فتنہ پیدا ہو گیا ہے کہ اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ کس درجہ اور کس حالت میں کوئی خواب یا الہام قابل اعتبار ہو سکتا ہے اور کن حالتوں میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ شیطان کا کلام ہو نہ خدا کا - اور حدیث النفس ہو نہ حدیث الرب* - یاد رکھنا چاہئے کہ شیطان انسان کا سخت دشمن ہے - وہ طرح طرح کی راہوں سے انسان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے - اور ممکن ہے کہ ایک خواب سچی بھی ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو اور ممکن ہے کہ ایک الہام سچا ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو - کیونکہ اگرچہ شیطان بڑا جھوٹا ہے لیکن کبھی سچی بات بتلا کر دھوکا دیتا ہے کہ تا ایمان چھین لے - ہاں وہ لوگ جو اپنے صدق اور وفا اور عشق الٰہی میں کمال کے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں ان پر شیطان تسلط نہیں پا سکتا - جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - ان عبادی لیس لک علیہم سلطان - سو ان کی یہ نشانی ہے کہ خدا کے فضل کی بارشیں ان پر ہوتی ہیں اور خدا کی قبولیت کی ہزاروں علامتیں اور نمونے ان میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ ہم اس رسالہ میں انشاء اللہ ذکر کرینگے - لیکن افسوس کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ ابھی شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہیں مگر پھر

* جس طرح جبکہ ایک تو آفتاب پر بادل چھایا ہوا ہو اور دوسرے ساتھ اس کے گرد و غبار بھی اٹھا ہوا ہو تو اس صورت میں آفتاب کی روشنی صاف طور سے زمین پر نہیں پڑ سکتی . . . . اسی طرح جب نفس پر اپنی ذاتی تاریکی اور شیطان کا غلبہ ہو تو روحانی آفتاب کی روشنی صاف طور پر اس پر نہیں پڑیگی - اور جیسے جیسے وہ گرد و غبار اور ابر کم ہوتا جائیگا روشنی بھی صاف ہوتی جائیگی پس یہی فلاسفی وحی الٰہی کی ہے مصفا وحی وہی لوگ پاتے ہیں جن کے دل صاف ہیں اور جن میں اور خدا میں کوئی روک نہیں - پھر یہ بھی یاد رہے کہ وہ الہام جس کے شامل حال نصرت الٰہی ہو اور اکرام اور اعزاز کی بیج علامتیں پائی جائیں اور قبولیت کے آثار اس میں نمودار ہوں وہ بجز مقبولان الٰہی کے کسی کو نہیں ہو سکتا اور شیطان کے اقتدار سے یہ باہر ہے کہ کسی جھوٹے مدعی کا تائید و حمایت میں کوئی قدرت نمائی کا الہام اس کو کرے اور اس کو عزت دینے کے لئے کوئی خارق عادت اور صدہا غیب اس پر ظاہر کرے تا اس کے دعوے پر گواہ ہو

بھی اپنی خوابوں اور الہاموں پر بھروسہ کرکے اپنے ناراستا اعتقادوں اور ناپاک مذہبوں کو ان خوابوں اور الہاموں سے فروغ دینا چاہتے ہیں بلکہ بطور شہادت ایسی خوابوں اور الہاموں کو پیش کرتے ہیں۔ اور یہ نیت رکھتے ہیں کہ ایسی خوابوں اور الہاموں کو پیش کرکے سچے مذہب کی ان سے تحقیر کریں یا لوگوں کی نظر میں خدا کے پاک نبیوں کو معمولی انسانوں کی طرح دکھا دیں یا یہ دکھا دیں کہ اگر خوابوں اور الہاموں کے ذریعہ سے کسی مذہب کی سچائی ثابت ہو سکتی ہے تو پھر ہمارے مذہب اور طریق کو سچا مان لیا جائے۔ اور بعض ایسے بھی ہیں کہ وہ اپنی خوابوں اور الہاموں کو اپنے مذہب کی سچائی کے لئے پیش نہیں کرتے اور ان کا ایسی خوابوں اور الہاموں کے بیان کرنے سے صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ خواب اور الہام کسی سچے مذہب یا سچے انسان کی شناخت کے لئے معیار نہیں ہیں۔ اور بعض محض فضولی اور فخر کے طور پر اپنی خوابیں سناتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ چند خوابیں یا الہام ان کے جو ان کے نزدیک سچے ہو گئے ہیں ان کی بنا پر وہ اپنے تئیں اماموں یا پیشواؤں یا رسولوں کے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ یہ وہ خرابیاں ہیں جو اس ملک میں بہت بڑھ گئی ہیں اور ایسے لوگوں میں بجائے دینداری اور راستبازی کے بیجا تکبر اور غرور پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ حق اور باطل میں فرق کرنے کے لئے یہ رسالہ لکھوں۔"

مباہلہ کے متعلق میاں صاحب نے وہی بیجا غرور اور تکبر کا نقشہ دکھایا ہے جس کی تصویر حضرت مسیح موعود نے اس عبارت میں کھینچی ہے۔ اگر آپ کو مباہلہ کا شوق ہے تو تین آدمی آپ کے بالمقابل ایک طرف ہیں وہ انہی باتوں کے مدعی ہیں جن کے آپ مدعی ہیں کیوں آپ ان سے مباہلہ نہیں کرتے۔ آپ کو مصلح موعود کہلانے کا شوق ہے۔ مگر میاں ظہیر الدین صاحب کہتے ہیں کہ ان کو الہام ہوا ہے کہ وہ مصلح موعود ہیں۔ اور آپ کو مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں۔ جو لفظ آپ نے یا آپ کے کارندوں نے ہمارے لئے استعمال کئے ہیں کہ خرگوشوں کی طرح بھاگ گئے۔ کیا ہی لفظ میاں ظہیر الدین کے مقابلہ میں اپنی نسبت سمجھ بیٹھے۔ اسیطرح میاں عبد اللہ صاحب تیماپوری ہیں۔ ان کے علاوہ مولوی محمد یامین صاحب داتوی ہیں آپ کیوں ان لوگوں کے سامنے میدان مقابلہ میں نہیں آتے پھر میں تو کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتا ہاں یہ جانتا ہوں کہ اگر آپ نے اس عقیدہ پر اصرار کیا کہ سارے مسلمانوں کو کافر کہتے رہو تو اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ حضرت صاحب نے اپنے مکفرین کے لئے کئی سال تک صبر کیا میں کس طرح ایسی جلد بازی سے کام لوں۔ حتی الوسع آپ کو سمجھاتا رہونگا آئندہ کا علم اللہ تعالےٰ کو ہے۔ کہ کیا ہوگا یا کیا نہیں ہوگا۔ پھر میں نے تو جہانتک تحقیق کیا ہے وحی الٰہی سے آنحضرت صلعم کو مباہلہ کا حکم ہوا تھا۔ آپ نے خود بخود درخواست مباہلہ نہیں کی وحی الٰہی سے حضرت مسیح موعود کو حکم ہوا وہ مامور تھے۔ معلوم نہیں آپ بار بار کس سنت پر مباہلہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ آپ کی بد دعا سے ہم ڈرتے ہیں اگر اس قسم کا ڈر ہوتا تو پہلے دن ہی کیوں آپ کو کہدیا ہوتا کہ عقائد میں میں آپ کا سخت مخالف ہوں۔ جماعت کے لئے ان کو مہلک سمجھتا ہوں۔ اور ان کی تردید کے لئے پورا زور لگاؤنگا۔ پھر آپ تو شروع سے بد دعائیں ہمارے لئے کرتے رہے ہیں اب اور کونسی بد دعا آپکے ترکش میں باقی ہے وہ بھی کر لیجئے ہمارا محافظ ہمارا خدا ہے آپکے مریدوں نے تو ہماری موت کی تاریخیں مقرر کرکے بھی قادیان سے خط لکھے ہیں اور وہ تاریخیں گذر بھی چکی ہیں ہمارے پاس محفوظ ہیں مگر یہ باتیں نہ انکو کام دینگی نہ آپکو ہم تو آپکے لئے بد دعائیں نہیں کرتے اگر آپکا حوصلہ ہے تو خیر اپنے لئے [illegible] میں شروع سے جانتا ہوں کہ آپکی جماعت میں جو گالیاں دینے بہتان باندھنے غیبت کرنے کی مرض پیدا ہو گئی ہے وہ مرشد کا روحانی اثر مریدوں میں جلوہ گر ہے اب آپکی طبیعت کا یہ رنگ بارہا آپکی تحریروں میں اپنی جھلک دکھا جاتا ہے مگر جمعہ کے خطبہ میں وعظ کے منبر پر کھڑے ہو کر اپنے سے عقائد اختلاف رکھنے والوں کو گالیاں دینا یہ شاید پہلے کمی تھی ہوا تو آپ نے اس کمی کو جو [illegible] محسوس کی ہوگی پورا کرکے اپنی خلافت کے دعوے کو سچا ثابت کر دکھایا۔ آپ نے سچ کہا خدا کے دروازے کا کتا بننا بھی ہمارے لئے فخر ہے ہاں خدا دنیا کی حرص کا کتا نہ بنائے۔

میں نے سنا ہوا تھا کہ آپ ان گالیوں کو جو ہمیں دیجاتی ہیں ناپسند کرتے ہیں۔ مگر اب آپ کے خطبہ سے فیصلہ ہو گیا کہ وہ لوگ آپ کے مخلصین ہیں جو اس کام پر لگے ہوئے ہیں آپ کے مریدین کہا کرتے تھے کہ آپ ان لوگوں کو اچھا نہیں سمجھتے جو ہمیں گالیاں دیتے ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا کہ یہ کام خاص مخلصین کے سپرد تھا۔ بیشک اس صورت میں آپ مبارکباد کے قابل ہیں کہ آپ کے مخلصین آپ کی ہدایات پر خوب عمل کر رہے ہیں۔

میرے ایک نقطہ پر جو بعض ان لوگوں کے متعلق کہا تھا جو ڈیڑھ سال سے ہمیں گالیاں دینے اور ہم پر بہتان باندھنے میں مصروف ہیں تو آپ اس قدر جھنجھلائے ہیں مگر آپ کے اپنے اخبار میں جس میں یہ خطبہ چھپا ہے آپ کے مریدین کو اعین لا یبصرون بھا و لھم اذان لا یسمعون بھا کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ کو غصہ نہ آیا۔ گویا جو کچھ آپ کے مخلصین کہتے جائیں وہ سب سچ ہے وہ جائز ہیں اپنے ہی دوستوں کو کالانعام قرار دیں۔ مگر ہم اگر جائز طور پر کبھی کسی دریدہ دہن کی شکایت کریں تو اس پر آپ کو اس قدر طیش آجاتا ہے کہ آپ اپنے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔

مباہلہ کے چیلنج پر آپ پھولے نہیں سماتے حالانکہ جو آپ کو چیلنج دیتے ہیں ان کے مقابلہ میں آپ ایسے دبک جاتے ہیں کہ گویا آپ کو خبر ہی نہیں۔ میں نے تو اوپر لکھ دیا ہے کہ میرے نزدیک خدا کے حکم کے سوا مباہلہ کرنا ٹھیک نہیں۔ یہی وہ بات ہے جو خود حضرت مسیح موعود نے لکھی ہے اول جب آپ سے مباہلہ کی درخواست کی گئی تو آپ نے انکار کیا اس کو بھی فرار کہو گے اس کے بعد اول آئینہ کمالات اسلام میں تحریر فرمایا۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۶۱

"ان تمام مولویوں اور مفتیوں کی خدمت میں جو اس عاجز کو **جزئی اختلافات*** کی وجہ سے یا اپنی نافہمی کے باعث سے کافر ٹھہراتے ہیں عرض کیا جاتا ہے کہ **اب میں خدا تعالیٰ سے مامور ہو گیا ہوں** کہ تا میں آپ لوگوں سے مباہلہ کرنے کی درخواست کروں۔۔۔ اور مباہلہ کی اجازت کے بارے میں جو کلام الٰہی میرے پر نازل ہوا وہ یہ ہے"

پھر اس جگہ وہ الہامات نقل کئے ہیں جن میں سے ایک الہام آیت قرآنی **قل تعالوا ندع ابناءنا** و ابناءکم ہے۔ ایسا ہی انجام آتھم میں لکھتے

*کس قدر ظلم ہے جس بات کو خود مسیح موعود "جزئی اختلافات" کے نام سے پکارتے ہیں اور جس کی بنا پر تکفیر اہل قبلہ کو برا فعل ٹھہراتے ہیں انہی اختلافات کو آج اصولی قرار دیکر چالیس کروڑ مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے۔ احمدی قوم کے دانشمندو! مسیح موعود کے مذہب کو اپنا مذہب بناؤ اور ایک غیر مامور کے پیچھے لگ کر اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔

ہیں " اسی نے مجھے حکم دیا کہ تا میں آپ لوگوں کے سامنے مباہلہ کی درخواست پیش کروں"۔
اب خدا کا خوف کر کے بتاؤ کہ آپ کو وہ کونسا الہام ہوا ہے جس میں ہمارے ساتھ مباہلہ کی اجازت دی گئی ہے۔ محض اپنی نفسانیت پرستی اس چیلنج کی بنا ہے اور مباہلہ تو یہی ہے کہ آپ ہمارے لئے بددعا کریں اور ہم آپ کے لئے سو آپ تو کر چکے ہیں اور آپ کو ہماری تباہی کا الہام بھی ہو چکا ہے ضرورت ہو تو میں وہ آپ کے مریدین کے خطوط شائع کر دوں جو ہمارے نام بھجوائے گئے ہیں۔
اور اور بھی آپ کو اجازت ہے کہ اگر آپ کی پہلی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو اور بددعائیں کرتے رہیں۔ مگر میں ایسی دعا کرنی نہیں چاہتا کل یعمل علی شاکلتہ کاش آپ کے مریدین غور کرتے اور خدا ترسی سے کام لیکر سوچتے کہ آپ کے اندرونی خیالات کا اس سے کیا اندازہ لگتا ہے۔ آپ مامور نہیں مگر بار بار مباہلہ پر زور دیتے اور پھر فخریہ اس کو خطبوں میں بیان کرتے ہیں کہ ہمارے مباہلہ سے بھاگ گئے میاں صاحب آپ کے نزدیک تو سوائے حکم الٰہی کے مباہلہ کے لئے بلانا جائز نہیں پھر جو لوگ آپ کو مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں ان سے آپ کیوں بھاگتے ہیں ہم تو ایک امر کو جائز نہیں سمجھتے اس لئے نہیں کرتے آپ اسے جائز سمجھ کر پھر کیوں گریز کر رہے ہیں۔ اب انصاف کیجئے کہ خرگوش کی طرح آپ مباہلہ سے بھاگ رہے ہیں۔
تاہم۔ اگر ہمت ہے تو جو آپ کو للکار رہے ہیں ان کے مقابلہ میں میدان میں نکلئے ہمارا انکار اگر گریز ہے تو یہ اسی طرح کی گریز ہے جیسے خود مسیح موعود نے عبدالحق غزنوی کے مقابلہ میں اختیار کی
ہماری تو یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان غلطیوں سے نکالے اور ہم اسی طرح پر کوشش کرتے رہینگے اور دلائل سے آپ کو سمجھاتے رہینگے۔ کاش آپ کوئی اصول قائم کر کے دلائل کی طرف متوجہ ہوتے اور جماعت کو اس مہلک غلطی سے نکالنے کی کوشش کرتے ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

ایک اور شخص کا رجوع بیعت محمود سے۔

داتہ سے مولوی فیض اللہ صاحب نے میاں صاحب کی بیعت سے اپنا توبہ نامہ لکھ کر بھیجا ہے جو انشاء اللہ آئندہ ضمیمہ میں درج ہوگا۔

مسئلہ کفر کے متعلق ایک نئی بات

"مبائعین میاں صاحب کے خطاب"

حضرت امام اعنی مسیح موعود علیہ السلام کو جن لوگوں نے کافر کہا اُن کی نسبت حضرت امام اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۳ پر فرماتے ہیں
"میں جانتا تھا کہ مسلمانوں سے ملاعنہ جائز نہیں۔ مگر اب مجھ کو بتلایا گیا ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہے اور اس کو اہل قبلہ اور کلمہ گو اور عقائد اسلام کا معتقد پاکر پھر بھی کافر کہنے سے باز نہیں آتا وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہے"
یعنی ایک مسلمان کو باوجود اہل قبلہ اور کلمہ گو اور عقائد اسلام کا معتقد پانے کے کافر کہنے والا خود دائرہ اسلام سے خارج ہے
مگر جناب میاں صاحب اس کے برخلاف اپنے خطبہ جمعہ میں جو الفضل ۱۸/۲ مئی ۱۹۱۵ء میں موٹے حروف میں شائع ہوا ہے فرماتے ہیں
"غیر مبائعین خواہ ہمیں کافر چھوڑ اکفر کہیں۔ اور جو ان کا جی چاہے فتوے لگادیں اور غیر احمدیوں کو مسلمان کہنے کی خاطر ہمیں کافر قرار دیں لیکن ہم انہیں غیر احمدیوں سے اچھا ہی سمجھتے ہیں اور کافر نہیں مسلمان یقین کرتے ہیں"
علاوہ ازیں جناب میاں صاحب تمام جہان کے مسلمانوں کو باوجود اہل قبلہ اور کلمہ گو اور عقائد اسلام کے معتقد پائے جانے کے) تو اس لئے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو جو نبی ہو کر آئے ہیں نہیں مانتے چنانچہ وہ فرماتے ہیں
"جو حکم نبی کے انکار کے متعلق قرآن کریم میں ہے وہی مرزا صاحب کے منکر کی نسبت ہے" (القول الفصل صفحہ ۳۳)
یعنی اولئک ہم الکافرون حقا کے ماتحت وہ پکے کافر ہیں۔ اور یہ تو مسلمہ فریقین کیا تمام جہان کا جو آسمانی کتابوں کے معتقد ہیں مسلمہ ہے کہ نبی کا منکر یقیناً کافر ہوتا ہے۔
مگر پھر جناب میاں صاحب ہم سب احمدیوں کو جو حضرت مجدد الدین سیدنا محمد علی صاحب کو اپنا امیر مانتے ہیں منکر نبوت مسیح موعود قرار دیتے ہیں۔
چنانچہ جناب میاں صاحب اپنے خطبہ جمعہ میں جو الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا (جس میں ہفتہ وار خواجہ صاحب اور اُن کے رفقاء کو گالیاں دینے کا اہتمام ہوتا ہے) فرماتے ہیں۔
"ایک وہ جماعت ہے جو حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتی ہے۔
ایک وہ جو نبی نہیں مانتی"
یعنی حضرت مولوی محمد علی صاحب اور جماعت کا ایک حصہ حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا۔
ساتھ ہی اس کے جناب میاں صاحب اپنے فتاوی احمدیہ میں جو الفضل ۱۴ر اکتوبر ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا غیر مبائع کے ساتھ مل کر قربانی کرنا اور غیر مبائع کی برات میں جانا جائز فرماتے اور ہماری نسبت یہ فتوے دیتے ہیں کہ:۔
"عیسائیوں اور ہندوؤں سے بھی ایسے تعلقات رکھنے جائز ہیں
یہ تو احمدی مسلمان ہیں"
تو اب سوال یہ ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کو نبی ماننے والے بھی احمدی مسلمان ہیں اور حضرت مرزا صاحب کو نبی نہ ماننے والے بھی احمدی مسلمان ہیں تو پھر دوسرے تمام مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا کس بنا پر ہے
کیا جناب میاں صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلعم یا حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ کو نبی نہ ماننے والے بلکہ صرف اُن کو ولی اور نیک اور بزرگ اور مقدس انسان جاننے والے بھی مسلمان کہلا سکتے ہیں۔
بینوا! توجروا
(حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ)

ضمیمہ کی امداد

کی طرف ابھی تک بہت کم دوستوں نے توجہ کی ہے اور اس عدم توجہی سے اخبار پر جو گراں بار بوجھ پڑ سکتا ہے وہ اس کی مالی حالت کے لئے قابل برداشت نہیں آخر پانچ پانچ روپے دینے والے سوا ڈیڑھ سو کا جماعت میں سے دست امداد بڑھانا کوئی مشکل امر نہیں۔ ضرورت ہے کہ احباب بہت جلد اس طرف توجہ کریں۔

سیالکوٹ میں محمودیوں کا جلسہ اور اُن کی ناکامی

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۷ نومبر ۱۹۱۵ء)

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ محمودیوں نے اپنا جلسہ مسجد کبوتر نوالی میں ۱۵-۱۶-۱۷ اکتوبر کو کیا۔ مسجد میں چند دریاں بچھائی گئیں۔ اور قریب دو درجن کے کرسیاں بھی مہیا کی گئی تھیں جن کیواسطے بار بار شہر میں ڈھنڈورہ پیٹا گیا۔ کہ معزز نشینوں کیواسطے کرسیوں کا انتظام کیا گیا ہے مگر افسوس سوائے پریذیڈنٹ صاحب جنکی کرسی کے تینوں دن تمام کی تمام کرسیاں خالی ہی پڑی رہیں رہاں ایک دن ایک آدھ رپورٹر ایک کرسی پر کچھ وقت کیواسطے تشریف فرما تھے) اور دریوں پر بیٹھنے والوں کی تعداد بھی کم سے کم ۳۰ اور زیادہ سے زیادہ ۸۰ تک تھی۔ اور یہی حال تینوں دن رہا۔ چنانچہ جو ذلت اُن کو اسلامیہ اسکول میں جگہ نہ ملنے سے ہوئی تھی۔ جلسہ کی ناکامی سے اسکی رہی سہی کسر پوری ہو گئی۔ اور میرزا قاسم علی نے علانیہ اقرار کیا۔ کہ "ہم دو دفعہ سیالکوٹ آئے ہیں اور دونوں دفعہ ہی ہمکو ذلت نصیب ہوئی ہے۔ یعنی پہلی دفعہ ہم مسجد دو دروازہ سے جو عین شہر کے سنٹر میں بڑی مسجد ہے۔ آئندہ ہمیشہ کیواسطے ہم لیکچر سے منع کر دیئے گئے ہیں۔ اور اب کی دفعہ اسلامیہ اسکول سے روک دیئے گئے ہیں۔ اور محمودیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جب تک تم اپنی جگہ جلسہ کے واسطے نہ بناؤ گے ہم آئندہ سیالکوٹ نہیں آئینگے اور نہ ہی میاں صاحب آئندہ سیالکوٹ میں آنے کی ہمیں اجازت دینگے۔ خدا جانے اُنہوں نے یہ بات میاں صاحب سے پوچھکر کہی تھی یا ایسے ہی! اور اس بات کے پابند بھی رہیں گے یا نہ۔ بہر حال اس بات پر بڑا زور دیا کہ دسمبر سے پہلے جگہ بن جانی چاہیئے۔

خیر محمودیوں نے احمدیوں کی ریس کر کے جلسہ تو کر لیا۔ جو اثر جو ایہر قدم ایدہ اللہ بنصرہٖ و حضرت خواجہ صاحب وغیرہم کی تقریروں کا سیالکوٹ کی پبلک پر ہوا تھا۔ اُسکو زائل اور دور کرنے میں ناکام و نامراد ہی رہے کیونکہ اُنکی غرض و غایت ہی اس جلسہ سے صرف یہی تھی۔ قطع نظر ان سب باتوں کے تین دن تک جلسہ ہوتا رہا۔ مولوی غلام رسول راجیکی کی تقریر میں جو بات قابل نوٹ تھی وہ یہ ہے کہ "جو شخص پانچ ارکان اسلام کا پابند ہے وہ مسلم ہے" مگر نہیں معلوم مولٰنا صاحب کو یہ ہو گیا تھا۔ یا خواب میں وہ

مسلم کی یہ تعریف کر رہے تھے۔ کیونکہ جہاں تک ہمارا علم ہے۔ ہمیں یاد ہے۔ کہ محمودیوں کا مصنوعی خلیفہ اور تمام محمودی یہی کہتے ہیں جب تک حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت نہ کی جاوے کوئی شخص مسلم ہو نہیں سکتا۔ چاہے وہ تمام ارکان اسلام ہی کیوں نہ بجا لاتا ہو۔ ورنہ اگر مسلم کی یہی تعریف ہے تو پھر ہم سے کیوں تھم لٹھا ہو رہی ہے۔

مولوی سید سرور شاہ نے جو تقریر ختم نبوت پر کی تھی اس میں تو صرف وہی تھا جو آئے دن قادیانی اخبارات میں ہوتا ہے۔ ہاں ایک بات ضرور قابل غور ہے۔ وہ یہ ہے کہ "آنیوالے عیسٰے کے نبی اللہ ہونے میں احمدی و غیر احمدی دونوں قائل ہیں۔ مگر خدا معلوم یہ نئیرا گروہ جو انکو ناقص و مجازی نبی کہتا ہے۔ کہاں سے پیدا ہو گیا" مگر جناب کو شاید یاد نہیں رہا۔ یا غلو نے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ جو حضرت صاحب کی کتب کی اور تحریرات کی پرواہ نہیں کیجاتی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ تو بار بار یہی فرماتے ہیں کہ آنے والے عیسٰے کو جو نبی اللہ کہکر پکارا گیا ہے۔ تو وہ صرف ایک استعارہ ہے۔ نہ یہ کہ وہ حقیقی رنگ میں نبی ہے۔ اور نبوت کے حقیقی معنوں کے رُو سے آنحضرتؐ کے بعد نہ تو کوئی نیا نبی اور نہ کوئی پرانا نبی آسکتا ہے۔ اور جو شخص حقیقی رنگ میں بعد آنحضرتؐ کے نبوت کا دعوٰے کرے تو وہ مسیلمہ کذّاب کا بھائی ہے۔ اور خارج از اسلام ہے اور اس پر خدا کی اور ملائکہ کی اور کل مخلوقات کی لعنت ہے۔ اور بعد آنحضرتؐ کے حقیقی رنگ میں نبی کے آنے سے اسلام کا تار و پود بگڑ جاتا ہے" جو الزام حضرت صاحب پر مکفر علماء لگاتے تھے اور حضرت صاحب بار بار اس کا اپنی ہر تحریر و تقریر میں انکار کرتے تھے اسی الزام کو قبول کر کے یہ نادان دوست اب اُن مکفر علماء کی تصدیق کر رہے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ اس کی زد کہاں پہنچتی ہے۔ دوسری بات جو مولوی سرور شاہ کی تقریر میں قابل غور تھی۔ اور جسے اُنہوں نے بڑی تحدی سے خانہ خدا میں کھڑے ہو کر بیان کیا۔ وہ یہ ہے کہ مجھپر الزام لگایا جاتا ہے کہ میں ہر وقت تین لڑی کی قسمیں کھاتا رہتا ہوں چنانچہ جب میں لاہور گیا۔ تو وہاں بھائی محمد عثمان نے مجھے کہا کہ مولوی صاحب آپ کو یہاں آئے تین دن گذر گئے ہیں۔ مگر آپ نے ان دنوں میں یہاں کوئی قسم نہیں کھائی۔ تو میں نے اُن کو کہا۔ میں نے صرف ایکدفعہ بمقام شملہ عمر دین کے پاس اس مضمون کی قسم کھائی تھی کہ محمد علی صاحب کا اور میاں صاحب کا عقیدہ در بارہ کفر اہل اسلام ایک ہے۔ اس کے سوا نے پھر لئے خدا سمجھے اپنی زبان سے اپنے جھوٹ کا اقرار تو کر لیا

کوئی قسم نہیں کھائی۔ مگر پیغامی خواہ مخواہ جھوٹی قسموں کا الزام مجھکو دیتے ہیں۔ مگر راقم کے خیال میں پیغام پارٹی کا اس سے یہ مطلب تو ہرگز نہیں۔ کہ آپ ہر وقت قسمیں ہی کھاتے رہتے ہیں۔ بلکہ جہاں تک میرا خیال ہے یہ مطلب ہے کہ آپ بطور سلطانی گواہ کے ہیں اور میاں صاحب کو جب کبھی کسی کتاب کے منسوخ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو جھٹ آپ تین لڑی کی قسم کھا لیتے ہیں۔ چنانچہ جب میاں صاحب کو کتاب تریاق القلوب کے منسوخ کرنے کی ضرورت پڑی تو جھٹ آپ نے یہی تین لڑی کی قسم واللہ باللہ تاللہ کہکر کھائی۔ اور کتاب تریاق القلوب جس میں حقیقت اور معرفت کے دریا بہ رہے ہیں۔ منسوخ کر دی۔ اور نہ صرف کتاب مذکورہ کو ہی منسوخ کیا۔ بلکہ مندرجہ ذیل باتیں بھی اس تین لڑی کی قسم نے حل کر دی ہیں۔

(۱) مولانا کو یہ علم تھا۔ کہ حضرت صاحب صرف دو سطریں ہی اور لکھیں گے گویا کہ علم غیب سے مولوی صاحب کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ حضرت صاحب کو دو سطریں ہی اور لکھنی ہیں۔ اور بس۔

(۲) جب حکیم فضلدین صاحب مرحوم حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کے پاس آئے۔ تب بھی آپ پاس تھے۔

(۳) اور جب مولوی نورالدین صاحب حضرت صاحب کے پاس گئے ہیں اور جاکر کتاب تریاق القلوب کے مکمل کرنے کے واسطے کہا تب بھی آپ پاس تھے۔ (۴) جب پیر منظور محمد سے حضرت صاحب نے مسودہ منگوایا تب بھی آپ پاس تھے۔

(۵) اور آپ کو علم تھا۔ کہ حضرت صاحبؑ نے صرف دو سطریں اور لکھنی ہیں۔ مگر حضرت صاحبؑ نے کئی سطریں لکھیں۔

مندرجہ بالا خمسہ امور سے ایک مسمریہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جس شخص نے یہ تین لڑی کی قسم کھائی ہے اس نے حق اور راستی کو چھپانے کی بڑی کوشش کی ہے یعنی جب جب کتاب مذکور کا ذکر آتا ہے۔ آپ وہاں پہلے سے ہی موجود ہوتے ہیں۔ اور تین سال کی مدت کو بھی جھٹ اپنی قسم سے پورا کر دیا ہے۔ وہ ان پنجگانہ امور کے علاوہ ہے۔ دروغگو را حافظہ نباشد۔ شاید مولانا کو سہو ہو گیا ہو اور اُنکو صرف شملہ والی قسم ہی یاد ہو۔ اور یہ قسم یاد سے اتر گئی ہو۔ لہٰذا ہم جناب کو آپ کی کتاب حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ ۲۹ کا حوالہ دیتے ہیں کہ وہ اسکو ایک دفعہ مزید مطالعہ کریں ممکن ہے مولوی صاحب کسی اور عالم میں مطلب خانہ خدا میں کھڑے ہو کر بڑی تحدی سے [illegible] سمجھے کہ بعد نہ شملہ والی قسم کے آپنے کبھی اور قسم نہیں کھائی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار

پیغام صلح

لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
اندریں آمدہ از مادر ہم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
مہر او باشیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ ما را رحی او ایمائے بود

مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
بادۂ عرفان ما از جام اوست
دامن پاکش بدست ما مدام
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہر نبوت را بروشد اختتام
زو شدہ سیراب سیراب کہ ہست
آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
اقتدائے قول او در جاں ماست
از ملائک و از خبرہائے معاد
آں ہمہ از حضرت احمد است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
معجزات انبیاء سابقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
یک قدم دوری ازاں عالی جناب

وصل دلدار ازل بے او محال
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
منکر آں مستحق لعنت است
منکر آں مورد لعن خدا است
آنچہ در قرآں بیانش تابیقیں
ہر کہ انکار سے کند از اشقیاست
نزد ما کفر است و خسران و تباہ

قیمت

سالانہ ے ششماہی ے سہ ماہی ماہوار

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | [illegible] لاہور یکشنبہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۵۶

درس صحیح بخاری

سبق اول

علم حدیث کے متعلق چند ضروری نوٹ

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

یہ تو حال امام بخاری کے وقت کا ہے لیکن خود رسول اللہ صلعم کے وقت یہ حال تھا کہ سب کچھ حافظوں میں ہی محفوظ تھا۔ خود حضرت عائشہؓ کو ایام جاہلیت کے شعر کثرت سے یاد تھے پھر لغت اور قواعد وغیرہ سب کچھ صحیح حافظوں میں (یعنی) موجود تھے۔

ایسا ہی نبی کریم صلعم کے زمانہ میں حدیث کو یاد رکھنے کا بھی شغل تھا مثلاً حضرت ابی ہریرہ و انس بن مالک وغیرہم کا شغل ہی یہی تھا کہ نبی کریم صلعم کے ساتھ رہتے تھے۔ اور حدیث کو یاد کر لیتے تھے انھوں نے نبی کریم صلعم کے سامنے ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ اس کا ایک ایک لفظ آئندہ امت کے لئے سند ہوگا صحابہ کرام کی غرض چونکہ دین کو پھیلانا تھا اس لئے وہ حدیث کا ایک ایک لفظ محفوظ رکھتے تھے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار تاکید فرماتے تھے بلغ الشاھد الغائب۔ دیکھنے والا غائب کو پہنچاوے جس سے پایا جاتا ہے کہ آپ کی بھی خواہش تھی کہ حدیث دوسروں کو پہنچائی جاوے۔ اور محفوظ رہے۔ لکھنا اس لئے منع فرمایا تھا کہ کہیں اسے قرآن نہ سمجھ لیا جاوے اور قرآن کی حفاظت پر زد نہ پڑے۔ تو پس اس پہلے مرحلہ میں بھی خود نبی کریم کی خواہش اور صحابہ کرام کی خواہش اور جد و جہد حدیث کی حفاظت کے لئے پائی جاتی ہے۔

دوسرا مرحلہ پھر آپ کے بعد صحابہ کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اس مرحلہ میں بھی باتیں تو وہی ہیں لیکن زیادہ حفاظت کی صورت یہ پیدا ہو گئی کہ مثلاً بعض مقدمات کا فیصلہ کرنا ہے۔ اس لئے یہ دستور تھا کہ کوئی مقدمہ جو پیش ہوا تو کسی شخص نے آکے بیان کیا کہ فلاں وقت رسول اللہ صلعم نے اس امر کے متعلق یہ بیان کیا تھا اس پر اس کے متعلق شہادتیں طلب کی جاتی تھیں اور پختہ شہادت ہونے پر فیصلہ ہو جاتا تھا۔ پھر اس زمانہ میں حدیث کے درس بھی شروع ہو گئے تھے حضرت ابوہریرہ۔ انس بن مالک۔ عبداللہ ابن عباس نے جن کو حضرت عمرؓ کے دربار میں بہت عزت حاصل تھی درس دینے شروع کر دیئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کو چھوٹی عمر میں ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا فہم اور حدیث کا علم دیا تھا۔ اسی لئے حضرت عمرؓ ان کی دربار میں بڑی عزت کرتے تھے۔ کسی نے حضرت عمرؓ پر اعتراض بھی کیا جس پر حضرت عمرؓ نے ان سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ تو انھوں نے فوراً اسے حل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اسی لئے میں ان کی اس چھوٹی عمر میں عزت کرتا ہوں۔ پھر اس کے بعد

تیسرا مرحلہ آتا ہے صحابہ کے بعد تابعین کے درس تدریس کے سلسلے جگہ بجگہ شروع ہو گئے۔ اور انھوں نے زیادہ حفاظت کے لئے حدیثوں کو پرزوں پر لکھنا بھی شروع کر دیا۔ وہ سب پرزے جگہ بجگہ لکھے ہوئے محفوظ رہتے تھے لیکن اس طرح سے بین الدفتین نہ تھے جیسے کہ اب حدیث کی کتابیں ہیں۔ بہرحال ان پرزوں کے ذریعہ سے حدیث کی حفاظت کا اور بھی سامان ہو گیا۔ اس وقت جتنے درس دینے والے تھے سب لکھ لیتے تھے جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے جو امام بخاری کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے کہ امام بخاری نے درس دینے والے کو کہا کہ اپنی کتاب نکال لا۔ یہ پرزے اس وقت کتاب کا کام نہ دیتے

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و مینجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیطرف سے شائع ہوا

تھے۔ جیسا کہ ہم آج بطور حوالہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ بخاری میں یوں لکھا ہے یا مسلم میں یوں لکھا ہے۔ ان پرزوں سے یہ کام نہ نکل سکتا تھا۔ ہاں بطور شہادت کے وہ پرزا پیش ہوتا تھا۔ نرا حوالہ دے دینا کافی نہ تھا

چوتھا زمانہ تبع تابعین کا ہے۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جب حدیثوں کی چھوٹی چھوٹی کتابیں بننی شروع ہو گئیں۔ لیکن یہ کتابیں خاص خاص مقامات کی حدیثوں پر ہی مشتمل ہوتی تھیں۔ جیسے مؤطا امام مالک جو امام مالک رح نے لکھی اور یہ صرف ان احادیث پر مشتمل ہے جو اہل حجاز سے انھیں مل سکیں یعنی حجاز کے اندر جس قدر حدیثیں انھیں دستیاب ہو سکیں وہ انھوں نے اپنی کتاب میں جمع کر دیں و علی ہذا القیاس۔

پانچواں زمانہ امام بخاری کا ہے اس زمانہ میں امام بخاری نے یہ کام کیا کہ ان تمام احادیث کو جو پہلے خاص خاص امور کے متعلق جدا جدا کتابوں میں تھیں ایک جگہ جمع کر دیا۔ خوب چھان بین کی اور ان راویوں کے پاس پہنچے جن کے متعلق انھیں پتہ لگا کہ ان کو کوئی حدیث معلوم ہے۔ اور پھر ان سب احادیث کو جو ان کو مل سکیں اور صحیح معلوم ہوئیں ایک ہی کتاب میں جمع کر دیا۔

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

روسی میدان جنگ لنڈن ۱۶ نومبر۔ پیٹروگریڈ۔ ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ گذشتہ مہینوں میں روسیوں نے ۴۹۸۷۴ آسٹرین اور جرمن قیدی گرفتار کئے۔ اور ۲۱ توپیں اور ۱۱۸ کلدار توپیں چھین لیں روسی بدستور ریگا فرنٹ پر دباؤ ڈال رہے ہیں اور دشمن جھیل کاٹمار کے شمال میں چار میل تک پسپا کر دیا گیا ہے۔ اور روسیوں نے بہادرانہ طور پر مشکلات کو عبور کر کے شہر الکسٹ اور اس کے قبرستان کا بڑا حصہ تباہ کر دیا ہے۔ باقی جگہ میں سوائے جرمن بھاری توپ خانہ کی سرگرمی کے جس کے باعث وہ جیکوبزاڈ ڈونسک کے نزدیک پیشقدمی کرنے کے قابل ہوئے ہیں +

بلقانی پسپائی لنڈن ۱۵ نومبر۔ پیرس آج شام کا اعلان مظہر ہے کہ فرانسیسی افواج نے واسردو کے شمال کی طرف پیشقدمی کی۔ بلغاریوں نے سرنا کے دائیں کنارے پر شام محاذ پر شدید حملے کئے لیکن سخت نقصان سہہ کے ساتھ پسپا ہوئے۔

لنڈن ۱۶ نومبر پیرس۔ مشرقی فوج کی کارروائیوں کا ذکر کرتے ہوئے کل شام کا اعلان مظہر ہے۔ کہ ۱۳ نومبر کو علاقہ رابرو و دبر میں اور کرنہ ولاک کی طرف لگاتار گولہ باری ہوتی رہی سرنا کے بائیں کنارے پر شدید لڑائی کی جہاں بلغاری بدستور ناکامیاب حملے کر رہے ہیں فرانسیسیوں نے علاقہ پیپ میں مصروف جنگ سرویوں کیساتھ نزدیکی تعلق قائم کر رہے ہیں بعد کی خبر۔ دریائے سرنا پر فرانسیسی اور بلغاریوں کے درمیان ۲۴ گھنٹے تک لڑائی ہوتی رہی جو نہایت شدید تھی۔ قریب میں بلغاری ڈویژنوں نے فرانسیسی مرکز کو چیرنے کے لئے بیباکانہ لیکن ناکام حملے کئے۔ لیکن پسپا ہوئے۔ بلا شبہ یہ فرانسیسی کامیابی ہے +

ڈنکرک پر بم پیرس۔ جرمن ہوائی جہازوں نے ڈنکرک کے نواح پر بم پھینکے چند شہریوں کا نقصان ہوا +

آسٹریوں کے شدید حملے رد کئے گئے لنڈن ۱۶ نومبر ایک اعلان مظہر ہے کہ وادی لیڈرو میں دشمن کے شدید حملے رد کئے گئے۔ یکشنبہ کا سارا دن لڑتے ہوئے سارڈینیوں نے کارسو میں ایک اور خندق پر قبضہ کر لیا۔

گیلی پولی میں خاموشی لنڈن ۱۶ نومبر پیرس کا ایک اعلان مظہر ہے کہ یکم نومبر سے ۱۱ نومبر تک دردانیال میں کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا۔ طرفین اپنی اپنی استحکامات مدافعت کو مضبوط کر رہے ہیں۔ اور سرنگیں بچھانے میں مصروف ہیں۔ برٹش مانیٹر جہازوں نے گیلی پولی کے فوجی استحکامات پر گولہ باری جاری رکھی +

ویرونا پر آسٹروی ہوائی جہازوں کا حملہ لنڈن ۱۵ نومبر۔ ویرونا پر آسٹروی حملے پر تمام اٹلی میں غصہ کا اظہار کیا جاتا ہے۔ پوپ کو اسکا بڑا رنج ہوا ہے۔ اور اس نے حکم دیا ہے کہ ویرونا کے آرچ بشپ سے تفاصیل معلوم کیجائیں

لنڈن ۱۵ نومبر۔ روما۔ آسٹرین ہوائی جہازوں نے برسکیا پر بم گرائے۔ جن سے ۷ اشخاص ہلاک اور ۱۰ مجروح ہوئے +

ایک سوال اور اُسکا جواب

ایک شخص نے شملہ سے دریافت کیا ہے۔ کہ

سوال۔ آیا معمولی بوٹ پہنکر فرضوں۔ سنتوں نفلوں اور واجبوں کی نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں اس کا جواب اخبار پیغام صلح میں شائع کر دیں۔

جواب۔ بیشک پہنا ہوا بوٹ ہو یا جوتی ہو اس کے ساتھ نماز پڑھنی جائز ہے۔ بلکہ سنت ہے۔ اس میں دونوں طرح کی حدیثیں (قولی اور فعلی) آنحضرت صلعم سے مروی ہیں حوالہ کے لئے ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل احادیث:-

(۱) حدثنا آدم بن ابی ایاس قال حدثنا شعبۃ قال اخبرنا ابومسلمۃ سعید بن یزید الازدی قال سالت انس بن مالک اکان النبی صلعم یصلی فی نعلیہ قال نعم (بخاری الجزو الاول کتاب الصلوٰۃ) ترجمہ۔ حدیث بیان کی ہم سے آدم بن ابی ایاس نے۔ اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے اس نے کہا خبر دی ہمکو ابومسلمۃ سعید بن یزید الازدی نے۔ اس نے کہا میں نے پوچھا انس ابن مالک سے۔ کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جوتی پہنکر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس نے جواب دیا ہاں۔

(۲) وعن شداد بن اوس قال قال رسول اللہ صلعم خالفوا الیہود فانہم لا یصلون فی نعالہم ولا خفافہم۔ رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ باب ستر) ترجمہ۔ شداد بن اوس سے روایت ہے اس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اُلٹ کرو یہود کا۔ کیونکہ وہ اپنی جوتیاں اور موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔

(۳) وعن سعید الخدری قال بینما رسول اللہ صلعم یصلی باصحابہ اذ خلع نعلیہ فوضعہما عن یسارہ فلما رای ذالک القوم القوا نعالہم فلما قضی رسول اللہ صلعم صلوتہ قال ما حملکم علی القائکم نعالکم قالوا رایناک القیت نعلیک فالقینا نعالنا فقال رسول اللہ صلعم ان جبریل اتانی فاخبرنی ان فیہما قذرا اذا جاء احدکم المسجد فلینظر فان رای فی نعلیہ قذرا فلیمسحہ ولیصل فیہما۔ رواہ ابوداؤد والدارمی (مشکوٰۃ باب)

ترجمہ۔ سعید الخدری سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ اس وقت کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلعم اپنے صحابہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے اپنی جوتیوں کو اتارا اور انکو اپنے بائیں ہاتھ رکھا پس جب لوگوں نے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنی جوتیوں کو اتار دیا۔ پس جب رسول اللہ صلعم اپنی نماز ختم کر چکے تو آپ نے فرمایا۔ کہ کس بات نے تمکو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ تم نے اپنی جوتیوں کو اتار دیا

بحث امام المنتظر دلیل العرفان نمبر ۲ پر ریویو

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

(۳) قال لی ابوجعفر واللہ انا الخزان اللہ فی سمائہ وارضہ لا علی ذھب ولا علی فضۃ الا علی علمہ (ص۱۱۱)

(۴) ان الامامۃ زمام الدین ونظام المسلمین وصلاح الدنیا وعز المومنین ...... بالامام تمام الصلوۃ والزکوۃ والحج والجہاد ...... وامضاء الحدود والاحکام ومنع الثغور والاطراف الامام یحل حلال اللہ ویحرم حرام اللہ ویقیم حدود اللہ ویذب عن دین اللہ ویدعو الی سبیل ربہ بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ الخ ...... (ص۱۲۰ کلینی)

(۵) قال سئلت عن قول اللہ عز وجل اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین قال ایانا عنی - (ص۱۲۶ کلینی) قال الصادقون ھم الائمۃ والصدیقون بطاعتھم

(۶) فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون قال الذکر محمد ونحن اھلہ المسئولون

(۷) فاسئلوا اھل الذکر الخ ...... قلت فانتم المسئولون ونحن السائلون - قال نعم -

الغرض آپ صحیح الکافی ہی کو دیکھیں کس قدر تعریفیں امام وقت کی بیان کی گئی ہیں - جس کی معرفت لازم ہے - وہ ہادی ہے - جو حلال اور حرام الہیٰ کو بیان کرنیوالا ہے - جو اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کو لوگوں تک پہنچانے والا ہے جو اہل ذکر ہے - جس کے بغیر نماز - روزہ - حج - زکوٰۃ کوئی قبول نہیں - وغیرہ وغیرہ صدہا باتیں مذکور ہیں مگر امام صاحب ندارد ہیں - ہم کہتے ہیں - بتلاؤ کہاں ہیں امام صاحب تاکہ ہم اس سے دریافت کریں ہمکو حلال وحرام الہیٰ اوامر ونواہی قرآن بتلاویں کیا اس گیارہ سو سال سے حیران اور سرگردان لوگوں کو کر رہے ہیں - ایک مفقود الخبر نامعلوم الوجود کا حوالہ دیتے ہیں - مجتہد لاہوری - اور کلا نوری اور لکھنوی کے فتاوے اور ان کا حلال وحرام بتلایا ہوا ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں - تو گویا اس وقت کا امام عادل - ظاہر - حکم مجتہدان لکھنؤ وکربلا ونجف ومشہد ہوئے نہ وہ امام جس پر تم حوالہ دیتے ہو کیونکہ حکم تو ان کا چل رہا ہے نہ اسکا - سوال تو ان سے کیا جاتا ہے نہ اُس سے ہادی تو یہ ہیں نہ وہ -

دوستو - ذرا عقل سے کام لو - جذبات نفس کو ٹھنڈا کرکے غور کرو - تم ہم کو کہتے ہو کہ بغیر اطاعت امام کے انسان سعادت اور نجات اخروی حاصل نہیں کر سکتا - اور اس کی اطاعت یہ ہے کہ اُس کے احکام اوامر ونواہی وتعلیم ہمکو معلوم ہو - اور گیارہ سو سال سے امام صاحب غائب ہیں - ہم تو اطاعت کرنے کے لئے تیار ہیں اسکے احکام اوامر ونواہی کی بجا آوری پر آمادہ اور مستعد ہیں مگر امام صاحب ہی ہمارے سے روپوش ہیں - اگر امام صاحب ہندوستان میں آجاویں تو اُن کو کوئی چشم زخم پہنچنے کا اندیشہ ہے - کوئی نہیں یہاں گورنمنٹ انگلشیہ کی حکومت ہے - شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں - کوئی گزند انکو نہیں پہنچا سکتا - وہ خدا کے رستہ کیطرف ہمکو حکمت اور مواعظ حسنہ سے رہبری کریں عصاء موسیٰ - ید بیضاء - کمند انڈہا منش - انگشتری سلیمان کے معجزے ہمکو بتلاویں - ہم کس طرح معجزات دیکھکر ان کو نہ مانینگے - میں یقیناً کہتا ہوں - کہ امام صاحب کی حجت ہم پر ہرگز قائم نہیں ہوسکتی ہم صاف کہدینگے کہ ہم تو اسکے ماننے کے لئے تیار تھے - خود صاحب ہمارے سے روپوش رہتے تھے بلکہ قیامت کے دن وہ ہماری حجت کے نیچے ہونگے - اگر اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا طریقہ نجات یہ ہے - جسکا امکان ناممکن ہے - تو گویا تکلیف مالا یطاق پر ہمکو کاربند ہونیکا حکم دیا جاتا ہے - اور خدا کی طرف سے ایسا دین اور مذہب نہیں ہوسکتا - الدین یسر لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا

اور یہ امر ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ محض معرفت (شناخت) اگر حاصل بھی ہو جاوے کہ واقعی کوئی امام ایسا ویسا موجود ہوگا یا ہے یا اُسکا ہونا ممکن ہے تو اس سے فایدہ کچھ نہیں جب تک کہ اسکے اوامر اور نواہی اور تعلیم پر ہم کاربند نہ ہوں - اگر ایک شخص کو رسول اللہ صلعم کی معرفت ہے مگر اُس پر ایمان نہیں لاتا - اور نہ اسکے احکام اوامر اور نواہی پر عملدرآمد کرتا ہے یا ایمان لاکر اسکے احکام کو نہیں مانتا اور فرائض اور واجبات کو ترک کرتا ہے تو ایسے شخص کو کیا بزرگی اور کرامت حاصل ہوسکتی ہے بلکہ ایسا عاصی شخص خود امامیہ اور تمام طوائف مسلمین کے نزدیک مستحق اور سزاوار اُن مواعید کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کئے ہیں پس وہ شخص جو فرائض اور حدود دات الہیٰ کو ترک کرتا ہو کس طرح کہسکتا ہے کہ میں نے امام کی معرفت حاصل کر لی یا اسکو ایسی معرفت (محض شناخت) سے حاصل کیا اور ایسے شخص کے لئے معرفت امام اور عدم معرفت اسکی برابر اور یکساں ہے بہت سے شیعہ ہیں جو کہتے ہیں - حب علی حسنۃ لا یضر معھا سیئۃ اور جبکہ حب علی رکھکر کوئی گناہ انسان کو ضرر اور نقصان نہیں پہنچا سکتا تو پھر امام معصوم کیطرف ہمکو حاجت ہی کیا رہی امام کی تلاش تو اس لئے سمجھی جاتی ہے تاکہ اس سے معالم دین وہ سیکھیں - اعمال صالحہ بجالاویں اور گناہوں سے بچیں - مگر جب محبت علی رکھکر گناہ کرنے جائز کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے - تو امام زمان کی کیا ضرورت باقی رہی؟

آپ خود ہی انصاف کریں کہ آیا مقاصد امامت اس امام منتظر سے پورے ہوتے ہیں ہرگز نہیں - مقاصد ولایت اقامۃ حدود وتقسیم اموال اقامت الحج - عیدین - جمعہ - وجماعت اوقات خمسہ امر بالمعروف - نہی عن المنکر وغیرہ ذالک ہیں - گیارہ سو سال میں کونسا امامت کا کام اُس نے کیا - اُس سے تو اُس کے آبا واجداد بدرجہا اچھے تھے جن سے کم از کم مسائل دین پوچھنے کا موقعہ تو اُس وقت کے لوگوں کو حاصل تھا - تمہارا خود عقیدہ ہے[1] کہ جبان اور بزدل لائق امامت نہیں - پھر اس سے بڑھ کر بزدلی اور کیا ہوگی - کہ گیارہ سو سال میں نکلنے کی جرأت ہی نہیں ہوئی - ایسے بزدل سے آئندہ کیا اُمید نفع ہوسکتی ہے - کون سے مصالح دین ودنیا ہمارے ان سے حاصل اور درست ہوتے ہیں - اچھا مرزا غلام احمد صاحب کو ہم نے امام قبول کیا ہے سینکڑوں دینی فوائد اس سے ہم کو حاصل ہوئے ہیں - ۳۰ سال تک میں شیعہ تھا نہ مجھکو قرآن باترجمہ آتا تھا نہ احادیث کے مطالعہ پر رغبت تھی نہ نماز میں خضوع اور خشوع تھا نہ نماز کے معانی پر عبور تھا - نہ دعا کی حقیقت کو سمجھا ہوا تھا نہ گناہوں سے نفرت اور کنارہ کشی تھی - نہ تدبر فی القرآن پر جرأت تھی وغیرہ وغیرہ - صدہا امر محسوس اور مشہودی طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ایمان - اعتقادات اعمال صالحہ میں پیدا ہوگئے ہیں اور جو باتیں محض تقلیداً بلا معرفت ہم نے مانی ہوئی تھیں وہ علم الیقین اور حق الیقین کے درجہ پر ہم کو حاصل ہوگئی ہیں - اب کونسا ایسا بے عقل اور سفیہ ہوگا جو نقد فوائد کو چھوڑ کر اُدھار کے پیچھے پڑ جاوے اور اوہام باطلہ میں اپنی عمر گذار دے - اچھا دو اُستاد ہیں - ایک اُستاد لڑکوں کو سبق پڑھاتا ہے - اُن کو وعظ ونصیحت خود حاضر رہکر کرتا رہتا ہے لڑکے اس اُستاد سے پڑھکر اور اس کی نصیحتوں کو سُن کر اس پر عملدرآمد کرتے ہیں اور تدریجاً ترقی کرتے جاتے ہیں - حتیٰ کہ خود اپنی ترقی کو اور اپنی کامیابی اور حصول مقاصد کے آثار کو اپنے وجود میں محسوس اور مشہود دیکھتے ہیں - دوسرا اُستاد ہے جو غائب ہے نہ لڑکوں کو تعلیم دیتا ہے نہ حاضر ہوکر - چند اور لا سرنخ کی باتیں لوگوں کو سناتا کہ لڑکے اسکا نشان اور پتہ تلاش کرکے کچھ سراغ لگا

[1] جو مظلوم کا حق ظالم سے نہیں دلوا سکتا گیارہ سو سال سے دیکھ رہا ہے کہ شیعہ پر ظلم ہو رہا ہے وہ امام نہیں ہوسکتا الجبان لا یستحق الامامۃ مسلمات تشیع ہے -

شغل بیکاری سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا کیونکہ مسلمانوں کی قومیت کا وہی اصل مقصد و موضوع جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اس میں بھی نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ لیکن درحقیقت اگر غور کرکے دیکھا جائے تو یہی ایک بات اور اس پر سوکہ آرائی بالآخر ہمیں اپنے سرچشمہ کیطرف متوجہ کرنے اور رجوع دلانے والی ہے کیونکہ اگر اس بات کا فیصلہ ہو جائے کہ ہم پہلے کون ہیں اور بعد میں کون آیا ہم پہلے ہندوستانی ہیں اور بعد میں مسلمان یا پہلے مسلمان اور بعد میں ہندوستانی تو پھر آئندہ کے لئے تمام پیش آمدہ واقعات و مسائل میں سب سے پہلے اسی ایک امر کی طرف ہمارا خیال رجوع ہوگا جو کہ ہماری حیثیات کا اول ترین جزو ہوگا۔ یعنی اگر ہم اول مسلمان ہیں اور بعد میں ہندوستانی یا کچھ اور تو ہمارے تمام قومی کام ہمارے مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہی سرانجام پائینگے۔ اور اگر اول ہندوستانی ہیں تو اسی بات کو اپنا مطمح نظر ٹھہرایا جاویگا۔ پس اسی ایک بات کو پیش نظر رکھ کر ہم بھی اپنے ناچیز خیال کا اظہار کئے دیتے ہیں اس وقت اس مسئلہ پر تین مقتدر اصحاب کیطرف سے رائے زنی ہو چکی ہے۔ اور افسوس ہے کہ ان تینوں میں سے کسی ایک کی رائے بھی دوسرے سے نہیں ملتی۔ کوئی تو کہتا ہے کہ ہم اول ہندوستانی ہیں اور بعد میں مسلمان کوئی اس کے برعکس بتاتا ہے۔ ایک تیسرے صاحب ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ دونوں ہی غلط ہیں ہم ہندوستانی اور مسلمان ساتھ ساتھ ہیں۔ یہ تینوں اصحاب اپنی اپنی جگہ کچھ دلائل بھی رکھتے ہیں۔ لیکن اگر ان دلائل پر غور کرنے سے پیشتر اس سوال کی تنقیح کی جائے اور بیان کردہ اصول کے مطابق اس کی تشریح و توضیح کی جائے تو ان دلائل کی پختگی و خامی خود بخود آشکارا ہو جاتی ہے یوں کہئے کہ تو یہ بات بہت اہم اور وزنی معلوم ہوتی ہے اور صاحبزادہ آفتاب احمد صاحب کا اسم گرامی اس کی اہمیت کی ایک بھاری ضمانت بھی ہے کہ "مذہبی عقائد کے لحاظ سے ایک ٹرکی کا مسلمان اور افغانستان کا مسلمان برابر ہیں۔ لیکن سیاسی حالت اور حقوق ان کے یکساں نہیں ہیں۔ بلکہ اپنے اپنے ملک کے سیاسی نظام کے مطابق ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ مذہبی حیثیت اور ملکی یا سیاسی حیثیت جدا جدا ہیں۔ اور کامیاب زندگی کے لئے تقاضا ضروری ہے کہ ان دونوں حیثیتوں کی حدود کو صحیح طور پر سمجھ کر حسب ضرورت ان کے اندر رہنے کی کوشش کی جائے۔ دنیا کے گذشتہ اور موجودہ حالات سے بخوبی ثابت ہے کہ جس طرح مذہب کی حفاظت کے وقت ملکی یگانگت کو نظرانداز کرنا ضروری ہے اسی طرح ملکی حقوق کی حفاظت کے لئے مذہبی یگانگت سے مجبوراً قطع نظر کرنا پڑتا ہے"

پھر اس کی تائید میں یہ مثال بھی بیشک بہت دلنشین دکھائی دیتی ہے کہ "فرض کیا جائے کہ ہندوستان اور افغانستان میں سرحد پر تنازعہ ہو۔ اور افغانستان ہندوستان کے کسی حصہ کو دبا لے یا ہندوستان پر حملہ کرے اس حالت میں اس خیال سے کہ ہم اول مسلمان ہیں اور بعد کو ہندوستانی۔ کیا اس ملک کے مسلمان افغانستان کی زیادتی کو جائز رکھینگے اور ہندوستان کی حفاظت کے لئے افغانستان کا مقابلہ نہ کرینگے یا فرض کیجئے کہ جاپان کے کسی حصہ کو ایران یا ٹرکی دبا لیں اس حالت میں اس اصول پر کہ وہ اول مسلمان ہیں اور بعد کو جاپانی کیا جاپان کے مسلمانوں کو اپنے مادری ملک کے حقوق اور حفاظت کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیئے اور ٹرکی اور ایران کی یورش کو جائز رکھنا چاہیئے"

لیکن افسوس ہے کہ صاحبزادہ صاحب نے اپنے ان خیالات میں سیاسی امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان مذہبی و اسلامی تعلیمات کو قطعاً نظرانداز کر دیا ہے جو ہمارے ان سیاسی خیالات کی تخلیق کا باعث ہیں اور جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ بیشک ہر ملک کے مسلمانوں کے سیاسی حالات جداگانہ ہیں۔ اور اسی لحاظ سے انھیں ایک دوسرے کے بالمقابل اپنے ملکی قوانین پر عملدرآمد کرنا پڑتا ہے۔ اور فریق مقابل کا مسلمان ہونا یا نہ ہونا پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ لیکن ہمارا یہ طرز عمل کیوں ہے؟ اور وہ کیا چیز ہے جو ہم سے یہ کام کراتی ہے۔ **وہ ہے اسلام** ہر ایک مسلمان خواہ وہ کہیں کا رہنے والا ہو اور اس کے پولٹیکل حالات دیگر مسلمانوں سے کیسے ہی مختلف کیوں نہ ہوں اسلام ہرگز انھیں یہ نہیں کہتا کہ ان پولٹیکل حالات کو نظرانداز کرکے محض ایک دوسرے کے مذہبی پاس و لحاظ کو زیر نظر رکھنا چاہیئے بلکہ اسلام کی تعلیم صاف طور پر یہی ہے کہ ہر ایک ملک کے مسلمان اپنے اپنے ملک کے حالات کے مطابق کام کریں اور کبھی کسی دوسرے کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کا پاس و لحاظ ان کے سیاسی معاملات میں دخل انداز نہ ہو۔ اس لئے ہم ہندوستانی ہیں لیکن کیوں؟ نہ اس لئے کہ ہم ہندوستان میں رہتے ہیں۔ نہ اس لئے کہ ہمارے ملک کے قوانین دیگر ممالک کے قوانین سے جداگانہ ہیں نہ اس لئے کہ ہمارے سیاسی حالات ہمیں ہندوستانی بننے پر مجبور کرتے ہیں بلکہ اس لئے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اور ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ مسلمان ہم اس لئے ہیں کہ اسلام ہمارا مذہب ہے اس سے بھی آگے اگر چلنا ہو تو یہ کہکر بات اور بھی صاف ہو جاتی ہے کہ اسلام اس لئے ہمارا مذہب ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اللہ تعالیٰ کو یہی دین پسند ہے اور ہمارا ہادی و رہبر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتایا گیا ہے کہ قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کہدے میری نمازیں میری عبادات اور قربانیاں میرا جینا۔ اور میرا مرنا سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے جو رب العالمین ہے۔ پس اس لئے ہمارے ملکی و مذہبی اعتقادات و خیالات ہمارے افعال و اعمال اور حرکات و سکنات جو جینے اور مرنے میں آ جاتے ہیں اللہ ہی کے لئے ہونے چاہئیں۔ جس کا دین اسلام ہے اور جس کے پابند ہونے کے باعث ہم مسلمان ہیں اور اس لئے ہندوستانی بھی + (باقی دارد)

ریویو

ترجمان اس نام کا ایک روزانہ اردو اخبار حال ہی میں کلکتہ سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ جس کے زبردست مضامین اور اعلیٰ قومی آراء کے متعلق صرف اس کے مدیر خصوصی چودھری غلام حیدر خاں صاحب کا جن کے نام اور کام سے پیشتر سے مسلمان پبلک بخوبی واقف ہے نام لے دینا کافی ہوگا۔ اس وقت تک اس اخبار کے ۲۱ نمبر شائع ہو چکے ہیں جن میں کئی ایک مذہبی و ملکی مسائل پر نہایت خوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے اور لائق ایڈیٹر نے نہایت زبردست الفاظ میں اپنے مفید مشوروں سے قوم کو متمتع کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس سے ان کی مسلمہ حب قومی اور صائب رائے کا پتہ لگتا ہے۔ مسلمانوں کے موجودہ پیچ در پیچ ملکی مسائل کی گتھی کو سلجھانے میں یقیناً یہ اخبار بہترین رہنما کا کام دیگا جس کے ساتھ دنیا جہان کے واقعات جنگی حالات بذریعہ تازہ برقیات اور تراجم اخبارات انگریزی وغیرہ امور کا اضافہ اور بھی فائدہ مند ہے۔ قیمت سالانہ عہ؎ ملنے کا پتہ دفتر اخبار ترجمان۔ سراج بلڈنگ نمبر ۱۳ لوور چیت پور روڈ کلکتہ۔

اقتباسات

اسلامی قانون وراثت

اسلام میں مسئلہ توریث کی ابتداء کیونکر ہوئی- اور آیتہ وراثت کی شان نزول کیا ہے- اسکا جواب اس واقعہ سے ملیگا- جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور مشہور شاعر حضرت حسان کے بھائی اسامہ بن صامت کے انتقال پر رونما ہوا متوفی نے ایک بیوی اُم کحہ اور تین لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑیں- عربوں کے دستور کے مطابق سوید اور عرفجہ کے چادر اڑھا دینے سے اسامہ کی بیوی اور اس کی تمام جائداد ان کے قبضہ میں آگئی- اُم کحہ" نہایت تنگدستی و پریشانی کی حالت میں زندگی کے دن گذارتی رہیں- حتیٰ کہ عالم یاس میں رحمۃ للعلمین کے حضور میں حاضر ہوئیں جسپر آیت وراثت نازل ہوئی-

رسول اللہ صلعم نے سوید اور عرفجہ کو کہلا بھیجا کہ اسامہ کے مال میں اُم کحہ" کا بھی حق ہے- اور ایک دوسری آیت کے نازل ہونے پر اسامہ کے ترکہ کی تقسیم بھی خود ہی کردی-

یہ واقعہ تفسیر کشاف میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ اسلام نے عرب کی اس ظالمانہ رسم کو کیسی خوش اسلوبی سے ہمیشہ کے لئے مٹا دیا- لیکن حیف ہے کہ سرزمین ہند میں آکر مسلمانوں نے سچے مسلمانوں کے اوصاف کھو دیئے اور احکام الٰہی کو پس پشت ڈالکر عرب جاہلیت کی رسمیں از سر نو اختیار کرلیں-

اِس پر لطف یہ ہے کہ قانون وراثت کے متعلق شریعت اسلامیہ کو نظر انداز کرنیوالے اپنے طرز عمل کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے عجیب وغریب حیلوں اور بہانوں سے کام لیتے ہیں-

بعض کہتے ہیں- کہ ہم نے حق وراثت اپنی بیٹی یا بہن سے معاف کرالیا ہے-

بعض کہتے ہیں کہ ہماری لڑکی خود ہی مال وراثت لینا گوارا نہیں کرتی- اور سارا مال بھائی بھتیجوں کے واسطے چھوڑ دیتی ہے-

بعض اس بات کو بطور اصول پیش کرتے ہیں کہ اس قدر افراد میں تقسیم جائداد افلاس کا باعث ہوتی ہے- اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان مفلس ہوگئے ہیں

بعض کے نزدیک لڑکی کا سسرال میں جاکر آباد ہوجانا اسکو مال وراثت سے بے نیاز کردیتا ہے-

بہت سے ایسے بھی ہیں- جو جہیز ہی کو وراثت کا کافی معاوضہ خیال کرتے ہیں-

ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو ایک معمولی رقم ادا کرکے ان بیچاروں سے دستبرداری کی سند حاصل کر لیتے ہیں-

لیکن یہ مسلم ہے- کہ یہ سب فریب کاری ہے جو اناث کو محروم الارث کرنے کے لئے اختیار کی جاتی ہے- ورنہ بتایا جائے- کہ اگر بیٹی یا بہن سے حق وراثت معاف کرایا جاتا ہے- تو کیوں بیٹوں اور بھتیجوں سے نہیں کرایا جاتا- کیا وجہ ہے کہ لڑکی مال وراثت لینا گوارا نہیں کرتی- اگر جہیز وراثت کا کافی معاوضہ ہے- تو لڑکے کی تعلیم وتربیت پر جو خرچ ہوتا ہے- وہ کیوں وراثت کا کافی معاوضہ نہ سمجھا جائے اور اگر سو پچاس روپیہ دیکر لڑکی سے حق جائداد خریدا جاسکتا ہے- تو کیوں یہی طریق عمل لڑکوں کے متعلق اختیار نہیں کیا جاتا- ان لوگوں کا یہ خیال بھی قطعًا غلط ہے- کہ تقسیم جائداد سے مفلسی پھیلتی ہے- برخلاف اسکے ماہران اقتصادیات جیساکہ پیشتر بھی لکھا جا چکا ہے- جائداد کے زیادہ افراد میں تقسیم ہونیکو خوشحالی کیلئے ضروری سمجھتے ہیں

حقیقت یہ ہے- کہ یہ تمام حیلے اور بہانے دین الفطرۃ کے ہمہ گیر اصول توریث سے بچنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں-

ایسی حالت میں سوال یہ ہے کہ جب مسلمان خود قانون شریعت کو پس پشت ڈالنے پر تلے ہوئے ہیں- اور گورنمنٹ کے بار بار دریافت کرنے پر بھی رواج کو شریعت پر ترجیح دیتے رہے ہیں- تو گورنمنٹ پر کیا الزام عائد ہوسکتا ہے- اگر وہ رواج کو قانون کی صورت میں بدل دینے کا ارادہ ظاہر کرے-

برٹش گورنمنٹ جب پنجاب پر متسلط ہوئی تھی- تو مسلمانوں سے اس موقع پر بھی دریافت کیا گیا تھا کہ وہ تقسیم ترکہ میں شریعت اسلامیہ پر کاربند ہونا چاہتے ہیں یا ملک کے رواج کو ترجیح دیتے ہیں- اس پر مسلمانوں نے متفق ہوکر کہدیا تھا- کہ ہمیں رواج بہرصورت منظور ہے بیس سال بعد جدید بندوبست کے موقع پر اس مسئلہ کو از سر نو تازہ کیا گیا- اور گورنمنٹ نے حسب سابق دوبارہ مسلمانوں سے استصواب کیا تو مسلمانوں نے پھر اپنے سابقہ قول کی تائید کی بیس سال بعد بار سوم بھی یہی کیفیت ہوئی یعنی گورنمنٹ کے دریافت کرنے پر مسلمانوں نے رواج پر اپنی تصدیق کی مُہر لگا دی-

اب یہ سوال چوتھی مرتبہ اٹھا ہے اور ایک ایسی صورت میں اٹھایا گیا ہے- کہ اگر مسلمانوں نے اپنی روش کو نہ بدلا- اور راہ راست پر نہ آئے تو رواج قانون کی صورت اختیار کرلیگا- اور اس طرح وہ ہمیشہ کے لیئے اصول اسلام پر عمل پیرا ہونے سے معذور ہوجائیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا- کہ اگر آئندہ نسلیں اس بارہ میں پابندی شرع کا خیال بھی کرینگی- تو اُن کے لئے یہ قطعًا ناممکن ہوجائیگا- تاوقتیکہ وہ کوشش کرکے از سر نو اس قانون کو منسوخ نہ کرائیں۔ (وکیل)

عیسائی اسکولوں میں ہندی مسلم لڑکیاں

لدھیانہ کا واقعہ آجکل اخبارات میں بہت مشہور ہورہا ہے- جن میں مشن گرلز اسکول لدھیانہ کی ایک ہندو متعلمہ باوجود شادی شدہ ہونے کے اپنے ہمدرد خاوند اور رشتہ داروں کو چھوڑکر عیسائی ہوگئی- اب وہ لڑکی مشن کی مستانیوں کے پاس موجود ہے- اور مقدمہ عدالت میں پیش ہے- ہم عدالت کے فیصلہ سے پہلے نہیں کہسکتے کہ حقیقت واقعہ کیا ہے- لیکن ہمعصر وکیل اس لڑکی کی درخواست کے جو اس نے عدالت میں پیش کی ہے- حسب ذیل فقرات نقل کرتا ہے:-

"اپنی درخواست میں وہ کہتی ہے کہ:- میں نومبر ۱۹۱۲ء سے مشن اسکول میں تعلیم پاتی ہوں- تعلیم شروع کرنے کے وقت ہی سے میرا عقیدہ ہوگیا تھا- کہ عیسائی مذہب اچھا ہے- اور آخر میں نے ۱۳- اکتوبر کو اپنی ہوش وحواس کی درستی میں عیسائیت اختیار کرکے بپتسمہ" لے لیا- اس درخواست میں مسماۃ نے یہ بھی کہا ہے- کہ میری شادی میری مرضی کے خلاف مدعی سے کردی گئی تھی- اور اب میں اس کے پاس نہیں رہ سکتی- یہ واقعہ ہزارہا ان واقعات میں سے ہے جو اکثر دونوں قوموں کی اولاد والوں کو پیش آچکے ہیں اور آتے رہتے ہیں- ہم کو ان واقعات سے سبق لینا چاہیئے- اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے- کہ ایام طفولیت میں اپنی اولاد کا مذہب و ایمان ماں باپ کی امانت ہوتا ہے- اسکی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے-

ہندو مذہب کی ماہیت

ایک ہندو محقق کے قلم سے

(گذشتہ سے پیوستہ)

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ یہ تغیرات کیونکر اور کس طرح واقع ہوئے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اگلے زمانہ میں یہاں کوئی لیجس لیٹو کونسل نہ تھی اور نہ کسی شخص کو یہ اختیار و اقتدار حاصل تھا۔ کہ وہ کوئی آئین و قانون بنائے یا اُس میں کچھ ترمیم وتنسیخ کرے۔ زمانہ حال کا یہ خیال کہ کسی زمانہ میں برہمن شارع اور مدون تھے کتب فقہ سے ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ مؤلفین دھرم شاستر نے بھی کسی قسم کے جواز کے ثبوت کے لئے متقدمین ہی سے رجوع کی ہے۔ اور انھیں کے احکام و اقوال کا حوالہ دیا ہے۔ اور ان کا استشہاد محض اس صداقت پر منحصر ہے۔ جس سے وہ پرانی رسومات کے ساتھ نئی باتوں کی تاویل اور تشریح کرتے ہیں اسکا تو انکار نہیں ہوسکتا کہ ہندوؤں کے آئین وقوانین کا نشوونما اسی طرح ہؤا ہے۔ جس طرح کامن لا یعنی رواج عام کا ہؤا تھا۔ فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ ہندو لا میں ہندو معاشرت کے روزانہ کلیات وجزئیات منضبط کردیئے گئے ہیں۔ اور کامن لا میں یہ بات نہیں ہے۔ لیکن دونوں کے مسائل اور احکام کی اصلیت مساوی ہے۔ یعنی جس طرح کامن لا کو قانونی عدالتوں نے تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح ہندو لا بھی پہلے برادریوں اور جماعتوں میں جاری ہوئے بعدہ علماء دین اور عاملان شریعت نے انہیں کاٹ چھانٹ کو قانون بنادیا۔ لیکن چونکہ ہندوستان میں اکثر مؤلفین برہمن گذرے ہیں۔ اس لئے عموماً یہ مان لیا گیا ہے۔ کہ برہمن ہی یہاں کے مقنن اور مفتی تھے۔ ورنہ تمام دھرم شاستر ہندوؤں کے تراشے ہوئے اور اصلاح یافتہ رسوم و دستورات ہیں۔ جو اُن کے افعال و اعمال سے پیدا ہوئے تھے۔ اور کوئی شک نہیں کہ جب پہلے پہل کوئی رسم نکلی ہوگی۔ اور کسی پرانی رسم کے توڑنے کی کوشش کی گئی ہوگی۔ اسوقت مخالفین مذہب نے خوب لے دے کی ہوگی۔ تاآنکہ وہ رسم ورواج عوام کا فرمان منشور ہی لیکر اب قانون شریعت کا پہلو مانتا ہے۔ مثال کے لئے اس موقعہ پر چند تغیرات بیان کئے جاتے ہیں۔

منوجی کے زمانہ میں نیوگ یعنی متعہ یا نکاح وقت کا جو رواج تمام ہندوؤں میں پھیلا ہؤا تھا۔ جس کے جواز کی نسبت منوسمرتی میں متعدد احکام وارد ہیں وہ برہسپتی اور بیاو تنترلو۔ اور ابودہ نیوگ وغیرہ کے زمانہ میں بالکل معدوم ہوگیا تھا۔ علیٰ ہٰذا وگیانیشر کے زمانہ میں جو تغیرات شروع ہوئے تھے۔ ان کے جواز کے لئے سبتو اہن نے دلائل مذہبی پیش کئے ہیں۔ اور سابقین اور لاحقین کے اقوال و افعال سے ان کی تصدیق اور توثیق کی ہے اور یہ بھی فتویٰ دیدیا ہے۔ کہ ملک کا جو کچھ رسم ورواج ہو وہی عین مذہب اور دھرم ہے۔ اور اب تمام ہندوستان یعنی بھارت کھنڈ میں یہ مسئلہ جاری و ساری ہے۔ اور اسی پر تمام لوگوں کا عملدرآمد ہے۔ اور ذاتی مشاہدہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی اعتقاد پولٹیکل اور سوشیل یعنی سیاسی اور تمدنی ضرورتوں کا ساتھ دیتا ہے۔ اور جلد جلد بدلتا رہتا ہے۔ اور جو جو سوسائٹی یعنی جماعت کی حالت میں ترقی ہوتی ہے۔ اسی قدر مذہبی اعتقاد میں خودبخود اصلاح ہوتی جاتی ہے۔

اس خوش نما اصول کی سادگی اور ترقی جس میں ہر چیز کے قبول اور برداشت کرنے کی استعداد و قابلیت ہے۔ ہندوؤں کو صرف یہی اجازت نہیں دیتی ہے۔ کہ وہ اپنی عادات اور اخلاق میں اپنی رسم ورواج میں اپنے مذہبی آئین اور قانون میں تبدیلی کریں بلکہ ان کو یہ بھی اختیار ہے۔ کہ وہ زمانہ کی بدلی ہوئی رفتار اور طبیعت کے مطابق جس میں وہ رہتے ہیں اپنے اعمال و رسوم کو بھی بدل لیں۔ ان کا وہ مجمع جس میں وہ گھرے ہوئے ہیں ان کی تعلیم انکے حالات اور خیالات ہی وہ باتیں ہیں جنہوں نے ہمیشہ ہندو عقائد و اعمال اور ہر زمانہ کے ہندو رسم پر اپنا اثر ڈالا ہے اور وہ رفتہ رفتہ اس میں منجمنہ ہوگئی ہیں۔ ہم نے ہندو دھرم کی جس تعریف اور تشریح کے بیان کرنے کی کوشش کی جو دھرم شاستروں کے اصول کے مطابق اور موافق ہے وہ صرف اتنا ہی ہے کہ ہندو یا ان کا کوئی بڑا حصہ کسی ہندو جماعت میں جو کچھ کرتا ہے۔ یا اُن کا جو کچھ کرم یعنی عمل ہے۔ وہی ہندو مذہب یا ہندو دھرم ہے۔ اب اسکی تشریح یوں ہوسکتی ہے کہ ابھی تک ہندو دھرم میں عموماً انگلستان کا سفر جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جو لوگ وہاں جاتے ہیں ان کی نسبت متعصب ہندوؤں کی فیلنگ عمدہ نہیں ہے۔ تاہم یہ خیال کرکے کہ جو لوگ انگلستان سے واپس آئے ہیں اُن کو پھر ہندو جماعت نے ذات میں ملا لیا ہے یہ پیشینگوئی مطلقاً بیجا اور فضول نہیں ہے کہ یورپ یا اور کسی ملک کا سفر عنقریب جائز اور مشروع ہو جائیگا۔ کوئی ہندو چاہے وہ اپنے شعائر دین سے کیسی ہی نافرمانی اور روگردانی کیوں نہ کرے۔ جب تک اس کی ذات نہیں جاتی ہندو ہی رہتا ہے اور اگر اس کی کوئی خاص پارٹی یا جماعت ہے تو اسکے ہندو پن میں کسی طرح کا شک نہیں ہوتا۔ یہ جماعت ہندوؤں کی ساری جماعت نہیں ہوتی نہ اس میں

اس کی برادری اور قوم کے تمام لوگ شامل ہیں بلکہ یہ جماعت ان لوگوں سے مرکب ہوتی ہے۔ جس میں اعلےٰ قومیں یعنی برہمن چھتری اگروالا کائستھ وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہ قلیل مجمع جس میں عموماً تین یا چار سو گھرانے شریک ہیں۔ گردونواح کی دو چار بستیوں اور موضعوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اس کا نام سوسائٹی ہے شادی غمی کی تقریبات میں یہی لوگ بلائے جاتے ہیں۔ اگر ذات کے ٹوٹنے کا کوئی جھگڑا پیش آجاتا ہے۔ تو یہی اس کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک اگر ملزم کا کوئی قصور نہیں ہوتا تو اس کے ذات سے باہر ہونے کا فتوےٰ نہیں دیا جاتا۔ لیکن اگر کچھ لوگ اسکو گنہگار جانتے ہیں اور کچھ بیگناہ اور بے خطا تو باہم دو فریق ہوجاتے ہیں۔ یہی رواج اور دستور تمام ملک میں پھیلا ہؤا ہے۔ چھوٹی امتوں میں جہاں کسی نے معینہ اصول سے تجاوز کیا بس وہیں ذات سے باہر ہؤا۔ اور جن لوگوں نے اسکی حمایت اور طرفداری کی وہ گیا گذرا ہؤا ادنیٰ قوموں پر کیا موقوف ہے تمام ملک میں اس قسم کی فرقہ بندیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ تفریق بہت عرصہ تک قائم نہیں رہتی۔ جب امر متنازعہ فیہ کا قطعی تصفیہ ہوجاتا ہے۔ تو فریقین پھر باہم ملجاتے ہیں اور مغائرت اور نفرت کا پردہ اٹھ جاتا ہے لیکن اگر فریق مخالف یا حریف مقابل قوی اور کثیر الوجود ہے اور وہ تبدیلی بھی مکمل اور مقبول ہوچکی ہے۔ جو کسی مذہبی اصول کی تحریک سے پیدا ہوئی تھی۔ تو وہ رفتہ رفتہ پھر کسی زمانہ میں ایک ہوجاتے ہیں۔ اسوقت ہر جماعت اور ہر خاندان میں مختلف الخیال لوگ موجود ہیں۔ کنسرویٹو تو پہلے ہی سے تھے۔ اب انگریزی تعلیم کی بدولت لبرل اور ریڈیکل بھی پیدا ہوچلے ہیں۔ کنسرویٹو یعنی اگلے وقتوں والے گذشتہ زمانہ کو یاد کرکے ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہیں۔ اور لبرل یا نئی روشنی والوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ مگر مغربی تعلیم نے خاص نہیں خاندانوں میں ایک ایسی نسل پیدا کردی ہے جو آزادانہ خیالات میں ہمہ تن غرق ہے اور بعض حالتوں نے انہیں لوگوں کو سربرآوردہ بنادیا ہے۔ جس سے پرانے فیشن والوں کی دال نہیں گل سکتی اور ناچار وہ بھی اسی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں بہرکیف آج کل جدید خیالات اور قدیم اعتقادات میں سخت جنگ ہورہی ہے۔ اگر یہی لیل ونہار ہیں تو جدید خیالات ہی غالب آتے معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کسی قوم کے اسباب معاش میں ترقی اور اصلاح ہوتی ہے۔ تو اس ترقی کا اثر اس کے اخلاق عادات اور مذہب پر ہوا ہے یا پڑتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۲۱ - نومبر سنہ ۱۹۱۵ء نمبر ۵۶

مسلمان اور ہندوستانی

اسلام اور قومیت

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین ۔ لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین (الانعام ۱۶۳)

قوموں کے باہم میل جول اور تصادم خیالات سے ایک دوسری قوم کے رسوم و رواجات طریق معاشرت ۔ وخانہ داری لوتمدن و سیاسیات پر جو نمایاں اثر پڑتا ہے وہ اکثر اوقات انھیں اپنے اصل مقاصد کو بھلا کر ان کے اس منبع و مخرج سے بھی انھیں دور پھینک دیتا ہے ۔ جو ان کی تخلیق اور ہستی کا باعث ہوا تھا ۔ ضروری نہیں کہ اس عام نظارہ عالم کے ثبوت میں کوئی شواہد پیش کئے جائیں ۔ خود مسلمانوں کی قوم آج کل جن رنگا رنگ کے خیالات اور اپنی ضروریات زندگی میں جن متضاد قسم کی ناقابل حل پیچیدگیوں میں مبتلا ہے وہ اس اصول موضوعہ کا ایک بدیہی ثبوت ہے ۔ آجکل ہمارے قومی کام جس غرض اور مقصد کو پیش نظر رکھ کر سرانجام پاتے ہیں یا ان کو سرانجام دینے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ یا جن قومی مسائل پر ہمارے اہل الرائے بزرگ رائے زنی کرتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ ان میں اس اصل مبدء و مخرج کو نظر انداز کر جاتے ہیں جو ہماری قومی ہستی اور تخلیق کا باعث ہوا تھا ۔ ہم کون ہیں ۔ اور کیوں پیدا ہوئے ۔ آیا ہماری پیدائش کا باعث کوئی مذہبی اعتقادات ہیں یا محض خاص قسم کے نام رکھ لینے کوئی خاص لباس پہن لینا یا ایک خاص قوم کے ساتھ اپنے آپ کو منسوب کرنا ہمارے آجکل کے اعمال اور افعال و کردار ہمیں جس نتیجہ پر پہنچاتے ہیں وہ یہی ہے کہ آج صرف موخر الذکر امور کو ہی اپنی قومیت کا نشان یا باعث تخلیق سمجھ لیا گیا ہے ۔ اپنے روزمرہ کے افعال و اعمال میں مسلمان اسلام اور قومیت کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیتے ہیں ۔ اور کسی قومی و ملکی مسئلہ پر غور کرتے وقت اس بات کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں کہ ہم دنیا میں کیوں آئے ہیں ۔ اور ہماری تخلیق کا اصلی سبب یا مخرج کیا ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ آئے دن کے معاملات میں اکثر امور پر قرآن کریم سے الگ ہو کر غور کیا جاتا ہے ۔ اور اس لئے گو ہماری رائیں اسلامی نکتہ خیال سے بالکل غلط اور غیر مفید ہوتی ہیں ۔ لیکن انھیں ایک اور سطح نظر سے جس کا نام کہ قومیت رکھا گیا ہے صحیح تصور کیا جاتا ہے ۔ بیسیوں بلکہ سینکڑوں ایسے مسائل ہیں جو مسلمانوں کی اس مزعومہ الگ قومیت کے لئے پیدا کئے اور کسی مذہبی و اسلامی نکتہ خیال سے نہیں بلکہ اسی الگ قومیت کو پیش نظر رکھ کر جو ہمارے ذہنوں نے بعض دنیوی حالات کو غلط طور پر سمجھنے سے تجویز کر رکھی ہے ۔ ان پر رائے زنیاں ہوتی ہیں اور ہوتی چلی جا رہی ہیں ۔ پیشتر اس کے کہ اس امر کے ثبوت میں کوئی ایک نظیر پیش کی جائے ہم اس بات کو زیادہ واضح طور پر ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ ہماری قومیت اور مذہب کوئی دو الگ الگ چیزیں نہیں ۔ بلکہ چونکہ ہماری قومیت کا اصلی سبب اور ہماری قومی ہستی کا اصلی باعث مذہب اسلام ہے اس لئے ہمارا اپنے افعال و اعمال یا آراء و خیالات کو اسلام سے الگ ہو کر ایک نئی قومیت کے سانچے میں ڈھالنا گویا اپنی اصلی قومیت کو خیرباد کہنا ہے اور اس مقصد و مفہوم سے تجاوز کرنا ہے جو مسلمان کے لفظ میں مضمر ہے ۔ مجھے اکثر اوقات اس بات پر نہایت تعجب اور حیرانی آیا کرتی ہے کہ جو قوم کسی پولیٹیکل یا دیگر دنیوی وجوہ سے نہیں بلکہ مذہب اسلام کی حلقہ بگوش ہونے کے باعث مسلمان کے نام سے موسوم ہے اس کا سطح نظر معاملات دنیوی اور مسائل دینیہ میں دو الگ الگ پہلو لئے ہوئے ہوتا ہے اور . . .

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

اور ان پہلوؤں کو ایک دوسرے سے بالکل الگ جانکر زیر بحث لایا جاتا ہے یا مختصر الفاظ میں یوں کہو کہ ایک ایسی قوم جو مذہبی بنا پر ایک الگ قوم بنی ہے اپنی قومیت اور مذہب کو دو جدا جدا چیزیں جانتی ہے اور ذرا بھی یہ خیال نہیں کرتی کہ ہماری اس قومیت کی بنا کس بات پر ہے ۔ اگر تو ہمارا مسلمان کہلانا یورپ کے لبرل اور کنسرویٹو فرقہ جات یا خود ہندوستان کے حریت پسند و استبدادی خیالات کے حامیوں کی طرح کسی پولیٹیکل وجوہ پر مبنی ہوتا تو تو ہمارا یہ طرز عمل جو معاملات دنیوی کو مذہب سے الگ سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے خیر کسی قدر حق بجانب بھی تھا ۔ لیکن جبکہ یہ بات ہی سرے سے غلط ہے جبکہ ہم مسلمان ہیں اور وہ بھی اس وجہ پر کہ اسلام ہمارا مذہب ہے ۔ ہاں جبکہ ہماری قومی ہستی کا باعث ہی محض مذہب اسلام ہے اور اس سے الگ ہو کر ہماری قومیت کوئی چیز نہیں تو پھر معاملات دینی و دنیوی میں دو الگ الگ حیثیتیں قرار دینا اور دونوں میں ہی اپنے آپ کو دوسروں سے جدا ظاہر کرنا اور اس جدائی کی وجہ محض یہ بتانا کہ ہم مسلمان ہیں ایک غلط طرز عمل کا پابند ہونا ہے ۔ ہم مسلمان ہیں اور بیشک ہیں لیکن کس لئے نہ اس لئے کہ ہم ہندوستان میں رہتے ہیں نہ اس لئے کہ ہم گورنمنٹ انگریزی کے زیر حکومت ہیں نہ اس لئے کہ ہم کسی اور دنیوی مفاد کی بنا پر دوسروں سے الگ ہیں ۔ الغرض کوئی بھی سیاسی و تمدنی و اقتصادی وجوہات دوسروں سے ہماری تفریق کا باعث نہیں ۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی ایک امر کی وجہ سے ہم مسلمان کہلاتے ہیں ۔ بلکہ ہم مسلمان صرف اس وجہ سے ہیں کہ ہمارا **مذہب اسلام ہے** اور ہم دین اسلام کے حلقہ بگوش ہیں ۔ پس جب ہماری قومی ہستی کا اصلی سبب ہی اسلام ہے تو کسی بھی قومی معاملہ میں قومیت اور اسلام کو دو جدا جدا چیزیں قرار دینا اور قومیت پر اسلام سے الگ ہو کر بحث کرنا ایک غلط روش اور اصولی طور پر خلاف صداقت امر ہے ۔ اس لئے پیشتر اس کے کہ ہم کسی قومی مسئلہ پر رائے زنی کریں ہمیں یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ ہم کیا چیز ہیں ۔ ہماری قومیت کا اصلی سبب کیا ہے ۔ اور اگر ہماری پیدائش مذہب سے ہے تو ہمیں اپنے اس اصلی منبع کے ماتحت ہو کر ہی رائے زنی کرنی چاہیئے ۔ اگر ہمارے افعال ہمارے مذہب کے ہی مطابق نہونگے تو قومیت کے مفید حال کیسے ہو سکتے ہیں ۔

(۲)

اول مسلمان اور بعد میں ہندوستانی

اسی اصول کے ماتحت اب ہم اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں جو آجکل مختلف لیڈران قوم کی خیال آفرینی کی جولانگاہ بنا ہوا ہے ۔ اور ہر ایک شخص اسی مذہب اور قومیت کو دو الگ الگ چیزیں سمجھ کر رائے زنی کرتا ہے یوں تو یہ خیال جس طرز سے اٹھایا گیا ہے اور جو کچھ اس پر رائے زنی کی گئی ہے وہ اپنی نوعیت میں ایک

مسلمانوں کی ترقی کا راز

حضرت مرزا صاحب کی چند لانظیر اور مخصوص خوبیاں

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۱) حضرت مرزا صاحب نے سنہ ۱۸۸۰ء میں براہین احمدیہ علی حقیقت کتاب اللہ القرآن والنبوت المحمدیہ جیسی کتاب پانچ جلدوں میں تصنیف کی اور اُن تمام ارباب مذہب و ملت کے مقابلہ پر جو حقانیت قرآن کریم اور نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں۔ اتماماً للحجت اشتہار شایع کرکے یہ قانونی اقرار کیا۔ کہ اگر غیر مذہب کا کوئی شخص مشارکت اپنی کتاب کی قرآن کریم سے ان سب براہین و دلایل میں جو کتاب مذکورہ میں دربارہ حقیت قرآن کریم اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلعم اُس کتاب مقدس وقرآن کریم سے اخذ کر کے لکھی ہیں۔ اپنی الہامی کتاب میں سے برابر تعداد دلایل میں یا نصف اُن سے یا ربع اُن سے یا پانچواں حصہ اُن سے نکال کر پیش کرے۔ یا کم از کم براہین احمدیہ کے دلائل کو توڑے۔ تو ایسے مجیب کو بلا عذر و حیلہ اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبضہ و دخل دونگا۔ یہ اشتہار جس کا اصل مضمون براہین احمدیہ کے شروع میں درج ہے۔ کئی زبانوں میں ترجمہ کرکے دنیا کے تمام اقطاع و ممالک میں مشتہر کیا گیا۔ اور بڑے بڑے سلاطین وزراء امراء۔ لارڈ۔ بشپوں۔ پادریوں اور ہر مذہب کے سرگروہوں کے پاس پہنچایا گیا یہ کتاب کن کن اعلےٰ مضامین اور انوار کو اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس کی تعریف زبان اور قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ اور بجز تائید اور نصرت الٰہی کے ایسی کتاب کا لکھنا محال ہے۔ چنانچہ باوجود بڑے قیمتی چیلنج کے کوئی غیر مسلم شخص اس کی تردید میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ تیرہ صدیوں سے ایسی کتاب کسی نے نہیں لکھی۔ مرزا صاحب کے مشہور مخالف مولوی محمد حسین بٹالوی بھی بیساختہ اور بلا کسی درخواست کے اس کتاب کی یہ تعریف تسلیم کرنے سے خاموش نہیں رہ سکے کہ یہ ایسی کتاب ہے۔ جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی" (دیکھو مولوی مذکور کا رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۶ جلد ۷)۔

الغرض صداقت اسلام پر یہ وہ کتاب ہے۔ جس کی شان کی تیرہ صدیوں میں فی الواقع کوئی کتاب کسی بزرگ نے نہیں لکھی۔

(۲) مرزا صاحب نے اوائل زمانہ دعوے میں غیر مذاہب کو معقولات اور منقولات سے بالاتر کشفی طور پر صداقت اسلام پر مطمئن کرنے کیلئے ذیل کا اشتہار دیا جو ناظرین کے خاص غور کے قابل ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ عاجز اللہ تعالیٰ کیطرف سے مامور ہوا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی طرز پر کمال مسکینی۔ فروتنی۔ غربت۔ تذلل اور تواضع سے اصلاح خلق کیلئے کوشش کرے۔ اور ان لوگوں کو جو راہ راست سے بے خبر ہیں۔ صراط مستقیم دکھائے۔ جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے اور اسی جہان میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں۔ اور اصل مدعا جسکے ابلاغ کے لئے میں مامور ہوا ہوں یہ ہے۔ کہ دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے اور وہ پیغمبر جسکی اطاعت کے بغیر انسان کی نجات نہیں ہو سکتی۔ سید فخر الاولین والآخرین خاتم الانبیا اور محمد مصطفےٰ صلعم ہے۔ اس دین کی حقانیت۔ قرآن کی صداقت اور حضرت نبی کریم کی ختم نبوت اور کاملیت پر عقلی ونقلی دلائل کے علاوہ کشفی ثبوت یعنی کرامات۔ پیشگوئیوں اور آسمانی نشانوں کی شہادت بھی پائی جاتی ہے۔ اگر ان امور میں کسی شخص کو شک وشبہ ہو تو وہ طالب صادق بنکر میرے پاس آئے اور کونوا مع الصادقین کے قرآنی حکم کے بموجب ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں صبر اور صاف دلی سے رہ کر اُن کلامانوں اور آسمانی نشانوں کا بچشم خود ملاحظہ کرلے۔ اور علے وجہ البصیرت اطمینان کرلے۔ جو شخص نیک نیتی اور طلب حق سے آویگا۔ وہ ضرور انشاء اللہ تعالیٰ حقانیت دین اسلام کے لئے ہر قسم کے آسمانی نشان مشاہدہ کریگا۔ یہ تجویز میرے اپنے فکر اور اجتہاد سے قرار نہیں پائی ہے۔ بلکہ حضرت مولیٰ کریم کی طرف سے حکم ہوا ہے اور اس امر کا خدا کی طرف سے میرے ساتھ وعدہ ہو چکا ہے۔ جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ اور اگر کوئی شخص میرے پاس آوے اور ایک سال تک رہ کر مطمئن نہ ہو۔ تو بحساب دو صد روپیہ ماہوار یا اس سے بھی زیادہ جس قدر طالب حق کے شایان شان ہو۔ اس شخص کو ہرجانہ دیا جاویگا۔ جس کا اقرار عدالت میں رجسٹری کردیا جاویگا۔ اور اسکے ساتھ ایک حصہ جایداد بھی بقدر شرط رجسٹری کردونگا۔ اور اگر کوئی شخص بذات خود نہ آسکے تو اپنا وکیل یا معتبر جسکے مشاہدہ پر اسکو اعتبار ہو روانہ کرسکتا ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص تشریف نہ لائے تو اس پر خدا کا مواخذہ رہا۔ اور جو لوگ اس اشتہار پر بھی رجوع بحق نہ کرینگے۔ ملزم لاجواب اور مغلوب ہوجائیں گے۔ بدستخط میرزا غلام احمد

یہ اشتہار معہ انگریزی ترجمہ کے تمام معزز پادری صاحبان پنجاب وہندوستان وانگلستان ویورپ وامریکہ وغیرہ ممالک کی خدمت میں جہاں تک ارسال خط ممکن تھا۔ اور معزز آریہ صاحبان وبرہمو صاحبان اور اُن تمام وہابی صاحبان ونیچری صاحبان کی خدمت میں جو مسلمان ہو کر بھی وجود کرامات سے منکر ہیں۔ اور ہر ایک قوم کے معزز ومشہور مقتداؤں کی خدمت میں رجسٹری کرکے بھیجے گئے۔ یہی مطلب ہے کہ آنحضرت نبی کریم صلعم کی اس پیشگوئی کا کہ امام آخر الزمان لوگوں میں دولت تقسیم کریگا مگر لوگ اسے قبول نہ کرینگے۔

یہ اشتہار شایع کرکے حضور میرزا صاحب نے صداقت اسلام کی وہ عظیم الشان حجت قائم کی ہے۔ جس کی نظیر تیرہ صدیوں میں بالکل نہیں پائی جاتی۔

سوئم یکم دسمبر سنہ ۱۸۸۸ء میں حضور مغفور نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس کا خلاصہ مضمون مندرج ذیل ہے۔ "میں اس جگہ ایک اور پیغام خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی حیاتی اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسیقدر یہ طاقت پاتے ہیں۔ انہیں لازم ہے کہ میری طرف آئیں۔ کہ میں اُن کا غمخوار ہونگا۔ اور اُن کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کرونگا۔ اور خدا تعالےٰ میری دعا اور توجہ میں اُن کے لئے برکت دیگا۔ بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر جو درج ذیل ہیں چلنے کے لئے بدل وجان تیار ہونگے۔ یہ ربانی حکم ہے۔ جو میں نے آج پہنچا دیا۔ اس بارہ میں الہام الٰہی یہ ہے۔ اذا عزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ اس سے آگے وہ دس شرائط لکھی ہوئی ہیں جو اس مضمون کے خاتمہ پر لکھی جائیں گی۔ المبلغ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ۔ یکم دسمبر سنہ ۱۸۸۸ء

ان دس شرائط کو پڑھو اور غور کرو۔ کہ تیرہ صدیوں کے عرصہ میں کیا کسی اور بزرگ نے یعنی مستحکم شرائط پر اپنے سلسلہ کی بنیاد رکھی ہے۔

(چہارم) دسمبر سنہ ۱۸۹۶ء میں پنجاب کے صدر مقام لاہور میں تمام مذاہب دنیا کا ایک بڑا جلسہ ہوا۔ جس میں تمام مذاہب کے وکلاء اور نمایندہ

کل اس کا انگریزی ترجمہ بنام "Teachings of Islam" ممالک مغرب میں پھیل رہا ہے، کیا کوئی مخالف ہے۔ جو ہمارے اس دعوے کی تردید میں کوئی نظیر پیش کر سکے!

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ مارا امام و مقتدا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبرہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است
منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیاء سابقین
آنچہ در قرآں بیانش با یقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از شقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

ذالک الکتاب لا ریب فیہ ... تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ... ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت
سالانہ (ے) ششماہی ے سہ ماہی ... ماہوار ...

اشاعت
ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | بیاد المسیح لاہور سہ شنبہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۵۷

آنحضرت صلعم میں

قت نت صدا ور دیا کا ایک کامل نمونہ

نظام فلکی کا تعلق انسانی موت و حیات سے

جس دن آنحضرت صلعم کا بیٹا جناب ابراہیم فوت ہوئے اتفاق سے اُسی دن سورج گرہن بھی تھا۔ ان دو واقعات کے ایک ہی دن جمع ہونے نے بعض عربوں پر خاص اثر کیا۔ وہ سمجھے کہ اس واقعہ وفات پر سورج نے ماتمی لباس پہنا یعنی خدا کے نبی کے غم کے شریک اجرام فلکیہ بھی ہوگئے ہیں۔ وہ سب کے سب جمع ہو کر آپ کے دروازے پر آئے اور عرض کی کہ ہمیں اسلام میں داخل کریں۔ آنحضرت صلعم نے جب سارا واقعہ سنا اور دیکھا کہ ایک غلط قیاس نے اُن پر کیا اثر کیا ہے آپ نے صاف الفاظ میں اُن کو یہ سمجھایا کہ ان واقعات سماوی کو کسی انسان کی موت یا حیات سے کوئی تعلق نہیں ہوا

کرتا اور اگر اس واقعہ نے اُنھیں اسلام کی طرف مائل کیا ہے تو وہ غلطی کرتے ہیں بہتر ہے کہ وہ چلے جاویں۔ چنانچہ ان میں سے اکثر بغیر اسلام قبول کئے واپس ہوگئے۔

کیا دیانت و امانت و راست گفتاری کا بہترین نمونہ اور بھی ہو سکتا ہے؟ یہ طریق عمل کسی مفتری علی اللہ کا ہو سکتا ہے؟ آپ کی بعثت کے یہ تو بالکل ابتدائی دن تھے اپنے پیروؤں کی تعداد بڑھانے کا اس سے بہتر اور کونسا موقع ہو سکتا تھا۔ خصوصاً جب کہ آپ کے متبعین کی تعداد بالکل تھوڑی تھی۔ لیکن اس اخلاق کے مجسم اور شریف دل نبی نے راستبازی کا وہ نمونہ قائم کیا جس کی نظیر دنیا میں نظر نہیں آتی۔ توہم پرست قوم کی غلط فہمی سے ناجائز فائدہ اُٹھانا اس وقت کونسا مشکل کام تھا اگر اس موقع پر آپ خاموش ہی رہ جاتے تو بھی مطلب تو حل ہو جاتا۔ لیکن مخبر صادق نے توہم پرستی کے مذبح پر دیانت کو قربان کرنا نہ چاہا۔ اس نے لیسے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا پسند نہ کیا جو اسلام کی حقیقت کو سمجھے بغیر اسلام کی طرف آنا چاہتے تھے۔ کیا ایسا انسان بزور شمشیر کسی کو اسلام میں داخل کر سکتا تھا۔ ایسا قیاس پرلے درجہ کی جہالت ہے۔ دیکھو کس صفائی سے قرآن کی ذیل کی آیات لوگوں کو سناتا ہے

" اے پیغمبر لوگوں کو کہدے کہ نہ تو میرے پاس کوئی خزانہ ہے نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ نہ میں فرشتہ ہوں میں تو ایک نظیر ہوں۔ ہاں مجھے خدا کی وحی آتی ہے"

دیکھو کیا ایسا ہادی کسی لالچ کے ذریعہ کسی رعب کے ذریعے۔ کسی تخویف سے۔ یا تحریص سے کسی کو اسلام میں داخل کر سکتا ہے۔ اس نے یہ کہہ کر حریصوں کو۔ عجوبہ پسندوں کو پرستاران توہم کو اپنے سے الگ کیا۔ عیسائی دنیا غور کرے۔

ایک تو یہ نبی جس کی صاف گوئی لوگوں کو اس کی طرف دیوانہ وار لارہی ہے۔ اور ایک وہ بھی ہے کہ جس کے پاس تخت داؤد کو واپس لینے کی تمنا لوگوں کو لاکر حواری بنارہی ہے بلکہ ان میں سے بعض اسی خیال میں رہتے کہ جب وہ تخت داؤد پر بیٹھے گا تو اپنے دائیں بائیں ان کی اولاد کو بٹھائے گا۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(اشاعت اسلام)

نومبائعین

ذیل کے احباب حضرت ... کے ہاتھ پر احمدیت کی بیعت میں داخل ہوئے۔ میاں محمد نعمان صاحب پسرور

تار برقی پیغامات
کوائف جنگ

عراق عرب کے نقصانات دہلی ۲۰ نومبر۔ عراق عرب کی رزمگاہ سے ذیل کے مزید نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:۔
مفقود الخبر۔ کپتان وائیٹ رسالہ نمبر ۷ متعلقہ چیپش پروانہ۔ کپتان ایس سی جی ہیٹس ہراڈن (آسٹریلوی حبیش پروانہ)

سرویا کی خطرناک حالت لنڈن ۱۹ نومبر۔ ہفتہ کے اخبارات مظہر ہیں کہ سرویوں کی حالت نہایت خطرناک ہے۔ اندیشہ ہے کہ غنیم کی کثیر التعداد جمعیت کے مقابلہ میں سروی مناستر کی مدافعت کرنے سے عاجز ہیں سرویوں کی اصل فوج کے دریائے کچانک واقع قدیم سرویا میں نہایت جانبازی سے غنیم کا مقابلہ کر رہی ہے۔ فرانسیسی سپاہ کی حالت امید افزا خیال کی جاتی ہے۔ اور امید ہے کہ فوری کمک کے پہنچ جانے پر فرانسیسی جنرل حملہ کر کے حالت کو بچا لیگا۔ اور بلغاریوں کو دیگر محاذوں سے فوج ہٹا لینے پر مجبور کریگا ✤

درہ بابونا خالی کر دیا گیا لنڈن ۱۹ نومبر۔ ٹائمز کا نامہ نگار مقیم ایتھنز اس اطالوی رپورٹ کی تردید کرتا ہے کہ بلغاری مناستر میں داخل ہو چکے ہیں۔ اگرچہ شہر کی حالت نہایت اندیشناک ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ بلغاریوں کا مقصد البانیہ کی سرحد تک پہنچ کر سرویا کی شمالی اور جنوبی افواج کو ایکدوسرے سے منقطع کر دینا اور جنوبی فوج کو یونان میں داخل ہونے پر مجبور کرنا ہے۔

یونان سے آئے ہوئے اطالوی مراسلے مظہر ہیں کہ سرویوں نے درہ بابونا کو جس پر ۵۰ ہزار بلغاریوں کے مقابلہ میں ۷ روز تک جم کر لڑتے رہے۔ توپخانہ یا قیدیوں کا نقصان اٹھائے بغیر خالی کر دیا۔ بلغاریوں کو مدافعین سے بھی زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ جن کی تعداد ۵ ہزار تھی۔ محاذی حملوں کی وجہ سے سروی اپنی سپاہ کو غنیم کی جناحی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے الگ نہ کر سکے جو ایک ایک آدمی کی قطار میں چھوٹی پگڈنڈیوں کی راہ سے پہاڑوں کو عبور کر کے آگے بڑھ آئی اور جس نے ندیوں اور گہرے نالوں کی بھی کچھ پرواہ نہ کی۔

اس لڑائی کا آخری منظر نہایت خونریز تھا سروی عقب کی محافظ سپاہ اطرابلیوں میں

کوتیر ولو پرلیپ کی سڑک کے پہاڑی حصہ پر جھڑوں سے دست بدست لڑائی ہوئی۔ جبکہ سروی فوج کے بقیۃ السیف مناستر کیطرف لپسا ہو رہے تھے ✤

مناستر کے مناظر فلورینا کا ایک نامہ نگار مناستر کے جگر خراش مناظر ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ قدیم سرویا کی تمام آبادی بوریا بستر اٹھا کر یونانی سرحد کی طرف بھاگ رہی ہے۔ انہیں اندیشہ ہے کہ بلغاری کومیتاجی جو اسوقت شہر میں موجود ہیں ان کا قتل عام نہ شروع کر دیں ✤

فرانسیسی رپورٹ پیرس ۲۰ نومبر۔ شب گذشتہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ مشرقی فوج خاموش ہے۔ البتہ علاقہ سٹرومنیزا میں بلغاریوں نے ہم پر حملہ کیا۔ مگر معتدبہ نقصان کے ساتھ پسپا کر دیئے گئے ✤

غنیم کے حملے پسپا کر دیئے گئے لنڈن ۲۰ نومبر۔ روس کی سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے کہ جرمنوں نے فریڈرسک سٹیٹ کے شمال مغرب میں دریائے ڈوینا کو پھر عبور کرنے کی کوشش کی مگر پسپا کر دیئے گئے۔ غنیم نے مقام شارلڈرسک کے قریب دریائے سیٹر کو عبور کرنے کی کوشش کی مگر وہاں بھی پسپا کیا گیا۔ ینبین شہر کے نواح میں روسی دائیں کنارے کی طرف ہٹ آئے اور توپخانہ کی شدید آتشباری سے غنیم کو حملہ کی کوشش ترک کرنے سے باز رکھا ✤

جرمنوں کا شدید نقصان لنڈن ۲۱ نومبر۔ پیٹروگراڈ کا ایک تار مظہر ہے کہ سانی برود تو ریلوے تک پہنچنے کی جانبازانہ کوشش میں جنرل ایوانوف کی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے جرمن شدید نقصان اٹھا رہے ہیں۔ جرمنوں کی یہ کوشش بالکل فضول معلوم ہوتی ہے۔ اور مبصرین کا قول ہے کہ جرمنوں کی کامیابی ناممکن ہے۔ شارلڈرسک کے قریب جرمنوں کے مورچے دلدل جسم ہیں۔ سپاہی گھوڑے اور توپیں نہایت بے بسی سے ادھر اُدھر مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور بعض پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ روسی سپاہ کہر کے پردہ میں وقتاً بیوقت ناگہانی حملے کرنے سے دریغ نہیں کرتی ✤

جہاز خشکی پر چڑھ گیا لنڈن ۱۹ نومبر۔ سٹیمر سپروک شائر جو خشکی پر چڑھ گیا تھا۔ مال نیچے اتارا جا رہا ہے۔ اور امید ہے کہ ملکا سر جانے کی حالت میں تیرایا جا سکے گا ✤

درہ دانیال کے نقصانات لنڈن ۱۸ نومبر۔ درہ دانیال کی رزمگاہ سے ذیل کے برطانوی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔
اب ہلاک :۔ دوم لفٹنٹ ا۔
زخموں سے ہلاک :۔ لفٹنٹ ا۔
مر گئے :۔ لفٹنٹ ا۔ دوم لفٹنٹ ا۔
مجروح :۔ کپتان ا۔ لفٹنٹ ا۔
اب غیر مجروح :۔ لفٹنٹ کرنل ا۔

برطانیہ کی فدائی لنڈن ۱۸ نومبر۔ مغربی رزمگاہ سے ذیل کے برطانوی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :۔
مقتولین :۔ کپتان ا۔ لفٹنٹ ا۔ دوم لفٹنٹ ۲۔
زخموں سے ہلاک۔ لفٹنٹ کرنل ا۔ کپتان ۲۔ لفٹنٹ ۲۔
مجروحین۔ میجر ۲۔ کپتان ۳۔ لفٹنٹ ۴۔ دوم لفٹنٹ ۶۔
گیس کے اثر سے بیمار :۔ دوم لفٹنٹ ا۔
اب مجروح و مفقود الخبر :۔ دوم لفٹنٹ ا۔
مفقود الخبر :۔ دوم لفٹنٹ ا۔
اب اسیر :۔ دوم لفٹنٹ ا۔ اب مجروح و اسیر کپتان ا۔ اب غیر سرکاری رپورٹ کے مطابق اسیر :۔ لفٹنٹ ا۔

پیرس میں وزراء کی ملاقاتیں لنڈن ۱۷ نومبر۔ پیرس۔ برطانیہ کی مجلس وزارت کے چار ارکان نے جو پیرس تشریف لے گئے ہیں۔ موسیو برائنڈ اور جنرل جوفرے سے مکالمہ کیا۔

لنڈن ۱۸ نومبر۔ پیرس۔ برطانی وزراء نے محکمہ خارجہ کے دفتر میں مکالمہ کیا۔ جو ۱۲ بجے دوپہر تک رہا۔ لنچ کے بعد الیسی میں کانفرنس ہوئی۔ جو شام کے ۷ بجے تک ہوتی رہی۔ وزرا الیسی میں رات کا کھانا تناول کرنے کے بعد رات ہی کو عازم لنڈن ہو گئے۔ یہ ملاقاتیں ان آئندہ کانفرنسوں کا پیش خیمہ خیال کی جاتی ہے جنہیں روس اور اٹلی بھی شرکت کریں گے ✤

سویڈن کی تارپیڈو کشتی کیطرف سے تنبیہ لنڈن ۱۸ نومبر۔ کوپن ہیگن کا ایک مراسلہ مظہر ہے کہ جب ایک جرمن تباہ کن جہاز سویڈن کے سمندر میں برطانی سٹیمر تھیلما کو گرفتار کرنا چاہتا تھا تو سویڈن کے ایک تارپیڈو کشتی کی اس تنبیہ پر کہ اگر ان سے ایسا کیا تو کشتی مذکورہ اس پر گولہ باری کریگی وہ اپنے ارادہ میں ناکام رہے۔ جرمن تھیلما پر چڑھ رہے تھے کہ تارپیڈو کشتی آ پہنچی۔ اور جرمنوں کو اپنے جہاز پر واپس چلے جانے کے لئے مجبور کیا۔ کپتان نے کہا کہ [illegible] تھیلما کو گرفتار نہ [illegible] [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۲۳ نومبر ۱۹۱۵ء نمبر ۵۷

مسلمان اور ہندوستانی

(۳)

اول مسلمان اور بعد میں ہندوستانی

(۲) (بقیہ خیالات پر ایک نظر)

گذشتہ نمبر میں جس مقام پر ہم نے اس مضمون کو چھوڑا تھا وہ یہ تھا کہ ہمارا ہندوستانی ہونا کسی شہریت یا سیاسی امور کی بنا پر نہیں۔ بلکہ محض اس لئے ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہم مسلمان بھی محض اس لئے کہلاتے ہیں کہ ہم مذہب اسلام کے حلقہ بگوش ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ یہ مذہب اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہے۔ پس یہ کہنا کہ ہم اول ہندوستانی ہیں اور بعد میں مسلمان غلط ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اول مسلمان ہیں اور بعد میں ہندوستانی۔

اب ہم ذیل میں اس اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ جب ہمارا ہندوستانی ہونا مسلمان ہونے کی وجہ سے ہے تو کیا جو شخص ہندوستانی نہیں وہ مسلمان بھی نہیں۔ یا کیا دوسرے ممالک کے مسلمان بھی ہندوستانی ہیں۔ یہ اعتراض محض اس بات کو پورے طور پر نہ سمجھنے کے باعث پیدا ہوا کہ ایک مسلمان کن خصوصیات و اعمال کے باعث مسلمان کہلاتا ہے اور ہندوستان میں مسلمان کیوں اور کس طرح آئے۔

اس بات سے تو کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلمان ہندوستان میں پیدا نہیں ہوئے اور اگرچہ نواب محمد اسمعیل خانصاحب نے پیشتر ہی سے اس خیال کو ملحوظ رکھ کر کہ بعض مسلمان اپنے آپ کو ہندوستان کے اصلی باشندے نہیں سمجھتے۔ اور اس لئے انھیں ہندوستان کے ساتھ وہ وابستگی نہیں جو حقیقت میں ہونی چاہئے

اور جو پولیٹیکل نقطۂ خیال سے فرض ہے" اول مسلمان کہنے سے پرہیز کیا ہے اور "مسلمان اور ہندوستانی ساتھ ساتھ" کہنا زیادہ پسند کیا ہے۔ لیکن اگر نواب صاحب اس حقیقت کو زیر نظر رکھتے جو مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے اور پھر یہاں کے باشندے اور باقاعدہ شہری بن جانے کا باعث ہوئی تو غالباً نہ تو یہ خطرہ ہی ان کے دامنگیر ہوتا اور نہ ہی وہ اس "ساتھ ساتھ" کے لفظ کا اضافہ کرتے۔ یہ کہنا کہ ہم یہاں کے باشندے نہیں اور ہمارا وطن کوئی اور ہے اس لئے تو غلط نہیں کہ مسلمانوں کی قوم ہندوستان میں پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ دوسرے ممالک سے آکر یہاں آباد ہوئی۔ لیکن اس لحاظ سے بےشک غلط ہے کہ یہاں آباد ہو جانے کے بعد بھی وہ یہاں کے باشندے نہیں ہیں اور باہر سے آئے ہوئے ہونے کے باعث انھیں ہندوستان اور اس کی سیاسیات سے کوئی وابستگی نہیں ہے۔ بیشک ہم ہندوستان میں پیدا نہیں ہوئے۔ بیشک اسلام ہندوستان میں باہر سے آیا۔ بیشک ہم ایک ایسے نبی کے پیرو ہیں جو ہندوستان کا نہیں بلکہ عرب کا رہنے والا تھا۔ لیکن یہ کوئی ایسی باتیں نہیں جو ہمیں ہندوستان کے ساتھ پولیٹیکل لگاؤ رکھنے سے روکیں۔ بلکہ اگر غور کر کے دیکھا جائے اور اس مسئلہ کی بھی اسی طرح تنقیح کی جائے جیسی کہ ہم نے گذشتہ نمبر میں اپنے ہندوستانی ہونے کی کی تھی۔ تو یہی ہمارا باہر سے آنا ہندوستان کے ساتھ ہمارے پولیٹیکل لگاؤ کا ممد و معاون ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ جب ہم یہاں کے پیدا شدہ نہیں۔ بلکہ ہمارے آباؤ اجداد باہر سے آئے تھے تو معًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیوں یہاں آئے۔ اب جاؤ ذرا تاریخ کو چھان مارو اور ان وجوہات کو تلاش کرو جو ہمارے ہندوستان میں پیدا ہونے کا باعث ہوئیں۔ تمھیں صاف طور پر معلوم ہو جائیگا کہ وہ سوائے اس کے کچھ بھی نہیں کہ اسلام کی اشاعت کی دھن انھیں یہاں لے آئی۔ کوئی پولیٹیکل وجوہ، کوئی اقتصادی امور کوئی تجارتی کاروبار ان کے یہاں آنے کا باعث نہ تھے۔ بلکہ ان کی آمد کا اصلی باعث اگر تھا تو محض اسلام۔ کیا محمد بن قاسم۔ سلطان محمود غزنوی۔ معین الدین چشتی اور دیگر بہادران اسلام و صوفیائے کرام یہاں کسی ملک گیری کے ارادے سے آئے تھے۔ میرے خیال

میں جو شخص ایسا کہتا ہے وہ اسلام کے خوشنما چہرہ پر ایک بدنما دھبہ لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ الگ امر ہے کہ ان بزرگان دین کی پاک کوششوں کے نتائج میں انھیں اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیوی کامیابیوں سے متمتع فرمایا۔ اور اشاعت اسلام کے ساتھ ملکی فتوحات بھی انھیں نصیب ہوئیں۔ اور وہ سب کچھ محض اسلام کی طفیل انھیں ملا جو آج ہم ایک الگ قومیت کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ نیز یہ امر بھی اس حقیقت کو زائل کرنے والا نہیں کہ ان بزرگوں کو اس نیک مقصد کی راہ میں روکیں ڈالنے والوں کے خلاف تلوار سے کام لینا پڑا۔ لیکن یہ تو بدیہی اور مسلمہ امر ہے کہ ان لوگوں کا یہاں آنے اور یہاں آباد ہونے سے مقصد اگر تھا۔ اگر وہ کسی بنا پر یہاں آئے تھے تو وہ مقصد اور وہ بنا صرف اشاعت اسلام و تحفظ اسلام تھا۔ نہ کہ ہندوستانی بننا۔ پس جس طرح اشاعت اسلام کے کام سے ان کو یہاں سیاسی اہمیت نصیب ہو گئی اور وہ یہاں کے نہایت معزز اور ممتاز باشندے مشہور ہوئے نہ اس وجہ سے کہ وہ ہندوستانی تھے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ مسلمان تھے ویسے ہی آج ہم بھی ہندوستانی ہیں۔ اور کسی سیاسی وجوہ پر نہیں بلکہ اس لئے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اور ان لوگوں کی اولاد ہیں جو اسلام کی اشاعت کے لئے آئے تھے۔ اور اسلام ہی ان کے یہاں آنے کا موجب ہوا تھا اسی طرح پر ایک چینی۔ ایک ترکی ایک ایرانی اور ایک کابلی مسلمان بیشک اول مسلمان ہے اور اس کے بعد وہ اپنے اپنے ملک کی خصوصیات کے مطابق وہاں کا باشندہ اور اس کے ساتھ تعلقات اور لگاؤ رکھنے والا بھی ہے لیکن اس کی یہ موخرالذکر خصوصیت متذکرہ بالا تشریح کے مطابق اسی وجہ سے ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اس کے وہاں آباد ہونے کے وجوہ محض اس کا مسلمان ہونا ہے۔ پس جس طرح ہم اول مسلمان ہیں اور بعدہ ہندوستانی اسی طرح ایک افغان اول مسلمان ہے اور بعدہ افغانستانی وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور اس لئے سیاسی و ملکی قوانین میں بھی ہم سب کا مختلف طرز عمل اور آپس کا اختلاف صرف مسلمان ہونے کی بنا پر ہی ہے نہ کہ کسی اور وجہ سے کیونکہ اسلام نے ہی ہمیں اپنے اپنے ملکی حالات کے مطابق یہ طرز عمل اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے یعنی جیسا کہ صاحبزادہ آفتاب احمد صاحب کی دی ہوئی مثال سے ظاہر ہے۔ ایک ہندوستانی

نوٹ اور رائیں

لینے کے بٹے اور دینے کے اور

قادیانی ہمعصر الفضل کا آجکل یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ وہ ہر ایک نیک کام کی جو دنیا کے کسی حصہ میں ہو مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور ذرا نہیں سوچتا کہیں اس کی بنا ء مخالفت کی زد اسی پر تو الٹ کر نہیں پڑتی۔ یوں تو یہ اخبار بظاہر حضرت مسیح موعود کی پیروی کو شرط ایمان بتا کر ان کے نہ ماننے والوں کو کافر اور خارج از اسلام ٹھہراتا اور ان کے تمام کاموں کو اسی بنا پر ناقابل فروغ ظاہر کرتا رہتا ہے لیکن اس مخالفت میں خود ایسا...... اور کھسیانہ ہو جاتا ہے کہ مسیح موعود کے فتاوے اور تمام احمدی قوم کے طرز عمل کو بھی بالائے طاق رکھدیتا ہے چنانچہ اس کی ایک تازہ مثال ۱۶ نومبر ۱۹۱۵ء کے الفضل سے مل سکتی ہے جس میں بنگال کی انجمن تبلیغ اسلام کا ذکر کرتے ہوئے اس نے اس گرانقدر عطیہ پر جو وہاں کے ایک قابل مسلمان نے انجمن کو دیا ہے اور جس کا ذکر ۱۴ نومبر کے پیغام صلح میں ہو چکا ہے یہ ریمارک کیا ہے کہ اگر یہ ماہانہ آمدنی زر سود ہے تو ہم نہیں سمجھنے کہ خدمات وحفاظت دین کے کام پر سود کی رقم خرچ کرنا کس طرح بابرکت و سازگار ہو گا جبکہ وہی دین سود کے لین دین کو صراحتاً حرام مطلق ٹھہراتا ہے "چہ خوش! اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :۔

فتوی حضرت مسیح موعود دربارہ سود بینک

مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۰۵ء کو شیخ نور احمد صاحب نے بینک کے سود کے متعلق تذکرہ کیا کہ بینک والے ضرور سود دیتے ہیں۔ پھر اسے کیا کیا جاوے اس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمارا یہی مذہب ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے **دل میں ڈالا ہے** کہ ایسا روپیہ اشاعت دین کے کام میں خرچ کیا جاوے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ سود حرام ہے۔ لیکن اپنے نفس کے واسطے۔ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں جو چیز جاتی ہے وہ حرام نہیں رہ سکتی ہے۔ کیونکہ حرمت اشیاء کی انسان کے لئے ہے نہ اللہ تعالیٰ کے واسطے پس سود اپنے نفس کے لئے۔ بیوی۔ بچوں احباب رشتہ داروں اور ہمسایوں کے لئے بالکل حرام ہے۔ لیکن اگر یہ روپیہ خالصتہً اشاعت دین کے لئے خرچ کیا جاوے۔ تو حرج نہیں ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اسلام بہت کمزور ہو گیا ہے اور پھر اس پر دوسری مصیبت یہ ہے کہ لوگ زکوٰۃ بھی نہیں دیتے ہیں میں دیکھتا ہوں اس وقت دو مصیبتیں واقع ہو رہی ہیں اور دو حرمتیں روا رکھی گئی ہیں۔ اول یہ کہ زکوٰۃ جس کے دینے کا حکم تھا وہ دیتے نہیں اور سود جس کے لینے سے منع کیا تھا وہ لیتے ہیں یعنی جو خدا تعالیٰ کا حق تھا وہ تو دیا نہیں اور جو اپنا حق نہ تھا وہ لیا گیا۔ جب ایسی حالت ہو رہی ہے اور اسلام خطرناک ضعف میں مبتلا ہے تو میں یہی فتوی دیتا ہوں کہ ایسے سودوں کی رقمیں جو بینک سے ملتی ہیں یک مشت اشاعت دین میں خرچ کرنی چاہئیں۔ میں نے جو فتوی دیا ہے وہ عام نہیں ہے ورنہ سود کا لینا دینا دونوں حرام ہیں۔ مگر اس ضعف اسلام کے زمانہ میں جبکہ مالی ترقی کے ذرائع پیدا نہیں ہوئے اور مسلمان توجہ نہیں کرتے ایسا روپیہ اسلام کے کام میں لگنا حرام نہیں ہے قرآن شریف کے مفہوم کے موافق جو حرمت ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کے لئے اگر خرچ ہو تو حرام ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ جیسے سود اپنے لئے درست نہیں کسی اور کو اس کا دینا بھی درست نہیں۔ ہاں خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ایسے مال کا دینا درست ہے اور اس کا یہی طریق ہے کہ وہ صرف اشاعت اسلام میں خرچ ہو۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے جہاد ہو رہا ہو اور گولی بارود کسی فاسق فاجر کے ہاں ہو۔ اس وقت محض اس خیال سے رک جانا کہ یہ گولی بارود مال حرام ہے ٹھیک نہیں ہے۔ بلکہ مناسب یہی ہو گا کہ اس کو خرچ کیا جاوے۔ اس وقت تلوار کا جہاد تو باقی نہیں رہا۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں ایسی گورنمنٹ دی ہے جس نے ہر ایک قسم کی مذہبی آزادی عطا کی ہے اب جہاد قلم کا باقی ہے۔ اس لئے اشاعت دین میں ہم اس کو خرچ کر سکتے ہیں

اشاعت اسلام کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے اور اس پر وہ روپیہ جو بنکوں کے سود سے آتا ہے خرچ کیا جائے تو جائز ہے کیونکہ وہ خالص خدا کے لئے ہے۔ خدا تعالیٰ کے لئے وہ حرام نہیں ہے۔ جیسے میں نے ابھی کہا ہے کہ خواہ کسی جگہ کا سکہ و بارود ہو وہ جہاد میں خرچ کرنا جائز ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ بلا تکلف سمجھ میں آجاتی ہیں کیونکہ بالکل صاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا ہے لیکن بایں ہمہ فرماتا ہے کہ من اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔ جب اضطراری حالت میں محض اپنی جان بچانے کی خاطر سور کھانا جائز ہے تو کیا ایسی حالت میں کہ اسلام کی حالت بہت ضعیف ہو گئی ہے اور اس کی جان پر آبنی ہے اس کی جان بچانے کے لئے محض اعلائے کلمۃ اسلام کے لئے کیا سود کا روپیہ خرچ نہیں ہو سکتا۔ میرے نزدیک خرچ ہو سکتا ہے اور خرچ کرنا چاہئے۔"

اب ایک طرف الفضل کا مندرجہ بالا ریمارک اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود کا یہ فتوی صاف طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ کیا ہمارا ہمعصر ہمیں بتائیگا کہ ان دونوں میں سے کونسی بات صحیح ہے اور کیا ایسی حالت میں جبکہ وہ حضرت مسیح موعود کو نبی بھی مانتا ہے اور وہ نبی اپنی طرف سے یہ بات نہیں کہتا بلکہ صاف طور پر اس بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں ڈالا جانا ظاہر کرتا ہے پھر جبکہ جماعت احمدیہ کے اکثر افراد کا اسی فتوے پر عملدرآمد ہے اور قادیان میں اشاعت اسلام کے کام پر سود کا روپیہ صرف ہوتا رہا ہے اور اسوقت تک ہو رہا ہے۔ الفضل کا کلکتہ کی انجمن تبلیغ اسلام کے لئے یہ روپیہ ناجائز قرار دینا خواہ مخواہ نیک کام کی راہ میں روڑے اٹکانا نہیں!! ہمیں امید ہے ہمارا ہمعصر اپنی اور تمام احمدی قوم کی پوزیشن کو صاف کرے گے یا تو کھلے طور پر مسیح موعود کے اس فتوے کو غلط ثابت کریگا اور اس طرح سے اپنے پیر اور صدر انجمن کو یہ ہدایت کرے گا کہ وہ بھی انھیں بنکوں سے لیا کریں جتنے کہ دوسروں کو دینے کا تہیہ کیا گیا ہے۔ ورنہ اپنی اس غلطی کا اعتراف کر کے آئندہ اس قسم کی باتوں سے تجاوز کریگا

بہشت اور شراب

مسائل اسلام کی تشریح و توضیح کو نظر انداز کر دینے اور اصل حقیقت پر پردہ ڈال کر کسی ایک مسئلہ کو غلط پیرایہ میں پیش کرنے کی نامحبوب عادت مخالفین اسلام میں کچھ ایسی جڑ پکڑ چکی ہے کہ باوجود حقیقت حال کے آشکارا ہو جانے کے وہ پھر بھی اندھیرے میں ہی پڑے چکر کاٹ رہے ہیں یا جان بوجھ کر دنیا کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ مثلاً مسئلہ مندرجہ عنوان کے متعلق بارہا بتایا جا چکا ہے کہ بہشت کی شراب وہ شراب نہیں جو اس دنیا میں بادشاہوں کے کام آتی ہے۔ کیونکہ اس کا نام تو عربی میں خمر ہے اور قرآن نے بہشت کی شراب کا نام خمر نہیں بلکہ شراباً طہوراً رکھا ہے اور شراب عربی میں محض پینے کی چیز کو کہتے ہیں نہ کہ خمر کو

علم چلن اور خدمت

یہ تین الفاظ جن کا ذکر عنوان بالا میں کیا گیا ہے گو ایک سرسری نظر اور سطحی خیال سے دیکھنے والے انسان کے لئے بالکل مہمل یا زیادہ سے زیادہ عمومی الفاظ ہوں۔ لیکن ایک علیم وفہیم شخص کو جسے دنیا کے عروج وزوال۔ قوموں کی ترقی وتنزل اور ممالک کی آبادی وبے رونقی کا حال معلوم ہو اور جو تاریخ کے سبق آموز صفحات کو نہایت گہری نظر سے حقیقت حال سے آگہی حاصل کرنے کے لئے دیکھنے کا شوقین ہو ان الفاظ میں ایک نہایت شاندار حقیقت اور نہایت زبردست کشش محسوس ہوتی ہے اس دنیا میں بہت لوگ آئے اور چلے گئے بہت قومیں اُبھریں اور پھر تنزل کے انتہائی گڑھے میں جا گریں۔ بہت سے ممالک نہایت شان وشوکت سے بسلے گئے لیکن دست برد زمانہ نے انھیں تباہ وبرباد کر دیا۔ ایسا ہی انفرادی طور پر بہت سے بہادران نبرد آزما اور شہسواران فی سبیل اللہ نے زمانہ کے عروج وزوال کے دل خوش کن اور پھر سخت مصائب وآلام کے دن دیکھے۔ ان میں سے کئی ایک میدان کارزار میں ہزارہا مخلوق کے علم بردار بن کر پہنچے۔ اگر بعض کا فتح وظفر نے نہایت شاندار استقبال کیا اور وہ پہلے سے زیادہ فائز المرام ہوئے۔ تو بعض کو شکست کا منہ بھی دیکھنا نصیب ہوا۔ اور وہ اوج کمال سے لڑکھڑا کر نیچے آ رہے۔ اور ذلت ونکبت نے ان کی قدمبوسی کی۔ پھر اس کشمکش کے عالم میں اگرچہ ایک فریق نہایت خوشی وخرمی کے ساتھ اپنی فتح وظفر کے شادیانے بجاتا۔ اور ہراساں وپریشان حال دشمن کو اور بھی رُلاتا۔ اور اس کا منہ چڑاتا ہے۔ مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ میدان کارزار میں کام آنے والے لوگوں میں اگر شکست خوردہ دشمن کا بہت سا جانی نقصان ہوتا ہے تو فاتح وغالب قوم وملک کے بہت سے انسان اور اکثر حالات میں فوجوں کی بہت بڑی تعداد بھی موت کا ہیبت ناک منہ دیکھے بغیر نہیں بچتی۔ یہ سب کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اور آج سے نہیں بلکہ دنیا کے ازل سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اور جب تک انسانی ہستی کا قیام ممکن ہے ہوتا رہیگا۔ لیکن دیکھنے اور غور کرنے والے دل اور دماغ کیلئے ان سب واقعات میں ان ہی تینوں الفاظ پر عمل یا ان سے انحراف کا راز مضمر ہے۔ نالج۔ کیرکٹر۔ اینڈ سروس جن کو اردو میں علم۔ چال چلن۔ اور خدمت کے مترادف الفاظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اپنے اندر ایک ایسا زبردست اثر اور جذب مقناطیسی رکھتے ہیں کہ دنیا کے تمام فاتح تمام روحانی پیشرو اور ان کے صاحب اقبال معتقدین۔ تمام بڑی بڑی اقوام۔ سب عظیم الشان ممالک اور اُن کے خوش نصیب آباد کار انہی تینوں الفاظ کے رہین منت ہیں اور انہی پر کاربند ہو کر مظفر ومنصور رہے۔ فتح وظفر کامیابی وکامرانی اور خوش نصیبی فارغ البالی کا منہ دیکھا ہے۔

ذرا دیکھو تو سہی وہ کونسا زبردست جذبہ تھا جس نے ایرانیوں کے ہاتھوں تورانی اقوام کی گت بنوائی۔ پھر رومیوں کو بھی انہیں کے ذریعہ ذلیل وخوار کرایا۔ اور یہیں تک بس نہیں بلکہ پھر دوبارہ رومیوں کے ذریعہ ایرانیوں کو تباہ وبرباد کرا دیا۔ ہاں وہ کونسی عظیم الشان طاقت تھی جس نے ایک عرصہ کے لئے مصر جیسے سرسبز وشاداب ملک کو اندرونی وبیرونی مناقشات میں مبتلا کر دیا اور ایک وقت اگر وہاں بیرونی اقوام نے اپنا غلبہ واقتدار حاصل کر کے کبھی گڈریوں کے لباس میں کبھی لیبیا اور بارقہ کے صحرائیوں کی صورت میں اور کبھی بنی اسرائیل کی باجلال وجبروت شکل میں حکمرانی کی تو دوسرے مواقع پر انھیں بھی چین لینا نصیب نہ ہوا۔ اور خود باشندگان مصر نے اپنے حملہ آوروں سے ملک گیری کا علم حاصل کر کے اور پھر اس پر کاربند ہو کر اور اپنا عمدہ نمونہ قائم کر کے اور ان سب کے بعد خود ملک پر قربان ہو جانے کے جذبے سے لبریز ہو کر دوبارہ اپنی گمشدہ متاع پائی۔ پھر یونانیوں نے سکندر اعظم کے ذریعہ سے ایرانیوں کے دارالسلطنت کو جسطرح سے تباہ وبرباد کیا اور اس کی سلطنت کو جس طریقہ سے تاخت وتاراج کیا وہ کس بیش قیمت خیال کا نتیجہ تھا۔ ہاں وہ کونسی زبردست کشش تھی جو ان تمام آثار چڑھاؤ کے بعد مسلمانوں کو ایران وافغانستان اور پھر وہاں سے ہندوستان ایک طرف۔ اور روم ومصر اور اس سے آگے سپین وفرانس وغیرہ ممالک میں دوسری طرف کھینچ لے گئی۔ پھر ان سے بھی زیادہ قریب تر زمانوں میں آؤ اور مسلمانوں کی اس عظیم الشان شان وشوکت کے بعد ان کے تنزل اور ذلت کے اسباب کو بھی دیکھو۔ بلاکو کیوں بغداد پر چڑھ آیا اور اس زبردست اسلامی یادگار کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ مسلمانوں کی موحد اقوام نے عیسائیوں کا کیا گناہ کیا تھا کہ اسی طرح سے چن چن کر انھیں نیست ونابود کیا گیا کہ سپین اور اس کے حقہ اسلامی ممالک میں مسلمانوں کا انھوں نے نام ونشان تک نہ چھوڑا۔ ہاں وہ کیا باعث تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے اس قدر رعب واقتدار کے بعد انھیں پھر حلقہ اطاعت میں آنا پڑا۔ اور ایک بیرونی قوم نے اپنے اعلیٰ تمدن وتہذیب کا گرویدہ ومتوالا بنا لیا۔

دوستو! یہ سب علم چلن خدمت وایثار کے ہی کرشمے ہیں۔ جس قوم اور جس ملک میں یہ تینوں صفات اپنے پورے جلوہ میں نمودار ہوئیں وہ دنیا میں مقتدر اور سرسبز وشاداب ہو گئی لیکن جہاں سے اس حقیقی ہما نے اپنا سایہ اُٹھا لیا وہیں ذلت ونکبت کا دور دورہ ہو گیا۔

بھلا غور تو کرو اگر کسی قوم میں فنون وجنگ کی کوئی باقاعدہ تعلیم نہو۔ انہیں زمانہ کے تمدن ومعاشرت کے ساتھ کوئی تعلق واسطہ نہو وہ تمام مروجہ علوم وفنون سے بھی بالکل بے بہرہ ہوں تو ایسی قوم یا ایسے ملک کے افراد کیونکر دوسروں کے مقابلہ میں ہر فن میں پورا اُتر سکتے ہیں اس کشمکش عالم میں زندگی اور قرار اسی کا حصہ ہے جو اپنے ہمسروں سے اگر بڑھ کر نہیں تو ان کے برابر تو ضرور رہو۔ الغرض علم ایک ایسی ضروری شئے ہے جس کے بغیر قوموں اور ممالک کی زندگی اور ہستی کا سوال ہی معرض خطر میں ہے چہ جائیکہ وہ دوسروں کو مغلوب کر سکیں۔ (باقی آئندہ)

فہرست معاونین ضمیمہ

فہرست ہائے مشتہرہ کے بعد ذیل کے احباب نے ضمیمہ پیغام صلح کے لئے پانچ پانچ روپے بطور اعانت عنایت فرمائے۔

(۱) ڈاکٹر غلام محمد صاحب اسسٹنٹ سرجن ہنگو
(۲) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن میانوالی
(۳) منشی محمد حسین خاں صاحب افسر آبکاری خیرپور میرس سندھ
(۴) محمود اختر صاحب بی۔ اے سب انسپکٹر شیرکوٹ ضلع بجنور
(۵) مولوی عزیز بخش صاحب بی۔ اے سپرنٹنڈنٹ دفتر فارسی ڈیرہ غازیخاں
(۶) حیات علی شاہ صاحب واتہ ضلع ہزارہ

بحث امام المنتظر و ذیل العرفان پر ریویو

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

(۳) امامیہ کہتے ہیں۔ امام المنتظر ہمارا ولی امر ہے جو گیارہ سو سال سے مفقود الخبر ہے۔ ایسی باتیں شریعت اسلامی میں ہرگز تسلیم نہیں کیجا سکتی ہیں۔ خیال کریں۔ اگر ایک بالغ لڑکی جو قابل تزویج ہے اس کا ولی امر جو اس کا غالباً باپ یا دادا یا نانا مطابق شریعت اسلامی ہو سکتا ہے موقعہ پر موجود نہ ہوں اور کہیں سفر پر ہوں یا غائب ہوں تو شریعت اسلامی تجویز کرتی ہے۔ کہ دوسرا کوئی ولی نکاح حاکم شرع وغیرہ تجویز ہوکر اس کا نکاح کردیا جاوے تاکہ اس لڑکی یا عورت کی مصالح تزویج اور نکاح کو صدمہ اور نقصان نہ پہونچے پھر امام اور ولی امر مسلمین جس پر مقاصد امامت کی ادائیگی اور اس پر قیام اور مصالح دینی اور دنیوی امور مسلمین کا نظم و نسق ضروری اور واجب ہے وہ گیارہ سو سال سے غار میں چھپا بیٹھا ہے اور مصالح امور مسلمین کو نقصان ہو رہا ہے اور وہ پرواہ تک نہیں کرتا اور آیا ایسا شخص امام المسلمین ہونے کی اہلیت رکھتا ہے تعجب کی بات ہے کہ شریعت محمدی نے ایک عورت کے مقاصد تزویج اور نکاح کو نقصان پہنچنے کی صورت میں تو انتظام کیا ہوا ہے مگر مسلمانوں کے مقاصد اور مصالح دینی اور دنیوی کو اگر نقصان ہو رہا ہے تو اس کا کوئی تدارک اور انتظام شریعت اسلامی نے نہ کیا ہو۔ سبحانک هذا بهتان عظیم۔ اگر واقعی وہ [illegible] کا امام اور ولی امر المسلمین ہے جو گیارہ سو سال سے بیکار بیٹھا ہے اور مقاصد امامت کی ادائیگی پر قادر اور دسترس نہیں پاسکتا تو ضرور وہ اس ولایت مسلمین سے معزول ہو چکا ہے اور وہ ولی امر ہمارا نہیں ہو سکتا۔

(۴) امامیہ کہتے ہیں کہ پانچ برس کی عمر میں وہ سرداب سر من رای میں غائب ہوا۔ اور وہ اس وقت بھی اس عمر میں امام تھا۔ یہ خلاف قرآن اور سنت ہے پانچ برس کا لڑکا نابالغ وہ کس طرح امام المسلمین ہو سکتا ہے۔ وہ اصطلاح شرع میں یتیم کہلاتا ہے اور وہ خود تولیت غیر کا محتاج ہے اور دوسرے کی ولایت اس پر قائم ہوتی ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ ویسئلونک عن الیتمی قل اصلاح لهم خیر الخ ولا تؤتوا السفهاء اموالکم التی جعل الله لکم قیاما وارزقوهم فیها واکسوهم وقولوا لهم [illegible] وابتلوا الیتمی حتی اذا بلغوا النکاح فان انستم منهم رشدا فادفعوا الیهم اموالهم الخ (پ۴) پس ایک یتیم پانچ سال کی عمر کا جس کے لئے شریعت اسلامی میں حکم ہے۔ کہ اس کے مال اور جائیداد اور جان کا ایک دوسرا شخص امین اور گارڈین ہو۔ اور جب تک وہ بالغ نہ ہو اس کا مال اسکو نہ دیا جاوے اور جب رشد کو پہنچے۔ تب مال اس یتیم کا اسکو واپس کیا جاوے۔ جب اسکے اپنے مال تک کا اسکو اختیار نہیں بلکہ دوسرے کی تحویل اور تولیت کی ضرورت ہے وہ کسطرح مقاصد دینی اور دنیوی اور مصالح امور مسلمین کا ولی امر اور امام ہو سکتا ہے ایسے عقائد جہلا اور سفہاء کے ہیں اور اس کا جواب کہ حضرت عیسے اور یحیے وغیرہ کو طفولیت میں نبوت ملی اثبات الباطل بالباطل ہے ہم کب تسلیم کرتے ہیں۔ کہ امام نابالغی میں پانچ یا چھ برس کی عمر میں ان کو نبوت ملی ہرگز نہیں یہ خود محتاج ثبوت اور متنازعہ فیہ ہے یہ دلیل نہیں ٹھہر سکتا۔ ولما بلغ اشده اتیناه حکما وعلما وکذالک نجزی المحسنین۔ دوسرے موقعہ پر۔ اشده کی تفصیل اور تشریح ہے۔ حتی اذا بلغ اشده وبلغ اربعین سنة (احقاف)

(۵) امامیہ فرماتے ہیں کہ امامت اصول دین اور ارکان ایمان سے ہے بلکہ بغیر اسکے ایمان اور دین مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بدیہتاً باطل محض ہے اس لئے کہ جب کوئی مسلمان ہوتا تھا۔ تو اس کو شہادتین پڑھاکر اسلام میں داخل کیا جاتا تھا۔ اور پھر دیگر ارکان اسلام و ایمان اسکو سکھلائے جاتے تھے اور جہاں تک ہم قرآن میں تدبر کرتے ہیں کسی آیت میں امامت کو ارکان اسلام و ایمان کے ہمراہ ذکر نہیں کیا گیا۔ اور نہ عملاً کبھی کسی [illegible] سے امامت علی یا اس کی اولاد کا اقرار لیا جاتا تھا اگر امامت بھی اصول دین وارکان ایمان سے ہوتی تو جس طرح مسلمانوں کو دیگر ارکان اسلام و ایمان سکھلائے جاتے تھے یا ان کو وحی منزل سنائی جاتی تھی امامت کے اصول دین وارکان اسلام و ایمان سے ہونے والی وحی بھی ان کو سنائی جاتی اور تلقین کروائی جاتی۔ حالانکہ تمام قرآن میں ہم ایسی وحی کوئی بھی نہیں دیکھتے اور یہ وحی صاف اور بین ہونی چاہئے۔ جیسے دیگر ارکان ایمان صاف اور واضح طور پر قرآن میں ذکر کئے گئے ہیں۔

ذالک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوة ومما رزقنهم ینفقون والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرة هم یوقنون اولئک علی هدی من ربهم واولئک هم المفلحون۔

انما المؤمنون الذین اذا ذکر الله وجلت قلوبهم واذا تلیت علیهم ایاته زادتهم ایمانا وعلی ربهم یتوکلون۔ الذین یقیمون الصلوة ومما رزقنهم ینفقون اولئک هم المؤمنون حقا لهم درجات عند ربهم ومغفرة ورزق کریم۔

انما المؤمنون الذین امنوا بالله ورسوله ثم لم یرتابوا وجاهدوا باموالهم وانفسهم فی سبیل الله الخ

لیس البر ان تولوا ... ولکن البر من امن بالله والیوم الاخر والملئکة والکتاب والنبین واتی المال علی الخ ... علی هذه القیاس۔

تمام قرآن کریم ہیچو قسم آیات سے پُر ہے۔ اور ہم کو تعامل اہل اسلام اور حالات خیر القرون سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کے زمانہ میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا۔ تو ہرگز اس کو کسی کی امامت کی تلقین نہیں دیجاتی تھی اور نہ ایسے شخص کے ایمان کو معرفت امام پر منحصر رکھتے تھے یا اسکے ایمان کو بدون معرفت امام ناتکمل سمجھتے تھے۔ اگر امامت ارکان ایمان و اسلام سے ہوتی تو ضرور تھا کہ اسکا علم لوگوں کو دیا جاتا۔ تاکہ ان کا اسلام اور ایمان مکمل اور درست ہو جاتا۔ اور کیسی صاف بات تھی کہ جہاں اللہ تعالی نے یوم آخرت اور ملائکہ اور کتاب اور نبیوں کا ذکر فرمایا تھا وہاں امامت کا ذکر بھی ہو جاتا اور مناسب اور موزون بھی یہی تھا۔ کیونکہ بقول تشیع امامت نبوت کے بعد ضروری اور جزو ایمان وارکان اسلام ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن میں ہمراہ ایمانیات کے اسکا مذکور نہیں۔ غایت ما فی الباب فروع دین سے امامت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ خود تشیع قائل ہیں کہ آخری سال وفات میں ولایت نازل ہوئی جبکہ اسکے دو ماہ بعد حضرت نبی کریم صلعم فوت ہو گئے۔ اور وہ بھی ابہام اور شک اجمال سے پر الفاظ ہیں۔ ۲۳ سال تک کچھ امامت کے متعلق نازل نہ ہوا۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔

---

[1] یہ ہو سکتی جب حضرت علی کو امام مقرر کرتے ہیں تو اس سے انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ انا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا (ص ۲۹ نہج البلاغة) اور فرماتے ہیں۔ دعونی والتمسوا غیری مجھکو چھوڑ دو کسی دوسرے کو امیر مقرر کرو۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں نظرت فی امری فاذا طاعتی [illegible] واذا المیثاق فی عنقی لغیری (ص ۱۴۲ نہج البلاغة) علامہ [illegible] شیعی خود حضرت علی کے اعتقاد سے متاثر ہوکر فرماتے ہیں کہ یہ امامت اور ولایت [illegible] سے ہے اور [illegible] ولایت حقیقی وہ کہ [illegible] ظاہر کرتے ہیں۔ اگر امامت ارکان دین یا مفروض ایمان سے ہوتی تو حضرت علی اسکو [illegible] سمجھتے۔

[illegible]

مسلمانوں کی ترقی کا راز

مرزا صاحب کی پیشگوئی اور مخصوص خوبیاں

(بسلسلۂ اشاعت گذشتہ)

ششم ۔ وہ قوم اسلام جس کا خواجہ حالی تو جنازہ ہی پڑھ چکے تھے ۔ چنانچہ مسدس میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں ؎

وہ ملت کہ گردوں پہ جسکا قدم تھا
ہر اک کھونٹ میں جسکا برپا علم تھا
وہ فرقہ جو آفاق میں محترم تھا
وہ امت لقب جس کا خیر الامم تھا
نشاں اس کا باقی ہے صرف اسقدر یاں
کہ گنتے ہیں اپنے کو ہم بھی مسلماں
وگرنہ ہماری رگوں میں لہو میں
ہمارے ارادوں میں اور جستجو میں
دلوں میں زبانوں میں اور گفتگو میں
طبیعت میں فطرت میں عادت میں خو میں
نہیں کوئی ذرہ نجابت کا باقی
اگر ہو کسی میں تو ہے اتفاقی
غرض عیب کیجے بیاں اپنے کیا کیا
کہ بگڑا ہوا یاں ہے آوے کا آوا
فقیہہ اور جاہل ضعیف اور توانا
تاسف کے قابل ہے احوال سب کا
مریض ایسے مایوس دنیا میں کم ہیں
بگڑ کر کبھی جو نہ سنبھلیں وہ ہم ہیں

اس گئی گذری قوم میں جس میں بقول حالی ایک شخص بھی عملاً مسلمان نہیں رہا تھا ۔ میرزا صاحب ہی نے باوجود گوناگوں مخالفتوں کے ایک ایسی جماعت کھڑی کی ہے ۔ جو مذہبی رنگ میں اسوقت اسلام کی جان نثار خادم ہے ۔ مذہبی دنیا میں صرف میرزا صاحب کی جماعت ہی کے قلم کا لوہا دنیا نے مانا ہے ۔ یہی جماعت ہی اپنے ہاتھ میں وہ زبردست اصول رکھتی ہے ۔ جس سے **اسلام** کل غیر مذاہب کا مقابلہ کر کے اُن پر **غالب** آسکتا ہے احمدی جماعت ہی ہے کہ جس کا نام سنتے ہی عیسائی پادری دُم دبا کر بھاگ جاتے ہیں ۔ احمدی جماعت ہی وہ جماعت ہے جسکو **اشاعت اسلام** کا سچا جوش ہے ۔ احمدی جماعت ہی ہے جس کی قلم اور زبان کے ذریعے مشرق و مغرب کی مذہبی کانفرنسوں اور جلسوں میں **اسلام کی شوکت** ظاہر ہوئی ہے ۔ احمدی جماعت ہی ہے جو اپنے امام پاک کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا سنگین اقرار کرتی ہے ۔ احمدی جماعت ہی ہے جو عزم بالجزم ۔ اتفاق ایثار ۔ صداقت و امانت تقوے و ورع ۔ زہد و عبادت ۔ صبر و قناعت میں یکتا ہے ۔ اور قرآن کریم نے جو معیار مومنوں کی پہچان کے مقرر فرمائے ہیں اس پر پوری اُترنے والی صرف احمدی جماعت ہی ہے ۔ مثلاً **قد افلح المؤمنون** (وہ ایمان والے ضرور مشکلات سے چھٹکارا پا گئے) **الذین ھم فی صلوتہم خاشعون** جو نمازیں خشوع خضوع (وعاجزی) سے پڑھتے ہیں **والذین ھم عن اللغو معرضون** (جو بیہودہ باتوں سے کنارہ کرتے ہیں) ۔ **والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون** (اور جو زکوٰۃ دیتے ہیں) ۔ **والذین ھم لفروجہم حافظون** (جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں) ۔ **والذین ھم لامانٰتہم وعہدہم راعون** جو اپنی امانتوں اور قول و قرار کا پاس کرتے ہیں ۔ **والذین ھم علی صلوٰتہم یحافظون** اور جو لوگ اپنی نمازوں کو پابندی سے وقت پر ادا کرتے ہیں ۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر ۔

اس آیت کے منشا کے مطابق فی زمانہ صرف احمدی جماعت ہی ہے جس کے جانباز اور غیور افراد بطور اسلامی مشنری کے نہایت دلیری ۔ ایثار نفسی اور ثابت قدمی سے **امر معروف اور نہی عن المنکر** کو اپنا فرض جان کر انگلستان اور یورپ کے خونخوار دشمن اسلام ممالک میں **عیسائیت اور دہریت کا طلسم** توڑ کر اسلام کی اشاعت نہایت مؤثر اور کامیاب طریقوں سے کر رہے ہیں ۔ دوستو! یہ عظیم الشان خدمت دین ہے جو ***

***

***

***

قادیان کی بستی کے ایک زمیندار رئیس (مسیح اسلام) کے غلاموں ہی کو نصیب ہے **یسارعون فی الخیرات** (خیرات میں سبقت کرنے والے ہوتے ہیں) کے بموجب احمدی جماعت ہی ہے جو اشاعت و حمایت اسلام کیلئے جذبات میں ناداری فضول عذر اُن کے سد راہ نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ اس عسرت اور افلاس اور قلت تعداد میں خدمت دین پر اس قدر روپیہ خرچ کرتی ہے ۔ جس کا مقابلہ بڑے بڑے والیان **ریاست** نہیں کر سکتے ۔ احمدی جماعت ہی ہے جو **لم تقولون ما لا تفعلون** (وہ بات تم کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے) کے بموجب مولوی لوگوں یا قوم پرست لیکچراروں کی طرح تکلف اور تصنع کے ساتھ زبانی جمع خرچ ۔ قول بے عمل اور قال بلا حال سے پہلو بچاتے اور عملی ہمدردی کے رنگ میں اعلےٰ سے ادنےٰ تک رنگے ہوئے ہیں ۔ یہی احمدی جماعت ہی ہے ۔ جن کے دل میں قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کی عزت دنیا میں قائم کرنے کی سچی دھن اور آرزو گدگدائی رہتی ہے ۔ احمدی جماعت ہی ہے جو قوم کے تمام امراض و مفاسد کمزوریوں اور تنزل کا علاج بموجب منشاء ربی **وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین** ۔ ناقص عقول انسانی کی پیروی نہ کر کے اور بطور خود کسی جدید تدبیر و علاج کی تلاش کے بجائے ہر ایک امر میں قرآن کریم ہی سے مدد لیتے اور قرآن ہی کو حکم بناتے اور اسی کی پیروی کو دستاویز عروج جانتے اور اسی پاک مجموعہ ہدایت کو قوم کے تمام امراض و مفاسد کمزوریوں اور تنزل کے عوارض کے لئے شفا و رحمت جانتے ہیں ۔ دوستو! ممکن ہے کہ گذشتہ تیس چالیس سال کے عرصہ میں فرداً فرداً کسی اور بزرگ نے حمایت دین اسلام اور تردید مذاہب باطلہ میں قلم و زبان سے کامیابی سے کام لیا ہو ۔ مگر بہیئت مجموعی یہی متفق جماعت ہی ہے ۔ جسکے قلمی جہاد اور حقانی شمشیر سے **دین** کی لاج بڑھی ہے ۔ اس جماعت کی مفصل خوبیاں بیان کرنا مجھے اس جگہ مطلوب نہیں ہے بلکہ صرف چند وجوہات اس دعوے کی تائید میں لکھے ہیں ۔

قبول اسلام

ایک ہندو مسمی ...روشن نے حضرت امیر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ۔ اسلامی نام نور الدین رکھا گیا ۔

مُردہ زندہ کرنیکی مشین

یہ مشین المعروف "بکس اکسیر قوت" مشتمل چالیس گولیاں خوراکی و شیشی تیل کمزوری دل دماغ بچپن کی غلط کاری کمزوری گردہ مثانہ و اعصاب ۔ ناطاقتی لاولدی اور ذیابیطس ۔ ضعف معدہ ۔ درد کمر وغیرہ کے دفعیہ کیلئے دنیا بھر میں ایک نہایت ہی مجرب المجرب بے نظیر بے ضرر داخلی خارجی شرطیہ حکمیہ دوائی ثابت ہو چکی ہے ہزاروں گرے گذرے مریضان کو آرام ہو چکے کہ انگریزی ڈاکٹروں مہاراجوں سول سرجنوں حکیموں ڈاکٹروں نے منگوایا ہے ۔ جوانی کی مقوی دوائی ہے ۔ ہر موسم ہر طبیعت ہر عمر میں یکساں مفید ہم شرطیہ دعوے سے لکھتے ہیں کہ اگر آپ نا امید ہو چکے ہیں تو اسکو ضرور استعمال کر کے قابل فخر مرد بنیں ۔ شرطیہ کہ اگر باقاعدہ استعمال سے آرام نہ ہو تو قیمت واپس ہو گی ۔

سرٹیفکیٹ ۔ ہم تصدیق کرتے ہیں کہ آپکا بکس اکسیر قوت بہت ہی عمدہ دوا ہے ہمکو آپ کی دوائی نے بہت فائدہ پہنچایا دستخط مسٹر ... صاحب مراد آباد ۔ فی الحقیقت بکس اکسیر قوت واقعی مردہ زندہ کرنیکی مشین ... [illegible] ... دنوں تک ہے رعایتی ۔ جلدی کریں ۔ پتہ ۔ مسٹر ڈی ایم صاحب ڈاکخانہ ٹانڈہ ضلع ہوشیارپور ۔ پنجاب ۔

محمد عبد ... پرنٹر و پبلشر کے اہتمام سے ... پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ... [illegible] ... سے شائع ہوا

رجسٹرڈ ... نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
اندریں دین آمدہ از مادریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
مہر او با شیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود

مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
بادہ عرفان ما از جام اوست
دامن پاکش بدست ما مدام
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہر نبوت را برو شد اختتام
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ز دیا ہیم ہر نور و کمال
اقتدائے قول او در جان ماست
از ملائک و از خبرہائے معاد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
معجزات او ہمہ حق اندر است
معجزات انبیائے سابقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب

وصل دلدار ازل بے اوحال
ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
ہرچہ گفت آں مرسل رب الصلوٰۃ
منکر آں مستحق لعنت است
منکر آں مورد لعن خداست
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار پیغام صلح
لاہور

قیمت
سالانہ للعہ ششماہی سے سہ ماہی عہ ماہوار ۵ر

اشاعت
ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مقام اشاعت مسجد احمدیہ لاہور | پنجشنبہ ۱۶ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۲۵ نومبر سنہ ۱۹۱۶ | نمبر ۵۸

سالانہ جلسہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ اس سال ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کو قرار پایا ہے۔ اور اُمید ہے کہ کل ممبران انجمن و دیگر احباب و بہی خواہان اسلام اس جلسہ کو ہر طرح سے کامیاب بنانے کی کوشش کرینگے اور یہ اجتماع جو سال میں ایک مرتبہ صرف اشاعت اسلام و اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے منعقد کیا جاتا ہے اس کی شمولیت کے لئے وقت نکالینگے۔ اپنے کل دوستوں تک اس پیغام کو پہنچا ئینگے۔ اور ان کو ساتھ لانے کی کوشش کرینگے۔ جلسہ صرف تین دن رہیگا۔ کرسمس کے ایام ہیں اور پھر سال میں ایک دفعہ اس کے لئے وقت نکالنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ اگر کسی دوسرے کام کا حرج بھی کرنا پڑے تب بھی اس موقع کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہئیے۔ اور اس میں شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہئیے۔

احمدی احباب کو خاص طور پر اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک فرد نے حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے ماتحت "دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے" ان کے لئے لازمی ہے کہ اس جلسہ کے لئے وقت نکالیں اور میاں محمود احمد صاحب کے مریدین بھی جو کہ موجودہ اختلاف میں راہ حق دریافت کرنا چاہتے ہیں اگر اس جلسہ میں شامل ہوں تو دو طرفہ خیالات سُن کر ان کو ان معاملات میں صحیح رائے قائم کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔

جو اصحاب کہ جلسہ میں لیکچر دینا چاہیں یا کوئی تقریر متعلق اغراض انجمن کرنا چاہیں وہ مہربانی کرکے فوراً اپنی درخواست ارسال فرماویں۔ تاکہ انجمن کی منظوری سے پروگرام شائع کیا جاوے۔ والسلام

خاکسار مرزا **یعقوب بیگ**۔ آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن۔ اشاعت اسلام لاہور

خواتین اسلام میں ذوق علم

جو کمالات اگلے مسلمان حاصل کرتے تھے ان میں ان کی ماؤں اور بہنوں کی مدد بے حد ہوتی تھی اور خود بھی دماغی و ذہنی اشغال سے فارغ و خالی نہیں رہتی تھیں ولو کان النساء کمن ذکر نا یعنی اگر عورتیں ایسی ہی ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا لفضلت النساء علی الرجال تو آج کل کے مردوں سے عورتیں اچھی ہیں۔ امام حافظ ابن عساکر مورخ دمشق نے جن اساتذہ سے فن حدیث حاصل کیا تھا ان میں ۸۰ سے زیادہ عورتیں تھیں۔

حفیدابن زہر اشبیلیہ کے طبیب مشہور کی بہن اور بھانجی طب اور معالجات کی عالمہ و فاضلہ تھیں اور امراض نسائی کے معالجہ میں بالخصوص ان کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ خلیفہ منصور کے محلات کا علاج ان کے سپرد تھا

شارح چغمنی کے تحصیل علوم کا باعث ان کی بہن ہوئی تھی کہ قاضی زادہ نے جب اپنے وطن روم میں علم حاصل کر لیا تو خراسان کا ارادہ کیا اور چپکے چپکے سامان سفر کرنے لگے۔ ان کی بہن نے چھپا چھپا کر اپنا بہت سا زیور بھائی کے سامان میں رکھدیا۔ تاکہ مسافرت میں خرچ کی پریشانی نہ ہو۔

امام ابن جوزی تین برس کے تھے کہ والد رحلت کر گئے پرورش کی کفیل پھوپھی ہوئیں ابن جوزی کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ کہ ان کی پھوپی ان کو لے کر علماء کے حلقہ درس میں جایا کرتی تھیں "تاکہ بچپن ہی سے ان کے کان علمی باتوں سے آشنا ہو جائیں۔ اور پھر مکتب میں بٹھایا یہانتک کہ ایک جلیل القدر امام بن گئے۔

حضرت امام بخاری نے جب چودہ برس کے سن میں علم حاصل کرنے کے لئے سفر شروع کیا تھا تو ان کی ماں اور بہن نگرانی کی متکفل تھیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے جب یہ حدیث بیان کیگئی کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ مردے پر جب گھر والے نوحہ کرتے ہیں تو اس کو عذاب دیا جاتا ہے" تو حضرت عائشہ رضی نے اس بنا پر اس کی صحت سے انکار کیا کہ یہ قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی۔ یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔

(از خطیب)

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ
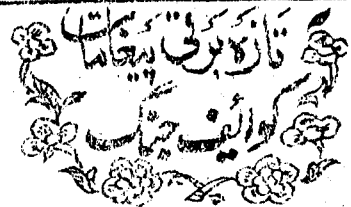
بحیرہ روم کو نقصانات رومی ۲۲ نومبر۔ بحیرہ روم دوردانیال کی فوجی مہم کے متعلق اعلان کیا گیا ہے کہ صوبیدار گجر سنگھ سکھ پلٹن نمبر ۱۴ گورکھا رائفلز زخموں سے ہلاک ہو گیا ہے۔

بلغاریوں کو شکست اتھنز ۲۲ نومبر۔ سربیوں نے بلغاریوں کو کرنش شکو وان لائن پر تین روز کی جنگ کے بعد سخت شکست دی۔ جس سے بلغاریوں کو قریباً بے ترتیبی سے پسپا ہونا پڑا اور سامان کی کثیر مقدار چھوڑنی پڑی۔

بلغاری درہ بابونا سے پیچھے ہٹ گئے سالونیکا ۲۲ نومبر۔ جنوبی سربیا میں جنگی حالت رفتہ رفتہ اصلاح پذیر ہو رہی ہے۔ بلغاری دو سربی ڈویژنوں کے محاصرے کے خوف سے پرلیپ سے پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ سربی رسالہ پیش قدمی کر کے درۂ بابونا تک پہنچ گیا ہے۔ یہاں اب بلغاریوں کا نشان تک نظر نہیں آتا۔ یقین کیا جاتا ہے کہ غنیم نہایت سرعت کے ساتھ مشرق کی طرف پیچھے ہٹ گیا ہے۔

مقدونیہ میں سکوت لنڈن ۲۲ نومبر۔ جب سے فرانسیسیوں نے بلغاریوں کے جوابی حملوں کو جو کوسٹورینو کی سمت میں کئے گئے تھے۔ معتدبہ نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا ہے تب سے مقدونیہ کے فرانسیسی محاذ پر سکوت ہے۔ سالونیکا میں برطانی اور فرانسیسی سپاہ کے اتارے جانے کی کارروائی بلا مزاحمت جاری ہے۔

بلغاریوں نے جرمنوں کو مات کر دیا لنڈن ۲۰ نومبر۔ ایتھنز کا تار مظہر ہے کہ میدان جنگ سے واپس آنے والے موجودہ حالت کو چنداں یاس افزا نہیں بیان کرتے۔ سربیوں کی پسپائی کامل ترتیب کے ساتھ عمل میں آئی ہے اور سربیوں کے پاس ہنوز ایک ہزار توپیں موجود ہیں۔ مقدونیہ میں امداد نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے جس پر سربیوں کو پورا اعتماد تھا بلغاری بلا مزاحمت اسکوپ تک بڑھتے چلے گئے اور مارشل پیوسک کے عام پسپائی کا حکم دینے کے بعد قدیم سربیا میں داخل ہو گئے۔ بلغاریوں نے پیروٹ میں جو مظالم توڑے وہ اس قدر ہولناک تھے کہ آسٹریوں اور جرمنوں کو بلا خفت کرنے اہل نش کو بچانے کی خاطر پولیس کا خود انتظام کرنا پڑا۔

اطالوی نامہ نگار کی یاس انگیز رپورٹ لنڈن ۲۱ نومبر۔ ایک اطالوی نامہ نگار بدھ کے روز نامہ دیتے ہوئے اپنے مناستر جانے کی کیفیت قلمبند کرتا ہے۔ اس وقت مناستر کرنل وآسیش اور درہ بابونا کے بہادر مدافعین کی چھوٹی سی فوج کا ہیڈکوارٹر تھا۔ مناستر کے علاقہ میں ان کے سوا اور کوئی سروی فوج نہ تھی اور ان کا تعلق دو ہفتہ سے سرویا کی باقی فوج سے منقطع تھا۔ انہوں نے بابونا میں توپوں کو بچانے کی کوشش نہ کی۔ بلکہ بڑی بڑی میخیں ٹھونک کر ان کے منہ بند کر دئیے جو صرف چھ قدیم وضع کی توپیں تھیں۔ پسپائی کے دوران میں سروی پرلیپ کے شمال مغرب میں بلغاری رسالہ کے نرغے میں آنے سے بال بال بچے جو کروسیو کی طرف سے سرپٹ آ رہا تھا۔ سروی اب دریائے سرنا کے مغرب میں جو پرلیپ اور مناستر کے عین وسط میں واقع ہے۔ آخری مقابلہ کر رہے ہیں اور انہیں امید ہے کہ چند روز تک اور مقابلہ کر سکیں گے۔

مناستر میں ۴ ہزار بلغاریوں کی موجودگی کی وجہ سے اہل مناستر کو ہر وقت [illegible] کی طرف سے قتل و غارت کا اندیشہ رہتا ہے۔ کرنل وآسیش نے دوشنبہ کے روز [illegible] کو طلب کر کے انہیں دھمکی دی کہ اگر [illegible] فساد برپا کیا۔ تو تمہاری سخت خبر لی جائے گی۔ مگر اس کے ساتھ انہوں نے قونصلوں کو مشورہ دیا کہ وہاں سے روانہ ہو جائیں۔ فرانسیسی قونصل مناستر سے ٹرین پر سوار ہو کر روانہ ہونے کو تھا کہ میجر سکوٹ جو سروی سپاہیوں کا کمانڈر تھا۔ ایک گرد آلود اور کف آلود گھوڑے پر سوار ہو کر آ نکلا اور کہنے لگا کہ میں اپنے سپاہیوں کو جن کی تعداد اب ۱۰۰ سے گھٹ کر ۹۰ رہ گئی ہے بھوک اور تھکان سے چور مناستر سے ۲ گھنٹہ کی منزل پر چھوڑ آیا ہوں۔ بلغراد سے روانہ ہونے کے وقت ہم میں صرف دو آدمی ہلاک ہوئے تھے۔ پسپائی کے وقت غنیم نے ہمارا راستہ روک لیا اور ہم البانیہ کی سرحد پر کوہستانی دروں میں کئی ہفتہ تک مارے مارے پھرتے رہے۔ اب انہیں مناستر تک پہنچنے کے لئے مناسب امداد اور سامان روانہ کیا گیا ہے۔

جرمنوں کی جدید عظیم کمک لنڈن ۲۲ نومبر۔ فرانس کی سرکاری اطلاع میں زیادہ تر مختلف مقامات پر توپخانہ کی آتشباری اور سرنگ بازی کی سرگرمی کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ فرانسیسی توپخانہ نے غنیم کی قلعہ بندیوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔

زیورچ کا تار مظہر ہے کہ مغربی محاذ کے عقب میں جرمن سپاہ کی عظیم کمکی جمعیت پہنچ گئی ہے۔ جس کا اکثر حصہ مشرقی محاذ سے آیا ہے کیونکہ یقین کیا جاتا ہے کہ جرمنوں نے اپنی ایک لاکھ فوج وہاں سے پیچھے ہٹا لی ہے۔ مگر روسیوں کی حال کی شدید جارحانہ کارروائی کی وجہ سے مزید فوج کا ہٹانا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ جرمنوں کی اس کمکی جمعیت کی تعداد کا اندازہ ۶ جیش لگایا گیا ہے۔

(بعدہ) پیرس کی اطلاع مظہر ہے کہ آرٹوا اور لورین کے علاقہ میں خفیف جنگی کارروائیاں عمل میں آئیں۔

[illegible] کی لڑائی لنڈن ۲۱ نومبر۔ مغربی [illegible] رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:۔

ہلاک: میجر ۱۔ سیکنڈ لفٹننٹ ۱۔ [illegible] ہلاک: لفٹننٹ ۱۔ زخموں سے ہلاک: کپتان ۱۔ لفٹننٹ ۲۔

[illegible] مجروح: کپتان ۱۔ لفٹننٹ ۴۔ سیکنڈ لفٹننٹ ۲۔

اب زخموں سے ہلاک: [illegible] ۱۔

[illegible] ہلاک: لفٹننٹ کرنل ۱۔

اب مجروح و اسیر: کپتان ۱۔

کیمرونز کے نقصانات کیمرونز (مغربی افریقہ) کی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا:۔

ہلاک:۔ کپتان ۲۔ مجروح:۔ کپتان ۱۔

جرمنی کے ناقابل عفو جرائم لنڈن ۲۱ نومبر۔ سینیٹر اور لینڈ [illegible] وزیر عدالت اٹلی نے اپنی پالرمو کی تقریر کے (جس کا کل ذکر آ چکا ہے) آخری حصہ میں پاپائے روم کی اس حیثیت کا جو انہیں سابقہ جنگوں میں حاصل تھی ان کی موجودہ پوزیشن سے مقابلہ کیا۔ جبکہ وہ مذہبی دنیا کے پیشوا ہونے کی حیثیت سے تمام حقوق آزادی امن و امان اور وقار کی حفاظت اور نگہداشت کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ انہوں نے اخیر میں کہا کہ اٹلی نے غنیم کو جنگ کے مسلمہ قوانین کے لحاظ سے معذور خیال کر لیا تھا۔ مگر ناقابل عفو جرائم کی وجہ سے جنگی ایک مثال یہ ہے کہ بیگناہ جہاز ڈبو دئیے جاتے ہیں۔ اس جنگ میں نفرت اور انتقام کا عنصر بھی داخل ہو گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
۲۵- نومبر ۱۹۱۵ء نمبر ۵۸

خواجہ مایۂ صد فخر وناز

پچھلی گذشتہ اشاعت میں حضرت خواجہ صاحب کے حیدرآباد جانے اور وہاں آپ کے لیکچروں اور اس قدر ومنزلت کا جس کے کہ آپ واقعی طور پر مستحق ہیں مجملاً ذکر کیا گیا تھا۔ اب ذیل میں حیدرآباد کی معاصرین مشیر دکن اور صحیفہ سے ان تمام واقعات کو نقل کیا جاتا ہے جو حضرت خواجہ صاحب کو حیدرآباد میں پیش آئے ہیں اور جنہیں پڑھ کر ایک مومن کی روح پر فرط خوشی سے بے اختیار تواجد و رقص کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور بارگاہ الٰہی میں اس اعزاز و اکرام اور شان کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ صاحب کو ان کی خدمات دین پر عطا فرمائی ہیں۔ اور جو درحقیقت اس دنیوی خوشنما وقایع اقبالی اور نیز اخروی نجات کا ایک زندہ ثبوت ہیں۔ جس کا اسلام کے پیرو اور سچے خدمتگذاروں کے لئے قرآن کریم نے وعدہ فرمایا ہے بے شمار سجدات شکر بجا لانے کو جی چاہتا ہے۔ اور دل چاہتا ہے کہ اس خداوند کریم کے حضور میں سرنیاز خم کر کے اس کے پاک رسول حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بے انداز درود اور سلام پڑھا جائے۔ جن کی پاک کوششوں کے طفیل آج اس دہریت کے زمانہ میں بھی اسلام کی صداقت کا یہ زندہ ثبوت موجود ہے کہ اس کے سچے خدمتگذار آخر کار عزت وعظمت کی بلند چوٹی پر بٹھائے جاتے ہیں

ناظرین کرام ان نقل کردہ حالات میں نہایت حیرت ومسرت کے ساتھ یہ خبر پڑھینگے کہ حضرت خواجہ صاحب ان دنوں حضور نظام خلد اللہ ملکہم کے ایک واجب التعظیم مہمان ہیں آپ کے لئے ایک موٹر کار ہر وقت متعین ہے آپ کو ہاتھی پر سوار کرا کے ایک خاص شاہی جلوس میں شامل کیا گیا۔ یہ خبریں یوں تو ایک دنیادار کی نظر میں معمولی اور بالکل ناقابل وقعت ہونگی۔ لیکن ان کو پڑھنے کے ساتھ ذرا حضرت خواجہ صاحب کی حیثیت باریابی (یعنی آیا وہ کسی دنیوی حیثیت میں اس شرف باریابی سے مشرف ہوئے ہیں یا دینی اور مذہبی حیثیت میں) ان کے تعلق سلسلہ احمدیہ اور اس کام کو مدنظر رکھو جو آجکل آپ سرانجام دے رہے ہیں۔ اور پھر دیکھو کہ ہمارے خواجہ احمدی اور مسیح موعود کے غلام خواجہ۔ ہاں اس خواجہ کو جو مبلغ اسلام کہلاتا ہے۔ حیدرآباد جیسی ریاست میں جو کہ اپنی وسعت اور مال و دولت نیز اختیارات کے لحاظ سے ایک زبردست اسلامی حکومت کا حکم رکھتی ہے۔ اس زمانہ میں جب کہ اسلام وخدمتگذاران اسلام کی وقعت خود مسلمانوں کے دلوں سے اٹھ چکی ہے یہ عزت پانا اگلا اسلام اور احمدیت کے لئے مایۂ صد فخر وناز ہوتا ہے اور اس سے عزت وعظمت اور محبت ووقعت کا بھی پتہ لگتا ہے جو حضور نظام خلد اللہ ملکہم کے دل میں اسلام وحامیان اسلام کے لئے ہے اور جو کہ اس مذہبی فقدان حس کے زمانہ میں جبکہ خود مسلمانوں نے اسلام کی قدر کو کھو دیا ہے حیدرآباد کے لئے بھی مایۂ صد فخر وناز ہے۔

حضرت خواجہ صاحب کو یہ عزت و کامیابی صرف دربار شاہی میں ہی حاصل نہیں ہوئی بلکہ جیسا کہ ناظرین کرام ذیل کی خبروں میں دیکھینگے عوام میں بھی آپ کو وہ قدر ومنزلت نصیب ہوئی ہے کہ جس کو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ کوئی دن خالی نہیں جاتا جب آپ کا کوئی لیکچر نہو۔ ایک لیکچر ختم ہوتا ہے تو ساتھ ہی دوسرے کا اعلان ہو جاتا ہے۔ پھر کس قدر دلچسپی۔ دلی رغبت اور شوق کے ساتھ آپ کے لیکچروں کو سنا جاتا ہے اور اس شمع اسلام پر حیدرآبادی پروانوں کا کس قدر زور ہے یہ سب کچھ اب میں معزز معاصرین مشیر دکن اور صحیفہ کی زبانی سناتا ہوں تا ناظرین کو زیادہ انتظار میں بیتابی کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ وھو ہذا

—— گذشتہ شب کنگ کوٹھی میں بتقریب گل پوشی صاحبزادگان والاتبار ڈنر ہوا۔ جس میں امرا وعمائدین ملک اور اعلےٰ عہدہ دار شریک تھے۔ ڈنر کے بعد بارگاہ خسروی میں شرکاء ڈنر نے نذریں داخل کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ہمعصر صحیفہ کی اطلاع ہے کہ اس موقعہ پر خواجہ کمال الدین صاحب بھی مدعو تھے۔ اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہم نے انھیں ایک تاکر جامہ وار مرحمت فرمایا یہ بھی سنا ہے کہ خواجہ صاحب کو خود اعلیٰ حضرت نے عمائد سلطنت سے معرف فرمایا

(مشیر دکن ۱۴- نومبر ۱۹۱۵ء)

—— نظام کالج اردو لٹریری یونین کا جلسہ آج ۱۱- نومبر کو شام کے ساڑھے ۴ بجے خواجہ کمال الدین صاحب کیرکٹر (سیرت) پر تقریر کرینگے۔ نواب عماد الملک بہادر اس جلسہ کے صدرنشین رہینگے (۱۰- نومبر ۱۹۱۵ء)

—— کل شام کے ساڑھے ۴ بجے نظام کالج میں نواب عماد الملک بہادر کی صدارت میں ارتقاء انسانی پر خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے کا لیکچر ہوا۔ تمام ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اکثر لوگوں کو جگہ کی قلت کے باعث واپس جانا پڑا۔ خواجہ صاحب کی پر مغز اور دلچسپ تقریر مغرب کے قریب ختم ہوئی۔ آپ کی تقریر کے خاتمہ پر مسٹر پنڈر گاسٹ پروفیسر نظام کالج نے بھی اردو میں مختصر تقریر فرمائی۔

(۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء)

—— تاریخ ۴- محرم ۱۳۳۴ء مطابق ۱۴- نومبر ۱۹۱۵ء بروز یکشنبہ ٹھیک دس بجے دن کے مدرسہ اسلامیہ سکندرآباد واقع حسام گنج میں بصدارت نواب عماد الملک بہادر مشہور لیکچرار و واعظ اسلام مولوی خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے بیرسٹرایٹ لا وعظ فرمائینگے۔ (ر)

—— نواب خدیو جنگ بہادر اطلاع دیتے ہیں کہ ۸- محرم الحرام روز شنبہ کو دن کے ۴ بجے ٹاؤن ہال باغ عامہ میں مولانا مولوی خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے اسلامی مشنری کا لیکچر ہوگا۔ جس میں خاص وعام شریک ہو سکتے ہیں ٹاؤن ہال کے پلیٹ فارم پر امرائے دولت اور اراکین شہر کے لئے انتظام کیا گیا ہے اور علی ہذا زنانہ کے لئے بھی انتظام ہوگا۔ کرسی صدارت کو نواب عماد الملک بہادر زینت دینگے۔ (ر)

—— ایک صاحب نے اطلاع دی ہے کہ یکشنبہ گذشتہ کو انجمن خواتین اسلام کی جانب سے اہلیہ نواب خدیو جنگ بہادر کے مکان پر جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں خواجہ کمال الدین صاحب نے پردہ کے ذریعہ تقریر فرمائی اس انجمن نے خواجہ صاحب کو کچھ روپیہ برائے اشاعت اسلام کے لئے دیا ہے۔ [illegible] صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ خواجہ صاحب کو بارگاہ خسروی میں باریابی کی عزت حاصل ہوئی اور آپ نے

ڈنر میں بھی شرکت کی (صحیفہ ۱۴- نومبر ۱۹۱۵ء)

——— نظام کلب میں ۱۳- نومبر کی شام کو خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر ہوا ممبران کلب کے علاوہ کثرت سے شہر کے عمائد اور دیگر موجود تھے۔

——— اس سال لنگر مبارک پر ۔۔۔ خاص طور پر صاحب رزیڈنٹ بہادر نواب سالار جنگ بہادر۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر۔ نواب سرفریدون جنگ بہادر نواب عماد الملک بہادر نواب ولی الدین خان نواب فخر الملک بہادر وغیرہ حضوری شاہ مدعو تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب بھی مدعو تھے۔ حضرت اقدس و اعلیٰ کی سواری مبارک کنگ کوٹھی سے ٹھیک ۳ بجے مبارک محل کو منعطف افروز ہوئی۔ صاحب رزیڈنٹ بہادر اور دیگر امرا وغیرہ بھی مبارک محل میں تشریف لے گئے۔ چار بجے کے بعد لنگر مبارک کا سلسلہ شروع ہوا اور چھ بجے کے قریب ختم ہوا۔ (مشیر دکن ۱۴- نومبر ۱۹۱۵ء)

——— کل سہ پہر میں حضرت اقدس و اعلیٰ معہ اسٹاف کنگ کوٹھی سے مبارک محل منعطف افروز ہوئے اور وہاں سے سواری مبارک معہ صاحبزادگان بلند اقبال ہاتھی پر جلوس کے ساتھ نکلی۔ حضرت اقدس و اعلیٰ کے جلوس میں علاوہ عہدہ داران اسٹاف کے عالیجناب مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر۔ عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر۔ عالیجناب فخر الملک بہادر۔ نواب عماد الملک بہادر۔ نواب عماد جنگ بہادر کوتوال رائے مرلیدھر صاحب اور مولوی مرزا نذیر بیگ صاحب وغیرہ امرائے دولت وارکین سلطنت بھی ہاتھیوں پر سوار تھے جلوس مبارک محل سے روانہ ہو کر چار مینار اور چو محلہ مبارک ہوتا ہوا [illegible] سڑکوں پر دو طرفہ رہروؤں اور تماشائیوں کا ہجوم تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب اسلامی مشنری کو بھی براہ خسروانہ حضرت اقدس و اعلیٰ نے لنگر مبارک اور جلوس مبارک کے موقع پر یاد فرما کر ہمرکابی کا شرف بخشا۔ آج شام مولوی خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر خاص طور پر کنگ کوٹھی میں ہونے کی [illegible] ہے۔

(مشیر دکن ۱۵- نومبر)

کل صبح دس بجے سکندر آباد کے اسلامیہ [illegible] میں مولوی خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر [illegible] سننے کے لئے نہایت شوق [illegible] کے ساتھ مجمع [illegible] ہو گیا تھا۔

سکندر آباد کے ہال میں مولوی خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے کا لیکچر "اسلام" پر نواب عماد الملک بہادر کی صدارت سے منعقد ہوا تھا۔ مدرسہ کا وسیع اور خوشنما ہال بھر گیا تھا۔ اکثر حاضرین تنگی جگہ کے باعث ہال کے باہر کھڑے رہے۔ ۱۲- و ۱۳- محرم کو بعد نماز مغرب اسی مدرسہ میں خواجہ صاحب موصوف کا لیکچر مسز سروجنی نائڈو صاحبہ کی صدارت سے منعقد ہوگا۔

——— خواجہ کمال الدین صاحب کو لنگر مبارک دیکھنے کے لئے مبارک بنگلہ پر مدعو کیا گیا تھا۔ (صحیفہ ۱۵- نومبر)

——— بعد مغرب کے قریب اعلیحضرت اقدس و اعلیٰ کی سواری مبارک ہاتھی پر جلوس کے ساتھ مبارک بنگلہ سے چار مینار تک برآمد ہو رہی تھی امرائے ملک ہاتھیوں پر نواب عماد جنگ بہادر کوتوال بلدہ اور نظام یار الدولہ بہادر وغیرہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب بھی جلوس میں ہاتھی پر تھے۔ (۱۶ نومبر)

——— کل صبح دس بجے خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر خاص طور پر کنگ کوٹھی میں "حقوق نسواں" پر ہوا حضرت اقدس و اعلیٰ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر اور دیگر امرا و عہدہ داران بلدہ تشریف رکھتے تھے۔ لیکچر نہایت پر اثر تھا۔ حضرت اقدس و اعلیٰ نے اظہار خوشنودی فرمائی۔ خواجہ صاحب نے کھانا بھی وہیں تناول فرمایا۔ کل شام کے چار بجے باغ عامہ میں خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر ہوگا۔

(مشیر دکن ۱۶- نومبر)

——— مولانا خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے نے کل شام کے ۴ بجے باغ عامہ کے ٹاؤن ہال میں "اشاعت اسلام" پر پرمغز اور عالمانہ تقریر فرمائی۔ یورپ میں اشاعت اسلام کی ضرورت اور وہاں پر اپنے مشن کی کامیابیوں کا ذکر کرتے ہوئے اخیر میں خواجہ صاحب نے خصوصیت کے ساتھ حاضرین کو اس جانب بھی توجہ دلائی کہ گو یورپ میں اشاعت اسلام کے لئے نہایت وسیع میدان موجود ہے لیکن اس کے لئے مزید کام کرنے والے فدائیوں کی اور نیز روپیہ کی ضرورت ہے خواجہ صاحب نے مسلسل ڈیڑھ گھنٹہ تک تقریر فرمائی بعد نماز مغرب کے دفعتہً [illegible] ختم ہو جلسہ برخاست ہوا شہ الفتنی کا [illegible] تھا۔ مولوی خواجہ کمال الدین صاحب آجکل گشت ہوس سوار [illegible] میں [illegible]

مہمان ہیں۔ صبح سے دن کے ۱۰ بجے تک ملاقاتیوں سے مل سکتے ہیں مولوی خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر "اخوت اسلامی" پر آئندہ جمعہ کو شام کے ساڑھے چار بجے گرشنا تھیٹر میں ہوگا شرح ٹکٹ [illegible] ۸ [illegible] رکھی گئی ہے اس سے جو آمدنی ہوگی وہ انگلستان کے اسلامی مشن کی امداد میں دی جائیگی۔ ([illegible] ۱۷)

——— کل شام کے ۴ بجے دار الشفا (ٹاؤن ہال) میں مولوی خواجہ کمال الدین صاحب نے اسلام پر تقریر فرمائی۔ ٹاؤن ہال حاضرین سے کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ باہر تک لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ اور بعض واپس بھی گئے تھے خواتین بھی آئی تھیں۔ کشش اسلام نے صد ہا گاڑیوں اور موٹروں کو باغ عام کے احاطہ میں پہنچا دیا تھا۔ مشتاقین ساعت تقریر تین بجے سے ہی ہال میں جمع ہونے لگے تھے اور اسٹیج وغیرہ پر کوئی خاص انتظام نہیں رہ سکا تھا خواجہ صاحب نے قریباً دو گھنٹے میں مختلف ابواب پر مسلسل و دلچسپ معلومات افزا تقریر فرمائی بذریعہ مردم شماری کے ثابت کیا کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ یہ بھی بتلایا کہ یورپ میں جو دیکھو ایک سچے مذہب کی تلاش موجود ہے اور فرقے مختلف اخلاقی و علمی و مذہبی مسائل کے پیچھے پڑ کر اپنی کوششیں صرف کرنے لگے ہیں۔ [illegible] انسداد مسکرات آج انسداد میخواری کے پیچھے پڑا ہے جبکہ اسلام نے تیرہ صدی پہلے حرام قرار دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

نماز مغرب پر تقریر ختم ہوئی۔ بعض امرا اکثر عہدہ دار اور بکثرت خوشباش و معززین جمع ہوئے تھے۔ فراہمی چندہ کے لئے مطبوعہ پرچہ جات درخواست تقسیم کئے گئے تھے۔

خواجہ صاحب موصوف کی آئندہ تقریر اخوت اسلام پر کرشنا تھیٹر میں جمعہ آئندہ کی شام کے ۶ بجے ہوگی اس کے سننے کے لئے چار مختلف درجے کے ٹکٹ تقسیم کئے گئے ہیں۔ اس کی آمدنی لندن کے اسلامی مشن کو دیجائیگی۔ انجمن نوجوانان اسلام واقع دار الشفا نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ہے بشکریہ

---

* اس لیکچر کی تجویز اور انتظام [illegible] سروجنی نائڈو صاحبہ ہیں جو ایک اعلیٰ درجہ کی شاعرہ انگریزی کی زبان میں ہیں اور انگلستان میں اعلیٰ شہرت حاصل کر چکی ہیں۔

عید الضحیٰ ووکنگ میں

از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا لنڈن

منزل پہ چل رہا ہے اب قافلہ ہمارا
بانگ جرس پیرا ہے آرہی ہے
ہاں اے مشیر دیکھو مشعل وہ بجھ نہ جائے
ظلمت میں راستہ جو سب کو دکھا رہی ہے

۲۰ اکتوبر کو یوم چہارشنبہ عید الضحیٰ کا دن بھی آگیا اور آیا نرکس آب و تاب سے آیا۔ یہاں اب سردی شروع ہوگئی ہے۔ پانی قریب قریب روز برستا ہے۔ موسم یوں بھی گندہ رہتا ہے۔ آفتاب نقاب پوش۔ مگر دعا اور پھر مسلمانوں کی دعا کب خالی جاسکتی ہے۔ ۱۹ اکتوبر کو دن خراب اور بہت خراب تھا۔ مولوی صدر الدین صاحب نے خیال کیا تھا کہ شامیانہ کہیں سے مل سکے تو منگا لیا جائے۔ یہاں سے قریب ایک شہر گلفرڈ ہے۔ وہاں پتہ چلا۔ کرایہ پر منگایا گیا۔ مگر وہاں سے یہاں آیا تو معلوم ہوا کہ بیکار ہے شامیانہ یہاں ہوتا نہیں۔ خیمہ بڑا سا تھا۔ مگر وہ کیا کافی ہوتا۔ واپس کیا گیا۔ صرف دعا پر بھروسہ کیا گیا۔ اور الحمد للہ کہ خداوند کریم نے دعاؤں کو سن لیا۔ ۲۰ اکتوبر کا دن غیر معمولی طور سے صاف نکلا اور برابر اچھا ہی رہا۔ دوسرے دن پھر وہی گندگی۔ مگر دوسرے دن سے ہمکو کیا مطلب۔ اس دفعہ عید میں مجمع پہلے سے بھی زیادہ ہوا۔ سپاہی بھی تعداد میں زیادہ تھے۔ افسروں نے بطور خود تعطیل لے لی تھی اور غنیمت ہوا کہ مل گئی۔ ورنہ ان سب کو بہت مایوسی ہوتی۔ مذہبی جذبات مسلمانوں کے زبردست ہوتے ہیں۔ ان کا لحاظ لازمی ہے۔ پھر آپ پردیس میں۔ اذان کی آواز بھی دل پر عجب اثر کرتی ہے چہ جائیکہ بڑے مجمع کے ساتھ شریک نماز ہونا۔

خداوند کارساز کا کسقدر شکر بجا لایا جاوے ایسے تو یہ حال تھا کہ تیس برس تک یہاں کی مسجد قریب قریب معطل پڑی رہی۔ ہم لوگ کبھی کبھی یہاں آجاتے تھے وہ بھی صرف کسی خاص موقعہ پر۔ مگر اب تو ماشاء اللہ ہر روز نماز ہوتی ہے۔ مسجد کی درستی بھی اب خوب ہوگئی ہے۔ مولوی صاحب کو دل سے خیال رہتا ہے برقی روشنی ہے گرم کرنے کو چولہا ہے۔ خدا تمام دین اور دنیا کی برکتیں بیگم صاحبہ بھوپال پر نازل کرے کہ ان کے صاحبزادہ حمید اللہ خان صاحب کی فیاضی سے ایک نہایت قیمتی گداز ملائم قالین بھی اب مسجد میں بچھ گیا ہے۔ جس پر سجدہ کرنے سے دلکو خوشی ہوتی ہے۔ کچھ شبہ نہیں کہ ہر مسلمان کے دل سے ریاست بھوپال کیلئے دعا نکلتی ہوگی۔ یا تو وہ پرانے قالین تھے جن پر سجدہ کرنا گویا مسجد کو کرتے کے برابر اور وہ بھی بے جوڑ۔ یا اب ایسا قالین ہے کہ جسپر سجدہ میں ہی پڑے رہنے کو دل چاہتا ہے یا تو وہ سونی حالت مسجد کی تھی۔ دیوار شق ہو رہی تھی۔ سردی نے بنیاد کو پکڑ لیا تھا۔ اور یا اب ہما شما گرم مسجد بنتی ہے اور خدا اکی کارسازی یہ کہ یہ سب تبدیل مولوی صدر الدین صاحب کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جو لوگ مسجد کے متولی ہیں۔ انکے پاس روپیہ نہیں اور صاف تو یہ ہے کہ دل بھی نہیں۔ اسلام کا ہر کام دل سے کیا جاویگا پورا ہوگا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ ہماری نمازوں کیلئے مسجد کافی نہیں ہوتی۔ عید کی نماز کی تو خیر جگہ تھی ہی نہیں۔ اسدن ظہر اور عصر کی نمازوں میں مسجد بھر گئی تھی۔ عید کی نماز مثل سابق عید کے باہر ہوئی۔ قالین بچھا کر نماز زوال سے قبل ہو جانی ضرور تھی۔ اسکا خاص انتظام کیا گیا جو لوگ نہیں آئے تھے۔ مثلاً ہز ہائینس سر آغا خان صاحب یا لارڈ ہیڈلے بالقابہم ان کا انتظار نہیں کیا جاسکا نماز شروع ہوگئی۔ لیکن جب خطبہ کیلئے مولوی صاحب کھڑے ہوئے تو انہوں نے لارڈ ہیڈلے صاحب پشت پر بیٹھے دیکھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد انکی نظر ہز ہائینس سر آغا خان پر بھی پڑی جو ترکی ٹوپی لئے سب کے آخر کی صف میں معمولی سپاہیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اسوقت اسلام کی مساوات کا عجب رعب تھا۔ ایک شخص جو بادشاہ سے دوستی کا ظرف رکھتا ہے جس کی جماعت کے لوگ اُسے بادشاہ سے زیادہ ممتاز سمجھتے ہیں۔ جب نماز میں آتا ہے تو اپنے دوسرے ساتھیوں سے مطلق کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

یہاں کے نومسلموں کا ایک طرح امتحان بھی ہوگیا۔ ایک لڑکی جسکا نام آلیو Olive تھا اور جسکو اب نرگس کے نام سے… اس لئے فخر ہے کہ اس نے نماز میں امام صاحب کو قرآن کریم کی آیت میں بھی زیتون پڑھتے سنا ہے۔ ہز ہائینس کے پاس سے گذری جیسے اسکو سکھایا گیا ہے۔ السلام علیکم اس نے کہا۔ ہز ہائینس نے جواب دیا اور پوچھا کہ اس کے معنے بھی ان لوگوں کو بتائے گئے ہیں لڑکی نے فوراً جواب دیا Peace be upon you زیتون کی والدہ جو نہایت ہی نیک خاتون ہے اور اسلام میں نہایت راسخ۔ وہ۔ اڈ… سمیع۔ جو اکثر موذن کی خدمت ادا کرتے ہیں وہ سب مہمانوں کی خاطرداری میں نہایت دلسوزی دکھا رہے تھے۔ حسب معمول اس عید میں بھی دور دور سے لوگ آئے تھے۔ مختلف طبقہ مختلف ممالک مختلف رنگ کے لوگ موجود تھے سب ایک خدا کے آگے سربسجدہ ہوتے تھے اور زبان حال سے نہ صرف اس ملک بلکہ تمام دنیا کو یہ پیغام پہونچا رہے تھے کہ اسلام کے عروج کو موت روک نہیں سکتی۔ اگر ہم مسلمان واقعی مسلمان ہو جاویں اگر ہم میں اپنے بھائیوں کی محبت کا جوش جیسا چاہیئے ہو جاوے۔ اخوت اتحاد پیدا ہو جاوے اور اسلام سے وہی محبت ہم لوگوں کو جو زمانہ موجودہ کے رنگ سے واقف ہیں۔ جو تعلیم عمل کی قوت کو جانتے ہیں۔ ہو جاوے جسقدر ہمارے غریب بھائیوں کے دل میں اسلام کا درد ہے۔ تو دنیا پھر ہمارے قدموں کے نیچے ہو۔ اگر ہم اسلام کی خدمت پر دل سے آمادہ ہو جاویں۔

اس مرتبہ یہاں کی لڑکیوں نے اسلامی شعار یہ بھی اختیار کر لیا تھا کہ سر پر دوپٹہ ڈال رکھا تھا اور اب انشاء اللہ بڑی عورتیں بھی ایسا ہی کرینگی۔ رفتہ رفتہ یہ تحریکیں ہو رہی ہیں۔ ووکنگ میں الحمد للہ اسلامی تحریک زوروں سے ہوئی ہے۔ لیکن ابھی کافی طور سے یہاں بھی نہیں ہوسکتی مالی مدد کی ضرورت ہے اخراجات بڑھے ہوئے ہیں۔ ان کی خانہ پوری ہندوستان ہی سے ہوسکتی ہے۔

میں نے تو ہز ہائینس سے کہا کہ لنڈن میں ایک مسجد کے شروع کر دینے کا یہی وقت ہے کچھ نہ کچھ روپیہ ہاتھ میں موجود بھی ہے کام چھیڑتے ہی انشاء اللہ اور مدد بھی ملجاویگی یہاں ہماری مسجد کے پاس ہی ایک بہت ہی عظیم الشان عمارت ڈاکٹر لائٹنر کی ہندوستانی رؤسا کے روپیہ سے بنوائی ہوئی ہے جس کی بابت طلباء کے لئے بورڈنگ ہاؤس ہونیکا خیال تھا۔ کرولی ریاستوں کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں۔ رقبہ بھی بہت بڑا ہے۔ عمارت بہت شان کی ہے۔ اور شان سے زیادہ صنعت کاری سے بھی آراستہ ہے۔ لاکھوں روپیہ اُس پر خرچ ہوا۔ جب ایک معمولی شخص کو ریاستوں نے (اسلامی ریاستیں مثلاً حیدرآباد وغیرہ شریک تھیں) اسقدر روپیہ دیا۔ تو ہز ہائینس وغیرہ اگر تحریک کریں تو لنڈن میں مسجد بن جانی کیا دشوار ہوگی۔ میرے خیال میں تو بادشاہ کو بھی مدد کرنی چاہیئے۔

لنڈن میں مسجد کا کام شروع کر دیا جاوے اور یہاں ووکنگ میں بھی اور زیادہ استحکام سے کام جاری کیا جاوے۔ یہاں انگریزی مسلمانوں کی ایک جماعت مضبوط ہو جانی چاہیئے مگر لنڈن کے مرکز میں بھی کام شروع کر دینا ضروری ہے ووکنگ ایک دیہات میں ہے۔ لنڈن سے پچیس میل کے فاصلے پر۔ یہاں لوگ آسانی سے نہیں

پہنچ سکتے۔ لندن میں اگر تحریک ہو تو وہاں کا اثر دور دور تک پھیلیگا۔ اور وہاں یہ مقصد بھی ہوگا کہ اسلام قابل لوگوں کے سامنے زیادہ پیش ہو سکیگا۔ ہمارا دعوےٰ تو یہی ہے۔ کہ صرف اسلام ایک ایسا مذہب ہے۔ جو عقل اور ضمیر دونوں کو مطمئن کر سکتا ہے۔ ہم یورپ کی طرف جب آنکھ اٹھاتے ہیں تو اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہاں کی عالمیانہ دنیا جو مذہب سے اس لئے بیدل ہو رہی ہے۔ کہ اس کے سامنے ایک ناکارہ مذہب تھا۔ جب وہ ایسے مذہب کو دیکھے گی۔ اور سمجھے گی۔ جو دین اور دنیا دونوں کے لئے بہترین شریعت و طریقت رکھتا ہے۔ تو اس بیدلی میں ضرور فرق آجائیگا۔ اور وہ اسلام کی طرف ضرور رجوع ہو جاوے گی۔

اب ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ یہ تخم جو یہاں اس امید کے ساتھ سرسبز ہو رہا ہے۔ آگے نہ بڑھا اور وہ جو روز افزوں ترقی کر رہا ہے مضبوط کیا جاوے۔ اور اس کی آبپاشی وغیرہ کا معقول انتظام کیا جاوے۔ غیروں وغیرہ کے تجربوں سے جو عام اثر ہوتا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانے کا یہی وقت ہے۔ اور اسلام کے واعظ اور بھیجے جا سکتے ہیں۔ اور یہاں کے انتظام اشاعت کی بھی فکر چاہیئے۔ لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے۔ کہ انتظام ایسے ہی ہاتھوں میں رہنا چاہیئے۔ جن کے دل میں واقعی اسلام کا درد ہو۔ وجاہت طلب خود غرض حضرات چلتی گاڑی میں روڑے اٹکا سکنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکینگے۔

نازپروردہ تنعم نبرد راہ بدوست
عاشقی شیوہ رندان بلاکش باشد

یہ خوش قسمتی ہے کہ خواجہ کمال الدین کے جانشین بھی ویسے ہی دلسوز اور دردمند ہیں۔ جو باوجود اکثر خون دل پینے کے کام کر رہے ہیں۔

(بقلم بلال نور احمد) — شبیر حسین

فہرست چندہ از لائل پور

شیخ صاحب حاجی مولا بخش صاحب مالک کارخانہ [illegible]
شیخ صاحب میاں محمد حسین مالک کارخانہ [illegible]
شیخ مولا بخش صاحب تاجر غلہ منڈی [illegible]
محمد حسین راقم [illegible]
بابو فضل قادر صاحب [illegible]
منشی الہ جوایا صاحب [illegible]
منشی نذر محمد صاحب [illegible]
منشی ثناء اللہ صاحب [illegible]
میاں اللہ دتہ سقا [illegible]
کھالہائے قربانی [illegible]

میزان [illegible]

مرسلہ شیخ محمد حسین احمدی [illegible]

ہندوستان کے دو پیغمبر رسول

اور

نامہ نگار پیسہ اخبار کی غلط بیانی

۱۷ اکتوبر ۱۹۱۵ء کے پیسہ اخبار میں کسی شخص نے اخبار زمیندار کے کرشن نمبر نکالنے پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اس ادعائے باطل کا اعادہ کیا ہے۔ کہ آج تک سوائے احمدی جماعت کے کسی مسلمان نے کرشن مہاراج کو نبی کا درجہ نہیں دیا۔ اور پھر جناب کرشن کو بت پرست ٹھہرا کر ان کو نبوت کے منصب کے ناقابل ظاہر کیا ہے۔ اور بڑی جرأت کے ساتھ ان پر الزام لگایا ہے۔ کہ وہ تو کھلے طور پر بت پرست تھے۔ پس وہ نبی کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہم نامہ نگار مذکور کی بنائے مضمون یعنی زمیندار کے کرشن نمبر شائع کرنے کے جواز و عدم جواز سے قطع نظر کر کے یہاں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اس کا یہ دعوےٰ کہ کرشن کو سوائے احمدیوں کے کسی نے نبی نہیں کہا۔ کس قدر غلط اور باطل خیال ہے اور نیز کرشن کو بت پرست کہنا سراسر خلاف صداقت ہونے کے ساتھ بہت بڑی جرأت ہے۔ جو کسی حالت میں بھی جائز نہیں ٹھہر سکتی۔ جناب کرشن کو صرف احمدی جماعت نے ہی نہیں بلکہ اس سے پیشتر بھی بزرگان دین میں سے بعض نے اور اس زمانہ میں بھی بعض دیگر مسلمانوں نے نبی تسلیم کیا ہے۔ بزرگان سلف کے مفصل حوالجات دینے سے پیشتر ہم ذیل میں اس زمانہ کے ہی ایک مسلمان کا جو کہ عام مسلمانوں کی نظر میں مذہبی حیثیت سے بہت کچھ قدر و منزلت رکھتے ہیں۔ اور جو ایک بہت بڑے بزرگ حضرت خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مسند نشین سمجھے جاتے ہیں۔ یعنی خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی، ان کا ایک مضمون اسی موضوع پر درج کرتے ہیں۔ یہ مضمون انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۹۰۶ء میں ایک بہت بڑے مجمع میں پڑھا گیا تھا۔ اور میں اسبات کا چشمدید گواہ ہوں۔ کہ اس مضمون کو اسوقت عام طور پر بہت پسند کیا گیا۔ اس مضمون میں نہ صرف جناب کرشن کو ہی بلکہ جناب رامچندر کو بھی نبی ثابت کیا گیا ہے۔ اور جابجا دلائل و براہین سے یہ دکھایا گیا ہے کہ یہ دونوں رسول ہندوستان میں توحید الٰہی کو لیکر آئے تھے۔ اور انہوں نے مخلوق خدا کو توحید کی تعلیم دی۔ انہوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ اور نہ ہی اس کا وعظ کیا۔ ہاں لوگوں نے بعد میں ان کے کلام کو نہ سمجھنے کے باعث یہی باتیں ان کی طرف منسوب کیں۔ ایسا ہی اس مضمون میں مقابلۃً آنحضرت صلعم کی فضیلت اور ان ہندوستانی رسولوں کی پیشگوئی بھی آنحضرت صلعم کے بارہ میں درج کی گئی ہے اور اس لئے بھی زیادہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کو درج اخبار کر دیا جائے۔ تاکہ نامہ نگار پیسہ اخبار کا جواب ہونے کے ساتھ ہمارے واعظین و مبلغین اور دیگر اہل علم اصحاب کے لئے محفوظ ہو جائے اور ان کے کام آئے۔ وھو ھذا:-

رام و کرشن

ایک پیغام دو ہستی

یہ فقرہ جس کے معنے وحدہٗ لا شریک یا لا الٰہ الا اللہ ہیں۔ ہندو مذہب کے اصول میں داخل ہے۔ اور غور سے دیکھا جائے۔ تو ہر مذہب کی بناء توحید پر ہے۔ مگر انسان اپنے خیالات کی سیر کر کے اس متفق علیہ اصول کو خراب کر ڈالتا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً ضرورت لاحق ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کسی انسان کو بشری خیالات کی اصلاح کے لئے مقرر فرمائے۔ چنانچہ ہر ملک اور ہر قوم میں ضرورت کے وقت مصلح ظاہر ہونے کا ثبوت تواریخ اور مذہبی کتب میں موجود ہے۔ قرآن شریف میں صاف طور پر ارشاد ہے کہ ہر ملک و ملت کے واسطے خدا ایک ہادی مقرر کرتا ہے۔ بعض رسولوں کے نام اور حالات کی تصریح فرما دی گئی ہے بعض کی نسبت اشارے فرما دئے ہیں۔ اور پھر ایک کلیہ قاعدہ قائم کر کے حکم دیدیا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو خدا کے تمام رسولوں اور تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری اور لازم ہے۔ مسلمان بھی زبان سے نہیں۔ بلکہ دل سے یقین رکھتے ہیں کہ جن رسولوں کی اطلاع ان کو پہنچی اور جن کی نہیں پہنچی۔ سب برحق ہیں۔

اتنا معلوم کرنے کے بعد سوچنا چاہیئے کہ یہ ملک ہندوستان جو دنیا میں ایک بڑا ملک کہلاتا ہے اس بات کا مستحق ہے یا نہیں کہ یہاں بھی خدا نے اپنے دستور کے موافق پیغامبر بھیجے اور ان کو ہدایت کرنے کے واسطے کتابیں دیں۔ اگرچہ قرآن شریف میں اس ملک کے رسولوں کی بابت کوئی تصریح نہیں پائی جاتی مگر خدا کے اس کلیہ قاعدہ کے موافق کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ

مسلمانوں کی ترقی کا راز

حضرت مرزا صاحبؑ کی چند لا نظیر اور مخصوص خوبیاں

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

قوم پرستوں سے خطاب

پھر اے ہمدرد قوم بھائیو! خدا را سوچو کہ ایسے عظیم الشان بزرگ کی لیڈری کی اتباع سے تم اس وجہ سے منحرف ہوئے ہو۔ کہ اُسکے وہ دعاوی جو روحانی اسرار سے وابستہ ہیں تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکے۔ بھلا یہ کیسا ظلم ہے۔ کہ تم صرف سیاسی مصلحتوں کو مدنظر رکھکر ایسے اشخاص کو جن کا ذاتی کریکٹر۔ مذہبی عقیدہ اور دینی مسلک خواہ کیسا ہی تاریک اور تمہارے مخالف ہو۔ اپنا لیڈر مان لیتے ہو۔ اور جا بجا جلسے کرکے اُس پر قوم کے کامل اعتماد کے ریزولیوشن پاس کرکے گویا اُس سے فیشن ایبل بیعت کر لیتے ہو۔ مگر اس بزرگ کے حالات پر کامل اعتماد کی بجائے تم طرح طرح کی بدگمانیاں کرتے ہو حالانکہ تمہارے خانہ ساز لیڈر قومی سٹیج پر ہمیشہ ڈگمگاتے رہے ہیں جس کی دردناک حسرت آئے دن تمہارے پیش نظر ہے۔ مگر اس ربانی لیڈر کی پوزیشن کیسی اعلیٰ اور با استقلال ہے کہ جس نے جو مشن ابتداء سے اٹھایا۔ اُس کو کامیابی سے نبھایا۔ اور کہ اس کی رحلت کے بعد بھی اُس کے عظیم الشان پروگرام میں ذرہ بھی کمی یا کمزوری یا سستی یا بیقاعدگی ہرگز عاید نہ ہو سکی۔ تم نے گذشتہ بیس سال کے عرصہ میں غور کرو! کہ اپنی پالیسی کے کتنے چولے بدلے۔ مگر اس مردِ خدا نے جو قدم اٹھایا باوجود ملک اور قوم کی انتہائی مخالفت کے اسکو انجام ہی دیا۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ تمہاری وہ کونسی دینی یا قومی تحریک ہے۔ جو تم اس ربانی لیڈر کے مشن کے مقاصد میں نہیں پاتے ہو۔ بیشک تم لوگ اس وقت سیاست کے متوالے ہو رہے ہو۔ اور یورپ کی سیاسی ترقیوں کی تجلیات اسوقت تمہاری آنکھوں کو چندھیا رہی اور دل کو فریفتہ کر رہی ہیں۔ اور مرزا صاحبؑ کی تحریک جو خالص مذہبی ہے اسوقت تمہارے خاطر میں نہیں آ سکتی۔ مگر اے قوم پرست بھائیو! اگر دین اسلام اکمل دین ہے اور ضرور ہے۔ تو اس میں انسانی زندگی کے عروج و کمال کا کوئی مرحلہ تمدن اخلاق و معاشرت اور سیاست و روحانیت کی انتہائی رہنمائی کے لئے باقی نہیں رہنا چاہئے۔ اور نہیں ہے مسدس حالی پڑھو اور سوچو۔ کہ قوم اسلام تو دین کے تمام پہلوؤں سے گری ہوئی ہے مگر تم نے اس وقت سیاست اور یا کچھ کچھ تمدن کو جو دینیا کا صرف ایک جزو ہے ہاتھ میں لیا ہے۔ لیکن مرزا صاحبؑ نے دین و مذہب کو جو تمام پہلوؤں کا اصل ہے لیا ہے دین کو مضبوط کرو۔ مذہب میں ترقی پاؤ۔ سیاست تو مذہب کا ایک ادنےٰ پھل ہے۔ جو مذہب کی کامل پابندی پر خود بخود تمہارے قدموں پر آ جائیگی۔ پولٹیکس کا معراج ملکوں کی تسخیر ہے۔ مگر روحانیت کی برکت سے آسمانوں تک کی تسخیر ہوتی ہے۔ شاہانِ ملک مادی تدابیر سے صرف سمندروں اور پہاڑوں کو چیر سکتے ہیں۔ مگر روحانیت کے رسوخ سے اجرام فلکی تک تصرف ہوتا ہے۔ (معجزہ شق القمر قابل غور ہے۔)

پس تم صرف ایک ٹہنی کو پانی دے رہے ہو۔ اور جڑ کی آبیاری سے غافل ہو۔ جو ایک جنونی کا کام ہو سکتا ہے۔ ہوشیار طبیب مرض اور عرض میں تمیز کرتا ہے۔ اور عرض کی پاسداری سے مقدم مرض کے علاج کو رکھتا ہے۔ (عرض یا عارضہ کہتے ہیں کسی اصل مرض کے لازمہ یا نتیجہ کو مثلاً بخار اصل مرض ہوتا ہے۔ تو اس کے ساتھ دردِ سر۔ دردِ کمر۔ پیاس کی شدت۔ ہذیان یہ عارضے ہیں) مگر بھائیو! تم اصل مرض کے علاج کی طرف تو رجوع نہیں کرتے ہو۔ اور عوارض کے علاج کے درپے ہو جو صرف وقتی طور پر موجب اطمینان ہو سکتا ہے۔ اصلاح الرسوم جس کا فی زمانہ ایک طوفان اُٹھا ہوا قوم کو خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنا رہا ہے۔ کا مبارک مقصد بھی ہماری قوم نواز اور ہمدردِ قوم پارٹی کے مدنظر رہا ہے۔ مگر ملک بھر کی انجمنیں اس مقصد کی کوئی قلیل سی عملی کامیابی نہ دکھا سکیں۔ مگر مرزا صاحبؑ کے اکثر مریدین کی ان کی بیعت میں آجانے کے ساتھ ہی فوراً اصلاح الرسوم ہو گئی۔ احمدی لوگوں کی شادی غمی وغیرہ تقریبوں کا معائنہ کر لو۔ حالانکہ مرزا صاحبؑ کے مشن میں اصلاح الرسوم کی کوئی خاص تحریک کبھی نہیں ہوئی ہے۔ اس فرق کی صرف یہ وجہ ہے۔ کہ پہلی صورت میں اصل کو چھوڑ کر شاخ کو لیا گیا ہے۔ اور وہ بھی ایک مصنوعی تحریک سے۔ مگر احمدی جماعت میں اصل کو سنبھالا گیا ہے۔ جس کی قدسی تاثیر سے فرع کی خود بخود اصلاح ہو گئی ہے۔ اور انہی وجوہ کی بنا پر ہمارا الیقین ہے کہ ٹمپرنس سوسائٹیوں کی ایسی تحریکیں کبھی ثمردار نہیں ہو سکتیں جب تک اصل کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ بحمد اللہ اب مسلمان وہ مسلمان نہیں رہے ہیں۔ جو آج سے چالیس برس پیشتر تھے۔ اب بہت کچھ ترقی یافتہ اور بیدار ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب وقت ہے کہ ترقی کی ایک منزل آگے بڑھ کر سیاست وغیرہ جزویات کی ڈنڈی سے نکل کر مذہب کے شاہراہ پر آ جاؤ۔ ورنہ برخلاف اس کے اے قوم کے دلدادو! تمہاری قومی ہمدردی۔ بیداری اور ترقی کی جد و جہد بیشک قابل قدر ہے۔ الآ - ہ

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

چندہ جماعت پشاور

نام	چندہ ماہواری	چندہ قرآن
(۱) جناب مولانا مولوی غلام حسن خان صاحب	عــ۵	
(۲) جناب مظفر الدین صاحب	صر	سے
(۳) امیر خسرو صاحب	عمر	
(۴) شیخ فیض کریم صاحب	عہ/	
(۵) غلام رسول صاحب		عہر
(۶) جناب مولوی مظفر صاحب	عہر/	
(۷) ڈاکٹر رستم علی صاحب		صر
(۸) مستری عبدالکریم صاحب	عمر	
(۹) عزت خان صاحب		عمر
(۱۰) عبدالرحمن صاحب طالب علم اگست و ستمبر	عمر	
(۱۱) جناب عبدالاکبر خان صاحب ستمبر	عہ/	
(۱۲) جناب استاد ... گل صاحب	۸/	
(۱۳) جناب شیخ صفدر علی خان صاحب		للعہ
(۱۴) خلیل الرحمن صاحب طالب علم	۲/	
(۱۴) فضل رحیم صاحب		عــ۵
(۱۵) بابو یوسف علی صاحب	عمر	
(۱۶) جناب مشال خان صاحب	عمر	
(۱۷) عبدالحلیم خان صاحب طالب علم	۴/	
(۱۸) میاں شہاب الدین خان صاحب	عہ/	
(۱۹) میاں نور احمد صاحب	۵/	
(۲۰) بابو کریم اللہ صاحب	عہ/	
(۲۱) مولوی عبداللہ خان صاحب	سے/	
(۲۲) محمد ایوب خان صاحب	عمر	
(۲۳) بابو دلاور خان صاحب	سے/	
(۲۴) مولوی عبدالحنان صاحب	۲/	
(۲۵) ڈاکٹر محمد ولی صاحب	عہر/	
(۲۶) صاحبزادہ سیف الرحمن خان صاحب	عمر	
(۲۷) مستری عبدالعزیز صاحب	عمر	
(۲۸) شیخ ہدایت اللہ صاحب	عہ/	
(۲۹) جناب شیخ غلام محی الدین صاحب	سے/	
(۳۰) مرزا نذر علی صاحب	عہ/	
بابو کریم بخش صاحب	عمر	
مرزا جی صاحب	۸/	
صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب	عمر	

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

ضمیمہ اخبار پیغام صلح لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واللہ المستعان علیٰ ما تصفون

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۳ جولائی سنہ ۱۹۵۸ء بذیل عنوان "ظل اور بروز کی حقیقت پر فیصلہ کن بحث" اس نکمی بحث میں حضرت مسیح موعود کی عبارت کو کتر کر جو غلط مفہوم کیا گیا ہے۔ وہ پہلے درج کر کے خط وحدانی کے اندر عبارت پیش کر کے مسیح موعود تحریر کرونگا۔ اور بعد ازاں اصل حقیقت طلبگاران حق کے لئے پیش کی جاویگی۔ فہو ھذا:

اول۔ اس جگہ یعنی اس حوالہ میں ظل اور بروز کو خود وہی شخص قرار دیا گیا ہے۔ اور ان معنوں کی لغت بھی تائید کرتی ہے۔ ...... اب جبکہ ظل کے معنے خود اس شخص کے ہونگے تو مسیح موعود کا وجود آنحضرت کا وجود ثابت ہوا جیسے کہ عکس قرآن ایڈوکیلی سے خود اصل ہی کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یعنی بروزی وجود کے جو خود آنحضرت کا وجود ہے۔ ایک غلطی کا ازالہ لغت کے وہ معنی لئے جاوینگے۔ جو موقعہ اور محل کے مناسب حال ہوں۔ اور وہ معنے ویرها سب گیدل نظر انداز نہ جاویں۔ جنہیں صوفیائے کرام وعلمائے عظام وناموران الٰہی کا اتفاق ہو جیسا کہ مسیح موعود خود الوصیت میں فرماتے ہیں کہ ان کا وجود اپنا نہ رہا۔ اور ان کی محویت کے آئینہ میں آنحضرت کا وجود منعکس ہو گیا۔ نیز ملاحظہ ہو دوسری حوالہ نزول المسیح صفحہ جو دیکھ ہیں کتر کر آپ نے پیش کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود یہاں بھی یہی ظاہر فرماتے ہیں۔ آیت اھدنا الصراط المستقیم اس امت کے بعض افراد کو گذشتہ نبیوں کا کمال دیا جاویگا۔ نیز گذشتہ کفار کی عادت بھی بعض منکروں کو دیجاویگی۔ اور بشارت شدہ وعدہ آئندہ نسلوں کے گذشتہ لوگوں سے مشابہتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ چنانچہ بعینہ یہودیوں کی قسم یہودی بن جاوینگے۔ اور ایسا ہی نبیوں کا کامل نمونہ بھی ظاہر ہوگا.... یعنی گذشتہ جو لوگ مر چکے ہیں۔ اُن کے ساتھ اس زمانہ کے لوگ ایسے اتم اور اکمل مشابہت پیدا کر لینگے کہ گویا وہی آگئے۔ اسی بناء پر اس زمانہ کے علماء کا نام یہود رکھا اور مسیح محمدی کا نام ابن مریم رکھا گیا۔ اور پھر اس خاتم الخلفاء کا نام باعتبار ظہور بتین صفات محمدیہ کے محمد اور احمد رکھا گیا۔ اور مستعار طور پر نبی اور رسول کہا گیا اور اسی کو حضرت آدمؑ سے لیکر

ایں تک تمام انبیاء کے نام دیے گئے۔ تا وعدہ رجعت پورا ہو جاتے۔ یہ ایک بار یک دقیقہ معرفت ہے اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ سورۂ فاتحہ سے بھی التزامی طور پر یہ بات نکلتی ہے۔ کہ مسلمانوں میں سے منعم علیہم بھی انبیاء گذشتہ کی طرح ہونگے اور نیز مغضوب علیہم بھی یعنی یہودی ہونگے۔ غرض تمام نبیوں کے نزدیک۔

یہ واضح اُردو عبارت ہے۔ جس میں لکھا گیا ہے کہ مسلمانوں میں منعم علیہم بھی انبیاء گذشتہ کی طرح ہونگے۔ پس ایسی صورت میں تو مسیح موعود کا بروزی وجود بھی مثل بعض افراد جنکے محویت کے آئینہ میں آنحضرتؐ کا وجود منعکس ہوا مسلم ہے سوائے اسکے اور مفہوم اپنا خلاف شرع ہے۔ نیز آپ کے اگر مان لیا جاوے۔ کہ مسیح موعود کا وجود آنحضرت کا اصل وجود ہے یعنی بروز کو اصل تصور کیا جاوے تو نعوذ باللہ آنحضرتؐ اور مسیح موعود کی ذات پر سخت حملہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کی لڑکی جناب فاطمۃ الزہرا ہیں پھر انہی کی اولاد سے کس طرح نکاح کیا گیا۔ مگر ثم عموا وصموا لوگ بھی پیدا ہو نے اسی حوالہ مندرجہ بالا توضیح المرام کے جزو لاینفک ہے۔ کیونکہ سورۃ فاتحہ میں التزامی طور پر جو بات نکلتی ہے۔ اسمیں تو تین گروہوں کا ذکر ہے۔ اور اس مقام میں مسیح موعود صرف دو گروہوں کا ذکر کر کے تیسرا گروہ جو مسلمانوں میں سے ضالین ہوگا۔ اُسکو چھوڑ جانے میں یہی سر ہے کہ مسیح موعود کے گذر جانے کے بعد ہی وہ پیدا ہو کر گذشتہ لوگوں سے اتم اور اکمل مشابہت بوجہ غلو کے خود پیدا کر کے ظاہر ہونے والے تھے۔

دوئم۔ اس حوالہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ظلی نبی ہونیکے یہ معنے ہیں۔ کہ نبوت کے صحیح اور حقیقی معنوں میں نبی بروزی تصویر کو شئے کی اصل حقیقت میں پیش کیا۔ فرمایا۔ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جبتک یہ تصویر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمالات اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ اور چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بروزی تصویر میں بھی وہ کمال نمودار ہو ایک غلطی کا ازالہ اس جگہ بھی مسیح موعود نے وہی الفاظ الوصیت والے استعمال فرمائے۔ اور آپ نے اسی مماثلت کیطرف توجہ دلائی ہے۔ جیسا کہ فرما چکے تھے۔ کہ اُس کا پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت تامہ کاملہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی۔ اور اس حوالہ میں بھی ایک ہی پہلو کا صاف لفظ ہے۔ اس حوالہ میں تو کوئی خصوصیت مسیح موعود نے بعض افراد سے بڑھ کر پیش نہیں کی۔ پھر کیا افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض کا مصداق بننا اور بنانا چاہتے

سوم۔ دوبارہ میں آپکی اسی حوالہ خطبہ مذکورہ کی آخری سطر کیطرف توجہ دلاتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔ "یہ مسلمان لوگ یہودی کیونکر بن سکتے ہیں جب تک اُن میں مسیح موعود پیدا نہ ہو۔ اور اس کی مخالفت نہ کریں۔ یہ آخری لفظ اس مضمون کے ہیں آگے وہ حوالہ ختم ہے۔ اسی طرح میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ جب تک مسیح موعود گذر نہ جاویں اور بعد از ان مسلمان لوگ غلو نہ کریں۔ تو عیسائیت کا کامل ہونا کیونکر ہو۔

سوئم۔ پس یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود نے بروز سے مراد تناسخ کے برعکس لی ہے۔ یعنی روحانی حقیقت بروز ورثہ اور جسمانی یا ظاہری حقیقت سے انکار کرنے کے لئے بروز کی لفظ استعمال کیا۔ ورنہ بروزی حیثیت میں صاحب بروز اور موردِ بروز ایک ہی ہوتے ہیں۔ پس جہاں کہیں حضرت مسیح موعود نے یہ لکھا۔ کہ میں بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں۔ تو اُس کے یہی معنے ہیں۔ کہ تناسخ کے رنگ میں تو نہیں۔ مگر روحانی حقیقت میں وہی خاتم الانبیاء ہوں۔ آپ نے بہت کچھ بروزی طور پر لکھکر محض تناسخ کی نفی کی ہے۔ حقیقت کی نفی نہیں کی۔ حوالہ دیا جوج ماجوج کے وقت ایک طور سے رجعت ہوگی یعنی گذشتہ لوگ جو مر چکے ہیں۔ اُن کے ساتھ اس زمانہ کے لوگ اتم اور اکمل طور پر مشابہت پیدا کر لینگے۔ کہ گویا وہی آگئے ....

غرض تمام نبیوں کے نزدیک زمانہ یاجوج ماجوج زمان الرجعت کہلاتا ہے۔ یعنی رجعت بروزی تھی نہ رجعت حقیقی۔ اگر رجعت حقیقی ہو۔ تو کیا سب مسیح حقیقی چاہئے۔ نہ صرف حضرت عیسےٰ میں کیا وجہ ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی رجعت تو بروزی طور پر مہدی کے لباس میں ہو اور حضرت عیسےٰ کی رجعت واقعی طور پر۔ شیعہ کو یہ دھوکا لگا ہے۔ کہ انہوں نے اس زمانہ کو رجعت حقیقی کا زمانہ خیال کر لیا۔ مگر اُن کی یہ غلطی ہے۔ نزول المسیح صفحہ ۱۶۵) یہاں سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا یہ طریق عمل اور بیان اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کے ماتحت ہے۔ کیونکہ یہاں بھی مسیح موعود نے وہی اتم و اکمل کے الفاظ اسی غرض کے لئے استعمال فرمائے۔ جیسا کہ ابھی میں سوال نمبر میں بیان کر دیا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر اردو عبارت ہے۔ کہ اگر رجعت حقیقی ہے تو پھر سب کے لئے حقیقی۔ نہ صرف حضرت عیسےٰ کیلئے مگر آپ ہمیں تو سناتے ہیں۔ لیکن اپنے دل میں ایک لمحہ بھی اس بات کا خیال نہیں لاتے کہ اگر یہ رجعت حقیقی ہے۔ تو پھر سب حقیقی چاہیئے۔ نہ صرف مثیل حضرت عیسےٰ کے لئے۔ اور آپ بھی شیعہ کی طرح یہ دھوکا لگا ہے۔ کہ آپ نے

ـــ کثرت مکالمہ ومخاطبہ کو اتم و اکمل طور پر مکالمہ و مخاطبہ کے الفاظ سے جدا کرنے والے اس مقام پر غور کریں۔

ـــ اگر مستعار طور پر نبی کا نام مثل بعض افراد امت مسیح موعود کو نہ دیا جاتا۔ اور اسوائے اس کے کوئی اور حقیقت ہوتی۔ تو بجائے خاتم الخلفاء کے خاتم النبیین محمدیہ

[illegible]

کرمی سید حیات علی شاہ صاحب کا یہ مضمون بہت دیر سے دفتر پیغام صلح میں برائے اشاعت آیا ہوا تھا۔ ایسا ہی اور بھی ان کے متعدد مضامین دفتر میں محفوظ تھے

اس زمانہ کو رجعت حقیقی کا زمانہ خیال کر لیا۔ تو
یہ آپ کی غلطی ہے۔ اس سے بڑھکر لطف یہ کہ
آپ لکھتے ہیں . . . . . مسیح موعودؑ نے بروزی
تاویل لکھکر محض تناسخ کی نفی کی ہے حقیقت
کی نفی نہیں کی۔ خدارا غور کرو۔ کیا پہلے کسی مامور
من اللہ نے کہا۔ یا کسی گروہ نے کسی مامور من اللہ
کیلئے بروز کو مثل تناسخ تسلیم کیا۔ کہ حضرت
مسیح موعودؑ محض اسی کی نفی کرتے ہیں۔ ہاں آریہ
لوگ تناسخ مانتے ہیں وہ بروز کے قائل ہی نہیں۔
اور نہ وہ حضرت عیسےٰ دوبارہ آنیکا عقیدہ رکھتے
ہیں۔ الیس منکم رجل رشید۔
چہارم۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بروزی حقیقت
کو روحانی حقیقت کے معنوں میں لیا ہے۔ پس مسیح
موعودؑ کا یہ کہنا۔ کہ میں بروزی طور پر ہی محمد
مصطفےٰ ہوں۔ یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ روحانی
حیثیت میں نبی اور رسول تھے۔ اور اپنے اندر
وہی حقیقت رکھتے تھے۔ جیسے آنحضرت صلعم
رکھتے تھے۔ جیسے کہ آنحضرتؐ کی بیویاں روحانی
حقیقت میں ہماری مائیں ہیں۔ (جیسا کہ مسیح
ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا راجہ کرشن
کے رنگ میں بھی ہوں۔ یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ
روحانی حقیقت کے رو سے وہی ہوں۔ لیکچر
سیالکوٹ) پھر فرماتے ہیں۔ "خدا نے مجھے یہ شرف
بخشا ہے۔ کہ میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی
بھی ہوں۔ اور دونوں خونوں سے حصہ رکھتا ہوں
لیکن میں روحانیت کی نسبت کو مقدم سمجھتا
ہوں" مگر افسوس کہ آج روحانیت کی نسبت کی
تحقیر کی جاتی ہے۔ اور جسمانی نسبت پر سارا زور
دیا جاتا ہے۔ دیکھو حضرت صاحب نے نواب
محمد علی خاں والے خط میں صاف لکھا ہے۔ کہ
محض رشتہ سے کوئی فضیلت پیدا نہیں ہوتی
اور پھر لکھتے ہیں "پس یقیناً سمجھنا چاہئے
کہ اہل بیت ہونا اپنے نفس میں کچھ بھی چیز نہیں"
مگر آج اہلبیت ہونا خدائی کے مرتبہ کے برابر
مانا گیا ہے۔ اور اسی پیشکردہ حوالہ کے ملحق یہ
عبارت باوجود موجود ہونے نظر انداز کیگئی
ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ظاہری اولاد کی ضرورت
کو نظر تحقیر سے دیکھتا الخ۔ جو بروزی نسبت سے
(ایک غلطی کا ازالہ)۔ (الف) ہر ایک رسول روحانی
حیثیت میں ہی نبی اور رسول ہوتا ہے اور بلحاظ
جسمانیت باقی انسانوں کیطرح ہوتے ہیں۔ جیسا کہ
انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ سے ظاہر ہے۔
(ب) آنحضرتؐ کی بیویاں جو روحانی حیثیت
میں ہماری مائیں ہیں تو یہ حکم بھی آگیا۔ کہ
ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً۔
اگر یہی حیثیت روحانی آنحضرتؐ و مسیح موعودؑ کی
ہے۔ تو بتاؤ کہ مسیح موعودؑ کیلئے پھر نسبی ہی روحانی
حیثیت پیدا ہو جانے سے کیوں آیۃ حرمت
علیکم امہاتکم و بناتکم . . . . . و ربائبکم
التی کی تعمیل لازم نہ ہوئی۔ جبکہ اس حوالہ
میں خود مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ میں روحانیت کی
نسبت کو مقدم سمجھتا ہوں۔ جو بروزی ہے۔
تو بروز آنحضرتؐ کے پہلے بھی گذر چکے۔ وہی حیثیت
مسیح موعودؑ کے لئے بھی قائم رکھنی لازم ہے۔ ورنہ
قباحت لازم آتی ہے۔ پنجم۔ اس میں ظلی نبوت کے معنے
آنحضرتؐ کے فیض سے وحی پانا کئے ہیں۔ پس معلوم ہوا
کہ ظلی معنی فیض یافتہ کے ہیں۔ اس لئے ظلی کے معنے
محمدی فیض یافتہ ہی کے ہوئے۔ اس جگہ کسی کو یہ
وہم نہ گذرے۔ کہ حضرت صاحب نے ظلی نبوت
میں لفظ نبوت کو اسلامی اصطلاح کے معنوں
میں لیا ہے۔ بلکہ نبوت کے معنے یہاں مطلق وحی کے ہیں
لیکن نبی کہلانیکے لئے کثرت مکالمہ مخاطبہ اظہار علی
غیبہ شرط ہے۔ الغرض یہاں سے ثابت ہوا۔ کہ ظل
کے معنے فیض یافتہ کے ہیں اور ظلی نبی کے معنے فیض
یافتہ نبی کے ہیں۔ سو ہم اللہ تعالیٰ کو شاہد کرتے ہیں
کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرتؐ کے فیض سے
پروردہ نبی مانتے ہیں۔ اور یہی معنی ظلی نبی کے ہیں
(ظلی نبوت جسکے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے
وحی پانا۔ وہ قیامت تک باقی رہیگی۔ حقیقۃ الوحی)
یہ حوالہ بھی اسی مطلب کی تائید کرتا ہے اور قریب قریب
وہی الفاظ ہی مختلف پیرایہ میں مختلف طبائع کے
لوگوں کو سمجھانے کے استعمال فرمائے۔ دیکھو الوصیۃ
یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں
بلکہ سب نبوتوں سے اس میں بڑھکر فیض ہے اسکی
پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے مکالمہ
مخاطبہ کا اس سے بڑھکر انعام ملسکتا ہے۔ جو
پہلے ملتا تھا۔ مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں
کہلا سکتا۔ پس حضرت صاحب بھی تو کامل
پیرو ہی تھے۔ نہ کچھ اور۔ جسپر آپ بھی آپ خدا کو
شاہد کرکے اقبال کر چکے ہیں۔ اسی طرح مسیح موعودؑ
کامل پیروی کی تصدیق بعض افراد کی نسبت خود
کر چکے ہیں۔ اور اس حوالہ میں یہ لفظ بھی قیامت
تک وحی پانا۔ اتنی آپ خود لکھکر پیش کرتے
ہیں۔ اور حوالہ نزول المسیح میں اتم اور اکمل کے
الفاظ کو کثرت کے لفظ کے بالمقابل زیادہ وزن
دار قرار دے چکے ہیں۔ پس یہ الٹی منطق سمجھ میں
نہیں آسکتی۔ کہ پھر کیوں اس فیض محمدی کو مسیح
موعودؑ تک ہی محدود کیا جاتا ہے اور مسیح موعودؑ
نے یہاں بھی نبوت میں لفظ نبوت کو اسلامی اصطلاح
کے معنوں میں لیا ہے۔ نعوذ باللہ۔ کفر کی اصطلاح
انکی طرف ہم تو ہرگز منسوب نہیں کر سکتے۔ ہاں
آپ چونکہ تقدس شخصی میں گرفتار ہیں وہ جو چاہیگی
آپ سے منوائیگی۔ خدا کے لئے ان سختیوں سے اپنے
مقتدا اور رہنما کو بدنام کرنیکے لئے ایسی حد سے نہ
نکل جاؤ۔ کہ خود مسیح موعودؑ کو نشانہ اعتراضات
بنالو۔ ششم۔ اس جگہ سایہ یا ظل سے سوائے اس
کے اور کچھ بھی نہیں۔ کہ آنحضرتؐ کے عالی مرتبہ نبی
ہونے کی طرف اشارہ کیا جاوے۔ ورنہ ایک ظل
سے مراد ایک بے حقیقت چیز ہے . . . .
. . . . تو بے حقیقت چیز کا سچا شفیع ہونا کیا معنی رکھتا
ہے۔ (سچا شفیع میں ہوں۔ جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں
یا ظل ہوں) اس عبارت کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ اسلئے
صرف ان لفظوں کا ہی مدعا بیان کرتا ہوں۔ اگر اس
عبارت پر آپ کا خیالی رنگ چڑھایا جاوے تو بتاؤ
من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ کا کیا
مطلب ہے۔ اور سایہ کو بے حقیقت وہی سمجھتے ہیں جو
اصل حقیقت سے بیخبر ہوکر غور نہیں کرتے دیکھو جسقدر
کوئی پائدار چیز ہوتی ہے۔ اسیقدر سایہ کا۔ ایسا ہی فائدہ
بخش ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ایک بڑا درخت یا باغ یا
مکان یا انسان جن کے سایہ میں آکر اس دنیا میں بھی
انسان آرام اور پناہ اور اطمینان حاصل کر سکتا ہے
اور شدت گرمی وغیرہ رنج و آلام میں وہ مناسب حال
سایہ اس پیش آمدہ مصیبت کے مقابلہ میں شفیع ہی
ہو جاتا ہے۔ پس چونکہ آنحضرتؐ خاتم الانبیاء ہیں اور
قیامت تک ان کا ظل پائدار رہیگا اور وقتاً فوقتاً
ان کا ظل خلق اللہ کے آرام کیلئے ظاہر ہوتا رہیگا۔
تا خلقت کیلئے جسقدر سایہ کی زیادہ ضرورت ہوگی
اسیقدر عظیم الشان سایہ خالق ظہور پذیر کریگا۔ یہی
سنت اللہ ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا
ہفتم۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو ظل قرار
دینے میں موضع ظلہ مراد لیا ہے۔ یعنے اپنے آپ کو
آنحضرتؐ کی روحانیت اور کمالات کی تجلی گاہ قرار دیا
ہے۔ جیسے فرمایا۔ (میری نبوت یعنی مکالمہ و مخاطبہ
الٰہیہ آنحضرتؐ کی نبوت کا ظل ہے اور بجز اسکے میری
نبوت کچھ بھی نہیں۔ وہی نبوت محمدیہ ہے۔ جو مجھ
میں ظاہر ہوئی۔ اور چونکہ میں محض ظل ہوں۔ اور
امتی ہوں۔ اسلئے آنجناب کی اس سے کوئی کسرشان
نہیں۔ حوالہ نہیں دیا گیا۔ اور اس عبارت میں بھی
کوئی خاص خصوصیت مسیح موعودؑ کی پیش کردہ اصول
کے مطابق مسیح موعودؑ کے لئے کوئی نہیں پائی جاتی
یہی موضع ظلہ کہو۔ یا کچھ کہو مامور ان الٰہی سب
اس میں شامل ہیں۔
ہشتم۔ پھر ظلی فلاں قرب کے معنوں
میں آیا ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔ (اس میں ظلیت کے
معنے نہایت قرب کے ہیں۔) حوالہ کوئی نہیں
دیا گیا۔ تاکہ مفصل دیکھا جاوے۔ اس عبارت
میں بھی کوئی امتیاز مسیح موعودؑ کے ظل ہونے
کے لئے نہیں۔ مامور ان الٰہی کے ظل کے معنے
نہایت قرب کے ہوا کرتے ہیں۔
نہم۔ مسیح موعودؑ نے بروز ہونے کو نہایت
مدح کے محل میں پیش کیا۔ یعنی نبی اور رسولی

ہونے کی وجہ پیش کی۔ بروزی چیز کوئی قابل نفرت چیز نہیں ہے۔ بلکہ قابل عزت اور قابل رشک چیز ہے۔ جس نے ایک امتی کو مقام نبوت و رسالت پر ممتاز کیا ہے۔ گویا ایسا بن جاتا ہے۔ کہ نبی کہلانے کا مستحق بن جاتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔ (مجھے بروزی صورت نے نبی رسول بنا دیا۔ ایک غلطی کا ازالہ) اور فرمایا۔ (کہ مسیح موعودؑ بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے۔ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳) اب فرمایا بتاؤ کہ بروز کامل ایک نہایت اعلیٰ مقام ہے۔ جس کو آپ نے تسلیم کر لیا۔ کہ ایک امتی مقام نبوت و رسالت پر ممتاز کیا جاتا ہے۔ قابل عزت اور قابل رشک ہے۔ پھر مسیح کو اس سے آگے جو حد واصل آپ نے خود قرار دی بڑھا کر کیوں غلو کیا جاتا ہے۔ اور یہ تو ہم بھی بشمول حضرت مسیح موعود مانتے ہیں۔ دیکھو خواجہ صاحب کے اشتہار کا جواب کالم اول سطر ۱۱-۱۲ کہ حضرت صاحب کے ظلی ہونے میں فریقین میں کوئی اختلاف نہیں۔ باقی رہا یہ کہ ظلی کا مفہوم کیا ہے۔ تو ہم اگر شاہد کرتے ہیں کہ ظلی نبوت ایک اعلےٰ مقام قابل عزت اور قابل رشک مقام ہے۔ کیوں نہ ہو۔ کہ فیض محمدی سے ایک امتی مقام نبوت و رسالت پر بطور ظل ممتاز کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مسیح موعودؑ الوصیت صفحہ ۱۲ میں خود مفصل ارقام فرما چکے ہیں۔ وہی مفہوم ہم لیتے ہیں۔ اور یہ نبوت محمدیہ قیامت تک اپنی ذاتی فیضرسانی سے قاصر نہیں۔ جسقدر اصل پائدار ہو۔ اس کا سایہ بھی ویسا ہی پائدار ہوتا ہے۔ جو مشاہدہ کی بات ہے اور مشاہدہ سے انکار کوئی کیونکر کر سکتا ہے۔ اسی اشتہار کے جواب کالم اول سطر ۴-۳ میں علم بردار ان خلافت نے لکھا ہے۔ کہ ہم (یعنی غیر مبائعین) ظلی نبوت سے ایسی مراد لیتے ہیں۔ جو صرف نام کی نبوت ہو وہ اصل کا وجود کچھ نہ ہو۔ سبحانک هذا بهتان عظیم۔ صاف بات ہے۔ مشاہدہ انکار کیونکر ہو سکتا ہے۔ دہم۔ آنے والی قوم میں نبی ہو گا۔ کہ وہ آنحضرتؐ کا بروز ہو گا۔ بروز محمدؐ ہونا ایک حقیقت کے طور پر پیش کیا۔ جیسے کہ فرمایا۔ آیت (و آخرین منهم لما يلحقوا بهم۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷) اس آیت میں صرف ایک نفس مراد نہیں ہو سکتا لما يلحقوا بهم سے افراد کی طرف اشارہ ہے۔ مسیح موعودؑ کا اس آیت کو اپنی تائید میں پیش کرنا کسی دوسرے مجدد کی حق تلفی پر مبنی نہیں۔ جیسے کہ وعد الله الذين آمنوا آیت استخلاف سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے خلیفہ (یعنی بروز) ہونے سے پہلے مجددین کی خلافت باطل نہیں ہوتی۔ اور نہ آنحضرتؐ کا بروز جو بعض افراد ہوئے باطل ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ کا بروز سینکڑوں بار ظہور میں آ سکتا ہے۔ افلا يتدبرون

یازدہم۔ پھر مسیح موعودؑ نے ظل کو محل مقابلہ میں ایک چیز کو دوسری چیز سے کم ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا۔ اب یہاں پر صاف لفظوں میں دوسری آسمانی کتابوں کو قرآن کریم سے کم درجہ ثابت کرنا ہے۔ ورنہ ظل سے مراد جو ہمارے نبی الف لیتے ہیں وہ لی جاوے۔ تو دوسری کتابیں آسمانی نہیں ہو سکتیں۔ اور ان پر خدا کی کتابوں کے ہونے کا حقیقی اطلاق نہ ہونا چاہئے۔ (حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں۔ اور باقی سب اس کے ظل ہیں۔ کشتی نوح صفحہ ۲۴) ایسا ہی ظل کا لفظ ہر ایک مقام پر مسیح موعودؑ نے آنحضرتؐ کے مقابلہ میں کم درجہ ثابت کرنے کے لئے استعمال فرمایا ہے۔ مگر آپ کی نگاہ اسی طرف کم التفات کرتی ہے۔ ہم جو ظل سے مراد لیتے ہیں۔ وہ موقعہ اور محل کے لحاظ سے لیتے ہیں۔ حضرت کی ظلی نبوت سے جو مفہوم لیتے ہیں۔ اس کا ذکر ابھی کر چکا ہوں۔ لوگوں کا حال تو عليم بذات الصدور جانتا ہے آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ کسی کی دلی کیفیت کے خبر رسان بنو۔ اور اس پر فتوے لگاؤ۔

دوازدہم۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی بروزی نبی قرار دیا ہے۔ پس کیا اب آنحضرتؐ ایک بروز موسوی اور عیسوی ہونے کی وجہ سے معاذ اللہ واقعی نبی نہ تھے۔ (آنحضرتؐ نے تکمیل ہدایت کیلئے دو بروزوں میں ظہور فرمایا تھا۔ ایک بروز موسوی دوسرا بروز عیسوی۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۷)۔ اس جگہ یہ سخت اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ بحیثیت بروزی تو موسیٰ و عیسیٰ سے افضل تھے۔ تو پھر کیا اس بروزی حیثیت میں مسیح موعود بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ دوستو! مسیح موعودؑ کی کلام کی کیوں ایسی تفسیر کرتے ہو۔ کہ اس پر اعتراضوں کی بوچھاڑ ہو جاوے۔ اور اس کے دعوے اور تقوے میں شبہات پیدا ہو جاویں۔ ہاں اگر اس میں وہ الستہ حکمت عملی ہے۔ کہ جس طرح بروزی اور ظلی نبوۃ سے حقیقی نبوت تک تو نوبت پہنچا لی گئی ہے اور صرف احمد نبی اللہ ضبط تحریر میں آ چکا۔ اب نکتہ کے طور پر رفتہ رفتہ یہ مرحلہ طے بھی کر کے افضل الرسل احمد نبی اللہ لکھا جاویگا۔ تو آپ کا اختیار ہے۔ لا اكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي۔ باقی جواب سوال ۱۳ و ۱۴ میں آ جاویگا۔

سیزدہم۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان ہی معنوں میں اپنے آپ کو بروز قرار دیا جیسا کہ یشوعا نبی کو موسیٰ علیہ السلام کا بروز قرار دیا گیا ہے۔ پھر یشوعا نبی نہ تھا۔ (آنحضرتؐ اس موعودؑ کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کا یشوعا بروز تھا)۔

چہاردہم۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کا یہ فرمانا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی خود بروزی نبی تھے یشوعا بھی خود بروزی نبی تھے۔ حضرت یحییٰ بھی مجازی اور بروزی نبی تھے۔ کیا تمہارے لئے یہ حجت ہے یا نہیں۔ اور اگر ان نبیوں کو بوجہ بروزی ہونے کے تم لوگ واقعی نبی مانتے ہو۔ تو کیا وجہ۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ جس کے نبی اللہ ہونے کے بارے میں جو خدا اور اس کے رسولؐ کی تصدیق موجود ہے۔ بوجہ بروزی یا ظلی ہونے کے نبی نہ ہوں۔ (حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت یوحنا یعنی یحییٰ نبی کو مجازی طور پر یعنی بروزی طور پر ایلیا نبی قرار دیا۔ تحفہ گولڑویہ)۔ ان حوالجات میں بھی ویسا ہی بروز کا لفظ ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام ماموران الٰہی کے بارہ میں مسیح موعودؑ نے خود استعمال کیا۔ یہ مثال تو ایسی ہے کہ ہر ایک نبی صالح کہلا سکتا ہے۔ مگر ہر ایک صالح نبی نہیں کہلا سکتا۔ اگر یہ کہو کہ مسیح موعودؑ کو خدا نے نبی کہا۔ تو میں بحکم خدا کہتا ہوں۔ کہ ایسے نبی اور رسول کا بروزی طور پر آنیکا وعدہ قیامت تک ہے۔ جس کی تصدیق حضرت مسیح موعودؑ کر چکے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر صرف ایک ہی نبی مسیح موعودؑ ہی کہلا سکتا ہے۔ اور کوئی نہیں کہلا سکتا۔ تو پھر جو آخر آیا۔ وہی آخری نبی ہوا۔ پھر لکھنا چاہئے۔ خاتم الانبیاء احمد نبی اللہ۔ ولكم الويل مما تصفون

حکیم الامت مہدینا و مسیح موعودؑ نے تمام ماموران الٰہی کا آنا بروزی رنگ میں آنحضرتؐ کا ہی آنا تسلیم کیا۔ نہ بطور تناسخ۔ اور یہی سنت مسیح موعود کے آنے کی سنت اللہ اور استمراری عادت اللہ ظاہر فرمائی۔ اور تیرہ سو سال کی شہادت واقعات اس پر دلیل پیش کی۔ بالآخر میں خدا واسطے عرض کرتا ہوں۔ کہ دین کو بازیچۂ طفلاں نہ بنا دیں اور نبوت کی مٹی دشمنان اسلام کے سامنے پلید نہ کریں۔ آپ اپنے پیش کردہ حوالجات کی کتربیونت اور مسیح موعودؑ کے اس الہام پر بھی نظر فرما دیں۔ فرماتے ہیں کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادتگاہ میں ان کے چولہے ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبیؐ کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں صفحہ ۷۲ ازالہ اوہام حصہ اول۔ دیکھ لو۔ صرف ایک غلط ازالہ والے اشتہار اور اس میں سے علیحدہ علیحدہ کتنے حوالے نکمی بحث میں کتر کتر کر آپ نے پیش کئے۔ مگر پھر بھی ناکام ہی رہے۔ ونعوذ بالله من ذالك۔ وربنا الرحمن المستعان على ما تصفون۔ والسلام على من اتبع الهدى

(حیات علی شاہ از دیانہ۔ ہزارہ)

محمودی بہتان بندی اور افترا پردازی میں کہاں تک بڑھ گئے

از مولٰنا عبدالکریم صاحب تاجر پونچھ

مخدومی مکرمی جناب اڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ مزاج شریف۔ میں قاضی اکمل کے ایک مضمون مندرجہ فاروق نمبر ۱ (جو اُس نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی ایک چٹھی متعلق مسئلہ نبوت کے متعلق بحث شفاعہ پر ایک نظر کے عنوان سے شائع کیا) کا جواب لکھ رہا تھا کہ ناگہاں مجھے معلوم ہوا کہ فاروق نمبر ۴ مورخہ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء میں ایک اور خطرناک غلط فہمی پھیلانے والا مضمون میرے اور مولوی فضل الٰہی صاحب پروفیسر اشاعت اسلام کالج لاہور کے متعلق نکلا ہے اگرچہ اُمید نہیں ہو سکتی کہ اس مضمون کو غائر نظر سے پڑھ کر کسی اہل بصیرت کو دھوکا لگ سکے تاہم عوام میں ایک حد تک اس سے بدظنی پھیل جانے کا احتمال ضرور ہے اس لئے براہ نوازش مندرجہ ذیل عرضداشت کو کسی مناسب جگہ پر درج اخبار فرما کر مشکور فرمایا جاوے بعید از عنایت نہ ہوگا۔ خاکسار عبدالکریم تاجر

الا لعنة الله على الكاذبين الظالمين

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

قادیان کے جدید اخبار فاروق نمبر ۴ مورخہ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء کے صفحہ ۹ و ۱۰ پر ایک خطرناک غلط فہمی پھیلانے والا مضمون محض کذب و بہتان کے طریق پر زیر عنوان "غیر مبائعین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہتک میں کہاں تک بڑھ گئے" شائع ہوا ہے۔ جسے پڑھکر مضمون نگار کی دیانت و امانت پر سخت افسوس ہوا اگرچہ ارباب بصیرت ہر مضمون نویس کی نیک نیتی اور للہیت کا حال مضمون مذکور پڑھ کر خود بخود منکشف ہو جائیگا تاہم اس خیال سے کہ ممکن ہے عوام کو ہی اس سے مغالطہ لگ جائے اس لئے عرض کی جاتی ہے کہ مولوی فضل الٰہی صاحب کی نسبت بھی جو کچھ اس میں ظاہر کیا گیا ہے سب غلط معلوم ہوتا ہے اور جو کچھ کہ عاجز کی طرف سے نامہ تاجر نمبر ۳ مندرجہ المہدی نمبر ۷ و ۸ کے متعلق ظاہر کیا گیا ہے وہ سر سے ہی بالکل غلط اور بے بنیاد اور سراسر کذب و بہتان و افتراء ہے جس کا پول تب ہی ظاہر ہو سکتا ہے کہ ہر ایک دانشمند انسان ہر دو تحریرات کو (میری تحریر نامہ تاجر نمبر ۳ کو اور فاروق کی اس تحریر کو) آمنے سامنے رکھ کر ایک خدا ترس دل نیک کامل طور پر ان میں منصفانہ غور کرے۔ اور فاروق کی خوش فہمی کی داد دے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جلد باز اور مغلوب الغضب ہو کر انسان کبھی راہ راست کو پا نہیں سکتا اور کبھی منزل مقصود تک پہنچ نہیں سکتا کیونکہ اس حالت میں انسان کی مت ماری جاتی ہے اور بالکل حواس باختہ ہو جاتا ہے اس لئے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے تمام بھائیوں کو راہ راست پر چلنے کی توفیق بخشے اور وہ عاجز کی معروضات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ پھر اس بات کا خود ہی فیصلہ کرلیں کہ فاروق کہاں تک حق بجانب ہے۔ اور عاجز کہاں تک گردن زدنی اور پھر انصاف سے بتلائیں کہ اُس نے جس تحریر پر گستاخانہ ہونے کا الزام قائم کرکے مجھ پر فی الواقعہ بازاری گالیوں کی بوچھاڑ کی ہے آیا وہ خود بھی سمجھ سکا ہے یا جلد بازی اور غضب میں آکر اُس نے صحیح مطلب کچھ بھی نہیں سمجھا یا تجاہل عارفانہ کرکے لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔؟

پس جب وہ جو کچھ سمجھا ہے وہ سر سے ہی بالکل بے بنیاد تو مجھ پر طعن کیسا اور مجھ پر بھڑک اُٹھنا کیسا۔ میں نے تو تمام مضمون میں جناب صاحبزادہ صاحب کے ہی مسلمات اور عقائد پر بحث کی ہے (جن کے ہم لوگ قطعاً قائل نہیں) اور اُنھیں پر جو کچھ میرے نزدیک عندالعقل والنقل اعتراضات وارد ہوتے ہیں اعتراض کرکے اُن پر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ کے ہی خیالات متعلقہ نبوت مسیح موعود کو صحیح تسلیم کرلیا جاوے اور مان لیا جاوے کہ حضرت صاحب کو ۱۵ سال تک باوجود شب و روز مورد وحی و الہام ہونے کے اپنے الہام میں لفظ نبی کا صحیح صحیح مفہوم (جزوی یا کامل نبی ہونے کا) سمجھ میں نہ آیا اور اپنی نبوت کو عوام کے غلط عقائد کی بنا پر ہمیشہ جزوی یا ناقص ہی تصور کرتے رہے تھے تو اس پر یہ اعتراضات وارد ہوتے ہیں جن کا جواب ملنا چاہیئے۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ وہ ہمارے اپنے عقائد ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیا یہی وہ علمیت ہے جس کی بنا پر فاروق جھٹ دوسروں کو جاہل مطلق کہدیا کرتا ہے پس اس میں کچھ شک نہیں کہ میرے یہ تمام اعتراضات اُسی رنگ میں ہیں جس رنگ میں خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسیحیوں کے بالمقابل اُن کے یسوع کے بارہ میں کیا کہتے تھے۔ یا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سیالکوٹی نے خلافت راشدہ میں اہل تشیع کے بالمقابل پیش کئے اور غیر احمدیوں اور دیگر مخالفین نے اُن کو بہانہ سمجھ کر حضرت مسیح موعود اور مولوی عبدالکریم صاحب پر گالیاں دینے کا الزام قائم کیا۔ پس اگر فرضی طور پر گفتگو کرنے کا نام ہی گالیاں دینا یا بہانہ بنا کر خبث باطن کا اظہار ہے اور اس سے فی الواقعہ حضرت مسیح موعود کی ہتک اور گستاخی ہو جاتی ہے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی یہی اعتراض کرنے میں مخالفین حق بجانب تصور ہونگے۔ کیونکہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے فرضی یسوع کا ایک بہانہ بنا کر دراصل واقعی طور پر مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی کو گالیاں دی ہیں۔ اور اُن کی سخت ہتک کی ہے۔ اور شیعہ صاحبان بھی مولوی عبدالکریم صاحب پر یہ اعتراض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اُنھوں نے بقول اُن کے فرضی علی اور حسنین اور فاطمہ کا بہانہ بنا کر فی الواقعہ پاک اہلبیت نبی کریم کی سخت ہتک کی ہے۔ مضمون نگار نے بجز اس کے کہ پیٹ بھر کر مجھ کو بازاری گالیاں سُنلئے میرے اعتراضات کا قطعاً کوئی جواب نہیں دیا۔ حالانکہ بات کو سلجھانے کا اس کا بھی فرض تھا مگر افسوس کہ اُس نے اوروں کو آئیں بائیں کرنے والے بتلا کر خود بھی ان اعتراضات کا کچھ معقول جواب نہیں دیا۔ ہاں جماعت احمدیہ میں عاجز کی نسبت بیحد تنفر پھیلانے کی سرتوڑ کوشش کی ہے کہ اس شخص نے حضرت مسیح موعود کی سخت ہتک کی ہے اور بڑا گستاخ ہے بے ادب ہے پونچھ کا گمنام جاہل ہے خبیث باطن بہانہ ساز ہے اور ایسا ہے اور ویسا ہے اور لکھا ہے کہ کیوں حکیم محمد حسین صاحب نے اس کے مضمون کو درج کیا۔ اور انجمن اشاعت اسلام نے شائع کیا اور حضرت امیر السلسلہ (جناب مولٰنا مولوی محمد علی صاحب) کو گالی دیکر لکھا ہے کہ وہ ایسے مضمون پڑھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہر ایک دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ ان باتوں سے کوئی شخص اصل مضمون کے جواب سے عہدہ برآ نہیں کہلا سکتا۔ اگرچہ اس کا جواب لکھنے کی ان سے کوئی استدعا تو نہیں کی گئی تھی بلکہ صرف جناب صاحبزادہ صاحب ہی اس کے مکلف تھے۔ لیکن چاہئے تھا کہ جہاں انھوں نے مجھ پر گالیوں کی بوچھاڑ کرنے کی زحمت گوارا کی تھی وہاں ان اعتراضات کا کوئی معقول جواب

کیونکہ موسیٰ کے خلفاء سب نبی ہیں اس لئے ..... پہلے سب خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے ...... پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جاتے تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ہو جائے" اسی قول کی نسبت میں نے لکھا ہے کہ بوجہ خلاف قرآن ہونے کے صرف ایک قیاس ہے سمجھتے ہیں" جس کو ایڈیٹر صاحب نے "قیاس مع الفارق ہے" بنا دیا ہے۔ مگر کوئی ہمیں بتا دے کہ کیا یہ عبارت حضرت صاحب کی الہامی ہے جس کو اجتہاد کہہ کر یا قیاس کہہ کر ہم نے مسیح موعود کی تکذیب کی ہے۔ یا مسیح موعود نے کہیں لکھا ہے کہ یہ بات ہم نے خدا سے علم پا کر حسب بیان ایڈیٹر صاحب فاروق لکھی ہے اور یہ بالکل غلطی سے مبرا ہے پس جب یہ ان کی وحی بھی نہیں یا الہام بھی نہیں اور حضرت صاحب نے یہ بھی کہیں نہیں لکھا کہ یہ عبارت ہم نے خدا سے علم پا کر لکھی ہے یا یہ اجتہاد ہرگز نہیں ہے تو ہمیں کس بنا پر اس قدر کوسا گیا صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب اس جگہ یہ فرما رہے ہیں کہ اگر تمام خلفاء کو نبی کے نام سے پکارا جاتا تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا یہ ایک عقلی دلیل ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ختم نبوت کی وجہ سے تمام خلفاء نے نبی کا نام نہیں پایا تو کیا اب کسی کا حق نہیں کہ وہ دریافت کرے کہ جب نبی کا نام نہ پانے کی وجہ یہ ہے کہ نبی کا نام پانے سے امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا ہے تو چاہئے کہ پھر مسیح موعود کو بھی نبی کا نام دینے سے مشتبہ ہو جائے کیونکہ جو وجہ مانع نام نبوت قرار دی گئی ہے وہ ختم نبوت ہے۔ نہ کوئی اور چیز اس لئے ایک عقلمند کہہ سکتا ہے کہ اگر ختم نبوت مانع ہے تو پھر سب کے لئے مانع ہونی چاہئے نہ کسی خاص فرد کے لئے اور اگر مانع نہیں تو سب کے لئے مانع نہیں نہ کہ کسی خاص فرد کے لئے؟ پھر فرماتے ہیں کہ اگر ایک فرد کو بھی نبی کے نام سے نہ پکارا جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا۔ کیونکہ موسیٰ کے خلفاء سب نبی ہیں" اس پر عرض یہ ہے کہ اگر سلسلہ خلفاء کے لئے نبوت کے امر میں بھی باہمی مشابہت کی ضرورت ہے تو چاہئے کہ پھر محمدی سلسلہ کے بھی سب خلیفے نبی ہوں کیونکہ موسیٰ کے خلفاء سب نبی ہیں۔ ورنہ صرف ایک شخص کے نبی ہونے سے تو موسیٰ کے سب خلفاء سے محمدی خلفاء کو مشابہت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور عدم مشابہت کا اعتراض بدستور قائم رہتا ہے اس لئے آیت خاتم النبیین کی بنا پر میرا اس قول کو خلاف قرآن سمجھنا مستند تھا چنانچہ میں نے اس کے متعلق المہدی میں جو دلیل دی ہے وہ یہ ہے کہ "اگر ختم نبوت کسی کے صرف نبی کہلانے سے مشتبہ ہو جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسیح موعود کے نبی کہلانے سے مشتبہ نہ ہو اور اگر مسیح موعود کے نبی کہلانے سے مشتبہ نہیں ہوتا تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسروں کے نبی کہلانے سے مشتبہ ہو جائے۔ پس بات یہ ہے کہ اس طرح سے کسی کے بھی نبی کہلانے سے مشتبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ کوئی شرعی حقیقی نبوت نہیں ہے۔ خاصکر جبکہ قرآن کریم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین قرار دیتا ہے۔ یعنی آپ کو نبیوں کا خاتم قرار دیتا ہے۔ جنہوں نے آپ کے فیض سے نبوت پائی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جن نبیوں کے آپ خاتم ہیں وہ نبی کہلانے کے مستحق نہ ہوں۔ اگر وہ نبی کہلانے کے مستحق نہ تھے تو خدا تعالیٰ نے ان کو النبیین بصیغہ جمع کیوں لقب دیا؟ ...... جب خدا تعالیٰ نے ان کا نام النبیین رکھا ہے تو خواہ مخواہ وہ نبی کا لقب پانے کے بھی مستحق ہیں" جس سے صاف ظاہر ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین رکھ کر آنحضرت کے فیضیافتوں کو النبیین کا لقب دیا ہے اس لئے یہ کہنا کہ اور کسی فیض یافتہ کا نبی کا نام پانے کا استحقاق نہیں خلاف قرآن معلوم ہوتا ہے۔ اور جب تک قرآن کریم کی کسی آیت سے ہی یہ ثابت نہ ہو جائے کہ مسیح موعود کے ماسوا اور کسی نبی کریم کے روحانی فرزند کو نبی کا خطاب پانے کا کوئی استحقاق نہیں تب تک اس بات کی تردید ناممکن ہے یا کم از کم مسیح موعود کا کوئی اس مضمون کا الہام ہی ہو تب بھی کچھ نہ کچھ بات بن جاتی ہے۔ مگر جبکہ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی نہیں تو پھر ہم پر اس قول کو اجتہادی قرار دینے پر کیا الزام عائد ہو سکتا ہے۔ پھر یہ بھی اور سنئے حضرت صاحب ازالہ اوہام میں اسی آیت (خاتم النبیین والی) کو وفات مسیح کے دلائل میں نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا۔ ...... رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے" جس سے ثابت ہے کہ واقعی اور حقیقی طور پر تو کوئی بھی نبی کا نام پانے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستحق نہیں کیونکہ حقیقی انبیاء کے لئے دینی علوم کا بذریعہ جبرئیل حاصل کرنا ضروری ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت خود حضرت صاحب کئی جگہ ثابت کر چکے ہیں کہ اب تا قیامت مسدود ہے۔ پس اگر مسیح موعود کے نبی کا نام پانے سے یہ مراد ہو کہ وہ فی الواقعہ نبی بن گئے تھے تو یہ امر صاف خلاف قرآن ثابت ہوا۔ اور صرف میں ہی یہ بات نہیں کہتا بلکہ خود حضرت صاحب کی مندرجہ بالا عبارات اور آیت کا ترجمہ بھی بتلا رہا ہے جو حضرت صاحب نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے لہذا خواہ مخواہ دوسروں پر غضب ڈھانے کی بجائے انسان کو پہلے اپنی جگہ حضرت صاحب کی انہی تحریرات کا مطالعہ کر لینا نہایت ضروری ہے۔ ہاں حضرت صاحب کی حقیقۃ الوحی والی عبارت میں ایک فقرہ اوروں میں شرط نہ پائے جانیکا بھی درج ہے۔ جس کا ذکر میری اس تحریر میں ابھی تک نہیں آیا۔ اس لئے بجواب التماس ہے کہ اس شرط نبوت (کثرت مکالمہ و مخاطبہ و اظہار امور غیبیہ) کے اوروں میں نہ پائے جانے کا بھی صحیح صحیح علم صرف خدا تعالیٰ کی ذات سے ہی متعلق ہے وہی جانتا ہے کہ اس نے کس کس قدر کس کو اس شرط سے حصہ دیا۔ اور کس قدر نہیں دیا اور حضرت صاحب کا اس بات کے متعلق بھی کوئی اعلام یا الہام پانے کا ثبوت موجود نہیں۔ تو ایسی صورت میں از روئے انصاف اگر اس کو ایک قیاس سمجھ لیا جاوے تو کونسا اندھیر آ گیا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے فخر بنی آدم نبی سے تو اجتہادی غلطیوں کا سرزد ہو جانا ممکن ہے اور اس میں آپ کی ہتک نہیں ہوتی مگر حضرت صاحب کی نسبت کسی ایک آدھ بات میں ایسا خیال کیا جاوے جس کے دلائل بھی موجود ہوں تو جھٹ آپ کی ہتک کا خیال آپ لوگوں کو دامنگیر ہو جاتا ہے۔ اور تبرے بازی پر اتر آتے ہیں۔ کیا یہی انصاف ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون خدا تعالیٰ آپ کو ہدایت دے۔

قولہ۔ یہی بے ادب لکھتا ہے "زندگی بھر میں آپ کسی کو نبی نہیں بنا سکے" تو یہ کوئی عقل باور کر سکتی ہے کہ وفات کے تیرہ سو سال بعد جا کر ایک غیر صحبت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ انسان (یعنی مسیح موعود علیہ السلام۔ اے بدبخت کیا تو نے ایک غیر صحبت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ کی بیعت ہی کیوں کی تھی) آپ کے فیض سے نبی بن گیا ہو"

اقول۔ افسوس کہ ایڈیٹر صاحب نے اس حوالہ کی نقل کرنے میں بھی غلطی کی اور عبارت کو صحیح طور پر نقل نہ کر سکے۔ کیوں حضرت آپ کو تو اس بات پر طیش آ گیا کہ میں نے حضرت مسیح موعود کو صحابہ کرام کے بالمقابل ایک غیر صحبت یافتہ یا غیر تربیت یافتہ انسان لکھا مگر صاحبزادہ پر یہ نزلہ نہ گرایا جب انھوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پالی جماعت کو نبی کریم کے فیض سے گویا محروم قرار دیکر لکھا کہ "امت محمدیہ میں اب تک کوئی انسان ...... خواہ وہ

ہی لکھدیتا تو پبلک پر روشن تو ہو جاتا کہ اعتراضات واقعی معقول اور بے بنیاد نہیں نہ یہ کہ صرف گالیوں پر ہی اکتفا کر جاتے

خدا ہی ہے جو ان عالی مزاج اور معزز لوگوں کو ہدایت نصیب کرے ورنہ اب ان کی حالت تو نہایت ہی قابل رحم ہو چکی ہے۔ اے میرے پاک مولا تو ہی ہم سب کے حال پر رحم فرما اور انھیں راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ میں اپنے معزز اور مشہور عالم ایڈیٹر فاروق کے بالمقابل ہرگز جھگڑ بازی کرنے پر آمادہ نہیں اس لئے براہ مہربانی آئندہ وہ مجھ سے اپنی کسی گہر ریزی کا جواب پانے کی کوئی توقع نہ رکھیں اور اگر ناحق وہ اپنی در فشانی سے باز نہ آئینگے تو روحانی وجسمانی دونوں عدالتیں کھلی ہیں۔ خدا تعالیٰ انھیں ہدایت دے۔ اب میں ذیل میں بتاتا ہوں کہ انھوں نے جلدی میں مغضوب الغضب ہو کر میری تحریر کو خاک بھی نہیں سمجھا اور جو حوالہ جات دئے ہیں وہ بھی سوائے ایک فقرہ کے سب غلط ہیں۔ اور اگر انھوں نے جان بوجھکر ایسا کیا ہے تو یہ اور بھی قابل افسوس امر ہے۔ چنانچہ آپ مندرجہ ذیل حوالہ جات کو میری طرف منسوب کر کے ان کے محض غلط معانی بیان کرتے ہیں

(۱) "یہ حوالے تحریروں کے مخالف ہیں" یعنی حضرت اقدس کے کلام میں تناقض ہے لہذا وہ غیر معتبر ہیں۔ **اقول** یہ حوالہ آپ نے محض غلط پیش کیا ہے۔ صفحہ ۴۶۔ المہدی نمبر ا پر کہیں یہ عبارت درج نہیں باقی رہا حضرت صاحب کی تحریرات کا باہمی تناقض سو یہ بات بھی میں نے کبھی نہیں لکھی کہ حضرت کی تمام تحریرات میں تناقض پایا جاتا ہے۔ بات تو صرف ان دو تحریرات (تذکرۃ الشہادتین اور حقیقۃ الوحی صہ ۳۹۱ والی تحریر) کے متعلق ہے کہ یہ دونوں تحریریں حضرت صاحب کی دوسری کثیر التعداد تحریرات کے برخلاف ہیں جس کا ثبوت خود اسی جگہ متعدد تحریرات درج کر کے دیدیا گیا ہے اگر یہ ہر دو حوالہ جات بالا ان تحریرات کے برخلاف نہیں تو چاہئے تھا کہ ہماری پیش کردہ تحریرات کو ان ہر دو تحریرات سے مطابق کر کے دکھا دیا جاتا۔ مگر افسوس کہ ایڈیٹر صاحب نے ایسا نہیں کیا اور ایک ایسا غلط حوالہ میری طرف منسوب کر دیا جس سے پایا جاتا ہے کہ گویا میں نے حضرت صاحب کے جملہ کلام کو ہی متناقض قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے اور میں نے ہرگز مسلم نہیں کیا۔

قولہ ۲ "یہ تحریرات اجتہادی ہیں ... المہدی ..."

قد یخطی و یصیب (المہدی صہ ۳۶) یعنی مسیح موعود علیہ السلام جو حکم و عدل ہو کر آئے اور جن پر **ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی** نازل ہوئی وہ ایک مجتہد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور غالباً معترض صاحب خدا سے براہ راست وحی پاتے ہیں جب ہی تو ان سے غلطی ناممکن ہے۔

اقول مسیح موعود علیہ السلام کی مجتہدانہ حیثیت کا سب سے پہلے اعلان کرنے والا صرف میں ہی نہیں ہوں۔ بلکہ حضرت اقدس کا خود اپنا اقرار موجود ہے۔ ملاحظہ ہو ازالہ اوہام طبع ثانی صفحہ ۲۲۰ و ۲۲۱ فرمایا کہ "یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے مگر اس کو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے بلکہ خبر دی گئی ہے کہ اے امتی لوگو وہ تم میں سے ہی ہوگا۔ اور تمھارا امام ہوگا۔ اور نہ صرف قولی طور پر اس کا امتی ہونا ظاہر کیا بلکہ فعلی طور پر بھی دکھلا دیا کہ وہ امتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ اور قال الرسول کا پیرو ہوگا۔ اور حل معضلات و معضلات دین **نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کرے گا**۔ اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھے گا۔ اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائیگی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے۔ اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔" اب ہر ایک سمجھدار سمجھ سکتا ہے کہ میں نے اگر المجتہد قد یخطی و یصیب کی بنا پر آپ کو ایک مجتہد العصر لکھدیا تو بتاؤ میرا قصور کیا؟ کیا خود اسی حکم و عدل نے جس پر ما ینطق عن الھویٰ نازل ہوئی اس بات کا صاف لفظوں میں اقرار نہیں کیا کہ میں باوجود حکم و عدل ہونے کے اور ما ینطق عن الھویٰ کا افتخار حاصل کرنے کے پھر بھی ایک مجتہدانہ حیثیت ہی رکھتا ہوں؟ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ "غالباً معترض پر خدا سے براہ راست وحی نازل ہوتی ہے۔ جب ہی تو اس سے غلطی ناممکن ہے" یہ بھی محض آپکی محض غلط فہمی ہے کیونکہ یہ بھی کوئی قاعدہ نہیں کہ جو براہ راست خدا تعالیٰ سے وحی پائے وہ اجتہادی غلطیوں سے ہمیشہ پاک رہے بلکہ گاہے ماہے اس سے کبھی کوئی نہ کوئی اجتہادی غلطی بھی ہو جایا کرتی ہے۔ پس جب ایسے انبیاء سے بھی اجتہادی غلطی کا سرزد ہو جانا ممکنات سے ہے تو بتاؤ کہ بالواسطہ وحی پانیوالوں سے اجتہادی غلطی کا کیوں امکان

حضرت صاحب خود اس پر متعدد جگہ اپنی تصانیف میں بحث کر چکے ہیں کہ فی الواقعہ مستقل انبیاء سے بھی کبھی کبھی اجتہادی غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں۔ مگر آپ ہیں کہ اس کے برعکس کچھ اور ہی جتا رہے ہیں۔ افسوس کہ ایڈیٹر صاحب نے یہ حوالہ بھی غلط درج کیا اور الٹا براہ راست وحی پانیکا ہم کو مورد سمجھ رہے ہیں۔

قولہ "بوجہ خلاف قرآن ہونے کے صرف ایک قیاس مع الفارق ہے" (المہدی صہ ۳۶) آسمان کیوں نہ ٹوٹ پڑے اور زمین کیوں نہ پھٹ جائے ان شوخ دیدہ نا اہلوں پر جو خدا کے نبی کے فیضان سے مردے سے زندہ ہوئے اندھے تھے سوجاکھے ہوئے اور اب یہ بکواس کرتے ہیں کہ مسیح موعود کا یہ قول خلاف قرآن ہے۔ نابکارو اگر تم قرآن مجید کے ایسے ہی عالم تھے تو مسیح موعود کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مسیح موعود خدا سے علم پاکر فرماتا ہے کہ دوسرے خلفاء کو یہ مرتبہ نہیں دیا گیا وہ اس نام کے مستحق نہیں ان میں وہ شرط موجود نہیں اور پنجہ کا ایک گمنام جاہل اٹھ کر کہتا ہے کہ یہ قول خلاف قرآن ہے۔

اقول بیشک آسمان و زمین ٹوٹا ہی سمجھو جنھیں غضب میں آکر کچھ سوجھائی نہ دے۔ کیا اسی جگہ اس کے دلائل درج نہیں ہیں پھر کیوں ان کو دیدہ و دانستہ ترک کر کے صرف دم بریدہ فقرات (پھر وہ بھی غلطیوں سے پاک نہیں) پر ہی اکتفا کیا گیا اور لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی گئی؟ کیا یہ وہی طریق نہیں جسے غیر احمدیوں اور دیگر مخالفین اسلام نے حضرت اقدس کے بالمقابل اختیار کر کے عوام الناس کو دھوکہ میں ڈالا ملحد لکھا واویلا مچایا۔ بلکہ تمام مخالفین اسلام کا یہی قاعدہ ہے کہ اسی طرح کتر بیونت کر کے قرآن و حدیث کے حوالے دیکر دنیا میں غل مچاتے رہتے ہیں؟ پھر آپ نے ایسا کیوں کیا اس طرح تو انسان درمیان سے فقرات کاٹ کر خواہ کوئی کیسی ہی پاکیزہ کتاب ہو بلکہ قرآن و حدیث ہی کیوں نہ ہو یا حضرت صاحب کی کتابیں ہی کیوں نہ ہوں ان سے بھی بجائے اسلام کے دہریت کی تعلیم نکال سکتا ہے مگر یہ کوئی دیانت داری نہیں کہلا سکتی۔ دیکھو اصل عبارت اصل معاملہ یہ ہے کہ صہ ۳۶ میں نے حضرت صاحب کا ایک عقلی قول درج کر کے اسی قول سے ہی ثابت کیا ہے کہ یہ ایک اجتہادی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ وہ قول یہ ہے کہ "اگر تمام خلفاء کو نبی کے نام سے پکارا جاتا تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا اور اگر ایک فرد کو بھی نبی کے نام سے نہ پکارا جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا

کیونکہ موسیٰ کے خلفاء سب نبی ہیں اس لئے ..... پہلے سب خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے...... پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جاتے تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ہوجائے" اسی قول کی نسبت میں نے لکھا ہے کہ بوجہ خلاف قرآن ہونے کے صرف ایک قیاس ہے سمجھتے ہیں" جس کو ایڈیٹر صاحب نے "قیاس مع الفارق ہے" بنا دیا ہے۔ مگر کوئی ہمیں بتا دے کہ کیا یہ عبارت حضرت صاحب کی الہامی ہے جس کو اجتہاد کہہ کر یا قیاس کہہ کر ہم نے مسیح موعود کی تکذیب کی ہے۔ یا مسیح موعود نے کہیں لکھا ہے کہ یہ بات ہم نے خدا سے علم پاکر حسب بیان ایڈیٹر صاحب فاروق لکھی ہے اور یہ بالکل غلطی سے مبرا ہے پس جب یہ ان کی وحی بھی نہیں یا الہام بھی نہیں اور حضرت صاحب نے یہ بھی کہیں نہیں لکھا کہ یہ عبارت ہم نے خدا سے علم پاکر لکھی ہے یا یہ اجتہاد ہرگز نہیں ہے تو ہمیں کس بنا پر اس قدر کوسا گیا صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب اس جگہ یہ فرما رہے ہیں کہ اگر تمام خلفاء کو نبی کے نام سے پکارا جاتا تو امر ختم نبوت مشتبہ ہوجاتا یہ ایک عقلی دلیل ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ختم نبوت کی وجہ سے تمام خلفاء نے نبی کا نام نہیں پایا تو کیا اب کسی کا حق نہیں کہ وہ دریافت کرے کہ جب نبی کا نام نہ پانے کی وجہ یہ ہے کہ نبی کا نام پانے سے امر ختم نبوت مشتبہ ہوجاتا ہے تو چاہیئے کہ پھر مسیح موعود کو بھی نبی کا نام دینے سے مشتبہ ہوجائے کیونکہ جو وجہ مانع نام نبوت قرار دی گئی ہے وہ ختم نبوت ہے۔ نہ کوئی اور چیز اس لئے ایک عقلمند کہہ سکتا ہے کہ اگر ختم نبوت مانع ہے تو پھر سب کے لئے مانع ہونی چاہیئے نہ کسی خاص فرد کے لئے اور اگر مانع نہیں تو سب کے لئے مانع نہیں نہ کہ کسی خاص فرد کے لئے؟ پھر فرماتے ہیں کہ اگر ایک فرد کو بھی نبی کے نام سے نہ پکارا جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہجاتا۔ کیونکہ موسیٰ کے خلفاء سب نبی ہیں" اس پر عرض یہ ہے کہ اگر سلسلہ خلفاء کے لئے نبوت کے امر میں بھی باہمی مشابہت کی ضرورت ہے تو چاہیئے کہ پھر محمدی سلسلہ کے بھی سب خلیفے نبی ہوں کیونکہ موسیٰ کے خلفاء سب نبی ہیں۔ ورنہ صرف ایک شخص کے نبی ہونے سے تو موسیٰ کے سب خلفاء سے محمدی خلفاء کو مشابہت حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور عدم مشابہت کا اعتراض بدستور قائم رہجاتا ہے اس لئے آیت خاتم النبیین کی بنا پر میرا اس قول کو خلاف قرآن سمجھنا معتذر تھا چنانچہ میں نے اس کے متعلق المہدی میں جو دلیل دی ہے وہ یہ ہے کہ "اگر ختم نبوت کسی کے صرف نبی کہلانے سے مشتبہ ہوجاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسیح موعود کے نبی کہلانے سے مشتبہ نہو اور اگر مسیح موعود کے نبی کہلانے سے مشتبہ نہیں ہوتا تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسروں کے نبی کہلانے سے مشتبہ ہوجائے۔ پس بات یہ ہے کہ اس طرح سے کسی کے بھی نبی کہلانے سے مشتبہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ کوئی شرعی حقیقی نبوت نہیں ہے۔ خاصکر جبکہ قرآن کریم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین قرار دیتا ہے۔ یعنی آپ کو نبیوں کا خاتم قرار دیتا ہے۔ جنہوں نے آپ کے فیض سے نبوت پائی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جن نبیوں کے آپ خاتم ہیں وہ نبی کہلانے کے مستحق نہ ہوں۔ اگر وہ نبی کہلانے کے مستحق نہ تھے تو خدا تعالیٰ نے ان کو النبیین بصیغہ جمع کیوں لقب دیا؟ ...... جب خدا تعالیٰ نے ان کا نام النبیین رکھا ہے تو خواہ مخواہ وہ نبی کا لقب پانے کے بھی مستحق ہیں" جس سے صاف ظاہر ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین رکھا آنحضرت کے فیضیافتوں کو النبیین کا لقب دیا ہے اس لئے یہ کہنا کہ اور کسی فیض یافتہ کا نبی کا نام پانے کا استحقاق نہیں خلاف قرآن معلوم ہوتا ہے۔ اور جب تک قرآن کریم کی کسی آیت سے ہی یہ ثابت نہو جائے کہ مسیح موعود کے ماسوا اور کسی نبی کریم کے روحانی فرزند کو نبی کا خطاب پانے کا کوئی استحقاق نہیں تب تک اس بات کی تردید ناممکن ہے یا کم از کم مسیح موعود کا کوئی اس مضمون کا الہام ہی ہو تب بھی کچھ نہ کچھ بات بن جاتی ہے۔ مگر جب کہ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی نہیں تو پھر ہم پر اس قول کو اجتہادی قرار دینے پر کیا الزام عائد ہوسکتا ہے۔ پھر سنیئے اور سنئے حضرت صاحب ازالہ اوہام میں اسی آیت (خاتم النبیین والی) کو وفات مسیح کے دلائل میں نقل کرکے تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا...... رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے" جس سے ثابت ہے کہ واقعی اور حقیقی طور پر تو کوئی بھی نبی کا نام پانے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستحق نہیں کیونکہ حقیقی انبیاء کے لئے دینی علوم کا بذریعہ جبرئیل حاصل کرنا ضروری ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت خود حضرت صاحب کئی جگہ ثابت کرچکے ہیں کہ اب تا قیامت مسدود ہے۔ پس اگر مسیح موعود کے نبی کا نام پانے سے یہ مراد ہو کہ وہ فی الواقعہ نبی بنگئے تھے تو یہ امر صاف خلاف قرآن ثابت ہوا۔ اور صرف میں ہی یہ بات نہیں کہتا بلکہ خود حضرت صاحب کی مندرجہ بالا عبارت اور آیت کا ترجمہ بھی بتلا رہا ہے جو حضرت صاحب نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے لہذا خوامخواہ دوسروں پر غضب ڈھانے کی بجائے انسان کو پہلے اپنی جگہ حضرت صاحب کی انہی تحریرات کا مطالعہ کر لینا نہایت ضروری ہے۔ ہاں حضرت صاحب کی حقیقۃ الوحی والی عبارت میں ایک فقرہ اوروں میں شرط نہ پائے جانیکا بھی درج ہے۔ جس کا ذکر میری اس تحریر میں ابھی تک نہیں آیا۔ اس لئے بجوابش التماس ہے کہ اس شرط نبوت (کثرت مکالمہ و مخاطبہ و اظہار امور غیبیہ) کے اوروں میں نہ پائے جانے کا بھی صحیح صحیح علم صرف خدا تعالیٰ کی ذات سے ہی متعلق ہے وہی جانتا ہے کہ اس نے کس کس قدر کس کو اس شرط سے حصہ دیا۔ اور کس قدر نہیں دیا اور حضرت صاحب کا اس بات کے متعلق بھی کوئی اعلام یا الہام پانے کا ثبوت موجود نہیں۔ تو ایسی صورت میں از روئے انصاف اگر اس کو ایک قیاس سمجھ لیا جاوے تو کونسا اندھیر آگیا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے فخر بنی آدم نبی سے تو اجتہادی غلطیوں کا سرزد ہوجانا ممکن ہے اور اس میں آپ کی ہتک نہیں ہوتی مگر حضرت صاحب کی نسبت کسی ایک آدھ بات میں ایسا خیال کیا جاوے جس کے دلائل بھی موجود ہوں تو جھٹ ان کی ہتک کا خیال آپ لوگوں کو دامنگیر ہوجاتا ہے۔ اور تبرے بازی پر آتر آتے ہیں۔ کیا یہی انصاف ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون خدا تعالیٰ آپ کو ہدایت دے۔

قولہ۔ یہی بے ادب لکھتا ہے "زندگی بھر میں آپ کسی کو نبی نہیں بنا سکے" تو یہ کوئی عقلمند باور کرسکتی ہے کہ وفات کے تیرہ سو سال بعد جاکر ایک غیر صحبت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ انسان (یعنی مسیح موعود علیہ السلام۔ اے بدبخت کیا تونے ایک غیر صحبت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ کی بیعت ہی کیوں کی تھی) آپ کے فیض سے نبی بنگیا ہو

اقول۔ افسوس کہ ایڈیٹر صاحب نے اس حوالہ کی نقل کرنے میں بھی غلطی کی اور عبارت کو صحیح طور پر نقل نہ کرسکے۔ کیوں حضرت آپ کو تو اس بات پر طیش آگیا کہ میں نے حضرت مسیح موعود کو صحابہ کرام کے بالمقابل ایک غیر صحبت یافتہ یا غیر تربیت یافتہ انسان لکھا مگر یہ جزاؤ پر یہ نزلہ نہ گرایا" جب آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پالی جماعت کو نبی کریم کے فیض سے گویا محروم قرار دیکر لکھدیا کہ "امت محمدیہ میں اب تک کوئی انسان ...... خواہ وہ

صحابہ میں سے ہو یا غیر صحابہ میں سے نبی نہیں کہلا سکتا" تحسبونہ ھیّنا وھو عند اللہ عظیم جب صحابہ کرام بھی ایسے نبی نہیں کہلا سکتے جیسے کہ مرزا صاحب نبی کہلا سکتے تھے تو بتلاؤ کہ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خود ہاتھ میں پرورش پاکر کیا فیض پایا جبکہ وہ مسیح موعود جیسے بھی نہ ہو سکے۔ پھر اس میں کیا شک ہے کہ صحابہ کرام کی وہ پاک جماعت تھی جس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا و مافیہا سے بڑھ کر محبت تھی تو اگر باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کو اپنے فیض سے بقول صاحبزادہ صاحب نبی نہیں بنا سکے اور صحابہ نے خود بھی آپ کی صحبت اور تربیت پاکر وہ بات حاصل نہیں کی جو مسیح موعود کو ۱۳ سو سال بعد جاکر حاصل ہو گئی تو بتاؤ کہ صحابہ کرام کی کیا فضیلت۔ بلکہ خود نبی کریم کے فیض رساں کامل ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ کیا اس سے صریح طور پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ پر خطرناک دھبہ نہیں پڑتا۔ مگر افسوس ہے کہ بنظر انصاف کوئی غور نہیں کرتا اور جھٹ ادھر اُدھر کی باتوں میں اصل بات کا سنیاناس کر دیا جاتا ہے۔ پھر بھلا یہ تو بتاؤ کہ صحابہ کرام کے ماسوا اور کس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔ یا اُن سے تربیت پائی یوں روحانی طور پر تو گذشتہ دن اور یوں بندگان خدا خواب و کشف کے ذریعہ سے آنحضرت صلعم کا دیدار اور فیض پاتے رہے۔ مگر تم ہی ایمان لگتے کہو تو سہی کہ کیا جن لوگوں نے شب و روز مسیح موعود کو دیکھا اور اُن سے فیض پایا وہ اور وہ برابر ہو سکتے ہیں۔ جو اُن کے بعد ۱۳ سو سال بعد جاکر ان کی غلامی کا دعوے کریں۔ مگر اب آپ کو اس بات پر بھی غصہ آیا جاتا ہے کہ میں نے کیوں اُن کو غیر صحبت یافتہ یا غیر تربیت آنحضرت صلعم کا لکھا۔ حالانکہ اگر ساری دنیا بھی ٹکریں پڑھی مارا کرے تب بھی مسیح موعود کو جسمانی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمعصر ثابت نہیں کر سکتی۔

قولہ یہی گستاخ لکھتا ہے کہ "خدا تعالیٰ اُن کی (صحابہ) نسبت کہتا ہے کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ پس مسیح موعود کی نسبت بھی کوئی ایسا ہی سارٹیفکٹ پیش کریں۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا یا اس سارٹیفکٹ کو صحابہ سے چھین لے" اے احسان فراموش دیکھ فرشتے کس پر نفریں کر رہے ہیں۔ یہ رضی اللہ عنہم کا سرٹیفکیٹ تو مسیح موعود کے خدام کو بھی مل چکا ہے.....

الہامات میں ایک بار پڑھو۔

اقول۔ یہ حوالہ بھی بالکل غلط درج کیا گیا ہے اصل عبارت صفحہ ۴۴ پر یوں درج ہے۔ کہ "خدا تعالیٰ اُن کی نسبت کہتا ہے کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ یعنی خدا تعالیٰ اُن پر راضی ہو چکا اور وہ اس پر راضی ہو چکے۔ پس مسیح موعود کو اُن سے بڑھ کر ماننے والے اگر لیاقت رکھتے ہیں تو مسیح موعود کی نسبت بھی کوئی ایسا ہی سارٹیفکٹ پیش کریں فان لم تفعلوا ولن تفعلوا یا اس سارٹیفکٹ کو صحابہ سے چھین لیں" فرشتوں کی نفرین کا حال تو آپ کو مرنے کے بعد معلوم ہوگا سردست آپ اس بات کا ثبوت دیں کہ قرآن یا حدیث میں مسیح موعود کے حق میں یہ کلمہ کہاں آیا ہے اس جگہ مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات پر کلام نہیں ہے۔ یہاں تو فقط قرآن و حدیث سے اس امر کا ثبوت مطلوب ہے جو آپ لوگوں سے تاقیامت ممکن نہیں۔ اور نہ قرآن و حدیث کی وحی کے پایہ کو مسیح موعود کی وحی کبھی پہنچ سکتی ہے۔

فمن ادعی فعلیہ البیان والبرھان

قولہ یہی گستاخ صفحہ ۶ پر آپ کو فرضی مسیح قرار دیکر اس بہانے سے ان الفاظ میں اپنے خبث باطن کا اظہار کرتا ہے۔

اقول۔ آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو اپنے نامہ اعمال کو خوب سیاہ کر لو۔ یہ وقت ہے کچھ کسر نہ رہ جائے۔ اس کے بعد ایڈیٹر صاحب نے احقر کی ایک لمبی عبارت کا حوالہ دیا ہے جو کہ وہ بھی غلط ہے۔ اور نیچے جاکر مجھکو اور گالیاں سنائی ہیں اور لکھا ہے کہ اس نے صاحبزادہ صاحب کو بہت گالیاں دی ہیں پس ہمارا کام نہیں کہ گالی کے بدلے ہم بھی گالی دیں اور اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کریں۔ اس لئے اُن کو اب حوالہ بخدا کرتے ہیں۔

اور ناظرین سے باادب ملتمس ہیں کہ وہ اصل رسالہ کو (یعنی المہدی نمبر ۶ و ۷) بغور مطالعہ کر کے خود ہی اس بات کا فیصلہ کریں کہ کون حق بجانب ہے اور کون عمداً جھوٹ بولنے پر اصرار کرنے پر کمربستہ ہے۔

لعنت اللہ علی الکاذبین۔ و آخر دعوینا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار محمد عبد الکریم تاجر از بیچھہ۔

بعض نامہ نگاروں کے مضامین اختلافی مسائل کے متعلق دفتر پیغام صلح میں مدیر سے آئے ہوئے پڑے ہیں جو بوجہ عدم گنجائش درج نہیں ہو سکے انشاء اللہ آئندہ نمبروں میں بعد ترتیب درج کئے جاوینگے۔

جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب کی رائے اختلاف جماعت احمدیہ کے بارے میں

اس عنوان سے ۹۔ اکتوبر کے الفضل میں سید انعام اللہ شاہ سیالکوٹی کی ایک تحریر شائع ہوئی تھی۔ جس کے جواب میں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب حسب ذیل چٹھی ارسال فرماتے ہیں:۔

لاہور ۱۳ ار نومبر ۱۹۱۵ء

مخدومی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح السلام علیکم ۹۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء کے الفضل میں سید انعام اللہ شاہ صاحب سیالکوٹی نے ایک تحریر بعنوان "جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب کی رائے اختلاف جماعت احمدیہ کے بارے میں" شائع کرائی ہے اس تحریر کے متعلق میرے اکثر احباب نے بذریعہ خطوط وغیرہ مجھ سے دریافت کیا ہے فرداً فرداً جواب دینے سے قاصر ہوں لہذا آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مندرجہ ذیل سطور کو اپنے اخبار میں جگہ دیکر مجھے ممنون فرمایئے۔

میرے بہت سے احباب سلسلہ احمدیہ کے ساتھ گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور جب کبھی مجھے سیالکوٹ جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو اکثر موقعے گفتگو کے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ستمبر گذشتہ میں بھی جب میں سیالکوٹ میں تھا تو ایک سے زیادہ موقعے گفتگو کے پیدا ہوئے۔ لیکن مجھے یہ یاد نہ آتا تھا کہ سید انعام اللہ صاحب کون سے موقع گفتگو کا ذکر اپنی تحریر میں فرماتے ہیں چونکہ ان کی تحریر میں سید بشیر احمد صاحب کی طرف اشارہ ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ سید صاحب موصوف کے سوال پر میں نے یہ کہا تھا کہ قادیانی جماعت حق پر ہے اور مجھے ہمدردی لاہور والوں سے ہے اس واسطے اپنے حافظہ پر اعتبار نہ کرکے میں نے سید بشیر احمد صاحب موصوف کو خط لکھا کہ جس کا وہ حصہ جو اس بحث سے متعلق ہے ذیل میں درج کرتا ہوں تاکہ میرے احباب کو اصل کیفیت سے آگاہی ہو جائے۔

ہوشیارپور ۲۹ ر اکتوبر

برادرم مکرم و معظم سلمہٗ السلام علیکم ورحمۃ

ابھی آپ کا خط ملا ستمبر کے آخری ہفتہ میں جب آپ سیالکوٹ تشریف فرما تھے اور میں بھی وہیں تھا آپ کے دولت کدے پر انعام اللہ میرے ہمراہ گیا تھا اور وہ کچھ ادھر اُدھر کی باتیں حسب عادت کرتا رہا تھا کہ اس نے سوال و جواب کئے جو مجھے یاد نہیں میں قادیان پارٹی اور لاہور پارٹی کا ذکر وہ کرتا رہا گفتگو البتہ مجھے یاد نہیں کہ کیا تھی

ہاں میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کوئی سوال آپ سے نہیں کیا تھا۔ میر انعام اللہ صاحب سے آپ بخوبی واقف ہیں وہ عادتاً مبالغہ آمیز باتیں کرنے کا عادی ہے اور پوری گفتگو نہ کبھی اس کی کسی نے سمجھی ہے اور نہ ہی وہ خود بیچارہ سمجھ سکتا ہے۔ ایک فقرہ سے وہ کئی کئی نتائج اخذ کیا کرتے ہیں انھیں معذور سمجھنا چاہیئے"۔

افسوس ہے کہ میر انعام اللہ صاحب نے میرے الفاظ کو صحیح طور پر بیان نہیں کیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ انھیں غلط فہمی ہوئی ہو ایک شخص جو کسی خاص فریق سے تعلق رکھتا ہو وہ قدرتی طور پر اوروں کی گفتگو سے وہی الفاظ و مطالب یاد رکھتا ہے جو اس کے مفید مطلب ہوں۔ اور سیاق الفاظ فراموش کر جاتا ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ میں نے کتاب حقیقت النبوۃ کی بہ لحاظ اس کی ترتیب نئے تعریف کی تھی مگر اس کے دلائل پر رائے دینے کا حق مجھے حاصل نہیں کیونکہ اختلاف سلسلہ احمدیہ کے متعلق وہی شخص رائے دے سکتا ہے جو مرزا صاحب مرحوم کی تصانیف سے پوری آگاہی رکھتا ہو اور یہ آگاہی مجھے حاصل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بدیہی ہے کہ ایک غیر احمدی مسلمان جو رسول اللہ صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل نہ ہو وہ کس طرح یہ بات کہہ سکتا ہے کہ وہ عقائد کے لحاظ سے قادیان والے سچے ہیں"۔

والسلام محمد اقبال لاہور

توبہ نامہ

میں نے بلا تحقیق و تفتیش مرزا محمود احمد صاحب کی بیعت کر لی تھی۔ جب دانہ میں آیا اور غیر مبائعین سے بیعت نہ کرنے کا سبب دریافت کیا تو سکرٹری انجمن احمدیہ دانہ نے مرزا محمود احمد اور مرزا صاحب اور مولانا نورالدین صاحب مرحوم کی تحریرات میں سے ایسے زبردست تحریری وجوہات پیش کئے جن کو دیکھ کر میں حیران ہی ہو گیا مگر پھر خیال آیا کہ میاں صاحب کے مریدین بھی جو خاص مرکز میں رہتے ہیں کہ وہ بھی تو مدعی علمیت ہیں ان کے پاس ان تحریرات پیش کردہ غیر مبائعین کا کچھ جواب ضرور ہی ہوگا اس لئے میں نے فوراً فسخ بیعت میں تامل کیا پھر جب قادیان سے میاں صاحب کے مبلغین مولوی محمد حسین و مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری وغیرہ آئے اور مباحثات میں ان میں وجوہات مذکورہ بالا کو بغرض جواب مبائعین مبلغین کے سامنے پیش کیا گیا تو کسی سے بھی معقول جواب نہ ہو سکا۔ چنانچہ یہ سوال و جواب فریقین کے تحریری یہاں موجود ہیں۔ اس پر جب میں نے اچھی طرح سمجھ سوچ لیا کہ فرقہ محمودیہ محض خوش اعتقادی اور پیرہ بندی کی بنیاد پر قائم ہے اور طریق اسلام اور احمدیت سے ہزارہا کوس کے فاصلہ پر جا پڑا ہے اس لئے آج میں محض رضائے الٰہی کے لئے اپنی بیعت واپس لیتا ہوں اور اس عرصہ میں جو کچھ فیضان یا خسران دین و دنیا مجھے اس فرضی مصنوعی خلیفہ کے طفیل حاصل ہوا وہ مرزا محمود صاحب کو واپس کرتا ہوں اور عطائے شما بہ لقائے شما قبول باد عرض کرتا ہوں۔

اب میں عقائد محمودیہ کی ایک مختصر فہرست بطور نمونہ پیش کر کے ناظرین سے انصاف چاہتا ہوں کہ آیا یہ عقاید اسلامیہ ہیں یا کفریہ۔

(۱) مرزا محمود احمد صاحب اپنے رسالہ تشحیذ جس کا دوسرا نام کفرنامہ دنیا سمجھو لکھتے ہیں کہ **مسلمان وہی ہے جو سب ماموروں کو مانے** جس کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ ان تیرہ صدیوں میں جس قدر مامور یعنی مجدد دین گذرے ہیں اُن کے وقت میں جن جن لوگوں نے اُن کی بیعت باوجود لاعلمی کے بھی نہیں کی وہ بھی کافر ہیں۔ دیکھو تشحیذ گویا فرقہ محمودیہ کے نزدیک قرآن کا یہ دعویٰ الیوم اکملت لکم دینکم صحیح نہیں اور نہ ہی مسلمان بننے کے لئے پنج ارکان اسلام کافی ہو سکتے ہیں۔ العیاذ باللہ من ہذہ الخرافات الواہیات

(۲) حضرت محمد رسول اللہ حضرت علی کو فرماتے ہیں کہ میرے بعد حضرت ہارون جیسا نبی غیر تشریعی (جس کو موسیٰ علیہ السلام کے طفیل نبوت ملی) نہیں آ سکتا۔ اور مرزا محمود احمد لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب آیۃ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے مصداق حقیقی نبی ہیں۔ اور بطون قرآن کو ظاہر پر حمل کر کے لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب بعینہ وہی محمد رسول اللہ ہیں العیاذ باللہ من ہذہ الخرافات الواہیات۔

(۳) مرزا محمود احمد صاحب اپنے پہلے ٹریکٹ میں لکھتے ہیں کہ جس مصلح موعود کی پیشگوئی مرزا صاحب نے کی ہے اُس کا مصداق مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں مجھے قرار دیا ہے حالانکہ یہ ایسا کذب الصریح ہے جیسا کہ آفتاب نصف النہار۔

(۴) مرزا صاحب نے ضمیمہ رسالہ الوصیت میں لکھا ہے کہ صدر انجمن کے پاس جو روپیہ جمع ہو اُس کو بجز اغراض اشاعت اسلام کے دوسری جگہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر مرزا محمود احمد صاحب تین ہزار تین سو روپیہ اس قومی روپیہ سے بطور وظیفہ یا گذارہ لیتے ہیں اور اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ایک مامور من اللہ کے قطعی فیصلہ کو صدر انجمن کے ممبروں کی غلط اور خلیفہ نورالدین اعظم کے سکوت کو مامور کے فیصلہ بلکہ شریعت اسلام کو منسوخ قرار دینے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ فرقہ محمودیہ کے اس نئے مذہب کی رو سے امانت میں خیانت اور بیگانہ مال کھانا اس شرط سے جائز ہے کہ کوئی دوسرا اٹھا کر دیدے العیاذ باللہ۔ کیا دنیا میں کوئی اور انجمن کا فریق یا مسلمین اس فعل شنیع کی مرتکب ہے۔ کہ قوم سے روپیہ تو مانگے اشاعت مذہب کے لئے اور پھر اُس کو مال فی قرار دیکر کسی کی ذاتی عیش و عشرت کے لئے اس کا خمس مقرر کرے۔ شرم شرم شرم۔

(۵) کتاب ضرورت الامام ۔ ضمیمہ نشان آسمانی میں مرزا صاحب نے حلفیہ لکھا ہے کہ میں اس قومی روپیہ میں سے اپنی ذاتی ضروریات پر کچھ بھی خرچ نہیں کرتا اور اپنے اس قول کی تائید میں ۱۳ کس معتبران قادیان کی شہادت بھی پیش کی ہے۔ مگر فرقہ محمودیہ کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود اسی آمد میں سے اپنی ذاتی اغراض اور اقربا پر خرچ کرتے تھے۔ بتاؤ یہ تصدیق المسیح ہے یا تکذیب المسیح۔ کیا حقیقی نبی ایسے ہی ہوا کرتے ہیں کہ لکھیں کچھ یا کریں کچھ۔ شرم شرم شرم۔

چونکہ عنقریب عقائد اور اعمال محمودیہ کی فہرست مرتب ہونیوالی ہے جس کو دیکھ کر دنیا خود ہی فیصلہ کر لے گی۔ اس لئے میں اسی پر بوجہ عدم گنجائش کفایت کرتا ہوں۔

نوٹ - میری پیش کردہ وجوہات بالا پر اگر کسی کو شک ہو تو براہ راست خلیفہ یا صدر انجمن کے ممبروں سے دریافت کرے کہ یہ اعتراضات فرقہ محمودیہ کی تحریرات پر وارد ہوتے ہیں یا نہیں اور کہ ان کا جواب کیا ہے۔

راقم فیض اللہ احمدی مقیم دانہ - مانسہرہ ضلع ہزارہ۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا / مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم / ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست / بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام / دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن / جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام / ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست / زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود / آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال / وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست / ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبر ہائے معاد / ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احد است / منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست / منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیاء سابقین / آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست / ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں عالی جناب / نزد ما کفر است و خسران و تباب

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح

لاہور

قیمت

سالانہ [illegible] ششماہی [illegible] سہ ماہی [illegible] ماہوار [illegible]

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | [illegible] لاہور یکشنبہ مورخہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۵۹

درس صحیح بخاری

سبق دوم

صحیح بخاری کے متعلق چند ضروری نوٹ

فرمودہ حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

امام بخاری کی خدمت تعلیم حدیث میں

امام بخاری اس پانچویں طبقہ میں سب سے پہلے اور سب سے اعلے شخص ہیں جنہوں نے حدیث کو جمع کیا انہوں نے حدیث کے جمع کرنے میں یہانتک محنت اور کوشش سے کام لیا ہے کہ ایک ایک حدیث کے لئے دور دراز کے سفر طے کرتے پھرے ہیں اور جہاں کہیں کسی راوی کے زندہ ہونے کا پتہ لگا ہے خود اس کے پاس پہنچے ہیں اور پھر حدیث کے لینے میں یہانتک احتیاط سے کام لیا ہے کہ مثلاً کسی شخص کے پاس دور دراز کا سفر طے کرکے پہنچے ہیں لیکن اس سے ملنے پر اس کے بارہ میں ان کو کچھ شبہ سا واقع ہوگیا یا وہ تھی کوئی چھوٹی سی غلطی اس کی دیکھی ہے بس اسی بناپر اس سے کوئی حدیث لینا گوارا نہیں کیا اور خالی ہاتھ واپس آگئے ہیں۔ اور ہر حدیث کے اپنی کتاب میں لکھنے سے پیشتر دو رکعت نفل پڑھے ہیں۔

صحیح بخاری کی فضیلت

ان کی ان تھک کوششوں اور خدمات کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ ان کی کتاب قرآن کریم کے سوا سے تمام دیگر کتب سے بڑھکر ہے۔ اور تمام ائمہ و محدثین نے بالاتفاق اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ لکھا ہے جس سے بڑھکر فضیلت دنیا میں اور کوئی نہیں۔

کچھ تبرا بازوں کے متعلق

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں دینے والے اور ان پر تبرا کہنے والے بھی کچھ اس زمانہ میں پیدا ہوگئے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو خود کچھ نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں نے امام بخاری کے ایک بال برابر بھی خدمت نہیں کی ان کا کام ہی صرف دوسروں کو گالیاں دینا ہوتا ہے اور ہزاروں اور لاکھوں خوبیوں پر اس کی نظر نہیں پڑتی۔ ایک کمزوری کو لے کر ساری خوبیوں کو ملیا میٹ کرنا چاہتے ہیں ایسے بھی دنیا میں لوگ ہیں جو کسی بڑے انسان کو برا کہنے میں ہی اپنا فخر سمجھتے ہیں۔

امام بخاری کا کچھ مختصر حال

امام بخاری کا حافظہ اس قدر تیز تھا کہ دس سال کی عمر میں ان کے استاد بھی دنگ رہ جاتے تھے۔ اور زانوے شاگردی دوہرانے کو تیار ہو جاتے ان کے لڑکپن کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ وہ بصرہ کے مشائخ کے پاس حدیث سننے کے لئے جایا کرتے تھے لیکن کچھ لکھتے نہ تھے۔ کئی دنوں کے بعد وہاں کے دوسرے طالبعلموں نے انہیں ملامت کی کہ تو نے اس قدر حدیثیں سنیں لیکن ایک بھی نہیں لکھی۔ اس پر انہوں نے وہ تمام حدیثیں جو پندرہ ہزار سے زیادہ تھیں ان کو اپنے حافظہ سے سنا دیں۔ اور دوسرے طالبعلموں نے ان سے سنکر اپنے لکھے ہوئے کو درست کیا۔

صحیح بخاری کی مدت تصنیف و تالیف امام بخاری رضی اللہ نے یہ تمام کتاب ۱۶ برس میں ختم کی اس قدر طویل مدت کی محنت شاقہ آپ نے کسی سے کوئی معاوضہ لے کر نہیں کی۔ بلکہ وہ خود تجارت کرتے تھے۔ اور اسی پر ان کی گذر تھی۔ اور جمع حدیث میں جو کچھ خرچ ہوا اپنی ہی جیب سے دیا۔ درحقیقت اس قسم کی عظیم الشان خدمت وہی کرسکتے ہیں جن کے پاس ذرائع ہوں۔

امام بخاری کا کام اور ذریعہ آمدنی

امام بخاری تجارت کرتے تھے جس سے آپ کو کافی آمدنی ہوتی تھی اس کام میں بھی ان کی نیت ایسی نیک اور خالص تھی کہ لکھا ہے کہ ان کے پاس کچھ مال آیا جس کو تاجروں نے پانچ ہزار کے نفع پر مانگا۔ لیکن آپ نے

نہ دیا۔ پھر دوسرے دن اور تاجروں نے دس ہزار نفع دینا چاہا۔ لیکن آپ نے کہا کہ گو میں نے کل کے خریداروں کو نہیں دیا تھا لیکن میں نے اپنے دل میں ان کو دینے کی نیت کر لی تھی اس لئے ان کو دینے سے انکار کر دیا اور پانچہزار کا زائد منافع چھوڑ کر ان پہلے تاجروں کو ہی دیا

حدیث کی تحقیقات میں آپکی کوشش اور آپکا تفقہ فی الدین

آپ نے حدیث کی تحقیقات اور اس کی صحت و عدم صحت کے بارہ میں یہاں تک احتیاط سے کام لیا ہے۔ ایک جگہ سے آپ کو دس ہزار احادیث ملتی تھیں۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ راوی معتبر نہیں اسے چھوڑ دیا آپ کا اصول تھا کہ راوی ثقہ ہوں۔ پھر ان کا ایسا اتصال ہو کہ کسی مشہور صحابی تک ان کا تواتر چلا جائے پھر اس قدر تحقیقات کو بھی کافی نہیں سمجھا ورنہ نقل حدیث لینے سے پہلے پڑھتے تھے۔ پھر صحیح حدیث جمع کرنے کے ساتھ ایک اور خوبی امام بخاری میں یہ بھی تھی کہ آپ فقیہ بھی تھے ہر ایک مضمون کے مختلف ابواب انھوں نے پہلے ہی سے باندھ لئے تھے۔ پھر جب کوئی حدیث لیتے تو اسے اس کے متعلق باب میں ہی درج کرتے۔ جس سے مسائل کی توضیح بھی ساتھ ہی ساتھ بخوبی ہو گئی ہے۔ بعض حدیثیں ایسی بھی ہیں جن کا مضمون بظاہر اس باب سے مخالف دکھائی دیتا ہے۔ جس میں اسے رکھا گیا ہے اس کی وجہ بعض نے یہ بھی بیان کی ہے کہ چونکہ باب پہلے سے باندھے ہوئے تھے ان میں سے بعض ایسے بھی باب تھے جن کے متعلق انھیں کوئی حدیث نہیں مل سکی۔ اس لئے جب کوئی ایسی حدیث ملی جس کا باب ابھی نہیں باندھا گیا تو اسے وہیں رکھ دیا

بخاری کی حدیثوں کا شمار

صحیح بخاری کی حدیثوں کی تعداد کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مع مکررات کے سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں ہیں۔ اور ایک دوسرے قول کے مطابق مع مکررات کے نو ہزار بیاسی حدیث ہیں۔ اور موقوف اور اقوال تابعین اس کے علاوہ ہیں۔ مکررات کی تعداد تین ہزار یا اس سے کچھ کم و بیش ہے۔

احادیث قابل جرح

اس قدر احادیث میں سے صرف اتنی احادیث پر جرح کی گئی ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ صحیح احادیث کے لینے میں امام بخاری نے کیسی کوشش اور جد و جہد کی ہے۔

تازہ برقی پیغامات
کوائف جنگ
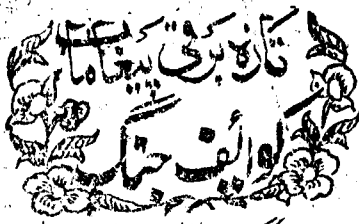
رومانیا اور جنگ لنڈن ۲۴ نومبر ایمسٹرڈم سے آمدہ ایک تار خبر مظہر ہے کہ رومانیا کے رویہ کے متعلق برلن میں بڑی بے چینی پھیل رہی ہے کیونکہ انہیں خوف ہے کہ رومانیا روسی افواج کے بلغاریہ جانے کیلئے راستہ دیدیگا۔ اس خبر کو سننے کے لئے بیلک کو تیار کیا جا رہا ہے۔ برلن میں نیم سرکاری بیانات شائع کئے جا رہے ہیں کہ ۱۲ لاکھ روسی رومانیا اور بلغاریہ کی سرحد پر جمع ہیں

لنڈن ۲۵ نومبر برلن میں روسی افواج کے متعلق مزید خبریں شائع کی گئی ہیں جن کے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ وہ بلغاریہ کے خلاف بھیجی جانیوالی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ روس نے اوڈیسہ میں دو لاکھ اور اسماعیل میں ۸۰ ہزار اور رینی میں ۷۰ ہزار فوج جمع کی ہے نیز یہ کہ ان مقامات کو فوجی مرکز بنا لیا گیا ہے ؎

بلقانی جنگ لنڈن ۲۴ نومبر۔ بلغراد سے خوفناک کوچ کر کے ۱۰۵ فرانسیسی بحری سپاہی مونا سٹر پہنچے ہیں ان کو اپنے سامان کا کچھ حصہ بھی پیچھے چھوڑنا پڑا۔ وہ باوجود خوفناک حالات کے ان میں سے ایک آدمی بھی نہیں گرا۔ یہ بہادر اشخاص براہ رنش۔ کرا سیودو۔ پیپندرینڈ۔ اور ڈیڈما کوچ کر کے آئے ہیں۔ کئی مقامات پر انہوں نے مانند سپیل چلنے کے کیچڑ سے لت پت پہاڑوں کے پہلوؤں پر سے گھسٹ کر اترنا ہی آسان سمجھا۔

ایک اور اطالوی شاندار فتح لنڈن ۲۴ نومبر روما کا ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ کولڈ پایانا وناگورا اور اجیلا دیا کے خلاف آسٹریلیں کے جوابی حملے رد کئے گئے ایک مقام پر آسٹروی ۵۰۰ لاشیں چھوڑ گئے اطالیا نے علاقہ مونٹ سان مچل میں ایک شاندار فتح حاصل کی۔ کئی وسیع خندقوں۔ ایک چوٹی اور سان مارٹینو کے گرجا گھر پر قبضہ کر لیا۔ مقابلہ کنندگان گھیر لئے گئے۔ اطالیوں نے ۴۱۵ قیدی اور بہت سا سامان خوراک۔ گولہ بارود۔ اور سامان جنگ گرفتار کیا۔ اطالوی ہوائی جہازوں نے الیونزا۔ ایڈسنا اور دیگر مقامات پر بم گرائے۔ اور صحیح سلامت واپس آ گئے۔

مغربی میدان جنگ لنڈن ۲۴ نومبر ہوس آف کامنز میں مسٹر اسکوئتھ نے مسٹر جارج رابرٹسن کو مطلع کیا کہ یہ مناسب نہیں سمجھا گیا کہ مغربی میدان جنگ میں تمام برٹش اور فرانسیسی افواج کو ایک ہی اعلےٰ کمانڈر کے ماتحت رکھا جائے۔

لنڈن ۲۴ نومبر پیرس کا شام کا اعلان مظہر ہے کہ صرف چند خفیف لڑائیاں ہوئیں

لنڈن ۲۵ نومبر پیرس کا اعلان مظہر ہے کہ آرٹائس میں توپ خانہ کی زبردست لڑائیاں ہوئیں۔ آرس کے اسٹیشن پر نیز لوس اور سوچیز پر گولہ باری کی گئی۔ سوریٹیز۔ شمپان اور واسجز میں دو سپاہیوں کی لڑائیاں ہوئیں۔ فرانسیسی ہر جگہ غالب رہے

امریکہ میں جرمن سازش لنڈن ۲۵ نومبر نیویارک۔ ہمبرگ امریکہ کمپنی کے افسروں کے خلاف مقدمہ کی سماعت کے دوران میں کپتان فاکن برگ نے بیان کیا کہ اس نے آغاز جنگ کے بہت جلد بعد جرمن جنگی جہازوں کو ایک جہاز کے ذریعہ جسپر امریکن جھنڈا لہرا رہا تھا۔ ۲ ہزار ٹن کوئلہ بہم پہنچایا تھا۔ وکیل ملزمان نے تسلیم کیا کہ ہمبرگ امریکہ کمپنی نے جرمن کروزرز کو مدد پہنچانے کے لئے کوئلے کے جہاز کرائے پر لینے اور مہیا کرنے پر ۱۰ لاکھ ڈالر خرچ کئے ہیں

کفایت شعاری کی ضرورت لنڈن ۲۴ نومبر ہوس آف کامنز میں مسٹر اسکوئتھ نے فرمایا کہ جب تمام لوگوں پر سخت کفایت شعاری کی ضرورت کو معقول طور پر واضح کرنا ضروری سمجھا گیا تو گورنمنٹ اس مقصد کے حصول کے لئے کسی بھی طریق پر عمل کرنے سے تامل نہ کرے گی۔

لنڈن ۲۵ نومبر یکم دسمبر کو لنڈن میں ٹریڈ یونین کے ایک کانفرنس میں مسٹر اسکوئتھ مسٹر میکینا اور مسٹر لائیڈ جارج قوم کی مالی حالت پر جس کا باقاعدہ مزدوری پر اثر پڑتا ہے۔ غور کرنے کے لئے تقریریں کرینگے۔

نو آبادیاں اور جنگ لنڈن ۲۴ نومبر میلبورن۔ کامن ویلتھ نے مزید ۵۰ ہزار سپاہی بھرتی کرنے کا فیصلہ کیا ہے اسطرح ماہ جون تک آسٹریلیا کی طرف سے ۳ لاکھ فوج حاصل ہو جائیگی۔

لنڈن ۲۵ نومبر مسٹر ہیوگس بیان کرتا ہے کہ یہ نئی فوج والنٹری طور پر بھرتی کیا جائیگا

سرکاری تار خبر دہلی ۲۵ نومبر۔ حضور وائسرائے سیکرٹری آف سٹیٹ کیطرف سے ۲۴ نومبر کی حسب ذیل تار خبر موصول ہوئی ہے۔

ایک جرمن اعلان مظہر ہے کہ مسٹر وڈرا کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۸ - نومبر ۱۹۱۵ء نمبر ۵۹

تقدیر کیا چیز ہے؟

تقدیر کے معنی حسب لغت عرب اور محاورہ قرآن کریم کسی چیز کا اندازہ کرنا اور مقدار ٹھہرانا ہے جیسا کہ آیات مندرجہ ذیل سے ظاہر ہے:-

(۱) وخلق کل شیٔ فقدرہ تقدیرا -
(سیپارہ ۱۸ پاؤ ۴)
ترجمہ اور اس نے پیدا کیا ہر چیز کو پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا (۲) وکل شیٔ عندہ بمقدار (پ ۱۳ پاؤ ۲)
(ترجمہ) ہر چیز کی گنتی اس کے پاس مقرر ہے (۳) انا کل شیٔ خلقناہ بقدر (سیپارہ ۲۷ - سورہ قمر) (ترجمہ) تحقیق ہم نے پیدا کیا ہر چیز کو اور اس کی مقدار ٹھہرا دی غرض خداتعالیٰ نے ہر ایک چیز کو ایک خلقت (نیچر) اور اندازہ پر بنایا ہے - اور اس کو ایک قانون کے اندر جکڑ دیا ہے - اور جیسے اس کی ترکیب اور حیثیت کذائی کا مقتضا ہے ویسے ہی افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں ممکن نہیں کہ کوئی شخص ان اندازوں اور حدود کو توڑ سکے - ملاحظہ ہو آیات مندرجہ ذیل (۱) فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا - پ ۲۲ پاؤ ۴)
(ترجمہ) پس تو ہرگز خداتعالیٰ کے قوانین میں تبدیلی نہیں پائیگا - (۲) ولن تجد لسنتہ تحویلا پ ۲۲ پاؤ ۴ - (ترجمہ) اور تو ہرگز اللہ تعالیٰ کے قوانین میں ٹلنا نہیں پائیگا یعنی اس کے قوانین اٹل ہیں - مثلاً توحید عبادت اطاعت - اتفاق اور کوشش کا جو ثمرہ مل سکتا ہے - وہ شرک - ترک عبادت - بغاوت نا اتفاقی اور سستی کے اختیار کرنے سے نہیں مل سکتا - اسی طرح جو آنکھ کا کام ہے وہ کان نہیں دے سکتے اور جو زبان کا کام ہے وہ ناک نہیں دے سکتی - تم لاکھ ان کے آگے ہاتھ جوڑو وہ تمہاری بات ہرگز نہیں مانینگے کیونکہ وہ جس کام کے لئے بنائے گئے ہیں وہی کام دینگے اسی کا نام تقدیر ہے - گناہ اور جرائم کے ارتکاب سے نیکی اور فرمانبرداری کے نتائج حاصل کرنا تقدیر اور خدائی اندازہ کے بالکل خلاف ہے - نیکی اور فرمانبرداری کرنے پر دوزخ میں جانیکا یقین کرنا بلاشبہ اللہ رحیم کریم اور عادل کی ذات پر ظلم کا الزام لگاتا ہے - قرآن کریم میں آیا ہے (۱) افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لا یستوون (پ ۲۱ - سورہ سجدہ) (ترجمہ) کیا مومن اور فاسق کے افعال کے نتائج برابر ہو سکتے ہیں - ہرگز نہیں - (۲) ام نجعل المتقین کالفجار - سیپارہ ۲۳ - پاؤ ۳ - ترجمہ کیا متقی اور فاجر کے افعال کے نتائج یکساں ہو سکتے ہیں - چونکہ ہر ایک چیز کا اندازہ خداتعالیٰ کی طرف سے مقرر ہو چکا ہے - اس لئے نقصان کے اندازے والی چیزیں کبھی نافع نہیں ہونگی اور نفع کے اندازے والی چیزیں کبھی دکھ کا موجب نہیں ہونگی - ہر ایک اپنی فطرت پر قائم ہے اور تمہاری ہر قوت ضرور وہی نتیجہ دیگی جو اس کی ترکیب کا مقتضا ہے جیسے کہ مندرجہ ذیل آیات سے ظاہر ہے -

(۱) فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم - سیپارہ ۲۱ - پاؤ ۲ - ترجمہ اللہ کی فطرت وہ ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا - اللہ کی خلق کے لئے کوئی تبدیلی نہیں یہی مضبوط دین ہے - یعنی ہر قوت سے اس کے مناسب حال کام لیا جاتا ہے - (۲) وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یریٰ - (سپارہ ۲۷ سورہ نجم (ترجمہ) انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کوشش کی اور اس کی کوشش دیکھی جائیگی - یعنی جیسا کریگا ویسا پائیگا - قرآن شریف میں نہ تو انسان کو مختار ٹھہرایا گیا ہے اور نہ مجبور ٹھہرایا گیا ہے بلکہ وہ مجبول ہے یعنی اس کو استطاعت اور قدرت بخشی گئی ہے اسی استطاعت پر اس کو مکلف بنایا گیا ہے - اسی پر اس کی جزا اور سزا مرتب کی گئی ہے - اور اس کو اپنے افعال کا ذمہ وار ٹھہرایا گیا ہے - اور وہ آیات یہ ہیں - (۱) لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت - سپارہ ۳ پاؤ ۴ ترجمہ - انسان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دی جاتی - اسی کے لئے ہے جو اس نے کمایا اور اسی پر ہے جو اس نے کمایا - (۲) من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا وما ربک بظلام للعبید (سیپارہ ۲۴ پاؤ ۴) ترجمہ - جس نے اچھے عمل کئے اپنی جان کے فائدے کے لئے اور جس نے برے عمل کئے اس کا وبال اس کی جان پر ہے اور تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا - (۳) ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بہتانا واثما مبینا - (سپارہ ۵ - پاؤ ۳)
ترجمہ - اور جو شخص خطا یا گناہ کرتا ہے پھر اس کو ایک بے گناہ پر ڈالتا ہے پس تحقیق اس نے بہتان باندھا اور بڑا گناہ کیا - قرآن شریف میں انسان کو اپنے افعال اور کردار کا فاعل ٹھہرایا گیا ہے - ملاحظہ ہوں آیات مندرجہ ذیل -

(۱) ومن یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل (پ ۲۸ - پاؤ ۲)
ترجمہ - اور جو کوئی تم میں سے یہ کام کرے پس تحقیق وہ راستہ سے بہک گیا -

(۲) ھل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیہ (پ ۱۳ - پاؤ ۱) ترجمہ کیا تم کو علم ہے جو کچھ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا - (۳) فعلتہا اذا وانا من الضالین (پ ۱۹ - پاؤ ۲)
ترجمہ میں نے یہ کام اس وقت کیا جب کہ میں بے خبر تھا - قرآن شریف میں انسان کو اس کی نعمت کے زوال اور تکلیف میں پڑنے کا باعث اس کی بدعملی بتائی ہے - وہ آیات یہ ہیں (۱) ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم (پ ۱۳ پاؤ ۲) ترجمہ تحقیق اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالتوں میں تغیر پیدا نہ کریں - یعنی خدا کی نعمتوں کی ناشکری کریں اور فسق و فجور میں مبتلا ہوں - (۲) ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباءو بغضب من اللہ ذالک بانہم کانوا یکفرون بآیات اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق ذالک بما عصوا وکانوا یعتدون (پ ۱ - پاؤ ۲) ترجمہ ان پر ذلت اور مسکینی ماری گئی اور خدا کا غضب لے آئے - اس کا باعث یہ ہے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کے قتل کرنے کے ناحق منصوبے کرتے تھے یہ اس لئے کہ وہ نافرمانی کر کے حد سے گذر گئے -

(۴) اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم - (پ ۲۵)
ترجمہ - جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے -

(۴) ما اصابك من سيئة فمن نفسك (پ ۵ - پاؤ ۲) ترجمہ جو تکلیف تجھ کو پہنچتی ہے وہ تیری ہی شامت اعمال کی وجہ سے ہے۔ انسان کے لئے دو داعی مقرر ہیں - ایک داعی الی الخیر جس کو ملک کہتے ہیں اور دوسرا داعی الی الشر جس کو شیطان کہتے ہیں - ملک نیکی کی تحریک کرتا ہے اور شیطان بدی کی تحریک کرتا ہے - اور وہ انسان پر جبر نہیں کرتا - اور نہ ہی وہ انسان پر قدرت رکھتا ہے - کہ اس سے جبرًا کام کرائے - ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل آیات - (۱) يريد الشيطان ان يضلهم (پ ۵) ترجمہ - شیطان چاہتا ہے کہ لوگوں کو گمراہ کرے - (۲) وزين لهم الشيطان اعمالهم (سپارہ ۱۵ - پاؤ ۴) ترجمہ - شیطان نے ان کے اعمال کو خوبصورت کرکے دکھلایا - (۳) ان عبادي ليس لك عليهم سلطان سپارہ ۱۵ - پاؤ ۲ - ترجمہ تحقیق تجھ کو میرے بندوں پر کوئی قدرت اور غلبہ نہیں - (۴) ان الشيطن لكم عدو فاتخذوه عدوًا (سپارہ ۲۲ سورہ فاطر (۵) قال الذين استكبروا للذين استضعفوا انحن صددنٰكم عن الهدى بعد اذ جاءكم بل كنتم مجرمين سپارہ ۲۲ - پاؤ ۳ - ترجمہ بڑے متکبر آدمی چھوٹے آدمیوں کو جنہوں نے ان کی اتباع کی تھی کہینگے کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روکا تھا پیچھے اس کے کہ جب وہ تمہارے پاس آچکی تھی ایسا نہیں بلکہ تم خود مجرم تھے یعنی تم نے خدا تعالیٰ سے قطع تعلق کر لیا ہوا تھا - قرآن شریف میں شریروں اور بدکاروں کو بھی گمراہ کنندہ ٹھہرایا ہے - وہ آیات یہ ہیں - (۱) يريد الذين يتبعون الشهوات ان تميلوا ميلًا عظيمًا (پ ۵ پاؤ ۱) ترجمہ وہ لوگ جو بیجا خواہشوں کے متبع ہیں چاہتے ہیں کہ تم بدکاریوں کی طرف پورے طور پر جھک جاؤ - (۲) وما اضلنا الا المجرمون سپارہ ۱۹ - پاؤ ۳ - مجرم لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا - (۳) انك ان تذرهم يضلوا عبادك (سپارہ ۲۹ - سورہ نوح) اگر تو ان کو چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کرینگے - (۴) قالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وكبراءنا فاضلونا السبيلا (سپارہ ۲۲ - سورۂ احزاب ۸) ترجمہ کہینگے اے رب ہمارے ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کا کہا مانا انھوں نے ہمکو راستہ سے گمراہ کر دیا۔ یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ

خود ہی کافروں کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دیتا ہے تو پھر ان کو ہدایت کیونکر ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ کافر ہیں جو انبیاء اور دوسرے ناصحوں کی باتوں کو سننا ہی نہیں چاہتے۔ اور نہ ہی ان کی باتوں پر غور کرنا چاہتے ہیں - بلکہ ان کی ایذا دہی میں رات دن کوشاں رہتے ہیں انھیں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (۱) وقولهم قلوبنا غلف بل طبع الله عليها بكفرهم (پ ۶ - پاؤ اول) ترجمہ ان کا یہ کہنا کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں یعنی ہم سطہر ہیں - یا ہمارے دل معارف اور حقائق سے لبریز ہیں تمھاری باتوں کی وہاں گنجائش نہیں - ایسا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر ان کے کفر کے باعث مہر کردی ہے - (۲) كذالك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار (سپارہ ۲۴ - پاؤ ۲) ترجمہ اسیطرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور شریر آدمی کے دل پر مہر کر دیتا ہے - (۳) كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون - سپارہ ۳۰ - پاؤ دوم - ترجمہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کی کرتوتوں کے باعث زنگ لگ گیا ہے اور یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے یہ بھی ان کی بے سمجھی کا قصور ہے - کیونکہ وہ یکجائی طور پر قرآن شریف کی آیتوں پر غور نہیں کرتے - اور ان کی آگے پیچھے کی آیتیں بھی بعض وقت دیدہ و دانستہ چھوڑ دیتے ہیں - ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل آیات - (۱) فريقًا هدى وفريقًا حق عليهم الضلالة - انهم اتخذوا الشيطين اولياء من دون الله ويحسبون انهم مهتدون - سپارہ ۸ پاؤ ۳ - ترجمہ ایک فرقہ کو ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہی ثابت ہوئی - اس کا باعث یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے شیطان کو اپنا دوست بنایا - اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور گمان کرتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں (۲) كذالك يضل الله من هو مسرف مرتاب الذين يجادلون في آيت الله بغير سلطان اتٰهم - سپارہ ۲۴ - پاؤ ۲ ترجمہ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو گمراہ ٹھہراتا یا گمراہی کا فتویٰ دیتا ہے یا ہلاک کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کے حکموں کی پرواہ نہیں کرتے ہیں - اور ان میں شک کرتے ہیں - یہ وہی لوگ ہیں جو خدا

کی آیات میں بغیر کسی دلیل کے جھگڑتے ہیں۔ (۳) قل ان الله يضل من يشاء ويهدي اليه من اناب سپارہ ۱۳ - پاؤ ۳ - ترجمہ - کہہ تحقیق اللہ تعالیٰ اس شخص کو گمراہ کرتا ہے یا گمراہ ٹھہراتا ہے جو گمراہی کو چاہتا ہے - اور ہدایت کرتا ہے - اس شخص کو جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے - ایسا ہی یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن میں آیا ہے کہ (۱) ولو شاء الله ما اشركوا - یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے - (۲) ولو شاء ربك ما فعلوه - یعنی اگر تیرا رب چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے - یہ دونوں جملے شرطیہ جملے ہیں - یہ ٹھیک ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایسا کر سکتا - لیکن اس نے علی العموم لوگوں کو محض ہدایت اور محض ضلالت پر مجبول نہیں کیا اور نہ حکمت ایزدی اس امر کی متقاضی ہو سکتی تھی کہ ان کو محض ہدایت پر مجبول اور مخلوق کرتا - آیت لمن شاء منكم ان يستقيم وما تشاءون الا ان يشاء الله رب العلمين (سپارہ ۲۹ - پاؤ ۴) ترجمہ جو کوئی تم میں سے یہ چاہے کہ سیدھا چلے اور تم جبھی چاہو کہ جب اللہ جہانوں کا صاحب چاہے سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مشیت الٰہی کے بغیر انسان کوئی کام نہیں کر سکتا - اس کا جواب یہ ہے کہ مخلوق میں معدوم کو موجود کرنا خدا کا کام ہے - ہاں حیوان اور انسان کے دل میں کسی ارادہ اور مشیت کا پیدا کرنا بیشک اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن ہر ایک منصف مزاج آدمی جانتا ہے کہ صرف مشیت اور ارادہ کے وجود سے کسی فعل کا وجود ضرور اور لازمی امر نہیں ہے یہ بات بھی یقینی ہے کہ قوا و فطری کا خلق اور عطا کرنا جن پر افعال کا وجود اور ظہور مترتب ہوتا ہے خالق ہی کا کام ہے - چونکہ اللہ تعالیٰ سب اشیاء کی علۃ العلل ہے اور کوئی چیز مخلوق میں سے اس کے امر خلق میں شریک نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ سب افعال کو بلکہ ان افعال کو بھی جو انسانوں اور حیوانوں سے سرزد ہوتے ہیں اور جن کو ہم ہر روز مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اپنی طرف منسوب کرتا ہے کہیں قرآن میں فرماتا ہے کہ ہوا بادلوں کو ہانک لاتی ہے اور کہیں فرماتا ہے کہ ہم بادلوں کو ہانکتے ہیں - ہم ہی گایوں اور بھینسوں کے تھنوں میں دودھ بناتے ہیں - ہم ہی اناج بوتے ہیں اور ہم ہی کھیت اگاتے ہیں - بظاہر یہ نسبتیں متضاد معلوم ہوتی ہیں - لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ سب نسبتیں بالکل صحیح اور درست ہیں

علم، چلن اور خدمت

کے عنوان سے گذشتہ اشاعت میں ہم نے ایک مختصر مضمون میں یہ بتایا تھا کہ ہماری تمام ترقیات و تنزلات کا انحصار محض انہی تینوں صفات کی موجودگی و فقدان پر ہے۔ اب ہم ان تینوں پر ایک ایک کر کے غور کرتے اور دیکھتے ہیں کہ دنیا کی کونسی کتاب نے ہمیں ان کے حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور کس مذہب نے ان صفات حسنہ کے رد کرنے میں نمایاں جد و جہد سے کام لیا ہے۔

سب سے پہلے ہم قرآن کریم کو لیتے ہیں۔ اور ان اعلےٰ علمی ترقیات سے قطع نظر کر کے جو ایک وقت مسلمانوں کے شامل حال تھیں اور جو آج بھی علمی دنیا کیلئے مائہ صد فخر و ناز ہیں۔ ہم صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ آیا یہ ترقیات واقعی طور پر قرآنی تعلیم کا ہی نتیجہ ہیں۔ یا جیسا کہ آج ہم دوسری اقوام میں دیکھ رہے ہیں۔ صرف زمانہ کی روش نے انہیں حصول علم کیطرف مائل کر دیا۔ اور اس بارہ میں کوئی ربانی ارشاد انہیں نہیں تھا۔ بلکہ انہیں مذہب کی طرف سے صاف طور پر اس امر سے روکا گیا تھا۔

مغربی دنیا کی گوناگون ترقیات اور علمی شعبہ میں آئے دن کی حیرت انگیز کامیابیاں اگرچہ آج اس کے مذہبی اعتقادات کی صداقت کیلئے بطور ایک دلیل کے پیش کی جاتی ہیں۔ اگرچہ فرقہ پادری آج مغرب کی موجودہ حیثیت کو اسلام کے مقابلہ میں لا کر مسلمانوں کی تضحیک کرنا چاہتا ہے۔ اور ان فلسفہ و سائنس کو جو کبھی ابو نصر فارابی امام غزالی اور دیگر کئی ایک فرزندان اسلام کے دماغی کارناموں کا ثبوت تھا۔ اسلام کی مخالفت کا نتیجہ قرار دیکر گویا یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ اسلام نے دنیا کو تاریکی میں رکھنے اور حصول علم سے روکنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جاؤ اور قرآن کریم کو کھول کر پڑھو۔ تم اس میں حصول علم کے لئے ایسی زبردست ترغیب و تحریص پاؤ گے کہ جس سے عملاً چھٹکارا ہونا ایک قدرکن طبیعت کے لئے نہایت سخت مشکل ہے قرآن کریم نے جا بجا ان بیش قیمت علمی دلائل کو جو تمام موجودہ علمی ترقیات کا سبب اولین ہیں پیش کر کے اپنی صداقت اور توحید الہی کو انہی کے ذریعہ منوایا ہے۔ اور کہیں بھی کسی امر کے متعلقہ علم کو حاصل کرنے سے نہیں روکا۔ بلکہ ہمیں تو اس کی ہر ایک آیت میں ایسے ایسے قیمتی علمی خزائن دکھائی دیتے ہیں کہ جو بڑے بڑے فلاسفروں اور سائنس دانوں کو ششدروں اور سالہا سال کی محنتوں پر بھی میسر نہیں آ سکے۔ کیا قرآن کریم نے رب المشارق والمغارب کے دو مختصر الفاظ میں آج سے تیرہ سو برس پہلے ہی اس حقیقت کا انکشاف نہیں کر دیا جو آج کرۂ زمین کے ہر ایک رخ کے مشرق اور ایسا ہی مغرب ہونے کے متعلق علمی دنیا نے معلوم کی ہے۔ اور کیا اسی ایک بات میں زمین کی . . . ہیئت کذائی اور گردش وغیرہ کیطرف بھی قرآن کریم نے نہایت لطیف پیرایہ میں اشارہ نہیں کر دیا۔ پھر کیا سورج اور چاند کے ان دو بڑے کروں کو جو ہر صبح و شام کو ہمارے سروں پر فضائے آسمانی میں چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ قرآن مجید نے الشمس اور القمر کہکر (یعنی ان کے نام کے ساتھ ال تخصیصی لگا کر) یہ اشارہ نہیں کیا۔ کہ انکے علاوہ اور بھی کئی ایک سورج اور چاند اس کرہ سماویہ میں موجود ہیں۔ اور یہ وہ امر ہے۔ کہ جو موجودہ مہذب دنیا کو آج سے نصف صدی پہلے ہرگز معلوم نہ تھا۔ جسکا ایک ادنےٰ ثبوت یہ دیا جاسکتا ہے۔ کہ پرانی کتب انگریزی میں Sun (سورج) کے لفظ کے ساتھ The (حرف تخصیص) کوئی نہیں لگایا جاتا تھا۔ جس کا اضافہ اب اس حقیقت کے انکشاف کے بعد کیا گیا ہے۔ ایسا ہی فرعون کے متعلق فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ کی صداقت بھی آج دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھی اور فرعون کی لاش حسب فرمودہ قرآن کریم آج بھی بہت سے فرعونیوں کے لئے عبرت اور قرآن کریم کی صداقت کا موجب ہو رہی ہے۔ یہ اور اسی قسم کی سینکڑوں باتیں ہیں۔ جنکو قرآن کریم نے بیان فرما کر اپنے مخاطبین کو ان کے متعلقہ حقائق کی دریافت اور معلومات عجیبہ کیطرف رغبت دلائی ہے اور پھر یہیں تک بس نہیں۔ بلکہ صاف الفاظ میں زمین اور آسمان کی ایک ایک چیز کا نام لیکر بھی اور مافی السموات ومافی الارض میں زمین و آسمان کی کل اشیاء کی طرف بھی بالاجمال اشارہ کر کے انکو انسان کا مسخر کر دینے اور اسکا خادم بنا دینے کا ذکر کیا ہے۔ اور اس طرح سے تمام علوم ارضی و سماوی کی دریافت اور حصول کی تحریص دلائی ہے۔ اور پھر علوم کی حد و نہایت کو کسی مقام پر بھی ختم نہیں کیا۔ بلکہ رب زدنی علما کی دعا سکھا کر صاف طور پر ازدیاد علم کے لئے ہر آن کوشاں رہنے کا حکم دیا ہے۔ مجھے ضرورت نہیں کہ میں ان باتوں کی جنکی طرف میں نے یہ اشارات کئے ہیں یا قرآن کریم کی ان تمام آیات کی جن میں تحصیل علوم کا ارشاد ہے وضاحت کروں۔ کیونکہ ہمارے ناظرین ان تمام باتوں سے بفضلہ تعالیٰ بہت حد تک واقف ہیں لیکن ہاں میں ان لوگوں سے جنہیں بمصداق ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا دکھائی دیتا ہے۔ تعصب نے ان حقائق سے منحرف اور اندھا کر رکھا ہے۔ یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا قرآن کریم نے علمی پہلو کے لحاظ سے دنیا کو مالا مال نہیں کر دیا۔ آخر علم کا وہ کونسا شعبہ ہے۔ جسکے حاصل کرنے سے قرآن کریم نے منع فرمایا ہے۔ اسکا بار بار توحید الہی اور صداقت اسلام کے مختلف علمی دلائل دیکر اور زمین و آسمان کی بناوٹ رات اور دن کی کیفیت اور تاثرات سمندروں اور ان میں چلنے والے جہازات کے حالات۔ آسمان سے نزول بار اور زمین پر اس کے تاثرات اور ہواؤں اور بادلوں کیطرف توجہ دلا کر اور آخر میں ان سب کو لآیٰت لقوم یعقلون قرار دینا اور اس طرح سے ان تمام اشیاء میں غور و خوض کرنے اور ان میں کے علوم و فنون کی تحصیل کے لئے انسان کے قوائے عقلیہ سے اپیل کرنا اگر ہمیں علوم طبعیہ کیطرف رغبت دلانا ہے تو اس کے ساتھ ہی بار بار پہلی اقوام کے عبرت انگیز حالات اور ان کے انبیاء کے تذکرے سنا سنا کر اور پھر آخر میں لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب کہنا علم تاریخ اور اس کے متعلقہ علوم کے حصول کی تعلیم دینا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ انہی دو علوم نے مغربی دنیا کو ترقی و عروج کی چوٹی پہ بٹھا رکھا ہے۔ دنیا کا وہ کونسا علم ہے جو ان دو علوم کے اندر داخل نہیں۔ دنیا میں انسان کے علاوہ باقی جتنی اشیاء ہیں۔ قرآن کریم نے انہیں مافی السموات ومافی الارض میں رکھکر اور گذشتہ انسانوں کے حالات سنا سنا کر ہمیں انہی دونوں علوم کی تحصیل کا حکم دیا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ سائنس کی تمام شاخیں انہی دو علوم کا کوئی حصہ یا جزو ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے ہی نہیں بلکہ محسن انسان صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی جو اس [illegible] رحمت کا ایک واسطہ اور ذریعہ تھا۔ اور جس کی فطرت کی استعداد اور قابلیت کے مطابق اس پاک وحی کا نزول ہوا۔ ہاں وہی جسکی پیروی کا ہم سب مسلمانوں کو فخر حاصل ہے اس نے اطلبوا العلم ولو کان بالصین (علم حاصل کرو۔ خواہ وہ چین میں بھی ہو) اور پھر اس سے بڑھ کر العلم فریضۃ علےٰ کل مسلم و مسلمۃ (تحصیل علم ہر ایک مسلمان مرد اور ہر ایک مسلمان عورت پر فرض ہے) کہکر علم حاصل کرنے پہ جیسا کچھ زور دیا ہے وہ سونے پہ سہاگہ کا کام کر رہا ہے۔

قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے تحصیل علم کی تائید بلکہ تاکید دکھا چکنے کے بعد یہاں یہ بتادینا بھی خلاف موضوع نہ ہوگا۔ کہ جس بنا پر قرآن کریم نے اس امر پر اس قدر زور دیا ہے۔ خود وہ بنا اسقدر مضبوط ہے کہ جس کی وجہ سے یہ تاکید اور بھی پختہ ہو جاتی ہے۔ اور اس طرف مسلمانوں کی توجہ اور بھی زیادہ مبذول ہونے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے وہ بنا یہ حقیقت ہے۔ کہ جس کی توضیح و تشریح کیلئے قرآن کریم نے حصول علم کیطرف رغبت دلائی ہے۔ اور جو ہمارے ایمانیات کا جزو اولین ہے۔ یعنی توحید باریتعالیٰ اور لقائے ربانی۔ صداقت رسول اور حقیقت اسلام یہی وہ امور ہیں۔ کہ جنکے ماننے پر انسانی نجات وابستہ ہے۔ اور یہی نتائج یا بنائے حقیقی قرآن کریم نے اپنی ادلۂ علمیہ کی بتائی ہے اسنے مناظر قدرت کو انسان کے قوائے عقلیہ کے آگے پیش کرکے آخر میں فالٰھکم الٰہ واحد۔ لعلکم بلقاء ربکم توقنون۔ حتیٰ اذا استیئس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا جاءھم نصرنا فنجی من نشاء ولا یرد بأسنا عن القوم المجرمین اور ان الدین عند اللہ الاسلام کو ان مناظر پر غور و فکر کا لازمی نتیجہ یا ان پر غور و فکر کی بنا قرار دیا ہے۔ اور یہ بنا بسبب مذہبی عقائد میں داخل ہونے کے اس قدر مضبوط اور پختہ ہے۔ کہ جس کی موجودگی میں حصول علم کی اور بھی زیادہ اشد ضرورت واقع ہو جاتی ہے۔ مذہبی لٹریچر یا مذہبی دنیا کے حالات سے واقفیت رکھنے والے لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ مذہبی عقائد جو تمام دنیا میں گردش کھاتے ہیں وہ دوسرے خیالات سے ہرگز متصور نہیں۔ جب قرآن کریم کا مذہبی عقائد کی پختگی اور ازدیاد ایمان کا انحصار علمی حقائق کی دریافت پر رکھنا علم کی ضرورت اور اس قدر و قعت کو اور بھی واضح طور پر ظاہر کر دیتا ہے۔ جو قرآن کریم کی نظر میں حقائق علمیہ کی ہے۔ اور یہ امر بتاتا ہے کہ اسلامی اعتقادات کسقدر اعلیٰ پایہ اور مرتبہ رکھتے ہیں۔ کہ جن کی موجودگی میں علمی انکشافات کا گویا دروازہ کھلتا ہے۔

(باقی پھر)

ضمیمہ پیغام صلح کی امداد۔ فہرست شائع شدہ کے بعد شاہ محمد خان صاحب ریلوے انجینئر ایگینٹا پوری۔ محمد اسماعیل صاحب سپلائر مہتمم بناکلوٹ نے ضمیمہ بطور ضمیمہ پیغام صلح عنایت فرمائے۔

ہندوستان کے دو ہیرو

اور

نامہ نگار پیسہ اخبار کی غلط بیانی

رام و کرشن

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

مورتوں میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک جسم میں سینکڑوں ہاتھ اور متعدد سر ہیں اور ہر ہاتھ میں مختلف چیزیں ہیں۔ کسی میں تلوار ہے کسی میں پھول ہے۔ کسی میں اناج کا خوشہ ہے اور ہندو ان مورتوں کے آگے سر جھکاتے ہیں اس وقت آپ کو نفرت آمیز ہنسی آئیگی کہ یہ کیسی مضحکہ خیز صورت ہے اور یہ کیسے احمق ہیں کہ اس کے آگے سر جھکاتے ہیں۔

مگر حضرات ہندوستانی رہبروں نے یہاں کے باشندوں کو سمجھانے کے لئے صفات الٰہی کی حقیقت صاف طور پر ذہن نشین کرنے کے واسطے یہ مورتیں بنائی تھیں۔ تاکہ کم سمجھ لوگ آسانی سے سمجھ جائیں کہ خدا میں قہر کی شان بھی ہے۔ جسکا نمونہ تلوار ہے۔ اور رحم بھی جسکا نشان پھول یا اسی قسم کی کوئی اور چیز ہے اسی کے ہاتھ میں رزق ہے اسلئے اناج کا خوشہ دکھایا جاتا ہے مگر ثابت یہ ہوا کہ انسان بہت ہی بے عقل ہے اور مثالوں کو ذریعہ کے بجائے نتیجہ سمجھ لیتا ہے۔ چنانچہ ان مثالی مورتوں کے سبب بت پرستی شروع ہوگئی۔ اور ہزار ہا غلط فہمیاں واقع ہوگئیں۔ یہ بات ہندوستان پر مخصوص نہیں ہے دنیا میں اور بھی کئی ملک ایسے ہیں جہاں صرف مثالی طرز ہی سے بت پرستی کا رواج ہوا۔ یونان و مصر میں اس کی کافی شہادتیں موجود ہیں۔ جب تمام دنیا میں عالمگیر غلط فہمیاں واقع ہوگئیں تو خدا تعالیٰ نے ایک ایسا آسان صاف اور سیدھا طریقہ تعلیم سکھلا کر ہمارے حضرت صلعم کو بھیجا جب تمام دنیا کی ہدایت کیلئے کافی ہو اور تمام مذاہب عالم میں جسقدر خرابیاں بگڑی خیالات اور نفسانی جذبات کے سبب پیدا ہو گئی تھیں وہ دور ہو جائیں یہ نہیں کہا کہ میرا دعوےٰ خواہ مخواہ تسلیم کر لیا جائے۔ بلکہ تجربہ اور تحقیق سے غور کرنا چاہئے کہ اسلام نے قدیمی اصول کو جس پیرایہ میں بیان کیا ہے وہ اس قابل ہے یا نہیں کہ تمام دنیا کے مذہبوں کی خرابیاں آسانی سے رفع کر دے۔ تجربہ نشاندہ کرا دیگا۔ کہ بیشک اسلام کا طریقہ تعلیم ایسا صاف۔ سیدھا اور آسان ہے کہ قدیمی اصول مذہب کو سمجھنے کے بیساختہ ذہن نشین ہو سکتے ہیں۔

اب میں مختصر طور پر ہندوستان کے نامور بزرگوں سری رام چندر جی اور سری کرشن جی کے حالات پیش کرتا ہوں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ ان لوگوں کی زندگی اور تعلیم ہمارے مسلمہ رسولوں کے کسقدر مشابہ تھی میں رام و کرشن جی کے بعض اقوال کو اپنے حضور صلعم کے ارشاد نیز قرآن شریف کے بیان سے مطابق کرکے دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ یہ لوگ واقعی ہندوستان کے رسول تھے۔ اور ہمارے حضور صلعم گو سب کے بعد بھیجے گئے۔ مگر وہی بیان کیا جو پہلے بیان ہو چکا تھا کوئی نیا دین لیکر نہیں آئے تھے۔ لہذا تمام دنیا خاصکر ہندوستان کو لازم ہے کہ پرانی تعلیم کو نئے طریقے سے سیکھے جو سب سے زیادہ آسان اور صاف ہے اور جس میں اکثر وہی باتیں ہیں جو ہندوستانی رسول فرما گئے تھے۔

رام جی اودھ کے راجہ دسرتھ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ہندوستان میں رام لیلہ کا مشہور میلہ انہی کی یادگار میں منایا جاتا ہے۔ ابھی سولہ برس کی عمر بھی نہ ہوئی تھی۔ کہ اپنے خاندانی پیشوا بسشٹ جی کے ہمراہ سیاحت کو نکلے اور تمام مشہور متبرک مقامات اور اہل اللہ بزرگوں کی زیارتیں کیں۔ قدرتی نظارے دیکھے دنیا کے نشیب و فراز ملاحظہ کئے۔ جب واپس آئے تو عجب حال ہو گیا۔ ہر وقت سوچتے اور فکر میں مستغرق رہتے۔ کھانے پینے اور دنیا کے تفریحی مشغلوں سے نفرت ہو گئی اکثر خاموش رہتے۔ اور بولتے تو فرماتے۔ یہ کیسی بری دنیا ہے۔ بالکل ہیچ و ناپائیدار ہے اسی اثناء میں ایک ایسا موقع آیا کہ اس زمانہ کے مشہور بزرگ بسوامتر جی راجہ دسرتھ کے پاس آئے اور رام جی کو کسی شریر و بدکار کی ہلاکت کے لئے مانگا۔ راجہ نے ان کی کم سنی و ناتجربہ کاری کا عذر کیا مگر بسوامتر جی کے اصرار سے رام جی دربار میں بلائے گئے۔ اور ایک ایسی عالمانہ و عارفانہ تقریر کی۔ کہ راجہ اور تمام درباری خاصکر بسشٹ جی اور بسوامتر جیسے عارف لوگ حیران رہ گئے۔ کہ یہ کم سن کیسی باتیں کرتا ہے

تصحیح۔ ۲۵ نومبر کے ضمیمہ میں مرزا عبدالکریم صاحب کا جو مضمون چھپا ہے اس میں بجائے محمود بیگ کی جن اغراض پر ... بیان کیا ہے۔ انکا مطلب ایڈیٹر فاروق کو نہیں بلکہ اس کو سمجھنا چاہئے۔

مسلمانوں کی ترقی کا راز

ترقی کی مانع شریعت اسلامی ہے؟ یورپ اور جاپان کی ترقی

یورپ اور جاپان کی ترقی کی نظیر دیکھکر مذہب سے بے ایمان ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ پیسہ اخبار نے بھی جو امور تنقیح اسلام کے تنزل کے اسباب کے ایکدفعہ قائم کئے تھے۔ اُن میں ایک امر یہی ہے۔ کہ پیسہ صاحب یورپ کے پیسہ کو دیکھکر للچا رہے ہیں۔ اور مذہب دین اسلام کے ترقی کے مانع ہونیکا سوال پیدا کرکے ان معترض دین اسلام کی تائید کرتے ہیں) ۔ جو کہتے ہیں کہ دین اسلام ترقی اور تہذیب کے مخالف ہے۔ بیشک یورپ اور جاپان آج اوج کمال پہ پہنچے ہوئے ہیں مگر اُن کی ترقی جامع نہیں ہے۔ صرف دنیاوی ترقی ہے اور اس ترقی کا بڑا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ اُن امور میں جن میں ترقی یافتہ ہیں احکام اسلامی کو اپنا دستور العمل رکھتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم نے تجارت کو "فضل اللہ" فرمایا ہے اب اس پر عامل ہیں تو یورپ والے ہی۔

حدیث میں ہے۔ الکاسب حبیب اللہ یعنی پیشہ ور خدا کا دوست ہوتا ہے۔ اب اس حدیث پر عملدرآمد ہے تو یورپ کا۔ جہاں بڑے بڑے لارڈوں تک لوگ پیشہ وروں کو لڑکیاں دینے میں عار نہیں کرتے مگر ہم مسلمانوں میں پیشہ وروں کے ساتھ مل بیٹھنا بھی مزیل حیثیت عرفی سمجھا جاتا ہے اور ان کو "کمینہ" کے نام سے پکارا جاتا ہے اسلام کا حکم یہ ہے کہ تعاشروا کالاخوان وتعاملوا کالاجانب یعنی رہو بھائیوں کی طرح اور معاملہ رکھو اجنبیوں کی طرح اور قرآن شریف میں لین دین کیلئے فاکتبوہ کا حکم ہے۔ اب اسپر عمل ہے تو انگریزوں اور ہندوں کا۔ کہ سگے بھائی بھی ایکدوسرے سے لین دین کرتے ہیں تو باضابطہ لکھ پڑھ کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی کاروباری ناکامیوں کا ایک بڑا سبب اُن احکام کی خلاف ورزی بھی ہے۔ مسلمانوں نے تو اپنی ترقیات کے راز قومی وحدت کو چھوڑ دیا ہے۔ مگر یورپ کے ہر شعبہ میں وحدت کی شان جلوہ گر ہے۔ دول یورپ کا بین الاقوامی اتحاد ہی اُن کی سیاسی کامیابیوں کا راز ہے۔ ادھر مسلمان فرمانرواؤں ایران۔ روم۔ کابل۔ مصر۔ مراکو وغیرہ کا کہاں کوئی بین الاقوامی اتحاد ہے؟ من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا و زینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا وھم فیہا لا یبخسون اولئک الذین لیس لہم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیہا و باطل ما کانوا یعملون (جو لوگ دنیا کی زینت اور زندگی کے خواہاں ہیں اللہ تعالٰے ان کے اعمال اسی دنیا میں پورا کر دیتا ہے۔ اور اُن کے حق میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ہاں آخرت میں سوائے نار کے ان کا کچھ حصہ نہیں ہے بروئے اس آیت کے اللہ تعالٰی کی یہ عادت ہے کہ جس شعبہ میں کوئی ترقی کرتا ہے اسی میں اس کو پھل ملجاتا ہے۔

باوجود اہل یورپ کے ایسے دنیاوی کمالات کے اسی لامذہبی کا نتیجہ ہے۔ کہ اُن کو اطمینان قلبی نصیب نہیں ہوتا۔ جس کا ثبوت خود کشیوں کی وارداتوں اور پاگلوں کی کثرت ہے۔ گورنمنٹ کی شمار و اعداد کی رپورٹیں اس کی مصدق ہیں۔ اور وہ یورپ ہی ہے۔ جہاں باوجود سویلیزیشن کے چمکدار ملمع کے بعض ناگفتہ بہ افعال کا وہ طوفان بےتمیزی برپا ہے۔ جس سے خود یورپ کے شرفاء بھی چیخ اٹھے ہیں۔ کاش ان لوگوں نے یورپ کے حالات کو چشم عبرت سے دیکھا ہوتا تو ان کو پتہ لگ جاتا۔ کہ یورپ کا روحانی فقدان اس کی تہذیب کے لئے کیسا موجب ننگ و عار ہے۔

افسوس ہمارے لیڈروں نے یورپ کی مادی ترقیات کو ہی اپنے زیر نظر رکھا ہے۔ اور اس کی روحانیت کو انہوں نے نظر انداز کر رکھا ہے۔ ان کے نزدیک جو کچھ ہے۔ یہ دنیوی مال و دولت اور عزت و جاہ ہی ہے۔ اور ان کے اعمال و افعال کوئی ایسی چیز نہیں۔ کہ جس کو ان کی تقلید کی راہ میں بطور روک کے تصور کیا جائے۔ حالانکہ کسی کی صداقت اور اسکی ترقی کو انھیں کی روحانیت کا نتیجہ قرار دینے والی اگر کوئی چیز ہے تو اسکے اعمال و افعال ہی ہیں۔ پس ہمارے دوستوں کو ان مادی ترقیات سے تھوڑی دیر کیلئے نظر ہٹا کر انکے نمونہ کو دیکھنا چاہئیے۔

اے نئی روشنی زدہ دوستو! تم کیوں یورپین دنیا کی عملی حالت کو چھوڑ کر اس نقشہ کو دیکھ رہے ہو جس کے سحر سے اسوقت تمہاری نظر بندی ہو رہی ہے۔ اور تم حقیقت کے دریا کو چھوڑ کر سراب کے پیچھے دوڑے جاتے ہو۔ اللہ کا رحم ہو۔

اگر زندگی کی راحت اور کامیابی صرف دولت مندی اور اسباب عیش پر منحصر ہوتی جو یورپ کو حاصل ہیں۔ تو وہی لوگ سب سے زیادہ مستغنی اور مطمئن ہوتے مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاپان اور یورپ کو خود ہی اس تجربہ کا احساس پیدا ہوکر ایک تڑپ لگ گئی ہے اور وہ ایک حقیقی مذہب کی تلاش میں سرگرداں ہو رہے ہیں۔ جاپانی کئی سالوں سے اپنی پیاس ظاہر کر چکے ہیں۔ اور یورپ و امریکہ کے تمام ممالک کے بڑے بڑے پادری پروفیسر اور فضلاء و حکماء اگلے دنوں پیرس میں اسی غرض سے جمع ہوئے ہیں۔ (اسی کانفرنس پیرس میں ہی مرزا صاحب کے ایک غلام خواجہ کمال الدین نے اسلام کی خوبیوں پر لیکچر دیکر اہل یورپ کی آنکھیں کھولدی ہیں)۔

بھائیو! تم تو یورپ کی مثال سے اپنے پاک مذہب کو خیرباد کہنے کے لئے تیار یا متشکک ہو رہے ہو۔ اور اصل تو یہ ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے۔ کہ وہ لوگ قریب ہے۔ کہ اب اسلام کی نعمت عظمٰے سے سرافراز ہوکر شریعت اسلام ہی کو اپنے لئے ذریعۂ نجات اور مدار اصل کامیابی سمجھیں۔ (حال میں انگریزوں کے ملک میں جہاں مسلمانوں کو گونڈوں بھیلوں سے بھی زیادہ وحشی سمجھتے اور سخت حقارت سے دیکھتے ہیں ایک عظیم الشان لارڈ کا اسلام قبول کرنا ہی عقیدہ کا مؤید اور نیز مرزا صاحب کی سچائی کا ثبوت ہے) بلکہ ڈر ہے تو ہمکو تم اپنی قوم پرست بھائیوں ہی کا۔ کہ ہم خود اپنی کرتوتوں اور شامت اعمال سے محروم نہ رہ جائیں۔ کیونکہ ہمارا برتن اب اسلام کے نور کے قابل نہیں رہا ہے۔ اور مغرب کا برتن اس نور کے جذب کے لئے تیار ہو چکا ہے اور حضرت نبی کریم کی اس پیشگوئی کا کہ آخر زمانہ میں آفتاب (صداقت) مغرب سے طلوع ہوگا۔ یہی مطلب ہے۔ پس اے بھائیو! یقین رکھو کہ اگر تمہاری ترقی کا کوئی چارۂ کار ہے تو صرف یہی۔ ہاں صرف یہی ایک کہ دین کو دنیا پر مقدم کر لو۔ اور صدی رواں میں جس قدر لیڈر تم نے پائے ہیں۔ ان میں صرف مرزا صاحب ہی حقیقی مصلح قوم ہے۔ جس نے اس اصول کو اپنے شرائط بیعت ہی میں داخل کیا ہے۔ اور تمہاری پان اسلامزم Pan-Islamism کی وہ عظیم الشان اور عالمگیر مگر مفروضہ طاقت جس کے تصور سے یورپ کا وجود اس صورت واقعہ کے کہ ہماری حقیقت انکی نظروں میں اس سے بھی کم ہے جیسے ہاتھی

کے آگے مجبور کانپ اٹھتا ہے۔ اگر عملاً وجود میں آسکتی ہے تو صرف اسی واحد ذریعہ سے کہ اپنے زمانہ کے دینی لیڈر کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کرکے ایک عالمگیر قومی ہاتھ پیدا کرلو۔ ورنہ یاد رکھو۔ یہ ہمارا قوم قوم پکارنا اور سیاسی ترقیات اور سیاسی اہمیت پر ہی نظر رکھنا اور روحانی تفوق و اقتدار کو نظر انداز کردینا ایک بیہودہ اور عبث کوشش ہے۔ آؤ۔ میں تمہیں ایسی راہ بتاؤں کہ جس پر چل کر تم دینی و دنیوی فلاح حاصل کرو۔ وہ ہے۔ اشاعت و حفاظت اسلام۔ جس کے سرانجام دینے کے لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب اس زمانہ کے مجدد کی حیثیت سے مبعوث ہوئے تھے۔ یہی ایک بات ہے۔ جس پر عملدرآمد کرکے تم وہ سیاسی اہمیت بھی حاصل کرسکتے ہو۔ جو دیگر تجاویز سے حاصل کرنا چاہتے ہو۔

. . . .

. . . .

. . . .

معترضین میرزا صاحب سے چند باتیں

ہم دیکھ رہے ہیں کہ واقعات۔ تجربات اور مشاہدات نے اب میرزا صاحب کے مبارک مشن کا ایک گہرا اثر اکثر فہمیدہ تعلیم یافتہ طبائع پر ڈالا ہے۔ مگر مولویوں کے اعتراضات نے ان کو دھوکہ اور تذبذب میں ڈالا ہوا ہے۔ مگر یاد رہے۔ کہ صرف اعتراضات کا وجود کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ اور نہ ہی حقیقت کے منافی۔ اور اصل تو یہ ہے۔ کہ مصالح الٰہی نے حضرت مرزا صاحب کو انبیاء کا ظل اور مثیل بنایا ہے۔ اور اس مماثلت کی تکمیل کیلئے ضروری تھا کہ آنجناب کی ذات پر وہ تمام اعتراضات کئے جائیں جو پہلے نبیوں ولیوں پر ہو چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت میرزا صاحب پر بھی لوگوں نے ہزارہا اعتراض کئے۔ مگر میرا دعوے ہے۔ کہ ہزارہا اعتراضوں میں سے کوئی ایک اعتراض ایسا نہیں ہے جسکی نظیر کسی نہ کسی نبی یا ولی کی لائف میں نہ ملتی ہو۔ اگر کوئی شخص اعتراض کرتا جائے تو میں انشاء اللہ نظیر دیتا جاؤنگا۔

سب سے بڑا اعتراض جو حضرت مرزا پر ہوا وہ یہ ہے کہ میرزا کہتا ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر زندہ نہیں ہے۔ بتقاضائے بشریت مرگیا ہے۔ اور اس کے ظل نے دنیا میں دوبارہ غلام احمد کے رنگ میں آنا تھا سو وہ میں ہوں۔" اب اس اعتراض کی نظیر سنئے۔ حضرت مسیح کی بعثت سے قبل یہودیوں کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ حضرت الیاسؑ زندہ آسمان پر چلا گیا ہے۔ اور شریعت موسوی کے آخری خلیفہ حضرت مسیح کے ظہور سے پہلے اس کا آسمان سے اُتر کر دوبارہ دنیا میں آنا ضروری ہے اور جب تک حضرت الیاسؑ دوبارہ نہ آجائے حضرت عیسٰیؑ مبعوث نہیں ہوسکتے۔ مگر جب اس اعتقاد کی ظاہری صورت کے خلاف حضرت عیسٰیؑ کا ظہور ہوا۔ تو یہ ایک مسلم امر ہے۔ کہ خداوند تعالے نے حضرت عیسٰےؑ کی زبانی ان معترضین یہودیوں کو یہ جواب دیا ہے کہ "الیاسؑ زندہ آسمان پر نہیں ہے بلکہ طبعی موت سے مرچکا ہے۔ اس کے ایک ظل نے دنیا میں پیدا ہونا تھا۔ سو وہ وعدہ حضرت یحیٰیؑ کی پیدائش سے پورا ہوچکا ہے۔ بس اب عیسٰیؑ کو [illegible] لو" اور عجیب یہ ہے۔ کہ بیچ میں حضرت یحییٰؑ نبوت کرکے گذر گئے مگر انہوں نے بھی لوگوں پر یہ نہ کھولا۔ کہ الیاسؑ مرگیا ہے۔ اور میں ہی اس کی خو بو پر آیا ہوں باوجود اسکے سعادت مند لوگوں نے حضرت عیسٰیؑ کو نبی موعود مان لیا۔ اور اعتراض پسند اور شکی مزاج لوگ انکار پر ہی رہ گئے۔ یہاں تک کہ یہودی بیچارے آجتک حضرت الیاسؑ کے آسمان سے زندہ اُتر کر دوبارہ آنے کے منتظر ہیں۔ کوئی بمبئی۔ کراچی جاکر یہودیوں سے دریافت کرسکتا ہے۔ بلکہ حال میں ایک یہودی امیر کبیر نے ملک شام میں ایک عظیم الشان احاطہ تیار کراکر اس میں باغ لگوا رکھا ہے۔ کہ حضرت الیاسؑ کے اُترنے کا زمانہ اب قریب ہے۔ زندہ آسمان سے اُتر کر اس باغ میں سلطنت کریگا بس یہی اعتراض آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کا ہے۔

دوائم میں بعض لوگوں کا اعتراض یہ بھی رہا ہے کہ میرزا صاحب کی سلطان القلمی کا کمال واقعی نہیں بلکہ سب کچھ در پردہ حکیم نورالدینؓ ہی کے ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ اور یہی اعتراض کفار عرب کا تھا۔ کہ حضرت نبی کریمؐ قرآن شریف کا مضمون اور دیگر اسرار معارف ورقہ بن نوفل سے سیکھتے ہیں۔ اور خود کچھ نہیں جانتے ہیں۔ میرزا صاحب کے نہ ماننے میں لوگوں کے انکار کی ایک بڑی وجہ مولویوں کی مخالفت بھی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ مولویوں کی یہ حیثیت ہی نہیں کہ وہ اس مسئلہ کا صحیح فیصلہ کرسکیں۔ کیونکہ مامور من اللہ کے دعوے کی بنیاد مکاشفات پر مبنی ہوتی ہے اور مولویوں کی رسائی منقولات تک ہوتی ہے۔ البتہ منقولات مکاشفات کے صرف گواہ ہوسکتے ہیں مگر جج نہیں ہوسکتے۔ قرآن کریم نے اولیاؤں اور ماموروں کی صفت راسخون فی العلم مذکور فرمائی ہے۔ اور مولوی لوگوں کو وہ آنکھ ہی نہیں ملی جس سے وہ ایسے اسرار الٰہی کے متعلق کوئی صحیح فتویٰ دے سکیں اسی لئے تو حضرت میرزا صاحب نے اپنے دعویٰ کی ابتداء میں جو غالباً ۱۸۸۸ء سے پہلے کا واقعہ ہے۔ طالبان حق کو منقولی تحقیق سے بالاتر کشفی تحقیق کیلئے بموجب حکم قرآنی کونوا مع الصادقین (اولیاؤں کی صحبت میں رہو)۔ ایک اشتہار دیا۔ جس کا خلاصہ مطلب پہلے درج ہوچکا ہے۔

اب میں ثناء اللہ امرتسری اور محمد حسین بٹالوی سے سوال کرتا ہوں کہ اگر تم کو میرزا صاحب کے متعلق تحقیق سے دلچسپی تھی۔ تو کیا تم نے میرزا صاحب کی دعوت کو منظور کیا۔ اور پھر جب اس کے اعلان کے اس کی صحبت میں رہ کر اس کا کذب تحقیق کیا اور پھر لوگوں کو مطلع کرکے حجت تمام کی۔ اور جب تم نے ایسا نہیں کیا۔ تو اب تمہارا پہلو کیونکر قابل اعتبار اور مستند ہوسکتا ہے۔ جبکہ ظاہر ہے کہ ایسے روحانی امور میں صرف لفظی بحث مباحثوں سے کوئی نتیجہ بخش فایدہ نہیں ہوسکتا دیہاتیوں میں دیکھا جاتا ہے کہ اگر ان کا کوئی مویشی گم ہوجاتا ہے اور پھر کہیں اسی حلیہ اور اسی نشان کے مویشی کی افواہ ملتی ہے۔ تو وہ گھر سے نکل آٹے کی گٹھڑی کندھے پر ڈال جنگل کی راہ لیتے ہیں اور گھر میں واپس نہیں آتے جب تک کہ اسی مویشی کو جس کے حلیہ کی مشابہت کی اطلاع انہیں ملی تھی اپنا اور پرایا تحقیق نہیں کرلیتے۔ پھر جب ایک ایسا عظیم الشان منصب دار جسکے دیدار کے لئے ہر زمانے کے اولیاء اور غوث و قطب ترستے گئے اور جس کے نہ ماننے سے انسان ایک حد تک قابل مؤاخذہ ٹھیرتا ہے۔ اس منصب کا مدعی ایک شخص غیر ممالک میں نہیں بلکہ اپنے ملک کے اندر ہی کھڑا ہوتا ہے۔ تو مقتضائے ایمان اور قرین حق یوں تھا کہ عام لوگ اور خصوصاً مولوی صاحبان اپنے گھر میں بیٹھکر دانہ پانی اپنے اوپر حرام سمجھ لیتے جب تک کہ وہ اس مدعی کے پاس پہنچکر اسے سچا یا جھوٹا تحقیق نہ کرلیتے۔ مگر جب اس طریق پر کسی مولوی نے میرزا صاحب کے جھوٹے

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ [illegible] پریس لاہور میں چھپکر تحت انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او ست
آں رسولے کش محمد ہست نام
مہر او باشیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود

مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
بادۂ عرفاں ما از جام او ست
دامن پاکش بدست ما مدام
جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہر نبوت را برو شد اختتام
زو شدہ سیراب سیراب آنکہ ہست
آں نہ از خود از ہماں جا آمد بود

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
اقتدائے قول او در جان ماست
از ملائک از خبرہائے معاد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
معجزات او ہمہ حق اندر است
معجزات انبیائے سابقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ما
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب

وصل دلدار ازل بے او محال
ہر چہ ز و ثابت شود ایمان ما است
ہر چہ گفت آں رسول با سداد
منکر آں مستحق لعنت است
منکر آں مورد لعن خدا است
آنچہ در قرآن بیانش با یقیں
ہر کہ انکار کند از اشقیاست
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت
سالانہ ۔ ششماہی ۔ سہ ماہی عہ ماہوار ۹ر

اشاعت
ہفتہ میں تین بار یکشنبہ ۔ سہ شنبہ ۔ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور ۔ شنبہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۳۰ ۔ نومبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۶۰

آج کا اخبار

اگرچہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اندرونی مباحث کا ایک ہفتہ وار ضمیمہ کے لئے مختص کر دیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں تاحال دو ضمیمہ جات شائع بھی ہو چکے ہیں لیکن آج کے اخبار میں جس مضمون کو درج کیا گیا ہے اس کی اہمیت و ضرورت اس بات کی متقاضی تھی کہ اسے اخبار میں ہی درج کر دیا جائے کیونکہ ضمیمہ کے لئے بعض نامہ نگاروں کے ضروری مضامین دیر سے آئے ہوئے پڑے ہیں۔ خصوصاً کرمی سید حیات علی شاہ صاحب (التوی) کے مضامین کو تو غیر معمولی دیر ہو چکی ہے اس لئے مناسب سمجھا گیا ہے کہ آج کے افتتاحیہ کو جو عزیز عبدالحی کے واقعہ وفات اور اُن کی علالت کے بعض ضروری حالات پر مشتمل ہے اخبار میں ہی درج کر دیا جائے ۔ اور ضمیمہ میں سید صاحب موصوف کے مضامین شائع ہوں۔ ہمیں اُمید ہے کہ ناظرین کرام اس خلاف توقع کارروائی کو مجبوری پر محمول کرینگے۔ اس افتتاحیہ کے متعلق ذیل کا نوٹ ناظرین کی خاص توجہ کا مستحق ہے۔

اللہ اکبر خربت خیبر

حضرت خلیفۃ المسیح جناب مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد قادیانی احباب نے اصحاب مسیح کے ساتھ جو نامناسب برتاؤ کیا اور تاحال کر رہے ہیں اس سے ہمارے احباب بخوبی واقف ہیں۔ لیکن باوجود اس غیر مستحسن رویہ اختیار کرنے اور بقدام تیغ پر تبرا بازی اور سب و شتم کرنے کے باوجود ...

کے کہ میاں صاحب کے گدی نشین ہو جانے کے بعد ہمارے کئی احباب کو نہ صرف جسمانی دکھ پہنچانے ہی کی علانیہ کوشش کی گئی ۔ بلکہ ان تمام مخلصین کو جنہوں نے اپنے عقائد کا اظہار ضروری سمجھا طرح طرح کی مصائب پہنچا کر انھیں قادیان سے چلے آنے پر مجبور کیا گیا ۔ یہاں تک کہ خود حضرت امیر جناب حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایداللہ بنصرہ ہاں اس برگزیدہ انسان پر جس نے مسیح موعود کی خدمت میں رہکر اسلام کی وہ عظیم الشان خدمات کیں کہ جن کی نظیر میاں صاحب تو کیا دکھا سکتے ہیں تمام جماعت میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ وہ مبارک اور بابرکت وجود جسے مسیح موعود نے اپنے سلسلہ کی صداقت کا نشان قرار دیا میاں صاحب کی گدی نشینی کے تھوڑے ہی دنوں بعد اس پر کنکر پھینکے گئے لیکن پھر بھی بعض سادہ لوح احباب نے خدا جانے اس بیہودہ اعتراض کو کیوں وقعت دی کہ دیکھو ان لوگوں نے مسیح موعود کے جائے نزول اور قادیان کی زمین محترم کو جو سلسلہ عالیہ کا مرکز ہے چھوڑ دیا اگرچہ اس لغو اعتراض کے کئی دفعہ جواب دیئے جا چکے ہیں لیکن دوستو ذرا آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کے ایک ضروری مضمون کو پڑھو اور دیکھو کہ وہ جسے تم زمین محترم کہتے ہو آج وہ قادیانی احباب کے نامناسب رویہ کی وجہ سے زمین فتنہ و فساد بن رہی ہے وہ جسے کبھی تم دارالامن دارالامان کہا کرتے تھے آج بعض کلمہ گو مسلمانوں کے وجود سے دارالحرب کا صحیح نقشہ پیش کر رہی ہے ۔ ہاں وہی پاک سرزمین جو کبھی خدا کے

ایک برگزیدہ انسان کی جائے رہائش ہونے کے باعث مورد برکات سماوی تھی آج خدا کی شان کہ اس پر غضب الٰہی کے آثار نمودار ہیں

میں ناظرین کرام کو بڑے زور کے ساتھ ان تمام واقعات کی طرف جو محولہ بالا مضمون میں حکیم صاحب نے درج فرمائے ہیں توجہ دلا کر ایک منصفانہ فیصلہ کی درخواست کرتا ہوں اور ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا ان حالات میں حضرت امیر کے قادیان سے چلے آنے کا اعتراض اہل دانش و بینش کے نزدیک قابل وقعت ٹھہر سکتا ہے حضرت امیر ایداللہ نے میاں صاحب کے قادیانی مریدین کی ایسی ہی بیجا حرکات کو دیکھ کر وہاں سے کنارہ کرنا بہتر سمجھا اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنے اور قوم کو رسوائی سے بچانے کے لئے وہاں رہنا پسند نہ کیا ۔ اب اس بیہودہ اور لغو اعتراض کو بار بار پیش کرتے چلے جانا باوجودیکہ واقعات خود ہمارے مؤید ہیں کسقدر انصاف سے بعید امر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے ناظرین حکیم صاحب کے مضمون کو بغور مطالعہ فرما کر حق اور باطل کے امتیاز میں اور نہیں تو اسی ایک معیار کو کام فرمائینگے کہ دلائل کے مقابلہ میں گالی گلوچ اور زد و کوب سے کام لینا نیز بیہودہ افترا پردازی اور بہتان بندی کو اپنا شعار بنانا باطل کی ایک نمایاں خصوصیت ہے اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان موخر الذکر کاموں کے مرتکب کون لوگ ہیں ۔ اور دلائل کے ساتھ صداقت کو پیش کرنے والے کون؟

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

ترکی حملے پسپا کئے گئے

لنڈن ۲۶ر نومبر۔ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ترکوں نے دردانیال میں ۲۱ر نومبر کو برطانی محاذ پر تین مرتبہ حملہ کرکے کھوئی ہوئی خندقوں پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر ہر جگہ ناکام رہے۔ اور برطانی فرانسیسی آتشباری نے انہیں سخت نقصان پہنچایا۔ زمین دوز معرکہ آرائی کا سلسلہ جاری ہے۔ فرانسیسی سرنگ بازوں نے ایک ترکی سرنگ کو اڑا دیا۔ ۲۲ر نومبر کو ترکوں نے رائفلوں توپوں اور دستی بموں سے شدید آتشباری کی۔ مگر وہ خائف ہیں۔ اور ہمارے ہوائی جہازوں کی سرگرمی سے پریشان ہیں۔ جنہوں نے قسطنطنیہ دیدی غاچ ریلوے کو نقصان پہنچایا ہے آہن پوش جنگی جہاز ساحل پر گولہ باری کررہے ہیں۔ اور اس وجہ سے ترکوں کو اہم مقامات پر فوجیں قائم رکھنے کے لئے مجبور کررہے ہیں۔

دردانیال کے نقصانات

لنڈن ۲۷ر نومبر۔ دردانیال کی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

مقتولین:۔ دوم لفٹنٹ ۲۔

زخموں سے ہلاک:۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

مجروحین:۔ دوم لفٹنٹ ۳۔

اب زخموں سے ہلاک بحالت قید: کپتان ۱۔ لفٹنٹ ۱۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

اب مجروح و اسیر: میجر ۱۔ کپتان ۱۔ لفٹنٹ ۳۔

جرمن افواج کی نقل و حرکت

زیورچ ۲۷ر نومبر۔ جرمنی کی رپورٹوں سے پایا جاتا ہے۔ کہ مغربی محاذ سے سرویا کی طرف افواج کی وسیع نقل و حرکت عمل میں آرہی ہے۔ جن ریلوے لائنوں کے پاس کئی افواج جمع ہیں۔ وہ عوام کی آمدورفت کے لئے بند ہیں۔

قبل از وقت جاڑا

سالونیکا ۲۷ر نومبر۔ بلقان میں موسم سرما قبل از وقت شروع ہوگیا ہے۔ اس لئے یہ امر بعید از قیاس نہیں۔ کہ فوجی کارروائیوں میں رکاوٹ پیدا ہو۔

سرویوں کیلئے برطانی کمک

لنڈن ۲۷ر نومبر۔ سالونیکا کا تار مظہر ہے:۔ کہ ۲۵ر نومبر کو برطانیہ کی زبردست کمکی سپاہ یہاں پہنچ گئی۔

سرویا کی اتحادی سفراء مانٹی نیگرو میں

لنڈن ۲۷ر نومبر۔ روم کا ایک تار مظہر ہے کہ سرویا کے اتحادی سفیر قیام انڈریونیرا واقع مانٹی نیگرو میں پہنچ گئے ہیں۔

سالونیکا میں جاسوس

لنڈن ۲۶ر نومبر۔ سالونیکا کی اتحادی ہیڈکوارٹر سے رائٹر کا خاص نامہ نگار رقمطراز ہے۔ کہ سالونیکا کو غیر متوقع اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ اور ہر رنگ و قومیت کی فوجی جمعیتیں وہاں کثرت سے جمع ہورہی ہیں۔ مگر سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ امر ہے۔ کہ وہاں جاسوسوں کی بہت کثرت ہورہی ہے۔ اور اُن سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی جاتی۔ جس کی وجہ سے وہ علانیہ اپنے ناپاک کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ اور جرمن آسٹری بلغاری اور ترک جاسوس ہر قسم کی پرائیویٹ اور فوجی نقل و حرکت کی تاڑ رکھتے ہیں۔ برطانی اور فرنچ حکام کی اسوقت کچھ پیش نہیں جاتی۔ مگر اس خرابی کا فوری تدارک ضروری ہے۔ اور یونانیوں کو چاہیئے۔ کہ اتحادیوں کی ضروریات کی معقولیت کا احساس رکھیں۔ اتحادیوں کو اختیار حاصل ہونا چاہیئے۔ کہ سب آنے جانے والوں کی نگرانی کریں۔ اور پیغامات تار کا بھی خیال رکھیں۔

گیس کا حملہ پسپا کیا گیا

لنڈن ۲۷ر نومبر۔ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ غنیم نے کل دریائے میوز کے مغرب میں بیتھن کورٹ کے قریب زہریلی گیس کا بادل چھوڑا۔ مگر بے سود۔ ایک جرمن ہوائی جہاز بیری اوبہک کے قریب دریائے این میں گر پڑا اور ہوا باز تیر کر باہر نکل آئے فرانسیسی توپ خانہ نے ہوائی جہاز کو تباہ کردیا۔

برطانیہ کے فدائی

لنڈن ۲۶ر نومبر۔ مغربی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:۔

ہلاک:۔ دوم لفٹنٹ ۳۔

زخموں سے ہلاک:۔ لفٹنٹ ۱۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

مجروحین:۔ کپتان ۲۔ لفٹنٹ ۲۔ دوم لفٹنٹ ۵۔

اب مجروح و مفقود الخبر۔ کپتان ۱۔

اب مفقود الخبر غالباً ہلاک:۔ کپتان ۱۔

اب اسیر مگر غیر مجروح کپتان ۱۔

اب غیر سرکاری رپورٹ کے مطابق:۔

اسیر:۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

۲۷ر نومبر۔ ذیل کے مزید نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:۔ ہلاک۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

مجروحین:۔ لفٹنٹ کرنل ۱۔ میجر ۱۔ لفٹنٹ ۲۔ دوم لفٹنٹ ۲۔

ہسپتالی جہاز انگلیا کے نقصانات

غالباً غریق:۔ میجر ۱۔ لفٹنٹ ۲۔

. . . . . .

غنیم کی بیسود کوشش

لنڈن ۲۷ر نومبر۔ پیٹروگراڈ میں سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ مشرقی محاذ پر سکوت چھایا ہوا ہے۔ البتہ غنیم کھوئی خندقوں پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے بیسود کوشش میں مصروف ہے۔

گوریزیا میں شدید جنگ

لنڈن ۲۷ر نومبر۔ روما میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے:۔ کہ ہم نے مانٹرو کے علاقہ میں ۲۱۰ قیدی گرفتار کئے۔ گوریزیا کی شمال مغربی گھاٹیوں پر مسلسل جنگ وقوع میں آرہی ہے۔

شدید گولہ باری

لنڈن ۲۷ر نومبر۔ ایمسٹرڈم کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ اطالویوں نے گوریزیا پر مسلسل گولہ باری کرکے شہر کے پرخچے اڑا دیئے۔ آسٹریا کی سرکاری اطلاع میں اطالوی گولہ باری کی ہولناک سختی کی شکایت کرنے کے ساتھ اس مزید عظیم نقصان کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو اس گولہ باری کی وجہ سے عمارات وغیرہ کو پہنچا ہے۔

ٹرکی میں جرمنوں کی موجودگی

لنڈن ۲۷ر نومبر۔ قسطنطنیہ کی رپورٹوں سے پایا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ عثمانیہ ٹرکی میں جرمنوں کی موجودگی سے خوف زدہ ہوگئی ہے۔ اور اس نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ مزید جرمنوں کے آنے کی اجازت نہ دی جائے۔

جنرل ڈمید لنڈن میں

لنڈن ۲۵ر نومبر۔ اعلان کیا گیا ہے کہ فرانسیسی جنرل ڈمید جو گیلی پولی میں برطانیہ کے ساتھ مل کر جنگی کارروائیوں میں مصروف رہا۔ لنڈن میں پہنچا ہے۔

تجارتی انجمنوں کا احتجاج۔ لنڈن ۲۷ر نومبر۔ لارڈ ڈیہرن چیئرمین بورڈ آف کنٹرول نے تجارتی انجمنوں کے ایک وفد کو مطلع کیا کہ تحدید مے نوشی کے جدید حکم کی عام تنسیخ کا مسئلہ خارج از بحث ہے۔ مگر ان شراب خانوں کو جو دریا کے کنارے پر ہیں۔ ہر روز صبح کو دو گھنٹہ تک بدیں شرط کھلنے کی اجازت دی جائیگی کہ وہ کافی خوراک مہیا کریں اور سامان رسد کے گودام کے لئے مزید جگہ کا انتظام کیا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
٢٤ نومبر ١٩١٥ء نمبر ٦٠

اے ز ہجراں در فراقت آسماں بگریستہ
دل میان خون نشستہ عقل و جاں بگریستہ

عزیز عبدالحی غفر اللہ لہ کی وفات

اور مرحوم کی علالت میں قادیانی پارٹی کا مجھ سے سلوک۔ گفتگو اور مناظرہ

(از جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ)

ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا (انا للہ وانا الیہ راجعون) وانا بفراقک یا اخی عبدالحی لمحزونون

آہ ہمارے نہایت ہی محبوب عبدالحی اور آنکھوں کے تارے اور دل کے پیارے عبدالحی نے محرم الحرام ١٣٣٤ ہجری کی دوسری تاریخ مطابق ١١۔ نومبر ١٩١٥ء جمعرات کے دن بوقت عصر ½۴ بجے قبل از نماز مغرب قادیان انتقال کیا۔ یہ حضرت مہدی نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کے فرزند اکبر تھے۔ اور مسیح موعود کے زندہ نشانوں میں سے ایک نشان تھے۔ اس نشان کا ذکر حضرت نے اپنی متعدد کتابوں میں کیا ہے اور یہ نشان مرحوم کے پیدا ہونے سے ۴ برس پہلے کا ایک رویا صالحہ ہے جس کو حضرت اقدس نے ان الفاظ میں اپنی کتاب انوار الاسلام کے صفحہ ٢٦ پر ذکر کیا ہے۔

"اس تحریر کے لکھنے کے بعد مجھ پر نیند غالب آگئی تو میں سو گیا۔ اور خواب میں دیکھا کہ اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب ایک جگہ لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی گود میں ایک بچہ کھیلتا ہے جو انھیں کا ہے۔ اور وہ بچہ خوشرنگ اور خوبصورت ہے۔ اور آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ خدا نے بعوض محمد احمد آپ کو وہ لڑکا دیا کہ رنگ میں شکل میں طاقت میں اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور میں دل میں کہتا ہوں کہ یہ اور بیوی کا لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلا لڑکا تو ضعیف الخلقت بیمار سا اور نیم جان سا تھا اور یہ تو قوی ہیکل اور خوشرنگ ہے۔ اور پھر میرے دل میں یہ آیت گذری جس کو زبان سے سنانا یاد نہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ "ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا الم تعلم ان اللہ علی کل شیٴ قدیر" اور میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عدو الدین کا جواب ہے کیونکہ اس نے عیسائیوں کا حامی بنکر اسلام پر حملہ کیا اور وہ بھی بے جا اور بے ایمانی سے بھرا ہوا حملہ۔ اور ایک جزو اس خواب کی رہ گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس بچہ کے بدن پر پھنسی یا ثولول کے مشابہ بخارات نکل رہے ہیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ اس کا علاج جلدی اور ایک اور چیز ہے واللہ عالم"

جن لوگوں نے عزیز عبدالحی مرحوم کو بچپن میں دیکھا اور پھر اس وقت نوجوانی کے عالم میں دیکھا وہ اس رویا کی حرف بحرف تصدیق کرینگے اگرچہ اسوقت غلو کی راہ سے حضرت اقدس مرزا صاحب کو اس رویا اور اسی قسم کی اور بیسیوں رویا صالحہ کی بنا پر خدا کا ایک نبی لکھا جاتا ہے مگر یہ رویا صالحہ اسوقت کی ہے جس وقت بقول جناب میاں صاحب و دیگر منکران ختم نبوت حضرت ختمیت مآب صلعم حضرت مرزا صاحب مسیح موعود تو پانچ چھ سال سے ہو چکے ہوئے تھے مگر نبی ابھی نہ بنے تھے کیونکہ حضرت اقدس نے اپنی اسی کتاب میں نبوت کے دعوے کرنے والے اور مسلمانوں کو کافر کہنے والے پر لعنت اللہ کہتے ہیں۔ جیسا کہ صفحہ ٣٣ پر آپ کے یہ الفاظ ہیں

"اور اگر یہ اعتراض ہے کہ **نبوت کا دعوےٰ کیا ہے**۔ اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ "لعنت اللہ علی الکاذبین المفترین"

اور صفحہ ٤٦ پر یہ الفاظ

"الا لعنت اللہ علی الکافرین المکفرین الذین یکفرون المسلمین"

عزیز عبدالحی مرحوم ١٥۔ فروری ١٨٩٩ء بروز جمعرات مطابق ۵ شوال ١٣١٦ء کو بوقت ١ بجے رات پیدا ہوئے تھے۔ اور قمری حساب سے ١٨ سال کی عمر پاکر جمعرات کے دن ہی رات کے دس بجے قبر میں رکھے گئے۔

پیارے عبدالحی مرحوم کی شکل ہوبہو اپنے والد بزرگوار کی شکل اور صورت پر تھی اور سیرت بھی باپ پر ہی گئی تھی۔

پیارا عبدالحی بہت ہی ہونہار تھا اور اس نے علوم درسیہ میں نہایت اعلیٰ درجہ کی مہارت اس چھوٹی سی عمر میں حاصل کر لی تھی عزیز مرحوم نے پہلے تو باقاعدہ اپنے مقدس باپ سے قرآن کریم اور اس کا ترجمہ پڑھا تھا اور بخاری شریف کے بھی کئی سبق آپ سے پڑھے تھے۔ عزیز مرحوم عربی میں گفتگو کر سکتے تھے اور وعظ بھی اچھا کہہ سکتے تھے۔ عزیز مرحوم کی عمر ابھی کل ١۴ سال کی تھی کہ اسی سن میں ان کی شادی کر دی گئی۔ شادی سے پہلے حضرت مہدی نورالدین اعظم کو اپنے اس بیٹے کے لئے ایک مکان لاہتہ کے لئے الگ تیار کرانا پڑا۔ عزیز مرحوم کی شادی کو ابھی ڈیڑھ سال نہ گذرا تھا کہ اس کے والد بزرگوار حضرت مہدی نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت آپ ابھی پورے ١٦ سال کے نہ تھے۔ حضرت مہدی نورالدین اعظم کی وفات کو ابھی پورے دو سال نہیں ہوئے۔ کہ حضرت کے دو لڑکے ایک سب سے چھوٹا تو چند دن کے بعد اور یہ لڑکا جو سب سے بڑا تھا پورے دو سال کے اندر فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

افسوس ہے کہ عزیز مرحوم کی علالت کے دنوں میں خاص انھیں کی عیادت اور خدمت کے لئے قادیان گیا۔ مگر مجھے عزیز مرحوم کی خدمت میں ان کے پاس رہنے نہ دیا گیا جس کا ذکر میں آگے چل کر کرونگا۔ اس بات کا مجھے رنج اس قدر ہے کہ میں اس کا بیان نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے عزیز مرحوم سے خاص محبت تھی۔ اور جب وہ بچے تھے تو میں ان کو گود میں لے کر بہلایا کرتا تھا اور عزیز مرحوم کو بھی مجھ سے خاص انس تھا۔ اللہ ان کا کبھی بھلا نہ کرے جنہوں نے مجھے عزیز مرحوم کی خدمت اور عیادت سے روکا اور مجھے دکھ دیا۔

مجھ کو پیارے عبدالحی کے فوت ہونے کی خبر ہفتہ کی صبح کو نو بجے دن کے ہوئی۔ ادھر سے عزیزہ محترمہ امۃ الحی صاحبہ سلمہا (جو عزیز مرحوم کی ہمشیرہ ہیں) کا کارڈ حضرت والدم بزرگوار میاں چراغ الدین صاحب رئیس لاہور کے نام پہنچا جس کو میرے والد صاحب نے مجھے اطلاع دینے کے لئے میرے پاس بھیج دیا اور ادھر سے میرے لڑکے نظیر حسین کا کارڈ ملا۔ دونوں کارڈوں کو پڑھ کر جو حالت میری ہوئی وہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے شدت غم سے میری وہ حالت ہو گئی کہ کاٹو تو بدن

میں ہو نہیں تھا۔ میں اپنا کلیجہ پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا اپنے مکان پر اوپر نہیں جا سکا۔ نیچے سے ہی آواز دی کہ عزیز عبدالحی فوت ہو گیا ہے اور میں اب قادیان جا رہا ہوں۔ وقت ریل نہایت ہی تنگ تھا۔ میں اُسی وقت دوڑا ہوا حضرت امیر سیدنا محمد علی صاحب کی خدمت میں پہنچا اور جتنے دوست راستہ میں مجھے ملے ان سب کو اطلاع دیتا گیا۔ سب نے پیارے عبدالحی صاحب کے فوت ہو جانے کا رنج و غم کیا اور نہایت تاسف آمیز کلمات کہے۔ حضرت امیر سلمہ اللہ نے سنکر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور ساتھ ہی فرمایا کہ والد عبدالحی سے بہت بہت افسوس کرنا اور کہنا کہ عبدالحی ہم سب کا پیارا تھا۔ انکے نوجوانی کے عالم میں فوت ہو جانے کا سخت قلق اور سخت ہی رنج اور افسوس ہے۔ اور کہنا۔ ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی بہ ربنا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں اسٹیشن پر پہنچا۔ تو حضرت قبلہ گاہیصاحب والدم بزرگوار میاں چراغ الدین صاحب اور میرے دو بھائی عبدالعزیز اور محمد سعید بھی اُن کے ہمراہ قادیان تعزیت کے لئے جا رہے تھے۔ میں بھی اُن کے ساتھ ہو گیا۔ اسٹیشن پر جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب کے والد صاحب میرے والد صاحب سے مل گئے اور جس وقت انہوں نے عزیز عبدالحی کی وفات کی خبر سُنی۔ خدا تعالےٰ گواہ ہے کہ ان کو یہ خبر سُن کر سخت ہی قلق ہوا۔ اور بوجہ حزن ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور دیر تک سخت ہی تاسف آمیز کلمات کہتے رہے میں قادیان پہنچا تو سب سے پہلے عزیز مرحوم کی قبر پر پہنچا۔ دل بھر آیا۔ عزیز مرحوم کو منوں مٹی کے نیچے دبا ہوا دیکھکر ان کی محبت کو یاد کر کے خوب رو دیا۔ اور پھر دیر تک اُن کیلئے دعا کرتا رہا۔ کہ اللہ تعالےٰ اُن کو اعلےٰ علیین میں بلند درجات بخشے اور اپنے خاص بندوں میں اُن کا مقام کرے اور اُن کو بہشت میں اپنے والد بزرگوار کی جگہ پر پہنچا لے۔

کیا کسی نے سچ کہا ہے۔ "در پیش شمشیر اجل پیر و جوان یکسرے نیست" جو چیز پیدا ہے وہ ناپید ہے۔ کل من علیہا فان کی ندا ہر وقت ہو رہی ہے۔ افسوس صد افسوس کہ انبیاء تھے تو ختم ہیں خاتم الانبیاء جیسے نبی اور اولیاء کرام میں خاتم الاولیاء جیسے ولی اور علماء ربانی میں حضرت مجدد ہی نورالدین اعظم جیسے اوحد علماء الدین سے صمصام موت نے اس دار فنا کو چھڑوایا۔ اور ملک لقا کی سمت مُنہ پھرایا۔ سچا یہ کسی کا قول ہے۔

"لائی حیات آئے قضا لیچلی چلے
نہ اپنی خوشی آئے نہ اپنی خوشی چلے"

پھر حیات جاودانی کی کیا حسرت۔ طرفہ ماجرا تو یہ ہے۔ کہ انبیاء اور اولیاء اور علماء ربانی کے سوائے بوڑھے آدمی کے مرنے کا اس قدر الم نہیں ہوتا ہے۔ جس قدر ایک نوجوان کی مفارقت کا غم ہوتا ہے کسی نے سچ کہا ہے۔

گر پیر نود سالہ بمیرد عجبے نیست
ایں ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

پیارے عبدالحی مرحوم کی وفات کا یہ جانکاہ واقعہ نہایت درد انگیز ہے۔ مجھے تو عزیز عبدالحی مرحوم کی علالت میں قادیان میں رہنا ہی نہ ملا اور قادیان پارٹی نے جو کچھ میرے ساتھ سلوک کیا اُس کا ذکر آگے آئیگا۔ اس لئے وفات کے وقت تو میں وہاں موجود ہی نہ تھا سُنا ہے کہ اُس عزیز کی ایسی موت کی خبر کسیکو بھی بذریعہ تار نہ دی گئی۔ کیا اُن کے مقدس باپ کا پروردۂ احسان اور روحانی تعلق والا کوئی بھی نہ تھا۔ جو ایسی جلدی کی گئی کہ شام کے وقت کے قریب وفات ہوئی اور رات ہی کو جنازہ اٹھا اور رات کے دس گیارہ بجے جا کر دفن کیا گیا۔ کیا گناہ تھا اگر مفتی فضل الرحمٰن صاحب کے مشورہ پر بعض احباب کو بذریعہ تار اطلاع دیجاتی اور صبح تک لوگ آپہنچتے۔ اور جنازہ میں شریک بھی ہو جاتے اور چہرہ بھی دیکھ لیتے۔ سردی کا موسم تھا۔ ایسی جلدی کیا تھی۔ جناب میاں صاحب نے یہ تو فتوے دیدیا کہ رات پھر جنازہ رکھنا جائز نہیں مگر یہ فتوی حضرت سیدنا المہدی نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات پر کیوں یاد نہ آیا۔

افسوس عزیز مرحوم نے ۱۷ روز بیمار رہ کر وفات پائی اور اپنے والد مقدس کے مزار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ وفات کی خبر عام نہیں ہوئی۔ ورنہ جنازہ کے لوگ دور دور سے آتے۔ میں نے سُنا ہے کہ گو میاں صاحب نے دفن کرنے میں بہت ہی عجلت سے کام لیا۔ اور جنازہ بھی بے وقت اُٹھا مگر بچے جوان بوڑھے۔ امیر غریب۔ عالم جاہل سب جنازہ کے ہمراہ تھے۔ قادیان کے ہندو [illegible] جنازہ کے ساتھ ساتھ تھے۔ اور سب نوحہ کرتے تھے۔ اگرچہ عزیز مرحوم کی عمر ۱۷ یا ۱۸ سال کی تھی مگر باعتبار اپنے اخلاق اور عادات اور متانت کے مثل اپنے بزرگ اور مقدس باپ کے تھے۔ اس چھوٹی سی عمر میں بلحاظ علم و فضل کے دیکھنے سے بسطۃ فی العلم والجسم کا نقشہ خوب سمجھ میں آتا تھا۔ جو ترقی عزیز مرحوم نے اس نوجوانی کے عالم میں اپنے علم اپنے اخلاق میں کی تھی اُس سے ہر ایک دیکھنے والا بے اختیار کہہ اٹھتا تھا۔ کہ حضرت سیدنا المہدی نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرزند اکبر خلف الرشید ضرور ہی علم و فضل میں اُن کا نام روشن کرنیوالا اور برکات نورالدین کا جاری کرنے والا ہوگا۔ ۱۷ یا ۱۸ سال کی عمر کیا ہوتی ہے۔ مرحوم نے حضرت مہدی نورالدین اعظم کی زندگی میں ہی قرآن کریم سورہ نسا تک حفظ کر لیا تھا اور مرحوم اپنے بزرگ اور مقدس باپ کے ارشاد پر اُن کے آخری ایام بیماری میں ان کے پاس بیٹھکر قرآن کریم حفظ سنایا کرتے تھے۔ بخاری اور مشکوٰۃ دیکھ چکے تھے۔ صرف و نحو منطق ادب اور طب کی متعدد کتابیں مرحوم پڑھ چکے تھے۔ یہ سب کچھ تھا مگر اس کے ساتھ سرکاری درسی تعلیم بھی حاصل کر رہے تھے۔ اور انٹرنس کی دسویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ پچھلی دفعہ جب لاہور تشریف لائے۔ تو مجھے ہمراہ لیکر انگریزی کی متعدد کتابیں دینیات کے متعلق خریدیں۔ ان کے ہم جماعت اُنکے بے تکلف دوست جو احترام اور ادب انکا کرتے تھے۔ وہ اس بات کا کافی ثبوت تھے۔ کہ عزیز مرحوم عبدالحی صاحب کے اخلاق عادات و اطوار اور متانت کا پایہ کیسا اعلیٰ تھا

میرا چونکہ مہدی نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ سے خاص روحانی تعلق تھا اور اس وقت سے یہ تعلق چلا آتا تھا۔ جبکہ ابھی حضرت والا ریاست جموں میں اعلےٰ شاہی طبیب تھے۔ اس لئے مجھے حضرت موصوف کے اس درد کا جو آپ کو اپنی تمام نرینہ اولاد کے صغر سنی میں فوت ہونے کا ہوتا تھا۔ اور عزیز عبدالحی مرحوم کے بچپن اور اُن کی والدہ بزرگوارہ کی اس اپنے بچہ عبدالحی سے خاص محبت ہونے کا حال خوب معلوم ہے حضرت مائی صاحبہ یعنی والدہ مکرمہ معظمہ محترمہ والدہ امۃ الحی صاحبہ کے اس قلق اور رنج اور غم کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے جو اُنکو اس جانکاہ اور ہوش ربا واقعہ سے ہوا۔ کیونکہ ناقابل برداشت صدمہ ہے جو انکو پہنچا ہے اور معلوم نہیں شدت غم سے اُن کی آنکھوں سے کب تک آنسو تھمیں گے۔ مگر ہم کو بھی اس واقعہ ہوش ربا سے کچھ کم غم نہیں ہے

مجھے جب وہ دن یاد آتے ہیں کہ جب عزیز عبدالحی مرحوم کشمیر کی سیر کے لئے تشریف لیگئے تھے۔ تو اُن کی مفارقت میں ایک دن کاٹنا ماں کے لئے مشکل ہوگیا تھا۔ میرے پاس ان دنوں کا حضرت مہدی نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا کارڈ موجود ہے۔ جس میں والدہ عبدالحی کی اُن دنوں کی بیقراری اور مبتلائی کا ذکر ہے کہ جتنے روز عزیز عبدالحی باہر رہے اتنے ہی روز ان کی والدہ پریشان اور افسردہ خاطر رہیں اور اپنے بچے کی مفارقت میں ایک ایک دن کاٹنا ماں کے لئے مشکل ہوگیا۔ ہر ماں کی محبت کا نقشہ جب یاد آتا ہے۔ کہ عبدالحی کے دیکھے بغیر تو اُن کو چین نہیں آتا تھا تو دل میں سخت قلق اور درد پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی اُنکے دل کا سہارا ہو۔ آمین!

گو عزیز عبدالحی مرحوم جناب میاں صاحب کی بیعت میں داخل تھے۔ مگر وہ ایسے متعصب نہ تھے۔ کہ غیر مبایعین میاں صاحب سے وہ سلام علیکم نہ لیتے یا مصافحہ نہ کرتے یا اُنکے ساتھ ملکر بیٹھنا یا کھانا پینا حرام سمجھتے۔ ایک دفعہ عزیز مرحوم جب بمبئی ہی اپنے خسر مولوی سرور شاہ صاحب کے ہمراہ بمبئی سے واپس ہوئے اور لاہور ٹھہرے تو اُنہوں نے میرے ساتھ ملکر کھانا کھایا۔ مگر مولوی سرور شاہ صاحب نے میرے گھر کا کھانا حرام سمجھا۔ اور بعد اس کے دوران گفتگو میں جو مسئلہ نبوت مسیح موعود پر تھی جب میں نے مولوی سرور شاہ صاحب کے سامنے حضرت صاحب کی کتاب کا حوالہ پڑھ کر سُنایا۔ تو مولوی مذکور نے جو میرے سامنے بیٹھے تھے آدمیوں کو پھاند کر میرا سامنے سے گلا آ پکڑا۔ اور زور سے گلا گھونٹنا چاہا مگر زور انکا نہ چلا میں نے اُنکے ہاتھ کو دور کر دیا۔ اس حرکت پر حاضرین کو تعجب ہوا۔ عزیز عبدالحی مرحوم نے بھی اسپر رنج کا اظہار کیا تھا۔ میرے والد صاحب اور چچا صاحب بھی بیٹھے تھے۔ ان کو بھی افسوس ہوا۔ مگر چونکہ وہ مہمان کے طور پر آئے ہوئے تھے اس لئے مولوی صاحب مذکور کو کوئی کچھ نہ کہہ سکا تو بھی انکسار کے ساتھ عزیز مرحوم کا خاص روحانی تعلق تھا۔ اور اُن کو بچپن سے میرے ساتھ تعلق محبت تھا۔ اور اس اختلاف عقیدہ کے قائم ہونیکے بعد بھی اُن کی محبت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا اور اپنے بزرگ مقدس باپ کی طرح خدمت کا

رنگ اُن پر بہت غالب تھا۔ اور سعادت کا ستارہ پیشانی سے چمکتا تھا۔ وہی حلم وہی بُردباری وہی پردہ پوشی اور خیر خواہی مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

افسوس مرحوم کو بے وقت اجل نے لبیک کہا۔ ورنہ اپنے مقدس والد حضرت مہدی نورالدین اعظم کے اُن علوم کی وہ اشاعت کرتے جو ابھی قلمی مسودات کی شکل میں حضرت کی قلم سے لکھے ہوئے موجود ہیں۔ مگر اب کون ہے۔ جو اُن کو شایع کرے۔ خدا تعالےٰ بڑی بڑی عمر کرے پیارے عبدالسلام اور پیارے عبدالوہاب اور پیارے عبدالمنان کی جو عزیز عبدالحی مرحوم کے چھوٹے بھائی ہیں مگر ابھی وہ بہت چھوٹے ہیں۔ اور اُس وقت تک معلوم نہیں کون زندہ رہے یا کیا ہو۔ بہرحال عزیز مرحوم کے فوت ہونے کا سخت ہی افسوس ہے۔ اور حضرت والدہ مکرمہ معظمہ والدہ عبدالسلام وغیرہ کو تو بھائی جان عبدالحی صاحب کے فوت ہونیکا بہت ہی غم ہے۔ . . . .

. . . .

. . . . . اور ہر ایک جو حضرت والا سیدنا المہدی نورالدین اعظم سے روحانی تعلق رکھتا ہے۔ وہ اس واقعہ سے رنج اٹھاتا ہے۔

غفراللہ بفضلہ ومنہ وکرمہ آمین
فانہ کان نعمۃ وانا احبہ للہ وفی اللہ وباللہ ٭

علاج میں بے توجہی

عزیز مرحوم کا بقر عید کے چند روز بعد مزاج ناساز ہوا۔ ۲۲ر اکتوبر کو بخار تیز ہوگیا۔ پھر چھاتی کی نکل آئی۔ ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب معالج تھے ۱۰۵ سے ۱۰۶ درجے کا بخار تھا سخت اضطراب پیاس کی شدت اور بے چینی اور گھبراہٹ ایسی کہ الامان الحفیظ۔ بخار تو ہر وقت چڑھا رہتا تھا۔ مگر ایک دن ذرا کم ہو جاتا تھا۔ لیکن دوسرے دن بہت تیز اور بہت بڑھ جاتا تھا۔ اور سخت ہی بیقراری اور کرب کا موجب ہو جاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے ہر چند علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوا طبیعت کا یہ حال تھا کہ ابھی کچھ ہے ابھی کچھ ہے۔ مریض کی ایسی حالت میں تو خود طبیب اگر ہر وقت پاس بھی رہے تو کچھ نہیں کر سکتا بعض وقت خود ڈاکٹر لوگ جب اپنے ہی عزیز کا علاج کرتے ہیں اور علاج موافق نہیں آتا۔ تو وہ کسی دوسرے ڈاکٹر سے مشورہ لیا کرتے ہیں خود حضرت مہدی نورالدین اعظم بہت بڑے حاذق طبیب اور بے نظیر حکیم تھے۔ مگر وہ بھی اپنی مرض کے لئے بعض طبیبوں اور ڈاکٹروں سے مشورہ لے لیا کرتے تھے۔ مگر یہاں ایسی بے توجہی رہی کہ کسی دوسرے ڈاکٹر کے بلانے کا نام تک

نہ موت کا تو کوئی بھی علاج نہیں۔ مگر بعض جانیں بے توجہی سے بھی ضایع ہو جاتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک ڈاکٹر بہت ہی بڑا ڈاکٹر ہو۔ مگر اُس کا علاج موافق نہ آسکے۔ اس لئے عزیز جانوں کو بچانے کے لئے دوسرے لائق ڈاکٹروں کو علاج کے لئے اس کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک خط نائی صاحبہ والدہ امۃ الحی صاحبہ کے حضور لکھا کہ اگر حکم ہو تو میں حاضر ہو جاؤں۔ مگر اختیار کسی اور کے ہاتھ میں تھا۔ تعصب کا خدا ناس کرے اس نے ایک احمدی ڈاکٹر کے بجائے ایک ہندو ڈاکٹر کو بلانا جائز سمجھا۔ خیر اگر ہندو ڈاکٹر یا کوئی اور ڈاکٹر ہی پہلے آجاتا۔ اور تشخیص مرض ہو جاتا۔ تو علاج میں بے توجہی کا گلہ بھی کسیکو پیدا نہ ہوتا۔

عزیز مرحوم کی نسبت جھوٹی تہمت

میں نے میاں عزیز الرحمن صاحب کی زبانی سُنا کہ آپ اُس وقت قادیان میں نہ تھے۔ جب یہ سانحہ ہوش ربا وقوع میں آیا۔ آپ کو سٹیشن بٹالہ پر اطلاع ملی اور وہ بھی ایسے بے رحم اور بیدرد دو احمدیوں سے جنہوں نے اُن کو ہنسکر کہا کہ میاں عبدالحی دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئے۔ اُن کو انکا ہنسنا بہت ناگوار ہوا۔ تو انہوں نے کہا۔ کیا ہے عبدالحی لاہور والوں سے در پردہ بچاس روپے ماہوار تنخواہ پاتے تھے ان ظالموں پر خدا کی پھٹکار ہو۔ جنہوں نے اس مظلوم عزیز پر اتنا بہتان باندھا۔ عزیز تو کسیکے ایک پیسہ کا شکر گذار نہ تھا۔ اور نہ کوئی اُن کو میاں صاحب کی طرح نذریں نیازیں دیا کرتا تھا۔ اُف یہ واقعہ افترا یہ تہمت۔

عزیز مرحوم کی علالت میں قادیان پارٹی کا نجھد سلوک گفتگو اور مناظرہ

مجھے کچھ ضرورت نہیں تھی کہ میں اس سلوک کا جو قادیان پارٹی نے میرے ساتھ کیا۔ یا اُس گفتگو اور بحث کا حال جو میر اسحق صاحب اور دیگر اصحاب سے میری ہوئی یہاں ذکر کرتا۔ مگر جب میاں قاسم علی سابق ایڈیٹر الحق دہلی نے جو متعصبانہ جوش کی وجہ سے صدق اور دیانت سے کچھ غرض نہیں رکھتا اپنے نئے اخبار فاروق مورخہ

۳۰ نومبر ۱۹۱۵ء میں "غیر مبائعین کے نئے نئے عقائد کا انکشاف" کے عنوان سے میرے متعلق ایک خلاف واقعہ بیان اخبار میں شایع کیا۔ اور بیجا نیش زنیوں اور افترائوں سے کام لیا۔ تو مجھ پر بھی واجب ہو گیا۔ کہ میں قادیان کی موجودہ حالت کا نقشہ اور اپنی سرگذشت کے متعلق صحیح حالات سے احباب کو اطلاع دوں۔

سو واضح ہو کہ جب میں نے عزیز مکرم مولوی عبدالحی صاحب کی بیماری کی خبر سنی۔ اور یہ بھی سُنا۔ کہ وہ بہت سخت بیمار ہیں تو میں اُن کے دیکھنے کے لئے بے چین ہو گیا۔ اور اُسی وقت قصد کیا کہ آج ہی قادیان میں جانا چاہئے۔ جب میں جانے لگا۔ تو میرے گھر کے لوگ میرے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے کہ ایک تو عزیز مکرم مولوی عبدالحی صاحب کی عیادت کر آئیں اور دوسرے اپنے بھائی حقیقی محمد سردار خان صاحب لدھیانوی احمدی ویٹرنری اسسٹنٹ کو مل لیں جو قادیان میں دو تین ماہ سے بیمار ہو کر آئے ہوئے تھے۔ میں اپنی بیوی اور دو ننھے بچوں کو ساتھ لیکر قادیان ۲۸ اکتوبر کو ۱۲ بجے دن کے قریب پہنچا۔ اور حسب معمول قدیم حضرت مہدی نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ کے خاندان کو اپنا قدیمی محسن اور مربی اور ملجا اور ماوےٰ سمجھکر (کیونکہ حضرت امام اعنی مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر حضرت مہدی نور الدین اعظم کے مبارک عہد تک جب جب میں حضرت مسیح موعودؑ کے آستانۂ مبارک پر سعادت اندوز ہونے کے لئے آیا کرتا تھا۔ وہیں ٹھہرا کرتا تھا۔) اب بھی وہیں جا قیام کیا۔ اور حسب معمول سابق اُنہی کا مہمان رہا۔ اور چونکہ میں حضرت سیدنا المہدی نور الدین اعظم کا پروردۂ احسان تھا۔ اور مجھے حضور سے ایک خاص روحانی تعلق تھا جو کبھی منقطع نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے میں محض عزیز مکرم مولوی عبدالحی صاحب کی بیماری میں خدمت کرنے کے لئے اُنہی کے پاس اُنہی کے کمرہ میں ٹھہر گیا۔ اور جس طرح سعید اور شریف بیٹے اُن لوگوں کی جو اُن کے ماں باپ کی عزت اور تکریم اور تعظیم اور ادب کرنے والے ہوتے ہیں جب وہ بطور مہمان کے اُن کے پاس آجاویں تو وہ اُن سے نفرت کا اظہار نہیں کرتے بلکہ محبت اور عزت سے پیش آتے۔ اُسی طرح عزیز مکرم مولوی عبدالحی صاحب نے میری عزت کی۔ اور اُسی محبت کے ساتھ جو اُن کو بچپن سے میرے ساتھ تھی۔ پیش آئے۔ اور شدت بخار کی حالت میں بھی دم بھر کو بھی مجھے اپنے سے علیحدہ اور جُدا نہ ہونے دیتے تھے۔ چنانچہ اسی دن عصر کے وقت جب مجھے میر محمد اسحٰق صاحب نے پیر منظور محمد صاحب کے مکان پر بلایا۔ تو اُس مکان میں میاں اکمل۔ میاں قاسم علی اور پانچ چھ اور شخص اور پیر منظور محمد صاحب تھے۔ ابھی مجھے وہاں آئے چند منٹ بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ اُن سب کے سامنے عزیز مکرم مولوی عبدالحی صاحب کا آدمی مجھکو بُلانے آیا۔ میں اُسی وقت حاضر ہوا تو فرمایا آپ کہاں گئے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ میر اسحٰق صاحب نے مجھے پیر منظور محمد صاحب کے مکان پر بلایا تھا۔ آپ نے فرمایا آپ کسی کے بُلانے سے نہیں نہ جاویں۔ آپ میرے پاس ٹھہرے رہیں۔ کہ مجھکو آپ کے پاس ہونے سے ایک طرح کی تسکین ہوتی ہے۔ عزیز مرحوم پانی بھی مجھ سے پوچھکر پیتے تھے۔ اور اسقدر محبت کہ خود کہکر صبح و شام کا کھانا اپنے گھر سے میرے لئے منگواتے تھے۔ میں تو رات بھی اور دن بھی وہاں رہا۔ لیکن میرے گھر کے لوگ حضرت والدہ مکرمہ معظمہ محترمہ الدہ امۃ الحی صاحبہ کو ملکر اور کچھ دیر وہاں ٹھہر کر اپنی والدہ کے ہمراہ اپنی بہن کے گھر یعنی ماموں خان کے گھر میں جو قادیان میں ڈرل ماسٹر اور میرا ہم زلف ہے کہ وہاں ان کا بھائی بیمار تھا۔ اُس کے ملنے کے لئے چلے گئے اور میں نے عزیز مکرم مولوی عبدالحی صاحب کے پاس ہی اُنکے کمرہ میں دو دن اور دو راتیں گذاریں۔ ان دو دنوں اور دو راتوں میں جو میں نے بخار کی شدت اور بے قراری اور بے آرامی عزیز مکرم مولوی عبدالحی صاحب کی دیکھی وہ دیکھی نہیں جاتی تھی ساری ساری رات آنکھوں میں گذر رہی ہے۔ تیسرے روز صبح کے وقت جب میں اپنے بال بچوں کی خبر لینے کے لئے ماموں خان کے گھر کیطرف جا رہا تھا تو عبداللہ جو پیرو فلیبر کر کے مشہور ہے اور جو پہلے مداریوں کا کام کیا کرتا تھا۔ اور بازاروں میں گھنٹی بجا بجا کر اپنے مداریوں کے شعبدے دکھایا کرتا تھا۔ اور اب وہ قادیان میں ایک ٹوٹی پھوٹی دوکان رکھتا ہے۔) نے مجھے راستے جاتے ہوئے آواز دی کہ ٹھہر جاؤ۔ میں ٹھہر گیا تو کہا کہ تم یہاں قادیان میں کیوں آئے ہو۔ میں نے کہا۔ عزیز مکرم مولوی عبدالحی صاحب کی عیادت کے لئے آیا ہوں۔ کہا کس کے بلانے سے آئے ہو۔ میں نے کہا۔ میں کسی کے بُلانے سے نہیں آیا۔ (یہ ان لوگوں کی بدظنی مائی صاحبہ پر تھی کہ مائی صاحبہ عبدالحی نے حکیم سرہم علی کو تار دیکر بُلوایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے قادیان میں یہی مشہور کیا ہوا تھا اسلئے میاں قاسم علی نے پیر منظور محمد صاحب کے مکان پر سب سے پہلے مجھ پر یہی سوال کیا کہ ہم نے سُنا ہے کہ تم کو بلوایا گیا ہے۔ میں نے کہا یہ جھوٹ ہے۔ میں خود ہی آیا ہوں کسی کے بلانے سے نہیں آیا ہوں۔ پھر اُس نے مجھ سے پوچھا۔ تم کس کے گھر میں ٹھہرے ہوئے ہو۔ میں نے کہا مولوی عبدالحی صاحب کے گھر میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ تو اُس نے جوش میں آکر مجھے کہا۔ کہ تم کیوں وہاں ٹھہرے ہوئے ہو۔ میں نے کہا میں اُن کا پروردۂ احسان ہوں۔ مجھے عرصہ ۲۰ سال سے حضرت مہدی نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ سے خاص روحانی تعلق رہا ہے۔ میں مولوی عبدالحی کی محض خدمت کے لئے وہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ اُس نے جھنجلا کر کہا۔ کہ ہمکو حکم ہوا ہے کہ تجھ شیطان کو وہاں جانے سے روک دیں۔ اور بڑے جوش و خروش میں آکر کہا کہ خبردار تم اس وقت کے بعد مولوی عبدالحی صاحب کے مکان پر مت جانا۔ اگر جاؤ گے تو خون خرابہ ہو گا۔ میں نے اُسے کہا۔ جاؤ میاں اپنا کام کرو۔ میں ان باتوں کی پرواہ نہیں کیا کرتا جو تمہارا جی چاہے کرو۔ جب تک عزیز مولوی عبدالحی صاحب خود اپنے مکان پر آنے سے مجھے منع نہ کرینگے۔ یا مائی صاحبہ مجھے نہ کہلا بھیجیں گی تب تک میں تمہاری ایک بات بھی نہیں سُنتا۔ اتنے میں ایک اور چوبدار میاں صاحب کا آگیا اور وہ پٹھان تھا یعنی محمد نام۔ ایک تو وہ پٹھان دوسرے اس کے سر پہ میاں صاحب کے مرید ہونے کا بھوت سوار۔ یہ لوگ تو آگے ہی مجھکو قادیان میں دیکھکر طیش میں تھے۔ اُس نے مجھے کہا او شیطان۔ او خبیث۔ او کافر۔ جب ہم تجھے منع کرتے ہیں کہ تو عبدالحی کے مکان پر مت جا۔ تو تو کیوں کہتا ہے کہ مجھے جب تک عبدالحی نہ کہے۔ تب تک نہیں رکونگا۔ اگر تجھے اپنی جان درکار ہے۔ تو اسی وقت یہاں سے نکل جا اور اس زمین محترم کو اپنے منحوس قدم سے ناپاک نہ کر۔ میں نے کہا۔ قادیان کسی کی زر خرید نہیں قادیان سے مجھے کوئی شخص نکال نہیں سکتا۔ اس جنگلی پٹھان نے اور بھی غلیظ گالیاں سنائیں اور وہ دیکھ رہا تھا کہ میں اُس کی گالی کا گالی میں جواب دوں تو وہ خون خرابہ کرے۔ میں نے کہا جاؤ میاں اپنا کام کرو۔ تم کون ہو۔ مجھے عبدالحی کے مکان پر جانے سے روکنے والے۔ اسپر وہ وحشی مفسد پٹھان مجھ پر حملہ آور ہوا۔ ابھی اُس نے ایک ہاتھ گردن پر ہی مارا تھا کہ اُس پٹھان کی اس قسم کی

وحشیانہ حرکت دیکھ کر دو آدمی سامنے سے دوڑے آئے اور اُس وقت اتفاق سے ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب اور دو اور آدمی بھی اُس طرف سے آنکلے۔ اگر یہ لوگ نہ آجاتے تو اُس وحشی پٹھان نے کچھ نہ کچھ خون خرابہ کر ہی دینا تھا۔ آخر ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب نے کہا کہ حکیم صاحب (مرہم عیسٰے) تو ہمیشہ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے گھر میں ٹھہرا کرتے تھے۔ آج کون سی نئی بات ہوگئی ہے کہ تم ان کو وہاں جانے سے روکتے ہو۔ خود اگر عبدالحی یا والدہ عبدالحی ان کو وہاں آنے سے روکدیں گی۔ تو وہ رُک جاوینگے۔ اور پھر کبھی اُس مکان پر نہ جاوینگے۔ اُس وحشی پٹھان نے کہا ہمکو حکم ہے۔ کہ اسکو وہاں جانے سے روک دیں۔ غرض چند آدمی وہاں جمع ہوگئے اور وہ پٹھان بڑے جوش سے کافر خبیث شیطان مردود کہہ کہہ کر اپنا بخار نکالتا جاتا تھا۔ اور میں نے محض خدا تعالےٰ کے فضل اور رحم سے میاں صاحب کے اس خونی چوبدار پٹھان سے رہائی پائی اور ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب اور اُنکے ہمراہیوں کی سخت مدافعت کے بعد یہ بلا دفع ہوئی ✤

اب انصاف اور غور کا مقام ہے کہ مجھ جیسے مسافر کی تو قادیاں پارٹی کو ایسی حالت میں ہمدردی کرنی چاہئے تھی نہ یہ کہ ایکطرف تو میاں صاحب کے چوبداروں نے (اور مجھے علم ہے کہ میاں صاحب کے کہنے پر اُنہوں نے ایسی جرأت کی۔ ورنہ کیا مجال تھی کہ مجھے اس طرح سے سخت وسست کہتے اور عزیز عبدالحی کے مکان پر جانے سے روکتے) مجھے مولوی عبدالحی صاحب کے مکان پر جانے اور اُن کی عیادت کرنے سے روکا۔ اور دوسری طرف میاں صاحب کے مریدوں نے ماموں خان ڈرل ماسٹر قادیان کو جو میرا ہم زلف ہونے کی وجہ سے میرا رشتہ دار تھا اُسکو یہ کہکر ورغلایا کہ تم حکیم صاحب کے بال بچوں اور بیوی کو اپنے گھر سے نکال دو۔ چنانچہ ماموں خان مذکور نے تشحیذ کے دفتر میں جہاں ایک بڑا مجمع تھا اور میر محمد اسحاق صاحب مجھ سے ایک مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے آکر بلند آواز سے کہا کہ دوستو پہلے میری بات سُن لو اور میر اسحٰق صاحب کو مخاطب کرکے اُس نے یوں کہا۔ کہ یہ شخص حکیم (مرہم عیسٰے) چونکہ میرے پیر کا دشمن ہے۔ اور گو یہ میرے گھر میں ایک دن بھی خود آکر نہیں رہا اور آج رات یہ ننگل ہی جاکر سویا ہے۔ مگر اس کی بیوی اور بچے میرے گھر میں دو دن سے مقیم ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ میرے پیر کا دشمن ہو۔ اور اس کی بیوی اور بچے میرے گھر میں رہیں۔ اس لئے میں حکیم (مرہم عیسٰے) کو تم سب کے سامنے کہتا ہوں کہ وہ اسی وقت اپنی بیوی بچوں کو میرے مکان سے نکال کر لے جائے۔ ورنہ پھر میں بے عزت کرکے ان کو نکال دوں گا۔ اسپر میر اسحٰق نے ماموں خان موصوف کو مخاطب کرکے کہا کہ جزاک اللہ خیرا۔ مجھ کو میر اسحٰق کے منہ سے یہ فقرہ سُنکر سخت رنج اور افسوس ہوا۔

(خدا بُرا کرے اس بغض اور عداوت کا۔ کہ کہاں تک نوبت پہنچگئی۔ کہ ایک شخص رشتہ دار ہوکر صریح شرافت کے خلاف ایک بات کہتا ہے۔ اور بھرے مجمع میں کہتا ہے اور اس پر میر اسحٰق صاحب اس کو آفرین اور جزاک اللہ خیرا کہتے ہیں)۔ میں نے تو بحث وہیں چھوڑ دی اور اپنی بیوی اور بچوں کو لیکر قادیاں سے باہر ننگل باغباناں میں جو قادیاں سے نزدیک ایک گاؤں ہے اپنے دوسرے ہم زلف کے گھر میں جا رکھا۔ جب میری ساس نے ماموں خان سے پوچھا کہ یہ کیا شرافت ہے جو تمنے کی ہے۔ کیا اپنے رشتہ داروں سے ایسا ہی سلوک روا ہے۔ تو اُس نے جواب میں کہا ساری قوم نے (یعنے قادیاں میں رہنے والے احمدیوں نے) مجھے تنگ کیا تھا۔ کہ حکیم اور اُس کے عیال کو گھر سے نکالدے تو میں نے ساری قوم کی ناراضگی نہ چاہی۔ اور اسی لئے اُس کے عیال کو میں نے گھر سے نکال دیا۔ تمام قادیان میں ایک شورش مچ گئی۔ بعض منصف مزاج لوگوں کو رنج تھا۔ کہ حضرت مہدی نور الدین اعظم کے ایک پروردۂ احسان پُرانے خادم کو۔ جو حضرت نور الدین اعظم سے سچی عقیدت رکھتا ہے۔ یہ سلوک کہ اب وہ عزیز عبدالحی کے مکان پر جانے اور اسکی عیادت کرنے اور شکل دیکھنے سے محروم ہے۔

برادران غور فرمادیں کہ کیا یہ دین ہے۔ کیا یہ انسانیت ہے۔ یہ کیسی بے شرمی کی بات ہے کہ ایک شخص اپنے قدیمی محسن اور مربی اور اپنے آقا کے پیارے اور سعید لڑکے کی عیادت کے لئے قادیان میں مصائب سفر اُٹھا کر بیوی بچوں کے ساتھ جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس قسم کا سلوک صرف اس لئے روا رکھا جاتا ہے کہ اس نے میاں صاحب کو آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ نہیں مانا۔ اور آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کے ماتحت حضرت مرزا صاحب کو بھی کامل اور حقیقی نبی نہیں مانا۔ بلکہ جزوی یا ظلی یا مجازی اور بروزی نبی مانا۔ جو اولیائے اعظم امت محمدیہ کی اپنی اصطلاح بعد نبی صلعم کے لئے نبی کہلانے کی ہے بغیر شریعت کی اور آیت لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا اور آیت لا تکفروا اھل قبلتکم کے ماتحت اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی اور سب اہل قبلہ مسلمانوں کو مسلمان جانا۔ جیسے کہ میاں صاحب کو بھی مسلمان جانا۔

مجھے عزیز مکرم مولوی عبدالحی صاحب کی مکان پر ٹھہرنے یا انکی عیادت کرنے سے کیوں روکا گیا

آخر میں نے جاکر حضرت والدہ مکرمہ معظمہ محترمہ والدہ عبدالحی کی خدمت میں یہ ماجرا سنایا۔ اُن کو بہت تاسف اور سخت رنج ہوا۔ اُنہوں نے کہا تمہیں ہمارے پاس آنیسے کوئی روک نہیں سکتا۔ وجہ ایک اور آدمی سے پیچھے یہ معلوم ہوئی کہ چونکہ جناب میاں صاحب اور دوسرے سابقین جو میاں صاحب کے رنگ سے پورے رنگین تھے وہ عزیز مکرم مولوی عبدالحی صاحب کی عیادت کے لئے اس لئے نہیں آسکتے تھے۔ کہ میں وہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ چنانچہ اسی لئے باوجود حضرت مائی صاحبہ کے بلانے کے بھی جب میاں صاحب عزیز عبدالحی کو دیکھنے کے لئے اس لئے نہ آئے۔ کہ وہاں مرہم عیسٰے ہے اور اُس کو دیکھکر میاں صاحب اور میاں صاحب کے ہمرنگ مولویوں کو آنے سے تکلیف ہوتی ہے اسلئے عزیز عبدالحی کی عیادت میاں صاحب اور دوسرے لوگوں نے چھوڑ دی ہے اور میاں صاحب کی خاص مریدنی سے یہ بھی سُنا۔ کہ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ میں تو عبدالحی کی شکل دیکھنا بھی نہیں چاہتا کہ اُس نے حکیم (مرہم عیسٰے) کو اپنے پاس ٹھہرنے کا موقعہ دیا اور وہ ہر وقت مرہم عیسٰے مرہم عیسٰے ہی کہکر اُسکو بلاتا رہتا ہے اور میاں صاحب کی وجہ تکلیف یہ بیان کی۔ کہ یہ شخص مسیح موعود کو نبی نہیں مانتا۔ (مگر جناب میاں صاحب کو انصار اللہ پارٹی میں مجھکو داخل کرتے وقت یہ تکلیف محسوس نہ ہوئی) اور "ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کافر اور کاذب جانتا ہے" مگر افسوس میاں صاحب پر کہ یہ لفظ میرے نہ تھے۔ خود مسیح موعود کے تھے۔ اور مسیح موعود کی کسی وحی یا الہام نے ان الفاظ کو منسوخ نہ کیا تھا۔ اور نہ حضرت اقدس نے کہیں لکھا تھا۔ کہ جو شخص مجھے نبی

نہیں مانتا۔ وہ کافر اور کاذب ہے" میاں صاحب کی تکلیف کی تو وہی مثل ہے۔ کہ جس طرح ایک متعصب عیسائی کہدے کہ مجھے مسلمانوں کے دیکھنے سے اس لئے تکلیف ہوتی ہے۔ کہ یہ عیسٰے مسیح کو بشر مانتے ہیں خدا نہیں مانتے۔ اب متعصب عیسائیوں کی اس تکلیف کو جس طرح کوئی دور نہیں کرسکتا اسی طرح میاں صاحب کی اس تکلیف کو ہم احمدی مسیح موعود کو نبی کامل یا حقیقی نہ ماننے والے دور نہیں کر سکتے۔ جس قدر خدا کے فضل اور رحم سے ہماری کثرت ہوگی۔ اُسیقدر میاں صاحب کی مرض بڑھتی جائیگی۔ گو میاں صاحب نے اپنے چلا دچہ بدایوں کو حکمدیا تھا اور بہت چاہتا تھا کہ میں عزیز عبدالحی کے سامنے نہ جاسکوں۔ مگر میں کہاں رک سکتا تھا۔ میں جو عزیز عبدالحی کی خدمت سے دم بھر کو جدا نہ ہوتا تھا۔ مجھے کہاں عبدالحی کے دیکھے بغیر چین پڑ سکتا تھا میں اپنی اہلیہ اور ساس کو بھیجکر اُن کی دم بدم خبر منگوا لیتا تھا۔ مگر دوسرے دن مجھ سے نہ رہا گیا۔ اُن کی جدائی نے بیقرار و بیتاب کردیا۔ میں نے تہیہ کیا کہ خواہ آج کچھ ہوجائے میں عزیز عبدالحی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ آؤں۔ اور پھر یہاں سے بال بچے لیکر واپس لاہور چلا جاؤں گا۔ سو اتوار کی صبح کو نماز صبح کے وقت ہی میں اپنے دوسرے ہمزلف میراں بخش کو ہمراہ لیکر عزیز عبدالحی کے گھر چلا گیا۔ اور جس کمرے میں وہ بیمار پڑے تھے۔ اُن کی چارپائی پہ جا بیٹھا۔ اُن کی والدہ مکرمہ معظمہ محترمہ بھی پاس بیٹھی تھیں۔ اور دو تین آدمی اُسوقت اندر خدمت پر تھے۔ دل بے اختیار چاہتا تھا۔ کہ عبدالحی سے لپٹ جاؤں۔ لیکن ابھی میں وہاں بیٹھا ہی تھا۔ کہ ایک شخص نے مجھے داہنی طرف بلا کر کان میں کہا۔ کہ یہاں سے اسی وقت چلے جاؤ ایسا نہ ہو کہ میاں صاحب سُن لیں۔ اور ہماری شامت آجائے۔ اس کے گواہ میراں بخش صاحب ہیں جو میرے ہمراہ تھے۔ ہم اُٹھکر چلے آئے آخر جس روز میں واپس لاہور آنے لگا۔ تو اس روز میرے والد صاحب بھی عزیز عبدالحی صاحب کی عیادت کے لئے آگئے تھے۔ میں اُن کے ساتھ ملکر عزیز عبدالحی صاحب کے پاس چلا گیا اُس وقت اُنہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور دیر تک اپنے ہاتھ میں میرا ہاتھ رکھا۔ اُسوقت بسبب ضعف وہ بات نہ کر سکتے تھے۔ حضرت اماں جان تالو پر مکھن اور برف رکھ رہی تھیں وہ ان کی جگہ ہمکو اُن کے بخار وغیرہ کا حال سنا رہی تھیں آخر میں نے رخصت مانگی اور یہ دعا کی کہ خدا آپ کو جلد شفا دے۔

قادیان کی موجودہ حالت اور غیر مبائعین سے قادیان پارٹی کا برتاؤ

قادیان کی موجودہ حالت تو یہ کہتی ہے۔ آں قدح بشکست وآں ساقی نہ ماند۔ جب وہ نورانی چہرے اور خدا کے پیارے بندے ہی قادیان میں نہ رہے۔ جن کی وجہ سے لوگ دور دور سے کھچے چلے آتے تھے۔ تو آج اگر اُس کی پہلی حالت نظر نہ آوے۔ تو یہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ مکان مکین سے ہی آباد ہوا کرتا ہے۔ کہاں وہ رونقیں اور برکتیں اور کہاں یہ وقت زمین و آسمان کا فرق ہے۔ عمارتیں تو آپ دیکھیں گے۔ مگر وہ نورانی آدمی نہ دیکھیں گے۔ جو ان خوبصورت عمارتوں کے بننے سے پہلے موجود تھے۔

کہاں وہ قادیان کہ جہاں درس حدیث و قرآن روزانہ ہوتا تھا۔ اور کہاں یہ قادیان کہ درس حدیث کیا درس قرآن کا بھی ہم نے نام ونشان نہیں پایا۔ سُنا جاتا ہے کہ عورتوں میں تیسرے روز درس قرآن ہوتا ہے۔ مگر مرد اس سے بھی محروم ہیں۔

شعار اسلام کا یہ حال کہ اگر کسی مولوی سے مثلاً مولوی سرور شاہ صاحب و مولوی غلام محمد صاحب وغیرہ سے میں نے سلام علیکم کہا۔ تو اس کا جواب ندارد۔ اور اگر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ تو ہاتھ بڑھانے سے مصافحہ کے لئے ہاتھ نہیں بڑھاتے۔ یعنی مصافحہ نہیں کیا۔ گویا عملاً ہمکو کافر سمجھتے ہیں۔ گو جناب میاں صاحب کے اوٹ پٹانگ فتوے کہ غیر مبائعین بھی احمدی ہیں۔ مسلمان ہیں۔ ان کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے۔ صرف مُنہ سے کہنے یا اخبار میں لکھنے کے لئے ہیں مگر اس پر عمل میاں صاحب کے بڑے مولویوں میں سے کوئی نہیں کرتا۔

چنانچہ میرے ساتھ ویسا ہی ہوا۔ میں نے مولوی سرور شاہ صاحب کو السلام علیکم کہا انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ انہوں نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ ان لوگوں کا کیا مذہب ہے پیر کا کیا ہے اور مرید کا کیا۔ بہر حال غیر مبائعین سے السلام علیکم کرنے میں سبقت نہیں کرتے۔ مہمان نوازی کا یہ حال ہے۔ کہ اگر غیر مبائع کسی مبائع کے گھر میں مہمان رہ جاوے اگر وہ میاں صاحب کا سچا مرید ہے تو کبھی بھی اُسکو اپنے گھر میں مہمان نہیں رکھ سکتا۔ جیسا کہ میرے ساتھ اور میری بیوی بچے کے ساتھ ایک مبائع میاں صاحب نے سلوک کیا۔ حضرت امیر سیدنا محمد علی صاحب مع اپنے رفقاء کے عزیز عبدالحی مرحوم کی تعزیت کرنے آئے۔ تو تماشائیوں کی طرح حضرت نورالدین اعظم کے دروازے کے باہر کھڑے رہے۔ جب یہ لوگ تعزیت کرنے کے بعد باہر نکلے۔ تو سب خرگوشوں کی طرح کوئی کسی جگہ اور کوئی کسی جگہ چھپ گیا۔ خود میاں قاسم علی حضرت نورالدین اعظم کے مطب خانہ میں گھس گئے۔ یہ اس لئے کہ تا کسی کو السلام علیکم نہ کرنا پڑے ۔ (باقی آئندہ)

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار

پیغام صلح

لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
مہر او باشیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایحاے بود

مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہم برس از نوا رو دنیا بگذریم
بادۂ عرفان ما از جام اوست
دامن پاکش بدست ما مدام
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہر نبوت را بروشد اختتام
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مارا زو یابیم ہر نور و کمال
اقتدائے قول او در جان ماست
از ملائک واز خبرہائے معاد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
معجزات او ہمہ حق اندر است
معجزات انبیاء سابقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
یکقدم دوری ازاں عالیجناب

وصل دلدار ازل بے او محال
ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
منکر آں مستحق لعنت است
منکر آں مورد دعن خدا است
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت
سالانہ ۳ ششماہی ۲ سہ ماہی ۱ ماہوار ۹

اشاعت
ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | ... لاہور پنجشنبہ ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ مطابق ۲ دسمبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۶۱

کوائف حیدرآباد

حضرت خواجہ صاحب کے بقیہ لیکچر

اور چندے اور مستقل شاہی امداد

گذشتہ ۲۵ نومبر کے پیغام صلح میں حیدرآبادی معاصرین مشیر دکن اور صحیفہ سے حضرت خواجہ صاحب کے حیدرآبادی کارناموں کا کچھ حال نقل کیا گیا تھا اب ذیل میں اس کے بعد کے پیش آمدہ واقعات درج کئے جاتے ہیں۔ اور جیسا کہ ہمعصر مشیر دکن کے آخری فقرہ سے معلوم ہوگا۔ حضرت خواجہ صاحب اب حیدرآباد سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اور سنا ہے کہ غالباً سبعتہ عشرہ تک لاہور آنے والے ہیں۔

———کل شام کرشنا تھیٹر میں حسب قرار داد جلسہ تقاریر منعقد ہوا تھا تین بجے سے ہی لوگ جوق جوق آنے لگے۔ باوجود ٹکٹ ہونے کے چار بجے تک تمام ہال معمور ہو گیا تھا بعض عہدہ داران ریاست سے ہندو اور بعض انگریز خواتین بھی موجود تھیں۔ اسٹیج کے پیچھے زنانہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ سوا چار بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ کمسن محمد فاروق فرزند حافظ محمد منظر صاحب نے سورہ الحمد اور ایک مختصر تقریر خواجہ کمال الدین صاحب کی تائید میں سنائی بعض اصحاب نے نظمیں پڑھیں ساڑھے چار بجے خواجہ کمال الدین صاحب نے اخوت اسلام پر تقریر کی اور کہا کہ برادری میں خاندان میں ملک میں قوم میں اور سلطنت میں اخوت کی ضرورت ہے۔ انجمن نوجوانان اسلام کے صدر نشین نے نہایت عقلمندی سے آج کے لئے ایسا مضمون تجویز کیا ہے جس پر قرآن شریف کی آیات سے مہینوں تقریر کی جا سکتی ہے۔ ہر قسم کی اخوت کا سبق اسلام نے قرآن شریف کے ذریعہ سے جس طرح پر دیا ہے ویسی اخوت کا سبق کسی مذہب نے نہیں دیا خواجہ صاحب نے تفصیلاً قرآن شریف کی آیات سے ہر ایک اخوت کو نہایت عمدگی سے ظاہر کیا۔ آخر میں آپ نے نہایت زور کے ساتھ کہا کہ تمام فرقوں کے مسلمانوں کا خدا۔ ملائک۔ پیغمبر۔ کتاب کعبہ وغیرہ ایک ہے اور سب ایک ہی۔ حشر تقدیر وغیرہ کے قائل ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان میں بلاضرورت اختلاف ہو۔ ہندوؤں اور عیسوی مذاہب میں باوجود اصولی اختلاف ہونے کے سب آپس میں متفق ہیں۔ پس کیا سبب ہے کہ مسلمانوں کے مابین اتفاق نہو۔ اور وہ اشاعت اسلام نہ کریں + (صحیفہ روزانہ ۲۰۔ نومبر ۱۹۱۵ء)

———کل شام کے ۴½ بجے نواب محسن الملک مرحوم کی کوٹھی کے احاطہ میں کرشنا تھیٹر کے پنڈال میں مولانا خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر ”اخوت اسلام“ پر ہوا۔ اس جلسہ کی خصوصیت اور ندرت یہ تھی کہ باوجودیکہ خواجہ صاحب کی تقریر پر تھیٹر کے کھیل تماشوں کی طرح ٹکٹ لگائے گئے تھے مگر پھر بھی شائقین سے تھیٹر کا کل ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا جس سے اس کا ثبوت ملتا تھا کہ حیدرآباد کی پبلک خواجہ کمال الدین صاحب کے بیان کی حقیقی طور پر گرویدہ ہے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

———خواجہ صاحب کا لیکچر شروع ہونے سے قبل محمد احمد اللہ خانصاحب منصور اور نور شاہ خاں صاحب نور نے اپنی طبعزاد نظمیں سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ اور ختم لیکچر پر مسز سروجنی نائیڈو نے اسی موضوع پر ایک مختصر مگر فصیح و بلیغ تقریر فرمائی جس کے بعد نماز مغرب کے وقت جلسہ برخاست ہو گیا۔ (مشیر دکن ۲۲ نومبر)

———گذشتہ جمعہ کو جو کرشنا تھیٹر میں خواجہ کمال الدین صاحب کا اخوت اسلام پر لیکچر ہوا تھا اُس کے ٹکٹوں کی آمدنی سنا جاتا ہے کہ ڈیڑھ ہزار روپیہ سے زائد نہیں ہوئی آج شام کو نواب لیاقت جنگ بہادر کے بنگلہ پر مولوی خواجہ کمال الدین صاحب کا خاص طور پر لیکچر ہوگا۔ (ر ر ۲۳ نومبر)

———پرسوں نواب نیازت جنگ بہادر کے بنگلہ پر مولوی خواجہ کمال الدین صاحب کا آخری لیکچر ہوا صاحب موصوف نے اپنے لیکچر کے اختتام پر حضرت اقدس و اعلیٰ کی عمر و اقبال کے لئے بخلوص قلب دعا کرتے ہوئے مسز نائیڈو سروجنی کی ہمدردانہ خدمات کا بطور خاص شکریہ ادا کیا۔ اور یہاں کی عام طور پر قومی بے تعصبی پر بیحد اظہار مسرت فرمایا

تار برقی پیغامات
کوائف جنگ

مناستر معرض خطر میں:- لنڈن ۲۹ر نومبر سالونیکا کا تار مظہر ہے۔ کہ مناستر کی حالت نازک ہو رہی ہے۔ سول حکام شہر سے چلے گئے ہیں۔ مگر کرنل واسیش کا مصمم ارادہ ہے۔ کہ وہ اخیر دم تک استقلال کے ساتھ شہر کی مدافعت کرینگے۔

۲۸ر نومبر۔ مناستر میں سرویوں پر ہنوز غنیم نے حملہ نہیں کیا۔ بلغاریوں کی جنگی کارروائیوں میں برف باری خلل انداز ہو رہی ہے کئی بلغاری فوج کو چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں +

شاہ رومانیہ کی تقریر۔ لنڈن ۲۹ر نومبر بخارسٹ کا تار مظہر ہے۔ کہ شاہ رومانیہ نے افتتاح پارلیمنٹ کے موقع پر کہا کہ "جنگ جس کی وجہ سے دنیا میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں ہمارے ارد گرد روز افزوں شدت کے ساتھ وقوع میں آرہی ہے۔ اب اور سلطنتیں بھی اس میں شامل ہو گئی ہیں۔ جس سے رقبہ زیر جنگ میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ موجودہ حالت اس امر کی مقتضی ہے۔ کہ ہم اپنی تمام مساعی کو جمع کر کے اپنی عظیم اغراض کی حفاظت کیلئے کوشش کرینگے۔"

شاہ رومانیہ نے پارلمنٹ سے درخواست کی کہ اپنی پیاری فوج کی ضروریات پوری کرنے والے کے لئے جنگی مصارف کی منظوری دی جائے +

سر جان فرنچ کا مراسلہ۔ لنڈن ۳۰ر نومبر فیلڈ مارشل سر جان فرنچ کی رپورٹ مظہر ہے کہ ۲۵ر نومبر کی شب کو ایک جماعت گوم کورٹ کے قریب غنیم کی خندقوں میں گھس گئی۔ اور اس نے [illegible] گھر سے گڑھ ہول میں جو جرمنوں سے پر تھے دستی بم پھینکے۔ گیدونشی کے سامنے ہم نے ایک سرنگ اڑائی اور دو گیلریاں تباہ کر دیں۔ جرمن بم پھینکنے والوں کا معتدبہ نقصان ہوا۔ غنیم کے ہوائی جہازوں نے نہایت سرگرمی کا اظہار کیا۔ ۲۸ر نومبر کو ہوائی معرکے وقوع میں آئے۔ ایک جرمن ہوائی جہاز نیچے اتار لیا گیا۔ جرمن ہوائی جہازوں کے گودام واقع کیبش اور مقام جیبلٹ کے سامان حرب تیار کرنے کے کارخانہ پر بم گرائے گئے +

پیرس کی سرکاری اطلاع۔ لنڈن ۳۰ر نومبر پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ لیبر نخنہ کی شمال میں غنیم کو معتدبہ نقصان پہنچا اور ایک خونریز معرکہ کے بعد وہ سرنگ کے گڑھے سے جس پر وہ عرصہ سے قابض تھے نکال دیئے گئے دریائے میوز کے ضلع میں ایک فرانسیسی ہوائی جہاز نیچے اترنے پر مجبور کیا گیا۔ اور اگرچہ اس پر شدید آتشباری کی گئی مگر اسے خفیف نقصان پہنچا۔ ہوا بازوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچا +

جرمن حملہ پسپا کیا گیا۔ لنڈن ۲۹ر نومبر پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہم نے مقام بیری او ریک جرمن سنگینوں کا حملہ پسپا کر دیا۔ غنیم مقتولین کی لاشیں اور قیدی چھوڑ کر بھاگ گیا۔

چار ہوائی جہازوں نے دو وڈن پر بم گرائے مگر اس سے کچھ مادی نقصان نہ ہوا۔ انتقام لینے کے لئے پانچ فرانسیسی ہوائی جہازوں نے بیو [illegible] کے سٹیشن پر حملہ کر کے ایک لائن کو کاٹ دیا۔ ایک جرمن ٹرین پیچھے [illegible]

لارڈ کچنر کا مشن۔ لنڈن ۲۹ر نومبر روما کا تار مظہر ہے۔ کہ لارڈ کچنر نے وسطی اسونزو کے محاذ کے بعض حصوں کا جہاں گورمیزیا واقع ہے۔ نیز نیرین اسونزو کا معائنہ کیا شاہ اٹلی نے لارڈ کچنر کا ہیڈ کوارٹر میں استقبال کیا۔ اور بدست خاص انہیں گرانڈ کراس آف دی آرڈر آف سیرائے کا تمغہ پہنایا +

لارڈ کچنر پیرس میں۔ پیرس کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ لارڈ کچنر وہاں پہنچ گئے ہیں۔

پیرس ۳۰ر نومبر۔ پریزیڈنٹ پوانکارے نے آج صبح لارڈ کچنر کو شرف باریابی بخشا۔

کیپ ہیلز و قسطنطنیہ کی جنگ۔ لنڈن ۳۰ر نومبر فیلڈ مارشل سر جان فرنچ کی رپورٹ مظہر ہے کہ ایک برطانوی ہوائی جہاز نے [illegible] کے قریب ایک جرمن آبدوز کشتی کو تباہ کر دیا۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوتی دکھائی دی +

الکسٹ میں شدید جنگ۔ لنڈن ۳۰ر نومبر پیٹروگراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ الکسٹ کے علاقہ میں شدید جنگ وقوع پذیر ہوئی۔ جہاں جرمن سپاہ جارحانہ کارروائی اختیار کرنے کے اجلاس پاکر دی گئی اور اس کی [illegible] باشریوں کی آتشباری سے اسے شدید نقصان پہنچا۔ روسیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر جوابی حملہ کیا اور الکسٹ کے گورستان اور دو مضافات پر اور ان سے پرے جرمن خندقوں پر قبضہ کر لیا۔

پنسک کے جنوب مغرب میں شدید مڈبھیڑ کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ جرمن ڈویژنوں کا کمانڈر ایک اور جرنل اور دیگر افسر گرفتار کر لئے گئے۔

گوریزیچی اور شاہ فودسک کے قریب غنیم کو دریا سٹیر کے بائیں کنارے کی طرف مغرب کی جانب پسپا ہونے پر مجبور کیا گیا +

روما کی سرکاری اطلاع۔ لنڈن ۳۰ر نومبر روما کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ کوہ مونٹ نزد کے ڈھلوانوں پر شدید جنگ وقوع میں آئی اور غنیم کے زبردست مورچے لے لئے گئے گوریزیا کے شمال مغرب میں خونریز معرکے وقوع میں آئے۔ جن میں غنیم کو زبردست کمک پہنچ گئی۔ مگر بالآخر غنیم کو پسپا کر دیا گیا۔ کارسو کی سطح مرتفع پر سان مارٹینو کی طرف پرزور حملے وقوع میں آئے اور مزید خندقوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس روز کل ۰۰ ۵ قیدی ۳ کلدار توپیں اور بہت سا سامان حرب ہمارے ہاتھ آیا +

جنگ کی خبریں براہ دہلی۔ دہلی ۳۰ر نومبر ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو سکریٹری آف سٹیٹ کی طرف سے کل کی تاریخ کا مفصلہ ذیل تار لنڈن سے موصول ہوا ہے :-

سربیا اور البانیہ کی طرف جو مانٹی نگرو میں واقع ہیں۔ سرویوں کا تعاقب جاری ہے۔

فرانسیسی رپورٹ مظہر ہے۔ کہ فرانسیسی ہوا بازوں نے سٹرومیزا کے بلغاری ہیڈ کوارٹرز اسٹیشن پر بم گرائے۔ سرویوں کی موجودہ حالت کیوجہ سے فرانسیسی دریائے سرنا کے دائیں کنارے کیطرف پیچھے ہٹ گئے۔ ایک فوج مانٹی نیگرو اور دوسری البانیہ کی طرف پسپا ہو رہی ہے۔

شاہ رومانیہ نے افتتاح پارلیمنٹ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ حالت اس امر کی مقتضی ہے کہ ہم اپنی تمام مساعی جمع کر کے رومانیہ کی اہم اغراض کی حفاظت اور نگہداشت کی کوشش کریں۔ شاہ مانٹی نیگرو نے اعلان کیا ہے کہ مانٹی نیگرو اخیر دم تک مقابلہ کریگا۔ اور غلامی پر موت کو ترجیح دیگا +

روسی محاذ سے کوئی اہم خبر موصول نہیں ہوئی فرانسیسی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ گوریزیا کی شمال مغربی گھاٹیوں کے قبضہ کے لئے مسلسل لڑائی جاری ہے۔ اطالیوں نے غنیم کی زبردست خندقوں پر قبضہ کر لیا۔ اور اسونزو کے طاس کی طرف اترنا شروع کیا +

ترکی اور آسٹریا کے سفراء کی واپسی۔ ایرانی قونصل جنرل مقیم دہلی کو طہران کے محکمہ خارجہ سے حسب ذیل سرکاری برقی پیغام موصول ہوا ہے :-

ہز امپیریل مجسٹی شاہ ایران طہران کو چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ترکی اور آسٹریا کے سفیر طہران کو واپس آگئے ہیں۔

ہز ہائنس عین الدولہ مجلس وزراء میں داخل ہو گئے ہیں۔ مگر فی الحال کوئی قلمدان وزارت انکے سپرد نہیں ہوا۔ وزارت داخلہ کا قلمدان پرنس فرمانفرما [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۶ دسمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۶۱

ترجمۃ القرآن انگریزی کے متعلق ایک ضروری تحریک

قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کی دل خوش کن صدا ایک مدت سے ہمارے کانوں میں آ رہی تھی اور اس کی صداقت کے ثبوت میں اس مخدوم الملت سردار قوم کی شبانہ روز محنتیں ہمارے پیش نظر تھیں جو اپنی پہلی خدمات دین اور حفاظت و اشاعت اسلام کی نمایاں جد و جہد کے باعث نیز علوم جدیدہ و دینیہ میں اعلیٰ واقفیت اور دستگاہ رکھنے اور اس سچے جوش اور تقویٰ کی وجہ سے جو مسیح موعود کی غلامی اور فیض صحبت سے اسے نصیب ہوا اس عظیم الشان کام کا واقعی طور پر اہل ہے اس دل خوش کن صدا اور اس کے ساتھ حضرت امیر کی عملی جد و جہد اگرچہ ہمارے لئے بہت حد تک باعث مسرت تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ از حد کرب و اضطراب بیتابی و بیقراری اور نہایت سخت و شدید پریشانی جو ہمارے لاحق حال تھی وہ ان نکات اور معارف و حقایق کے جو کہ اس ترجمہ کلام مجید میں بیان کئے گئے ہیں سننے کے انتظار میں سالہائے دراز کی طویل و لامحدود گھڑیوں کا گننا تھا نہ صرف یہی بلکہ زیادہ تر پریشانی جو ہمیں لاحق ہوتی رہی اور اب بھی ہے اور جس کی وجہ سے اس ترجمے کے جلد سے جلد شائع ہونے کی اور بھی بہت بڑی ضرورت دکھائی دیتی ہے وہ ہمارے انگلستانی نومسلمین اور اسلام کے قریب آنے والے نومسلموں کی قرآنی تعلیم کا فکر اور خود ان کا بار بار مطالبہ کرنا ہے۔

لیکن کیا ہی مبارک اور مسرت اندوز امر ہے کہ آخر کار ہماری ان تمام پریشانیوں اور دل کو بے چین کر دینے والے انتظار کو دور کرنے والی چیز۔ ہاں وہ پاک اور بابرکت کام جس کے پورا ہونے اور اپنی زندگی میں شائع ہو جانے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح جناب حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ جیسا فاضل جلیل اور فہم قرآن میں اپنے وقت کا فرید الدہر اور وحید العصر انسان اپنے آخری ایام علالت تک از حد خواہشمند رہا آج ہمارے وقت میں تکمیل کو پہنچتا ہے اور ہمیں یہ شرف بخشا جاتا ہے کہ ہم اس کی اشاعت میں مالی امداد دیکر اس اجر جزیل اور ثواب عظیم کو حاصل کریں جو اس کی وجہ سے ہزار ہا روحوں کے ہدایت پانے اور راہ حق پر گامزن ہونے سے مترتب ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم اور اس کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت اور پھر ترجمہ بھی وہ جو حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کا پسندیدہ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ بموجب الہام الٰہی مقبول بارگاہ خداوندی ہے! کس قدر بابرکت کس قدر عظیم الشان اور کس قدر موجب رضائے الٰہی یہ کام ہے جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے دوستو! آؤ اس درگاہ خداوندی میں صدہا سجدات شکر بجا لائیں اور مالک حقیقی کے اس پسندیدہ کام کی ترویج و اشاعت میں اپنے تمام مال و دولت لٹا دیں۔ کوئی زمانہ تھا جب مسلمانوں سے ان کی جانیں طلب کی جاتی تھیں اور رضائے الٰہی کا سرٹیفکٹ حاصل کرنے کے لئے اپنی گردنوں کو ننگی تلواروں تلے رکھ دینا پڑتا تھا لیکن اے تمام وہ لوگو جو آج اس زمانہ میں اپنے آپ کو اسلام کا حلقہ بگوش بتلاتے ہو اور اس بات کے خواہشمند ہو . . . . کہ تم بھی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے مشار الیہ ٹھہر جاؤ ہاں آؤ وہ جماعت! جس نے خدا کے مامور اور اس زمانہ کے مجدد کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر کے اپنے آپ کو ان سابقون الاولون من المہاجرین و الانصار میں بھی شامل کر لیا جنہوں نے اپنے خون سے دین کی آبیاری کی تھی۔ اور آخرین منھم لما یلحقوا بھم کا حقیقی مصداق بھی اپنے آپ کو قرار دے لیا۔ آؤ کہ یہ تمہاری آزمائش کا وقت ہے۔ اور کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ تم سے اس آزمائش میں نہ کسی جان کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی کسی اور سخت جسمانی مشقت و تکلیف کا بلکہ تمہارے لئے اعلیٰ مراتب روحانیت اس قدر ارزاں کر دیئے گئے ہیں کہ بعض چند روپوں پر ہمیں ابدی خوشحالی اور کامیابی کا وارث بنایا جاتا ہے کیونکہ یہی تمہارے مشن کی اصلی غرض اور مقصد ہے۔ اور اسی کی ترویج و اشاعت کے لئے حضرت مسیح موعود مبعوث ہوئے تھے۔

دنیا میں آئے دن ہمیں اپنے اکثر معاملات دنیوی کے لئے بعض اوقات پانی کی طرح روپیہ سو بہا دینا پڑتا ہے۔ بلکہ اگر غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو خود احمدیوں میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو بعض فضول رسموں کو پورا کرنے میں بیجا اسراف سے کام لیکر مقروض بھی ہو جاتے ہیں اور اس وقت اپنی مالی دقتیں ذرا بھی اس فضول حرکت کی سد راہ نہیں ہوتیں۔ بلکہ ایک عارضی خوشی اور تحسین و آفرین کے نعرے آئندہ کی پریشانیوں کو بالکل بے حقیقت بنا کر دکھاتے ہیں پھر معلوم نہیں کہ وہ یقین اور اعتقاد وہ جوش و خروش جو ایک دنیوی کام میں روپیہ صرف کرنے کے لئے کھڑا کر دیتا ہے کیوں دینی کاموں میں ہمارے شامل حال نہیں ہوتا۔ اور یہ فضول بہانہ پیش کر دیا جاتا ہے کہ ہمارے پاس تو کچھ بھی دینے کو نہیں۔ کیا اس عارضی خوشی کے مقابلہ میں جو ان دنیوی کاموں میں ہماری صحت احساس پر غالب آ کر ہم سے سب کچھ کرا لیتی ہے۔ دینی کاموں کی ابدی و دائمی خوشحالی کی ہماری نظروں میں یہی قدر و وقعت ہے جو ہم اپنے طرز عمل سے ظاہر کرتے ہیں میں کسی کو اس جگہ الزام نہیں دیتا اور نہ ہی احمدی جماعت کی عظیم الشان مالی قربانیوں کو نظر انداز کر رہا ہوں۔ بلکہ تمام مسلمانوں کے آئے دن کے دنیوی اخراجات کے بالمقابل دینی مصارف کو رکھ کر یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیوں ان دنیوی اخراجات میں تو دل کھول کر بغیر آئندہ کے فکر کرنے کے خرچ کر دیا جاتا ہے اور دینی ضروریات میں اس قدر ہمت اور جوش و خروش نہیں دکھایا جاتا۔ جس شخص کے دل میں کسی دینی ضرورت کے پیش آ جانے پر ناداری کا عذر جاگزیں ہوتا ہے وہ ذرا اپنے بیاہ و شادی اپنی اولاد کے متعلق آئے دن کی تقریبات کے اخراجات پر غور کرے اور پھر اپنے دل کی اس حالت کا جو ان اخراجات کرنے کے وقت تھی موجودہ حالت سے مقابلہ کر کے دیکھے تو اسے صاف معلوم ہو جائیگا کہ صرف دینی کاموں میں ہی اسے یہ تنگی پیدا ہوتی ہے اور آئندہ کے نیک نتائج کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا پھر کیا ایسی حالت میں یہ عذر ایک بے فائدہ اور فضول بہانہ نہیں کیا ان دنیوی اخراجات کی وجہ سے وہ موجب راحت و آرام ٹھہرا بہت لوگ ایسے بھی ہیں جن پر ان دنیوی اخراجات نے مصیبت کے پہاڑ بھی توڑ ڈالے ہیں . . . . . . اخراجات ہیں جو دنیا کی رو سے نکالے گئے ہیں۔

مگر تمام . . . . . . ان مصیبتوں کا . . کبھی خیال

تک بھی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ ان خوشی کے مواقعات کو ہی فخر کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے جو ان اخراجات کا باعث ہوئے۔ پھر کیوں دین کے معاملہ میں ان تمام باتوں کو بھلا دیا جائے اور ویسی ہی دلی رغبت اور وسعت سے خرچ نہ کیا جائے جو دنیوی کاموں میں برتی جاتی ہے۔ چلو اگر یہ نہیں ہو سکتا اور ہم اس قدر ہی کمزور ہو گئے ہیں کہ دین کے معاملہ میں تنگدلی اختیار کرنے سے رہ ہی نہیں سکتے تو کیا یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ ہماری ان دنیوی تقریبات میں ہی اس قدر اور زیادہ خرچ ہو گیا تھا۔ دوستو دین کی راہ میں اور پھر قرآن کریم جیسی کتاب کی اشاعت میں جس سے تمام وہ تمدنی و معاشرتی و اقتصادی فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہیں نیز ہم اس سیاسی اہمیت کو بھی پا سکتے ہیں جو آئے دن کی مختلف تحریکات سے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تمہارا اس وقت دلی خلوص اور جوش و خروش کے ساتھ اٹھ کھڑا ہونا نہ صرف دینی کامیابی کے لئے ہی ممد و معاون ہو سکتا ہے بلکہ مسلمانوں کی دنیوی سود و بہبود کا بھی اصلی باعث اور سبب یہی ایک چیز ہے۔ آؤ اس راہ میں دل سے کوشاں ہو کر دنیا و آخرت میں سرخرو اور کامیاب ہو جاؤ۔

ذیل میں ہم ان احباب کرام اور اُن کے عطیات کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں جنہوں نے گذشتہ جمعۃ المبارک میں حضرت امیر اور سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی تحریک پر نہایت فراخدلی سے اشاعت ترجمۃ القرآن میں مالی امداد دینے کا وعدہ کیا اور بیرونی جماعتوں سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھی اپنے ہاں فہرستہائے چندہ کھولیں۔ اور طویل المقدار رقوم کے گرانقدر عطیات سے بہت جلد تیس ہزار روپیہ کی اس مطلوبہ رقم کو پورا کر دیں۔ جس کا کہ اشاعت ترجمۃ القرآن انگریزی کے لئے تخمینہ کیا گیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان چندوں کی تحصیل و ادائیگی کا اثر ان ماہوار چندوں پر ہرگز نہیں پڑنا چاہئے جو اشاعت اسلام کے لئے پیشتر سے ہر ماہ دئیے جا رہے ہیں یا قوم کے ہر ایک فرد پر ان کا ادا کرنا ضروری ہے۔ یہ ماہوار چندے ہماری اشاعت اسلام کے لئے آئے دن کی مالی ضروریات کو پورا کرنے والے ہیں۔ اور اس لئے اس مستقل امداد پر قرآن کریم کے ترجمہ کے چندوں کی وجہ سے کوئی برا اثر ہرگز نہیں پڑنا چاہئے احمدی قوم کے دو حصوں میں منقسم ہو جانے کے بعد

سے لیکر اب تک ہماری جماعت پر سوائے ماہوار چندوں کے کوئی دوسرا بوجھ نہیں پڑا یہی ایک عظیم الشان کام ہے جو ہماری جماعت کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے ڈالا ہے اور ہمیں امید ہے کہ اس کی تکمیل جماعت کے لئے بہت ہی عظیم الشان فضلوں کی جاذب ہوگی۔ اور احمدی جماعت کو بیش از بیش کامیابیاں اور نصرتیں نصیب ہونگی ایسا ہی تمام وہ غیر احمدی اصحاب بھی جو اس کار خیر میں ہاتھ بٹائیں۔ ان افضال الٰہی میں برابر کے شریک ہوں گے۔ کیونکہ فرمان خداوندی کے رو سے وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ۔ ایک سچا اور صحیح اصول ہے۔ جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ پس ہم تمام احمدی و غیر احمدی اصحاب کی خدمت میں یکساں طور پر اس فرض مشترکہ کی ادائیگی کے لئے اپیل کرتے ہیں اور ان سے اس عظیم الشان کام میں اور نہیں تو کم از کم ایک ایک ماہ کی آمد کے دے دینے کی درخواست کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے۔ کہ اس نہایت ضروری اپیل کا جواب نہایت فراخدلی سے دیا جائے گا۔ اور مطلوبہ سرمایہ کی تکمیل کا فی الفور بندوبست کیا جائے گا۔ تاکہ یہ عظیم الشان کام جلد سرانجام پاکر سرزمین مادیت میں روحانیت کے دریا بہا دے۔

فہرست چندہ ترجمۃ القرآن انگریزی

از جماعت احمدیہ لاہور

جو گذشتہ جمعہ مورخہ ۲۶ نومبر کو اعلان کی گئی۔

اسمائے گرامی چندہ دہندگان	رقم روپیہ	آنہ	پائی
ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب بکھراں	۱۰۰۰	۰	۰
شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہاؤس لاہور	۱۰۰۰	۰	۰
ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب	۵۰۰	۰	۰
میرزا خدابخش صاحب	۲۵	۰	۰
بابو فضل حق صاحب سٹینوگرافر	۵	۰	۰
شیخ ضیاء اللہ صاحب ٹیوٹر ڈیفنس کالج	۵	۰	۰
حافظ فضل احمد صاحب احمدیہ بلڈنگس	۵	۰	۰
خواجہ عزیز الدین صاحب	۱۰	۰	۰
میاں احمد الدین صاحب موچی دروازہ	۵	۰	۰
بابا ہدایت اللہ صاحب شاعر	۵	۰	۰
حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ	۲۰	۰	۰
میاں مولا بخش صاحب رنگر	۵	۰	۰
شیخ رحیم بخش صاحب نگران مطبع	۵	۰	۰
پیر برکت شاہ صاحب رنگ	۵	۰	۰
ملک غلام محمد صاحب لاہور	۲۰۰	۰	۰

اسمائے گرامی چندہ دہندگان	رقم روپیہ	آنہ	پائی
صوفی مبارک علی صاحب	۵	۰	۰
میاں ناصرالدین صاحب بزاز	۴۰	۰	۰
میاں عبداللہ صاحب نومسلم برکان حکیم غلام محمد صاحب	۵	۰	۰
میاں قادر بخش صاحب ملازم جناب شیخ صاحب	۵	۴	۰
ملک عبداللہ ولد ملک غلام محمد صاحب	۲۵	۰	۰
صوفی احمد الدین صاحب	۱	۰	۰
منشی جمال الدین صاحب کاتب	۱۰	۰	۰
خلیفہ عبدالحکیم صاحب کاتب	۵	۰	۰
میاں الہ بخش صاحب طالب علم	۵	۰	۰
مستری دین محمد صاحب	۵	۰	۰
میاں نبی بخش صاحب داروغہ	۲۰	۰	۰
منشی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح	۲۰	۰	۰
میاں علی محمد صاحب ملازم مولوی صاحب	۵	۰	۰
مستری عبدالرحمن صاحب احمدیہ بلڈنگس	۲	۰	۰
میاں امام الدین صاحب کلچہ فروش	۱	۰	۰
شیخ فیروز الدین صاحب نومسلم	۱۰	۰	۰
مرزا عبدالغفور بیگ صاحب	۲	۰	۰
میاں عبدالرحیم صاحب باورچی	۵	۰	۰
خانصاحب میاں غلام رسول صاحب حکیم	۱۰۰	۰	۰
سید غلام مجتبیٰ صاحب سب اسسٹنٹ سرجن سول ڈسپنسری	۵	۰	۰
میاں محمد ابراہیم صاحب طالب علم	۳	۰	۰
مرزا احمد سعید صاحب طالب علم	۲	۰	۰
ملازمان مطبع احمدیہ سٹیم پریس	۵	۰	۰
صدیق حسن صاحب طالب علم	۳	۰	۰
چوہدری محمد حسین صاحب ...	۴	۰	۰
مولوی محمد حسن صاحب مدرس اسلامیہ ہائی سکول لاہور	۱۱	۰	۰
شیخ عبدالکریم صاحب نومسلم	۶	۰	۰
ماسٹر فقیر اللہ صاحب	۲۰	۰	۰
منشی مظہر حق صاحب	۵	۰	۰
میاں فتح دین صاحب	۲	۰	۰
منشی عبدالمجید خان صاحب	۳۰	۰	۰
شیخ جلال الدین صاحب نومسلم	۱۳	۰	۰
منشی انوار حسین صاحب کاتب	۶	۰	۰
میزان کل	۳۱۹۴	۰	۰

تین ہزار ایک سو چورانوے روپیہ۔ ... الحمدللہ

اہلیہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگشتری طلائی

وفات حسرت آیات نہایت افسوس سے سنا گیا ہے کہ منشی اللہ دتا صاحب احمدی ساکن سیالکوٹ گذشتہ ۲۹ نومبر ۱۹۱۵ء کو بروز پیر لاہور چھاؤنی میں وفات پا گئے منشی صاحب مرحوم ایک بہت مخلص اور مومن شخص تھے۔ اس سے پہلے آپ کی اہلیہ بھی فوت ہو چکی ہیں اور اسلئے ان کے بعض بچے خوردسالی میں ہی والدین کے سایہ عاطفت سے محروم رہ گئے ہیں۔ مرحوم کے فرزند اکبر منشی عبدالمجید صاحب احباب سے دعائے جنازہ کی درخواست کرتے ہیں۔ تمام جماعتہائے احمدیہ مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں۔

اصلاح مذاہب
اور مصلحین زمانہ

گذشتہ نومبر کی اشاعت میں ہم نے اصلاح مذاہب کے عنوان معزز ہمعصر رسالہ ... کا ایک نوٹ نقل کرکے اس پر کسی دوسری اشاعت میں بالتفصیل لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ ذیل میں ہم اس مضمون کو آج سے شروع کرتے ہیں:۔

اس سخت جنگ و جدال کے زمانہ میں جبکہ سائنس اور فلسفہ نے مذاہب عالم پر دھواں دھار حملے کرکے انہیں پاش پاش کرنے اور خود اُن کی جگہ لے لینے کی سخت جد و جہد کی ہے۔ مذہبی دنیا میں سے بہت کم ایسے اشخاص پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اس خطرناک دشمن کا ویسی ہی جانفشانی سے مقابلہ کیا ہو۔ اور اس زبردست حملہ آور کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوکر اپنے مذہبی تیر و ترکش اور اسلحہ کے ذریعہ اسے پسپا کر دینے کی کوشش کی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ اس سخت دشمن سے مرعوب ہوکر بہت لوگوں نے خود حفاظتی کی بہت تدابیر سوچیں۔ لیکن بالآخر مقابلہ کی جرأت اُن میں پیدا نہ ہوئی۔ اور اس لئے انہوں نے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ دیکھا۔ کہ چپ چاپ اپنے ہتھیار اس کے آگے ڈالدیں۔ اور اس کو اپنے مذہبی قلعہ میں دخل دیکر اس کے مطیع و منقاد بن جائیں۔ اور بس۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا۔ کہ اگرچہ وہ بہت پرانے قلعوں میں پناہ گزین ہیں۔ لیکن دوسری طرف حملہ آور بھی اس قدر سامان جنگ سے آراستہ ہے۔ کہ اس کے سامنے یہ کچھ بھی نہیں اور اس کے ایک ہی حملہ سے یہ سب کے سب دھڑام سے زمین پر آ رہیں گے۔ اور پھر اُن کی جگہ نئے مذہب کا ایک بالکل نیا قلعہ کھڑا کر دیا جائیگا۔ جس میں رہنے کے لئے انہیں بہت سی تکالیف اور مصائب کو برداشت کرکے سخت قربانیوں اور ایثار سے کام لینا پڑیگا۔ انہیں اپنے آبائی رسم و رواج اور تعلقات خاندانی کو خیرآباد کہکر بالکل نئی وضع اختیار کرنا اور ایک نئے گھر میں آباد ہونا پڑیگا۔ اس لئے انہوں نے یہی بہتر اور موزون خیال کیا۔ کہ اس دشمن سے صلح کرکے اسے اپنے ہی قلعہ کے اندر جگہ دیدیجائے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا۔ کہ اس طرح ایک طرف تو اُن کے پرانے بند حصن بدستور قائم رہ کر ان کے ہم چشموں کی خوشی کا موجب ہونگے۔ اور وہ آنکھیں بچھانے لگ جائینگے۔ اور دوسری طرف دشمن اس نعمت غیر مترقبہ کو مفت پاکر ان کا ممنون احسان ہوگا۔

یہ ہے مختصر نقشہ ان نام نہاد مصلحین زمانہ کا جنکو اس اصلاح اور ترمیم کی وجہ سے جو انہوں نے مخلوق خدا کی نہیں بلکہ اپنے مذاہب کی کی ہے۔ متشککین کے نام سے پکارنا زیادہ موزون ہوگا۔ کیونکہ افعال و کردار بتاتے ہیں کہ انہیں اپنے مذاہب کی اصلی تعلیمات میں کچھ شکوک واقع ہو گئے ہیں اور اس لئے وہ دنیا کی نظروں میں سچے ہونے کے لئے اُن کو ایک اچھے پیرایہ میں کرکے دکھانا چاہتے ہیں۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ میرے ان الفاظ میں وہ پاک اور مقدس وجود شامل نہیں ہیں جس نے صحیح طور پر آج اپنا اور اپنے مذہب کا بہاؤ کرکے قوم کی سچی خدمت کی اور اس لئے اس زمانہ کا وہی حقیقی مصلح ہے جیسا کہ میں آگے چلکر ثابت کرونگا۔ بلکہ میرے ان الفاظ سے مراد وہ مادہ پرست انسان ہیں۔ جنہوں نے گو بظاہر تثلیث کرمۂ دیوتاؤں سے منہ موڑ کر توحید کے مضبوط اور مستحکم قلعہ میں پناہ لی۔ لیکن یہاں بھی انہوں نے اسی مادہ کو جو پہلے بتوں کی شکل میں ڈھالا گیا تھا قابل پرستش قرار دیا۔ اور خدا تعالےٰ کو ایک بڑھئی یا معمار سے زیادہ وقعت نہ دی۔ معزز ناظرین آپ ان الفاظ سے یہ خیال نہ کریں۔ کہ میں یہاں کسی خاص مذہب یا فرقہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ بلکہ مجھے تو ہر ایک مذہب اور ہر ایک فرقہ میں بہت سے ایسے اختراع پسند طبائع والے لوگ دکھائی دیتے ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں مادہ اور فلسفہ و سائنس کے آگے ہی سر تسلیم خم کیا ہے۔ اور اپنے مذہب کو یا تو اسکے مطابق ترمیم کر دینے کی کوشش کی ہے اور یا رکیک تاویلات سے بعض الفاظ کے معانی اپنے مذاق کے مطابق تجویز کر لئے ہیں۔ خواہ وہ آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی مہاراج ہوں۔ یا برہمو سماج کے لیڈر راجہ رام موہن رائے یا مہاتما کیشب چندر سین خواہ اس فرقہ کو نیچری مذہب کے نام سے پکارو۔ اور ان خیالات کا بانی سر سید احمد خان صاحب اور ان کے ہم خیال مسلمان نو تعلیم یافتہ لوگوں کو قرار دو۔ میں کہونگا۔ اور بڑے زور سے کہونگا۔ اور بالآخر اسکو ثابت کرکے دکھاؤنگا کہ موجودہ گدی نشینوں اور پیری کے دعویداروں نے بھی اس میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور ان لوگوں نے بھی مخلوق الٰہی کو اسباب پرستی پر لگا کر مسبب کی طرف سے بالکل ہٹا دیا ہے۔ اور انہوں نے اپنی تدبیروں کے مقابلہ میں خدا تعالےٰ کو بالکل ہیچ۔ ناکارہ اور نا چیز محض سمجھ رکھا ہے۔ اور اس سے ان کی غرض سوائے ٹکے بٹورنے کے اور کچھ بھی نہیں۔

اللہ اللہ! قرآن کریم نے آخری زمانہ کے ان پُر آشوب فتن کی کیسے خوبصورت اور پرزور الفاظ میں تردید فرمائی ہے۔ فرماتا ہے کہ

ایحسب الانسان الن نجمع عظامه بلٰی قٰدرین علٰی ان نسوی بنانه

کیا انسان گمان کرتا ہے۔ کہ ان ہڈیوں کو ہم جمع نہیں کر سکتے؟ نہیں بلکہ اسقدر تمہید کے بعد اب میں ان تمام متشککین زمانہ کا فرداً فرداً حال بیان کرکے اس اصلاح و ترمیم کو بیان کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے اپنے مذاہب کے اصولوں میں کی ہے۔ یعنی میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں نے باوجود اپنے آپکو مصلح اور ریفارمر ظاہر کرنیکے لوگوں کی اصلاح تو کوئی نہیں کی بلکہ اُنہیں اور بھی کئی ایک غلطیوں میں مبتلا کر دیا ہاں یہ کہنا درست ہے کہ انہوں نے اپنے مذاہب کی اصلاح ضرور کی۔ یعنی اپنی مذہبی کتب کا ... صاف کیا ہے (باقی آیندہ)

قادیان سے چند تشویشناک اطلاعیں
جو ہمیں ملی ہیں جنکو ہم نے تو باور نہیں کیا

مگر حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین مرحوم قدس اللہ سرہ العزیز کے خاندان کو محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھنے والے بعض دوستوں کے اطمینان قلب اور ان افواہوں کے متعلق احمدی پبلک کو صحیح واقعات کا علم ہو جانے کے لئے مفصلہ ذیل امور کی تصدیق یا تردید قادیان سے ہونی ضروری ہے۔

(۱)۔ کیا ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب تصدیق کرتے ہیں۔ کہ عزیز عبدالحی مرحوم کو (... hood fever) تپ محرقہ میں زیادہ مقدار میں کونین دیجاتی رہی ہے۔ باوجود اس کے کہ حکیم مولوی غلام محمد صاحب حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحب اور حکیم مولوی مرزا خدا بخش صاحب نے اس علاج کی مخالفت بھی کی۔

(۲)۔ عزیز عبدالحی مرحوم ۳؍۲ ۱ بجے شام کے فوت ہوا۔ اور ۱۱ بجے رات کے لاش دفنا دی گئی۔ کیا میاں محمود احمد صاحب بتلا سکینگے کہ اسقدر جلدی کی کیا وجہ ہے۔ اور کیوں باہر دوستوں کو جنازہ میں شامل ہونے کی اطلاع نہیں دیگئی۔ حتےٰ کہ قادیان کے مواضعات میں بھی بعض احمدیوں کو اطلاع نہیں ہوئی۔ ۳؍۲ ۱ بجے کے بعد کافی وقت تھا۔ اور جیسا کہ سنا گیا ہے

رام و کرشن

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

رام جی نے اپنی تقریر میں انسانی ہستی کے تمام مدارج اور دنیا کے تغیرات کی نسبت بسشٹ جی اور بسوامتر جی سے سوالات کئے۔ مگر ایسے پیرایہ میں جیسے کوئی شخص تجاہل عارفانہ کرتا ہے۔ خود ہی ایک امر کی نسبت شک و شبہ بیان کرتے اور خود ہی ایک لطیف کنایہ سے اس کا جواب دے دیتے۔ بسوامتر اور بسشٹ نے رام جی کے سوالات کا جواب دیا۔ مگر انصاف سے دیکھا جائے تو صاحب عرفان سائل کے سوالات کی شان کے موافق ان لوگوں کے جواب نہ تھے۔ یہ رام جی کا شروع حال تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک خاص امتحان کے موقع پر بیسیوں راجوں کے مقابلہ میں ایک مشہور کمان توڑ کر امتحان پاس کیا۔ اور راجہ کی بیٹی سیتا جی کو جیت کر بیوی بنایا۔ پھر چند سال تک اپنی سوتیلی ماں کے حسد کے سبب صحرا کی زندگی بسر کرتے رہے۔ یہاں ان کے ہمراہ ان کے بھائی لچھمن جی اور بیوی سیتا جی بھی تھیں۔ یہیں انکو ایک سرکش و بدکار راجہ نے جس کا نام راون تھا دھوکہ دیا اور انکی بیوی سیتا کو چرا کر لے گیا۔ اور رامچی کو اس کے ملک لنکا پر حملہ کرنا پڑا۔ چنانچہ ہنومان نامی کوہستان کے راجہ کی مدد سے لنکا فتح کر کے راون کو مارا۔ اور سیتا جی کو چھینا۔ اس کے بعد اپنے راج استھان یعنی دار الخلافہ اجودھیا پوری میں واپس آئے۔ اور راج کرنے لگے۔ اسی راج کے زمانہ میں انہوں نے رسالت کے فرائض کو پورا کیا۔

ایک عجیب بات ہے۔ جس کی بابت حدیثوں میں بھی ارشاد ہے۔ کہ ہر بڑے رسول کو ایک بڑے دشمن سے سابقہ پڑتا ہے۔ اور وہ دشمن اسی رسول کے ہاتھ سے ہلاک ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو نمرود اور حضرت موسیٰؑ کو فرعون۔ اور ہمارے حضور صلعم کو ابوجہل سے سابقہ پڑا تھا۔ اسی طرح رامچی کو راون اور کرشن جی کو کنس جیسے خونخوار دشمن دئے گئے تھے جو مذکورہ بالا دشمنوں کی طرح ذلت اور خواری سے ہلاک ہوئے۔

مگر اس ظاہری خصوصیت کے ساتھ میرے خیال میں ایک اور خصوصیت بھی ہے۔ جس کو حضرت مولانا محی الدینؒ ابن عربی نے بھی معناً لکھا ہے۔ کہ فرعون و نمرود صفت قہاری کے مظہر تھے۔ چونکہ خدا کو صفت رحیمی اور شان رحمت ظاہر کرنی مقصود تھی جو رسول کے ذریعہ سے ظاہر کی۔ اس واسطے شان جلال و جبروت کو بھی ہر رسول کے زمانہ میں ظاہر کیا۔ رامچی کے زمانہ میں راون بھی شان قہر کا مظہر تھا۔ چونکہ شان قہر کے ظہور کے لئے مختلف صورتیں اور طریقے ہیں اس لئے راون کے بہت سے ہاتھ اور سر بیان کئے جاتے ہیں۔

اب رام جی کے چند اقوال جو ان کی تعلیم کا نمونہ ہیں۔ یوگ بسشٹ اور رامائن سے اخذ کر کے بیان کئے جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ دنیا کی مثال چمکدار ریت کی ہے۔ جو پیاس نہیں بجھا سکتی۔ مگر پیاسے کو دھوکے میں ڈالتی ہے۔ اسلام میں بھی دنیا کو سراب کی مثال سے یاد کیا گیا ہے۔ فرمایا جنکے پاس کتابیں ہیں۔ اور سمجھتے نہیں۔ وہ بوجھ اٹھانے والے مزدور ہیں۔ قرآن شریف میں ایسوں کی مثال بوجھ اٹھانیوالے گدھے سے دی گئی ہے۔ فرمایا۔ دل کتا ہے۔ جہاں مردار دیکھتا ہے کھانے کو دوڑتا ہے۔ ہمارے حضور صلعم نے فرمایا الدنیا جیفۃ و طالبھا کلاب۔ دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے۔ فرمایا جو کچھ دریافت کرنا ہے اپنے آپ سے دریافت کر۔ کہ سب کچھ تجھ میں ہے۔ قرآن شریف میں بھی ایسا ہی ہے۔ کہ فی انفسکم افلا تبصرون اپنے آپ کو کیوں نہیں دیکھتے۔ اور حدیث میں ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور فرمایا۔ بارہا دیکھا گیا۔ کہ ایک اکیلا مرد بڑے گروہ کو بھگا دیتا ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ (ترجمہ) بعض دفعہ چھوٹا گروہ بڑے پر غالب آ جاتا ہے۔ فرمایا یہ عالم محسوس وہم و خیال ہے۔ مگر تعجب ہے کہ جو نہیں ہے۔ وہ دکھائی دیتا ہے۔ اور جو ہے وہ نظر نہیں آتا۔ فرمایا عمر کی شان بجلی کی ہے۔ کہ ایک دم چمکی اور ندارد۔ فرمایا یہ کیسا برا گھر ہے۔ جس کا دروازہ ہڈی کا۔ اور دربان بندریا ہے۔ بندریا زبان کو فرمایا۔ اس لئے کہ اس کو قرار نہیں رہتا۔ اہنکار یعنی ہمہ ہمی آدمی کی دشمن ہے۔ فرمایا دنیا میں رہنا اور اس میں مبتلا نہ ہونا ایسا ہے۔ جیسے دریا میں کوئی ہو اور تر نہ ہو۔ ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

اور فرماتے ہیں :-

۱۔ سنتوش پرم سکھم (صبر میں سب سے بڑا [illegible])
۲۔ ست سنگ پرم دھنم (اچھی صحبت بڑی دولت ہے)
۳۔ سچار پرم تپسیا [illegible]
۴۔ سم سمجھ پرم سکھم (سب کو ایک نگاہ دیکھنا بڑا سکھ ہے)

کیا اچھی تعلیم ہے۔ مگر افسوس زیادہ بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔

رام جی کے بعد تھوڑا حال سری کرشن جی کا بھی معلوم کر لینا چاہئے۔ کرشن جی کے ساتھ بعینہ وہ قصہ پیش آیا ہے۔ جو حضرت موسےٰ کے ساتھ پیش آیا تھا۔ یعنی کرشن جی کے ماموں راجہ کنس کو جو متھرا پر حکومت کرتا تھا۔ نجومیوں نے خبر دی تھی کہ تیری بہن دیوکی کا آٹھواں فرزند تیرا قاتل ہوگا۔ اس خبر نے کنس کو ایسا حواس باختہ کیا کہ اس نے اپنی بہن اور بہنوئی کو قید کر دیا۔ اور جو بچہ ان کے ہاں ہوتا اسے مار ڈالتا۔ جب آٹھویں کرشن جی پیدا ہوئے۔ تو ماں باپ نے چپکے سے ایک گاؤں میں جس میں گائے چرانے والے رہتے تھے۔ اس بچہ کو بھیج دیا اور کنس سے بیٹی پیدا ہونے کا بہانہ کر دیا۔ کرشن جی نے گوکل میں جو گھوسیوں کا گاؤں تھا پرورش پائی۔ جب ہشیار ہوئے۔ تو ان سے عجیب و غریب باتیں ظاہر ہونے لگیں۔ تو راجہ کنس کو خبر پہنچی۔ اور وہ سمجھ گیا۔ کہ یہ میرا بھانجا ہے ان دنوں کرشن جی رسولوں کی سنت خاص کر حضرت موسےٰ کی سنت کے موافق گائیں چرایا کرتے تھے۔ ماموں نے حیلہ سے بلایا اور قتل کرنا چاہا۔ مگر انہوں نے اسی کو ہلاک کر ڈالا اور دنیا کو اس ظالم سے پاک کیا۔ ان ایام میں کرشن جی کا بانسلی بجانا اور گوپیوں سے اختلاط کرنا سب استعارے ہیں۔ جس سے ان کی پاکبازی پر حرف نہیں آ سکتا۔ کنس کے مرنے کے بعد ان کی زندگی میں نئے آثار شروع ہوئے۔ اور حکومت ظاہری کے ساتھ ہی انہوں نے روحانی حکومت کے اصول بیان کرنے شروع کئے۔ چنانچہ جب ہندوستان کی مشہور لڑائی مہابھارت ہوئی۔ جس میں کرشن جی نے اپنے چیلے ارجن کو اپدیش دئے۔ انہی لیکچروں کے مجموعہ کا نام گیتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے مغالطہ کی پیدا شدہ تکالیف سے نجات پا سکتا ہے۔ اگر تین طریقے اختیار کرے۔ (۱) قدرت کاملہ اور قدرتی اشیاء کا عشق۔ (۲) فرائض معلوم کرنے کیلئے تحصیل علم۔ (۳) فرائض کا ادا کرنا بلا خواہش نفسانی۔ انہی تین اصول پر بحث کی ہے۔ گیتا ادھیائے سنیاس یوگ میں فرماتے ہیں۔ ذی علم اور خلیق برہمن گائے ہاتھی کتے۔ اور بدکار آدمی اور پنڈت سب کو ایک نگاہ سے دیکھتا ہے اور فرمایا وہ یوگی سے بڑھ

فاعتبروا یا اولی الابصار پھر حضرت نبی کریم اور اولیائوں کی کثیر التعداد پیشگوئیاں جو بنظر اختصار درج نہیں ہو سکتیں۔ مظہر ہیں۔ کہ امام آخر الزمان کی تکفیر اور سخت مخالفت ہوگی۔ پھر کئی اولیا اور بزرگ مرزا صاحب کو کشفی نگاہوں سے پرکھ چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے حلفیہ بیان شائع کئے ہیں (دیکھو عسل مصفی) اور بعضوں نے تو مرزا صاحب کے عشق میں جان تک قربان کردی (مثلاً افغانستان کے مشہور مقتدا صاحبزادہ عبداللطیف شہید قدس سرہٗ)۔ پھر مولویوں کی ہستی کہاں تک قابل اعتبار ہے۔ جبکہ جناب حالی تو اپنے مسدس میں نہایت دردمندی سے ظاہر فرما چکے ہیں۔ کہ کوئی درویش۔ کوئی عارف۔ اور کوئی عالم نہیں رہا۔ قحط الرجال ہے

رہا کوئی امت کا ملجا نہ ماوا
نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ ملّا
کہاں ہیں وہ جذب الٰہی کے پھندے؟
کہاں ہیں وہ اللہ کے پاک بندے؟
وہ مجلس جو کل سربسر تھی چراغاں
چراغ اب کہیں ٹمٹماتا نہیں واں

جب یہ حال ہے۔ تو تم کس بنا پر مولویوں کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چل رہے ہو۔ اور اپنا ایمان اُن پر منحصر رکھ چھوڑا ہے۔

بعض خوش اعتقاد لوگ قوم کا مرکز وحدت صرف حرمین شریفین کو قرار دیتے ہیں۔ اس وجہ سے قادیان کے نام سے بدکتے ہیں۔ مگر قطع نظر اس امر کے قادیان کا نام احادیث نبوی سے پھر اولیاؤں کی پیشگوئیوں سے ثابت ہے۔ جبکہ مختلف زمانوں میں بغداد شریف اجمیر شریف۔ دہلی شریف۔ اور پاک پٹن شریف کو قومی مرکز مانا گیا ہے تو کچھ عرصہ کے لئے قادیان کو بھی مرکز مان لیا گیا۔ فی زمانہ جس طرح بدقسمتی سے قوم کے مختلف لیڈر ہیں اسی طرح مرکز بھی مختلف ہی ہیں کوئی استنبول کو قومی مرکز قرار دیتا ہے تو کوئی قاہرہ کو۔ پھر ہندوستان میں کوئی علیگڑھ کو۔ کوئی لکھنؤ کو قرار دیتا ہے

مرزا صاحب کے خاص دعوؤں کے متعلق معترضین کی توجہ میں صرف ان امور پر منعطف کرانا چاہتا ہوں۔ جائے غور ہے کہ لوگوں کو کوئی مقدمہ پیش آجاتا ہے۔ تو کہاں تک پہنچتے ہیں۔ وکیلوں قانون دانوں سے بیٹھ بیٹھ کر بحث کرتے ہیں۔ کئی طرح کے نقل فیصلے منگواتے ہیں۔ گواہوں کے خرچے ہو جاتے۔ مختلف پیشیوں پر آنے جانے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔ پھر لاہور اور شملہ تک اپیلیں لے جاتے ہیں اور سینکڑوں ہزاروں کے خرچے اور کئی سال کے جھمیلے کے بعد بڑی مشکل سے ایک نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ مگر خدارا! ذرہ سوچو تو سہی۔ ایسے مقدمہ پر جسکو نہ سمجھنے سوچنے سے جاہلیت کی موت لازم آتی ہو۔ آپ نے کتنی سعی کی۔ کم از کم حضرت مرزا صاحبؑ کی کتابیں منگوا کر خوب غور سے مطالعہ کرو۔

عسل مصفی۔ (مصنفہ حضرت مرزا خدابخش صاحب زبدۃ الحکماء) کا مطالعہ کرو۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں مرزا صاحبؑ کے دعاوی کی ثبوت میں سمندر کی سیپیوں کی طرح لاتعداد پے درپے اور ایک سے ایک بڑھکر زبردست دلائل ہیں۔ اور جن کی بمبار تردید آج تک کسی مخالف سلسلہ سے نہیں ہو سکی یہ کتاب تحقیق پسند لوگوں کے لئے ضرور ہی قابل مطالعہ ہے۔ مرزا صاحبؑ کے دعاوی کے متعلق تحقیق اور پھر لوگوں کے اعتراضات کا کوئی حیثیت اس میں نہیں چھوڑا گیا ہے۔ مسئلہ حیات و وفات مسیح کے متعلق کوئی آیت۔ کوئی حدیث کوئی صحابہ کرام یا تابعین یا ائمہ اربعین کا قول نہیں پایا۔ کہ حضرت مسیح زندہ بجسد عنصری آسمان پر موجود ہیں۔ قائلین حیات مسیح خود تو ٹیڑھی چالوں سے اپنا دعویٰ منوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر الزام احمدیوں پر دیا جاتا ہے۔ کہ تاویلیں کرتے ہیں۔ حیات مسیح کے عقیدہ کی بنا کہ ایک غیر شخص جو مسیح نہ تھا صلیب پر چڑھایا گیا۔ اس روایت کی کوئی سند۔ کسی صحیح حدیث یا صحابہ یا تابعین سے مروی نہیں ہے۔ کسی مولوی یا اہل حدیث سے اس کا جواب نہیں پاؤ گے۔

پھر نیچریوں کے مقتدائے حضرت سرسید مرحوم اپنی تفسیر میں حضرت عیسےٰ کو وفات یافتہ لکھ چکے ہیں۔ اور صوفیوں کے سرتاج اور امام تصوف حضرت محی الدین ابن العربی صاحب نے کتاب عنقائے عرب اور شرح فصوص الحکم میں صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ مسیح موعود اس امت میں سے ایک شخص ہے جو مرتبہ ولایت کو پاکر خاتم ولایت ہوگا۔ اور وہ بھی عربی نژاد نہیں ہوگا۔ بلکہ فارسی الاصل ہوگا۔ اور جامع بروزین محمدی و عیسوی ہوگا۔ پھر **واقعات** کے تو اترنے حضرت مسیح کو مثل دیگر انبیا کے وفات یافتہ ثابت کردیا ہے۔ یہاں تک کہ حیات مسیح ایسے اعتقاد کا بانی یورپ بھی اس عقیدہ سے بیزار ہو کر مسیح کو وفات یافتہ مان چکا ہے۔ ایسی عظیم الشان سندات کے ہوتے ہوئے مقلدین ہوں یا اولیاؤں کے مرید ہوں یا تحقیق پسند اصحاب۔ سب کو اب آسمان سے مسیح کے آنے کا انتظار کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہتی ہے۔ مرزا صاحبؑ کے فارسی الاصل ہونے کی تصدیق تاریخ رؤسائے پنجاب مرتبہ گورنمنٹ پنجاب میں ملاحظہ ہو سکتی ہے

قوم کی بداعتدالیاں

لا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ (حد سے مت بڑھو سچ سچ خدا تعالےٰ حد سے بڑھنے والوں کو اپنی قیود میں نہیں رکھتا ہے)

ایک وہ ہیں جنہیں صورت بنا آتی ہے
ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ

ایک زمانہ تھا۔ کہ مسلمانوں میں قومیت کا کوئی احساس تک نہ تھا۔ کہا جاتا تھا۔ کہ قوم پر حالت جمود طاری ہے۔ مگر اب بے اعتدالیوں سے قوم میں ذکاوت حس کا مرض پیدا ہو گیا ہے۔ اپنے نفسوں کی اصلاح تو کرتے نہیں۔ مگر قوم قوم پکار کے اٹھتے ہیں۔ اور ساحل یورپ کی تقلید میں اپنے کیریکٹر دو حصے کئے ہوئے ہیں۔ پرائیویٹ لائف اور پبلک لائف۔ حالانکہ مسلمانوں کا خدا تو وہ خدا ہے۔ جسکی ہماری پبلک لائف اور پرائیویٹ لائف پر یکساں نظر پڑتی ہے اور جسکے حضور میں ہم دونوں قسم کی لائف کے یکساں جوابدہ ہیں۔ قوم کوئی علیحدہ چیز نہیں۔ جسے آرا سنگی سے تیار کر کے کھڑا کر دیں۔ قوم تو افراد کا مجموعہ ہے۔ ہم تم ہی مل کر قوم بنتے ہیں۔ اپنے آپ کی اصلاح کرو۔ قوم خود بخود سدھر جائیگی۔

شائقین اخبار کے لئے نادر موقع

الحمد للہ کہ المیزان نے اپنی زندگی کے پہلے ہی سال میں پبلک میں خاص وقعت اور کافی شہرت حاصل کرلی ہے اس کامیابی کی مسرت میں ہم جدید خریداران کیلئے یہ خاص علایت کرتے ہیں کہ جو حضرات ١٥- دسمبر ١٩١٥ء تک خریداری کی درخواست روانہ کرینگے تو اُن سے بجائے ..ء کے صرف للعہ چندہ ١٩١٦ء کی بابت لیا جائیگا۔ لہٰذا ١٥- دسمبر کو اچھی طرح یاد رکھئے اور اس رعایت سے مستفید ہو جئے گا۔

١٥- دسمبر ١٩١٥ء تک جدید خریداران کی درخواستیں موصول ہو جانیسے ١٩١٦ء کا رجسٹر مرتب کرنے میں ہمارے دفتر کو بھی سہولت ہو جائے گی۔ یہ رعایت صرف ایک سال کے خریداران کے ساتھ کی جائے گی

خاکسار منیجر المیزان

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر کے زیر اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

جلد ۳ | بمقام لاہور یکشنبہ ۲۶ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۵ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ع | نمبر ۶۲

خواجگان مشرق ومغرب

اللہ تعالیٰ نے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی نسبت اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے کشجرۃٍ طیبۃٍ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء (یعنی کلمہ طیبہ مانند ایک پاک درخت کے ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور اور شاخیں آسمان میں ہیں) یہ وہ درخت ہے جس کو آنحضرت صلعم نے لگایا اور صحابہ نے اپنے خون سے سینچا اور متبعین اور مجددین اور اولیاء اللہ نے اس درخت کے بیج کو وقتاً فوقتاً دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلاتے رہے۔ اُن اولیاء اللہ میں سے ایک حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ پرتھوی راج کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے یعنی اُس زمانہ میں تشریف لائے جس زمانہ میں ہندوستان میں مسلمانوں کا گذر مشکل تھا۔ یعنی ہندو قوم مسلمانوں کا خون پینا عین ثواب سمجھتی تھی ایسے سخت کفرستان میں آپ نے اُسی شجر طیبہ کا بیج ریگستان راجپوتانہ میں بویا۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ درخت اتنا بڑا تھا کہ عوام الناس کو خاصہ سایہ دینے لگا۔ حتیٰ کہ ہندوستان کے ہر گوشہ میں اس درخت کی شاخیں پھیل گئیں اور بنی آدم اس کے سایہ سے فائدہ اُٹھانے لگے۔ تقریباً ایک ہزار سال تک وہ درخت سرسبز وشاداب رہا جب اُس کو پانی دینے والا کوئی نہ رہا تو پتے جھڑنے لگ گئے۔ نادانوں نے سمجھا کہ اب یہ درخت جل جائیگا۔ مگر اُنھوں نے یہ نہیں سمجھا کہ خدا نے اپنے کلام پاک میں اس درخت کی نسبت فرمایا ہے کہ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء پھر ایک دن آیا کہ اُس زبردست خدا نے اپنے فضل سے اُسی سرزمین میں ایک ایسے مالی کو بھیجا کہ جو حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے کئی درجہ تجربہ میں بڑھا ہوا تھا اس مالی نے اپنی دانست وفراست سے اُس درخت میں وہ طاقت پیدا کر دی کہ صرف دوبارہ سرسبزی نہیں ہوا بلکہ اس درخت میں پھل بھی لگ گئے۔ تاکہ دنیا کے تمام حصوں میں تخم ریزی کی جائے۔ چنانچہ اس افضل المجددین کے انتقال کے پانچ سال بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحکم خدا اور رسول لندن تشریف لے جاتے ہیں اور اُسی درخت کا ایک بیج سرزمین انگلینڈ میں لگاتے ہیں۔ یہ وہ سرزمین ہے جہاں کے لوگ شریعت کو لعنت سمجھتے ہیں۔ یہ وہ دنیا ہے جہاں کا جدید سائنس اور فلسفہ دنیا کے ہر ایک مذہب کا ناطقہ بند کر دیتا ہے یہ وہ حکومت ہے جس کی ریاست میں سورج نہیں ڈوبتا یہ وہ مدعیان تہذیب ہیں جو ہندوستان کو بہ لحاظ مفتوح اور بے علم ہونے کے غلام اور جاہل سمجھتے ہیں یہ وہ شہر (لندن) ہے جو بحیثیت مالیت علمیت تجارت مردم شماری وسعت کے دنیا کے تمام شہروں میں درجہ اول پر ہے۔ خدا کی شان ہے اسی زمین میں وہ درخت تھوڑے ہی عرصہ میں ہرے بھرے پتوں کو دکھا کر ہونہاری کا ثبوت دیتا ہے۔

جب ہم ان دونوں خواجگان کی اولوالعزمی صبر اور استقلال اور روحانیت پر نظر کرتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے مگر ان دونوں کی تبلیغ میں فرق یہ ہے کہ خواجہ اولیٰ رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت آزاد تبلیغ کرتے ہیں۔ خواجہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت محکوم اور ماتحت تبلیغ کرتے ہیں ع

ہزار بار بھی یوسف بکے غلام نہیں

سب سے بڑا کام اس تبلیغ سے یہ ہوا کہ گردش زمانہ نے اپنے اثر سے لوگوں کے دل میں یہ بات بٹھادی تھی کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے باوجودیکہ کئی نظیریں موجود تھیں اور تواریخ شاہد تھیں پھر بھی یہ پردہ اٹھ نہیں سکتا تھا۔ خواجہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ کو عملی طور پر ثابت کر دکھایا کہ اسلام بغیر شمشیر کے پھیلا ہے بلکہ بحیثیت غلامی پھیل سکتا ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح خواجہ اولیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے درخت کی شاخیں راجپوتانہ سے ہندوستان کے ہر گوشہ میں پھیل گئیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ خواجہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا

تازہ برقی پیغامات

لوائف جنگ

جنگ طیسیفون - لندن ۳۰ نومبر سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جنگ طیسیفون میں غنیم کی جمعیت کا اندازہ چار ڈویژن لگایا گیا تھا قیدیوں کا بیان ہے کہ ایک ڈویژن کا بالکل صفایا ہو گیا ہمارے مشاہدات سے بھی اس کی تصدیق ہوگئی ہے مگر ترکی کمک کے پہنچ جانے کی رپورٹ موصول ہوئی ہے - جنرل ٹاؤن شنڈ مجروحین اور قیدیوں سے میدان کو صاف کر کے دریا کے نیچے ایک مکان کی طرف پیچھے ہٹ آئے ہیں +

لارڈ کچنر گیلی پولی میں - لندن ۳۰ نومبر رائیٹر کا نامہ نگار دانیال سے تار دیتا ہے کہ لارڈ کچنر مڈروس اور ہیلیس میں تشریف لے گئے - اور آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کی افواج کے حلقہ میں بھی تشریف لائے اور جنرل سنرڈ کے ساتھ مشورہ کرتے رہے - اُن کے آنے سے لوگ حیران و ششدر رہ گئے - اور یہ خبر فوراً سب جگہ پھیل گئی جبکہ سپاہی اپنی خندقوں اور گڑھوں نکل کر ساحل پر پہنچ گئے - اور نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا - لارڈ کچنر نے کہا کہ "ملک معظم تمہاری ان شاندار خدمات کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں" اس کے بعد جنرل برڈوڈ کے ہمراہ ان رستوں پر سے گزرے - جو میدان جنگ کی صفوں کے عقب میں تھے - لارڈ کچنر نہایت تندرست اور ہشاش بشاش معلوم ہوتے تھے - اور ہر مقام پر سپاہیوں سے گفتگو کرتے اور خطرہ کا نفرت و حقارت سے ذکر کرتے تھے - ایک موقعہ پر وہ ترکی مورچوں سے صرف ۳۰ گز کے فاصلہ پر رہ گئے - وہ آسٹریلوی سپاہ کے اعلیٰ افسروں سے بھی ملے - اور موجودہ حالت کو کامل طور پر ذہن نشین کر لیا - ان کے آنے سے سپاہیوں میں بہت جوش پیدا ہوا +

بحیرہ روم کے نقصانات - دہلی یکم دسمبر بحیرہ روم (درہ دانیال) کی فوجی مہم سے متعلق ذیل کے ہندوستانی نقصانات کا اعلان کیا گیا۔

مجروحین: - لفٹنٹ کرنل سی جے ایل ایلینس (۱-۶ - گورکھا)

دوسری مرتبہ: - دوم لفٹنٹ ایم - آر واٹسن (۲-۱۰ - گورکھا)

عراق عرب کے نقصانات - دہلی - یکم دسمبر عراق عرب کی رزمگاہ سے ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :-

مقتولین - فہرست نمبر ۱۱۹ :- ایس باٹری آر ایچ اے - کپتان ایچ سی ولسیٹ - آر جی اے - میجر ایچ سی - ایل کاک - چہارم ولسیٹ سرِیز - میجر سی ایف ایچ رسبورلڈ - سوم فارلوکس - لفٹنٹ آر اے ریچی و لفٹنٹ ایف سی بوسی ۱۰-۵ - رائل ولسیٹ سرِیز - لفٹنٹ جے ڈبلیو شلکاک - ۱-۱۰ ملڈل سیکس - لفٹنٹ ایچ - الف - بی ناگین - سوم ڈیونز کپتان او جے نارتھمور - اول آکسفورڈ - وبکس لائیٹ انفنٹری - میجر ان اے سی ہائیڈ وسی - ای فارسیل کپتان جے ایچ کورلش - لفٹنٹ جے ایس کر سیلے سوم سومرسیٹ - لائیٹ انفنٹری - لفٹنٹ ریچ - بی - ایل - ہامینٹ - سوم سفر ملینا - دوم لفٹنٹ ڈبلیو او گیرٹ - ۳ ڈیوک آف کیمبرج - اون انفنٹری کپتان سی سی سٹیوآرٹ ۲۲ پنجابیاں - کپتان الف ایس باڈانگ - و کپتان ڈی ایل ڈین ۲۴ پنجابیاں - لفٹنٹ ایچ سی ڈبلیو ڈلن - لفٹنٹ ای - ایس - رنڈ - ۷ - ۳ ڈوگراز - کپتان بے جی جے کرا فورڈ - ۴۸ پاؤنیرز - میجر ایچ جے رڈل کپتان - ڈبلیو ایس اولڈھم - دوم لفٹنٹ اے آر دینش و ڈبلیو ایس ڈادری - ۵۱ سکھاں میجر اے بی ایس ڈکنسن ۶۶ پنجابیاں - کپتان جی ایل دھاٹ - وزرڈ ۶۷ پنجابیاں - میجر سی ایل پیرن - دوم لفٹنٹ آر ڈبلیو گوسنی ۱۰۳ مرہٹانہ لائیٹ انفنٹری - لفٹنٹ کرنل سی ای جیکسن - ۱۰۴ ولزلیز رائفلز - میجر جی ہیلی - دوم لفٹنٹ ای پی گورڈن ۱۱۰ مرہٹانہ لائیٹ انفنٹری - کپتان سی ڈی زدوسٹ - کپتان اے - پی ڈیڈ ہاؤس ۱-۷ - گورکھا - رائفلز - دوم لفٹنٹ جی - پی - کین +

غالباً ہلاک :- ڈیون رجمنٹ لفٹنٹ ایچ جے ایچ کاکس - اول آکسفورڈ وبکس لائیٹ انفنٹری کپتان الف ایم ڈیون پورٹ - و لفٹنٹ ڈی سی ۱۱۷ مرہٹانہ - لفٹنٹ سی ای چینی - ۱۱۹ پیدل - لفٹنٹ جے جی فیگن۔

زخموں سے ہلاک :- ۶۶ پنجابیاں کپتان بی اے ایلن ۶۷ پنجابیاں - لفٹنٹ کرنل اے - سی - سمتھ +

کرنل وسیش کی پسپائی :- لندن ۲ نومبر ایتھنز کا تار مظہر ہے کہ کرنل وسیش نے پریزرنڈ سے سروی سفیر کو تار دیا ہے کہ میں سقوطری کو جا رہا ہوں - اور سوی ان سڑکوں پر مدافعت کر رہے ہیں جو توصوہ کے میدان سے پریزرنڈ کی طرف آتی ہیں - ہمارا ہراول البانیہ میں بمقام بحوم کولہ پہنچ گیا ہے کہ کرنل وسیش پسپا ہو کر رسنا پہنچیگا - اور وہاں سے البا سن واقع البانیہ میں جائے گا +

رومانیہ اور بلغاریہ کی سرحد پر آسٹروی سپاہ - لندن ۲۹ نومبر بکارسٹ کا تار مظہر ہے کہ تین آسٹروی رجمنٹیں مقام رسچوک میں جو رومانیہ کی سرحد پر بلغاریہ میں واقع ہے - آ رہی ہیں +

سروی پسپائی کے مصائب :- سالونیکا ۳۰ نومبر بہ تباری ہوئی ہے - ایک جماعت نش کے برطانی نائب قونصل کو ہمراہ لیکر البانیہ کی راہ سے مصائب جھیلتی ہوئی ۲۹ - نومبر کو یہاں پہنچی ہے سواری کے نہ دستیاب ہونے سے ان لوگوں کو جن میں ۹ لیڈیاں بھی تھیں نو دن تک پیادہ برف سے مستور پہاڑوں اور نہایت خطرناک سڑکوں پر چلنا پڑا - آخر ڈیبرا میں پہنچکر انہیں گاڑیاں مل گئیں - ان کا بیان ہے کہ سردیا سے جنوب کی طرف باہر جانے والی سڑکیں پناہ گزینوں اور فوجی دستوں سے دبی پڑی ہیں - اور اکثر کا یونانی علاقہ میں پناہ لینے سے پیشتر کام تمام ہو جائیگا سالونیکا میں پناہ گزینوں کا تانتا بندھا ہوا ہے جن میں سے اکثر مفلس اور نادار ہیں اور امداد کی اشد ضرورت ہے۔

جرمنی کی سیاسی چالاکی - لندن ۳۰ نومبر معلوم ہوا ہے کہ لارڈ کچنر نے ایتھنز میں فرمایا کہ "بلقان میں جرمنی کی معرکہ آرائی کو فوجی کارروائی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا - بلکہ یہ سیاسی چالاکی کا منظر پیش کرتی ہے"

بلجیمی ساحل پر گولہ باری - ایمسٹرڈم - ۳۰ نومبر سرحد کی خبروں سے پایا جاتا ہے کہ آج برطانی جہازوں کے ایک دستہ نے زیبروگ سے اوسٹنڈ تک بلجیمی ساحل پر گولہ باری کی۔

جرمن افواج کی اہم نقل و حرکت - لندن ۳۰ نومبر ایمسٹرڈم کا تار مظہر ہے کہ مغربی محاذ پر جرمن افواج کی اہم نقل و حرکت کے آثار پائے جاتے ہیں - جرمنی کے مغربی اور جنوب مغربی علاقہ میں سپاہ کی آمد و رفت قریباً بند ہے - اور اس علاقہ سے ہالینڈ میں چار روز سے کوئی اخبار موصول نہیں ہوا - جرمن حکام جرمنی اور ہالینڈ کی سرحد پر بدیں غرض سخت نگرانی کر رہے ہیں کہ خبر باہر نہ نکلنے پائے +

ساحل پرتگال کی حفاظت - لندن ۲۹ نومبر ایمسٹرڈم کا تار مظہر ہے کہ پرتگال اپنے ساحل کی حفاظت کے لئے ۴۰۰ ٹن کے ۶ جہاز خریدنے کی کوشش کر رہا ہے +

فرانس میں لارڈ کچنر کی گفتگو - لندن ۳۰ نومبر پیرس کا تار مظہر ہے کہ لارڈ کچنر نے [illegible] (وزیر اعظم) کے ہمراہ دیر تک گفتگو کرتے رہے +

برطانی سٹیمر کی غرقابی - لندن ۳۰ نومبر سٹیمر واٹرل غرق کر دیا گیا ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۵ - دسمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۶۲

آریہ سماج لاہور اور پیغام صلح

مختلف مذاہب کے تعلقات کیسے بہتر ہو سکتے ہیں؟

خدا کے ماموروں اور صداقت کے حامیوں اور اس کا وعظ کرنے والوں کے منہ کی کہی ہوئی باتیں یا ان کی وہ دلی خواہشات اور تمنائیں جو دنیا کی بہتری اور مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے ہر وقت ان کے قلب میں موجزن رہتی ہیں اگرچہ ایک وقت جب وہ دنیا کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اور مخلوق خدا کو ان کی طرف بلایا جاتا ہے بڑی شدید مخالفت کو پیدا کرتی ہیں اور غفلت شعار و نا عاقبت اندیش دنیا ہاں وہ دنیا جس کا شیوہ ہی ہمیشہ سے مامورین و مرسلین کو پیش کردہ حقائق کو جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیکر آتے ہیں بلا سوچ و بچار حقارت آمیز نظروں سے دیکھنے اور مخالفت کے پاؤں سے انھیں ٹھکرا دینا رہا ہے اور جو ہمیشہ سے اس بات کی عادی ہو چکی ہے کہ وہ مامورین الٰہی کے ساتھ تمسخر و استہزاء سے پیش آئے اور اس طرح سے یا حسرتاً علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون کی مورد و مصداق ٹھہرے - آخر ایک وقت اس پر آتا ہے جب وہ اس چشمۂ صافی کے آب زلال کی تاثیرات کو اپنی شفا ر روحانی کی معدہ معاون پاکر اور فیہ شفاء للناس کی حقیقت صادقہ کی قائل ہو کر اس کی طرف قدم بڑھاتی ہے گو کھلے طور پر اور سیدھے راستہ سے نہیں بلکہ اس دریائے روحانی کے اصل منبع اور مخرج کو چھوڑ کر اور اسے نظر انداز کر کے ایک چکر دار راستہ سے اس کا پانی اپنے گھر تک لانے کی کوشش کرتی ہے - اور اس طرح سے بہت گدلا اور میلا بھی کر لیتی ہے کیونکہ پہلا انکار اور اس کی تاثیرات قدیمہ سے اس کی روگردانی یا یوں کہنا چاہئے کہ اس شقاوت ازلی کا رہا سہا مادہ جو اس ماموری کی مخالفت کا باعث ہوئی تھی انھیں اپنی رجعت قہقری اور اس پیش کردہ صداقت کا علانیہ اعتراف کرنے سے روکتا ہے - لیکن بہرحال وہ کسی نہ کسی طرح اس کے حصول کی کوشش ضرور کرتی ہے یا خود بخود طبائع اس کی طرف مائل ہو جاتی ہیں - یہ وہ وقت ہوتا ہے جب ایک دانا و بینا شخص اس وقت کا جب یہی بات ایک برگزیدہ انسان کے منہ سے نکلی تھی اور دنیا نے اسے نفرت کے ساتھ رد کر دیا تھا اس آخری حالت کے ساتھ مقابلہ کرے اور ان ہوشربا حالات کو پیش نظر رکھ کر جو ایک مامور صادق کو اس کی دعوت حق کے رد کرنے سے پیش آتے ہیں ایک ظاہر بین اور حقیقت سے ناآشنا انسان انھیں دیکھ کر اس کی تباہی و بربادی یا اپنے مشن میں ناکامی کی پیشگوئی کر دیتا ہے - ایک طرف رکھے - اور دوسری طرف اس کی اس تحدی آمیز پیش گوئیوں کو دیکھے جو وہ بالآخر کامیاب ہونے کے متعلق کرتا ہے اور دنیا کو اپنی اس بیکسی و بےبسی کے عالم میں سناتا ہے کہ ؎

امروز قوم من نہ شناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

اور ان سب کے بعد اس کی اس انتہائی کامیابی یا اس کے آثار و اظلال کو پیش نظر رکھے تو وہ یقیناً کہہ اٹھیگا کہ وہ شخص واقعی اپنی بات میں سچا تھا اور اس کی باتیں صحیح طور پر ان دہو الا وحی یوحی کا حکم رکھتی تھیں۔

مجھے ضرورت نہیں کہ مامورین الٰہی کے ساتھ اس ہمیشہ سے پیش آنے والی سنت مستمرہ کے شواہد پیش کروں - قرآن کریم کو پڑھ جاؤ تاریخ دنیا کی ورق گردانی کر لو - تم ایک وقت کسی مامور یا مرسل کو سخت سے سخت مصائب و آلام کا تختہ مشق ہوتا ہوا دیکھوگے تو دوسرے وقت انھیں دشمنان صداقت کے ہاتھوں اسے آسمان الوہیت پر چڑھا ہوا پاؤگے لیکن ان دونوں حالتوں کے درمیان میں ایک زمانہ وہ بھی ہوتا ہے کہ جب طبائع کا رجحان ایک عجیب کیفیت کا مظہر ہوتا ہے - اس وقت جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے نہ تو لوگ کھلے طور پر اس صداقت کا اعتراف کرتے اور اس کے لانے والے کو مانتے ہیں اور نہ ہی اس کو پہلے کی طرح مسترد کرتے اور دشمنی و عداوت پر تلے رہتے ہیں - بلکہ آہستہ آہستہ عملی طور پر تو ان حقائق کی طرف قدم اٹھاتے ہیں اور منہ سے انکار کرتے چلے جاتے ہیں - حضرت مسیح موعود ہمارے اس زمانہ میں ان تینوں حالتوں کے پیدا ہونے کا باعث ہوئے اور زمانہ موجودہ کے بعض پیش آنے والے واقعات سب حالات کو پیدا کر کے اسی حقیقت ثابتہ کو دہرا رہے ہیں - ہم نے اپنی آنکھوں سے اس مامور صادق کی علانیہ اور نہایت سخت و شدید مخالفت بھی دیکھی - پھر دنیا پر وہ زمانہ بھی آیا اور آرہا ہے کہ جب یہ مخالفت ٹھنڈی پڑ چکی ہے - اور لوگ آہستہ آہستہ آپ کی پیش کردہ باتوں کی طرف رجوع کر رہے ہیں اور گو زبان سے ابھی معترف نہیں بلکہ ایک حد تک انکار ہی کرتے ہیں لیکن ان امور کو جو خود اس مامور کے پیش کردہ ہیں اور جن کی طرف اس وقت توجہ بھی نہیں کرتے تھے اب ہاتھ ڈالتے ہیں مگر ساتھ ہی اسمیں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اس کی بتائی ہوئی راہ سے پرے ہٹ کر ادھر ادھر ٹھوکریں کھا رہے ہیں - اور یہ اس بات کے آثار و اظلال ہیں کہ انشاء اللہ ایک وقت اس صحیح راستہ کو بھی علانیہ قبول کر لیا جائیگا اور اس کے پاک مجوز کو بھی -

میں اس وقت اس امر کی تصدیق میں کوئی معیار و مثال پیش کرنا نہیں چاہتا بلکہ حضرت اقدس مسیح موعود کی ایک آخری اور سب سے زیادہ کامیاب دلی خواہش کا جو پیغام صلح کی صورت میں ملک کے سامنے پیش کی گئی تذکرہ کر کے اس کے مخاطبین کی اس وقت کی اور موجودہ حالت کو بتانا چاہتا ہوں - حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے سات سال پیشتر اور اپنی وفات سے تین چار دن پہلے اس مقدس کام کو ایسے وقت سرانجام دیا کہ جب ملک میں اس کی کامیابی کے کوئی آثار نہ تھے - اور تو اور خود مسلمان اخبارات نے بھی اس کی دل کھول کر مخالفت کی اور کیوں نہ کرتے جبکہ اس وقت مسلمانوں نے مسلم لیگ کے ماتحت مصلحت اس بات میں سمجھ رکھی تھی اور وہ اپنی سیاسی اہمیت اسی میں دیکھتے تھے کہ وہ ہندو کانگریس کی آواز ہائے اتفاق کے بالمقابل حریفانہ پہلو اختیار کریں - اور اپنی جداگانہ حیثیت کو یہاں تک ترقی دیں کہ کسی ایک بات میں بھی اتفاق کی آواز بلند کرنا ان کی پالیسی (در مرغ مصلحت آمیز) کے منافی ہو نہ صرف مسلمان ہی بلکہ ہندوؤں کا بھی اس وقت کانگریس کے ماتحت عملی طور پر رجحان اگر ہو چکا تھا تو اسی طرف کہ مسلمانوں کی ہر بات میں مخالفت کی جائے - اور انھیں ہر میدان میں شکست فاش دینے کی کوشش کی جائے - اس وقت کے اخبارات کو ذرا اٹھا کر دیکھیں ہر طرف مسلمانوں کی طرف سے ہندوؤں سے علیحدگی اور ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششیں ہی نظر آئینگی یہی وجہ ہے کہ ملک نے اس مامور ربانی کے پیغام امن کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کی - بلکہ اس وقت سب نے اس کو اپنی سنہری اور دو پہلی انگلی

کے منافی پاکر اس کی مخالفت ہی کی اس کے ثبوت میں میرے پاس اس وقت کے اخبارات کے کچھ حوالجات بھی ہیں جن کو میں پھر کسی وقت بشرط ضرورت پیش کرونگا۔ لیکن یہ کوئی بہت دیر کی بات نہیں کہ بھول چکی ہو۔ سات سال کا زمانہ کوئی طویل مدت نہیں۔ خصوصًا اس وقت سے سال دو سال پیشتر کے بعض مشہور آفاق واقعات جو تاریخ ہند کا ایک اہم ترین جزو ہیں اس زمانہ کی یاد تازہ رکھنے کے لئے بطور ممد ومعاون کے ہیں۔ لیکن ان کو کیا معلوم تھا کہ اس پیامبر (یعنی مغوی) کی آواز کسی سیاسی پہلو کو لئے ہوئے یا دنیوی وجوہ پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ وہ تو اس سخت بیہودگی اور آپس کی کشاکشی اور باہم آویزی کو دور کرنا چاہتا تھا۔ جو مختلف مذاہب کے بزرگوں اور اُن کی کتب مقدسہ کو جن کی عزت ان کے متبعین کے دلوں میں یہانتک جاگزین ہوتی ہے کہ وہ ان کے لئے اپنی گردنیں کٹوانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ بلکہ کٹوا دیتے ہیں۔ برا بھلا کہنے اور ان کے حق میں توہین آمیز کلمات استعمال کرنے سے لاحق ہو رہی ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پیغام میں صلح کی جو شرط پیش کی ہے سو وہ یہی ہے کہ ہندو صاحبان ہمارے مقتدا و مولانا جناب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لے آئیں اور قرآن کریم کو خداتعالیٰ کی سچی کتاب مان لیں۔ اس شرط کی اہمیت اور اس بات کو واضح کرنے کے لئے کہ یہ کیسے باور ہو سکتی ہے اور مختلف مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذاہب پر قائم رہ کر اس پر کیسے عامل ہو سکتے ہیں چونکہ ایک علیحدہ مفصل مضمون کی ضرورت ہے اور صرف یہ پرچہ ایسے طویل مضمون کی گنجائش نہیں رکھتا اس لئے ہم اسے آئندہ اشاعت پر ملتوی کرتے ہیں

مولوی خواجہ کمال الدین صاحب کی مشن

اور

حیدرآباد کی پبلک

(منقول از مشیر دکن ۲۵ نومبر)

مولوی خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے بیرسٹر ایٹ لا کی جو مشن اشاعت اسلام اور تبلیغ دین حقہ کے متعلق ولایت میں کام کر رہی ہے وہ اپنے مقاصد کے لحاظ سے بلاشبہ تمام روئے زمین کے مسلمانوں کی ہمدردی اور امداد کی سچے طور پر مستحق ہے۔

اس مشن کے لئے امداد حاصل کرنے کا مقصد لے کر مولوی خواجہ کمال الدین صاحب یہاں بھی تشریف لائے تھے اُن کے بیان کو جس رغبت اور شوق کے ساتھ یہاں کی پبلک نے سُنا وہ قابل تحسین تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ مولوی خواجہ کمال الدین صاحب کے دل پر حیدرآباد کی پبلک کی طرف سے اچھا اثر پڑا اور اُن کو علی الاعلان اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ حضرت اقدس و اعلیٰ کی خوش نیتی اور نیک نفسی کے باعث یہاں کی پبلک کے قلوب تعصب کی میل کچیل سے بالکل پاک و صاف ہیں حیدرآباد کی پبلک کو چاہیئے کہ وہ اپنی روا داری بے تعصبی کو ہمیشہ کے لئے قائم و برقرار رکھنے کی کوشش کرے اور بعض متفنی اور ناعاقبت اندیش لوگوں کی ریشہ دوانی کو آپس میں تعصب کی آگ بھڑکانے کے متعلق کامیاب نہونے دے۔

خواجہ کمال الدین صاحب سے حضرت منصور نے جو پانچ سوالات کئے تھے اُن کا جواب خواجہ صاحب کل کے مشیر دکن میں دے چکے ہیں* امید ہے کہ ان سوالات کو پڑھ کر ناظرین اخبار کے دل میں خواجہ صاحب کے متعلق کسی قسم کی بدظنی باقی نہ رہیگی۔ اور جن لوگوں نے شبہ میں پڑکر اس وقت تک خواجہ صاحب کے مشن کے ساتھ کسی طرح کی ہمدردی نہیں کی ہوگی وہ خواجہ صاحب کے جوابات سے مطمئن ہو کر اب حتی الامکان اُن کے مشن کی امداد کرنے کی جانب متوجہ ہوں گے

حضرت اقدس و اعلےٰ کی سرپرستی اور امداد کے شرف سے جو ہر نیک اور قومی کام کی سرپرستی فرمانے میں شہرت عامہ رکھتے ہیں خواجہ کمال الدین صاحب کی مشن بھی محروم نہیں رہی۔ چنانچہ حضرت اقدس و اعلےٰ نے بہ الطاف خسروانہ خواجہ صاحب کی مشن کے لئے امداد میں دو سو روپیہ ماہانہ کا عطیہ مرحمت فرما کر خواجہ صاحب اور اُن کی مشن بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ تمام عالم کے مسلمانوں کو رہین منت فرمایا۔

اُمید ہے کہ ہمارے یہاں کے امراء و جاگیردار جو ہمیشہ حضرت اقدس و اعلیٰ کی تقلید اختیار کرنے کو باعث سعادت اور موجب سربلندی سمجھتے ہیں اس بارہ میں بھی حضرت اقدس و اعلےٰ کی تقلید اختیار کر کے سعادت دارین حاصل کرنے کی کوشش کرینگے۔

* یہ جوابات آئندہ اشاعت میں نقل کئے جائینگے +

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

لاہور کا دوسرا سالانہ جلسہ

برادران۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جیسے کہ پہلے اعلان کیا جا چکا ہے اس دفعہ سالانہ جلسہ کا انعقاد ۲۵-۲۶-۲۷- دسمبر کو قرار پایا ہے۔ امید ہے کہ جملہ احباب و ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام و دیگر کل حضرات جو کہ اس تحریک سے دلچسپی رکھتے ہیں ضرور اس موقع پر تشریف لاوینگے۔ پروگرام انشاءاللہ عنقریب شائع کیا جاویگا۔ علاوہ دیگر لکچراروں کے حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر قوم و خلیفۃ المسیح۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب خلیفۃ المسیح و حضرت مولوی غلام حسین صاحب (خلیفۃ المسیح) کے لکچروں سے احباب مستفیض ہونگے۔

حضرت مسیح موعود کے وقت اکثر مواقع میل ملاقات کے ہوتے تھے۔ اب یہ سالانہ جلسہ ہی عملی طور پر ان سب کا قائم مقام ہے اس لئے سب ممبران جماعت احمدیہ کو بالخصوص اس جلسہ میں شمولیت کی کوشش کرنی چاہیے سب احباب اپنے بسترے ساتھ لاویں۔ رہائش کے لئے مکانات کا اس جگہ کافی طور پر خدا کے فضل سے انتظام کیا گیا ہے۔ کل اصحاب انجمن کے مہمان ہونگے مگر ہر ایک صاحب کے لئے ضروری ہے کہ ان اخراجات جلسہ کے لئے خاص طور پر چندہ دے جس کی تعداد کم از کم ایک روپیہ فی کس ہو۔ اور کل جماعتیں جلسہ سے پہلے یہ رقوم چندہ فراہم کر کے محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام ارسال فرماویں۔ اور ہر ایک جگہ کی جماعتیں آنے سے پیشتر تعداد مہمانوں سے اطلاع دیں نیز ہر ایک جماعت میں سے ایک یا دو اشخاص جلسہ کے انتظام بالخصوص کھانے کے انتظام میں مدد دینے کے لئے پہلے سے نامزد کئے جاویں

انجمن کے کام میں دلچسپی حاصل کرنے اور پچھلے سال کی کارگذاری سے واقفیت حاصل کرنے اور آئندہ اشاعت اسلام کے اہم کام میں حصہ لینے کے لئے عملی تجاویز کرنے و باہمی میل جول کو بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ جہانتک ممکن ہو کل اصحاب بیرونجات جلسہ میں شامل ہونے کی سعی بلیغ فرماویں اور اجر اللہ تعالیٰ کی [illegible]

اصلاح مذہب
اور
مصلحین زمانہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

سب سے پہلے میں اس زمانہ کے خطابی رشی اور مہرشی جناب سوامی دیانند جی مہاراج کو لیتا ہوں۔ اگرچہ سوامی جی مہاراج کا تعلق ایک ایسے مذہب کے ساتھ ہے۔ جس کی آسمانی کتاب کی تعلیم اور اس کی زبان سے میں تو کیا۔ خود اس مذہب کے پیرو بھی ۹۹ فیصدی نابلد محض ہیں اور وہ کتاب اور اس کی زبان بوجہ ناقابل فہم اور غیر مروج ہونے کے مردہ کتاب اور مردہ زبان کہلانے کی مستحق ہے اور اس لئے اگرچہ میں سوامی صاحب کے کاموں اور اُن کے وید کی طرف منسوب کردہ بیانات کا خود محاکمہ کرنیکے ناقابل ہوں۔ لیکن آج اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ہمارے لئے بعض ایسے سامان مہیا کر دیئے ہیں۔ کہ جنکی موجودگی میں ہمیں زیادہ سرگردانی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگرچہ ہندوؤں میں سنسکرت زبان کے ماہر بہت تھوڑے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن بعض مشاہیر پنڈتوں نے اس طرف خصوصیت سے متوجہ ہو کر اس کمی کو بہت حد تک پورا کر دیا ہے اور اس لئے انہوں نے سوامی صاحب کی سنسکرت دانی کے بخئے ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں اور انکی رکیک تاویلات پر منصفانہ محاکمہ کرنیکے بعد بالآخر انہیں ناواجب دیکھکر نفرت کیساتھ پھینک دیا ہے اور سوامی صاحب کا ہرگز ساتھ نہیں دیا۔ لیکن ان پنڈتوں کی رائے شاید تنگدلی۔ آبائی تقلید اور بیجا طرفداری پر محمول کیجائے اسلئے میں کسی ایسے شخص کو تلاش کر کے اس سے سوامی صاحب کے بیانات کا فیصلہ کراؤں گا۔ جو فریقین سے کوئی تعلق بھی نہ رکھتا ہو اور سنسکرت میں بھی وہ بخوبی ماہر ہو۔

لیکن پیشتر اسکے کہ میں کسی ایسے شخص کی طرف فیصلہ کیلئے رجوع کروں مجھے یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوامی صاحب کو اس اصلاح کے کام پر کس نے اور کیوں مامور کیا۔ یا وہ خود بخود اصلاح پر آمادہ ہوئے۔ سو واضح رہے۔ کہ جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ کہ موجودہ زمانہ کے سائنس اور فلسفہ نے جب مذاہب عالم پر تنقید شروع کی۔ تو اکثر ہندو تعلیم یافتہ لوگوں نے دیکھا کہ انکا مذہب اس تنقید میں پورا اُتر نہیں سکتا اور وہ موجودہ علوم سے بہت کچھ متغایر اور متبائن ہے تو انہوں نے اس خوف سے کہ کہیں ہمیں ان علوم کی خاطر اور نیچرلزم کی پیروی میں اپنے آبائی مذہب کو ترک کر کے اپنے خویش و اقارب سے جدا نہ ہونا پڑے کوئی ایسی تجویز اختیار کرنی چاہی کہ جس سے مذہب کا نام تو وہی رہے۔ لیکن اسکے اصول اور رسوم کو بدل ڈالا جائے اور اسکا ایک نیا ڈھانچہ بنا کر کھڑا کر دیا جائے مدتوں اس فکر نے ہندو جنٹلمینوں کو سرگرداں کئے رکھا۔ کہ کسی طرح سے چھوت چھات۔ ذات پات کی قید اور بت پرستی۔ شجر و حجر پرستی۔ شمس پرستی۔ آتش پرستی وغیرہ ہم سے چھٹکارا نصیب ہو۔ اور ہندو مذہب ایک آزاد خیال مذہب بن جائے۔ اور سائنس قدیم مذہبی رسوم کو جو عقل اور فلسفہ کے سراسر خلاف ہیں بالکل اڑا دیا جائے۔ یہ خیال بجائے خود ایک بہت ہی نیک خیال تھا۔ اور اگر اسمیں ذرا ہی ہمت کر لی جاتی یعنی ہندو مذہب کو بدلنے کے بجائے کسی ایسے دوسرے مذہب کی تلاش میں وہ لوگ جاتے جو انکے مطالبات کو پورا کر دیتا۔ تو ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ اسلام کے بہت ہی قریب آ گئے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے باوجود آزاد خیال ہونے کے تنگ خیالی کو کام فرمایا اور آبائی مذہب سے نکلنا گوارا نہ کیا۔ الغرض وہ اسی کش مکش میں تھے۔ اور جیسا کہ میں آگے چل کر بتاؤنگا۔ انہوں نے اپنے ان خیالات کو مذہبی اصولوں کی صورت میں کسی حد تک رواج بھی دیدیا تھا۔ کہ سوامی دیانند جی مہاراج نے جو اپنے ہم مذہبوں کی اس مصیبت سے واقف ہو چکے تھے فی الفور اصلاح کا بیڑا اٹھا کر اور فلسفہ و سائنس کے مطابق چند ایک خیالات کسی طرح مذہبی رنگ میں بیان کر کے انہیں ویدوں کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا۔

سوامی صاحب نے نو تعلیم یافتہ ہندوؤں کی الجھن کو دور کرنے کے لئے ہندو مذہب کو اُن کے مذاق کے موافق ترمیم کرنے کی کوشش کی اور رکیک تاویلات سے ویدوں کی شرتیوں اور الفاظ اور نیز ان رسوم کو جو تنگ خیالی پر مبنی تھیں۔ کچھ کا کچھ بنا دیا اور انہیں ایسی طرح سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ کہ جس سے معلوم ہو۔ کہ ہندوازم ایک بہت ہی آزاد خیال اور عالمگیر مذہب ہے اسے ہندوؤں کے قدیم دیوتاؤں۔ اگنی۔ وایو۔ جل۔ اور سورج کو خدا تعالےٰ کے نام ظاہر کر کے ان سب عناصر کی پوجا سے اپنے ہم مذہبوں کو روکا۔ کام تو یہ نہایت اچھا تھا۔ اور ہمیں اس بات کے ماننے سے کوئی انکار نہیں ہو سکتا کہ سوامی دیانند جی کا یہ کام ہندو کمیونٹی کے لئے بہت ہی مفید تھا۔ لیکن سوال تو صرف یہ ہے کہ آیا یہ تاویلات صحیح بھی ہیں یا نہیں۔ اس کے لئے جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں۔ مجھے بعض سناتنی ہندوؤں اور ان کی رائے کے ناقابل اعتبار ہونے کی صورت میں انگریز فاضلان سنسکرت سے رجوع کرنا پڑیگا۔ اس کے لئے مجھے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف بعض ہندو اور انگریز فاضلان سنسکرت کی اس رائے کا حوالہ دیدینا چاہئے۔ جو کہ سوامی جی کی اس درخواست پر کہ ان کی وید بھاش کو تعلیمی کورس میں داخل کیا جاوے۔ پنجاب گورنمنٹ نے سینٹ پنجاب یونیورسٹی کی وساطت سے انسے طلب کی تھی۔ رائے دہندگان میں پنڈت گورپرشاد صاحب ہیڈ پنڈت اورینٹل کالج لاہور پنڈت رکھی کیش صاحب سیکنڈ ٹیچر اورینٹل کالج لاہور اور پنڈت بھگوانداس صاحب اسٹنٹ پروفیسر سنسکرت گورنمنٹ کالج لاہور کے علاوہ ایف گریفتھ صاحب ایم اے پرنسپل کالج بنارس اور مسٹر ٹانی صاحب ایم اے پرنسپل پریزیڈنسی کالج کلکتہ بھی شامل تھے۔ اور مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان سب فاضلان سنسکرت نے بالاتفاق سوامی صاحب کی تاویلات کو ناجائز قرار دیکر انہیں مطلب پرستی کے نام سے تعبیر کیا۔ کہا جا سکتا تھا کہ اول الذکر پنڈت صاحبان بوجہ ہندو ہونے کے تنگ خیالی اور تعصب میں مبتلا تھے۔ اور اس لئے انکی رائے قابل وقعت نہیں قرار دی جا سکتی۔ لیکن میں پوچھونگا۔ کہ کیا یورپین فاضلان سنسکرت بھی انہیں کے زمرہ میں تھے۔ ہو سکتا تھا۔ کہ وہ وید کی خاص خاص شرتیوں کی نسبت سوامی صاحب کے معانی کو بوجہ سیاق و سباق عبارت کے بے محل اور اس لئے غلط قرار دیتے۔ لیکن کم از کم وہ اتنا تو اقرار کرتے۔ کہ یہ اگنی وایو جل وغیرھم پرمیشر کے نام بھی ہو سکتے ہیں۔ اور اس قسم کے الفاظ لغت یا عام محاورہ وغیرہ میں پرمیشر کی نسبت پائے جاتے ہیں لیکن جب ہم ان سب کو اسکے خلاف پاتے ہیں اور سنسکرت کی لغت کو بھی (اگر کوئی ہے) اس کی تائید میں نہیں دیکھتے۔ تو سمجھ نہیں آتا کہ اکیلے سوامی صاحب کی رائے اس بارہ میں کیونکر قابل پذیرائی ہو سکتی ہے۔

میں اس مضمون کو زیادہ لمبا کر کے مزید ناقابل تردید دلائل سے سوامی صاحب کے علم کی حقیقت کو آشکار کرنا نہیں چاہتا۔ ہاں مذکورہ بالا واقعات سے میں اس نتیجہ پر آنے کے لئے مجبور ہوں۔ کہ سوامی صاحب نے بجائے قوم کی اصلاح کرنے اور قوم کے مذاق کو مذہب کے مطابق بنانے کے خود مذہب اور وید کی اصلاح شروع کر دی۔ اور باوجود اس کے انہیں بعض لوگوں نے مصلح قوم مان لیا۔

لیکن یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ محض اس لئے کہ اس روشنی اور علم و فضل کے زمانہ میں تعلیم یافتہ ہندوؤں کو پتھروں کے آگے سجدہ کرتے

یا دیگر عناصر کی پرستش اور اکو دیوتا کے نام سے پکارنے میں سخت عار تھی۔ وہ پہلے ہندوں اور عام پنڈتوں کی طرح نہ فلسفہ اور سائنس اور دیگر علوم جدیدہ سے بے بہرہ تھے۔ اور ان سب علوم کی روشنی میں وہ ہرگز ہرگز اپنے سے ادنےٰ مخلوقات کو خدا مان نہیں سکتے تھے۔ پس اب ان کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ یا تو اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب میں جا داخل ہوں۔ جو انہیں مخلوق پرستی سے چھڑا کر خالق کے آگے جھکنے کی تعلیم دے یا دہریہ بنکر اسی فلسفہ اور سائنس کو اپنا ملجا و ماوےٰ سمجھنے لگ جائیں اور یا خود ان کا اپنا دین انکے مذاق کے موافق ترمیم کر لیا جائے۔ سوامی دیانند نے زمانہ کی اس نبض کو دیکھکر اور ان خرابیوں کو محسوس کر کے جو ان لوگوں کے بے دین ہو جانے سے ہندو کمیونٹی کے لاحق حال ہونے والی تھیں۔ مؤخر الذکر تجویز کو اختیار کیا۔ اور اسے ایسے طریقہ پر اختیار کیا۔ کہ جس کو بعض لوگوں نے اپنے مذاق کے موافق پا کر ان کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ . . . . . . لیکن واقف کاروں سے یہ بات پوشیدہ نہ رہ سکتی تھی انہوں نے اس کی پوری تردید کی۔ اور ویدوں میں توحید کی تعلیم سے قطعی انکار کیا۔ مگر کیا بیسویں صدی کے اس مہرشی کی اصلاح کا کام یہیں پر ختم ہو جاتا ہے۔ نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو یہ تھوڑی بہت کامیابی جو تعلیمیافتہ ہندوؤں کے ان کے قابو میں آجانے کی وجہ سے ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ ہرگز وقوع میں نہ آتی کیونکہ موجودہ فلسفہ سائنس انسان کو صرف اصنام پرستی اور عناصر پرستی سے ہی نہیں روکتا۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کو قادر مطلق ہستی تسلیم کرنے سے بھی انکاری ہے۔ اور اسکو روح و مادہ کا محتاج جانکر اور ان دونوں کو اس کی طرح ازلی و ابدی قرار دیکر پھر اسی مادہ پرستی میں انسان کو مبتلا کر دیتا ہے۔ جو پہلے مختلف اشکال کی صورت میں معبود قرار دیا گیا تھا۔ گویا وہ انسان کے سیدھے ہاتھ سے اپنی ناک کو ہاتھ لگانے پر معترض ہے اور ہاتھ کو دوسری طرف سے پھیر کر لگانے پر مصر ہے۔

الغرض سوامی صاحب کو اپنے مذہب کی اصلاح کرتے وقت یہ مشکل بھی پیش آئی اور اس کا علاج بھی انہوں نے اسی طرح کیا۔ کہ سائنس کے تتبع میں ویدک شرتیوں کی تاویلات سے کام لیا۔ اور اس طرح سے خدا تعالیٰ کو کامل اقتدار کے درجہ سے نیچے اتار کر اُسے روح و مادہ کا محتاج قرار دیا۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ خدا تعالیٰ کو ایک معمولی کمہار یا بڑھئی سے زیادہ وقعت نہ دی۔ جیسے کہ انہوں نے خود بھی ایسی ہی مثالوں سے اپنے اس دعوے کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ بلکہ میں کہونگا کہ انہوں نے خدا کو ہندوؤں کے قدیم بتوں سے بھی بہت کم درجہ دیا اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ انہیں تناسخ کے چکر میں پھنسکر ابدی نجات سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ اور خدا تعالیٰ کو ہر ایک کے اعمال کے موافق مختلف قالبوں میں ڈھالنے والا یقین کرنا پڑا اور . . . . انہوں نے اسے کوئی اختیار دینا پسند نہ کیا۔ کیونکہ اگر وہ خدا کو نجات دینے کا اختیار بھی دے دیتے۔ تو ایک دن مکتی خانہ تمام روحوں سے بھر جاتا اور یہ دنیا خالی ہو جاتی۔ نہ وہ اور روح و مادہ پیدا کر سکتا اور نہ ہی دنیا آباد ہوتی۔

معزز ناظرین! اسوقت میں سوامی صاحب کے ان معتقدات کی تردید کرنا نہیں چاہتا اور نہ ہی میرے اس مضمون کا یہ موضوع ہے ان امور کو بیان کرنے سے میرا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ آپ کو یہ پتہ لگ جائے کہ سوامی صاحب نے دنیا کی کیا اصلاح کی۔ اور کس بات نے انہیں اس اصلاح پر آمادہ کیا۔ اور اس اصلاح میں دراصل ان کا قبلہ مقصود کیا تھا۔ پس مذکورہ بالا تمام امور پر بالترتیب غور کرنیسے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ ان کا مشن سوائے اس کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ کہ ہندو دھرم کو زبردستی ریشنل ثابت کر کے تعلیمیافتہ ہندوؤں کو غیر مذاہب میں جانے یا دہریہ بننے سے بچا لیا جائے۔ اسی امر کے لئے انہوں نے ہندوؤں کے ذات پات کے بندھنوں کو توڑ کر انہیں آزاد خیالی کی تعلیم دی اور اسی وجہ سے ویدوں میں ریلوں، تار، وائرلیس اور دیگر نو ایجاد کلوں کے علوم کا پتہ دیکر انہوں نے ان کو ان تمام علوم کا مخزن قرار دیا۔ لیکن اے کاش! انہیں یہ بھی معلوم ہوتا۔ کہ یہ سائنس جس پر انہوں نے اپنے مشن کی بنیاد رکھکر قدیم ہندو مذہب کی مرمت کی ہے۔ کوئی یقینی اور قطعی علم نہیں ہے۔ یہ ایک وقت کچھ کہتا ہے تو دوسرے وقت وہ اس کے خلاف کچھ اور تعلیم دیتا ہے۔ ایک وقت اگر اس نے پانی کو ایک عنصر قرار دے دیا تھا۔ تو اس کے برخلاف آج اسے ہائیڈروجن و آکسیجن کا مرکب بتلاتا ہے۔ اور خدا بھلا کرے۔ ہمارے مکرم و مخدوم جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کا کہ انہوں نے تو دیانندی مذہب اور اگر وید بھی حقیقت میں بقول دیانند اس کا حامی ہے۔ تو کہنا چاہئے کہ ویدک دھرم کی عمارت کی بنیادی اینٹ یعنی مادہ کی ازلیت کو انہی یورپین فلاسفروں اور سائنسدانوں کی تازہ تحقیقات کے حربہ سے جن پر دیانندی مذہب یا ویدک دھرم کا دارومدار تھا۔ ایک پمفلٹ بنام "مادہ فانی ہے" شایع کر کے نکال باہر کیا۔ جس سے سوامی صاحب کی کھڑی کی ہوئی عمارت کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ (باقی آیندہ)

بقیہ مضمون از صفحہ اول

کا لگایا ہوا درخت ووکنگ سے برگشتہ برٹش آئیلز پر سایہ کریگا اور انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح ہندوستان کے شجرہ طیبہ کے آخری مالی حضرت مسیح موعودؑ ہیں اسیطرح لنڈن کے شجرہ طیبہ کا آخری مالی مصلح موعود ہوگا۔

یہ ضرور ہوگا کہ خواجہ اول رحمۃ اللہ علیہ بھی بر بناء رویائی سبیل اللہ نکل گئے ہوں جیسا کہ خواجہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک لق و دق میدان میں کھجور کا درخت لگا رہے ہیں۔ اور ایک لوٹا پانی ڈال کر نشوونما کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اسی وقت وہ درخت بڑا ہوتا ہے بار لاتا ہے اور کھجور کھانے بھی لگ جاتے ہیں (کھجور کے درخت کی تعبیر اسلام ہی کی ہوتی ہے کیونکہ یہ وہ درخت ہے جو کسی موسم میں سوکھتا نہیں۔) اور کلمہ طیبہ کا درخت بھی کبھی جلتا نہیں۔ خدا کی شان ہے جب ہم ان دونوں خواجگان مشرق و مغرب کے حالات پر غور کرتے ہیں اور سوانح عمریاں پڑھتے ہیں تو بڑی بڑی باتوں کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ نام بھی ایک ہیں یعنی خواجہ معین الدین اجمیری۔ اور خواجہ کمال الدین کشمیری۔ ہر ایک کے نام میں مبلغ حروف ہیں جو بیسویں صدی میں خواجہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت کا پتہ دیتی ہیں۔ اور لطف یہ کہ ہر ایک کے اصل نام میں یعنی معین اور کمال میں حروف کی تعداد ایک ہی ہے۔ اور مزعات میں بھی بالمقابل اعداد و الفاظ معدا اعداد و حروف ایک ہی ہیں گو ہجرت کے لحاظ سے مشرق اور مغرب کا فرق ہے مگر دونوں کا اصل ایک ہی ہے اور مزیات بھی ایک ہی ہیں۔ یعنی نام بھی ایک ہے اور کام بھی ایک ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

(مسدیق حسین صابر حیدرآبادی)

مسلمانوں کی ترقی کا راز

معترضین مرزا سے چند باتیں

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

یہ ہے حقیقی صداقت جس کی نظیر دنیا کا کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ یہی صداقت ہے۔ جو زبردست مخالفوں کا مقابلہ ہر زمانے میں کرتی رہی ہے۔ اور کرتی رہیگی اس صداقت کو نہ خزانوں کی ضرورت ہے اور نہ کسی پالیسی کی مخالفت۔ اگر ایک طرف روکنے کی تدابیر کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف سے اسلامی طور رحمت اٹھتا ہے۔ اور مخالفین حیران رہ جاتے ہیں۔ کہ کس طرح بے یار و مددگار اسلام اپنی طبعی کشش کے اثر سے دنیا کے قلوب کو فتح کر رہا ہے۔ کئی ایسے ممالک ہیں۔ مثلاً چین وسطی اور غربی افریقہ جہاں کبھی مسلمان بطور فاتح قوم کے داخل نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی وہاں کانفرنس یا انجمن کے سالانہ جلسے ہوتے تھے۔ لیکن وہاں بھی بزرگان دین کی پاکیزہ زندگی اور انوار روحانی کے اثر سے کروڑوں مسلمان آباد ہیں۔ جنوبی ہندوستان میں بھی مسلمان حملہ آوروں سے صدیوں پیشتر اسلام پہنچ چکا تھا۔ اور مالابار تک کو اپنا گرویدہ کر چکا تھا۔ جو بزرگان دین کے ہاتھ سے رنگے ہوئے متقی اور اسلام کے صحیح نمونہ کے تاجروں کا اثر تھا۔

جب حادثہ بغداد میں جس کی تباہی کی دردناک نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ اسلام نابود نہیں ہوا۔ بلکہ اولیائے کرام نے اپنے دشمنوں کو اپنی مضبوط کشش ثقل کا اثر دکھا کر اسلام کا حلقہ بگوش بنالیا اور ان تاریخی نظائر سے ثابت ہے۔ کہ اولیاؤں ہی کے انکار سے سلطنتیں تباہ ہوئیں۔ اور اولیاؤں ہی کے وجود سے سلطنتیں فتح ہوئیں۔ اور یہ کہ

اسلام نے تلوار سے کبھی فتح نہیں پائی بلکہ اسلام تلوار کو فتح کرتا رہا ہے۔

پس اب بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر آج یورپ کے دجالی فتنے اور لڑائیاں زوروں پر آکر اسلام کو مٹانا چاہتی ہیں۔ تو اسکا مجرب اور شافی علاج یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ توپ و تلوار کے زور سے یا پولیٹیکل ڈیپوٹیشنوں کے دباؤ سے اسلام کی کما حقہ حفاظت ہو سکے۔ اور اگر کوئی اسلامی ملک یا قوم اس وقت کسی ابتلا میں ہے تو وہ بموجب اصول قرآنی لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم انہوں نے اپنی تباہی کے سامان خود ہی پیدا کر لئے ہیں۔ قرآن شریف تو مومنین کے لئے ہمیشہ فتح مبین۔ فوز کبیر اور فلاح حقیقی کی خوش خبری دیتا ہے۔ انتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ (تم سب سے اعلےٰ قوم ہو۔ بشرطیکہ مومن ہو) انہیں چاہیئے۔ کہ کروپ کی توپوں اور جدید طرز کے جنگی جہازوں کی تیاری سے قبل اپنے دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کر کے خدا تعالےٰ کے ساتھ صلح کریں۔ اور نصرت آسمانی کے مستحق ہوں۔ باایں ہمہ اگر کوئی قوم چار صد سال سے چپت سوکر مست رہی ہے۔ تو قدرت اس کو خارج کر کے کسی اور قوم کو اس کی جگہ خدمت اسلام کے لئے کھڑا کرنا چاہتی ہے۔ تاہم اسلام کو بہرحال زوال نہیں آ سکتا۔ اور مولوی شبلی نعمانی کا یہ تذکرہ کہ

زوال دولت عثماں زوال شرع و ملت ہے

ایک بالکل غلط اور دور از صداقت امر ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

نور ہے مٹ جائیگا ایران کے مٹ جانیسے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے
کشتی حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصر نو رات ہے دھندلا سا ستارا تو ہے

اسلام کی فتح کا مقدم اور اصلی علاج تو یہ ہے کہ امام الوقت کے حلقۂ وحدت میں داخل ہو کر اپنے نفوس کو صداقت اسلامی کا مجسم نمونہ بناؤ۔ اور اہل یورپ کے قلوب کو فتح کرو اور یہی حقیقی اور سکہری فتح ہے۔ یورپ کو آلات حرب سے تسخیر کرنا ناممکن ہے۔ مگر صداقت اسلامی اور انوار محمدی کی مقناطیسی تاثیر سے یورپ کے دلوں کو مسخر کرنا اسلام کا معمولی کرشمہ ہے۔ بشرطیکہ داعیان اسلام کے وجود میں ثمرات اسلامی کی لذت بخش برکات موجود ہوں۔ اس اشد قومی ضرورت کی حالت میں جب اولیاءان سالفین کے موجودہ جانشینوں اور سجادگان نے اپنی اخلاقی کمزوریوں عیاشیوں۔ اور خلاف شرع طریقوں سے اس چشمۂ صافی کو گدلا دیا اور اپنے باطنی انوار کی منور اور روشن جھلک سے تاریک دلوں کو روشن کرنے اور سیرت نبوی کے پر تاثیر نمونوں سے اعدائے قوم کی تالیف قلوب کرنے کے ناقابل رہ گئے۔ یہاں تک نہیں۔ بلکہ دوسروں کی تیرمانی کر جانے اپنے گھروں کے اندر بغض و عناد کی آگ جلا کر القینا بینہم العداوۃ والبغضاء کے حکم قرآنی کے بموجب خود ہی مغضوب و مقہور ہو گئے تو حقیقی حافظ اسلام ذات باریتعالےٰ نے اپنے پاک دین کی حفاظت اور اشاعت کے لئے ایک اور بزرگ کا ظہور کر دیا۔ اس نے سکھایا کہ بے اعتدالیاں چھوڑ دو۔ خدا پرستی کو چھوڑ کر قوم پرستی نہ کرو۔ اور مذہب کی خدمت کو چھوڑ کر سیاسی رنگ میں ترقی دینے کے سودائے خام میں سراسر مشغول نہ ہو۔ اور بلقانیوں کے ساتھ صلح کی تدابیر سوچنے سے پہلے خدا تعالیٰ سے صلح و صفائی کرو۔ کیا ترک ان راہوں سے پیش آمدہ مصائب سے بچ سکتے ہیں جیسے کہ لاہور کے ایک اسلامی جلسے میں گذشتہ نومبر ۱۹۱۲ء میں ایک جنٹلمین نے برسر سٹیج یہ تقریر کی کہ "فریضہ نمازیں ترک کرو۔ اور سارا وقت ترکوں کے لئے چندہ جمع کرنے میں خرچ کرو" یا قربانیاں بند کر کے اس کی نقد رقم ترکوں کے چندہ میں دو۔ یا سانحہ مسجد کانپور کے غم میں عید نہ مناؤ۔ کیا عید تمہارے گھر کا ساختہ دستور ہے۔ یہ تو خدا تعالےٰ کا حکم ہے کہ عید مناؤ۔ خواہ تمہارے گھر میں اپنے لخت جگر کی تازہ موت کا ماتم ہی کیوں نہ ہو۔ مسجد (کانپور) کی اینٹوں کی عمارت کی حفاظت کے لئے تو جانیں قربان کرنے پر خوش ہوتے ہو۔ مگر اپنے نفسوں کے لئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی قربانی نہیں کرتے ہو۔ جب تم میں مسلمانی نہ رہی۔ تو کیا یہ مسجدیں تم کو بچا سکیں گی ہسپانیہ میں مسلمانوں کی سربفلک مساجد اور خود پرانی دہلی میں مساجد کی عظیم الشان عمارات موجود ہیں۔ لیکن جب قوم میں ایمان و تقوے کا حقیقی جوہر جان نہ رہا۔ تو کیا یہ عالیشان مساجد انکو بچا سکیں؟ مقتولین کانپور نے جو کچھ کیا۔ اچھا کیا۔ مگر مقتضائے مسلمانی یہ ہے۔ کہ اس سے چند قدم آگے بڑھو۔ اور حقیقی ایمانداری اور پابندی اسلام اختیار کر کے اپنی قومی عمارت کو بقائے روزگار تک مضبوط کرو۔ ورنہ دوستو! مجھے ڈر ہے۔ کہ کانپور جیسی مساجد کے ساتھ زمانہ کیا کچھ سلوک کرے گا۔ جبکہ میں اپنی آنکھوں سے پرانی دہلی کی شاہی مساجد میں مویشیوں کے اصطبل

بنے ہوئے دیکھ چکا ہوں - اور بعض میں خنزیروں کے گلے چرتے ہوئے -
ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں :-

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں کہ جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو - بتاؤ تو مسلمان بھی ہو ؟

قرآن کریم فرماتا ہے - والعاقبة للمتقين (انجام کار متقیوں ہی کی فتح ہوتی ہے) اور مقتضائے تقویٰ یہ ہے - کہ ہر حالت میں ہر وقت میں خدا تعالیٰ سے ڈرنا اور خدا کا شکر ہی کرنا چاہیئے
حضرت امیر عمر رضؓ نے جب فتح انطاکیہ کا مژدہ سنا - تو ایک ریت کے ٹیلے پر چلے جارہے تھے - فوراً سواری سے اتر کر تپتی ہوئی ریت پر سجدات بجا لائے - جب دیر کے بعد سجدوں سے سر اُٹھایا - تو لوگوں نے دیکھا - کہ آپ کی ریش مبارک گارے سے آلودہ ہے - (آنسو اور ریتی مل کر) - دریافت کرنے پر آپؓ نے فرمایا کہ سجدوں میں میں نے ایک تو فتح کا شکریہ الٰہی ادا کیا ہے - دوسرا یہ دعا کی ہے - کہ قوم اس فتح سے مغرور نہ ہو جائے
یہ ہیں مسلمانوں کی تسخیر ممالک کے راز -
مگر ہمارے بھائیوں نے فتح ایڈریانوپل کی خوشی میں بجائے اس کے کہ سجدوں میں جمع ہو کر سجدات شکریہ بجا لاتے - یورپین طرز پر جلسے آراستہ کئے - اور ٹوپیاں اچھال اچھال کر نعرہ خوشی بلند کئے - تصفیہ مسجد کانپور کی خوشی میں بھی بجائے سجدات شکر کے مسٹر مظہر الحق کو پارٹی دی گئی جس میں کنجریوں کی چکی سنی گئی - (خواہ ان کنجریوں کے راگ کا مضمون کیسا ہی جائز قرار دیا جاوے) کیا یہی طریقے خیر خواہی اور ترقی اسلام کے ہیں - اور انہی کے بھروسے ہوئے کہتے ہو - کہ احمدی لوگ قومی سیاست میں حصہ نہیں لیتے ہیں ؟
سود کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم - کہ فأذنوا بحرب من الله ورسوله جو شخص سود سے باز نہیں آتا - اُس سے خدا اور رسولؐ کا اعلان جنگ سمجھو - پھر حضرت نبی کریم صلعم کے احکام کہ سود لینے والے دینے والے اور اس کی رسیدات لکھنے والے اور گواہی دینے والے سب پر لعنت خدا کی - باوجود ایسی تاکید اور واضح احکام کے جہاں مولویوں نے دین کی کاملیت پر حملہ کیا - کہ یہ باقی یعنی سود کا مسئلہ حضرت رسالت مآبؐ ناتمام ہی چھوڑ گئے ہیں وہاں قوم پرستوں نے بنکوں کے سود کو جائز سمجھا ہے - یہاں تک بس نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ قوم تمدن اور تجارت میں ترقی کر ہی نہیں سکتی - جب تک بنکوں کو رواج نہ دیا جائے
الحمد للہ کہ قدرت الٰہی نے خود ہی آج کل بنکوں پر ایک بربادی بخش بجلی گرا کر ہماری قوم پرستوں کی مزاج کا خوب تنقیہ کر دیا کہ
انگریزی تعلیم بھی جس کا انتہائی مقصد قومی یونیورسٹی ہے - ہمارے قومی زوال کا شافی علاج نہیں ہے - اس کی نظیر میں ہسپانیہ کے مسلمانوں کے حالات پیش کرتا ہوں جنکی سلطنت کا عروج و زوال مسلمانوں کے لئے خاص عبرت بخش اور سبق آموز ہے - ہسپانیہ میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک صرف سلطنت نہیں کی - بلکہ علم و فضل - ہنر و فنون کی کمال سرپرستی سے جرمن - فرانس - انگلینڈ وغیرہ ممالک یورپ کو اپنا شاگرد بنایا - جیسے آجکل اعلےٰ تعلیم کے لئے ولایت جاتے ہیں - اسی طرح انگریز اور یورپ کی دیگر قومیں سپین کی اسلامی یونیورسٹیوں میں آکر علوم و فنون سیکھتی تھیں طب - تاریخ - ریاضی - ہیئت - علم نباتات فلسفہ - انجنیری - فلاحت - جہاز سازی غرض ہر ایک قسم کی صنعت و حرفت کا مخزن سپین کی اسلامی یونیورسٹیاں تھیں - مگر باوجود اسقدر علوم و فنون کی کثرت کے مسلمانوں کی سلطنت کا تباہ ہونا اور ایسا تباہ ہونا کہ باوجود نو سو سال کی آزادانہ اور خود مختار سلطنت اور مستقل اسلامی آبادی کے آج ایک فرد بھی اسلام کا نام لیوا وہاں نظر نہیں آتا - اور جو صدمہ مسلمانوں کو سپین میں پہنچا ہے - وہ روئے زمین پر کسی جگہ مسلمانوں کو نہیں پہنچا - پس سپین کے حالات خاص غور کے قابل ہیں - اور ہمارے اُن مسلمان بھائیوں کی خاص توجہ طلب ہیں جو صرف مغربی تعلیم پر مر مٹے ہوئے ہیں - اُن کو بنظر غائر دیکھنا چاہئے کہ اگر محض فلسفیانہ خیالات اور دنیاوی علوم کا کمال ہی ترقی کا باعث ہوتا - تو سپین جو ان باتوں کی کان تھا - کیوں ڈوبتا ؟ تاریخوں سے تو صریحاً ثابت ہے - کہ کوئی اسلامی ملک سپین کی علمی ترقی کو نہیں پہنچ سکتا - تو اس کی زوال کی کوئی وجہ بجز اس کے نہیں ہے کہ وہ لوگ شعائر اسلامی میں سُست ہو کر صرف علوم جدیدہ ہی پر شیدا ہو گئے - اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی اصلیت سے بھٹک کر خاک مرادی کے گڑھے میں جا پڑے -
(در اصل سپین میں شوکت اسلامی کی اینٹ تو اسی وقت سے ہل گئی - جبکہ اہل سپین نے اپنے امام الوقت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کا انکار کر کے پیر شیخ الکفر کے فتوے لگائے
ہماری جماعت انگریزی علوم کی مخالف نہیں ہے - ہمارے امام کے دار الخلافہ میں اعلےٰ پیمانے پر انگریزی کا ایک قومی ہائی سکول ہے جو عنقریب کالج بنایا جاتا ہے - ہمارے لیڈر نے جیب خاص سے یونیورسٹی فنڈ میں ایک ہزار روپیہ چندہ دیا ہے - اور جماعت کو بھی اس میں حصہ لینے کا حکم کیا ہے - ہمارے امام کے صاحبزادے علیگڈھ میں انگریزی تعلیم پاتے ہیں اور ہم تو یورپ کے علوم کو اتنا ضروری سمجھتے ہیں کہ بغیر ان کے حصول کے قرآن شریف کے مطالب کی کما حقہ معرفت نہیں ہو سکتی - لیکن حق یہ ہے کہ صرف مغربی علوم پر شیفتہ ہو کر اسلامی اخلاق اور محمدی صفات کو ہاتھ سے نہ دیں جو آج کل مغربی علوم کی تعلیم کا عموماً نتیجہ دیکھا جاتا ہے کہ بی - اے کی ڈگری تو لے آئے مگر قرآن شریف کے حقائق تک سے بالکل نا بلد ہیں - صحابہ کرامؓ نے کوئی یونیورسٹی نہ بنائی تھی - انہوں نے تو قرآن شریف ہی کی تحصیل کی اور اسی پر عمل کر کے مظفر و منصور ہوئے - ہم تو یہ کہتے ہیں کہ انگریزی کیا - بلکہ جرمن اور فرنچ علوم کو نہ چھوڑو -
الحکمة ضالة المؤمن الخ حکم نبوی بھی ہے مگر ہر ایک علمی تحریک میں قرآن کریم تمہارے آگے ہی ہو -

خلیفہ رجب الدین پروپرائٹر ہیلپنیر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شایع ہوا -

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبرہائے معاد — ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست — منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار پیغام صلح

لاہور

قیمت
سالانہ للعہ ششماہی سے سہ ماہی عہ ماہوار ۶ر

اشاعت
ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مندرجۂ المسیح لاہور شنبہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۹ دسمبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۶۳ و ۶۴

عیسویت بحیثیت مذہب
اور
اس کے متعلقہ دعاوی پر پبلک مباحثہ کی تجویز

آج کل لاہور میں امریکن مشن کے ایک معزز و مشہور پادری۔ ریورنڈ ایس جی۔ ایڈی تشریف فرما ہیں جو اس سے پیشتر بھی ایک دفعہ لاہور آچکے تھے۔ اور بعض لیکچر بھی دیئے تھے۔ اب پھر انھوں نے ہندوستان کا دورہ شروع کیا ہے اور اس سلسلہ میں لاہور میں انھوں نے جس طرز سے عیسائیت کی وکالت شروع کی ہے وہ صاحبان بصیرت کی تنقید سے بچ نہیں سکی انھوں نے اپنے ایک لیکچر میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنانا اپنا مقصد و مدعا بتاتے ہوئے تمام موجودہ حالات اور خود یورپین اہل الرائے اصحاب کے اُن خیالات کو جو عیسائیت کے انسانی ترقی کے لئے مضر ثابت ہونے کے متعلق آئے دن یورپین اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں اور بالخصوص جنگ نے جو کچھ حالات پیدا کئے ہیں اُن کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ دعویٰ کردیا ہے کہ عیسائیت ہی دنیا بھر کے مذاہب میں سے انسانی ترقی کی ممد و معاون ہے۔ اس پر ہمارے مکرم و مخدوم حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے پادری صاحب کو ایک خط لکھا اور انہیں عیسویت کے مذہبی دعاوی پر پبلک مباحثہ کے لئے بلایا جس کا تا حال کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ ذیل میں مرزا صاحب کی اس چٹھی کو جو انھوں نے پادری صاحب کو لکھی نقل کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کرام ڈاکٹر صاحب کی دعوت کی معقولیت کا اندازہ لگا سکیں۔ وہو ہذا:-

"بخدمت ریورنڈ۔ ایس۔ جی۔ ایڈی امریکن مشنری معرفت ینگ مین کرسچین ایسوسی ایشن لاہور۔

برانڈرتھ روڈ۔
احمدیہ بلڈنگس
لاہور
۴۔ دسمبر ۱۹۱۵ء

پیارے جناب
میں نے سنا ہے کہ آپ نے اپنے لیکچروں میں جن میں مجھے افسوس ہے کہ میں حاضر نہیں ہوسکا آپ نے یہ چونکا دینے والا دعویٰ کیا ہے کہ عیسائیت ہی صرف ایک مذہب ہے جو نسل انسانی کو اُبھارنے اور ترقی دینے والا ہے۔ میں ان کثیر التعداد اشخاص کی جماعت کی طرف سے جو آپ سے اس معاملہ میں اختلاف رکھتے ہیں یہ چند سطور لکھتا ہوں

آپ کے ادعائے کی اس اہمیت کو مد نظر رکھ کر جو کہ وہ نسل انسانی کے ساتھ بالعموم اور ہندوستان کے ساتھ بالخصوص تعلق رکھنے کے باعث رکھتا ہے میں یہ تجویز کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ عیسویت کے ان دعاوی پر جو وہ بحیثیت مذہب رکھتی ہے آپ سے ایک پبلک مباحثہ ہو۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ انسانی فوائد کو پیش نظر رکھ کر آپ اس تجویز پر رضا مند ہونگے اور اس مباحثہ کے لئے کوئی مناسب تاریخ مقرر فرمائینگے۔ مزید برآں ذیل کے مسائل اس مباحثہ میں خاص طور پر زیر نظر ہونگے۔

(۱) یہ کہ عیسائیت کی یہ تعلیم کہ انسان فطرتاً گنہگار ہے بمعہ ان تمام نتائج کے جو اس سے ظہور پذیر ہوتے ہیں بنی نوع انسان کے تنزل کا باعث ثابت ہوئی ہے۔ اور موجودہ یورپین تہذیب اس تعلیم کو کلیتاً ترک کردینے کے بعد ظہور میں آئی ہے۔

(۲) یہ کہ مسیحی علم اخلاق افراد انسانی اور نیز اقوام کی حیات کے لئے باعث مضرت ثابت ہوئے ہیں اور کہ تمام تاریخ انسانی

مسیحی اخلاقی تعلیم کے مخالف و متضاد ہے۔
(۳) یہ کہ یورپین خیالات اور زندگی کی موجودہ حالت کلیتاً دین مسیحی اور مسیحی تعلیم اخلاق کے مخالف ہے۔
(۴) یہ کہ موجودہ یوروپین تنقید نے بائیبل کی ثقاہت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ کی تعلیم اس کتاب میں بعینہٖ موجود ہے تاہم اس نے عالمگیر پیغام ہونے کا کبھی دعوے نہیں کیا
(۵) یہ کہ قرآن کریم تمام جہان کے لئے ہونے کا دعوے کرتا ہے اور کہ موجودہ دنیا کے تمام عمدہ قوانین بلا واسطہ یا بالواسطہ طور پر اسی سے اثر پذیر ہوئے ہیں۔
(۶) یہ کہ اسلام ہی صرف ایک مذہب ہے جو کہ موجودہ خیالات کی ترویج میں ان کے قدم بقدم چل سکتا ہے۔
(۷) یہ کہ دنیا اسلام کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے گر جانے کا اصلی باعث مسلمانوں کا غیر مسلم طرز زندگی اختیار کر لینا ہے

تازہ برقی پیغامات
کوائف جنگ

بحیرہ روم کے نقصانات:۔ لنڈن ۲ دسمبر بحیرہ روم کی فوجی مہم کے متعلق ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:۔
زخموں سے ہلاک:۔ دوم لفٹنٹ ۱۔
اتفاقاً ہلاک:۔ دوم لفٹنٹ ۱۔
مجروحین:۔ کپتان ۱۔ دوم لفٹنٹ ۲۔
اب غیر سرکاری رپورٹ کے مطابق ہلاک:۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

ایران میں بدامنی:۔ لنڈن ۲ دسمبر۔ دیوان عام میں مسٹر ایڈورڈ کارفوال نے سوال کیا کہ ایران میں بدامنی کے امکان کی محکمہ خارجہ کو سب سے پہلے کب اطلاع موصول ہوئی تھی آیا برطانی اور روسی رعایا کی حفاظت کے لئے ماہ اکتوبر میں ہمدان کو ایرانی کمک روانہ کی گئی تھی سر ایڈورڈ گرے نے جواب دیا۔ کہ ہمیں صرف گذشتہ موسم بہار میں دس امرکی بلاواسطہ شہادت ملی کہ شمالی ایران میں جرمن ایجنٹ گورنمنٹ ایران کے علی الرغم بدامنی اور بدنظمی کا نظام قائم کر رہے ہیں۔ اور لوگوں کو ایسا کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اسوقت جندرمہ سپاہ کے علاوہ صوبجات میں بحالی امن کیلئے ایرانی فوج نظام جس سے کام لیا جا سکتا تھا۔ طہران کا کاسک بریگیڈ تھا جس کی تعداد اڑھائی ہزار تھی۔ اس فوج کا ایک دستہ ماہ اکتوبر میں ہمدان کو روانہ کیا گیا۔ گورنمنٹ ایران کے پاس بعید تر مقامات کو روانہ کرنے کے لئے زیادہ فوج نہ تھی۔ اس لئے شیراز کو کوئی فوج روانہ نہ کی جا سکی ❖

آسٹروی اور جرمن مناسترمیں داخل ہو گئے: سالونیکا ۳ دسمبر معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ آسٹروی اور جرمن مناسترمیں داخل ہو گئے ہیں۔ اور شہر پر آسٹروی جھنڈا بلند کر دیا گیا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ بلغاری اسوقت تک شہر میں داخل نہ ہوں گے جب تک کم از کم ایک دن نہ گذر جائے ❖

امیر البحر ٹروبرج سقوطری میں۔ لنڈن ۴ دسمبر خبر آئی ہے۔ کہ امیر البحر ٹروبرج جو بلغراد میں برطانی توپچیوں کے کمان افسر تھے سقوطری میں پہنچ گئے ہیں
ڈیلی میل کو ایتھنز سے اس مضمون کا تار موصول ہوا ہے۔ کہ بلغاری ۲ دسمبر کی سہ پہر کو مناستر میں داخل ہو گئے ❖

برطانیہ کے فدائی۔ لنڈن ۲ دسمبر مغربی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔
مقتولین:۔ کپتان ۱۔ لفٹنٹ ۲۔ دوم لفٹنٹ ۱۔
زخموں سے ہلاک:۔ کپتان ۱۔
اب ہلاک:۔ میجر ۱۔ کپتان ۱۔ لفٹنٹ ۱۔ دوم لفٹنٹ ۱
مجروحین:۔ کپتان ۱۔ لفٹنٹ ۱۔ دوم لفٹنٹ ۹۔
اب غیر سرکاری رپورٹ کے مطابق مجروح و اسیر:۔ لفٹنٹ ۱۔
اب مجروح و مفقود الخبر میجر ۱۔ دوم لفٹنٹ ۲۔

برطانی جہاز کی غرقابی:۔ لنڈن ۳ دسمبر برطانی سٹیمر لنگٹن ہال غرق کر دیا گیا ہے۔ عملہ کے کچھ آدمی خشکی پر آمد ہو گئے ہیں۔
سکوننسو ۳۰ نومبر کی صبح کو غرق کیا گیا تھا حملہ آور بظاہر دیسی آبدوز کشتی تھی جس نے مانیج اور تا لس پر تارپیڈو پھینکے تھے۔ جہاز کو چھوڑنے کے لئے دس منٹ کی مہلت دی گئی۔ عملہ کے ۳۲ آدمی ۹ کشتیوں میں سوار ہو کر جمعرات کے روز مالٹا پہنچے۔

مارہ نگو تیر الیا گیا۔ لنڈن ۳ دسمبر۔ سٹیمر مارہ نگو تیر الیا گیا۔ اور مالٹا کو روانہ ہوا ہے۔

جاپانی جہاز خشکی پر چڑھ گیا۔ لنڈن ۳ دسمبر سٹیمر کمشیا نومارو جو لیورپول سے لنڈن کو آ رہا تھا مارگیٹ کے قریب خشکی پر چڑھ گیا ہے۔

مزید جرمن افسروں کی واپسی کا مطالبہ واشنگٹن ۳ دسمبر معلوم ہوا ہے کہ مسٹر لینسنگ نے کاونٹ برنسٹورن کو مطلع کیا ہے کہ چونکہ کپتان پائے اینڈ جرمن بحری اٹاشی نے ہیمبرگ امریکہ لائن کے بحری جہازوں کے ساتھ جس کے جہاز فرضی جرمن جنگی جہازوں کو سامان بہم پہنچانے کے متعلق امریکن غیر جانبداری کی خلاف ورزی کے باداش میں سزایاب ہوئے ہیں۔ تعلق قائم رکھا ہے اس لئے وہ اب گورنمنٹ کی نظروں سے گر گیا ہے۔
(بعدہٗ) سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے محکمہ خارجہ نے جرمن اٹاشی پائے اینڈ اور ووان پیپن کی واپس بلائے جانے کی بدیں وجہ درخواست کی ہے۔ کہ بحری اور بری معاملات کے متعلق وہ قابل اعتراض افعال کے مرتکب ہوئے ہیں ❖

جنگ کی خبریں براہ دہلی دہلی ۴ دسمبر ہز اکسیلنسی ایبر کو سکریٹری آف سٹیٹ کیطرف سے کل کی تاریخ کا مفصلہ ذیل تار لنڈن سے موصول ہوا ہے۔
اٹلی کے وزیر خارجہ نے ایوان معبوثان میں بیان کیا۔ کہ انگلستان فرانس اور روس نے ۱۹۱۴ء میں باہم اس بارے میں جو معاہدہ کیا تھا۔ کہ کوئی سلطنت ایک دوسرے سے علیحدہ صلح نہ کرے۔ اور جس میں جاپان بھی حال میں شامل ہو گیا تھا۔ اٹلی نے بھی باضابطہ اس کی پابندی کا وعدہ کر لیا ہے اس اعلان پر دیر تک چیئرز دیئے گئے وزیر اعظم نے یہ بھی کہا کہ اٹلی سرویا کو ہر طرح کی امداد بہم پہنچائے گا۔ اور اسے سامان رسد وغیرہ مہیا کرنے کے علاوہ سروی فوج کے مجتمع ہونے کیلئے سہولتیں پیدا کریگا۔
مناستر کے حشر کے متعلق متناقض رپورٹیں موصول ہو رہی ہیں۔ ایک غیر مصدقہ رپورٹ بدیں مضمون موصول ہوئی ہے۔ کہ جرمنی آسٹریا اور بلغاریہ کے ایک متحدہ مشن نے وہ سبورنہر نے اطاعت قبول کر لی۔
جرمنی اور آسٹریا کی سرکاری اطلاعوں سے پایا جاتا ہے کہ مقام پلیولی مسخر ہو گیا ہے۔
روسیوں نے فریڈ رک سٹیٹ اور جیکب سٹیٹ کے مابین غنیم کی ایک چوکی پر اچانک کامیاب حملہ کیا۔ اور دریائے سٹیر کے مغربی کنارے پر غنیم کو جبرا سک کے جنوب مغرب کی طرف پسپا کر دیا۔
سرجان فرنچ کی رپورٹ مظہر ہے کہ ہم نے غنیم کی خندقوں پر کامیابی سے گولہ باری کی اور ہمارے ۳۰ ہوائی جہازوں نے جرمنوں کے ایک اہم گودام پر حملہ کر کے ذخائر مکانات اور ریلوے کو شدید نقصان پہنچایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۷ - دسمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۶۳

آریہ سماج لاہور اور پیغام صلح

مختلف مذاہب کے تعلقات کیسے بہتر ہو سکتے ہیں؟

(۲)

گذشتہ نمبر کے آخر میں ہم نے پیغام صلح کی تجویز کا ذکر کیا ہے جو حضرت اقدس نے ہندو مسلمانوں کے تعلقات کی بہتری کے لئے کی تھی (یعنی یہ کہ ہندو صاحبان ہمارے رہبر و پیشوا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لے آئیں اور ہماری پاک کتاب قرآن کریم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مان لیں جیسا کہ ہم ان کے نبیوں حضرت رامچندر اور حضرت کرشن علیہما السلام کو سچے نبی اور وید کو خدا کا کلام مانتے ہیں) اس کی معقولیت و اہمیت اور اس کے بارآور ہونے کا طرز یا یہ کہ بعض لوگ اس سے کیا کچھ غلط نتائج اخذ کر کے اس کو ناقابل عمل سمجھتے اور چھوڑ دیتے ہیں۔ اس اشاعت پر ملتوی کیا تھا۔ لیکن بجائے اس کے کہ ہم یوں ہی اصولی طور پر اس بحث پر کچھ لکھیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آریہ سماج لاہور کے اس جلسہ اور اس کی روئداد کے تذکرہ میں جو کہ گذشتہ ۲۰ - نومبر کو آریہ سماج مندر لاہور میں موضوع بالا پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا اور اس میں یہ امور پیدا ہوئے یا پیدا کئے گئے ضمناً ان امور پر بھی بحث کر دی جائے۔

آریہ سماج لاہور کا یہ جلسہ ان کے اس سالانہ مباحثہ کے دوران میں تھا جو ان کی طرف سے ہر سالانہ جلسہ کے بعد تین دن ہوتا ہے اور اس میں مختلف مضامین پر جو پہلے سے مقرر ہو جاتے ہیں مختلف مذاہب کے لوگ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے اور سماج والوں سے مباحثہ و مناظرہ کرتے ہیں۔

اس دفعہ مباحثہ کے ان تین دنوں کے تین مضامین جو تجویز کئے گئے ان میں دوسرے دن کا مضمون وہ تھا جو ہمارے اس نمبر کا موضوع ہے۔ یعنی مختلف مذاہب کے تعلقات کیسے بہتر ہو سکتے ہیں؟ یہ مضمون فی الحقیقت پیغام صلح کا موضوع حقیقی ہے اور اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ بالآخر خدا کے اس مامور کی اس آخری خواہش نے مخالف قلوب میں بھی نشوونما پا شروع کر دیا اور انہوں نے بھی اس مامور صادق کی آواز سے آخر کار متاثر ہو کر اگر شرائط صلح کو نہیں تو کم از کم فی الحال مقصد و موضوع اصلی کی ضرورت و اہمیت کو تو مان لیا۔ اب تجربہ خود بتا دیگا کہ اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے اس مامور ربانی کی پیش کردہ تجاویز کارگر ہیں یا کہ ان کے منہ کی باتیں اس جلسہ کے پریزیڈنٹ جیسا کہ اشتہار میں پیشتر سے ظاہر کیا گیا تھا لاہور کے مشہور آریہ سماجی لیڈر پنڈت رام بھجدت صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب تھے جن کے متعلق یہ بتا دینا شاید بیجا نہ ہوگا کہ جس دن خواجہ صاحب نے پیغام صلح کی لاہور کے ہندو معززین کے سامنے یونیورسٹی ہال میں پڑھ کر سنایا تھا پنڈت صاحب موصوف نے ہی اس وقت شرائط مندرجہ پر سب سے پہلے صدائے لبیک بلند کی تھی۔ لیکن خدا جانے کیوں دوسرے ہندوؤں کی طرف سے ان کی اس آواز کی تائید نہ ہونے کے باعث یہ معاملہ وہیں کا وہیں رہا اس موقعہ پر بھی جبکہ آریہ سماج لاہور کی طرف سے ایک اسی قسم کے جلسہ میں آپ پریزیڈنٹ بننے والے تھے۔ آپ نے اس پیغام کے سب سے پہلے مجوز کے مخلص مریدین اور پیش کرنے والوں کو نہ بھلایا اور آپ جلسہ کے انعقاد سے قریباً دو گھنٹے پہلے یعنی نماز مغرب کے وقت جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے پاس تشریف لائے اور آپ سے جلسہ میں جانے اور کچھ بیان فرمانے کو کہا۔ پنڈت صاحب کی اس خواہش کو ڈاکٹر صاحب موصوف نے حضرت امیر سے استصواب کرنے کے بعد منظور فرمایا اور وقت مقررہ پر بمعیت جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب و خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح و مولوی عبدالحق صاحب متعلم اشاعت اسلام کالج لاہور جلسہ گاہ میں جا پہنچے۔ ہمارے جانے کے تھوڑے ہی منٹ بعد پنڈت صاحب موصوف نے ایک مختصر سی افتتاحی تقریر کے بعد جس میں آپ نے مضمون مجوزہ کی اہمیت کو مختلف مذاہب کے تعلقات کے بہتر ہونے اور ہر ایک مذہب کے پیرو کے اپنی آزادانہ تبلیغ میں کسی دوسرے کے جذبات و احساسات کا خون نہ کرنے کی ضرورت کو ثابت کیا اور بتایا کہ ممکن ہے کہ کسی دوسرے مذہب کی بات کو نہ ماننے کی وجہ یہ ہو کہ ہم پاگل ہوں یا کسی اور وجہ سے اس بات کو نہ سمجھ سکتے ہوں۔ لیکن اگر نیت میں فرق نہیں اور ایک دفعہ یہ یقین دلا دے کہ جو کام میں کرتا ہوں تو یہ محبت اور پریم ایک دوسرے کے تعلقات کو بہتر بنانے کے بہت کچھ کام آسکتی ہے۔ آخر میں پنڈت صاحب نے اس کام کو آریہ سماج کا ایک بہترین فرض بتاتے ہوئے دوسرے مذاہب والوں کو بھی اس سے بہتر فرض ادا نہ کر سکنے کی ہدایت کی اور یہ اُمید ظاہر کی کہ ایسی محبت اور پریم کے جلسے اور بھی ہونگے تاکہ مختلف مذاہب کی حد اعتدال سے بڑھی ہوئی گرمی دور ہو کر اس کی جگہ ایک دوسرے کی محبت جاگزین ہو۔ (مفہوم بالفاظ راقم) اپنی مختصر افتتاحی تقریر کے بعد پنڈت صاحب نے اس مضمون کے لئے آریہ سماج کے مقررہ لیکچرار پنڈت ٹھاکر دت صاحب شرما کو بلایا جنہوں نے ستیارتھ پرکاش سے سوامی دیانند کی ان مختلف تعلیمات کو پیش کیا جن میں انہوں نے غیر مذاہب کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرنے سچائی کو لینے اور بُرائی کو ترک کرنے اور کسی کو بُرے نام سے یاد نہ کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اور اس طرح سے انہوں نے آریہ سماج کی طرف سے تعلقات باہمی کی بہتری کی جو تجاویز پیش کیں وہ وہی تھیں جو ان تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ پنڈت صاحب کے بیس منٹ تک تقریر کرنے کے بعد معزز صدر جلسہ نے جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو حاضرین سے انٹروڈیوس کرایا۔ اور انھیں جماعت احمدیہ کے برگزیدہ اصحاب میں سے کہہ کر اور اس فقرہ کو "چند" کے لفظ کے ساتھ دوہرا کر یعنی مکرر یہ کہہ کر آپ جماعت احمدیہ کے چند برگزیدہ اصحاب میں سے ہیں اس عزت و محبت کا ثبوت دیا جو ان کے دل میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے متعلق تھی اور پھر یہ بتایا کہ ڈاکٹر صاحب انہی کی تحریک سے آج کے مضمون پر کچھ کہنے کے لئے تشریف لائے ہیں اور اس کے ساتھ ہی آپ کی خصوصیات کا ذکر کر کے انھیں سٹیج پر بلایا مرزا صاحب نے جیسا کہ ان کی عادت ہے اور ہر ایک مسلمان لیکچرار میں یہ پاک عادت ہونی ضروری ہے۔ سٹیج پر چڑھتے ہی نہایت

چندہ ترجمۃ القرآن

گذشتہ ۲۰ - نومبر ۱۹۱۵ء کو حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب و حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب چندہ ترجمۃ القرآن کے لئے جالندھر اور ہوشیارپور تشریف لے گئے جہاں سے ۲۸۱ روپیہ و ۲۱۲ یعنی چار سو ترانوے روپیہ دس آنے کی مجموعی رقم جمع کر کے لائے۔ ہوشیارپور میں ڈاکٹر مرزا صاحب کا ایک لیکچر بھی ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان مخدومان ملت کی ہمت اور سعی میں اور برکت ڈالے اور اخلاص پیشہ احباب کو کامیابیوں کا وارث بنائے۔ ان ہر دو رقوم کی مفصل فہرستیں حسب ذیل ہیں۔

فہرست چندہ از شہر جالندھر

نام	پائی	آنہ	روپیہ
جناب خانبہادر خان احمد شاہ صاحب			۵۰
جناب شاہ زمان خانصاحب			۵
جناب محمد الیاس خانصاحب بی۔ اے ایل۔ ایل بی پلیڈر			۴۰
جناب امیر الدین احمد خانصاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی پلیڈر			۴۰
جنابہ اہلیہ مسٹر امیر الدین احمد خانصاحب			۵
جنابہ والدہ یار محمد خانصاحب			۵
جناب شیر دین خانصاحب			۱۰
جناب خانصاحب محمد اسلم خانصاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات مدراس			۱۰
جناب محمد اکرام خانصاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس سنٹرل ڈویژن			۵
جناب پیر داد خانصاحب وکیل جالندھر			۱۰
جناب عطا محمد خانصاحب نمبردار			۵
جناب بابو اللہ بخش صاحب پنشنر			۱
جناب نوبہار الدین خانصاحب			۵
جناب خان چراغ الدین خانصاحب			۵
جناب ڈاکٹر محمد عظیم خانصاحب سب اسسٹنٹ سرجن			۸
جناب سردار فتح خانصاحب			۵
جناب سائیں عبداللہ صاحب			۱۰
جناب غلام محی الدین خانصاحب پلیڈر جالندھر			۱۰
جناب رحمت علی خانصاحب مختار عدالت جالندھر			۳
جناب سید غلام مرتضیٰ شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ پوسٹ آفس			۱۵
جناب بابو رحمت اللہ صاحب رئیس جالندھر			۱۰
جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب آنریری اسسٹنٹ			۵
خانصاحب ڈاکٹر شیخ احمد صاحب			۵
جناب حکیم کفایت علی صاحب			۲
جناب منشی نظام الدین صاحب جلد ساز			۱
سوداگران چرم جالندھر			۹
ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب			۲
			[illegible]

فہرست چندہ از ہوشیارپور

نام	پائی	آنہ	روپیہ
ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب		۸	۵۰
قیمت کمبل			۱
شیخ صلاح الدین پسر شیخ ابراہیم			۵
ڈاکٹر سلطان محمد صاحب			۵
میاں عبدالرحمان صاحب نبیرہ			۴
مولوی الٰہی بخش صاحب			
صوفی عبدالغفور صاحب			۵
شیخ فضل محمد سارجنٹ پولیس صاحب			۵
میاں نور الٰہی سراج صاحب			۴
شیخ نور احمد صاحب سوداگر			۱
شیخ رحمت علی برہان			۱
شیخ شیر محمد جوتہ فروش			۱
شیخ نوازش علی صاحب			۱
میاں عبدالرحمان زرگر			۱
شیخ دین محمد کتب فروش			۱
قاضی چراغ الدین			۲
شیخ نعمت علی سالم پور			۲
شیخ شیر محمد جوتہ فروش			۲
میاں فضل کریم رائٹر			۵
چوہدری محمد سعید			۱
چوہدری طفیل احمد			۱
شیخ عبدالمجید سیٹھی			۲
قاضی شہاب الدین صاحب			۱
الہ دین			۱
میاں محمد بخش		۸	
شیخ خان محمد جوتہ والا			۱
میاں نتھو سراج			۱
قمر الدین			۱
میاں سدا سراج			۱
چوہدری اللہ دتا سراج			۱
بابو نبی بخش نویس			۴
شیخ محمد بخش محرر نورا			۱
قاضی شاہ محمد			۱
داروغہ غلام محمد			۱
شیخ خان محمد فضل محمد سلطان محمد عبدالحمید			۲۵
میاں رحمت علی			۱
شیخ خان محمد		۲	
منشی عبداللطیف نقلنویس			۱
پیراندتا سراج			۱
نامعلوم الاسم		۸	۱
شیخ دین محمد جوتہ فروش		۸	
میاں عمر الدین سراج			۱
شیخ نیاز محمد صاحب وکیل			۱۱
راجہ ولی اللہ خان صاحب			۵۰
ڈاکٹر عباد اللہ شام چوراسی			۲
خان نذر محمد خان صاحب کورٹ انسپکٹر			

چندہ ترجمۃ القرآن از لاہور

نام	پائی	آنہ	روپیہ
از اہل خانہ دو داوی صاحب جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب			۴۰
اہلیہ صاحبہ مرزا نذر احمد بیگ صاحب			۵
مسماۃ عطر بی بی			۱
جناب مرزا نواب بیگ صاحب افسر سنٹرل جیل			۱۰۰
بابو جان محمد صاحب			۱
بابو عمر دین صاحب			۱

فہرست چندہ اشاعت اسلام جماعت وزیرآباد

نام	[illegible]	[illegible]	[illegible]
حافظ غلام رسول صاحب سوداگر	للعہ	ے	
شیخ نیاز احمد صاحب معہ برادران		ے	
شیخ محمد جان صاحب اینڈ سنز	عا ۸ر	عم	۱۲ر
شیخ عبدالرحمان اینڈ سنز	صہ	عم	
بابو عطا الٰہی صاحب	اصر	عم	
بابو نواب الدین صاحب			۴عہ
سیٹھ عبدالکریم صاحب		عم	
میاں محمد الدین ڈرائیور		عم	
سائیں جہاں		عم	
شیخ نبی بخش صاحب چرم فروش	۴ر		

امداد ضمیمہ

شیخ ہدایت اللہ صاحب بوٹ مرچنٹ پشاور ضمیمہ پیغام صلح کی امداد میں پانچ روپیہ عنایت فرماتے ہیں جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ دوسرے دوست بھی جنہوں نے ابھی تک اس میں حصہ نہیں لیا اسطرف توجہ فرمائیں اس پرچہ کے ساتھ ایک ۱۶ صفحہ کا ضمیمہ شائع کیا جاتا ہے۔

اصلاح مذاہب
اور
مصلحین زمانہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

یہاں تک تو ہم نے سوامی دیانند جی کے طریق اصلاح پر ریویو کیا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ یہ کس قسم کی اصلاح تھی۔ اب ہم اس نتیجہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو اس اصلاح کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی ہم بتلائینگے کہ سوامی دیانند جی کا اپنا عمل کیا تھا۔ اور ہندو مذہب کی ترمیم و تنسیخ کے باوجود انہوں نے اپنے پرانے معتقدات اور رواج کو کہاں تک ترک کیا۔ سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ خود آریوں نے اپنے گورو صاحب کی اصلاح سے کیا فائدہ اٹھایا اور اُن کی تعلیم پر کیا عملدرآمد کیا۔ اسکے لئے ہمیں بہت دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اسوقت لاہور میں آریوں کا ایک کالج بنام دیانند اینگلو ویدک کالج قائم ہے۔ جس میں دیگر علوم مروجہ کے علاوہ سنسکرت اور وید کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ اس میں وید کا کونسا ترجمہ اور شرحیں پڑھائی جاتی ہیں۔ بادی النظر میں ایک ناواقف انسان کہدے گا۔ کہ جب یہ خود سوامی دیانند جی کے نام پر قائم کیا گیا ہے تو اس میں سوامی صاحب کی وید بھاشاؤں کے سوا اور کونسی شرح پڑھائی جاسکتی ہے۔ جب اُنکے نزدیک وہی ایک مستند طور پر صحیح مانی جاتی ہے۔ اور باقی سب غلط۔ لیکن نہیں ہم آپکو بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ سوامی جی کی شرحوں کی رکیک تاویلات نے خود اُن کے اپنے کالج کے فاضلان سنسکرت کے نزدیک بھی کوئی قبولیت حاصل نہیں کی۔ اور اس لئے وہاں مجبوراً شنکراچاریہ اور مہیدھر کے اُن تراجم کو پڑھایا جاتا ہے۔ جنکو سوامی دیانند جی نے بڑے زور شور سے غلط اور مترجموں کے دماغوں کو "روزمرہ کا دیوں ناٹکوں اور اور اسی قسم کے گندہ مضامین کے مطالعہ سے گندہ شدہ" بتلایا تھا۔ یہ کیوں؟ محض اس لئے کہ کوئی سنسکرت جاننے والا شخص وید کے الفاظ کی ان تاویلوں کو صحیح تسلیم نہیں کرسکتا۔ جو سوامی صاحب نے اپنے وید بھاشاؤں میں کی ہے۔ ورنہ کیا سبب ہے کہ وہی وید بھاشیہ جسکے لئے سوامی صاحب نے گورنمنٹ پنجاب سے اسے محکمہ تعلیم کے کورس میں داخل کئے جانے کی درخواست کی تھی۔ اب خود ان کے اپنے کالج میں پڑھائی نہیں جاتی۔ اور طلباء کو سوامی جی کے عقائد کے خلاف بت پرستی کی تعلیم دی جاتی ہے مگر یہ تو صرف ایک کالج کا حال ہے۔ جسکے لئے ہم خود دیانندی لیڈروں اور کالج کے کارکنوں کو سخت تشویش میں دیکھ رہے ہیں۔ اور وہ آج سے نہیں۔ بلکہ مدت مدید سے اس بات کا رونا رو رہے ہیں۔ جیسا کہ آریہ گزٹ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۶ء میں مہتہ رادھاکشن صاحب مترجم ستیارتھ پرکاش کے ایک مضمون سے واضح ہوتا ہے مگر ہم تو سوامی جی کی زندگی میں ہی ان کی تعلیم کا یہ اثر دیکھ رہے ہیں۔ کہ وہ اپنے اغراض و مقاصد کی تکمیل اور مبلغین کو پیدا کرنیکے لئے متعدد پاٹھ شالائیں قائم کرتے ہیں اور ان میں سنسکرت اور وید کے کئی ایک فاضل پروفیسر مقرر کئے جاتے ہیں۔ جو تعلیم بھی طلباء کو سوامی صاحب کے عقائد کے مطابق ہی دیتے ہیں۔ لیکن بالآخر نتیجہ کیا ہوتا ہے یہی کہ جتنے طلباء فارغ التحصیل ہوکر نکلتے ہیں۔ وہ کٹر انہی پوپ لیلاؤں میں پھنس جاتے ہیں۔ جنکے کھنڈن (یعنی تردید) کے لئے سوامی صاحب نے انکو تیار کرایا تھا۔ اور اسوجہ سے ان سب مدارس کو بالآخر سوامی صاحب کو اپنی حین حیات میں توڑنا پڑا۔ حال ہی میں آریہ سماج لاہور کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ایک آریہ سماجی لیڈر لالہ ہنسراج صاحب ایم۔ اے۔ نے اپنی تقریر کے دوران میں ان پاٹھ شالاؤں کا بھی خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ (دیکھو زمیندار مورخہ

نیز اس قسم کے تمام واقعات کو آپ اگر بالتفصیل مطالعہ فرمانا چاہیں۔ تو سوامی صاحب کے جیون چرتر مرتبہ لیکھرام و غیرہم کے صفحہ ۸۷۷ سے ۸۹۷ تک پڑھ جائیے۔ آپ کو بیشمار ایسے واقعات ملینگے۔ جن سے سوامی صاحب کی سنسکرت دانی اور ویدک توحید کی حقیقت خوب آشکارا ہوجاتی ہے لیکن صرف انکی توحید کا ہی یہ حال نہیں۔ بلکہ اور بھی ایسے امور جنکی سوامی صاحب نے قدیم ہندو مذہب کے خلاف تعلیم دی۔ کبھی انہیں عملی جامہ نہ پہنایا گیا۔ کہنے کو تو سوامی صاحب نے ہندؤں کو ذات پات کی قید سے چھڑایا۔ اور چھوت چھات وغیرہ کو بھی ناجائز قرار دیا۔ لیکن پھر خود ہی انہی خیالات میں مبتلا ہوکر تمام عمر اپنی تعلیم کے خلاف اس میں مقید رہے۔ تعجب ہے کہ ایکطرف تو سوامی صاحب نے نو تعلیم یافتہ ہندؤں کو خوش کرنے کے لئے بڑے زور شور سے تعلیم دی کہ "آجکل کا چھوت چھات اور دھرم کے بگڑ جانے کا خوف صرف جہلا کے بہکانے اور جہالت کے بڑھ جانے کی وجہ سے ہے" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۲)

لیکن اس کے بعد ہی صفحہ ۲۲۷ پر اس کے خلاف یوں فرماتے ہیں کہ "اکٹھے مل کر کھانے میں عیب ہے۔ کیونکہ ایک کے ساتھ دوسرے کی طبیعت اور مزاج نہیں ملتی۔ جسطرح جذامی وغیرہ کے ساتھ کھانے سے تندرست آدمی کا بھی خون بگڑ جاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے کے ساتھ کھانے سے بھی کچھ نقصان ہی ہوتا ہے۔ فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لئے نہ کسی کو اپنی جھوٹی چیز دے۔ اور نہ کسی کے کھانے میں سے آپ کچھ لیکر کھائے۔ اور نہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھوئے بغیر ادھر اُدھر جائے" ایسا ہی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۹۷ کے شروع میں اس سوال کے جواب میں کہ:۔ "بھلا جو رج (خون)، اور ویریہ (منی) سے جسم بنا ہے۔ وہ تبدیل ہوکر دوسرے ورن (ذات) کے لائق کب ہوسکتا ہے"؟

آپ فرماتے ہیں کہ:۔ "منی اور خون کی آمیزش سے برہمن کا جسم نہیں بنتا۔ بلکہ ..... جو برہمن وغیرہ نیک کام کرتے ہیں۔ وہی برہمن وغیرہ ہیں۔ اور جو نیچ لوگ بھی اعلےٰ ورن (ذات) کے اوصاف افعال اور خواص والے ہوں۔ تو ان کو بھی اعلیٰ ورن (ذات) میں اور جو اعلےٰ ورن کے ہوکر نیچ کام کریں۔ تو ان کو نیچ ورن میں شمار کرنا چاہئے"

لیکن ذات پات کی اس قید کو توڑ کر اور اسطرح سے تعلیم یافتہ ہندؤں کو خوش کرنے کے بعد جب آپ اسی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۳۹ پر پہنچتے ہیں۔ تو پھر وہی پرانے عقائد۔ اور تنگدلی کے خیالات یا یوں کہو کہ ویدک دھرم کی صحیح تعلیم کا اثر ان کے دماغ پر مستولی ہوکر انہیں انہی بندھنوں میں پھنسانے لگ جاتا ہے۔ اور وہ اپنی بیان کردہ علم کی تخصیص کو مٹا کر پھر اسی برہمنی خون اور ویرج کی وجہ سے ہی ایک شخص کو برہمن اور شودر کی جون اور ویرج کیوجہ سے دوسرے کو شودر قرار دیتے ہوئے یوں چھوت کی تعلیم دیتے ہیں کہ:۔ "کل بنی نوع انسان کے ہاتھ کی پکی ہوئی رسوئی کے کھانے میں ..... نہیں ہے"

کیونکہ جیسا اچھی اشیاء کے کھانے سے برہمن اور برہمنی کے جسموں میں بدبو وغیرہ نقصوں سے پاک خون اور ویرج پیدا ہوتا ہے۔ ویسا چنڈال مرد اور چنڈال عورت کے جسم میں نہیں۔ کیونکہ چنڈال کا جسم بدبودار ذرات سے پُر ہوتا ہے۔ ویسا برہمن وغیرہ درنوں کا نہیں۔ اس لئے برہمن وغیرہ اعلٰے درن کے آدمیوں کے ہاتھ کا کھانا چاہئے اور چنڈال وغیرہ بھنگی چمار وغیرہ کے ہاتھ کا نہ کھانا چاہئے"

پیارے ناظرین۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ چنڈال کسکو کہتے ہیں۔ سوامی دیانندجی کی مراد اس جگہ چنڈال کے لفظ سے نیچ اور شودر لوگ ہیں جن سے پایا جاتا ہے۔ کہ ادنےٰ اور اعلٰے ذات کی تفریق سوامی صاحب نے بھی کی ہے۔ اور کیوں نہ کریں۔ جبکہ ہندو دھرم کے بموجب کوئی نیچی ذات کا شخص اعلیٰ ذات والی عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی غیر مذہب کا آدمی باوجود ہندو ہو جانے کے کسی برہمنی سے شادی کر سکتا ہے۔ اور اگر ایسی ناجائز شادیاں ہو بھی جائیں۔ تو ہندو دھرم کے بموجب ان میں سے پیدا شدہ اولاد چنڈال کہلائے گی۔ جیسا کہ حال ہی میں مدراس ہائیکورٹ اسی وجہ سے ایک آباد گھر اُجڑ گیا۔ اور جج نے ایک دیسی مرد کی ایک برہمنی عورت کے ساتھ شادی کو ناجائز قرار دیکر ان کی اولاد کو چنڈال ٹھہرایا۔ اور انہیں جائیداد سے محروم کر دیا گیا۔ ایسا ہی اسی وجہ سے مسٹر دھرمپال کا داخل حلقہ اسلام ہونا بھی اس بات پر شاہد عادل ہے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ گو سوامی صاحب نے نو تعلیم یافتہ ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے ہندو دھرم کی اصلاح کر کے ان سب قیود کو اُڑا دینا چاہا۔ لیکن دوسری طرف ہندو دھرم کے قوانین اور قدیم رسم و رواج کی وجہ سے ان کو پھر انہی قیدوں کو بحال رکھنا پڑا اور انہوں نے مجبوراً ذاتیات میں پڑ کر اپنی اصلاح کو غلط قرار دیا۔

ذات پات کے متعلق سوامی دیانندجی کی اصلاح پر غور کرنے کے بعد اب ہم ان کے اور اصلاحی کام یعنی شدھی پر نظر کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہندو شاستروں اور خصوصاً منو سمرتی میں صاف طور پر تعلیم دی گئی ہے۔ کہ وید کا پڑھنا پڑھانا صرف اعلیٰ ذاتوں تک ہی مخصوص ہے۔ اور غیر مذہب کے لوگ تو کجا ہندوؤں کی ادنےٰ ذات شودروں کے لئے بھی یہ انتہا ہی حکم ہے۔ کہ اگر ان کے کانوں میں وید کی کوئی شرتی پہنچ جائے تو سیسہ پگھلا کر ان کے کانوں میں ڈالدینا چاہئے۔ لیکن سوامی دیانندجی نے اس کے برخلاف آریوں کو نہ صرف شودروں کو علم پڑھانے بلکہ غیر ہندوؤں میں بھی ویدک دھرم کی تبلیغ کرنے اور انہیں آریہ بنانے کی پرزور ہدایت کی۔ اور جیسا کہ ہم پہلے ان کے اپنے الفاظ میں ثابت کر آئے ہیں۔ علم سیکھنے والے یا ودوانوں کو برہمن کے برابر درجہ دیا۔ اور اسی سبب سے آریوں نے بھی اکثر اوقات مکہ اور مدینہ میں ویدک دھرم کا جھنڈا گاڑنے کے خواب دیکھے۔ لیکن در اصل یہ تمام ان کے منہ کی باتیں تھیں۔ اور یہ صرف نو تعلیم یافتہ ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے تھا۔ ورنہ جیسا کہ ہم ان کے دوسرے حوالہ سے ثابت کر چکے ہیں ان کا اصل مذہب یہ نہ تھا۔ اور وہ کبھی بھی کسی غیر مذہب کے آدمی کے آریہ ہونے پر باوجود اس کے علم و فضل کے اسے اعلےٰ درجہ دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس بات کا ثبوت آریوں کے اس طرز عمل سے بھی ملتا ہے۔ جو انہوں نے بعض ودوان نو آریوں کے ساتھ روا رکھا۔ اور اس لئے ان کو دوبارہ اپنے اپنے مذہب میں واپس ہونا پڑا۔ جیسا کہ مسٹر دھرمپال کے جو اب غازی محمود دھرمپال کے نام سے مسلمان ہو چکا ہے کے رسالہ اندر جلد اول نمبر ۶ تا نمبر ۱۰ کے مضامین "شدھی" اور "ہنیا دی پتھر" سے ثابت ہو چکا ہے۔

معزز ناظرین یہ تمام مضامین مسٹر دھرمپال نے اسوقت لکھے تھے۔ جبکہ وہ ابھی ایک کٹر آریہ تھے۔ اس لئے ان کے ان مضامین کو کسی تعصب پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ اور چونکہ ان سے آریہ سماج کی اندرونی زندگی اور سوامی دیانندجی کی اصلاح پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے میں مختصراً انہیں یہاں بیان کر دیتا ہوں۔ مسٹر دھرمپال نے مذکورہ بالا مضامین میں صاف صاف لکھا ہے کہ آریہ سماج اور اس کے لیڈر بالعموم شدھ کردہ مسلمانوں یا عیسائیوں کے ساتھ ویسا سلوک نہیں کرتے جیسا کہ وہ ویدک دھرم کے پورانک فرقہ سے آئے ہوئے اشخاص سے کرتے ہیں۔ کہاں ان سے قرابت کا بیوپار قطعی نہیں کیا جاتا۔ اور اس لئے انہوں نے بڑے زوردار الفاظ میں لکھا ہے۔ کہ :- "تو پھر یہ شدھی کا شور کیا معنے رکھتا ہے ہم کہینگے۔ کہ شدھی کے لفظ کو غلط استعمال کیا گیا ہے۔ نہیں نہیں شدھی جیسی پوتر چیز کو بدنام کیا گیا ہے۔ اور اس کو ذبح کیا گیا ہے۔ اور اس غلطی۔ اس بدنامی اس بیجا استعمال کا ذمہ دار آریہ سماج ہے" پھر وہ نمبر ۱۰ کے صفحہ ۶ پر رقمطراز ہیں کہ :-

"مگر آریہ سماج پہلے تو غیر پورانک لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ جب وہ بلائے ہوئے مہمان اِدھر آتے ہیں۔ تو ان کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ یہ ظالمانہ سلوک کبھی بھی نہ ہوتا۔ اگر وہ کسی شرابی۔ کبابی مورتی پوجک پورانک کے گھر میں پیدا ہوئے ہوتے۔ بجائے اس کے کہ آریہ سماج کے آدمی ایسے سلوک کے لئے اپنی کمزوریوں کو ذمہ دار ٹھہرائیں۔ وہ الٹا یہ بہانہ گھڑنے لگ جاتے ہیں۔ گھڑتے رہے ہیں اور گھڑ رہے ہیں۔ کہ غیر پورانک لوگ نیپت (نجس) ہیں۔ اشدھ ہیں۔ ناپاک ہیں۔ غلیظ ہیں۔ بے دین ہیں۔ وہ خود ویدک دھرم میں آ بھی جائیں۔ مگر چونکہ ان کے پرمانو (ذرات) نہیں بدلے۔ اس لئے ان کو شودروں چنڈالوں کی سنگتی میں ہی جگہ دینی چاہئے۔ اس طرح زخم پر نمک چھڑکنے کے لئے جو جو بہانے بنائے جاتے ہیں۔ جو جو تقریریں کی جاتی ہیں۔ جو جو تحریریں شائع ہوتی ہیں۔ ان کو پڑھ کر اور سنکر سوچنے سمجھنے والے آدمی یہ کہنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ؎

گر بہ مسکیں اگر پر داشتے
تخم کنجشک از جہاں برداشتے"

مولوی خواجہ کمال الدین صاحب کا جواب

دربارۂ التماس مودبانہ

"التماس مودبانہ" کے عنوان سے معاصر مشیر دکن کے کسی حیدر آبادی نامہ نگار نے حضرت خواجہ صاحب سے چند سوالات کئے تھے۔ جنکا جو کچھ جواب حضرت خواجہ صاحب نے دیا۔ وہ ذیل میں معاصر مذکور سے نقل کیا جاتا ہے۔ اس جواب ہی سے ناظرین کرام کو سوالات کا بھی پتہ لگ جائیگا۔

مکرمی اڈیٹر صاحب مشیر دکن تسلیم۔ بجواب چٹھی مطبوعہ مشیر دکن مورخہ ۲۰ نومبر حسب ذیل عرض ہے۔ بجواب سوال نمبر ا و ۳ حضرت آقا و مرشد جناب مرزا صاحب کے ذیل کے دو شعر کافی ہیں جو آپ نے آنحضرت صلعم کی شان میں لکھے تھے :-

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبری

میں جب خود حضرت محمد مصطفٰے صلعم کے بعد اور نبوت کو مسدود سمجھتا ہوں تو پھر سوال نمبر ۳ کے جواب کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ میرا مسلک یہی ہے کہ صرف کلمہ توحید بلاد غربیہ میں تعلیم و تلقین ہو۔ اگر میں اپنی زندگی

اخبار پیغام صلح لاہور

۷ دسمبر ۱۹۱۵ء

مسلمانوں کی ترقی کا راز

حضرت خلیفۃ المسیح مرزا سے چند باتیں

(گذشتہ سے پیوستہ)

سپین کے مسلمانوں کے عروج و زوال اور اسباب زوال کے لئے حضرت حالی بھی ہماری تائید میں فرماتے ہیں:۔

ہوا اندلس ان سے گلزار یکسر۔
جہاں اُن کے آثار باقی ہیں اکثر۔

جو چاہے کوئی دیکھ لے آج جاکر
یہ ہے بیت حمرا کی گویا زباں پر

کہ تھے آل عدنان سے میرے بانی
عرب کی ہوں میں اس زمیں پر نشانی

ہویدا ہے غرناطہ سے شوکت ان کی
عیاں ہے بلنسیہ سے قسمت اُن کی

بطلیموس کو یاد ہے عظمت ان کی
ٹپکتی ہے قادس پہ حسرت ان کی

نصیب ان کا اشبیلیہ میں ہے سوتا
شب و روز ہے قرطبہ ان کو روتا

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جاکے دیکھے
مساجد کے محراب و در جاکے دیکھے

حجازی امیروں کے گھر جاکے دیکھے
خلافت کو زیر و زبر جاکے دیکھے

جلال ان کا ہے کھنڈروں میں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

غرض فن ہیں جو مایۂ دین و دولت
طبیعی الٰہی ریاضی و حکمت

طب اور کیمیا ہندسہ اور ہیئت
سیاحت۔ تجارت عمارت فلاحت

لگاؤ گے کھوج ان کا جاکر جہاں تم
نشاں اُن کے قدموں کے پاؤ گے واں تم

ہوا گو کہ پامال بستاں عرب کا
مگر اک جہاں ہے غزل خواں عرب کا

ہرا کر گیا سب کو باراں عرب کا
سپید و سیہ پر ہے احساں عرب کا

وہ قومیں جو ہیں آج سرتاج سب کی
کنوڑی رہیں گی ہمیشہ عرب کی

(اسباب زوال)

رہے جب تک ارکان اسلام برپا
چلن اہل دیں کا رہا سیدھا سادہ

رہا میل سے شہد صافی مصفا
رہی کھوٹ سے سیم خالص مبرا

نہ تھا کوئی اسلام کا مرد میداں
علم ایک تھا شش جہت میں درفشاں

یہ گدلا ہوا جبکہ چشمہ صفا کا
گیا چھوٹ سر رشتہ دین ہدیٰ کا

رہا سر پہ باقی نہ سایہ ہما کا
تو پورا ہوا عہد تھا جو خدا کا

کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی اب تک
وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جب تک

پڑے اُن پہ وقت آکے پڑنے لگے اب
وہ دنیا میں بس کر اُجڑنے لگے اب

بھرے ان کے میلے بچھڑنے لگے اب
بنے تھے وہ جیسے بگڑنے لگے اب

ہری کھیتیاں جل گئیں لہلہا کر
گھٹا کھل گئی سارے عالم پہ چھا کر

نہ ثروت رہی اُن کی قائم نہ عزت
گئے چھوڑ ساتھ ان کا اقبال و دولت

ہوئے علم و فن اُن سے ایک ایک رخصت
مٹی خوبیاں ساری نوبت بہ نوبت

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

(اقبال)

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں

بت شکن اُٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

کہیں تہذیب کی پوجا کہیں تعلیم کی ہے
قوم دنیا میں کبھی احمد بے میم کی ہے

بھائیو! یہ وہ چند درویشانہ باتیں ہیں۔ جنکو قوم تک پہنچانے کے لئے کمترین کے دل میں ایک جوش تھا۔ اور جنکو میں نے بیماری اور عدم فرصتی سے کئی ملاقات کا مقابلہ کرکے لکھا۔ اب میں اس مضمون کو قوم کی ترقی کا ملہ کے اُس دستور العمل پر ختم کرتا ہوں۔ جو اللہ تعالے نے امام الوقت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ذریعہ بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ (دیکھو اعلان بیعت)۔ اور اس خدائے کریم نے جو مدت کی خشک سالی کے بعد اپنی رحمت سے آسمان سے بارش برسا کر دنیا کی پیاس بجھایا کرتا ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ قوم دشت گمراہی میں بھٹک رہی ہے۔ اور اپنے تنزل کے اسباب یا ترقی کے وسائل کا سوال پیدا کرکے دشت گمراہی میں بھٹک رہی ہے۔ قوم کے لئے ایک کلید کامیابی پیش کی ہے۔ اب خدارا مجھے اُس دستور العمل کو غور سے ملاحظہ کرکے سوچو کہ اس میں تمکو انکار کی کیا کوئی وجہ ہو سکتی ہے؟

ان دس شرائط میں پہلی نو شرطیں شخصی اصلاح اور تزکیۂ نفس کے لئے ہیں اور دسویں شرط کو نوع الصادقین کے ساتھ رہنے کا ایک شافی اور جامع علاج ہے۔ جو ہر قوم اور ہر زمانے کے لئے کمالات انسانی کے ہر شعبہ کی ترقی کے لئے کامل اکمل وسیلہ ہو سکتا ہے۔ اور جس کے سوا اور کوئی بہتر دستور العمل تجویز ہو سکنا بالکل ناممکن ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے پاک مشن کا مقصد بھی یہی دستور العمل ہے۔ جس کے ماننے اور پھر اُس پر عملدر آمد کرنے سے کوئی قوم حسنۃ الدنیا کی مستحق ہو سکتی ہے۔ اور جس کا انکار فسق کے گڑھے کا موجب ہے۔ اب کیا ہی بدقسمت ہے وہ شخص جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے مُنہ سے نکلیں اور احمد کے ظل نے بیان کیں۔ اور اُن کی یہاں تک تاکید کی کہ:۔ "ان شرائط پر یہاں تک عمل دکھلاؤ۔ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر پہنچے۔ ہر ایک جو تم میں سست ہوگا وہ ایک گندی چیز کی طرح خدا کی جماعت سے باہر پھینک دیا جائیگا۔ اور حسرت سے مریگا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکیگا۔ خدا اس شخص کو چن لیتا ہے۔ جو اُسکو چُنتا ہے۔ اور اُسکے پاس آجاتا ہے جو اُسکے پاس آجاتا ہے۔ اور اُسکو عزت دیتا ہے جو اُسکو عزت دیتا ہے تم اپنے دلوں کو سیدھے کرکے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کرکے اُس کی طرف آجاؤ۔ کہ وہ تمہیں قبول کریگا۔ ورنہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے۔ جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو۔ اور یہ باتیں حضور امام ہمام کی صرف زبانی نہیں ہیں بلکہ آنحضرت کے سگے پوتے نے ایک دفعہ سکول میں چند شریر طلبہ سے ملکر اُستاد سے کچھ شوخی کی تو آپ نے فوراً اُس کے خارج از بیعت ہونے کا اعلان کردیا۔ اور جب تک صاحبزادہ صاحب نے اپنے قصور سے توبہ نہ کی تب تک تجدید بیعت نہ فرمائی

دوستو! پھر جب ان شرائط ربانی کے قرآن شریف کو پڑھو۔ سمجھو۔ اس پر عمل کرو۔ اور عمل میں با استقامت رہو۔ اور اسکو دنیا کے گوشوں میں پھیلاؤ۔ یہی حقیقی راہ کامیابی ہے یہ بیہودہ عذر ہے۔ کہ ہم عربی نہیں جانتے اور اس وجہ سے قرآن شریف سمجھ میں نہیں آسکتا۔ آجکل ہر زبان میں قرآن شریف کے ترجمے اور تفسیریں ہیں۔ شاہ رفیع الدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ شدہ قرآن شریف بہت سلیس ہے وہ لو۔ اور امیر المومنین علامہ نورالدین کے درس قرآن شریف کے نوٹوں کے مطبوعہ اوراق منگواؤ۔ اور امیر المومنین حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کے انگریزی

ترجمۃ القرآن اور اردو نکات القرآن کو خرید اور ان کے ذریعے قرآن شریف سمجھو۔ اور اپنے بیوی بچوں۔ بھائی بہنوں۔ دوستوں۔ عزیزوں شاگردوں سوسائٹی میں قرآن شریف کی اشاعت کرو۔ "تذکرہ بہادران اسلام" لاہور کی دو کانوں سے مل سکتی ہے اسے دیکھو۔ اور بزرگان سلف کی ترقیوں کے کارنامے معلوم کرو۔ اور پھر اپنی حقیقت کو پہچانو۔ کہ وہ بزرگوار کس معراج ترقی تک پہنچے تھے اور ہم کس حالت میں پہنچ گئے ہیں اور بزرگوں کے ملفوظات اور سوانح کا مطالعہ کرو۔ کہ اُن سے خشیۃ اللہ پیدا ہوتا ہے۔ پیر صاحب کی کتابیں پڑھو جو قرآن کے حقایق۔ خدا کے ڈر۔ حضرت سرور کائنات کی عظمت اور تقوے شعاری کا سبق دیتی ہیں۔ خدا ترس طالبان حق اور ہمدردان قوم دوستو! تمہیں چاہیے کہ ان دس شرائط ربانی کو (جو آگے درج ہیں) جلی قلم سے لکھکر اپنی نشست کا ہوں اور عام مطالعہ گاہوں میں نمایاں جگہوں پر لگا کر ہروقت پیش نظر رکھو اور ہر روز علے الصباح انکو غور سے دیکھ لو۔ اور پھر شام کو سونے سے پہلے اپنے دل سے محاسبہ کر لیا کرو۔ کہ تم نے اس دستور العمل پر کہاں تک عمل کیا ہے۔ اور میری تو اپنے لئے دعا ہی یہی ہے۔ کہ اللہ مجھے ان دس شرائط پر عمل کرنے کی توفیق اور استقامت بخشے۔ بس۔ ع۔ ہمین است کام دل اگر آید میسّرم

مسلمانوں کی ترقی کا حقیقی راز

دس شرائط ربانی ہیں

ہر مسلمان سچے دل سے عہد اسبات کا کرلے کہ۔

الف **شخصی اصلاح کے لئے۔**

(۱) آئندہ اسوقت تک کہ قبر میں داخل ہوں۔ **شرک** سے مجتنب رہونگا۔ (رہونگی)

(۲) جھوٹ۔ زنا۔ بدنظری۔ فسق و فجور۔ ظلم۔ خیانت۔ فساد۔ اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہوں گا (رہونگی) اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہ ہونگا۔ (ہونگی)، اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

(۳) بلاناغہ پنجوقت نماز موافق حکم خدا و رسولؐ کے ادا کرتا رہونگا (رہونگی)، اور حتے الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر **درود** پڑھنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور **استغفار** کرنے میں مداومت اختیار کروں گا (کرونگی)، اور دلی محبت سے اللہ تعالےٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد و تعریف کو ہر روزہ اپنا ورد بناؤنگا (بناؤنگی)

(۴) عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی قسم کی ناجائز تکلیف نہ دوں گا۔ (نہ دونگی)، نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

(۵) ہر حال رنج و راحت۔ عسر و یسر اور نعمت و بلا میں اللہ تعالےٰ سے وفاداری کرونگا (کرونگی)، اور بہر حالت بقضا راضی رہونگا (رہونگی)، اور اس کی راہ میں ہر ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے تیار رہونگا۔ (رہونگی) اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہ پھیروں گا۔ (نہ پھیرونگی) بلکہ قدم آگے بڑھاؤں گا۔ (بڑھاؤں گی)۔

(۶) اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجاؤنگا (آجاؤنگی)، اور **قرآن شریف** کی **حکومت** کو بکلی اپنے اوپر قبول کرونگا (کرونگی) (اور قال اللہ اور قال الرسولؐ اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دونگا (دونگی)۔

(۷) تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دونگا اور فروتنی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرونگا۔ (کرونگی)

(۸) دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھوں گا۔ (سمجھونگی)

(۹) عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہونگا۔ (رہونگی)، اور جہاں تک بس چل سکتا ہے۔ اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچاؤں گا۔ (پہنچاؤں گی)

ب۔ ان حقوق اللہ اور حقوق العباد پر پورے طور پر چلنے کے لئے

(۱۰) امام الوقت (مامور من اللہ لہذا لقوم)، سے **عقد اخوت** (بیعت) محض للہ۔ باقرار **اطاعت در معروف** باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہونگا (رہونگی)، اور اس عقد میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہونگا (ہونگی)، کہ اسکی نظیر دنیوی رشتوں اور ناطوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں نہ پائی جاتی ہوگی ✦

(دوست محمد حجام بمقام جاموں)

پیغام صلح منشی دوست محمد صاحب حجام نے اپنے اس گرامی قدر مضمون میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ضرورت اور آپ کے ماننے میں مسلمانوں کی فوق الفوق کامیابیوں کے مضمر ہونے کو نہایت مدلّل طور پر تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ مگر تاہم ہمعصر اہلحدیث نے اس مضمون کے ایک حصّہ پر جس میں فاضل مضمون نگار نے مسلمانوں میں وحدت قومی کی ضرورت کو ثابت کیا ہے، غلط پیرایہ میں لیکر اور اپنی ہی غلط استدلال کی بنا میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ایک عبارت پیش کر کے جو غلط نتیجہ اخذ کیا ہے۔ اور اسے حضرت اقدس کی صداقت کے خلاف بطور ایک دلیل کے پیش کیا ہے۔ اسکا جواب بھی زیر تصنیف ہے جو انشاء اللہ اپنی نوعیت میں بہت دلچسپ اور کارگر ثابت ہوگا۔ - قائم نشط ✦

شائقین اخبار کے لئے نادر موقع

الحمد للہ کہ المیزان نے اپنی زندگی کے پہلے ہی سال میں تمام پبلک میں خاص وقعت اور کافی شہرت حاصل کر لی ہے اس کامیابی کی مسرت میں ہم جدید خریداران کیلئے یہ خاص رعایت کرتے ہیں کہ جو حضرات ۱۵ دسمبر ۱۹۱۵ء تک خریداری کی درخواست روانہ کر دینگے۔ تو اُن سے بجائے صہ کے صرف للعہ چندہ سال ۱۹۱۶ء کی بابت لیا جائیگا۔ لہذا ۱۵ دسمبر کو اچھی طرح یاد رکھئے۔ اور اس رعایت سے مستفید ہو جیئے گا۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۱۵ء تک جدید خریداران کی درخواستیں موصول ہو جانے سے ۱۹۱۶ء کا رجسٹر مرتب کرنے میں ہمارے دفتر کو بھی سہولت ہو جائیگی۔ یہ رعایت صرف ایک سال کے خریداران کے ساتھ کی جائیگی ✦

خاکسار منیجر المیزان - ✦

مُردہ زندہ کرنیکی مشین

یہ مشین المعروف بہ بکس اکسیر قوت" مشمولہ چالیس گولیاں خوراک و شیشی تیل کمزوری دل دماغ بچپن کی غلط کاریوں کمزوری گردہ۔ مثانہ و اعصاب ناطاقتی۔ لاولدی۔ ذیابیطس۔ ضعف معدہ و درد کمر وغیرہ کے دفعیہ کے لئے دنیا بھر میں ایک نہایت ہی مجرب المجرب۔ بے نظیر بے ضرر داخلی خارجی شرطیہ حکمیہ دوائی ثابت ہو چکی ہے ہزارہا گئے گذرے مریضان کو آرام ہے حتیٰ کہ انگریزوں ڈاکٹروں نے منگوایا ہے۔ چوٹی کی مقوی دوائی ہے۔ ہر موسم ہر طبیعت ہر عمر میں یکساں مفید ہے۔ ہم بڑے دعوے سے لکھتے ہیں کہ اگر آپ ناامید ہو چکے ہیں تو اسکو ضرور استعمال کرکے قابل فخر مرد بنیں۔ شرط ہے کہ اگر باقاعدہ استعمال سے آرام نہ ہو تو قیمت واپس ہوگی۔ سرٹیفکیٹ۔ ہم تصدیق کرتے ہیں کہ آپ کا بکس "اکسیر قوت" بہت ہی عمدہ دوا ہے۔ ہمکو آپ کی دوائی نے بہت فائدہ پہنچایا۔ دستخط مسٹر ایم اے ایم صاحب مراد آباد۔ قیمت فی بکس اکسیر قوت (مردہ زندہ کرنے کی مشین) مبلغ صہ روپیہ۔ مگر تھوڑے ہی دنوں تک ہے رعایتی۔ جلدی کریں پتہ: مسٹر ڈی ایم صاحب۔ ڈاکخانہ اڑمڑ ٹانڈہ ضلع ہوشیارپور۔ پنجاب ✦

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا ✦

نبوت مسیح موعود کے متعلق چند سوالات کا جواب

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۵ء کے صفحہ ۲ میں ایک مضمون بعنوان "احمد نبی اللہ" دیکھکر میرے دل نے یہ محسوس کیا کہ مومن کی شان سے بعید ہے کہ ایسا عقیدہ جو صریحاً قرآن و حدیث کے خلاف ہو مشتہر ہوا دیکھ رہے اور حتی الوسع اس کی تردید نہ کرکے کا لا یتناہون عن منکر فعلوہ کا مصداق بنجاوے اس لئے میں اپنی گواہی جو مجھے معلوم ہے آپ تک بغرض اشاعت پہنچا کر امید کرتا ہوں کہ وہ بندگان خدا جنکو آخر اس کی بارگاہ میں جوابدہی کا یقین ہے۔ اس امر حق کی گواہی کو بالا تفاق ادا کرنے میں معاذ اللہ تکبر و تعلی کی بیہودہ باتوں کا خیال کرینگے۔ عنوان مذکور کے ذیل میں جو تحریر ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ:-

(۱) "سورۂ جمعہ میں آیت و آخرین منھم لما یلحقوا بھم سے ثابت ہے کہ آنحضرت کی دو بعثتیں ہیں۔ بعثت اول نبوت و رسالت کے معنوں میں ہے۔ اسی طرح بعثت ثانی بھی انہی معنوں میں ہے۔ نہ بلحاظ ظاہری وجود کے۔ جو منکر ہیں ان کو دائرہ اسلام سے خارج کردینے کا حکم رکھتی ہے (۲) مسیح موعود کے احمد نبی اللہ ہونے سے انکار گویا آنحضرت کی بعثت ثانی سے اور آپ کے احمد نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا ہے۔ جو منکرین کو دائرہ اسلام سے خارج کرکے پکا کافر بنا دینے والا ہے۔ نیز مسیح موعود کو احمد نبی اللہ نہ تسلیم کرنا۔ اور آپ کو امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل سمجھنا گویا آنحضرت صلعم کو جو سید المرسلین ہیں۔ امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ہے جو کفر عظیم ہے۔ پس مسیح موعود کو امتی قرار دینے والے اور انبیاء کے گروہ میں نہ داخل سمجھنے والے اس دوسری طرف بھی غور کریں۔ کہ مسیح موعود کو امتی ماننے سے آنحضور کو نبیا سے نکال کر امتی بنا نا ہے۔ کیا یہ کفر کچھ کم کفر ہے۔ پس مسیح موعود نبی اللہ ہیں۔ پھر اسی صفحہ میں لکھا ہے۔ کہ سورۂ جمعہ میں جو آیت واخرین منھم لما یلحقوا بھم آپکے فیض اور تعلیم سے ایک اور قوم کو تیار کرنے کی ہدایت کرتی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ایک بعثت اور ہے۔ اور یہ بروزی کا رنگ دیتا ہے۔ یعنی بطور تناسخ نہیں بلکہ آپ کے فیض اور کمالات اپنے اندر لیکر...... تحفہ گولڑویہ کا یہ حوالہ دیکر اس پر مضمون نگار نے یہ نتیجہ مرتب کیا ہے۔ کہ آنحضرت جب پہلے نبی اور رسول تھے تو بعثت ثانی میں بھی نبی اور رسول ضرور ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جس حقیقی ہے تو بروز بھی حقیقی!

الجواب - واخرین منھم لما یلحقوا بھم

نہ رسید آنکہ سابق شدہ و لاحق خواہند شد مراد تابعین اند دیکھو تفسیر عباسی (وحسینی) اور معالم ایزاد حدیث صحیح متفق علیہ معلوم میشود کہ انبیاء عجم اندر اسح قول آنست۔ کہ ہر کہ در اسلام آمدہ و درمی آید۔ از بعد وفات حضرت پیغمبر علیہ السلام ہمہ در آخرین داخل اند۔ پھر دیکھو تفسیر المقرآن مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب جو کہ حضرت حکیم الامۃ کی طرف منسوب ہے، اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ فی الامیین رسولا کی بعثت کرینگے ان کی توجہ ان پر ڈالیگے جو لما یلحقوا بھم کے مصداق ہیں یعنی ابھی نہیں آئے آنیوالے ہیں۔ یہ سنت اللہ اور مستمر بنی عادت اللہ ہے کہ جب دنیا میں بدی پھیلتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تباہ شدہ مخلوق کی دستگیری کے لئے ایک مامور بھیجتا ہے۔ غرضیکہ یہ خدا تعالےٰ کا اٹل قانون ہے اسکے مطابق ہم دیکھتے ہیں کہ رات کے بعد دن آتا ہے اور جب کبھی امساک باران ہو تو بارش ضرور ہوتی ہے تو یہ روحانی نظام بھی اسی طرح واقعہ ہے۔ ایسے وقت میں مامور آتے ہیں۔ پھر ہر صدی کے سر پر مامورون کے آنے کا وعدہ سچائے خود ظاہر کرتا ہے۔ کہ ایک عظیم الشان مجدد اسوقت ہونا چاہیے۔ الغرض محمد رحمۃ للعالمین ہے۔ اور و آخرین منھم لما یلحقوا بھم والی قوم کا معلم ضرور ہے۔ اور اسی کے مطابق آنحضرت کی بعثت ثانی ہے۔ جو بروزی رنگ میں چلی آتی ہے۔ اور جسکو حضرت مسیح موعود نے اپنے قول اور فعل سے ثابت کرکے دکھایا ہے۔ دیکھو مفصل ذکر الوصیت صفحہ ۱۲-۱۴ علاوہ ازیں دیکھو اخبار بدر ۲۴ ماہ ستمبر ۱۹۰۴ء جبکہ خود حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میرا ذکر قرآن میں اجمالاً ہے۔ اب اس سے بڑھکر کس کا قول صحیح سمجھا جاوے۔ اور تمام اہل اسلام کا متفق علیہ عقیدہ یہی ہے۔ کہ بطون قرآن شرعی حجت نہیں ہوتے۔ آپ ذرا اپنے نفس سے تو دریافت کریں کہ اگر آپ کے کسی عقیدہ کے خلاف کوئی بطون قرآن کو شرعی حجت قرار دیکر آپ کو ملزم ٹھہرائے تو کیا آپ مان لینگے۔ اگر نہیں تو پھر کیوں حد اعتدال سے تجاوز کیا جاتا ہے۔ کیا دل کے کسی گوشہ میں خوف خدا ہے......

نیز کیا آپ کا کفر کا بکثرت اظہار اور تکرار یہ ظاہر نہیں کرتا۔ کہ آپ کے دل میں کفر از حد محبت اور پیار ہے۔ جیسا کہ ہمیں شخص کو جو آنحضرت صلعم کی مجلس میں بار بار دنیا کی مذمت کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جس چیز کے ساتھ انسان کو بہت محبت ہوتی ہے۔ بار بار وہ اسی کا اظہار اور ذکر یاد ذکر کرتا رہتا ہے۔ خواہ وہ کسی رنگ میں

نوٹ۔ نہ صرف ایک مسیح موعود علیہ السلام کے لئے محبت

کیوں نہ ہو۔ یہ اسی بیجا محبت کا نتیجہ ہے کہ آپ کی وہ بصیرت جاتی رہی کہ پہلے آپ کا وجود اور علم حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے کا خوب ہے اب وہی علم اور وجود مورد اعتراض ہیں۔ اور دیکھو الوصیت صفحہ - اگرچہ الوصیت بھی تو آپ کے طریق عمل سے منسوخ ہوچکی ہے۔ مگر اب تک اسکی منسوخی کا فتوےٰ بارگاہ خلافت سے شائع نہیں ہوا ہے۔ اس لئے اس کا حوالہ دیا جاتا ہے فرماتے ہیں کہ اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے۔ اور ہونا چاہیئے تھا۔ الخ انصاف سے کہو کہ جس چیز کو خدا تعالیٰ نے ختم کردیا اور مسیح موعود اور زمانہ گذشتہ تیرہ سو سال نے گواہی بھی پیش کردی۔ تو بتاؤ کہ کس طرح آپ ایک ختم شدہ چیز کو جاری کرسکتے ہیں۔ پھر آگے فرمایا کہ جس چیز کے لئے آغاز ہے۔ اس کے لئے انجام بھی ضرور ہے لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیضرسانی سے قاصر نہیں۔ بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے اس کی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھکر انعام ملسکتا ہے جو پہلے ملتا تھا۔ مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اسمیں ہتک ہے۔ ہاں امتی بھی اور نبی بھی۔ یہ دونو لفظ اجمالی حالت میں اس پر صادق آسکتے ہیں۔ پس کیا آپ نے صرف احمد نبی اللہ لکھکر نبوت محمدیہ کی ہتک ہی نہیں کی بلکہ مسیح موعود پر جو کہ توضیح مرام سے لیکر مرتے دم تک یہی لکھتے اور ظاہر کرتے رہے ہیں۔ کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہوں۔ یہ صریح فتوے لگا دیا۔ ہم تو ان کی تقریر پیش کے مطابق کہتے ہیں کیا حضرت مسیح موعود کو معلوم نہ تھا کہ یہ آنحضرت کی بعثت ثانی ہے۔ اگر فی الواقعہ آنحضرت کی بعثت ثانی ایسی ہے جس طرح آپ پیش کر رہے ہیں تو لازم ہوا کہ یا تو مسیح موعود نعوذ باللہ اسکو مرتے دم تک نہیں سمجھے۔ یا انہوں نے کتمان حق کیا۔ اب بتلاؤ کہ آنحضرت کی ہتک کرنیسے آپ کے دماغ کو یہ کیسی چوٹ لگی آپ یہ بھی نہ سمجھ سکے۔ کہ خود مسیح موعود کی خاطر آنحضرت صلعم کو امتی بناکر اپنی جان پر کفر کا فتوے لگا رہے ہیں کیا ایک پہلو سے آنحضرت کو آپ امتی بنا سکتے ہیں جو آپ کہتے ہیں۔ کہ مسیح موعود کو امتی قرار دینا آنحضرت کو امتی قرار دینا ہے۔ اور اس کے مقابل حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ آنحضرت کا کامل پیرو صرف نبی ہی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ یہ مسئلہ بعثت ثانی آنحضرت جو مسیح موعود نے واضح کردیا ہے۔ جس پر تمام صوفیائے کرام کا اتفاق ہے۔ اور اسی طرح روحانی۔ جسمانی نظام نیز اتفاق ہے۔ جس سے صفا

کر، اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مگر آپ کا بیان گروہ حکمت معرفت سراسر اس کے خلاف ہے۔ اور تناسخ بھی وہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ دوسرا جنم بوجہ اعمال اعلیٰ یا ادنیٰ لازمی ہے۔ اور پھر پہلے جنم کا حال دوسرے جنم میں معلوم بھی نہیں ہوسکتا۔ پس جو بات عقل و نقل کے خلاف ہو وہ عقلمند انسان ہرگز تسلیم نہیں کرسکتا۔ دیکھو۔ الوصیت صفحہ ۱۲ عقیدہ مسیح موعودؑ درباره بعثت بروزی، فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف بعض ایسے افراد کو بخشا ہے۔ جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم و اکمل درجہ تک پہونچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا۔ بلکہ انکی محویت کے آئینہ میں آنحضرتؐ کا وجود منعکس ہوگیا یہ عبارت خوب ذہن نشین کرلو۔ یہاں تو آپ کے وجود کا بھی ذکر آگیا۔ اس کے بعد نبی کے خطاب پانے کا ذکر فرماتے ہیں کہ دوسری طرف مکالمہ مخاطبہ اتم و اکمل طور پر نبیوں کی طرح اُن کو نصیب ہوا۔ پھر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا۔ خدا کے لئے غور کرو۔ کیا یہ کوئی آنریری خطاب سے بھی کم حیثیت کہنے والا خطاب ہے۔ کیونکہ ایسی نبوت نبوت محمدیہؐ ہی ہے جو جدید پیرایہ میں جلوہ گر ہوئی۔ اور یہ صاف عام فہم عبارت ہے۔ یعنی مجھ سے پہلے بھی یہ بعثت بروزی رنگ میں ہوتی رہی ہے)۔ اور آنحضرت کی حدیث نبی اللہ اور اماماکم منکم کے یہی معنے ہیں کہ وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی۔ یہاں تو فتوی گر سے بھی کبھی نہیں بچ سکتے۔ ورنہ غیر کو اس جگہ قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ مبارک ہیں وہ جو اس نکتہ کو سمجھتے ہیں۔ اب قرآن سے ان بعض افراد کا ثبوت دیا۔ جن میں خود مسیح موعود بھی شامل ہیں۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس کا ارشاد اور دعا اھدنا الصراط المستقیم اسواسطے سکھلائی گئی۔ کیا یہ حسرت کا مقام نہیں کہ تمام افراد امت اس مرتبہ عالی سے محروم رہجاتے۔ حضرت صاحب ان بعض افراد کو بطور نمونہ پیش کرکے اس بعثت ثانی کو بطور بروزی رنگ کے سنت اللہ قرار دیتے ہیں اور اس سلسلہ کو علیٰ منہاج نبوت پیش کرتے ہیں۔ اس سے ان کا یہی مقصد تھا کہ جیسے بعض افراد بروزی رنگ میں نبی تھے۔ ویسا ہی میں بھی ہوں۔ اور قرآن کریم میں کتنے ہی مقامات میں ایسے بعض افراد کے بھیجنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ منجملہ اُن آیات کے چند ایک ذیل میں پیش کیجاتی ہیں۔

اول۔ اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین الخ

دوم۔ یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم الخ

سوم۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات

چہارم۔ اللہ یصطفی من الملئکة رسلا ومن الناس

پنجم۔ ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء

اسی طرح حدیث شریف میں بھی یکجائی طور پر ماموران الٰہی کے آنے کا وعدہ ہے پس فللہ الحجة البالغہ کے طور پر ان تمام واقعات کو مسیح موعودؑ نے ثابت کردیا۔ پس جبکہ مسیح موعود بھی ان بعض افراد میں سے ہیں تو جو حکم ان بعض افراد کی نسبت ہوگا۔ اسی کے حضرت مسیح موعودؑ بھی مستحق ہیں یعنی بروزی نبی اور رسول۔ کیا وہ مسیح موعودؑ کی طرح بروزی نبی اور رسول نہیں تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کو نبی کا کوئی آنریری خطاب تو نہیں ملا تھا۔ اسی طرح میں بھی کہہ سکتا ہوں۔ کہ ان بعض افراد کو بھی کوئی آنریری خطاب تو نہیں ملا۔ اور یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ مسیح موعودؑ نے جو جو لفظ ثبوت نبوت میں اپنے لئے ظاہر فرمائے ہیں وہی لفظ ان بعض افراد کے حق میں بھی استعمال کئے ہیں۔ ایک جگہ مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ بکثرت مکالمہ مخاطبہ مجھے نصیب ہوا اس کثرت کے لفظ سے بعض مبایعین یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ کا لفظ کسی اور کے لئے نہیں فرمایا۔ مگر الوصیت صفحہ ۱۲ میں یہ صاف الفاظ ہیں۔ کہ اتم و اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ انکو نصیب ہوا انصاف کرو۔ کہ کثرت کی انتہا بھی لفظ تمام اور کمال پر ہی ہوتی ہے جس کو اتم و اکمل کہا جاتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسیح موعودؑ کو تو آپ احمد نبی اللہ کہیں اور ان کو صرف معمولی مجدد۔ کیا حضرت مسیح موعود نے اپنا آنا حسب معمول نہیں پیش کیا اب بتاؤ۔ کہ اُن بعض افراد کو کیوں نبی اللہ نہ کہا جائے۔ اور صرف مسیح موعود کے لئے یہ نام مخصوص کیا جاوے۔ حالانکہ عام بول چال میں جیسا کہ نبی اور رسول کا لفظ ان بعض افراد کے لئے استعمال کرنا منع ہے ویسا ہی مسیح موعودؑ نے اپنے لئے بھی منع کیا ہے علاوہ اس کے جو یہ استدلال حضرت مسیح موعودؑ نے بعض افراد کیلئے اور اپنے لئے یکجائی طور پر پیش کیا ہے یہ حیثیت مجموعی اگر غلط ہے تو پھر حضرت مسیح موعود کے دعوے کی تائید میں کیا ثبوت باقی رہجاتا ہے۔ صرف خوش اعتقادی سے تو ہندو ان کو بھی انسان ہی مانتے چلے آئے ہیں۔ اگر کہو کہ مسیح موعودؑ نے دوسری جگہ کہا کہ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور کسی دوسرے فرد کو نبی نہیں کہا جاسکتا تو اس سے بھی آپکا یہ مطلب برآمد نہیں ہوسکتا کیونکہ مخالف کے مقابلہ میں یہ بات کبیت العنکبوت ٹھہر نہیں سکتی وہ کہہ سکتا ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ جبکہ دونوں یہاں تضاد ہیں۔ پہلے لکھا کہ ان کو بھی نبیوں کی طرح مکالمہ مخاطبہ اتم اور اکمل طور پر نصیب ہوا اور نبی کا خطاب پایا۔ پھر لکھا کہ نبی کا خطاب پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ آنجناب مسیح موعودؑ نے اس حدیث مذکورہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس میں کہ سوائے ان بعض افراد کے بھی مسیح موعودؑ کو خاص طور پر علیحدہ بھی نبی کہا گیا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کی طرز کلام پر غور کرکے یہ مسئلہ حل کرو۔ ایک اولوالعزم کی نسبت فرماتا ہے۔ انہ کان صدیقا نبیا۔ دوسرے کی نسبت فرماتا ہے۔ بل رفعہ اللہ الیہ۔ تیسرے کے بارہ میں فرماتا ہے۔ ورفعناہ مکانا علیا۔ ان آیات سے دوسرے نبیوں کی صداقت اور رفعت کی نفی تو نہیں ہوتی۔ پس قرآن اور مسیح موعودؑ کو ماننے والی قوم کو بہرحال یہ ماننا پڑیگا۔ کہ آنحضرتؐ کی فیضرسانی کی وجہ سے وقتاً فوقتاً حسب وعدہ الٰہی بروزی رنگ میں نبی اور رسول آئے اور قیامت تک آتے رہینگے۔ اور یہی آنحضرت صلعم کی بعثت ثانی کا ثمرہ ہے کیونکہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیضرسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے۔ اسلئے میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ اسی فیض سے اس خیر امة میں بروزی رنگ میں نبی اور رسول آئے اور قیامت تک آتے رہینگے۔ جنکے لئے عام بول چال میں نبی اور رسول کا لفظ استعمال کرنا اسلئے جائز نہیں کہ ختم نبوت کی حقیقت مٹ جانیکا اندیشہ ہے اور انہی میں سے حضرت مسیح موعودؑ بھی ایک عظیم الشان فرد پائے گئے۔ دل کا نور تو دور دور سے بھی نظارۂ قدرت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مگر کم از کم اپنی ظاہری آنکھوں سے غور سے نزدیک تر نظر کرکے دیکھ لو کہ۔ خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد۔ مگر جدائی سے درد ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔ پس وہ ماموران الٰہی جو بروز آنحضرت صلعم تسلیم کئے گئے۔ جو حکم اُن کے انکار پر شرعاً نافذ ہے۔ وہی حکم مسیح موعودؑ کے انکار پر صادر سمجھا جاویگا۔ دیکھو رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء جس میں صاحبزادہ صاحب نے اپنے حسب منشاء یہی اصول قائم کیا ہے۔ مگر مسیح موعودؑ نے جو حکم خود اس بارہ میں فرمایا ہے وہی فتوی صحیح سمجھا جاویگا۔ اور یہی اصول بعثت ثانی آنحضرتؐ میں ان بعض افراد کی کیفیت پر حاوی ہے۔ حضرت مسیح کا یہ فرمان کہ میں ہی نبی کا نام پانے کیلئے مخصوص کیا گیا ہوں۔ صرف اس حدیث کیطرف توجہ دلاتا ہے جس میں علیحدہ بھی مسیح موعودؑ کو نبی کہا گیا۔ اور اس بات کو آپ خوب جانتے اور زبانی مانتے ہیں کہ قرآن کے ارشاد کو مسیح موعودؑ حدیث سے مقدم سمجھتے تھے۔ یہ کبھی تسلیم نہیں ہوسکتا کہ مسیح موعودؑ لوگوں کو قرآن شریف کے مقدم سمجھنے کی تاکید کریں۔ اور خود اس کے برخلاف اپنے دعوی کی تائید میں حدیث کو مقدم سمجھیں۔

(۲) صاحبزادہ صاحب نے بھی اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا ہے کہ کون کہتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد نبی نہیں آئیگا۔ مجھے بواسطہ فرشتہ کے یہ اطلاع ہوئی ہے کہ نبی آئے اور آئینگے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ سوائے مسیح موعودؑ کے دوسروں پر بھی نبی کا لفظ بولا جاسکتا ہے۔ اگرچہ انہوں نے بروز کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ مگر امید کہ ابتک وہ لفظ بروز کے خود تو قائل ہونگے قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی اس پر بھی کسی وقت اپنی خوش اعتقادی کا اور رنگ چڑھا دے۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام بھی پیش کیا جاتا ہے۔ جو بروزی کیفیت کا بھی فیصلہ کر دینے والا ہے۔ انت منّی بمنزلۃ بروزی۔ اس جگہ خود انصاف کرو۔ کہ اگر کوئی شخص یا فرقہ اس الہام کی بناپر آپ لوگوں پر حجت قرار دے کہ مسیح موعودؑ خدا کا بروز ہے۔ اس لئے وہ حقیقی خدا ہے۔ جو شخص مسیح موعودؑ کو انسان بھی خیال کریگا۔ گویا وہ خدا کو انسان بناکر کافر مطلق ہوگیا۔ از روئے انصاف آپ بروز کو اصل سمجھکر بہر حال جواب با صواب دینے سے عاجز ہوجاوینگے۔ ہاں۔ ملا آں باشد کہ چپ نشود کے اصول پر آپ یہ کہدیں کہ انسان خدا نہیں بن سکتا۔ مگر دیکھو کہ آخر مسیح ناصری بھی نبی اور انسان تھا۔ ایسا ہی خوش اعتقادوں اور اصل وظل حقیقی ومجازی کے لفظوں میں تمیز نہ کرنے والوں نے بے جا محبت سے اسکو بھی خدا ہی بنا دیا۔

خدا کی شان ایک اعتقادی مماثلت بھی مبائعین اور غیر احمدیوں میں قدرتاً پیدا ہوگئی ہے۔ جو فریقین کے روحانی تعلق پر اعلیٰ دلیل ہے۔ غیر احمدی کہتے ہیں کہ متوفیک اور رافعک کے معنے بمع جسم عنصری آسمان پر اٹھائے جانے کے لئے بغیر مسیح ناصری کے دوسرے کے لئے جائز نہیں اور مبائعین کا عقیدہ ہے۔ کہ لفظ نبی اور رسول سوائے مسیح موعودؑ کے کسی دوسرے فرد پر نہیں بولا جاسکتا۔ دیکھو لفظ بھی دو۔ دو ہی ہیں اور وہ دونوں حدیثیں بھی مسیح کے حق میں ہیں۔ جن کو دونوں فریق تمام قرآنی آیات پر مقدم سمجھتے ہیں جو کہ اُن کی غلط اصطلاح کی تردید میں بکثرت موجود ہیں اور ایسا لنصاب کا وہ بیان بھی بھول جاتے ہیں کہ نبی آئے اور آئینگے۔ پس خوب یاد رکھو۔ کہ جسطرح مسیح موعودؑ اپنے الہام کی بناپر بحیثیت بروز حقیقی خدا نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح بحیثیت بروز حقیقی نبی نہیں ہوسکتے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک

رحمۃ انک انت الوھاب۔

(مراقمہ سید میر حیات علیشاہ۔ دانہ۔ مانسہرہ ہزارہ)

ایک خط کا جواب

اخوی گرامی سلمہ ربہ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ سرافراز نامہ جناب کا سرفرازی کا باعث ہوا۔ میں آپ کی اس مہربانی کا جو کہ اس ناکس کی طرف توجہ کی گئی نہایت ہی مشکور ہوں حسب الارشاد حتی الوسع استغفار کی گئی۔ اور انشاء اللہ کرتا رہونگا۔ اور صدقہ بھی کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ منظور فرمادے۔ خواب کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے قول پر توجہ دلاتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ مومن کی مثال مثل آئینہ کے ہوتی ہے۔ جو شخص اسکو دیکھتا ہے۔ وہ فی الحقیقت اس آئینہ میں اپنی شکل کو دیکھتا ہے چونکہ یہ رؤیا ہے۔ اسکو ظاہر ہی پر محمول نہ فرمایا جاوے۔ بلکہ رؤیا ہمیشہ قابل تعبیر ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ اس سے کیا مراد ہوگی۔ چونکہ میں آپ کو اب تک صادق ہی جانتا ہوں۔ سہو ونسیان سے انسان مبرا نہیں ہوسکتا اس لئے میں اپنی مختصر سرگذشت پیش کردیتا ہوں شائد اللہ تعالیٰ اس خط وکتابت کو فریقین کے لئے سعادت کا موجب بنادے۔ ابتدائے زمانہ میں خدا کی شان مجھے مصیبتوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایسا محکمہ بھی شائد کوئی ہو جس میں ہمارے برخلاف دعوے دائر نہ ہو جسمانی اور مالی ابتلاء نے بھی سخت گھبرا دینے والی صورت دکھائی۔ دوسری طرف حضرت جناب مرزا صاحب کے دعوے نے اسوقت ایک روحانی صدمہ پہنچایا۔ میں نے سُنا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جو شخص سورہ کہف جمعہ کے روز پڑھے۔ وہ روحانی فتنہ سے بچایا جاتا ہے۔ پس میں نے اسپر عمل شروع کردیا۔ حتی کہ وہ مجھے یاد ہوگئی۔ پھر جمعہ کے روز نمازوں میں بھی اسی سورہ شریف کا پڑھنا شروع کردیا۔ پس اللہ تعالےٰ نے ان دنیاوی مصیبتوں سے تو اسطرح فارغ البال کردیا کہ رنج براحت مبدل ہوا مگر یہ روحانی اضطراب بڑھتا گیا ایک روز سخت تردد اور پریشانی کی حالت میں ناگاہ یہ آیت مجھے یاد آئی۔ وان یک کاذبًا فعلیہ کذبہ وان یک صادقًا یصبکم بعض الذی یعدکم۔ جو بار بار میں اس کو پڑھتا رہا حسن اتفاق سے اس جمعرات کو بھی جب میں نے عشا کی نماز میں وہی صورت پڑھنی شروع کی جب اس مقام پر پہنچا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ

فرطا۔ تو میرے دل میں عجیب کیفیت پیدا ہوگئی۔ اور اس آیت کی پر معارف تفسیر مجھے سمجھائی گئی۔ اور ایسی رقت طاری ہوئی کہ دنیا ومافیہا کی نعما سے وہ بہتر اعلیٰ پائی گئی۔ یہی آیت پہلے اس راہ میں میرے لئے راہبر کامل ہوگئی۔ پس اناں مسیح موعودؑ کی تحریروں اور تقریروں اور کتابوں کو بالمقابل باقی علمائے موجودہ کے دیکھنا شروع کیا۔ اور فریقین کے طریق عمل پر عمیق نظر سے دیکھنا چاہا کہ کون فریق ایسا ہے۔ جنکے دل خدا کی یاد سے غافل اور ہوائے نفس کی تابع ہورہے ہیں اور افراط ان کا کام ہے۔ اس اصول نے مجھے کامیاب کردیا اگرچہ مخالفین بھی خدا کی یاد کے لئے دس دس ہزار بار خدا کے نام کی تسبیح پڑھتے تھے لیکن خواہشات نفسانی کی خاطر جائز اور ناجائز طریق میں افراط ہی سے کام لے رہے تھے۔ اصول حقہ سے گریز اور فروعات ومتشابہات پر جھگڑے اور درجات گذشتگان پر لالعنی بحثیں اور جناب مسیح موعودؑ کی تحریرات کو پڑھنے سے منع کرنا عین اپنا فرض سمجھتے تھے۔ دوسری طرف مسیح موعودؑ کا یہ حال کہ تمام تعلیم وعمل شریعت ظاہری کی بناء پر پیش کرکے اپنا قدم رہ اعتدال پر قائم رکھکر نفسانی ہوا وہوس کو جلانیوالے ثاقب ہوئے۔ اور جو لوگ ان کے تابع تھے۔ وہ اس وقت راستی پر جاں نثار اور کذب سے درکنار اور صراط مستقیم کو مدنظر رکھنے والے پائے گئے فالحمد للہ علیٰ ذالک کہ یہ عاجز بھی مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہوا۔ مگر یکایک دوسری طرف سے کفر کے فتوے اور شور محشر بپا ہوا۔ اور خدا کو شاہد کرکے کہتا ہوں کہ اسوقت میں نے سمجھا کہ زمین باوجود فراخ ہونے کے اس طرح انسان کیلئے تنگ ہوجاتی ہے اس روز میں اپنے اس خس وخاشاک کے گھر کی چار دیواری سے نکلکر ایک قدم بھی باہر نہیں رکھ سکتا تھا۔ اسی اثناء میں ایک احمدی بھائی کا خط آیا جو کہ دوسرے علاقہ میں مجسٹریٹ تھے۔ جس میں یہ بھی لکھا ہوا تھا۔ کہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ خدا پر بھروسہ کرو۔ یہ لوگ کتوں کی طرح شور مچا مچاکر آخر خاموش ہوجاوینگے۔ یہ سرگذشت بھی ایک بڑی لمبی داستان ہے۔ آخر جبکہ میری زبان قال وحال نے کہا کہ اے اللہ میں تیری راہ اور رضا میں تیرے فضل سے ثابت قدم رہونگا۔ مگر تو مجھے اس سخت ابتلا کی انتہا سے مطلع فرما۔ جب میں رات کو سوگیا۔ تو میرے اوپر جو دو احمدی بھائی ہیں وہ میرے پاس عالم خواب میں قرآن شریف کی دو دعائیں پڑھتے

ہیں۔ جو تمام انبیاء ابتلاء کیوقت پڑھتے ہیں۔ ایک بھائی جب پڑھنے لگا کہ ربّنا علیك توکلنا و الیك انبنا و الیك المصیر۔ ربّنا لا تجعلنا فتنة اس جگہ دو تین بار پڑھ چکا۔ تا آگے کوئی لفظ اُس کی زبان سے نہ نکلے۔ تو میں نے کہا کہ پڑھو۔ ربّ سہل و یسّر و لا تعسّر علینا یا ربّ۔ اور قرآنی دعا تو اسی طرح تھی کہ ربّنا لا تجعلنا فتنة للذین کفرو و اغفر لنا انك انت العزیز الحکیم۔ مگر چونکہ وہ فتنہ اسوقت برائے نام مسلمانوں کیطرف سے تھا۔ شائد اسوجہ سے للذین کفرو کا اظہار زبان سے نہ ہو سکتا تھا۔ واللہ اعلم۔ بعد ازاں باوجود لوگوں کی مخالفت کے زمین تو میرے لئے فراخ ہو گئی مگر اسوقت دوران بندوبست جدید تھا۔ بعض دیسی حکام نے بوجہ مذہبی عناد کے میرے حقوق کی طرف کم توجہ کردی۔ آخر اللہ تعالےٰ نے بنجام بخیر کر دیا پھر دیوانی مقدمات کا سلسلہ مخالفین نے شروع کر دیا۔ اور مذہبی بنا پر بڑے بڑے حملے اُنہوں نے کئے۔ ایک مقدمہ زیر دفعہ ۲۸۱ قانون سرحدی میرے برخلاف تھا جس میں ایک نائب تحصیلدار صاحب بحال بالنسبہ موقع پر آ گئے۔ اور میرے برخلاف اُنہوں نے کوشش کی۔ اور دل سے اس مذہبی مخالفت کیوجہ سے میرے مخالف رہتے تھے۔ آخر میں نے رسالہ ریویو آف ریلجنز ان کے نام جاری کرایا۔ یہاں سے وہ تبدیل ہو گئے۔ جب تحصیل مردان میں وہ مقیم ہوئے تو اخوی گرامی جناب محمد یوسف صاحب اپیلنویس کے ذریعہ وہ بھی احمدی جماعت میں شامل ہو کر خود ریویو آف ریلجنز بن گئے۔ آجکل وہ سلسلہ مبایعین میں داخل ہیں اور مجھے خدا تعالےٰ نے اولٓئك ھم المفلحون کی تفسیر عملی طور پر دکھائی یہ تو مسلمہ امر ہے کہ دنیا میں رنج و راحت آخری زندگی تک لازم و ملزوم ہیں۔ جناب مسیح موعودؑ کے دنیا سے رخصت ہو جانے پر اور تازہ دل ہلا دینے والا صدمہ پیش آیا۔ مگر خدا تعالےٰ کے فضل سے ایک صدیق ثانی کی پیشینگوئی بموجب الوصیت پوری ہوئی قدرت ثانیہ کا زمانہ پایا۔ جبکہ وہ دور بھی ختم ہوا۔ اور وہ پاک وجود بھی دنیائے دون سے رخصت ہوا۔ جس کی زندگی میں قوم کی زندگی تھی اور جس کی جدائی نے قوم میں جدائی پیدا کر دی یہ ایک ناگہانی زمانہ کا سخت تازیانہ ہماری شامت اعمال کا باعث بنگیا۔ جبکہ ہر ایک تازہ ضرب سے اُس جماعت کے جسم کے ٹکڑے ہر روز از سر نو خاک میں رُلتے نظر آ رہے ہیں ہر ایک زندہ دل جو درد مند اور بصیرت رکھتا

ہے۔ اس بات کو خوب سمجھ سکتا ہے۔ مگر وہ مردہ دل جس میں درد ہی نہیں۔ اور اندھی تقلید پر فریفتہ ہوں۔ وہ اس ماجرا سے بیخبر ہیں۔ ایک روز میں نہایت ہی مضطرب اور پریشان ہو گیا۔ کہ اے الٰہی سینکڑوں سال مسیح موعود کی آمد کا انتظار رہا اور اُسی پر سب امیدوں کا دار و مدار ایک طرف اور تھوڑے ہی عرصہ میں اُس کی جماعت کا زیر و زبر ہونا دوسریطرف رکھا جاوے۔ تو ظاہری نظروں میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ جب ہمنے اس کی شناخت کر کے اُس کی معیت اختیار کی۔ تو علماء سے کفر کے فتوے ملے اور قوم سے جُدا ہوئے۔ اور عوام و حکام کی نظروں میں رسوائی اور بدترین خلقت میں شمار ہوئے۔ اور اپنی جائدادوں کو نقصان پہنچایا۔ ابھی مخالفوں کے تختۂ مشق ہونے سے رہائی نہ پائی تھی کہ یہ بلا سامنے آئی جو آپ کی جانب سے جماعت کی بربادی اور فاسق اور منافق ہونے کے فتوے چل پڑے۔ مرتے کو ماریں کیا شاہ مدار کیا یہ اُلٹی گنگا نہیں چل رہی۔ کہ ہم تو لکھا پڑھا کرتے تھے۔ کہ آپ کا خط آیا گویا مردہ کو جلانے کے لئے مسیح آیا۔ اور جو مسیح ہم نے پایا اُس نے اُلٹا اثر دکھایا۔ جب اسکو نہ مانو تو کافر ہوئے اب اس کی تعلیم پر چلیں تو فاسق اور حال یہ کہ جب ہم کافر کہنے والوں کے سامنے اپنے شکوک رفع کرنے کے واسطے کوئی مسئلہ پیش کریں تو اُنکا بھی یہی جواب ہوتا تھا۔ جیساکہ اب فاسق بنانے کے شوقین فوراً کہدیتے ہیں۔ آہا قادیان کے رہنے والوں پر اعتراض مسیح موعود کی اولاد پر اعتراض کرتے ہو تم لوگ فاسق ہو گئے بھائی صاحب وہ لوگ بھی تو یہی کہتے تھے۔ بزرگان دین اور آئمہ اربعہ کے قول پر اور حدیث اور اہلبیت رسول اللہ پر اعتراض کرتے ہو۔ پس تم کافر ہو۔ اُسی حالت میں یہ آیت وِرد زبان ہو گئی۔ کہ اوذینا من قبل ان تاتینا و من بعد ما جئتنا معًا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ یاد آ گیا۔ کہ ایسا اولوالعزم نبی ہمراہ ہے۔ اور فرعون جیسا زبردست دشمن جب بنی اسرائیل کے سامنے ہلاک اور تباہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ لوگ قدرے آرام پاتے ہیں۔ اور فرعون کے ہاتھ سے صرف رہائی ہی نہیں۔ بلکہ خود اُن کو بادشاہ بنانے کے وعدے بھی ہوئے۔ یہ اپنی سربیتی اور حشتناک واقعہ کو نظر انداز کر کے موسےٰ علیہ السلام کی زندگی میں کیا اس کے روبرو۔ جب بعض لوگوں کو دیکھا کہ بُت پرستی کرتے ہیں کہنے لگے اے موسےٰ ایسا ہی ایک بُت ہمارے واسطے بنا دے۔ جیسے کہ اُنکے بُت ہیں۔ آیت۔ قالو یموسیٰ اجعل لنا

الٰھًا کما لھم الھة۔ ایک بخت کیسے فرعون کی بات کو بھول جاتے ہیں وہ بھی تو اس بات کی وجہ سے ہلاک کیا گیا ہے۔ آیت قال الملا من قوم فرعون اتذر موسیٰ وقومہ لیفسدوا فی الارض و یذرك و الھتك الخ۔ ترجمہ۔ اور بولے سردار فرعون کی قوم کے کہ کیوں چھوڑتے ہو موسےٰ کو اور اُسکی قوم کو کہ دھوم اٹھاویں ملک میں اور موقوف کرے تمہارے بتوں کو الخ اس آیت سے صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ یہ فعل شرک بھی آخر فرعون کی ہلاکت کا موجب ہوا۔ پس بنی اسرائیل کے لوح دل سے یہ عبرتناک واقعہ کیوں یک قلم محو ہو جاتا ہے۔ حالانکہ سالہا سال وہ کیسی کیسی دردناک مصیبتیں اٹھا چکے تھے۔ اور وہ زبردست دشمن ان کا اسی وجہ سے خانہ خراب کیا ہے خانماں ہو چکا ہے۔ اور موسیٰ کلیم اللہ کو یہ کہنا لاحق حال ہو جاتا ہے۔ کہ انکم قوم تجھلون۔ وہ یہی ہے کہ پورانے خیالات کی ذرہ سی تحریک پیدا ہو گئی۔ جیساکہ آیت قالوا علی قوم یعکفون علی اصنام لھم سے ظاہر ہے ترجمہ۔ وہ پہنچے ایک لوگوں پر۔ کہ پوجنے میں لگ رہے اپنے بتوں کے اور عقل سے کام لینا تو درکنار واقعات پر نظر کرنا بھی اُن کے لئے مشکل سے مشکل ہو گیا۔ پس اسی وقت میرے دل کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ کہ ایک ایسا اولوالعزم نبی اور اُس کی قوم باوجود ایک کافی حد تک وعدہ پورا ہو جانے کے اُس کے روبرو اُس کی تعلیم ایک نئی تحریک کے پیدا ہو جانے سے بھول گئے۔ تو ایسے مقابلہ میں مسیح موعودؑ مدرجہا کامیاب ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اُن کے روبرو اور اُن کے بعد بھی اُن کی جماعت ۶ سال تک اسی تعلیم کی پابند رہی۔ ایک حال میں تو وہ ذات لایزال ہی رہ سکتی ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ میری زبان نے بیان کیا۔ اور مسیح موعودؑ کی وہ تقریر بھی مجھے یاد آ گئی۔ جو کہ آپ نے اپنے دعوے کا صحیح مفہوم غیر احمدیوں کو بتانے کے لئے انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون کے ماتحت بیان فرمائی تھی۔ کہ اسوقت اس بدعت کا مٹانا بھی مامور کا داعی ہے۔ کہ قبر پرستی اور پیر پرستی خود ایک مستقل شریعت ہو گئی ہے الخ منجملہ اور باتوں کے موسےٰ علیہ السلام بت پرستی کو اور مسیح موعودؑ پیر پرستی کو مٹانے کے لئے زمانہ کے داعی ہونے کی وجہ سے نازل ہوئے اول الذکر کی موجودگی میں اور موخر الذکر کے گذر جانے کے بعد جب وہی پرانے خیالات کا محرک اپنے اپنے وقت کی قوم کو پایا تو

اُس نعمت یعنی موحدانہ تعلیم الٰہی کو نسیًا منسیًا کر دیا گیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اگر آپ کہیں کہ کبھی ہم نے بھی جناب نور الدین اعظم کے وقت یہ پیر پرستی کی بنیاد ڈالی اصل اسکا جواب تو یہی کہ وجدنا علیہ اٰباءنا کہنے والے کو بھی تو یہی جواب دیا جاتا ہے۔ کہ یہ کوئی صدق کے مقابلہ میں دلیل نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ الزام ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جناب نور الدین اعظم صاحب نے اپنے آپ کو مرتے دم تک خلیفۃ المسیح ہی کہا اور لکھا ہے بحیثیت مسیح موعود اپنے آپکو نہ ہم سے منوایا اور نہ تحریر میں لایا۔ اور نہ اپنے طریق عمل سے دکھایا چنانچہ آنجناب کے وقت میں کتنے ہی اصحاب ایسے موجود تھے۔ جنہوں نے ان کی بیعت نہیں کی تھی ان کو اس بنا پر فاسق ہونے کا فتویٰ انہوں نے نہیں دیا۔ اس پر فیصلہ کرنا مطلوب ہو تو یہ ثابت کرنا میرے لئے لازمی ہے۔ کہ ایسے لوگوں کو جنہوں نے بیعت اس وقت نہ کی تھی۔ ان کو بھی اپنا بھائی وہ سمجھتے تھے۔ مزید برآں یہ کہ خلیفۃ المسیح بموجب الوصیت ایک فرد بھی اور حسب ضرورت ایک ہی وقت میں افراد بھی ہو سکتے ہیں۔ اور خصوصًا الوصیت میں مسیح موعودؑ کے گذر جانے کے بعد صدیق اکبر کے زمانہ کا اشارہ سب سے پہلے کیا گیا تھا۔ ویسا ہی الگ ظہور میں آنا لازمی تھا۔ جو قدرت نے کر دکھایا۔ بعد از ان باقی خلفائے کا ذکر تک نہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے۔ وہ رنگ بھی ظاہر ہو چکا۔ جیسا کہ مسیح موعودؑ کے منکر مغضوب اور حد اعتدال سے بڑھنے والے ضالین اور صراط مستقیم پر چلنے والے (یعنی موافق اُن کے ارشاد کے اُسکو ماننے والے) انعمت علیہم کے مصداق ہوئے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ تو عرض کیا گیا۔ اب دوسرا واقعہ یہ ہے :-

واتخذ قوم موسٰی من بعدہٖ من حلیھم عجلا جسدا لہٗ خوار۔ الم یروا انہٗ لا یکلمھم ولا یھدیھم سبیلا اتخذوہ وکانوا ظٰلمین۔ ترجمہ۔ قوم موسیٰ نے آپ کی عدم موجودگی میں اپنے زیورات سے ایک بچھڑا بنا لیا۔ جس کی گائے کی سی آواز بھی تھی۔ انہوں نے نہ دیکھا کہ وہ تو اُن سے کلام کرتا ہے اور نہ راستہ دکھاتا ہے۔ اِس لئے انہوں نے پکڑ لیا (معبود مجسم) اُن پرانی عادات نے بنی اسرائیل کے موحدانہ اعتقادات پر ایسا نمایاں اثر کیا کہ بالآخر انہیں باوجود عظیم الشان نبی کی معیت اور اُس کی موحدانہ تعلیم کے شرک کی طرف چڑھے زور سے لوٹا دیا۔ شرک کا نتیجہ یہی ہوا کرتا ہے۔ کہ انسان کے اعضا و جوارح خالق کو چھوڑ مخلوق کی تابع ہو جاتے ہیں۔ الٰہی احکام سے منحرف ہو کر دوسروں کی اطاعت اور فرمانبرداری مقدم سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کی تقلید کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ سوچنے کا مقام ہے۔ کہ وہ بچھڑا بھی گائے کی سی آواز تو کرتا تھا۔ جو اسکی جنس تھی۔ مگر خدا کی باتیں وہ پیش نہ کر سکتا تھا کہ راہبری کرے۔ اسی طرح اب میاں صاحب اپنے ہم جنسوں کی سی باتیں تو کرتے ہیں۔ مگر خدا کی جانب سے کوئی ماسوائے اپنے ہم جنسوں کی سی باتوں کے خدائی کلام نہیں پیش کر سکتے قرآن شریف نے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا یہ حال کھول کھول کر بیان کیا ہے یہ ہمارے لئے عبرت انگیز ہے۔ ان فی ذٰلک لعبرۃ لاولی الالباب۔ ان برسہ خاصان خدا کی طرف الوصیت میں اپنے گذر جانے کے بعد اشارہ اور خصوصًا ایک الہام بھی موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ متعلق مسیح موعودؑ کا موجود ہے اور پھر دیکھو اخبار الفضل قادیان مؤرخہ ۶ جون ۱۹۱۵ء از ث درس قرآن صفحہ ۱۴۵ دیکھا کہ ایک قوم جو گائے کی پرستش کی عظمت اُن کے دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ تو بچھڑے کی پرستش کرنے میں ایک حد تک وہ معذور تھے بنی اسرائیل چونکہ گائے کے پرستار تھے وہاں کمسن بچھڑا اور یہ لوگ پہلے پیر پرست تھے۔ تمام گدیوں پر جو پیر ہیں وہ انسان ہی ہیں اسلئے ان کے امتحان کے لئے کمسن انسان ہی پیش ہو کر (الہام یاتی علیک زمن کمثل الزمن موسٰی) کو پورا کر سکتا تھا۔ بچھڑا کی محبت دلنشین ہو جانے کے بعد یہ تیسرا واقعہ بھی مناسب حال ہو جاتا ہے۔ خذوا ما اٰتینٰکم بقوۃ واسمعوا اطیعوا پکڑو جو ہم نے دیا تمکو (موحدانہ تعلیم) اور سنو اور میری اطاعت کرو۔ قالوا سمعنا وعصینا۔ بولے سنا ہم نے اور نہ مانا۔ (کیونکہ) واشربوا فی قلوبھم العجل بکفرھم پلائی گئی ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت اُنکے کفر کی وجہ سے۔ یہاں کفر سے مراد کفران نعمت ہے۔ کیونکہ ساتھ ہی ان کنتم مومنین ہے۔ قل بئسما یامرکم بہٖ ایمانکم ان کنتم مومنین کہہ بُرا کچھ سکھاتا ہے تمکو ایمان تمہارا۔ اگر تم ایمان والے ہو (یعنی اصل ایمان پر قائم ہو) موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات انہوں نے نہ مانی اور چونکہ وہ اصل تعلیم سے خوب واقف ہو چکے تھے۔ اس لئے انکو بر رنگ مباہلہ کہا گیا کہ قل ان کانت لکم الدار الاٰخرۃ عند اللّٰہ خالصۃ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ کہہ اگر تمکو یہی بلیت یعنی گھر آخرت کا نزدیک اللہ کے خاص ہو واسطے اور لوگوں کے تو تم موت کی آرزو کرو۔ (یعنی بر رنگ مباہلہ ہمارا مقابلہ کرو اگر تمہارا یہی عقیدہ درست ہے اور تم سچ کہتے ہو۔) (پھر دیکھو کیا نتیجہ نکلا) ولن یتمنوہ ابدًا بما قدمت ایدیھم واللّٰہ علیم بالظٰلمین اور یہ ہرگز کبھی آرزو نہ کرینگے بسبب اسکے جو آگے بھیج چکے ان کے ہاتھ (یعنی انکا پہلا طرز عمل اور وہ تحریریں موجود ہیں وہ جو اپنے ہاتھوں سے پہلے تحریر کر چکے) اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔ یہاں ظلم سے مراد یہی ہے۔ جو انہوں نے باوجود سمجھنے کے سرکشی اختیار کی۔ اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ سب کارروائی بچھڑہ کی محبت دل میں رچ جانے کی وجہ سے پیش آئی آج اس موسیٰ کے زمانہ میں بھی یہی باتیں اور یہی طرز عمل اور یہی کارروائی اس بچھڑہ کی محبت نے آپ سے کرائی۔ مفصل دیکھو مباہلہ کی تحریریں مولوی محمد یامین و قاضی اکمل مندرجہ پیغام صلح اور الفضل اور یاد رکھیں جب تک دوسرا مامور ظاہر نہ ہو یہ زمانہ اُسی مامور کا ہے۔ جس نے ظہور فرما کر اپنا اعلان کر دیا۔ بل الانسان علٰی نفسہٖ بصیرۃ ولو القٰی معاذیرہ۔ اب بتاؤ کہ یہ واقعات جو فرقان حمید نے ہماری نصیحت کے لئے پیش کئے جنکا بطور پیشگوئی اندراج ہونا ان مشاہدات نے ثابت کر دیا تاہم اسی پر حصر نہیں کیا گیا۔ اعتقادات اور طریق عمل کا یہ حال کہ جب سوال ہوتا ہے کہ حتّٰی اذا بلغ اشدہٗ وبلغ اربعین سنۃ کی طرف کلام مجید نے نبوت پانے کے لئے اشارہ کیا ہے۔ کہ پیشتر اسکے عمر کمال کو نہیں پہنچ سکتی تاکہ جسمانی طاقت کی عمر کا اُسپر اظہار ہو سکے۔ اور خلافت بھی نبوت کا بروز ہے۔ جواب اسکا یہ دیا جاتا ہے۔ کہ جناب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تو چھوٹی عمر میں ایمان لائے تھے۔ اور اسامہ بھی چھوٹی عمر میں سپہ سالار مقرر کئے گئے تھے اور اتنا بھی سوچ نہیں کر سکتے کہ ایمان لانا اور سپہ سالار ہونا اور چیز ہے۔ مگر خلافت کا اور مقام ہے۔ اور یہ کہتے ہیں کسقدر جرأت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ صاحبہ کو بھی تو آنحضرت اپنے کاندھے پر اٹھا کر حبشیوں کے ناچ کا تماشا دکھاتے تھے۔ مگر تمام علوم کے وارث اور اُستاد ہو گئے۔ نعوذ باللہ ان بات کی تردید۔ والذین ھم عن اللغو معرضون

لہ انتم عموہ وصمو کثیرا منہم کا نظارہ مفصل دیکھو جو ایک سند کا جواب ہے۔ مندرجہ پیغام صلح [illegible] مورخہ [illegible] یا اہل الکتاب لا تغلوا فی دینکم۔

سے ہوتی ہے۔ دویم جناب عائشہ صدیقہؓ نے بھی تو اپنا فرض منصبی اُسی وقت ادا کیا جبکہ وہ اِس کی اہل ہو گئیں نہ کہ اُسی عمر میں سویم یہ کہ ایک فعل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب کرنا جسکی پیروی کرنے کا مطالبہ ہو تو آپ دین صاحبان کے ایک مسئلہ کی طرح یہ بھی حیا سوز ہی پایا جاوے۔ چھوٹی عمر کی لڑکیوں سے بھی تو عقد کرنیوالے مسلمان موجود ہیں۔ گذشتگان سے تو اس سنت کی پیروی نہ ہو سکیگی اور نمونہ کی ضرورت کے تو آپ قایل ہیں پھر اپنی صداقت کی یہ دلیل پیش کی جاتی ہے جسے کہ قرآن شریف کے درس کے نوٹوں میں بھی یہ بیان درج کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو مرکز اسواسطے چھوڑنا پڑا کہ وہ غلط عقیدہ پر پھر گئے۔ یہاں ایک شخص کوئی نہیں رہ سکتا جو کہ ہمارے خلاف عقیدہ رکھتا ہو۔ اور وہ ظاہر کرے۔ منہ۔ یہ بات بھی تجربہ سے اُلٹا اثر دکھاتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے اردگرد کے علاقہ دیہاتوں میں اب تک کتنے ہی زندہ وہ لوگ موجود ہیں۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت بھی کر دی۔ مگر نادان ہم جنسوں کے برتاؤ سے ان کو دلیری سے۔ اپنے خیالات اور اعتقادات کو رکھنا پڑا۔ اور اُن کے ساتھ مل جل کر گذران کرتے ہیں۔ اور الم تکن ارض اللہ واسعۃ کی تعمیل اُنکو نصیب نہ ہوئی۔ اگر یہ آپ کے لئے صداقت کی دلیل ہے۔ تو کیا یہ اُن لوگوں کے واسطے بھی صداقت ہو سکتی ہے۔ مگر درحقیقت دونوں کے لئے یہی ظلم کا نشان ہے۔ دوئم۔ اب تک قادیان میں مخالف لوگ بکثرت موجود ہیں کسیکو جبرًا نکالنے کا آپ کو استحقاق حاصل نہیں ہوا۔ اور نہ اتفاقًا کوئی آپ کی ایسی کرامت ظاہر ہوئی جو بالکل مخالفین نکل جاویں۔ مولوی محمد علی صاحب تو اسواسطے نکل آئے۔ کہ آپ کے برتاؤ سے شاید عدالت تک نوبت نہ پہنچے۔ اور مخالفین کو ہنسی کا موقعہ نہ ملے۔ مگر آخر یہی ہوا۔ کہ ؎

تو انم اینکہ نیازارم اندرون کسے
حسود را چہ کنم کو زخود برنج درست

سویم یہ کہ مرکز کے ساتھ تعلق اگر سعادت کا نشان ہوتا تو ضرور مسیح موعودؑ کا تعلق اصل مرکز یعنے مکہ مدینہ کے ساتھ ہوتا۔ جسکی نسبت حقیقی طور پر یہ وعدہ ہوا کہ ومن دخلہ کان امنا مسیح موعودؑ کے ظہور نے تو یہ ثابت کر دیا۔ کہ اصل مرکز سے جدا ہو جانا باامر مجبوری اور نگاہ اہلِ فتوے سے گرنے صادقوں کا نشان ہے پس جو اُسکے مکمل پیرو ہیں اُن کو بھی ایسا ہی حادثہ پیش آنا لازمی ہو گیا۔ اور طرفہ یہ کہ مسیح موعودؑ کی وہ تحریریں جنہوں نے مخالفین کی زبانوں کو بھی طوعًا وکرہًا ہلا کر سلطان القلم لکھنے والے کو کہلا دیا۔ اب اگر ۱۹۰۱ء سے پہلے کی وہ تحریریں منسوخ ہی سمجھی جاویں۔ تو پھر بتلاؤ کہ سلطان القلم کی حیثیت کیا اور کیا معنے۔ حالانکہ پہلی اور پچھلی تحریروں میں کوئی ذرہ فرق نہیں۔ تحدید تو آپ خود کریں۔ اور ملامت دوسرے فریق پر کہ حضرت صاحب کی تحریروں کے تم کیوں ایسے معنے کرتے ہو۔ کہ عزّا صنواں کی ان پر بوچھاڑ ہو جاوے۔ دیکھو انہی خود غرضیوں نے اسلام میں کئی فرقے بنائے۔ اور کل حزب بما لدیھم فرحون کا نظارہ آنکھوں کے سامنے ہے اور فیصلہ کی یہ آسان راہ ہے۔ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرًا۔ پس وہی فرقہ سچا ہوگا جو قرآن شریف کو اس طرح پیش کرے کہ اُس میں اختلاف نہ ہو۔ اور اگر ناسخ منسوخ کی ترکیب بنائی جائے۔ تو ایسی کوئی قانونی کتاب نہیں۔ جس میں اختلاف پایا جاوے۔ الحمد للہ مسیح موعودؑ کی جماعت میں اسوقت دو ہی فرقے ہیں اور خود مسیح موعودؑ اور جناب نور الدین اعظم نے یہ معیار صداقت قرآن شریف کا ٹھہرایا ہے۔ قرآن شریف میں تو نہ ناسخ منسوخ آیات اب باقی ہیں اور نہ ہی کوئی اختلاف ہے بشرطیکہ تدبر کیا جاوے افلا یتدبرون القرآن اور اسی قرآن سے ہمیں سمجھایا۔ کہ اللہ تعالے رؤف الرحیم ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروز صفات الٰہی کے ہوئے جیسا کہ وبالمومنین رؤف رحیم سے ظاہر ہے۔ اسی طرح میں بھی (یعنی مسیح موعود) آنحضرت صلعم کا بروز ہوں۔ اور اپنا ایک الہام اس طرح بیان فرمایا کہ (میرا کلام کلام پاک کا بروز ہے) پس معیار صداقت دونوں کیواسطے ایک قائم ہے۔ اگر وہ حق بجانب ہو سکتا ہے فتدبروا یا اولی الابصار) اور فریق ثانی کیلئے ایک بڑی الزامی بات یہ ظاہر کیجاتی ہے۔ کہ حضرت صاحب کے لنگر سے دور ہو گئے بدبخت آنکہ دور ماند زلنگرم۔ اُس کی بھی لایعنی تاویل کیجاتی ہے۔ کیونکہ لنگر کی روٹیاں ہیں سے مراد نہیں اگر یہی صحیح ہو تو پھر قادیان میں رہنے والی جماعت جو اپنے گھروں سے کھانا کھانیوالے ہیں۔ وہ تو بہت ہی بدبخت ہوئے۔ اور اس لنگر کے لئے چندہ دینا بھی یہاں مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس صورت میں تو قومی سرمایہ سے لنگر چلتا ہے حضرت صاحب کی یہ ذاتی جائیداد نہیں سمجھی جا سکتی مزید برآں اصل غرض اجرائے لنگر بھی وہاں اب مفقود ہو گئی۔ منجملہ اور وجوہات کے ایک لنگر جاری کرنے کی اہم ترین ضرورت وہاں یہ پیش آتی ہے۔ کہ وہ تحریریں اور تقریریں اور بیان جو اسوقت مسیح زمان نبی نوع انسان کے ازدیاد ایمان کے لئے پیش کرتے تھے حضرت صاحب کی ذات سے وابستہ آسمانی مائدہ۔ اور خوان خاص وعوام انسان کے لئے یہ روحانی غذا منجانب اللہ تھی۔ اُس سے مستفید ہونیمیں سہولت ہو۔ اور یہی اُس مصرعہ سے مراد تھی چنانچہ مثنوی میں مولینا روم صاحب نے بھی یہی معنے ایسے الفاظ کے لئے ہیں جو انہوں نے اپنے وقت میں حسب ضرورت فرمایا:۔

بینوا از نال مخوان آسمان پیش او انداختن حق یک آسمان
ارندا کردہ کہ خوان بنہادہ ام نائب حقم خلیفہ زادہ ام

اب جبکہ وہی باتیں منسوخ ہو گئیں۔ جن کے بیان کے لئے اجرائے لنگر کی ضرورت پیش آئی تھی۔ یا بالفاظ دیگر وہ ناسمجھی کی باتیں تھیں۔ اور یہ جسمانی غذا بھی بجائے عوام کے خاص خاص کے لئے مخصوص ہو گئی۔ اور وجہ ظاہری باطنی صورت حال ہی پلٹائی گئی تو اب ایسا ہی ہونا لازم آیا کہ جس چیز کا کوئی خواستگار ہوگا۔ وہی مدعا اُن الفاظ کا ظاہر کرے گا۔

ربنا لا تجعلنا مع القوم الظالمین۔

اور شرائط بیعت میں یہ اضافہ کہ میرے اعتقاد کے خلاف یہی عقیدہ رکھکر بیعت ضرور کیجاوے۔ یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ تعلق بیعت اس لئے ہے کہ یقین حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ جاوے۔ مگر یہاں تو یہ صورت لاحق حال ہو جاتی ہے کہ ؎

خشت اول چون نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

جناب من میرے والد صاحب بھی تو یہی کہتے تھے کہ دل میں مرزا صاحب کو مجدد و مامور من اللہ جاہو مان لو۔ مگر ظاہر ہم سے ملجاؤ۔ تاکہ یہ تفارق پیدا نہ ہو اور یہ سینکڑوں مرید اور متعلقین بدگمان نہ ہوں اور ہمارے خاندان کا نام بدنام نہ ہو۔ کیونکہ سید کی ذات سب سے اعلے ہے اور یہ عہدہ بھی اہل بیت آنحضرت کا حق ہے وغیرہ پس جس بصارت سے مظہر نے اُن کو یہ جواب دیا تھا۔ کہ اعتقاد اور ہو اور طرز عمل اور تو یہ منافقانہ روش ہو جاتی ہے۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔ مگر آپ کی رضامندی کے لئے میں اپنی جائیداد کا انتظام کر کے حضور کو مگر مظہر کا یہاں سے کہیں دور چلا جانا منظور ہو تو یہ تعمیل میں ضرور کر سکتا ہوں۔ اب اسوقت بھی اسی بصیرت نے زبان حال سے وہی

جواب آپ کی خدمت میں پیش کرنے پر مجبور کردیا۔ جو اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے۔ کہ اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورأوا العذاب وتقطعت بهم الاسباب تو ایسے صریح حکم کی مخالفت نہیں ہوسکتی۔ یہ مشت نمونہ از خروارے اس لئے دکھایا ہے۔ کہ آپ سوچکر ان باتوں کا جواب ایسا عنایت فرماویں۔ کہ عقل اور نقل صحیح اور واقعات اور مشاہدات سے اس کی تصدیق ہوسکے۔ اور جو جو جدید امور آپ پیش کریں اُن کا ثبوت ظاہری آیات قرآنی کے ماتحت ہو۔ تاکہ مخالفین کے لئے۔ حجت قطعی ہو۔ کیونکہ مسیح موعود بھی کسی خاص قوم یا فرقہ کے واسطے مامور نہیں ہوکر آئے۔ کہ اسی ایک فرقہ کے مسلمات کو پیش نظر رکھا جائے۔ علاوہ ازیں یہ کہ علی کی حیات جسکو عداوت معلوم ہو۔ وہ اپنی عاقبت فکر کرے۔ میں تو ہرگز کوئی مخالفت یا عداوت نہیں کرنا چاہتا۔ مگر نہی عن المنکر ہی مدعا ہے اور یہی استدعا ہے۔ کہ خدا توفیق رفیق فرماوے کہ اس تفرقہ کی اصلاح ہوجاوے۔ وما ارید ان اخالفکم الی ما انهٰکم عنه ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه انیب۔

والسلام مع الاکرام ٭

(حیات علی شاہ۔ داتہ۔ مانسہرہ۔ ہزارہ)

مخدومی مولینا سید محمد سرور شاہ صاحب مقیم قادیان کے خطوط کا مختصر جواب*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لربه والصلوٰة والسلام علیٰ حبیبه وصفیه۔

مخدومی مکرمی جناب مولینا مولوی محمد سرور شاہ صاحب مقیم قادیان سلمہ الرحمٰن۔

جناب کے ہر سہ خطوط جو داتہ میں مختلف احباب کے نام آئے۔ مجھے بغرض جواب دکھائے گئے۔ مگر چونکہ اُسوقت میں آشوب چشم میں مبتلا تھا۔ اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ اب بفضل خدا آرام ہے۔ آپ کا داتہ میں بغرض تبلیغ تشریف لانا ضروری بلکہ فرض ہے۔ آپ بہت جلدی شرائط ذیل کو سرانجام کرکے تشریف لاکر ممنون فرماویں۔ وھو ھذا

(۱) آپ پہلے اپنے خلیفہ صاحب سے اپنی نسبت اخبار الفضل میں سطور زیر لکیر کو شائع کرادیں۔ میں سید محمد سرور شاہ صاحب کو داتہ ضلع ہزارہ میں بغرض تبلیغ بھیجتا ہوں اور ان کا ساختہ پرداختہ اور کسی امر کا اقرار یا اُن کا ہار یا جیت میرا ہی سمجھا جاوے۔

راقم مرزا محمود احمد مقیم قادیان۔

(۲) میں صدق دل سے خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ اسوقت تک میرا یہی عقیدہ اور یہ یقین ہے کہ مرزا محمود احمد اور باقی بعض ۔۔۔۔ جماعت مقیم قادیان مثلاً اکمل یعقوب علی حافظ روشن علی وغیرہ ارکان دربار خلافت نے محض نفسانی اغراض اور حصول پیسہ کے لئے لوگوں کو دھوکے میں ڈال کر ناحق کی خلافت یا بہ الفاظ دیگر سلسلہ ضلالت قائم کرکے قوم کو گمراہی میں ڈالدیا ہے۔ ورنہ ان لوگوں میں سے کسی کا ہرگز ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے۔ کہ مرزا محمود احمد وہی کان اللہ نزل کا مصداق مصلح موعود یا آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ یا عمر ثانی ہے۔ اس لئے بغرض میرے اطمینان آپ وہاں ہی اخبار الفضل میں مندرجہ ذیل تحریر زیر لکیر مؤکد بحلف عذاب شائع فرماویں وھو ھذا:۔

میں صدق دل سے مرزا محمود احمد صاحب کو وہی مصلح موعود کان اللہ نزل کا مصداق اور آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مثیل یقین کرتا ہوں اور یہ میں ایمان رکھتا ہوں کہ مرزا محمود احمد صاحب نے اپنی کتاب القول الفصل اور حقیقۃ النبوۃ وغیرہ تالیفات بعدازہ قیام خلافت میں جو کچھ لکھا ہے سب سچ اور صحیح ہے۔ اگر میں نے ذرہ قدر بھی اس تحریر میں غلط یا جھوٹ لکھا ہے تو خدا تعالیٰ مجھے سخت سے سخت سزا دے جو دنیا کے لئے موجب عبرت ہو۔

راقم محمد سرور شاہ مقیم قادیان ضلع گورداسپور

(۳) چونکہ مسائل مختلف فیہ رسالہ تشحیذ الحکم۔ الحق۔ الفضل۔ رسالہ خلافت احمدیہ نشان رحمت نشان فضل میں ہیں اس لئے یا تو آپ ان سب مصنفین کو ساتھ لادیں اور یا ان سب کی طرف سے اپنی نسبت سطور ذیل اخبار الفضل میں شائع کرادیں۔ ہمارے رسائل اور اخبارات کے کسی مضمون پر جو اعتراضات وارد ہوں اس کے جواب کے ذمہ دار ہماری طرف سے مولوی محمد سرور شاہ صاحب ہیں ان کا اقرار یا انکار ہمارا اقرار یا انکار وغیرہ سمجھا جاوے۔ راقمان اکمل روشن علی۔ قاسم علی یعقوب علی اسماعیل وغیرہ

ان میں سے اگر ایک بھی آپ کے ساتھ نہ آئے یا آپ کو اپنا قائم مقام بذریعہ اخبار مذکور قرار نہ دے تو پھر آپ تکلیف نہ فرماویں۔ کیونکہ مرزا محمود نے ان سب لوگوں کو القول الفصل میں ذمہ دار قرار دیا ہے۔ پس اگر ایک مسئلہ کا ذمہ دار بھی شامل نہ ہو تو فیصلہ نہیں ہوسکتا اور نہ ہی تقریر یا بحث ہوگی کیونکہ ہمارے سامنے جیسے مرزا محمود ذمہ دار ویسے ہی یہ لوگ ذمہ دار ہیں۔

(۴) آپ جانتے ہیں کہ شریعت اسلام اور قانون رائج الوقت میں یہ بات مسلم ہے کہ دعویٰ مدعی کے اثبات کیلئے قول مدعی کافی نہیں ہوسکتا اور اثبات دعوے کے لئے بیرونی شہادتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے جب مرزا صاحب کو دنیا کے سامنے آپ اصلی اور حقیقی نبی پیش کرتے ہیں تو اسکا ثبوت آپ کو صرف قرآن شریف سے ہی دینا پڑیگا۔ کیونکہ صرف قول مُدعی مثبت دعویٰ نہیں۔ اور حدیث جس میں کسی اصلی نبی کے آنے کا ذکر بھی ہو۔ اگر وہ صحیح بھی ہو تو بھی نہایت سے نہایت مفید ظن بھی ہوگی وہ بھی بشرطیکہ آپ پہلے آیت خاتم النبیین کو منسوخ یا خارج از قرآن قرار دیدیں۔ (۵) آتے وقت آپ وہ کتاب بھی اپنے خلیفہ صاحب سے لیکر ساتھ لاویں جس میں یہ ثابت کیا گیا ہو۔ کہ بطون قرآن کو بھی ظاہر پر حمل کرکے اُن کو حجت شرعی یعنی نص قطعی قرار دینا جائز ہے۔ صرف علامہ بیضاوی کی ترکیب نحو یہ آیت واخرین منهم پر بھروسہ نہ کریں۔ کہ وہ خود مدعی (مرزا صاحب) کے اقوال سے رد ہے۔

(۶) یہ بھی آپ اپنے خلیفہ صاحب سے الفضل میں شایع کرادیں کہ یہاں آپ کے آنیکے بعد جو گفتگو ہو فریقین کی وہ مکمل بلا کم وکاست اخبار الفضل میں شایع کرائینگے۔ اور میں بھی کوشش کرونگا۔ کہ فریقین کی گفتگو پیغام صلح میں شایع ہوجاوے۔

شرائط مذکورہ بالا میں قطعاً کوئی ترمیم تنسیخ نہیں ہوگی۔ اطمینان فرماویں۔ آپ میرے اُستاد ہیں اور میں آپ کا ادنیٰ شاگرد۔ مگر حقیقۃ النبوۃ اور القول الفصل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عہد آدمؑ سے لیکر تا ایندم حضرت مرزا صاحب ۔۔۔۔۔ جیسا نعوذ باللہ غبی نبی کوئی نہیں گذرا۔ جو کم سے کم پندرہ سال تک کی کتابیں لکھ لکھ کر ڈھیروں کے ڈھیر لگادے اور اپنے اصلی دعویٰ اور منصب کی خبر ہی نہ ہو۔ اور جب باقی علماء اُسکو اُسکے اصلی خطاب (نبوت) سے یاد کریں۔ تو وہ اور اُسکے فرشتے (محمد احسن؟) اُن لوگوں پر تبرے اُڑائیں۔ اور اُن کے رد میں کتاب تحذیر المومنین لکھیں۔ اور انکم ٹیکس کی تشخیص کے وقت تو عدالت میں کھڑے ہوکر حلفیہ بیان میں (ضمیمہ ضرورت

* مخدومی محمد حسین صاحب اور سید حیات علی صاحب کے یہ تمام خطوط اور مضامین کئی ماہ سے آئے ہوئے پڑے تھے۔ صرف بامر مجبوری شایع نہیں ہوسکے۔ اسلئے اب ان سبکو اکٹھا شایع کردیا گیا ہے۔ ایڈیٹر

(للامام نیشان ہکم ٹیکس دیکھو) کہ یہ قومی پیسہ قومی کاموں میں خرچ ہوتا ہے۔ اس میں سے اپنی ذات پر کچھ بھی خرچ نہیں کرتا اور پھر بحوالہ بقول میاں صاحب قومی روپیہ کو نہ صرف اپنی ذات پر بلکہ اقربا پر خرچ کرے۔ (دیکھو رسالہ اظہار حقیقت) الغرض جب خدائے ذوالجلال والاکرام بقول فرقہ محمودیہ ایسے غبی نبی اور ... سے بھی ہمکلام ہونے سے نہیں شرماتا۔ تو امید کہ آپ بھی اپنے شاگردوں سے دینی گفتگو میں تامل نہ فرماوینگے اور جناب اپنے خط میں جس میں حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ گفتگو کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ دینی بحث میں ادنےٰ اور اعلےٰ کا فرق نہیں ہونا چاہئے۔ شرائط بالا کو اخبار الفضل میں شایع فرماکر الفضل کے اس پرچہ کی پانچ کاپیاں پہلے بھیجدیں اور جب اُن کی رسید آپ کو واپس ملے تو آپ اپنی ادھر روانگی کی تاریخ تحریر فرماویں۔ تاکہ تاریخ مقررہ پر ہم کنارہ سڑک پر مہمانوں کو لینے کے لئے حاضر ہوجاویں۔ اگر اور بھی ساتھ مہمان ہوں تو اُن کے لئے گھوڑے بھیجدئے جاویں اگر شرائط مذکورہ بالا سے کوئی ایک بھی آپ منظور نہ فرماویں۔ تو پھر ادھر آنے کا ارادہ ہی فضول ہے۔ فقط

راقم محمد یامین احمدی مقیم دانہ ڈاکخانہ نانسہرہ ضلع ہزارہ۔

لہ مرزا محمود احمد اور اُن کے مرید جا بجا کہا کرتے ہیں۔ کہ لاہوریوں نے مرزا صاحب کا درجہ گھٹا دیا ہے۔ اور ہم اُن کا درجہ بڑھاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر کسی کو ایسا غبی کم فہم۔ نادان۔ حرام خور۔ جھوٹی قسم کھانے والا قرار دینے سے درجہ بڑھ سکتا ہے۔ تو سرحدی لوہیروں سے بڑھکر کوئی غبی اور حرام خور نہیں ہے۔ تو اس صورت میں مرزا صاحب کا درجہ پھر بھی نعوذباللہ سرحدی اقوام سے کم ہی رہا۔ مرزا محمود احمد کو چاہئے کہ چند اور ایسے الزام بھی مرزا صاحب پر چسپاں کردیں۔ تاکہ مرزا صاحب کا ثانی کوئی اور نہ مل سکے۔ اور درجہ بڑھ جاوے۔ شرم! شرم!! شرم!!!

راقم محمد یامین۔

مولوی سرور شاہ صاحب کے خط کا جواب

اخویم مولوی محمد سرور شاہ صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ودعائے اھدنا الصراط المستقیم اما بعد۔ جواب (۱) بیشک اختلاف مسائل ہمارے درمیان پیدا ہوگیا۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ یہ اختلاف ہمارے لئے موجب رحمت ہوجاتا۔ اگر نفسانیت کی ناجائز خواہشات سے ایسا طریق عمل ظاہر ہوتا جوکہ ظاہر ہے۔ جواب (۲) قرابت کا جذبہ محبت بھی ضرور اپنا اثر موقعہ بموقعہ ظاہر کردیتا ہے۔ مگر مومن کی یہی شان ہونی چاہئے کہ رضائے مولےٰ پر سب قرابتوں کو قربان کرنیوالا ہو۔

جواب (۳) پیارے مسیح کے دربار کی محبت وعظمت تو ہمارے دلوں میں خدا کے فضل سے بار بار جوش مار رہی ہے۔ مگر اس دربار سے جو اب بذریعہ تحریرات خرافات بیشمار نکلتے رہتے ہیں۔ ان کو دیکھکر یہی قرین مصلحت سمجھا جاتا کہ حبب اللہ لنا لئے اور اس کے رسول اور نائب الرسول کی ہتک کا خیال نہیں کیا جاتا۔ تو ایسا نہ ہوکہ ہمارے درمیان کوئی اور صورت مخالفت پیدا ہوجاوے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود تو مخالفین اسلام اور بدترین گالیاں دینے والوں کے لئے بھی یہ انتظام فرماتے تھے۔ کہ چالیس روز تک میرے (یعنی مسیح موعود کے) پاس رہیں۔ اور وہ اپنا روزانہ خرچ حسب حیثیت خود مجھ سے لیویں۔ اگر پھر بھی اُن کو میرے بیان میں شک رہے (وہی بیان جو آجکل منسوخ اور ناسمجھی کی باتیں قرار دی جاتی ہیں) اور تسلی نہ ہوجاوے۔ تو پھر جسقدر ہرج اوقات کا معاوضہ ہوگا وہ بھی پورا دیا جاویگا۔ اب اس کے برعکس یہ حال کہ مسیح موعود کی انہیں باتوں کو سچ اور صحیح قرار دینے والے جو وہاں رہکر اپنی گرہ سے خرچ کی برداشت کرنیوالے تھے اُن کیلئے مدرسہ کے طالب علموں وغیرہ ناہمواروں کو موقعہ دیا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنی ناشائستہ حرکات سے انکو تنگ کرکے وہاں سے نکلجانے پر مجبور کریں۔ اور بجائے آیات اللہ اور معقولات کے صرف خوش اعتقادی پر زور دلایا جاتا ہے اور فیصلہ کن دلیل یہ دیجاتی ہے۔ کہ جماعت کا اکثر حصّہ گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتا۔ اور کوئی بندۂ خدا اسقدر جرأت بھی نہیں کرسکتا کہ دریافت کرے۔ اگر یہ دلیل ہمارے لئے صداقت کا نشان ہے۔ تو پھر کیوں یہی بیان صداقت کا نشان اُن لوگوں کیواسطے نہ ہو جنکے ہاتھ میں یہ حدیث بھی ہے۔ کہ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ اور وہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی امت کا اکثر حصّہ گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ مسیح موعود کا بیان برخلاف آپ کے موجود ہے۔

جواب (۴)۔ خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی کا وجود تو بیان آپ کے حق میں اس طرح ثابت اثر پیدا کر رہا ثابت ہوا۔ کہ مسیح موعود کے دعوی کی تبلیغ کی غرض پر وہ اشتہار جس پر کتنے ہی روپیہ خرچ کرکے جناب میاں صاحب نے سندھی زبان میں شایع کیا تھا۔ اُس سے بڑھکر وہی مضمون ایک دلپذیر پیرایہ میں غیر احمدیوں کے دلنشین کرنے کیواسطے بیان فرمایا۔ مزید برآں (یعنی اشتہار مذکورہ کے مضمون کے علاوہ) یہ ہر بھی انہوں نے ایک دلربا پیرایہ میں بیان فرمایا کہ مسیح موعود کامل بروز سرور کائنات کی ظاہر ہوئے۔ اس لئے وہ بروزی نبی بھی ہوئے پس جس شخص کے دل میں جسقدر آنحضرتؐ کی عظمت اور محبت ہوگی۔ بامر مجبوری طوعاً و کرہاً اُسکو مسیح موعود کی محبت اور عظمت کیساتھ اُن کی پیروی کرنی لازم آجاویگی۔ وغیرہ وغیرہ اس بات کی تصدیق غیر احمدی اور محمودی دونوں سے ہوسکتی ہے۔ جنہوں نے اسجگہ بیان کردیا تھا۔ کہ جو کچھ آج سُنا گیا ہے عین حق وہی ہوسکتا ہے۔ علاوہ اس کے مولوی محمد یامین صاحب تو کہتے ہیں کہ جناب میاں صاحب اور اُنکے پیرو چونکہ تمام کلمہ گویاں کو کافر کہتے ہیں پس بموجب حدیث وبموجب استنباط مسیح موعود وہ خود قابل مؤاخذہ ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے جواب میں امیر القوم نے فرمایا کہ ادعوا الیٰ سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة میرے نزدیک احسن طریق یہی ہے کہ کسی کو نشانہ نہ بنایا جاوے۔ ایسے مسایل کو عمومیت کے رنگ میں پیش کرنا مسیح موعود اور جناب مولنا نور الدین اعظم کے قول اور فعل سے ثابت ہے۔ اور پھر فرمایا کہ قالت الیهود لیست النصاریٰ علی شیء وقالت النصاریٰ لیست الیهود علی شیء الخ پس ہمیں ایسی باتوں سے اجتناب کرنے کے لئے یہ سبق ہے وغیرہ وغیرہ۔

اور ان باتوں کا فیصلہ واللہ یحکم بینهم یوم القیامة فیما کانوا فیه یختلفون ہونیوالا ہے۔ اور میرا اعتقاد بحمداللہ جو کچھ مسیح موعود کے وقت میں تھا وہی ہے۔ کسی کی وجہ یا وجاہت سے وہ تبدیل نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ کا خیال صحیح ہو تو ایسی کوئی وجہ نہیں کہ جناب صاحبزادہ صاحب کو چھوڑکر کسی دوسرے کی ہاں میں ہاں ملائی جاوے۔

جواب (۵) جناب خواجہ صاحب اور جناب مولوی محمد علی صاحب تو ایبٹ آباد میں اور پھر لاہور جاوینگے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ بلالحاظ کسی کی ذات پات کے اور اعتقادات کے خواہ کوئی سید ہو یا مغل یا میراثی یا مسلمان یا یہودی یا عیسائی یا کوئی مولوی ہو یا پنڈت یا جوگی یا بیراگی جو کچھ بھی وہ برخلاف اسلام کے اپنے مذہب کی تائید میں بیان کریں۔ اُنکے بالمقابل جلسہ میں اپنی جان کو

تائید اسلام کے لئے حاضر کرنیکو فخر سمجھیں گے البتہ اُس دوسرے شخص کی حیثیت اور اہلیت کو سمجھنے کے لئے کوشش کرینگے۔ کیونکہ مبادا کوئی احتمال فتنہ و فساد نہ ہو۔ یا جس بات کو وہ مخالفہ پیش کرنا چاہتا ہے اُسکا وہ اہل ہے اگر اُس میں اہلیت پائی جاوے۔ تو فہوالمراد ورنہ واعرض عن الجاهلین۔ مگر آپ چونکہ ظاہری علم کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں۔ اس لئے باتفاق فریقین یہ انتظام کرا لینا ضروری ہے کہ بالمقابل فریقین کی تقریریں ہو جاویں اور تمام بنی نوع انسان فائدہ اٹھاویں۔

جواب (۶) موضع دانہ میں آپ اگر تشریف لانے کا عزم جزم رکھتے ہیں تو جو مفصل شرائط مولوی محمد یمین صاحب ارقام فرما دیجئے اُن کا آپس میں فیصلہ کر لینا پہلے ضروری ہوگا۔ تو پھر اور ہم بات سننے اور سنانے کے لئے بعونہ تعالیٰ تیار ہیں۔ مگر سوائے شرائط کے طے ہو جانے کے اطمینان کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ جو تحریریں آپکے سرکردوں نے یہاں پہنچا دی ہیں اُن میں بغض اور تعصب ظاہر موجود ہے۔ اور جو مبلغ آپ کی جانب سے قبل ازیں دو تین بار تشریف لا چکے ہیں۔ اُن کا طرز عمل چہ جائیکہ فیصلہ کن ثابت ہو۔ اولٹا نفرت انگیز اور بے بنیاد ثابت ہوا اگر انکے پہنچنے سے پہلے آپ تشریف لے آتے تو ان شرائط کی ضرورت واقعہ نہ ہوتی۔ لہٰذا اب میں آپ کی تشریف آوری کی ضروریات عرض کر کے جواب کا ملتجی ہوں۔ وھو ہٰذا۔

ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو بحیثیت آنحضرت صلعم کے پیش نہیں کیا۔ اور نہ ہی جناب مہدینا نورالدین اعظم نے اپنے آپکو بحیثیت مسیح موعودؑ پیش کیا۔ دونوں نے اپنے آپکو بطور خادم کے پیش کیا۔ اور ہم مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلعم کے فیض عام سے جو قیامت تک رہیگا کامل فیض یافتہ اور انا اعطینٰک الکوثر کے ارشاد کے ماتحت روحانی فرزند آنحضرت صلعم اور صراط الذین انعمت علیہم کی دُعا کا نتیجہ حاصل کرنیوالا کامل بروز آنحضرت صلعم یقین کرتے ہیں۔ اور یہ فیض اور یہ عطا اور یہ نعمت محدود نہیں عام ہے۔ جیسا کہ اولئٰک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء الخ سے ظاہر ہے۔ مسیح موعودؑ اس سے باہر نہیں۔ اگر کوئی مسیح موعودؑ کو اس سلک سے باہر کرنیوالا شخص ہے اور اس نعمت اور عطا اور فیضان کو صرف مسیح موعودؑ کیلئے محدود کرنیوالا ہے اور مسیح موعودؑ کو عین محمدؐ قرار دیتا ہے اور کوئی وجود دوسرا روحانی درمیان نہیں کرتا پھر محمدؐ اور احمدؐ ہی ایک شخص بلحاظ روحانیت ہو گئے

دوسرا کوئی نہ ہوا۔ تو انا اعطینٰک الکوثر کا وعدہ بھی پورا نہیں ہو سکتا۔ اور جسکی نسبت ھوالابتر کا فتوےٰ صادر ہوا وہ صحیح کہنے والا ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جسمانی اولاد نرینہ ہی آنحضرت کی کوئی نہ ہوئی۔ اور روحانی اولاد میں سے صرف ایک مسیح موعودؑ ظاہر ہوا۔ اور اُسکا بھی روحانی وجود کوئی دوسرا نہ رہا گویا وہی اصل کا ایک کا ایک ہی رہا۔ یہ بات تو وہی کہیگا جو ھوالابتر ہونیوالا ہو۔ جیسا کہ پہلے کہنے والا ھوالابتر ہوا۔ ہم تو بفضل اللہ تعالےٰ حسب الارشاد مسیح موعود علیہ السلام و مہدینا و مولینا صاحب اس نتیجہ پر پہنچ رہے ہیں۔ کہ وقتاً فوقتاً احتیاج زمانہ کے موافق روحانی و جسمانی غذا انسانی کیواسطے ایک ہی طرح پر نظام انتظام الٰہی سے واقعہ ہوا ہے۔ اور ان کی پرورش کے لئے حسب ضرورت آسمان سے پانی نازل ہونا سنت اللہ اور استمراری عادت اللہ ہے اور خصوصاً یہ زمانہ سخت خشک سالی اور قحط الرجال اور فتنہ دجال کا تھا۔ پس مسیح موعودؑ کا وجود اُسی آسمانی پانی سے آنحضرت صلعم کا بروز ہو کر نازل ہوا۔ حسب ضرورت زمانہ وہ سب سے اعلےٰ بروز ہو گئے۔ پس جسقدر روحانیت میں وہ برتر و اعلےٰ بوجوہات ضروریات کارگذاری کے ہوئے اُسی قدر انکی بصیرت بھی برتر ہونی چاہئے اسکے متعلق خدا فرماتا ہے۔ قل ھٰذہ سبیلی ادعوا علےٰ بصیرۃ انا و من اتبعنی و سبحٰن اللہ وما انا من المشرکین۔ ترجمہ۔ کہہ یہ میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ کیطرف سمجھ بوجھکر میں اور میری متابعت کرنیوالے۔ اور میں شرک کرنیوالا نہیں۔ ولکن اکثر الناس لا یعلمون مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ مسیح موعودؑ نے بھی آنحضرت صلعم کی معیت اور متابعت تام کیوجہ سے (جو بشرط بصیرت کامل اُنکو حاصل ہوئی) اُس نبوت کی ڈگری حاصل کی جسکے لئے امتحان اب قرآن میں باقی ہے۔ جسکے واسطے حسب الارشاد مسیح موعودؑ باقی سب دروازے بند صرف ایک ہی کھلا ہے۔ یہ صراط مستقیم ہے اور اسی سلسلہ نبوت کی قطار کو مسلسلہ دار خط مستقیم کیطرح دکھایا۔ اس سیدھی صف میں جسقدر وجود شامل ہوئے۔ وہ اعلےٰ بصیرت والے ممتاز ہو کر اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہوئے۔ ایک حصہ آنحضرت سے پہلے کھڑا ہوا۔ اور رہبر دوسری کا کام انہوں نے کیا۔ جو اپنی اپنی حدود میں اس سیدھی سڑک صراط مستقیم کو مرمت و صاف کرنیوالے ہو کر بوجہ حقیقت حال کے انکا نام اصلی اور حقیقی نبی رکھا گیا کیونکہ اُن کو نبوت براہ راست ملی۔ دوسرا حصہ آنحضرت صلعم کے پیچھے ہوا۔ جنہوں نے

بوساطت آنحضرت یہ نبوت کا مقام حاصل کیا اس لئے اُن کا نام طفیلی اور بروزی نبی ہوا چونکہ آنحضرت کے بعد دوسرا گروہ ایک ہی صف میں کھڑے ہونے والوں کے لئے ظہور میں آیا لاجرم ان دونوں کے مقام کی معرفت اور شناخت کے لئے دوسرا نام تجویز ہو گیا۔ اور معیار صداقت یہ قرار پایا کہ ولو تقول علینا بعض الاقاویل الخ آدم علیہ السلام سے لیکر مسیح موعودؑ تک جس قدر مامورانِ الٰہی ظاہر ہوئے وہ سب کامل بصیرت پاکر دوچہ جائیکہ ان کی عمر صرف اسی قدر باقی رہ جاوے کہ پہلے تو اُنکو اپنے دعوے کے سمجھنے کی بصیرت ہی نہ ملے اور جب وہ اپنے دعوے کو صحیح سمجھ کر خاص اہمیت سے نہیں بلکہ اکیدوسری بات کی آڑ میں (ان ڈائرکٹلی) پیش کی جاوے تو عمر کا باقی حصہ اسقدر ہی وفا نہ کرے کہ نثم لقطعنا منه الوتین کہنے کا ایک مخالف کو حق حاصل ہو جاوے۔ نعوذ باللہ وما انا من المشرکین۔ اس سیدھی لہر میں زمانہ کی رفتار کے موافق جو لوگ شامل ہوئے حسب الارشاد مسیح موعودؑ بجز مسیح موعودؑ کوئی بھی ایسا وجود نہ تھا۔ جسکو اپنے دعوے کے سمجھنے میں سہو ہو کیونکہ او خویشتن گم است کرا رہبری کند وہ شخص جو اپنے دعویٰ کو بارہا بارش کیطرح خدا کی وحی نازل ہونے سے بھی ۲۳ سال تک نہیں سمجھ سکتا وہ دوسروں کی کیا اصلاح کریگا) اور یہ زمانہ بھی سیدھی لکیر کی طرح گذرتا جاتا ہے جسکے دو ہی گوشہ ظاہر ہیں جسطرح کہ زمانہ کی ہیئت مبدل نہیں ہو سکتی اسی طرح اس سیدھی صف کی ہیئت بھی تبدیل نہیں ہو سکتی اور یہ آخری نوک اُٹھا کر یا جدا کر کے اب مسیح موعودؑ کی خاطر پہلی نوک سے ملائی نہیں جا سکتی جب تک رفتار زمانہ کی شکل جسکے دو ہی گوشہ ہیں اسکو سہ گوشہ مثلث کی شکل پر تجویز نہ کیا جاویگا۔ تو اس تیسری قسم کی نبوت پانیوالے کے واسطے کونسی جہت یا مقام کھڑا ہونے کے لئے پایا جا سکتا ہے مگر خالق حقیقی کے اس قول پر نظر کرنیوالا شخص اس سیدھی سڑک یا قطار سلک کو جو خط مستقیم کی طرح رفتار زمانہ کے موافق اپنا نقش صفحہ ہستی پر پھیلاتی چلی جاتی ہے مثلث کی شکل پر اس تیسری قسم کی نبوت کے مقام کے لئے تجویز کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ قولہ تعالیٰ فطرت اللہ التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ ترجمہ۔ لازم پکڑ پیدائش الٰہی کو جو پیدا کیا لوگوں کو اوپر اُس کے دیکھنا رفتار زمانہ کیا بدلتا نہیں اللہ کے بنانے کو۔ یہی ہے دین سیدھا لیکن بہت لوگ یعنے اکثر لوگ اسکو نہیں سمجھتے ہیں۔

چاہئے کہ وہ شخص قرآن شریف سے بر خلاف استنباط مسیح موعودؑ کے اس تیسری قسم کی نبوت کا قرآن سے ثبوت پیش کرے اور ظاہر کرے کہ اب قرآن سے آنحضرتؐ کے بعد دو قسم کی نبوت باقی ہے مگر یہ بات یاد رکھے کہ فضیلت اور چیز ہے اور نبوت کا اور مقام ہے۔ اس کی یہ مثال دیکھنی چاہئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ انا اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ پس ایک سید بھی علم حاصل کرکے مولوی کہلاتا اور تقوےٰ کی بناء پر وہ مکرم بھی بنجاتا ہے اور ایک میراثی بھی علم کی فضیلت پاکر مولوی کہلاتا ہے۔ اور عالم با عمل ہوکر اور تقویٰ اختیار کرکے خدا کے نزدیک وہ اکرم اور افضل ایسے سید سے ہو جاتا ہے جو کہ بے علم یا بے عمل زندگی بسر کرتا ہے۔ مگر وہ ذات کا سید نہیں کہلا سکتا کیونکہ یہ فضیلت نسبی ہے کسبی نہیں اور خدا تعالیٰ کا یہ منشاء بھی مشتبہ ہو جاتا ہے جو فرمایا کہ وجعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا الخ۔ ہاں کوئی شخص دھوکا اس بات کا دیکر کہ در اصل شروع سے اُس کی ذات ہی سید چلی آرہی ہے سید کہلا سکتا ہے۔ مگر انسان ہی اس دھوکے میں آسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو علیم خبیر ہے۔ پس جیسے کہ مکرم اور افضل عند اللہ ہو جانے کے بعد کوئی مغل یا پٹھان سید ذات کا نہیں کہلا سکتا۔ اسی طرح طفیلی اور بروزی نبی اصلی اور حقیقی نبی کا منصب نہیں پاسکتا اُسکے پاس راستبازی ہی کام آسکتی ہے۔ اگر آپ کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ تو پھر اصلاح کیواسطے اب سردست آپ کی تشریف آوری ضروری نہیں اگر آپ کا اعتقاد اس کے خلاف ہے تو پہلے پیشکردہ شرائط مولوی محمد یٰسین صاحب دانوی حسب ضابطہ طے فرماکر اور اس خط کو ہو بہو اخبار الفضل میں شائع کراکر وہ پرچہ براہِ راست میرے پاس بھیجدیں کیونکہ یہاں موضع دانہ میں اس پرچہ الفضل کا منگوانا اس لئے ملتوی کیا گیا ہے کہ اس میں جو مضامین خلاف عقل سلیم و نقل صحیح کے شائع ہوتے ہیں اُنکا جواب اخبار پیغام صلح میں بغرض اشاعت یہاں سے بھیجے جاتے ہیں۔ بوجہ کمی گنجائش وہ جواب شائع نہیں کئے جا سکتے۔ اگر بفرض محال وہ شائع بھی ہو جاویں تو اس پہلی قوم بیلے پرست کیطرح کہ اپنی قوم کو خلاف ملمع سازی خودمکے کسی حق بات کے سُننے کے لئے بدگزا جازت دربار خلافت سے نہیں دیجاتی بلکہ صریح طور پر حقیقت حال کے مشتبہ کردینے کیواسطے ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا جاتا ہے۔ اور اُنہی پہلی .... ضاہین کی نقش قدم پر چلکر اسبات کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تو اپنی نسبت فرمایا تھا کہ بود منظفر و منصور از خدائے کریم۔ مخالف شریعتکہ کشا باشد اُلٹا خلاف منشاء کلام الٰہی اور اس الہامی شعر کے مفصلات کو چھوڑا دیا جاتا ہے۔ اور متشابہات پر لٹو کیا جاتا ہے۔ پس اگرچہ اس دنیائے دون میں اس پہلی قوم کی طرح چند روزہ زندگی میں ظاہری طور پر ان کی مشابہت تامہ کے لئے اِن کی بھی شان و شوکت چند روزہ روز افزوں ہو۔ مگر دنیا روزے چند عاقبت کار با خداوند۔ اور جو شرائط مولوی محمد یٰسین صاحب پیش کر چکے۔ بلا کم و کاست اُن کی پابندی آپ پر لازم ہوگی۔ اگر ایک شرط بھی اُن شرائط مذکورہ سے آپ کم کریں تو پھر آپ جانتے ہیں کہ فیصلہ ہو نہیں سکتا۔ اس لئے پھر آپ کا آنا فضول ہے۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدےٰ۔

راقم حیات علی شاہ بقلم خود از دانہ۔ تھانہ ہزارہ

مبائعین میاں صاحب کے خطوط

الحمد للہ کہ حضرت امیر اور آپکے مخلصین کی لگاتار دو ڈھائی سالہ کوششوں سے آخرکار صداقت کا غلبہ ہونا شروع ہوگیا ہے۔۔ فوری جوش و خروش آہستہ آہستہ کم ہوکر طبائع میں صلاحیت کے ساتھ ایک دوسرے فریق کی باتوں پر غور کرنے کی خواہش پیدا ہو رہی ہے۔ حسب سے حق کی فتح کے نشانات نمایاں طور پر ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور مبائعین میاں صاحب خود بخود موجودہ قادیانی عقائد سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔ ذیل میں ہم اس قسم کے تمام خطوط میں سے جو ہمیں میاں صاحب کے مریدین کی طرف سے موصول ہوئے ہیں۔ صرف دو خط بطور نمونہ درج کرتے ہیں ان خطوط میں سے نام اور پتہ وغیرہ حذف کردیا گیا ہے ایڈیٹر

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم و معظم جناب ......! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ و مغفرتہٗ۔ جناب کی حسب فرمائش حوالجات مندرجہ ٹریکٹ کی تطبیق حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے کی گئی۔ اربعین۔ ازالہ اوہام ہر دو حصص توضیح مرام۔ الوصیت کے سوا باقی حضور منظور علیہ السلام کی کتب جن میں مسائل متنازعہ فیہا کے متعلق کچھ لکھا گیا ہو۔ یہاں نہیں ملیں۔ عنقریب منگوائی جاہیں گی۔ موجودہ کتب میں حضرت صاحب نے صراحتہً نبوت مجازی کا ادعا اور نبوت حقیقی کا انکار کیا ہے۔ میری تحقیق مسئلہ نبوت کے متعلق درجہ تکمیل کو پہنچگئی ہے۔ جناب صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب اجتہاداً اپنے آپکو جزوی نبی سمجھتے رہے۔ مگر خود حضرت صاحب فرماتے ہیں میں نے خدا کے حکم سے محدثیت یعنی جزوی نبوت کا دعوےٰ کیا ہے (ازالہ اوہام)۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مثیل مسیح کے لئے نبوت لازمی ہے مگر حضور علیہ السلام خود یہ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے سید و مولےٰ نے آنیوالے مسیح کے لئے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی (توضیح مرام)

الحاصل جناب میاں صاحب حضرت صاحب کے صراسر مقابل میں قدم مار رہے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ .... صاحب ...... صاحب ...... صاحب حضرت کی ظلی اور جزوی نبوت میں دیگر اکا بر اولیاء کو بھی شریک سمجھتے ہیں۔ اور صاحبزادہ صاحب کی عظمت کا فرضی بُت ان کے دلوں سے کافور ہوگیا ہے۔ ایک حد تک فی الحال تبادلہ خیالات جاری ہے۔ مجھے قوی امید ہے۔ کہ صحیح نتیجہ پر پہنچ جائینگے۔ اور ورطہ ضلالت میں گرنے سے بچ رہینگے۔ ہاں! مسئلہ کفر و اسلام میں بھی تینوں صاحبان مجھ سے متفق ہیں۔ احمد احمد کا مصداق حقیقی حضور پرنور سرور کائنات فخر موجودات کو سمجھتے ہیں۔ غیر مبائعین کو مرتد تو درکنار فاسق تک نہیں خیال کرتے گویا فی الحقیقت ان افراد میں سے ہیں جن کی ہستی کالعدم ہے آج سے چند روز قبل تک مجھے بہت مصروفیت رہی ہے۔ جس کے باعث میں مطالعہ پیغام نہیں دیکھا ...... مجھے بھی کم فرصت ملتی ہے۔ تاہم حسب وقت موقع مل جاتا ہے۔ تبادلہ خیالات کیا جاتا ہے میں نے جناب کو لکھا تھا کہ غنیمت ہے کہ حضور کی کوشش سے کوئی ایک سعید روح ہدایت پا جائے۔ مگر یہاں بفضل خدا حضور کے ٹریکٹوں کے طفیل متعدد روحیں ہدایت پاتی نظر آتی ہیں۔ تو یہ سب ثواب حضور کے نام ہی لکھا جائیگا۔ بیشک اب وقت آنیوالا ہے۔ جب جماعت اپنا رخ پلٹے گی۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ جب مسئلہ سچائی جسکو پہلی دفعہ پیش کی جائے۔ تو وہ خواہ کتنی ہی زبردست دلائل اپنے ساتھ رکھتی ہو۔ فی الفور قبول نہیں کیجاتی۔ بلکہ بڑے زور سے رد کی جاتی ہے۔ مقدمہ کے متعلق یہاں کثرت رائے یہ ہوئی ہے کہ نہ کیا جاوے۔ میرا خیال ہے کہ جماعت میں بعض ایسے فتنہ پرداز شخص ہیں۔ جو بظاہر مخلص اور خادم قوم خیال کئے جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب کے مطالبہ حلف کے جواب سے جماعت کو روکنا اگر فتنہ نہیں تو کیا ہے؟ شاید صاحبزادہ صاحب کا خیال ہوگا کہ آپ سب کیطرف سے بطور وکیل کبھی قسمیں کھائینگے۔ خلیفہ جو ہوئے ہمارا ایسا تقاضا ہے کہ اخبار پیغام صلح جاری کرا یا جائے۔ طبیعت اچھی

احمدی احباب اور سلسلہ کے حالات معلوم نہ ہونے سے بیقرار ہوتی ہے۔ یہاں میاں صاحب مکرم معظم کے نام ایک اخبار موصول ہوا ہے جس میں سیدنا و مولینا محمد علی صاحب نے صاحبزادہ صاحب کے خطبہ کا جواب تحریر فرمایا ہے۔ میاں صاحب نے تو اُسے دیکھا تک نہیں۔ ایک آدمی کھول بیٹھا نہیں تو امید ہے واپس کیا جاتا۔ اور ایک میرے نام آیا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ ...... صاحب کو تبلیغاً کچھ لکھا جائے۔ ہمارا کام پہنچا دینا ہے۔ و بس۔ ...... صاحب نے مجھے فرمایا تھا۔ کہ گویا میری طبیعت کی افتاد پیغامیوں والی نہیں۔ کیونکہ وہ لوگ انگریزی خوان جنٹلمین ہیں۔ اور کہ میں اس وقت تک پیغامیوں کے خیالات رکھ سکتا ہوں تاوقتیکہ ان کی صحبت سے دُور رہوں۔ مگر ہم لوگ سچائی کو اس لئے تو قبول نہیں کرتے۔ کہ مولوی محمد علی نے پیش کی ہے۔ بلکہ صرف اسلئے کہ جو کچھ انہوں نے پیش کیا ہے وہ صداقت ہے۔ ہمارا فرض یہ دیکھنا ہے۔ کہ ہمارے امامؑ نے ہمیں کس راہ پر چلایا۔ اور کیا عقائد ہمیں تلقین کئے۔ مولوی محمد علی صاحب اگر کچھ خیالات پیش کرتے ہیں تو دیکھنا چاہئے کہ وہ حکم کے بیان کردہ خیالات کے خلاف ہیں یا مطابق۔ اگر مطابق ہیں تو قبول کرنے چاہئیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ محمد علی کے خیالات نہیں بلکہ خود حضرت امامؑ کے خیالات ہیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالے ہمیں ہر قسم کے ابتلاؤں سے محفوظ رکھے۔ فقط۔ والسلام۔ عاجز خاکسار ...... احمدی

مولینا سید محمد احسن صاحب نے تشحیذ ۱۹۱۳ء میں حضرت صاحب کی نبوت صاف الفاظ میں محدثیت والی نبوت لکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابتدا سے ۱۳ء تک مولینا موصوف کا یہی خیال رہا ہے۔ دیکھئے مطالبہ حلف کو کیا کہتے ہیں ۔ ۱-۱۱-۱۵

(۲)

نحمدہ و نصلی

اخویم جناب ...... مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مدت ہوئی کوئی نوازش نامہ صادر نہیں ہؤا۔ اور نہ ہی خیریت کی خبر سے آگاہ ہوں۔ سلسلہ عالیہ کے ہردو فریقوں کی تحریرات پڑھنے کا فخر مجھے ملتا رہتا ہے۔ مگر افسوس کہ جانبین سے کوئی فیصلہ کن معاملہ طے نہیں ہوتا۔ نبوت مسیح موعودؑ کا اعتقاد صاف ہے ظلی نبوت ہے اور لم یبق من النبوۃ الا المبشرات اور حضرت کی بیشمار تحاریر اس کی شاہد ہیں۔ سوال تو صرف خلافت کے جھگڑے کا ہے۔ جو افسوس کہ طے ہوتا نظر نہیں آتا۔ قادیان میں بے شک فتنہ زوروں پر ہے۔ اور غلو بھی حد سے زیادہ کر رہے ہیں۔ ہم لوگ کریں تو کیا کریں بعض وقت طبیعت نہایت بے چین ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ رحم کرے ۔ ۲۰-۱۱-۱۵

شہادت سید عابد علی شاہ صاحب

حضرت خواجہ صاحب کے مطالبہ حلف کے جواب میں میاں صاحب کے جن چند ایک مریدین نے شہادتیں لکھکر بھیجی تھیں اُن میں سے سید عابد علی شاہ صاحب بدوملہی چاہتے ہیں کہ اُن کی شہادت جلد شایع کردی جائے۔ چنانچہ ان کے حسب الارشاد اُسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ تمام موصول شدہ شہادتیں انشاءاللہ عنقریب خود خواجہ صاحب کتاب کی شکل میں شایع کریں گے۔ سید صاحب کی شہادت حسب ذیل ہے۔ (ایڈیٹر)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محبی مکرمی احسن اللہ احوالکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا حلفی مطالبہ ہؤا ہے۔ جواباً عرض ہے۔ کہ عاجز کو قسم ہے اس پیارے مولے کریم کی جس کے قبضہ قدرت میں عاجز کی جان ہے۔ آپ کے سوالات کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ (فداہ روحی) علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت کو پیش نظر رکھکر اپنا ما فی الضمیر پیش کردیگا۔ بغیر اس بحث اور خیال کے کہ وہ صحیح ہو یا غلط۔ اور اس میں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کریگا و باللہ التوفیق

اول۔ عاجز نے خدا تعالےٰ کے حکم سے حضرت مسیح موعود (فداہ قلبی) علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی۔ اور ان الٰہی ارشادات میں سے ایک یہ ہے۔ "ویلک امن کما امنت برسول رب العٰلمین" یہ الہام دل پر القا ہؤا۔ اور اس کے بعد ذیل کا الہام زبان پر جاری ہؤا "علی المیرزا غ قادیانی" علی المسیح موعود ومھدی موعود و بروز محمدی مرزا غلام احمد قادیانی" اس احکم الحاکمین کے حکم کے ماتحت یہ عاجز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بروز محمدی اور غلام احمد یقین کرتا رہا۔ اور ظلی نبی اور بروزی نبی اور امتی مانتا رہا۔

دوم۔ اس کا جواب اوپر آگیا ہے یعنی یہ کہ حضرت مسیح موعود بروزی نبی اور غلام احمد ہیں۔

سوئم۔ حضرت مسیح موعود قرآن مجید ہی تو منوانے کے لئے آئے۔ اور منواتے رہے۔ لہٰذا عاجز بھی قرآن مجید ہی کا حکم ہر حال میں مقدم جانتا رہا۔

چہارم۔ اس کا جواب بھی جواب اول میں آگیا ہے۔ کیونکہ وہاں خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کا نام غلام احمد رکھا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود نے فرمایا۔ "در برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے"

غرض عاجز اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہی یقین کرتا رہا۔ اور اس زمانہ میں اس مفہوم کے سوا اس آیت پر عاجز نے کبھی غور نہیں کی ہاں جس طرح حضرت مسیح موعود اسم محمد (فداہ روحی وروحی وقلبی) صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز ہیں اسیطرح اسم احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی بروز ہیں۔

پنجم۔ جو مسلمان باوجود اتمام حجت ہو چکنے کے حضرت مسیح موعود خاتم الخلفاء کی بیعت میں داخل نہیں ہوا تھا۔ اسے فاسق مسلمان قابل مؤاخذہ یقین کرتا رہا۔ اور جن پر اتمام حجت نہیں ہوا تھا۔ انہیں بموجب ارشاد حضرت مسیح موعود آپ کے دعوے سے بری سمجھتا رہا۔ یعنی مسیح موعود کی غلامی کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے جو انعام عطا فرمانا مقرر فرما رکھا ہے۔ اس سے محروم اور مؤاخذہ سے بری۔

جنوری ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عاجز کو قریباً دو گھنٹے خلوت میں حاضری کا شرف بخشا۔ تو عاجز نے خداداد توفیق اور انعام کی طفیل بہت سی عرضیں کیں۔ ازانجملہ یہ کہ اپنے استاد مولوی عبدالحکیم صاحب دھرمکوٹی کی نسبت عرض کی کہ انہوں نے پہلے حضور کی مخالفت کی ایک کتاب بھی لکھی۔ پھر حضور کے پیغام پہنچنے کے بعد خدا تعالےٰ کی طرف سے انجام کے منتظر ہو کر خاموش بیٹھ گئے اور اپنی کتاب شائع نہ کی۔ پھر اپنے قبلہ حضرت والد بزرگوار شاہ صاحب جو ۱۸۹۹ء میں فوت ہوئے۔ اُن کی نسبت عرض کی کہ انہوں نے آپ کی نسبت کبھی کوئی بُرا لفظ استعمال نہیں کیا تھا۔ خاموش رہتے تھے۔ اور اکثر الگ زندگی بسر کرتے تھے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ "جن لوگوں پر اتمام حجت نہیں ہؤا وہ ہمارے دعوے سے بری ہیں۔"

اپریل ۱۹۱۵ء کا واقعہ ہے کہ عاجز ایک جگہ موضع کوٹ بھیراں تحصیل رعیہ میں ایک بیمار کے دیکھنے کے لئے گیا۔ اس سے پہلے اُس گاؤں میں ایک مولوی صاحب رہتے تھے۔ جن سے احقر کی سابقہ شناسائی تھی۔ اب احقر عصر کی نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں گیا تو معلوم ہؤا کہ مولوی صاحب فوت ہو چکے ہیں ہیں۔ پر اُن کے بیٹے جن کی عمر اس وقت تخمیناً انیس بیس سال کی ہے۔ ملاقی ہوئے۔ وہ وضو کر چکے تھے۔ مولوی صاحب کے ذکر خیر کے بعد عاجز نے اُن سے پوچھا۔ کہ آپ نے کبھی حضرت میرزا صاحب کے دعاوی اور حالات پر بھی غور کیا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے تو آج تک علم ہی نہیں ہوا۔ کہ میرزا صاحب کا کیا دعوےٰ ہے۔ اور کیا اسکے دلایل

ہیں یہ جواب دیکر وہ تو نماز میں کھڑے ہوگئے۔ احقر وضو کر رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچتا تھا۔ کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ "جن لوگوں پر اتمام حجت نہیں ہوا۔ وہ ہمارے دعوے سے بری ہیں" اس مولوی صاحب کے صاحبزادہ نے جو شریف آدمی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے سے بے خبری ظاہر کی ہے۔ جسکا صاف نتیجہ یہ ہے۔ کہ حضرت صاحب کے ارشاد کے مطابق اس پر تا حال اتمام حجت نہیں ہوا۔ اور اسی وجہ سے یہ تا حال مواخذہ سے بری ہے۔ اب اس وقت اگر عاجز ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تو اپنی نفسانیت اور انانیت کی وجہ سے نہیں پڑھتا۔ جب حضرت صاحب نے ایسے لوگوں کو بری فرمایا تو میں کون ہوں جو حضور کے حکم کی تعمیل نکروں اور اسے موجودہ حالت میں بری نہ سمجھوں۔ غرض حضرت صاحب کے ارشاد کو مدنظر رکھ کر عاجز نے وضو کر کے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ اور نماز عصر سے فارغ ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کی ضرورت اور آپ کا دعوےٰ اور اسکے دلائل شام تک انکو حتی الوسع بخوبی سُنا دیئے اتنے میں مغرب ہوگئی تو احقر نے کہا کہ اب میں نے حضرت مسیح موعودؑ کا دعوےٰ معہ دلائل سُنا دیا ہے۔ اگر آپ مان لیں تو احقر شام کی نماز آپ کے پیچھے پڑھ لیتا ہے۔ ورنہ اب آپ پر اتمام حجت ہوچکا۔ چنانچہ عاجز نے مغرب کی نماز الگ پڑھی۔ نیز عاجز کے دل میں یہ بات بھی متمکن تھی۔ کہ جس زمانہ میں عاجز حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی سے سرافراز ہوکر ابھی احمدی نہیں ہوا تھا تو یہاں کے احمدی احباب۔ محبی چوہدری محمد سرافراز خانصاحب محبی چوہدری کرم الٰہی صاحب۔ محبی چوہدری غلام قادر صاحب۔ محبی مولوی محمد علی صاحب بدوملہوی۔ محبی غلام رسول صاحب وغیرہ وغیرہ باوجود اس کے کہ عاجز کو صریح انکار اور احمدیت کی طرف ہرگز کوئی میلان بھی نہ تھا۔ تو یہ سب صاحبان اس وقت عاجز کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ نہ اس لئے کہ یہ سب صاحبان عاجز کے دادا جی کے مریدوں میں سے تھے بلکہ اسلئے کہ اس وقت تک ابھی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتے تھے۔ کیونکہ پھر رکنے کیوقت نک بھی گئے۔ اور محبی مولوی قطب الدین صاحب جو پہلے بدوملہی میں رہتے تھے جیسا موقع ہوتا آگے یا پیچھے نماز پڑھتے۔ جب ان

جب مخالف علماء کیطرف سے حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت کفر کا فتویٰ شایع ہوا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ کے حکم کے بعد ان احمدی احباب نے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کی۔ پھر حضرت صاحب کا ایک عریضہ کے جواب میں یہ فرمان جسکا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جو شخص اشتہار دیدے کہ میں کفر کے فتوے میں شامل نہیں ہوں یا کافر کہنے والے مولویوں کا پیرو نہیں ہوں۔ آپ اُسکے پیچھے نماز پڑھ لیں۔" اس بات کو عاجز اپنے بہت سے غیر احمدی احباب کے سامنے پیش کرتا رہا۔ انہی جملہ اپنے ایک برادرزادہ مولوی سید محمد حسن صاحب ساکن دہر کوٹ رندھاوہ غیر احمدی کو اثنا وگفتگو میں غالباً ایک سے زیادہ دفعہ کہا کہ اگر آپ اشتہار نہیں دے سکتے۔ تو آپ اپنے ہاتھ سے تحریر ہی کر دیں۔ کہ ہم کفر کے فتوے میں شامل نہیں۔ ہم خود شایع کر دینگے۔ اور اسکے بعد آپ کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرینگے۔

ایک دفعہ حضرت نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کم از کم جمعہ کی نماز میں خطبہ میں یہ اعلان کر دیں۔ کہ حضرت میرزا صاحب کو مومن صالح جانتا ہوں۔ تو اشاعت ہمارے ذمہ ہی ہم لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرینگے۔ پھر اس بات پر عاجز کا دل اور بھی مضبوط ہوگیا۔ جبکہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اول کے شروع زمانہ میں سیالکوٹ کے احمدی احباب نے خاص سیالکوٹ میں احمدی احباب کا جلسہ کر کے عام پبلک میں احمدیت کا نقشہ پیش کیا۔ اس جلسہ میں اپنے سلسلہ کے ایک معزز اور فخر قوم یعنی محبی مکرمی مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر نے اپنے دوران لیکچر میں غیر احمدی احباب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "اگر آپ صاحبان شایع کر دیں۔ کہ ہم کفر کے فتوے میں شامل نہیں ہیں تو ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں" (لفظ مکرمی مفتی صاحب کے ارشاد کا مضمون بخوبی یاد ہے۔ الفاظ اگر تبدیل ہوگئے ہوں تو اللہ تعالےٰ معاف فرمادے آمین

رہے جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ اور آپ کی جماعت کو کافر کہا نہیں ان کے کافر کہنے کی وجہ سے ہے کہ موجب حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے۔ اس وجہ سے انہیں کافر یقین کرتا ہوں۔

ششم۔ دعاء مغفرت کی نسبت عاجز اپنے دل کی کیفیت عرض کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کی بیعت سے پہلے عاجز کے دل میں یہ آرزو تھی۔ اور نہایت جوش سے دعا مانگا کرتا تھا۔ کہ یا اللہ العالمین اگر تو قیامت کے دن اس عاجز کو موقعہ عطا فرمائے۔ تو فرعون جیسے بڑے منکر کو اپنے ہاتھوں سے "انگلیں پکڑ کر جہنم میں نڈالے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہونے کے بعد جب حضرت صاحب کی زبان رحمت الٰہی عبسم سے خود سُنا۔ کہ خدا تعالےٰ ایسا چڑچڑا نہیں کہ محدود گناہ کی غیر محدود سزا دے۔ اور پھر معاف نہ کرے۔ بلکہ ہی کرے۔ اس نے تو سزا کو محدود قرار دیا ہے۔ اور اپنے عطایا کو غیر محدود فرمایا ہے۔ اور وہ رب العالمین ہونے کی حیثیت سے دوزخیوں کا بھی رب ہے۔ جب دوزخی دوزخ میں رب رب پکارینگے۔ تو وہ رب العالمین کیا ان کی ربوبیت نہیں فرمائیگا۔ فرمائیگا اور ضرور ہی فرمائیگا۔ اور بموجب حدیث شریف دوزخ پر ایک ایسا وقت آئیگا کہ ہوا اس کے دروازے کھٹکھٹائیگی اور اس میں کوئی نہیں ہوگا۔ غرض حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے بعد خدا تعالےٰ نے عاجز کے دل کی کایا پلٹ دی تو عاجز اسکے بعد یہ دعا مانگتا ہے۔ کہ یا الٰہ العالمین اگر تو اپنے فضل وکرم سے عاجز کو موقع عطا فرمائے تو فرعون وغیرہ کو اپنے ہاتھوں جہنم سے باہر نکالے۔

رہا جنازہ۔ حضرت صاحب نے اپنے بیٹے فضل احمد کا تو جنازہ نہیں پڑھا تھا لیکن عاجز کی درخواست کرنے پر حضرت والدہ صاحبہ جو غیر احمدی ہونے کی حالت میں فوت ہوئی تھیں۔ باوجود صحیح علم کے اُن کا جنازہ غائبانہ قادیان میں خود پڑھا تھا۔ اور یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ اپنے امام کے پیچھے جنازہ پڑھ لیا کریں۔ غرض حضرت صاحب کی زندگی میں عاجز بعض غیر احمدیوں کا جنازہ خود پیش امام بنکر یا اپنے امام کے پیچھے پڑھتا رہا ہے۔

ہفتم۔ عاجز کو کبھی ایسا وہم بھی نہیں گذرا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے منصب نبوت کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔

ہشتم۔ عاجز نے حضرت مسیح موعود کی کسی تحریر کو کبھی منسوخ نہیں سمجھا تھا البتہ حضرت صاحب نے پہلے عام مشہور

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامنِ پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بر و شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ۔۔ ۷/
ششماہی ۔۔ ۴/
سہ ماہی ۔۔ ۲/
ماہوار ۔۔ ۹/

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ و سہ شنبہ
و پنجشنبہ کو
شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مینجر ایم اسلم لاہور یکشنبہ ۲۴ صفر ۱۳۳۴ ہجری القدس مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۶۵

یمین السلطنت مہاراجہ سر کشن پرشاد

جی۔ سی۔ ایس۔ آئی

کا ایک منظوم مراسلہ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے نام

جس دن حضور نظام نے علاوہ دیگر مراحم خسروانہ کے حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر محل شاہی میں بہ نفس نفیس سُنا اس موقعہ پر آنحضور نے تمام امراء و اعیان سلطنت کو بھی دعوت دی تھی جن میں مہاراجہ سر کشن پرشاد صاحب بہادر بھی شریک تھے۔ لیکچر کے بعد حضور نظام نے خواجہ صاحب کو اپنے ساتھ ایک ہی میز پر کھانا کھانے کی عزت دی خواجہ صاحب کے لیکچر کا اثر کیا تھا وہ ذیل کی رباعی سے اور اُس منظوم مراسلہ سے معلوم ہوتا ہے جو مہاراجہ صاحب نے خواجہ صاحب کو دست خاص سے لکھا۔

رباعی

خواجہ کرتے ہیں دلوں کو تسخیر ٭ اس طرح کی دلچسپ ہے اُن کی تقریر
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے ٭ اے شاد میٹھی باتوں میں ہے غضب کی تاثیر

اس رباعی کے آنے سے ایکدن پہلے مہاراجہ صاحب سے خواجہ صاحب کی ملاقات بھی ہو چکی تھی چنانچہ اس رباعی کے آنے پر حضرت خواجہ صاحب نے ذیل کی رباعی لکھ بھیجی۔ مہاراجہ صاحب کا تخلص شاد ہے۔

رباعی

نہ کیوں دل شاد ہو جب حضرت شاد ٭ ملیں ہم سے تکلف سے ہو آزاد
یہ نکلے ہے دعا رہ رہ کے دل سے ٭ رہے دولت زیادہ خانہ آباد

اس رباعی پر مہاراجہ صاحب نے ذیل کے اشعار لکھے۔

نظم

رباعی پہنچی ممنوں دل سے ہے شاد | کمالِ دین و دنیا تم ہو اُستاد
خدا کے ساتھ نسبت خاص دل سے | محمدؐ کے ہو شیدا بادلِ شاد
تمھارا کام ہے وحدت پرستی | اُسیکی ڈالتے پھرتے ہو بنیاد
یہی وحدت ہے نعمت دو جہاں کی | اسی سے کفر و دیں دونوں ہیں آباد
یہی توحید ہے وجہ ہدایت | یہی ایمان کی سب کے ہے روداد
یہی ہے باعث ایجاد عالم | یہی ہے انبیا کا خاص ارشاد
یہی مندر یہی مسجد کی رونق | اسی سے ہیں منور باغ اور راد
اسی تعلیم کی اب ہے ضرورت | کہ پیرو جس کے تھے آبا و اجداد
اسی نے شرک کی ظلمت مٹائی | اسی سے دین کی قائم ہے بنیاد
اسی کی کر رہے ہو تم اشاعت | اسی کی دے رہے ہو سبکو اسناد
اسی بازار کے صرّاف ہو تم | اسی پونجی کے کہلاتے ہو نقّاد
ہو ملّت ایک مقصد ہے تمھارا | کہ کرتے جاتے ہو تم جمع اضداد
بڑا دل ہے بڑی ہمّت تمھاری | جگر ہے یہ تمھارا یا کہ فولاد

ہراک کے ساتھ ہو شیر و شکر تم	ہراک گلشن کے ہو تم سرو شمشاد
نہیں دل میں تمھارے کچھ تعصب	نہیں کرتے کسی مذہب پہ ایراد
ہراک کو تم سے ہے جوشِ محبت	کیا ہے تم نے ہراک دل کو منقاد
زسرتا پا ہو تاثیرِ مجسّم	تمھارا دل محبت سے ہے آباد
تمھارے پاس پھندا ہے نہ دانہ	مگر دنیا میں ہو مشہور صیّاد
بنانا دوست دشمن کو ہے دشوار	کمال اسمیں مگر تمکو ہے استاد
جزاک اللہ فی الدارین خیرا	تمھارا دل رہے خورسند و شاد
تمھاری قدر داں ہو قوم اور ملک	لگے محنت ٹھکانے خلق دے داد
درمے قدمے واسطے تن اور من سے	کریں ہراک طرح سب مل کے امداد
تمھاری بات ملنے ملک و ملت	سنے دل سے تمھارے دل کی فریاد

جو کچھ خدمت ہو اس سے ہے یہ حاضر
کہ خادم ملک اور ملت کا ہے شمشاد
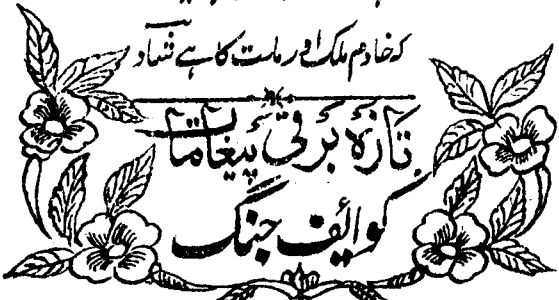
تازہ برقی پیغامات
کوائف جنگ

دردانیال کے نقصانات: لنڈن ۸ر دسمبر- بحیرہ روم کی فوجی مہم کے متعلق ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-
مجروحین: میجر ا- لفٹنٹ ۲- دوم لفٹنٹ ۲-

قفقاز میں برفباری- لنڈن ۸ر دسمبر- پیٹر وگراڈ کی سرکاری اطلاع میں خاص طور پر قابل ذکر امر یہ ہے- کہ محاذ قفقاز کے کوہستانی حصوں میں ۸ افٹ برف چڑھی ہوئی ہے-

اتحادی سپاہ پر جرمن حملہ کا اندیشہ- لنڈن ۷ر دسمبر- رائٹر ڈم کا ایک تار مظہر ہے- کہ برلن کے اطلاعات سے پایا جاتا ہے- کہ جنرل کیلو مزر کی جرمن سپاہ جس کا چند ہفتوں سے کوئی ذکر نہیں آیا- اسے مقدونیہ میں اتحادی سپاہ پر حملہ کرنے کی غرض سے از سر نو مرتب اور مستحکم کیا گیا ہے-

ہالینڈ میں جرمنی کی حال کی پر اسرار کارروائیوں کے متعلق چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کئی روز سے اخبارات اور خطوط موصول نہیں ہوئے- اب معلوم ہوا ہے- کہ فوج اور توپیں دھڑا دھڑ بلجیم میں پہنچائی جا رہی ہیں اور بالخصوص رات کے وقت یہ کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے- یقین کیا جاتا ہے- کہ یہ نو ترتیب فوج ہے جو اس فوج کی جگہ روانہ کی گئی ہے جسے حال میں ہتھیار کثیر مغربی محاذ سے واپس اٹھا لیا گیا ہے-

سروی سپاہ- پیرس ۷ر دسمبر- سروی سفیر مقیم ایتھنز کا بیان ہے- کہ غنیم کا یہ بیان غلط ہے- کہ سروی سپاہ پناہ گزینوں کا ایک مصیبت زدہ گروہ ہے- ۱۹۱۶ء اور ۱۹۱۷ء کے رنگروٹوں کو ملا کر اس کی تعداد عنقریب ۲½ لاکھ تک پہنچ جائیگی- اور وہ غنیم کو ناک چنے چبوائے گی

جرمن آبدوز کشتیوں کی سرگرمی- لنڈن ۷ر دسمبر- ایتھنز کا تار مظہر ہے- کہ ایک جرمن آبدوز کشتی نے سمینا کے قریب ایک یونانی سٹیمر کو ٹھہرالیا- اور کرنل بلیپئر برطانی فوجی اتاشی مقیم صوفیہ اور کپتان ولسن ممبر دیوان عام کو اس پر سے اتار لیا-

محکمہ احتساب اخبارات نے اعلان کیا ہے- کہ دیوان عام کا ممبر مسٹر سٹینلی ولسن جو مشرقی بحیرہ روم سے لنڈن کو چھٹیاں لیجا رہا تھا- نگران سے جو کا غذات لے لئے گئے ان میں سے کوئی اہم نہ تھا محکمہ احتساب اخبارات نے یہ بھی لکھا ہے- کہ یہ آبدوز کشتی آسٹریا کی تھی-

پیرس کی سرکاری اطلاع- لنڈن ۸ر دسمبر- پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے- کہ شیمپاین میں گولہ باری ہوئی- اور بمقام سینٹ سوپلیٹ ذلرنیبونکی ایک مقدم چوکی کے گرد مقامی جنگ وقوع میں آئی

برطانیہ کے فدائی- لنڈن ۸ر دسمبر- مغربی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-
ہلاک:- کپتان ا- دوم لفٹنٹ ا- زخموں سے ہلاک:- لفٹنٹ ۲-
اب مجروح و مفقود الخبر- غالبًا ہلاک:- لفٹنٹ ا- مفقود الخبر: لفٹنٹ ۲-
مجروح:- لفٹنٹ کرنل ا میجر ۲- کپتان ا- لفٹنٹ ۲- دوم لفٹنٹ ۳-

روس کی فوجی طیاریاں- لنڈن ۸ر دسمبر- پیٹر وگراڈ کا تار مظہر ہے کہ روس نے ۱۹۱۶ء کے لئے ۱۹۱۷ء کے رنگروٹ فوجی خدمت کیلئے طلب کئے ہیں

اسٹر ڈم میں ایک اڈیٹر کی گرفتاری- لنڈن ۶ر دسمبر- اسٹر ڈم میں وہاں کے اخبار ٹیلیگراف کے چیف اڈیٹر مو سیو شروڈر کی گرفتاری پر تہلکہ مچگیا ہے- جو اس کے اس مقدمہ کے بعد عمل میں آئی ہے- جس میں اس کے ایک آرٹیکل بدیں مضمون شایع کرنے پر کہ "اس جنگ کا بانی مبانی وسطی یورپ کے بے ضمیر بدمعاشوں کا ایک گروہ ہے"- اسے چھ ماہ قید کی سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا- معلوم ہوتا ہے- کہ اب اس پر نیا الزام یہ لگایا گیا ہے- کہ اس نے ایک اور مضمون میں گورنمنٹ ہالینڈ کو برآمد کی ناجائز پالیسی کے ذریعہ سے جرمنی کی امداد کا الزام دیکر غیر جانبداری کو معرض خطر میں ڈالا ہے

جرمنی کی شرائط صلح- لنڈن ۷ر دسمبر- نیو یارک کا ایک تار مظہر ہے- کہ مسٹر براین نے ایک عرضداشت میں پریذیڈنٹ ولسن سے فوری مداخلت کرنے کی درخواست کی ہے-

اس کے ساتھ ہی نیو یارک میں جرمنی کی شرائط صلح کا جدید نقشہ شایع کیا گیا ہے- جو یہ ہے:-

"جرمنی کو بلقان میں پوری طاقت حاصل رہے- اور اسے قسطنطنیہ اور ایشیائے کوچک کیطرف راستہ دیا جائے ایسی بندرگاہ دی جائے- جو برطانیہ کی بحری طاقت کے اثر سے باہر ہو- قسطنطنیہ پر اسے تسلط حاصل ہو- اور ترکی میں تہذیب و شائستگی پھیلانے کا اختیار دیا جائے- جرمنی اور روس کے درمیان خود مختار ریاستیں قائم کی جائیں- جن میں پولینڈ کی نئی سلطنت بھی شامل ہو- بسربیا کے اضافہ سے رومانیہ کو مستحکم کیا جائے- اور مغرب کی طرف قدیم سرحدوں کو بحال کیا جائے بلجیم کو کامل آزادی دے دی جائے- اور فرانس کو السا س میں کسیقدر مراعات دی جائیں-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - ۱۲ دسمبر ۱۹۱۵ء - نمبر

آریہ سماج لاہور اور پیغام صلح

مختلف مذاہب کے تعلقات کیسے بہتر ہو سکتے ہیں

(۳)

جناب ڈاکٹر مرزا صاحب نے اس مختصر تمہید کے بعد قرآن کریم کی بعض آیات سے ثابت کیا۔ کہ خود قرآن کریم نے ہمیں دوسروں کے ساتھ نیکی اور انصاف سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ اور لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم میں ہمیں کافروں کے بتوں کو بھی گالیاں دینے سے منع فرمایا ہے۔ پھر یہ کہکر کہ لا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی (کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل سے باز نہ رکھے۔ عدل کرو۔ یہی تقوی سے قریب تر ہے) صاف طور پر دوسروں کے جذبات و احساسات کی ویسے ہی قدر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ جیسے کہ ہم اپنے جذبات کی قدر کرتے ہیں۔ اور اس بارہ میں کسی دشمنی کسی قومی پاسداری کو آڑے بنانا عدل کے خلاف ٹھیرایا ہے۔ ایسا ہی ڈاکٹر صاحب نے ادعوا الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ اور دیگر کئی ایک آیات سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ قرآن کریم کسقدر امن اور سلامتی کی تعلیم دیتا اور مخالفین کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ پھر یہی نہیں۔ قرآن کریم نے قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الخ میں مسائل مشترکہ پر ملکر کام کرنے کی دعوت دیتے ہوئے گویا آج سے تیرہ صد برس پیشتر مذاہب عالم کو پیغام صلح دیا ہے۔ اور ان کے تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کے ساتھ یا اھل الکتاب لستم علی شیء حتی تقیموا التورٰۃ میں دوسرے مذاہب کے پیرؤں کو اپنی اپنی مذہبی کتب پر عمل پیرا ہونے کی بھی ہدایت کی ہے۔ کیونکہ کوئی مسلمان مسلمان نہیں جب تک وہ قرآن پر عامل نہ ہو اور کوئی یہودی یہودی نہیں جب تک توریت پر عامل نہ ہو۔ اور کوئی ہندو ہندو نہیں جب تک اپنے مذہبی احکامات پر عمل پیرا نہ ہو۔ پس اپنے اپنے مذاہب پر عمل پیرا رہکر بھی ہم میں صلح ہو سکتی ہے۔ اور ایک دوسرے مذاہب کے تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں اسی غرض کے لئے آج سے سات سال قبل حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وفات سے چند ایام پیشتر ایک پیغام ہندو قوم کو دیا۔ اور اس میں یہ شرائط تجویز کیں۔ کہ ہندو صاحبان ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور ہماری کتاب قرآن کریم پر ایمان لے آئیں جیسا کہ ہم ان کے پیغمبروں رامچندر جی اور کرشن جی کو سچے نبی مانتے ہیں۔ اور وید کو سچی الہامی کتاب تو ہم ان کی خاطر گائے کے استعمال کو چھوڑ دینگے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا۔ کہ آج ہندو و مسلمانوں میں جو فساد ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ محض یہی ہے کہ ایکدوسرے مذاہب کے بزرگوں اور نبیوں کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ اور ان کی کتابوں کا برے الفاظ میں نام لیا جاتا ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے یہ تجویز کی۔ کہ اگر ہندو صاحبان بھی مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی کتاب قرآن کریم کو سچا مان لیں۔ تو یہ فساد فی الفور رفع ہو جائیگا۔ کیونکہ اسطرح سے وہ ایکدوسرے کے حق میں برالفاظ استعمال نہ کرینگے۔ اور ہم تو پیشتر ہی ہندوؤں کے نبیوں اور رسولوں کو خدا کی طرف سے مانتے ہیں ہاں ان کی خاطر سے گائے کے استعمال کو بھی ترک کر دینگے۔ بشرطیکہ وہ اس عہدنامہ پر راضی ہوں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ نے تجویز کیا ہے۔ یعنے ایک دوسرے فریق سے دس دس ہزار آدمی کے دستخط امر مذکورہ بالا کی پختگی عہد کے لئے لئے جائیں۔ اور پھر جس فریق سے خلاف ورزی ہو وہ دوسرے کو تین لاکھ روپیہ بطور تاوان دے۔

ڈاکٹر صاحب نے ان مبارک تجاویز کو نہایت مختصر الفاظ میں بیان فرماتے ہوئے پیغام صلح کے اصلی الفاظ کے پڑھ دینے کے لئے مجھے حکم دیا۔ اور خود بیس منٹ سے زائد وقت تک تقریر کرنے کے بعد بیٹھ گئے۔ بعدہٗ دیگر مختلف لوگوں نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں۔ جن میں مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے یہ کہکر کہ "میرے مکرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ان مراحل کو طے کر دیا ہے جو میں بیان کرنا چاہتا تھا" ڈاکٹر صاحب کی تائید کی۔ اور پھر خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح نے حضرت اقدس کے لیکچر پیغام صلح کا وہ حصہ پڑھ کر سنایا۔ جس کی کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمائش کی تھی۔ جس کے بعد آریوں میں سے ایک دو اشخاص نے اس پر رائے زنی کی۔ جن میں سے ایک کے فقرات اس قابل ہیں کہ ان پر کچھ لکھا جائے اور اسی بحث کے ضمن پیغام صلح کی تجاویز کے بارور ہونے کی صورت بھی پیش کی جائے

لالہ چرنجی لال صاحب پریمی نے کہا کہ یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ ہم حضرت محمد رسول اللہ صاحب کو سچا رسول اور قرآن کریم کو خدا کی طرف سے مان لیں۔ یہ ہمارے ایمان کے خلاف ہے۔ اور ہم کوئی ایسی تجویز چاہتے ہیں کہ جس سے ہمارا ایمان بھی قائم رہے ہم اپنے اپنے مذہب پر بھی قائم رہیں۔ اور پھر بھی باہمی تعلقات میں نقص واقع نہ ہو۔ ہمارا یہ سب سے پہلا اور بنیادی اصول ہے کہ الہام ایک ہی دفعہ دنیا میں ویدوں کی شکل میں آیا۔ اور پھر کبھی نہیں۔ اور نہ کبھی آ سکتا ہے اسی لئے ہم نے اپنے اندر سے رامچندر اور کرشن کو بھی رسالت سے خارج کر دیا۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم حضرت محمد مصطفےٰؐ کو سچا نبی اور قرآن کو خدا کی طرف سے مان کر اپنے اصول کو توڑ دیں اور اپنا ایمان ہاتھ سے دے بیٹھیں۔ اس لئے صحیح تجویز یہ ہے۔ کہ ایکدوسرے کے بزرگوں کا ذکر عزت سے کیا جائے۔ ان کا عزت سے نام لیں۔ پریمی صاحب نے کہا۔ کہ گو میں محمدؐ صاحب کو نہ مانوں لیکن ضروری ہے۔ کہ میں ان کو نیکی سے یاد کروں (مفہوماً) لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے اتنا خیال نہ کیا۔ کہ جس شخص کو وہ مفتری علی اللہ سمجھتے ہیں اسکو نیکی سے یاد کرنا چہ معنے دارد۔ زبانی تو اس بات کے بہت دعوے کئے جا سکتے ہیں کہ ہم ان کا عزت سے ذکر کرینگے۔ لیکن میں نہیں جانتا۔ کہ جب مذہبی اور اعتقادی طور پر ایک شخص کو برا اور خدا پر جھوٹ بولنے والا سمجھا جائے۔ تو کون اس بات کا پابند ہو سکتا ہے۔ کہ اسے نیک کہے۔ اور عزت سے یاد کرے۔ کسی مذہبی بات پر پختہ طور پر عامل ہونے کے لئے مذہبی عقائد میں اس بات کا داخل ہونا جیسا کچھ ضروری ہے۔ وہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ بتلا رہا ہے۔ دنیا میں وہی امور ہمیشہ بارور ہوتے ہیں جنکا نشو ونما مذہبی و اعتقادی طور پر ہو۔ مذہب نے جو کام دنیا میں کئے ہیں۔ وہ کسی شخص کی ذاتی کوشش سے نہیں ہو سکے۔ اس کی ایک نمایاں مثال اس وقت بھی ہمارے

سامنے ہے۔ آج شراب کے چھوڑانے کے لئے کس قدر کوششیں کی جارہی ہیں۔ اگر یورپ اور دیگر ممالک کی ٹمپرنس سوسائیٹیوں کی جد و جہد کو نظر انداز بھی کردیا جائے۔ تو بھی خود ملک معظم کا آج شراب کو اپنے محل سے باہر نکال دینا اور شہنشاہ روس کا امتناعی احکام صادر کرنا بھی جو کچھ نتیجہ پیدا کررہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ عیسائیوں کے اعتقادات میں مذہبی طور پر یہ بات داخل ہے۔ کہ عشائے ربانی میں شراب کا استعمال ایک مقدس و مطہر کام ہے۔ جس سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ اور خود مسیح کے شراب کا معجزہ کرنے کا اعتقاد اسپر اور بھی مستزاد ہے۔ لیکن دوسری طرف دیکھو۔ عرب کا ایک امی جو کوئی مالی و مادی طاقت نہیں رکھتا اٹھتا ہے۔ اور مذہب کا حکم خدا تعالیٰ کا ارشاد ان کو پڑھکر سناتا ہے۔ کہ

الخ۔ اس کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ عرب پانچ وقت کے شراب کے عادی عرب اٹھتے ہیں اور شراب کے مشکوں کو توڑ پھینکتے ہیں۔ اور پھر کبھی زندگی بھر اس کا نام تک نہیں لیتے ۔ ۔ ۔ یہاں تک کہ آج تیرہ سو برس گذر جانے پر بھی مسلمانوں میں شرابخوری نسبتاً دوسری اقوام سے بہت کم ہے۔ پس اسی طرح سے زبانی اس بات کے وعدے کرنا کہ ہم دوسروں کے نبیوں اور رسولوں کا عزت سے نام لینگے۔ اور اعتقاداً ان کو نہ صرف جھوٹا بلکہ گندے سے گندے افعال کا مرتکب سمجھنا یہ دو نقیض ہیں جو جمع نہیں ہوسکتے پس ضروری ہے کہ یا تو اس اعتقاد کو بدلکر رسول کریم صلعم پر ایمان لایا جائے جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے پیغام صلح میں اسے شرط ٹھہرایا ہے۔ ورنہ پھر ان زبانی وعدوں کا جو انکے مذہبی اعتقاد کے صریح خلاف ہیں۔ کوئی اعتبار نہیں ہوسکتا۔

اس موقعہ پر شاید یہ ذکر بیجا نہ ہو کہ اسلام نے ہمیں کسقدر کشادہ دلی اور وسیع الخلقی کا سبق دیکر اخلاق حسنہ کا پابند بنایا ہے۔ ایک مسلمان نہایت کشادہ پیشانی اور کھلے دل کیساتھ دنیا کی اقوام کے بزرگوں اور انکے پاک ہادیوں کو مانتا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کیطرف سے جانکر انکے پاک صحیفوں کو مقدس جانتا ہے۔ اور ذرا بھی اسبات کا خیال تک اسے پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اسلام نے کوئی ایسی تعلیم دی ہے کہ جس اعتقاد سے اسکا ایمان چلا جاتا ہے۔ یا وہ مسلمان نہیں رہتا۔ اسلام تو ایک آفتاب ہے جسے اسبات کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنی آب و تاب دکھانے کیلئے آسمان مذاہب کے دوسرے ستاروں کی روشنی کو منہ کی پھونکوں سے بجھاتا پھرے۔ بلکہ وہ تو اسقدر روشن اور منور ہے کہ اسکے چمکتے ہی دوسری تمام روشنیاں ماند پڑ جاتی ہیں۔ اور تمام ظلمتیں اور تاریکیاں دور ہوکر دن نکل آتا ہے۔ یہ ایک ثبوت ہے۔ اس بات کا کہ اسلام ایک کامل و مکمل مذہب ہے۔ اور دوسرے مذاہب جو اپنے سے باہر کی روشنی کو ماننا ہی نہیں چاہتے۔ وہ بمنزلہ ستاروں کے ہیں

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون۔

الغرض مہاشہ چرنجی لال پریم نے اپنی اس مذہبی تنگدلی کا اعلان کرکے اسلام کی صداقت اور اسکے کامل مذہب ہونے کی گویا بزبان حال شہادت دی۔ اور اس طرح سے پیغام صلح کی تجاویز سے روگردانی اختیار کرکے صلح و اتفاق میں روک پیدا کردینے کی کوشش کی۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ جس طرح سے انہوں نے اس مامور الٰہی کی اس خواہش صلح کو ایک وقت نظر انداز کردیکے بجائے اسکو پورا کرنے کا خود بخود ہی تہیہ کیا ہے۔ اسی طرح سے انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن بھی آئیگا۔ جب وہ اپنی من گھڑت تجاویز کو ناقابل عملدرآمد پاکر انہی تجاویز کو ہی طوعاً و کرہاً زیر عمل لائینگے۔ اور اسطرح سے اسکی صداقت پر بھی عملاً مہر کردیں گے۔

آخر میں جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے حضرت اقدس کی پیش کردہ تجاویز پر زور دیتے ہوئے اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی جو پیغام صلح کی عبارت سے پیدا ہوئی تھی۔ جس میں حضرت اقدس نے ہندوؤں کے مختلف فرقجات کے اصولی اختلافات کو بالتفصیل گن کر یہ بتایا ہے۔ کہ یہ سب فرقے اپنے اپنے عقاید کی سند وید ہی سے لاتے ہیں۔ اور یہ بات وید کی صداقت کو منوانے کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اسکے ساتھ ہی حضرت اقدس کے اگلے فقرات کیطرف اشارہ کرکے بتلایا کہ حضرت صاحب کا اس عبارت سے منشاء صرف یہ ہے کہ باوجود اس بات کے کہ یہ امر وید کی صداقت کو منوانے کے خلاف ہے مگر تاہم خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے۔ کہ وید انسان کا افترا نہیں ہے۔ انسان کے افترا میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ کروڑہا لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے۔ اور پھر ایک دائمی سلسلہ قایم کردے۔" بعدازاں پنڈت رام بھجدت صاحب صدر جلسہ نے حضرت اقدس کی اپنے اوپر مہربانیوں اور تلطف کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتلایا کہ آپ ہمیشہ اس اتفاق کے حامی تھے اور آپ کی تحریر سے جو مطلب لیاگیا ہے۔ وہ صحیح نہیں انہوں نے بڑی پرجوش تقریر میں اتفاق پر بڑے مؤثر پیرایہ میں زور دیا اور افسوس ہے کہ دونوں پہلوؤں کو باوجود مفتری جاننے کے اچھے لفظوں سے یاد کرنے کے خیال پر ہی جسے رکھکر جلسہ برخاست کردیا۔

ڈیکلریشن منظور

نجیب آباد سے مولینا مولوی اکبر شاہ خان صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کہ انکے رسالہ عبرت کا ڈیکلریشن منظور ہوچکا ہے۔ اور اس کا پہلا نمبر انشاء اللہ تعالیٰ جنوری ۱۶ء میں شایع ہوگا۔ ہمیں خانصاحب کی کامیابی پر جو درحقیقت آجکل ایک اہمیت رکھتی ہے۔ بہت خوشی ہوئی۔ اور ہم انہیں اس پر مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ احباب تو اس رسالہ کی جو یقیناً اپنی مخصوص خوبیوں کے لحاظ سے ملک کا ایک بہترین رسالہ ہوگا۔ اضافہ خریداری میں بہت حصہ لینا چاہئے۔ اور خود بھی بہت جلد اپنی درخواستیں خانصاحب کے نام نجیب آباد کے پتہ پر بھیجکر اور اپنے احباب اور مذہبی اثر لوگوں سے بھی بھجوا کر ثواب حاصل کریں۔

امرتسر میں ایک اسلامیہ کالج کی تجویز

معزز ہمعصر وکیل نے اپنی ۸ دسمبر ۱۵ء کی اشاعت میں خالصہ کالج امرتسر کا یہ فیصلہ نوٹ کرتے ہوئے کہ "خالصہ کالج سکھوں کے لئے ہے۔ اور آئندہ اس سے مسلمانوں کو استفادہ کرنے کی اجازت نہیں دیجائیگی" امرتسر میں ایک اسلامیہ کالج کی ضرورت جتائی ہے۔ اور یہ تجویز کیا ہے۔ کہ اسلامیہ سکول امرتسر کو بڑھاکر کالج بنادیا جائے۔ تجویز تو بلاشبہ بہت احسن ہے اور قومی کالجوں کی افراط بیشک قوم کی ترقی و بیداری کی دلیل ہے۔ لیکن موجودہ حالت میں جبکہ پہلے ہی مسلمانوں کے کالج بہت کچھ امداد و اعانت کے محتاج ہورہے ہیں۔ اور ان کی ضروریات بسبب ناکافی امداد کے پوری نہیں ہوتیں۔ تو ایک نیا کالج قایم کرنا گویا مرتے کو مارے شاہ مدار کی ضرب المثل کو زندہ کرنا ہوگا۔

امرتسر لاہور سے کوئی بہت دور نہیں۔ جو لوگ کالج کی تعلیم کے اخراجات کثیرہ کو برداشت کرتے ہیں۔ وہ اسقدر اور بھی بوجھ اٹھاسکتے ہیں۔ کہ لاہور کے اسلامیہ کالج میں داخل ہوکر اسے ترقی و امداد دیں۔ پھر اس کے نہایت اعلےٰ حالت پر آجانے کے بعد بیشک دوسرا کالج بھی قایم کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ یوں تو پھر

اصلاح مذاہب اور مصلحین زمانہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

الیہامی اندر کی اسی جلد کے نمبر ۸-۹-۱۱ کے مضامین "آریہ سماج کی زندگی یا موت" اور "سماج اور نظریشن" اور "انقلاب عظیم" کے حسب ذیل فقرات خصوصیت سے قابل غور ہیں۔ اور سوامی صاحب کی اصلاح کا حال اُنسے خوب آشکارا ہوتا ہے۔ وھو ہذا:-

"ہم دیکھتے ہیں کہ آریہ سماج کا دعویٰ ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو ویدک دھرم کے جھنڈے تلے لاکر ایک عالمگیر اخوت یا یونیورسل برادرہڈ قائم کرے۔ اس عالمگیر اخوت کے قیام کیلئے سوشل طاقت کا ہونا ازبس لازم اور ضروری ہے ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ اسوقت آریہ سماج کا مقابلہ نہ صرف ہندوؤں سے ہے۔ بلکہ مسلمانوں عیسائیوں وغیرہ سے بھی زبردست مقابلہ آن پڑا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں۔ عیسائیوں میں ایک زبردست سوشل طاقت کام کر رہی ہے۔ اور اگر آریہ سماج نے اپنی ہستی کو قائم رکھنا یا اس سے بھی بڑھکر دنیا میں ایک عالمگیر اخوت پیدا کرنا ہو۔ تو ضرورت ہے۔ کہ اس کے اندر ایسی سوشل طاقت ہو جو مسلمانوں عیسائیوں کی سوشل طاقتوں کا مقابلہ کر سکے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آریہ سماج میں سوشل طاقت کے خانہ میں ایک بڑا بھاری گول صفر لگ رہا ہے۔ ...... سوشل طاقت کے بغیر ان زبردست سوسائیٹیوں کا مقابلہ کرنا جن میں یہ طاقت نمایاں طور پر موجود ہے۔ محض ہوا میں تلواریں مارنا ہے۔ آریہ سماج کی تباہی اور بربادی کا سب سے پہلا باعث یہی سوشل طاقت کی کمی ہے۔ اور ہوگا۔ ...... سوال اس وقت آریہ سماج اور ویدک سنسکاروں کا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آریہ سماج ویدک سنسکاروں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے مگر سوال کرنے کا ہے۔ دیکھنے کا نہیں ...... جواب تسلی بخش نہیں ملتا ...... جب ہم آریہ سماج کی موجودہ حالت پر نظر مارتے ہیں۔ تو ہم اس کو اپنے اصلی مشن سے بہت کچھ دوسری طرف جاتا ہوا دیکھتے ہیں۔ اور ہم یہ کہنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ یہ دوسری طرف کا رستہ موت کا رستہ ہے۔ ...... سوسائٹی کی ترقی کا اصلی معیار یہ ہے۔ کہ جن اصولوں پر وہ سوسائٹی بنائی گئی ہے اس کے ممبروں کی کسقدر تعداد نے ان اصولوں کو اپنی زندگی کا رنگ بنایا ہے۔ اور اپنی زندگی کو ان کے مطابق ڈھالا ہے۔ اگر بھرتی کا نام ہی سوسائٹی کی کامیابی ہے۔ تو ہندو سوسائٹی کو ضرور ایک کامیاب سوسائٹی کہنا چاہئے۔ ...... گو ابھی (کچھ لوگ) آریہ سماج میں بڑھ رہے ہیں۔ مگر آریہ سماج کی اندرونی زندگی کو دیکھ دیکھ کر آریہ سماج سے سخت بیزار ہو رہے ہیں۔ ..... آریہ سماج نے چونکہ اپنے آپ کو بطور ایک سوسائٹی کے قائم نہیں کیا۔ بلکہ اسکی اپنی سوسائٹی وہی پورانک سوسائٹی ہے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ بھجن منڈلی سے آگے نہیں بڑھا۔ اس لئے وہ (سوشل) طاقت کو اپنے ہاتھ میں لانے سے قاصر ہے۔" (اندر جلد اول نمبر ۸-۹-۱۱)

ان حوالجات کے بیان کرنے کے بعد اب ضرورت نہیں۔ کہ میں سوامی صاحب کی اصلاح کا زیادہ حال بیان کروں۔ لیکن اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے کہ یہ سب کام صرف تعلیم یافتہ ہندوؤں کو قابو میں لانے کے لئے تھا ورنہ اصل ہندو مذہب سے سوامی صاحب کی تعلیم کا کوئی تعلق نہیں۔ میں سوامی صاحب کی اس کارروائی کا بھی حوالہ دینا چاہتا ہوں جو انہوں نے آریہ سماج کو تھیوسوفیکل سوسائٹی امریکہ کے ساتھ ملانے کے متعلق کی۔ اور اپنی سماج کا نام "تھیوسوفیکل سوسائٹی آف آریہ سماج آف دی انڈیا" رکھا۔ یہ ۱۸۷۸ء کا واقع ہے۔ اور اس سے سوامی جی کے خیال میں "چار ہزار برس کے بعد پھر امریکہ سے سمبندھ ہوا"۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ یہ سمبندھ بہت دیر تک قائم نہ رہا۔ اور بالآخر اسی تنگ خیالی کے بھوت نے سوامی جی کے سر پر سوار ہو کر اُن سے تھیوسوفیکل سوسائٹی کے حق میں ناستک کا فتوےٰ صادر کرنے پر مجبور کیا۔

لیکن یہ عادت تو اس بیسویں صدی کے مصلح کے ہمیشہ شامل حال رہی۔ اور باوجود اس کے کہ انہوں نے دوسروں کو یہ تعلیم دی کہ "ناصح ہمیشہ شیریں اور مہذب کلام بولیں" خود اپنی کلام میں ایسی شیرینی اور تہذیب دکھائی۔ کہ کسی مخالف کو سوائے گالیوں کے یاد کرنا معلوم ہوتا ہے اُن کے نزدیک گناہ تھا۔ اس شیریں کلامی اور تہذیب کے واقعات ان کے (جیون) چرتر میں بکھرے پڑے ہیں۔ جن کا یہاں بیان کرنا باعث طوالت ہے۔ اور اسلئے میں صرف ستیارتھ پرکاش کے تیرھویں اور چودھویں سملاس کا حوالہ دینا کافی خیال کرتا ہوں۔ جہاں مسلمانوں اور عیسائیوں کے بارہ میں خوب شیریں کلامی اور تہذیب کا نمونہ دکھایا گیا ہے۔ الغرض میں کہاں تک گنتا چلا جاؤں۔ یہ اور اسی قسم کی سینکڑوں باتوں کا پتہ سوامی دیانند جی کے حالات زندگی سے لگتا ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ ان حالات میں کوئی شخص مصلح یا ریفارمر کیونکر کہلا سکتا ہے۔ ہاں اسے اپنے مذہب کی اصلاح کرنے والا کہدیا جائے تو زیادہ موزون ہوگا۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ سائنس اور فلسفہ سے ڈر کر مذہب کو اسکے مطابق بنانے اور درست کرنے کا کام کس قسم کی اصلاح ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ درستی بھی کوئی فائدہ نہ دے۔ سوامی دیانند جی نے ویدوں کو جدید سائنس کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش تو بہت کی لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہی بات ان کی راہ میں بہت بڑی روک کا موجب ہوئی۔ ورنہ اگر وہ ہندو دھرم سے علیحدہ ہوکر ایک نیا مذہب ایجاد کرتے۔ تو انہیں اس قسم کی مشکلات پیش نہ آتیں۔ اگرچہ اس حالت میں بھی سائنس کے اصولوں کے بدلتے رہنے کے باعث بالآخر ان کے نئے مذہب کی عمارت بھی منہدم ہوجاتی لیکن کم از کم ویدوں کی اصل تعلیم ان کی راہ میں روک کا موجب نہ ہوتی۔ اور نہ ہی رکیک تاویلات سے ان کے علم کی حقیقت کھلتی۔

لہٰذا ان سب حالات کو مدنظر رکھکر میں انکی اصلاح پر مایوسانہ نظر ڈالتا ہوا اب ان کے حالات کو یہیں چھوڑکر دوسرے ہندو ریفارمروں کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ شاید کہ وہاں سے صداقت کی روشنی مل سکے۔

اس غرض کے لئے پہلے میں برہمو سماج کے لیڈر راجہ رام موہن رائے اور مہاتما کیشب چندر سین کے کام پر نظر ڈالتا ہوں کہ انہوں نے ہندو مذہب کے بچاؤ کے لئے سائنس و فلسفہ کا کس طرح سے دفعیہ کیا۔ یہ دونوں لیڈر بنگال میں یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے اپنے وقت میں ہندوؤں کو جہالت اور تاریکی سے نکال کر ایک اعلیٰ قوم بنانا چاہا۔ اور ان کی کوششوں کا نتیجہ موجودہ برہمو سماج یا برہم دھرم کی صورت میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان دونوں

نے بھی جو کچھ کیا۔ وہ موجودہ فلسفہ و سائنس اور آزادی خیالات کو دیکھکر زمانہ کے خراب اور غلط مذاق کی پیروی تھی۔ ایک مصلح کا کام جہاں تک میں سمجھتا ہوں زمانہ کے غلط مذاق اور حالات کی پیروی کر کے ان کے لئے اسطرح کا ایک نیا مذہب بنا دینا اور پرانی صداقتوں کو ترک کر دینا نہیں بلکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ زمانہ کے بگڑے ہوئے مذاق کو صحیح اور سیدھے رستے پر لانے کی کوشش کی جائے۔ راجہ رام موہن رائے اور مہاتما کیشب چندر سین نے مانا کہ بہت سے نیک کام کئے۔ لیکن جو کچھ بھی کیا وہ اصل ہندو دھرم کے سراسر خلاف تھا یہ بھی صحیح ہے کہ انہوں نے اپنی اصلاحوں کی بنیاد ہندو دھرم پر نہیں رکھی بلکہ اپنے کئی ایک کاموں سے یہ ظاہر کر دیا۔ کہ ان کا ہندو دھرم اور شاستروں اور ویدوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی ان کے مذہب کی بنیاد کسی اور خاص مذہب کے اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ بلکہ وہ سب مذاہب کا خلاصہ اور نچوڑ لینے کے دعویدار ہیں۔ لیکن ان کا یہ دعویٰ اس وقت تک ہرگز قابل پذیرائی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ عام طور پر ہندو قوم میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مردم شماری میں انہیں ہندوؤں میں ہی شمار کیا جاتا۔ اور ان کی قومیت کے آگے لفظ ہندو لکھا جاتا ہے اگرچہ براہم دھرم کے نام اور اس کے اصولوں اور رسم و رواج کو مدنظر رکھکر یہ بظاہر ایک بالکل نیا اور علیحدہ مذہب دکھائی دیتا ہے۔ لیکن مذکرہ بالا حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بیجا نہیں۔ کہ یہ مذہب بھی دراصل ہندو مذہب کی ایک شاخ سمجھا جاتا ہے۔ اور اسے کوئی علیحدہ مذہب قرار نہیں دیا گیا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ہندوؤں میں ان متضاد خیالات والے فرقوں کی موجودگی میں جنکا ایکدوسروں سے اصولی اختلاف ہے۔ اور اس لئے وہ علیحدہ علیحدہ مذاہب دکھائی دیتے ہیں۔ ہندو مذہب کی کوئی جامع مانع تعریف نہیں ہو سکتی۔ ویدوں میں توحید کا اقرار کرنیوالے آریہ سماجی بھی ہندو۔ انہیں ویدوں کو بت پرستی کا موجب جاننے والے بھی ہندو۔ پھر ویدوں کو کسی قدر چھوڑکر توحید کے پرستار برہمو سماجی بھی ہندو۔ گائے کی پرستش کرنیوالے بھی ہندو۔ گائے کو ذبح کرنیوالے وام مارگی بھی ہندو۔ پھر اسی مذہب میں خدا تعالے کے منکر دیو سماجی بھی ہندو۔ الغرض ہندو مذہب نے آجکل کھچڑی کی شکل اختیار کر رکھی ہے۔

جس میں صرف ایک ہندوانہ نام اور طرز معاشرت رکھ لینا کافی ہے۔ اور کسی خاص عقیدہ کی پابندی ضروری نہیں۔ اور اس لئے ان سب وجوہات کے لحاظ سے میں برہمو سماج کو ایک علیحدہ مذہب تسلیم نہیں کر سکتا۔ اور انہیں ہندوؤں میں شمار کرتا ہوں۔ کیونکہ اگر وہ ہندو نہ ہوتے۔ جیسا کہ ان کا دعوےٰ ہے۔ کہ وہ ایک عالمگیر مذہب کے پابند ہیں جس میں سب مذاہب کی سچائیاں مشترکہ طور پر موجود ہیں۔ تو انہیں چاہئے تھا۔ کہ اپنے آپ کو ہندو قوم سے بالکل علیحدہ کر لیتے۔ مردم شماری میں اپنے آپ کو ہندو نہ لکھواتے۔ اور ایسا ہی اپنے اور اپنی اولاد کے نام بھی چند اور ناتھ۔ اور لال اور دیال ہی مخصوص نہ رکھتے۔ بلکہ ان میں اگر ایک کا نام مثلاً رگھوناتھ تھا تو دوسرے کا نام دین محمدؐ ہونا چاہئے تھا۔ تیسرے کا نام پرکھبہ پال تھا تو چوتھے کا بھی دین کے مطابق چاہئے تھا۔ تاکہ مختلف مذاہب کا جلوہ ان میں نظر آتا۔

اسی امر کو مدنظر رکھکر کہ براہمو دھرم ہندو قوم سے علیحدہ نہیں۔ میں کہوں گا۔ کہ اسکے بانیوں نے بھی اسی سائنس اور فلسفہ سے ڈر کر جو دیانند کو مصلح کا خطاب دلانے کا باعث ہوا تھا۔ اپنے مذہبی اصولوں اور ہتھیاروں سے اسکا دفعیہ کرنے اور ہندوؤں کی پرانی رسوم کو عمدہ اور سوشل ثابت کرنے کے بجائے بچون وچرا اسکے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اس طرح سے قوم کی اصلاح کی آڑ میں تمام پرانی رسوم کو غلط قرار دے دیا۔ لیکن اس طرح سے انہیں خطر دکھتا کہ انہیں اپنی قوم سے علاقہ توڑ کر یا تو خدا سے بکلی منکر ہونا پڑیگا۔ اور یا کسی اور ریشنل مذہب میں داخل ہونا پڑیگا۔ جس سے بہت سے دکھ اور مصائب کا سامنا ہوگا یہی وہ مشکل تھی۔ جسے سوامی دیانند نے جیسا کہ میں پہلے ثابت کر آیا ہوں۔ آریہ سماج اور اپنے اختراعات کے ذریعہ حل کرنا چاہا۔ اور دراصل سوامی صاحب کو بھی ایک مدت تک برہمو سماج میں رہ کر یا کم از کم ان کے حالات کو مطالعہ کر کے ہی اپنی مخترعات کا خیال پیدا ہوا۔ جیسا کہ ۱۸۷۶ء سے ۱۸۷۷ء تک کے ان تعریفی الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ جو انہوں نے برہمو سماج کے حق میں کہے۔ اور اس لئے ہم سوامی صاحب کے مشن اور برہمو سماجیوں کے کام میں بہت کچھ تطابق دیکھتے ہیں فرق صرف اتنا ہے۔ کہ مؤخر الذکر گروہ یعنے برہمو سماجیوں نے ہندو دھرم اور وید وغیرہ کو غلاطہ اور رطب و یابس سے بالکل پاک قرار نہ دیکر اپنے مذاق کے مطابق خذ ما صفا

ودع ما کدر پر عملدرآمد کیا۔ اور نہ صرف ہندو مذہب کی سچائیوں کو ہی لینا چاہا۔ بلکہ اپنی سمجھ کے مطابق جو صداقتیں انہوں نے دوسرے مذاہب میں موجودہ سائنس اور روشن زمانہ کے مطابق پائیں۔ ان سب کو لے لیا۔ اور اس طرح سے معمولی ہندوانہ نشانات کو قائم رکھ کر ہندو مذہب میں ہی ایک نیا طریقہ روشن زمانہ اور اپنے مذاق کے مطابق اختیار کر لیا۔ مگر سوامی دیانند جی نے صرف وید کو سائنس اور فلسفہ کی تمام صداقتوں کا مجموعہ ثابت کرنا چاہا۔ *

(باقیدارد)

جلسہ سالانہ

میں صرف ۱۵ دن باقی رہ گئے ہیں۔ احباب کی اس طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ جلسہ کے کثیر اخراجات کو پورا کرنا احباب کا اپنا فرض ہے سیکرٹری صاحب اپنے اعلان میں کم از کم عمر روپیہ فی کس کی ادائگی کی ضرورت جتلا چکے ہیں۔ اگر اس نہایت قلیل مطالبہ کو بہت جلد جلسہ میں آنیسے پیشتر پورا کر دیا جائے۔ تو اس سے ایک تو سامان جلسہ کی فراہمی کا بہت کام نہایت آسانی سے بندوبست ہو سکیگا۔ اور دوسرے انجمن پر بھی کوئی بوجھ نہ پڑیگا علاوہ ازیں یہ بھی ضروری امر ہے۔ کہ ہمارے احباب اپنے ساتھ غیر احمدیوں اور بالخصوص محمودیوں کو لانے کی بالضرور کوشش کریں۔ خواہ انکے لئے اپنی گرہ سے ہی کچھ خرچ کرنا پڑے۔ یاد رکھو۔ اگر ایک سعید روح بھی تمہاری کوششوں سے راہ صدق و صواب پر آجائے تو یہ تمہاری کروڑہا روپیہ کی دولت سے ہزارہا درجہ بہتر ہے۔ بیشک جماعت غریب ہے۔ اور اسپر پہلے ہی سے بہت سے اخراجات کی متحمل۔ لیکن جن اغراض کیلئے وہ پہلے سے اسقدر خرچ کر رہی ہے وہ یہی تو ہیں کہ لوگوں کو صراط مستقیم پر لانے کی کوشش کی جائے۔ اور انہی کا نام دوسرے لفظوں میں حفاظت و اشاعت اسلام ہے۔ اسلئے یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ جلسہ کے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر یہ مفت کا مائدہ روحانی جو حضرت امیرؓ حضرت خواجہ صاحب اور دیگر بزرگان ملت کے ذریعہ سینکڑوں نفوس کیلئے بہم پہنچایا جانیوالا ہے۔ دوسرے لوگوں تک بھی پہنچایا جائے۔ اور انہیں اپنے امام ہمام علیہ الصلوۃ والسلام کا پتہ دیکر اور اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں پر اپنی صداقت اور ان کی غلطی آشکارا کر کے انہیں صحیح راہ پر لایا جائے۔ امید ہے کہ ہمارے احباب اس مختصر سی عرضداشت پر بالخصوص توجہ فرمائیں گے۔ ہمارے لاہوری احباب کو بھی توجہ مقامی جماعت میں شامل ہونیکے اس موقعہ پر غافل نہیں ہونا چاہیئے

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہو

پنجاب میں ہم زیادہ تر رسم و رواج کے خوگر ہیں۔ اسلام کے خوگر نہیں ہیں۔ رواج میں اتنا ابہام ہے۔ کہ اس کے مقدمات منفصل کرنے میں حکام کو بیشمار زحمتیں پیش آئی ہیں۔ اس لئے اگر حکومت کو ایک باقاعدہ قانون رواج بنانے کا خیال دلایا گیا ہو۔ تو حکومت کا حق ہے کہ وہ ایسا کرے۔ ایسا قانون بنائے۔ اور اگرچہ قانون اسلام کے مخالف ہوگا۔ مگر اس کا سارا الزام خود ہم پر ہے۔ حکومت پر نہیں ہے۔ رواج کی پابندی اگر آج ہم ترک کر دیں تو نہ حکام کو زحمتیں پیش آئیں۔ اور نہ حکومت کو قانون رواج کے متعلق اپنا حق استعمال کرنا پڑے۔

رسم و رواج والی کانفرنس (شملہ) کے ایک اعلےٰ ممبر ہمارے لیڈر آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹرایٹ لا سکرٹری مسلم لیگ پنجاب بھی تھے۔ اس لئے کانفرنس کا ان پر حق ہے۔ کہ وہ کانفرنس کی کارروائیوں کی حمایت کریں۔ اور عامۃ الناس کو کانفرنس کی جانب سے برہم نہ ہونے دیں۔ آنریبل ممدوح پر کانفرنس کا یہ حق ثابت ہے۔ لہٰذا اگر وہ کانفرنس کے طرز عمل کو اسلام کی تائید میں ثابت کر دکھائیں تو یہ کوئی انوکھی بات نہ ہوگی لیکن حق و صدق بھی ایک چیز ہے۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس کا حق کہاں تک ادا ہوتا ہے۔

رسم و رواج کو قانون کی حیثیت میں لانے کیلئے شملہ میں جو کانفرنس ہوئی تھی اسکے اجلاس تائیسویں سے انتیسویں ستمبر تک ہوتے رہے تھے۔ پہلے اجلاس میں ہز آنر لفٹننٹ گورنر پنجاب (سر میکائیل اوڈوائر) نے بھی ایک معرکۃ الآرا تقریر کی تھی جس کے خاص خاص پہلو یہ تھے :۔

(۱) رسم و رواج کو قانون بنانے کا سوال ایک ایسا سوال ہے جو مدتوں سے پنجاب کے قابل ترین دماغوں میں زیر غور رہا ہے میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ یہ سوال اب ایک ایسی حد تک پہنچ گیا ہے کہ اس کے متعلق مزید کاغذی قیل و قال چنداں مفید نہ ہوگی۔

(۲) مجھے یقین ہے۔ کہ مدبرین پنجاب اس امر میں مجھ سے اتفاق کریں گے۔ کہ رواج کو قانون بنانے کا وقت آپہنچا ہے۔

(۳) پنجاب میں رواج مسلم طور پر ایک زندہ شے ہے۔ میری رائے میں سب کو خیال رکھنا چاہئے کہ یہ صحت بخش راہوں سے نشو و نما پائے۔

(۴) جب ہم رواج کو باقاعدہ عدالتوں کی آب و ہوا میں لے آتے ہیں تو پھر یہ مسئولیت ہم پر عائد ہو جاتی ہے۔ کہ رواج کو اس تبدیلی سے کہیں نقصان نہ پہنچے۔

(۵) اگر ہم اس بارہ میں کوئی کارروائی کر سکیں تو ہم رواج کو اس کے حقیقی حلقہ میں پہنچانے کے ساعی ہوں گے۔

(۶) مجھے نشو و نمائے رواج کے رک جانے کا اندیشہ ہے یعنی یہ خطرہ ہے۔ کہ ہم کہیں اسے رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ چلنے سے روک نہ دیں

شملہ کانفرنس کے میر مجلس ہمارے چیف کورٹ لاہور کے لائق جج (سر ڈونلڈ جانسٹن) تھے۔ جنکی تقریر صدارت کا ایک فقرہ یہ بھی تھا۔

"اگر ہم موجودہ وقت میں جبکہ ضروری رواج غالباً اپنی کامل نشو و نما کو پہنچ گئے ہیں جبکہ ان کا بیشتر حصہ دانشمندانہ اور مناسب حال ہی معلوم ہوتا ہے۔ تو ان سب کے ہوتے ہوئے پنجاب کے نظام دیہات، ان کے طرز زندگی، اور ان کے معاہد (انسٹیٹیوشنل) کو تنزل سے بچانے میں ضبط رواج ممد و معاون ثابت ہوگا"

کانفرنس نے کیا کیا کام کئے؟ پبلک پر جو باتیں ظاہر کی گئی ہیں۔ اور خاص انگریزی اخبارات کے "مستند ذرائع" سے ظاہر کی گئی ہیں، وہ یہ ہیں۔ کہ کانفرنس کمیٹی کا منشاء زیادہ تر امور ذیل کی تائید و حمایت میں تھا:۔

(۱) مختلف قوموں کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ خاص خاص رواجوں کے پابند ہونے کا اعلان کر دیں۔

(۲) قانون کے خاص خاص قواعد وضع کئے جائیں۔ جن سے بعض حالات میں استحقاق دعوےٰ محدود ہو جائے۔

مثال کے طور پر یہ قرار پایا کہ کسی کو انتقال (بشمول ہبہ) کے منسوخ کرانے کی اجازت نہ ہونی چاہئے۔ تاوقتیکہ (الف) مدعی انتقال کنندہ کے پردادا کی اولاد نہ ہو۔ (ب) انتقال جائداد اس کی پیدائش کے بعد عمل میں نہ آیا ہو۔

انتقال جائداد کے بارہ میں یہ تجویز بھی قرار پائی کہ چھ سال کی میعاد معقول میعاد سمجھی جائیگی۔

عاقبت اندیش اہل نظر ایک طرف تو ان تشریحات کو ملاحظہ فرمائیں اور دوسری جانب آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹرایٹ لا سکرٹری پنجاب پراونشل مسلم لیگ کا یہ اعلان دیکھیں جس میں وہ فرماتے ہیں اور بڑے زور سے فرماتے ہیں۔

"بعض اصحاب بے وجہ یہ خیال اپنے دل میں جا بیٹھے ہیں کہ حکومت کا ارادہ رواج پنجاب کو قانون کی صورت میں تبدیل کر دینے کا ہے۔ جس سے کہ رواج ایک مستقل صورت اختیار کر لے گا۔ اور شریعت اسلامیہ کو متعلق وراثت وغیرہ امور میں کوئی دخل نہ رہے گا۔ یہ خیال قطعی غلط ہے۔ اور ہرگز ہرگز اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے"

ہماری دلی دعا ہے۔ کہ آنریبل ممدوح کا یقین صحیح ثابت ہو۔ ہم خود چاہتے ہیں کہ بے اطمینانی کی کوئی وجہ پیدا نہ ہونے پائے۔ ہم سب چاہتے ہیں۔ کہ شرع اسلام بے دخل نہ ہونے پائے۔ قانون رواج اس کو مغلوب و مقہور نہ بنائے۔ اور اگر کوئی ایسا قانون بننے والا بھی ہو تو شریعت حقہ کو اس سے مدد ملے نہ کہ وہ مخالف شرع ہو۔

یہ تمنائیں ہیں جو ہندوستان بھر کے مسلمان رکھتے ہیں۔ اور اگر موضوع بحث کو علم عام میں لایا جائے۔ تو دنیا بھر کے مسلمان حتیٰ کہ وہ بھی جو فرنگستان میں نئے نئے اسلام لائے ہیں یہی ایک خیال ظاہر کریں گے۔

لیکن کیا ایسا ہونے والا بھی ہے۔ کیا ایسی صورت پیش آنے والی بھی ہے؟ خدا کرے۔ ایسا ہی ہو۔ اور یہی صورت پیش آئے۔ مگر صورت حال سے تو اس کی مطلق تائید نہیں ہوتی۔

آنریبل خان بہادر میاں صاحب بیرسٹرایٹ لا فرماتے ہیں

(۱) قانون رواج نہیں بنے گا۔

(۲) حکومت پنجاب قانون رواج کی ہرگز حامی نہیں ہے۔

(۳) رواج کے متعلق کوئی ایسی صورت اختیار نہ کی جائے گی۔ جس سے شرع شریف کو نفع پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

(۴) رواج کے متعلق جو صورت اختیار کیجائیگی اس سے شرع شریف کو نفع پہنچنے کی توقع ہے۔

اب ان کے بالمقابل ملاحظہ ہو۔ شملہ کانفرنس کی کارروائی کیا کہتی ہے۔ ہز آنر لفٹننٹ گورنر جو حکومت پنجاب کے اعلےٰ حکمران ہیں صاف کہہ رہے ہیں۔

(۱) رواج کو قانون بنانے کا وقت آپہنچا ہے۔

(۲) کوئی ایسی تبدیلی نہ ہونی چاہئے جس سے رواج کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔

(۳) رواج رکنے نہ پائے۔

(۴) رواج ایک زندہ شے ہے ایسا نہ ہو کہ مردہ ہو جائے۔ اسی کے ساتھ کانفرنس کی یہ کارروائی بھی ملاحظہ ہو۔ کہ مختلف قوموں کو اختیار دیا جائے کہ وہ خاص خاص رواجوں کے پابند ہونے کا اعلان کریں۔

پنجاب کی مختلف قومیں کون ہیں۔ جاٹ ہیں۔ ارائیں ہیں۔ گوجر ہیں۔ ترکھان ہیں۔ لوہار ہیں۔

راجپوت ہیں۔ وغیرہ ذالک۔ ان سب میں زیادہ تعداد مسلمانوں کی ہے۔ اور بہت کم تعداد نامسلمانوں کی ہے۔

ان اقوام میں کیا کیا رواج ہیں؟ ان اقوام میں مثلاً ایک رواج یہ ہے کہ باپ کے انتقال پر اس کی جائداد کے وارث بیٹے ہوتے ہیں بیٹیاں نہیں ہوتیں۔ یہ رواج کیا شرع اسلام کی تائید میں ہے۔ کیا دین فطرت بھی اسی کے موافق ہے۔ نہیں! اور ہرگز نہیں۔ اس رواج کو شرع سے کوئی علاقہ نہیں یہ تو صریح شرع اسلام کے مخالف ہے۔ اور بخط مستقیم مخالف ہے۔

ظاہر ہے کہ شملہ کانفرنس کی کارروائیاں رواج کی تائید میں تھیں۔ اور رواج بہرحال شریعت کی تخریب میں ہے۔

آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیع صاحب زور دے رہے ہیں کہ شملہ کانفرنس نے بعد کمال غور گورنمنٹ کے پاس سفارش کی ہے کہ رواج پنجاب کو قانون کی صورت میں تبدیل نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اقوام کو آئندہ اختیار دینا چاہیئے۔ کہ اگر وہ اپنے رواج کو علیٰحدہ رائے سے تبدیل کرنا چاہیں۔ تو بلا لحاظ اس کے کہ گذشتہ زمانہ میں ان کا کیا رواج رہا ہے۔ وہ نئے دستور العمل کے پابند قرار دئیے جائیں۔ اس وقت قانون یہ ہے۔ کہ اگر رواج ثابت ہو۔ تو ہر فرد قوم کو اس کا پابند ہونا پڑتا ہے اور کوئی شخص یا اشخاص محض اپنی رائے سے تبدیل رواج نہیں کر سکتے۔ اگر کانفرنس کی یہ سفارش منظور ہو گئی۔ تو جو مسلمان قومیں آئندہ وراثت وغیرہ میں اصول اسلام اختیار کرنا چاہیں گی۔ وہ بآسانی اختیار کر سکیں گی۔ کانفرنس کی تجویزیں جب مشتہر ہوں گی تو معلوم ہو جائیگا کہ جو تشویش بغیر تحقیق کے حامیان اسلام کے دلوں میں پیدا ہو گئی ہے۔ اس کی کوئی اصلیت نہیں۔

آنریبل ممدوح کانفرنس کے ایک ممتاز رکن تھے۔ اس لئے ہم اُن کو غلط بیانی کا ملزم بنانا نہیں چاہتے۔ لیکن کانفرنس کی جسقدر کارروائی شائع ہو چکی ہے۔ وہ کیا کہتی ہے۔ کیا وہ شریعت کی حمایت میں تھی۔ کیا اس سے آنریبل ممدوح کا بیان بالکل صحیح و درست ثابت ہوتا ہے۔

کانفرنس نے مختلف قوموں کو خاص خاص رواجوں کے پابند ہونے کا حق دینے کی سفارش کی ہے۔ لیکن آنریبل ممدوح ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ نہیں بلکہ کانفرنس نے مختلف قوموں کو اپنے رواج تبدیل کرنے کا حق دینے کی سفارش کی ہے۔

ان دونوں میں کیا بات صحیح ہے اس کا فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں یہ اُس عالم الغیب والشہادۃ کا کام ہے۔ جو خوب جانتا ہے۔ کہ فرزندان اسلام کو شرع اسلام سے روگرداں بنانے کے لئے .... جن مسلمانوں کو غلو ہے۔ ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اھدِ قومی فانھم لا یعلمون۔ (زمیندار)

حضرت میرزا غلام احمد پر بہتان

پیسہ اخبار ۲۸ نومبر ۱۹۱۵ء میں ایک صاحب غلام علی از لاہور نے جو ہماری کتابوں سے محض ناواقف معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب پر مدعی نبوت ہونے کا بہتان باندھا ہے۔ مگر اس لایعنی دعوے پر دلیل کوئی بھی پیش نہیں کر سکا میں ذیل میں حضرت صاحب کی کتاب سراج منیر سے اقتباس دیکر معترضین سے التماس کرتا ہوں۔ کہ وہ ٹھنڈے دل سے ان کتابوں پر غور کریں۔ اور اُن سے نور اور برکت حاصل کریں۔ ذیل کی عبارت جملہ مخالفین کے لئے قابل توجہ ہے۔ اور یہی تعلیم حضرت صاحب کی قریباً ہر ایک کتاب میں پائی جاتی ہے۔

"ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن کریم ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے کیا تم نے وہ حدیثیں نہیں پڑھیں۔ جن میں رسول۔ رسول اللہ آیا ہے۔ عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں۔ پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا۔ کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے۔ کیا قرآن کریم سے **فقالوا انا الیکم مرسلون** بھی یاد نہیں رہا۔ انصافاً دیکھو کیا یہ تکفیر کی بنا ہے۔ اگر خدا کے حضور پوچھے جاؤ۔ تو بتاؤ کہ میرے کافر ٹھہرانے کے لئے تمہارے ہاتھ میں کونسی دلیل ہے بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالے کی طرف سے بیشک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں اور جیسے یہ محمول نہیں۔ ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے۔ کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالکل بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کے رو سے آسکتا ہے۔ اور نہ کوئی قدیم نبی۔ مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے۔ پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آ گیا۔ اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیسا ہوا۔ کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائیگی یا کچھ اور۔ کیا یہ عقیدہ ہے۔ کہ تمہارا فرضی مسیح وحی سے بکلی بے نصیب ہو کر آئیگا؟ توبہ کرو اور خدا سے ڈرو۔ اور حد سے مت بڑھو۔ اگر دل سخت نہیں ہو گئے تو اس قدر کیوں دلیری ہے۔ کہ خواہ نخواہ ایسے شخص کو کافر بنایا جاتا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں کی رو سے خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور کتاب کو خاتم الکتب تسلیم کرتا ہے۔ تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے اور اہل قبلہ ہے۔ اور شریعت کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے۔" (سراج منیر صفحہ ۳ و ۴)

اس بہتان کے علاوہ غلام علی صاحب نے دوسرا بہتان حضرت مسیح موعود پر یہ باندھا ہے۔ کہ نعوذ باللہ آپ نے حضرت عیسےٰ کی شان میں خلاف شرع اور گندے اور فحش کلمات استعمال کئے ہیں۔ اس کا جواب بھی میں اپنی طرف سے نہیں دینا چاہتا۔ بلکہ حضرت صاحب ہی کی تحریر سے دیتا ہوں:۔

"ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کے سچے نبی اور اسکے پیارے تھے۔ اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے اپنی نجات کے لئے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے ایمان لائے تھے۔ اور حضرت موسیٰ کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم اُن کی حیثیت کے موافق ہر طرح اُن کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔ لیکن عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعوے کرتا تھا۔ اور بجز اپنے نفس کے تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا۔ یعنی ان بدکاریوں کا مرتکب خیال کرتا تھا۔ جنکی سزا لعنت سمجھتے ہیں۔ قرآن

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفی ما را امام و مقتدا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآء

بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا

نشرک بہ شیئاً و لا یتخذ بعضنا

بعضاً ارباباً من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ے ر

ششماہی ے ر

سہ ماہی ۹ر

ماہوار ۹ ر

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مندرجہ المسیح لاہور سہ شنبہ ۴ صفر سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۴ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء | نمبر ۶۶

نوید رونق عہد قدیم

(از جناب شربت علی صاحب ہیڈ کلرک محکمہ زراعت صوبہ سرحدی)

نوید رونق عہد قدیم آمد باز	خوشا نصیب شود دور میمنت آغاز
مدار ایں فتنۂ مشاطۂ تقضا بیہود	کلید گنج معارف دریں نشیب و فراز
ز سلسبیل بخواہ جام زنجبیل زیار	مدار خوشۂ ہماز معند و غماز
چہ ساز بود بنواخت ہی شب آں سطر	بروں ز بوک و مگر شد ز بو لیل دراز
نہاد مصحف قدرت نشاں بتا ویدہ	ز واقفان حقیقت ز عالمان مجاز

ہوا خواہان تو افتادہ برحال پریشانی	مدار در زیر و بم ایں نغمۂ چنگ خدا دانی
ز علم تیرہ آں روئے نکو را کے بدست آری	ز خود چوں بیخودی آئی بہ بینی شان یزدانی
در یغا دعوئ دانی نہ شد ثابت بنادانی	ہمیں تکفیر نزد تو ز اسرار است پنہانی

محیط غم شدم و غم محیط بے ساحل	تو گوئی ارض و سما ہمچو زرہ حائل
چہ تا مصلحت کہ سمند ہوا ہمے رانی	تو در سما لک حکمت ز دعوے باطل
تو ہیں چشم نہ کار توجہ پر افتاد	و نشان فعل نہ دیدی تو قدرت فاعل

زدست باد خزاں گشت باغ دیں تاراج	تو اے رفیق چرا افتادہ کاہل
درون خانۂ قلب مرا ندا النستی	بیا ببیں تو دراں خوش شمائل ای غافل
چگونہ مے شود افشائے نکتہ ہائے عمیق	حدیث راز لطیف است مر ترا جاہل

سالانہ جلسہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

کی

ایک خاص خصوصیت

اس دفعہ سالانہ جلسہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں ہر روز ایک لیکچر خصوصیت سے ایسا رکھا جاوے گا۔ جس کے خاتمہ پر لیکچر کے نفس مضمون پر جو اصحاب تہذیب سے سوال کرنا چاہیں۔ اُن کو اجازت دی جاوے گی۔ اور اُن کے جوابات لیکچرار دیں گے۔ چنانچہ ۲۵ تاریخ کے جلسہ میں سلسلہ احمدیہ کے متعلق لیکچر ہوگا۔ جس میں موجودہ اختلاف جو قادیانی پارٹی اور ہمارے مابین ہیں بیان کئے جاویں گے۔ اس لیکچر کے خاتمہ پر بھی سوالات کی اجازت ہوگی۔ اور یہ لیکچر پہلے روز خاص طور پر اس لئے رکھا گیا ہے۔ تاکہ قادیان جانے والے مریدین میاں محمود احمد صاحب اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ایسے ہی دوسرے روز عیسائی مذہب کے متعلق مضمون ہوگا۔ ان ہر دو لیکچروں کے بعد بھی سوالات کی اجازت ہوگی ٭ (خاکسار مرزا یعقوب بیگ آنریری سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

یونان سے ضمانتوں کا مطالبہ۔ لنڈن ۱۰ر دسمبر۔ ڈتھنیز میں بیان کیا گیا ہے کہ بلغاریوں نے سرویٔ مقدونیہ میں جن یونانی مدارس اور کلیساؤں پر قبضہ کیا ہے۔ ان کی بحالی کے متعلق گفت و شنید کا سلسلہ جاری ہے۔

یونانی اخبارات اس امر پر زور دے رہے ہیں کہ بلغاریا سے خراج حاصل کرنے میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئیگی۔

روسی اور اطالی سفراء نے موسیو سکولوڈیس کے ساتھ مشورہ کیا ہے۔ اس سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ وہ انگریزی فرانسیسی افواج کے متعلق ضمانتوں کے مطالبہ سے متفق الرائے ہیں

غیر جنبہ داری کی خلاف ورزی۔ لنڈن ۹ر دسمبر واشنگٹن۔ پریزیڈنٹ کی تجویز کے مطابق مجلس وزراء نے اس انتظام کی تجاویز پر ابتدائی بحث کی۔ جس کے رو سے غیر جنبہ داری کی خلاف ورزی کا انسداد اور سزادہی مطلوب ہے

افسوسناک آتشزدگی۔ لنڈن ۱۰ر دسمبر رچمنڈ (ورجینیا) آتشزدگی نے ہوپ ول کا گاؤں قطعًا برباد کر دیا ہے۔ اس جگہ جدید ڈوپونٹ بارود کا کارخانہ واقع ہے۔ مؤخر الذکر بالکل صحیح و سالم ہے۔ گورنر نے سپاہ کو حکم دیا ہے کہ گاؤں کی امداد کی جائے۔ دو شخص ڈوپونٹ کے گودام کے نزدیک آتشگیر مادوں سمیت گرفتار کئے گئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ جرمن ایجنٹ ہیں۔

پارلیمنٹ کی توسیع میعاد۔ لنڈن ۹ر دسمبر دیوان عام میں سر جان سمن نے پارلیمنٹ اور رجسٹری کا مسودہ قانون پیش کیا جسکی رو سے پارلیمنٹ کا قیام ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء تک ہو جائیگا۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۱۶ء پارلیمنٹ کے قانون کی اغراض کے لئے ایسا ہی سمجھا جائیگا گویا یہ ۱۹۱۷ء کے معًا بعد آیا ہے۔ اس مسودہ قانون میں اس بارے میں بھی خاص گنجائش رکھی گئی ہے۔ کہ سپاہی اور ملاح رائے دینے کے موقعہ کو ہاتھ سے نہ کھو سکیں۔

جلسہ اعظم۔ لنڈن ۱۰ر دسمبر۔ مسٹر اسکوئتھ کل شام کو دیر تک ملک معظم سے گفتگو کرتے رہے

برطانیہ عظمٰی اور حکومت میکسیکو۔ لنڈن ۹ر دسمبر لارڈ رابرٹ سیسل نے اعلان کیا ہے کہ برطانیہ عظمٰی نے میکسیکو میں کانزا کی حکومت کو تسلیم کر لیا ہے۔

اضلاع متحدہ اور میکسیکو کے تعلقات

لنڈن ۱۰ر دسمبر۔ واشنگٹن۔ سینیٹ کا رپورٹر نے سینیٹر ارڈو وِنڈو کو واشنگٹن میں میکسیکو کا سفیر مقرر کر دیا ہے۔ جس سے اضلاع متحدہ اور میکسیکو کے سیاسی تعلقات بحال ہو گئے ہیں۔ مسٹر فلیچر جو آجکل چلی میں امریکن سفیر ہیں غالبًا میکسیکو میں امریکن سفیر مقرر ہوں گے۔

گوینز لینڈ میں سیاسی حالت۔ لنڈن ۱۰ر دسمبر۔ گوینز لینڈ کا ایوان بالا بحیرانی نازک حالت میں ہو گیا ہے۔ لیجسلیٹو کونسل نے ۱۶ رائوں کے بخلاف ۳ رائوں کے اپنی ہی موقوفی کی رائے دی ہے۔

آسٹریلیا کی فصلیں۔ لنڈن ۱۰ر دسمبر سڈنی۔ بر وقت بارش نے ان فصلوں کو جو معمول سے پہلے کاشت کی گئی تھیں بچا لیا ہے۔

سلطنت جمہوریہ کے مصائب حرب۔ لنڈن ۹ر دسمبر۔ برلین۔ مسٹر ہیوز نے بیان کیا ہے۔ کہ سلطنت جمہوریہ کا جنگی خرچ یقینًا ۵ کروڑ پونڈ سے تجاوز ہو جائیگا۔

آسٹریلیا میں روٹیوں کا اجارہ۔ لنڈن ۹ر دسمبر سڈنی گورنمنٹ کی لیبر پارٹی نے روٹیاں پکانے اور فروخت کرنے کے سرکاری اجارے کے قیام کی تصدیق کر دی ہے۔ اس کام پر ۶ لاکھ پونڈ صرف ہوگا۔

چین میں جرمنوں کی ریشہ دوانیاں۔ لنڈن ۸ر دسمبر۔ دار العوام میں ان سوالات کا جواب دیتے ہوئے جو علاقہ شمپین میں جرمنوں کی شورش کے متعلق تھا۔ اور جسکے متعلق یہ تجویز تھی کہ جرمنوں کو نظر بند یا تارک الوطن کر دیا جائے۔ ان کے حقوق کو چھین لیا جائے۔ اور جرمن قونصلوں اور افسروں کو گرفتار کر لیا جائے تاکہ ایران کی طرح وہ یہاں فساد کرنے سے باز رہیں۔ سر ایڈورڈ گرے نے کہا کہ مجھے شمپین میں جرمنوں کی بدکرداری کے متعلق کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔

چین میں جرمن ریشہ دوانیوں کے متعلق گورنمنٹ تجاویز پر غور کر رہی ہے۔

لنڈن ۸ر دسمبر ٹوکیو کا تار مظہر ہے کہ شانگھی میں فساد ہونے کے اندیشہ سے جاپان اپنے مفاد اہل ملک کے تحفظ کیلئے تدابیر اختیار کر رہا ہے کئی جاپانی جنگی جہاز مقام پر پہنچ بھی گئے ہیں۔

امریکہ کا مختصر نامہ آسٹریا کے نام۔ لنڈن ۹ر دسمبر نیو یارک کی خبر ہے۔ کہ ایوننگ پوسٹ کا نامہ نگار واشنگٹن سے راوی ہے کہ غرقابی انکونا کے متعلق امریکہ کا نوٹ آسٹریا کے نام آج یا کل امریکن قونصل متعینہ وائنا کی معرفت پہنچایا جائیگا۔ نوٹ مذکور میں مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ غرقابی کے متعلق اظہار ناراضی کیا جائے۔ آبدوز کشتی کے کپتان کو سزا ملے۔ اور مغروق امریکنوں کے پسماندگان کو کافی معاوضہ دیا جائے اور آئندہ احتیاط کے لئے وعدہ۔

ایوننگ پوسٹ کا بیان کی سرکاری طور پر نیو یارک میں تصدیق کی گئی ہے۔

مصالحت کی گفت و شنید۔ لنڈن ۸ر دسمبر دار العلوم میں بوقت استفہام مسٹر اسکوئتھ نے مسٹر سنوڈن کو مطلع کیا۔ کہ گورنمنٹ فرانس روس۔ جاپان۔ اٹلی اور برطانیہ نے باہمی فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ جداگانہ طور پر صلح نہ کی جائے۔ مسٹر اسکوئتھ نے کہا کہ عام صلح کیلئے اگر سنجیدہ طور پر دشمن براہ راست یا غیر جانبدار ریاست کی معرفت تجاویز پیش کریگا۔ تو پہلے دول متحدہ ان پر بحث کریں گی۔ اور گورنمنٹ کی خواہش ہوگی۔ کہ پارلیمنٹ کو بھی نہایت جلدی ان کی حقیقت سے بہرہ اندوز کیا جائے۔

جرمنوں کا آئندہ بجٹ۔ لنڈن ۹ر دسمبر امسٹرڈم۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ برلن میں قابل اعتماد ذرائع مظہر ہیں۔ کہ ۱۹۱۵ء کے بجٹ میں ایک ملین مارکس کے قرضہ کی تجویز انجمن مشاورت میں پیش ہوگی۔

یونان اور دول متحدہ۔ لنڈن ۹ر دسمبر سالونیکا کا تار مظہر ہے۔ کہ یونانی جنرل سٹاف کے دو افسر برطانوی اور فرانسیسی جنگی حکام سے اس معاہدہ کے متعلق مشورہ کرنے کیلئے آئے ہیں۔ جو گورنمنٹ یونان اور دول متحدہ کے درمیان طے ہوا ہے۔

خوراک کی بہم رسانی کا مسئلہ لاینحل۔ لنڈن ۹ر دسمبر۔ ڈیلی اکسپرس کا نامہ نگار جنیوا سے رقمطراز ہے۔ کہ چونکہ جرمنوں نے ہالینڈ سے مویشیوں کی برآمد پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کے بدلے میں آسٹریا رومانیہ کی اجناس پر رو کے ہوئے ہے ہنگری نے آسٹریا میں خوراک بھیجنے سے انکار کر دیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۶۶

ام الالسنہ

اس روشنیٔ علم کے زمانہ میں جبکہ کسی علمی تحقیق میں قومی پاسداری اور مذہبی تعصبات کو دخل دینا سخت ممنوع بلکہ ایک محقق کی شان اصلی کے منافی سمجھا گیا ہے۔ کسی شخص کا اس بے پایاں سمندر میں قدم رکھنا اور اس عظیم الشان کام میں ہاتھ ڈالکر دلایل اور براہین سے علمی مغلقات و معضلات کو کھولنا اسکی اس اعلیٰ قابلیت اور لیاقت پر دال ہے۔ جو اسے علمی شعبہ میں حاصل ہے

یوں تو آج مغربی محققین نے دیگر علوم کی طرح علم تحقیق السنہ میں بھی بہت بڑھ چڑھکر قدم مارا ہے۔ اور اپنی طرف سے اپنی تحقیق کو مکمل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور اس لئے اب کسی شخص کا اس مضمون پر طبع آزمائی کرنا کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں بلکہ مشرقی تحقیق عام طور پر مغربی خیالات کی پیروی میں ہی کی جاتی اور کسی نئے اور صحیح خیال کیطرف لے جانے کی بجائے انہی کے نتیجہ کو سچا ثابت کرنا اس کا اصل مقصد اور منتہائے مقصود ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ خدا رسیدہ انسان جو کسی دنیوی نقطۂ نگاہ سے نہیں۔ نہ ہی کسی قومی پاسداری اور تعصب کو اپنے خیالات کی جولانگاہ بناکر اس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے اور دلائل اور براہین سے اس دعویٰ عالیہ کو ثابت کردکھاتا ہے۔ جو ان سب محققین کے خیالات کے خلاف ہے۔ وہ درحقیقت نہ صرف اپنی اعلےٰ علمی قابلیت و استعداد اور ہمت و شجاعت کے لئے قابل داد ہے۔ بلکہ اس عظیم الشان انقلاب کی وجہ سے جو اس کی اس تحقیق سے علمی دنیا میں پیدا ہونے والا ہے۔ اسے تمام ان آئیندہ محققین کا جو اس کی اس تحقیق کو قبول کرنیوالے ہوں گے۔ ایک پیشرو اور امام سمجھنا چاہیئے۔ پھر یہیں تک بس نہیں۔ بلکہ اس سے بڑھکر وہ مقصد اور نصب العین جو اس کی اس تحقیق کا باعث اصلی ہے یعنی قرآن کریم کا ایک ایسی زبان میں ہونا جو کل دنیا کی زبانوں کی ماخذ ہے۔ سر بنائے آیت کریمہ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ

اس سے اس تحقیق کی قیمت اور بھی بڑھ جاتی اور اسے چار چاند لگ جاتے ہیں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے خداتعالےٰ کی ایک بات سچی ثابت ہوئی۔ اور یہ کھل گیا۔ کہ یہ کلام ربانی ہے۔ نہ کہ افترائے انسانی۔

پس اے تمام وہ لوگو جو مسلمان کہلاتے ہو اور اسلام کا خون تمہاری رگوں میں جوش زن ہے تمہیں مبارک ہو۔ کہ آج تمہاری پاک کتاب قرآن کریم کو جسپر کہ جدید یورپین تحقیقات ایک سخت دشمن کی صورت میں حملہ آور ہوئی تھی۔ اور جسپر ایک مدت سے مہلک ضربیں لگانے کی کوشش کی جارہی تھی۔ آج ایک پاکباز اور مطہر انسان نے جو اس ماموریٰ ربانی کے لشکر کا ایک زبردست سپہ سالار ہے جو اس زمانہ میں قرآن کریم کی حفاظت اور اسکی سچائیوں کے پھیلانے کے لئے مبعوث ہوا تھا۔ اپنے خداداد علم اور قابلیت سے ادلۂ صحیحہ کے ساتھ زندہ ثابت کرکے براہین قاطعہ سے اس دشمن کا سر کاٹ کر رکھدیا۔ اور یہ ثابت کردیا۔ کہ اگر دنیا کی تمام زبانوں کی کوئی ماخذ ہوسکتی ہے۔ جو خداتعالےٰ کی طرف سے الہام کی گئی ہو۔ تو وہ صرف زبان عربی ہے۔ جو قرآن کریم کی زبان ہے۔

ہاں اے احمدی قوم جس نے اس ماموریٰ اور امام الوقت کے ہاتھ پر اس کی غرض بعثت کو پورا کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔ تجھے ڈبل مبارک۔ کہ آج تیرے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ بات بھی سچی ثابت ہوئی جبکا اس نے آج سے تیس برس پہلے منن الرحمن کی شکل میں دعویٰ کیا تھا۔ اور بعض متعصب پادریوں نے اسپر ہنسی اور تمسخر اڑادیا۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کی یہ تصنیف لطیف اسوقت میرے سامنے ہے۔ مجھے اس بات کی ضرورت ہرگز نہیں کہ میں اس کی خوبیوں کو ناظرین کے سامنے رکھکر اس کی خریداری پر انہیں مائل کروں۔ اور نہ ہی میں ایسا کرنے پر قادر ہوں۔ کیونکہ جس شخص کی نظر میں اس کتاب کا ایک ایک ورق جواہرات کا ایک خزانہ اپنے اندر رکھتا ہو۔ وہ کس طرح سے اس مختصر مضمون میں اس کی خوبیوں کی تفصیل تو کیا ان کا نصف یا عشر عشیر بھی لکھ سکتا ہے۔ پھر وہ شخص جو علمی دنیا میں اس سے پیشتر بھی بارہا طرح سے آزمایا جاچکا ہو۔ اور وہ اس میدان کا ایک مشہور پہلوان ثابت ہوچکا ہو ایک دلپذیر نگار کو کیا ضرورت ہے۔ کہ اسکی خوبیوں کو جتلاتا پھرے۔ یا اپنی قلم کوتاہ رقم سے اسکے علمی جواہرات کو گننے کی بے سود کوشش کرے۔ دوستو! یہ ایک عظیم الشان کام ہے۔ جو اسوقت ایک دیباچہ کی صورت میں تمہارے سامنے رکھا گیا ہے۔ اور تمہارا فرض ہے۔ کہ اس کی تکمیل میں اپنا پورا زور اور کوشش صرف کردو۔ حضرت خواجہ صاحب اس سے پیشتر اپنے ایک مفصل مضمون میں اس کام کی ضرورت کو بتلا چکے ہیں۔ اب اس کتاب کو جن الفاظ سے انہوں نے شروع کیا ہے۔ ان کو بھی میں یہاں اسلئے نقل کردینا چاہتا ہوں۔ کہ ناظرین کرام اسکی ضرورت و اہمیت کا پورے طور پر اندازہ لگاکر فاضل مصنف کے بتائے ہوئے اصولوں کو اس کتاب میں پڑھیں اور پھر مطلوبہ امداد نہیں بلکہ اپنے اسلامی فرض کی ادائیگی میں کوشاں ہوں*

”ان چند اوراق کو دراصل اس کتاب کا دیباچہ سمجھنا چاہیئے۔ جو میں زبان عربی کے متعلق فلالوجی یعنی علم تحقیق السنہ میں بزبان انگریزی لکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے اسے اردو میں اسلئے لکھا ہے۔ کہ انگریزی زبان سے ناآشنا عربی دان اصحاب میرے مقصد اصلی سے آگاہ ہوکر میری قلمی امداد کرسکیں۔ اور میری نصب العین تحقیق کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے میرے ممد ہوجائیں*

گذشتہ صدی سے فلالوجی نے یورپین محققین کو نہایت دلچسپی سے اپنی طرف متوجہ کرلیا ہے۔ اور تحقیق جدید بہت سے نادر انکشافات کا موجب ہوئی ہے۔ یہ جو آج یقین کرلیا گیا ہے کہ یورپین۔ ایرانی اور بعض ہندی اقوام کے آبا و اجداد ایک وقت ایک ہی جگہ آباد تھے۔ اور ایک ہی زبان بولتے تھے۔ اس قیاس کی بنیاد نہ تو کوئی قدیمی تاریخ ہے۔ اور نہ زمانہ عتیق کا علم ادب۔ صرف ان اقوام مختلفہ کی زبانوں کی الفاظی مشارکت و مجانست ان نتائج کا موجب ہوئی ہے۔ در اصل فلالوجی ہی ایک صحیح ذریعہ اور زبان ہی ایک محفوظ راستہ ہے۔ کہ جس سے دنیا کے دور دراز حصص میں رہنے والی اقوام ایکدوسرے کی ہم رشتہ اور ہم اصل ثابت ہوسکتی ہیں*

فطرت انسانی میں یہ ایک عجیب بات رکھی ہوئی ہے۔ کہ ایک موجودہ چیز کے مقابل ایک فنا شدہ چیز انسانی ہمدردی اور دلچسپی

کو کہیں زیادہ اپنی طرف جذب کر لیتی ہے۔ ایک مُردہ چیز کی جن خوبیوں کا معترف ایک انسان آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اُن سے ہزار درجہ بڑھکر کسی زندہ اور قائم چیز کی حُسن و خوبی کا قائل ہونا اُسکے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ اسکی وجہ شاید وہ رقابت ہو جو ایکدوسرے کے خلاف زندہ چیزوں میں طبعًا پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی رقابت دراصل انسان کو موجودہ اشیاء کی حقیقی خوبی کو دیکھنے یا اس کے جانچنے کے ناقابل کر دیتی ہے۔ یہی رقابت قومی تعصبات کو مشتعل کر کے ہر انسانی تحقیق کو دُھندلا اور ہر کوشش کو ناقص بنا دیتی ہے۔ عربی ایک زندہ قوم کی زبان ہے۔ بہت سی زندہ قوموں سے اس کا مذہبی تعلق ہے۔ جن کی روایات اور کارنامے بہت سی قومی رقابتوں کا مُوجب ہو چکے ہیں۔ پھر کیا تعجب ہے کہ تحقیق السنہ میں عربی زبان اس توجہ اور دلچسپی کو اپنی طرف جذب نہ کر سکی۔ جو اسوقت سنسکرت کے حصّہ آئی۔ جس قدر محنت اور دماغ سوزی آجتک سنسکرت کے متعلق کی گئی۔ اگر اس کا عشر عشیر بھی عربی زبان کے لئے خاص کیا جاتا۔ تو یہ فلالوجی یعنی علم الالسنہ اپنی موجودہ ابتدائی حالت سے نکل کر قریب قریب تکمیل کو پہنچ جاتا۔ عربی زبان کی تصریف اور تعلیل کے قواعد ان محققوں کے ہاتھ وہ قواعد طبعیہ دیدیتے کہ جن کے ماتحت الفاظ کے بعض حروف دوسرے حروف سے بدل کر کسی لفظ کی شکل و صورت کو ایک مُبتدی کی نگاہ میں مشتبہ اور اجنبی کر دیتے ہیں۔ اور یہ محقق اُن غلط اور خانہ ساز اصولوں سے نجات پا لیتے۔ جو آج محض دفع دقّت کے لئے اِن اصحاب نے مختلف زبانوں کے مختلف متجانس اور غیر متجانس الفاظ کا مقابلہ کر کے خود بخود تجویز کر لئے ہیں۔ یہی اصُول اس لسانی تحقیق میں بہت سی غلطیوں کا موجب ہوئے ہیں"۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے ان اصولوں کو دلائل قاطعہ سے غلط ثابت کر کے اس علم پر مفصل اور مبسوط بحث کی ہے اور عربی کا کامل اور زندہ زبان ہونا اولہٖ صحیحہ سے مبرہن کیا ہے۔ اور آخر میں عربی انگریزی اور اُردو کے باہم متجانس و ہم معنی الفاظ کی ایک فہرست بھی دی ہے جو اس کتاب کے موضوع کی صحت پر روشنی ڈالنے کے علاوہ عربی سیکھنے والوں کے بہت کام آسکتے ہیں۔ ۱۳۲ صفحات کی کتاب ہے جسکے آخر میں اس مضمون کو بھی بطور ضمیمہ لگا یا گیا ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ہندوستان کے متعدد اخبارات میں اسکی وجہ تصنیف کو ہم

۔۔۔ واضح کرنے کیلئے لکھا تھا۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت نفیس قیمت فی جلد ۱۲؍ دفتر اشاعت اسلام لاہور سے مل سکتی ہے۔

نوٹ اور رائیں

مذہبی مراسم کے ادا کرنے کا حق

گذشتہ عید الضحٰی کے موقعہ پٹنہ میں گائے کے ذبح کرنے پر حسب معمول ہندوؤں نے فساد کیا۔ اور بلوہ تک نوبت پہنچائی۔ جس کی وجہ سے دونوں فریق عدالتوں میں خوار ہو رہے ہیں اس پر کلکتہ کے مسلمانوں نے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کر کے جو ریزولیوشن پاس کئے ہیں وہ بیشک قابل تائید اور بہت مناسب ہیں۔ اُنھوں نے صاف طور پر اس فساد پر اظہار نفرت کر کے یہ رائے دی ہے کہ "جب تک ہندو مسلمان اس امر کو تسلیم نہ کرینگے کہ ان میں سے ہر ایک فریق کو بلا امتیاز مذہب اپنا مذہبی مراسم کے ادا کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ ہندو مسلمانوں کا حقیقی اتحاد ناممکن ہے"۔ اس کے ساتھ ہی ہر روز گایوں کے ذبح ہونے اور ہندوؤں کو تکلیف پہنچنے کی طرف بھی اُنھوں نے توجہ دلائی ہے اور پٹنہ کے مصیبت زدہ مسلمانوں کی امداد کے لئے اپیل کر کے کانگریس اور مسلم لیگ کے اس بارہ میں سکوت پر اظہار تعجب اور مسلمانوں کے قدیم و جدید لیڈروں پر افسوس کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ "یہ مسئلہ ہندوستان کے تمام دیگر سیاسی اور اخلاقی مسائل سے زیادہ اہم ہے"۔ اے کاش ان نہایت ہی منصفانہ مطالبات پر ہمارے گرامی قدر لیڈر اور عام ہندو مسلمان پبلک توجہ دے کر ایک دوسرے کے شعائر دین کا خون کرنے کی بجائے اپنے متعصبانہ جذبات پر چھری چلائیں اور ان آئے دن کے فسادات کو ہمیشہ کے لئے دور کر دیں۔

روسی مسلمان اور ان کے اسلامی کام

روسی مسلمانوں کے حالات و اشغال کا علم ہندوستان میں نہونے کی برابر ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کسی موقع پر روسی مسلمانوں کا کوئی تذکرہ ہوتا ہے تو بعض لوگ بڑی حیرانی سے پوچھتے ہیں کہ کیا روس میں بھی مسلمانوں کی آبادی ہے۔ حالانکہ روس میں جس قدر مسلمانوں کی آبادی ہے اور اُنھوں نے چند ہی سال میں سیاسی و مذہبی طور پر جو کچھ ترقی کی ہے وہ ہمارے وہم و گمان سے بھی بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ مسز ہمبر خلیب نے اس پر ایک مفصل افتتاحیہ میں خوب روشنی ڈالی ہے۔ اور بتایا ہے کہ روس میں قریبًا دو کروڑ مسلمان آباد ہیں اور ۲۶۰۰۰ مساجد۔ ۵۰۰۰ دیہ سرکاری عہدیداران جن کا تعلق صرف مذہب سے ہے ۷۸ تعلیم گاہیں صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص ہیں جن میں سے پانچ مذہبی ہیں۔ اور باقی عام تعلیم کے لئے۔ ۱۴۹ کتب خانے ہیں۔ قریبًا ۳۰ مطابع اور اتنے ہی اخبار ہیں۔ روسی مسلمانوں نے چند ہی سال میں نہایت گری ہوئی حالت سے نکلکر بہت بڑی سیاسی اہمیت بھی حاصل کی ہے۔ اور گورنمنٹ سے اپنے حقوق حاصل کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ اس کی زیادہ تر یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ ان کو ہندوستانیوں کی طرح باہم دست و گریبان ہونا نہیں آتا بلکہ وہ باوجود اختلاف خیالات و حالات کے اغراض مشترکہ میں ملکر کام کرتے ہیں۔

روس میں پچاس ہزار نو مسلمین

اس کے ساتھ ہی وہ لوگ اپنے مذہب کی اشاعت میں بھی پورے طور پر مصروف جد و جہد ہیں۔ اور خود مسلمان ہونے کے ساتھ دوسروں کو مسلمان بنانے کا خیال ہر وقت انھیں دامنگیر رہتا ہے۔ اور درحقیقت یہی ایک وجہ ہے جو ان کی سیاسی ترقی کی بہت حد تک ممد و معاون ہے۔ کیونکہ اشاعت اسلام ہی سے شمار ی طاقت پیدا ہو کر اور حکام و حکّام روس اشخاص سلسلہ اخوت میں منسلک ہو کر سیاسی اہمیت کے ذرائع بن جاتے ہیں۔ روسی مسلمانوں نے اس حقیقت کو ہرگز نہیں بھلایا اور صرف دس سال کے عرصہ میں پچاس ہزار عیسائیوں کو مسلمان کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس سے بڑھ کر توفیق عطا فرمائے۔ اور انھیں دین و دنیا میں کامیاب و سرخرو فرمائے۔

ہمارے ہندوستانی

لیڈروں کو بھی چاہیئے کہ ان دور دراز کے رہنے والے برادران ملت سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ سلطنت برطانیہ بلا شبہ دیگر تمام سلطنتوں سے زیادہ منصف مزاج اور ہر ایک کے حقوق کا پورے طور پر خیال رکھنے والی ہے صرف مانگنے والوں کی بے راہروی اور غلط طرز عمل ہے جو انہیں ان برکات سے متمتع ہونے نہیں دیتا۔ مسلمانان روس نے ایک ایسے ملک میں بیٹھ کر جو تنگ نظری یا سدار ہی اور تعصب میں دوسروں سے بہت حد تک بڑھا ہوا ہے۔ اس قدر نمایاں کامیابی حاصل کر کے ہمیں بتا دیا ہے کہ ہمیں کیا کچھ کرنا چاہیئے۔ اور کس راہ پر چل کر ہم فائز المرام ہو سکتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اگر مسلمان مذہبی اعتقاد پر

سے مسلمان بن جائیں اور اشاعت اسلام اپنا مقصد اصلی بنا لیں اور متحدہ طور پر اس کام میں مصروف ہو جائیں تو نہایت قلیل عرصہ میں فلاح و کامیابی حاصل ہو سکتی ہے اس بات کو ہم بارہا بدلائل قاطعہ ثابت کر چکے ہیں اور اب واقعات نے بھی اس کی صداقت پر مہر لگا دی ہے۔

عبرت

نجیب آباد سے مولانا اکبر شاہ خانصاحب اطلاع دیتے ہیں:-

"ماہوار تاریخی رسالہ عبرت کا اعلان اس سے پیشتر آپ اپنے اخبار میں درج فرما چکے ہیں۔ براہ کرم اب اپنے ناظرین اخبار کو مطلع فرمائیں کہ رسالہ چھپ رہا ہے اور اس کا پہلا نمبر انشاء اللہ تعالیٰ جنوری کی ابتدائی تاریخوں میں شائع ہو جائیگا ایک نمبر کی قیمت ساڑھے چار آنہ ہے۔ لیکن چونکہ ابتداً ضرورت ہے کہ اہل ملک کو اس سے ایک مرتبہ واقفیت حاصل ہو جائے لہذا میں نے بجائے اشتہار اس پہلے نمبر کو کسی قدر زیادہ تعداد میں چھپوا لیا ہے۔ جو صاحب عبرت کو بطور نمونہ ملاحظہ فرمانا چاہیں وہ ایک ٹکٹ اور اپنا صاف پتہ لکھ کر بھیج دیں تاکہ رسالہ تیار ہوتے ہی اُن کے نام روانہ ہو سکے۔ سوائے اس کے اور کسی طرح نمونہ نہ بھیجا جائیگا"

خانصاحب کا یہ اعلان احباب کی فوری توجہ کے قابل ہے۔

خطبات جمعہ

بہت عرصہ سے پیغام صلح میں درج نہیں ہوئے جس کی وجہ خاکسار ایڈیٹر کو اخبار کی تدوین سے اس قدر فرصت نہ مل سکنا ہے کہ اُن کو دوبارہ صاف اور نقل کر کے حضرت امیر کی نظر ثانی کرائی جاتی ویسے تو ہر جمعہ کو خطبہ لکھ لیا جاتا ہے لیکن اُن کو صاف کرنا کافی وقت چاہتا ہے۔ اور یہاں اس قدر مہلت نہیں ملتی کہ ایک مضمون پر اس قدر زیادہ وقت خرچ کیا جائے۔ اور پھر اسے نظر ثانی کے لئے اُٹھا رکھا جائے۔ لیکن دوسری طرف ان کے درج نہ ہونے سے جو نقصان ہوتا ہے اور احباب کو اس روحانی غذا کے نہ ملنے سے جو صدمہ پہنچتا ہے اس سے بھی میں بخوبی واقف ہوں اس لئے اس قدر عذر خواہی پر ہی اکتفا کرنا شاید اور بھی دل شکنی کا موجب ہو لہذا میں نے اس شکایت کو رفع کرنے کے اسباب بھی ہم پہنچانے شروع کر دئے ہیں اور امید ہے آئندہ جنوری سے باقاعدہ طور پر خطبوں کا سلسلہ بھی شروع کر دیا جائیگا پرانے خطبہ بھی جو درج نہیں ہوئے

مذہبی جھگڑے

ہمعصر آزاد کانپور نے اس عنوان سے ایک طویل نوٹ لکھا ہے۔ جس میں موجودہ مذہبی جھگڑوں کی تفصیل دیکر اس کا باعث ایکدوسرے کے جذبات کی عزت نہ کرنا۔ اور آیندہ ان کا علاج ان جذبات کو ملحوظ رکھنا بتایا ہے۔ بات تو یہ صحیح ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسے جذبات ہیں۔ جن کی عزت نہ کرنے کی وجہ سے یہ فساد برپا ہوتے ہیں۔ کیا محرم میں مسلمانوں کی سینہ کوبی کے بالمقابل ٹھاکر جی صاحب کا جلوس نکلنے کا نام مذہبی جذبات کی توہین ہے یا تعزیوں کے بالمقابل ہندوؤں کی برات انہیں ناپاک و ناملتفت کر دیتی ہے۔ ہم حیران ہیں۔ کہ مسلمانوں نے آجکل ان مذموم اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو جن کا ان کے مذہب کیساتھ کوئی تعلق و واسطہ نہیں۔ مذہبی باتیں بنا کر ان پر فساد برپا کرنا کہاں سے جائز کر لیا ہے اصل شعائر دین اور نماز روزہ کو تو آج کوئی پوچھنے والا نہیں۔ لیکن ان بیہودہ باتوں پر بیجا اسراف اور نقصان جان و مال تک کی پرواہ نہیں کیجاتی بفرض محال اگر یہ سب سینہ کوبی اور تعزیہ داری از روئے اسلام (نعوذ باللہ) جائز بھی ہو۔ تو بھی ایسا کام کرنیوالوں کے پاس سے کسی جلوس یا برات کے گذرنے سے کیا صدمہ پہنچ سکتا ہے۔ گناہ ہوتا ہے تو ان گذرنیوالوں کو تمہارا کیا بگڑتا ہے۔ کہ تم فساد کے درپے ہوتے ہو۔ ایسا ہی ہمیں برادران وطن سے بھی یہ بیجا شکایت ہے کہ وہ لاکھ دفعہ گائے کو اپنا معبود سمجھیں اور اسکی پرستش کریں لیکن مسلمانوں کے گائے کو ذبح کرنے سے تمہارا کیا بگڑتا ہے بگڑیگا تو اس کا جو اسے ذبح کرتا ہے ہماری تو سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ کہ کسی ایک کے کوئی کام کرنے سے دوسرے پر اسکا کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ کیوں نہ دوسرے کو نرمی اور خلق سے اس کی غلطی بتاکر اس سے ہٹانے کی کوشش نہیں کرتے۔ کوئی اگر نہیں مانتا۔ تو خیر نہ سہی۔ لیکن یہ زبردستی کہاں سے جائز ہے۔ کہ فساد اور زدوکوب سے اسے منوایا جائے۔ ہمارے نزدیک تو وہ مذہب ہی قابل تسلیم نہیں۔ جو جھگڑے اور فساد کی بنیاد ڈالتا ہے۔ اور زبردستی دوسروں کو ان کے کسی مذہبی کام سے روکتا ہے۔

سناتن دھرم کالج کیلئے ہندوؤں کی مستعدی

چند دنوں سے لاہور میں سناتن دھرم کالج کی تجویز زیر عمل ہے۔ اور ہندو صاحبان بڑی مستعدی سے اسکے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے اس تجویز پر عملدرآمد مہاراجہ صاحب دربھنگہ کی آمد پر شروع ہوا۔ اُن کی تشریف آوری پر یہاں ایک ایڈریس انہیں دیا گیا۔ جس میں سناتن دھرمیوں کی دیگر ضروریات کے علاوہ اس کالج کی ضرورت بھی جتائی گئی۔ اور اسیوقت اس کے لئے چندہ کی فہرست بھی کھولی گئی۔ ہندو صاحبان کی مستعدی اور ایثار اس سے ظاہر ہے۔ کہ پہلی ہی دفعہ چندہ کی مقدار ۲ لاکھ تک پہنچ گئی۔ اگرچہ اس میں بعض بہت بڑی بڑی رقمیں شامل ہیں۔ لیکن اسکے بالمقابل مسلمانوں کے قومی کاموں کے حالت امید وبیم میں پڑے رہنے سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ ہندوؤں کے امراء میں بھی ایثار کا مادہ بہت زیادہ ہے۔ مسلم یونیورسٹی فنڈ اور سرمایہ جات امداد مصیبت زدگان وغیرہ کے بعد اب ایک اور قومی کام مسلمانوں کے سامنے ہے جو ان سب دنیوی ضروریات سے بڑھ کر اور اُن کی زندگی کا اصلی نصب العین اور ملجا و ماوٰے ہے۔ وہ ہے۔ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے امراء و اعیان ملک میں سے اس طرف کسقدر متوجہ ہوتے اور دوسروں کے دنیوی کاموں میں اسقدر خرچ کر نیکے بالمقابل اس اصلی اور دینی کام میں جو ان سب سے مقدم اور ان کی ضروریات کو بھی پورا کر دینے والا ہے کسقدر بڑھ چڑھ کر قدم مارتے ہیں۔ وہاں تو ۲ لاکھ کا چندہ ہو کر بھی هل من مزید کی آواز آتی ہے اور پھر کامیابی و عدم کامیابی کا کوئی اطمینان نہیں۔ لیکن یہاں صرف تیس ہزار پر دنیا و آخرت میں اجر عظیم حاصل ہو سکتا ہے۔

چندہ ترجمۃ القرآن

(۱) سید غلام اکبر شاہ صاحب موضع نوندیر تھانہ قادرپور ضلع جھنگ — صہ

(۲) یکے از مبائعین میاں صاحب معرفت عبدالمجید صاحب — صہ

نو مبائعین

(۱) منشی سکندر الدین صاحب جمعدار اولپنڈی سے (۲) میاں خدا بخش صاحب لاہور سے منشی رسول بخش صاحب تحصیل پونچھ سے اور عبدالقادر صاحب جہلم سے حضرت امیر کے ہاتھ پر احمدیت کی بیعت میں داخل ہوئے۔

سالانہ جلسہ

یہ سب دوستوں کو اپنے اپنے بستر ساتھ لیکر آنا چاہئے کیونکہ سردیوں کے موسم میں اسقدر بستروں کی مہیا کا مشکل سے انتظام ہوتا ہے نیز ہر ایک جماعت

اصلاح مذاہب اور مصلحین زمانہ

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

الغرض راجہ رام موہن رائے اور مہاتما کیشب چندر سین کی کارگذاریاں اور اُن کے اصلاحی کام بھی جو اس وقت برہمو سماج کی شکل میں یاستی کی ہولناک رسم کے انسداد کی صورت میں ہمارے پیش نظر ہیں۔ محض اس اعلےٰ لیاقت اور نئی روشنی کیوجہ سے وقوع پذیر ہوئے۔ جو سائنس اور فلسفہ یا بالفاظ دیگر علوم مروجہ میں انہیں حاصل تھی۔ اور ہندوؤں کے پرانے رسم ورواج اور کتب مقدسہ کا ان کے عقائد سے متغائر ہونا اس بات پر شاہد عادل ہے۔ یہ صرف میری ہی رائے نہیں۔ بلکہ راجہ رام موہن رائے کی وفات کے بعد بنگال کے نامور اہل قلم بابو اکشے کمار دت نے بھی ان کی نسبت (اگرچہ محبت اور تعریف کے لہجہ ہیں) یہی الفاظ کہے۔ کہ "تم نے سائنس کی طرف ہوکر جو زور شور سے طبل جنگ بجایا۔ اسکی فتح کی گونج اب تک ہمارے کانوں میں آ رہی ہے" اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ راجہ رام موہن رائے نے صرف سائنس کی متابعت کے لئے برہمو سماج قائم کی۔ اور مؤخر الذکر مصلح یعنے کیشب چندر سین تو خود لکھتا ہے۔ کہ "فلسفہ کے مطالعہ نے مجھے غور وخوض کا شوق دلایا۔ اور بیرونی دنیا سے خیالات ہٹا کر مجھے اندرونی دنیا کی چیزوں کی طرف مائل کیا" اس غور وخوض کا نتیجہ بالآخر کیا ہوا۔ یہی کہ انہوں نے مذہب کے متعلق چند ایک عقائد وضع کئے۔ جو اگرچہ قدیم ہندو دھرم کے سراسر خلاف تھے۔ لیکن ان عقائد کے اختیار کرنیوالوں میں ہندوؤں سے تعلقات اور وضع قطع وغیرہ میں کوئی امتیازی نشان نہ ہونے کے باعث وہ باوجود براہمو دھرم کے نام سے موسوم ہونے کے ہندوؤں میں ہی شمار کئے گئے۔ اس بات کے جاننے کے لئے کہ کیشب چندر سین کی اصلاحات اور انکے مطابق براہمو دھرم کے اصول در اصل ہندو دھرم سے متغائر اور موجودہ زمانہ کے نئے مگر غلط مذاق کے مطابق تھے میں

اس واقعہ کا حوالہ بھی دیدینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ جو براہمو سماج کے دو ٹکڑے کر دینے کا باعث ہوا۔ اور وہ لالہ رگھو ناتھ سہائے ہیڈ ماسٹر دیال سنگھ سکول کے الفاظ میں یوں ہے کہ بنگال کی مشہور آدمی براہمو سماج میں جس کے رکن اعلےٰ برہموؤں کے ایک ملنسار لیڈر مہرشی دیبندر ناتھ ٹھاکر تھے۔ چند ایسے آدمی بھی داخل ہوگئے جنکے خیالات سوشل اصلاح کے بارہ میں محدود تھے۔ اور اُن سے تجاوز کرنا ان پر شاق گذرتا تھا۔ اور وہ براہمو سماج کو ہندو سوسائٹی کا نمونہ بنانا چاہتے تھے۔ اور ہندوستان ہی کے شاستروں کے ذریعہ سے لوگوں کو گیان دینا چاہتے تھے۔ برخلاف اس کے کیشب چندر سین ایک نئے خیالات کے آدمی تھے۔ ان کے خیالات روز بروز ترقی کرتے جاتے تھے۔ براہمو سماج کو وہ عام لوگوں کے لئے عالم گیر دھرم سمجھتے تھے۔ انکے نزدیک اس میں ہر شخص شامل ہوسکتا تھا اور وہ ہر ملک وقوم کے شاستروں سے روشنی لینا چاہتے تھے۔ سوشل ریفارم کے بارہ میں ان کے خیالات بہت درجہ کے آزاد تھے۔ اس لئے مجبوراً انہیں اپنی علیحدہ سماج قائم کرنی پڑی۔ دیکھو سوانح عمری کیشب چندر سین مرتبہ لالہ رگھو ناتھ سہائے صفحہ ۵۲

اگرچہ ان الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کیشب چندر سین کا منشا برہمو سماج کو ہندو سوسائٹی کا نمونہ بنانے کا نہ تھا لیکن ان کا اپنے پیروؤں کے لئے اس علیحدہ مذہب کے ہندوؤں سے ظاہرا امتیازی نشانات قائم نہ کرنا ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ ہندو کہلانے اور انہی میں شمار کئے جانے سے باز بھی نہ رہ سکے تھے۔ بہرحال ان الفاظ سے اتنا تو معلوم ہوگیا۔ کہ عقائد اور اصولوں کے لحاظ سے وہ ہندوؤں سے بالکل علیحدہ تھے۔ اور یہی عقائد قائم کرنا ان کا اصلاحی کام تھا۔ جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے بھی لوگوں کا رجحان سائنس اور فلسفہ کی طرف دیکھکر اس غلط مذاق کو درست کرنے یا ہندو دھرم کو اسکے مطابق ثابت کرنے کے بجائے الٹا لوگوں کے اس غلط مذاق کی پیروی کی۔ اور اس طرح سے نہ صرف اپنے قدیم مذہب بلکہ کل مذاہب کی حجامت کرنی شروع کردی۔ یعنی جو باتیں انہیں اپنے مذاق کے مطابق ملیں۔ انکو انہوں نے لے لیا۔ اور باقی کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ

ایک مصلح کا یہ پہلا فرض ہے کہ وہ لوگوں کے مذاق اور خیالات کو درست کرے۔ نہ کہ الٹا اس کی پیروی شروع کردے۔

. . . .

اس موقعہ پر یہ سوال بیجا نہ ہوگا کہ کیا وہ جاہلانہ رسوم ہندوؤں کے اپنے دماغوں کا نتیجہ تھیں۔ اور کیا ہندوؤں کی کتب مقدسہ ان رسوم کی مؤید نہیں۔ کیا وید میں بت پرستی کی تعلیم نہیں دی گئی۔ کیا ہندو شاستروں میں ستی کا حکم نہیں۔ کیا پرانوں میں تینتیس کروڑ دیوتاؤں کی مہما نہیں گائی گئی۔ پھر کیا قصور ان پرانے خیالات کے ہندوؤں کا جو آبائی مذہب کے باعث اسی تعلیم پر کاربند تھے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تعلیم صحیح نہیں اور اس لئے اس پر چلنے والے پرانے خیالات کے ہندو بھی صحیح راستہ پر نہیں لیکن دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ یہ لوگ جو اپنی قوم کے لئے مصلح بنکر آئے۔ اور انہوں نے اپنے زعم میں ہندو کمیونٹی کی اصلاح بھی کی۔ صحیح راہ پر چلے ہرگز نہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یا تو علی الاعلان ان پرانے عقائد اور رسوم سے بیزاری ظاہر کرنے کے بعد ہندو قوم سے بالکل الگ ہو جاتے۔ اور بصورت دیگر یا تو انہی پرانی رسوم کو دیانندجی کی طرح موجودہ مذاق اور سائنس و فلسفہ کے مطابق ثابت کرتے۔ اور یا لوگوں کے مذاق کو درست کرکے ان کے مطابق بناتے۔ لیکن اسکے برخلاف برہمو سماج کے لیڈروں نے لوگوں کے مذاق اور علوم مروجہ کی پیروی میں قدیم ہندوانہ رسوم کو بھی ترک کیا۔ اور ۱۸۷۲ء میں میرج ایکٹ بھی پاس کرایا جس کے رو سے انہیں ہندو دھرم کے بالکل برخلاف ذاتیات کی قید کے بغیر شادی کرنے کی اجازت ہوئی۔ لیکن پھر بھی وہ ہندو کے ہندو ہی رہے۔

ایک اور بڑا نقص جو مجھے اس گروہ میں دکھائی دیتا ہے وہ ان کا خدا تعالیٰ کی ہستی کے متعلق اعتقاد ہے۔ جو اسقدر متزلزل ہے۔ کہ اسکی موجودگی میں کوئی روحانیت کے اعلےٰ درجہ تک پہنچ نہیں سکتا۔ ان کے عقائد سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نسبت ان کا کوئی پختہ اعتقاد اور یقین نہیں۔ ہاں یہ اس کائنات عالم اور اسکے انتظام کو دیکھکر اتنا یقین کرتے ہیں کہ اس کا کوئی صانع

ہونا چاہئے - لیکن چونکہ ان کی عقل اور سائنس و فلسفہ نے جو سراسر ناقص ہے - اس سے آگے ان کی رہبری نہیں کی - اور انہیں خدا سے ملنا نصیب نہیں ہوا - اسلئے ان کا کسی اعلےٰ ہستی پر کوئی یقینی ایمان نہیں بلکہ وہ صرف اپنے کانشنس (ضمیر) کو ہی رہبر کامل خیال کرتے اور اسی تحریک کو اس الہام سے تعبیر کرتے ہیں - جو ہمیشہ خدا رسیدہ لوگوں اور نبیوں اور ولیوں کو ہوتا رہا - اس کے متعلق میں یہاں اس ناقص عقیدہ کو صرف بیان کر دینا ہی کافی خیال کرتا ہوں - اور اسکے نقائص کو میں آگے چلکر حضرت مرزا صاحبؑ کے باب میں بتلاؤں گا - ہاں مجھے لیڈران برہمو سماج کے متعلق یہ بتلا دینا بھی نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے - کہ انہوں نے اپنے اصلاحی کاموں کو ایک ایسے برے طریقہ سے رواج دیا - جو کہ اخلاق عامہ کے لحاظ سے سخت مضر ہے - انہوں نے ناٹکوں جیسے مخرب اخلاق تماشے نہ صرف خود دیکھے بلکہ خود کر کے دکھائے - وہ رات دن گانے بجانے میں مصروف رہا کرتے تھے - اور ان باتوں کو بھی انہوں نے ہندو کمیونٹی کی اصلاح کا ایک طریقہ سمجھ رکھا تھا - مہاتما کیشب چندر سین کے حالات زندگی تو خاص طور پر ایسے ہی . . . . . کاموں سے بھرپور ہیں - اور اسی پر آج بھی برہمو سماج کا عملدرآمد ہے - ان تمام باتوں سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے - کہ در اصل یہ سب کچھ نئی روشنی اور سائنس و فلسفہ کی اندھا دھند تقلید ہے - جو کہ بوجہ انسانی عقل کا نتیجہ ہونے کے وقتاً فوقتاً بدلتی رہتی ہے - اور اس لئے یہ نیا مذہب کسی مضبوط بنیاد پر قائم نہیں - اور ہر وقت زمانہ کی روش کے ساتھ ہی اس کے بھی مٹ جانے کا خطرہ ہے ۞ (باقی دارد)

ہمیشہ کی زندگی

روحانیت اور مادیت کا فرق

مس میری کوریلی کے خیالات

انگلستان بلکہ کل یورپ اور امریکہ کی نہایت نامور آرٹ نگار و فاش گو مصنفہ مس میری کوریلی نے حال میں "آئندہ زندگی" کے مبحث پر لیکچر دیا ہے - جس میں اس نے مادیت کی تردید اور روحانیت کی تائید نہایت شدومد کے ساتھ کی ہے - گو یہ خیالات اسلام کے لئے نئے نہیں - اور نہ اس کے نزدیک جامع و بالغ ہیں - تاہم ان سے ثابت ہوتا ہے - کہ کس طرح اب مادیت فطرت کی جانب آرہی ہے - آج انتہا امید ہے - کہ کل ان شاء اللہ تعالےٰ اس سے زیادہ اور بہت زیادہ ہوگا - مس میری کوریلی کے لیکچر کا ہم مختصر خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں :-

روح ہی اصلی چیز ہے

اس نے کہا کہ میں پورے زور کے ساتھ آپ کے دل پر نقش کرنا چاہتی ہوں - کہ اس عالم میں روح سے بڑھکر کوئی شے زیادہ حقیقی نہیں - جو ہم سب کے اندر موجود ہے - روح وہ چیز ہے - جو کہ در اصل خود تم ہو - اور جو ہمیشہ خود تم ہی رہو گے - اور کبھی فنا ہوگی جسم کی اول چمکدار تجلی سے لیکر تمام جسمانی تخیلیاں اسی نے جمع کی ہیں - اس کی ایک شکل ہے - اور ایک دماغ ہے - جو اس مادی شکل اور دماغ سے جس کا آپ کو علم ہے - بالکل جداگانہ چیز ہے - اور وہ آپ کی جسمانی کل کو اپنے آلہ کی طرح عارضی طور پر استعمال کرتی ہے - کرنل اسکاٹ کا قول ہے کہ مغربی لوگوں نے اپنی روح کو مادیت میں تبدیل کر دیا ہے - اس میں ذرا شک نہیں - کہ اہل مغرب مادیت میں اس قدر منہمک ہو گئے ہیں - کہ اپنی روح کو کھوکر بھدہ مادہ کی صورت اختیار کرلی ہے - جنگ اور ڈپلومیسی اور روحانیت ایک جگہ اکٹھی نہیں رہ سکتی ہیں ۞

مادہ پرستوں کی مشکلات

مسٹر اسٹیڈ ایڈیٹر ریویو آف ریویوز ایک روحانی شخص تھا اور جولیا نامی ایک روح کو اپنا رہنما بتاتا تھا - مسٹر اسٹیڈ کا خیال تھا کہ جولیا نے ایک مرتبہ مسٹر اسٹیڈ کے ہاتھ سے لکھوایا - کہ مجھے اس بات کا بڑا فکر ہے کہ مادہ پرست لوگ جب مرنے کے بعد روحانی دنیا میں آئیں گے - تو انہیں اپنی روح نقش کرنے میں بڑی مشکل پیش آئے گی - جو لوگ حکومت یا دولت کے بڑے شائق ہیں - اور اپنی خواہشات کے غلام ہیں - اور اس دنیا کی فانی لذائذ میں گرفتار ہیں - ان کو اس خاکی جسم سے جدا ہونے کے بعد تکلیف ہوتی ہے صدہا سال کے بعد انہیں پتہ لگا ہے - کہ وہ روح رکھتے ہیں جسے اللہ تعالےٰ نے انہیں ایک اعلےٰ مقصد کے لئے عطا کیا تھا نہ اس لئے کہ وہ حیوان مطلق بن جائیں اس بات پر غور سے خیال کرو - جس سے اس بات کا ثبوت ملیگا - کہ روحانی زندگی کو ہی بقائے دوام ہے[۵۲]"

کائنات میں کوئی شے ضائع نہیں ہوتی جو خاک کا ایک ذرہ یا پانی کا ایک قطرہ تک بھی کم نہیں ہوتا - ہر ایک سائنسدان اس بات کی تصدیق کرتا ہے - جب یہ صورت ہے تو کیا یہ فرض کر لینا درست ہے کہ انسان کے خیالات اور امیدیں خاک و آب کے ذروں کے برابر بھی نہیں ہیں - اور یہ زندگی صرف اس بات کا نام ہے کہ کھانے اور خرچ کرنے کو کافی مل جائے - اور ساٹھ ستر سال تک زندہ رہکر ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے -

تقدیر اپنے ہاتھ ہے

مضبوط ارادہ کے ساتھ روحانی طور پر ہم سب کچھ بن سکتے ہیں - ہم اگر چاہیں - تو ملائک سے بڑھ سکتے ہیں - اور اگر چاہیں - تو خود غرض اور محض کھانے پینے کی کل یعنی جانوروں کی مانند - ہماری تقدیر بہت کچھ ہمارے اختیار میں ہے - انسان خواہ فرشتہ بن جائے - یا وحشی حیوان - عجیب بات یہ ہے کہ انسانوں کی بڑی تعداد کو آخر الذکر زندگی زیادہ مرغوب ہے - حیرانی ہے کہ یورپ جو زمانہ حال کی تہذیب اور شائستگی کا مرکز بن چکا اور اب روحانی حیثیت سے جہنم کا نمونہ بن رہا ہے کیونکہ ایک خود غرض قوم نے خدا کو بھولکر روحانی قوانین کو پاؤں کے نیچے کچل ڈالا ہے اور اپنی خود غرضانہ خواہشات کی سیری کرنا چاہتا ہے - آجکل جبکہ ایک مہیب جنگ (جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی) دنیا کو ہلا رہی ہے - کیا ہم اس کے سزاوار نہ تھے -؟ کیا قوموں نے الٰہی قوانین کی متابعت کی؟ کیا ان میں سے بعض نے خدا کی ہستی سے انکار نہیں کیا؟ - اور ملحدوں کو علم ادب اور اخبارات پر قابض ہونے کی اجازت نہیں دی - آخر ہم نے ہمیشہ کی زندگی پر یقین رکھنے کے ثبوت میں کیا کیا ہے؟ اور کس طریقہ سے ہم نے ظاہر کیا ہے - کہ ہم روح کو غیر فانی خیال کرتے ہیں - اس کے طویل زمانہ میں جبکہ خدا کے بے شمار فضل ہم پر ہوتے تھے جنکے ہم مستحق نہ تھے - ہم خود پرستی کرتے رہے ہم صرف کھانے اور کپڑے اور دل بہلانے کی فکر میں لگے رہے - یعنی ہمیشہ مادہ میں پھنسے رہے - اور روحانیت سے بے پروا - جس کا نتیجہ بے چینی اور بے اطمینانی پیدا ہوا - ہم ہمیشہ سوچتے رہے - کہ ہمارے پاس اپنی ضرورتوں کے لئے روپیہ کافی نہیں ہے - ہمیشہ نئے فیشن یا مرتبہ یا دولت و حکومت اور دل خوش کن سامان کی تلاش میں رہے یعنی مادہ میں لپٹے رہے اور اس طرح سے آزادی کا بیجا استعمال کیا - لیکن آئندہ کے لئے ہمیں

---

[۵۱] خدا نہ کرے کہ ایسی روحانیت کسی کو نصیب ہو۔

[۵۲] اے کاش مسٹر اسٹیڈ کا ان باتوں پر عمل ہی ہوتا

جملہ احباب کے لئے قابلِ غور مسئلہ

اب جبکہ اشاعت اسلام کا سالانہ جلسہ قریب آرہا ہے۔ ایک خاص امر کی طرف احباب کی توجہ کرانی ضروری ہے۔ پیشتر اس کے کہ آپ لاہور تشریف لائیں اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر غور فرما کر کوئی نتیجہ مترتب کر کے انجمن میں اس مسئلہ کو پیش کریں۔ اور وہ یہ ہے کہ اشاعت اسلام کا کام کسی خاص شہر یا صوبہ کیساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ ایک ایسا عظیم الشان اہم کام ہے۔ جو روئے زمین کے جملہ مقامات سے تعلق رکھتا ہے۔ ہماری موجودہ ابتدائی حالت ایسی ہے کہ ہم اپنی پہنچ تک اس کام کو بخوبی سرانجام دے سکینگے بشرطیکہ وہ احباب جنہوں نے اشاعت اسلام کے کام میں ہمیں امداد دینے کا بیڑہ اٹھالیا ہے۔ اور وہ اس بارہ میں کسی مخالف کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے۔ ہمیں ہر طرح امداد دینے سے پہلوتہی نہ کریں۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ہندوستان کے قریباً تمام بڑے بڑے مرکزوں میں پھر کر قابل طبیعتوں میں اشاعت اسلام کی ایک خاص تحریک پیدا کر دی ہے۔ اور قریباً ہر جگہ ایسے بزرگوار موجود ہو گئے ہیں جو ہر طرح اس کام میں امداد دینے کو تیار ہوں گے۔

جناب خواجہ صاحب جلد یا بدیر ولایت کے مشن کا کام سنبھالنے کے لئے واپس انگلستان تشریف لے جاوینگے۔ اب جو تحریک وہ پیدا کر چلے ہیں۔ اس کا زندہ رکھنا اور اسے بڑھانے جانا ہمارا فرض اولین ہونا چاہیے۔ اور وہ اس طرح سے ہو سکتا ہے۔ کہ ہم ہر سال کرسمس کی رخصتوں میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں "اشاعت اسلام کانفرنس" کیا کریں جہاں ہندوستان کے جملہ ہمدردان اشاعت اسلام جمع ہو کر مرکزی انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کے بزرگوں کو اپنی قیمتی راؤں اور روپیہ سے امداد دیں۔ اس کا ایک فائدہ تو ظاہر ہے کہ جناب خواجہ صاحب کی تحریک زندہ رہیگی دوسرا ہندوستان میں اشاعت اسلام کا سوال حل ہونے میں مدد ملیگی۔ یعنی مرکزی انجمن کے بزرگ مختلف علاقوں میں سالانہ جلسہ کے ایام میں ہر سال وہاں کے مسلمانوں کے حالات اور اشاعت اسلام کے ذرائع اپنی آنکھوں دیکھکر اس کا آئندہ انتظام سوچ سکیں گے۔ ورنہ موجودہ جمودی حالت جو مسلمانوں کی ہے وہ اس بارہ میں مدد نہیں دے سکتی کہ کسی بزرگ کو اپنے علاقہ کے حقیقی حالات معلوم کرنے اور غیر اقوام میں اشاعت اسلام کرنے کیلئے ذرائع معلوم کرنے کا ذرا شوق نہیں۔ اس لئے جن بزرگوں کے دلوں میں اشاعت اسلام کا حقیقی درد ہے وہ اس سالانہ اجتماع کے ذریعہ سے کل حالات معلوم کر کے قوم کے سامنے مناسب تجاویز پیش کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر یہ تجویز ہماری مرکزی انجمن منظور کرے۔ تو بزرگان بنگال۔ ممالک متحدہ۔ بمبئی۔ حیدر آباد دکن۔ یا پنجاب اشاعت اسلام کانفرنس کے پہلے جلسہ کو کسی اپنے شہر میں مدعو کرنے سے دریغ نہ کرینگے۔ ہمارا اگل سالانہ جلسہ کسی اور تاریخ پر کیا جاسکتا ہے۔

جملہ احباب اپنی آراء اس سالانہ جلسہ پر اس بارہ میں پیش کر کے اسکا فیصلہ کریں۔ والسلام۔ (خاکسار محمد منظور الٰہی لاہور)

عید لقرشمالی فرانس میں

"ٹائمز آف انڈیا" کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ:۔
ہمارے مسلمان سپاہیوں نے اپنا بقر عید کا تیوہار شمالی فرانس میں ۲۰ر اکتوبر کو منایا۔ اس روز بریگیڈیر جنرل کے حکم سے عام تعطیل کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ نماز وغیرہ کا انتظام کپتان شاہ میرزا بیگ (حیدر آباد امپیریل سروس فوج)، جو آجکل جنرل رولشن کے اسٹاف میں ہے۔ اور جو پولو میں مشہور ترین چوگان باز ہیں۔ اور جو پہلے ہندوستانی ہیں جو یورپین سپاہ کے اسٹاف میں داخل کئے گئے ہیں۔ نماز میں ۴۰۰ کے قریب افسر اور سپاہی شریک تھے۔ جن میں ہیڈ کوارٹر اسٹاف اور دکن اور پونا بنارس کے دو اسکواڈوں میں شامل تھے۔ نماز ایک فرانسیسی گاؤں کے باہر سبزہ زار پر ہوئی۔ آبادی سے تماشائی جوق جوق آکر جمع ہوئے تھے۔ اور ان پر اس نظارہ کا بیحد اثر ہوا تھا۔ انہوں نے اس سے قبل ایسا منظر کبھی نہ دیکھا تھا۔ جس کو بہت پسند کرنے کے علاوہ انہوں نے یہ بھی محسوس کیا کہ نمازی پورے حضور قلب کے ساتھ عبادت میں مصروف ہیں۔ رسالدار حافظ عبدالغنی خان نے نماز پڑھائی۔ بعد نماز کپتان شاہ مرزا بیگ نے ایک مختصر تقریر کی جس کا خلاصہ نقل کرنے کے لائق ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ آج کا روز علیہا برکت والا ہے اس کا حال ہر اس شخص کو معلوم ہے۔ جسکا دل نور ایمان سے منور ہے۔ اس لئے ہمیں ایک دل اور ایک زبان ہو کر خداتعالےٰ کے حضور میں نہایت عجز و نیاز کے ساتھ دعا کرنی چاہیے کہ وہ اپنی رحمت سے ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور ہمیں اپنا کام عزت اور کامیابی کے ساتھ ختم کر کے اپنے گھروں کو خیریت کے ساتھ واپس لے جائے۔ ہمیں چاہیے کہ جبکہ ہم سات سمندر پار اپنے بادشاہ سلامت کی جانثاری کے لئے آئے ہیں۔ تو اپنا فرض سچے دل سے ادا کریں۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم ایک ایسی سلطنت کے لئے لڑ رہے ہیں جس کے انصاف کی دھوم مشرق سے مغرب تک ہے۔ ہمیں چاہیے کہ مردانگی کے ساتھ صبر و استقلال کو بھی کام میں لائیں جو مسلمانوں کی خاص خصوصیت ہے۔

پنجاب پریس ایسوسی ایشن لاہور کا جلسہ

۷ر دسمبر کی شام کو ۴ بجے دفتر اخبار وطن میں بصدارت ملک برکت علی صاحب ایم اے ایڈیٹر آبزرور منعقد ہوا جس میں حاضرین کی ایک معقول تعداد تھی۔ جلسہ میں بالاتفاق رائے مندرجہ ذیل رزولیوشن پاس ہوئے۔

(۱) پنجاب پریس ایسوسی ایشن حضور وائسرائے کے پنجاب میں تشریف لانے پر دلی مسرت سے خیر مقدم کر کے امید کرتی ہے۔ کہ حضور پنجاب کی وفاداری اور عقیدت کا دیرپا نقش اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

(۲) چند سال سے جو انتہائی قیود ہندوستان کے اخبارات پر عائد ہیں انکو مدنظر رکھتے ہوئے یہ جلسہ آل انڈیا پریس کانفرنس کی تجویز کا خیر مقدم کرتے ہوئے چاہتا ہے کہ پریس کے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک مستقل آل انڈیا پریس ایسوسی ایشن قایم ہو۔

(۳) چونکہ اخبار اینڈ کو نے حال میں بیجد قدر سے سرگرمی کا اظہار کیا ہے لہٰذا اصل پنجاب پریس ایسوسی ایشن کا یہ جلسہ پبلک کو آگاہ کرنا چاہتا ہے۔ کہ وہ ہر دو ایسوسی ایشنوں کو ممیز کرنے میں مغالطہ نہ کرے۔

(۴) پنجاب پریس ایسوسی ایشن کا یہ جلسہ پنجاب ایروپلین فنڈ کے متعلق پنجاب کے فیاضانہ و دیگر پرجوش خیر مقدم پر اظہار مسرت کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ پنجاب اپنی روایات کو بلحاظ سلطنت کے شجاع اور وفادار ترین صوبہ ثابت کرکے قائم رکھیگا۔

(۵) پنجاب پریس ایسوسی ایشن کا یہ جلسہ اس مجرمانہ بے احتیاطی پر بیحد اظہار افسوس کرتا ہے جس نے ۱۸ر نومبر کے ریوٹر کے ٹیلیگرام کا

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے حمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ضمیمہ اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۳ - مورخہ ۱۴ / دسمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۶۶

موجودہ اختلافات میں محمودیوں کا طرز عمل

لارڈ مارلے کے نام نامی سے غالباً ہمارے ناظرین بخوبی واقف ہوں گے۔ آپ بہت تھوڑا عرصہ ہوا۔ انگلستان کی وزارت عظمٰی کے منصب جلیلہ پر فائز تھے۔ اسکے ساتھ ہی ایک اعلٰے درجہ کے انشا پرداز اور ادیب ہونے کے باعث ادبی دنیا میں بھی آپ ایک خاص شہرت رکھتے ہیں۔ آپ کسی زمانہ میں اخبار نویس بھی رہ چکے ہیں۔ اور شاید یہی وجہ ہے۔ کہ انگلستان میں اخبار نویسوں کی ایک عالمگیر کانفرنس میں جسکو منعقد ہوئے صرف پانچسال کا عرصہ منقضی ہوا ہے۔ آپکو پریزیڈنٹ منتخب کیا گیا۔ آپ نے اس کانفرنس میں جو پریزیڈنشل تقریر کی اس کے چند ایک فقرات کو اس وجہ سے یہاں نقل کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ مضمون ہذا میں جس موضوع پر میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اسکو ان فقرات کے ساتھ ایک تعلق دکھائی دیتا ہے

لارڈ موصوف نے بیان فرمایا۔ کہ جن دنوں میں اخبار نویسی کا کام کرتا تھا۔ ایک نوجوان سا لڑکا میرے پاس آیا۔ اور اس نے ملازمت کی خواہش کی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ کسی خاص بات میں خاص طور پر بھی دسترس رکھتے ہو؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ دشنام دہی میں۔ میں نے پوچھا اس کی بھی کوئی خاص طرز؟ جواب دیا عام طور پر گالیاں دینے میں۔ لارڈ موصوف کہتے ہیں۔ میرے پاس تو خیر اس نے کیا کام کرنا تھا۔ ہاں میرا خیال ہے۔ کہ اس زمانہ میں وہ ضرور کہیں نہ کہیں نوکر ہو گیا ہوگا۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اندرونی اختلافات کو کھلے طور پر رونما ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح جناب مولینا مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات سے لیکر آجتک ایک برس اور نو ماہ کا عرصہ منقضی ہو چکا ہے۔ اس نہایت قلیل مدت میں جو شاید کسی قوم کی ہسٹری کسی شمار میں آنے کے قابل نہیں۔ احمدی قوم میں جو جو کچھ انقلابات دیکھے۔ اور جن جن واقعات نے اس کی قومی خصوصیات کو ان چند ایام میں ملیا میٹ کر دیا۔ انکا تعلق بھی بہت حد تک اسی قسم کے چند اشخاص سے ہے۔ جس قسم کا وہ انگریز نوجوان تھا۔ جسکا ذکر لارڈ مارلے نے کیا۔ ہاں اس قدر فرق ضرور ہے۔ کہ ان لوگوں کو دشنام دہی کی ایک خاص طرز بھی یاد ہے۔ جو اس نوجوان انگریز کو معلوم نہ تھی۔ ذرا الفضل۔ الحکم الحق۔ تشحیذ۔ ریویو۔ فاروق۔ اور اس کے ساتھ میاں صاحب کی اپنی کتب اور رسالجات کو جا کر پڑھو۔ اور انہیں یکجائی نظر سے دیکھو تمہیں سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگین نظر آئینگے۔ فاسق۔ منافق۔ ابلیس۔ شیطان یزیدی۔ اصحاب الفیل۔ اور کیا کیا کچھ ہے۔ جو ہمیں بنایا نہیں گیا۔ ابھی میاں صاحب کو گدی پر بیٹھے پورا ایک ماہ بھی نہیں گذرتا کہ وہ ایک ٹریکٹ "کون ہے۔ جو خدا کے کام کو روک سکے" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔ اور اس میں اپنے آپ کو آدم اور ہمیں ابلیس قرار دیتے ہیں۔ اس سے پہلے کے فتوے فسق کو میں نے اس لئے نظر انداز کر دیا ہے۔ کہ اسکا گھڑنے والا ایک ایسا انسان ہے جنہیں میں اس بارہ میں معذور سمجھتا ہوں۔ اور انکے اس بڑھاپے اور بیماری کے عالم میں میں نہیں چاہتا۔ کہ انکی ناکردنی کرتوت (اعمال) کو یاد دلاؤں لیکن ہاں اس فتوے پر بھی سب سے پہلے میاں صاحب نے ہی مہر ثبت کی۔ اور مسیح موعود کے مخلص خدام کو ابلیس اور فاسق کے خطابات دیکر سلسلہ کی تخریب میں سب سے بڑھ کر حصّہ لیا۔ اسی دوران میں میاں صاحب ایک جمعہ کا خطبہ پڑھتے ہیں اور اس میں بھی ان ناشدنی حرکات سے باز نہ رہکر حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے بعض خطوں میں مسیح موعود کو (نعوذ باللہ) حرام خور لکھا تھا۔ ان سے ان خطوط کا مطالبہ کیا جاتا ہے لیکن ایک مدت تک کوئی جواب نہیں ملتا۔ آخر بار بار کے مطالبہ کے بعد کبھی تو یہ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ خطبہ نویس کی غلطی تھی۔ میاں صاحب نے یہ کہا تھا۔ کہ مولوی صاحب (حضرت امیر ایدہ) نے خواجہ صاحب کو خط لکھا تھا۔ کبھی اس کی یہ تاویل کی جاتی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے کسی ایسے خط کا ذکر کیا تھا۔ یہ نہیں معلوم۔ کہ آیا یہ کہا تھا کہ خواجہ صاحبکو خط لکھا گیا ہے۔ یا کہ خود آنحضورکو۔ گویا ایسی ہلکی اور نادرست بات پر میاں صاحب خطبہ جمعہ میں بڑی تحدی سے یقین دلاتے اور یہ کہکر کہ کیا وہ اپنے خطوط سے انکار کر سکتے ہیں"۔ جماعت کو حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کیطرف سے بدظن کرتے ہیں۔ پھر اسی پر بس نہیں۔ دسمبر ۱۹۱۴ء میں ایک اور فتوے ہمپر دیا جاتا ہے۔ جس میں ہمیں پھر ابلیس کے نام سے یاد کرکے ہمارے ساتھ مواکلت۔ مجالست اور موانست وغیرہ حرام ٹھہرایا جاتا۔ اور ہمیں ایک ذرا سی وقفہ میں بست سالہ نیکیوں کو داغدار کر دینے والے بتایا جاتا ہے۔ یہ فتوے اگرچہ میاں صاحب نے خود نہ لکھا تھا۔ اور اسی لئے ہم نے بھی ایک وقت تک اسے چنداں قابل وقعت نہ سمجھا۔ لیکن میاں صاحب نے اس پر بھی صاد کی۔ اور القول الفصل میں ہمیں اسی سلوک کا مستحق ٹھیرایا۔ اور خود خدا کے ہاتھ میں ایک کند تلوار بنکر ہمارے قتل کی ترغیب دلائی پھر انہوں نے خطبہ جمعہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ کو نعوذ باللہ حرام خور ٹھہرایا۔ اور اپنی سات سالہ حلال خوری کو نظر انداز کر دیا۔ آہ۔ میں کہاں تک گنتا چلا جاؤں۔ وہ کونسا ایسا فتوے باقی رہ گیا ہے۔ جو ہمپر نہیں دیا گیا۔ اور وہ کونسی ایسی سزا ہے جس کا مستوجب ہمیں سمجھا نہ گیا زندگی میں ان لوگوں نے ہمپر لعنتیں برسائیں اور موت کے آنے سے پیشتر ہی ہماری جائے مدفن کو بھی آلودوں کا مقبرہ کہکر اپنی خباثت کا ثبوت دیا۔ لیکن کیا اب ان باتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اور احمدی قوم کی تاریخ کے یہ نہایت ہی بدبودار اوراق پلٹائے جا چکے ہیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہو لیکن ابھی تک تو ہمیں ان ناشدنی حرکات کا سدباب ہوتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ آئے دن لمبے لمبے مضامین ہیں ہمیں دشمنان دین اور دشمن مسیح موعود ثابت کرنے کے لئے لکھے جاتے ہیں۔ اور ہمیں "دشمن بلباس دوستی" قرار دیکر قوم کو متنبہ کیا جاتا اور ہم سے پرہیز کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ اس کے لئے چنداں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ صرف ۲ دسمبر کے الفضل کا وہ مضمون دیکھ لینا کافی ہے۔ جو بعنوان "دشمن بلباس دوستی" ہماری مفروضہ خفیہ چالوں سے جماعت کو ڈراتا اور ہماری باتوں پر تلبیس ابلیس کا فتوے صادر کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس مضمون کے لکھنے والے کی ان ناقدرشناسانہ حرکات پر قوم کو توجہ دلاؤں اور خود اُسے ایاز قدر خود بشناس کا مقولہ یاد دلا کر اسکے حالات اصلی کو آشکارا کروں۔ بلکہ مجھے تو یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ کس شد و مد سے ہمیں گالیاں دینے اور لوگوں کو ہماری باتوں کے سننے سے روکنے کا ٹھیکہ آج ان لوگوں نے لے رکھا ہے۔ جو اپنے آپ کو مسیح موعود کی جماعت

میں شمار کرتے - اور صحابہ کرام رضی کے مثیل بنے بیٹھے ہیں -

احمدی دوستو! کیا یہی وہ تعلیم ہے - جو حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ و السلام نے تمہیں دی تھی - کیا خدام مسیح موعودؑ کو بدنام کرنا اور انہیں ابلیس اور قرین بد قرار دیکر "زنہار از قرین بد زنہار" کے عنوان جمانا ہی وہ خصائل دینیہ ہیں - جو اس پاک اور برگزیدہ انسان سے جو مسیح موعودؑ کے منصب پر مامور کیا گیا - تمنے سیکھیں - نہیں اور ہرگز نہیں - اُس نے ہرگز تمہیں یہ تعلیم نہیں دی - بلکہ یہ محض ان فاسد اعتقادات کا نتیجہ ہے جو ایک غیر مامور کی اطاعت کرکے اور اُسے معصوم عن الخطا مانکر تم نے تجویز کئے - اور مسیح موعودؑ پر نبوت کاملہ کا دعوے کرنے اور غیر احمدی مسلمانوں کو کافر کہنے کا الزام دیا - آہ - اپنی ان بدکرتوتوں پر تو کوئی دھیان نہیں - اور ان ابلیسانہ حرکات پر لاحول پڑھنے والوں اور انکی تردید کرنے والے برگزیدہ انسانوں کو بمصداق المرء یقیس علی نفسہ شیطان کہا جاتا ہے - افسوس تمہاری اس حالت پر جو اُس بیمار کی طرح ہے جسکو مرض اندر ہی اندر کھا رہی ہے - اور وہ اپنے آپ کو چنگا بھلا سمجھتا اور اُلٹا ڈاکٹروں کو بیمار بتاتا ہے - میں حیران ہوں کہ ایک طرف تو میاں صاحب بعض مخالفین کے منہ پر ہمیں احمدی اور نیک بھی کہدیتے ہیں - اور ہم پر سوائے بغاوت کے کوئی فتوے لگانا پسند کرتے - (دیکھو تشحیذ بابت ماہ نومبر ۱۹۱۵ء میں میاں صاحب کی گفتگو ایک شیعہ کے ساتھ) اور دوسری طرف خود بھی وقتاً فوقتاً اور اپنے مریدین کے ذریعہ بھی شیطان اور ابلیس تک کہنے سے فرق نہیں کرتے -

الغرض یہ وہ طرز عمل ہے - جو اس ڈیڑھ سالہ مدت میں ہمارے ساتھ برتا گیا - جسے دیکھکر اور پھر دوسری طرف اپنے دوستوں کے اس دلی درد کو مدنظر رکھکر جو ان باتوں سے اُنہیں پیدا ہوتا ہے - بے اختیار منہ سے نکلتا ہے - کہ ؎

در کوئے نیکنامی مارا گذر نہ دادند
گر تو نمے پسندی تغییر کن قضارا

ہمیں نے جماعت محمودیہ کی گذشتہ ڈیڑھ سالہ کارروائیوں پر یہ تبصرہ اسلئے لکھنا ضروری سمجھا - کہ جماعت کے بعض نیک نفس بزرگوار ہم سے یہ اقرار لینا چاہتے ہیں - کہ ہم آئیندہ - ۱۵ ردسمبر کے بعد ذاتی معرکہ آرائیوں اور فریقانہ بازی و دشنام دہی میں کوئی حصہ نہ لیا کریں - معلوم نہیں - وہ کونسا ذاتی حملہ ہے - جو میاں صاحب اور ان کے مریدین کی ان تمام کرتوتوں کے بالمقابل - جن کا ایک حصہ ہم نے اوپر گنوایا ہے - اور جن سب کا شمار کرنا ایک بہت بڑا وقت اور کافی گنجائش چاہتا ہے - وہ کونسی ایسی ناجائز حرکت ہے - جس سے ہمیں آئیندہ روکا جاتا ہے - لیکن تاہم چونکہ ہمارے بزرگوں کا یہ منشاء ہے - کہ سوائے اصولی مباحث کے اور باتوں کا جواب نہ دیں - اور یہی عہد انہی بزرگوں نے خود میاں صاحب سے بھی لیا ہے - اس لئے ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس ڈیڑھ سال کی زبان درازی کے بعد اب جماعت محمودیہ اپنے پیر کے اس عہد کو کہاں تک نبھاتی ہے - ہم نے تو پہلے بھی گالیوں کا جواب دینا پسند نہیں کیا - اور حتی الوسع اپنے جذبات کو قابو میں رکھکر مسائل متنازعہ پر ہی لکھا - جو کچھ لکھا - اور اگر کسی نے کچھ لکھا تو محض ایسی معذوری کے ماتحت - کہ لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم - اس لئے آئیندہ اس عہد پر عامل ہونا ہمارے لئے چنداں مشکل نہیں - ہاں ہم دیکھیں گے - کہ بات بات پر فاسق و مرتد کہنے اور جماعت کو ہماری طرف سے بدظن کرنے کے لئے ہمیں ابلیس قرار دینے والے اشخاص کہاں تک اس عہد کی پابندی اختیار کرتے ہیں - و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد -

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است

حضرت خواجہ صاحب کی کامیابی اور فارق کی تلملاہٹ

اوپر کے مضمون میں ہمنے اُن چند ایک گالیوں کو گنتے ہوئے جو محمودیوں نے بزرگان سلسلہ کو دیں اور دے رہے ہیں - یہ بھی بتایا ہے کہ ہمیں اصحاب الفیل کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے اس کی حقیقت ذیل کے مضمون سے جو عہد مذکورہ بالا سے بہت دن پیشتر لکھا جا چکا تھا - بخوبی واضح ہو جائیگی ہمنے اس مضمون میں بھی حسب معمول گالیوں کے جواب میں گالی دینے سے پرہیز کیا ہے اور یہی ایک شریف الانسان کے شایاں بھی ہے لیکن جس مغالطہ انگیز افتراپردازی نے ہمیں اس مضمون کے لکھنے پر مجبور کیا اسکا لے طرح انداز اگر کسی سختی کا موجب بھی ہو گیا ہو تو اسے لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم کے ماتحت جائز سمجھا جانا چاہئے - الملتاج کا یہ تمام ضمیمہ اسی لئے جلد شایع کیا گیا ہے کہ اسکی ۱۵ر دسمبر کے بعد شایع ہونیمیں عہد شکنی نہ سمجھی جائے اس عذر خواہی کے بعد اب ذیل میں اس مضمون کو درج کیا جاتا ہے جو عنوان بالا کا اصل موضوع ہے (ایڈیٹر)

مثل مشہور ہے ایک لومڑی نے کہیں انگور کے کچھ خوشے لٹکے ہوئے دیکھے اس کے منہ میں بھی پانی بھر آیا - اور وہ اس بات کے درپے ہوئی کہ کسی طرح وہ اس کے ہاتھ آجائیں بدقسمتی سے وہ خوشے بہت اونچے تھے اور اس لئے وہاں تک اس کی پہنچ نہ ہو سکتی تھی مگر تاہم اس نے کوشش کی اور بہت اُچھل اُچھل کر انھیں حاصل کرنا چاہا - لیکن بے سود آخر جب کسی طرح بھی کامیابی نہوئی اور اس نے اپنی کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تو لاچار اس نے - کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لی کہ یہ انگور کھٹے ہیں - یہی حال آج کل ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیوں کا ہو رہا ہے پہلے خود ہی ایک امر کے لئے کوشش کرتے ہیں بلکہ اس میں کامیاب ہو جانے کی خوابیں بھی دیکھتے ہیں - پھر جب انھیں اس میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اور کوئی دوسرا اپنی پاک خدمات اور للّٰہی کوششوں کے باعث الٰہی فضل کا مورد ہوتا ہے تو یہ بجائے اس پر خوش ہونے کے اور یہ سمجھنے کے کہ یہ ہماری ہی خواب پوری ہوئی ہے اپنے دل کو یوں تسلی دے لیتے ہیں - کہ یہ ان کی آقا فروشی کا نتیجہ ہے - یا یہ فلاں مبرائی کے مرتکب ہونے کی وجہ سے ہوا ہے - اور اب یہ فلاں دشمن اسلام کی مانند ہو گئے ہیں - میاں صاحب نے حیدرآباد کے متعلق خدا جانے کیا خواب دیکھی دیکھتے ہیں کہ کسی احمدی کے وہاں خاص عزت پانے کے متعلق تھی - (واللہ اعلم) کہ جس کی بنا پر تحفۃ الملوک لکھی اور اسے حضور نظام دکن کے پاس خاص طور پر اپنے مریدین بھجوایا - آقا فروشی یا یوں کہنا چاہئے کہ دین فروشی کی حقیقت اگر دیکھنی ہو تو اس ایک کتاب سے نہایت واضح طور پر معلوم ہو سکتی ہے - کیونکہ میاں صاحب نے باوجود حضرت مسیح موعود کو حقیقی نبی قرار دینے اور ان کی نبوت کے نہ ماننے والوں کو کافر سمجھنے کے اس میں ظلی و بروزی یا مجازی نبوت کا بھی (جو آج کل ان کے نزدیک ظلی دہمی اور فرضی کے مترادف ہو رہی ہے) ذکر تک نہ کیا - اور حضرت صاحب کو صرف مجدد ہی ثابت کیا اور اس طرح سے بقول خود آپ کی حیثیت کو کم کرکے دکھایا - ہمنے اس امر پر اس وقت بھی نوٹس لیا اور متعدد اشتہارات

کے ذریعہ میاں صاحب کی اس چالاکی کو نمایاں کیا گیا۔ لیکن بالآخر ان کی اس مذہب فروشی یا یوں کہنا چاہیئے کہ نبوت فروشی کا نتیجہ کیا ہوا وہی جو لومڑی کی مثال میں واضح کیا گیا ہے یعنی ناکامی و نامرادی۔ اب حضرت خواجہ صاحب کے مواعیظ حسنہ سے مستفیض ہونے کے لیئے انھیں نواب [illegible] نواب ولان حیدر آباد نے وہاں بلایا اور ان کی وہ قدر و منزلت کی کہ جو محمودیوں کے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ آئی ہوگی۔ ہاں میاں صاحب نے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہتے ہیں کہ خواب میں ایسا دیکھا تھا اگرچہ ہمیں تو اس پر بھی اعتبار نہیں۔ حضور نظام خلد اللہ ملکہم نے خود حضرت خواجہ صاحب کی عزت و توقیر میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور انھیں دیگر اعزاز و اکرام کا مورد بنانے کے علاوہ ایک خاص جلوس میں ہاتھی پر سوار کر کے اپنے ہمرکاب کیا۔ پھر ایک ہزار روپیہ دینے کے علاوہ دو سو روپیہ ماہانہ کی مستقل امداد کا بھی وعدہ فرمایا۔ لیکن فاروق نمبر ۸ اس پر سخت پیچ و تاب کھاتا ہوا اول الذکر امر پر یہ کہکر اپنے دل کو تسلی دیتا ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کو جب حضرت اقدس نے اس بنا پر جماعت سے خارج کر دیا تھا کہ وہ نجات کے لیئے نبی کریم پر ایمان لانا فرض نہ سمجھتا تھا۔ دوم اس نے حضرت اقدس کا مقابلہ کیا اور کہا کہ آپ کے انکار سے تمام جہان کے مسلمان کافر نہیں ہو سکتے اور غیر مکفروں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے ان دنوں میں حضرت اقدس کو جو الہام ہوا اس میں اصحاب الفیل کا لفظ ہے“ اور اس بنا پر اس نے ان عقائد کو ہماری طرف منسوب کر کے یہ بتایا ہے کہ یہ الہام ایک پیشگوئی کا رنگ رکھتا تھا کہ ”ان خیالات کا ایک گروہ پیدا ہونے والا تھا۔۔۔۔۔۔۔ جس کے بعض افراد کو جسمانی رنگ میں بھی شاہی جلوس کے ساتھ ہاتھیوں پر چڑھنے کا موقع ملتا ہے اور اس طرح بعض کمزوروں کے ابتلاء کا موجب بنتے ہیں“

کیا خوب! یہ حرکات مذبوحی گروہ محمودیہ کی اس دلی کیفیت کو ظاہر کرتی ہیں جو آج کل ان کے لاحق حال ہے۔ ان بیچاروں کی اس ناگفتہ بہ حالت پر ہمیں تو رحم ہی آتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ غصہ میں آکر اپنے ہاتھ ان کو کاٹ کھائیں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

افسوس ان لوگوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ جن وجوہ کو اس بیہودہ نکتہ کا موجب قرار دیکر ہمارے اصحاب الفیل ہونے کی دلیل ٹھہرایا جاتا ہے وہ ہم میں پائی ہی نہیں جاتیں۔ بعض ایسے وجود [illegible]

بعض لوگ کے قائل ہو چکے ہیں مجسم دیکھی نظر میں [illegible] واجب الاطاعت اور مقدس تھے۔ غیر مکفرین کے پیچھے نماز کو جائز قرار دینا یہ [illegible] اور نہ ہی ہم نے ایسا کوئی فتویٰ دیا ہے۔ ہاں حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح جو تمہارے بھی مطاع تھے ذیل کا فتویٰ اپنے قلم سے لکھ کر دے چکے ہیں۔ جس کا عکس بھی شائع ہو چکا ہے۔ وہ فتویٰ یہ ہے :-

”السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

جو لوگ منافق طبع نہیں اور جو لوگ واقعی حسن ظن رکھتے ہیں وہ کسی قدر معذور ہو سکتے ہیں۔ آپ بعد الاستخارہ ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔

والسلام نور الدین ۲۵۔ فروری ۱۹۱۰ء“

پھر یہ بھی ایک ظاہر امر ہے کہ آپ ریاست جموں و کشمیر میں ہاتھیوں پر بھی سوار ہوتے رہے ہیں رہا کفر کا مسئلہ سو وہ خود ہی حل ہو گیا جب آپنے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز جائز قرار دے دی اب بتاؤ تمہارے اس استدلال کے مطابق اس الہام اور پیشگوئی کا مصداق کون ٹھہرا ہم یا حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات) امید ہے کہ اب فاروق اپنی اس حجت پر بھی ہاتھ ملتا ہوا بصد افسوس یہ کہہ کر منہ موڑے گا ؎

ان کی ترشی پہ مجھے رونا آگیا٭ اس سبب دل میرا کھٹا ہوا۔

نجات کے لیئے آنحضرت صلعم کو ماننا نہ ہم نے غیر ضروری قرار دیا ہے اور نہ حضرت مولوی صاحب نے یہ فاروق کا بہتان ہے جو اس نے ہم پر لگایا ہے۔ اور ہم اس کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ہمارا تو صرف یہی اعتقاد ہے کہ ”دنیا جہان کے مسلمان کافر نہیں اور حضرت صاحب حقیقی نبی نہیں“ اور ان دو عقائد کے ساتھ حضرت مولوی صاحب کا ایک تیسرا عقیدہ بھی اوپر نقل کیا جا چکا ہے جس میں انھوں نے بعض غیر احمدیوں کے پیچھے نماز کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ ہم اس کے قائل نہیں ہیں پس اگر ان عقائد والے شخص کو جو خوش قسمتی یا بدقسمتی سے کبھی ہاتھی پر بھی چڑھ چکا ہو تم اصحاب الفیل قرار دیتے ہو تو یہ تمہاری اس برخورداری اور رشد و سعادت کو ظاہر کرتا ہے جو ایک ناخلف مرید اپنے شفیق اُستاد یا پیر بلکہ والد کے ساتھ برت سکتا ہے وتلك اذا قسمة ضيزىٰ

ہاں آپ نے یہ کہکر کہ خواجہ صاحب کو دو سو روپیہ ملنا تو آقا فروشی کا نتیجہ ہے اور اگر کھلی مخالفت کرتے تو ان کی ذات خاص کیلئے دو ہزار روپیہ ماہانہ سے زیادہ مقرر ہو سکتا“ اپنے جس خبث باطن کا اظہار کیا ہے اس کے جواب میں صرف میں یہی کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ میاں صاحب نے نبوت فروشی کر کے جس ناکامی و نامرادی کا سہرا باندھا اگر علانیہ حضرت اقدس کی مخالفت کرتے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت خواجہ صاحب نے خود حیدر آباد میں اپنے عقائد کو چھپوا کر شائع کیا ہے۔ اور محمودیوں کی طرح کسی مداہنت سے کام نہ لیکر حضرت اقدس مسیح موعود کو اپنا آقا کہکر اپنی احمدیت کا اظہار کیا ہے اس پر بھی اگر تم ان پر آقا فروشی کا الزام لگاتے ہو تو تمہارے اس کذب و افترا پر میں سوائے لعنۃ اللہ الکاذبین کو دہرا دینے کے اور کچھ کہنا نہیں چاہتا ہاں ساتھ ہی میری یہ بھی دعا ہے کہ خدا تمھیں ان کمینہ حرکات اور لعنتوں کے بیوپار سے ہٹا کر صراط مستقیم کی طرف لائے۔ اور تم بزرگان سلسلہ کو برا بھلا کہنے سے باز آؤ۔

لا يكلف الله نفسا الا وسعها

مذکورہ بالا آیت میں اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہے کہ شریعت اسلام میں ایسا کوئی حکم نہیں جو انسان کی طاقت و قوت سے بڑھ کر ہو۔ اور وہ اس پر نہ چل سکے۔ آنحضرت بھی یہی فرماتے رہے کہ جو شریعت میں لے کر آیا ہوں وہ آسان تر ہے اور اس میں کوئی تکلیف مالایطاق نہیں اور ہمارے حضرت بھی تمام عمر یہی کہتے رہے کہ شریعت اسلام سب شریعتوں سے کمل و آسان ہے۔ اور چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے لہذا کسی شخص کو حق نہیں کہ کسی کلمہ گو کو اہل قبلہ کو کافر کہے۔ یعنی جو شخص کلمہ پڑھتا ہے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور کم و بیش دیگر ارکان اسلام بجا لاتا ہے وہ مسلمان ہے۔ گو حضرت صاحب کے باربار اس کہنے سے اس زمانہ کے علماء نے جنہوں نے جنت و دوزخ کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے آپ پر اور آپ کی جماعت پر کفر کا فتویٰ جڑ ہی دیا۔ اس پر آپ نے حکم دیا کہ جو شخص مکفر و مکذب نہ ہو اور خاموش ہو اور درمیانی حالت میں ہو تو اس کا جنازہ اگر امام تم میں سے ہو تو پڑھ لیا کرو (فتاوی احمدیہ) جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صاحب مکفر و مکذب کے سوا باقی

تمام غیر احمدی مسلمانوں کو مسلمان ہی یقین کرتے تھے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کا آج تک اسی پر عمل رہا ہے۔ اور خود حضرت صاحب بھی آخر دم تک اسی پر عمل کرتے رہے تھے۔ اور کئی ایک غیر احمدیوں کا انھوں نے جنازہ پڑھا تھا۔ اور فتاوی احمدیہ کے فتوے کے بعد بھی اگر کسی نے کسی غیر احمدی کے جنازے کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے اس کو بھی مذکورہ بالا فتوے کے مطابق ہی جواب دیا۔ مگر قادیان کے گدی نشین نے ہوش سنبھالتے ہی پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ اس نے اپنے مقدس باپ کے حکم کے خلاف سب کلمہ گوؤں کو جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت نہیں کی تھی کافر اور خارج از اسلام قرار دیا اور ایک کفرنامہ طیار کر کے اپنے رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع کر کے ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلا دیا جس پر حضرت مولانا مولوی نورالدین مرحوم بھی آخر دم تک یہی فرماتے رہے کہ ہمارا میاں اس مسئلہ کو نہیں سمجھا۔ جس سے آپ کا یہ مطلب تھا۔ میاں صاحب کا غیر احمدیوں کو کافر ٹھہرانا صحیح نہیں۔ ....

.... تھا یعنی جب اس کا مقدس باپ کسی کلمہ گو کو اپنے انکار سے کافر نہیں سمجھتا تو وہ کیوں اس کے خلاف کرتا ہے۔ اور کلمہ گوؤں کو بلا استثنار کافر کہہ کر غیر احمدی مکفر علماء کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ مگر میاں نے اس ناصح مشفق کی نصیحت بھی نہ سنی پر نہ سنی اور مکفر علماء کے نقش قدم پر ہی چلنا پسند کیا اور گدی پر قدم رکھتے ہی تین نئے اصول اختراع کئے۔ اور بذریعہ اخبار ان کو مشتہر کیا اور اب تو وہ اصول محمودیوں کے عقائد میں داخل کر لئے گئے ہیں۔ جن کو اخبار الفاروق کے سرورق سے ہر شخص مطالعہ کر سکتا ہے اور وہ نئے اصول یہ ہیں (۱) حضرت مسیح موعود حقیقی نبی ہیں۔ اور آپ کی نبوت پہلے نبیوں جیسی ہے۔ (۲) آپ کا منکر کافر اور خارج از اسلام ہے۔ (۳) اور کافر کا جنازہ درست نہیں ؎

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود میاں صاحب کے اس کھلے کھلے فتوے کے آپ کے مرید آئے دن اس فتوے کی خلاف ورزی کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنے نئے پیر کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کا فتویٰ ایک تکلیف مالایطاق ہے۔ اور ایسا سخت ہے جس پر اس کے مرید چل ہی نہیں سکتے۔ اور قرآن شریف کی اس آیت سے جو اس مضمون کی سرخی ہے۔ اس کے صریح مخالف ہے۔ تمام مرید جنہوں نے ہمیشہ چال کے طور پر اوروں کی دیکھا دیکھی اندھی تقلید کا پھندا اپنی گردنوں میں ڈال لیا ہے میاں صاحب کے متفق سے متفق مرید بھی اس فتوے پر چلنے سے عاری ہیں اور نہ چلنا ہی پسند کرتے ہیں چنانچہ کچھ مدت گذری مولوی فیض الدین نے ایک شخص ملا احمد ماہی کا جو مکفر و مکذب تھا اور سخت بدزبان تھا اور حضرت صاحب کو گندی گالیاں دیا کرتا تھا جنازہ پڑھا تھا۔ ایسے ہی چوہدری مولا بخش صاحب جو انجمن انصار اللہ کے رکن رکین ہیں انھوں نے ایک غیر احمدی مولوی عبدالحکیم متلخواں سکنہ میانہ پورہ سیالکوٹ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تھی۔ کیا یہ دونوں بزرگ بذریعہ اخبار الفضل بتلا دینگے کہ جس کا جنازہ مولوی فیض الدین نے پڑھا تھا وہ مکفر و مکذب نہ تھا۔ یا جس مولوی کے پیچھے چوہدری صاحب نے نماز پڑھی تھی وہ غیر احمدی نہ تھا۔

قریب دو ماہ کا عرصہ ہوا ہے۔ میاں صاحب کے ایک اور مبائع مسمی مستری فاضل بیگ گھڑی ساز جو متصل ڈاکخانہ سیالکوٹ شہر دوکان کرتے ہیں اپنے بھتیجے کا جنازہ انھوں نے بھی ایک غیر احمدی مولوی کے پیچھے پڑھا تھا اور اس سے کچھ دیر بعد مولوی عبدالمجید صاحب نے اپنی غیر احمدی بھاوج کا جنازہ پڑھا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ ہفتہ عشرہ کا ذکر ہے کہ **میر حامد شاہ صاحب جن کا اتقاء خاص و عام میں مشہور** ہے اور سیالکوٹ میں رئیس المبائعین ہیں ان کے رشتہ داروں میں سے ایک **غیر احمدی عورت فوت ہو گئی** تو شاہ صاحب نے مرحومہ کا جنازہ پڑھا ہے۔ کس وقت؟ شام کے بعد رات کو۔ کیا سیالکوٹ کے مبائعین میں سے کوئی صاحب اور خصوصیت سے مولوی فیض الدین صاحب یا چوہدری مولا بخش صاحب بذریعہ اخبار الفضل حلفیہ شہادت اس امر کی دینگے کہ مرحومہ احمدی تھی۔ اگر اور کوئی نہیں تو کیا شاہ صاحب ہی مرحومہ کے احمدی ہونے کی حلفیہ شہادت اخبار مذکور میں دینگے۔ اور اگر اور کوئی نہیں تو کیا میاں صاحب جن کو ہم اس خدا کا واسطہ دیکر پوچھتے ہیں جو تمہ در محمود ان کو کہتا ہے کہ آپ خلیفہ ہیں۔ ان سب مذکورہ بالا بزرگوں سے اور خصوصیت سے میر حامد شاہ صاحب سے بذریعہ اخبار الفضل دریافت کریں گے کہ انھوں نے غیر احمدی عورت کا جو بقول میاں صاحب کافرہ ہے جنازہ کیوں پڑھا ہے۔ مگر میرے خیال میں وہ ہرگز ایسا نہیں کرینگے کیونکہ ان کو ڈر ہے کہ کہیں مرید ہی بگڑ نہ جاویں اور مرید یہ نہ کہدیں کہ ہم کو تمہاری کیا پرواہ ہے۔ جاؤ ہم نے ہی تو تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ ممکن ہے ان حلفوں کا بھی وہی حال ہو جو خواجہ صاحب کے حلف کا ہوا ہے۔ یعنی کوئی صاحب قادیان سے اخبار میں لکھ دینگے کہ مذکورہ بالا اصحاب حلف کی زحمت نہ اٹھاویں مجموعی طور سے مرکز سے جواب دیدیا جاویگا۔ اور اگر اخبار میں یہ لکھ دیں گے کہ مرحومہ احمدی تھی اور اس کی بیعت قبول شدہ کا خط ہمارے پاس محفوظ ہے۔ جسے مرحومہ نے مرنے سے پیشتر ہمارے پاس بھجوا دیا تھا تاکہ اگر کوئی میرے غیر احمدی ہونے پر اعتراض کرے تو آپ نے اس کو جواب دے دینا کہ اس کی بیعت کا کارڈ ہمارے پاس ہے اور کوئی بزرگ تین لڑی کی قسم سے اس کی تصدیق بھی ضرور کر دینگے۔

محمودیوں کے اس طرز عمل سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ یہ فتویٰ غلط ہے اور غیر مامور کا ہے لہذا مامور کے مقابلہ میں اس کا یہی حال ہونا چاہیئے تھا یعنی اس کی مطلق پرواہ نہ کی جاوے اور پتھر پر دے مارا جاوے۔

نوٹ فاروق اپنی اشاعت مورخہ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۱۵ء میں زیر عنوان "سلسلہ کی خبریں" سیالکوٹ کے جلسہ کا ذکر کر کے تحریر کرتا ہے کہ "دو غیر احمدی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے"۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے میاں میر قاسم علی جلسہ میں اپنی رسوائی اور بے عزتی کا گیت ہی گاتے رہے بلکہ اس رسوائی کو محمودیوں نے بذریعہ ڈھنڈورہ سیالکوٹ کے بازاروں اور گلی کوچوں میں مشہور کیا کسی غیر احمدی کا احمدی ہونا تو در کنار غیر احمدی تو آپ کی شکل سے بھی بیزار تھے۔ اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں جو دو غیر احمدی ہوئے براہ مہربانی ان کے نام اور مفصل پتے سے اطلاع دیں تاکہ کم از کم سیالکوٹ والوں کو تو پتہ لگ جاوے کہ وہ کون صاحب ہیں یا یہ بھی اسی طرح سے ہے جیسا کہ الفضل میں کالم کے کالم بھر دیئے جاتے ہیں کہ فلاں جگہ کے تمام کے تمام لوگ احمدی ہو گئے ہیں یا فلاں پنڈ کا پنڈ احمدی ہو گیا ہے۔ اور نام و پتہ ؎؎

؎؎ ندارد امید ہے ان غیر احمدیوں کا جنہوں نے بیعت کی ہے مفصل پتہ دیا جاویگا کیونکہ ممکن ہے کہ کسی کا کوئی رشتہ دار بیمار ہو اور اسکو مرنے کے بعد دیکھ اخبار سے کیونکر کسطے یہ راہ نکالی گئی ہو۔ راقم ایک احمدی از سیالکوٹ۔

صاحبزادہ عبدالحی صاحب مرحوم کی وفات حسرت آیات

و میاں محمود احمد صاحب اور اُنکے مریدین کا افسوسناک طرزِ عمل

(از ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس)

صاحبزادہ عبدالحی صاحب مرحوم اُن نہایت ہی نیک و پاک سیرت اور صاحبِ علم نوجوانوں میں سے تھا۔ جنکا ذکر احمدیہ جماعت کے درخشندہ افراد میں نہایت خوشی کے ساتھ کیا جاسکتا تھا۔ صاحبزادہ صاحب مرحوم حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کے اُن ساتھ۔ آٹھ لڑکوں کے بعد پیدا ہوئے تھے جو کہ صغر سنی میں ہی فوت ہو جاتے تھے اور اُنکی پیدائش کے پہلے حضرت مسیح موعودؑ نے بشارت بھی دی تھی) اور اُس کا حلیہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کو بتایا گیا تھا۔ اُسوقت خیال یہ تھا۔ کہ صاحبزادہ مرحوم ایک لمبی عمر کو پانیوالا ہوگا۔ مگر خدا تعالےٰ کے علم میں ۱۷-۱۸ سال ہی کی عمر اُسکے لئے مقدر تھی۔ اور اس بشارت سے یہی مقصود تھا۔ کہ وہ صغر سنی میں فوت نہ ہوگا۔ اور حضرت مولوی صاحب اُس کی وفات کا صدمہ اپنی زندگی میں نہ دیکھینگے حضرت مولوی صاحب کے تین اور فرزند اس وقت موجود ہیں۔ جو کہ صغر سن ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اُن کو لمبی عمر کے پانیوالے بنا دے اور وہ صالح اور با علم ثابت ہوں۔ اور اُن کا نام اُن کے والد مرحوم مغفور کی طرح چاردانگ عالم میں مشہور ہو۔ اور ایک دنیا اُنکے علوم و خدمات دینی سے حصۂ وافر حاصل کرے۔ آمین!

صاحبزادہ عبدالحی مرحوم کی تربیت میں حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے نہایت ہی محنت و کوشش فرمائی تھی۔ اور اُسکو تمام قرآن مجید باترجمہ خود پڑھایا۔ کئی سیپارے قرآن مجید کے اُسکو حفظ کروائے۔ عربی کی استعداد بھی اُس میں کافی طور پر پیدا کر دی تھی۔ حدیث۔ فقہ۔ منطق۔ اصول و معانی۔ فلسفہ وغیرہ علوم کی موٹی موٹی کتابیں بھی اُس کو خود پڑھا دی تھیں۔ یا دیگر استادوں کے ذریعہ عبور کروا دی تھیں۔ ماسوائے استعداد دینی و عربی علوم کے صاحبزادہ صاحب مرحوم انٹرنس کی آخری جماعت میں تعلیم پاتے تھے اور اس سال انہوں نے انٹرنس کے امتحان میں بیٹھنا تھا۔ اُن کی اس بے وقت موت کا نہایت ہی سخت صدمہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہر چہ رضئی مولےٰ از ہمہ اولےٰ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت کرے۔ اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب مرحوم کی حرم محترمہ یعنی والدہ صاحبزادہ عبدالحی صاحب مرحوم کو جو صدمہ اس واقعہ جانکاہ سے ہوا وہ حیطۂ تحریر سے باہر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اُن کو صبرِ جمیل بخشے۔ اور اُن کی باقی اولاد کا حافظ و ناصر ہو۔ اور اُنکو نیک صالح اور متقی بنا دے۔ اور ہر رنگ میں اُنکی آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب کرے۔ آمین!

حضرت مولوی صاحب مرحوم اور ان کے خاندان اور اولاد سے تمام جماعت احمدیہ کو ہمیشہ دلی وابستگی رہی ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ اگرچہ میاں محمود احمد صاحب کے فتوےٰ فسق وغیرہ کے حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر قوم و دیگر احباب و بزرگان ملت اور پرانے خادمان مسیح موعودؑ کے خلاف تھے۔ اور قادیان کا جانا موجودہ حالت میں اُنکے لئے مشکلات میں سے تھا مگر پھر بھی اس موقعہ پر انہوں نے ضروری سمجھا کہ تعزیت کے لئے حضرت مولوی صاحب مرحوم کے گھر والدہ عبدالحی صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ چنانچہ حضرت مولوی محمد علی صاحبؓ۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ مرزا خدا بخش صاحب ماسٹر فقیر اللہ صاحب۔ خاکسار و دیگر احباب جماعت لاہور جنکی تعداد چودہ ۱۴ اشخاص کی تھی۔ حاضر ہوئے۔ یہ حضرت مولوی صاحب مرحوم کے مخلص مریدین کے ذمہ ایک فرض تھا۔ جو کہ انہوں نے مسنون طور پر ادا کیا۔ مگر ہم کو نہایت افسوس ہے کہ قادیان کے اخبار الفضل نے اس مخلصانہ سفر کو محض دنیاداری اور ظاہرداری کی رسم کی ادائگی سے تعبیر کیا۔ اور اسکے ہم صفیر اخبار فاروق نے تو ہمارے اس سفر پر بہت سی پھبتیاں اڑائی ہیں۔ اور گالیاں بھی دی ہیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہم کو کوئی دلی تعلق حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم کی اولاد و اہلِ بیت سے نہیں۔ اور ہمارا آنا صرف ظاہرداری کے لئے تھا۔ ورنہ وفات پر آنے کی بجائے صاحبزادہ صاحب مرحوم کی بیماری کے ایام میں پہنچتے۔

اخبار پیغام صلح میں اسوقت تک جو کچھ کہ لکھا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ میرا ارادہ نہ تھا۔ کہ اس سانحہ عظیم کے متعلق کچھ لکھوں مگر اب مذکورہ بالا اتہامات کی تردید کیلئے قلم اٹھانے کی ضرورت پڑی۔ اور مجبوراً اس امر کی ضرورت ہوئی کہ بعض ناگوار واقعات کا ذکر کروں جو کہ صاحبزادہ عبدالحی کی علالت کے درمیان میں اور اُنکی وفات کے بعد ظہور میں آئے۔ ورنہ جبکہ وہ دُرِ بے بہا سپرد خاک ہو چکا تھا۔ تو ان ناگوار واقعات کے ذکر کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ مگر اب یہ امر مجبوری اُن کو بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) ہم پر یہ الزام لگانا کہ ہم قادیان میں صاحبزادہ صاحب عبدالحی کی علالت کی خبر سُنکر نہیں گئے بالکل غلط ہے۔ جونہی کہ صاحبزادہ صاحب مرحوم کی علالت کی خبر لاہور میں پہنچی۔ اُس کے چند روز بعد ہی حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ معہ عیال قادیان محض صاحبزادہ صاحب عبدالحی کی بیمار پرسی اور علاج میں مشورہ دینے کے لئے گئے۔ اور قریب ایک ہفتہ کے وہاں رہے۔ مگر اس دوران میں جو سلوک کہ حکیم صاحب کے ساتھ قادیانی گروہ کے خلیفہ میاں محمود احمد صاحب اور اُن کے مریدین نے کیا۔ جس کا مفصل ذکر پیغام صلح نمبر ۶۰ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۵ء میں درج ہے) وہ کسی دوسرے کو اس قابل نہیں چھوڑتا کہ وہ بھی عیادت کے لئے جا کر اُلٹا اس قسم کی بےعزتی کروا آتا۔ نہایت افسوس ہے کہ میاں صاحب اور اُنکے عام مریدین نے جو سلوک حکیم صاحب سے کیا وہ تو اظہر من الشمس ہے۔ مگر قادیان کے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور اُن کے زیر اثر طبیبوں کا حال اس سے بھی بدتر ہے۔ اور انکا رویہ عام طبیبوں اور ڈاکٹروں کے رویہ سے بالکل جُدا اور رحمائے عادات ثابت ہوا ہے خواہ ایک طبیب کو دوسرے کیساتھ اپنے ذاتی معاملات میں کتنا ہی نقار و بغض ہو لیکن اگر کسی مریض کیلئے مشورہ پر جمع ہوں تو ہر ایک مخالفت کو چھوڑ کر مریض کی بہتری کیلئے ایکدوسرے کی رائے اور مشورے سے مدد لیتے ہیں۔ بالخصوص جس ڈاکٹر یا طبیب کے زیر علاج کوئی بیمار ہو۔ اُس کا فرض ہے کہ دوسرے وقت پر مشورہ لے۔ مگر خلیفہ رشید الدین صاحب نے حکیم مرہم عیسےٰ صاحب سے جو کہ ایک پرانے اور تجربہ کار طبیب تھے اور پنجاب یونیورسٹی کے زبدۃ الحکماء میں اور حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب کے خاص شاگردوں میں سے ہیں مشورہ لینا درکنار اُن سے کلام تک کرنے کو جائز نہ سمجھا۔

(ب) دوسرے بزرگ جو کہ ہماری جماعت میں سے قادیان میں صاحبزادہ عبدالحی کی علالت کی خبر سُنکر گئے۔ وہ زبدۃ الحکماء حکیم میاں خدا بخش صاحب ہیں۔ وہ صرف ایک روز رہے۔ اور اُنکے ساتھ بھی بدسلوکی میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔ وہ صاحبزادہ صاحب کے مریدین سے السلام علیکم کرتے تھے تو اُن میں سے اکثر جواب نہیں دیتے تھے۔ اور دوسری طرف منہ پھیر لیتے تھے۔ اور صاحبزادہ عبدالحی کے معالجوں نے حکیم صاحب

موصوف نے بھی بسترِ مرگ پر کوئی رائے یعنی بالکل حرام سمجھی۔ اور جس مکان پر حکیم صاحب موصوف ٹھیرے تھے۔ وہاں پر میاں صاحب کے مریدین نے بڑے زور سے آوازے کسے ....

....

اخبار الفضل میں صاحبزادہ صاحب عبدالحی کی علالت کے متعلق کبھی سچے اور حقیقی واقعات شائع نہیں ہوئے۔ جن سے کہ ان کی بیماری کی اصل کیفیت معلوم ہو تی۔ اور نہ اُن کی سخت علالت کا حال تو کبھی اس اخبار میں شائع نہیں ہوا۔ جو وفات سے پہلے وقت پر کوئی اور بھی ہمدرد پہنچ سکتا۔

یہ ایک ناقابلِ درگذر فروگذاشت ہے۔ جو کہ میاں محمود احمد صاحب اور اُنکے کارکن سے وقوع میں آئی۔ کہ صاحبزادہ عبدالحی کی وفات کی خبر قادیان سے باہر وقت پر ارادتاً نہیں دی گئی۔ صاحبزادہ عبدالحی کی وفات کا واقعہ کوئی چھوٹی سی بات نہ تھی۔ جسکی اطلاع جماعت کو بر وقت نہ دی جاتی۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعودؑ مرحوم کے وقت۔ یا حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کے موقعہ پر اُسی وقت تمام جماعتوں کو اطلاع بذریعہ تار دی گئی تھی۔ اگر اس موقع پر بھی ایسا کیا جاتا۔ تو ضرور تھا کہ بہت سا حصہ جماعت کا جنازے میں شامل ہو جاتا۔ کم از کم لاہور اور امرتسر کی دو جماعتیں تو شامل ہو سکتی تھیں مگر افسوس ہے تو یہ کہ شاید ہی قادیان کے متصل گاؤں کے لوگوں کو بھی اطلاع نہیں دی گئی۔ اور وہ لوگ بھی جنازے میں شامل نہیں ہو سکے۔

ہم نے سنا ہے۔ کہ خود حضرت ام المومنین عبدالحی نے یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ تار کے ذریعہ انکے باہر کے آدمیوں کو بلا لیا جاوے۔ مگر صاحبزادہ صاحب نے ایک نہ مانی اور ساڑھے چار بجے بروز جمعرات صاحبزادہ فوت ہوا۔ تو اُسی وقت رات کو بوقت عشاء اُسکو دفن کیا گیا۔ ہم کو علم نہیں ہے۔ کہ سردی کے موسم میں دفن کرنے میں اس قدر جلدی۔ اور باہر کے لوگوں کو نہ بلانے میں کیا مصلحت تھی۔ بہر حال جو کچھ کہ ہوا بہت ہی نامناسب ہوا۔ اور اُس عظیم الشان باپ کے فرزند کیساتھ جسکے خود میاں صاحب پر بیشمار احسان ہیں۔ ایسا نا سلوک کیا گیا۔ جیسے کہ کسی لاوارث کیساتھ کیا جاتا ہے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

(۴) صاحبزادہ عبدالحی کی وفات سے پانچ چھ روز پہلے خاکسار نے والدہ صاحبہ عبدالحی کی خدمت میں لکھا کہ اگر میری حاضری کی ضرورت ہو۔ تو میں صاحبزادہ مرحوم کے علاج کیلئے بڑی خوشی سے حاضر ہونے کو تیار ہوں۔ چنانچہ بائی صاحب نے وہ خط میاں محمود احمد صاحب کو دکھلایا۔ اور اُن سے خاکسار کے طلب کرنے کی اجازت چاہی۔ مگر صاحبزادہ صاحب کی تنگدلی نے اجازت نہ دی کہ مجھے بلا لینے کی اجازت دیتے تاکہ میں اس عزیز مرحوم کے علاج میں شامل ہو سکتا۔ اس غفلت کا بوجھ بھی صاحبزادہ صاحب کے اوپر ہے۔

(۵) ڈاکٹر ہیرا لعل صاحب کو میاں محمود احمد صاحب نے ایسے وقت میں بلایا۔ جبکہ اُس کی نبض بالکل ساقط ہو چکی تھی۔ یعنی کلائی پر نبض نہیں رہی تھی۔ اور مریض بالکل قریب المرگ تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے طاقت کے لئے جلدی پچکاری کی اور اینیمہ کے ذریعہ بھی دوائی پہنچائی جس سے کہ مریض کی نبض تھوڑی دیر کے لئے واپس آگئی۔ اور ڈاکٹر صاحب نے مریض کو تھوڑی سی غذا بھی دی۔ مگر افسوس ہے۔ کہ حقیقت میں مریض کا کام تمام ہو چکا تھا اور وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اور ڈاکٹر صاحب کے جانے کے دو گھنٹہ بعد فوت ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

(۶) سُنا جاتا ہے۔ کہ میاں صاحب نے اپنے مرید ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب امرتسری کو بھی آخری وقت پر خط لکھا۔ چنانچہ وہ صاحبزادہ صاحب کی وفات کے بعد پہنچے۔ افسوس ہے ان کو بھی اگر بروقت اطلاع دیجاتی تو اُن کا مشورہ بھی مفید ہوتا۔

(۷) اخبار الفضل میں جو یہ لکھا گیا ہے۔ کہ ڈاکٹر ہیرا لعل صاحب نے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی تشخیص اور علاج سے اتفاق کیا۔ یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی۔ ڈاکٹر ہیرا لعل صاحب نے ممکن ہے کہ اُن کا دل رکھنے کے لئے کوئی تسلی کا کلمہ کہدیا ہو۔ مگر جو علاج کے متعلق کیفیات ہم نے معتبر ذرائع سے سُنی ہیں۔ مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ علاج معالجہ ہرگز تسلی بخش نہیں تھا۔ تشخیص ممکن ہے کہ درست ہو مگر جہاں تک کہ معلوم ہوا ہے۔ علاج قریباً الٹ ہوتا رہا ہے اس کے وجوہات مفصلہ ذیل ہیں

(۱) ڈاکٹر ہیرا لعل صاحب کے تشریف لیجانے سے پہلے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مریض کیحالت کا پورے طور پر صحیح اندازہ نہ تھا۔ کیونکہ اُسکا تپ متعلقین کو بہت کم بتایا جاتا تھا (اور صرف باہر کے جسم کا تھرمامیٹر لیا جاتا تھا مگر بوجہ کمزوری کے مریض کا جسم باہر سے سرد پڑ گیا تھا) اور اندرونہ تھرمامیٹر جو ڈاکٹر ہیرا لعل صاحب نے لیا وہ ایک سو چھ درجہ تھا۔ جسکا کہ پہلے کسی کو علم نہیں دیا گیا تھا۔

(۲) مریض کو کئی مسہل دیئے گئے جو کہ تپ محرقہ کے بیمار کے لئے سخت سے سخت مضر ہیں۔ (۳) ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے ڈاکٹر ہیرا لعل صاحب کے سامنے یہ بھی بیان کیا۔ کہ مریض کی حالت کل اچھی تھی۔ اور وہ خود ایک کمرہ سے دوسرے میں بھاگ بھاگ کر جاتا تھا۔ مگر فی الحقیقت یہ حالت سرسام کی تھی۔ مریض کے علاج میں یہ مہلک غلطی تھی۔ کہ اُسے ایسی حالت میں ایک کمرہ سے دوسرے کمرہ میں بھاگنے دیا۔ کم از کم یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مریض کی کافی طور پر خبر گیری نہیں کی گئی۔ اور اس کا کوئی سمجھدار طبی نگران حال نہیں تھا۔ یا کم از کم متعلقین کو ایسی حالت کا خطرہ نہیں بتایا گیا تھا۔ کہ ادنےٰ غفلت بھی مریض کے لئے مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ اب یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ صاحبزادہ کو حضرت مولوی صاحب کے مکان سے حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کی تیسری منزل یعنی مسجد کی چھت پر مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے کمرہ میں لے گئے۔ اور پھر واپس لے آئے۔ حالانکہ ایسے بیمار کے لئے زیادہ حرکت بھی مضر تھی۔ اور کچھ عجب نہیں۔ کہ صاحبزادہ عبدالحی کا جو کہ ایک تندرست نوجوان تھا۔ اس عارضہ میں اسقدر جلدی مرجانا۔ اس قسم کی بے احتیاطی کا نتیجہ ہوگا۔

(۴) کونین مبیریا کا علاج ہے نہ ٹائیفائڈ کا۔ اور ٹائیفائڈ فیور میں بعض اوقات بہت کم مقدار میں یعنی زیادہ سے زیادہ دو تین گرین فی خوراک دیجاتی ہے۔ مگر عزیز عبدالحی کو سنا جاتا ہے۔ ساٹھ گرین بلکہ اسی گرین روزانہ دی گئی۔ جس سے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے بھی انکار نہیں کیا۔ اس طریق علاج نے بھی اس قسم کے مریض کو سخت نقصان پہنچا ہے اور اس سے دماغ میں خلش واقعہ ہونا کوئی عجیب بات نہیں۔

(۵) جہاں تک ہم نے سنا ہے مریض کیلئے موزون غذا کا بھی جسکو بلا تکلیف وہ آسانی سے ہضم کر سکتا۔ مناسب انتظام نہ تھا۔

(۶) مریض کے لئے وقت پر دوسرا طبی مشورہ ہی نہیں لیا گیا۔ بلکہ جو مشورہ کہ بدون دوسرے ڈاکٹر کو بلانے کے ہو سکتا تھا اسکا بھی انتظام نہیں کیا گیا۔ مثلاً اگر مریض کا خون ملاحظہ کے لئے بھیجتے۔ تو اس سے بھی وقت پر تشخیص ہو سکتی کہ جس سے درست علاج میں مدد ملتی۔

اس تحریر سے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی قابلیت پر حملہ کرنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ شیخ میں بعض ایسی غفلتیں سرزد ہوئی ہیں کہ جو ممکن تھا کہ اگر کافی طور پر احتیاط کی جاتی اور باقاعدہ طبی مشورہ حاصل کیا جاتا تو نہ سرزد ہوتیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کو چونکہ علاج معالجہ کی نسبت دوسرے اشغال یعنی دفاتر وغیرہ کی نگرانی کے لئے زیادہ وقت دینا پڑتا ہے۔ اور وہ موجودہ طریق علاج سے بسبب ایک گاؤں میں رہنے کے پورے طور پر واقف نہیں رہ سکتے۔ نیز دوسرے ڈاکٹروں سے مشورہ کا موقعہ بھی ان کو حاصل نہیں۔ اس لئے اگر وہ ایسے سخت مریض کے لئے دوسرے ڈاکٹروں سے مشورہ لیتے۔ تو علاج بہترین طریق پر ہوسکتا۔ اور ان پر ساری ذمہ داری نہ رہتی

صاحبزادہ عبدالحی کی وفات کے بعد ایک اور واقعہ ظہور میں آیا ہے جس سے یہ امر اور بھی صاف ہو جاتا ہے کہ صاحبزادہ عبدالحی کی بیماری کو بالکل معمولی سمجھا گیا یا اس پر کافی توجہ دینی ضروری نہیں سمجھی گئی۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ حال میں ہی میر ناصر نواب صاحب بیمار ہوئے تو ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کو بذریعہ تار بلایا گیا۔ اور وہ کئی دن تک ان کے علاج کے لئے قادیان میں مقیم رہے۔ مگر صاحبزادہ عبدالحی کے علاج میں اگر کسی دوسرے احمدی ڈاکٹر کو جو کہ میاں صاحب کی بیعت میں داخل نہ تھا۔ بلانا قرین مصلحت نہیں تھا۔ تو کم از کم میر محمد اسمٰعیل صاحب ہی کو بلا لیا ہوتا جو کہ میاں صاحب کے رشتہ دار بھی ہیں اور مرید بھی۔

اخبار الفضل و فاروق نے اس بات پر بہت زور دیا ہے۔ کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے رفقاء کو چاء کی دعوت دی گئی۔ تو انہوں نے قبول نہیں کی۔ اور حضرت مولوی صاحب کے مکان پر نہیں ٹھہرے۔ کسی سے مصافحہ نہیں کیا۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے۔ (جیسے کہ بعد کے واقعات سے معلوم ہوا) کہ چاء کی دعوت تو محض ظاہر داری تھی۔ ہمارے قادیان سے واپس آنے پر میاں محمود احمد صاحب نے عام طور پر مسجد میں اعلان کیا۔ کہ جو لوگ کہ لاہوریوں سے ملے ہیں وہ آئندہ ہماری مسجد میں نہ آئیں چنانچہ سوائے ایڈیٹر نور کے قریباً سب نے میاں صاحب سے جا کر معافی مانگی۔ تب انکو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت ملی۔ جو سکول کے لڑکے ہم کو دیکھنے گئے تھے۔ اُن کے بھی اسی وقت نام لکھے گئے۔

ہمارے قادیان پہنچنے سے قریباً ایک گھنٹہ پہلے میاں صاحب کو ان کے مریدین کے ذریعہ سے (جو ہمارے ساتھ ریل سے آئے تھے اور ہمارے رستہ میں کھانے کے لئے ٹھہر جانے کی وجہ سے ہم سے بہت عرصہ پہلے میاں صاحب کے پاس پہنچے تھے) اطلاع پہنچ چکی تھی۔ اگر میاں صاحب کو واقعی ہماری خاطر منظور ہوتی۔ تو خود ہمارے پاس تشریف لے آتے۔ ہم اُن کے مہمان تھے۔ نیز جبکہ خود حضرت مسیح موعودؑ ہماری خاطر داری کرتے تھے۔ تو ان کو اگر اور خیال نہ بھی ہوتا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے خادم سمجھکر ہی ہمیں خود آ کر ملنے میں کوئی مضائقہ نہ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن خود ملنے کی بجائے ہم نے سنا ہے کہ میاں صاحب کا گشتی حکم قادیان میں پھر گیا تھا۔ کہ ان سے کوئی نہ ملے چنانچہ جب ہم مولوی صاحب کے مکان میں داخل ہوئے تو تمام مکان خالی پڑا تھا۔ اور وہاں ایک متنفس بھی نظر نہیں آیا۔ بلکہ ہم نے حضرت مولوی صاحب کے چھوٹے لڑکے عبدالمنان کے ذریعہ سے حضرت مولوی صاحب کے گھر میں اپنی آمد کی اطلاع دی میاں صاحب کی طرف سے ہمکو کس نے بیٹھنے کے لئے کہا کہ ہم نہ بیٹھے۔ والدہ عبدالحی صاحب سے عزا پرسی کر کے ہم بہشتی مقبرہ کو چلے گئے۔ صرف میاں چراغ الدین صاحب (جو لاہور سے گئے ہوئے تھے)، حضرت مولوی صاحب کے صحن میں ملے۔ اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب دروازے کے باہر گلی میں ملے۔ باقی جتنے تھے سب ہمکو دیکھتے ہی اندر [illegible] گھس گئے۔ اور میر قاسم علی صاحب جو اپنے اخبار میں ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ مصافحہ نہیں کیا۔ وہ خود ہم کو دیکھکر چھپ گئے۔ اور جو ہم سے ملے ہم نے ان سے مصافحہ کیا۔ الغرض ہم نے میاں صاحب کی چاء کی دعوت کو رد نہیں کیا۔ ان کے قاصد کو کہا گیا۔ کہ ہم خوشی سے چاء پیتے ہیں۔ بلکہ اگر وہ چاہیں تو کھانا بھی کھا لینگے۔ مگر اس شرط پر کہ ہمارے خلاف جو انہوں نے فتوے دے رکھا ہے کہ ان سے ملنا۔ بیٹھنا۔ گفتگو کرنا اور کھانا۔ پینا حرام ہے۔ اسکو اٹھا دیں جسکو کہ انہوں نے قبول نہ کیا۔ پھر اس فتوے کی موجودگی میں چاء کی دعوت کے کیا معنے۔

یہ مختصر واقعات ہیں جو عرض کئے گئے ہیں۔ اور یہ بھی اس لئے کہ ہمکو عزیز عبدالحی کی وفات کا سخت رنج ہے۔ اور اس مرحوم کی بے وقت جدائی سے ہمکو سخت صدمہ ہے اور اگر اس کا علاج باقاعدہ ہوتا تو اسکے متعلق دل میں حسرت نہ رہتی۔

میں ان واقعات کے متعلق قلم نہ اٹھاتا اگر الفضل و فاروق یا ان کے دوسرے اخبار ہمارے متعلق غلط بیانی نہ کرجاتے۔ باسوائے اس کے حضرت مولوی صاحب مرحوم سے علاوہ تعلق مریدی کے مجھے بچپن سے ان سے ہمیشہ خاص ارادت رہی ہے۔ اور میں نے دین ابتداء میں انہی سے سیکھا اور بعد میں بھی انکے فیض صحبت سے بہت کچھ حاصل کیا۔ علاوہ ازیں وہ مجھے بمنزلہ اپنے بیٹے کے سمجھتے تھے۔ اس لئے بھی اس برادر مرحوم کی جدائی کا اور اس قسم کی علاج میں بے توجہی کا سخت افسوس ہے اور یہ افسوس زیادہ تر میاں صاحب محمود احمد پر ہے۔ کہ حضرت مولوی صاحب مرحوم کے بے شمار احسانوں کے مقابلہ میں جو کہ ان پر ہوئے۔ جن سے ہی ان کی موجودہ پوزیشن بن گئی۔ انہوں نے ان کی اولاد اور ان کے متعلقین سے وہ سلوک نہیں کیا جسکے کہ وہ مستحق تھے۔ اس لئے اس وقت سوائے افسوس کے اور کوئی چارہ نہیں۔ اور سوائے انا للہ و انا الیہ راجعون کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

میر ناصر نواب صاحب کے دور الضعفاء فنڈ کے متعلق چند سوالات

میر صاحب موصوف نے گذشتہ پانچسال میں جن مختلف اغراض کو سامنے رکھ کر کل ہندوستان میں دورہ کئے ہیں جن کا نتیجہ احمدیہ قوم کی وہ حالت ہے جو اس تفرقہ کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اُن میں سے ایک غرض انجمن دورالضعفاء کے لئے چندہ کرنا بھی تھا۔ نام تو اس انجمن کا ہم اکثر سنا کرتے تھے۔ کیونکہ اس کے لئے چندے دینے پڑتے تھے۔ لیکن اس کی کوئی سالانہ رپورٹ یا حساب کتاب آجتک ہم نے نہیں دیکھا۔ ہر ایک احمدی سے میر صاحب نے اسکے لئے چندہ حاصل کیا۔ اور اس طرح ہزار ہا روپیہ اس فنڈ کا جناب میر صاحب کی جیب خاص میں گیا۔

سنا گیا ہے۔ کہ چند مکانات خام میر صاحب نے دورالضعفاء کے نام سے اس فنڈ سے

بنائے ہیں۔ جو کہ چندہ کی تعداد کے مقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ جس زمین پر وہ بنائے گئے ہیں اُس کی رجسٹری میر صاحب موصوف کے اپنے نام پر ہوئی ہے۔ اور میر صاحب ہی اپنے نام پر کرایہ نامہ اُن مکانات کا لوگوں سے لکھاتے ہیں۔ کیونکہ بجائے غربا کو مفت دینے کے جو غرض اس چندہ کے جمع کرنے میں مقصود تھی۔ وہ کرایہ پر دیے جاتے ہیں۔ چونکہ ہزارہا روپیہ اس بہانہ سے میر صاحب نے قوم کا جمع کیا ہے۔ اور یہ عاجز بھی ایک معقول رقم اس خاص غرض کے لئے میر صاحب موصوف کے نذر کر چکا ہے۔ اس لئے ہم اپنی تسلی کے لئے ذیل کے چند سوالات میر صاحب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ مہربانی فرما کر میر صاحب ان کا جواب کسی اخبار کے ذریعہ شائع کرا دیں تاکہ وہ شبہات جو میر صاحب کی دیانت اور امانت پر کئے جا رہے ہیں وہ دور ہوں۔

(۱) انجمن دار الضعفاء کے آجتک کتنے اجلاس ہوئے۔ اور اس کی سالیانہ رپورٹیں کتنی ہوئیں۔ آجکل اس کے پریزیڈنٹ سیکرٹری اور ممبران مجلس۔ منتظمان کون کون ہیں؟

(۲) کل روپیہ آجتک اس مد میں کتنا جمع ہوا۔ اور کل خرچ کتنا ہوا۔ اس کا حساب باقاعدہ شائع فرما دیں۔

(۳) جو جائداد اس روپیہ سے بنی وہ کس کے نام پر ہے۔ آیا انجمن اس کی مالک ہے یا جیسا سنا گیا۔ وہ میر صاحب کی ذاتی ملکیت ہے۔

(۴) اگر میر صاحب کی ذاتی ملکیت ہے تو اس کی کیا وجہ ہے۔ قوم نے اُن کو روپیہ اپنے ذاتی استعمال کے لئے نہیں دیا تھا۔

(۵) اگر میر صاحب کی ذاتی ملکیت ہے تو قوم کا یہ خیرات کا روپیہ جو محض غرباء اور مساکین کے لئے دیا گیا ہے۔ کیا بعد وفات میر صاحب موصوف اُن کے ورثاء کے حق میں منتقل کیا جاویگا۔ جن میں سے ایک ڈاکٹر محمد اسمٰعیل اسسٹنٹ سرجن ہیں۔ اور دوسرا محمد اسحاق انجمن کا معقول تنخواہ دار۔ کیا ہماری جماعت اتنی امیر ہے کہ اُسکے غرباء بھی اس قسم کے ہوں۔ اگر نہیں تو سمجھو کیا انتظام ہوا ہے۔

(۶) میر صاحب موصوف ان مکانات کا کرایہ لیتے ہیں۔ جو غرباء کو مفت دینے کے لئے بنائے گئے تھے۔ میر صاحب بتائیں کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ اور ان سے کرایہ نامہ بجائے انجمن کے نام کے اپنے نام پر کیوں لکھواتے ہیں۔ کیا قوم جس نے اتنا روپیہ اس غرض کے لئے دیا تھا۔ وہ چند روپیہ سالانہ مرمتوں کے لئے نہیں دے سکتی۔

(۷) یہ کرایہ جو وصول ہوتا ہے۔ وہ میر صاحب کیوں خود ہی ہضم کر جاتے ہیں۔ اس کا حساب اگر کوئی رہے۔ وہ بھی لکھا جاوے۔

(۸) چونکہ میر صاحب نے جس غرض کیلئے چندہ جمع کیا تھا۔ وہ پوری نہیں کی۔ اس لئے یا تو میر صاحب ثابت کریں۔ کہ ہمارا یہ خیال غلط ہے۔ ورنہ سب لوگوں کے چندہ واپس کر دیں۔ کیونکہ ایسا نہ کرنا خلاف دیانت ہے۔

(خاکسار۔ ایک چندہ دینے والا)

رقیمۃ الارشاد

یعنی ایک شاگرد رشید کا خط اپنے قدیمی استاد کے نام

الفضل کی کسی گذشتہ اشاعت میں رقیمۃ الاشفاق کے عنوان سے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا ایک خط حضرت خواجہ صاحب کے نام طبع ہوا تھا۔ اس کے جواب میں جناب منشی نور احمد صاحب بلال دوکنگ کی طرف سے ذیل کا خط آمید ہے کہ دلچسپی سے خالی نہوگا

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

از ووکنگ انگلینڈ

آجکل بات بات پر بد دعائیں کرنا اور اپنے روحانی برادران کی تباہی اور بربادی کے پریشان خواب دیکھ کر شائع کرنا اُس مقدس جماعت کا اہم ترین فرض ہو گیا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ وہ جماعت آخرین منھم لما یلحقوا بھم کی مصداق ہے۔ کاش وہ اپنے روحانی بھائیوں کی دل آزاری سے پہلے اپنے مقدس روحانی باپ کے الہامی قصیدہ کا یہ شعر پڑھ لیتے جس میں حضرت اقدس علیہ السلام نے بحکم خدا تعالیٰ اپنے اُن دشمنوں کی خاطر کو نگاہ رکھا ہے جنہوں نے آنجناب کو طرح طرح کی تکالیف زبان اور قلم سے پہنچائیں۔ حتیٰ کہ عدالت میں سے جا کر تحقیر کفر کیا ہے۔ ؎

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
کاخر کنند دعوئے حب پیمبرم

مولوی غلام رسول صاحب مدراجیکی کا ایک خط ماہ ستمبر ۱۹۱۵ء کے الفضل میں شائع ہوا ہے۔ جس میں مولوی صاحب نے حضرت خواجہ صاحب کی (نعاکش بدہن) تباہی کی پیشگوئی کی ہے۔ یہی خط میری اس تحریر کا محرک ہوا ہے۔ مولوی صاحب نے ایک بے سروپا پیشگوئی شائع کرکے خواجہ صاحب کا دل نہیں دکھایا ہے بلکہ اپنے ہاتھوں خود اپنی بے آبروئی کر لی۔ کیونکہ مولوی صاحب کی جو سابقہ عزت احمدیہ جماعت کے بعض افراد کے دلوں میں تھی وہ زائل ہو گئی۔

مولوی صاحب کو یہ بات یاد رہے کہ لوگوں کو اُن کا فروری ۱۹۱۲ء کا کشف بھول نہ گیا جو خدا تعالیٰ نے اُن کو خواجہ صاحب کے متعلق دکھلایا تھا اور وہ کشف مولوی صاحب نے بزنگ پیشگوئی خواجہ صاحب کو اس عاجز کے روبرو سنایا تھا۔ ۴ سال کے بعد اُن کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں۔ مولوی غلام رسول صاحب فروری ۱۹۱۲ء کی ایک صبح کو مخدومی خواجہ صاحب کے پاس تشریف لائے۔ اور حسب ذیل اشارات کا کشف بیان کیا اگر الفاظ میں تبدیلی ہو تو ہو مگر اُن کا خاص مطلب یہی تھا۔ مولوی صاحب نے بیان کیا کہ ”خدا تعالیٰ نے رات کو انہیں دکھلایا کہ ایک تخت پوش ہے اُس پر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آنحضرت کے ساتھ پہلو بہ پہلو زانو بزانو شانہ بشانہ خواجہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ نظارہ دیکھ کر آنکھ کھل گئی۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ حضرت سرور کائنات کا اسم مبارک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذاتی اور جلالی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے وجود باجود سے اسلام کا بول بالا ہوگا۔ اور اسلام کا جلال ظاہر ہوگا۔“ مولوی صاحب نے یہ بھی کہا کہ اُن کو خواجہ صاحب ذوالقرنین کی شکل میں دکھلائے گئے ہیں۔

(۱) اب میں بڑے ادب سے مولوی صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ آیا اُن کا یہ کشف مندرجہ بالا درست ہے جو اُن کو فروری ۱۹۱۲ء میں دکھلایا گیا تھا جبکہ جماعت احمدیہ ان موجودہ تنازعات سے پاک اور مبرا تھی۔ یا اُن کے آجکل کے کشف اور الہام سچے ہیں جو کہ موجودہ خلافت کے اثر سے اُن کو دکھلائے گئے ہیں جبکہ موجودہ تنازعات سے آپ بہر کنند خاطر ہیں۔

(۲) یہ کہ کیا وہ خدا جس نے ۱۹۱۲ء میں آپ کو یہ دکھلایا تھا کہ خواجہ صاحب حضرت رسول پاک کے ساتھ پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس بات سے لاعلم تھا کہ خواجہ صاحب، مولوی نور الدین صاحب قدس سرہ العزیز کی وفات کے بعد منافق اور فاسق بن جاویگا

جیسا مولوی صاحب نے اس اپنے خط میں کہا ہے سنئے مولوی صاحب آپ کا کشف جو ۱۹۱۲ء میں آپ کو خدا تعالیٰ نے دکھلایا تھا سچا اور صحیح نکلا۔ چنانچہ اس کشف نے خود پورا ہو کر اپنا سچا اور منجانب اللہ ہونا اسی طرح سے ظاہر کر دیا جس طرح سے چاند گرہن اور سورج گرہن والی حدیث نے پورے ہو کر اپنی سچائی کو ظاہر کر دیا۔ آپ کے اس کشف کے بعد خدا تعالیٰ کے افضال کی بارش خواجہ صاحب پر کئی طرح سے ہوئی

(۱) اول خواجہ صاحب نے قریبًا قریبًا تمام ہندوستان و پنجاب میں لیکچر دیئے۔

(۲) خدائے تعالیٰ اُن کو ولایت لے آیا۔ جہاں پر اُنہوں نے رسالہ جاری کیا جو آج کل کئی ہزار کی تعداد میں ماہوار شائع ہوتا ہے جس کے پڑھنے سے لاتعداد مخلوق کے وساوس جو اسلام کے خلاف تھے دور ہوئے۔ اور سوا سو کے قریب نیک اور سعید انگریزی نژاد مرد اور عورتوں نے اسلام قبول کیا جن میں اعلیٰ و اوسط و ادنیٰ طبقات کے انسان ہیں۔

(۳) احمدی اور غیر احمدی پبلک نے خواجہ صاحب کی امداد ہزارہا روپیہ سے کی اور کر رہے ہیں۔ مولوی غلام رسول کی حالت خواجہ صاحب کے مقابلہ میں وہی ہوئی جو مولوی بٹالوی صاحب کی حالت حضرت اقدس علیہ السلام کے مقابلہ میں ہوئی تھی مولوی صاحب راجیکی نے خواجہ صاحب کو ذوالقرنین کی شکل میں دیکھا اور پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ زانو بہ زانو ایک تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ مگر جب اُن کا کشف ظہور پذیر ہوا تو مولوی صاحب نے نہ معلوم کیوں اُس کی خود تکذیب کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون میں مکرر درخواست کرتا ہوں کیا مولوی راجیکی صاحب بتلا سکتے ہیں کہ اُن کے کونسے الہامات اور کشف سچے ہیں۔ والسلام ۔ راقم نور احمد بلال انڈ گنگ

منشی اللہ دتا صاحب مرحوم کی چند آخری کلمات

یہ چند کلمات جو نیچے لکھے گئے ہیں منشی اللہ دتا صاحب سیالکوٹی افیسرس منشی کی آخری وقت کی باتیں ہیں۔ جو انہوں نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر رات کے قریبًا تین بجے اس خاکسار کو اپنے مکان پر بلوا کر لکھوائیں اور تاکید کی۔ کہ ان کو اخبار پیغام صلح میں شائع کر دیا جاوے۔ ہاں ساتھ ہی یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ مرحوم اسوقت ایک تسلی یافتہ حالت میں تھے۔ اور ان کو اپنی وفات کا قطعی یقین ہو چکا تھا۔ اور بار بار فرماتے تھے۔ کہ میں نے اپنے آپ کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دیکھا ہے۔ اور نیز ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے ایک پرانا چولہ اتار کر ایک نیا چولہ پہنایا گیا ہے اور خدا کا اس قدر فضل مجھ پر ہوا ہے۔ کہ جس کو میری زبان بیان کرنے سے عاجز ہے اور فرمایا کہ چند کلمات جو میں لکھواتا ہوں۔ انکو جلدی سے لکھ لو۔ اور اخبار میں اشاعت کے لئے بھیجدو۔ کیونکہ یہ باتیں ایک ایسے وقت کی ہیں کہ خدا کے لاکھوں فضلوں نے مجھے گھیرا ہوا ہے۔ اور ممکن ہے۔ کہ کسی کے لئے ہدایت کا باعث ہوں ۔ (خاکسار ثناءاللہ از لاہور چھاؤنی)

و ھو ھذا

اوّل۔ خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ کہ اس نے مجھے حضرت محمد رسول اللہ صلعم (فداہ امی وابی) کے دین میں پیدا کیا۔ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دلی اور سچی محبت ہے۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وعلی خلفاء محمد وعلی جمیع المومنین والمومنٰت والمسلمین و المسلمات۔ خلفاء محمدؐ کا لفظ اس جھگڑے کے فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ جو دو فریقوں میں ہے۔ افسوس ہے کہ میاں صاحب اپنے والد صاحب کی بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیا ان کو معلوم نہیں ہے۔ کہ حضرت صاحبؑ خاتم الخلفاء تھے۔ اور یہی دعویٰ انہوں نے خود کیا۔ میں ناچیز ہوں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وحدہ لا شریک لہ۔ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت ابدًا ابدًا۔ ابدًا ابدًا ابدًا ابدًا۔ ابدًا ابدًا۔ ابدًا ابدًا۔ لا الہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظٰلمین

اگر صاحبزادہ صاحب سچے خلیفہ ہوتے۔ تو خدا کے حقیقی مرتبہ کو سمجھکر ڈر جاتے۔ اور خلاف قرآن باتیں منبر پر چڑھکر نہ کہتے افسوس ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے قوم کا بہت سا روپیہ برباد کر دیا۔ وہ اس کام کے اہل نہیں تھے۔ وہ اسلام کو فروغ نہیں دے سکتے انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور حقیقی اسلام کی اشاعت کر رہی ہے۔

حضرت مولوی محمد علی صاحب۔ مجھے حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر سلسلہ عالیہ احمدیہ سے بہت ہی پیار ہے۔ اور اُن کے مذہب سے بکلی اتفاق ہے۔ میں اُن کو اسلام کا سچا فدائی سمجھتا ہوں۔ مجھے حضرت ڈاکٹر محمد حسین شاہ و مرزا یعقوب بیگ و خواجہ کمال الدین و شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی سے سچی محبت ہے۔ میرے گھر کے ساتھ ایک شخص مسمی کرم دین رہتا ہے۔ اُس کے بیٹے نے میرے بیٹے کو مارا تھا۔ جس کے عوض میں نے خود اسکے لڑکے کو سزا دی۔ اُس سے نہایت عاجزی کے ساتھ معافی مانگی جاوے۔ مجھے سیالکوٹ کے بہت سے دوستوں سے محبت ہے۔ حضرت امیر کے ساتھ مجھے اسقدر محبت ہے کہ جسکو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اور حضرت مرزا محمود احمد صاحب کو سخت غلطی میں مبتلا دیکھتا ہوں۔ ایسے وقت میں کہ موت کے کنارے پر ہوں۔ اور ایسی حالت میں خدا کا فضل دیکھتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کی غلطی کی اصلاح کرے۔

میر حامد شاہ صاحب۔ متقی معلوم ہوتے تھے۔ اُن کی غلط خوابوں نے ان کو ایک بچے کے سپرد کر دیا۔ اور ایسے بچے کے جو اس کام کا اہل نہیں ہے۔ چونکہ میر حامد شاہ صاحب مبائع ہیں۔ اور غیر مبائع سے ملنا پسند نہیں کرتے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ صاحبزادہ صاحب ان کے خدا بن گئے ہیں۔ ایسا عمل ٹھیک نہیں۔ استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ۔ یا حامد یا حامد یا حامد!

میں نے محض نیک نیتی سے یہ باتیں لکھی ہیں۔ میں اکثر شیخ مولا بخش کی دکان پر بیٹھا رہتا تھا۔ مگر بعض مبائع لوگ کلام تک نہیں کرتے۔ رب تو سارے جہان کا ہے۔ ایسی کمزوری اچھی نہیں۔ پیر پرستی درست نہیں۔ مفتی محمد صادق صاحب سے ان مضامین کی وجہ سے جو کہ حضرت صاحبؑ کے وقت حضور کے دہن مبارک کی باتیں لکھتے رہے۔ مجھے محبت ہے حضرت صاحب کے دعوے سے مجھے کلی اتفاق ہے۔ حضرت صاحب کے دعوے سے ۱۸۸۹ء میں لدھیانہ میں میں نے بیعت کی تھی۔ مولوی عبدالکریم صاحب مغفور جو کہ میرے استاد تھے میرے استاد اور غیر متزلزل اسلام تھے۔ مجھے اُنسے محبت ہے۔ مجھے قرآن مجید سے بہت محبت ہے اپنے بچوں کو سب سے پہلے قرآن مجید ہی پڑھانا چاہئے۔ میں حضرت مولوی محمد علی صاحب کے ترجمہ شدہ قرآن کو بڑی عزت سے دیکھتا ہوں۔ خدا حضرت مولوی صاحب پر بڑی بڑی برکتیں نازل فرماوے۔ جس شخص نے جو

تقوے کا نمونہ دکھایا - وہ لا مثال ہے - اُن کو صاحبزادہ صاحب سے کوئی دلی بغض نہیں - خلیفہ نورالدین صاحب جموں والے پر مجھے سخت افسوس ہے کہ وہ دوسرےنگا آدمی ہے - کیونکہ وہ میرا رشتہ دار ہے - اسلئے میرے آخری الفاظ اُن تک پہنچا دیئے جاویں - کہ وہ یکرنگ ہو جاویں یہ محض ہمدردی سے لکھا ہے - ان کو عمل کرنا چاہئے - میری خوشدامن مکرمہ کو نہایت ادب سے سلام سنایا جاوے - اہل محلہ کو خصوصاً - جب کبھی میرے دل میں میرا خیال پیدا ہوا ہے توبہ کی - اور اب جو خدا تعالےٰ نے مجھپر فضل کیا ہے - میں بیان نہیں کر سکتا - میں نے حضرت مرزا صاحبؑ کے اصول پر پادریوں سے بحثیں بھی کی ہیں - اور معانی قرآن مجید جو حضرت صاحب نے سمجھا دیئے ہیں بہت عمدہ ہیں - حکمت سے یہ باتیں میں نے ان تک پہنچائی ہیں -

نوٹ :- اس کے [illegible] انہوں نے ایک اور وصیت لکھوائی - جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سکریٹری صاحب کے سپرد کر دی گئی ہے - جس میں وہ رقومات درج ہیں جو آپ کے ذمے لوگوں کی تھیں - اور نیز وہ جو آپ نے لوگوں سے لینی تھیں - ایک مکان انجمن لاہور کے نام وقف کیا ہے - اور ایسا ہی تمام زیور کا جو میر حامد شاہ صاحب کے پاس بطور امانت ہے - دسواں حصہ ایک سال کی زکوٰۃ اور چندہ ماہوار وغیرہ انجمن کے نام دینا منظور کیا - فجزاہ اللہ احسن الجزا ؎

جماعت محمودیہ کا مناظرہ سے فرار

ناظرین کرام کو یاد ہوگا کہ گذشتہ جولائی ۱۹۱۵ء میں جب میاں محمود احمد صاحب لاہور تشریف لائے تھے - تو چند لاہوری محمودیوں کی دعوت پر حضرت امیر اور میاں صاحب کی متقابلہ تقاریر کی تجویز ہوئی تھی - جس نے ہوتے ہوتے آخر ایک پبلک مناظرہ کی ٹھہرا دی اور باہم شرائط مناظرہ کے طے کرنے تک نوبت پہنچی - جو افسوس ہے کہ اُس وقت نہ باقی طے ہونے سے رہ گئیں - اور بذریعہ خط و کتابت تصفیہ کی کوشش کی گئی - میاں صاحب کے قادیان چلے جانے کے باعث اس خط و کتابت کا سلسلہ ابتک چلا جاتا تھا - اور اب فریق ثانی نے یہ پسند کیا تھا کہ ان کی طرف سے چند آدمی لاہور آکر جلد فیصلہ کریں - چنانچہ گذشتہ ۸ر دسمبر ۱۹۱۵ء کو میر محمد اسحاق صاحب - مولوی فضلدین صاحب لونی اور حکیم محمد حسین صاحب قریشی اس امر کے لئے یہاں میاں چراغدین صاحب کے مکان پر اُترے - ہماری طرف سے حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ اور مرزا خدا بخش صاحب کو مقرر کیا گیا - لیکن کامل چار یوم تک تحریری گفتگو کرنے کے بعد بھی فریق ثانی نے کسی پہلو پر بیٹھنا پسند نہ کیا - پہلے تو ہماری طرف سے پبلک جلسہ پر زور دیا جاتا تھا - جسے فریق ثانی نے باوجود از حد کوشش کے بالکل نہ مانا - آخر ۱۲- دسمبر کو جب اس بارہ میں ان کی طرف سے بالکل مایوسی ہو گئی - تو انہیں ذیل کی چٹھی بھجوائی گئی - جس میں ہم نے اپنی خواہش کے خلاف محدود جلسہ بھی قبول کر لیا اور اُن سے تحریری مناظرہ کی شرط کو (جو وہ بھی شرائط متنازعہ میں سے تھی) قبول کر لینے کو کہا گیا - اس چٹھی کے جواب میں اُنہوں نے حسب عادت ایک طویل خط لکھا جس میں اس تجویز سے بھی گریز کیا -

یہ خط ۳ بجے سہ پہر کو موصول ہوا جسکے جواب میں اسی وقت انہیں اطلاع دی گئی - کہ شام تک اس کا جواب آپ کو پہنچ جائیگا لیکن افسوس ہے کہ جب شام کو حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ خود چٹھی لیکر اُن کی قیامگاہ پر گئے - تو معلوم ہوا کہ وہ تین بجے کی گاڑی سے واپس چلے گئے ہیں - حکیم صاحب مجبوراً اس چٹھی کو لیکر واپس چلے آئے - اور دوسرے دن اسے رجسٹری کروا کر قادیان بھیجدیا گیا ذیل میں ہم حکیم صاحب اور مرزا صاحب کی اس چٹھی کو جس میں محدود جلسہ کی منظوری دیکر تحریری مناظرہ کی استدعا کی گئی تھی - اس غرض سے نقل کر دیتے ہیں کہ ناظرین کرام اس افسوسناک نتیجہ کا جو کامل چھ ماہ کی ان تھک کوششوں کے بعد باوجود ہماری طرف سے مذکورہ بالا رعایت ملنے کے گروہ محمودیہ کے فرار سے ظہور پذیر ہوا - پتہ لگ جائے - اور فریق ثانی کو کسی غلط فہمی کے پھیلانے کا موقعہ نہ ملے - وھو ھذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم - بجواب آپ کی آخری تحریر مورخہ امروزہ التماس ہے - کہ انعقاد جلسہ کی ابتداء ۷ر جولائی ۱۹۱۵ء سے ہو کر آج پورے چھ ماہ کے گذر جانے کے باوجود بھی شرائط ہی کا انفصال نہیں ہو سکا - اور یہ سارا وقت منطقیانہ اور فلسفیانہ ایچوں پیچوں میں گذر گیا - ہماری طرف سے حلفاً بھی عرض ہو چکا ہے - کہ ہم ایسے جلسہ کے انعقاد کے سخت آرزومند ہیں محض اسی غرض کے لئے کہ کسی طرح جلسہ منعقد ہو جائے - ہم مان لیتے ہیں - کہ آپ کی خواہش کے مطابق محدود تعداد کے آدمی شامل جلسہ ہوں مثلاً پانچسو آدمی آپ کی طرف سے اور پانچسو آدمی ہماری طرف سے شامل ہوں اور اسی تعداد کے ٹکٹ دونوں فریق شایع کریں اور پھر دونوں فریقوں کے امیر اپنے اپنے فریق کے مردمان کے ذمہ وار ہوں - گو یہ صورت ہماری منشاء کے مخالف ہے - جو ابتداء سے اب تک یہی رہی ہے - کہ جلسہ عام ہو - جس میں جسقدر زیادہ مردمان آسکیں - بلا روک آسکیں - اُسیقدر بہتر ہے - مگر تاہم آپکے اصرار سے مجبور ہو کر آپ کی خاطر یہ بات مان لی ہے - کہ جلسہ محدود ہو -

اب آپ بھی خدا کے واسطے اور حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کیواسطے - دین اسلام کیواسطے اور جناب مسیح موعود خلیفہ برحق کیواسطے ہماری طرف سے بھی یہ التجا مان لیں کہ تقاریر ضبط تحریر میں اُسی طرح آ جائیں جسکی بابت ہماری تحریر مورخہ ۱۰- جولائی کی شرط نمبر میں عرض کیا گیا تھا -

اس میں کوئی شک نہیں کہ تحریک تقریروں ہی کے لئے ہوئی تھی - اور ابتک بھی ہم اُسی بات پر قایم ہیں اور تقریریں ہی چاہتے ہیں - مگر ہماری منشاء ابتداء سے ہی یہی رہی ہے کہ وہ تقریریں بتمام و کمال ایسی ضبط تحریر میں آجائیں - کہ گویا مقرر کا بولا ہوا کوئی ایک لفظ بھی نہ رہ جائے - اور نہ پس و پیش ہو -

امید ہے اب آپ کو اس کے قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوگا - فقط ؎

(مرزا خدا بخش - محمد حسین -)

(۱۲- دسمبر - ۷ بجے ۱۰ منٹ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم
ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام
دامنِ پاکش بدستِ ما مدام

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار

پیغام صلح

لاہور

قیمت

سالانہ ۳ سے ر

ششماہی ۲ سے ر

سہ ماہی ۱ ۸ ر

ماہوار ۹ ر

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | بنصرہ المسیح لاہور یکشنبہ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۶۷

خواجہ کمال الدین

وزیر آباد سے مکرم و معظم جناب شیخ محمد جان صاحب ذیل کی نظم بھیجتے ہیں۔ جو کسی احمدی شیخ محمد عبد اللہ آزاد کی لکھی ہوئی ہے اور اس سے پیشتر کبھی اخبار الحق میں جب وہ جاری تھا اور بزرگان سلسلہ کے خلاف تبرّا بازی ہی کا کام نہ تھا۔ درج ہو چکی ہے اور وہاں سے ۳ ؍ اکتوبر ۱۹۱۲ء کے نمبر میں بھی بحوالہ الحق نقل ہو چکی ہے۔ ہم نے بھی اسے ہدیہ کے حوالہ بالا پرچہ سے جو جناب شیخ صاحب ممدوح نے ارسال فرمایا۔ بحذف چند اشعار جو وقتی حالات کے متعلق تھے، نقل کیا ہے۔ تاکہ ناظرین کرام ان ہر دو پرچہ جات کے مدبروں کے موجودہ خیالات کا ان ذیل کے اشعار سے جو انہوں نے اپنے اخبارات میں درج کئے مقابلہ کر کے اس تبدیلیٔ عقاید و خیالات کا اندازہ کریں۔ جو ایک غیر مامور کی اطاعت میں انہوں نے کی ہے۔ (ایڈیٹر)

نو بہارِ بوستاں خواجہ کمال الدین ہیں
دینِ ایزد کی اماں خواجہ کمال الدین ہیں
تہل کفر و شرک کا اب کچھ نہیں کھٹکا ہے
عازمِ یورپ ہوئے اسلام کی تبلیغ کو
سوئے لندن جاتے ہیں آپ ہم رنگِ نسیم
از طفیلِ حضرتِ مرزا غلام احمد مسیح
وہ مسیح اور مہدی موعود تھے وہ بالیقین
سینکڑوں جس نے صداقت کے نشاں ظاہر کئے
نام بھی ماشاء اللہ کیا پایا کمالوں سے بھرا

دافع ہم و خزن الا خواجہ کمال الدین ہیں
واعظِ شیریں بیاں خواجہ کمال الدین ہیں
تجھ میں اے ہندوستاں خواجہ کمال الدین ہیں
اس خوشی سے شادماں خواجہ کمال الدین ہیں
نو بہارِ [illegible] دریاں خواجہ کمال الدین ہیں
بن گئے جادو بیاں خواجہ کمال الدین ہیں
انکے دل سے ذوقِ خواں خواجہ کمال الدین ہیں
بیشک ایسے رازداں خواجہ کمال الدین ہیں
یعنی خواجہ خواجگاں خواجہ کمال الدین ہیں

اُس پہ طرّہ یہ کہ خادم ہیں مسیح وقت کے
مژدہ اے قوم مسلماں ہو مبارک یہ تجھے
ملزمِ اسلام پہنچے کئے لاکھوں وہاں
قوم کے ہمدرد راہِ حق میں کر دیں جاں نثار
کیوں نہ اب شاداب اہل دیں کی ہو کشتِ آرزو
پھر لو اب اسکے پھیلائے دامن ہو سو
کشتیٔ اسلام کو طوفاں سے دی جسنے نجات
گلشنِ اسلام ان سے آجکل ہے لالہ زار
صحن میں جنکے ہوئے جاری روش فتح و ظفر
دم کے دم میں لکڑوں کا بند کر دیں ناطقہ
آریہ ہر ہمو وغیرہ کیوں نہ کٹ جائیں بھلا
اُن کی ہر تقریر نے عالم مسخر کر لیا
جاتے ہیں انگلینڈ کو تبلیغِ دیں کیواسطے
قوم انگلش جان و دل سے میزبانی کرا دا
صفحۂ دنیا پہ جنکے لیکچروں کا شور ہے
جارج پنجم قیصرِ برطانیہ کے عہد میں
و لیس آئیں عافیت سے ہم سنائیں یہ نوید

مومنوں کی حرزِ جاں خواجہ کمال الدین ہیں
دین کے رہبر بیگماں خواجہ کمال الدین ہیں
دینِ حق کے مدح خواں خواجہ کمال الدین ہیں
مستحقِ عزّ و شاں خواجہ کمال الدین ہیں
آبیاری کو رواں خواجہ کمال الدین ہیں
اس چمن کے باغباں خواجہ کمال الدین ہیں
اس کے خادم خوش بیاں خواجہ کمال الدین ہیں
باعثِ صد امتناں خواجہ کمال الدین ہیں
ایسے عالی آستاں خواجہ کمال الدین ہیں
واہ کیا معجز بیاں خواجہ کمال الدین ہیں
ہند میں سیف اللساں خواجہ کمال الدین ہیں
واہ کیا شیریں زباں خواجہ کمال الدین ہیں
واعظِ ہندوستاں خواجہ کمال الدین ہیں
آج تیرے میہماں خواجہ کمال الدین ہیں
حق کے وہ شیریں زباں خواجہ کمال الدین ہیں
بے خطر اور بے اماں خواجہ کمال الدین ہیں
داخلِ ہندوستاں خواجہ کمال الدین ہیں

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

مصر میں جنگ - لنڈن -۱۴ دسمبر- قاہرہ میں سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ برطانیوں نے مغربی ریگستان میں عربوں کی ایک متخاصم جمعیت کو شکست دی - برطانی سپاہ کے ۱۱ ہلاک اور ۱۸ مجروح ہوئے -

عراق عرب میں جنگ - لنڈن ۱۳ دسمبر ایک سرکاری بیان مظہر ہے کہ جنرل ٹاؤن شینڈ کی رپورٹ کے مطابق ۸-۹-۱۰- اور ۱۱ دسمبر کو توپ خانہ کے معرکے وقوع میں آئے غنیم نے پہلے ۹ و ۱۰ دسمبر کو بے قاعدہ اور متفرق اور اس کے بعد ۱۱ دسمبر کو دو اور شدید حملے کئے جو تمام شدید نقصان کے ساتھ پسپا کر دئے گئے - ۱۱ دسمبر کے بعد غنیم کی سرگرمی میں فرق آگیا ہے عربوں کا طرز عمل قابل اطمینان ہے - کمکی سپاہ آگے بھیجی جا رہی ہے ۔

معرکہ طیسیفون کے نقصانات - لنڈن ۸ دسمبر مسٹر چیمبرلین نے دیوان عام میں کہا کہ طیسیفون کی جنگ میں ۶۴۳ برطانی ہلاک، ۳۳۳۰ مجروح اور ۴۹۵ مفقود الخبر ہوئے - یقین ہے کہ پسپائی میں ۳۰۰ سے کم نقصان پہنچا - کسی قدر کمکی سپاہ بھی پہنچ گئی ہے - انہوں نے برطانی اور ہندوستانی ہر دو قسم کی سپاہ کے جنگی اوصاف کی تعریف کی - جس پر چیرز دئے - مجروحین کی حالت نہایت قابل اطمینان ہے -

گیلی پولی میں جنگ - لنڈن ۱۵ دسمبر پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دردانیال میں توپخانہ کی عظیم سرگرمی ظہور میں آئی ہے - ضمنی رپورٹوں سے پایا جاتا ہے کہ اتوار کے روز ہماری گولہ باری نے ترکی مورچوں کو سخت نقصان پہنچایا -

[illegible] کی سردی - لنڈن ۱۳ دسمبر رائٹر کا خاص نامہ نگار دردانیال سے لکھتا ہے - کہ جاڑے کا موسم قبل از وقت شروع ہو گیا ہے - اور ہماری فوج بالخصوص نوآبادیات کی سپاہ کو جنکے اکثر سپاہیوں نے اس سے پہلے کبھی برف نہیں دیکھی شدید برفانی ہواؤں کے چلنے سے سخت تکلیف کا سامنا ہو رہا ہے - خندقوں میں بارش ہوئی ہے اور کئی ترکوں اور مجروحوں کی لاشیں پانی میں بہ آئی ہیں ترکوں کی حالت نہایت افسوسناک ہے - سیلاب کی وجہ سے وہ اپنی خندقوں سے باہر نکل آئے اور اکثر ہمدموں پر چڑھ گئے - جہاں انہیں نشانہ بندوق بنا دیا گیا - کئی سردی سے مر گئے - کیونکہ ان کے پاس کافی لباس نہ تھا ۔

ایران میں جنگ - لنڈن ۱۴ دسمبر طہران کا تار مظہر ہے - کہ روسیوں نے ایرانی باغیوں کو مقام ایون میں شکست دی ہے - اور اب ہمدان کے قریب پہنچ گئے ہیں - وزیر داخلہ ایران کے قتل کی ایک سازش کا انکشاف ہوا ہے - جس کے متعلق چند گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں - اس سازش کے محرک مقام قم کے حامی جرمن سپاہ گزین بتائے جاتے ہیں

اتحادیوں کی پسپائی - لنڈن ۱۴ دسمبر سالونیکا کا تار مظہر ہے - کہ برطانی اور فرنچ سپاہ کی پسپائی اطمینان کے ساتھ عمل میں آ رہی ہے - مگر عقب کی محافظ سپاہ کے ساتھ اکثر لڑائی جاری ہے - اتحادی سپاہ کا نقصان اب تک نسبتاً کم ہوا ہے - بلغاری جن کے ساتھ یقیناً جرمنوں کی معتد بہ سپاہ کمک کا امداد کر رہی ہے - بالکل متصل ہمارے عقب میں پیشقدمی کر رہے ہیں - ۱۲ دسمبر کو وہ دوران میں گولہ باری کر رہے تھے - برطانی سپاہ کی انتزاع جاری ہے - اتحادی سپاہ کی صحت عمدہ ہے ۔

البانیہ کیلئے اطالوی سپاہ - پیرس ۱۴ دسمبر روما کا ایک تار مظہر ہے - کہ اٹلی کے فوجی حلقوں میں یقین کیا جاتا ہے - کہ اٹلی عنقریب ۸۰ ہزار فوج البانیہ میں اتار سکیگا ۔

سرحد یونان پر بلغاری - سالونیکا ۱۳- دسمبر بلغاری سرحد یونان کی ان چوکیوں پر قابض ہو گئے ہیں - جو پہلے سروی سپاہ کے ماتحت میں تھیں - اب تک ہر طرح سے سکوت ہے - اطلاع پہنچی ہے - کہ بلغاری سرحد یونان پر گھس جانے کا ارادہ کر رہے ہیں گو اس مقام کی طرف یونانی سپاہ نقل و حرکت کر رہی ہے -

لنڈن ۱۴- دسمبر- یونانی اور اتحادی سپاہ کے سٹاف کے مابین گفت و شنید جاری ہے - بیان کیا گیا ہے - کہ اگر بلغاری سرحد سے گذر آئے - تو یونانی پیچھے ہٹ آئیں گے - مگر جس مقام پر بلغاری یونان میں داخل ہونے کی دھمکی دے رہے ہیں - وہاں کی رپورٹوں سے پایا جاتا ہے - کہ یونانی سپاہ اس علاقہ کی طرف نقل و حرکت کر رہی ہے - جس کا مقصد بظاہر اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ان کے راستہ کو روکا جائے ۔

کامل ترتیب سے اتحادیوں کی پسپائی - لنڈن ۱۵- دسمبر پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے - کہ ہماری سپاہ کامل ترتیب سے پیچھے ہٹ رہی ہے بلغاریوں نے ہمارے عقب کی محافظ سپاہ پر حملہ کیا - مگر انہیں آسانی سے پسپا کر دیا گیا - اب ہمارے تمام دستے یونان میں پہنچ گئے ہیں - بلغاریوں نے سرحد کو عبور نہیں کیا ۔

مناستر بلغاریوں کے قبضہ میں رہیگا - لنڈن ۱۵- دسمبر - سالونیکا سے ٹائمز کو اس مضمون کا تار پہنچا ہے - کہ مناستر کے نظم و نسق سے بلغاریوں کو خارج رکھنا صرف اس وجہ سے تھا کہ یونان کو کسی قسم کا شبہ نہ گذرے - مگر اب یہ پردہ اتار کر پھینک دیا گیا ہے - اور صوفیہ کے جرمن سفیر نے سرکاری طور پر اعلان کر دیا ہے - کہ مناستر اب ہمیشہ کے لئے بلغاریوں کے قبضہ میں رہیگا - اب وہاں خاص بلغاری نظم و نسق قائم کیا جا رہا ہے ۔

برطانی دستہ کی شجاعت - لنڈن ۱۴- دسمبر رائٹر کا نامہ نگار ہیڈ کوارٹر سے لکھتا ہے کہ مجروحین کے بیانات سے اس امر کی تصدیق ہوئی ہے کہ برطانی پسپائی کے دوران میں جو غنیم کی عظیم جمعیت کے مقابلہ میں ناگزیر تھی سپاہ نے نہایت شجاعت اور مردانگی سے کام لیا - جب ہم تیسری لائن تک پیچھے ہٹ آئے - تو رائل انسکلنگ فیوزیلیرس کی کمپنیوں نے جو [illegible] پر مدافعت کر رہی تھیں نہایت شجاعت سے کام لیا - تمام صبح غنیم کو صرف رائفلوں کی آتشباری سے روکے رکھا بمشکل کوئی آدمی بچا ہوگا - مگر ان کی شاندار مقاومت سے ہمیں جارحانہ کارروائی کی تکمیل کیلئے کافی وقت ملگیا ۔

بلغاری اپنے حملوں سے پیشتر نہایت تیز پھٹنے والے اور شرپنیل گولوں سے مہلک آتشباری کرتے تھے - جن میں سے اول الذکر کے سنگین ریزے چاروں طرف پھیل جاتے تھے - اسکے بعد وہ پیدل سپاہ کے انبوہ کثیر سے حملے کرتے تھے مگر ہم نے اپنی [illegible] کی قلت کی وجہ سے ہم ان کی کھلی صفوں کو حسب منشا نقصان نہ پہنچا سکے - گولہ بارود کے ختم ہو جانے پر ہم نے بھی سیلاب کو سنگین سے روکنے کی کوشش کی مگر انکی کثیر التعداد جمعیت کے سامنے ہماری کچھ پیش نہ گئی اور اس سپاہ کے ہاتھ سے میدان نکل گیا - مگر شدید نقصان اٹھانے کی وجہ سے وہ دوسری لائن کی طرف پیشقدمی کرنے میں نہایت احتیاط عمل میں لائے - اور انہوں نے صرف شدید گولہ باری پر ہی اکتفا کیا - مگر ہم وہاں قائم نہ رہ سکے - اور تیسری لائن تک پیچھے گیا ہے - اسی مقام پر انسکلنگ کے دستہ نے پسپائی کی حفاظت کیلئے اپنی جانیں قربان کر دیں یہ کارروائی درحقیقت عقب کے محافظ دستوں کی جنگ تھی مگر بلغاریوں کو اس سے اچھا سبق ملا کہ پھر انہوں نے جلد جارحانہ پہلو اختیار کرنیکا نام نہ لیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۳ - مورخہ دسمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۶۷

قابل غور مسئلہ پر غور

ایک سالانہ مذہبی کانفرنس کی ضرورت

گذشتہ اشاعت میں جناب بابو محمد منظور الٰہی صاحب کا ایک نہایت ضروری مضمون "جملہ احباب کے لئے قابل غور مسئلہ" کے عنوان سے ہدیۂ ناظرین کیا گیا تھا جس میں فاضل مضمون نگار نے نہایت عقلمندی سے یہ تجویز کی ہے کہ ہم ہر سال مختلف شہروں میں باری باری کرسمس کی رخصتوں میں ایک "اشاعت اسلام کانفرنس" کیا کریں - جہاں ہندوستان کے جملہ ہمدردان اشاعت اسلام مرکزی انجمن اشاعت اسلام کے بزرگوں کو اپنی قیمتی رائوں اور روپیہ سے امداد دیں" - بابو صاحب کی یہ تجویز اپنی نوعیت میں ایک نہایت ہی معقول اور لائق عملدرآمد تجویز ہے - اور انہوں نے اس کی ضرورت و اہمیت اور فوائد کو گذشتہ اشاعت میں خود ہی واضح کر دیا ہے - لیکن اگر اس میں ایک تھوڑی سی ترمیم یا اضافہ کر لیا جائے - تو ہمارے خیال میں یہ اور بھی زیادہ مفید اور کارگر ہو - "اشاعت اسلام کانفرنس" کا انعقاد بیشک بہت سی برکات اور فوائد کا موجب ہو سکتا ہے اور مختلف شہروں میں جماعت کے بزرگوں کے باہمی میل جول اور تبادلہ خیالات سے قلوب میں ایک جوش اور زندگی پیدا ہونے کے ساتھ کام کرنے کے مختلف ذریعے بھی معلوم ہو سکتے ہیں - لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ایک مانی ہوئی بات ہے - اور خود ہمارے زمانہ کا تجربہ اس پر شاہد عادل ہے - کہ مختلف مذاہب کے متقابلہ مطالعہ سے جو فوائد اور عمدہ نتائج مترتب ہو سکتے ہیں وہ یکطرفہ باتوں کے سننے یا ایک ہی مذہب کا مطالعہ کرنے سے نہیں ہو سکتے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت نے آجتک جتنے کام اسلام کی حمایت و اشاعت میں کئے ہیں - وہ بہت حد تک اسلام کے ساتھ غیر مذاہب کے مطالعہ کی طفیل ہیں - اگرچہ اس مامور ربانی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے بہت سی دینی معلومات عطا فرمائیں - لیکن بالآخر غیر مذاہب کی باتوں کا علم ہونے یا اللہ تعالیٰ کے علم کرانے پر ہی انہوں نے ان میں سے ایک ایک کا جواب دیا - اور اپنی جماعت کو بھی ان کے حال سے آگاہی دے کر ہی ان پر فوقیت بتائی - اور ان کا مقابلہ کرنے کے قابل بنایا - پس کسی دوسرے مذہب کی تردید کرنے یا اپنے مذہب کی خوبیوں کو جتانے سے پیشتر (جو اشاعت اسلام کے کام کا لازمی جزو ہے) ضرورت ہے کہ اس کا مطالعہ بھی کیا جائے - ایسا ہی کسی مذہب کے احق بہ قبولیت ہونے کا فیصلہ کرنے کا بھی سب سے عمدہ (اگرچہ سب سے مشکل) راہ یہی ہے - کہ کل مذاہب کا مطالعہ کیا جائے - اور ان میں سے کسی ایک کو ان معیاروں کے مطابق پا کر قبول کیا جائے - جو کسی سچے مذہب کی صداقت کا نشان ہو سکتے ہیں - لیکن ظاہر ہے - کہ مذہبی دنیا میں نہ تو ہر شخص اس قابل ہی ہوتا ہے - اور نہ ہی ہر ایک کو اتنی فرصت ہی ہوتی ہے - کہ وہ اس مشکل ترین کام میں ہاتھ ڈالے - اسی لئے اس زمانہ میں جبکہ مذاہب کا ہر جگہ ایک دنگل اور اکھاڑہ لگ رہا ہے - اور جس طرح سے ملکوں اور شہروں کے تعلقات اسقدر بڑھ گئے ہیں - کہ گویا کل دنیا ایک شہر کے حکم میں ہے - ویسے ہی مذاہب عالم بھی ایک دوسرے سے گویا ٹکرا رہے ہیں اور ان کا یہ تصادم بعض ناسمجھ اور سادہ لوح طبائع کو شک و شبہ میں ڈالکر آئے دن تبدیل مذہب پر مجبور کرتا ہے - اکثر مواقع پر مذاہب عالم کی ایک یکجائی کانفرنس بہت سے ان مفید نتائج کو ظہور میں لے آئی ہے - جو کہ صدہا برس کے مطالعہ یا موجودہ تصادم سے ہرگز پیدا نہیں ہو سکتے - اس کی وجہ زیادہ تر وہ نہایت اعلےٰ اصول ہے - جو ان کانفرنسوں میں تمام مذاہب کے نمائندوں کے ایک ہی پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کو بیان کرنے کی صورت میں برتا گیا ہے - ہر ایک مذہب کا پیرو اپنے مذہب کی بھلائی یا برائی کو جیسا سمجھ سکتا ہے - ظاہر ہے کہ کوئی دوسرا اسے ویسا اچھی طرح جان نہیں سکتا - اور اگر کوئی جانتا بھی ہو - تو اس کی نظر زیادہ تر برائیوں پر ہی ہوگی - اور وہ ہر ایک اس بات کو جو اس کے مذہب کے خلاف ہو بلا سوچ و بچار برائی پر ہی محمول کریگا - لیکن خود اس مذہب کا پیرو اگر کوئی بری بات بھی ہو - تو اسے اچھا ہی بنا کر دکھانے کی کوشش کرتا ہے - اور بعض اوقات وہ باتیں جو دوسروں کو بری معلوم ہوتی ہیں - درحقیقت ان میں بہت کچھ بھلائی ہوتی ہے - جس کا علم اس کے پیرووں کو ہی تھوڑا یا بہت ہو سکتا ہے - اور دوسروں کو اس قدر نہیں - اسی لئے ہر ایک مذہب کے پیرو کا اپنے مذہب کو ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر پیش کرنا اس احتمال کو دور کر دیتا ہے - کہ اس نے کوئی بیجا الزام اپنے مذہب پر دیا ہو - ہاں غلو یا افراط محبت کا اندیشہ ہو سکتا ہے مگر سننے والے سب مذاہب کے حالات اور تعلیمات کو سنکر اس بات کا اندازہ خود بخود کر سکتے ہیں - کہ کونسی تعلیم اعلےٰ اور افضل ہے - کس بات کو تاویلات و قیاسات سے اعلیٰ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور کس میں سادگی اور حسن دونوں ملے جلے ہیں - یہ صرف خیالی باتیں ہی نہیں - بلکہ اس زمانہ میں اس قسم کی بہت سی ایسی کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں - اور ان کے خوشگوار نتائج سے ہم بہت حد تک متمتع بھی ہو چکے ہیں - میں ان میں سے چند ایک کے نام یہاں پیش کرتا ہوں - اور اپنے ناظرین کو یاد دلانا چاہتا ہوں - کہ ان میں احمدی قوم کے بزرگواروں اور خود حضرت مسیح موعودؑ کے عظیم الشان لیکچرز نے کیا کچھ فائدہ پہنچایا -

۱۸۹۶ء کی وہ مشہور ترین کانفرنس جو دھرم مہوتسو کے نام سے لاہور میں منعقد ہوئی اور جس میں حضرت مسیح موعودؑ کا وہ عظیم الشان لیکچر جو "اصول اسلام کی فلاسفی یا ٹیچنگز آف اسلام" کے نام سے اردو اور انگریزی کتب کی صورت میں بہت سے اردو دان متلاشیان حق اور انگریز اور دیگر یورپین فاضلان عالم کو راہ حق بتا کر ان کی تشنہ لبی کو سیراب کر چکا ہے - پڑھا گیا - کم از کم جماعت احمدیہ کو تو یاد دلانے کی ضرورت نہیں - اس لیکچر نے جو کچھ اثر اس وقت سامعین کے دلوں میں پیدا کیا - اور اس کے ذریعہ سے اسلام کو جو نمایاں فتح تمام دیگر مذاہب پر اس میدان میں ہوئی وہ اسوقت کے انگریزی و اردو اخبارات اور بعض اس کے سننے والوں سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے - جس کے یہاں بیان کرنے کی مجھے ضرورت نہیں - ایسا ہی آج بھی یہ لیکچر تبلیغ اسلام کے بہت سے مراحل کو طے کر کے بہت سی سعید روحوں کی کشش کا موجب ہو رہا ہے -

دسمبر ۱۹۰۹ء میں کلکتہ میں مذاہب عالم کی جو کانفرنس منعقد ہوئی - اس میں اور

پھر جب وہی کانفرنس ۱۹۱۲ء میں الہ آباد میں منعقد ہوئی۔ تو اس میں بھی حضرت امیر جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے لیکچروں سے اسلام کو جو نمایاں کامیابی ہوئی۔ وہ بھی خود منتظمین و ارکان کانفرنس کے اس اعتراف سے ظاہر ہے جو انہوں نے اسی وقت بر سر مجلس اس بارہ میں کیا۔

ایسا ہی گذشتہ [illegible] سال یعنی ۱۹۱۳ء [illegible] میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے پیرس کے مشہور و معروف مذہبی کانفرنس میں شامل ہونے سے یورپ میں اسلام کی بسرعت تمام اشاعت کے جو مفید ترین نتائج مترتب ہوئے۔ وہ کس کی نظر سے پوشیدہ ہیں۔ اس کانفرنس کے ممبر اس دریا ئے معرفت کے لئے حضرت خواجہ صاحب کے آج تک بہت ممنون ہیں۔ جس کا انہوں نے انکو اسلامی تعلیمات کے ذریعہ پتہ دیا۔ اور جس کے کہ وہ ایک مدت سے متلاشی تھے۔

ان تمام حالات سے جو میں نے چند ایک مشہور و معروف مذہبی کانفرنسوں کے متعلق پیش کئے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ اسلام اور حامیان اسلام کو ان کانفرنسوں کے ذریعہ ایک بہت بڑی کامیابی اور نصرت حاصل ہوئی ہے۔ اس لئے یہ تجویز شائد ناموزوں ہو۔ کہ اخویم مکرم بابو محمد منظور الہی صاحب نے اشاعت اسلام کانفرنس کی جو تجویز پیش کی ہے۔ یا تو اس کی کوئی ایسی صورت بنائی جائے۔ کہ جس سے بابو صاحب موصوف کا بیان کردہ مقصد (جو وہ بھی نہایت اہم اور ضروری ہے) بھی پورا ہو جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ ایک مذہبی کانفرنس بھی ہو۔ جس میں مختلف مذاہب کے لیکچرار اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں اور فوقیت کو بیان کریں۔ اور یا جلسہ کے دنوں کو ان دونوں امور کی سرانجام دہی کے لئے تقسیم کر دیا جایا کرے۔ یعنے مثلاً اگر تین دن جلسہ ہونا ہو۔ تو ان میں سے ایک دن اشاعت اسلام کانفرنس کے لئے وقف ہو اور باقی دو دن اس عالمگیر مذہبی کانفرنس کے لئے مخصوص ہوں۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔

اس جلسہ کے انعقاد کی تاریخوں پر بحث کرنا [illegible] قبل از وقت ہوگا۔ اس مسئلہ پر اسیوقت غور کیا جا سکتا ہے۔ جب جلسہ سالانہ پر یہ تجویز پیش ہو۔ ہاں ہم اس قدر عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ بابو صاحب کی تجویز کردہ تاریخوں یعنی ایام کرسمس کے متعلق ہم بوجوہات خاص ان سے اتفاق نہیں کر سکتے

امید ہے۔ کہ دیگر احباب بھی ان ہر دو ہر دو تجاویز پر جو بابو صاحب کی طرف سے گذشتہ اشاعت میں اور ہماری طرف سے اوپر پیش کی گئی ہیں۔ غور فرما کر اپنی اپنی آراء سالانہ جلسہ پر پیش کرنے میں کوئی دریغ نہ فرمائیں گے ✤

نوٹ اور رائیں

بانی اسلام صرف اللہ تعالیٰ ہی

کل ایک محترم بزرگوار نے دوران گفتگو میں پیغام صلح کے کسی گذشتہ آرٹیکل کا حوالہ دیکر فرمایا کہ وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بانی اسلام لکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ اور بانی اسلام خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اسوقت تو اس بات پہنچے چنداں توجہ نہ کی اور صرف اس بزرگ کی اس معقول بات کی تائید کرتے ہوئے اپنے ہی قلم سے نکلے ہوئے اس پرانے نوٹ کی طرف اشارہ کر دیا۔ جو کبھی ایکسلوکل معصر کے اس ادعا کی تردید میں لکھا گیا تھا۔ کہ بانی اسلام آنحضرت صلعم ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ جواب شافی نہ تھا۔ بلکہ بتانا یہ چاہئے تھا۔ کہ جب میں خود اس بات کا قائل ہوں کہ آنحضرت صلعم کی نسبت بانی اسلام کا لفظ استعمال کرنا صحیح نہیں۔ تو پھر پیغام صلح میں ایسا لفظ کیوں لکھا گیا۔ اسلئے یہ خلش اسوقت دل میں باقی رہ گئی۔ اور چونکہ اب بھی میں اس بات کی کوئی وجہ نہیں بتا سکتا۔ کہ کیوں پیغام صلح میں ایسا لفظ لکھا گیا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس غلطی کی اصلاح کر دوں۔ اور یہ اعلان کر دوں کہ پیغام صلح میں وہ لفظ صحیح نہیں لکھے گئے۔ لہذا اس مضمون میں جو غالباً ۱۸۔ جولائی ۱۹۱۵ء کے پیغام صلح میں "بانی اسلام کا عالمگیر پیغام" کے عنوان سے مندرج ہے۔ بانی اسلام کی جگہ نبی اسلام یا پیغمبر اسلام صلعم پڑھا جاوے ✤

مذہبی و معاشرتی تنازعات

دہلی سے ۱۰۔ دسمبر کو ایک تار میں عنوان بالا کے متعلق ایک سرکاری مراسلت کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ۱۴۔ فروری ۱۹۱۲ء کو امپیریل لیجسلیٹو کونسل میں آنریبل سر فاضل بھائی کریم بھائی کے اس ریزولیوشن کا تمسک اور مذہبی تنازعات کی رفع بہ اہی کے ایک جماعت مصالحت بنائی جائے

نتیجہ یہ نکلا تھا۔ کہ گورنمنٹ ہند نے یقین دلایا تھا۔ کہ مشیر و صلاح کار دل کی جماعت کے استقرار کی نسبت مزید غور کیا جائیگا۔ چنانچہ لوکل گورنمنٹوں سے اس ضمن میں رائے طلب کی گئی تھی۔ اب ان کے جوابات موصول ہوگئے ہیں۔ اور جیسی کہ توقع کی گئی تھی وہ اس طرز عمل پر زور دیتے ہیں۔ جو حالات موجودہ میں افسران ضلع مختلف اقوام کی نزاعوں کے دور کرنے میں کام میں لاتے ہیں۔ جب کبھی کوئی جھگڑا پیدا ہوتا ہے تو مقامی افسر ہر دو فریق کے با اثر لوگوں کی مدد سے اسے رفع دفع کر دیتے ہیں۔ اس قسم کی غیر سرکاری کارروائیوں کا نتیجہ عموماً نہایت عمدہ نکلتا ہے۔ اور اگر کبھی اتفاق سے یہ روش کارگر نہیں ہوتی تو ایسی حالت میں دشمنیاں اسقدر بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ کہ میل ملاپ کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔ بہرکیف ہر دو فریق کے سربرآوردہ اصحاب کی استعانت کا ہر لوکل گورنمنٹ اعتراف کرتی ہے۔ اور ہر ضلع میں یہ مصلحت برابر برتی جاتی ہے۔ گذشتہ سالوں میں مخصوص تنازعات کے فیصلہ کے لئے کبھی مستقل اور عارضی کمیٹیاں بنائی جا چکی ہیں۔ مگر نتائج ہمت افزا ثابت نہیں ہوئے۔ ہر درست شخصی تنازعات کے متعلق ضلع کے افسروں کو یہ سہولت میسر ہے کہ وہ ایسے شخصوں کی استعانت حاصل کر لیتے ہیں جن کی عظمت و وقعت متخاصمین کے دلوں میں جاگزین ہوتی ہے اور یہ طریقہ سودمند بمقابلہ اسکے کہ مستقل طور پر کوئی جماعت اس مقصد کے لئے مقرر کی جائے۔ بلکہ مؤخر الذکر صورت میں تو متخاصمین کی ادنے ادنے معاملات میں بھی مخالفت بڑھ جانے اور نئے جھگڑوں کے ساتھ پرانی شکایتوں کے عود کر آنیکا اندیشہ ہوتا ہے۔ انجمن مصالحت میں ایسے اصحاب کم ہونگے جو خاص خاص امور متنازعہ میں صائب رائے دینے کے اہل تصور کئے جائیں۔ بالفاظ دیگر خاص قسم کی نزاعیں خاص آدمی چکیو [illegible] طے کر دیتے ہیں۔ کسی خارجی کمیٹی کا ایسی نزاعوں میں دخل بہت کم وزن رکھیگا۔ اور بعض صورتوں میں تو مضر ثابت ہوگا۔ ان آراء کے بغور مطالعہ کے بعد گورنمنٹ جنرل معہ کونسل نے یہ تصفیہ فرمایا ہے کہ موجودہ طرز نظام میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے

ایک آریہ سماجی لیکچرار کا طرز استدلال

(از مولوی عبدالحق صاحب مبلغ اشاعت اسلام کالج لاہور)

آہ از دست صرافان گوہر ناشناس

ہر زماں خرمہرہ را با دُر برابر میکنند

آریہ سماج کا وجود جب سے بھارت ورش میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ مناظرہ اور مباحثہ کی طرح عجیب انداز سے بدل گئی ہے۔ ہر ایک لغو اور بیہودہ مسئلے کو جسے عقل سلیم دھکے دیتی ہے۔ کانشنس قبول نہیں کرتا۔ صحیفۂ فطرت کا ہر ورق اس کے باطل اور پوچ ہونے پر شہادت دے رہا ہے۔ کوئی معمولی سے معمولی سائنسدان بھی ایک لحظہ کے لئے اُسے ماننے کیلئے تیار نہیں۔ خانہ ساز منطق اور فلسفے کی کل پر کس کر لیاقت زرگری کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سال آریہ سماج کے سالانہ جلسہ پر مہاشہ راجیندر دہلوی نے تناسخ پر بقول آریہ گزٹ ایک زبردست۔ (آریہ سماج کے نزدیک نہ کہ علم و عقل کی رو سے) لیکچر دیا۔

مہاشہ صاحب کا طرزِ استدلال قابل داد ہے آپ کی دلیل کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

آپ نے فرمایا کہ جب کچھ آدمیوں کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہو۔ تو ہر ایک شخص خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو۔ چونکہ ابھی تک اس میں مذہبی تعصب پیدا نہیں ہوا۔ اُن کو دیکھکر یہی کہے گا۔ کہ اِن لوگوں نے کوئی جُرم کیا ہے۔ کیونکہ ہتھکڑی لگانے والوں کو ہم بے انصاف نہیں سمجھتے۔ پس جبکہ خُدا ان زمینی بادشاہوں سے بڑھکر منصف اور علیم خدا ہے وہ کیونکر کسی کو بلاوجہ قید کریگا یا سزا دیگا مگر گستاخی معاف خوش فہم مہاشہ صاحب نے اس النکار یا استعارہ کو بیان کرکے اس سے استدلال کرنے سے پیشتر کئی امور اپنے ذہن میں فیصلہ شدہ سمجھ لئے ہیں۔ اور اس مفروضہ ریگ کے تودہ پر وہ ایک عمارت کھڑی کرنی چاہتے ہیں۔ اور یہ آریہ سماج سے کچھ بعید نہیں اور وہ ایک حد تک مجبور بھی ہے۔ کیونکہ یہ طرزِ استدلال اُنہوں نے ورثے میں پایا ہے ستیارتھ پرکاش کے متعدد مقامات میں یہ طرزِ استدلال پایا جاتا ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج

تا ثریا مے رود دیوار کج

دوم ان مہاشہ کا سٹینگ سٹون جس پر وہ تناسخ کی بلڈنگ کھڑی کرنا چاہتے ہیں معلق در ہوا ہے - جیسا کہ مہاشہ مذکور نے [illegible]

امور کو پہلے ہی مسلمہ فریقین سمجھ لیا ہے۔

۱۔ (الف) ہر ایک حیوان پہلے انسان تھا۔

(ب) ہر ایک حیوان کی موجودہ صورت مجرمانہ ہے۔ (یعنی ہتھکڑی لگی ہوئی ہر شکل ہے)

۲۔ (الف) ہر ایک دُکھ یا تکلیف جُرم کا نتیجہ ہے۔

(ب) جُرم کا لازمی نتیجہ دُکھ یا تکلیف ہوتا ہے۔

ان امور مسلمہ یا متعارفہ سمجھکر مہاشہ جی نے تجاہل عاقلانہ کہئے یا تغافل آریانہ تحصیل حاصل کے طور پر یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ انسان فطرتاً تناسخ کا قائل ہے۔

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے

دے آدمی کو موت پر یہ بدادا نہ دے

کاش کہ مہاشہ مذکور معترض ہونے سے پیشتر اس پر غور کر لیتے۔ کہ آیا یہ بنیاد مسلمہ فریقین ہے یا نہیں۔ اسلام حیوانات کو انسان کی مسخ شدہ صورتیں نہیں مانتا۔ مہاشہ صاحب جنکو قیدی سمجھکر ہتھکڑیاں ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ اسلام اُن کو ہتھکڑیوں میں مقید سمجھتا ہے۔ اور نہ مہاشہ مذکور کی مفروضہ اور وہمی ہتھکڑیاں کہیں ان کے دست و پا میں ہیں۔ حیوانات باقی کائنات کی طرح انسانی فائدے اور آرام کی خاطر پیدا کئے گئے ہیں۔ پس جس طرح ہیرے جواہرات سنگ مرمر سنگ سُرخ سونا چاندی۔ سیارے۔ ستارے، چاند اور سورج۔ آب و ہوا و آتش وغیرہ وغیرہ کو آریہ سماج روحوں کے قیدخانے اور انسانی مسخ یا مسخ شدہ صورتیں نہیں مانتا۔ (گو سائنٹسٹ اسکے خلاف ہے) اسی طرح اسلام حیوانات کے قالبوں کو قیدخانے نہیں سمجھتا۔ اور نہ وہ خدا تعالےٰ کو ایسا ظالم اور کینہ ور سمجھتا ہے۔ کہ اس کی رحمت کی نسبت اُس کا غضب اِسقدر بڑھا ہوا ہو کہ اس نے سماجک ایشور کی طرح جھنجھلا کر لاتعداد قیدخانوں میں اسقدر مخلوق قید کردی ہو۔ کہ آزاد مخلوق کی مقید مخلوق سے کوئی نسبت نہ رہی ہو۔ مثال کے طور پر میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی بادشاہ ہندوستان کی ۳۱ کروڑ آبادی میں سے ۳۰ کروڑ کو جیل میں بھیجدے۔ تو اس بادشاہ کو کون منصف اور عادل ٹھیرائے گا کیونکہ وہ مخلوق [illegible] اسیر رکھتا ہے۔ جسکو [illegible] کے اختیار میں نہیں۔

گویا کہ وہ تکلیف مالا یطاق دینے کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس دنیا میں انسان اور حیوانات کی تعداد میں کوئی نسبت نہیں۔ پانی کے ایک مربع فٹ میں جسقدر کیڑے ہیں۔ تمام دنیا کے انسانوں کی آبادی شاید ہی اسقدر نہیں۔ اور سب سے تعجب خیز یہ امر ہے کہ یہ تناسب ہمیشہ سے قائم ہے۔ اعداد و شمار کا موازنہ تو کجا حیوانات کے انواع اور افراد تو الگ رہے۔ جسقدر انواع صرف نباتات کی دنیا میں ہیں۔ اسقدر انسان نہ دنیا میں ہوئے۔ نہ ہیں اور نہ ہونگے سماجی دوست دوزخ کی وسعت پر معترض ہوا کرتے ہیں۔ ذرا اس اپنے مزعومہ دوزخ کی وسعت کا بھی اندازہ لگائیں۔ اس تختۂ زمین پر حیوانات اور انسان کے جسم میں جمادات اور پانی میں ہوا میں اور سب سے بڑھکر اس استغاثہ کرۂ ہوائی میں کوئی جگہ ایسی نہ پاؤگے جہاں کیڑے موجود نہ ہوں۔ تو پھر کیا سماجک مجبوری کی رو سے کوئی جگہ ایسی ہے۔ جسے دوزخ نہ کہا جاسکے۔ سماجی منزہ کیا ایسا کینہ ور ایشور دیالو کرپالو کہلانے کا مستحق ہے۔ تم منہ سے اقرار کرو یا نہ کرو۔ تمہارے کانشنس ہاں کسی سلیم الفطرت انسان کا کانشنس بشرطیکہ جس نے ستری سوامی رشی نمبر ۱۰۸ کے اس قول کو کہ شنکر آچاریہ نے مصلحت سے جھوٹ بولا ہو تو اچھا ہے" اپنا پرم دھرم نہ سمجھ لیا ہو۔ ضرور اس کی صداقت کی شہادت دیگا۔

ان سماجی دوستوں کے لئے کہ جنہوں نے ستیہ کو گرہن اور است کو نیاگ کے اصول کو ہاتھی کے کھانے کے دانت نہ سمجھا ہو۔ سردست ایک دلیل عرض کرتا ہوں کہ جب آریہ اصول کے بموجب کوئی ایسا شخص نہیں پیش کیا جاسکتا کہ جو بالکل گناہ سے پاک ہو۔ شاید کوئی ناواقف آریہ مہاشہ یہ کہیں کہ ہم میں بڑے بڑے مقدس رشی منی گذرے ہیں۔ غالباً وہ ضرور اور سوامی دیانند یقیناً گناہ سے پاک ہونگے۔ اور ثبوت میں ستری ہنر کلنک اور اس قول کو پیش کرے۔ کہ سوامی جی تو نر سہرا انت تھے۔ مگر میرے دوستو! خود سوامی جی اور مہاراج منو تمہیں کسی انسان کی نسبت یہ کہنے کا فتویٰ نہیں دیتے۔ کیونکہ اگر رشی لغزش محال ایسا ہو

تو وہ تو دائماً ملّت ہونا چاہئے۔ اور دائمی مکتی ہاں اس عاشق رب الورا کی فراقی اشتہا کی سیری کا سامان تمہارے ایشور کے ہاں نہیں دوستو! ایسا بھی کوئی ایشور سنا ہے۔ کہ بار بار اور رونے نہ دے) مکتی سے لوگ لوٹائے ہی اس لئے جاتے ہیں۔ کہ ان کا کوئی نہ کوئی گناہ ......

.... کہیں نہ کہیں ایشوری گیان میں موجود ہوتا ہے۔ جسکا وہ بدلہ کبھی نہیں چھوڑتا۔ پس جبکہ دنیا میں کوئی بھی گناہ سے پاک نہیں تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ گناہ کے داغ سے کلی طور پر پاک نہ ہونا روح کی فطرتی کمزوری ہے۔ سوامی دیانند جی اور سوامی مہاراج نے تو انسان کو ان گناہوں کا بھی ذمہ وار ٹھیرایا ہے۔ جن کے ترک پر انسان قطعاً قادر نہیں۔ مثلاً تنفس کے ذریعے جانوروں کا مرنا۔ اور بقول منو جی مہاراج اوکھلی اور موسل کے استعمال سے پیدا شدہ گناہ وغیرہ وغیرہ۔ پس باوجود اس کے کہ جیو فعل مختار ہے۔ مگر اس کا ترک گناہ پر من کل الوجوہ قادر ہونا نہ صرف محال بلکہ ناممکن ہے۔ اور گناہ ایک حد تک جیو کے سبھاوک گنوں (فطرتی صفات) میں سے ہے۔ بقول سوامی دیانند کسی چیز کے سبھاوک گنوں کا ناش کرنا۔ جیو تو درکنار خود ایشور جی مہاراج کے بھی اختیار میں نہیں۔ یعنے اگر ایشور چاہے بھی کہ روح گناہ نہ کرے۔ تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ پس وہ جو منصف نہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر رحیم اور کریم خدا ہے۔ روح کی اس فطرتی کمزوری سے خوب واقف ہے۔ جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے۔ خلق الانسان ضعیفا۔ پھر اگر وہ انسان کی ہر لغزش کی سزا دے تو انسان بے بنیاں کا کہاں ٹھکانا ہے۔ اور ایسا کرنے میں وہ حق بجانب بھی نہ تھا۔ کیونکہ موجودہ صورت میں روح سے کلیتہً گناہ سے پاک رہنے کی توقع تکلیف مالا یطاق تھی۔ پس اس لئے وہ ایک مہربان باپ کی طرح نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اپنی کمزور اور ناتوان سنتان کی کمزوریوں سے چشم پوشی کر کے اپنے ارحم الراحمین ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ اور اسطرح وہ تناسخ کو باطل ٹھہراتا ہے۔ مگر اپنے سے باغیوں اور سرکشوں کے گناہ نہیں بخشتا۔ ان اللہ لا یغفر +

شرع محمدی یا رواج پنجاب

(از مسٹر بدر الدین صاحب قریشی بیرسٹر ایٹ لا لاہور)

سوال اس وقت جو پبلک کے سامنے درپیش ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم ۱ یا وراثت وغیرہ معاملات شرع محمدی کے مطابق طے ہوا کریں۔ یا رواج پنجاب کے مطابق اس بارہ میں یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ یہاں قانون ساز ی صوبہ پنجاب یا بعض دیگر مقامات کے لئے ایسے قواعد وضع کرنے والی ہے جنہیں رواج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور جن کے مطابق آئندہ کے لئے وراثت وغیرہ کے تنازعات رفع کئے جائینگے۔ یہ ایک بڑا اہم مسئلہ ہے جس پر اخبارات میں بہت سی کشمکش دیکھنے میں آئی ہے۔ چونکہ یہ ضروری ہے۔ کہ اس بارہ میں ہر ایک شخص اپنے خیالات ظاہر کرے۔ اس لئے خاکسار اپنی رائے ظاہر کرنے کی جرأت کرتا ہے۔

سب سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے۔ کہ رواج پنجاب سے کیا معنے ہیں۔ کیونکہ جب تک یہ امر پورے طور پر نہ سمجھ لیا جائے۔ اس پر رائے دینی شاید درست نہ ہوگی۔ خاکسار نے چند سال ہوئے۔ اپنی کتاب موسومہ رواج پنجاب میں جو ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ کہ رواج پنجاب ان قواعد کا نام ہے۔ جو صوبہ پنجاب کے مختلف حصص میں دستور العمل بن گیا ہے۔ اور جن پر بعض اقوام وراثت وغیرہ معاملات میں عمل کر رہی ہیں۔ چیف کورٹ پنجاب کے ان مختلف فیصلہ جات سے جو رواج پر شائع ہو چکے ہیں نظر ڈالنے سے عیاں ہوگا۔ کہ اس صوبہ میں سینکڑوں قسم کی اقوام موجود ہیں مثلاً سید قریشی۔ مغل۔ پٹھان۔ ارائیں۔ اعوان۔ راجپوت۔ گکھڑ۔ بلوچ۔ گوجر۔ جاٹ۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔ اور جس طرح یہ مختلف قومیں ملک کے مختلف حصوں میں ہزارہا اقسام کی مختلف اشکال میں موجود ہیں۔ اسیطرح ان کے رواج وراثت۔ جانشینی۔ انتقال۔ متبنیٰ۔ وصیت اور شادی وغیرہ امور بھی مختلف قسم کے ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ کہ ان رواجہائے میں سے کسی ایک قوم کی نسبت یہ کہنا کہ اس قوم کا فلاں رواج ہے۔ بالکل ناممکن ہے۔ کسی قوم کا رواج کچھ ہے۔ اور کسی کا کچھ۔ کوئی قاعدہ کلیہ ان میں ہرگز پایا نہیں جاتا۔

دوسرے الفاظ میں اسکے معنے یہ نکلے۔ کہ ہر ایک قوم نے اپنے مختلف حالات کے مطابق اپنے لئے ایسے عجیب و غریب قواعد بگاڑ کر وضع کر لئے ہیں۔ جو دوسری اقوام سے نہیں ملتے۔ مگر اگر ہم ان رواجوں کا مقابلہ شرع سے کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ قواعد شرع ان رواجوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ جس کا ثبوت مفصلہ ذیل مثالوں سے معلوم ہوگا۔

(۱) شرع محمدی کے مطابق سب سے پہلے قانون جائداد کے بارہ میں یہ ہے۔ کہ ہر شخص خواہ وہ مرد ہو۔ یا عورت ہو۔ جائداد کا خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ کامل مالک سمجھا جاتا ہے مثلاً بالفرض اگر ایک باپ کی وفات پر بیٹا وارث ہو یا خاوند کی وفات پر بیوی وارث ہو تو یہ بیٹا یا بیوی یا لڑکی یا خواہ وہ کوئی دوسرا شخص ہو۔ اس جائداد کا جو اسے وراثت میں ملے کامل مالک سمجھا جاتا ہے۔ اور اس جائداد کو جس طرح چاہے صرف کر سکتا ہے۔ اگر وہ فروخت کرنا چاہے تو فروخت کر سکتا ہے۔ یا بطور ہبہ اگر اسے دینا چاہے۔ تو اس کا ہبہ کر سکتا ہے۔ مگر برخلاف اس کے رواج کے مطابق اسے یہ طاقت حاصل نہیں ....

...... رواج پنجاب کے مطابق ہر شخص جسے کوئی جائداد وراثتاً ملے وہ ہرگز اسکا مالک کامل نہیں سمجھا جاتا۔ سوائے ان چند حالتوں کے جنکا آگے چلکر ذکر کیا جائے گا۔ مثلاً اگر کسی شخص کو کوئی جدّی جائداد اپنے باپ سے ملی ہے۔ تو وہ شخص اس کا مالک کامل نہیں سمجھا جاتا۔ اور اگر وہ بلا ضرورت اسے فروخت کر دے۔ تو اسکے جدّی اس کے انتقال کو منسوخ کرا سکتے ہیں۔ یا اگر اپنے خاوند کی وفات کے بعد بیوہ جانشین ہو جائے۔ تو اسے محض زندگی کا گذارہ ملا کرتا ہے۔ اور وہ ہرگز اس قابل نہیں سمجھی جاتی کہ وہ اس جائداد کو بلا ضرورت فروخت کر دے۔ شرع محمدی اور رواج پنجاب میں اسلئے یہ ایک بڑا بھاری عظیم الشان فرق موجود ہے۔ جسکا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ آیا ان میں بہتر قاعدہ کونسا ہے۔ ذرا غور کرنے پر یہ بات معلوم ہوگی کہ رواج پنجاب کا وہ قاعدہ کہ جدّی وغیرہ جائداد کا انسان کامل مالک نہیں ہوتا اہل ہنود کے دھرم شاستر پر مبنی ہے۔ کیونکہ دھرم شاستر میں بعینہ یہی قاعدہ موجود ہے کہ جدّی جائداد میں مرد پورے مالک نہیں سمجھے جاتے اور نہ عورتوں کو ملکیت کے حقوق دیئے گئے ہیں۔ اسی قسم کے قواعد اس زمانہ جاہلیت میں موجود ہیں۔ جبکہ اسلام دنیا میں نمودار ہوا۔ مثلاً اسی قسم کے دستور یا رواج ان

+ ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک (باقی دارد)

ے صاحب مراسلہ کی تحریر کے موجب ہم نے شرع محمدی ہی نقل کر دیا ہے۔ ورنہ در اصل ہمارے خیال میں شرع اسلام

یہودیوں میں موجود تھے۔ جو تحت ممالک ایشیا یا یورپ میں عنان حکومت ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ جنکو اسلام نے منسوخ کرنا مناسب سمجھا۔ چنانچہ یہ حکم نازل ہوا۔ کہ اہل یہود یا دیگر پرانی اقوام کی وراثت و جائداد کے یہ قواعد قابل ترمیم ہیں۔ کیونکہ وہ زمانہ کی رفتار کے سدِ راہ ہیں۔ یہ بات قابلِ نقص سمجھی گئی۔ کہ انسان جائداد کا مالک کامل نہ ہو۔ اور ان تمام رسم و رواج کو زمانۂ غیر تہذیب یافتہ کے ساتھ منسوب کر کے اسلام کا وہ مثالیہ قانون اہل اسلام کے لئے مناسب سمجھا گیا۔ کہ ہر شخص خواہ مرد ہو یا عورت جسے کوئی جائداد دستیاب ہو تو وہ اُس کا مالک سمجھا جائے کیونکہ کوئی وجہ نہیں کہ کیوں اس کے حقوق اس بارہ میں محدود ہوں۔

جہاں تک خیال پڑتا ہے۔ شائستہ اقوام کے لئے یہ ایک نہایت ہی اعلےٰ قاعدہ ہے۔ کیونکہ اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ انسان کے اختیارات کیوں اس طرح محدود کر دیئے جائیں۔ جیسا کہ رسم رواج یہودی۔ دھرم شاستر یا رواج پنجاب محدود کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور ذرا غور پر یہ بات بھی معلوم ہوگی۔ کہ اس قسم کے محدود کرنے والے قواعد انسان کی ترقی میں بڑے سخت مانع بھی ہیں۔ فرض کرو کہ ایک شخص کی وفات پر اس کے بیٹے کو چار کنال زمین جدی ورثہ میں ملی ہے۔ بعد رواج پنجاب کا وہ ایک زمیندار ہے۔ جس کی جائداد سوائے اس چار کنال زمین کے دنیا میں اور کوئی موجود نہیں۔ یہ شخص چاہتا ہے۔ کہ باپ کے مرنے کے بعد وہ اپنی حالت اپنے باپ کے دنیاوی حالات سے بہتر بنا کر دنیا کے لئے ایک نمونہ بنا دے اور اس غرض سے وہ اس زمین کو فروخت کر کے اُس روپیہ سے جو زمین کی فروخت سے حاصل ہو۔ تجارت میں لگا کر ایک اچھا تاجر بننے کا خواہاں ہے۔ تاکہ تجارت کے پیشہ میں مصروف ہو کر نہ صرف اپنے بلکہ ملک کے لئے ایک مفید ممبر بن جائے۔ اب اگر ہم اُس کے اس فعل کو روک کر اُس پر رواج پنجاب کا یہ فتوےٰ لگا دیں۔ کہ جدی جائداد کو وہ فروخت کر کے تاجر نہیں بن سکتا۔ تو دنیا کی ترقی میں یہ بات سخت حارج ہوگی۔ برخلاف اس کے اگر شرع محمدی کے اعلیٰ حوصلہ قاعدہ کے پابند کر دیں گے۔ جو یہ سکھاتا ہے کہ ہر شخص جدی یا پیدا کردہ جائداد کا کامل مالک ہوتا ہے۔ تو وہ سوسائٹی کے لئے ایک مفید ممبر بن سکتا ہے۔ پس رواج پنجاب میں پہلا نقص یہ ہے۔ جسکا مختصر ذکر اوپر کر دیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں ہم عورتوں کے حقوق کی نسبت بھی ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا ہے۔ رواج کے مطابق عورات پوری مالک نہیں سمجھی جاتیں۔ اور انہیں جائداد کے انتقال کا سوائے بعض حالتوں کے جنہیں ضرورت کہا گیا ہے کوئی حق حاصل نہیں رواج پنجاب میں یہ بڑا بھاری نقص ہے۔ کہ عورتوں کو اس جائداد کا جو اُسے ورثہ میں ملی ہے بالکل مالک نہیں سمجھا جاتا۔ اور اُسے سوائے چند مستثنیات کے اس جائداد کے انتقال کا حق حاصل نہیں۔ برخلاف اس کے شرع محمدی کے نہایت شائستہ قواعد کے مطابق نہایت فراخ حوصلگی سے عورتوں کے حقوق کو مردوں کے بالکل برابر قرار دیا گیا ہے۔ اور انہیں ہر قسم کی جائداد کو بیچنے بخشش ہبہ وغیرہ وغیرہ کا پورا اختیار ہے۔ تاریخ دنیا کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ زمانۂ جاہلیت کے رسم و رواج کو جس نے یہ بات سکھلائی ہے کہ عورتیں مردوں کے برابر ہیں۔ منسوخ کر کے یہ قاعدہ کلیہ سکھایا گیا کہ خداوند تعالےٰ کی نظروں میں کسی صورت میں مردوں سے کم نہیں۔ نیز اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ جب مرد جائداد کے مالک سمجھے جاویں تو عورتیں کیوں ان حقوق سے محروم ہوں۔ اور اس لئے اسلام نے یہ قانون بنایا۔ کہ مردوں کو تمام حقوق ہرگز غصب نہیں کر لینے چاہئیں۔ بلکہ عورتیں بھی اس دنیا میں وہی حقوق رکھنے کی حقدار ہیں جو مردوں کو حاصل ہیں۔ گویا دوسرے الفاظ میں اسلام نے ان ناشائستہ خیالات کا ستیاناس کر دیا۔ جو نامہذب اقوام میں اسا وقت میں جاری تھے ؟

تاجر اور داعی میں فرق

معزز معاصر البلاغ نے اپنی ۱۰ دسمبر کی اشاعت میں موجودہ اخبار نویسی پر بحث کرتے ہوئے آخر میں تجارت اور دعوت و تبلیغ پر ایک نہایت مفید تبصرہ لکھا ہے۔ اور ان دونوں کاموں میں جو کچھ فرق ہے اسے کھول کر بتایا ہے۔ ذیل میں ہم اس حصہ کو اس لئے نقل کر دیتے ہیں۔ کہ ہمارے مبلغین اور طلبائے اشاعت اسلام اس سے اپنی حیثیت کو سمجھ کر وہ نمایاں فرق اپنی زندگی میں پیدا کر سکیں۔ یا آئندہ ضرورت پیش آنے پر اس مابہ الامتیاز کو مدنظر رکھیں جو ایک تاجر اور مبلغ میں ہونا چاہئے اور اس مقدس ترین کام کو دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا لالچ اور فائدہ یا اس میں پیش آنے والی مصائب کسی حالت میں بھی ایسے متغص نکر سکیں گو دعوۃ تبلیغ اسلام بھی ایک رنگ کی تجارت ہی ہے۔ جسکا معاوضہ پورے طور پر آخرت میں اور کچھ اس دنیا میں بھی اسکے انتہائی نتائج کامیابی و کامرانی اور اسکے ساتھ نعمائے دنیا کی صورت میں رونما ہوتا ہے لیکن جس طرح سے ایک تاجر ان منافع اور معاوضوں کو ہی اپنا نصب العین بنائے رکھتا ہے۔ ایک مبلغ کا کام نہیں کہ وہ انتہائے مقصود اسے بنائے۔ بلکہ قرآن کریم نے اسکا نصب العین صرف وما علینا الا البلاغ بتایا ہے۔ اور بس اسکو یہ تلقین نہیں کہ وہ ایک تاجر کیطرح اس سے فائدہ حاصل کرنے کے پیچھے پڑا ہے۔ بلکہ اس کا کام ہے کہ لٹاتا جائے۔ اور نفع ہونے یا نہ ہونے کی کوئی پروا نہ کرے اور اسی بات کو معاصر محترم البلاغ نے نہایت فصیح اور پرتاثیر الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے :-

"دعوت و تبلیغ" کی راہ نہ صرف اخبار نویسی کی راہ سے (کیونکہ یہ تو شاخ ہے) بلکہ نفس تجارت اور اقتصاد سود و زیاں کی راہ سے بالکل مختلف ہے۔ اور اس عالم کے جسطرح موثرات دوسرے ہیں اسی طرح احکام بھی دوسرے ہیں :-

مرد ایں راہ را نشانے دیگر است

تجارت کی پہلی بنیاد "عوض و بدل" ہے۔ یعنی جو کچھ دیا جائے اُس سے بہتر اسکے معاوضے میں لیا جائے اور دینا صرف اسی لئے چاہئے۔ تاکہ اسکے معاوضہ میں لیا بھی جائے لیکن یہی وہ اولین مقام ہے جہاں اگر "دعوت" اور "تجارت" میں محض اختلاف مسلک ہی نہیں بلکہ تباین و تضاد کلی پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دونوں حقیقتیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔ "راہ دعوت" کی پہلی بنیاد وہ چیز ہے جو بالکل اسکا عکس و تضاد ہے جو تجارت کے مذہب کا پہلا رکن تھا۔ تجارت نے اپنا مذہب "عوض و بدل" کے عقیدے پر قائم کیا ہے اور "دعوت" کے مذہب کا پہلا عقیدہ "ایثار" اور "قربانی" ہے۔ پھر کہاں "عوض" کی تلاش۔ اور کہاں "قربانی" کی پکار؟ کہاں اس لئے دینا کہ جو کچھ ہے لٹانے کے لئے ہے۔ اور کہاں اسلئے خرچ کرنا کہ اگر مخارج نہ ہوں تو مداخل بھی پیدا نہیں ہو سکتے؟ کجا دست طالب کی جستجو اور کجا دست معطی و بخشش کے لئے بیقراری؟

فاین الثریا و این الثریٰ
واین معاویۃ من علی

کہاں نقد و متاع کی اسلئے فراہمی تاکہ خریدار پیدا ہو۔ اور کہاں اسلئے گردآوری تاکہ کوئی غارتگر ملے؟

متاعے جمع کن شاید کہ غارتگر شود پیدا

ایک "تاجر" اپنی تمام زندگی اور زندگی کی قوتوں کا مصرف صرف یہی سمجھتا ہے۔ کہ کسی طرح اسکے "شخص خاص" کو نفع پہنچے - اور اگر اس کا عمل و وجود دوسروں کے لئے سودمند بھی ہوتا ہے تو کسی رحم و احسان کی بنا پر نہیں بلکہ اسی جذبہ نفع تجارت کی بنا پر۔ وہ ہمیشہ ایسے وقتوں کا متلاشی رہتا ہے جو اسکے نفع تجارت کے لئے بہتر ہوں۔ وہ ایسے موسموں کا انتظار کرتا ہے۔ جنکے ساتھ اس کے نفع ذاتی کا کوئی پیام ہو۔ وہ ایسے مواقع و حوادث کو ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ جنکا اثر تمام نوع انسانی اور پورے کرۂ ارضی کے لئے خواہ کتنا ہی مہلک و برباد کن ہو مگر اسکی متاع تجارت اور اسکے وجود تجارتی کیلئے مفید ثابت ہو۔

لیکن ایک "داعی" کے عقائد و اعمال اسکے بالکل ضد ہوتے ہیں۔ اسکے اندر خواہ کتنی ہی خود غرضیاں چھپی ہوئی ہوں۔ نمائش و شہرت کے کیسے ہی جذبات قویہ مخفی ہوں وہ کتنا ہی سخت خود پرست اور کیسا ہی شدید نفس خواہ ہو - لیکن اگر دعوت و تبلیغ کے اوقات کا ایک لمحہ بھی اسپر گذرا ہے تو وہ اپنے کام اور زندگی کے بقاء کیلئے مجبور ہے کہ نفع تجارتی کی پرستش گاہ سے یکقلم باہر آ جائے - اور اس کا نفس خواہ کتنا ہی ذات پرست ہو۔ مگر اپنے اعمال کو بالکل اس سے متضاد و متباین کر دے - اگر وہ ایسا نہ کریگا تو بحیثیت "داعی" کے اسکا وجود باقی نہ رہیگا۔ وہ اپنے وجود عمل کی بقاء کے لئے مجبور ہے کہ سلطۂ تجارت کی یکسر تکفیر (انکار شدید) کر دے - تاجر کی تمام قوتوں کا مصرف "نفع عام" ہے - یعنی دوسروں کو فائدہ پہنچانا - اور جسقدر سچائی - جسقدر خلوص - جس درجہ اذعان و یقین کے ساتھ اس درس ایثار کو حاصل کریگا۔ اتنا ہی زیادہ سچا "داعی" ہوگا۔ تاجر اپنے بنیادی عقیدے کی بنا پر صرف انہی چیزوں کا طالب رہتا ہے اور صرف انہی وقتوں - موسموں - مواقع اور حالات کو ڈھونڈتا ہے - جو اگرچہ دوسروں کیلئے ضرر رساں ہوں - پر اس کی تجارت کے لئے سودمند ہوں۔ ٹھیک اسیطرح ضرور ہے کہ "داعی" صرف انہی چیزوں کا طالب ہو - اور صرف انہی وقتوں موسموں - مواقع اور تقاضات و حالات سے عشق کرے جو خواہ خود اسکی ذات اور اسکی ذات کے حوالی و اطراف کیلئے کتنا ہی دکھ اور مصیبت رکھتے ہوں - لیکن دوسروں کے لئے ان میں راحت سکھ اور زندگی ہو۔

من و دل گر فنا شدیم چہ باک؟
غرض اندر میان سلامت اوست!

(عشق در رشتۂ عشق)

پھر آؤ ایک دوسرے عالم کی طرف جا نکلیں [illegible] ہو کر اس صحبت تک عود کریں - بات لمبی ہے بے تعلق ہے۔ لیکن ہر وقت بے اختیار دل اسی کیطرف کھنچ گیا ہے - اور چند کلمے کہے بغیر طاقت عبور نہیں عشق بلحاظ عشق اور خواص و نتائج عشق کے ایک ہی ہے اور اس میں کسی نوعی امتیاز کا متعین کرنا ممکن نہیں۔ ہر عاشق عاشق ہوتا ہے۔ اس لئے ہر عاشق خود رفتہ ہوگا - دل بکف ہوگا - جاندادۂ راہ الفت ہوگا - اور حیران جادۂ ہجران و وصال - اس لحاظ سے قیس عامری کی سجدہ پرستی - فرہاد کی کوہ کنی - اور نل کی شوریدگی سب یکساں ہیں وہ جو اپنے گم گشتہ عزیزوں کے لئے روتا ہے - وہ جو کسی بستر مرگ کا ماتم زدہ ہے۔ وہ جو کسی یاد رفتہ کی کھٹک رکھتا ہے - اور پھر وہ جو کشتۂ تغافل ہے - اور وہ جو ہلاک تبسم ہے - سب ایک ہی طرح کے عشق پیشہ - اور ایک راہ کے جادہ پیما ہیں - اگرچہ مختلف ناموں سے مسمیٰ ہیں

وللناس فیما یعشقون مذاہب!

پس ایسی حالت میں تمیز عشق کیلئے عشق کرنے والوں کو دیکھنا بے سود ہوگا۔ چاہئے کہ "عاشق" کے قسم عشق کی پہچان کیلئے سب سے پہلے اسکے "معشوق" کو دیکھا جائے - کہ وہ کون ہے؟ یہی رشتہ اصلی سر رشتۂ تقسیم ہے اور اسی نسبت سے عشق کی مختلف راہیں متعین ہو جاتی ہیں۔

دو چشم ساکن بیت الحزن ہمن گرید
کہ من اسیر معشوق و او اسیر زنداست!

عشق کی ساری منزلیں اسی نسبت سے متحقق ہوتی ہیں - عاشق کے وجود کی بنیاد معشوق کا انتخاب ہے - اس کے تمام جذبات و امیال و مذہب و مشرب - اعمال و عقائد - اوضاع و رسوم - نظر و فکر - سب کچھ معدوم ہو جائے گا - اگر یہ معلوم ہو جائے - کہ اس نے اپنے دل و جان کے لئے کس کو انتخاب کیا ہے؟ اپنی [illegible] شیفتگی و شوریدگی کے لئے کس کی چشم و ابرو پر نظر پڑی ہے؟ اپنی جبہ سائی شوق کی عقیدت و نیاز کا کس کی چوکھٹ کو مستحق سمجھا ہے؟ اور اپنی اطاعت و عبودیت محبت کے لئے کس فرمان حسن و جمال کے حکم عشق اور فرمان ناز کے آگے سر بسجود ہوا ہے؟

اسی راہ پر جاکر "دعوت" اور "تجارت" کے باہم تضاد و تباین مسلک کا بھی پتہ لگاؤ - اور اندازہ کرو - کہ دونوں راہیں ایک دوسرے سے کسقدر البعد ہیں۔ اگرچہ نفس عمل صرف قوت انفاق حیات کے اعتبار سے دونوں میں پوری پوری یکسانیت بھی پائی جاتی ہے؟ "تاجر" اور "داعی" کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ ایک تاجر کی حیات عشق کا معشوق کون ہونا چاہئے اور دوسرے داعی کی حیات محبت کی محبوبیت کس میں ہوتی ہے۔ تاجر کو تم دیکھوگے کہ وہ تاجر نہیں ہے - اگر "نفع خاص" اور "حصول زر" اس کا معشوق و مطلوب نہ ہو۔ برخلاف اسکے "داعی" وہی ہوگا - جس کا محبوب "نفع عام" اور اس لئے "حصول زر" نہیں - بلکہ "طلب بے زری" ہو۔ تاجر اگر "پانے" کو اپنا معشوق نہ بنائے - تو اپنی ہستی کھو دے - اور "داعی" اگر "کھونے" کے عشق سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل ہو تو اسیر لذت دعوت حرام ہے۔

کسے کو تشنۂ وصل است با کوثر نسازد
با آب خضر اگر عاشق رسد لب تر نمی سازد
رہ الفت خطرناک است پنہانش نظر در کن
در آن وادی کہ عشق اوست تن با سر نمی سازد

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں!

۱ - براہین نیّرہ حصہ اول ۱۰/
۲ - اسوۂ حسنہ ۴/ - ۳ - ام الالسنہ ۱۲/

یہ ہر سہ کتابیں مصنفہ حاجی خواجہ کمال الدین صاحب مشنری ہیں - جو تین خاص مضمون پر لاجواب اور بے مثل کتابیں ہیں۔

کتابوں میں کتاب قرآن - نبیوں میں نبی محمد عربی زبانوں میں زبان عربی مبین - یہ تین باتیں ان تین کتابوں میں علی الترتیب ثابت کی گئی ہیں۔

(۱) براہین نیّرہ میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے۔ جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں - اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے۔

۲ - اسوۂ حسنہ میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بہ حیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت تامہ حاصل کر چکی ہے۔ اسکو پڑھکر یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا - کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں - اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے - تو آپ کی ذات پاک ہی ہے۔

۳ - ام الالسنہ - بالکل جدید تصنیف ہے - اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے - اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو - انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے - اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں - اور ابتداء میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتابیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

منیجر اشاعت اسلام - عزیز منزل
احمدیہ بلڈنگس - نولکھا - لاہور۔

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۱۳ صفر ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۶۸

پروگرام جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۵ - دسمبر ۱۹۱۵ء بروز ہفتہ

پہلا اجلاس - ۱۰ بجے صبح سے ۱ بجے صبح تک

تلاوت قرآن مجید ۱۰ سے ۱۰¼ "

نعت ۱۰¼ سے ۱۰½ "

لیکچر حضرت امیر جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب خلیفۃ المسیح - اختلافات سلسلہ ۱۰½ بجے سے ۱۲½ بجے تک

لیکچر کے متعلق سوالات کے جواب ۱۲½ سے ۱ بجے تک

دوسرا اجلاس - ۲ بجے ۵ بجے تک

میر مدثر شاہ صاحب واعظ انجمن ۲ بجے سے ۲¾ بجے تک

ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل.ایم.ایس ۲¾ سے ۳½ تک

لیکچر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب خلیفۃ المسیح و طلیعت مسیح موعود علیہ السلام - ۳½ بجے سے ۵ بجے تک

۲۶ - دسمبر ۱۹۱۵ء بروز اتوار

پہلا اجلاس - ۱۰ بجے صبح سے ۱ بجے شام تک

سید مسعود شاہ صاحب - نظم - ۱۰ سے ۱۰½ بجے تک

لیکچر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب خلیفۃ المسیح بر اسلام اور عیسائیت - ۱۰½ بجے سے ۱۲½ بجے تک

لیکچر کے متعلق سوالات کے جواب ۱۲½ سے ۱ بجے تک

دوسرا اجلاس - ۲ بجے شام سے ۵ بجے شام تک

عبدالحق صاحب متعلم اشاعت اسلام کالج بمضمون ویدک حقیقت ۲ بجے سے ۲½ بجے تک

محمد یوسف صاحب نومسلم ۲½ بجے سے ۳ بجے تک

جناب محمد مصطفے خان صاحب بی اے - ایڈیٹر لعب پٹیالہ - بمضمون حضرت مسیح موعود کی صداقت کا سائنٹیفک ثبوت - ۳ بجے سے ۴½ تک

لیکچر کے متعلق سوالات کے جواب ۴½ سے ۵ بجے تک

۲۷ - دسمبر ۱۹۱۵ء بروز دوشنبہ

پہلا اجلاس - ۱۰ بجے صبح سے ۱ بجے دوپہر تک

شیخ فیروز الدین صاحب نومسلم متعلم اشاعت اسلام کالج ۱۰ سے ۱۰½ تک

منشی فاضل جناب مولوی فضل الہی صاحب ۱۰½ سے ۱۱ بجے تک

جناب مولوی اکبر شاہ خان صاحب بمضمون تاریخ - ۱۱ سے ۱۲½ تک

لیکچر کے متعلق سوالات کے جواب ۱۲½ سے ۱ بجے تک

دوسرا اجلاس - ۲ بجے سے ۵ بجے شام تک

حکیم اللہ یار صاحب واصل المعروف جوگی. نظم - ۲ سے ۲½ تک

سالانہ رپورٹ انجمن از سیکریٹری انجمن

لیکچر حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب - ایم - اے - ایل ایل بی خلیفۃ المسیح - ۳½ بجے ۵ بجے تک.

خاکسار میرزا یعقوب بیگ ایل - ایم - ایس آنریری سکریٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و مہتمم کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر اخبار پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

مصر میں مزید جنگ - لنڈن ۱۶ - دسمبر قاہرہ میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ۱۳ - دسمبر کو مغربی سرحد پر ایک اور معرکہ وقوع میں آیا - اور کرنل گورڈن کی [illegible] مطروح سے ۲۲ میل مغرب کی طرف ۱۲۰۰ متخاصم عربوں سے مڈبھیڑ ہوئی جو جعفر پاشا کے ماتحت تھے - اور جن کے پاس بندوقیں اور ایک کلدار توپ بھی تھی۔ غنیم نے نہایت زور سے حملہ کیا - مگر شدید نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔ کافی روشنی نہ ہونے کی وجہ سے ہم غنیم کے نقصانات کا اندازہ نہ کر سکے ہماری سپاہ کے ۹ برطانی اور ۹ ہندوستانی مجروح ہوئے - قیدی جن میں شیخ طیا [illegible] بھی ہیں بیان کرتے ہیں کہ ۱۱ ماہ رواں کی جنگ میں غنیم کے ۸۰ ہلاک اور ۲۰۰ سے زیادہ مجروح ہوئے +

ایران میں جنگ - لنڈن ۱۶ دسمبر پٹروگراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہماری فوج [illegible] کی جرمن سپاہ کا ہمدان کی سڑک پر تعاقب کر رہی ہے - ہمدان کے بارسوخ خوانین کا ایک وفد آیا ہے - اور اس نے باغیوں سے محفوظ رکھے جانے کی درخواست کی ہے +

ایران میں متخاصم سپاہ کی تعداد - لنڈن ۱۵ - دسمبر - لارڈ رابرٹ سسل نے دیوان عام میں ایک سوال کے جواب میں بیان کیا - کہ ہمدان میں غنیم کی تعداد کے متعلق ہمارے پاس کوئی مستند اطلاع نہیں مگر خیال کیا جاتا ہے کہ قریباً ۸ ہزار بے قاعدہ سپاہ اور ۳ ہزار جنڈارمہ وہاں موجود ہے +

عراق عرب کی رزمگاہ - لنڈن ۱۵ - دسمبر مسٹر آسٹن چیمبرلین نے اعلان کیا کہ ۱۲ - دسمبر کو قط العمارہ میں شمالی محاذ پر شدید گولہ باری ہوئی - نیز دریائے دجلہ کے دائیں کنارے پر ترکوں نے ایک گاؤں پر شدید حملہ کیا جسے پسپا کر دیا گیا - ۱۳ - دسمبر کو سکوت رہا - دریائے دجلہ کی راہ سے کمک پہنچانے کا سلسلہ برابر جاری ہے۔

عراق عرب کے نقصانات - دہلی ۱۸ دسمبر عراق عرب کی رزمگاہ سے ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

(فہرست نمبر ۱۲۹) مجروحین: میجر الف اے ایل نڈز (۱-۴ ہمپشائرز)، کپتان ڈبلیو ایچ ہائیلنڈ (دوم ڈارسٹس)، میجر سی ایف ٹیلے (اول آکسفورڈز)، لفٹنٹ الف جی ایس میکلین (لفٹنٹ) ایچ ایچ آر کھنات (۶۷ پنجابیان)، کپتان اے - سی - ٹی کفورن (۱۰۳ مرہٹان)، لفٹنٹ ایس اے ایچ ہنگر فورڈ (۱۱۶ مرہٹان)، لفٹنٹ ایل ڈبلیو ایچ سیمفاس (۱۲۸ پایونیرز)

بحیرہ روم کے نقصانات - لنڈن ۱۴ دسمبر بحیرہ روم کی فوجی مہم کے متعلق ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :-

ہلاک :- لفٹنٹ ۱ - دوم لفٹنٹ ۱۱ -

زخموں سے ہلاک :- دوم لفٹنٹ ۲ -

مجروح :- لفٹنٹ ۱ - دوم لفٹنٹ ۱ -

دردانیال کے نقصانات - لنڈن ۱۵ - دسمبر دردانیال کی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :-

زخموں سے ہلاک : میجر ۱ - دوم لفٹنٹ ۱ مفقود الخبر دوم لفٹنٹ ۱ -

مجروحین : میجر ۱ - کپتان ۱ - دوم لفٹنٹ ۲ -

ان کے علاوہ ایک پادری صاحب بھی مجروح ہوئے -

بلقان کے نقصانات - لنڈن ۱۴ - دسمبر رزمگاہ بلقان سے ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :-

ہلاک :- دوم لفٹنٹ ۱ - مجروح :- لفٹنٹ ۱ -

اتحادی سپاہ کی پسپائی - لنڈن ۱۴ - دسمبر ایتھنز کا تار مظہر ہے کہ سامان حرب کے سالونیکا کو واپس لائے جانے کے ساتھ ساتھ اتحادی سپاہ کی پسپائی نہایت سرعت کے ساتھ عمل میں آ رہی ہے - مورچہ بند کیمپ کے لئے عجلت کے ساتھ قلعہ بندیاں تعمیر کی جا رہی ہیں +

بلغاری یونان میں نہیں گھسے - پیرس ۱۶ دسمبر شب گذشتہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ مشرقی فوج کا کوئی [illegible] حادثہ پیش نہیں آیا - بلغاریوں نے سرحد یونان کو عبور نہیں کیا +

سیاسی حالات روبہ اصلاح - ایتھنز ۱۵ دسمبر حالات دول ائتلاف کی موافقت میں وقوع پذیر ہو رہے ہیں - اور یونان کے ساتھ تعلقات بتدریج روبہ اصلاح ہیں - زار روس کے یوم التسمیہ پر شاہ کانسٹنٹائن نے روسی رقص و سرود کی محفل میں شرکت فرمانے کا وعدہ کیا ہے - بلغاری سفیر نے اس مضمون کا تسلی بخش اعلان شائع کیا ہے کہ بلغاری سپاہ یونان میں داخل نہ ہوسکیں گے گورنمنٹ یونان نے اب اتحادیوں کو یونانی مشرقی مقدونیہ کے ایک وسیع قطعہ پر آزادی سے نقل و حرکت کی اجازت دیدی ہے - اور اپنی یونانی سپاہ کو مغرب کی طرف پیچھے ہٹا رہی ہے -

دو اطالوی جہازوں کی تباہی - لنڈن ۱۵ دسمبر روما کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ آسٹرویوں کے سان گیوانی کی بندرگاہ اور تجارتی جہازوں پر گولہ باری کرنے سے البانیہ کی طرف اطالوی افواج کی روانگی میں کوئی فرق نہیں آیا - اور روانگی کا سلسلہ برابر جاری ہے ایک باربردار جہاز اور ایک تباہ کن ایک تیرنے والی سرنگ سے ٹکرا گئے تھے - مگر محافظ جہازوں نے سپاہ اور عملے کے آدمی بچا لئے گو ۴۴ آدمی دھماکے کے صدمہ سے ہلاک ہوئے +

یونانی سٹیمر رہا کر دیئے گئے - مالٹا ۱۵ - دسمبر تازہ احکام کے بموجب بعض یونانی جہاز جو جہاں روکے گئے تھے - رہا کر دیئے جائیں گے +

درازو پر فوج کشی - لنڈن ۱۶ - دسمبر ایک سو برطانی نرسیں سرویا سے بھاگ کر سقوطری میں پہنچی ہیں یہ تمام مسافت انہوں نے پیادہ پا طے کی -

رپورٹ سے پایا جاتا ہے - کہ بلغاری درازو سے ۱۵ میل کے فاصلہ پر پہنچ گئی ہیں

سکوت کا امکان - سالونیکا ۱۶ - دسمبر رائیٹر کا نامہ نگار ہیڈ کوارٹر سے تار دیتا ہے کہ جب تک اس امر کے کچھ قرائن نہ پائے جائیں کہ غنیم یونانی علاقہ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے یا نہیں - اس وقت تک جنگی کارروائی میں فی الحال سکوت خیال کرنا چاہئے - ایک اسیر بلغاری افسر نے بیان کیا کہ بلغاریوں نے اپنا کام ختم کر لیا ہے - اور اب وہ اتحادیوں سے جنگ کرنے کے خواہاں نہیں - تمام بلغاری امیروں کا عام طور پر یہی خیال ہے - جھیل دُویران کے جنوب میں ایک موقع پر جب اتحادی پسپا ہو رہے تھے - تو بلغاریوں نے اس [illegible] سے حملہ کیا کہ اگر وہ چاہتے تو برطانی [illegible] آمد و رفت کو منقطع کر سکتے تھے - مگر انہوں نے ایسا نہ کیا - سالونیکا کے عنقریب محصور کئے جانے کا اندیشہ نہیں پایا جاتا - کیونکہ خراب سڑکوں اور تباہ شدہ پلوں اور ریلوے کی وجہ سے محاصرہ توپخانہ کا لانا ناکارہ دارد - ممکن ہے کہ جرمن اس سکوت سے فائدہ اٹھا کر یونان پر اس غرض سے مزید دباؤ ڈالیں کہ وہ اتحادیوں کو اپنے علاقہ سے نکال دے اور اس میں ناکامی حاصل کرنے کے بعد مزید جنگی کارروائیوں کی طیاری کریں +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - مورخہ ۲۱- دسمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۶۸

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں محمودیوں کی زور آزمائی

ذیل کا مضمون ضمیمہ کی بجائے اخبار میں درج کرنا اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس میں آنحضرتؐ کی بعض خصوصیات کا بیان ہے۔ اور آپ کے متعلق چند مفتریات کی تردید۔ اور یہ بحث عام ہے۔ اور اس لئے جلد شائع ہو جانا ضروری ہے۔

میاں محمود احمد صاحب اور ان کی پارٹی نے جب سے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت اور غیر احمدیوں کے کفر کا فاسد عقیدہ ایجاد کیا ہے۔ ان کو اسکی تائید و توثیق کے لئے کیا کیا کچھ جھوٹ بنانے پڑے ہیں۔ کن کن بدعات کا مرتکب ہونا پڑا ہے۔ ان سب کو اگر گنا جائے تو یقیناً بہت سے صفحات کی ضرورت ہوگی۔ اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان لوگوں نے آج اپنے طرز عمل کا جو کچھ نقشہ ہمارے سامنے پیش کر رکھا ہے۔ وہ اسقدر گھنونا اور خلاف اسلام ہے۔ کہ جس پر اظہار تنفر کئے بغیر چارہ نہیں۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ ایک جھوٹ کی تائید کے لئے بہت سے جھوٹ بنانے پڑتے ہیں اور آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ خاتم النبیین کے بعد ایک اور نبی کے فاسد اعتقاد کے [illegible] کرنے یا اس اعتقاد کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ڈیڑھ سال کی قلیل مدت میں اسلام اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف جھوٹ اور افترا پردازیوں کے اس قدر طومار باندھ دیئے گئے ہیں۔ کہ جن کے شمار کرنے کی افسوس ہے۔ کہ نہ تو میرے پاس طاقت ہے اور نہ ہی اخبار میں گنجائش۔ آہ! ایک وقت تھا۔ کہ جب قادیان اپنی گوناگوں صفات حسنہ کے باعث شہرہ آفاق تھا۔ اسکے اہالیان نہ صرف خود اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے مطیع اور تابعدار تھے۔ بلکہ ان کے فیض صحبت سے دنیا کے اکثر انسان وجود بھی مجسم فرشتہ بن جاتے تھے۔ ہاں یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں خداتعالے کے ایک مامور کا نزول ہوا۔ اور اس نے کونوا مع الصادقین کا حکم سنا کر دنیا جہان کے تزکیہ نفوس کا ذمہ لیا۔ اور بحمد اللہ جنہوں نے آپکی صحبت سے فائدہ اٹھایا۔ اور اس کی پاک تعلیم پر عامل ہوئے۔ وہ اس کی تاثیر قدسی سے بہرہ ور اور بہرہ مند ہوکر آئے۔

لیکن آہ! آج یہی مقام ہے۔ جہاں نہ صرف اس کے تربیت یافتہ غلاموں کی ہی تذلیل و رسوائی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جاتا بلکہ خود حضرت رسول کریم محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت وشان کو مٹانے میں بھی پوری جدوجہد سے کام لیا جاتا ہے۔ اور جب کہیں سے کوئی ایسی آواز آتی ہے۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی [illegible] عزت وشان کو بیان کیا گیا ہو لیکن موجودہ قادیانی مخترعات کے وہ خلاف ہو۔ بس فی الفور اس کی تردید میں پوری جدوجہد اور کوشش سے کام لیا جاتا ہے۔ اور کوئی نہ کوئی حاشیہ نشین میاں صاحب قلم دوات لیکر بیٹھ جاتا اور ایک نہیں دو نہیں آٹھ آٹھ صفحات آپ کی اس خصوصیت کو مٹانے۔ شان وشوکت کے کم کرنے اور تنقیص مراتب میں صرف کر دیتا ہے۔ اور پھر ایک نہیں دو نہیں متواتر کئی نمبروں میں اس کی یہ کوشش جاری رہتی ہے۔ ہم حیران ہیں۔ کہ وہ کونسی مصیبت آج پیدا ہو گئی ہے۔ جو میر محمد اسحاق اور علی ہذا القیاس دوسرے مریدان میاں صاحب کو اس فعل شنیعہ کا مرتکب بنا رہی ہے۔

کیا آنحضرت صلعم کو تین سال تک اپنی نبوت کا پتہ نہ لگا اور کیا اس اثنا میں آپ خودکشی کرنے کو تیار تھے

آج سے دو مہینے پہلے خدا جانے وہ کونسا منحوس دن تھا۔ جب شملہ سے یہ آواز آئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی نبوت کا تین سال تک پتہ نہیں چلا۔ اور آپ اس گھبراہٹ میں ایک دن خودکشی کے ارادہ سے پہاڑ پر سے گرنے کے لئے بھی گئے۔ یہ ایک ایسی دل کو ہلا دینے والی آواز تھی۔ کہ جس نے تمام مومنین کے قلوب کو لرزا دیا۔ اور حضرت امیر جناب مولینا و مخدومنا حضرت مولوی محمد علی صاحب نے جنکو آج خداتعالے نے شرک کی بیخکنی اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے چن لیا ہے میاں صاحب سے اس کی تصدیق یا تردید چاہی۔ لیکن افسوس کہ میاں صاحب نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں غیرت ایمانی سے ذرا بھی کام نہ لیکر ایسی خاموشی اختیار کی۔ کہ گویا کوئی پتہ ہی نہیں۔ اور اپنے ایک مرید سے گول مول الفاظ میں یہ کہلا دیا۔ کہ یہ ایک تاریخی امر ہے۔ جس کے صحیح یا غلط ہونے پر میاں صاحب کو بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ صحیح ہو۔ کیونکہ اس طرح سے آپ کے دعوے نبوت کے بناوٹ نہ ہونے پر یہ ایک دلیل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا براہین میں مسیح کو نہ ماننا بعد میں آپ کی مسیحیت کے بناوٹ نہ ہونے پر ایک دلیل ہے۔ یہ ہے۔ وہ تائید جو میاں صاحب نے اپنے مرید کی معرفت شملہ کی اس آواز کی کی۔ اور ہمیں افسوس ہے۔ کہ میاں صاحب نے ان مضرات کا ذرا خیال نہ کیا۔ جو اس ہولناک ادعا کو تسلیم کر لینے کی صورت میں تمام مسئلہ نبوت پر وارد ہونے والی ہیں۔ خودکشی! اور حضرت رسول کریم محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلے اللہ علیہ وسلم اس کا ارادہ کریں! لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔ وہ کون مسلمان ہے۔ جو اس شیطانی خیال کو اپنے رہبر و مقتدا کی طرف ہاں اس پاک و مطہر انسان کی طرف جس نے کروڑہا انسانوں کے دل میں ایمان باللہ کا تخم بوکر انہیں اس قسم کے تمام شیطانی افعال سے یکقلم دور کر دیا۔ اور ایسے گندے اور ناپاک ارادوں کو فقدان ایمان کا نتیجہ قرار دیا۔ ایک ایسا ناپاک خیال منسوب کرے۔ جو ایک ادنےٰ سے ادنےٰ مومن کی شان سے بھی بعید ہے۔ چہ جائیکہ سردار امت اور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکو نسبت دی جائے۔ ونعوذ باللہ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

معزز ناظرین! افسوس طوالت مضمون اس امر کی مانع ہے۔ ورنہ دل تو چاہتا تھا۔ کہ اس فاسد عقیدہ کی قباحتوں اور مضرات کو بالتفصیل لکھکر میں میاں صاحب [illegible] اس [illegible] ناقدرشناسی اور بیہودہ گوئی [illegible] آپ کی نبوت کی صداقت کے لئے بطور ایک دلیل کے ہے۔ قلعی کھولتا۔

میں حیران ہوں۔ کہ دلیل تو دی جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے سمجھی اور نعوذ باللہ بے ایمانی کی اور استدلال اس سے کیا جاتا ہے۔ آپ کی صداقت کا۔ یہ کہنا کہ آپ کو اپنی نبوت کا تین سال تک پتہ نہ لگا۔ گویا یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ نعوذ باللہ ایسے بے سمجھ تھے۔ کہ متواتر وحی والہامات پر بھی ان کی غرض وغایت اور علت غائی کو نہ سمجھ سکے۔ کیا ایک مخالف اور غیر مذہب کا شخص اس پر یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ہم اس شخص کو کیا کریں۔ جو خود باوجود تین سال تک مورد ومہبط وحی رہنے کے اپنی حیثیت سمجھ نہیں سکتا۔ لیکن زمانہ جاہلیت کا ایک نصرانی آپ کی پہلی وحی کا ہی حال سنکر فورًا پکار اٹھتا ہے۔ هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوسٰى (بخاری جزو اول باب کیف کان بدء الوحی) یہ تو وہی راز دار فرشتہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ یعنے یہ جبرائیل ہے۔ جو وحی نبوت کے لئے خاص ہے۔ پھر بتاؤ ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ جو اس کی اس دلیل کو توڑ سکے۔ یہ امر کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی پہلے مسیح کو زندہ لکھکر بعد میں اس عقیدہ کو بدلا۔ تمہارے اس ادعائے باطل کے مطابق وموافق اس لئے نہیں۔ کہ یہ آپ کی ماموریت سے پہلے عام مسلمانوں کے مطابق ایک یونہی خیال تھا۔ جو اس بارہ میں قرآن پر تدبر کئے بغیر آپ نے لکھدیا۔ جس کی کہ بعد میں آپ کے منصب ماموریت کے الہام یعنی جعلناك المسيح ابن مريم نے تردید کی اور اس وجہ سے قرآن کریم پر تدبر کرنے سے اس عقیدہ کو غلط قرار دینا پڑا۔ پس یہ امر تمہارے اس ادعا سے بالکل مختلف ہے۔ جو تم نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے باوجود مامور ہو جانے کے اپنی نبوت کو نہ سمجھنے اور خودکشی کا ارادہ کرنے کے متعلق کیا ہے الغرض متعدد ومعتبر احادیث اور دیگر دلایل قطعیہ سے اس بات کی کافی طور پر تردید کی جاسکتی ہے لیکن میں اس کام کو اپنے سے کسی بہتر دماغ کے لئے چھوڑ کر اس دوسرے مسئلہ کیطرف رجوع کرتا ہوں جو قادیانی اخبار فاروق میں ایک صحیح حدیث کو موضوع

حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کو موضوع قرار دیا

قرار دینے کے متعلق ہے میر محمد اسحاق صاحب نے فاروق مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء میں "مولوی محمد علی صاحب سے ایک سوال" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا اور اس میں ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں پورے تین بلکہ تین سے زیادہ دفعہ اس بات کو دہرایا ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات والی حدیث باطل ہے۔ غلط اور موضوع ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس حدیث میں تو مبشرات کا دروازہ بند کیا ہے اور مبشرات سے مراد رؤیائے صالحہ بتایا ہے۔ تو گویا رویائے صالحہ کا دروازہ بند ہوا۔ مگر دوسری طرف مسیح موعودؑ کو رویائے صالحہ کے علاوہ الہامات وغیرہ بھی ہوتے تھے اس لئے یہ حدیث باطل ہوئی (مفہوم بالفاظ راقم) لیکن جب اس پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے نوٹس لیا۔ اور میاں صاحب کے خطبہ جمعہ پر ریویو کرتے ہوئے ضمنًا اس بات کا بھی تذکرہ کیا۔ کہ اب صحیح بلکہ اصح حدیثوں کو بھی غلط اور موضوع قرار دیا جانے لگا ہے تو میر محمد اسحاق صاحب نے فی الفور پہلو بدلا اور اپنے ان الفاظ کی یہ تاویل کی۔ کہ وہ "تو ایک سوال ہے۔ اور اسکے جواب کا مطالبہ کیا گیا ہے"۔ ...... میں نے تو اپنے مضمون میں آپ سے سوال کیا تھا۔ کہ آپ کے معنوں کی رو سے آپ کیلئے صرف دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو مسیح موعود کے الہام اور مکالمہ مخاطبہ کا انکار کریں اور یا اس حدیث کو موضوع سمجھیں"۔ اور اسی پہلو پر زور دینے کیلئے میر صاحب نے حضرت امیر کے ان قول پر کہ "تہمت لے دے گئی ہے" اور "تحضر..." اس کا ثبوت طلب کیا ہے۔ لیکن اسے کاش میر صاحب ان حیلا کیوں اور دھوکا بازیوں سے کام نہ لیکر ذرا اپنے پہلے مضمون اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس قول پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ تو انہیں پتہ لگ جائے کہ انہوں نے اپنے اس سوال کو خود ہی ایک ایسے پیرایہ میں پیش کیا ہے کہ جس سے پڑھنے والا صاف طور پر اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ سائل کے خیال میں یہ حدیث بالکل غلط اور موضوع ہے۔ اگر تو میر صاحب اس سوال کے کرنے کے بعد اپنے ان معانی کو بھی لکھدیتے جو وہ خود اس حدیث کے کرتے ہیں۔ اور وہ ان کے پیش کردہ نقائص کو پیدا نہیں کرتے۔ یا اور نہیں تو کم از کم یہی جتادیتے کہ میں اس حدیث کو صحیح سمجھتا ہوں۔ اور اسکے وہ معنے نہیں کرتا۔ جو مولوی صاحب کرتے ہیں لیکن جب یہ نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو میں نہیں جانتا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان کے مضمون کو جو کچھ سمجھا ہے۔ اور اسے میاں صاحب کی طرف منسوب کیا ہے۔ کیونکہ میاں صاحب نے اس کی کوئی تردید نہ کی۔ اور یہ ہو نہیں سکتا تھا۔ کہ یہ ان کے اشارہ کے بغیر ہو)۔ تو کیا اندھیر آگیا۔ میر صاحب آپ اپنے مضمون کو کسی بڑے سے بڑے صاحب علم کے پاس لے جائیے۔ اور پھر اس سے پوچھئے۔ کہ اس مضمون سے اس حدیث کے متعلق آپ کا کیا اعتقاد مترشح ہوتا ہے حالانکہ آپ مسیح موعودؑ کو بھی سچا اور راستباز مانتے ہیں تو آپ کو پتہ لگ جائیگا۔ کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے آپ کی طرف غلط طور پر یہ خیال منسوب نہیں کیا۔

پھر آپ کا بڑا زور اس بات پر ہے۔ کہ اس مضمون کے بعد فاروق ۲۸ میں آپ کا ایک مضمون حضرت امیرؓ کے مضمون کے جواب میں نکلا ہے جس میں آپ نے اس حدیث سے اپنے حق میں یعنی نبوت مسیح موعودؑ کے ثبوت میں استدلال کیا ہے ایسی صورت میں حضرت امیرؓ کا حق نہ تھا۔ کہ آپ کی طرف یہ خیال منسوب کرتے۔ لیکن مجھے تو اس میں بھی آپ کا ایک صاف اور صریح جعل نظر آتا ہے۔ فاروق ۲۸ کا ایک ایک ورق بلکہ ایک ایک لفظ میں نے دیکھا اس میں کہیں بھی میر محمدؐ اسحاق کا مضمون بلکہ نام تک مجھے نظر نہیں آیا۔ آپ نے اس پرچہ میں جن مقامات کے حوالجات پیش کئے ہیں۔ یعنی صفحہ ۵ ک ۲ - صفحہ ۶ ک ۲ - صفحہ ۷ ک ۱ - ان تمام مقامات کو میں نے دیکھا - اور ایک سے زیادہ دفعہ ان پر نظر دوڑائی - لیکن ہر دفعہ یہ دیکھنے سے میری حیرانی اور تعجب میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ کہ ان صفحات میں صفحہ ۵ کے شروع سے لے کر صفحہ ۷ ک ۲ تک قولہ اقول کے رنگ میں ایک ہی مضمون چلتا ہے۔ جو افسوس ہے کہ میر محمدؐ اسحاق کا نہیں۔ بلکہ قاضی اکمل کا ہے۔ اس مضمون کے آخر میں صاف طور پر جلی قلم سے عربی حروف میں اکمل لکھا ہوا ہے پس ایسی حالت میں میر محمد اسحاق صاحب کا اسکو اپنا مضمون بتانا اور یہ لفظ لکھنا کہ "معًا پانچ چھ دن بعد اگلے پرچہ میں میرا ایک مضمون اسی حدیث کی صحت اور اس کے معنوں کے بیان میں شائع ہوتا ہے کیا اس سے صاف طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ کہ میں اس حدیث کو موضوع نہیں سمجھتا۔ بلکہ درست یقین کرتا ہوں۔ ورنہ میں تیسرے نمبر میں کیوں اس حدیث کی تائید کرتا"۔ اور حوالہ میں فاروق نمبر ۲۸ صفحہ ۵ کالم ۲ پیش کرنا پھر دوسری بار اسپر اور بھی زور دیتے ہوئے "اسی میں" اور "میرے" کو یوں بار بار دہرانا کہ "میں مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کہ عدل اسی کا نام ہے۔ کہ فاروق کے دوسرے نمبر کے ایک مضمون سے یہ ثابت کیا جائے۔ کہ میں اس حدیث کو موضوع خیال کرتا ہوں جبکہ اس اخبار کے تیسرے نمبر میں آپ ہی کے ایک مضمون کے جواب میں صریح لفظوں میں اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتا ہوا اسے محل استدلال بنا کر کہتا ہوں"۔ اور علیٰ ہذا کئی

دفعہ قاضی اکمل کے اس مضمون کو اپنا ہی مضمون ظاہر کرنا کیا یہ ایک صریح جعل اور دھوکا بازی نہیں۔ بندۂ خدا۔ حضرت امیرؓ نے تو تمہارے مضمون کی بنا پر لکھا تھا جو کچھ لکھا تھا۔ نہ کہ اکمل کے۔ پھر بارا اکمل کے مضمون کو اپنا بتانا یہ کونسی ایمانداری ہے اور کہاں کی راستبازی اور تقوے۔ ایک اور جھوٹ جو اس آخری مضمون میں آپ نے بولا ہے۔ وہ آپ ہی کے لفظوں میں یہ ہے "مولوی صاحب! خدارا جواب دیجئے کہ فاروق کے دوسرے نمبر سے جو آپ کی طرف بھیجا بھی نہیں گیا۔ آپ خیال کر لیتے ہیں کہ میں اس حدیث کو موضوع سمجھتا ہوں" ناظرین اس فقرہ کے خط کشیدہ الفاظ (یعنی آپ کی طرف بھیجا بھی نہیں گیا) خاص طور پر قابل توجہ ہیں خدا جانے میر صاحب نے یہ کیوں کہدیا کہ فاروق نمبر۲ حضرت امیر ایدہ اللہ کیطرف "بھیجا بھی نہیں گیا" حالانکہ اسوقت بھی میرے پاس فاروق کا یہی نمبر پڑا ہے۔ جس کی چٹ پر یہ پتہ لکھا ہے۔ "درخدمت شریف جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے" یہ ۱۴۔ اکتوبر کا پرچہ ہے اور اس پر ۱۵۔ اکتوبر کی قادیان کے ڈاک خانہ کی مہر اور ۱۶ کی لاہور کی ہے۔ پھر میں نہیں جانتا اس امر واقعہ کی موجودگی میں میر صاحب نے کیوں خواہ مخواہ یہ جھوٹ بولا۔ یا خدا جانے بے سوچے سمجھے یا بلاتحقیق اسے لکھدیا۔

بہرحال یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ جس پر زیادہ زور دیکر میں کاغذ سیاہ کروں۔ اس لئے میں اب اسے چھوڑ کر میر صاحب کے اس اعتراض کو رفع کرنا چاہتا ہوں۔ جو حضرت امیرؓ کیطرف سے ان کے سوال کا تحقیقی جواب نہ ملنے سے پیدا ہوا ہے یعنے میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ رویائے صالحہ کیا ہے۔ اور اس میں کیا کیا امور داخل ہیں اس کے متعلق بھی میں صرف دو تین باتوں ہی پر اکتفا کروں گا۔ اور باقی مفصل بحث امید ہے کہ حضرت امیرؓ اپنی زیر تصنیف کتاب "النبوت فی الاسلام" میں فرماوینگے۔

سب سے اول تو میں اس بارہ میں نواب صدیق حسن خان صاحب کی اس تشریح کو پیش کرتا ہوں جو اسی حدیث کے تحت میں رویائے صالحہ کی انہوں نے کی ہے۔ جو بدر جلد ۱۰ نمبر ۱۳ مورخہ ۲۔ فروری ۱۹۱۱ء میں ایک مخالف سلسلہ کے جواب میں نقل ہو چکی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے۔ "و از آنجملہ رویائے حسنہ و مقام صالحہ از مرد نیکوکار است۔ آنحضرت صلعم فرمود۔ الرؤیاء الحسنۃ من الرجل الصالح جزء من ستۃ و اربعین جزء من النبوۃ۔ و نیز فرمود۔ لن یبقی بعدی من النبوۃ الا المبشرات فقالوا وما المبشرات یا رسول اللہ قال الرؤیاء الصالحۃ یراہا الرجل الصالح او ترٰی لہ جزء من ستۃ و اربعین جزء من النبوۃ - و یفسر قولہ تعالیٰ لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا۔ در نزول جمیل گفتہ مراد برویائے صالحہ رویت آنحضرت صلعم است در منام۔ یا رویت جنت و نار۔ یا رویت صالحین و انبیاء یا رویت مشاہد متبرکہ ہمچو بیت اللہ و مسجد رسول اللہ صلعم و بیت المقدس۔ و یا رویت وقائع آیندہ مستقبلہ کہ مطابق رویت واقع شود۔ یا وقائع ماضیہ چنانکہ بودہ است۔"

اب اس میں صاف طور پر رویاء سے مراد رویت وقائع آئندہ مستقبلہ کہکر پیشگوئیوں کو جو حضرت اقدس کے الہامات کا جزو اعظم ہیں اس میں شامل کیا ہے۔ پھر حدیث میں اول ما بدئ رسول اللہ صلعم من الوحی الرؤیاء الصالحۃ کہکر اس بات کو صاف کر دیا گیا ہے کہ رویاء صالحہ بھی وحی ہی ہوتا ہے۔ پھر ایک اور حدیث میں عبادہ بن صامت سے روایت ہے۔ کہ رؤیاء المومن کلام یکلم بہ العبد ربہ فی المنام۔ (رواہ الطبرانی) یعنی مومن کا رویاء کلام ہوتی ہے جو رب اپنے بندے سے کرتا ہے دیکھو کنز العمال جلد ۸ صفحہ [illegible]۔

اس قدر صاف اور صریح دلائل کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ رویائے صالحہ میں الہامات اور مکالمہ مخاطبہ شامل نہیں کسقدر خلاف صداقت امر ہے۔

آنحضرت صلعم کی ایک عظیم الشان خصوصیت کو مٹانے کی کوشش

تیسری کوشش جو قادیان سے انہی میر محمد اسحاق صاحب نے حضرت رسول کریم صلعم کی ایک خصوصیت کو مٹانے کے لئے کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ گذشتہ ۲۔ نومبر ۱۵ء کے پیغام صلح میں یعنے حضرت امیرؓ کے درس سے اقتباس کرتے ہوئے یہ الفاظ لکھے تھے جو حضور کے فرمودہ تھے:-

"انا انزلناہ قرآناً عربیاً کے یہ معنے ہیں کہ ہم نے قرآن کریم کو اس زبان میں اتارا جس میں اس سے پہلے کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی جس طرح سے قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل ہونے میں ایک خصوصیت اور برتری حاصل ہے اسی طرح سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی عرب میں مبعوث ہونے میں ایک خصوصیت اور فضیلت حاصل ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ لتنذر قوماً ما انذر آباؤہم تاکہ تو ڈراوے ان لوگوں کو جن کے آباء و اجداد کو نہیں ڈرایا گیا۔ اس سے پیشتر درحقیقت عرب کے کناروں کی طرف رسول ضرور آئے۔ لیکن عرب کے خطہ کے اندر کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا۔ نہ ہی کوئی کتاب عرب کے خطہ کے اندر آئی تو یہ ایک ہی کتاب ہے۔ جو عربی میں نازل ہوئی۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہی رسول ہے جو عرب کے خطہ کے اندر مبعوث ہوئے یہ کیوں؟ اس لئے کہ یہ بھی اللہ تعالے کی توحید کے لئے بطور ایک نشان کے ہو۔ تو جب سارے عرب کے اندر صرف ایک ہی فرد رسول آیا اور آپ کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ اس سے پیشتر کوئی رسول خطہ عرب کے اندر مبعوث نہیں ہوا۔ تو پھر سمجھ نہیں آتا۔ کہ بعد میں یہ خصوصیت کیسے ٹوٹ سکتی ہے۔ کیا یہ کبھی ہو سکتا ہے۔ کہ پہلے تو کوئی رسول اس لئے مبعوث نہ کیا جاوے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ایک خصوصیت قائم رہے۔ اور بعد میں کسی اور کو بھیجکر اس خصوصیت کو خود ہی توڑ دے۔ آخر یہی سمجھیں کہ کیوں اسقدر عرصہ اور پشتہا پشت تک سلسلہ رسالت و نبوت سے محروم رکھا۔ اسی لئے کہ ایک ہی رسول آنا تھا۔ پھر اگر یہ مانا جائے کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی آگیا۔ تو بتاؤ وہ خصوصیت کیوں ٹوٹ گئی۔"

دیکھو اخبار پیغام صلح مورخہ ۲ نومبر ۱۵ء صفحہ ۲۔

اب ان الفاظ میں صاف طور پر آنحضرت صلعم کی ایک شان۔ ایک خصوصیت اور ایک امتیاز کا ذکر ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ میر محمد اسحاق صاحب کو یہ بھی ایک آنکھ نہیں بھائی۔ کیوں؟ اس لئے نہیں کہ اس میں رسول اللہ صلعم کی عزت افزائی ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اس خصوصیت کے ماننے سے ان کی مزعومہ نبوت مسیح موعودؑ باطل ہو جاتی ہے۔ اور میر صاحب کو یہ ہرگز گوارا نہیں۔ کہ مسیح موعودؑ سے آنحضرت صلعم کوئی سبقت لے جائیں۔ بلکہ ان کے تو مقصود خاطر یہ امر ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کی نبوت ثابت ہو یا نہ ہو۔ آپ خاتم النبیین ٹھیریں یا نہ ٹھیریں۔ اور آپ کی ذات اقدس پر خواہ کوئی حرف ہی آ جائے لیکن مسیح موعودؑ کی نبوت ثابت کرنے کے لئے تمام

ناجائز وسائل سے کام لینا اور ان باتوں کی پرواہ تک نہ کرنا چاہئے۔ اسی لئے انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ اور قلم دوات لیکر بیٹھ گئے۔ اور پورے ساڑھے سات صفحات کا ایک مضمون اس بارہ میں دے گھسیٹا کہ رسول اللہ صلعم کو نعوذ باللہ کوئی ایسی خصوصیت حاصل نہیں۔ جو حضرت امیرؓ نے پیش کی ہے۔ اور بعض ادھر ادھر کی روایات کو جو وہ بھی ہمارے ہی حق میں ہیں۔ توڑ مروڑ کر لائل دلائل سے اس بات کے ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی ہے۔ کہ خطۂ عرب کے اندر آنحضرت صلعم سے پہلے بھی رسول آتے رہے ہیں۔ اس بارہ میں زیادہ زور میر صاحب نے جس بات پر دیا ہے وہ قرآن کریم کی آیت ولقد ارسلنا اصحاب الحجر المرسلین پر ہے اور اس میں حجر کو حجاز کا ایک علاقہ ثابت کرتے ہوئے میر صاحب نے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ گویا حجاز میں نبی آتے رہے اور حجاز خطۂ عرب کے اندر ہے۔ لیکن ناظرین کرام اگر میر صاحب کے مضمون کو پڑھنے سے پیشتر حضرت امیرؓ کے مندرجہ بالا الفاظ کو پڑھ لیں۔ اور پھر عرب کا ایک نقشہ سامنے رکھکر اس کے تمام مختلف علاقہ جات اور قدیم قبائل وغیرہ کی جائے رہائش دیکھیں گے تو انہیں صاف پتہ لگ جائیگا کہ میر صاحب نے حضرت امیر کے ان صاف اور سیدھے الفاظ کو کہ " اس سے پیشتر درحقیقت عرب کے کناروں کی طرف رسول آئے " نہ سمجھنے اور نظر انداز کر دینے سے باعث مغالطہ کھایا ہے۔ یا جان بوجھکر مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ میں یہاں ملک عرب کا نقشہ معہ ضروری علاقہ جات کی تشریح کے [illegible] سے نقل کرتا ہوں جس سے ناظرین کرام کو اس بات کا اندازہ ہو جائیگا۔ کہ علاقہ حجر کس جگہ اور کس مقام پر واقعہ ہے۔

اس نقشہ کو دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ حجر گو عرب کی سرحد کے اندر واقع ہے۔ لیکن تاہم عین شمالی کنارے کے نزدیک ہے اور درمیانی علاقہ میں ہرگز نہیں۔ اور یہ امر خود حضرت امیرؓ کے اس قول کا مؤید ہے۔ کہ عرب کے کناروں کی طرف رسول آتے رہے " صرف اتنی بات سے کہ حجر حجاز میں شامل ہے۔ یہ ثابت نہیں ہو جاتا۔ کہ وہ عرب کے کناروں پر نہیں۔ بلکہ درمیانی علاقہ میں ہے " خطۂ عرب کے اندر " سے حضرت امیرؓ کی مراد درمیانی علاقہ عرب ہے۔ نہ کہ سرحد عرب کے اندر کا تمام حصہ۔ کیونکہ آنحضور نے یہ کہکر کہ کناروں کی طرف سے رسول آتے رہے۔ گویا کناروں والے حصص کو " خطۂ عرب کے اندر " سے مستثنیٰ کیا ہے۔

پھر خود میر محمد اسحاق صاحب نے بخاری کی اس حدیث کو جس میں علاقہ حجر کے پاس سے رسول اللہ صلعم کے گذرنے کا ذکر ہے نقل کرکے اور یہ بتاکر کہ " آپ تبوک جاتے وقت راستہ میں یہاں ٹھہرے اور تبوک عین عرب اور شام کے درمیان شام کی سرحد پر ہے " گویا یہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ حجر کنارۂ عرب کی طرف واقع ہے۔ تو پس اسی ایک بات سے میر صاحب کی یہ دلیل کہ حجر میں رسولوں کا آنا گویا " خطۂ عرب کے اندر " یعنی درمیانی علاقہ میں آنا ہے۔ اور یہ حضرت امیرؓ کی بیان کردہ خصوصیت کو توڑتا ہے باطل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب آنحضرت صلعم مدینہ سے تبوک کیطرف جاتے ہوئے رستہ ہی میں حجر کے علاقہ سے گذرتے ہیں اور تبوک عین عرب اور شام کی سرحد پر ہے تو اس سے یہ امر خود بخود ثابت ہو گیا کہ حجر بوجہ تبوک کے نزدیک ہونے کے کنارہ عرب کیطرف واقع ہے میر صاحب نے اس کے ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح جناب مولانا نورالدینؓ کے درس قرآن کے نوٹوں میں سے بھی ایک حوالہ اپنے ادعا کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

حدیبیہ - حضرموت حجاز۔ یمامہ کے علاقوں کو حجر کہتے ہیں۔ وہاں کی قوم ثمود میں صالح نبی آئے " درس قرآن کے نوٹ [illegible] مطبوعہ مدینہ)

لیکن افسوس ہے۔ کہ انہوں نے اس حوالہ کے لکھنے سے پیشتر ذرا ان چاروں کی جائے وقوع کو نقشہ عرب میں دیکھکر معتبر کتب جغرافیہ سے اس بات کی تصدیق نہ کر لی۔ کہ آیا یہی چاروں علاقوں کو حجر کہتے ہیں۔ یا کہ حجر ان کے علاوہ کسی اور علاقہ کا نام ہے۔ گو کہ انہوں نے کہدیا ہے کہ " حضرت مولوی صاحب کے اس قول اور تقویم البلدان کے حوالہ میں کوئی تناقض نہیں۔ کیونکہ تقویم البلدان نے حجر علاقہ کے دارالخلافہ کا نام۔ جسکا نام بھی حجر تھا ذکر کیا ہے۔ اور حضرت مولوی صاحب نے تمام علاقہ حجر کا بیان کیا ہے " اور اس طرح سے اس اعتراض کو اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ جو تقویم البلدان اور حضرت مولوی صاحب کے درس کے نوٹوں سے ملتا جلتا ہے حوالجات کے پیش کرنے پر وارد ہوتا ہے۔ لیکن اس بات کو قطعاً نظر انداز کر دیا۔ کہ یہ صورت جو انہوں نے اس اعتراض کو رفع کرنے کی پیدا کی۔ یعنے ایک حجر کو دارالخلافہ اور دوسرے کو کل علاقہ حجر قرار دینے کی۔ آیا کسی دوسری معتبر کتاب سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ ہم نے اوپر تمام علاقہ عرب کا جو نقشہ پیش کیا ہے۔ اس میں ان چاروں علاقوں یعنی حدیبیہ حضرموت۔ حجاز اور یمامہ کی جائے وقوع خصوصیت سے دکھائی ہے جس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ یہ چاروں علاقے ایک ہی جگہ واقع نہیں۔ بلکہ حضرموت تو جنوب میں اور حدیبیہ اور یمامہ جنوب مغرب میں اور حجاز مغرب میں اور حجر شمال میں واقع ہے۔ تو گویا میر صاحب کے پیش کردہ حوالہ کا مطلب یہ ہوا۔ کہ جنوب سے لیکر تمام مغربی علاقہ اور پھر شمال تک سارا کا سارا حجر ہی کہلاتا ہے۔ اور اس تمام علاقہ میں قوم ثمود آباد تھی۔ جس میں صالح نبی آئے " حالانکہ یہ ذیل کے حوالجات کے رو سے جن میں کہ حجر کو شام اور حجاز یا شام اور مدینہ کے درمیان بتایا ہے۔ اور ثمود

کی جائے سکونت بھی وہیں کی لکھی ہے۔ بالبداہت غلط ہے۔ اور ان سے میر صاحب کا وہ پہلا خیال بھی بالکل غلط ٹھہرتا ہے۔ جو انہوں نے حجر کو حجاز کے اندر داخل کہہ کر ظاہر کیا ہے۔ کیونکہ ذیل کے حوالجات سے صاف طور پر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حجر حجاز کے اندر شامل نہیں۔ بلکہ حجاز اور شام کے درمیان کے علاقہ کا نام حجر ہے وہ حوالجات یہ ہیں

(۱) سکنت ثمود الحجر بین الحجاز والشام (ابوالفداء)

(۲) کانت مساکنھم بالحجر بین الحجاز والشام الی وادی القری (معالم التنزیل)

(۳) الحجر اسم دیار ثمود بوادی القری بین المدینۃ والشام کانت مساکن ثمود (مراصد الاطلاع)

(۴) الحجر دیار ثمود بوادی القری بین المدینۃ والشام (یاقوت الحموی)

اب تمام مرقومہ بالا حوالجات سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حجر صرف اسی علاقہ کا نام ہے۔ جو حجاز اور شام یا بالفاظ دیگر مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے نہ کہ حدیبیہ۔ حضر موت۔ حجاز اور شام۔ جو حسب تشریح بالا جنوب۔ مغرب اور شمال میں واقع ہیں۔ سب کے سب مل کر حجر کہلاتے ہیں۔ یہ دراصل درس کے نوٹوں کو مرتب کرنے والے کی غلطی ہے۔ کہ اس نے حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کے کسی مطلب کو نہ سمجھکر اس طرح سے لکھدیا ہے۔ اور ایسی کئی ایک غلطیاں آپکے درس قرآن کے ان نوٹوں میں پائی جاتی ہیں۔ منقولہ بالا حوالجات سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حجر حجاز میں شامل نہیں۔ جیسا کہ میر محمد اسحاق صاحب نے شروع مضمون میں بیان کیا ہے۔ اور یہ امر حضرت امیر کے اس قول کا اور بھی مؤید ہو گیا۔ کہ "اس سے پیشتر در حقیقت عرب کی کناروں کی طرف رسول ضرور آئے"۔ باقی دارد

نکات القرآن: "قرآن کریم کے تفسیری نوٹ" کے نام سے حضرت امیر نے چند ماہ ہوئے سورۂ بقرہ کے ایک حصہ کی جو تفسیر شائع کی تھی اب اسکے بقیہ حصہ کی بھی تکمیل ہو چکی ہے اور سورۂ بقرہ کے تفسیری نوٹوں کے اس کل مجموعہ کا نام نکات القرآن رکھا گیا ہے جن احباب نے پہلا پارہ خرید لیا تھا اب وہ باقی سورۂ بقرہ کے نوٹ بقیمت ۶ر فی جلد خرید کر اسے پہلے پارہ کے ساتھ نئے ٹائٹل میں لگوالیں اور جنہوں نے ابھی تک کوئی حصہ نہیں خریدا وہ کل مجموعہ ۱۲ر ہو۔ بقیمت ۱۲ار فی الفور منگوالیں۔

باسی کڑھی میں ابال

قادیانی اخبارات میں افترا پردازی دروغگوئی اور سب وشتم کا سلسلہ ترقی پذیر

۱۴۔ دسمبر ۱۹۱۵ء کے ضمیمہ پیغام صلح میں ہم نے جماعت محمودیہ کے ڈیڑھ سالہ طرز عمل پر ریویو کرتے ہوئے اسباب کا مجملاً ذکر کیا تھا کہ بعض نیک نفس بزرگوار ہم سے یہ عہد لینا چاہتے ہیں۔ اور ایسا ہی عہد انہوں نے میاں صاحب سے بھی لیا ہے۔ کہ ۱۵۔ دسمبر ۱۹۱۵ء کے بعد ایکدوسرے پر ذاتی حملے کرنے اور گالی گلوچ دینے کے بجائے ان آپس کے مباحثات کو صرف مسائل متنازعہ تک محدود رکھا جائے ہم نے آئندہ اس اقرار پر کاربند ہونے کا اعلان کرتے ہوئے یہ لکھا تھا۔ کہ "ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس ڈیڑھ سال کی زبان درازی کے بعد اب جماعت محمودیہ اپنے پیر کے اس عہد کو کہاں تک سنبھالتی ہے۔ ہم نے تو پہلے بھی گالیوں کا جواب دینا پسند نہیں کیا۔ اور حتی الوسع اپنے جذبات کو قابو میں رکھکر مسائل متنازعہ فیہ پر ہی لکھا۔ جو کچھ لکھا۔ اور اگر کسی نے کچھ لکھا تو محض اس معذوری کے ماتحت کہ لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم۔ اس لئے آئندہ اس عہد پر عامل ہونا ہمارے لئے چنداں مشکل نہیں۔ ہاں ہم دیکھیں گے۔ کہ بات بات پر فاسق و مرتد کہنے اور جماعت کو ہماری طرف سے بدظن کرنے کے لئے ہمیں ابلیس قرار دینے والے اشخاص کہانتک اس عہد کی پابندی اختیار کرتے ہیں"۔ ہماری یہ تحریر ۱۴۔ دسمبر ۱۹۱۵ء کے ضمیمہ پیغام صلح میں شائع ہوتی ہے۔ اس کے بعد آجتک قادیان سے یکے بعد دیگرے تین پرچے ہمیں موصول ہوئے ہیں۔ جن میں افسوس ہے۔ کہ بجائے ان ناروا باتوں کا خاتمہ ہونے کے اس باسی کڑھی میں ابال آیا ہوا دکھائی دیتا ہے یہاں تک کہ اس میں اب ایسی عفونت پیدا ہو گئی ہے کہ جس کی وجہ سے چاروں طرف گندہ اس کا نمونہ بن رہا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ محمودی اخبارات کی اس ہشت روزہ گندہ دہانی کا نزکی بہ نزکی جواب دیکر شرافت اور تہذیب کو جواب دیں۔ لیکن ہم اپنے ناظرین کو بتانا چاہتے ہیں کہ کسقدر غلط اتہامات قابل شرم مفتریات اور سخت بدزبانی وگندہ دہانی سے کام لیکر سالانہ جلسہ پر آنے والے احباب کو روکنے اور ان کو ہماری طرف سے بدظن کرنے کی از حد کوشش کی جارہی ہے۔

۱۴ دسمبر ۱۹۱۵ء کا الفضل صرف ایک ۱۴ دسمبر کے الفضل میں ہی مذمخول میں پوری سو گالیاں ہمیں دی گئی ہیں جن میں اکثر غلط اتہامات بھی شامل ہیں۔ جو ہمارے اعتقادات کے متعلق ہم پر لگائے جاتے ہیں۔ اس پرچہ میں ہمیں خدا کے ناموس کی عزت ومنزلت کو پاؤں میں روندنے والے۔ خدا اور رسول کے وعدوں کے منکر مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے انکاری۔ اور انہیں مجذوب کی بڑ سمجھنے والے۔ اللہ تعالیٰ کو وعدہ خلاف کہنے والے۔ محسن کش۔ ایمان فروش۔ مسیح موعود کی دعاؤں کے متعلق یہ یقین کرنے والے کہ وہ سب اکارت گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان میں سے ایک کی بھی شنوائی نہ ہوئی۔ عجب انانیت کے پتلے۔ نفسانیت کے بندے۔ غیرت ایمانی سے کورے۔ اعدائے دین وملت۔ دشمنان مسیح موعود۔ دنیا طلب۔ مردے۔ ضال نفس وشیطان کے شکار۔ صدق وحق کے اعداء اصحاب الفیل۔ خناس۔ شیطان۔ حریف سفلہ۔ قادر ذوالجلال سے جنگ ٹھانے والے۔ وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ یہ چند لفظ ہم نے الفضل کے ایک مضمون میں سے بطور نمونہ چن دیئے ہیں ابھی اس مضمون میں اور بہت سے ایسے الفاظ ہیں۔ کہ جنکو نمبروار لکھنے سے کل گالیوں کا شمار سو تک پہنچتا ہے اگرچہ ہم مضمون کے لکھنے والے یا بالفاظ دیگر ایڈیٹر الفضل کی اس فطرتی کمزوری کو مدنظر رکھکر جو آج سے دو سال پہلے اسکے لاحق حال تھی۔ اور اسے کسی حق بات کو جرأت سے لکھنے سے روکتی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ایک مقدس ترین کام کو استعفا دے دینے پر بھی مجبور ہو گیا تھا۔ بزرگان دین وحامیان اسلام کے حق میں اس کی یہ جرأت وجسارت دیکھکر حیرانی ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت باطل کے حامی ہمیشہ انہی کوتاہ ہتھیاروں سے کام لیکر اپنی منہ کی پھونکوں سے حق کی روشن شمع کو بجھانا چاہتے ہیں۔ اور دلائل کے

مقابل یہ گالیاں اور غلط اتہامات لگانا ہمیشہ انہی لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ جو حق سے کوسوں دُور پھینک دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے ہم منشی احمد حسین صاحب فریدی آبادی کو انکے قلب کی اس مضبوطی اور اُن کی اس مُنہ زوری اور جرأت پر مبارکباد دیتے ہیں جسکی عدم موجودگی میں وہ ایک وقت اپنے آپکو اخباری دنیا میں کام کرنے کے ناقابل سمجھتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں اس عبارت پر اس وجہ سے افسوس بھی ہے۔ کہ جس طریقہ اور جس رویہ کو اختیار کر کے انہوں نے یہ گمشدہ متاع پائی ہے۔ یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ جس صورت وشکل میں انہیں یہ جرأت نصیب ہوئی ہے۔ وہ اُنکے لئے مفید اور کارگر ہونے کے بجائے الٹا خطرناک ضلالت کی طرف دھکیل رہی ہے جسکا نتیجہ سوا۔ بے خسران اور تباہی کے اور کچھ بھی نہیں۔

اصحاب الفیل کا ہاتھی اور قادیانی گدی نشین

منقولہ بالا مطاعن میں اصحاب الفیل کے الفاظ نقل کرتے ہوئے مجھے ایک عجیب بات سمجھ آئی جسکو یہاں بیان کردینا شائد غیر موزوں نہ ہوگا۔ پچھلے سال قاضی محمد یوسف پشاوری محمودی نے کسی بات کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بتایا تھا اور خود تاریخ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ اصحاب الفیل کا وہ نامی گرامی ہاتھی جو خانہ کعبہ کے مسمار کرنے پر مقرر شدہ ہاتھیوں کا سردار تھا۔ اسے بھی "محمود" کے نام سے ہی پکارا جاتا تھا۔ آج بھی جس شخص نے تمام اسلامی عقائد کو بالائے طاق رکھکر اور ایک نئی نبوت کا سلسلہ قائم کر کے اسلام کی تخریب پر کمر باندھی ہے اور اسنے یہ کہکر کہ جانیے نہیں وہ مقصود زندگی حاصل نہیں ہوسکتا جو قادیان آنیسے ہوسکتا ہے۔ گویا دوبارہ خانہ کعبہ کو گرانا چاہا ہے۔ اس کا نام بھی "محمود" ہی ہے۔ اب اس کھلی مماثلت پر بھی جس سے "اصحاب الفیل" کے الہام کے مصداق ہم نہیں بلکہ گروہ محمودیہ ثابت ہوتا ہے۔ اُلٹا ہمیں اصحاب الفیل ٹھہرانا المرء یقیس علی نفسہ کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے۔

اشاعت اسلام کالج لاہور اور فاروق کا مائی اوپیا

کل دیروالاماں سے آرہی تھی یہ ندا
اے مریض ناتواں لے اب تیرا حافظ خدا

تم باذلی کی میری تاثیر اُلٹی ہوگئی
اور مسیحائی کو میری تم نے رُسوا کردیا

انسان کی آنکھوں پر تعصب سے پردے پڑ جایا کرتے ہیں۔ اسکے دل پر جہل اور ضلالت کی مُہر لگ جایا کرتی ہے۔ قوت سامعہ بے حس ہو جایا کرتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ذھب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمات لا یبصرون صم بکم عمی فھم لا یرجعون۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو سلب کرلیا۔ اور انہیں ظلمات میں نابینائی کی مرض میں بھٹکتے ہوئے چھوڑدیا گونگے ہیں۔ بہرے ہیں۔ اندھے ہیں۔ پس وہ کس طرح رجوع کرسکتے ہیں۔ تاہم وہ اسقدر اندھا نہیں ہوجاتا۔ کہ نصف النہار اور شب تاریک میں تمیز نہ کرسکے۔ اس قدر گمراہ نہیں ہوجاتا۔ کہ روز روشن میں مشرق کی بجائے مغرب کو چلدے اسکے قدرتی ساؤنڈ بکس (مرکز قوت سامعہ) میں اسقدر نقص نہیں آجاتا کہ اس کے پردہ طبلی پہ لفظ ہے اور نہیں مختلف تموج پیدا کریں مرض خواہ کسقدر ترقی کرجائے مریض سم الفار اور تریاق کا عام حالتوں میں ایک ہی مفہوم نہیں سمجھتا۔ یہ اجتماع ضدین تمام دنیا کے لئے ناممکن مگر اللہ تعالیٰ رحم کرے اس نام نہاد فاروق پر جو ایک نورانی چہرے* کی مشعل کے نیچے بیٹھا ہوا مذکورۃ الصدر اضداد میں مطلقاً فرق نہیں کرسکتا۔ خدا کی شان اشاعت اسلام کے فیضان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ مگر اس مشدہ بد مائی اوپیا کے مریض کو بند نظر آنے لگے۔ طلبائے اشاعت اسلام کالج کالج میں حاضر مگر اس آوارۂ وادئ ضلالت کو اپنے اپنے وطنوں میں ملے مولوی فضل الٰہی صاحب اللہ تعالےٰ کے فضل سے مسلمان۔ مگر میاں فاروق کے کان اُنہیں عیسائی سنتے ہیں۔ ناظرین کو ایڈیٹر صاحب فاروق کی یہ حالت بظاہر حیرت انگیز معلوم ہوگی لیکن جو کچھ اتنک ہوا ہے۔ وہ درحقیقت اسکے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو آئندہ ہونیوالا ہے۔ جن لوگوں نے مذاہب عالم کی تاریخ کا غور سے مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ تعصب نے انسان کی آنکھ کے غشائے شبکیہ پر کیا کیا اثر کیا ہے فی طغیانھم یعمھون۔ اپنے اندھے پن کے طغیان میں بھٹکتے ہی جاتے ہیں۔ بالآخر میں طلبائے اشاعت اسلام کالج کی طرف سے اس نورانی چہرہ معبود اور اس کے کل پرستاروں کو ایڈیٹر صاحب فاروق کے اس اقتباس نور پر کہ جس نے ان میں اس درجہ نابینائی اور بے بصیرتی پیدا کردی ہے مبارک دیتا ہوں۔ خاکسار عبدالحق متعلم

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں!

۱- براہین نیرہ حصہ اول ۱۰/
۲- اسوۂ حسنہ ۴/
۳- ام الالسنہ ۱۲/

یہ ہرسہ کتابیں مصنفہ حاجی خواجہ کمال الدین صاحب مشنری ہیں۔ جو تین خاص مضمون پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں۔

کتابوں میں کتاب قرآن۔ نبیوں میں نبی محمد عربی زبانوں میں زبان عربی مبین۔ یہ تین باتیں ان تین کتابوں میں علی الترتیب ثابت کی گئی ہیں۔

(۱) براہین نیرہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے۔

(۲) اسوۂ حسنہ میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بہ حیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کرچکی ہے۔ اس کو پڑھ کر یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور اگر کوئی کامل نبی ہوسکتا ہے۔ تو آپ کی ذات پاک ہی ہے۔

(۳) ام الالسنہ بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو۔ انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتداء میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتابیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

مینجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

شائقین اخبار کے لئے نادر موقع

الحمدللہ کہ المیزان نے اپنی زندگی کے پہلے ہی سال میں پبلک میں خاص وقعت اور کافی شہرت حاصل کرلی ہے اس کامیابی کی مسرت میں ہم جدید خریداران کے لئے یہ خاص رعایت کرتے ہیں کہ جو حضرات ۱۵ دسمبر ۱۹۱۵ء تک خریداری کی درخواست روانہ کردینگے۔ تو اُن سے بجائے صہ روپیہ کے صرف للعہ چندہ ۱۹۱۶ء کی بابت لیا جائیگا۔ لہٰذا ۱۵- دسمبر کو اچھی طرح یاد رکھئے۔ اور اس رعایت سے مستفید ہو جیئے گا۔

۱۵ دسمبر ۱۹۱۵ء تک جدید خریداران کی درخواستیں موصول ہوجانے سے ۱۹۱۶ء کا رجسٹر مرتب ہونے

* طالبین سب کا نور ہوجائیگی انکی دن دیکھنا۔ میں بھی اک نورانی چہرہ کے پرستاروں میں ہوں (جماعت محمودیہ کا مولوی) واہ سبحان اللہ خوب لطیفہ دور ہو دہی بھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمده از مادریم — ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست — بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامنِ پاکش بدستِ ما مدام

رجسٹرڈ نمبر ال ۸۳۸

قل یا اهل الكتاب تعالوا الی كلمة سواء بیننا وبینكم الا نعبد الا اللہ ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیرِ شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بروں خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — ز و شدہ سیراب آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا می بود

قیمت

سالانہ ۶ روپیہ
ششماہی ۳ روپیہ
سہ ماہی ۱/۸
ماہوار ۸ آنہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے

جلد ۳ | بندگان مسیح کے لاہور پنجشنبہ ۱۵ صفر ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۶۹

بلادِ غیر میں تبلیغِ اسلام

حضرت مولینا مولوی صدر الدین صاحب کا تازہ خط

ایک اور خاتون کا مشرف باسلام ہونا

مخدومی مکرمی و معظمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ووکنگ کی ایک خاتون معہ اپنے نہایت ہی پیارے بچہ کے کلمہ طیبہ کا اقرار کرتی ہیں اس خاتون کے اسلام لانے سے مجھے ایک خاص سرور حاصل ہوا۔ اور ایک ہمدردی بھی پیدا ہوئی۔ سرور تو ان کے اخلاص کی وجہ سے اور ہمدردی اسوجہ سے کہ ان کا خاوند اُنکے بہت مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسا انتظام کرے کہ اُنکو کسی قسم کی تکلیف اپنے خاوند کی مخالفت کی وجہ سے نہ ہو۔ اور وہ مقلب القلوب ایسا کرے کہ اُنکے شوہر کو بھی اسلام جیسی نعمت عظمےٰ حاصل ہو جائے۔ ایسی مخالفت کے باوجود ان کا اسلام اختیار کرنا قابل قدر ہے۔ اس اخلاص کیساتھ کچھ ایسے صفات اس خاتون میں ہیں جو اُن کے اسلام کو مزین کرنے والے ہیں۔ یہ نوجوان خاتون بڑی متین کم گو اور خصوصیت کے ساتھ شریف الطبع اور حیادار ہیں۔ ایسے ملک میں جہاں عورتوں کو پوری آزادی حاصل ہے مذکورہ صفات سے کسی کا متصف ہونا اصلی جبلت کے جوہر کا پتہ دیتا ہے۔ یہ خاتون جنکا اسلامی نام سعیدہ رکھا گیا ہے خاص طور پر اپنے خاوند کی مداح اور فرمانبردار ہیں۔ لیکن مذہب کے معاملہ میں انہوں نے بڑی ہمت سے کام لیا ہے۔ اور اس میں اپنے خاوند کی مرضی پر چلنا مناسب نہیں سمجھا ان کا چھوٹا بچہ جو بڑی مرغوب شکل کا ہے۔ گھر پر جاکر نماز وغیرہ کی نقل کرتا ہے اگر موقعہ ملا تو اس خاتون اور بچہ کی فوٹو انشاء اللہ تعالیٰ اسلامک ریویو میں ہدیہ ناظرین کرونگا اور امید ہے کہ پرچہ اشاعت اسلام جو لاہور سے نکلتا ہے اس میں بھی یہ درج ہوگی

ووکنگ میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور کرموں کی وجہ سے اسلام کئی ایک گھروں میں قائم ہو چکا ہے۔ ووکنگ بہت ہی امید افزا بستی ہے۔ اس میں تبلیغ کا کام جلد ہو سکتا ہے لیکن آجتک ووکنگ کے لوگوں کو سوائے اسکے اور زیادہ موقعہ نہیں ملا۔ کہ مسجد میں لوگ موقعہ بموقعہ لیکچر سننے کے لئے آئیں ہمارا پرچہ ایک ایسا ہتھیار ہے جسکے پڑھنے سے لوگوں کو مسجد کا خیال اور اہل مسجد کے استفسار کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ ابھی تک ہمیں یہ توفیق نہیں ملی کہ اہل ووکنگ میں پرچہ کی مفت تقسیم کا انتظام کریں۔ میں نے کئی دفعہ ارادہ کیا ہے کہ پانچصد کاپیاں کم از کم ووکنگ میں تقسیم کی جائیں۔ لیکن پرچہ پہلے ہی سے اسقدر بوجھ ہے اور اسقدر مفت کاپیاں پہلے ہی سے تقسیم ہوتی ہیں۔ کہ فنڈ مزید اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ پانچصد کاپیوں کے تقسیم کے لئے بھی دو سو پونڈ کی رقم ہاتھ میں ہونی چاہئے۔ اور اگر تقسیم کرنے سے ٹکٹ بچانے ہوں تو کسی معتبر آدمی کو سات آٹھ شلنگ دئے جائیں تو وہ خود جاکر لوگوں کے گھروں میں دے آئے۔

میں چاہتا ہوں کہ ہمارے بزرگ ہندوستان سے ووکنگ کی تبلیغ کا ذمہ خاص طور پر اپنے ذمہ لیں۔ اور کم از کم اس کے لئے پانچصد کاپی کے مفت تقسیم کا انتظام کریں یہ موقعہ بہت عجیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسوقت ہوا میں اسلامی تحریکات کا تموج پیدا کر رکھا ہے۔ اس سے اگر مسلمانوں نے پورا فائدہ نہ اٹھایا تو گذرا ہوا موقعہ پھر ہاتھ نہیں آتا دل تو یہ چاہتا ہے کہ ووکنگ میں ایک سے زیادہ مبلغ ہوں۔ جو کم از کم ووکنگ کے لوگوں کے کانوں میں تبلیغ اسلام کی آواز پہنچا دیں۔ لیکن یہ امر مبلغین کی تعداد کی زیادتی کے مقتضی ہے۔ رسالہ کے کام اور زائرین کے استقبال کے لئے ایک شخص کا ہر وقت مسجد میں رہنا ضروری ہے۔ اور ایک دو مبلغ ہوں جو ووکنگ اور اس کے گرد و نواح میں دورہ کرتے رہیں اور اگر ہو سکے

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و مینجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

تو انگلستان کے دوسرے مقامات پر بھی اس معقول اور انسانی فطرت کے تقاضوں کے پورا کرنے والے مذہب کی منادی کریں۔ یہ مذہب انسان کی جبلت کا جزو ہے۔ طبیعتیں خود اسکو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتی جاتی ہیں۔ مگر ان کو جگایا جائے۔ پس ایسے مذہب کے جانشینوں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کو جنکے پاس قرآن کریم اور احادیث نبویہ وولعیت کی گئی ہیں اور جنکو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جنکا ہر فرد قدرتی طور پر مبلغ ہوتا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں بڑے ادب کے ساتھ بڑے دردمند دل کے ساتھ اپیل کرتا ہوں کہ اسوقت ضرور ہمت سے کام لو۔ روپے اور آدمیوں سے اخویم مکرم و معظم خواجہ حاجی کمال الدین صاحب کی مدد کرو۔ ..... میرے آقا حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب مرحوم مغفور نے مجھے چھ مہینے کے لئے یہاں آنے کا حکم دیا تھا اب مجھے یہاں انیس ماہ ہوگئے ہیں چند مہینے کے بعد میرا ارادہ ہے کہ واپس آجاؤں اس وقت تک برادرم مکرم خواجہ حاجی کمال الدین صاحب کی کمر ہمت کو مضبوط کردیں ان کو مددگاروں کی بہت ضرورت ہے اور ان کی روپیہ کے ساتھ مدد کرنا ہم لوگوں کا فرض ہے۔ یہ کسقدر ظلم کی بات ہے کہ وہ خود ہی تبلیغ کا کام کریں اور خود ہی سرمایہ کی فراہمی کے لئے دربدر گھومتے پھریں۔ آہ کاش ہم مسلمانوں کو اس کام کی اہمیت کا کچھ اندازہ ہوتا۔ اور وہ صحابہ کرام رض کی طرح ہر طرح سے اسلام کی اشاعت کے لئے اپنے مال حاضر کردیتے اللہ تعالے کا تصرف قلوب پر ہے۔ سعادتمند دلوں میں خود تحریک پیدا کرے گا تاکہ انکو اپنے خزائن سے مالامال کردے۔ خدا بڑا غیور ہے۔ ہمارے قرض۔ ہمارے احسان اس کے ذمہ نہیں رہتے۔ بڑھ بڑھ کر ہمیں اس دنیا میں بھی عوض دیتا ہے۔ والسلام * دستخط خاکسار صدرالدین امام مسجد ووکنگ۔ بقلم خود ووکنگ۔

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

بحیرہ روم کے نقصانات - لنڈن ۱۹ دسمبر بحیرہ روم کی فوجی مہم کے متعلق ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-
ہلاک:- لفٹنٹ کرنل ۱۔ دوم لفٹنٹ ۲۔
مجروحین: کپتان ۱۔ لفٹنٹ ۱۔ دوم لفٹنٹ ۱۔
دہلی ۲۰ دسمبر۔ بحیرہ روم (دردانیال) کی رزمگاہ سے ذیل کے ہندوستانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔
(فہرست نمبر ۱۰۱) مجروح ۱۔ جمعدار قندھارا سنگھ پٹیالہ امپیریل سروس انفنٹری۔

عراق عرب کے نقصانات - دہلی ۲۰ دسمبر عراق عرب کی رزمگاہ سے ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-
(فہرست نمبر ۱۴۰) ہلاک:- کپتان ۱۔ دوم لفٹنٹ ۱۔
مجروحین: کپتان ۱۔ دوم لفٹنٹ ۱۔
ان کے علاوہ ایک پادری صاحب بھی مجروح ہوئے *

سروی پناہ گزین :- لنڈن ۲۰ دسمبر روما۔ "ٹریبونا" رقمطراز ہے۔ کہ سروی پناہ گزین وسط اٹلی کے دیہات میں پہونچگئے ہیں۔ جہاں ان کا ہمدردانہ خیر مقدم کیا گیا ہے۔ ابھی کثیر التعداد پناہ گزینوں کے آنے کی امید ہے *

جرمن گیس کا حملہ - لنڈن ۲۰ دسمبر برطانیہ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ غنیم نے ہفتہ کی صبح کو یپرز کے شمال مشرق میں برطانی لائن پر گیس سے حملہ کیا۔ اور اسکے ساتھ شدید گولہ باری بھی کی۔ چند مقامات کے سوا جہاں غنیم کو ہماری خندقوں تک پہنچنے سے پیشتر پسپا کر دیا گیا۔ ہماری آتشباری نے جرمنوں کو اپنی خندقیں چھوڑنے سے روکدیا۔ گیس کے خلاف ہماری تدابیر نہایت کارگر ثابت ہوئیں۔ اور ہماری لائن ہر جگہ پیوستہ ہے۔ یپرز کے مشرق اور سینی کے جنوب میں جرمن توپخانہ نے حسب معمول سرگرمی دکھائی۔ آرمنتیرز کی شرقی خندقوں کے محاذ پر غنیم نے دو سرنگیں اڑائیں۔ اور ان کے گڑھوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی مگر اسے پسپا کر دیا گیا *

جرمن خندقوں پر گولہ باری - لنڈن ۱۹ دسمبر۔ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ سینٹ میہل کے جنوب مشرق میں ایپری مونٹ کے علاقہ میں جرمن خندقوں اور قلعہ بندیوں پر گولہ باری کرنے کی کارروائی رات تک جاری رہی۔ جس سے عمدہ نتائج پیدا ہوئے۔ فرنچ ہوائی جہازوں کے ایک دستہ نے سیبلوز واقع منیر کے سٹیشن پر بم گرائے۔

آرٹوا اور شیمپین میں جنگ - لنڈن ۲۰ دسمبر پیرس کی سرکاری اطلاع سے بلجیم کی جنگ کے متعلق برطانی سرکاری رپورٹ کی تصدیق ہوتی ہے۔ فرانسیسی توپخانہ آرٹوا میں دریائے سوم اور آیسنر کے درمیان نیز شیمپین میں گولہ باری کرتا رہا۔ اور اس نے خندقوں کو تباہ اور کام کرنے والی جماعتوں کو منتشر کر دیا۔ دردانیال میں بھی توپخانہ کا خاص معرکہ وقوع میں آیا۔

برطانیہ کے فدائی - لنڈن ۱۹ دسمبر مغربی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-
مقتول:- دوم لفٹنٹ ۱۔
ہلاک:- کپتان ۱۔ لفٹنٹ ۱۔ دوم لفٹنٹ ۱۔
مجروحین:- کپتان ۱۔ لفٹنٹ ۲۔ دوم لفٹنٹ ۱۔

وائیکاونٹ فرنچ کا الوداعی پیغام - لنڈن ۱۹ دسمبر۔ فیلڈ مارشل فرنچ نے فرانس کی برطانی سپاہ کو ایک الوداعی پیغام میں لکھا ہے کہ مجھے کامل یقین ہے کہ وہ دن دور نہیں جبکہ ہماری عظیم الشان اور بہادرانہ مساعی شاندار طریق سے انجام پذیر ہونگی۔ انہوں نے تمام سپاہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

(لعدکا) فیلڈ مارشل فرنچ نے برطانی سپاہ مقیم فرانس کے نام جو الوداعی پیغام بھیجا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ برطانی سپاہ مقیم فرانس کی کمان سے کنارہ کشی ہونے میں ان افسروں غیر کمیشن یافتہ افسروں اور سپاہیوں سے جنکے ساتھ گذشتہ ۱۶ ماہ سے میرے گہرے تعلقات رہے ہیں اس جنگ کے جس میں ہم اسقدر عرصہ تک مصروف رہے ہیں۔ فاتحانہ انجام سے پیشتر رخصت ہوجانے پر دلی افسوس کا اظہار کرتا ہوں۔ مجھے اس امر کا کامل یقین ہے کہ ان کی ان شاندار اور بہادرانہ مساعی کا عظیم الشان انجام بہت دور نہیں اس آخری نصب العین کی طرف انکی ترقی کو میں نہایت دلچسپی اور اسکے ساتھ ہی کامل اعتماد کی نگاہ سے دیکھتا رہونگا۔ اب تک ہمیں جو کامیابی حاصل ہوتی ہے وہ آپ لوگوں کی کامل عزم و استقلال اور بہادرانہ شجاعت کیوجہ سے حاصل ہوئی ہے اور میں اس سولہ ماہ کی کمان کو ہمیشہ فخر اور شوکت کے ساتھ یاد رکھونگا۔ میٹر شوریل سپاہ اور سفید دجدید افواج نے اس جنگ میں اتنے شاندار جنگی اوصاف کا مدرجہ مساوی اظہار کیا ہے۔ اس افسوسناک جدائی کیوقت میرے دل میں ان بہادروں کی یاد تازہ ہوتی ہے جو بعض صدمات سے عمر بھر کے لئے بیکار ہوگئے ہیں۔ اور ان عزیز ہمراہیوں کی عظیم اور شاندار جماعت کو بھی فراموش نہیں کرسکتا جنہوں نے اپنے ملک کیلئے اپنی جان دینے سے عظیم ترین قربانی کا ثبوت دیا ہے۔ برطانی سپاہ مقیم

نہیں۔ بلکہ بڑے زور سے اسکو بطور ایک خصوصیت اور نشان کے پیش کیا ہے کہ عرب کا ملک نبیوں کی تعلیم سے محض ناواقف تھا۔ اور تمام جہان سے پیچھے رہا ہوا تھا اور آخر میں اس کی نوبت آئی۔ حضرت صاحبؑ کے ان الفاظ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے عرب کے کسی ایک حصہ کی خصوصیت صاف الفاظ میں نہیں کی۔ بلکہ عام طور پر عرب کا نام لے دینا کافی سمجھا۔ اور اس لئے یہ عبارت میر محمد اسحاق جیسے سخن شناس اور سخن فہم انسان کے لئے اور بھی حضرت امیرؓ کے بیان سے کہیں زیادہ قابل اعتراض ہونی چاہئے۔ کیا میر صاحب مہربانی فرما کر ہمیں اس عبارت کا صحیح مطلب جو ان کے ادعا کے منافی نہ ہو۔ بتائیں گے؟

یہ وہ چند اور بھلے جنکو ہم نے میر محمد اسحاق کے اس سعی لاحاصل کی تردید میں لکھ دینا ضروری سمجھا جو انہوں نے آنحضرتؐ کی خصوصیت کو

ریویو

براہین نیرہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ زبردست اور عالیشان تصانیف جو براہین احمدیہ کے نام سے تالیف ہو کر دین حق کے اعلائی استعداد کیساتھ تمام مخالفین اسلام کے لئے براہین قاطع اور اہل اسلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب ہوئی بلاشبہ اس قابل ہیں کہ علمی دنیا ہی تالیفات میں انہیں اول نمبر پر رکھا جائے۔ لیکن آپ کے بیش بہا علمی فیوض نہ تو براہین احمدیہ کی ہر چہار مجلدات میں محدود ہو گئے ہیں اور نہ ہی چودھویں صدی کے اس عالیشان مامور و مجدد کی وفات کیساتھ انکا بھی خاتمہ ہو گیا ہے۔ بلکہ جب تک دنیا میں کا ایک ادنے سے ادنے غلام بھی زندہ ہے۔ انشاء اللہ یہ فیض جاری رہیگا۔ اور انکے بعد بھی آئندہ نسلوں میں سلسلہ تو ریث پہنچیگا۔ پس جب حالت یہ ہو تو حضرت واتہ کمال الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کا جو کہ آج اپنی عظیم الشان خدمات اسلام کے باعث اس میدان کا ایک شہزور کا پہلوان ہے۔ اور عساکر خدام مسیح موعودؑ کا ایک زبردست سپہ سالار۔ براہین نیرہ جیسی کتاب کا لکھنا کوئی جائے تعجب امر نہیں۔ اور نہ ہی مجھے ضرورت ہے کہ اسکے خزائن علمی کا پتہ دیکر اپنے ناظرین کو انکے حصول کی ترغیب دلاؤں۔ کیونکہ ؎

ہر کجا چشمہ بود شیریں
مردم و مرغ و مور گرد آیند

جب میں دیکھتا ہوں کہ عشاق دین متین ان زبردست اور اعلےٰ علمی دلائل کے سننے کے لئے جو اس کتاب میں قرآن کریم کے خاتم ناطق اور الہامی کتاب ہونے کے متعلق

قرآن کریم انسان کو کیا بنانا چاہتا ہے

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے لیکچر جلسہ اعظم مذاہب میں انسان کی طبعی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر جو لطیف بحث کی ہے اور اس میں انسان کے ان اعلےٰ مدارج کو واضح کیا ہے۔ جن پر قرآن مجید اسے پہنچانا چاہتا ہے۔ اسکو ایک دوست نے عنوان بالا کے ماتحت اپنے الفاظ میں خلاصتہً لکھکر برائے اشاعت بھیجا ہے۔ مضمون چونکہ نہایت مفید اور کارآمد ہے۔ اور اس پر حضرت مسیح موعودؑ کی بیان کردہ باتوں کا خلاصہ اور لب لباب ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسے ضیافت طبع احباب کے لئے ذیل میں درج کر دیا جائے:۔

(۱) انسان کی طبعی۔ اخلاقی اور روحانی حالتوں کے تین مبدا قرآن کریم نے ٹھیرائے ہیں۔ (۱) نفس امارہ جیسے فرمایا ان النفس لامارۃ بالسوٓء (۲) نفس لوامہ۔ جیسے فرمایا۔ لا اقسم بالنفس اللوامۃ۔ (۳) نفس مطمئنہ جیسے فرمایا یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ

ان تین انسانی حالات یا بالفاظ دیگر نفوس انسانی کی تشریح و توضیح میں یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ آیت کریمہ ان النفس لامارۃ بالسوٓء سے ظاہر ہے۔ نفس امارہ انسان کی اس حالت کا نام ہے جب اس کا میلان طبعًا گناہ کی طرف ہو۔ اور یہ وہ حالت ہے کہ جب انسان صرف دیگر حیوانات کے مشابہ ہوتا ہے۔ انسان سے کسی فعل کا طبعًا صادر ہونا اور اس میں اس کے کسی ارادہ یا عقل و تمیز کا دخل نہ ہونا درحقیقت کوئی قابل تعریف امر نہیں۔ کیونکہ ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ دیگر حیوانات سے بھی جو بات صادر ہوتی ہے وہ بغیر کسی عقل اور سمجھ کے دخل کے صادر ہوتی ہے۔ قرآن کریم انسان کے طبعی میلانوں کو قابل تعریف بات قرار نہیں دیتا۔ بلکہ وہ انسان کو اس سے بلند تر مقام پر عقل اور تمیز کے زیر سایہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اور وہی بلند تر مقام نفس لوامہ کے نام سے موسوم ہے یعنی جب کوئی شخص اپنی کسی طبعی کمزوری کے باعث بغیر سوچے اور سمجھے بدی کی طرف جھکتا۔ اور کسی بُرے فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو نفس لوامہ اسے ملامت کرتا ہے۔ اور اسے ان طبعی میلانات سے روکنا چاہتا ہے۔ اس جگہ یہ یاد رہے کہ بدی صرف اس چیز کا نام نہیں کہ انسان کسی فعل شنیعہ کا مرتکب ہو۔ بلکہ تمام وہ افعال بھی جو اعمال حسنہ کہلاتے اور اخلاق کے نام سے موسوم ہیں جب انہیں بھی موقع و محل پر استعمال نہ کیا جائے اور بغیر سوچے سمجھے کسی خلق کا اظہار کیا جائے۔ تو وہ بھی بے موقع و بے محل ہونے یا بغیر عقل و تمیز کے ظہور میں آنے کی وجہ سے اسی بدی کے حکم میں آ جاتے ہیں۔ جیسے مثلاً کوئی جج ہر ایک مجرم کو جو اس کے سامنے پیش ہو۔ بغیر تحقیقات اور سوچ بچار کے اور بلا امتیاز نیک و بد کے سب کو معاف کرتا چلا جائے۔ تو اس کا یہ فعل اگرچہ بظاہر کسیکو اچھا معلوم ہو۔ لیکن کوئی عقلمند انسان اسکو اچھا خلق نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ اس کا یہ معاف کرتے چلے جانا محض ایک طبعی خاصہ اور اضطراری فعل ہے جس نے کسی عقل اور تمیز اور موقع و محل شناسی کے زیر سایہ ہرگز تربیت نہیں پائی۔ اور یہ بعینہ ایسا ہے۔ جیسے ایک بچہ ایک ایذا رساں کو کرے باوجود اس کی ایذا رسانی کے محبت کرتا اور آگ کے کوئلہ اور لعل میں کوئی تمیز نہیں کرتا۔ یا جیسے ایک گائے یا بھینس باوجود اپنے مالک سے دکھ اٹھانے کے پیراسی کے پاس رہتی ہے۔ کیونکہ ان سب کو کوئی عقل اور تمیز نہیں دی گئی۔ نہ ہی وہ موقع بینی و محل شناسی کا ملکہ رکھتے ہیں۔ ہاں جب کوئی انسان عقل اور تمیز سے کام لیکر ہر ایک خلق کا اظہار اپنے محل اور موقع پر کرتا ہے۔ اور اگر ایک موقع پر ایک چور یا ڈاکو کی اصلاح معافی میں دیکھتا ہے تو معاف کرتا ہے۔ تو دوسرے موقع پر سوائے سزا کے اور کوئی چارہ نہ دیکھکر اسے سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے۔ جیسے خدائے تعالےٰ کی حکیم کتاب قرآن میں آیا ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ۔ یعنے بدی کا بدلہ تو ویسی ہی اتنی سزا ہے۔ ہاں جو معاف کرے اور اس معافی میں اصلاح ہو جائے تو اس کا اجر اللہ تعالےٰ پر ہے تو ایسے فعل کا نام خلق ہے۔

پس انسان کے طبعی میلان اور افعال خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ بغیر عقل اور تمیز کی رہبری کے نفس امارہ کے ہی حکم میں ہیں۔ جو کوئی قابل تعریف کام نہیں۔ بلکہ وحشی حیوانوں کے برابر ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے انسان کو اس ابتدائی لیکن حیوانانہ اور نہایت ذلیل حالت سے ترقی

دینے اور باخلاق انسان بننے کے لئے ایک اور مقام کی طرف رہبری کی ہے۔ جو نفس مطمئنہ ہے یعنی اسے اس وحشی پن اور حیوانی خصائل سے نکلنے اور عقل اور تمیز سے کام لینے کی ہدایت کرتا اور کسی بے عقلی کی بات پر اسے ملامت کرتا ہے۔

قرآن کریم نے انسان کو ترقی کے اعلےٰ مدارج پر پہنچانے کے لئے تدریجی احکام سنائے ہیں۔ اور معراج کمال پر پہنچنے کے ذریعے کے ساتھ اس وسطی زینہ یعنی نفس مطمئنہ کے حصول اور اس سے گزر جانے کی جو ہدایات دی ہیں۔ وہ وہی ہیں۔ جو بظاہر انسان کی جسمانی حالت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن ان کا نمایاں اثر روح پر پڑتا ہے۔ کیونکہ روح بھی دراصل جسم سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ نہ کہ باہر سے آتی ہے۔ مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ جسم کا ایک حصہ ہے اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ جسم سے علیحدہ ہے، ہاں جیسا کہ قرآن کریم کی بعض آیات سے ظاہر ہے۔ جس وقت نطفۂ انسانی رحم مادر میں پرورش پا لیتا ہے۔ اسکی روح یک لخت اس میں سے چمک اٹھتی ہے۔ جیسا کہ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین سے ظاہر ہے۔

تو نہیں روح کا جسم کے ساتھ ایک تعلق ہے اور جسمانی افعال و اعمال کا روح پر ایک نمایاں اثر پڑتا ہے۔ جیسا کہ مثلاً کوئی شخص جب روتا ہے تو خواہ وہ تعلق سے ہی روئے۔ لیکن اسکی آنکھوں کے پرنم ہونے کے ساتھ ہی اسکا قلب بھی شگفتہ ہو جاتا ہے اسی جسمانی و روحانی تعلق کے باعث خدا تعالےٰ .... اپنی کمال حکمت و دانائی سے قرآن کریم میں اکثر ایسی ہدایات دی ہیں جو ہماری جسمانیات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ہمارے تمدنی و معاشرتی اور اقتصادی معاملات پر مشتمل ہیں۔ اس کا کلوا من طیبات ما رزقنکم کہکر پاک چیزوں کے کھانے کا حکم دینا اور بری چیزوں سے منع کرنا پھر کلوا واشربوا ولا تسرفوا میں کسی ایک چیز پر افراط و تفریط سے بچنے کی ہدایت کرنا اس کا حرمت علیکم امھاتکم الخ کہکر ہمارے معاشرتی حالات کو سنوارنا نیز تیامیٰ کے متعلق طرح طرح کی ہدایتیں دیکر ہمارے قومی حالات کو درست کرنا اور اس کے ساتھ والدین۔ قریبیوں۔ مسکینوں اور مسافروں نیز غلاموں اور قرضداروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور ان کے حقوق کو بھی زائل نہ کرنے کا

حکم دیتے چلے جانا ایسا ہی اس کا ادب یا پاس ملحوظ رکھنے تو ہمات سے بچنے۔ مخالفین کے ساتھ بھی عدل کا برتاؤ کرنے حلال و حرام کی تشریح و توضیح کرا انہیں تمیز کرنے کا حکم دینا پھر نماز کے ظاہری ارکان اور وضو وغیرہ کی ہدایات۔ یہ سب باتیں محض ہمارے طبعی جذبات کو جو عقل و تمیز کی رہبری کے بغیر افراط و تفریط کی حدود پر جا پہنچے ہیں۔ اور اس نفس امارہ کے حکم میں آکر انسان کو حیوانوں کی فہرست میں داخل کر دیتے ہیں حد اعتدال پر لانے اور ہمیں باخلاق انسان بنانے کے لئے ہیں۔ کیونکہ ان تمام افعال و اعمال کا روح پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ اور ان کی وجہ سے انسان ایک بلند تر مقام نفس لوامہ کی حالت میں جا پہنچتا ہے۔

لیکن یہ مقام بھی کوئی اس قدر اعلےٰ و بلند نہیں کہ اسپر انسان کی ترقیات کی منازل ختم ہو جائیں۔ بلکہ جب تک انسان اس سے آگے ایک اور مرتبہ طے نہ کرے۔ اور باخلاق انسان سے باخدا انسان بنکر نفس مطمئنہ کی حالت میں نہ جا پہنچے اس وقت تک اسکی یہ ترقی کوئی کمال کا درجہ نہیں رکھتی۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ بعض وقت اس مقام سے بھی پھسل کر پھر اسفل السافلین میں جا پہنچے۔ کیونکہ نفس لوامہ محض انسان کی اس حالت کا نام ہے جب وہ اپنی بدیوں پر پشیمان ہو۔ اور اپنے آپ کو ملامت کرے۔ اور ظاہر ہے کہ ملامت اسی صورت میں ہوگی۔ جب وہ اس مقام سے گرے اور ٹھوکر کھائے۔ اس لئے انسان کو دوبارہ تنزل کی طرف جانے اور ملامت سے بچانے کے لئے قرآن کریم نے اسے ایک اور اعلےٰ مقام نفس مطمئنہ کی طرف رہبری کی ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جب انسان پر یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کا حکم صادر ہوتا ہے اور وہ خدا کا اور خدا اس کا ہو جاتا ہے۔ اس مقام کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان پورے طور پر انقطاع الی اللہ اختیار کرے دنیا کی تمام خواہشات کو چھوڑ کر صرف خدا کے لئے ہو جائے۔ اس کے تمام کام۔ اسکی ہر حرکت و سکون۔ اس کے خیالات و جذبات سب خدا کے لئے ہو جائیں۔ اور وہ ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کا مجسم نقشہ ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ دنیوی کاموں کو جواب دیدے۔ نہیں۔ بلکہ ان سب میں صرف خدا تعالےٰ ہی نے ہدایات صادر کی ہیں۔ ان میں سے چند

ہوں۔ سو وہ یہ ہیں۔ کہ (۱) خدا تعالےٰ کو اپنا مقصود اصلی قرار دیکر اس پر استقامت اختیار کرے۔ اس کی تلاش و جستجو میں۔ اس کے عشق و محبت میں۔ اسکی حصول رضا کی کوشش میں کبھی تھکے نہیں اور راندہ نہ ہو۔ بلکہ ہر دم اسی کے آستانہ پر گرا رہے۔ اسکی طلب رضا میں ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ (۲) کوئی بڑی سے بڑی مصیبت۔ کوئی اشد سے اشد عذاب اور سخت سے سخت دکھ اور تکلیف اسے بالکل اس راہ سے ذرا بھی متزلزل نہ کرے۔ اور اسکی روح آستانہ الٰہی پر پہلے سے زیادہ پانی کی طرح بہے۔ قرآن کریم نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔

(۱) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ اس میں استقامت کا یہ نتیجہ بتایا ہے کہ استقامت اختیار کرنے والوں پر ملائکہ اترتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ڈرو مت اور نہ غم کھاؤ ہم تم کو اس جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو ایسا ہی۔ (۲) مصائب اور دکھوں کے متعلق فرمایا ہے۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص ... انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اولٰئک علیھم صلوات الخ یعنی ہم تمہیں ضرور بہ ضرور خوف۔ بھوک۔ مالوں۔ جانوں۔ اور پھلوں۔ کی کمی سے آزمائیں گے۔ پس جو صابر ہیں۔ اور جب انکو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹائے جائینگے۔ ان کو خوشخبری دو کہ ان پر اللہ کا درود اور رحمت ہے۔ اور وہ اسی میں رہینگے۔

ان دونوں آیات سے صاف طور پر مترشح ہوتا ہے کہ استقامت اور صبر کے ساتھ خدا تعالےٰ کی تلاش میں لگ جانا اس حقیقی نجات کے دروازہ میں داخل ہونا ہے جو انسانی ترقی کے کمال اور نفس مطمئنہ کا دوسرا نام ہے اور جب تک کوئی شخص اس دروازہ سے گذر نہیں جاتا۔ وہ کمال روحانی کو پا نہیں سکتا۔

اعتذار

جلسہ سالانہ پر متعدد کتب۔ اشتہارات۔ اور بالخصوص حضرت امیر ایدہ اللہ کی معرکۃ الآرا تصنیف النبوۃ فی الاسلام کی کتابت میں اخبار کے ایک کاتب کے علاوہ متعدد و بیرونی کاتبوں کے بھی مصروف ہو جانیکے باعث اخبار کی کتابت میں ایسی مشکلات پیدا ہو گئی ہیں کہ جنکو عبور کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ یہ اخبار جو اسوقت ناظرین کے ہاتھ میں ہے ۲۳۔ دسمبر کا ہے جو لازمی امر ہے کہ تاریخ

ان کوشش کی جائے گی۔ مگر کسی آئندہ اشاعت میں اسکی کمی کو پورا کر دیا جائیگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۳ - نمبر ۳۲ - دسمبر ۱۹۱۵ء

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لقب خاتم النبیین میں محمود یوں کی زور آزمائی

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

آنحضرت صلعم کی اس خصوصیت پر کہ آپ سے پیشتر عرب میں کوئی نبی نہیں آیا بقیہ اعتراضات کا جواب اور اسکی تائید میں چند مضبوط اور ناقابل تردید دلائل

دلیل دوم کا جواب:- مجھے افسوس ہے کہ میر محمد اسحاق صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے الفاظ پر غور کئے بغیر خواہ مخواہ اسقدر طول طویل مضمون لکھ مارا۔ اور اس بات کے ثبوت میں کہ عرب کے اندر آنحضرت صلعم سے پیشتر بھی نبی آتے رہے۔ قرآن کریم کی ان آیات سے استنباط کیا۔ جن میں عرب کے کناروں کی طرف آنیوالے انبیاء کا ذکر ہے۔ حالانکہ اس بات کو جیسا کہ میں اس سے پیشتر وضاحت کے ساتھ بتا چکا ہوں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ خود ہی یہ کہکر تسلیم کر چکے تھے۔ کہ "اس سے پیشتر درحقیقت عرب کے کناروں کی طرف رسول ضرور آئے"۔ اب جب خود حضرت امیر ایدہ اللہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور اس طرح عرب کے کناروں کو اندرونی حصہ ملک سے مستثنے کرکے اپنی بیان کردہ خصوصیت کا تعلق صرف اسی اندرونی حصہ سے بتاتے ہیں۔ تو میں نہیں جانتا کہ میر صاحب کا قرآن کریم کی آیات والیٰ ثمود اخاھم صالحاً والیٰ عادٍ اخاھم ھوداً کو پیش کرکے اور قوم عاد اور ثمود میں انبیاء کا مبعوث ہونا بتا کر ان دونوں قوموں کو عرب ثابت کرنا اور پھر یہ بتانا کہ ان کی بستیاں عرب کی حدود کے اندر واقع ہیں۔ نیز قوم ثمود پر عذاب آنے کا ذکر کرکے ان میں سے کسی شخص ابو رغال نامی کے بوجہ حرم اللہ میں داخل ہونے کے اس سے بچ رہنے اور ابو رغال کے عربی لفظ ہونے کو بالتحقیق ثابت کرنا یہ سب تحصیل حاصل نہیں تو اور کیا ہے۔ آخر حضرت امیر ایدہ اللہ نے کب اس بات کا انکار کیا اور کب کہا۔ کہ عاد اور ثمود میں یہ دونوں مرسلان الٰہی (ہود اور صالح) نہیں آئے۔ یا یہ دونوں قومیں عرب کے اندر نہیں رہتی تھیں۔ یا وہ خود عرب* نہیں تھیں۔ جب ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں۔ جو کبھی کہی گئی ہو۔ تو معلوم نہیں کہ میر صاحب نے کیوں خواہ مخواہ ان لاطائل دلائل کو لکھنے اور ان کے متعلق حوالہ جات جمع کرنے کی تکلیف گوارا کی۔ یہ تو بالکل صاف اور سیدھی باتیں تھیں۔ جن کا کہ کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی آنحضرت صلعم کی اس خصوصیت کو بیان فرماتے ہوئے کہ آپ سے پہلے عرب میں کوئی نبی نہیں آئے۔ ساتھ ہی یہ کہکر کہ "اس سے پیشتر درحقیقت عرب کے کناروں کی طرف رسول ضرور آتے رہے" یہ بتا دیا۔ کہ آپ بھی حضرت صالحؑ اور حضرت ہودؑ کے قوم ثمود اور عاد میں آنے۔ ان دونوں قوموں کے عرب ہونے اور ان کے عرب کے باشندے ہونے کے قائل ہیں۔ ہاں چونکہ یہ دونوں انبیاء (اور بعض دوسرے انبیاء بھی) عرب کے کناروں کی طرف رہتے تھے اس لئے آپ نے ان کو اندرونی علاقہ عرب میں شامل نہ کیا۔ اور اس مقام سے ان کو باہر ٹھہرایا جو انکے متعلق آپ اس خصوصیت کا اظہار فرمایا تھا

* قوم عاد اور ثمود کے عرب ہونے کے متعلق اس قدر بتا دینا ضروری ہے۔ کہ میر صاحب کا انہیں عرب العاربہ یعنے خالص اور اصل عرب بتانا صحیح نہیں کیونکہ ان دونوں قوموں کو مورخین نے عرب البائدہ میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ ذیل کے حوالجات سے ظاہر ہے۔

(۱) قال القاضی صاعد ابن احمد الاندلسی صاحب قضاء مدینة طليطلة :- ان العرب البائدة فكانت اُمما ضخمة كعاد و ثمود و طسم و جديس و لتقادم انقراضهم ذهبت عنا حقائق اخبارهم و انقطعت عنا اسباب العلم بآثارهم

(۲) اما جرهم فهم صنفان جرهم الاولیٰ و كانوا على عهد عاد فبادوا و درست اخبارهم و هم من عرب البائدة (ابو الفدا)

اب ان دونوں حوالجات سے اور ایسا ہی اور بھی کئی ایک کتب سے ثابت ہوتا ہے کہ عاد اور ثمود کو عرب البائدہ ...

جواب دوم لیکن ان تمام دلائل سے قطع نظر کرتے ہم اگر بفرض محال یہ مان بھی لیں کہ نجد حدیدہ۔ حضر موت۔ حجاز اور تہامہ ہی کا نام ہے۔ تو بھی اس سے حضرت امیرؓ کی بیان کردہ خصوصیت پر کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ اس صورت میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح کی مرقومہ بالا عبارت اور قرآن کریم کی ان دو آیات سے جو میر صاحب نے پیش کی ہیں۔ (یعنی والیٰ ثمود اخاھم صالحاً والیٰ عادٍ اخاھم ھوداً) سے ثابت ہوتا ہے کہ اس علاقہ میں صالح اور ھود مبعوث ہوئے۔ لیکن صالح اور ھود دونوں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے پہلے کے نبی ہیں۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی منقولہ بالا عبارت کے آخری فقرات سے ظاہر ہے۔ کہ آپ نے صرف بنی اسمٰعیل کے پشتہا پشت تک سلسلہ رسالت و نبوت سے محروم رکھے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ "آخر بنی اسمٰعیل کو کیوں اسقدر عرصہ اور پشتہا پشت تک سلسلہ رسالت و نبوت سے محروم رکھا اس لئے کہ ایک ہی رسول آنا تھا"

ان فقرات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے "خطۂ عرب کے اندر" یعنے درمیانی علاقۂ عرب میں اسوقت کے بعد رسولوں کے آنے سے انکار کیا ہے۔ جبکہ بنی اسمٰعیل وہاں آباد ہو چکے تھے۔ نہ کہ اس سے پہلے اور ہمیشہ کے لئے بھی۔ اور اس لحاظ سے گویہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ کہ صالح اور ہود اس علاقہ میں مبعوث نہیں ہوئے۔ جس کی طرف کہ حضرت مولوی صاحب کے درس کے نوٹوں میں اشارہ ہے۔ لیکن تاہم اگر یہ ثابت بھی ہو جائے۔ کہ بنی اسمٰعیل سے پہلے یہاں کوئی رسول مبعوث ہوا تھا۔ تو چنداں ہرج بھی لازم نہیں آتا اور اس صورت میں خواہ کوئی قوم خالص عرب ہو یا نہ ہو۔ اس کی زبان خواہ کوئی ہو۔ ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں۔ سوال تو صرف بنی اسمٰعیل کے پشتہا پشت تک سلسلہ رسالت و نبوت سے محروم رکھے جانے کا ہے اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اس سے پیشتر کے ہم ٹھیکیدار نہیں۔ کہ رسولوں کے آنے یا نہ آنے کی تحقیق کرتے پھریں۔ اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دیتے پھریں۔ ساری تاریخ تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

ہمیں کیا معلوم کہ پہلے کوئی رسول آتے بھی رہے یا نہیں۔ اور اُن کے کیا کیا نام تھے مگر بہرحال جس قدر واقعات ہمارے پاس محفوظ ہیں ان سے یہ امر بالبداہت ثابت ہے۔ کہ وہ بنی اسمٰعیل بعثت نبوی تک سلسلہ رسالت و نبوت سے محروم رہے۔"

پس میر صاحب کا بار بار قوم عاد اور ثمود کا عذاب سے پکڑا جانا ثابت کرکے انہیں عرب اور خالص عرب ظاہر کرنا اور اس قوم کے کسی شخص ابو رغال کے بوجہ حرم میں داخل ہونے کے عذاب سے بچائے جانے کو پیش کرکے اس نام کو عربی نام ثابت کرنا اس لئے آنحضرت صلعم کی اس خصوصیت کے جو حضرت امیرؓ نے پیش کی ہے۔ منافی نہیں کہ اول تو قوم عاد اور ثمود درمیانی علاقہ میں نہیں۔ بلکہ کنارہ عرب کی طرف آباد تھیں اور اسی علاقہ کا نام حجر ہے۔ اور دوسرے اگر بفرض محال وہ یا کوئی اور قوم درمیانی علاقہ میں بھی آباد ہوں۔ اور ان کے اندر کوئی رسول بھی آیا ہو تو حضرت امیر کی بیان کردہ خصوصیت اس لئے نہیں ٹوٹتی کہ وہ بنی اسمٰعیلؑ کے وہاں آباد ہونے سے پہلے آئے اور انہیں حضرت امیرؓ نے خود یہ کہکر مستثنیٰ کر دیا کہ بنی اسمٰعیل کو بعثت تک سلسلہ رسالت و نبوت سے محروم رکھا

دلیل سوم کا جواب:۔ میر صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کی تردید کرتے ہوئے اس بات پر بھی بہت زور دیا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ کو قرآن کریم نے رسول بنایا ہے۔ اور آپ کو حضرت ابراہیمؑ مکہ میں چھوڑ گئے تھے۔ جہاں آپ ساری عمر رہے۔ اور عرب سے باہر نہیں گئے۔ اس لئے ظاہر ہے۔ کہ آپ عرب ہی میں مبعوث ہوئے تھے۔ نہ کہ عرب سے باہر جہاں آپ کو کبھی جانے کا اتفاق بھی نہیں ہوا اور پھر خود ہی اپنے اس استدلال کے ثبوت میں طبری جلد اول صفحہ ۳۵۲ کی یہ عبارت نقل کرکے کہ لنشر اللہ العرب و نباء اللہ عزوجل اسمٰعیل فبعثہ اللہ الی العمالیق فیما قیل وقبائل الیمن یہ ثابت کر دیا کہ حضرت اسمٰعیل یمن کے علاقہ کی طرف جو کہ خود کنارۂ عرب کی طرف واقع ہے مبعوث ہوئے تھے۔

پس میر صاحب کا حضرت اسمٰعیلؑ کو اس خصوصیت کے توڑنے والا بیان کرنا صریحاً غلط اور باطل ہے کیونکہ کنارہ عرب حضرت امیرؓ کی بیان کردہ خصوصیت میں شامل نہیں

دلیل چہارم کا جواب۔ آخر میں میر صاحب نے جواب چہارم کے عنوان سے ایک اور دلیل لکھی ہے۔ جو اُن کے زعم میں حضرت امیرؓ کی بیان کردہ خصوصیت کو توڑتی ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے۔ کہ حدیث میں کسی شخص خالد بن سنان کو نبی کہا گیا ہے۔ جو عرب میں مبعوث ہوئے تھے ایسا ہی بلوغ العرب میں بھی یہ لکھا ہے۔ کہ عرب میں پانچ نبی آئے۔ صالح ہود شعیب۔ اسمٰعیلؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن اس کے جواب میں بھی صرف وہی ایک بات کہہ دینی کافی ہے۔ جو پیشتر متعدد مرتبہ بتائی جا چکی ہے۔ کہ یہاں بھی میر صاحب نے انہی عرب کے کناروں کی طرف آنے والے رسولوں کا ہی ذکر کر دیا ہے۔ اور ذرا بھی اس بات کا خیال نہیں کیا کہ جس مضمون کا وہ جواب دے رہے ہیں اس میں ان سب نبیوں کو تسلیم کرتے ہوئے درمیانی علاقہ کی تخصیص کی گئی ہے۔ نہ کہ کل سرزمین عرب کی۔ اس سے پہلے حضرت صالح۔ ہودؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے متعلق یہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ وہ شمالی اور جنوبی کناروں کی طرف مبعوث ہوتے رہے حضرت شعیبؑ سو اُن کے متعلق یہی بتا دینا کافی ہوگا۔ کہ وہ اقوام ایکہ اور مدیان کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور یہ دونوں اقوام بھی عرب کے کناروں ہی کی طرف سکونت پذیر تھیں۔ جس سے امید ہے کہ میر صاحب کو بھی انکار نہ ہوگا۔

باقی ایک خالد بن سنان کا سوال رہ جاتا ہے۔ جن کو بقول میر صاحب حدیث میں نبی تسلیم کیا گیا ہے سو اس کے متعلق بھی میر صاحب نے خود ہی یہ کہکر کہ "اگر خالد بن سنان کے متعلق تحقیق کرنا چاہتے ہو۔ تو تمام تفسیروں میں اصحاب الرس کے ماتحت یا بعض اور موقعوں پر نظر ڈال کر دیکھو"! معاملہ کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ کیونکہ اصحاب الرس کا جو پتہ میر صاحب نے دیا ہے۔ ان کے متعلق صاف طور پر کتب تواریخ میں یہ مذکور ہے۔ کہ وہ یمن کے رہنے والے تھے۔ جیسا کہ ذیل کے ایک حوالہ سے ظاہر ہے:۔

اصحاب الرس کا وامن ولد اسمٰعیل وھم قبیلتان یقال لاحدہما قدمان وللاخری یامین وقیل دعویل وذالک بالیمن۔ مروج الذہب مسعودی

تو گویا خالد بن سنان بھی جو بقول میر صاحب اصحاب الرس کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یمن میں ہی آئے۔ اور یمن خود کنارۂ عرب پر واقع ہونے کے باعث حضرت امیر ایدہ اللہ کی بیان کردہ خصوصیت میں داخل نہیں۔ پس میر صاحب کا ان تمام حوالجات کو پیش کرنا لا حاصل تھا۔ اور محض تضیع اوقات کیا ہے کاش میر صاحب اس طرح سے آنحضرت صلعم کی شان اور فضیلت کو گھٹانے اور آپ کی اس خصوصیت کو مٹانے پر وقت ضائع کرنے کے بجائے اگر کسی اور کام میں اپنا زور قلم صرف کرتے۔ تو شاید ان کی یہ بیہودہ سرائی اس قدر قابل نفرت نہ ٹھیرتی جیسی کہ آنحضرت صلعم کی اس صریح مخالفت سے اب ہوئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب کہ عرب میں آنحضرت سے پہلے نبی نہیں آئے

میر محمد اسحاق صاحب کی پیش کردہ دلائل کا جواب دے چکنے کے بعد اب میں خود حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بتانا چاہتا ہوں۔ کہ آپ بھی اسی بات کے قائل تھے۔ کہ عرب میں آنحضرت صلعم سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا۔ اس بارہ میں ذیل کا ایک حوالہ فی الحال کافی ہوگا۔ بشرط ضرورت اور بھی متعدد حوالجات اس بارہ میں پیش کر دیئے جائیں گے۔

اصول اسلام کی فلاسفی یعنی لیکچر جلسہ اعظم مذاہب جس کا انگریزی ترجمہ بھی ٹیچنگز آف اسلام کے نام سے ولایت میں ہزارہا کی تعداد میں چھپوا کر شائع کیا جا چکا ہے۔ اس کے صفحہ ۵۹ پر آپ ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

"دوسرے تمام ملکوں میں کچھ کچھ رسوم عبادات اور احکام کی پائی جاتی تھیں۔ جن سے پتہ لگتا ہے۔ کہ کسی وقت ان کو نبیوں کی تعلیم پہنچی تھی۔ مگر صرف عرب کا ملک ہی ایک ایسا ملک تھا جو ان تعلیموں سے محض ناواقف تھا۔ اور تمام جہان سے پیچھے رہا ہوا تھا۔ اس لئے آخر میں اس کی نوبت آئی۔ اور اس کی نبوت عام ٹھیری"

اب ان خط کشیدہ الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ بھی عرب میں آنحضرت صلعم سے پہلے نبیوں کے آنے کے قائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سب مسلمانوں کی تکفیر مسیح موعود پر افتراء ہے

”ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے“

(منقول از خط بنام عبدالحکیم خان)

کے متعلق ایک ضروری بیان

از حضرت امیر جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

یہ وہ الفاظ ہیں جن کو کل مسلمانوں کی تکفیر کا آلہ بنایا جاتا ہے۔ اور انہی الفاظ کو عمارت تکفیر کی بنیاد ٹھیرایا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان الفاظ کا منشاء یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نبی ہیں اسلئے جو شخص ان پر ایمان نہیں لایا وہ کافر ہے۔

خود ان لفظوں پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ادنےٰ تدبر سے بھی اگر کام لیا جائے تو یہ نتیجہ ان الفاظ سے ہرگز نہیں نکل سکتا۔

(۱) سب سے پہلے یہ امر غور طلب ہے کہ یہاں حضرت مسیح موعود نے یہ نہیں فرمایا کہ ہر ایک شخص جس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے بلکہ ایک شرط ساتھ لگائی ہے کہ ”ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں“۔ پس اس عبارت کے رو سے ضروری ہوا کہ مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ ایک وہ جن کو مسیح موعود کی دعوت نہیں پہنچی۔ دوسرے وہ جن کو مسیح موعود کی دعوت پہنچ گئی ہے۔ ان دونوں قسموں میں سے یہاں صرف قسم دوم کا ذکر ہے۔ اور قسم اول کا کوئی ذکر مطلقاً نہیں پس قسم اول کے مسلمان یعنی وہ مسلمان جن کو ابھی تک حضرت مسیح موعود کی دعوت نہیں پہنچی ان الفاظ سے بالکل مستثنےٰ ہیں۔ اور ان پر کسی قسم کا فتوےٰ لگانے والا یا ان کے متعلق ان الفاظ سے کسی قسم کا استنباط کرنے والا تکفیر کا خود ذمہ وار ہے۔ اور اگر وہ اس تکفیر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کرتا ہے تو وہ حضرت مسیح موعود پر درحقیقت افترا کرتا ہے ہم اس کو چاہیے کہ ان مسلمانوں کو کافر بنانے کے لیے جن کو مسیح موعود کی دعوت نہیں پہنچی۔ پہلے آپ کی کوئی تحریر یا کوئی تقریر پیش کرے۔ اور اگر ایسا وہ نہیں کرتا اور قیامت تک بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں یا تقریروں سے ایسا حوالہ نہیں دیا جا سکتا تو اسے حدیث کے اس فتوے سے ڈرنا چاہیے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے اگر وہ کافر نہیں تو وہ کفر کا فتوےٰ الٹ کر اس پر پڑتا ہے۔

(۲) اب دوسرا امر غور طلب یہ ہے کہ حضرت صاحب کے ان الفاظ سے جو عنوان میں نقل کیے گئے ہیں یا اسی قسم کے دوسرے الفاظ سے یہ نتیجہ کہ ان میں دنیا کے کل مسلمانوں کو کافر کہا گیا ہے سب سے پہلے کس نے نکالا۔ سو یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس نتیجہ کے پہلے نکالنے والے نہ میاں محمود احمد صاحب اور نہ ہی ان کے مرید ہیں۔ بلکہ یہ نتیجہ سب سے پہلے اس شخص نے نکالا تھا جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ خط لکھا۔ یعنی ڈاکٹر عبدالحکیم خان۔ چنانچہ اس کا ثبوت حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۶۳ سے ملتا ہے۔ جہاں حضرت صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں۔ ”بالآخر ہم اس خاتمہ میں چند امور ضروریہ بیان کرکے اس رسالہ کو ختم کرتے ہیں۔ ازاں جملہ ایک یہ کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائیگا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائیگا۔ اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا اس پر فرض ہے کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے۔ یاد رہے کہ اس نے محض چالاکی سے جیسا کہ اس کی عادت ہے یہ افترا میرے پر کیا ہے۔ یہ تو ایسا امر ہے کہ بداہتاً کوئی عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی“

اس عبارت سے بہ صاف معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود نے نہ اس جگہ یعنی اس خط میں اور ان الفاظ میں جو عنوان میں مذکور ہیں۔ اور نہ کسی دوسری کتاب یا کسی اشتہار میں کبھی ایسا نہیں لکھا کہ جس شخص کو میری دعوت نہیں پہنچی وہ کافر ہے۔ مگر ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے محض چالاکی کی راہ سے یہ افترا حضرت مسیح موعود پر کیا۔ اور وہ اس افترا کے کرنے میں بالکل جھوٹا تھا۔ پس جو شخص آج ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ یہ سارے مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ وہی افترا حضرت مسیح موعود پر کرتا ہے جو عبدالحکیم خان نے کیا۔

(۳) تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ ان الفاظ سے جو حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۶۳ سے نقل کیے گئے ہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں بلکہ اور بھی کسی جگہ کسی کتاب یا کسی اشتہار میں حضرت صاحب نے ایسا نہیں لکھا۔ پس معلوم ہوا کہ خود حقیقت الوحی اور اس سے پہلے کی کسی کتاب یا کسی اشتہار کی بنا پر حضرت مسیح موعود کی طرف اس بات کو منسوب کرنا کہ آپ ان سارے مسلمانوں کو کافر ٹھہراتے ہیں جو آپ پر ایمان لاکر احمدی جماعت میں داخل نہیں ہو چکے۔ آپ پر ایک افترا ہے۔ آپ کی کسی عبارت کا یہ منشاء ہرگز نہیں۔

(۴) چوتھی بات جو ان الفاظ سے پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حقیقت الوحی کے بعد بھی حضرت مسیح موعود کو کبھی یہ خیال نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ الفاظ منقولہ بالا میں فرماتے ہیں کہ ”یہ تو ایسا امر ہے کہ بداہتاً کوئی عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی“ پس نہ صرف آپ اس نتیجہ کو اپنی تحریروں کے خلاف ہی

قرار دیتے ہیں بلکہ اس کو عقل کے بھی خلاف قرار دیتے ہیں۔ اور اگر یہ ممکن بھی ہوتا کہ ساری عمر کے مذہب کو چھوڑ کر حقیقت الوحی کے بعد اسی بات کو مرزا صاحب اپنا مذہب بنا لیتے۔ جس کو دعوے سے سترہ سال بعد تک آپ اپنے اوپر افترا قرار دیتے ہیں۔ گو کوئی شخص جو آپ کو مجدد یا راست باز یا مسیح اور مہدی مانتا ہو وہ آپ کی طرف اس بات کو منسوب نہیں کر سکتا۔ تاہم اس فقرہ نے کہ "یہ ایک ایسا امر ہے جس کو بداہت کوئی عقل قبول نہیں کر سکتی"۔ اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ ہرگز ایسے امر کو اپنا مذہب قرار نہیں دے سکتے تھے۔ جو نہ صرف آپ کی ساری تحریروں کے خلاف ہے بلکہ جس کو آپ بداہت عقل کے بھی خلاف بتاتے ہیں۔

پس حضرت صاحب کے ان الفاظ سے جو عنوان میں درج ہیں۔ اور ان کی اس تشریح سے جو حقیقت الوحی میں صفحہ ۱۶۳ پر آپ نے فرمائی ہے۔ یہ صحیح نتائج نکلتے ہیں کہ

اول۔ جس جس شخص کو آپ کی دعوت نہیں پہنچی خواہ وہ دنیا کے کسی کونہ یا کسی ملک میں ہو۔ وہ کسی فتوے کے ماتحت نہیں۔ نہ کافر نہ فاسق نہ قابل مواخذہ،

دوئم:۔ ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنے والا کہ آپ ان لوگوں کو بھی کافر قرار دیتے ہیں جن کو آپ کی دعوت نہیں پہنچی۔ آپ پر افترا کرتا ہے۔

سوئم:۔ آپ نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں کبھی بھی ایسا نہیں لکھا کہ دنیا کے سارے مسلمان کافر ہیں۔

چہارم:۔ سارے مسلمانوں کو کافر قرار دینا نہ صرف آپ کی تحریروں کے خلاف اور آپ کے مذہب کے خلاف ہی ہے بلکہ آپ کے نزدیک عقل بھی ایسے عقیدہ کو دھکے دیتی ہے۔ اور جو شخص ایسا کہتا ہے وہ نہ صرف آپ کے خلاف ہی کہتا ہے بلکہ اس کی بات عقل کے بھی مخالف ہے۔

اب جب تک دنیا میں ایک شخص بھی ایسا باقی ہے جس کو آپ کی دعوت نہیں پہنچی۔ اس وقت تک لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ سارے غیر احمدیوں کے کفر کا فتوے محض جھوٹ عقل کے خلاف مرزا صاحب پر افترا مرزا صاحب کی تحریروں اور اشتہاروں کے خلاف ہے۔ اور ہمارا اور ہمارے مخالفین کا فیصلہ تو صرف اسی قدر سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں حضرت مسیح موعود نے یہ فرمایا ہے کہ ہر وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اس کے متعلق میری یہ تحریر ہے۔ پس ہر وہ شخص جس کو دعوت نہیں پہنچی وہ اس تحریر سے مستثنے ہے۔ اور اگر یہ کہا جاسکے کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا ہے ہی نہیں جس کو دعوت نہ پہنچی ہو تو یہ نہ صرف ایک بیہودہ گوئی ہے بلکہ خود حضرت مسیح موعود اس کی تردید فرماتے ہیں کیونکہ اگر واقعی بات یہی تھی کہ دنیا کے ہر ایک مسلمان فرد کو آپ کی دعوت پہنچ چکی تھی تو آپ عبدالحکیم خاں کے اس افترا کے جواب میں جو اس نے آپ پر کیا تھا کہ گویا آپ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص آپ کے نام سے بھی بے خبر ہوگا وہ کافر ہے۔ یہ نہ لکھتے کہ میں نے ایسا نہیں لکھا بلکہ یوں لکھتے کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جس کو میری دعوت نہیں پہنچی جو جواب آپ نے دیا ہے اس میں تو صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ واقعی ایسے لوگ ہیں جن کو میری دعوت نہیں پہنچی۔ مگر میں نے ان کو کبھی کافر نہیں کہا (یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جن کو دعوت پہنچی ہے۔ ان کے متعلق آپ کا کیا مذہب ہے یہ علیحدہ سوال ہے جس پر اس کے بعد بحث ہوگی)، تو پس جب دنیا میں غیر احمدی مسلمان بھی ہیں اور ان کو کافر کہنے والا جھوٹا اور خدا کے مسیح پر افترا کرنے والا ہے تو صرف یہی بات ہمارے دعوے کو ثابت کرنے اور ہمارے مخالف کے دعوے کی تردید کے لیے کافی ہے۔ خواہ ایک ہی مسلمان دنیا میں ایسا ہو۔

لیکن یہ امر کہ کتنے مسلمانوں کو آج تک آپ کی دعوت نہیں پہنچی۔ واقعات کا سوال ہے اس کا تعلق عقیدہ اور مذہب سے نہیں ہے۔ جب ہم واقعات پر غور کرتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کا شاید بیسواں حصہ بھی ایسا نہیں جن کو حضرت مسیح موعود کی دعوت پہنچ چکی ہو۔ اس کے مقابل یہ کہہ دینا کہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ میری دعوت امریکہ اور یورپ میں بھی پہنچ چکی ہے۔ اور اسلامی ممالک میں بھی یہ کافی نہیں۔ یہاں یہ سوال نہیں کہ کس کس ملک میں دعوت پہنچی ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ کس کس شخص کو دعوت نہیں پہنچی۔ کیونکہ حضرت صاحب کے بیان میں الفاظ یہ ہیں کہ "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے"۔ ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ اگر مثلاً ایران کے کسی ایک بڑے شہر میں چند علماء کو یا کسی بادشاہ کو آپ کی دعوت پہنچ گئی۔ تو اس ملک میں تو دعوت پہنچ گئی مگر یہ کہنا کہ اس ملک کے ہر ایک مسلمان کو دعوت پہنچ گئی حماقت ہے۔ کسی ملک میں دس یا بارہ آدمیوں کو یا ہزار آدمیوں کو بھی دعوت پہنچ جانے سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اس ملک کے ہر ایک متنفس کو دعوت پہنچ گئی ہے۔ اب تو قریباً کل اسلامی ممالک کا یہ حال ہے کہ ان میں صرف معدودے چند اشخاص کو حضرت صاحب کے نام پر بھی اطلاع ہوئی ہے۔ چہ جائیکہ کہا جائے کہ سب کو دعوت پہنچ چکی ہے۔ مثلاً چین ایک ملک ہے جس میں کئی کروڑ مسلمان ہیں۔ اب کوئی مسلمانوں کی تکفیر کرنے والا خدا کے لیے یہ بتائے کہ چین کی کس کس بستی میں مسیح موعود کی دعوت کس نے پہنچائی۔ صرف چین کی وسیع مسلمان آبادی کے چند بڑے بڑے شہروں کے نام ہی بتا دے۔ اس ایک ورق کا پتہ بتا دے جو چینی زبان میں ترجمہ کر کے چین کے مسلمانوں کو پہنچایا گیا ہے۔ ورنہ کئی کروڑ بے خبر مسلمانوں کا نام کافر رکھنے سے ڈرے۔

پھر کوئی غلو کرنے والا یہ بتائے کہ روس کے ملک میں کئی کروڑ مسلمانوں کو کس شخص نے تبلیغ پہنچائی روسی زبان میں کس تصنیف مسیح موعود کا ترجمہ ہوا۔ کون احمدی جا کر روس کی بستیوں میں پھرا اور اس نے مسیح موعود کا پیغام ان مسلمانوں کو پہنچایا۔ اگر کوئی نہیں تو ان کئی کروڑ بے خبر مسلمانوں کا نام بھی کافر رکھنے میں خدا کا خوف کرو۔ افریقہ کے اس وسیع براعظم میں اس کی ان اندرونی بستیوں تک جن کا نام بھی کبھی کسی احمدی نے نہیں سنا ہوگا۔ کون پہنچا جس نے مسیح موعود کی دعوت پہنچائی۔ اور اگر پہنچائی ہے تو کس زبان میں تاکہ معلوم ہو کہ اندرون افریقہ کی مسلمان آبادی وہ زبان جانتی بھی ہے یا نہیں۔ خود ٹرکی کو لے لو۔ ترکستان کو لے لو۔ ایران کو لے لو۔ عرب کو لے لو۔ شام کو لے لو۔ مصر کو لے لو۔ مراکو کو لے لو۔ الجیریا کو لے لو۔ اور ان اشخاص کے نام بتاؤ جنہوں نے بے خبر مسلمانوں کو جو ان وسیع براعظموں اور ملکوں کے اندر رہتے ہیں مسیح موعود کے نام سے واقف کیا ہو۔ ان کے نشانات اور دلائل پر اطلاع دی ہو۔ کئی سو یا کئی ہزار فارسی اور عربی کتابوں سے تو ہر ایک شخص کو جو ان اسلامی ممالک کے اندر رہتا ہے اور جہاں ۹۵ فیصدی سے زیادہ آبادی لکھنے پڑھنے سے ناواقف ہے۔ تبلیغ نہیں ہو سکتی بلکہ اور ملکوں کو چھوڑ دو۔ خود ہندوستان کو لو۔ کس نے مشرقی بنگال اور آسام کی۔ بلکہ ممالک متحدہ کی ممالک متوسط کی۔ دکن کی صوبہ مدراس کی صوبہ بمبئی کی راجپوتانہ کی۔ دیہاتی آبادیوں کو حضرت مسیح موعود کے نام سے اطلاع دی۔ جب کروڑ در کروڑ مسلمانوں کو اب تک حضرت مسیح موعود کے نام سے بھی اطلاع نہیں تو یہ کس قدر ظلم۔ مسیح موعود پر کتنا بڑا افترا ہے کہ ان سب بے خبر مسلمانوں کو کافر قرار دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لاتے۔ قرآن کریم کو کلام الٰہی مانتے۔ اللہ تعالےٰ کی توحید کے قائل۔ مسیح موعود کے نام تک سے بھی بے خبر۔ پھر ان کو کافر اور خارج از اسلام قرار دینا سوائے اس کے کسی وجہ پر نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اور آپ کی شریعت کو اسی طرح منسوخ قرار دیا جائے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلی شرائع منسوخ ہو گئی تھیں۔ بے شک ہم ان تمام لوگوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے خواہ وہ آپ کے نام سے خبر رکھتے ہوں یا نہ۔ دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ کافر کہتے ہیں مگر

یہ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے ہی انسان دائرہ اسلام کے اندر داخل ہوتا ہے اور صرف پہلے نبیوں پر ایمان لانے سے وہ کبھی دائرہ اسلام کے اندر داخل نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کرے اور آپ کے دامن فیض کے وابستگان میں داخل نہ ہو۔ کیا مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے یہی مذہب بعینہٖ حضرت مسیح موعود کی نسبت رکھتے ہیں کہ کوئی انسان خواہ وہ مسیح موعود کے نام سے واقف ہو یا ناواقف۔ دائرہ اسلام کے اندر داخل نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ غلام احمد نبی اللہ کا اقرار نہ کرے۔ اگر ایسا اعتقاد ان کا ہے تو یہ وہی بات ہے جو عبدالحکیم خاں نے مسیح موعود کے متعلق لکھی تھی۔ اور جس کو مسیح موعود نے اپنے اوپر افترا قرار دیا ہے۔

اب اس پہلے حصہ کو طے کرکے اور اس امر کو قطعی طور پر ثابت کرکے کہ ان کروڑ در کروڑ مسلمانوں پر فتوے لگانا جو مسیح موعود کے نام سے بے خبر ہیں اور وہ تعداد میں ان لوگوں سے جن کو مسیح موعود کی دعوت پہنچی ہے بہت زیادہ ہیں۔ مسیح موعود کے صحیح فیصلہ کے خلاف ہے۔ دوسرے حصہ بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس پہلے حصہ میں یہ امر یقینی طور پر ثابت ہوگیا کہ کل غیر احمدیوں کو کافر کہنا مسیح موعود کا مذہب نہ تھا اور آپ کی طرف اس مذہب کو منسوب کرنے والا آپ کے اپنے فتوے کے رو سے آپ پر افترا کرتا ہے۔ پس ایک طرح پر اصل بات یہاں ختم بھی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہماری اصل غرض اسی امر کو ثابت کرنا ہے کہ غیر احمدی مسلمانوں کو یعنی ان مسلمانوں کو جو احمدی بیعت میں داخل نہیں ہیں۔ محض ان کے غیر احمدی ہونے کی وجہ سے کافر کہنا خلاف مذہب مسیح موعود ہے۔

دوسرے حصہ میں اب ہم ان مسلمانوں کے متعلق مسیح موعود کا فتوے دیکھنا چاہتے ہیں جن کو آپ کی دعوت پہنچ چکی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے جو الفاظ عبدالحکیم خاں کے خط میں تحریر فرمائے ہیں کہ "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے" وہ الفاظ ایسے نہیں کہ ان کو بغیر سوچے سمجھے ان الفاظ کے مرادف سمجھ لیا جائے کہ وہ سب کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ بلکہ ان الفاظ کے معانی کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ہم یہ دیکھیں گے کہ خود ان الفاظ کے لکھنے والے نے ان الفاظ کی کوئی تشریح کی ہے یا نہیں۔ اگر صاف طور پر ان کی تشریح کی ہے تو ہم اس سے باہر نہیں جا سکتے۔ اگر نہیں کی تو پھر اسی مصنف کی دوسری تحریروں اور اس کے عمل کو دیکھنا ضروری ہوگا۔ لیکن چونکہ ان الفاظ کی تشریح صاف طور پر خود حضرت مسیح موعود نے کر دی ہے۔ اس لیے سب سے پہلے ہم اسی تشریح پر غور کریں گے۔

یہ تشریح اول تو خود اسی خط میں موجود ہے۔ آپ کی ساری عبارت حسب ذیل ہے:۔

"بہرحال جب کہ خدا تعالے نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے سہل تر بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں۔ ہاں اگر کسی وقت صریح الفاظ میں اپنی توبہ شائع کریں اور اس خبیث عقیدہ سے باز آجاویں تو رحمت الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔ **وہ لوگ جو میری دعوت کے رد کرنے کے وقت قرآن شریف کی نصوص صحیحہ کو چھوڑتے ہیں۔ اور خدا تعالے کے کھلے کھلے نشانوں سے منہ پھیرتے ہیں۔ ان کو راستباز قرار دینا اسی شخص کا کام ہے جس کا دل شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے"**۔ اب یہ آخری خط کشیدہ فقرہ ایک حد تک پہلے فقرہ کی تشریح کرتا ہے۔ کیونکہ وہاں جو لفظ "جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا" ہیں ان کی بجائے یہاں یہ لفظ فرمائے ہیں "وہ لوگ جو میری دعوت کے رد کرنے کے وقت قرآن شریف کے نصوص صحیحہ کو چھوڑتے ہیں۔ اور خدا تعالے کے کھلے کھلے نشانوں سے منہ پھیرتے ہیں" جس سے معلوم ہوا کہ الفاظ "جس کو میری دعوت پہنچی ہے" سے مراد وہ لوگ نہیں جن کو صرف نام کی اطلاع پہنچی ہے بلکہ ان کو تبلیغ کی گئی ہے۔ اور اس کی تائید میں نصوص قرآنیہ بھی ان کو بتائے گئے ہیں۔ اور کھلے کھلے نشان بھی ان پر واضح کیے گئے ہیں۔ اور قبول نہ کرنے سے مراد ان نصوص قرآنیہ کو رد کرنا اور کھلے کھلے نشانوں سے منہ پھیرنا یعنی ان کی پروا نہ کرنا یا ان کی تکذیب کرنا ہے۔ ایسا ہی وہاں ایسے شخص کے متعلق یہ لفظ استعمال فرمائے تھے۔ کہ "وہ مسلمان نہیں ہے"۔ یہاں ان الفاظ کی بجائے فرمایا کہ ایسے شخص کو راستباز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پس مسلمان نہ ہونے سے مراد یہ ہوئی کہ وہ راستباز نہیں کہلا سکتے۔ اور اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ دائرۂ اسلام کے اندر داخل نہیں۔ گویا یہاں نفی حقیقی مراد نہیں بلکہ نفی کمال ہے۔ اور چونکہ اس کی مثالیں بکثرت احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خود حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے یہ تشریح جو حضرت مسیح موعود کی تحریر کے بغیر بھی قابل قبول تھی حضرت صاحب کی اپنی تحریر میں صفائی کے ساتھ اس کا ذکر ہونے کی وجہ سے اپنی صحت پر خود شاہد ہے مثلاً حدیث میں آیا ہے۔ لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہٖ جس کے معنے یہ ہوئے کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوتا جب تک کہ جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرے اب یہاں الفاظ **لا یؤمن یا مومن نہیں ہوتا** بعینہٖ ایسے ہیں جیسے حضرت صاحب کی تحریر میں الفاظ "مسلمان نہیں ہے"۔ پس پہلی جگہ مومن نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بے ایمان ہے اور دائرہ اسلام سے خارج نہ دوسری جگہ یہ مراد ہے کہ وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج۔ بلکہ جس طرح پہلی مثال میں مراد یہ ہے کہ وہ کامل الایمان نہیں۔ اسی طرح حضرت صاحب کی تحریر میں یہ مراد ہے کہ وہ کامل مسلمان نہیں۔ اسی لیے دوسری جگہ کہا کہ وہ راستباز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس کی بعض مثالیں حضرت مسیح موعود کی دوسری تحریروں میں بکثرت ملتی ہیں۔ مثلاً ایک کشتی نوح سے ہی میں چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ صفحہ ۱۸

"جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بد عمل سے یعنی شراب سے، قمار بازی سے، بدنظری سے، خیانت سے، رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا۔ جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپروا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنے ادنے خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے"۔

اب جس طرح یہاں یہ لفظ ہیں کہ جو شخص ایسا کرتا

وہ مسلمان نہیں" اسی طرح یہاں الفاظ ہیں جو شخص ایسا کرتا ہے یا ایسا نہیں کرتا وہ "میری جماعت میں سے نہیں ہے" پس اگر الفاظ "مسلمان نہیں ہے" کے کوئی معنے سوائے اس کے نہیں ہو سکتے کہ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے تو الفاظ میری جماعت میں سے نہیں ہے کے معنے بھی ہوئے کہ وہ احمدیہ جماعت سے خارج ہے اور بموجب قول ہمارے احباب مخالفین کے جو احمدیہ جماعت سے خارج ہے وہ اسلام سے بھی خارج ہے۔ اب غور کرو کہ کیا درحقیقت یہ صحیح ہے کہ ایک شخص جس سے زنا یا چوری یا کسی اور گناہ کا ارتکاب ہو جائے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جس سے شراب خوری یا قمار بازی کی حرکت سرزد ہو جائے یا جو بدنظری کرے یا رشوت لے لے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جس سے پنجگانہ نماز کا التزام نہ ہو بلکہ کبھی کوئی نماز رہ جائے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جو ہر وقت دعا میں لگا نہیں رہتا وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں رہتا۔ ایک شخص جس سے ماں باپ کی کوئی نافرمانی ہو جائے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک شخص اگر اپنی بیوی یا بیوی کے اقارب میں سے کسی کے ساتھ نرمی سے سلوک نہ کرے اور احسان کے ساتھ معاشرت نہ کرے تو وہ بھی مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے؟ پس جب ان تمام موقعوں پر سوائے نفی کمال کے اور کچھ معنے نہیں لیے جا سکتے۔ یعنی ان تمام موقعوں سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ کامل طور پر احمدی نہیں ہے۔ تو الفاظ "مسلمان نہیں ہے" کے ہم کیوں یہی معنے نہیں لے سکتے کہ وہ کامل مسلمان نہیں ہے۔ بالخصوص جیسا کہ حضرت صاحب نے خود "مسلمان نہیں ہے" کی اسی خط میں یہ تشریح فرما دی کہ وہ راستباز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان الفاظ کے معنے سوائے اس کے کچھ اور لیں۔

اب ہم اس سوال کے دوسرے پہلو پر غور کرتے ہیں کہ کیا آپ نے سب نہ ماننے والوں سے یکساں معاملہ کیا ہے یا اس میں کچھ فرق رکھا ہے۔ اصل میں ایک اسی بات کے نہ سمجھنے سے بہت سی غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔ جب آپ سے فتوے پوچھا گیا کہ کیا غیر احمدی کا جنازہ جائز ہے۔ تو آپ نے اس کا جو جواب دیا وہ فتاوے احمدیہ کے حصہ اول کے صفحہ ۸۱ پر درج ہے حسب ذیل دیا ہے۔ یہ فتوے ۱۸۔ اپریل ۱۹۰۲ء کا ہے۔

"سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا تھا اور برا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو۔ اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے ہو۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ متوفی اگر کفر اور تکذیب نہ ہو تو اس کا جنازہ بے شک پڑھ لیا جائے۔ کوئی حرج نہیں کیونکہ علام الغیوب خدا ہی کی ذات ہے۔"

اب اس فتوے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو جنہیں آپ کی دعوت پہنچ چکی ہے اور انہوں نے آپ کو قبول نہیں کیا۔ پھر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ یعنی ایک وہ لوگ جو مکفر اور مکذب ہیں برا کہتے اور برا سمجھتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ جو خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں۔ ان میں سے اول الذکر کے جنازہ کی اجازت نہیں دی۔ دوسروں کے جنازہ کی اجازت دی ہے۔ اب یہ امر قرآن شریف کے رو سے حدیث کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل سے آپ کے صحابہؓ اور ساری امت کے تعامل سے خود حضرت مرزا صاحب کے تعامل سے صاف ثابت ہے کہ کسی غیر مسلم کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جس پر کل امت کا برابر تیرہ سو سال سے ایسا اجماع ہے کہ کسی مسئلہ پر ایسا اجماع نہ ہوا ہوگا حتیٰ کہ ہمارے مخالف احباب بھی اس اصول کو مانتے ہیں اور اسی اصول کو ماننے کی وجہ سے ہی میاں صاحب نے جو تمام غیر احمدیوں کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں کسی غیر احمدی کا جنازہ جائز قرار نہیں دیا۔ پس معلوم ہوا کہ جن کا جنازہ جائز قرار دیا ہے۔ انہیں کافر اور خارج از اسلام قرار نہیں دیا۔ اور انہیں ان نہ ماننے والوں سے الگ کیا ہے جو مکفر یا مکذب ہیں۔ اب مکفر کے معنے ہیں تکفیر کرنے والا۔ اور مکذب کے معنے ہیں مفتری کہنے والا۔ پس کافر اور مفتری کہنے والے ایک علیحدہ قسم ہیں۔ اور وہ لوگ جو مانتے ہیں۔ مگر کافر اور مفتری بھی قرار نہیں دیتے۔ وہ علیحدہ قسم ہیں۔ اور اس دوسری قسم کو حضرت مسیح موعود نے کافر نہیں کہا۔ پس اب تقسیم یوں ہوئی کہ اول کل مسلمان دو قسم پر ہیں جن کو دعوت پہنچی ہے اور جن کو نہیں پہنچی۔ جن کو نہیں پہنچی۔ وہ صاف طور پر مسلمان قرار دیے گئے ہیں۔ جن کو پہنچی ہے وہ پھر دو قسم پر منقسم ہوئے۔ اول وہ جو کافر اور مفتری نہیں کہتے۔ خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں۔ دوسرے وہ جو کافر اور مفتری کہتے ہیں۔ ان میں سے پھر قسم اول کو کافر یا خارج از اسلام قرار نہیں دیا۔ اور نہ صرف اس فتوے کے رو سے بلکہ خود ایسے غیر احمدیوں کے جنازے پڑھ کر یہ ثابت کر دیا کہ آپ انہیں کافر قرار نہ دیتے تھے (دیکھو پیغام صلح میں شہادت میر عابد علی شاہ و مرزا خدا بخش صاحب جسے یہاں حاشیہ میں نقل کیا گیا ہے[1])

اب صفحہ ۱۶۳ پر جو سوال اور جواب ہے۔ وہاں اوپر کے فتوے اور تعامل کو مدنظر رکھ کر یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب نے اپنے جواب میں صرف انہیں مسلمانوں کو کافر کہا ہے جو یا آپ کو کافر کہتے ہیں اور یا مفتری قرار دیتے ہیں۔ اور آپ کے یہ لفظ کہ "جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے" حصر پر محمول نہیں ہو سکتے بلکہ نہ ماننے والوں کی اس قسم کا ان الفاظ میں ذکر ہے کہ جو آپ کو مفتری قرار دیتے ہیں۔ ورنہ یہ امر صحیح واقعات کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہم ہزاروں مسلمانوں کو دیکھتے ہیں جو احمدی نہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود کو ہرگز ہرگز مفتری قرار نہیں دیتے۔ پس یہاں جواب میں صرف دو قسم کے منکروں کا ذکر ہے۔ ایک جو کافر کہتے ہیں۔ دوسرے جو مفتری کہتے ہیں۔ اور مفتری کہنے والوں کو بھی اس لیے ساتھ شامل کیا ہے کہ مفتری کہنا اور کافر کہنا یکساں ہے۔ کیونکہ مفتری بھی کافر ہوتا ہے۔ اسی لیے اس سوال کے جواب میں حضرت صاحب نے یہ لفظ تحریر فرمائے ہیں "پس جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے۔ اس صورت میں میں نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا" یہاں لفظ مکذب استعمال کر کے صاف بتا دیا ہے کہ نہ ماننے والے یا انکار کرنے والے سے آپ نے صرف مکذب مراد لیے ہیں یعنی وہ لوگ جو آپ کو مفتری قرار دیتے ہیں۔ اور دوسری قسم کے لوگوں کا جو مفتری نہیں قرار دیتے۔ یہاں کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ یہی مفہوم صفحہ ۱۶۴ کی اس عبارت کا ہے

[1] میں اس خدائے لایزال کی ذات کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاکسار کی والدہ ماجدہ کا جنازہ پڑھا تھا۔ اور میری والدہ صاحبہ نے بیعت نہیں کی تھی۔ وہ ہمیشہ ان کو ولی بزرگ مانتی تھیں۔ مگر مسیح موعود کے دعوے کو تسلیم نہیں کرتی تھیں۔ خاکسار قادیان میں تھا۔ جبکہ حضرت مخدومہ مکرمہ جناب والدہ ام کی علالت کا خط مجھے ملا۔ اور خاکسار نے بحضور حضرت مسیح موعود و مہدی معہود اس معاملہ کو پیش کر کے اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دی کہ حضور جا کر والدہ صاحبہ کی خدمت کرو۔ چنانچہ میں مع قبائل روانہ ہو کر وطن چلا گیا۔ غالباً وہاں جانے کے بعد ایک ماہ یا کسی قدر کم و بیش عرصہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ خط ان کی وفات کی خبر دی اور جنازہ کے لیے عرض کیا گیا۔ اور حضرت اقدس کا نوازش نامہ مشتمل بر تعزیت وہاں جھنگ میں میرے نام آیا تھا اور لکھا تھا کہ جنازہ جمعہ کے روز پڑھا جائے گا۔ غالباً وہ خط کہیں موجود ہوگا (بقیہ بر صفحہ ۵ دیکھو)

یہ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے ہی انسان دائرہ اسلام کے اندر داخل ہوتا ہے اور صرف پہلے نبیوں پر ایمان لانے سے وہ کبھی دائرہ اسلام کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کرے اور آپ کے دامن فیض کے وابستگان میں داخل نہ ہو۔ کیا مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے یہی مذہب بعینہ حضرت مسیح موعود کی نسبت رکھتے ہیں کہ کوئی انسان خواہ وہ مسیح موعود کے نام سے واقف ہو یا ناواقف۔ دائرہ اسلام کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ غلام احمد نبی اللہ کا اقرار نہ کرے۔ اگر ایسا اعتقاد ان کا ہے تو یہ وہی بات ہے جو عبدالحکیم خاں نے مسیح موعود کے متعلق لکھی تھی۔ اور جس کو مسیح موعود نے اپنے اوپر افترا قرار دیا ہے۔

اب اس پہلے حصہ کو طے کر کے اور اس امر کو قطعی طور پر ثابت کر کے کہ ان کروڑ در کروڑ مسلمانوں پر فتوے لگانا جو مسیح موعود کے نام سے بے خبر ہیں اور وہ تعداد میں ان لوگوں سے جن کو مسیح موعود کی دعوت پہنچی ہے بہت زیادہ ہیں مسیح موعود کے صحیح فیصلہ کے خلاف ہے۔ دوسرے حصہ بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس پہلے حصہ میں یہ امر یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ کل غیر احمدیوں کو کافر کہنا مسیح موعود کا مذہب نہ تھا اور آپ کی طرف اس مذہب کو منسوب کرنے والا آپ کے اپنے فتوے کے رو سے آپ پر افترا کرتا ہے۔ پس ایک طرح پر اصل بات یہاں ختم بھی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہماری اصل غرض اسی امر کو ثابت کرنا ہے کہ غیر احمدی مسلمانوں کو یعنی ان مسلمانوں کو جو احمدی جماعت میں داخل نہیں ہیں۔ محض ان کے غیر احمدی ہونے کی وجہ سے کافر کہنا خلاف مذہب مسیح موعود ہے۔

دوسرے حصہ میں اب ہم ان مسلمانوں کے متعلق مسیح موعود کا فتوے دیکھنا چاہتے ہیں جن کو آپ کی دعوت پہنچ چکی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے جو الفاظ عبدالحکیم خاں کے خط میں تحریر فرمائے ہیں کہ "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے" وہ الفاظ ایسے نہیں کہ ان کو بغیر سوچے سمجھے ان الفاظ کے مرادف سمجھ لیا جائے کہ وہ سب کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ بلکہ ان الفاظ کے معانی کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ہم یہ دیکھیں گے کہ خود ان الفاظ کے لکھنے والے نے ان الفاظ کی کوئی تشریح کی ہے یا نہیں۔ اگر صاف طور پر ان کی تشریح کی ہے تو ہم اس سے باہر نہیں جا سکتے۔ اگر نہیں کی تو پھر اسی مصنف کی دوسری تحریروں اور اس کے عمل کو دیکھنا ضروری ہوگا۔ لیکن چونکہ ان الفاظ کی تشریح صاف طور پر خود حضرت مسیح موعود نے کر دی ہے۔ اس لیے سب سے پہلے ہم اس تشریح پر غور کریں گے۔

یہ تشریح اول تو خود اسی خط میں موجود ہے۔ آپ کی ساری عبارت حسب ذیل ہے:۔

"بہر حال جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے سہل تر بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں۔ ہاں اگر کسی وقت صریح الفاظ میں اپنی توبہ شائع کریں اور اس خبیث عقیدہ سے باز آ جاویں تو رحمت الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔ **وہ لوگ جو میری دعوت کے رد کرنے کے وقت قرآن شریف کی نصوص صحیحہ کو چھوڑتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے کھلے کھلے نشانوں سے منہ پھیرتے ہیں۔ ان کو راستباز قرار دینا اسی شخص کا کام ہے جس کا دل شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے۔**" اب یہ آخری خط کشیدہ فقرہ ایک حد تک پہلے فقرہ کی تشریح کرتا ہے۔ کیونکہ وہاں جو لفظ "جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا" ہیں ان کی بجائے یہاں یہ لفظ فرمائے ہیں "وہ لوگ جو میری دعوت کے رد کرنے کے وقت قرآن شریف کے نصوص صحیحہ کو چھوڑتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے کھلے کھلے نشانوں سے منہ پھیرتے ہیں" جس سے معلوم ہوا کہ الفاظ "جس کو میری دعوت پہنچی ہے" سے مراد وہ لوگ نہیں جن کو صرف نام کی اطلاع پہنچی ہے بلکہ ان کو تبلیغ کی گئی ہے۔ اور اس کی تائید میں نصوص قرآنیہ بھی ان کو بتائے گئے ہیں۔ اور کھلے کھلے نشان بھی ان پر واضح کیے گئے ہیں۔ اور قبول نہ کرنے سے مراد ان نصوص قرآنیہ کو رد کرنا اور کھلے کھلے نشانوں سے منہ پھیرنا یعنی ان کی پروا نہ کرنا یا ان کی تکذیب کرنا ہے۔ ایسا ہی وہاں ایسے شخص کے متعلق یہ لفظ استعمال فرمائے تھے۔ کہ "وہ مسلمان نہیں ہے" یہاں ان الفاظ کی بجائے فرمایا کہ ایسے شخص کو راستباز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پس مسلمان نہ ہونے سے مراد یہ ہوئی کہ وہ راستباز نہیں کہلا سکتے۔ اور اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ دائرہ اسلام کے اندر داخل نہیں۔ گویا یہاں نفی حقیقی مراد نہیں بلکہ نفی کمال ہے۔ اور چونکہ اس کی مثالیں بکثرت احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خود حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے یہ تشریح جو حضرت مسیح موعود کی تحریر کے بغیر بھی قابل قبول تھی حضرت صاحب کی اپنی تحریر میں صفائی کے ساتھ اس کا ذکر ہونے کی وجہ سے اپنی صحت پر خود شاہد ہے مثلاً حدیث میں آیا ہے۔ لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہٖ جس کے معنے یہ ہوئے کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوتا جب تک کہ جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرے اب یہاں الفاظ لا یومن یا مومن نہیں ہوتا بعینہ ایسے ہی ہیں جیسے حضرت صاحب کی تحریر میں الفاظ "مسلمان نہیں ہے" پس پہلی جگہ مومن نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بے ایمان ہے اور دائرہ اسلام سے خارج نہ دوسری جگہ یہ مراد ہے کہ وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج۔ بلکہ جس طرح پہلی مثال میں مراد یہ ہے کہ وہ کامل الایمان نہیں۔ اسی طرح حضرت صاحب کی تحریر میں یہ مراد ہے کہ وہ کامل مسلمان نہیں۔ اسی لیے دوسری جگہ کہا کہ وہ راستباز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کی بعض مثالیں حضرت مسیح موعود کی دوسری تحریروں میں بکثرت ملتی ہیں۔ مثلاً ایک کشتی نوح سے ہی میں چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ صفحہ ۱۸

"جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعمل سے یعنی شراب سے، قمار بازی سے، بدنظری سے، خیانت سے، رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا۔ جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپروا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنے ادنے خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

اب جس طرح پر وہاں لفظ ہیں کہ جو شخص ایسا [illegible]

وہ مسلمان نہیں"، اسی طرح یہاں الفاظ ہیں جو شخص ایسا کرتا ہے یا ایسا نہیں کرتا وہ "میری جماعت میں سے نہیں ہے" پس اگر الفاظ "مسلمان نہیں ہے" کے کوئی معنے سوائے اس کے نہیں ہو سکتے کہ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے تو الفاظ میری جماعت میں سے نہیں ہے کے معنے بھی ہوئے کہ وہ احمدیہ جماعت سے خارج ہے اور بموجب قول ہمارے احباب مخالفین کے جو احمدیہ جماعت سے خارج ہے وہ اسلام سے بھی خارج ہے۔ اب غور کرو کہ کیا درحقیقت یہ صحیح ہے کہ ایک شخص جس سے زنا یا چوری یا کسی اور گناہ کا ارتکاب ہو جائے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جس سے شراب خوری یا قمار بازی کی حرکت سرزد ہو جائے یا جو بدنظری کرے یا رشوت لے لے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جس سے پنجگانہ نماز کا التزام نہ ہو بلکہ کبھی کوئی نماز رہ جائے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جو ہر وقت دعا میں لگا نہیں رہتا وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں رہتا۔ ایک شخص جس سے ماں باپ کی کوئی نافرمانی ہو جائے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک شخص اگر اپنی بیوی یا بیوی کے اقارب میں سے کسی کے ساتھ نرمی سے سلوک نہ کرے اور احسان کے ساتھ معاشرت نہ کرے تو وہ بھی مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے؟ پس جب ان تمام موقعوں پر سوائے نفی کمال کے اور کچھ معنے نہیں لیے جا سکتے۔ یعنی ان تمام موقعوں سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ کامل طور پر احمدی نہیں ہے۔ تو الفاظ "مسلمان نہیں ہے" کے ہم کیوں یہی معنے نہیں لے سکتے کہ وہ کامل مسلمان نہیں ہے۔ بالخصوص جبکہ حضرت صاحب نے خود "مسلمان نہیں ہے" کی اسی خط میں یہ تشریح فرما دی کہ وہ راستباز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان الفاظ کے معنے سوائے اس کے کچھ اور لیں۔

اب ہم اس سوال کے دوسرے پہلو پر غور کرتے ہیں کہ کیا آپ نے سب نہ ماننے والوں سے یکساں معاملہ کیا ہے یا اس میں کچھ فرق رکھا ہے۔ اصل میں ایک ایسی بات کے نہ سمجھنے سے بہت سی غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔ جب آپ سے فتوے پوچھا گیا کہ کیا غیر احمدی کا جنازہ جائز ہے۔ تو آپ نے اس کا جواب جو فتاویٰ احمدیہ کے حصہ اول کے صفحہ ۸۷ پر درج ہے حسب ذیل دیا ہے۔ یہ فتوے ۱۸۔اپریل ۱۹۰۲ء کا ہے۔

"سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا تھا اور برا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو۔ اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے ہو۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ متوفی اگر مکفر اور مکذب نہ ہو تو اس کا جنازہ بے شک پڑھ لیا جائے۔ کوئی حرج نہیں کیونکہ علام الغیوب خدا ہی کی ذات ہے۔"

اب اس فتوے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو جنہیں آپ کی دعوت پہنچ چکی ہے اور انہوں نے آپ کو قبول نہیں کیا۔ پھر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ یعنی ایک وہ لوگ جو مکفر اور مکذب ہیں برا کہتے اور برا سمجھتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ جو خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں۔ ان میں سے اول الذکر کے جنازہ کی اجازت نہیں دی۔ دوسروں کے جنازہ کی اجازت دی ہے۔ اب یہ امر قرآن شریف کے رو سے حدیث کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل سے آپ کے صحابہؓ اور ساری امت کے تعامل سے خود حضرت مرزا صاحب کے تعامل سے صاف ثابت ہے کہ کسی غیر مسلم کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جس پر کل امت کا برابر تیرہ سو سال سے ایسا اجماع ہے کہ کسی مسئلہ پر ایسا اجماع نہ ہوا ہوگا حتیٰ کہ ہمارے مخالف احباب بھی اس اصول کو مانتے ہیں اور اسی اصول کو ماننے کی وجہ سے ہی میاں صاحب نے جو تمام غیر احمدیوں کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں کسی غیر احمدی کا جنازہ جائز قرار نہیں دیا۔ پس معلوم ہوا کہ جن کا جنازہ جائز قرار دیا ہے۔ انہیں کافر اور خارج از اسلام قرار نہیں دیا۔ اور انہیں ان نہ ماننے والوں سے الگ کیا ہے جو مکفر یا مکذب ہیں۔ اب مکفر کے معنے ہیں کفر کرنے والا۔ اور مکذب کے معنے ہیں مفتری کہنے والا۔ پس کافر اور مفتری کہنے والے ایک علیحدہ قسم ہیں۔ اور وہ لوگ جو مانتے ہیں۔ مگر کافر اور مفتری بھی قرار نہیں دیتے۔ وہ علیحدہ قسم ہیں۔ اور اس دوسری قسم کو حضرت مسیح موعود نے کافر نہیں کہا۔ پس اب تقسیم یوں ہوئی کہ اول کل مسلمان دو قسم پر ہیں جن کو دعوت پہنچی ہے اور جن کو نہیں پہنچی۔ جن کو نہیں پہنچی۔ وہ صاف طور پر مسلمان قرار دیے گئے ہیں۔ جن کو پہنچی ہے وہ پھر دو قسم پر منقسم ہوئے۔ اول وہ جو کافر اور مفتری نہیں کہتے۔ خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں۔ دوسرے وہ جو کافر اور مفتری کہتے ہیں۔ ان میں سے پھر قسم اول کو کافر یا خارج از اسلام قرار نہیں دیا۔ اور نہ صرف اس فتوے کے رو سے بلکہ خود ایسے غیر احمدیوں کے جنازے پڑھ کر یہ ثابت کر دیا کہ آپ انہیں کافر قرار نہ دیتے تھے دیکھو پیغام صلح میں شہادت میر عابد علی شاہ و مرزا خدا بخش صاحب جسے یہاں حاشیہ میں نقل کیا گیا ہے ملہ

اب صفحہ ۱۹۳ پر جو سوال اور جواب ہے۔ وہاں اوپر کے فتوے اور تعامل کو مدنظر رکھ کر یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب نے اپنے جواب میں صرف انہیں مسلمانوں کو کافر کہا ہے جو یا آپ کو کافر کہتے ہیں اور یا مفتری قرار دیتے ہیں۔ اور آپ کے یہ لفظ کہ "جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے" حصر پر محمول نہیں ہو سکتے بلکہ نہ ماننے والوں کی اس قسم کا ان الفاظ میں ذکر ہے کہ جو آپ کو مفتری قرار دیتے ہیں۔ ورنہ یہ امر صریح واقعات کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہم ہزاروں مسلمانوں کو دیکھتے ہیں جو احمدی نہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود کو ہرگز مفتری قرار نہیں دیتے۔ پس یہاں جواب میں صرف دو قسم کے منکروں کا ذکر ہے۔ ایک جو کافر کہتے ہیں۔ دوسرے جو مفتری کہتے ہیں۔ اور مفتری کہنے والوں کو بھی اس لیے ساتھ شامل کیا ہے کہ مفتری کہنا اور کافر کہنا یکساں ہے۔ کیونکہ مفتری بھی کافر ہوتا ہے۔ اسی لیے اس سوال کے جواب میں حضرت صاحب نے یہ لفظ تحریر فرمائے ہیں "پس جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے۔ اس صورت میں میں نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا" یہاں لفظ مکذب استعمال کر کے صاف بتا دیا ہے کہ نہ ماننے والے یا انکار کرنے والے سے آپ نے صرف مکذب مراد لیے ہیں یعنی وہ لوگ جو آپ کو مفتری قرار دیتے ہیں۔ اور دوسری قسم کے لوگوں کا جو مفتری نہیں قرار دیتے۔ یہاں کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ یہی مفہوم صفحہ ۱۶۳ کی اس عبارت کا ہے

ملہ میں اس خدائے لایزال کی ذات کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاکسار کی والدہ ماجدہ کا جنازہ پڑھا تھا۔ اور میری والدہ صاحبہ نے بیعت نہیں کی تھی۔ وہ ہمیشہ ان کو ولی بزرگ مانتی تھیں۔ مگر مسیح موعود کے دعوے کو تسلیم نہیں کرتی تھیں۔ خاکسار قادیان میں تھا۔ جبکہ حضرت مخدومہ مکرمہ جناب والدہ ام کی علالت کا خط مجھے ملا۔ اور خاکسار نے بحضور حضرت مسیح موعود و مہدی معہود اس معاملہ کو پیش کر کے اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دی کہ ضرور جا کر والدہ صاحبہ کی خدمت کرو۔ چنانچہ میں مع قبائل روانہ ہو کر وطن چلا گیا۔ غالباً وہاں جانے کے بعد ایک ماہ یا کسی قدر کم و بیش عرصہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ خط ان کی وفات کی خبر دی اور جنازہ کے لیے عرض کیا گیا۔ اور حضرت اقدس کا نوازش نامہ مشتمل بر تعزیت وہاں جھنگ میں میرے نام آیا تھا اور لکھا تھا کہ جنازہ جمعہ کے روز پڑھا جائے گا۔ غالباً وہ خط کہیں نہ کہیں موجود ہوگا (بقیہ دیکھو صفحہ ۵)

بیان مرزا خدا بخش صاحب

تفصیل کو جو مسیح موعود کے متعلق یا خلفاء سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مجددین کی بعثت کے متعلق ہے نہیں مانتا تو وہ بھی اسی شخص کا حکم رکھتا ہے جس نے دوسری تفصیلات شریعت کو ترک کیا۔ پھر اپنی بات کی اور وضاحت کر کے فرمایا کہ ایسا شخص حقیقت اسلام سے بےخبر ہے اور سب سے آخر یہ کہ باوجود اس کے کہ بار بار کہا کہ ایسا شخص مسلمان نہیں یا مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ پھر بھی ایسے شخص کا نام کافر نہیں رکھا بلکہ فاسق رکھا تو پس ایک شخص کے متعلق یہ کہہ کر کہ وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے بلکہ اسکی بجائے کہا کہ وہ حقیقت اسلام سے بےخبر ہے پھر اس کا اگر نام رکھا تو کافر نام نہیں رکھا بلکہ فرمایا کہ قرآن کے رو سے ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق اسکو کہتے ہیں جو تفصیلات شریعت کو ترک کرتا ہے اور احکام الہی کو بجا نہیں لاتا۔

اس امر کا ثبوت کہ یہ تقریر آپ کے آخری ایام یعنی ۱۹۰۸ء کی ہے یہ ہے کہ یہ تقریر لاہور میں ہوئی جیسا کہ ظاہر ہے اور لاہور ۱۹۰۸ء کے بعد ۱۹۰۸ء میں ہی حضرت صاحب آئے اور اس تقریر میں صاف طور پر ڈاکٹر ڈوئی اور بابو الٰہی بخش کی وفات کا ذکر ہے۔ جنہوں نے ۱۹۰۷ء میں وفات پائی۔ اب یہ تقریر جو تمام پہلی باتوں کا فیصلہ کرتی ہے اس امر کا بھی فیصلہ کرتی ہے کہ صرف نہ ماننے والا اگر مسلمان نہیں تو وہ صرف ان معنی کر کہ وہ حقیقت اسلام سے بےخبر ہے پھر اسکو کافر نہیں کہا بلکہ فاسق کہا۔ اب یہ ایک تشریح ہے جو خود حضرت صاحب نے حقیقۃ الوحی کے الفاظ "مسلمان نہیں ہے" کی کر دی ہے اور خود حقیقۃ الوحی میں جہاں جہاں کافر کہنے کی کوئی وجہ لکھی تو آخری وجہ یہی قرار دی کہ اسطرح پر وہ میری تکفیر کر کے خود کافر بنگئے۔ پس کافر کہنے کی وجہ سوائے تکفیر کے کچھ نہیں۔ ہاں جنکو دعوت پہنچی اور انہوں نے نہیں مانا۔ انہوں نے بھی اپنے آپکو حقیقت اسلام سے محروم رکھا کیونکہ حقیقت اسلام تو یہ ہے کہ ہر ایک بات کو جو اللہ تعالے کی طرف سے ہو مان لیا جائے پس جب ایک شخص قرآن شریف کی پیشگوئیوں کے مطابق خدا کی طرف سے آگیا تو اسکو نہ ماننا حقیقت اسلام کو ترک کرنا ہے ایسے شخص کو کافر یا خارج از اسلام نہیں کہتے بلکہ وہ اپنے آپ کو ایک کمال سے محروم رکھتا ہے۔

پس ان تمام تشریحات سے جو خود حضرت مسیح موعود نے کی ہیں۔ یہ صاف ثابت ہو گیا کہ (۱) جنکو دعوت نہیں پہنچی وہ ہرگز کسی قسم کے فتوے کے ماتحت نہیں ہیں (۲) جنکو دعوت پہنچی اور انہوں نے آپ کو نہیں مانا۔ وہ ایک الزام کے ماتحت ہیں مگر کافر نہیں (۳) جنکو دعوت پہنچی اور انہوں نے نہیں مانا بلکہ ساتھ ہی لعنت کی اور آپکو کافر اور مفتری کہا ان پر خود کفر کا فتوے الٹ کر پڑا۔ اور صرف یہی ایک گروہ ہے جس پر کافر کا لفظ حضرت صاحب نے کبھی بولا ہے۔

اس بحث میں ایک اور امر یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ حضرت صاحب نے حقیقۃ الوحی کے ص۱۷۹ پر جو کفر بمعنی انکار کی بحث کی ہے اس میں آپ نے کفر کو ایک فرع کا کفر قرار دیا ہے اور آنحضرتؐ کے کفر کو اصل کا کفر قرار دیا ہے اور اصل اور فرع کا کفر دونوں برابر نہیں ہو سکتے نہ حضرت صاحب نے کہیں لکھا ہے کہ آپ کا انکار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار برابر ہیں۔ چنانچہ اس بحث سے پہلے اول صاف فرمایا "ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مواخذہ سے بری ہے اور کافر منکر کو ہی کہتے ہیں کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے" پس صاف ظاہر ہے کہ یہاں کافر کا لفظ اپنے اصطلاحی معنوں میں حضرت صاحب نے نہیں لیا جسکا مطلب دائرہ اسلام سے خارج ہونا ہو بلکہ لغوی معنوں کے رو سے کافر یعنی منکر لیا ہے۔ اور پھر فرمایا کفر دو قسم ہے یہاں بھی کفر سے مراد انکار ہی ہے جیسا کہ اس کے بعد کی تحریر سے ظاہر ہے جہاں فرمایا

"(۱) اول یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے پس **اس لحاظ سے کہ وہ خدا اور رسولؐ کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے**"

اب اس سے ذیل کی باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننا تو کل اسلام کا انکار کرنا ہے اور ایسا شخص بیشک دائرہ اسلام سے خارج ہوا۔ دوسرے یہ کہ مثلاً کا لفظ جو "مسیح موعود کو نہیں مانتا" کے پہلے ہی صاف بتاتا ہے کہ یہ فروع میں سے ایک فرع کا انکار ہے اور یہ صرف ایک مثال ہے جیسے اور فروع کا انکار ہو سکتا ہے اسیطرح ایک فرع مسیح موعود پر ایمان بھی ہے پس اصل اور فرع کے انکار کو الگ الگ کیا ہے تیسرے یہ کہ اسپر کافر کا لفظ صرف ایک لحاظ سے بولا ہے "پس اسلیے کہ وہ خدا اور رسولؐ کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے" اور ہر ایک شخص جو ایک فرع کا انکار کرتا ہے اس پر اس طرح یہ لفظ بولا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ما زنا زان و هو مومن و ما سرق سارق و هو مومن۔ اسلامی شریعت نے زانی اور سارق کو خارج از اسلام قرار نہیں دیا اور نہ تیرہ سو سال میں اسلام کے اندر کوئی ایسا مفتی گزرا ہے جس نے ایسی جرأت کی ہو۔ مگر ایک لحاظ سے ان کے بھی مومن نہ ہونیکا اقرار ہے۔ اب جب ایمان کے بالمقابل بموجب تشریح حضرت صاحب لفظ کفر ہے تو جو مومن نہ ہوا وہ کافر ہوا۔ پس یہ کافر در حقیقت صرف ایک فرع کا کافر ہے اور فرع کا کافر بموجب مسلم مذہب اہل اسلام کے کافر نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابن اثیر اپنی کتاب نہایہ میں لکھتے ہیں۔

الکفر صنفان احدھما الکفر باصل الایمان وھو ضدہ والاخر الکفر بفرع من فروع الاسلام فلا یخرج بہ عن اصل الایمان (دیکھو لفظ کفر نہایہ میں) اب یہ تعبینہ و ہی الفاظ ہیں جیسے حضرت مسیح موعود نے استعمال کیے ہیں صرف اسقدر فرق ہے کہ آپ نے بجائے عام طور پر فروع کا ذکر کرنے کے مثلاً کے لفظ سے فرع کی ایک مثال دیدی ہے ابن اثیر کے الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ کفر دو قسم ہیں ایک اصل ایمان کا کفر اور وہ ایمان کی ضد ہے اور دوسرا اسلام کے فروع میں سے ایک فرع کا کفر اس سے انسان اصل ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

اور جہاں حضرت صاحب نے یہ لکھا ہے کہ یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں تو یہاں ان دونو کو برابر نہیں ٹھہرایا بلکہ ان کو ایک ہی قسم ٹھہرایا ہے کیونکہ ان دونوں کی جنس تو کفر بمعنی انکار ہے اور وسیع معنوں میں ہے اصطلاحی کفر یہاں مراد نہیں۔ پھر ایک جنس کے اندر مختلف قسم کی انواع ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ انسان اور گھوڑا ایک ہی قسم حیوان میں داخل ہیں تو اب اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ دونوں برابر ہیں بلکہ انکی جنس ایک ہی ہے۔ علاوہ ازیں اس عبارت میں بھی جہاں مسیح موعود کو نہ ماننے کا ذکر کیا ہے وہاں ساتھ ہی یہ بھی لفظ ہیں کہ "وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے" تو پس جھوٹا جاننے والا ان لوگوں میں شامل ہو سکتا ہے جو مفتری کہتے ہیں۔

بہرحال یہ امر ثابت ہے کہ جنکو دعوت نہیں پہنچی مکذبین ہیں ان پر کسی قسم کا فتوے نہیں جنکو دعوت پہنچی اگر انہوں نے کافر یا کذاب یا مفتری کہا تو وہ کافر کہلا سکتے ہیں۔ اگر نہیں کہا تو وہ کافر نہیں کہلا سکتے۔

اس میں میں نے حضرت صاحب کی ۱۹۰۱ء سے بعد کی تحریروں کے حوالے دیئے ہیں تاکہ ان مکفرین اہل اسلام پر اتمام حجت ہو جو بےباکی سے حضرت صاحب کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو مسئلہ کفر کے متعلق بھی منسوخ بتاتے ہیں حالانکہ حضرت صاحب کی کسی تحریر میں مسئلہ کفر کے متعلق کسی تبدیلی عقیدہ کا کہیں بھی ذکر نہیں اور محض ڈھکوسلہ بازی سے کفر کے متعلق بھی تبدیلی عقیدہ کی آڑ میں پناہ لی جاتی ہے۔ اور اس طرح پر مسلمانوں کی تکفیر جیسے نازک مسئلہ میں ایسی بےباکی اور شوخی سے کام لیا جاتا ہے کہ گویا خدا پر کوئی ایمان ہی نہیں۔ ورنہ خوف خدا سے اگر کام لیا جائے تو یہ لفظ تو منہ سے نہ نکالے جاویں کہ مسئلہ کفر میں بھی آپ کا عقیدہ تبدیل ہو گیا تھا۔ حالانکہ حضرت صاحب کی تحریر میں ایسا لفظ کوئی نہیں بلکہ جب تریاق القلوب اور عبدالحکیم خاں کے خط میں کسی معترض نے تناقض قرار دیا تو آپ نے اس کے بیہودہ خیال کی تردید کی۔ کاش ہمارے دوست کچھ خوف خدا سے کام لیں اور اس قدر جرأت اس معاملہ میں نہ کریں۔

محمد علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم	ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسول کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدستِ ما مدام

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۳۸

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ للعہ ر

ششماہی للعہ ر

سہ ماہی ۹ ر

ماہوار ۹ ر

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے

جلد ۳ | نمبر ۱ | بنقدہ المسیح لاہور پنجشنبہ ۲۲ صفر ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۷

جلسہ سالانہ کی خصوصیت

آج کسی دوسری جگہ جلسہ سالانہ کی مختصر روئداد ہدیہ ناظرین کی گئی ہے اس میں ناظرین کرام بعض خاص لیکچروں کے متعلق یہ ملاحظہ فرمائینگے کہ ان پر بعض لوگوں کو سوالات کی اجازت بھی دی گئی۔ یہ ایک خاص خصوصیت تھی جو امسال جلسہ سالانہ پر اختیار کی گئی۔ اور الحمدللہ کہ بہت مفید اور بہت کار آمد اور باعث دلچسپی ثابت ہوئی۔ ہمارے یہاں سوال و جواب کا سلسلہ اس طرز اور اس روش پر نہ تھا کہ جیسے آریوں یا عیسائیوں کے ہاں ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں ہمیشہ ان کی طرف سے جو شخص لیکچر دیتا ہے اسے تو ایک گھنٹہ یا اس سے بھی زیادہ وقت دیا جاتا ہے لیکن اس پر سوال کرنے والوں کو صرف پانچ پانچ منٹ تک بولنے کی اجازت ہوتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس مجیب کو بھی۔ حالانکہ ایک گھنٹہ کے لیکچر پر اعتراض کرنا کافی وقت کو چاہتا ہے۔ ہمارے یہاں اس قسم کی کوئی پابندی نہ تھی اور اگرچہ اس عدم پابندی کے باعث جلسہ کے پروگرام پر بھی اثر پڑتا تھا لیکن محض اس خیال سے کہ معترض کو اپنے شکوک یا خیالات کے اچھی طرح بیان نہ کر سکنے کی شکایت نہ رہے انھیں کافی وقت دیا گیا پہلے دن میر محمد اسحاق نے بھی قریبا پونہ گھنٹہ لیا۔ پھر اگلے دن بھی اور اس سے اگلے دن بھی ایک آریہ مہاشہ چرنجی لال پریم نے اسی کے قریب قریب کم و بیش وقت لیا۔ اور دوران لیکچر میں بھی انکو بولنے کی اجازت دی گئی۔ یہ وسعت قلبی جو یقیناً صداقت اور صحیح عقائد کا ہی خاصہ ہوتا ہے۔ اور ہونا چاہئیے۔ اور جو کہ اسلام کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ ان مخالفین اسلام کے لئے جو معترض کے لئے پانچ پانچ منٹ کی تحدید پر سختی کے ساتھ عامل رہا کرتے ہیں۔ اور بالخصوص وہ جنہوں نے ہماری اس وسیع القلبی سے فائدہ اٹھایا ایک سبق عبرت کا باعث ہونی چاہئیے۔ کیا جس جرأت اور حوصلے سے وہ ہمارے سٹیج پر کھڑے ہوکر زیادہ وقت ملنے کی خواہش کرتے تھے۔ نہیں بلکہ ان کی درخواست کے بغیر ہی حضرت خواجہ صاحب انھیں خوب تشفی کے ساتھ بولنے کی اجازت دیتے تھے یہی رعایت وہ ان مسلمانوں کو جو ان کے یہاں جاکر کچھ کہنا چاہیں دے سکتے ہیں۔

ہر آنچہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند۔

جب اپنے لئے وہ یہ بات پسند نہیں کرتے کہ انھیں محدود وقت دیا جائے تو کیوں وہ دوسروں کے لئے بھی ایسا ہی انتظام نہیں کرتے۔ اگرچہ اس کے جواب میں یہی کہہ دیا جائے گا کہ اس طرح سے وقت کی پابندی نہیں ہو سکتی۔ اور جلسہ کے اوقات میں نقص واقع ہوتا ہے۔ لیکن یہ تو محض سطحی خیالات ہیں۔ ورنہ جس شخص کو طلب صداقت اور احقاق حق منظور ہو اس کو ان رکاوٹوں سے ڈرنا نہیں چاہئیے۔ آخر یہ ایمانیات کا معاملہ ہے۔ کیا حرج ہے اگر کسی کی بات کھول کر سن لی جائے ممکن ہے اس سے کوئی حق بات مل جائے لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ باطل ہمیشہ اسی قسم کی تنگدلیاں دکھایا کرتا ہے جو اسلام جیسے مذہب حقہ سے کوسوں دور ہیں۔

ووکنگ میں ایک خاندان کا قبول اسلام

مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۵ء کو دوران جلسہ میں جب کہ حضرت خواجہ صاحب اسلام اور عیسائیت پر لیکچر دے رہے تھے حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب کی طرف سے یہ فرحت افزا خبر موصول ہوئی کہ ووکنگ میں ایک خاندان نے جس کے پانچ ممبر ہیں اسلام قبول کیا ہے۔ اس خبر نے بجلی کی رو کی طرح حاضرین کے قلوب پر اثر کیا کیونکہ جناب آنریبل ذوالفقار علی خاں صاحب۔ کا بحیثیت صدر اس بات کا اعلان کرنا حضرت خواجہ صاحب کے مشن کی

احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و منیجر مہیکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

عراق عرب میں جنگ - دہلی ۲۷ر دسمبر عراق عرب کی جنگی کارروائیوں کے متعلق جنرل ٹاؤن شنڈ کی ۲۵ر دسمبر کی رپورٹ مظہر ہے غنیم ہمارے مورچوں کے ایک حصہ پر نہایت مستعدی سے حملہ آور ہوا - مگر اُس کا حملہ پسپا کر دیا گیا اور اُس کے ذریعہ سے ۰۰ ۸ آدمی تک مقتول ومجروح ہوئے ہمارا نقصان ۲۰۰ سے کم تھا +

کرمان کے برطانی - لنڈن ۲۵ر دسمبر لارڈ رابرٹ سیسل نے دیوان عام میں کہا کہ کرمان کا برطانی قونصل اور برطانی باشندے ۱۸ - دسمبر کو محافظ دستہ کے ہمراہ بندر عباس کو روانہ ہو گئے تھے - میرے خیال میں اگر نیرو کا قائم مقام گورنر وہاں امن قائم رکھ سکتا تو برطانی قونصل اور انگریز باشندے وہاں سے اس طرح چلے نہ آتے +

ملک معظم کا پیغام - لنڈن ۲۵ - دسمبر بحری وبری فوج کے نام ملک معظم کا پیغام جو گورنمنٹ ہند کی طرف سے شایع کیا جا چکا ہے - آج تمام سلطنت میں بحری اور فوجی احکام میں شائع کر دیا گیا ہے +

حملے کے اندیشہ سے اہل یونان کا اضطراب - لنڈن ۲۴ - دسمبر - ایتھنز کا تار مظہر ہے کہ اہل یونان کو سخت اضطراب دامنگیر ہو رہا ہے کہ کہیں یونانی مقدونیہ میں جنگ چھڑ جانے اور بلغاری اور جرمن ملکر یونانی علاقہ پر فوج کشی نہ کر دیں - مگر یونان کے فوجی حکام فوری حملہ کو بدیں وجہ غیر اغلب خیال کرتے ہیں کہ کونکل اسکوب ریلوے سامان رسد وغیرہ کی باربرداری کے لئے ناکافی ہے - اور بدیں وجہ غیر محفوظ بھی ہے کہ اگر متخاصم سرحدی آبادی سے نقصان پہنچانا چاہے - تو جرمن اور آسٹری

۲۵ - دسمبر - پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے - کہ جنرل کاسلنو وسٹی دی مورچوں کے معاینہ سے فارغ ہو گئے ہیں - وہ اکثر برطانی اور فرانسیسی کمانڈروں سے مل کر گفتگو کرتے رہے اور معاینہ کے نتائج پر اظہار اطمینان کیا اب جنرل کاسلنو ایتھنز تشریف لے گئے ہیں جہاں شاہ یونان سے ملاقات کریں گے +

توپخانہ کی سرگرمی - لنڈن ۲۵ - دسمبر - فرانس کے برطانی ہیڈ کوارٹر سے ۲۴ر دسمبر کا ایک مراسلہ مظہر ہے - کہ اس روز فریقین کا توپ خانہ آتشباری میں مصروف رہا - اور بالخصوص نواح یپرز میں خوب گولہ باری ہوتی رہا برطانی ہیڈ کوارٹر کا سرکاری مراسلہ مظہر ہے - کہ آج توپ خانہ کی سرگرمی حسب معمول جاری رہا - مگر کوئی خاص بات قابل ذکر وقوع میں نہیں آئی -

پیرس کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ کوئی اہم امر قابل ذکر نہیں برطانی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ کل یپرز میں توپ خانہ کی گولہ باری ہوتی رہے -

شدید گولہ باری - لنڈن ۲۶ - دسمبر پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ بلجیم کے علاقہ لومبرٹ زائڈ نیز واسجیز میں شدید گولہ باری جاری رہی - غنیم نے ہارٹ فینز ویلر کوف کے شمالی مورچوں پر بے سود گولہ باری کی - آرٹوا اور شیمپین میں ہمارے توپ خانہ نے غنیم کو بہت نقصان پہنچایا -

برطانیہ کے مجموعی نقصانات - لنڈن ۲۴ - دسمبر - مسٹر ایسکویتھ نے اعلان کیا کہ ۹ - دسمبر تک برطانی سپاہ کا فرانس میں کل ۱۷،۱۵،۲۳ نقصان ہوا - جن میں سے (۲۸۲-افسر ۷۷،۷۳ سپاہی ہلاک اور ۱۶۹۹ - افسر اور سپاہی ۵۲۶۸۹ مفقود الخبر تھے - دیگر رزمگاہوں میں باستثنائے دردانیال ۲۴،۱۹ نقصان ہوا جن میں سے ۸۷۱ - افسر اور ۱،۹۵۳ سپاہی ہلاک ہوئے تمام رزمگاہوں کے مجموعی نقصانات کی تعداد حسب ذیل تھی :-

مقتولین :- ۱۱۹۹۲۳

مجروحین :- ۲۲۸۷۵۸

مفقود الخبر :- ۶۹۵۴۶

برطانیہ کے فدائی - لنڈن ۲۴ - دسمبر مغربی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے -

ہلاک :- کپتان ۱ -

زخموں سے ہلاک :- کپتان ۱ - لفٹننٹ ۱ - دوم لفٹننٹ ۱ -

مجروحین :- میجر ۲ - کپتان ۳ - لفٹننٹ ۱ - دوم لفٹننٹ ۶ -

توپخانہ کے شدید معرکے - لنڈن ۲۴ر دسمبر روما کی سرکاری اطلاع مظہر ہے - کہ شمال ٹرینٹو اور کارنیا کی رزمگاہوں میں توپخانہ کے شدید معرکے وقوع میں آئے آسٹری توپخانہ اطالوی لائن کے عقبی علاقہ پر مسلسل گولہ باری کرتا رہا - آسٹریوں نے بلندی پر سے ایک گاؤں پر چٹان کے ٹکڑے پھینکے - مگر اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا -

گلیشیہ میں خفیف معرکے - لنڈن ۲۵ دسمبر پیٹروگراڈ کا تار مظہر ہے - کہ روس کی سرکاری اطلاعات میں کسی قدر سرگرم جنگ کا ذکر درج ہے - اور لکھا ہے - کہ غنیم نے مزانز کے قریب ہماری مقدم خندقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی - مگر اسے پسپا کر دیا گیا - اور روسیوں نے موبیر وسچیز کے علاقہ میں غنیم کی جمعیت پر اچانک حملہ کر کے ایک قلعبندی پر قبضہ کر لیا - اور غنیم کے جوابی حملوں کے باوجود ابتک اس پر مسلط ہیں +

جنگ کے متعلق روسی نقطہ خیال - لنڈن ۲۵ - دسمبر - پیٹروگراڈ کا تار مظہر ہے - کہ موسیو سازونوف نے ڈوما کی بجٹ کمیٹی کے روبرو ایک پر زور تقریر کے دوران میں بیان کیا - کہ سالونیکا میں قلعہ بندیوں کی تعمیر کی وجہ سے اب یونان کے ساتھ ہمارے تعلقات صاف ہو گئے ہیں - انہوں نے کہا کہ ہمدان اور قوم پر قبضہ کر لینے کی وجہ سے ہمیں ایران میں جرمنوں سازشوں کے استیصال کا کافی موقع مل گیا ہے +

پاپائے روم کی تمنائے - لنڈن ۲۴ - دسمبر روما کا تار مظہر ہے - کہ کارڈینل وانوٹیلی کی سرکردگی میں دیگر کارڈینل کرسمس کا سلام وپیام پہنچانے کی غرض سے پاپائے اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے - کارڈینل وانوٹیلی نے کہا - کہ تقدس مآب جو شہزادہ امن کے نائب ہیں - امن حقوق اور عدل و انصاف کو بحال کرنے کے سبب سے زیادہ اہل ہیں - پاپائے اعظم نے جواب میں اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ جنگ نے مسیحی دنیا کے روایتی عیش کو منغص کر دیا ہے - اور توقع ظاہر کی کہ قادر ذوالجلال کی مدد اور ایمانداروں کی دعاؤں سے بہت جلد امن قائم ہو جائیگا +

چین میں بغاوت - نیو یارک ۲۵ - دسمبر - اطلاع موصول ہوئی ہے کہ علاقہ یونان (مشرقی چین) میں انقلابی تحریک برپا ہو گئی ہے - جس کا سرغنہ ایک فوجی سابق گورنر ہے گورنمنٹ نے ان کی سرکوبی کے لئے ۳۰ ہزار فوج روانہ کی ہے +

ہندوستانیان جنوبی افریقہ کا ایمبولینس کور - لنڈن ۲۴ - دسمبر - جوہانسبرگ کا تار مظہر ہے کہ امپیریل گورنمنٹ نے اورا سے بحر کی جنگی خدمات کے لئے انڈین ایمبولینس کور کی دوسری کمپنی کا مطالبہ کیا ہے جس کے لئے رنگروٹوں کی بھرتی جاری ہے پہلا دستہ ،ار دسمبر کو ڈربن سے روانہ ہو چکا ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۳۱- دسمبر ۱۹۱۵ء نمبر

مختصر روئداد جلسہ سالانہ

الحمد للہ علی احسانہ کہ جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام حسب قرار داد گذشتہ ۲۵- دسمبر ۱۹۱۵ء سے شروع ہو کر کل مورخہ ۲۷- دسمبر ۱۹۱۵ء کو رات کے سات بجے بخیر و خوبی ختم ہوا- ان تین دنوں کی تقاریر اور مواعیظ حسنہ کو مفصل طور پر- اور من و عن لکھنے کے لئے تو شاید کافی وقت اور بہت سے صفحات کی ضرورت ہوگی جو انشاء اللہ آئندہ پرچہ جات میں پوری کرنے کی کوشش کی جائے گی- لیکن بہتر ہوگا کہ یہاں ان بیرونی احباب کے لئے جو جلسہ پر کسی ایک یا دوسری وجہ سے تشریف نہ لا سکے مختصر الفاظ میں یہاں جلسہ کی کیفیت و حالات درج کر دیئے جائیں تاکہ انہیں زیادہ انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے جلسہ کی تاریخیں اگرچہ حسب پروگرام مشتہرہ ۲۵ ۲۶- اور ۲۷- دسمبر تھیں- لیکن چونکہ ۲۴ تاریخ کو جمعہ تھا اس لئے اکثر احباب اس خیال سے کہ نماز جمعہ میں شریک ہو سکیں جمعرات کے دن ہی لاہور آنے شروع ہو گئے- حتیٰ کہ نماز جمعہ میں بیرونی احباب کا اچھا خاصہ مجمع تھا نماز جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے پڑھائی اور خطبہ میں

وقالت طائفۃ من اھل الکتب اٰمنوا وجہ النھار واکفروا آخرہ لعلھم یرجعون

سے شروع کر کے آخر رکوع ۸- سورۃ آل عمران تک پڑھ کر اس کی تفسیر فرمائی- اور اس کے ضمن میں جماعت کو بعض نہایت ضروری نصائح کیں- جو سب آپ کے اپنے الفاظ میں آئندہ اشاعت میں خطبہ جمعہ کے عنوان سے درج ہونگی اس کے بعد اسی دن نماز عصر کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صاحبزادی کے نکاح کا اعلان کیا گیا جو خواجہ صاحب کے بھتیجے یعنی خواجہ جمال الدین صاحب بی- اے انسپکٹر مدارس ریاست جموں و کشمیر کے صاحبزادے خواجہ جلال الدین صاحب کے ساتھ تین ہزار مہر پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے پڑھایا- اس موقعہ پر بھی حضرت امیر ایدہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قلبی کیفیت پر نہایت حیرت و مسرت کا اظہار فرمایا جو آپ کے ہر ایک شادی و غمی عسر و یسر اور رنج و راحت کے موقع پر تقویٰ کی پاک تعلیم دینے سے نمایاں ہوتی ہے- اور پتہ لگتا ہے کہ آپ کو تزکیہ نفوس کا کتنا جوش اور کس قدر درد تھا کہ جس کی وجہ سے آپ نے انسانی زندگی کا کوئی ایک شعبہ بھی تقویٰ کی تعلیم دینے سے خالی نہیں چھوڑا- حضرت امیرؓ نے اس بات کو مفصل اور مشرح طور پر بیان فرماتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا بھی ذکر کیا جو انھوں نے مکہ معظمہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چھوڑتے وقت کی تھی اور اس میں ایک رسول کی بعثت کی التجا کرتے ہوئے منجملہ دیگر شرائط کے اس کا کام تزکیہ نفوس بھی قرار دیا تھا- یعنی یہ دعا کی تھی کہ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم ...... ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم اور پھر بتایا کہ آنحضرت صلعم کا یہ دعوے کہ آپ اس دعا کے مصداق ہیں ایک بہت بڑا دعویٰ ہے جو آپ کی صداقت پر شاہد ہے- کیونکہ یہ دعویٰ آپ نے ایک ایسے وقت کیا جب ابھی آپ بہت سخت مصائب میں تھے- اگر تو کامیابی کے بعد آپ دعویٰ کرتے تو یہ اتنی بڑی بات نہیں- لیکن ایسی سخت نازک حالت میں اتنا بڑا دعوے کرنا جبکہ تزکیہ نفوس تو کیا جہالت اور اوباشی کی پرلی حد پہنچے ہوئے تھے- بہت بڑے قلب اور ہمت و جرأت کا باعث ہے- گویا ایک پہاڑ کو اٹھا لینا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ اتنا بڑا دعویٰ کیا جائے-

غرض آپ نے اسکی مفصل طور پر تشریح فرماتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ اور کسی نبی نے ایسا دعویٰ نہیں کیا- باوجودیکہ ان سے پوچھا بھی گیا- اور پھر جماعت کو اس تقوے کی تعلیم سے فائدہ اٹھانے کی رغبت دلائی اور صحابہ تابعین اور تبع تابعین کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ انھوں نے آنحضرت صلعم کی اس تعلیم سے فائدہ اٹھایا تو وہی دنیا کے معلم بن گئے- اب وہی تعلیم وراثت کے طور پر تمہیں پہنچی ہے تمہیں چاہیئے کہ اسی حقیقی وراثت کو لو اس کے بعد آپ نے نکاح کا اعلان کیا اور مجلس برخاست ہوئی- ہم ہر دو خواجہ صاحبان یعنی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب و حضرت خواجہ جمال الدین صاحب ان کے والد بزرگوار جناب خواجہ عزیز الدین صاحب اور نیز حضرت خلیفہ رجب الدین صاحب اور ان کے دیگر اعزا و اقارب کو اس مبارک تقریب پر صدق دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں

اگلے دن یعنی ۲۵ دسمبر ۱۹۱۵ء کو جو کہ حسب قرار داد جلسہ کا پہلا دن تھا- اگرچہ پروگرام کے مطابق سب سے پہلے حضرت امیر ایدہ اللہ کا ہی وقت تھا لیکن آپ کو بوجہ النبوۃ فی الاسلام کی تصنیف میں مصروف ہونے کے اپنا وقت حضرت خواجہ صاحب کو دینا پڑا اور خود شام کو تقریر فرمانے کا ارشاد فرمایا- چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے ۱۰½ بجے سے ایک بجے تک وصیت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک نہایت زبردست تقریر فرمائی اور شروع میں جماعت محمودیہ کی روش اور اپنے متعلق بعض غلط بیانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ جس ڈھنگ پر یہ لوگ چل رہے ہیں اور قوم کو چلانا چاہتے ہیں وہ ہمارے لئے مایوس کن ہے- آپ نے اس کے ضمن میں بعض ان غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں کا تذکرہ کیا جو حیدر آباد میں آپ کے متعلق کی گئیں- اور بتایا کہ ایک طرف جماعت میں تو یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ یہ احمدی نہیں اور دوسری طرف حیدر آبادی پبلک کو میرے متعلق بدظن کرنے اور بھڑکانے کے لئے انھیں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تو پکا احمدی ہے اور مرزا صاحب کو نبی و رسول مانتا ہے- اور حوالہ میں وہاں کے ایک مخالف مولوی انوار اللہ کی تصنیف در تردید حضرت اقدس کو پیش کیا جاتا ہے کہ جو کچھ اعتقادات اس میں حضرت اقدس کی طرف منسوب کیئے گئے ہیں وہی حقیقی احمدیت ہے- اور وہی اعتقادات خواجہ صاحب رکھتے ہیں- پھر ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کی برابری کرتا ہے اور دوسری طرف حیدر آباد میں میرے اس اشتہار سے جس سے قادیان میں یہ نتیجہ نکالا گیا تھا ان فقرات کو جن میں لکھا ہے کہ میری کل فتوحات مرزا صاحب کے نام پر ہیں اس بات کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے کہ میں حضرت مسیح موعود کے نام پر اپنی فتوحات کا اعلان کرتا ہوں- اور یہ غیر احمدی طبقہ کو بھڑکانے کے لئے کیا جاتا ہے- الغرض حضرت خواجہ صاحب نے اس قسم کی متعدد غلط بیانیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس کی وصیت کے متعلق یہ بتایا کہ اسے بدلنا عند الشرع اور عند القانون بالکل ناجائز ہے اور میاں صاحب نے [illegible] تقریر اس کی خلاف ورزی کی ہے- لیکن تاہم ہم نے درج کرنا پسند نہیں کیا

آپ نے انجمن کے متعلق ان تمام کارروائیوں کو گنتے ہوئے جو حضرت اقدس کی زندگی سے لے کر حضرت مولوی نورالدین صاحب کی وفات تک میاں صاحب اور ان کے رشتہ داروں کے زیر عمل رہیں اور کسی نہ کسی طرح انجمن پر اقتدار حاصل کرنے کی کوشش ہوتی رہی۔ ایک حلفیہ شہادت بھی دی جو میاں صاحب کی ان کوششوں کے نصب العین کو خوب واضح کرنے والی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے زمانہ میں ایک دن انجمن میں نزاع ہو گئی تو میں نے نواب محمد علی صاحب سے پوچھا کہ آخر یہ کیا معاملہ ہے کہ یہ آئے دن جھگڑے پڑے رہتے ہیں۔ کبھی طرز تبلیغ کے متعلق بحث ہے۔ کبھی مسئلہ کفر و اسلام کا جھگڑا ہے کبھی کچھ ہے کبھی کچھ۔ تو نواب صاحب نے کہا کہ رات کو آجانا ہم بتائینگے۔ جب میں رات کو گیا تو انھوں نے بہت دور سے بات کرکہا کہ یہ تو سب معمولی باتیں ہیں۔ آج تم خلیفہ کو انجمن پر اختیار دے دو آج یہ سب جھگڑے رفع ہو جاتے ہیں۔

الغرض حضرت خواجہ صاحب نے ان تمام باتوں کو بالتفصیل بیان کرتے ہوئے آخر میں یہ بتایا کہ وصیت کے معاملہ میں ہمیشہ وصیت کنندہ کے منشاء کو مد نظر رکھنا چاہئے اور وہ حضرت اقدس کی اس عبارت سے ظاہر ہے جس میں آپ نے الوصیت صہ کے حاشیہ پر جماعت کو مل جل کر کام کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ تا وقتیکہ کوئی مامور نہ آئے۔ اب آپ کی اس منشا کے خلاف کرنا ٹھیک نہیں۔ اور اگر انجمن کے سارے ممبر بھی کوئی کام آپ کی منشا کے خلاف کریں تو وہ جائز نہیں ٹھہر سکتا پھر آپ نے انجمن ترقی اسلام کی عدم ضرورت بتاتے ہوئے اس کے قیام کی وجہ صدر انجمن کا مختلف قانونی پیچیدگیوں میں ہونا بیان کیا۔ اور پھر جماعت کو وصیت کی خلاف ورزی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کے ارشادات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دلائی۔ اور اس کی بنا پر انھیں ملکر اشاعت اسلام کا کام کرنے [illegible] والشیا میں توحید کا جھنڈا گاڑنے کی تلقین کی۔ اور اپنے تھوڑے ہونے کی طرف خیال نہ کرنے اور کام کی طرف متوجہ ہونے کو ضروری قرار دیا۔

افسوس ہے کہ اس لیکچر کو میں بخوف طوالت مضمون اس قدر مختصر کر دینے پر مجبور ہوا ہوں۔ کسی آئندہ اشاعت میں اسے بطور ضمیمہ شائع کر دیا جائے گا۔ اس مختصر رپورٹ میں مفصل حالات کی گنجائش نہیں۔

تیسرے پہر یعنی بعد از نماز ظہر پھر جلسہ شروع ہوا اور سب سے پہلے سید مدثر شاہ صاحب واعظ انجمن نے انفاق فی سبیل اللہ پر ایک عالمانہ تقریر کی۔ اور پھر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے اپنے اس جوش اسلامی اور محبت دین متین کا تذکرہ کرتے ہوئے جو بچپن ہی سے آپ کے قلب صافی میں ودیعت کیا گیا ہے اور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو منوانے کا باعث ہوا۔ توحید الٰہی پر کچھ بیان کیا۔ یہ ہر دو تقاریر بھی کسی آئندہ اشاعت میں طبع ہو جائینگی۔ اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ کا معرکۃ الآراء لیکچر مسئلہ نبوت پر ہوا جو اس زبردست اور فیصلہ کن تصنیف کا گویا خلاصہ کہنا چاہئے۔ جو اس ماہ میں چند ہی دنوں میں آپ نے النبوۃ فی الاسلام کے نام سے تصنیف فرمائی ہے۔ آپ نے باوجود رات دن کے کام سے سخت تھکے ہوئے ہونے کے ایسی زبردست اور عالمانہ تقریر فرمائی کہ جس سے تمام حاضرین جلسہ از حد متاثر ہوئے۔ اور جس سے نبوت کی اصل غرض و غایت سب کی سمجھ میں آگئی اور یہ پتہ لگ گیا کہ اس غرض کے ختم ہو جانے کے باعث آنحضرت صلعم کے بعد نبوت بھی ختم ہو گئی۔ افسوس کہ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن میں میں ان تمام حقائق و معارف کو اس مختصر رپورٹ میں درج کر سکوں اور پھر آپ کی برجستہ تقریر اور فصاحت و بلاغت کا ذکر کرکے یہ بتاؤں کہ کس جوش کے ساتھ آپ کے منہ سے حقائق و معارف کے دریا امنڈے چلے آ رہے تھے۔ اور حاضرین کس ذوق و شوق سے ان سے سیراب رہتے تھے۔ اس کیفیت اور اس حالت کا حال دیکھنے سے ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرک کی بیخکنی اور صداقت کی ترویج کے لئے کس قدر جوش کتنا درد اور کس قدر علم عطا فرمایا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ کوشش کرینگے کہ اس تمام تقریر کو بھی کسی آئندہ اشاعت میں بطور ضمیمہ چھاپ دیں۔ فی الحال ناظرین دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے "النبوۃ فی الاسلام" بقیمت عہ منگا کر کے مفصل طور پر آپ کے پاک خیالات سے مستفیض ہوں۔

حضرت امیرؓ کے لیکچر کے بعد سوال کرنے والوں کو وقت دیا گیا۔ چنانچہ جماعت محمودیہ کی طرف سے میر محمد اسحاق صاحب نے چند سوالات کئے جنکے حضرت امیرؓ نے تسلی بخش جوابات دیئے۔ جن سے حاضرین جلسہ بہت متاثر ہوئے۔ آخر میں حضرت خواجہ صاحب نے اس دوران سوال و جواب میں ہر دو فریق کی متانت اور شرافت کی داد دی۔ اور یہ خواہش کی کہ تحریرات میں بھی اسی طرز اور روش سے کام لیا جائے تو بہت مفید ہے۔ اور نیز یہ بھی کہا کہ اپنے اپنے عقائد میں حضرت اقدس کی تحریرات سے سند تو ضرور دو لیکن ان میں تضاد دکھا کر آپ کو بحیثیت مصنف غلط نویس ثابت نہ کرو۔ بلکہ جیسا کہ حضرت امیرؓ نے کیا ہے۔ ان میں تطبیق کرنے کی کوشش کرو۔

(باقی دارد)

جلسہ سالانہ پر بیعت کرنیوالے

ذیل کے احباب سالانہ جلسہ پر حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر احمدی بیعت میں داخل ہوئے

محمد ریاض الدین صاحب امرتسر
میاں محمد اسمعیل صاحب گلہ مہاراں
منشی میرزمان صاحب ایبٹ آباد
میاں فضل احمد صاحب کپورتھلہ
میاں سلطان علی صاحب 〃
میاں محمد یسین صاحب دانتہ
میاں عبداللہ صاحب 〃

ایک اور خاتون کا قبول اسلام

کسی دوسری جگہ ووکنگ کے ایک خاندان کے قبول اسلام کی خوشخبری ہدیہ ناظرین کی جا چکی ہے۔ اس بارہ میں ابھی حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب کی چٹھی برائے اشاعت بھی موصول ہوگئی ہے جس کے ساتھ ایک اور خوشخبری یہ بھی ہے کہ ایک اور خاتون جن کا نام مس [illegible] ہے اور وہ برائٹن کی رہنے والی ہیں مشرف باسلام ہوئی ہیں فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانات کا شکریہ کس زبان سے ادا کیا جائے جس نے محض اپنے کرم سے اپنے خادمان دین کی کوششوں کو بارور فرمایا۔ اور آئے دن اپنی نظروں سے یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نقشہ دکھا رہا ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم تسبیح و تحمید کریں۔ جو دراصل ہماری کی جان چاہتے ہیں۔ تسبیح سے مدد دین کی نصرت کیجئے

خطبہ جمعہ

ارباباً من دون اللہ کی پرستش سب سے بڑا شرک ہے

تمام مذہبی تنازعات کے فیصلہ کی ایک نہایت آسان راہ

اسلام کی دعوت ایک امر مشترک کی طرف

(از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی)

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ .... الی .... وتکتمون الحق وانتم تعلمون (آل عمران ۵۵-۶۵) کیا درد معلوم ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس بات کے لئے کہ لوگ توحید کے اوپر قائم ہو جائیں۔ اور پھر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت جو خیال ہے قرآن میں شرک کے مختلف شعبوں کی تردید پر زور دیا گیا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی خواہشات کا نتیجہ نہ تھا۔ آپ کے سامنے تو بت پرستی کا ایک وسیع میدان تھا۔ صورت پرستی۔ شجر پرستی۔ حجر پرستی۔ خس وخاشاک پرستی۔ ہاں تک کہ ہوا اور پانی اور آگ کی پرستش بھی ہوتی تھی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ جس قدر اس شرک پر کہ جو ارباباً من دون اللہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ زور دیا ہے۔ اور جس پیرایہ میں اس کے خلاف دلیل پر دلیل دینے کے بعد آخر میں آ کر مباہلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ اس رنگ میں اور اس پیرایہ میں اسکی تردید نہیں کی۔ اور اس پر زور نہیں دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دکھایا گیا ہے۔ اور ان کو کیا دکھایا جاتا تھا۔ خود اللہ تعالےٰ کے علم میں یہ بات تھی۔ کہ جس قدر اس شرک سے نقصان نوع انسان کو پہنچنے والا تھا۔ اور جس وسعت کے ساتھ یہ پھیلنے والا تھا۔ دوسرا نہیں۔ اس لئے فرمایا۔ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہدا۔ ان دعوا للرحمٰن ولداً۔ ان لفظوں کے اندر جس شوکت اور رعب پایا جاتا ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ ان دعوا للرحمٰن ولداً کا اس قدر زور ہوگا کہ جو مخلوق خدا کی تباہی کا موجب ہے۔ دوسری طرف دیکھو۔ تیرہ سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود مکہ میں رہکر بت پرستی اور ایک ایک قسم کی پرستشوں کی تردید کرتے رہے۔ اور ہر قسم کے پختہ دلائل سے ان کی تردید کی۔ لیکن یہ نہیں کہا کہ فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ لیکن عیسائیوں پر جب حجت تمام کی۔ تو آخر میں اس جھگڑے کا قطعی فیصلہ کر دینے کے لئے انہیں کھلے لفظوں میں یہ چیلنج دیا۔ یہ اس لئے کہ وہ پہلا شرک تو عنقریب مٹ جانے والا تھا۔ اس لئے اسکی تردید میں پورا زور لگایا۔ اور کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مسیح کی پیدائش۔ اس کا بچپن۔ اسکی جوانی۔ پھر بڑھاپا پھر موت۔ سب کچھ گنا۔ اور اس طرح سے یہ ثابت کر دیا۔ کہ اس کے اندر کوئی ایسی بات نہیں تھی جو خدا کی ہو۔ اس قدر تغیرات جس پر آئیں بھلا وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ ان تمام دلائل کے بعد آخر جب دیکھا کہ اب بھی نہیں ملتے۔ تو فرمایا فمن حاجک فیہ فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم الخ۔ اس قدر دلائل کے بعد بھی اگر وہ تم سے جھگڑتے ہیں تو پھر انہیں مباہلہ کے لئے بلاؤ۔

یہ ایک روحانی رنگ کا مباہلہ تھا۔ روحانی رنگ کا مقابلہ وہ میدان تھا جس میں اگر وہ مقابلہ میں آجاتے تو ان کا صفایا ہو جاتا۔ لیکن انہوں نے گریز کیا۔ آخر اس کا نتیجہ انہیں جسمانی رنگ میں بھگتنا پڑا۔ اور ایک وقت ان پر آیا کہ وہی مقابلہ جسمانی طور پر انھوں نے منظور کیا۔ اور شکست فاش کھائی۔ صلیبی جنگوں میں کس زور شور سے وہ میدان مقابلہ میں اترے اور اس میں اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی ساتھ لائے۔ یہاں تک کہ ایک بارہ برس کے لڑکے کے متعلق کہا۔ کہ اس نے دوسرے لڑکوں میں وعظ کیا۔ اور انہیں اکسایا۔ اس کے ساتھ ہزاروں کو خروج ہو گئی۔ لیکن اب اسباب کی فکر ہوئی کہ سمندر کیسے عبور کریں۔ تو ان کے پاس ایک سونٹا تھا جس کے متعلق انہیں یہ یقین دلایا گیا۔ کہ جب تم سمندر کے کنارے پر پہنچ کر اس سونٹے کو پھیر مارو گے تو وہ خشک ہو جائیگا۔

الغرض وہ مقام جس میں روحانی رنگ میں انہیں بلایا تھا۔ اس سے تو انہوں نے گریز کیا۔ لیکن جسمانی رنگ میں انہیں مقابلہ پر آنا پڑا۔ اور وہ جس کے لئے وعدہ تھا کہ ان الارض یرثہا عبادی الصالحون۔ اسے پامال کرنا اور مسلمانوں کے نام ونشان [illegible] کو مٹانا چاہا۔ لیکن سارے یورپ .... بالمقابل .... ایک اکیلا صلاح الدین بادشاہ ان سب کو پیچھا دکھاتا ہے اس لئے کہ یہ مقابلہ وہ ایک نشان صداقت کو مٹانے کے لئے کرتے ہیں۔ اور اس ارض مقدس کو لیکر اپنے آپ کو زیادہ صلاحیت والے ٹھیرانا چاہتے ہیں۔ تو یہیں وہ جانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں لاکر دکھا دیا۔ کہ اگر وہ روحانی رنگ میں بھی مقابلہ میں آجاتے۔ تو ایسی ہی نیچا ہی دیکھتے۔ اب اس کے بعد ایک اور فیصلہ کی راہ بتاتا ہے۔ فرماتا ہے کہ اگر اس طرف بھی نہیں آتے کہ تم سے مباہلہ کریں۔ تو تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الخ۔ آؤ ہم ایک برابری کی بات پر کاربند ہو جائیں کلمۃ سواء کے معنے ہیں برابری کی بات۔ اور وہ یہ ہے کہ تم بھی اپنی کتب مقدسہ کو دیکھو۔ اور ہم بھی اپنی پاک کتاب کو پڑھیں۔ اور ان سب میں جو مشترک بات معلوم ہو۔ اسکو مان لیں۔ اگر دونوں فریقوں میں کچھ امور کے متعلق جھگڑا ہو۔ تو ان میں سے باہم جتنے امور طے ہو جائیں کم از کم ان کو تو قبول کر لیں۔ اور ان پر کاربند ہو جائیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری ہتھیار تھا جس کا اس باطل کا سر کچلا گیا۔ سٹڈی آف کمپیریٹو ریلیجنس سے انسان کو پتہ لگ جاتا ہے کہ فیصلہ کی آسان راہ یہی ہے۔ جو اسلام نے بتائی۔ اور اسی پر چلکر فوراً فیصلہ ہو جاتا ہے کہ اسلام ہی اصولی طور پر سچا مذہب ہے۔ آخر دیکھو آج یورپ کو ماننا ہی پڑا کہ اسلام کے اصول سچے ہیں۔ یہ درحقیقت ایک بڑی ہی عمدہ راہ ہے۔ ہمیں سمجھانا ہے کہ پہلے تمام دنیا کے مذاہب کو لو۔ ان سے امر مشترک نکال لو اسکو اصول کے طور پر قائم کر دو۔ پھر متفق فروعات ہیں یعنے جو باقی جھگڑے کی باتیں رہ جاتی ہیں۔ ان کو نکال دو۔ تو ان سے یقیناً ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلام کا اصول صحیح ہے۔ اس رنگ میں ہی نے مذاہب کا مقابلہ کیا ہے۔ مثلاً یہی تعلیم دیکھو تورات میں بھی موجود ہے مسیح بھی یہی کہتا ہے کہ تمہارا اور میرا خدا۔

لوگوں نے اس رنگ میں کہ خدا ایک ہے اعتقادی طور پر تو مان لیا لیکن عملی طور پر نہیں۔ مثلاً یہودیوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر پوچھا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ اتخذوا احبارہم ورہبانہم ارباباً من دون اللہ اپنے احباروں اور رہبانوں کو خدا کے سوا اپنے معبود بنا رکھا ہے ہم نے ہاں ایسا کیا ہے۔ یہ تو بالکل غلط ہے۔ تو آپ نے کہا کہ

کیا تم انکے حلال کئے ہوئے کو حلال اور حرام کئے ہوئے کو حرام نہیں سمجھتے ہیں۔ کہنے لگے۔ کہ ہاں یہ تو ہم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی تو ہے اربابا من دون اللہ بنانے کی دلیل ہے۔ خدا نے تمہیں انسان بنایا ہے۔ عقل اور تمیز دی ہے۔ لیکن تم اپنی عقل سے کام نہیں لیتے۔ آخر وہ تمہارا احبار اور رہبان کیا ہیں۔ وہ بھی تمہارے جیسے انسان ہی ہیں۔ اپنی عقل سے کام لیتے ہیں۔ تم عقل کو کام میں نہیں لاتے۔

. . . کہ عقل اور تمیز سے کام لے۔

یہودیوں کے احبار اور رہبان ایسے ہی تھے۔ جیسے تمہارے یہاں کے پیر۔ وہ کون ہیں۔ وہی انسان جیسے ہم ہیں۔ ویسے ہی وہ انہوں نے ذرا تم سے زیادہ پڑھ لیا۔ بس پیر بن بیٹھے۔ تم نے اپنی عقلوں کو اس طرف نہ لگایا۔ تدبر اور تفکر نہ کیا۔ ان کے پیچھے لگ گئے۔ حالانکہ یہ نہیں چاہیئے۔ کہ جو انہوں نے کہا بس وہ قانون بن گیا۔ تم میں ایسے لوگ ہونے چاہئیں۔ جو انہیں ٹیڑھی راہ سے ہٹانے کے لئے تیار رہیں۔ کہاں وہ صحابہ رض جیسے لوگ ہوں کہ جن کی ایک ایک عورت کو قرآن کی اتنی معلومات ہو۔ کہ وہ عمر رض جیسے شخص کو منبر پر کہدیں کہ تو کون ہوتا ہے۔ مہر کو کم کرنے والا۔ جب خدا حکم دیتا ہے۔ وان اتیتم احدٰھن قنطارًا فلن توخذ منہ شیئًا تو یہ حالت جس وقت قوم کی ہوتی ہے کہ دین کے اندر تفقہ نہیں رہتا تو وہ جو تھوڑی سی دسترس رکھتا ہو۔ وہ پیر بن بیٹھتا ہے۔ اور لوگ اس کی اندھی تقلید کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ مگر در اصل قوم اس وقت بنتی ہے کہ جب کوئی قرآن کے خلاف چلنے لگے تو ہر ایک شخص اس کے منہ پر دھیر لگانے کو تیار رہے۔

تم اپنے اندر وہ کیفیت پیدا کرو تم کو پتہ ہو کہ قرآن نے کیا کہا ہے تم کو خبر ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تعلیم دی ہے روزانہ ایک گھنٹہ یا تھوڑا سا وقت قرآن پڑھو۔ حدیثوں کو پڑھو۔ اور خود وہ حالت پیدا کرو۔ کہ دوسروں کی غلطیوں کو پکڑ سکو۔ بات صرف یہ ہے کہ تم نے تفقہ کرنا چھوڑا ہوا ہے لوگ دوسرے دنیوی کاموں میں لگے رہتے ہیں اور قرآن میں کوئی تدبر نہیں کرتے . . . .

. . . . یوں پوچھو کہ گھر میں . . . قرآن ہے کوئی موجود ہوں گے اور بہت مجھ سے بڑے متقی لیکن یہ نہیں معلوم کہ ان میں کیا لکھا ہوا ہے۔ تو اس آیت میں کلمہ سواء کی طرف بلا کر اسلام نے تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہی کر دیا ہے یہ وہ عبارت ہے کہ جو اسلام کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ لوگ حدیث پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور انہیں صحیح نہیں سمجھتے۔ یہانتک کہ امام بخاری رض کو گالیاں دیتے ہیں۔ میرے منہ پر ایک شخص نے کہا کہ بخاری نے یہ ردی کا . . . اخبار جمع کیا ہے لیکن آنحضرت اعتراضات کا یہی فیصلہ کر دیتی ہے یہ آیت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک خط کے اندر تھی۔ جو آپ نے ہرقل . . . . کو لکھا اس خط کی نقل حدیث کی کتابوں میں لکھی ہے۔ آج وہ اصل خط بھی دستیاب ہو گیا ہے جس پر حرفاً حرفاً وہی عبارت ہے جو حدیثوں میں مندرج ہے۔ اور اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی مہر ہے۔

یا اھل الکتاب لم تحاجون فی ابراھیم

اے اہل کتاب کیوں جھگڑا کرتے ہو۔ ابراہیم کے بارہ میں۔ جسطرح اہل کتاب کو اس کلمہ سواء کی طرف بلایا۔ جو ان میں اور ہم میں مشترک ہے یعنی ایک خدا کی عبادت کرنا۔ اسی طرح سے حضرت ابراہیم بھی تمام قوموں میں کلمہ سواء کے طور پر ہیں۔ آپ کو مسلمان یہود۔ اور نصاری مشترک طور پر بزرگ اور نبی جانتے ہیں۔ اس لئے اب عملی طور پر بتایا ہے کہ وہ کلمہ سواء کیا ہے۔ وہ ہے۔ ابراہیم کا مذہب۔ وما انزلت التوراۃ والانجیل الا من بعدہٖ۔ آپ توریت اور انجیل کی تعلیمات کے پیرو نہ تھے۔ بلکہ یہ تو آپ کے بعد اتری ہیں۔ آج بھی نصاری کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بھی کفارے پر ایمان لائے تھے۔ موسے بھی کفارہ پر ایمان لائے تھے۔ فرمایا یہ تمہاری کتابیں توریت اور انجیل جن سے تم کفارہ کی تعلیم نکالتے ہو۔ یہ تو بعد کی ہیں۔ افلا تعقلون پس کیوں تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ ھا نتم ھؤلاء حاججتم فیما لکم بہٖ علم فلم تحاجون فیما لیس لکم بہٖ علم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔ ہاں تم وہ لوگ ہو جو جھگڑے اسبات میں جس کے متعلق ان کے پاس علم تھا۔ پس کیوں تم اس بات میں جھگڑا کرتے ہو۔ جس کے متعلق تمہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین۔ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے۔ اور نہ نصرانی۔ بلکہ وہ حنیف مسلم تھے۔ وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔ حنیف کے معنے ہیں افراط اور تفریط کو چھوڑ کر میانہ روی کو حنف کہتے ہیں۔

اب بتاتا ہے کہ ابراہیم کا مذہب کیا ہے۔ فرمایا ان اولی الناس با براھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین اٰمنوا واللہ ولی المؤمنین انسانوں میں زیادہ بلند مرتبہ وہ ہیں جنہوں نے ابراہیم کی پیروی کی۔ یعنی اس وقت کوئی قوم ہوگی جنہوں نے حضرت ابراہیم کے قدم بقدم مارا۔ اور یہ نبی صلعم اور جو اس پر ایمان لائیں اور اللہ تعالی مومنوں کا ولی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وجود کے ساتھ ایک ظاہر علامت رکھی تھی۔ اور وہ اللہ تعالی کا آپ کے ساتھ یہ وعدہ کرنا ہے۔ کہ ارض مقدس (کنعان) ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تیرے پاس رہے گی۔ یاد رکھو اس وعدہ کے اصل پورا کرنیوالے وہی ہونگے جو ظاہری طور پر اس ارض مقدس کے مالک ہوں۔ ورنہ جاؤ پہلے اپنی کتابوں کو باطل کرو پس جب تک اہل کتاب حضرت ابراہیم کے مذہب کے پیرو رہے۔ اور خدا تعالے کے ان وعدوں کو پورا کرتے رہے۔ جن کا انہوں نے اللہ تعالے سے وعدہ فرمایا تھا۔ اس وقت تک وہ زمین ان کے پاس تھی اور وہ اولی الناس تھے لیکن اب چونکہ وہ اور باتوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں اس لئے اب ھذا النبی والذین اٰمنوا۔ یہ نبی اور اس پر ایمان لانے والے ہی حقیقت میں اس وعدہ کے مصدق و مصداق ہیں۔ اور انہی کے قبضہ میں یہ سرزمین رہیگی۔ والذین اٰمنوا میں اس بات کو کھولدیا کہ اب مالک وہی ہوں گے جو نبی کو مانتے ہیں جسمانی فرزندوں کا سلسلہ اب باقی نہیں رہا۔ اسے بنی اسرائیل پر کاٹ دیا گیا یہی حقیقت ہے جسے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں کھولا گیا ہے۔

النبوۃ فی الاسلام

یعنے وہ معرکۃ الآرا تصنیف جو نبوت و رسالت کی حقیقت اور غرض و غایت۔ اسکی وحی کی امتیازی نشانات۔ آنحضرت صلعم پر اسکے اختتام اور امت محمدیہ میں اس میں سے باقی رہنے والی چیز یعنی مبشرات اور اسکے مورد اشخاص بالخصوص حضرت مسیح موعود کی نبوت اور آپ کی دیگر اولیاء اللہ خصوصیت پر قرآن کریم احادیث۔ اقوال ائمہ اور تحریرات مسیح موعود کی بنا پر بحث کی گئی ہے۔ اور ادلہ صحیحہ سے ان عقاید باطلہ کی تردید کی گئی ہے۔ میاں محمود احمد صاحب نے حقیقۃ النبوۃ میں بیان کئے . . . . حضرت مسیح موعود . . . . حضرت

ام القریٰ

سیریز ماخوذ از

امم سامیہ کا مسکن اول

(از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نائب مؤلف سیرت نبوی)

امم سامیہ زمانۂ تاریخ کے پہلے سے متفرق لیکن متصل مقامات میں آباد ہیں۔ اس لئے سوال یہ ہے کہ جب وہ صرف چند کنبوں سے عبارت تھیں۔ تو اُن کا مسکن کہاں تھا؟ مؤرخین عرب کے نزدیک اس کا ایک ہی جواب ہے کہ عرب!

یورپ کے موجودہ علمائے اقوام والسنہ کے نزدیک اس سوال کے جواب میں چار نظریئے پیش ہیں۔

اول یہ کہ ان کا مسکن اول افریقہ ہے جہاں سام کے بھائی حام کی اولاد زمانۂ تاریخی میں آباد ملتی ہے۔ اس نظریہ کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ سامی اور حامی زبانوں میں مشابہت بہت شدید ہے۔ نیز سامی اور حامی اور خصوصاً جنوبی عرب کے سامیوں اور حامیوں کے رشتہ (حبش مراد ہیں) بھی بعض اعضا میں مشابہت تامہ پائی جاتی ہے۔

لیکن یہ دلیل نہایت عجیب ہے۔ دو بھائیوں میں اگر مشابہت پائی جاتی ہے۔ اور ایک افریقہ میں رہتا ہے۔ تو کیا ضرور ہے کہ دوسرا بھی افریقہ ہی میں اولاً رہتا ہو۔ یہ کیوں نہیں فرض کیا جاسکتا۔ کہ خود حامی پہلے سامی خاندانوں کے ساتھ رہتے تھے۔ اور ایک مدت کی یکجائی کے بعد اُن سے الگ ہوئے۔ صحبت و اجتماع و اتحادِ نسل کا بقیہ آثار دونوں میں متحداً موجود ہے۔

جنوبی عرب (یمن) اور حبشیوں میں یقیناً مشابہ ہے۔ لیکن اس کا سبب بالکل ظاہر ہے۔ حبش کوئی مستقل آبادی و نسل نہیں ہے۔ بلکہ وہ یمنی عربوں کی ایک نوآبادی ہے اور اُن کی نسل کا مخلوط حصہ ہے۔ اسی سے عرب اُن کو "حبش" (مخلوط) کہتے ہیں۔ اور اسی بنا پر قدیم مؤرخین یمن و حبش کو دو مستقل ملک قرار نہیں دیتے ہیں۔ بلکہ ایک ہی (ایتھوپیا) کے ان کو دو ٹکڑے سمجھتے ہیں۔

دوسرا نظریہ یہ ہے۔ کہ بنو سام کا پہلا وطن آرمینیہ و کردستان تھا۔ لیکن اس تھیوری کی صحت پر توراۃ کے چند الفاظ کے سوا جنکے معنے غلط قرار دئے گئے ہیں۔ (جیسا کہ ہم آگے بتائیں گے) کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی لئے نولدیکی نے جو محقق ترین مستشرقین ہے

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا طبع ۱۱ ج ۲۴ صفحہ ۱۲۰

لکھا ہے کہ "اس تھیوری کو اب کوئی تسلیم نہیں کرتا۔"[۱]

تیسری تھیوری پروفیسر گیدی۔ (Guidi) ایک اطالین مستشرق کی ہے اس کی رائے ہے۔ کہ سامیوں کا مسکن اوّل فرات کا حصۂ زیرین تھا۔ گیدی نے اپنے دعوے کو عجیب وغریب مقدمات پر مبنی کیا ہے۔ ان کا اجمالی بیان یہ ہے:

یہ ظاہر ہے کہ ابتدائی زبان میں سب سے پہلے ابتدائی ضروریات اور گردوپیش کی چیزوں کے لئے الفاظ پیدا ہوں گے اور اس لئے یہ الفاظ عموماً مختلف خاندانوں اور زبانوں میں تقسیم ہونے کے بعد بھی بطور ترکہ موروثی کے مشترکاً باقی رہیں گے۔ سامی زبانوں میں اس قسم کی چیزوں کے لئے جو مشترک الفاظ ہیں مجموعی طور سے ان کا وجود جہاں پایا جائیگا۔ وہی امم سامیہ کا مسکن اوّل ہوگا۔ اس حیثیت سے جو مشترک چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ ان کی شہادت ہے کہ وہ فرات کے حصۂ زیرین کی پیداوار ہیں۔

نولدیکی اس رائے کی بھی تردید کرتا ہے وہ کہتا ہے۔ کہ اولاً ابتدائی ضروریات کے قدیم مشترکہ الفاظ تطاول زمانہ سے باقی کہاں رہے ہیں ثانیاً یہ اصول خود صحیح نہیں۔ کہ تمام ابتدائی ضروریات کے لئے ابتدائی زبان اور اسکے فروع میں مشترکہ الفاظ ہونگے۔ خیمہ۔ لڑکا آدمی بڑھا وغیرہ ان معانی کے لئے اکثر سامی زبانوں میں مختلف الفاظ ہیں۔ تو کیا یہ کہا جائیگا۔ کہ ان کے لئے موطن اول میں الفاظ نہیں پیدا ہوئے تھے۔ حالانکہ زندگی کی یہ ابتدائی باتیں ہیں ثالثاً جنوبی وشمالی امم سامیہ میں بعض مشترکہ الفاظ ہیں۔ جو اصول مذکورہ کے مطابق مسکن اول کے متولدات ہونے چاہئیں حالانکہ بمشکل اُن کا وجود فرات کے مقام میں تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

گیدی سے پہلے اسی قسم کی دلیل وان کریمر نے قائم کی تھی۔ اور اُس کے خیال کے مطابق اُس کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ سامی قوموں کا ابتدائی مسکن ایشیائے وسطی میں نہر جیحوں وسیحوں کے پاس ہے۔ ایک ہی قسم کے دلائل سے دو مختلف نتائج کا ظہور دونوں کے ابطال کی تائید کر

چوتھی تھیوری جو قرین صواب اور باعتبار دلائل مستحکم ہے یہ ہے کہ بنو سام کا مسکن اول عرب تھا۔ اس تھیوری کے طرفدار یورپ اور

[۱] ایضاً برٹانیکا۔ ج ۲۔ ص ۲۶۴

امریکہ کے علما کی ایک کثیر جماعت ہے جس کے مشاہیر ارکان یہ ہیں۔ ڈی خوی۔ شپرنگر۔ سوکلر۔ ٹیل۔ مہر اور اسپرنگر۔ نولدیکی کی رائے بھی اسی طرف راجح ہے۔ انگریز علماء میں کین بدہرٹس اسمتھ۔ سموال لے انگ اور ولیم رائٹ اور امریکن میں سائس اور اجرس وغیرہ محققین کبار کی بھی یہی رائے ہے۔ اس جماعت کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ عرب سے نکل نکل کر قومیں ادھر سے ادھر پھیلی ہیں۔

۲۔ عربی زبان تمام السنۂ سامیہ میں سے قدیم سامی زبان کے قریب تر ہے۔

۳۔ عربوں کی جسمانی ساخت خالص و صحیح سامی ساخت ہے۔

۴۔ اُن کی اجتماعی ومعاشری زندگی صحیح ابتدائی سامی یادگار ہے۔[۱]

مزید توضیح کے لئے ہم بعض علمائے اقوام والسنہ کے خیالات کی ترجمانی بھی کرتے ہیں۔

امریکہ کا مشہور مصنف اور السنۂ سامیہ کا محقق سائس اپنی تصنیف "اسیرین گرامر" میں اس مسئلہ کے متعلق اپنی حسب ذیل رائے ظاہر کرتا ہے۔

"سامی روایات ہر حیثیت سے ملک عرب کا اپنا اصلی گھر ہونا ظاہر کرتی ہیں۔ دنیا کا یہی ایک ٹکڑا ہے۔ جو خالص سامی باقی رہا ہے جنہی خصوصیات مذہب کی شدت توحش۔ غیر قوموں سے احتراز۔ بدویانہ زندگی ان تمام چیزوں کی بہترین تشریح ریگستان کی اصل ہے"

ڈاکٹر اسپرنگر "جغرافیہ عرب قدیم" میں لکھتے ہیں:-

میرے یقین کے مطابق تمام سامی قومیں عرب ہی کے تو بر تو طبقے ہیں۔ انہوں نے اپنے کو طبقات در طبقات بنا رکھا تھا۔ اور کون جانتا ہے۔ کہ مثلاً کنعانیوں سے پہلے جن سے ہم تاریخ کی ابتدا میں ملتے ہیں۔ کتنے طبقے گذر چکے تھے۔

شپرنگر ایک جرمن رسالہ میں اپنا خیال ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

مذہبی فسانے لغوی تحقیقات۔ جغرافی اور تاریخی بیانات سب ثابت کرتے ہیں۔ کہ ان مختلف سامی قوموں کا مسکن اول عرب ہے

مشہور مستشرق ڈی خوی ۱۸۹۲ء ایک اکاڈیمی کے خطبہ صدارت میں اپنا اعتقاد یہ ظاہر کرتا ہے:-

[۱] ان تمام دلائل کے لئے دیکھو:- Rogers History Vol. I. P. 306, 307 نیز Wright P. 4-9

"عرب وسطی ہی سامی قوموں کا مسکنِ اول ہے۔ جہاں سے مختلف طبقات نکل کر شام بابل۔ عمان اور یمن وغیرہ میں پھیلے۔ اور اپنے پیشروؤں کو آگے کردستان۔ آرمینیہ اور افریقہ میں دھکیلتے رہے"۔[1]

کیمبرج یونیورسٹی کا عربی پروفیسر ولیم رائٹ اپنی تصنیف "السنہ سامیہ کی نحو" میں لکھتا ہے "ان مختلف علماء میں سے کس کی رائے صحیح ہے۔ ہم آہستہ آہستہ اس کا فیصلہ کر سکیں گے۔ لیکن اسی اثناء میں۔ میں صرف یہ کہوں گا۔ کہ میں خود کو عربی صف میں شریک اور بڑی خوشی کے ساتھ منسلک کرتا ہوں"۔

امریکہ کا پروفیسر راجرس اپنی تصنیف تاریخ بابل و اسور میں لکھتا ہے کہ امم سامیہ کا مسکن اول عرب ہونا اب عموماً مسلم ہے۔[2] سامی قومیں کہاں سے آئیں۔ بعضوں کا خیال ہے۔ کہ شمال کی جانب سے کردستانی کوہستان سے آئے ..... اور عرب کنعان اور آرمینیہ کے ملک میں پھیلے ..... لیکن یہ رائے اب ساقط ہے۔ ..... دوسری تھیوری یہ ہے کہ امم سامیہ کا ابتدائی وطن افریقہ ہے۔ دلیل سامی و حامی زبانوں کا تشابہ ہے ..... اس رائے کی تائید میں سب کچھ کہا گیا ہے۔ پھر بھی تیسرے نظریہ کے لئے قوی رائیں ہیں۔ کہ سامی قوموں کا مسکن اول عرب ہے۔ جہاں سے موجیں مارتے ہوئے وہ وسیع و زرخیز قطعات ملک کی تلاش میں بابل و جزیرہ میں آئے۔ اور نیز کنعان کے مغربی ملک میں۔ یہ آخری رائے معلوم ہوتا ہے کہ نئے نئے طرفداروں کو اپنی طرف سے کھینچ رہی ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ اب مستند ارباب قلم کی عموماً قبول کردہ ہے"

سموال لے اینگ انگلینڈ کا ایک مقبول مصنف اور تاریخ قدیم کا واقف کار مصنف "اوائل الانسانیہ" میں اپنی حسب ذیل رائے ظاہر کرتا ہے[3] "شواہد اشارہ کرتے ہیں۔ کہ سامی اقوام کا ابتدائی وطن جنوبی مغربی ایشیا (اور جنوبی مغربی ایشیا میں) شاید عرب ہے۔ عرب کے سوائے سامی اقوام ہر جگہ بغرض سکونت یا بغرض فتح باہر سے آئی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور ہر جگہ وہ اپنے سے پہلے قدیم باشندوں کو وہاں موجود پاتی ہیں۔ لیکن عرب میں وہ اصلی باشندوں کی طرح معلوم ہوتی ہیں

کلدانیہ اور اسیریا کی قدیم روایات میں بھی وہ جنوب سے۔ عرب جنوبی سے آتی ہوئی ظاہر کی گئی ہیں۔ کچھ خلیج فارس سے اور کچھ بادیۂ عرب و شام کو قطع کرتے"

چند سطروں کے بعد پھر لکھتا ہے:-

"اور صرف عرب میں امم سامیہ کو اور تنہا امم سامیہ کو نہایت قدیم زمانے پاتے ہیں"[4]

ہیرن ایک مشہور مصنف جس کا موضوع "قدیم تمدن و سیاست کی تاریخی تحقیقات" ہے۔ اپنا اعتقاد اس مسئلہ کی نسبت اس طرح ظاہر کرتا ہے:-

"تقریباً یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ (یعنی ابراہیم) عرب سے آئے۔ جو غالباً سامی قبائل کا عموماً اصلی وطن ہے۔ گو کہ دوسرے مقامات میں مقامی حالات کی بنا پر انہوں نے اپنی اس طرز زندگی میں جس کے وہ اپنے مادری ملک کے ریگستانی صحرا میں عادی تھے۔ تبدیل کر لی۔"[5]

سب سے تازہ ترین تحقیق کا ماخذ انسائیکلوپیڈیا ہے۔ محقق کبیر نولڈیکی جو موجودہ یورپ میں مشرقی زبان و تاریخ کا سب سے بڑا فاضل ہے اپنے مضمون "السنہ سامیہ" میں کہتا ہے:-

"بعض مشہور محققین خیال کرتے ہیں کہ جنس سامی کا مولد عرب ہو سکتا ہے۔ بہت سی چیزیں ہیں جو اس تھیوری کی تائید کرتی ہیں۔ تاریخ ثابت کرتی ہے۔ کہ نہایت قدیم زمانہ سے عرب کے ریگستان سے قبائل نکل نکل کر قریب کے سرسبز ممالک میں آباد ہوتے رہے ہیں۔ آرامی اور عبری زبانوں میں بہت سے ایسے نشان پائے جاتے ہیں جن سے ابتدائی خانہ بدوشانہ حالت ظاہر ہوتی ہے۔ اور عرب کا شمالی حصہ یعنی صحرا کے مابین شام و عرب خانہ بدوش قبائل کا مسکن ہے۔ اور نیز عربوں میں قدیم سامی کیرکٹر اپنے سامی رنگ میں باقی رہا جاتا ہے۔ اور ان کی زبان قریب ترین اصل زبان ہے"

نولڈیکی دوسری تھیوریوں کی تغلیط و تنقیح کے بعد اس تھیوری پر چند ریمارکس کرتا ہے جس کا آخری فقرہ یہ ہے:-

"بہرحال ہم خوشی سے قبول کرتے ہیں کہ یہ تھیوری کہ عرب امم سامیہ کا مسکن اول ہے۔ کسی طرح سے غیر معقول نہیں ہے"!

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا ایک اور مضمون نگار لفظ "عرب" کے تحت میں لکھتا ہے:-[6]

"ملک عرب امم سامیہ کا اصل وطن ہے اس کی تائید متعدد علماء کی رائے سے ہوتی ہے۔ گو ابھی یہ مسئلہ محقق نہیں ہے لیکن تحقیقات السنہ اور اکتشافات آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رائے بہت ممکن الصحت ہے۔ عرب سے نکل کر قبائل سامیہ کا دوسرے ممالک میں پھیل جانا آسانی سے تصور میں آسکتا ہے۔ بابل کی جانب بھی حرکت کرنا آسان ہے۔ کہ کوئی قدرتی روک ان دونوں ملکوں کے درمیان نہیں۔ اور خود تاریخی زمانہ میں اس کی مثالیں ہیں۔ آرامی اقوام کا انتقال و ہجرت بھی قدرتی موانع سے خالی ہے۔

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں؟

۱۔ براہین نیرہ حصہ اول ۱۰؍
۲۔ اسوۂ حسنہ ۴؍
۳۔ ام الالسنہ - ۱۲؍

یہ ہر سہ کتابیں مصنفہ حاجی خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں جو تین خاص مضمون پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں۔

کتابوں میں کتاب قرآن۔ نبیوں میں نبی محمد عربی۔ زبانوں میں زبان عربی مبین۔ یہ تین باتیں ان تین کتابوں میں علی الترتیب ثابت کی گئی ہیں۔

۱۔ براہین نیرہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے۔

۲۔ اسوۂ حسنہ میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب رد قبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین تھے اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے۔ تو آپ کی ذات پاک ہی ہے۔

۳۔ ام الالسنہ۔ بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اسی زبان سے نکلی ہیں اور ابتدا میں سب کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے یہ کتابیں دیکھنے سے تعلق [illegible]

[illegible]

---

[1] Rogers, A P.305, 6.7. Vol I

[2] Samual Laing, P. 39

[3] Heeren Vol. I. P 292

[4] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا طبع یازدہم۔ ج ۲۴۔ ص ۶۲۰۔

[5] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا طبع یازدہم۔ ج ۲۔ ص ۲۶۳۔